www.ahlehaq.org

اشرف السوانح

جلد اوّل - جلد دوم

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا
محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

کمپیوٹر ایڈیشن... خانقاہ امدادیہ اشرفیہ
کی نایاب رنگین تصاویر کے ساتھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نہ سمجھنا کہ یہ فسانہ ہے
علم و حکمت کا اک خزانہ ہے
نام مجذوب اس کا تاریخی
سیرتِ اشرفِ زمانہ ہے
١٤٥٤ھ

اَشرَفُ السَّوانِحُ

www.ahlehaq.org

جدید ایڈیشن

اشرف السوانح

جلد اوّل - جلد دوم

حکیم الامت مجدد الملت

حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ

مرتبین
حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمہ اللہ
حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمہ اللہ

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان فون: 4540513-4519240

www.ahlehaq.org

اشرف السوانح

تاریخ اشاعت..................ربیع الاوّل ۱۴۲۷ھ
ناشر..............ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
طباعت..............سلامت اقبال پریس ملتان

جملہ حقوق محفوظ ہیں

www.ahlehaq.org

قارئین سے گذارش

ادارہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس کام کیلئے ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاک اللہ

ملنے کے پتے

ادارہ تالیفات اشرفیہ....چوک فوارہ....ملتان — مکتبہ رشیدیہ.......راجہ بازار.......راولپنڈی
ادارہ اسلامیات........انارکلی........لاہور — یونیورسٹی بک ایجنسی.....خیبر بازار.......پشاور
مکتبہ سید احمد شہید.......اردو بازار......لاہور — ادارۃ الانور.......نیوٹاؤن.......کراچی نمبر 5
مکتبہ رحمانیہ.......اُردو بازار .... لاہور — مکتبہ المنظور الاسلامیہ....جامعہ حسینیہ....علی پور
مکتبہ المنظور الاسلامیہ.........بلاک زیڈ.......مدینہ ٹاؤن.......بنک موڑ.......فیصل آباد

119-121- HALLIWELL ROAD
BOLTON BLI 3NE. (U.K.)
ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K
(ISLAMIC BOOKS CENTERE

www.ahlehaq.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض ناشر

''اشرف السوانح'' حضرت مجدد تھانوی رحمہ اللہ کی وہ مقبول عام سوانح حیات ہے جس سے ہر دور کے علماء صلحاء نے بھرپور استفادہ کیا اور عوام وخواص کی زندگیوں میں انقلاب آیا۔

حضرت مجدد تھانوی رحمہ اللہ کی یہ بھی ایک کرامت ہے کہ آپ کی یہ سوانح آپ کی حیات مبارکہ ہی میں آپ کی نظر ثانی کے بعد شائع ہوئی۔ آپ نے معاصرین و متعلقین کے بارہا اصرار پر اپنے حالات کو قلمبند کرنے کی اجازت دی جس کی سعادت آپ کے خلیفہ خاص حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمہ اللہ اور حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمہ اللہ کے ورثے میں آئی۔ اپنے اکابر سے سنا ہے کہ حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ بیسیوں صفحات لکھ کر حضرت کی خدمت میں نظر ثانی کے لئے پیش کرتے تو ان میں سے چند صفحات منتخب ہوتے۔

الحمد للہ زیر نظر سوانح حیات ایسی ہے جسے خود صاحب سوانح نے دیکھا اور ہر بات

www.ahlehaq.org

میں شرعی اصولوں اوران کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے پوری احتیاط برتی۔

یہی وجہ ہے زمانہ تالیف سے تادم تحریر پاک و ہند سے اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہوئے اورعوام وخواص کے لئے ہدایت وبصیرت کا سامان ہوئے۔

عصر حاضر کے ذوق کے مطابق ''اشرف السوانح'' کا جدید ایڈیشن آپ کے سامنے ہے۔اس میں ادارہ نے جناب مولانا زاہد محمود ملتانی مدظلہ (فاضل جامع قاسم العلوم ملتان) سے عربی اور فارسی اشعار کا ترجمہ، پیرا گرافی، عنوانات کا کام کرایا ہے۔ان تمام عوامل سے اب اس عظیم سوانح سے عوام الناس بھی با آسانی استفادہ کرسکیں گے۔

اللہ پاک ادارہ کی مساعی جمیلہ کو شرف قبولیت سے نوازیں اور تادم زیست اپنے اکابر کے مسلک اعتدال پر کاربند رہنے کی توفیق سے نوازیں۔آمین۔

والسلام

محمد اسحٰق عفی عنہ

ربیع الاول ۱۴۲۷ھ بمطابق مارچ 2006ء

www.ahlehaq.org

اشرف السوانح

حالات و عادات　　مقالات و تعلیمات

فیوض و برکات　　کشف و کرامات

معمولات طیبہ　　بشارات منامیہ

انعامات الٰہیہ پر مشتمل ہے اور مشعل راہ ہے

www.ahlehaq.org

www.ahlehaq.org

اجمالی فہرست

جلد اوّل

جلد دوم

www.ahlehaq.org

اجمالی فہرست

جلد سوم

www.ahlehaq.org

اجمالی فہرست

جلد چہارم

www.ahlehaq.org

فہرست عنوانات

نام نامی ولقب گرامی

''شرف نسب''

''وطن مالوف''

''ولادت باسعادت''

''طفولیت''

www.ahlehaq.org

''تحصیل علوم''

''اساتذہ کرام''

''درس وتدریس''

www.ahlehaq.org

www.ahlehaq.org

"سفر"

www.ahlehaq.org

www.ahlehaq.org

”لقائے بزرگان ودعائے بزرگان“

www.ahlehaq.org

سلسلۂ امدادیہ کے بزرگوں کی توجہات

www.ahlehaq.org

www.ahlehaq.org

"شرف بیعت و استفاضۂ باطنی"

www.ahlehaq.org

www.ahlehaq.org

www.ahlehaq.org

www.ahlehaq.org

www.ahlehaq.org

www.ahlehaq.org

www.ahlehaq.org

www.ahlehaq.org

فہرست مضامین

(جلد دوم)

www.ahlehaq.org

www.ahlehaq.org

www.ahlehaq.org

www.ahlehaq.org

www.ahlehaq.org

www.ahlehaq.org

www.ahlehaq.org

www.ahlehaq.org

www.ahlehaq.org

www.ahlehaq.org

www.ahlehaq.org

www.ahlehaq.org

www.ahlehaq.org

www.ahlehaq.org

www.ahlehaq.org

www.ahlehaq.org

☆......☆......☆

www.ahlehaq.org

www.ahlehaq.org

besturdubooks.wordpress.com

فہرست عنوانات

besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

فہرست عنوانات

(جلد چہارم)

www.ahlehaq.org

www.ahlehaq.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کشف حقیقتِ اشرفُ السّوانح

www.ahlehaq.org

بعد حمد و صلوٰۃ احقر اشرف علی عفی عنہ عرض رسا ہے کہ اس سوانح پر میرا کچھ لکھنا اسلئے تو نازیبا ہے کہ وہ میری طرف منسوب ہے۔ لیکن بعض تنبیہات ضروریہ کی مصلحت لکھنے کو متقضی ہوئی اس لئے تکلف کو ترک کر کے اس کے متعلق امور ذیل معروض ہیں۔

۱- اس کی تحریر میں ایک تو بے احتیاطی ہے کہ زندہ شخص کے متعلق ہے کو اکثر اہل طریق کے معمول کے خلاف ہے۔ جس کی حکمت اس حدیث میں مذکور ہے۔

ابن مسعودؓ قال من کان مستناً فلیستن بمن قد مات فان الحی لا یومن علیہ الفتنۃ (جمع الفوائد عن رزین وجہ الاستدلال کون الاستنان ہو الغرض من ہذہ الکتابۃ فی غالب الاوقات)

اور اکثر اس لئے کہا گیا کہ بعض اکابر نے خود بھی اپنے سوانح لکھے ہیں جیسے جلال الدین سیوطیؒ و عبدالوہاب شعرانیؒ کما بلغنی عن بعض الثقات۔

۲- اور ایک احتیاط ہے کہ روایات میں افراط و تفریط کا احتمال بہت کم ہو جاتا ہے جس کا وقوع اکثر خوش اعتقادوں کے غلو سے ہو جاتا ہے (اور اسی بناء پر میں نے تتمہ سابعہ

www.ahlehaq.org

تنبیہات وصیت کے ضمیمہ عاشرہ مندرجہ النور ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ میں بتاکید منع کیا ہے کہ میری سوانح عمری نہ لکھی جائے) سواس افراط وتفریط کا احتمال کم ہوجاتا ہے کیونکہ صاحب واقعہ اس کی تنقید کرسکتا ہے اور اس مصلحت کے اہم ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ باقی مفسدہ مذکورہ حدیث کا انسداد اس جملہ کے استحضار سے ہوسکتا ہے کہ یہ حالات اس وقت تک کے ہیں آیندہ کی خبر حق تعالیٰ کو ہے۔ مستقبل پر ماضی سے احتجاج کافی نہیں

کما قال تعالیٰ وما تدری نفس ماذا تکسب غداً والغیب عنداللہ وھو اعلم بمن اتقیٰ والعبرۃ بالخواتیم

حق تعالیٰ سے استقامت کی دعا کی التجا ہے اور قبول دعا کی بھی رجاء ہے۔

وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

ع باکریماں کارہا دشوار نیست

نیز مصلحت مذکورہ اس وقت ہے کہ کتابت کی غرض اقتداء ہو جیسا حدیث کے الفاظ بتلا رہے ہیں اور اگر غرض محض محبین کی زیادت معرفت اور اس کے واسطہ سے زیادت محبت ہو جیسا دوسری حدیث میں ہے جو کہ لوح کی عبارت میں بھی مذکور ہے وہ حدیث یہ ہے

قال صلی اللہ علیہ وسلم اذا اخیٰ الرجل الرجل فلیسأ لہ عن اسمہ واسم ابیہ وممن ھو فانہ او صل للمودۃ رواہ الترمذی

تو اس صورت میں یہ لکھنا حدیث متن کے تو خلاف نہیں اور حدیث لوح کے موافق ہے پھر کوئی وجہ ہی شبہ کی نہیں۔ یا اگر کسی جزو میں اقتدا ہی کا قصد ہو تب بھی استنان بالحی میں جو کہ منہی عنہ ہے دائم کی قید لگانے سے (جیسا کہ خود حدیث میں احتمال افتتان وتغیر سے اس نہی کا معلل ہونا اس تقیید کو مقتضی ہے) اور اس اقتداء مقصود میں قبل التغیر کی قید لگانے سے جس عزم ضابط اور ناظرین کا امر اختیاری ہے یہ مانع مرتفع ہوجائے گا۔ نیز اسکا ایک معتدبہ حصہ لکھا ہوا دیکھنے پر ایک حکمت یہ بھی مشاہدہ میں آئی کہ واقعات خاصہ کے ضمن میں بہت سے مسائل فن کی تدوین ہوگئی جس سے یہ مجموعہ بھتیجا مولاناؒ کے اس شعر کا ایک خوشنما مصداق بن گیا۔

خوشتر آں باشد کہ سر دلبراں
گفتہ آید در حدیث دیگراں

www.ahlehaq.org

اور اُن کی تدوین گو مستقلاً و مقصوداً بھی ہوسکتی تھی اور ہوئی بھی ہے لیکن واقعات چونکہ اُن کے لئے بمنزلہ شواہد کے ہوگئے۔ اسلئے اس طرز سے وہ اوضح واوقع فی النفس ہوگئے۔ آخر کوئی تو وجہ ہے کہ قرآن مجید میں عبر و حکم کے ساتھ قصے بھی ذکر فرمائے گئے ہیں۔

۳- واقعات کے معنون میں اُمید ہے کہ مبالغہ یا غلو نہیں کیونکہ مؤلف مجھ سے تحقیق بھی کرتے رہے اور لکھ کر دکھلاتے بھی رہے البتہ عنوان میں کوئی ایہام مدح یا تزکیہ کا ہوجانا محبت سے بعید نہیں جو باوجودیکہ دل سے مجھ کو عقلاً بھی پسند نہیں اور جذبات حیا سے طبعاً بھی گوارا نہیں لیکن میں نے اُن کی دلشکنی کے خیال سے بدلا نہیں مگر اسی کے ساتھ ہی اپنے عیوب کے استحضار سے معنون کو تو ٹھیک اس شعر کا مصداق سمجھتا ہوں ؎

طاؤس را بہ نقش و نگارے کہ ہست خلق تحسیں کنند واو خجل از پائے زشت خویش

اور عنوان کو بدوں احتیاج کسی استحضار کے اس شعر کا مصداق سمجھتا ہوں ؎

منش کردہ ام رستمِ پہلواں وگرنہ یلے بود درسیستاں

۴- بعض واقعات کے بعض اجزاء بوجہ تقادم عہد و عدم اہتمام استحضار و استحفاظ مجھ کو بھی تیقن کے درجہ میں محفوظ نہ تھے مگر غالب گمان پر حاصل اور اصل مقصود کو محفوظ رکھتے ہوئے تسامح کیا گیا۔

۵- جس جگہ کسی کے نام کی تصریح مدحاً یا قدحاً بظن غالب صاحب واقعہ کی ناگواری کو محتمل تھی نام نہیں لکھا گیا البتہ خود خطا فی الظن سے بچنا مشکل تھا ایسے موقع پر صاحب واقعہ سے معافی کی درخواست ہے اسی طرح اگر اتفاقاً التزام میں کوتاہی ہوگئی ہو۔

مقام تھانہ بھون (ضلع مظفر نگر)
خانقاہ امدادیہ۔ شہر محرم الحرام ۱۳۵۴ ہجری

www.ahlehaq.org

اے اشرفِ زمانہ زمانے مدد نما
درہائے بستہ را بہ کلید کرم کُشا
مستعینا بالمخاطب قلتہٗ
متشیرا فی التخاطب قلتہٗ

تمہید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم

امابعد۔ سلف وخلف کا ہمیشہ سے مقتداؤں کے سوانح کے ضبط کا معمول چلا آیا ہے اور اس میں ظاہری و باطنی فوائد بیان کئے گئے ہیں۔ ان ہی فوائد کی مصلحت سے ایک کثیر جماعتِ احباب مخلصین کی تجویز تھی کہ حضرت اقدس حکیم الامۃ مجدد الملۃ محی السنۃ قطب الارشاد مرشد العالم امام الطریق شیخ المشائخ حجۃ اللہ فی الارض مولانا ومقتدانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی حنفی چشتی صابری امدادی مدظلہم العالی کے سوانح بھی ضبط کئے جائیں لیکن ایک تو کسی کا اس مہتم بالشان کام کیلئے فارغ نہ ہونا۔ دوسرے اس کام کا فی نفسہ صعوبت سے خالی نہ ہونا۔ تیسرے خود حضرت صاحب سوانح کی ممانعت جس کو اپنی وصایا کے اندر دو مختلف عبارتوں میں قلمبند بھی فرمایا ہے جن کی نقل سوانح ہذا کے باب وصایا میں ملاحظہ سے گذرے گی۔ یہ سب قوی موانع اس تجویز کی تنفیذ کے مجتمع تھے اس لئے اب تک اس کی نوبت نہ آئی تھی نہ کسی کی ہمت ہوتی تھی۔

www.ahlehaq.org

اتفاق سے حضرت ممدوح کے ایک مخلص خادم مکرمی جناب مولوی حکیم عبدالحق خانصاحب فتحپوری کے ذہن میں حضرت ممدوح کی تالیفات کی مفصل فہرست مرتب کرنے کا داعیہ پیدا ہوا جس کی تکمیل میں اُنھوں نے مالی وجانی ہر طرح کی مشقت برداشت فرمائی (وہ فہرست بھی اس مجموعہ میں اپنے موقع پر درج کی گئی ہے) حسب عادت اہل علم کہ مؤلفات کے ساتھ مؤلف کا ضروری حالی بھی بہ عنوان ترجمۃ المصنف نقل کیا کرتے ہیں حکیم صاحب کو بھی اسکی ضرورت محسوس ہوئی اوراس خدمت کیلئے اس ناکارہ کوانتخاب فرمایا لیکن۔

چونکہ حدِ خود ندیدم تن زدم　　　لاجرم از عذر سر امن زدم

مگرانہوں نے اس عذر کوقبول نہیں فرمایا اس لئے باوجود اپنی عدم اہلیت کے

چونکہ قولِ آں ایازِ پاک دید　　　درنگاہِ دیدۂ ودل می خلید

نقض امر از کسرِ دُر دشوار تر　　　لا جرم بستم بامرِ او کمر

اب یہ داعی تو نہایت قوی پیش آ گیا لیکن موانع کی حیلولۃ کا مسئلہ فیصلہ طلب رہا سو مانع اول کا حل تو یہ ہوا کہ احقر نے اپنی خاص ضرورتوں سے ایک طویل رخصت لی تھی اسلئے کسی قدر فراغ کا زمانہ بے تکلف میسر ہوگیا۔ دوسرے مانع کا حل یہ ہوا کہ مادہ تو ایک معتد بہ مقدار میں حضرت صاحب سوانح کی تحریرات وتقریرات سے جمع کرلیا گیا جس میں حکیم صاحب موصوف نے بھی بہت کچھ اعانت فرمائی اورصورت میں خود حضرت صاحب سوانح کے مشوروں سے مدد حاصل کرتا رہا۔ اورتیسرے مانع کا حل خود حضرت صاحب سوانح کی تحریر معنون بہ کشف حقیقت اشرف السوانح میں مذکور ہے جو قبل تمہید ہذا بدیۂ ناظرین کی جاچکی ہے جس کا حاصل ممانعت کا خاص علل سے معلل ہونا اوران علل کا مرتفع ہوجانا ہے چنانچہ خود ممانعت کی اُن دونوں عبارتوں میں جنکا اوپر حوالہ دیا گیا ہے ادنیٰ تامل کرنے سے یہ معلل ہونا واضح ہوتا ہے اوراسی سے ایک عبارت میں علی الاطلاق ممانعت اور دوسری عبارت میں ایک قید کے ساتھ اجازت کے ظاہری تعارض کا توہم بھی دفع ہوجاتا ہے کیونکہ وہ اطلاق ظاہری عدم احتیاط کی حالت میں ہے اوراجازت احتیاط کی حالت میں پس تعارض نہ رہا۔ غرض جب داعی قوی تھا اورموانع مرتفع ہوگئے پھر کیا عذر رہا۔ لہٰذا بنامِ خدا قلم لیکر کام

www.ahlehaq.org

شروع کر دیا ہر چند کہ توافق عادت اہل علم متعلق ضبط ترجمۂ مؤلف مع المؤلفات کی مصلحت اختصار ترجمہ سے حاصل ہوسکتی تھی اور یہی ارادہ بھی تھا لیکن جب ایک محبّ اپنے محبوب کا ذکر شروع کرے اہل محبت جانتے ہیں کہ وہ اختصار پر قادر نہیں ہوسکتا۔ پھر بھی جس تطویل پر احقر مضطر تھا اُس کا اسلئے وقوع نہیں ہوا کہ خود حضرت صاحب سوانح برابر عبارات ومعانی کو حذف کراتے رہے اسلئے غالبًا یہ مجموعہ معتدل ہوگیا۔ اس مجموعۂ سوانح کا نام حضرت صاحب سوانح کے اسم شریف کی مناسبت سے اشرف السوانح اور لقب تاریخی سیرت اشرف زمانہ تجویز کیا گیا ہے اور پچیس ابواب قائم کئے گئے ہیں۔

آخر میں یہ عرض کر دینا بھی ضروری ہے کہ میں ایک عامی شخص ہوں اور تصنیف کا سلیقہ نہیں رکھتا لہٰذا ناظرین اصل مقصود یعنی حضرت صاحب سوانح کے حالات طیبات پر نظر رکھیں میری عبارت کے حسن وقبح کو نہ دیکھیں اور اپنا نصب العین اس شعر کو بنائیں۔

نہ بہ نقش بست مشوشم نہ بہ حرف ساختہ سرخوشم   نفسے بیاد تو میزنم چہ عبارت وچہ معانیم

میرا بھی مطمح نظر یہی تھا ورنہ مجھ جیسے نااہل کو ایسے مہتم بالشان موضوع پر قلم اٹھانیکی جرأت ہی نہ ہوسکتی تھی کیونکہ یہ منصب اہل علم کا تھا اسی لئے کوشش بلیغ بھی کرنی پڑی تعب بھی بہت اٹھانا پڑا اور پھر بھی ع حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا اب دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ احقر کی ظاہری وباطنی فرگزاشتوں کو معاف فرما کر اس سوانح کو مقبول ونافع فرمائے اور حضرت صاحب سوانح کو بعافیت وخیر وبرکت ہمیشہ سلامت باکرامت رکھے اور سب مسلمانوں کو آپ کی ذات بابرکات سے مستفیض ومنتفع فرماتا رہے۔ امین ثم امین یارب العالمین

احقر الزمن عزیز الحسن عفا عنه الله ذو المنن وحفظه
عن جميع الشرور والفتن ما ظهر منها وما بطن
۲۱۔محرم الحرام ۱۳۵۴ھ

www.ahlehaq.org

نہ گنجد دربیاں وصفِ کمالش
کنم طبع آزمائی باخیالش

اس کے کمال کی تعریف بیان میں نہیں سما سکتی
بس اسی کے خیال میں گم ہو کر کوشش کرتا ہوں

www.ahlehaq.org

www.ahlehaq.org

باب اول

نام نامی ولقب گرامی

نام نامی اشرف علی ہے۔ یہ نام حضرت حافظ غلام مرتضٰی صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے جو اس زمانہ کے مقبول عام اور مشہور انام اہل خدمت مجذوب تھے۔قبل ولادت حضرت والا بلکہ قبل استقرار حمل ہی بطور پیشین گوئی تجویز فرما دیا تھا جس کا مفصل واقعہ ان شاء اللہ تعالیٰ ولادت باسعادت کے باب میں بیان کیا جائے گا۔اس نام میں یہ بھی اتفاقی شرف پیدا ہو گیا کہ یہ نام ایک صحابی کا بھی تھا۔(کذا فی الاصحابہ)

یہ نام تو ابتداءً نانہال کی طرف سے تجویز کیا گیا تھا کیونکہ حضرت حافظ غلام مرتضٰی صاحب مجذوبؒ نے نانہال ہی میں تشریف لا کر یہ نام تجویز فرمایا تھا۔

دادھیالی نام

دادھیال سے عبدالغنی تجویز کیا گیا لیکن بمصداق ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود   گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

(اس کی بات اللہ کی بات ہوتی ہے، اگرچہ اللہ کے بندے کی زبان سے ہوتی ہے)

حضرت حافظ صاحبؒ ہی کا تجویز فرمایا ہوا نام مبارک مشہور ہوا۔دادھیالی نام عبدالغنی مشہور نہ ہوا۔البتہ اس کا بھی استعمال خود حضرت والا نے اپنے رسالہ **الخطوب المذیبہ** میں ایک ایسے موقع پر کیا ہے جہاں فرضی نام سے کام لینا مصلحت تھا۔(اسی طرح حضرت والا کے چھوٹے بھائی صاحب کا نانہالی نام حضرت حافظ غلام مرتضٰی صاحبؒ کا رکھا ہوا تو اکبر علی تھا اور دادھیالی نام مظفر)

لقب

لقب گرامی حکیم الامت ہے جو ایک عرصہ دراز سے حق تعالیٰ نے قلوب خواص وعوام میں القاء فرما دیا ہے اور جو بلاد وامصار میں عام طور پر شائع وذائع ہے جہاں تک حضرت والا

www.ahlehaq.org

کو یاد ہے سب سے پہلے جناب مولوی مرزا محمد بیگ صاحب مرحوم مالک مطبع محبوب المطابع دہلی نے یہ لقب حضرت والا کے پتہ میں تحریر فرمایا تھا اس کے بعد خود بخود نہ معلوم کس طرح منجانب اللہ زبان زد خاص و عام ہو گیا جس طرح مشہور ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کیلئے مولانا عبدالحکیم صاحب سیالکوٹی نے سب سے پہلے مجدد الف ثانی کا لقب استعمال فرمایا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے عام طور پر یہی لقب مشہور فرما دیا۔ **واللہ یختص برحمته من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔**

سجع جناب مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ سابق مفتی دارالعلوم دیوبند کا فرمودہ یہ ہے۔

سجع

"از گروہ اولیاء اشرف علی"

یہ سجع مفتی صاحب نے اس وقت تصنیف فرمایا تھا جب حضرت والا کو بزمانہ طالب علمی ہی استاذ الاساتذہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب قدس اللہ سرہ العزیز سابق مدرس اول دارالعلوم دیوبند نے (جو حضرت والا کے استاد خاص تھے) فتویٰ نویسی کا کام جناب مفتی صاحب موصوف کے ابتدائی افتاء کے زمانہ میں سپرد فرمایا تھا اور مہر پر کندہ کرانے کے لیے سجع کی ضرورت واقع ہوئی تھی۔ یہ سجع بھی بفضلہ تعالیٰ ایک فال نیک ثابت ہوا کیونکہ سجع ذو معنیین ہوا کرتا ہے جن میں سے ایک معنی تو مقصود ہوتے ہیں اور دوسرے معنی غیر مقصود۔ مگر اس مقصود میں اشارہ ہوتا ہے غیر مقصود کی طرف۔ چنانچہ حضرت والا کے مذکورہ بالا سجع کے معنی مقصود تو یہ ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ گروہ اولیاء میں سب سے اشرف ہیں اور معنی مشار الیہ یہ ہیں کہ صاحب سجع یعنی حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم العالی گروہ اولیاء میں سے ہیں۔

www.ahlehaq.org

www.ahlehaq.org

باب دوم

''شرف نسب''

دادھیال اور والد محترم

حضرت والا کی دادھیال فاروقی اور نانہال علوی ہے اگر کسی کو مزید تاریخی تحقیق کا شوق ہو تو رسالہ ہذا کا باب وصایا ملاحظہ فرمایا جائے۔ والد ماجد کا اسم مبارک ''عبدالحق'' تھا ۔آپ قصبہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر کے ایک مقتدر رئیس اور صاحب نقد و جائیداد تھے۔ فارسی میں بہت اعلیٰ قابلیت رکھتے تھے اور بہت اچھے انشاء پرداز تھے اور گو با قاعدہ قاری نہ تھے لیکن مخارج بہت صحیح تھے اور گو حافظ نہ تھے لیکن ناظرہ ایسا رواں تھا کہ بعض اوقات حافظوں کو بھی لقمہ دے دیا کرتے تھے۔ میرٹھ کی ایک بڑی ریاست کے مختار عام تھے اور باجازت رئیس کمسریٹ کے ٹھیکے بھی لے لیا کرتے تھے۔ جن میں خدا تعالیٰ نے اتنی برکت عطا فرمائی کہ ہزاروں روپے کی آمدنی ہوئی جس سے بہت سی نئی جائیداد بھی خرید لی اور خرچ کے مواقع پر بہت فراخ حوصلگی کے ساتھ روپیہ بھی صرف فرماتے رہے۔

حضرت والا اپنے والد ماجد کے جو حالات بیان فرمایا کرتے ہیں کہ کسی طرح بفراست خداداد بچپن ہی سے حضرت والا کو تعلیم عربی کے لیے اور حضرت والا کے چھوٹے بھائی جناب منشی اکبر علی صاحب مرحوم کو (جو بریلی مینوسپلٹی کے سیکرٹری کے معزز عہدہ پر بمشاہرہ پانچ سو روپیہ ملازم تھے۔) تعلیم انگریزی کے لیے منتخب فرمالیا اور کس حسن تدبیر سے تربیت فرمائی اور کس خوش اسلوبی سے امور دنیوی وکار منصبی کو انجام دیتے رہے وہ سب ممدوح کے کمال عقل و دانش پر دال ہیں۔ نیز حضرت والا کے جد اعلیٰ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی عقل وفراست تو مسلمات عالم میں سے ہے۔

ننھیال اور والدہ محترمہ

غرض عقل کی دولت تو حضرت والا کو دادھیال سے ملی اور عشق کی دولت نانہال سے پہنچی جو پیرزادوں کا ایک مشہور خاندان ہے جس کے مورث اعلیٰ حضرت شاہ شیخ عبدالرزاق

www.ahlehaq.org

صاحب جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ تھے جن کی ممتاز بزرگی اسی سے ظاہر ہے کہ حضرت مولانا شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے مستند بزرگ نے اپنی کتاب ''اخبار الاخیار'' میں جس میں اکابر اولیاء اللہ کے حالات درج ہیں بہت تعریف کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔

نیز حضرت والا کی والدہ صاحبہ محترمہ بھی ایک باخدا اور صاحب نسبت بی بی تھیں جیسا کہ حضرت والا نے اپنے خاندان کے معمر بزرگوں سے سنا ہے نیز ان کی عقل وفراست اور فہم وبصیرت کی تصدیق حضرت حافظ غلام مرتضٰی صاحب مجذوبؒ نے بھی فرمائی جس کا ذکر ولادت کے عنوان میں آئے گا اور حضرت والا کی نانہال کے جد اعلیٰ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی (جن پر اکثر سلاسل طریقت منتہی ہوتے ہیں) شان علمی وعشقی مسلم الثبوت ہے۔

خاندانی ورثہ

غرض حضرت والا کی جامعیت عقل وعشق یا بالفاظ دیگر جامعیت شریعت وطریقت جو آج روز روشن کی طرح ظاہر وباہر اور مشہور روزگار ہے اور جس کی بناء پر حضرت والا پر بالکل یہ شعر صادق آتا ہے۔

بر کفے جام شریعت بر کفے سندان عشق
ہر ہوسنا کے نداند جام وسنداں باختن

(ایک ہاتھ میں شریعت کا جام اور دوسرے ہاتھ میں عشق کا بوجھ، ہر ہوس پرست بیک وقت جام اور بوجھ سنبھالنا نہیں جانتا)

درجہ استعداد فطری میں دادھیال اور نانہال ہی سے موروث ہے جس پر بے ساختہ یہ شعر ذہن میں آتا ہے۔

زیکسو بوئے گل وز یک طرف پیغام یار آمد
من آں دیوانہ ام کز ہر دو سوئے من بہار آمد

(ایک طرف سے پھول کی خوشبو اور دوسری جانب سے محبوب کا پیغام آیا ہے، میں وہ دیوانہ ہوں کہ جس کے دونوں جانب سے بہار آئی ہے)

شان فاروقی وعلوی کے مظہر اتم

اس طرح حضرت والا ماشاء اللہ تعالیٰ اپنے خاندان کے خلف الصدق اور شان فاروقی وشان علوی دونوں کے جامع اور مظہر اتم ہیں۔ وذلک فضل اللہ یوتیہ من یشآء واللہ ذوالفضل العظیم.

www.ahlehaq.org

کیوں نہ ہو عادت اللہ ہمیشہ سے یہی جاری ہے کہ جس کو مرجع خلائق بنانا اور منصب ارشاد پر متمکن فرمانا منظور ہوتا ہے اس کو اعزاز خاندانی اور شرافت نسبی سے بھی ممتاز فرمایا جاتا ہے تا کہ بڑے سے بڑے طبقہ کے لوگ بھی اس کے اتباع سے عار واستنکاف نہ کریں گو مطلق قبول عند اللہ کیلئے شرافت نسب کی بالکل حاجت نہیں بقولہ تعالیٰ **فاذانفخ فی الصور فلا انساب بینھم یومئذ ولایتساء لون** و لقولہ تعالیٰ **ان اکرمکم عند اللہ اتقکم**

متمول خاندان میں پیدا ہونے کا بھی یہی اثر ہے یعنی بڑے طبقہ کے لوگوں کو بھی اتباع سے عار نہ ہونا۔ علاوہ بریں خود بھی ایسے شخص پر کسی کی وجاہت ظاہری کا بے جا اثر نہیں ہونے پاتا اور وہ نہایت آزادی کے ساتھ ہر شخص کی اصلاح کر سکتا ہے چنانچہ حضرت والا نہایت استغنا کے ساتھ فرمایا کرتے ہیں کہ بفضلہ تعالیٰ میرے اوپر کسی بڑے سے بڑے رئیس کا بھی محض اس کی ریاست اور وجاہت ظاہری کی بناء پر مطلق اثر نہیں ہوتا کیونکہ یہ خیال ہوتا ہے کہ یہی کیا رئیس ہیں ہم بھی خدا کے فضل سے گھر کے کھاتے پیتے ہیں۔ ہم بھی کوئی مفلس زادہ نہیں چنانچہ الحمد للہ میں نے ہمیشہ نہایت فراغت کے ساتھ زندگی بسر کی ہے اور ہزاروں روپے اپنے ہاتھوں خرچ کیے ہیں اس لیے اب کوئی حسرت مال ومتاع کے متعلق ایسی باقی نہیں رہی جس کی وجہ سے کسی مالدار کی طرف نظر احتیاج ہو کیونکہ جب سب چیزوں سے جی بھر جاتا ہے تو اس کا طبعی خاصہ ہے کہ حرص وطمع باقی نہیں رہتی۔ ''انتہیٰ کلامہ''

چنانچہ حضرت والا کی مشہور زمانہ اور یکتائے روزگار شان استغناء کا یہ بھی ایک سبب ظاہری ہے گو اس کا اصل منشاء شدت تعلق مع اللہ ہے ورنہ محض مال ومتاع والے تو بہت سے حرص وطمع میں گرفتار دیکھے جاتے ہیں۔

غرض چونکہ حق تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ حضرت والا کو اصلاح وارشاد کا منصب عالی عطا فرمائیں اس لیے ایک طرف تو عقل وافر اور عشق کامل اور دوسری جانب شرافت نسبی اور جاہ و ثروت خاندانی دونوں قسم کی دولتوں اور امتیازات سے مشرف فرمایا۔ ع یار ما ایں دارد و آں نیز ہم

حضرت والا کے نانا جی

نانہال کی شان عشق کے ضمن میں حضرت والا کے نانا صاحب پیر جی نجابت علی صاحب

www.ahlehaq.org

رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ذکر اس جگہ بے موقع نہ ہوگا۔ آپ اعلیٰ فارسی دانی و شاعری و انشا پردازی و لطیفہ گوئی و حاضر جوابی و بذلہ سنجی کی صفات سے موصوف تھے اور ریاست گنج پورہ میں بعہدہ وکیل ریاست ممتاز تھے۔ آپ صاحب الاحوال والمواجید مولانا شاہ نیاز احمد صاحب بریلوی کے ایک خلیفہ خاص سے بیعت تھے اور حضرت حافظ غلام مرتضیٰ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ سے جو اپنے زمانہ میں افضل المجاذیب تھے بہت عقیدت و محبت رکھتے تھے اور باہم بہت گہرے اور خصوصی تعلقات تھے۔ حضرت حافظ صاحبؒ کی آپ پر باوجود مجذوب ہونے کے خاص نظر تربیت تھی چنانچہ ابتدائے سلوک میں جب پیر جی صاحب پر آثار ذکر و شغل کا غلبہ ہوا تو تعلقات اہل و عیال و اکتساب معاش سے لاپروائی برتنے لگے۔ نانی صاحبہ کی شکایت پر مجذوب صاحب ممدوح نے اس کیفیت کو اپنی توجہ سے بضرورت سلب فرمالیا جس سے پیر جی صاحب کو اس وقت اس درجہ قلق ہوا کہ باوجود انتہائی عقیدت کے ان کی شان میں سخت سخت الفاظ مثلاً قزاق ڈاکو وغیرہ استعمال کرنے لگے لیکن حافظ صاحب نے کچھ پرواہ نہ کی اور اپنا کام کر کے چل دیئے۔ پیر جی صاحب کو بھی بعد کو سکون ہو گیا اور کسب معاش میں مشغول ہو گئے۔

جب پیر جی صاحب کے انتقال کا وقت آیا تو حافظ صاحب دفعتاً پھر آموجود ہوئے اور سیدھے بستر مرگ کے پاس پہنچ کر فرمایا نجابت علی میری طرف دیکھو ان کا نظر اٹھا کر دیکھنا تھا کہ پھر وہی کیفیت مسلوبہ عود کر آئی اور پیر جی صاحب نہایت ہشاش بشاش دنیا سے رخصت ہوئے۔

ماموں جی

حضرت کے حقیقی ماموں پیر جی امداد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی بڑے زبردست صاحب حال وقال بزرگ تھے ان کا سوز و گداز عشق حقیقی انتہاء کو پہنچا ہوا تھا جس سے مغلوب ہو کر بعض ایسے امور کا صدور ہو جاتا تھا جو عوام کے مصالح کے مناسب نہ تھے خود حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ ان کے کلمات سے ایک آگ سی نکلتی ہوئی محسوس ہوتی تھی اور حضرت حافظ شیرازیؒ کا یہ شعر ان پر صادق آتا تھا۔

غلام آں کلماتم کہ آتش افروزد　　　نہ آب سرد زند در سخن بر آتش تیز

www.ahlehaq.org

(میں ان باتوں کا غلام ہوں جو آگ بھڑکاتے ہیں، لہٰذا بات کر کے بھڑکتی آگ پر ٹھنڈا پانی نہ ڈالو)

اس کی تصدیق ان کی اس مناجات منظوم سے بخوبی ہوتی ہے جو حضرت والا نے اپنے رسالہ ''امواج طلب'' میں ملخصاً نقل فرمائی ہے۔

ان پر بھی حضرت حافظ غلام مرتضیٰ صاحب مجذوب کی نظر توجہ ہوئی تھی۔ شروع میں بالکل وارستہ مزاج تھے۔ تلاش معاش سے تنگ آ کر بر بناء آزاد مزاجی ایک دن مجذوب صاحب سے عرض کیا کہ یا تو مجھے دنیا ہی کا بنا دیجئے یا دین ہی کا یہ بین بین حالت میں نہیں چاہتا۔ مجذوب صاحب نے جوش میں آ کر فرمایا جا جا حیدر آباد جا تجھے نواب بلا رہا ہے۔ یہ سن کر پیر جی صاحب کو بڑا قلق ہوا کہ ارے معلوم ہوتا ہے مجھے دنیا ہی ملی ''لا حول ولا قوۃ'' یہ میں نے کیا حماقت کی مجھے دنیا کا نام ہی نہ لینا چاہیے تھا۔ بس دین ہی طلب کرتا مگر خیراب تو جو ہونا تھا ہو چکا' میری قسمت۔

وہ اس قول کے یہ معنی سمجھے کہ نواب صاحب حیدر آباد کے علاقہ میں روزگار ملے گا چنانچہ وہاں تلاش ملازمت میں پہنچے اور کچھ دن بعد نوکری بھی مل گئی مگر چونکہ فطری طور پر عشق حقیقی کا سودا سر میں سمایا ہوا تھا اور ابتداء ہی سے قلب میں سوز و گداز تھا اس لیے بحالت ملازمت برابر تلاش شیخ میں رہے چنانچہ جتنے درویش حیدر آباد میں تھے سب سے ملے مگر ان میں سے اکثر تو اس لیے ناپسند آئے کہ وہ حضرت مولانا اسماعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ کو برا سمجھتے تھے اور پیر جی صاحب مولانا کے بے حد معتقد تھے۔ بس اس ادا کے عاشق تھے کہ دیکھئے اپنی جان اور آبرو سب خدا کی راہ میں فدا کر دی اور بعض میں ترک دنیا کی شان نہ پائی جو پیر جی صاحب کا خاص مذاق تھا۔ بالآخر مرزا سردار بیگ صاحب کی خدمت میں پہنچے جو پہلے بڑے امراء میں سے تھے اور نواب مشہور تھے پھر ترک ریاست کر کے درویشی اختیار کر لی تھی۔ بڑے مجاہد اور بڑے تارک تھے ان کی جانب قلب کو بہت کشش ہوئی مگر احتیاطاً حضرت حافظ صاحب مجذوب کے صاحبزادے پیر احمد صاحب کو خط لکھا کہ یہاں چند درویش ہیں حافظ صاحب سے پوچھ کر مجھے اطلاع دیجئے کہ ان میں سے میں کس کی طرف رجوع کروں۔؟

www.ahlehaq.org

حافظ صاحب سے جب پوچھا گیا تو زبانی کوئی جواب نہ دیا لیکن یہ کیا کہ اپنا کمبل جس کو اوڑھے ہوئے تھے اتار کر جلا دیا اور الگ خاموش جا بیٹھے۔ جب پیر جی صاحب کو اس واقعہ کی اطلاع دی گئی تو ان کی سمجھ میں کچھ نہ آیا اس کے بعد جب مرزا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے ازخود بسلسلہ گفتگو فرمایا کہ جس طرح تعلیم قالی ہوتی ہے حالی بھی ہوتی ہے۔ اور طوطی کا قصہ جو مثنوی شریف میں مذکور ہے بیان فرمایا کہ اس نے اپنے آپ کو مثل مردہ بنالیا جس میں دوسری طوطی کو اشارہ تھا کہ اگر وہ بھی اس طرح اپنے آپ کو مردہ بنالے تو رہا ہو جائے۔

مرزا صاحب سے اس قصہ کو سننا تھا کہ فوراً پیر جی صاحب کا ذہن مجذوب صاحب کے کمبل جلا دینے کی طرف منتقل ہو گیا اور اس کا یہ مطلب سمجھ میں آیا کہ یہ میرے لیے عملی تعلیم اس امر کی تھی کہ کسی ایسے بزرگ سے بیعت کرو جو سب تعلقات کو سوختہ کر چکا ہو اور اس شان کے بزرگ وہاں مرزا صاحب ہی تھے۔ بس یہ مطلب ذہن میں آتے ہی مرزا صاحب کے عشق کی آگ پیر جی صاحب کے دل میں بھڑک اٹھی اور بعد اصرار و انکار بسیار مرزا صاحب کے سلسلہ میں داخل ہو گئے۔

حضرت کے پردادا رحمہ اللہ

گو یہ مضمون طویل ہوتا چلا جارہا ہے لیکن احقر کی رائے ناقص میں ''شرف نسب'' کے عنوان کے تحت میں اگر خاندان کے بعض خاص خاص بزرگوں کے مہتم بالشان حالات و واقعات بھی نہ نقل کیے جائیں تو شرف نسب کے متعلق کافی بصیرت حاصل نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ حضرت والا کے پردادا محمد فرید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ایک خاص واقعہ اور حضرت والا کے جد اعلیٰ حضرت سلطان شہاب الدین علی معروف بہ فرخ شاہ کابلی کا مختصر حال لکھنا بھی مناسب سمجھتا ہوں۔

پردادا صاحب تو کیرانہ اور شاملی کے درمیان جہاں پختہ سڑک ہے شہید ہوئے اور وہیں پر پیر سماء الدین صاحب کے مزار کے پاس دفن کیے گئے اور شروع میں بہت عرصہ تک ان کا عرس بھی ہوتا رہا۔ کسی بارات میں تشریف لے جارہے تھے کہ ڈاکوؤں نے آ کر بارات پر حملہ کیا۔ ان کے پاس کمان تھی اور تیر تھے۔ انہوں نے ڈاکوؤں پر دلیرانہ تیر برسانا

www.ahlehaq.org

شروع کیے چونکہ ڈاکوؤں کی تعداد کثیر تھی اور ادھر سے بے سروسامانی تھی یہ مقابلہ میں شہید ہوگئے اور اس حدیث شریف کے مصداق ہوگئے۔ من قتل دون ماله فهو شهيد ومن قتل دون دمه فهو شهيد ومن قتل دون اهله فهو شهيد و من قتل دون مظلمته فهو شهيد (كلها فى جمع الفوائد)

شہادت کے بعد ایک عجیب واقعہ ہوا۔ شب کے وقت اپنے گھر مثل زندہ کے تشریف لائے اور اپنے گھر والوں کو مٹھائی لاکر دی اور فرمایا کہ اگر تم کسی سے ظاہر نہ کروگی تو اسی طرح روز آیا کریں گے لیکن ان کے گھر کے لوگوں کو یہ اندیشہ ہوا کہ گھر والے جب بچوں کو مٹھائی کھاتے دیکھیں گے تو معلوم نہیں کیا شبہ کریں اس لیے ظاہر کردیا اور پھر آپ تشریف نہیں لائے۔ یہ واقعہ خاندان میں مشہور ہے۔

جدّ اعلیٰ حضرت فرخ شاہ

www.ahlehaq.org

حضرت والا کے جد اعلیٰ فرخ شاہ کابلی کا حال تتمات تنبیہات وصیت سے مع حوالہ نقل کیا جاتا ہے۔

نمبرا۔ منقول از ضمیمہ تتمہ سادسہ تنبیہات وصیت بابت منتصف اخیر ۱۳۳۶ھ مطبوعہ الامداد ماہ ذیقعدہ ۱۳۳۶ھ

مضمون ثالث (ط) شیوخ تھانہ بھون وحضرت شیخ مجدد الف ثانیؒ وحضرت شیخ جلال الدین تھانیسریؒ وحضرت شیخ فریدالدین گنج شکرؒ یہ سب سلطان شہاب الدین الملقب بہ فرخ شاہ کابلی کی اولاد سے ہیں جن کی نسبت زبدۃ المقامات میں ہے۔

"مردے از اجلہ امراء واعاظم وزراء سلاطین کابل بودہ نخستیں نزیل ہندوستان اوست کہ از غزنین وکابل بدیار ہند آمد گویندوے باوصاف خجستہ موصوف بود وبترویج اسلام وتوہین عبدۂ اصنام معروف۔

نمبر۲۔ (منقول از تتمہ سابعہ تنبیہات وصیت بابت منتصف ۱۳۳۷ھ مندرجہ رسالہ النور جو غالباً ماہ جمادی الاخریٰ یا رجب ۱۳۳۷ ہجری کا ہے۔)

مضمون ثالث بحوالہ رسالہ السلسلۃ الذہبیہ

یہ سلطان شہاب الدین علی منجملہ اولیاء کاملین سے ہیں ان کا لقب فرخ شاہ ہے جو سلوک صوفیہ سے پہلے والی کابل رہے ہیں اور سلطنت غزنویہ کے زوال کے بعد آپ ہی کابل سے خروج کر کے کئی بار فوج کثیر کے ساتھ واسطے ترویج اسلام و جہاد کفار اور توہین اصنام کے ہندوستان میں تشریف لائے اور پھر بامراد بہت سا مال غنیمت لے کر مراجعت فرما ہوئے۔ آخر الامر عنایت الٰہی سے ان کی توجہ سلوک طریقہ عالیہ چشتیہ کی طرف مصروف ہوئی اور اس طریقہ عالیہ کے بزرگوں سے مستفید ہو کر کمال کے درجہ کو پہنچے۔ ایک عالم آپ کے چشمہ فیض سے سیراب ہوا۔

ترک سلطنت اور قبول فقر کے بعد کوہستان کابل میں آپ نے سکونت اختیار کی اور مدۃ العمر وہیں رہ کر فیض رسانی خلق میں مشغول ہوئے اور وصال کے بعد وہیں دفن ہوئے۔ آج تک وہ موضع درہ فرخ شاہ مشہور ہے اور قبر مبارک زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ انتہیٰ

درویشی وشاہی کا جامع خاندان:۔

حضرت والا کے دادھیالی اور نانہالی اجداد قریبہ و بعیدہ کے حالات و واقعات مذکورہ باب ہذا سے ناظرین کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ حضرت والا کیا بلحاظ ظاہر اور کیا بلحاظ باطن شاہی خاندان سے نسبت رکھتے ہیں جو درویشی و بادشاہی کا جامع رہا ہے۔ چنانچہ بفحوائے الولد سر لابیہ حضرت والا کے اندر بفضلہ تعالیٰ دونوں شانیں ایک طرف تو بصورت شان فقر و عبدیت و فنا و تواضع اور دوسری طرف بصورت شان جلال و سیاست و تدبر و استغناء بدرجہ کمال نمایاں ہیں۔ بمصداق اشعار حضرت حافظ رحمۃ اللہ علیہ

اے در رخ تو پیدا انوار پادشاہی — وفکرت تو پنہاں صد حکمت الٰہی

(اے محبوب تیرے چہرے میں شاہی انوار چمک رہے ہیں، اور تیری فکر میں اللہ کی سینکڑوں حکمتیں پوشیدہ ہیں)

کلک تو بارک اللہ در ملک و دیں کشادہ — صد چشمہ آب حیواں از قطرہ سیاہی

(تیرے قلم میں اللہ برکت دے کہ وہ دین کی بادشاہی میں کھلا ہے، سیاہی کے ایک

www.ahlehaq.org

قطرہ سے آبِ حیات کے سینکڑوں چشمے ابل پڑتے ہیں)

اور حضرت والا کی اس جامعیت کو دیکھ کر بے ساختہ یہ شعر یاد آتا ہے ؎

گدائے میکدہ ام لیک وقت مستی بیں　　　　که ناز بر فلک و حکم بر ستارہ کنم

(میں میکدہ کا غلام ہوں لیکن مستی کے وقت دیکھا کر، جب کہ میں آسمان پر ناز کرتا ہوں اور ستاروں پر حکم چلاتا ہوں)

غرض حضرت والا بفضلہٖ تعالیٰ علاوہ کمالات ذاتی کے شریف النسب اور عالی خاندان بھی ہیں۔ **فالحمدللہ و ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء.**

فائدہ: احقر نے جو اس عنوان کے ذیل میں یہ عرض کیا ہے کہ حضرت والا کو دادھیال سے دولت عقل اور نانہال سے دولت عشق میراث میں ملی ہے اس سے مراد استعداد فطری بالقوۃ ہے جو محض درجہ استعداد میں کوئی چیز نہیں جب تک درجہ فعلیت میں نہ آئے اور وہ درجہ فعلیت میں آتی ہے روحانی مربی کے فیض سے جس سے جمیع اقسام کی استعدادات صالحہ کا ظہور اور تعدیہ ہوتا ہے لیکن چونکہ استعداد فطری بھی ایک ایسی نعمت عظمیٰ اور موہبت خداوندی ہے جو آئندہ حاصل ہونے والے جمیع کمالات وفضائل کے لیے بمنزلہ اساس و بنیاد کے ہے اور جس کے بغیر روحانی مربی کی تعلیم وتربیت بھی چنداں مؤثر نہیں ہوتی بمصداق ؎

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست　　　　در باغ لالہ روید و در شورہ بوم وخس

(بارش کی طبعی لطافت میں اختلاف نہیں ہے، لیکن اس سے باغ میں پھول اُگتے ہیں اور شوریلی زمین جھاڑیاں وکانٹے)

اس لیے اس استعداد فطری کا بھی ذکر بضمن شرافت نسب ضروری تھا۔

www.ahlehaq.org

باب سوم

”وطن مالوف“

تھانہ بھون

حضرت والا کا وطن مالوف قصبہ تھانہ بھون ہے جو ضلع مظفر نگر میں واقع ہے۔اس کا اصل نام ”تھانہ بھیم“ تھا کیونکہ وہ کسی زمانہ میں راجہ بھیم کا تھانہ تھا۔ کثرت استعمال سے تھانہ بھون ہوگیا۔ جب یہاں مسلمان آ کر آباد ہوئے تو شرفائے قصبہ کے بعض اجداد نے اپنے ایک فرزند ”فتح محمد“ کے نام پر اس کا نام محمد پور رکھا جو کاغذات شاہی میں بھی پایا جاتا ہے لیکن عام طور پر پرانا نام یعنی تھانہ بھون ہی مشہور رہا۔ غدر سے بہت پہلے اس قصبہ کی آبادی اڑتالیس ہزار کی تھی پھر غدر کے قریب چھتیس ہزار کی رہ گئی اور اب تو صرف چھ سات ہزار ہی کی ہے۔ محرم ۱۲۷۴ھ میں یہاں غدر کا اثر پہنچا تھا جس کا حضرت والا نے مادہ تاریخ خوب نکالا یعنی ”خرابی تھانہ“۔

مردم خیز اور تاریخی قصبہ

یہ قصبہ ممالک متحدہ آگرہ واودھ کا ایک مشہور و معروف مردم خیز تاریخی قصبہ ہے جہاں ہمیشہ مسلمان شرفاء بالخصوص شیوخ فاروقی النسل صاحب اقتدار اور صاحب قوۃ و شوکت اور صاحب جائیداد رہے ہیں اور گو اب افلاس غالب ہے لیکن ذی اقتدار ہستیاں بفضلہٖ تعالیٰ اب بھی موجود ہیں۔ نیز یہاں مختلف فنون کے اہل کمال بھی گزرے ہیں جن کے کارناموں کے افسانے کتابوں میں اور زبانوں پر اب تک ہیں۔

زمانہ شاہی میں بڑے بڑے منصب دار اور جاگیر دار بھی تھے۔

اہل علم و دانش کی سرزمین

یہاں کے عقلاء خاص طور پر مشہور رہے ہیں چنانچہ ایک انگریز نے جو افسر بندوبست

www.ahlehaq.org

تھا اپنی رپورٹ میں مختلف قصبات کے باشندگان کے متعلق اظہار رائے کرتے ہوئے تھانہ بھون کے باشندوں کو "عاقلان تھانہ" کا لقب دیا تھا۔ مجھے جہاں تک علم ہے جیسے اس گردونواح میں مسلمان شرفاء کے بڑے بڑے قصبے ہیں مثلاً دیو بند' گنگوہ کیرانہ جھنجھانہ کاندھلہ پانی پت وغیرہ ویسے ہندوستان میں اور کہیں نہیں پائے جاتے اور جتنی دینداری اور جتنا علم دین کا چرچا ان اطراف میں ہے اتنا اور کہیں نہیں دیکھا گیا۔ اور جس کثرت سے بڑے بڑے علماء وفضلا ومشائخ اس حصہ ملک میں گزرے ہیں اور موجود ہیں اتنے اور کہیں نہیں چنانچہ قنوج کے شیخ معشوق علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو ایک دیندار بزرگ اور نہایت عاقل ومردم شناس رئیس تھے انہوں نے حضرت والا سے ایک بار فرمایا تھا کہ ان اطراف کے لوگ ہماری طرف کے لوگوں سے ہر بات میں بڑھے ہوئے ہیں چنانچہ یہاں کا عالم وہاں کے عالم سے اچھا' یہاں کا جاہل وہاں کے جاہل سے اچھا حتیٰ کہ یہاں کا کافر وہاں کے کافر سے اچھا ھ۔ گویا کہ حضرت حافظؒ کا یہ شعر صادق آتا ہے۔

بازار چہ گاہ گاہے برسر نہد کلا ہے   مرغان قاف دانند آئین پادشاہی

(باز اگر چہ کبھی کبھی سر پر ٹوپی رکھتا ہے، مگر کوہ قاف کے پرندے جانتے ہیں کہ شاہی قوانین کیا ہیں)

حضرتؒ کا دودھیالی ونھیالی وطن

حضرت والا کی دادھیال اور نانہال دونوں تھانہ بھون ہی کی ہیں۔ نانہال کے اجداد پہلے جھنجھانہ رہتے تھے پھر حضرت والا کے نانا صاحب کے والد ماجد نے تھانہ بھون میں آ کر سکونت اختیار کرلی۔ دادھیال کے اجداد میں سے مولانا صدر جہاں معاصر قاضی محمد نصر اللہ خاں کا ذکر عہد اکبر شاہ اعظم میں کاغذات سے ثابت ہے۔ ان کے اجداد قریبہ تھانیسر ضلع کرنال سے نقل سکونت کر کے تشریف لائے اور تھانیسر میں غزنین وکابل سے منتقل ہو کر آئے اور ان کا سلسلہ فرخ شاہ کابلی تک پہنچتا ہے جن کا حال باب سابق میں گزر چکا ہے۔

www.ahlehaq.org

باب چہارم

”ولادت باسعادت“

تاریخ ولادت

حضرت والا کی ولادت باسعادت ۵ ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ کو چہار شنبہ کے دن بوقت صبح صادق واقع ہوئی حسن اتفاق سے امسال دوران تحریر سوانح ہذا بھی ۵۔ ربیع الثانی چہار شنبہ ہی کے دن واقع ہوئی ہے اور تاریخ مذکور میں سن شریف کے ۷۳ سال بحمد اللہ پورے ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت صاحب سوانح کو غیر معمولی طویل عمر باایں ہمہ فیوض و برکات ظاہری و باطنی بصحت و عافیت دائمی عطا فرمائے۔ اور امت محمدیہ علیٰ صاحبھا الصلوٰۃ و التحیۃ پر سایہ عاطفت کوتا دیر سلامت با کرامت رکھے۔ آمین ثم آمین۔

مادۂ تاریخ

کسی نے مادہ تاریخ ”کرم عظیم“ ”۱۲۸۰“ خوب نکالا ہے جو بالکل مطابق واقع کے ہے کیونکہ حضرت حکیم الامت کی ذات بابرکات کا امت محمدیہ علیٰ صاحبھا الصلوٰۃ و التحیۃ کے لیے اللہ تعالیٰ کا کرم عظیم ہونا اظہر من الشمس ہے۔

جائے پیدائش

حضرت والا کی ولادت باسعادت ننہال کے اس مکان میں ہوئی جو محلہ خیل میں ہے اور جواب پیرجی شوکت علی صاحب مرحوم کی اولاد کے حصہ میں ہے۔

ولادت مبارکہ کا واقعہ

حضرت والا کی ولادت باسعادت کا واقعہ نہایت عجیب و غریب ہے جو خاندان میں اسی وقت سے مشہور چلا آ رہا ہے اور جس کو خود حضرت والا نے اپنے بزرگوں اور حاضرین واقعہ

www.ahlehaq.org

سے سن کر قلمبند بھی فرمالیا ہے۔ (ملاحظہ ہو مقدمہ حسام عبرت) وہ واقعہ یہ ہے کہ حضرت والا کے والد ماجد کو مرض خارشت ہو گیا تھا اور اس قدر شدید تھا کہ کسی دوا سے فائدہ نہ ہوتا تھا۔ کسی ڈاکٹر نے کہا کہ اس مرض کی ایک دوا اکسیر ہے مگر وہ قاطع النسل ہے چونکہ والد صاحب مرض سے بہت تنگ آ گئے تھے اس لیے انہوں نے اس دوا کا استعمال یہ کہہ کر کرلیا کہ بلا سے اولاد نہ ہو بقاء نوعی سے بقاء شخصی مقدم ہے۔ والدہ صاحبہ کو جب یہ معلوم ہوا تو بہت پریشان ہوئیں کیونکہ اس وقت تک کوئی نرینہ اولاد زندہ نہیں رہتی تھی۔ شدہ شدہ یہ خبر نانی صاحبہ کو بھی پہنچ گئی ان کو بھی بڑی پریشانی ہوئی۔ انہوں نے حضرت حافظ غلام مرتضٰی صاحب مجذوب پانی پتیؒ سے (جو اتفاق سے نانا صاحب کے تعلقات سابقہ کی وجہ سے تشریف لائے ہوئے تھے) شکایت کی کہ حضرت میری اس لڑکی کے لڑکے زندہ نہیں رہتے۔ حافظ صاحب نے بطریق معما فرمایا کہ عمر و علی کی کشاکشی میں مرجاتے ہیں۔ اب کی بار علی کے سپرد کردینا زندہ رہے گا۔ اس مجذوبانہ معما کو کوئی نہ سمجھا لیکن والدہ صاحبہ نے اپنی فہم خداداد اور نور فراست سے اس کو حل کیا اور فرمایا کہ حافظ صاحب کا یہ مطلب ہے کہ لڑکوں کے باپ فاروقی ہیں اور ماں علوی اور اب تک جو نام رکھے گئے وہ باپ کے نام پر رکھے گئے یعنی فضل حق وغیرہ اب کی بار جو لڑکا ہو اس کا نام ننھیال کے ناموں کے مطابق رکھا جائے۔ جس کے آخر میں علی ہو۔ حافظ صاحبؒ یہ سن کر ہنسے اور فرمایا کہ واقعی میرا یہی مطلب ہے یہ لڑکی بڑی عقلمند معلوم ہوتی ہے۔ پھر فرمایا کہ انشاء اللہ اس کے دو لڑکے ہوں گے اور زندہ رہیں گے ایک کا نام اشرف علی خاں رکھنا دوسرے کا اکبر علی خاں۔ نام لیتے وقت خاں اپنی طرف سے جوش میں آکر بڑھا دیا تھا۔ کسی نے پوچھا کہ حضرت کیا وہ پٹھان ہوں گے؟ فرمایا نہیں اشرف علی اور اکبر علی نام رکھنا۔ یہ بھی فرمایا کہ دونوں صاحب نصیب ہوں گے۔ یہ بھی فرمایا کہ ایک میرا ہوگا وہ مولوی ہوگا اور حافظ ہوگا اور دوسرا دنیا دار ہوگا۔ چنانچہ یہ سب پیشین گوئیاں حرف بحرف راست نکلیں۔ حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ یہ جو میں کبھی اکھڑی اکھڑی باتیں کرنے لگتا ہوں ان ہی مجذوب صاحب کی روحانی توجہ کا اثر ہے جن کی دعا سے میں پیدا ہوا ہوں کیونکہ طبیعت مجذوبوں کی طرح آزاد ہے الجھی ہوئی باتوں کی متحمل نہیں۔

www.ahlehaq.org

بچپن کا خواب

حضرت والا حافظ غلام مرتضیٰ صاحب مجذوبؒ کی اس روحانی توجہ کے متعلق حضرت والا کے زمانہ طالب علمی کا ایک خواب بھی اصدق الرویا سے۔خود حضرت والا کا ارقام فرمایا ہوا نقل کردینے کو جی چاہتا ہے وہو ہذا

''میں نے زمانہ تحصیل مدرسہ عالیہ دیوبند میں ایک بزرگ کو دیکھا مجھ سے پوچھتے ہیں تمہاری کیا عمر ہے اور تم کو سال کب شروع ہوگا۔ میں نے عمر بتلائی اور کہا کہ ۵۔ ربیع الثانی کو نیا سال شروع ہوگا۔ وہ بزرگ فرمانے لگے کہ سال شروع ہونے سے پہلے دو روزے رکھ لینا برکت ہوگی۔ میں نے اس پر عمل کیا اور کئی سال تک وہ عمل کرتا رہا پھر کسل ہوگیا۔ ایک بار اس زمانہ میں بھی وہ عمل کیا تھا مگر غالباً ایک روزہ رکھا تھا۔ میں نے اس خواب کو اپنے عزیزوں میں سے ایک بزرگ سے بیان کیا انہوں نے مجھ سے حلیہ پوچھا میں نے بیان کیا سن کر فرمایا کہ یہ حافظ غلام مرتضیٰ صاحب قدس سرہ تھے۔ یہ ایک مجذوب مگر پاکیزہ بزرگ تھے جن کی مدح شیوخ طریقت بلکہ خود حضرت مرشدی حاجی صاحب قدس اللہ سرہ نے بھی فرمائی۔ الخ۔ انتہیٰ

حضرت والا کے عجیب وغریب واقعہ ولادت مذکورہ باب ہذا سے حضرت والا کا مصداق ارشاد خداوندی و اصطنعتک لنفسی کا نمونہ ہونا ظاہر و باہر ہے۔ اور حضرت والا کے جو دیگر سوانح حیات ہیں وہ سب گویا اسی کی تفصیلات وتصدیقات ہیں۔

www.ahlehaq.org

باب پنجم

''طفولیت''

حضرت والا کی انّا

چونکہ حضرت والا کے چھوٹے بھائی صاحب حضرت والا کے تولد کے تقریباً چودہ ماہ بعد ہی پیدا ہو گئے تھے اور دودھ دو بچوں کے لیے کافی نہ ہوتا تھا اس لیے حضرت والا کے لیے ایک انا یعنی دودھ پلائی مقرر کی گئی تھیں۔ وہ ضلع میرٹھ کے کسی دیہات کی تھیں۔ اور قوم کی قصاینی تھیں۔ چنانچہ حضرت والا مزاج میں اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ میں نے قصاینی کا دودھ پیا ہے اس لیے بھی میرے مزاج میں حدت ہے مگر الحمدللہ شدت نہیں میرا دل اس قدر نرم ہے کہ مجھ سے کسی کی ذرا بھی تکلیف نہیں دیکھی جاتی اگر کسی کو ادنیٰ تکلیف میں بھی دیکھ لیتا ہوں تو بس دل پگھل جاتا ہے اور پانی پانی ہو جاتا ہے۔ حضرت والا نے بہت چاہا کہ اپنی مرضعہ کی اولاد وغیرہ کا پتہ چلائیں تاکہ ان کے ساتھ سلوک کیا جائے لیکن کچھ پتہ نہ چل سکا۔ اس خیال کا منشا طبعی تعلق اور اتباع سنت دونوں ہیں۔

والدہ محترمہ کی وفات

حضرت والا کی عمر ابھی غالباً پانچ سال ہی کی تھی کہ والدہ مشفقہ کا سایہ عاطفت سر سے اٹھ گیا۔ حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ مجھے اپنی والدہ صاحبہ کی صورت شکل تو پورے طور سے یاد ہی نہیں لیکن جب خیال کرتا ہوں تو اتنا یاد آتا ہے کہ ایک چارپائی پر پائینتی کی طرف بیٹھی ہیں بس یہ ہیئت ذہن میں باقی رہ گئی ہے اور کچھ یاد نہیں رہا کیونکہ میں بہت چھوٹا تھا چار پانچ برس کی عمر ہی کیا ہوتی ہے۔

والد صاحب کی شفقت

یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ والدہ صاحب کے انتقال کے بعد والد صاحب نے بڑی

www.ahlehaq.org

محبت اور شفقت سے ہم دونوں بھائیوں کو اپنے ہاتھوں پرورش کیا۔ ناشتہ میں روغنی روٹی کو خوب گھی سے چور چور کر اور لقمے بنا بنا کر اپنے ہاتھ سے کھلایا کرتے تھے۔ ایسی محبت سے پالا کہ والدہ صاحبہ کے رنج کو بھی بھلا دیا۔ والدہ سے بھی زیادہ محبت فرماتے تھے گو والد صاحب میں تیزی بہت تھی مگر ہم دونوں بھائیوں پر بہت کم خفا ہوتے تھے اور ہمیشہ ہم لوگوں کو بڑے ناز و نعم میں رکھا۔ بالخصوص میرے ساتھ تو بہت ہی نرمی کا برتاؤ فرماتے تھے۔ حتیٰ کہ تائی صاحبہ نے ان سے کہا بھی کہ یہ کیا بات ہے کہ تم شوخی پر چھوٹے ہی کو مارتے ہو۔ بڑے کو بہت کم مارتے دیکھا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ بھابھی صاحبہ اول تو یہ چھوٹا ہی بڑے کو شرارت سکھاتا ہے دوسرے بڑا اپنا سبق یاد کر لیتا ہے اس لیے مجھے اس سے زیادہ محبت ہے اور چھوٹا نہیں یاد کرتا۔ غرض میں بہت کم پٹتا تھا اور استادوں کے ہاتھ سے بھی میں بہت کم پٹا ہوں۔ قریب بالکل ہی نہ پٹنے کے کیونکہ سبق یاد کر لیتا تھا اور ادب کے ساتھ رہتا تھا جب کبھی ہم والد صاحب کی خفگی وغیرہ پر روٹھ جاتے تو کھانا نہ کھاتے والد صاحب سبب پوچھتے تو کہہ دیتے کہ بھوک نہیں ہے۔ فوراً صندوقچہ منگوا کر ایک ایک روپیہ نکال کر دیتے اور فرماتے کہ لو اب بھوک لگ آئے گی چنانچہ ہم خوش ہو جاتے اور کھانے بیٹھ جاتے۔

تربیت

تراویح میں ختم قرآن کی جو مٹھائی مسجدوں میں تقسیم ہوتی اس میں (والد صاحب ہمیں) کبھی شریک نہ ہونے دیتے بلکہ اس روز خود بازار سے مٹھائی منگوا کر اس سے زیادہ کھلا دیتے اور کہتے کہ مسجدوں میں مٹھائی لینے کے لیے جانا بے غیرتی کی بات ہے۔ اس خوبی کے ساتھ ہم لوگوں کو حرص سے بچاتے اور غیرت سکھاتے۔ ایک بار زمانہ طالب علمی میں میری زبان سے حضرت مولانا رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند کے متعلق کسی سلسلہ گفتگو میں یہ نکل گیا کہ مولانا پڑھے ہوئے نہیں۔ واقعی مولانا نے ظاہری علم نہیں پڑھا تھا گو بڑے مدبر اور صاحب نسبت بزرگ تھے 'یہ سن کر والد صاحب کو غصہ آ گیا اور بہت ڈانٹا کہ بزرگوں کی شان میں کہیں ایسے الفاظ کہا کرتے ہیں' اس

www.ahlehaq.org

قدر خفا ہوئے کہ مارنے کو اٹھے گو مارا نہیں غرض ہم لوگوں کے اخلاق کی بہت ہی نگہداشت رکھتے تھے لیکن اس کے ساتھ ہی محبت اور شفقت بھی بے حد فرماتے تھے اھ۔

اعلیٰ درجہ کی ذہانت

حضرت والا کی ذہانت بچپن کی شوخیوں میں بھی نمایاں تھی۔ نئی نئی جدتیں سوجھتی تھیں۔ خود فرماتے تھے کہ ایک دفعہ مجھے کیا شرارت سوجھی کہ برسات کا زمانہ تھا مگر ایسا کہ کبھی برس گیا کبھی کھل گیا مگر چارپائیاں باہر ہی بچھتی تھیں جب برسنے لگا چارپائیاں اندر کر لیں جب کھل گیا باہر بچھا لیں۔ والدہ صاحبہ کا تو انتقال ہو چکا تھا بس والد صاحب اور ہم دونوں بھائی ہی مکان میں رہتے تھے تینوں کی چارپائیاں ملی ہوئی بچھتی تھیں۔ ایک دن میں نے چپکے سے تینوں چارپائیوں کے پائے رسی سے آپس میں خوب کس کے باندھ دیئے اب رات کو جو مینھ برسنا شروع ہوا تو والد صاحب جدھر سے بھی گھسیٹتے ہیں تینوں کی تینوں چارپائیاں ایک ساتھ گھسٹتی چلی آتی ہیں۔ رسیاں کھولتے ہیں تو کھلتی نہیں کیونکہ خوب کس کے باندھی گئی تھیں کاٹنا چاہا تو چاقو نہیں ملتا غرض بڑی پریشانی ہوئی اور بڑی مشکل سے پائے کھل سکے اور چارپائیاں اندر لے جائی جا سکیں۔ اس میں اتنی دیر لگی کو خوب بھیگ گئے۔ والد صاحب بڑے خفا ہوئے کہ یہ کیا نامعقول حرکت تھی اھ۔

یہ تو بالکل ہی بچپن کا واقعہ ہے۔ اور ایک واقعہ حفظ کلام مجید کے بعد کا یاد آیا۔ ایک نابینا حافظ تھے جن کو کلام مجید بہت پختہ یاد تھا اور اس کا ان کو ناز بھی تھا۔ ان کو حضرت والا قبل بلوغ نوافل میں کلام مجید سنایا کرتے تھے۔ ایک بار رمضان شریف میں دن کو ان سے کلام مجید کا دور کر رہے تھے۔ حضرت والا نے دور کے وقت ان کو متنبہ کر دیا کہ حافظ جی میں آج تم کو دھوکا دوں گا اور یہ بھی بتائے دیتا ہوں کہ فلاں آیت میں دھوکا دوں گا۔ حافظ جی نے کہا کہ میاں جاؤ بھی تم مجھے کیا دھوکا دے سکتے ہو بڑے بڑے حافظ تو مجھے دھوکا دے ہی نہ سکے۔

حضرت والا جب سنانے کھڑے ہوئے اور اس آیت پر پہنچے **انما انت منذر ولکل قوم ھاد** تو بہت ترتیل کے ساتھ پڑھا جیسا کہ رکوع کرنے کے قریب حضرت والا کا معمول ہے اس کے بعد اس سے آگے جب **اللّٰہ یعلم** الخ پڑھنے لگے تو لفظ اللہ کو

www.ahlehaq.org

اس طرح بڑھا کر پڑھا کہ جیسے رکوع میں جا رہے ہوں اور تکبیر یعنی اللّٰہ اکبر کہنے والے ہوں بس حافظ جی یہ سمجھ کر رکوع میں جا رہے ہیں فوراً رکوع میں چلے گئے ادھر حضرت والا نے آگے قرأت شروع کر دی یعلم ما تحمل الخ اب ادھر حافظ جی تو رکوع میں پہنچے اور ادھر قرأت شروع ہوگئی فوراً حافظ جی سیدھے ہو کر کھڑے ہوئے' اس پر حضرت والا کو بے اختیار ہنسی آ گئی اور قہقہہ مار کر ہنس پڑے اور ہنسی سے اسقدر مغلوب ہوئے کہ نماز توڑ کر الگ ہوگئے۔ حضرت والا کے والد ماجد بھی علیحدہ پلنگ پر بیٹھے قرآن شریف سن رہے تھے انہوں نے سبب پوچھا جب حضرت والا نے واقعہ بیان کیا تو باوجود متانت انہیں بھی ہنسی آ گئی۔ حضرت والا کو یہ مسئلہ معلوم تھا کہ نماز میں قہقہہ سے نابالغ کا وضو نہیں ٹوٹتا صرف نماز فاسد ہوتی ہے۔ لہٰذا پھر نماز کی نیت باندھنے لگے تو والد ماجد نے روکا کہ ابھی نہیں پہلے خوب ہنس لو ورنہ پھر ہنسی آئے گی اور نماز فاسد ہوگی۔ بڑے ہی دانشمند تھے۔ جب حضرت والا خوب ہنس لیے تب مکرر نماز کی نیت باندھی اور جتنا اس روز قرآن سنانا تھا اس کو پورا کیا۔

حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بچپن ہی سے جہاں کہیں رہا اعزہ اقربا اپنے بیگانے نے سب کا محبوب ہی رہا حالانکہ میں بچپن میں بہت شوخیاں کیا کرتا تھا۔ مگر آج کل کے لڑکوں کی سی گندی شرارتیں نہ ہوتی تھیں اس لیے سب کو بجائے ناگوار ہونے کے بھی بھلی معلوم ہوتی تھیں۔ دیوالی کے زمانہ میں میرٹھ چھاؤنی کے بازار میں سڑک پر دورویہ چراغ جلائے جاتے تھے دونوں طرف ہم دونوں بھائی چلنا شروع کرتے اور رومال کو حرکت دے کر سب کو ایک طرف سے بجھاتے چلے جاتے مگر کوئی برا نہ مانتا۔ ہندوؤں کو بھی ناگوار نہ ہوتا۔

عبادت کا شوق

حضرت والا کو نماز کا بچپن ہی سے اس قدر شوق تھا کہ بعض کھیلوں میں بھی نماز ہی کی نقل اتارتے مثلاً سب ساتھیوں کے جوتے جمع کیے اور ان کی صفیں بنائیں اور ایک جوتا صفوں کے آگے رکھ دیا اور خوش ہوئے کہ جوتے بھی نماز پڑھ رہے ہیں۔ وعظ کا بھی بچپن ہی سے شوق تھا اور اس کی بھی نقل اتارا کرتے چنانچہ جب کبھی بازار کی طرف کسی چھوٹے موٹے سودے کے لیے بھیجے جاتے تو جو مسجد راستوں میں پڑتی اس میں چلے جاتے اور

www.ahlehaq.org

سیدھے منبر پر جا چڑھتے اور کھڑے ہو کر کچھ خطبہ کی طرح پڑھ پڑھا کر وہاں سے چلے آتے۔ چونکہ وہ نماز کا وقت نہ ہوتا تھا اس لیے مسجد میں تنہائی بھی ہوتی تھی۔ اس صورت میں کوئی دیکھنے والا تو ہوتا نہ تھا جس سے شرم آتی خوب آزادی کے ساتھ خطبہ پڑھنے کے شوق کو پورا کرتے گویا وعظ گوئی اور خطبہ خوانی کا حضرت والا کو بچپن ہی سے شوق تھا۔ خدا کی شان ہونے والی بات۔ غرض حضرت والا کو دین کی باتوں کا لڑکپن ہی سے شوق تھا یہاں تک کہ بہت چھوٹی عمر میں بھی جبکہ عربی کی محض ابتدائی کتابیں پڑھتے تھے اور صرف ۱۲۔۱۳ برس ہی کی عمر تھی پچھلی رات تہجد کو اٹھتے اور نوافل و وظائف پڑھتے۔ تائی صاحبہ بڑی محبت فرماتی تھیں وہ منع بھی فرماتیں کہ بیٹے ابھی تیری عمر ہی کیا ہے اور بہت کڑھتیں۔ خاص طور سے جب سردی کے زمانہ میں حضرت والا کو اس چھوٹی سی عمر میں پچھلی رات اٹھ کر وضو کرتے اور تہجد پڑھتے دیکھتیں تو ان کا بہت جی کڑھتا اور بیچاری محبت کے مارے جب تک حضرت والا تہجد اور وظیفہ سے فارغ نہ ہو جاتے برابر بیٹھی جاگا کرتیں۔ حضرت فرمایا کرتے ہیں کہ مجھ کو دین کا شوق جس کی ایک فرع تہجد بھی ہے میرے ابتدائی استاد حضرت مولانا فتح محمد صاحبؒ کے فیض صحبت سے پیدا ہوا تھا جو ایک بہت ہی بابرکت اور صاحب نسبت اور صاحب اجازت بزرگ تھے۔ حضرت والا نے ہم عمر لڑکوں کے ساتھ نہ کھیلتے تھے کیونکہ ان کے برے افعال کا حضرت والا کو علم تھا۔ بس اپنی ہمشیرہ کے ساتھ گھر کے اندر ہی کھیلا کرتے۔ حضرت والا کا یہ علیحدہ رہنا لڑکوں کو بہت ناگوار تھا۔ یہاں تک کہ چاقو لیے لیے پھرتے تھے کہ کہیں ملیں تو ماریں۔ مکتب میں ملازم کے ساتھ آتے جاتے جب کسی طرح لڑکے فساد سے باز نہ آئے۔ مجبوراً اس کی تھانہ میں رپورٹ کی گئی۔ تھانہ دار نے حضرت والا کو اور سب لڑکوں کو بلا کر حضرت والا ہی کے ہاتھ سے بید لے کر جو اس وقت لیے ہوئے تھے لڑکوں کو خوب مارا پیٹا۔ اس کے بعد پھر کسی کی ہمت نہ پڑی اور اندیشہ رفع ہو گیا۔

لطافت طبع

حضرت والا بچپن میں کسی کا ننگا پیٹ نہیں دیکھ سکتے تھے دیکھتے ہی بس فوراً قے ہو جاتی تھی۔ یہ حضرت والا نے اپنے خاندان کے بزرگوں سے سنا چونکہ لڑکوں کو یہ معلوم تھا اس

www.ahlehaq.org

لیے حضرت والا کو تنگ کیا کرتے اور پیٹ کھول کھول کر دکھاتے اور حضرت والا قے کرتے کرتے پریشان ہو جاتے۔ اس لطافت مزاج کا اتنا اثر تو اب تک ہے کہ حضرت والا کی ذکاء حس بے حد بڑھی ہوئی ہے۔ اس کمرہ میں نیند نہیں آتی جس میں کوئی تیز خوشبو کی چیز رکھی ہو مثلاً امرود وغیرہ اور بدبو کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ الٰہ آباد کے سفر میں میں نے خود دیکھا کہ جب تک امردوں کا ٹوکرا کمرہ سے جدا نہ کرا دیا گیا۔ حضرت والا کو نیند ہی نہ آئی اور وہاں یہ بھی ہوا کہ بہت فاصلہ پر خام تمباکو کی خوردنی کسی دوکان پر زیادہ مقدار میں رکھی ہوئی تھی اس کی بو کو دور ہی سے محسوس فرما لیا۔ تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ وہاں سے فاصلہ پر واقعی تمباکو کی دوکان تھی۔ حال ہی میں ایک صاحب نے حلوا بھیجا اس کا برتن بدنما تھا اس میں سے چکھا تو حلوا بدمزہ سا معلوم ہوا خیال ہوا کہ کسی کو دے دیں گے لیکن جب اس کو ایک خوشنما شیشہ کے مرتبان میں رکھ لیا اور پھر کھایا تو معلوم ہوا کہ دراصل خوش ذائقہ تھا لیکن بدنما برتن میں بری طرح رکھا ہوا دیکھ کر اس وقت طبیعت نے قبول نہ کیا تھا۔

کسی کا جھوٹا کھانا یا پانی استعمال نہیں فرما سکتے گھن آتی ہے۔ یہاں تک کہ کبھی اپنے بزرگوں کے سامنے کا بچا ہوا کھانا پانی بھی تبرکاً استعمال نہیں کر سکے۔ البتہ اپنے ساتھ برتن میں کسی کو شریک کر لینا طبیعت کو ناگوار نہیں ہوتا۔ شب کو اگر ڈاک وغیرہ کا کام باقی رہ جاتا ہے تو نیند نہیں آتی یہاں تک کہ سفر میں بارہا ایسا ہوا کہ آدھی آدھی رات تک وعظ فرما کر آئے ہیں اور پھر ڈاک لے کر بیٹھ گئے اور جب تک زیادہ حصہ اس کا ختم نہیں کر لیا سوئے نہیں اور فرمایا کہ اگر میں سونا بھی چاہوں تو سو نہیں سکتا۔ جب تک کہ ڈاک کو اتنا نہ نمٹا دوں کو وہ قابو میں آجائے۔ سفر میں کئی کئی دن کی ڈاک جمع ہو کر اکٹھی ملتی تھی اور اکثر رات کو دیر دیر تک کام کرتے رہتے تھے۔ بعض اوقات عشاء کے بعد سے صبح کی اذان تک ڈاک لکھنے میں مشغول رہے۔ غرض حضرت والا کی لطافت ونزاکت مزاج کے واقعات روزمرہ کثرت سے ظاہر ہوتے رہتے ہیں اور یہ تو بارہا ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص الجھی ہوئی تقریر یا کوئی بے اصول کام کرے جس کا حضرت والا سے تعلق ہو تو اسی وقت تبخیر ہو کر دردسر ہونے لگتا ہے حالانکہ ماشاءاللہ دماغ اس قدر قوی ہے کہ بلا تکان دن دن بھر اور سوتے وقت تک دماغی کاموں میں مشغول رہتے ہیں۔ کسی وقت

www.ahlehaq.org

فارغ نہیں رہتے۔ فرمایا کرتے ہیں کہ بچپن ہی سے میرا دماغ اس کا عادی ہے کہ اگر کوئی معمولی سے معمولی بات بھی ہو مگر ترتیب کے ساتھ نہ بیان کی جائے تو میری سمجھ ہی میں نہیں آتی۔ نہ خود الجھی ہوئی تقریر کروں نہ دوسرے کی الجھی ہوئی تقریر سمجھوں کیونکہ بچپن ہی سے میرا دماغ ایک خاص ترتیب کا عادی ہو رہا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضرت والا کی لطیف المزاجی بس ایک درجہ میں حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ کی لطیف المزاجی کے مشابہ ہے جیسا کہ روزمرہ مشاہدہ میں آتا رہتا ہے۔ اس بارہ میں خود حضرت والا جناب بڑی پیرانی صاحبہ مدظلہا کا قول نقل فرمایا کرتے ہیں کہ "آپ تو کسی بادشاہ کے یہاں پیدا ہوئے ہوتے"

رُوحانی ترقی کی بشارت

حضرت والا نے ایک خواب بالکل اپنے بچپن کا کہ اس سے پہلے کوئی خواب ہی دیکھنا یاد نہیں اس طرح بیان فرمایا کہ میرٹھ کے جس مکان میں ہم لوگ رہتے تھے اس میں دو درجہ کی دہلیز ہے بڑے درجہ میں ایک پنجرہ رکھا ہوا دیکھا جس میں دو خوبصورت کبوتر ہیں پھر یہ دیکھا کہ شام ہوگئی اور وہاں اندھیرا ہوگیا۔ ان کبوتروں نے مجھ سے کہا کہ اندھیرا ہوگیا ہے ہمارے پنجرہ میں روشنی کردو۔ میں نے کہا تم خود ہی کرلو چنانچہ انہوں نے اپنی چونچیں رگڑیں اور رگڑتے ہی خوب تیز روشنی ہوگئی اور تمام پنجرہ روشن ہوگیا۔ جب ایک مدت کے بعد ماموں واجد علی صاحب مرحوم سے میں نے یہ خواب بیان کیا تو انہوں نے یہ تعبیر دی کہ وہ دو کبوتر روح اور نفس تھے کیونکہ صوفیہ کرام اپنی اصطلاح میں روح کو نر اور نفس کو مادہ کہتے ہیں۔ تو روح اور نفس نے تم سے یہ درخواست کی کہ تم مجاہدہ کر کے ہم کو نورانی کرو تم نے جو یہ کہا کہ تم خود ہی روشنی کرلو اور انہوں نے اپنی اپنی چونچیں رگڑ کر روشنی کرلی اس کا یہ مطلب تھا کہ تم ریاضت ومجاہدہ نہ کرو گے۔ انشاءاللہ تعالیٰ بلا ریاضت ومجاہدہ ہی حق تعالیٰ تمہاری روح اور تمہارے نفس کو نورِ عرفاں سے منور فرمادیں گے۔ پھر حضرت والا نے فرمایا کہ اس تعبیر کا خیر ایک جزو تو صحیح نکلا کہ ریاضت ومجاہدہ مجھ سے کچھ نہ ہوا لیکن ابھی نور تو پیدا ہوا نہیں اللہ تعالیٰ نور بھی پیدا فرمادے۔

حضرت شیخ محمد تھانویؒ کی پیشین گوئی

www.ahlehaq.org

حضرت مولانا شیخ محمد صاحب محدث تھانویؒ جو حضرت میاں جی نور محمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے خاص خلفاء میں سے تھے اور حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ کے پیر بھائی تھے حضرت والا کے متعلق لڑکپن ہی میں جبکہ حضرت والا مکتب میں پڑھتے تھے فرمایا کرتے تھے کہ میرے بعد یہ لڑکا میری جگہ ہوگا چنانچہ بفضلہٖ تعالیٰ ایسا ہی ظہور پذیر ہوا کہ بعد مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے اس قصبہ میں اب حضرت والا ہی کی ذات گرامی علوم ظاہر و باطنی کی جامع ہے۔ مولانا ممدوح کو حضرت والا سے خاص تعلق تھا۔ یہاں تک کہ بعد وفات بھی حضرت والا سے عالم رویا میں فرمایا کہ ہم کو تو تمہاری طرف اب بھی ویسی ہی توجہ ہے جیسی حیات میں تھی۔ حضرت والا مولانا کی حیات میں نو عمر ہی تھے ایک بار حضرت والا کے والد ماجد نے جن سے مولانا کو کچھ برادرانہ شکر رنجی اور مقدمہ بازی ہوگئی تھی کچھ پان ہدیۃً بھیجنے چاہے تو حضرت والا سے فرمایا کہ تم لے جاؤ تو شاید لے لیں ورنہ نہ لیں گے چنانچہ مولانا نے محض حضرت والا کی خاطر باوجود دل نہ چاہنے کے قبول فرمالیے۔

مولانا خلیل احمدؒ کا ارشاد

حضرت اقدس جناب مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایک بار حضرت والا کے متعلق اپنے ایک خادم سے فرمایا تھا کہ مجھے تو ان سے اس وقت سے محبت ہے جب وہ مجھ کو جانتے بھی نہ تھے۔ غرض حضرت والا بچپن ہی سے بزرگان دین کے محبوب اور منظور نظر تھے اور ابتداء عمر ہی سے آثار سعادت و مقبولیت عند اللہ کا ظہور ہونے لگے تھا۔

عند اللہ مقبولیت

آثار نیک میں سے ایک یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ حضرت والا کی تائی صاحبہ نے جن کے پاس بچپن میں رہے ہیں خود حضرت والا سے بیان کیا کہ لڑکپن میں اکثر دیکھا گیا کہ جب حضرت والا کو کہیں سفر کرنے کا اتفاق ہوا تو اس روز ابر ضرور ہوگیا اور بہت راحت کے ساتھ سفر طے ہوا۔

www.ahlehaq.org

باب ششم

"تحصیل علوم"

حفظ قرآن

حضرت والا نے قرآن شریف زیادہ تر حافظ حسین علی صاحب مرحوم سے حفظ کیا جو دہلی کے باشندہ تھے مگر میرٹھ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ شروع کے چند پارے آخون جی صاحب سے پڑھے تھے جو کھتولی ضلع میرٹھ کے رہنے والے تھے پھر حافظ حسین علی صاحب سے تکمیل کی۔

فارسی کی تعلیم

بالکل ابتدائی فارسی میرٹھ میں مختلف استادوں سے پڑھی تھی لیکن وہاں کے استادوں کے اب نام بھی یاد نہیں رہے۔ پھر تھانہ بھون میں فارسی کی متوسطات حضرت مولانا فتح محمد صاحبؒ سے پڑھیں اور انتہائی کتب ابوالفضل تک اپنے ماموں واجد علی صاحب سے پڑھیں جو ادب فارسی کے استاد کامل تھے پھر تحصیل عربی کے لیے دیوبند تشریف لے گئے وہاں بقیہ کتب فارسی مولانا منفعت علی صاحب دیوبندی سے پڑھیں۔ یعنی پنج رقعہ، قصائد عرفی اور سکندر نامہ۔

www.ahlehaq.org

فارسی میں مہارت

حضرت والا کو فارسی میں دستگاہ کامل حاصل ہے۔ تحریر و تقریر نظم و نثر سب پر قدرت ہے۔ طلب علمی کے زمانہ میں جبکہ مرض خارشت کی وجہ سے مدرسہ سے چھٹی لے کر وطن تشریف لے آئے تھے۔ بطور مشغلہ مثنوی زیر و بم فارسی میں تصنیف فرمائی اور اس وقت صرف اٹھارہ برس کی عمر تھی۔ چنانچہ اس کی تمہید اس طرح شروع فرماتے ہیں۔ ہمی گوید

گرفتار درد و نالہ نادان ہشدہ سالہ (الخ)

عربی کی تعلیم اور فراغت

عربی کی پوری تکمیل دیوبند ہی میں فرمائی اور صرف 19 یا 20 سال ہی کی عمر میں بفضلہ

www.ahlehaq.org

تعالیٰ فارغ التحصیل ہو گئے تھے۔ مدرسہ دیوبند میں تقریباً پانچ سال بسلسلہ طالب علمی رہنا ہوا۔ آخر ذیقعدہ ۱۲۹۵ھ میں وہاں داخل ہوئے اور شروع ۱۳۰۱ھ میں فارغ التحصیل ہو گئے۔

عربی کی ابتدائی کتابیں اپنے وطن تھانہ بھون میں حضرت مولانا فتح محمد صاحبؒ سے پڑھیں اور دیوبند پہنچ کر مشکوٰۃ شریف مختصر معانی نور الانوار اور ملا حسن شروع کی تھیں۔ حضرت والا کے والد ماجد نے حضرت والا کو عربی پڑھانے کے لیے اسی وقت سے منتخب کر رکھا تھا جبکہ پاجامہ بھی نہیں پہنتے تھے۔ یعنی بالکل ہی بچپن سے' اسی طرح چھوٹے بھائی صاحب مرحوم کو اس وقت سے انگریزی کے لیے تجویز کر لیا تھا۔ آثار سے دونوں کی مناسبت معلوم کر لی ہو گی۔ بڑے دانشمند تھے اور گو دنیا میں مشغول تھے مگر نماز روزہ تلاوت وغیرہ کے بہت پابند تھے۔ انہوں نے نہایت شوق کے ساتھ حضرت والا کو عربی کی تعلیم دلائی۔

والد گرامی کا خلوص

www.ahlehaq.org

ایک بار تائی صاحبہ نے فرمایا کہ بھائی تم نے چھوٹے کو تو انگریزی پڑھائی ہے وہ تو خیر کما کھائے گا۔ بڑا عربی پڑھ رہا ہے وہ کہاں سے کھائے گا اس کی گزر اوقات کی کیا صورت ہو گی کیونکہ جائیداد وارثوں میں تقسیم ہو کر قابل گزارے کے نہ رہے گی۔ یہ بات والد صاحب کو بہت ناگوار ہوئی اور باوجود اس کے کہ تائی صاحبہ کا بہت ادب اور لحاظ فرماتے تھے لیکن یہ سن کر جوش آ گیا اور کہنے لگے کہ "بھابی صاحبہ تم کہتی ہو کہ یہ عربی پڑھ کر کھائے گا کہاں سے خدا کی قسم جس کو تم کمانے والا سمجھتی ہو ایسے ایسے اس کی جوتیوں سے لگے لگے پھریں گے اور یہ ان کی جانب رخ بھی نہ کرے گا تم نے یہ کہہ کر مجھے سخت تکلیف دی اور سخت رنج پہنچایا"۔ اس کو نقل کر کے حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ اگر یہ بات کوئی درویش کہتا تو آج یہ اس کی بڑی کرامت سمجھی جاتی لیکن والد صاحب تو بیچارے ایک دنیادار شخص سمجھے جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اخلاص اور یقین کی برکت سے ایسا ہی کر دیا۔ میرے تو دل سے دعائیں نکلا کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو ٹھنڈی رکھے میرے ساتھ بڑا احسان کیا انہی کی بدولت یہ چار حرف سیکھ لیے ہیں جو کام آ رہے ہیں ورنہ ہم بھی نہ معلوم کس رنگ میں ہوتے اور گو مجھے کچھ آیا گیا

www.ahlehaq.org

نہیں لیکن اس پر بھی مجھے دیکھ دیکھ کر بھائی کو بار ہا یہ حسرت ہوئی کہ مجھ کو بھی والد صاحب نے عربی ہی کیوں نہ پڑھائی اور الحمد للہ مجھے کبھی وسوسہ بھی نہیں ہوا کہ مجھ کو انگریزی کیوں نہ پڑھائی۔ واقعہ مذکورہ سے اندازہ فرمالیا جائے کہ حضرت والا کے والد ماجد نے کس شوق اور خلوص سے حضرت والا کو عربی کی تعلیم دلائی تھی اور اللہ تعالیٰ پر کس درجہ وثوق اور حسن ظن تھا اسی حسن ظن اور صدق نیت کی برکت تھی کہ حق تعالیٰ نے ان کی پیشین گوئی کو حرف بہ حرف صحیح کر کے دکھلا دیا۔ فالحمدللّٰہ حمداً کثیراً۔

بچپن کے دو خواب

اس جگہ دو خواب جو حضرت والا نے طالب علمی کے زمانے میں دیکھے تھے مختصراً بیان کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ تفصیل کے لیے باب ''شرف بیعت واستفاضہ باطنی'' کا عنوان ''ترک ملازمت کے بعد کا دور جدید ملاحظہ ہو'' ایک خواب کا تو خلاصہ یہ ہے کہ حضرت والا کو ایک بزرگ نے اور ایک دنیاوی حاکم نے دو متفرق تحریریں لکھ کر دیں اور دونوں میں یہ لکھا تھا کہ ہم نے تم کو عزت دی۔ ایک پر تو چاروں طرف حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک کی مہر لگی ہوئی تھی اور وہ صاف پڑھی جاتی تھی دوسری مہر کے حروف پڑھے نہ جاتے تھے۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ نے اس کی یہ تعبیر دی تھی کہ ''تمہیں انشاء اللہ تعالیٰ دین اور دنیا دونوں کی عزت نصیب ہوگی'' دوسرا خواب یہ دیکھا کہ ''ایک تالاب جس میں سے فوارہ کی طرح چاندی ابل رہی ہے حضرت والا کے پیچھے پیچھے چلا آرہا ہے'' اس کی مولانا نے یہ تعبیر دی تھی کہ انشاء اللہ تعالیٰ دنیا تمہارے پیچھے پیچھے لگی پھرے گی اور تم اس کی طرف رخ بھی نہ کرو گے۔

خوش قسمتی

حضرت والا کے والد ماجد فرمایا کرتے تھے کہ یہ لڑکا بہت خوش قسمت معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس کی ہر تقریب کے موقع پر مجھے اللہ تعالیٰ نے اتنا دیا کہ میں نے خوب دل کھول کر خرچ کیا۔ چنانچہ حضرت والا کی شادی پر انہوں نے علاوہ پیسوں کے روپے بھی بکھیرے تھے جس کی بڑی شہرت ہوئی تھی اور بڑے پیمانہ پر اہل قصبہ کی دعوت کی تھی۔ نیز حضرت والا

www.ahlehaq.org

جتنا خرچ مانگتے وہ بے دریغ دے دیتے اور چھوٹے بھائی منشی اکبر علی صاحب مرحوم کو حساب سے دیتے اور پھر ان سے حساب بھی لیتے۔ اس پر بھائی صاحب نے شکایت کی تو فرمایا کہ بھائی مجھے اس پر رحم آتا ہے وہ جو کچھ مجھ سے لیتا ہے میری زندگی ہی تک ہے میرے بعد یاد رکھو وہ میرے مال و متاع سے بالکل علیحدہ رہے گا چنانچہ واقعی حضرت والا نے مشتبہ مال بالکل نہیں لیا اور بقیہ زمینداری کے بجائے کچھ نقد لے کر جس میں کچھ مکان بنانے میں خرچ ہوا کچھ حج ثانی میں خرچ ہوا۔ زمینداری سے بھی دست بردار ہو گئے۔ والد ماجد کچھ طالب علمی ہی کے زمانہ سے حضرت والا کا رنگ طبیعت پہچان گئے تھے۔ بڑے دانشمند اور صاحب فراست تھے۔

لائق و ہمدرد بیٹا

حضرت والا بہت سے مسائل جواز و عدم جواز اپنے والد صاحب سے بھی باادب عرض کرتے رہتے تھے چنانچہ ایک بار جائیداد رہن رکھنے کے متعلق لکھا کہ یہ ناجائز ہے اس پر والد صاحب نے ایک ملنے والے ہندو سے کسی قدر شکایت کے لہجہ میں کہا کہ ہم نے اپنے ایک لڑکے کو عربی پڑھوائی ہے وہ ہمیں ہر بات پر ٹوکتا ہے کہ یہ بات خلاف شرع ہے وہ بات ناجائز ہے ہمیں رائے دیتا ہے کہ رہن رکھنا چھوڑ دو۔ یہ سن کر اس ہندو نے کہا کہ منشی جی یہ تو بڑے خوش ہونے کی بات ہے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا بیٹا بڑا لائق ہے آپ کا بڑا خیر خواہ ہے اگر آپ اس کو نجوم پڑھاتے تو وہ آپ کو مہورت کی باتیں بتاتا۔ قانون پڑھاتے تو قانون بتاتا طب پڑھاتے تو نافع و مضر چیزیں بتلاتا آپ نے اس کو دین پڑھایا ہے تو وہ لامحالہ دین کی باتیں ہی بتائے گا۔ شکر کرو بڑا لائق ہے بڑا خیر خواہ ہے۔ آخرت کے عذاب سے بچانا چاہتا ہے آپ کو تو اس بات پر بہت خوش ہونا چاہیے کہ جو کچھ میں اس کے پڑھانے میں خرچ کر رہا ہوں وہ ٹھکانے لگ رہا ہے اھ۔

وقت کی حفاظت

طالب علمی کے زمانہ میں حضرت والا کسی سے ملتے جلتے نہ تھے۔ یا تو پڑھنے میں لگے رہتے یا اگر کسی وقت فرصت ہوتی تو اپنے استاد خاص حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب ؒ

www.ahlehaq.org

مدرس اول کی خدمت میں جا بیٹھتے۔ ایک دن مولانا تو کہیں تشریف لے گئے تھے اور حضرت والا کو فرصت تھی تو بجائے اس کے کہ فضولیات میں وقت صرف کر دیں اپنے دوسرے استاد مولانا سید احمد صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ مولانا نے دریافت فرمایا کیسے آئے حضرت والا نے غایت سادگی سے صحیح بات عرض کر دی کہ آج حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ باہر تشریف لے گئے ہیں اس لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا ہوں دیوبند میں بعضے دور کے اعزہ بھی تھے مگر ان سے بھی حضرت والا نہ ملتے تھے۔ شروع شروع میں بعض اعزہ نے اصرار کیا کہ کھانا گھر کا پکا ہوا ہمارے گھر آ کر کھا لیا کرو کیوں تکلیف اٹھا رہے ہو۔ حضرت والا نے بلا والد صاحب کی اجازت کے بطور خود ایسا کرنا ہرگز گوارا نہ کیا لیکن جب والد صاحب کو لکھا تو انہوں نے ڈانٹ لکھ کر بھیجی کہ تم وہاں رشتہ داریاں جتانے کے لیے گئے ہو یا طلب علمی کرنے؟ خبردار جو کسی عزیز کے پاس آئے گئے چنانچہ پھر حضرت والا نے ملنا جلنا بھی چھوڑ دیا اور برابر اسی طرز سے طلب علمی کا پورا زمانہ گزار دیا۔ حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ الحمدللہ میں وہاں جیسا بے داغ گیا تھا ویسا ہی پانچ برس رہ کر بے داغ لوٹ آیا۔ جب فارغ التحصیل ہو گیا اس وقت آزادی کے ساتھ اپنے سب اعزہ سے جا کر ملا اور پھر ان کی دعوتیں بھی قبول کیں۔ اس سے قبل کسی سے میل جول پیدا نہ کیا نہ اعزہ سے نہ طلباء سے نہ اہل قصبہ سے۔ اگر کوئی میل جول بڑھانا چاہتا تو اس کے ساتھ بے رخی سے پیش آتا یہاں تک کہ لوگ عموماً دماغ دار سمجھتے تھے۔ حالانکہ یہ بات نہ تھی۔

دراصل مجھ کو اپنا وقت فضول ضائع کرنے سے نفرت تھی اھ۔

انضباطِ اوقات

حضرت والا کی یہ ایک بہت ہی نمایاں خصوصیت ہے کہ وقت کو ضائع نہیں فرماتے اور یہ وہ خصوصیت ہے کہ جو ابتداء عمر سے لے کر اس وقت تک بدستور موجود ہے اور یہی وہ صفت ہے جس نے حضرت والا کو اتنی جلدی فارغ التحصیل کر دیا اور ہمیشہ بری صحبت سے محفوظ رکھا اور اس قدر کثیر التصانیف بنایا کہ امت محمدیہ علی صاحبها الصلوٰة و التحیة میں بہت کم افراد ایسے گزرے ہیں۔ حضرت والا کا انضباط اوقات نہایت حیرت

www.ahlehaq.org

انگیز ہے بس یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک مشین ہے جو ہر وقت چل رہی ہے کسی وقت بے کار نہیں ظاہر ہے جو ایسا کثیر المشاغل ہو اس کو بلا انضباط اوقات چارہ نہیں۔ اور انضباط اوقات جب ہی ہوسکتا ہے جب اخلاق و مروت سے مغلوب نہ ہو اور ہر کام کو اپنے وقت اور موقع پر کرے اور تو اور حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت والا کے استاد تھے ایک بار مہمان ہوئے۔ حضرت والا نے راحت کے سب ضروری انتظامات کر کے جب تصنیف کا وقت آیا تو بہ ادب عرض کر دیا کہ حضرت میں اس وقت کچھ لکھا کرتا ہوں۔ اگر حضرت اجازت دیں تو کچھ دیر لکھ کر بعد کو حاضر ہو جاؤں۔ فرمایا ضرور لکھو۔ میری وجہ سے اپنا حرج ہرگز نہ کرو گو اس روز حضرت والا کا دل لکھنے میں لگا نہیں لیکن ناغہ نہ ہونے دیا تا کہ بے برکتی نہ ہو تھوڑا سا لکھ کر پھر حاضر خدمت ہو گئے۔

فضولیات سے اجتناب

حضرت والا کی ذہانت و ذکاوت اور حافظہ سب طالب علموں میں مشہور تھا۔ طالب علمی کے زمانہ میں ایک دفعہ طلبہ کی آموں کی دعوت تھی جس میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ اور حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ بھی شریک تھے۔ جب آم تھوڑے سے رہ گئے تو مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے انداز سے معلوم کر لیا کہ اب سب طلبہ آپس میں گٹھلی چھلکا چلانا چاہتے ہیں تو مولانا قصداً صحن سے اٹھ کر درس گاہ میں تشریف لے گئے۔ پھر خوب گٹھلی چھلکا چلا جس میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ بھی از راہ غایت تواضع و بے تکلفی شریک رہے۔ جب حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ درسگاہ میں تشریف لے جانے لگے تو حضرت والا بھی موقع کو غنیمت سمجھ کر ساتھ ہوئے پھر جب طالب علم زیادہ شرارتیں کرنے لگے تو حضرت مولانا دروازہ پر تشریف لائے اتنا رعب تھا کہ پھر ایک بھی طالب علم نظر نہ آیا سب بھاگ گئے اور ادھر ادھر چھپ گئے۔ پھر مولانا مکان تشریف لے آئے اور حضرت والا بھی مولانا کے ہمراہ لوٹ آئے اور اپنے حجرہ میں پہنچ گئے بعد کو طلبہ نے بہت چاہا کہ حضرت والا پر بھی رس یا پانی ڈالیں مگر حضرت والا نے حجرہ کے کیواڑ بند کر لیے یا اسی سے حضرت والا کے مذاق یکسوئی کا اندازہ فرما لیا جائے۔ غرض حضرت والا

www.ahlehaq.org

نے طالب علمی کے زمانہ میں بھی کبھی اپنا وقت فضولیات یا بری صحبتوں میں ضائع نہیں کیا اور اپنے اصل مقصود یعنی تحصیل علوم ہی میں ہمہ تن مشغول رہے۔

اساتذہ کی رائے

حضرت والا کو تحصیل علم کا اس قدر شوق تھا کہ بعض اساتذہ سے بعض خاص کتابیں جن کے لیے مدرسہ میں وقت نہ تھا اس طرح پڑھیں کہ وہ حضرات تو نماز کے لیے وضو کر رہے ہیں اور حضرت والا ان سے سبق پڑھ رہے ہیں۔ حضرت والا کا سب اساتذہ خاص لحاظ فرماتے تھے اور بہت اچھی رائے رکھتے تھے۔ چنانچہ جب حضرت والا مولانا گنگوہی قدس سرہٗ العزیز طلبہ کا امتحان لینے اور دستار بندی کرنے تشریف لائے تو حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت والا کی ذہانت اور ذکاوت کی خاص طور پر تعریف فرمائی۔ تعریف سن کر مولاناؒ نے حضرت والا سے بہت مشکل سوالات کیے جن کے جوابوں سے مولانا بہت خوش ہوئے۔

مولانا سید احمد صاحب نے سکندر نامہ میں امتحان لیا اور ایک شعر کا مطلب پوچھا تو چونکہ استاد کا بتایا ہوا مطلب یاد نہ تھا حضرت والا نے اپنی طرف سے مطلب بیان کیا۔ مولانا نے دریافت فرمایا کہ کوئی اور بھی مطلب ہوسکتا ہے؟ حضرت والا نے دوسرا مطلب بیان کردیا پھر دریافت کیا کہ اور کوئی مطلب بھی ہوسکتا ہے۔ حضرت والا نے تیسرا مطلب بیان کردیا۔ مولانا نے فرمایا کہ ان میں سے ایک بھی مطلب صحیح نہیں لیکن تمہاری ذہانت پر نمبر دیتا ہوں حالانکہ مولانا سید احمد صاحب خود اس قدر ذہین تھے کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ جو راس الاذکیا تھے فرمایا کرتے تھے کہ خود اقلیدس بھی اگر ذہین ہوگا تو بس اتنا ہی ہوگا ان سے زیادہ نہ ہوگا۔ ریاضیات میں بدرجہ کمال ماہر تھے باوجود اس کے کہ کسی استاد سے ریاضی پڑھی نہ تھی بلکہ بطور خود ہی مطالعہ کرکے اس فن کو حاصل کیا تھا۔ غرض حضرت والا کی ذہانت کے متعلق ایسے ذہین وذکی کی شہادت بڑا پایہ رکھتی ہے۔ ان سب معروضات کا خلاصہ یہ ہے کہ بحیثیت طالب علمی بھی حضرت والا اپنے ہم سبقوں میں سب سے زیادہ ممتاز تھے۔

حاضر جوابی وطلاقتِ لسانی

اس زمانہ میں بھی حاضر جوابی وطلاقت لسانی اور ذہانت وفطانت اور منطق میں کمال

www.ahlehaq.org

مہارت کا وہ عالم تھا کہ دیو بند میں جہاں کوئی مذہب والا بغرض مناظرہ آتا۔ حضرت والا فوراً پہنچ جاتے اور اس کو مغلوب کر دیتے۔ ایک انگریز پادری سے بھی مناظرہ کرنے پہنچ گئے جب حضرت مولانا محمود حسن صاحبؒ کو معلوم ہوا تو حضرت والا کے متعلق یہ سوچ کر کہ ابھی لڑکے ہیں کہیں مرعوب نہ ہو جائیں مولانا خود بھی حضرت والا کی اعانت کے لیے پہنچ گئے اور باتوں باتوں میں اس کو دو منٹ ہی کے اندر بند کر دیا عاجز دیکھ کر اس کی میم نے اس کو ایک پرچہ لکھا کہ تم چلے آؤ چنانچہ وہ یہ کہہ کر میم صاحب بلاتی ہیں اسی وقت چلا گیا اور پھر دیو بند ہی سے چلا گیا۔

مناظرہ میں مہارت

حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ جتنا مجھے اس زمانہ میں مناظرہ کا شوق تھا۔ اب بوجہ مضرتوں کے اتنی ہی اس سے نفرت ہے۔ عیسائیوں، آریوں، شیعوں غیر مقلدوں سب ہی سے طالب علمی میں مناظرہ فرما چکے ہیں اور اب بھی حضرت والا کی منطقی تقریریں سن سن کر راس المناظرین مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب مدت فیوضہم وجد میں آ آ جاتے ہیں اور فرمایا کرتے ہیں کہ حضرت والا کو فن مناظرہ میں اس قدر ملکہ ہے کہ بڑے سے بڑا مناظرہ بھی مقابلہ میں نہیں ٹھہر سکتا۔ چنانچہ اس کا اب بھی آئے دن مشاہدہ ہوتا رہتا ہے کہ بڑے بڑے معرکتہ الآرا مباحث پر بڑے بڑے زبان آور مناظر آ آ کر گفتگو کرتے ہیں لیکن حضرت والا بعون اللہ تعالیٰ بس تھوڑی ہی دیر میں بند فرما دیتے ہیں اور لطف یہ ہے کہ نہ اصول مناظرہ سے ایک انچ ہٹتے ہیں نہ حق بات کے تسلیم کر لینے میں کسی موقع پر ذرا تامل فرماتے ہیں۔ باوجود مناظرہ سے اس درجہ مناسبت ہونے کے پھر بھی جو ایسی مجالس سے ہمیشہ اعراض فرماتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اکثر اس زمانہ میں مناظرین کی اغراض فاسد ہوئی ہیں اس لیے کوئی نفع مرتب نہیں ہوتا بلکہ ضرر ہوتا ہے۔ بفحوائے

چوں غرض آمد ہنر پوشیدہ شد　　صد حجاب از دل بسوئے دیدہ شد

(جب غرض آتی ہے تو ہنر چھپ جاتا ہے، دل کی طرف سے نظر کے راستہ میں سو پردے آ جاتے ہیں)

www.ahlehaq.org

کج بحثی اور ہٹ دھرمی کی عادت پڑ جاتی ہے۔ حقیقت شناسی کی استعداد برباد ہو جاتی ہے۔ حضرت والا آج کل کے مناظروں کی ان خرابیوں کو اکثر نہایت شرح وبسط کے ساتھ فرمایا کرتے ہیں اور پرانے بزرگوں کے مناظروں اور ان کی حق پسندی کے دلچسپ اور سبق آموز واقعات سے موازنہ فرمایا کرتے ہیں۔

اعتدال پسندی

حضرت والا کو باوجود معقولات سے اس قدر مناسبت ہونے کے منقولات کے مقابلہ میں ہمیشہ ان فنون سے نفرت ہی رہی۔ چنانچہ فلسفہ کا جب سبق شروع کرتے تو بجائے بسم اللہ الرحمن الرحیم کے اعوذباللہ من الشیطان الرجیم پڑھتے۔ اس موقع پر حضرت والا کا ایک ملفوظ یاد آیا۔ فرمایا کہ الحمدللہ میں کبھی طبیعت کو عقل پر غالب نہیں آنے دیتا اور کبھی عقل کو شریعت پر غالب نہیں آنے دیتا ھ۔ حضرت والا کو معقولات سے اس قدر مناسبت تھی کہ صدرا اور شمس بازغہ جیسی مشکل کتابوں کا اکثر حصہ بے ترجمہ پڑھتے چلے جاتے اور بڑے بڑے مشکل مسائل بھی پانی نظر آتے تھے گو عموماً معقولات سے اس قدر مناسبت اور دلچسپی رکھنے والے بس معقولات ہی کے ہو رہتے ہیں لیکن باوجود اس کے الحمدللہ حضرت والا کی طبیعت میں اللہ تعالیٰ نے ایسی سلامتی اور اس قدر اعتدال کی کیفیت رکھی ہے کہ ہر شے کو اس کے مرتبہ پر رکھتے ہیں۔ چنانچہ حضرت والا نے باوجود خاص مناسبت ہونے کے معقولات کو ہمیشہ دینیات کے لیے بطور علوم آلیہ ہی کے سمجھا۔ حضرت والا کے افعال و اقوال و تصانیف کو نظر غور وانصاف سے دیکھنے والا حضرت والا میں اس وصف اعتدال و حفظ مراتب کا کھلی آنکھوں مشاہدہ کرتا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ کوئی آنکھوں پر عناد یا جہالت یا رسم ورواج کی پٹی باندھے ہوئے ہو تو اس پر یہ شعر خصوصاً صادق آئے گا۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم   چشمہ آفتاب راچہ گناہ

(اگر دن کے وقت اندھے کو نظر نہ آئے تو سورج کی ٹکیہ کا کیا قصور ہے)

اور یہ وصف اعتدال ایک ایسا امتیازی وصف ہے جو صدیوں کے بعد کسی خاص ہی بندہ کو عطا ہوتا ہے اور ایک حکیم الامت اور محی السنۃ ہی اس سے مشرف فرمایا جاتا ہے۔ اور یہی وصف

www.ahlehaq.org

باعث ہوجاتا ہے۔ عام طور پر ایسے حضرات سے مخالفت کا اوران کی بدنامی کا کیونکہ افراط وتفریط کا مٹانے والا رسوم وبدعات کا قلع قمع کرنے والا اور مسلمانوں کو طریق غیر معتدل سے ہٹا کر اعتدال حقیقی یابہ الفاظ دیگر صراط مستقیم پر لانے والا کیونکر مخالفت اور بدنامی سے محفوظ رہ سکتا ہے مگر وہ تو ان سے بھی زیادہ فوت منافع کے لیے آمادہ رہتا ہے۔ بدنامی کی تو کیا پروا کرتا بمصداق ؎

گرچہ بدنامی است نزد عاقلاں مانمی خواہیم ننگ و نام را

(اگرچہ عقلمندوں کے نزدیک یہ بدنامی ہے مگر ہم شہرت وناموری کی خواہش نہیں رکھتے)

تواضع

مہارت فی المنطق کے متعلق خود حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ الحمدللہ مجھے منطق میں مہارت حاصل ہے اور میں سچی بات کیوں نہ کہوں کیونکہ نہ میں متواضع ہوں نہ متکبر جو چیز اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے اس کا کیوں انکار کروں۔ اللہ کا دین ہے میرا کوئی کمال نہیں اور میں اس کو درحقیقت کوئی کمال بھی نہیں سمجھتا کیونکہ بزرگوں کی جوتیاں سیدھی کرنے کی برکت سے یہ اچھی طرح ذہن نشین ہوگیا ہے کہ ؎

فہم وخاطر تیز کردن نیست راہ جز شکستہ می نگیرد فضل شاہ

(سمجھ وطبیعت کو چست کرنا کامیابی کا راستہ نہیں ہے، تواضع اختیار کئے بغیر مالک کا کرم نہیں ہوتا)

جامعیتِ علوم

یہ بھی ارشاد فرمایا کرتے ہیں کہ اکثر میرا طریق اصلاح یہ ہے کہ جس شخص کو جس فن میں کمال کا دعویٰ ہوتا ہے پہلے میں اس کو اس فن میں مغلوب کر کے دکھلا دیتا ہوں بشرطیکہ وہ فن مقصود ہو پھر تو مجھے حق حاصل ہوجاتا ہے کہ اصلاحی امور میں بھی اس کو اپنا تابع بناؤں اور پھر خود اس کو بھی ایسے شخص کے تابع بن جانے میں عار نہیں آتی اور اس کو منازعت کا حق نہیں رہتا اور نہ تعلیم پر شبہ ہوتا ہے۔ اس سے حضرت والا کی شان جامعیت علوم وفنون مختلفہ ظاہر ہوتی ہے جو موافق ومخالف سب کے نزدیک مسلم ہے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ یہ تقریر استطراداً تھی۔ اب میں پھر مقصود کی طرف عود کرتا ہوں۔

www.ahlehaq.org

حضرت والا کو طالب علمی کے زمانہ میں تصوف اور کتب تصوف کا بھی خاص ذوق تھا جس کے چند واقعاتِ باب ''شرف بیعت و استفاضہ باطنی'' میں ملاحظہ سے گزریں گے۔

مولانا محمد یعقوبؒ کی پیشین گوئی

حضرت والا کی دستار بندی حضرت مولانا گنگوہیؒ کے مقدس ہاتھوں سے ۱۳۰۰ھ میں ہوئی۔ اس سال دیو بند میں بہت بڑا اور شاندار جلسہ دستار بندی ہوا تھا۔ حضرت والا نے جب سنا کہ دستار بندی ہونے والی ہے تو اپنے ہم سبقوں کو لے کر حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا کہ حضرت ہم نے سنا ہے کہ ہم لوگوں کی دستار بندی کی جائے گی اور سند فراغ دی جائے گی حالانکہ ہم اس قابل ہرگز نہیں لہذا اس تجویز کو منسوخ فرما دیا جائے۔ ورنہ اگر ایسا کیا گیا تو مدرسہ کی بڑی بدنامی ہوگی کہ ایسے نالائقوں کو سند دی گئی۔ یہ سن کر مولانا کو جوش آ گیا اور فرمایا کہ تمہارا یہ خیال بالکل غلط ہے یہاں چونکہ تمہارے اساتذہ موجود ہیں اس لیے ان کے سامنے تمہیں اپنی ہستی کچھ نظر نہیں آتی اور ایسا ہی ہونا چاہیے۔ باہر جاؤ گے تب تمہیں اپنی قدر معلوم ہوگی۔ جہاں جاؤ گے بس تمہی تم ہو گے۔ باقی سارا میدان صاف ہے۔ اطمینان رکھو اھ۔ حضرت والا یہ قول نقل کر کے فرمایا کرتے ہیں کہ واقعی حضرت مولانا کی پیشین گوئی کی یہ برکت ہوئی کہ الحمدللہ جہاں رہنا ہوا بڑے بڑے علماء بھی وقعت ہی کی نگاہ سے دیکھتے رہے اور عوام و خواص سب مجھ ہی کو اکثر کے مقابلہ میں ترجیح دیتے رہے اھ۔ وذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

اس وقت دیکھیں گے

اسی سلسلہ میں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کی ایک اور پیشین گوئی بھی یاد آ گئی۔ مولانا نے فتویٰ نویسی کا کام بھی حضرت والا کو طالب علمی ہی کے زمانہ میں سپرد فرما رکھا تھا۔ ایک بار ایک طویل استفتاء کا ویسا ہی طویل اور مفصل و مدلل جواب لکھ کر مولاناؒ کی خدمت میں پیش کیا۔ مولانا نے اس کو پورا دیکھ کر اس پر دستخط تو فرما دیئے لیکن ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم کو فرصت بہت ہے اور ہم تو اس وقت دیکھیں گے جب خطوں کا

www.ahlehaq.org

ڈھیر کا ڈھیر تمہارے سامنے رکھا ہوگا اور پھر بھی تم اتنے لمبے لمبے جواب لکھو گے اھ۔ چنانچہ فی الواقع ایسا ہی ہوا کہ اب خطوط کے ڈھیر کے ڈھیر ہی حضرت والا کے سامنے روزانہ ہوتے ہیں اور حضرت والا بہت مختصر جوابات تحریر فرماتے ہیں مگر نہایت جامع مانع اور بالکل کافی شافی اور سب پہلوؤں کو حاوی اور العاقل تکفیہ الاشارہ کے پورے مصداق۔ مثلاً کوئی تنبیہی سوال فرمادیا جس سے خود بخود جواب سمجھ میں آ گیا اور حضرت والا کا یہ طرز جواب طالب کے لیے نہایت نافع اور اوقع فی الذہن ثابت ہوتا ہے۔ بڑے بڑے الجھے ہوئے اور طویل طویل مضامین کے جوابات نہایت سہولت اور جامعیت کے ساتھ چند لفظوں میں تحریر فرماتے ہیں اور روز کی ڈاک روز ختم فرمادیتے ہیں۔ جس کا بہت ہی زیادہ اہتمام ہے اور اس میں بفضلہٖ کبھی تخلف نہیں ہوتا حالانکہ ڈاک لکھنے کے لیے بہت کم وقت ملتا ہے۔ بالخصوص آج کل بوجہ تبدیلی اوقات ریل ڈاک بہت دیر میں موصول ہوتی ہے۔ حالات و واقعات مذکورہ باب ہذا کا خلاصہ یہ نکلا کہ جس طرح آج حضرت والا بفضلہٖ تعالیٰ اشرف العلماء ہیں اپنے زمانہ طالب علمی میں بھی بفضلہٖ تعالیٰ اشرف الطلبہ تھے۔

www.ahlehaq.org

www.ahlehaq.org

باب ہفتم

''اساتذہ کرام''

حضرت مولانا محمد یعقوبؒ

حضرت والا کو اللہ تعالیٰ نے اساتذہ کرام بھی ایسے عطا فرمائے تھے کہ ان میں سے ہر ایک اپنی جگہ غزالی اور رازی وقت تھا۔ ان میں سے سب سے زیادہ مقتدر ہستی حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کی تھی جو علاوہ ہر فن میں ماہر ہونے کے بہت بڑے صاحب باطن اور شیخ کامل بھی تھے۔ حضرت والا نے مولانا ممدوح سے بڑے بڑے فیوض و برکات حاصل کیے ہیں اور زیادہ تر علوم عجیبہ وغریبہ انہی سے حاصل فرمائے ہیں اور مولاناؒ کے اکثر اقوال واحوال وحقائق ومعارف نہایت لطف لے کر بیان فرمایا کرتے ہیں۔ اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ حلقہ درس کیا ہوتا تھا حلقہ توجہ ہوتا تھا۔ یہ حال تھا کہ تفسیر کا سبق ہو رہا ہے آیات کا مطلب بیان فرما رہے ہیں اور آنکھوں سے زار و قطار آنسو جاری ہیں۔

دیگر اساتذہ کرام

دیگر اساتذہ جناب مولانا سید احمد صاحب جناب ملا محمود صاحب' جناب مولانا عبدالعلی صاحب' حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمہم اللہ تھے۔ ابتدائی کتب کے اساتذہ کرام کے اسماء گرامی باب سابق میں مذکور ہو چکے ہیں۔

حضرت قاری محمد عبداللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ

حضرت والا نے قرأت کی مشق مشہور آفاق جناب قاری محمد عبداللہ صاحب مہاجر مکی سے بمقام مکہ معظمہ فرمائی تھی جو قراء عرب کے نزدیک بھی نہایت جید اور مسلم ماہر فن قاری تھے۔ اس زمانہ میں قرأت کی مشق کرتے کرتے لہجہ میں اپنے یگانہ فن استاد سے اس قدر

www.ahlehaq.org

مشابہت پیدا ہوگئی تھی کہ جب قاری صاحب حضرت والا کو مدرسہ صولتیہ کی بالائی منزل پر قرأت کی مشق کراتے تو نیچے سے جو لوگ سنتے یہ تمیز نہ کر سکتے کہ اس وقت استاد پڑھ رہے ہیں یا شاگرد۔ اس سے حضرت والا کی قوت آخذہ کا پتہ چلتا ہے جو راز تھا حضرت والا کے اپنے اساتذہ کاملین سے بدرجہ اتم اخذ کمالات کر لینے کا۔ قاری صاحب بہت ہی شفقت فرمانے لگے تھے اور حضرت والا سے بعض رسائل قرأت کے چند اسباق بھی اپنے مدرسہ کے طلبہ کو پڑھوائے تا کہ کتب فن سے بھی مناسبت ہو جائے۔ حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ ہم بھی پہلے یہ سمجھتے تھے کہ ہمیں قرأت آتی ہے اس لیے قاری صاحب سے اپنا کمال جتانے کے لیے یہ ترکیب کی کہ ان سے کہا کہ مشق شروع کرانے سے قبل آپ پہلے میرا ایک رکوع سن لیں تا کہ آپ کو اندازہ ہو جائے کہ کتنی کسر ہے پھر اس کسر کو نکال دیجئے گا۔ حالانکہ یہ مطلب نہ تھا بلکہ نفس کی استادی تھی۔ چنانچہ قاری صاحب نے رکوع سنا۔ پھر میں نے پوچھا کہ کیا اندازہ ہوا چونکہ بہت ہی شفیق تھے فرمایا کہ بس تھوڑی سی کسر ہے۔ انشاء اللہ بہت جلد نکل جائے گی۔ حالانکہ مشق شروع کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ **لاحول ولاقوۃ** ہمیں کچھ بھی نہ آتا تھا۔ پھر سوچ سوچ کر بڑی شرمندگی ہوئی کہ ناحق ہی سنایا۔

حضرت کی بے مثال قرأت

حضرت والا قاری صاحب کا فرمایا ہوا ایک نہایت کام کا اصول بھی نقل فرمایا کرتے ہیں کہ لہجہ کی طرف مطلق التفات نہ کیا جائے بس ساری توجہ مخارج کی تصحیح میں صرف کی جائے کیونکہ تصحیح مخارج کے بعد جو لہجہ بھی پیدا ہوگا مستحسن ہی ہوگا چنانچہ گو قاری صاحب سے مشق کیے ایک زمانہ گزر گیا اور وہ طرز بھی فراموش ہو گیا لیکن حضرت والا کا لہجہ باوجود کبھی کیسا کبھی کیسا ہو جانے کے اب بھی اس قدر دلکش ہے کہ اس سے اہل دل بے حد متاثر اور محظوظ ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک زندہ دل اور سلیم الفطرت فلسفی فاضل نے متاثر ہو کر یہ خواہش ظاہر کی کہ حضرت والا کی قرأت کو تو گراموفون میں بھر لیا جائے مگر چونکہ شرعاً جائز نہ تھا۔ اس لیے ان کو منع فرما دیا گیا۔ جب حضرت والا پانی پت تشریف لے گئے تو وہاں کے قراء نے بھی جن کو بجا طور پر اپنے مخارج کی صحت پر ناز ہے حضرت والا کی صحت مخارج کی

www.ahlehaq.org

بہت تحسین فرمائی۔ لکھنو میں مولانا عین القضاۃ صاحبؒ نے جنہوں نے بہت اعلیٰ پیمانہ پر قرأت کا مدرسہ قائم فرمایا تھا اور جواب تک موجود ہے اتفاق سے فجر کی نماز میں حضرت والا کا قرآن شریف سنا اور سن کر بہت اشتیاق کے ساتھ حضرت والا سے مستقلاً کچھ قرآن شریف سننے کی خواہش ظاہر فرمائی چنانچہ حضرت والا نے خود ہی مولانا کی خدمت میں تشریف لے جا کر پورے تین رکوع سنائے تا کہ ان کا جی بھر جائے۔ مولانا سن کر بہت محظوظ ہوئے۔ ایک صاحب درد کا قول یاد آیا خود احقر سے فرمایا کہ مولانا قرآن شریف کیا پڑھتے ہیں ذبح کرتے ہیں اور واقعی بعض مخصوص اوقات میں تو اکثر یہی کیفیت ہوتی ہے۔ مثلاً نماز فجر کی طویل قرأت میں یہاں تک کہ بعض رقیق القلب مقتدیوں پر شدت کے ساتھ نماز میں گریہ بھی طاری ہو ہو جاتا ہے۔

اساتذہ کرام سے محبت و تعلق اور ادب

غرض اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کو ہر فن کے لیے ایسے اساتذہ کاملین عطا فرمائے تھے جو اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے اور حضرت والا پر ان کی اس قدر توجہات وعنایات تھیں کہ کسی دوسرے شاگرد پر اتنی نہ تھیں اور حضرت والا کو بھی اپنے اساتذہ سے اتنا شدید تعلق تھا کہ دوسروں کو نہ تھا۔ بس یوں کہا جائے کہ عشق تھا چنانچہ فرمایا کرتے ہیں کہ میں نے پڑھنے میں کبھی محنت نہیں کی جو کچھ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا اساتذہ اور بزرگوں کے ساتھ ادب ومحبت کا تعلق رکھنے کی بدولت عطا فرمایا اور الحمدللہ میں کہہ سکتا ہوں کہ میں نے اپنے کسی بزرگ کو ایک منٹ کے لیے بھی ناراض نہیں کیا اور جتنا میرے قلب میں بزرگان دین کا ادب ہے آج کل شاید ہی کسی کے دل میں اتنا ہو۔ حضرت والا کی خدمت میں بیٹھنے والے اور ملفوظات سننے والے بخوبی جانتے ہیں کہ حضرت والا سراپا ادب ہی ادب ہیں۔ بمصداق۔ ع طرق العشق کلہٗ آداب۔ اور اس ادب بزرگان ہی کی بدولت حضرت والا کو یہ کمالات ظاہرو باطنی نصیب ہوئے ہیں۔ حسب الارشاد مولانا رومیؒ

از ادب پر نور گشت است این فلک   وز ادب معصوم و پاک آمد ملک

(یہ آسمان ادب کی وجہ سے روشن ہوا ہے، اور ادب سے ہی فرشتے معصوم پاکیزہ ہیں)

www.ahlehaq.org

ذلک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء.

حضرت مولانا محمد یعقوبؒ کی توجہ ومحبت

حضرت والا کے سامنے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ خاص طور پر بہت ہی زیادہ علوم ومعارف بیان فرمایا کرتے تھے کیونکہ مولانا کو معلوم تھا کہ حضرت والا کو علوم سے دلچسپی بھی ہے۔ حقائق سے مناسبت بھی ہے اور غوامض کو سمجھتے بھی ہیں اور قدر بھی کرتے ہیں۔ غرض مثنوی شریف کا یہ شعر صادق آتا تھا۔

بالب دمساز خود گر جفتمے　　　ہمچو نے من گفتنیہا گفتمے

(اگر میں اپنے خاموش ہونٹوں کے ساتھ ہو جاتا، تو میں بھی بانسری کی طرح کہنے کے قابل باتیں کہتا)

چنانچہ ایک کم فہم شخص نے مولاناؒ سے پوچھا کہ حیض کے زمانہ میں نمازوں کی تو قضا نہیں لیکن روزں کی قضا ہے اس کی کیا وجہ۔ فرمایا کہ وجہ یہ ہے کہ اگر اس پر عمل نہ کرو گے تو اتنی جوتیاں لگیں گی کہ سر پر ایک کیل بھی نہ ملے گی اس کو تو یہ جواب دیا اور پھر کسی موقع پر حضرت والا نے یہی پوچھا تو وجہ کی نہایت لطیف تقریر فرمائی۔ وہ شخص چونکہ اس تقریر کا اہل نہ تھا اس لیے اس کو وہ جواب دیا کیونکہ۔

فہم سخن تانکند مستمع　　　قوت طبع از متکلم مجو

(جب تک سننے والا بات سمجھنے کی کوشش نہ کرے، بات کہنے والے کی طرف سے طبیعت کی ہمت طلب نہ کر)

حسب ارشاد حضرت مولانا رومیؒ۔

ہر کہ او ازہم زبانے شد جدا　　　بے نواشد گرچہ دارد صدنوا

(جو اپنے ہم زبان سے جدا ہوا وہ اگرچہ سوآوازیں رکھتا ہو پھر بھی بے آواز ہے)

اساتذہ کرام کی علوم کی حفاظت

حضرت والا اکثر اپنے اساتذہ کرام کے علوم واحوال عالیہ اور تحقیقات عجیبہ وغریبہ

www.ahlehaq.org

بیان فرماتے رہتے ہیں اور اس لطف کے ساتھ بیان فرماتے ہیں کہ سننے والوں پر وجد کی سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور سلف صالحین کا نمونہ پیش نظر ہو جاتا ہے۔ ان کے فضائل بیان فرما کر اکثر یہ شعر پڑھ دیتے ہیں۔

اولئک ابائی فجئنی بمثلھم　　　اذا جمعتنا یاجریر المجامع

(اے جریر جب تو نے ہمیں بڑے مجمعوں میں جمع کیا تو یہ میرے آباؤ اجداد ہیں ان جیسا کوئی لے آ)

اور ان فضائل کو سننے کے وقت بس ساتھ کے ساتھ یہ مشاہدہ ہوتا چلا جاتا ہے کہ ان سب حضرات کی شانیں حضرت والا کی ذات کے اندر بین طور پر مجتمع ہیں۔ بمصداق

لیس علی اللہ بمستنکر　　　ان یجمع العالم فی واحد

(اللہ تعالیٰ کے لئے یہ مشکل نہیں ہے کہ وہ ایک میں پورے جہان کو سمیٹ دے)

اس سے بھی حضرت والا کی قوت آخذہ کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے نیز حضرات اہل مدرسہ دیوبند کو دیکھ کر حضرت والا نے اپنا قدیم وضع کا غرارہ دار پاجامہ چھوڑ کر تنگ مہری کا پاجامہ پہننا اختیار کر لیا تھا۔ طالب علمی کے زمانہ میں ہی حضرت والا کی نہایت سادہ وضع اور نہایت سادہ معاشرت تھی چنانچہ ایک بار جبکہ تعطیل میں والد صاحب کی خدمت میں آئے ہوئے تھے یوں ہی سادگی کے ساتھ رضائی لپیٹ رکھی تھی باقاعدہ اوڑھے ہوئے نہ تھے کہ دونوں پلے برابر ہوں لٹکے ہوئے نہ ہوں والد صاحب نے اس ہیئت کو دیکھ کر تنبیہ کی کہ میاں تم کو رضائی اوڑھنا بھی نہیں آتا گو حضرت والا اپنے والد ماجد کا بہت ہی ادب فرماتے تھے اور ڈرتے بھی بہت تھے لیکن اس وقت ایسا اثر ہوا کہ بے ساختہ منہ سے یہ نکلا کہ حضرت اگر آپ کو رضائی اوڑھنا ہی سکھانا تھا تو مجھ کو مدرسہ دیوبند نہ بھیجتے وہاں تو کسی کو بھی رضائی اوڑھنا نہیں آتا سب ایسی ہی الول جلول ہیں اھ۔ گو حضرت والا کے والد ماجد بہت تیز مزاج تھے لیکن یہ سن کر خاموش رہے کچھ بولے نہیں اور اس کے بعد پھر حضرت والا کو کبھی ایسی باتوں پر نہیں ٹوکا۔ ماشاء اللہ بہت ہی دانشمند اور فہیم تھے حقیقت سمجھ گئے۔ حضرت والا آج کل کے طالب علموں کی خوش لباسی اور بناؤ سنگار پر بہت ہی افسوس فرمایا کرتے ہیں اور

www.ahlehaq.org

فرمایا کرتے ہیں کہ یہ دلیل اس کی ہے کہ ان کی نظر عالی نہیں اور ان کو علم کا چسکا لگا نہیں ورنہ ایسی اوچھی باتوں اور ادنی چیزوں کی طرف ہرگز التفات نہ ہوتا۔ طالب علمی کے زمانہ میں ایک بار جناب شیخ الٰہی بخش صاحب مرحوم رئیس میرٹھ کے (جن کے یہاں حضرت والا کے والد ماجد مختار ریاست تھے) بھائی صاحب جناب حافظ شیخ عبدالکریم صاحب جو بزرگوں کے بہت معتقد تھے اور خود بھی حضرت شاہ عبدالغنی صاحبؒ سے بیعت تھے بغرض زیارت مولانا شاہ رفیع الدین صاحبؒ مدرسہ میں تشریف لائے۔ حضرت والا کی وضع قطع اور طالب علمانہ رنگ دیکھ کر حیرت ہوگئی بے ساختہ مہتمم صاحب سے عرض کیا کہ حضرت آپ نے تو لڑکے کو بالکل فنافی الشیخ کر دیا۔ غرض حضرت والا کو کمالات و برکات اساتذہ و اکابر کا بہت ہی شوق تھا اور ہر وقت یہی دھن رہتی تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا جو سب دیکھ رہے ہیں کہ حضرت والا کی ذات عالی صفات آج بحمداللہ توجہات حضرات اکابر بے نظیر کمالات کا مجموعہ ہے۔ ذلک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء.

www.ahlehaq.org

باب ہشتم

''درس وتدریس''

مدرسہ فیض عام کانپور

بعد فراغ درسیات حضرات والا چودہ (۱۴) سال تک بمقام کانپور درس وتدریس میں مشغول رہے اور اس درمیان میں اپنے مواعظ حسنہ اور تصانیف مفیدہ سے بھی وہاں کے مسلمانوں کو مستفیض فرماتے رہے۔ علاوہ بریں افتاء کا کام بھی اپنے ذمہ لے رکھا تھا اور فتووں کی نقل بھی مدرسہ میں محفوظ رکھی جاتی تھی جن کا ایک بڑا مجموعہ ہوگیا تھا۔

کانپور تشریف لانے کی صورت یہ ہوئی کہ مدرسہ فیض عام جو کانپور کا سب سے قدیم مدرسہ دینیہ تھا اس کے صدر مدرس جناب مولانا احمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو ایک مشہور اور جامع بالخصوص ماہر معقولات عالم تھے کسی وجہ سے ناراض ہوکر مدرسہ سے علیٰحدہ ہوگئے اور انہوں نے ایک دوسرا مدرسہ ''درالعلوم'' قائم کرلیا چونکہ طلبا میں ان کا بہت شہرہ تھا اس لئے ان کی جگہ بیٹھ کر درس دینے کی کسی کو ہمت نہ ہوتی تھی اور اسی وجہ سے وہاں جانے کے لئے کوئی تیار نہ ہوتا تھا لیکن چونکہ حضرت والا کو اس صورت حال کی خبر نہ تھی لہٰذا جب وہاں سے ایک مدرس کی طلبی ہوئی تو اخیر صفر ۱۳۰۱ھ میں باجازت والد ماجد و بارشاد حضرات اساتذہ کرام بے تامل تشریف لے گئے اور درس دینا شروع کردیا تنخواہ صرف پچیس روپیہ ماہوار تھی جو کہ اس وقت کے لحاظ سے کچھ ایسی کم نہ تھی لیکن حضرت والا کے کمالات اور والد ماجد کے تمول کے لحاظ سے کچھ بھی نہ تھی پھر بھی حضرت والا نے اس کو بہت بڑی تنخواہ سمجھا کیونکہ فرماتے ہیں کہ میں جب کبھی طالب علمی میں سوچا کرتا تھا تو زیادہ سے زیادہ دس ۱۰ روپیہ ماہوار کی مدرسی اپنی ضروریات معاش کے لئے کافی سمجھتا تھا پانچ روپیہ اپنے خرچ کے لئے اور پانچ روپیہ گھر میں کے خرچ کے لئے بس اس سے زیادہ کی تنخواہ پر کبھی نظر ہی نہ جاتی تھی نہ اس سے زیادہ کا اپنے کو میں مستحق سمجھتا تھا۔

www.ahlehaq.org

کانپور میں شہرت اور ہردلعزیزی

گو حضرت والا اس وقت بالکل نوجوان اور سبزہ آغاز تھے۔ لیکن کانپور پہنچ کر وہاں کے جملہ مدرسین اور اہل شہر میں بہت جلد شہرت ہوگئی اور عام طور پر دلعزیز ہوگئے حتیٰ کہ مولانا احمد حسن صاحبؒ بھی بہت محبت اور وقعت سے پیش آنے لگے۔ جب حضرت والا کو فارغ التحصیل ہونے کی بعد ہی مدرسہ فیض عام میں بڑی بڑی کتابیں پڑھانے کو ملیں تو چونکہ اس سے قبل کبھی مدرسی کی ہی نہ تھی اور تحصیل علم بھی زیادہ اہتمام کے ساتھ نہ کی تھی اس لئے بہت گھبرائے کہ یا اللہ میں ان کتابوں کو کیونکر پڑھا سکوں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور دعا کے بعد جو پڑھانے بیٹھے تو بفضلہٖ تعالیٰ کوئی دقت واقع نہ ہوئی اور بہت آسانی کے ساتھ پڑھاتے چلے گئے اسی طرح وقتاً فوقتاً غیب سے حضرت والا کی تسلی اور ہمت افزائی ہوتی رہی چنانچہ دو خواب خود حضرت والا کے الفاظ میں اصدق الرؤیا سے نقل کئے جاتے ہیں۔

(۱) احقر نے جب حدیث کا درس شروع کیا تو استاذی حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت سے اس طرح مشرف ہوا کہ میرے روبرو ایک جماعت صحیح بخاری پڑھنے والوں کی موجود ہے اور ایک نسخہ بخاری کا میرے سامنے ہے جس میں دیکھ کر درس دیتا ہوں اور میری برابر میں حضرت استاذی الممدوح تشریف رکھتے ہیں اور غالباً آپ کے پاس بھی ایک نسخہ بخاری شریف کا ہے اور میں جو بیان کرتا ہوں مولانا اس کی تقریر فرماتے ہیں۔ انتہیٰ۔

(۲) ایک مقام ہے جیسے کانپور میں جناب عبدالرحمٰن خاں صاحب بانی مدرسہ جامع العلوم کانپور کا چھوٹا مطبع وہاں کوئیں کے پاس حضرت ابن عباسؓ کھڑے ہیں اور میں قریب ہوں۔ اس کے بعد سے مجھ کو مناسبت تفسیر کا ظن غالب ہوگیا اھ۔

اس مناسبت تفسیر کی بشارت حضرت والا کے پیرو مرشد نے بھی قیام مکہ معظمہ کے زمانہ میں بالتصریح دی تھی جس کا ذکر باب اشرف بیعت و استفاضۂ باطنی میں آئے گا۔

مدرسہ فیض عام سے علیحدگی

مدرسہ فیض عام میں تین چار ماہ کام کرنے کے بعد حضرت والا کا اس مدرسہ سے دل

www.ahlehaq.org

برداشتہ ہوگیا جس کا بڑا سبب یہ ہوا کہ حضرت والا اپنے وعظوں میں چندہ کی تحریک نہ فرماتے تھے کیونکہ حضرت والا کو تحریک چندہ سے اس زمانہ میں بھی بوجہ غیرت کے سخت طبعی نفرت تھی جواب تک موجود ہے بلکہ اس کو غیریت دینی کے بھی خلاف سمجھتے ہیں اور تحریک خاص کو تو بوجہ دباؤ کے جائز بھی نہیں سمجھتے۔ غرض حضرت والا کا اس وقت بھی وہی رنگ طبیعت اور وہی طرز عمل تھا جواب ہے۔ اراکین مدرسہ نے اس عدم تحریک چندہ کی آپس میں بیٹھ کر کچھ شکایت کی کسی نے اس کی اطلاع حضرت والا کو کر دی حضرت والا کو نہایت ناگوار ہوا اور جواب میں فرمایا کہ اگر مجھے چندہ ہی کے لئے وعظ کہنا ہے میں چندہ اپنے ہی لئے کیوں نہ جمع کروں۔ اور فرمایا کہ یہ کام میرا نہیں ہے۔ بلکہ خود اراکین مدرسہ کا ہے میرا کام تو پڑھانا ہے اور اس پر یہ حکایت بیان فرمائی کہ اگر علماء سے پڑھانے کا بھی کام لیا جائے اور چندہ جمع کرنے کا بھی تو اس کی ایسی مثال ہوگی جیسے اکبر بادشاہ نے خوش ہو کر کسی بھانڈ کو شاہی ہاتھی انعام میں دیدیا تھا۔ اب وہ اس کو کھلائے کہاں سے بالآخر اس نے یہ ترکیب کی کہ اس کے گلے میں ایک ڈھول لٹکا کر شاہی سڑک پر چھوڑ دیا جہاں سے شاہی سواری نکلتی تھی۔ بادشاہ نے جو دیکھا کہ شاہی ہاتھی اس طرح مارا مارا پھر رہا ہے تو بھانڈ کو بلا کر اس سے اس کا سبب پوچھا اس نے عرض کیا کہ حضور میں یہ نہ کرتا تو اور کیا کرتا۔ اگر اپنے گھر باندھتا تو پھر اس کو کھلاتا کہاں سے میرے پاس بھلا کیا رکھا ہے۔ روز کمانا روز کھانا جب میں نے کوئی صورت نہ دیکھی تو گلے میں ڈھول ڈال کر اس کو چھوڑ دیا۔ اور کہہ دیا کہ جا بھائی تو بھی میری طرح بس گا اور بجا مانگ اور کھا۔ تو آپ لوگ بھی بس یہی چاہتے ہیں کہ ہم ہی پڑھائیں بھی اور ہم ہی چندہ مانگ مانگ کر اپنی تنخواہیں بھی وصول کریں۔ گو یہ نہایت معقول بات تھی لیکن اراکین مدرسہ نے اس کا آپس میں چرچا کیا جو حضرت والا کو ناگوار ہوا اور استعفیٰ دیدیا۔ انہوں نے بعد کو بہت معذرت بھی کی لیکن حضرت والا نے اس بناء پر یہ ناقدرے لوگ معلوم ہوتے ہیں ان سے میرا نباہ مشکل ہوگا رہنا منظور نہ فرمایا۔

اس کے متعلق حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ وہ زمانہ ذرا جوانی کے جوش و خروش کا بھی تھا اور اصل وجہ تو یہ تھی کہ نوکری ہی میرے مزاج کے خلاف تھی جب میں نے

www.ahlehaq.org

والد صاحب کو یہاں کی شکایت لکھی تو انہوں نے ان لوگوں کی سب باتوں کی تو توجیہات لکھ کر بھیجیں اور لکھا کہ ابھی وہیں رہو علیحدگی اختیار کرنے میں عجلت مناسب نہیں کیونکہ ہمیں تو نوکری مقصود ہی نہیں اللہ تعالیٰ نے سب کچھ دے رکھا ہے ہم نے تو محض اس لئے تم کو اجازت دیدی تھی کہ اچھا ہے ابھی کتابیں تازہ ہیں پڑھانے سے پختہ ہو جائیں گی۔ اگر تم نے نوکری چھوڑ دی تو پھر پڑھانے کا سلسلہ ہی منقطع ہو جائے گا۔ اور سب پڑھا لکھا نسیاً منسیا ہو جائے گا۔ کیونکہ بدوں پابندی کے تم پڑھاؤ گے نہیں اور اگر مدرسہ میں رہو گے تو پھر پابندی کرنی پڑے گی۔ مگر چونکہ حضرت والا کا دل برداشتہ ہو چکا تھا لہٰذا مدرسہ فیض عام کا تعلق چھوڑ ہی دیا اور واپسی وطن کا قصد فرما لیا۔

حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادیؒ کی زیارت

لیکن قبل روانگی جی چاہا کہ یہیں سے حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحبؒ گنج مراد آبادی کی زیارت کر آئیں ورنہ پھر نہ جانے اس طرف کبھی آنا ہو یا نہ ہو۔

چنانچہ حضرت والا گنج مراد آباد تشریف لے گئے۔

آپ کیلئے نئے مدرسہ کا قیام

ادھر تو حضرت والا روانہ ہوئے اور ادھر جناب عبدالرحمٰن خان صاحب مرحوم و مغفور اور حاجی کفایت اللہ صاحب مرحوم و مغفور نے جن کو حضرت والا کے ساتھ بہت ہی محبت اور عقیدت ہو گئی تھی آپس میں مشورہ کیا کہ ایسے مولوی کہاں ملتے ہیں ان کو یہاں سے جانے نہ دیا جائے اور ان کے لیے ایک الگ مدرسہ کھولا جائے کیونکہ ہمارے شہر میں جتنے مدرسے ہیں ان میں زیادہ تر معقولات ہی پڑھائی جاتی ہیں۔ ایک ایسے مدرسہ کی بھی سخت ضرورت ہے جس میں دینیات کا پورا نصاب ہو لہٰذا ان دونوں صاحبوں نے حضرت والا کی تنخواہ پچیس روپیہ ماہوار کا اس طرح انتظام کیا کہ بیس روپیہ ماہوار تو خان صاحب نے اور پانچ روپیہ ماہوار حاجی جی نے اپنے ذمہ رکھے۔ پھر بعد کو چندہ بھی جمع کیا جانے لگا لیکن حضرت والا نے کبھی اپنی طرف سے چندہ کی تحریک نہیں کی۔ وہی دونوں صاحب اپنے طور

www.ahlehaq.org

پر تحریک کرتے رہے۔ غرض جب حضرت والا گنج مراد آباد سے واپس تشریف لائے تو ان دونوں صاحبوں نے اصرار کر کے روک لیا اور حضرت والا جامع مسجد محلّہ ٹپکا پور میں درس دینے لگے اور ایک نیا مدرسہ قائم ہو گیا۔ اس مدرسہ کا نام جامع معقولات و دینیات ہونے کی بنا پر نیز جامع مسجد کی مناسبت سے حضرت والا نے ''جامع العلوم'' رکھا جواب تک بفضلہٖ تعالیٰ اسی نام سے قائم ہے۔ شروع شروع میں طلبہ کو حضرت والا سے پڑھتے ہوئے شرم آتی تھی کیونکہ حضرت والا بالکل نو عمر اور سبزہ آغاز تھے۔ چنانچہ کئی سال تک طالب علم کم تعداد میں رہے پھر جب داڑھی بڑی ہو گئی تو کثرت سے طلبہ آنے لگے۔

اہل کانپور کی محبت

حضرت والا نے فرمایا کہ جب کانپور گیا ہوں تو گو اس وقت میری عمر بہت کم تھی مگر الحمدللہ ابتدا ہی سے وہاں کے لوگ مجھ سے بہت محبت کرتے تھے اور بڑی تعظیم و تکریم کے ساتھ پیش آتے تھے۔ عمر بڑھنے سے کوئی بات بڑھی نہیں موافق اور مخالف سبھی کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے محبت ڈال دی تھی جو مخالف مشرب کے تھے گو عقیدت تو تھی نہیں لیکن محبت ان کو بھی تھی اور مجھے محبت ہی کی زیادہ قدر ہوتی ہے کیونکہ محبت میں بے تکلفی اور برابر کا تعلق ہوتا ہے، جس سے بڑی راحت رہتی ہے بخلاف اس کے عقیدت سے قلب پر گرانی ہوتی ہے۔ خواہ مخواہ بننا پڑتا ہے کہ کہیں عقیدت میں فرق نہ آ جائے اور محبت تو عدم عقیدت کی حالت میں بھی نہیں جاتی۔

حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ کانپور والوں نے میرے ساتھ ایسی محبت اور تعظیم و تکریم کا برتاؤ کیا کہ میں اپنے وطن کو بھی بھول گیا اور جتنا وہاں جی لگتا تھا اپنے وطن میں بھی نہ لگتا تھا۔ اتنی محبت تھی کہ میں نے اپنے برتنوں پر بھی بجائے اپنے نام کے لفظ ''کانپور'' کھدوایا تھا۔ اب بھی جو ان برتنوں کو دیکھ لیتا ہوں تو کانپور یاد آ جاتا ہے۔ اگر حضرت حاجی صاحبؒ کا ایماء نہ ہوتا تو میں عمر بھر بھی کانپور کو نہ چھوڑتا۔ اور سچ تو یہ ہے کہ میری اتنی جو شہرت ہوئی تو وہ کانپور والوں ہی کی بدولت ہوئی ورنہ میں واقعی اس درجہ کا شخص ہرگز نہ تھا اور نہ اب ہوں۔ مجھے اب بھی کانپور والوں سے بہت محبت ہے اور میں ان کا بہت

ممنون ہوں۔ کچھ منجانب اللہ ان کے قلوب میں عام طور سے میرے ساتھ ایسی محبت ہوگئی تھی کہ اختلاف مشرب بھی اس سے مانع نہ رہا تھا۔ اھ۔

مخالف مشرب والوں کے دلوں میں محبت

چنانچہ حضرت والا کو ابتداً جو ایک مولود شریف میں شرکت کا اتفاق ہوا تو قیام نہ فرمایا کیونکہ اپنے حضرت کا معمول نہ تھا بس سارے مجمع میں صرف حضرت والا ہی ایک تھے جو بیٹھے رہے باقی سب نے قیام کیا کیونکہ سب قیام کرنے والے ہی تھے۔ حضرت والا کے ایک شاگرد نے عربی میں کہا کہ اس وقت بیٹھا رہنا مناسب نہیں لیکن حضرت والا نے نہیں مانا اور فرمایا **لا طاعة للمخلوق بمعصية الخالق**۔ پھر وہ شاگرد بھی بیٹھے رہے۔ بعد کو معلوم ہوا کہ ایسے کئی موقعوں پر وہاں کے لوگ نہ کھڑے ہونے والوں کو پیٹ بھی چکے تھے کیونکہ انہیں اس امر میں بہت غلو تھا مگر حضرت والا سے کسی کو کچھ کہنے کی بھی ہمت نہ ہوئی کیونکہ قلوب میں عام طور سے بہت محبت وعظمت تھی البتہ کن انکھیوں سے برابر دیکھتے رہے بلکہ عبدالرحمٰن خاں صاحب کے صاحبزادے اور دیگر مقتدر صاحبان بھی باوجودیکہ اسی خیال کے تھے مگر کہنے لگے کہ اگر ہمیں یہ خبر ہوتی کہ مولانا نہیں کھڑے ہوئے تو ہم بھی نہ کھڑے ہوتے۔ اس سے حضرت والا کی محبوبیت کا اندازہ فرمالیا جائے کہ یہ حضرات اپنے مشرب کے خلاف بھی کرنے کو تیار تھے۔

طب کی تعلیم کے لئے دہلی جانا اور واپسی

حضرت والا نے کچھ دن کے بعد یہ چاہا کہ بلا اجرت تعلیم دوں گو متاخرین نے تنخواہ لے کر دینیات کی تعلیم دینے کے متعلق بضرورت دین جواز کا فتویٰ دے دیا ہے لیکن حضرت والا کو یہ پسند نہیں تھا اس لیے جامع العلوم کے تعلق کے زمانہ میں خیال پیدا ہوا کہ حکیم عبدالمجید خاں صاحب مرحوم دہلوی کے یہاں جا کر فن طب حاصل کریں پھر مطب کی آمدنی سے توبسر اوقات کریں اور محض لوجہ اللہ علم دین پڑھائیں۔ چنانچہ والد صاحب کو لکھا انہوں نے بخوشی اجازت دے دی اور چونکہ بہت محبت فرماتے تھے لکھا کہ میں اپنے ایک گاؤں گدائے کھیڑہ کی آمدنی تمہارے اخراجات کے لیے مقرر کیے دیتا ہوں۔ غرض حضرت والا

www.ahlehaq.org

نے دہلی جا کر طب پڑھنی شروع کر دی لیکن کانپور کے حضرات نے وہاں پہنچ کر مدرسہ کے لیے حضرت والا کی بہت سخت ضرورت ظاہر کی اور بہ اصرار واپس تشریف لے چلنے کے لیے عرض کیا اور ادھر جناب مولوی حکیم جمیل الدین صاحب غازیپوری نے مدرسہ دیوبند میں حضرت والا کے ہم سبق تھے نہایت زور دے کر یہ فرمایا کہ طب کا مشغلہ ہرگز اختیار نہ کیا جائے کیونکہ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ مطب کے ساتھ دین اور علم دین کی خدمت ہرگز نہیں کی جاسکتی۔ غرض حضرت والا نے قصد واپسی فرما لیا لیکن چونکہ جناب حکیم عبدالمجید خاں صاحب مرحوم باوجود اس کے کہ نہایت مستغنی المزاج تھے اور حضرت والا نے صرف پندرہ دن ہی ان سے طب پڑھی تھی حضرت والا پر غایت درجہ شفقت وعنایت فرمانے لگے تھے اس لیے حضرت والا نے بطور خود ترک تحصیل طب کر دینے کو خلاف تہذیب ومروت سمجھا۔ لہذا جو بلانے آئے تھے ان سے فرمایا کہ اگر حکیم صاحب اجازت دے دیں تو میں چلنے کو تیار ہوں چنانچہ حکیم صاحب سے پوچھا گیا تو انہوں نے یہ کہہ کر اجازت دے دی کہ خیر اگر اپنی ترقی کرنا نہیں چاہتے تو اختیار ہے چلے جائیں۔ چنانچہ حضرت والا کانپور واپس تشریف لے آئے اور آ کر پھر بدستور سابق درس وتدریس میں مشغول ہو گئے۔

حضرت والا اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ حکیم مولوی جمیل الدین صاحب کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے انہوں نے مجھ کو یہ مشورہ دے کر میرے اوپر بڑا احسان کیا۔

حکیم عبدالمجید خان رحؒ کا حضرت سے متاثر ہونا

جناب حکیم عبدالمجید خان صاحب مرحوم کو باوجود اتنے بڑے اور مشہور آدمی ہونے کے حضرت والا کے ساتھ اتنا تعلق ہو گیا تھا کہ جب حضرت والا تھانہ بھون آ کر مقیم ہوئے تو حکیم صاحب نے تھانہ بھون آ کر ملنے کا قصد کیا اور ایک تھانہ بھون کے صاحب سے جو دہلی میں رہتے تھے پوچھا کہ تھانہ بھون حاضر ہونے کے کیا قواعد ہیں؟ انہوں نے کہا کہ وہ تو آپ کے شاگرد ہیں آپ کے لیے قواعد کیا ہوئے۔ تو فرمایا کہ نہیں بھائی استادی شاگردی الگ چیز ہے اور یہ راستہ الگ چیز ہے۔ میں تو وہاں اسی طرح جاؤں گا جیسے معتقدین جاتے ہیں مگر بیچاروں کو

www.ahlehaq.org

آنے کا موقع ہی نہ مل سکا۔ پھر کچھ ہی دن بعد انتقال ہوگیا۔ کیا انتہا ہے اس تواضع اور سلامت فطرت کی۔ حضرت والا نے اس واقعہ کو حکیم صاحب کے انتقال کے بعد سنا تو بہت افسوس کے ساتھ فرمایا کہ اگر مجھ کو ان کا یہ خیال قبل انتقال معلوم ہو جاتا تو میں خود ہی پہنچ کر ان سے عرض کرتا کہ لیجئے حضرت آپ کے لیے میرے پاس آنے کے بس یہ قواعد ہیں یعنی خود حاضر ہوگیا۔

واپسی پر اہل کانپور اور حضرت حاجی صاحبؒ کی خوشی

اہل کانپور کو حضرت والا کی واپسی پر بیحد مسرت ہوئی اور گویا بزبان حال یہ شعر پڑھنے لگے۔

بازآمد شاہِ من در کوئے من — بازآمد آبِ من در جوئے من

(میرا سردار میری گلی میں لوٹ آیا ہے، میرا پانی میری ندی میں آ گیا ہے)

اور حضرت والا کے پیرومرشد شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہ العزیز نے بھی اس پر اپنے ایک مکتوب میں بہت اظہار مسرت فرمایا جس کا اقتباس باب ''شرف بیعت واستفاضہ باطنی'' میں زیر عنوان ''اقتباسات مکتوبات امدادیہ'' ملاحظہ سے گزرے گا۔

شانِ محبوبیت

حق تعالیٰ نے حضرت والا کو شروع ہی سے ایسی شان محبوبیت عطا فرمائی ہے کہ بچپن سے لے کر اب تک جہاں رہے بفضلہ تعالیٰ محبوب خلائق ہی ہو کر رہے حتیٰ کہ غیر مذہب والوں کو بھی حضرت والا کی جانب بے اختیار میلان اور کشش ہوتی رہی جس کے صدہا واقعات ہیں۔

حضرت والا نے جس کسی سے بھی ملتفت ہو کر دو باتیں فرمالیں بس گویا اس کا دل مٹھی میں آ گیا۔ کانپور میں بھی محبوبیت کا وہ عالم تھا کہ بعض ثقہ لوگوں کو بھی یہ شبہ ہو گیا تھا کہ کوئی تسخیر کا عمل آتا ہے چنانچہ ایک صاحب نے جو مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادیؒ سے بیعت تھے۔ اپنا یہ خیال ظاہر کیا کہ مولانا کے پاس اور حضرت والا کے پاس ضرور کوئی تسخیر کا عمل ہے جبھی تو دونوں کی طرف ایک دنیا کھچی چلی آتی ہے اور حضرت والا کے بہت سر ہوئے کہ ہمیں بھی وہ عمل بتا دیجئے۔ حضرت والا نے ہر چند انکار کیا بلکہ قسم بھی کھائی کہ مجھ کو تسخیر کا کوئی عمل نہیں آتا محض خدا کا فضل ہے کہ لوگوں کے دلوں میں میری محبت ڈال دی

www.ahlehaq.org

ہے لیکن ان کی تسلی نہ ہوئی اور برابر اصرار ہی کرتے رہے کہ نہیں بتا ہی دیجئے جب کسی طرح نہ مانے تو حضرت والا نے ان کو ذکر پاس انفاس بتادیا کہ بس سب سے بڑا عمل یہ ہے۔

ہزبر خان کا اقعہ

ایک بہت بوڑھے اور دبنگ پٹھان تھے جن کو شہر میں بڑی وجاہت حاصل تھی کیونکہ پہلے خود بھی رئیس تھے اور پھر ایک رئیس کے کارندہ ہو گئے تھے مگر آن بان وہی تھی اور سب کو ڈانٹ لیتے تھے۔ نام بھی ہزبر خان تھا۔ ایک بار انہوں نے عشرہ محرم میں آ کر حضرت والا سے کہا کہ یہاں کانپور میں شاہ سلامت اللہ صاحب کا دستور تھا کہ اس عشرہ میں شہادت نامہ پڑھا کرتے تھے آپ بھی پڑھیں اگر آپ نہ پڑھیں گے تو لوگوں کو بدگمانی ہوگی کہ یہ اس کے منکر ہیں۔ حضرت والا نے فرمایا کہ یہ تشبہ بالروافض کی بناء پر ناجائز ہے۔ اس پر انہوں نے برا مان کر کہا کہ افسوس ہے ہم تو نفع اور مصلحت کی بات بتاتے ہیں اور اس کو بھی نہیں مانا جاتا۔ حضرت والا نے جواب میں فرمایا کہ افسوس ہے جو بے علم ہیں وہ بھی آج کل اہل علم کو مشورہ دینے لگے ہیں کہ ہم سے پوچھ پوچھ کر دین کے کام کیا کرو۔ اس پر وہ خفا ہو کر چلدیئے کہ اچھا ہے نہ مانئے۔ تھوڑی دور جا کر پھر لوٹے اور کہا کہ بڑی مشکل ہے ہماری بات بھی نہیں مانتے اور اب ہم جانا چاہتے ہیں تو جانے بھی نہیں دیتے۔ قدم ہی نہیں اٹھتے جانے کیا کر دیا۔ پھر حضرت والا سے معافی چاہی اور جب معاف کرالیا تب ان کو اطمینان ہوا۔

منشی صفدر حسین کا واقعہ

اسی طرح کانپور میں کاکوری کے ایک بہت معزز اور باوجاہت رئیس تھے جن کا نام منشی صفدر حسین تھا۔ ایسے آن بان کے تھے کہ کسی سے ملنے جلنے بھی نہ جاتے تھے اور ہمیشہ اپنے مکان کے سہ منزلہ حصہ پر رہتے تھے اور وہاں سے بہت کم اترتے تھے۔ بڑے دماغ دار تھے وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی نسبت نعوذ باللہ بہت بدگمانی رکھتے تھے اور اپنی مجلس میں خلاف شان کلمات کہتے رہتے تھے۔

قاضی وصی الدین صاحب جو شہر میں کئی حیثیتوں سے معزز شخص تھے ایک دن حضرت

www.ahlehaq.org

والا کو ان کے پاس لے گئے اور کہا کہ آپ اپنے شبہات ان سے حل کر لیجئے۔ انہوں نے کہا کہ میرے شبہات تاریخی واقعات ہیں ان کو کون حل کر سکتا ہے پھر انہوں نے حدیث پڑھی ”من سب اصحابی فقد سبنی و من سبنی فقد سب اللّٰہ“ اور یہ ثابت ہے کہ حضرت معاویہؓ حضرت علیؓ کی شان میں گستاخی کیا کرتے تھے۔ حضرت والا نے فوراً جواب دیا کہ یہ تو غیر صحابی کے لیے ہے۔ اس کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی بادشاہ یوں کہے کہ اگر کوئی ہمارے شہزادوں کو آنکھ بھر کر دیکھے گا تو ہم اس کی آنکھیں نکلوالیں گے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اگر شہزادے بھی آپس میں لڑیں گے تو ان کی بھی یہی سزا ہوگی۔ چاہے اور کوئی سزا ہو مگر یہ سزا ہرگز مراد نہ ہوگی بلکہ مطلب یہ ہوگا کہ اگر کوئی غیر شخص تیز نظر سے دیکھے گا تو اس کے لیے یہ سزا ہے۔ جب اس کا ان سے کوئی جواب نہ بن پڑا تو اپنی شرم اتارنے کے لیے ایک ہندو بنگالی بابو سے جو اس وقت وہاں بیٹھے ہوئے تھے طعن کے طور پر کہنے لگے کہ دیکھئے بابو صاحب ہمارے علماء ذہانت سے کام لیتے ہیں۔ حضرت والا نے فرمایا اور غالباً پکار کر فرمایا تو کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ غباوت سے کام لیا کریں اس پر وہ خاموش ہو گئے۔

چونکہ ان کو سب کے سامنے شرمندگی ہوئی اور بڑے آدمی تھے اس لیے حضرت والا نے بغایت حسن اخلاق اس کا کچھ تدارک فرمانا چاہا چونکہ وہ کچھ عملیات جانتے تھے اس لیے ان کی شرمندگی مٹانے کے لیے حضرت والا نے ان سے اپنی ایک احتیاج ظاہر کی کہ مجھے نیند بہت کم آتی ہے۔ اس لیے کوئی عمل تجویز فرما دیجئے۔ اس فرمائش پر ان کی سب شرمندگی دھل گئی اور فوراً خوش ہو کر بولے کہ بہت اچھا میں پلیٹ پر کچھ لکھ کر بھیج دیا کروں گا اس کو پی لیا کیجئے گا چنانچہ کئی روز تک ان کے پاس پلیٹ بھیجی گئی اور وہ پلیٹ لکھ کر بھیجتے رہے پھر تو ان کو حضرت والا سے اتنا تعلق ہو گیا کہ گاہ گاہ اچھی اچھی چیزیں بھی پکوا کر تحفۃً بھیجا کرتے۔

اہل محلّہ سے برتاؤ

حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ میں کانپور میں ہمیشہ محلّہ ٹپکا پور ہی میں رہا کیونکہ اس محلّہ میں مدرسہ تھا۔ گو اس محلّہ کے لوگ عموماً بہت آزاد اور بیباک مشہور تھے لیکن بہ نسبت اور محلّہ کے

www.ahlehaq.org

لوگوں کے بہت سمجھ دار بھی تھے۔ میں ہمیشہ انہی لوگوں میں رہا لیکن میرے ساتھ تو ان کا ہمیشہ نہایت محبت کا برتاؤ رہا۔اس کی وجہ یہ تھی کہ میں بھی کسی امر میں ان کے ساتھ سختی نہ کرتا تھا اور کبھی میں نے ان سے کوئی طمع نہیں کی بلکہ خود ہی وہاں کے غرباء کی خالص مواقع پر امداد کرتا رہتا تھا۔ ایک بار قحط پڑا تو حقوق جوار کی بناء پر میں نے کئی بار چندہ کر کے غربا کو اناج اور کپڑا تقسیم کیا۔

اسی سلسلہ میں فرمایا کہ ایک بار چند عورتیں نیاز دلانے کے لیے جامع مسجد میں کہ اس وقت طلبہ بھی وہیں رہتے تھے جلیبیاں لائیں۔ طالب علم تو آزاد ہوتے ہی ہیں لے کر بلا نیاز دیئے سب کچھ کھا پی گئے کیونکہ بقول حضرت والا انہیں تو ناز تھا نیاز کیا دیتے۔اس پر بڑی برہمی پھیلی۔تمام عورتیں اپنے مردوں کو بلا لائیں۔ایک طالب علم نے بڑی عقلمندی کی کہ فوراً حضرت والا کے پاس دوڑ کر اطلاع کی کہ جلدی چلئے وہاں تو ہنگامہ برپا ہو رہا ہے چنانچہ حضرت والا فوراً تشریف لے گئے اور اس وقت نہایت حسن تدبیر سے ہنگامہ کو فرو کیا۔اس طرح کہ دو چار طالب علموں کو تھپڑ لگائے اور خفا ہوئے کہ بلا اذن کسی کی چیز کھا لینا شرعاً جائز کہاں ہے؟ جب حضرت والا طالب علموں کو مارنے لگے تو پھر محلّہ والے خود ہی ان کو بچانے لگے اور حمایت کرنے لگے پھر حضرت والا نے جلیبیوں کی قیمت پوچھ کر سب کھانے والوں سے ایک ایک پیسہ لے کر تین آنے جمع کر کے جلیبیوں کی قیمت ادا کی اس سے سب خوش ہو گئے اور معاملہ وہیں کا وہیں رفع دفع ہو گیا۔ پھر حضرت والا نے ان لوگوں کو سمجھا دیا کہ بھائی یہاں وہابی رہتے ہیں یہاں فاتحہ نیاز کے لئے کچھ مت لایا کرو اس سے بھی انہوں نے حضرت والا کو تو وہابی نہ سمجھا ان طالب علموں ہی کو سمجھا غرض اس قسم کے برتاؤ سے سب محلّہ والے حضرت والا کا دم بھرنے لگے تھے اور محلّہ والے ہی کیا سب کانپور والوں کے قلوب میں حضرت والا کی محبت اور عظمت جاگزین ہو گئی تھی۔ کانپور کے قیام کے بعض خاص خاص حالات اور ترک تعلق کانپور کی تفصیلات معلوم فرمانے کے لئے ''باب شرف بیعت و استفاضہ باطنی'' ملاحظہ ہو اب اس باب کو حضرت والا کے طرز تعلیم کے متعلق کچھ مختصراً عرض کر کے ختم کیا جاتا ہے۔

صفر ۱۳۰۱ھ میں حضرت والا کانپور تشریف لائے اور پورے چودہ برس تک ہر طرح کی خدمت دینی بذریعہ درس و تدریس اور مواعظ و تصانیف اور ارشاد تلقین بجالا کر بہ تعمیل ارشاد

www.ahlehaq.org

حضرت پیرو مرشد آخر صفر ۱۳۱۵ھ میں کانپور کا تعلق قطع فرما کر اپنے وطن تھانہ بھون میں قیام پذیر ہو گئے۔ جس کا مفصل حال ''باب شرف بیعت واستفاضہ باطنی'' میں درج کیا جائے گا۔

تدریس کا سلیس و نفس انداز

حضرت والا کا طرز تعلیم اس درجہ سلیس اور نفیس تھا کہ جو طالب علم دو چار سبق بھی حضرت والا سے پڑھ لیتا پھر کسی اور استاد سے اس کی تسلی نہ ہوتی۔ چنانچہ حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ میں جب پڑھاتا تھا تو اپنے اوپر بہت تعب برداشت کر کے پہلے سے سبق کی تقریر کو اپنے ذہن میں محفوظ کر لیتا تھا پھر پڑھاتا تھا اس لیے میری ساری تقریر نہایت سلیس اور سہل اور بالترتیب ہوتی تھی جس کی وجہ سے مشکل مضامین بھی طالب علموں کے لیے بالکل پانی ہو جاتے تھے اور بآسانی ذہن نشین ہو جاتے تھے گو مجھ کو تو سہل کر کے تقریر کرنے میں بہت تعب ہوتا تھا لیکن طلبہ کو کسی مقام کے سمجھنے میں ذرا الجھن نہ ہوتی تھی چنانچہ صدرا میں ایک مشہور مقام ہے مثناۃ بالتکریر جو بہت ہی مشکل سمجھا جاتا ہے جب کتاب میں وہ مقام آیا تو میں نے قبل اس کے کہ طالب علم کو اس مقام کی اطلاع دوں اس کے مضمون کی ایک سلیس تقریر کر دی لیکن یہ نہیں معلوم ہونے دیا کہ یہ تقریر کسی مشکل مقام کے متعلق ہے بلکہ یوں ہی سرسری طور پر اس مضمون کی تقریر کر دی چونکہ میں نے بہت ہی سہل کر کے تقریر کی تھی طالب علم کی سمجھ میں خوب اچھی طرح آ گئی۔ ان طالب علم کا نام مولوی فضل حق تھا وہی مدرسہ جامع العلوم سے سب سے پہلے فارغ التحصیل ہوئے اور بعد فراغ عرصہ تک قنوج میں مدرس بھی رہے جب انہوں نے اقرار کر لیا کہ میں خوب سمجھ گیا تب میں نے کہا کہ یہ وہی تو مقام تھا جس کو مثناۃ بالتکریر کہتے ہیں۔ یہ سنتے ہی وہ چونکے ہوئے تو میں نے کہا بس بس اب نہ ڈرو اب تو پار ہو گئے۔ پھر میں نے پوچھا کہ اب بتاؤ یہ بھی مشکل مقام تھا۔ انہوں نے کہا اجی ہم کو تو طلبہ نے اس سے بہت ہی ڈرا رکھا تھا لیکن یہ تو کچھ بھی مشکل نہ نکلا۔ اس پر میں نے یہ شعر پڑھا۔

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرۂ خون نکلا

www.ahlehaq.org

مقام تو واقعی مشکل تھا لیکن میں نے اس کی تقریر ایسی بے فکری اور سلاست سے کی کہ نہایت سہولت کے ساتھ ان کی سمجھ میں آ گئی۔ البتہ خود مجھ کو سہل کر کے بیان کرنے میں بہت تعب اٹھانا پڑا۔ دوسرے کا بوجھ میں نے اپنے اوپر لے لیا اور میں پڑھانے میں ہمیشہ یہی کرتا تھا اور آج کل اساتذہ اپنے اوپر ذرا مشقت نہیں ڈالنا چاہتے۔ بات یہ ہے کہ شفقت نہیں رہی محض ضابطہ پُری رہ گئی ہے۔ اتفاق سے مولوی فضل حق کے سالانہ تحریری امتحان میں مثناۃ بالتکریر ہی کے متعلق سوال کیا گیا۔ ممتحن مولانا عبدالغفار صاحب تھے جو کانپور کے ایک مشہور ذکی اور جامع عالم تھے چونکہ مولوی فضل حق نے اس مقام کو مجھ سے اچھی طرح سمجھ لیا تھا اس لیے انہوں نے اس کی اس قدر اچھی تقریر لکھی کہ مولانا کو بہت پسند آئی اور اس کی بڑی تحسین فرمائی نیز حضرات مدرسہ نے بھی اس کو طالب علموں کے لیے اس قدر مفید سمجھا کہ اس کو مدرسہ میں محفوظ رکھ لیا گیا اور واقعی وہ اسی قابل تھی چنانچہ حال ہی میں میں نے اس کو بذریعہ مولانا سعید احمد صاحب لکھنوی جو کچھ دن ہوئے جامع العلوم کے مدرس اول تھے کاغذات میں تلاش بھی کرایا لیکن افسوس ہے وہ ملی ہی نہیں ورنہ وہ طالب علموں کے لیے بڑے کام کی چیز ہوتی۔ احقر مؤلف نے اپنی اس موجودہ رخصت طویلہ میں حسب ایماء حضرت والا سے کچھ عربی پڑھنا شروع کیا تو حضرت والا نے فرمایا کہ مجھ کو فرصت نہیں ہے نہ قوت ورنہ میں خود آپ کو پڑھاتا اور بہت جلد چل نکلتے بالخصوص منطق کی اگر ایک کتاب بھی مجھ سے پڑھ لی جاتی تو پھر کسی دوسری کتاب کی چنداں ضرورت باقی نہ رہتی اور منطق سے پوری مناسبت پیدا ہو جاتی۔ اھ۔

سبق کی تقریر کا طریقہ

حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ میں نے پڑھاتے وقت ضرورت سے زائد کبھی تقریر نہیں کی صرف حل کتاب پر اکتفا کیا۔ زوائد سے طالب علموں کا کبھی وقت ضائع نہیں کیا اور میں اسی کی تاکید اپنے ماتحت مدرسین پر بھی رکھتا تھا بلکہ کبھی کبھی جا کر ان کے پڑھانے کی جانچ بھی کیا کرتا تھا۔ اساتذہ زیادہ تر اپنی قابلیت کے اظہار کے لیے نکات و دقائق کی تقریریں کیا کرتے ہیں جن سے کتاب کے اصل مطلب میں بھی خلط ہو جاتا

www.ahlehaq.org

ہے۔ بعض یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ جب تک اس قسم کی تقریریں نہ کی جائیں استاد کی مہارت کے متعلق طلبہ کی تسلی نہیں ہوتی لیکن طلبہ کی یہ تسلی دیکھنی چاہیے یا ان کا نفع۔ ان کا نفع تو اسی میں ہے کہ اصل کتاب کو اچھی طرح حل کر دیا جائے کیونکہ استعداد اسی سے پیدا ہوتی ہے اور جب استعداد پیدا ہو جائے گی تو پھر نکات ودقائق خود ہی سمجھ میں آنے لگیں گے۔ لہذا استاد کا اصل مطمح نظر یہی ہونا چاہیے۔

ہفتہ وار تقریری مقابلوں کے بارے میں رائے گرامی

اسی سلسلہ میں یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ یہ جو نئے نئے طریقے ہفتہ وار مشق تقریر ومناظرہ کے لیے نکلے ہیں ان کی ضرورت نہیں۔ بلکہ یہ مضر ہیں۔ اس لیے کہ ہفتہ بھر تک بجائے اسباق کی طرف متوجہ رہنے کے اس کی تیاری میں رہتے ہیں۔ اول تو اس قسم کی مشق کرانے کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ جب کتابیں خوب اچھی طرح سمجھ کر پڑھ لی جائیں گی تقریر، تحریر اور مناظرہ سب کی استعداد خود بخود ہی پیدا ہو جائے گی اور اگر ایسا ہی شوق ہے تو جو طالب علم جو کتاب پڑھ رہا ہو اسی کے متعلق اس سے تقریر کرالی جایا کرے۔ اس سے تقریر کی بھی مشق ہو جائے گی اور حرج بھی نہ ہوگا بلکہ کتابیں اور پختہ ہو جائیں گی۔ اھ۔

www.ahlehaq.org

علمی استعداد کے لئے تین ضروری کام

حضرت والا نے اپنے تجربہ کی بناء پر طالب علموں کو بھی یہ ہدایت فرمایا کرتے ہیں کہ بس تم تین باتوں کا التزام کرلو پھر میں ٹھیکہ لیتا ہوں اور ذمہ دار ہوتا ہوں کہ تمہیں استعداد علمی حاصل ہو جائے گی اول یہ کہ جو سبق پڑھنا ہو اس کا مطالعہ ضرور کر لیا جائے اور مطالعہ کوئی مشکل کام نہیں کیونکہ مطالعہ کا مقصود صرف یہ ہے کہ معلومات اور مجہولات متمیز ہو جائیں۔ بس اس سے زیادہ کاوش نہ کرے۔ پھر سبق کو استاد سے اچھی طرح سمجھ کر پڑھ لے بلا سمجھے آگے نہ چلے اگر اس وقت استاد کی طبیعت حاضر نہ ہو تو کسی دوسرے وقت سمجھ لے اس کے بعد ایک بار خود بھی مطلب کی تقریر کرے بس ان تینوں التزامات کے بعد پھر بے فکر رہے چاہے یاد رہے یا نہ رہے انشاء اللہ تعالیٰ استعداد ضرور پیدا ہو جائے گی۔ یہ

www.ahlehaq.org

تینوں باتیں تو درجہ وجوب میں ہیں اور ایک بات درجہ استحباب میں ہے وہ یہ کہ کچھ آموختہ بھی روزانہ دوہرالیا کرے۔اھ۔

افادہ علوم کا چشمۂ صافی

غرض حضرت والافن درس وتدریس میں بھی یدطولیٰ رکھتے تھے بلکہ اب بھی مجلس شریف میں اکثر مضامین طلبہ کے کام کے بیان فرماتے رہتے ہیں اور ایسے ایسے نکات و دقائق علمیہ بیان ہوتے رہتے ہیں کہ بڑے بڑے اساتذہ ان سے مستفید ہوکر جاتے ہیں چنانچہ ایک بار جناب مولانا محمد شفیع صاحب دیوبندی مدت فیوضہم سے ان کے بعض احباب مدرسین نے کہا کہ تم تعطیلات میں تھانہ بھون کیوں جایا کرتے ہو یہیں رہ کر مطالعہ کتب کیوں نہیں کیا کرتے جس سے تمہاری معلومات علمیہ بڑھیں۔ مولانا محمد شفیع صاحب نے اس قول کو حضرت والا سے نقل کیا تو حضرت والا نے ان سے دریافت فرمایا کہ منافع باطنیہ کو تو خیر رہنے دیجئے یہ بتایئے کہ یہاں کے تعلق کے بعد کتابوں کے پڑھانے میں بھی آپ کو بہ نسبت پہلے کے کچھ اعانت ہوئی۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضرت بہت زیادہ اعانت ہوئی اور کھلا فرق محسوس ہوتا ہے فرمایا کہ بس اب اس کا جواب یہی دے دیا کیجئے کہ میں وہاں مطالعہ ہی کے لیے جایا کرتا ہوں۔

طالب علموں سے محبت

واقعات وحالات مذکورہ باب ہذا سے ناظرین نے اندازہ فرمالیا ہوگا کہ حضرت والا کو افاضہ علوم ظاہریہ میں بھی بفضلہ تعالیٰ مہارت تامہ حاصل ہے اور گو اب عرصہ دراز سے زیادہ تر ارشاد وافاضہ باطنی میں مشغول ہیں لیکن علوم ظاہریہ سے اب تک غایت درجہ دلچسپی ہے اور قلب میں اہل علم کی اس قدر عظمت ومحبت ہے کہ اپنے چھوٹوں کا بھی بہت ادب اور احترام فرماتے ہیں اور طالب علموں پر نہایت درجہ شفقت ہے جب وہ دیوبند یا سہارنپور کے مدارس سے تعطیلوں میں کثرت سے آجاتے ہیں تو اپنے قواعد کو بھی کسی قدر نرم فرمادیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ایک یہی فرقہ تو اپنی برادری ہے ان سے کیا قواعد

www.ahlehaq.org

برتے جائیں۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ کوئی اپنی اصلاح چاہنے لگے تو اس صورت میں البتہ سیاست ہی کی ضرورت ہوتی ہے جیسے اگر کوئی طبیب سے محض ملنے آئے تو اس کو شربت پلایا جاتا ہے اور اگر علاج کے لیے آئے تو پھر کڑوی کڑوی دوائیں دی جاتی ہیں اور پرہیزی کھانے بتائے جاتے ہیں۔

علماء وفقہا کی عظمت

نیز حضرت والا ہمیشہ اپنے کو طالب علم کہہ کر تحدث بالنعمۃ فرمایا کرتے ہیں اور رسمی درویشی کے طالبوں سے فرمادیا کرتے ہیں کہ مجھے پیر جیون والی درویشی نہیں آتی میں تو ایک طالب علم ہوں مجھ سے تو قرآن وحدیث کی باتیں پوچھی جائیں مجھے تو سیدھا سادھا قرآن وحدیث ہی آتا ہے اور میں تو اسی کو اصل درویشی سمجھتا ہوں۔ نیز علماء کی اشد ضرورت ظاہر فرمایا کرتے ہیں کہ انہی کے وجود پر دین کا دارومدار ہے بلکہ یہاں تک فرمایا کرتے ہیں کہ صوفیہ سے زیادہ علماء کی ضرورت ہے کیونکہ انہی کی بدولت انتظام دین قائم ہے ورنہ کسی کو احکام دین اور ان کے حدود ہی کا پتہ نہ چلے۔ درویشی تو اس کے بعد کی چیز ہے۔ اور بارہا فرمایا کرتے ہیں کہ میرے قلب میں محبت تو درویشوں کی زیادہ ہے مگر عظمت علماء کی۔ اسی طرح حضرات فقہاء کی خدمات دینی کی بے انتہا تعریفیں فرمایا کرتے ہیں اور غایت درجہ عظمت واحترام کا اظہار فرمایا کرتے ہیں اور فرمایا کرتے ہیں کہ میرے دل میں حضرات صوفیہ کا تو ادب بڑے بھائی کا سا ہے اور حضرات فقہا کا ادب باپ کا سا ہے اور اللہ تعالیٰ کا معاملہ بھی حضرات صوفیہ کے ساتھ چھوٹے بچے کا سا معلوم ہوتا ہے اور حضرات فقہاء کے ساتھ بڑے لڑکے کا سا کہ حرکتیں تو بچہ کی اچھی معلوم ہوتی ہیں اور اس کو بہت سی باتوں میں غیر مکلّف ہی سمجھا جاتا ہے لیکن کام بڑے لڑکے ہی سے لیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرات فقہا کو جزائے خیر مرحمت فرمائے دین کی بڑی ہی خدمت کی ہے اور امت کے لیے دین کا راستہ بالکل صاف فرما گئے ہیں ورنہ تاریک رہتا۔ قرآن وحدیث سے مستنبط کر کر کے ایسے ایسے اصول مقرر فرما گئے ہیں کہ قیامت تک کے لیے کافی ہو گئے

www.ahlehaq.org

ہیں اور کوئی کیسی ہی نئی صورت پیش آئے اس کا حکم انہیں اصول پر بہ آسانی معلوم کیا جا سکتا ہے بس دو جماعتیں امت کے لیے اللہ تعالیٰ کی بڑی ہی رحمت ہیں۔ حضرات فقہاء اور حضرات صوفیہ یہ حضرات حکماء امت ہیں۔ اھ۔

سندُ الفراغ

اب آخر میں سند فراغ کے متعلق بھی کچھ لکھنا مناسب معلوم ہوتا ہے تاکہ حضرت والا کا اہتمام خدمت علوم دینیہ بھی واضح ہو جائے اور مشغولین درس وتدریس کے لیے ایک مفید دستور العمل بھی معلوم ہو جائے۔ مدارس میں عموماً فارغین درسیات ہی کو سند فراغ دی جاتی ہے لیکن حضرت والا کو یہ خیال ہوا کہ اگر کوئی طالب علم بوجہ عدم مناسبت یا عدم دلچسپی یا قلت فرصت معقولات نہ پڑھے لیکن دینیات کی سب درسی کتابیں پڑھ لے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کو سند فراغ نہ دی جائے۔ لہذا دونوں کو سند دی جاتی تھی لیکن فارغ دینیات کی سند عنوان میں بجائے لفظ درسیات کے لفظ دینیات ہوتا تھا۔ دونوں کی مطبوعہ سند یکساں تھی جس میں الفاظ بالا کی جگہ چھوٹی ہوئی ہوتی تھی تاکہ جس کو جس قسم کی سند دینی ہو اس کے مناسب لفظ درسیات یا دینیات لکھ دیا جائے جیسا کہ منقولہ ذیل نمونہ سند سے واضح ہوگا۔ وھو ھذا۔

سند البلاغ + الی کمال الفراغ + من الدرسیات + او من الدینیات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

یسبح للّٰہ مافی السمٰوات ومافی الارض الملک القدوس العزیز الحکیم. ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلو علیھم ایاته و یزکیھم و یعلمھم الکتٰب و الحکمة و ان کانو امن قبل لفی ضلال مبین و آخرین منھم لما یلحقو ابھم وھو العزیز الحکیم ذلک فضل اللّٰہ یوتیه من یشآء واللّٰہ ذوالفضل العظیم و بعد فیقول الفقیر الی اللہ الغنی محمد اشرف علی الحنفی التھانوی عفی عنه ماصغر و ماکبر ان اللہ سبحانه و تعالیٰ سمی فی ھذہ الایة بعث النبی صلی اللہ علیه وسلم معلما للکتاب و السنة + فضلا عظیما + و کفی بھذا تشریفا لمعلم و تعظیما + و ان اصل العلوم ھو الکتاب والسنة و احتیج فی تفصیل بعض ما اجمل فیھا الی القیاس و

www.ahlehaq.org

اجماع الامة و لکونهم باللغة العربیه + افتقرالی الفنون الادبیه + ولجمع شتات الفصول + مست الحاجة الی الاصول + ولاقامة الحجة و البرهان + علی اهل الزیغ و الطغیان + اضطرالی قدرمن قواعد المیزان + فهذه العلوم التی قد اشیرالیٰ اقسامها + و ارتباط مابینهما و نظامها + لا بدمنها فی احیاء الدین + و اقامة مراسم الحق و الیقین + وما عدا ذلک من الفنون الفلسفیة + و الخرافات السفتیة + فهوفی نفسه جهل و شین + وکذب و مین + و انما یقصد بالتحصیل لغرضین + احدهما وهولا یتجاوز الطالب البحث عن الشر + لیجتنب الضر کما قال حذیفةؓ کان الناس یسئلون رسول اللّٰه صلی الله علیه وسلم عن الخیر و کنت اسئل عن الشر مخافة ان یدرکنی الخ فکا نما عناه القائل بقوله شعر عرفت الشرلا للشر لکن لتوقیه + و من لا یعرف الشرمن الخیر یقع فیه + و ثانیهما هو المتعدی الی غیره دفع مکائد الفلاسفة و غوائلهم + و القلب علیهم بکفتهم وحبائلهم + و رمیهم بقسیمهم و شجهم بعصیهم کما قیل شعر سلوا سیوف فلاسف بفلاسف + رضخوابها ها مات ال فلاسفا + فالا خذمنها وان کان احکم و اشد (بالعجمة) لکن فیه خطر + والترقی عنها اسلم واسد (بالمهملة)[۱] وهو طریق الحذل+ وان اخی فی الله ......(طالب علم کا نام)...... قدر کب الطریق[۲] الاشد (ان کان فارغاً من الدرسیات) اوالاسد (ان کان فارغاً من الدینیات) و سلکها بجهد وجد + حتی بلغ مقاطع الحد + من جمیع العلوم النافعه + و التی هی للریب (بالتحتیه) رافعه بمعنی المزیلة (ان کان فارغاً من الدرسیات) اوللرتب (بالفوقیة) رافعه + (بمعنی المعلیة ان کان فارغاً من الدینیات) التی کتبها بین الطلاب مشهورة + وفی اخرهذه الوریقة مذکورة + مدة اقامة فی هذا المدرسة + التی هی بحمدالله تعالیٰ مغنمة للفضائل و مکسبه + وهی من سنة (کذا) ھ الی السنة (کذا)ھ ولم یزل فی اوان تحصیل العلوم یقیم وظائف المدرسة و

---

[۱] وسند مطبوع میں ان دونوں لفظوں میں یہ رعایت کی گئی کہ اس میں اسد غیر منقوطہ اور اسی طرح الرب بلا نقاط فوقانی وتحتانی چھاپا گیا پھر اگر وہ فارغ عن الدرسیات ہوا تو قلم سے اسد میں اوپر اور الووب میں نیچے نقطے لگا دیے اور اگر فارغ عن الدینیات ہوا تو اسد کو غیر منقوط رہنے دیا اور الرتب میں اوپر نقطے لگا دیے ۱۲۔

[۲] المراد مطلق علم الباطن تسمیةً للکل باسم الجزء ۱۲ منہ

الرسوم + من التدريس و الامتحان + و الافتاء والوعظ بالسنة و القرآن + فهو بحمدالله تعالیٰ شاب صالح ذو فضائل جليله + و اخلاق جميله + حری بان عمم بعمامة الفضيلة + بحضرة العلماء الكرام + و المشائخ العظام + اتباعاً لسنة خير الانام + عليه افضل التحية و السلام وهی مانقل فی درالمعارف عن الطبرانی قال (الراوی) كان رسول الله صلی الله عليه وسلم لا يولی و الياحتیٰ يعمم و يرخی سدلها من جانب الايمن نحوالاذن اه و اودعه بقلب كئيب واوصيه وصية المحب الی الحبيب + ان يجعل الشريعة شعاره + والادب رثاره + و ان يكون من علماء الاخره + ولايبيع الدين بالدنيا فيرجع بصفقة خاسره + ولايتقاعد عن خدمة العلم و ذويه + و يترفق بالمرتحلين اليه و طالبيه + و ان يجتهد ان وفق لعلوم المكاشفه + فان العلم مافی القلب لا مافی الشفه + واسأله ان لا ينسانی من الدعاء ولوبعض حين + ان يتوفانی الله مسلما و يلحقنی بالصالحين + و يجمعنا فی جنة الفردوس بخدمة نبينا و حبيبنا و حبيب رب العالمين + سيد الانبياء والمرسلين و صلی الله عليه وسلم ابد الآبدين و دهرالداهرين + و كان هذا فی شهر كذا تاريخ كذا يوم كذا سنة كذا مقام كذاعدد كذا. وهاقدحان انجازالوعد فی عدالزبر + و بختمها نختم الاسطر (اسماء الكتب)

فارغین حدیث کو بھی سند دی جاتی تھی جو بصورت رسالہ مسمی بہ سبع سیارہ طبع کرائی گئی تھی۔ اس میں صحاح ستہ اور موطا امام مالک کی سندیں مذکور تھیں چونکہ وہ سند طویل ہے اس لیے اس کو یہاں نقل نہیں کیا جاتا۔ ہر قسم کے فارغین کو علاوہ سند کے دستار بھی دی جاتی تھی جس پر طالب علم کا نام مع مدرسہ و سن فراغ ریشم سے لکھا ہوا ہوتا تھا۔ پہلے حافظوں اور ناظرہ خوانوں کو دستار نہ دی جاتی تھی لیکن حضرت والا کو خیال ہوا کہ جب فارغین حدیث کو دستار دی جاتی ہے تو فارغین قرآن کو کیوں نہ دی جایا کرے چنانچہ پھر ان دونوں کو بھی دستار دی جانے لگی۔

معقولات کے بارے میں رائے گرامی

معقولات کے اہم اہم مسائل میں حضرت والا کی خاص رائے تھی جس کی بڑے بڑے اہل علم حضرات بھی بہت تحسین اور تصویب فرماتے تھے۔ ترک مدرسی کے بعد بھی

www.ahlehaq.org

قیام تھانہ بھون میں حضرت والا کا ایک عرصہ تک یہ معمول رہا کہ اپنے خاص تعلق والوں کو منطق کی کم از کم ابتدائی کتاب خود پڑھا دیتے تھے جس سے ان کو منطق سے پوری مناسبت پیدا ہو جاتی تھی پھر دوسری کتابوں میں کہیں نہ رکتے تھے۔

مختصر نصاب

حضرت والا نے کم فرصت طلبہ کے لیے ایک خاص مختصر نصاب بھی تجویز فرما دیا ہے جس کا نام ''**ضمان التکمیل فی زمان التعجیل**'' ہے اس کے لیے دس نئی کتابیں بھی تصنیف کرنا پڑیں جن کے مجموعہ کا نام ''تلخیصات عشر'' ہے اور اپنے بعض اعزہ کو اس کے مطابق خود تعلیم دے کر اس کے کافی ہونے کا تجربہ بھی فرما لیا ہے۔ ان سب واقعات و حالات سے بخوبی ظاہر ہے کہ حضرت والا کو ترک تعلیم و تعلم اور اختیار درویشی کے بعد بھی علوم ظاہرہ سے کس قدر دلچسپی رہی اور اب تک ہے۔ اور دین کے لیے ان کو کس قدر ضروری قرار دیتے ہیں۔

www.ahlehaq.org

www.ahlehaq.org

باب نہم

”تلامذہ“

باب سابق کے مطالعہ سے ناظرین کو یہ اچھی طرح اندازہ ہو گیا ہوگا کہ صرف حضرت والا نے پورے چودہ برس تک کانپور میں قیام فرما کر حسن وخوبی کے ساتھ درس وتدریس کے فیض کو جاری رکھا۔ اس دوران میں نزدیک ودور کے صدہا طلبہ نے حضرت والا سے علوم فاضلہ حاصل کیے۔ جن میں سے کثیر التعداد حضرات باقاعدہ فارغ التحصیل ہو کر جامع معقولات ومنقولات ہوئے اور ان سے زیادہ تعداد میں اہل علم حضرات نے سند حدیث حاصل کی۔ تلامذہ کی کل تعداد تو معلوم ہو نہ سکی اور بوجہ کثرت کے معلوم بھی نہیں ہو سکتی لیکن مدرسہ جامع العلوم کانپور کے دفتر سے حضرت والا کی صدر مدرسی کے زمانہ کے فارغین کے اسماء گرامی معلوم کر کے ان کی ایک فہرست[1] سوانح ہذا کے آخر میں ملحق کر دی گئی ہے اور بعد والوں کی تحقیق کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ ان فارغین میں سے بھی بعض مخصوص حضرات خاص طور پر قابل ذکر ہیں جن کا ذیل میں بقدر ضرورت تعارف کرایا جاتا ہے۔

ا۔ جناب مولانا مولوی محمد اسحٰق صاحب بردوانی مدت فیوضہم العالیہ

آپ بڑے جید عالم ہیں۔ حضرت والا نے بوقت ترک مدرسی مدرسہ جامع العلوم کانپور میں آپ ہی کو اپنا جانشین اور مدرس اول بنایا تھا۔ آپ مدرسہ کو ایک عرصہ تک حضرت والا ہی کے انداز خاص پر چلاتے رہے پھر مدرسہ عالیہ کلکتہ میں مدرس دینیات ہو کر تشریف لے گئے وہاں سے مدرسہ عالیہ ڈھاکہ میں خدمات منتقل ہو گئیں اور کم وبیش پانچ سو روپیہ مشاہرہ پر پہنچ کر وہیں سے پنشن یاب ہوئے۔

اب طالبان علوم دینیہ کو بوجہ اللہ درس دینے میں مشغول ہیں۔ حافظہ ماشاء اللہ ایسا قوی ہے کہ دوران قیام کانپور میں باوجود مشاغل درس وتدریس صرف چھ مہینہ کے اندر پورا

---

[1] چونکہ سوانح ہذا کا دو حصوں میں متفرق طور پر شائع ہونا تجویز ہوا ہے اس لئے یہ فہرست حصہ دوم کے آخر میں ملے گی۔ ۱۲ منہ

www.ahlehaq.org

کلام مجید حفظ فرمالیا اور جب کتب درسیہ پڑھاتے تو جو تقریر جو حکایت جو شعر جو لطیفہ جس سبق میں جس موقع پر جس انداز سے حضرت والا کی زبان مبارک سے سنے ہوئے تھے وہی خود بھی بہت ذوق وشوق سے لطف لے لے کر اور حضرت والا کا حوالہ دے دے کر بعینہ نقل فرماتے۔ طالب علمی کے زمانہ میں نحو کی مشہور کتاب کافیہ پوری کی پوری حفظ کر لی تھی اور اس کو بعد فراغ بھی دہراتے رہتے تھے تاکہ محفوظ رہے۔ حضرت والا نے طریق باطن میں بھی ان کو اپنا خلیفہ مجاز بنادیا ہے۔ اللھم ادم فیضہ و عمم و تمم۔

۲۔ جناب مولانا مولوی محمد رشید صاحب کانپوری رحمہ اللہ

آپ بڑے ذہین وذکی اور نہایت خوش فہم اور خوش اخلاق ومتواضع تھے۔ مدرسہ جامع العلوم کانپور میں حضرت والا کے سامنے ہی مدرس ہوگئے تھے اور بعد کو جب حضرت والا نے مولانا محمد اسحٰق صاحب کو مدرس اول بنایا تو ان کو مدرس دوم کردیا اور پھر مدت تک مدرس دوم رہے اور افتاء کا کام بھی نہایت خوبی کے ساتھ انجام دیتے رہے کیونکہ علم فقہ سے ان کو خاص مناسبت تھی جب جناب مولانا مولوی محمد اسحاق صاحب مدرسہ عالیہ کلکتہ تشریف لے گئے تو کچھ دن بعد ان کو وہیں بڑے بڑے مشاہرہ پر بلالیا۔ زیادہ عمر نہ پائی مرض فالج میں انتقال فرماگئے۔ اعلیٰ اللہ تعالیٰ درجاتہ فی الجنۃ۔

۳۔ جناب مولانا مولوی احمد علی صاحب رحمہ اللہ (ساکن فتح پور ضلع بارہ بنکی)

آپ بڑی خوبیوں کے بزرگ تھے۔ جامع علوم ظاہری وباطنی تھے۔ حضرت والا کے سب سے پہلے خلیفہ مجاز تھے۔ فقہ سے بہت ہی زیادہ مناسبت رکھتے تھے یہاں تک کہ بعض سوالات فقیہ دریافت کرنے پر حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہٗ العزیز نے بھی تعریف فرمائی کہ ان کو فقہ سے اچھی مناسبت ہے ان کی مہارت فقہیہ اسی سے ظاہر ہے کہ بہشتی زیور کے اول کے پانچ حصے بامر حضرت والا انہی کے تحریر فرمائے ہوئے ہیں جن سے ہزارہا مسلمان مرد اور عورتیں فیضیاب ہوئے اور ہو رہے ہیں اور امید ہے کہ انشاءاللہ تعالیٰ تاقیامت ہوتے رہیں گے قبل تکمیل بہشتی زیور انتقال فرماگئے بہت کم عمر پائی ورنہ ان سے بڑا فیض پہنچتا۔ اعلیٰ اللہ تعالیٰ درجاتہ فی الجنۃ۔

www.ahlehaq.org

۴۔ جناب مولانا مولوی صادق الیقین صاحب کرسوی رحمہ اللہ

آپ بڑے عالم بعمل اور نہایت لطیف الطبع اور ذہین وذکی الحس تھے۔ حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہٗ العزیز کے خلیفہ مجاز تھے اور تقویٰ کا بہت زیادہ اہتمام تھا یہاں تک کہ ایک بار حضرت والا سے عرض کیا کہ مجھے اس کا اندیشہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کہیں اس پر مواخذہ نہ فرمائیں کہ تو اتنا زیادہ متقی کیوں تھا۔ گو پیرزادے تھے لیکن بدعات ورسوم سے بہت نفور تھے یہاں تک کہ مولود شریف کے مسئلہ میں اپنے والد ماجد سے سخت اختلاف اور باہم کشیدگی ہوگئی۔ حضرت والا نے ان کے والد ماجد کو ایک نہایت ہی مؤثر خط لکھا جس میں اس مسئلہ کی حقیقت نہایت نرم عنوان اور بہت مفصل اور مدلل کر کے تحریر فرمائی اور سب اختلاف دور ہوگیا۔ حضرت مولانا گنگوہیؒ بھی اس صلح سے بہت مسرور ہوئے اور حضرت والا کو اس خط کی داد دی۔ وہ خط ''مکتوب محبوب القلوب'' کے نام شائع بھی ہو چکا ہے۔ مجاہدات بالخصوص قلت طعام وقلت منام کا بہت اہتمام تھا۔ اسی وجہ سے بہت نحیف الجثہ ہوگئے تھے۔ حضرت والا اکثر منع فرمایا کرتے کہ آج کل کے قویٰ ان مجاہدات کے متحمل نہیں اس لیے ہرگز مناسب نہیں لیکن چونکہ ان کو شوق غالب تھا اس لیے باز نہ آئے۔ آخر میں جب ضعف بڑھ گیا اور امراض گوناگوں لاحق ہوگئے جن سے بعض اعمال مستحبہ میں بھی خلل واقع ہونے لگا تو پھر بہت پچھتاتے تھے اور حضرت والا سے عرض کرتے تھے کہ اگر اب کی بار صحت ہوگئی تو انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ بہت آرام سے رہا کروں گا اور خوب کھایا پیا کروں گا لیکن افسوس ہے کہ جانبر نہ ہوئے اور جوانی میں انتقال فرما گئے۔ اعلیٰ اللّٰہ تعالےٰ درجاته فی الجنة.

۵۔ جناب مولانا مولوی فضل حق صاحب رحمہ اللہ (ساکن بارہ ضلع الہ آباد)

آپ حضرت والا کے تلامذہ میں سب سے پہلے فارغ التحصیل تھے۔ نہایت قابل عالم تھے۔ سالانہ امتحان میں ''مثناة بالتکریر'' کی ایسی اچھی تقریر لکھی تھی کہ ممتحن اور حضرات مدرسہ نے بہت پسند فرمائی یہاں تک کہ مدرسہ میں محفوظ رکھ لی گئی۔ ایک عرصہ تک قنوج میں مدرس رہ کر انتقال فرما گئے۔ اعلیٰ اللّٰہ تعالےٰ درجاته فی الجنة.

www.ahlehaq.org

۶۔ جناب مولانا مولوی شاہ لطف رسول صاحب رحمہ اللہ (ساکن فتح پور ضلع بارہ بنکی)

شاہ صاحب نہایت ذہین وذکی اور فہیم وعاقل اور ذی استعداد عالم اور نہایت قوی الحال ذاکر وشاغل درویش تھے۔ حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ العزیز سے بذریعہ خط بیعت ہوئے تھے لیکن تعلیم حضرت والا ہی کے سپرد فرمائی گئی تھی حضرت والا ہی کے خلیفہ مجاز بھی ہوئے۔ ان پر خشیت کا اس قدر غلبہ تھا کہ حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ میں نے ایسے زبردست آثار خشیت کسی میں نہیں دیکھے۔ وجد وحال میں ہاتھ پاؤں ٹھنڈے پڑ جاتے اور چیخنے چلانے لگتے جب حضرت والا نے اپنے ابتدائی جوش وخروش کے زمانہ میں حلقہ توجہ قائم فرمایا تھا تو شاہ صاحب بھی جو اس وقت حضرت والا سے درسی کتابیں پڑھتے تھے شریک حلقہ ہوا کرتے اور ان پر بڑے بڑے احوال ومواجید طاری ہوتے اور کشف بھی ہونے لگا تھا۔ عوام کے فائدہ کے لیے حضرت والا کے مشہور رسالہ ''قصد السبیل الی مولی الجلیل'' کی تسہیل آپ ہی نے کی ہے۔ باوجود تیز مزاج ہونے کے ایسے متواضع تھے کہ بارہا ایسا ہوا کہ کسی سے کچھ تیز گفتگو ہوگئی تھوڑی دیر بعد ان کی خدمت میں پہنچے اور ہاتھ جوڑ کر معافی مانگی۔ آخر میں حضرت والا ہی کی خدمت میں آپڑے تھے اور شعبان ۱۳۴۴ھ میں خانقاہ تھانہ بھون ہی میں انتقال فرمایا۔ زیادہ عمر نہیں ہوئی۔ حضرت والا کے وقف کردہ قبرستان میں سب سے پہلے شاہ صاحب ہی دفن ہوئے۔ اعلیٰ اللہ تعالیٰ درجاته فی الجنة.

(۷)۔ جناب مولانا مولوی حکیم محمد مصطفیٰ صاحب بجنوری مدت فیوضہم العالیہ

آپ کے والد ماجد بڑے عہدے دار اور خطاب یافتہ کارگزار اور اس کے ساتھ ہی نہایت دیندار بھی تھے اپنے سب صاحبزادوں کو بجائے انگریزی کے عربی کی تعلیم دلوائی۔ جناب حکیم صاحب کی استعداد علمی بہت اعلیٰ پایہ کی ہے۔ حضرت والا کے مواعظ کو تقریر کی روانی کے وقت بھی بلا تکلف قلم برداشتہ عربی عبارت میں ضبط کرتے چلے جاتے ہیں کیونکہ عربی الفاظ بہت جامع اور مختصر ہوتے ہیں پھر بعد کو اس کی اردو کر لیتے ہیں۔ آپ نے

www.ahlehaq.org

مناجات مقبول کے عربی حصہ کا اردو ترجمہ ایسا نفیس اور معنی خیز کیا ہے کہ حضرت والا اس کی اکثر تعریف فرمایا کرتے ہیں اور فرمایا کرتے ہیں کہ میں نے بارہا اس کا تجربہ کیا کہ اول خود اپنے ذہن میں اس کے کسی فقرہ کا ترجمہ سوچا پھر حکیم صاحب کے ترجمہ سے ملایا تو ہمیشہ حکیم صاحب ہی کے ترجمہ کو بڑھا ہوا پایا۔

سب سے پہلے حضرت والا کے مواعظ کو قلمبند کرنا آپ ہی نے شروع فرمایا تھا۔ جو امت مرحومہ کے لیے اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ثابت ہوا۔ اور پھر صدہا مواعظ قلمبند ہو کر شائع ہوئے جس سے مسلمانوں کو اتنا نفع ہوا کہ بیان میں نہیں آ سکتا۔ آپ کے قلمبند کیے ہوئے مواعظ بھی کثیر تعداد میں ہیں۔ آپ نے حضرت والا کی مشہور تصنیف ''الانتباہات المفیدہ عن الاشتباہات الجدیدہ'' کی جو نو تعلیم یافتوں کے شبہات کے رد میں لاجواب کتاب ہے ایک نہایت نفیس شرح بھی تحریر فرمائی ہے جس سے آپ کی قابلیت اور علوم عقلیہ میں مہارت بخوبی واضح ہے۔ آپ نے حضرت والا کے رسالہ شوق وطن کی بھی تسہیل فرمائی ہے۔ آپ فن طب کے بھی ماہر ہیں اور میرٹھ کے ایک مشہور اور حاذق طبیب ہیں اور بہت سے نافع اور عجیب وغریب مرکبات کے موجد ہیں۔ آپ نہایت لطیف الطبع اور ذکی الحس ہیں یہاں تک کہ بعض اوقات کسی کی کشش تحریر ہی سے اخلاق اور مزاج کی کیفیت معلوم فرما لیتے ہیں اور فاسق ومتقی کے قاروروں میں فرق محسوس فرما لیتے ہیں۔ بہشتی زیور کے حصہ نہم اور بہشتی گوہر میں سب اصناف کے امراض کے متعلق اپنے خاص خاص مجربات بے دریغ تحریر فرما کر اور نہایت مفید مفید معالجات وتدبیرات طبیہ درج فرما کر آپ نے مسلمانوں پر بہت بڑا احسان فرمایا ہے کیونکہ ان سے صدہا مریض صحت یاب ہوئے۔ **فجزاہ اللہ تعالیٰ فی الدارین خیر الجزاء**۔ طبی جوہر میں بمشورہ حضرت والا ادویہ مختلفہ کی حلت و حرمت کے متعلق احکام شرعیہ لکھ کر ایک بہت بڑی کمی کو پورا فرما دیا ہے آپ اور بھی بہت سی کتب مفیدہ کے مصنف ہیں مثلاً معمولات اشرفیہ، مجالس الحکمت، امثال عبرت وغیرہ۔ آپ اعلیٰ درجہ کے طبیب روحانی بھی ہیں اور حضرت والا کے ارشد خلفاء میں سے ہیں۔ آپ کو تقویٰ کا بہت ہی اہتمام ہے اور دقیق دقیق شوائب نفس پر نظر ہے۔ صدق وخلوص آپ کا شعار اور عبدیت وانکسار آپ کا حال ہے۔ سفر حج میں موٹر چلانے والے نے نماز کے وقت

www.ahlehaq.org

جب کسی طرح موٹر نہ روکا تو حکیم صاحب چلتی موٹر سے کودنے کے لیے تیار ہو گئے لیکن خدا کی شان موٹر میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی اور خود بخود رک گیا اور اس طرح بفضلہٖ تعالیٰ حکیم صاحب کی برکت سے سب سواریوں کو اطمینان سے نماز پڑھنے کا موقع مل گیا۔ آپ کارہائے خیر کے بہت حریص ہیں ۔ طلبہ اور مساکین کا نہایت توجہ کے ساتھ مفت علاج کرتے ہیں نیز اپنے شناسا عازمان حج کو سفر میں کام آنے والی دوائیں اور بعض دیگر کارآمد اشیاء مثلاً سمت کعبہ معلوم کرنے کا نقشہ وغیرہ اکثر ہدیۃً عطا فرماتے رہتے ہیں اور حقوق جوار واحباب کا بہت لحاظ فرماتے ہیں ۔ بڑی عمر میں کلام مجید حفظ فرمایا اور حافظوں کو لقمہ دینے میں خاص طور سے ماہر ہیں ۔ غرض آپ کی ذات والا صفات مجموعہ کمالات جلیلہ اور مخزن اوصاف جمیلہ ہے ۔ اللھم ادم فیضه و عمم و تمم ۔

۸۔ جناب مولانا مولوی سید اسحٰق علی صاحب کانپوری مدت فیوضہم العالیہ

آپ نہایت قابل اور ذی استعداد مدرسین میں سے ہیں اور الہ آباد یونیورسٹی میں بڑے مشاہرہ پر عربی کے پروفیسر ہیں ۔ آپ نہایت سلیم الفطرت اور متواضع صاحب نسبت بزرگ اور حضرت والا کے خلیفہ مجاز ہیں ۔ حج بیت اللہ جاتے وقت حضرت والا کو ایک ایسا عریضہ لکھا تھا جس کے لفظ لفظ سے اشتیاق اور اس کے ساتھ ہی عبدیت و انکسار مترشح ہوتا تھا اور یہ شعر بھی نہایت خجلت و ندامت کا اظہار کرتے ہوئے لکھا تھا ۔

بطواف کعبہ رفتم بحرم رہم نہ دادند   تو بروں در چہ کردی کہ درون خانہ آئی

(میں کعبہ کے طواف کیلئے گیا تو مجھے انہوں نے حرم میں نہ جانے دیا، اور کہا کہ تو نے حرم سے باہر کیا کر دکھایا ہے جو حرم میں آتا ہے)

اور لکھا تھا کہ اس حالت میں حاضری بیت اللہ کی ہمت تو نہیں پڑتی لیکن فریضہ حج کی ادائیگی بھی لازمی ہے لہذا سرنگوں جا رہا ہوں ۔ اللھم ادم فیضه و عمم و تمم ۔

۹۔ جناب مولانا مولوی مظہر الحق صاحب رحمہ اللہ (ساکن راموضلع چاٹگام)

آپ بڑے ادیب اور نظم و نثر عربی و فارسی پر قادر تھے بنگال میں آپ کی لیاقت کا شہرہ تھا ۔ اعلیٰ اللہ تعالےٰ درجاته فی الجنة ۔

www.ahlehaq.org

۱۰۔ جناب مولانا مولوی سعید احمد صاحب اٹاوی رحمہ اللہ

آپ ریاست گوالیار میں بعہدہ جج ممتاز تھے اور آپ گھر کے بھی بڑے رئیس تھے۔ آپ نے گومدرسی نہیں کی لیکن دینی کاموں میں حصہ لے لے کر دین کی بڑی خدمت کی۔ اعلیٰ اللہ تعالےٰ درجاته فی الجنة۔

نوٹ یہ دسوں حضرات کاملین گویا۔ تلک عشرة کاملہ کے مصداق ہیں۔

مولانا ظفر احمد عثمانی، مولانا سعید احمد اور مولوی مظہر علی خان رحمہم اللہ

اب آخر میں جناب مولانا مولوی ظفر احمد صاحب تھانوی مدت فیوضہم العالیہ کی ایک تحریر درج کی جاتی ہے جو حضرت ممدوح نے احقر کی درخواست پر اس امر کے متعلق لکھی ہے کہ انہوں نے اور ان کے بڑے بھائی جناب مولانا سعید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اور حضرت والا کے چھوٹے علاتی بھائی جناب خان صاحب مولوی محمد مظہر علی صاحب نے حضرت والا سے کون کون سی کتابیں پڑھی ہیں وہ تحریر یہ ہے۔

الحمدللہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفےٰ۔ مابعد منجملہ ان نعمائے عظام کے جو حق جل وعلاشانہ نے اس ناچیز پر فائز فرمائی ہیں ایک نعمت عظمیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بچپن کے زمانہ میں جبکہ میری عمر ۱۲۔۱۳ سال کے درمیان تھی حضرت حکیم الامت مجدد الملت دامت برکاتہم سے شرف تلمذ عطا فرمایا۔ اس زمانہ میں حضرت والا بعد نماز مغرب اور گاہے بعد نماز فجر چند طلبہ کو جن میں برادرم مرحوم مولانا سعید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ زیادہ مقصود تھے تجوید قرآن کی مشق کرایا کرتے تھے۔ یہ کمترین بھی مشق تجوید میں شریک ہوتا تھا اور رسالہ تنشیط الطبع سبقاً سبقاً حضرت والا سے بھائی صاحب مرحوم کے ساتھ پڑھا اور کچھ حصہ المکرّرہ کا بھی پڑھا ہے۔ اسی زمانہ میں مولانا استاذ نا مولوی عبداللہ صاحب مرحوم گنگوہی اور بھائی صاحب مرحوم بعد نماز عصر کے مثنوی شریف حضرت سے پڑھتے تھے یہ ناچیز بھی بالالتزام اس درس میں شریک ہوتا تھا پھر جب مولانا محمد عبداللہ صاحب مرحوم کچھ عرصہ کیلئے مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون سے رخصت لے کر حضرت قطب عالم مولانا گنگوہی کی خدمت میں رہنے کے لیے گنگوہ چلے گئے تو بندہ کے اسباق عربی میں سے التلخیصات العشر کا

www.ahlehaq.org

سبق حضرت حکیم الامت دام مجدہم کے پاس ہونے لگا بقیہ اسباق بھائی صاحب مرحوم کے پاس ہوتے تھے۔ **التلخیصات العشر** میں سے تلخیص المنار مع المدار اور تلخیص المفتاح و تلخیص ہدایۃ الحکمت مع درایۃ العصمۃ و تلخیص المرقاۃ، و تلخیص البدایۃ للغزالی و عشرہ طروس تلخیص مأۃ دروس کا حضرت سے پڑھنا بخوبی یاد ہے بقیہ حصہ بھی خیال ہے کہ حضرت ہی سے احقر نے پڑھا ہے۔

برادرم مرحوم مولانا سعید احمد رحمۃ اللہ علیہ نے نصاب ضمان التکمیل کی تکمیل حضرت ہی کی خدمت میں کی ہے۔ یتسیر الوصول اور توضیح و تلویح اور شرح عقائد نسفی و جلالین شریف وغیرہ اس نصاب کی بڑی کتابیں اور کچھ کتابیں درس نظام کی میرے سامنے حضرت سے انہوں نے پڑھی ہیں اور مثنوی شریف کی چند جلدیں بھی سبقاً سبقاً پڑھی تھیں یہ یاد نہیں کہ ۶ دفتر پورے ہوگئے تھے یا نہیں۔

محترمی و مکرمی جناب ماموں مظہر علی صاحب مظہر تھانوی حال اسسٹنٹ ڈائریکٹر محکمہ سی آئی ڈی نے بھی حضرت سے نصاب ضمان **التکمیل** پڑھا ہے اور بہت اچھی طرح پورا پڑھا ہے کہ سفر و حضر میں حضرت کے ساتھ رہتے اور ان کی خداداد ذہانت سے درس کے وقت حضرت بعض وقت بہت خوش ہوا کرتے تھے۔ خدا کرے کہ یہ زمانہ پھر اپنا رنگ دکھلائے اور ممدوح موصوف پھر علوم اسلامیہ عربیہ و احادیث نبویہ کے مشتاق ہو کر اپنے اصلی مرکز کی طرف واپس آ جائیں تا کہ حضرت والا نے جو تخم لگایا ہے وہ بار آور ہو اور اس کے ثمرات دنیا اور آخرت میں ظاہر و نمایاں ہوں۔ آمین والسلام۔ ظفر احمد عفا عنہ۔ ۷ صفر ۱۳۵۴ھ۔

تلامذہ سے محبت و شفقت

غرض حضرت والا کے تلامذہ میں بڑے بڑے ذی استعداد اور بڑے بڑے تنخواہ دار جامع ظاہر و باطن اہل کمال ہوئے ہیں اور ہیں۔ حضرت والا کو اپنے شاگردوں سے اس درجہ محبت و شفقت کا تعلق ہے کہ اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ اتنا تعلق مجھ کو اپنے معتقدین سے نہیں کیونکہ معتقدین سے اتنی طبیعت کھلی ہوئی نہیں جتنی شاگردوں سے طبیعت کھلی ہوئی ہے اور بے تکلف ہے۔ اسی طرح حضرت والا کے شاگردوں کو بھی حضرت والا کے ساتھ اپنے طالب علمی ہی کے زمانہ سے محبت بدرجہ عشق ہے۔ غرض بڑے خوش قسمت ہیں وہ حضرات جن کو حضرت والا سے شرف تلمذ حاصل ہے۔ فطوبیٰ لھم و ھنیًا لھم۔

www.ahlehaq.org

باب دہم۔

''مواعظ حسنہ''

خداداد ملکہ

یہ ظاہر ہے کہ وعظ گوئی یا بالفاظ دیگر تبلیغ احکام الٰہیہ کا کام انبیاء علیہم السلام کی اہم ترین سنت جلیلہ ہے۔ لہذا جن حضرات علماء کرام کو ورثۃ الانبیاء بنا کر دنیا میں بھیجا جاتا ہے ان کے اندر بھی حق تعالیٰ کی طرف سے یہ صفت خاص بدو فطرت ہی سے ودیعت فرما دی جاتی ہے بالخصوص ایک حکیم امت اور مجدد ملت میں تو اس صفت کا بدرجہ اتم ہونا بہت ہی ضروری تھا۔ چنانچہ حضرت والا میں بفضلہٖ تعالیٰ وعظ گوئی کا خداداد ملکہ ابتدا ہی سے موجود ہے جس کے آثار بچپن ہی سے شروع ہو گئے تھے چنانچہ حضرت والا کا یہ ایک بچپن کا کھیل تھا کہ تنہائی میں مسجد کے منبر پر چڑھ جاتے اور خطبہ کے طور پر کچھ پڑھ پڑھا کر اتر آتے۔ جیسا کہ باب طفولیت میں مذکور ہو چکا ہے اور اب تو حضرت والا کا راس الواعظین ہونا ایسا ظاہر و باہر ہے کہ اس امر مشاہد پر دلائل قائم کرنے کی بھی قطعاً ضرورت نہیں رہی۔ بمصداق ع آفتاب آمد دلیل آفتاب کیونکہ ایک دنیا اس کا مشاہدہ کر رہی ہے اور اس کی تصدیق کر چکی ہے۔

چنانچہ صدہا مواعظ آج حضرت والا کے مطبوعہ صورت میں موجود ہیں جن کو دیکھ کر ہر شخص جب چاہے اس کی بہ آسانی تصدیق کر سکتا ہے حالانکہ ان میں حضرت والا کے پورے الفاظ بھی نہیں ہیں کیونکہ حضرت والا کی تقریر میں اس درجہ روانی ہوتی کہ کوئی کتنا ہی زود نویس کیوں نہ ہو اس کو لفظ بہ لفظ قلم بند کر ہی نہیں سکتا اور جو اثر خاص حضرت والا کی زبان فیض ترجمان سے نکلے ہوئے نہایت ہی برجستہ پر معنی فصیح و بلیغ اور جامع مانع الفاظ میں ہوتا ہے اس کا لطف کچھ وہی سب جانتے ہیں جنہوں نے حضرت والا کا کوئی وعظ سنا ہے۔ بلا مبالغہ بس یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی زبردست محقق اور جید عالم نے نہایت فرصت میں اور نہایت غور و خوض کے

www.ahlehaq.org

ساتھ کسی ایک خالص اور دقیق ومفید علمی وعملی مضمون پر نہایت مبسوط اور مربوط جامع مانع رسالہ تصنیف کیا ہے وہ پڑھ کر سنایا جارہا ہے عام واعظوں کی طرح نہیں کہ بلالحاظ اصل مضمون جو کچھ ذہن آتا چلا گیا اس کو بلا ترتیب بیان کرتے چلے گئے اور جہاں چاہا ختم کر دیا۔

حضرت والا کے مواعظ کے قابل قدر اور عام پسند ہونے کی یہی ایک دلیل کافی ہے کہ امت محمدیہ میں بہت ہی کم بلکہ شاذ و نادر ہی ایسے افراد گزرے ہیں جن کے مواعظ بدوں اس کے کہ ان کی طرف سے یا ان کے مخصوصین کی طرف سے کوئی سعی کی گئی ہو منجانب عامہ مشتاقین اس اہتمام واشتیاق کے ساتھ قلمبند کیے گئے ہوں اور اس کثرت کے ساتھ طبع ہو کر واعظ کی حیات ہی میں مطبوع ومقبول خواص وعوام ہو گئے ہوں۔

زمانۂ طالب علمی میں وعظ کی مشق

حضرت والا کو طالب علمی ہی کے زمانہ سے بلکہ جیسا ابھی بیان کیا گیا بچپن ہی سے وعظ کہنے کا شوق تھا۔ طالب علمی کے زمانہ میں حضرت والا نے اپنے ہم سبق کی ایک جماعت قائم کر کے ہر شب جمعہ کو نوبت بہ نوبت وعظ گوئی کی مشق کا انتظام فرمایا تھا گو اس انجمن کا کوئی نام نہ تھا لیکن کام باقاعدہ ہوتا تھا۔ آج کل کی انجمنوں کی طرح نہیں کہ نام تو لمبا اور کام دیکھو تو برائے نام اور بہت تھوڑا۔ اس سلسلہ میں حضرت والا کے بہت سے وعظ مدرسہ دیو بند میں ہوتے رہے۔

پہلا عمومی وعظ

حضرت والا کا نکاح طالب علمی ہی کے زمانہ میں ہو گیا تھا۔ ایک تقریب میں جب تھانہ بھون تشریف لانا ہوا تو حضرت والا کے والد ماجد نے حضرت کے ماموں جناب منشی واجد علی صاحب سے جمعہ کے روز جامع مسجد میں جانے کے وقت فرمایا کہ میں تو مشغولی کے سبب حوض والی مسجد میں جمعہ پڑھوں گا۔ تم آج جامع مسجد میں اس سے بعد نماز جمعہ وعظ کہلوانا۔ انہوں نے حضرت والا سے کہا کہ حضرت والا نے مارے شرم کے انکار کر دیا لیکن انہوں نے نہ مانا اور خود بخود وعظ کا اعلان کر دیا۔ پھر تو مجبوراً حضرت والا کو وعظ کہنا ہی پڑا

www.ahlehaq.org

لیکن فرماتے ہیں کہ مجھے اتنی شرم آئی کہ منبر پر بھی نہیں بیٹھا بلکہ نیچے بیٹھ کر اور نظریں نیچی کیے ہوئے سورہ بقرہ کی شروع آیات کا وعظ بیان کیا۔

حضرت مولانا شیخ محمدؒ کی توجہ

حضرت والا نے اس کے بعد ہی قریب زمانہ میں خواب دیکھا کہ حضرت مولانا شیخ محمد صاحب محدث تھانوی رحمۃ اللہ علیہ جن کو انتقال فرمائے تقریباً دو سال گزر گئے تھے ایک موضع ہے۔ دو ہیٹر و جو مظفر نگر اور چرتھاول کے درمیان واقع ہے اور جہاں حضرت مولانا ممدوح رحمۃ اللہ علیہ کے متعدد مریدین تھے وہاں مسجد کے سامنے برگد کے نیچے جواب تک موجود ہے ایک پلنگ کے اوپر تشریف فرما ہیں۔ حضرت والا بہت اشتیاق کے ساتھ حاضر ہوئے اور پاس جا بیٹھے اور عرض کیا کہ حضرت مجھ کو آپ کے انتقال کا بہت صدمہ ہے اور واقعی ایسا ہی تھا۔ اس پر مولانا نے فرمایا کہ مجھ کو تو جو توجہ تمہارے ساتھ حالت حیات میں تھی وہی اب بھی ہے۔ پھر مولانا نے خواب ہی میں فرمایا کہ ہم نے سنا ہے تمہاری شادی ہوگئی ہے؟ حضرت والا نے عرض کیا جی ہاں فرمایا مبارک ہو۔ اھ۔ چونکہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ بڑے مشہور و معروف علامہ اور شیخ کامل تھے اور تھانہ بھون میں اکثر وعظ فرمایا کرتے تھے اس لیے حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ بظن غالب میرے وعظ کہنے ہی کی وجہ سے مجھ کو خواب میں مولانا کی زیارت ہوئی۔

شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے عرس پر وعظ

علاوہ طالب علمی کے خاص مشقی وعظوں کے حضرت والا کا سب سے پہلے عام وعظ غالباً یہی تھا جو بہ فرمائش والد ماجد جامع مسجد تھانہ بھون میں بہ عمر تخمیناً اٹھارہ سال فرمایا گیا۔ پھر تو ایسا سلسلہ شروع ہوا کہ جب خسرال میں بمقام گنگوہ پہنچے اور اتفاق سے وہ زمانہ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس کا تھا تو وہاں بھی لوگوں نے بہ اصرار وعظ کہلوایا جس میں بڑے بڑے پیرزادے بھی شریک تھے۔ حضرت والا نے اول خوب جوش و خروش کے ساتھ حضرات اولیاء اللہ کے فضائل بیان فرمائے۔ پھر بدعات کا رد فرمایا اور سماع مروج کی مضرت بیان فرمائی چونکہ حضرت والا کو اس زمانہ نوعمری میں بھی سب لوگ بہت وقعت کی نگاہ

www.ahlehaq.org

سے دیکھتے تھے یہاں تک کہ باوجود اختلاف مشرب نماز بھی حضرت والا ہی سے پڑھواتے تھے اس لیے کسی نے برا نہ مانا اور برابر بیٹھے سنتے رہے۔ جب حضرت والا مغرب کی نماز پڑھانے کے لیے کھڑے ہوئے اس وقت البتہ ایک پیر جی نے صف سے جدا ہو کر اپنی نماز الگ پڑھی بعد نماز ایک صاحب نے ان سے وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا کہ یہ بزرگوں کو برا کہتے ہیں۔ اس لیے ہم نے ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھی۔ پوچھا گیا کون سے بزرگ کو برا کہا۔ بزرگوں کے تو فضائل ہی بیان کیے گئے تھے۔ کہاں کہ ڈھولکی کو برا کہا ہے۔ پوچھا گیا کہ کیا ڈھولکی تمہاری بزرگ ہے۔ کہا ہاں ڈھولکی ہماری بزرگ ہے۔ اس پر بڑا قہقہہ ہوا۔ انہوں نے جوش میں آ کر یہاں تک کہہ ڈالا کہ اگر جبرئیل علیہ السلام بھی آ کر اس کے خلاف کہیں گے تب بھی میں نہ مانوں گا۔ اس پر سب لوگوں نے خود پیرزادوں نے بھی ان کو بہت برا بھلا کہا اور کہا کہ یہ حضرات علماء ہیں ان کو حق ہے کہ شریعت کے احکام ہم کو بتائیں۔ صوفیوں نے ہمیشہ شریعت کا ادب کیا ہے اور احکام شریعت کے سامنے اپنا سر تسلیم خم کیا ہے اور کبھی مزاحمت نہیں کی۔ اھ۔ غرض پیرزادوں نے بھی حضرت ہی کی حمایت کی۔ پھر ان معترض صاحب نے بعد کو لوگوں سے پوچھا کہ جُبّہ شریف کی بھی زیارت کی تھی؟ معلوم ہوا کی تھی۔ تو تھانہ بھون آ کر حضرت والا نے معافی چاہی۔ حضرت والا اس واقعہ کو نقل فرمایا کرتے ہیں کہ پہلے زمانہ کے پیرزادے بھی بہت غنیمت تھے کیونکہ وہ اللہ اللہ کرنے والے تھے گو غلطیوں میں مبتلا تھے مگر اللہ کے نام لینے کی برکت تھی اور آج کل تو اکثر محض دوکاندار ہی ہیں۔

وعظ کے معاوضہ سے پرہیز

حضرت والا نے وعظ کہنے کا کبھی کسی قسم کا معاوضہ نہیں لیا۔ حتیٰ کہ جس ہدیہ میں صورت معاوضہ پیدا ہوئی۔ اس سے بھی اعراض فرمایا۔ چنانچہ ایک مرتبہ کانپور میں نواب صدیق حسن خاں صاحب کی صاحبزادی صفیہ بیگم نے حضرت والا سے وعظ کہلوایا اور بعد ختم وعظ ایک معتد بہ رقم پیش کی۔ حضرت والا نے صاف انکار فرما دیا انہوں نے عرض کیا کہ یہ معاوضہ نہیں ہے فرمایا کہ صورت تو معاوضہ ہی کی سی ہے۔ دیکھنے والوں کو تو یہی شبہ ہوگا پھر کسی کو بلا ہدیہ دیئے وعظ کہلوانے کی ہمت نہ ہوگی۔ پھر عرض کیا کہ کھانا نوش فرما لیجئے اس پر ارشاد فرمایا کہ گھر

www.ahlehaq.org

بھیج دیجئے تاکہ اس میں بھی معاوضہ کی سی صورت نہ پیدا ہو کیونکہ میں مہمان دوسری جگہ ہوں۔ اور یہ بھی ان کی خاطر تھی کیونکہ ان کا مخلص ہونا ان کے قدیم برتاؤ سے معلوم تھا۔

حضرت کے مواعظ کے موضوعات

حضرت والا جہاں سفر فرماتے وعظ فرماتے اور فرمایا کرتے کہ بلا وعظ کہے کسی جگہ جا کر روٹیاں کھانے میں شرم آتی ہے۔ حضرت والا نے کبھی کسی خاص شخص کا فرمائشی مضمون وعظ میں نہیں اختیار فرمایا بلکہ منجاب اللہ عین وقت پر جو مضمون قلب میں وارد ہوا اسی کو بیان فرما دیا۔ البتہ اگر دوران وعظ فرمائشی مضمون ہی کے بیان کی ضرورت محسوس ہوئی یا اتفاقاً وہی مضمون معرض بیان میں آ گیا تو اور بات ہے۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے یہ فرمائش کی کہ وعظ میں ذرا ڈھولکی والوں کی بھی خبر لیجئے گا۔ فرمایا کہ میں کسی کی خبر نہیں لیتا یہ میری عادت کے خلاف ہے جو میری سمجھ میں آئے گا بیان کروں گا۔ بعض جگہ دو مدرسہ والوں میں باہم کشاکشی تھی۔ وہاں بھی رفع اختلاف کے لیے وعظ کہلوانا چاہا لیکن حضرت والا نے اس مضمون پر کچھ بیان نہ فرمایا کیونکہ اختلافیات کے متعلق بیان کرنے میں یہ خرابی ہے کہ جس فریق کے خلاف روئے سخن ہوگا وہ سمجھے گا کہ یہ دوسرے فریق کی طرف داری کر رہے ہیں اور یہ خیال ہوگا کہ ان لوگوں نے اپنی طرف کر لیا ہے لہذا کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ فرمایا کرتے ہیں کہ وعظ میں سوائے مصلحت عامہ کے اور کوئی غرض نہ ہونی چاہیے۔ اور فرمائشی مضامین اکثر اعراض خاصہ پر مبنی ہوتے ہیں لہذا ان کا برا اثر ہوتا ہے۔

عجیب وغریب واقعہ

حضرت والا نے ایک مرتبہ فرمایا کہ جیسا ہو سکتا ہے برا بھلا بیان کر لیتا ہوں پہلے سے سوچنے یا کتاب دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوتا جو کچھ بیان ہوتا ہے وہ وقتی واردات ہوتے ہیں اس فی البدیہہ آمد سے ایک دفعہ مجھے خیال پیدا ہو گیا کہ مجھ میں کچھ قوت بیانیہ زباندانوں کی سی نہ سہی مگر کچھ تو کہہ ہی لیتا ہوں اس کے بعد ایک دن گڑھی خام میں وعظ کہنے بیٹھا تو مطلق نہ چل سکا۔ بہتیرا سوچ ساچ کر پھیر پھار کر بیان کرنا چاہا مگر کچھ بیان نہ ہو سکا اور بالکل تقریر نہ چل سکی۔ کوئی مضمون ہی ذہن میں نہ آیا آیت پڑھ کر اس کا ترجمہ کیا

www.ahlehaq.org

بس پھر طبیعت بند مرادفات بڑھا کر مکرر ترجمہ کیا کہ شاید اسی سے کچھ طبیعت کھلے اور آگے کو سلسلہ چلے لیکن اس سے بھی کچھ نہ ہوا مجبور ہو کر میں نے چاہا کہ لاؤ کوئی مضمون پہلے کا بیان کیا ہوا ہی بیان کر دوں کیونکہ آخر بہت سے مضامین پہلے کے بیان کیے ہوئے بھی اور پڑھے ہوئے بھی تھے ہی لیکن اس وقت کوئی ایسا مضمون بھی یاد نہیں آتا تھا اور ذہن کچھ کام ہی نہیں دیتا تھا۔ اب مجھے معلوم ہو گیا کہ اس وقت مجھ کو دراصل بیان پر قدرت ہی نہیں رہی لہذا مجبور ہو کر میں نے مجمع سے کہہ دیا کہ صاحبو! اس وقت کوئی مضمون ہی ذہن میں نہیں آتا کیا بیان کروں بس آپ دعا کیجئے۔ چنانچہ دعا کر کے بیان ختم کر دیا۔ شروع کرنے سے پہلے ہی ختم کر دیا۔ شرم بھی آئی کہ وعظ کا سامان فرش چوکی وغیرہ سب کچھ ہوا لوگ بھی وعظ سننے کے لیے بہت اشتیاق کے ساتھ جمع ہوئے لیکن مجھ سے کچھ بیان ہی نہ ہو سکا سب کو تعجب تھا کیونکہ ایسا کبھی ہوا ہی نہ تھا لیکن مجھے کچھ بھی تعجب نہ تھا کیونکہ مجھ کو معلوم تھا یہ اللہ تعالیٰ نے میرے ناز کا علاج کیا ہے اور میرے اس خطرہ کا جواب دیا ہے جو مجھ کو اس واقع سے قبل کبھی کبھی گزرتا تھا کہ مجھے بیان پر قدرت حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دکھلا دیا کہ یہ سب ہماری توفیق ہے ورنہ تمہیں کچھ بھی قدرت حاصل نہیں چنانچہ میں نے اس خیال سے توبہ کی بس پھر کبھی ایسا نہیں ہوا۔ عمر بھر میں ایک ہی مرتبہ یہ صورت واقع ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے عمر بھر کے لیے سبق دے دیا تا کہ کبھی وسوسہ بھی نہ آئے کہ ہم جب چاہیں بیان کر سکتے ہیں۔ اور یہ دکھلا دیا کہ جو بیان ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ ہی کی توفیق سے ہوئے ہیں۔ اھ

وعظ کا انداز

حضرت والا نے ہمیشہ خطبہ ماثورہ پڑھ کر کسی آیت یا حدیث سے وعظ شروع فرمایا ہے لیکن بیشتر آیات سے اور گاہ گاہ احادیث سے نیز حضرت والا نے گاگا کر اشعار پڑھنے یا مقفیٰ مسجع عبارت آرائی میں مثل عام واعظین کے محض وقت گزاری تو کبھی نہیں فرمائی ہمیشہ نہایت فصیح و بلیغ اور پر مغز و متین الفاظ میں وعظ بیان فرمایا۔ پھر بھی تاثیر کی یہ کیفیت ہوتی کہ سامعین محو ہو کر رہ جاتے۔ یہاں تک کہ بعض مخالفین کہتے کہ وہاں نہ جاؤ وہ تو وعظ میں کچھ عمل کر دیتے ہیں حالانکہ جو کچھ اثر ہوتا تھا وہ محض حقانیت اور خلوص کی وجہ سے ہوتا تھا جو

www.ahlehaq.org

حضرت والا کے بہت نمایاں اوصاف میں سے ہیں۔ حضرت والا دوران وعظ میں عربی فارسی اور اردو کے اشعار ایسے برمحل پڑھتے کہ مضمون میں جان پڑ جاتی اور سامعین بیساختہ پھڑک اٹھتے۔ اور یہ معلوم ہوتا کہ گویا یہ شعر اسی موقع کے لیے تصنیف کیا گیا تھا۔ گو حضرت والا نے اشعار یاد کرنے کی طرف کبھی توجہ نہیں فرمائی مگر پھر بھی اس قدر اشعار زبان پر ہیں کہ ایک ذی علم نے تصانیف اور مواعظ سے جمع کیے تو تقریباً ایک ہزار ہوئے۔

اشعار کا استعمال

حضرت والا نے اشعار کو کبھی موسیقی کے طرز پر نہیں پڑھا۔ جب کوئی شعر برمحل یاد آ گیا تو بیساختگی کے ساتھ اپنے خاص دلکش طرز پر پڑھ دیا جس سے سامعین پر وجد کی سی کیفیت طاری ہو ہوگئی ایک عامی شخص کا قول یاد آیا کہتا تھا کہ جب شعر پڑھتے ہیں تو دل اچک لیتے ہیں۔ ایک دفعہ الہ آباد میں وعظ فرمایا چونکہ حضرت والا کو زکام تھا اس لیے آواز بھاری ہوگئی تھی کسی نے وعظ کے بعد کہا کہ وعظ تو بہت اچھا ہے مگر آواز اچھی نہیں ہے۔ یہ سن کر حضرت والا نے دوسرے موقع پر فرمایا کہ میں ڈوم نہیں ڈوم کی اولاد نہیں ڈوم کا شاگرد نہیں۔ تمثیلات و حکایات کے باموقع لانے میں تو وہ کمال حاصل ہے جو حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کو حاصل تھا۔ لطیفوں بلکہ بیہودہ بیہودہ اور فحش فحش حکایتوں سے بھی وہ نتائج اور نصائح مستنبط فرما لیتے ہیں کہ سبحان اللہ اور یہ لطائف و حکایات و تمثیلات کبھی مجمع کو رلا دیتی ہیں اور کبھی ہنسا دیتی ہیں۔ حضرت والا کا وعظ جملہ علوم عالیہ مقصودہ کو حاوی ہوتا ہے مگر تصوف کا رنگ سب پر غالب رہتا ہے۔ اور ہر وعظ اسی پر ختم ہوتا ہے۔

تاثیر اور مقبولیت عامہ

حضرت والا جہاں تشریف لے جاتے دور دراز سے لوگ آ آ کر زیارت کرتے اور پے در پے درخواستیں کر کے اپنے یہاں حضرت والا کو وعظ کہلوانے کے لیے لے جاتے۔ قبل وعظ سامعین کا مجمع حضرت والا کے اشتیاق و انتظار میں بیٹھا ہوا گویا یوں مترنم ہوا کرتا تھا۔ ؎

بنمائے رخ کہ خلقے والہ شوند وحیراں   بکشائے لب کہ فریاد از مرد و زن برآید

www.ahlehaq.org

(رُخ دکھاؤ کہ مخلوق دیوانی و پریشان ہو رہی ہے، لب کھولئے کہ مرد وعورت سب فریاد کر رہے ہیں)

اور دوران وعظ میں سارے مجمع پر ایک محویت کا عالم طاری رہتا۔ **کان علیٰ رؤسهم الطیر**۔ بعض بڑے بڑے امراء اور اہل تنعم کو بھی دیکھا گیا کہ ان پر دھوپ آ گئی ہے مگر پھر بھی اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہیں ہوئے۔ اکثر وعظوں میں سامعین پر گریہ اور بعض پر وجد تک طاری ہو ہو گیا ہے۔ چنانچہ مدرسہ دارالعلوم دیوبند کے بڑے جلسہ دستار بندی میں تو حضرت والا کے وعظ میں ایک صاحب پر اس قدر شدید کیفیت وجد یہ طاری ہوئی کہ وہ کسی طرح فرو ہی نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ وعظ کا مجمع ہی بالکل درہم برہم ہو گیا اور وعظ ناتمام ہی رہا۔ کیونکہ وہ وجد میں لوگوں پر کودنے پھاندنے لگے تھے جس سے لوگوں کے چوٹیں لگنے لگیں اس لیے سب گھبرا کر منتشر ہو گئے۔ ایک صاحب جلسہ موتمر الانصار مراد آباد کے وعظ سے اس قدر متاثر ہوئے کہ جب وعظ کہہ کر حضرت والا تخت سے نیچے اترے تو قدموں پر گر کر لوٹنے لگے اور یہ بھی ہوش نہ رہا کہ اژدحام میں کچل جاؤں گا اور اس قدر گرویدہ ہوئے کہ غالباً حضرت والا ہی کے ساتھ یا دو ایک دن بعد ترک تعلقات کی نیت کر کے تھانہ بھون ہی آ پہنچے لیکن حضرت والا نے بوجہ عدم مناسبت ان کو بیعت میں قبول نہ فرمایا اور ایسے حضرات تو صدہا ہیں جو وعظوں سے متاثر ہو کر ہمیشہ کے لئے طالب مولیٰ اور تائب و تارک معاصی ہو گئے۔

تاثیراتِ قلبیہ کی ترجمانی

یہ سب اثر اس کا ہے کہ حضرت والا کا ہر وعظ از دل خیزد و بر دل ریزد کا صحیح مصداق ہوتا ہے۔ چنانچہ فرمایا کرتے ہیں کہ جب میں کسی کو کچھ نصیحت کرتا ہوں تو میں دل و جان سے چاہا کرتا ہوں کہ یہ ایسا ہی ہو جائے۔ نیز اکثر مضامین خود حضرت والا ہی کے تاثرات قلبیہ اور احوال عالیہ کی حکایات ہوتے ہیں اس لیے حضرت والا کا ہر وعظ حضرت مولانا رومیؒ کے اس شعر کا مصداقہ ہوتا ہے ۔

بشنوید اے دوستاں ایں استاں — فی الحقیقت نقد حالِ ماست آں

(اے دوستو! یہ داستان سنو، کہ درحقیقت یہ ہمارے ہی حال کی ترجمان ہے)

www.ahlehaq.org

چنانچہ خود حضرت والا نے فرمایا کہ جب میں اپنے اندر کوئی امر قابل اصلاح محسوس کرتا ہوں تو اس کے متعلق وعظ کہہ دیتا ہوں اس سے بہت فائدہ ہوتا ہے کیونکہ بیان کے وقت جوش بھی ہوتا ہے جس سے قلب پر اثر پڑتا ہے نیز شرم بھی آتی ہے کہ جس بات کی نصیحت اوروں کو کر رہے ہیں خود بھی تو اس پر کاربند ہونا چاہیے۔ ''وعظ الغضب'' اسی مصلحت سے کہا گیا تھا۔ اھ۔ غرض حضرت والا کی ہر تقریر پرتاثیر خود حضرت والا ہی کے تاثرات قلبیہ کی ترجمان ہوتی ہے۔ بفحوائے۔

بیان شوق چہ حاجت کہ حال آتش دل   تواں شناخت زسوز یکہ درسخن باشد

(شوق کے بیان کی کیا ضرورت ہے کیونکہ دل کی آگ کا حال باتوں میں جو سوز ہے اس سے پہچانا جاسکتا ہے)

جدید تعلیم یافتہ اور دوسرے مذاہب والوں کا متاثر ہونا

بڑے بڑے معزز عہدہ داروں اور انگریزی دانوں کو خود احقر نے یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ہم نہیں سمجھتے تھے کہ مولویوں میں بھی ایسے واعظ ہیں جو ہر بات کو دلائل منطقی و عقلی سے ثابت کر دیں اور اس کے تجربہ کا بھی احقر کو بارہا اتفاق ہوا ہے کہ حضرت والا کے مطبوعہ مواعظ سن کر نہ صرف مسلمانوں پر بلکہ بڑے بڑے طبقہ کے نوتعلیم یافتہ ہندوؤں، عیسائیوں اور شیعوں پر بھی بے حد اثر ہوا ہے۔ یہاں تک کہ ایک پہاڑی قوم کا ہندو ماسٹر جو عموماً اپنے مذہب میں بہت سخت ہوتے ہیں۔ حضرت والا کے مطبوعہ مواعظ لے لے کر پڑھتا تھا اور شیعوں کے بعض مجتہدین تک احقر سے ایک صاحب کے ذریعہ منگوا منگوا کر پڑھتے تھے اور اپنی مجلسوں کو ان کے مضامین سے رونق دیتے اور گرم کرتے تھے۔ ایک پانی پتی واعظ حضرت والا کو غائبانہ بہت دعائیں دیتا تھا اور کہتا تھا کہ اللہ بھلا کرے میری تو روزی کا سامان ہوگیا۔ میں نے دو تین وعظ زبانی یاد کر لیے ہیں بس انہی کو جگہ جگہ جا کر سنا آتا ہوں۔ خوب نذرانے ملتے ہیں اور لوگ سمجھتے ہیں کہ بڑا بھاری عالم ہے۔ احقر ایک بار ریل میں وعظ راحت القلوب اپنے احباب کو پڑھ کر سنا رہا تھا۔ ہندو سن کر بے اختیار کہنے لگے کہ یہ کتاب کسی بڑے قابل کی لکھی ہوئی ہے اسی طرح سفر رنگون میں وعظ طریق القلندر کو سن کر

www.ahlehaq.org

جہاز والا احقر کو مصنف سمجھ کر کہنے لگا کہ اگر یہ شخص انگریزی پڑھتا تو جج ہو جاتا۔

بھوپال میں ولایت کا ایک اعلیٰ سند یافتہ مرہٹہ ماسٹر جو وعظ میں موجود تھا کہتا تھا کہ میں نے بڑے بڑے لیکچر دینے والوں کے لیکچر ہندوستان میں بھی اور ولایت میں بھی سنے ہیں لیکن کسی میں میں نے وہ بات نہیں دیکھی جو آج ان کے بیان میں دیکھی۔ بدوں پہلے سے نوٹ لکھے ہوئے اتنا طول طویل بیان اور ایسا مدلل و مربوط اور پھر اس قدر روانی کے ساتھ اس سے پہلے میں نے کبھی نہیں سنا۔ ڈیک ریاست بھرت پور میں ایک بڑا عہدہ دار نو تعلیم یافتہ آریہ حضرت والا کے وعظ کو سن کر کہنے لگا کہ مجھے حیرت تھی کہ ایک خالص مذہبی مسئلہ پر یعنی روزہ پر تو وعظ تھا لیکن ایسا مضامین تھے کہ ان کو ہر مذہب والا اپنے مذہبی اصول پر منطبق کر سکتا تھا۔ کانپور میں ایک وعظ کے بعد ایک معزز وکیل صاحب نے حضرت والا کو مخاطب کر کے بہت ہی جوش کے ساتھ یہ شعر پڑھا۔

تو مکمل از کمال کیستی   تو منور از جمال کیستی

(تو کس کے کمال سے مکمل ہے تو کس کے جمال سے مُنوّر ہے)

حضرت والا نے اس کو نقل فرما کر فرمایا کہ میرے بھی جی میں تو آیا تھا کہ اس کے جواب میں یہ کہہ دوں۔

من مکمل از کمال حاجیم   من منور از جمال حاجیم

(میں حضرت حاجی صاحبؒ کے کمال سے مکمل ہوں، میں حضرت حاجی صاحبؒ کے حُسن سے منوّر ہوں)

لیکن شرم آئی کہ کیوں خواہ مخواہ کمال اور جمال کا دعویٰ کروں۔ ایک بے تکلف وکیل صاحب نے ایک وعظ کے بعد کہا کہ آپ بھی کہاں مولویوں میں جا پھنسے۔ آپ تو اگر وکالت پاس کر لیتے تو وکیلوں میں آپ کا کوئی نظیر نہ ہوتا۔

اکابرؒ کی تائیدات

ایک بار حضرت والا گنگوہ میں وعظ فرما رہے تھے اس وقت حضرت مولانا گنگوہیؒ کی

www.ahlehaq.org

خدمت میں جو کوئی حاضر ہوتا فرماتے یہاں کیوں آئے ہو۔ جاؤ حقانی وعظ ہو رہا ہے۔ اسی طرح راس المناظرین حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ وعظ تو ایسا ہوتا ہے کہ کہیں کسی کو انگلی رکھنے کی بھی گنجائش نہیں ہوتی۔

اصلاحِ عوام وخواص کا کامیاب ذریعہ

غرض اس امر کی سینکڑوں شہادتیں موجود ہیں کہ آج وعظ گوئی میں حضرت والا کا کوئی نظیر نہیں جس کو وعظ سننے کا موقع نہ ملا۔ وہ حضرت والا کے مطبوعہ مواعظ ہی کا مطالعہ کر کے اس امر کی بخوبی تصدیق کر سکتا ہے۔ حضرت والا کی خدمت میں آئے دن کثرت سے لوگ بذریعہ خطوط اطلاع دیتے رہتے ہیں کہ مطبوعہ مواعظ کے مطالعہ سے بے حد نفع ہوا اور بالکل کایا پلٹ ہی ہوگئی۔ سینکڑوں انگریزی داں جو دین سے بالکل آزاد اور فیشن کے بے حد دلدادہ تھے مطالعہ مواعظ کی برکت سے پکے دیندار اور پورے ملا بن گئے نہ کوٹ پتلون رہا نہ تصویر دار کمرہ رہا نہ کرزن فیشن رہا۔ ایسے بہت سے حضرات کو خود احقر بھی جانتا ہے۔ جو کسی زمانہ میں سرتاپا انگریزی فیشن میں رہتے تھے اور ملحدانہ عقائد رکھتے تھے لیکن اتفاق سے حضرت والا کا کوئی وعظ نظر سے گزر گیا تو پھر ایسا چسکا لگا کہ سینکڑوں کی تعداد میں دیکھ ڈالے اور حالت کی بالکل ہی کایا پلٹ ہی ہوگئی۔ یہاں تک کہ حضرت والا کے مجاز طریقت ہوگئے۔ وعظ الارواح کو دیکھ کر بعض درویش جو شریعت اور طریقت کو جدا جدا سمجھتے تھے یہاں تک کہ نماز بھی نہ پڑھتے تھے وہ اپنے اس عقیدہ سے تائب ہوئے اور نماز پڑھنے لگے۔ مولود شریف کے متعلق جو مواعظ ہیں اور جو ثلج الصدور اور بدر البدور ہیں ایک جگہ بھی طبع ہوگئے ہیں ان کو دیکھ کر بعض متشددین کی بھی غلط فہمیاں دور ہوگئیں اور عقائد درست ہوگئے یہاں تک کہ وہ اب دوسروں کی اصلاح عقائد کرنے لگے۔ گو نہ حضرت والا کی کبھی زیارت کی نہ رجوع کیا وعظ راحت القلوب سے بہت سے پریشانوں کی جن کی بوجہ مصائب زندگی تلخ ہو رہی تھی ڈھارس بندھ گئی اور متوجہ بحق ہوگئے۔ جو وعظ کسی کی موت پر بغرض تسلی فرمائے گئے تھے ان کا مطالعہ ایسے مواقع کے لیے بے حد تسلی بخش ثابت ہوتا ہے۔

غرض حضرت والا کے مواعظ سے ہزارہا بندگان خدا کو دینی و دنیوی علمی و عملی منافع

www.ahlehaq.org

پہنچے ہیں اور پہنچ رہے ہیں۔ **اللھم زد فزد اللھم عمم وتمم۔**

ایک ریاستی عہدیدار کا واقعہ

جب شملہ جانا ہوا اور حضرت والا وعظ فرمانے کے لیے کھڑے ہوئے تو حسب معمول کپڑے بالکل سادہ تھے لیکن صاف ستھرے۔ ایک نو تعلیم یافتہ نے منتظم جلسہ سے جو ایک ریاست میں کرنیل تھے اور ان کے دوست تھے چپکے سے بطور طعن کے کہا کہ تمہارے علماء کا لباس کیسا ہے جیسے ابھی پائخانہ سے نکل کر آئے ہوں۔ انہوں نے کہا کہ ابھی تو میں اس کا کچھ جواب نہیں دیتا ہاں وعظ کے بعد کہنا جو کچھ کہنا ہو اس وقت جواب دوں گا۔ جب وعظ ختم ہوا تو کرنیل صاحب نے ان سے پوچھا کہ ہاں اب کہیے آپ کیا کہتے تھے اب وہ چپ کہا اجی میری حماقت تھی میں تو یہ سمجھتا تھا کہ جیسا لباس ہے ویسا ہی وعظ بھی ہوگا مگر یہاں تو معاملہ بالکل برعکس ہی نکلا۔ سبحان اللہ سبحان اللہ کیا بیان تھا لباس سے ہرگز نہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ اتنا بڑا شخص ہے۔

کسی شریک جلسہ نے یہ واقعہ حضرت والا سے بیان کر دیا۔ حضرت والا نے دوسرے وعظ میں اول صاحب کے اچھی طرح کان کھولے مگر نہایت تہذیب اور لطافت کے ساتھ۔ جب وعظ فرمانے کھڑے ہوئے تو سب سے پہلے یہ فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض صاحبوں کو ہم لوگوں کا لباس پسند نہیں آیا۔ خیر میں اس وقت اسمیں کلام نہیں کرتا کہ وعظ کہنے کے لیے لباس کا اچھا ہونا بھی ضروری ہے یا نہیں اپنا اپنا مذاق ہے۔ خیر میں ان صاحبوں کی خاطر سے یہ مانے لیتا ہوں کہ واعظ کو اچھا ہی لباس پہن کر وعظ کہنا چاہیے اور اس کو ایک مصلحت پر محمول کرتا ہوں کہ اچھے لباس سے وقعت ہوتی ہے اور متکلم کی وقعت سے کلام کی وقعت ہوتی ہے جس سے اس کا اثر بڑھتا ہے مگر سوال یہ ہے کہ وہ لباس آخر آئے کہاں سے۔ ظاہر ہے کہ اچھے لباس کے لیے کافی رقم کی ضرورت ہوگی جس کے لیے مولویوں کی موجودہ آمدنی تو کافی ہو نہیں سکتی اس لیے اس کی سہل صورت یہ ہے کہ جہاں وعظ ہو وہاں کے حضرات واعظوں کے لیے اپنی پسند کا لباس تیار رکھا کریں اور جب کوئی واعظ آئے بس وہی لباس پہنا کر اس سے وعظ کہلوا لیا جائے اور جب وہ وہاں سے چلنے لگے تو اس لباس کو اتروا لیا جائے تاکہ اسی قسم کے دوسرے موقعوں پر پھر کام دے۔ چنانچہ

www.ahlehaq.org

اب میں اسی کا منتظر ہوں کہ مجوز صاحب ہم لوگوں کے لیے اس کا کیا انتظام فرماتے ہیں اور اگر انتظام نہ کیا تو پھر ان کو ڈوب مرنا چاہیے۔ (کل تقریر میں بس صرف یہ ایک کلمہ تیز تھا) وہ صاحب اس وقت وعظ میں موجود تھے بہت شرمندہ ہوئے۔

حضرت شاہ صاحبؒ کے خطاب پر اعتراض کا جواب

شملہ ہی کا ایک اور واقعہ یاد آیا۔ جناب مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی مع چند دیگر حضرات علماء دیوبند کے حضرت والا کے ہمراہ تھے۔ شاہ صاحب سے بھی اعجاز قرآن کے متعلق وعظ کی فرمائش ہوئی۔ ادھر علمی مضمون ادھر شاہ صاحب کا تبحر ایسے دقیق مضامین بیان فرمائے کہ سامعین کی سمجھ ہی میں نہ آئے جن میں سے اکثر نو تعلیم یافتہ تھے۔ بعد وعظ انہوں نے بطور اعتراض کے آپس میں کہا کہ مولانا کو یہاں تشریف لانے ہی کی کیا ضرورت تھی۔ مدرسہ دیو بند ہی میں بیٹھ کر علماء کے سامنے کیوں نہ وعظ کہہ لیا۔ حضرت والا کو جب اس اعتراض کی اطلاع ملی تو دوسرے وقت اپنے وعظ میں اس اعتراض کو نقل کر کے فرمایا کہ یہ اعتراض ہی لغو ہے آپ لوگ خود اس کے ذمہ دار ہیں کیونکہ مضمون ہی آپ نے ایسا دیا تھا جو علمی تھا اور جس کو اتنا سہل نہیں کیا جا سکتا تھا کہ سب سمجھ سکیں۔ جتنا سہل کیا جا سکتا تھا اتنا بھی قصداً نہیں کیا گیا کیونکہ اس میں ایک بڑی مصلحت تھی ہمیں یہ بھی دکھلانا تھا کہ جب آپ علماء کے اردو کلام کو بھی نہیں سمجھ سکتے تو قرآن وحدیث کو کیا سمجھ سکتے ہیں۔ اور ان سے مسائل مستنبط کرنا تو بہت بڑی بات ہے۔ اب تو آپ کی سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ امور دینیہ میں رائے زنی کرنے کے آپ صاحبان ہرگز اہل نہیں۔ اھ۔ اس پر بھی معترضین بہت شرمندہ ہوئے۔

ایک پیرزادے کی اصلاح

ایک جگہ مارواڑ میں ایک پیرزادے کسی عالم کو اپنے ساتھ اس غرض سے وعظ میں لائے تھے کہ اگر ہمارے خلاف کوئی بات کہیں گے تو حضرت والا کے ساتھ مناظرہ کرائیں گے کیونکہ انہیں اندیشہ تھا کہ وعظ سن کر ان کے معتقدین کہیں برگشتہ نہ ہو جائیں۔ حضرت والا کو اس کا علم بھی نہ تھا لیکن منجانب اللہ مناسب حال مضمون ہی معرض بیان میں آ گیا لہذا

www.ahlehaq.org

دوران وعظ میں فرمایا کہ بزرگوں کی اولاد کا بھی حق ہے ان کی مالی خدمت ضرور کی جائے لیکن ان سے دین کی خدمت ہرگز نہ لی جائے اور مسئلہ مسائل پوچھنے کی ان کو ہرگز زحمت نہ دی جائے۔ یہ کام علماء سے لیا جائے کیونکہ وہ واقف ہیں لیکن علماء کی مالی خدمت نہ کی جائے کیونکہ ان کو اس کی ضرورت ہی نہیں سب بقدر حاجت تحصیل معاش کر رہے ہیں اور ان بزرگ زادوں کا اور کوئی ذریعہ معاش نہیں لہذا مالی خدمت تو ان کی کی جائے اور کام علماء سے لیا جائے۔ اھ۔ یہ سن کر وہ پیر صاحب خوش ہو گئے اور بعد وعظ بجائے مناظرہ کرانے کے حضرت والا کے ہاتھ چومے حضرت والا نے اس واقعہ کو بیان فرما کر فرمایا کہ وہ اس سے فضول خوش ہوئے یہ نہ سمجھے کہ میں نے تو ان کی جڑ ہی کاٹ دی کیونکہ جس سے لوگ دین کی خدمت لیں گے اور فائدہ حاصل کریں گے اس کی مالی خدمت کریں گے یا ان کی۔

مخالفین کے مجمع میں خطاب

حضرت والا کا معمول تھا کہ کسی کی فرمائش سے وعظ کے لیے مضمون متعین نہ فرماتے بلکہ جس جگہ جس مضمون کی واقعی ضرورت ہوتی اور عین وقت پر جو مضمون منجاب اللہ قلب پر وارد ہوتا اسی کو اختیار فرماتے۔ اور بالخصوص مسائل اختلافیہ کے بیان سے تو بالقصد بہت ہی محترز رہتے لیکن جہاں استطراداً ذکر آجاتا تو پھر صاف صاف مگر نرم اور خوشگوار عنوان سے فرماتے۔ حضرت والا کو اکثر مخالفین اہل حق اور بدعتی خیال کے لوگوں میں بھی وعظ کہنے کا اتفاق ہوا لیکن **بحوائے الحق یعلو ولا یعلیٰ** بعون اللہ تعالی ہمیشہ غالب اور محبوب ہی رہے اور مخالفین مرعوب و مغلوب۔

چنانچہ جونپور میں قبل وعظ ڈاک سے ایک بیہودہ خط پہنچا جس میں چار مضمون تھے ایک تو یہ کہ تم جولاہے ہو دوسرے یہ کہ جاہل ہو تیسرے یہ کہ کافر ہو چوتھے یہ کہ سنبھل کر بیان کرنا۔

حضرت والا نے قبل وعظ مجمع کو مخاطب بنا کر فرمایا کہ میں آپ صاحبوں سے ایک امر میں مشورہ چاہتا ہوں وہ یہ کہ اس قسم کا ایک خط میرے پاس آیا ہے پھر وہ خط سب کے سامنے پڑھ کر سنایا اور فرمایا کہ یہ جو لکھا ہے کہ تم جولاہے ہو تو اگر میں جولاہا ہوں بھی تو اس میں حرج ہی کیا ہے، میں یہاں کوئی رشتے ناتے کرنے تو آیا نہیں۔ احکام الٰہی سنانے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ سو اس کو قومیت سے کیا علاقہ دوسرے یہ چیز اختیاری بھی نہیں۔ اللہ

www.ahlehaq.org

تعالیٰ نے جس کو جس قوم میں چاہا پیدا فرمادیا سب قومیں اللہ تعالیٰ ہی کی بنائی ہوئی ہیں اور سب اچھی ہیں اگر اعمال واخلاق اچھے ہوں یہ تو مسئلہ کی تحقیق تھی۔ رہی واقعہ کی تحقیق سو مسئلہ کی تحقیق کے بعد واقعہ کے تحقیق کی ضرورت ہی باقی نہیں رہی لیکن پھر بھی اگر کسی کو تحقیق واقعہ کا شوق ہی ہو تو میں آپ کو اپنے وطن کے عمائد کے نام اور پتے لکھوائے دیتا ہوں ان سے تحقیق کر لیجئے معلوم ہو جائے گا کہ میں جولاہا ہوں یا کس قوم کا اور اگر مجھ پر اطمینان ہو تو میں مطلع کرتا ہوں کہ میں جولاہا نہیں ہوں۔ رہا جاہل ہونا اس کا البتہ میں اقرار کرتا ہوں کہ میں جاہل بلکہ اجہل ہوں لیکن جو کچھ اپنے بزرگوں سے سنا ہے اور کتابوں میں دیکھا ہے اس کو نقل کر دیتا ہوں۔ اگر کسی کو کسی بات کے غلط ہونے کا شبہ ہو اس پر عمل نہ کرے اور کافر ہونے کو جو لکھا ہے تو اس میں زیادہ قیل وقال کی حاجت نہیں میں آپ صاحبوں کے سامنے پڑھتا ہوں۔ **اشهد ان لا اله الا اللّٰه و اشهد ان محمد ارسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه و آله وسلم** اگر میں **نعوذ باللّٰه** کافر تھا بھی تو لیجئے اب نہیں رہا۔

آخر میں سنبھل کر بیان کرنے کی دھمکی دی گئی ہے اس کے متعلق یہ عرض ہے کہ وعظ گوئی کوئی میرا پیشہ نہیں ہے جب کوئی بہت اصرار کرتا ہے تو جیسا کچھ مجھے بیان کرنا آتا ہے بیان کر دیتا ہوں۔ اگر آپ صاحبان نہ چاہیں گے تو میں ہرگز بیان نہ کروں گا۔ رہا سنبھل کر بیان کرنا تو اس کے متعلق صاف صاف عرض کیے دیتا ہوں کہ میری عادت خود ہی چھیڑ چھاڑ کی نہیں ہے قصداً کبھی کوئی ایسی بات نہیں بیان کرتا جس میں کسی گروہ کی دل آزاری ہو یا فساد پیدا ہو لیکن اگر اصول شرعیہ کی تحقیق کے ضمن میں کسی ایسے مسئلہ کے ذکر کی ضرورت ہی پیش آجاتی ہے جس کا رسوم بدعیہ سے تعلق ہے تو پھر میں رکتا بھی نہیں اس لیے کہ یہ صریح دین میں خیانت ہے۔ یہ سب باتیں سننے کے بعد اب بیان کے متعلق جو آپ صاحبوں کی رائے ہو اس سے مطلع کر دیا جائے اگر اس وقت کوئی ادنیٰ شخص بھی مجھ سے کہہ دے گا کہ بیان نہ کیا جائے تو میں ہرگز بیان نہ کروں گا لیکن اس کے متعلق میرا یہ مشورہ ہے کہ ابھی تو مجھ کو بیان کرنے دیا جائے اور جب کوئی بات کسی کے خلاف طبع بیان کرنے لگوں تو فوراً مجھ کو روک دیا جائے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اگر کوئی ادنیٰ شخص بھی مجھے روک دے گا میں اپنے

www.ahlehaq.org

بیان کوفوراً منقطع کردوں گا اور بیٹھ جاؤں گا۔ بہتر تو یہ ہے کہ وہی صاحب روک دیں جنہوں نے یہ خط بھیجا ہے یا اگر خود کہتے ہوئے انہیں شرم آئے یا ہمت نہ ہو تو چپکے سے کسی اور ہی کو سکھلا پڑھا دیں ان کی طرف سے وہ مجھے روک دیں۔

یہ سن کر ایک پٹھان معقولی مولوی صاحب جو بدعتی خیال کے تھے اور جن کا وہاں بہت اثر تھا کڑک کر بولے کہ یہ خط لکھنے والا کوئی حرامزادہ ہے۔ آپ وعظ کہئے آپ کیسے فاروقی ہیں؟ حضرت والا نے فرمایا کہ میں ایسی جگہ کا فاروقی ہوں جہاں کے فاروقیوں کو یہاں کے لوگ جولاہے سمجھتے ہیں۔

جب سارا مجمع خط لکھنے والے کو برا بھلا کہنے لگا خصوص وہ مولوی صاحب فحش گالیاں دینے لگے تو حضرت والا نے روکا کہ گالیاں نہ دیجئے مسجد کا تو احترام کیجئے۔ پھر حضرت والا کا وعظ ہوا اور بہت زور وشور کا وعظ ہوا۔ اتفاق سے دوران وعظ میں بلاقصد بضمن کسی تحقیق علمی کے کچھ رسوم وبدعات کا بھی ذکر چھڑ گیا پھر تو حضرت والا نے بلاخوف لومۃ لائم خوب ہی رد کیا مگر حسب معمول نہایت تہذیب کے ساتھ اور غیر دل آزارانہ طریق پر۔ گو حضرت والا روک دینے کا عام اختیار دے چکے تھے لیکن کسی کی ہمت ہی نہ ہوئی۔ بقول

ہیبت حق است این از خلق نیست　　　ہیبت ایں مرد صاحب دلق نیست

(یہ حق کی ہیبت ہے مخلوق کی نہیں ہے، یہ اس گدڑی والے مرد کی ہیبت نہیں ہے)

ہر کہ ترسید از حق و تقویٰ گزید　　　ترسد از وے جن وانس و ہر کہ دید

(جو اللہ سے ڈرا اور پرہیزگار بنا اس سے جنّ وانسان اور ہر دیکھنے والا ڈرتا ہے)

وہ معقولی مولوی صاحب شروع شروع میں تو بہت تحسین کرتے رہے اور بار بار سبحان اللہ سبحان اللہ کے نعرے بلند کرتے رہے کیونکہ اس وقت تصوف کے رنگ پر بیان ہورہا تھا لیکن جب رد بدعات ہونے لگا تو پھر چپ ہوگئے مگر بیٹھے سنتے رہے۔ یہ بھی خدا کا بڑا فضل تھا کیونکہ بعد کو معلوم ہوا کہ وہ ایسے کٹر اور سخت ہیں کہ جہاں کسی واعظ نے کوئی بات خلاف طبع کہی اور انہوں نے وہیں ہاتھ پکڑ کر منبر پر سے اتار دیا لیکن اس وقت دم نہیں مارا چپکے بیٹھے سنتے رہے۔ کچھ تو حضرت والا کا خداداد رعب کچھ اپنے کہے کی پچ۔ لیکن جب وعظ ختم ہوا اور مجمع رخصت ہونے کے لیے کھڑا ہوگیا تو اس وقت ان مولوی صاحب نے حضرت والا

www.ahlehaq.org

سے کہا کہ ان مسائل کے بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی۔اس پر ایک دوسرے ذی اثر مولوی صاحب اور وہ بھی بدعتی ہی خیال کے تھے بڑے اور جواب دینا چاہا لیکن حضرت والا نے انہیں روک دیا کہ خطاب مجھ سے ہے آپ جواب نہ دیں مجھے عرض کرنے دیں پھر حضرت والا نے ان معقولی مولوی صاحب سے فرمایا کہ آپ نے یہ بات پہلے مجھ سے نہ فرمائی ورنہ میں احتیاط کرتا اور میں نے تو جو کچھ بیان کیا ضروری ہی سمجھ کر بیان کیا مگر اب کیا ہوسکتا ہے۔اب تو بیان ہو چکا لیکن ہاں ایک صورت اب بھی ہوسکتی ہے وہ یہ کہ ابھی تو مجمع موجود ہے آپ پکار کر کہہ دیجئے کہ صاحبو اس بیان کی کوئی ضرورت نہ تھی پھر میں آپ کی تکذیب نہ کروں گا اور آپ ہی کی بات اخیر رہے گی۔اس پر سب لوگ ہنس پڑے۔مولوی صاحب کو مجمع کے انداز سے اپنی اہانت کا اندیشہ ہوا اور وہ فوراً یہ کہہ کر رخصت ہوئے تسلیمات عرض ہے۔

ان کے چلے جانے کے بعد سب لوگ ان کو برا بھلا کہنے لگے جب بہت شور وغل ہوا تو حضرت والا نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ صاحبو ایک پردیسی کی وجہ سے آپ مقامی علماء کو ہرگز نہ چھوڑیں۔میں آج مچھلی شہر جا رہا ہوں اب آپ صاحبان یہ کریں اور میں ان صاحب کو بالخصوص خطاب کرتا ہوں جنہوں نے خط بھیجا ہے کہ وہ میرے بیان کا رد کرا دیں پھر دونوں راہیں سب کے سامنے ہوں گی جو جس کو چاہے اختیار کرے فساد کی ہرگز ضرورت نہیں پھر ان دوسرے مولوی صاحب نے جو باوجود بدعتی خیال ہونے کے حمایت کے لیے بڑھے تھے کھڑے ہو کر فرمایا کہ صاحبو آپ جانتے ہیں کہ میں مولود یہ بھی ہوں قیامیہ بھی ہوں مگر انصاف اور حق یہ ہے کہ جو تحقیق آج مولوی صاحب نے بیان فرمائی ہے صحیح وہی ہے۔غرض اس طرح وہ جلسہ ختم ہوا اور حضرت والا مچھلی شہر تشریف لے گئے پھر دوسرے روز حضرت والا کے بیان کا رد کرایا گیا مگر کسی پر اثر نہ ہوا سننے والے کہتے تھے کہ کل کے بیان کے درمیانہ یہ بیان ایسا ہے جیسے کوئی مُنہ چڑا رہا ہو۔

جودھ پور اور بمبئی کی شورش

ان واقعات کو بیان فرما کر حضرت والا نے فرمایا کہ الحمدللہ بڑے بڑے مخالفین میں وعظ کہنے کا اتفاق ہوا لیکن کبھی کوئی ناگوار واقعہ پیش نہیں آیا نہ کہیں کوئی بے آبروئی ہوئی یعنی ایسی جس کو عادۃً بے آبروئی سمجھا جاتا ہے مختلف مقامات پر جانا ہوا اور مختلف الخیال لوگوں

www.ahlehaq.org

سے سابقہ رہا اور کہیں اپنے مشرب اور مسلک کو چھپایا نہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے سب جگہ عزت اور آرام ہی کے ساتھ عمر بھر رکھا البتہ صرف دو بار قدرے خلجان پیش آیا جو حد کلفت تک نہ پہنچا تھا۔ ایک بار جودھپور میں ایک بار بمبئی میں (جس کا ذکر آگے آتا ہے مؤلف) اور وہ بھی غلط فہمیوں کی بناء پر ورنہ میں تو ایسے مقامات پر جہاں مخالفین کا غلبہ ہے اکثر مخالفین ہی کا مہمان ہوتا تھا اور وہ بہت خوشی کے ساتھ خود اصرار کر کر کے مہمان رکھتے تھے اور میری طرف سے بھی کبھی کوئی بات ایسی نہ ہوتی تھی جو ان کی دل آزاری کی باعث ہو۔

بمبئی میں بہت مخالفین ہیں مگر وہاں بھی لوگوں نے اصرار کیا کہ بیان کیجئے میں نے وہاں بھی خوب کھل کر بیان کیا اور میں ہر جگہ کھلے بندوں آزادی کے ساتھ ادھر ادھر آتا جاتا تھا۔ تنہا بھی مجمع کے ساتھ بھی۔ بعض احباب نے بریلی میں منع بھی کیا کہ یہاں معاندین اور مخالفین کی بہت کثرت ہے حفاظت کا کچھ انتظام کر کے کہیں آنا جانا چاہیے۔ اس طرح ادھر ادھر نہ پھرنا چاہیے لیکن میں نے کہہ دیا کہ یہ سب فضول اوہام ہیں۔ **لن یصبنا الا ماکتب اللہ لنا ھو مولانا و علی اللہ فلیتوکل المتوکلون۔** بلا حکم خدا کچھ نہیں ہوسکتا اور اگر خدا ہی کو منظور ہو تو پھر لاکھ حفاظت کیجئے کیا ہوسکتا ہے۔ اھ۔

جودھ پور کا واقعہ

اب جودھ پور اور بمبئی میں جو خلجان پیش آیا تھا اس کا حال لکھا جاتا ہے۔ اول جودھپور کا واقعہ خود حضرت والا کی عبارت میں ''خوان خلیل'' (یعنی تذکرہ بعض حالات حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ) مصنفہ حضرت والا مطبوعہ النور ماہ ذی الحجہ ۱۳۴۶ھ سے نقل کیا جاتا ہے۔

ایک سفر میں مولانا (خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ) کی معیت میں ایک ہم وطن دوست کی طلب پر جودھپور جانا ہوا اور لوگوں کی درخواست پر احقر کے متعدد بیانات ہوئے جن سے بفضلہ تعالیٰ بہت نفع ہوا اور اہل بدعت کے خیالات میں بھی ایک درجہ میں نرمی اور حسن ظن پیدا ہو گیا۔ ہر بیان کے ختم پر آئندہ بیان کے لیے لوگوں کی درخواست پر وقت اور موقع کا اعلان کر دیا جاتا تھا اور ایک شب میں ختم وعظ پر ان دوست احباب نے ایسے موقع

www.ahlehaq.org

کے لیے اعلان کر دیا جہاں وعظ کی درخواست نہ تھی اور وہ محلہ تمام تر اہل فساد و اہل عناد کا تھا اپنے نزدیک انہوں نے یہ مصلحت سمجھی کہ صبح کو جمعہ تھا اور اس محلّہ کی مسجد میں جمعہ بھی ہوتا تھا تو ان کو خیال یہ ہوا کہ اس طرح سے اہل محلہ کے کان میں حق پہنچ جاوے گا مگر اس میں خرابی یہ ہوگئی کہ اول تو محلّہ کے اکثر لوگ سخت مبتدع اور متعصب تھے پھر خصوصیت کے ساتھ ان کو ان دوست صاحب سے پہلے سے کچھ رنج بھی تھا۔ جس کا سبب جس طرح اہل محلّہ کی کج فہمی تھی کسی قدر ان دوست صاحب کی تیز زبانی بھی تھی ان لوگوں کو یہ اعلان نہایت ناگوار ہوا اور وہ یوں سمجھے کہ انہوں نے ہم کو زک دینے کے لیے یہ کارروائی کی ہے اور تہیہ کر لیا کہ وعظ نہ ہونے دیں گے۔ ان دوست صاحب کو بھی قرائن سے اس کا خطرہ ضرور تھا۔ انہوں نے یہ انتظام کیا کہ مجسٹریٹ صاحب کو جو گلاؤٹھی کے رہنے والے اور خوش عقیدہ شخص تھے ایک درخواست دے دی کہ عین وقت پر پولیس کا انتظام کر دیا جاوے تا کہ کوئی فتنہ وفساد نہ ہو چنانچہ درخواست منظور ہو کر ایک سب انسپکٹر مع چند جوانوں کے حاضر رہنے کے لیے مامور ہو گئے ہم لوگوں کو اس کی اطلاع عین وقت پر ہوئی جبکہ جمعہ میں جانے کی تیاری کر رہے تھے۔ میں نے اپنی طبیعت اور مذاق کے موافق یہ رائے قائم کی کہ ایسی تشویش کی جگہ جانا نہ چاہیے اور تہیہ وعظ کا دل سے نکال دیا اور اس رائے کو مجمع میں ظاہر کر دیا۔ ان دوست صاحب نے تو یہ جواب دیا کہ سب لغو روایتیں ہیں اور یہ راوی جنہوں نے یہ حکایت کی تھی بزدل اور کم ہمت ہیں یہ ہر جگہ یونہی ڈر جاتے ہیں ضرور چلنا چاہیے اور مولانا نے فرمایا اگر ایسا ہو بھی تب بھی تبلیغ حق میں ایسے امور کی پروانہ کرنا چاہیے ان دوست کی رائے کی تو مجھ کو کچھ وقعت نہیں ہوئی کیونکہ اس کا منشاء میرے خیال میں دنیا تھی مگر مولانا کے ارشاد پر میں خاموش ہو گیا گو میری رائے اب بھی وہی تھی کہ جانا مناسب نہیں۔ مگر دو وجہ سے موافقت کر لی ایک اس وجہ سے کہ منشاء اس رائے کا دین ہے گو وہ امر اجتہادی ہے جس میں موافقت واجب نہیں مگر ناجائز بھی نہیں، دوسرے اس وجہ سے کہ جب مولانا جانے کو تیار ہیں تو میں کیا چیز ہوں کہ اپنی جان بچاؤں۔

غرض سارا مجمع وہاں پہنچا مگر رنگ بدلا ہوا پایا۔ نہ کسی نے سلام کیا نہ کلام اور امامت کے لیے تو کیا پوچھتے نماز سے فراغت ہوئی ان دوست احباب نے اعلان کیا کہ وعظ ہوگا

www.ahlehaq.org

فوراً محلّہ کے ایک شخص نے نہایت تند آواز سے کہا کہ وعظ نہ ہوگا پھر کیا تھا دونوں طرف سے آویزش ہوگئی اور اس قدر شور وغل ہوا کہ خدا کی پناہ جمعہ کی سنتیں بھی بھول گئے اور اس فرض میں مشغول ہوگئے میں اور مولانا ایک کنارہ پر سنتیں پڑھنے لگے مگر مولانا تو مطمئن اور میں متفکر کہ دیکھئے اس کا کیا انجام ہوتا ہے اور پولیس کا کہیں نام ونشان نہیں یہاں تک اختلاف کی نوبت پہنچی کہ ایک شخص جا کر منبر پر بیٹھ گیا یہ سمجھا کہ جب منبر پر میرا قبضہ ہو جاوے گا پھر وعظ کیسے ہوگا۔ اسی سے جہل کا اندازہ کرلیا جاوے۔

ایک خاں صاحب ہمارے محبین میں اسی مزاج کے تھے وہ خنجر لے کر اس ممبر پر نشین پر حملہ آور ہوئے ایک خاں صاحب ٹونک کے جو سنجیدہ مزاج تھے اس وقت موجود تھے انہوں نے حملہ آور صاحب کا پیچھے سے ہاتھ پکڑ لیا کہ یہ کیا کرتے ہو ابھی سب پھنس جاویں گے وہ خفا ہو کر اس مجمع سے چلے گئے اور یہاں شور وغل کی وہی حالت۔

جب میں سنتیں پڑھ چکا اور معلوم کرلیا کہ یہ سارا غیظ اس احتمال پر ہے کہ کہیں وعظ نہ ہونے لگے تو میں نے اس فتنہ کے سرغنہ کو اپنے پاس بلایا۔ غنیمت ہے کہ وہ آ بیٹھے اور نہایت غصہ سے کہا کہ کہئے۔ میں نے کہا کیا تم کو یہ شبہ ہے کہ وعظ ہوگا۔ سو سن لو وہ واعظ میں ہوں اور میرا وعظ ایسا ارزاں نہیں کہ کسی کے سر ہو کر کہوں۔ میں تو بہت خوشامد کرا کر وعظ کہتا ہوں اور اس حالت میں تو میں کسی طرح کہہ ہی نہیں سکتا تم اطمینان رکھو میں ہرگز وعظ نہ کہوں گا بلکہ اب تو اگر تمام اہل محلّہ بھی درخواست کریں تب بھی نہ کہوں۔ اس پر احقر مؤلف کو حضرت حافظؒ کا یہ شعر یاد آتا ہے۔

ہمائے گو مفگن سایہ شرف ہرگز   دراں دیار کہ طوطی کم از زغن باشد

(ہُما سے کہو کہ اس ملک میں عزت کا سایہ نہ ڈال، جس میں بلبلیں چیلوں سے کم ہیں)

تم لڑ ومت اور یہ اعلان میرے مشورہ سے نہیں ہوا بلکہ خلاف مزاج ہوا۔ یہ سنتے ہی وہ شخص ٹھنڈا ہو گیا اور اس کے ٹھنڈے ہونے سے سب خاموش ہوگئے۔ میں نے بواسطہ دوسرے شخص کے اس کے بعد یہ قول سنا کہ وہ کہتا تھا کہ ان لوگوں کی کیا بات ہے ان کی تو جوتیاں ہم اپنے سر پر رکھ لیں یہ سارا فساد فلاں شخص کا ہے جس نے اپنی رائے سے اعلان کر دیا اور یہ بھی مسموع ہوا کہ وہ

www.ahlehaq.org

لوگ کہتے تھے کہ ہم کو وعظ ہونا نا گوار نہ تھا بلکہ یہ متغلبانہ تصرف نا گوار ہوا۔ ہم کو خاص طور پر اطلاع کی جاتی تو ہم خود حاضر ہو کر وعظ کی درخواست کرتے پھر آنے والوں کے لیے خاص طور پر فرش کا برف کا شربت کا انتظام کرتے اس طرح سے ہماری سخت اہانت تھی جو ہم کو گوارا نہیں ہوا۔

جب فضا میں سکون ہوا ہم لوگ مسجد سے واپس آرہے تھے کہ سب انسپکٹر صاحب مع گارڈ کے راستہ میں ملے کہنے لگے چلئے وعظ کہئے۔ میں نے کہا سبحان اللہ کیا موقع پر پہنچے ہیں یہاں تو خون ہو جاتا آپ کا آنا کس مصرف کا ہوا اور اب وعظ نہیں ہو سکتا۔ وعظ کیا ہوا کھیل ہوا۔ یہ وہی بات ہوئی۔ ع

پس ازاں کہ من نمانم بچہ کار خواہی آمد

(میرے نہ رہنے کے بعد تیرا آنا کس کام ہے)

اور وہ بات ہوئی۔ ع

ہماری جان گئی آپ کی ادا ٹھہری

اس وقت مولانا مدظلہ فرمارہے تھے کہ راہ حق میں ایسی کلفت بھی کیسی لذت بخش ہے۔

بمبئی کا واقعہ

یہ تو جودھپور کا واقعہ ہوا اور بمبئی کا واقعہ بھی حضرت والا نے احقر کی درخواست پر اپنے قلم مبارک سے تحریر فرما کر احقر کو دیا اس کو بلفظہ نقل کرتا ہوں۔

بمبئی کا واقعہ اس طرح ہے کہ جب چھوٹے گھر میں سے حج کر کے واپس ہوئیں اور مجھ کو تار سے بمبئی آنے کی تاریخ کی اطلاع ہوئی تو میں اور میرے ہمراہ ایک رئیس کہ ان کے گھر میں سے بھی حج سے آرہی تھیں لینے کے لیے بمبئی گئے۔ بمبئی میں میرا قیام حکیم محمد سعید صاحب کے مکان پر ہوا تھا مگر وہ اس وقت موجود نہ تھے۔ بمبئی کے ایک رہنے والے صاحب نے محبت سے اپنے مکان پر قیام کی درخواست کی جس کو میں نے منظور کر لیا۔ ساحل پر پہنچ کر دیکھا کہ وہ جہاز تو آ گیا مگر شام ہونے کے سبب مسافروں کو اترنے کی اجازت نہیں ہوئی واپس آ کر اسی مکان میں شب گزارنے کے لیے آ گئے۔ مغرب کی نماز

www.ahlehaq.org

محلّہ کی مسجد میں پڑھی۔ اس زمانہ میں وہاں کوئی مناظرہ ہونے والا تھا جس کے اشتہارات جا بجا چسپاں تھے اور اسی سلسلہ میں کچھ لوگ باہر سے آنے والے تھے۔ بعض مفسدوں نے غلط فہمی سے یہ سمجھا کہ اسی سلسلہ میں، میں بھی آیا ہوں مفسدوں کا مذہب ہمیشہ سے یہ ہے۔

چو حجت نماند جفا جوئے را　　　بہ پرخاش درہم کشد روئے را

(جب ظالم کے پاس دلیل نہیں رہتی، تو وہ لڑائی کے لئے تیار ہو جاتا ہے)

اسی قانون سے ایک مسلح جماعت بعد عشاء اس مکان میں آ گئی اور آتے ہی لالٹین توڑ دی اور قاتلانہ حملہ کر دیا جس کو ان ہمراہی رئیس کے ملازم نے آگے بڑھ کر روکا اور میں اسی تاریکی میں سڑک کی طرف ایک برآمدہ تھا اس میں ہو گیا اور صاحب مکان نے اسی برآمدہ میں آ کر پولیس کو پکارا جس کے ساتھ فوراً مفسدین فرار ہو گئے اور حق تعالیٰ نے سب کو محفوظ رکھا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ ان لوگوں کو شرکت مناظرہ کا دھوکہ ہوا۔ صبح کو محبین نے کمشنر پولیس کو اطلاع کی اس نے کہا کہ صاحب معاملہ کو ٹھہرنا پڑے گا اگر یہ گوارا ہو تو میں ان مفسدوں کا پورا انتظام کر دوں مجھ کو یہ دو وجہ سے منظور نہ ہوا۔ ایک تو اس لیے کہ میں حجاج کو جلد گھر پہنچانا چاہتا تھا۔ دوسرے یہ کہ ان لوگوں کا یہ فعل عمداً نہ تھا۔ قتل خطا کی طرح قابل قصاص نہ تھا پھر ایسے مواخذات اپنے بزرگوں کی وضع کے بھی خلاف تھے۔ البتہ میں نے صبح کو مکان بدل دیا یعنی حکیم محمد سعید صاحب ہی کے مکان پر ہم لوگ اٹھ آئے نیز وہاں حجاج کو بھی ہر طرح کا آرام آسانی سے مل سکتا تھا۔ پھر حجاج کو جہاز سے اتار کر حکیم صاحب کے مکان میں ٹھہرا دیا اور ایک دو روز جتنا بھی وہاں قیام ہوا آزادانہ منظر عام پر پھرتا رہا اور اس لیے بھی کوئی خاص اندیشہ نہ تھا کیونکہ ان کو دھوکہ ہونا محقق ہو گیا تھا۔ پھر امن و امان کے ساتھ اپنے وطن واپسی ہو گئی۔ یہ قصہ اتنا غلط مشہور ہوا کہ قتل تک کی روایتیں پھیل گئیں۔ تحقیق کے لیے دوستوں کے خطوط آئے واقعیت معلوم کر کے سب مطمئن ہو گئے۔ غرض بفضلہٖ تعالیٰ کسی سفر میں میرے کسی فعل سے کسی کو کوئی ناگواری یا برہمی نہیں ہوئی اور ان دو مقام (یعنی بمبئی اور جودھپور) میں جو ہوا غیروں کے سبب ہوا اور ان کے اثر سے بھی اللہ تعالیٰ کی حفاظت رہی۔

www.ahlehaq.org

اخلاص اور ضرورت پر مبنی وعظ

حضرت والا کا ہر وعظ اخلاص اور ضرورت پر مبنی ہوتا تھا۔ چنانچہ جودھپور میں چونکہ دیوبندیوں کو لوگ عموماً وہابی کہتے تھے اس لیے اپنے موافقین میں سے ایک خیر خواہ نے کہا کہ مصلحت یہ ہے کہ یہاں وعظ میں حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل بیان کیے جائیں۔ حضرت والا نے صاف انکار فرما دیا کہ اس کے تو یہ معنی ہوئے کہ میں اپنی مصلحت کے لیے وعظ کہوں کہ لوگ مجھے حنفی سمجھیں حالانکہ وعظ ہونا چاہیے سامعین کی مصلحت کے لیے۔ اسی طرح دارالعلوم دیوبند کے بڑے جلسہ دستار بندی میں بعض حضرات اکابر نے ارشاد فرمایا کہ اپنی جماعت کی مصلحت کے لیے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل بیان کیے جائیں تاکہ اپنے مجمع پر جو وہابیت کا شبہ ہے وہ دور ہو یہ موقع بھی اچھا ہے کیونکہ اس وقت مختلف طبقات کے لوگ موجود ہیں۔ حضرت والا نے بہ ادب عرض کیا کہ اس کے لیے روایات کی ضرورت ہے اور وہ روایات مجھ کو مستحضر نہیں۔ اس پر حضرت والا سے فرمائش ہوئی کہ اگر وقت پر کچھ روایات یاد آ جائیں تو ان کے متعلق کچھ بیان کر دیا جائے ورنہ خیر چونکہ اکابر کی طرف سے اختیار مل گیا اس لیے حضرت والا نے حُبّ دنیا کے متعلق وعظ بیان فرمایا جس کی بوجہ ابتلاء عام سخت ضرورت تھی۔ اور عام مصلحت اسی کے بیان کو مقتضی تھی اور خاص بیان میں اپنے مجمع کی مصلحت تھی یعنی ان کو بدنامی سے بچانا اور ظاہر ہے کہ مصلحت عام مقدم ہوتی ہے۔ مصلحت خاص پر۔ نیز اس مضمون کے اختیار کرنے کا ایک اور بھی محرک تھا وہ یہ کہ اس جلسہ کے قریب ہی زمانہ میں حضرت والا سخت بیمار ہو گئے تھے یہاں تک کہ شرکت جلسہ سے مایوسی ہو گئی تھی اور بظاہر کوئی صورت نہ تھی اسی حالت میں حضرت والا نے خواب دیکھا کہ میں جلسہ میں اس حدیث کا وعظ کہہ رہا ہوں حُبّ الدُّنیَا رَاْسُ کُلِّ خَطِیْئَۃٍ چنانچہ بالکل خلاف توقع عین وقت پر صحت بھی ہو گئی اور قوت بھی بقدر ضرورت آ گئی اور اسی حدیث کا وعظ بیان فرمایا۔ غرض حضرت والا کا ہر وعظ اخلاص اور ضرورت واقعیہ پر مبنی ہوتا تھا اور یہی وجہ تھی کہ غیب سے اعانت ہوتی تھی اور سامعین بے حد متاثر و مستفید ہوتے تھے۔ یہاں تک کہ یہ امر تواتر کی حد تک پہنچ چکا ہے کہ حضرت والا کے مواعظ

www.ahlehaq.org

وملفوظات سامعین کے اس قدر حسب حال ہوتے ہیں کہ گویا اس شعر کے مصداق ہیں ؎

اے لقائے تو جواب ہر سوال　　　مشکل از تو حل شود بے قیل وقال

(اے وہ کہ آپ کی زیارت ہر سوال کا جواب ہے، آپ کے ملنے سے مشکل بغیر کسی بحث کے حل ہو جاتی ہے)

یہاں تک کہ اکثر طالبین کو حضرت والا پر کشف کا گمان ہوتا ہے جس کی حضرت والا بقسم نفی فرما کر اس کی وجہ یہ بیان فرمایا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو تو سب کے قلوب کا حال معلوم ہے۔ جو جس کے دل میں ہوتا ہے اسی کے مناسب مضامین میرے قلب میں ڈال دیتے ہیں اور میری زبان سے ادا کرا دیتے ہیں جس سے ان کی تشفی ہو جاتی ہے۔

مؤلف کا اپنا واقعہ

احقر کو خود اپنا واقعہ یاد آیا۔ الہ آباد کے وعظ میں وساوس کا ذکر تھا۔ یہ فرما رہے تھے کہ شیطان وساوس کو قلب میں اوپر سے ڈالتا ہے۔ قلب کے اندر سے وساوس پیدا نہیں ہوتے جیسے غلہ کسی کوٹھڑی میں لا کر بھر دیا جائے تو وہ غلہ کوٹھڑی کے اندر نہیں پیدا ہوا۔ پیدا تو کھیت میں ہوا ہے لیکن وہاں سے لا کر اس کو کوٹھڑی میں بھر دیا گیا ہے۔ اس مقام پر احقر کے دل میں یہ خیال آیا کہ معلوم تو یہی ہوتا ہے کہ وساوس قلب کے اندر ہی سے پیدا ہو رہے ہیں بس فوراً فرمایا کہ گو بظاہر ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ وساوس قلب کے اندر گھسے ہوئے ہیں لیکن یہ بات نہیں ہوتی بلکہ قلب کے اندر جو کچھ محسوس ہوتا ہے وہ محض انعکاس ہوتا ہے جیسے کسی آئینہ پر مکھی بیٹھی ہو تو دیکھنے میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آئینہ کے اندر ہے۔ حالانکہ اندر محض اس کا عکس ہوتا ہے۔ دراصل وہ آئینہ کے اوپر ہی اوپر رہتی ہے۔ یہ سن کر احقر کی پوری تسلی ہو گئی۔

انوکھا واقعہ

حضرت والا کے وعظ کے مبنی بر اخلاص ہونے پر یاد آیا۔ ایک بار حضرت والا کے وعظ کا الہ آباد میں اشتہار ہوا اشتیاق میں بہت مجمع جمع ہو گیا لیکن مولوی سلیمان صاحب پھلواری نے حضرت والا سے اجازت لے کر قبل حضرت والا کے وعظ کے کچھ بیان کرنا شروع کیا اور

www.ahlehaq.org

ان کی تقریر بہت مفصل ومطول ہوگئی۔اس کے بعد حضرت والا نے باوجود سامعین کے بے حد اصرار کے بیان فرمانے سے اس بناء پر انکار فرما دیا کہ مولانا نے ضروری باتیں تو سب بیان فرما دی ہیں۔اب میرے بیان کی کیا ضرورت ہے۔اب جو مجھ سے اصرار ہے اس کے تو یہ معنی ہیں کہ میں ڈھونڈھ کر ایسے مضامین بیان کروں جو مولانا کے بیان سے رہ گئے ہوں اور ان سے اچھے ہوں یہ تو ایک معارضہ اور مقابلہ کی سی صورت ہے لہذا اب میں بیان نہ کروں گا۔اھ۔سبحان اللہ کیا اخلاص ہے اور دوسرے علماء کی کس قدر رعایت ہے۔یہ واقعہ جناب شیخ محمد عمر صاحب الہ آبادی نے جو مولانا محمد حسین صاحبؒ الہ آبادی کے خادم خاص ہیں۔احقر سے بیان فرمایا ہے۔

مخالفین کے لئے دلکش ودلنشیں مواعظ

حضرت والا نے ضرورت کے موقعوں پر بڑے بڑے معرکۃ الآراء مباحث اور مختلف فیہ مسائل پر بھی وعظ فرمائے لیکن اس خوبی کے ساتھ کہ نہ اظہار واحقاق حق میں کچھ تامل فرمایا نہ تردید وابطال باطل میں کوئی کسر رکھی نہ کسی کی ذرا دل آزاری کی نہ تہذیب کو کبھی اپنے ہاتھ سے جانے دیا۔خود فرمایا کرتے ہیں کہ میں کریلہ تو کھلاتا ہوں لیکن چٹے پٹے مسالوں سے مزیدار بنا کر اور کونین کی گولی دیتا ہوں لیکن شکر میں لپیٹ کرتا کہ بجائے ناگواری کے خوشگواری کے ساتھ بہ سہولت حلق سے اتر جائے اکثر دیکھا گیا کہ حضرت والا نے نو تعلیم یافتوں کو خوب کھری کھری سنائیں لیکن ایسے دل آویز عنوان سے کہ وہ لوگ ہنس ہنس کر سنتے رہے اور اثر نیک لیتے رہے۔

مؤتمر الانصار کے جلسہ میں وعظ

مؤتمر الانصار کے جلسہ میں جو بمقام میرٹھ ہوا تھا ایک واعظ صاحب نے جو بہت متشدد تھے انگریزی دانوں کو بہت برا بھلا کہا اور ان کو ملعون تک کہہ ڈالا جوان لوگوں کو بہت ناگوار ہوا۔اگلے روز حضرت والا کا بیان تھا۔حضرت والا نے اس تمہید کے بعد کہ مولانا نے بوجہ وقت کی کمی کے جو کچھ فرمایا تھا مجمل فرمایا تھا چونکہ وہ مضمون ضروری ہے اس لیے میں آج اس کی تفصیل عرض کرتا ہوں۔پھر نو تعلیم یافتوں کے عقائد ملحدانہ اور کفریہ کو بہ تفصیل و

www.ahlehaq.org

تشریح بیان فرما کر فرمایا کہ اب میں خود آپ صاحبوں ہی پر اس کا فیصلہ چھوڑتا ہوں کہ جس کے ایسے ایسے عقائد اور اعمال ہوں اس کے بارہ میں شریعت مقدسہ کو سامنے رکھ کر آپ کیا حکم دیتے ہیں۔ غرض حضرت والا نے بھی ان لوگوں کو وہی کہا بلکہ اس سے بڑھ کر جو ان واعظ صاحب نے کہا تھا لیکن اس لطافت کے ساتھ کہ ذرا نا گوار نہ ہوا بلکہ انہوں نے بزبان حال خود تسلیم کر لیا کہ واقعی ہم لوگ ایسے ہی ہیں۔ کہا سب کچھ لیکن کوئی موحش لفظ استعمال نہیں فرمایا۔ پھر ان صاحبوں کو دفع شبہات و درستی عقائد و اعمال کا نہایت سہل اور معقول طریق عمل بھی بتلایا اور فرمایا کہ اگر آپ واقعی اپنی اصلاح چاہتے ہیں تو آپ جس کو محقق سمجھتے ہوں اس کے پاس جا کر کم از کم چالیس روز اس کے مہمان رہیں لیکن خاموشی کے ساتھ۔ ہاں ایک بار تو آپ اپنے کل شبہات کی تقریر لکھ کر دے دیں پھر وقتاً فوقتاً جو باتیں مجلس میں ہوتی رہیں ان کو بلا ردو کد سنتے رہیں۔ اور بعد کو تنہائی میں غور کرتے رہیں۔ میں اللہ کے بھروسے سے وعدہ بلکہ دعویٰ کرتا ہوں کہ اس مدت میں بایں تدبیر انشاء اللہ تعالیٰ شبہات دور ہو کر کم از کم عقائد تو بالکل درست ہو جائیں گے۔ پھر جب عقائد درست ہو گئے تو ان کی برکت سے رفتہ رفتہ اعمال بھی انشاء اللہ تعالیٰ درست ہو جائیں گے۔

یہ سن کر ان لوگوں نے آپس میں کہا کہ یہ شخص تو مشاہدہ کرا دینے کا دعویٰ کر رہا ہے اس کی تردید کی تو کوئی صورت ہی نہیں ہو سکتی جب تک کہ اس کے کہنے کے مطابق تجربہ نہ کر لیا جائے۔ اور سچ یہ ہے کہ ان کا قول جی کو تو لگتا ہے کہ ضرور ایسا ہی ہو جائے گا جیسا یہ دعویٰ کر رہے ہیں۔ بلا تجربہ کیے ہمارے پاس ابھی کوئی دلیل بھی تو تردید کی نہیں۔

شانِ تحقیق

لاہور میں کوئی خاص جلسہ تھا جس میں بڑے بڑے علماء مدعو کیے گئے تھے۔ وہاں جواز و عدم جواز سود کی بحث چھڑ گئی جب حضرت والا پہنچے تو مولانا سلیمان صاحب پھلواری نے علماء کی مجلس میں بے ساختہ فرمایا کہ بس اب جو بات حق ہوگی وہ معلوم ہو جائے گی اور دودھ کا دودھ پانی کا پانی الگ ہو جائے گا۔ اھ۔ واقعی بالکل ٹھیک فرمایا حضرت والا کی شان تحقیق بالکل ایسی ہی ہے۔

کانپور کے قیام کے زمانہ میں جب حضرت والا نے یہ دیکھا کہ اہل سنت والجماعت بھی

www.ahlehaq.org

اہل تشیع کی مجالس عزا میں جا جا کر شہادت کے واقعات سننے کے عادی ہو رہے ہیں تو حضرت والا نے محرم کے عشرہ اول میں روزانہ بالترتیب حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کے واقعات وفات بیان فرمانا شروع کر دیئے تا کہ اس ہیئت میں اہل عزا کے ساتھ تشبہ نہ رہے۔ پھر تو ایسی دلچسپی بڑھی کہ شیعوں کی مجلسیں بھی پھیکی پڑ گئیں اور لوگ بجائے وہاں جانے کے یہاں آنے لگے اور نہ صرف سنی بلکہ شیعہ بھی کثرت سے آتے اور بہت متاثر ہوتے یہاں تک کہ اول تینوں خلفاء کے واقعات وفات سن کر بھی خوب روئے لیکن جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا واقعہ شہادت بیان فرمایا تو قصداً ایسے سیدھے سادے اور متین الفاظ استعمال فرمائے کہ باوجود نہایت دردانگیز واقعہ ہونے کے ایک آنسو بھی کسی کی آنکھ سے نہ نکلا۔ لوگ حیرت کرتے تھے۔ حضرت والا اپنے ان بیانات کے اندر لطیف پیرایہ میں اہل تشیع کے عقائد کا رد بھی فرماتے تھے لیکن ان کو ناگوار نہ ہوتا تھا بلکہ آ آ کر نہایت شوق سے سنتے تھے۔ البتہ بعد بیان کے یہ کہتے کہ مولانا چٹکیاں لیتے ہیں۔

چنانچہ ایک بار خلافت کی ذمہ داریوں اور دشواریوں کا بیان کر کے فرمایا کہ شیعہ صاحبوں کو حضرات خلفائے ثلٰثہ کا ممنون ہونا چاہیے کہ انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ۲۴ سال تک راحت میں رکھا ورنہ بجائے ۶ سال کے ۳۰ سال تک مصیبت بھگتنی پڑتی کیونکہ شروع خلافت سے تیس سال تک حضرت علی رضی اللہ عنہ زندہ رہے۔ جس میں صرف چھ سال خود خلیفہ رہے حضرت والا کے اس قسم کے بیانات کو سن سن کر کئی شیعہ تو قریب قریب سنی ہو گئے۔

نماز کے متعلق وعظ

کانپور کے قیام کے زمانہ میں بھی حضرت والا نے بڑے بڑے معرکۃ الآراء اور چھ چھ، سات سات گھنٹہ کے وعظ کھڑے ہو کر فرمائے اور ایک بار مسلسل دو ماہ تک محلّہ محلّہ صرف نماز ہی کے متعلق بیانات ہوتے رہے جن کا یہ اثر ہوا کہ مسجدوں میں نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے جگہ باقی نہ رہی اور نماز کا اتنا شوق بڑھا کہ یکہ والے اپنی سواریوں سے پوچھ پوچھ کر نماز یاد کیا کرتے تھے۔ اس زمانہ کے وعظوں میں بہت دقیق دقیق مسائل علمیہ کی نہایت بلیغ بلیغ تقریریں بھی ہوتی تھیں جن کا سمجھنا بھی مشکل ہوتا تھا۔

www.ahlehaq.org

مضامین اور الفاظ وتراکیب

آمد مضامین کی یہ کیفیت تھی کہ جناب مولانا حکیم محمد مصطفیٰ صاحب فرماتے ہیں کہ احقر نے خود ایک حدیث کا بیان کم از کم پچاس دفعہ سنا ہوگا لیکن کبھی مضامین مکرر نہیں ہوئے۔ افسوس ہے کہ اس وقت تک مواعظ کے قلمبند کیے جانے کا سلسلہ شروع نہ ہوا تھا ورنہ وہ بھی بہت نایاب ذخیرہ ہوتا۔

حضرت والا کے بعض وعظ تو سلیس ہوتے ہیں اور بعض دقیق اور دونوں اپنی اپنی شان میں بے نظیر اور دلپذیر اور کیا بلحاظ الفاظ اور کیا بلحاظ معانی لاجواب اور اس شعر کے پورے پورے مصداق۔

بہار عالم حسنش دل وجاں تازہ می دارد　　　برنگ اصحاب صورت را بہ بوار باب معنی را

(اس کے حُسن کی بہار دل وجان کو تازہ رکھتی ہے، صورت پرستوں کو رنگ سے اور معنی کے متلاشیوں کو خوشبو کے ذریعے)

ہمیشہ دیکھا گیا ہے کہ حضرت والا کے وعظ میں ہر مذاق کے لوگ شریک ہوتے اور نہایت دلچسپی کے ساتھ گھنٹوں بیٹھے سنتے رہتے۔ بڑے بڑے زباندانوں کو بھی جن میں ایک بڑے شاعر اور غالب کے شاگرد بھی تھے۔ بہ حیرت کہتے ہوئے سنا ہے کہ یہ الفاظ مولانا کو نہ جانے کہاں سے مل جاتے ہیں اور ایک پرانے بزرگ شاعر نے حضرت والا کے مطبوعہ مواعظ کے لطیف مضامین کو سن کر خود احقر سے فرمایا کہ مولانا تو نثر میں نظم کا لطف پیدا کر دیتے ہیں اور گویا نثر میں شعر فرماتے ہیں۔ الفاظ کی جامعیت برجستگی و شستگی اور حسن کو دیکھ کر ایک صاحب کو فن مختصر نویسی کی تعلیم بھی دلائی گئی تا کہ مواعظ بالفاظہا ضبط کیے جاسکیں لیکن افسوس ہے کہ ان کو اس میں کامیابی نہ ہوئی۔

حلقۂ مشائخ

ایک صاحب دل عاقل نے حضرت والا کے وعظ کا خوب ہی نقشہ کھینچا۔ فرمایا کہ حضرت کا وعظ کیا ہوتا ہے۔ حلقہ مشائخ ہوتا ہے۔

غرض حضرت والا کا وعظ بالکل اس ارشاد خداوندی کے مطابق ہوتا ہے۔ اُدْعُ اِلٰی

www.ahlehaq.org

سَبِيْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحسنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ.
چنانچہ سلسلہ مواعظ ملقب بہ دعوات عبدیت اسی آیت کے تین اجزاء پر مشتمل ہے یعنی خطبات موعظت ومقالات حکمت ومجادلات معدلت کہ یہی تین طریق ہیں وعظ بالمعنی الاعم یعنی تبلیغ کے ایک وعظ بالمعنی الاخص بطریق متعارف دوسرا طریق خطابات خاصہ یعنی ملفوظات تیسرا حل اشکالات ودفع شبہات۔

آخر عمر کے مواعظ

اب حضرت والا نے وعظ قریب قریب ترک ہی فرما دیا ہے اور اگر کبھی اتفاق ہوتا ہے تو ہاتھ میں کوئی کتاب لے کر بیان فرماتے ہیں اور کبھی کبھی اس کو دیکھتے جاتے ہیں اور فرمایا کرتے ہیں کہ اب وہ امنگ ہی نہیں رہی جس کا سبب یہ ہے کہ بفضلہ تعالیٰ ساری ضروری باتیں بیان کی جا چکی ہیں اور بوجہ زیادت سن ضعف بھی عارض ہوگیا ہے۔ اھ۔ یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ اب لمبی تقریر سے جی الجھتا ہے۔ بس اب تو ضرورت کے موافق خطاب خاص ہی پر اکتفاء کرنا پسند کرتا ہوں اور درحقیقت خطاب خاص ہی زیادہ نافع ہوتا ہے کیونکہ اس میں سب ضرورت ہی کی باتیں ہوتی ہیں۔ اھ۔

احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ آخر عمر میں اکثر بزرگوں کا یہی حال ہو جاتا ہے۔ بفحوائے من عرف ربه كل لسانه اعلیٰ اللّٰہ تعالیٰ درجات عرفانه۔ اس کی بہت سی نظیریں بزرگوں کے تذکروں میں پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ حضرت والا نے اپنے رسالہ "اماثل الاقوال والاحوال لافاضل الرجال" طبقات کبریٰ للشعرانیؒ سے تحت عنوان مطلوبية السكوت اذالم يبق حاجة الى الكلام۔ حضرت ابی حمزہ بغدادیؒ کے تذکرہ میں نقل فرمایا ہے۔ روی انه كان حسن الكلام فهتف به هاتف تكلمت فاحسنت بقی عليک ان تسكت فتحسن فما تكلم بعد ذلک حتیٰ مات۔ اھ۔

وعظ تو ہزاروں کی تعداد میں فرمائے لیکن افسوس سب قلمبند نہ ہوئے۔ اور جو قلمبند ہوئے ان میں سے بھی جواب تک طبع ہو چکے ہیں صرف ۳۱۱ ہیں اور بہت سے ابھی مسودات ہی کی صورت میں ہیں چونکہ وعظ کہنا اب تقریباً بند ہی فرما دیا ہے اس لیے سخت ضرورت ہے کہ ان کو بھی جلد صاف کرلیا جائے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ لکھنے والوں کو توفیق دے۔

www.ahlehaq.org

باب یازدہم

"سفر"

سفر کے اسباب

حضرت والا کی طبع مبارک فطری طور پر خلوت پسند واقع ہوئی ہے۔ لہٰذا ہجوم سے بہت گھبراتے ہیں اور سفر میں علاوہ خلل معمولات ہر جگہ ہجوم مشتاقان زیارت مخل یکسوئی ہوتا تھا۔ اس لیے طبع والا ہمیشہ حضر کی طرف مائل اور سفر سے نفور رہی۔ لیکن شرعی ضروریات مثلاً حج بیت اللہ، تبلیغ احکام دین، اصلاح امت، عیادت مرضیٰ وغیرہ کی غرض سے اپنے اوپر تعب جسمانی اور روحانی برداشت فرما کر اور ہر قسم کی زحمتیں اٹھا کر نزدیک و دور کے بہت سے سفر فرمائے جس سے بفضلہ تعالیٰ امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ کو نفع عظیم پہنچا۔ اور مختلف ممالک کے مسلمان جو بوجہ دوری و معذوری آستانہ مبارک تک نہ پہنچ سکتے تھے وہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ایک سچے وارث اور سلف صالحین کے ایک صحیح نمونے کی زیارت سے مشرف، ملفوظات و مواعظ نافعہ سے مستفیض، فیض صحبت سے مستفید اور اسوۂ حسنہ سے بہرہ اندوز ہوئے۔

حضرت کے اسفار کی خصوصیت

علاوہ بریں حضرت والا کا ہر سفر ہمراہیوں کے لیے (جو ہر مقام پر کثرت سے ساتھ ہو لیتے تھے) خصوصاً اور دیگر اشخاص کے لیے عموماً سبق آموز احکام و آداب سفر ہوتا تھا۔ کیونکہ حضرت والا نے خالی الذہن ہو کر کبھی سفر نہیں فرمایا۔ جیسا کہ عام دستور ہے بلکہ ہر موقع پر شریعت مقدسہ کے احکام اور حسن معاشرت کے اصول پر نہ صرف خود نہایت سختی کے ساتھ کاربند رہے بلکہ اپنے سب ہمراہیوں اور ملاقات کرنے والوں کو بھی بڑے اہتمام سے پابند رکھا اور یہ ایک حکیم امت اور مجدد ملت ہی کی امتیازی شان ہو سکتی تھی ورنہ اس دور آزادی اور ابتلاء میں ایسے امور اور ایسے دقائق تقویٰ کی طرف کون توجہ کرتا ہے۔ بالخصوص

www.ahlehaq.org

جبکہ ان سے سفر کی صعوبتوں میں بھی اضافہ ہو جائے۔ سفر کے صد ہا سبق آموز واقعات اور ان کے متعلق اصلاحات کی تفصیل لکھنے کی اس مختصر میں گنجائش نہیں۔ اس غرض کے لیے حضرت والا کے مطبوعہ سفر نامہ جات اور ملفوظات حسن العزیز وغیرہ ملاحظہ ہوں جو ایسے مضامین سے لبریز ہیں۔ ان سب کے ملنے کا پتہ اور ضروری تفصیل مضامین ''تالیفات اشرفیہ'' میں مذکور ہے جو سوانح ہذا کے حصہ دوئم کے آخر میں ملحق ہے۔

مشتاقین کی درخواستیں

اطراف و جوانب سے شائقین و طالبین اس کثرت کے ساتھ حضرت والا کی طلبی کی درخواستیں پیش کیا کرتے تھے کہ اگر ان میں سے فیصدی دس بھی منظور فرما لی جایا کرتیں تو سال کے ۳۶۰ دنوں میں سے ایک دن بھی وطن مالوف میں قیام فرمانے کا موقع نہ ملا کرتا۔ بہت ہی اصرار کے بعد اور بہت سے ضروری قیود و شرائط کے ساتھ صرف خاص ہی خاص ضرورت کے موقعوں پر حضرت والا سفر کے لیے آمادہ ہوتے تھے۔

www.ahlehaq.org

درخواست کی قبولیت کی شرائط

مثلاً نواب صاحب ڈھاکہ جناب معلی القاب سلیم اللہ خاں صاحب مرحوم و مغفور کے بے حد اشتیاق اور اصرار پر بشرائط ذیل سفر ڈھاکہ منظور فرمایا گیا تھا۔

۱۔ کسی قسم کا نقد یا غیر نقد ہدیہ نہ دیا جائے۔

۲۔ قیام کا انتظام ایوان خاص سے جدا ایسی جگہ ہو جہاں عام مسلمان بے تکلف آ جا سکیں۔

۳۔ خود اپنی ملاقات کے لیے کوئی خاص وقت متعین کر لیں جس میں کوئی اور شخص شریک نہ ہو تا کہ جانبین سے بے تکلف افادہ و استفادہ ہو سکے۔

۴۔ کسی خاص مضمون پر وعظ کہنے کی فرمائش نہ کی جائے۔

چونکہ اشتیاق غالب تھا اور فطرت نہایت سلیم تھی۔ اسم بامسمیٰ تھے اس لیے انہوں نے ان سب شرائط کو منظور فرما لیا۔

نواب صاحب نے حضرت والا کا نہایت شاندار استقبال اس پیمانہ پر کرنا چاہا تھا جس

www.ahlehaq.org

پیمانہ پر وہ ویسرائے کا کیا کرتے تھے۔ مثلاً پلیٹ فارم پر مخملی فرش، راستہ میں جھنڈیاں اور جلوس وغیرہ۔ جب حضرت والا کو نواب صاحب کے چچا صاحب سے یہ معلوم ہوا تو حضرت والا نے یہ جواب دے کر روک دیا کہ یہ خلاف شریعت ہے۔ پھر نواب صاحب نے اس کی اجازت چاہی کہ ایک جم غفیر کے ساتھ استقبال کیا جائے جس میں ان کی ریاست کے عمال اور رؤساء شہر شامل ہوں اس پر حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ ''یہ خلاف طبیعت ہے'' پھر بھی بلا اہتمام اسٹیشن پر بڑا مجمع ہو گیا۔ نواب صاحب نے حضرت والا کو اپنی خاص گاڑی پر سوار کیا اور خود دوسری گاڑی میں سوار ہوئے۔ جب حضرت والا نے ساتھ بیٹھنے کے لیے ارشاد فرمایا تو عذر کر دیا اور لوگوں سے کہا کہ ساتھ بیٹھنا خلاف ادب تھا۔ غایت ادب سے کبھی دستر خوان پر ساتھ بیٹھ کر کھانا بھی نہیں کھایا اپنی بیگمات سے نئے نئے قسم کے کھانے پکواتے اور خود اپنے ہاتھوں پر پلیٹیں رکھ رکھ کر لاتے اور چونکہ حضرت والا سے بوجہ مناسبت باہمی طبیعت کھل گئی تھی لطف کے ساتھ فرماتے کہ دیکھئے یہ میری چھوٹی بیگم نے آپ کے لیے پکایا ہے۔ پہنچانئے کیا چیز ہے؟ مثلاً۔ حضرت والا بھی بے تکلف ہو کر فرماتے کہ کیا کھانے کے لیے پہنچاننا بھی شرط ہے؟ جو اس کا مزہ ہے وہ تو پہچاننے پر موقوف نہیں کھانے سے خود حاصل ہو جائے گا اور یہی مقصود ہے لیکن اگر آپ کے نزدیک پہچاننا بھی کھانے کی شرط ہے تو مجھے اس کھانے کی بھی ضرورت نہیں۔ اور ہم تو قصباتی ہیں ہم کیا جانیں آپ کے نوابی کھانے۔ پھر وہ ہر چیز خود ہی بتاتے کہ یہ فلاں چیز ہے اس طرح پکائی جاتی ہے۔

حضرت والا نواب صاحب مرحوم کی تہذیب اور فہم سلیم کی اکثر تعریف فرمایا کرتے ہیں اور ان کی دانشمندی تواضع اور دینداری کے بہت سے دلچسپ واقعات بیان فرمایا کرتے ہیں۔ انہوں نے بیعت کی بھی درخواست کی لیکن حضرت والا نے انکار فرما دیا کیونکہ حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ ایسوں کو مرید کرنے سے کچھ فائدہ نہیں جن کا لحاظ کرنا پڑے۔ مرید ایسے کو کرے جن کو بضرورت اصلاح اگر یہ نہ کہہ سکے کہ تم نالائق ہو تو کم از کم اتنا تو کہہ سکے کہ یہ تمہاری حرکت بڑی نالائق ہے۔ باوجود انکار کے بھی نواب صاحب خطوط میں مدت تک یہ لکھتے رہے۔ ''آپ کا مرید سلیم اللہ'' حضرت والا کے بعد ہی معتقد ہو گئے تھے۔ اللہ

www.ahlehaq.org

تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین۔

حضرت کے سفر کی نوعیت

گو حضرت والا کو سفر سے طبعی اعراض رہتا لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کو حجۃ اللہ فی الارض بنا کر دنیا میں بھیجا تھا جس کا خود حضرت والا کو بھی علم ضروری کے درجہ میں احساس تھا اس لیے جب مشتاقان وعظ و زیارت کے تقاضے حد سے گزر جاتے تو مجبور ہو کر منظور فرما لیتے اور لمبے لمبے سفر اختیار فرماتے اور جب ایک مرتبہ سفر میں نکلنا ہوتا تو پھر مسلسل درخواستوں کی وجہ سے جگہ جگہ جانا ہوتا اور مہینوں سفر ہی میں گزر جاتے۔ غرض مشیت خداوندی یہی تھی کہ حضرت والا سے دور دراز کے سفر کرائے جائیں اور تبلیغ احکام دینیہ کرا کر اپنے بندوں پر اتمام حجت کیا جائے چنانچہ ایک بار دوران سفر میں حضرت والا نے سفر کے متعلق احقر کے کسی استفسار کے جواب میں عجب کیف کے ساتھ یہ شعر پڑھا۔

رشتۂ در گردنم افگندہ دوست   می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

(میرا دوست میری گردن میں دھاگہ ڈال کر، جہاں اس کا دل چاہتا ہے مجھے لے جاتا ہے)

پہلا اور آخری سفر

بعد فراغ درسیات حضرت والا کا سب سے پہلا سفر صفر ۱۳۰۱ھ میں ہوا جب آپ مدرس ہو کر کانپور تشریف لے گئے تھے اور سب سے آخری سفر بروایت جناب مولانا عبدالکریم صاحب گمتھلوی غالباً شوال ۱۳۴۳ھ میں گنگوہ کا ہوا اس درمیان میں بفضلہٖ تعالیٰ وبعونہ ہندوستان کا کوئی ایسا خطہ باقی نہیں رہا جو حضرت والا کے اقدام میمنت التزام سے مشرف نہ ہو گیا ہو اور جہاں حضرت والا بہ حیثیت حجۃ اللہ فی الارض ہونے کے تبلیغ احکام الٰہیہ فرما کر اتمام حجت نہ فرما چکے ہوں۔ کیا کراچی کیا بمبئی' کیا کلکتہ' کیا رنگون' کیا ڈھاکہ' کیا شملہ' کیا گجرات' کیا ماڑوار' کیا لاہور' کیا بہاولپور کیا حیدرآباد دکن' کیا سندھ، کیا گورکھپور کیا اعظم گڑھ' کیا غازی پور' کیا بنارس وغیرہ وغیرہ وغیرہ۔

www.ahlehaq.org

ترکِ سفر

اس کے بعد حضرت والا کا اصل رنگ طبیعت جس کو بر بناء ضرورت بہ جبر دبا رکھا تھا ظہور پذیر ہوا اور حضرت والا نے سفر بالکلیہ ترک فرما دیا۔ عرصہ سے اس کی تمنا اور فکر تھی کہ سفر منقطع کر دیا جائے چنانچہ اپنے سات عذر بھی ایک ورق پر چھپوا کر شائع کر دیئے تھے لیکن پھر بھی مشتاقوں پر اس کا بھی معتدبہ اثر نہ ہوا کیونکہ وہ ایسے مسکت نہ تھے کہ مشتاقوں کے اشتیاق پر غالب آ سکیں۔ یہ تو ضرور ہوا کہ سفر کم ہو گئے لیکن بالکل منقطع نہ کیے جا سکے اور حضرت والا برابر اس فکر میں رہے کہ کوئی عذر ایسا سمجھ میں آ جائے جو سب کے لیے مسکت ہو مگر کوئی ایسا عذر سمجھ میں نہ آتا تھا جو ان پر حجت ہو سکے۔

بالآخر جب حق تعالیٰ ہی کو حضرت والا کا ایک مدت تک ایک جگہ بٹھانا منظور ہوا جیسا کہ اکثر بزرگوں کے ساتھ اخیر میں یہی معاملہ ہوتا ہے بالخصوص اقطاب وقت کے ساتھ تو غیب سے حضرت والا کو ایک ایسا عذر لاحق ہو گیا جس میں بفضلہ تعالیٰ کوئی تکلیف بھی نہیں اور دوسروں پر حجت قائم کرنے کے درجہ میں نہایت معقول اور قابل قبول ہو۔ وہ یہ کہ حضرت والا کی اتری ہوئی آنت میں جو سالہا سال سے بلا کسی قسم کی تکلیف کے اتری ہوئی حالت میں رہتی تھی یکایک سخت تکلیف پیدا ہوئی جب کسی تدبیر سے تکلیف رفع نہ ہوئی تو خود بخود حضرت والا کے دل میں یہ آیا کہ اس کو چڑھانا چاہیے چنانچہ اس کو چڑھایا تو وہ باوجود اتنے عرصہ تک اتری ہوئی حالت میں رہنے کے بسہولت چڑھ گئی اور تکلیف فوراً رفع ہو گئی۔ بس اس کے بعد سے ہمیشہ چڑھی ہوئی حالت میں رکھنے سے تو راحت رہتی اور اتر جانے کی حالت میں وہی تکلیف پھر عود کر آتی لہذا کمانی کا استعمال ضروری ہوا۔ لیکن چھینک لینے یا کھانسنے سے یا سخت حرکت سے کمانی بھی ہٹ جاتی اور اس کی فوری ضرورت واقع ہوتی کہ لیٹ کر اس کو چڑھایا جائے۔ بس یہ عذر خوب حضرت والا کے ہاتھ آ گیا فرما دیا کرتے کہ اب میں سفر کیسے کر سکتا ہوں کیونکہ اگر سفر میں ایسا اتفاق پیش آیا تو اسی وقت مجمع کے سامنے لیٹ کر درست کرنا پڑا کرے گا جس کو حیا ہرگز گوارہ نہیں کرتی۔ حضرت والا نے یہ عذر بھی چھپوا کر شائع فرما دیا جس کی نقل آگے کی جاتی ہے۔

www.ahlehaq.org

www.ahlehaq.org

عذر سفر

جو مصرع ذیل کا مصداق ہے

از ضعف بہر جا کہ نشستیم وطن شد

(کمزوری کے سبب جس جگہ بیٹھ جائیں وہی وطن ہے)

اکثر احباب کو معلوم ہے کہ آنت اترنے کا عارضہ مجھ کو تیس برس سے زائد عرصہ کا ہے مگر جب تک بدن میں کافی قوت رہی تکلیف کم تھی اب قوت کم ہو جانے سے تیس برس سے زیادہ زمانہ ہوا کہ یہ حالت ہوگئی ہے کہ باوجود یہ کہ ایک سخت کمانی (جس کی سختی بعض اوقات بہت ناگوار ہوتی ہے اور جس کے نتیجے ہوا نہ لگنے سے یا پسینہ آجانے سے کھال میں دانے بھی پیدا ہو جاتے ہیں جن میں سوزش ہونے لگتی ہے تو ایسی سخت کمانی) ہر وقت لگی رہتی ہے مگر پھر بھی بکثرت ایسا ہوتا ہے کہ (نمبر۱) کھانسنے سے (نمبر۲) دھسک اٹھنے سے (نمبر۳) چھینکنے سے (نمبر۴) پکار کر بولنے سے (نمبر۵) مسلسل بولنے سے (نمبر۶) دیر تک کھڑے رہنے سے (نمبر۷) دور تک چلنے سے آنت اتر آتی ہے۔ بعض دفعہ تو ایک ایک گھنٹہ میں دو دو، تین تین بار اترنے کی نوبت آجاتی ہے جس کو اگر فوراً ٹھیک نہ کیا جائے تو تکلیف اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ سہار نہیں ہوسکتی اور بعض دفعہ اترتے ہی پیٹ اور سینہ کی رگیں کھنچنے لگتی ہیں جن سے سخت تکلیف ہوتی ہے اور ٹھیک کرنے کے لیے اس کی ضرورت ہوتی ہے کہ پردہ کے مکان میں لیٹ کر کپڑا ہٹا کر کمانی اتار کر ہاتھ سے دباؤ سے آنت کو چڑھا کر پھر کمانی لگائی جاوے اور ظاہر بات ہے کہ اس مجموعی حالت میں کسی طرح بھی سفر ممکن نہیں اسی بناء پر اطباء اور ڈاکٹروں نے زیادہ چلنے پھرنے کو بلکہ زیادہ دیر کھڑے رہنے کو بھی مضر بتلا رکھا ہے اور خود مجھ کو بھی مضر ہونے کا شب و روز مشاہدہ و تجربہ ہو رہا ہے اس لیے تین سال سے زائد زمانہ ہوا کہ میں نے کوئی چھوٹا یا بڑا سفر نہیں کیا بلکہ اگر کوئی عزیز دوسرے محلّہ میں مرگیا تو بذریعہ رقعہ اس کا پرسہ دے دیا خود نہیں جاسکا اور چونکہ سبب اس کا جھلی کا پھٹ جانا ہے اور قاعدہ کی روح سے اب اس کا جڑنا عادتاً غیر ممکن ہے اس لیے اس عارضہ کے جانے کی آئندہ بھی کوئی امید نہیں۔ چنانچہ متعدد ہندوستانی و بنگالی و یورپین ڈاکٹروں کا اس پر اتفاق ہے کہ بجز آپریشن کے اس کا کوئی علاج نہیں اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ آپریشن اس عمر میں خطرناک ہے۔ یہ سب مجموعی واقعات سفر سے میری دائمی معذوری کو صاف ثابت کر رہے ہیں۔ چونکہ بعض بعض احباب

www.ahlehaq.org

جنہوں نے اس حالت کا مشاہدہ نہیں کیا اب بھی اپنی تقریبات وغیرہا میں میرے بلانے کی تحریک کیا کرتے ہیں۔ان کی اطلاع کے لیے یہ اعلان شائع کرتا ہوں تا کہ میرے اس قوی عذر پر نظر فرما کر ایسی تحریک نہ فرمائیں ۔ والسلام کتبہ۔ اشرف علی تھانہ بھون فی الیوم العاشر من الشهر الخامس من السنة السابعة من العشرة الخامسة من المائة الثالثة من الالف الثانی من هجرة من خصه الله تعالیٰ بنزول الثانی. (یعنی ۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۷ھ)

گو شائقین نے پھر بھی بڑے بڑے زور لگائے لیکن چونکہ حضرت والا قطع سفر کا تہیہ فرما چکے تھے اس لیے ایک پیش نہ گئی اور اب تقریباً دس سال سے سفر بالکل بند ہے اور اب حضرت والا بفضلہٖ تعالیٰ قطب وقت ہو کر اپنے مرکز ہی پر بیٹھے خلق خدا کو اپنے فیوض و برکات سے بہرہ اندوز کرنے میں پیشتر سے بھی زیادہ مشغول ہیں ۔متعنا الله تعالیٰ بطول بقائه.

سفر کی تیاری

حضرت والا جب سفر کا قصد فرماتے تو اول سفر کی مقدار۔اور غرض اور مدت سب میں غور کر کے تہیہ فرماتے اور تمام سفر میں ان کی پابندی فرماتے اور کئی دن پہلے سے دن رات مشغول رہ کر مناسب معاملات کو اتنی مدت کے لیے طے فرما کر روانہ ہوتے تا کہ عین وقت پر عجلت میں کوئی کام نہ رہ جائے یا کوئی ضروری چیز چھوٹ نہ جائے۔

دوران سفر سامان وغیرہ کا خیال

اسی طرح سامان کا بڑا انتظام رکھتے اسٹیشن پر اترتے ہی مصافحہ وغیرہ چھوڑ کر سب سے پہلے سامان کو گنواتے اور جب تک ایک معین شخص کے سپرد نہ کر دیتے بےفکر نہ ہوتے ۔ یہ نہیں کہ کوئی چیز کسی نے اٹھالی کوئی چیز کسی نے لے لی۔ ذمہ دار صرف ایک یا دو شخص کو کیا جاتا تھا جائے قیام پر پہنچ کر بھی سب سے پہلے اپنے اسباب کا جائزہ لیتے اور اس کوٹھکانے لگوا دیتے اور بیت الخلاء بھی پہلے سے معلوم فرما لیتے تا کہ عین وقت پر بالخصوص شب میں دقت واقع نہ ہو۔سواری وغیرہ کا وقت روانگی سے بہت پہلے انتظام فرماتے اور اگر سواری میں توقف ہوتا تو پا پیادہ چل کھڑے ہوتے اس پر لوگ عجلت کر کے سواری لاتے اور راستہ سے حضرت والا کو بٹھا لیتے ۔یہی مصلحت چل کھڑے ہونے میں ہوتی تھی۔

www.ahlehaq.org

گھر سے رابطہ

جتنے دن سفر کے لیے تجویز فرماتے اتنے دن کے لیے ڈاک کا انتظام پہلے فرما لیتے۔ ہر جگہ سے مکان کو برابر خطوط روانہ فرماتے رہتے تاکہ گھر پر کسی کو تشویش نہ ہو۔ نیز ان مہمانوں کو اطلاع ہوتی رہے جو حضرت والا کی عدم موجودگی میں تشریف لائے ہوں۔ خطوط کے جوابات اور تصنیف کا کام بھی سفر میں برابر جاری رہتا حتیٰ کہ چلتی ریل میں بھی تصنیف کا کام جاری رکھتے۔ اگر ضرورت ہوتی تو ایک خادم اور کاتب وعظ بھی ساتھ لے لیتے۔

سفر میں سادگی

سادگی اس قدر کہ جس درجہ میں ریل کے بیٹھ گئے بیٹھ گئے کچھ پرواہ نہیں کی بلکہ اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ تیسرے درجہ میں جو لطف اور آرام ہے وہ بڑے درجوں میں نہیں کیونکہ تیسرے درجہ والے تو خود ہمارا لحاظ کرتے ہیں اور بڑے درجہ والے اپنی اینٹھ مروڑھی میں رہتے ہیں وہ تو کیا لحاظ کرتے الٹا ہمیں ان کا لحاظ کرنا پڑتا ہے کہ بے تکلف ہنس بول بھی نہیں سکتے۔

ایک مرتبہ سہارنپور سے ریاست رامپور تشریف لئے جا رہے تھے۔ وہاں قادیانیوں سے علماء اہل حق کا مناظرہ تھا محض اپنے مجمع کی رعایت سے اور صرف شرکت کے لیے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علماء کی معیت میں تھے ٹکٹ درمیانہ درجہ کا تھا لیکن ریل میں ایک خالی درجہ پر نظر پڑی تو سب اسی میں بیٹھ گئے کسی نے کہا کہ یہ تو تیسرا درجہ ہے تو حضرت والا نے فرمایا اجی مقصود تو آسائش ہے اور یہ درجہ خالی مل گیا ہے ڈیوڑھے میں اس سے زیادہ کیا آسائش ہوگی چنانچہ اسی میں سفر فرمایا۔ نواب صاحب ڈھاکہ نے کرایہ کافی بھیجا تھا جس سے بڑے درجہ میں سفر ممکن تھا لیکن تیسرے درجہ میں سفر فرما کر بقیہ رقم وطن واپس پہنچ کر حسب معمول واپس فرما دی۔ مگر واپسی کی صورت میں نواب صاحب کے احترام کا لحاظ کر کے یہ تغیر کی کہ اس بقیہ رقم سے ٹین کی چادریں خرید کر مسجد میں وضوخانہ کا سائبان بنوا کر نواب صاحب کو اطلاع کر دی کیونکہ روپیہ واپس کرنا ان کے احترام کے خلاف تھا اور واپس نہ کرنا اپنی وضع کے خلاف تھا۔

نظامِ اوقات کی پابندی

سفر کے متعلق جو نظام اوقات قرار پا جاتا اس کی پوری پابندی فرماتے۔ ایک مرتبہ کانپور سے

www.ahlehaq.org

تھانہ بھون تشریف لا رہے تھے راستہ میں ایک خادم نے بالحاح عرض کیا کہ ایک دن کے واسطے خورجہ میں اتر لیں۔ فرمایا کہ مظفر نگر سواری کو لکھ چکا ہوں اگر وقت پر نہ پہنچوں گا تو وہاں بے حد تشویش ہوگی کیونکہ بفضلہٖ کبھی آج تک ایسا نہیں ہوا کہ میں حسب اطلاع وعدہ پر نہ پہنچا ہوں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں تار دیدوں فرمایا نہیں۔ بدنظمی پھر بھی باقی رہے گی کیونکہ گاڑی کرایہ کی آئی ہوگی نہ معلوم وہ ٹھہرے یا نہ ٹھہرے پھر دوسری گاڑی مل سکے یا نہ مل سکے غرض بڑا خلل واقع ہوگا پھر اطلاع کے بعد وقت پر نہ پہنچنے میں کچھ نہ کچھ مایوسی اور حسرت تو ضرور ہی رہتی ہے ہاں اگر خط لکھنے سے پہلے کہتے تو ممکن تھا۔

سفر کا سامان

حضرت والا اپنے ساتھ صرف ضروری سامان لیتے تھے اور ایک دن پہلے سب سامان درست فرما لیتے تھے تاکہ عین وقت پر دقت نہ ہو یا کوئی چیز ضرورت کی بھول نہ جائیں۔ قلیوں سے اجرت طے کرا کے پھر اسباب اٹھواتے کیونکہ ریلوے کی مقرر کردہ اجرت پر مجبور کرنا جائز نہیں۔ اگر سامان کے وزن کی زیادتی کا احتمال ہوتا تو فوراً تلواتے اور زیادتی کا محصول ادا کرتے۔

سامان کے کرایہ میں احتیاط

ایک مرتبہ سہارنپور سے کانپور تشریف لے جا رہے تھے۔ کچھ گنے ساتھ تھے بغرض ادائیگی محصول ان کو اسٹیشن پر تلوانا چاہا تو کسی نے تولے نہیں بلکہ از راہ عقیدت غیر مسلم ملازمین ریلوے نے بھی یہ کہہ دیا کہ آپ یوں ہی لے جائیے تلوانے کی ضرورت نہیں ہم گارڈ سے کہہ دیں گے حضرت والا نے فرمایا یہ گارڈ کہاں تک جائے گا کہا گیا کہ غازی آباد تک فرمایا غازی آباد سے آگے کیا ہوگا؟ کہا گیا یہ گارڈ دوسرے گارڈ سے کہہ دے گا۔ حضرت والا نے فرمایا پھر آگے کیا ہوگا بس وہ کانپور تک پہنچا دے گا اور وہاں آپ کا سفر ختم ہو جائے گا۔ حضرت والا نے اس پر فرمایا کہ نہیں وہاں سفر ختم نہ ہوگا بلکہ آگے ایک اور سفر آخرت کا بھی ہے وہاں کا انتظام کیا ہوگا؟ یہ سن کر سب دنگ رہ گئے اور بے حد متاثر ہوئے۔ بہت سے اور بھی تعلیم یافتہ ہندو بابو وغیرہ کھڑے تھے سب آپس میں کہنے لگے کہ ایسے بھی خدا کے ایمان دار بندے موجود ہیں جو اس قدر احتیاط کرتے ہیں اور خدا سے ڈرتے ہیں۔

حضرت والا کے منتسبین پر قریب کے ریل والوں کو اتنا اعتماد ہو گیا ہے کہ جب کوئی صاحب ثقہ صورت تھانہ بھون آتے ہوئے ملتے ہیں تو ان کے اسباب کو تلوانے کے لیے روکتے ٹوکتے نہیں اور جزم کے ساتھ کہہ دیتے ہیں کہ یہ تھانہ بھون والے مولانا صاحب کے

www.ahlehaq.org

پاس جارہے ہیں وہاں جانے والے بلا اسباب تلوائے سفر نہیں کیا کرتے۔

کرایہ کے متعلق ایک طالب علم کی اصلاح

ایک مرتبہ ایک طالب علم حضرت والا کی زیارت کے لیے تھانہ بھون آئے تھے مگر حضرت والا سفر میں تشریف لئے جارہے تھے۔ لہذا اسٹیشن پر ملاقات ہوئی۔ چونکہ وقت بہت تنگ تھا اس لیے وہ طالب علم گارڈ سے کہہ کر بلا ٹکٹ سوار ہوئے دوسرے اسٹیشن یعنی نانوتہ پر ٹکٹ لیا گیا جب وہ نانوتہ تک کا کرایہ گارڈ کو دینے لگے تو اس نے کہا کہ تم غریب آدمی ہو یہاں تک کے ٹکٹ کی ضرورت نہیں جاؤ۔ جب حضرت والا سے آکر انھوں نے یہ واقعہ نقل کیا تو فرمایا کہ گارڈ ریلوے کمپنی کا ملازم ہے ریل کا مالک نہیں۔ اس لیے یہاں تک کا کرایہ بہرحال تمہارے ذمہ واجب الادا ہے اب یہ کرنا کہ اتنے داموں کا کوئی ٹکٹ اسی لین کا خرید کر پھاڑ دینا اس طرح دام کمپنی کو پہنچ جائیں گے اور تم حق العباد سے بری الذمہ ہو جاؤ گے۔

ایک آریہ مبلّغ سے گفتگو

ایک آریہ مبلغ انگریزی داں بھی اسی ڈبہ میں بیٹھا ہوا تھا وہ بولا کہ صاحب میں اب آپ سے اپنے دل کی ایک چوری ظاہر کرتا ہوں۔ سچی بات یہ ہے کہ جب انہوں نے آکر یہ بیان کیا کہ گارڈ نے ان کو یہاں تک کا کرایہ معاف کر دیا تو مجھے خوشی ہوئی کہ اچھا ہے ایک غریب آدمی کا بھلا ہو گیا لیکن اب آپ کی تقریر سن کر مجھے یہ معلوم ہوا کہ میری وہ خوشی بے ایمانی کی خوشی تھی۔

اس آریہ کے اور بھی کچھ ہندو ساتھی تھے ان میں سے ایک بولا کہ ان لوگوں کی باتوں کی طرف دل کو کشش ہوتی ہے۔ دوسرا بولا کہ یہ حق پر ہونے کی دلیل ہے۔ یہ سچے لوگ ہیں اسی لیے ان کی باتوں میں بھی اثر ہے۔ پھر تھوڑی دیر بعد اس آریہ مبلغ نے حضرت والا سے عرض کیا کہ کیا میں ایک بات دریافت کر سکتا ہوں۔ حضرت والا نے فرمایا کہ جی ہاں فرمائیے۔ اس نے کہا کہ دو شخص ہیں ان میں ایک مسلم ہے اور ایک غیر مسلم دونوں نے کوئی نیک عمل کیا اور دونوں نے اچھی ہی نیت سے کیا اس عمل کا اجر دونوں کو یکساں ملے گا یا کچھ تفاوت ہوگا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ یہ سوال آپ کی دانشمندی اور تہذیب سے نہایت بعید ہے کیونکہ یہ آپ نے ایسا سوال کیا ہے کہ جس کا جواب آپ کے ذہن میں پہلے سے موجود ہے اس نے کہا یہ آپ کو کیسے

www.ahlehaq.org

معلوم ہوا کہ اس کا جواب میرے ذہن میں موجود ہے۔ فرمایا کہ جب اس جواب کے سب مقدمات آپ کے ذہن میں موجود ہیں تو وہ جواب بھی موجود ہے کیونکہ جب ملزوم موجود ہے تو لازم کا وجود بھی ضروری ہے۔ اس نے کہا کہ یہ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ مقدمات میرے ذہن میں موجود ہیں۔ فرمایا کہ لیجئے میں آپ ہی کے منہ سے ان مقدمات کے موجود فی الذہن ہونے کا اقرار کرائے لیتا ہوں کیا آپ یہ نہیں جانتے کہ مختلف مذاہب میں حق مذہب تو ایک ہی ہوسکتا ہے اور اس وقت اس کی بحث نہیں کہ حق مذہب کونسا ہے اس نے کہا کہ بے شک حق تو ایک ہی مذہب ہوسکتا ہے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ایک مقدمہ تو یہ ہوا جو آپ کے ذہن میں پہلے سے موجود ہے۔ دوسری بات میں یہ پوچھتا ہوں کہ کیا مذہب حق والے کی مثال مطیع سلطنت کی سی ہے اور باطل والے کی مثال باغی سلطنت کی سی نہیں۔ اس کا بھی اس آریہ نے اقرار کیا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ یہ دوسرا مقدمہ ہوا جس کو آپ نے تسلیم کرلیا۔ پھر حضرت والا نے فرمایا کہ کیا باغی کے سارے کمالات محض اس وجہ سے کہ وہ باغی ہے نظر انداز نہیں کر دیئے جاتے اور کیا باوجود صاحب کمالات ہونے کے اس کو عدالت سے سزا نہیں دے دی جاتی اور کیا وہ سزا عقل وانصاف کے خلاف ہوتی ہے؟ اس نے ان سب باتوں کا بھی اقرار کیا۔ پھر حضرت والا نے فرمایا کہ بس جب یہ تینوں مقدمات آپ کے ذہن میں پہلے سے موجود ہیں تو ان کا نتیجہ بھی ضرور آپ کے ذہن میں ہے اور وہی جواب ہے آپ کے سوال کا۔ تو ایسی حالت میں آپ کے سوال کا صاف یہ مطلب ہوا کہ میں اپنے منہ سے آپ کو کافر کہوں؟ سو ہمیں ہماری شریعت اس کی اجازت نہیں دیتی کہ بلاضرورت ہم کسی کو کافر کہیں۔ اس آریہ نے خوش ہوکر کہا کہ واقعی مجھے اسی کا شوق تھا کہ میں اپنے بارہ میں آپ کے منہ سے یہ لفظ سنوں۔ ایسے منہ سے اپنے بارہ میں کافر کا لفظ سننے میں بھی مزہ ہے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ خیر یہ آپ کے لیے تو خوبی ہے لیکن میرے لیے سخت بدنما بات ہے۔ اھ۔

غرض وہ حضرت والا کی اس مہذب اور معقول گفتگو سے بہت ہی مسرور ہوا اور نام اور وطن پوچھا اور معلوم ہونے کے بعد کہا کہ میں تو تھانہ بھون کے آریہ سماج میں لیکچر دینے کے لیے اکثر آیا کرتا ہوں اب کی مرتبہ آؤں گا تو آپ سے ضرور ملوں گا۔

چونکہ حضرت والا کو سفر میں ہر خیال کے لوگوں سے سابقہ پڑتا تھا اس لیے اس قسم کے چھوٹے چھوٹے مناظرے اکثر ہوتے رہتے تھے اور حضرت والا ہمیشہ دو چار باتوں میں ہی بند فرما دیتے تھے۔

www.ahlehaq.org

پروفیسر صاحب کی خاموشی

مولوی ذکاء اللہ صاحب مرحوم سے جو ریاضی کے پروفیسر تھے اور مشہور اہل قلم تھے دہلی میں ملاقات ہوئی۔ انہوں نے حضرت والا سے پوچھا کہ آپ کے مدرسہ میں طلبہ کو کچھ لیاقت بھی پیدا ہوتی ہے؟ حضرت والا نے پوچھا کہ پہلے مجھے لیاقت کا مفہوم معلوم ہو جائے تو جواب دوں۔ بس یہ سن کر وہ چپ ہو گئے کیونکہ سمجھے کہ اگر جواب دوں گا تو لیاقت کے مفہوم کا مدعی بن کر ثابت کرنا مشکل ہو جائے گا۔ بولوں گا تو جھگڑا ہو گا اور پھر جان چھڑانا مشکل ہو جائے گا۔

ہندو مسافروں کے تاثرات

ایک بار ریل کے سفر میں ایک ہندو نے جو بڑا آدمی معلوم ہوتا تھا اور حضرت والا کے ڈبہ میں بیٹھا تھا بہت محبت سے پوچھا کہ تمہاری آنکھوں سے معلوم ہوتا ہے کہ تم کچھ کام کرتے ہو (یعنی ذکر و شغل) ایک بار حضرت والا رفقاء کے کہنے سے ریل کے اس ڈبہ سے جس میں بیٹھے ہوئے تھے کسی اور ڈبہ میں تشریف لے جانے لگے جہاں غالباً جگہ زیادہ فراخ تھی تو اس ڈبہ میں جو ہندو بیٹھے ہوئے تھے افسوس کے ساتھ کہنے لگے کہ اجی آپ کی وجہ سے تو یہاں نور ہی نور تھا آپ اپنے ساتھ نور کو بھی لے چلے۔

نواب رامپور کا تاثر

قادیانیوں کے مناظرہ میں جس کو نواب صاحب رامپور نے منعقد کیا تھا بہت سے اکابر علماء تشریف لے گئے تھے۔ اپنے حضرات کے اصرار سے حضرت والا نے بھی با دل ناخواستہ شرکت فرمائی۔ روزانہ ایک بار نواب صاحب کے پاس بھی سب علماء کو جانا پڑتا۔ حضرت والا بھی تشریف لے جاتے لیکن بہت فاصلہ پر نظریں نیچی کئے ہوئے خاموش بیٹھے رہتے۔ نواب صاحب نے بعد کو اپنے ایک مصاحب سے پوچھا کہ یہ کون صاحب تھے جو گردن جھکائے خاموش بیٹھے رہتے تھے یہ کوئی صاحب اثر شخص معلوم ہوتے ہیں کیونکہ ان کی طرف خواہ مخواہ قلب کو کشش ہوتی تھی۔ نواب صاحب کا یہ قول خود ان مصاحب نے حضرت والا سے نقل کیا تھا کیونکہ وہ حضرت والا کے بھی ملنے والے تھے۔

اسی سفر رامپور میں جب بوقت واپسی نواب صاحب نے کرایہ میں کچھ زیادہ رقم دینی

www.ahlehaq.org

چاہی تو حضرت والا نے بواسطہ پیام کے یہ کہہ کر واپس فرما دی کہ ریاست کو بیت المال میں سے زائد از ضرورت صرف کرنے کا شرعاً اختیار حاصل نہیں ہے۔

شاندار و پرکشش سراپا

دیوبند کے بڑے جلسہ میں وعظ میں بیٹھا ایک شخص جو غالباً سرحدی تھا اور خود احقر کے پاس ہی بیٹھا ہوا تھا بڑے مزے لے لے کر یہ کہہ رہا تھا کہ ارے مولوی تجھے اللہ سلامت رکھے ہم تو بس اتنی دور سے یہ تیری صورت ہی دیکھنے آئے تھے۔ اس قسم کے صدہا واقعات حضرت والا کی محبوبیت عامہ کے ہیں کہاں تک بیان کیے جائیں۔ حضرت والا سفر میں جس طرف نکل جاتے تھے سب کی نظریں بے اختیار اٹھ جاتی تھیں خواہ وہ مسلمان ہوں یا ہندو' انگریز ہوں یا پارسی متقی ہوں یا فساق وفجار۔

حضرت والا کا شاندار سراپا دیکھ کر بعض کابلیوں نے اپنی ولایتی اردو میں کہا کہ مولانا صاحب آپ تو کابلی معلوم ہوتے ہیں۔ حضرت والا نے فرمایا کہ میں خود تو کابلی نہیں مگر ہاں میرے اجداد ضرور کابلی تھے۔ اھ۔ اور یہ ایک ناقابل انکار مشاہدہ ہے کہ حضرت والا کا شاہانہ چہرہ مبارک اور نورانی صورت مقدس ہزاروں کے مجمع میں بھی حضرت والا ہی کو ممتاز بنا کر رکھتی ہے۔ میرے ایک خواجہ تاش دوست نے حضرت والا کی شان میں بحالت خواب ایک شعر تصنیف کیا تھا اور وہ ان کو بعد بیداری بھی یاد رہا۔ میں تو اس شعر کو الہامی شعر سمجھتا ہوں کیونکہ حضرت والا پر حرف بحرف صادق آتا ہے۔ وہ شعر یہ ہے۔

کب کوئی ثانی ہے تیرا لاجواب ایسا تو ہو
چن لیا لاکھوں میں تجھ کو انتخاب ایسا تو ہو

ایک مشہور صاحب فضل و کمال نو تعلیم یافتہ فلسفی نے بھی ایک بار حضرت والا کی شان میں حالی مرحوم کا یہ مصرع لکھا۔ ع

عالم میں تم سے لاکھ سہی تم مگر کہاں

اب اس داستان جمال و کمال کو حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کے اس شعر پر ختم کر کے اصل مقصود کی طرف عود کرتا ہوں۔

آفاقہا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام   بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

(میں جہان کے سارے ملکوں میں گھوما ہوں، میں نے بہت حسین دیکھے ہیں مگر تم کوئی اور چیز ہو)

www.ahlehaq.org

میزبان کی راحت کا خیال کرنا

حضرت والا جہاں قیام فرماتے۔ میزبان پر کسی قسم کا بار ڈالنا پسند نہ فرماتے۔ نہ کبھی کوئی فرمائش کرتے۔ بلکہ پرتکلف دعوت سے اس قدر خوش نہ ہوتے جس قدر سادہ اور معمولی کھانوں سے خوش ہوتے۔ اعظم گڑھ میں یہ دستور تھا کہ حضرت والا کے ساتھ ایک جم غفیر کی دعوت کرتے جس سے میزبان پر بہت بار پڑتا اس کا انسداد اس طرح فرمایا کہ جو شخص دعوت کرتا یہ قید لگا دیتے کہ میں تنہا کھاؤں گا اور محض خشکہ اور ارہر کی دال کھاؤں گا کیونکہ یہاں بیلن کی روٹیوں کا دستور ہے جو ذرا سخت ہوتی ہیں اور مجھے موافق نہیں آتیں۔

غیر شرعی رسوم کی اصلاح

اسی طرح سفر بنگال میں وہاں کے اس دستور کو کہ لوگ آ آ کر پاؤں چھوتے تھے اس ترکیب سے بند کیا کہ اول منع فرما دیتے جو اس کے بعد بھی حضرت والا کے پاؤں پکڑتا حضرت والا بھی فوراً اس کے پاؤں پکڑ لیتے اور جب وہ شرمندہ ہو کر روکتا تو فرماتے کہ اگر یہ کوئی اچھی بات ہے تو مجھے اس سے کیوں روکتے ہو اور اگر بری بات ہے تو تم ایسی حرکت کیوں کرتے ہو۔ جہاں دو چار مرتبہ ایسا کیا بس اس کی شہرت ہوگئی اور لوگوں نے اس بیہودہ رسم کو ترک کر دیا۔ ضلع اعظم گڑھ میں دستور تھا کہ چند لوگ آگے آگے ہٹو' بچو کہتے ہوئے چلتے جو کوئی آگے آتا ہوا ہوتا اس کو سامنے سے ہٹا دیتے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ راستہ کسی کی ملک نہیں سب کو چلنے کا برابر حق حاصل ہے۔ یہ حرکت خلاف شرع ہے اس کو چھوڑنا چاہیے۔ ایسا ہرگز نہ کیا جائے۔ چنانچہ یہ رسم بھی موقوف ہوگئی۔ ایک انگریزی اسکول کے پاس سے ہو کر گزرے تو سب ہندو طلباء اور مدرسین تعظیماً کھڑے ہوگئے۔ یہ دیکھ کر حضرت والا اسکول کے اندر تشریف لے گئے اور نہایت سادگی اور ملاطفت کے ساتھ سب سے ملے اور باتیں کرتے رہے وہ لوگ بہت مسرور ہوئے اور تعجب کرنے لگے کیونکہ وہاں کا یہ دستور تھا کہ علماء ہندوؤں سے بات بھی نہ کرتے تھے اور اگر کوئی علماء کی تعظیم کے لیے نہ اٹھتا تو اس کی اہانت کرتے۔ یہ بھی دستور تھا کہ لوگ پالکی کے ساتھ ساتھ

www.ahlehaq.org

www.ahlehaq.org

دائیں بائیں دوڑتے ہوئے چلتے حضرت والا نے منع فرمایا کہ مجھ کو اس سے تکلیف ہوتی ہے۔ عرض کیا کہ ہم تو محبت سے ایسا کرتے ہیں فرمایا تو پھر مجھے دکھاتے کیوں ہو۔ دائیں بائیں نہ چلو پالکی کے پیچھے چلو جہاں سے مجھ کو نظر نہ آؤ۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد جو حضرت والا نے مڑ کر دیکھا تو کوئی بھی نہ تھا۔ معلوم ہوا کہ محض دکھلانا ہی مقصود تھا مگر وہ بیچارے کیا کرتے کسی مقتدا نے کبھی ٹوکا ہی نہ تھا بلکہ اس سے اور خوش ہوتے تھے۔

ہدیہ نذرانہ کے بارے میں اصلاح

ایک مقام پر رخصت کے وقت گاؤں کے چودھری نے دو سو روپیہ چندہ جمع کر کے حضرت والا کو نذرانہ دیا لیکن یہ ظاہر نہ کیا کہ رقم سب گاؤں والوں سے جمع کی گئی ہے۔ حضرت والا کو شبہ ہوا کہ اکیلے چودھری صاحب تو اتنی بڑی رقم دینے کی حیثیت نہیں رکھتے ضرور لوگوں سے چندہ جمع کیا گیا ہے لہذا حضرت والا نے سوال کیا کہ یہ اکیلے آپ ہی کی طرف سے ہے یا اس میں اور بھی شریک ہیں جواب ملا کہ اوروں سے بھی لیا گیا ہے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ہدیہ تو محبت کے لیے ہوتا ہے جب دینے والے کو میں نہیں جانتا تو مجھ کو ان کی محبت کیسے ہوگی اس لیے ہر ایک کی رقم اس کو واپس کر دو پھر جس کو دینا ہو ہر ایک خود آ آ کر الگ الگ اپنے ہاتھ سے مجھے دے تا کہ مجھے بھی تو معلوم ہو کہ یہ میرا محسن ہے اور مجھے اس سے محبت ہو۔ چودھری جی نے عذر کیا کہ آپ تو اب جا رہے ہیں۔ فرمایا کہ میں بہت قریب مقام پر جا رہا ہوں جہاں پہنچنا سب کو آسان ہے جس کو شوق ہو وہاں آ کر ہدیہ دے مگر کسی نے آ کر ایک روپیہ بھی تو نہ دیا۔ محض رسم تھی اور کچھ نہیں پھر معلوم ہوا کہ بعضے علماء جو یہاں آتے ہیں اگر ان کی خدمت نہیں کی جاتی یا نذرانہ کم دیا جاتا ہے تو وہ برا مانتے ہیں۔

حضرت والا اعظم گڑھ کے ان واقعات کو بیان فرما کر فرمایا کرتے ہیں کہ میں نے وہاں کی اور رسموں کو تو مٹایا لیکن ایک رسم کے مٹانے میں کامیاب نہ ہو سکا وہ یہ کہ جب کوئی عالم آتا ہے تو موضع کے اکثر لوگ یہاں تک کہ چھوٹے لڑکے بھی استقبال کے لیے دور تک آتے ہیں اور یہی صورت رخصت کے وقت ہوتی ہے یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ اس ضلع

www.ahlehaq.org

کے لوگوں میں بہت ہی صلاحیت اور دینداری ہے۔ وہاں کے انگریزی خوان بھی خوش عقیدہ ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ بیچارے ضرورت معاش ہی کے لیے انگریزی پڑھتے ہیں۔

شفقت و ہمدردی

حضرت والا بہت ہی اصرار کے بعد کہیں کا سفر اختیار فرماتے تھے اور بہت کم درخواستیں شرف قبولیت حاصل کرتی تھیں۔ لیکن اگر کوئی مریض درخواست کرتا تو اس کی درخواست بجز کسی خاص مجبوری کے کبھی مسترد نہ ہوتی۔ ایسے مواقع پر حضرت والا کا قلب مبارک بالکل پگھل جاتا اور یہ شعر پڑھتے ؎

خستگاں راچو طلب باشد و قوت نبود   گر تو بیداد کنی شرط مروت نبود

(کمزوروں کو جب طلب ہے اور طاقت نہیں ہے، اب اگر تو ظلم کرے تو یہ مروت کا تقاضا نہیں ہے)

بہت سے مریضوں کی تو یہ آرزو پوری ہوئی کہ حضرت والا کی موجودگی میں ہی دم نکلے بعض مرتبہ بعذر تاخیر سے جانا ہوتا اس میں یہی مصلحت خداوندی ظاہر ہوتی کہ حضرت والا کی موجودگی ہی میں قبل واپسی مریض کا انتقال ہو جاتا اور اس کی یہ دلی آرزو پوری ہو جاتی۔

بریلی میں ایک معزز ذی علم رئیس کی درخواست پر جن کو مرض الموت میں اس درجہ وساوس کا ہجوم تھا کہ انہیں سوئے خاتمہ کا اندیشہ ہونے لگا تھا۔ حضرت والا فوراً تھانہ بھون سے تکالیف سفر گوارا فرما کر تشریف لے گئے اور ایسی تسلی بخش تقریر فرمائی کہ سب وساوس کافور ہو گئے اور نہایت ہشاش بشاش دنیا سے رخصت ہوئے۔ اس واقعہ کا مفصل حال باب ''شرف بیعت واستفاضۂ باطنی'' میں بعد تنبیہ متعلق مضمون مسمیٰ بہ الغیبہ فی الہیبہ آئندہ آئے گا۔

غرض جس نے حضرت والا کو بنظر انصاف دیکھا ہے اس پر یہ امروز روشن کی طرح واضح ہے کہ جتنا حضرت والا کے اندر شفقت اور دلسوزی کا مادہ ہے شاید ہی کسی کے اندر ہو لیکن جہاں واقعی اس کی ضرورت اور حاجت ہو وہاں اس کا ظہور ہوتا ہے اور جہاں بغرض اصلاح سیاست کی ضرورت ہو وہاں سیاست ہی شفقت ہے۔ اگر وہاں بھی ظاہر شفقت کا برتاؤ کیا جائے تو وہ صورۃً شفقت ہوگی لیکن معناً عداوت ہے۔

www.ahlehaq.org

درشتی و نرمی بہم در بہ است   چورگ زن کہ جراح ومرہم نہ است

(سختی ونرمی ملی ہوئی اچھی ہے، جیسے رگ کاٹنے والا چیرتا بھی ہے اور مرہم بھی کرتا ہے)

بعض مواقع پر مریض کی تمنائے زیارت کا اس کے انتقال کے بعد علم ہوتا تو حضرت والا کو نہایت قلق ہوتا اور فرماتے کہ اگر مجھ کو اطلاع ہو جاتی تو ضرور جا کر ان کی اس تمنا کو پوری کرتا۔

حضرت والا کی دلسوزی اور شفقت پر خود حضرت والا کا ارشاد یاد آیا۔ فرمایا کہ میں ویسے تو بہت آزاد مزاج ہوں لیکن تکلیف کسی دشمن کی بھی نہیں دیکھ سکتا۔ جہاں کسی کو ذرا سی بھی تکلیف میں دیکھتا ہوں بس یہ جی چاہتا ہے کہ اپنا دل نکال کر اس کے سامنے رکھ دوں۔

سفر کا کوئی مخصوص لباس نہ ہونا

حضرت والا کا سفر میں کوئی خاص لباس نہ ہوتا تھا بلکہ وہی معمولی سادہ لباس جو حضر میں استعمال فرماتے وہی پہنے ہوئے سفر میں تشریف لے جاتے۔ یعنی نہ عبا نہ قبا نہ عمامہ صرف کرتا پائجامہ ٹوپی۔ چنانچہ ایک بار حضرت والا معمولی لباس پہنے ہوئے سفر میں تشریف لے جانے لگے جو اس وقت زیر استعمال تھا۔ جناب بڑی پیرانی صاحبہ مدظلہا نے مشورہ دیا کہ نیا جوڑہ پہن لیا جائے۔ حضرت والا نے فرمایا کیوں کیا کسی کو دکھلانا ہے؟۔ انہوں نے عرض کیا کہ یہ میرا مطلب نہیں۔ بلکہ مصلحت یہی ہے کہ آپ ہمیشہ ایسے لباس میں سفر کیا کریں کہ معتقدین آپ کو دیکھ کر مطمئن ہو جائیں کہ ماشاء اللہ فراخی ہے تنگدستی نہیں ورنہ اگر شکستہ حال دیکھیں گے تو سمجھیں گے کہ آج کل ناداری معلوم ہوتی ہے۔ لہذا خواہ مخواہ ہدایا دینے کا خیال پیدا ہوگا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ یہ نیت تو واقعی بہت اچھی ہے اور ان کے اس قول کو اکثر نہایت تحسین کے ساتھ نقل بھی فرمایا کرتے ہیں لیکن پھر بھی اس مصلحت پر ہمیشہ مذاق فطری ہی غالب رہا اور سفر میں بھی حضر کی طرح اپنا وہی سادہ طرز رکھا۔ چنانچہ ایک بار تھانہ بھون آتے ہوئے سہارنپور کے اسٹیشن پر حضرت والا ریل گاڑی کے انتظار میں پلیٹ فارم پر بیٹھے ہوئے تھے اور سامنے ایک ڈلیا رکھی ہوئی تھی جس میں کھیرے تھے۔ سہارنپور کے کھیرے مشہور ہیں کسی نے ہدیۃً دیئے تھے۔ ایک دیہاتی ادھر سے گزرا تو کیا پوچھتا ہے کہ یہ کھیرے کس بھاؤ دیئے۔ حضرت والا نے نہایت سادگی کے ساتھ جواب دے دیا کہ یہ بکری کے نہیں ہیں۔

www.ahlehaq.org

کیا آپ مولانا اشرف علی ہیں

اسی طرح ایک بار جب پانی پت سے واپس ہو رہے تھے تو چھوٹی لین پر سوار ہونے کے لیے دہلی سے شاہدرہ جانے والی ریل گاڑی میں سوار ہوئے چونکہ دہلی اطلاع نہیں دی گئی تھی اس لیے کوئی دہلی کا ملنے والا بھی موجود نہ تھا۔ صرف ایک شخص تھے جو پانی پت سے پہنچانے آئے تھے۔ ایک پنجابی صاحب بھی اسی ڈبہ میں بیٹھے ہوئے تھے جس میں حضرت والا سوار ہوئے تھے۔ انہوں نے حضرت والا سے پوچھا کہ آپ کہاں تشریف رکھتے ہیں حضرت والا نے فرمایا تھانہ بھون۔ یہ سن کر انہوں نے بہت اشتیاق سے پوچھا کہ آپ حضرت مولانا اشرف علی صاحب کو بھی جانتے ہیں۔ حضرت والا نے فرمایا کہ میرا ہی نام اشرف علی ہے۔ انہوں نے استعجاب کے ساتھ حضرت والا کو اوپر سے نیچے تک دیکھا اور مکرر پوچھا کہ کیا آپ ہی مولانا اشرف علی صاحب ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ کیا اس کا کوئی خاص حلیہ ہے جس کو آپ مجھ پر منطبق نہیں پاتے اس پر وہ خاموش تو ہو گئے لیکن پھر بھی انہیں تسلی نہ ہوئی تردد ہی رہا۔ کیونکہ حضرت والا کی شہرت عامہ سن کر اور تصانیف عالیہ دیکھ کر انہوں نے اپنے ذہن میں یہ خیال جما رکھا ہوگا کہ جب اتنے بڑے عالم ہیں تو بڑی شان سے اور مولویانہ لباس عبا وقبا وجُبہ ودستار میں رہتے ہوں گے۔ بالخصوص سفر کی حالت کے متعلق تو ان کا یہ خیال ہوگا کہ اگر مولانا ہوتے تو ان کے ساتھ بڑا مجمع ہوتا اور بہت سے خادم ہوتے لیکن ان کے ساتھ تو ایک بھی خادم نہیں۔ گو عموماً سفر میں حضرت والا کے ہمراہ بطور خود بہت سے خدام مختلف مقامات سے ساتھ ہو لیتے تھے اور واقعی بہت حشم وخدم ہوتا تھا لیکن اتفاقاً اس روز بوجہ عدم اطلاع کوئی ساتھ نہ تھا اور لباس بھی معمول بالکل سادہ تھا۔ غرضیکہ حضرت والا کو اس حال میں دیکھ کر ان پنجابی صاحب کو یقین نہ آیا کہ یہ حضرت مولانا ہی ہیں۔ لہذا انہوں نے امتحاناً ایک علمی سوال کیا جس کا حضرت والا نے نہایت معقول اور مدلل مفصل جواب دیا۔ جب انہوں نے حضرت والا کی جامع مانع اور فصیح وبلیغ علمی تقریر سنی تب انہیں یقین آیا کہ ہاں یہی حضرت مولانا اشرف علی صاحب ہیں۔ پھر تو بہت ہی تعظیم وتکریم کے ساتھ پیش آئے اور حضرت والا کی زیارت سے بہت مسرور ومحظوظ ہوئے۔ جب حضرت

www.ahlehaq.org

والا شاہدرہ کے اسٹیشن پر اترے تو حضرت والا کا اسباب انہی نے اتارا اور بہت عقیدت مندی کے ساتھ مصافحہ کر کے رخصت کیا۔

میز بان کو تکلیف سے اور ساتھیوں کے ذلت سے بچانا

حضرت والا کا یہ بھی دستور تھا کہ بلا میز بان کی اجازت کے کبھی کسی دوسرے کی دعوت منظور نہ فرماتے نیز یہ معمول بھی تھا کہ اگر حضرت والا کے ساتھ کوئی شخص خواہ اپنا عزیز ہی کیوں نہ ہو جانے کو تیار ہوتا تو فرماتے کہ اپنے کرایہ اور کھانے کا انتظام کر کے چلو بلا درخواست میز بان اس پر کرایہ کا بار ڈالنا یا اس کا کھانا کھانا جائز نہیں بلکہ کچھ رقم اپنے پاس محض اس غرض کے لیے رکھتے کہ اگر کسی مقام سے کوئی نادار معتقد غایت اشتیاق سے حضرت والا کے ہمراہ سفر کرنا چاہے تو اس کی اعانت فرما کر اس کی اس خواہش کو پورا کر سکیں چنانچہ احقر کو اچھی طرح یاد ہے کہ چند شائقین رنگون تک کے لمبے سفر میں حضرت والا کے ذاتی کرایہ سے گئے تھے۔

سب ہمراہیوں سے اپنے کھانے کا خود انتظام کرنے کے لیے فرماتے اور اگر میز بان ان کی بھی دعوت کرنا چاہتا تو میز بان سے فرما دیتے کہ ان سے خود درخواست کیجئے اگر وہ مجھ سے اجازت لیں گے میں دے دوں گا غرض ہر طرح حضرت والا اپنے ہمراہیوں کو ذلت سے بچاتے مگر کسی ساتھی کو بطور خود بلا حضرت والا سے پوچھے میز بان کی درخواست پر بھی دعوت قبول کرنے کی اجازت نہ تھی۔ باقی بے تکلف موقعوں پر حضرت والا بھی تنگی نہ فرماتے بلکہ اجازت دے دیتے ورنہ نہیں۔

اگر کوئی صاحب بلا میز بان کی درخواست کے محض ہمراہی ہونے کی حیثیت سے بے حیا بن کر کھانے بیٹھ جاتے تو سخت زجر و توبیخ کے ساتھ دستر خوان پر سے اٹھا دیئے جاتے۔ جہاں زیادہ تنبیہ کی ضرورت ہوتی سفر میں ساتھ رہنے سے بھی روک دیئے جاتے۔ اگر کوئی میز بان حضرت والا کے ساتھ ہمراہیوں کو بھی ہدیہ دینا چاہتا تو ہرگز اس کی جازت نہ دیتے تا کہ عادت خراب نہ ہو اور طفیلی ہونے کی ذلت سے بچیں اور ایسے مال سے بچیں جو طیب خاطر سے نہ دیا گیا ہو بلکہ محض شرعاً حضوری دیا گیا ہو اور بطور خود تو ہمراہی کو کسی چیز کے قبول کر لینے کی مجال نہ تھی۔

ایک ہمراہی نے ایک اور رفیق سفر بزرگ کے ہمراہیوں کی دیکھا دیکھی ایک عمامہ ہدیۃً لے لیا تھا۔ حضرت والا نے معلوم ہونے پر بذریعہ ڈاک واپس کرایا تا کہ آئندہ کو سبق

www.ahlehaq.org

ہو لیکن چونکہ وہ ان کی ملک ہو چکا تھا اس لیے بعد کو خود اپنا عمامہ جو وہیں سے ہدیۃً ملا تھا ان کو اپنی طرف سے دے دیا تا کہ اس کا بدل ہو جائے۔

ریل میں بھی نماز باجماعت کا اہتمام

حضرت والا کا ساتھ بہت لمبے لمبے سفروں میں بھی ہوا لیکن نماز کی ادائیگی میں کبھی دقت واقع نہیں ہوئی۔ تقریباً ہمیشہ ریل کے ڈبہ کے اندر بھی لمبی لمبی جماعتوں کے ساتھ نمازیں برابر ادا ہوتی رہیں اور اللہ تعالیٰ کا ایسا فضل شامل حال دیکھا کہ مسافروں کے بڑے بڑے ہجوموں میں بھی حضرت والا کے ڈبہ کے اندر اکثر و بیشتر جگہ خوب فراغت ہی سے رہی اور ہر سفر نہایت اطمینان ہی سے طے ہوا۔

سفر میں راحت واطمینان

حضرت والا کو صدہا سفر کرنے پڑے مگر حق تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہمیشہ نہایت راحت اور اطمینان ہی سے سفر طے ہوئے۔ یوں کبھی کوئی خفیف سی تھوڑی دیر کی وقتی کلفت ہوتی تو اس کا جلدی ہی ایسا تدارک ہو گیا کہ پہلے سے بھی زیادہ راحت مل گئی۔ کسی رفیق سفر سے احقر نے سنا ہے کہ جب حضرت چھوٹی پیرانی صاحبہ مدظلہا کو حضرت والا واپسی حج پر بمبئی سے لاہور لا رہے تھے تو حضرت والا کی ربیبہ سلمہا جو اس وقت بچی تھیں شدت تشنگی سے بیتاب تھیں اور پانی کا اسٹیشن بہت دور تھا۔ سخت پریشانی تھی کہ کیا تدبیر کی جائے کہ یکا یک ریل راستہ پر ایسی جگہ رک گئی جہاں نیچے دریا تھا۔ وہاں سے بالٹی میں پانی کھینچ کر بچی کو پلا دیا گیا۔ یہ انعام الٰہی تھا۔

ایک بار ایک مقام پر حضرت والا بلائے ہوئے تشریف لے گئے اسٹیشن پر اتفاق سے کوئی شخص لینے کے لیے وقت پر نہ پہنچا۔ حضرت والا اسٹیشن ہی سے واپس تشریف لے آئے اس کے بعد سے بلانے والوں کے ذمہ یہ بھی کر دیا گیا کہ اپنا ایک آدمی معیت کے لیے بھیج دیں جو برابر ساتھ رہے تا کہ کسی مقام پر کوئی دقت نہ ہو' مگر وہ آدمی ایسا معزز نہ ہو جس سے بوقت ضرورت کوئی کام لینے میں حجاب معلوم ہو۔ مخدوم نہ ہو بلکہ خادم ہو یا کوئی بے تکلف دوست ہو چنانچہ پھر ہمیشہ یہی معمول رہا۔ جس سے سفر میں ہر طرح کا اطمینان رہتا۔

www.ahlehaq.org

پریشانی اور تکلیف سے بچاؤ

یہ بھی حضرت والا کا معمول تھا کہ خواہ زائد خرچ برداشت کرنا پڑتا لیکن کسی سے یہ قرارداد نہ کرتے کہ تم فلاں اسٹیشن پر مل جانا وہاں سے ساتھ ہو جائے گا بلکہ یا تو خود اس کو اپنے مقام روانگی پر بلاتے یا خود اس کے مقام پر پہنچ جاتے اور دونوں ایک جگہ سے ساتھ سفر شروع کرتے۔ اور برابر ساتھ رہتے تاکہ دونوں ایک حال میں رہیں ورنہ اگر قرارداد کی صورت میں کسی کو کوئی عذر پیش آ گیا اور وقت مقررہ پر پہنچنا نہ ہوا تو دونوں کو سخت پریشانی لاحق ہوتی ہے۔

ڈیگ ریاست بھرت پور کے سفر میں زنانی سواریاں ساتھ تھیں۔ ریلوے اسٹیشن متھرا سے گھوڑا گاڑیوں میں جانا تھا۔ زیادہ فاصلہ تھا دیر سے روانہ ہونے میں رات ہو جانے کا اندیشہ تھا۔ حضرت والا نے ظہر کی نماز میں صرف دو رکعت فرض قصر پر اکتفا کیا اور روانہ ہو گئے۔ سنتیں چھوڑ دیں اور فرمایا کہ سفر میں سنت کا درجہ نفل کا ہو جاتا ہے۔ ضرورت کی حالت میں بالکل حذف کر دینا بھی جائز ہے۔ اور ضرورت کے موقع پر بھی شرعی رخصتوں پر عمل نہ کرنا اپنے اوپر بلا ضرورت تعب ڈالنا ہے جو ایک درجہ میں حق تعالیٰ کی ناشکری ہے۔

بہر حال اپنے اصول پر قائم رہنا

حضرت والا نے کبھی کوئی سفر کسی کی وجاہت ظاہری سے متاثر ہو کر نہیں کیا۔ نہ اپنے کسی اصول میں فرق آنے دیا۔ چنانچہ ایک نواب صاحب نے جو ایک نہایت ذی وجاہت اور مقتدر خاندانی رئیس ہیں حضرت والا کی خدمت میں دو سو روپیہ مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون کے لیے بھیجے جو زیر سرپرستی و نگرانی حضرت والا خاص خانقاہ ہی کے اندر بلا ادنیٰ تحریک چندہ محض توکل پر قائم ہے اس کے ساتھ ہی انہوں نے حضرت والا کی خدمت میں تشریف آوری کی درخواست بھی پیش کی حضرت والا نے وہ روپے واپس فرما دیئے اور لکھ دیا کہ اگر اس رقم کے ساتھ بلانے کا مضمون نہ ہوتا تو مدرسہ کے لیے روپیہ لے لیا جاتا۔ اب اس اقتران سے یہ احتمال پیدا ہوتا ہے کہ شاید مجھ کو متاثر کرنے کے لیے یہ رقم بھیجی گئی ہو اور آپ کی یہ غرض نہ سہی لیکن میرے اوپر تو طبعی طور پر اس کا یہی اثر ہوگا کہ میں

www.ahlehaq.org

آزادی کے ساتھ اپنے آنے نہ آنے کے متعلق رائے قائم نہ کرسکوں گا کیونکہ انکار کرتے ہوئے شرم آئے گی۔ اس پر نواب صاحب کا معذرت نامہ آیا اور لکھا کہ آپ کے متنبہ کرنے سے اب یہ معلوم ہوا کہ واقعی یہ مجھ سے سخت بد تہذیبی ہوئی میں اب اپنی درخواست تشریف آوری واپس لیتا ہوں اور روپیہ مکرر ارسال خدمت کرتا ہوں براہ کرم مدرسہ کے لیے قبول فرمالیا جائے۔ حضرت والا نے پھر نہایت خوشی سے قبول فرمالیا اور تحریری فرمایا کہ ابھی تک تو آپ میری ملاقات کے مشتاق تھے اور اب آپ کی تہذیب اور شرافت نے خود مجھ کو آپ کی ملاقات کا مشتاق بنا دیا ہے۔ چنانچہ بعد چندے انہوں نے پھر تحریک کی اور حضرت والا تشریف لے گئے لیکن پھر بھی اس شرط پر کہ کسی قسم کا ہدیہ پیش نہ کیا جائے۔ جب حضرت والا وہاں سے واپس تشریف لانے لگے تو ان کی والدہ صاحبہ نے جو حضرت والا کی پیر بہن ہیں تقریباً سو روپیہ خدمت میں پیش کرنا چاہا۔ اس پر حضرت والا نے خلاف شرط ہونے کا عذر پیش کیا۔ نواب صاحب نے عرض کیا کہ یہ تو والدہ صاحبہ کی طرف سے ہے فرمایا والدہ اور ولد میں کیا فرق ہے۔ گھر تو ایک ہی ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضرت اگر کسی کا جی ہی خدمت کرنے کو چاہے تو آخر وہ کیا کرے۔ فرمایا کہ میں خانہ بدوش شخص تو ہوں نہیں کہ میرا کوئی ٹھکانا نہ ہو۔ میرے ٹھکانے پر بھی تو تشریف لانا ممکن ہے چونکہ نواب صاحب ماشاءاللہ نہایت عاقل اور مہذب ومؤدب ہیں اور رئیسوں کے ایک پرانے دیندار خاندان کے مایۂ ناز فرد ہیں انہوں نے اصرار نہیں فرمایا ان کی اکثر حضرت والا تعریف فرمایا کرتے ہیں پھر ایک معتد بہ مدت گزر جانے کے بعد تھانہ بھون خود حاضر ہو کر تین گنیاں پیش کیں جو حضرت والا نے نہایت مسرت اور احترام کے ساتھ قبول فرمالیں اور نواب صاحب کی یہ کمال دانشمندی تھی کہ پہلی رقم کی مقدار بھی بدل دی تاکہ محض وضعداری نہ سمجھی جائے اور حضرت والا کے قلب پر بار بھی نہ ہو اور ذہن بھی پچھلے واقعات کی طرف منتقل نہ ہو اور یہ ایک مستقل ہدیہ سمجھا جائے پھر تو نواب صاحب کی اہلیت اور عقیدت کی بناء پر حضرت والا سے ان کے خصوصی تعلقات قائم ہو گئے۔

www.ahlehaq.org

نوابِ ڈھاکہ کی دعوت کا واقعہ

اسی قسم کے دو واقعے اور یاد آئے۔ڈھاکہ کے پہلے سفر کے بہت بعد جس کا کچھ اجمالی ذکر اوپر آ چکا ہے کانفرنس کے موقع پر حضرات علماء دیو بند کا وفد بھی ڈھاکہ گیا تھا۔نواب صاحب نے اس موقع پر بھی حضرت والا کو نہایت اشتیاق کے ساتھ دعوت دی تھی لیکن چونکہ حضرت والا اس قسم کے جلسوں کی شرکت سے باکلیہ محترز رہتے تھے حضرت والا نے عذر فرما دیا تھا مگر حضرات دیو بند کے اصرار پر حضرت والا کو سفر کرنا ہی پڑا لیکن اس احتمال پر کہ اگر کوئی نا گوار واقعہ پیش آیا تو آزادی کے ساتھ واپس آ سکوں اپنے ذاتی کرایہ سے تشریف لے گئے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔کلکتہ میں نواب صاحب کی طرف سے سب حضرات کے قیام و طعام کا انتظام تھا کیونکہ وہاں ہو کر ڈھاکہ جانا ہوتا ہے۔ایک رئیس صاحب جو نواب صاحب کے دوست تھے مہمانداری کے منتظم تھے انہوں نے حضرت والا سے حضرت والا کی تشریف آوری پر اظہار مسرت کیا اور کہا کہ نواب صاحب کو آپ کی تشریف آوری سے بہت مسرت ہوئی کیونکہ انکار کے بعد مایوسی ہوگئی تھی۔حضرت والا نے ان سے پوچھا کہ نواب صاحب نے میرے انکار کی کوئی وجہ بھی آپ سے ظاہر کی۔کہا یہ فرماتے تھے کہ ان کی شرطیں بہت سخت ہیں جن کو قبول نہیں کر سکتے۔حضرت والا نے پوچھا وہ کونسی شرطیں تھیں کہا ایک تو یہی تھی کہ کوئی ہدیہ پیش نہ کیا جائے۔(حضرت والا فرماتے تھے کہ ان کو غلط ہو گیا یہ شرط پہلے سفر میں لگائی گئی تھی لیکن اس سے قطع نظر کر کے) فرمایا کہ نہ دینے کی شرط کیا مشکل ہے دینا تو دشوار بھی ہو سکتا ہے۔نہ دینا کیا مشکل ہے۔اس پر وہ رئیس صاحب بولے کہ صاحب جس سے محبت ہوتی ہے اس کو تو ہدیہ دینے کے لیے جی چاہتا ہی ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اپنے محبوب کی خدمت نہ کی جائے۔حضرت والا نے فرمایا کہ یہ کیا ضرور ہے کہ محبوب کو اپنے گھر ہی بلا بلا کر ہدیہ دیا جائے اگر ایسا ہی شوق ہے تو اس کے گھر جا کر یا گھر بھیج کر بھی تو ہدیہ دیا جا سکتا ہے۔اس پر وہ صاحب بولے کہ جناب معاف فرمایئے پیاسا کنوئیں کے پاس آتا ہے کنواں پیاسے کے پاس نہیں جاتا۔اس بے ہودگی اور بدتمیزی پر حضرت والا کو سخت نا گواری ہوئی۔فرمایا اچھا آپ کا یہ خیال ہے کہ آپ لوگ کنواں ہیں اور ہم پیاسے اور ہمارے دماغ میں یہ سمایا ہوا ہے کہ ہم کنواں ہیں اور

www.ahlehaq.org

آپ لوگ پیاسے اور اس کی ہمارے پاس دلیل بھی ہے وہ یہ کہ دو چیزیں حاجت کی ہیں دین اور دنیا۔ ان میں سے ایک ہماری حاجت کی چیز تو آپ کے پاس ہے اور ایک آپ کی حاجت کی چیز ہمارے پاس۔ لیکن فرق یہ ہے کہ جو چیز ہماری حاجت کی آپ کے پاس ہے یعنی دنیا وہ تو اللہ تعالیٰ نے بقدر ضرورت ہمیں بھی دے رکھی ہے لیکن جو چیز آپ کی حاجت کے ہمارے پاس ہے یعنی دین وہ آپ کے پاس بقدر ضرورت بھی نہیں لہٰذا آپ ہمارے محتاج ہوئے یا ہم آپ کے اور آپ پیاسے اور ہم کنواں ہوئے یا ہم پیاسے اور آپ کنواں۔ اس پر وہ چپ ہو گئے اور بہت شرمندہ ہوئے۔ حضرت والا کو ان کی یہ بیہودگی نہایت ناگوار ہوئی اور اپنے رفقاء سے ایک لطیف عذر کر کے وہاں سے چلے آئے اور ایک مسجد میں تشریف لے جا کر وہاں کے امام کے پاس مقیم ہو گئے۔ جناب حافظ احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق مہتمم دار العلوم دیوبند نے مسجد میں تشریف لا کر ڈھاکہ ساتھ چلنے کے لیے بہت اصرار فرمایا لیکن حضرت والا نے عرض کیا کہ میں تو اب واپسی کا قطعی ارادہ کر چکا ہوں اور پہلی ریل گاڑی میں سوار ہو کر الہ آباد پہنچ گئے کیونکہ واپسی پر وہاں ٹھہرنے کا وعدہ تھا۔ اول تو پہلے ہی سے یہ ڈھاکہ کا سفر حضرت والا کے خلاف طبیعت تھا پھر اوپر سے یہ ناگوار واقعہ بھی راستہ میں پیش آ گیا اس لیے واپسی کا عذر اور بھی قوی ہو گیا اور ع می دہد یزداں مراد متقی۔ کا ظہور ہوا اس وقت حضرت والا کا اپنے کرایہ سے سفر کرنا بہت کام آیا ورنہ بڑی تنگی پیش آتی اور ایسی آزادی کے ساتھ واپس نہ آ سکتے۔ یہی وہ فراست ہے جس کی فضیلت حدیث میں آئی ہے اور جس کے مقابلہ میں کشف کا درجہ بہت متاخر ہے۔ جب نواب صاحب کو خبر پہنچی تو ان کا تار پہنچا لیکن چونکہ حضرت والا واپسی کا عزم فرما چکے تھے اس لیے نہ رکے پھر الہ آباد پہنچ کر تار کا مناسب جواب بھیج دیا۔

جناب اکبر حسین صاحب جج مرحوم و مغفور نے جو حضرت والا سے خاص عقیدت رکھتے تھے اس واپسی پر بہت اظہار مسرت فرمایا۔ کیونکہ ان کو حضرت والا کا اس طرح وفد کے ساتھ امراء کے یہاں جانا بہت گراں تھا۔

ایک رئیسہ کی دعوت کا واقعہ

اسی قسم کا دوسرا واقعہ یہ ہوا کہ جب دار الطلبہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کی مسجد جس کو

www.ahlehaq.org

تمام وکمال ایک دیندار رئیسہ نے اپنی ہی طرف سے تیار کرایا تھا مکمل ہوگئی تو اس رئیسہ نے اس کے افتتاح کا مدرسہ میں ایک جلسہ منعقد کیا اور اپنی آمد کی تاریخ متعین کر کے مہتمم صاحب کو لکھا اپنے مدرسہ کے سرپرستوں اور دیگر اراکین کو اطلاع کر دیں کہ اس تاریخ پر مدرسہ میں آجائیں۔ مہتمم صاحب نے اس اطلاع کے ساتھ شرکت کی دعوت دی۔ حضرت والا نے شرکت سے انکار فرمادیا اور مہتمم صاحب کو لکھ بھیجا کہ ان کو اس حاکمانہ لہجہ میں بلانے کا کوئی حق حاصل نہیں۔ اس طرح حکمنامہ بھیج کر بلانا خلاف تہذیب ہے' یہ بھی کوئی بلانے کا طریقہ ہے میں نہیں آؤں گا۔ کیا وہ کسی رئیس کو ایسے طریقہ سے دعوت دے سکتی تھیں۔ جناب مہتمم صاحب نے مدرسہ کی مصالح کی بناء پر اصرار فرمایا اور لکھا کہ یہ ان رئیسہ صاحبہ کا فعل نہیں ہے بلکہ ان کے میر منشی کا ہے۔ حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ پھر بھی یہ شکایت ہے کہ اس معاملہ کو بالکل میر منشی ہی پر کیوں چھوڑ دیا گیا۔ مسودہ کو خود دیکھ کر منظوری دیتیں۔ جس طرح حکام کے دعوت ناموں میں اہتمام کیا جاتا ہے اس کے بعد لکھا کہ ان کے بلانے پر تو میں اب نہیں آؤں گا۔ البتہ اگر آپ حکم دیں تو جوتیاں چٹخاتا ہوا سر کے بل حاضر ہوں گا۔ چنانچہ اس شرط پر تشریف لے گئے کہ رئیسہ سے نہ ملوں گا۔ نہ ان سے کوئی گفتگو بلاواسطہ یا بواسطہ کروں گا۔ جناب مہتمم صاحب نے اسی کو بسا غنیمت سمجھا اور تشریف لانے کی درخواست کی حضرت والا تشریف لے گئے اور مدرسہ کے مہمان ہوئے اور بہت پر اثر وعظ ہوا جس میں وہ رئیسہ بھی شریک تھیں۔ اس کے بعد فوراً اسٹیشن پر تشریف لے گئے تاکہ مہتمم صاحب کو یا اپنے حضرات میں سے کسی کو کچھ کہنے سننے اور اصرار کرنے کا موقع ہی نہ مل سکے۔ یہاں تک کہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بھی بے ملے ہی تشریف لے آئے۔ پھر ان رئیسہ صاحبہ نے حضرت والا کے لیے مٹھائی کا حصہ جو انہوں نے تقسیم کی تھی اسٹیشن پر بھیجا اور احتیاطاً یہ کہلا بھیجا کہ یہ مٹھائی عام تقسیم کی نہیں ہے بلکہ خود میرے حصہ کی ہے قبول فرمانے میں پس و پیش نہ فرمائیں۔ بوجہ مزاج شناس ہونے کے انہیں اندیشہ ہوا کہ دماغ دار ہیں کہیں عام تقسیم کی مٹھائی لینے میں بھی تامل ہو۔ بہر حال انہیں یہ تو احساس ہوگیا کہ ملانوں میں بھی دماغ دار ہو سکتے ہیں۔

www.ahlehaq.org

متکبروں کی اصلاح

غرض حضرت والا کو اس کا بڑا اہتمام ہے کہ اہل علم کی ذلت نہ ہو جن کو آج کل لوگ عموماً خصوص امراء نظر تحقیر سے دیکھتے ہیں حالانکہ اس کا کوئی حق نہیں اور یہ خلاف تہذیب حرکت ان کو ہرگز زیبا نہیں بالخصوص اس حیثیت سے کہ حضرات علماء کو اللہ تعالیٰ نے حاملان دین اور محافظان اسلام اور ورثۃ الانبیاء بنا کر بڑے مرتبے عطا فرمائے ہیں۔ لہذا حضرت والا نے نظر برحال زمانہ اور بمقتضائے ضرورت وقت اپنا یہ نصب العین قرار دے رکھا ہے کہ متکبروں کو اچھی طرح محسوس کرا دیا جائے کہ

مبیں حقیر گدایان عشق را کایں قوم　　　شہان بے کمر و خسروان بے کلہ اند

(عشق کے فقیروں کو حقیر نہ سمجھ، یہ کمر بند و تاج کے بغیر بادشاہ ہیں)

گو بعضے کوڑھ مغز اس کو تکبر پر محمول کریں لیکن بقول حضرت والا تکبر کی بدنامی بہ نسبت تملق کی بدنامی کے لذیذ بدنامی ہے اور آج کل تو بفحوائے التکبر مع المتکبرین عبادۃ۔ اس کی سخت ضرورت بھی ہے۔ کیونکہ اس تمرد اور فرعونیت کے زمانہ میں جبکہ اہل دین کو عموماً نہایت تحقیر کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ اس کی اصلاح بھی ایک مجدد وقت کے ذمہ ضروری تھی اور بمصداق ہر فرعونے را موسیٰ۔ اس چودھویں صدی کے لیے ایسا ہی مصلح درکار تھا جس نے بڑے بڑے سرکشوں سے حق کے سامنے سر تسلیم خم کروا دیا۔ اور ان کو صحیح معنوں میں مسلم بنا کر سچے دل سے دین اور اہل دین کی عظمت کو ان سے منوا دیا۔ جب اصلاح ہی کا کام اپنے ذمہ لے رکھا ہے تو پھر بدنامی کا خیال کر کے اپنے فرض منصبی میں کوتاہی کرنا خیانت تھا لیکن چونکہ حفظ مراتب بھی مقاصد شرعیہ میں سے تھے لہذا حضرت والا اپنی طرف سے کبھی تہذیب کو ذرا ہاتھ سے نہیں جانے دیتے بلکہ اہل دنیوی ذی وجاہت صاحبان کا بھی ان کے مرتبہ کے مطابق بہت لحاظ فرماتے اور نہایت تہذیب سے پیش آتے ہیں بشرطیکہ ان کی طرف سے کوئی بے عنوانی نہ ہو اور جس سے جو معاملہ فرماتے ہیں یا گرفت فرماتے ہیں بالکل اصول صحیحہ کے موافق حتیٰ کہ دوسرے کو اپنی غلطی کے اقرار کے سوا کوئی چارہ کار ہی نہیں رہتا۔ چنانچہ حضرت

www.ahlehaq.org

والا بہ آواز بلند فرمایا کرتے ہیں کہ جس کو اسلامی تہذیب کے مقابلہ میں تہذیب کا دعویٰ ہو کچھ دن میرے پاس رہ کر دیکھ لے۔ اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر کہتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ خود اسی کے منہ سے کہلوا دوں گا کہ واقعی ہم بدتہذیب ہیں اور حقیقی تہذیب وہی ہے جس کی شریعت مقدسہ نے تعلیم فرمائی ہے۔ چنانچہ جناب حفیظ مرحوم جونپوری جو ایک مشہور شاعر اور شروع میں بہت ہی آزاد تھے حضرت والا سے رجوع کرنے کے بعد اپنے رسالہ موسومہ ''مآل'' میں لکھتے ہیں کہ جب تہذیب کو ہم نے مدت العمر امراء اور بڑے بڑے مہذبین کی صحبتوں میں رہ کر حاصل کیا تھا ' تھانہ بھون میں آکر معلوم ہوا کہ وہ سراسر بدتہذیبی تھی۔ حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ مجھے مدعیان تہذیب جدید کے منہ سے بدتہذیبی کا اقرار کرانے میں بڑا حظ ہوتا ہے کیونکہ یہ اپنے مقابلہ میں ہم ملانوں کو بالکل وحشی بدتہذیب ہی سمجھتے ہیں۔ تو اس اقرار میں ان کا تکبر اور دعویٰ شکست ہوتا ہے۔

حفظِ مراتب

حضرت والا نے جب بعض اسلامی ریاستوں میں سفر فرمایا تو سب سے اول لطائف الحیل سے اس کی تدبیر فرمائی کہ والیان ریاست سے ملاقات کی نوبت نہ آنے پائے۔ کیونکہ حضرت والا امراء سے از خود تو ملتے نہیں لیکن جب وہ خود ملنے آتے ہیں تو حضرت والا باوجود انتہائی شان استغناء کے بہ تعمیل ارشاد نبویؐ **نزلوا الناس منازلھم** نہایت اخلاق سے پیش آتے ہیں۔ نیز دیگر معاملات میں بھی ان کے مراتب کا پورا پورا لحاظ رکھتے ہیں۔ چنانچہ جب مرحوم نواب صاحب ڈھاکہ نے حضرت والا سے اپنی بچیوں کو بسم اللہ پڑھوائی تو چونکہ حضرت والا نے قبل سفر یہ شرط ٹھہرائی تھی کہ کسی قسم کا ہدیہ نقد یا غیر نقد نہ دیا جائے گا اور نواب صاحب کا جی چاہتا تھا کہ کسی بہانہ سے کچھ خدمت کریں اس لیے نواب صاحب نے تقریب بسم اللہ سے پہلے بذریعہ رقعہ عرض کیا کہ ہمارے خاندان میں قدیم سے یہ رسم چلی آتی ہے کہ بسم اللہ پڑھوانے کی کچھ نقد سے خدمت کی جاتی ہے اگر ایسا نہ کیا جائے گا تو میری سخت سبکی ہوگی۔ امید ہے کہ آپ میری سبکی کو گوارا نہ فرمائیں گے اور کچھ ہدیہ پیش کرنے کی ضرور اجازت مرحمت فرمائیں گے۔ حضرت والا نے جواب دیا کہ سبکی سے بچنے کی تو ایک بہت سہل صورت

www.ahlehaq.org

www.ahlehaq.org

ہوسکتی ہے وہ یہ کہ مجمع میں تو میں آپ سے لیلوں اورخلوت میں آپ کو واپس کردوں۔اس طرح آپ کی وضع بھی قائم رہے گی اور میری مصلحت بھی محفوظ رہے گی اور یہ میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ اس واپسی کی کبھی عمر بھی کسی کو اطلاع نہ کروں گا۔اس کو نواب صاحب نے ہرگز گوارانہ فرمایااورعرض کیا کہ حضرت میں آپ کی مصلحت پراپنی وضع کوقربان کرتا ہوں۔

ریاست بہاولپوراورریاست خیر پور کا واقعہ

اسی طرح ریاست بہاولپور کی طرف سے حضرات علماء کو جو وہاں مدعو کیے گئے تھے جن میں حضرت والابھی تھے۔ڈیڑھ ڈیڑھ سوروپیہ بعنوان خلعت اور پچیس پچیس روپیہ بنام دعوت عطا کیے گئے تھے۔اس وقت تو حضرت والا نے اس رقم کو دے کر حضرات علماء کے ساتھ بخیال احترام رئیس سب کے سامنے قبول فرمالیا لیکن بعد کوخلوت میں وزیرصاحب سے عذر کیا اس کو مجھ سے واپس لے لیا جائے کیونکہ بیت المال میں سے دیا گیا ہے جس کا میں مصرف نہیں۔انہوں نے عرض کیا کہ اب تو کاغذات میں بھی اندراج ہو چکا اب اس کی واپسی کی کوئی صورت نہیں۔حضرت والا نے فرمایا خیر اگر خزانہ میں واپسی نہیں ہوسکتی تو اس رقم کو مقامی علماء اور طلباء میں صرف کر دیا جائے کیونکہ شرعاً بیت المال کے وہی مصرف قریب ہیں غرض جو کچھ ملا تھا وہ سب حضرت والا نے واپس فرمادیا لیکن نہایت سلیقہ اور بہت خوبصورتی کے ساتھ۔یہی صورت ریاست خیر پور سندھ میں واقع ہوئی تھی وہاں پر یہ عذر پیش کیا گیا تھا کہ نواب صاحب کو واپسی خلعت ناگوار ہوگی۔اس پر فرمایا گیا کہ اگر یہ اندیشہ ہے تو ان کو معلوم ہی کیوں کرایا جائے بلکہ جونقد بہ عنوان خلعت ملا ہے اس کو مساکین میں تقسیم کر دیا جائے کیونکہ وہ لوگ اس کا مصرف صحیح ہیں۔حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ چونکہ بفضلہٖ تعالیٰ نیت نیک ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ ایسے موقعوں پرکوئی ایسی معقول بات سوجھا دیتے ہیں کہ دوسرے کو ماننی ہی پڑتی ہے اور الحمدللہ مجھے کہیں خلاف شریعت یا خلاف طبیعت کرنے پرمجبورنہیں ہونا پڑتا۔

سفر حیدرآباد کا ایک واقعہ

www.ahlehaq.org

اس پر حضرت والا کا ایک اور واقعہ یاد آیا۔ حیدر آباد کے سفر میں ایک معمر صاحب علم نے اپنی مستورات کو حضرت والا سے مرید کرانا چاہا۔ انہوں نے اس کی کوشش کی کہ بے پردہ سامنے آنے کی اجازت دے دی جائے لیکن حضرت والا نے منظور نہ فرمایا بالآخر انہوں نے یہ ترکیب کی کہ ان کو برقع میں بٹھلا دیا جب مرید کرنے کے لیے حضرت والا اس مجلس میں بیٹھے تو بڑے میاں بولے کہ منہ کھول دوان سے کیا پردہ۔ اب حضرت والا بہت تنگ ہوئے لیکن بجائے اس کے کہ حضرت والا بڑے میاں سے قیل وقال کرتے جس میں کامیابی بھی نہ ہوسکتی تھی اور اتنے میں وہ اپنا منہ کھول بھی دیتیں حضرت والا نے فوراً برقع والیوں ہی سے للکار کر کہا کہ خبردار جو منہ کھولا۔ اب بڑے میاں تو کہہ رہے ہیں کہ نہیں جی منہ کھول دوان سے کیا پردہ اور حضرت والا ڈانٹ رہے ہیں کہ خبردار میں حکم دیتا ہوں کہ ہرگز منہ نہ کھولنا۔ چونکہ مرید ہونے کے لیے بیٹھی تھیں ان کو حضرت والا ہی کا حکم ماننا پڑا اور منہ نہ کھولا۔ غرض حضرت والا ہی اپنی تجویز میں کامیاب رہے۔

ایک وزیرزادی کی اصلاح

اسی طرح ایک بڑی ریاست کی وزیرزادی صاحبہ اپنے شوہر کیساتھ خود تھانہ بھون حاضر خدمت ہوئیں۔ انہوں نے بھی بے پردہ سامنے آنا چاہا اور چھوٹی پیرانی صاحبہ کے ذریعہ سے اس کی اجازت چاہی۔ حضرت والا نے صریح انکار کرنا تو مصلحت کے خلاف سمجھا کیونکہ آزاد لوگوں کے سامنے اگر حکم شرعی بتایا جاتا ہے تو وہ اس کی بیقدری کرتے ہیں اور ان کے جی کو نہیں لگتا بلکہ شریعت کا نام سن کر عجب نہیں کہ شریعت کے متعلق کچھ طعن یا استخفاف کا کلمہ کہہ بیٹھیں اس لیے نہایت لطیف تدبیر کی فرمایا کہ اگر ان کو کچھ کہنا سننا نہ ہو تو خیر اجازت ہے کیونکہ حضرت والا کو قرائن سے معلوم تھا کہ کہنا سننا ضرور ہے اس لیے سامنے نہ آئیں گی۔ نیز اس جواب میں یہ سوچا کہ میں خود اپنی آنکھیں نیچی رکھوں گا پھر میرا کیا حرج ہے لیکن انہوں نے کہا نہیں حضرت مجھے تو کچھ عرض بھی کرنا ہے اس پر فرمایا کہ یہ میری طبعی بات ہے کہ میں کسی عورت سے دوبدو گفتگو کرتے ہوئے شرماتا ہوں اگر تم مجھ سے چہرہ کھول کر گفتگو کرو گی تو میں گفتگو کر ہی نہ سکوں گا میں اپنی طبیعت سے مجبور ہوں لہذا اگر گفتگو کرنی

www.ahlehaq.org

ہے تو پردہ کی آڑ میں کرو چنانچہ مجبوراً انہیں اسی پر راضی ہونا پڑا۔

غیرت مندی اور حیاداری

واقعی حضرت والا غایت غیرت و حیا کی وجہ سے کسی عورت کے ساتھ دوبدو ہو کر بے تکلف گفتگو نہیں فرما سکتے۔ حضرت والا جب سفر میں کسی سواری پر بیٹھے تو حتی الامکان ایسی جگہ جہاں قلب کی جانب کوئی اور بیٹھا ہوا نہ ہوتا کیونکہ اس سے حضرت والا کو طبعاً الجھن ہوتی ہے۔ نیز حضرت والا ریل گاڑی کے گزرتے وقت نظر اٹھا کر مسافروں کی طرف نہیں دیکھتے جیسا کہ عام دستور ہے کہ جب کوئی ریل گاڑی گزرتی ہے تو لوگ تماشا کے طور پر ضرور ایسا کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ مجھے اس سے حجاب آتا ہے احقر عرض کرتا ہے کہ علاوہ ایک فضول حرکت ہونے کے یہ بھی تو اس میں احتمال ہے کہ کسی عورت پر نظر پڑ جائے۔

حضرت والا جب سفر میں تشریف لے جاتے تو مشتاقان زیارت کا ہر جگہ ایک انبوہ عظیم ہو جاتا استقبال اور رخصت کے وقت اسٹیشنوں پر اتنا اتنا ہجوم ہوتا کہ مسافروں کو چلنے کے لیے جگہ ملنی دشوار ہو جاتی۔ مصافحہ کرنے والوں کی اتنی کثرت ہوتی کہ اکثر حضرت والا اپنے دونوں ہاتھ جدا جدا دونوں طرف بڑھا دیتے اور لوگ بڑھ بڑھ کر والہانہ انداز سے دوطرفہ ہاتھ چومتے رہتے اور حضرت والا ہر شخص پر نظر توجہ ڈالتے جاتے۔ بوقت رخصت جب تک ریل تیز نہ ہو جاتی۔ مصافحوں کی یہی بھرمار اور یہی کیفیت رہتی۔

محبوبیت عامہ

حضرت والا کو حق تعالیٰ نے ایسی محبوبیت عامہ عطا فرمائی ہے کہ بعض ضعیف الخیال لوگوں کو گمان ہو گیا کہ حضرت والا کو کوئی تسخیر کا عمل آتا ہے یہاں تک کہ حضرت والا کے ایک متوسل سے ایک صاحب نے کہا کہ اگر تم نے حضرت سے عمل تسخیر ہی نہ حاصل کیا تو کچھ بھی حاصل نہ کیا اور کہا کہ حضرت کے پاس اس کا تیر بہدف عمل ہے۔ حضرت والا نے ان کے اس قول کو بہ تبسم نقل فرما کر فرمایا کہ یہی حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحبؒ کے بارہ میں بھی بعض لوگوں کا خیال تھا چنانچہ ایک صاحب اسی خیال کو لیے ہوئے مجلس میں بیٹھے تھے۔ حضرت شاہ صاحب کو کشف ہوا

www.ahlehaq.org

فرمایا توبہ توبہ نعوذ باللہ استغفر اللہ عملیات کرنے سے تو نسبت سلب ہو جاتی ہے۔ اھ۔

قوت وانبساط

بعون اللہ تعالیٰ و بفضلہٖ حضرت والا کو لمبے لمبے سفروں میں بھی ایسا تکان نہیں ہوا کہ ضروری کاموں میں خلل انداز ہو جائے۔ اکثر دیکھا گیا کہ رات رات بھر سفر کیا اور نیند تقریباً آئی ہی نہیں۔ لیکن صبح کو گھنٹوں کھڑے ہو کر نہایت جوش کے ساتھ وعظ فرمایا اور پھر جمع شدہ ڈاک کو بھی ختم کیا۔ ایک بار شب کو آدھی رات تک وعظ فرما کر ڈاک لکھنے بیٹھ گئے اور برائے نام ہی آرام فرمایا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ سفر میں قلت نوم کی وجہ سے میرے حواس مختل ہو جاتے تھے۔ لیکن ماشاء اللہ تعالیٰ حضرت والا پر کوئی معتد بہ اثر نہ ہوتا اور برابر وعظ وملفوظات وتحریر خطوط میں مشغول رہتے۔ اس پر یاد آیا کہ ایک مولوی صاحب نے خود احقر سے کہا کہ مولانا کو کوئی بوٹی معلوم ہے اس کا استعمال کرتے ہیں۔ ماشاء اللہ صحت بہت اچھی رہتی ہے ان سے وہ بوٹی معلوم کرنی چاہیے۔ حضرت والا سے جب اس قول کو نقل کیا گیا تو ہنسے اور فرمایا کہ خبطی ہیں۔ پھر فرمایا لیجئے میں اس بوٹی کو بتلائے ہی دیتا ہوں۔ وہ بوٹی ہے تعلق مع اللہ جس سے قلب میں نہایت قوت اور طمانیت اور طبیعت میں ہر وقت فرحت وبشاشت رہتی ہے جو جڑ ہے صحت کی۔ واقعی حضرت والا کی صحت بفضلہٖ تعالیٰ ماشاء اللہ نہایت اچھی رہتی ہے۔ بحمد اللہ ہمیشہ تندرست ہشاش بشاش اور آواز میں انتہا درجہ کی قوت اور جہوریت (بلندی) اور کلام میں نہایت شوکت وصولت ہی دیکھی حالانکہ حضرت والا کو بعض رنج وہ حادثات کے بعد بھی دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اللہ تعالیٰ حضرت والا کی صحت وقوت ظاہری و باطنی میں روز افزوں ترقی بخشے اور بایں فیوض و برکات سلامت باکرامت رکھے۔ آمین۔

بیماری میں بھی کام جاری رکھنا

الحمد للہ حضرت والا فضلہ تعالیٰ شاذ و نادر ہی کبھی بیمار پڑتے ہیں اور بڑی سے بڑی بیماری بھی جلد سے جلد جاتی رہتی ہے۔ جس بیماری سے لوگ مہینوں میں اچھے ہوتے ہیں حضرت والا بفضلہٖ تعالےٰ بس دو تین ہی دن میں صحت یاب ہو جاتے اور کبھی کام میں حرج

www.ahlehaq.org

واقع نہیں ہوتا۔ بلکہ اکثر بیماری میں بھی کام کرتے ہی رہتے ہیں چونکہ اللہ تعالیٰ کو حضرت والا سے دین کا کام لینا ہے اس واسطے حضرت والا کے ساتھ یہ معاملہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ایسا ہی معاملے رکھے اور حضرت والا کو غیر معمولی طویل عمر صحت اور عافیت و خیر برکت کے ساتھ عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین۔

اور احادیث میں جو امراض کی فضیلت اور اجر وارد ہے وہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح عطا فرمایا کہ دو عارضے مثل لازم کے ہوگئے ہیں ایک آنت اترنا دوسرا دماغ میں تبخیر سے ایسا دھواں سا بھر جانا جس سے نیند اکثر مختل رہتی ہے بعض اوقات کئی کئی روز اسی حالت میں گزر جاتے ہیں پھر سیری سے نیند آ جاتی ہے اگر حق تعالیٰ امداد نہ فرماتے تو تحمل دشوار تھا۔ چند روز سے الحمدللہ عارض اول میں خفت ہے گو سفر کے قبل نہیں۔ ثانی کی بھی تدابیر جاری ہیں امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ اس کو بھی سکون ہو جائے گا لیکن اس سے بفضلہ تعالیٰ کسی کام میں حرج واقع نہیں ہوتا بلکہ حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ نیند نہ آنے کی حالت میں دماغ کی حرارت میں انتعاش ہو کر کام کرتے وقت اور بھی تیزی سی محسوس ہونے لگتی ہے اور خوب کام ہوتا ہے۔ بہر حال اس طرح مرض کا اجر بھی عطا ہو جاتا ہے اور حرج بھی واقع نہیں ہوتا۔

خداداد رعب واحترام

چونکہ حضرت والا ابتداء ہی سے بزرگوں کے ساتھ غایت درجہ عقیدت رکھتے ہیں اس لیے چند سفر زیارت بزرگان کی غرض سے بھی فرمائے جن کا ذکر باب ”لقائے بزرگان و دعائے بزرگان“ میں کیا جائے گا۔ چند سفر ہر دو پیرانی صاحبان کے معالجہ کے سلسلہ میں بھی فرمائے اور زنانہ شفاخانوں میں بھی قیام فرمانا پڑا۔ جہاں کی عیسائی ڈاکٹرنیاں بھی حضرت والا کا نہایت ادب واحترام کرتیں اور باوجود بے پردہ اور بیباک ہونے کے حضرت والا کے سامنے سے گزرتے ہوئے جھجکتیں اور اپنے قلبی ادب واحترام کا اظہار اور لوگوں سے کرتیں۔

ایک رئیس کی اصلاح

حسب روایت حافظ صغیر احمد صاحب مظفر نگر کے سفر میں ایک معزز رئیس نے جو بہت

www.ahlehaq.org

بیباک اور زبان آور اور بڑے بڑے حکام کے سامنے نہ جھکنے والے تھے حضرت والا سے کوئی بے ڈھنگی بات پوچھی حضرت والا نے حسب معمول انہیں ڈانٹا اور یہاں تک ناگواری بڑھی کہ مجلس سے اٹھ جانے کے لیے کہا وہ پھر بھی بیٹھے رہے تو حضرت والا خود اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور فرمایا کہ اگر آپ نہیں اٹھتے تو میں خود اٹھا جاتا ہوں میں ایسے شخص کے ساتھ ہمنشینی بھی گوارا نہیں کر سکتا۔ اس پر انہوں نے دست بستہ عرض کیا کہ حضرت آپ بیٹھے رہیں میں خود ہی جاتا ہوں پھر وہ اٹھے اور چلے گئے بعد کو انہوں نے حافظ صاحب سے کہا کہ میرا تو عمر بھر کے لیے علاج ہو گیا۔ میں علماء اور ملانوں کو بہت ذلیل سمجھا کرتا تھا۔ اب ہر ایک مولوی اور ملانے کا میں ادب اور لحاظ کرتا ہوں۔ کیونکہ خیال ہوتا ہے کہ کہیں یہ بھی ایسا ہی نہ ہو۔ میں بڑے بڑے حکام سے بھی مرعوب نہیں ہوتا مگر اس روز مولانا سے اتنا مرعوب ہوا کہ ڈانٹ پڑنے کے بعد ایک لفظ بھی میرے منہ سے نہ نکل سکا اور سچ ہے۔

ہیبت حق است ایں از خلق نیست ہیبت ایں مرد صاحب دلق نیست

(یہ حق کی ہیبت ہے مخلوق کی نہیں، یہ اس گدڑی والے آدمی کی ہیبت نہیں ہے)

دینی فیوض

بہرحال سفر خواہ علاج کی غرض سے ہوتا یا کسی اور ذاتی ضرورت سے بہرصورت حضرت والا سے مسلمانوں کو دینی فیوض ضرور پہنچتے کیونکہ جہاں تشریف لے جاتے جوق جوق مشتاقین حاضر خدمت ہو کر استماع کلمات طیبات حکمت آیات سے مستفید ہوتے اور اصرار کرنے پر وعظ سے بھی بہرہ اندوز ہوتے۔

اللہ واسطے کا کھانا

حضرت والا دو مرتبہ حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے ان دونوں مبارک سفروں کا مفصل حال انشاءاللہ باب ''شرف بیعت واستفاضۂ باطنی'' میں ملاحظہ سے گزرے گا۔

دوسرے سفر حج سے واپسی پر جب جہاز بمبئی پہنچا تو حسب معمول وہاں کے ایک سیٹھ نے حاجیوں کو کھانا تقسیم کیا اور مسافر خانہ میں ہی بھیجا۔ حضرت والا کے ہمراہیوں نے پوچھا

www.ahlehaq.org

کہ یہ کیسا ہے تو کہا گیا کہ اللہ واسطے کا ہے۔ یہ سن کر انہوں نے لینے سے انکار کر دیا کہ ہم محتاج نہیں۔ اللہ واسطے کا نہیں لیتے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ بھائی ادھر لاؤ ہم تو اللہ واسطے کا ضرور لیں گے اور مزاحاً فرمایا کہ یہ لوگ شیطان واسطے کا لیں گے۔ اللہ واسطے کا نہیں لیتے۔ جب حضرت والا نے لے لیا تو پھر ہمراہیوں نے بھی لے لیا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ اللہ واسطے کا یہاں یہ مطلب نہیں ہے کہ محتاج سمجھ کر دیتے ہیں بلکہ یہ مطلب ہے کہ بلاعوض اور بلاغرض ہے ورنہ کیا تقسیم کرنے والے یہ نہیں جانتے کہ حجاج میں اکثر غنی بھی ہوتے ہیں۔

فیوض و برکات کا چشمہ

غرض حضرت والا کا ہر سفر سر بسر فیوض و برکات گونا گوں کا ایک دریائے رواں ہوتا تھا جس سے بلاد وامصار سیراب ہوتے چلے جاتے تھے۔ اور اب حضر کی بھی ماشاء اللہ وہ حالت ہے جو سمندر کی ہوتی ہے کہ وہیں سے بارش کی ہوئیں اٹھ اٹھ تمام عالم کو سیراب کرتی رہتی ہیں اور وہ اپنی جگہ بدستور موجزن رہتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ حضرت والا نے مدت مدید تک اطراف وجوانب میں سفر ہائے دور و دراز فرما کر تبلیغ احکام الٰہیہ کی خدمت انجام دی اور اب ایک عرصہ سے سفر کو بالکلیہ ترک فرما کر اپنے مرکز یعنی خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں قطب ارشاد بن کر بیٹھ گئے ہیں اور خدمت اصلاح خلق میں نہایت جاہ وجلال کے ساتھ مشغول ہیں۔ بمصداق شعر حضرت حافظؒ

روزگارے شد کہ در میخانہ خدمت میکنم — درلباس فقر کار اہل دولت میکنم

(ایک زمانہ گزر گیا ہے کہ میں میخانہ میں خدمت کر رہا ہوں، فقیری کے لباس میں دولت مندوں والا کام کر رہا ہوں)

اللّٰھم ادم فیوضہ و عمم و نمم

www.ahlehaq.org

باب دوازدہم

''لقائے بزرگان ودعائے بزرگان''

لڑکپن سے اہل اللہ سے محبت

حضرت والا کو لڑکپن ہی سے اہل اللہ کے ساتھ بے حد عقیدت ومحبت ہے اور اتنا شغف ہے کہ بزرگوں کے تذکرے اکثر وبیشتر نہایت لطف لے لے کر دیر دیر تک مجلس شریف میں بیان فرماتے رہتے ہیں اور اس قدر جوش وخروش کے ساتھ کہ بیان کرتے کرتے خود بھی متاثر ہو ہو جاتے ہیں اور سننے والوں کو بھی متاثر کر دیتے ہیں۔ ایسے موقعوں پر خود فرمایا کرتے ہیں کہ یہ حضرات اہل سکر تھے ان کے تذکروں میں بھی یہ اثر ہے کہ سکر کی سی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے چنانچہ اکثر ایسے تذکروں میں صبح کی مجلس وقت مقررہ سے بہت زیادہ دیر دیر تک منعقد رہی اور حضرت والا نے بہت تاخیر کے ساتھ صبح کا کھانا تناول فرمایا۔ اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ ان بزرگوں کے ناموں سے بھی روح میں تازگی اور قلب میں ایک نور پیدا ہو جاتا ہے۔ اس پر احقر کو حضرت حافظؒ کا یہ شعر یاد آتا ہے۔

نام من رفتہ است روزے برلب جاناں بسہو اہل دل رابوئے جاں می آید از نامم ہنوز

(ایک دن بھول کر میرا نام محبوب کے لبوں پر آ گیا ہے، اور دل والوں کو اب تک میرے نام سے محبوب کی خوشبو آتی ہے)

بزرگوں کے حالات وواقعات کا مطالعہ اور اشاعت

حضرت والا کو کتب بینی سے عموماً دلچسپی نہیں لیکن طبقات کبریٰ کو جس میں بزرگوں کے اقوال واحوال درج ہیں باوجود ہجوم مشاغل اس عمر میں بھی نہایت دلچسپی سے مطالعہ فرمایا کرتے ہیں چنانچہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ بوجہ قلت فرصت قبل مغرب ہی جبکہ حروف بھی مشکل سے نظر آتے ہیں۔ خاص طور پر وقت نکال کر مطالعہ فرماتے رہتے ہیں اور حسب فرصت

www.ahlehaq.org

خاص خاص اقوال واحوال کا اس میں سے انتخاب بھی فرمارہے ہیں بفحوائے قول پیر ہراتؒ از ہر پیرے سخنے یاد بگیرید واگر نتوانید نام ایشاں یاد دارید۔ اس انتخاب کا نام یہ رکھا ہے "امثال الاقوال و الاحوال لافاضل الرجال۔" بزرگوں کے تذکروں کو اس قدر نافع سمجھتے ہیں کہ ایک ہزار حکایات کا مجموعہ مرتب کرا کر شائع کرا دیا ہے جس کا نام "نزہۃ البساطین" ہے۔

محبت الٰہی پیدا کرنے کا نسخہ

بہت وثوق کے ساتھ فرمایا کرتے ہیں کہ یہ حضرات عشاق تھے ممکن نہیں کہ ان کے حالات پڑھے جائیں اور قلب میں محبت الٰہی پیدا نہ ہو **عند ذکر الصالحین تتنزل الرحمة** غرض حضرت والا کو ابتداء ہی سے بزرگان دین اور اکابر صالحین سے بے حد عقیدت و محبت رہی ہے اور ان حضرات کی بھی حضرت والا پر خاص عنایات و توجہات تھیں۔ چنانچہ حضرت والا اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ نہ کبھی طالب علمی میں میں نے محنت کی نہ اس طریق میں کبھی مجاہدات و ریاضات کیے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے سب اپنے حضرات اساتذہ و مشائخ کی دعا و توجہ اور میری طرف سے غایت درجہ ادب و عقیدت کا ثمرہ ہے یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ الحمد للہ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ میں نے کبھی کسی بزرگ کو ایک منٹ کے لیے بھی مکدر نہیں کیا۔

اللہ والوں کی زیارت کے لئے سفر کرنا

بزرگوں کے ساتھ غایت درجہ عقیدت و محبت کا یہ مقتضاء ہوا کہ حضرت والا علاوہ اپنے سلسلہ امدادیہ نوریہ کے بزرگوں کے جن خصوصیت اور قوی تعلق تھا اور بکثرت اختلاط وارتباط رہتا تھا اور جن کی بعض عنایات و توجہات کا ذکر مختصراً بعد کو آئے گا بعض دیگر سلسلوں کے بھی بزرگوں کی زیارت کی اور بعض بزرگوں کی زیارت کے لیے سفر بھی فرمائے۔ جن کی کچھ تفصیل بطور نمونہ کے بہ عنوان واقعات ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادیؒ کی خدمت میں حاضری

حضرت والا نے حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب قدس سرہٗ العزیز کی زیارت کے لیے دو بار گنج مراد آباد کا سفر فرمایا۔ حضرت والا نے ان دونوں سفروں کی مفصل کیفیت بارہا نہایت

www.ahlehaq.org

لطف لے لے کر بیان فرمائی ہے جو قلمبند بھی کی جا چکی ہے اور ارواح ثلثہؒ میں بعنوان ''نیل المراد فی السفر الی گنج مراد آباد'' شائع بھی ہو چکی ہے وہاں ملاحظہ فرمالیا جائے۔ یہاں اس کا خلاصہ لکھا جاتا ہے۔ اول بار غالباً ربیع الثانی یا جمادی الاول ۱۳۰۱ھ میں حاضر ہوئی جبکہ حضرت والا بالکل نوجوان تھے اور مدرسہ دیو بند سے فارغ التحصیل ہوتے ہی مدرسہ فیض عام کانپور میں نئے نئے مدرس ہو کر تشریف لے گئے تھے بعض وجوہ سے (جن کا ذکر ''باب درس و تدریس'' میں گزر چکا ہے۔ مؤلف) دو مہینہ کے بعد ملازمت چھوڑ دی اور تھانہ بھون واپسی کا ارادہ فرمایا گو بعد کو مدرسہ جامع العلوم کی بنیاد پڑ گئی اور حضرت والا وہیں رہے جب حضرت والا نے کان پور چھوڑنے کا قصد فرمایا تو یہ خیال ہوا کہ حضرت مولانا کی زیارت کا شرف بھی حاصل کرتا جاؤں کیونکہ معلوم نہیں پھر اس طرف آنے کا کبھی اتفاق ہو یا نہ ہو۔ چنانچہ ایک طالب علم کو ہمراہ لے کر نہایت شوق و عقیدت کے ساتھ مولاناؒ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے۔ راستہ کی ناواقفیت کی وجہ سے بھولتے بھٹکتے بہت دیر میں پہنچے یہاں تک کہ عشاء کی جماعت بھی ہو چکی تھی اور مولانا مسجد سے حجرہ میں بھی تشریف لے جا چکے تھے۔ خادم کے ذریعہ سے اطلاع کرائی گئی۔ مولاناؒ نے فوراً بلا لیا اور اپنے مخصوص لہجہ میں بہت تیزی سے ایک ساتھ تین سوال کیے۔ کون ہو کہاں سے آئے ہو کیوں آئے ہو۔ مولانا کا لہجہ بوجہ غایت سادگی بے ساختگی ذرا تیز ہوتا تھا۔ لطف و عنایت کی گفتگو میں بھی اکثر لہجہ کی یہی کیفیت ہوتی تھی۔ حضرت والا نے مولاناؒ کے ان تینوں سوالوں کے جواب میں اسی اختصار کے ساتھ نہایت ادب سے عرض کیا۔ میں ایک طالب علم ہوں۔ کان پور سے آیا ہوں۔ زیارت کو حاضر ہوا ہوں چونکہ مولانا کو وجہ تاخیر معلوم نہ تھی اور اس وقت کھانے کے انتظام کرنے میں سخت دقت تھی اس لیے اپنے اسی مخصوص لہجہ میں فرمایا یہ زیارت کا وقت ہے آدمی ذرا سویرے آئے تو دوسرا کچھ روٹی وغیرہ کا انتظام کرے۔ اب یہ بتلاؤ کہ تمہارے لیے کھانا کہاں سے لاؤں یہ غصہ بھی شفقت ہی پر مبنی تھا اور گو حضرت والا کے پاس اس تاخیر کا نہایت معقول عذر تھا لیکن چونکہ حضرت والا ابتداء ہی سے سراپا ادب و تہذیب اور بزرگوں کے غایت درجہ معتقد ہیں لہذا اس وقت کچھ عرض کرنا خلاف ادب و عقیدت سمجھے اور اپنے معقول عذر کو بھی لب پر لانا گوارا نہ فرمایا۔ یہ واقعی بہت بڑے ظرف کی بات ہے ورنہ آج

www.ahlehaq.org

کل کے طالبین تو اپنی تقصیرات کی جھوٹی جھوٹی تاویلیں کر کے اس کی کوشش کرتے ہیں کہ اپنے اوپر کوئی الزام ہی نہ آنے پائے اور زیادہ تر اسی تاویل فاسد پر حضرت والا کو آج کل کے طالبین پر غصہ آیا کرتا ہے اور ہمیشہ قلت ادب وعقیدت کی شکایت فرمایا کرتے ہیں۔

غرض حضرت والا چپ کھڑے تھے۔ پھر مولانا نے فرمایا تمہارے پاس کچھ پیسے ہیں عرض کیا جی ہاں ہیں فرمایا اچھا جاؤ اور بازار سے کچھ لے کر کھا لو اور صبح چلے جاؤ۔ عرض کیا بہت اچھا اس ارشاد کے بعد اپنے خادم سے فرمایا کہ انہیں لے جا کر فلاں مکان میں ٹھہرا دو۔ چنانچہ ٹھہرا دیئے گئے۔ حضرت والا سامان اتارنے لگے اور یہی ارادہ تھا کہ بازار سے لے کر کچھ کھا پی لیں گے اور حسب الحکم صبح کو رخصت ہو جائیں گے لیکن تھوڑی ہی دیر میں ایک خادم آیا اور اطلاع کی کہ مولانا نے یاد فرمایا ہے۔ حضرت والا نے دل میں کہا کہ کچھ اور یاد آیا ہوگا چلو بھائی چلیں سننے کو تو ہم آئے ہی ہیں چنانچہ اس خادم کے ساتھ ہو لیے اور جا کر سامنے کھڑے ہو گئے۔ فرمایا بیٹھ جاؤ لیکن لہجہ اب بھی ویسا ہی تیز تھا حالانکہ اس وقت لطف و شفقت صراحۃً موجود تھی جیسا کہ بعد کے برتاؤ سے معلوم ہوگا۔ مولانا کا لہجہ کچھ طبعی طور پر تھا ہی ایسا۔ جس کی وجہ سے حضرت والا یہ فرمایا کرتے ہیں کہ طبیعت میں سادگی تھی تصنع اور تکلف نہ تھا۔ جب مولانا نے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ تو حضرت والا غایت ادب سے بجائے تخت کے جو وہاں موجود تھا چٹائی پر بیٹھ گئے جو نیچے بچھی ہوئی تھی۔ فرمایا اجی یہاں آ جاؤ تخت پر بیٹھو۔ حضرت والا حسب ارشاد اٹھ کر تخت پر آ بیٹھے۔ تکلف کی قیل وقال نہیں کی جیسا کہ آج کل معتقدین میں دستور ہو گیا ہے۔ پھر خادم سے فرمایا کہ ان کے لیے ہماری بیٹی کے یہاں سے کھانا لاؤ۔ چنانچہ خادم اسی وقت جا کر کھانا لایا۔ ایک پیالہ میں سالن تھا غالباً ارہر کی دال تھی اور پیالہ ہی پر روٹیاں رکھی ہوئی تھیں جب خادم نے کھانا سامنے رکھا۔ مولانا نے دیکھ لیا بہت خفا ہوئے کہ ارے بدتمیز کیا مہمان کے لیے یوں کھانا لایا کرتے ہیں۔ روٹی الگ طباق میں لاتا سالن علیحدہ برتن میں لاتا۔ یہ کون سا طریقہ ہے کہ پیالہ پر روٹیاں رکھ کر لے آیا۔ اس نے بات بنائی کہ طباق ڈھونڈھا ملا نہیں، فرمایا ارے جھوٹ بولتا ہے طباق فلاں طاق

www.ahlehaq.org

میں رکھا نہیں ہے۔ مولانا کو کشف بہت ہوتا تھا یہ بھی غالباً کشف ہی سے فرمایا۔ خادم یہ سن کر دوڑا اور طباق لے آیا۔ جب حضرت والا نے کھانا شروع کر دیا تو پوچھا کیا کھانا ہے۔ عرض کیا حضرت ارہر کی دال ہے اور روٹی ہے۔ فرمایا سبحان اللہ یہ تو بڑی نعمت ہے تو تم لکھے پڑھے آدمی ہو۔ تم نے مولوی محمد یعقوب سے پڑھا ہے۔ اھ۔ مولانا کو اس امر کا کشف ہوا اور اس کے ساتھ ہی حضرت والا کی اہلیت کا بھی۔ کیونکہ عموماً مولانا کی عادت کسی کے ساتھ ایسی خصوصیت کا برتاؤ کرنے کی نہ تھی۔ بالخصوص حضرت والا جیسے نوعمر اور نو وارد کے ساتھ پھر حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق فرمایا کہ بہت اچھے آدمی تھے۔ مولانا چونکہ کسی کی تعریف میں مبالغہ نہ فرمایا کرتے تھے۔ اس لیے اتنا بھی فرمانا کہ بہت اچھے آدمی تھی بہت بڑی تعریف تھی اور اس سے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ سے تعلق قلبی بھی ثابت ہوا۔ غرض فرمایا کہ تم تو پڑھے لکھے آدمی ہو تم کو تو معلوم ہے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی کیا حالت تھی ایک ایک چھوارہ کھا کر جہاد کرتے تھے اور دن دن بھر لڑتے تھے جب حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا تذکرہ بڑھا تو جوش میں آ کر کھڑے ہوگئے عادت شریف یہی تھی کہ بزرگان دین کے تذکرہ کے وقت جوش میں آجایا کرتے تھے۔ غرض جوش میں آ کر کھڑے ہوگئے اور پاس آ کر حضرت والا کے کندھے پر اپنا دست مبارک رکھ لیا اور دیر تک حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تذکرہ فرماتے رہے۔ حضرت والا برابر کھانا نوش فرماتے رہے۔ نماز قصر کے متعلق بھی کچھ سوال و جواب ہوئے۔ اس واقعہ سے مولانا کا حضرت والا کے ساتھ خاص قلبی تعلق اور ادراک واعتماد اہلیت القاء ملفوظات علمیہ ظاہر و باہر ہے۔

پھر فرمایا کہ بیر کھاؤ گے حضرت والا نے عرض کیا کہ جی ہاں حضرت کا تبرک ہے فرمایا اجی تبرک و برک کو تو چھوڑو یہ بتاؤ کہ بیر کھانے سے تمہارے پیٹ میں درد تو نہیں ہو جاتا۔ حضرت والا نے عرض کیا کہ حضرت نہیں درد تو نہیں ہوتا' پھر جا کر ایک بدھنا لے آئے جس میں بڑے بڑے پیوندی بیر تھے اور اس کو حضرت والا کے سامنے الٹ دیا اور فرمایا کھاؤ۔ پھر خوش طبعی کے طور پر فرمایا کہ کبھی تم اپنے دل میں کہتے کہ آپ ہی آپ کھا لیے مہمان کی بات بھی نہ پوچھی۔

www.ahlehaq.org

پھر فرمایا کہ کھانا کھا کر عشاء پڑھ کر سو رہنا اب صبح کو ملاقات ہوگی۔ پھر مولانا تشریف لے گئے۔
مولانا جیسے مستغنی اور آزاد مزاج بزرگ کا اس قدر خصوصیات کا برتاؤ شاید ہی کسی اور نووارد مہمان کے ساتھ کبھی ہوا ہو کیونکہ مولانا تو بڑے بڑے امراء تک کو بھی منہ نہ لگاتے تھے۔ چنانچہ ایک ثقہ اور مقتدر رئیس کو حضرت والا ہی کے سامنے بہ جبر نکال دیا اور باوجود اصرار البسیار جمعہ کی نماز تک کے لیے بھی ٹھہرنے کی اجازت نہ مرحمت فرمائی۔ حضرت والا پر تو یہاں تک عنایت بڑھی کہ صبح کو جب حضرت والا رخصت ہو کر واپس تشریف لانے لگے تو خلاف معمول حضرت والا کے ساتھ ساتھ مشایعت کے لیے جائے قیام تک تشریف لائے اور اپنے سامنے ٹٹو پر سامان لدوا کر رخصت فرمایا۔ شروع میں جو غصہ فرمایا تھا وہ بھی غایت شفقت کی بناء پر تھا کہ ایسے ناوقت پہنچنے کی صورت میں کھانے کا کیا انتظام کیا جائے۔ حضرت والا نے رخصت کے وقت دعا کی درخواست کی تو فرمایا ہم نے تمہارے لیے دعا کی ہے۔ پھر حضرت والا نے کچھ پڑھنے کے لیے پوچھا تو فرمایا قل ھو اللّٰہ شریف اور سبحان اللّٰہ وبحمدہ روزانہ دو دو سو بار پڑھ لیا کرو۔ جب حضرت والا زیارت سے مشرف ہو کر کانپور واپس تشریف لائے تو کانپور والوں نے وطن نہ جانے دیا اور ایک نیا مدرسہ جامع العلوم کے نام سے قائم کر کے حضرت والا کو وہیں روک لیا جس کا مفصل ذکر باب درس و تدریس میں گزر چکا ہے۔

دوسری حاضری

چند سال کے بعد حضرت والا دوبارہ حاضر خدمت ہوئے۔ اس درمیان میں مولانا کبھی کبھی آنے والوں کے ذریعہ سے سلام کہلا بھیجتے تھے۔ یہ نہایت ہی عجیب ہے کیونکہ مولانا تو ایسے آزاد مزاج تھے کہ کوئی چیز بھی انہیں یاد نہیں رہتی تھی یہاں تک کہ خود احقر مؤلف سوانح ہذا سے مولانا کے ایک ثقہ مرید بیان کرتے تھے کہ ایک صاحب جب مقدمہ کی دعا کراتے تو حضرت اٹھ کر نہایت غصہ کے ساتھ ان کو مسجد سے باہر نکال آتے وہ پھر تھوڑی دیر بعد آ جاتے مولانا بھول جاتے اور پھر لطف کے ساتھ باتیں فرمانے لگتے جب وہ پھر مقدمہ کا ذکر چھیڑتے تو پھر مسجد سے باہر نکال آتے وہ پھر تھوڑی دیر بعد آ جاتے مولانا پھر بھول جاتے اور پھر اسی لطف و عنایت کے ساتھ باتیں فرمانے لگتے۔ غرض اسی طرح کئی بار ہوا اور جہاں تک

www.ahlehaq.org

مجھے یاد ہے یہ واقعہ خود ان راوی صاحب ہی کے سامنے ہوا تھا تو ایسے صاحب استغراق بزرگ کا حضرت والا کو تھوڑی سی دیر کی ملاقات ہی میں اتنا یاد رکھنا کہ سلام کہلا کہلا کر بھیجتے تھے بہت ہی بڑی خصوصیت اور غایت شفقت کی دلیل ہے حالانکہ وہ حضرت والا کا بالکل ابتدائی زمانہ تھا چونکہ مولانا بہت بڑے صاحب کشف بزرگ تھے اس لیے غالباً اپنی نظر کشفی سے حضرت والا کی شان عالی حالی ومآلی معلوم فرمالی تھی اور غالباً یہی مبنیٰ تھا اس عنایت خاص کا۔ دوسری بار کئی سال کے بعد جو پھر حضرت والا حاضر ہوئے تو اس بار چند ہمراہی بھی ساتھ تھے نیز چونکہ رمضان شریف کا زمانہ تھا اور مدرسہ کی تعطیل تھی اس لیے کئی دن قیام بھی فرمایا تھا۔ ساتھیوں کو تو معلوم تھا کہ مولانا کو پینے کا تمبا کو اور کپڑے دھونے کا صابن ہدیہ میں لانا زیادہ پسند ہوتا ہے کیونکہ مولانا حقہ بھی نوش فرماتے تھے اور کپڑے بھی اپنے گھر ہی دھلواتے تھے اس لیے وہ لوگ تو تمبا کو کشیدنی اور صابن ہدیہ میں لے گئے تھے لیکن چونکہ حضرت والا کو مولانا کی رغبت کا علم نہ تھا اس لیے خود اپنی رغبت کی چیز ہدیۂ لے گئے یعنی بنگالی پیڑے جو کانپور میں بہت خوبصورت خوش ذائقہ اور خوشبودار بننے شروع ہوئے تھے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اوروں کے ہدیہ کو تو معمولی طور پر قبول فرمایا کوئی خاص اظہار مسرت نہیں فرمایا لیکن حضرت والا کے پیڑوں کو خلاف توقع بہت مسرت کے ساتھ قبول فرمایا جب پیش کیے گئے تو خوش ہو کر فرمایا تو یہ ہمارے کام کی چیز ہے ہم تو ان کا شربت پیا کرتے ہیں اور خادم سے فرمایا کہ انہیں اٹھا کر حفاظت سے رکھو ہم ان کا شربت پیا کریں گے۔ پھر از خود حضرت والا سے پوچھا کہ کیا تمہارے پاس کوئی دوا بھی ہے۔ حضرت والا کے پاس شربت انار کی بوتل تھی۔ رمضان شریف کا مہینہ تھا۔ افطار کے لیے ساتھ لے لی تھی لیکن چونکہ حضرت والا اس کو دوا ہی نہ سمجھتے تھے اس لیے عرض کیا کہ حضرت دوا تو میرے پاس کوئی نہیں ہے اس پر ساتھیوں نے حضرت والا سے چپکے سے کہا کہ شربت انار ساتھ میں ہے تو حضرت والا نے مکرر عرض کیا کہ حضرت شربت انار تو البتہ ہے فرمایا وہ تو تم اپنے افطار کے لیے لائے ہو۔ عرض کیا حضرت لایا تو میں اس نیت سے تھا لیکن اب جی چاہتا ہے کہ حضرت اس کو بھی قبول فرمالیں۔ فرمایا بہت اچھا چنانچہ حضرت والا نے پیش کیا اور وہ بھی قبول فرمالیا گیا۔

www.ahlehaq.org

حضرت والا کو بزرگوں کا ادب واحترام اس قدر ملحوظ خاطر تھا اور ان کی خوشنودی مزاج کا اس قدر اہتمام تھا کہ دوسری زیارت کے موقع پر جب گنج مرادآباد کے قریب پہنچے تو سوچا کہ ہم لوگوں کے اعمال اچھے نہیں اور اکثر بزرگوں کو قلب کی تاریکی کا احساس ہو جاتا ہے۔ مولانا بھی شاید اسی سبب سے ڈانٹ ڈپٹ فرمایا کرتے ہیں لہذا اپنے قلب کو پاک وصاف کر کے حاضر خدمت ہونا چاہیے۔ چنانچہ وضو کیا استغفار کی کثرت کی اور از راہ ادب سواری کو چھوڑ کر پا پیادہ تشریف لے چلے اور اسی حال میں حاضر خدمت ہوئے۔ ایک بوڑھے شخص بھی راستہ میں ملے وہ بھی زیارت کے لیے جا رہے تھے۔ دوپہر کا وقت تھا گرمی کا زمانہ تھا۔ اور چونکہ رمضان شریف کا مہینہ تھا لہذا وہ روزہ سے تھے اور حضرت والا بھی مع اپنے ہمراہیوں کے روزے سے تھے پہلے وہ بوڑھے شخص پیش ہوئے ان سے مولانا نے پوچھا کہ کیا روزہ سے ہو عرض کیا جی ہاں۔ اس پر بہت خفا ہوئے اور فرمایا کہ کس نے کہا تھا کہ سفر میں اور ایسے سخت موسم میں روزہ رکھو پھر فرمایا کہ ابھی چلے جاؤ۔ حضرت والا کو بھی کھٹکا ہوا کہ ہم سے بھی یہی سوال ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ پوچھا کہ کیا روزہ ہے حضرت والا نے باجود قوی اندیشہ خفگی کے جو سچی بات تھی وہی عرض کر دی کہ جی حضرت روزہ تو ہے۔ یہ سنکر بجائے خفگی کے جس کا اندیشہ ہو رہا تھا خوش ہو کر فرمایا کہ ہاں بہت اچھا کیا جوان آدمی ہو تمہیں روزہ ہی رکھنا مناسب تھا۔ اس بار پہلے سے بھی بہت زیادہ شفقت کے ساتھ پیش آئے اور اپنی خاص خاص راز کی باتیں بھی حضرت والا سے فرما دیں۔ مثلاً فرمایا کہ کہنے کی تو بات نہیں لیکن تم سے کہتا ہوں کہ جب سجدہ میں جاتا ہوں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے پیار کر لیا۔ دوسری بات یہ فرمائی کہ بھائی جنت کا مزہ برحق حوض کوثر کا مزہ برحق مگر نماز میں جو مزہ ہے کسی چیز میں نہیں یہ بھی فرمایا کہ بھائی ہم تو قبر میں بس نماز پڑھا کریں گے دعا ہے کہ ہمیں تو اللہ میاں قبر میں یہ اجازت دے دیں کہ بس نماز پڑھے جاؤ اسی قسم کی خاص خاص باتیں فرما رہے تھے کہ اتنے میں ایک شخص اندر چلا آیا اس کو بہت ڈانٹا کہ بڑے بے تمیز ہو منہ اٹھائے چلے آ رہے ہو یہ نہیں دیکھتے کہ کوئی خاص بات تو نہیں کر رہا۔ اس سے بھی حضرت والا کے ساتھ غایت خصوصیت کا اثبات ہوتا ہے ٹھہرنے کے لئے بھی دریافت

www.ahlehaq.org

فرمایا کہ کہاں ٹھہرو گے مسجد میں یا مکان میں کیونکہ مکان بھی موجود ہے۔ حضرت والا نے عرض کیا کہ حضرت جہاں آپ کا قرب رہے وہیں ٹھہرنا چاہتا ہوں فرمایا تو مسجد میں ٹھہر جاؤ۔ چنانچہ حضرت والا مسجد میں ٹھہر گئے۔ افطار کے بعد اور سحری میں روزانہ پرتکلف کھانے کئی کئی قسم کے آتے جیسا کہ معزز مہمانوں کے لیے دستور ہے۔ یہ بہت بڑی عنایت تھی ورنہ مولانا کی وضع اور معاشرت بالکل سادہ اور آزادانہ تھی۔ وہاں تکلفات کی بھلا کہاں گنجائش جب دو ایک دن بعد حضرت والا نے واپسی کی اجازت چاہی تو فرمایا اجی جلدی ہی کیا ہے۔ مدرسہ کی تو تعطیل ہی ہے اور ٹھہرو۔ حضرت والا نے اس ارشاد کو بہت غنیمت سمجھا کیونکہ مولانا عموماً کسی کو ٹھہرنے ہی کب دیتے تھے۔ اس لیے اپنے ارادہ واپسی کو ملتوی فرمادیا اور ٹھہر گئے چونکہ ٹھہرنا ہی ہو گیا تھا لہذا حضرت والا نے حصن حصین پڑھنے کی درخواست کی مولانا نے بہت خوشی سے منظور فرمایا۔ درمیان میں کہیں کہیں کچھ تحقیق بھی فرماتے جاتے چنانچہ ایک جگہ شوقاً الی لقائک آیا تو فرمایا اچھا بتاؤ شوق کا کیا ترجمہ ہے۔ حضرت والا نے بجائے خود ترجمہ کرنے کے غایت ادب سے عرض کیا کہ حضرت ہی ارشاد فرمادیں فرمایا تڑپ' پڑھاتے وقت موقع بموقع ذوق وشوق میں نعرے بھی لگاتے جاتے تھے۔ کھانے برابر پرتکلف اور متعدد اقسام کے آتے رہے جب حصن حصین ختم ہوگئی اور حضرت والا رخصت ہونے لگے تو حضرت والا نے عرض کیا کہ حضرت تبرکاً حدیث شریف کی بھی اجازت عطا فرمادیجئے۔ فرمایا ہاں جی ہاں اجازت ہے یہ بھی فرمایا کہ اجی کبھی کبھی آیا کرو اور کچھ سنا جایا کرو۔ لیکن پھر حضرت والا کو حاضری کا اتفاق ہی نہ ہوا۔

جب حضرت والا نے حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ العزیز کی خدمت میں قیام کی غرض سے مکہ معظّمہ تشریف لے جانے کا قصد فرمایا تو مولانا کو عریضہ لکھا کہ دعا فرمایئے کہ میں جس مقصود کے لیے جارہا ہوں اللہ تعالیٰ مجھ کو اس میں کامیابی عطا فرمائے۔ مولانا نے اپنے قلم مبارک سے خط کے ایک گوشہ پر یہ تحریر فرمادیا۔ از فضل رحماں ''سلام'' علیکم دعائے خیر نمودم' ان سب واقعات وحالات سے بخوبی واضح ہے کہ حضرت والا پر مولانا ؒ کی خاص نظر توجہ وعنایت تھی۔

www.ahlehaq.org

حضرت محمدی شاہؒ کی زیارت

الہ آباد میں ایک بزرگ تھے حضرت محمدی شاہ صاحب ولایتی۔ ایک بار حضرت والا کے والد ماجد بہ سلسلہ مقدمات الہ آباد تشریف لے گئے چونکہ ان کو بزرگوں سے ملنے کا بہت شوق تھا اس لیے شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اتفاق سے الہ آباد تشریف لا کر بخار میں مبتلا ہو گئے۔ حضرت والا اطلاع پانے پر کانپور سے الہ آباد بایں خیال تشریف لائے کہ کچھ خدمت و تیمارداری کروں گا۔ چونکہ حضرت والا سے والد ماجد صاحب کو محبت بے غایت تھی لہذا جب حضرت والا پہنچے تو اس قدر مسرور ہوئے کہ یا تو اٹھنا بھی دشوار تھا یا حضرت والا کو مارکیٹ یعنی سبزی منڈی دکھلانے کو لے گئے اور حضرت والا کو کھلانے کے لیے وہاں سے امرود خریدے جو الہ آباد کا ایک مشہور تحفہ ہے۔ پھر حضرت والا کے رہتے رہتے ہی بالکل اچھے ہو گئے اور اچھے ہونے کے بعد حضرت والا کو حضرت محمدی شاہ صاحبؒ کی خدمت میں بھی لے گئے اور عرض کیا کہ یہ میرا بڑا لڑکا ہے اور دیو بند کا فارغ التحصیل ہے۔ اس نے فارسی میں ایک مثنوی لکھی ہے۔ شاہ صاحب نے حضرت والا سے مثنوی زیر و بم کے کچھ اشعار سنے جب سن چکے تو دعا دی کہ اللہ تعالیٰ قال کو حال کرے۔ شاہ صاحب مسائل اختلافیہ میں عملاً کسی قدر تسامح کرتے تھے لیکن چونکہ درویش تھے اس لیے احتیاط کرنے والوں سے بھی منازعت نہ کرتے تھے ان کا مسلک صلح کل تھا جیسا کہ بعض درویشوں کا ہوا کرتا ہے چونکہ ان مسائل میں منازعت کرنے والوں کو اچھا نہ سمجھتے تھے اس لیے حضرت والا سے اعتراضاً پوچھا کہ مولوی اس آیت کا ترجمہ کرو **ولکل امة جعلنا منسکاھم نا سکوہ فلاینازعنک فی الامر**۔ حضرت والا نے فوراً فرمایا کہ **فلا تنازعھم** نہیں فرمایا بلکہ **فلاینا زعنک** فرمایا یعنی اہل باطل کو چاہیے کہ اہل حق سے منازعت نہ کریں اہل حق کو ممانعت نہیں فرمائی کہ وہ بھی اہل باطل سے منازعت نہ کریں۔ اہل حق کو تو چاہیے کہ اہل باطل کی مخالفت کریں۔ یہ سن کر شاہ صاحب بجائے اس کے کہ ناخوش ہوں خوش ہوئے اور دعائیں دیں۔

یہ واقعہ نقل فرما کر حضرت والا نے فرمایا کہ الحمدللہ میں اظہار حق میں کسی کے سامنے کبھی

www.ahlehaq.org

پڑ کا تو ہوں نہیں لیکن کسی کے ساتھ بے ادبی بھی کبھی نہیں کی حضرت والا کو جب کسی سے مسائل مختلف فیہا میں گفتگو کی نوبت آتی تو نہایت تہذیب کے ساتھ گفتگو فرمائی اور ایسے نرم عنوان سے اظہار حق فرمایا کہ مخاطب کی ذرا دل آزاری نہیں ہوئی اور اگر اس میں ذرا بھی انصاف ہوا تو حق کو تسلیم ہی کرنا پڑا جیسا کہ اگلے واقعہ میں بھی یہی ہوا جو آگے آتا ہے۔

حضرت حافظ سراج الیقین ؒ کی زیارت:۔

جناب مولانا صادق الیقین صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت والا کے شاگرد اور حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور حضرت حاجی صاحب ؒ کے خلیفہ مجاز تھے۔ ان کے اور ان کے والد صاحب حضرت حافظ سراج الیقین صاحب میں جو کرسی کے ایک بہت خوش اوقات سجادہ نشین بزرگ تھے بوجہ اختلاف مشرب بہت کشیدگی ہوگئی تھی حتیٰ کہ قطع تعلق تک نوبت پہنچ گئی تھی لیکن حضرت والا نے ایسے لطیف اور نرم عنوان سے حافظ صاحب کو ان مسائل کے متعلق تحریر لکھ کر بھیجی (جو بنام مکتوب محبوب القلوب طبع بھی ہو چکی ہے) کہ ان کی رائے بہت نرم ہوگئی اور بیٹے سے صلح ہوگئی۔ جس سے حضرت مولانا گنگوہی ؒ بھی بہت خوش ہوئے جیسا کہ ایک موقع پر خود بمواجہہ حضرت والا حضرت مولانا نے ایک صاحب سے فرمایا کہ ان کی بدولت صلح ہوئی اور حافظ صاحب کو باوجود اختلاف مشرب حضرت مولانا سے اس قدر حسن ظن بڑھا کر حضرت والا سے ایک مختصر گفتگو ہونے کے بعد قبر پر چادر چڑھانا ترک کر دیا اور اپنے ایک ہم مشرب اور معتقد فیہ عالم سے ایک مسئلہ پر سختی کے ساتھ اختلاف کیا اور حضرت والا کی جانب اشارہ کر کے فرمایا کہ موجود ہیں ہندوستان بھر میں جس عالم کا جی چاہے ان سے گفتگو کرلے میں ان کے برابر کسی کو عالم نہیں سمجھتا۔ حالانکہ اس گفتگو کو حضرت والا نے پسند نہیں فرمایا مگر وہ جوش محبت میں کہہ گئے اتنی پرانی عادت کا دفعتاً ترک کر دینا بڑی بات ہے اگرچہ کچھ عرصہ کے بعد ایک خواب کی بناء پر انہیں کچھ وہم ہو گیا اور پھر چادر چڑھانے لگے ان حافظ صاحب کی زیارت کے لیے بھی حضرت والا بمعیت مولانا صادق الیقین صاحب کرسی تشریف لے گئے تھے۔

www.ahlehaq.org

حضرت شاہ عبداللطیف رحمہ اللہ کی زیارت

اسی طرح باوجود اختلاف مشرب حضرت شاہ عبداللطیف صاحبؒ سے ملنے کے لیے (جو ایک تارک الدنیا بزرگ تھے اور جو کانپور کی تشریف آوری میں حضرت والا سے بہت محبت سے ملنے آیا کرتے تھے) ستھن کا سفر فرمایا۔

حضرت شاہ محمد شیر خان رحمہ اللہ کی زیارت

ایک عقد میں پیلی بھیت جانا ہوا تھا تو وہاں کے مشہور بزرگ حضرت شاہ محمد شیر خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی اور یہ دعا چاہی کہ دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہو جائے۔ اس پر شاہ صاحب نے فرمایا کہ اپنے دونوں ہاتھ تو رگڑو حضرت والا نے بلا تامل محض امتثالاً للامر بہ غایت عقیدت دونوں ہاتھ ملے جب مل چکے تو پوچھا کہ کچھ گرمی بھی پیدا ہوئی عرض کی جی ہاں۔ فرمایا بس اسی طرح قلب کو رگڑے جاؤ انشاء اللہ تعالیٰ محبت کی گرمی پیدا ہو جائے گی۔

حضرت حافظ عبدالرحمٰنؒ مرادآبادی

حضرت حافظ عبدالرحمٰن صاحب مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ جو سائیں توکل شاہ صاحب کے خلیفہ تھے حضرت والا سے بہت محبت بلکہ اعتقاد رکھتے تھے یہاں تک کہ اپنی اہلیہ محترمہ کو حضرت والا ہی سے بیعت کرایا تھا اور احقر کی موجودگی میں ایک بار تھانہ بھون بھی حضرت والا سے ملنے تشریف لائے تھے۔

حضرت شاہ ابواحمد بھوپالی رحمہ اللہ سے ملاقات

حضرت مولانا شاہ ابواحمد صاحب مجددی بھوپالی رحمۃ اللہ علیہ سے اول بار کانپور میں ملاقات ہوئی۔ پھر جب دوران سفر میں حضرت والا بھوپال تشریف لے گئے تو خود مکان پر ملنے گئے۔ اتفاق سے اس وقت شاہ صاحب سو رہے تھے۔ حضرت والا انتظار میں بیٹھے رہے جب سو کر اٹھے تو خادموں نے اطلاع کی۔ ان پر بہت خفا ہوئے کہ مجھے جگا کیوں نہیں دیا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ کیا ہوا میں آرام سے بیٹھا ہوا تھا۔ فرمایا ان لوگوں کو تو چاہیے تھے کہ

www.ahlehaq.org

مجھے جگا دیتے غرض بہت لطف و محبت کے ساتھ ملے۔

حضرت بہادر علی شاہؒ کی زیارت

دیوبند میں ایک بزرگ تھے حضرت بہادر علی شاہ صاحب جو تھے تو بالکل ان پڑھ لیکن اس درجہ کے شخص تھے کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی ان کی زیارت کو جایا کرتے اور کثرت سے جایا کرتے حضرت والا بھی ان کی زیارت کے لیے حاضر ہوا کرتے اور وہ بہت محبت سے ملتے اور چائے پلاتے۔

ملا شہاب الدین مجذوب رحمہ اللہ

بزمانہ طالب علمی دیوبند میں دو مشہور مجذوب تھے ایک حضرت ملا شہاب الدین صاحب ولایتی اور دوسرے حضرت گھیسن شاہ صاحب۔ ملا صاحب بحیثیت صاحب خدمت ہونے کے ایک امر تکوینی کے متعلق ایک اہل باطل جماعت کے طرفدار تھے لیکن جب حضرت مولانا مع دیگر طلباء کے ان سے اس جماعت کے لیے بددعا کراتے تو بجائے غصہ ہونے کے لطف کے ساتھ فرماتے۔ خدا خیر کند خدا خیر کند۔ ملا صاحب سے تو اکثر ملاقات ہوتی رہتی تھی کیونکہ وہ بہ اجازت حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ چھتہ کی مسجد میں مقیم تھے جہاں مولانا خود بھی قیام فرماتے تھے اور وہاں حضرت والا کی کثرت سے آمد و رفت رہتی تھی۔

حضرت گھیسن شاہ مجذوبؒ

گھیسن شاہ صاحب جو بہت بوڑھے تھے یہاں تک کہ پلکیں اور بھویں بھی سفید ہو گئی تھیں اور نہایت شاندار سفید داڑھی تھی۔ اکثر اس مکان کے کوٹھے پر رہتے تھے جہاں طوائفیں رہتی تھیں اور کبھی کبھی ایک باغ میں بھی آ جایا کرتے تھے۔ حضرت والا نے ایک بار سنا کہ اس وقت باغ میں ہیں تو اور طالب علموں کو لے کر پہنچے لیکن وہ واپس جا چکے تھے چونکہ اور طالب علم بھی ہمراہ تھے اس لیے حضرت والا کو جرأت ہوئی کہ یہاں نہیں ملے تو آؤ طوائفوں والے مکان ہی پر چل کر مل آئیں کیونکہ بہت دن سے اس فکر میں تھے کہ ان سے

www.ahlehaq.org

ملیں۔ وہاں بالا خانہ پر پہنچ کر ملے اور مٹھائی پیش کر کے دعا کی درخواست کی۔ شاہ صاحب نے ایک بہت طویل عبارت زبان سے کہنی شروع کی جو کچھ سمجھ میں نہ آئی۔ البتہ صرف ہم قافیہ الفاظ قلم علم وغیرہ سمجھ میں آتے تھے حضرت والا مع اور طلباء کے کھڑے سنتے رہے جب وہ بہت دیر کے بعد خاموش ہوئے تو واپس چلے آئے ان سے صرف ایک ہی بار ملاقات ہو سکی کیونکہ جہاں ان کا زیادہ قیام رہتا تھا وہ ایسا مکان تھا جہاں آمدورفت نامناسب تھی۔

حضرت پیر احمدؒ

حضرت حافظ غلام مرتضٰی صاحب مجذوب پانی پتی جن کی دعا سے حضرت والا پیدا ہوئے تھے اور جن کا حال عنوان ولادت میں مذکور ہو چکا ہے۔ ایک بڑے مستند مجذوب تھے جو اس زمانہ کے مشائخ کے نزدیک بھی مسلم تھے اور حضرت حاجی صاحبؒ بھی ان کی مدح فرمایا کرتے تھے۔ ان کے ایک صاحبزادے تھے حضرت پیر احمد صاحبؒ وہ بڑے صاحب کشف اور صاحب حال وقال بزرگ تھے اور تھانہ بھون میں اپنے معتقدین کے یہاں اکثر تشریف لاتے رہتے تھے۔ حضرت والا سے بہت محبت فرماتے اور جب تھانہ بھون تشریف لے تو حضرت والا سے اہتمام کر کے ملتے اور اگر اطلاع مل جاتی تو حضرت والا بھی اہتمام کر کے ملتے چنانچہ ایک بار ادھر تو حضرت والا ملنے چلے اور ادھر وہ بھی چلے تھوڑی دور چل کر انہیں کشف ہو گیا اور یہ فرما کر واپس لوٹ گئے کہ اب تو وہ خود ہی آرہے ہیں۔

حضرت خلیل پاشاؒ کی زیارت

مکہ معظّمہ میں ایک مشہور بزرگ تھے حضرت خلیل پاشا ان کی خدمت میں اکثر علماء جو حج کو آتے تھے حاضر ہوتے تھے لیکن حضرت والا حاجی صاحب قدس سرہٗ العزیز کی موجودگی میں کسی دوسرے شیخ کے پاس جانے کو خلاف وحدت مطلب سمجھتے تھے لہذا حاضر نہ ہوئے۔ ایک رات خواب میں دیکھا کہ کوئی صاحب فرما رہے تھے کہ تم خلیل پاشا سے نہیں ملے۔ حضرت والا نے جواب دیا کہ اس کی ضرورت نہیں کیونکہ اس کی ایسی مثال ہے جیسے لوگ حج کو آتے ہیں۔ تو مقصود خانہ کعبہ ہوتا ہے جس کے مختلف طرق ہیں کوئی بمبئی ہو کر آتا ہے کوئی کراچی ہو کر۔ اسی

www.ahlehaq.org

طرح اس طریق میں مقصود حق تعالیٰ ہیں اور شیوخ طرق ہیں۔ جب ہم نے حضرت حاجی صاحب کو اپنا شیخ طریقت تجویز کرلیا تو پھر دوسرے شیخ کے پاس جانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ مقصود کے حصول کے لیے وہی کافی ہیں اس جواب کو سن کر وہ خاموش ہوگئے۔ اس خواب کو حضرت والا نے حضرت حاجی صاحبؒ سے عرض کیا۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا کیا مضائقہ ہے زیارت کرآؤ۔ بزرگ آدمی ہیں۔ چنانچہ حضرت والا حاضر ہوئے۔ فرمایا کہ میں اردو نہیں جانتا عربی، فارسی اور ترکی جانتا ہوں ان میں سے جس زبان میں چاہو گفتگو کروں۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ترکی تو میں بالکل نہیں جانتا البتہ عربی و فارسی جانتا ہوں۔ اور عربی سمجھ تو لیتا ہوں لیکن اس میں بے تکلف گفتگو نہیں کرسکتا۔ فارسی میں گفتگو بھی کرلیتا ہوں اور سمجھ بھی لیتا ہوں چنانچہ فارسی میں گفتگو کرتے رہے۔ دوران گفتگو میں ہندی علماء کی بہت تعریف فرمائی کہ ان میں طمع دنیا نہیں ہوتی اور متقی ہوتے ہیں۔ حضرت والا نے پوچھا کہ کن کن ہندی علماء سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ فرمایا مولانا رشید احمد صاحب اور مولانا محمد قاسم صاحب سے۔ حضرت والا نے دل میں کہا کہ پھر بھلا کیوں نہ تعریف کریں گے۔

احقر مؤلف عرض کرتا ہوں کہ قرینہ مقام سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بزرگ خود حضرت والا کی ملاقات سے بھی متاثر ہوئے تھے جبھی ہندی علماء کی تعریف کی طرف ذہن منتقل ہوا۔

حضرت صوفی شاہ سلیمان لاجپوری رحمہ اللہ

سفر راندیر میں حضرت صوفی شاہ سلیمان صاحب لاجپوریؒ نے کئی بار حضرت والا سے مختلف مقامات پر کبھی تشریف لاکر کبھی اتفاقاً ملاقات کی۔ وہ ان اطراف میں ایک مشہور صاحب سلسلہ بزرگ تھے اور بہت زیادہ عمر تھی۔ ایک سورتی صاحب کے قول کے مطابق سو برس کے قریب عمر تھی۔ حضرت والا کے ساتھ بہت محبت سے پیش آئے بلکہ ایک مقام پر غالباً سورت میں حضرت والا کو دور تک سواری میں پہنچانے بھی تشریف لائے۔

ایک سورتی صاحب اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت والا راندیر سے

www.ahlehaq.org

سورت تشریف لیجا رہے تھے اور صوفی صاحب سورت سے راندیر تشریف لا رہے تھے راستہ میں ایک پل پر اپنی گاڑی سے اتر کر حضرت والا سے ملے۔ حضرت والا موٹر میں تھے۔ ملنے کے بعد صوفی صاحب راندیر پہنچ کر ایک مسجد میں بیٹھے بہت دیر تک روتے رہے۔ ایک صاحب نے سبب پوچھا تو حضرت والا کا نام لیکر فرمایا کہ نہ جانے آنکھوں سے کیا کر گئے۔ حضرت والا نے یہ واقعہ سن کر فرمایا کہ یہ ان کی غایت محبت و تواضع تھی کہ اتنے بڑے اور ذی وجاہت بزرگ ہو کر بھی اپنے معتقدین میں ایسی بات بے تامل فرمائی۔

حضرت قاری عبدالرحمٰن پانی پتیؒ

جب حضرت والا کانپور میں قیام پذیر تھے تو حضرت قاری عبدالرحمٰن صاحب پانی پتیؒ ادھر سے گزرے۔ حضرت والا خبر آمد سن کر اسٹیشن پر تشریف لے گئے اور قاری صاحب کو حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی چہل حدیث سنا کر سند حاصل کی اور اس طرح علاوہ زیارت کے فخر تلمذ بھی حاصل کیا۔

حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ

حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ خاص حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب مونگیری رحمۃ اللہ علیہ سابق ناظم ندوہ کو حضرت والا سے بہت محبت اور خصوصیت کا تعلق تھا۔ جس زمانہ میں حضرت والا کا کانپور میں قیام تھا مولانا بھی وہیں مقیم تھے۔ پہلے مولاناؒ نے ایک مدت دراز تک کانپور قیام فرمایا بعد کو مونگیر میں جا کر مستقل طور پر قیام پذیر ہو گئے اور وہاں ایک خانقاہ رحمانی بھی قائم فرمائی۔

مولانا نذیر حسین دہلویؒ

حضرت والا غایت بے تعصبی کی بناء پر محدث سمجھ کر جناب مولانا نذیر حسین صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی جو اہل حدیث کے بہت سر برآوردہ علماء میں سے تھے دوبار ملے۔ ایک بار تو طالب علمی کے زمانہ میں بمقام دہلی ملے، بوقت ملاقات حضرت والا سے پوچھا کہ

www.ahlehaq.org

آپ کس غرض سے تشریف لائے ہیں۔ حضرت والا نے فرمایا کہ آپ سے ملنے کی غرض سے آیا ہوں۔ مدرسہ دیو بند میں پڑھتا ہوں۔ اس پر مولوی صاحب نے فرمایا کہ آپ کہاں ٹھہرے ہیں حضرت والا نے فرمایا کہ اپنے ایک عزیز کے یہاں ٹھہر گیا ہوں۔ غایت عنایت سے فرمایا کہ مجھے آپ سے شکایت ہے آپ ملنے تو آئے مجھ سے اور ٹھہرے دوسری جگہ۔

اس زمانہ میں ایک غیر مقلد طالب علم مدرسہ دیو بند میں پڑھتا تھا۔ اس نے حضرت امام محمدؒ کی شان میں کچھ گستاخانہ کلمات استعمال کیے تھے اس پر اور طالب علموں نے اسے پیٹ دیا تھا اس واقعہ کی شکایت بھی کی۔ حضرت والا نے فرمایا کہ آپ نے واقعہ تو سنا لیکن اس کا سبب بھی آپ کو معلوم ہے۔ انہوں نے لاعلمی ظاہر کی۔ حضرت والا نے فرمایا کہ اس نے حضرت امام محمدؒ کی شان میں گستاخانہ کلمات استعمال کیے تھے۔ اس پر طلباء کو غصہ آ گیا۔ یہ سن کر مولوی صاحب نے فرمایا کہ واقعی یہ اس کی بڑی بیجا حرکت تھی۔

پھر ایک بار حضرت والا سفر میں بمقام آرہ مقیم تھے کہ اتفاق سے مولوی نذیر حسین صاحب بھی وہاں تشریف لے آئے حضرت والا ان کے قیام گاہ پر ملنے تشریف لے گئے اس وقت ایک غالی غیر مقلد مولوی صاحب نے جو ان کے پاس بیٹھے تھے دوران گفتگو میں حضرت ابن ہمامؒ کی کچھ تنقیص کی۔ مولوی صاحب نے ان کو ڈانٹا کہ یہ بڑے لوگ تھے ہمارا منہ نہیں کہ ہم ان کی شان میں کچھ کہہ سکیں۔ حضرت والا نے یہ واقعات نقل کر کے فرمایا کہ مولوی صاحب کے ان اقوال سے غیر مقلدین کو سبق حاصل کرنا چاہیے۔

اس جگہ حضرت والا کا ایک طالب علمی کے زمانہ کا خواب یاد آ گیا۔ یہ دیکھا کہ مولوی نذیر حسین صاحب کی دہلیز میں کچھ طلباء جمع ہیں اور چھاچھ تقسیم ہو رہی ہے گو حضرت والا کو چھاچھ سے طبعاً بے حد رغبت ہے لیکن خواب میں اس چھاچھ کے لینے سے انکار کر دیا جو وہاں تقسیم ہو رہی تھی۔ حضرت والا کے ذہن میں اس خواب کی تعبیر فوراً یہ آئی کہ اس جماعت کا طریق دین کی محض صورت ہے جس میں معنی نہیں جیسے چھاچھ گو صورۃً دودھ کے مشابہ ہوتی ہے لیکن اس میں روغن نہیں ہوتا۔ دین کی اور علم دین کی صورت مثال دودھ ہے جس کی تائید

www.ahlehaq.org

حدیث سے بھی ہوتی ہے اور یہاں دودھ کے بجائے چھاچھ تقسیم ہوتی دیکھی گئی جو دودھ کے مشابہ تو ہوتی ہے لیکن دودھ میں جو اصل چیز ہے یعنی روغن وہ اس میں نہیں ہوتا۔ اہل حدیث کے متعلق حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ اگر بدگمانی اور بدزبانی نہ کریں تو خیر یہ بھی سلف کا ایک طریق ہے گو خلف کا قیاس سلف پر اس باب میں مع الفارق ہے یہ بھی فرمایا کہ مجھ سے متعدد غیر مقلد بیعت بھی ہیں۔ میں اس میں سخت نہیں ہوں انہیں بھی بیعت کر لیتا ہوں بشرطیکہ تقلید کو جائز سمجھتے ہوں گو واجب نہ سمجھتے ہوں مگر معصیت بھی نہ سمجھتے ہوں۔ لیکن جس کو دل ملنا کہتے ہیں وہ باوجود قلب کو متوجہ کرنے کے بھی نہیں ہوتا۔ ان کی نیکی میں شک نہیں لیکن نیکی بدرجہ محبوبیت نہیں کیونکہ ان حضرات میں عموماً ادب کی کمی ہوتی ہے۔ بیباک ہوتے ہیں اور تقویٰ کا اہتمام بھی بہت کم کرتے ہیں جس سے ایک گونہ انقباض ہوتا ہے۔

حضرت حافظ تفضّل حسینؒ

حضرت حافظ تفضّل حسین صاحبؒ ساکن بگھر، ضلع مظفر نگر سے جو راس الاتقیاء، حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلویؒ سے بیعت تھے اور اس نواح میں بہت مشہور تھے حضرت والا کو کئی بار ملنے کا اتفاق ہوا فرماتے ہیں کہ بہت اچھے بزرگ تھے اور بہت سیدھی سچی اور اچھی باتیں فرمایا کرتے تھے اور مجھ سے بہت محبت فرماتے تھے۔

حضرت حافظ احمد حسینؒ شاہجہاں پوری

حضرت حافظ احمد حسین صاحب شاہجہاں پوریؒ جو باوجود شاہجہاں پور کے بڑے رئیس ہونے کے صاحب سلسلہ بزرگ بھی تھے۔ حضرت والا سے بہت محبت فرماتے تھے۔ ایک بار کسی کے لیے بددعا کی تو وہ شخص دفعتہً مر گیا، بجائے اس کے کہ اپنی اس کرامت سے خوش ہوتے ڈرے اور بذریعہ تحریر حضرت والا سے مسئلہ پوچھا کہ مجھے قتل کا گناہ تو نہیں ہوا حضرت والا نے نہایت مفصل جواب دیا جس سے ان کی پوری تشفی ہوگئی۔

خلاصہ جواب کا یہ تھا کہ اگر آپ میں قوت تصرف ہے اور بددعا کرنے کے وقت

www.ahlehaq.org

آپ نے اس قوت سے کام لیا تھا یعنی یہ خیال قصد اور قوت کے ساتھ کیا تھا کہ یہ شخص مر جائے تب تو قتل کا گناہ ہوا اور چونکہ یہ قتل شبہ عمد ہے اس لیے دیت اور کفارہ واجب ہوگا اور اگر ایسا نہیں تو قتل کا گناہ تو نہیں ہوا لیکن اس صورت میں یہ دیکھا جائے گا کہ کس بات پر بددعا کی تھی اور کیا بددعا کی تھی۔ اور آیا وہ بات اس درجہ کی تھی کہ اس قسم کی بددعا کا آپ کو شرعاً حق حاصل تھا اگر وہ دعا بجق تھی تو بددعا کا بھی گناہ نہیں ہوا اور نہ بددعا کا گناہ ہوا۔ غرض نہایت مفصل جواب تحریر فرمایا تھا جس میں تمام جزئیات سے تعرض کیا گیا تھا اور ہر جزئی کا جدا حکم لکھا تھا۔ حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ اس قسم کا سوال بس عمر بھر میں ایک انہی نے کیا تھا جس سے ان کا غایت درجہ کا اہتمام تقویٰ ثابت ہوتا ہے۔ یہ بزرگ بعض فرعی اجتہادی مسائل سماع وغیرہ میں مختلف المشرب تھے۔

حضرت والا چونکہ بفضلہ تعالیٰ اعلیٰ درجہ کے محقق ہیں اس لیے فرعی اختلافات کو شرعی حدود کے اندر رکھتے ہیں۔ فرمایا کرتے ہیں کہ اللہ کا شکر ہے میرے قلب میں کسی بزرگ کی طرف سے محض فرعی اختلافات کی بناء پر بدعقیدگی نہیں پیدا ہوتی۔ بشرطیکہ ان میں بزرگی کے آثار غالب ہوں۔ اللہ اللہ کرنے والوں سے حسن ظن ہی رکھتا ہوں گو وہ حضرات بعض غلطیوں میں بھی مبتلا ہوں لیکن یہ ضرور نہیں کہ ان کے اقوال وافعال کو شریعت پر منطبق کیا جائے بلکہ مغلوب الحال بزرگوں کے اقوال وافعال کی یہ تاویل کر لیتا ہوں کہ بوجہ مغلوبیت معذور ہیں یا جو اجتہادی امور ہیں ان میں اجتہادی اختلاف کی گنجائش سوءِ ظن سے مانع ہو جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ بھی باوجود نقشبندی ہونے کے بہ غایت رعایت مسلک دیگر ارشاد الطالبین میں فرماتے ہیں ”علاوہ آنکہ انچہ بدعت در بعضے اعمال آنہا (یعنی صوفیہ ۱۲) راہ یافتہ بنابر خطائے اجتہادی است و مجتہد مخطی معذور ست و یک درجہ ثواب دارد و مجتہد مصیب دو درجہ ثواب دارد و اگر چنیں نباشد عافیت بر فقہاء بلکہ بر تمام عالم تنگ مے شود“

www.ahlehaq.org

اس موقع پر حضرت والا کا ایک قول یاد آیا۔ فرمایا کرتے ہیں کہ محقق اپنے عمل کے لیے تو سخت ہوتا ہے لیکن دوسروں کے لیے نرم، بس بالکل یہی شان حضرت والا کی ہے جو رات دن مشاہد ہے۔

حضرت شاہ احسان الحق رحؒ

کانپور میں ایک بہت مشہور اور مستند بزرگ گزرے ہیں۔ حضرت شاہ غلام رسول صاحبؒ جن کا لقب رسول نما تھا کیونکہ وہ اپنے تصرف سے حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بیداری میں زیارت کرادیا کرتے تھے ان کے صاحبزادے حضرت شاہ احسان الحق صاحبؒ اس زمانہ میں بمقام کانپور مقیم تھے جس زمانہ میں حضرت والا وہاں تشریف فرما تھے وہ بھی ایک بابرکت صاحب سلسلہ بزرگ تھے۔ چنانچہ حضرت والا نے حضرت مولانا محمد علی صاحب مونگیری رحمۃ اللہ علیہ سے سنا تھا کہ ان سے ایک بار ان کے پیر و مرشد حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحبؒ نے فرمایا کہ شاہ احسان الحق کے قلب میں برکت ہے ان سے کبھی کبھی ملتے رہنا۔ حضرت والا بھی کبھی کبھی ان کی خدمت میں تشریف لے جایا کرتے تھے اور وہ بہت لطف و عنایت کے ساتھ پیش آیا کرتے تھے۔

حضرت عبدالوہاب بغدادیؒ

علاوہ حضرت خلیل پاشا صاحب مہاجر مکی کے جن کا ذکر اوپر آچکا ہے مکہ معظمہ میں حضرت والا نے ایک اور بزرگ کی بھی زیارت کی ہے جن کا اسم شریف عبدالوہاب بغدادی تھا۔ وہ بہ تصدیق حضرت حاجی صاحب قدس سرہ العزیز بڑے صاحب کشف تھے۔ ایک بار اپنا ایک کشف حاجی صاحب قدس سرہٗ العزیز کی مجلس شریف میں بیان فرمایا کہ میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ اس وقت مالکی مصلیٰ پر حضرت امام مہدی علیہ اسلام نماز تہجد پڑھ رہے ہیں چنانچہ میں نے وہاں جا کر دیکھا تو واقعی حضرت امام وہاں نماز پڑھ رہے تھے پھر میں نے ان سے بیعت کی اھ۔

www.ahlehaq.org

جب بغدادی صاحب یہ بیان کر کے مجلس سے چلے گئے تو حضرت حاجی صاحبؒ نے حاضرین سے فرمایا کہ یہ بڑے صاحب کشف ہیں۔ یہ سن کر حضرت والا اٹھے اور جا کر راستہ میں ان سے مصافحہ کیا اور عرض کیا کہ حضرت آپ نے مجھے حضرت امام کی طرف سے بیعت فرمالیں کیونکہ نہ معلوم ظہور کے وقت میں زندہ رہوں یا نہ رہوں اور اس دولت سے محروم رہوں چنانچہ انہوں نے بیعت کرلیا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ یا تو ان کو کشف میں غلطی ہوئی یا جن بزرگ کو وہ امام سمجھ کر بیعت ہوئے تھے خود ان بزرگ نے اپنے کو غلطی سے امام سمجھ لیا ہو چنانچہ بعض بزرگوں کو یہ دھوکا ہوگیا ہے۔ میں نے خود ایسے لوگ دیکھے ہیں جو بہت نیک اور دیندار تھے لیکن اس دھوکہ میں تھے کہ ہم مہدی ہیں۔ میرٹھ میں ایک نیک شخص تھے ان کو بھی یہی خبط تھا کہتے تھے کہ تمام چڑیاں مجھ سے کہہ رہی ہیں کہ تم مہدی ہو میں کیونکر یقین نہ کروں۔

حضرت مولانا شاہ ابوالحسن صاحبؒ (سابق مہتمم جامع مسجد سہارنپور)

آپ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائپوریؒ کے مطابق پیر کے تعلق سے شاہ صاحب کے پیر بھائی تھے۔ یعنی آپ کو حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب سرساوی رحمۃ اللہ علیہ سے جو حضرت شاہ آخون صاحب ولایتی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے شرف بیعت واجازت حاصل تھا۔ آپ بہت ہی خلوت پسند اور یکسور ہنے والے مقدس بزرگ تھے صرف تھوڑی دیر کے لیے گھر سے مسجد میں روزانہ تشریف لاتے تھے اور اہتمام مسجد کے متعلق کچھ حساب کتاب دیکھ بھال کر پھر مکان تشریف لے جاتے تھے۔ آپ علاوہ درویش کامل ہونے کے عالم بھی تھے اور علاوہ جامع مسجد کی خدمت اہتمام کے وہیں جمعہ کے دن گاہ گاہ وعظ بھی فرمایا کرتے تھے۔ اس زمانہ میں جبکہ حضرت والا کے چھوٹے بھائی منشی اکبر علی صاحب مرحوم ومغفور سہارنپور میں ملازم تھے جب کبھی حضرت والا سہارنپور تشریف لے جاتے تو

www.ahlehaq.org

شاہ صاحب ممدوح کی خدمت میں بھی خاص طور پر ملنے جاتے اور شاہ صاحب نہایت توجہ ولطف وعنایت اور محبت وخصوصیت واکرام سے حضرت والا کے ساتھ پیش آتے اور دیر دیر تک باتیں فرماتے رہتے اور دینوی باتیں نہیں بلکہ برابر بزرگوں کے تذکرے اور طریق کے مسائل ہی بہت ذوق وشوق سے بیان فرماتے رہے۔

حضرت شاہ عبدالرحیمؒ

حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کے سابق پیر جو آخون صاحب ولایتی کے خلیفہ اور حضرت شاہ صاحب کے ہمنام تھے۔ حضرت والا سے بہت محبت کرتے تھے جب حضرت والا نے سہارنپور میں زیارت کی اور دعا کے لیے عرض کیا تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بدن کو امیر رکھے اور دل کو فقیر چنانچہ بفضلہٖ تعالیٰ ایسا ہی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ حضرت والا کو اسی طرح بدن کا امیر اور دل کا فقیر ہی رکھے۔ آمین ثم آمین۔

سائیں توکل شاہؒ

سائیں توکل شاہ صاحب انبالوی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کا بھی دوران سفر میں بمعیت حضرت مولانا رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند اتفاق ہوا اور دعائیں حاصل کیں۔ بعض خاص خاص باتیں بھی شاہ صاحب سے سنی تھیں جن کو حضرت والا نقل فرمایا کرتے ہیں مثلاً شاہ صاحب نے قسم کھا کر فرمایا کہ ذکر کرتے وقت میرا منہ بس بالکل ایسا ہی میٹھا ہو جاتا ہے جیسے مٹھائی کھانے سے ہو جایا کرتا ہے۔

حضرت مولانا غلام محمد، حضرت مولانا تاج محمود اور حضرت پیر جھنڈا

حضرت مولانا غلام محمد صاحب دین پوری جو بقید حیات ہیں اور حضرت مولانا

www.ahlehaq.org

تاج محمود صاحب امروٹی اور حضرت پیر جھنڈا صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ جو سندھ کے مشہور مشائخ ہیں ان سب حضرات سے بھی حضرت والا کو ایک سندھی مولوی صاحب نے بہ سلسلہ سفر ملایا تھا۔ سب حضرات نے حضرت والا کی بہت تعظیم و تکریم فرمائی۔ مولانا غلام محمد صاحب اور بالخصوص مولانا تاج محمود صاحبؒ سفر میں ہمراہ بھی رہے۔ پیر جھنڈا صاحب نے ایک قیمتی خرقہ بھی عطا فرمایا تھا اور اپنے مریدین کو وصیت فرما گئے ہیں کہ جس بات کے پوچھنے کی ضرورت ہو یا تم لوگوں کے درمیان کسی امر میں اختلاف ہو تو مولانا سے (یعنی حضرت والا) سے رجوع کرنا۔ مولانا تاج محمود صاحبؒ کی رائے مولانا کے ایک مرید کے خط موصولہ ۲۷ ربیع الثانی ۱۳۵۳ھ سے ظاہر ہوتی ہے۔ وہ حضرت والا کو لکھتے ہیں کہ چونکہ احقر کی بیعت حضرت مولانا تاج محمود صاحب امروٹی رحمۃ اللہ علیہ سے تھی۔ ان بزرگ کے یہ الفاظ کہ ''حضرت مولانا اشرف علی صاحب چونکہ اہل حق ہیں ان کی محبت حق تعالیٰ جل شانہ کی محبت ہے۔'' احقر کے گوش میں اب تک اسی طرح ہیں جس طرح سننے کے وقت تھے اور چونکہ حضور والا حکیم الامت ہیں اس لیے وسیلہ جان کر مستدعی ہوں کہ الخ راقم غلام حسین ہیڈ ماسٹر اسکول چاکیان شہزاد کوٹ ضلع لاڑکانہ ملک سندھ۔

مولانا محمد عادل کانپوریؒ

جناب مولانا محمد عادل صاحب کانپوریؒ بھی باوجود بعض فرعی اجتہادی مسائل میں قدرے اختلاف رکھنے کے حضرت والا کے ساتھ بہت لحاظ اور محبت فرماتے تھے۔

لکھنؤ کے مشہور بزرگ

لکھنؤ کے مشہور بزرگوں کی بھی حضرت والا نے زیارت کی مثلاً حضرت مولانا عبدالحیٔ صاحب فرنگی محلی و حضرت مولانا محمد نعیم صاحب فرنگی محلی و حضرت مولانا عین القضاۃ صاحب

www.ahlehaq.org

رحمہم اللہ اوران سب حضرات نے حضرت والا کے ساتھ بہت خصوصیت کا برتاؤ فرمایا۔
آخرالذکر بزرگ کی رائے بعض فرعی اجتہادی مسائل میں بعد کو کچھ مختلف ہوگئی تھی۔

اختلافیات میں حضرت کا ذوق

ان سب واقعات سے حضرت والا کی کمال بے تعصبی اور بزرگان دین کے ساتھ کمال عقیدت ظاہر ہے۔ اختلافیات میں تو حضرت والا کا مذاق باوجود احتیاط فی المسلک کے اس قدر وسیع اور حسن ظن کو لئے ہوئے ہے کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کی بھی جن کی سخت ترین مخالفت اہل حق سے عموماً اور حضرت والا سے خصوصاً شہرہ آفاق ہے ان کے بھی برا بھلا کہنے والوں کے جواب میں دیر دیر تک حمایت فرمایا کرتے ہیں اور شدومد کے ساتھ رد فرمایا کرتے ہیں کہ ممکن ہے ان کی مخالفت کا سبب واقعی حب رسولؐ ہی ہو اور وہ غلط فہمی سے ہم لوگوں کو نعوذ باللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخ ہی سمجھتے ہوں۔ کیا ٹھکانا ہے اس رواداری اور حسن ظن اور اہتمام حفظ حدود کا۔ بالخصوص ایک شخص کے انتقال کے بعد کیونکہ خاتمہ کی کس کو خبر ہے کہ کیسا ہوا ہو۔

سرسید خان کے متعلق رائے

حضرت والا سرسید احمد خان مرحوم کے متعلق بھی فرمایا کرتے ہیں کہ ع عیب مے جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو۔ سرسید کو مسلمانوں کے دنیوی فلاح کی بہت ہی دھن تھی اور اس معاملہ میں بڑی دلسوزی تھی کیا عجب ہے کہ اللہ تعالیٰ اسی صفت پر فضل فرمادیں۔ اور اکثر مرحوم کی اس صفت کے متعلق نیز بعض اکابر کے ساتھ مرحوم کے حسن عقیدت کے واقعات نقل فرمایا کرتے ہیں۔ اور فرمایا کرتے ہیں کہ سرسید کا عقیدہ توحید اور رسالت کے متعلق جس درجہ کا بھی تھا وہ نہایت پختہ اور بلا وسوسہ تھا جیسا کہ ان کی تصانیف سے مجھ کو اندازہ ہوا۔ اور قرآن وحدیث میں انہوں نے جو جو تاویلات وتوجیہات کی ہیں ان کا منشاء یہ معلوم ہوتا ہے کہ مخالفین کا اسلام پر کوئی اعتراض وارد نہ ہو سکے گو اس کا جو طرز انہوں نے اختیار کیا وہ غلط تھا۔

www.ahlehaq.org

اسی لیے میں ان کو نادان دوست کہا کرتا ہوں اھ۔

حسنِ ظن کا غلبہ

حضرت والا بڑے بڑے فاسقوں اور فاجروں کے بھی ایسے ایسے واقعات جن سے ان کا عاشق دین ہونا ثابت ہوتا ہے۔ بیان فرما فرما کر فرمایا کرتے ہیں کہ بھلا ایسی حالت میں کس کو برا سمجھا جائے اور اسی سلسلہ میں فرمایا کرتے ہیں کہ بعضے فاسقوں میں کوئی ایسی بات ہوتی ہے کہ بڑے بڑے مشائخ میں نہیں ہوتی لہذا کسی کو حقیر نہ سمجھا جائے۔ حضرت والا میں عبدیت اور فنا اور اپنے ہیچ ہونے کا ہر وقت استحضار اس درجہ ہے کہ بات بات سے یہی صفات مترشح ہوتی ہیں اور نظر غور سے دیکھنے والے حضرت والا میں ان صفات کا ہر وقت مشاہدہ کرتے رہتے ہیں۔ یہ سارے حسن ظن کے واقعات بھی جو اوپر مذکور ہوئے انہیں صفات سے ناشی ہیں۔ نیز احکام شرعیہ بھی ایسے ہی حسن ظن کو مقتضی ہیں چونکہ حضرت والا بعون اللہ تعالیٰ ہر حکم شرعی کی حقیقت اور حدود کو اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ اس لیے تنگ نظر نہیں اور محقق کی یہی شان ہوتی ہے۔ وہ ہر شے کو اس کے مرتبہ پر رکھتا ہے اور یہی اعتدال صراط مستقیم ہے جس کو اس زمانہ افراط وتفریط میں جبکہ عموماً لوگوں کا مسلک تجاوز عن الحدود ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ نے بواسطہ حضرت والا امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ پر روز روشن کی طرح واضح فرما کر اپنی حجت تمام فرما دی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے توفیق استفاضہ عطا فرمائے۔ و ذالک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء۔ خود بارہا فرمایا کرتے ہیں کہ میری ہر وقت یہ کوشش رہتی ہے کہ لوگوں کو امر دین کی حقیقت معلوم ہو بس اسی کو لوگ سختی سمجھتے ہیں۔

www.ahlehaq.org

سلسلۂ امدادیہ کے بزرگوں کی توجہات

یہاں تک تو دیگر سلسلوں کے بزرگوں کی زیارات اور ان حضرات کی توجہات و عنایات کا ذکر تھا اب اپنے سلسلہ امدادیہ نوریہ کے بعض اکابر کی بعض عنایات و توجہات و بشارات و دعوات اور مدحیہ کلمات نقل کر کے اس مضمون کو انشاء اللہ تعالیٰ ختم کر دیا جائے گا۔

شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ

اپنے سلسلے کے بزرگوں میں سب سے زیادہ اس بزرگ ترین ذات گرامی کی توجہات و عنایات بے غایات کا ذکر مستحق تقدیم ہے جس کی بدولت آج حضرت والا بفضلہٖ تعالیٰ اس مرتبہ عالیہ پر متمکن ہیں اور اسی ذات قدسی آیات کے از سر تا پا گویا ساختہ و پرداختہ اور اس شعر کے بیساختہ مصداق ہیں۔

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم　　　کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجا ست

(سر کی چوٹی سے لے کر قدموں تک جہاں بھی دیکھتا ہوں، حُسن دل کے دامن کو کھینچ کر کہتا ہے کہ یہی جگہ زیادہ حسین ہے)

اور وہی مقتدر ہستی سر چشمہ ہے حضرت والا کے جمیع انہار فیوض و برکات کا جن سے آج امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ بہ عنایت الٰہیہ شرقاً و غرباً متمتع و منتفع ہو رہی ہے۔ اور جن کے ماء طاہر و مطہر سے دنیائے اسلام کا ایک بہت بڑا حصہ سیراب و شاداب ہو رہا ہے۔

اس مقتدر ہستی کا نام نامی و اسم گرامی حضرت شیخ العرب والعجم شیخ العلماء والمشائخ امام الطریق حاجی شاہ امداد اللہ صاحب تھانوی مہاجر مکی قدس سرہٗ العزیز ہے جن سے حضرت والا کو شرف بیعت حاصل ہے۔ اللہ اللہ حضرت حاجی صاحب کی بھی کیا بابرکت ہستی تھی کہ جس کے محض تصور اور ادنیٰ ذکر سے بھی قلب میں ایک انشراح اور روح میں ایک کیف پیدا ہو جاتا ہے چنانچہ حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ حضرت حاجی صاحبؒ کے ادنیٰ تذکرہ سے بھی میرے

www.ahlehaq.org

اندر ایک ایسی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے کہ میں اس وقت اپنے حواس میں نہیں رہتا۔ گو دیکھنے والوں کو پتہ نہ چلے لیکن مجھ پر تو وہ حالت طاری ہوتی ہے۔ مجھے تو اچھی طرح اس کا اندازہ ہے۔

اس وقت بمصداق ارشاد حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ

ایں نفس جاں دامنم برتافتہ است بوئے پیراہان یوسف یافتہ است

(روح کے اس سانس نے میرا دامن سمیٹ دیا ہے، کہ اس نے حضرت یوسفؑ کے کرتہ کی خوشبو پالی ہے)

واجب آمد چونکہ بردم نام او شرح کردن رمزے از انعام او

(چونکہ میں نے اس کا نام لیا ہے اس لئے اس کے انعام کے راز کو بیان کرنا لازم ہے)

احقر کا بے اختیار جی چاہتا ہے کہ حضرت حاجی صاحبؒ کی جو توجہات وعنایات خاصہ حضرت والا پر تھیں ان کو اسی موقع پر بیان کر دیا جائے لیکن چونکہ اس کا زیادہ مناسب موقع باب ''شرف بیعت و استفاضہ باطنی'' ہے جو آگے آتا ہے اس لیے اس وقت بہ جبر اپنے جذبات شوق کو دبا کر قلم کو روکتا ہوں اور اس مضمون کو باب مذکور پر محول کرتا ہوں اور اس جگہ علاوہ حضرت حاجی صاحبؒ کے دیگر حضرات سلسلہ کی عنایات وتوجہات کو بطور نمونہ بیان کرتا ہوں۔

حضرت مولانا شیخ محمد رحمہ اللہ

حضرت مولانا شیخ محمد صاحب محدث تھانوی رحمۃ اللہ علیہ جو ایک مشہور اور متبحر عالم اور بڑے پایہ کے شیخ طریقت اور حضرت حاجی صاحب قدس سرہ العزیز کے پیر بھائی تھے حضرت والا پر بچپن ہی سے خاص شفقت فرماتے تھے۔ جن کے بعض واقعات باب ''طفولیت'' میں مذکور بھی ہوچکے ہیں ان کا یہاں بھی مختصراً اعادہ کیا جاتا ہے۔

بچپن ہی سے شفقت

حضرت والا ابھی بالکل نوعمر ہی تھے کہ مولانا نے اپنی بصیرت باطنی سے فرما دیا تھا کہ میرے بعد یہ لڑکا ہوگا۔ اور مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت والا کی خاطر اس قدر عزیز تھی کہ ایک بار حضرت والا کے والد ماجد نے جن سے مولانا کو اس زمانہ میں کسی معاملہ زمینداری کے

www.ahlehaq.org

www.ahlehaq.org

متعلق برادرانہ رنجش ہوگئی تھی۔ حضرت والا کے ہاتھ کچھ پان اس مصلحت سے ان کی خدمت میں تحفۃً بھیجے کہ باوجود رنجش کے یہ توقع تھی کہ حضرت والا کی خاطر سے مولانا قبول فرمالیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اس سے بخوبی واضح ہے کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت والا پر بربنا کشف استعداد فطری کس قدر شفقت تھی۔ یہاں تک کہ بعد انتقال بھی حضرت والا سے خواب میں فرمایا کہ ہم کو تمہارے اوپر اب بھی ویسی ہی توجہ ہے جیسی کہ حیات میں تھی۔

اقطابِ ثلٰثہ

جب مولانا نے انتقال فرمایا تو حضرت والا کی عمر صرف تقریباً سولہ سال کی تھی کیونکہ مولاناؒ کا سال وفات ۱۲۹۶ھ تھا اور حضرت کا سال پیدائش ۱۲۸۰ھ ہے۔ مولاناؒ اپنے زمانہ کے اعظم مشائخ و علماء میں سے تھے اور ان تین بزرگ ہستیوں میں سے ایک تھے جو اپنے زمانہ میں اقطاب ثلاثہ کہے جاتے تھے۔ بقیہ دو حضرات حضرت حاجی امداد اللہ صاحب اور حضرت حافظ محمد ضامن صاحبؒ تھے۔ اور یہ تینوں حضرات پیر بھائی تھے اور خانقاہ امدادیہ میں مشغول ذکر و فکر رہا کرتے تھے۔ جن کی وجہ سے اس خانقاہ کا لقب مشائخ میں دکان معرفت ہوگیا تھا۔

کھلی بشارت

غرض حضرت والا پر حضرت مولانا شیخ محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسے عظیم الشان اور جامع ظاہر و باطن بزرگ کی لڑکپن ہی سے اس درجہ شفقت و توجہ حضرت والا کی اہلیت کی کھلی بشارت تھی جو بفضلہٖ تعالیٰ بالکل صحیح ثابت ہوئی اور اس کی مصداق ہوئی۔ ع قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہٗ العزیز جس پایہ کے محقق عالم اور کامل و مکمل درویش تھے عالم آشکارا ہے۔ اہل حق کے نزدیک آپ کا قطب الارشاد ہونا مجمع علیہ تھا۔ آپ حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ العزیز کے خلیفہ اعظم تھے۔ حضرت والا نے اپنی طالب علمی کے زمانہ میں اول آپ ہی سے مدرسہ دیوبند میں بیعت کی درخواست کی تھی لیکن مولاناؒ نے طالب علمی کے زمانہ میں بیعت کرنے کو خلاف مصلحت اور حارج تحصیل علوم دینیہ خیال فرما

www.ahlehaq.org

کر عذر فرما دیا۔ پھر حضرت والا نے جہاں تک حضرت والا کو یاد ہے کیونکہ بہت پرانی بات ہے غالباً مولاناؒ ہی کے ہاتھ حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں عریضہ بھیجا کہ آپ مولانا سے فرما دیں کہ مجھے بیعت کر لیں۔ لیکن حضرت حاجی صاحبؒ نے خود ہی حضرت والا کو بیعت فرما لیا۔ اس کا مفصل حال انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ باب شرف بیعت واستفاضہ باطنی میں آئے گا۔

غایت شفقت واحترام

یہاں صرف یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ حضرت مولانا گنگوہیؒ کی حضرت والا پر بہت ہی خاص عنایت تھی اور باوجود ہر طرح بڑے ہونے کے حضرت والا کا بہت ہی لحاظ فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ جب حضرت والا قیام تھانہ بھون کے ابتدائی زمانہ میں حاضر خدمت ہوئے تو حضرت مولاناؒ چار پائی سے اتر کر فرش پر تشریف لا کر بیٹھ گئے جہاں سب حاضرین بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت والا کو نہایت خجلت ہوئی اور عرض کیا کہ حضرت اب تو اکثر حاضری کا اتفاق ہوا کرے گا اور میں تو خادمانہ طور پر حاضر ہوتا ہوں خادموں ہی کا سا برتاؤ فرمایا کریں۔ مولاناؒ نے یہ فرما کر حضرت والا کی خجلت کو دور فرمایا کہ نہیں میں دیر سے لیٹا ہوا تھا اس لیے آ بیٹھا ہوں اھ۔ اس کے بعد سے خیال رکھا اور پھر حضرت والا کی تشریف آوری پر اپنی نشست کو نہ بدلتے تھے۔ لیکن پھر بھی مجموعی طور پر لحاظ ہی کا برتاؤ بلا قصد صادر ہوتا۔

میں تو اندھا نہیں

اس پر ایک بار کسی خادم نے عرض کیا کہ حضرت وہ تو اپنے کو حضرت کا ادنیٰ خادم سمجھتے ہیں اور پیر کا سا ادب کرتے ہیں آپ کیوں اتنا لحاظ فرماتے ہیں فرمایا کہ تم تو اندھے ہو میں تو اندھا نہیں اھ۔ حضرت مولانا کا یہ قول خود صاحب واقعہ نے حضرت والا سے نقل کیا۔

میں زندہ ہو جاتا ہوں

جب حضرت والا حاضر خدمت ہوئے تو حضرت مولاناؒ حضرت حاجی صاحبؒ کا تذکرہ بہت ذوق وشوق سے فرماتے اور فرماتے کہ بھائی جب تم آ جاتے ہو تو زندہ ہو جاتا ہوں۔ ایک بار کچھ لوگوں نے بعض اختلافیات کے متعلق حضرت والا کی کچھ شکایت کرنا

www.ahlehaq.org

چاہی تو حضرت مولاناؒ نے فرمایا کہ میں ان کی کوئی شکایت نہیں سننا چاہتا کیونکہ وہ جو کام کرتے ہیں حق سمجھ کر کرتے ہیں۔ نفسانیت سے نہیں کرتے۔

پکے پھل

ایک بار غایت تواضع سے فرمایا کہ بھائی انہوں نے حضرت حاجی صاحبؒ کے پکے پھل کھائے ہیں (یعنی حضرت حاجی صاحبؒ کے اخیر زمانہ کے فیوض و برکات حاصل کیے ہیں) اور ہم نے کچے پھل کھائے ہیں (یعنی ہم حضرت حاجی صاحبؒ کے شروع زمانہ کے مستفیدین میں سے ہیں) یہ واقعہ ارواح ثلاثہ کی حکایت نمبر ۴۵۰ میں بھی بہ اختلاف الفاظ مع توجیہ منقول ہے۔ اس توجیہ کا یہاں بھی نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے۔ یہ تواضع ہے اس کو تفاضل پر محمول نہ کیا جائے۔ حالات کے تفاضل سے ملابس حالات کا تفاضل لازم نہیں آتا کیونکہ حالت فاضلہ کے ملابس کی استعداد کا فاضل ہونا لازم نہیں اھ۔

عالم حقانی

ایک بار حضرت والا کا گنگوہ میں وعظ ہو رہا تھا تو جو کوئی حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر ہوتا اس سے فرماتے کہ ایک عالم حقانی کا وعظ ہو رہا ہے وہاں جاؤ میرے پاس کیوں آئے ہو۔

www.ahlehaq.org

مسئلہ ربوا فی دارالحرب

مسئلہ ربوا فی دارالحراب میں حضرت مولانا گنگوہیؒ کا حضرت امام ابوحنیفہؒ کے مشہور قول پر جواز کا فتویٰ ہے اور حضرت والا اس میں حضرت امام یوسفؒ کے قول پر احتیاط کا فتویٰ دیا کرتے ہیں۔ ایک بار جمعہ کے دن مولاناؒ کی مجلس میں جس میں حضرت والا بھی موجود تھے اسی مسئلہ کا ذکر تھا۔ مولانا محمد یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو حضرت مولاناؒ کے خادم خاص تھے اور جن کو حضرت والا کی اس مسئلہ کے متعلق رائے کا علم نہ تھا۔ حضرت والا کے متعلق عرض کیا کہ حضرت ان کو (یعنی حضرت والا کو) ان کے والد صاحب کے متروکہ روپیہ کے جو بینک میں تھے لینے کی کیوں اجازت نہیں دے دیتے۔ حضرت مولاناؒ نے باوجود اختلاف رائے کے فرمایا کہ سبحان اللہ اگر کوئی تقویٰ اختیار کرے تو کیا میں اس کو روکوں۔ جب حضرت والا کے والد ماجد کا

www.ahlehaq.org

۱۳۰۵ھ میں انتقال ہوا تو حضرت والا نے ترکہ کے متعلق کچھ سوالات حجام کے ہاتھ حضرت مولاناؒ کی خدمت میں بھیجے گو سوالات بہت سے تھے اور حضرت مولاناؒ کو اس وقت آشوب چشم کی تکلیف تھی لیکن اس حال میں بھی سب سوالوں کے جواب تحریر فرما دیئے اور جوابوں کے اختصار کی یہ وجہ لکھی کہ آشوب چشم میں مبتلا ہوں اور چشم بند کردہ جواب لکھ رہا ہوں اھ۔

تم روزی سے پریشان نہ ہوگے

اسی ترکہ کے متعلق حضرت والا نے یہ رائے بھی لی تھی کہ اگر جائیداد نہ رکھوں تو کیسا ہے۔ حضرت مولاناؒ نے ارشاد فرمایا کہ اگر رکھو رخصت ہے اور نہ رکھو جب بھی حق تعالیٰ روزی سے تم کو کبھی پریشان نہ کرے گا۔ اھ۔ چنانچہ بفضلہٖ تعالیٰ ایسا ہی ہوا۔

دعا کی درخواست

جب حضرت والا دوسری بار اس غرض سے عازم سفر حجاز ہوئے کہ اپنے پیر و مرشد حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں چھ ماہ قیام فرمائیں تو عین وقت پر حضرت مولانا قدس سرہٗ العزیز کو اپنی تیاری سفر کی اطلاع کی۔ حضرت مولاناؒ کا جو جواب آیا اس میں غایت تواضع سے تحریر فرمایا کہ وہاں حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں پہنچ کر مجھ کو بھی یاد رکھنا اور یہ شعر تحریر فرمایا۔

چو با حبیب نشینی و بادہ پیمائی بیاد آر حریفاں بادہ پیما را

(جب تو محبوب کے ساتھ بیٹھ کر شراب پیئے تو شراب کے عادی اپنے حریفوں کو بھی یاد کر لینا)

خانقاہ کے لئے دعا

حضرت والا کے قیام تھانہ بھون کے بعد حضرت والا کے مواعظ اور مدرسہ امداد العلوم کے حالات سن سن کر حضرت مولاناؒ بہت مسرور ہوا کرتے اور فرماتے کہ یہ سب کچھ ہے مگر مجھے تو پوری خوشی جب ہوگی جب کچھ اللہ اللہ کرنے والے بھی وہاں جمع ہونے لگیں گے۔ چنانچہ بفضلہٖ تعالیٰ ایسا ہی ہوا۔ حضرت مولاناؒ کو حضرت والا کے پاس اجتماع ذاکرین و طالبین کا اس قدر شوق تھا کہ اپنے پاس آنے والے بعض طالبین کو بھی حضرت والا کے پاس بغرض تربیت بھیج دیا کرتے۔ اھ۔

www.ahlehaq.org

اور بہت سے واقعات عنایت ہیں جن کو حضرت والا بہت لطف لے کر بیان فرمایا کرتے۔ چونکہ یہاں اختصار مدنظر ہے اس لئے مذکورہ بالا واقعات ہی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ بعض کا ذکر انشاء اللہ تعالیٰ باب شرف بیعت واستفاضۂ باطنی میں آئے گا۔

حضرتِ والا کی عقیدت واحترام

حضرت والا کو بھی حضرت مولاناؒ سے اس درجہ عقیدت تھی کہ سوائے حضرت حاجی صاحبؒ کے اور کسی سے اتنی نہ تھی فرمایا کرتے ہیں کہ میں نے ایسا جامع ظاہر و باطن بزرگ کوئی نہیں دیکھا۔ یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ اور لوگوں کے ساتھ تو میری عقیدت استدلالی ہے اور مولاناؒ کے ساتھ غیر استدلالی' دلائل سوچنے سے بھی ذہن اِبا کرتا ہے کہ مولانا تو بزرگ ہیں ہی دلائل قائم کرنے کی کیا حاجت ہے ع۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب بلکہ دلائل کا سوچنا بھی خلاف ادب سا معلوم ہوتا ہے۔ یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ میں نے حضرت مولانا سے یہ بھی اجازت لے رکھی تھی کہ اگر کوئی اشکال ظاہری یا باطنی پیش آئے تو پوچھ لیا کروں لیکن عمر بھر میں صرف تین چار ہی بار استفسار کی نوبت آئی پھر مولاناؒ کے جوابات کی ایسی برکت ہوئی کہ انہی سے سارے اشکالات حل ہوتے رہے۔ مزید استفسارات کی ضرورت ہی نہ واقع ہوئی۔ اھ۔ ایک بار حضرت والا نے توسل کی حقیقت دریافت کی چونکہ مولاناؒ کی ظاہری بینائی اس زمانہ میں آنکھوں میں پانی اتر آنے کی وجہ سے جاتی رہی تھی فرمایا کہ پوچھنے والے کون صاحب ہیں۔ حضرت والا نے اپنا نام بتا دیا۔ فرمایا کہ تمہارا یہ پوچھنا عجیب ہے۔ یہ فرما کر خاموش ہو گئے اور کوئی جواب ارشاد نہیں فرمایا۔ حضرت والا نے پھر پوچھنا خلاف ادب سمجھا۔ حضرت والا فرماتے ہیں کہ ایک مدت دراز کے بعد توسل کی پوری حقیقت خود بخود اللہ تعالیٰ نے میرے قلب میں القاء فرما دی۔ چنانچہ اس کی نہایت عجیب غریب اور جامع مانع تحقیق رسالہ الادراک و التوسل میں لکھ دی گئی ہے۔ اھ۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہٗ العزیز کا بھی شرف زیارت حضرت والا

www.ahlehaq.org

کو بزمانہ طالب علمی مدرسہ دیو بند میں اکثر حاصل ہوتا رہتا تھا لیکن چونکہ حضرت والا اس زمانہ میں بالکل نوعمر تھے نیز حضرت والا کے دیو بند پہنچنے کے تقریباً سال بھر بعد ہی حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال بھی ہوگیا تھا۔ اس لیے خاص خصوصیت پیدا ہونے کا کوئی موقع ہی نہ تھا تاہم احقر نے حضرت والا سے بعض ایسے واقعات سنے ہیں جن سے مولاناؒ کی عنایت خاص مترشح ہوتی ہے۔ کیونکہ عادۃً ایسا معاملہ اسی کے ساتھ کیا جاتا ہے جس سے کچھ خصوصیت ہو۔

پڑھنا اور گننا

مثلاً ایک بار ازراہ شفقت دریافت فرمایا کہ کون سی کتابیں پڑھتے ہو۔ حضرت والا پر اس قدر رعب وادب غالب ہوا کہ کتابوں کے نام ہی بھول گئے۔ پھر مولانا نے دوسری باتیں شروع کردیں تاکہ ہیبت کا اثر کم ہو جائے اور حضرت والا کی طبیعت کھل جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ پھر فرمایا کہ دیکھو ایک تو پڑھنا ہوتا ہے اور ایک گننا محض پڑھنا کافی نہیں گننے کی ضرورت ہے۔ پھر تمثیلاً فرمایا کہ ایک عالم تھے جنہوں نے ہدایہ کو حفظ کرلیا تھا ان سے ایک دوسرے عالم نے جو حافظ ہدایہ تو نہ تھے لیکن ہدایہ کو خوب سمجھ کر پڑھا تھا ایک مسئلہ کا ذکر کیا۔ حافظ ہدایہ نے پوچھا کہ یہ مسئلہ کس کتاب میں لکھا ہے انہوں نے کہا ہدایہ میں۔ انہوں نے کہا نہیں ہدایہ تو مجھے حفظ یاد ہے اس میں تو کہیں بھی نہیں۔ اس پر غیر حافظ ہدایہ نے کہا کہ یہ مسئلہ ہدایہ ہی کا ہے اگر کتاب ہو تو میں اس میں دکھا سکتا ہوں۔ چنانچہ کتاب منگوائی گئی اور انہوں نے اس کے اندر ایک عبارت نکال کر دکھائی جس میں وہ مسئلہ بعینہ تو مذکور نہ تھا لیکن اس سے بہ استنباط قریب مستنبط ہوتا تھا۔ جس کی تقریر کے بعد حافظ ہدایہ کو یہ ماننا پڑا کہ واقعی یہ ہدایہ ہی کا مسئلہ ہے۔ اور بہت افسوس کے ساتھ کہنے لگے کہ بس جی حقیقت میں ہدایہ کو تمہی نے پڑھا ہے ہم نے گویا پڑھا ہی نہیں محض حفظ کرلینے سے کیا ہوتا ہے۔ اھ۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حکایت نقل فرما کر حضرت والا سے فرمایا کہ بس یہ فرق ہے پڑھنے اور گننے میں۔ اھ۔

قرآن کریم سننا

ایک بار ایک سیاح دیو بند آئے تھے۔ ان کے ساتھ ان کا لڑکا بھی تھا جو قاری تھا۔

www.ahlehaq.org

چھتہ کی مسجد میں انہوں نے اس لڑکے سے قرآن سنوایا سامعین میں حضرت مولاناؒ بھی تھے اور وہیں حضرت والا بھی موجود تھے جب وہ لڑکا پڑھ چکا تو غالباً مولاناؒ ہی نے حضرت والا سے فرمائش کی کہ تم بھی سناؤ چنانچہ حضرت والا نے تعمیل ارشاد کی۔

حضرت ملا محمودؒ کا واقعہ

ایک بار جناب ملا محمود صاحب دیوبندیؒ جو حضرت والا کے اساتذۂ کرام میں سے تھے اور بہت ہی حلیم الطبع تھے۔ایک مرتبہ خلاف معمول ایک طالب علم پر بہت خفا ہوئے اور جوش غضب میں تان کر اس کے ایک گھونسہ مارا لیکن وہ طالب علم اس جگہ سے فوراً ہٹ گیا اور ملا صاحب کا ہاتھ زور سے زمین پر جا کر پڑا جس سے الٹی ملا صاحب ہی کے ہاتھ میں چوٹ آئی اور وہ طالب علم بچ گیا۔اس پر ملا صاحب کو اور غصہ آیا۔جب انہوں نے پھر مارنا چاہا تو وہ طالب علم اٹھ کر بھاگا۔اس پر ملا صاحب نے اپنا جوتہ پھینک کر مارا لیکن وہ بھی نہ لگا۔اتفاق سے حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ بھی سامنے ہی قریب تشریف رکھتے تھے شور وغل سن کر تشریف لے آئے اور حضرت والا کو بلا کر پوچھا کہ کیا معاملہ ہے۔حضرت والا نے واقعہ سنایا تو بہت ہنسے اور فرمایا کہ ہم تو سمجھتے تھے کہ ملا صاحب میں صرف تین ہی عنصر ہیں۔عنصر آب عنصر باد عنصر خاک چوتھا عنصر نار ہے ہی نہیں لیکن آج معلوم ہوا کہ نہیں چاروں عنصر موجود ہیں۔

درسِ جلالین میں شرکت

حضرت والا مولاناؒ کے درس جلالین میں بھی ازراہ عقیدت وشوق تحصیل علوم گاہ گاہ شرکت فرمایا کرتے۔حالانکہ حضرت فرمایا کرتے ہیں کہ مولاناؒ کی تقریر اس قدر ادق ہوتی تھی کہ میری سمجھ میں کچھ نہ آتی تھی اور اس وقت تو کیا سمجھ میں آتی اب بھی مولاناؒ کی تحریریں میری سمجھ میں نہیں آتیں بس تھوڑی دور تک تو سمجھ میں آتی ہیں پھر جو تائیدات وتفریعات و جمل معترضہ کا سلسلہ شروع ہوتا ہے تو کچھ پتہ نہیں چلتا کہ کہاں سے کہاں پہنچ گئے اور زیادہ غور وخوض کی مشقت مجھ سے برداشت ہوتی نہیں اس لیے مستفید ہونے سے محروم رہتا ہوں اور اپنے دل کو یوں سمجھا لیتا ہوں کہ ضروریات کا علم حاصل کرنے کے لیے اور سہل سہل

www.ahlehaq.org

کتابیں موجود ہیں پھر کیوں مشقت اٹھائی جائے۔ میری عادت ہے کہ میں کسی مضمون کے سمجھنے میں زیادہ تعب نہیں اٹھاتا۔ بس جو سرسری توجہ سے سمجھ میں آ گیا آ گیا ورنہ چھوڑ دیتا ہوں کاوش نہیں کرتا۔ بس اس پر عمل ہے اذالم تستطع شیئا فدعه نیز دشوار طریق کو چھوڑ کر سہل طریق کو اختیار کرنے میں اس حدیث پر عمل ہے ماخیر صلی الله علیه و سلم فی امرین الا اختار ایسر هما۔

حضرت مولانا محمد یعقوبؒ

خاص الخاص استاذ

استاذ الاساتذہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق مدرس اول مدرسہ عالیہ دیوبند نہ صرف فن درس وتدریس اور علوم ظاہرہ میں یگانہ روزگار تھے بلکہ بڑے صاحب باطن اور صاحب کشف وکرامت اولیاء کاملین میں سے تھے اور حضرت شیخ العرب والعجم حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ العزیز کے خلفائے عظام میں سے تھے۔ حضرت والا کے خاص الخاص اور سب اساتذہ سے زیادہ محبوب اور محترم استاد تھے حضرت والا پر بہت ہی خاص نظر عنایت وتوجہ تھی۔

وفادار شاگرد

حضرت والا کو بھی ایسی عقیدت اور گرویدگی تھی کہ جب حضرت والا گنگوہی قدس سرہ العزیز نے گنگوہ میں درس حدیث شروع فرمایا تو بہت سے طالب علم وہاں پڑھنے چلے گئے اور انہوں نے حضرت والا کو بھی ترغیب دی کیونکہ مولاناؒ کے یہاں ناغے بہت ہوتے تھے گو جب پڑھاتے تھے تو بقول حضرت والا سیراب فرما دیتے تھے لیکن حضرت والا نے فرما دیا کہ گو میں سمجھتا ہوں کہ وہاں درس حدیث بہتر ہوگا لیکن مجھے تو اپنے استاد حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کو چھوڑنا بیوفائی معلوم ہوتا ہے جب تک کہ مولانا خود یہ نہ فرما دیں کہ بس اب میرا ذخیرہ علمی ختم ہوگیا اب مجھ سے تمہاری تعلیم نہیں ہوسکتی۔ حضرت والا کے اندر یہ وفاداری کی صفت بچپن ہی سے ہے چنانچہ جب کلام مجید حفظ فرما رہے تھے تو والد ماجد نے کسی وجہ سے حضرت والا کے استاد کو بدلنا چاہا لیکن حضرت والا کسی طرح راضی نہ ہوئے اور مچل گئے کہ نہیں میں تو انہی سے پڑھوں گا۔ یہاں تک کہ والد ماجد صاحب مجبور ہوگئے اور انہیں استاد کو رکھنا پڑا۔

www.ahlehaq.org

غرض حضرت والا کو حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ سے بے حد عقیدت و محبت تھی اور حضرت مولانا بھی حضرت والا پر بے حد شفقت فرماتے تھے

حقائق ودقائق کا بیان فرمانا

چونکہ حضرت مولاناؒ کو حضرت والا کے فہم خداداد اور استعداد دلچسپی کا اچھی طرح اندازہ ہو چکا تھا اس لیے حضرت والا کی موجودگی میں خاص طور سے حقائق و معارف اور نکات و دقائق علمیہ بیان فرماتے رہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت والا کو مولاناؒ کی نہایت عجیب و غریب ملفوظات اب تک بہت کثرت سے یاد ہے۔

خصوصی خدمات لینا

جن کو نہایت لطف لے لے کر بیان فرمایا کرتے ہیں۔ غایت خصوصیت کی بناء پر مولاناؒ حضرت والا سے بوقت ضرورت کچھ قرض بھی لے لیا کرتے تھے اور تنخواہ ملنے پر ادا فرما دیتے تھے۔ اعتماد کی بناء پر طالب علمی ہی کے زمانہ میں افتاء کا کام بھی حضرت والا سے لیتے تھے۔ اور صلاحیت کی بنا پر کبھی کبھی اپنی جگہ نماز کا امام بھی بنا دیتے تھے۔ چنانچہ امامت کے متعلق حضرت والا کو ایک واقعہ اب تک یاد ہے کہ ایک بار حضرت والا سے ظہر کی نماز پڑھانے کے لیے فرمایا تو حضرت والا نے عذر کیا کہ حضرت میں نے تو ابھی سنتیں نہیں پڑھیں فرمایا کہ ہم تو فرض میں تمہاری اقتداء کریں گے سنتوں میں تھوڑا ہی اقتدا کریں گے۔

پیشین گوئی

خدمت افتاء کے متعلق بھی حضرت والا بعض واقعات نقل فرمایا کرتے ہیں جن میں سے ایک کا اس جگہ ذکر کیا جاتا ہے۔ ایک بار کسی کا بہت طویل استفتاء آیا اس کا حضرت والا نے ویسا ہی طویل اور مدلل جواب لکھ کر مولاناؒ کی خدمت میں بغرض دستخط پیش کیا۔ مولاناؒ نے سب کو پڑھ کر دستخط فرما دیئے لیکن بعد کو فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے تمہیں فرصت بہت ہے ہم تو جب جانیں جب کہ خطوں کا ایک ڈھیر کا ڈھیر تمہارے سامنے ہوگا اور اس وقت بھی تم ایسے ہی طویل طویل جواب لکھا کرو گے۔ اھ۔ چنانچہ یہ پیشین گوئی بالکل صحیح ثابت ہوئی

www.ahlehaq.org

اور اب حضرت والا کی کثرت ڈاک کا یہی عالم ہے کہ ڈھیر کے ڈھیر خطوط روزمرہ آتے ہیں اور حضرت والا نہایت مختصر مختصر مگر جامع مانع جوابات ارقام فرما کر ہمروزہ ساری ڈاک ختم فرما دیتے ہیں۔ اسی طرح مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت والا کے ایک خواب کی تعبیر میں یہ بشارت دی تھی کہ انشاء اللہ تعالیٰ دنیا تمہارے قدموں سے لگی پھرے گی اور تم اس کی طرف رخ بھی نہ کرو گے اور ایک اور خواب کی یہ تعبیر دی تھی کہ انشاء اللہ تعالیٰ تم کو دین اور دنیا دونوں کی عزت حاصل ہوگی۔ چنانچہ بفضلہٖ تعالیٰ یہ دونوں بشارتیں ہو بہو صادق ہوئیں۔

تم ہی تم ہو گے

مولاناؒ نے ایک مختصر جماعت کی معیت میں نہایت وثوق کے ساتھ ایک اور بھی بشارت دی تھی کہ خدا کی قسم جہاں تم جاؤ گے بس تم ہی تم ہو گے باقی سارا میدان صاف ہے۔ اھ۔ اس کا واقعہ باب تحصیل علوم میں بہ تفصیل مذکور ہو چکا ہے۔ الحمدللہ یہ بشارت بھی بالکل صحیح نکلی اور حضرت والا جہاں رہے بفضلہٖ تعالیٰ اشرف العلماء والفضلاء ہی بن کر رہے۔ سچ ہے۔ ع

قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید

حضرت مولانا رفیع الدینؒ

حضرت مولانا رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحبؒ دہلوی مہاجر مدنی کے خلیفہ تھے اور شاہ صاحب ہمارے حضرات حضرت مولانا گنگوہی اور حضرت مولانا نانوتوی رحمہما اللہ تعالیٰ کے اساتذہ میں سے تھے۔ مولانا ممدوح مدرسہ دیوبند کے مہتمم تھے اور غالباً حضرت شیخ العرب والعجم سے بھی مستفیض تھے۔

آپ باوجود ظاہری تحصیل علم نہ فرمانے کے اس درجہ کے بزرگ تھے کہ ایک موقع پر حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے فرمایا کہ مولانا رفیع الدین صاحبؒ اور حضرت مولانا گنگوہیؒ میں سوائے اس کے کوئی فرق نہیں کہ مولانا گنگوہی عالم ہیں اور وہ عالم نہیں ورنہ نسبت باطنی کے لحاظ سے دونوں ایک درجہ کے ہیں۔ اھ۔ نیز شان انتظامی ایسی تھی کہ ایک بہت بڑے جلسہ دستار بندی کے موقع پر حضرت والا نے عرض کیا کہ اتنا بڑا تو جلسہ ہے لیکن

www.ahlehaq.org

میں دیکھتا ہوں کہ آپ کو ذرا گھبراہٹ نہیں نہایت اطمینان اور سکون کے ساتھ انتظامات فرما رہے ہیں اور سب کام نہایت خوبی سے ساتھ ہو رہے ہیں۔ اس پر مولانا نے فرمایا کہ یہ تو خیر جلسہ ہی ہے ہم تو اگر سلطنت بھی سپرد کر دی جائے تو انشاء اللہ تعالیٰ اس کا بھی ایسی ہی سہولت اور اطمینان اور حسن و خوبی کے ساتھ انتظام کر کے دکھلا دیں۔

احترام کی جگہ بٹھانا

حضرت والا مولاناؒ کی بھی خاص نظر عنایت تھی۔ ایک بار مولانا چار پائی پر اس طرح تشریف فرما تھے کہ پائنتی کی طرف جگہ کم رہ گئی تھی جب حضرت والا ازراہ ادب پائنتی کی طرف بیٹھنے لگے تو مولاناؒ نے ہاتھ پکڑ کر سرہانے بٹھانا چاہا۔ حضرت والا عذر کرنے لگے تو فرمایا کہ اپنے بڑوں کا کہنا ماننا چاہیے۔ جہاں وہ بٹھائیں وہیں بیٹھنا ادب ہے۔ حضرت والا حکم بجالائے اور باوجود سخت گھٹن کے سرہانے بیٹھے رہے۔

داراشکوہ اور عالمگیر کا واقعہ

پھر مولانا نے غالباً اسی موقع پر داراشکوہ اور عالمگیرؒ کی حکایت نقل فرمائی وہ حکایت یہ ہے کہ یہ دونوں باری باری سے ایک بزرگ کی خدمت میں حصول تخت و تاج کی دعا کرانے کے لیے حاضر ہوئے پہلے داراشکوہ پہنچے ان کو بزرگوں کے ساتھ اعتقاد میں بہت غلو تھا۔ ان بزرگ نے داراشکوہ کو اپنی مسند پر بٹھانا چاہا تو غایت ادب سے اصرار کرنے پر بھی نہیں بیٹھے نیچے جو فرش بچھا ہوا تھا اس پر بیٹھے۔ جب انہوں نے تخت سلطنت حاصل ہونے کے لیے دعا کی درخواست کی تو فرمایا کہ میں نے تو تم کو تخت پر بٹھانا چاہا تھا لیکن تم بیٹھے ہی نہیں انکار کر دیا داراشکوہ بصد افسوس واپس چلے آئے لیکن اس واقعہ کو چھپایا تا کہ عالمگیر کو اس کا علم نہ ہونے پائے پھر عالمگیرؒ حاضر خدمت ہوئے۔ ان سے بھی ان بزرگ نے مسند پر بیٹھنے کے لیے فرمایا تو وہ بے تامل بیٹھ گئے۔ جب تخت و تاج ملنے کی دعا چاہی تو ان بزرگ نے فرمایا کہ تخت پر تو تم بیٹھے ہی ہو رہا تاج وہ میرے اختیار میں نہیں ہے۔ اس کا اختیار تمہارے فلاں خادم کو ہے۔ اگر وہ اپنے ہاتھ سے تمہارے سر پر عمامہ یا ٹوپی رکھ دے گا تو تمہیں تاج بھی نصیب ہو جائے

www.ahlehaq.org

گا۔ عالمگیرؒ نے یہ سن کر کہا کہ اللہ اکبر کیا وہ اس درجہ کا شخص ہے مگر خیر پھر بھی آخر وہ ہے تو میرا خادم ہی اس سے عمامہ سر پر رکھوالینا کیا مشکل ہے جب اس کو حکم دوں گا فوراً تعمیل کرے گا مجال ہے کہ انکار کر سکے۔ ان بزرگ نے فرمایا کہ اس بھروسے نہ رہنا وہ تمہارا خادم نہیں ہے بادشاہ ہے۔ پھر جب عالمگیر اپنے محل میں واپس آئے تو آتے ہی خادم کو بلا کر حکم دیا کہ پانی لاؤ اور ہمیں وضو کراؤ جب وضو ختم ہوا تو اس کو حکم دیا کہ ہمارے ہاتھ تو گیلے ہیں تم یہ ہمارا عمامہ اٹھا کر ہمارے سر پر رکھ دو۔ اس نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا کہ حضور میری کیا مجال ہے کہ میں حضور کے عمامہ کو ہاتھ لگاؤں۔ عالمگیر نے باوجود اعتقاد عظمت کے بہ تکلف غصہ کے لہجہ میں پھر کہا کہ نہیں ہم حکم دیتے ہیں تم کو یہ ضرور کرنا ہوگا۔ اس نے پھر عذر کیا۔ بالآخر جب عالمگیرؒ نے بار بار اصرار کیا تو مجبوراً عمامہ اٹھا کر ان کے سر پر رکھ دیا اور ان بزرگ کو کوسنے لگا کہ خدا تیرا ناس کرے کہ تو نے مجھے فضیحت کیا لیکن عمامہ سر پر رکھنے کے بعد ہی اس نے عالمگیرؒ سے کہا کہ بس حضور اب میں رخصت ہوتا ہوں۔ یہ میری آخری خدمت تھی اب میں ملازمت نہیں کر سکتا۔ عالمگیرؒ نے کہا کہ اب کیا ہے اب تو میرا کام بن ہی گیا اور اب میں آپ سے خدمت لے بھی نہیں سکتا شوق سے تشریف لے جایئے۔

احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ عجب نہیں مولاناؒ کا حضرت والا کو اپنے سرہانے بٹھانا اور پھر اس حکایت کو نقل فرمانا حضرت والا کو اعزاز دینی کی بشارت دینا ہو۔

حلقۂ توجہ میں شرکت

حضرت والا مولاناؒ کے حلقہ میں توجہ میں بھی شرکت فرمایا کرتے تھے اور اس قدر اثر محسوس فرماتے تھے کہ جیسے بالکل پاک وصاف مثل فرشتوں کے ہوگئے ہوں۔ ایک بار جناب حافظ عبدالکریم صاحب رئیس لال کرتی میرٹھ جو مولاناؒ کے پیر بھائی تھے (اور بوجہ اس کے کہ حافظ صاحب کے بھائی یعنی جناب شیخ الٰہی صاحب رئیس میرٹھ کے یہاں حضرت والا کے والد ماجد مختار ریاست تھے حضرت والا سے خوب واقف تھے اور بڑی شفقت فرماتے تھے) مدرسہ دیوبند میں مولاناؒ کی زیارت کے لیے تشریف لائے۔ حضرت والا کی زولیدہ

www.ahlehaq.org

حالت اور وضع قطع دیکھ کر عرض کیا کہ حضرت آپ نے تو لڑکے کو بالکل فانی فی الشیخ ہی کر دیا۔

اپنے ہمراہ سرہند لے جانا

ایک بار مولاناؒ حضرت والا کو اپنے ہمراہ سرہند تشریف بھی لے گئے تھے اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے مزار شریف کی زیارت کرائی تھی۔ اسی سفر میں موضع براس ریاست پٹیالہ میں اس موقع کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے جہاں بنا بر کشف بعض اکابر چند حضرات انبیاء علیہم السلام کی قبور ہیں۔

آپ کو امام بنانا

مولاناؒ نے اپنی مسجد میں مدت دراز تک حضرت والا سے امامت بھی کرائی۔ پھر حضرت والا نے خود ہی بایں خیال کہ مولاناؒ جیسے بزرگ مقتدی کا امام بننا کہیں سوءادب نہ ہو عذر کر دیا اور اصرار سے بچنے کے لیے بجائے اس مسجد کے چھتہ کی مسجد میں نماز پڑھنی شروع کر دی۔ وہاں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نماز پڑھایا کرتے تھے۔ اور مولانا کی غیبت میں حضرت حاجی سید محمد عابد صاحبؒ۔ لیکن جب حضرت والا نے وہاں نماز پڑھنی شروع کی تو حاجی صاحب مولانا کی غیبت میں بجائے خود امامت کرنے کے حضرت والا سے بکثرت امامت کراتے اور کبھی کبھی خود مولانا بھی اپنی موجودگی میں حضرت والا سے نماز پڑھانے کے لیے ارشاد فرما دیتے۔

اس واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت اکابر حضرت والا کو طالب علمی کے زمانہ میں بھی کتنا صالح سمجھتے تھے۔ اور حضرت والا کو بھی اپنے اکابر کا کس درجہ ادب ملحوظ تھا۔

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ
سراپا فضل وکمال معدنِ حسنات وخیرات

حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ شاگرد ورشید حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ وخلیفہ خاص حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ حضرت والا کے اساتذہ خاص میں سے تھے جن سے حضرت والا نے بزمانہ طالب علمی مدرسہ عربی دیوبند میں بہت سی کتابیں پڑھی تھیں جہاں مولاناؒ اس زمانہ میں مدرس رابع تھے پھر ترقی فرما کر وہیں کے

www.ahlehaq.org

مدرس اول ہوگئے۔ آپ کے کمالات علمیہ وعملیہ مسلم ومشہور ہیں۔ جن میں سے بعض کا ذکر حضرت والا نے اپنے رسالہ ذکر محمود میں کیا ہے جو مولانا کے حالات میں تصنیف فرمایا گیا ہے۔ حضرت مولاناؒ باوجود اتنے بڑے اور حضرت والا کے استاد محترم ہونے کے حضرت والا کو اپنے ان دو والا ناموں میں جن کو حضرت والا نے اپنے مذکورہ بالا رسالہ میں نقل فرمایا ہے اور جن کو یہاں بھی عنقریب نقل کیا جائے گا۔ ان الفاظ سے خطاب فرمایا ہے۔

نمبرا۔ سراپا فضل وکمال شرفکم اللہ تعالیٰ وجعلکم فوق کثیر من الناس

نمبر۲۔ معدن حسنات وخیرات دام ظلکم۔

مقام ومرتبہ کی پاسداری

جب حضرت والا نے مدرسہ جامع العلوم کانپور کے جلسہ دستار بندی کے موقع پر جہاں حضرت مولاناؒ کو شرکت کی تکلیف دی گئی تھی وعظ فرمانے کی درخواست کی تو بغایت تواضع بایں عنوان عذر فرمایا کہ یہ ہرگز مناسب نہیں اس میں تمہاری ذلت ہوگی کہ ان کے استاد ایسے ہیں اور تمہاری جو شہرت ہے اس میں فرق آنے کا اندیشہ ہے۔ لہذا مجھ سے وعظ کہلانا خلاف مصلحت ہے۔ اھ۔ پھر جب حضرت والا نے بے حد اصرار فرمایا تب وعظ فرمانے کے لیے راضی ہوئے۔

اختلاف رائے کے باوجود شفقت واحترام قائم رہا

سیاسی تحریکات کے زمانہ میں باوجود اختلاف رائے حضرت والا سے وہی تعلقات شفقت باقی رکھے بلکہ باوجود حضرت والا کے اس اختلاف کے اور باوجود مخالفین ولائمین کی سخت فتنہ پردازیوں اور شورش انگیزیوں کے اپنی رائے پر نہایت مضبوطی کے ساتھ برابر مردانہ وار جمے رہنے کی بایں عنوان مدح فرمائی کہ ہمیں فخر ہے اور خوشی ہے کہ ان تحریکات حاضرہ سے جو بالکل کنارہ کش ہے وہ بھی ہمیں میں سے ہے۔ اھ۔ بمعناہ۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مولاناؒ کے نزدیک بھی اس مسئلہ میں گنجائش اجتہاد تھی ورنہ عدم شرکت کی مدح ہرگز جائز نہ رکھتے اور یہی وجہ تھی کہ حضرت مولاناؒ حضرت والا کی عدم شرکت تحریکات پر اعتراض کرنے والوں کا ہمیشہ جواب دیتے رہے اور حضرت والا کے حسن نیت کی تصدیق

www.ahlehaq.org

اور خدمات دینی کی تعریف فرما کر ان کوتاہ نظروں کو اعتراضات سے روکتے رہے بلکہ ایک بار ایک پانی پتی اہل علم سے یہاں تک فرمایا کہ بھائی اپنی جماعت میں اختلاف تو اچھا نہیں معلوم ہوتا لاؤ پھر میں ہی کسی قدر رائے کیوں نہ بدل دوں اور اس معاملہ میں ان کی (یعنی حضرت والا کی) موافقت کرلوں۔ کیونکہ میرے اوپر کوئی وحی تو نازل ہوئی نہیں کہ میری رائے ٹھیک ہی ہو۔ حضرت والا بھی ہمیشہ حضرت مولاناؒ کا غایت درجہ احترام فرماتے رہے اور موقع بہ موقع نہایت عقیدت کے ساتھ حاضر خدمت ہوتے رہے اور مولاناؒ کے خلوص و ایثار و خدمت اسلام و اہل اسلام نیز دیگر کمالات علمیہ وعملیہ کو اکثر بکمال عقیدت نہایت لطف لے لے کر بیان فرماتے رہے اور اب بھی بیان فرماتے رہتے ہیں۔

اختلافِ رائے کا منشاء

ان حالات سے بخوبی واضح ہے کہ یہ اختلاف محض اجتہادی اختلاف تھا ورنہ جانبین اصل مقصود یعنی خیر خواہی اسلام واہل اسلام میں بالکل متحد تھے۔ ایسے امور اجتہادیہ میں تو استاد اور شاگرد کا اختلاف ائمہ مجتہدین اور سلف صالحین کی سنت ہے اور کمال دیانت کی دلیل۔

غرض تحریکات کے متعلق حضرت والا اور حضرت مولاناؒ کی رایوں میں جو اختلاف تھا وہ محض اخلاص اور للّٰہیت پر مبنی تھا۔ دیگر جاہ پسند مدعیان قیادت کی طرح اغراض اور نفسانیت پر مبنی نہ تھا۔

رسالہ محمودیہ سے اقتباسات

اب آخر میں زیارت بصیرت کے لیے حضرت مولاناؒ کے بعض واقعات جن کا تعلق خاص حضرت والا کی ذات خاص سے ہے اور جو خود حضرت والا کے ارقام فرمودہ ہیں بطور نمونہ رسالہ ''ذکر محمود'' سے منتخب کر کے نقل کیے جاتے ہیں۔

پہلی زیارت اور شرفِ تلمذ

سب سے پہلے جو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت وصحبت سے مشرف ہوا وہ زمانہ تھا جس میں تحصیل درسیات کے لیے دیوبند کے مدرسہ عالیہ میں حاضر ہوا اور منجملہ اسباق مجوزہ کے ملاحسن اور مختصر معانی کا سبق مولانا کے متعلق ہوا یہ زمانہ ۱۲۹۵ھ کا اخیر تھا یعنی ذیقعدہ کا مہینہ تھا۔ مولانا

www.ahlehaq.org

اس وقت مدرس رابع تھے اور مدرس اول حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب اور مدرس دوم حضرت مولانا سید احمد صاحب اور مدرس سوم حضرت مولانا محمد محمود صاحب تھے رحمہم اللہ رحمۃ واسعۃً۔

مذکورہ اسباق کے سلسلہ میں احقر کے اسباق فراغ درسیات تک مولانا کی خدمت میں رہے معقولات میں حمد اللہ، میر زاہد رسالہ، میر زاہد ملا جلال اور حدیث میں متعدد کتب جن کی تفصیل رسالہ سبع سیارہ میں ہے اور فقہ میں ہدایہ اخیرین تو اس وقت مولانا سے پڑھنا یاد ہے باقی شاید سوچنے سے یاد آ جائے۔

پادری سے گفتگو

احقر کو زمانہ طالب علمی میں ہر فرقہ کے ساتھ مناظرہ کرنے سے ایک خاص دلچسپی تھی جیسی اب اس سے اسی درجہ نفرت و وحشت بھی ہے۔ دیوبند میں ایک بار عیسائی منادیوں کا ایسا سلسلہ لگا کہ مسلسل یکے بعد دیگرے آتے اور بازار میں تقریریں کرتے۔ احقر سنتے ہی پہنچتا اور گفتگو کرتا ایک بار ایک بڑا پادری جو یورپین تھا زیادہ مجمع و سامان کے ساتھ آیا۔ اور ایک باغ متصل اسٹیشن میں خیمے نصب کر کے ٹھہرا۔ احقر مع چند طلباء کے وہاں بھی پہنچا اور اس سے گفتگو شروع کی کسی نے حضرت مولانا کو خبر پہنچا دی اس شفقت کی کچھ حد ہے کہ صرف یہ خیال کر کے کم عمر اور نا تجربہ کار ہے کبھی مرعوب نہ ہو جائے خود اس باغ میں تشریف لائے اور مجھ کو ہٹا کر خود گفتگو شروع فرمائی اس نے نام پوچھا آپ نے فرمایا ننھا وہ معمولی آدمی سمجھ کر گفتگو کے لیے تیار ہو گیا۔ مجھ کو خوب یاد ہے کہ اس گفتگو میں یہ بھی تھا کہ اس نے کہا عیسیٰ علیہ السلام کلمۃ اللہ ہیں۔ مولانا نے اس کی تفسیر پوچھی تو وہ نہ بتلا سکا۔ اس میں مزاحاً یہ سوال بھی فرمایا کہ کلمے کے یہ اقسام ہیں پھر ان اقسام کے یہ اقسام ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام ان میں سے کلمہ کی کون قسم تھے تو وہ منہ دیکھ رہا تھا اور جواب میں پریشان تھا آخر اس کی میم نے یہ حالت معلوم کر کے ایک رقعہ بھیج کر اس کو بلا لیا اور اس نے جان چھڑا کر چلے جانے کو غنیمت سمجھا ہم سب لوگ خوش بخوش مدرسہ واپس آئے۔

احترام و اکرام کے القاب سے نوازنا

ایک بار اس احقر کے پاس ایک سرفراز نامہ آیا جس میں القاب میں مخدوم و مکرم کے

www.ahlehaq.org

الفاظ تھے۔ میں بے حد شرمندہ ہوا اور میں نے عریضہ میں اپنی اس خجلت کو ظاہر کر کے درخواست کی کہ ایسے الفاظ تحریر نہ فرمائے جایا کریں اس کے بعد جو والا نامہ آیا پھر اس میں وہی الفاظ آخر میں ' میں نے عرض کیا کہ میری درخواست منظور نہ ہونے سے معلوم ہوا کہ حضرت کو اسی میں راحت ہے گو مجھ کو کلفت ہے مگر میں حضرت کی راحت کو اپنی راحت پر مقدم سمجھتا ہوں اب جو مرضی ہوا اختیار فرمایا جائیں میں گوارا کروں گا۔

حضرتؒ کے مکاتب مبارکہ

یہ میری کوتاہی ہے یا کم ہمتی کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں مکاتبت کا بہت ہی کم اتفاق ہوا اور جو بعض اوقات اس کی نوبت بھی آئی اور اس کا جواب بھی بالالتزام عطا ہوا تو ان کی حفاظت کا کچھ التزام نہیں ہوا اس وقت کل تین والا نامے محفوظ یاد آتے ہیں۔ ایک تو تفسیر کے متعلق ایک سوال کے جواب میں ہے جو تتمہ جلد رابع فتاویٰ امدادیہ صفحہ ۳۲۶ میں مطبوع ہو گیا ہے وہاں ملاحظہ فرمالیا جاوے اور دو معمولی مضمون کے ہیں ان کو ذیل میں برکت کے لیے نقل کرتا ہوں حضرت کے مذاق تواضع وشفقت پر دلالت کے لیے یہ بھی دو شاہد عدل سے کم نہیں ہیں۔

سراپا فضل وکمال شرفکم اللہ تعالیٰ وجعلکم فوق کثیر من الناس' السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

بارہا آپ کی خیریت معلوم ہونے کا داعیہ پیدا ہوا اور ایک دو دفعہ بعض آیندگان کی زبانی آپ کی خیریت معلوم بھی ہوئی اللہ تعالیٰ آپ کو مع جملہ متعلقین خیریت سے رکھے۔ اس وقت ایک صاحب بنگالی مسمی عبدالمجید سے ملاقات ہوئی جو ہندوستان واپس ہو رہے ہیں اور جناب کی خدمت میں حاضر ہونے کا قصد رکھتے ہیں۔ یہ موقع غنیمت معلوم ہوا اس لیے یہ عریضہ روانہ کرتا ہوں۔ بندہ مع رفقاء بحمد اللہ اس وقت تک بالکل خیرت اور اطمینان سے ہے شروع رجب میں مکہ معظّمہ حاضر ہو گیا تھا اس وقت تک یہیں حاضر ہوں مجھ کو امید ہے کہ فلاح وحسن خاتمہ کی دعا سے اس دور افتادہ کو فراموش نہ فرمائیں گے۔ آیندہ قیام کی نسبت ابھی کچھ عرض نہیں کر سکتا۔ مولوی شبیر علی صاحب' مولوی محمد ظفر صاحب' مولوی عبداللہ صاحب وغیرہ حضرات سے سلام مسنون فرما دیجئے۔ مولانا مولوی محمد یحییٰ صاحب' مولانا قمر الدین صاحب کی وفات سے افسوس بر افسوس ہے۔ انا اللّٰہ رحمھما اللہ

www.ahlehaq.org

تعالیٰ والسلام علیکم و علیٰ من لدیکم فقط بندہ محمود عفی عنہ۔ منشی رفیق احمد صاحب کی خدمت میں سلام خدا کرے ان کا رسالہ روبترقی ہو۔ مکہ معظمہ ۱۲ محرم چہار شنبہ

معدن حسنات وخیرات دام ظلکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ نامہ سامی موجب مسرت وامتنان ہوا۔ جو ہوا مکرمین ومخلصین کی ادعیہ مقبولہ کا ثمرہ ہے ادام اللہ فیوضہم وبرکاتہم احقر اور رفقاء ومتعلقین بحمد اللہ خیریت سے ہیں سب کا سلام مسنون قبول ہو۔ والسلام علیکم و علی من لدیکم فقط بندہ محمود عفی عنہ از دیوبند دوئم شوال روز یکشنبہ

اپنے مقابلہ میں ترجیح دینا

حضرت کے انصاف اور حق پرستی اور رعایت دین کا نمونہ ایک قصہ سے واضح ہوتا ہے ایک قصبہ میں ایک رئیس اور عالم کے یہاں جو اپنے ہی مجمع کے ہیں ایک تقریب تھی احقر بھی اس میں مدعو تھا اور حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ بھی اور دیگر حضرات بھی۔ وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ رسوم بدعت میں سے کوئی رسم وہاں نہیں اور کیونکر ہوتی جبکہ صاحب تقریب خود بدعت سے مانع تھے۔ مگر عام برادری کی دعوت تھی جس کو میں بنا برتجربہ رسوم تفاخر میں سے سمجھتا ہوں اور جن اکابر پر حسن ظن غالب ہے وہ اس میں توسع فرماتے ہیں۔ چنانچہ اسی تفاوت کا یہ اثر ہوا کہ میں تو بلا شرکت واپس آ گیا اور دیگر حضرات نے شرکت فرمائی۔ خود اپنے ہی مجمع میں اس کا مختلف عنوانوں سے بڑا غوغا ہوا اور مجھ سے تو جب اس اختلاف کے متعلق کسی نے سوال کیا میں نے تو بزرگوں کے ادب کی رعایت ہی مدنظر رکھ کر جواب دیا مگر عجیب بات یہ ہے کہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے بھی جو بعض نے سوال کیا تو باوجودیکہ حضرت کے ذمہ اس احقر کی رعایت کی کون ضرورت تھی لیکن جو جواب عطا فرمایا اس میں جس درجہ رعایت ہے وہ قابل غور ہے وہ جواب یہ تھا کہ واقعی بات یہ ہے کہ عوام کے مفاسد کی جس قدر فلاں شخص (یعنی احقر) کو اطلاع ہے ہم کو اطلاع نہیں اس لیے اس نے احتیاط کی۔ حقیقت یہ ہے کہ ع بریں نکتہ گر جاں فشانم رواست۔ یہ جواب مجھ سے بعض ثقات نے نقل کیا۔

بے حد رعایت

اسی قصہ مذکورہ متصلہ کی نظیر اسی انصاف اور حق پرستی اور رعایت کا نمونہ یہ قصہ بھی ہے

www.ahlehaq.org

(اور اس وقت اسی پر اس ذکر محمود کو ختم بھی کردوں گا) کہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ جب مالٹا سے تشریف لائے تو بعض خاص اسباب سے بعض خاص معاملات میں بعض خاص خیالات ظاہر فرمائے اور اعلاناً وعملاً ان میں حصہ لیا جن کا مبنیٰ محض خلوص کے ساتھ اسلام واہل اسلام کی خدمت تھی۔ چونکہ وہ مسائل اجتہادی تھے جن میں شرعاً گنجائش اختلاف کی ہوتی ہے اور ان میں بعضے پہلو دنیوی اور دینی خطرات بھی رکھتے تھے۔ جو شرعاً واجب التحرز تھے بعض اہل علم نے ان خطرات ومضرات پر نظر کر کے ان تحریکات میں رایاً وعملاً شرکت نہیں کی اور احقر کا خیال بھی ان ہی علیحدگی رکھنے والوں کے موافق تھا اور اس علیحدگی کو اکثر اہل محبت مفرطہ نعوذ باللہ حضرت کی مخالفت سمجھتے تھے مگر خود حضرت کی یہ کیفیت تھی کہ جب میں زیارت کے لیے دیو بند حاضر ہوا تو میرے ساتھ میرے ایک دوست بھی تھے جو ضلع اعظم گڑھ کے رہنے والے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے وہ مجھ سے کہتے تھے کہ میں نے حضرت سے عرض کیا کہ اشرف اس وقت آیا ہوا ہے اگر ان امور میں گفتگو فرمالیجئے تو شاید رائے متفق ہو جائے۔ ارشاد فرمایا کہ نہیں مناسب نہیں جو شخص اپنا لحاظ کرتا ہو اس سے ایسی گفتگو کرنا مناسب نہیں۔ نیز گفتگو سے رائے نہیں بدلا کرتی ہے۔ واقعات سے بدلا کرتی ہے۔ اللہ اکبر اس انصاف ورعایت کی کچھ حد ہے۔

شکایت کرنے والوں کو جواب

نیز ایک صاحب اسی مضمون کے متعلق کہتے تھے کہ وہ دیو بند حاضر تھے بعض لوگ اس احقر کی شکایتیں ان معاملات میں کر رہے تھے۔ حضرت نے سن لیا فرمایا کہ افسوس تم ایسے شخص کی شکایتیں کرتے ہو جس کو میں ایسا ایسا سمجھتا ہوں۔ (یہاں بعض الفاظ میری شان سے بہت ارفع ہیں اس لیے میں نے ان کو نہیں لکھا کہ چہ نسبت خاک را با عالم پاک) اور یہ بھی فرمایا کہ میں جو کچھ کر رہا ہوں کیا مجھ پر وحی نازل ہوئی ہے۔ میری ایک رائے ہے سو اس کی (یعنی احقر کی) بھی بے مثال ایک رائے ہے اس میں اعتراض وشکایت کی کیا بات ہے۔

نیز بعضے لوگوں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو ان ہی تحریکات کی تقویت کے لیے تھانہ بھون لانا چاہا اور درخواست کی تو ایک شخص کہتے تھے کہ حضرت نے یہ جواب دیا کہ وہاں

www.ahlehaq.org

فلاں شخص (یعنی احقر) موجود ہے میرے جانے سے اس کو تنگی ہوگی کیونکہ موافقت تو اس کی رائے کے خلاف ہوگی اور عدم موافقت سے شرمائے گا اس لیے وہاں نہیں جاتا۔

اسی طرح ایک موقع پر یہ ارشاد فرمایا کہ تم کیوں بار بار اس پر اعتراض کرتے ہو۔ وہ بھی دین کا ایک کام کر رہا ہے۔ سبحان اللہ اللہ اکبر میں تو اکثر اوقات اپنے بزرگوں کے ایسے کمالات پیش کر کے دوسری جماعتوں کو خطاب کر کے کہا کرتا ہوں۔۔

اولئک آبائی فجئنی بمثلھم اذا جمعتنا یاجریر المجامع

حضرت مولانا فتح محمد تھانویؒ

استاد اول

حضرت مولانا فتح محمد صاحب تھانویؒ ایک بڑے جید عالم اور کامل درویش تھے۔ آپ اول حضرت نواب قطب الدین خان صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے۔ پھر بعد انتقال نواب صاحبؒ تکمیل سلوک شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب تھانوی مہاجر مکی قدس سرہ العزیز سے فرمائی اور مشرف بہ خلافت ہوئے۔ ہمارے حضرت والا کے استاد اول آپ ہی تھے۔ حضرت والا نے ابتدائی کتب فارسی و عربی آپ ہی سے پڑھی تھیں۔ اور چونکہ آپ سراپا دین اور بہت ہی بابرکت اور صاحب نسبت بزرگ تھے اور اپنے شاگردوں پر بے حد شفیق تھے۔ اس لیے آپ کی صحبت و تعلیم و تربیت جو اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کو بالکل نو عمری اور طالب علمی کے بالکل ابتدائی زمانہ ہی میں جبکہ قلب مبارک تمام آلودگیوں سے پاک وصاف تھا میسر فرما دی تھی۔ مفتاح برکات وسعادات اور کلید خیرات وحسنات ثابت ہوئی اور دل میں دین کی محبت کا نقش اولین آپ ہی کے فیض صحبت سے کالنقش فی الحجر جا گزین ہوا۔ چنانچہ حضرت والا بہزار منت ومسرت فرمایا کرتے ہیں کہ جو اصل سرمایہ ہے جس کو دین کی محبت کہتے ہیں وہ مجھ کو مولاناؒ ہی کے فیض صحبت سے حاصل ہوا۔ کیونکہ مولاناؒ دین کے عاشق تھے۔ مولاناؒ کی برکت سے دین کا یہاں تک شوق بڑھ گیا تھا کہ میں نابالغی ہی کے زمانہ میں تہجد پڑھنے لگا تھا۔ اھ۔

www.ahlehaq.org

شاگرد کا بے حد احترام

مولانا رحمۃ اللہ علیہ نہایت منکسر المزاج اور سادہ وضع تھے علاوہ بریں جثہ بھی بہت نحیف اور قد وقامت بھی نہایت مختصر تھا۔ دیکھنے میں گمان بھی نہ ہوتا تھا کہ یہ اس درجہ کے شخص ہیں۔ ایک بار حضرت والا اپنے ایک عزیز مہمان کو مولاناؒ کی زیارت کرانے لے گئے۔ مولاناؒ نے حضرت والا کی بہت تعظیم وتکریم کی۔ جب حضرت والا قریب مغرب لوٹے تو انہیں مہمان عزیز نے پوچھا کہ آپ اپنے استاد کے پاس لے چلنے کیلئے کہتے تھے وہاں نہ چلئے گا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ وہی تو میرے استاد تھے جن کے پاس سے ہم ابھی آرہے ہیں۔ انہوں نے تعجب سے کہا کہ کیا وہی استاد تھے وہ تو شاگرد سے بھی نہیں معلوم ہوتے تھے۔

شاگرد کے حقوق کا خیال

مولانا رحمہ اللہ کو تقویٰ کا اس درجہ اہتمام تھا کہ ایک بار حضرت والا کے پاس تشریف لا کر فرمانے لگے کہ جب دو آدمی ایک جگہ رہتے ہیں تو ان میں کچھ تعلقات بھی ہو جاتے ہیں اور ان تعلقات کی وجہ سے کچھ حقوق بھی ہو جاتے ہیں جن میں کبھی کچھ کوتاہیاں بھی ہو جاتی ہیں لہٰذا مجھ سے بھی ضرور کچھ کوتاہیاں ہوئی ہوں گی ان کی میں معافی چاہتا ہوں اھ۔

حضرت والا فوراً سمجھ گئے کہ طالب علمی کے زمانہ میں مولانا نے جو مجھ کو شاذ و نادر کبھی پیٹا پاٹا تھا یہ اس کی معافی اس لطیف عنوان سے چاہی جارہی ہے۔ عرض کیا حضرت جس چیز کی معافی چاہی جارہی ہے اس کو میں سمجھ گیا ہوں توبہ توبہ حضرت وہ تو عین شفقت و رحمت تھی اس کی معافی کیسی۔ یہ جو دو حرف آگئے ہیں یہ اس کی تو برکت ہے۔ فرمایا نہیں معاف ہی کردو۔ حضرت والا نے بہت عذر کیا لیکن نہ مانے بالآخر حضرت والا کو یہ کہنا ہی پڑا کہ میں نے معاف کیا۔ کیا ٹھکانا ہے مولاناؒ کی احتیاط ولحاظ کا۔

شاگرد کیلئے راحت رسانی

مولاناؒ گردونواح کے قصبات کا جب سفر فرماتے تو ہمیشہ پیادہ پا تشریف لے جاتے چنانچہ ایک بار اسی طرح گنگوہ پیادہ پا تشریف لیے جارہے تھے۔ حضرت والا بھی بہلی میں سوار

www.ahlehaq.org

ہو کر گنگوہ ہی کے قصد سے روانہ ہوئے راستہ میں دیکھا کہ مولانا بھی تشریف لیے جارہے ہیں۔ حضرت والا فوراً بہلی سے اترے اور عرض کیا کہ حضرت بہلی میں جگہ کافی ہے سوار ہولیں لیکن مولانا راضی نہ ہوئے حضرت والا بجائے اصرار کرنے کے خود بھی پیادہ پا ساتھ ہولیے اور عرض کیا کہ بہتر ہے جس میں راحت ہو۔ میں اصرار نہیں کرتا۔ مولاناؒ نے فرمایا کہ یہ تو اصرار سے بھی بڑھ کر ہے۔ پھر فرمایا کہ مجھے تو عادت ہے تم کو پیادہ پا چلنے میں تکلیف ہوگی تم سوار ہو۔ عرض کیا حضرت یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آپ تو پیدل چلیں اور میں سواری میں بیٹھوں۔ میرا تو سواری میں بیٹھنا آپ کے قبضہ میں ہے۔ غرض مجبور ہو کر مولاناؒ کو بہلی میں بیٹھنا ہی پڑا۔ اور حضرت والا بلا اصرار محض حسن تدبیر سے مولاناؒ کو راحت پہنچانے میں کامیاب ہو گئے۔

انتہائی شفقت و تواضع

مولاناؒ غایت تواضع و شفقت کی بناء پر اکثر خود ہی حضرت والا کی ملاقات کے لیے تشریف لے آتے تھے۔ مولاناؒ کو کتابوں کا بڑا شوق تھا حالانکہ بوجہ بینائی کمزور ہونے کے خود مطالعہ کا موقع کم ملتا تھا۔ ایک بار کوئی نئی کتاب منگوائی تھی جو کئی بڑی بڑی جلدوں میں تھی ان سب کو خود ہی لاد کر حضرت والا کے پاس لائے اور فرمایا کہ میں تو ان کے دیکھنے سے معذور ہوں تم دیکھو۔

خود ہی زیارت کرانا

حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ جس طرح مولاناؒ اپنی حیات میں زیادہ تر خود ہی تکلیف فرما کر اپنی زیارت کرا جاتے تھے اسی طرح اتفاق سے جس روز انتقال فرمایا بہت زور کی بارش ہو رہی تھی۔ اس لیے بجائے اس کے کہ میں خود جنازہ کی نماز پڑھنے کے لیے حاضر ہوتا جس کی مجھ کو بخوف بیمار پڑ جانے کے کیونکہ زمانہ طاعون شدید کا تھا ہمت نہ پڑی۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے اعزہ جنازہ ہی کو میرے پاس لے آئے اس وقت مجھ کو مولاناؒ کا معمول ہمیشہ خود ہی تشریف لانے کا یاد آ گیا۔ اھ۔

وفات کے بعد بھی شفقت

اس پر احقر مؤلف کو ایک اور واقعہ یاد آ گیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولاناؒ کو حضرت

www.ahlehaq.org

www.ahlehaq.org

والا کے ساتھ عالم برزخ میں بھی شفقت کا تعلق باقی ہے۔ حضرت والا ایک بار سفر کانپور سے واپس تشریف لائے تو مولانا کے داماد جناب حافظ عصمت اللہ صاحب نے جو حضرت والا کے ہم سبق بھی بچپن میں رہے۔ مولاناؒ کو خواب میں دیکھا کہ حضرت والا کے متعلق یہ فرما رہے ہیں کہ وہ کانپور سے آئے ہیں تم ان کی دعوت کیوں نہیں کرتے۔ دعوت کرو اور یہ جو مرغا گھر میں پلا ہوا ہے اسے ذبح کر کے کھلاؤ۔ اھ۔ چنانچہ انہوں نے حضرت والا کی دعوت کی اور وہی مرغا ذبح کر کے کھلایا۔

وفات کے بعد شاگردوں کو بلا لینا

حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ مولاناؒ کو اپنے شاگردوں سے بہت ہی محبت تھی اور پڑھانے کا بہت ہی شوق تھا۔ بس یوں چاہتے تھے کہ جو کچھ مجھے آتا ہے اسے اپنے شاگردوں کو کسی طرح گھول کر پلا دوں۔ اسی لیے وقت بے وقت گھیرے بیٹھے رہتے تھے یہاں تک کہ پڑھنے والا بھی تنگ آ جاتا تھا۔ جب طاعون میں انتقال فرمایا تو اس کے بعد یکے بعد دیگرے کئی شاگردوں کا طاعون ہی میں اس طرح انتقال ہوا کہ رات کو خواب میں مولانا کو دیکھا کہ فرما رہے ہیں آؤ سبق پڑھ لو اور صبح کو یا دو چار دن میں انتقال ہو گیا۔ بعضے باہر کے طالب علم تھے ان کا بھی یہاں سے چلنے جانے کے بعد اسی طرح ایک ایک کر کے انتقال ہو گیا۔ کہ مولاناؒ نے خواب میں فرمایا کہ آؤ سبق پڑھ لو اور بس وہ رخصت ہوئے۔ اس طرح مولاناؒ نے گویا اپنے انتقال کے وقت کے سارے شاگردوں کو ایک ایک کر کے اپنے پاس وہاں بھی جمع کر لیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ مولاناؒ کو حضرت والا سے بہت ہی تعلق تھا اور باوجود استاد ہونے کے نہایت تعظیم و تکریم فرماتے تھے۔ اور حضرت والا کو بھی مولاناؒ سے بے حد عقیدت تھی اور اب تک مولاناؒ کے حالات مبارکہ بیان فرما کر فرمایا کرتے ہیں کہ سبحان اللہ کیا زمانہ تھا اور کیسے حضرات تھے۔

حضرت سید محمد عابد دیوبندیؒ

حضرت حاجی سید محمد عابد دیوبندیؒ شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کے مجازین خاص میں سے تھے اور عملیات میں خصوصیت کے ساتھ شہرہ آفاق تھے۔ کچھ دن

www.ahlehaq.org

مدرسہ دیو بند کے مہتمم بھی رہے۔ اس درجہ پابند معمولات واوقات تھے کہ ایک بار حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے فرمایا کہ جاننے والا ہر وقت یہ بتا سکتا ہے کہ اس وقت حاجی صاحب فلاں کام میں مشغول ہوں گے اور اگر کوئی اس وقت جا کر دیکھے تو ان کو اسی کام میں مشغول پائے کبھی۔ اس کے خلاف نہیں ہوسکتا۔

نماز میں امام بنانا

حضرت والا کو طالب علمی کے زمانہ میں بکثرت شرف زیارت حاصل ہوتا رہتا تھا کیونکہ اکثر حضرت والا چھتہ والی مسجد میں نماز پڑھا کرتے تھے جہاں حاجی صاحب کا زیادہ تر قیام رہتا تھا۔ اسی مسجد میں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ بھی نماز پڑھا کرتے تھے اور امامت بھی فرماتے تھے۔ مولاناؒ کی عدم موجودگی میں حاجی صاحب امامت فرماتے تھے اور اوقات کثیرہ میں بجائے خود امامت کرنے کے حضرت والا ہی سے نماز پڑھواتے اس سے حضرت والا کے ساتھ حسن ظن کا اندازہ فرمالیا جائے۔

www.ahlehaq.org

خصوصی خیال رکھنا

نیز حاجی صاحبؒ کا معمول تھا کہ رمضان شریف میں افطاری کا بڑے پیمانہ پر انتظام فرماتے اور سب کو تقسیم فرماتے اور یہی معمول مکہ معظّمہ کے بھی قیام میں رکھا۔ اسی زمانہ میں حضرت والا بھی مکہ معظّمہ میں مقیم تھے۔ افطار کے وقت حرم شریف میں جس جگہ حضرت والا ہوتے۔ حاجی صاحبؒ حضرت والا کے افطاری کا حصہ وہیں بھیجتے۔ اس سے خصوصیت کا اندازہ فرمالیا جائے۔

حضرت والا کی وفاداری

حضرت والا بھی اتنا ادب ولحاظ فرماتے تھے کہ جس زمانہ میں حاجی صاحبؒ سے مدرسہ دیو بند کے بعض دیگر حضرات کو کشیدگی ہوگئی تھی حضرت والا کا اتفاق دیو بند تشریف لے جانے کا ہوا۔ پرانے تعلقات کی بناء پر حضرت والا کے دل نے یہ گوارہ نہ کیا کہ حاجی صاحبؒ سے نہ ملا جائے ادھر اپنے حضرات اساتذہ کا لحاظ بھی ضروری تھا۔ حضرت والا کو سخت کشاکشی پیش آئی۔ بالآخر ہمت کر کے حضرت مولانا محمود حسن صاحبؒ سے بہ ادب عرض کیا کہ حضرت

www.ahlehaq.org

پرانے تعلقات کی بناء پر میں جب کبھی دیوبند حاضر ہوتا ہوں حضرت حاجی سید محمد عابد صاحب کی خدمت میں بھی ضرور حاضری دیا کرتا ہوں۔ اب کی مرتبہ بڑی کشمکش میں مبتلا ہوں اگر حاضر نہیں ہوتا تو سخت بے مروتی اور بیوفائی سی معلوم ہوتی ہے اور اگر حاضر ہوتا ہوں تو ممکن ہے مدرسہ کی مصالح کے خلاف ہو۔ مولانا نے فرمایا نہیں نہیں ضرور جاؤ۔ مصالح کے خلاف نہیں بلکہ اس میں مدرسہ کی یہ مصلحت ہے کہ ان کی مخالفت کم ہوگی۔

اشکال باطنی کے متعلق مشورہ

چونکہ حاجی صاحبؒ بڑے درجہ کے پیر بھائی تھے اس لیے حضرت والا نے حالت ہیبت کے طریان کے زمانہ میں اپنے اشکال باطنی کے متعلق مشورہ بھی لیا تھا جس کے جواب شافی ملنے پر حضرت والا کو اس کا اعتقاد ہوگیا کہ حاجی صاحب علاوہ عملیات میں ماہر ہونے کے شیخ محقق بھی ہیں اس کا مفصل ذکر انشاء اللہ تعالیٰ باب بیعت واستفاضہ' باطنی میں آئے گا۔

حضرت حاجی محمد انور دیوبندیؒ

حضرت حاجی محمد انور صاحب دیوبندیؒ خلیفہ حضرت حاجی سید محمد عابد صاحب دیوبندیؒ بھی بڑے صاحب نسبت بزرگ تھے بلکہ لوگوں کا خیال تھا کہ وہ اپنے شیخ سے بھی بڑھے ہوئے ہیں۔ حج سے واپس آنے کے بعد ان کے اوپر ایک ایسی حالت طاری ہوئی جس سے لوگوں کا یہ گمان ہوا کہ جنون ہوگیا ہے۔ اپنی چیزیں لوگوں کو مفت دے ڈالتے کھانے بکثرت پکوا کر تقسیم عام کراتے اور ہر وقت ایک سکر کی سی کیفیت غالب رہتی۔

خصوصی راز بتانا

اسی زمانہ میں حضرت والا اتفاق سے دیوبند تشریف لائے تو عیادت کے لیے پہنچے حاجی صاحبؒ نے حضرت والا سے خلوت میں فرمایا کہ آپ سے ایک بات کہتا ہوں جو میں نے اب تک کسی سے ظاہر نہیں کی لیکن آپ اس کو میری زندگی میں کسی پر ظاہر نہ کریں وہ بات یہ ہے کہ میں نے حرم شریف میں بعض حضرات انبیاء علیہم السلام کی بیداری میں زیارت کی ہے۔ یہ جو میری حالت ہے یہ انہی حضرات کی نظر کا اثر ہے۔ اھ۔ حضرت والا

www.ahlehaq.org

سے لوگوں نے پوچھا کہ کیا تنہائی میں کوئی خاص بات فرمائی ہے۔ حضرت والا نے سچی بات فرمادی کہ ہاں ایک خاص بات تو فرمائی ہے لیکن مجھے ممانعت فرمادی ہے کہ میری زندگی میں کسی پر ظاہر نہ کرنا اس لیے میں اس کو ظاہر نہیں کرسکتا۔

حضرت والا نے حسب وصیت حاجی صاحب کی زندگی میں کسی پر وہ بات ظاہر نہ فرمائی۔ البتہ بعد وفات اخفاء کا اہتمام نہیں فرمایا۔

اس واقعہ سے بخوبی ظاہر ہے کہ حاجی صاحبؒ نے اپنے اس خاص راز باطنی کا اہل صرف حضرت والا کو سمجھا اور کسی پر اس کا اظہار نہ فرمایا بلکہ حضرت والا کو بھی اس کے اظہار سے ممانعت فرمادی۔

للہ فی اللہ محبت

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا گنگوہیؒ کے خلیفہ اعظم تھے۔ حضرت والا سے بہت ہی محبت فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک بار اپنے ایک معتقد خاص سے فرمایا کہ مجھے ان سے (یعنی حضرت والا سے) اس وقت سے محبت ہے جس وقت اس محبت کی انہیں خبر بھی نہ تھی۔ یہ ارشاد عنقریب رسالہ خوان خلیل سے بھی انشاءاللہ تعالیٰ نقل کیا جائے گا۔

شفقت

احقر جب حضرت والا کی خدمت میں تھانہ بھون حاضر ہوتا تو راستہ میں سہارنپور بھی پڑتا اور اکثر بلکہ ہمیشہ ایاباً یا ذہاباً حضرت مولاناؒ کی زیارت کا بھی موقع ضرور نصیب ہو جاتا۔ اس پر ایک بار بغایت تواضع وشفقت فرمایا کہ میں بھی رہگزر میں پڑا ہوا ہوں مجھے بھی مولانا کی خدمت میں آنے جانے والے صلحاء کی زیارت ہوتی رہتی ہے۔ اھ۔

خصوصی عنایات وتوجہات

اب حضرت مولاناؒ کی جو عنایات وتوجہات حضرت والا پر تھیں ان کے چند واقعات خوان خلیل تذکرہ حضرت مولاناؒ مصنفہ حضرت والا سے بطور نمونہ ذیل میں ملخصاً نقل کیے جاتے ہیں۔

(۱)۔ یوں تو مولاناؒ سے اس احقر کو مدت دراز سے نیاز حاصل تھا لیکن زیادہ خصوصیت اس زمانہ سے ہوئی جب سے میں کانپور کا تعلق چھوڑ کر وطن میں مقیم ہوا اور

www.ahlehaq.org

سہارنپور کی آمدورفت میں کثرت ہوئی جس میں مظاہر علوم کے سالانہ جلسہ کے موقع پر تو گویا بالالتزام حاضری ہوتی تھی اور متفرق طور پر بھی بکثرت آنا جانا رہتا تھا اور ہر حاضری میں طویل طویل اوقات مولانا کی صحبت میں مستفید رہتا تھا اور عجیب بات یہ ہے کہ باوجودیکہ میں ہر طرح چھوٹا تھا عمر میں بھی طبقہ میں بھی اور علم وعمل میں تو مجھ کو کوئی نسبت ہی نہ تھی اس میں تو چھوٹے بڑے ہونے کی نسبت کا ذکر بھی ایک درجہ میں ادعاء ہے علم وعمل کا مگر مولانا کا برتاؤ مساویانہ تو یقینی ہی تھا بعض اوقات ایسا برتاؤ فرماتے تھے جیسے چھوٹے کرتے ہیں بڑوں کے ساتھ اس سے زیادہ کیا درجہ ہوگا۔ تواضع کا یہ بنا تو یقینی تھا اور احتمال یہ بھی ہے کہ شاید اس واقعہ کو بھی دخل ہو کہ مولانا بواسطہ حضرت گنگوہی قدس سرہ' کے اعلیٰ حضرت حاجی صاحب قدس سرہ' سے منتسب تھے اور یہ احقر بلاواسطہ۔ اگر یہ بھی تھا تو اس حفظ مراتب کا جو کہ حکمت عملیہ کا اعلیٰ شعبہ ہے کامل ثبوت ہوتا ہے۔

(۲)۔ مولانا نے اپنے ایک معتقد خاص سے فرمایا تھا کہ مجھ کو اشرف سے اس وقت سے محبت ہے جس وقت اس کو خبر بھی نہ تھی۔

(۳)۔ باوجود میرے کم مرتبہ ہونے کے گاہ گاہ مجھ کو ہدایہ سے بھی مشرف فرمایا ہے۔

(۴)۔ احقر مولانا کے سامنے وعظ کہتا ہوا بے حد شرماتا تھا گو امتثال امر کے سبب عذر نہ کرسکتا تھا لیکن مولانا نہایت شوق ورغبت سے استماع فرماتے تھے۔

(۵)۔ ایک بار احقر کے مواعظ کے متعلق یہ ارشاد فرمایا کہ اس کے بیان میں کہیں انگلی رکھنے تک کی گنجائش نہیں۔

(۶)۔ گاہ گاہ غریب خانہ کو بھی اپنے اقدام سے مشرف فرماتے تھے۔ مجھ کو یاد ہے کہ غالباً جب اول بار تشریف آوری ہوئی تو احقر نے جوش محبت میں کھانے میں کسی قدر تکلف بھی کیا اور اہل قصبہ میں سے بھی بعض عمائد کو مدعو کر دیا کہ عرفاً یہ بھی معزز ضیف کا اکرام ہے (ان بعض عمائد نے میری اس خدمت کا یہ حق ادا کیا کہ بعد جلسہ دعوت کے مجھ کو بدنام کیا کہ طالب علم ہو کر اتنا تکلف کیا۔ پانچ چھ کھانے والوں کے سامنے بہتر یا باسٹھ برتن تھے۔ میں عدد بھول گیا کہ کونسا فرمایا تھا اس روایت کے قبل مجھ کو تکلف کی مقدار کی طرف

www.ahlehaq.org

التفات بھی نہ ہوا تھا) مولانا نے مزاحاً فرمایا کہ یہ تکلف کیوں کیا گیا میں نے عرض کیا کہ اس کا سبب خود حضرت ہی ہیں اگر بکثرت کرم فرماتے تو ہرگز تکلف نہ کرتا۔ یہ تقلیل سبب ہے اس تکثیر کا اس کے بعد آمد کی تکثیر ہوگئی اور تکلف کی تقلیل۔

(۷)۔ میرا ایک دوست سے اس مسئلہ میں اختلاف ہوا کہ پشت کی طرف سے فوٹو لینے میں جس میں چہرہ نہ آئے گنجائش ہے یا نہیں جانبین سے مکاتبت کا سلسلہ چلتا رہا آخر میں احقر نے اس دوست کو مولاناؒ کے فیصلہ پر راضی کر کے تحقیق مسئلہ کی درخواست کی مولانا نے خوشی سے قبول فرما کر مسئلہ کا فیصلہ کر دیا چنانچہ ہم دونوں نے قبول کر لیا۔ یہ محاکمہ تتمہ جلد رابع فتاویٰ امدادیہ کے آخر میں شائع ہو چکا ہے۔ اس محاکمہ کی تمہید میں مولانا کی عبارت قابل دید ہے وہی ہذا۔ بندہ ناچیز بہ اعتبار اپنے علم وفہم کے اس قابل نہیں کہ علماء اعلام کے اختلاف کا فیصلہ کر سکے مگر ہاں امتثالاً للامر الشریف اس مسئلہ میں جو کچھ خیال میں آیا عرض کرتا ہے۔ الخ۔

(۸)۔ پیر محمد والی مسجد کی سمت جنوبی میں جو سہ دری مسجد سے ملی ہوئی ہے اس پر سائبان ڈالا گیا تو مولانا نے اس کے متعلق از خود کچھ تحریر فرمایا جس کا یہاں سے جواب عرض کیا گیا چند بار اس میں مکاتبت ہوئی جس میں کوئی اخیر فیصلہ نہیں ہوا اس مکاتبت کا نام ''مسائلۃ اہل الخلہ فی مسئلۃ الظلۃ'' ہے جو ترجیح الراجح کے حصہ دوم کے اخیر کے قریب میں شائع ہوا ہے اس میں مکتوب سوم کے شروع میں ایک عجیب دلربا جملہ ہے وہی ہذا۔ گرامی نامہ موجب برکت ہوا کئی روز تک تو یہ خیال رہا کہ مسئلہ کے متعلق کچھ عرض کروں یا نہ کروں مبادا تکرار موجب بار ہو بالآخر یہ خیال ہوا کہ اپنا خیال ایک دفعہ اور عرض کر دوں۔ الخ۔ ملاحظہ فرمایا جاوے اس جملہ میں رعایت حق ورعایت خاطر دونوں کو کس طرح جمع فرمایا گیا ہے۔ اس کا اثر احقر پر یہ ہوا کہ اس پر جو عرض کیا گیا باوجودیکہ اس کا جواب نہیں آیا۔ مگر مجھ کو ایک تنبیہ میں اس لکھنے کی ضرورت ہوئی کہ اس جواب نہ آنے کو حجت نہ سمجھا جاوے الیٰ قولی اس باب میں اہل علم سے مزید تحقیق کر لی جاوے۔

(۹)۔ ایک بار بعض عنایت فرماؤں نے بعض حکایات کی نسبت میری طرف خلاف واقع کر دی جس کا چرچا اپنے مجمع میں پھیل گیا۔ میں اس وقت میرٹھ میں تھا اور اس چرچے

www.ahlehaq.org

سے بالکل غافل مجھ کو ایک خیر خواہ دلسوز نے یہ خبر پہنچائی مجھ کو بہت رنج ہوا اور سب سے زیادہ خیال مجھ کو مولاناؒ کے تکدر کا تھا اس لیے میں نے اس واقعہ کی حقیقت مولاناؒ کی خدمت میں لکھ بھیجی۔ وہاں سے حسب ذیل جواب آیا معلوم نہیں لوگوں کو کیا مزہ آتا ہے کہ غلط روایتیں پہنچا کر اہل خیر کے قلوب کو دکھاتے ہیں۔ مجھ ناچیز کو جو تعلق اور محبت پہلے تھا وہی عقیدت بحمد اللہ موجود ہے۔

آں نیست کہ حافظ را مہرت رود از خاطر　　　آں وعدہ پیشینش تا روز پسیں باشد

(یہ بات نہیں ہے کہ حافظ کے دل سے تمہاری محبت اٹھ گئی ہے (بلکہ) وہی پہلا وعدہ آخر دن تک قائم رہے گا)

جو قلبی محبت اور جس کو ذخیرہ آخرت سمجھ رکھا ہو وہ انشاء اللہ تعالیٰ بدل نہیں سکتی جو روایتیں پہنچی ہیں ان میں مبالغہ سے بہت کام لیا گیا ہے۔ انتہیٰ۔ ملخصاً بقدر الضرورت یہ واقعہ حکایات الشکایات نمبر ۴ کے آخر میں مذکور ہے۔ بعد اختتام قصہ کے مولانا نے مجھ سے فرمایا کہ اس دلسوز خیر خواہ کے ذریعہ سے بدوں اپنی طرف نسبت کرنے کے میں نے ہی یہ خبر پہنچائی تھی تاکہ تاخیر تدارک سے بات بڑھ نہ جائے۔

(۱۰)۔ ایک تقریب غسل صحت ختنہ میں اتفاق سے یہاں سے احقر اور سہارنپور سے مولاناؒ اور دیوبند سے حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ ایک قصبہ میں مجتمع ہو گئے مگر بعض عوارض کے سبب میں تو بلا شرکت واپس آ گیا اور دیگر حضرات نے ان عوارض کی طرف التفات نہیں فرمایا اور شرکت فرمالی اس کے بعد مولاناؒ سے کسی نے اس کی وجہ پوچھی کیسا تواضع کا جواب ارشاد فرمایا کہ ہم نے فتوے پر عمل کیا اور فلاں شخص (یعنی احقر) نے تقوے پر عمل کیا۔ ف۔ اس جواب سے جس قدر تواضع اور اختلافی امر میں شق مقابل کے اختیار کرنے والے کے عمل کی حسن توجیہ مرعی ہے ظاہر ہے۔

(۱۱)۔ مولاناؒ میں حضرات سلف کی سی تواضع تھی کہ مسائل و اشکالات علمیہ میں اپنے چھوٹوں سے بھی مشورہ فرماتے تھے اور چھوٹوں کے معروضات کو شرح صدر کے بعد قبول فرما لیتے تھے۔ چنانچہ ایک بار سفر بہاولپور میں اس احقر سے ارشاد فرمایا کہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قبول

www.ahlehaq.org

ہدایا کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ پہلے سے اشراف نفس نہ ہو مگر سفر میں اکثر داعی کی عادت ہوتی ہے کہ مدعو کو کچھ ہدیہ دیتے ہیں اس عادت کے سبب اکثر خطور بھی ایسے ہدایا کا ذہن میں ہو جاتا ہے سو کیا خطور بھی اشراف نفس وانتظار میں داخل ہے جس کے بعد ہدیہ لینا خلاف سنت ہے۔

اس احقر میں کیا قابلیت تھی کہ ایسے عظیم الشان عالم اور عارف کے استفسار کا جواب دے سکوں لیکن چونکہ لہجہ استفسار امر بالجواب پر دال تھا اس لیے الامر فوق الادب کی بناء پر جواب عرض کرنا ضروری تھا۔ چنانچہ میں نے عرض کیا کہ میرے خیال میں اس میں تفصیل ہے وہ یہ کہ اس احتمال کے بعد دیکھا جائے کہ اگر وہ احتمال واقع نہ ہو تو آیا نفس میں کچھ ناگواری پیدا ہوتی ہے یا نہیں اگر ناگواری ہو تو اس احتمال کا خطور اشراف نفس ہے اور اگر ناگواری نہ ہو تو اشراف نفس نہیں ہے خالی خطرہ ہے جو احکام میں مؤثر نہیں اس جواب کو بہت پسند فرمایا اور دعا دی۔

(۱۲)۔ ایک بار مجھ سے ارشاد فرمایا کہ حدیث میں ہے۔ **لن یغلب اثنا عشر الفاعن قلتہ**۔ اور اس میں کوئی قید مذکور نہیں تو کیا یہ مطلق ہے اور ہر صورت کو شامل ہے گو مقابلہ میں لاکھوں کافر ہوں یا یہ کہ کسی اور دلیل سے مقید ہے۔ اطلاق پر یہ اشکال ہے کہ بہت جگہ اس عدد سے زیادہ ہونے کی صورت میں بھی مسلمان مغلوب ہو گئے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ ظاہر حدیث کا تو اطلاق یہی ہے اور بدوں دلیل قوی کے تقلید کی کوئی وجہ نہیں اور مسلمانوں کا کہیں مغلوب ہونا کوئی دلیل نہیں کیونکہ جہاں مسلمان مغلوب ہوئے ہیں سبب اس کا کوئی علت ہے نہ کہ قلت اور وہ علت خواہ کوئی امر ظاہر ہو جیسے نااتفاقی خواہ کوئی امر باطن ہو جیسے عجب ونظر الی الاسباب ونحوہما جیسا غزوہ حنین میں مسلمان بارہ ہزار اور کفار چار ہزار تھے۔ (کمافی الجلالین) مگر اول میں مسلمان مغلوب ہو گئے جس کا سبب عجب بالکثرت تھا (**کما فی القرآن المجید اذا عجبتکم کثرتکم**) پھر آخر میں وہی مغلوب غالب ہو گئے۔ (**کما قال اللّٰہ تعالیٰ ثم انزل اللّٰہ سکینتہ علی رسولہ و علی المؤمنین و انزل جنود الم تروھا**) یہ انزل سکینہ مشروط ہے زوال سبب مغلوبیت کے ساتھ کہ وہ عجب ہے اور یہ زوال توبہ ہے۔ قولی بمعناہ مولانا مسرور ہوئے اور اس کو پسند فرمایا۔ فائدہ۔ اس سے مولانا کی تواضع وعدم استنکاف فی طلب الحق

www.ahlehaq.org

وسعی زیادت فی العلم ظاہر ہے جس میں امتثال ہے امر حق رب زدنی علماکا۔

(۱۳)۔ ایک سفر میں مولانا کی معیت میں بسواری ریل بہاولپور سے واپسی ہو رہی تھی اتفاق سے اس درجہ میں صرف میں اور مولانا ہی تھے اور رفقاء دوسرے درجہ میں تھے ظہر کا وقت تھا گرمی سخت تھی اور پسینہ کثرت سے نکل رہا تھا۔ مولانا غایت تواضع و بے تکلفی سے پنکھا ہاتھ میں لیکر مجھ کو ہوا کرنے لگے میں اس کا تحمل کب کر سکتا تھا پریشان ہو کر پنکھا پکڑ لیا فرمانے لگے کیا حرج ہے کوئی دیکھتا تھوڑا ہی ہے یہ اس لیے فرمایا کہ اس وقت درجہ میں کوئی تیسرا نہ تھا۔ میں نے عرض کیا کہ دیکھتا تو ہے فرمایا کون دیکھتا ہے میں نے کہا کہ جس کے لیے میں آپ کا ادب کرتا ہوں وہ دیکھتا ہے ہنسنے لگے اور پنکھا چھوڑ دیا۔ ف۔ کیا انتہاء ہے اس بے نفسی کا کہ اپنے چھوٹوں کے ساتھ یہ برتاؤ اور اس سے بڑھ کر یہ کمال ہے کہ جب دیکھا طبیعت پر گرانی ہے تو اپنے ارادہ پر اصرار نہیں فرمایا اور یہ کمال بڑھ کر اس لیے ہے کہ پہلے عمل میں تو اپنے رفیق کے جسم کی رعایت تھی اور دوسرے عمل میں قلب کی رعایت اور ثانی کا اول سے اکمل ہونا ظاہر ہے۔

(۱۴)۔ احقر کو بعض امور اجتہادیہ ذوقیہ متعلقہ معاشرت و انتظام میں رائے کا اختلاف تھا اور اس اختلاف کے ہوتے ہوئے میرا یہ خیال تھا کہ۔ مجھ کو مولانا سے صرف اعتقاد عقلی ہو سکتا ہے۔ انجذاب طبعی نہ ہوگا مگر کیفیت یہ تھی کہ حاضری تو حاضری تصور کرنے سے اس قدر انجذاب ہوتا تھا کہ میری سمجھ میں نہ آتا تھا۔ اور غالباً اسی کا اثر ہوگا کہ خواب میں بھی اگر کبھی زیارت ہوئی تو اسی شان سے ہوئی یہ کھلی دلیل ہے محبوبیت کی کہ محبّ کو گمان بھی نہیں بلکہ احتمال عدم کا ہے مگر طبیعت ہے کہ کھینچی چلی جاتی ہے اور میں اس کو اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحمت اپنے اوپر سمجھتا ہوں کہ اس اختلاف کے ضرر سے مجھ کو محفوظ رکھا۔

نوٹ: از مؤلف اشرف السوانح الحمدللہ احقر کو بھی حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی جانب بعینہ اسی قسم کا انجذاب طبعی عالم بیداری اور عالم رویا میں محسوس ہوتا رہا ہے۔

حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ

حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا گنگوہیؒ کے

www.ahlehaq.org

خلفائے عظام میں سے تھے اور بڑے صاحب فیض و بابرکت بزرگ تھے۔ حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ شاہ صاحب کے ساتھ بھی میرا اعتقاد وجدانی اور غیر استدلالی تھا۔ دل یہی گواہی دیتا تھا کہ شاہ صاحب بزرگ ہیں۔ شاہ صاحب کے اکثر خدام میں سادگی اور دینداری اور انکسار کا ایک خاص رنگ نمایاں ہے جو شاہ صاحب کے صاحب برکت ہونے کی کھلی دلیل ہے۔ حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ اگرچہ شاہ صاحب بہت ہی متواضع تھے لیکن امر حق کہنے میں کسی کا لحاظ نہ فرماتے تھے۔ نگاہیں نیچی کر کے جو کہنا ہوتا صاف صاف فرما دیتے۔ اھ۔ حضرت شاہ صاحبؒ حضرت والا کے ساتھ بہت محبت وعنایت سے پیش آتے تھے اور وعظوں میں نہایت شوق و رغبت سے شرکت فرماتے تھے۔ ایک بار حضرت والا شاہ صاحبؒ کی عیادت کے لیے رائپور حاضر ہوئے۔ مرض سے صحت ہو چکی تھی صرف کمزوری باقی رہ گئی تھی۔ حضرت شاہ صاحبؒ کمرہ کی چھت پر جو خلوت خانہ تھا اس میں قیام فرماتے تھے اور حضرت والا باغ کے صحن میں حضرت شاہ صاحبؒ کو حضرت والا کے آرام کا اس درجہ خیال تھا کہ نیچے تشریف لا لا کر بار بار پوچھتے تھے کہ کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے اور ہر وقت اس کی نگرانی رکھتے تھے کہ کسی قسم کی تکلیف تو نہیں یہاں تک کہ حضرت والا فرماتے ہیں کہ نگرانی کا یہ حال تھا کہ رات کو جس وقت بھی میری آنکھ کھلی دیکھتا ہوں کہ شاہ صاحبؒ موجود ہیں۔ قریب قریب رات بھر یہی مشغلہ رہا۔ کھانے بھی پر تکلف کھلائے اور اپنے ایک خادم کی سفارش فرمائی کہ یہ میرے مخلص دوست ہیں یہ چاول بہت اچھے پکانا جانتے ہیں۔ انہوں نے بڑی محبت سے آپ کے لیے کچھ چاول پکائے ہیں قبول فرمالئے جاویں غرض بڑی ہی عنایت وتوجہ اور تعظیم وتکریم سے پیش آئے۔

بعض ثقات سے معلوم ہوا کہ حضرت شاہ صاحبؒ اپنی بیماری کے زمانہ میں عیادت کرنے والوں کے وقت بے وقت ہجوم سے پریشان ہو کر فرمانے لگے کہ مولانا تھانوی کے اصول بڑی راحت کے ہیں۔

حضرت مولانا صدیق احمد انبیٹھویؒ

حضرت مولانا صدیق احمد صاحب انبہٹوی رحمۃ اللہ علیہ بھی حضرت مولانا گنگوہی ہی

www.ahlehaq.org

قدس سرہٗ العزیز کے خلفاء عظام میں سے تھے اور آپ بھی حضرت والا سے بہت محبت و عنایت کے ساتھ پیش آتے تھے اور باوجود عالم باعمل ہونے کے وعظوں میں شرکت فرماتے تھے۔ آپ کی توجہ وعنایت کا کوئی خاص واقعہ حضرت والا سے نہیں سنا بجز عام عنایت کے تذکرہ کے اور سفر حج کی معیت کے۔ آپ کے ہر دو صاحبزادگان جو اہل علم ہیں اب حضرت والا ہی سے مستفیض ہو رہے ہیں۔

حضرت مولانا احمد حسن امروہیؒ

ادب ولحاظ

حضرت مولانا سید احمد حسن صاحب امروہی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کے بہت محبوب اور ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ اور طریق باطن میں غالباً شیخ العرب والعجم حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ العزیز سے مجاز تھے۔ آپ مشاہیر علماء ہند سے تھے اور آپ کی فصیح وبلیغ تقریر وتحریر اور مہارت مناظرہ شہرہ آفاق تھی۔ آپ کا اور حضرت والا کا مختلف جلسوں میں مختلف مقامات پر بارہا ساتھ ہوا اور دونوں کو تقریر کرنے اور ایک دوسرے کے بیان سننے کا اتفاق ہوا۔ جانبین ایک دوسرے کا بہت ادب ولحاظ فرماتے تھے حالانکہ حضرت والا عمر میں بہت چھوٹے تھے۔

تواضع وخدمت

ایک بار حضرت والا امروہہ میں مولاناؒ کے یہاں مہمان ہوئے۔ اتفاق سے بیت الخلاء پوچھنا بھول گئے۔ پچھلی شب جو قضاء حاجت کی ضرورت پیش آئی تو سخت پریشان ہوئے کہ اس وقت کس سے پوچھا جائے اسی شش وپنج میں تھے کہ یکایک حضرت مولاناؒ گھر میں سے باہر تشریف لے آئے۔ اور دریافت فرمایا کہ استنجے کی ضرورت تو نہیں؟ حضرت والا نے ضرورت ظاہر فرمائی تو پردہ کرا کر زنانخانہ میں لے گئے اور بیت الخلاء میں مولاناؒ خود اپنے دست مبارک سے استنجے کے ڈھیلے اور پانی کا لوٹا رکھ آئے۔ حضرت والا کو سخت گراں گزرا اور بہت پس وپیش کی حالت میں فرمایا کہ یہ ڈھیلے تو تبرک ہوگئے اب استنجا کاہے سے کیا جاوے۔ لیکن مولاناؒ نے بغایت تواضع فرمایا کہ کیا ہوا اگر میں نے ہی رکھ دیئے۔

www.ahlehaq.org

حضرت والا اس واقعہ کو نقل فرما کر فرمایا کرتے ہیں کہ ہماری جماعت میں مولاناؒ بہت ہی نفیس لباس پہنتے تھے جو بظاہر تکلف کی حد تک پہنچا ہوا معلوم ہوتا تھا چنانچہ مجھ کو بھی یہی گمان تھا لیکن اس دن کے واقعہ سے میں مولاناؒ کی تواضع اور بے تکلفی اور سادگی کا بے حد معتقد ہو گیا اور سمجھ گیا کہ مولاناؒ کی خوش لباسی کا منشاء نفاست و لطافت مزاج تھا نہ کہ تکلف۔

حضرت والا حضرت مولاناؒ کے بعض پر لطف مناظرانہ مکالمے جو نو تعلیم یافتوں سے ہوئے تھے نہایت تحسین کے ساتھ نقل فرمایا کرتے ہیں۔

تبارک حاصل کرنا

حضرت مولانا احمد حسن صاحب کانپوری اور حضرت مولانا شاہ محمد حسین صاحب الہ آبادی رحمہما اللہ تعالیٰ جو حضرت والا کے پیر بھائی اور شیخ العرب والعجم حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ العزیز کے خلفاء مجازین میں سے تھے حضرت والا سے نہایت محبت فرماتے تھے۔ گو بعض مسائل اجتہادیہ سماع وغیرہ میں عملی اختلاف بھی تھا۔ مولانا کانپوریؒ کو حضرت والا سے ایسا خاص تعلق تھا کہ ایک دعوت میں حضرت والا کے سامنے کا بچا ہوا کھانا بطور تبرک سب کے سامنے نوش فرمایا حالانکہ مولانا کے علم و فضل کی کانپور میں بہت شہرت تھی اور نہایت وقعت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے اور حضرت والا کا ابتدائی زمانہ تھا اور نو عمر تھے۔ مولانا کو اس وجہ سے اور بھی زیادہ تعلق تھا کہ وہ حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ العزیز کے عاشق زار تھے اور وہ حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ العزیز سے حضرت والا کا نہایت خصوصیت و عنایت کے ساتھ تذکرہ خود سن چکے تھے۔

اپنا معمول بدلنا

حضرت مولانا شاہ محمد حسین صاحب الہ آبادیؒ بھی حضرت والا کا اتنا لحاظ فرماتے تھے کہ ایک شخص نے مولاناؒ کے ساتھ حضرت والا کو بھی کھانے کے لیے مدعو کیا تو چونکہ مولاناؒ صاحب سماع تھے اس لیے اکثر دعوت کو اس شرط پر قبول فرمایا کرتے تھے کہ کھانے کے بعد سماع بھی ہو جس کو وہ اپنی اصطلاح میں غذائے روحانی سے تعبیر فرماتے تھے۔ اس لیے حضرت والا نے قبول دعوت سے عذر فرمایا لیکن داعی نے وعدہ کیا کہ حضرت والا کی موجودگی

www.ahlehaq.org

میں ہرگز مجلس سماع منعقد نہ کی جائے گی ادھر حضرت والا نے یہ رعایت فرمائی کہ کھانے کے بعد جلد ہی رخصت ہونے لگے۔ لیکن جب حضرت والا اٹھے تو مولاناؒ بھی اٹھے اور سواری تک تشریف لائے۔ حضرت والا سمجھے کہ مشایعت کے لیے تشریف لائے ہیں۔ بعد کو واپس ہو کر مجلس سماع میں شرکت فرمائیں گے لیکن ایسا نہیں کیا بلکہ ادھر حضرت والا اپنی سواری میں بیٹھے ادھر مولاناؒ بھی اپنی سواری میں بیٹھ کر رخصت ہو گئے اور اس کو خلاف مروت سمجھا کہ حضرت والا جس مجلس میں شریک نہ ہوں وہ اس میں شریک ہوں کیونکہ اس وقت ایسا کرنا یہ معنی رکھتا کہ گویا مولاناؒ اسی انتظار میں تھے کہ کب یہ یہاں سے جائیں اور کب ہم اپنی مجلس سماع منعقد کریں۔ مولاناؒ کو حضرت والا کی خاطر اس درجہ عزیز تھی کہ اپنے معمول ہی کو بدل دیا۔ سبحان اللہ کیسے مخلص اور بے تعصب حضرات تھے کہ باوجود اختلاف مشرب ایک دوسرے کی اس قدر رعایت فرماتے تھے اور ہر طرح کی دل آزاری سے بچتے تھے۔ آج کل کی طرح نہیں کہ قصداً محض دل آزاری ہی کی غرض سے ایسے امور کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔

بے تکلف مکالمہ

ایک بار مولاناؒ نے ازراہ بے تکلفی حضرت والا سے فرمایا کہ آپ کبھی ردولی شریف تشریف نہیں لاتے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ آپ کبھی لے ہی نہیں چلتے۔ فرمایا میں تو کہہ رہا ہوں چلیے۔ عرض کیا کہ حضرت توجہ فرما کر مجھ میں اہلیت تو سماع کی پہلے پیدا فرما دیں اور اپنا سا بنا دیں تاکہ میں بھی شرکت کا اہل ہو جاؤں۔ درحقیقت لے چلنا تو یہ ہے اس لطیف اور متواضعانہ پیرائے میں یہ بھی ظاہر فرما دیا کہ سماع کے جواز کے کچھ شرائط ہیں جو آپ میں موجود ہوں گے اس لیے آپ سنتے ہیں مجھ میں موجود نہیں اس لیے میں نہیں سنتا۔

حضرت والا کی محبت

حضرت والا جب حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہ' العزیز کے مزار مقدس پر حاضر ہوئے تو مجاوروں سے خاص طور سے پوچھ کر حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف پر بھی بغرض فاتحہ تشریف لے گئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت والا کو اپنے پیر بھائیوں سے کس قدر تعلق ہے۔

www.ahlehaq.org

نسبت کا احترام

اس تعلق پر ایک دوسرا واقعہ یاد آیا کہ جناب مرتضٰی خاں صاحب کا انتقال ہوا جو اصغر علی محمد علی کے کارخانہ عطر واقع لکھنؤ کے مہتمم اور حضرت والا کے پیر بھائی تھے اور حضرت والا سے مثل پیر کے عقیدت اور محبت رکھتے تھے اور ان کے انتقال کی خبر ان کے صاحبزادہ کے عریضہ سے حضرت والا کو بعد ظہر معلوم ہوئی تو حضرت والا نے بہت اظہار غم و افسوس فرمایا اور بعد نماز عصر یہ کہہ کر کہ مرحوم میرے پیر بھائی تھے اور میرے اوپر ان کے بہت حقوق ہیں۔ سب نمازیوں سے مرحوم کے حق میں دعاء مغفرت کرنے کے لیے فرمایا۔

حُسن ظن بھی اور مسلک صحیح کی ترجمانی بھی

اس موقع پر ایک تقریظ جو حضرت والا نے ۵۔ رمضان المبارک ۱۳۵۳ھ کو اپنے ایک محترم پیر بھائی حضرت شیخ الاسلام مولانا انوار اللہ خان صاحب فضیلت جنگ علیہ الرحمۃ استاد حضور نظام دکن خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ کی سوانح حیات مسمیٰ بہ مطلع الانوار مصنفہ علامہ مفتی محمد رکن الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر حسب درخواست جناب ابوالخیر صاحب نظامیہ تحریر فرمائی تھی درج کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے جس سے ظاہر ہوگا کہ حضرت والا کو جہاں مسائل اختلافیہ میں دوسرے مسلک والوں کے ساتھ بھی حسن ظن ہے وہیں اپنے مسلک میں بھی بفضلہٖ تعالیٰ اعلیٰ درجہ کی پختگی حاصل ہے۔ تقریظ ملاحظہ ہو تحریر فرماتے ہیں۔" از ناکارہ آوارہ اشرف علی عفی عنہ بخدمت جامع الفضائل دامت الطافہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ میرے پاس زیادہ وقت نہیں اس لیے بھجوائے ؎

مرا از زلف تو موئے بسند است ہوس را رہ مدہ بوئے بسند است

(میرے لئے تیری زلفوں کا ایک بال ہی کافی ہے، ہوس کو چھوڑیئے خوشبو ہی کافی ہے)

جستہ جستہ مطلع الانوار سے منور ہوا۔ حضرت مولانا۔ میرے پیر بھائی تھے اور بڑے بھائی تھے بڑے ہونے کی حیثیت سے مجھ پر ادب لازم ہے اور بھائی ہونے کی حیثیت سے بے تکلفی کی بھی اجازت ہے۔ ان ہی دو حیثیتوں کو پیش نظر رکھ کر یہ رائے ظاہر کرتا ہوں جو کہ جامع ہے

www.ahlehaq.org

ادب و بے تکلفی کی کہ رسالہ قابل اسوہ حسنہ بنانے کے ہے مگر اعمال و مسائل اختلافیہ کے حصہ کا اس اتخاذ اسوہ سے استثناء رائے کے درجہ میں بعض کے لیے اور عمل کے درجہ میں سب کے لیے اقرب الی الاحتیاط جو عجب نہیں کہ اگر حضرت رحمۃ اللہ علیہ بھی اس معروضہ پر مطلع ہوتے تو اگر مجھ کو ماجور بھی نہ خیال فرماتے تب بھی ماذور بھی نہ سمجھتے بلکہ معذور قرار دیتے۔ باقی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے لیے اور حضرت کی تمام جماعت کے لیے دل سے اور خلوص سے دعا کرتا ہوں۔ **اللھم کن لھم و اجعلھم لک**۔ اور اپنے لیے بھی اسی دعا کا طالب ہوں۔

حضرت مولانا محمد روشن خانؒ

اللہ نے آپ کو مجدد بنایا ہے

حضرت مولانا محمد روشن خاں صاحبؒ مراد آبادی نے جو حضرت مولانا گنگوہیؒ کے خاص خلیفہ مجاز اور بڑے صاحب سوز و گداز بزرگ تھے خود احقر کے سامنے اس وقت جبکہ حضرت والا ممدوح الذکر کے مرض وفات میں بغرض عیادت تشریف لے گئے تھے حالات مرض بیان فرما کر فرمایا کہ خیر یہ تو مرض کے حالات ہیں اب آپ میرے لیے دعا کر دیجئے کہ اللہ تعالیٰ میرا خاتمہ ایمان پر کرے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس صدی کا مجدد بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے فیوض و برکات سے عالم کو منور کرے اور آپ کے ذریعہ سے رسوم و بدعات کا قلع قمع کرے۔ احقر کو یہ الفاظ قریب قریب بعینہا یاد ہیں نہایت جوش کے ساتھ اور آبدیدہ ہو کر متغیر لہجہ میں یہ الفاظ فرماتے تھے۔ حضرت والا گردن جھکائے نہایت عجز و انکسار کے ساتھ سنتے رہے اور پھر ہاتھ اٹھا کر عفو اور عافیت کی دعا فرمائی غالباً یہ دعا تھی۔ **اللھم انا نسئلک العفو والعافیۃ فی الدین و الدنیا و الاخرۃ** اور زبانی فرمایا کہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے عافیت ہی طلب کرنی چاہیے۔

اپنے مرید کو حکم

ممدوح الذکر کے ایک ثقہ مرید بھی خود احقر سے فرماتے تھے کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت والا کے مجدد ہونے کا پورا وثوق تھا یہاں تک کہ مجھ کو خاص طور سے مولانا تھانوی (یعنی حضرت والا) کی

www.ahlehaq.org

خدمت میں یہ ارشاد فرما کر بھیجا تھا کہ ان کے پاس ضرور حاضر ہو وہ اس صدی کے مجدد ہیں۔اھ۔

حضرت مولانا یحییٰ ؒ

اسی طرح جناب مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو حضرت مولانا گنگوہیؒ کے خادم خاص تھے ایک بار احقر سے فرمایا کہ میرا اب تک یہ گمان تھا کہ اس صدی کے مجدد حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ العزیز تھے لیکن اب میرا یہ خیال ہے کہ ہمارے مولاناؒ کا فیض تو خاص تھا اور زیادہ تر آپ سے علماء فیضیاب ہوئے لیکن میں اب دیکھ رہا ہوں کہ مسلمانوں کو اس وقت عام نفع مولانا تھانوی (یعنی حضرت والا) سے بہت پہنچ رہا ہے اس لیے مجددیت کی شان ان میں زیادہ پائی جاتی ہے۔ گو ممکن بلکہ مظنون ہے کہ حضرتؒ کا درجہ مجددیت سے بھی عالی ہو۔

الحمدللہ اپنے اور دیگر سلسلوں کے بزرگوں کی جو عنایات و توجہات حضرت والا پر مبذول رہیں ان کے چند واقعات بطور نمونہ ہدیہ ناظرین کیے جا چکے ان کے مطالعہ سے قارئین کرام کو بخوبی معلوم ہو گیا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے شروع ہی سے حضرت والا کی جانب اکابر اولیاء کے قلوب کو متوجہ فرما دیا تھا اور اہل نظر حضرات نے حضرت والا کے جوہر ذاتی اور استعداد فطری کا اپنے نور بصیرت سے ابتدا ہی میں مشاہدہ فرما لیا تھا اور حضرت والا نے بھی جیسا کہ اس باب کے شروع میں عرض کیا جا چکا ہے ہمیشہ اپنے اکابر کا غایت درجہ ادب و احترام ملحوظ خاطر رکھا یہاں تک کہ حضرت والا اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ الحمدللہ میں کہہ سکتا ہوں کہ میں نے کبھی اپنے کسی بزرگ کو ایک منٹ کے لیے بھی مکدر نہیں کیا اور ایک بار یہ بھی فرمایا کہ میرے پاس نہ علم ہے نہ عمل لیکن اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی نعمت عطا فرما دی ہے جس سے امید ہے کہ شاید نجات ہو جائے یعنی ادب نیز اپنے حضرات اکابر کا ذکر فرما کر موجودہ زمانہ کی روش پر سخت افسوس کا اظہار فرمایا کرتے ہیں کہ طبائع کا بالکل رنگ ہی بدل گیا ہے اور حقائق سے اس قدر بیگانگی ہوگئی ہے کہ سچ جانئے کسی سے بات بھی کرنے کو جی نہیں چاہتا اور کوئی رسمی بزرگ میری نظروں میں ہی نہیں جچتا۔ چونکہ اس زمانہ میں سب حضرات ایک ہی

www.ahlehaq.org

رنگ کے دیکھے ہیں یہ سمجھتا تھا کہ سب بزرگ ایسے ہی ہوتے ہوں گے لہذا ان کی صفات کچھ زیادہ عجیب نہ معلوم ہوتی تھیں لیکن اب جو یاد کرتا ہوں تو ان کی ہر بات آج کل کے اعتبار سے خرق عادت معلوم ہوتی ہے۔اھ۔

حضرت والا اپنے حضرات اکابر کو اور اس زمانہ اخیر و برکت کو یاد فرما فرما کر اکثر یہ مصرح پڑھ دیا کرتے ہیں۔ اذا لناس ناس و الزمان زمان اور یہ شعر بھی۔

حریفاں بادہا خوردند ورفتند تہی خمخانہا کردند ورفتند

(حریفوں نے شراب پی اور چلے گئے، شراب خانہ خالی کر کے چلے گئے)

نیز مقابلۂ عربی کا یہ شعر بھی بہت جوش اور مسرت کے ساتھ پڑھ دیا کرتے ہیں۔

اولئک آبائی فجئنی بمثلھم اذا جمعتنا یا جریر المجامع

احقر اب اس بات کو ختم کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ان حضرات کی محبت اور توفیق اتباع طلب کرتا ہے جس کا اس زمانہ میں اکمل و اسہل ذریعہ حضرت والا کی تقلید ہے جن کی ذات بابرکات میں ان حضرات اکابر کی ساری صفات بفضلہٖ تعالیٰ نمایاں طور پر مجتمع ہیں۔

چند خاص معاصرین

الحمدللہ اس باب کا جو اصل موضوع تھا وہ تو ختم ہوا اب حضرت والا کے بعض مخصوص معاصرین کے اسماء گرامی بھی ذیل میں درج کیے جاتے ہیں جن کو حضرت والا کے ساتھ خاص خصوصیت تھی اور جن کا حضرت والا کے ساتھ برتاؤ باوجود معاصر یا ہم سبق اور ہم عمر ہونے کے مساویانہ نہیں بلکہ نہایت عقیدت مندانہ اور مؤدبانہ تھا۔

ہر چند ان حضرات کی عنایات کا ذکر بمقابلہ ذکر عنایات بزرگان مذکورین ایک حیثیت سے دقت استدلال میں کم درجہ رکھتا ہے کیونکہ یہ حضرات بلحاظ شہرت عموماً اس درجہ کے نہیں سمجھے جاتے لیکن دوسری حیثیت سے ان حضرات کی عنایت و اعتقاد زیادہ قابل اعتناء ہے۔ کیونکہ بزرگوں کی عنایات میں تو یہ احتمال بھی ہوسکتا ہے کہ محض شفقت پر مبنی ہوں مگر معاصرین میں یہ احتمال ہی نہیں کیونکہ معاصرت میں عموماً منافست اور برابری میں عادتاً آزادی ہوا کرتی ہے اور یہی امتیاز اس ضم ضمیمہ کا داعی بھی ہوا ہے لیکن حضرت والا کے ساتھ

www.ahlehaq.org

ان حضرات کے معتقدانہ اور مؤدبانہ برتاؤ کے واقعات لکھنے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی کیونکہ اس برتاؤ کے مشاہدہ کرنے والے اس وقت بکثرت موجود ہیں۔

اس ضروری عرضداشت کے بعد ان حضرات کے اسماء گرامی ذیل میں تحریر کیے جاتے ہیں۔

(۱)۔ جناب حافظ احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق مہتمم مدرسہ عالیہ دیوبند صاحبزادہ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

(۲)۔ جناب حکیم مسعود احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ صاحبزادہ قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

(۳)۔ جناب مولانا حبیب الرحمٰن صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ سابق نائب مہتمم مدرسہ عالیہ دیوبند۔

(۴)۔ جناب مولانا سید اصغر حسین صاحب دیوبندی سلمہم اللہ تعالیٰ مدرس عالیہ دیوبند۔

(۵)۔ جناب مولانا محمد یٰسین صاحب دیوبندی سلمہم اللہ تعالیٰ سابق مدرس مدرسہ عالیہ دیوبند

(۶)۔ جناب مولانا حاجی شفیع الدین صاحب مہاجر مکی سلمہم اللہ تعالیٰ۔

خادم خاص و خلیفہ مجاز حضرت شیخ العرب والعجم حاجی شاہ امداد اللہ صاحب قدس سرہٗ العزیز ان سب حضرات معاصرین میں بلحاظ شہرت سب سے بڑے جناب حافظ احمد صاحب اور جناب مولانا حبیب الرحمٰن صاحب رحمہما اللہ تعالیٰ تھے ور انہی کا برتاؤ حضرت والا کے ساتھ سب سے زیادہ عقیدت اور ادب اور عظمت کا تھا حالانکہ وہ حضرت والا کے ہم سبق تھے بایں وجوہ ان کا حضرت والا کے ساتھ معاملہ قوت استدلال میں سب سے بڑھ کر ہے۔ تمت الضمیمہ۔

www.ahlehaq.org
www.ahlehaq.org

باب سیزدہم

''شرف بیعت واستفاضۂ باطنی''

ازلی سعادت مندی

اوراق ماسبق میں جو واقعات وحالات بیان کیے جا چکے ہیں ان سے بخوبی واضح ہو چکا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے حضرت والا کو تجدید دین اور اصلاح امت محمدیہ علیٰ صاحبہا السلام والتحیہ ہی کی مہتم بالشان خدمت سپرد کرنے کے لیے پیدا فرمایا ہے چنانچہ ابتداء تولد ہی سے بلکہ اس سے بھی قبل سے اس کے آثار کالشمس فی نصف النہار نمایاں ہیں۔ یہ بہ تفصیل بیان کیا جا چکا ہے کہ ابھی حضرت والا عالم ارواح ہی میں تھے کہ ایک برگزیدہ بزرگ اور مسلم الثبوت صاحب خدمت مجذوب حضرت حافظ غلام مرتضیٰ صاحب پانی پتیؒ کو اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کے عالم وجود میں آنے کے لیے خاص طور سے متوجہ دعا فرما دیا اور قبل استقرار حمل ہی نام نامی بھی انہیں بزرگ کی زبان مبارک سے تجویز کرا دیا۔ حضرت والا کی ولادت باسعادت کی پیشین گوئی اور نام مبارک کے ملہم من اللہ ہونے کی۔ یہ صریح دلیل ہے کہ پیشین گوئی اس حالت میں فرمائی گئی کہ حضرت والا کے والدین شریفین بالکل مایوس الاولاد ہو چکے تھے اور جب حضرت حافظ صاحب نے بحالت حمل حضرت والا کا نام مبارک تجویز فرمایا تو ایک اور بی بی صاحبہ نے بھی جن کی بہو حاملہ تھیں اپنے پوتے کا نام تجویز کر دینے کی درخواست کی مگر حافظ صاحبؒ نے نہایت تُرشروئی کے ساتھ بایں الفاظ انکار فرما دیا کہ کیا میں جاٹ ہوں جو نام رکھتا پھروں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت والا کے متعلق قبل ولادت ہی پیشین گوئی فرمانا اور نام بھی تجویز فرما دینا بہ الہام غیبی اور بر بناء اختصاص تھا۔ غرض حضرت والا کی جانب بزرگوں کو خاص الخاص توجہ شروع ہی سے رہی جس کا مفصل ذکر تحت عنوان ''لقائے بزرگان ودعائے بزرگان'' بھی کیا جا چکا ہے اور حضرت والا کی تربیت ظاہری وباطنی

www.ahlehaq.org

کا بہتر سے بہتر سامان شروع ہی سے اللہ تعالیٰ نے جمع فرما دیا۔ اس طرح کہ (جیسا ابھی بیان کیا گیا) ایک صاحب خدمت مجذوب بزرگ کی دعا سے معرض وجود میں آئے اور ابتدائے تولد ہی سے ان کی روحانی مجذوبانہ توجہ شامل حال رہی جس کے آثار بصورت انجذاب الی الحق و انقطاع عن الخلق اب تک موجود ہیں اور روز افزوں ہیں۔ پھر صاحب نسبت والدہ مشفقہ کی آغوش میں پرورش پائی اور اعلیٰ درجہ کے عاقل و مدبر والد شفیق کے زیر تربیت رہے۔ نیز غزالی و رازی وقت اساتذہ سے علم ظاہری حاصل فرمایا جن میں سے خاص خاص اساتذہ اعلیٰ درجہ کے صاحب باطن اور کامل و مکمل شیخ بھی تھے اور ہر ہر فرد اپنے قانون خاصہ میں ماہر و یگانہ روزگار تھا۔ ان سب نعمتوں کی بقدر ضرورت تفصیل بیان کی جا چکی ہے۔

نعمت عظمیٰ

اب اس باب میں اس نعمت عظمےٰ کی تفصیل بیان کی جاتی ہے جو گویا میزان الکل ہے۔ سب مذکورہ بالا نعمتوں کی کہ وہ سب نعمتیں اسی نعمت کی طرف راجع اور اسی نعمت کی تمہیدات تھیں۔ وہ نعمت شرف بیعت ہے شیخ العرب والعجم امام طریق نمونہ سلف جنید زمان شبلی دوران شیخ العلماء والمشائخ حضرت حاجی شاہ امداد اللہ صاحب تھانوی چشتی صابری مہاجر مکی قدس سرہٗ العزیز چونکہ حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ العزیز کی ذات والا صفات شہرہ آفاق ہے اس لیے ہرگز احتیاج تعارف نہیں آپ کی شان عالی (بقول راس الاتقیاء حضرت مولانا شاہ مظفر حسین صاحب کاندھلوی قدس سرہ‘ العزیز جن کی شہادت بہت ہی بڑے پایہ کی شہادت ہے) بالکل اکابر سلف کی سی تھی گو پیدا اس زمانہ میں ہوئے تھے (نقلہ القاری محمد علی خان الجلال آبادی عفی عنہ) صدہا علماء کبار بلکہ دوسرے سلسلوں کے مشائخ ذوی الاقتدار نے بھی حضرت حاجی صاحبؒ سے شرف بیعت حاصل کرنے کو اپنا فخر سمجھا لہذا بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ ایسا محقق و جامع شریعت و طریقت اور مرجع العلماء والمشائخ شیخ اس زمانہ میں کوئی نہیں گزرا۔ عرب و عجم کے بالخصوص ہندوستان کے جتنے چیدہ چیدہ اور مشہور و مسلم زمانہ علماء تھے۔ سب قریب قریب حضرت حاجی صاحب قدس سرہ‘ العزیز کے حلقہ غلامی میں داخل تھے۔ اور خوان امداد اللّٰہی کے ہی زلہ ربا تھے چنانچہ حضرت والا بھی انہیں

www.ahlehaq.org

اخص الخواص حلقہ بگوشان امدادیہ میں سے ہیں جن کو اخص الخواص حضرات میں بھی بعض حیثیتوں سے خاص الخاص امتیاز حاصل ہے۔

غیبی اشارہ

حضرت والا کے دیگر مراحل دینیہ کی طرح شرف بیعت کی تحصیل اور استفاضۂ باطنی کی تکمیل بھی منجاب اللہ عجیب وغریب طور پر واقع ہوئی اور یہاں بھی امداد الٰہی غیب سے اس طرح شامل حال ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت حاجی صاحب ممدوحؒ جیسے شیخ المشائخ اور دنیا میں بے نظیر مربی باطن کو خود بخود حضرت والا کی جانب ابتدا ہی سے متوجہ فرما دیا۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ابھی حضرت والا کمسن ہی تھے اور مدرسہ دار العلوم دیوبند میں طالب علمی ہی فرما رہے تھے کہ اعلیٰ حضرت شیخ العرب والعجم نے حضرت والا کے والد ماجد کو مکہ معظمہ سے کہلا بھیجا کہ تم حج کو آؤ اور جب آؤ تو اپنے بڑے لڑکے کو بھی اپنے ہمراہ لیتے آنا حالانکہ حضرت حاجی صاحبؒ حضرت والا کی ولادت با سعادت سے بھی بہت پہلے ہندوستان سے ۔ہجرت فرما چکے تھے اور حضرت والا سے کسی قسم کا بھی تعارف ظاہر نہ تھا۔ البتہ چونکہ حضرت حاجی صاحبؒ غایت محبت وشفقت سے اپنے وطن اور وطن والوں کے حالات حجاج سے دریافت فرماتے رہتے تھے اس لیے گمان ہوتا ہے کہ کسی سے حضرت والا کے متعلق بھی فی الجملہ کچھ سن لیا ہوگا لیکن ظاہر ہے کہ کم عمری اور طالب علمی کے زمانہ کے حالات ہی ایسے کیا ہوں گے جن کو اتنے دور و دراز مقام پر اس قدر اہتمام اور تفصیل کے ساتھ پہنچایا گیا ہو کہ جس سے حضرت حاجی صاحبؒ کو غائبانہ اتنا شدید تعلق پیدا ہو گیا ہو کہ بلا تعارف از خود مکہ معظمہ بلانا چاہا۔ لہذا حضرت حاجی صاحبؒ کی یہ یاد فرمائی یقیناً کسی اشارہ غیبی یا کشش معنوی ومناسبت باہمی کی بناء پر تھی بقول حضرت حافظؒ

من از آں حسن روز افزوں کہ یوسف داشت دانستم کہ عشق از پردہ عصمت بروں آرد زلیخا را

(میں نے حضرت یوسفؑ کے روز بڑھنے والے حسن سے یہ سمجھ لیا ہے کہ عشق زلیخا کو عصمت کے پردے سے باہر نکال لاتا ہے)

اس کی تصدیق اس امر مشاہد سے بھی ہوتی ہے کہ جس خاص وضاحت وبسط وعموم کے

www.ahlehaq.org

ساتھ حضرت حاجی صاحبؒ کے علوم و معارف عالیہ کی تشہیر و اشاعت اور سلوک امدادیہ کے طریق انیق کی تنویر و اراءت بعونِ اللہ تعالیٰ حضرت والا کی ذات بابرکات سے ہوئی۔ اور روز افزوں ہو رہی ہے۔ ویسی کسی اور سے ظہور پذیر نہیں ہوئی اور یہ امر بالکل ظاہر ہے کسی کو گنجائش انکار نہیں۔ نیز خود حضرت حاجی صاحب نے حضرت والا سے بارہا فرمایا کہ بس تم پورے پورے میرے طریق پر ہو اور جب کبھی کوئی تحریر یا تقریر دیکھنے یا سننے کا اتفاق ہوتا تو فرماتے کہ جزاکم اللہ تم نے تو بس میرے سینہ کی شرح کر دی اور اگر بدوران تقریر علوم و معارف حاضرین مجلس میں سے کوئی مضمون ارشاد فرمودہ پر کچھ سوال کرتا تو حضرت والا کی جانب اشارہ فرما کر فرما دیتے کہ ان سے پوچھ لینا یہ خوب سمجھ گئے ہیں۔ اھ۔ حضرت والا کی یہی مناسبت تامہ فطریہ اور اہلیت مقدرہ متوقعہ اور محبوبیت عامہ ازلیہ جس کو اصطلاح صوفیہ میں مرادیت سے تعبیر کرتے ہیں۔ اصل بناء تھی حضرت حاجی صاحبؒ کی غیبی کشش توجہ کی۔

غرض حضرت حاجی صاحبؒ نے حضرت والا کو از خود بلا تعارف ظاہری مکہ معظّمہ میں یاد فرمایا جیسا ابھی اوپر بیان کیا گیا ہے۔ سچ ہے۔

تشنگان گر آب جویند از جہاں آب ہم جوید بعالم تشنگاں

(پیاسے اگر جہان میں پانی ڈھونڈتے ہیں تو پانی بھی پیاسوں کی تلاش میں ہے)

آغازِ سفر

چونکہ بمصلحت اشاعت علوم و معارف امدادیہ حضرت والا کا حضرت حاجی صاحبؒ سے تعلق بیعت روز ازل ہی سے مقدر ہو چکا تھا اس کا غیب سے اس طرح سامان شروع ہوا کہ ایک بار حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ العزیز کسی ضرورت سے مدرسہ دیوبند تشریف لائے حضرت والا زیارت کرتے ہی غایت اشتیاق میں بغرض مصافحہ دوڑے تو ان اینٹوں کی وجہ سے جو اس وقت وہاں نو درہ کی تعمیر کے لیے پڑی ہوئی تھیں حضرت والا کا پاؤں بے اختیار پھسلا اور زمین پر گرنے ہی کو تھے کہ حضرت مولاناؒ نے فوراً ہاتھ پکڑ کر سنبھال لیا۔ حضرت والا کو حضرت مولاناؒ کی زیارت ہوتے ہی اس قدر کشش اور عقیدت ہوئی کہ بقول حضرت والا باوجود اس وقت حقیقت و غایت بیعت بھی نہ سمجھنے کے مولاناؒ سے بیعت کی

www.ahlehaq.org

درخواست کی۔ مولاناؒ نے اس بناء پر کہ بزمانہ طالب علمی شغل باطن مخل تحصیل علم ہوگا انکار فرما دیا۔ اس واقعہ کا مفصل ذکر خود حضرت والا نے حضرت مولانا گنگوہیؒ کے تذکرہ موسومہ ''یادیاراں'' میں درج فرمایا ہے جس کو تفصیل کا شوق ہو وہاں دیکھ لے۔

شیخ المشائخ کی خدمت میں عریضہ

اس واقعہ کے بعد قریب ہی جب حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہٗ العزیز ۱۲۹۹ھ میں تیسری بار حج کو تشریف لے جانے لگے تو حضرت والا نے حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں اس مضمون کا عریضہ لکھ کر غالباً خود مولاناؒ ہی کے ہاتھ بھیجا کہ مولاناؒ سے میں نے بیعت کے لیے عرض کیا تھا انہوں نے انکار فرما دیا آپ مولانا سے فرما دیں کہ مجھ کو بیعت کر لیں۔

غائبانہ بیعت

وہاں آپس میں جو بھی گفتگو ہوئی ہو اس کا علم نہیں لیکن حضرت حاجی صاحبؒ نے جن پر گویا یہ موقع منکشف تھا جیسا بہ تفصیل اوپر ظاہر کیا جا چکا ہے بجائے مولانا سے بیعت کر لینے کی سفارش فرمانے کے حضرت والا کو خود ہی شرف بیعت سے غائبانہ مشرف فرما لیا اور اب معلوم ہوا کہ مولاناؒ کے انکار بیعت میں یہ قدرتی سبب بھی در پردہ کارفرما تھا کہ حق تعالیٰ شانہ نے حضرت والا کو حضرت شیخ العرب والعجم ہی کے حصہ میں آنے کے لیے اور علوم و معارف امدادیہ کو بہ توضیح و تنقیح تام و بہ تفصیل و تسہیل تمام شرقاً و غرباً پھیلانے کے لیے پہلے سے منتخب فرما رکھا تھا بمصداق ع۔ چن لیا لاکھوں میں تجھ کو انتخاب ایسا تو ہو۔ پھر کسی اور سے مستقلاً کیونکر متعلق ہو سکتے تھے۔ اس کی تصدیق اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت والا کے ایک اور ہم سبق طالب علم نے بھی اسی دوران میں حضرت مولانا گنگوہیؒ سے بیعت کی درخواست کی تو ان سے انکار نہیں فرمایا اور ان کو بیعت کر لیا جس سے حضرت والا کو اور بھی حسرت ہوئی۔

اور ہر چند حضرت والا کا تعلق بیعت براہ راست حضرت حاجی صاحبؒ سے تھا لیکن حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ العزیز کے ساتھ بھی حضرت والا کا اعتقاد قلبی جو اول ہی نظر میں بہ شدت قائم ہو کر راسخ ہو چکا تھا اور جو باعث ہوا تھا حضرت مولاناؒ سے درخواست بیعت کا وہ برابر

www.ahlehaq.org

قائم رہااور حضرت والا نے ہمیشہ حضرت مولانا گنگوہیؒ کو مثل اپنے مرشد ہی کے سمجھا اور حسب ضرورت مشکلات ظاہری و باطنی یعنی علمی و عملی میں مولاناؒ سے بے تکلف مریدانہ طور پر ہی رجوع فرماتے رہے جیسا کہ بعد کے حالات میں مذکور ہوگا اور حضرت مولاناؒ بھی ہمیشہ بلحاظ شفقت مریدوں کا سا اور بلحاظ احترام پیر بھائیوں کا سا معاملہ فرماتے رہے۔اس امر کی تصدیق کہ مشیت خداوندی نے حضرت والا کو حضرت حاجی صاحبؒ ہی کے حصہ میں آنے کے لیے منتخب فرمالیا تھا اس سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت حاجی صاحبؒ نے قبل تعارف ظاہری ہی حضرت والا کو بذریعہ حضرت والا کے والد ماجد کے مکہ معظمہ طلب فرمایا تھا جیسا عنقریب بیان کیا گیا۔

حج کے لئے روانگی

اس طلبی پر لبیک کا موقع اس طرح غیب سے پیدا ہوا کہ مدرسہ دیوبند کی طرف تجارت کی ایک کمپنی قائم کی گئی جس میں ایک شخص پانچ سو روپیہ سے زیادہ کے حصے لینے کا مجاز نہ تھا حضرت والا کے والد ماجد ماشاء اللہ متمول تھے اس لیے انہوں نے زیادہ روپیہ کی شرکت کرنی چاہی۔لہذا اس کی یہ صورت کی کہ پانچ سو روپیہ کے حصے تو اپنے نام سے لیے اور پانچ سو کے حصے حضرت والا کے نام سے اور پانچ سو کے اپنے چھوٹے صاحبزادے منشی اکبر علی صاحب کے نام سے اور اس طرح بجائے پانچ سو کے مجموعے کے ڈیڑھ ہزار روپیہ کی رقم مختلف ناموں سے کمپنی میں داخل کی۔کچھ عرصہ کے بعد اس رقم کو بمصلحت واپس لے لیا گیا۔جب حضرت والا کو اس کا علم ہوا تو چونکہ حضرت والا کو بفضلہٖ تعالیٰ شروع ہی سے اتباع شریعت مقدسہ اور پابندی مسائل دینیہ کا نہایت درجہ اہتمام ہے اس لیے اپنے والد ماجد سے دریافت کیا کہ آیا یہ پانچ سو روپیہ جو میرے نام سے آپ نے جمع کیے تھے اور اب واپس لے لیے ہیں میری ملک ہیں یا آپ کی؟ والد ماجد نے جواب تحریر فرمایا کہ ابھی تک تو یہ رقم میری ہی ملک تھی اور تمہارا نام محض مصلحۃً درج کرادیا گیا تھا لیکن اب میں اس رقم کو دراصل تمہاری ہی ملک قرار دیتا ہوں۔اس پر حضرت والا نے لکھا کہ پھر اس رقم کی زکوٰۃ بھی میرے ذمہ واجب ہے۔اور اب حج بھی میرے اوپر فرض ہوگیا چنانچہ والد ماجد نے

www.ahlehaq.org

زکوٰۃ ادا کرنے کے لیے تو نقد روپیہ بھیج دیا اور حج کے لیے فرمایا کہ میں تمہاری چھوٹی بہن (یعنی والدہ صاحبہ مرحومہ مولانا سعید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ و مولانا ظفر احمد صاحب مدت فیوضہم ۱۲ منہ) کے عقد سے فارغ ہو کر آئندہ سال حج کے لیے جاؤں گا۔ اس وقت تم بھی ساتھ چلنا۔ یہ اس لیے فرمایا کہ بوجہ غایت شفقت و محبت حضرت والا کا تنہا جانا گوارا نہ تھا۔

حضرت والا باوجود اس کے کہ اپنے والد ماجد کا غایت درجہ ادب فرماتے تھے اور ڈرتے بھی تھے لیکن ناز کے موقعوں پر ناز بھی فرماتے تھے۔ جب والد ماجد نے آئندہ سال تک انتظار کرنے کے لیے فرمایا تو عرض کیا کہ آپ مجھے یہ لکھ کر دے دیجئے کہ تم چار سال تک ضرور زندہ رہو گے اس پر والد صاحب نے فرمایا کہ یہ میں کیسے لکھ سکتا ہوں۔ حضرت والا نے عرض کیا کہ حج تو میرے ذمہ فرض ہو چکا ہے اور زندگی کا کچھ اعتبار نہیں نیز تاخیر بلا عذر شرعی جائز نہیں اس لیے مجھے تو اسی سال حج کرنا ضروری ہے۔ اس پر والد صاحب نے نہایت عجلت کر کے شوال ہی میں اپنی صاحبزادی کا عقد کر دیا اور ابھی تقریب کی پوری رسوم بھی ادا نہ ہونے پائی تھیں کہ حج کو مع حضرت والا روانہ ہو گئے۔

سمندر کی طغیانی

وہ زمانہ سمندر کی طغیانی کا تھا۔ جب غازی آباد کا اسٹیشن آیا تو وہاں والد صاحب کے ایک ملاقاتی تحصیلدار ملے۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ حج کو جا رہے ہیں تو کہا کہ آپ کو کچھ خبر بھی ہے دریا میں آج کل سخت تلاطم ہے اور طوفان کی متواتر خبریں آ رہی ہیں۔ والد صاحب نے فرمایا کہ بھائی اب تو ہم جا ہی رہے ہیں۔ اللہ مالک ہے دعا کیجئے۔ یہ تو حضرت والا کے والد صاحب نے فرمایا اور حضرت والا نے نہایت جوش کے ساتھ یہ شعر پڑھا۔

چہ غم دیوار امت را کہ باشد چوں تو پشتیباں　　　چہ باک از موج بحر آں را کہ دارد نوح کشتیباں

(جب آپ جیسا مضبوط کرنے والا ہو تو امت کی دیوار کا کیا غم ہے، اس آدمی کو سمندر کی لہر سے کیا خوف ہو سکتا ہے جس کی کشتی کو چلانے والے حضرت نوحؑ ہوں)

غرض حضرت والا مع اپنے والد ماجد کے نہایت ذوق و شوق کے ساتھ ادائے فریضہ

www.ahlehaq.org

حج کے لیے روانہ ہوئے۔ دریا میں واقعی سخت تلاطم تھا۔ یہاں تک کہ جہاز جس کا نام حیدری تھا اور جو بوجہ چھوٹا ہونے کے طوفانی موجوں کی ٹکروں کو سہار نہ سکتا تھا اتنا اتنا جھک جاتا کہ اس کا جنگلہ سطح سمندر کے قریب آ آ جاتا اور غرق کا اندیشہ ہو ہو جاتا اور اتنی اتنی بلند موجیں اٹھتیں کہ چھتری کے اوپر سے ہو ہو کر گزر جاتیں اور تمام مسافروں اور اسباب کو شرابور کر جاتیں۔ کارکنان جہاز بڑے اہتمام اور مستعدی سے چل پھر کر ہر وقت روک تھام دیکھ بھال اور بست وکشاد میں مشغول رہتے تھے اور حجاج دعاؤں اور الحاح وزاری میں۔

اطمینانِ قلب

حضرت والا فرماتے ہیں کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جارہے تھے الحمدللہ باوجود اندیشہ غرق کے قلب میں وحشت اور پریشانی مطلق نہ تھی۔ اسی ضمن میں یہ بھی فرمایا کہ حجاج کی دعاؤں پر کم بخت بددین کارکنان جہاز ہنستے تھے اور کلمات کفریہ بکتے تھے۔ نعوذ باللہ نعوذ باللہ کہتے تھے کہ اللہ میاں کیا کریں گے جب جہاز کی چال ہی ایسی ہے۔ یہ بھی افسوس فرمایا کہ بعض مسلمانوں کو دیکھا کہ ایسی حالت میں بھی غیر خدا ہی کو پکارتے تھے مثلاً بڑے پیر صاحب کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جیسی کہ عادت پڑی ہوئی تھی۔

مکہ معظّمہ حاضری

غرض بفضلہٖ تعالیٰ حضرت والا مع اپنے والد صاحب کے بخیر و عافیت مکہ معظّمہ حاضر ہوگئے۔ ادب وعظمت ارض پاک حرم محترم کا اس قدر غلبہ تھا کہ شروع شروع تو وہاں تھوکتے ہوئے بھی تامل ہوتا تھا۔ اور جس وقت بیت اللہ شریف پر اول بار نظر پڑی ہے اس وقت ایسی کیفیت شوقیہ انجذابیہ پیدا ہوئی کہ حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ ایسی کیفیت میرے اوپر کبھی عمر بھر طاری نہیں ہوئی۔

حضرت حاجی صاحبؒ کا چھ ماہ ٹھہر جانے کو فرمانا

حضرت والا کی آمد سے حضرت حاجی صاحبؒ بہت مسرور ہوئے اور بعد فراغ حج و زیارت مدینہ منورہ از خود حضرت والا سے فرمایا کہ تم میرے پاس چھ مہینے رہ جاؤ۔ حضرت

www.ahlehaq.org

والا نے اپنے والد ماجد سے اجازت چاہی لیکن ان کی شفقت پدری نے مفارقت گوارا نہ کی۔ حضرت والا نے حضرت حاجی صاحبؒ کے حضور میں بصد افسوس عرض کیا کہ والد صاحب اجازت نہیں دیتے۔ بر بناء غایت اتباع شریعت فرمایا کہ والد کی اطاعت مقدم ہے۔اس وقت چلے جاؤ پھر دیکھا جائے گا۔

دست بدست بیعت

حضرت والا کو جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے حضرت حاجی صاحبؒ نے قبل حج ہی بذریعہ خط از خود بیعت غائبانہ سے مشرف فرمالیا تھا پھر حاضری مکہ معظّمہ پر دست بدست بھی بیعت کا شرف بخش دیا نیز حضرت والا کے والد ماجد بھی اسی سفر حج میں حضرت حاجی صاحبؒ سے مشرف بیعت ہو گئے حضرت والا کے والد ماجد نہایت مخلص اور پرانے زمانہ کے بے تکلف بزرگ تھے اس وقت جبکہ چند دیگر معتقدین حضرت حاجی صاحبؒ سے بیعت ہو رہے تھے۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے بر بناء درخواست سابق ان سے یعنی حضرت والا کے والد ماجد سے بھی فرمایا کہ میاں عبدالحق تم بھی مرید ہونے کو کہتے تھے آؤ تم بھی آ جاؤ۔تو آپ کس سادگی سے فرماتے ہیں کہ نا حضرت نا میں ابھی مرید نہیں ہوتا میں تو بعد میں ہوں گا۔عجیب ادا تھی کہ پیر تو کہہ رہے ہیں کہ مرید ہو جاؤ اور آپ ہیں کہ انکار کر رہے ہیں لیکن یہ انکار بھی سراسر ادب واخلاص ومحبت پر مبنی تھا جیسا کہ ابھی معلوم ہوا جاتا ہے۔

فوراً ایک بڑی سینی میں بہت سی مٹھائی منگائی اور اس کو لے کر مع ایک خوبصورت عمامہ اور پچیس روپیہ کے حاضر خدمت ہوئے اور نہایت ادب کے ساتھ پیش کر کے بیعت کی درخواست کی بس اس سامان کا انتظار تھا۔اس وقت یہ سامان مہیا نہ تھا اس لیے تاخیر بیعت کی درخواست کر دی تھی اس زمانہ کے لوگوں میں چونکہ عموماً خلوص غالب تھا اور تصنع نام کو نہ ہوتا تھا جیسا کہ خود اس واقعہ کی مجموعی ہیئت ہی سے مترشح ہو رہا ہے۔لہذا حضرت حاجی صاحبؒ نے نہایت مسرت کے ساتھ یہ سب تحائف قبول فرما کر بیعت سے مشرف فرمالیا اور مٹھائی حاضرین میں تقسیم کر دی گئی۔چونکہ حضرت والا کے والد ماجد کا سلسلہ بیعت خود بھی مقصود بالبیان تھا نیز یہ واقعہ فوائد مختلفہ

www.ahlehaq.org

پر مشتمل تھا اور اس کا وقوع اسی سفر حج میں ہوا جس میں خود حضرت والا کو بھی حضرت حاجی صاحبؒ سے دست بدست شرف بیعت حاصل ہوا تھا اس لیے ضمناً بیان کر دیا گیا۔

یکے بعد دیگرے مراغل دینیہ کا طے ہونا

حضرت والا کا یہ پہلا سفر حج تھا اور یہ اسی سال ہوا جس سال حضرت والا فارغ التحصیل ہونے کے بعد ہی مدرس ہو کر کانپور تشریف لائے تھے۔ یعنی آخر صفر ۱۳۰۱ھ میں تو حضرت والا کانپور تشریف لائے اور اس کے بعد شوال ہی میں یہ مبارک سفر ہو گیا۔ غرض حق تعالیٰ شانہ نے حضرت والا کے سارے مراحل دینیہ پے در پے اور بسہولت طے کرا دیئے اس طرح کہ بزمانہ طالب علمی ہی ۱۲۹۹ھ میں جبکہ سن شریف صرف ۱۹ سال تھا غائبانہ شرف بیعت بذریعہ خط حاصل ہوا۔ پھر ۱۳۰۰ھ میں جبکہ تقریباً بیس سال ہی کی عمر تھی تحصیل علوم ظاہری سے فراغ نصیب ہوا۔ فوراً ہی اشاعت علوم ظاہری کی صورت پیدا ہو گئی اور صرف ۱۳۰۱ھ میں یعنی حسن اتفاق سے اس چودھویں صدی کے بالکل شروع ہی میں جس کا حضرت والا کو اللہ تعالیٰ نے حدیث مشہور کی بعض تفاسیر پر مجدد بنایا ہے مدرس ہو کر کانپور تشریف لے آئے اور عمومی وخصوصی فیض رسانی مخلوق میں بذریعہ درس و وعظ مشغول ہو گئے پھر اسی سال زیارت حرمین شریفین اور زیارت حضرت پیر و مرشد و بیعت دست بدست سے مشرف ہو گئے اور ۱۳۰۲ھ میں واپس آ کر پھر بدستور سابق نشر علوم ظاہری و تبلیغ احکام خداوندی میں بذریعہ درس و وعظ نہایت تندہی و مستعدی کے ساتھ ہمہ تن مشغول ہو گئے اور ۱۳۰۷ھ تک زیادہ تر یہی شغل علمی رہا۔

شیخ سے خط و کتابت

گو اس درمیان میں ذکر و شغل بھی جاری رہا اور حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے خط و کتابت بھی ہوتی رہی لیکن چونکہ اس زمانہ میں زیادہ تر علمی مشغلہ تھا اس لیے شروع کی خط و کتابت میں عام مضامین ہی پائے جاتے ہیں جیسا کہ مکتوبات امدادیہ سے معلوم ہوتا ہے۔ جو مجموعہ ہے ان خطوط کا جو حضرت حاجی صاحبؒ نے حضرت والا کو جواباً یا ابتداءً تحریر فرمائے ہیں

www.ahlehaq.org

چنانچہ مکتوب اول مورخہ ۲۲۔ ربیع الثانی ۱۳۰۳ھ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت والا نے حضرت حاجی صاحبؒ کو اپنے ایک دور کے عزیز صاحب کے انتقال کی خبر کی تھی اور مکتوب دوم مورخہ ۱۹۔ رجب المرجب ۱۳۰۴ھ سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت والا نے حضرت حاجی صاحبؒ سے اپنے مدرسہ کی سرپرستی قبول فرمانے کی درخواست کی تھی جس کا نہایت مناسب جواب درج مکتوب ہے۔ مکتوب سوم مورخہ ۱۲۔ ربیع الثانی ۱۳۰۶ھ میں حضرت حاجی صاحبؒ نے حضرت والا کے ترک شغل طبابت اور عود شغل درس وتدریس پر بہت اظہار مسرت فرمایا ہے۔

ذکر و شغل

غرض ان تینوں مکتوبات میں عام مضامین ہیں خاص ذکر و شغل کے متعلق مضامین مکتوبات چہارم مورخہ ۲۲۔ محرم ۱۳۰۸ھ سے شروع ہوتے ہیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ ذکر و شغل کی طرف خاص توجہ اس کے قریب یعنی ۱۳۰۷ھ میں ہوئی گو جیسا ابھی بیان کیا گیا اس سے قبل بھی ذکر و شغل میں مشغول رہے چنانچہ حضرت والا کا بھی ارشاد ہے کہ مجھ سے کبھی ہوتو کچھ نہ سکا لیکن ذکر و شغل کا شوق اور ہوس شروع بیعت ہی سے رہی۔ (جو بذریعہ خط ۱۲۹۹ھ میں اور دست بدست ان ۱۳۰۱ھ میں واقع ہوا ۱۲ مؤلف) اور اس سے بالکل خالی میں کبھی نہیں رہا۔ اھ۔

طریق باطن سے لگاؤ

مؤلف عرض کرتا ہے کہ بعد بیعت تو ذکر و شغل سے کیا خالی رہتے حضرت والا تو نابالغی ہی میں تہجد پڑھتے تھے جیسا کہ باب پنجم ''طفولیت'' میں ذکر کیا جا چکا ہے۔ اور قبل بیعت ابتدائے طالب علمی ہی میں طریق باطن کا اس قدر شوق تھا کہ حضرت مولانا رفیع الدین صاحبؒ سابق مہتمم دار العلوم دیو بند کے حلقہ توجہ میں شرکت فرمایا کرتے تھے۔ اور اس شرکت کے اثر کے متعلق خود حضرت والا فرماتے ہیں کہ مجھ کو اس زمانہ میں ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے مجھ میں نفسانیت کا شائبہ بھی نہیں رہا اور گویا میں بالکل فرشتہ ہو گیا۔ اھ۔ اس سے حضرت والا کی فطری استعداد باطنی کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ نیز قبل بیعت بزمانہ طالب علمی حضرت والا پر ایک بار اس درجہ خشیت کا غلبہ ہوا کہ اپنے استاد شفیق جامع ظاہر و باطن حضرت مولانا محمد یعقوب

www.ahlehaq.org

صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گھبرائے ہوئے پہنچے اور بیتابانہ عرض کیا کہ حضرت کوئی ایسی تدبیر ارشاد فرمائیے جس سے اطمینان حاصل ہو جائے مولانا نے فوراً متنبہ فرمایا کہ توبہ کرو یہ تو گویا کفر کی درخواست ہے کیونکہ الایمان بین الخوف و الرجا۔ مسلمان کو تو اطمینان آخرت ہی میں ہو سکتا ہے۔ حضرت والا فرماتے ہیں کہ مولانا کے اس ارشاد سے میری آنکھیں کھل گئیں اور ایک معنیٰ کر تسلی بھی ہوگئی کیونکہ جو حقیقت تھی وہ واضح ہوگئی۔

طالب علمی ہی کے زمانہ کا ایک واقعہ اور یاد آیا۔ کسی کتاب میں حضرت والا نے ایک واقعہ لکھا دیکھا کہ ایک پیر نے اپنے مرید سے پوچھا کہ کیا تم خدا کو جانتے ہو اس نے جواب دیا کہ میں خدا کو کیا جانوں میں تو آپ کو جانتا ہوں۔ یہ قول پڑھ کر حضرت والا کو نہایت انقباض ہوا اور غصہ آیا اور حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر مقولہ پیش کر کے عرض کیا کہ دیکھئے حضرت عالی صوفیوں کی یہاں تک پیر پرستی بڑھ گئی ہے کہ پیر کے ہوتے ہوئے نعوذ باللہ اپنے کو خدا سے بھی مستغنی سمجھ لیا۔ مولانا نے نہایت لطافت کے ساتھ تاویل کی طرف اشارہ کر کے دریافت فرمایا کہ کیا تم خدا کو جانتے ہو حضرت والا کا ذہن فوراً اس امر کی طرف منتقل ہو گیا کہ واقعی حق تعالیٰ جل شانہ کی کنہ کا علم تو کسی کو بھی نہیں۔ چنانچہ یہی عرض کر دیا۔ مولانا نے فرمایا پھر اس کے قول کی بھی تاویل یہی کیوں نہ کر لی جائے کفر کا فتویٰ کیوں لگایا جائے۔ اھ۔ طالب علمی ہی کے زمانہ میں حضرت والا نے اپنے استاد خاص حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ سے مثنوی شریف بھی پڑھنی چاہی لیکن حضرت مولانا رفیع الدین صاحب مہتمم مدرسہؒ نے منع فرما دیا اور فرمایا کہ تم مولانا کو مدرسہ میں بھی رہنے دو گے یا نہیں یہ اس لیے فرمایا کہ مولانا بڑے اہل دل تھے اگر مثنوی شریف پڑھاتے تو اتنا اثر ہوتا کہ مدرسہ کے کام ہی کے نہ رہتے سب تعلقات چھوڑ چھاڑ بیٹھتے۔ ان سب واقعات سے معلوم ہوا کہ حضرت والا کو طالب علمی ہی کے زمانہ سے طریق باطن سے لگاؤ اور تصوف کی کتابوں کا شوق تھا اور حالات عالیہ کا ورود بھی ہوتا تھا مثلاً خشیت و نزاہت نیز متصوفین و اہل غلو سے اس زمانہ میں بھی حضرت والا کو انقباض تھا۔ اس انقباض کا ایک اور واقعہ یاد آیا۔ کچھ عرصہ تک حضرت والا نے بزمانہ طالب علمی ایک مسجد کے حجرہ میں بھی قیام فرمایا۔ سوء اتفاق اسی سے

www.ahlehaq.org

مسجد کے دوسرے حجرے میں ایک غالی صوفی کا بھی مستقل قیام تھا لیکن حضرت والا نے باوجود ایک عرصہ تک وہیں قیام فرمانے کے کبھی ان سے بات تک بھی نہیں کی۔

خلق اللہ کو دینی فیض پہچانا

غرض حضرت والا کو طالب علمی ہی کے زمانہ سے جبکہ بالکل نوعمر تھے طریق باطن کا شوق تھا اور بعد بیعت یعنی ۱۲۹۹ھ ہی سے ذکر و شغل میں مشغول تھے لیکن جیسا ابھی بحوالہ مکتوبات امدادیہ کے مکتوب چہارم مورخہ ۲۲۔ محرم ۱۳۰۸ھ کے بیان کیا گیا ذکر و شغل کی طرف خاص اہتمام کے ساتھ توجہ ۱۳۰۷ھ میں ہوئی جس کے اثر سے یہاں تک متاثر ہوئے کہ حضرت حاجی صاحبؒ سے ترک تعلق ملازمت کا مشورہ لیا جیسا کہ اسی مکتوب چہارم کے مضمون سے ظاہر ہوتا ہے لیکن مصالح دینیہ کی بناء پر اجازت نہ ملی۔ مکتوب مذکور کا ضروری اقتباس بغرض توضیح مقام درج ذیل ہے۔

''نامہ بہجت شمامہ آں عزیز باتمیز رسید از اسماع حال ذوق وشوق آثار ترقی فہمید مسرت بر مسرت افزود خدائے تعالیٰ برکت زیادہ کند (الی قولہ) وترک تعلق مصلحت نیست زیرا کہ ایں امر بجز تجرد نہ زیبد عیال را مضطرب گذاشتن قرین ناعاقبت اندیشی ست ورو بہ بھی ندارد خلق اللہ را فیض دینی رسانیدن راہ اقرب وصول الی اللہ ہست..................'' اھ۔

یہ والا نامہ ۲۲/ محرم ۱۳۰۸ھ کا تحریر فرمایا ہوا ہے اور ۱۳۔ صفر ۱۳۰۸ھ کے مکتوب پنجم میں بھی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بادہ عشق سے سیراب بنا کر تشنہ وار رکھے۔ اھ۔ اس سے بھی حضرت والا کی اس زمانہ کی شدت تشنگی طلب ظاہر ہوتی ہے۔

ان جملہ واقعات وحالات سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت والا ۱۳۰۱ھ سے ۱۳۰۷ھ تک تو زیادہ تر شغل علمی وافاضہ ظاہری میں مشغول رہے اور اس زمانہ میں صدہا طلبہ فارغ التحصیل ہوئے اور بہت سے سند حدیث لے کر چلے گئے اور ہزارہا بندگان خدا مواعظ حسنہ سے مستفیض ومستفید ہوئے۔ درس وتدریس کی شان اور مفصل کیفیت باب ہشتم میں گزر چکی ہے اور مواعظ حسنہ کا مفصل حال باب دہم میں بیان کیا جا چکا ہے اعادہ کی حاجت نہیں البتہ یہاں بھی مختصراً اتنا عرض کر دینا بے موقع نہ ہوگا کہ درس دینے میں بڑے بڑے لاینحل مقامات مشکلہ کی اس خوبی سے

www.ahlehaq.org

توضیح اور اس قدر تسہیل کر کے تقریر فرماتے تھے کہ نہایت ادق ادق مضامین بھی بالکل پانی ہو جاتے تھے۔ اور طلباء کو اس وقت پتہ بھی نہ چلتا کہ یہ کوئی مشکل مقام تھا اور بعد کو جب خبر ہوتی تو سخت حیرت ہوتی۔ مواعظ کا یہ عالم تھا کہ پانچ پانچ چھ چھ بلکہ بعض مرتبہ سات سات گھنٹے کھڑے ہو کر مسلسل تقریر فرماتے پھر بھی سامعین کی سیری نہ ہوتی۔ اور تمام مسلمانان کانپور جہاں ہر مشرب کے لوگ موجود تھے حضرت والا کے حسن بیان کے اس قدر گرویدہ ہو گئے تھے کہ محلّہ محلّہ طلبی ہوتی تھی یہاں تک کہ ایک بار مسلسل دو ماہ تک صرف نماز ہی کی ترغیب میں مختلف محلوں میں وعظ ہوتے رہے جن کا یہ اثر ہوا کہ مسجدوں میں نمازیوں کی کثرت سے جگہ باقی نہ رہی اور نماز کے شوق کی یہ حالت تھی کہ یکہ والے مسلمان سواریوں سے پوچھتے جاتے اور نماز یاد کرتے جاتے۔

غرض اس زمانہ میں حضرت والا کے قیام کی بدولت کانپور بلکہ گردونواح اور اطراف و جوانب میں بھی عام طور سے بہت زیادہ چرچا ہو گیا تھا کیونکہ مدرسہ کی جانب سے وقتاً فوقتاً بذریعہ اشتہارات ورسائل ضروری مسائل بھی شائع ہوتے رہتے تھے۔ چنانچہ احقر کو اپنے لڑکپن کی بات یاد ہے کہ اُورئی ضلع جالون میں جو احقر کا وطن ثانی ہے اور جو کانپور سے تقریباً اسّی میل پر واقع ہے غالباً اسی قسم کے کچھ مسائل حضرت والا کے مدرسہ سے پہنچے تھے تو ان سے متاثر ہو کر احقر کے والد صاحب مرحوم و مغفور نے اپنے استعمالی پاجامہ کے پائنچوں کو جو ٹخنوں سے نیچے تھے قطع کرا دیا تھا۔ اور نقشہ اوقات سحر و افطار اور مسائل صوم و اضحیہ وغیرہ تو ہمیشہ پہنچتے ہی رہتے تھے۔

فیضِ باطن کی طرف کشش

اس فیض ظاہری کے بعد اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ امت محمدیہ علیٰ صاحبہا السلام والتحیۃ کو بواسطہ حضرت والا فیض باطنی سے بھی بہرہ اندوز فرمائے جس کے بغیر دین کی حقیقی تکمیل نہیں ہو سکتی تھی۔ چنانچہ یک بیک قلب مبارک میں ایک پرزور کشش غیبی نہایت شدومد کے ساتھ محسوس ہوئی اور ذکر و شغل کا ذوق و شوق جو ابتدائے ارادت ہی سے دلنشین تھا بغایت جوش و خروش موجزن ہونے لگا اور وہ آتش محبت الٰہی جو بدو فطرت ہی سے طبع اقدس میں ودیعت فرما دی گئی تھی اور ابتدائے تولد ہی سے سویدائے قلب میں دبی ہوئی تھی جس کی جھلک بہ زمانہ نابالغی

www.ahlehaq.org

ہی چلہ کی بھی برقبار اور تیرہ و تار پچھلی راتوں کی سنسان گھڑیوں میں بصورت تہجد اور بزمانہ طالب علمی نوعمری ہی میں بشکل شدت اشتیاق بیعت اور بزمانہ مدرسی بہ ذیل التزام اوراد واذ کار بجلی کی طرح مختلف اوقات میں سرسری طور پر نمودار ہوتی رہی تھی۔ اب کی بار کہ عین وقت ضرورت اظہار تھا اس وقت کے ساتھ ابھری کہ نہ صرف حضرت والا کو بلکہ تعدی ہو کر ایک عالم کو سوختہ وافروختہ کر دیا اور کر رہی ہے بلکہ الحمدللہ ثم الحمدللہ کہ اس کی شعلہ کاریاں اور آتشباریاں روز افزوں ہیں جیسا کہ مشاہد ہے۔ **اللهم زد فزد اللهم عمم و تمم**۔ یہ جوش وخروش اور ذوق وشوق ۱۳۰۷ھ میں پیدا ہوا جیسا کہ اوپر بہ تفصیل بحوالہ مکتوبات امدادیہ بیان کیا گیا۔

حضرت والا کے ماموں پیر جی امداد علی

اب ادھر تو آتش طلب دل عشق منزل میں نہایت تیزی کے ساتھ شعلہ زن اور ادھر اپنے اور حضرت پیرومرشد کے درمیان اتنا بعد کہ سمندر حائل' سخت خلجان کہ کیونکر مقصود تک رسائی ہو اسی گرداب تحیر میں پیچ وتاب کھا رہے تھے کہ اتفاق سے حضرت والا کے ماموں صاحب قبلہ جناب پیر جی امداد علی صاحبؒ جو ایک مشہور اور زبردست صاحب حال وقال بلکہ مغلوب الحال درویش تھے جیسا کہ ان کے حالات سے جو باب دوم شرف نسب میں مذکور ہوئے معلوم ہو چکا ہے حیدرآباد سے وطن آتے ہوئے کانپور ہو کر گزرے۔ چونکہ حضرت والا کے مقیم کانپور ہونے کا حال معلوم تھا از راہ شفقت بزرگانہ بے اختیار ملنے کو جی چاہا اور اتر پڑے۔ چونکہ پیر جی صاحبؒ نہایت آزاد مزاج تھے اس لیے سرائے میں جا کر ٹھہرے اور حضرت والا کو کہلا بھیجا کہ اگر اپنی وضع کے خلاف نہ سمجھو تو یہاں آ کر مجھ سے مل جاؤ۔ بچپن کے بعد سے نہیں دیکھا دیکھنے کو جی چاہتا ہے۔ اھ۔

حضرت والا جب بہت کم عمر تھے اور کلام اللہ حفظ کر رہے تھے اس وقت پیر جی صاحب سے بمقام کیرانہ ایک تقریب میں ملاقات ہوئی تھی جس میں حضرت والا کے والد ماجد بھی مع حضرت والا شریک ہوئے تھے اور پیر جی صاحبؒ نے بھی شرکت فرمائی تھی۔ پیر جی صاحب نے حضرت والا سے ایک رکوع بھی سنا تھا اور دعا بھی فرمائی تھی۔ اس کے بعد پھر ملنے کا موقع نہ ملا تھا۔ کیونکہ پیر جی صاحبؒ کا مستقل قیام بمقام حیدرآباد رہتا تھا اور چونکہ آزاد مزاجی اور

www.ahlehaq.org

شان ترک بہت زیادہ بڑھی ہوئی تھی اس لیے وطن میں بہت کم آنا ہوتا تھا۔

پیر جی کی آزادانہ وقلندرانہ روش

جناب پیر جی صاحبؒ میں انتہا درجہ کی شورش عشق تھی اور بالکل لاابالی اور قلندرانہ شان رکھتے تھے۔ نیز فطری طور پر طبیعت میں نہایت شوخی و بیساختگی اور مزاج میں بے حد بیباکی و آزادی تھی۔ پھر انہیں مرشد بھی ایسے ہی ملے جن میں شان ترک و آزادی بہت بڑھی ہوئی تھی چنانچہ پیر جی صاحبؒ اکثر موقعوں پر بڑے جوش اور ناز سے فرمایا کرتے تھے کہ سنو جی میں آزاد ہوں اور آزاد کا غلام ہوں۔

ان سب مجموعہ حالات نے ان کو کچھ ایسا بنا دیا تھا جیسا کہ درویشوں میں ایک فرقہ ملامتیہ مشہور ہے یا بہ اصطلاح حضرت حاجی صاحبؒ یوں کہئے کہ اولیاء مستہلکین میں سے تھے لیکن زیادہ تر صرف زبان کے آزاد تھے اور صاحب عرس وسماع تھے۔ ویسے پابند صوم و صلوٰۃ تھے اور نہایت پر مغز و پر معنی حکیمانہ و درویشانہ باتیں فرمایا کرتے تھے اور مقصود حقیقی کی طلب میں ایسے ایسے ریاضات و مجاہدات شاقہ کئے ہوئے تھے کہ ناک سے دماغ پگھل پگھل کر بہنے لگا تھا اور سوز و گداز کا یہ حال تھا کہ ان کے پاس بیٹھنے سے قلب میں ایک آگ سی لگ جاتی تھی اور دنیا سے نفرت اور تعلقات سے وحشت پیدا ہو جاتی تھی۔ لیکن ان کے بعض اقوال و اعمال بلا تاویل شریعت پر منطبق نہ ہو سکتے تھے اور بعض دفعہ تاویل بھی بعید ہوتی تھی۔ یہ سب کچھ تھا لیکن جس حال میں بھی تھے نہایت صادق تھے۔ ریاکار یا دکاندار نہ تھے۔ غرض حضرت شیفتہؒ کے اس شعر کے پورے پورے مصداق تھے۔

آشنایاں شیوہ بیگانگی خوش کردہ اند　　　پاکداماں بودن وآلودہ داماں زیستن

(واقف کاروں نے کیا اچھی طرح سے بیگانوں کا شیوہ اپنا رکھا ہے کہ پاک دامن رہنا اور اسے آلودہ کر کے جینا)

چونکہ زبردست صاحب حال وقال درویش تھے اس لیے صاحب سماع بھی تھے اور وہ بھی ایسے کہ سفر و حضر میں آلات سماع ساتھ ساتھ رہتے جیسا کہ اکثر صاحب سماع درویشوں کا معمول ہے۔

www.ahlehaq.org

پیر جی کا حضرت والا کے مدرسہ میں تشریف لانا

ادھر تو ان کا یہ حال اور ادھر حضرت والا ایک مشہور متبع سنت عالم اسی لیے پیر جی صاحب نے یہ کہلا کر بھیجا تھا کہ اگر تم اپنی وضع کے خلاف نہ سمجھو تو مجھ سے سرائے میں آ کر مل جاؤ اور اسی وجہ سے حضرت والا کے پاس جا کر نہیں ٹھہرے تھے بلکہ سرائے میں قیام فرمایا تھا۔ دیکھئے باوجود اس قدر آزاد مزاجی کے اہل علم کی کس درجہ رعایت تھی۔ غرض حضرت والا خبر پاتے ہی اپنے ماموں صاحب قبلہ سے سرائے میں آ کر ملے اور باصرار عرض کیا کہ حضرت مکان تشریف لے چلیں کیونکہ اپنے مہمان اور ایسے بزرگ مہمان کا سرائے میں قیام فرمانا کیونکر گوارا فرما کر سکتے تھے۔ پیر جی صاحب نے اپنی اسی آزاد مزاجی کی بناء پر جس کا اوپر ذکر کیا گیا فرمایا کہ ''میاں تم عالم باعمل ہو مجھے نہ لے چلو۔ دیکھنے والے کہیں گے کہ کس لچے اور شہدے کو اپنے یہاں لے آئے ہیں مگر حضرت والا نے کسی طرح نہ مانا اور اپنے ساتھ لے ہی آئے اور پیر جی صاحب مع اپنے سب ساز و سامان کے جس میں آلات سماع بھی تھے حضرت والا کے یہاں آ کر مقیم ہو گئے۔

مدرسہ والوں کو تعجب بھی ہوا لیکن جب پیر جی صاحبؒ کی درویشانہ جلی بھنی باتیں شروع ہوئیں تو سب کے دلوں میں ایک آگ سی لگ گئی اور اس قدر گرویدگی اور خوش عقیدگی بڑھی کہ سب پیر جی صاحب کا دم بھرنے لگے اور اصرار کر کے کئی دن تک ٹھہرا رکھا۔ حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ ماموں صاحب میں اس قدر شورش اور سوزش تھی کہ کلمات سے آگ سی نکلتی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ بس یہ شعر صادق آتا تھا۔

غلام آں کلما تم آتش افروزو نہ بسرد زند در سخن بر آتش تیز

(میں ان باتوں کا غلام ہوں جو آگ بھڑکاتی ہیں، ایسی بات نہ کہہ جو بھڑکتی آگ پر ٹھنڈا پانی ڈال دے)

حضرت والا کے قلب مبارک میں تو پہلے ہی سے آگ لگی ہوئی تھی۔ بس پیر جی صاحب کی آتش بیانی اور اثر سوز و گداز نہانی نے اس آگ کو اور بھی بھڑکا دیا اور بے اختیار قلب میں نہایت شدت کے ساتھ یہ تقاضا پیدا ہوا کہ ان سے تو جس طرح بھی بن پڑے

www.ahlehaq.org

دولت عشق محبوب حقیقی حاصل کی جائے اور رجوع کر کے خاص اہتمام کے ساتھ ذکر و شغل میں لگا جائے اگر کسی کو جنگل میں ایسی پیاس لگے کہ وہ بیتاب ہو جائے اور سامنے کسی گڑھے میں پانی نظر آئے جو کسی قدر خاک آمیز بھی ہو اور گرم بھی تو کیا وہ اپنی طبیعت کو روک سکے گا اور کیا وہ یہ سوچے گا اور اس کا انتظار کرے گا کہ ابھی ٹھہریں گھر پہنچ کر ٹھنڈا اور صاف پانی پئیں گے۔ درآنحالیکہ اس کا گھر ابھی بہت فاصلہ پر ہے۔ عقل کا مقتضا یہی سہی لیکن اس کے ساتھ یہ بھی صحیح ہے کہ ع عشق آمد عقل او آوارہ شد شدت تشنگی میں توریت کو بھی پانی سمجھ لیا جاتا ہے اور اس کی طرف سبقت کی جاتی ہے پھر یہاں تو پانی تھا گو نسبۃً خاک آمیز سہی۔ یہاں کیونکر صبر آسکتا تھا اور کیوں نہ سبقت کی جاتی کیونکہ پاک تو وہ بھی ہے اور ایک درجہ بھی منتفع بہ بھی ہے کما اشار الیہ العارف الرومی ؎

جرعہ خاک آمیز چوں مجنوں کند　　　صاف گر باشد ندانم چوں کند

(جب مٹی میں ملا ہوا لقمہ بھی پاگل کرتا ہے، تو اگر صاف ہوتا تو کیا کرتا)

بالخصوص خاک بیٹھ جانے کے بعد جب پانی نتھر آئے اور خذ ما صفا و دع ما کدر (جو صحیح ہے لے لو جو گدلا ہے چھوڑ دو) کا مصداق بن سکے۔

اس واقعہ کی ٹھیک نظیر بقول حضرت والا فقہیات میں توضی بنبیذ التمر ہے کہ اولاً امام صاحب نے اس کی اجازت دی تھی اور جس حدیث سے اس پر استدلال کیا تھا اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے۔ تمرۃ طیبۃ وماء طھور۔ اور ایک روایت میں ہے تمرۃ حلوۃ وماء عذب (رواہ احمد والدار قطنی وابن ماجۃ والتفصیل فی الاستدراک الحسن) جو صریح ماخذ ہو سکتا ہے مثال مذکور آب مخلوط بالتراب کا کہ تراب طیب اور ماء طھور پس جس طرح آب خالص نہ ہونے کے وقت امام صاحب نے تیمّم کو کافی نہیں سمجھا بلکہ توضی بالنبیذ کا حکم دیا تھا اسی طرح طریق خالص پر قدرت نہ ہونے کے وقت محض اوراد ظاہری پر قناعت نہیں کی گئی بلکہ آب مخلوط کو اس پر ترجیح دی گئی پھر جس طرح آب خالص کے ملنے پر نبیذ کا استعمال واجب الترک ہے اسی طرح طریق خالص تک رسائی ہونے پر طریق مخلوط کو ترک کر دیا گیا۔ نیز طریق مخلوط اس صفت میں بھی نبیذ کی نظیر ہے کہ دونوں میں استعداد ہے

www.ahlehaq.org

سکر غیر مطلوب کی۔ پھر جس طرح امام صاحب کی آخری رائے بوجہ تر ددو خطرہ عدم انطباق علی الاصول الشرعیہ کی توضی بالنبیذ کے عدم جواز اور تیمّم کو وجو با اختیار کرنے کی ہے اسی طرح صاحب واقعہ کی اخیر تحقیق یہی ہے کہ طریق خالص کے نہ ملنے تک صرف اوراد ظاہری پر اکتفا واجب ہے اور طریق غیر خالص کا اختیار کرنا بوجہ اس کے پر خطر ہونے کے جائز نہیں انتہی۔

پیر جی سے حضرت والا کا رجوع کرنا

غرض حضرت والا نے دیکھا کہ اپنے پیر و مرشد تو سمندر پار تشریف فرما ہیں اور یہاں شدت و عجلت طلب اور دل کی تڑپ کا یہ تقاضا ہے کہ بس کسی طرح جلد سے جلد مقصود تک رسائی نصیب ہو جائے اور اس کا بظاہر سامان بھی آنکھوں کے سامنے ہی موجود تھا بس پیر جی صاحب کی طرف بے اختیار جھک پڑے اور رجوع کیا جن سے بوقت قرابت قریبہ بزرگانہ بہت ہی خاص توجہ کی بھی توقع تھی کیونکہ حضرت والا جناب پیر جی صاحب کی گویا اولاد ہی تھے اور اس حیثیت سے جانبین میں جو مناسبت اور کشش باہمی تھی وہ بھی ظاہر ہے لیکن علم اور اپنے حضرات اکابر کے تعلق اور فیض صحبت کی یہ برکت ہوئی کہ خذ ما صفا ودع ما کدر کو بہر حال اپنا مطمح نظر اور نصب العین رکھا اور یہ شان حسن ظن اور وسعت خیال کی بالخصوص درویشوں کے ساتھ حضرت والا میں اس درجہ بڑھی ہوئی ہے کہ شاید و باید اور ابتدائی زمانہ میں تو علاوہ وجوہ مرقومہ بالا یعنی شدت طلب و بعد از حضرت مرشد کے بقول حضرت والا دقائق طریق سے ناواقفی بھی منجملہ اسباب رجوع مذکور تھی۔ غرض اس رجوع پر حضرت حافظ شیرازیؒ کے یہ اشعار صادق آتے تھے۔

دوستاں عیب من بیدلِ حیراں مکنید ۔۔۔ گوہرے دارم و صاحب نظرے میجویم

(اے دوستو! مجھ بے دل و حیران پر عیب نہ لگاؤ میرے پاس ایک موتی ہے اور میں کسی نظر والے کی تلاش میں ہوں)

گرچہ بادلق ملمع مئے گلگوں عیب ست ۔۔۔ نکنم عیب کزو رنگ ریامی شویم

(اگر چہ گدڑی پر سرخ شراب کا رنگ چڑھانا عیب ہے مگر میں اسے عیب نہیں سمجھتا

www.ahlehaq.org

کیونکہ میں اس کے ذریعے ریا کاری کا رنگ دھوتا ہوں)

واعظم گفت کہ خاک در میخانہ مبوئے   گو مکن عیب کہ من مشک ختن میبویم

(مجھے واعظ نے کہا ہے کہ شراب خانہ کے دروازے کی خاک نہ سونگھ، اسے کہو کہ عیب نہ لگا کیونکہ میں تو ملک ختن کی خوشبو سونگھ رہا ہوں)

حضرت والا کا عذر

حضرت والا نے مختصراً اس رجوع کی اور اس وقت کی کیفیت کی حقیقت اپنے اس عریضہ میں تحریر فرمائی ہے جو حضرت مولانا گنگوہیؒ کی خدمت میں اپنی معذوری ظاہر کرنے کے لیے تحریر فرمایا تھا وہ خط بہ ضرورت اخفاعن العوام غیر ذوی الافہام عربی میں لکھا تھا جس کا لفظ لفظ اثر میں ڈوبا ہوا اور کیف سے بھرا ہوا ہے۔ اس کے چند فقروں کو جو اس مقام کے مناسب ہیں بغرض مزید توضیح حالت اصل عبارت میں نقل کیا جاتا ہے۔......فیا مولٰنا واللہ انی کنت فی ذلک الزمان غریقاً فی بحار الحیرۃ و الطلب و اتطاع الی من یخلصنی من ذاک لوصب و النصب + اذمادیٰ مناد من قریب من غیرا رادتی و قصدی + ھات یدک بیدی انجیک من ھذا البحر اللحجر + وان الغریق یتشبث بکل حشیش + لما ھو فیہ من التھویش و التشویش + وقد کنت من وراء البحار من حبیبی + و مغیثی و طبیبی + ومعھذا ما ترکت بحمدللہ یوماً العمل بقول الاکابر + خذ ماصفا ودع ماکدر + انتھیٰ۔

عشق کے سوز و گداز کا آغاز

غرض ان سب مجموعی حالات کا یہ قدرتی نتیجہ ہوا کہ حضرت والا نے اپنے مشفق مکرم ماموں صاحب قبلہ سے رجوع کر کے خاص اہتمام کے ساتھ ذکر و شغل شروع کر دیا اور اب ۱۳۰۷ھ سے حضرت والا کی زندگی کا دوسرا دور شروع ہوتا ہے۔ پہلا دور تو علمی پرواز کا تھا اور یہ دوسرا دور عشق سوز و گداز کا۔

بس ذکر و شغل کا اس طرح سے شروع فرمانا تھا کہ حضرت والا کا رنگ ہی بدل گیا۔ اور

www.ahlehaq.org

گویا بالکل کایا پلٹ ہی گئی۔ شغل باطن سے یہاں تک دلچسپی بڑھی کہ تعلقات سے نفرت ہوگئی اور حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ذریعہ عریضہ ترک ملازمت کا مشورہ لیا جیسا اوپر مذکور ہوا لیکن حضرت حاجی صاحبؒ نے خلق اللہ کو فیض دینی پہنچانے کی خدمت کو ترجیح دی اور ترک تعلق کی اجازت مرحمت نہ فرمائی کیونکہ ابھی اس کا وقت نہ آیا تھا تمکین کا انتظار تھا۔ چنانچہ حضرت والا نے حسب ارشاد حضرت حاجی صاحبؒ سلسلہ درس و تدریس بدستور جاری رکھا اور ذکر و شغل میں بھی مشغول رہے۔

حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں روانگی

بالآخر ۱۳۱۰ھ میں اشتیاق وصول الی اللہ نے رفتہ رفتہ بڑھ کر اضطراب والتہاب کی صورت اختیار کر لی اور شدت و عجلت طلب نے اس درجہ بے چین کر دیا کہ کسی طرح سکون ہی نہ ہوتا تھا۔ اس کیفیت کو اصطلاح صوفیہ میں شوق سے تعبیر کرتے ہیں۔ ایسی حالت میں اپنے اصل دستگیر یعنی حضرت حاجی صاحبؒ کا وہ پر شفقت ارشاد یاد آ کر تازہ ہوگیا جو حاضری اول میں بر بناء غایت توجہ از خود فرمایا تھا کہ میاں اشرف علی تم میرے پاس چھ مہینے رہ جاؤ۔ یہ ارشاد فیض بنیاد دس برس سے برابر دل میں چبھا ہوا تھا کیونکہ اس وقت اس کی تعمیل والد ماجد صاحب کے حقوق نے نہ کرنے دی تھی جیسا کہ بہ تفصیل بیان کیا جا چکا ہے۔

چونکہ اس ارشاد مبارک کی تعمیل کی حالت موجودہ میں اشد ضرورت محسوس ہو رہی تھی اور والد ماجد صاحب کی وفات سے وہ مانع بھی مرتفع ہوگیا تھا لہذا بہ توجہ خاص حضرت والا نے اتنی مدت کے قیام مکہ معظّمہ کے لیے اپنے آپ کو درس و تدریس کے مشاغل سے فارغ کر لینے کا اہتمام بلیغ شروع فرما دیا اور جلد ہی اس میں کامیاب بھی ہو گئے کیونکہ ذوق و شوق کی فراوانی اور کثرت سوز و گداز کی حدت و شدت وصول الی المقصود کی غایت رغبت قطع طریق کی انتہائی عجلت شورش و جذب عشق و محبت یا بہ اعتبار حقیقت یوں کہیے کہ خود محبوب حقیقی کی کشش غیبی و جاذبیت کی بدولت سب موانع و مرتفع ہوئے چلے گئے اور بعون اللہ تعالیٰ وہ ارادہ جس کی تکمیل کی نوبت دس برس کی طویل مدت میں بھی نہ آ سکی تھی چند ماہ ہی میں بسہولت و بلا دقت

www.ahlehaq.org

تکمیل کو پہنچ گیا اور حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر صادق آ گیا ؎

گرچہ رخنہ نیست عالم راپدید　　　　خیرہ یوسف وار می باید دوید

اور حضرت والا نے پیر و مرشد کی خدمت میں بمقام مکہ مکرمہ چھ ماہ قیام کرنے کی نیت سے گویا حضرت حافظ کی یہ غزل بزبان حال پڑھتے ہوئے روانہ ہو گئے۔

چو باد عزم سر کوئے یار خواہم کرد　　　　نفس ببوئے خوشش مشکبار خواہم کرد

(جب میں محبوب کی گلی میں جانے کا ارادہ کروں گا، تو سانسوں سے اس کی خوشبو پھیلاتا ہوا جاؤں گا)

ہر آبروئے کہ اندوختم ز دانش ودیں　　　　نثار خاک رہ آں نگار خواہم کرد

(میں نے اپنی عقل اور دین کے ذریعہ جو عزت حاصل کی ہے اسے اس حسین کے راستہ کی خاک پر قربان کروں گا)

بہرزہ بے مے ومعشوق عمر می گذرد　　　　بطالتم بس از امروز کار خواہم کرد

(شراب اور معشوق کے بغیر جتنی بھی عمر گزری ہے وہ میں نے ضائع کی ہے بس آج سے کام میں مشغول ہوں گا)

بیاد چشم تو خود را خراب خواہم ساخت　　　　بناء عہد قدیم استوار خواہم کرد

(میں تیری آنکھ کی یاد میں اپنے آپ کو ویران کروں گا اور پرانے زمانے کی بنیاد مضبوط کروں گا)

نفاق و زرق نہ بخشد صفائے دل حافظ　　　　طریق رندی و عشق اختیار خواہم کرد

(اے حافظ منافقت و نمائش سے دل کا خلوص حاصل نہیں ہوتا، میں عشق اور رندی کا راستہ اختیار کروں گا)

اور ذوق و شوق کا وہ عالم تھا جیسے حضرت حافظؒ نے فرمایا ہے ؎

بہواداری او ذرہ صفت رقص کناں　　　　تالب چشمہ خورشید درخشاں بردم

(اسکی خواہش میں مست ہو کر ذرہ کی طرح رقص کرتا ہوا سورج کے روشن چشمہ تک جاؤنگا)

من کز وطن سفر نگزیدم بعمر خویش　　　　درعشق دیدن تو ہوا خواہ غربتم

www.ahlehaq.org

(میں نے اپنی زندگی میں کبھی وطن سے سفر نہیں کیا ہے، مگر تیرے دیدار کے عشق میں سفر کا خواہشمند ہوں)

غرض حضرت والا حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں بصد اشتیاق حاضر ہوکر قیام پذیر اور بصد ذوق وشوق ہمہ تن مشغول استفاضہ باطنی ہوگئے۔ مرکز پر پہنچنا تھا کہ سارا اضطراب و التہاب جو ایک عرصہ سے لاحق حال ہو رہا تھا مبدل بہ سکون وطمانیت ہوگیا اور اب وہ کیفیت رونما ہوئی جس کو اصطلاح صوفیہ میں اُنس کہتے ہیں۔ جیسا کہ اوپر بہ تفصیل بیان کیا جاچکا ہے۔

خصوصی عنایات متوجہات

حضرت حاجی صاحبؒ نے اس خاص روحانی تعلق کی بناء پر جس سے متاثر ہوکر قبل تعارف ہی حضرت والا کو مکہ معظمہ طلب فرمایا تھا اور بوقت حاضری اول چھ مہینہ قیام کرنے کے لیے از خود ارشاد فرمایا تھا۔ پہلے ہی سے اشتیاق میں تھے۔ حضرت والا کے پہنچنے سے ایسے مسرور ہوئے جیسے بلا تشبیہ حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام سے ملنے پر مسرور ہوئے تھے بس پھر کیا تھا خاص الخاص توجہات وعنایات بے غایات شروع فرمادیں۔ اس درجہ شفقت وعنایت فرماتے تھے کہ دوسروں کو حسد ہونے لگا تھا یہاں تک کہ حضرت والا ارشاد فرمایا کرتے ہیں کہ میں یہ چاہا کرتا تھا کہ حضرت میرے اوپر اتنی عنایت وشفقت سب کے سامنے نہ فرمایا کریں تو اچھا ہے۔ آخر میں حاسدین سے حضرت والا کو اتنا اندیشہ ہوگیا تھا کہ ارادہ تو تھا پورے چھ مہینہ قیام فرمانے کا لیکن ہفتہ عشرہ قبل ہی رخصت ہوگئے کہ ابھی تو میں حضرت کے یہاں مقبول ہوں آئندہ کہیں لگائی بجھائی کرنے والے حاسدین حضرت کو میری طرف سے مکدر نہ کردیں اس لیے انشراح ہی کی حالت میں رخصت ہوجانا چاہیے۔

حضرت حاجی صاحبؒ کا اعتماد

ادھر حضرت حاجی صاحب کی قوت افاضہ ادھر حضرت والا کی قابلیت استفاضہ بس تھوڑے ہی دن میں باہم اس درجہ مناسبت ہوگئی کہ حضرت حاجی صاحبؒ بے ساختہ یہ فرمانے لگے کہ بس تم پورے پورے میرے طریق پر ہو اور جیسا کہ پہلے بھی بیان کیا گیا

www.ahlehaq.org

جب کبھی حضرت والا کی کوئی تحریر یا تقریر دیکھنے یا سننے کا اتفاق ہوتا تو خوش ہو کر فرمانے لگتے کہ جزاکم اللہ تم نے تو بس میرے سینے کی شرح کر دی اور اگر دوران تقریر علوم ومعارف میں کوئی کچھ سوال کرتا تو بجائے خود جواب دینے کے حضرت والا کی طرف اشارہ فرما دیتے کہ ان سے پوچھ لینا یہ اچھی طرح سمجھ گئے ہیں حالانکہ حضرت والا فرماتے ہیں کہ میں غایت ادب سے حضرت کے سامنے ہمیشہ خاموش ہی بیٹھا رہتا تھا اور بہت ہی کم کبھی ضرورت ہی کے وقت کچھ بولنے کا اتفاق ہوتا تھا۔ اھ۔

سبحان اللہ حضرت حاجی صاحبؒ کی بھی بصیرت باطنی کس درجہ بڑھی ہوئی تھی کہ اپنے نور فہم اور فراست ایمانیہ سے حضرت والا کی سخن فہمی اور معنی شناسی کو معلوم فرما لیتے تھے۔ مگر برا ہو حسد کا کہ باوجود حضرت حاجی صاحبؒ کے صریح حکم کے بھی کبھی کسی نے بعد کو حضرت والا سے رجوع کر کے حل اشکال نہ کیا۔ غرض غایت مناسبت کی بناء پر حضرت والا بے تکلف اس کے مصداق ہو گئے۔

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی   تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

(میں تو ہو گیا تو میں ہو گیا میں جسم بن گیا تو جان بن گیا، تا کہ اس کے بعد کوئی یہ نہ کہے کہ میں اور ہوں تو اور ہے)

مرشد و مسترشد میں کامل مناسبت

مناسبت کے متعلق ایک اور واقعہ یاد آیا۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے ایک بار سید احمد خان مرحوم کو نصیحت کا خط لکھنا چاہا تو کئی صاحبوں نے مسودات حسب تجویز حضرت حاجی صاحبؒ تیار کر کے پیش کیے لیکن کوئی پسند نہ آیا۔ پھر حضرت والا سے لکھنے کے لیے ارشاد ہوا۔ حضرت والا کا مسودہ بہت پسند آیا۔ لیکن بعض لوگوں نے خواہ مخواہ یہ اندیشہ ظاہر کیا کہ سر سید احمد خان یہ بدگمانی کریں گے کہ حضرت مولانا گنگوہیؒ کے ایماء سے یہ خط لکھا گیا ہے اور یہ بدگمانی مولانا کے لیے مضر ہوگی اور کہا کہ اس کا بھیجنا خلاف مصلحت ہے چونکہ حضرت حاجی صاحبؒ نہایت نرم خو تھے حسب عادت شریف فرمایا کہ اچھا جیسی مرضی ہو چنانچہ وہ خط

www.ahlehaq.org

نہ بھیجا گیا۔لیکن بعد کوئی بار فرمایا کہ اگر وہ خط بھیج دیا جاتا تو امید تو تھی کہ اصلاح ہو جاتی لیکن ہمارے دوستوں کی رائے نہ ہوئی۔

(نوٹ: یہ خط حضرت والا کے رسالہ اصلاح الخیال کے اخیر میں طبع بھی ہو چکا ہے۔۱۲)

کتاب ''تنویر'' کا ترجمہ اور وقت میں برکت

اسی طرح تنویر کا ترجمہ ''اکسیر فی اثبات التقدیر'' بھی حضرت والا نے حضرت حاجی صاحبؒ ہی کی فرمائش پر مکہ معظمہ کے قیام میں کیا تھا۔ حضرت والا روز کا ترجمہ روز حضرت حاجی صاحبؒ کو سنا دیا کرتے تھے۔ حضرت سن کر بہت خوش ہوتے اور مقدار کی زیادتی پر فرمایا کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے وقت میں برکت عطا فرمائی ہے چنانچہ بفضلہٖ تعالیٰ یہ پیشینگوئی حرف بحرف راست ہوئی۔ جس پر حضرت والا کی صدہا تصانیف شاہد عدل ہیں۔ ایک بار بہت سے خطوط قریب پچاس کے آ گئے ختم پر حساب لگایا تو فی خط دو منٹ سے بھی کچھ کم صرف ہوا۔ حالانکہ لمبے لمبے خطوط آتے ہیں جن کے پڑھنے ہی میں کافی وقت صرف ہو جاتا ہے اور جواب لکھنا مزید برآں۔ اور وقت میں برکت کی صورت اکثر و بیشتر منجاب اللہ یہ بھی واقع ہوتی رہتی ہے کہ جب کسی اہم دینی کام میں مشغولی ہوتی ہے تو مخل اوقات واقعات و حادثات سے حفاظت رہتی ہے۔ مثلاً جب خطوط زیادہ آ گئے تو تعویذ لینے والے بہت کم آئے چنانچہ جس روز پچاس کے قریب خطوط آ گئے تھے جن کا ذکر ابھی کیا جا چکا ہے اس روز دوران تحریر جوابات میں ایک بھی تعویذ لینے والا نہ آیا جس کا حضرت والا نے حاضرین مجلس سے خاص طور پر تذکرہ بھی فرمایا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

نیز جس زمانہ میں تفسیر بیان القرآن تحریر فرما رہے تھے حضرت فرماتے ہیں کہ بفضلہٖ تعالیٰ ڈھائی برس کی طویل مدت میں کبھی میرا کان تک بھی گرم نہ ہوا اور ایک دن بھی ناغہ نہیں ہوا کبھی معمولی شکایت نزلہ زکام تک کی بھی نہ ہوئی۔ حالانکہ اس دوران میں خاص تھانہ بھون کے اندر طاعون کا عرصہ تک زور رہا اور اس معنیٰ کر کسی قدر حرج بھی ہوا کہ میں نماز جنازہ اور دفن میں بکثرت شرکت کرتا تھا لیکن یہ حرج ایسا نہ تھا کہ جس کا تدارک بعد کو نہ ہو سکے۔ میں اس زمانہ میں یہ دعا کیا کرتا تھا کہ تفسیر کے ختم ہونے تک نہ مروں۔اھ۔

www.ahlehaq.org

حضرت والا کے وقت میں برکت اس طور پر بھی بہت ہو جاتی ہے کہ جب کچھ لکھنے بیٹھتے ہیں تو مضامین کی آمد فوراً شروع ہو جاتی ہے اور اکثر دیکھا گیا کہ بہت الجھے ہوئے خطوط کے جوابات بھی نہایت کافی ووافی وشافی نیز تصانیف میں بڑے بڑے دقیق مضامین علمیہ کی تقریریں بھی قلم برداشتہ لکھتے چلے جاتے ہیں۔ پھر بھی جامعیت تحریر کی یہ شان ہوتی ہے کہ کوئی ضروری اور خفی سے خفی پہلو بھی نظر انداز نہیں ہونے پاتا۔ وقت میں برکت کی یہ صورت بھی اکثر دیکھی گئی کہ جس مضمون کو کسی کتاب میں ڈھونڈنا چاہا تو اس کا موقع فوراً ذہن میں آ گیا یا اتفاق سے ورق گردانی میں وہی مقام نکل آیا اور وقت میں سب سے زیادہ برکت انتہائی انضباط اوقات وحسن انتظام وعدم کاوش کے علاوہ اس طور پر بھی ظہور پذیر ہوتی ہے کہ جب کسی کام کو حضرت والا شروع فرما دیتے ہیں تو اس سے قلب کو فارغ کرنے کا اس درجہ تقاضا طبیعت میں پیدا ہوتا ہے کہ جب تک ختم نہیں فرما لیتے ہی چین ہی نہیں آتا یہاں تک کہ بعض تصانیف کے ختم کے قریب رات رات بھر بیٹھے لکھتے رہے اور ایک منٹ کو بھی آرام نہیں فرمایا۔ چنانچہ خود احقر کی موجودگی خانقاہ میں بھی ایسا ہوا۔ خود فرمایا کرتے ہیں کہ چاہے توفیق یاد خدا کی نہ ہو لیکن میں اپنی طرف سے تو قلب کو فارغ رکھنے کی کوشش ہی کرتا رہتا ہوں تاکہ اگر کبھی توفیق ہو تو آسانی سے حق تعالیٰ کی طرف قلب کو رجوع تو کر سکوں اور اس وقت کوئی مانع تو توجہ الی اللہ سے نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ الجھی ہوئی باتوں سے میری طبیعت پریشان ہو کر متغیر ہو جاتی ہے کیونکہ میں یہ چاہا کرتا ہوں کہ بات ختم ہو کر جلد یکسوئی حاصل ہو اور طبیعت اٹکی نہ رہے۔ اور لوگ الجھی ہوئی باتیں کر کر کے طبیعت کو دیر دیر تک خواہ مخواہ اٹکائے اور الجھائے رکھتے ہیں۔

نیز حضرت والا بفضلہ تعالیٰ بہت کم بیمار پڑتے ہیں اور اگر کبھی کوئی شکایت ہوتی ہے تو بحمد اللہ جلد رفع ہو جاتی ہے۔ اکثر دیکھا گیا کہ مہینوں رہنے والی بیماری سے بھی دو تین چار دن ہی میں صحت یاب ہو ہو گئے اور کاموں میں معتد بہ حرج واقع نہ ہونے پایا ورنہ اس کثرت سے کام رہتے ہیں کہ اگر کچھ دنوں کے لیے بھی رک جائیں تو پھر ان کا ختم کرنا ممکن نہ رہے کیونکہ دیکھنے والے دیکھتے ہیں کہ حضرت والا ہر وقت کسی نہ کسی کام ہی میں مشغول رہتے ہیں بلکہ نہایت حیرت ہے کہ ایک ایک وقت میں کئی کئی کام کرتے رہتے ہیں۔ اکثر دیکھا گیا ہے

www.ahlehaq.org

کہ حفظ تلاوت بھی جاری ہے اور کبھی وقفات میں کبھی بلا وقفہ خطوط کے جوابات بھی لکھ رہے ہیں۔ طالبین بھی اپنے قلوب میں توجہ کا اثر محسوس کر رہے ہیں اور توجہ بحق سے تو کسی وقت غافل ہی نہیں بمصداق دل بیار دست بکار۔ پھر مسائل دقیقہ جو اکثر اوقات درپیش ہی رہا کرتے ہیں ان میں بھی غور وخوض فرماتے رہتے ہیں۔ چنانچہ اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ فلاں مسئلہ فلاں جگہ چلتے ہوئے سمجھ میں آیا۔ فلاں مسئلہ نماز میں سمجھ میں آیا۔ فلاں اشکال فلاں موقع پر فلاں فلاں حالت میں حل ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی غیب سے یہ بھی مدد ہوتی ہے کہ ماشاء اللہ تعالیٰ اول تو حضرت والا بہت ہی کم بیمار ہوتے ہیں جیسا ابھی ذکر ہوا پھر اکثر یہ دیکھا گیا کہ بیماری میں بھی حتی المقدور کام نہیں چھوڑتے جب تک کہ بالکل مجبور نہ ہو جائیں۔

عجیب اتفاق ہے کہ آج ۱۹۔ جمادی الثانی ۱۳۵۳ھ کو بھی حضرت والا کے کوکھ میں بادوراں تحریر مضمون ہذا شدید ریاحی درد تھا جو گردہ کے قریب تک پہنچا ہوا تھا لیکن ضبط کئے ہوئے نماز فجر پڑھائی اور کسی پر ظاہر نہ فرمایا سب کو تعجب تھا کہ خلاف معمول چھوٹی سورتیں کیوں تلاوت فرمائیں پھر اور کام بھی کرتے رہے۔ آٹھ بجے کے بعد خدام کو پتہ چلا سینک وغیرہ تدابیر سے بحمد اللہ گھنٹہ بھر ہی میں درد بالکل جاتا رہا اور حضرت والا بدستور صبح کی مجلس میں تشریف رکھ کر طالبین کو مستفید فرماتے رہے گو شدید قسم کا درد تھا مگر حق تعالیٰ نے بہت جلد رفع فرما دیا۔ **فالحمد للہ** حضرت والا نے بعد رفع درد فرمایا کہ چونکہ طبیعت کو اس قسم کی تکالیف کی عادت نہیں اس لیے تھوڑی دیر کی تکلیف میں بھی ایسا ضعف محسوس ہونے لگا جیسے مہینہ بھر بیمار رہا ہوں۔ درد بالکل اندر تک سرایت کیے ہوئے معلوم ہوتا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے بڑی جلدی فضل فرما دیا۔ یہ سب مضمون وقت کی برکت کے متعلق استطراداً معرض تحریر میں آ گیا۔ اب میں پھر حضرت حاجی صاحبؒ کی توجہات وعنایات و بشارات کی حکایات نقل کرنے کی طرف عود کرتا ہوں۔

انکشافِ توحید

حضرت والا یوں تو اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں رہ کر بفضلہٖ تعالیٰ سبھی باطنی دولتوں سے مالا مال ہوئے لیکن دوران قیام میں توحید کا انکشاف بدرجہ کمال ہوا جو اساس شریعت و

www.ahlehaq.org

طریقت اور گویا مغز درویشی ہے اور جس کا ثمرہ لازمی عبدیت ہے جو سلوک کا اعلیٰ ترین مقام ہے اور یہی وہ دولتیں ہیں جن کے حضرت حاجی صاحبؒ خاص طور سے حامل تھے اور جو سلسلہ امدادیہ کی طغرائے امتیاز ہیں اور جو حضرت حاجی صاحبؒ نے باذن اللہ تعالیٰ اپنے سینہ مبارک سے حضرت والا کے سینہ مبارک میں یہ تمام وکمال منتقل فرما کر ہمیشہ کے لیے ودیعت فرما دی تھیں جن کے آثار اب تک حضرت والا کے اقوال وافعال اعمال واحوال نشست و برخاست حرکات وسکنات سبھی سے روز روشن کی طرح نمایاں ہیں اور حضرت والا کے یہ فیوض و برکات جو شرقاً وغرباً پھیلے ہوئے ہیں انہیں آفتاب وماہتاب کی شعاعیں اور تابشیں ہیں۔

غزل

دوران قیام مکہ معظمّہ میں تو حضرت والا پر توحید کا اس قدر غلبہ تھا کہ اس زمانہ میں ایک نہایت پر کیف غزل بھی لکھی تھی جس میں سر تا سر توحید وجودی ہی کے مضامین تھے لیکن باوجود معنون کے موجھ ہونے کے چونکہ بوجہ غلبہ حال اس غزل کا عنوان خلاف ظاہر تھا اس لیے اس سے رجوع فرمالیا اور چونکہ اس سے رجوع فرما چکے ہیں اس لیے اس کو اس جگہ درج کرنے کی بھی اجازت نہیں مرحمت فرمائی۔ تاہم حوالہ کی مصلحت سے احقر نے اس غزل کے صرف دو سادہ شعر اس جگہ لکھنے کی اجازت طلب کر لی ہے وہ یہ ہیں ؂

خودی جب تک رہی اس کو نہ پایا — جب اسکو ڈھونڈھ پایا خود عدم تھے

حقیقت کیا تمہاری تھی میاں آہ — یہ سب امداد کے طلب و کرم تھے

اس غزل میں اپنا تخلص آہ تجویز فرمایا اس سے بھی واضح ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں حضرت والا پر کس قدر غلبہ سوز وگداز تھا۔ حضرت حاجی صاحبؒ کو یہ غزل بوجہ حسب حال ہونے کے اس قدر پسند آئی تھی کہ بعض مشائخ کو جو زیارت کے لیے حاضر ہوئے تھے حضرت والا سے فرمائش کر کے خاص طور سے سنوائی اور جب حضرت والا سنا چکے تو حضرت حاجی صاحبؒ نے ان سے فرمایا کہ یہ محض قال نہیں ہے ان کا حال ہے۔

رسالہ ''انوار الوجود''

www.ahlehaq.org

اسی زمانہ قیام مکہ معظّمہ میں تنزلات ستہ کے مسئلہ پر جس کا توحید وجودی سے خاص تعلق تھا ایک رسالہ بھی حضرت والا نے تحریر فرمایا تھا جس کا نام ''انوار الوجود فی اطوار الشہود'' رکھا تھا اس کا ایک جزو التجلی العظیم فی احسن تقویم بھی ہے جس میں انسان کی جامعیت کی تحقیق ہے۔ یہ مضامین بھی حضرت والا نے حضرت حاجی صاحبؒ کو سنائے تھے۔ حضرت حاجی صاحبؒ سن کر بے حد مسرور ہوئے اور جوش میں آ کر فرمایا کہ اس میں تو تم نے بالکل میرے سینہ کی شرح کر دی۔ اس ارشاد سے بھی اس امر کی صراحۃً تصدیق ہوتی ہے کہ حضرت حاجی صاحبؒ نے جو خاص چیز اپنے سینہ مبارک سے حضرت والا کے سینہ مبارک میں ودیعت فرمائی تھی وہ توحید تھی جیسا ابھی بیان کیا گیا چونکہ یہ مضامین بھی غلبہ توحید کے زمانہ کے لکھے ہوئے ہیں۔ اس لیے ان کے مطالعہ سے بھی رسالہ تنبیہات وصیت کے ضمیمۂ ملقب بہ ثانیۃ التابعہ مضمون دہم نمبر اول مطبوعہ النور ماہ شوال المکرم ۱۳۴۴ھ صفحہ ۲۰ میں عوام کو ممانعت فرما دی ہے اور خواص کو بھی ان کا درجہ بتلا دیا ہے کہ ان کو ذوقیات سے آگے نہ بڑھائیں اسی زمانہ غلبہ انکشاف توحید کا ایک اور واقعہ یاد آیا۔

وحدۃ الوجود پر تقریر

حضرت والا سے ایک صاحب علم مولوی محمد احمد حسن صاحب نے جو مکہ معظّمہ میں مطوف تھے وحدۃ الوجود کے مسئلہ کے متعلق اپنا شبہ ظاہر کیا کہ یہ تو بالکل خلاف ایمان معلوم ہوتا ہے۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ آپ کسی روز مجھ سے اس مسئلہ کی تقریر سن لیں۔ پھر انشاء اللہ تعالیٰ آپ خود اپنے منہ سے یہ کہنے لگیں گے کہ بدوں اس مسئلہ کے اعتقاد کے تو ایمان ہی کامل نہیں ہوسکتا چنانچہ ایک جمعہ کو صبح کے وقت حضرت والا نے ان سے دو گھنٹہ مسلسل تقریر کی آخر میں وہ یہ کہہ کر اٹھے کہ واقعی اس مسئلہ کی تو ایسی ضرورت ثابت ہوئی کہ بدوں اس کے تو ایمان کا تحقق ہی نہیں ہوسکتا۔ حضرت والا نے تو تکمیل ایمان ہی کو اس پر منحصر فرمایا تھا۔ انہوں نے اس سے بھی آگے بڑھ کر اس کو ایمان کا موقوف علیہ قرار دے دیا۔ جب انہوں نے خوش ہو کر حضرت حاجی صاحبؒ سے اس واقعہ کو نقل کیا تو حضرت

www.ahlehaq.org

حاجی صاحبؒ نے بہت مسرور ہوکر فرمایا کہ ہاں جی ہاں ان پر یعنی (حضرت والا پر) یہ مسئلہ خوب منکشف ہوگیا ہے۔

غلبۂ عبدیت

اسی زمانہ کا ایک اور واقعہ حضرت والا ہی کا بیان فرمایا ہوا یاد آیا۔ قاری عبدالحق صاحب کے مدرسہ کا سالانہ جلسہ ہوا تو حضرت والا سے وعظ کا اصرار کیا گیا۔ حضرت والا نے مکہ معظّمہ میں وعظ کہنا خلاف ادب سمجھا لہذا انکار فرما دیا ان لوگوں نے حضرت حاجی صاحبؒ سے سفارش کرائی پھر تو حضرت والا کو بادل ناخواستہ ادباً اقرار کرنا ہی پڑا۔ جلسہ میں پہنچے تو ایک بڑے مکی عالم مفتی محمد عباس بھی موجود تھے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ان کے ہوتے ہوئے بھلا میری کیا مجال ہے کہ میں وعظ کہہ سکوں۔ چونکہ لوگ بہت مشتاق تھے اس لیے انہوں نے ان عالم صاحب کے ذریعہ سے بھی فرمائش کرائی حضرت والا پھر مجبور ہوکر آمادہ ہوگئے جلسہ قرأت شروع ہوا ایک نہایت خوش لحن ترکی لڑکے نے قرآن شریف پڑھا حضرت والا فرماتے ہیں کہ ایسا پُر درد و پُراثر لہجہ میں نے عمر بھر نہیں سنا تمام جلسہ پر ایک سناٹے کا عالم طاری ہوگیا اور میرے تو ہوش ہی بجا نہ رہے ہچکی بندھ گئی۔ پھر جب مجھ سے وعظ کے لیے کہا گیا تو میں نے کہا کہ اگر مجھ سے وعظ کہلوانا تھا تو اس لڑکے سے قرآن شریف نہ سنواتے۔ اب تو میں بیان پر قادر ہی نہیں رہا اور واقعی اس کی قرأت کا اتنا شدید اثر ہوا تھا کہ وعظ کہنے کی بالکل قدرت ہی نہ رہی تھی۔ نہ ہاتھ پاؤں قابو میں رہے نہ دل قابو میں رہا نہ زبان قابو میں رہی۔ ان لوگوں کو بھی دیکھنے سے معلوم ہوگیا کہ میں اس وقت واقعی معذور تھا۔ اھ۔

چونکہ اس عذر کا لوگوں کے پاس کوئی علاج نہ تھا۔ اس لیے مجبور ہوکر رہ گئے اور حضرت والا کے وعظ سننے کا اشتیاق ان کے دل کے دل ہی میں رہ گیا۔ چونکہ حضرت والا کا دل وہاں وعظ کہنے کو نہ چاہتا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے غیب سے ایسا ہی سامان کر دیا کہ وعظ نہ ہوسکا سچ ہے۔ ع۔ میدہد یزداں مراد متقین۔ اس واقعہ سے حضرت والا کا غایت

www.ahlehaq.org

ادب اثر و سوز گداز قلبی ظاہر و باہر ہے اور یہ ناشی تھا۔ غلبہ عبدیت وانکشاف توحید و عظمت حق سے جو اثر تھا حضرت حاجی صاحبؒ کے فیض صحبت اور توجہ خاص کا۔

خلوت از اغیار نہ از یار

اب حاجی صاحبؒ کی توجہات خاصہ کے چند اور واقعات نقل کیے جاتے ہیں۔

ایک بار حضرت والا پر حضرت شیخ کی زیارت کا اس قدر اشتیاق غالب ہوا کہ مضطر ہو کر خلوت ہی کے وقت خدمت میں پہنچ گئے اور غایت اشتیاق کا عذر پیش کر کے معذرت کی کہ میں اس وقت خلوت میں مخل ہوا۔ حضرت نے غایت خصوصیت کی بناء پر فرمایا کہ خلوت از اغیار نہ از یار اور لطف کے ساتھ باتیں فرماتے رہے۔

جائے بزرگان بجائے بزرگان

ایک بار حضرت والا مجلس شیخ میں ذرا دیر کر کے حاضر ہوئے کیونکہ مزارات و مشاہد کی زیارت کے لیے چلے گئے تھے حضرت حاجی صاحبؒ کو بر بناء خصوصیت حضرت والا کا بہت انتظار تھا۔ تاخیر کا سبب پوچھا تو حضرت والا نے عرض کیا کہ مقامات مقدسہ و مزارات وغیرہ کی زیارت کرنے چلا گیا تھا۔ فرمایا بہت اچھا کیا جائے بزرگاں بجائے بزرگاں۔

حضرت حاجی صاحبؒ کی مجلس سماع

ایک بار سلسلہ شاذلیہ کے ایک شخص نے حضرت حاجی صاحبؒ کی مع خدام کے دعوت کی حضرت حاجی صاحبؒ نے اس شرط پر قبول فرمائی کہ سماع بھی ہو۔ اس پر بعض خدام کو جو علماء تھے شرکت دعوت میں تامل ہوا اور حضرت حاجی صاحبؒ سے عذر کر دیا لیکن حضرت والا بلا تامل ساتھ ہو لیے اور جب آپس میں تذکرہ ہوا تو فرمایا ہم تو ضرور شریک ہوں گے ہم حضرت سے زیادہ متقی نہیں ہیں جب حضرت شریک ہو رہے ہیں تو ہمیں کیا تامل ہو سکتا ہے۔

ع محتسب گر مے خورد معذور دارد دوست را

(کوتوال جب خود شراب پیئے گا تو دوستوں کو بھی معذور سمجھے گا)

چنانچہ حضرت والا شریک ہوئے وہاں پہنچے تو قبل طعام ان شیخ کے خدام حلقہ باندھ کر

www.ahlehaq.org

کھڑے ہوئے اوران میں سے ایک نے کسی اسم الٰہی کا ذکر شروع کیا اس کے ساتھ اوروں نے بھی آواز ملا کر وہی ذکر کرنا شروع کر دیا۔ وہ شخص جو ابتداء کرتا ہے منشد کہلاتا ہے۔ کچھ دیر تک ایک اسم کا ذکر کر کے سب خاموش ہو جانے پر منشد کچھ توحید کے عشقیہ اشعار پڑھتا۔ سادہ مگر نہایت دلکش لہجہ تھا اور منشد ایک معمر شخص تھے۔ اس کے بعد کسی دوسرے اسم کا اسی طرح ذکر کرتے غرض سماع کیا تھا ایک نہایت پر لطف اور پر کیف مجلس ذکر تھی۔ بعد فراغ حضرت حاجی صاحبؒ نے حضرت والا سے پوچھا کہ کہو کچھ لطف بھی آیا۔ عرض کیا حضرت نہایت لطف آیا۔ پھر حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ بس یہ سماع تھا جس سے ہمارے دوستوں کو خواہ مخواہ وحشت ہوئی۔ میں نے تو قصداً یہ شرط لگائی تھی تا کہ میں دکھلا دوں کہ سماع کی کیا حد ہے۔

مرتبہ کا تحفظ

غرض حضرت حاجی صاحبؒ حضرت والا کی بلا تامل شرکت سے بہت خوش ہوئے بخلاف بعض دیگر اہل علم خدام کے جنہوں نے شرکت سے گریز کیا۔ حضرت حاجی صاحبؒ کو حضرت والا کے مرتبہ کے تحفظ کا اس قدر خیال تھا کہ ایک بار حضرت والا کو اپنے عیال کے لیے جو بعد میں پہنچے اور ناواقفی سے ایک اجنبی مطوف مقرر کر لیا تبدیل مطوف کی ضرورت سے شیخ المطوفین کے پاس جانے کا اتفاق ہوا تو چونکہ وہ شیخ بہت ہی بد دماغ مشہور تھا واپسی پر حضرت حاجی صاحبؒ نے غایت تشویش کے ساتھ سے پہلے یہ سوال کیا کہ یہ تو بتاؤ وہ پیش کس طرح آیا حضرت والا نے عرض کیا کہ حضرت کی توجہ اور دعا کی برکت سے بہت اخلاق کے ساتھ پیش آیا اور مرضی کے موافق ہی مطوف کے متعلق طے کر دیا۔ حضرت بہت خوش ہوئے۔ حضرت والا نے اس واقعہ کو نقل فرما کر فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ کو اس کا بہت خیال تھا کہ میرے متوسلین کو کوئی نظر تحقیر سے نہ دیکھے۔ خدام پر بہت ہی شفقت اور ان سے بہت ہی تعلق تھا۔ اھ۔

جیسا میں ہوں ویسے ہی تم رہو

حضرت بڑی پیرانی صاحبہ مدظلہا مع اپنی خالہ صاحبہ کے حضرت والا کے دوران قیام میں

www.ahlehaq.org

مکہ معظمہ پہنچ گئی تھیں۔ خالہ صاحبہ نے حضرت حاجی صاحبؒ سے حضرت والا کے متعلق عرض کیا کہ ان کے لیے صاحب اولاد ہونے کی دعا کر دیجئے۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے باہر آ کر حضرت والا سے فرمایا کہ تمہاری خالہ مجھ سے دعا کے لیے کہتی تھیں کہ تمہارے اولاد ہو سو دعا تو میں نے کر دی ہے لیکن بھائی میرا جی تو یہی چاہتا ہے کہ جیسا میں ہوں ویسے ہی تم بھی رہو جو حالت میری ہے وہی حالت تمہاری بھی رہے پھر دیر تک اس زمانہ کی اولاد کی خرابیاں فرماتے رہے۔ حضرت والا نے عرض کیا کہ جو حالت حضرت کو پسند ہے وہی حالت میں بھی اپنے لیے پسند کرتا ہوں یعنی بے اولاد رہنا۔ حضرت حاجی صاحبؒ یہ سن کر بہت مسرور ہوئے۔ اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت حاجی صاحبؒ کو حضرت والا سے کس درجہ خصوصیت تھی کہ ہر حالت کے اعتبار سے حضرت والا کی اپنے ساتھ مشابہت ہی چاہتے تھے۔ ع۔ تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری۔ چنانچہ اب تک تو باوجود دوسرا عقد بھی کر لینے کے اولاد ہوئی نہیں۔ آئندہ جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہو۔ یہ تو ظاہری مشابہت ہوئی اور بفضلہٖ تعالیٰ حضرت والا باطناً تو حضرت حاجی صاحبؒ کے طریق کے پورے پورے حامل ہی ہیں۔

حضرت بڑی پیرانی صاحبہ

اسی طرح حضرت حاجی صاحبؒ نے رخصت کے وقت حضرت بڑی پیرانی صاحبہ کے متعلق فرمایا کہ یہ تو ہمارے یہاں سے ایک بات لے چلیں کہ آیا اڑایا آیا اڑایا چنانچہ واقعی ان کا یہی حال ہے کہ نہ تنگی ہوتی ہے نہ جمع ہوتا ہے۔ ماشاءاللہ اس قدر سیر چشمی وایثار ہمدردی ہے کہ جتنا بھی اللہ تعالیٰ عطا فرماتے ہیں اور ان کے حصہ میں آتا ہے سب اپنے اعزہ و مستحقین پر خرچ فرما دیا کرتی ہیں اور اپنی تنگی کی کچھ پروا نہیں فرماتیں بلکہ حضرت والا انہی کی مصلحت کے لیے انتظام کے ساتھ خرچ کرنے کی تاکید بھی فرماتے رہتے ہیں۔

حضرت والا جیسے اور امور میں نہایت منتظم اور خوش تدبیر ہیں خرچ کرنے میں بھی ایسے ہی خوش انتظام ہیں کہ نہایت فراخی کے ساتھ ضروری ضروری موقعوں پر خرچ فرماتے ہیں پھر بھی اکثر کچھ نہ کچھ ذخیرہ ہو ہی جاتا ہے لیکن اس کو جلدی ہی اہل حقوق میں تقسیم کر کے اور

www.ahlehaq.org

مناسب مواقع خیر میں خرچ فرما کر اپنی ملک سے خارج فرما دیتے ہیں۔

غرض حضرت والا کے متعلق ہر امر میں حضرت حاجی صاحبؒ کی یہی خواہش تھی کہ میرے ہی مشابہ ہیں چنانچہ بفحوائے می دہد یزداں مراد متقین۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کو حاجی صاحبؒ کے طریق انیق کا پورا پورا حامل اور سچا جانشین بنا کر آج ایک دنیا کو فیضیاب بنا رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ تا دیر اس فیض کو جاری رکھے اور اس نا کارہ کو بھی اخذ فیض کی کامل توفیق اور اہلیت بخشے۔ آمین ثم آمین۔

حضرت والا کے بارے میں حضرت حاجی صاحبؒ کا ارشاد

ایک بار ندوہ کے کسی مولوی صاحب نے حضرت والا کی عدم شرکت ندوہ سے ناراض ہو کر حضرت حاجی صاحبؒ سے شکایت کی کہ وہ ہم سے اختلاف کرتے ہیں۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے فوراً تردید فرما دی کہ ان کی (یعنی حضرت والا کی) طبیعت میں تو خلاف کا مادہ ہی نہیں اور واقعی ع۔ قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید۔ حضرت والا ماشاء اللہ تعالیٰ اس قدر اختلاف سے متنفر اور اس درجہ وسیع الخیال ہیں کہ جہاں تک ہو سکتا ہے اپنے مخالفین کے اقوال و افعال کی بھی تاویل ہی فرماتے ہیں اور حسن ظن ہی سے کام لیتے ہیں گو عملاً موافقت نہ فرمائیں۔ چنانچہ ابھی ایک سلسلہ گفتگو میں نہایت شد و مد کے ساتھ فرما رہے تھے کہ جیسے بھی ہیں میں علماء کے وجود کو دین کی بقاء کے لیے اس درجہ ضروری سمجھتا ہوں کہ اگر سارے علماء ایسے مسلک کے بھی ہو جائیں جو مجھ کو کافر کہتے ہیں تو میں پھر بھی ان کی بقاء کے لیے دعائیں مانگتا رہوں کیونکہ گو وہ بعض مسائل میں غلو کریں اور مجھ کو برا کہیں لیکن وہ تعلیم تو قرآن و حدیث ہی کی کرتے ہیں ان کی وجہ سے دین تو قائم ہے میں ان کو دہری مدعیان اسلام کے مقابلہ میں ہزار درجہ غنیمت سمجھتا ہوں جو سرے سے دین ہی کو اڑانا چاہتے ہیں اور خدا جانتا ہے کہ اس وسعت رائے میں میری کوئی ذاتی مصلحت نہیں بلکہ اس کا منشاء محض حفظ حدود ہے۔ اھ۔

حضرتِ والا کی وسعتِ رائے

www.ahlehaq.org

حضرت والا کی وسعت رائے پر حضرت والا کا ایک اور قول بھی یاد آیا۔ فرمایا کہ ان کھاؤ کماؤ پیروں پر بھی مجھے رحم ہی آیا کرتا ہے کہ بیچارے اور کسی کام کے تو ہیں نہیں پھر کریں کیا آخر پیٹ بھی اپنا کس طرح پالیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں کھانے پینے کو دے رکھا ہے ورنہ اگر کھانے پینے کو نہ ملتا تو خدا جانے ہم بھی کس حال میں ہوتے اور ہماری بھی کیسی نیت ہو جاتی۔ یہ استغنا بھی پیٹ بھرنے کا ہے۔ اللہ تعالیٰ ابتلاء و امتحان سے محفوظ رکھے گو عقلاً و اعتقاداً میں ان کے طریقہ کو برا سمجھتا ہوں لیکن طبعاً ان پر رحم بھی آتا ہے جس کا یہ اثر ہے کہ بجائے صرف غصہ آنے کے بنا بر ترحم ان کی اصلاح و ہدایت کے لیے دعا بھی دل سے نکلتی ہے۔ اسی طرح باوجود بھیک منگوں کے پیشہ سے نفرت ہونے کے ان کی یہ صفت پسند ہے کہ بیچارے سب کے ہر حال میں دعا گو ہیں اور سوائے مانگنے کے کسی فتنہ انگریزی یا شور و شر یا فرقہ بندی میں شامل نہیں بس اپنے بھیک مانگنے سے کام ہے۔ اسی طرح گو کفار پر اعتقاداً اور ایک کافی درجہ میں طبعاً بھی غصہ ہے لیکن یہ دیکھ کر کہ تکوینی حیثیت سے اس میں بھی حکمتیں ہیں غیظ طبعی میں اعتدال رہتا ہے اور حکمتوں کی طرف حضرت حافظؒ نے اس شعر میں اشارہ بھی کیا ہے۔

در کارخانہ عشق از کفر ناگزیر است　　　آتش کرا بسوز دگر بو لہب نباشد

(عشق کے کاروبار میں کفر ضروری ہے اگر کوئی ابولہب نہ ہو تو آگ کسے جلائے گی)

اسی طرح مولانا رومیؒ نے بھی فرمایا ہے۔

کفر ہم نسبت بہ خالق حکمت ست　　　ور بہ ما نسبت کنی کفر آفت ست

(خالق کی طرف کفر کی نسبت ہو تو حکمت ہے اور اگر کفر کی نسبت ہماری طرف ہو تو مصیبت ہے)

احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ یہ شان جامعیت کو دو متضاد چیزوں کا حق ادا کیا جائے ایک فرد ہے۔ اس جمع بین الاضداد کی جس کو محققیت کی علامت کہا گیا ہے۔

اپنا پوتا بنا لینا

حضرت والا پر حضرت حاجی صاحبؒ اس قدر شفقت فرماتے تھے کہ جب کوئی پوچھتا کہ یہ کون ہیں تو یہ فرماتے کہ یہ میرے پوتے ہیں۔ حضرت والا فرماتے ہیں کہ کوئی دور کا

www.ahlehaq.org

رشتہ بھی حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا تھا جس کی بناء پر مجھے اپنا پوتا فرماتے تھے لیکن چونکہ روحانی رشتہ کے مقابلہ میں نسبی رشتہ کی میں کوئی حقیقت نہیں سمجھتا اس لیے نہ مجھے اس سے دلچسپی ہوئی نہ مجھے وہ تفصیل یاد رہی۔

خصوصی شفقت کا خطاب

غایت خصوصیت وشفقت کی بناء پر حضرت حاجی صاحبؒ حضرت والا کو نہ مولوی کے لفظ سے خطاب فرماتے نہ کوئی اور تعظیمی لفظ استعمال فرماتے بلکہ صرف میاں کا لفظ نام سے پہلے اضافہ فرما کر خطاب فرمایا کرتے۔ چنانچہ کئی وصیتیں بھی فرمائیں۔ مثلاً ایک بار ٹھنڈا پانی نوش فرما کر فرمایا میاں اشرف علی پانی جب پینا ٹھنڈا پینا تا کہ ہر بُن مو سے الحمدللہ نکلے ورنہ زبان تو الحمدللہ کہے گی لیکن دل الحمدللہ کہنے میں شریک نہ ہوگا۔

علم تفسیر وتصوف میں مہارت کی بشارت

یہ بھی بشارت دی کہ تم کو تفسیر اور تصوف سے خاص مناسبت ہوگی چنانچہ حضرت والا کی ان دونوں سے مناسبت تامہ اظہر من الشمس ہے اول کے متعلق حضرت والا کی شہرہ آفاق تفسیر بے نظیر ''بیان القرآن'' شاہد عدل ہے اور ثانی کے متعلق تو حضرت والا کی ساری ہی تصانیف شواہد ہیں۔ حضرت حاجی صاحبؒ کی اس بشارت کو نقل فرما کر حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ میں چوک گیا ورنہ دیگر شعب دینیہ خصوصی حدیث وفقہ کی مناسبت خاصہ کے لیے بھی حضرت حاجی صاحبؒ سے دعا کرا لیتا۔ اھ۔

اپنا کتب خانہ حضرت کو عنایت فرمانا

غایت خصوصیت کی بناء پر رخصت کے وقت حضرت حاجی صاحبؒ نے اپنا کتب خانہ حضرت والا کے سپرد کرنا چاہا لیکن حضرت والا نے غلبہ طلب فیض روحانی میں عرض کیا کہ حضرت کتابوں میں کیا رکھا ہے کتابوں کو لے کر میں کیا کروں گا۔ اپنے سینہ مبارک سے کچھ دولت عطا فرما دیجئے۔ یہ سن کر حضرت حاجی صاحبؒ کو جوش آ گیا اور فرمایا ہاں میاں ہاں سچ تو ہے کتابوں میں کیا رکھا ہے۔

www.ahlehaq.org

؎ صد کتاب و صد ورق درنار کن سینہ را از نور حق گلزار کن
(سو کتابوں اور سو کاغذوں کو آگ میں ڈال، اپنے سینہ کو حق کے نور سے گلزار بنا)

چونکہ حضرت والا نے غلبہ حال میں یہ انکار کیا تھا حضرت حاجی صاحبؒ نے باوجود جی چاہنے کے اس حالت کی رعایت سے اس وقت بالکل اصرار نہ فرمایا تاکہ وہ حال افسردہ نہ ہو جائے لیکن کچھ عرصہ کے بعد ان کتابوں کا پلندہ بندھوا کر حضرت والا کے پاس ایک رئیس عازم ہندوستان کے ہمراہ بھیجنے لگے لیکن بعض حاسدین حضرت والا نے انہیں کتابوں کا ایک وقف نامہ جس پر حضرت حاجی صاحبؒ کی مہر بھی خفیہ طور پر لے کر ان لوگوں نے ثبت کر لی تھی پیش کر دیا۔ حضرت حاجی صاحبؒ مجبور ہو گئے لیکن بار بار یہی فرماتے رہے کہ مجھ کو تو وقف کرنا بالکل یاد نہیں۔ پھر مرض وفات میں مولوی سعید صاحب کیرانوی کو وصیت فرمائی کہ وہ کتابیں حضرت والا کو بھیج دی جائیں۔ اور اگر وہ نہ لینا چاہیں تو پھر مدرسہ صولتیہ میں رہیں۔ مولوی محمد سعید صاحب نے حضرت والا کو خط لکھا لیکن وہ گم ہو گیا اس لیے وہ مدرسہ میں رہیں۔ بعد اطلاع حضرت والا نے فرمایا کہ اگر وہ خط مجھ کو مل بھی جاتا تب بھی میں یہی تجویز کرتا۔

ہمارے مہین مولوی

جب حضرت والا واپس تشریف لائے تو حضرت حاجی صاحبؒ گاہ گاہ حاجیوں کے زبانی حضرت والا کو اس عنوان سے سلام کہلوا کر بھیجا کرتے کہ ہمارے مہین مولوی سے سلام کہہ دینا۔ (یعنی دقیقہ رس نکتہ شناس اور لطیف المزاج) اس سے حضرت حاجی صاحبؒ کی اعلیٰ درجہ کی بصیرت باطنی ظاہر ہوتی ہے کیونکہ حضرت والا غایت ادب سے حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں بالکل خاموش بیٹھے رہتے تھے پھر بھی مذاق کا پورا پورا اور کیسا صحیح ادراک فرمالیا۔

مسلمانوں کو تم سے بہت نفع ہوگا

حضرت والا نے واپسی کے بعد کچھ رسائل مثلاً جزاء الاعمال، فروع الایمان'' وغیرہ تصنیف فرما کر حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں بھیجے۔ اور خصوص ''اکسیر ترجمہ تنویر'' کی جلد بندھوا کر اور اس کے اوپر مصرعہ مشہورہ پر اپنی طرف سے مصرعہ ثانی لگا کر یہ شعر لکھ کر بھیجا۔

www.ahlehaq.org

ے سوئے دریا تحفہ آور دم صدف   گر قبول افتدز ہے عز و شرف

(دریا کی خدمت میں سیپ کا تحفہ لایا ہوں، اگر قبول ہو جائے تو
میرے لئے بہت بڑا اعزاز اور فضیلت ہے)

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان رسائل کو دیکھ کر بہت مسرور ہوئے اور لکھوا بھیجا کہ انشاء اللہ تعالیٰ تم سے مسلمانوں کو بہت نفع پہنچے گا۔ چنانچہ بفضلہٖ تعالیٰ یہ پیشینگوئی اور دعا حرف بحرف راست آئی۔

غائبانہ دعوات و بشارات

اس قسم کی غائبانہ دعوات و بشارات وکلمات خصوصیت مجموعہ موسومہ مکتوبات امدادیہ سے ترتیب وار اقتباس کر کے ذیل میں نقل کی جاتی ہیں۔ چونکہ یہ محض اقتباسات ہیں اس لیے خطوط کے حاملین کے نام یا آمد خطوط کی تاریخیں جن کا حوالہ خطوط میں ہے یا اسی قسم کے مضامین جن کا مقصود میں دخل نہیں حذف کر دیئے جائیں گے اور ایسے مقامات پر خالی جگہ چھوڑ کر نقطے لگا دیئے جائیں گے۔ نیز ہر اقتباس کے آخر میں مکتوب کا حوالہ بھی مع تاریخ درج کیا جائے گا تاکہ صاحب بصیرت کو حضرت والا کے مختلف مدارج ترقی باطنی پر بھی ایک اجمالی نظر ہو جائے۔

حالات سے مطلع کرو

(نمبر۱) تم کو چاہیے کہ ہمیشہ اپنے حال سے اور جو کوئی کیفیت جدید اپنے زمرہ والوں میں پیش آئے اس سے مطلع کرو۔ (ازمکتوب نمبر۱۔ مورخہ ۲۲۔ ربیع الثانی ۱۳۰۳ھ)

اللہ دامن تمنا پُر کرے

(نمبر۲) خداوند تعالیٰ بتصدق اپنے حبیب احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب مرادیں پوری فرمادے اور تمہارے دامن تمنا کو گوہر مقصود سے پُر کرے۔ (آمین)
(ازمکتوب نمبر۲ مورخہ ۱۵۔ رجب ۱۳۰۴ھ)

اللہ آپ کو اپنی طرف کرے

(نمبر۳) اللہ تعالیٰ......آپ کو......اپنے ماسوا سے اپنی طرف کر لے۔ آمین)

www.ahlehaq.org

آپ کی طبابت کے شغل کو ترک کر کے پھر کانپور تشریف لا کر دینیات کے شغل کا حال معلوم ہوا بہت خوشی ہوئی اللہ جل جلالہ آپ کی اس خدمت میں برکت دے کر آپ کے برکت وفیض سے تمام مسلمانوں کو مستفیض ومستفید کرے۔ میں نے قبل ہی آپ کو مشورہ دیا تھا کہ دین کو خوب مضبوط پکڑنا چاہیے دنیا...... خود ہی اچھی صورت میں خدمت کو حاضر رہے گی۔ بہر کیف آپ لوگ علماء ورثۃ الانبیاء ہیں آپ لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی ہدایت کے لیے پیدا کر کے بڑے درجے عنایت کیے ہیں۔ پس اپنے مقصود کا خیال سب پر مقدم رکھنا چاہیے۔ (از مکتوب نمبر ۳ مورخہ ۱۲۔ ربیع الثانی ۱۳۰۶ھ)

اللہ اپنی برکت زیادہ کرے

(نمبر ۴) نامہ بہجت شمامہ آں عزیز باتمیز رسید از استماع حال ذوق وشوق آثار ترقی فہمید مسرت بر مسرت افزود خدائے تعالیٰ برکت زیادہ کند...... بہ خلق اللہ فیض دینی رسانیدن راہ اقرب وصولی الی اللہ است۔ (از مکتوب نمبر ۴ مورخہ ۲۲۔ محرم ۱۳۰۸ھ)

بادۂ عشق سے سیراب کرے

(نمبر ۵) اللہ تعالیٰ آپ کو بادہ عشق سے سیراب بنا کر تشنہ دار رکھے۔
(از مکتوب نمبر ۵ مورخہ ۱۳۔ صفر ۱۳۰۸ھ)

اللہ اپنی مرضیات میں رکھے

(نمبر ۶) آپ کا محبت نامہ وہدیہ معرفت ...... پہنچا کمال مسرور ومشکور کیا خداوند تعالیٰ آپ کو اپنی مرضیات میں رکھے اپنے کام میں لگے رہو خدا خود ہادی و مددگار ہے خاک سے کیمیا کر دے تو کچھ تعجب نہیں۔ ورنہ فقیر تو اپنے آپ کو خود جانتا ہے۔
(از مکتوب نمبر ۶ مورخہ ۲۱۔ ذی الحجہ ۱۳۰۸ھ)

اللہ اپنی رضا وحفاظت میں رکھے

(نمبر ۷) عرصہ سے آپ کی خیریت اور کیفیت نہ معلوم ہونے کی وجہ سے تعلق خاطر ہے اللہ تعالیٰ اپنی رضا اور حفاظت میں رکھے۔ (از مکتوب نمبر ۸ مورخہ نامعلوم)

www.ahlehaq.org

ترقی دارین عطا ہو

(نمبر۸) آپ کا خط .... وصول ہوا کمال مشکور کیا اللہ آپ کو ترقی دارین عطا فرمائے۔ قبل ازیں گو کہ خط عزیزم مولوی احمد حسن صاحب سے آپ کے مع الخیر شہر کانپور میں پہنچنے کی خبر معلوم ہوئی تاہم آپ کے خط کا بہت انتظار تھا اور تعلق قلبی بھی زیادہ تھا۔ الحمدللہ کہ آپ مع ہمراہیان خیریت سے پہنچے آپ کو یہ سفر مبارک ہو ہموارہ اپنے حالات سے اطلاع کرتے رہیں۔ (از مکتوب نمبر۹ مورخہ ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۱۲ھ)

اللہ اپنی محبت نصیب کرے

(نمبر۹) خط آپکا...... وصول ہوا۔ نہایت مشکور کیا۔ اللہ تعالیٰ آں عزیز القدر کو ترقی دارین اور اپنی محبت نصیب فرماوے۔ الحمدللہ فقیر بخیر ہے آپ کیلئے دعا کرتا ہے ...... آپ نے جو تحدث نعمت تحریر کیا ہے فقیر دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مصداق لان شکرتم لا زیدنکم کا آپکو کرے الحمدللہ فقیر اس خبر سے بہت مسرور ہوا حق سبحانہ آپ سے مخلوق کو فیضیاب کرے۔ اور برکات بزرگان اور اپنی محبت عطا فرماوے۔ شاہ صاحب آپکے پیر بھائی اور نیک بخت آدمی ہیں آپ شاہ صاحب کے حال پر مہربانی رکھیں اور جو بات اور ذکر وغیرہ دریافت کریں بتا دیا کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ سے خوش ہوگا۔ (از مکتوب نمبر۱۱۔ مورخہ ۱۸۔ ج ۱۲ ۱۳۱۲ھ)

ذوق وشوق وحسن خاتمہ نصیب ہو

(نمبر۱۰) خط آپ کا...... وصول ہوا کمال ممنون ومشکور کیا اللہ تعالیٰ آں عزیز کو اپنی رضامندی وذوق وشوق وحسن خاتمہ نصیب فرماوے۔...... آپ کے لیے فقیر اکثر اوقات دعا وہمت میں مصروف ہے۔ (از مکتوب نمبر۱۲ مورخہ ۱۲۔ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ)

بزرگان سلاسل کا فیض نصیب ہو

(نمبر۱۱) خط اور شجرہ مرسلہ آپ کے وصول ہوئے کمال مشکور کیا۔ اللہ تعالیٰ

www.ahlehaq.org

بزرگان سلاسل کی برکت اور فیض نصیب فرماوے۔ فقیر اور تمام حضار دیکھ کر نہایت خوش ہوئے اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے۔ (از مکتوب نمبر ۱۳ مورخہ یکم ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ)

اللہ کی محبت ورضا نصیب ہو

(نمبر ۱۲) خط آپ کا مع ہدیہ جاء نماز چرمی ...... وصول ہوا کمال مشکور کیا اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی محبت ورضا نصیب فرماوے۔ فقیر کے حق میں دعائے حسن خاتمہ کریں۔ (از مکتوب نمبر ۱۴ مورخہ ۲۳ ذالحجہ ۱۳۱۲ھ)

مال وجان میں برکت ہو

(نمبر ۱۳) آپ کا خط مع ہدیہ مبلغ پانچ روپیہ وصول ہوا کمال مشکور وممنون کیا۔ اللہ تعالیٰ آں عزیز کو اپنی محبت ورضا وحسن خاتمہ نصیب کرے اور آپ کے مال وجان میں برکت دیوے۔ بہت دنوں سے آپ کی خیریت وکیفیت معلوم نہ ہوئی تعلق خاطر ہے اللہ تعالیٰ ہمارا تمہارا خاتمہ بالخیر کرے۔ (از مکتوب نمبر ۱۵ مورخہ ۲۲ محرم ۱۳۱۳ھ)

آپ کو رسالے دیکھنے کو جی چاہتا ہے

(نمبر ۱۴) آپ کے محبت نامہ کا بہت دنوں سے انتظار تھا الحمدللہ عین انتظار میں پہنچا۔ دیکھ کر نہایت ہی جی خوش ہوا۔ مضمون عزیزی سے آگہی ہوئی آپ کے دونوں رسالے دیکھنے کو بہت جی چاہتا ہے اگر روانہ ہو گئے ہوں۔ فہوالمراد ورنہ فوراً روانہ کیجئے گا۔ (از مکتوب نمبر ۱۶ مورخہ ۸۔ صفر ۱۳۱۳ھ)

اللہ اپنے ذوق وشوق میں سرشار رکھے

(نمبر ۱۵) السلام علیکم و قلبی لدیکم۔ الحمدللہ فقیر بہرحال خیریت سے ہے اور خیریت آنعزیز کی خدا کی جانب سے شبانہ روز مطلوب۔ خط آپ کا ...... وصول ہوا کمال خوشی ہوئی اللہ تعالیٰ آنعزیز کو مدام اپنی یاد اور ذوق وشوق اور مواجید میں سرشار اور مخمور رکھے۔ ہر دو رسالہ پیش فقیر موجود ہیں ہر دو طبع کریں یا ایک مرضی آنعزیز خالی فائدہ رسانی سے نہیں خیر الناس من ینفع الناس اوراق نمونہ تنویر بھی فقیر کے پاس پہنچے اور

www.ahlehaq.org

سنے بہت پسندیدہ ہوئے۔.......... مصارف طبع تنویر سے فقیر کو بھی اطلاع کریں انشاء اللہ تعالیٰ یہاں سے بھی روانہ ہوسکتے ہیں۔ مال فقیر ہم از آنعزیز دریغ نیست۔ دربارہ شرکت ندوۃ العلماء آنکہ

من نگویم کہ ایں مکن آں کن .... مصلحت بین وکار آساں کن

(میں نہیں کہتا کہ یہ نہ کر وہ کر، بھلائی کا خیال رکھ اور آسان کام کر)

جو آپ کی طبیعت کے موافق ہو کریں بلکہ سالک کو انقطاع عن الناس ضروری ہے اور ذاکر شاغل کو خود خدا نصیب کرتا ہے۔ ہر کہ از حق انس گیرد از خلق وحشت گیرد آپ نے اور عزیزم مولوی محمد حسین صاحب الہ آبادی نے جو پیش بینی کی وہ بہت بجا اور حق معلوم ہوتی ہے۔ (از مکتوب نمبر ۱۷ مورخہ ۸۔ ربیع الآخر ۱۳۱۳ھ)

دن بدن ترقی کی دعا

(نمبر ۱۶) اصل نسخہ مثنوی کا میں نے عزیزی احمد حسن صاحب اور آپ کو دیا ہے آپ دونوں صاحب اپنے پاس رکھیئے گا خدا برکت دے گا...... کتاب اکسیر وانوار الوجود فی اطوار الشہود بھی پہنچی آپ کے خط کے مضمون سے آگاہی ہوئی۔ طبیعت نہایت خوش ہوئی اللہ تعالیٰ آپ کو مبارک کرے انشاء اللہ تعالیٰ دن بدن ترقی ہوگی۔ باطن فقیر ہر وقت آپ کے ساتھ ہے اور جن جن صاحبوں نے بیعت عثمانی کے لیے درخواست کی ہے ان کو میں نے قبول کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو کامیاب فرمائے۔ آمین آپ ان کی استعداد کے موافق کچھ معمول بتلا دیجئے گا۔ (از مکتوب نمبر ۱۸ مورخہ ۲۲۔ ج ۱۳۱۳ھ)

مقصود اصلی تک پہنچنے کی دعا

(نمبر ۱۷) پس از ادعیہ وافرہ وترقیات متکاثرہ واضح رائے عزیز باد...... راحت نامہ ...... موصول ہوا موجب انشراح خاطر بنا ماشاء اللہ آپ اور آپ کے متعلقین کے ذوق و شوق کی کیفیت سن کر طبیعت نہایت ہی خوش ہوئی۔ اللہ تعالیٰ بایں ذکر وشغل دائم مشغول رکھے دن بدن ترقی در ترقی فرمائے۔ مقصود اصلی تک پہنچائے آمین ثم آمین۔ (از مکتوب ۱۹)

www.ahlehaq.org

تمام امور میں کامیابی کی دعا

(نمبر ۱۸) بعد دعائے ترقی مدارج مشاہدات واضح باد انشاء اللہ تعالیٰ ہمہ امور حسب مرضی شما خواہند شد۔ (از مکتوب نمبر ۲۰ مورخہ یکم ذالحجہ ۱۳۱۳ھ)

اللہ آپ کو محبت کا غواص بنائے

(نمبر ۱۹) عزیزم جو آپ نے ہدیہ روانہ کیے وہ سب پہنچے اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے حرمین شریفین مرحمت فرمائے اور اپنے دریائے محبت کا غواص بنائے اور مراد سے مالا مال فرمائے باطن فقیر ہر وقت آپ کے پاس ہے۔ محبت قلبی چاہیے اس کی بدولت سب کچھ ہوتا ہے۔ (از مکتوب نمبر ۲۱۔ موصولہ ۹ موصولہ محرم ۱۳۱۴ھ)

صلاح وفلاح کی دعا

(نمبر ۲۰) بعد دعوات زائد ذوق وشوق مع الجمعیۃ وانشراح وانبساط خاطر واضح باد...... انشاء اللہ تعالیٰ طبیعت صلاح وفلاح پذیر خواہد شد خاطر جمع دارند۔ (از مکتوب نمبر ۲۳۔ مورخہ ۱۳۱۳ھ غالباً)

شب وروز ترقی کی دعا

(نمبر ۲۱) سلام علیکم چو در خاطری + اگر از چشم دوری بدل حاضری...... راحت نامہ مشعر احوال باطنیہ آنعزیز مع کوائف مختلفہ وصول ہوا آپ کے مژدہ ترقیات باطنیہ نے کمال مسرور کیا اللہ تعالیٰ شب وروز ترقی مزید فرماوے میں ہر وقت دست بدعا ہوں گو اس وقت میری طبیعت اچھی نہ تھی مگر آپ کی کیفیت سن کر بہت جی خوش ہوا افاقہ ظاہری محسوس ہونے لگا۔ (از مکتوب ۲۷ مورخہ ۱۱ صفر ۱۳۱۴ھ)

اعلیٰ درجات کی دعا

(نمبر ۲۲)۔ ہمیشہ خیال آپ کا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو درجات علیا عطا فرمادے اور فیض آپ کا ہمیشہ جاری رہے۔ (از مکتوب نمبر ۲۶ مورخہ ۲۵۔ صفر ۱۳۱۴ھ)

ہمیشہ خوش رہنے کی دعا

www.ahlehaq.org

www.ahlehaq.org

(نمبر۲۳) اللہ تعالیٰ آن عزیز کو علی الدوام خوش وخرم رکھے اور اپنی یاد میں ہمیشہ مشغول رکھے۔ آمین حسب استدعا آں عزیز عزیزی مولوی اسحاق علی صاحب کو میں نے داخل کیا۔ اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائے آمین آپ ان کے مناسب حال وظیفہ وغیرہ تلقین کردیجئے گا۔ (ازمکتوب نمبر۲۷ مورخہ ۵۔ ربیع الثانی ۱۳۱۴ھ)

تھانہ بھون سکونت کرنے کا حکم

(نمبر۲۴) جو جو کوائف وحالات مندرج خط تھے وہ بفضلہٖ سب محمود واحسن ہیں انشاء اللہ آئندہ اور ترقی پذیر ہوں گے۔ مطمئن خاطر رہنا چاہیے۔ میرا تعلق خاطر تمہاری جانب مصروف ہے اور سابق میں جو آنعزیز کو تحریر ہوا تھا کہ اگر کانپور سے دل برداشتہ ہو تو تھانہ بھون کو کہ جائے سکونت ہے جانا مناسب ہے اس سے یہ مراد نہ تھی کہ ضرورت بلاضرورت ترک تعلق کرکے تھانہ بھون جانا چاہیے بلکہ ہمارا خیال یہ ہے کہ جب تک مخلوق کانپور کو تم سے فیض پہنچ رہا ہے اور وہاں کی مخلوق بھی تم سے مانوس ومطیع ہے تو وہاں سے جنبش کرنا اور طالبان مطلوب کو محروم رکھنا مناسب نہیں معلوم ہوتا ہاں اگر خدانخواستہ تمہاری طبیعت کسی وجہ سے دلبرداشتہ ہو اور قصد یہ ہو کہ کانپور چھوڑا جائے تو اس حالت میں میری رائے یہ تھی کہ اور جگہ سے تھانہ بھون جانا مناسب ہے۔ (ازمکتوب نمبر۲۸ مورخہ ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۱۴ھ)

سب سامان درست ہونے کی دعا

(نمبر۲۵) آپ کا راحت نامہ عین انتظاری میں پہنچا باعث سرور خاطر ہوا آپ کے کوائف باطنی سن کر بہت جی خوش ہوا اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار احسان ہے کہ آپ کو یہ نعمت عطا فرمائی خداوند کریم اس میں ترقی عطا فرمائے اور ہمارے جمیع احباب کو نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ آپ کے حالات ماشاء اللہ سب محمود ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ آپ کو خود ان کی محمودیت معلوم ہو جائے گی۔ خدا کا شکر بجا لایئے اور اس سے زیادتی کے شب وروز طالب رہے تھانہ بھون کے مقدمہ میں جو آپ نے تامل کیا نہایت عقلمندی کو کام میں لائے۔ عزیزم میری غرض یہ ہے کہ جہاں کہیں رہو باخدا رہو اور بالفعل کانپور کے لوگ آپ کے تہہ دل سے مشکور ہیں آپ کی ذات

www.ahlehaq.org

سے ان کو فائدہ ہے لہذا بالفعل قیام کانپور مناسب وانسب معلوم ہوتا ہے جب تک یہاں کا تعلق خدا کو منظور ہے رکھئے۔ بعدازاں پھر تھانہ بھون میں محض توکل بخدا خدا کا نام لیکر بیٹھ جایئے اور کسی نوع کوئی تعلق ظاہری نہ کیجئے وہ خود مسبب الاسباب ہے سب سامان آپ کے درست کر دے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ کوئی تردد نہ کرنا پڑے گا۔ (از مکتوب نمبر ۲۹۔ مورخہ ۱۶۔ ج ۱۳۱۴ھ)

ترقی کی دعا

(نمبر ۲۶) الحمد للہ سب کیفیت آپ کی اچھی ہے خداوند کریم روز افزونی فرمائے آمین۔ (از مکتوب ۳۰۔ مورخہ ۱۳۱۴ھ)

دن دگنی رات چوگنی ترقی کی دعا

(نمبر ۲۷) راحت نامہ آنعزیز...... عین انتظاری میں...... وصول ہوکر باعث مسرت قلبی ہوا آپ کے اور آپ کے متعلقین کے حالات سن کر نہایت جی خوش ہوا اللہ تعالیٰ دن دونی رات چوگنی ترقی مرحمت فرمائے۔ (آمین)...... (از مکتوب نمبر ۳۱ مورخہ ۲۱ ج ۱۳۱۴ھ)

اپنا قائمقام بنانا

(نمبر ۲۸)...... فقط۔ عزیزم میاں مولوی سید اسحاق علی صاحب بعد سلام مسنون کے آپ نے خوب کیا آپ کو ہدایت کی جاتی ہے کہ مولانا صاحب کو بجائے میرے معلوم کرنا جو ہدایت وارشاد فرماویں عمل کرنا۔ (از مکتوب نمبر ۳۳ مورخہ ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۱۴ھ)

مخلوق کی دینی رہنمائی کی دعا

(نمبر ۲۹) کوائف معلوم ہوئے نہایت خوشی حاصل ہوئی انشاء اللہ تعالیٰ یوماً فیوماً ازدیاد انوار باطنی ہوگی اور خلق اللہ کو آپ کے ذریعہ سے فائدہ عظیم ہوگا۔ ہر وقت ایک خیال خاص تمہاری طرف رہتا ہے...... عزیزم مولوی اسحاق علی صاحب کو بعد سلام مسنون کے معلوم ہو کہ وہاں ضیاء القلوب وارشاد مرشد ہے مطالعہ فرمائیں اور مولانا سے اشکالات دفع کریں...... اور مولانا صاحب کو میری جگہ جان کر ان سے شغل و وظائف و ذکر میں

www.ahlehaq.org

مشغول رہیں۔ (ازمکتوب نمبر۳۴۔مورخہ ۶ ذیقعدہ ۱۳۱۴ھ)

عباء عطا فرمانا

(نمبر ۳۰) خط آپ کا پہنچا نہایت خوشی حاصل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی رضا مندی نصیب کرے......اور ایک عبا سبز رنگ بدست شاہ بہاء الدین صاحب دستی روانہ کیا گیا ہے آپ کے لیے قبول فرمائیں گے اور اللہ آپ کو زیادہ علم وفضل بخشے جس میں خلق اللہ کو نفع عام ہو اور تصانیف مفید ومقبول ہوں۔ میرا تعلق آپ کی طرف اکثر اوقات رہتا ہے اور اس وقت فقیر پابرکاب ہے۔ امید دعا خاتمہ بالخیر کی رکھتا ہے...... جبہ یعنی عبا کو آپ اپنے تصرف میں لاویں۔ (ازمکتوب نمبر۳۵۔مورخہ ۲۶۔ذالحجہ ۱۳۱۴ھ)

ہمارے مدرسہ ومسجد کو آباد کریں

(نمبر ۳۱) بہتر ہوا کہ آپ تھانہ بھون تشریف لے گئے امید ہے کہ آپ سے خلائق کثیر کو فائدہ ظاہری و باطنی ہوگا اور آپ ہمارے مدرسہ ومسجد کو از سر نو آباد کریں میں ہر وقت آپ کے حال میں دعا کرتا ہوں اور خیال رہتا ہے۔ (ازمکتوب نمبر ۳۶ مورخہ ۱۲۔ربیع الثانی ۱۳۱۵ھ)

ظاہر و باطنی فیض میں ترقی کی دعا

(نمبر ۳۲) آپ کے استقامت اور توکل میں کامیابی کی دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ ظاہری و باطنی فیض کو روز افزوں ترقی عطا فرمائے۔ (ازمکتوب نمبر ۳۷۔مورخہ ۶۔رجب ۱۳۱۵ھ)

فیض جاری رہنے کی دعا

(نمبر ۳۳) بخدمت فیضدرجت عمدۃ السالکین نخبۃ الواصلین حضرت العالم الحافظ الحاج القاری شاہ محمد اشرف علی التھانوی ادام اللہ عرفانہ ومحبتہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہٗ خط آپ کا پہنچا نہایت مسرت حاصل ہوئی اور قلب کو فرحت۔ اللہ تعالیٰ آنعزیز کو ترقی ظاہر و باطن عطا فرماوے اور خلق اللہ کو مستفید بفحوائے صوری ومعنوی کرے آمین انشاء اللہ میں ہر وقت دعا کرتا ہوں کہ آپ سے خلقت کثیرہ کو فائدہ ہوگا اور سلسلہ جاری رہے گا۔ مہر مدرسہ و مسجد وحجرہ کے احوال سے نہایت خوشی ہوئی...... وقت آخر ہے دعائے خاتمہ بالخیر کا طالب

www.ahlehaq.org

ہوں۔ کتب کثیرہ یہاں موجود ہیں۔ مستحسن یہ ہے کہ اگر ہو سکے ایک دفعہ آپ تشریف لاویں کہ اس بہانہ سے ملاقات ہو جائے اور کل کتابیں اپنے ہمراہ لیتے جاویں۔ والا بالضرور کسی کے ہمراہ روانہ کروں گا۔ (ازمکتوب نمبر ۳۸۔ مورخہ ۱۶ رمضان شریف ۱۳۱۵ھ)

اجازتِ عامہ عطا فرمانا

(نمبر ۳۴) خط آپ کا پہنچا نہایت مسرت حاصل ہوئی اللہ آپ کو جمیع مقاصد دارین سے فیضیاب کرے۔...... اور محبت اور خیال آپ کا بیان کرنا حاجت نہیں دل کو دل سے راہ ہے...... عزیزم...... کو سلسلہ بیعت عثمانی میں داخل کیا آپ ان کا شغل واذکار بتاویں آپ کافی ہیں جو طالب ہوا ان سب کو ذکر واشغال بتانے کی اجازت عامہ آپ کو ہے ...... میرا خیال ہر وقت آپ کی طرف ہے۔ (ازمکتوب نمبر ۳۹۔ مورخہ ۱۱۔ محرم الحرام ۱۳۱۶ھ)

اللہ اپنے مخلصین میں شمار کرے

(نمبر ۳۵) اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے مخلصین سے کرے۔ (ازمکتوب نمبر ۴۰۔ مورخہ ۱۲ صفر ۱۳۱۶ھ)

(نمبر ۳۶) اللہ تعالیٰ آپ کا قصد پورا کرے فقیر کا دل بھی ملنے کو بہت چاہتا ہے۔
(ازمکتوب نمبر ۱ مورخہ ۴ ربیع الاول ۱۳۱۲ھ)

(نمبر ۳۷) آپ کی حالت بہت اچھی ہے مقام شکر ہے ذلک فضل اللہ فقیر دعا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے مخلصین سے شمار کرے۔ (ازمکتوب نمبر ۴۲ مورخہ ۷ اربیع الثانی ۱۳۱۲ھ)

ظاہر و باطن میں ترقی

(نمبر ۳۸) دو عدد رسالہ جزا الاعمال بھی پہنچے فقیر کے پسند آئے فقیر دعا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ظاہر و باطن میں ترقی کرے۔ (ازمکتوب نمبر ۴۳ مورخہ یکم ج ۲، ۱۳۱۲ھ)

قلبی کیفیت

(نمبر ۳۹) خط پہنچا الحمد للہ کہ آپ کے قلب کی حالت بہت اچھی ہے یہ مقام خوف ورجا ہے اسی کو ہیبت وانس کہتے ہیں کبھی ہیبت کبھی انس کا غالب ہو جانا دونوں کو ایک سمجھنا چاہیے۔ (ازمکتوب نمبر ۴۴ مورخہ یکم رجب ۱۳۱۶ھ)

www.ahlehaq.org

(نمبر۴۰) خط آپ کا دوسرا ابھی پہنچا پہلے خط کے جواب میں لکھ دیا گیا ہے مکرر ہے کہ آپ کی حالت بھی بہت اچھی ہے انشاء اللہ تعالیٰ کچھ ضرر نہ ہوگا۔ فقیر دعا کرتا ہے...... جو کچھ قلب پر وارد ہو منجانب اللہ خیال کرو جو واردات مضر ہوں گے اس مراقبہ سے سب دفع ہو جائیں گے۔ (ازمکتوب نمبر ۴۵۔ مورخہ ۱۹ رجب ۱۳۱۶ھ)

(نمبر۴۱) آپ کی حالت بہت اچھی ہے پہلے آپ کو لکھ دیا گیا ہے...... اس قسم کی گھاٹیاں طالب کو آیا ہی کرتی ہیں انشاء اللہ تعالیٰ سب سے پار ہو جاؤ گے۔ فقیر دعا کرتا ہے۔ (بے شک وہ خوب سننے والا بہت ہی قریب ہے) **انه سميع قريب** (ازمکتوب نمبر ۴۶ مورخہ ۸۔ شعبان ۱۳۱۶ھ)

(نمبر۴۲) حالت آپ کی ماشاء اللہ بہت اچھی ہے اللہ تعالیٰ مبارک کرے جو کچھ بقیہ قبض ہے وہ بھی رفع انشاء اللہ تعالیٰ ہو جائے گی فقیر دعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے مخلصین سے کر لے...... دونوں کتابوں کو فقیر نے سنا بہت پسند آئیں اللہ تعالیٰ اختتام کو پہنچائے۔ (ازمکتوب نمبر ۴۷۔ مورخہ ۲۲ شوال۔ ۱۳۱۶ھ)

(نمبر۴۳) خط آپ کا پہنچا الحمد للہ آپ کی حالت بہت اچھی ہے۔
(ازمکتوب نمبر ۴۸۔ مورخہ ۱۴۔ ذی الحجہ ۱۳۱۶ھ)

(نمبر۴۴) آپ کی حالت اب الحمد للہ بہت اچھی ہے فقیر دعا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ترقی فرمائے۔ کانپور سے آپ کے وہاں کے قیام کے بارہ میں خط آیا تھا جواب ان کو لکھ دیا گیا تھا آپ کو بھی تحریر ہے کہ فقیر کے نزدیک مستقل قیام آپ کا تھانہ بھون میں ضروری ہے۔ باقی تعطیل وغیرہ کسی فرصت وقت یا جس وقت طبیعت کچھ گھبرائے تو کانپور بھی دورہ کریں اور ان لوگوں کی خبر گیری کریں اور طالب کے واسطے تو تھانہ بھون کانپور سے کچھ دور نہیں ہے چنانچہ کانپور بھی یہ ہی مضمون جواب میں لکھا گیا ہے۔ (ازمکتوب نمبر ۴۹۔ ۱۵ محرم ۱۳۱۷ھ)

اللہ تعالیٰ فائز المرام کرے

(نمبر۴۵) خط آپ کا پہنچا فقیر کا دل بہت خوش ہوا...... ضعف کی یہ حالت ہے کہ ایک جانب سے دوسری جانب کروٹ لینا مشکل ہے۔ اب تو یہی آرزو ہے کہ اللہ تعالیٰ

www.ahlehaq.org

www.ahlehaq.org

اس دار فانی سے جلد بلا لے فقیر جملہ احباب کے لیے دعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ فائز المرام کرے گفتگو کی طاقت نہیں ہے...... مناسب حال ہر شخص کے آپ خود تعلیم کریں۔

(از مکتوب نمبر ۵ مورخہ ۲۰ ربیع الاول ۱۳۱۷ھ)

نوٹ: ان مکتوبات کے متعلق ضروری فوائد اور ان کے بعض الفاظ مصطلحہ نصف کی تشریحات مجموعہ مکتوبات امدادیہ کے حاشیہ پر موجود ہیں جس کو ضرورت واقع ہو اس کتاب میں ملاحظہ فرما لے۔

بے پناہ محبت

احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ ناظرین نے ان اقتباسات مکتوبات امدادیہ سے خود اندازہ فرما لیا ہوگا کہ حضرت حاجی صاحبؒ کو حضرت والا کے ساتھ کس درجہ خصوصی تعلق تھا وضاحت کی احتیاج نہیں۔ کیا ٹھکانا ہے محبت کا کہ حضرت والا کے ایک عریضہ حالات سے مژدہ ترقیات باطنیہ معلوم فرما کر اس قدر مسرور ہوئے کہ مرض ظاہری میں بھی افاقہ محسوس ہونے لگا جیسا اقتباس نمبر ۲۱ مرقومہ بالا سے معلوم ہوا۔ بعض دیگر واقعات عنایت خاص مناسب موقع پر بعد کو مذکور ہوں گے۔

اپنا جانشین بنانا

یہ عجیب حسن اتفاق ہے کہ اپنے آخری والا نامہ میں جس کے بعد دو ماہ کے اندر ہی سفر آخرت فرمایا۔ یہ وصیت فرمائی کہ مناسب حال ہر شخص کے آپ خود تعلیم کریں۔ اس طرح دار فانی سے رخصت ہوتے وقت حضرت والا کو اپنے بعد اپنا جانشین خاص تجویز فرما گئے۔

خاص الخاص بشارت

مکتوبات کے سلسلہ میں ایک اور واقعہ بھی یاد آیا۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے حضرت والا کے کسی عریضہ حالات کو پڑھ کر ایک صاحب سے جو اس وقت موجود تھے ایک ایسی خاص الخاص بشارت ارشاد فرمائی جو حضرت والا کی شان کو نہایت ہی ارفع و اعلیٰ قرار دیتی ہے اور ایک خاص امتیاز بخشی ہے لیکن حضرت والا نے تاحیات اس کے اظہار سے ممانعت فرما دی ہے۔ غرض حضرت حاجی صاحب کی توجہات و عنایات بعض حیثیتوں کے اعتبار سے جس نوعیت خاص کی

www.ahlehaq.org

حضرت والا پر تھیں ویسی کسی خادم پر نہ تھیں کیونکہ علم الٰہی میں یہ طے ہو چکا تھا کہ حضرت والا کو خانقاہ امدادیہ میں حضرت حاجی صاحبؒ کا سچا جانشین بنا کر بٹھایا جائے اور علوم و معارف امدادیہ کو بواسطہ حضرت والا شرقاً و غرباً پھیلایا جائے چنانچہ بفضلہ تعالیٰ ایسا ہی ہو رہا ہے۔

قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید

اسی کا پیش خیمہ حضرت حاجی صاحبؒ کا وہ ارشاد تھا جو حضرت والا سے بہ وقت واپسی ہندوستان فرمایا تھا جس کا ذکر مستقلاً آگے آتا ہے اور جس کا حوالہ اقتباسات مکتوبات میں آ بھی چکا ہے اس کو اجمالاً یہاں بھی نقل کیا جاتا ہے۔ فرمایا کہ اگر کبھی کانپور کے تعلق سے دل برداشتہ ہو تو پھر دوسری جگہ تعلق نہ کرنا توکل بخدا تھانہ بھون جا کر بیٹھ جانا اور جب حضرت والا کانپور کا تعلق قطع فرما کر حسب الارشاد تھانہ بھون آ کر مقیم ہوئے تو حضرت والا کو تحریر فرمایا "بہتر ہوا کہ آپ تھانہ بھون تشریف لے گئے امید ہے کہ آپ سے خلائق کثیر کو فائدہ ظاہری و باطنی ہوگا اور آپ ہمارے مدرسہ و مسجد کو از سرِ نو آباد کریں میں ہر وقت آپ کے حال میں دعا کرتا ہوں اور خیال رہتا ہے۔ (منقول از مکتوب نمبر ۳۶ مورخہ ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۱۵ھ' مکتوبات امدادیہ ملاحظہ ہو اقتباس نمبر ۳۱) اسی طرح مکتوب نمبر ۳۸ مورخہ ۱۶۔ رمضان شریف ۱۳۱۵ھ میں تحریر فرماتے ہیں۔" انشاء اللہ میں ہر وقت دعا کرتا ہوں کہ آپ سے خلقت کثیرہ کو فائدہ ہوگا اور سلسلہ جاری رہے گا۔ مہر مدرسہ و مسجد و حجرہ کے احوال سے نہایت خوشی ہوئی۔ (ملاحظہ ہو اقتباس نمبر ۳۳) اھ۔ یہ سب ارشادات حقہ بالکل اسی مصرعہ کے مصداق ثابت ہوئے ؎ قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید۔

جن حالات عالیہ کو آج ایک دنیا مشاہدہ کر رہی ہے حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ العزیز شروع ہی میں مدتوں پہلے اپنی نور بصیرت سے کھلی آنکھوں مشاہدہ فرما رہے تھے۔ اب یا تو اس کو فراست و پیشینگوئی سے تعبیر کیا جائے یا دعاؤں اور تمناؤں کا نتیجہ قرار دیا جائے۔ جن سے مکتوبات بھرے پڑے ہیں یا ثانی کو اصل اور اول کو تابع سمجھا جائے حاصل سب کا ایک ہی ہے۔

؎ عباراتنا شتیٰ و حسنک واحد ...... و کل الی ذاک الجمال یشیر

www.ahlehaq.org

(ہماری تعبیریں مختلف ہیں اور تیرا حسن ایک ہی ہے اور سب اسی
حُسن کی طرف اشارہ کرتی ہیں)

خلاصہ یہ ہے کہ جو باطنی دولتیں بمشیت والقائے خداوندی حضرت والا کے سینہ مبارک میں ودیعت فرمائی تھیں وہ سب کی سب حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس چھ ماہ کی قلیل مدت قیام ہی میں بکمالہا عطا فرما کر اخذ بیعت کی اجازت عطا فرما دی اور اپنا جانشین وخلیفہ خاص بنا کر منصب ارشاد وتلقین پر متمکن فرما دیا۔

مجدِّدِ وقت کی مسند نشینی

اللہ اللہ وہ بھی کیسی مسعود ومبارک اور خلاصہ ازمنہ ساعت تھی جس میں ایک قطب الارشاد حکیم الامت مجدد دین وملت ایک شیخ العرب والعجم کے دست مقدس ومبارک سے دنیائے اسلام سے رسوم وبدعات کو مٹانے اور اسلام کو اس کی اصلی صورت میں دکھانے مسلمانوں کو افراط وتفریط سے ہٹانے اور جادہ مستقیم پر لانے علوم ومعارف کے دریا بہانے اور عوام وخواص سب کو متمتع ومستفید فرمانے فیوض وبرکات ظاہری وباطنی کو شرقاً وغرباً پھیلانے بڑے بڑے عقد ہائے لاینحل اور پیچیدہ پیچیدہ مسائل علمیہ وعملیہ کی گتھیاں سلجھانے بندگان خدا کو صحیح صحیح آداب عبودیت واصول معاشرت سکھانے اور مسلمانوں کو صحیح معنوں میں مسلمان اور انسانوں کو صحیح معانی میں انسان بنانے تعلیم وتہذیب اسلامی کی خوبی ومتانت کو عالم آشکارا اور تعلیم جدید وتہذیب نو کی طمع کار ونظر فریب چادر زرنگاہ کو پارہ پارہ کرکے اس کی دھجیاں اڑانے اور نئی روشنی کی مخفی ظلمات کھلی آنکھوں دکھلانے اہل دنیا کے قلوب میں اہل دین کا سکہ بٹھانے' دین واہل دین اور علم دین واہل علم دین کی وقعت بڑھانے اور بڑے بڑے سرکشوں کے سر جھکانے' شبہات جدیدہ کو اصول منطق وفلسفہ ہی کی بناء پر باطل ٹھہرانے اور بڑے بڑے مدعیان منطق وفلسفہ سے بھی کتاب وسنت کے احکام واخبار وعقائد حقہ منوانے۔ اعلاء السنن میں احادیث تائید یہ جمع کرا کر فقہہ حنفی کو چار چاند لگانے۔ ہزاروں بے نمازیوں سے نماز پڑھوانے۔ سود خواروں سے سود اور دیگر ناجائز آمدنی والوں سے ناجائز آمدنیاں ترک کرانے اور اہل حقوق کے حقوق دلوانے سے صدہا

www.ahlehaq.org

اہل معاصی سے معاصی ظاہرہ و باطنہ چھڑوانے۔ بڑے بڑے مہلک امراض روحانی کے نہایت سہل سہل اور تیر بہدف معالجات اور نادر نادر طرق اصلاح بتانے نہایت باریک باریک مکائدنفس سوجھانے۔ بڑے بڑے مہلکات طریق کی طرف توجہ دلانے اور ہلاکت باطنی سے بچانے۔ تصوف کو بجائے اس کے موجودہ مصنوعی عباوقبا کے اس کا صدیوں کا اترا ہوا اصلی خرقہ دیرینہ پہنانے۔ اور سالکین کو سلف صالحین کے برگزیدہ اور بالکل مطابق کتاب وسنت طریق پر جو مدت دراز سے متروک تھا پھر چلانے۔ ترغیب وترہیب کے پراثر مضامین سے روتوں کو ہنسانے اور ہنستوں کو رلانے۔ بالخصوص آیات وبشارات رحمت سنانے اور ہزار ہا مایوسین کی ڈھارس بندھانے۔ اور نامرادوں کی مرادیں برلانے۔ صدہا طالبین کو جن میں ہر اعلیٰ وادنی طبقہ اور پیشہ کے افراد شامل ہیں۔ محبوب حقیقی تک بہ اقرب طرق پہنچانے۔ غرض ہر شعبہ دینی خصوصاً تفسیر وتصوف کے متعلق ہر ضروری خدمت بہ احسن وابلغ وجوہ بجالانے کے لیے مسند آرائے منصب ارشاد ہوا۔

یہ کوئی معمولی واقعہ نہ تھا بلکہ اس لحاظ سے کہ دین محمدی علی صاحبہ السلام والتحیۃ کی از سرنو تجدید اور رسوم قبیحہ قدیمہ وبدعات سیئہ دیرینہ کی تردید آئندہ اسی کی بدولت ہونا تھی۔ یہ واقعہ دنیا کے اہم ترین واقعات سے بھی زیادہ اہم واقعہ تھا جو قابل صد تہنیت ومبارک اور لائق ہزار شکر ومسرت عباد تھا جس پر حضرت حافظ شیرازیؒ کے ایک شعر کا یہ مصرعہ گویا صادق آتا تھا۔ مصرعہ حوریاں رقص کناں ساغر شکرانہ زدند (حوریں رقص کرتے ہوئے شکرانے کا جام دے رہی ہیں) اور حضرت حافظؒ کے اشعار ذیل تو بہت ہی چسپاں ہوتے تھے۔

نفس باد صبا مشک فشاں خواہد شد　　عالم پیر دگر بارہ جواں خواہد شد

(بادِ صبا مشک بکھیرے گی، پرانا جہان دوبارہ نیا ہوگا)

دیگر

صبا بہ تہنیت پیرمے فروش آمد　　کہ موسم طرب وعیش ناز ونوش آمد

(بادِ صبا شراب بیچنے والے بوڑھے کو مبارک دینے آئی ہے کہ گانے بجانے اور عیش مستی اور پینے کا موسم آگیا ہے)

www.ahlehaq.org

ہوا مسیح نفس گشت و باد نافہ کشا　　　درخت سبز شد و مرغ در خروش آمد

(ہوا روح کو زندہ کرنے والی ہے اور صبا کستوری پھیلا رہی ہے، درخت سبز ہو گئے ہیں اور پرندے جوش میں ہیں)

اس مقام پر حضرت والا کے مختلف کارناموں کو متعدد و مسلسل متعاطفات کی صورت میں اس لیے جمع کر دیا گیا ہے کہ حضرت والا کی دینی خدمات پر اس سلسلہ میں ایک اجمالی نظر ہو جائے چنانچہ بحمد اللہ مذکورہ بالا اجمالی فہرست سے جو بھی گزری یہ مقصود حاصل ہو گیا۔

السَّوق من الشَوق

اس موقع پر حضرت والا کے دینی کارناموں کے استحضار نے اس احقر مؤلف معروف بہ مجذوب کے جذبات شوق کو اس درجہ برانگیختہ کیا کہ قلم سے ایک پوری نظم اور وہ بھی بزبان فارسی شدت ذوق وشوق میں نکل گئی حالانکہ احقر نے فارسی بالکل نہیں پڑھی یہاں تک کہ آمد نامہ بھی نہیں پڑھا۔ نہ اس سے قبل کبھی فارسی اشعار لکھنے کا اتفاق ہوا کیونکہ فارسی زبان سے بالکل نابلد ہونے کی وجہ سے اس طرف توجہ ہی ممکن نہ تھی مجھے خود حیرت ہے کہ فارسی اشعار لکھنے پر کیونکر قدرت حاصل ہو گئی سوائے اس کے کیا سمجھا جائے کہ اللہ تعالیٰ ہی کو منظور تھا کہ حضرت والا کی مدح ہو چنانچہ ایک نااہل کو بھی اس کا بقدر ضرورت اہل بنا دیا۔

واقعہ یہ ہوا کہ دوران تحریر مقام ہذا میں احقر سے ایک صاحب نے یہ فرمائش کی کہ میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس سرہٗ العزیز کے منظوم شجرہ فارسی میں اضافہ کرنے کے لیے حضرت والا کے توسل کے متعلق دو تین اشعار فارسی میں تصنیف کر دوں تاکہ حضرت والا کے خدام اس شجرہ کو پڑھتے وقت ان اشعار کو پڑھ لیا کریں۔ احقر نے فارسی نہ جاننے کا عذر پیش کر دیا لیکن جب بہت اصرار ہوا تو کچھ سرسری فکر کی پھر کیا تھا دیوانہ را ہوئے بس است مضامین مدعیہ کا دریا امنڈ آیا یہاں تک کہ پورے سو اشعار پر جا کر قلم کو بہ جبر روکا گیا تب بمشکل رکا۔ گویا حضرت والا کے منجھلے ماموں جناب پیر جی واجد علی صاحبؒ کی جو بڑے زبردست ادیب فارسی تھے ذیل کی رباعی ہو بہو صادق کر رہی تھی۔

www.ahlehaq.org

واہ چہ شوق است کہ در دست قلم می رقصد　　زدم انگشت بہ پہلو کہ صنم می رقصد

(واہ کیسا شوق ہے کہ ہاتھ میں رقص کر رہا ہے پہلو میں انگلی لگائی تو محبوب رقص کر رہا ہے)

خامہ را بیں کہ بہ مضمون مبارکبادی　　ہمچو مستان ادا با خم و چم می رقصد

(قلم کو دیکھ کہ مبارکبادی کے مضمون میں دیوانوں کی طرح مڑ مڑ کر اور اڑ اڑ کر رقص کر رہا ہے)

اور گویا حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ اشعار منطبق ہو رہے تھے۔

ایں زماں جاں دامنم برتافتہ است　　بوئے پیران یوسف یافتہ است

(اس زمانہ میں روح نے میرا دامن سمیٹ دیا ہے کہ اس نے حضرت یوسفؑ کی قمیص کی خوشبو پائی ہے)

واجب آمد چونکہ بردم نام او　　شرح کردن رمزے از انعام او

(جب میں نے اس کا نام لیا ہے تو ضروری ہے کہ اسکے انعام کی کچھ شرح کر دی جائے)

چونکہ احقر کی نظم مذکور اس مقام کے مناسب بھی ہے اور اسی پر متفرع بھی اس لیے بے اختیار جی چاہتا ہے کہ اس کو بھی حضرت والا کے کمالات و کارہائے نمایاں کو مذکورہ بالا اجمالی فہرست کے سلسلہ میں یہاں درج کر دیا جائے۔ امید ہے کہ ناظرین کرام بھی ملاحظہ اس تطویل کو بجائے لاطائل قرار دینے کے ہر طرح مناسب مقام ہی قرار دیں گے۔ بلکہ انشاء اللہ تعالیٰ نہایت پرلطف و خوشگوار پائیں گے۔ اس نظم کے دو حصے ہیں اول حصہ میں دعائیہ اشعار ہیں اس کا عنوان ''دعائے طالبین بدرگاہ رب العالمین'' ہے۔ دوسرے حصہ میں مدحیہ اشعار ہیں۔ اس کا عنوان ''دعوت سالکین برائے رجوع الی الصادقین'' ہے۔ اور مجموعہ کا نام ''صدائے مجذوب'' ہے۔ چونکہ دونوں قسم کے اشعار ہیں باہم ربط بھی ہے جیسا ملاحظہ سے معلوم ہوگا نیز دعائیہ اشعار کا نکال دینا سوء ادب بھی ہوتا ہے پھر یہ دعائیہ اشعار نافع اور دلچسپ بھی ہیں۔ بالخصوص طالبین و سالکین کے لیے اس لیے پوری ہی نظم کو ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے وہ یہ ہے۔

www.ahlehaq.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

صدائے مجذوب

(دعائے طالبین بدرگاہ رب العالمین)

الٰہی رحم کن برحال زارم   مدد فرما کہ رفت از دست کارم

(الٰہی میرے برے حال پر رحم فرما، میری مدد فرما کہ معاملہ میرے ہاتھ سے نکل چکا ہے)

مرا از دستبرد نفس و شیطان   بود ہر لحظہ بیم دین و ایماں

(مجھے ہر لحہ نفس و شیطان سے دین وایمان کا خوف رہتا ہے)

بچشم لطف قلب من نگہدار   نگردد تا زراہ صدق زنہار

(اپنے کرم کی نگاہ سے میرے دل کی کی حفاظت فرما تاکہ یہ سیدھی راہ سے نہ بھٹکے)

دلم راکن زسر خویش آگاہ   کہ نبود در طریق عشق گمراہ

(میرے دل کو اپنے راز سے آگاہ کر، تاکہ وہ عشق کی راہ میں چلتے ہوئے گمراہ نہ ہوجائے)

بحق حضرت اشرف علی شاہ   کہ عبدست اشرف و اعلیٰ و ذیجاہ

(حضرت شاہ اشرف علی کے واسطہ سے جوکہ اشرف واعلیٰ اور بڑے مرتبہ والا تیرا بندہ ہے)

زطبعم دورکن کبر ومنی را   شرافت بخش این نفس دنی را

(میری طبیعت سے تکبر وخود پسندی کو دور کر اس کمینے نفس کو شرافت عطا فرما)

بگرداں نفس مارا مطمئنہ   قہا الوسواس من ناسٍ و جنّہ

(ہمارے نفس کو نفس مُطْمَئِنَّہ بنادے، اسے وسوسہ ڈالنے والے انسانوں اور جنّوں سے بچا)

بگرداں حال زشتم رابگرداں   مرا بر نفس غالب کن چوں مرداں

زقلبم حُب غیر خود بدرکن   بیاد خود زعالم بیخبر کن

(میرے دل سے اپنے غیر کی محبت نکال دے اپنی یاد میں لگا کر دنیا جہان سے بے خبر کردے)

www.ahlehaq.org

چناں پر از معنئ خود کن دلم را　　نیارم درنظر صد جام جم را
(میرے دل کو اپنی محبت سے اس طرح بھر دے کہ جمشید کی سو حکومتوں کو بھی کچھ نہ سمجھوں)

ہزاراں باتو واصل شیخ و شاب اند　　بدرگاہت ہزراں باریابند
(ہزاروں نوجوانوں اور بوڑھوں نے آپ کا وصال پایا ہے آپ کے دربار میں ہزاروں حاضری کا شرف پاتے ہیں)

من ناکارہ راہم بخش بارے　　من آوارہ راہم دہ قرارے
(مجھ ناچیز کو بھی حاضری کا شرف عطا فرما مجھ آوارہ کو بھی قرار عطا فرما)

رہم دہ پیش من صد سد باب است　　حجاب اندر حجاب اندر حجاب است
(مجھے راستہ عطا فرما، میرے سامنے سو رکاوٹیں ہیں، حجاب کے اندر حجاب اور حجاب کے اندر حجاب ہے)

من محجوب رامجذوب گرداں　　محبّ خویش و ہم محبوب گرداں
(مجھ پردوں میں پڑے ہوئے کو اپنی طرف کھینچ لے اپنا مُحبّ اور محبوب بنا لے)

کرامت کن الٰہی استقامت　　عنایت کن عنایت کن عنایت کن
(الٰہی استقامت عطا فرما، عنایت فرما، عنایت فرما، عنایت فرما)

حیا تم راحیات پاک گرداں　　مماتم راممات پاک گرداں
(میری زندگی کو پاکیزہ زندگی میں بدل دے، میری موت کو بھی پاکیزہ بنا دے)

بخود مشغول دار اندر حیاتم　　اگر میرم بدہ یارب نجاتم
(مجھے میری زندگی میں اپنے ساتھ مشغول رکھ، اگر مروں تو مجھے نجات عطا فرما)

دم آخر بخیر انجام ماکن　　بخلد زیرپائے مصطفٰے کن
(آخری لمحہ ہمارا انجام اچھا کر، جنت الخلد میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کے نیچے جگہ عطا فرما)

دعوت سالکین برائے رجوع الی الصادقین

www.ahlehaq.org

نہ تنہا اے دعا گو ایں دعا کن　　دعا کن ہم تلاش رہنما کن

(اے دعا مانگنے والے صرف یہی دعا ہی نہ کر، دعا بھی کر اور رہنما بھی تلاش کر)

دریں رہ رہنما شرط وصول است　　بخود سعی تو بیکار و فضول است

(اس راہ میں منزل تک پہنچنے کے لئے راہنما ضروری ہے، اپنے طور پر خود کوشش فضول ہے)

مگر رہبر بسے کم در جہانند　　بشکل رہنمایاں رہزنانند

(مگر دنیا میں رہبر کم ہیں، راہنماؤں کی شکل میں ڈاکو ہیں)

اگر خواہی شدن یا بندہ حق　　مشو از ہر کسے جوئندہ حق

(اگر تو حق پانا چاہتا ہے تو ہر کسی سے حق چاہنے والا نہ ہو)

بجواز حضرت اشرف علی شاہ　　کہ ہست اہل جہاں راحجۃ اللہ

(حضرت شاہ اشرف علی سے حق حاصل کر کیونکہ آپ جہان والوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی حجت ہیں)

زجد و جہد او تجدید دیں شد　　بصدق اسلاف خودرا جانشیں شد

(ان کی کوشش سے دین کی تجدید ہوگئی ہے، آپ اسلاف کے سچے جانشین ہیں)

مسمیٰ بودچوں ازغیب اشرف　　بعہد خویش شد لاریب اشرف

(آپ چونکہ غیب سے اشرف کے نام سے موسوم تھے اس لئے اپنے زمانہ میں بے شک اشرف ہیں)

دلیل وہادی راہ شریعت　　امام و قدوۂ اہل طریقت

(آپ شریعت کے راستہ کی نشانی اور راہنما ہیں طریقت پر چلنے والوں کے لئے امام و پیشوا ہیں)

بہ علم ظاہر و باطن یگانہ　　حکیم الامۃ و قطب زمانہ

(آپ ظاہری و باطنی علم میں بے مثال ہیں امت کے حکیم اور زمانہ کے قطب ہیں)

برائے درد ہائے دل دوائے　　پے امراض روحانی شفائے

(آپ دل کے دردوں کی دوا ہیں اور روحانی امراض کے لئے شفا ہیں)

زہر مصلح بعہد خود بہ است او　　کہ ہم جراح و ہم مرہم نہ است او

(آپ اپنے زمانہ کے ہر مصلح سے بہتر ہیں کیونکہ آپ جراح بھی ہیں اور مرہم بھی رکھتے ہیں)

پئے تادیب چوں پر قہر گردد　　فدائے قہر او صد مہر گردد

(جب آپ ادب سکھانے کے لئے غصہ ہوتے ہیں اور آپ کے غصہ پر سو مہربانیاں قربان ہوتی ہیں)

www.ahlehaq.org

بصورت مظہر شان جلالی　　بمعنی مظہر شان جمالی
(ظاہر میں شانِ جلالی کے مظہر ہیں اور باطن میں شانِ جمالی کے مظہر ہیں)

چہ پر مہر آں نگاہ خشمگین است　　کہ درد لہا محبت آفرین است
(وہ غضبناک نگاہ محبت سے کتنی بھری ہوئی ہے جو دلوں میں محبت پیدا کر دیتی ہے)

نگاہ مست او بیگانہ وارست　　مگر دزدیدہ بر ہر میگسار است
(ان کی مست نظر بیگانوں کی طرح ہے مگر دراصل ہر ایک پر غم کھانے والی ہے)

بسوزد او ہزاراں دل بہ آہے　　کند سر مست صدہا در نگاہے
(آپ ایک آہ سے ہزاروں دلوں میں غم پیدا کر دیتے ہیں اور ایک نگاہ سے سینکڑوں کو مَست کر دیتے ہیں)

جہاں سوز د اگر در غمزہ آید　　شکر ریزد اگر در خندہ آید
(اگر نظر جھکائیں تو جہان کو جلا دیں، اگر مسکرائیں تو شکر بکھیرتے ہیں)

بہ لب خنداں بدل گریاں کند او　　چہ در ظاہر چہ در پنہاں کند او
(لبوں پر مسکراہٹ دل میں روتے ہیں ظاہر میں کچھ کرتے ہیں اور باطن میں کچھ)

چہ گویم حال آں کو راندیم است　　عجب مجموعہ امید و بیم است
(اس غم خوار کا کیا حال کہوں کہ وہ امید اور خوف کا عیب مجموعہ ہے)

عجب حال ست پیشش حال بندہ　　بہ خندہ گریہ و در گریہ خندہ
(ان کے سامنے بندہ کا حال عجیب ہے ہنسنے میں رونا اور رونے میں ہنسنا)

بہ گویا ئیست صد اصلاح کوشی　　ہزاراں معنیٔ دارد خموشی
(آپ کی گفتگو میں سینکڑوں کی اصلاح ہے اور آپ کی خاموشی ہزاروں معنی رکھتی ہے)

برائے وعظ گفتن او چو خیز د　　بسے دُرہا بسے گلہا بریزد
(آپ وعظ کہنے کیلئے جب اٹھتے ہیں تو بہت سارے موتی اور بہت سارے پھول بکھیرتے ہیں)

الا اے طوطیٔ گویائے اسرار　　مباد از شکر خالیت منقار
(اے راز بیان کرنے والی بلبل تیری چونچ کبھی شکر سے خالی نہ ہو)

www.ahlehaq.org

زنور حق چو قلبش طور گشتہ وجود او سراپا نور گشتہ
(آپ کا دل حق کے نور سے کوہِ طور بنا ہوا ہے، آپ کا وجود سراپا نور بنا ہوا ہے)
رخش آئینہ حُسن نگارے برانگیز د بہ دلہا عشق یارے
(ان کا چہرہ محبوب کے حسن کا آئینہ ہے جو دلوں میں محبوب حقیقی کا عشق بھڑکا تا ہے)
سر او عقل صد فرزانہ دارد کنارِ او دلِ دیوانہ دارد
(آپ کے سر میں بڑے عقلمندوں کی سمجھ ہے اور آپ کے سینہ میں دیوانہ دل ہے)
صراحی دربغل تسبیح درد ست کسی کم دیدہ چوں او زاہد مست
(بغل میں صراحی اور ہاتھ میں تسبیح ان جیسا زاہد کسی نے کم ہی دیکھا ہوگا)
بہ ذکر اللہ او رطب اللسان است بیاد حق دلش ہم شادمان است
(آپ کی زبان اللہ کے ذکر میں مصروف اور دل بھی اللہ تعالیٰ کی یاد میں خوش)
چہ خوش وقتے و خرم روزگارے کہ برلب ساغر و در برنگارے
(کتنا اچھا وقت اور کتنا خوب زمانہ ہے کہ لب پر جام ہے اور بغل میں محبوب ہے)
عجب پر جوش کیف ایں شراب است کہ او در عین پیری در شباب است
(اس شراب کی مستی عجیب جوش والی ہے کہ آپ عین بڑھاپے میں نوجوان ہیں)
بہ دل بُردن عجب اورا کمال است عجب او دلبر دیرینہ سال است
(دل لینے میں انہیں عجیب کمال حاصل ہے، آپ بڑے پرانے دلبر ہیں)
بہ بیں اے خواجہ جاہِ اشرف ما بیا درخانقاہِ اشرف ما
(اے خواجہ ہمارے اشرف کا مرتبہ دیکھ، ہمارے اشرف کی خانقاہ میں آ)
بخواہی دید اگر تو خواہی آمد کہ فقر اندر قبائے شاہی آمد
(اگر تو دیدار کرنا چاہتا ہے تو تجھے آنا ہوگا کہ یہاں فقر شاہی لباس میں آیا ہوا ہے)
عجائب کارہائے کارسازند کہ یکجا مجتمع ناز و نیاز اند
(کارساز حقیقی کے عجیب کام ہیں کہ یہاں ناز اور نیاز ایک جگہ جمع ہیں)
گہے برطارم اعلیٰ نشیند گہے برپشت پائے خود نہ بیند
(کبھی آپ بلند مرتبہ پر بیٹھے ہوتے ہیں کبھی اپنی ایڑی نہیں دیکھ پاتے)

www.ahlehaq.org

نہ تنہا صورت شاہانہ دارد   کہ ہم صد ہیبت شاہانہ دارد

(آپ صرف شاہانہ صورت ہی کے مالک نہیں ہیں بلکہ آپ بادشاہوں سے سو درجہ زیادہ ہیبت بھی رکھتے ہیں)

نہ ملکئے و نہ تختئے و نہ تاجے   مگر شاہانہ میدارد مزاجے

(نہ آپ کے ہاں حکومت ہے نہ تخت ہے اور نہ تاج ہے مگر آپ کا مزاج شاہانہ ہے)

ہر اہل دل زباں آور دلیرے   گم است اینجا چوگربہ پیش شیرے

(ہر صاحب دل، زبان چلانے والا دلیر یہاں ایسے گم ہے جیسے بلی شیر کے سامنے)

کسے راپیش اوتاب سخن نیست   چناں گویا زبان اندر دہن نیست

(آپ کے سامنے کسی کو بات کرنے کی ہمت نہیں ہے، ایسے جیسے منہ میں زبان نہیں ہے)

چہ پیشش حاجت اظہار حال است   کہ حل عقدہ ہا بے قیل و قال است

(آپ کے سامنے حال ظاہر کرنے کی کیا ضرورت ہے کہ وہاں بغیر کہے سنے عقدے حل ہوتے ہیں)

چہ جائے قیل و قال گفتگوئے   کہ ایں بزم است بزم دید روئے

(یہاں قیل وقال و گفتگو کی کیا گنجائش ہے، یہ مجلس تو چہرۂ منور کے دیدار کی مجلس ہے)

بگوش ہوش بشنوایں سخن را   مزن دم قفل زن پیشش دہن را

(یہ بات ہوش کے کانوں سے سن کہ یہاں دم نہ مار آپ کے سامنے زبان کو تالا لگا لے)

رہے پیدا بدو از دل بہ دل کن   دلت را با دلِ اُو متصل کن

(ان کی خدمت میں دل سے دل کی طرف راستہ بنا اپنے دل کو ان کے دل کے ساتھ ملا)

دلے کو بادل او بستہ گردد   اگر خارے بود گلدستہ گردد

(وہ دل جو آپ کے دل کے ساتھ وابستہ ہو جاتا ہے وہ اگر کانٹا ہوتا ہے تو گلدستہ بن جاتا ہے)

بکن خود را تو غائب دردلِ او   تماشا کن عجائب دردلِ او

(تو اپنے آپ کو ان کے دل میں غائب کر دے، ان کے دل میں عجائبات کا نظارہ کر)

تن او باہمہ بالائے فرش است   دل او بخدا بالائے عرش است

(آپ کا جسم تو سب کے ساتھ زمین پر ہے اور آپ کا دل عرش اللہ پاک کی بارگاہ میں حاضر ہے)

www.ahlehaq.org

عجب فرحت گہے ایں خانقاہ است　　　عجب نزہت گہے ایں خانقاہ است

(یہ خانقاہ عجیب فرحت کی جگہ ہے یہ خانقاہ عجیب پاکیزگی کی جگہ ہے)

گر فردوس برروئے زمین است　　　ہمین است وہمین است وہمین است

(اگر زمین پر جنت ہے تو وہ یہی ہے، یہی ہے، یہی ہے)

یکے ساقی و میخواراں ہزارند　　　دو چشم مست او مشغول کارند

(ساقی ایک ہے اور پینے والے ہزاروں ہیں سب اس کی دو مست آنکھوں میں مشغول نظارہ ہیں)

بمیخانہ بہار است و بہار است　　　کہ در وجد و طرب ہر میکسار است

(میخانہ میں بہار ہی بہار ہے کہ ہر پینے والا وجد و مستی میں ہے)

خوشا ایں بادہ نوشانِ الٰہی　　　زہے رندی زہے شانِ الٰہی

(یہ الٰہی محبت کی شراب پینے والے کتنے اچھے ہیں یہ رندی و شانِ الٰہی کتنی اچھی ہے)

مپرس از ذاکر انِ نیم شبہا　　　کہ مشغول اند بادلہا ولبہا

(آدھی رات کو ذکر کرنے والوں کا حال نہ پوچھ کہ وہ دلوں اور لبوں کے ساتھ مشغول ہیں)

چہ پرسی لطف وِ رد صبحگاہی　　　کہ ایں لقمہ بہ است از مرغ و ماہی

(سحری کے وقت کے وِرد کے لطف کا کیا پوچھتا ہے کہ یہ لقمہ مرغی و مچھلی سے بہتر ہے)

پر از ذکر ست گو ہر حجرہ تنگ است　　　چہ خوش ایں نغمہ بے عود و چنگ است

(ہر حجرہ ذکر سے گونج رہا ہے اگرچہ تنگ ہے یہ بغیر طبلہ و سارنگی کا نغمہ کتنا اچھا ہے)

دل اینجا میکند اللہ اللہ　　　کہ ہردم بشنود اللہ اللہ

(دل یہاں اللہ اللہ کرتا ہے کیونکہ یہاں ہر وقت اللہ اللہ سنتا ہے)

چہ صحت بخش ہست اینجا فضائے　　　دل اینجا بے دوایابد شفائے

(یہ فضا کتنا صحت بخش ہے یہاں دل کو دوا کے بغیر شفا ملتی ہے)

کجائید اے خداجویاں کجائید　　　کجائید اے شفا جویاں کجائید

(اے خدا کو تلاش کرنے والو کہاں ہو، کہاں ہو اے شفا چاہنے والو کہاں ہو)

بیائید اے طلبگاراں بیائید　　　بیائید اے دل انگاراں بیائید

(اے طلب گارو آؤ، آؤ، آؤ اے دل جلو آؤ)

www.ahlehaq.org

تعالیٰ اللہ چہ اعلیٰ بارگاہ ہے — کہ اینجا ہرگدائے بادشاہے
(اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ کتنی اعلیٰ دربار ہے کہ یہاں ہر فقیر بادشاہ ہے)

کس اینجا سیم و زرآرے ندارد — مگر باکس سروکارے ندارد
(کوئی یہاں سونا چاندی لاکر نہیں رکھتا مگر کسی سے سروکار بھی نہیں رکھتا)

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد — کسے رابا کسے کارے نباشد
(وہ جگہ بہشت ہے کہ جہاں کوئی تکلیف نہ ہو، کسی کو کسی سے کوئی کام نہ ہو)

بیاخود ترک کن کبر و منی را — چہ گویم جلوہ ہائے دیدنی را
(آ تکبر اور برائی کو چھوڑ، دیکھنے کے قابل جلوؤں کے بارے میں تجھے کیا بتاؤں)

زشرح فیض او قاصر زبان است — کہ کشتی بہ بحر بیکراں است
(آپ کے فیض کی تشریح کرنے سے زبان قاصر ہے کہ کشتی بے کنار سمندر میں ہے)

بیاتادیدہ گردد ایں شنیدہ — شنیدہ کے بود مانند دیدہ
(آ تا کہ یہ سنی ہوئی بات آنکھوں سے دیکھی جائے، سنی ہوئی بات دیکھے ہوئے کے برابر کہاں ہوتی ہے)

نگویم غیر حق چوں امر دین است — یقیں کن ایں ہمہ عین الیقیں است
(میں سچ کے سوا کچھ نہیں کہتا کیونکہ یہ دین کا معاملہ ہے۔ یقین کر کیونکہ یہ سب آنکھوں دیکھا ہے)

کہ مجذوب ایں ہمہ نشنیدہ گوید — قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید
(مجذوب یہ سب کچھ سن کر نہیں کہتا، قلندر جو کچھ کہتا ہے دیکھ کر کہتا ہے)

زخاصانِ خدا اشرف علی ہست — ولی ہست و ولی ہست و ولی ہست
(حضرت اشرف علی اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں میں سے ہیں آپ ولی ہیں، ولی ہیں، ولی ہیں)

کہ قول و فعل و حال اوگواہند — جمال و ہم کمال اوگواہند
(آپ کا قول، عمل اور حال اس کے گواہ ہیں جو آپ کے جمال وکمال کے گواہ ہیں)

شک آوردن بجز بے حاصلی نیست — کہ کار اہل دل زوبددلی نیست
(شک کرنا تو بے حاصل ہی ہے کیونکہ اہل دل کا معاملہ ان سے بددلی کا نہیں ہے)

ہر اہل عقل ودیں رااوامام است — خلاف اوشدن سودائے خام است
(ہر عقلمند و دیندار کے لئے آپ امام ہیں، آپ کے خلاف ہونا ایک غلط خیال ہے)

www.ahlehaq.org

بدل ہر معترض ہم مائل اوست　　زباں منکر مگر دل قائل اوست

(ہر اعتراض کرنیوالا بھی دل سے آپ کا قائل ہے، زبان سے انکار ہے مگر دل آپکا قائل ہے)

زبغضِ اوچہ سودِ دشمنان است　　زیان است وزیان است وزیان است

(ان سے بغض کرنے میں دشمنوں کا کیا فائدہ ہے، نقصان ہے، نقصان ہے، نقصان ہے)

نمی شاید بہ شیراں پنجہ کردن　　کہ ہست ایں دست خود رارنجہ کردن

(شیروں سے مقابلہ نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ یہ خود اپنے ہاتھ کو توڑنے والی بات ہے)

ہرآں کو باولیِ حق ستیزد　　برائے جنگ پیش حق بخیزد

(جو بھی آدمی اللہ کے ولی سے لڑتا ہے وہ اللہ سے جنگ کرنے کیلئے کھڑا ہوتا ہے)

چہ باک از دشمنانِ او کہ خوارند　　چہ پیش مہر ذراتِ غبار اند

(آپ کو دشمنوں سے کیا خوف ہے کیونکہ دشمن ذلیل ہیں، سورج کے سامنے غبار کے ذروں کی کیا حقیقت ہے)

ہمہ گیریٔ نور اوعیان است　　مگر بر شپرہ چشماں نہاں است

(آپ کے نور کی جامعیت واضح ہے مگر نظر کے اندھوں پر پوشیدہ ہے)

چناں سوزِ نہاں اوعیاں شد　　کز انفاسش جہاں آتش بجاں شد

آپ کے اندر کا درد اس طرح باہر آیا ہے کہ آپ کے سانسوں سے سارے جہاں میں آگ لگی ہوئی ہے)

ہزار اند ازو شعلہ بدامن　　بکشت از مشعلے صد شمع روشن

(آپکی وجہ سے ہزاروں کے دامن میں شعلے ہیں، ایک چراغ سے سینکڑوں شمعیں روشن ہیں)

دلش از عشق دائم زندہ بادا　　بعالم فیض او پایندہ بادا

(آپ کا دل ہمیشہ عشق سے زندہ رہے، جہان میں ان کا فیض ہمیشہ رہے)

چہ شد مجذوب اگر دیوانہ اوست　　ہمہ عالم بہ بیں پروانۂ اوست

(اگر چہ ان کا دیوانہ ہے تو کیا ہوا، دیکھ کر سارا عالم انہی کا پروانہ ہے)

تمت بالخیر

www.ahlehaq.org

www.ahlehaq.org

بوقت روانگی شیخ کی دو وصیتیں

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمین

اب میں پھر اصل مقصود کی طرف عود کرتا ہوں۔ جب حضرت والا مشرف بہ تکمیل باطنی ہو کر حضرت شیخ العرب والعجم کی خدمت سے رخصت ہونے لگے تو حضرت شیخ نے اپنے نور فراست کی بناء پر دو وصیتیں خاص طور سے فرمائیں ایک تو یہ کہ دیکھو میاں اشرف علی ہندوستان پہنچ کر تم کو ایک حالت پیش آئے گی۔ عجلت مت کرنا۔ دوسری وصیت یہ فرمائی کہ کبھی کانپور کے تعلق سے دلبرداشتہ ہو تو پھر دوسری جگہ تعلق نہ کرنا توکل بخدا تھانہ بھون جا کر بیٹھ جانا دیکھئے۔ محرم ۱۳۰۸ھ کے والانامہ میں ترک تعلق کو منع فرمایا تھا کیونکہ وہ زمانہ تلوین کا تھا اور اب بعد حصول تمکین خود ترک تعلق کا ایماء فرما رہے ہیں۔

حضرتِ والا کی ہندوستان واپسی

غرض حضرت والا بامداد اللہ الاعلیٰ چشتی صابری امدادی رنگ میں جو اس زمانہ میں صبغۃ اللہ اور حجۃ اللہ فی الارض ہے۔ بہ تمام وکمال منصبغ ہو کر اور اس طریق انیق کے جملہ مراحل و مدارج طے فرما کر اور جمیع کمالات واوصاف باطنی سے مشرف ومتصف ہو کر مراجعت فرمائے ہندوستان ہوئے اور حکیم الامت ہو کر امت محمدیہ علیٰ صاحبہا والتحیۃ کو امراض روحانی سے شفا یاب کرنے اور دولت باطنی سے مالامال فرمانے میں مشغول ہو گئے۔

ہندوستان میں نورِ معرفت کا طلوع

حال ہی کی بات ہے کہ حاجی محمد بشیر صاحب لکھنوی نے خاص حضرت والا ہی کی مجلس میں بیان فرمایا کہ ان سے جناب بخشی نذیر حسن صاحب مرحوم کانپوری نے جو ایک دیندار صالح شخص تھے عرصہ ہوا اپنا ایک مفصل خواب اس زمانہ کا بیان کیا جب کہ حضرت والا مکہ معظمہ سے حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں چھ ماہ قیام فرما کر واپس تشریف لا رہے تھے

www.ahlehaq.org

اور روانگی کی اطلاع کانپور پہنچ چکی تھی۔ حاجی جی نے بیان کیا کہ مجھ کو اس خواب کا خلاصہ اب تک یاد ہے یعنی بخشی جی نے دیکھا کہ حضرت والا مکہ معظّمہ سے ہندوستان واپس تشریف لے آئے اور جس وقت جہاز سے اترے دفعۃً سارے ہندوستان میں ایک روشنی سے پھیل گئی اور وہ تاریکی سی جو اس سے قبل بحالت خواب محسوس ہو رہی تھی یک بیک دور ہو گئی۔ اھ۔

آج تو الحمدللہ اس رویائے صالحہ کی تعبیر روز روشن کی طرح ظاہر و باہر ہے اور کسی کو مجال انکار تو کیا مجال تامل بھی نہیں ہو سکتی۔ لیکن اس وقت حیرت ہوئی ہوگی کہ یہ کیا خواب دیکھا۔ کیونکہ گو کانپور کے لیے حضرت والا کی ذات بابرکات اس وقت بھی دافع ظلمات و ناشر دینیات عموماً تسلیم کی جا چکی تھی لیکن اس قدر ہمہ گیری فیوض و برکات کا کسی کو کیا گمان ہوگا۔

کانپور واپسی اور استقبال کے منصوبے

غرض حضرت والا سر چشمہ فیوض و برکات و منبع حضرات و حسنات ہو کر اپنے پیر و مرشد کی خدمت فیضدرجت سے بہ تمام و کمال بہرہ اندوز ہو کر کانپور واپس تشریف لے آئے اور مشغول افاضہ ظاہر و باطنی ہو گئے۔ اہل کانپور جو حضرت والا کے والہٗ و شیدا تھے اس طویل مفارقت کے بعد نہایت شاندار اور بڑے زبردست پیمانہ پر استقبال کرنے کے اہتمام میں تھے۔ جس کا حضرت والا کو پہلے سے احتمال قوی تھا لیکن چونکہ حضرت والا اپنی شان کو بالکل مٹا کر اور عبدیت کاملہ کے شرف سے مشرف ہو کر اپنے پیر و مرشد کی خدمت شریعت سے تشریف لا رہے تھے۔ لہذا نہایت اہتمام سے اپنی آمد کا اخفاء فرمایا یہاں تک کہ ایک شخص بھی اسٹیشن پر نہ پہنچ سکا اور حضرت والا دفعۃً بلا اطلاع بطور خود مدرسہ آ پہنچے۔ مشتاقین کو بڑی حیرت اور حسرت ہوئی کیونکہ کانوں کان کسی کو خبر نہ ہونے پائی اور استقبال کے سارے ارمان اور سامان یوں کے یوں ہی رہ گئے۔

مشتاقانِ زیارت کا ہجوم

حضرت والا کا مدرسہ میں پہنچنا تھا کہ تمام شہر میں مژدہ تشریف آوری تار برقی کی طرح دوڑ گیا اور مشتاقان زیارت جوق جوق آنے لگے اور پھر تو ایسا تانتا لگا کہ کسی طرح ختم ہی

www.ahlehaq.org

ہونے نہ آتا تھا۔ لوگوں نے اپنے قصد واہتمامات استقبال کو بیان کیا تو حضرت والا نے فرمایا کہ اسی وجہ سے تو میں بے اطلاع چلا آیا۔

لوگوں کا خیال تھا کہ چونکہ گھر کے لوگ بھی ہمراہ تھے اسٹیشن پر بڑی زحمت ہوئی ہوگی مگر تذکرہ میں فرمایا کہ یہ زحمت بھی کچھ نہیں ہوئی اللہ تعالیٰ نے ایسا فضل کیا کہ اتفاق سے پلیٹ فارم ہی پر ایک ڈولی مل گئی اس میں گھر کے لوگوں کو سوار کرا کے اور اسباب کو ایک قلی پر لدوا کے اسٹیشن سے باہر تک آ گیا۔ پھر سواری میں بیٹھ کر یہاں چلا آیا۔ مجھے بھی کوئی زحمت نہ ہوئی اور اتنے سارے مسلمان بھی تکلیف سے بچ گئے۔ ورنہ تکلفات میں کلفت ہی کلفت تھی۔ سادگی میں جو بات ہے وہ تکلف میں کہاں۔

واپسی کے بعد کا رنگ

غرض حضرت والا مکہ معظمہ سے واپس تشریف لا کر پھر مشغول درس و تدریس و وعظ و تبلیغ ہو گئے اور مزید برآں ارشاد و تلقین بھی شروع فرما دیا مگر دیکھنے والے دیکھتے تھے اور حیرت کرتے تھے کہ یا اللہ کیا حال تھا اور کیا ہو گیا۔ اب تو کچھ رنگ ہی اور تھا۔

چنانچہ احقر کو اپنے والد صاحب مرحوم و مغفور کا بہت پرانا قول اب تک خوب اچھی طرح یاد ہے فرماتے تھے کہ ہم نے مولانا کا ایک تو وہ زمانہ دیکھا تھا کہ نہایت سرخ و سفید ہشاش بشاش خوبصورت اور چمکتے ہوئے پٹہ دار بال خوش لباس ایسے کہ گویا ہر وقت دولہا بنے رہتے تھے اور جوانی کا وہ عالم تھا جس کو کہتے ہیں کہ شباب پھٹا پڑتا ہے اس کے بعد پھر وہ زمانہ بھی دیکھا جب حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں قیام کرنے کے بعد تشریف لائے کہ چہرہ بالکل زرد اور اداپڑ مردہ وافسردہ ژولیدہ حال نہ بالوں میں تیل کا اہتمام نہ کنگھی کا التزام نہ اچکن نہ انگرکھا نہ چمک نہ بیل بوٹے صرف سادہ کرتہ اور پاجامہ حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ میرے بڑے گھر میں مجھ کو بہت پر تکلف کپڑے پہنائے رکھتی تھیں کیونکہ اس زمانہ میں ان کو بیل بوٹے کاڑھنے کا بہت شوق تھا۔

غرض حضرت والا کو باطنی باغ و بہار نے ظاہری بناؤ سنگار سے بالکل بے پروا کر دیا تھا لیکن اس خستہ حالی پر ہزار بناؤ سنگار قربان ہوتے تھے اور پہلے سے بھی زیادہ کشش ہوتی تھی۔ گویا

www.ahlehaq.org

حضرت والا نے پیرومرشد کی خدمت سے اس شعر کے پورے مصداق ہو کر تشریف لائے تھے۔

قباوا کردهٔ و کاکل پریشاں کرده می آید　　بہ بیں ایں بے سروساماں چہ ساماں کرده می آید

(قبا کھولے ہوئے اور زلفیں کھولے آرہا ہے، دیکھو کہ یہ بے سروساماں کتنا سامان کرکے آرہا ہے)

مدرسہ، مدرسین اور طلبہ کے حالات میں تبدیلی

حضرت والا پر اپنے پیرومرشد کی خدمت سے واپسی کے کچھ عرصہ بعد پھر کیفیت شوقیہ الٰہیہ کا نہایت جوش وخروش کے ساتھ ورود ہوا اور حالت سابقہ نے عود کیا مگر اب کی بار اس کا رنگ بدلا ہوا تھا۔ قبل حاضری جو کیفیت شوقیہ تھی اس میں اضطراب تھا اس میں اشتیاق اس میں پریشانی تھی اس میں فرحت۔ اس میں کلفت تھی اس میں لذت وہ ایک گونہ ناگوار تھی۔ یہ خوشگوار وہ سیر الی اللہ تھی، یہ سیر فی اللہ۔ وہ دوا دوش طریق تھی یہ طوائف کعبہ مقصود وہ عدم وصول سے ناشی تھی۔ یہ وصول سے، وہ وقت طلب تھا یہ وقت وصول وہ زمانہ ہجر تھا یہ زمانہ وصال۔ وہ دور حسرت تھا یہ دور شوق وہ تلوین تھی یہ تمکین وہ حالت مشاہدہ سے قبل کی تھی یہ بعد کی۔ وہ اثر عشق تھا یہ اثر حُسن بمصداق قطعہ حضرت حافظ شیرازیؒ۔

بلبلے برگ گلے خوش رنگ در منقار داشت　　واندراں برگ ونوا خوش نالہ ہائے زار داشت

(ایک بلبل نے ایک خوبصورت پھول کی پتی چونچ میں اٹھائی ہوئی تھی اور اس پتی کے ساتھ خوبصورت آواز میں فریادیں کر رہی تھی)

گفتمش در عین وصل ایں نالہ وفریاد چیست　　گفت مارا جلوۂ معشوق داریں کار داشت

(میں نے اس سے کہا وصل کے ہوتے ہوئے یہ فریاد وآہ کیا ہے، اس نے کہا مجھے معشوق کے جلوے نے اسی کام پر لگایا ہے)

غرض اس مرتبہ کی بے چینی بخلاف پچھلی مرتبہ کی بے چینی کے بڑے مزے کی بے چینی تھی کیونکہ بے چینی غایت اُنس مع اللہ سے ناشی تھی گویا شوق واُنس دونوں سے مرکب تھی اور بجائے آثار اضطراب آثار اشتیاق نمایاں تھے۔ جیسا کہ ابھی اوپر بہ تفصیل بیان کیا جاچکا ہے۔ جس کا یہ اثر ہوا کہ مدرسہ کا رنگ ہی بدل گیا۔ درسی کتابوں کا سبق ہورہا ہے اور ادنٰی مناسبت سے تصوف کے مضامین کی دھواں دھار تقریریں ہورہی ہیں اور طالب علموں پر

www.ahlehaq.org

کیفیت وجد یہ طاری ہو رہی ہے۔ بہت سے مدرسین اور طلبہ نے ذکر و شغل شروع کر دیا اور حالات عجیبہ و کیفیات غریبہ کا ورود ہونے لگا۔

حلقۂ توجہ

حضرت والا نے شروع شروع کے جوش افاضہ میں حلقہ توجہ بھی منعقد کر دیا تھا۔ غرض مدرسہ مبدل بہ خانقاہ ہو گیا اس زمانہ کے جوش و خروش کا یہ عالم تھا کہ خود حضرت والا فرماتے ہیں کہ بس یہ جی چاہتا تھا کہ ساری دنیا کو ذاکر و شاغل اور ولی کامل بنا دوں۔

ابتدائی زمانہ کا جوش وخروش

اس زمانہ کے رنگ کے دیکھنے والوں اور حلقہ توجہ میں شامل ہونے والوں میں سے بعض کو احقر نے بھی دیکھا ہے مثلاً جناب شاہ لطف رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت والا کے ایک بڑے قوی الحال خلیفہ با کمال تھے۔ بارہا احقر کے سامنے کبھی کسی بات پر کبھی کسی شعر پر اس قدر شدید کیفیت طاری ہو ہو جاتی کہ ہاتھ پاؤں ٹھنڈے پڑ جاتے اور بے اختیار چیخنے چلانے اور لبسمل کی طرح تڑپنے اور تلملانے لگتے ایک بار احقر کی درخواست پر مع چند دیگر احباب سفر منصوری فرمایا چونکہ بہت نحیف و نازک مزاج تھے اور چڑھائی زیادہ چڑھنی پڑی سفر سے بے حد تعب ہوا عین تکان کی حالت میں جبکہ سخت چڑھائی کے موقع پر سخت پریشان تھے اور ناگواری میں احقر سے شکایت فرما رہے تھے۔ احقر نے یہ شعر پڑھ دیا۔

یہ شکوہ بیوفائی کا یہ رونا کج ادائی کا　　　سزا ہے دل لگانے کی مزہ ہے آشنائی کا

بس یہ شعر سننا تھا کہ تکان و تعب سب بھول گئے۔ جوش میں آ کر زور سے ایک چیخ ماری اور وجد میں آ کر رقص کرنے لگے۔ ان پر زیادہ تر خوف و خشیت ہی کا غلبہ رہتا تھا۔ اور اکثر مغفرت کے تذکروں پر حال طاری ہو ہو جاتا تھا بارہا دیکھا گیا کہ بے اختیار ہو ہو کر موقع بے موقع حضرت والا کے پاس پہنچ جاتے اور مغلوبیت کی باتیں کرنے لگتے۔ حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ اس قدر خوف و خشیت کا غلبہ میں نے کسی پر نہیں دیکھا جب وہ غلبہ حال میں باتیں کرتے تو ان کی باتوں سے ایسا معلوم ہوتا جیسے ان کا اس وقت کلیجہ پھٹا جا رہا ہے بروایت استادی

www.ahlehaq.org

جناب مولانا سراج احمد صاحب امروہی جو حضرت والا کے خلیفہ مجاز ہیں۔ایک بار شاہ صاحب پر حضرت والا کی عدم موجودگی میں بحالت نماز جماعت شدید کیفیت طاری ہوئی اور نماز میں بے اختیار اللہ اللہ کر کے کبھی صف سے آگے بڑھ جاتے کبھی پیچھے ہٹ جاتے۔حضرت والا کی واپسی سفر کے بعد بھی وہی حالت تھی حضرت والا نے جب پانی دم کر کے پلایا تب جا کر سکون ہوا۔ حضرت والا نے تنبیہاً ایک اور صاحب سے جو کیفیات کے بہت متمنی رہتے تھے فرمایا کہ کیا آپ بھی اپنی ایسی ہی حالت چاہتے ہیں انہوں نے کہا نہیں حضرت یہ تو سخت حالت ہے اس کا تحمل کہاں تو باوجود ان کیفیات قویہ کے جواب تک موجود تھیں شاہ صاحب حضرت والا کے زمانہ کانپور کے جوش وخروش کو اخیر وقت تک یاد ہی فرماتے رہے۔اور حضرت والا سے ویسی ہی توجہ کے طالب رہے۔حضرت والا یہ فرما کر تسلی فرماتے رہے کہ وہ کیفیات سابقہ نفسانی تھیں اور موجودہ کیفیات لطیفہ روحانی ہیں۔ان کے مقابلہ میں وہ کوئی حقیقت نہیں رکھتی تھیں۔

ابتدائی زمانہ کی توجہ کی مثال

اس زمانہ کی توجہ کے آثار کی ایسی مثال تھی جیسے بے زور کی بارش ہو کر ایک ریلا سا بہہ گیا اور پھر نہ بادل رہا نہ پانی۔زمین بدستور خشک کی خشک اور آج کل کی کیفیات کی ایسی مثال ہے جیسے لگا تار پانی کی پھوار برس رہی ہو جس کو جھڑی لگ جانا کہتے ہیں گو دیکھنے میں تو پھوار ہے جو زور کی بارش کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں لیکن کیفیت یہ ہے کہ زمین کے اندر پیوست ہوتی چلی جا رہی ہے۔ریلے کی طرح نہیں کہ ایک ساتھ بہتا ہوا نکل گیا اور زمین کے اندر کچھ اثر ہی نہ پہنچا۔زمین تو کاشت کے قابل ایسی ہی ہلکی ہلکی اور رجی ہوئی بارش سے ہوتی ہے۔اھ۔

احقر نے ایک بار شاہ لطف رسول صاحبؒ سے حضرت والا کے اس پرانے جوش و خروش کے حالات سن کر حضرت والا سے عرض کیا کہ کبھی حضرت کو بھی وہ حالات و کیفیات یاد آتی ہیں۔فرمایا کہ اگر کسی عورت کو اس کے شوہر نے چاندی کا چمکدار زیور اتار کر سر سے پاؤں تک سونے کے زیورات سے لاد دیا ہو جو چاندی کے زیور کے مقابلہ میں بظاہر ماند معلوم ہوتا ہے تو کیا وہ عورت اس اترے ہوئے چاندی کے زیور کو بھی کبھی یاد کرے گی یا برخلاف اس کے شوہر کا شکر ادا کرے گی کہ چاندی کا گھٹیا زیور اتار کر سونے کا بڑھیا زیور پہنا دیا۔

www.ahlehaq.org

ایک طالب علم کی عجیب وغریب کیفیت

غرض حضرت والا کا حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں قیام کرنے کے بعد کا زمانہ بہت ہی جوش وخروش کا زمانہ تھا۔ جس کے اثر سے طلبہ ومدرسین بھی ذاکر شاغل ہو گئے تھے چنانچہ ایک طالب علم نے بھی حضرت والا کی دیکھا دیکھی بلا مشورہ اپنے طور پر ذکر وشغل شروع کر دیا۔ اس سے ان پر ایک دن جبکہ وہ بوستان کا سبق ایک اور مولوی صاحب سے پڑھ رہے تھے مندرجہ ذیل اشعار پر ایک سخت حالت طاری ہو گئی۔

بہ مجنون کسے گفت کاے نیک پے　　　چہ بودت کہ دیگر نیائی کے

(مجنوں سے کسی نے کہا کہ اے اچھی عادت والے تجھے کیا ہے کہ تو پھر کبھی شراب پینے نہیں آیا)

مگر درسرت شور لیلےٰ نماند　　　خیالت دگر گشت و میلے نماند

(شاید تیرے سر میں لیلیٰ کی محبت نہیں رہی تیرا خیال دوسری طرف پھر گیا ہے اور اس کی طرف میلان نہیں رہا)

چوبشنید بیچارہ بگریست زار　　　کہ اے خواجہ دستم زدامن بدار

(جب اس بیچارے نے سنا تو زور زور سے رونے لگا کہ اے صاحب میرا ہاتھ دامن سے ہٹا لے)

مراخود دل درد مند ست خیز　　　تو نیزم نمک برجراحت مریز

(میرا دل تو خود دردمند ہے تو اٹھ اور تو میرے زخم پر نمک نہ چھڑک)

نہ دوری دلیل صبوری بود　　　کہ بسیار دوری ضروری بود

(دوری صبر کی دلیل نہیں ہوتی کیونکہ بہت دفعہ دوری ضروری ہوتی ہے)

اس قدر قوی حالت تھی کہ لاالہ الا اللّٰہ کہتے ہوئے اور زور سے بھاگتے ہوئے بازار کی طرف نکل گئے جو ملتا اس سے کہتے جاتے کہ کہو لاالہ الا اللّٰہ ایسا اثر تھا کہ جسے کہتے وہ لاالہ الا اللّٰہ کہنے پر اس وقت مجبور ہو جاتا چنانچہ بہت سے ہندوؤں یہاں تک کہ ہندو کانسٹیبلوں سے بھی لاالہ الا اللّٰہ پڑھنے کو کہا تو وہ بھی بے اختیار پڑھنے لگے ان طالب علموں کے ماموں کو وہ بھی طالب علمی کرتے تھے سخت پریشان ہونے لگے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ میاں پریشان ہونے کی کیا بات ہے۔ یہ تو خوش ہونے کی بات ہے کہ تمہارا بھانجہ ولی

www.ahlehaq.org

ہو گیا۔ تڑپتے وقت وہ اپنے بھانجہ کو دبا کر بیٹھ گئے تو حضرت والا نے منع فرمادیا کہ ایسا نہ کرو۔ تڑپنے دو ورنہ گھٹ کر دم نکل جانے کا اندیشہ ہے۔ ایسی شدید کیفیات میں یہی چاہیے کہ خوب تڑپنے دو۔ انہوں نے عذر کیا کہ چوٹ لگ جائے گی فرمایا کہ چوٹ تو دل پر لگ چکی اب ظاہری چوٹ کی اتنی رعایت رکھو کہ ان کو گرنے پڑنے مت دو مگر پکڑو نہیں جب بازار کی طرف بھاگے ہوئے گئے تو پیچھے پیچھے ان کے ماموں اور دوسرے لوگ بھی بھاگ گئے اور بمشکل پکڑ کر لائے جب مدرسے پہنچے تو عصر کی نماز کا وقت ختم ہو رہا تھا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ گو یہ اس وقت مکلّف نہیں مگر پھر بھی یہی اچھا ہے کہ ان سے نماز پڑھنے کے لیے کہا جائے۔ چنانچہ ان سے کہا گیا۔ لیکن انہیں لاالہ الا اللّٰہ ہی کی رٹ لگی ہوئی تھی۔

چونکہ آداب وجد میں سے یہ ہے کہ صاحب وجد کی حاضرین بھی موافقت کریں۔ لہذا حضرت والا کے ایک شاگرد مولوی محمد یونس صاحب نے یہ ترکیب کی کہ ان سے پہلے تو یہ کہا کہ لاالہ الا اللّٰہ کا وضو کرلو۔ یہ سنتے ہی انہوں نے فوراً وضو کرلیا پھر کہا کہ لاالہ الا اللّٰہ کی نماز بھی پڑھ لو۔ چنانچہ نماز کے لیے بھی کھڑے ہو گئے لیکن نماز عجیب طرح کی پڑھی۔ بجائے اللہ اکبر کے آہ آہ کہتے تھے اور بجائے تلاوت وغیرہ کے اشعار عشقیہ پڑھتے تھے۔ اس وقت انہیں بہت سے اشعار یاد آتے چلے گئے حالانکہ اس سے قبل انہیں کبھی اشعار پڑھتے ہی نہ سنا گیا تھا اس نماز میں انہوں نے سجدے بھی بے تعداد کیے۔

طالب علم کا علاج

رات بھر یہی کیفیت رہی یہاں تک کہ اس کیفیت کے سلب کرانے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ دوسرے روز ان کو حضرت والا نے ایک صاحب تصرف ولایتی درویش میاں خاکی شاہ کے پاس جو کانپور ہی میں رہتے تھے اور جن کی قوت توجہ حضرت والا کو معلوم تھی سلب کیفیت کے لیے بھیجا۔ انہوں نے کہا یہ خوب بات ہے کہ گولی تو ماردی خود اور اب نکلوانے بیٹھے ہیں مجھ سے پھر انہوں نے توجہ کا عمل کیا اور دوسرے روز پھر آنے کے لیے کہا لیکن شب کو اس طالب علم نے خواب دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرمارہے ہیں کہ اس فقیر سے کہہ دینا کہ کیا تیری کمبختی آئی ہے۔ ایسی نعمت کو سلب کرتا ہے جب یہ خواب حضرت والا

www.ahlehaq.org

نے سنا تو ان طالب علم کو ان درویش کے پاس جانے سے منع فرما دیا۔

سوچنے سے دوسری تدبیر یہ ذہن میں آئی کہ ان کے جوش وخروش کو سماع سے سکون ہوگا۔ چنانچہ حضرت والا نے ایک صاحب سماع صوفی سے کہا کہ ہماری وضع کے تو یہ خلاف ہے۔ البتہ تم ان کو اپنے یہاں لے جا کر ذرا سماع سنوا دو اور یہ معلوم نہ تھا کہ وہاں آلات بھی ہوں گے۔ انہوں نے اس فرمائش کو بہت خوشی کے ساتھ منظور کیا۔ کیونکہ یہ بڑے فخر کی بات تھی کہ مولویوں کو بھی ہماری احتیاج ہوئی۔ چنانچہ وہ ان کو اپنی جماعت کے پاس لے گئے لیکن جب وہ لوگ آلات سماع لیکر بیٹھے تو وہ طالب علم بہت بگڑے کہ یہ کیا واہیات ہے مجھے معصیت میں مبتلا کرتے ہو۔ میں ان سب کو توڑ پھوڑ دوں گا۔ یہ کہہ کر وہاں سے بھاگ آئے پھر حضرت والا نے ایک خوش آواز بنگالی طالب علم سے جن کی آواز میں درد تھا کہا کہ تم ان کو کسی الگ جگہ لیجا کر کچھ اشعار سنا دو۔ اور اس جگہ اور کسی کو جانے کی اجازت نہیں دی۔ چنانچہ انہوں نے حضرت خسروؒ کی یہ غزل ان کو خلوت میں لیجا کر سنائی۔

از ہجر تو کباب تا کے جاں در طلبت خراب تا کے

(تیری جدائی سے کب تک دل جلے گا، تیری طلب میں کب تک جان خراب ہوگی)

در مصحف روئے اونظر کن خسرو غزل و کتاب تا کے

(اے خسرو اس چہرے کی کتاب میں دیکھ غزل و کتاب میں کب تک مشغول رہے گا)

ان اشعار کو سن کر انہیں وجد آیا اور بے حد جوش وخروش ہوا اور کھڑے ہو کر زور زور سے خود بھی یہ کہتے جاتے تھے۔ تا کے تا کے حضرت والا تک بھی یہ آواز آ رہی تھی۔ جب دل کی بھڑاس اچھی طرح نکل گئی تو پھر سکون ہو گیا۔ غرض یہ تدبیر نافع ہوئی۔ انہیں طالب علم نے یہ بھی خواب میں دیکھا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ تم کسی سے بیعت ہو جاؤ۔ انہوں نے جب عرض کیا کہ حضرت کس سے؟ تو فرمایا جس سے زیادہ اعتقاد ہو چنانچہ انہوں نے حضرت والا سے یہ خواب بیان کیا جواب میں فرمایا جس سے اعتقاد ہو اس سے بیعت ہو جاؤ۔ انہوں نے کہا کہ مجھ کو تو آپ سے اعتقاد ہے اور یہ کہہ کر حضرت والا سے بیعت کی درخواست کی۔ حضرت والا نے اس بناء پر کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد

www.ahlehaq.org

ہے بلا تامل بیعت فرما لیا۔ حضرت والا نے یہ واقعہ نقل کر کے فرمایا کہ لوگ ان کیفیات کو نہ جانے کیا سمجھتے ہیں حالانکہ ان کی بس یہ حقیقت ہے کہ صرف چار دن تک تو خوب جوش و خروش رہا پھر ویسے کے ویسے ہی ہو گئے چنانچہ وہ صاحب اب تک ہیں لیکن بالکل کورے بقول شخصے چار دن کی چاندنی اور پھر اندھیری رات ہے۔ اھ۔

توجہ کے اثرات

جناب شاہ لطف رسول صاحبؒ کو جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے حضرت والا کے حلقہ توجہ میں کشف بہت ہونے لگا تھا۔ ایک بار حضرت والا کو شوق ہوا کہ جناب بڑی پیرانی صاحبہ مدظلہا کو توجہ دیں۔ چنانچہ ان پر اس قدر اثر ہوا کہ ہاتھ پاؤں میں تشنج پیدا ہو گیا اور حالت غیر ہونے لگی یہاں تک کہ خود حضرت والا بھی گھبرا گئے اور جلدی سے توجہ کو ہٹا کر پانی دم کر کے پلایا تب خدا خدا کر کے افاقہ ہوا۔

شوق کا دوسرا رنگ

غرض بعد واپسی مکہ معظمہ کچھ عرصہ تک خوب ذکر و شغل کا ذوق و شوق احوال و مواجد کا طریان وورود اور افاضہ باطنی کا جوش و خروش رہا جیسا کہ مکتوبات امدادیہ کے مکتوب سترہ مورخہ ۸۔ ربیع الاول ۱۳۱۳ھ سے بھی مترشح ہوتا ہے جس میں حضرت حاجی صاحبؒ حضرت والا کو ارقام فرماتے ہیں کہ خط آپ کا بذریعہ ڈاک وصول ہوا کمال خوشی ہوئی اللہ تعالیٰ آں عزیز کو مدام اپنی یاد اور ذوق و شوق و مواجید میں سرشار اور مخمور رکھے۔ اھ۔ (ملاحظہ ہو اقتباس نمبر ۱۵) لیکن جب مقامات محصلہ میں رسوخ ہو گیا تو اس شوق نے دوسرا رنگ اختیار کیا یعنی مقامات متوقعہ کی طلب شدید دامنگیر ہوئی جس نے بمصداق اشعار

ے صلحت نیست مرا سیری ازاں آب حیات ضاعف اللہ بہ کل زمن عطشی

(اس آب حیات سے میرے سیر ہونے میں مصلحت نہیں ہے، اللہ تعالیٰ ہر زمانہ میں اس پر پیاسوں کو بڑھائے)

نگردد قطع ہرگز جادہ عشق از دویدنہا کہ می بالد بخود ایں راہ چوں تاک از بریدنہا

(عشق کا سفر طے کرنے سے ہرگز ختم نہیں ہوتا کیونکہ یہ راستہ خود بخود بڑھتا

www.ahlehaq.org

ہے جیسے شاخ کانٹے سے)

بحریست بحر عشق کہ ہیچش کنارہ نیست آنجا جزاینکہ جان بسپارند چارہ نیست

(عشق کا سمندر وہ سمندر ہے جس کا کوئی کنارہ نہیں ہے وہاں تو جان حوالے کرنے کے سوا چارہ نہیں ہے)

دوبارہ پھر ویسی ہی کیفیت اضطرابیہ والتہابیہ رونما کر دی جیسی قبل قیام مکہ مکرمہ ابتدائے حال میں طاری ہوئی تھی لیکن ان دونوں کیفیتوں میں زمین وآسمان کا فرق تھا کیونکہ وہ کیفیت طلب ابتدائی سے ناشی تھی اور یہ طلب مزید سے اور اس قسم کے تغیرات وتقلبات تو لوازم طریق سے ہیں۔ کیونکہ گو پانی کو سمندر میں پہنچ کر سکون ہو جاتا ہے لیکن وہاں بھی مدوجزر اور تموج اور تلاطم ساتھ لگا ہوا ہے۔ جس کی قوت وشدت اور شوکت وصولت پہلے سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔ یا یوں سمجھئے کہ پہاڑوں کی سر بہ فلک چوٹیوں پر بھی پہنچ کر گہری گہری وادیوں سے سابقہ پڑتا ہے اور حدود بارگاہ شاہی میں داخل ہونے کے بعد بھی خاص خاص محلات میں پہنچنے کے لیے لمبی لمبی اور تیرہ وتار سرنگوں میں ہو کر گزرنا پڑتا ہے۔

پریشانی کا طاری ہونا

غرض چونکہ اللہ تعالیٰ کو حضرت والا کا رفع مراتب کرنا منظور تھا بفحوائے پیشینگوئی حضرت حاجی صاحبؒ حضرت والا کی حالت باطنی نے پھر پلٹا کھایا اور پہلے سے بھی زیادہ تشنگی طلب نے زور دکھایا۔ چنانچہ بمصداق النهاية هي العود الى البداية پھر ویسی ہی حیرانی وپریشانی موجود پائی جیسی قبل قیام مکہ مکرمہ لاحق ہوئی تھی بلکہ اس سے بھی بڑھ کر کیونکہ یہ تشنگی طلب حقیقت شناس اور لذت آشنا ہو جانے کے بعد پیدا ہوئی تھی اور گو یہ پریشانی نہایت لذیذ پریشانی تھی لیکن مثل سابق کے پھر کسی دستگیر کی شدید فوری ضرورت محسوس ہوئی اور پھر قدرتی طور پر اس ذلت پر نظر پڑی جس سے ابتداء سلوک میں ایک گونہ تسلی ہو چکی تھی۔ یعنی پھر اپنے شفیق ماموں پیر جی امداد علی صاحب قبلہ سے جن کو گاہ گاہ حالات کی اطلاع فرماتے ہی رہتے تھے اس پریشانی بعد الوصول میں بھی خاص طور سے رجوع فرمایا لیکن جو قلب انوار سنت سے منور اور رنگ امداد الٰہی سے منصبغ ہو چکا تھا وہ اب کسی دوسرے

www.ahlehaq.org

رنگ کو کیونکر قبول کرسکتا تھا اور جو محی سنت و ماحی بدعت و مجدد ملت ہونے والا تھا اس کی طبع شریف ولطیف کیوں ہر اس شے کو رد نہ کردیتی جس میں شائبہ بھی خلاف سنت کا ہوا گرچہ اس شے کا دینے والا خود بوجہ غلبہ حال معذور ہو۔ چنانچہ پیر جی صاحب کی توجہات بلیغہ و تدبیرات مختلفہ نیز خاص اپنے مواجہہ میں شغل روحی وغیرہ کرانے سے بھی بجز از دیاد اضطراب وشدت تشنگی طلب کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔

وعظ وارشاد کا موقوف ہوجانا

گوان تدابیر سے شروع میں کسی قدر افاقہ کی سی صورت نظر آنے لگی تھی لیکن وہ افاقہ بالفاظ حضرت حاجی صاحب محض ظنی و مستعار تھا۔ قیام پذیر نہ تھا۔ جیسا کہ مکتوبات امدادیہ کے مکتوب ۲۳ کی نقل سے واضح ہوگا جو بعد کو درج کی جائے گی۔ اس اضطراب کا اصل سبب حسب الارشاد حضرت والا حصول مقصود کی غایت عجلت اور احوال و کیفیات غیر اختیاریہ کی شدت طلب ورغبت تھی۔ یہ شوق مفرط یہاں تک بڑھا کہ اس نے بمصداق ؎

تا بدانی ہر کرا یزداں بخواند   از ہمہ کار جہاں بیکار ماند

(تاکہ تو جان لے کہ جسے اللہ تعالیٰ اپنا بنالے وہ جہاں کے سارے کاموں سے نکما ہوجاتا ہے)

سارے مشاغل سے دل اچاٹ کردیا۔ نہ درس وتدریس سے دلچسپی رہی نہ افاضہ ظاہری و باطنی کا شوق رہا۔ درس وتدریس کی جانب تو خیر بہ تکلف توجہ فرمانی ہی پڑی کیونکہ ایسا کرنا بوجہ مشاہرہ کے واجب تھا لیکن دیگر افاضات ظاہری و باطنی مثلاً وعظ وتلقین وغیرہ کو بالکل بند فرمادیا۔ کیونکہ اول خویش بعدہ درویش یہاں تو اپنی ہی فکر پڑی ہوئی تھی۔ دوسروں کی فکر کا کسے ہوش تھا جو وقت درس وتدریس سے بچتا بس محبوب حقیقی ہی کی دھن اور دھیان میں گزرتا۔ غرض سب تعلقات غیر ضروریہ کو خیر باد کہہ کر یکسوئی اختیار فرمالی۔ یہاں تک کہ وعظ کہنا بھی موقوف فرمادیا۔ جس کے اہل کانپور بے حد دلدادہ وگرویدہ اور ایک مدت مدید یعنی شروع قیام کانپور ہی سے بے حد خوگردہ ولذت چشیدہ ہورہے تھے۔

اہل کانپور کی پریشانی

وعظ کا موقوف فرمانا تھا کہ تمام مسلمانان کانپور میں ایک ہلچل مچ گئی اور اس چشمہ فیض

www.ahlehaq.org

سے جو تشنگان علوم و معارف اشرفیہ آئے دن سیراب ہوتے رہتے تھے وہ ماہی بے آب کی طرح بیتاب ہو گئے اور طرح طرح سے حضرت والا پر وعظ فرمانے کے لیے زور ڈالنے لگے ایک دن خود جناب عبدالرحمٰن خاں صاحب مرحوم و مغفور جو بانی مدرسہ جامع العلوم تھے اور ایک معمر و صالح بزرگ تھے بیتابانہ حاضر خدمت ہوئے اور والہانہ یہ شعر پڑھا۔

نصاب حسن در حد کمال است　　زکاتم وہ کہ مسکین و فقیرم

(حسن کا نصاب پورا ہو چکا ہے، مجھے زکوٰۃ دیکہ میں مسکین و فقیر ہوں)

حضرت والا نے نہایت درد ناک لہجہ میں فرمایا کہ حضرت میں تو خود ہی فقیر ہو رہا ہوں۔ دوسرے کو کیا دوں اھ۔ جو اپنے کو اس قدر حرماں نصیب سمجھے ہوئے ہو اور جس پر عبدیت کا اتنا غلبہ ہوا اس کو بھلا وعظ کہنے کی جس میں ایک صورت ترفع اور دعوے کی ہوتی ہے کیونکر جرأت ہو سکتی تھی۔

علمائے کرام کی وعظ کیلئے درخواست اور حضرت کا جواب

اسی زمانہ میں مدرسہ کا جلسہ ہوا۔ اس میں تو حضرت والا کے وعظ کے سب حضرات اراکین مدرسہ کو بہت ہی شدید ضرورت محسوس ہونے لگی اور بزبان حال کہنے لگے۔

بنمائے رخ کہ خلقے والہ شوند و حیراں　　بکشائے لب کہ فریاد از مرد و زن بر آید

(رُخ دکھا کہ مخلوق حیران و دیوانی ہو رہی ہے، لب کھول کہ سب مرد و عورتیں فریاد کر رہے ہیں)

شرکت جلسہ کے لیے بیرونی حضرات علماء بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔ ان کو ساتھ لیکر اراکین مدرسہ حاضر خدمت ہوئے اور بواسطہ ان حضرات کے نہایت شد و مد کے ساتھ وعظ کے لیے اصرار کرنے لگے۔ حضرت والا کے قلب سلیم میں حضرات اہل علم کا اس درجہ ادب و احترام ہے کہ نو عمر مولویوں کا بھی غایت درجہ لحاظ فرماتے ہیں اور وہ تو اکابر علماء کو سفارشی بنا کر لائے تھے حضرت والا کو نہایت درجہ تنگی واقع ہوئی کیونکہ نہ انکار فرما سکتے تھے نہ اقرار۔ جب کچھ نہ بن پڑا تو مجبور ہو کر گردن جھکا لی اور رونے لگے۔ یہ حال دیکھ کر مولانا ظہور الاسلام صاحب فتحپوری رحمۃ اللہ علیہ کا دل پانی پانی ہو گیا اور بے ساختہ یہ شعر پڑھا۔

www.ahlehaq.org

عشق نے غالب نکما کر دیا ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

پھر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ بس بھائی بس اب انہیں کچھ نہ کہو اپنے حال پر چھوڑ دو تنگ نہ کرو۔ مولوی شاہ سلیمان صاحب پھلواروی بھی اس موقع پر آئے ہوئے تھے ان سے بھی لوگوں نے اصرار کرنے کے لئے کہا تو انہوں نے عجیب جواب دیا۔ کہا کہ اگر ایسی حالت میں اس شخص سے وعظ کہلوایا تو بس ممبر پر بیٹھتے ہی اس کے منہ سے جو پہلا لفظ نکلے گا وہ انا الحق ہوگا ایسی حالت میں اصرار ہرگز مناسب نہیں اھ۔ غرض حضرت والا کا سکوت اس مصرعہ کا مصداق تھا۔ ع۔ خموشی معنی دارد کہ در گفتن نمی آید۔

وعظ موقوف کرنے کا سبب

حضرت والا نے خود فرمایا کہ اس زمانہ میں مجھ پر توحد کا بہت غلبہ تھا اس لیے میں نے وعظ کہنا چھوڑ دیا تھا کہ نہ جانے کیا منہ سے نکل جائے جس سے عوام کو غلط فہمی ہو کر دینی نقصان پہنچ جائے۔ صرف مولوی محمد اسحاق صاحب بردوانی سے (جو ایک فہیم وجید عالم اور معتمد خاص شاگرد تھے) ان مضامین توحید کو جو قلب پر وارد ہوتے تھے خلوت میں بیان کر دیا کرتا تھا۔ اس زمانہ میں ان پر شان علمی غالب تھی اور تصوف سے زیادہ متاثر نہ تھے۔ لیکن پھر بھی ان پر اتنا اثر ہوتا تھا کہ آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہنے لگے تھے۔ اور میرے مضامین کی تصدیق پر مضطر ہو جاتے تھے۔ اھ۔ سبحان اللہ حضرت والا کو غلبہ حال میں بھی مصلحت عامہ کا کس قدر خیال تھا کہ ایسی حالت میں اپنی زبان ہی روک لی۔ بمصداق شعر حضرت شیفتہؒ

ہم گر شنود چگونہ گویم آغشتہ بخوں فسانہ ہارا

(اگر وہ سنے بھی تو خون میں لتھڑے ہوئے افسانے کیسے سناؤں)

پریشانی کی حکمت

اسی کیفیت کے متعلق ایک اور بھی مہتم بالشان واقعہ ہے جس کو حضرت والا اکثر بیان فرمایا کرتے ہیں چونکہ اس سے بھی اس کیفیت کی جس کو اس وقت بیان کیا جا رہا ہے توضیح و شرح ہوتی ہے۔ اس لیے اس موقع پر اس کو بھی بیان کر دینا مناسب ہے۔ اس واقعہ کو خود

www.ahlehaq.org

حضرت والا نے اپنے وعظ شکر المثنوی کے اخیر میں بہ تفصیل بیان فرمایا ہے لہٰذا مطبوعہ وعظ مذکور کے صفحات ۲۲ و ۲۳ سے بلفظہ نقل کیا جاتا ہے۔

''حق تعالیٰ کی کسی نعمت کے روکنے میں کوئی مصلحت ہوتی ہے خود میرا واقعہ ہے کہ ابتداء میں جبکہ جوش زیادہ تھا ایک مرتبہ خیال ہوا کہ ہم کو طلب بھی ہے اور یہ بھی مسلم ہے کہ حق سبحانہ کو ہماری حالت کا علم ہے اور یہ بھی مسلم ہے کہ ان کو قدرت تامہ بھی حاصل ہے اور کریم رحیم بھی ہیں پھر ان باتوں کے ہوتے ہوئے دیر کیوں ہے اس کا جواب میری سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ جب بہت پریشانی بڑھی تو خیال ہوا کہ مولانا رومیؒ سے مشورہ لو یہ خیال کر کے مثنوی کھولی تو پہلے صفحہ پر یہ اشعار نکلے جن میں چاروں مقدمے وہ تھے جو میں نے قائم کیے تھے اور پانچواں مقدمہ اور تھا جو کہ میرے ذہن میں نہ تھا جس کے نہ ہونے کے سبب میری سمجھ میں جواب نہ آتا تھا یعنی یہ کہ وہ حکیم بھی ہیں اور اس تاخیر میں حکمت ہے اشعار مذکورہ یہ ہیں۔

ے چارہ میجوید پئے من دردِ تو ۔۔۔ می شنودم دوش آہِ سردِ تو

(تیرا درد میرے لئے راستہ تلاش کر رہا ہے، کل میں تیری سرد آہ سن رہا تھا)

می توانم ہم کہ بے ایں انتظار ۔۔۔ رہ نمایم دادہم راہِ گذار

(میں یہ بھی کرسکتا ہوں کہ اس انتظار کے بغیر تجھے راہ دکھاؤں اور راستے سے گذار دوں)

تا ازیں طوفان دوراں وارہی ۔۔۔ برسر گنجم د صالم پانہی

(تا کہ تو اس زمانہ کے طوفان سے چھٹکارا پائے میرے وصال کے خزانہ پر پاؤں رکھے)

لیک شیرینی ولذاتِ مقر ۔۔۔ ہست براندازۂ رنج سفر

(لیکن گھر کی لذتیں اور مٹھاس سفر کی تکلیف کے مطابق ہیں)

آنگہ از فرزند خویشاں برخوری ۔۔۔ کر غریبی رنج و محنتہا بری

(تو اس وقت اپنے بیٹوں سے فائدہ اٹھائے گا جب تو سفر کی تکلیفیں اور مصیبتیں اٹھائے گا)

حاصل اشعار یہ ہے کہ یہ مسلم ہے کہ تمہارا دردِ عشق میرے وصال کی تدبیر کا طالب ہے (اس میں میرا مقدمہ اولے تسلیم کیا ہے) اور میں کل رات تمہاری آہِ سرد کو سنتا بھی تھا۔ (اس میں میرے مقدمہ ثانیہ کو مانا گیا ہے) اور میں یہ بھی کرسکتا ہوں کہ تم کو اپنے وصال کی

www.ahlehaq.org

www.ahlehaq.org

طرف رہنمائی کروں اور تمہیں آنے کے لیے راستہ دیدوں تا کہ تم گردش زمانہ کے طوفان سے نجات پا جاؤ۔ اور میرے گنج وصال پر پہنچ جاؤ۔ (اس میں میرے مقدمہ ثالثہ کو تصریحاً اور رابعہ کو اشارۃً تسلیم کیا ہے) (لیکن کسی قدر تاخیر کے بعد کیونکہ قاعدہ ہے کہ گھر کا مزہ اور اس کی لذت اسی قدر حاصل ہوتی ہے جس قدر کہ سفر میں تکلیف اٹھائی ہو اور تم کو اپنے بال بچوں اور عزیز واقارب سے مل کر لطف تام اسی وقت حاصل ہوتا ہے۔ جب کہ سفر میں بہت کچھ تکلیفیں اور زحمتیں اٹھانی پڑیں۔ اس مضمون میں ایک مقدمہ خامسہ بتلایا ہے اور میرے تمام مقدمات کو تسلیم کر کے اسی مقدمہ خامسہ سے شبہ کا جواب دیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ہم حکیم بھی ہیں اور ہمارے کام مصلحت سے ہوتے ہیں اس توقف میں یہ مصلحت ہے کہ جب تمہیں ہمارا وصال نصیب ہو تو تمہیں اس کی قدر ہو۔''

غلبۂ عبدیت

اسی زمانہ میں جبکہ یہ کیفیت زور پر تھی ایک بار حضرت والا عید کے موقع پر وطن تشریف لائے ہوئے تھے بعد نماز عید حسب عادت اہل قصبہ درگاہ شاہ ولایت صاحب میں بموجودگی مجمع عام بغرض فاتحہ حاضر ہوئے۔ وہاں سب کے سامنے ایک صاحب نے حضرت والا پر اعتراض کیا کہ آپ کو اپنے ماموں پیر جی امداد علی صاحبؒ سے رجوع نہ کرنا چاہیے تھا۔ یہ آپ نے اپنی شان علمی کے خلاف کیا۔ کیونکہ پیر جی صاحبؒ کی حالت بے تکلف شریعت پر منطبق نہیں۔ حضرت والا بجائے اس اعتراض کے جواب دینے اور قیل وقال کرنے کے سارے مجمع کے سامنے معترض کے قدموں پر گر پڑے اور قطع نزاع کے لیے اعتراف قصور کر لیا اور فرمایا کہ ہاں صاحب ہاں میں واقعی سرتاپا قصور وخطا ہوں خدا کے لیے معاف کیجئے۔ قیل وقال نہ کیجئے بس رہنے دیجئے میں خود ہی تسلیم کرتا ہوں کہ میں اس سے بھی زیادہ برا ہوں جتنا آپ مجھے سمجھ رہے ہیں۔ اھ۔ اس واقعہ سے غلبہ عبدیت اور قیل وقال سے نفرت و وحشت کا جو کچھ اثبات ہوتا ہے وہ ظاہر ہے۔

جوش وخروش کے اثرات

اسی زمانہ جوش وخروش میں حضرت والا نے رہنے کا ایک مکان بمقام تھانہ بھون تعمیر

www.ahlehaq.org

کرایا تو بوجہ اس کے کہ شان ترک بہت بڑھی ہوئی تھی یہ تجویز کیا کہ تعمیر پر لفظ ''خانہ آزاد'' کندہ کرایا جائے لیکن جناب پیر جی صاحبؒ نے اس بناء پر منع فرما دیا کہ یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا اس میں ایک نمائش اور شہرت کی سی صورت ہے۔ اھ۔

ان سب واقعات سے بہ آسانی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اس زمانہ میں حضرت والا پر کس درجہ قوی حال طاری تھا۔ اس موقع پر حضرت والا کا اسی زمانہ کا تصنیف کیا ہوا ایک نہایت پر کیف شعر یاد آیا جو نقل کیا جاتا ہے کیونکہ وہ حضرت والا کی اس وقت کی کیفیت قلبیہ اور جوش طلب کا گویا آئینہ ہے۔ وہ شعر یہ ہے۔

اندریں رہ انچہ می آید بدست　　　حیرت اندر حیرت اندر حیرت است

(اس راستہ میں جو چیز ہاتھ آتی ہے وہ حیرت ہے، حیرت ہے، حیرت ہے)

اس زمانہ میں اشعار عشقیہ اکثر و بیشتر نہایت مضطربانہ انداز سے ورد زبان رہتے تھے بالخصوص اشعار ذیل میں جو اس کیفیت پر نہایت منطبق اور دال اور بالکل حسب حال تھے۔

(از حضرت حافظ شیرازیؒ)

اے بادشہ خوباں داد از غم تنہائی　　　دل بے تو بجاں آمد وقت ست کہ باز آئی

(اے وہ کہ تیرا درد ناکامی کے مرض میں میرا علاج ہے اور تنہائی کے کونے میں تیری یاد میری ساتھی ہے)

اے درد توام درماں بربستر ناکامی　　　وے یاد توام مونس درگوشہ تنہائی

(از حضرت امیر خسروؒ)

حیراں شدہ ام در آرزویت　　　اے چشم جہانیاں بسویت

(میں تیری آرزو میں حیران ہوں، اے وہ کہ سارے جہان کی آنکھیں تیری طرف ہیں)

مائیم و تحیر و خموشی　　　آفاق ہمہ بگفتگویت

(ہم ہیں اور حیرت وخاموشی ہے، اور سارا جہان تیری باتوں میں ہے)

خسرو بکمند تو اسیرت　　　بیچارہ کجا رود زکویت

(خسرو تیرے جال کا قیدی ہے، بیچارہ تیری گلی چھوڑ کر کہاں جائے)

www.ahlehaq.org

جیسا کہ پہلے بہ تفصیل بیان کیا جا چکا ہے۔ یہ اضطراب بہت پُر لطف اضطراب تھا کیونکہ اس کا منشاء حسب ارشاد حضرت والا عجلت میں طلب مع الرجا اور شوق مطلوب مقرون بہ امید کامیابی تھا۔ پریشانی تو تھی لیکن وحشت نہ تھی۔ محبوب پریشانی تھی کیونکہ ذوق وشوق کی پریشانی تھی جس میں اس درجہ لذت تھی کہ حضرت والا فرماتے ہیں یہ جی چاہتا تھا کہ بس سب کی یہی حالت ہو جائے اس سے حضرت والا کی غایت شفقت علی الخلق اور حرص اشاعت طریق (جو لوازم مشیخت سے ہے) ثابت ہوتی ہے، ورنہ ناقصین اپنی دولت باطنی میں کب کسی دوسرے کی شرکت گوارا کرتے ہیں۔

حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں عریضہ

غرض جب حضرت والا کی کیفیت شوقیہ حد سے زیادہ بڑھی اور اپنے ماموں پیر جی امداد علی صاحبؒ کی بھی تدابیر سے بجائے افاقہ وتسلی پریشانی واضطراب میں اور اضافہ ہوتا چلا گیا تب تو بہت گھبرائے اور خاص طور سے اپنے اصل دستگیر حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں عریضہ لکھا جس میں پیر جی صاحبؒ سے رجوع کرنے کا بھی حال صاف صاف درج کر دیا کیونکہ بالکل نیک نیتی اور طلب صادق کی بناء پر رجوع کیا تھا بلکہ نہایت سادگی کے ساتھ اپنے لیے پیر جی صاحبؒ کی خدمت میں آتے جاتے رہنے کی خود حضرت حاجی صاحبؒ سے بھی اجازت طلب کی کیونکہ حضرت حاجی صاحبؒ سے خط وکتابت کرنے کے لیے بوجہ بعد مکانی بہت طویل مدت درکار ہوتی تھی اور یہاں عجلت طلب اور پے در پے تغیرات احوال کا یہ مقتضاء تھا کہ جلد جلد عرض حال کیا جائے اور جہاں کہیں سے بھی ممکن ہو جلد سے جلد مقصود حاصل کیا جائے۔ پھر خود حضرت حاجی صاحبؒ کا یہ اصولی ملفوظ بھی سنے ہوئے تھے۔ ''فرمایا کہ سب صاحب سن لیں میں اپنا بندہ نہیں بنانا چاہتا۔ خدا کا بندہ بنانا چاہتا ہوں کیونکہ خدا مقصود ہے شیخ مقصود نہیں۔ میرے پاس جو کچھ تھا وہ حاضر کر دیا اگر اس سے زیادہ کی طلب ہو تو میری طرف سے عام اجازت ہے۔ جہاں سے چاہیں مقصود حاصل کریں اور اگر کسی دوسرے شخص سے بیعت کی ضرورت ہو تو بیعت کی بھی اجازت ہے۔ اھ۔

حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ مجھے اس زمانہ میں بہت ہی زیادہ شوق طلب

www.ahlehaq.org

عارض تھا اور گو میں نے اپنے ذہن میں یہ طے کر رکھا تھا کہ اخیر میں اپنے حضرات ہی سے بالخصوص ہندوستان میں حضرت مولانا گنگوہی قدس سرۂ العزیز سے رجوع کروں گا لیکن اس احتمال پر کہ شاید کوئی خاص دولت اور جگہ بھی ہو تو لاؤ اسے بھی حاصل کر لیں۔ اور یہ حضرات تو اپنے ہیں ہی ان سے تو آخر میں بہر حال رجوع کرنا ہے ہی اور اگر اپنے حضرات سے پہلے رجوع کر لیا تو پھر کسی دوسرے سے رجوع کرنا باعث بے ادبی ہوگا۔

حضرت حاجی صاحب کا جواب

غرض جب ان پریشان حالات کا خط حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں پہنچا تو شفقت ملاحظہ فرمایئے۔ جواب لانے والے صاحب نے حضرت والا سے واپس آ کر بیان کیا کہ جس وقت آپ کا خط پہنچا تو اس کو پڑھ کر حضرت حاجی صاحبؒ گھبرائے ہوئے کبھی گھر کے اندر تشریف لے جاتے کبھی باہر تشریف لاتے اور بار بار فرماتے کہ جوان آدمی ہیں غلبہ ہو گیا ہے تحمل نہیں ہو سکا مگر میں تو اتنی دور ہوں کیا کروں۔ اھ۔ اس پر ان صاحب نے عرض کیا کہ حضرت میں جلدی ہی جانے والا ہوں۔ یہ سن کر حضرت حاجی صاحبؒ خوش ہو گئے اور اس خط کا جواب لکھوا کر انہی صاحب کے ہاتھ بھیجا اور زبانی کہلا بھیجا کہ جب تک تمہارا یہ خادم زندہ ہے کیوں کسی دوسرے کی طرف رجوع کرتے ہو۔ حضرت والا نے جب کانپور میں ان کی آمد سنی تو لُو دھوپ میں عین دوپہر کو گویا حضرت حافظ علیہ الرحمۃ کے یہ اشعار بزبان حال پڑھتے ہوئے ان کے پاس بیتابانہ پہنچے۔

اے صبا نکہتے از خاک درِ یار بیار   ببرا ندوہ دل و مژدہ دلدار بیار

(اے صبا محبوب کے دروازے کی خاک کی خوشبو لے آ، دل کا غم لے جا اور محبوب کی خوشخبری لے آ)

نکتہ روح فزا از دہن یار بگوئے   نامہ خوشخبراز عالم اسرار بیار

(محبوب کے منہ سے روح کو تازہ کرنے والی بات کہلا، اسرار کے عالم سے کوئی اچھی خبر والا خط لے آ)

تا معطر کنم از لطف نسیم تو مشام   شمۂ از نفحات نفس یار بیار

(تا کہ میں کستوری کی خوشبو سے اپنے جسم کو معطر کروں، محبوب کے سانسوں میں سے ایک ذرہ لے آ)

روزگاریست کہ دل چہرہ مقصود ندید   ساقیا آں قدحِ آئینہ کردار بیار

www.ahlehaq.org

(ایک زمانہ گزر گیا ہے کہ دل نے محبوب کا چہرہ نہیں دیکھا، اے ساقی شیشہ جیسا کوئی جام لے آ)

کام جاں تلخ شد از صبر کہ کردم بے دوست عشوۂ زاں لبِ شیرین شکر بار بیار

(دوست کے بغیر جو میں نے صبر کیا ہے اس سے روح کا معاملہ مشکل ہو گیا ہے محبوب کے شکر بکھیرنے والے میٹھے لبوں سے ایک ناز لے آ)

دل دیوانہ ز زنجیر نمی آید باز حلقۂ زخم آں طرۂ طرار بیار

(دیوانہ دل زنجیر سے نہیں رکتا، اس محبوب کی تیز زلفوں سے ایک حلقہ لے آ)

یہ اشعار حضرت حاجی صاحبؒ کے اس زبانی پیغام کے مناسب ہیں کہ جب تک تمہارا یہ خادم زندہ ہے کیوں کسی دوسرے کی طرف رجوع کرتے ہو۔ دیگر

اے صبا نکہتے از کوئے فلانے بمن آر زارو بیمار غمم راحت جانے بمن آر

(اے صبا فلاں کی گلی سے خوشبو لے آ، مجھ بیمار و بدحال کے غم کے لئے روح کی راحت لے آ)

قلب بیحاصل بارا بزن اکسیر مراد یعنی از خاک در دوست نشانے بمن آر

(میرے ناکام دل کیلئے مقصود کی اکسیر لے آ یعنی محبوب کے در کی مٹی کی نشانی لے آ)

در غریبی و فراق و غم دل پیر شدم ساغری زکف تازہ جوانے بمن آر

(میں سفر، جدائی اور دل کے غم سے بوڑھا ہو گیا ہوں، میری جوانی سے شراب کا ایک جام لے)

انہوں نے حضرت حاجی صاحبؒ کا کرامت نامہ دیا اور زبانی پیغام بھی نقل کیا اور پھر یہ اشعار صادق آنے لگے۔

بحمداللہ چہ راحت یافت جانِ بیقرار من کہ آمد ناگہاں نامہ زسوئے شہریار من

(الحمدللہ کہ میری بے قرار روح نے کتنی راحت پائی ہے کہ اچانک میرے محبوب کے شہر کی طرف سے خط آیا ہے)

بایں شکرانہ بردیدہ نہادم پائے قاصدرا کہ از نامہ منور کرد چشم انتظار من

(اس لئے میں نے قاصد کے پاؤں پر شکریہ کی آنکھیں رکھ دیں کہ اس خط نے میری انتظار کی آنکھوں کو روشن کر دیا ہے)

www.ahlehaq.org

جواب سے پریشانی کا خاتمہ

حضرت والا فرماتے ہیں کہ قبل ظہر انہوں نے حضرت کا مجھے یہ پیغام سنایا تھا بس سنتے ہی ایسا معلوم ہوا کہ جیسے دہکتے ہوئے تنور پر کسی نے بھری ہوئی مشک چھوڑ دی ہو اور جلتے ہوئے سینہ پر برف کا ٹکڑا رکھ دیا ہو۔ عصر تک نصف سے بھی کم پریشانی رہ گئی اور مغرب تک تو بس بالکل مطلع صاف تھا۔ پریشانی کا نام ونشان بھی نہ تھا۔ پھر میں نے صبح کو حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں عریضہ لکھا جس کی پیشانی پر حضرت حافظ شرازیؒ کے یہ اشعار حسب حال لکھے۔

دوش وقت سحر از غصہ نجاتم دادند   واندراں ظلمت شب آب حیاتم دادند

(کل سحری کے وقت انہوں نے مجھے غصہ سے نجات دی ہے اور رات کے اسی اندھیرے میں مجھے آبِ حیات دیا)

کیمیائیست عجب بندگی پیر مغاں   خاک او گشتم و چندیں درجاتم دادند

(پیر مغاں کی غلامی عجیب کیمیا ہے، میں اس کی خاک ہوا اور انہوں نے مجھے اتنے درجے دیئے)

اور حضرت مولانا رومیؒ کا یہ شعر بھی لکھا۔

؎ دست پیر از غائباں کوتاہ نیست   دست او جز قبضہ اللہ نیست اھ۔

(پیر کا ہاتھ غیر حاضروں سے دور نہیں ہے اس کا ہاتھ اللہ کے قبضہ کے سوا نہیں ہے)

خواب

اسی زمانہ میں حضرت والا نے حضرت حاجی صاحبؒ کو خواب میں بھی اس طرح دیکھا کہ پیر جیؒ کے متعلق فرما رہے ہیں کہ ان کے پاس نہ بیٹھا کرو خارش ہو جائے گی۔ اھ۔ یہ بھی غیبی دستگیری تھی۔

حضرت حاجی صاحب نے جو مذکورہ بالا پیغام زبانی دیتے وقت حضرت والا کے عریضہ حالات کا جواب باصواب تحریر فرما کر دستی حوالہ فرمایا تھا اس کے بعض خاص خاص فقرات کی نقل بھی حسب وعدہ درج کی جاتی ہے۔ یہ مکتوب مجموعہ مکتوبات امدادیہ کا تیئسواں ۲۳ مکتوب ہے۔

حضرت حاجی صاحب اپنے اس مکتوب بہجت اسلوب میں حضرت والا کو تحریر فرماتے ہیں۔

''بعد دعوات زائد ذوق وشوق مع الجمعیت وانشراح وانبساط خاطر واضح باد۔ خطِ آں عزیز

www.ahlehaq.org

رسید کیفیت حالات معلوم شد، نوشتہ بودند کہ از تدبیر (پیر جی صاحبؒ) قدرے افاقہ دست دادہ است اینچنیں افاقہ ظنی و مستعار است قیام پذیر نیست و برفتن نزد صاحب موصوف اجازت طلبیدہ بودند از طرف فقیر اجازت است اما اوراد و اشغال مختلف بحالت تلوین ہم زیان است زیرا کہ اثر ہر یک جدا گانہ است۔ ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است بدانکہ باعث تفرقہ و تشویشات خاطر بچند وجہ فرمودہ اند الی قولہ ایں علاج در ضیاء القلوب از صفحہ ۵۴ تا صفحہ ۵۵ مرقوم است بعمل آرند انشاء اللہ تعالیٰ طبیعت صلاح و فلاح پذیر خواہد شد خاطر جمع دارند۔ ثم الی قولہ باقی حالات اینجانب زبانی مولوی عبدالرزاق صاحب معلوم خواہد شد...... فقط ۱۳۱۳ھ غالباً۔

یہ مکتوب راحتہ القلوب بڑے بڑے نادر حقائق طریق و رفع تشاویش خاطر کی بڑی بڑی نافع تدابیر انیق سے مملو تھا۔ لیکن جو اس والا نامہ فیض شمامہ کی روح کی وہ حضرت کاتب یعنی حضرت حاجی صاحب کی قلبی دعا و توجہ تھی۔ چنانچہ حضرت والا فرماتے ہیں کہ تدابیر مرقومہ مکتوب کے استعمال کی ضرورت ہی واقع نہ ہوئی۔ پیغام زبانی سنتے ہی اور خط پڑھتے ہی تسلی ہوگئی اور (جیسا اوپر بیان کیا گیا) مغرب تک بالکل مطلع صاف تھا۔ پریشانی کا نام و نشان بھی نہ رہا کامل سکون ہوگیا۔ اھ۔ احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ حضرت حاجی صاحبؒ کی یہ مرقومہ بالا بشارت ''انشاء اللہ تعالیٰ طبیعت صلاح و فلاح پذیر خواہد شد خاطر جمع دارند'' اللہ تعالیٰ نے اتنی جلدی پوری فرما دی کہ برسوں کی پریشانی گھنٹوں میں ختم ہوگئی۔ اور امداد غیبی نے حضرت والا کو گرداب تحیر و توحش سے نکال کر دفعۃً ساحل سلامت و سکون پر لا کھڑا کیا۔

پیر جی امداد صاحب سے قطع تعلق

اپنے ماموں صاحب سے رجوع کرنے کے متعلق حضرت والا نے جو معذرت نامہ حضرت والا مولانا گنگوہی قدس سرہٗ العزیز کی خدمت میں بزبان عربی تحریر فرمایا تھا اس میں اپنی معذوری کی تفصیل بہت مؤثر الفاظ میں درج فرمائی ہے اس کے اس حصہ کا اقتباس جس میں کیفیت اضطرابیہ والتہابیہ کے عارض ہونے کا حال مسطور ہے اپنے موقع پر نقل کیا جا چکا ہے۔ اب یہ موقع اس کے اس حصہ کے اقتباس کو نقل کرنے کا ہے جس میں حضرت والا نے خود اپنے قلم مبارک سے کیفیت

www.ahlehaq.org

اضطرابیہ مذکورہ کے مبدل بہ سکون ہونے کا تذکرہ ارقام فرمایا ہے۔ چنانچہ تحریر فرماتے ہیں۔

ثم لما ساعدنی الجدبلشم تراب نعلیة و حضرت لدیه + جددت الارادة لیکون لماعسیٰ ان یکون فات اعاده + فلمار جعت از ددت ظلماء + واکاد احسب السراب ماء + ورایتنی لا ازدادالاحیرة ووحشه + وضیقاً و دهشه + کتبت الیٰ حبیب ماوقع من الحال + ونادیت بالبلبال

یامرشدی یاموئلی یا مفزعی ۔۔۔ یا ملجائی فے مبدئی و معادی

ارحم علی ایاغیاث فلیس لی ۔۔۔ کهفے سویٰ حبیکم من زاد

فازالا نام بکم وانی هائم ۔۔۔ فانظر الی برحمة یا هاد

یاسیدی لله شیئا انه ۔۔۔ انتم لی المجدی و انی جدی

فعذرنی و نصرنی وقال حبا و کرامه + واقامنی علیٰ ساحل السلامة + فترنمت شوقاً تمغیت ذوقاً.

دوش وقت سحر از غصہ نجاتم دادند ۔۔۔ واندراں ظلمت شب آب حیاتم دادند

(کل سحری کے وقت مجھے غصہ سے انہوں نے نجات دی، اور اسی رات کے اندھیرے میں مجھے آبِ حیات دیا)

کیمیائیست عجب بندگی پیر مغاں ۔۔۔ خاک او گشتم و چندیں درجاتم دادند

(پیر مغاں کی غلامی عجیب کیمیا ہے، میں اس کی خاک ہوا اور انہوں نے مجھے اتنے درجے دے دیئے)

قدلسعت حیة الهویٰ کبدے ۔۔۔ فلا طبیب لها ولا راقی

(میرے دل کو محبت کے سانپ نے ڈس لیا ہے، اس کیلئے نہ کوئی معالج ہے اور نہ کوئی دم کرنیوالا)

الاالحبیب الذی شغفت به ۔۔۔ فعنده رقیتی وتریاقی

(سنو کہ وہی محبوب جس کی محبت میں یہ مشغول ہے اسی کے پاس میرا دَم بھی ہے اور علاج بھی)

غرض بعون اللہ تعالیٰ حضرت والا اپنے مرشد برحق کی دعا و توجہ کی برکت سے اس گھاٹی سے پار ہو گئے اور حسب ارشاد حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسی وقت سے اپنے ماموں صاحبؒ سے علیحدگی اختیار فرمالی اور گو اس انقطاع تعلق کی پیر جی صاحبؒ کو اطلاع کرنا حضرت والا کو بر بناء غایت ادب و حسن ظن و امکان تاویل گراں تھا اور اس میں بے ادبی محسوس فرماتے

www.ahlehaq.org

تھے لیکن شریعت کے مقابلہ میں طبیعت کو مردانہ وار مغلوب فرما کر بمقتضائے ضرورت شرعیہ جناب پیر جی صاحبؒ کی خدمت میں نہایت ادب کے ساتھ ایک تبلیغی عریضہ لکھا اور آئندہ تعلق استفاضہ و استفادہ باطنی رکھنے سے بربناء شریعت مقدسہ صاف عذر فرما دیا۔ نیز بحیثیت مقتدائیت بمصلحت حفظ عوام باوجود قرابت قریبہ خاصہ آمد و رفت بھی ترک فرما دی۔

ترکِ تعلق کے باوجود ادب قائم رکھنا

لیکن ادب ہمیشہ غائبانہ غایت درجہ ملحوظ خاطر رکھا اور اب تک نہایت ادب و محبت و حسن ظن کے ساتھ جناب پیر جی صاحبؒ کے حالات اور حکمت آمیز کلمات اکثر لطف لے لے کر بیان فرمایا کرتے ہیں اور جناب پیر جی صاحبؒ نے بھی ہمیشہ حضرت والا کے ساتھ حسن ظن اور محبت غائبانہ رکھی یہاں تک کہ ایک موقع پر جب کسی خادم نے حضرت والا کے اس قطع تعلق کی شکایت پیر جی صاحبؒ سے کی تو انہوں نے سختی کے ساتھ روک دیا اور فرمایا کہ میری اور بات ہے میرا تو وہ لڑکا ہے میں تو یہ سمجھتا ہوں جیسے بچپن میں کبھی اس نے مجھ پر پیشاب بھی کر دیا ہوگا اور کبھی میں نے اس کو ایک آدھ طمانچہ بھی مار دیا ہوگا ویسے ہی اب ہوا سہی لیکن کسی دوسرے کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ اس کو کچھ کہے۔ حضرت والا فرماتے ہیں کہ مجھے خود ماموں صاحب کے ایک مرید نے ان کا خط دکھایا اس میں لکھا تھا کہ بوجہ اختلاف مشرب فلاں شخص (یعنی حضرت والا) کی صحبت میں بیٹھنا تو مناسب نہیں لیکن بے ادبی کبھی نہ کرنا وہ اپنا کار منصبی کر رہا ہے جو شریعت کی رو سے اس پر واجب ہے اھ۔ بمعناہ۔

حضرت پیر جی کی پیشکش کا جواب

علاوہ اس غائبانہ اظہار تعلق و محبت کے خود حضرت والا کو بعد اس قطع تعلق کے بھی خط میں لکھ کر بھیجا تھا کہ مجھے ایک چیز حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے سینہ بسینہ بطور امانت پہنچی تھی۔ تم جوان صالح تھے اور اس امانت کے اہل تھے میں نے تمہیں وہ امانت دینی چاہی تھی لیکن تم نے لینا ہی نہ چاہا اگر اب بھی لینا چاہو تو میں اب بھی وہ امانت تمہیں دینے کے لیے تیار ہوں۔ اھ۔ حضرت والا نے جواب میں لکھ بھیجا کہ اگر وہ چیز شریعت کے موافق ہے تو میں لینے کے لیے

www.ahlehaq.org

حاضر ہوں لیکن اگر سرمو بھی شریعت کے خلاف ہے تو مجھے اس سے معاف رکھیں۔

مسئلہ مولود کی تحقیق

غرض حضرت والا نے بضرورت شریعہ جناب پیر جی صاحبؒ سے نہایت ادب اور حسن و خوبی کے ساتھ علیٰحدگی اختیار فرمالی۔ جس سے حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہٗ العزیز بھی جن سے اس معاملہ میں خط و کتابت ہو رہی تھی بہت مسرور ہوئے اور بہت تحسین فرمائی اس خط و کتابت کا خلاصہ اوپر گذر چکا ہے جو کہ ایک جزو ہے اس مکاتبت کا اسی کا دوسرا جزو مسئلہ مولود شریف کی تحقیق بھی ہے۔ جس کا خلاصہ خود حضرت والا کے قلم مبارک کا لکھا ہوا یادیاراں تذکرہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ مصنفہ حضرت والا سے نقل کیا جاتا ہے وہ اقتباس یہ ہے۔

''میں مدت تک مسائل اختلافیہ میں اہل الحق و اہل البدعۃ کے متعلق باوجود صحت عقیدہ کے (والحمدللہ) ایک غلطی میں مبتلا رہا اور اس غلطی پر بہت سے خیالات اور بہت سے اعمال متفرع رہے۔ یعنی بعض اعمال رسمیہ مثل مجلس متعارف میلاد شریف و امثالہ سے جو محققین بعض مفاسد کی وجہ سے عوام الناس کو مطلقاً اور ان عوام الناس کے ساتھ خواص کو بھی روکتے ہیں ان مفاسد کو تو میں ہمیشہ مذموم اور انکے مباشر کو ہمیشہ ملوم سمجھتا تھا اور یہ صحت عقیدہ کی تھی اور عوام الناس کو ہمیشہ ان مفاسد پر متنبہ اور مطلع کرتا رہتا تھا لیکن یہ بات میرے خیال میں جم رہی تھی کہ علت نہی کی وہ مفاسد ہیں جہاں علت نہ ہوگی معلول بھی نہ ہوگا۔ پس خواص جو کہ ان مفاسد سے مبرا ہیں ان کو روکنے کی ضرورت نہیں اور اسی طرح عوام کو بھی علی الاطلاق روکنے کی حاجت نہیں بلکہ ان کو نفس اعمال کی اجازت دے کر ان کے ان مفاسد کی اصلاح کر دینا چاہیے بلکہ اس اجازت دینے میں یہ ترجیح اور مصلحت سمجھتا تھا کہ اس طریق سے تو عقیدہ کی بھی اصلاح ہو جائے گی جس کا فساد مدار نہی ہے اور بالکل منع کر دینے میں عوام مخالف سمجھیں گے اور عقیدہ کی اصلاح بھی نہ ہوگی۔

ایک مدت اس حالت میں گزر گئی اور باوجود دائمی درس و تدریس فقہ و حدیث وغیرہما کے کبھی ذہن کو اس کے خلاف کی طرف انتقال و التفات نہیں ہوا۔ حضرت قدس سرہٗ العزیز کا

www.ahlehaq.org

شکریہ کس زبان سے ادا کروں کہ خود ہی غایت رافت و شفقت سے مولوی منور علی صاحب دربھنگوی مرحوم سے اس امر میں میری نسبت تاسف ظاہر فرمایا اور اسی غلطی کے شعبوں میں سے ایک شعبہ یہ بھی واقع ہوا تھا کہ بعضے درویشوں سے جن کی حالت کا انطباق شریعت پر تکلف سے خالی نہ تھا میں نے بہ خیال خذ ما صفا و دع ما کدر بعض اذکار واشغال کی تلقین بھی حاصل کر لی تھی اور آمد و رفت و صحبت کا بھی اتفاق ہوتا تھا اور لزوم مفاسد کی نسبت وہی خیال تھا کہ خواص کے عقائد خود درست ہوتے ہیں وہاں مفسدہ لازم نہیں اور عوام کو حق و باطل پر تقریراً متنبہ کرتے رہنا دفع مفسدہ کے لیے کافی ہے۔ سو حضرتؒ نے خصوصیت کے ساتھ اس پر بھی تاسف ظاہر فرمایا اور غایت کرم یہ قابل ملاحظہ ہے کہ جیسا حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غایت کرم وحیا سے بالمشافہ کسی پر عتاب نہ فرماتے تھے اسی طرح حضرت قدس سرہٗ العزیز نے باوجود حاضری کرّۃً بعد مرۃٍ کے بالمشافہ کبھی اس سے تعرض نہیں فرمایا اور اس سے زیادہ لطف و کرم یہ کہ اگر کبھی کسی نے اعتراض کیا تو میرے فعل کی تاویل اور اس کو محمل حسن پر محمول فرمایا اور اسی غلطی کی ایک فرع یہ تھی کہ حضرت پیر و مرشد قبلہ و کعبہ حاجی صاحبؒ نے ایک تقریر درباب ممانعت تنازع و اختلاف مسائل معہودہ میں اجمالاً ارشاد فرمائی اور مجھ کو اس کی تفصیل کا حکم دیا چونکہ میرے ذہن میں وہی خیال جما ہوا تھا اس کی تفصیل بھی اسی کے موافق عنوان سے حیز تحریر میں لایا اور حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حضور میں اس کو سنایا۔

چونکہ حضرتؒ کو بوجہ لزوم خلوت وقلت اختلاط مع العوام و بناء بر غلبہ حسن ظن عوام کی حالت اور جہالت اور ضلالت پر پورا التفات نہ تھا لامحالہ اس مفصل تقریر کو پسند فرمایا اور کہیں کہیں اس میں اصلاح و کمی بیشی بھی فرمائی اور ہر چند کہ وہ عنوان میرا تھا مگر چونکہ اصل معنون حضرتؒ نے از خود ارشاد فرما کر قلمبند کرنیکا حکم دیا تھا لہذا حضرتؒ نے اس تقریر کو اپنی ہی طرف سے لکھوایا اور خود اپنے دستخط و مہر سے مزین فرمایا اور اپنی ہی طرف سے اشاعت کی اجازت دی جو بعنوان ''فیصلہ ہفت مسئلہ'' شائع کر دیا گیا جس کو بعضے کم سمجھوں نے اپنی بدعات کا مؤید سمجھا و انی لھم ذالک کیونکہ ان مفاسد کا اس میں صراحۃً رد ہے صرف خوش عقیدہ خوش فہم لوگوں کو البتہ رخصت و وسعت اس میں مذکور ہے جس کا مبنیٰ وہی خیال

www.ahlehaq.org

مذکور ہے کہ عوام کے مفاسد کا خواص پر کیوں اثر پڑے غرض یہ کہ حضرت قدس اللہ سرہٗ نے ان سب کے متعلق مولوی منور علی صاحب سے تذکرہ فرمایا مولوی صاحب نے احقر سے ذکر کیا تو حضرت کے قوت فیضان سے اجمالاً تو مجھ کو فوراً اپنی غلطی پر تنبہ ہوگیا لیکن زیادہ بصیرت کیلئے میں نے اس بارہ میں مکاتبت کی بھی ضرورت سمجھی چنانچہ چند بار جانبین سے تحریرات ہوئیں اور وہ تحریرات سوانح میں چھپ چکی ہیں۔

بالجملہ نتیجہ یہ ہوا کہ مجھ کو بصیرت و تحقیق کے ساتھ اپنی غلطی پر بفضلہٖ تعالیٰ اطلاع ہوگئی اور اس پر اطلاع ہونے سے ایک باب عظیم علم کا جو کہ مدت تک مغلق تھا مفتوح ہوگیا جس کا ملخص یہ ہے کہ مدار نہی فی الواقع فساد عقیدہ ہی ہے لیکن فساد عقیدہ عام ہے خواہ فاعل اس کا مباشر ہو خواہ اس کا سبب ہو پس فاعل اگر جاہل عامی ہے تو خود اسی کا عقیدہ فاسد ہوگا اور اگر وہ خواص میں سے ہے تو گو وہ خود صحیح العقیدہ ہو مگر اس کے سبب سے دوسرے عوام کا عقیدہ فاسد ہوگا اور فساد کا سبب بننا بھی ممنوع ہے اور گو وہ تقریر سے اس افساد پر تنبیہ عوام کی ممکن ہے مگر کل عوام کی اس سے اصلاح نہیں ہوتی اور نہ سب تک اس کی تقریر پہنچتی ہے پس اگر کسی عامی نے اس خاص کا فاعل ہونا تو سنا اور اصلاح کا مضمون اس تک نہ پہنچا تو یہ شخص اس عامی کے ضلال کا سبب بن گیا اور ظاہر ہے کہ اگر ایک کی ضلالت کا بھی کوئی شخص سبب بن جائے تو برا ہے اور ہر چند کہ بعض مصلحتیں بھی فعل میں ہوں لیکن قاعدہ یہ ہے کہ جس فعل میں مصلحت اور مفسدہ دونوں مجتمع ہوں اور وہ فعل شرعاً مطلوب بالذات نہ ہو وہاں اس فعل ہی کو ترک کر دیا جائے گا پس اس قاعدہ کی بناء پر ان مصلحتوں کی تحصیل کا اہتمام نہ کریں گے بلکہ ان مفاسد سے احتراز کے لیے اس فعل کو ترک کر دیں گے۔ البتہ جو فعل ضروری ہے اور اس میں مفاسد پیش آئیں وہاں اس فعل کو ترک نہ کریں گے بلکہ حتی الامکان ان مفاسد کی اصلاح کی جائے چنانچہ احادیث نبویہ و مسائل فقہیہ سے یہ سب احکام و قواعد ظاہر ہیں ماہر پر مخفی نہیں ان میں سے کسی قدر رسالہ اصلاح الرسوم میں بندہ نے لکھ بھی دیا ہے جب میرے اس خیال کی اصلاح ہوگئی تو اس کے سب فروع و آثار کی اصلاح بفضلہٖ تعالیٰ ہوگئی چنانچہ خلاف شریعت درویشوں کی صحبت و تلقی سے بھی نجات ہوئی اور فیصلہ ہفت مسئلہ کے متعلق بھی ایک ضروری ضمیمہ لکھ کر شائع کر دیا گیا جس سے اس کے متعلق اہل

www.ahlehaq.org

افراط وتفریط کے سب اوہام کو رفع کر دیا گیا۔ انتہیٰ الاقتباس۔

کیفیات باطنیہ میں مرحلہ وار ترقی

ناظرین کو حضرت والا کے مختلف تغیرات وتقلبات حالات باطنیہ سے جو اب تک معرض بیان میں آئے یہ بخوبی اندازہ ہو گیا ہو گا کہ ہر تغیر اپنی شان خاص کے اعتبار سے درجہ میں بمقابلہ حال ماسبق کے کہیں زیادہ بلند پایہ تھا۔ جیسا موقع بہ موقع اس کو مبرہن بھی کیا جاتا رہا ہے۔ اس جگہ حضرت والا ہی کا ایک ملفوظ شریف یاد آیا۔ ارشاد فرمایا کہ اس طریق میں ہر کیفیت کیفیت ماسبق سے ارفع ہوتی ہے مثلاً اگر بسط کے بعد قبض لاحق حال ہوا تو یہ قبض اس بسط سے ارفع ہو گا اور اگر اس قبض کے بعد پھر بسط ہو گا تو یہ بسط اس قبض سے بھی نیز پہلے بسط سے بھی ارفع ہو گا۔ وعلیٰ ہذا۔

یہی فرق مراتب حضرت والا کے احوال رفیعہ میں رہا چنانچہ اپنے پیر و مرشد کی خدمت سراپا برکت میں قیام سے قبل اس کیفیت کا ورود ہوا۔ جس کو اصطلاح صوفیہ میں شوق کہتے ہیں خدمت پیر و مرشد میں پہنچ کر وہ شوق مبدل بہ اُنس ہو گیا اور یہ اُنس اس شوق سے ارفع تھا۔ واپسی پر پھر شوق کا ورود ہوا جو اس اُنس اور اس پچھلے شوق سے بھی ارفع تھا۔ اس کے بعد اب پھر بہ توجہات حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ شوق مبدل بہ اُنس ہو گیا۔ جیسا ابھی بہ تفصیل بیان کیا جا چکا ہے۔

اُنس مع اللہ

اس اُنس مع اللہ کی شان ساری کیفیات ماسبق سے ارفع و اعلیٰ تھی جس کا لازمی اثر بقول مشہور یہ ظہور پذیر ہوا ''ہر کہ از حق اُنس گیرد از خلق وحشت گیرد'' اور جس کا حسب ارشاد حضرت مولانا رومی یہ نتیجہ ہوا۔

تا بدانی ہر کرا یزداں بخواند   از ہمہ کار جہاں بیکار ماند

(تا کہ تو جان لے کہ اللہ تعالیٰ جسے اپنا بنا تا ہے وہ جہان کے تمام کاموں سے فارغ ہو جاتا ہے)

چنانچہ رفتہ رفتہ حضرت والا کو تعلقات سے وحشت شروع ہوئی اور گو جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے اسی قسم کی وحشت قبل قیام مکہ معظمہ بھی ایک بار لاحق ہوئی تھی لیکن چونکہ وہ زمانہ

www.ahlehaq.org

تلوین کا تھا اور یہ کیفیت بھی تلوین ہی سے ناشی تھی اور راسخ نہ تھی اور اس لیے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اجازت چاہنے پر اس وقت بھی حضرت والا کو ترک تعلق کی اجازت نہ دی تھی اور اب کی بار کی وحشت عن الخلق تمکین سے ناشی تھی اس لیے راسخ بھی تھی اور بوقت بھی تھی۔ یہ بھلا کیونکر فرو ہوسکتی تھی۔ (اور اس وحشت کے عروض سے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کے ظہور کا وقت آ گیا جو فرمایا تھا کہ جب کانپور سے دلبر داشتہ ہو تو تھانہ بھون جا بیٹھنا)

کانپور سے علیحدگی کی تمہید

چنانچہ اُنس مع اللہ کے ساتھ وحشت عن الخلق بھی یوماً فیوماً ترقی کرتی چلی گئی یہاں تک کہ حضرت والا کو کانپور جیسے محبوب مقام اور درس وتدریس جیسے دیرینہ دلچسپ شغل سے بھی متوحش کر دیا کیونکہ یہ وہ وقت تھا کہ اب حضرت والا کو ہر طرح کامل ومکمل بنا کر خالص افاضۂ باطنی ہی کے لیے منجانب اللہ وقف فرما دیا گیا تھا۔

غرض وہ کوئی بہت ہی قوی جذبہ غیبی تھا جس نے حضرت والا کو کانپور سے دلبر داشتہ کر دیا۔ حالانکہ حضرت والا کو کانپور اس درجہ محبوب تھا کہ جب حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت والا کو رخصت کرتے وقت یہ وصیت فرمائی تھی کہ اگر کبھی کانپور کے تعلق سے دلبر داشتہ ہو تو پھر دوسری جگہ تعلق نہ کرنا توکلاً بخدا تھانہ بھون جا کر بیٹھ جانا اس وقت حضرت والا کو تعجب ہوا تھا کہ حضرت یہ کیوں فرما رہے ہیں میرا دل بھلا کانپور سے کیوں دلبر داشتہ ہونے لگا۔ مجھے تو وہاں کے لوگوں کی محبت اور برتاؤ نے اس قدر مانوس کر دیا ہے کہ میں نے کانپور کو ہمیشہ کے لیے اپنا وطن ہی بنا لینا تجویز کر لیا ہے اور دل برداشتگی کی قید کو غنیمت سمجھ کر اپنے دل میں کہا کہ یہ حضرت نے بہت اچھی قید لگا دی نہ میرا دل کبھی کانپور سے برداشتہ ہوگا نہ ترک کانپور کی نوبت آئے گی لیکن

؎ تو چنیں خواہی خدا خواہد چنیں   مید ہد یزداں مرادِ متقیں

(تو اسی طرح چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اسی طرح چاہتا ہے، اللہ تعالیٰ پرہیز گاروں کی مراد پوری کرتا ہے)

کا ظہور تو بالضرور ہونا ہی تھا اور اللہ تعالیٰ کو تو اب حضرت والا سے کام ہی اور لینا تھا یعنی حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بہمہ وجوہ قائم مقام اور جانشین خاص بنا کر قدیم

www.ahlehaq.org

خانقاہ امدادیہ واقع تھانہ بھون کو جو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی موجودگی میں مشائخ کے طبقہ میں دکان معرفت کے لقب سے یاد کی جاتی تھی از سرنو آباد کرانا اور اس دکان معرفت کو پھر وہی رونق اور گرم بازاری بخشنا اور اس مرکز پر بٹھلا کر علوم و معارف امدادیہ سے اکناف عالم کو بہرہ اندوز فرمانا۔ چنانچہ بفضلہٖ تعالیٰ ایسا ہی ہوا اور اب اس خانقاہ پر بحمد اللہ تعالیٰ دکان معرفت کا پرانا لقب پھر بالکل صادق آنے لگا اس مکرر آبادی خانقاہ کی یہی صورت ہوئی جو اس وقت بیان کی جارہی ہے۔

کانپور کے مدرسہ سے بتدریج علیٰحدگی

غرض ۱۳۱۴ھ کے ختم پر حضرت والا شغل درس و تدریس اور تعلق کانپور کو یک قلم ترک کردینے پر بالکل آمادہ ہوگئے لیکن اہل کانپور سے جن کو حضرت والا کے حسن معاملہ حسن اخلاق حسن تعلیم اور حسن بیان نے انتہا درجہ کا گرویدہ کرلیا تھا پیچھا چھڑانا کوئی آسان کام نہ تھا۔ حضرت والا ان لوگوں سے بہت ہی حسن تدبیر اور بلیغ اہتمام اخفاء کے ذریعہ عہدہ برآ ہوسکے ورنہ اگر حضرت والا کے قصد کی انہیں پہلے سے ذرا بھی اطلاع ہوجاتی تو ہرگز نہ آنے دیتے۔ سبحان اللہ اپنی خداداد خوش فہمی اور خوش سلیقگی سے ایسا نفیس طریق اختیار فرمایا اور اس خوبی سے مدرسہ کے تعلق ملازمت کو بتدریج ترک فرمایا کہ نہ اس کے کسی انتظامی شعبہ میں مطلق خلل پیش آیا نہ ذرا تعلیمی حرج واقع ہوا جس کا حضرت والا کو سب سے زیادہ تردد تھا اور اس کی بڑی فکر تھی کہ میری علیحدگی سے مدرسہ کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچے۔

مدرسہ کی تنخواہ چھوڑ دینا

چنانچہ حضرت والا نے اول تو یہ کیا کہ مدرسہ سے تنخواہ لینی بند کردی۔ لوگوں نے اس کی مخالفت کی کیونکہ انہیں شبہ ہوا کہ جب تنخواہ نہ لیں گے تو مدرسہ سے کہیں تعلق کم نہ کردیں اور حضرت کے نقصان کا بھی خیال تھا مگر چونکہ اتفاقی طور پر اس زمانہ میں مدرسہ کی آمدنی میں قلت ہوگئی تھی حضرت والا نے یہ کہہ کر انہیں مطمئن فرمادیا کہ مدرسہ کی آمدنی کم ہوگئی ہے اور مدرسہ پر سب سے زیادہ مؤنت اور بار میری ہی تنخواہ کا ہے یعنی پچاس روپیہ ماہوار

www.ahlehaq.org

کا اس لیے فی الحال جب تک مدرسہ کو کافی آمدنی نہ ہونے لگے گی میں اپنی تنخواہ نہ لوں گا۔

مدرسہ کی صدر مدرسی سے علیحدگی

جب اس پر سب کی آمادگی ہوگئی تو پھر حضرت والا نے اسی طرح حسن تدبیر سے اپنے کو صدر مدرسی سے علیحدہ کرنا چاہا۔ اس کی یہ صورت اختیار فرمائی کہ مدرسہ کی روئداد میں جو ماہوار شائع کی جاتی تھی یہ اعلان منجانب مہتمم شائع کیا کہ مدرسین کو بہت دن سے ترقیاں نہیں دی گئیں لہذا مدرس اول یعنی خود حضرت والا کو تو سرپرست مدرسہ بنایا جاتا ہے اور ان کی جگہ موجودہ مدرس دوم مولوی محمد اسحاق صاحب بردوانی کو مدرس اول مقرر کیا جاتا ہے اور اسی ترتیب سے سب مدرسین کو ترقی دی جاتی ہے اس پر بھی بعضوں کو شبہ ہوا اور اس تجویز کی مخالفت کرنے لگے لیکن حضرت والا نے ان کو بمصلحت اخفاء ڈانٹا کہ آپ لوگ میری ترقی اور میری سرپرستی کو پسند نہیں کرتے اس پر وہ بے چارے خاموش ہوگئے۔

اسباق کا انتظام

اسباق کا یہ انتظام فرمایا کہ قریب الفراغ طلبہ کے اسباق یہ کہہ کر اپنے ذمہ لے لیے کہ ان کے اسباق مختلف اساتذہ کے پاس ہیں اور وہ زیادہ وقت نہیں دے سکتے اور ان کو زیادہ وقت کی ضرورت ہے تاکہ جلدی فارغ ہوسکیں اور میرے پاس وقت زیادہ ہے اس لیے ان کے اسباق مجتمعاً میں اپنے ذمہ رکھتا ہوں۔ اس سے حضرت والا کا مطلب یہ تھا کہ میرے چلے جانے سے کسی طالب علم کا مطلق حرج نہ ہو کیونکہ قریب الفراغ طلبہ کے اسباق سے تو بعد فراغ سبکدوشی ہوجائے گی اور پھر کوئی سبق میرے پاس نہ رہ جائے گا بقیہ طلبہ بدستور دیگر مدرسین سے پڑھتے رہیں گے۔

درس گاہ سے دستبرداری

اب رہا نشست کا انتظام اس کی یہ صورت اختیار فرمائی کہ خود مسجد میں بیٹھ کر درس دینے لگے اور وجہ یہ بیان کی کہ فارغین کی جماعت بڑی ہے ان کے لیے مدرسہ کی درسگاہ تنگ ہے نیز چونکہ میں تنخواہ نہیں لیتا مجھ کو مسجد میں تعلیم دینا جائز ہے۔ لہذا میں تو مسجد میں پڑھاؤں گا اور میری درس گاہ میں مولوی محمد اسحاق صاحب بردوانی مدرس اول ہو کر پڑھائیں گے۔

www.ahlehaq.org

انتظامی امور سے سبکدوشی

غرض اس لطافت کے ساتھ مولوی محمد اسحاق صاحب کو ہر طرح مدرس اول اور بہمہ وجوہ اپنا قائم مقام بنا کر مدرسہ کو ان کے سپرد کر دیا یہاں تک کہ جو بعض انتظامی امور مدرسہ خاص حضرت والا کے سپرد تھے ان کو بھی کم فرصتی کا عذر ظاہر فرما کر مولوی صاحب ہی کے سپرد فرما دیا لیکن اس قید کے ساتھ کہ آخر میں نام میرا ہی لکھا جائے بقلم اپنے یہ قید اس لیے بڑھا دی کہ لوگوں کو حضرت والا کے قصد قطع تعلق کا شبہ نہ ہو اور پتہ نہ چل جائے چنانچہ مولوی صاحب موصوف اسی طرح نام لکھنے لگے یعنی اشرف علی بقلم محمد اسحاق' اور حضرت والا کے ترک تعلق کے بعد بھی برسوں مولوی محمد اسحاق صاحب جب تک جامع العلوم میں مدرس رہے برابر اسی طرح جملہ کاغذات مدرسہ پر الفاظ اشرف علی بقلم محمد اسحاق لکھتے رہے جس کی برکت سے مدرسہ بفضلہ تعالیٰ حضرت والا کے ترک تعلق کے بعد بھی مدت دراز تک بحسن و خوبی چلتا رہا اور اب تک قائم ہے گو اب اس کا رنگ متغیر ہو گیا ہے۔

وطن روانگی

جب حضرت والا کے طلباء فارغ التحصیل ہو گئے تو حضرت والا کے ذمہ کوئی سبق نہ رہا۔ لہٰذا جیسا کہ سوچا تھا بہ آسانی یہ عذر پیش کر سکے کہ اتنی بڑی جماعت کو فارغ التحصیل کرنے میں مجھ کو مشقت بہت پڑی ہے جس سے تکان ہو گیا ہے لہٰذا اب مجھے کچھ دن آرام لینے کی ضرورت ہے۔ کوئی پابندی تو رہی نہ تھی کیونکہ تنخواہ لینا بند ہی کر چکے تھے لہٰذا آزادی کے ساتھ رخصت لیکر وطن تشریف لے آئے لیکن کسی کو قطع تعلق کے ارادہ کی مطلق اطلاع نہ ہونے دی ایک شخص نے البتہ تھانہ بھون سے وہاں کے ایک صاحب کو بذریعہ خط اطلاع کر دی تھی کیونکہ حضرت والا نے بعض اہل وطن کو اپنے اس ارادہ سے قبل ترک تعلق ہی مطلع کر دیا تھا لیکن جب ان صاحب نے حضرت والا سے پوچھا کہ کیا یہ خبر صحیح ہے تو حضرت والا نے بغرض اخفا ان کو ڈانٹا کہ کیا تم کو یہاں سے میرے چلے جانے کا انتظار ہے۔ مجھے اس کی شکایت ہے کہ تمہارے دل میں یہ خیال ہی کیوں پیدا ہوا اور مجھ سے ایسا سوال اور تذکرہ ہی

www.ahlehaq.org

کیوں کیا۔غرض بات وہیں ختم ہوگئی اوراس کا چرچا اوروں میں نہ پھیلنے پایا۔

حضرت والا اسباب بھی اپنے ساتھ نہ لائے تا کہ کسی کوشبہ نہ ہونے پائے لیکن بہت دن پہلے سے اپنے سب اسباب کو باندھنا شروع کر دیا تھا اور جس وقت وہاں سے تشریف لائے ہیں تو گٹھریاں بندھی ہوئی اور سب اسباب ایک جگہ مجتمع کر کے اور مقفل کر کے رکھ آئے تھے تا کہ بعد کو منگوا لینے میں سہولت رہے۔حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ جس وقت کانپور سے ریل چلی ہے اس وقت میری مسرت کی کوئی انتہا نہ تھی بس ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے قید سے رہائی ہوگئی ہو۔اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا۔احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ اس وقت حضرت والا گویا حضرت حافظ شیرازیؒ کے یہ اشعار بزبان حال پڑھتے ہوئے اپنے وطن مالوف کو روانہ ہوئے ۔

چرانہ درپئے عزم دیارِ خود باشم　　　چرانہ خاک کفِ پائے یار خود باشم

(اپنے شہر جانے کا ارادہ کیوں نہ کروں، اپنے محبوب کے پاؤں کی خاک کیوں بنوں)

غم غریبی و غربت چوبر نمی تابم　　　بشہر خودروم و شہر یار خود باشم

(جب میں غربت اور سفر برداشت نہیں کرسکتا تو اپنے شہر جاؤں اور خود اپنے محبوب کا شہر ہو جاؤں)

زمحرمان سر اپردۂ وصال شوم　　　زبندگان خداوندگار خود باشم

(وصال کے پردہ کے اندر کے واقف کاروں میں سے ہو جاؤں اور اپنے خدا کے غلاموں میں سے ہو جاؤں)

ہمیشہ پیشۂ من عاشقی و رندی بود　　　دگر بکوشم و مشغول کار خود باشم

(ہمیشہ میرا پیشہ عاشقی ورندی رہا ہے پھر کوشش کروں اور اپنے کام میں مشغول ہو جاؤں)

کانپور قیام کا عرصہ

۱۳۱۵ھ میں حضرت والا نے کانپور چھوڑا اور بعض خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ مذکور کے ماہ صفر کے آخر میں کانپور سے رخصت ہوئے اور صفر ۱۳۰۱ھ میں کانپور کا تعلق شروع ہوا تھا یعنی اس چودھویں صدی کے جس کے حضرت والا بعض تفاسیر حدیث پر بقرائن قویہ مجدد ہیں۔ بالکل شروع کے پورے چودہ سال حضرت والا نے کانپور میں رہ کر زیادہ تر افاضہ ظاہری میں گزارے اس کے بعد ربیع الاول ۱۳۱۰ھ سے زیادہ تر افاضہ باطنی کا دور شروع ہوتا ہے۔

www.ahlehaq.org

حضرت حاجی صاحبؒ کو اطلاع

جب حضرت والا نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مستقل قیام تھانہ بھون کی اطلاع کی تو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر بہت اظہار مسرت فرمایا اور پے در پے خطوط میں دعائیں تحریر فرماتے رہے اور نہایت وثوق کے ساتھ یہ تحریر فرماتے رہے کہ بہتر ہوا آپ تھانہ بھون تشریف لے گئے امید ہے کہ آپ سے خلائق کثیر کو فائدہ ظاہری و باطنی ہوگا اور سلسلہ جاری رہے گا۔اھ۔

مدرسہ کانپور کے امور کی نگرانی

حضرت والا نے وطن پہنچنے کے بعد بھی کئی مہینہ تک اپنے واپس نہ آنے کے قصد سے کانپور والوں کو مطلع نہ کیا۔اور برابر مدرسہ کے حالات دریافت فرماتے رہے اور مشورے دیتے رہے۔

اہل کانپور کو اطلاع

جب ہر طرح اطمینان ہوگیا کہ مدرسہ کے سب کام اچھی طرح چل رہے ہیں اور کوئی اندیشہ انتظامات مدرسہ میں خلل پڑنے کا نہ رہا اس وقت حضرت والا نے مطلع کر دیا کہ اب میرا ارادہ آنے کا نہیں ہے اور حضرت حافظ شیرازیؒ کا یہ شعر جو بالکل حسب حال تھا لکھ بھیجا۔

از قیل وقال مدرسہ حالے دلم گرفت
یک چند نیز خدمت معشوق ومی کنم

(مدرسہ کی قیل قال سے میرے دل کا یہ حال ہے کہ کچھ عرصہ مزید معشوق وشراب کی خدمت کروں)

کانپور والوں کا اضطراب وپیشکش

جب کانپور والوں کے پاس حضرت والا کا اس مضمون کا خط پہنچا تو ان کے قلق اور اندوہ کی کوئی انتہا نہ تھی حضرت والا کی واپسی کانپور کی برابر کوشش کرتے رہے۔ بالآخر آپس میں مشورہ کر کے بصد الحاح یہ درخواست پیش کی کہ مدرسہ کا کوئی کام آپ کے ذمہ نہ ہوگا بس کانپور میں صرف قیام رکھا جائے اور ہم لوگ بجائے پچاس روپیہ ماہوار کے سو روپیہ ماہوار کی خدمت ہمیشہ کرتے رہیں گے اس سے اندازہ کرلیا جائے کہ اہل کانپور حضرت والا کے کس درجہ گرویدہ تھے حضرت والا نے خشک جواب دینے کے بجائے لکھ بھیجا کہ میں نے وطن کی سکونت حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ (قدس اللہ سرہٗ العزیز) کے ایماء سے اختیار کی ہے حضرت ہی کو لکھا جائے۔

www.ahlehaq.org

حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں درخواست اوراس کا جواب

چنانچہ ان لوگوں نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ قبلہ کی خدمت میں بھی بہت الحاح اوراصرار کے ساتھ التجا کی کہ حضرت والا کو کانپور میں قیام کرنے کی اجازت مرحمت فرما دی جائے لیکن حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو خود ہی اس صورت کے مدتوں پہلے سے مجوز تھے وہاں سے اس کی اجازت کیونکر مل سکتی تھی اور حضرتؒ حضرت والا کے مستقل قیام تھانہ بھون کو صرف مناسب ہی نہیں بلکہ خلق اللہ کے نفع کے لیے ضروری خیال فرماتے تھے جس کا ضروری ہونا اب تو سب کو مشاہد ہو رہا ہے لیکن اس وقت حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی جیسے صاحب بصیرت اس جزم کے ساتھ یہ رائے قائم فرما سکتے تھے چنانچہ اپنے مکتوب ۴۹ مورخہ ۱۵۔محرم ۱۳۱۷ھ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ''فقیر کے نزدیک مستقل قیام آپ کا تھانہ بھون میں ضروری ہے۔ باقی تعطیل وغیرہ کسی فرصت کے وقت یا جس وقت طبیعت کچھ گھبرائے تو کانپور کا بھی دورہ کریں اوران لوگوں کی خبر گیری کریں اور طالب کے واسطے تو تھانہ بھون کانپور سے کچھ دور نہیں ہے چنانچہ کانپور بھی یہی مضمون جواب میں لکھا گیا ہے۔ اھ۔ (ملاحظہ ہو اقتباس نمبر۴۴) چنانچہ حسب ارشاد حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب وہ لوگ بلاتے حضرت والا ہو آتے اور اکثر بلاتے ہی رہتے اور حضرت بھی نہایت خوشی سے وہاں جایا کرتے کیونکہ ان حضرات کی محبت اور خلوص کی وجہ سے حضرت والا کو بھی وہاں کے لوگوں سے بہت محبت تھی اور اب تک ہے۔ لیکن اب تو مدت سے سفر ہی منقطع ہے۔

حاجی محمد یعقوب صاحبؒ کو صدمہ

جناب حاجی عبدالقیوم صاحب کے والد ماجد جناب حاجی محمد یعقوب صاحب اس وقت کانپور میں نہ تھے جبکہ حضرت والا وہاں سے رخصت ہوئے کیونکہ وہ کلکتہ گئے ہوئے تھے جب واپس آئے اور انہوں نے دیکھا کہ حضرت والا تشریف لے جا چکے ہیں اور اب آنے کا بھی قصد نہیں ہے تو انہیں بے حد صدمہ ہوا اور فرمایا کہ تم لوگوں نے جانے ہی کیوں دیا اگر میں ہوتا تو مدرسہ میں تالا لگا کر کنجی ان کی جیب میں ڈال دیتا اور کہہ دیتا کہ لیجئے مدرسہ کو بھی اپنے ساتھ ہی

www.ahlehaq.org

لیتے جائیے لوگوں نے کہا کہ انہوں نے اپنے ارادے سے کسی کو مطلع ہی کب ہونے دیا۔ یہاں خبر ہی کس کو تھی کہ واپس نہ آنے کے ارادے سے جا رہے ہیں۔

حضرت والا کی دانشمندی

اس کل واقعہ سے حضرت والا کی کمال دانشمندی وحسن تدبیر وخیال بہبودی مدرسہ ظاہر وباہر ہے ورنہ ایسے موقعوں پر عموماً اپنی ذاتی مصلحتیں ہی مدنظر رکھی جاتی ہیں۔ بالخصوص جب مدرسہ سے کوئی تعلق ہی رکھنا نہ ہو تو پھر مدرسہ کی مصلحتوں کا کون خیال کرتا ہے۔

الا ماشاء اللّٰہ و ذٰلک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء.

www.ahlehaq.org

www.ahlehaq.org

ترک ملازمت کا دور جدید

توکلانہ زندگی:

غرض حضرت والا چودہ برس تک بمقام کانپور درس و تدریس میں مشغول رہنے کے
روطن واپس آ کر حسب ارشاد پیر و مرشد ہمہ تن افاضہ ظاہری و باطنی یعنی تصانیف و مواعظ
رشاد و تلقین میں مصروف ہوگئے اور متوکلانہ زندگی بسر فرمانے لگے اور اب تک اسی شغل
ں بدستور مشغول ہیں۔ متعنا اللہ تعالیٰ بطول بقاءٖ

توکل کے متعلق حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوب نمبر ۲۹ مورخہ ۱۶
ا۱۳۱۴ھ (ملاحظہ ہو اقتباس نمبر ۳۵) میں نہایت وثوق کے ساتھ پہلے ہی تحریر فرما دیا تھا کہ
ب تک یہاں (یعنی کانپور) کا تعلق خدا کو منظور ہے رکھئے بعد ازاں پھر تھانہ بھون میں محض
کل بخدا خدا کا نام لیکر بیٹھ جائیے اور کسی نوع کوئی تعلق ظاہری نہ کیجئے وہ خود مسبب
سباب ہے سب کام آپ کے درست کر دے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ کوئی تردد نہ کرنا پڑے
اھ۔ چنانچہ بفضلہ تعالیٰ یہی ظہور پذیر ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے نہایت فراخی کے ساتھ فتوحات
ہری بھی عطا فرما رکھی ہیں اور حضرت والا ماشاء اللہ تعالیٰ ہر لحاظ سے شاہانہ زندگی بسر فرما
ہے ہیں حالانکہ ہدایا قبول فرمانے میں بہت ہی تنگی اور احتیاط فرماتے ہیں اور متعدد شرائط
عین مصلحت اور مناسب ہیں مقرر فرما رکھی ہیں۔ ان کے خلاف ہرگز قبول نہیں فرماتے
انچہ بڑی بڑی رقمیں اور قیمتی اشیاء آئے دن واپس ہوتی رہتی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ پھر اس
ے بھی زیادہ موافق شرائط کے عطا فرما دیتے ہیں۔ یہ سب حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ
یہ کی دعا اور تجویز کی برکت ہے اسی لیے حضرت والا منجملہ آداب توکل کے یہ بھی فرمایا
رتے ہیں کہ بلا شیخ محقق کی رائے کے اسباب کو نہ چھوڑ دے۔

راثت کے مال کا واقعہ

جب حضرت والا نے اپنے والد ماجد کے ترکہ میں سے بعض مشتبہ اموال کو نہ لینا چاہا تو حضرت
ولانا گنگوہیؒ نے بھی ارشاد فرمایا تھا کہ اگر لو تو فتوے سے گنجائش ہے اور اگر نہ لو تب بھی اللہ تعالیٰ تم کو

www.ahlehaq.org

روزی سے کبھی پریشان نہ کریں گے جب اتنی دعائیں شامل حال تھیں پھر کیوں نہ غیبی امداد ہوتی۔

زمانہ طالب علمی کے دو جواب

اس کے متعلق حضرت والا کا طالب علمی کے زمانہ کا ایک خواب یاد آیا۔ دیکھا کہ ایک تالاب جس میں بجائے پانی کے چاندی فوارے کی طرح ابل رہی ہے۔ میرے پیچھے پیچھے چلا آرہا ہے۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تعبیر دی تھی کہ انشاء اللہ تعالیٰ دنیا تمہارے پیچھے پیچھے پھرے گی اور تم اس کی طرف رخ بھی نہ کرو گے چنانچہ الحمد للہ یہی ہو رہا ہے۔ بفحوائے اتته الدنيا وهي راغمة یہ تو مال کے متعلق خواب تھا ایک خواب میں جاہ کی بھی بشارت عطا فرمائی گئی تھی وہ خواب خود حضرت والا کے قلم مبارک کی لکھی ہوئی عبارت میں "اصدق الرؤيا في تشريف بعض الاشراف بالبشرىٰ" سے ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

"ایک مردانہ مکان ہے جیسا حضرت استاذی مولانا محمود حسن صاحب کا ہے اس کے چبوترہ پر ایک بزرگ بہت لطیف اور نازک بہت سفید کپڑے پہنے ہوئے ایک مکلّف چارپائی اور مکلّف بستر پر تشریف رکھتے ہیں انہوں نے مجھ کو ایک پرچہ لکھ کر اور مہر لگا کر دیا یہ مہر پرچہ کی تمام جوانب میں جابجا لگی ہوئی تھی میں نے اس کو پڑھا تو اس میں لکھا تھا کہ ہم نے تم کو عزت دی اور مہر میں تھا۔ "محمد" (صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲) پھر اسی خواب میں ایک دنیا دار کے مردانہ مکان میں ایک دنیوی حاکم کو میز کرسی لگائے دیکھا اس نے بھی ایک پرچہ پر اسی طرح لکھ کر اور مہر کر کے دیا اس میں بھی یہی مضمون تھا "ہم نے تم کو عزت دی" مگر مہر کے حروف پڑھے نہ جاتے تھے"۔

یہ دونوں خواب بفضلہٖ تعالیٰ ہو بہو صادق آئے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کو دین دنیا دونوں کی ایسی عزت عطا فرمائی کہ فی زماننا بے نظیر ہے جیسا کہ آج عالم آشکارا ہے۔ بڑے بڑے اہل دولت اور ملک التجار ذی وجاہت وذی اقتدار نوابان و روساء و عہدہ داران بلکہ بعض والیان ملک تک حضرت والا کی جانب نہایت نیاز مندی کے ساتھ رجوع ہوئے اور ہوتے

www.ahlehaq.org

رہتے ہیں اور حضرت والا نہایت استغناء مگر تہذیب کے ساتھ اور ان کے مرتبہ کے موافق ان سے برتاؤ فرماتے ہیں۔ گو یہ امر مدار قبولیت عنداللہ ہرگز نہیں لیکن اکثر عادت اللہ یہی رہی ہے کہ ایسے حضرات کی جانب جن سے عام خدمت دینی لینی ہوتی ہے اور جن کو مرکز رشد و ہدایت بنانا ہوتا ہے ہر طبقہ کے ذی وجاہت افراد کو بھی مائل کرا دیا جاتا ہے تاکہ نفع عام ہو۔

مقروض ہو جانے پر مشائخ سے دعا کی درخواست

حضرت والا توکل کے اندر جو حضرت حاجی صاحبؒ کی تکمیل ارشاد میں اختیار کیا گیا تھا اس قدر مستقل تھے کہ شروع شروع میں کسی قدر قرض ہو گیا تو حضرت والا نے حضرت مولانا گنگوہیؒ کی خدمت میں دعا کے لیے عرض کیا اور غالباً حضرت حاجی صاحبؒ کو بھی تحریر کیا۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تو اپنے مکتوب ۳۷ مورخہ ۶ رجب ۱۳۱۵ھ میں تحریر فرمایا کہ آپ کی استقامت اور توکل میں کامیابی کی دعا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ظاہری اور باطنی فیض کو روز افزوں ترقی عطا فرمائے اھ۔ اور حضرت مولانا گنگوہیؒ نے حضرت والا سے پوچھا کہ کہو تو مدرسہ دیو بند میں تمہارے لیے مدرسی کی تحریک کروں۔ حضرت والا نے غایت ادب سے عرض کیا کہ میرا تو اس وقت عرض کرنے کا مقصود صرف دعا ہے باقی حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بعد ترک تعلق کانپور کسی اور جگہ کوئی تعلق کرنے کی ممانعت فرما دی ہے لیکن اگر حضرت کی یہی تجویز ہے تو میں اس کو بھی حضرت حاجی صاحبؒ ہی کی تجویز سمجھوں گا اور یہ سمجھوں گا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی نے اپنی پچھلی تجویز کو منسوخ فرما کر اب یہ صورت تجویز فرما دی ہے۔ کیونکہ تجویز مؤخر ناسخ ہوتی ہے۔ تجویز مقدم کی۔

یہ سن کر حضرت مولانا گنگوہیؒ نے فوراً گھبرائے ہوئے سے لہجہ میں فرمایا کہ نہیں نہیں اگر حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ممانعت ہے تو اس میں ہرگز اس کے خلاف مشورہ نہیں دیتا میں دعا کروں گا کہ اگر اللہ تعالیٰ قرض سے سبکدوش فرمائے۔

قرضہ سے سبکدوشی اور اطمینان

چنانچہ دونوں حضرات کی دعا کی برکت سے قرضہ سے جلد ہی سبکدوشی ہو گئی اور

www.ahlehaq.org

پھر بفضلہٖ تعالیٰ کبھی تنگی واقع نہیں ہوئی۔ حضرت والا نہایت اطمینان اور سکون قلبی کے ساتھ خلق اللہ کی خدمت دینی میں مشغول رہے۔ بالخصوص تصانیف مفیدہ اور مواعظ نافعہ میں۔

حضرت مولانا گنگوہیؒ حضرت والا کی خدمات دینی کے حالات سن سن کر نہایت مسرو[ر] ہوتے تھے۔ ایک بار حضرت والا سے اظہار مسرت فرما کر آخر میں فرمایا کہ بھائی میرا جی [تو] جب خوش ہوگا جب تمہارے پاس کچھ اللہ اللہ کرنے والے بھی جمع ہو جائیں گے۔ حضرت والا نے عرض کیا کہ آپ کی دعا سے انشاء اللہ یہ بھی ہو جائے گا۔ چنانچہ بحمد اللہ حضرت مولاناؒ کی یہ آرزو جلد ہی پوری ہوگئی اور طالبین حضرت والا کی طرف کثرت سے رجوع کرنے لگے۔ اور اللہ اللہ کرنے والوں کا ایک مجمع کا مجمع خانقاہ میں رہنے لگا اور بفضلہٖ تعالیٰ اب تک یہ سلسلہ روز افزوں ہے۔ اللھم زد فزد۔

حضرت مولانا گنگوہیؒ بھی کبھی کبھی اپنے پاس آنے والے طالبین کو حضرت والا کے پاس بھیج دیا کرتے تھے بلکہ یہ سلسلہ وقت قیام کانپور ہی سے جاری تھا۔

مستقل قیام تھانہ بھون کے بعد بعض حالات باطنیہ

۱۳۱۴ھ تک کے باطنی حالات اور تغیرات و تقلبات سلوک جو حضرت والا کو مختلف اوقات میں واقع ہوتے رہے بہ تفصیل بیان کیے جا چکے ہیں اب جو نیا دور ۱۳۱۵ھ سے شروع ہوا اس کے یعنی مستقل قیام تھانہ بھون کے بعد کے حالات معرض تحریر میں لائے جاتے ہیں جو قدرتی طور پر بہت ہی خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ کیونکہ اب تو حضرت والا سارے تعلقات کو چھوڑ کر طے منازل سلوک ہی کے لیے اپنے کو بالکل فارغ اور اسی کام کے واسطے اپنے آپ کو ہمیشہ کے لیے ہمہ تن وقف کر چکے تھے اور خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں اسی غرض سے آکر مستقلاً قیام پذیر ہوگئے تھے۔ یہاں کی ترقیات باطنیہ کا کیا ٹھکانا ہے۔ اُنس مع اللہ کا اس قدر غلبہ ہوا کہ ملنے جلنے والوں سے سخت وحشت ہونے لگی لیکن بے مروتی کو بھی دل گوارا نہ کرتا تھا۔ مجبور ہو کر یہ ارادہ کیا کہ لوگوں سے علیحدہ ہو کر آبادی سے باہر سکونت اختیار کی جائے لیکن حضرت والا نے باوجود تقاضائے شدید بلا استشار

www.ahlehaq.org

بزرگاں بطور خود ایسا کرنا ہرگز مناسب نہ سمجھا۔ چنانچہ مولانا گنگوہیؒ سے لوگوں کے ہجوم کی شکایت کر کے آبادی سے باہر رہنے کی اجازت طلب کی۔ مولانا نے اس کی اجازت نہ دی۔ فرمایا کہ ہمارے بزرگوں کا یہ طریق نہیں رہا۔ ایسا کرنا مناسب نہیں۔ البتہ اگر لوگوں سے ملنے جلنے کو جی نہیں چاہتا اور حرج اوقات ہوتا ہے تو سب کو جھاڑو مارو کسی کی پروانہ کرو جب اپنے کو تنگی ہو تو پھر کس کی مروت کس کا لحاظ اس ارشاد پر ایک شعر یاد آیا ؎

ہزار خویش کہ بیگانہ از خدا باشد　　فدائے یک تن بیگانہ کا آشنا باشد

(وہ ہزاروں اپنے جو خدا سے بیگانے ہوں اس ایک پر قربان جو اللہ تعالیٰ کا دوست ہو)

چنانچہ پھر حضرت والا نے ایسا ہی کیا بقول حضرت حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ ؎

باتو پیوستم وازغیر تو دل ببریدام　　آشنائے تو ندارد سر بہ بیگانہ وخویش

(تیرے ساتھ وابستہ ہوا ہوں اور تیرے غیر سے دل کو کاٹ لیا ہے) جو تیرا واقف ہو وہ کسی اپنے پرائے کا خیال نہیں رکھتا)

اور زیادہ تر وقت خلوت ہی میں اور اپنے محبوب حقیقی سے راز و نیاز ہی میں گزارنے لگے بقول حضرت آشفتہؒ ؎

چہ خوشست بتو بزمے بہ نہفتہ ساز کردن　　درخانہ بند کردن سر شیشہ باز کردن

(تیرے ساتھ مجلس کتنی اچھی ہے، چھپ چھپ کر باتیں کرنا، گھر کا دروازہ بند کرنا اور بوتل کا منہ کھول لینا)

اور بقول حضرت حافظؒ ؎

ذکر رخ و زلف تودلم را　　وردیست کہ صبح و شام دارد

(تیرے چہرے اور زلف کا ذکر میرے دل کے لئے صبح شام کا وظیفہ ہے)

تمہید مضمون قبض وہیبت معنون بہ الغیبہ فی الہیبہ

(جو عنقریب آنیوالا ہے)

غرض بعد ترک تعلق مدرسی حضرت والا کانپور سے اپنے وطن مالوف تھانہ بھون میں آکر اور مقیم خانقاہ امدادیہ ہو کر ہمہ تن مشغول بحق ہو گئے۔ بمصداق ؎

www.ahlehaq.org

به سودائے جاناں زجاں مشتغل　　　به ذکر حبیب از جہاں مشتغل

(محبوب کے عشق میں اپنی جان سے بے پرواہ، محبوب کے ذکر میں پورے

جہاں سے بے پرواہ)

اور ایک عرصہ تک گویا حضرت حافظ شیرازیؒ کے ان اشعار کے مصداق اور مخاطب رہے۔

ایکہ در کوئے خرابات مقامے داری　　　جم وقت خودی ار دست بجامے داری

(اے وہ جو مے خانہ کی گلی میں اپنی جگہ رکھتا ہے اگر چہ تو اپنے ہاتھ اپنے

کپڑوں میں چھپائے بیٹھا ہے پھر بھی تو اپنے وقت کا جمشید ہے)

ایکہ با زلف ورخ یار گزاری شب وروز　　　فرصتت باد کہ خوش صبح وشامے داری

(اے وہ کہ جو دن رات محبوب کی زلف اور چہرے کیساتھ گزارتا ہے

، تجھے موقعہ ہے کہ تو اچھے صبح شام والا ہے)

اور برابر نہایت سکون اور انشراح وانبساط کے ساتھ اُنس مع اللہ کے درجات عالیہ طے فرماتے رہے لیکن بھلا عشق ومحبت کے کوچہ میں عافیت دائمی کہاں عشق تو گویا جنم روگ ہے عاشق کو تو مرتے دم تک بھی چین نصیب نہیں کیونکہ اکثر احوال میں نزول بلا عادتاً لوازم سلوک سے ہے۔ بفحوائے آیات واحادیث واقوال[۱] عارفین وعشاق جن میں سے بعض بطور نمونہ مضمون آئندہ معنون بہ الغیبہ فی الہیبہ کی ذیلی سرخی ''بیان واقعات غلبہ قبض وہیبت'' کے بالکل ختم پر جہاں عنوان ''عود الی السابق'' ہے وہاں سے چند سطور کے بعد مذکور ہیں۔

سالک کے حالات میں تبدیلی

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ چونکہ حسب سنت غالبہ الٰہیہ سالک کی ترقی کا ایک اقرب طریق یہ بھی ہے کہ اس کو ایک حال پر نہ رکھا جائے لہذا اکثر وبیشتر سالکین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا یہی

---

[۱] چونکہ اس قسم کی کیفیات میں کلام عارفین کا مطالعہ بہت نافع ہوتا ہے اور وہ اکثر نظم کی صورت میں پایا جاتا ہے اس لئے سوانح ہذا کے خاص اس جزو میں جابجا حسب ضرورت ومصلحت ایسے اشعار کافی مقدار میں نقل کر دیئے گئے ہیں تاکہ مختلف المذاق طالبین اپنے مذاق کے مناسب کلاً یا بعضاً ان کے تکرار واستحضار سے فائدہ اٹھا سکیں خود یہ اشعار مقصود بالذات نہیں (۱۲ منہ)

www.ahlehaq.org

معاملہ رہتا ہے کہ قبض وبسط یا خوف ورجا یا ہیبت وانس یا عروج ونزول یا بلطور حاصل یوں کہئے کہ نشیب وفراز طریق حسب خصوصیات استعداد سالک مختلف منازل پر مختلف ازمنہ میں مختلف الوان سے کم وبیش عمر بھر پیش آتے رہتے ہیں۔ اسی فصل ووصل کو کسی نے اس عنوان سے بیان کیا ہے۔

رباعی

خواندی مارا وبازراندی مارا راندی مارا و باز خواندی مارا

(تو نے ہمیں بلایا پھر ہمیں دھتکار دیا، تو نے ہمیں دھتکارا پھر بلالیا)

در[1] شہرخرابہ و بدشت و گلزار اے عشق کجا کجا رساندی مارا

(شہر میں ویرانی اور جنگل میں پھول ہی پھول اے عشق تو نے ہمیں کہاں کہاں پہنچایا ہے)

غرض سالک کے حالات میں برابر تغیرت وتقلبات لگے رہتے ہیں اور اس کے قلب پر جو کہ جلوہ گاہ محبوب حقیقی ہے کبھی تجلی جمال اور کبھی تجلی جلال کا ورود ہوتا رہتا ہے جو حقیقتاً ایک ہی نور کی شعاعیں ہوتی ہیں جس کو حضرت حافظؒ نے اس عنوان سے بیان فرمایا ہے۔

ایں ہمہ عکس مئے ونقش مخالف کہ نمود یک فروغ رخ ساقیست کہ در جام افتاد

(یہ شراب کا عکس اور مخالف صورت جو نظر آئی ہے یہ ساقی کے چہرہ کا ایک جلوہ ہے جو جام میں پڑا ہے)

اور ہر چہ آں خسرو کند شیریں بود۔ کے مصداق کیونکہ محبوب کی تو ہر ادا محبوب ہوتی ہے۔ حسب ارشاد حضرت حافظ شیرازیؒ

اے ہمہ شکل تو مطبوع وہمہ جائے تو خوش دلم از عشوۂ شیرین شکر خائے تو خوش

(اے کہ وہ تیری ہر شکل خوبصورت اور تیری ہر جگہ اچھی ہے، میرا دل تیرے منہ کی شکر کے ایک ذرہ پر خوش ہے)

ہمچو گلبرگ تری ہست وجود تو لطیف ہمچو سرو چمنی ہست سراپائے تو خوش

(تیرا وجود پھولوں کے پتوں کی طرح نازک ہے، باغ کے سرو کی طرح تیرا سراپا خوبصورت ہے)

---

[1] یہ مصرعہ بدلا ہوا ہے۔ (۱۲ منہ)

www.ahlehaq.org

ہم گلستان خیالم زتو پرنقش و نگار ہم مشام دلم از زلف سمنسائے تو خوش

(میرے خیالوں کا گلستان تیری وجہ سے پھول اور پودوں سے بھرا ہوا ہے اور میرے دل کے مسام تیری حسین زلفوں کے سبب خوش ہیں)

شیوۂ ناز تو شیرین خط و خال تو ملیح چشم و ابروئے تو زیبا قد بالائے تو خوش

(تیرے ناز کا انداز میٹھا اور تیرے نقش نین نمکین ہیں، تیری آنکھیں اور ابر خوبصورت اور تیرا قد حسین ہے)

پیش چشم تو بمیرم کہ بداں بیماری میکند درد مرا از رخ زیبائے تو خوش

(میں تیری آنکھ کے سامنے مرتا ہوں کیونکہ تیرا حسین چہرہ دیکھ کر میری وہی بیماری درد کرتی ہے)

در بیابان فنا گرچہ ز ہر سو خطر ست میرود حافظ بیدل بہ تولائے تو خوش

(فنا کے جنگل میں ہر طرف خطرہ ہے مگر تیری دوستی میں خوش ہو کر یہ کمزور چلا چلا جاتا ہے)

اسی غالب صفت الٰہیہ کے موافق حضرت والا کو بھی ترک تعلقات اور قیام وطن کے تقریباً ایک سال بعد دوران سلوک میں یہ سلسلہ ترقیات باطنیہ ایک نہایت ہیبت ناک اور دشوار گزار گھاٹی پیش آئی یعنی قلب پر دفعۃً ایک ایسی سخت کیفیت کا ورود ہوا جس نے آنِ واحد میں اس سارے انشراح وسکون باطنی کو جو ایک عرصہ سے حاصل تھا یک قلم غارت کر دیا اور حضرت والا ایک شدید ترین قسم کے غم و اندوہ میں مبتلا ہو گئے اور بزبان حال بلکہ حضرت والا تو خیال ہے کہ غالباً بزبان قال بھی بار بار بیتابانہ یہ شعر پڑھتے تھے۔

درون سینہ من زخم بے نشاں زدہ بہ حیرتم کہ عجب تیر بے کماں زدہ

(تو نے میرے سینہ میں بے نشان زخم کر دیا ہے، حیران ہوں کہ تو نے کمان کے بغیر عجیب تیر مارا ہے)

چونکہ حضرت والا کی یہ حالت باطنی بہت ہی مہتم بالشان اور گویا سلوک کی آخری گھاٹی تھی اس لیے بغرض امتیاز اس کی تفصیل لکھنے کے قبل اس کا ایک عنوان بھی تجویز کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے جیسا اس سے قبل بھی ایک مضمون خاص کا ''السوق من الشوق'' عنوان تجویز کیا جا چکا ہے وہ عنوان یہ ہے۔

www.ahlehaq.org

الغیبہ فی الہیبہ

اس داستان غم کو شروع کرنے کے قبل خود صاحب واقعہ یعنی حضرت والا کا ایک نہایت برمحل شعر زیب عنوان کرتا ہوں وہ شعر یہ ہے۔

نوش ما دیدی بہ بیں ہم نیش ما　　　عیش ما دیدی بہ بیں ہم ریش ما

(تو نے ہمارا پینا دیکھا ہے ہمارا ڈسنا بھی دیکھ ہمارا عیش دیکھا ہے تو ہمارا زخم بھی دیکھ)

اس کے بعد بنام خدا اس کی تفصیل بیان کرتا ہوں۔

دریں دریائے بے پایاں دریں طوفان موج افزا　　　دل افگندیم بسم اللہ مجریہا و مرسٰہا

(ہم نے اس بے انتہا، دریا اور موجیں مارتے طوفان میں دل ڈال دیا ہے۔ بسم اللہ مجریھا و مرسھا)

اس دردناک افسانہ کی ابتداء ایک ناگہانی قتل کے خونیں حادثہ جانکاہ سے ہوتی ہے جس پر گویا یہ شعر صادق آتا ہے۔

نمیدانم حدیث نامہ چوں است　　　ہمی بینم کہ عنوانش بخون ست

(میں نہیں جانتا کہ خط میں کیا بات ہے اتنا دیکھ رہا ہوں کہ اس کا پتہ خون سے لکھا ہوا ہے)

ابتدائے غم

واقعات کی تفصیل یہ ہے کہ مکرمہ و معظمہ جناب بڑی پیرانی صاحبہ مدظلہا کے خالو صاحب کو جو چرتھاول کے زمیندار اور پنشنر سب انسپکٹر تھے ایک مقدمہ کے سلسلہ میں دشمن کاشتکاروں نے شہید کر دیا۔ اس حادثہ عظیم کی خبر پاتے ہی جناب بڑی پیرانی صاحبہ مدظلہا حضرت والا کو لیکر فوراً چرتھاول پہنچیں اور حضرت والا کے اہتمام اور نگرانی میں تجہیز و تکفین ہوئی۔ غسل میت بھی حضرت والا ہی کے مواجہہ میں ہوا۔ دوران غسل میں مرحوم مظلوم کا زخم رسیدہ سر اور ان کی نعش کا حسرتناک منظر برابر حضرت والا کے پیش نظر رہا اور حضرت والا کے نازک اور پرسوز و گداز قلب مبارک کو دزدیدہ طور پر سخت زخمی اور متاثر کرتا رہا لیکن بظاہر اس وقت حضرت والا کو کوئی خاص اثر محسوس نہ ہوا اور نہایت سکون کے ساتھ تجہیز و تکفین کے اہتمام میں مشغول رہے مگر جب دفن سے فارغ ہو کر واپس تشریف لے آئے اور آ کر دہلیز

www.ahlehaq.org

www.ahlehaq.org

میں بیٹھے تو گھر کے اندر سے مستورات کے رونے کی آواز آئی قلب تو زخمی ہو ہی چکا تھا بس سنتے ہی اس پر ایک ایسی کاری چوٹ لگی کہ بے چین ہو گئے اور سخت اضمحلال قلبی عارض ہو گیا یہاں تک کہ اختلاج کی سی کیفیت محسوس ہونے لگی۔

ابھی ایک تاثر سے قلب سبکدوش نہ ہونے پایا تھا کہ دو تین ہی دن بعد سسرال میں ایک اور غمی ہو گئی جس کے سلسلہ میں گنگوہ جانا ہوا۔ اس واقعہ سے صدمہ زدہ قلب کو ایک اور صدمہ پہنچا اور چوٹ کھائے ہوئے دل پر ایک اور چوٹ لگی۔ گو اپنی حقیقت میں تو یہ دوسرا حادثہ پہلے حادثہ کے برابر سخت نہ تھا لیکن وہ پچھلے تاثر کے بڑھا دینے میں معین ہو گیا۔

زندگی سے بیزاری

اسی حال میں کہ قلب سخت ماؤف و متاثر ہو رہا تھا پچھلی رات کو تہجد کے لیے وضو کرتے ہوئے یک بیک بلا اختیار ایک خطرہ منکرہ کا ورود ہوا جس کا حاصل چند الفاظ تھے جو دفعۃً متخیلہ میں واقع ہو گئے گو یہ کوئی نئی بات نہ تھی کیونکہ اس قسم کے خطرات سالکین کو پیش آتے ہی رہتے ہیں بلکہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم بھی خطرات سے خالی نہ تھے جیسا کہ حدیث ذاک صریح الایمان سے ثابت ہے اور خود حضرت والا کو بھی اس سے قبل بھی اور بعد بھی اس قسم کے خطرات آئے ہوں گے لیکن اس مرتبہ اس درجہ شدید اور مدید اثر ہوا کہ حضرت والا اپنی زندگی ہی سے بیزار ہو گئے۔ بقول ئے۔

ذوقے چناں ندارد بے دوست زندگانی　　　　بے دوست زندگانی ذوقے چناں ندارد

(بغیر دوست کے زندگی وہ مزہ نہیں رکھتی، وہ مزہ نہیں ہے بغیر دوست کی زندگی میں)

یہاں تک کہ خودکشی تک کے وسوسے آنے لگے چنانچہ خود فرماتے تھے کہ ایک بار ایک صاحب ملنے آئے ان کے پاس اس وقت بھری ہوئی بندوق موجود تھی۔ بار بار میرے جی میں آتا تھا کہ ان سے کہہ دوں کہ خدا کے لیے فیر کر کے میرے ناپاک وجود سے اس دنیا کو پاک کر دو کیونکہ میں اس حالت کو بعد اور اس بعد کے وہم سے اپنے آپ کو فرعون اور ہامان سے بھی بدتر باوجود اپنے کو مومن اور ان کو کافر سمجھنے کے سمجھتا تھا اور چونکہ یہ ذوقیات ہیں اس

www.ahlehaq.org

لیے تقریب فہم کے لیے بس اس سے زیادہ شرح نہیں کرسکتا کہ یوں سمجھتا تھا کہ جس بلا میں وہ لوگ مبتلا تھے اس سے تو ان کو ایمان لا کر ایک منٹ میں چھٹکارا ہوسکتا تھا اور میں جس بلا میں مبتلا ہوں اس سے سالہا سال میں بھی خلاصی ممکن نہیں۔اھ۔

فائدہ از حضرات والا

اس حالت کے انکار و استبعاد عقلی کو ان دلائل نقلی سے دفع کرنا سہولت سے ممکن ہے۔ **فی رسالة القشیر یه عن حمد ون** (المتوفی ۲۷۱ھ) **قال من ظن ان نفسه خیر من نفس فرعون فقد اظهر الکبر** اور اس سے بھی اقویٰ مگر قدرے محتاط تقریر حضرت اسامہ صحابیؓ کا یہ قول ہے کہ **حتیٰ تمنیت الیٰ اسلمت یومئذ رواه مسلم فی باب تحریم قتل الکافر بعد قوله لا اله الا الله من کتاب الایمان** جو ایک جہاد میں ان سے غلطی ہو جانے پر انھوں نے فرمایا تھا جس کی شرح میں امام نووی فرماتے ہیں کہ **معناه لم یکن تقدم اسلامی بل ابتدأت الآن الاسلام لمحوعنی ماتقدم وقال هذا الکلام من عظم ماوقع فیه. اھ. وجه الدلالة ظاهر حیث رجح بعض الاحوال المذمومة علی بعض الاحوال المحمودة لکون الاول اقرب الیٰ دفع الضرر من الثانی لعارض مع ان حقیقة الامر عکسه فی نفسه**) اور حضرت والا نے اس حالت کی شدت کے متعلق یہ بھی فرمایا کہ بڑی مصیبت یہ تھی کہ اگر ذکر کرنے بیٹھتا جو کہ قرب کی حالت تھی تو ساتھ کے ساتھ وہ خطرہ منکرہ بھی عود کرتا اور اگر عود خطرہ سے بچنے کی غرض سے ذکر کو منقطع کرنا چاہتا جو کہ بُعد تھا تو اس کو بھی کسی طرح دل گوارا نہ کرتا گویا یہ حالت تھی۔ ؎

من شمع جانگدازم تو صبح دلکشائی سوزم گرت نہ بینم میرم چو رخ نمائی

(میں جان کو پگھلانے والی شمع ہوں تو دل کو فرحت بخشنے والی صبح ہے اگر تجھے نہ دیکھوں تو جلتا ہوں جب تو دیدار کراتا ہے تو مرتا ہوں)

نزدیک آنچنانم دور آنچناں کہ گفتم نے تاب وصل دارم نے طاقت جدائی

www.ahlehaq.org

(نزدیک اتنا ہوں اور دور اتنا کہ جتنا میں نے کہا ہے۔ نہ وصل کی ہمت رکھتا ہوں نہ جدائی کی طاقت)

غرض سخت کشمکش میں مبتلا تھا اور ایسی شدید حالت تھی کہ باوجود صحت بدنی کے موت کو حیات پر ہزار ہا درجہ ترجیح دیتا تھا۔ اھ۔

اشتدادِ خطرہ کے اسباب

حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ اس خطرہ منکرہ کے اس درجہ مؤثر ہو جانے کے تین سبب تھے اول تو یہ ہے کہ پے در پے صدمات نے (جن کا ذکر ابھی کیا گیا) قلب کو پہلے ہی سے چوٹل اور گداز کر رکھا تھا جس کی وجہ سے اس میں اتاثر و انفعال کی کیفیت اور قبول خطرہ کی استعداد بدرجہ اتم پیدا ہو گئی تھی پھر جب اس خطرہ منکرہ کا وقوع ہوا تو قلب بوجہ غایت ضعف و اضمحلال نہ اس کی مدافعت کر سکا نہ مقاومت لہذا وہ دلنشین ہو کر رہ گیا۔ دوسرا سبب یہ ہوا کہ میں نے بعد ترک تعلق کا نپور ترک اشغال مباحہ میں بہت زیادہ مبالغہ کیا تھا اور تعلقات سے اپنے قلب کو بالکل یکسو اور فارغ کر لیا تھا حالانکہ بعد میں تجربہ سے یہ ثابت ہوا کہ اتنا مبالغہ مضر ہوتا ہے کیونکہ ادھر تو قلب کو خالی کر لیا گیا اور ادھر چونکہ عالم غیب کوئی مشاہد چیز نہیں دوسری شے اس میں اس وقت اور تمکن کے ساتھ بھری نہ جا سکی لہذا اس خلوے قلب کی حالت میں شیطان کو وساوس ڈالنے کا بسہولت موقع مل گیا جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب حضرت آدم علیہ اسلام کا پتلا بنا کر تیار کیا گیا تو اس کو ابلیس نے چاروں طرف سے گھوم پھر کر دیکھا اور جب اس کو اندر سے خالی پایا تو اس سے خوش ہوا کہ اس کی فطرت ہی ایسی واقع ہوئی ہے کہ یہ اپنے قابو میں نہ ہوگا۔ (یعنی جب یہ خالی ہے تو میں اس کے اندر آسانی سے حلول کر سکوں گا چنانچہ مشہور بھی ہے ''خانۂ خالی را دیو میگرد'' الفاظ حدیث موصوف کے یہ ہیں عن انس ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال لما صور اللّٰہ ادم فی الجنۃ ترکہ ماشاء اللّٰہ ان یترکہ فجعل ابلیس یطیف بہ فینظر ماھو فلما راٰہ اجوف عرف انہ خلق خلقاً لایتما لک رواہ مسلم۔

www.ahlehaq.org

تیسرا سبب شدت تاثر کا یہ تھا کہ وہ خطرہ منکرہ صورۃً کمال محبت کے منافی تھا لہذا بے انتہا شاق گزرا۔ اھ۔ احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ ایسے خطرہ پر جو صورۃً کمال محبت کے منافی نظر آتا تھا اس درجہ غم واندوہ کا طاری ہو جانا تو خود کمال محبت پر دال تھا بفحوائے ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم **ذاک صریح الایمان** لیکن کمال محبت میں تو صورت بعد بھی مضطرب کر دینے کے لیے کافی ہے۔ بمصداق ؎

بردلِ سالک ہزاراں غم بود　　　　گرز باغِ دل خلالے کم بود

(سالک کے دل پر ہزاروں غم ہوتے ہیں اگر چہ دل کی خوشی میں کمی کم ہی آتی ہے)

(یعنی بگمان خود)

انسدادِ اشتداد خطرات کی تدابیر

تاثر خطرہ کے اشتدادوامتداد کے ان ہرسہ اسباب کو بیان فرمانے کے بعد حضرت والا نے فرمایا کہ ان ہرسہ اسباب سے سالکین کے واسطے خطرات کے اثر کے اشتدادوامتداد کے انسداد کے لیے تین نہایت مفید اور کار آمد دستورالعمل مستفاد ہوئے۔

اول یہ کہ سالک حتی الوسع اپنے قلب کی تقویت اور تفریح کے لیے مقویات ومفرحات کا استعمال اور اسباب مشوشۂ قلب سے حتی الامکان اجتناب رکھے تاکہ قلب میں قوت رہے اور ایسے احوال کا تحمل کر سکے اور منجملہ اسباب تو یہ مشوشۂ قلب کے کسی ایسے واقعہ حزن کا جس کی تدبیر اختیار سے خارج ہو (مثلاً کسی کی موت) خواہ اس حزن کا منشاء اپنا درد ہو یا کسی کی ہمدردی ہو یا اس کے آثار ونتائج متیقنہ یا محتملہ کا ذہن میں اسمرار استحضار یا زبان سے اس کا تکرار ہے یعنی بقصد اس کو سوچنا اور اس میں خوض وفکر کرنا یا اس کا بکثرت تذکرہ کرنا کہ اس سے قلب ایک معتد بہ درجہ میں متاثر ہو کر مشوش اور مضمحل ہو جاتا ہے اور واقعہ خون سے حزن طبعی ہونا گو غیر اختیاری ہے جو مضر بھی نہیں لیکن اس کا بار بار یاد کرنا یا ذکر کرنا اختیاری ہے اور مضر بھی ہے چنانچہ اسی بناء پر نصوص میں **لا تحزن** اور **لا تحزنی** وارد ہے کیونکہ منھی عنہ ہونا دلیل ہے اختیاری ہونے کی اور جس طرح اس کا احداث یا ابقاء اختیاری ہے اسی طرح اس کا ازالہ بھی اختیاری ہے جس کا طریقہ تجربہ متاید بالنص سے یہ ہے کہ کسی اہم

www.ahlehaq.org

واجب یا مباح یا طاعت میں قلب کو مشغول کر دیا جائے۔کلمہ استرجاع کی تعلیم سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کیونکہ اس کا حاصل ایک مراقبہ خاص ہے تعزیت کی حقیقت بھی یہی ازالہ ہے اس کا لقب شرعی اور عنوان لغوی خود اس کا مساعد ہے ایک عارف کا ایک مقولہ بھی اس کا صریح مؤید ہے کما فی طبقات الکبریٰ عین الحسین بن عبداللّٰہ الصنجی قال لا یقطعک شئے عن شئ الا اذا کان القاطع اتم و اکمل و اعلی عندک فان کان مثلہ او دونہ فلا یقطعک فالحکم لما غلب علی القلب اور واقعہ غم کی یاد کی مذکورہ بالا ممانعت میں جو کثرت کی قید لگائی اس کی وجہ یہ ہے کہ بالکل تذکرہ نہ کرنا اور ضبط میں مبالغہ کرنا بھی تجربہ سے مضر ثابت ہوا ہے کہ سب غبار اندر ہی اندر رہنے سے طبیعت گھٹ جاتی ہے اور اس کی قوت واقعہ غم گھٹ جاتی ہے اس لیے مصلحت یہ ہے کہ شروع شروع میں گاہ گاہ اپنے کسی دیندار ہمدرد سے اعتدال کے ساتھ حدود شرعیہ میں رہ کر اس واقعہ غم کا کسی قدر تذکرہ بھی کر لیا کرے۔اس کی بھی تائید نص سے ہوتی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے فرزند حضرت ابراہیم کی وفات پر روئے بھی اور یہ بھی ارشاد فرمایا انا بفراقک یا ابراھیم و محزونون اور دوسرے کے ساتھ اپنی ہمدردی کو بھی حد کے اندر رکھے اور وہ حد یہ ہے کہ دوسرے کو نفع تو پہنچ جائے لیکن اپنے کو ضرر نہ پہنچے اس کے لیے بس عقلی ہمدردی کافی ہے اور طبعی ہمدردی کو صرف اسی حد تک رہنے دیا جائے جس حد تک عقلی ہمدردی کے مؤثر ہونے کے لیے ضروری ہو۔اس سے آگے نہ بڑھنے دیا جائے اور نہ تجربہ سے یہ بھی مضر ثابت ہوا ہے۔ زیادہ ہمدردی اور ترحم سے قلب کو تو تکلیف ہوتی ہی ہے بعض اوقات خلاف تسلیم و تفویض خیالات پیدا ہونے لگتے ہیں جو سخت اندیشہ کی بات ہے۔

دوسرے ترک مشاغل مباحہ میں مبالغہ نہ کرے اور بالکلیہ یکسوئی اختیار نہ کرے تاکہ قلب میں ایسی چیزیں بھی مہیا رہیں جو اس قسم کے خطرات کو آنے سے روکیں بفحوائے ع۔انائے کہ پُر شد دگر چوں پُرد۔ جیسے اگر کوئی شخص بوتل کو ہوا سے خالی کرنا چاہے تو اس کی سہل صورت یہ ہے کہ اس کو پانی سے بھر دے۔ پھر اس کے اندر نہ ہوا رہے گی نہ ہوا کا گزر ہو سکے گا یہی حال قلب کا ہے کہ جب غیبیات کا مشاہدہ اس میں متمکن نہ ہو تو اس حالت میں مشاغل مباحہ خطرات منکرہ کا

www.ahlehaq.org

وقایہ ہو جاتے ہیں کیونکہ یہ عقلی مسئلہ ہے کہ نفس ایک وقت میں دو طرف پوری توجہ نہیں کر سکتا لیکن ان مشاغل مباحہ میں تعلقات حتّٰی کا بڑھانا داخل نہیں کہ وہ بھی مضر ہیں صرف تعلقات انتظامی و تفریحی کافی ہیں مثلاً انتظامات معاش، سیر وتفریح، مطالعہ تواریخ وغیرہ۔

تیسرے خطرات کے اشتد اد و امتداد کے انسداد کی اس سے بہتر کوئی تدبیر نہیں کہ ان کی طرف التفات ہی نہ کرے۔ یہاں تک کہ بقصد دفع بھی التفات نہ کرے بلکہ ذکر میں توجہ کے ساتھ مشغول ہو جائے لیکن توجہ میں بھی مبالغہ اور تندہی نہ کرے ورنہ کاوش کرنے سے طبیعت تھک کر ملول ہو جائے گی اور پھر خطرات کا اثر ہونے لگے گا پھر ذکر میں مشغول ہو جانے کے بعد بھی اس کا منتظر نہ رہے کہ خطرات بند ہوئے یا نہیں کیونکہ باوجود ایک طرف توجہ قائم ہو جانے کے بھی دوسرے خیالات اگر بلا قصد آویں تو وہ مخل یا منافی یکسوئی کے نہیں کیونکہ خزانہ خیال میں تو بہت سی اشیاء ہوتی ہیں وہ ضرور سامنے آئیں گی جیسے کوئی شخص بہت سے نقطوں میں سے ایک مرکزی نقطہ پر نظر جمائے رکھے تو نظر کی شعاعیں ادھر ادھر ضرور پھیلیں گی اور جو پاس والے نقطے ہیں وہ بھی بلا قصد نظر کے سامنے ضرور رہیں گے لیکن مستقل طور پر نظر اسی ایک مرکزی نقطہ پر قائم رہے گی۔اھ۔

یہ تو خطرات کے اشتد اد و امتداد کے انسداد کی تدابیر مذکور ہوئیں اور اگر اشتد اد و امتداد واقع ہو چکا ہو جو صورت حال حضرت والا کو پیش آئی اس کے رفع کی تدابیر بعد کو مذکور ہوں گی کیونکہ ترتیب کا مقتضا یہ ہے کہ پہلے اس ابتلاء کے واقعات کی تفصیل کو جو اس وقت بیان کی جا رہی ہے مکمل کیا جائے پھر جو جو اسرار و حکم الٰہی اس ابتلاء میں مضمر تھیں ان کو بیان کیا جائے گا اس کے بعد اشتد اد و امتدادِ خطرات کے رفع کی تدابیر انشاء اللہ تعالیٰ معرض تحریر میں لائی جائیں گی لہٰذا بمقتضائے ترتیب ہذا اب واقعات کی بقیہ تفصیل عرض کی جاتی ہے۔

حضرت گنگوہیؒ کا مشورہ

یہ معلوم ہو چکا ہے کہ حسن اتفاق سے ابتداء یہ ابتلاء تہجد کے وقت گنگوہ کے قیام میں پیش آیا تھا چنانچہ حضرت والا نے صبح کو حضرت مولانا گنگوہیؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر استعلاجاً عرض حال کیا۔ حضرت مولانا نے ارشاد فرمایا کہ التفات نہ کیا جائے۔

www.ahlehaq.org

اختلاج قلب کے دورے

پھر حضرت والا تھانہ بھون واپس تشریف لے آئے چونکہ اسباب مذکورہ کی بناء پر قلب میں انفعال کی کیفیت حد درجہ پیدا ہوگئی تھی اس لیے وہ خطرہ منکرہ برابر عود کرتا رہا اور روز بروز زور ہی پکڑتا چلا گیا جس سے کیفیت انفعالیہ میں اور بھی ترقی ہوتی چلی گئی وھلم جراً یہاں تک کہ اختلاج قلب کے شدید دورے پڑنے لگے اور حضرت والا چند روز ہی میں ایسے کمزور گئے جیسے کوئی مدتوں کا مریض ہو۔

حکیم محمد صدیق گنگوہیؒ کا علاج

حکیم مولوی محمد صدیق گنگوہی سے جو اپنے مقام مطب یعنی گڑھی پختہ سے تھانہ بھون آئے ہوئے تھے بغرض معالجہ رجوع کیا گیا۔ مولوی محمد یونس صاحب مرحوم جو حضرت والا کے شاگرد تھے اور حضرت والا ہی سے بیعت بھی تھے قارورہ لیکر گئے۔ حکیم صاحب نے قارورہ دیکھ کر کہا کہ مجھے حیرت ہے یہ شخص زندہ کس طرح ہے۔ کیونکہ قارورہ صاف ظاہر کر رہا ہے کہ حرارت غریزیہ بالکل فنا ہو چکی ہے۔ مولوی صاحب نے واپس آ کر ازراہ سادگی حضرت والا کے سامنے یہی قول بلفظہ نقل کر دیا۔ حضرت والا نے انہیں بہت ڈانٹا کہ تم نے یہ کیا حماقت کی۔ بھلا ایسی بات بھی کہیں مریض سے کہی جاتی ہے اور پھر مریض بھی مریض قلب۔ وہ بہت نادم ہوئے اور کہنے لگے کہ واقعی مجھ سے حماقت ہوئی لیکن اب تو ہوگئی اب کیا کروں۔ حضرت والا نے فرمایا کہ اب یہ کرو کہ پھر اس قارورہ کو لے جاؤ اور راستہ ہی سے لوٹ کر تھوڑی دیر بعد آ کر مجھ سے کہو کہ میں حکیم صاحب کے پاس پھر قارورہ لے گیا تھا اب وہ کہتے ہیں کہ میری پہلی رائے غلط تھی یہ تو اچھے خاصے ہیں کوئی اندیشہ کی بات نہیں۔ مولوی صاحب نے اس پر طالبعلمانہ اشکال پیش کیا کہ اس سے کیا ہوگا آپ تو خود ہی مجھے یہ سب سکھا کر بھیج رہے ہیں فرمایا تمہیں اس سے کیا جو میں کہہ رہا ہوں تم یہی کرو۔ کیونکہ الفاظ میں بھی اللہ تعالیٰ نے اثر رکھا ہے چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور حضرت والا واقعی اپنے قلب کو اس وقت دیکھتے تھے کہ اس غیر واقعی اطلاع سے بھی اس کو بہت سکون ہوا اور اس

www.ahlehaq.org

وحشت میں کمی ہوگئی جو پہلی خبر سے پیدا ہوگئی تھی کیونکہ قلب کی حالت تو اس زمانہ میں بہت ہی نازک ہو رہی تھی ذرا ذرا سی بات کا اثر ہوتا تھا کیوں نہ ہو۔ ع نیست بیماری چو بیماریِ دل (دل کی بیماری جیسی کوئی بیماری نہیں ہے)

خود تجویز کردہ علاج

جب طبیب کے علاج سے کچھ نفع نہ ہوا تو حضرت والا نے خود ہی یہ علاج تجویز کیا کہ مجھ کو سفر میں جانا چاہیے اور دوست احباب سے ملنا چاہیے کیونکہ حضرت والا کو جیسا اوپر بیان کیا گیا ترک مشاغل مباحہ میں غلو کا بھی منجملہ اسباب تشویش ہونا منکشف ہو چکا تھا جب حضرت والا نے سفر کا قصد فرمایا تو بعض محبین اہل وطن نے حضرت مولانا گنگوہیؒ سے جا کر عرض کیا کہ ہم لوگوں کو ان سے بہت فیض پہنچ رہا ہے ان کو سفر سے منع فرما دیا جائے لیکن مولاناؒ تو حضرت والا کی حالت سے اچھی طرح واقف تھے فرمایا نہیں نہیں اس وقت ان کے لیے سفر ہی میں جانا مصلحت ہے روکنا ہرگز مناسب نہیں۔

حضرت والا نے اپنی ہی تجویز سے یہ تدبیر ظاہری بھی کی کہ مستعار بندوق لیکر میدان میں تشریف لے جاتے اور بلا نشانہ خالی فیر کیا کرتے اس سے بھی فائدہ ہوا کیونکہ بندوق کی محض آواز سے بھی قلب میں فرحت پیدا ہوتی تھی۔

حضرت گنگوہیؒ کے ارشاد کا اثر

غرض ادھر تو حضرت والا ایک شیخ محقق واقف طرق تربیت اور ماہر جذبات فطرت ہونے کی بناء پر اپنے فہم خداداد سے ان خارجی تدابیر نافعہ کو عمل میں لائے اور ادھر حضرت مولانا گنگوہیؒ سے برابر بذریعہ خطوط بھی اور حاضر ہو ہو کر بھی عرض حال کرتے رہے۔ حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ حضرت مولانا گنگوہیؒ شروع سے اخیر تک برابر اسی ایک تجویز قائم رہے کہ خطرات منکرہ کی طرف التفات نہ کرو اور ہمیشہ اسی پر زور دیتے رہے۔ جس سے مولانا کی اعلیٰ درجہ کی شان ارشاد معلوم ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ دعا اور توجہ بھی خاص طور سے فرماتے رہے۔ حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ حضرت مولانا گنگوہیؒ کا ایک یہی ارشاد

www.ahlehaq.org

کہ خطرات کی طرف التفات نہ کرو مولاناؒ کے امام فن ہونے کی کافی دلیل ہے۔ اھ۔

حضرت گنگوہیؒ کے مکتوبات سے اقتباسات

اب اس حالت کے متعلق حضرت مولانا گنگوہیؒ قدس سرہٗ العزیز کے بعض والا نامہ جات کا اقتباس مکاتیب رشیدیہ سے لیکر نقل کیا جاتا ہے۔ وھوہٰذا۔

(مکتوب اول) خط آپ کا موصول ہوکر کاشف مافیہ ہوا اگر یہ خوف وحزن امور آخرت سے ہے تو محمود ہے۔ (چنانچہ واقع بھی یہی تھا کیونکہ امر منکر پر اگرچہ وہ غیر اختیاری ہو طبعاً محزون ہونا اس کا منشا بجز حُبِّ حق کے کیا ہوسکتا ہے پھر اس حزن سے خوف بُعد ناشی ہوا اور ان سب کا امور آخرت میں سے ہونا ظاہر ہے) بزرگوں کو اسی خوف سے بڑی بڑی شدت سے قبض واقع ہوا حتیٰ کہ بعض نے جان بھی دی۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں ؎

جان صدیقاں ازیں حسرت بریخت　　　کآسماں برفرق ایشاں خاک بیخت

(دوستوں کی جان اسی حسرت سے چلی گئی کہ آسمان نے ان کے سر پر خاک رکھدی)

پس ایسی حالت اور اس صورت میں تو جائے شکر ہے نہ جائے غم۔ امام غزالیؒ اسی غم میں بیت المقدس میں دس سال تک پریشان اور محزون رہے کہ اطباء ان کے علاج سے عاجز ہوگئے آخر ایک یہودی طبیب نے ان کو دیکھا اور تشخیص کی کہ ان کو کوئی حسی مرض نہیں ہے بلکہ خوف آخرت ہے اس کا کوئی علاج نہیں ہے پس مژدہ ہو کہ حق تعالیٰ نے یہ دولت آپ کو دی۔ ایسے حزن پر ہزار فرحت قربان اور اس حالت کی موت شہادت کبریٰ ہے اور اگر کوئی امر دیگر ہے تو اس کا جواب بدوں دریافت حقیقت حال کے میں نہیں لکھ سکتا۔ اور یہاں آنے کے باب میں جو آپ استفسار فرماتے ہیں تو بقولے ع اوخویشتن گم است کرا رہبری کند۔ مگر معہذا اگر آپ تشریف لاویں گے تو خود ہی امید نفع کی رکھتا ہوں کہ صحبت صلحاء جس قدر میسر آوے غنیمت ہے فقط والسلام۔

(مکتوب دوم) آپ کے خط سے کیفیت معلوم ہوئی میں آپ کے لیے دعاء خیر کرتا ہوں۔ (الی قولہ) وسوسۂ مذکورہ میں اندیشہ سوء خاتمہ بھی منجملہ اوہام ہے اس کو حتی الوسع دفع کرتے رہیں اور اجر وتکفیر (سیئات بھی یقینی ہے۔ انشاءاللہ لخ ۱۵۔ شعبان ۱۳۱۶ھ۔

www.ahlehaq.org

حضرت حاجی صاحبؒ کی دعوات وبشارات

حضرت مولانا گنگوہیؒ سے رجوع کرنے کے علاوہ حضرت والا اعلیٰ حضرت حاجی صاحب قدس سرۂ العزیز کو بھی جلد جلد اطلاع حالات کرتے رہے اور وہاں سے بھی تدبیرات وبشارت وعوات حاصل ہوتی رہیں چنانچہ مکتوبات امدادیہ کے مکتوب نمبر ۴۴ مورخہ یکم رجب ۱۳۱۶ھ میں تحریر فرماتے ہیں کہ الحمدللہ آپ کے قلب کی حالت بہت اچھی ہے یہ مقام خوف ورجا ہے اسی کو ہیبت وانس کہتے ہیں کبھی ہیبت کبھی اُنس کا غالب ہوجاتا ہے دونوں کو ایک سمجھنا چاہیے اھ۔ دوسرے مکتوب نمبر ۴۵ مورخہ ۱۹۔ رجب ۱۳۱۶ھ میں تحریر فرماتے ہیں خط آپ کا دوسرا ابھی پہنچا پہلے خط کے جواب میں لکھ دیا گیا ہے۔ مکرر ہے کہ آپ کی حالت بھی بہت اچھی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ کچھ ضرور نہ ہوگا فقیر دعا کرتا ہے (الی قولہ) جو کچھ قلب پر وارد ہو منجانب اللہ خیال کرو جو واردات مضر ہوں گے اس مراقبہ سے سب دفع ہوجائیں گے۔ اھ۔ پھر مکتوب نمبر ۴۶ مورخہ ۸۔ شعبان ۱۳۱۶ھ میں تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کی حالت بہت اچھی ہے پہلے آپ کو لکھ دیا گیا ہے (الی قولہ) اس قسم کی گھاٹیاں طالب کو آیا ہی کرتی ہیں انشاء اللہ تعالیٰ سب سے پار ہوجاؤ گے فقیر دعا کرتا ہے۔ انہ سمیع قریب اھ۔

پھر مکتوب نمبر ۴۷ مورخہ ۲۲ شوال ۱۳۱۶ھ میں بھی یہی تحریر فرماتے ہیں کہ حالت آپ کی ماشاء اللہ بہت اچھی ہے اللہ تعالیٰ مبارک کرے جو کچھ بقیہ قبض ہے وہ بھی رفع انشاء اللہ تعالیٰ ہوجائے گا فقیر دعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے مخلصین سے کرلے اھ۔ پھر مکتوب نمبر ۴۸ مورخہ ۱۴۔ ذی الحجہ ۱۳۱۶ھ میں بھی استحسان حالت تحریر فرمائی اور پھر مکتوب نمبر ۴۹۔ مورخہ ۱۵۔ محرم ۱۳۱۷ھ میں تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کی حالت اب الحمدللہ بہت اچھی ہے فقیر دعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ ترقی فرماوے اھ۔

دورِ سلوک کا عام الحزن

واقعات اور مکتوبات کی تاریخوں سے مظنون ہوتا ہے کہ تقریباً ایک سال تک یہ غلبہ ہیبت ممتد رہا اور یہ سال حضرت والا کے دور سلوک کا گویا عام الحزن تھا۔

www.ahlehaq.org

ابتلاء کی شدت اور حضرت والا کا تحمل

اس حالت کی شدت کا اندازہ بجز خود حضرت والا کے کوئی دوسرا کر نہیں سکتا۔ بمصداق

شب تاریک وبیم موج وگردابے چنیں ہائل
کجا دانند حال ماسبکسا رانِ ساحلہا

(اندھیری رات موج کا خطرہ اور اس طرح بھنور نے گھیر لیا ہے، ہماری حالت کو کنارے پر بیٹھے ہوئے خوشحال کیا جانیں)

اے ترا خارے بپا نشکستہ کے دانی کہ چیست
حال شیرانے کہ شمشیر بلا بر سر خورند

(اے وہ کہ تیرے پاؤں میں کانٹا نہیں چبھا تو کیا جانے کہ ان شیروں کا کیا حال ہے جو مصیبت کی تلوار سر پر لیتے ہیں)

چنانچہ حضرت والا "الا بتلاء لا ھل الا صطفاء" میں ایک طالب کو جنہوں نے اپنی سخت سخت باطنی پریشانیوں کی ایک طویل تفصیل لکھ کر بھیجی تھی تحریر فرماتے ہیں کہ جو جو مضائق ومصاعب وعقبات وبلیات آپ نے لکھی ہیں یہ تو سو حصوں میں سے ایک حصہ بھی نہیں جو جو بعض کو پیش آتے ہیں اس وقت مجھ کو بعض (مراد خود حضرت والا) کے احوال یاد آ گئے اور سر سے پاؤں تک اس نے مجھ کو ہلا دیا ہے۔ کہ مشکل سے اپنے کو سنبھال کر لکھنے کو موقوف نہیں کیا۔ آ لخ۔ (منقولہ از مقدمہ تبویب تربیت السالک) اس تحریر کی تاریخ ۱۸۔ محرم ۱۳۳۲ھ ہے یعنی حالت غلبہ ہیبت کے فرو ہو جانے کے پندرہ برس بعد بھی اس کی کیفیت کے محض تصور نے حضرت والا کو سر سے پاؤں تک ہلا دیا۔ اللہ اکبر اسی سے ناظرین اندازہ فرمالیں کہ جس کیفیت کے محض تصور نے اور وہ بھی اتنی طویل مدت گزر جانے کے بعد اس درجہ اثر کیا اس کے عین طریان کے زمانہ میں حضرت والا پر نہ معلوم کیا گزری ہوگی۔

غرض جس حالت کا بیان کیا جارہا ہے وہ بہت ہی شدید قسم کی حالت تھی جس کا اتنی مدت تک تحمل بہ اعانت خداوندی وبہ توجہات بزرگان حضرت والا ہی جیسے عالی ظرف اور راسخ الایمان سے ہو سکا ورنہ کوئی دوسرا ہوتا تو وہ بدحواسی میں ضرور اپنے ایمان یا جان یا ایمان اور جان دونوں کا سخت نقصان کر بیٹھتا چنانچہ خود احقر کو بعض اہل قبض کے حالات معلوم ہیں جن کی ایسی خطرناک حالت ہوگئی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ کے فضل اور حضرت والا کی

www.ahlehaq.org

برکت و دعا و توجہ سے جلد افاقہ نہ ہو جاتا تو وہ تو کہیں کے بھی نہ رہے تھے نہ دین کے نہ دنیا کے دونوں ہی جہان سے گئے گزرے تھے حالانکہ حسب ارشاد حضرت والا ان کی حالت ہزارواں حصہ بھی اس حالت کی نہ تھی جو خود حضرت والا پر طاری ہوئی تھی۔

حضرت حاجی سید محمد عابدؒ کا ارشاد

حضرت والا کی تواضع اور صدق طلب بھی قابل صد ہزار آفریں ہے کہ اپنے کو بعد تکمیل بھی کبھی بزرگوں سے مستغنی نہیں سمجھا۔ جب بھی ضرورت پیش آئی بلا ادنی تامل علاوہ اپنے پیر و مرشد کے اپنے بڑے رتبہ کے پیر بھائیوں سے بھی عرض حال کرتے رہے اور مشورے لیتے رہے۔ چنانچہ علاوہ حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہٗ العزیز کے حضرت حاجی سید محمد عابد صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی جو حضرت حاجی صاحبؒ کے خلیفہ مجاز تھے اس حالت کو ظاہر کیا سید صاحب نے بھی حال سن کر حضرت والا کی بہت تسلی فرمائی اور فرمایا کہ یوں سمجھنا چاہیے کہ یہ خطرات قلب میں داخل نہیں ہو رہے بلکہ خارج ہو رہے ہیں جیسے اگر چور گھر کے اندر چوری کرنے کے لیے گھسے تب بھی دروازہ پر نظر آتا ہے اور اگر گھر والوں کے جاگ پڑنے کے بعد بھاگنے لگے تب بھی دروازہ ہی سے گزرتا ہوا نظر آتا ہے۔ اس قول کو نقل فرما کر حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ میں پہلے حاجی محمد عابد صاحب کو بزرگ تو سمجھتا تھا لیکن سچی بات یہ ہے کہ شیخ اور مربی باطن اس درجہ کا نہ سمجھتا تھا لیکن اس ارشاد کو سن کر مجھے معلوم ہوا کہ شیخ اور مربی بھی کامل درجہ کے تھے۔

مشکلات راہ کو عبور کر جانا

غرض بفضلہٖ تعالیٰ حضرت والا سلوک کی اس دشوار گزار اور آخری گھاٹی سے بتوجہات وتدبیرات و دعوات بزرگاں پار ہو گئے اور حسن اتفاق دیکھئے کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بشارت کہ انشاء اللہ تعالیٰ سب گھاٹیوں سے پار ہو جاؤ گے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حیات ہی میں پوری ہو گئی کیونکہ حضرت والا کی اس حالت کے فرو ہونے کے چند ماہ بعد ہی دنیائے فانی سے رحلت فرما گئے گویا اپنے سامنے ہی حضرت والا کو

www.ahlehaq.org

سب گھاٹیوں سے پار کرا گئے اور حضرت حافظ شیرازیؒ کا یہ شعر صادق آ گیا ۔

آں پریشانیِ شبہائے دراز وغم دل　　　ہمہ در سایۂ گیسوئے نگار آخر شد

(وہ لمبی راتوں کی پریشانی اور دل کا غم محبوب کی زلفوں کے سائے میں آ کر ختم ہو گیا ہے)

حافظ شیرازیؒ کی دو غزلیں

اس جگہ حضرت حافظ شیرازیؒ کی دو غزلیں بھی یاد آ گئیں جن میں سے پہلی غزل حالت ابتلاء کے اور دوسری غزل حالت سکون کے مناسب ہے وہ دونوں غزلیں بمناسبت مقام ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

پہلی غزل (مناسب حالت ابتلاء)

نفس برآمد و کام از تو برنمی آید　　　فغاں کہ بخت من از خواب برنمی آید

(میری جان نکلتی ہے مگر تجھ سے میرا مقصد پورا نہیں ہوتا، ہائے فریاد کہ میرا بخت نیند سے بیدار نہیں ہوتا)

نگر بروئے دل آرائے یار من ورنہ　　　بہیچ گونہ دگر کار برنمی آید

(دل کو سنوارنے والے میرے محبوب کے چہرہ کو دیکھ ورنہ اور کسی طرح کام نہیں ہو گا)

دریں خیال بسر شد دریغ عمر عزیز　　　بلائے زلف سیاہت بسر نمی آید

(افسوس کہ پیاری زندگی اسی خیال میں گذر گئی کہ تیری سیاہ زلف کی مصیبت ختم نہیں ہوتی)

چناں بحسرت خاک درِ تو می میرم　　　کہ آب زندگیم درنظر نمی آید

(تیرے دَر کی مٹی میں یہ حسرت لے کر مر رہا ہوں کہ مجھے اپنی زندگی کا پانی نظر میں نہیں آتا)

بسے حکایت دل ہست با نسیم سحر　　　ولے بہ بخت من امشب سحر نمی آید

(سحری کی ہوا سے دل کی بہت ساری داستانیں وابستہ ہیں لیکن میرے بخت کی سحر تو آج رات بھی نہیں آئی)

قد بلند تراتر ببرنمی گیرم　　　درخت کام مرادم ببر نمی آید

(تیرے بلند قد سے جب تک پھل نہ لے لوں میرے مقصود کے درخت پر پھل نہیں لگے گا)

www.ahlehaq.org

مقیم زلف تو شد دل کہ خوش ہوائے اداشت   وزاں غریب بلا کش خبر نمی آید

(وہ دل جو اچھی آرزوئیں رکھتا تھا تیری زلفوں میں مقیم ہوا اور اب اس مصیبت میں مبتلا مسافر کی کوئی خبر نہیں آتی)

ہمیشہ تیر سحرگاہ من خطا نشدے   کنوں چہ شد کہ یکے کارگر نمی آید

(میرا صبح کے وقت کا تیر کبھی خطا نہیں ہوا، اب کیا ہوا کہ ایک بھی کامیاب نہیں ہوتا)

زبسکہ شد دل حافظ رمیدہ از ہمہ کس   کنوں ز حلقۂ زلفت بدر نمی آید

(اس وجہ سے کہ حافظ کا دل ہر ایک سے متنفر ہو گیا ہے اب تیری زلف کے حلقہ سے باہر نہیں آتا)

دوسری غزل (مناسب حالت سکون)

روز ہجران و شب فرقت یار آخر شد   زدم ایں فال و گذشت اختر و کار آخر شد

(محبوب سے جدائی کے دن اور فرقت کی راتیں ختم ہو گئی ہیں، میں نے یہ فال نکالی، عید گزری اور کام مکمل ہو گیا)

آں ہمہ ناز و تنعم کہ خزاں می فرمود   عاقبت درقدمِ باد بہار آخر شد

(وہ سب ناز و عیش جو خزاں کر رہی تھی، آخرکار بہار کی ہوا کے قدموں میں ختم ہو گئے)

بعد ازیں[1] نور بہ آفاق دہیم از دل خویش   کہ بخورشید رسیدیم و غبار آخر شد

(اس نور کے بعد اپنے دل کو دنیا سے باہر لے جاتے ہیں کیونکہ ہم سورج پر پہنچ گئے ہیں اور مٹی ختم ہو گئی ہے)

آں پریشانی شبہائے دراز و غم دل   ہمہ[2] در سایہ گیسوئے نگار آخر شد

(وہ لمبی راتوں کی پریشانی اور دل کا غم، سب محبوب کی زلفوں کے سایہ میں آکر ختم ہو گیا ہے)

ساقیا عمر دراز و قدحت پرمئی باد   کہ بسعی توام اندوہ خمار آخر شد

(اے ساقی تیری عمر لمبی ہو اور تیرا جام شراب سے بھرا رہے، کیونکہ تیری ہی کوشش سے میرا غم و مستی ختم ہوئی ہے)

شکر ایزد کہ بہ اقبال کُلہ گوشۂ گُل   نخوتِ باد دَے و شوکتِ خار آخر شد

---

[1] بحوالہ: ا۔ چنانچہ بفضلہ تعالیٰ بعد سکون غلبہ قبض و ہیبت ایسا ہی ہوا اور ہو رہا ہے۔۱۲ [2] یعنی بہ ظل عاطفت مرشد ۱۲

www.ahlehaq.org

(اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ پھول کی کلی کے سر نکالنے سے خزاں کی ہوا کا غرور اور کانٹے کا رعب ختم ہوا)

صبحِ اُمید کہ بُد معتکف پردۂ غیب — گو بروں آئے کہ کارِ شبِ تار آخر شد

(امید کی صبح جو غیب کے پردہ میں اعتکاف کئے ہوئے تھی، کہو کہ باہر آئے تا کہ اندھیری رات کا کام ختم ہو جائے)

گرچہ آشفتگیِ کارِ من از زلفِ تو بود — حَلِ ایں عقدم ہم از روئے نگار آخر شد

(اگرچہ میرے کام کی پریشانی تیری زلف کی وجہ سے تھی، اس عقدہ کا حل بھی محبوب کے چہرہ سے ہوا ہے)

ورشمار ارچہ نیاورد کسے حافظ را — شکر کاں محنت بیحد و شمار آخر شد

(اگرچہ حافظ کو کوئی شمار میں نہیں لایا، شکر کہ وہ بے حد و بے شمار مشقت ختم ہو گئی)

حالت ہیبت میں بیعت و تلقین کو موقوف رکھنا

اس حالت کے طریان کے زمانہ حضرت والا نے بیعت لینا اور تعلیم و تلقین کرنا سب مؤقوف فرما دیا تھا کیونکہ اس حال میں تو حضرت والا اپنی فکر میں شب و روز مبتلا تھے دوسروں کی جانب توجہ کرنے کی کہاں فرصت تھی اور کسے ہوش تھا۔ طالبین بہت اصرار کرتے لیکن حضرت والا عذر فرما دیتے اور از راہ تدین صاف فرما دیتے کہ ایسی حالت میں مجھ سے رجوع کرنا بالکل بے سود ہے کیونکہ میں تو اپنے ہی غم میں گرفتار ہوں لیکن ایک صاحب بریلی میں بہت ہی مصر ہوئے اور باوجود اس کے کہ حضرت والا نے صاف طور پر متنبہ فرما دیا تھا کہ کچھ نفع نہ ہوگا پھر بھی اصرار کر کے بیعت ہو ہی گئے مگر حسب ارشاد حضرت والا بیعت سے ان کی حالت میں کوئی اصلاحی تغیر واقع نہ ہوا۔ اور حضرت والا کی فراست کہ کچھ نفع نہ ہوگا بالکل صحیح ثابت ہوئی۔

غلبۂ ہیبت کا تذکرہ خود حضرت کے اپنے قلم سے

حضرت والا کی اس خاص حالت باطنی یعنی غلبہ ہیبت کے متعلق ضروری ضروری واقعات بیان کیے جا چکے ہیں اب آخر میں خود صاحب واقعہ یعنی حضرت والا کے قلم مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ میں اس حالت کی مختصر کیفیت جو حضرت والا نے اپنی تصنیف یاد یاراں (تذکرہ حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہٗ العزیز) میں بضمن احسانات مولاناؒ تحریر

www.ahlehaq.org

فرمائی ہے۔درج ذیل کی جاتی ہے۔وہی ہذا۔

''اور دوسرا احسان متعلق باطن کے سواُس کی تفصیل میں چونکہ مخفیات کا اظہار بھی ہے اور نیز وہ قصہ بھی نہایت دردناک اور ناگوار ہے اس لیے محض اس اجمال پر اکتفا کرتا ہوں کہ میری شامت اعمال وکثرت معاصی سے (یہ سوءِ ظن بنفسہ قابل تقلید ہے'' مؤلف) مجھ پر ایسی ایک حالت شدید ظاہری ہوئی تھی کہ باوجود صحت بدنی کے زندگی سے مایوسی تھی بلکہ موت کو ہزار ہا درجہ حیات پر ترجیح دیتا تھا اور اس کو اس سے زیادہ عنوان سے تعبیر نہیں کرسکتا۔

دو گونہ رنج و عذاب جان مجنوں را بلائے فرقتِ لیلیٰ و وصلت لیلیٰ

(مجنون کی جان پر دوگنا مصیبت وتکلیف ہے لیلیٰ کی جدائی کا آغاز اور لیلیٰ کے وصال کا)

اس وقت حضرت قدس سرہٗ نے دعا وتعلیم وہمت سے خاص توجہ فرمائی جس سے ہوش وحواس درست ہوئے اور جان میں جان آئی اور اس حالت کے طریان کے اور پھر اس کے زوال کے منافع بحمد اللہ محسوس ہوئے۔ان دونوں[1] احسانوں وعمر بھر نہ بھولوں گا اور حکم بھی یہی ہے۔من لم یشکر الناس لم یشکر اللّٰہ۔

تبدیل حالت قبض وہیبت بحالت بسط واُنس

(جس پر احقر مؤلف حضرت صاحب سوانح کے حضور میں نہایت ادب ومسرت کے ساتھ حضرت عارف شیرازیؒ کے یہ اشعار بطور تہنیت پیش کرتا ہے۔

حافظ شب ہجراں شد بوئے خوش صبح آید شادیت مبارکباد اے عاشق شیدائی

(اے حافظ! جدائی کی رات ہوگئی ہے اور صبح کی خوشبو آرہی ہے، اے دیوانے عاشق تجھے خوشی مبارک ہو)

رسید دولتِ وصل وگذشت محنت ہجر نہاد کشوردل بازرہ بہ معموری

(وصال کی دولت آ پہنچی ہے اور جدائی کی تکلیف گذر گئی ہے، دل کی سلطنت کی دوبارہ آبادی کا آغاز ہوگیا ہے)

یہ ابتلائے شدید ومدید جس کی تفصیل اوپر بیان کی گئی حضرت والا کے سلوک کی سخت

---

[1] پہلا احسان متعلق علم ظاہر کے تھا جس کا مضمون یاد دیاراں ہی سے اپنے موقع پر اسی باب میں پیشتر نقل کیا جاچکا ہے ۱۲

www.ahlehaq.org

ترین اور آخری گھاٹی تھی جس سے بعون اللہ تعالیٰ و بتوجہات بزرگان حضرت والا پار ہو کر بفضلہٖ تعالیٰ پھر جمعیتِ باطنی وانشراح قلبی سے مشرف ہو گئے اور پھر وہی سابقہ کیفیت بسط و اُنس اور ذوق و شوق کی عود کر آئی بمصداق اشعار ہذا ؎

باز آمد آبِ من درجوئے من　　　باز آمد شاہِ من درکوئے من

(میرا پانی میری ندی میں لوٹ آیا ہے، میرا سردار میری گلی میں لوٹ آیا ہے)

باز سودائی شدم من اے طبیب　　　باز دیوانہ شدم من اے حبیب

(اے معالج میں پھر پاگل ہو گیا ہوں، اے محبوب میں پھر دیوانہ ہو گیا ہوں)

بلکہ اس شدید و مدید قبض کے بعد جو بسط و اُنس میسر ہوا وہ بفضلہٖ تعالیٰ بے نظیر ولازوال اور ترقی پذیر تھا اور جو انشراح و سکون حاصل ہوا وہ نہایت راسخ و متمکن اور روز افزوں تھا اور اس انجام بخیر کے لحاظ سے حضرت والا کا یہ ابتلاء شدید بالکل حضرت عراقیؒ کے اس شعر کا مصداق نکلا ؎

خوشا دردے کہ درمانش تو باشی　　　خوشا راہے کہ پایانش تو باشی

(وہ درد بہت اچھا ہے جس کا علاج تو ہو وہ راستہ اچھا ہے جس کی انتہا تو ہو)

ضمیمہ: رسوخ و تمکن کی تشریح

اس جگہ رسوخ و تمکن حال کی جس کو اصطلاح صوفیہ میں مقام سے تعبیر کرتے ہیں شرح کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے تاکہ غلط فہمی واقع نہ ہو صاحب مقام ہو جانے کے یہ معنی نہیں کہ سالک تغیرات احوال سے بالکل ہی خالی ہو جاتا ہے کیونکہ حسب ارشاد حضرات والا تغیرات عارضی تو بر بناء مصالح لوازم سلوک سے ہیں جو رسوخ کامل اور تمکین تام کے حصول کے بعد بھی سالکین کے احوال میں گاہ گاہ واقع ہوتے رہتے ہیں لیکن ان میں اشتداد و امتداد و اعتداد نہیں ہوتا جیسے صحت کاملہ کے حاصل اور اعتدال مزاج قائم ہو جانے کے بعد بھی موسم کے بدلنے یا دیگر اسباب خارجی سے احیاناً کبھی زکام ہو جاتا کبھی طبیعت کسلمند ہو جاتی ہے کبھی بخار بھی چڑھ آتا ہے مگر اس قسم کی عارضی شکایات صحت طبعیہ کے منافی نہیں

www.ahlehaq.org

ہوتیں غرض اعتبار غالب حالت کا ہے اگر سالک میں آثار مقام غالب ہیں تو وہ صاحب مقام ہے گو احیاناً اس میں آثار حال کا بھی ظہور ہو اور اگر آثار غالب ہیں تو وہ صاحب حال ہے گو احیاناً اس میں آثار مقام بھی پائے جائیں جیسے وہ شخص صحیح المزاج ہے جس میں آثار صحت غالب ہوں گو کبھی کبھی کسی خلط کا غلبہ بھی ہو جائے اور وہ شخص مریض ہے جس میں آثار مرض غالب ہوں گو کبھی کبھی اس کو افاقہ بھی ہو جاتا ہو۔

غرض کاملین پر بھی کبھی کبھی غلبہ حال ہو جاتا ہے لیکن وہ منافی کمال نہیں ہوتا۔ بلکہ حضرات انبیاء علیہم اسلام پر بھی کبھی کبھی ان حضرات کی شان کے موافق غلبہ حال طاری ہوا ہے چنانچہ یوم بدر میں حضور سرور عالم سردار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس ابتہال کے ساتھ دعا فرمائی تھی وہ بھی غلبہ حال ہی سے ناشی تھا بلکہ گاہ گاہ فرشتوں سے بھی غلبہ حال منقول ہے حالانکہ ان میں انفعال بشری بھی نہیں ہوتا۔ چنانچہ حضرت جبرئیل علیہ اسلام کا فرعون کے منہ میں کیچڑ ٹھونسنا روایت ترمذی میں مذکور ہے لیکن صاحب مقام پر جو غلبہ حال ہوتا ہے اس میں وہ حدود سے خارج نہیں ہوتا بخلاف صاحب حال کے وہ کبھی حدود سے بھی خارج ہو جاتا ہے کہ اس کو گناہ نہیں ہوتا کیونکہ بوجہ مغلوبیت وہ اس وقت مرفوع القلم ہوتا ہے۔

تمکن ورسوخ کے بعد کبھی کبھی غلبۂ حال

حاصل کلام یہ ہے کہ حضرت والا کو بحمد اللہ تعالیٰ اس قبض شدید و مدید کے بعد پھر اس درجہ کا قبض کبھی پیش نہیں آیا اور بفضلہٖ تعالیٰ حالت باطنی میں ایک مستحکم کیفیت تمکن ورسوخ کی پیدا ہو گئی لیکن حسب تحقیق بالا عارضی تغیرات سے بالکل خالی کیونکر رہ سکتے ہیں وہ تو عادۃً لوازم سلوک سے ہیں اور سالک کو صاحب مقام ہو جانے کے بعد بھی گاہ گاہ پیش آتے رہتے ہیں جن میں سے اکثر تو عام طور پر ظاہر بھی نہیں ہونے پاتے لیکن بعض ظاہر بھی ہو جاتے ہیں۔

چنانچہ حضرت والا کا بھی ایک واقعہ غلبہ حال کا احقر کو ثقہ راویوں سے معلوم ہوا جو چند ہی سال ہوئے دوران وعظ میں بمقام مسجد خانقاہ تھانہ بھون پیش آیا جس کی تفصیل یہ ہے کہ دوران وعظ میں حضرت والا نے کسی مضمون کے سلسلہ میں بہت جوش اور نہایت کیف

www.ahlehaq.org

کے ساتھ مثنوی شریف کے یہ اشعار پڑھے ؎

اے حریفاں راہ ہارا بست یار آہوئے لنگیم وا وشیر شکار
(اے دشمنو! راستوں کو دوستوں نے بند کر دیا ہے، میں لنگڑا ہرن ہوں اور وہ شکاری شیر ہے)

جز بہ تسلیم و رضا کو چارۂ درکف شیر نرخوں خوارۂ
(سوائے تسلیم و رضا کے کون سا راستہ ہے ورنہ خونخوار بہادر شیر کا پنجہ ہے)

بس دوسرے شعر کا پڑھنا تھا کہ حضرت والا پر حالت کا اس قدر غلبہ ہوا کہ بے اختیار زور سے ایک چیخ نکل گئی اور دیر تک خود بھی بے حد مضطرب رہے اور سامعین کو بھی مضطرب رکھا۔ خصوصیت مضمون اور قرائن حالیہ و مقامیہ سے صاف نمایاں تھا کہ یہ کیفیت غلبہ ہیبت سے ناشی ہے اس کیفیت کا عود گویا اس شعر کا مصداق تھا ؎

باز گلبانگِ پریشاں میزنم آتش اندر عندلیباں میزنم
(میں پھر ایک پریشانی نغمہ گاتا ہوں اور بلبلوں میں آگ لگا دیتا ہوں)

اللہ اللہ وہ کیفیت بھی کس قوت کی کیفیت ہوگی جس نے حضرت والا جیسے کوہ استقلال کو بعد حصول تمکین تام بھی از جارفتہ کر دیا۔ کیوں نہ ہو صاحب مقام کے بھی صبر و استقلال کی آخر ایک حد ہوتی ہے جب اس پر کسی ایسی قوی کیفیت کا ورود ہوتا ہے جس کی قوت اس حد سے فوق ہوتی ہے تو اس سے فی الحال مغلوب ہو جاتا ہے لیکن فی المال جلدی ہی پھر اس پر غالب آ جاتا ہے امتداد نہیں ہونے پاتا نہ زیادہ اشتداد ہوتا ہے اور اس قسم کا غلبہ بھی کبھی کبھی ہوتا ہے۔ بکثرت نہیں ہوتا اور اگر ایسی قوی کیفیت کا ورود غیر صاحب مقام پر ہو تو اس کی تو جان ہی کے لالے پڑ جائیں۔ غرض اس قسم کا غلبہ حال منافی تمکین نہیں بلکہ اس کو بھی باعتبار حقیقت ایک درجہ کی تمکین ہی کہنا زیبا ہے۔ بقول حضرت شیفتہ ؎

باحسنش ایں جنوں کہ تو بینی تحمل است ناصح ملامتے مکن ایں ناشکیب را
(اس کے اس حُسن کے ساتھ یہ دیوانگی جو تو دیکھ رہا ہے، برداشت ہے، اے ہمدرد اس بے صبرے کو ملامت نہ کر)

یہ تو وہ غلبہ حال تھا جس کا حاضرین پر اظہار ہو گیا۔ اس کے علاوہ خفیف ولطیف کیفیات

www.ahlehaq.org

کا ورود تو ہوتا ہی رہتا ہے جو اپنی ذات میں تو عظیم اور قوی ہوتی ہیں لیکن محل وُرود کی قوت تحمل اور استقلال تمکین کی وجہ سے ان کے آثار بصورت غلبہ نمایاں نہیں ہونے پاتے لیکن ایسی کیفیات لطیفہ روحانیہ کے آثار لطیفہ بھی صاحب نظر سے پوشیدہ نہیں رہتے چنانچہ حضرت والا کی بات بات سے آثار خشیت ایسے نمایاں ہوتے رہتے ہیں کہ طریق سے ادنیٰ مناسبت رکھنے والا بھی ان کا بوضاحت وبسہولت ادراک کرسکتا ہے اور کرتا رہتا ہے ان آثار کی چند مثالیں بھی آئندہ بیان حکمت حالت قبض وہیبت میں عرض کی جائیں گی اور جو اس دعویٰ کی دلیل ہوں گی۔ اگرچہ حضرت والا کے کمالات عالیہ واحوال رفیعہ ایسے کھلے ہوئے ہیں کہ صاحب نظر وانصاف اور غیر معاند کو ہرگز کسی دلیل کی حاجت نہیں حسب ارشاد حضرت مولانا رومی۔

آفتاب آمد دلیل آفتاب گر دلیلت باید ازوے رومتاب

(سورج کی دلیل خود سورج ہے، اگر تجھے دلیل درکار ہے تو اس سے منہ نہ پھیر)

لیکن

مغزرا خالی کن ازانکار یار تاکہ ریحاں یانی از گلزار یار

(اپنے دماغ کو یار کے انکار سے خالی کر تاکہ تو یار کے گل باغ سے خوشبو پائے)

صاحب مقام اور صاحب حال کا فرق

اب اس ضمیمہ ضروریہ ومفیدہ کو صاحب مقام اور صاحب حال کی کیفیات کے باہمی فرق کی ایک نہایت واضح مثال پر ختم کیا جاتا ہے جو حضرت والا نے ایک موقع پر ارشاد فرمائی تھی ایک بار حضرت والا خانقاہ کے سقاوہ میں سے وضو کے لیے گرم پانی لے رہے تھے ڈھکن جو کھولا تو اندر سے بھاپ نکلی اور نیچے ایندھن جل رہا تھا اس کا دھواں بھی اٹھا جس سے آنکھوں کو تکلیف ہوئی فوراً فرمایا کہ صاحب مقام پر بھی کیفیات کا ورود ہوتا ہے لیکن ان کیفیات میں لطافت ہوتی ہے جیسی اس بھاپ میں ہے کیونکہ وہ روحانی ہوتی ہے برخلاف اس کے صاحب حال کی کیفیات نفسانی ہوتی ہیں جن میں حل ہوتا ہے جیسا اس دھوئیں میں ہے۔ تمت الضمیمہ

عود الی السابق

حضرت والا کے اس ابتلاء شدید کی جس کو اصطلاح صوفیہ میں ہیبت سے تعبیر کرتے ہیں جو

www.ahlehaq.org

www.ahlehaq.org

قبض کی اعلیٰ ترین قسم ہے اور جس کا طریان کاملین ہی پر ہوتا ہے ضروری تفصیلات سے بعون اللہ تعالیٰ وبحمدہ فراغت ہوئی۔ اب بعض آیات واحادیث اور ابیات عارفین وعشاق جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اکثر احوال میں نزول بلا اعادۂ لوازم سلوک سے ہے بطور نمونہ ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

آیات: (قولہ تعالیٰ) لقد خلقنا الانسان فی کبد وقوله تعالیٰ و لنبلونکم بشیٔ من الخوف و الجوع و نقص من الاموال والا نفس و الثمرات وقال العارف الرومیؒ فی حاصله.

حق تعالیٰ گرم و سرد و رنج و درد　　برتن ما می نہد اے شیر مرد

(اے بہادر مرد! اللہ تعالیٰ دکھ، سکھ اور تکلیف ومصیبت ہمارے جسم پر ڈالتا ہے)

خوف و جوع و نقص اموال و بدن　　جملہ بہر نقد جاں ظاہر شدن

(ڈر، بھوک، مال کی کمی اور جسم میں کمی، سب چیزیں جان کی اصلیت کے ظاہر کرنے کے لئے بھیجتا ہے)

(وقوله تعالیٰ) احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا آمنا وهم لا یفتنون و قوله تعالیٰ ام حسبتم ان تدخلوا الجنة ولمایاتکم مثل الذین خلوا من قبلکم مستهم البأساء والضرآء وزلزلوا حتیٰ یقول الرسول والذین اٰمنوا معه متی نصرالله الا ان نصرالله قریب وقوله تعالیٰ اذجآؤکم من فوقکم ومن اسفل منکم و اذ زاغت الابصار و بلغت القلوب الحناجر وتظنون بالله الظنونا هنالک ابتلی المومنون و زلزلوا ازلزالاً شدیداً وقوله تعالیٰ ونبلوکم بالشر و الخیر فتنة (فی الجلالین کفقر و غنی و سقم و صحته و فی جامع البیان بالمصائب تارة وبالنعم اخریٰ)

احادیث

عن عائشةؓ فی حدیث طویل قصة فترة الوحی زاد البخاری حتیٰ حزن النبی صلی الله علیه وسلم فیما بلغنا حزنا غدًا منه مرارا کی یتردی من رؤس شواهق الجبل فکلما اوفی بذروة جبل لکی یلقی نفسه منه تبدی

www.ahlehaq.org

له جبرئیل فقال یا محمد (صلی اللّٰہ علیه وسلم) انک رسول اللّٰہ حقاً فیسکن کذالک جاشه و تقر نفسه وقال العارف الرومی فی حاصلد.

مصطفےٰ راہجر چوں بفراختے خویش راازکوہ می انداختے

(حضرت مصطفےٰ ؐ کو جب ہجر نے جلایا تو آپ اپنے آپ کو پہاڑ سے گرانے لگے)

تا بگفتے جبرئیلش ہیں مکن کہ ترا بس دولتست ازامرکن

(تو جبرئیل نے عرض کیا آپ ایسا نہ کریں آپ کو تو اللہ تعالیٰ کے امرِکن سے دولت ملی ہے)

مصطفےٰ ساکن شدے زانداختن باز ہجراں آوریدے تاختن

(آپ ؐ اپنے آپ کو گرانے سے رُک گئے، پھر آپ کو ہجر ستانے لگا)

باز خود راسرنگوں از کوہ او می فگندے از غم و اندوہ او

(پھر آپ اپنے آپ کو غم و دکھ کی وجہ سے پہاڑ سے سر کے بل گرانے لگے)

باز گشتے پیش پیدا جبرئیل کہ مکن ایں کہ تو شاہی بے بدیل

(پھر جبرئیل سامنے آئے کہ آپ ایسا نہ کریں آپ کو تو بے مثال بادشاہی ملی ہے)

ہمچنیں می بود تا کشف حجیب تا بیابد آں گہر را او ز حبیب

(پردہ میں ہو جانے والی صورت حال کے واضح ہونے تک آپ اسی طرح رہے یہاں تک آپ نے اس گوہر کو اپنے محبوب سے پالیا)

بہر ہر محنت چو خود رامی کشند اصل محنتہا ست ایں چونش کشند

(ہر تکلیف کی وجہ سے اپنے آپ کو مارتے ہیں اس طرح جب مارتے ہیں تو یہ سب تکلیفوں کی بنیاد ہے)

اے خنک آں کو فدا کردہ است تن بہر آں کارزد فدائے اوشدن

(اے سست! وہ آدمی جس نے اپنا جسم قربان کردیا، اس کام کے لئے اسی پر قربان ہونا چاہیے)

بارے آں مقبل فدائے ایں تن است کاندراں صد زندگی در کشتن است

(کئی بار وہ شریف آدمی اس پر قربان ہے کیونکہ اس راہ میں مرنے میں سو زندگیاں ہیں)

عن سعد قال سئل النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم ای الناس اشد بلاءً قال الانبیاء ثم الامثل فالا مثل یبتلی الرجل علیٰ حسب دینه فان کان فی دینه

www.ahlehaq.org

صلباً اشتد بلاء ہ للعارف الرومی فی حاصلہ ۔

زاں بلاہا کانبیا برداشتند سربہ چرخ ہفتمیں افراشتند
(وہ مصیبتیں جوانبیائے کرامؑ نے اٹھائی ہیں انہوں نے اپنا سر ساتویں آسمان پر بچھایا ہے)

وان کان فی دینہ رقة ھون علیہ فما زال کذلک حتیٰ یمشی علی الارض مالہ ذنب رواہ الترمذی و ابن ماجة والدارمی۔

اقوال عارفین وعشاق (از عارف شیرازیؒ)

زپیچ[1] زلف تو ہر حلقہ و آشوبے (۱) زسحرِ چشم تو ہر گوشۂ و بیمارے
(تیری زلف کے بل کی وجہ سے ہر حلقہ میں شور ہے، تیری آنکھ کے جادو کے سبب ہر کونے میں بیمار پڑا ہے)

تحصیل عشق ورندی آساں نمود اول (۲) جانم بسوخت آخر درطے ایں منازل
(عشق ورندی کا حاصل ہونا پہلے آسان لگتا ہے، آخران منزلوں کو طے کرنے میں میری جان جل گئی)

الایا ایہا الساقی ادرکا ساوناولہا (۳) کہ عشق آساں نمود اول ولے افتاد مشکلہا
(سن اے ساقی کہ جام گھما اور اسے تھما کیونکہ عشق پہلے آسان نظر آتا ہے لیکن اس میں بڑی مشکلیں ہیں)

درریست درد عشق کہ اندر علاج او (۴) ہر چند سعی بیش نمائی بترشود
(عشق کا درد ایسا درد ہے کہ اس کے علاج میں تو جتنی زیادہ کوشش کرے گا وہ اور بڑھے گا)

بحریست بحر عشق کہ ہیچش کنارہ نیست (۵) آنجا جز اینکہ جاں بسپا رند چارہ نیست
(عشق کا سمندر ایسا سمندر ہے جیسا کوئی کنارہ نہیں ہے، وہاں جان حوالے کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے)

بہ فتراک بلا جانہا چو بربندند بربندند (۶) ززلفِ عنبریں دلہا چو بفشانند بفشانند
(مصیبتوں کے خانہ میں جب جانیں ڈالنے لگتے ہیں تو ڈالتے ہی جاتے ہیں، عنبر جیسی زلف سے جب دلوں کو پھینکنے لگتے ہیں تو پھینکتے چلے جاتے ہیں)

دکانِ عاشق رابسیار مایہ باید (۷) دلہاے ہمچو آتش چشماں رودبارے
(عاشق کی دکان کے لئے بہت سرمایہ چاہیے آگ جیسے دل اور بہتی نہر جیسی آنکھیں چاہئیں)

---

[1] بتغییر یسیر ۱۳

www.ahlehaq.org

درآں ہوا کہ جز برق اندر طلب نباشد (۸) گر خرمنے بسوز د چندیں عجب نباشد
(عشق کی طلب میں بجلی کے سوا کچھ نہیں ہے، اگر یہ طلب کھیت ہی کو جلا دے تو عجیب نہ ہوگا)
مرغے کہ باغمِ دل شدا نقیش حاصل (۹) برشاخسارِ عمرش برگِ طرف نباشد
(جس پرندے کو دل کے غم کے ساتھ محبت ہو جائے اس کی زندگی کے رخسار پر کبھی خوشی کے آثار نہ ہوں گے)
در رہِ منزلِ لیلےٰ کہ خطر ہاست بجاں (۱۰) شرط اول قدم آنست کہ مجنوں باشی
(لیلیٰ کی منزل کے راستہ میں جان کو خطرے ہیں، اس کے پہلے قدم کی شرط یہ ہے کہ تو مجنوں ہو)
تاصد ہزار خار نمی روید از زمیں (۱۱) از گلبنے گلے بہ گلستان نمی رسد
(جب تک زمین سے لاکھوں کانٹے نہ اگیں، کسی کیاری میں باغ اور پھول نہیں اُگتے)
درطریق عشقباری امن وآسائش خطاست (۱۲) ریش باد آں دل کہ بادردش بجوید مرہمے
(عشق بازی کے راستہ میں امن وآرام غلطی ہے، وہ دل زخمی ہی رہے گا جو درد میں مرہم چاہتا ہے)
اہل کام وناز راور کوئے رنداں راہ نیست (۱۳) رہروے باید جہاں سوزے نہ خامے بیغمے
(مصروفیت اور ناز والوں کے لئے رندوں کی گلی میں کوئی راستہ نہیں ہے، اس میں ایسے مسافر کی ضرورت ہے جو جہان کو جلا کے آیا ہو، وہ نہیں چاہیے جو پختہ نہ ہو اور بے غم ہو)
در ہر کہ بنگری بہ غمے از تو مبتلا ست (۱۴) یک دل ندیدہ ام کہ زعشقت خراب نیست
(جسے دیکھے وہی تیرے عشق کے غم میں مبتلا ہے، میں نے کوئی ایسا دل نہیں دیکھا ہے جو تیرے عشق سے بیمار نہ ہوا ہو)

از حضرت عراقی رحمہ اللہ

بہ عالم ہر کجا وبلا بود (۱۵) بہم کردند و عشقش نام کردند
(جہان میں جہاں کہیں دکھ وآزمائش تھی اسے جمع کر کے اس کا نام عشق رکھ دیا)

از نواب مصطفےٰ خان صاحب شیفتہؒ

شعلۂ خوجا نگداز ولمعۂ روتاب سوز (۱۶) ہاں نہ پنداری کہ در وصل است آساں زیستن

www.ahlehaq.org

(جان کو پگھلانے والے شعلہ اور روشن چہرہ کو جلانے والی بجلی ہے، ہاں یہ نہ سمجھ کہ وصل میں جینا آسان ہے)

درخرابات یکے نیست کہ رسوا نبود (۱۷) بلبلے نیست بہ گلزار کہ شیدا نبود

(اس ویرانے میں کوئی نہیں ہے، جو رسوا نہ ہوا ہو، گلزار میں کوئی بلبل نہیں جو عشق میں مبتلا نہ ہو)

آسودہ خاطری و تجلی طلب کنی (۱۸) ایں برق کے بجز دل ناشاد ماں رسد

(تیری طبیعت مطمئن ہے اور تو جلوہ نمائی کی خواہش کرتا ہے، یہ بجلی دردمند دل کے سوا کسے حاصل ہوتی ہے)

اتصالِ دوست آساں نیست پیش از اتصال (۱۹) انفصالِ تن زجان و جاں زتن خواہد شدن

(وصل سے پہلے دوست کا وصال آسان نہیں ہے پہلے بدن سے روح کو پھر روح کو بدن سے الگ ہونا پڑتا ہے)

از حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمہ اللہ

جان صدیقاں ازیں حسرت بریخت (۲۰) کآسماں برفرق ایشاں خاک بیخت

(سچوں کی جان اسی حسرت میں چلی گئی کہ آسمان نے ان کے سروں پر زمین رکھ دی)

از عارف رومی رحمہ اللہ

اینچنیں شیخے گدائے کوبکو (۲۱) عشق آمد لا اُبالی فاتقوا

(عشق بڑا بے پرواہ ہے، بچ کے رہنا ایک بوڑھا گلی گلی میں یہ صدا لگا رہا تھا)

از حضرت جامی رحمہ اللہ

نسازد عشق را کنج سلامت (۲۲) خوشا رسوائی کوئے ملامت

(عشق کے لئے سلامتی کا کونہ مناسب نہیں، اس کیلئے تو ملامت کی گلی کی رسوائی اچھی ہے)

متفرقات

ماپروریم دشمن و ما می کشیم دوست (۲۳) کس را رسد نہ چون و چرا در قضاے ما

(ہم نے دشمن کو پالا ہے اور ہم ہی نے دوست کو قتل کیا، کسی کو ہمارے فیصلہ میں چوں چرا کی اجازت نہیں)

قطعہ

www.ahlehaq.org

www.ahlehaq.org

تابلا بر کسے قضا نکنیم (۲۴) نامِ او ز اولیا نکنیم

(جب تک کسی کے اوپر آزمائش پوری نہ کریں اس کا نام اولیاء میں شمار نہیں کرتے)

ایں بلا گوہر خزانۂ ماست (۲۵) گوہر خود بکس عطا نکنیم

(یہ آزمائش ہمارے خزانے کا موتی ہے ہم اپنا موتی کسی کو نہیں دیتے)

نوٹ: یہ کل اشعار پچیس ہیں۔

حالتِ قبض و بیعت کی حکمتیں (جزو اول)

اب حسب وعدہ سالکین کے فائدہ بالخصوص اہل ابتلاء کی تسلی کے لیے اس حالت رضیعہ یعنی قبض و ہیبت کی چند خاص خاص حکمتیں بھی نمونہ کے طور پر بیان کی جاتی ہیں۔ وباللّٰہ التوفیق۔

اس فصل کے تین جزو ہیں۔ جزو اول میں انشاء اللہ تعالیٰ وہ حکمتیں بیان کی جائیں گی جو حضرت والا کے مجموعی حالات کے مشاہدہ سے بداہۃً مفہوم ہوتی ہیں۔ جزو دوم میں ان حکمتوں کو نقل کیا جائے گا جو خود حضرت والا نے اپنی بعض تحریرات میں ارقام فرمائی ہیں اور جزو سوم میں وہ حکمتیں درج کی جائیں گی جو آیات واحادیث اور کلام قوم میں منتشر طور پر مذکور ہیں۔

www.ahlehaq.org

صورۃً ابتلاء حقیقۃً بارانِ رحمت

جزو اول:۔ حضرت والا کا یہ باطنی ابتلاء بمصداق ارشاد خداوندی عسیٰ اَنْ تَکْرَھُوْا شَیْئًا وَّھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ۔ محض صورۃً ابتلاء تھا حقیقۃً سرچشمہ الطاف رب العلیٰ اور منبع رحمت خدا تھا۔ جس کے اندر نہ صرف خود حضرت والا کی بے انتہا ترقیات باطنیہ خاصہ مضمر تھیں بلکہ طالبین کی بے شمار مصالح دینیہ عامہ بھی مستتر تھیں۔ اس وقت تو حضرت والا اس بلائے ناگہانی سے بے حد پریشان تھے کہ یا اللہ میں کس مصیبت میں گرفتار ہو گیا لیکن یہ خبر نہ تھی کہ اس ظلمات کی تیرگی میں چشمۂ آب حیات موجیں مار رہا ہے اور یہ جو غم واندوہ کی گھنگھور گھٹا قلب محزوں پر چاروں طرف سے چھائی ہوئی ہے درحقیقت نزول باران رحمت الٰہی کا پیش خیمہ ہے۔ حضرت والا کو جو جو ترقیات باطنیہ خاصہ اس ابتلاء سے حاصل ہوئیں ان کا تفصیلی علم تو بھلا کسی کو کیا ہو سکتا ہے کیونکہ

www.ahlehaq.org

میان عاشق و معشوق رمزیست کراماً کاتبیں راہم خبر نیست

(عاشق و معشوق کے درمیان ایسی خفیہ باتیں ہیں جن کی کراماً، کاتبین کو بھی خبر نہیں ہے)

اور نہ اس تفصیل کو حضرت والا سے دریافت کرنے کی کوئی جرأت کرسکتا ہے۔ بفحوائے ؎

اکنوں کراد ماغ کہ پُرسد ز باغباں بلبل چہ گفت وگل چہ شنید وصبا چہ کرد

(اب کس کو ہمت ہے کہ باغ کے مالک سے پوچھے کہ بلبل نے کیا کہا، پھول نے کیا سنا اور صبا نے کیا کہا)

مقام عبدیت میں رسوخ

لیکن اجمالاً اتنا سب اہل طریق کو معلوم ہے کہ سلوک کا اعلیٰ ترین مقام مقام عبدیت ہے اور یہ بھی مسلمات اہل طریق سے ہے کہ ایسے شدید و مدید قبض میں جیسا کہ حضرت والا کو پیش آیا تھا ثابت قدم رہنے کے بعد سالک بعون اللہ تعالیٰ نے مقام عبدیت میں نہایت متمکن اور راسخ القدم ہو جاتا ہے کیونکہ متصرف حقیقی کے تصرفات عظیمہ کو خود اپنے اندر مشاہدہ کر لینے کے بعد اس کو اپنا ہیچ در ہیچ اور لاشئے محض ہونا روز روشن کی طرح مشاہد ہو جاتا ہے اور اس مشاہدہ عجز کی بدولت وہ بفضلہٖ تعالیٰ نزول کامل سے جو ترقیات باطنیہ کی انتہائی منزل ہے مشرف و ممتاز اور سربلند و سرفراز ہو جاتا ہے۔ نیز چونکہ تغیرات احوال قلب کا اس کو خوب اچھی طرح اور ذاتی طور پر تجربہ ہو چکا ہوتا ہے اس لیے عدم غلبہ ہیبت کی حالت میں بھی وہ عظمت و جلال خداوندی اور شوکت و ہیبت قضا وَ قدر الٰہی سے ہمیشہ ترساں ولرزاں ہی رہتا ہے اور اچھی سے اچھی باطنی حالت کو بھی اپنے اندر محسوس کرتے ہوئے اس کو کبھی عجب و ناز کا واہمہ بھی نہیں ہوتا کیونکہ بر بناء تجربہ سابق وہ اس حالت کو حدوثاً محض موہبت خدا اور بقاءً ہر وقت زیر تصرف رب العلیٰ یقین کئے ہوئے ہوتا ہے۔ غرض استحضار عظمت حق اس کا حال دائمی اور غایت ادب و احترام حضرت ذوالجلال والاکرام اس کا اقتضا طبعی اور تفویض کامل و فناء تام اس کا شعار زندگی ہو جاتا ہے یا بطور حاصل یوں کہئے کہ عبدیت محضہ اس کی صفت لازمہ و بندگی و سرافگندگی اس کی طبیعت ثانیہ بن جاتی ہے۔

چنانچہ حضرت والا کی ذات عالی صفات کے اندر ان اوصاف جلیلہ کا تحقق بدرجہ اتم ادنیٰ بصیرت رکھنے والوں کو بھی ملاحظہ حالات و مصنفات اور استماع ملفوظات و ارشادات

www.ahlehaq.org

سے رات دن کالشمس فی نصف النہار مشاہد ہو رہا ہے حاجت بیان نہیں کیونکہ عیاں راچہ بیان اور بیان بھی کیا جائے تو کیا کیا اور کیونکر کیونکہ ان اشعار کا مضمون صادق آ رہا ہے۔

داماںِ نگہ تنگ وگلِ حُسنِ تو بسیار　　گلچین بہار تو زداماں گلہ دارد

(نظر کا دامن تنگ ہے اور تیرے حسن کے پھول بہت ہیں، تیری بہار کے پھول چننے کو دامن سے گلہ ہے)

گر مصور صورت آں دلستاں خواہد کشید　　لیک حیرانم کہ نازش راچساں خواہد کشید

(اگر مصور اس دلبر کی تصویر بنانا چاہے گا تو میں حیران ہوں کہ اس کے نازوں کی تصویر کس طرح بنائے گا)

اپنے آپ کو کمتر سمجھنا

تاہم چند واقعات بطور نمونہ گزارش کیے جاتے ہیں۔

بارہا قسم کھا کھا کر فرمایا کرتے ہیں کہ میں اپنے آپ کو کسی مسلمان سے حتیٰ کہ ان مسلمانوں سے بھی جن کو لوگ فساق و فجار سمجھتے ہیں فی الحال اور کفار سے بھی احتمالاً فی المآل افضل نہیں سمجھتا اور آخرت میں درجات حاصل ہونے کا کبھی مجھے وسوسہ بھی نہیں ہوتا کیونکہ درجات تو بڑے لوگوں کو حاصل ہوں گے۔ مجھے تو جنتیوں کی جوتیوں میں بھی جگہ مل جائے تو اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ہو اس سے زیادہ کی ہوس ہی نہیں ہوتی اور اتنی ہوس بھی بر بناء استحقاق نہیں بلکہ اس لیے کہ دوزخ کے عذاب کا تحمل نہیں اور یہ جو میں بضرورت اصلاح زجر و توبیخ کیا کرتا ہوں تو اس وقت یہ مثال پیش نظر رہتی ہے جیسے کسی شاہزادے نے جرم کیا ہو اور بھنگی جلاد کو حکم شاہی ہوا ہو کہ اس شہزادے کو دُرے لگائے تو کیا بھنگی جلاد کے دل میں دُرے مارتے وقت کہیں یہ بھی وسوسہ ہو سکتا ہے کہ میں اس شاہزادے سے افضل ہوں۔ غرض کوئی مومن کیسا ہی بداعمال ہو میں اس کو حقیر نہیں سمجھتا بلکہ فوراً یہ مثال پیش نظر ہو جاتی ہے کہ اگر کوئی حسین اپنے منہ پر کالک مل لے تو اس کو جاننے والا کالک کو برا سمجھے گا لیکن اس حسین کو حسین ہی سمجھے گا اور دل میں کہے گا کہ یہ جب کبھی بھی صابون سے منہ دھوئے گا پھر اس کا وہی چاند سا منہ نکل آئے گا غرض مجھ کو صرف فعل سے نفرت ہوتی ہے۔ فاعل سے نفرت نہیں ہوتی۔ اھ۔

www.ahlehaq.org

بارگاہ الٰہی کے لائق کوئی عمل نہیں ہے

ایک بار احقر نے حضرت والا کے ایک ذی فضل معتقد کا یہ قول نقل کیا کہ میں آخرت میں اپنا کوئی عمل ایسا نہ پیش کر سکوں گا جو خالص ہو۔ اس کو سن کر حضرت والا جو اس وقت کسی خط کا جواب لکھ رہے تھے لکھتے لکھتے بے اختیار رک گئے اور چہرۂ مبارک پر بہت نمایاں آثار سخت خجلت وندامت کے ظاہر ہونے لگے اور غلبۂ عبدیت سے بیٹھے بیٹھے کسی قدر جھک بھی گئے اور پھر تھوڑی دیر تک اسی ہیئت سے ساکت بیٹھے رہنے کے بعد بہت حسرت کے لہجہ میں فرمایا کہ جی ہاں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے لائق کیا کوئی عمل پیش کیا جا سکتا ہے۔ پھر لیلۃ اللبن والی حکایت بیان فرمائی۔

تکبّر کے شک سے خوف

ایک بار فرمایا کہ جب میں کسی کے ہدیہ کو رد کرتا ہوں تو گو وجہ کے ساتھ ہو لیکن بہت ڈرتا ہوں کیونکہ غور کرنے سے کسی قدر شک کبر کا ہوتا ہے جس سے نہایت خوف ہوتا ہے اللہ تعالیٰ معاف فرماویں۔ استغناء اور کبر میں فرق نہایت دشوار ہے دونوں بہت متشابہ ہیں کبھی اس میں دھوکہ ہو جاتا ہے کہ جس کو ہم استغناء سمجھ رہے ہیں وہ دراصل ہوتا ہے کبر خدا ہی محفوظ رکھے تو انسان محفوظ رہ سکتا ہے ورنہ ہمارا ہر قول فعل حال قال سب ہی پُر از خطر ہے کوئی حالت خطرہ سے خالی نہیں۔ مجھے تو اب وہ شعر اکثر یاد آیا کرتا ہے جو کبھی بچپن میں پڑھا تھا۔

من نگویم کہ طاعتم بہ پذیر قلمِ عفو برگنا ہم کش

(میں یہ نہیں کہتا کہ میری عبادت قبول کر، بس میرے گناہوں پر معافی کا قلم کھینچ دے)

بلکہ بروئے حدیث (یعنی قول حضرت عمرؓ کہ ہمارے جو اعمال حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں ہوئے ہیں وہ تو مقبول ہو جاویں اور حضور کے بعد جو ہوئے ہیں اگر ان پر مواخذہ نہ ہو تو غنیمت ہے اجر کی ہم ہوس نہیں کرتے ۱۲) برگنا ہم تو کیا حق تعالیٰ خود ہماری طاعات کو معاف فرمادے۔ اور طاعات تو خیر کیا قابل معافی ہوتیں مطلب یہ ہے کہ جو ان میں کوتاہی ہے وہ معاف فرمائے کیونکہ جن کو ہم اپنی طاعات سمجھ رہے ہیں وہ درحقیقت طاعات ہی کب ہیں جس طرح کوئی بے ڈھنگے طور سے پنکھا جھل رہا ہو یا اور کوئی خدمت کر رہا

www.ahlehaq.org

ہوتو وہ اپنے جی میں بڑا خوش ہوگا کہ ہم خدمت کررہے ہیں حالانکہ بعضوں کی خدمت سے سخت اذیت ہوتی ہے لیکن محض دلشکنی کی وجہ سے ان کو منع نہیں کیا جاتا اسی طرح ہماری طاعات ہیں کبھی کوئی یہ خیال نہ کرے کہ ہم نے گھنٹہ بھر تک اللہ اللہ کیا ہے یہ خبر نہیں کہ وہاں کچھ پوچھ تک نہیں ہوئی ایسی طاعات پر میں کہتا ہوں کہ ہم لوگوں پر اگر مواخذہ نہ ہو تو غنیمت ہے۔ درجات کی تو اہل درجات تمنا کریں۔ یہاں تو بس یہ التجا ہے کہ حق تعالیٰ سزا سے بچاویں۔ خواہ جنت میں صف نعال ہی میں جگہ مل جائے۔(منقول از حسن العزیز جلد اول ملفوظ نمبر ۹۸)

ایک رئیس کے خط کا جواب

ایک ذی وجاہت رئیس کے ایک بڑے عہدے دار عزیز کو دفعۃً سخت نمونیہ ہوگیا جس سے سب اعزہ کو نہایت درجہ تشویش لاحق ہوگئی کیونکہ زندگی کی بھی امید نہ رہی تھی ان رئیس صاحب نے گھبرا کر حضرت والا کو فوراً تار دیا کہ دعائے صحت فرماویں۔ حضرت والا نے دعا فرمائی بفضلہ تعالیٰ خلاف توقع بہت جلد مرض کا استیصال ہوگیا۔ جس سے ڈاکٹروں کو بھی حیرت تھی۔ ان رئیس صاحب نے حضرت والا کو لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور والا کی دعا کو قبول فرمالیا اور ہم لوگوں کو زندہ درگور ہونے سے بچالیا جب انتہائی وحشت ہوئی تو حضور والا کو تار دیا۔ قاضی کی دوڑ مسجد تک اھ۔ احقر کو بھی یہی لکھا تھا کہ قاضی کی دوڑ مسجد تک۔ جب کوئی پریشانی لاحق ہوتی ہے تو حضرت قبلہ ہی کو دعا کے لیے تکلیف دی جاتی ہے اور بفضلہ تعالیٰ ہمیشہ کامیابی ہوتی ہے۔ قاضی کی دوڑ مسجد تک کے فقرے پر حضرت والا نے غایت تواضع سے نہایت لطافت کے ساتھ تحریر فرمایا کہ مسجد مگر بے چھت کی جس میں نہ سردی کا بچاؤ نہ دھوپ کا نہ بارش کا مگر معتقدین چھتریاں کھول کر کھڑے ہوجاتے ہیں اور نام مسجد کا وہ چھتری آپ کی محبت اور حسن ظن ہے۔ (جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ فضل فرمادیتے ہیں۔۱۲)

اپنی کسی حالت پر ناز نہ کرو

ایک سلسلہ کلام میں نہایت پراثر اور بہت ہی پستی اور شکستگی کے لہجہ میں فرمایا کہ نہ علم کا اعتبار نہ عمل کا اعتبار نہ حال کا اعتبار نہ مقام کا اعتبار کسی شے کا اعتبار نہیں یہاں تک کہ جو سب

www.ahlehaq.org

سے زیادہ ضروری چیز ہے یعنی ایمان اس کے بقاء کا بھی اعتبار کیونکہ قضا و قدر سب جکڑ بند ہیں۔ کیا معلوم کس کے لیے کیا مقدر ہو چکا ہے۔ بارہا ایسا ہوتا ہے کہ آدمی جانتا ہے کہ یہ گناہ ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ اس سے بچنا بھی اختیاری ہے لیکن پھر اس میں مبتلا ہوتا ہے اور اپنے اختیار سے اپنے آپ کو اس میں مبتلا کرتا ہے آخر وہ کون ہے جو اس کو کشاں کشاں لے جا رہا ہے اور پھر دلائل سمعیہ وعقلیہ سے بھی یہ واجب کہ جبر کا بھی عقیدہ نہ رکھو اور واقع میں بھی جبر نہیں۔ بہت ہی نازک بات ہے اور بہت ہی ڈرنے کا مقام ہے اپنی کیسی ہی اچھی حالت ہو ہرگز ناز نہ کرے اور دوسرے کی کیسی ہی بری حالت ہو ہرگز اس پر طعن نہ کرے کیا خبر ہے کہ اپنی حالت اس سے بھی بدتر ہو جائے۔ پھر اپنا واقعہ کچی گڑھی کے وعظ کا (جس میں بیان پر قدرت ہی نہ ہو سکی تھی اور مجبوراً وعظ موقوف کرنا پڑا تھا جس کا مفصل حال باب ہشتم ''مواعظ حسنہ'' میں گزر چکا ہے) بیان فرما کر فرمایا کہ بھلا کس چیز پر ناز کیا جائے۔ ہمارا علم و عمل حال و مقام سب خدا کے قبضہ میں ہے۔ **مایفتح اللّٰہ للناس من رحمة ولاممسک لھا وما یمسک فلامرسل له من بعدہ**۔ اللہ تعالیٰ جس رحمت کو کشادہ کرنا چاہیں کوئی اس کا روکنے والا نہیں اور جس رحمت کو روکنا چاہیں کوئی اس کا کشادہ کرنے والا نہیں کوئی چیز انسان کے مستقل اختیار میں نہیں۔ ایک بار نہایت خشیت کے لہجہ میں فرمایا کہ دیا سلائی کی طرح سارے مواد خبیثہ نفس میں موجود ہیں بس رگڑ لگنے کی دیر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب تک رگڑ سے بچا رکھا ہے بچے ہوئے ہیں۔ فرعون و ہامان کو نہیں بچایا ان میں وہ مادے سلگ اٹھے اللہ تعالیٰ ہی محفوظ رکھے تو انسان محفوظ رہ سکتا ہے ورنہ ہر وقت خطرہ ہے مولانا رومیؒ فرماتے ہیں ۔

علتِ ابلیس انا خیر بدست　　　　ایں مرض در نفسِ ہر مخلوق ہست

(شیطان کی بیماری یہی تھی کہ وہ اپنے آپ کو اچھا کہتا تھا، یہ بیماری ہر مخلوق میں ہے)

اکثر گمراہ فرقوں کے عقائد واہیہ کے تذکروں میں بے اختیار ہاتھ جوڑ جوڑ کر اللہ تعالیٰ سے نہایت عجز و نیاز کے لہجہ میں عرض کرنے لگتے ہیں اے اللہ اپنے قہر سے بچائیو اے اللہ اپنے قہر سے بچائیو اور حضرت مولانا رومیؒ کا یہ شعر پڑھنے لگتے ہیں ۔

از شراب قہر چوں مستی دہی　　　　نیستہا را صورت ہستی دہی

www.ahlehaq.org

(جب تجھے قہر کے شراب کی مستی آتی ہے تو تو نہ ہونے کو ہونے کی صورت دے دیتا ہے)

اور فرمانے لگتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا قہر ہوتا ہے تو باطل چیزیں بھی حق نظر آنے لگتی ہیں اور اوہام باطلہ بھی حقائق کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔

لوگوں کے مصافحہ کے وقت نیت

رمضان المبارک ۱۳۵۳ھ کے آخری جمعہ کی نماز کے بعد ایک انبوہ کثیر حضرت والا سے مصافحہ کرنے کے لیے بیتابانہ منتظر تھا حضرت والا نے بجائے اس کے کہ اپنی جگہ سے اٹھنے کے بعد ہی سے مصافحہ کی اجازت دیں سب کو روک دیا جب تک میں حوض پر جا کر نہ بیٹھ جاؤں گا کسی سے مصافحہ نہ کروں گا کیونکہ ہجوم کی کثرت سے بباعث کبر سنی گر جانے کا اندیشہ تھا۔ چنانچہ اس غرض کے لیے حوض تک اس طور پر تشریف لے گئے کہ اپنے دونوں ہاتھ الگ الگ دو صاحبوں کے ہاتھوں میں دے دیئے اگر چلتے ہوئے کوئی مصافحہ کے لیے بڑھتا تو فرما دیتے کہ میرے ہاتھ تو رکے ہوئے ہیں اگر ابھی مصافحہ کرنا ہو تو ان سے مصافحہ کرلو جن کے ہاتھوں میں میرے ہاتھ ہیں اور میں تو حوض پر بیٹھ کر مصافحہ کروں گا ے پھر حوض پر بیٹھ کر دیر تک اطمینان کے ساتھ لوگوں سے مصافحہ فرماتے رہے فارغ ہونے کے بعد جائے نشست پر تشریف لا کر فرمایا کہ میں تو واللہ اپنی بڑی سعادت سمجھتا ہوں کہ ایک ناکارہ شخص کے اتنے مسلمان محبت کرنے والے ہیں لیکن بے ڈھنگا پن برا معلوم ہوتا ہے۔ اگر میں یہ انتظام نہ کرتا تو ہڑبونگ میں لوگوں کے چوٹیں آ جاتیں اور مجھے خود بھی بوجہ ضعف گر جانے کا اندیشہ تھا۔ اب اطمینان کے ساتھ سب سے مصافحہ ہو گیا اور میں نے اس نیت سے مصافحہ کیا ہے کہ کیا اتنے سارے محبت کرنے والے مسلمانوں میں سے کوئی بھی خدا کا مقبول و مرحوم بندہ نہ ہوگا۔ کیا نعوذ باللہ سب مبغوض اور دوزخی ہی ہوں گے اگر اتنے سارے محبت کرنیوالوں میں ایک بھی مرحوم ہوا تو کیا مجھ کو دوزخ میں جلتا ہوا دیکھ کر اسے رحم نہ آ جائے گا اور اللہ میاں سے سفارش کر کے وہ مجھ کو دوزخ سے نہ نکلوا لے گا۔ اھ۔

میرا کوئی کمال نہیں ہے

بارہا فرمایا کہ یہ جو اصطلاح نفس کی سہل سہل اور نافع تدابیر اللہ تعالیٰ ذہن میں ڈال دیتے

www.ahlehaq.org

www.ahlehaq.org

ہیں یہ سب طالبین ہی کی برکت ہے۔ میرا کوئی کمال نہیں اللہ تعالیٰ کو منظور ہے کہ میرے بندوں کی اصلاح ہو اور نفع پہنچے لہذا ایک ناکارہ سے خدمت لے رہے ہیں اور جس کو اپنے علوم و معارف پر ناز ہو طالبین سے الگ ہو کر تو ذرا دیکھئے واللہ جو بالکل ہی پٹ نہ ہو جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ اوروں ہی کے نفع کے لیے اس کو یہ علوم و معارف عطا فرما رکھے ہیں ع۔ خاص کند بندہ مصلحت علم را۔ ماں یہ ناز نہ کرے کہ میں بچہ کو دودھ پلاتی ہوں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کو منظور ہے کہ بچہ کی پرورش ہو اس لیے اس نے گوشت میں بھی دودھ پیدا کر دیا ہے۔ یہ جو دودھ چھاتیوں میں سے ابل رہا ہے یہ بچہ کے جذب ہی کی برکت ہے۔ اگر ماں بچہ کو دودھ پلانا چھوڑ دے تو پھر دودھ ہی خشک ہو جائے اسی طرح اگر کنویں میں ڈول نہ ڈالا جائے اور پانی نہ نکالا جائے تو نیا پانی آنا بند ہو جائے۔ غرض اگر شیخ القاء چھوڑ دے تو تلقی بھی بند ہو جائے۔ اھ۔

نہ علم ہے نہ عمل

ایک اہل علم سے جن کو شیخ کی تلاش تھی اور جن سے حضرت والا بوجہ اس کے کہ انہیں خودرائی اور اعتراض کا مادہ تھا کشیدہ خاطر تھے۔ فرمایا کہ میں مسجد میں کھڑے ہو کر آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اپنے حضرات میں سے کسی سے بھی آپ جس روز بیعت ہو جائیں گے اور مجھ کو مطلع کر دیں گے انشاء اللہ تعالیٰ اسی وقت سے میرے قلب کے اندر شائبہ بھی کسی قسم کے تکدر کا آپ کی جانب سے نہ رہے گا۔ پھر میں آپ کو اپنا دوست اور اپنے کو آپ کا خادم سمجھوں گا باقی اپنی غرض کے حصول کا یہاں پر آپ خیال بھی نہ لائیں کیونکہ میں آپ جیسے ذی علم کی دستگیری کا ہرگز اہل نہیں ہوں اس پر اگر آپ کہیں تو میں حلف اٹھا سکتا ہوں اھ۔ (ماخوذ از حسن العزیز جلد اول ملفوظ نمبر ۹۲) اسی کے مناسب حضرت والا کا ایک حال کا ملفوظ بھی ہے۔ فرمایا کہ میرے اندر نہ علم ہے نہ عمل ہے۔ نہ کوئی کمال ہے لیکن الحمد للہ اپنے خلو کا اعتقاد تو ہے اللہ تعالیٰ بس اسی سے فضل فرما دے گا۔ اھ۔

سب اللہ کی تائید ہے

ایک طالب نے ایک سخت مرض نفسانی کا علاج حضرت والا سے بذریعہ تحریر پوچھا

www.ahlehaq.org

حضرت والا نے جواب دیا جس سے بفضلہٖ ان کا وہ سخت مرض بالکل زائل ہو گیا۔ عرض کیا گیا کہ حضرت والا کی تعلیم میں تو کھلی ہوئی برکت ہے۔ فرمایا کہ میری تعلیم میں کیا رکھا ہے۔ حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی کی تائید ہے۔ اللہ تعالیٰ کارساز ہیں میں کیا چیز ہوں۔ چمار کو سڑک کوٹنا نہیں آتا مگر انجینئر اپنا ہاتھ اس کے دُرمٹ پر رکھ کر اس سے دُرمٹ چلواتا ہے تو سڑک کُٹ جاتی ہے۔ امر اصلاح میں نہ میرے علم کو دخل نہ فہم کو۔ خدا نے ایک کام میرے سپرد کیا ہے وہ میری مدد کرتے ہیں میرا کچھ بھی کمال نہیں۔

ادب کا غلبہ

حضرت والا پر حضرت حق جل وعلیٰ شانہ کے ادب کا اس قدر غلبہ رہتا ہے کہ ادنیٰ ایہام بے ادبی سے بھی سخت اجتناب فرماتے ہیں اگر سلسلہ کلام میں کسی کا بے ادبی کا قول نقل کفر کفر نباشد کے طور پر نقل فرمانے کا اتفاق ہوتا ہے تو اپنے دونوں ہاتھ جوڑ کر نہایت عجز و نیاز کے ساتھ بے اختیار فرمانے لگتے ہیں۔ الٰہی توبہ الٰہی توبہ۔ متعدد اشعار میں جن میں بے ادبی کا ایہام تھا نہایت لطیف اصلاحیں بھی فرمائی ہیں مثلاً اس شعر میں۔

فارغ از دغدغۂ گبر و مسلماں کر دی ‌ ‌ ‌ ‌ اے جنوں گرد تو گردم کہ چہ احساں کر دی

(تو نے مجھے مسلمان و کافر کی پریشانی سے آزاد کر دیا ہے، اے جنوں میں تیرے پاس آیا تو نے کیا احسان کر دیا)

الفاظ ''گبر و مسلماں'' کے بجائے دست و گریباں تجویز فرمائے ہیں اور۔

خود بخود آں بتِ عیار بہ بری آید ‌ ‌ ‌ ‌ نہ بزور نہ بزاری نہ بزری آید

(وہ مکار بت خود بخود باہر آ جاتا ہے، طاقت، منت اور دولت سے نہیں آتا)

میں بجائے بتِ عیار کے شہِ مختار کر دیا ہے جو بقیہ الفاظ کے بھی نہایت مناسب ہے اور۔

سوئے زلفش نظرے کردن و روئش دیدن ‌ ‌ ‌ ‌ گاہ کافر شدن و گاہ مسلمان بودن

(اس کی زلف کی طرف دیکھنا اور اس کے جسم و چہرے کو دیکھنا، کبھی کافر ہونا اور کبھی مسلمان ہونا)

میں دوسرے مصرعہ کو یوں کر دیا ہے ''گاہ شاداں شدن و گاہ پریشان بودن'' اس میں لفظ پریشان زلف کے بھی مناسب ہے اور۔

www.ahlehaq.org

ہمہ شہر پر زخوباں منم و خیال ماہے　　　چہ کنم کہ چشم بدبیں نکند بہ کس نگاہے

(سارا شہر حسینوں سے بھرا ہوا ہے اور میں ہوں کہ اپنے محبوب کے خیال میں مست ہوں، کیا کروں کہ یہ بری نظر والی آنکھ کسی اور کو دیکھتی ہی نہیں)

میں بجائے چشم بدبیں کے چشم بدخو یا چشم یک بیں کر دیا۔

مجھ میں تو عیوب ہی عیوب ہیں

ایک صاحب نے ایک خواب کی بناء پر جس میں ان کو تنبیہ کی گئی تھی کہ تو جو بزرگوں کی طرف سے فاسد خیالات رکھتا ہے ان سے جلد توبہ کر حضرت والا سے بھی ہاتھ جوڑ کر عرض کیا کہ میں جناب سے بھی معافی چاہتا ہوں۔ حضرت والا نے فوراً ان کے ہاتھ پکڑ کر علیحدہ کر دیئے اور فرمایا کہ اجی حضرت یہ آپ کیا کرتے ہیں مجھ سے معافی مانگنے کی کیا ضرورت ہے۔ مجھے آپ اس خواب میں کیوں داخل کرتے ہیں اس میں تو بزرگوں کا ذکر تھا بزرگوں سے ضرور معافی مانگنی چاہیے میں تو بقسم کہتا ہوں کہ میں اپنے اندر کوئی کمال نہیں پاتا نہ علمی نہ عملی نہ حالی نہ قالی بلکہ مجھ میں تو سراسر عیوب ہی عیوب بھرے پڑے ہیں۔ میری اگر کوئی برائی کرتا ہے تو یقین جانئے مجھے کبھی وسوسہ بھی نہیں ہوتا کہ میں برائی کا مستحق نہیں بلکہ اگر کوئی تعریف کرتا ہے تو واللہ تعجب ہوتا ہے کہ مجھ میں بھلا کون سی تعریف کے قابل بات ہے جو اس کا یہ خیال ہے اس کو دھوکا ہوا ہے۔ حق تعالیٰ کی ستاری ہے کہ میرے عیوب کو پوشیدہ کر رکھا ہے اس لیے مجھ کو کسی کا برا بھلا کہنا مطلق ناگوار نہیں ہوتا اور اگر کوئی میری ایک تعریف کرتا ہے تو اسی وقت اپنے دس عیب میرے پیش نظر ہو جاتے ہیں دوسرے یہ کہ آپ نے جو کچھ میرے بارہ میں برا بھلا کہا ہوگا۔ تو عدم واقفیت کی وجہ سے کہا ہوگا اس لیے آپ معذور ہیں۔ تیسرے یہ کہ مدت سے یہ دعا مانگ رہا ہوں۔ اور اب بھی تازہ کر لیا کرتا ہوں کہ اے اللہ میری وجہ سے اپنی کسی مخلوق پر مواخذہ نہ کیجئو۔ جو کچھ کسی نے میرے ساتھ برائی کی ہو یا آئندہ کرے وہ سب میں نے دل سے معاف کی۔ اس لیے مخلوق خدا کو میری طرف سے بالکل بےفکر رہنا چاہیے کوئی اپنے دل میں شبہ نہ رکھے۔ آپ بھی میری طرف سے بےفکر رہیے میں پیشتر ہی سب کو دل سے معاف کر چکا ہوں۔ آپ بھی اس عموم میں آ گئے بلکہ

www.ahlehaq.org

اگر کبھی ضرورت ہو تو میری طرف سے پوری اجازت ہے کہ جو کچھ آپ چاہیں مجھے کہہ سن سکتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ اگر میں معاف نہ کر دیا کروں اور دوسرے کو عذاب بھی ہو تو مجھے کیا نفع حاصل ہوا۔ اھ۔ (ماخوذ از حسن العزیز جلد اول ملفوظ نمبر ۶۰۲)

ایک بار فرمایا کہ اگر میں معاف نہ کروں تو کیاں میں کسی کو اپنی وجہ سے دوزخ میں جلتا ہوا دیکھ سکوں گا۔ استغفر اللہ۔ یہ بھی فرمایا کہ اس معافی میں حقوق مالیہ وغیرہ کو کوئی صاحب داخل نہ سمجھ لیں ورنہ لوگ میری چیزیں ہی اٹھا لے جائیں صرف سب و شتم مراد ہے۔

اپنے اعمال کی کوتاہی پر ندامت

کئی بار فرمایا کہ گو میں اعمال میں تو بہت کوتاہ ہوں لیکن الحمد للہ اپنی اصلاح سے غافل نہیں ہمیشہ یہی ادھیڑ بن لگی رہتی ہے کہ فلاں حالت کی یہ اصلاح کرنی چاہیے فلاں حالت میں یہ تغیر کرنا چاہیے غرض کسی حالت پر قناعت نہیں اور گو میں نجات کو اعمال پر منحصر نہیں سمجھتا محض فضل پر سمجھتا ہوں لیکن بندہ کے ذمہ یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے کہ اس کے اوامر کو بجا لائے اور نواہی سے اجتناب رکھے اس لیے مجھ کو اپنے اعمال کی کوتاہی پر سخت ندامت ہے اور ہمیشہ اپنی اصلاح کی فکر رہتی ہے۔ اھ۔ اپنے کسی منتسب کی دینداری اور تقویٰ کے حالات سن کر فرمایا کرتے ہیں کہ وہ باپ بڑا خوش قسمت ہے جس کی اولاد کمالات میں اس سے بڑھ جائے۔ یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو میرا نیک نام کرنا منظور ہے کہ جو پہلے سے نیک ہیں انہی کو میرے پاس بھیج دیتے ہیں۔ اور میں مفت میں نیک نام ہو جاتا ہوں۔

نے دام خوش نہ دانہ خوش اما ز اتفاق　　　ہر بار شاہباز درافتد بہ دامِ ما

(نہ جال اچھا ہے نہ دانہ اچھا ہے لیکن اتفاق سے ہر دفعہ ہمارے جال میں شاہباز آ پڑا)

ایک بار یہ بھی فرمایا کہ جس نے جو فن مجھ سے سیکھا وہ اس فن میں مجھ سے بڑھ گیا۔ غرض حیرت ہے کہ باوجود کمالات ظاہری و باطنی میں یگانہ روزگار ہونے کے اور بعض خاص کمالات کو تحدث بالنعمۃ کے طور پر اپنے اندر تسلیم کرتے ہوئے بھی حضرت والا اپنے کو ہیچ در ہیچ سمجھتے ہیں اور عُجب و کبر کا نام و نشان تک بھی نہیں جیسا اہل بصیرت پر روز روشن کی طرح واضح ہے و ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ ۱۲

www.ahlehaq.org

نوٹ: یہ بارہ واقعات بطور نمونہ عرض کیے گئے ہیں جن کا آیت فانفجرت منہ اثنتا عشرۃ عینا کے ساتھ عدد میں اتفاقی توافق ہو گیا۔

تنبیہ: کمال کی نفی کا مطلب و مصداق

حضرت والا کے ان واقعات و اقوال کو نقل کرنے کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کے اقوال و احوال عبدیت کے متعلق حضرت والا کی ایک ضروری تحقیق بھی اس جگہ نقل کر دی جائے۔ وہ یہ ہے کہ حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ العزیز بھی تقسیم فرمایا کرتے تھے کہ میرے اندر کوئی کمال نہیں۔ اس پر ایک معتقد نے حضرت والا کی خدمت میں اشکال پیش کیا کہ دو حال سے خالی نہیں اگر یہ قسم سچی ہے تو مولانا کے کمالات کی نفی جاتی ہے اور اگر سچی نہیں تو مولانا نے خلاف واقعہ قسم کیوں کھائی اس کے متعلق کیا عقیدہ رکھا جائے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ مولانا کو اپنی قسم میں سچا بھی سمجھا جائے اور کمالات کا اعتقاد بھی رکھا جائے کیونکہ مولانا جو نفی فرما رہے ہیں وہ کمالات متوفیہ کی اور ہم جو اعتقاد رکھتے ہیں وہ کمالات واقعہ کا لہذا کوئی تعارض نہیں۔ اھ۔ اس پر احقر عرض کرتا ہے کہ اس کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی بہل بلند مینار پر چڑھتا چلا جا رہا ہو اور اس کی نظر اوپر کو ہو تو وہ انتہائی بلندی پر بھی پہنچ کر یہی سمجھے گا کہ میں نے ابھی کچھ بھی اونچائی طے نہیں کی کیونکہ آسمان کی بلندی تو ابھی اتنی ہی معلوم ہوتی ہے تو گویا یہ ٹھیک ہے کہ آسمان کی بلندی کے لحاظ سے ابھی اس نے گویا کچھ بھی اونچائی طے نہیں کی لیکن اگر زمین سے دیکھا جائے تو وہ بہت اونچائی پر پہنچا ہوا ہے بقول حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ

آسماں نسبت بعرش آمد فرود لیک بس عالیست پیش خاک تود

(آسمان عرش کی نسبت پست ہے لیکن خاک کے ٹیلے سے بہت اونچا ہے)

چونکہ حق سبحانہ وتعالےٰ شانہ کی تجلیات لا متناہی ہیں اس لیے سالک عرفان کے کتنے ہی بلند مقام پر پہنچ جائے وہ اپنے کو ہنوز روز اول کا مصداق اور تہی دست ہی یقین کرتا ہے اور وہ اس یقین میں بالکل سچا ہوتا ہے۔ بفحوائے ماعرفناک حق معرفتک (ہم نے آپ کو اس طرح نہیں پہچانا جس طرح پہچاننے کا حق ہے) وفحوائے ارشاد مولانا رومیؒ ؎

www.ahlehaq.org

اے برادر بے نہایت درگہیست   ہر کہ بروے میرسی بروئے مئیست
(اے بھائی یہ بے انتہاء درگاہ ہے تو جس پر بھی پہنچے تو اسی کے سامنے ہے)
نیست کس را از حقیقت آگہی   جملہ می میرند با دست تہی
(کسی کو حقیقت سے واقفیت نہیں ہے سارے خالی ہاتھ مر رہے ہیں)

اس جگہ ایک مجذوب صاحب جھنجھانوی کا قول حضرت والا کے متعلق یاد آیا فرمایا کہ ترقی کر رہے ہیں اس سے یہی مقام مراد ہے۔ صاحب مقام ہذا جب ترقی باطنی کے درجات طے کرتا ہوا آگے بڑھتا ہے تو اس کو ہر درجہ حاصلہ بلحاظ درجات متوقعہ بالکل پست بلکہ لاشئے محض معلوم ہوتا ہے۔ یہی بناء حضرت والا کے مذکورہ بالا اقوال واحوال عبدیت کی ہے اور اسی قسم کے اقوال واحوال اکابر طریق سے بھی بکثرت منقول ہیں جیسا کہ واقف سے مخفی نہیں اور یہی بناء وہاں ہوتی تھی۔ غرض عارف کی جتنی بصیرت بڑھتی جاتی ہے عظمت حق کا انکشاف روز افزوں ہوتا چلا جاتا ہے اور آداب عبودیت کے روز بروز نئے نئے دقائق پیش نظر ہوتے چلے جاتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی عبادات وطاعات کو خواہ کتنی ہی کامل ہوں حقوق عظمت حق کے لحاظ سے ہیچ در ہیچ سمجھتا ہے اور اس کا یہ سمجھنا بالکل حق بجانب ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کا حق کسی طرح ادا ہو ہی نہیں سکتا۔ اسی وجہ سے عارف کو اپنی کسی درجہ کی بھی حالت پر قناعت نہیں ہوتی اور کسی درجہ کی بھی اصلاح پر اطمینان نہیں ہوتا اور یہی وجہ ہے کہ وہ قسمیں کھا کھا کر اپنے کمالات کی نفی کرتا رہتا ہے۔ تم التنبیہ

شیخ پر ورودِ کیفیات میں طالبین کی مصلحتیں

یہ تو ان منافع خاصہ کا اجمالی ذکر تھا جو خود حضرت والا کو اس حالت ہیبت کے طریان سے بفضلہٖ تعالیٰ حاصل ہوئے اور طالبین کے مصالح عامہ تو ظاہر و باہر ہیں کیونکہ کامل رہبر وہی ہو سکتا ہے جس کو ہر قسم کے نشیب وفراز طریق کا ذاتی تجربہ ہو چکا ہو اور ہر طرح کے عقبات خود اس کو پیش آ چکے ہوں چنانچہ خود حضرت والا ہی فرمایا کرتے ہیں کہ مجھ کو سخت سے سخت حالات پیش آ چکے ہیں لہذا احوال باطنی کا ایسا تجربہ ہو گیا ہے کہ کسی سالک کی کتنی

www.ahlehaq.org

ہی الجھی ہوئی حالت ہو اور وہ کیسی ہی باطنی پریشانی میں مبتلا ہو بحمداللہ مجھ کو اس کے معالجہ کے باب میں ذرا بھی تردد لاحق نہیں ہوتا اور بفضلہ تعالیٰ ایسی ایسی تدبیریں ذہن میں آ جاتی ہیں کہ ان کے استعمال سے وہ نہایت سہولت اور سرعت کے ساتھ اس حالت سے نکل جاتا ہے۔ بالخصوص وساوس و خطرات کی تشخیص ماہیت اور تجویز علاج میں تو اللہ تعالیٰ نے مجھ کو ایسی بصیرت عطا فرما دی ہے کہ آج کل کم لوگوں کو ہوگی۔ والا فخر اھ۔

اسی ارشاد کی تصدیق ایک دو سے نہیں بلکہ بلا مبالغہ صدہا سالکین سے ہو سکتی ہے جن کو حضرت والا نے بعون اللہ تعالیٰ سخت سخت عقبات سلوک سے نہایت سہولت و سرعت کے ساتھ بہت ہی مختصر مختصر کلمات حکمت آیات اور نہایت سہل سہل تدابیر پرتاثیر ارشاد فرما کر پار کرایا ہے اور پار کرا رہے ہیں جن میں سے بعض کا حال تربیت السالک کے مطالعہ سے معلوم ہو سکتا ہے اور بعض تو یہاں تک پریشان تھے کہ خودکشی پر آمادہ ہو گئے تھے لیکن ان کو حضرت والا کے ایک ہی خط سے بفضلہ کامل تسلی ہوگئی اور پھر وہ اپنے ارادہ سے باز آ گئے۔

ایک رئیس کی پریشانی کا علاج

بریلی میں ایک صاحب علم رئیس تھے جو مولانا محمد احسن صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ مرض وفات میں ان پر وساوس کا اس درجہ ہجوم ہوا کہ انہیں اپنے سوء خاتمہ کا اندیشہ ہونے لگا گھبرا کر حضرت والا کو بواسطہ منشی اکبر علی صاحب مرحوم جو حضرت والا کے چھوٹے بھائی تھے اور اس زمانہ میں بریلی میں بعہدہ سیکرٹری میونسپلٹی ممتاز تھے تکلیف شریف آوری دی۔ حضرت والا کو مریض پر اس قدر شفقت ہوتی ہے کہ اس کی درخواست کو حتی المقدور ضرور پوری فرماتے ہیں چنانچہ تشریف لے گئے۔ ان رئیس صاحب نے فوراً تخلیہ کرایا اور اپنی پریشانی کا اظہار کیا۔ حضرت والا نے ایسی تسلی آمیز تقریر فرمائی کہ ان کی ساری پریشانی دور ہوگئی اور وہ اس قدر مسرور ہوئے کہ بعد کو جتنے دن حضرت والا کا وہاں قیام رہا روزانہ بہ اصرار مکلف کھانے بھجواتے رہے حالانکہ حضرت والا کا قیام اپنے بھائی صاحب ہی کے مکان پر رہا۔ پھر قریب ہی زمانہ میں وہ رئیس صاحب بہ برکت ارشادات حضرت والا نہایت ہشاش بشاش دنیا سے رخصت ہوئے۔

www.ahlehaq.org

ایک وکیل صاحب کا علاج

۱۳۱۹ھ میں ایک وکیل صاحب کانپوری کو جو ایک درجہ میں صاحب علم بھی تھے احیاء العلوم کی کتاب الخوف کے مطالعہ سے سوءِ خاتمہ کا اس قدر اندیشہ ہو گیا تھا کہ مایوسی کی سی کیفیت ہو گئی تھی اور قریب تھا کہ نماز روزہ سب چھوڑ دیں اسی زمانہ میں حسن اتفاق سے حضرت والا بتقریب سفر کانپور تشریف لائے۔ انہوں نے وہ عبارات پیش کیں حضرت والا فرماتے ہیں کہ ان پر اس قدر خوف کا غلبہ تھا کہ ان سے عبارت بھی اچھی طرح نہیں پڑھی جاتی تھی۔ حضرت والا نے ان کے اشکالات کے نہایت تسلی بخش جوابات دیئے۔ جن سے ان کی پوری تسلی ہو گئی پھر انہی کی فرمائش پر ان جوابات کو حضرت والا نے قلمبند بھی فرمالیا جن کا مجموعہ بصورت رسالہ موسومہ بہ خاتمہ بالخیر طبع بھی ہو چکا ہے۔ یہ سب فیوض و برکات اسی غلبہ ہیبت کے ہیں جو حضرت والا پر طاری ہو چکا ہے جس کی بدولت حضرت والا کو دستگیری اہل ابتلاء میں بفضلہ ایسی کامل دستگاہ حاصل ہو گئی ہے کہ اس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔

اس پر جناب محترمہ بڑی پیرانی صاحبہ مدظلہا کی ارشاد فرمائی ہوئی ایک مثال یاد آئی۔ حضرت والا غلبہ ہیبت کے زمانہ میں جس وجہ پریشان تھے اس کا حال تو ناظرین کو معلوم ہو ہی چکا ہے جب پریشانی بہت زیادہ بڑھتی تو اپنا غم ہلکا کرنے کے لیے اپنی غمگسار و جاں نثار شریک غم و شادی رفیق زندگی یعنی حضرت بڑی پیرانی صاحبہ سے بھی اپنے پردرد حالات بیان فرماتے رہتے اور وہ حضرت والا کی باتوں کے نہایت مناسب اور تسکین بخش جوابات دے دے کر تسلی فرماتی رہتیں۔ حضرت والا فرماتے ہیں کہ مجھے ان کے جوابات سے بہت تسلی ہوئی تھی۔ اھ۔

احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ الحمدللہ اس امر میں بھی حضرت والا کو موافقت سنت کی برکت حاصل ہو گئی کیونکہ جب حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابتداً نزول وحی سے خوف زدہ ہو گئے تھے تو اس وقت اُم المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے بھی حضور کی بہت تسلی فرمائی تھی۔ حضرت بڑی پیرانی صاحبہ مدظلہا نے حضرت والا کی اس حالت غلبہ ہیبت کے فرو ہو جانے کے بعد بھی حضرت والا کو خوش کرنے کے لیے اس ابتلاء کی ایک نہایت اچھی مثال دی۔ فرمایا کہ اس کی ایسی مثال ہوئی جیسے کسی کو کہیں جانا ہو اور راستہ باغ

www.ahlehaq.org

کے اندر سے ہو لیکن اس کے برابر برابر ہی جھاڑ جھنکاڑ بھی ہوں اور وہ اتفاق سے جھاڑ جھنکاڑ میں ہو کر چلنے لگا تو گو کانٹوں کی وجہ سے اس کا تمام بدن لہولہان ہو گیا اور نہایت پریشانی اٹھانی پڑی لیکن راستہ برابر قطع ہوتا رہا اور آگے چل کر پھر وہ اسی پُر بہار راستہ پر پڑ گیا ایسے شخص کو تکلیف تو بیشک سخت ہوئی لیکن قطع مسافت میں کوئی حرج واقع نہیں ہوا اور اس تجربہ سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ وہ دوسروں کی بہت اچھی طرح رہبری کر سکے گا یعنی اگر کوئی سالک اس قسم کی پریشانی میں مبتلا ہو جائے گا تو وہ اس کو بہت آسانی کے ساتھ اس سے نکال سکے گا۔ اھ۔ اس مثال سے یہ حقیقت بھی واضح ہو گئی کہ مبتلائے قبض و ہیبت کو تکلیف تو بے شک سخت ہوتی ہے لیکن قطع طریق میں کوئی حرج واقع نہیں ہوتا۔

غرض یہ ابتلاء شدید خود حضرت والا کے لیے بھی نیز مسترشدین کے لیے بھی سراسر رحمت ہی رحمت تھا۔ بعون اللہ تعالیٰ بیان حکمت حالت قبض و ہیبت کے جزو اول سے فراغت ہوئی اب بنام خدا اس کے جزو دوم کو شروع کرتا ہوں یعنی ان حکمتوں کو نقل کرتا ہوں جو خود حضرت والا نے اپنی بعض تحریرات میں ارقام فرمائی ہیں۔ و باللہ التوفیق۔

جزو دوم

یعنی حالت قبض و ہیبت کی ان حکمتوں کا بیان جو خود حضرت والا نے اپنی بعض تحریرات میں ارقام فرمائی ہیں

(۱) حضرت والا ایک طالب کے طویل خط کے جواب میں جو مبتلائے قبض و وساوس تھے رسالہ مسمی بہ الابتلاء لاھل الاصطفاء کے آخر میں تحریر فرماتے ہیں "اب بعض منافع و مصالح وساوس و بعض اقسام قبض اور میل الی المعصیت کے سالک کے حق میں بیان کر کے اس عجالہ کو ختم کرتا ہوں۔ اس میں چند خفی الطاف رحمانیہ ہیں جن کو دیکھ کر مبتلائے بلیہ بیساختہ یہ کہہ کر پوری تسلی حاصل کرے گا۔

الالایجارن اخو البلیه　　　فللر حمن الطاف خفیه

(خبردار کوئی مصیبت والا ہرگز نہ گھبرائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مہربانیاں پوشیدہ بھی ہیں)

www.ahlehaq.org

نمبر۱اس شخص کو کبھی عجب نہیں ہوتا سمجھتا ہے کہ میں بدحال ہوں۔

نمبر۲: ہمیشہ ترسان رہتا ہے اپنے علم و عمل پر ناز نہیں ہوتا سمجھتا ہے کہ میرا علم و عمل و حال کیا چیز اس کی حقیقت دیکھ چکا ہوں۔

نمبر۳: اگر یہ عقبہ پیش آچکتا ہے شیطان کے مقابلہ میں اس میں قوت پیدا ہو جاتی ہے اس سے ڈرتا نہیں کہ بس اس سے زیادہ کیا کرے گا۔ اور بدوں اس کے گزرے ہوئے لطیف الطبع کو ہر مضر صحبت تک سے اندیشہ رہتا ہے جس کو میں نے ایک بار بیان کیا تھا کہ اس کی وجہ لطافت طبع معلوم ہوتی ہے۔

نمبر۴: مرتے وقت اگر دفعۃً یہ حالت پیش آتی تو پریشان ہو کر خدا جانے کس کس خیال میں مرتا اگر یہ عقبہ گزر جائے تو اس کے تحمل کی قوت ہو جاتی ہے اگر اس وقت بھی ایسا ہوا تو پریشان اور حق تعالیٰ پر بدگمان نہ ہوگا اطمینان و محبت حق میں جان دے گا۔

نمبر۵: یہ شخص محقق ہو جاتا ہے دوسرے مبتلا کی دستگیری آسانی سے کر سکتا ہے۔

نمبر۶: ہر وقت اپنے اوپر حق تعالیٰ کی رحمت دیکھتا ہے کہ ایسے نالائق کو ایسی نعمتیں عطا فرماتے ہیں۔

نمبر۷: اس حدیث کے معنی برائے العین دیکھ لیتا ہے کہ مغفرت عبد کے عمل سے نہ ہوگی۔ رحمت حق سے ہوگی۔ و غیر ذالک مما لا یحصیٰ اور میں نے اسی مجموعہ کو کہا تھا کہ کوئی حالت محمودہ پیدا ہونے والی ہے۔ (منقول از مقدمہ تبویب تربیۃ السالک)

(۲) ایک طالب نے جن پر ہیبت کا غلبہ تھا ایک طویل عریضہ حضرت والا کی خدمت میں لکھا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ کچھ عرصہ میں حالاً اور وجداناً اپنے اندر کفر کی حالت پاتا ہوں اگرچہ بحمد اللہ عقیدہ میں کچھ فرق نہیں لیکن ذوقاً اپنے اعمال و افعال افعال کفر معلوم ہوتے ہیں الخ حضرت والا نے حسب ذیل جواب تحریر فرمایا۔

(جواب) مبارک ہو یہ حالت ہیبت کہلاتی ہے جو حالت رفیعہ ہے اکابر صحابہ پر یہ حالت گزری ہے صحیح بخاری میں ستر صحابہ کی نسبت ہے کلھم یخاف النفاق علی نفسہ۔ انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد یہ حالت مبدل بہ اُنس ہو جائے گی مخاطب (یعنی خود

www.ahlehaq.org

حضرت والا۱۲) پر بھی یہ حالت گزری ہے جس میں ہزاروں منافع حاصل ہوئے زوال عجب ومشاہدہ قدرت ومعائنہ عجز خود وغیر ذلک۔ (منقول از تبویب تربیۃ السالک باب پنجم)

(۳)۔ ایک اور اہل قبض کے طویل خط کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں میں نے پورا خط پڑھا کوئی بات پریشان ہونے کی نہیں ہے یہ حالت قبض کہلاتی ہے جس کے اسباب مختلف ہوتے ہیں چنانچہ ایک سبب یہ بھی ہے کہ تحمل سے زیادہ کام کیا جائے۔ آپ کو یہی سبب پیش آیا اور یہ بری حالت نہیں ہے محمود اور نافع ہے بلکہ محققین نے اس کو بسط سے ارفع کہا ہے کہ اس سے اخلاق رذیلہ کا معالجہ زیادہ ہوتا ہے۔ بہرحال نہ لاعلاج ہے اور نہ خدانخواستہ یہ محرومی کی علامت ہے تمام ذاکرین کو قریب قریب یہ حالت پیش آتی ہے پھر اس سے نجات بھی ہو جاتی ہے اور اس کے بعد اور ترقی ہوتی ہے ایک علامت اس کے محمود ہونے کی خود آپ نے لکھی ہے۔ یعنی حب شیخ، مطرد اس سے محروم رہتا ہے۔ غرض بالکل تسلی رکھیں اور ذکر و شغل تھوڑا تھوڑا شروع کریں اور اپنی رائے سے نہ بڑھاویں مجھ کو معمولات کی اطلاع کرتے رہیں اور میری تعلیم کے موافق عمل کریں۔ انشاء اللہ تعالیٰ روز بروز ترقی ہوگی۔ (منقول از تبویب تربیت السالک باب پنجم)

(۴)۔ ایک اہل قبض کو تحریر فرماتے ہیں "حق تعالیٰ رحیم و حکیم ہیں جس شوق و ذوق سوز و گداز کو آپ کمال سمجھتے ہیں نہ وہ کمال ہے اور جس خشکی اور وسوسہ کو آپ نقصان سمجھتے ہیں نہ وہ نقصان ہے اگر آپ کو وہ کیفیات حاصل ہوتیں چونکہ آپ ان کو بڑی چیز سمجھتے ہیں ضرور عجب پیدا ہوتا خدا تعالیٰ نے عجب سے بچایا جو خدا تعالیٰ کی نعمت ہے اور اس پر شکر واجب نہ کہ بالعکس شکایت کی جائے۔

آنکس کہ تونگرت نمی گرداند او مصلحت تواز تو بہتر داند

(وہ ذات جو تجھے دولت مند نہیں بناتی وہ تیری بھلائی کو تجھ سے زیادہ جانتی ہے)

اس مضمون میں یہ باطنی دولت بھی داخل ہے اور جس چیز کو آپ نقصان سمجھ رہے ہیں اگر یہ نہ ہوتی تو آپ میں یہ انکسار نہ پیدا ہوتا جو بڑی نعمت ہے اور اس پر بھی شکر واجب ہے۔ البتہ چونکہ اس میں احتمال ناشکری کا ہے اس لیے اب اس کی حقیقت سمجھ لیجئے تا کہ اس

www.ahlehaq.org

پر بھی شکر کیجئے معلوم ہوتا ہے تربیت السالک کے مضمون کو آپ ذہن سے نکال دیتے ہیں۔ کلیہ سمجھ لیجئے کہ جو افعال اختیاری ہیں ان میں اللہ ورسول کے خلاف نہ کیا جائے تو پھر احوال خواہ کچھ ہی ہوں وہ چونکہ غیر اختیاری ہیں ان کی کچھ پرواہ نہ کرنا چاہیے کام کیے جایئے۔ آپ محروم نہیں ہیں ایک وقت میں یہ امر تحقیقاً بھی معلوم ہو جائے گا اب تقلیداً مان لیجئے۔ (منقول از تبویب تربیت السالک باب پنجم)

(۵)۔ ایک اور اہل قبض کو تحریر فرماتے ہیں'' مبارک مبارک یہ وہ حالت ہے کہ میری تمنا دل سے اپنے متعلقین کے لیے اس کے طاری ہونے کی بشرط البصیرۃ والاستقلال ہوا کرتی ہے اور اس کے منافع اس قدر ہیں کہ احصاء میں نہیں آتے مثلاً عجب وکبر کی جڑ کٹ جانا ہر وقت استحضار اپنے محل تصرف قہر میں ہونے کا۔ وساوس وخطرات غیر اختیاریہ یعنی تصرفات شیطانیہ کی انتہاء معلوم ہو کر جھجک نکل جانا جو کہ شرعاً عین مطلوب ہے اگر مرتے وقت کسی کو ایسی حالت پیش آوے وہ طبعاً گھبرا جائے اور خدا جانے گھبراہٹ میں کیا سمجھ بیٹھے حالت حیات وعلم میں اس کے پیش آجانے سے اس کا تحقق ہو جاتا ہے اگر وقت مرگ پیش آوے وہ مؤثر نہیں ہوتی۔ و غیر ذالک من المنافع و المصالح جن سب کا خلاصہ فنائے نام ہے اور اس کے بعد جو بسط ہوتا ہے وہ بھی بے نظیر ہوتا ہے۔ الحمدللہ اس حالت کے منافع حق تعالیٰ نے مجھ کو بھی مشاہدہ کرائے ہیں تب ہی سے اس کو حصول مقصود کے لیے مثل جز واخیر علت تامہ کے سمجھ رہا ہوں اور اسی سے اپنے احباب کے لیے اس کا متمنی ہوتا ہوں مکرر مبارکباد دیتا ہوں۔ (منقول از تبویب تربیت السالک باب پنجم)

ناظرین حضرت والا کے اس جواب ہی سے اندازہ فرمالیں کہ حضرت والا کو اس حالت سے کس قدر منافع حاصل ہوئے ہیں اور اس حالت کا طریان عموماً سالکین کے لئے کس درجہ ضروری تصور فرماتے ہیں۔

(۶)۔ ایک اور مبتلائے پریشانی کو تحریر فرماتے ہیں جنہوں نے یہاں تک لکھ دیا تھا کہ اس ورطہ ناپیدا کنار سے بساحل تسلی پہنچا دیجئے گا ورنہ اس نابکار نا ہنجار بدکردار بدشعار کو جان تلف کرنے کے لیے فتویٰ کی کوئی حالت باقی نہیں رہی۔

www.ahlehaq.org

جواب: یہ حالت قبض کہلاتی ہے اور منافع میں یہ بسط سے بھی زیادہ ہے گو عین قبض کے وقت وہ منافع معلوم نہ ہوں مگر بعد میں اکثر معلوم بھی ہو جاتے ہیں ورا گر معلوم بھی نہ ہوں تب بھی حاصل تو ہوتے ہیں اور حصول ہی مقصود ہے نہ کہ اس حصول کا علم۔ چنانچہ جو حالات اس وقت آپ پر طاری ہیں یہ غایت انکسار وعبدیت کے آثار ہیں جن پر دولت قرب کے ترتب کی قوی امید ہے جیسا اکابر کا الہام ہے۔ **انا عند المنکسرۃ قلوبھم قال العارف الرومیؒ**

فہم و خاطر تیز کردن نیست راہ ۔۔۔ جز شکستہ می نگیرد فضل شاہ

(سمجھ وطبیعت کو چست کرنا راستہ نہیں ہے، بغیر عاجزی کے مالک فضل نہیں ملتا)

ہرگز پریشان نہ ہوں ذکر جس قدر ہو سکے کرلیا کیجئے اگرچہ کسی قدر تکلف بھی کرنا پڑے اور اگرچہ اس میں دلچسپی بھی نہ ہو اور جس میں زیادہ کلفت ہو اس کو تخفیف (کم) کر دیجئے۔ اور استغفار کی قدرے کثرت رکھیں۔ اور جب تک یہ حالت رہے ہفتہ میں ایک بار دو بار اطلاع دیتے رہے انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد رفع ہو جائے گی۔ سب کو یہ حالت پیش آتی ہے میں تو اس سے خوش ہوا کہ علامت ہے راہ قطع ہونے کی۔ یہ سب راستہ ہی کی گھاٹیاں ہیں۔ (منقول از تبویب تربیت السالک باب پنجم)

(۷)۔ ایک اور اسی قسم کے طویل خط کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں "یہ تغیرات طبعی و نفسانی ہیں نہ کہ روحانی وقلبی سوا ایسے تغیرات مضر تو کیا نافع ہوتے ہیں۔ عُجب کا علاج ان سے ہوتا ہے عبدیت کی حقیقت کا اس میں مشاہدہ ہوتا ہے فناو تہی دستی رائے العین ہو جاتی ہے فی الحقیقت یہ قسم ہے قبض کی جس کی یہ حکمتیں ہیں اختیاری کام کی پابندی ایسے ہی وقت دیکھنے کے قابل اور محل امتحان ہے اگر اس امتحان میں پاس ہو گیا اعلیٰ درجہ کے نمبر کا مستحق ہوگا خوب غور کر کے سمجھئے کئی بار اس کو پڑھئے میں بھی دعائے خیر کرتا ہوں۔ (منقول از تبویب تربیت السالک)

نوٹ: اس قسم کی اور بھی تحریریں ہیں لیکن بخوف طوالت ان سات پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔ حضرت والا کی تحریرات بالا سے ناظرین کو بطور نمونہ حالت قبض وہیبت کی چند حکمتیں معلوم ہونے کے علاوہ یہ بھی بخوبی اندازہ ہو گیا ہوگا کہ اگر خود حضرت والا پر ایسی حالت نہ

www.ahlehaq.org

طاری ہوچکی ہوتی تو اس جزم وقوت اور وثوق وبصیرت کے ساتھ دوسروں کی ہرگز تسلی نہیں فرماسکتے تھے اور یہ امر بھی اس حالت کے طریان کی بڑی حکمتوں میں سے ہے۔

الحمدللہ حالت قبض ہیبت کی خود حضرت والا کے قلم مبارک سے ارقام فرمائی ہوئی حکمتوں کی نقل سے فراغت ہوگئی۔ اب حضرت والا کی زبان مبارک سے بھی ارشاد فرمائی ہوئی ایک حکمت خاص اور درج کر کے اس جزو دوم کو ختم کیا جاتا ہے اسی حالت کا تذکرہ تھا۔ فرمایا کہ اس حال میں سالک یہ دیکھ کر پریشان ہوتا ہے کہ میرے لیے چاروں طرف سے راستے بند کردیئے گئے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کی اس میں یہ مصلحت ہوتی ہے کہ سب طرف سے مایوس ہوکر میری ہی طرف رجوع ہو اور اس سد باب سے مقصود اپنے سے محجوب کرنا نہیں ہوتا بلکہ شیطان سے بچا کر خود اپنی پناہ میں لینا مقصود ہوتا ہے۔ جیسے ماں اپنے بچہ کو کسی مکان میں مقید کر کے چاروں طرف کے کیواڑ بند کردے کیونکہ باہر ریچھ ہے تو بچہ گھبراتا ہے اور سخت پریشان ہوتا ہے اور سمجھتا ہے کہ ماں نے میرے اوپر بڑا ظلم کر رکھا ہے لیکن اس نادان کو یہ خبر نہیں کہ ماں کا مقصود اس کو محبوس کرنا نہیں بلکہ باہر جو ریچھ پھر رہا ہے اس سے بچانا اور اپنی پناہ میں لینا مقصود ہے۔ انتہیٰ کلامہ

احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ چاروں طرف سے راستے بند کردیئے جانے کی یہ صورت ہوتی ہے کہ سالک ان خطرات واہیہ کو جس نہج سے بھی دفع کرنا چاہتا ہے وہ ہرگز دفع نہیں ہوتے بلکہ وہ دفع کی جتنی زیادہ کوشش کرتا ہے اتنا ہی زیادہ ان کا ہجوم اور زور بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا اپنی پناہ میں لینا اس طور پر ہوتا ہے کہ جب دفع کی سب کوششیں بیکار بلکہ مولم ثابت ہوتی ہیں تو مجبور اور مایوس ہوکر ان کو چھوڑ دیتا ہے اور پھر اضطراراً اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ جس سے فوراً سکون محسوس ہونے لگتا ہے۔ پھر اس تجربہ کے بعد بجائے دفع کی کوشش کے وہ توجہ الی اللہ ہی کے دائما قائم رکھنے کی کوشش کرتا ہے یہاں تک کہ اس میں بعون اللہ تعالیٰ کامیاب ہوکر خطرات کا استیصال ورنہ کم از کم اضمحلال ضرور ہو جاتا ہے۔ جس سے اذیت جاتی رہتی ہے اور اس سے بھی بہتر اور اقرب توضیح اپنی ارشاد فرمودہ مثال مذکور کی خود حضرت والا نے بعد کو فرمائی وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ سالک کو اس تنگی میں

www.ahlehaq.org

اس لیے مبتلا کرتے ہیں کہ وہ مہلکات باطنی عُجب وکبر سے محفوظ رہے۔اور اگر اس کے ساتھ ایسا معاملہ نہ کیا جاتا تو رذائل نفس کے پنجہ میں جا پھنستا اور ہلاک ہو جاتا۔اھ۔

جزو سوم

یعنی بعض وہ آیات واحادیث واقوال عارفین جن میں حالت قبض و ہیبت کی حکمتیں منتشر طور پر مذکور ہیں۔

آیات

(قولہ تعالیٰ) عسیٰ ان تکرھوا شیئا وھو خیر لکم (وقولہ تعالیٰ) و لیمحص اللّٰہ الذین آمنوا (وقولہ تعالیٰ) ام حسبتم ان تدخلو االجنة و لما یعلم اللّٰہ الذین جاھد و امنکم و یعلم الصابرین (وقولہ تعالیٰ) و لیبتلی اللّٰہ مافی صدورکم و لیمحص مافی قلوبکم (وقولہ تعالیٰ) ولقد فتنا الذین من قبلھم فلیعلمن اللّٰہ الذین صدقوا ولیعلمن الکاذبین وقیل فی حاصلہ۔

در محبت ہر کہ اودعوے کند　　صد ہزاراں امتحاں بروے کند

(محبت میں جو اس کا دعویٰ کرتا ہے، اس پر لاکھوں امتحان آتے ہیں)

گر بود صادق کشد بارِ جفا　　وربود کاذب گریزد ازبلا

(اگر سچا ہوتا ہے تو وہ سختیاں جھیلتا ہے اور اگر جھوٹا ہوتا ہے تو آزمائش سے بھاگ جاتا ہے)

وقال العارف الشیرازیؒ فی حاصلہ

خوش بود گر محک تجربہ آید بمیاں　　تا سیہ روئے شود ہر کہ دروغش باشد

(اگر تجربہ کا ترازو درمیان میں آجائے تو اچھا ہے تاکہ جو جھوٹا ہے اس کا منہ کالا ہو جائے)

وقیل فی حاصلہ ایضاً

بشکل و ہیئت انسان زرہ مروز نہار　　توان بہ صبر وتحمل شناخت جوہر مرد

(انسان کی شکل وصورت دیکھ کر راستہ سے نہ ہٹ جا، آدمی کی اصلیت صبر وتحمل سے

www.ahlehaq.org

پہچانی جاسکتی ہے)

اگر نہ پاک بود از بلا نخواہد جست　　وگر در اصل بود پاکِ صبر خواہد کرد

(اگر سچا نہ ہوا تو آزمائش برداشت نہیں کرے گا اور اگر سچا ہونے میں اصل ہوا تو صبر کرے گا)

احادیث

(جزو حدیث اشد الناس بلاء الانبیاء) یبتلیٰ الرجل علےٰ حسب دینه کان فی دینه صلباً اشتد بلاء ه وان کان فی دینه رقة هون علیه فما زال کذالک یمشی علیٰ الارض ماله ذنب رواه الترمذی وابن ماجة والدارمی۔

اقوال عارفین

(از عارف رومیؒ)

نالم آنرا نالہا خوش آیدش　(۱)　ازدو عالم نالہ و غم بایدش

(میں روتا ہوں اس لئے کہ اسے سارے جہان سے رونا و غمگین ہونا ہی پسند ہے)

عاشقم بر رنج خویش و درد یش خویش　(۲)　بہر خوشنودی شاہ فردِ خویش

(میں اپنے دکھ اور درد پر عاشق ہوں، اپنے تن تنہا مالک کی خوشنودی کے لئے)

خاکِ غم را سرمہ سازم بہر چشم　(۳)　تاز گوہر پر شود دو بحر چشم

(میں غم کی خاک کو آنکھوں کے لئے سرمہ بناتا ہوں تاکہ دونوں آنکھوں کا دریا موتیوں سے بھر جائے)

اشک کاں از بہر او بارند خلق　(۴)　گوہر است و اشک پندارند خلق

(مخلوق اس کے لئے جو آنسو بہاتی ہے وہ موتی ہیں مگر مخلوق انہیں آنسو سمجھتی ہے)

زاں بلاہا بر عزیزاں بیش بود　(۵)　کاں تجمش یار با خوباں نمود

(اپنوں پر اس لئے آزمائشیں زیادہ آتی ہیں کہ وہ محبوب کے ساتھ)

طفل می لرزد زنیش احتجام　(۶)　مادر مشفق ازاں غم شاد کام

www.ahlehaq.org

(بچہ پچھنے لگانے والے کے نشتر سے سے کانپتا ہے اور مہربان اس غم سے خوش ہے)

تانگرید کودک حلوا فروش (۷) بحر بخشائش نمی آید بجوش

(جب تک حلوائی کا بچہ نہ روئے اس کی سخاوت کا سمندر جوش میں نہیں آتا)

تانگرید ابر کے خندو چمن (۸) تانگرید طفل کے جو شد لبن

(جب تک بادل نہ روئے باغ کہاں ہنستا ہے جب تک بچہ نہ روئے دودھ کہاں جوش مارتا ہے)

ہر کجا پستی است آب آنجارود (۹) ہر کجا مشکل جواب آنجارود

(جہاں نیچی جگہ ہو پانی وہیں جاتا ہے جہاں مشکل ہو جواب وہیں جاتا ہے)

ہر کجا دردے دو آنجارود (۱۰) ہر کجا رنجے شفا آنجارود

(جہاں درد ہو دوا وہیں جاتی ہے، جہاں تکلیف ہو شفا وہیں جاتی ہے)

چونکہ قبضے آیدت اے راہرو (۱۱) آن صلاح تست آئس دل مشو

(اے مسافر جب تجھ پر کوئی تنگی آئے وہی تری بھلائی ہے تو دل کو مایوس نہ کر)

گر ہمارہ فصل تابستان بدے (۱۲) سوزش خورشید دربستاں زدے

(اگر فصل ہمیشہ چمکدار رہتی تو سورج کی گرمی بھی باغ ہی میں ہوتی)

گرترش رویست آں دی مشفق است (۱۳) صیف خنداں است اما محرق است

(اگر وہ سخت چہرہ دکھاتا ہے تو مہربان بھی وہی ہے، گرمی ہنستی ہوئی آتی ہے تو جلاتی بھی ہے)

چونکہ قبض آید تو دروے بسط بیں (۱۴) تازہ باش و چیں میفکن بر جبیں

(جب تجھے سختی آئے تو تو اس میں کشادگی سمجھ، خوش رہ اور پیشانی پر بل نہ لے آ)

قند شادی میوۂ باغ غم است (۱۵) ایں فرح زخم ست وآں غم مرہم است

(خوشی کی لذت غم کے باغ کا میوہ ہے یہ خوشی زخم ہے اور وہ غم مرہم ہے)

غم چو آئینہ است پیش مجتہد (۱۶) کاندراں ضدمی نماید روئے ضد

(محنتی آدمی کے لئے غم آئینہ کی طرح ہے کیونکہ اس میں ضد کی ضد نظر آتی ہے)

بعد ضد رنج آں ضدِ دگر (۱۷) رود ہد یعنی کشادوکروفر

www.ahlehaq.org

(تکلیف کی ضد کے بعد دوسری ضد منہ دکھاتی ہے یعنی خوشحالی وخوش عیشی)

ایں دو وصفِ از پنجۂ دستت ببیں (۱۸) بعد قبضِ مشت بسط آید یقیں

(یہ دونوں وصف اپنے ہاتھ کے پنجے سے سمجھ، تنگی کی مٹھی کے بعد یقیناً کشادگی آتی ہے)

پنجہ راگر قبض باشد دائما (۱۹) یاہمہ بسط اوبود چوں مبتلا

(پنجہ کیلئے اگر ہمیشہ تنگی رہے گی یا کشادگی رہے، بہر حال وہ کسی نہ کسی میں مبتلا رہتا ہے)

زیں دو وصفش کار ومکسب منتظم (۲۰) چوں پر مرغ ایں دو حال اوراھم

(یہ دو صفتیں ہیں اور کام ومحنت کرنے والا ان کا انتظام کرنے والے ہیں پرندے کے پروں کی طرح دو حال اس کے لئے ضروری ہیں)

امتحانہائے زمستان وخزاں (۲۱) تاب تابستان بہار ہمچوں جاں

(سردیوں اور خزاں کی آزمائشیں باغ کی رونق ہیں اور بہار کی جان ہیں)

تابروں آرد زمین خاک رنگ (۲۲) ہر چہ اندر حبیب دارد لعل وسنگ

(تاکہ زمین کی مٹی اپنے دامن میں جو پتھر وموتی رکھتی ہے اس کیلئے رنگ نکالے)

تامیان قہر و لطف آں خفیہا (۲۳) ظاہر آید ز آتش خوف ورجا

(تاکہ خوف وامید کی آگ اور قہر وکرم میں جو ہے وہ ظاہر ہو جائے)

آں بہارا لطف وشحنۂ کبریاست (۲۴) واں خزاں تہدید وتخویف خداست

(بہاریں اللہ تعالیٰ کا لطف وکرم ہیں اور خزاں اللہ تعالیٰ کی دھمکی اور ڈانٹ ہے)

پس مجاہد را زمانے بسط دل (۲۵) یک زمانے قبض دورد وغش وغل

(لہٰذا مجاہد کے لئے کبھی تو دل کھلا رہتا ہے اور کبھی تنگی وتکلیف اور درد وغم ہوتا ہے)

زانکہ ایں آب وگلے کابدن ماست (۲۶) منکرو دُزد ضیائے جانہاست

(چونکہ ہمارے جسموں کا پانی ومٹی روحوں کے لئے نقصان دہ، چور اور مہلک ہے)

بندہ می نالد بحق از دردنیش (۲۷) صد شکایت میکند از رنج خویش

www.ahlehaq.org

(بندہ سختی کی تکلیف کے سبب اللہ کی بارگاہ میں فریاد کرتا ہے اور اپنے درد کی سینکڑوں شکایتیں کرتا ہے)

حق ہمی گوید کہ بے ایں رنج و درد (۲۸) مرترا لا بہ کنان در است کرد

(اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس دکھ و درد کے بغیر.............

زیں سبب برانبیاء رنج و شکست (۲۹) از ہمہ خلق جہاں افزوں ترست

(اسی لئے انبیاء علیہم السلام پر تمام مخلوق سے زیادہ تکلیفیں اور مصیبتیں آئی ہیں)

پوست از دارو بلاکش میشود (۳۰) چوں ادیم طائفی خوش میشود

(دوا سے جب چھلکا صاف کیا جاتا ہے تب وہ جانور کے چمڑے کی طرح اچھا ہوتا ہے)

آدمی را نیز چو آں پوست داں (۳۱) از رطوبتہا شدہ زشت وگراں

(آدمی کو بھی اسی چھلکے کی طرح سمجھ کہ یہ بھی آلائشوں کی وجہ سے گندہ اور بھاری ہو گیا ہے)

تلخ و تیز و الش بسیار دہ (۳۲) تا شود پاک و لطیف و بافرہ

(اسے کڑوی و تیز دوائیں بہت دے تاکہ پاک صاف اور خوبصورت ہو جائے)

ورنمی تانی رضا دہ اے عیار (۳۳) کہ خدا رنجت وہد بے اختیار

(اور اگر تو نہیں سمجھتا تو بھی، اے دھوکہ میں پڑے ہوئے راضی ہو جا کہ اللہ تعالیٰ خود تجھے تیرے اختیار کے بغیر تکلیف دیتا ہے)

کہ بلائے دوست تطہیر شماست (۳۴) علم او بالائے تدبیر شماست

(کیونکہ دوست کا آزمانا تمہارے لئے پاکیزگی ہے اس کا علم تمہاری تدبیر سے بالاتر ہے)

چوں صفا بیند بلا شیریں شود (۳۵) خوش شود دارد چو صحت میں شود

(جب وہ صاف دیکھتا ہے آزمائش میٹھی ہوتی ہے جب صحت ہو جائے تو دوا اچھی لگتی ہے)

من عجب دارم زجو یائے صفا (۳۶) کو رمد روقت صیقل از جفا

(مجھے اس صفائی چاہنے والے پر تعجب ہے جو صفائی کرتے وقت تکلیف کے سبب چلا تا ہے)

گر بلا آید ترا اندہ مبر (۳۷) ورزیاں بینی غم اور امخور

(اگر تجھ پر مصیبت آئے تو غم نہ کر اگر نقصان دیکھے تو اس کا غم نہ کھا)

www.ahlehaq.org

کاں بلا دفع بلا ہائے بزرگ (۳۸) واں زیاں منع زیانہائے سترگ

(کیونکہ وہ مصیبت بڑی مصیبتوں کو دفع کرتی ہے اور وہ نقصان بڑے نقصانوں کو روکتا ہے)

تمثیل گریختن مؤمن و بے صبری در بلا باضطراب وبیقراری نخود بجوش تا بیروں جہد ومنع کد بانو

بشنو ایں تمثیل وقدر خود بدان (۳۹) وزبلا ہارو مگرداں اے جواں

(یہ مثال سن اور اپنی قدر پہچان اور اے جوان مصیبتوں سے منہ نہ پھیر)

ہرزمانے می برآید وقت جوش (۴۰) برسر دیگ وبرآرد صد خروش

(ہر وقت وہ گرم ہوتے وقت دیگ سے باہر نکل آتا ہے اور بڑا شور مچاتا ہے)

میزند کفکنیر کدبانو کہ نے (۴۱) خوش بجوش و برمجہ زآتش کنے

(پکانے والا خوف کفگیر ہلاتا ہے تاکہ اچھی طرح گرم ہو اور صحیح بھونا جائے)

زاں بجو شانم کہ مکروہ منی (۴۲) بلکہ تاگیری توذوق و چاشنی

(میں تجھے اس لئے گرم نہیں کرتا کہ مجھے تجھ سے دشمنی ہے بلکہ اس لئے بھونتا ہوں تاکہ تیرا ذائقہ اور لذت اچھی ہوجائے)

سربہ پیش قہر نہ دل برقرار (۴۳) تا ببرم حلقت اسمٰعیل دار

(تو سختی کے سامنے سر جھکا دے اور مطمئن ہو جا تاکہ میں تجھے کاٹوں اس لئے حضرت اسمٰعیلؑ جیسی گردن لے آ)

اے نخودمی جوش اندر ابتلا (۴۴) تانہ ہستی ونہ خود ماند ترا

(اے چھولے اس آزمائش میں خوب جوش کھا تاکہ تیری ہستی اور خودی نہ رہے)

زاں حدیث تلخ میگویم ترا (۴۵) تازتلخیہا فرو شویم ترا

(اس لئے تجھے کڑوی باتیں کہتا ہوں تاکہ ان کڑواہٹوں کے ذریعے تجھے صاف کردوں)

ہرکہ اواندر بلا صابرنشد (۴۶) مقبل ایں درگہہ فاخر نشد

(جو مصیبت میں صبر نہ کرے وہ اس بلند بارگاہ میں مقبول نہیں ہوتا)

از عارف شیرازیؒ

www.ahlehaq.org

ابیات

جاں فدائے تو کہ ہم جانی و ہم جانانی (۴۷) ہر کہ شد خاک درت است ز سر گردانی

(میری جان تجھ پر قربان کیونکہ تو میری جان بھی ہے اور جان کا محبوب بھی، جو تیرے در کی خاک ہوا وہ پریشانی سے نجات پا گیا)

من شکستہ بدل حال زندگی یابم (۴۸) دراں زماں کو بہ تیغ غمت شوم مقتول

(میں کمزور و بدحال اسی وقت زندگی پاؤں گا جب تیرے غم کی تلوار سے قتل کیا جاؤں گا)

غزل

ازآں زمان کو فتنہ چشمت بمارسید (۴۹) ایمن زشرِ فتنہ آخر زماں شدم

(جس زمانہ میں ہم تیری آنکھ کے فتنہ میں مبتلا ہوئے اسی زمانہ میں ہم سارے جہاں کے فتنوں سے بے خوف ہو گئے)

اول زحرفِ لوحِ وجودم خبر نبود (۵۰) در مکتبِ غمِ تو چنیں نکتہ داں شدم

(پہلے تو مجھے اپنے وجود کی تختی کے ایک حرف کو بھی خبر نہ تھی، تیرے غم کے مکتب میں آ کر اس طرح نکتہ داں ہو گیا ہوں)

نوٹ: یہ اشعار جن میں حالت قبض و ہیبت کی حکمتیں مذکور ہیں پچاس ہیں۔ یہ عدد برعایت حمایت۔ مضمون ان اشعار کے عدد سے مضاعف ہے جن میں اس کا ذکر ہے کہ اکثر احوال میں تر دل بلاء لوازم سلوک سے ہے اور جن کو بیان واقعات غلبہ قبض و ہیبت کے ختم پر ذیلی عنوان عود الی السابق کے تحت میں بعد نقل آیات و احادیث درج کیا گیا ہے اور چونکہ اس حالت قبض و ہیبت کے معالجہ کا بیان جو آگے آتا ہے بیان حکمت سے بھی زیادہ اہم ہے اس لیے معالجہ قبض و ہیبت کے ذیل میں جو اشعار آئندہ درج کیے جائیں گے۔ ان کا عدد انشاء اللہ تعالیٰ ان اشعار متضمن حکم کے عدد سے بھی مضاعف یعنی سو ہوگا۔ احقر نے ان ہر سہ اقسام کے اشعار کو منتخب کر کے حضرت والا کی خدمت میں پیش کیا تو جن جن اشعار کا عنوان کچھ بیبا کانہ سا تھا ان کو حذف فرما دیا اور بعض اشعار کے بعض الفاظ میں مناسب ترمیم فرما دی اور

www.ahlehaq.org

اشعار کے عدد کی مذکورہ بالا تحدید بھی حضرت والا ہی کی موزونیت طبع لطیف کا نتیجہ ہے۔

الحمدللہ بیان حکمت حالت قبض و ہیبت کے تینوں اجزاء یعنی جز و اول و جز دوم و جز سوم سے فراغت حاصل ہوئی۔ اب اشتداد و امتداد خطرات کے رفع کی تدابیر ذکر کی جاتی ہیں جس کا وعدہ سابقہ اثناء بیان واقعہ ہیبت میں جہاں ضمناً تدابیر انسداد خطرات مذکور ہیں گزر چکا اس مضمون کا عنوان معالجہ حالت قبض و ہیبت تجویز کیا جاتا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس تدبیر سے اس کا اثر بلکہ خود وہ خطرہ ہی متخلیہ سے بالکل نکل جائے گا۔ علاج کلی اس کا یہی ہے۔ حدیث میں جو ایسے وقت میں بعض اذکار یا مطلق ذکر کی ترغیب دی گئی ہے اس سے یہ علاج مستنبط ہے۔ باقی معالجات جو مشائخ کے نزدیک معمول ہیں جیسے تصور شیخ یا پاس انفاس یا تخیل نقش اسم ذات وہ سب اسی کلی کے جزئیات ہیں اور اگر خطرات سے پریشان ہو کر ضعف قلب یا خفقان یا نحافت جسم یا کسی مرض کے عروض کی نوبت آ گئی ہو تو علاج مذکور کے ساتھ مقویات و مفرحات قلب و غذائے نفیس اور ادویہ مرض عارضی کا استعمال بھی کیا جانا ضرور ہے چونکہ بعض سالکین کو یہ عقبہ پیش آتا ہے جس سے ان کے ظاہری و باطنی انتظام میں خلل پڑ جاتا ہے اس لیے اس کی اصلاح عرض کر دی گئی اس علاج کو سہولت و اختصار کی وجہ سے بے قدری کی نظر سے نہ دیکھیں امتحان کر کے اس کا نفع ملاحظہ فرمائیں ۱۱۔ جمادی الاول ۱۳۱۹ھ۔

نوٹ متعلقہ ضمیمۂ بالا۔ (از مؤلف سوانح) چونکہ قریب زمانہ ہی میں خود حضرت والا کو یہ عقبہ سخت پیش آ چکا تھا اس لیے نہایت بصیرت کے ساتھ دیگر اہل ابتلاء کے لیے یہ علاج اکسیر و مجرب تحریر فرما دیا گیا۔ ۱۲۔

(ب) نقل مضمون (متعلق حدیث ان اللہ تجاوز لامتی عما حدثت بہ انفسھا الخ) ملقب بہ الحصحصہ فی حکم الوسوسہ جز و التشرف جلد سوم زیر عنوان "علاج الوسوسۃ باستحضار العفو عنہا" ۱۲

حدیث اللہ تعالیٰ نے میری امت کے لیے ان کے خیالات سے تجاوز فرما دیا ہے جن کی وہ اپنے جی سے باتیں کرتے ہیں جب تک کہ ان کو منہ سے نہ نکالیں یا ان کو عمل میں نہ لاویں۔ عزیزی نے کہا ہے کہ ایک دوسری روایت میں ہے کہ ان کے سینہ میں جو وسوسہ پیدا

www.ahlehaq.org

ہوں خفی نے کہا ہے کہ (خیال) کے مراتب پانچ ہیں ایک ہاجس، دوسرا خاطر، تیسرا حدیث النفس، چوتھا ہم پانچواں عزم، پس جب کوئی بات قلب میں ابتداء واقع ہوئی اور اس نے نفس میں کوئی حرکت نہیں کی اس کو ہاجس کہتے ہیں پھر اگر اس شخص کو توفیق ہوئی اور اول ہی سے اس کو دفع کر دیا تو وہ مابعد کے مراتب (کی تحقیق) کا محتاج نہ ہوگا اور اگر وہ نفس میں دورہ کرنے لگے یعنی وقوع ابتدائی کے بعد اس کے نفس میں اس کی آمدورفت ہونے لگے مگر اس کے کرنے نہ کرنیکا کوئی منصوبہ نفس نے نہیں باندھا اس کو خاطر کہا جاتا ہے۔ جب نفس کرنے نہ کرنے کا برابر درجہ میں منصوبہ باندھنے لگا اور ان میں سے کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح نہیں ہوتی اس کو حدیث نفس کہتے ہیں سو یہ تین درجے ایسے ہیں کہ ان پر نہ عتاب ہے اگر یہ شر میں ہے اور نہ ثواب ہے اگر خیر میں ہے۔ پھر جب اس فعل کو کرلیا تب اس فعل پر عقاب یا ثواب ہوگا اور ہاجس اور خاطر اور حدیث النفس پر نہ ہوگا (جیسا بعض علماء اس طرف بھی گئے ہیں پھر جب نفس میں فعل یا عدم فعل کا منصوبہ ترجیح فعل کے ساتھ ہونے لگا لیکن وہ ترجیح قوی نہیں ہے بلکہ مرجوع ہے جیسا وہم ہوتا ہے اس کو ہم کہتے ہیں اس پر ثواب بھی ہوتا ہے اگر وہ خیر میں ہے اور عقاب بھی ہوتا ہے اگر شر میں ہے۔ پھر جب فعل کا رجحان قوی ہوگیا یہاں تک کہ جازم مصمم بن گیا کہ ترک پر قابو نہیں رہا اس کو عزم کہتے ہیں اس پر بھی ثواب ہوتا ہے اگر خیر میں ہے اور عقاب ہوتا ہے اگر شر میں ہے اھ۔ میں کہتا ہوں کہ لفظ وسوسہ تینوں مرتبوں کو عام ہے یعنی ہاجس اور خاطر اور حدیث النفس سو وسوسہ کی ان تینوں قسموں پر مواخذہ نہیں ہے اور دونوں حالتوں میں حکم معانی کا مختلف نہیں ہوتا اور حدیث النفس پر مواخذہ نہ ہونا تو حدیث صحیح سے ہے (جو اوپر مذکور ہوئی) اور بقیہ دو پر (یعنی ہاجس و خاطر پر) عدم مواخذہ بالاولیٰ ہے کیونکہ جب حدیث النفس معاف ہے تو اس کے ماقبل کے درجات (یعنی ہاجس و خاطر جو کہ اس سے اہون وادون) بدرجہ اولیٰ معاف ہوں گے اور اگر تم کو یہ خلجان ہو کہ حدیث کی بناء پر حدیث کی معانی کا حکم اس پر موقوف ہے کہ حدیث میں (حدیث النفس کے) اصطلاحی معنی مراد ہوں سو اس کی کیا دلیل ہے پس اس خلجان کو اس طرح دفعہ کرو کہ یہ اصطلاح عین لغت ہے اور نصوص معنی لغویہ ہی پر محمول ہوتے ہیں جب تک معانی لغویہ پر کوئی شرعی اصطلاح

www.ahlehaq.org

طاری نہ ہو جائے اور یہاں طاری نہیں ہوئی پس لغوی معنی ہی مراد ہوں گے اور لغوی معنی (حدیث النفس کے) وہی ہیں جو ہم نے اوپر ذکر کیا۔ خوب سمجھ لو اور رہا جس پر عدم مواخذہ کا راز یہ ہے کہ یہ اس کا فعل نہیں صرف اس پر ایک ایسی شے وارد ہوگئی جس پر اس کو نہ قدرت ہے نہ اس کا کوئی تصرف ہے اور خاطر کا درجہ جو اس کے بعد ہے اگر چہ یہ شخص اس کے دفع پر اس طرح قادر ہے کہ ہا جس کے اول ہی وارد ہونے کے وقت اس کو ہٹا دے (مثلاً کسی دوسری جانب میں لگ جائے) لیکن چونکہ یہ خاطر حدیث النفس سے کم ہے اور حدیث النفس حدیث کی رو سے معاف ہے اس لیے یہ خاطر بدرجہ اولیٰ معاف ہے اور اس (تحقیق) سے ایک سخت اشکال حل ہو گیا اور وہ اشکال یہ ہے کہ کلیات شرعیہ اور قواعد عقلیہ کا مقتضاء یہ ہے کہ اختیاری پر مواخذہ ہو اور غیر اختیاری پر مواخذہ نہ ہو (یہ تو مقدمہ ہے آگے اشکال ہے کہ) پھر امت مرحومہ کا (یہ) اختصاص (کہ وساوس پر مواخذہ نہیں ہوتا) اگر مراتب مذکورہ میں سے غیر اختیاری کے اعتبار سے ہے (کہ غیر اختیاری پر ان سے مواخذہ نہیں ہوتا اور دوسری امم سے ہوتا تھا۔) تب تو امم سابقہ کو امور غیر اختیاریہ کے ساتھ مکلّف ہونا لازم آتا ہے اور یہ کلیات شرعی کا منافی ہے (جیسے لا یکلف اللّٰہ نفساً الا وسعھا کہ ظاہراً اس میں نفس عام ہے لاحق اور سابق کو) اور اگر اختیاری کے اعتبار سے ہے تو خود ایک اختیاری اور دوسری اختیاری میں کیا فرق ہے کہ عزم پر تو مواخذہ ہوتا ہے اور حدیث النفس پر مواخذہ نہیں ہوتا باوجود یہ کہ اختیاری ہونے میں دونوں شریک ہیں۔ وجہ حل ہونے کی یہ ہے کہ اختصاص مرتبہ اختیاری ہی کے اعتبار سے ہے اور فرق درمیان خاطر وحدیث النفس کے اور درمیان عزم کے یہ ہے کہ خاطر وحدیث النفس کا دفع اگر چہ اختیاری ہے مگر اس کے لیے قصد کی ضرورت ہے اور اس قصد سے اکثر ذہول ہو جاتا ہے پس ہا جس (اس ذہول کی حالت) میں اکثر خاطر اور حدیث النفس کی طرف (بلا قصد) منجر ہو جاتا ہے سو اس (خاطر وحدیث النفس) پر مواخذہ ہونا کلیات شرعیہ کے خلاف نہیں (کیونکہ یہ بایں معنی اختیاری ہے کہ اس کا دفع اختیاری تھا جب دفع نہ کیا تو بقاء اختیاری ہوا اور اس بناء پر کسی امت کا اس کا مکلّف ہونا کلیات شرعیہ کے خلاف نہ تھا) لیکن رحمت الٰہیہ نے اس امت کو یہ خصوصیت عطا فرمائی کہ اس درجہ کو معاف کر

www.ahlehaq.org

دیا جیسے اصر واغلال (بوجھ اور اطواق یعنی احکام شدیدہ) کو جو امم سابقہ پر تھے اس امت سے ہلکا کر دیا پس یہ مرتبہ اختیاری ہے لیکن اس میں شدت تھی اس لیے یہ اصر واغلال کی ایک فرد تھی باقی رہا عزم تو ہا جس اس کی طرف اس طرح سے مفضی نہیں ہوتا بلکہ وہ قصد مستقل سے پیدا ہوتا ہے پس یہ فرق ہے عزم میں اور حدیث النفس میں تو مدار عفو وہ افضاء ہوا جو ذہول کے سبب سے ہو اور مدار مواخذہ عزم مستقل ہوا (جب یہ بات ہے) تو اگر گناہ کا حدیث النفس بھی عزم مستقل سے ہو اگر چہ عزم معصیت نہ ہو جیسے کسی نامحرم عورت کے تصور سے (قصداً) لذت حاصل کرنا سو ظاہر یہ ہے کہ اس پر مواخذہ ہوگا اور ایسا التذاذ میرے نزدیک اس حدیث کے عموم میں داخل ہوگا کہ نفس (بھی زنا کرتا ہے اور اس کا زنا یہ ہے کہ وہ) تمنا کرتا ہے اور اشتہاء کرتا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ قلب میلان کرتا ہے اور تمنا کرتا ہے (اور ظاہر ہے کہ التذاذ بدوں اشتہار و میلان کے ہو نہیں سکتا پس یہ التذاذ بھی زنا ہوا) اور اس حدیث کا مستحضر رکھنا وساوس کا علاج عظیم ہے جس کا مشائخ استعمال کرتے ہیں (اور اسی حیثیت سے اس رسالہ میں یہ حدیث لائی گئی ہے) اور بعض اکابر (جیسے امام غزالیؒ) کا کلام اس مقام پر اور طرح ہے لیکن اصل مقصود نہیں بدلتا (یعنی اختیاری پر مواخذہ اور غیر اختیاری پر عدم مواخذہ خواہ حقیقتاً غیر اختیاری ہو خواہ حکماً) و یلقب بیان هذا الحدیث بالحصحصة فی حکم الوسوسة۔

معالجہ حالت قبض و ہیبت

بیان حکمت حالت قبض و ہیبت کے عنوان سابق البیان کی طرح حسن اتفاق سے عنوان زیر بیان کا بھی تین ہی جزو پر مشتمل ہونا ذہن میں آیا گویا یہ معالجہ ایک نسخہ ہے جس کے تین جزو ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

جزو اول مطالعہ کتب ذیل مصنفہ حضرت والا مع مطالعہ جملہ مضامین عنوان سابق البیان یعنی بیان حکمت حالت قبض و ہیبت (۱) رسالہ خاتمہ بالخیر (۲) رسالہ الابتلاء لاہل الاصطفاء (۳) رسالہ خیر الاخبار فی خبر الاختیار جو کتاب کمالات اشرفیہ کے آخر میں طبع ہو کر

ے یہ رسالہ الگ بھی طبع ہوا تھا مگر اب وہ کمیاب ہے جداگانہ کم ملتا ہے البتہ اب تبویب تربیت السالک کے مقدمہ کا جزو بن کر شائع ہوا ہے وہاں دیکھ لیا جائے ۱۲

www.ahlehaq.org

شائع ہوا ہے (۴) تبویب تربیۃ السالک باب ہشتم۔

جزو دوم: مطالعہ بعض مضامین متفرقہ منقولہ ذیل از حضرت والا یہ مضامینِ دو حصوں پر مشتمل ہیں۔ حصہ اول تحریرات حصہ دوم تقریرات۔

حصہ اول تحریرات

(۱) (الف) نقل ضمیمہ رسالہ خاتمہ بالخیر۔

ضمیمہ: ایک موذی مرض کے علاج میں۔ خطرہ ہر چند مواخذہ کی چیز نہیں جیسا اوپر تحقیق ہوا مگر اس کا غلبہ و ہجوم طبیعت کو بہت پریشان کر دیتا ہے اور انتہا درجہ کا حزن والم قلب پر طاری ہو جاتا ہے سو (یہ) امراض شرعیہ میں سے تو نہیں ہے اس حیثیت سے اس کا علاج ضرور نہیں مگر امراض طبعیہ میں سے سخت درجہ کا مرض ہے اس لیے اس کا علاج سہل و مجرب و مختصر بیان کیا جاتا ہے وہ یہ کہ خطرہ کی حقیقت بلا اختیار نفس کا کسی بری چیز کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے چونکہ یہ مسئلہ بہ ہدایت عقل و بہ تسلیم حکماء و علماء ثابت ہے کہ نفس جس وقت ایک طرف متوجہ ہوتا ہے دوسری طرف متوجہ نہیں ہوتا اس لیے جب کسی بری چیز کا خیال دل میں آوے تو اس کے دفعیہ کا قصد نہ کرے نہ اس میں نہ اس کے اسباب میں خوض کرے کہ اس سے زیادہ لپٹتا ہے بلکہ فوراً کسی نیک چیز کی طرف خیال کو متوجہ کر دے اس سے وہ برا خیال خود بخود دفع ہو جائے گا اور اگر وہ پھر خیال میں آوے پھر ایسا ہی کرے۔

غلبۂ ہیبت کا علاج

(۲) ایک طالب کو جن پر ہیبت کا اس قدر غلبہ تھا کہ ضعف جسمانی بھی ہو چلا تھا اور لکھا تھا کہ شاید اس ہیبت میں گھل گھل کر مثل برف کے ختم ہو جاؤں گا۔ تحریر فرماتے ہیں۔ یہ ہیبت اور حزن مبارک اور رفیع حالات میں سے ہے اگر اس میں ختم ہو جائے شہادتِ کبریٰ ہے مگر سنت کا مقتضاء یہ ہے کہ جہاں تک اپنا علم اور قدرت کام دے اعتدال اور تعدیل کو اپنا مستقرِ اصلی بنائے، ہیبت کے ساتھ اُنس اور حزن اور سوءِ ظن بنفسہ کے ساتھ رجاء رحمت اور فنا کے ساتھ بقا اور نیستی کے ساتھ ہستی اور مبالغہ فی التواضع کے ساتھ مشاہدہ نعمت کا اہتمام و

www.ahlehaq.org

استحضار کرے تا کہ ختم ہونے سے پہلے دوسروں کا خاتمہ درست کر سکے۔ کیفیات مذکورہ بالا سابقہ میں صاحب نسبت راسخہ کو اضطرار کم ہوتا ہے اکثر سوچنے سے بڑھ جاتی ہیں تو یہ سوچنا طریق میں مضر سمجھا جاتا ہے حدیث کے یہی معنی ہیں۔ سددوا و قاربوا واستقیموا و لن تحصوا ومن شاق شاق اللّٰہ علیہ اور حافظ شیرازیؒ نے اسی معنی میں کہا ہے۔

دوش با من گفت پنہاں راز دان تیز ہوش　　کز شما پنہاں فشاید داشت راز میفروش

(کل تیز سمجھ والے راز دان نے مجھ سے خفیہ کہا کہ شراب بیچنے والا تم سے پوشیدہ ہو کر راز پھیلاتا ہے)

گفت آساں گیر بر خود کارہا کز روئے طبع　　سخت میگردد جہاں بر مردمان سخت کوش

(اس نے کہا کاموں کو اپنے اوپر آسان سمجھ کیونکہ سختی جھیلنے والوں پر جہان والے طبعاً سخت ہوتا ہے)

آپ کو اگر آثار ہیبت و سوظن بنفسہ کا زیادہ غلبہ ہوا کرے تو یہ سوچا کیجئے کہ بیش بریں نیست کہ ہم ہر حالت میں ناقص اور عاصی ہیں تو خدا تعالیٰ کے یہاں جس طرح کاملین کی نجات ہوگی اسی طرح پر تائبین کی بھی ہوگی اگر صدر نشین نہ ہوں گے تو صف نعال ہی میں جگہ مل رہے گی اگر اولیت نہ ہوگی تو جوتیاں لگنے کے بعد ہی سہی بس یہ سمجھ کر اللھم اغفرلی کی کثرت کرنی چاہیے۔ انشاء اللہ تعالیٰ مزاج درست ہو جائے گا اور اگر اس پر بھی قبض مغلوب نہ ہو تو بعد رمضان یہاں فوراً آ جانا چاہیے اھ۔ (منقول از تبویب تربیۃ السالک باب پنجم)

نوٹ از مؤلف: سبحان اللہ کس بصیرت و قوت اور توجہ و شفقت کے ساتھ تدابیر ارشاد فرمائیں اور بصورت عدم رفع قبض کس جزم و اعتماد سے خود اپنے پاس بغرض معالجہ طلب فرمایا۔ یہ سب فیوض و برکات اس کے ہیں کہ خود حضرت والا پر سخت غلبہ ہیبت طاری ہو چکا تھا لہذا جو کچھ ایسے احوال شدیدہ میں فرماتے ہیں وہ قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید کا مصداق ہوتا ہے اور یہی سبب ہے کہ حضرت والا کو اہل ابتلاء پر غایت درجہ ترحم ہوتا ہے اور بیحد شفقت کے ساتھ توجہ فرماتے ہیں۔

برے خاتمہ کے خوف کا غلبہ

(۳)۔ ایک اور طالب کو جنہوں نے ایک طویل عریضہ لکھا تھا (جس کا خلاصہ یہ ہے کہ کبھی تو دل میں ایمان کی فرحت اور خوشی ہوتی ہے کبھی اپنے برے وجود کا خیال اور خاتمہ کا خوف غالب رہتا ہے) تحریر فرمایا۔ جو کچھ مجموعی حالت لکھی ہے اس سب کا حاصل قبض و بسط

www.ahlehaq.org

ہے اور دونوں حالتیں نہایت رفیع ہیں اور دونوں سے قرب حق بڑھتا ہے اس واسطے دونوں کو نعمت سمجھ کر شکر کرنا چاہیے قبض کے غلبہ کے وقت اکسیر ہدایت ترجمہ کیمیائے سعادت میں یا ثلاثین ترجمۂ اربعین میں کتاب الرجاء یعنی خدا کی رحمت کی امید کا مضمون بار بار دیکھنا چاہیے میں بھی دعا کرتا ہوں (منقول از تبویب تربیۃ السالک باب پنجم)

قبض کی وجہ سے پریشانی کا علاج

(۴)۔ایک طالب کو جو بوجہ حالت قبض سخت پریشانی میں مبتلا تھے تحریر فرمایا۔آپ کا حال اچھا خاصہ ہے۔عبادت کے مختلف طریقے ہیں فکر بھی عبادت ہے۔ ذکر بلا قید عدد بھی عبادت ہے اپنے کو ذلیل وخوار قاصر وناقص سمجھنا بھی عبادت ہے غرض مقصود ہر حال میں حاصل ہے ہاں مذموم حالت دو ہیں ایک معصیت دوسری غفلت سو یہ بفضلہٖ تعالےٰ نہیں ہے۔ رہا غلبہ (جوش وخروش) اور شوق یہ حالات عارضہ میں سے ہے اس کا فقدان سالک کو مضر نہیں اور نہ یہ کیفیت بعینہ قائم ودائم رہ سکتی ہے جن حجابات کا آپ کو شبہ ہو گیا ہے وہ محض وہم ہے اور کچھ نہیں ہے آپ بلا دلیل محض تقلید سے میری تحریر پر مطمئن رہیے اور اپنے کام میں سہولت اور راحت سے لگے رہیے۔پریشانی سے البتہ قلب ضعیف ہو جاتا ہے جس میں مضر ہونے کا احتمال ہے۔غرض نہ آپ مریض نہ علاج کے محتاج البتہ فن کے نہ جاننے سے اپنی صحت کی خبر نہیں سو یہ بھی کوئی ضرر کی بات نہیں اھ۔(منقول از تبویب تربیۃ السالک باب پنجم)

مختلف اہل قبض کو مکتوب گرامی

(۵)۔ بعض اہل قبض کے مختلف خطوط کے جوابات جن میں اسباب وتشخیص وعلاج مذکور ہیں ذیل میں نقل کیے جاتے ہیں۔

(الف)۔ یہ قبض ہے اس کی طرف التفات نہ کرو۔کام میں لگے رہو اور استغفار کی کثرت رکھو اس کے منافع بسط سے بھی زیادہ ہیں صبر وتعلیم ورضا وتفویض اس کے آداب میں سے ہے۔

(ب)۔ یہ حالت جو آپ نے لکھی ہے قبض کہلاتی ہے اس کے اسباب مختلف ہیں اور معالجات بھی مختلف اگر آپ سے کوئی معصیت نہیں ہوئی اور غیر جنس لوگوں سے اختلاط

www.ahlehaq.org

بھی نہیں ہوا تو اس کا سبب امتحان ہے توکل اور صبر سے کام لیجئے اور استغفار کیجئے اور میرے مواعظ وتربیۃ السالک دیکھئے کہ رحمت حق متوجہ ہو۔

(ج)۔ یہ قبض ہے اس کا سبب کبھی کوئی تغیر طبعی طبی ہوتا ہے کبھی معصیت کبھی محض امتحان طلب اس لیے جہاں سبب کی تشخیص نہ ہوسکے سب معالجات کو جمع کیا جائے۔یعنی طبیب سے نبض وغیرہ دکھلا کر تعدیل مزاج کی جائے اور بلا التفات وتردد کام میں لگے رہنا چاہیے۔(منقول از تبویب تربیۃ السالک باب پنجم)

صبر کرو

(۶)۔ ایک اہل قبض کو تحریر فرماتے ہیں۔

صبر کن حافظ بہ تلخی روز و شب　　　　عاقبت روزے بیابی کام را

(حافظ حالات زمانہ کی سختی پر صبر کر آخر کار تو کسی دن اپنا مقصد حاصل کرلے گا)

شرح اس صبر کی یہ ہے کہ جتنے کام اختیار میں ہیں کیے جائیں اور جو امر غیر اختیاری پیش آوے اس میں ذرا جنبش نہ کریں نہ کچھ تجویز کریں بس خدا کے سپرد کر کے خاموش رہیں۔(منقول از تبویب تربیۃ السالک باب پنجم)

(۷) بعض مختلف مبتلایان خطرات کو جو قطع خطرات کی بعض تدابیر ارقام فرمائیں وہ ذیل میں نقل کی جاتی ہیں۔(الف) وساوس کوئی پریشانی کی چیز نہیں۔پریشانی سے قلب ضعیف ہو جاتا ہے جس سے دونا ہجوم ہوجاتا ہے بجز بے پروائی اور بے التفاتی کے اور کوئی تدبیر نہیں بلکہ بہتر ہے کہ اس پر خوش ہو اس سے قلب کو قوت ہوتی ہے اور وساوس کو قبول نہیں کرتا بہت جلد قطع ہوجاتے ہیں اور حقیقت میں جب اس میں گناہ نہیں تو پھر پریشانی کیوں ہو۔

نوٹ یہ طالب حاجی حاجی صاحبؒ ہی کے سلسلہ کے ایک شخص سے بیعت تھے جو اس وقت مکہ معظمہ تشریف لے گئے تھے اس جواب کی برکت سے اس قدر نفع ہوا کہ پھر انہیں صاحب کا دوسرا خط آیا جس میں لکھا تھا کہ الحمدللہ اب نہ وساوس کا ہجوم ہے نہ اوہام وہوا جس کا تلاطم سب قطعی طور سے نیست و نابود ہوگئے۔حضور کا کس زبان سے اور کیسے شکریہ ادا کیا جائے جو اس آڑے وقت میں دستگیری فرمائی ہے۔الخ۔

www.ahlehaq.org

(ب)۔ایک طالب نے لکھا کہ کبھی ایسے وساوس قلب پر آتے ہیں جن سے ایمان کا خطرہ رہتا ہے۔حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ یہ تو رحمت ہے کیا حدیث میں آپ نے **ذاک صریح الایمان** نہیں پڑھا اور اس میں بڑی حکمت ایک یہ ہے کہ اس سے عُجب کی جڑ کٹ جاتی ہے اور عدم تضرر یقینی اور منصوص ہے۔

(ج)۔ اس کی خاص تدبیر اور اس کی کوشش اور اس میں کاوش نہ فرمایئے۔سرسری توجہ بقصد ذکر کی طرف رکھئے اس سے شدہ شدہ خود سب خطرات قطع ہو جائیں گے۔(یہ سب تبویب تربیۃ السالک باب ہشتم سے منقول ہیں۔)

(د)۔ اس کا تو سہل علاج یہ ہے کہ جب ایسے تخیلات کا ہجوم ہو اپنے قصد و اختیار سے کسی نیک خیال کی طرف فوراً متوجہ ہو جانا اور متوجہ رہنا چاہیے اس کے بعد بھی اگر تخیلات باقی رہیں یا نئے آویں ان کا رہنا یا آنا یقیناً غیر اختیاری ہے۔کیونکہ مختلف قسم کے دو خیال ایک وقت میں اختیار جمع نہیں ہو سکتے بس اشتباہ رفع ہو گیا اور اگر بالاختیار اچھے خیال کی طرف توجہ کرنے میں ذہول ہو جائے تو جب تنبیہ ہو ذہول کا تدارک تو استغفار سے اور پھر اسی تدبیر استحضار سے کام لیا جائے۔یہ طریق عمل اس قدر سہل ہے کہ اس سے سہل کوئی چیز ہی نہیں بس اس کو دستور العمل بنا کر بے فکر ہو جانا چاہیے۔

(منقول از مکتوب مسمّی بہ علاج الخیال جز و تربیۃ السالک مطبوعہ النور جلد ۱۵ نمبر ۳ بابتہ ماہ رجب المرجب ۱۳۵۳ھ)

حصہ دوم تقریرات

خطرات سے پریشان نہ ہونا چاہیے

(۱) فرمایا کہ سالک کو خطرات منکرہ سے پریشان نہ ہونا چاہیے نہ ان کی بناء پر اپنے کو مردود سمجھنا چاہیے کیونکہ ان خطرات کو تو شیطان قلب میں ڈالتا ہے جیسے کوئی بری بری باتیں کسی کے کان میں کہے اور سننے والے کو اس کے روکنے پر قدرت نہ ہو تو باوجود ناگوار ہونے کے اس کو مجبوراً بلا قصد و بلا اختیار سننا ہی پڑے گا یعنی وہ سامع ہوگا مستمع نہ ہوگا نہ متکلم ہوگا لہذا اس کا کیا قصور بلکہ اس کو جو ناگواری کی وجہ سے اذیت ہو رہی ہے اس کا اس کو اجر ملے

www.ahlehaq.org

گا۔ اس کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی اپنے محبوب بادشاہ کے دربار میں حاضر ہونے کے لیے نہایت شوق کے ساتھ جھپٹا ہوا چلا جارہا تھا کہ راستے میں اس کا دشمن ملا اور اس کو اس ارادہ سے باز رکھنے کے لیے اس کو سنا سنا کر بادشاہ کی شان میں بے ادبی کے کلمات بکنے لگا تو گونا گوار تو بہت ہوگا لیکن عقل اور طلب کا مقتضا یہی ہے کہ اس نالائق اور نمک حرام کی بیہودہ بکواس کی طرف التفات ہی نہ کیا جائے ورنہ اگر ردوکد شروع کر دی تو حاضریٔ دربار کے وقت کے گزر جانے کا اندیشہ ہے۔ بس اس کو چاہیے کہ صبر کیے ہوئے خاموشی کے ساتھ چلتا چلا جائے پھر جب دربار میں رسائی ہو جائے گی تو اول تو وہ کم بخت آپ ہی پیچھا چھوڑ دے گا ورنہ کان پکڑ کر نکلوا دیا جائے گا چنانچہ اکثر عادۃ اللہ یہی ہے کہ بعد وصولِ تام خطرات فنا ہو جاتے ہیں اور اگر بمقتضائے اسباب و مصالح خاصہ پھر بھی فنا نہ ہوں تب بھی کچھ غم نہ کرے کیونکہ خطرات غیر اختیاریہ پر مطلق مواخذہ نہیں نہ وہ معصیت ہیں البتہ اذیت وکلفت ضرور ہوتی ہے مگر اس پر بھی اجر ملتا ہے اور درجے بڑھتے ہیں۔

خطرات کی خاصیت

(۲)۔ فرمایا کہ خطرات کی خاصیت بجلی کے تار کی سی ہے کہ اگر اس کو اپنی طرف کھینچنے کی نیت سے ہاتھ لگایا جائے تب بھی وہ لپٹتا ہے اور اگر ہٹانے کی نیت سے ہاتھ لگایا جائے تب بھی وہ لپٹتا ہی ہے بس خیریت اسی میں ہے کہ اس کو ہاتھ ہی نہ لگایا جائے۔ نہ جلباً نہ سلباً اسی طرح خطرات و وساوس سے امن کی صورت یہی ہے کہ ان طرف التفات ہی نہ کیا جائے۔ نہ جلباً نہ سلباً۔

قلب کی مثال

(۳)۔ فرمایا کہ قلب کی مثال شاہی سڑک کی سی ہے جس پر امیر غریب شریف رذیل سب ہی چلتے ہیں کسی کو یہ حق نہیں کہ ایک دوسرے کو روکے اگر چمار اور بھنگی بھی چل رہے ہیں تو حرج ہی کیا ہے۔ وہ اپنے راستے جا رہے ہیں یہ اپنے راستے چلتا رہے۔ اسی طرح قلب کی ساخت ہی منجانب اللہ اس طرح کی واقع ہوئی ہے کہ اس میں اچھے برے سبھی قسم کے خیالات کا وُرود ہوتا رہتا ہے۔ کسی کو اس مطالبہ کا حق نہیں کہ میرے قلب میں اچھے ہی اچھے

www.ahlehaq.org

خیالات آیا کریں برے خیالات بالکل آویں ہی نہیں۔ اگر بلا اختیار برے خیالات آتے ہیں تو کیا ڈر ہے ہاں قصداً بُرے خیالات نہ لائے نہ قصداً ان کو باقی رکھے اور پھر اطمینان و سکون کے ساتھ اپنے کام میں لگا رہے۔ خطرات منکرہ کی طرف التفات ہی نہ کرے۔

سالک کی پریشانی کا سبب

(۴) فرمایا کہ سالک یہ سمجھ کر پریشان ہوتا ہے کہ خطرات قلب کے اندر سے پیدا ہو رہے ہیں حالانکہ یہ بات نہیں بلکہ شیطان خارج سے ان خطرات کو قلب میں ڈالتا ہے جیسے کسی کوٹھری میں غلبہ بھرا ہو تو یہ بات نہیں ہے کہ وہ غلہ کوٹھری کے اندر سے پیدا ہوا ہو بلکہ وہ پیدا تو کھیت میں ہوا ہے وہاں سے لا کر کوٹھری میں بھر دیا گیا ہے۔ اھ۔ یہ تو حضرت والا نے خطرات کے وارد علی القلب ہونے کے متعلق تحقیق بیان فرمائی اور بعد ورُود ان کے واقع فی داخل القلب ہونے کے متعلق فرمایا کہ اگرچہ بادی النظر میں ایسا متوہم ہوتا ہے کہ خطرات قلب کی تہ میں گھسے ہوئے ہیں لیکن درحقیقت یہ بات نہیں ہوتی۔ خطرات داخل قلب میں واقع نہیں ہوتے بلکہ حوالی قلب میں رہتے ہیں اور جو چیز داخل قلب میں متوہم ہوتی ہے وہ خطرات نہیں ہوتے بلکہ ان کا اثر اور محض انعکاس ہوتا ہے کیونکہ داخل قلب میں واقع ہونے والی چیز تو صرف عقیدہ راسخہ ہوا کرتا ہے۔ (**کما یفھم من قولہ تعالیٰ ولما یدخل الایمان فی قلوبکم**) نہ کہ خطرہ جو ایک محض وہمی اور سطحی چیز ہے اور کچھ بھی نہیں (**کما یفھم من قولہ علیہ السلام ان الشیطان جاثم علےٰ قلب ابن اٰدم فاذاذکراللّٰہ خنس واذا غفل وسوس الحدیث و انظر فے التفاوت بین کلمۃ فی و کلمۃ علیٰ**) پھر فرمایا کہ اس کی ایسی مثال ہے جیسے کسی آئینہ پر مکھی بیٹھی ہو تو بوجہ اس کے کہ اس کا عکس آئینہ کے اندر پڑ رہا ہے وہ آئینہ کے اندر بیٹھی ہوئی معلوم ہوتی ہے حالانکہ وہ ہوتی ہے آئینہ کے اوپر اور جو چیز آئینہ کے اندر نظر آ رہی ہے وہ مکھی نہیں ہے بلکہ مکھی کا محض عکس ہے۔ جس سے آئینہ میں کوئی نقص واقع نہیں ہوتا۔

خطرات پر خوش ہونا چاہیے

(۵)۔ فرمایا کہ شیطان اسی قلب میں وسوسے ڈالتا ہے جس میں ایمان ہوتا ہے

www.ahlehaq.org

جیسے چوراسی گھر میں نقب لگاتا ہے جس میں دولت ہوتی ہے لہذا خطرات پر بجائے مغموم ہونے کے عقلاً خوش ہونا چاہیے کیونکہ شیطان کا قلب میں وسوسے ڈالنا قلب کے اندر دولت ایمان ہونے کی علامت ہے چنانچہ حدیث شریف میں بشارت وارد ہے ذاک صریح الایمان جب سالک خوش ہوگا تو شیطان مایوس ہوکر وسوسے ڈالنا ہی چھوڑ دے گا کیونکہ مؤمن کا خوش ہونا بھلا اس کو کب گوارا ہے اس نے تو مغموم کرنے کے لیے وسوسے ڈالے تھے جب وہ اس کو خطرات سے خوش ہوتا دیکھے گا تو پھر خطرات ڈالنا ہی چھوڑ دے گا۔ علاوہ بریں خطرات پر عقلاً خوش ہونے سے قلب میں قوت پیدا ہوگی اور پھر یہ قوت بھی خود معین ہو جائے گی دفع خطرات میں۔ اور جب خطرات دفع ہو جائیں گے تو پھر طبعی غم بھی جاتا رہے گا۔ اس طرح عقلی مسرت طبعی مسرت کا بھی سبب ہو جائے گی۔

احقر مؤلف کا تجربہ

احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ اس کا مجھ کو بھی ذاتی تجربہ ہو چکا ہے کہ خطرات پر مغموم ہونے سے قلب میں سخت ضعف عارض ہو جاتا ہے جس سے خطرات کا اور زیادہ ہجوم ہوتا ہے اور سخت اذیت پہنچتی ہے اور اس امر کا عقلی اطمینان ہو جانے کے بعد یہ خطرات نعوذ باللہ سوء اعتقاد سے ناشی نہیں ہیں بفضلہ تعالیٰ فوراً سکون طبعی بھی حاصل ہو جاتا ہے کیونکہ اس اطمینان کے بعد پھر ان خطرات کا پورا اندفاع ورنہ کم از کم تقلیل ضرور ہو جاتی ہے چنانچہ حال ہی میں بوجہ تبخیر احقر کے قلب و دماغ میں خطرات واہیہ کا سخت ہجوم تھا جس سے شدید غم و حزن طاری رہتا تھا۔ میرے استاد مکرم جناب مولانا سراج احمد صاحب سے بہ سلسلہ گفتگو جو ذکر آیا تو انہوں نے خود اپنے تجربہ کی بناء پر میرے احتمال تبخیر کی بہت قوت کے ساتھ تائید کی اور فرمایا کہ یہ حالت یقیناً تبخیر ہی کی وجہ سے ہے اور اس کی طبی اصول پر اس طرح تقریر فرمائی کہ مجھ کو اس وقت کامل یقین ہو گیا کہ ان خطرات کا سبب واقعی تبخیر ہی ہے نعوذ باللہ سوء اعتقاد نہیں بس اس کا یقین ہونا تھا کہ قلب کی تشویش فوراً دفع ہو گئی اور اس وقت سے انقباض طبعی مبدل بہ انشراح وانبساط ہو گیا پھر اس انبساط سے قلب کو قوت پہنچی جس نے

www.ahlehaq.org

تبخیر ہی کو دفع کر دیا کیونکہ غم بھی اکثر موجب تبخیر ہو جاتا کرتا ہے۔

غرض کبھی عوارض طبیہ سے بھی خطرات کا ہجوم ہونے لگتا ہے بالخصوص ضعف قلب و دماغ اور اس تبخیر سے جس کو اصطلاح طب میں دُخانِ مراق سے تعبیر کرتے ہیں جس سے فساد متخیلہ عوارض ہو کر انسان اوہام باطلہ میں مبتلا ہو جاتا ہے اور کبھی خطرات کے غم سے بھی عارض طبیہ لاحق ہو جاتے ہیں جو موجب ہو جاتے ہیں ازدیاد خطرات کے خلاصہ یہ ہے کہ کبھی عارض سبب ہوتے ہیں اور خطرات مسبب اور کبھی خطرات سبب ہوتے ہیں اور عارض طبیہ مسبب ایسی حالتوں میں طبیب جسمانی سے بھی رجوع کرنا چاہیے چنانچہ حضرت والا اکثر اہل ابتلاء کو یہ بھی مشورہ دیا کرتے ہیں لیکن فرمایا کرتے ہیں کہ خطرات غیر اختیار یہ خواہ کسی سبب سے ہوں نہ موجب مواخذہ ہیں نہ قابل اندیشہ وغم گو طبعی حزن وغم مذموم نہیں بلکہ یہ ایمان کی علامت ہے لیکن عقلاً بے فکری کو بہر حال غالب رکھنا چاہیے تاکہ وحزن طبعی مضمحل ہو جائے اور موجب پریشانی نہ ہو۔

خیال کی تبدیلی بھی نافع ہے

احقر کے واقعہ مذکورہ بالا سے یہ بھی تجربہ ہوا کہ خیال کے بدل جانے سے بھی خطرات دفع ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ حضرت والا سالک کے لیے اس مراقبہ کا کہ اللہ تعالیٰ کو مجھ سے محبت ہے بیحد نافع ہونا بتاکید فرمایا کرتے ہیں بلکہ یہاں تک فرمایا کرتے ہیں کہ اگر اپنی حالت اللہ تعالیٰ کی محبت کے قابل نہ بھی ہو تب بھی حسب بشارت انا عند ظن عبدی بی یہی نیک گمان رکھے کہ اللہ تعالیٰ کو مجھ سے محبت ہے اھ۔ اور محبت حق کے آثار بھی موجود ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمان بنایا اور دین کی فکر عطا فرمائی۔ اور خطرات منکرہ پر طبعی غم نصیب فرمایا جو صریح علامت ہے ایمان کی اس مراقبہ محبت میں علاوہ اور منافع باطنیہ کے جن کے بیان کا یہ موقع نہیں یہ بھی بڑا نفع ہے کہ یہ مراقبہ خطرات کے دفع کا نہایت قوی الاثر اور مجرب بلکہ ضروری علاج ہے کیونکہ خطرات منکرہ کی بناء پر سالک کو بوجہ غایت خشیت و ناواقفی اس حالت پر بعد کا اور اپنے اوپر مبغوض عنداللہ ہونے کا وہم ہو جاتا ہے جو درحقیقت خلاف واقع ہوتا ہے لہٰذا بقاعدۂ العلاج بالضد اس وہم کا علاج محبوب عنداللہ ہونے کا مراقبہ ہے جو ایسی

www.ahlehaq.org

حالت میں مطابق حقیقت کے بھی ہے کیونکہ خطرات مؤمنین و مقبولین ہی کو پیش آتے ہیں۔ کافرین و مردودین کو پیش نہیں آتے جس کا سبب یہ ہے کہ شیطان کافرین و مردودین کی جانب سے تو مطمئن رہتا ہے کیونکہ وہ تو گمراہی میں اس کا کامل اتباع کر ہی رہے ہیں اور جب ایسے ضرر عظیم میں ان کو مبتلا کر رکھا ہے تو اس کو ضرورت ہی کیا ہے کہ پھر خطرات میں جو مطلق مضر دین نہیں ان کو مبتلا کرے (اور یہی مضمون اختصار کے ساتھ عنقریب جزو سوم میں بسلسلہ احادیث بضمن شرح حدیث **ذاک صریح الایمان** امام نوویؒ سے عبارت وقیل معناہ الخ میں منقول ہوگا) البتہ مؤمنین و مقبولین کے درپے رہتا ہے کہ اگر ہو سکے تو ان کو خطرات کے ذریعہ سے گمراہ کرے ورنہ کم از کم پریشان ہی کرے لہذا اس کی خواہش کو ہرگز پورا نہ ہونے دیا جائے یعنی خطرات منکرہ کو عقلاً منکر سمجھا جائے اور اپنے اختیار کو ان سے ہرگز متعلق نہ ہونے دیا جائے نہ حدوثاً نہ بقاء نہ ان کے مقتضاء پر عمل کی نوبت آنے دی جائے اور بجائے مغموم ہونے کے خطرات کو علامت ایمان سمجھ کر اس پر عقلاً مطمئن اور مسرور رہے کہ بحمد اللہ میرے عقائد تو صحیح ہیں اور اسی جزو دوم کے حصہ اول کے فقرہ (د) میں جو حضرت والا کا ارقام فرمایا ہوا دستور العمل ہے اس کو اپنا معمول بنا کر بے فکری اور اطمینان کے ساتھ اپنے کو ذکر و طاعۃ اور ضروریات دینیہ و دنیویہ میں بلا لحاظ دلچسپی و عدم دلچسپی مشغول رکھا جائے بلکہ حسب تحقیق حضرت والا امور مباحہ کا بھی قدرے شغل رکھا جائے کہ وہ بھی وقایہ ہو جاتے ہیں خطرات منکرہ کا۔

خطرات کا بہترین علاج

(۶)۔ فرمایا کہ خطرات کو دفع کرنے کے ہرگز درپے نہ ہونا چاہیے۔ ورنہ وہ اور زیادہ ہجوم کرنے لگتے ہیں۔ شیطان کی خاصیت کتے کی سی ہے کہ جتنا اس سے ڈر کر بھاگا جائے اتنا ہی وہ اور زیادہ بھونکتا اور پیچھا کرتا ہے اور اگر اس کی طرف التفات ہی نہ کیا جائے نہ ڈرا جائے نہ بھاگا جائے تو آپ ہی خاموش ہو کر واپس چلا جاتا ہے۔ لہذا خطرات کا بہترین علاج یہی ہے کہ ان کی طرف التفات ہی نہ کیا جائے اور خوض تو ہرگز ہرگز نہ کیا جائے کیونکہ خطرات کے اندر بس خوض کرنا ہی غضب ہے اس سے بجائے شفا ہونے کے اور زیادہ پریشانی بڑھتی ہے اور خطرات کا

www.ahlehaq.org

بہت زیادہ ہجوم ہونے لگتا ہے اور گو ان کا ہجوم دین کے لیے مطلقاً مضر نہیں کیونکہ بوجہ غیر اختیاری ہونے کے معصیت نہیں لیکن ان سے اذیت بے حد ہوتی ہے اور ان سے نجات پانے کی جو تدابیر بتائی جاتی ہیں وہ بھی دفع اذیت ہی کے لیے بتائی جاتی ہیں نہ کہ معصیت ہونے کی بناء پر کیونکہ اپنے آپ کو بلاضرورت مشقت اور پریشانی میں ڈالنا بھی تو مناسب نہیں۔

حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ کبھی خطرات کا سبب لطافت طبع اور ذکاوت حس ہوتی ہے جس پر یہ مصرع صادق آتا ہے۔ ع۔ اے روشنی طبع تو برمن بلا شدی، کبھی عوارض طبیہ کبھی رذائل نفسانیہ کبھی تصرفات شیطانیہ کبھی معاصی اور کبھی حق تعالیٰ کی جانب سے طلب کا امتحان ہوتا ہے اور کبھی ان اسباب میں سے ایک سے زائد اسباب بھی جمع ہو جاتے ہیں۔ اس صورت میں جب سبب کی تشخیص نہ ہو سکے تو سب معالجات کو جمع کر لیا جائے لیکن ہر صورت میں علاوہ معالجات خاصہ کے سب کا مشترک علاج یہی ہے کہ التفات نہ کرے اور خوض نہ کرے نہ خطرات میں نہ ان کے اسباب میں نیز حضرت والا رذائل نفسانیہ کے متعلق فرمایا کرتے ہیں کہ ملکات رذیلہ پر مواخذہ نہیں کہ وہ غیر اختیاری ہیں۔ افعال پر مواخذہ ہے جو اختیاری ہیں۔ ملکات رذیلہ کے مقتضاء پر بس عمل نہ ہونے دے باقی اس فکر میں نہ پڑے کہ ملکات رذیلہ زائل ہو جائیں کیونکہ وہ زائل نہیں ہوا کرتے البتہ مجاہدات اور تکرار مخالفت نفس سے مضمحل ہو جاتے ہیں وجہ یہ ہے کہ وہ جبلی ہیں اور جبلت بدلا نہیں کرتی البتہ افعال جبلی نہیں ان پر اختیار ہے ان کا صدور نہ ہونے دے اور نہ اس غم میں پڑے کہ میری جبلت ہی کیوں ایسی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ خالق بھی ہیں اور حکیم بھی ہیں ان کی اس میں سینکڑوں حکمتیں ہیں نیز رذائل نفس سے کون خالی ہے کم و بیش سب میں موجود ہیں۔ الا ماشاء اللہ۔ کیونکہ نفس کی ساخت ہی ایسی رکھی گئی ہے لیکن جب تک وہ رذائل قوت سے فعل میں نہ لائے جاویں اور ان کا ظہور بذریعہ صدور اعمال نہ ہو کوئی مواخذہ نہیں۔ جیسے دیا سلائی میں سب مادے جل اٹھنے اور بھڑک اٹھنے کے موجود ہیں لیکن اگر اس کو رگڑا نہ جائے تو چاہے جیب میں لیے پھرے کوئی اندیشہ نہیں ہاں اس کی ہر وقت سخت احتیاط رکھنی ضروری ہے کہ رگڑ نہ لگنے پائے۔

www.ahlehaq.org

حضرت حاجی صاحبؒ کا ارشاد فرمایا ہوا علاج

(۷)۔ فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ نے خطرات کا عجیب وغریب علاج ارشاد فرمایا تھا وہ یہ کہ یوں سوچا کرے کہ اللہ اکبر اللہ تعالیٰ نے قلب کو بھی کیسا بحر مواج بنایا ہے کہ خطرات موجوں کی طرح امڈے ہی چلے آتے ہیں۔ کسی طرح روکے رکتے ہی نہیں کیا خدا کی قدرت ہے کیا خدا کی صنعت ہے اس کو نقل فرما کر حضرت والا نے فرمایا کہ سبحان اللہ کیا لطیف معالجہ ہے کہ جن خطرات کو سالک آلہ بُعد سمجھ رہا تھا انہی کو مرآۃ جمال خداوندی بنا کر موجب قرب ومشاہدہ بنا دیا۔ اھ۔ احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ حضرت حاجی صاحبؒ کا ایک اور بھی لطیف معالجہ جو خود حضرت والا کے لیے حضرت والا کی حالت رفیعہ اور شان عالی کے مناسب تحریر فرمایا تھا اس جگہ نقل کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ مکتوب نمبر ۴۵ مورخہ ۱۹۔ رجب ۱۳۱۶ھ میں جس کی نقل نقول مکتوبات امدادیہ میں نمبر ۴۰ پر پہلے اپنے موقع پر پیش بھی کی جا چکی ہے تحریر فرماتے ہیں کہ جو کچھ قلب پر وارد ہو منجانب اللہ خیال کرو۔ جو واردات مضر ہوں گے اس مراقبہ سے سب دفع ہو جائیں گے۔ اھ۔

ضروری تنبیہ: مذکور معالجات کے مفید ہونے کی شرط

بعون اللہ تعالیٰ وبفضلہٖ حضرت والا کے ارشاد فرمودہ تحریری وتقریری معالجات خطرات کی نقل سے فراغت ہوئی۔ اب آخر میں ان سب معالجات کے متعلق حضرت والا ہی کی ارشاد فرمائی ہوئی ایک نہایت ضروری تنبیہ نقل کی جاتی ہے جس کو حضرت والا نے اس حصہ کو سنکر نہایت اہتمام کے ساتھ بیان فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ یہ اس قدر ضروری بات ہے کہ بغیر اس کے یہ سارا مضمون ہی معالجات خطرات کا نامکمل رہا جاتا ہے وہ تنبیہ یہ ہے کہ ان سب مذکورۂ بالا معالجوں کی شرط نفع یہ ہے کہ ان معالجوں کو معالجہ سمجھ کر اور دفع خطرات کی نیت سے ہرگز نہ کیا جائے بلکہ مستقل اعمال مفیدہ سمجھ کر اختیار کیا جائے اور نتیجہ خاص یعنی اندفاع خطرات کا بھی انتظار نہ کیا جائے ورنہ اس انتظار سے تعجیل اور تعجیل سے تقاضا اور تقاضے سے تشویش پیدا ہوگی اور بھلا تشویش کے ہوتے ہوئے خطرات کیونکر دفع ہو سکتے ہیں بلکہ

www.ahlehaq.org

بجائے انتظار اندفاعِ خطرات کے اپنی طرف سے اس پر بالکل آمادہ رہا جائے کہ اگر ساری عمر بھی خطرات سے نجات نہ ملے تب بھی کچھ پرواہ نہیں جو کام ہم کو بتایا گیا ہے بس وہ ہم کر رہے ہیں اس سے زیادہ کے ہم مکلف ہی نہیں اور ہر حال میں اس امر واقعی اور عقیدہ واجبہ کا استحضار رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ حاکم بھی ہیں اور حکیم بھی۔ حاکم ہونے کی بناء پر تو ان کو اپنی مخلوق کے اندر ہر قسم کے تصرفات کرنے کا پورا حق اور کامل اختیار حاصل ہے وہ اپنے بندوں کے اندر جو چاہیں تصرف فرمائیں کسی کو مجال چون و چرا نہیں اور حکیم ہونے کی بناء پر بندہ کو ان کے ہر تصرف کے متعلق اجمالاً یہ اعتقاد رکھ کر بالکل مطمئن رہنا چاہیے کہ یہ تصرف میرے حق میں سراسر حکمت ہے گو اس کی تفصیلی حکمتیں معلوم نہ ہوں۔ اھ۔ الحمدللہ معالجہ قبض و ہیبت کے جزو دوم سے بھی فراغت حاصل ہوئی اب اس کا جزو سوم ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے۔

جزو سوم

مراقبہ و استحضارِ بعض آیات و احادیث و تکرار بعض اشعارِ اہلِ استبصار بہ تفکر و اعتبار جو ذیل میں مذکور ہیں۔

آیات: لایکلف اللّٰہ نفساً الا وسعھا لھا ماکسبت وعلیھا ما اکتسبت وتکرار مناجات ہذا ربنا لا تؤاخذ نا ان نسینا او اخطأنا ربنا ولا تحمل علینا اصرا کما حملتہ علی الذین من قبلنا ربنا ولا تحملنا مالا طاقۃ لنا بہ واعف عنا واغفرلنا وارحمنا انت مولانا فانصرنا علیٰ القوم الکافرین ونیز تکرار مناجات ہذا ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب ونیز تکرار مناجات ہذا ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا وترحمنا لنکونن من الخاسرین۔ ضروری تفسیر آیت لایکلف اللّٰہ نفساً الاوسعھا از بیان القرآن توضیح مضمون وان تبدوا الخ۔ لا یکلف اللّٰہ نفساً الا وسعھا۔ لھا ماکسبت وعلیھا ما اکتسبت۔ (یعنی ہم نے جو پہلی آیت میں کہا ہے کہ نفوس کی پوشیدہ باتوں پر بھی محاسبہ ہوگا اس سے مراد امور غیر اختیاری نہیں بلکہ صرف امور اختیاریہ

www.ahlehaq.org

ہیں کیونکہ) اللہ تعالیٰ کسی شخص کو (احکام شرعیہ میں) مکلّف نہیں بناتا (یعنی ان امور کو واجب یا حرام نہیں فرماتا) مگر اسی کا جو اس کی طاقت (اور اختیار) میں ہو اس کو ثواب بھی اسی کا ہوتا ہے جو ارادہ سے کرے اور اس پر عذاب بھی اسی کا ہوگا جو ارادہ سے کرے (اور جو وسعت سے باہر ہے اس کا مکلّف نہیں کیا گیا اور جس کے ساتھ قصد اور ارادہ متعلق نہیں اس کا نہ ثواب ہے نہ عذاب اور وساوس طاقت سے خارج ہیں۔ تو ان کے آنے کو حرام اور ان کے نہ آنے دینے کو واجب نہیں کیا اور نہ ان پر عذاب رکھا۔)

نوٹ: اگر کسی صاحب کو مزید تفصیل و تحقیق کا شوق ہو تو وہ سورۂ بقر کے آخری رکوع کی پوری تفسیر کو بیان القرآن مصنفہ حضرت والا میں ملاحظہ فرمائیں ۱۲۔

احادیث: عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله تجاوز عن امتى ماوسوست به صدورها مالم تعمل به (اى مادام لم يتعلق به العمل ان كان فعليا) اوتتكلم (ان كان قوليا) متفق عليه و عنه قال جاء ناس من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم الى النبى صلے الله عليه وسلم فسألوه انا نجد فى انفسنا مايتعاظم احد نا ان نتكلم به قال اوقد وجد تموه قالو انعم قال ذاک صريح الايمان رواه مسلم.

عن ابن عباس ان النبى صلى الله عليه وسلم جاء ه رجل فقال انى حدث نفسى بالشئ لان اكون حممة احب الى من ان اتكلم به قال الحمدلله الذى ردامره الى الوسوسة راوه ابوداؤد.

عن ابى هريرةؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ياتى الشيطان احد كم فيقول من خلق كذا من خلق كذا حتىٰ يقول من خلق ربک فاذابلغه فليستعذ بالله ولينت. متفق عليه و عنه قال رسول الله صلى الله عليه وسلم (فى مثل هذا) فمن وجد من ذلک شيئا فليقل اٰمنت بالله و رسله متفق عليه و عنه قال رسول الله صلى الله عليه وسلم (فى مثل هذا) فاذا قالو اذلک فقولوا الله احد الله الصمد لم يلد ولم يولد ولم يكن له

www.ahlehaq.org

کفواً احد ثم لیتفل عن یساره ثلثا و لیستعذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم رواہ ابو داؤد (مشکوۃ باب الوسوسۃ)

قال النووی فقوله صلی اللّٰہ علیه وسلم ذاک صریح الایمان معناہ استعظامکم الکلام به هو صریح الایمان فان استعظام هٰذا اوشدة الخوف منه ومن النطق به فضلا عن اعتقادِہ انما یکون ممن استکمل الایمان ایمانا محققا و انتفت عنه الریبة والشکوک الی قوله و قیل معناہ ان الشیطٰن انما یوسوس لمن ایس من اغوائه فینکد علیه بالوسوسة لعجزہ عن اغوائه واماالکافرفانه یاتیه من حیث شاء ولا یقتصر فی حقه علی الوسوسة بل یتلاعب به کیف اراد فعلے هذا معنی الحدیث سبب الوسوسة محض الایمان اوالوسوسة علامة محض الایمان وهذا القول اختیار القاضی عیاض. واما قوله صلی اللّٰہ علیه وسلم فمن وجد ذلک فلیقل اٰمنت باللّٰہ و فی الروایة الاخریٰ فلیستعذ باللّٰہ ولینته فمعناہ الاعراض عن هذا الخاطر الباطل والالتجاء الی اللّٰہ فی اذهابه و نقل عن الامام المازری قال ظاهر الحدیث انه صلی اللّٰہ علیه وسلم امرهم ان یدفعو الخواطر بالا عراض عنها والردلها من غیر استدلال و الانظرفی ابطالها الیٰ قوله لما کان امراطار یا بغیر اصل دفع بغیر نظر فی دلیل اذلااصل له ینظر فیه وقال فی معناہ اذا عرض له هذا الوسواس فلیلجاء الی اللّٰہ تعالیٰ فی دفع شرہ عنه و لیعرض عن الفکر فی ذلک ولیعلم ان هذا الخاطر من وسوسة الشیطٰن وهوا انما یسعے بالفسادوالاغواء فلیعرض عن الاصغاء الی وسوسته ولیبادرالی قطعها بالاشتغال بغیرها۔

www.ahlehaq.org

اشعار اہل استبصار

(از حضرت عارف رومیؒ)

رنج راحت شد چو مطلب شد بزرگ (۱) گردِ کلہ توتیا لے چشم گرگ

جب مقصد بڑا ہو تو تکلیف راحت میں بدل جاتی ہے، بھیڑیے کی نظر............

بس زبون وسوسہ باشی دلا (۲) گرطرب راباز دانی از بلا

اے دل تو وسوسوں میں مبتلا ہو جائے گا اگر تو مصیبت سے نکل راحت میں آ جائے۔

گر مُرادت را مذاق شکر است (۳) بے مرادی نے مراد دلبر است

اگر تیری طبیعت میں شکر کی عادت ہو، تو کوئی ناکامی نہیں ہے سب محبوب کی مراد ہے۔

ناخوش او خوش بود بر جانِ من (۴) دل فدائے یارِ دل رنجان من

اے میری جان اس کا ناخوش بھی خوش ہوتا ہے، میرا دل مجھے تکلیف دینے والے محبوب پر قربان ہے

عاشقم بر لطف و بر قہرش بجد (۵) اے عجب من عاشقم بر ہر دو ضد

میں دل سے مہربانی اور غصے پر عاشق ہوں، تعجب ہے کہ میں دو متضاد چیزوں پر عاشق ہوں۔

غم چو بینی زود استغفار کن (۶) غم بہ امرِ خالق آمد کارکن

جب تو غم دیکھے تو فوراً استغفار کر، غم پیدا کرنے والے کے حکم سے آیا ہے تو کام کر۔

در بلیّاتِ جہاں صبّار باش (۷) گاہِ نعمت شاکر جبّار باش

زمانہ کی مصیبتوں پر صبر کرتا رہ، کبھی اس جبّار کی نعمتوں کا شکر بھی کر۔

صُنعِ حق را بین و مکرِ خود بہل (۸) اے زصُنعش مکرِ مکاراں خجل

اللہ تعالیٰ کی کاریگری دیکھ اور اپنا مکر چھوڑ دے، اس کی کاریگری کے سامنے بڑے بڑے تدبیر کرنے والوں کی تدبیریں شرمسار ہے۔

چونکہ مکرت شد فنائے صنعِ رب (۹) برکشائی یک کمینے بوالعجب

www.ahlehaq.org

چونک تیرا مکر اللہ تعالیٰ کی کاریگری میں فنا ہے اس لئے اے حیرانی میں ڈوبے ہوئے اپنے لئے کوئی پناہ گاہ بنالے۔

کہ کمینہ این کمیں باشد بقا (۱۰) تابد اندر عروج وارتقا

کیونکہ اس پناہ گاہ میں پناہ لئے ہوئے کو بقا حاصل ہے جو ابد تک ترقی و بلندی میں رہے گا۔

ازبرائے ایں کمیں سعی بکن (۱۱) تابری بوئے زعلم مِن لدُن

اس پناہ گاہ میں آنے کے لئے کوشش کرتا کہ تو علم لدنی کی خوشبو پائے۔

چونکہ برمیخت بہ بند دبستہ باش (۱۲) چوں کشاید جابک و برجستہ باش

جب وہ تجھے ایک جگہ پر باندھ دے تو تو بندھا رہ، جب کھولے تو چست و ہوشیار ہو جا۔

کوئے نومیدی مرد کامید ہاست (۱۳) سوئے تاریکی مرد خورشید ہاست

مایوسی کے کوچے میں نہ جا کیونکہ بہت ساری امیدیں ہیں، اندھیرے کی طرف نہ جا کیونکہ بہت سارے سورج ہیں۔

(از حضرت عارف شیرازیؒ)

www.ahlehaq.org

دعا

اے بادشہِ خوباں داد از غم تنہائی (۱۴) دل بے تو بجاں آمد وقت است کہ باز آئی

اے حسینوں کے بادشاہ! تنہائی کے غم سے ہماری فریاد ہے، تیرے بغیر دل موت کے قریب ہے یہ تیرے واپس آنے کا وقت ہے۔

اے درد تو ام درماں بر بستر ناکامی (۱۵) دلے یادِ تو ام مونس در گوشۂ تنہائی

اے وہ کہ تیرا درد ہی اس ناکامی کے بستر پر میرا علاج ہے، اے وہ کہ تیری یاد میں میری اس تنہائی میں مجھے محبت دینے والی ہے۔

در دائرۂ قسمت مانقطۂ پرکاریم (۱۶) لطف انچہ تو اندیشہ حکم انچہ تو فرمائی

قسمت کے دائرے میں ہم پرکار کا نکتہ ہیں، تو جو سوچے گا وہی کرم ہے اور جو تو فرمائے وہی حکم ہے۔

www.ahlehaq.org

زیں دائرۂ مینا خونیں جگرم مے دہ (۱۷) تا حل کنم ایں مشکل زیں ساغر مینائی
اس شرابی دائرے سے میرا دل خون میں لت پت ہے مجھے شراب دے، تا کہ میں اس شرابی جام سے اس مشکل کو حل کروں۔

ایضاً

جز آستانِ توام در جہان پناہے نیست (۱۸) سرِ مرا بجز ایں در حوالہ گاہے نیست
تیرے آستانے کے سوا اس جہان میں میرے لئے کوئی پناہ نہیں ہے۔ میرا راز اس درگاہ کے سوا کہیں نہیں ہے۔

ایضاً

در تیرہ شبِ ہجر تو جانم بہ لب آمد (۱۹) وقت است کہ ہمچوں مہ تاباں بدر آئی
جدائی کی اندھیری رات میں میری جان لبوں تک پہنچ گئی ہے، اب وقت ہے کہ تو روشن چاند کی طرح اندر آئے۔

جاں میدہم از حسرت دیدارِ تو چوں صبح (۲۰) باشد کہ چو خورشید درخشاں بدر آئی
تیرے دیدار کی حسرت میں صبح کی طرح جان دے رہا ہوں، ہوسکتا ہے کہ تو روشن سورج کی طرح باہر آئے۔

بر خاک دست بستہ ام از دیدہ دو صد جوئی (۲۱) باشد کہ تو چوں سروِ خراماں بدر آئی
میں تیرے دَر کی خاک پر تیری آنکھوں کو انتظار میں لگا کر بندھا ہوا ہوں، ہوسکتا ہے کہ تو سرو کی طرح ٹہل کر باہر آئے۔

برائے تسلی (غزل)

یوسف گم گشتہ باز آید بہ کنعان غم مخور (۲۲) کلبۂ احزاں شود روزے گلستان غم مخور
گمشدہ یوسف کنعاں میں واپس آ جائے گا تو غم نہ کھا، غم سے بھرا ہوا گھر ایک دن باغ بن جائے گا تو غم نہ کھا۔

ایں دلِ غمدیدہ حالش بہ شود دل بد مکن (۲۳) ویں سرِ شوریدہ باز آید بہ ساماں غم مخور

www.ahlehaq.org

اس غمگین دل کا حال بدل جائے گا تو دل کو مایوس نہ کر، وہ دیوانہ سامان کے ساتھ واپس آ جائے گا تو غم نہ کر۔

دورِ گردوں گر دو روزے بر مراد ما نگشت (۲۴) دائما یکساں نماند کارِ دوراں غم مخور

زمانہ کی گردش چکر کھائے گی اور ایک دن ہمارے مطلوب پر آئے گی، زمانے کا معاملہ ہمیشہ ایک جیسا نہیں رہتا تو غم نہ کھا۔

ہاں مشو نومید چوں واقف نہ از سرِ غیب (۲۵) باشد اندر پردہ بازیہائے پنہاں غم مخور

جب تو غیب کے راز سے واقف نہیں ہے تو ناامید نہ ہو، پردے کے اندر کئی کھیلیں ہوتی ہیں تو غم نہ کر۔

ہر کہ سرگرداں بعالم گشت و غمخوارے نیافت (۲۶) آخرالامر او بہ غمخوارے رسد ہاں غم مخور

جو جہاں میں پریشان ہو کر گھوما اور اسے کوئی غمخوار نہیں ملا، آخر کار وہ بھی اپنے غمخوار تک پہنچ جائے گا تو غم نہ کھا۔

در بیاباں گر بہ شوق کعبہ خواہی زد قدم (۲۷) سرزنشہا گر کند خار مغیلاں غم مخور

اگر تو کعبہ جانے کے شوق میں جنگل میں چلا ہے اور جھاڑیوں کے کانٹے تجھے تنبیہ کرتے ہیں تو بھی تو غم نہ کر۔

گرچہ منزل بس خطرناک است و مقصد ناپدید (۲۸) ہیچ راہے نیست کو را نیست پایاں غم مخور

اگر چہ منزل بہت خطرناک ہے اور مقصد ظاہر نہیں ہو رہا لیکن ہر راستہ ایسا نہیں ہے جس کی انتہاء نہ ہو، تو غم نہ کر۔

ایدل ار سیل فنا بنیاد ہستی ہر کند (۲۹) چوں ترا نوح ست کشتیباں از طوفاں غم مخور

اے دل اگر ہلاک کرنے والا سیلاب تیری ہستی کی بنیاد اکھیڑتا ہے تو حضرت نوحؑ جیسا تیری کشتی کا ملاح ہے تو غم نہ کھا۔

گر بہار عمر باشد باز بر طرف چمن (۳۰) چترِ گل بر سر کشی اے مرغِ خوشخواں غم مخور

اگر زندگی کی بہار رہی تو تو اے خوش آواز پرندے تو باغ کے کنارے پھول پر بیٹھے گا۔

حافظا در کنج فقر و خلوت شبہائے تار (۳۱) تا بود وردت دعا و درس قرآں غم مخور

www.ahlehaq.org

اے حافظ جب تک خلوت خانے کے کونہ میں اندھیری راتوں میں تیرا ورد وظیفہ دعا اور قرآن پڑھنا ہے تو غم نہ کر۔

دیگر

رسید مژدہ کہ ایام غم نخواہد ماند (۳۲) چناں نماند و چنیں نیز ہم نخواہد ماند

خوشخبری آئی ہے کہ غم کے دن نہیں رہیں گے، وہ حالات نہیں رہے تو یہ بھی نہیں رہیں گے۔

چہ جائے شکر و شکایت ز نقش نیک و بد است (۳۳) کہ کس ہمیشہ گرفتار غم نخواہد ماند

یہ اچھے برے حالات کے شکوہ و شکر کی جگہ نہیں ہے کیونکہ کوئی ہمیشہ غم میں گرفتار نہیں رہتا۔

ابیات

اے دل صبور باش مخور غم کہ عاقبت (۳۴) از شام صبح گردد و از شب سحر شود

اے دل صبر پر قائم رہ غم نہ کر کیونکہ آخر کار شام سے صبح ہوگی اور رات کی سحر ہوگی۔

حافظ مکن اندیشہ کہ آن یوسفِ مصری (۳۵) باز آید و از کلبۂ احزاں بدر آئی

حافظ اندیشہ نہ کر کیونکہ وہ مصر والے یوسف واپس آئینگے اور تو غموں سے باہر آئیگا۔

از غم و درد مکن نالۂ و فریاد کہ دوش (۳۶) زدہ ام فالے و فریاد رسے می آید

غم کی وجہ سے آہ وزاری نہ کر کیونکہ میں نے کل فال نکالی ہے اور کوئی فریاد کو پہنچنے والا آرہا ہے۔

صبر کن حافظ بہ تلخی روز و شب (۳۷) عاقبت روزے بیابی کام را

اے حافظ حالات کی سختی پر صبر کر، آخر کار ایک دن تو اپنے مقصد کو پالے گا۔

در طریقت ہر چہ پیش سالک آید خیر اوست (۳۸) بر صراطِ مستقیم اے دل کسے گمراہ نیست

طریقت میں سالک کو جو بھی پیش آئے اس کے لئے بہتر ہے، اے دل سیدھے راستہ پر ہوتے ہوئے کوئی گمراہ نہیں ہوتا۔

دوزے بری بہ وصل حافظ (۳۹) گر طاقتِ انتظار داری

اے حافظ ایک دن تو وصل حاصل کرے گا، اگر تجھ میں انتظار کی طاقت ہے تو!

www.ahlehaq.org

نصیحت (غزل)

عاشقاں رابر سر خود حکم نیست (۴۰) ہر چہ فرمانِ تو باشد آں کنند
عاشقوں کو تو اپنے اوپر حکم کرنے کا بھی اختیار نہیں ہے جو آپ فرمائیں گے وہی کریں گے۔

خوش برآ از غصہ ایدل کاہل راز (۴۱) عیشِ خوش در بوتۂ ہجراں کنند
اے دل غصہ سے باہر نکل خوش رہ کیونکہ راز دان، ہجر کی کٹھالی میں اچھا وقت گزارتے ہیں۔

دیگر

میان عاشق و معشوق فرق بسیار است (۴۲) چو یار ناز نماید شما نیاز کنید
عاشق و معشوق کے درمیان بہت فرق ہے، جب محبوب ناز کرے تو تم نیاز کرو۔

بجانِ دوست کہ غم پردۂ شما ندرد (۴۳) گر اعتماد برالطافِ کارساز کنید
تمہیں محبوب کی جان کی قسم کہ غم تمہارا پردہ نہ پھاڑ ڈالے، اگر تم کارساز حقیقی کے کرم پر اعتماد کرو۔

دیگر

از حشمت اہل جہل بکیواں رسیدہ اند (۴۴) جز آہ اہل فضل بکیواں نمی رسد
(جاہل دولت کے سبب ساتویں آسمان پر پہنچے ہوئے ہیں مگر بزرگ لوگ فریاد کے بغیر ساتویں آسمان پر نہیں پہنچتے۔

حافظ صبور باش کہ درراہ عاشقی (۴۵) ہر کس کہ جاں ندارد بہ جاناں نمیرسد
حافظ صبر کر کیونکہ عاشقی کے راستہ میں جو جان قربان کرے وہ محبوب تک نہیں پہنچتا۔

دیگر

باغباں گر پنج روزے صحبتِ گل بایدش (۴۶) بر جفائے خار ہجراں صبر بلبل بایدش
مالی اگر پانچ دن پھولوں کی صحبت میں رہنا چاہتا ہے تو اسے جدائی کے کانٹوں پر بلبل کی طرح صبر کرنا چاہیے۔

ایدل اندر بندِ زلفش از پریشانی منال (۴۷) مرغ زیرک چوں بدام افتد تحمل بایدش
اے دل اس کی زلفوں کی قید میں پریشان ہو کر فریاد نہ کر، سمجھدار پرندہ جب جال میں پھنس جائے تو اسے صبر چاہیے۔

www.ahlehaq.org

نازہا زیں نرگسِ مستانہ می باید کشید (۴۸) ایں دلِ شوریدہ گر آں زلف وکاکل بایدش

اگر اس دیوانے دل کو وہ زلف چاہیے تو اسے اس مست محبوب کے نخرے برداشت کرنے ہوں گے۔

با چنیں زلف ورخے یادش نظر بازی حرام (۴۹) ہر کہ روئے یاسمین وجعد سنبل بایدش

جسے یاسمین جیسا چہرہ اور سنبل جیسی زلفوں کی ضرورت ہے اسے عام زلفوں اور چہروں پر نظر کرنا حرام ہے۔

تکیہ بر تقویٰ ودانش در طریقت کافریست (۵۰) راہ رو گر صد ہنر دارد توکل بایدش

طریقت کے راستہ میں تقویٰ وعمل پر بھروسہ کرنا کفر ہے، مسافر اگرچہ سو کمال رکھتا ہو پھر بھی اسے توکل کرنا چاہیے۔

دیگر

روزے اگر غمے رسدت تنگدل مباش (۵۱) رو شکر کن مبادکہ از بد بتر شود

اگر ایک دن تجھے غم پہنچے تو تنگدل نہ ہو، بلکہ شکر کر کہ کہیں بد سے زیادہ برا نہ ہو جائے۔

گویند سنگ لعل شود در مقام صبر (۵۲) آرے شود ولیک بخونِ جگر شود

کہتے ہیں کہ صبر کرنے کے بعد پتھر موتی بنتا ہے، ہاں بنتا ہے مگر خونِ جگر دینے کے بعد۔

خواہم شدن بمیکدہ گریاں وداد خواہ (۵۳) کز دستِ غم خلاص دل آنجا مگر شود

میں شراب خانہ میں فریاد کرتا ہوں اور انصاف کی درخواست کرتا ہوں، ہوسکتا ہے کہ وہاں میرا دل غم کے ہاتھ سے نجات مل جائے۔

ابیات

عاشق مخور غم گر وصل خواہی (۵۴) خوں بایدت خور در گاہ و بیگاہ

عاشق! اگر تجھے وصل چاہیے تو غم نہ کھا، تجھے وقت بے وقت اپنا خون پینا چاہیے۔

جام مئے وخونِ دل ہر یک بہ کسے دادند (۵۵) در دائرۂ قسمت اوضاع چنیں باشد

شراب کا جام کسی کو اور کسی کو خونِ دل دیا ہے، قسمت کے دائرہ کی تقسیم اسی طرح ہے۔

www.ahlehaq.org

از خلاف آمدِ عادت بطلب کام کہ من (۵۶) کسبِ جمعیت ازاں زلفِ پریشاں کردم
عادت کے خلاف اپنے مطلب حاصل ہونے کی خواہش کر کیونکہ میں نے اس پریشان زلف سے دل کا اطمینان پانا ہے۔

تو بندۂ گلہ از بادشہ مکن اے دل (۵۷) کہ شرط عشق نباشد شکایت از کم و بیش
اے دل تو غلام ہے تو بادشاہ سے شکایت نہ کر، کیونکہ کم وزیادہ کی شکایت عشق کے لئے مناسب نہیں ہے۔

بہ دُرد و صاف ترا حکم نیست دم درکش (۵۸) کہ انچہ ساقی ماریخت عین الطاف است
تجھے گدلے اور صاف سے کیا واسطہ تو خاموش رہ، جو کچھ ہمارے ساقی نے ہمیں دیا ہے وہی اس کا کرم ہے۔

مشو فریفتۂ رنگ و بو قدح درکش (۵۹) کہ زنگِ غم زدلت جز مئے مغاں نبرد
رنگ وخوشبو پر عاشق نہ ہو جام پی جا، کیونکہ تیرے دل کا زنگ سوائے مستانے کی شراب کے اور کوئی نہیں اتار سکتا۔

بہ دردِ عشق بساز وخموش شو حافظ (۶۰) رموزِ عشق مکن فاش پیش اہل عقول
اے حافظ عشق کے درد کے ساتھ گزارا کر اور چپ رہ، عاشق کے راز عقل والوں کے سامنے نہ کھول۔

حافظ از بادِ خزاں درچمن دہر مرنج (۶۱) فکر معقول بہ فرما گل بے خار کجاست
اے حافظ زمانہ کے باغ میں خزاں کی ہوا سے پریشان نہ ہو، عقل سے سوچ کہ پھول بغیر کانٹے کے کہاں ہے۔

برآستانۂ تسلیم سر بنہ حافظ (۶۲) کہ گر ستیزہ کنی روزگار بستیزد
اے حافظ، تسلیم کے آستانہ پر سر جھکا دے کیونکہ اگر تو لڑائی کرے گا تو زمانہ بھی لڑے گا۔

صحبت عافیت گرچہ خوش افتاد اے دل (۶۳) جانبِ عشق عزیز است فرو گذارش
اے دل تجھے راحت کی رفاقت اچھی لگی ہے مگر عشق کا پہلو عزیز ہے اسے نہ چھوڑ۔

بہ پائے شوق گرایں رہ بسر شدے حافظ (۶۴) بدستِ ہجر ندادے کسے عنانِ فراق

www.ahlehaq.org

اے حافظ اگر یہ راستہ شوق کے قدموں سے طے ہو جاتا تو کوئی بھی جدائی کے ہاتھوں میں ہجر کی باگ نہ دیتا۔

طبیبِ عشق منم بادہ خور کہ ایں معجون (۶۵) فراغت آرد و اندیشہ بلا ببرد

میں عشق کا معالج ہوں، لہذا تو شراب پی کیونکہ یہ معجون تجھے مطمئن کرے گی اور مصیبت کا غم ختم کرے گی۔

جز بآبِ آتشیں یعنی شراب (۶۶) حل نمیگردد مرا ایں مشکلات

آگ کے رنگ والے پانی یعنی شراب کے بغیر میری یہ مشکلات کوئی حل نہیں کرتا۔

ہمت افزائی (غزل)

روزگاریست کہ سودائے کسی دین من است (۶۷) غمِ ایں کار نشاطِ دلِ غمگین من است

ایک زمانہ گزر گیا ہے کہ کوئی میرے طریقہ کا عاشق ہے، اس مقصد کا غم میرے غمگین دل کے لئے خوشی ہے۔

یارب ایں کعبۂ مقصود زیارتگہِ کیست (۶۸) کہ مغیلان طریقش گل ونسرین من است

اے رب اس مقصد کی منزل کس کی زیارت گاہ ہے کیونکہ اس کے راستہ کے کانٹے میرے لئے پھول وکلیاں ہیں۔

ابیات

مرا گدائے تو بودن زسلطنت خوشتر (۶۹) کہ ذُلِ جور و جفائے تو عزہ جاہ من است

میرے لئے تیری گدائی کرنا بادشاہی سے اچھی ہے کہ تیری ظلم کی ذلت میرے لئے عزت ومرتبہ ہے۔

عالم از نالۂ عشاق مباد اخالی (۷۰) کہ خوش آہنگ وفرح بخش نوائے دارد

جہان عاشقوں کی فریادوں سے خالی نہ ہو کیونکہ ان کی آواز بڑی خوبصورت و فرحت بخش ہے۔

ناز پروردِہ تنعم نبرد راہ بدوست (۷۱) عاشق شیوۂ رندان بلاکش باشد

www.ahlehaq.org

نازوں میں پلے ہوئے محبوب کا راستہ نہیں پا سکتے کیونکہ عاشق تو مصیبتیں جھیلنے والے رندوں کا کام ہے۔

خام راطاقتِ پروانۂ پر سوختہ نیست (۷۲) نازکاں را نہ رسد شیوۂ جاں افشانی

کسی غیر پختہ کو پر جلانے والے پروانے جتنی بھی ہمت نہیں ہوتی، نازک لوگ جان قربان کرنے کا کام نہیں کر سکتے۔

عشق بازی کارِ بازی نیست ایدل سر بباز (۷۳) زانکہ گوئے عشق نتواں زد بچوگان ہوس

اے دل تو ہٹ جا کیونکہ عشق کوئی کھیل نہیں ہے، کیونکہ عشق کی گیند ہوس کی لکڑی سے نہیں پھینکی جا سکتی۔

میل من سوئے وصال وقصدِ دسوئے فراق (۷۴) ترک کامِ خود گرفتم تا برآید کام دوست

میرا میلان وصال کی طرف ہے اور اس کا ارادہ فراق کا ہے، میں نے اپنا ارادہ چھوڑ دیا ہے تاکہ محبوب کا مقصد پورا ہو جائے۔

با دل خونیں لبِ خنداں بیاور ہمچو جام (۷۵) نے گرت زخے رسد آئی چونے اندر خروش

خون میں لتھڑے دل کے باوجود شراب کی طرح ہنستے ہوئے لبوں کے ساتھ آ، یہ نہیں کہ اگر تجھے کوئی زخم آ گیا ہے تو تو بانسری کی طرح شور مچاتا ہوا آئے۔

فراق ووصل چہ باشد رضائے دوست طلب (۷۶) کہ حیف باشد از و غیر او تمنائے

فراق ووصل کیا ہے تو اپنے محبوب کی رضا طلب کر، کیونکہ اس سے اسی کے علاوہ کسی اور چیز کی تمنا عیب کی بات ہے۔

فراز وشیب بیابانِ عشق دام بلاست (۷۷) کجاست شیر دلے کز بلانہ پرہیز د

عشق کے جنگل کی اونچ نیچ آزمائش کا جال ہے، وہ بہادر کہاں ہے جو آزمائش سے نہ ڈرے۔

گر موج خیز حادثہ سر برفلک زند (۷۸) عارف بآب ترنکند رختِ بخت خویش

اگر موجیں مارنے والے حادثہ کی بلندی آسمان تک پہنچ جائے تو عارف اپنے بخت کے سامان کو پانی سے بھیگنے نہیں دیتا۔

www.ahlehaq.org

زیرِ شمشیرِ غمش رقص کناں باید رفت (۷۹) کانکہ شد کشتۂ او نیک سرانجام افتاد

اس کے غم کی تلوار کے نیچے ناچتے ہوئے جانا چاہیے کیونکہ جو اس کے ہاتھوں قتل ہو وہ اچھے انجام کو پہنچتا ہے۔

حافظا شاید اگر در طلبِ گوہرِ وصل (۸۰) دیدہ دریا کنم از اشک و در غوطہ خورم

اے حافظ! مناسب ہے کہ اگر میں وصل کے موتی کی تلاش میں آنکھوں کو آنسوؤں کا دریا بنالوں اور اس میں غوطے کھاؤں۔

از حضرت شیخ شیرازیؒ

طلبگار باید صبور و حمول (۸۱) کہ نشنیدہ ام کیمیا گر ملول

طالب کو صبر والا اور برداشت والا ہونا چاہیے، کیونکہ میں نے کسی کیمیا گر کو تنگ ہوتے ہوئے نہیں سنا ہے۔

اگر مردِ عشقی کمِ خویش گیر (۸۲) وگرنہ رہِ عافیت پیش گیر

اگر تو عشق باز آدمی ہے تو اپنے آپ کو گم کردے ورنہ عافیت کا راستہ قابو رکھ۔

مترس از محبت کہ خاکت کند (۸۳) کہ باقی شوی چوں ہلاکت کند

محبت سے نہ ڈر کہ وہ تجھے خاک کردے گی جب وہ تجھے ہلاک کرے گی تو تو باقی ہوگا۔

خوشا وقت شوریدگان غمش (۸۴) اگر ریش بنبیند و گر مرہمش

عشق کے دیوانوں کا وقت کیا خوب ہے کہ اگر ایک زخم کھاتے ہیں تو دوسرے کو اس کا مرہم سمجھتے ہیں۔

دما دم شراب الم درکشند (۸۵) و گر تلخ بنبیند دم درکشند

برابر درد کی شراب پیتے جاتے ہیں اور اگر کڑوی محسوس کرتے ہیں تو بھی خاموش رہتے ہیں۔

اسیر ش نخواہد رہائی زبند (۸۶) شکارش بخوید خلاص از کمند

اس کا قیدی قید سے رہائی نہیں چاہتا، اس کا شکار جال سے چھٹکارا نہیں چاہتا۔

صبوری ترا کامگاری دہد (۸۷) ز رنج و بلا رستگاری دہد

صبر تجھے کامیابی دے گا، دکھ اور تکلیف سے تجھے رہائی دے گا۔

از حضرت عطارؒ

گر ہمی داری فرح را انتظار (۸۸) در بلا جز صبر نبود ہیچ کار

www.ahlehaq.org

اگر تو خوشی کا انتظار کر رہا ہے تو مصیبت کے وقت صبر کے علاوہ کوئی کام نہیں ہے۔

(از نواب مصطفٰے خان صاحب شیفتہؔ متخلص بہ حسرتی در فارسی)

ابیات

خواہش کہ دمے چند بہ آرام برآری (۸۹) خونیں جگر و خستہ دل و سوختہ جاں باش

اگر تو چند لمحے آرام سے گزارنا چاہتا ہے تو جگر کو خون خون اور دل کو ٹکڑے کر کے اور جان کو جلا کر رہ۔

اے عندلیب جائے تو در خاطر گل است (۹۰) گو برق سوز و باد ببر آشیانہ را

اے بلبل تیرا ٹھکانہ تو پھول کے دل میں ہے، اسے کہہ کہ اپنے آشیانہ کو آگ وہوا سے جلا دے۔

ریزند گلِ وصل بہ دامانِ محبت (۹۱) یک نالہ بہ شب در کش وصد خندہ سحر کن

محبت کے دامن میں محبوب سے ملاقات کے پھول گراتے ہیں، ایک رات آہ و زاری میں گزار اور سینکڑوں خوشیوں کے ساتھ صبح کر۔

حسرتی دل شاہد عدل است ہاں محزوں مباش (۹۲) بیت عشرت بازایں بیت الحزن خواہد شدن

اے حسرتی تو غمگین نہ ہو دل اس پر سچا گواہ ہے کہ یہ غموں کا گھر خوشیوں کا گھر بن جائیگا۔

منتظر باش و مکن شکوہ واز دیر مرنج (۹۳) وعدۂ وصل سزاوار تقاضا نبود

انتظار میں رہ، شکایت نہ کر اور شراب خانے سے ناراض نہ ہو، وصل کا وعدہ تقاضے کے لائق نہیں ہوتا

(متفرقات) قطعہ

عاشق چیست بگو بندۂ بودن (۹۴) دل بدست دگرے دادن وحیراں بودن

عاشقی کیا ہے کہو کہ محبوب کا غلام بن جانا، دل دوسروں کے ہاتھ میں دینا اور حیران رہنا۔

سوئے زلفش نظرے کردن وروئش دیدن (۹۵) گاہ شاداں شدن وگاہ پریشان بودن

اس کی زلف کو تکنا اور اس کا چہرہ دیکھنا، کبھی خوش ہونا اور کبھی پریشان رہنا۔

غزل

بہ تیغ ادائے تو سری فروشم (۹۶) بہ نوکِ سنانت جگری فروشم

www.ahlehaq.org

تیری ادا کی تلوار کے بدلے سر بیچتا ہوں، تیرے تیر کی نوک کے بدلے جگر بیچتا ہوں۔

اسیری زیر وازِ گلزار بہتر (۹۷) بکنج قفس بال وپری فروشم

زندہ رکھے تو تیری عطا ہے اور اگر قتل کرے تو بھی تجھ پر قربان ہیں، دل تجھ پر فریفتہ ہے تو جو بھی کرے تیری مرضی۔

ابیات

زندہ کنی عطائے تو ور بکشی فدائے تو (۹۸) دل شدہ مبتلائے تو ہر چہ کنی رضائے تو

اگر چہ دور افتادم باین امید خورسندم (۹۹) کہ شاید دست من بار دگر جانانِ من گیرد

اگر چہ دور پڑا ہوں لیکن اس امید پر خوش ہوں کہ شاید میرا محبوب دوبارہ میرا ہاتھ پکڑ لے۔

گاہ شادی گاہ غمگینی دلے (۱۰۰) می ندانی شادی و غم از کجا

کبھی خوشی اور کبھی غم، لیکن تو یہ نہیں جانتا کہ یہ خوشی وغم کہاں سے ہیں۔

نوٹ: یہ سو اشعار ہیں اس عدد کی مصلحت بیان حکمت حالت قبض و ہیبت کے آخر میں جو اشعار درج کیے گئے ہیں ان کے ختم پر جو نوٹ ہے اس میں ظاہر کی جا چکی ہے۔۱۲

بعون اللہ تعالےٰ وبفضلہٖ معالجہ قبض و ہیبت کا جز وسوم بھی جو اس کا آخری جز و تھا ختم ہو گیا اور بحمد اللہ تعالےٰ اس کے ساتھ ہی کراسۂ حاضرہ مسمی بہ الغیبہ فی الہیبہ بھی بوجہ اس کے کہ اس کے متعلق تقریباً سب مضامین ضروریہ بعون اللہ تعالےٰ معرض تحریر میں آ گئے ختم ہو گیا۔

اب اس رسالۂ الغیبہ فی الہیبہ میں سے واقعات و دلائل کو حذف کر کے صرف مہمات مسائل علمیہ وعملیہ متعلقہ حالت قبض و ہیبت کا خلاصہ ''بہ طیب الطیبہ لشیب الہیبہ'' بغرض تسہیل استفادہ اور ایک ضروری انتباہ بغرض رفع اشتباہ مسمّٰی بہ ''الانتباہ لرفع الاشتباہ'' ہدیۂ ناظرین کر کے اور پھر معذرت طویل پیش کر کے شکر نعمت اختتام و دعائے رحمت رب الانام پر اس عاجلہ نافعہ کو انشاء اللہ تعالیٰ ختم کر دیا جائے گا۔

www.ahlehaq.org

طیب الطیبه لشیب الهیبه
ملقب به اربعین للمجروحین

یعنی خلاصہ مہمات مسائل علمیہ وعملیہ متعلقہ حالتِ قبض وہیبت

ملتقطہ از رسالۂ الغیبہ فی الہیبہ'' بحذف واقعات ودلائل

(اس خلاصہ میں بلالحاظ ترتیب رسالہ کی اصل عبارات جابجا سے نقل کی گئی ہیں بجز چند الفاظ زائدہ کے جو کہیں کہیں ربط ظاہر کرنے کے لیے بڑھائے گئے ہیں لیکن امتیاز کے لیے ان الفاظ کو بین القوسین محصور کر دیا گیا ہے ۱۲)

ابتلاء ولوازم سلوک سے ہے

(۱) اکثر احوال میں نزول بلا عادۃ لوازم سلوک سے ہے۔

عادت اللہ

(۲) اکثر و بیشتر سالکین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا یہی معاملہ رہتا ہے کہ قبض وبسط یا خوف و رجاء یا ہیبت وانس یا عروج ونزول کم وبیش عمر بھر پیش آتے رہتے ہیں اور اس کے قلب پر جو کہ جلوہ گاہ محبوب حقیقی ہے کبھی تجلی جمال اور کبھی تجلی جلال کا ورود ہوتا رہتا ہے۔

انسدادِ خطرات کی تدبیر

(۳) تدابیر انسدادِ اشتداد خطرات: اول یہ کہ سالک حتی الوسع اپنے قلب کی تقویت اور تفریح کے لیے مقویات ومفرحات کا استعمال اور اسباب مشوشۂ قلب سے حتی الامکان اجتناب رکھے تاکہ قلب میں قوت رہے اور ایسے احوال کا تحمل کر سکے اور منجملہ اسباب قویۂ مشوشۂ قلب کے کسی ایسے واقعہ حزن کا جس کی تدبیر اختیار سے خارج ہو (مثلاً کسی کی موت) خواہ اس حزن کا منشاء اپنا درد ہو یا دوسرے کی ہمدردی ہو یا اس کے آثار ونتائج متیقنہ یا متحملہ کا

www.ahlehaq.org

ذہن میں استمرار استحضار یا زبان سے اس کا تکرار ہے یعنی بقصد اس کو سوچنا اور اس میں خوض و فکر کرنا یا اس کا بکثرت تذکرہ کرنا کہ اس سے قلب ایک معتد بہ درجہ میں متاثر ہو کر مشوش اور مضمحل ہو جاتا ہے اور واقعہ ٔ خون سے حزن طبعی ہونا گو غیر اختیاری ہے جو مضر بھی نہیں ہے لیکن اس کا بار بار یاد کرنا ذکر کرنا اختیاری ہے اور مضر بھی ہے اور جس طرح اس کا احداث یا ابقاء اختیاری ہے اسی طرح اس کا ازالہ بھی اختیاری ہے، جس کا طریق تجربہ ستایید بالنص سے یہ ہے کہ کسی اہم واجب مباح یا طاعت میں قلب کو مشغول کر دیا جائے اور واقعہ غم کی یاد کی مذکورہ بالا ممانعت میں جو کثرت کی قید لگائی اسکی وجہ یہ ہے کہ بالکل تذکرہ نہ کرنا اور ضبط میں مبالغہ کرنا بھی تجربہ سے مضر ثابت ہوا ہے کہ سب غبار اندر ہی اندر رہنے سے طبعیت گھٹ جاتی ہے اور اس کی قوت دافعہ غم گھٹ جاتی ہے اس لیے مصلحت یہ ہے کہ شروع شروع میں گاہ گاہ اپنے کسی دیندار ہمدرد سے اعتدال کے ساتھ حدود شرعیہ میں رہ کر اس واقعہ غم کا کسی قدر تذکرہ بھی کر لیا کرے۔ اس کی بھی تائید نص سے ہوتی ہے۔ (دونوں جزوں کی نصوص تائید یہ اصل میں مذکور ہیں) اور دوسرے کے ساتھ اپنی ہمدردی کو بھی حد کے اندر رکھے اور وہ حد یہ ہے کہ دوسرے کو نفع تو پہنچ جائے لیکن اپنے کو ضرر نہ پہنچے اس کے لیے بس عقلی ہمدردی کافی ہے اور طبعی ہمدردی کو صرف اسی حد تک رہنے دیا جائے جس حد تک عقلی ہمدردی کے مؤثر ہونے کے لیے ضروری ہو اس سے آگے نہ بڑھنے دیا جائے ورنہ تجربہ سے یہ بھی مضر ثابت ہوا ہے۔ زیادہ ہمدردی اور ترحم سے قلب کو تو تکلیف ہوتی ہی ہے بعض اوقات خلاف تسلیم و تفویض خیالات پیدا ہونے لگتے ہیں جو سخت اندیشہ کی بات ہے۔

دوسرے ترک مشاغل مباحہ میں مبالغہ نہ کرے اور بالکلیہ یکسوئی اختیار نہ کر لے تاکہ قلب میں ایسی چیزیں بھی مہیا رہیں جو اس قسم کے خطرات کو آنے سے روکیں لیکن ان مشاغل مباحہ میں تعلقات حبی کا بڑھانا داخل نہیں کہ وہ بھی مضر ہیں صرف تعلقات انتظامی و تفریحی کافی ہیں مثلاً انتظامات معاش، سیر و تفریح، مطالعہ تواریخ وغیرہ

تیسرے خطرات کی طرف التفات ہی نہ کرے یہاں تک کہ بقصد دفع بھی التفات نہ کرے بلکہ ذکر میں توجہ کے ساتھ مشغول ہو جائے لیکن توجہ میں بھی مبالغہ اور تندہی نہ کرے

www.ahlehaq.org

ورنہ کاوش کرنے سے طبیعت تھک کر ملول ہو جائے گی اور پھر خطرات کا اثر ہونے لگے گا۔

مفید مراقبہ

(۴)۔ (ارشادات حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ (الف) جو کچھ قلب پر وارد ہو منجانب اللہ خیال کرو۔ جو واردات مضر ہوں گے اس مراقبہ سے سب دفع ہو جائیں گے۔

(ب) یوں سوچا کرے کہ اللہ اکبر اللہ تعالیٰ نے قلب کو بھی کیسا بحر مواج بنایا ہے کہ خطرات موجوں کی طرح امڈے ہی چلے آتے ہیں کسی طرح روکتے رکتے ہی نہیں کیا خدا کی قدرت ہے۔ کیا خدا کی صنعت ہے (ختم ہوئے ارشادات حضرت حاجی رحمۃ اللہ علیہ کے)

خطرات کو خارج سمجھنا چاہیے

(۵)۔ (تدبیر فرمودۂ حاجی سید محمد عابد صاحب دیوبندیؒ) یوں سمجھنا چاہیے کہ یہ خطرات قلب میں داخل نہیں ہو رہے بلکہ خارج ہو رہے ہیں جیسے اگر چور گھر کے اندر چوری کرنے کے لیے گھسے تب بھی دروازہ پر نظر آتا ہے اور اگر گھر والوں کے جاگ پڑنے کے بعد بھاگنے لگے تب بھی دروازہ ہی سے گزرتا ہوا نظر آتا ہے۔ (ختم ہوا ارشاد حاجی محمد عابد صاحب دیوبندیؒ کا)

www.ahlehaq.org

غلبۂ حال منافیٔ کمال نہیں

(۶) کاملین پر بھی کبھی کبھی غلبۂ حال ہو جاتا ہے لیکن وہ منافی کمال نہیں ہوتا۔

صاحبِ مقام حدود سے تجاوز نہیں کرتا

(۷)۔ صاحب مقام پر جو غلبۂ حال ہوتا ہے اس میں وہ حدود سے خارج نہیں ہوتا بخلاف صاحب حال کے کہ وہ کبھی حدود سے بھی خارج ہو جاتا ہے گو اس کو گناہ نہیں ہوتا کیونکہ بوجہ مغلوبیت وہ اس وقت مرفوع القلم ہوتا ہے۔

صاحبِ مقام کی کیفیات روحانی ہوتی ہیں

(۸)۔ صاحب مقام پر بھی کیفیات کا ورود ہوتا ہے لیکن ان کیفیات میں لطافت ہوتی ہے کیونکہ وہ روحانی ہوتی ہیں برخلاف اس کے صاحب حال کی کیفیت نفسانی ہوتی ہے جن میں ثقل ہوتا ہے۔

www.ahlehaq.org

(۹)۔ مبتلائے قبض و ہیبت کو تکلیف تو بیشک سخت ہوتی ہے لیکن قطع طریق میں کوئی حرج واقع نہیں ہوتا۔

وساوس میں الطاف ہوتے ہیں

(۱۰)۔ وساوس بعض اقسام قبض میں چند خفی الطاف رحمانیہ ہیں۔ (الف) اس شخص کو کبھی عُجب نہیں ہوتا سمجھتا ہے کہ میں بدحال ہوں (ب) ہمیشہ ترساں رہتا ہے اپنے علم و عمل پر ناز نہیں ہوتا۔ سمجھتا ہے کہ میرا علم و عمل وحال کیا چیز ہے اس کی حقیقت دیکھ چکا ہوں۔ (ج) اگر یہ عقبہ پیش آ چکتا ہے شیطان کے مقابلہ میں اس میں قوت پیدا ہو جاتی ہے اس سے ڈرتا نہیں کہ بس اس سے زیادہ کیا کرلے گا اور بدوں اس کے گزرے ہوئے لطیف الطبع کو ہر مضر صحبت تک سے اندیشہ رہتا ہے (د) مرتے وقت اگر دفعۃً یہ حالت پیش آتی تو پریشان ہو کر خدا جانے کس کس خیال میں مرتا اگر یہ عقبہ گزر جائے تو اس کے تحمل کی قوت ہو جاتی ہے اگر اس وقت بھی ایسا ہوا پریشان تو حق تعالیٰ پر بدگمان نہ ہوگا اطمینان و محبت حق میں جان دے گا۔ (ہ) یہ شخص محقق ہو جاتا ہے دوسرے مبتلا کی دستگیری آسانی سے کرسکتا ہے (و) ہر وقت اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی رحمت دیکھتا ہے کہ ایسے نالائق کو ایسی نعمتیں عطا فرماتے ہیں (ز) اس حدیث کے معنی برائے العین دیکھ لیتا ہے کہ مغفرت عبد کی عمل سے نہ ہوگی رحمت حق سے ہوگی۔ وغیر ذلک مما لا یحصیٰ۔

قبض کا ایک سبب

(۱۱)۔ (قبض کے) اسباب مختلف ہوتے ہیں چنانچہ ایک سبب یہ بھی ہے کہ تحمل سے زیادہ کام کیا جائے۔

قبض بسط سے ارفع ہے

(۱۲)۔ محققین نے اس کو (یعنی قبض کو) بسط سے ارفع کہا ہے کہ اس سے اخلاق رذیلہ کا معالجہ زیادہ ہوتا ہے تمام ذاکرین کو قریب قریب یہ حالت پیش آتی ہے پھر اس سے نجات بھی ہو جاتی ہے اور اس کے بعد اور ترقی ہوتی ہے۔

www.ahlehaq.org

نہ سوز کمال ہے نہ خشکی نقصان

(۱۳)۔ جس شوق وذوق سوز وگداز کو آپ کمال سمجھتے ہیں نہ وہ کمال ہے اور جس خشکی اور وسوسہ کو آپ نقصان سمجھتے ہیں نہ وہ نقصان ہے۔ (نوٹ) یہ ایک خط کی عبارت ہے۱۲)

افعال اختیاری وغیر اختیاری

(۱۴) کلیہ سمجھ لیجئے کو جو افعال اختیاری ہیں ان میں اللہ ورسول کے خلاف نہ کیا جائے تو پھر احوال خواہ کچھ ہی ہوں وہ چونکہ غیر اختیاری ہیں ان کی کچھ پرواہ نہ کرنا چاہیے آپ محروم نہیں ہیں ایک وقت میں یہ امر تحقیقاً بھی معلوم ہو جائے گا اب تقلیداً مان لیجئے۔ (نوٹ یہ بھی ایک خط کی عبارت ہے۔۱۲)

قبض کے بے شمار منافع ہیں

(۱۵)۔ میری (یعنی حضرت والا کی ۱۲) تمنا دل سے اپنے متعلقین کے لیے اس کے (یعنی حالت قبض کے) طاری ہونے کی بشرط البصیرت والاستقلال ہوا کرتی ہے اور اس کے منافع اس قدر ہیں کہ احصاء میں نہیں آتے جن سب کا خلاصہ فناء تام ہے اور اس کے بعد جو بسط ہوتا ہے وہ بھی بے نظیر ہوتا ہے۔

منافع بعد میں معلوم ہوتے ہیں

(۱۶)۔ عین قبض کے وقت گو (اس کے) منافع معلوم نہ ہوں مگر بعد میں اکثر معلوم بھی ہو جاتے ہیں اور اگر معلوم بھی نہ ہوں تب بھی حاصل تو ہوتے ہیں اور حصول ہی مقصود ہے نہ کہ اس حصول کا علم ہرگز پریشان نہ ہوں ذکر جس قدر ہو سکے کر لیا کیجئے اگر چہ کسی قدر تکلف ہی کرنا پڑے اور اگر چہ اس میں دلچسپی بھی نہ ہو اور جس میں زیادہ کلفت ہو اس کو تخفیف کر دیجئے اور استغفار کی قدرے کثرت رکھیں جب تک یہ حالت رہے ہفتہ میں ایک بار دو بار اطلاع دیتے رہیے۔ سب کو یہ حالت پیش آتی ہے میں تو اس سے خوش ہوا کہ علامت ہے راہ قطع ہونے کی یہ سب رستہ ہی گھاٹیاں ہیں۔ (نوٹ یہ بھی ایک خط کی عبارت ہے۱۲)

عبدیت کی حقیقت کا مشاہدہ

(۱۷)۔ یہ تغیرات (یعنی تغیرات احوال) طبعی ونفسانی ہیں نہ کہ روحانی وقلبی سوا ایسے

www.ahlehaq.org

تغیرات مضر تو کیا نافع ہوتے ہیں۔عبدیت کی حقیقت کا اس میں مشاہدہ ہوتا ہے فنا و تہی دستی رائے العین ہو جاتی ہے اختیاری کام کی پابندی ایسے ہی وقت دیکھنے کے قبل اور محل امتحان ہے اگر اس امتحان میں پاس ہو گیا اعلیٰ درجہ کے نمبر کا مستحق ہوگا۔

حالتِ قبض وہیبت کی حکمت

(۱۸)۔ اس حالت میں (یعنی حالت قبض وہیبت میں) سالک یہ دیکھ کر پریشان ہوتا ہے کہ میرے لیے چاروں طرف سے راستے بند کر دیئے گئے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کی اس میں یہ مصلحت ہوتی ہے کہ سب طرف سے مایوس ہو کر میری ہی طرف رجوع ہو اور اس سد باب سے مقصود اپنے سے محجوب کرنا نہیں ہوتا بلکہ شیطان سے بچا کر خود اپنی پناہ میں لینا مقصود ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ سالک کو اس تنگی میں اس لیے مبتلا کرتے ہیں کہ وہ مہلکات باطنی عُجب و کبر سے محفوظ رہے اور اگر اس کے ساتھ ایسا معاملہ نہ کیا جاتا تو رذائل نفس کے پنجہ میں جا پھنستا اور ہلاک ہو جاتا۔

مفید کتابیں

(۱۹)۔ مطالعہ کتب ذیل مصنفہ حضرت والا۔

رسالہ خاتمہ بالخیر و رسالہ الابتلاء لاہل الاصطفاء و رسالہ خیر الاخیار فی خیر الاختیار (جو کتاب کمالات اشرفیہ کے آخر میں طبع ہو کر شائع ہوا ہے) وہ تبویب تربیۃ السالک باب ہشتم۔

خطرہ کی حقیقت

(۲۰)۔خطرہ کی حقیقت بلا اختیار نفس کا کسی بُری چیز کی طرف متوجہ ہو جانا ہے۔

(۲۱)۔ہیبت اور حزن مبارک اور رفیع حالات میں سے ہے اگر اس میں ختم ہو جائے شہادت کبریٰ ہے مگر سنت کا مقتضاء یہ ہے کہ جہاں تک اپنا علم و قدرت کام دے اعتدال و تعدیل کو اپنا مستقر اصلی بنائے ہیبت کے ساتھ اُنس اور حزن و سوء ظن بنفسہ کے ساتھ رجاء رحمت اور فناء کے ساتھ بقا اور نیستی کے ساتھ ہستی اور مبالغہ فی التواضع کے ساتھ مشاہدہ نعمت کا اہتمام و استحضار کرے۔

اللّٰھم اغفرلی کی کثرت کریں

(۲۲)۔ اگر آپ کو آثار ہیبت و سوء ظن بنفسہ کا زیادہ غلبہ ہوا کرے تو یہ سوچا کیجئے کہ

www.ahlehaq.org

بیش بریں نیست کہ ہم ہر حالت میں ناقص اور عاصی ہیں تو خدا تعالیٰ کے یہاں جس طرح کاملین کی نجات ہوگئی اسی طرح پر تائبین کی بھی ہوگی اگر صدر نشین نہ ہوں گے تو صف نعال ہی میں جگہ مل رہے گی اگر اولیت نہ ہوگی تو جوتیاں لگنے کے بعد ہی سہی۔ بس یہ سمجھ کر اللّٰھم اغفرلی کی کثرت کرنی چاہیے۔ (نوٹ۔ یہ ایک خط کی عبارت ہے ۱۲)

غلبۂ قبض کے وقت مطالعہ کی کتب

(۲۳)۔ قبض کے غلبہ کے وقت اکسیر ہدایت ترجمہ کیمیائے سعادت میں یا ثلاثین ترجمۂ اربعین میں کتاب الرجاء یعنی خدا کی رحمت کی امید کا مضمون بار بار دیکھنا چاہیے۔

مذموم حالتیں

(۲۴)۔ مذموم حالت دو ہیں ایک معصیت دوسری غفلت۔ رہا غلبہ (جوش وخروش) اور شوق یہ حالت عارضہ نہیں ہے اس کا فقدان سالک کو مضر نہیں اور نہ یہ کیفیت بعینہ قائم ودائم رہ سکتی ہے حجابات کا آپ کو شبہ ہوگیا ہے وہ محض وہم ہے اور کچھ نہیں اپنے کام میں سہولت اور راحت سے لگے رہیے۔ پریشانی سے البتہ قلب ضعیف ہوجاتا ہے جس میں مضر ہونے کا احتمال ہے۔ (یہ ایک خط کی عبارت ہے ۱۲)

نہ مریض نہ حاجتِ علاج

(۲۵)۔ نہ آپ مریض نہ علاج کے محتاج البتہ فن کے نہ جاننے سے (اپنی) صحت کی خبر نہیں۔ سو یہ بھی کوئی ضرر کی بات نہیں (یہ بھی ایک خط کی عبارت ہے ۱۲)

قبض کے مختلف اسباب

(۲۶)۔ اس کے اسباب (یعنی قبض کے) مختلف ہیں اور معالجات بھی مختلف اگر آپ سے کوئی معصیت نہیں ہوئی اور غیر جنس لوگوں سے اختلاط بھی نہیں ہوا تو اس کا سبب امتحان ہے توکل اور صبر سے کام لیجئے اور استغفار کیجئے اور میرے مواعظ (یعنی حضرت والا کے ۱۲) وتربیۃ السالک دیکھئے کہ رحمت حق متوجہ ہو۔ (یہ بھی ایک خط کی عبارت ہے ۱۲)

بس خاموش رہیں

(۲۷)۔ جتنے کام اختیار میں ہیں کیے جائیں اور جو امر غیر اختیاری پیش آوے اس

www.ahlehaq.org

میں ذرا جنبش نہ کریں نہ کچھ تجویز کریں بس خدا کے سپرد کر کے خاموش رہیں۔

وساوس پریشانی کی چیز نہیں

(۲۸)۔ وساوس کوئی پریشانی کی چیز نہیں۔ پریشانی سے قلب ضعیف ہوجاتا ہے جسے دونا ہجوم ہوجاتا ہے بجز بے پروائی اور بے التفاتی کے اور کوئی تدبیر نہیں بلکہ بہتر ہے کہ اس پر خوش ہو اس سے قلب کو قوت ہوتی ہے اور وساوس کو قبول نہیں کرتا بہت جلد قطع ہوجاتے ہیں اور حقیقت میں جب اس میں گناہ نہیں تو پھر پریشانی کیوں ہو۔ گو طبعی خون و غم مذموم نہیں بلکہ یہ ایمان کی علامت ہے لیکن عقلاً بے فکری کو بہرحال غالب رکھنا چاہیے تاکہ وہ حزن طبعی مضمحل ہوجائے اور موجب پریشانی نہ ہو۔

تخیلات کا آسان علاج

(۲۹)۔ اس کا (یعنی تخیلات فاسدہ کا) تو سہل علاج یہ ہے کہ جب ایسے تخیلات کا ہجوم ہو اپنے قصد و اختیار سے کسی نیک خیال کی طرف فوراً متوجہ ہوجانا اور متوجہ رہنا چاہیے اس کے بعد بھی اگر تخیلات باقی رہیں یا نئے آویں ان کا رہنا یا آنا یقیناً غیر اختیاری ہے کیونکہ مختلف قسم کے دو خیال ایک وقت میں اختیاراً جمع نہیں ہوسکتے بس اشتباہ رفع ہوگیا اور اگر بالاختیار اچھے خیال کی طرف توجہ کرنے میں ذہول ہوجائے تو جب تنبہ ہو ذہول کا تدارک تو استغفار سے اور پھر اسی تدبیر استحضار سے کام لیا جائے یہ طریق عمل اس قدر سہل ہے کہ اس سے سہل کوئی چیز ہی نہیں بس اس کو دستور العمل بنا کر بے فکر ہوجانا چاہیے۔

خطرات پر اجر

(۳۰)۔ سالک کو خطرات منکرہ کی بناء پر اپنے کو مردود نہ سمجھنا چاہیے کیونکہ ان خطرات کو تو شیطان قلب میں ڈالتا ہے لہذا اس کا (یعنی سالک کا) کیا قصور بلکہ اس کو جو ناگواری کی وجہ سے اذیت ہورہی ہے اس کا اس کو اجر ملے گا۔

خطرات پر مؤاخذہ نہیں

(۳۱)۔ غالب عادۃ الٰہیہ یہی ہے کہ بعد وصول تمام خطرات فنا ہوجاتے ہیں اور اگر بمقتضائے اسباب و مصالح خاصہ پھر بھی فنا نہ ہوں تب بھی کچھ غم نہ کرے کیونکہ خطرات غیر اختیاریہ پر مطلق مواخذہ نہیں۔

www.ahlehaq.org

قلب کی ساخت

(۳۲)۔ قلب کی ساخت ہی منجانب اللہ اس طرح کی واقع ہوئی ہے کہ اس میں اچھے بُرے سبھی قسم کے خیالات کا ورود ہوتا رہتا ہے کسی کو اس مطالبہ کا حق نہیں کہ میرے قلب میں اچھے ہی اچھے خیالات آیا کریں۔ بُرے خیالات بالکل آویں ہی نہیں۔

خطرات کا مقام

(۳۳)۔ خطرات داخل قلب میں واقع نہیں ہوتے بلکہ حوالی قلب میں رہتے ہیں اور جو چیز داخل قلب میں متوہم ہوتی ہے وہ خطرات نہیں ہوتے بلکہ ان کا اثر اور محض انعکاس ہوتا ہے کیونکہ داخل قلب میں واقع ہونے والی چیز تو صرف عقیدۂ راسخہ ہوا کرتا ہے نہ کہ خطرہ جو ایک محض وہمی اور سطحی چیز ہے اور کچھ بھی نہیں۔

خطرات ایمان کی علامت ہیں

(۳۴)۔ شیطان اسی قلب میں وسوسے ڈالتا ہے جس میں ایمان ہوتا ہے۔

مفید مراقبہ

(۳۵)۔ حضرت والا سالک کے لیے اس مراقبہ کا کہ اللہ تعالیٰ کو مجھ سے محبت ہے بیحد نافع ہونا بتاکید فرمایا کرتے ہیں بلکہ یہاں تک فرمایا کرتے ہیں کہ اگر اپنی حالت اللہ تعالیٰ کی محبت کے قابل نہ بھی ہو تب بھی سب بشارت **انا عند ظن عبدی بی** یہی نیک گمان رکھے کہ اللہ تعالیٰ کو مجھ سے محبت ہے۔

خطرات مومنین کو آتے ہیں

(۳۶)۔ خطرات مؤمنین ومقبولین ہی کو پیش آتے ہیں کافرین ومردودین کو پیش نہیں آتے۔

خطرات کو منکر نہ سمجھا جائے

(۳۷)۔ خطرات منکرہ کو عقلاً منکر سمجھا جائے اور اپنے اختیار کو ان سے ہرگز متعلق نہ ہونے دیا جائے۔ نہ حدوثاً نہ بقاءً نہ ان کے مقتضاء پر عمل کی نوبت آنے دی جائے اور بجائے مغموم ہونے کے خطرات کو علامت ایمان سمجھ کر (جیسا نمبر ۳۶ سے ظاہر ہے) اس پر مطمئن

www.ahlehaq.org

اور مسرور رہے کہ بحمد اللہ میرے عقائد تو صحیح ہیں اور دستور العمل مرقومہ نمبر ۲۹ کو معمول بنا کر بے فکری اور اطمینان کے ساتھ اپنے کو ذکر و طاعۃ اور ضروریات دینیہ و دنیویہ میں بلا لحاظ دلچسپی و عدم دلچسپی مشغول رکھا جائے بلکہ (جیسا نمبر ۳ میں تجویز کیا گیا ہے ۱۲) امور مباحہ کا بھی قصداً شغل رکھا جائے کہ وہ بھی وقایہ ہو جاتے ہیں خطرات منکرہ کا۔

خطرات کا جامع علاج

(۳۸)۔ کبھی خطرات کا سبب لطافت طبع اور ذکاوت حس ہوتی ہے کبھی عوارض طبیہ کبھی رذائل نفسانیہ کبھی تصرفات شیطانیہ کبھی معاصی اور کبھی حق تعالیٰ کی جانب سے طلب کا امتحان ہوتا ہے اور کبھی ان اسباب میں سے ایک سے زائد اسباب بھی جمع ہو جاتے ہیں اس صورت میں جب سبب کی تشخیص نہ ہو سکے تو سب معالجات کو جمع کر لیا جائے۔ لیکن ہر صورت میں علاوہ معالجات خاصہ کے سب کا مشترک علاج یہی ہے کہ التفات نہ کرے اور خوض نہ کرے نہ خطرات میں نہ ان کے اسباب میں۔

وساوس کی ظلمت

(۳۹)۔ وساوس سے ایک گونہ ظلمت طبعی ہوتی ہے مگر ہر تاریکی مانع قطع مسافت نہیں جبکہ وسائط صحیح ہوں چنانچہ ریل کبھی تاریکی میں بھی چلتی ہے اس طرح کہ اس کی کھڑکیاں بند ہوتی ہیں (بس) ڈرائیور کا صاحب نور ہونا کافی ہوتا ہے اور ریل کا لائن پر ہونا۔

معالجت کی شرط

(۴۰)۔ ان سب مذکورۂ بالا معالجوں کی شرط نفع یہ ہے کہ ان معالجوں کو معالجہ سمجھ کر اور دفع خطرات کی نیت سے ہرگز نہ کیا جائے بلکہ مستقل اعمال مفیدہ سمجھ کر اختیار کیا جائے اور نتیجہ خاص یعنی اندفاع خطرات کا بھی انتظار نہ کیا جائے بلکہ بجائے انتظار اندفاع خطرات کے اپنی طرف سے اس پر بالکل آمادہ رہا جائے کہ اگر ساری عمر بھی خطرات سے نجات نہ ملے تب بھی کچھ پرواہ نہیں۔ جو کام ہم کو بتایا گیا ہے بس وہ ہم کر رہے ہیں اس سے زیادہ کے ہم مکلّف ہی نہیں اور ہر حال میں اس امر واقعی اور عقیدہ واجبہ کا استحضار رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ حاکم بھی ہیں اور حکیم بھی۔ حاکم ہونے کی بناء پر تو ان کو اپنی مخلوق کے اندر ہر قسم

www.ahlehaq.org

www.ahlehaq.org

کے تصرفات کرنے کا پورا حق اور کامل اختیار حاصل ہے وہ اپنے بندوں کے اندر جو چاہیں تصرفات فرمائیں کسی کو مجال چون و چرا نہیں اور حکیم ہونے کی بناء پر بندہ کو ان کے ہر تصرف کے متعلق اجمالاً یہ اعتقاد رکھ کر بالکل مطمئن رہنا چاہیے کہ یہ تصرف میرے حق میں سراسر حکمت ہے گو اس کی تفصیلی حکمتیں معلوم نہ ہوں۔اھ۔ تمت الخلاصه

نوٹ: اس مختصر مگر جامع مانع خلاصہ کو اصل رسالہ یعنی الغیبه فی الهبیه کا عطر کہنا زیبا ہے اس کی خاصیت وخصوصیت اور نافعیت واہمیت کی بناء پر حضرت صاحب سوانح ہذا نے اس کا ایک نہایت لطیف نام بھی تجویز فرما دیا ہے جو زیب عنوان ہے یعنی طیب الطیبہ لشیب الھبیہ'' وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس کا ہر مسئلہ تعلیمات نبویہ علیٰ صاحبہا السلام والتحیۃ ہی سے مستفاد ہے جن کی تدوین زیادہ تر مدینہ طیبہ میں ہوئی۔اور مجموعہ ہذا سالکین محزونین کے لیے جن کو حالت قبض وہیبت نے سخت مضمحل اور مارے غم کے گویا بوڑھا کر رکھا ہو مثل خوشبو کے فرحت بخش اور نشاط انگیز ہے نیز چونکہ اس کے اجزاء کا عدد حسن اتفاق سے چالیس ہے اور یہ گویا اہل ابتلاء کے مجروح قلوب کے لیے ایک مرہم ہے جو مرکب ہے چالیس اجزاء سے لہذا اس کا ایک نہایت موزوں لقب بھی تجویز فرما دیا ہے۔یعنی ''الاربعین للمجروحین'' چنانچہ یہ لقب بھی زیب عنوان کر دیا گیا ہے۔حسب ارشاد حضرت والا اس خلاصہ کو مرتب کرنے میں اختصار کو بہت زیادہ ملحوظ رکھا گیا ہے تا کہ مبتلائے پریشانی سہولت سے مطالعہ کر کے اور ذہن میں مستحضر رکھ کر منتفع ہو سکے اور کثرت مضامین سے خلجان میں نہ پڑ جائے۔

حضرت والا نے اس مجموعہ کی غایت نافعیت کی بناء پر اس کی تعجیل اشاعت کا بھی ایماء فرمایا کیونکہ سوانح ہذا کی تکمیل واشاعت میں تو ابھی کچھ دیر تھی۔اللہ تعالیٰ اس کو مقبول و نافع اور ہر طرح اسم بامسمیٰ فرمائے یعنی سالکین محزونین ومجروحین کے لیے مفرح قلب اور مرہم زخم دل بنے۔بحرمته سید المرسلین و خاتم النبین صلی اللّٰہ علیه وعلیٰ آله و اصحابه و ازواجه واتباعه اجمعین۔

الانتباہ لرفع الاشتباہ

اس کراسۂ حاضر مسمی بہ ''الغیبہ فی الہبیہ'' میں جتنے مضامین حضرت والا کی تحریرات و

www.ahlehaq.org

تقریرات سے نقل کیے گئے ہیں وہ گو حضرت والا کی مجتہدانہ تحقیقات ہیں جیسا کہ اس فن میں مصلح کے لیے اجتہاد شرط ہے لیکن یہ نہ سمجھا جائے کہ حضرت والا اس اجتہاد میں متفرد ہیں بلکہ متقدمین ائمۂ فن کے اجتہادات بھی حضرت والا کی ان تحقیقات اجتہادیہ کی تائید میں مصرح ہیں۔ چنانچہ امام قشیریؒ متوفی ۴۶۵ھ کا کلام تینوں مقاصد یعنی بیان واقعات و بیان حکمت و بیان معالجات کے متعلق بطور نمونہ کے نقل کیا جاتا ہے وہو ہذا۔

لزومِ ابتلاء عادۃً و اعلم ان فی ھذا الحالة قلما یخلو المرید فی اوان خلوته فی ابتداء ارادته من الوساوس۔

حکمت ابتلاء وھذا امن الامتحانات التی تستقبل المریدین۔

اشتداد ابتلاء۔ و اعلم انه یکون للمریدین علیٰ الخصوص بلایامن ھذا الباب و ذالک انھم اداخلو فی مواضع ذکرھم اوکانو افی مجالس سماع اوغیرذلک یھجس فی نفوسھم و یخطرببالھم اشیاء منکرة یتحققون ان اللّٰہ سبحانه منزہ عن ذلک و لیس یعتریھم شبھة فی ان ذلک باطل و لکن یدوم ذلک فیشتدتاذیھم به حتی یبلغ ذلک حداً شکون اصعب شتم واقبح قول و اشنع خاطر بحیت لا یمکن المرید اجراء ذلک علی اللسان وابداؤہ لاحدوھذا اشد شئ . یقع لھم۔

علاج ابتلاء فالو اجب عندھذا ترک مبالاتھم بتلک الخواطر واستدامة الذکرو الابتھال الی اللّٰہ عزوجل باستد فاع ذلک و تلک الخواطر لیست من وساوس الشیطان و انما ھی من ھوا جس النفس فاذا قابلھا العھد بترک المبالاة بھا ینقطع ذلک عنه. اھ۔ ختم ہوئی عبارت قشیریہ کی گو اختصار و بسط کا تفاوت ہو جس کا مبنیٰ تفاوت افہام مخاطبین پر متکلم کی نظر ہے اور خلف کے اجتہا کا توافق سلف کے اجتہاد کے ساتھ مسلم دلیل ہے اس کی صحت و مقبولیت کی وللّٰہ الحمد۔

معذرت: چونکہ ”الغیبہ فی الہیبہ“ کا موضوع بہت مہتم بالشان تھا اور اس کے متعلق بہت سے مباحث قابل تحقیق تھے جیسا کہ ناظرین کو مطالعہ سے بخوبی اندازہ ہو گیا ہوگا اس لیے اضطراراً تطویل ہوگئی اور باوجود کوشش اختصار اختصار نہ ہو سکا حالانکہ حضرت والا ہر موقع پر بار

www.ahlehaq.org

بار سخت تا کید فرماتے رہے بلکہ بہت سے مضامین مفیدہ کو جن کا موضوع اصلی سے بے تکلف تعلق نہ تھا حذف بھی کرا دیا۔ لیکن پھر بھی تطویل ہو ہی گئی اور کیوں نہ ہوتی جبکہ حضرت حافظ شیرازیؒ کا یہ شعر ہو بہو بلکہ برعایت الفاظ یوں کہا جائے کہ مو بمو صادق نظر آ رہا تھا۔

شرحِ شکنِ زلف خم اندر خمِ جاناں کوتہ نتواں کرد کہ ایں قصہ دراز است

(محبوب کی گھنگھریالی زلف میں پڑے ہوئے ایک بل کی شرح کرتی ہے اور یہ قصہ چونکہ لمبا ہے اس لئے مختصر نہیں کیا جا سکتا۔)

بہر حال اس سلسلہ میں بفضلہٖ تعالیٰ بہت سے حقائق و دقائق طریق معرض تحریر میں آ گئے۔ **الحمدللہ علی ذالک**۔ اس عجالہ نافعہ کی نافعیت واہمیت کا اسی امر سے اندازہ فرما لیا جائے کہ اس کے مرتب ہو جانے کے بعد خود حضرت والا نے نہایت مسرت کے ساتھ فرمایا کہ الحمدللہ یہ رسالہ اس موضوع میں بے نظیر مرتب ہو گیا نیز اس کی مستقل اشاعت کی تمنا کا بھی اظہار فرمایا۔ اور واقعی چونکہ یہ عجالہ بحمداللہ تعالیٰ۔ حالت قبض وہیبت اور وُرود خطرات ووساوس کے متعلق تحقیقات نادرہ ونکات دقیقہ نیز معالجات عجیبہ علمیہ وعملیہ سے مملو ہے اور اس موضوع کے سارے پہلوؤں کو حاوی اس لیے اگر یہ مستقلاً بھی شائع ہو جائے تو طالبین وسالکین طریق کے لیے جنہیں اکثر ایسے احوال پیش آتے رہتے ہیں اور بالخصوص مبتلایان خطرات ووساوس کے لیے انشاء اللہ تعالیٰ ایک نہایت ہی کار آمد اور حرز جان بنانے کے قابل چیز ہو گی۔

چنانچہ اس کے غایت درجہ نافع ہونے کا خود احقر کو بھی ذاتی تجربہ ہو چکا ہے جس کی صورت یہ ہوئی کہ اتفاق سے اس کے دوران تحریر میں برابر خود احقر پر بھی بوجہ ہجوم خطرات واہیہ شدید کیفیت انقباضیہ طاری رہی جس کو حضرت والا نے مصلحت آمیز حسن اتفاق پر محمول فرمایا کیونکہ اس سے بھی اس مضمون کے لکھنے میں ایک گونہ اعانت وسہولت ہوئی پھر حضرت والا کے ارشاد فرمودہ معالجات کو یاد کر کے اور سوچ سوچ کر خود اپنے قلم سے معرض تحریر میں لانے اور حسب ضرورت ان پر عمل پیرا ہونے کی برکت سے وہ کیفیت انقباضیہ بفضلہٖ تعالیٰ و بحمدہٖ تقریباً بلکہ فی الحال بالکلیہ زائل بھی ہو گئی اور اس قسم کے حالات کے متعلق ایسے ایسے مفید اور زریں اصول علمی وعملی ذہن نشین ہو گئے کہ ان کو ہمیشہ پیش نظر اور زیر عمل رکھنے سے امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ اس درجہ پریشانی کی کبھی نوبت بھی نہ آئے گی والامر بیداللہ

www.ahlehaq.org

تعالیٰ۔ بالخصوص حضرت حکیم الامت دامت برکاتہم کے ارشاد فرمودہ دو معالجات یعنی مراقبہ حسن ظن باللہ اور استحضار صحت اعتقاد عقلی نے تو اکسیر کا کام کیا اور یہ دونوں معالجے گویا تریاق ثابت ہوئے فالحمدللّٰہ حمداً کثیراً۔ اللہ تعالیٰ ببرکت حضرت صاحب سوانح استقامت بخشے اور ہمیشہ راہ مستقیم پر ثابت قدم رکھے۔ آمین ثم آمین۔ یا مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک. اللّٰھم اھدنی وسد ونی اللّٰھم اعطنی ایماناً لا یرتد و یقیناً لیس بعدہ کفر و رحمۃ انال بھا شرف کرامتک فی الدنیا والاخرہ. رب اعوذبک من ھمزات الشیطان و اعوذبک رب ان یحضرون. ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا و ھب لنا من لدنک رحمۃ. انت الوھاب اللّٰھم ارنا الحق حقاً وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابہ. اللّٰھم انی اعوذبک من السک فی الحق بعد الیقین و اعوذبک من الشیطان الرجیم و اعوذبک من شریوم الدین اٰمین ثم اٰمین یا رب العالمین بحرمۃ سید المرسلین صلی اللّٰہ علیہ والہ و اصحابہ اجمعین۔

یہ ادنیٰ نمونہ ہے حضرت والا کے ارشادات حقہ کی نافعیت اور برکت اللہ تعالیٰ سایۂ عاطفت کو بایں فیوض و برکات روزافزوں مسلمانوں کے سروں پر مدت مدید تک بعافیت تمام سلامت باکرامت رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین۔

اسی عجالہ کے دوران تحریر میں الحمدللہ یہ برکت بھی ظاہر ہوئی کہ اس احقر ناکارہ کو حضرت مولانا شاہ فضل رحمان صاحب گنج مرادآبادی قدس اللہ سرہٗ کی زیارت منامی کا شرف حاصل ہوا۔ جس میں احقر نے بحضور شاہ صاحب عرض کیا کہ مجھے وساوس شیطانیہ کی بہت کثرت رہتی ہے دعا فرمایئے کہ ایمان کامل نصیب ہو۔ فرمایا کہ تمہارا پیر تو بڑا بھاری شیخ ہے تم تو مولوی اشرف علی کے مرید ہو پھر وساوس کے متعلق فرمایا کہ ریل کبھی تاریکی میں بھی چلتی ہے اس طرح کہ اس کی کھڑکیاں بند ہوتی ہیں۔ اھ۔

اس خواب کی تعبیر ظاہر ہے اس میں ریل کی جو مثال ہے اس کی حضرت والا نے احقر کے عریضہ پر جس میں یہ خواب پیش کیا گیا تھا خواب کی عبارت کے ختم پر منقولۂ ذیل توضیح تحریر فرمائی۔

www.ahlehaq.org

''یعنی وساوس سے ایک گونہ ظلمت طبعی ہوتی ہے مگر ہر تاریکی مانع قطع مسافت نہیں جبکہ وسائط صحیح ہوں چنانچہ ڈرائیور کا صاحب نور ہونا کافی ہوتا ہے اور ریل کا لین پر ہونا انتہیٰ کلامہ بالفاظہ۔ حضرت والا کی یہ توضیح بھی خطرات کے متعلق ایک مستقل تحقیق لطیف ہے اور استعلا جاً قابل استحضار فقط۔

شکر نعمت اختتام و دعائے رحمت رب الانام

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ محض اس کے فضل و کرم سے حضرت والا کی خاص الخاص حالت باطنیۂ رفیعہ یعنی غلبہ ہیبت کا مفصل بیان ببرکت دعوات و توجہات و اصلاحات و ہدایات حضرت والا اس نااہل و نابلد کے ہاتھوں بہمہ وجوہ سرانجام پا کر اختتام کو پہنچا اور اس کے ساتھ ہی باب شرف بیعت و استفاضۂ باطنی میں بفضلہٖ تعالیٰ ختم ہو گیا اور خلاف توقع بحسن و خوبی ختم ہوا یہاں تک کہ خود صاحب واقعات مندرجہ باب ہٰذا یعنی حضرت والا نے بعد ملاحظہ بغایت شفقت و تحسین اس نااہل و ناکارہ کو مخاطب فرما کر فرمایا کہ آپ نے تو ماشاء اللہ ان حالات کو اس طرح لکھا ہے جیسے آپ ہر موقع پر میرے ساتھ ساتھ رہے ہوں۔ فالحمدللّٰہ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ وماتوفیقی الا باللّٰہ۔ اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے اس ناکارہ و آوارہ کو بھی اچھے ٹھکانے لگائے اور انجام بخیر فرمائے نیز اس کے لکھنے میں جو ظاہری و باطنی فروگذاشتیں اس احقر سے ہوئی ہیں ان کو اپنے فضل و کرم سے معاف فرما کر اس کو شرف قبولیت بخشے اور طالبین و سالکین کے لیے موجب خیرات و برکات اور اس بداعمال و بداحوال کے لیے کفارۂ سیئات و ذریعہ نجات فرمائے آمین ثم آمین یا رب العالمین بحرمت سید المرسلین صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ و اصحابہ و اتباعہ اجمعین۔

تمت الرسالۃ المسماۃ بالغیبۃ فی الھیبہ '' مع باب البیعۃ والاستفاضۃ فالحمدللّٰہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات۔

الحاق متضمن طریقہ اشاعۃِ مستقلۂ الغیبہ فی الھیبہ

اگر اس عجالۂ نافعہ مسمّٰی بہ الغیبہ فی الہیبہ کی نافعیت خاصہ کی بناء پر جس کا ذکر زیر عنوان ''معذرت'' ابھی کیا جا چکا ہے۔ کوئی صاحب خیر اس کو سوانح ہٰذا سے جس کا یہ ایک جزو ہے لیکر

www.ahlehaq.org

مستقلاً شائع کرنا چاہیں تو ان کی سہولت کے لیے اس کی ابتداء اور انتہاء نیز پیشانی کی عبارت اور ہیئت عرض کی جاتی ہے۔ ابتداء: کتاب اشرف السوانح میں جس مقام پر عنوان ''الغیبہ فی الہیبہ'' شروع ہوا ہے اس سے ذرا قبل ایک سرخی جس کی یہ عبارت ہے ''تمہید مضمون قبض وہیبت معنون بہ ''الغیبہ فی الہیبہ'' اس سرخی کے بعد کی عبارت جو اس طرح شروع ہوتی ہے ''غرض بعد ترک تعلق مدرسی الخ'' بس وہی عبارت ابتداء ہے۔ انتہا۔ رسالہ کے ختم پر ایک عربی عبارت ہے جو ان الفاظ پر ختم ہوتی ہے ''بنعمۃ تتم الصالحات'' بس وہی انتہاء ہے لیکن اس عربی عبارت میں سے صرف یہ الفاظ نہ لکھے جائیں۔ ''مع باب البیعۃ والاستفاضہ'' پیشانی اور اس کی ہیئت۔ جس مضمون کی ابتداء اور انتہاء ابھی عرض کی گئی ہے اس کے اوپر بہ ہیئت ذیل یہ پیشانی لکھ دی جائے۔

رسالہ الغیبہ فی الہیبہ: (ملتقط از اشرف السوانح یعنی سوانح عمری حضرت اقدس حکیم الامۃ مجدد الملۃ اشرف العلماء افضل الفضلاء قطب الاقطاب شیخ المشائخ واقف اسرار خفی وجلی حافظ قاری حاجی مولوی شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی حنفی چشتی امدادی مدت فیوضہم العالی)

حامداً ومصلیاً: تمہید رسالہ: (اس تمہید کے قبل اشرف السوانح میں حضرت صاحب سوانح کی خلوت گزینی اور اُنس مع اللہ کے حالات مبارکہ کا سلسلہ اوپر سے چلا آ رہا ہے۔ عبارت مابعد اسی سے مرتبط ہے)

غرض بعد ترک تعلق مدرسی: (یہاں سے ختم رسالہ تک جس کا پتہ اشرف السوانح کی سرخی'' الحاق متضمن طریقہ اشاعۃ الخ کے تحت میں بہ عنوان انتہاء بتلایا گیا ہے۔ نقل کرتے چلے جائیں۔'' ۱۲۔

بحمد اللہ

www.ahlehaq.org

چودھواں باب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

''ارشاد وافاضہ باطنی''

مرتب کی حیرانی و پریشانی

در فیض است نشین از کشایش ناامید اینجا
برنگ دانہ از ہر قفل می روی کلید اینجا

میں سخت حیران ہوں کہ اس باب کو کیونکر شروع کروں اور کس طرح تکمیل کو پہنچاؤں۔ اس حیرانی کے کئی سبب ہیں۔

اول تو یہ باب سارے بابوں سے زیادہ مہتم بالشان ہے کیونکہ جو مضمون اس باب میں لکھنا ہے یعنی ''ارشاد وافاضۂ باطنی'' وہ سوانح ہذا کی روح اور حضرت صاحب سوانح کا حاصل زندگی اور مقصد حیات ہے لہذا نہایت اہتمام سے لکھے جانے کے قابل ہے جس کے لیے نہ مجھے کافی فرصت نہ جس کی مجھ جیسے کم علم لاابالی غفلت شعار و بدانتظام سست و سہل انگار شخص سے توقع۔

دوسرے ایک ایسے محی الدین ومجدد الملت اور قطب الارشاد و حکیم الامت کے ''ارشاد افاضۂ باطنی کا حال لکھنا جس نے صدیوں کی علمی و عملی غلطیوں کو طشت از بام کر کے امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ کو راہ صواب دکھائی ہو اور ہزاروں گم گشتگان طریقت کو شاہراہ حقیقت پر ڈال کر واصل الی اللہ بنا دیا ہو۔ مجھ جیسے نادان و ناکارہ کے بس کا کام ہرگز نہیں بمصداق ع برنتابد کوہ را ایک برگ کاہ۔ تیسرے اگر مجبور ہو کر یہ ارادہ کرتا ہوں کہ جو ارشادات حضرت والا سے سنے ہیں یا حضرت والا کی تحریرات میں نظر سے گزرے ہیں اور جو حالات وواقعات مسترشدین کے معلوم ہیں بس انہی میں سے جو جو بے تکلف یاد آتے چلے جائیں ان کو اپنے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں بلا لحاظ کسی خاص ترتیب کے محض نقل کرتا چلا جاؤں تب بھی یہ حیرانی ہوتی ہے کہ کیا کیا لکھوں اور کہاں تک لکھوں بمصداق ؎

داماں نگہ تنگ وگل حسن تو بسیار
گلچیں بہار تو زداماں گلہ دارد

www.ahlehaq.org

کیونکہ اس وقت بلا مبالغہ یہ منظر سامنے ہو جاتا ہے۔

زفرق تابقدم ہر کجا کہ می نگرم — کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا اینجاست

(سر کی چوٹی سے قدم تک جہاں بھی دیکھتا ہوں ان کے حسن کا کرشمہ دل کے دامن کو اپنی طرف کھینچتا ہے کہ بس یہ جگہ سب سے زیادہ خوبصورت ہے)۔

حیرانی کا سب سے بڑا سبب

اور حیرانی کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ حضرت والا کے ارشاد و افاضہ باطنی کی صدہا خصوصیات ایسی ہیں جن کو قلب تو خوب اچھی طرح محسوس کیے ہوئے ہے اور جن کے تاثرات ذہن میں بھی بخوبی مرکوز و محفوظ ہیں لیکن ان کے اظہار کے لیے الفاظ نہیں ملتے نہ الفاظ سے ان کا دوسروں کو احساس کرایا جانا ممکن ہے۔ بمصداق اشعار۔

گر مصور صورت آں دلستاں خواہد کشید — لیک حیرانم کہ نازش راچساں خواہد کشید

(اگرچہ مصور اس دل لینے والے محبوب کی تصویر تو بنالے گا مگر میں حیران ہوں کہ وہ اس کے نازوں کی تصویر کشی کیسے کرے گا)

خوبی ہمیں کرشمۂ و ناز و خرام نیست — بسیار شیوہ ہاست بتاں را کہ نام نیست

(صرف یہی ناز و انداز اور کرشمہ ہی کی خوبی نہیں بلکہ حسینوں کے ہزاروں انداز حسن ایسے بھی ہیں کہ جن کا کوئی عنوان ہی نہیں ہے)۔

چنانچہ اس حیرانی نے مجھ کو بس حضرت مولانا رومیؒ کے اس شعر کا پورا پورا مصداق بنا رکھا ہے۔

برزباں قفل است و دردل راز ہا — لب خموش و دل پُراز آوازہا

بوجہ متذکرہ بالا بخدا یہ جی چاہتا ہے کہ اس موضوع پر کچھ لکھنے کے بجائے اپنے آپ کو تو یہ خطاب کروں۔

قلم بشکن سیاہی ریز کاغذ سوزدم درکش — حسن بایں قصہ عشقت در دفتر نمی گنجد

(قلم توڑ دے، سیاہی گرادے، کاغذ جلادے اور خاموش ہو جا کیونکہ حُسن سے تیرے اس عشق کا قصہ کاغذوں میں نہیں سما سکتا۔)

www.ahlehaq.org

طبیعت کا ایک انوکھا تقاضا

اور ناظرین کرام سے یہ عرض کردوں کہ ع دل من داند و من دانم و داند دل من اور باب ہذا میں صرف یہ ایک مختصر سا جملہ لکھ دوں ''عیاں راچہ بیاں'' کیونکہ حضرت والا کی شان ارشاد و افاضہ آج ماشاء اللہ تعالیٰ عالم آشکارا اور اظہر من الشمس ہے جس کو دنیا جانے اور مانے ہوئے ہے کیونکہ بفضلہٖ تعالیٰ حضرت والا کی تصانیف کثیرہ جو سر بسر ارشادات وافاضات ہی سے لبریز ہیں تمام بلاد و امصار میں شائع و ذائع ہیں اور حضرت والا کے مسترشدین و مستفیضین بھی کثیر تعداد میں شرقاً و غرباً پھیلے ہوئے ہیں اور اس شان خاص کا شیخ محقق آج کہیں نظر نہیں آتا جو ایک ناقابل انکار امر مشاہد ہے۔ غرض میں ضرور اپنے اس اقتضاء طبعی پر عمل کرتا لیکن مجبوری یہ ہے کہ اگر میں ایسا کرتا ہوں تو اس سوانح کا اصل موضوع ہی رہا جاتا ہے لہذا کچھ نہ کچھ لکھنا ضروری ہے گو ناتمام و ناکافی ہی سہی جیسا کہ حضرت مولانا رومی علیہ الرحمۃ حضرت مولانا حسام الدینؒ کو خطاب فرماتے ہیں۔

قدر تو بگذشت از درک عقول — عقل در شرح شما بوالفضول

(تیرا مرتبہ عقلوں کی سمجھ سے بالاتر ہے۔ آپ کی تشریح میں عقل بےکار ہے۔)

گرچہ عاجز آمد ایں عقل از بیاں — عاجزانہ جنبشے باید دراں

(اگرچہ یہ عقل بیان کرنے سے عاجز ہے لیکن اس بارے میں کوئی عاجزانہ کوشش ہونی چاہیے)

ان شیئا کلہ لا یدرک — اعلموا ان کلہٗ لا یترک

گرچہ نتواں خورد طوفان سحاب — کے تواں کردن بترک خورد آب

(اگرچہ بادلوں کا طوفان نہیں پیا جا سکتا مگر پانی پینا بالکل بھی نہیں چھوڑا سکتا)

آب دریا را اگر نتواں کشید — ہم بقدر تشنگی باید چشید

(دریا کا پانی اگر نہیں کھینچا جا سکتا تو بہر حال پیاس کے مطابق تو پینا ہی چاہیے)

حضرت والا کا ہمت افزائی کرنا

احقر نے اپنی ان مشکلات کو حضرت والا کی خدمت میں پیش کیا تو فرمایا کہ بس آپ

www.ahlehaq.org

بیٹھ کر جو الٹا سیدھا سمجھ میں آئے اُٹھ کر بس لکھنا شروع کر دیجئے۔ پھر انشاء اللہ تعالیٰ خود بخود مضامین کی آمد شروع ہو جائے گی۔ زیادہ کاوش اور غور وفکر نہ کیجئے۔ جب تک آپ دریا کو دور ہی سے دیکھ رہے ہیں بس اسی وقت تک اس کا عبور کرنا مشکل نظر آرہا ہے اور جب آپ خدا کا نام لیکر چل کھڑے ہوں گے اور بہ قصد عبور کنارہ پر پہنچیں گے تو آپ انشاء اللہ تعالیٰ دیکھیں گے کہ وہاں کشتی بھی ہے ملاح بھی ہے ہوا بھی موافق ہے تلاطم بھی نہیں ہے۔ غرض ساری آسانیاں موجود ہیں اور سارے موانع مرتفع ہیں۔

حضرت والا کی اس حوصلہ افزاء بشارت نے میری ہمت ضعیف کو بڑی قوت بخشی اور اس ارشاد فیض بنیاد کو سن کر مجھ کو عین عالم یاس میں یہ قوی امید ہوگئی کہ اگر لکھنے بیٹھوں گا تو بعون اللہ تعالیٰ و ببرکت دعا و توجہ حضرت والا کچھ نہ کچھ لکھ ہی لوں گا لہٰذا توکلاً علی اللہ تعالیٰ اس موضوع پر بھی برا بھلا جیسا بھی ہو سکے اور تھوڑا بہت جتنا بھی چل سکے مضمون لکھنے کے لیے قلم اٹھاتا ہوں اور اس دریائے ناپیدا کنار میں آنکھیں بند کر کے بلا پس و پیش یہ کہتا ہوا اپنے آپ کو ڈالتا ہوں۔ ع۔ دل افگندیم بسم اللہ مجریہا و مُرسٰہا۔ (ہم نے دل ڈال دیا اللہ کے نام سے ہی اس کا چلنا اور رکنا ہے)۔ اللہ تعالیٰ میری مدد فرمائے اور بیڑا پار لگائے۔

حالات وواقعات متعلق ارشاد وافاضۂ باطنی

استفاضۂ باطنی کی تکمیل

پچھلے باب شرف بیعت و استفاضۂ باطنی کا اختتام حضرت والا کی حالت قبض و ہیبت کے اختتام کے ذکر پر کیا گیا ہے کیونکہ وہ حالت حضرت والا کے مجموعی حالات کے اعتبار سے گویا حضرت والا کے سلوک کی آخری گھاٹی تھی جس سے بعون اللہ تعالیٰ و بدعوات و توجہات بزرگان پار ہو کر حضرت والا نے گویا استفاضہ باطنی کے جملہ مراحل کو بہ تمام وکمال طے فرما لیا اور پھر بہمہ وجوہ کامل و مکمل ہو کر بتوفیق ایزدی نہایت آب و تاب اور جاہ و جلال کے ساتھ ہمہ تن افاضۂ باطنی میں مشغول ہو گئے۔ غرض حالت مذکورہ سے افاقہ ہو جانے کے بعد حضرت والا کا دور استفاضۂ تو ختم ہوا اور دور افاضہ کا باقاعدہ آغاز ہوا جس کا منجانب

www.ahlehaq.org

اللہ یہ اثر ظہور پذیر ہوا کہ طالبین کثرت سے رجوع ہونے لگے اور خانقاہ میں ذاکرین کا ہجوم رہنے لگا اور حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہٗ العزیز کی وہ تمنا پوری ہوئی جو حضرت ممدوح نے حضرت والا کی علمی خدمات کا حال سن کر ان الفاظ میں ظاہر فرمائی تھی کہ میں تو جب خوش ہوں گا جب کچھ اللہ اللہ کرنے والے بھی وہاں جمع ہونے لگیں گے۔

مولانا حکیم محمد مصطفیٰ کا خواب

اس زمانہ کا ایک خواب جو حضرت والا کے شاگرد رشید اور خلیفہ خاص جناب مولانا حکیم محمد مصطفیٰ صاحب بجنوری سلمہم اللہ تعالیٰ نے دیکھا تھا رسالہ ''اصدق الرؤیا'' سے ذیل میں نقل کیا جاتا ہے وھو ہذا۔ بندہ نے ایک خواب ۳۔ اکتوبر ۱۹۰۱ء کو یعنی رجب ۱۳۱۹ھ میں جبکہ حضرت والا مدظلہ کے قیام خانقاہ کا ابتدائی زمانہ تھا بمقام مرادآباد دیکھا کہ حضرت والا مدظلہ خانقاہ تھانہ بھون میں جنوب کی طرف طلبہ کو درس دے رہے ہیں اور تہجد کا وقت ہے چاندنی کھلی ہوئی ہے عجیب سہانا وقت ہے اتنے میں صبح صادق ہوئی۔ طلبہ سبق ختم کر کے نماز کی تیاری کے لیے درسگاہ سے نکلے ان کے منہ سے مشک کی خوشبو آتی ہے۔ بندہ نے عرض کیا ان حضرات کے لیے کوئی معجون مقوی کیوں نہ بنائی جائے۔ حضرت والا نے فرمایا ان کے واسطے معجون مشائیں بنائی گئی ہے۔ بس میری آنکھ کھل گئی۔

یہ خواب حضرت والا مدظلہ کو لکھا گیا تو یہ جواب آیا۔ مشفقم سلمہم اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ خواب بہت اچھا ہے یہ خوشبو علم اور ذکر کی ہے جس میں بندگان خدا یہاں مشغول ہیں۔ مشائیں سے مراد سالکین ہیں، مشی اور سلوک کے معنی متقارب ہیں آپ نے اپنے کو ان میں شامل دیکھا آپ کے لیے بھی بشارت عظمیٰ ہے والسلام انتہیٰ بلفظہ۔

یہ خواب پینتیس سال کا عرصہ ہوا جب دیکھا گیا تھا اور از راہ نوازش جناب حکیم صاحب نے خاص حضرت والا کے قلم مبارک کا لکھا ہوا اصل جواب بھی جس کی نقل اوپر اصدق الرؤیا سے کی گئی ہے پرانے خطوط میں تلاش فرما کر مجھ کو عطا فرما دیا ہے جو اس وقت احقر کے سامنے موجود ہے۔

مولانا انوار الحسن کاکوروی خواب

اس خواب کے سلسلہ میں ایک اور خواب جو احقر سے عرصہ دراز ہوا مشہور و معروف

www.ahlehaq.org

نعت گو جناب مولانا محسن کاکوری رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے جناب مولانا انوار الحسن صاحب کاکوروی مدظلہم نے بمقام تھانہ بھون بیان فرمایا تھا یاد آ گیا وہ چونکہ حضرت والا کی شان ارشاد و افاضہ باطنی کو جو باب ہذا کا موضوع ہے بخوبی ظاہر کرتا ہے اس لیے اس کو بھی اس جگہ محض تائیداً نقل کر دینا بے موقع نہ ہوگا۔

مولانا ممدوح نے فرمایا کہ میں نے سفر حج میں بمقام مدینہ طیبہ حضرت مولانا تھانوی مدظلہ کے متعلق ایک خواب دیکھا۔ حالانکہ اس زمانہ میں مجھ کو حضرت مولانا سے کوئی خاص عقیدت بھی نہ تھی۔ البتہ ایک بڑا عالم سمجھتا تھا اور میرا خاندان بھی علماء اہل حق کا کچھ زیادہ معتقد نہ تھا۔ غرض حضرت مولانا کا مجھ کو مدینہ طیبہ میں کوئی بعید سے بعید بھی خیال نہ تھا کہ ایک شب خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک چارپائی پر بیمار پڑے ہوئے ہیں اور حضرت مولانا تھانوی تیمارداری فرما رہے ہیں اور ایک بزرگ دور بیٹھے ہوئے دکھائی دیئے جن کے متعلق خواب ہی میں معلوم ہوا کہ یہ طبیب ہیں۔

مولانا ممدوح نے احقر سے یہ خواب بیان کر کے فرمایا کہ آنکھ کھلنے کے بعد میرے ذہن میں فوراً یہ تعبیر آئی کہ حضور تو کیا بیمار ہیں حضور کی امت بیمار ہے اور حضرت مولانا اس کی تیمارداری یعنی اصلاح فرما رہے ہیں لیکن وہ بزرگ طبیب جو دور بیٹھے نظر آئے تھے وہ سمجھ میں نہ آئے کہ کون تھے۔ واپسی ہندوستان پر میں نے حضرت مولانا کی خدمت میں یہ خواب لکھ کر بھیجا اور جتنی تعبیر میری سمجھ میں آئی تھی وہ بھی لکھ دی اور یہ بھی لکھ دیا کہ میری سمجھ میں یہ نہیں آیا کہ وہ بزرگ طبیب کون تھے جو دور بیٹھے ہوئے دکھائی دیئے۔ حضرت مولانا نے تحریر فرمایا کہ وہ حضرت امام مہدی علیہ السلام ہیں اور وہ چونکہ ابھی زماناً بعید ہیں اس لیے خواب میں مکاناً بعید دکھائے گئے۔

مولانا محمد حسن امرتسریؒ کے تین خواب

جناب مولانا محمد حسن صاحب امرتسری مدفیضہم کے بھی جو ایک نہایت ثقہ عالم اور حضرت والا کے مخصوص محبین و مجازین میں سے ہیں تین خواب جو خاص شان کے ہیں۔ اس مقام پر اصدق الرؤیا سے نقل کر دینے کو بے اختیار جی چاہتا ہے۔ چنانچہ خود مولانا ہی کے

www.ahlehaq.org

الفاظ میں ان تینوں خوابوں کو نقل کیا جاتا ہے۔

پہلا خواب

احقر (یعنی جناب مولانا محمد حسن صاحب امرتسری ۱۲منہ) جب اول بار حضرت والا کی خانقاہ شریف میں حاضر ہوا تو ۱۳۴۰ھ تھا جس کو تقریباً چودہ برس کا عرصہ ہوا۔ حاضر ہوتے ہی اول رات یا دوسری رات میں نے یہ خواب دیکھا کہ خانقاہ شریف کی مسجد کے صحن میں وسط کے قریب ایک قبر ہے جو پوری کھدی ہوئی نہیں ہے بلکہ اس کا صرف اوپر کا حصہ کھدا ہوا ہے اور وہ بھی پورا کھدا ہوا نہیں تھوڑا ہی گہرا ہے اور اس قبر کے اوپر ایک مختصر سا خیمہ بھی نصب کیا ہوا ہے اس قبر میں شیخ العرب والعجم حضرت حاجی شاہ امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہٗ العزیز لیٹے ہوئے ہیں اور بہت کمزور معلوم ہوتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت حاجی صاحبؒ نے پانی طلب فرمایا تو پانی ایک نہایت ہی خوبصورت صراحی میں لایا گیا جس کی گردن اور ٹونٹی دونوں بہت بلند اور حسین تھیں اور وہ صراحی مٹی کی نہ تھی بلکہ کسی ایسے نفیس جوہر کی تھی کہ بہت ہی دلکش معلوم ہوتی تھی ایسی نفیس صراحی میں نے عمر بھر نہیں دیکھی۔ حضرت اٹھ کر بیٹھ گئے اور چونکہ قبر کی گہرائی کم تھی اس لیے بیٹھنے کے بعد سر مبارک اور گردن مبارک باہر نظر آنے لگے۔ اس وقت اعلیٰ حضرت حاجی صاحبؒ بہت قوی معلوم ہونے لگے۔ پھر اعلیٰ حضرتؒ نے پانی پیا اس وقت جو میں نے دیکھا تو قبر شریف کی مشرقی دیوار پر ایسے موٹے حروف میں جیسے کہ بازو موٹا ہوتا ہے یہ لکھا ہوا ہے سگِ دربار گیلاں شو چو خواہی قرب ربانی لفظ گیلاں میں کسی قدر شبہ ہے۔ غالب گمان تو یہی ہے کہ گیلاں تھا لیکن یہ بھی خیال ہے کہ شاید بجائے گیلاں کے لفظ ایشاں ہو۔ بہرصورت احقر کو خواب میں یہی معلوم ہوا کہ دربار سے حضرت والا دامت برکاتہم ہی کا دربار مراد ہے اور اسی دربار کی ملازمت کا حکم ہو رہا ہے۔ پھر اسی خواب کے سلسلہ میں یہ بھی دیکھا کہ مسجد کے اندرونی حصہ سے حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہما باہر تشریف لا رہے ہیں اور ایک دوسرے کی طرف اپنی اپنی گردن جھکا کر بطور سرگوشی کے چپکے چپکے آپس میں بحوالہ حضرت والا مدظلہم العالی یہ ذکر کر رہے ہیں کہ تحریک خلافت کے متعلق ان کی رائے نہایت صحیح ہے یعنی حضرت والا کی۔

www.ahlehaq.org

پھر ان دونوں حضرات میں سے ایک صاحب تو مسجد کے اندر واپس تشریف لے گئے اور دوسرے صاحب باہر تشریف لے گئے۔

دوسرا خواب

تین چار سال ہوئے احقر نے خانقاہ شریف کے حمام کی دیوار پر جو دھوئیں سے سیاہ ہو رہی ہے بہت روشن حروف میں چونہ یا اور کسی نہایت سفید روشنائی سے یہ لکھا ہوا دیکھا کہ اس جگہ دلجوئی بھی ہوتی ہے اور دلشوئی بھی (ف) جامع اوراق عرض کرتا ہے کہ سبحان اللہ حضرت والا کے طریق وارشاد وافاضہ کا کیسا جامع مانع خلاصہ کیسے لطیف عنوان سے منجانب اللہ اس خواب میں القاء فرما دیا گیا ہے۔

تیسرا خواب

کچھ عرصہ ہوا احقر نے (یعنی جناب مولانا محمد حسن صاحب امرتسری نے ۱۲!) خانقاہ شریف کی مسجد کے وسط میں بیت اللہ شریف اور حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پاک کو دیکھا کہ دونوں بالکل قریب قریب ہیں اور بیت اللہ شریف غالباً حضرت والا کی سہ دری کی طرف ہے لیکن روضہ ٔ پاک بھی بیت اللہ شریف ہی کی شکل کا ہے یعنی اوپر گنبد نہیں ہے اور بیت اللہ شریف اور روضہ ٔ پاک دونوں پر اس قدر سبز اور خوبصورت غلاف ہیں کہ دنیا میں ان کی نظیر نہ ہوگی۔ اور دونوں پر شعاعیں اور انوار معلوم ہوتے ہیں حضرت والا بیت اللہ شریف کے پاس کھڑے ہوئے ہیں اور اس قدر خوش ہیں کہ ایسا ہشاش بشاش میں نے حضرت والا کو کبھی نہیں دیکھا۔ نیز ایک کھجور کی ٹہنی بطور جھاڑو کے دست مبارک میں لیے ہوئے ہیں جس کی ڈنڈی میں دستہ چھوڑ کر ادھر ادھر شاخیں نکلی ہوئی ہیں اور یہ ارادہ فرما رہے ہیں کہ بیت اللہ شریف اور روضۂ پاک کے گرداگرد جو غبار ہے اس کو دور فرمائیں۔ انتہیٰ بلفظہ۔

مولانا حافظ محمد عمر علی گڑھی کا کشف

حضرت والا کی شان ارشاد وافاضہ باطنی کے متعلق اس قسم کے صدہا مبشرات ہیں جن میں سے بعض باب بشارات منامیہ میں بھی ملاحظہ سے گزریں گے علاوہ مذکورہ بالا مبشرات

www.ahlehaq.org

2 کے ایک بزرگ کا کشف بھی بہ مناسبت مقام یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

جناب مولوی حافظ جلیل احمد صاحب مدفیضہم رئیس علی گڑھ جو حضرت والا کے خلیفہ مجاز ہیں اور آج کل حضرت والا کی خدمت میں مستقل طور پر قیام پذیر ہیں۔ جناب مولانا حافظ محمد عمر علی گڑھی رحمۃ اللہ علیہ سے جو بڑے صاحب احوال بزرگ اور حضرت والا کے خلیفہ مجاز تھے روایت فرماتے ہیں کہ ایک بار حافظ صاحبؒ رات کی ریل سے تھانہ بھون حاضر ہوئے تو جب ریل خانقاہ کے محاذ سے گزری تو انہوں نے بیداری میں دیکھا کہ مسجد خانقاہ کے گنبد سے آسمان تک انوار کا ایک تار لگا ہوا ہے۔

مقبولیت عامہ

یہ سب ضمنی بیان مقصود کی تائید میں تھا اور اصل مقصود جس کے لیے یہ باب موضوع ہے یہ ہے کہ بعد افاقہ حالت قبض و ہیبت و تکمیل استفاضہ باطنی حضرت والا کا دور افاضہ باطنی نہایت آب و تاب اور جاہ و جلال کے ساتھ شروع ہوا اور طالبین و ذاکرین کثرت سے رجوع ہونے لگے۔ اور حضرت والا کی جانب عوام و خواص سب کا میلان اس درجہ بڑھا کہ دور دراز سے حضرت والا کی طلبیاں نہ صرف وعظ کے لیے بلکہ محض زیارت کے لیے بھی ہونے لگیں جس کا مفصل حال باب مواعظ حسنہ میں گزر چکا ہے۔ سفر میں بھی کثرت سے ذاکرین ہمراہ رہتے اور ذکر کی دلکش اور روح پرور صداؤں سے سفر و حضر میں خانقاہ کا لطف رہتا ہے جس کا خود احقر نے بھی بارہا مشاہدہ کیا ہے اور لطف اٹھایا ہے۔

نیز حضرت والا کا ہر وعظ گویا تصوف کا ایک مکمل درس ہوتا تھا جس سے مقصود اور طریق دونوں بالکل واضح ہو جاتے تھے اور عام طور سے قلوب میں طلب صادق پیدا ہو جاتی تھی۔

سفر میں کسی کو بیعت نہ کرنا

چنانچہ لوگ کثرت سے داخل سلسلہ ہونے کی درخواستیں کرتے لیکن حضرت والا سفر میں عموماً یہ فرما کر انکار فرما دیتے کہ میں یہ عملی تعلیم دینا چاہتا ہوں کہ سفری پیروں سے لوگ بچیں اور صاف فرما دیتے کہ جو اعتقاد محض وعظ سن کر پیدا ہوا ہو وہ معتبر نہیں کیونکہ وعظ میں تو اچھی ہی اچھی باتیں کہی جاتی ہیں۔ ہاں اعتقاد وہ معتبر ہے جو روزمرہ کے افعال اور عادات

www.ahlehaq.org

دیکھنے کے بعد پیدا ہوا اور ان کا کما حقہ مشاہدہ معتقد فیہ کے مستقل جائے قیام ہی پر ہو سکتا ہے جس کو بیعت کا شوق ہو وہ میرے وطن آئے تا کہ جانبین کو ایک دوسرے کی جانچ کا اطمینان سے موقع مل سکے۔ نیز اس سے طلب کا بھی امتحان ہو جائے گا۔ غرض امر بیعت میں ہرگز عجلت نہ چاہیے یہ گاجر مولی کی بیع نہیں ہے کہ پیسہ ڈالا اور جھٹ خرید لی۔

سبحان اللہ کیا صدق و اخلاص ہے ورنہ رسمی پیر تو خود ہی سر ہوتے پھرتے ہیں بلکہ سفر ہی اس نیت سے کرتے ہیں کہ لوگوں کو پیری مریدی کے جال میں پھانسا جائے اور سبحان اللہ کیسا صحیح معیار اعتقاد ہے اور حضرت مولانا رومیؒ کے اس شعر کی کیسی اچھی عملی تعلیم ہے۔

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست   پس بہر دستے نباید داد دست

حضرت والا تو ہمیشہ فرمایا کرتے ہیں کہ اگر کوئی میرے یہاں کی شرائط بیعت سنکر (جن کا مفصل ذکر انشاء اللہ تعالیٰ بعد کو اپنے موقع پر آئے گا ۱۲ مؤلف) اور میرا طریق اصلاح دیکھ کر یہاں سے بے نیل مرام بھی چلا گیا تب بھی اس کو کم از کم یہ تو ضروری معلوم ہو جائے گا کہ بیعت کوئی معمولی چیز نہیں ہے بلکہ اس کے لیے بھی شرائط ہیں اور کسی رسمی پیر کے یہاں اگر اس کے خلاف معاملہ دیکھے گا تو اس کی طرف سے دل میں کھٹک تو ضرور پیدا ہو جائے گی اور یہ معلوم ہو جانا خود ایک مرام عظیم ہے۔

ایسے موقعوں پر حضرت والا احقر کے ایک شعر کا یہ مصرعہ بھی اکثر پڑھ دیا کرتے ہیں۔

ع میخانہ کا محروم بھی محروم نہیں ہے

مریضوں اور خواتین سے رعایت

غرض حضرت والا کا عموماً سفر میں بیعت کرنے کا معمول نہ تھا لیکن مریضوں اور عورتوں کی درخواست بیعت کو منظور فرما لیتے تھے کیونکہ مریض تو مرض کی وجہ سے واجب الرحم ہوتے ہیں اور عورتیں اہل الرائے نہیں ہوتیں۔ ان بیچاریوں کا اعتقاد بالکل سیدھا سادہ اور سچا ہوتا ہے۔ ان دونوں کے بارہ میں جو حضرت والا سختی نہیں فرماتے اس کی تائید میں اکثر حضرت عارف شیرازیؒ کا یہ شعر پڑھ دیا کرتے ہیں۔

طالباں را چو طلب باشد و قوت نبود   گر تو بیدار کنی شرط مروت نبود

www.ahlehaq.org

شہادتِ قلب

اسی طرح علاوہ مریضوں اور عورتوں کے بھی جن طالبین کے بارہ میں قرائن حالیہ وغیرہ کی بناء پر خاص طور سے شرح صدر ہو جاتا تو ان سے بھی انکار نہ فرماتے اسکا راز یہ ہے کہ حضرت والا کو اپنے نور بصیرت سے ہر طالب کی مناسبت وعدم مناسبت کا اکثر فوراً احساس ہو جاتا ہے۔ جس کے صدہا حیرت انگیز واقعات رات دن مشاہدہ میں آتے رہتے ہیں چنانچہ فرمایا کرتے ہیں کہ بعضے شخص کو تو دل فوراً قبول کر لیتا ہے اور بعض کو نہیں اور اگر کوئی شخص مجھ سے اس کی وجہ پوچھنے لگے تو میں ہرگز نہ بتا سکوں۔ یہاں تک کہ یہ بھی بارہا ہوتا ہے کہ ایک شخص بالکل رند صورت اور آزاد منش ہے نہ نماز کا نہ روزہ کا فاسق فاجر لیکن اس کی طرف خواہ مخواہ دل مائل ہونے لگتا ہے اور دوسرا ثقہ صورت نمازی وظیفچی سبھی کچھ لیکن اس کی جانب دل باوجود بتکلف مائل کرنے کے بھی مائل نہیں ہوتا۔ اب اس کو میں کیا کروں دل تو میرے بس میں نہیں اور بدوں میلان قلب کے بیعت کر لینا خیانت ہے کیونکہ ایسی حالت میں اس کو مجھ سے کچھ نفع نہیں پہنچ سکتا۔ اور گو اس وقت تو میلان وعدم میلان قلب کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی لیکن اکثر یہی دیکھا گیا کہ بعد کے واقعات وحالات نے میری شہادت قلب کی جلدی ہی تصدیق کر دی۔

بات یہ ہے کہ جس سے اللہ تعالیٰ کو کوئی کام لینا ہوتا ہے اس کو اس کام کی سمجھ بھی عطا فرما دیتے ہیں اس میں میرا کوئی کمال نہیں بعضے شخص کی طرف تو اس کو دیکھتے ہی دل اتنا جھکتا ہے کہ بے اختیار یہ جی چاہنے لگتا ہے کہ وہ مجھ سے بیعت کی درخواست کرے چنانچہ پھر تھوڑے ہی دن بعد کیا دیکھتا ہوں کہ وہ بیعت ہونے کے لیے خود ہی چلا آ رہا ہے اور ایسے شخص سے میں انکار بھی نہیں کرتا بس درخواست سنتے ہی چپکے سے بیعت کر لیتا ہوں اور دل میں کہتا ہوں کہ بس اس سے کچھ نہ کہو چپکے سے بیعت کر لو اس کو تو اللہ میاں نے میرے پاس منہ مانگا بھیجا ہے۔

ہر ایک کے حال کے مطابق معاملہ

احقر مؤلف نے بھی حضرت والا کی شہادت قلب کی صحت کے بہت سے واقعات خود مشاہدہ کیے ہیں بلکہ بعض ایسے موقعوں پر جہاں حضرت والا نے ترحم کا برتاؤ مناسب نہ سمجھا

www.ahlehaq.org

اور احقر نے محض ظاہری حالات پر نظر کر کے ترحم کی درخواست کی یا خود نرم معاملہ کیا یا نرم رائے ظاہر کی اور بعد کو احقر کی رائے بالکل غلط اور درخواست بالکل بے محل ثابت ہوئی تو فرمایا کہ دیکھئے اب تو آپ کو معلوم ہوگیا کہ میری ہی رائے صحیح تھی۔ امور تربیت میں میری رائے میں کسی کو مزاحمت نہ کرنا چاہیے بس میں جس کے ساتھ جو معاملہ کروں میرے سب احباب کو یہی سمجھ لینا چاہیے کہ وہ شخص اسی معاملہ کا اہل ہے چونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ کام میرے سپرد فرما رکھا ہے اس لیے وہی میری دستگیری فرماتے ہیں ورنہ میں کیا چیز ہوں۔

فراست

احقر کو تو بارہا کے مشاہدوں اور تجربوں کے بعد اس امر کا عین الیقین بلکہ قریب قریب حق الیقین کے ہوگیا ہے کہ حضرت والا کا جو معاملہ جس شخص کے ساتھ ہوتا ہے بالکل مناسب اور عین مصلحت ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ بعض صورتوں میں ایک ہی شخص کے ساتھ مختلف اوقات میں مختلف قسم کا معاملہ بھی دیکھا گیا اور وہ بھی نہایت وقت بالکل مناسب حال اور اصلاح کے لیے واقعی ضروری ثابت ہوا چنانچہ اس کا تو احقر کو بارہا ذاتی تجربہ بھی ہو چکا ہے جس سے حیرت ہوگئی اور حضرت والا کے صاحب کشف ہونے کا گمان غالب بدرجۂ یقین ہونے لگا جس کی حضرت والا بتاکید نفی فرمایا کرتے ہیں۔ بہرحال تائید ایزدی اور صحت ذوق و وجدان اور حضرت والا کا حدیث **اتقوا فراسة المؤمن فانه ینظر بنور اللہ** کا مصداق ہونا تو ان واقعات سے یقیناً ثابت ہوتا ہے اور یہ فضائل کشف سے بھی ہزار ہا درجہ بڑھے ہوئے ہیں۔ اس پر احقر کو اپنا ایک شعر یاد آیا۔

میں محو فکر ہوا جب سے بے نشاں کیلئے ۔۔۔ مشاہدہ کا ہے درجہ مرے گماں کیلئے

احقر مُرتّب کے بیعت ہونے کا واقعہ

یہ سب مضامین استطراداً معرض بیان میں آگئے ہیں۔ میں یہ عرض کر رہا تھا کہ گو حضرت والا کا عموماً سفر میں بیعت فرمانے کا معمول نہ تھا لیکن جہاں شرح صدر ہو جاتا اور باہم مناسبت متوقع ہوتی وہاں درخواست بیعت کو منظور بھی فرما لیتے تھے۔ چنانچہ خوش

www.ahlehaq.org

نصیبی سے انہیں مستثنیات میں اس احقر نا کارہ کی بھی درخواست بیعت تھی۔ جس کو الٰہ آباد کے سفر میں ۱۳۲۶ھ میں شرف قبولیت بخشا گیا جس کا واقعہ کسی قدر تفصیل کے ساتھ عرض کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس کے ضمن میں امید ہے کہ بہت سے مضامین نافعہ مناسب باب ہذا معرض بیان میں آ جائیں اور چونکہ یہ داستان آپ بیتی ہوگی اس لیے ع۔ شنیدہ کے بود مانند دیدہ کی مصداق ہوگی۔ وھو ہذا۔

حضرت والا کی تصانیف سے دلچسپی

بحمد اللہ احقر کو بابرکت جناب والد صاحب مرحوم و مغفور (جو حضرت والا ہی کی معرفت حضرت حاجی صاحب قدس سرہ العزیز سے بذریعہ خط بیعت ہوئے تھے اور جنہوں نے حسب ارشاد حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت والا ہی سے تعلیم طریق حاصل کی تھی) باوجود انگریزی تعلیم میں مشغول ہونے کے دین سے لگاؤ تھا۔ اور حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت والا کی بعض تصانیف بھی نظر سے گزری تھیں جن کے مطالعہ سے بیحد متاثر ہوا تھا اور حضرت والا کی تصانیف میں تو اللہ تعالیٰ نے ایسی ہی کشش اور برکت رکھی ہے کہ شوق مطالعہ بڑھتا ہی چلا جاتا ہے اور دین کی طلب دامن گیر ہو کر حالت کی کایا پلٹ ہی ہوتی چلی جاتی ہے جس کے ہزار ہا شاہد موجود ہیں۔

حضرت والا کی خدمت میں خط بھیجنا

چنانچہ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ مجھ کو اور میرے خاص احباب کو حضرت والا کی تصانیف کا اتنا شوق بڑھا تھا کہ ایک کتب خانہ بھی کھول لیا گیا تھا جس کے خاص محرک مکرمی و مشفقی جناب منشی حقداد خان صاحب پنشنر معلم پٹواریاں تھے جو اب بفضلہ تعالیٰ حضرت والا کے خلیفہ مجاز اور بڑے مخلص اور صاحب خیر و برکت بزرگ ہیں۔ نیز ہم چند شخصوں نے مل کر ایک عریضہ بھی حضرت والا کی خدمت میں اس مضمون کا ارسال کیا تھا کہ ہم لوگوں کو حضرت ہی کی تصانیف سے معلوم ہوا ہے کہ جس سے محبت ہو اس کو مطلع کر دینا چاہیے تا کہ اس کو بھی محبت ہو جائے اور دعا میں یاد رکھے اس لیے ہم لوگ حضرت کو مطلع کرتے ہیں کہ ہمیں آپ سے محبت ہے۔

www.ahlehaq.org

حضرت والا کی الہ آباد تشریف آوری

یہ سب حالات حضرت والا کی زیارت حاصل ہونے سے قبل کے ہیں۔ اس وقت احقر علی گڑھ کالج سے بی اے پاس کرنے کے بعد الہٰ آباد کالج میں قانون پڑھتا تھا اور ایل ایل بی کے درجہ میں داخل تھا۔ محلّہ کٹرہ میں قیام تھا۔ اسی دوران میں حضرت والا کا مژدۂ تشریف آوری و وعظ ایک مطبوعہ اعلان سے معلوم ہوا جس کے دیکھتے ہی اشتیاق زیارت ایسا غالب ہوا کہ مدرسہ متعلق مسجد شیخ عبداللہ میں جو بڑے اسٹیشن کے پاس ہے جہاں حضرت والا قیام پذیر تھے جلتی دوپہر میں دواڑھائی میل کی مسافت طے کر کے پہنچا۔

والہانہ دیدار

حضرت والا اس وقت قیلولہ فرمارہے تھے اور احقر غایت عقیدت واشتیاق سے دور کھڑا ہوا حضرت والا کو اسی خوابیدہ حالت میں تانک جھانک رہا تھا۔ حضرت والا پشت کیے ہوئے آرام فرمارہے تھے اور سر مبارک کے نہایت خوبصورت چمکدار پٹے دار بال جو اس زمانہ میں بالکل سیاہ تھے اپنی بہار دکھارہے تھے نیز کوشش کرنے سے کچھ کچھ حصہ چہرہ انور کا بھی ناتمام طور پر گاہ گاہ پیش نظر ہوجاتا تھا جو قوت متخیلہ اور حسن عقیدت سے مل مل کر مختلف دلربا شکلیں اختیار کررہا تھا۔ کبھی کیسی صورت معلوم ہوتی تھی کبھی کیسی بار بار مشتاقانہ اور متجسسانہ نگاہیں ڈالتا تھا لیکن صحیح انداز نہ ہو پاتا تھا کہ حضرت والا دراصل ہیں کس شکل وشباہت کے۔

بہرصورت اس وقت حضرت والا کچھ اس انداز سے محوخواب ناز تھے اور احقر اس درجہ ذوق وشوق اور عقیدت ومحبت سے محونظارہ تھا کہ وہ سماں باوجود ۲۸ سال کی مدت طویلہ گزرجانے کے بھی آج تک متخیلہ میں بعینہ اور اسی کیفیت کے ساتھ محفوظ اور اس ناتمام دیدار اول کی مست کردینے والی کیفیتیں اب تک قلب میں نقش کالحجر ہیں اور اس زمانہ کی سادہ اور بالکل خالص عقیدت ومحبت طبعی جس میں شائبہ بھی احتمالات عقلیہ کا نہ تھا ذہن میں تاہنوز متحضر ہے اور گو اس کے متعلق حضرت والا کی یہ تحقیق انیق سن کر عقلی تسلی ہوگئی ہے کہ آپ کی اس وقت کی جو حالت ہے وہ اس وقت کی حالت سے اکمل وادوم وافضل ہے کیونکہ عقلی احوال میں غالب

www.ahlehaq.org

اثر روح کا ہوتا ہے اور طبعی کیفیات میں نفس کا لیکن دل ہے کہ پھر بھی بار بار اسی حالت کا خواہاں ہے اور اسی دور کا جویان۔ اللہ اللہ کیا ذوق وشوق اور سادگی وخلوص کا زمانہ تھا اللہ تعالیٰ کو تو سب کچھ قدرت ہے۔ دعا ہے کہ وہ عقلی اور طبعی دونوں ہی قسم کی کیفیتوں کو علی وجہ الکمال قلب میں جمع فرمائے۔ آمین ثم آمین وماذالک علے اللّٰہ بعزیز۔

چنانچہ حضرت والا بھی یہی فرمایا کرتے ہیں کہ کیفیات طبعیہ حسنہ غیر اختیاریہ محمود تو ہیں مقصود نہیں لہذا دعا کا تو مضائقہ نہیں لیکن انکا منتظر رہنا خلاف اخلاص اور بوجہ مخل یکسوئی اور شاغل عن المقصود ہونے کے مضر ہے نیز یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ عقلی احوال بھی طبعی کیفیات سے بالکل خالی نہیں ہوتے ورنہ محض اقتضائے عقلی صدور اعمال کے لیے عادۃً کافی نہیں اسی طرح بالعکس البتہ ایک صورت میں عقلیت غالب ہوتی ہے اور طبیعت مغلوب دوسری میں برعکس ان لطیف حقائق طریق اور مفید مسائل سلوک کو استطراداً نقل کرنے کے بعد احقر پھر اپنے واقعہ بیعت کے بیان کی طرف عود کرتا ہے۔

پہلی بالمشافہ زیارت

احقر کو حضرت والا کی بالمشافہ زیارت کے لیے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا کیونکہ نماز ظہر کا وقت جلدی ہی آ گیا اور حضرت والا بیدار ہو کر وضو کے لیے قیامگاہ سے باہر تشریف لائے۔ راستہ ہی میں احقر کو دوبدو زیارت نصیب ہوگئی حضرت والا حسب عادت شریف نیچی نگاہیں کیے اور مستانہ وار جھومتے اس شان سے تشریف لا رہے تھے کہ چہرہ مبارک تو نہایت شاہانہ مگر لباس فقیرانہ بالکل سادہ صرف کرتہ پاجامہ اور کرتہ کا بھی اوپر کا بٹن کھلا ہوا جو اب بھی اکثر کھلا ہی رہتا ہے کاندھے پر رومال۔ آنکھیں سرگیں۔ خمار آلود اور چونکہ سو کر تشریف لا رہے تھے لہذا قدرے مائل بسرخی اور بال بھی کسی قدر بکھرے ہوئے۔ غرض عجب دلربا شان تھی بس کسی کا یہ شعر بالکل حسب حال تھا اور ہو بہو صادق آ رہا تھا ؎

قباوا کردہ و کاکل پریشاں کردہ می آید ۔۔۔ بہ بیں ایں بے سروساماں چہ ساماں کردہ می آید

(قبا کھولے اور زلفیں بکھیرے آ رہا ہے، اس بے سروسامان کو دیکھ کہ کتنے سامان کے ساتھ آ رہا ہے)

www.ahlehaq.org

اور سرخی مائل آنکھیں تو بلا مبالغہ شاعرانہ گویا بزبان حال یہ کہہ رہی تھیں اور ایک دنیا گواہ ہے کہ بالکل سچ کہہ رہی تھیں ؎

ایں ست کہ خون خوردہ ودل بُردہ بسے را　　　بسم اللہ اگر تاب نظر ہست کسے را

(یہ ہے جس نے بہت ساروں کا خون پیا اور دل لیا ہے، اگر اب کسی میں دیکھنے کی ہمت ہے تو جی بسم اللہ)

احقر نے بڑھ کر سلام عرض کیا اور مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھائے۔ حضرت والا نے نظر اٹھا کر نہایت لطف کے لہجہ میں سلام کا جواب مرحمت فرمایا اور اپنے نرم نرم اور کشادہ ہاتھوں سے مصافحہ فرما کر نہایت ہی مشفقانہ اور تلطف آمیز لہجہ میں بہت ہی دلفریب اور پُر لطف انداز سے فرمایا مزاج شریف وہ لہجہ اب تک کانوں میں گونج رہا ہے اور وہ انداز اب تک دل میں کھبا ہوا ہے اور وہ جگہ جہاں یہ زیارت اولیہ نصیب ہوئی تھی اب تک آنکھوں میں پھر رہی ہے اور نظر پُر اثر کی کیفیت برقیہ کا تو کچھ حال ہی نہ پوچھئے وہ تو بیان ہی میں نہیں آسکتی۔ بس یوں سمجھئے کہ میں بزبان حال گویا یہ اشعار پڑھ رہا تھا ؎

درون سینۂ من زخم بے نشاں زدہٗ　　　بحیرتم کہ عجب تیر بے کماں زدہٗ

(میرے سینہ میں تو نے ایسا زخم لگایا ہے جس کا نشان تک نہیں ہے، میں حیران ہوں کہ تو نے مجھے بغیر کمان کے عجیب تیر مارا ہے)

دزدیدہ فگندی بمن از ناز نگاہے　　　قربان نگاہِ توشوم باز نگاہے

(تو نے میری بے خیالی میں ہی مجھے اپنی ناز بھری نظر سے فتح کرلیا ہے، تیری نگاہ پر قربان جاؤں ایک بار پھر نگاہ فرما)

شیخ کی پہلی نظر

اور میرے نزدیک یہ مبالغہ شاعرانہ نہیں کیونکہ میں تو حضرت والا کی نظر توجہ کا اثر بفضلہٖ تعالیٰ ہر التفات میں روز اول سے لیکر اب تک برابر نہایت بیِّن (واضح) طور پر محسوس کرتا چلا آرہا ہوں۔ اور میں یہ بھی اسی وثوق (اعتماد) کے ساتھ ببانگ دُہل (اعلانیہ) کہتا ہوں کہ جس کا جی چاہے اس اثر کا خود مشاہدہ کرلے جیسا کہ ہزاروں نے مشاہدہ کرلیا ہے۔ بمصداق اشعار ؎

www.ahlehaq.org

عالم از نرگس تو بے مئے و مینا سرشار　　　چشم بد دور عجب ساغرِ بے مُل زدہٗ

(سارا جہان تیرے حسن کو دیکھنے سے مست ہے، خدا کرے تجھے نظر نہ لگے، تو نے تو مفت میں ہی نرالا جام پلا دیا ہے)

من نیم تنہا گرفتار و اسیر زلف او　　　بلکہ او دارد بہر موئے گرفتارِ دگر

(میں اکیلا اس کی زلف کا اسیر نہیں ہوں بلکہ اس کے تو ہر بال کا ایک الگ اسیر ہے)

مگر حسب ارشاد حضرت مولانا رومیؒ شرط یہ ہے کہ۔

مغزر اخالی کن از انکار یار　　　تا کہ ریحاں یابی از گلزار یار

(تو یار کے انکار سے عقل کو خالی کر تا کہ یار کے گلزار سے تو بھی خوشبو پائے)

چوں گرفتی پیرہن تسلیم شو　　　ہمچو موسےٰؑ زیر حکم خضر رو

(جب تو نے دامن پکڑ لیا ہے تو فرمانبردار ہو جا حضرت موسیٰؑ کی طرح حضرت خضرؑ کا فرمانبردار بن جا)

گرچہ کشتی بشکند تو دم مزن　　　گرچہ طفلے راکشد تو مو مکن

(اگر وہ کشتی توڑے تو تو زبان نہ کھول، اور اگر بچہ کو قتل کر ڈالے تو بھی تو اُف نہ کہہ)

دست او را حق چو دستِ خویش خواند　　　تا ید اللہ فوق ایدیہم براند

(جب اللہ نے اس کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ کہا ہے حتیٰ کہ ان کے ہاتھوں کے اوپر اللہ نے اپنے ہاتھ ہونے کا فرمایا ہے)

آنکہ از حق یابد او وحی و خطاب　　　ہرچہ فرماید بود عین صواب

(وہ ذات جسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آتی ہو وہ جو فرمائے بالکل سچ ہے)

ہمچو اسمٰعیل پیشش سر بنہ　　　شاد و خنداں پیش تیغش جاں بدہ

(حضرت اسماعیلؑ کی طرح اس کے سامنے سر جھکا دے، ہنستے مسکراتے ہوئے اس کی تلوار کے سامنے جان دیدے)

چوں گزیدی پیر نازک دل مباش　　　ست و ریزندہ چو آب و گل مباش

(جب تو نے پیر بنالیا ہے تو اب دل کو نازک نہ بنا، کیچڑ کی طرح ست اور گرنے والا نہ ہو جا)

www.ahlehaq.org

وربہر زخمے تو پُر کینہ شوی　　پس کجا بے صیقل آئینہ شوی

(اور اگر تو ہر زخم پر غصہ کرے گا تو کھرچنے کے بغیر تیرا دل کس طرح صاف ہوگا)

چوں نداری طاقت سوزن زدن　　ازچنیں شیرژیاں پس دم مزن

(جب تو سوئی چبھنے کی طاقت نہیں رکھتا تو ایسے بہادر شیر کے سامنے دم نہ مار)

اے برادر صبرکن بردر دنیش　　تارہی از نیش نفس گبر خویش

(اے بھائی ڈنک لگنے کے درد پر صبر کر، تاکہ تو اپنے کافر نفس کے ڈسنے سے چھٹکارا پائے)

اسی کو حضرت عطارؒ یوں فرماتے ہیں۔

درارادت باش صادق اے فرید　　تابیابی گنج عرفاں راکلید

(اے فرید تو تصوف کی راہ میں سچا ہوجا تاکہ معرفت کے خزانہ کی چابی پالے)

دامن رہبر بگیر اے راہ جو　　ہرچہ داری کن نثار راہ او

(اے راستہ کے متلاشی تو راہنما کے دامن کو پکڑے رکھ، اور جو کچھ تیرا ہے سب اسی راہ میں قربان کردے)

پیر خودرا حاکم مطلق شناس　　تابراہ فقر گردی حق شناس

(اپنے شیخ کو بادشاہ مطلق سمجھ، تاکہ تو فقیری کی راہ میں حق کو پہچاننے والا ہوجائے)

ہرچہ فرماید مطیع امرباش　　طوطیائے دیدہ کن از خاک پاش

(وہ جو کچھ فرمائے اسی کے حکم کا فرمانبردار ہوجا اپنی نظروں کو مٹی سے بھردے)

انچہ میگو یدسخن تو گوش باش　　تانہ گوید اوکہ خاموش باش

(وہ جو بات بھی کہے اسے توجہ سے سن، تاکہ وہ یہ نہ کہے کہ تو چپ رہ)

پھر حسب اختلاف استعداد و مناسبت یا تو حضرت والا کی نظر توجہ کا اثر قلب میں فوراً محسوس ہونے لگے گا ورنہ اپنی حالت ظاہری و باطنی میں یوماً فیوماً ترقیات درجات وتغیرات بابرکات کا تو ضروری مشاہدہ ہوتا چلا جائے گا یہاں تک کہ انشاء اللہ تعالیٰ بالآخر یہ اشعار اس کی زبان قال یا زبان حال پر جاری ہوجائیں گے۔

جزاک اللہ کہ چشمم باز کردی　　مرابا جانِ جاں ہمراز کردی

www.ahlehaq.org

(اللہ تجھے جزادے کہ تونے میری آنکھ کھول دی ہے اور مجھے اپنے محبوب سے واقف کردیا ہے)

رہانیدی مرا از شرِ ہستی چو پیمودی پیاپے جام مے را

(تونے جب مجھے مسلسل جام پلائے تو مجھے اپنی ہستی کے شر سے آزاد کرادیا ہے)

حماک اللہ عن شر النوائب جزاک اللہ فی الدارین خیرا

شیخ کی معنوی کرامتیں

اور کوئی تو اعتماد ہے جو حضرت والا نہایت زور وقوت کے ساتھ فرمایا کرتے ہیں کہ جو طالب اپنے کام میں باقاعدہ لگا ہوتا ہے اس کو ہر وقت اپنے اندر شیخ کی معنوی کرامتوں کا کھلی آنکھوں مشاہدہ ہوتا رہتا ہے لہذا اس کو کبھی اپنے شیخ کی حسی کرامتیں دیکھنے کی ہوس نہیں ہوتی اور اگر مدت طویلہ تک بھی ایسا مشاہدہ نہ ہو تو اس کو چاہیے کہ کوئی دوسرا شیخ تلاش کرے کیونکہ یہ دلیل ہے اس کی کہ اس کو اس شیخ سے مناسبت نہیں۔

اور یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ شیخ کی مجلس میں شیخ کے قلب کی طرف متوجہ رہے خواہ وہ کسی کام میں مشغول ہو اور یہ تصور رکھے کہ اس کے قلب سے میرے قلب میں انوار آرہے ہیں۔

ایک بار فرمایا کہ میں مجلس میں بیٹھنے والوں پر اتنا بوجھ بھی نہیں ڈالتا کہ کسی دور بیٹھے ہوئے شخص کا پرچہ وغیرہ ایک دوسرے سے لےلیکر مجھ تک پہنچائیں یا میرا پرچہ ان تک پہنچائیں۔ الالعارضِ خاصٍ کیونکہ بعض اس مذاق کے ہیں کہ وہ بالکل یکسوئی کے ساتھ فانی محض ہوکر یہاں بیٹھنا چاہتے ہیں اس سے ان کی یکسوئی میں خلل پڑتا ہے اور ان کے قلب پر بار ہوتا ہے اور مجھے وہ لوگ معلوم ہیں جن کا یہ مذاق ہے اور جو اس طرح مستغرق ہوکر بیٹھتے ہیں۔ پھر فرمایا مذاق تو میرا بھی یہی ہے کہ بس میں بھی اپنے ہی حالت میں محو ومستغرق رہوں اور خاموش بیٹھا رہوں لیکن کیا کروں اہل مجلس اور اہل ضرورت کی خاطر سے بولنا پڑتا ہے۔

ایک بار توجہ متعارف کے ذکر پر فرمایا کہ حلقہ توجہ کی وہاں کیا ضرورت ہے۔ جہاں ہر وقت توجہ رہتی ہو چنانچہ واقعی حضرت والا کی توجہ حضرت حافظؒ کے اس شعر کی بالکل مصداق ہے۔

بندہ پیر خراباتم کہ لطفش دائم است ازانکہ لطف شیخ وزاہد گاہ ہست وگاہ نیست

ایک بار کسی سلسلہ کلام میں فرمایا کہ یہاں تو ملاناپن ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ درویشی

www.ahlehaq.org

کیا چیز ہے۔ طالب علم ہیں صاحب علم بھی نہیں۔ بس قرآن وحدیث پر عمل کرنا بتاتے ہیں پھر اسی میں جو کچھ کسی کو ملنا ہوتا ہے مل جاتا ہے اور الحمدللہ ایسا ملتا ہے کہ مالا عین رات ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر مگر ظاہر میں کچھ نہیں نہ ہُو حق ہے نہ وجد وحال ہے نہ کشف وکرامت ہے۔ اب میں گھر میں چھوٹی بچی کے کلے پکڑ کر توڑا کرتا ہوں اور اس سے بھی کہتا ہوں کہ میرے رخسارے چٹکی میں لیکر توڑے اب اسی کو دیکھ لیجئے۔ یہ کوئی حرکت درویشوں کی سی ہے۔ حج میں والد صاحب نے سمندر کی مچھلی خریدی میں نے قیاس سے کہا کہ اس کے اندر نمک ہوگا۔ اس میں نمک نہ ڈالیے گا چنانچہ بلا نمک کے پکائی گئی اور بہت ہی خوش ذائقہ پکی بلا نمک ڈالے ہی نہایت مناسب مقدار میں نمک موجود تھا۔ بس اسی طرح یہاں بھی نمک اوپر کا نہیں ہے مگر اندر ہے اور وہ پکنے کے بعد کھلتا ہے اور کھانے والے ہی کو محسوس ہوتا ہے ع۔ قدر ایں مے نہ شناسی بخدا تا نہ چشی۔ جیسے آم کی مٹھاس کی حقیقت اس شخص کو جس نے کبھی آم نہ کھایا ہو محض تقریرات وتشبیہات سے نہیں سمجھائی جاسکتی وہ تو آم کھانے ہی سے سمجھ میں آسکتی ہے۔

سبحان اللہ کس لطیف عنوان سے حضرت والا نے اپنے طریق انیق کا جو عین طریق سنت ہے خلاصہ بیان فرمادیا جس سے ناظرین باتمکین نے حضرت والا کی قوت فیضان اور شان ارشاد وافاضہ بھی بخوبی معلوم فرمالی ہوگی جو اس باب کا موضوع اصلی ہے اور اجمالاً اس کا بھی اندازہ فرمالیا ہوگا کہ حضرت والا کے یہاں سے کس درجہ کی دولت نصیب ہوتی ہے۔
سبحان اللہ یہی تو اصل درویشی ہے جو بالکل کتاب وسنت کے موافق ہے اور جس کے ہر زمانہ میں صوفیہ محققین حامل وعامل وناشر رہے ہیں لیکن جس شرح وبسط اور عموم ووضوح کے ساتھ اس کا شیوع اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کے ذریعہ سے فرمایا ہے ویسا صدیوں سے نہ ہوا تھا چنانچہ حضرت والا کے بے شمار عجیب وغریب حقائق ومعارف اور نہایت مفید ومؤثر طرق تربیت اور نہایت سہل ونافع معالجات امراض نفسانی جو بفضلہٖ تعالیٰ کثیر تعداد میں مدون وشائع ہوچکے ہیں اس پر شاہد عدل ہیں جن سے حضرت والا کا نہ صرف مجدد بلکہ بہت ممتاز مجدد اور نیز حکیم الامت ہونا ثابت ہوتا ہے۔ وذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

www.ahlehaq.org

نگاہِ پُر اثر:

یہ سب حضرت والا کی نظر پر اثر کی کیفیت بیان کرنے کے سلسلہ میں عرض کیا گیا اور اسی سلسلہ میں بعض واقعات بھی یاد آ گئے ہیں جن کو بطور نمونہ مجملاً عرض کیا جاتا ہے۔

ضلع سیتاپور کے ایک صاحب نے گنوار و زبان میں حضرت والا کی آنکھوں کی یہ تعریف کی کہ بڑی مارو ہیں یعنی قتالہ ہیں۔ خورجہ کے ایک صاحب نے کہا کہ عرصہ ہوا حضرت نے میری طرف ایک نگاہ کی تھی وہ اب تک کیل کی طرح دل میں گڑی ہوئی ہے۔ جناب صوفی سلیمان صاحب لاجپوریؒ جو ملک گجرات کے بہت معمر اور مشہور صاحب سلسلہ شیخ تھے حضرت والا سے اتفاقاً برسر راہ محض سرسری ملاقات ہو جانے کے بعد ایک مسجد میں بیٹھے گھنٹوں روتے رہے سبب پوچھا گیا تو حضرت والا کا نام لے کر فرمایا کہ نہ جانے آنکھوں سے کیا کر گئے۔ یہ واقعہ باب لقائے بزرگاں و دعائے بزرگاں میں مفصل بیان کیا جا چکا ہے۔ کانپور کے ایک وعظ میں بھائی صاحب مرحوم و مغفور اتفاق سے حضرت والا کے بالکل مواجہہ میں بیٹھے تھے لہذا دوران وعظ میں زیادہ تر وہی حضرت والا کے مخاطب رہے۔ میں نے دیکھا کہ بھائی صاحب برابر ٹکٹکی باندھے حضرت والا کی طرف دیکھتے رہے اور ہمہ تن گوش ہو کر وعظ سنتے رہے میں اسی وقت سمجھ گیا تھا کہ آج حضرت والا کی توجہ بھائی صاحب پر ہو گئی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ضرور رنگ لائے گی چنانچہ بفضلہٖ تعالیٰ ایسا ہی ہوا۔ بھائی صاحب پر اس درجہ اثر ہوا کہ حضرت والا سے رجوع کیا اور اسی روز سے باوجود بڑے عہدہ دار اور کار دنیا میں مشغول ہونے کے بہت دیندار اور تسبیح خواں ہو گئے اور کلمہ پڑھتے پڑھتے انتقال ہوا۔ وعظوں کے اثر کے بعض دیگر واقعات مواعظ حسنہ میں گزر چکے ہیں۔

شیخ کی توجہ

ایک بار جناب مولانا مولوی محمد شفیع صاحب دیوبندی سلمہم اللہ تعالیٰ کو جو حضرت والا کے خلیفہ مجاز اور مدرسہ عالیہ دیوبند کے مدرس ہیں۔ میں نے خود حضرت والا کی مجلس میں دیکھا کہ حضرت والا کے قرب اور تخاطب سے متاثر ہو ہو کر اچھل اچھل پڑتے تھے۔ جس پر

www.ahlehaq.org

بعد مجلس احقر نے ان کو اپنا ایک شعر سنایا جو حضرت والا ہی کی برق بار نگاہوں کی توصیف میں اور ایسے ہی تجربوں کی بناء پر عرض کیا گیا تھا وہ شعر یہ ہے۔

نگاہوں سے بھر دی رگ و پے میں بجلی نظر کردہ برق پتاں ہو رہا ہے

احقر پر بھی شروع شروع میں اتنا اثر ہوتا تھا کہ بعض اوقات قلب پر بے اختیار ہاتھ رکھ لینے کی نوبت آجاتی تھی اور بحمد اللہ اب بھی یک بیک غفلت دور ہو کر حضور مع اللہ کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جس کو اگر بالقصد برقرار رکھا جائے تو رفتہ رفتہ نسبت مع اللہ کی دولت لازوال حاصل ہو جائے۔'

صحبت کی برکت

اور میرا تو گمان غالب بدرجہ یقین یہی ہے کہ شیخ کی صحبت میں جو برکت ہوتی ہے وہ اکثر اسی طریق سے کہ شیخ کی توجہ سے بلکہ بلا توجہ بھی اس کی نسبت کا انعکاس مسترشدین کے قلوب پر ہوتا رہتا ہے جس سے غفلت دور ہو کر حضور مع اللہ کی کیفیت محسوس ہونے لگتی ہے جو دائمی ہو جاتی ہے کثرت ذکر و دوام طاعت کی جس سے اس حضور میں یوماً فیوماً ترقی ہوتی چلی جاتی ہے یہاں تک کہ بفضلہ تعالیٰ و بہ برکت شیخ نسبت راسخہ حاصل ہو جاتی ہے جو ماحصل ہے سارے اذکار و اشغال اور ریاضات و مجاہدات کا لہذا مسترشدین کو اپنے قلوب کی ہر وقت نگرانی رکھنی چاہیے اور اگر وہ ایسا کریں گے تو ضرور اپنے اندر شیخ کی توجہ و برکت کا اثر محسوس کریں گے پھر اس اثر کو کثرت ذکر و دوام طاعت سے تقویت پہنچاتے رہیں یہاں تک کہ اس میں رسوخ ہو جائے۔

میں تو یہ دیکھتا ہوں کہ میں بار بار غفلت اختیار کرتا ہوں لیکن حضرت والا کی توجہ کی برکت سے قلب بار بار خود متوجہ الی اللہ ہو جاتا ہے۔ جیسے کوئی بیدار کر دینے والا اندر بیٹھا ہو اللہ تعالیٰ مجھے غفلت سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں ادھر سے تو کوئی کمی نہیں اپنی ہی کوتاہی ہے۔ اس پر حضرت والا کا ایک ملفوظ یاد آ گیا۔ ایک بار احقر نے نہایت حسرت سے عرض کیا کہ حضرت جب میں خدمت میں حاضر ہوتا ہوں تو قلب کی حالت بہت اچھی ہو جاتی ہے اور جب یہاں سے چلا جاتا ہوں تو رفتہ رفتہ پھر حالت خراب ہو جاتی ہے فوراً نہایت لطف کے

www.ahlehaq.org

ساتھ تسلی فرمائی کہ پھر حرج ہی کیا ہے۔ آپ اپنے کپڑے میلے کردیتے ہیں دھوبی ان کو دھو دیتا ہے آپ پھر میلے کردیتے ہیں دھوبی ان کو پھر دھو دیتا ہے۔

غرض حضرت والا کی نظر کیمیا اثر کے ہزار ہا کارنامے ہیں جن کا خلاصہ بعنوان استعارہ یہ ہے کہ اس نے ہزاروں سنگریزوں کو مبدل بہ یاقوت کردیا اور سینکڑوں پتھروں کو پارس بنا کر اس شعر کا مصداق بنادیا۔

آہن کہ بہ پارس آشنا شد　　فی الحال بصورت طلا شد

(لوہا جونہی پارس سے ملتا ہے اسی وقت سونے کی شکل اختیار کرلیتا ہے)

توجہ کا مسنون طریقہ

حضرت والا کی نظر پُر اثر کی تاثیرات کو دیکھ کر احقر کا گمان بلکہ یقین تھا کہ حضرت والا نگاہ کرتے وقت ضرور یہ قصد فرماتے ہوں گے کہ دوسرے پر اثر پڑے اور قلبی کیفیات متعدی ہوں جبھی تو اتنا اثر ہوتا ہے بلکہ یہ خیال تھا کہ طالبین کی طرف ہر وقت قلباً متوجہ رہتے ہوں گے کیونکہ ان کو اکثر اوقات حاضرانہ و نیز غائبانہ اپنے قلوب میں یک بیک بلا کسی ظاہری سبب کے کیفیات خاصہ محسوس ہوتی رہتی ہیں لیکن حضرت والا نے میرے اس خیال کی نہایت شد و مد کے ساتھ تغلیط فرمائی اور فرمایا کہ مجھے تو اپنے ہی فکر سے فرصت نہیں دوسروں کی طرف ہر وقت متوجہ رہنے کی مجھے کہاں توفیق اور میں تو اس توجہ متعارف کو تکلف ہی سمجھتا ہوں اور اس کے خلاف تقریریں بھی کیا کرتا ہوں اور اگر اس میں نفع رسانی کی نیت ہو تو میں اس کو جائز سمجھتا ہوں اور اسی بنا پر توجہ دینا بعض بزرگوں کا معمول بھی رہا ہے لیکن جس طریق سے رائج ہے وہ طریق سنت میں منقول نہیں۔ اور مجھے تو باوجود جائز سمجھنے کے توجہ متعارف سے طبعی توحش ہے جیسے اوجھڑی سے کہ گو حلال ہے لیکن بعض طبیعتیں اس کو قبول نہیں کرتیں۔ مجھے تو اپنی توجہ کو سب طرف سے ہٹا کر ایک خاص شخص کی جانب جو مخلوق ہے ہمہ تن متوجہ ہوجانے میں غیرت آتی ہے کیونکہ یہ حق تو خاص اللہ تعالیٰ ہی کا ہے کہ سب طرف سے توجہ ہٹا کر بس اسی ایک ذات واحد کی طرف ہمہ تن متوجہ رہا جائے۔ البتہ دلسوزی اور خیر خواہی کے ساتھ تعلیم کرنا اور دل سے یہ چاہنا کہ طالبین کو نفع پہنچے اور ان کی دینی حالت

www.ahlehaq.org

درست ہو جائے یہ توجہ کا ماثور طریق ہے اور یہی حضرات انبیاء علیہ السلام کی سنت ہے اور یہ نفع اور برکت میں بھی توجہ متعارف سے کہیں بڑھ کر ہے۔ کیونکہ اس کے اثر کو بقاء ہے بہ خلاف توجہ متعارف کے کہ اس کا اثر بس اسی وقت ہوتا ہے پھر کچھ نہیں جیسے تنور کے پاس جب تک بیٹھے رہے بدن گرم رہتا ہے اور جب ذرا وہاں سے اٹھے اور ٹھنڈی ہوا لگی بس بدن پھر وہی ٹھنڈے کا ٹھنڈا۔ اور جو توجہ کا مسنون طریق ہے اس کے اثر کی ایسی مثال ہے جیسے کسی نے کشتۂ طلا یا سنکھیا مدبر استعمال کر کے اپنی حرارت غریزیہ کو بڑھا لیا ہو تو اگر وہ شملہ پہاڑ پر بھی چلا جائے تب بھی وہ حدت بدستور باقی رہے گی۔

بغیر ارادہ کے توجہ کا اثر کس طرح ہوتا ہے

پھر حضرت والا نے فرمایا کہ یہ شبہ نہ کیا جائے کہ بغیر قصداً توجہ کیے ہوئے اثر کیسے ہوتا ہے۔ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض قلوب ہی کے اندر تعدیہ کی صفت رکھی ہے جیسے کہ گو آفتاب کا یہ قصد نہیں ہوتا کہ اس کا نور دوسروں کو پہنچے لیکن پھر بھی اس کا نور دوسروں کو پہنچتا ہی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر صفت ہی یہ رکھی ہے کہ جو شے اس کے مقابل میں آ جاتی ہے وہ منور ہو جاتی ہے۔ اھ۔

احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ سبحان اللہ یہ تو حضرت والا کا اور بھی زیادہ کمال ہے کہ بلا قصد ہی فیض پہنچتا ہے۔ جو حضرت والا کے نہایت قوی النسبت اور صاحب برکت اور مقبول عنداللہ ہونے کی علامت ہے حضرت والا کی اس نفی توجہ اور طالبین کے احساس اثرات توجہ پر بالکل یہ شعر صادق آتا ہے۔

مہِ من بدورِ چشمت بسرت قسم کہ روزے   زتو دیدہ ام ادائے کہ تو ہم ندیدہ باشی

(اے میرے محبوب خدا کرے تجھے نظر نہ لگے، مجھے تیرے سر کی قسم کہ ایک دن میں تیری ایک ایسی ادا دیکھی ہے جو تو نے خود بھی نہیں دیکھی ہوگی)

پہلی صحبت

اب حضرت والا کی اس تحقیق انیق کے بعد میں پھر اپنے واقعہ بیعت کی طرف رجوع کرتا ہوں میں اول بار کی زیارت کا حال بیان کر رہا تھا۔ حضرت والا سے مصافحہ کرنے کے بعد احقر نے اپنا مختصر تعارف کرایا پھر حضرت والا نماز کی تیاری میں مشغول ہو گئے۔ پھر بعد

www.ahlehaq.org

نماز ظہر مجلس عام میں بیٹھ کر حاضرین کو اپنے مقالات حکمت سے بہرہ اندوز فرمانے لگے۔ مشتاقین جوق جوق آتے گئے اور شرف اندوز زیارت و مصافحہ ہو ہو کر بیٹھتے گئے یہاں تک کہ بہت بڑا مجمع ہو گیا۔ احقر غایت اشتیاق سے حضرت والا کے بالکل قریب بیٹھا۔

حضرت والا کی صحبت کا اثر

حضرت والا کی صحبت بابرکت اور مقالات حکمت کا اتنا گہرا اثر ہوا کہ جو بات فرماتے دل میں اترتی اور ذہن میں جمتی چلی جاتی اور جب نظر فرماتے قلب میں ایک بجلی سی کوند جاتی۔ پھر تو ایسا چسکا لگا کہ اکثر وقت حضرت والا ہی کی خدمت میں گزارنے لگا۔ یہاں تک کہ رات کو بھی اکثر وہیں رہتا اور بلا بستر و تکیہ مسجد یا مدرسہ کے بوریئے پر پڑا رہتا۔ غرض حضرت والا کے ساتھ بیحد گرویدگی ہوگئی اور گو اس وقت حضرت والا نے غالباً صرف دو تین دن ہی الہٰ آباد میں قیام فرمایا کیونکہ آگے تشریف لے جانا تھا اور واپسی پر پھر کچھ قیام فرمانے کا وعدہ تھا۔ لیکن دو تین دن ہی خدمت میں حاضر رہنے کا اس درجہ اثر ہوا کہ حضرت والا کی ہر ادا گویا میرے اندر سرایت کر گئی یہاں تک کہ جب میں حضرت والا کی خدمت سے رخصت ہو کر کسی سے کلام کرتا یا حضرت والا کے ملفوظات جو کثرت سے یاد ہو گئے تھے احباب سے نقل کرتا تو بے اختیار حضرت والا کے لب و لہجہ سے ایک گونہ مشابہت پیدا ہو جاتی بلکہ اپنی چال ڈھال میں بھی مجھے حضرت والا ہی کا سا رنگ ڈھنگ محسوس ہوتا اس سے حضرت والا کے فیض صحبت کا قوی الاثر اور سریع النفوذ ہونا ظاہر و باہر ہے۔ نیز حضرت والا کی شان محبوبیت اور اثر عام دیکھ دیکھ کر بے اختیار حضور اقدس سید المرسلین محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین کا تصور بندھ جاتا۔ اور حضرت والا کی شان تحقیق اور قوت استدلال دیکھ دیکھ کر انگریزی دانوں ملحدوں اور غیر مذہب والوں کے مقابلہ میں اسلام کی بڑی قوت محسوس ہوتی جس سے قلب کو بڑی تقویت ہوتی کہ بفضلہٖ تعالیٰ حضرت والا کے ہوتے ہوئے اسلام کی حقانیت پر کسی کو مجال دم زدن نہیں ہو سکتی جو الحمد للہ ایک امر واقعی ہے۔

حضرت کی شفقت

اس وقت کے یہ سب ابتدائی تاثرات اب تک قلب و دماغ میں نقش کالحجر ہیں جن کو

www.ahlehaq.org

بے کم و کاست عرض کر دیا گیا ہے اور جتنے بعد کے حالات ہیں وہ سب اسی اجمال کی تفصیلات ہیں۔اسی دوران میں احقر نے جرأت کر کے اپنے لیے دعا کی درخواست کی تو فوراً یا یں الفاظ دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنا محبّ اور محبوب بنائے۔اسی وقت یا دوسرے کسی موقع پر بغایت شفقت و ذرہ نوازی یہ بھی فرمایا کہ میں سچ عرض کرتا ہوں میرے قلب کو آپ سے ایک خاص تعلق ہے۔اھ۔

دیوار بننے سے کیا فائدہ

احقر نے ایک بار یہ بھی عرض کیا کہ حضرت یہ دعا فرمادیں کہ قلب میں معاصی کا میلان ہی نہ رہے۔فرمایا دیوار ہو جانا کس کام کا۔پھر دیوار کی طرف اشارہ فرما کر فرمایا کہ دیکھئے یہ دیوار ہے چوری یہ نہیں کرتی زنا یہ نہیں کرتی بڑی متقی ہے لیکن پھر بھی بیچاری دیوار کی دیوار ہی ہے کوئی ثواب ہی نہیں ملتا۔انسان کا کمال تو یہی ہے کہ معاصی کا میلان ہو اور پھر بھی اپنے آپ کو روکے رہے اور معاصی کا صدور نہ ہونے دے۔اھ۔

بیعت میں رکاوٹ کا ازالہ

پھر احقر نے عرض کیا کہ حضرت بیعت ہونے کو بہت جی چاہتا ہے لیکن ہمت نہیں ہوتی کیونکہ اگر بیعت ہونے کے بعد پھر بھی گناہ ہوتے رہے تو ایسی بیعت سے کیا فائدہ اس لیے پہلے حضرت میرے ناپاک ہاتھوں کو اس قابل کر دیں کہ حضور کے پاک ہاتھوں میں دے سکوں۔احقر یہ سوچ کر بہت مسرور ہوتا ہے کہ الحمدللہ امر بیعت میں احقر کا مذاق شروع ہی سے بالکل حضرت والا کے طریق انیق کے مطابق تھا۔حضرت والا اس وقت کھڑے ہو کر وضو فرما رہے تھے اور ایک مونڈیر پر پانی کا لوٹا رکھا ہوا تھا۔احقر کی عرض مذکور پر تمثیلاً فرمایا کہ ایک دریا تھا اس کے پاس ایک ناپاک اور میلا کچیلا آدمی آیا اس دریا نے کہا کہ آ تو میرے پاس آ۔اس نے کہا کہ میری بھلا کیا مجال ہے کہ میں تیرے پاس آ سکوں تو بالکل پاک صاف شفاف میں بالکل نجس پلید ناپاک۔دریا نے جواب دیا کہ تو تو اس حالت میں میرے پاس آنے نہیں پاتا اور بغیر میرے پاس آئے اور میرے اندر نہائے

www.ahlehaq.org

پاک ہونہیں سکتا تو بس پھر ہمیشہ کے لیے دوری ہی رہی۔ ارے بھائی پاک ہونے کی تدبیر بھی تو یہی ہے کہ بس آنکھیں بند کر کے بلا پس وپیش میرے اندر کود پڑ بس پھر فوراً ہی میرے اندر سے ایک ایسی موج اٹھے گی جو تیرے سر پر ہو کر گزر جائے گی اور آن کی آن میں تیری ساری نجاستوں کو دھو کر تجھے سر سے پاؤں تک بالکل پاک صاف کر دے گی۔ اھ۔

اللہ کی محبت کا وظیفہ

بعد کو جب کسی موقع پر احقر نے غالباً اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہو جانے کی دعا چاہی تو حضرت والا نے تین ہزار بار اسم ذات بعد نماز فجر خفیف جہر وضرب کے ساتھ بایں تصور کہ قلب بھی ساتھ ساتھ شریک ذکر رہے پڑھنے کو بتا دیا اور خود دو تین بار ادا کر کے طریق ذکر بھی سکھا دیا۔ پھر حضرت والا الہٰ آباد سے آگے غالباً ضلع اعظم گڑھ کے سفر میں تشریف لے گئے اور کچھ عرصہ کے بعد حسب وعدہ واپسی میں پھر دو ایک روز کے لیے الہٰ آباد قیام فرمایا۔

حضرت کا تلقین فرمودہ ذکر

احقر اس دوران حضرت والا کے تلقین فرمودہ ذکر کو کرتا رہا جس سے بہت دلچسپی پیدا ہوگئی۔ مجھے یاد ہے کہ واپسی پر حضرت والا سے میں نے تجویز کردہ ذکر کے ساتھ اپنی دلچسپی کا حال بیان کر کے یہ بھی عرض کیا کہ پہلے تو یہ کچھ محسوس نہ ہوتا تھا کہ پہلو میں قلب بھی کوئی چیز ہوتی ہے اب اس کا احساس ہونے لگا ہے۔ حضرت والا نے جو ذکر اور مقدار ذکر اور وقت ذکر روز اول تجویز فرما دیا تھا وہ مجھ جیسے راحت طلب ضعیف الہمت اور لااُبالی شخص کے اس قدر حسب مذاق اور مناسب حال اور موافق طبیعت ثابت ہوا کہ اس کے کسی جزو میں ادنےٰ تغیر بھی موجب اخلال وخلجان ہو جاتا ہے۔ حضرت والا کی تجویزات اکثر ایسی ہی مناسب حال ثابت ہوتی ہیں چنانچہ خود بھی اس کی تائید میں فرماتے تھے کہ ڈاکٹر عبدالرحیم صاحب مرحوم لکھنوی کو میں نے فقط تلاوت قرآن کی کثرت تجویز کی تو وہ شگفتہ ہوگئے اور کہنے لگے کہ یہ تو آپ نے بالکل میرے مذاق کی چیز بتا دی مجھے تو تلاوت سے بہت ہی دلچسپی ہے۔ اھ۔

اس واقعہ کو نقل فرما کر حضرت والا نے فرمایا کہ مجھے انکی دلچسپی کی پوری خبر بھی نہیں تھی

www.ahlehaq.org

لیکن دل میں یہی آیا کہ ان کے لئے بجائے ذکر کے تلاوت مناسب ہوگی اسی طرح ایک صاحب کے لئے میں نے کثرت نوافل تجویز کی تو انہوں نے بھی یہی کہا۔ اھ

حضرت والا تلقین اوراد واذکار میں ہمیشہ طالبین کی دلچسپی کا خاص لحاظ فرماتے ہیں کیونکہ جس ذکر سے دلچسپی ہوتی ہے اس پر مداومت بھی آسان ہوتی ہے اور اسکے دوران میں جمعیت ویکسوئی بھی رہتی ہے جو معین مقصود ہے۔ چنانچہ قبل تلقین اذکار طالب کے موجود معمولات بھی دریافت فرمالیتے ہیں اور انہی میں مناسب کمی بیشی فرماکر اوراد تجویز فرمادیتے ہیں اور اس کی وجہ یہی بیان فرماتے ہیں کہ پرانے معمولات سے چونکہ اُنس ہوجاتا ہے اس لیے ان کے چھوڑنے کو بھی دل گوارا نہیں کرتا اور ان سے دلچسپی بھی زیادہ ہوتی ہے اس لیے میں بلاضرورت ان کو نہیں چھوڑواتا۔ نیز قدیم معمولات میں مداومت کی بدولت ایک خاص برکت بھی پیدا ہوجاتی ہے۔ اھ۔

معمولات میں برکات

احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ پھر انہیں معمولات میں حضرت والا کے تجویز فرمادینے کے بعد ایسی کھلی ہوئی برکات محسوس ہونے لگتی ہیں کہ اس سے پہلے ان میں محسوس نہ ہوتی تھیں۔ یہ بین (واضح) علامت ہے۔ حضرت والا کی مقبولیت و برکت اور قوت افاضہ کی وذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

بیعت کی درخواست کی قبولیت

غرض احقر کو حضرت والا کی جانب اتنی کشش ہوئی کہ حضرت والا کے واپسی کے قیام الہ آباد میں احقر نے بیعت کی درخواست کی حضرت والا نے فرمایا کہ مجھے انکار نہیں لیکن آپ بیعت ہوکر کیوں خواہ مخواہ اپنی وقعت اور عظمت گھٹاتے ہیں۔ کیونکہ آپ کی جتنی عظمت اب میرے قلب میں ہے اتنی بیعت ہوجانے کے بعد تھوڑا ہی رہے گی۔ بہرحال جب حضرت والا واپس تشریف لے جانے لگے تو روانگی سے تھوڑی ہی دیر پہلے بعد مغرب احقر کو مع جناب مکرمی و مشفقی منشی حقداد خان صاحب سلمہم اللہ تعالیٰ اور میزبان صاحب کے ایک ملازم کے بیعت فرمالیا۔

www.ahlehaq.org

ملازمت کیلئے اجازت

غالباً حضرت والا الہ آباد سے کانپور تشریف لے گئے تھے جہاں بعد کو احقر بھی پہنچ گیا۔ حضرت والا کو دیکھا کہ جامع مسجد محلہ ٹپکا پور کے ایک گوشہ میں مراقب بیٹھے ہیں چونکہ وہ ابتدائی جوش وخروش کا زمانہ تھا اس لیے حضرت والا کو مراقب دیکھ کر میں نے خود ہی یا احباب کو مخاطب کر کے کسی کا یہ شعر پڑھا۔

نظر کو نیچی کئے سر جھکائے بیٹھے ہیں   یہی تو ہیں جو مرا دل چورائے بیٹھے ہیں

چونکہ اس زمانہ میں مجھ کو ملازمت کی تلاش تھی اور چند نئے عہدے انسپکٹری آبکاری کے قائم ہوئے تھے اس لیے احقر نے بھی درخواست بھیج دی تھی اس کے جواز یا عدم جواز کے متعلق احقر نے حضرت والا سے پوچھا تو فرمایا کہ پہلے یہ تحقیق کر لیجئے کہ کس کس چیز کی شراب بنتی ہے۔ معلوم ہوا کہ گُڑ مہوا وغیرہ کی بنتی ہے انگور یا چھوارہ کی نہیں بنتی۔ اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ مجمل جواب تو آپ کے استفسار کا یہ ہے کہ آپ اس ملازمت کے حصول کی کوشش کریں۔ اور اگر آپ یہ معلوم کرنا چاہتے ہوں کہ یہ میں نے کیوں کہا تو میرے پاس تھانہ بھون بذریعہ ڈاک یہ سوال لکھ کر بھیج دیئے میں انشاء اللہ تعالیٰ مفصل وجوہ تحریر کر کے بھیج دوں گا۔ حضرت والا کو اگر بعض مجتہدین کے اقوال پر بھی کسی ملازمت کے جواز کی گنجائش ملتی ہے تو اس عام ابتلاء اور ضعف ہمم (ہمتوں کی کمی) کے زمانہ میں اس گنجائش کی بناء پر اجازت دے دیتے ہیں کیونکہ تنگی معاش میں اس سے اشد دینی ضرر کا اندیشہ ہے۔

غرض میری درخواست ملازمت منظور ہو گئی اور میں بمقام شاہجہاں پور پندرہ دن کام سیکھنے کے لیے بھیجا گیا۔

ڈپٹی کلکٹری کے امتحان پر حضرت کا ہمت افزائی فرمانا

لیکن اللہ تعالیٰ والد صاحب مرحوم ومغفور کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے۔ انہوں نے مجھ کو لکھ بھیجا کہ تم چھوڑ کر چلے آؤ۔ اور پھر ڈپٹی کلکٹری کے لیے کوشش کی جس میں بفضلہ تعالیٰ حضرت والا ہی کی دعا کی برکت سے کامیابی حاصل ہو گئی لیکن

www.ahlehaq.org

چونکہ حضرت والا کے فیض سے ذکر و شغل کا چسکا لگ گیا تھا۔ امتحان کی کتابوں کے مطالعہ میں جی نہ لگتا تھا اور دنیا سے بے رغبتی ہوگئی تھی اس لیے تقرر کے بعد کے امتحانات جن پر مستقلی کا دارومدار تھا نہ پاس کر سکا۔ یہاں تک کہ ایک زائد موقع مجھ کو خاص طور سے اور دیا گیا میں نے جب حضرت والا کو اپنی تشویش کی اطلاع دی اور لکھا کہ مجھے کامیابی کی امید نہیں کیونکہ پڑھنے میں میرا جی ہی نہیں لگتا تو حضرت والا نے نہایت ہمت افزا جواب مرحمت فرمایا۔ تحریر فرمایا کہ ہمت نہ ہاریئے اور گو طبعاً ناگوار ہو لیکن دل کو بہ تکلف متوجہ کر کے امتحان کو پاس ہی کر لینے کی کوشش کیجئے اور پریشانی کو پاس نہ پھٹکنے دیجئے۔

ع حیف باشد دل دانا کہ مشوش باشد

(سمجھدار آدمی کا دل بھی اگر پریشان ہو تو اس پر افسوس ہے)

امتحان کو ضرور پاس کر لینا چاہیے تاکہ اہل دنیا کی نظر میں ذلت نہ ہو۔ اس مردار دنیا کو حاصل کر لینے کے بعد چھوڑنا چاہیے۔ تارک الدنیا ہونا چاہیے نہ کہ متروک الدنیا اگر آپ امتحان پاس نہ کر سکے اور علیٰحدہ کر دیئے گئے تو آپ ڈپٹی کلکٹری کو کیا چھوڑیں گے خود ڈپٹی کلکٹری ہی آپ کو چھوڑ دے گی حالانکہ ہونا چاہیے برعکس اس کے۔

امتحان کی تیاری کے حال پر حضرت کا ارشاد

حضرت والا کے اس ہمت افزا ارشاد سراپا ارشاد کے بعد احقر نے امتحان کی تیاری کے لیے خاص طور سے چھٹی لی اور اپنے ایک عزیز ڈپٹی کلکٹر کے پاس پہاڑ پر جا کر امتحان کی تیاری بہ اعانت ان عزیز کے شروع کر دی لیکن پھر بھی کافی تیاری نہ ہو سکی۔ مگر حضرت والا کی تمنا تو اللہ تعالیٰ کو پوری کرنی ہی تھی۔ اسی سال سے یہ اجازت ہوگئی کہ کتابیں دیکھ دیکھ کر امتحان میں جوابات لکھ سکتے ہیں۔ چنانچہ اس سے بحمد اللہ بڑی سہولت ہوگئی پھر بھی بعض مضامین میں جن میں کتابوں کا دیکھنا مفید نہ ہو سکتا تھا اندیشہ ناکامیابی رہا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب میں لکھنؤ سے امتحان دے کر تھانہ بھون حاضر ہوا تو حضرت والا سے یہ واقعہ عرض کیا کہ امتحان کے زمانہ میں بلکہ تیاری امتحان کے زمانہ میں بھی مجھے اس قدر فکر دامن گیر رہی کہ پہاڑ کے اچھے اچھے مناظر سے جہاں رہ کر میں نے امتحان کی تیاری کی تھی

www.ahlehaq.org

اور لکھنؤ جیسے پر رونق شہر سے جہاں امتحان دینے گیا تھا مطلق لطف نہ اٹھا سکا جس دن امتحان سے فارغ ہوا ہوں اس دن زمین و آسمان نظر پڑے اور معلوم ہوا کہ میں دنیا میں ہوں۔ یہ سن کر حضرت والا نے پہلے ایک آہ سرد بھری۔ پھر فرمایا کہ اسی طرح ان کو جنہیں آخرت کے امتحان کی فکر ہے زمین و آسمان نظر نہیں آتے۔

اس وقت یہ ظن غالب ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضرت والا یہ خود اپنا ہی حال بیان فرما رہے ہیں۔

حضرت والا کی بشارت

پھر کسی نماز کے بعد حضرت والا غالباً مسجد ہی میں تھوڑی دیر کمر سیدھی کرنے کے لیے لیٹ گئے اور احقر پاؤں دبانے لگا۔ جب حضرت والا کی ذرا آنکھ لگ گئی تو میں کسی ضرورت سے اٹھ آیا۔ حضرت والا نے فوراً احقر کو طلب فرمایا اور فرمایا کہ میں نے ابھی ایک خواب دیکھا ہے اور گو پہلے سے کہنے میں کرکری ہونے کا اندیشہ ہے لیکن میں کیا اور میرا خواب ہی کیا۔ اس لیے کہے دیتا ہوں۔ دیکھا تو بہت مفصل تھا اور بہت دیر تک دیکھتا رہا۔ لیکن پورا یاد نہیں رہا۔ صرف اس کا خلاصہ یہ یاد رہ گیا ہے کہ کسی نے مجھ سے کہا کہ آپ (یعنی احقر) ڈپٹی کلکٹری کے امتحان میں پاس ہو گئے ہیں اور گو ایک مضمون میں بہت مایوسی تھی لیکن پاس ہونے کے لائق نمبر اس میں بھی آ گئے ہیں چنانچہ بفضلہٖ تعالیٰ مجھے پوری کامیابی ہو گئی اور حضرت والا کی تمنا اور دعا کی برکت سے میں مستقل ڈپٹی کلکٹر ہو گیا۔

احقر کا خواب

اسی زمانہ میں میں نے بھی ایک خواب دیکھا تھا کہ ایک سانپ کا چھوٹا سا بچہ میرے پاس ہو کر گزرا میں نے اس کو کسی چیز سے مار دیا۔ وہ ایک ہی ضرب میں مر گیا پھر کوئی اور زہریلا جانور جو اس وقت یاد نہیں آتا دکھائی دیا وہ دو چوٹوں میں مر گیا۔ پھر ایک بچھو دکھائی دیا میں نے اس کو مارا تو وہ لنگڑا ہو گیا اور لنگڑاتا ہوا دیوار پر چڑھ گیا اور ایسا معلوم ہوا کہ میری رضائی پر آ پڑا اور میں اندیشہ کر رہا ہوں کہ کہیں ڈنک نہ مار دے اسی اندیشہ میں آنکھ کھل گئی غالباً یہ وہی مضمون تھا جس کے متعلق حضرت والا نے خواب میں دیکھا تھا کہ اس میں پاس ہونے سے مایوسی تھی لیکن اس میں بھی کافی نمبر آ گئے۔

www.ahlehaq.org

ملازمت میں کامیابی

حضرت والا نے اپنا خواب بیان کر کے یہ بھی فرمایا کہ جی تو یہی چاہتا ہے کہ آپ پاس ہو جائیں پھر چھوڑنے نہ چھوڑنے کا اختیار رہوگا۔ ترک ملازمت کے لیے بارہا عرض کیا لیکن کبھی مشورہ نہیں دیا بلکہ اکثر یہ شعر پڑھ دیا۔

چونکہ برمیخت بہ بند وبستہ باش چوں کشاید چابک و برجستہ باش

(جب اس نے مقرر کر دیا ہے تو اب پابند ہو جا، جب وہ کھول دے تو چست اور ہوشیار ہو جا)

آخر میں تبدیل محکمہ کا مشورہ دیا جس کا ذکر قریب ہی کی سطور میں آتا ہے۔ غالباً اسی زمانہ میں حضرت والا نے احقر کے کسی عریضہ کے جواب میں یہ بھی تحریر فرمایا تھا کہ انشاء اللہ تعالیٰ فلاح دارین حاصل ہوگی۔ دل یہی گواہی دیتا ہے۔

غرض حضرت والا ہی کی دعا کی برکت سے میں عین مایوسی کے عالم میں مستقل ڈپٹی کلکٹر ہو گیا۔

ملازمت کی تبدیلی

پھر حضرت ہی کی دعا اور تمنا کی برکت سے کل سات برس اس عہدہ پر رہ کر اس سے باجازت حضرت والا دست بردار ہو گیا اور بحمد اللہ بجائے متروک الدنیا ہونے کے مفہوم کے تارک الدنیا ہونے کے ایک مصداق کا ظہور ہو گیا۔ جس کی صورت یہ ہوئی کہ بوجہ اس کے اس عہدہ پر رہ کر بہت سے فیصلے خلاف قانون شریعت کرنے پڑتے تھے۔ اس لیے مجھے بہت تنگی پیش آتی تھی اور گو حضرت والا سے مسائل پوچھ پوچھ کر حتی الامکان خلاف شریعت مقدسہ فیصلے کرنے سے بچتا تھا لیکن پھر بھی کہاں تک بچ سکتا تھا۔ بمصداق

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ باز میگوئی کہ دامن ترمکن ہوشیار باش

(تو نے مجھے تختہ سے باندھ کر دریا کی تہہ میں چھوڑ دیا ہے اور کہتا ہے کہ ہوشیار ہو جا دامن گیلا نہ کر)

احقر کے بار بار عہدہ ڈپٹی کلکٹری کے خلجانات گوناگوں کے پیش کرنے اور شاکی ہونے پر حضرت والا نے احقر کو محکمہ تعلیم میں ملازمت کی کوشش کرنے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ احقر نے بطور خود بھی حکام سے کہا سنا اور باضابطہ بھی درخواست دے دی اور اس میں یہ بھی

www.ahlehaq.org

لکھ دیا کہ میں اپنی موجودہ تنخواہ سے کم پر بھی محکمہ تعلیم میں جانے کے لیے تیار ہوں لیکن کامیابی نہ ہوئی اور صاف جواب مل گیا کہ تمہارے لائق کوئی عہدہ محکمہ تعلیم میں خالی نہیں ہے۔ چنانچہ میں بالکل مایوس ہوگیا تین برس فتح پور میں ڈپٹی کلکٹر رہ کر جب زیارت حرمین شریفین کے لیے رخصت لی تو بعد واپسی کانپور میں تقرر ہوا۔ اتفاق سے بہ سبیل سفر حضرت والا کانپور تشریف لائے احقر نے محکمہ تعلیم میں ملازمت ملنے سے مایوسی کا حال عرض کیا تو نہایت جزم کے ساتھ فرمایا کہ آپ ابھی مایوس نہ ہوں برابر کوشش جاری رکھیں میرا دل گواہی دیتا ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ آپ کے لیے کوئی بہتر صورت ہوجائے گی چنانچہ احقر نے پھر کوشش کی اور حکام سے صاف کہہ دیا کہ میں بہت کم تنخواہ پر بھی جانا منظور کرلوں گا۔

حضرت والا کی دعا اور شہادت قلب اور اعتماد علی اللہ کی برکت سے یہ صورت غیب سے ظہور پذیر ہوئی کہ مسلمانوں کے لیے خاص مدارس اردو کا کھولا جانا اور ان کے لیے ہر کمشنری میں جداگانہ مسلمان ڈپٹی انسپکٹر مقرر کیا جانا گورنمنٹ سے منظور ہوا چنانچہ احقر کو اس نئے عہدہ کی باضابطہ اطلاع دی گئی اور لکھا گیا کہ محکمہ تعلیم میں تم کو یہ جگہ بمشاہرہ ڈیڑھ سو روپیہ دی جاسکتی ہے آیا منظور ہے یا نہیں۔ گو یہ تنخواہ اور سب کی تنخواہ سے جو اس عہدہ پر مقرر کیے گئے تھے زیادہ تھی لیکن میری ڈپٹی کلکٹری کی تنخواہ سے بہت کم یعنی صرف نصف ہی تھی کیونکہ مجھے اس وقت تین سو روپیہ ماہوار مل رہے تھے جب میں نے حضرت والا کو لکھا اور کمی تنخواہ کی وجہ سے کسی قدر تردد ظاہر کیا تو حضرت والا نے یہ تحریر فرمایا کہ مشورہ دینے کا تو میرا معمول نہیں ہے لیکن اگر آپ کی جگہ میں ہوتا تو میں تو ضرور قبول کر لیتا چاہے اس سے بھی کم تنخواہ ہوتی اور اس موقع کو ہرگز ہاتھ سے نہ جانے دیتا اور یہ بھی تحریر فرمادیا کہ اگر آپ کو تامل ہے تو پھر آئندہ کبھی موجودہ ملازمت کی خرابیوں کی شکایت مجھ سے نہ کیجئے گا۔ اس ارشاد کی برکت سے جو قدرے تامل تھا وہ بھی بفضلہ تعالیٰ جاتا رہا اور احقر نے نہایت خوشی اور ذوق و شوق کے ساتھ اس عہدہ کو منظور کرلیا اور اپنی خدمات محکمہ تعلیم میں منتقل کرالیں پھر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے وہاں بھی عہدہ اور تنخواہ دونوں کی رفتہ رفتہ ترقی ہوگئی۔ جو بحمد اللہ اب تک جاری ہے۔ حضرت والا سے شرف بیعت حاصل ہونے کے بعد جلدی ہی مجھے عہدہ ڈپٹی

www.ahlehaq.org

کلکٹری حاصل ہو گیا تھا اور مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں نے حضرت والا سے یہ کہہ کر دعائے حصول ملازمت کرائی تھی کہ پھر انشاء اللہ اطمینان سے ذکر و شغل کر سکوں گا۔ یہ خبر نہ تھی کہ جس عہدہ کو حضرت والا سے دعائیں کرا کرا کر حاصل کیا جائے گا بعد کو حضرت والا ہی سے دعائیں کرا کرا کر اس سے پیچھا چھوڑایا جائے گا۔

دین پر عمل کا اہتمام

حضرت والا سے شرف بیعت حاصل ہونے کے بعد بفضلہٖ تعالیٰ و ببرکت دعا و توجہ حضرت والا دین کا اس قدر اہتمام پیدا ہو گیا تھا کہ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب ایک بار لکھنؤ جانے کا اتفاق ہوا اور چوک سے گزرا تو نگاہیں بالکل نیچی کیے ہوئے اور اپنے بازو کو چٹکی سے دبا دبا کر خوب زور زور سے نوچتا ہوا گزرا تاکہ بازاری عورتوں پر نظر نہ پڑے اور ان کے گانے کی آواز کی طرف جو چاروں طرف سے آ رہی تھی التفات نہ ہو اسی طرح ایک بار بمقام الہ آباد یکہ پر جا رہا تھا کہ محرم کا ہنگامہ راستہ میں پڑا میں نے بڑے اہتمام سے ڈھول تاشوں کی آواز سے اپنی توجہ کو ہٹا کر یکہ کے پہیہ کی گھڑ گھڑ کی بے لطف آواز کو بہت غور سے کان لگا کر سننا شروع کر دیا اور نفس کو خطاب کر کے کہا کہ ان ڈھول تاشوں کی دل خوش کن آواز سے تو یہ پہیہ کی گھڑ گھڑ ہی اچھی کیونکہ اس کا سننا معصیت ہے اور اس کا سننا معصیت نہیں۔ میں اپنی ڈپٹی کلکٹر کے دوروں میں سب اہلکاروں کو اس کی سخت تاکید کر دیا کرتا تھا کہ بازار کے نرخ سے سستی کوئی چیز ہرگز نہ خریدی جائے جیسا کہ عام دستور ہے اور جب لکڑی کی احتیاط مشکل نظر آئی کیونکہ عموماً دیہات میں لکڑی بقیمت نہیں ملتی تو حضرت والا سے دریافت کیا کہ کیا کیا جائے حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ حسن اتفاق سے اس وقت میرے پاس ایک واقف کار بیٹھے ہیں وہ کہتے ہیں کہ دیہات میں بھی لکڑی عموماً بڑھئی کے یہاں سے بقیمت مل جاتی ہے۔ دورہ میں متعدد مسلمان ہمراہی جن میں بعض ایسے بڈھے بھی تھے جنہوں نے عمر بھر کبھی نماز نہ پڑھی تھی بلکہ نماز سیکھی بھی نہ تھی پکے نمازی ہو گئے اور کئی شخص جو داڑھی منڈاتے یا کٹاتے تھے داڑھیاں رکھ کر مقطع صورت ہو گئے۔ ان کی خاطر کے لیے میں نے ان سے کہا کہ آپ نے میرے کہنے سے خلاف عادت داڑھی رکھ لی ہے

www.ahlehaq.org

اگر آپ کہیں تو میں بھی خلاف عادت اپنا سر منڈوا دوں لیکن انہوں نے روک دیا۔ رشوت ستانی کو حتی الامکان بہت سختی کے ساتھ روکا گیا۔

ایک پیشکار سے توبہ کرانے کا واقعہ

مجھے خوب یاد ہے کہ کانپور میں میرے ایک پیشکار تھے جن کی پنشن ہونے والی تھی وہ میرے ساتھ ظہر کی نماز کے لیے کچہری کی مسجد میں جایا کرتے تھے ایک دن میں نے اسے کہا کہ خان صاحب اب تو آپ کی پنشن ہی ہونے والی ہے ظاہر ہے کہ بعد پنشن تو رشوت چھوٹے ہی گی اور اس وقت آپ توبہ بھی کریں گے لیکن اس وقت کی توبہ مجبوری کی توبہ ہوگی اور محض زبانی توبہ ہوگی عملی توبہ نہ ہوگی۔ وہ توبہ تو عصمت بی بی از بے چادری کی مصداق ہوگی۔ اب آپ کی پنشن کے دن ہی کتنے رہ گئے ہیں چند ماہ ہی باقی ہیں۔ اگر آپ ابھی سے رشوت لینا چھوڑ دیں اور بالکل توبہ کرلیں تو آپ کو عملی توبہ نصیب ہوجائے۔ اس گفتگو کا ان پر اتنا اثر ہوا کہ انہوں نے اسی وقت مسجد ہی میں توبہ کی اور اسی روز سے رشوت لینا قطعاً چھوڑ دیا اور پکے تائب ہوگئے جس سے سارے اہل مقدمہ اور اہل عملہ کو حیرت ہونے لگی۔ بلکہ بعضوں نے تو یہ سمجھ کر کہ قلیل رقم ہونے کی وجہ سے انکار کررہے ہیں کثیر رقم پیش کی لیکن وہاں پھر بھی انکاری رہا۔ بعد کو وہ حضرت والا سے بیعت بھی ہوگئے اور تادمِ آخر دینداری کی زندگی بسر کی۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے۔

تواضع

حضرت والا کی برکت سے احقر کے اندر باوجود بڑے عہدہ پر ہونے کے اتنی تواضع پیدا ہوگئی تھی کہ اپنے اردلی کو اپنے ساتھ کھانا کھلانے میں بھی عار نہ آتی تھی لیکن حضرت والا نے اس کی اور میری دونوں کی مصلحت کی بناء پر اس سے مجھ کو منع فرما دیا جس سے حضرت والا کی اعلیٰ درجہ کی رعایت حفظ حدود ظاہر ہوتی ہے۔ یہ بھی مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک بار ایک بہت ہی غریب شخص مسجد کی جماعت میں میلے کچیلے کپڑے پہنے ہوئے میرے پاس کھڑا تھا اور میں اس کے پاس کھڑے ہونے سے یہ سوچ سوچ کر بہت ہی لذت محسوس کررہا تھا کہ

www.ahlehaq.org

مساکین کا عنداللہ بڑا مرتبہ ہے اور ظاہری مال و عزت کوئی چیز نہیں ہے۔

حضرت والا کے متعلقین کا امتیاز

غرض حضرت والا سے بیعت ہو جانے کی ایسی برکت ہوئی کہ بحمداللہ تعالیٰ احقر کو دین کا خاص اہتمام ہو گیا اور ہر امر میں جائز ناجائز کا بہت خیال رہنے لگا اور حضرت والا کی یہ برکت تو ایسی کھلی ہوئی ہے کہ حضرت والا کے اکثر و بیشتر منتسبین میں نہایت نمایاں طور پر مشاہد ہے بلکہ اسی صفت یعنی اہتمام تقویٰ ہی سے وہ عموماً پہچانے جاتے ہیں۔

ایک معمار کا واقعہ

چنانچہ فتحپور کا ایک بالکل ان پڑھ معمار جب حضرت والا سے بیعت ہو گیا تو اس کو یہ فکر ہوئی کہ ٹھیکہ کی صورت میں جس رفتار سے کام کیا جاتا ہے اسی رفتار سے امانی میں بھی ہونا چاہیے۔ ایک صاحب نے جو حضرت والا سے بیعت بھی نہیں ہیں مجھ سے میرے زمانہ قیام فتحپور میں جس کو پچیس سال سے بھی زائد عرصہ ہو گیا اس معمار کا مذکورہ بالا حال بیان کر کے فرمایا کہ حضرت مولانا کا یہ اثر تو ہم نے ضرور دیکھا کہ جس کو حضرت سے تعلق ہو جاتا ہے اس کو شریعت پر عمل کرنے کا بہت اہتمام ہو جاتا ہے اور جائز ناجائز کا بہت خیال رہنے لگتا ہے۔

امیر شاہ خان رحؒ کا مقولہ

ایک بار احقر کو مدرسہ عالیہ دیوبند میں بخدمت جناب مولانا حبیب الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق نائب مہتمم ٹھہرنے کا اتفاق ہوا تو وہاں جناب امیر شاہ خان صاحبؒ بھی مقیم تھے جو بہت معمر بزرگ اور بڑے بڑے حضرات اکابر کی زیارت کیے ہوئے اور صحبت اٹھائے ہوئے تھے۔ احقر نے خان صاحب مرحوم سے لالٹین کے متعلق دریافت کیا کہ یہ مدرسہ کی تو نہیں ہے اس پر انہوں نے دریافت فرمایا کہ کیا تم مولانا اشرف علی صاحب کے مرید ہو۔ میں نے عرض کیا جی ہاں، فرمایا کہ میں نے ایسی باتوں کا خیال مولانا ہی کے مریدوں میں زیادہ دیکھا۔ اس لیے میں پہچان گیا تھا کہ تم مولانا کے مرید ہو۔ اھ۔

www.ahlehaq.org

ایک طالب علم کا واقعہ

حضرت والا سے ایک راوی نے جس کا نام وغیرہ تو حضرت والا کو یاد نہیں رہا لیکن اس کو حضرت والا نے اس وقت قابل اعتماد سمجھا تھا کہ ایک مقدس اور مشہور اہل علم مدرس کا بھی اسی قسم کا قول نقل کیا۔ ان اہل علم نے اپنے مدرسہ کی مسجد میں ایک اجنبی طالب علم کو دیکھا کہ مسجد کے چراغ کی روشنی میں مطالعہ کرتے ہوئے جب وہ وقت آ گیا جو وہاں کے معمول کے موافق چراغ کے گل کر دینے کا وقت تھا تو اس نے فوراً اس کو گل کر دیا اور پھر اپنا ذاتی چراغ جلا کر مطالعہ کرنے لگا حالانکہ ایسی احتیاط کون کرتا ہے بالخصوص طلبہ جو مسجد کے تیل کو گویا اپنی ملک ہی سمجھتے ہیں یہ دیکھ کر مولانا نے حضرت والا کا اسم گرامی لے کر پاس والوں سے کہا کہ یہ شخص مولانا کا ملنے والا معلوم ہوتا ہے بعد کو تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ وہ واقعی حضرت والا سے تعلق رکھنے والا تھا۔

شیخ کی حقیقی کرامت

احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ طالبین کے اندر اہتمام دین اور فکر جائز و ناجائز پیدا کر دینا ہی تو شیخ کی حقیقی کرامت اور اس کے صاحب فیض و برکت ہونے کی بین علامت ہے اور اس کا اصل فرض منصبی بھی یہی ہے۔ اس امر کے ہزاروں شاہد ہیں کہ جس نے حضرت والا سے طریقہ کے ساتھ اپنی اصلاح کے لیے رجوع کیا اس پر روز بروز حضرت والا کا رنگ جس کو صبغۃ اللہ کہنا زیبا ہے چڑھتا ہی چلا گیا اور رفتہ رفتہ اس کی بالکل کایا پلٹ ہی ہو گئی۔ احقر نے خود ایسوں کو دیکھا ہے جو پہلے بالکل خشک تھے لیکن دو چار بار ہی کی حاضری میں قلب کے اندر ایسا سوز و گداز پیدا ہو گیا کہ دم بہ دم آہیں بھرنا انکا شعار ہو گیا اور بالکل رنگ ہی بدل گیا چونکہ حضرت والا خود سراپا سوز و گداز اور نسبت چشتیہ کے حامل ہیں اس لیے طالب صادق پر فوری اثر ہوتا ہے اور بلا مبالغہ یہ شعر صادق آنے لگتا ہے۔

ہر کو مرید سید گیسو دراز شد — واللہ خلاف نیست کہ او عشقباز شد

(جو بھی سید گیسو دراز کا مرید ہو گیا اللہ کی قسم وہ عشق میں مبتلا ہو گیا)

www.ahlehaq.org

حضرت سے تعلق کا خاص وصف

چنانچہ خود حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ سلسلہ چشتیہ تو بس بجلی کا تار ہے ذرا ہاتھ لگایا نہیں کہ لپٹا نہیں، حضرت والا کے تعلق کی برکت سے اہتمام دین اور فکر جائز و ناجائز پیدا ہو جانے کے متعلق خود حضرت والا کا ایک ارشاد یاد آیا جس نے ایک ایسے شیخ کا حال سن کر فرمایا تھا جو اپنے مریدوں سے ذکر تو دو دو گھنٹے خوب جہر اور ضرب کے ساتھ کراتے تھے لیکن خلاف شرع وضع اور دیگر افعال منکرہ سے منع نہ کرتے۔ فرمایا کہ دو گھنٹے ضربیں لگا لینا کیا مشکل ہے تھوڑی دیر محنت کر لی پھر دن بھر رات بھر آزاد۔ میرے یہاں تو وہ آوے جس کو رات دن اپنے نفس پر آرے چلانے ہوں۔ قدم قدم پر یہ فکر ہو کہ کونسا کام جائز ہے کونسا ناجائز۔

حقیقت کی تعلیم

چنانچہ حضرت والا کی تمام تر روک ٹوک اور دار و گیر کا منشاء اپنے منتسبین میں اسی فکر و اہتمام دین کا پیدا کر دینا ہے جو جڑ ہے جمیع اعمال حسنہ اور احوال محمودہ کی اور جس کو حضرت والا دھن اور دھیان سے تعبیر فرمایا کرتے ہیں اور اس کی طریق میں سخت ضرورت ظاہر فرمایا کرتے ہیں چنانچہ الحمدللہ یہ صفت حضرت والا کے اکثر منتسبین میں نمایاں طور پر موجود ہے نیز بغیر فہم سلیم حاصل کیے اور حقیقت طریق سمجھے حضرت والا کے سلسلہ میں کسی کا داخلہ ہی نہیں ہو سکتا انہیں مجموعہ حالات کو دیکھ کر احقر کا مدت سے یہ عقیدہ تھا کہ حضرت والا کا تو قریب قریب ہر منتسب بفضلہٖ تعالیٰ مقتدا کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور لوگ اس کے افعال سے تمسک کرتے ہیں اس کی حال ہی میں خود حضرت والا سے بھی تصدیق سن کر مجھے خاص مسرت ہوئی۔

ایک ذی علم شیخ نے ایک طالب کے دماغی تخیلات کے جو صراحۃً فساد متخیلہ سے ناشی تھے واردات حقانی قرار دے دیا اور بجائے اس کے کہ اس بیچارہ ناواقف طالب کو اس جہل سے نکالا جاتا اس کو اور یقین دلا کر جہل مرکب میں مبتلا کر دیا گیا۔ اس پر احقر نے حضرت والا سے عرض کیا کہ بفضلہٖ تعالیٰ حضرت والا کا تو ادنی منتسب بھی ان باتوں کو اچھی طرح سمجھتا ہے وہ بھی ایسی غلطی ہرگز نہ کرتا جیسی ان شیخ نے کی۔ اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ

www.ahlehaq.org

واقعی اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ میرے یہاں حقیقت طریق سے کوئی ناواقف نہیں اور یہ میرے کھرے پن کی بدولت ہے ورنہ میرے یہاں بھی خلط مبحث ہو جاتا۔ اب جتنے ہیں ان پر بفضلہٖ تعالیٰ اطمینان تو ہے اور میرے نزدیک تو قریب قریب ہر شخص قابل اجازت ہے اور میں تو سب کو اجازت دے دیتا لیکن مصالح دینیہ کا مقتضایہ ہے کہ صاحب اجازت میں کسی نہ کسی قسم کی کچھ ظاہری وجاہت بھی ہو دینی یا دنیوی مثلاً اہل علم ہو یا کسی معزز طبقہ کا ہوتا کہ اس کی طرف رجوع کرنے میں کسی کو عار نہ آئے اور طریق کی بے وقعتی نہ ہو۔ اھ۔

سبحان اللہ حضرت والا کے یہاں کی ہر بات کیسی جچی تلی اور بالکل اصول صحیحہ کے مطابق اور ہر پہلو سے مکمل ہوتی ہے۔ ایک مجدد اور حکیم الامۃ کی یہی شان ہونی چاہیے تھی۔

ایک بار فرمایا کہ الحمدللہ میرے احباب میں ایسے ایسے موجود ہیں جو اصول اصلاح کو اچھی طرح سمجھے ہوئے ہیں اور مشہور مشائخ سے بھی اچھی تربیت باطنی کر سکتے ہیں لیکن مشکل یہ ہے کہ آج کل لوگ بس شہرت کی بناء پر معتقد ہوتے ہیں کمال کو کوئی نہیں دیکھتا طریق سے بہت ہی بیگانگی ہوگئی ہے ایک بار اپنے خلیفہ مجاز جناب حاجی شمشاد صاحب کے اہتمام تقویٰ کے حالات سن کر بہت مسرت کے لہجہ میں برجستہ حضرت حافظؒ کا یہ مصرعہ پڑھا۔ ع۔ شمشاد خانہ پرور ما از کہ کمتر ست' جو نہایت ہی برمحل اور ایسا ہی معلوم ہوتا تھا کہ گویا اسی موقع کے لیے تصنیف کیا گیا تھا۔

حضرت سے احقر کی محبت

غرض حضرت والا سے مشرف بہ بیعت ہو جانے کی برکت سے احقر کے اندر بھی بفضلہٖ تعالیٰ بہت زیادہ فکر جائز و ناجائز پیدا ہوگئی تھی جس کے بعض واقعات اوپر ذکر کر گئے تھے اور حضرت والا کے ساتھ عشق و محبت کا تو وہ عالم تھا کہ اس کو سن کر ایک ناآشنائے محبت اور ناواقف طریق دیوانگی سے تعبیر کرے گا اور ایک بے ذوق اور روکھا پھیکا شخص مضحکہ اڑائے گا لیکن میں بقول اے

گرچہ بدنامیست نزد عاقلاں مانمی خواہیم ننگ و نام را

www.ahlehaq.org

(اگر چہ عقلمندوں کے ہاں تو بدنامی ہے مگر ہم شہرت وناموری کی خواہش نہیں رکھتے)

ان دونوں قسم کے لوگوں کی کچھ پروانہ کرکے اپنے ان محبوب حالات کو بھی جو حضرت والا کی فرط محبت میں مجھ پر طاری ہوئے تھے اہل محبت اور اہل ذوق کی ضیافت طبع کے لیے ضرور عرض کروں گا اور اگر کوئی ناآشنائے محبت ایسی محبت کو دیوانگی سے تعبیر کرے گا تو میں اس سے یہ کہوں گا۔ ع۔ اوست دیوانہ کہ دیوانہ نشد۔ اگر کوئی بے ذوق ایسی محبت پر مضحکہ اڑائے گا تو میں اس کوتر کی بہ ترکی یہ جواب دوں گا۔ ع۔ چہ داند بوزنہ لذات ادراک

اس سے مختصر مگر ضروری تمہید کے بعد میں اپنے مذکورہ بالا محبوب حالات محبت میں سے بھی بطور نمونہ بعض حالات کو بلحاظ کیفیت قدیمہ یہ اشعار پڑھتا ہوا بیان کرتا ہوں ۔

ما اگر قلاش وگر دیوانہ ایم — مست آں ساقی وآں پیمانہ ایم

(ہم اگر بے سروساماں و دیوانے ہیں تو اس لئے کہ ہم اس ساقی اور اس پیمانہ کے مست ہیں)

گفتگوئے عاشقاں در کار رب — جوشِ عشق است نے ترک ادب

(اللہ کے معاملات میں عاشقوں کی بات چیت عشق کے جوش کی وجہ سے ہے نہ کہ بے ادبی)

جوشِ محبت کا عجیب اظہار

ایک بار عشق کے جوش میں حضرت والا سے بہت جھجکتے اور شرماتے ہوئے دبی زبان سے عرض کیا کہ حضرت ایک بہت ہی بیہودہ خیال دل میں بار بار آتا ہے جس کو ظاہر کرتے ہوئے بھی نہایت شرم دامنگیر ہوتی ہے اور جرأت نہیں پڑتی۔ حضرت والا اس وقت نماز کے لیے اپنی سہ دری سے اٹھ کر مسجد کے اندر تشریف لے جارہے تھے فرمایا کہیۓ کہیۓ احقر نے غایت شرم سے سر جھکائے ہوئے عرض کیا کہ میرے دل میں بار بار یہ خیال آتا ہے کہ کاش میں عورت ہوتا حضور کے نکاح میں۔ اس اظہار محبت پر حضرت والا غایت درجہ مسرور ہوکر بے اختیار ہنسنے لگے اور یہ فرماتے ہوئے مسجد کے اندر تشریف لے گئے ''یہ آپ کی محبت ہے ثواب ملے گا۔ ثواب ملے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

حضرت والا اب تک اس واقعہ محبت کو بھولے نہیں اپنی مجلس شریف میں احقر کے اس محبت آمیز

www.ahlehaq.org

قول کو بہ لطف نقل فرما فرما کر مزا لیا فرمایا کرتے ہیں کہ غنیمت ہے اس کے عکس کی خواہش نہیں کی۔

ہر وقت حضرت کا تذکرہ

احقر کو اس زمانہ میں حضرت والا کی محبت کا اس قدر جوش تھا کہ بس یہ جی چاہتا تھا کہ بغل میں حضرت والا کی کتابیں ہوں اور ہر کس و ناکس اہل و نااہل بلکہ در و دیوار شجر و حجر کفار و بہائم سب سے دیوانہ وار حضرت والا کا تذکرہ کرتا پھروں اور سب کو حضرت والا کی کتابیں سناتا پھروں چنانچہ مجھے خوب یاد ہے کہ ایک بار عید الضحیٰ کے موقع پر قربانی کا بکرا مکان کے خالی حصہ میں بندھا ہوا تھا اس کے پاس جو تنہائی میں پہنچا تو بے اختیار جی چاہنے لگا کہ اس کے سامنے بیٹھ کر حضرت والا کا تذکرہ کروں۔

بندروں سے خطاب

ایک بار میں ذکر اللہ میں مشغول تھا کہ دفعۃً قلب کو بے اختیار حضرت والا کی جانب ایک پرزور کشش ہوئی جو مثل برق اکثر محسوس ہوتی رہتی تھی اور ایک دم حضرت والا کا تصور نہایت شد و مد کے ساتھ بندھ کر قلب میں حضرت والا کی محبت نہایت جوش و خروش کے ساتھ موجزن ہونے لگی۔ میں جس کمرہ میں اس وقت ذکر کر رہا تھا وہ بالا خانہ پر تھا۔ اور اس کے کیواڑ بند تھے۔ سامنے چھت تھی، چھت پر آہٹ سن کر میں نے کیواڑ کھولے تو دیکھا کہ بندر اودھم مچا رہے ہیں۔ وہ کیواڑ کھلتے ہی بھاگے چونکہ میں اس وقت حضرت والا کے جوش محبت میں مغلوب الحال ہو رہا تھا میں نے بے اختیار بندروں کی طرف خطاب کر کے کہا کہ ارے کہاں جاتے ہوئے حضرت کا ذکر تو سنتے جاؤ۔

حضرت کے رشتہ داروں سے عقیدت

حضرت والا کے دنیا دار رشتہ داروں سے بھی نہایت عقیدت کا برتاؤ کرتا تھا چنانچہ حضرت والا کے چھوٹے بھائی جناب منشی اکبر علی صاحب مرحوم و مغفور کے میں نے ہاتھ چومے حالانکہ اس وقت ان کی وضع قطع بھی خلاف ثقاہت تھی اور میرے اس فعل سے انہیں شرمندگی بھی ہوئی لیکن جہاں تک مجھے یاد ہے میں نے پہلے حضرت والا سے اپنے اس

www.ahlehaq.org

اقتضاء طبعی کو ظاہر کر کے اجازت چاہی لیکن چونکہ حضرت والا کو دوسرے کے جذبات کی بہت ہی رعایت مدنظر رہتی ہے اس لیے فرمایا کہ انہیں خجلت ہوگی لہٰذا مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے انہی سے اجازت لے لی جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور چونکہ مرحوم و مغفور بہت ہی بے تکلف طبیعت کے تھے اس لیے انہوں نے میرا اشتیاق دیکھ کر دست بوسی کی اجازت دے دی اور فرمایا کہ اس میں میرا کیا بگڑتا ہے۔

ان کے چھوٹے صاحبزادہ میاں محمد علی سلمہٗ جو اس وقت بالکل بچے تھے میرے ساتھ انگور کھانے میں شریک تھے۔ حضرت والا کے بھتیجے ہونے کی وجہ سے بغایت عقیدت میں ان کے چوسے ہوئے انگوروں کے فضلہ کو چوسنے لگا جس پر وہ اپنی توتلی زبان میں بجائے ارے ارے کے اَنے اَنے کہنے لگے۔

حضرت کی خدمت میں عریضے

اس زمانہ میں احقر حضرت والا کی خدمت میں جو عریضے لکھتا تھا وہ بھی عجیب عاشقانہ اور والہانہ شان کے ہوتے تھے اور حضرت والا کے جوابات بھی بڑے رنگین اور محبوبانہ انداز کے ہوتے تھے۔ مجھے خوب یاد ہے کہ ایک عریضہ کے اندر بجائے القاب و آداب کے میں نے فرط محبت میں حضرت والا کو صرف اس شعر سے خطاب کیا تھا۔

جانِ من جانانِ من سلطانِ من　　　اے توئی اسلام من ایمانِ من

(اے میری جان اے میرے محبوب، اے میرے بادشاہ، اے کہ تو ہی میرا اسلام اور میرا ایمان ہے)

(یہ شعر مثنوی زیر و بم کا ہے جو حضرت والا کی طالب علمی کے زمانہ کی تصنیف ہے)

اس زمانہ میں احقر کے عریضے بہت ہی طول طویل ہوتے تھے جس کی میں نے حضرت والا سے ایک عریضہ میں معذرت طلب کی تو اس کے جواب میں سبحان اللہ کس درجہ شفقت اور کیسے پیارے اور رنگین عنوان سے تحریر فرمایا کہ کہیں طول زلف محبوب بھی کسی کو ناگوار ہوتا ہوا دیکھا گیا ہے۔ احقر کے بعض خطوط میں تو سوائے اشعار عارفین و عشاق کے اور کچھ نہ ہوتا لیکن ان اشعار ہی سے حضرت والا میری حالت کو سمجھ جاتے اور جواب میں اس حالت

www.ahlehaq.org

کے مناسب خود بھی کوئی شعر ہی تحریر فرمادیتے جس سے میری پوری تسلی ہوجاتی۔

غزلنامہ کا جواب

احقر کے ایک عریضہ میں زیادہ تر غزلیات ہی تھیں جو احقر نے بحالت شدت ذوق و شوق تصنیف کی تھیں جن سے پابندی معمولات میں باوجود عزم بالجزم کے سخت خلل واقع ہوگیا تھا جس کی شکایت بھی عریضہ میں عرض کی گئی تھی اس کا جواب حسن العزیز جلد اول ملفوظ نمبر ۳۳۸ سے ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

غزلنامہ جو کہ کشف استعداد فطری کے اعتبار سے ازلنامہ ہے پہنچ کر وجد وطرب میں لایا۔ خدا تعالیٰ آپ کے سب مقاصد پورے فرمادے۔ خیر اضاعت وقت میں بھی اطاعت بخت کا مسئلہ حل ہوا کہ انسان تقدیر حق کے سامنے عاجز ہے کہ ارادہ تو کیا تھا ضبط اوقات کا اور ہوگیا خبط اوقات انشاء اللہ تعالیٰ اس مسئلہ کا منکشف ہونا بھی ترقی کا زینہ ہوگا۔ علی سجاد صاحب کا بھی ماشاء اللہ سجادہ رنگین ہونے لگا۔ آشفتہ وآشفتہ کن اشرف علی

خداداد فراست

الہ آباد کی زیارت اور حصول شرف بیعت کے کچھ عرصہ کے بعد احقر کو یہ معلوم ہوا کہ حضرت والا کا اٹاوہ میں وعظ ہے۔ وہاں کوئی جلسہ تھا میں شوق زیارت میں اٹاوہ پہنچا وہاں میرے بھانجے ڈپٹی کلکٹر تھے جو بہت سمجھدار مشہور ہیں۔ حضرت والا سے ان کی کچھ گفتگو بھی نہیں ہوئی بجز معمولی تعارف وغیرہ کے لیکن حضرت والا نے ان کے سمجھدار ہونے کا فوراً ادراک فرمالیا اور احقر سے ان کے متعلق اپنی رائے ظاہر فرمائی کہ سمجھدار معلوم ہوتے ہیں۔ احقر کو تعجب ہوا کہ حضرت والا نے صرف تھوڑی ہی دیر کی سرسری ملاقات میں ان کی وہی مخصوص صفت معلوم فرمالی جس کا علم دوسروں کو بہت عرصہ کے تجربوں کے بعد ہوا تھا اور یہ ملکہ ادراک ملکات وخصال طبعیہ کا تو حضرت والا میں اس درجہ ہے کہ شاید وباید جس کا اظہار تربیت سالکین کے دوران میں ہزارہا مواقع پر آئے دن ہوتا رہتا ہے اور یہی فراست خداداد دلیل ہے حضرت والا کے کامل العقل ہونے کی جو موروث ہے حضرت والا کے جد اعلیٰ حضرت عمر فاروق اعظم

www.ahlehaq.org

رضی اللہ عنہ سے اور جو ظاہری سبب ہے حضرت والا کے اعلیٰ درجہ کے حکیم الامت، قطب الارشاد اور امام الطریق ہونے کا اور اصل سبب تو اللہ تعالیٰ کی عطا اور ان کا فضل ہے۔ بمجوائے۔

داد اور اقابلیت شرط نیست بلکہ شرط قابلیت دادِ اوست

(اس کی عطا کے لئے قابلیت شرط نہیں ہے، بلکہ قابلیت کے لئے اس کی عطا شرط ہے)

یؤتی الحکمة من یشآء ومن یوت الحکمة فقد اوتی خیراً کثیراً وما یذکر الا اولوا الالباب.

حضرت والا کی پُرکشش شخصیت

یہ بارہا کا اور نہ صرف میرا بلکہ ہزار ہا کا مشاہدہ ہے کہ حضرت والا کو دیکھتے ہی خالی الذہن کے قلب کے اندر حسن عقیدت پیدا ہو جاتی ہے اور بے اختیار کشش ہونے لگتی ہے جو علامت ہے محبوبیت عند اللہ کی چنانچہ ایک موقع پر خود حضرت والا نے فرمایا کہ جس کسی سے میں ملتفت ہو کر دو باتیں کر لیتا ہوں وہ ایسا مُسَخَّر ہو جاتا ہے گویا اس کا دل مٹھی میں آ گیا۔

میرے بھانجے بھی جن کا ذکر اوپر کیا گیا حضرت والا کی زیارت اور گفتگو سے نیز حضرت والا کو بہ خشوع وخضوع نماز پڑھتے ہوئے دیکھ کر بہت متاثر ہوئے تھے اور مجھے خوب یاد ہے کہ انہوں نے اس اثر کی یہ توجیہ بھی کی تھی کہ چونکہ مجھ کو مولانا کے زبردست عالم ہونے کا پہلے سے علم ہے۔ اس لیے ممکن ہے کہ مجھ پر اسی وجہ سے اثر ہوتا ہو۔ اھ۔

نمازی بننے کی ترکیب

وہیں اٹاوہ میں ایک میرے اور عزیز بھی موجود تھے وہ بھی بالکل آزاد اور انگریزی رنگ میں سر سے پاؤں تک رنگے ہوئے تھے ان پر بھی اتنا اثر ہوا کہ انہوں نے میرے ذریعہ سے اپنے نمازی ہو جانے کے لیے کوئی تعویذ حضرت والا سے طلب کیا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ مجھے تعویذ تو کوئی ایسا آتا نہیں کہ میں اس کے اندر ایک سپاہی مع ڈنڈے کے لپیٹ کر رکھ دوں اور جب نماز کا وقت آیا کرے وہ فوراً ڈنڈا لیکر تعویذ کے اندر سے نکل کر زبردستی نماز پڑھوا دیا کرے۔ ہاں ترکیب ایسی بتا سکتا ہوں جس سے دو تین ہی دن میں

www.ahlehaq.org

پورے نمازی ہو جائیں لیکن وہ ترکیب محض پوچھنے ہی پوچھنے کی نہیں بلکہ عمل کرنے کی ہے۔ وہ یہ کہ اگر ایک وقت کی نماز قضا ہو تو ایک وقت کا فاقہ کریں اور دو وقت کی قضا ہو تو دو وقت کا اور اگر تین وقت کی قضا ہو جائے تو تین وقت کا۔ بس دو تین ہی فاقوں میں نفس ٹھیک ہو جائے گا اور نماز کی پوری پوری پابندی نصیب ہو جائے گی۔ لیکن یہ صرف پوچھنے کی ترکیب نہیں بلکہ اس پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر کسی نے ہمت کر کے اس ترکیب پر عمل کر لیا اور برابر جمارہا تو ممکن نہیں کہ دو تین روز ہی میں پکا نمازی نہ ہو جائے۔ اھ۔

پہلی بار کی الہ آباد والی زیارت کے اثر کو اس دوسری بار کی اٹاوہ والی زیارت نے پھر تازہ کر دیا اور شوق استفاضہ کو بہت زیادہ بڑھا دیا۔ حضرت والا کی بھی شفقت اتنی بڑھی کہ جب اٹاوہ سے وطن تشریف لے جانے لگے تو باوجود اپنی فطری اور مشہور زمانہ شان استغناء کے احقر کا شوق استفاضہ دیکھ کر بغایت عنایت و بے تکلفی احقر سے فرمایا کہ کیا آپ تھانہ بھون نہ چلیں گے لیکن چونکہ احقر صرف اٹاوہ تک کے سفر کے لیے تیار ہو کر حاضر ہوا تھا اس لیے ہمرکاب نہ ہو سکا۔

شانِ محبوبیت

پھر غالباً قریب ہی زمانہ میں مدرسہ عالیہ دیو بند کا بڑا جلسہ دستار بندی ہوا جس میں حضرت والا بھی تشریف لائے اور احقر بھی حاضر ہوا۔ ہزار ہا آدمیوں کا مجمع تھا اور سب سے زیادہ ہجوم حضرت والا ہی کے ساتھ ساتھ رہتا تھا اور حضرت والا کی یہ صفت محبوبیت اور یہ شان مرجعیت خلق اس قدر نمایاں ہے کہ محتاج بیان نہیں۔ گو حضرت والا لوگوں کے بے ڈھنگے پن پر بہت اظہار خفگی فرماتے رہتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک بار راستہ کے ہجوم اور بے موقع مصافحوں کی بھرمار سے تنگ آ کر یہ بھی فرمایا کہ اگر تم لوگ سیدھی طرح نہ مانو گے تو بس میں اب مارنا شروع کر دوں گا لیکن جو محبوبیت منجاب اللہ ہوتی ہے وہ کہیں ان ظاہری اسباب نفرت و وحشت سے زائل ہوتی ہے۔ لوگ تھے کہ پھر بھی پروانہ وار حضرت والا پر ٹوٹ ہی پڑتے تھے اور جدھر حضرت والا تشریف لے جاتے ایک جم غفیر ساتھ ساتھ ہوتا۔ چونکہ حضرت والا شدید بیماری سے اٹھے تھے اس لیے اور بھی بوجہ غایت ضعف ہجوم اور بے ڈھنگے پن کا تحمل نہ تھا۔ بیماری کی وجہ سے تو شرکت جلسہ کی بھی توقع نہ رہی تھی لیکن حضرت والا

www.ahlehaq.org

نے بیماری ہی میں یہ خواب دیکھا کہ جلسہ میں اس حدیث پر وعظ کہہ رہا ہوں حب الدنیا راس کل خطیئۃ اس سے حضرت والا کو امید ہوگئی کہ انشاء اللہ تعالیٰ میں اچھا ہو جاؤں گا اور شریک جلسہ ہوسکوں گا۔ چنانچہ بفضلہٖ تعالیٰ ایسا ہی ہوا کہ عین وقت پر حضرت والا کو خلاف توقع صحت ہوگئی اور گو نقاہت بہت زیادہ تھی لیکن وعظ فرمایا اور حدیث مذکور ہی پر وعظ فرمایا جس کا مفصل حال باب مواعظ حسنہ میں گزر چکا ہے۔

شانِ جلال

احقر نے حضرت والا کی شان جلال کا اول بار اسی جلسہ میں مشاہدہ کیا تھا ورنہ اس سے پہلے تو مجھ کو حضرت والا کی صرف صفت جمال ہی کے مشاہدہ کا اتفاق ہوا تھا اور میں نے معمولی حالات میں ہمیشہ حضرت والا کو سراپا رافت ورحمت اور مجسم خلق ومروت ہی دیکھا تھا اور معمولی حالات میں تو بحمد للہ تعالیٰ حضرت والا اب بھی سراپا جمال ہی جمال ہیں لیکن جس کو اللہ تعالیٰ نے مصلح بنا کر دنیا میں بھیجا ہو اس میں اگر صفت جمال کے ساتھ بقدر ضرورت شان جلال بھی نہ ہو تو وہ اپنا فرض منصبی کما حقہ ادا نہیں کرسکتا۔ چنانچہ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ ''الامر المحکم المربوط فیما یلزم اھل طریق اللہ من الشروط'' میں فرماتے ہیں۔

فلا بد ان یکون عند الشیخ دین الانبیاء و تدبیر الاطباء و سیاسۃ الملوک و حینئذٍ یقال لہ الا ستاذ۔ یعنی ضروری ہے کہ شیخ کو انبیاء علیہم السلام کا دین اور اطباء کی تدبیر اور بادشاہوں کی سیاست حاصل ہو سو وقت اس کو استاد کہا جا سکتا ہے۔اھ۔

اللہ تعالیٰ نے ہمارے حضرت والا کو بھی بفضلہٖ ان تینوں اوصاف کا نمایاں طور پر جامع بنایا ہے۔ **فالحمدللہ علی ذلک حمداً کثیراً و ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔** غرض مصلح کے اندر سیاست یا بہ الفاظ دیگر شان جلال ہونا بھی ضروری ہے۔ لیکن اس کا ظہور جبھی ہوتا ہے جب اس کی ضرورت ہوتی ہے اور وہیں ہوتا ہے جہاں اس کی حاجت ہوتی ہے اور بفحوائے آنچہ بر ماست از ماست اس کا سبب خود طالب اصلاح کی اصلاح طلب حاجت ہوتی ہے نہ کہ مصلح کی شدت، حسب ارشاد حضرت حافظ شیرازیؒ بتغیر یسیر۔

www.ahlehaq.org

برمن جفاز نفس بد آمد و گرنہ یار حاشا کہ رسم جور وطریق ستم نداشت
(مجھ پر تو اپنے برے نفس کی وجہ سے مصیبت آئی ہے ورنہ میرے محبوب میں تو ظلم و ستم کی عادت ہر گز نہیں ہے)

اور چونکہ مصلح کی یہ شان جلال طالبین کے لیے موجب اصلاح حال ہوتی ہے اس لیے محمودیت اور کمال ہونے میں کسی طرح صفت جمال سے کم نہیں بلکہ بعض حالات میں بااعتبار مآل اس سے بھی بڑھ کر ہے کیونکہ اس کے ذریعہ سے طالب کا نفس پامال اور فنا کی دولت لازوال سے مالا مال ہو جاتا ہے۔ اسی کو حضرت حافظ شیرازیؒ اس طرح فرماتے ہیں۔

جمالت معجز حسن است لیکن حدیث غمزہ ات سحر مبین است
(تیری خوبصورتی حسن کو شکست دینے والی ہے مگر تیری نگاہ جھکانے کی ادا کا تذکرہ تو کھلا جادو ہے)

برآں چشم سیہ صد آفریں باد کہ در عاشق کشی سحر آفرین است
(اس سیاہ آنکھ پر سو مرتبہ آفرین ہے کہ وہ عاشقوں کو قتل کرنے میں جادو ہے)

اور حضرت مولانا جامیؒ یوں فرماتے ہیں۔

جفائے تو کہ بسا خوشتر از وفائے من است ہمہ عنایت ولطف تو از برائے من است
(تیری جفا بہت دفعہ میری وفا سے زیادہ اچھی لگتی ہے اور یہ سب مجھ پر تیرے لطف وکرم کی وجہ سے ہے)

چنانچہ حضرت والا کے اس سحر جلال کی افسوں کاریاں بیشمار ہیں اور حضرت والا کی اس شان جلال نے ایسے ایسے کارنمایاں کیے ہیں کہ سبحان اللہ۔ ہزاروں سرکشوں کے سر سے تکبر کا خناس نکال کر دماغ صحیح کر دیا اور فنا وعبدیت سے جو کہ حاصل تصوف ہے مشرف فرما دیا۔ ایک ایک ڈانٹ میں بڑے بڑے سخت امراض روحانی کا عمر بھر کے لیے استیصال کر دیا۔ جھڑک کر بڑے بڑے غافلوں کو بیدار اور ہمیشہ کے لیے مکائد نفس سے ہوشیار کر دیا اور بڑے بڑے بےفکروں میں فکر دین پیدا کر دی جس کی صدہا نظائر ہیں اور رات دن مشاہدہ میں آتی رہتی ہیں کہاں تک بیان کی جائیں۔ بخوف تطویل اس جگہ صرف دو چار واقعات لکھے جاتے ہیں ممکن ہے کہ بعض بعد کو بھی کسی موقع پر معرض تحریر میں آجائیں۔

www.ahlehaq.org

کفریہ وساوس کا علاج

ایک شخص کو کفریہ وساوس نے عرصہ دراز سے سخت پریشان کر رکھا تھا۔ وہ حضرت والا سے بار بار یہی شکایت کیا کرتا۔ ایک بار حضرت والا سے تنہائی میں اپنا حال عرض کرتے کرتے کہنے لگا کہ اجی اب تو یہاں تک جی میں آتا ہے کہ عیسائی ہو جاؤں۔ یہ سنتے ہی حضرت والا نے فوراً زور سے ایک تھپڑ رسید کیا اور دھکے دے کر پاس سے اٹھا دیا اور فرمایا کہ جا کم بخت جا اگر عیسائی ہونا چاہتا ہے تو تجھے روکتا کون ہے جا اور ابھی جا کر عیسائی ہو جا۔ منہ کالا کر، اسلام کو ایسے منحوس اور ناقدرے کی ہرگز ضرورت نہیں بلکہ اچھا ہے اسلام ایسے نااہلوں سے پاک ہو جائے۔ اگر عیسائی ہو جائے گا کسی کا کیا جائے گا آپ دوزخ میں جلے گا۔ اھ۔

بس جناب اس تھپڑ کا لگنا تھا کہ سارے وساوس کفریہ اسی وقت کافور ہو گئے۔ اور ایسے دفع ہوئے کہ اس واقعہ کو پندرہ برس سے کم نہ ہوئے ہوں گے لیکن پھر کبھی آج تک خواب میں بھی نہیں آئے اس تھپڑ نے گویا مسہل کا کام کیا۔ سارا مادہ فاسد ایک دم نکل گیا۔

ایک آدمی کے عشق کا علاج

تھانہ بھون کے قریب ہی کے قصبہ کا ایک پابند صوم وصلوٰۃ شخص کسی برہمنی بیوہ پر مفتون ہو گیا جس کے پاس وہ دودھ کی خرید وفروخت کے بہانہ سے قصداً جایا کرتا اور بدنظری کیا کرتا۔ اس نے اپنے ایک دوست سے یہ راز ظاہر کیا اور کہا کہ میں اس بلا میں گرفتار ہو گیا ہوں کیسے چھٹکارا ہو۔ انہوں نے مشورہ دیا کہ تم تھانہ بھون جا کر حضرت والا کی خدمت میں عرض حال کرو۔ چنانچہ وہ حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوا اور ایک پرچہ پر اپنا حال لکھ کر خود ہی پیش کیا جس میں یہ بھی لکھا تھا کہ مجھے اس سے اسقدر محبت ہو گئی ہے کہ اگر وہ مجھے اپنا پیشاب بھی پلائے تو بلا کراہت پی لوں۔ حضرت والا نے اول حسب معمول نرمی کے ساتھ فرمایا کہ اس سے بعد اختیار کیا جائے اور اس کے پاس آنا جانا قطعاً چھوڑ دیا جائے۔ اس پر اس نے کہا کہ میں تو اس کے یہاں قصداً جایا کرتا ہوں اس پر حضرت والا کو غصہ آ گیا اور بے تحاشا ایک تھپڑ رسید کیا اور بہت زور سے ڈانٹ کر فرمایا کہ نالائق جب تو قصداً بدپرہیزی کرتا ہے تو مجھ سے علاج ہی

www.ahlehaq.org

پوچھنے کیوں آیا ہے۔ چولہے میں جا اپنے ہاتھوں کلہاڑی مارنے کا میں کیا علاج بتاؤں۔

وہ تھپڑ اس کے حق میں اکسیر ثابت ہوا۔ اس کو بے حد ندامت ہوئی اور نفس پر ایسا تازیانہ لگا کہ اس کی ساری شرارت جاتی رہی اور سیدھا ہو گیا اس عورت سے قلب میں نفرت پیدا ہو گئی اور آنا جانا بالکل بند ہو گیا۔ بس ایک ہی تھپڑ میں ہوش درست ہو گئے اور خناس دماغ سے نکل گیا۔ حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ بعد کو مجھے ندامت بھی ہوئی کہ خواہ مخواہ ایک اجنبی شخص کے تھپڑ مار دیا لیکن کیا کروں اس وقت غایت غیرت دینیہ سے اضطراری طور پر ہاتھ اٹھ ہی گیا۔ اور اسی میں اس کا بھلا ہو گیا۔ اھ۔

بازاری عورت کی محبت میں گرفتار لڑکے کا علاج

اس واقعہ کے ساتھ ہی حضرت والا ایک ایسا ہی دوسرا واقعہ بھی نقل فرمایا کرتے ہیں جس میں بجائے سختی کرنے کے غیر معمولی طور پر نرمی کا معاملہ فرمایا گیا تھا اور وہاں نرمی ہی نافع ہوئی تھی۔ فرمایا کہ ایک نوجوان لڑکے کو اس کے باپ اور چچا وغیرہ چند اشخاص میرے پاس لے کر آئے اور اس کی شکایت کی کہ اس نے ایک بازاری عورت سے تعلق پیدا کر لیا ہے اور ساری جائیداد کو تباہ کئے ڈالتا ہے۔ اس کو سمجھا دیجئے میں نے بجائے اس کے کہ اس کے باپ اور چچا وغیرہ کے سامنے اس کو کچھ نصیحت کروں یہ کیا کہ اس کا ہاتھ پکڑ کر مسجد کے اندر لے گیا اور تنہائی میں بیٹھ کر اور اس کا ہمدرد اور ہمراز بن کر اس سے کہا کہ میاں یہ لوگ کیا جانیں کہ کسی کے دل کو کیا لگی ہوئی ہے بس اب تم مجھے صاف صاف بتا دو کہ تم کو ایسی کیا مجبوری ہے کہ نہ تو تم کو اپنی عزت آبرو کا خیال ہے نہ اپنی جائیداد کی تباہی کی پرواہ ہے۔ اھ۔

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ اس کے باپ اور چچا وغیرہ بھی مسجد میں آ کر سننے لگے کہ دیکھیں کیا باتیں ہو رہی ہیں۔ میں نے انہیں ڈانٹا کہ یہ کیا واہیات حرکت ہے۔ تم اپنا کام کرو۔ اب میں جانوں اور یہ جانیں تمہیں بیچ میں دخل دینے سے کیا مطلب۔ چنانچہ وہ لوگ اٹھ کر چلے گئے۔ اس سے اس لڑکے کے دل میں میری اور بھی جگہ ہو گئی اور میری طرف سے اس کو پورا اطمینان ہو گیا کہ یہ تو میرا واقعی خیر خواہ اور ہمدرد ہے جب اس کے باپ اور چچا وغیرہ میرے ڈانٹنے پر مسجد سے اٹھ کر چلے گئے تو میں نے اس لڑکے سے پھر وہی سوال

www.ahlehaq.org

کیا کہ آخر تمہیں اس سے ایسی شدید محبت کیوں ہے مجھے اب تم صاف صاف بتا دو اس نے کہا کہ اجی سچی بات یہ ہے کہ پہلے تو مجھے اس سے واقعی محبت تھی لیکن اب تو بس محض نباہنا ہی نباہنا رہ گیا ہے کیونکہ ایک بار پیران کلیر شریف میں اس نے حضرت مخدوم صاحبؒ کے مزار پر مجھ سے یہ عہد لے لیا تھا کہ میں ہمیشہ اس کے ساتھ تعلقات قائم رکھوں گا اور اس کو کبھی نہ چھوڑوں گا۔ ہم دونوں کو دیکھ کر وہاں کا ایک مجاور بھی آ گیا اور اس نے خاص طریقہ سے ہم دونوں سے عہد لیا کہ کبھی ایک دوسرے سے منہ نہ موڑیں گے۔ اب مجھے یہ ڈر ہے کہ اگر میں نے اس سے قطع تعلق کیا تو میرے اوپر ضرور کوئی وبال آئے گا کیونکہ میں ایک بزرگ کے مزار پر عہد کر چکا ہوں کہ ہمیشہ اس کے ساتھ تعلقات قائم رکھوں گا۔ اھ۔

حضرت والا نے اس واقعہ کو نقل فرما کر حاضرین سے فرمایا کہ لوگ بھی عجیب ہیں شرم نہیں آتی بزرگوں کے مزارات پر اس قسم کی خرافات حرکتیں کرتے ہیں اور بزرگوں کو ایسے ایسے حرام عہد و پیمان کا گواہ بناتے ہیں اور مجاورین کی ان سے بدتر حالت ہے کہ معاصی کی تلقین کرتے ہیں۔ استغفر اللہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ اور عجب نہیں کچھ اس تلقین کا معاوضہ بھی لے لیا ہو بلکہ ضرور لیا ہوگا کیونکہ ان کا تو پیشہ یہی ہے۔

پھر فرمایا کہ میں نے اس لڑکے کی یہ تقریر سن کر اس سے کہا کہ اچھا یہ تو بتاؤ کہ تم مجھے اپنا خیر خواہ بھی سمجھتے ہو یا نہیں اس نے کہا بے شک پھر میں نے کہا کہ اچھا اب یہ بتاؤ کہ تم مجھے سچا بھی سمجھتے ہو یا نہیں اس نے اس کا بھی اقرار کیا اور کہا کہ آپ ہی سچے نہ ہوں گے تو اور کون سچا ہوگا۔ پھر میں نے کہا کہ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تم اس عہد کو نہ توڑو گے تب تو وبال آئے گا اور اگر توڑو گے تو اس کی وجہ سے ہرگز کسی قسم کا وبال نہ آئے گا۔ ایسے عہد کا توڑنا ہی واجب ہے۔ البتہ چونکہ عہد کر لینے سے قسم ہوگئی ہے اس لیے قسم کے توڑنے کا کفارہ دینا پڑے گا۔ سو وہ کوئی ایسی بات نہیں آسانی کے ساتھ دیا جا سکتا ہے۔ اس پر اس نے کہا کہ اجی مجھے تو بس یہی ڈر تھا کہ کہیں کوئی میرے اوپر وبال نہ آ جائے اور اسی ڈر سے میں اسے نباہ بھی رہا تھا' ورنہ اب محبت تو مجھ کو اس سے کچھ رہی نہیں۔ جب آپ اطمینان دلاتے ہیں کہ اس کو چھوڑ دینے سے مجھ پر کوئی وبال نہ آئے گا تو میں بس اب اس کو چھوڑ ہی دوں گا۔ لیکن آپ مجھ کو صرف ایک بار اور اس کے پاس

www.ahlehaq.org

جانے کی اجازت دے دیجئے تاکہ میں اس کو اطلاع تو کر آؤں کہ بس اب مجھ کو تجھ سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ اجازت اس لیے چاہتا ہوں کہ اس کو میرا انتظار تو نہ رہے کیونکہ اس کو انتظار میں رکھنا ایک قسم کی بے مروتی ہے نہ معلوم بیچاری کب تک میرے انتظار ہی انتظار میں رہے۔ اھ۔

حضرت والا نے خیر اتنی بات کی اس کو بمصلحت اجازت دے دی لیکن یہ کہہ دیا کہ دیکھو صرف اطلاع ہی کر کے چلے آنا خبردار جو کچھ اور گڑ بڑ کی اس کا اس نے وعدہ کر لیا اور اطمینان دلا دیا۔ جب باپ اور چچا کے سامنے گفتگو ہوئی اور ان کو علم ہوا کہ اس نے ایک مرتبہ اور جانے کی اجازت لے لی ہے تو وہ کہنے لگے کہ اجی یہ اس کی بدمعاشی ہے یہ وہاں کا آنا جانا نہ چھوڑیگا۔ حضرت والا نے انہیں ڈانٹ دیا کہ چپ رہو تم کیا جانو ہمیں ان پر اطمینان ہے۔ پھر حضرت والا نے اس سے فرمایا کہ میاں جو زیور وغیرہ تم نے اس کو دیا ہے وہ بھی تو لیتے آنا لیکن اس نے کہا کہ اجی اب تو جو دے دیا سو دے دیا اب دی ہوئی چیز کا کیا لینا۔ مجھے تو یہ بے مروتی معلوم ہوتی ہے۔ اھ۔

اس پر حضرت والا نے اصرار نہیں فرمایا۔ پھر وہ لوگ رخصت ہو گئے پھر کچھ دن بعد اس کا باپ حضرت والا کی خدمت میں پانچ روپے لے کر آیا اور کہا کہ مدرسہ میں ان روپوں کی مٹھائی بانٹ دیجئے۔ الحمدللہ آپ کی برکت سے میرے لڑکے نے اس بازاری عورت سے بالکل قطع تعلق کر دیا اور جیسا کہ اس نے آپ سے وعدہ کیا تھا بس ایک بار تو اس کے پاس قطع تعلق کی اطلاع کرنے گیا پھر نہیں گیا۔ حضرت والا نے اس واقعہ کو نقل فرما کر فرمایا کہ اس موقع پر غیبی طور پر یہی جی میں آیا کہ اس کے ساتھ نرمی ہی مناسب ہے چنانچہ بفضلہٖ تعالیٰ نرمی ہی نافع ثابت ہوئی۔

ایک آدمی کے تکبّر کا علاج

ایک بار حضرت والا بہ سبیل سفر کیرانہ میں تشریف رکھتے تھے ایک صاحب بیعت ہونے کے لیے حاضر ہوئے اور کچھ مٹھائی بھی ہمراہ لائے لیکن بجائے خود دلانے کے ایک اور شخص کے ہاتھ پر رکھوا کر لائے حضرت والا نے فوراً ان کے اس فعل سے نیز ان کے مجموعہ طرز و انداز سے محسوس فرما لیا کہ ان میں کبر کا مادہ ہے اور ایک طرح کی شان رکھتے ہیں۔ حضرت والا نے ان کی اس شان اور کبر کا علاج کرنا چاہا چنانچہ بجائے وہیں بیعت کر لینے

www.ahlehaq.org

کے ان سے فرمایا کہ مجھے یہاں فرصت نہیں ملی۔ مجھے فلاں صاحب کے یہاں جانا ہے وہاں شاید بیعت کرسکوں۔ وہاں چلئے چنانچہ بیچاروں کو ہاتھ میں مٹھائی کا طباق لیے ہوئے حضرت والا کے ساتھ جانا پڑا کیونکہ مٹھائی تو بیعت ہی کے واسطے لائے تھے اسے کیسے چھوڑ دیتے۔ حضرت والا نے وہاں پہنچ کر بھی یہی فرمایا کہ کیا کہوں یہاں بھی مجھے فرصت نہ ملی۔ وہاں چلئے پھر تیسری جگہ بھی یہی کیا۔ غرض اسی طرح حضرت والا ان کو تقریباً دو گھنٹہ تک مع مٹھائی کے طباق کے گھر گھر لیے پھرے اور قصداً بازار میں سے ہو ہو کر گزرتے تھے تاکہ ان کے نفس کی خوب ذلت ہو اور شان کا خیال دل سے نکل جائے۔ جب حضرت والا نے ان کو خوب پریشان کرلیا اور معلوم کرلیا کہ اپنے مرض پر متنبہ ہوگئے ہیں تب مرید کرلیا۔

حضرت والا نے اس واقعہ کو نقل فرما کر فرمایا کہ تکبر کا اتنا بڑا مرض جو برسوں کے مجاہدوں اور ریاضتوں سے بھی نہ جاتا اس تدبیر سے بفضلہٖ تعالیٰ دو ہی گھنٹے میں جاتا رہا۔ پھر فرمایا کہ الحمدللہ میرے یہاں تو ایسے ہی چٹکلوں میں علاج ہوتے ہیں اور اللہ میاں وقت پر ایسی ہی سہل سہل تدبیریں سوجھا دیتے ہیں۔ بزرگان سلف نے بھی ایسی ہی تدبیریں کی ہیں۔ اھ۔

اپنے بھانجے کی تربیت واصلاح

حضرت والا اپنے حقیقی بھانجے یعنی جناب مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی سلمہم اللہ تعالیٰ کے حقیقی بڑے بھائی جناب مولانا سعید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق فرمایا کرتے ہیں کہ مجھ کو ان کے ساتھ سب سے زیادہ محبت تھی جس کو عشق کہہ سکتے ہیں لیکن میں نے انہی کے ساتھ سب سے زیادہ سختی کا برتاؤ کیا۔ پھر اس برتاؤ کی یہ برکت ہوئی کہ یا تو ان کی یہ حالت تھی کہ نہایت شاندار لباس پہنتے تھے اور دماغ اتنا بڑھا ہوا تھا کہ یوں کہا کرتے تھے کہ اگر نوکری ہو تو کم از کم ایک ہزار روپیہ ماہوار کی تو ہو یا پھر ایسے مٹے ایسے مٹے کہ فانی محض ہوگئے اور اپنے آپ کو چماروں اور بھنگیوں سے بھی زیادہ ذلیل وخوار سمجھنے لگے اور نہایت سادہ وضع میں رہنے لگے یہاں تک کہ انتقال کے بعد جو ان کے کپڑے بغرض تقسیم ترکہ نکالے گئے تو ان کی سادگی دیکھ کر سب کو حیرت اور حسرت ہوتی تھی بلکہ حضرت والا نے فرمایا کہ خود مجھ کو بھی ان کپڑوں کی حالت دیکھ دیکھ کر دل ہی دل میں رونا آتا تھا۔

www.ahlehaq.org

احقر مؤلف نے بھی خود سفر وحضر میں حضرت والا کو مولانا مرحوم ومغفور کے ساتھ نہایت سختی کا برتاؤ اور برسر مجمع سخت زجر وتوبیخ کرتے دیکھا ہے۔ ایک بار بمقام الہ آباد پالکی گاڑی میں جگہ نہ ہونے کی وجہ سے احقر ہانکنے والے کے برابر بیٹھنے لگا تو حضرت والا نے مولاناؒ کو اندر سے بھیج کر وہاں بٹھایا اور احقر کو اندر بلا لیا اور فرمایا کہ اس میں دونوں کی مصلحت ہے۔ ان کی تو یہ مصلحت ہے کہ ان میں تواضع پیدا ہو اور آپ کی یہ مصلحت ہے کہ آپ میں ضرورت سے زیادہ تواضع پیدا ہو کر ترقی معکوس نہ ہونے لگے یعنی آپ کو یہ عجب نہ ہونے لگے کہ میں بھی کس قدر متواضع ہوں۔ اھ۔

اسی طرح احقر نے سنا ہے کہ ایک بار جلسہ سہارنپور میں مولاناؒ کا نہایت اعلیٰ درجہ کا وعظ ہوا جس سے سامعین بے حد متاثر ہوئے اور سب حاضر جلسہ مولانا کو بڑی وقعت کی نگاہ سے دیکھنے لگے۔ حضرت والا نے بعد وعظ مولاناؒ کو کسی معمولی بات پر برسر مجمع نہایت سختی کے ساتھ زجر وتوبیخ فرمائی تا کہ ان میں شائبہ ہی عُجب وپندار کا نہ پیدا ہونے پائے اور بعد کو خود حضرت والا نے بھی اپنے اس برتاؤ کی یہی مصلحت بیان فرمائی۔ جب حضرت والا امر تربیت میں خاص اپنے جگر گوشوں کی بھی رعایت نہیں فرماتے تو بھلا اور کسی کا تو کیا منہ ہے اپنے لیے رعایت کا مطالبہ کرے بالخصوص جبکہ حسب ارشاد حضرت والا ایسی رعایت خیانت بھی ہو۔

بعض نوابوں اور عزیزوں کو بیعت کرنے سے انکار

حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ اگر کسی سے اتنا دل کھلا ہوا نہ ہو یا کسی پر اتنا زور نہ ہو کہ بوقت ضرورت بغرض اصلاح اگر یہ نہ کہہ سکے کہ تم بڑے نالائق ہو تو کم از کم یہ تو کہہ سکے کہ تمہاری یہ حرکت بڑی نالائق ہے تو اس کو مرید ہی کرنا جائز نہیں۔ چنانچہ حضرت والا نے اسی بناء پر بعض نوابوں اور فرمانرواؤں سے باوجود ان کے اصرار شدید کے خصوصی تعلقات قائم کرنے سے عذر فرما دیا نیز اپنے اعزہ کو بھی عموماً مرید نہیں فرماتے۔ سوائے ایسی خاص صورتوں کے جن میں دل بالکل کھلا ہوا ہو۔ پہلے حضرت والا اس میں توسع فرماتے تھے لیکن جب بعض صورتوں میں تنگیاں اور کلفتیں پیش آئیں یہاں تک کہ تربیت کو باقاعدہ شروع کر دینے کے بعد بھی چھوڑ دینا پڑا جو زیادہ موجب بے لطفی و بے برکتی ہوتا ہے تو اب حضرت والا

www.ahlehaq.org

نے اپنے اعزہ کو اپنی تربیت میں لینا ہی قریب قریب بالکل موقوف فرما دیا ہے۔ فرمایا کرتے ہیں کہ اکثر حالات میں اعزہ کو بیعت کرنا بے نتیجہ ہے کیونکہ ان کو تو ہوتا ہے ناز اور اس تعلق میں سرتاسر ضرورت ہے نیاز کی میں غیر اعزہ کو تو نہایت آزادی کے ساتھ روک ٹوک کرتا ہوں اور خوب اچھی طرح ڈانٹ ڈپٹ لیتا ہوں یہاں تک کہ اگر کبھی کسی کے بارہ میں مصلحت اسی کو مقتضی ہوتی ہے کہ اس کو اپنے یہاں سے نکال دیا جائے تو میں اس کو بلا پس و پیش نکال باہر کرتا ہوں اور اگر اعزہ کے ساتھ اس قسم کے برتاؤ کی ضرورت پڑے تو اول تو تعلقات کی بناء پر اس کی ہمت ہی پڑنا مشکل ہے کیونکہ ادھر ان کو بھی خصوصیت کی توقع ہوتی ہے اور ادھر خود مجھ کو بھی خصوصیت برتنے کا طبعی تقاضا ہوتا ہے اور اگر طبعی اقتضاء پر دینی مصلحت کو ترجیح دی جائے اور سختی ہی کا برتاؤ کیا جائے تو پھر ناگواری کا اثر واسطہ در واسطہ دور تک پہنچتا چلا جاتا ہے ۔اس لیے بعد تجربہ بس اسلم صورت یہی سمجھ میں آئی کہ اعزہ کی تربیت باطنی سے عذر ہی کر دیا جائے چنانچہ میں اب اکثر صورتوں میں ایسا ہی کرتا ہوں ۔اھ۔

اصلاح کیلئے سیاست کی ضرورت

غرض جیسا کہ اوپر بحوالہ قول حضرت شیخ اکبر قدس سرہ العزیز عرض کیا گیا شیخ کامل کے اندر ملوک کی سی سیاست ہونا ضروری ہے کیونکہ عام طبائع کے اعتبار سے عادت اکثریہ یہی ہے کہ بدوں سختی کے اصلاح نہیں ہوتی۔ اسی لیے اس کی ضرورت سب عقلاء کے نزدیک مسلم ہے اور ہر متمدن جماعت نے حسب ضرورت اپنے اپنے اصول سیاست مقرر کر رکھے ہیں بلکہ نظام عالم ہی اصول سیاست پر قائم ہے۔ جب امن ظاہری کے لیے سیاست ضروری ہے تو امن باطنی کے لیے تو بدرجہ اولیٰ ضروری ہوگی کیونکہ فساد ظاہری کی اصلاح اتنی دشوار نہیں جتنی فساد باطنی کی ۔ پھر تعجب ہے کہ رزائل نفس کے ازالہ کے لیے سیاست کی ضرورت ہی نہیں سمجھی جاتی اور اگر کوئی مصلح بزرگان سلف کے طریق اصلاح کو زندہ کرے اور فطری اصول پر طالبین اصلاح کی اصلاح کرے تو اس پر ہر کس و ناکس اعتراض کرنے کے لیے تیار ہے۔ حالانکہ معترضین خود بھی تو اپنے ماتحتوں کے ساتھ سیاست ہی کا برتاؤ کرتے ہیں وہاں بھی مصلحتیں تراش لی جاتی ہیں بات یہ ہے کہ ع۔ ہر کسے ناصح

برائے دیگراں۔ عرب میں بھی مثل مشہور ہے کہ ہر شخص بس دوسرے ہی کے غصہ کے وقت حلیم ہوتا ہے۔ ہم تو جب جانیں جب معترض صاحب نہ کبھی اپنے نوکروں کی کسی بے عنوانی پر خفا ہوں نہ کبھی اپنی اولاد کو کسی بے ڈھنگی بات پر تنبیہ کریں اور کوئی کتنا ہی ستائے جائے نہ اس کو روکیں نہ ٹوکیں نہ اظہار شکایت کریں بس چپکے حلیم بنے بیٹھے رہیں۔ اگر خود ایسا کرتے ہوئے تب تو خیر کچھ منہ بھی تھا اعتراض کرنے کا ورنہ شرمانا چاہیے اور اگر کوئی ایسا ہی بے حس ہو کہ اس کو غصہ کی بات پر بھی غصہ نہ آتا ہو تو اس کے متعلق حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ سنئے جو حضرت والا طبقات کبریٰ مصنفہ حضرت شیخ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرمایا کرتے ہیں۔ من استغضب فلم یغضب فھو حمار ومن استرضیٰ فلم یرض فھو شیطان یعنی جس کو غصہ دلایا جائے (مراد یہ کہ اس کے ساتھ ایسا معاملہ کیا جائے جو فطرت سلیمہ کے اقتضاء سے غصہ کا موجب ہو) اور پھر بھی اس کو غصہ نہ آئے تو وہ حمار ہے اور جس کو راضی کیا جائے (یعنی اپنی کوتاہی کا تدارک کر کے اس سے معافی چاہی جائے) اور وہ پھر بھی راضی نہ ہو تو (چونکہ یہ علامت ہے غایت تکبر کی اس لیے وہ شیطان ہے۔

طبعی نرمی وسختی

یہ تو سیاست کی عام ضرورت اور عام مصلحت پر گفتگو تھی۔ باقی حسب ارشاد حضرت والا بعض خاص بزرگوں کے طبائع میں فطری طور پر حلم اتنا ہوتا ہے کہ وہ مصلحت پر غالب رہتا ہے اور غصہ کی بات پر بھی ان کو باوجود ناگواری کے ہیجان نہیں ہوتا یہ فطری اختلاف طبائع سنت الٰہیہ قدیمہ ہے جس میں ہزاروں مصالح تکوینیہ وتشریعیہ مضمر ہیں۔ اور جو نہ صرف عام طبائع سے بلکہ اخص الخواص طبائع سے بھی متعلق ہے چنانچہ حدیث ذیل اس پر صراحۃً دال ہے جو التشرف جلد چہارم (حرف الفاء) سے مع حضرت والا کی توضیحات و توجیہات کے لفظ بہ لفظ نقل کی جاتی ہے۔

فی السماء ملکان احد ھمایا مربالشدۃ والآخر باللین و کلاھما مصیب احدھما جبرئیل والاخر میکائیل و نبیان احد ھما یا مر باللین والاخر بالشدۃ و کل مصیب ابراھیم و نوح ولی صاحبان احدھما

یا مربالللین و الاخربالشدة ابوبکر و عمر (طب) و ابن عسا کر عن ام سلمة (ض) لکن قال العزیزی با سناد صحیح اہ. و اللّٰہ اعلم۔

ترجمہ: آسمان میں دو فرشتے ہیں ان میں سے ایک سختی کی فرمائش کرتے ہیں اور دوسرے نرمی کی (یہ فرمائش دونوں جگہ حقیقت ہے کہ منجانب اللہ جس خدمت پر مامور کیے جاتے ہیں اس میں اپنے اعوان کو شدت یا نرمی کا امر فرماتے ہیں کیونکہ وہ خود وحی سے ایسے ہی خدمات پر مامور کیے جاتے جس میں شدت یا نرمی بمقتضائے حکمت ہوتی ہے اور یا یہ کنایہ ہے ان کی طبائع کی فطری شدت و لین سے جس میں انتقال ہوتا ہے معنی حقیقی ملزوم سے لازم کی طرف گو معنی حقیقی یعنی امر کا تحقق نہ ہو جیسے طویل النجاد سے انتقال ہوتا ہے طول قامت کی طرف گو نجاد کا تحقق بھی نہ ہو) اور دونوں صواب پر ہیں (کیونکہ وہ مواقع اسی کے مناسب ہوتے ہیں) ان میں ایک جبرئیل علیہ السلام ہیں (جو اکثر نزول عذاب وغیرہ کے انتظام کے لیے مامور ہوتے ہیں) اور دوسرے میکائیل علیہ السلام ہیں (جو اکثر بارش وغیرہ کے لیے مامور ہوتے ہیں) اور (جیسے ان دو شانوں کے دو فرشتے ہیں اسی طرح ان ہی دو شان کے) دو نبی ہیں ایک نرمی کا امر فرماتے ہیں۔ دوسرے شدت کا (اس میں بھی وہی دونوں احتمال ہیں) اور دونوں صواب پر ہیں (اس لیے کہ اگر وحی سے ایسا کرتے ہیں تو وحی کا صواب قطعی ہونا ظاہر ہے اور اگر اجتہاد سے ایسا کرتے ہیں تو جب تک اجتہاد سے وحی مانع نہ ہو تو وہ اجتہاد بھی واجب العمل ہے) اور وہ (دو نبی) ابراہیم علیہ السلام اور نوح علیہ السلام ہیں (کہ اول آمر باللین ہیں اور دوسرے آمر بالشدت) اور (ان ہی دو شان کے) میرے دو صحابی ہیں ایک نرمی کا امر کرتے ہیں اور دوسرے شدت کا (اور) وہ (دونوں) ابوبکرؓ و عمرؓ ہیں۔ (جن کی نرمی و شدت معلوم و مشہور ہے (ف) حنفی نے فرمایا ہے کہ مقصود اس حدیث سے اس طرح اشارہ فرمانا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ دونوں انبیاء علیہم السلام و ملائکہ علیہم السلام کے اوصاف میں سے ایک ایک وصف کے ساتھ موصوف ہیں اور دونوں مصیب ہیں کیونکہ شدت اس موقع پر ہے جہاں لین مناسب نہیں اور لین ایسے موقع پر ہے کہ وہاں شدت مناسب نہیں۔ انتہیٰ قول الحفنی)

میں کہتا ہوں کہ ابھی مدلول حدیث کا صاف نہیں ہوا کیونکہ اصابت کی جو علت انہوں نے بیان کی ہے اس پر یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ اس تقدیر پر پھر اختلاف شان کی کیا وجہ کیونکہ شدت کے موقع پر سب ہی کو شدت کی ضرورت ہے اور نرمی کے موقع پر سب ہی کو نرمی کی ضرورت ہے اس لیے میرے نزدیک تقریر مقام کی یہ ہے کہ اس میں تو سب متفق ہیں کہ نرمی کے موقع پر نرمی کی جائے اور شدت کے موقع پر شدت۔ مگر اختلاف اس میں ہے کہ ایک ہی موقع میں اختلاف طبائع سے اس میں اختلاف رائے ہو جاتا ہے کہ یہ موقع نرمی کا ہے یا شدت کا جیسے اسارائے بدر کا واقعہ ایک ہی واقعہ ہے مگر حضرت صدیقؓ و حضرت عمرؓ کی رائے فدیہ و قتل میں مختلف ہوگئی اور ایسا اختلاف محل اجتہاد میں ہوسکتا ہے تو شیخین کا اختلاف یقیناً اسی قسم کا ہوسکتا ہے باقی نبیین یا ملکین کا اختلاف اگر وہ بھی اجتہاد فرماتے ہوں تب تو یہ تقریر وہاں بھی جاری ہوسکتی ہے اور اگر وہ اجتہاد نہ فرماتے ہوں بلکہ ان کا ہر اختلاف وحی سے مسبب ہو تو تشبہ کا مقصود مطلق اختلاف ہوگا خاص اختلاف نہ ہوگا اور تقریر یہ ہوگی کہ شیخین کے ان اوصاف پر اعتراض و شبہ نہ کیا جائے کیونکہ سنت الٰہیہ جاری ہے کہ مقبولین کا رنگ مختلف بنایا ہے سو اصحاب وحی کے رنگ کا اختلاف تو وحی کے اختلاف سے ظاہر ہوتا ہے اور غیر اصحاب وحی کے رنگ کا اختلاف اجتہاد کے اختلاف سے ظاہر ہوتا ہے اب وہ سوال باقی نہیں رہا اور یہاں سے اختلاف مذاق اولیاء کے متعلق بڑا مسئلہ طے ہوا کہ اسی طرح اولیاء کے مزاج مختلف ہوتے ہیں اور اس اختلاف پر بعض نادان اعتراض کیا کرتے ہیں مثلاً یہ کہ کیسے بزرگ ہیں کہ فلاں امر ثقیل پر سختی نہیں کی یا کیسے بزرگ ہیں کہ فلاں امر خفیف پر سختی کرنے لگے اس حدیث سے ان معترضین کی غلطی واضح ہوگئی جس کا حاصل یہ ہے کہ نیت سب کی اصلاح ہی ہے۔ آگے مزاج کے اختلاف سے رائے کا اختلاف ہو جاتا ہے ایک کے نزدیک نرمی طریقہ ہے اصلاح کا دوسرے کے نزدیک سختی طریقہ ہے اصلاح کا۔

حضرت مولانا مونگیریؒ کا مقولہ

مجھ کو اس مقام پر مولانا محمد علی مونگیری خلیفہ مولانا شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ

اللہ علیہما کا مقولہ یاد آ گیا فرماتے تھے کہ بعضے لوگ مولانا پر تیز مزاجی کا اعتراض کرتے تھے۔ یوں نہیں سمجھتے کہ اللہ تعالیٰ نے ابتدا ہی سے اپنے بندوں کو مختلف المزاج پیدا کیا ہے پھر اس کے بعد بعض کو مقبول بنا دیا تو مقبولیت کے بعد مزاج فطری تو نہیں بدلتا اس لیے بعض مقبولین نرم ہوتے ہیں بعض تیز ہوتے ہیں۔ انتہیٰ مافی التشرف۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شدت علی الاطلاق مذموم نہیں بلکہ جو شدت بلا ضرورت و بلا مصلحت ہو وہ مذموم ہے۔ کیونکہ وہ تو بقول حضرت والا شدت نہیں قساوت ہے اور جو شدت بضرورتِ سیاست اور بمصلحت اصلاح ہو جسکا ذکر حدیث مذکور میں ہے اور وہ سراسر محمود ہے کیونکہ وہ تو بقول حضرت والا شدت نہیں حدت ہے تشدد نہیں تسدد ہے درشتی نہیں درستی ہے۔ اھ۔

نسب فاروقی کی وراثت

سبحان اللہ کیسے کیسے لطیف شاعرانہ عنوانات سے حقیقت کا اظہار فرمایا ہے۔ جس سے حضرت والا کی شان ادبیت اور شان تحقیق دونوں علی وجہ الکمال ظاہر و باہر ہیں، چونکہ حضرت والا بامر اللہ تعالیٰ فاروقی النسب ہیں اس لیے شدت محمودہ یعنی صفت سیاست میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ماشاء اللہ تعالیٰ خلف الصدق ہیں اور ایک یہی صفت کیا حضرت والا میں تو دیگر اوصاف فاروقی بھی بفضلہ تعالیٰ بہت نمایاں طور پر موروثاً موجود و مشہود ہیں مثلاً فراست، تیقظ۔ تدبر یعنی انجام اندیشی، دقت نظر، اصابت رائے، استقلال، عدل، حق گوئی، حق پسندی، نگرانی نفس، خشیت، عبدیت، استقامت، جفاکشی، رعایت، شفقت، مروت، محبت، سخاوت، شجاعت، ترحم وغیرہ وغیرہ جن کا کچھ کچھ ذکر بطور نمونہ انشاء اللہ باب فواضل میں آئے گا۔

شدتِ محمودہ

غرض حضرت والا میں جو شدت ہے وہ محمود ہے مذموم ہرگز نہیں جیسا کہ بعض نادان سمجھتے ہیں کیونکہ مذموم تو جب ہو جب حضرت والا خدانخواستہ امر تربیت میں طالبین پر کوئی ایسا بار ڈالتے ہوں جس میں ان کی کوئی مصلحت نہ ہو یا کوئی ایسے اصول مقرر فرما رکھے ہوں جو اپنی ذات میں سخت ہوں حضرت والا کے تو جتنے اصول ہیں وہ سب نہایت معقول اور فطرت سلیمہ

کے مقتضا کے بالکل موافق ہیں جن پر عمل کرنا نہایت ہی سہل ہے۔ البتہ ان اصول کے حضرت والا خود بھی نہایت سختی کے ساتھ پابند ہیں اور دوسروں سے بھی ان کی پابندی بہت سختی سے کراتے ہیں کیونکہ وہ سب اصول اصول صحیحہ ہیں اور عرصہ دراز کے تجربوں کے بعد قائم کیے گئے ہیں اور ان میں جانبین کی بیشمار مصالح دینیہ ودنیویہ مضمر ہیں۔ غرض اصول صحیحہ کی پابندی کو سختی کہنا سراسر زیادتی ہے کیونکہ حسب ارشاد حضرت والا جو قانون اپنی ذات میں تو سہل ہو مگر اس کی پابندی سختی سے کرائی جاتی ہو اس کو سخت نہیں کہا جا سکتا پھر تمثیلاً فرمایا کہ دیکھئے نماز کے سارے ارکان بہت ہی سہل سہل ہیں اور بحالت عذر تو اس میں اور بھی سہولتیں اور گنجائشیں رکھ دی گئی ہیں لیکن اس کی پابندی البتہ بہت سختی کے ساتھ کرائی جاتی ہے تو اس صورت میں حکم شریعت کو سخت نہیں کہا جائے گا بلکہ حکم عدولی کرنے والے ہی کو ملامت کی جائے گی کہ ارے نالائق ادائے نماز میں اتنی تو سہولتیں رکھ دی گئی ہیں اور پھر بھی تو کوتاہی کرتا ہے۔ اسی لیے ترک نماز پر آخرت کی بھی سخت سخت وعیدیں ہیں اور دنیا میں بھی سخت سخت سزائیں مقرر کی گئی ہیں۔ یہاں تک کہ بعض ائمہ کے نزدیک تو تارک صلوٰۃ واجب القتل ہے۔ اھ۔

سختی اور پابندی کا فرق

حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ اگر اصول تو ہوں نرم لیکن ان کی پابندی کرائی جائے سختی کے ساتھ تو یہ سختی نہیں بلکہ مضبوطی ہے جیسے ریشم کا رسا نرم تو ایسا کہ چاہے اس میں گرہ لگا لو لیکن ساتھ ہی مضبوط بھی اتنا کہ اگر اس سے ہاتھی کو بھی باندھ دیا جائے تو وہ بھی اس کو نہیں توڑ سکتا لہذا ریشم کے رسے کو سخت نہ کہا جائے گا بلکہ مضبوط کہا جائے گا۔ البتہ لوہے کی زنجیر کو سخت کہا جائے گا کیونکہ لوہا اپنی ذات ہی میں سخت ہے۔ اگر زنجیر کسی کے پیروں میں ڈال دی جائے تو وہ تو پیروں ہی کو زخمی کر دے بخلاف ریشم کے رسے کے کہ پابند رکھنے کی صفت میں تو وہ لوہے کی زنجیر سے بھی بڑھ کر ہے لیکن اس سے پاؤں زخمی نہیں ہوتے بلکہ بہت آرام میں رہتے ہیں اور اگر کوئی اپنے آپ کو بلا ردوکد اس کا پابند رکھے اور خواہ مخواہ اس کی پابندی سے اپنے آپ کو نکالنے کی فضول جدوجہد نہ کرے تو کشاکشی کی دھن تک بھی نہ ہو۔

اصول صحیحہ کی پابندی

اسی طرح اگر کوئی میرے یہاں آ کر اصول صحیحہ کا پابند رہے تو اس کو کبھی کسی ناگواری کا موقع عمر بھر بھی میری طرف سے پیش نہ آئے۔ لوگ خود اصول صحیحہ کو توڑ توڑ کر اور بے اصول باتیں کر کر کے اپنے ہاتھوں مصیبت میں پڑتے ہیں جس کے وہ خود ذمہ دار ہیں نہ کہ میں یا میرے یہاں کے اصول کوئی یہاں رہ کر واقعات کو بنظر غور وانصاف دیکھے تو اس کو حقیقت منکشف ہو جائے۔ معترضین کا زیادہ حصہ اہل سماع ہیں اہل مشاہدہ نہیں مشاہدہ میں تو ہر واقعہ کی ترتیب سامنے ہوتی ہے اس سے حقیقت واضح ہو جاتی ہے اور میں فقط دوسروں ہی کو اصول صحیحہ کا پابند نہیں بناتا بلکہ اپنے آپ کو بھی تو پابند کرتا ہوں اور یہ تکلف یا بہ تصنع نہیں بلکہ اللہ کا شکر ہے کہ اصول صحیحہ کی پابندی میرا مقتضائے طبعی ہو گیا ہے۔ گو اس میں کسی قدر مشقت بھی ہو اور گو اس کا تعلق میرے محکومین اور تابعین ہی سے ہو کیونکہ اصول صحیحہ بہر حال قابل احترام ہیں۔ یہاں تک کہ اکثر اہل معاملہ کو میری رعایت اصول کا علم بھی نہیں ہوتا لیکن میرے قلب کو تو تسلی رہتی ہے کہ میں نے اصول صحیحہ کی رعایت کی کسی کو جتلانا تھوڑا ہی مقصود ہے۔

حکیم محمد ہاشم صاحب سے معاملہ

حکیم محمد ہاشم صاحب مرحوم کو مجھ سے بہت ہی تعلق تھا یہاں تک کہ آخر میں مجھ سے بیعت بھی ہو گئے تھے لیکن جب کبھی مجھ کو اپنا کوئی حال کہنا ہوتا تو گو بعض اوقات بوجہ ضعف تکلف بھی ہوتا لیکن خود ان کے گھر جا کر اپنا حال کہتا۔ وہ بہت شرمندہ ہوتے لیکن میں کہہ دیتا کہ اس میں شرمندگی کی کوئی بات نہیں جو محتاج ہو اسی کو محتاج الیہ کے پاس آنا چاہیے نہ کہ برعکس۔ البتہ جب گھر میں کی نبض دکھانی ہوتی تو پھر بے تکلف ان کو بلا لیتا کیونکہ وہ موقع مجبوری کا تھا۔ وہاں اصول صحیحہ کا یہی مقتضا تھا۔

بھتیجے کے ساتھ معاملہ

مولوی شبیر علی سے بڑھ کر میرا کس پر زور ہوگا؟ میری اولاد ہیں بھتیجے ہیں اور بچپن سے میرے ہی پاس رہے ہیں لیکن میں ان کی بھی اتنی رعایت کرتا ہوں کہ جب کبھی مجھ کو ان سے

کچھ کہنا ہوتا ہے تو ان کو اپنے پاس نہیں بلاتا کہ نہ معلوم کس ضروری کام میں مشغول ہوں بلکہ میں خود ہی اٹھ کر ان کے پاس جاتا ہوں۔ یہاں تک کہ اگر وہ خود کسی کام سے میرے پاس آئے ہوئے ہوتے ہیں اور مجھے بھی ان سے کچھ کہنا ہوتا ہے تو میں اس وقت ان سے کچھ نہیں کہتا بلکہ جب وہ اپنی جگہ واپس پہنچ جاتے ہیں تب ان کے پاس جا کر جو بات کہنی ہوتی ہے کہتا ہوں تاکہ جب وہ میرے پاس کسی ضرورت سے آیا کریں تو آزادی سے آیا کریں۔ اس کا خطرہ بھی نہ ہو کہ اگر میں وہاں جاؤں گا تو میرے ذمہ کوئی نہ کوئی کام لگا دیا جائے گا۔

گھر والوں کے ساتھ معاملہ

اسی طرح سہواً چاہے کبھی خلاف ہو گیا ہو تو ہو گیا لیکن مجھے یاد نہیں کہ میں نے کبھی گھر میں کھانا کھا کر یہ کہا ہو کہ برتن اٹھالو بلکہ یہ کہتا ہوں کہ برتن اٹھوالو۔ گو وہ محکوم ہیں لیکن ان کی حاکمیت کا جو ان کو گھر میں اپنے محکومین پر حاصل ہے لحاظ رکھتا ہوں۔ کیونکہ محکومین کا بھی احترام کرنا چاہیے۔ پھر چاہے وہ خود اٹھالیں یا کسی اور سے اٹھوالیں۔ میں نوکرانی سے بھی خود کسی کام کے لیے نہیں کہتا بلکہ میں تو گھر میں کہتا ہوں اور وہ نوکرانی سے کہتی ہیں کیونکہ نوکرانی براہ راست انہی کی محکوم ہے۔ اس میں بھی ان کی حاکمیت کو محفوظ رکھتا ہوں۔ نیز اجنبی عورت سے بلا ضرورت خطاب بھی ایک درجہ میں خلاف حیا ہے۔

ملازموں سے برتاؤ

نوکروں کو دو کام ایک ساتھ نہیں بتاتا۔ پہلے ایک بتاتا ہوں جب اس سے فراغت ہو جاتی ہے پھر دوسرا تاکہ ایک دم بار نہ پڑے اور یاد رکھنے کی زحمت نہ ہو یاد رکھنے کی زحمت کو خود برداشت کرتا ہوں۔ ان پر بوجھ نہیں ڈالتا۔ اگر کوئی کام الجھن کا ہوتا ہے تو اس میں خود بھی شریک ہو جاتا ہوں تاکہ انہیں کچھ سہولت ہو جائے۔ اور اگر کوئی کام ابتداء ہی سے الجھن کا ہوتا ہے تو اول اپنے ہاتھ سے اس کا اشکال رفع کر کے اور اس کو خود ترتیب دے کر مرتب صورت میں نوکروں کے سپرد کرتا ہوں تاکہ اس کا کرنا ان کو سہل ہو جائے۔ اسی طرح جس کسی سے کوئی کام لیتا ہوں مثلاً کوئی مضمون نقل کرانا ہو تو اس مضمون کو اس طرح واضح صورت میں حوالے کرتا ہوں

کہ ناقل کو کسی طرح کی الجھن نہ ہو۔ پارسلوں کے ذریعے جو میں نے ہدایا بھیجنے کی ممانعت کر رکھی ہے اس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ نوکروں کو پارسل لانے کی زحمت نہ ہو۔

ملازموں کو بھی تنخواہ توقیر کے ساتھ دیتا ہوں۔ ان کے سامنے رکھ دیتا ہوں۔ پھینک کر نہیں دیتا جیسے متکبرین کا شعار ہے۔ جب گھر کے لوگ نہیں ہوتے اور صبح کو ملازم کے ساتھ گھر سے باہر جانا ضروری ہوتا ہے تو ملازم کے بیدار ہونے کے بعد قصداً کسی کام میں مشغول ہو جاتا ہوں تاکہ وہ باطمینان اپنی ضروریات سے فارغ ہولے اور میرا تہیہ اور انتظار دیکھ کر اس کو عجلت نہ ہو۔

ساتھیوں، مہمانوں اور دوستوں سے معاملہ

ساتھ چلنے والے کے لیے اچھا راستہ چھوڑ دیتا ہوں۔ پہلے میں ہمیشہ سڑک کے کنارہ چلا کرتا تھا تاکہ دوسرے چلنے والوں کو تکلیف نہ ہو لیکن جب سے حال ہی میں ایک بار پاؤں نالی میں چلا گیا تب سے احتیاطاً بیچ سڑک پر چلنے لگا ہوں۔ اگر اہل خصوصیت کو بھی اپنے کسی کام کے لیے کچھ لکھتا ہوں تو جوابی خط بھیجتا ہوں۔ کوئی کیسا ہی محبوب مہمان ہو اور اس کے ٹھہرانے کا کتنا ہی جی چاہتا ہو کبھی اس کی مرضی کے خلاف اصرار نہیں کرتا اور جب جانے کو کہتا ہے تو نہایت فراخ دلی سے کہہ دیتا ہوں کہ جیسی مرضی ہو اور جس میں راحت ہو۔

اپنے خُسر سے برتاؤ

میرے چھوٹے گھر میں کے والد پیر جی ظفر احمد صاحب میرے ساتھ اپنے پیر کا سا برتاؤ کرتے ہیں لیکن میرے قلب میں ان کی ویسی ہی عظمت ہے جیسی خسر کی ہونی چاہیے اور جیسی اپنے بڑے خسر صاحب کی تھی لیکن پیر جی صاحب کو اس کا علم بھی نہیں، نہ مجھ کو یہ اہتمام ہے کہ ان کو اس کا علم ہو۔ مجھے تو اپنی تسلی کرنی ہے کہ میں انکا حق عظمت ادا کر رہا ہوں۔ ان پر کوئی احسان تھوڑا ہی رکھنا ہے۔

گھر والوں کی راحت کا خیال

گھر کی جو چیز اٹھاتا ہوں بعد فراغت اس کو وہیں جا کر رکھتا ہوں جہاں وہ رکھی تھی تاکہ جس نے رکھی ہے وہ پریشان نہ ہو اور اس کو ڈھونڈھنا نہ پڑے۔ گھر میں رات کو سوتے

وقت احتیاطاً لوٹا میں پانی بھر کر رکھ لیتی ہیں۔ اگر کبھی مجھے پانی کے استعمال کرنے کی ضرورت پڑ جاتی ہے تو میں پھر لوٹا کو بھر کر اسی جگہ رکھ دیتا ہوں تا کہ اگر ان کو ضرورت ہو تو لوٹا بھرا ہوا ہی ملے دوبارہ ان کو نہ بھرنا پڑے۔

ایک غیر مقلد کا تاثر

غرض بہت سی جزئیات ہیں کہاں تک بیان کی جائیں۔ ایک غیر مقلد یہاں آئے تھے انہوں نے یہاں سے جا کر ایک صاحب سے کہا کہ ہم لوگوں میں تو اتباع سنت کا فقط دعویٰ ہی دعویٰ ہے اتباع سنت تو ہم نے وہاں دیکھا۔ ایک کتاب کی ضرورت ہوئی تو خود اٹھ کر کتب خانہ سے لائے کسی سے کہا نہیں کہ لے آؤ۔ اپنا کام خود کیا دوسرے کو تکلیف نہ دی۔ سبحان اللہ کیا اتباع سنت ہے اور کتنی تواضع ہے کہ بلا تکلف خود اٹھ کر لے آئے۔ انہیں اس معمولی سی بات پر بھی بڑا تعجب ہوا۔ غرض میں اصول صحیحہ کا صرف دوسروں ہی کو نہیں اپنے آپ کو بھی تو پابند کرتا ہوں۔ اس وجہ سے مجھ کو لوگوں کی بے ضابطگی پر اور بھی زیادہ ناگواری ہوتی ہے کہ میں تو ان کی اتنی رعایتیں کروں اور وہ میرے ساتھ ایسی بے فکری کا معاملہ کریں۔ اھ۔

رشتہ داروں کو اصول پر کاربند رکھنا

احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ حسن اتفاق سے حسن العزیز جلد اول میں جس میں احقر ہی کے ضبط کردہ ملفوظات ہیں اس وقت ملفوظ نمبر ۱۴۴ نظر پڑا جو مناسب مقام ہذا ہے اس کو بھی یہاں نقل کیا جاتا ہے اس سے ناظرین با تمکین کو یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ حضرت والا صرف غیروں ہی سے نہیں بلکہ اپنے عزیزوں سے بھی نہایت سختی کے ساتھ اصول صحیحہ کی پابندی کراتے ہیں۔ (نقل ملفوظ نمبر ۱۴۴۔ از حسن العزیز جلد اول' ایک بار احقر کے یہاں حضرت کی دعوت تھی' حضرت کے ایک عزیز نے نوکر سے پانی اس طرح مانگا کہ پانی لاؤ۔ حضرت نے فوراً تنبیہ فرمائی کہ میزبان کے نوکروں سے ایسے حاکمانہ لہجہ میں پانی نہیں مانگنا چاہیے بلکہ اخلاق کے ساتھ کہنا چاہیے کہ ذرا پانی دیجئے گا۔ تھوڑا پانی عنایت کیجئے گا۔ ایک بار حضرت کے مردانہ کمرہ میں چند مہمان حضرت کے ساتھ کھانا کھانے کو پہنچے۔ وہاں

حضرت کے ایک عزیز اپنے بچہ کو لیے چارپائی پر لیٹے تھے۔ حضرت نے ترش رو ہو کر فرمایا کہ یہ کیا بدتہذیبی کی بات ہے کہ چند بھلے آدمی تو نیچے بیٹھے ہوں اور تم چارپائی پر لیٹے رہو۔ (پھر فرمایا) کہ میں اپنے عزیزوں کو اپنے ساتھ خود بہت بے تکلف رکھتا ہوں کیونکہ ان کو میرے ساتھ بے تکلفی کے برتاؤ کرنے کا حق ہے لیکن مجھے یہ ہرگز گوارا نہیں ہوتا کہ میرے مہمانوں کے ساتھ بے تہذیبی کا برتاؤ کیا جائے۔اھ۔

اصولِ صحیحہ کے تابعداروں کے لئے راحت

احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ حضرت والا کی رعایتوں کے صدہا واقعات ہیں لیکن بخوف تطویل یہاں انہی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ غرض یہ ایک حقیقت واقعیہ ہے کہ اگر حضرت والا کے یہاں کوئی اصول صحیحہ کی پابندی کے ساتھ رہے تو وہ دیکھ لے جیسا کہ بہت سے حضرات نے دیکھ لیا ہے اور دیکھ رہے ہیں کہ ایسی راحت اور آزادی کی زندگی کہیں میسر نہیں۔ اور حضرت والا کی خانقاہ کو بالکل ان اشعار کا مصداق پائے۔

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد   کسے رابا کسے کارے نباشد

(وہ جگہ بہشت ہے کہ جہاں کوئی تکلیف نہ ہو اور کسی کو کسی سے کوئی غرض نہ ہو)

اگر فردوس بر روئے زمین است   ہمیں ست وہمیں ست وہمیں است

(اگر جنت الفردوس زمین پر ہے تو وہ یہی ہے، یہی ہے اور یہی ہے)

ایذاءرسانی پر اظہار ناگواری

اور تجربہ طویلہ کی بناء پر ببانگ دُہل کہا جاتا ہے کہ اگر کوئی صاحب فہم سلیم حالات و واقعات کا بنظر غور و انصاف تتبع کرے گا تو وہ انشاء اللہ تعالیٰ برسوں کے طویل مشاہدہ کے بعد بھی ایک واقعہ ایسا نہ پیش کر سکے گا جس میں حضرت والا نے ابتداء کوئی ناگوار برتاؤ فرمایا ہو۔ اذیت کی ابتداء ہمیشہ دوسرے ہی کی جانب سے ہوتی ہے۔ جس پر اَلْبَادِیُ اَظْلَمُ صادق آتا ہے۔ اور چونکہ حضرت والا کی طبع مبارک فطری طور پر غایت درجہ لطیف اور بااصول ہے اس لیے بے ڈھنگی باتوں سے بے حد تاثر ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اکثر فوراً تبخیر ہو کر دردسر عارض

ہو جاتا ہے۔ حضرت والا بس اس وقت اپنی اس اذیت کا اظہار فرما دیتے ہیں اور بوجہ فطری تیز مزاجی کے بلند آواز سے اظہار فرماتے ہیں جس کی مع شیٔ زائد مظلوم کو اجازت بھی ہے بقولہ تعالیٰ لا یحب الله الجهر بالسُّوء من القول الا من ظلم اور یہ کوئی سختی نہیں۔ خود فرمایا کرتے ہیں کہ دوسرا تو چپکے سے سوئی چبھو دیتا ہے تو کوئی دیکھتا نہیں اور میں جو زور سے آہ کرتا ہوں تو اس کو سب سنتے ہیں لہذا ظالم تو مظلوم سمجھا جاتا ہے اور مظلوم ظالم۔ میں تو بدنام ہو جاتا ہوں اور ستانے والے صاحب سُرخرو بنے بیٹھے رہتے ہیں۔ اھ۔

دوسروں کی رعایت

حضرت والا اس کے متعلق یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ میرے اندر حدت تو ہے مگر الحمدللہ شدت نہیں ہے بلکہ دوسروں کے جذبات کی تو میں اتنی رعایت رکھتا ہوں کہ دوسروں کی نظر بھی ان دقائق رعایت تک نہ پہنچتی ہوگی۔ بفضلہ تعالیٰ دور دور تک احتمالات اذیت پر بھی فوراً میری نظر پہنچ جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان سے احتراز کی توفیق بھی عطا فرما دیتے ہیں اور اسی لیے مجھے اور بھی غصہ آتا ہے کہ میں تو ان کی اتنی رعایت کروں اور یہ میرے ساتھ ایسی بے فکری برتیں۔ اھ۔

حضرت والا میں سختی نہیں ہے

ناظرین بنظر غور و انصاف ملاحظہ فرمائیں کہ جو دوسروں کو ادنیٰ اذیت سے بھی بچانے کا اس قدر اہتمام بلیغ رکھتا ہو اس میں شدت بمعنی سختی بھی کہیں ہو سکتی ہے۔ اور جہاں حضرت والا کے اندر صفت سیاست موجود ہے وہیں حضرت والا کا انتہاء درجہ کا ترحم اور غایت درجہ کی شفقت و رقت قلب اور حد درجہ کا سوز و گداز طبیعت بھی تو معلوم و مشہود ہے جسکے چند واقعات حصہ اول میں استطراداً ذکر بھی کیے جا چکے ہیں۔ اور بعض باب فواضل میں بھی انشاء اللہ تعالیٰ ملاحظہ سے گزریں گے۔ تو ایسے قلب میں جس کے اندر اس قدر رقت اور لین ہو اس میں خدانخواستہ شدت بمعنی قساوت کیونکر ہو سکتی ہے کیونکہ یہ اجتماع اجتماع ضدین ہوگا جو محال ہے۔

سختی نہ ہونے کی دلیل

اس پر ایک عاقل کا قول یاد آتا ہے۔ ایک صاحب نے جو دہلی میں رہتے ہیں جب

حضرت والا کی سیاست مربیانہ کے حالات بعنوان شکایت سنے تو انہوں نے ایک صاحب سے ایک بڑا گہرا پر مغز اور عاقلانہ سوال کیا کہ مولانا کا بچوں کے ساتھ کیسا برتاؤ ہے۔ انہوں نے کہا کہ بچوں کے ساتھ تو بہت ہی بے تکلف ہیں اور نہایت شفقت سے پیش آتے ہیں اور وہ بھی مولانا سے بہت ہی مانوس ہیں۔ اس پر ان صاحب نے کہا کہ بس تو پھر وہ سخت نہیں ہیں کیونکہ جو سخت ہوتا ہے وہ بچوں کو بھی منہ نہیں لگاتا۔ اھ۔ اس پر احقر کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ یاد آیا جو ایک صاحب احیاء العلوم سے نقل کرتے تھے کہ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک صاحب کو کسی مقام کا عامل مقرر کر کے بھیجا اور ضروری ہدایات دیتے ہوئے کچھ دور تک ان کے ہمراہ بھی تشریف لے گئے جیسا کہ آپ کا معمول تھا۔ راستہ میں حضرت عمرؓ کو بہت سے بچے آ کر محبت سے لپٹ گئے اور آپ بھی بہت شفقت سے ان کو پیار کرنے لگے۔ اس پر ان عامل نے حیرت سے کہا کہ میں تو خاص اپنے بچوں کو بھی کبھی منہ نہیں لگاتا اور آپ نے غیروں کے بچوں کو بھی اتنا منہ لگا رکھا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ بس تم واپس چلو تم عامل مقرر کیے جانے کے قابل نہیں کیونکہ جب تم کو اپنے خاص لڑکوں کے اوپر شفقت نہیں تو تم رعایا کے اوپر کیا خاک شفقت کرو گے۔ اھ۔

جامع اوراق عرض کرتا ہے کہ حضرت والا کے اندر جو یہ شفقت علی الصغار کی صفت ہے یہ بھی اپنے جد اعلیٰ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے موروث ہے۔

فطری تیز مزاجی

غرض حضرت والا میں بفضلہ تعالیٰ شائبہ بھی شدت مذمومہ کا نہیں۔ البتہ حدت یعنی فطری تیز مزاجی ضرور ہے جس کی فضیلت ذیل کی حدیث سے ثابت ہے جو التشرف حصہ دوم سے مع ترجمہ نقل کی جاتی ہے۔

الحدیث: الحدة تعتری خیار امتی هو فی مسند الحسن بن سفیان من جهة اللیث عن روید بن نافع قلت لابی منصور الفارسی یا ابا منصور لولا حدة فیک فقال مایسرنی بحدتی کذاو کذا وقد قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ان الحدة تعتری خیارامتی

(وسماه بعضهم يزيدبن ابى منصور و حكم عليه بالصحبة) وفى بعض الروايات بلفظ ليس احد ولى بالحدة من صاحب القرآن لعز القرآن فى جوفه (ف) و يوجد مثل هذه الحدة فى اهل الله حقيقتها الغيرة علے الحق و حقيقة اظهار ها ترک التکلف .اه.

حدیث: تیز مزاجی میری امت کے نیک لوگوں کو پیش آتی ہے۔ یہ حدیث حسن بن سفیان کی مسند میں لیث کی جہت سے منقول ہے وہ روید بن نافع سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ابو منصور فارسی سے کہا کہ اگر تمہارے اندر تیز مزاجی نہ ہوتی (تو خوب ہوتا) انہوں نے فرمایا مجھ کو اس تیزی کے بدلہ اتنا اتنا ملے تب بھی میرے لیے موجب مسرت نہ ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تیزی میری امت کے نیک لوگوں کو پیش آتی ہے (اور بعض نے ان کا نام یزید بن منصور کہا ہے اور ان کو صحابی کہا ہے) اور بعض روایات میں یہ الفاظ ہیں کوئی شخص تیزی کا مستحق قرآن والے سے زیادہ نہیں بوجہ عزت قرآن کے (ف) بعض اہل اللہ میں ایسی تیزی پائی جاتی ہے اور اس کی حقیقت حق پر غیرت ہے اور اس کے ظاہر کرنے کی حقیقت ترک تکلف ہے۔ اھ۔

طالبین کے فائدے کی رعایت

حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ جس کو لوگ سختی سمجھتے ہیں جب میں اس کے صریح صریح منافع رات دن دیکھ رہا ہوں اور جب بغیر اس کے کام ہی نہیں چلتا تو پھر اس کو کیوں نہ اختیار کروں میں کیا کروں جب بلا سختی کے بری بات کی برائی ذہن میں جمتی ہی نہیں اور میری سختی تو جب سمجھی جاتی جب میں کسی سے زبردستی کہتا کہ تم مجھ سے اپنی اصلاح کراؤ اور وہ مجھ سے اصلاح کرانے پر مجبور ہوتا۔ میرے یہاں تو ہر شخص بالکل آزاد ہے۔

دارو گیر و حاجب و درباں دریں درگاہ نیست ہر کہ خواہد گو بیا و ہر کہ خواہد گو برو

قطع تعلق پر بھی احترام قائم رکھنا

ہر شخص کو ہر وقت اختیار ہے کہ مجھ سے قطع تعلق کر کے جس سے مناسبت ہو اس سے

اصلاح کا تعلق پیدا کرے۔ بلکہ بفضلہٖ تعالیٰ مصلحت طالب کی یہ خاص رعایت صرف میرے ہی یہاں ہے کہ جس کے ساتھ مناسبت پیدا ہونے کی مجھ کو توقع نہیں رہتی میں اس سے صاف کہہ دیتا ہوں کہ کسی دوسرے سے رجوع کرو اور یہ بھی کہہ دیتا ہوں کہ اگر کسی مصلح کا پتہ مجھ سے پوچھا جائے گا تو میں بتلا دوں گا اور اگر اس پر وہ نام پوچھتا ہے تو میں بتا بھی دیتا ہوں اس عین قطع تعلق کے وقت بھی اس کی اتنی رعایت کرتا ہوں کہ سارا بوجھ اس پر نہیں ڈالتا اور میں جو عدم مناسبت کی صورت میں قطع تعلق کر دیتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ بدوں مناسبت کے شیخ سے کچھ نفع نہیں ہوتا۔ ہے تو فحش مثال لیکن مثال تو محض توضیح کے لیے ہوتی ہے اس لیے نقل کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں وہ یہ کہ طبیبوں کا اس پر اتفاق ہے کہ جب تک توافق انزالین نہ ہو حمل نہیں قرار پاتا اگرچہ زوجین دونوں تندرست اور قوی ہوں اسی طرح اگرچہ شیخ اور طالب دونوں صالح ہوں لیکن باہم توافق طبائع نہ ہو تو پھر تعلق ہی عبث ہے اور اس کا قطع کر دینا ہی مناسب ہے کیونکہ اجتماع بلا تناسب نہ صرف غیر مفید بلکہ موجب تشویش جانبین ہوتا ہے۔

اور یہ ضروری نہیں کہ کسی خاص شیخ سے عدم مناسبت طالب کے نقص ہی کی دلیل ہو کیونکہ طبائع فطرۃً مختلف ہوتی ہیں۔ بعض کو کسی سے مناسبت ہوتی ہے بعض کو کسی سے، لیکن ہر حال میں مدار نفع مناسبت ہی پر ہے۔ اس لیے یہ ہو سکتا ہے کہ مختلف الطبائع پیر اور مرید دونوں کی استعدادیں اپنی اپنی جگہ کامل ہوں اور دونوں متقی ہوں لیکن پھر بھی بوجہ عدم تناسب طبائع ان کا اجتماع موجب تشویش جانبین ہو جائے جیسے سوڈا اور ٹاٹری (ٹارٹرک ایسڈ) جب تک الگ الگ ہیں دونوں نہایت سکون کی حالت میں ہیں اور جہاں دونوں کو ملایا گیا بس ایک گڑبڑ مچ گئی اور بجائے سکوت و سکون کے جوش و اضطراب کی کیفیت پیدا ہو گئی۔ اس میں نہ ٹاٹری کا قصور نہ سوڈے کا۔ عدم مناسبت اس کا سبب ہے۔ لہٰذا دونوں کا الگ الگ رہنا ہی مناسب ہے۔

اسی طرح میں جو کسی طالب سے قطع تعلق کرتا ہوں تو اس کے نقص کی وجہ سے نہیں بلکہ باہم مناسبت نہ ہونے کی بناء پر۔ ورنہ در حقیقت تو میں اس کو اپنے سے ہزار درجہ افضل سمجھتا ہوں کیونکہ اپنی حالت تو معلوم ہے جیسی ہے اور اس کے بارہ میں خبر نہیں۔ ممکن ہے کہ وہ عند اللہ مقبول ہو اور اسی بناء پر میں ہر مسلمان کو اپنے سے افضل سمجھتا ہوں۔

قطع تعلق کرنے کا سبب

اور قطع تعلق اس لیے کرتا ہوں کہ وہ دوسرے سے رجوع کر سکے کیونکہ عدم مناسبت کی وجہ سے اس کو مجھ سے تو نفع ہو نہیں سکتا پھر اور جگہ کے استفاضہ سے بھی اس کو کیوں محروم رکھا جائے۔ اور افادہ و استفاضہ کے تعلق کو عدم مناسبت کی بناء پر ختم کر دینے کی تائید نص قطعی صریح سے ہوتی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں حضرت خضر علیہ السلام کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ فرما دینا مصرح ہے۔ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِىْ وَ بَيْنِکَ جس کی بناء محض عدم مناسبت ہی تھی نہ کہ کوئی معصیت۔ اسی بناء پر حضرت مولانا رومیؒ فرماتے ہیں۔

چوں گرفتی پیرہن تسلیم شو ہمچو موسےٰ زیر حکم خضر رو

(جب تو نے دامن تھام لیا ہے تو اب فرمانبردار ہو جا حضرت موسیٰؑ کی طرح، حضرت خضرؑ کا فرنبردار ہو کر چل)

صبر کن درکار خضر اے بے نفاق تانگوید خضر رو ہذا فراق

(اے مخلص! حضرت خضرؑ کے کام میں صبر کرتا کہ وہ یہ نہ کہیں کہ یہ میری اور تمہاری جدائی کا وقت آ گیا ہے)

گرچہ کشتی بشکند تو دم مزن گرچہ طفلے را کشد تو مومکن

(اگرچہ وہ کشتی کو توڑ دے تو نہ بول، اگرچہ وہ بچہ کو قتل کر دے تو، تو اُف نہ کر)

شیخ سے مناسبت کی علامت

بعضوں نے مجھ سے سوال کیا کہ کیا شیخ کے ساتھ مناسبت ہونے نہ ہونے کی علامت کیا ہے تو میں نے ان سے کہا کہ گو یہ ایک امر ذوقی ہے لیکن میں الفاظ میں اس کی تعبیر کیے دیتا ہوں۔ مناسبت کی علامت یہ ہے کہ شیخ کے کسی قول یا فعل پر اس کے (یعنی شیخ کے) خلاف طالب کے قلب میں کوئی اعتراض یا شبہ جزم یا تردد یعنی احتمال صحت جانبین کے ساتھ پیدا نہ ہو (خطرہ کا جس میں جانب مخالف کے بطلان کا تیقن ہوتا ہے اعتبار نہیں) یہاں تک کہ اگر اس کے کسی قول یا فعل کی تاویل بھی سمجھ میں نہ آئے (کیونکہ اول تاویل ہی

کرنا چاہیے) تب بھی دل میں اس کی طرف سے انکار پیدا نہ ہو بلکہ اپنے آپ کو یوں سمجھائے کہ آخر یہ بھی تو بشر ہی ہے۔ اگر اس کا کوئی قول یا فعل گناہ بھی ہو تب بھی کیا ہوا تو بہ سے یا محض فضل سے اس کی معافی ہو سکتی ہے۔ (ف) سبحان اللہ تردد اور خطرہ میں کیا دقیق فرق بیان فرمایا ہے۔ اور تحدث بالنعمۃ کے طور پر اس تحقیق کی خود بھی تحسین فرمائی اور فرمایا کہ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ وجدانیات کی تعبیر پر بھی قدرت عطا فرما دیتے ہیں ورنہ بڑے بڑے اہل علم اور صاحب فضل وکمال آج کل موجود ہیں ان سے تو کوئی تردد اور خطرہ کا فرق دریافت کر کے دیکھے جو کبھی بھی تسلی بخش جواب دے سکیں۔ اھ۔

شیخ پر اعتراض ہو تو کیا کرے

مضمون بالا کے سلسلہ میں یہ بھی فرمایا کہ اگر شیخ کے خلاف اعتراضات اور شبہات پیدا ہوتے ہوں تو سمجھ لے کہ مجھ کو اس سے مناسبت نہیں اور اس کو بلا اس کی دل آزاری کئے چھوڑ دے کیونکہ نفع کا مدار یکسوئی اور شیخ کے ساتھ حسن اعتقاد پر ہے اور یہ اعتراضات وشبہات کی صورت میں کہاں لہذا اس کو چھوڑ دینا ہی مناسب ہے لیکن گستاخی عمر بھر نہ کرے کیونکہ اول اول راہ پر تو اسی نے ڈالا ہے اور اس معنی کر وہ محسن ہے یہاں تک کہ اگر وہ ایسے امور کا بھی مرتکب ہو جو بظاہر خلاف سنت ہوں لیکن ان میں اجتہاد کی گنجائش ہو خواہ بعید ہی سہی پھر بھی گستاخی نہ کرے۔

غرض عدم مناسبت کی صورت میں بھی طالب کو اپنے ہی ساتھ الجھائے رکھنا کہ اپنی جماعت میں کمی نہ ہونے پائے میں اس کو خیانت سمجھتا ہوں۔ یہاں تک کہ بعضوں کو میں نے دیکھا کہ کسی بزرگ سے بھی ان کو مناسبت نہیں ہوئی اور نہ کسی سے مناسبت ہونے کی توقع رہی تو ان کے لیے بھی میں نے ایک راہ نکال دی کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے۔ اس میں کوئی طالب محروم نہیں رہ سکتا۔ میں نے کہا کہ بس تم ضروری احکام کا علم حاصل کرتے رہو خواہ مطالعہ سے خواہ اہل علم سے پوچھ پوچھ کر اور سیدھا سادہ نماز روزہ کرتے رہو اور جو امراض نفس تم کو اپنے اندر محسوس ہوں ان کا علاج جہاں تک ہو سکے اپنی سمجھ کے موافق بطور خود کرتے رہو اور جو موٹے موٹے گناہ ہیں ان سے بچتے رہو اور بقیہ سے استغفار کرتے رہو اور دعا بھی کرتے رہو کہ اے اللہ ان کا بھی مجھے احساس ہونے لگے اور ان کے معالجات بھی میری سمجھ

میں آنے لگیں اور اگر مجھ میں سمجھنے کی استعداد نہ ہو تو بلا اسباب ہی محض اپنے فضل سے ان عیوب کی اصلاح کردے۔ بس یہ بھی نجات کے لیے بالکل کافی ہے اور نجات ہی مقصود ہے۔ اس سے زیادہ کے تم مکلف ہی نہیں۔ جب میرے یہاں اتنی آزادی ہے اور میرا طریق سختی کا یا نرمی کا جیسا کچھ بھی ہو وہ سب کو معلوم ہے تو پھر بھی جو شخص میرے پاس اگر اپنی اصلاح کرتا ہے تو وہ اپنے ہاتھوں سختی میں پڑتا ہے۔ جس کو یہ سختی گراں ہو وہ میرے پاس آئے ہی کیوں۔

ہاں وہ نہیں وفا پرست جاؤ وہ بیوفا سہی　　جسکو ہو جان و دل عزیز اسکی گلی میں جائے کیوں

ایک دیہاتی کی اصلاح کا واقعہ

آج ۴۔ جمادی الاخری ۴ ۱۳۵ھ ہی کی مجلس بعد الظہر کا اس مقام پر ایک واقعہ لکھا جاتا ہے جس سے ناظرین اندازہ فرمالیں گے کہ حضرت والا کے یہاں کس قسم کی سختی ہوتی ہے۔ ایک ادھیڑ عمر کے دیہاتی سفر کر کے حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کچھ عرض کیا۔ دیہاتی ہونے کی وجہ سے ان کی زبان ایسی تھی کہ سمجھ ہی میں نہ آتی تھی۔ نیز وہ اردو بھی اچھی طرح نہیں جانتے تھے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ تمہاری بولی میری سمجھ میں نہیں آتی۔ کسی اور کو راضی کر کے بلا لاؤ اور جو کچھ کہنا ہے اس کے ذریعہ سے کہو۔ تھوڑی دیر بعد وہ لوٹ آئے اور پھر عرض حال کرنے لگے حضرت والا نے فرمایا کہ کیا تم وہی ہو جن سے میں نے کہا تھا کہ کسی کے واسطہ سے گفتگو کرو۔ انہوں نے کہا جی ہاں لیکن مجھ کو کوئی شخص ہی ایسا نہیں ملا جس کو میں اپنا واسطہ بناتا۔ فرمایا کہ پھر آکر مجھ سے یہی کہا ہوتا کہ مجھ کو کوئی واسطہ بننے والا نہیں ملتا۔ نہ کہ باوجود ممانعت کے پھر آکر اپنا حال خود ہی کہنے بیٹھ گئے۔ کیا میری یہ تجویز کہ کسی کے واسطہ سے گفتگو کرو لغو تھی، کہا غلطی ہوئی۔ اس پر حضرت والا نے حاضرین مجلس سے فرمایا کہ دیکھئے اتنی موٹی بات میں بھی لوگ غلطی کرتے ہیں۔ جب گفتگو کے لیے واسطہ کی شرط تھی اور واسطہ ملا نہ تھا تو پہلے آکر یہی کہتے کہ کوئی واسطہ نہیں ملتا اس کا تو کچھ ذکر نہیں اور اپنا حال کہنا شروع کر دیا۔ یہ بات ہے کہ لوگ قوت فکریہ سے کام ہی نہیں لیتے۔ ورنہ گنوار سے گنوار کے ذہن میں بھی یہی ترتیب آتی۔ میں تو کہا کرتا ہوں کہ قوت فکریہ ہی سے تو انسان انسان ہے۔ انسان اور حیوان میں بس یہی تو فرق ہے کہ انسان کو اللہ

تعالیٰ نے قوت فکر یہ عطا فرمائی ہے اور حیوان کو نہیں انسان کو احتمالات سوجھتے ہیں اور حیوان کو نہیں۔ حکماء نے تو انسان کی یہ تعریف کی ہے کہ وہ ایک حیوان ناطق ہے لیکن میرے نزدیک انسان کی یہ تعریف ہونی چاہیے کہ وہ ایک حیوان متفکر ہے۔

غرض جو انسان اپنی قوت فکر یہ سے کام نہ لے اور احتمالات نہ سوچے وہ انسان نہیں حیوان بصورت انسان ہے جیسے بن مانس اور جل مانس ہوتے ہیں ایسے ہی انسانوں کے متعلق حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

گر بصورت آدمی انساں بُدے　　　احمد و بوجہل ہم یکساں شدے

(اگر آدمی کی شکل سے ہی انسان کامل ہوتا تو حضرت احمدؐ اور ابوجہل برابر ہوتے)

ایں کہ می بینی خلاف آدم اند　　　نیستند آدم غلاف آدم اند

(یہ جو تو دیکھ رہا ہے یہ آدمیت کے خلاف ہیں، یہ آدمی نہیں ہیں بلکہ آدمیت کے غلاف ہیں)

پھر انہیں دیہاتی کی جانب مخاطب ہو کر فرمایا کہ اب تو جب تم مجھ سے پہلے یہ کہو گے کہ کوئی واسطہ نہیں ملتا تب میں کچھ جواب دوں گا چنانچہ انہوں نے یہی عرض کیا۔ حضرت والا نے خلیفہ اعجاز صاحب کو جو مدرسہ خانقاہ میں معلم قرآن ہیں ایک صاحب کے ذریعہ سے بلوا کر فرمایا کہ ان سے پوچھو یہ کیا کہتے ہیں۔ انہوں نے بواسطہ خلیفہ اعجاز صاحب عرض کیا کہ میں حضرت والا کی خدمت میں کچھ دن رہنے کے لیے اور باتیں سننے کے لیے آیا ہوں۔ فرمایا کہ پوری بات کہو کہ کون ہو کیا کام کرتے ہو۔ کہا پانی پت کے مدرسہ اشرفیہ میں قرآن شریف پڑھتا تھا۔ فرمایا قرآن شریف چھوڑ کر کیوں آئے وہ تو زیادہ ضروری ہے۔ کہا میں یہاں قرآن شریف بھی پڑھتا رہوں گا۔ فرمایا کس سے کہا فلاں صاحب سے جو پانی پت ہی کے پڑھے ہوئے ہیں فرمایا کہ ان سے پوچھ بھی لیا ہے یا ان پر جبر کر کے اور دباؤ ڈال کر پڑھو گے کہا پوچھ لیا ہے۔ فرمایا ہمارے سامنے ان سے کہلواؤ چونکہ وہ صاحب بھی اس وقت مجلس ہی میں حاضر تھے اس لیے انہوں نے حضرت والا کے سامنے وعدہ کر لیا پھر دریافت فرمایا کہ اچھا کتنے دن رہو گے کہا دو مہینہ فرمایا کھانے کے لیے خرچ بھی پاس ہے کہا جی ہاں ہے۔ فرمایا کہ اپنے استاد سے بھی اجازت لیکر آئے ہو ان کو ناراض کر کے تو نہیں

آئے کہا کہ ان سے اجازت لیکر آیا ہوں۔ فرمایا ان کی اجازت کا خط ان سے منگوا سکتے ہو کہا جی ہاں منگوا سکتا ہوں۔ فرمایا کہ کتنے دن میں جواب آئے گا کہا چار دن میں فرمایا کہ اچھا چار دن کے بجائے میں تمہیں احتیاطاً آٹھ دن کی مہلت دیتا ہوں تا کہ تمہیں سہولت رہے۔ آج بدھ ہے آئندہ بدھ تک ان کا خط اس مضمون کا کہ ہاں یہ میری اجازت سے گئے ہیں منگوادو۔ اگر بدھ تک خط منگوا کر نہ دکھایا تو بس پھر یہاں سے رخصت۔

جب یہ سب گفتگو ختم ہوگئی تو فرمایا کہ تم نے کچھ میری کتابیں بھی پڑھی ہیں کہا نہیں میں نے اردو بالکل نہیں پڑھی نہ اردو اچھی طرح سمجھتا ہوں صرف قرآن شریف پڑھ رہا ہوں فرمایا کہ جب تم اچھی طرح اردو نہیں سمجھتے تو میری باتیں ہی کیا سمجھو گے۔ اجی اس میں میرا تو کچھ حرج نہیں مجلس میں جہاں اور لوگ بیٹھتے ہیں تم بھی بیٹھے رہنا لیکن یہ خیال ہے کہ کہیں تم کوئی بات الٹی نہ سمجھ جاؤ کہا الٹی نہ سمجھوں گا فرمایا کہ خیر مگر یہ وعدہ کرو کہ مجھ سے سنی ہوئی کوئی بات تم کسی شخص سے عمر بھر نہ کہو گے کہا بہت اچھا۔ اھ

یہ سب گفتگو بواسطہ ہوئی۔ اثناء گفتگو میں حضرت والا حاضرین سے فرماتے جاتے ہیں کہ یہ سوالات اس لیے کر رہا ہوں کہ اصلاح اور تربیت کا کوئی پہلو باقی نہ رہے۔ ہر طرح کی اصلاح ہو جائے اور ہر قسم کا جہل رفع ہو جائے۔ یہ سوالات نہیں ہیں تعلیمات ہیں اور استاد کی اجازت اس لیے منگوائی ہے کہ اپنے افعال و اعمال میں آزاد نہ ہوں جو کام کریں اپنے بڑوں سے پوچھ پوچھ کر کیا کریں نیز اساتذہ کی عظمت بھی قلب میں پیدا ہو۔ پھر آخر میں فرمایا کہ لیجئے بس یہ میری سختی ہے۔ انتظام کو لوگ سختی سمجھتے ہیں اب یہ بتائیے کہ ان سوالات میں بھلا میرا کونسا نفع تھا انہی کا دین تو سنوارا ہے البتہ ان کے ساتھ میرا دین بھی سنور گیا کیونکہ مجھے بھی اصلاح کا ثواب ملا۔ اھ۔

اپنے عیب نظر نہ آنے کے مرض کا علاج

اسی ہفتہ کا ایک اور واقعہ آیا۔ ایک صاحب نے جو مستری کا کام کرتے ہیں اور جو بہت نیک ہیں اور جن کو حضرت والا سے پرانا تعلق ہے۔ حاضر خانقاہ ہو کر بذریعہ عریضہ عرض کیا کہ میں نے مواعظ کا بھی مطالعہ کیا رسالہ تبلیغ دین بھی دیکھا لیکن مجھے تو اپنے عیوب

ہی نظر نہیں آتے۔ میں اس غرض سے کہ مجھے اپنے عیوب نظر آئیں حضرت کی خدمت میں رہنا بھی چاہتا ہوں لیکن بال بچوں کا نفقہ میرے ذمہ واجب ہے۔ اور میں مزدوری پیشہ آدمی ہوں اس لیے قیام کی بھی صورت مشکل ہوتی ہے۔ اس پر حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ میرے پاس رہنے سے تو کوئی زائد بات پیدا نہ ہوگی کیونکہ مجھ کو تو کسی کے عیوب کی تلاش نہیں اور تم کو اپنے عیوب نظر آتے نہیں تو ایسی حالت میں یہاں رہنا نہ رہنا برابر ہے۔ یہ بھی تحریر فرمایا کہ جب تمہیں اپنے عیوب نظر ہی نہیں آتے تو تم معذور ہو۔ بس دعا کیا کرو۔ اس تحریری جواب کے بعد جب صبح کی مجلس منعقد ہوئی۔ تو حضرت والا نے سب کے سامنے ان کو اس کہنے پر کہ مجھے اپنے عیوب ہی نظر نہیں آتے جس کا منشا قرائن قویہ سے قلت فکر و اعجاب نفس معلوم ہوا۔ زبانی سخت زجر و توبیخ فرمائی اور ایسی ڈانٹ بتائی کہ ہوش درست ہوگئے اور دماغ صحیح ہوگیا۔ پھر اسی سلسلہ میں حضرت والا بہت دیر تک اتنی مؤثر نافع اور پر جوش تقریر فرماتے رہے کہ صرف وہی صاحب نہیں بلکہ سارے حاضرین بے حد متاثر و مستفیض ہوئے۔ چونکہ وہ صاحب بہت نیک ہیں اس لیے اس سے قبل ان پر کبھی کسی قسم کی ڈانٹ نہ پڑی تھی اور حضرت والا ہمیشہ ان سے نرمی ہی کا برتاؤ فرماتے رہتے تھے۔

افسوس ہے کہ اس تقریر کے وقت نہ احقر موجود تھا نہ جناب حافظ جلیل احمد صاحب جو عرصہ سے مقیم خانقاہ ہیں اور بعض خاص خاص ملفوظات کو ضبط فرما لیا کرتے ہیں۔ جب جناب حافظ صاحب ممدوح اور احقر نے اکثر حاضرین خانقاہ سے اس تقریر کی تعریف سنی تو ہم دونوں نے مختلف حضرات سے پوچھ پوچھ کر چند خاص خاص باتیں معلوم کرلیں جن کا خلاصہ احقر عرض کرتا ہے۔

فرمایا کہ حیرت ہے تمہیں اپنے عیوب ہی نظر نہیں آتے حالانکہ واللہ اگر آدمی کی حس صحیح ہو تو گناہ تو گناہ اس کو اپنی طاعات بھی معاصی نظر آنے لگیں۔ پھر نہایت جوش کیساتھ تین بار قسم کھا کر فرمایا کہ مجھ کو تو اپنی نماز اپنے روزے اور اپنے ہر عمل بلکہ اپنے ایمان تک میں شبہ عدم خلوص کا رہتا ہے۔ اور ہم لوگ تو کیا چیز ہیں حضرات صحابہ سے بڑھ کر کون مخلص ہوگا۔ حدیث میں وارد ہے کہ اصحاب بدر میں سے ستر حضرات ایسے تھے جن کو اپنے اوپر نفاق کا شبہ تھا کہ کہیں ہم منافق تو نہیں۔

حضرات صحابہ کی تو یہ حالت اور ان حضرت کو اپنے اندر کوئی عیب ہی نظر نہیں آتا کیا ٹھکانا ہے اس بے حسی کا۔ اس پر انہوں نے عرض کیا کہ یہ تو میں جانتا ہوں کہ میرے اندر عیب ہیں لیکن یہ نہیں معلوم ہوتا کہ کیا ہیں۔

فرمایا سبحان اللہ اس کی تو ایسی مثال ہوئی کہ یہ تو معلوم ہے کہ میرے جسم میں درد ہو رہا ہے لیکن یہ پتہ نہیں کہ کہاں ہو رہا ہے اور کس قسم کا درد ہے آیا پیٹ کا درد ہے یا سر کا یا ہاتھ پاؤں کا۔ یہ کیا حماقت کی بات کی۔ جس کو درد کا احساس ہو رہا ہو گا کیا اس کو یہ پتہ نہ چلے گا کہ کہاں ہو رہا ہے۔ یہ تو بے حسی سے بھی بڑھ کر ہے یہ بھی فرمایا کہ میں نے جو تمہارے رقعہ کے جواب میں یہ لکھا ہے کہ جب تمہیں اپنے عیب ہی نظر نہیں آتے تو تم معذور ہو یہ تو علیٰ سبیل التسلیم محض ضابطہ کا جواب ہے۔اھ۔

مطالعہ سے مستفید ہونے کا طریقہ

پھر اس کے متعلق بعد کو جامع اوراق سے فرمایا کہ اس ضابطہ کے جواب کی حقیقت قضیہ شرطیہ ہے جس کے صدق کے لیے مقدم وتالی کے درمیان علاقہ لزوم کافی ہے مقدم کے وقوع پر موقوف نہیں حتیٰ کہ ایک محال کو دوسرے محال کے لیے مستلزم کہنا صحیح ہے۔ اس ضابطہ کے جواب سے معذوری کا یا اس کی بناء کا تسلیم کرنا لازم نہیں آتا۔ اہل علم کے نزدیک یہ بالکل ظاہر مسئلہ ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ تم نے جو مجھ کو یہ لکھا ہے کہ میں نے مواعظ کا بھی مطالعہ کیا۔ رسالہ تبلیغ دین بھی دیکھا لیکن پھر بھی اپنے عیب نظر نہیں آتے تو عیب کہیں محض مطالعہ سے نظر آیا کرتے ہیں نری کتابوں کے دیکھنے سے کیا ہوتا ہے جب تک کہ ان کتابوں کا اثر نہ لیا جائے۔ یہ تو ایسا ہی ہے جیسے پریس میں قرآن شریف بھی چھپتا ہے حدیث شریف بھی چھپتی ہے لیکن اس پر سوائے اس کے کہ محض نقوش مرتسم ہو جائیں معانی کا کچھ بھی اثر نہیں ہوتا۔اھ۔

اپنے عیب معلوم کرنے کا طریقہ

مخاطب کے سوال پر یا از خود یہ بھی فرمایا کہ اگر کسی کو اپنے اوپر مسلط کر لیا جائے کہ جو

عیب دیکھے متنبہ کر دیا کرے تو یہ بھی کلیۃً کافی نہیں کیونکہ اکثر تو یہی ہے کہ اگر وہ محبّ ہوا تو اس کو عیب بھی ہنر نظر آئیں گے اور اگر معاند ہوا تو اس کو ہنر بھی عیب نظر آئیں گے۔ آخر میں یہ بھی فرمایا کہ اگر کسی کو اپنے افعال واحوال پر ناز ہو اور ان میں کوئی نقص ہی نظر نہ آتا ہو تو ذرا یہ مراقبہ کر کے تو دیکھے کہ میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہوں اور وہ میرے سارے افعال واحوال کو دیکھ رہے ہیں اور پھر یہ غور کرے کہ آیا میرے سارے افعال واحوال ایسے ہیں کہ ان کو بلاتردد اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ اس وقت اس کو اپنے اعمال کی حقیقت نظر آجائے گی واللہ جو پھر ایک عمل بھی ایسا نکل سکے جو دربار خداوندی میں پیش کیے جانے کے قابل ہو ایک نماز ہی کو دیکھ لیجئے کہ ہم لوگ اس کا کیا حق ادا کر رہے ہیں۔ اس خشوع وخضوع کو تو جانے دیجئے جس میں کچھ دشواری ہے۔ نہیں جس استحضار میں کوئی دشواری نہیں اس میں بھی تو ہم لوگ کوتاہی کرتے ہیں۔ اھ۔

مریض کو افہام وتعلیم کے بعد نصیحت

غرض بہت دیر تک نہایت جوش وخروش کے ساتھ اسی مبحث پر تقریر فرماتے رہے۔ اور مخاطب کو خوب ڈانٹتے رہے۔ آخر میں ان سے فرمادیا کہ اب تمہیں نہ کبھی حالات کا خط لکھنے کی اجازت ہے نہ یہاں آنے کی۔ جب تک کہ تمہیں اپنے عیب نظر نہ آنے لگیں۔ اور عیب بھی ایک دو نہیں بہت زیادہ تعداد میں۔ گو جب معالجہ چاہو گے تو میں ایک ہی ایک عیب کا علاج بتاؤں گا لیکن علاج شروع جب کروں گا جب اپنے بہت سے عیوب کی فہرست اور تفصیل لکھو گے۔ اس درمیان میں بس صرف دریافت خیریت اور طلب دعا کے لیے خط لکھنے کی اجازت ہے اور کسی تعلق کی اجازت نہیں۔ اھ۔

علاج کا فوری اثر

یہ تقریر پرتاثیر قبل دوپہر ہوئی بعد دوپہر وہ صاحب رخصت ہوگئے۔ پھر وطن پہنچ کر حضرت والا کی خدمت میں انہوں نے جو عریضہ لکھا وہ مع حضرت والا کے جواب باصواب کے ذیل میں تربیت السالک سے بلفظہ نقل کیا جاتا ہے۔ ناظرین اندازہ فرمائیں کہ حضرت والا کی ایک ہی ڈانٹ میں کیا سے کیا حالت ہوگئی اور کیسا مہلک مرض باطنی جس کو تب دق کہنا چاہیے

کیونکہ دق کا مریض بھی اپنے آپ کو مریض نہیں سمجھتا ایک ہی نسخہ تلخ میں جڑ سے جاتا رہا۔ یا تو اپنے اندر کوئی عیب ہی نظر نہ آتا تھا یا پھر ایسی آنکھیں کھلیں کہ عیب ہی عیب نظر آنے لگے اور اپنے عیبوں کا ایسا یقین ہوا کہ بڑی سے بڑی قسم کھانے کے لیے تیار ہیں۔ یا تو اپنے قلب کو اشیاءِ نفیسہ سے لبریز ایک وارنش دار صندوقچی گمان کررہے تھے یا پھر ایسی بصیرت حاصل ہوگئی کہ وہی قلب سر بسر گندگی سے لبریز نظر آنے لگا۔ آنکھوں پر جو سالہا سال سے چربی چھائی ہوئی تھی وہ سب ایک ہی آنچ میں پگھل گئی۔ اب ان کا خط اور حضرت والا کا جواب ملاحظہ ہو۔

مریض کا عریضہ

حال: گزارش یہ ہے کہ جس روز سے میں تھانہ بھون سے آیا ہوں اس روز سے برابر غور وفکر کے ساتھ ہر کام میں اپنے نفس کے ساتھ محاسبہ کررہا ہوں اور جس مراقبہ کو جناب نے مجلس مبارک میں ذکر فرمایا تھا کہ یوں سوچے کہ یہ کام یا یہ بات حق تعالیٰ کے سامنے ہوں تو کرسکتا ہوں یا نہیں تو اس مراقبہ سے معلوم ہوا کہ میری جتنی باتیں اور کام ہیں سب بیکار ہیں۔ میری کوئی بات اور میرا کوئی کام اس قابل نہیں کہ باری تعالیٰ کے سامنے پیش کیا جائے۔ پہلے سے جو اپنی غلطیاں نظر آتی تھیں تو اس کی وجہ محض بے پروائی اور بے توجہی تھی۔ اس تنبیہ سے قبل میں اپنے قلب کو مثل ایک ایسی صندوقچی کے سمجھتا تھا جس پر وارنش کیا ہوا ہو اور جس کے اندر عجیب عجیب اشیاء رکھی ہوں مگر جناب کی تنبیہ کے بعد جواب اس صندوقچی کو کھول کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس کے اندر تو گوہ در گوہ ہو رہا ہے۔ لہٰذا احقر نے اپنے پہلے خیال سے مجھ کو اپنا کوئی عیب نظر ہی نہیں آتا تھا۔ توبہ کی اور حضور کی تنبیہ کا یہ اثر ہوا کہ اب مجھ کو اپنے عیوب اس قدر صاف نظر آنے لگے ہیں کہ میں اپنے عیوب پر بڑی سے بڑی قسم کھا سکتا ہوں۔ اب اس کی اجازت چاہتا ہوں کہ میں اپنے عیوب پیش کرکے ان کے علاج دریافت کروں۔

حضرت والاؒ کا جواب

مبارک ہو یہ گوہ خاکساری کی خاک سے مل کر کھاد کا کام دے گا اور ایسی اجناس پیدا ہوں گی کہ روحانی غذا ہو جائے گی۔ دعا کرتا ہوں اور عیوب پیش کرنے کی اجازت دیتا ہوں مگر ایک خط

میں ایک بات سے زیادہ نہ ہو۔ اھ۔ سبحان اللہ کیا خوب جواب ارقام فرمایا ہے اور کس لطیف پیرایہ میں کثافت کو بھی مبدل بہ لطافت فرمادیا ہے اور محض مجازاً نہیں بلکہ حقیقتاً شاعری کو حقیقت بنادیا۔

زبان فیض ترجمان

اور حقیقت کو بلاتبدیل حقیقت بلکہ بمزید توضیح حقیقت شاعری کے دلکش جامۂ زرنگار میں جلوہ گر فرمادینا یہ کمال حضرت والا ہی میں دیکھا جس کی صدہا نظائر ہیں جن سے حضرت والا کی تحریرات وتقریرات بھری پڑی ہیں ان کو بخوف تطویل نظرانداز کیا جاتا ہے ورنہ مضمون کہیں سے کہیں پہنچ جائے گا۔ البتہ صرف چند مختصر جملے جو وقتاً فوقتاً بطور لطائف فرمائے گئے ہیں۔ نقل کیے دیتا ہوں کیونکہ پھران کا موقع کہیں آسکے یا نہ آسکے۔

ایک طالب نے عبارت میں کسل اور سستی ہونے کا علاج پوچھا تحریر فرمایا کہ سستی کا علاج چستی۔

ایک طالب نے غلبہ خشیت میں لکھا کہ مجھے سخت خطرہ ہے تحریر فرمایا کہ یہ خطرہ تو بحر معرفت کا قطرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو بڑھا کر دریا کردے۔

احقر نے ایک عریضہ میں کسی باطنی پریشانی کے سلسلہ میں لکھا تھا کہ سخت الجھن ہوتی ہے۔ تحریر فرمایا کہ یہ الجھن مقدمہ ہے۔ سلجھن کا اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا. ع۔ چونکہ قبض آمد تو دردے بسط ہیں۔ فرمایا کہ یہ امر بسہولت یادرکھنے کے لیے کہ شیخ کے ساتھ طالب کو کیا معاملہ رکھنا چاہیے بس ان ہم قافیہ الفاظ کو یادرکھے۔ اطلاع اور اتباع۔ اعتقاد اور انقیاد۔ یہ بھی اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ اس طریق میں دو چیزوں کی سخت ضرورت ہے۔ دُھن اور دھیان۔

ایک طالب نے شکایت کی کہ میں تو بالکل کورا رہ گیا فرمایا کورُا ہونا برا نہیں کور ہونا بُرا ہے۔ بلا سے کُورا ہو مگر کور نہ ہو۔

ایک بار فرمایا کہ اس طریق میں خودرائی نہ کرے بلکہ خود کورائی کرے یعنی اپنے کو حقیر وذلیل سمجھے۔

ایک صاحب کو خیال ہو گیا تھا کہ وہ ابدال ہو گئے فرمایا کہ ہاں پہلے گوشت تھے۔ اب دال ہو گئے۔

فرمایا کہ نئی تہذیب تہذیب نہیں تعذیب ہے۔ اور آج کل کی قومی ہمدردی ہمدردی نہیں ہمہ دردی ہے۔

شملہ کے سفر کے بعد وہاں کی برائیاں جو غالب ہیں بیان فرما کر فرمایا کہ ہم تو سنا

کرتے تھے کہ شملہ بمقدار علم ہوگا لیکن وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ شملہ بمقدار جہل ہے۔

ایک طالب کا خط فضول فضول مضامین اور استفسارات سے لبریز تھا۔ اور آخر میں لکھا تھا کہ مضمون طویل ہونے سے تکلیف ضرور ہوئی ہوگی معاف فرمائیں۔ حضرت والا نے اس اخیر بات کا یہ جواب تحریر فرمایا کہ طویل ہونے سے تو تکلیف نہیں ہوئی مگر لاطائل ہونے سے ہوئی۔

ایک صاحب سے تحریک خلافت کے متعلق گفتگو ہوئی حضرت والا نے فرمایا کہ بلا امیر المومنین کے کچھ نہیں ہوسکتا۔ انہوں نے کہا کہ ہم آپ کو امیر المومنین بناتے ہیں فرمایا کہ جب تک امیر المومنین میں قوت قہریہ نہ ہو وہ امیر المومنین ہی نہیں۔ میں ایسا امیر المومنین نہیں ہونا چاہتا آج تو امیر المومنین بنوں اور کل کو اسیر الکافرین ہو جاؤں۔ فرمایا کہ آج کل لوگوں کی مال پر تو نظر ہے مآل پر نظر نہیں۔ فرمایا کہ لوگ بعض اہل صنعت کافروں کو بڑا عاقل سمجھتے ہیں۔ کوئی کافر بھی کہیں عاقل ہوسکتا ہے۔ عاقل تو کیا ہوتے ہاں آج کل خوب ہیں۔ فرمایا کہ درستی تو درشتی ہی سے ہوتی ہے۔

ایک بار کسی سے اظہار خفگی کے وقت فرمایا کہ میں بھی بشر ہوں اور بشر بھی وہ جس میں با جارہ ہے فاء کلمہ نہیں۔ فرمایا کہ آج کل کے اکثر مدعیان توکل اہل توکل کیا اہل تاکل ہیں۔

ایک صاحب نے کسی بات کے نہ سمجھنے پر بطور معذرت عرض کیا کہ یہ میری جہالت ہے۔ حضرت والا نے ان کی تسلی کے لیے فوراً فرمایا کہ جی نہیں جہالت کیوں ہوتی چہ حالت ہے یعنی کیسی اچھی حالت ہے۔

ایک خلاف شرع تحریک میں بڑے بڑے ذی وجاہت لوگ حضرت والا کی خدمت میں گفتگو کرنے کے لیے حاضر ہوئے جن کو ہر قسم کی دنیوی جاہ حاصل تھی۔ وہ لوگ حضرت والا کی ملاقات اور گفتگو سے بہت متاثر اور محظوظ ہوئے۔ جب وہ واپس جانے کے لیے اسٹیشن پر پہنچ گئے اس وقت حضرت والا بھی ٹہلتے ہوئے اسٹیشن پہنچے کیونکہ صرف دس منٹ کا راستہ ہے وہ لوگ بہت ہی شرمندہ ہوئے حضرت والا نے فرمایا کہ میں آپ صاحبان کے تشریف لانے کے وقت تو استقبال کے واسطے حاضر نہیں ہوا کہ اس وقت حاضری کا منشاء جاہ ہوتا اور اس وقت رخصت کرنے کے لیے حاضر ہونے کا منشاء چاہ ہے کیونکہ واقعی آپ

حضرات کی محبت اور اخلاق نے میرے قلب کے اندر بھی آپ صاحبان کی محبت پیدا کردی ہے۔ اور ساتھ اس لیے نہیں آیا کہ آپ صاحبان مجھ کو آنے ہی نہ دیتے۔

فرمایا کہ آج کل بعض طلباء کی دستار بندی تو ہو جاتی ہے لیکن ان میں دس تار تو کیا ایک تار بھی علم و عقل کا نہیں ہوتا۔

ایک بار احقر نے حضرت والا کی خدمت میں بحوالہ بعض تحریرات عجیبہ، حضرت والا یہ لکھا کہ اس زمانہ میں اگر کسی کی تحریر و تقریر پر دریا کوزہ میں بند کرنا صادق آسکتا ہے تو وہ حضور کی جامع و مانع تحریر و تقریر ہے اس پر ارقام فرمایا کہ محبت کی عینک خوردبین کی خاصیت رکھتی ہے جس سے چھوٹی چیزیں بھی بڑی نظر آنے لگتی ہیں اس کے حوالے سے ایک بار زبانی ارشاد فرمایا کہ جس طرح ایک محبت کی خوردبین ہوتی ہے جس سے چھوٹا ہنر بھی بڑا نظر آتا ہے اسی طرح ایک نظر خوردہ بین بھی ہوتی ہے جس سے چھوٹا عیب بھی بڑا دکھائی دیتا ہے۔

منصب افتاء کی ذمہ داریوں کا تذکرہ تھا۔ فرمایا کہ مفتی ہونا بھی قیمتی کا کام ہے مفتی کا نہیں۔ اھ۔

اس قسم کے لطیفے جو سراسر آئینہ حقیقت ہیں حضرت والا کی زبان فیض ترجمان اور قلم ہدایت رقم سے بکثرت صادر ہوتے رہتے ہیں جن کے بارے میں ایک دیندار فلسفی فاضل نے جو ایک مشہور ادیب بھی ہیں یہ رائے ظاہر کی کہ اگر ایسے ایسے لطائف ہی کو یکجا جمع کرلیا جائے تو وہ بھی بجائے خود ایک بڑا پر لطف اور نہایت نافع ذخیرہ حقائق ہو جائے۔ چنانچہ ایک صاحب نے کچھ لطائف جمع بھی کیے تھے جن کا حضرت والا نے یہ نام بھی تجویز فرمادیا تھا۔ الصناعات فی العبارات لیکن افسوس اس کی تکمیل ہی نہ ہوئی بلکہ جتنے جمع کیے گئے تھے ان کا مسودہ بھی نہ معلوم محفوظ ہے یا نہیں۔

ہر شخص اچھے برتاؤ کا متحمل نہیں

جس وقت حضرت والا کی خدمت میں مستری صاحب مذکور کا خط بالا پہنچا حضرت والا نے احقر کو حوالہ فرما کر فرمایا کہ لیجئے مستری جی کے ہوش درست ہو گئے چونکہ نیک آدمی ہیں ان پر کبھی ڈانٹ ہی نہ پڑی تھی بس اسی وجہ سے اپنے آپ کو عیبوں سے بالکل بری ہی سمجھ لیا تھا۔

پھر فرمایا کہ ہر شخص اچھے برتاؤ کا متحمل نہیں۔لوگ کہتے ہیں کہ سختی نہ کرو بھلا کیسے سختی نہ کروں جب بلا سختی کے اصلاح ہی نہ ہو۔اب دیکھ لیجئے۔دس بارہ سال کی خوش اخلاقی نے تو ان کی کچھ بھی اصلاح نہ کی بلکہ اور دماغ سڑا دیا اور دس بارہ منٹ کی ڈانٹ نے پوری اصلاح کر دی۔دماغ صحیح ہو گیا خناس نکل گیا۔ بھلا بلا ڈانٹ کے ان کی اصلاح ممکن تھی ہرگز نہیں۔اب لوگ اپنی آنکھیں پھوڑ کر دیکھیں کہ کیا یہ موقع نرمی اور رعایت سے پیش آنے کا تھا۔اصلاح ہر جگہ کہیں نرمی سے ہوتی ہے؟ جس مرض میں مسہل کی ضرورت ہو کہیں اس کا علاج مفرحات سے ہوسکتا ہے۔طالبین اصلاح کے ساتھ نرمی سے پیش آنے کا مشورہ تو ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ مسہل طلب مرض کا مفرحات سے علاج کر دو۔یا جس دُنبل کے اندر مادۂ فاسد بھرا ہوا ہو اور آپریشن کی ضرورت ہو وہاں یہ کہا جائے کہ نہیں صرف اوپر ہی اوپر مرہم لگا دو چاہے پھر وہ مادۂ فاسد اندر ہی اندر پھیل کر سارے جسم کو سڑا دے۔ یہ تو گوارا لیکن یہ گوارا نہیں کہ ایک ہی نشتر میں سارا مادۂ فاسد نکال باہر کیا جائے۔

مریض وملاقاتی کا فرق

اسی مضمون کو ایک بار اس عنوان سے فرمایا تھا کہ طبیب کے پاس دو قسم کے لوگ آتے ہیں۔ایک تو وہ جو محض ملاقات کے لیے آتے ہیں۔ان کو تو معزز جگہ بٹھایا جاتا ہے۔دل خوش کن باتیں کی جاتی ہیں۔شربت پلایا جاتا ہے۔پان کھلایا جاتا ہے الائچی دی جاتی ہے عطر پیش کیا جاتا ہے۔اور دوسرے وہ لوگ جو اپنا علاج کرانے آتے ہیں۔ان کو مریضوں کی صف میں بٹھایا جاتا ہے۔ضرورت سے زیادہ بولنے نہیں دیا جاتا۔کڑوی کڑوی دوائیں تجویز کی جاتی ہیں۔اگر کوئی چون و چرا کرے تو مطب سے نکال دیا جاتا ہے۔تو اگر کوئی مریض یہ ہوس کرے کہ میرے ساتھ بھی ویسا ہی برتاؤ کیا جائے جیسا ملاقاتی کے ساتھ کیا جاتا ہے تو یہ اس کی حماقت ہے کیونکہ اس صورت میں اس کی وہ غرض تو نہ حاصل ہوگی۔جس غرض سے وہ طبیب کے پاس آیا ہے یعنی صحت بلکہ اگر اس کو مرض تو ہو پیچش کا اور پلایا جائے روزانہ شربت تو پیچش اور بھی بڑھ کر ہلاکت تک نوبت پہنچ جائے۔اھ۔

ہر جگہ سیاست کی ضرورت ہے

اسی سلسلہ میں حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ سیاست کی اس طریق ہی میں کیا ہر جگہ ضرورت پڑتی ہے۔ چنانچہ میاں جیون کا اپنے شاگردوں کو اور ماں باپ کا اپنی اولاد کو تادیب کے لیے مارنا پیٹنا اور حاکموں کا اپنے محکومین مجرمین کو سزائیں دینا اور محض فہمائش کو کافی نہ سمجھنا عام طور پر بلانکیر معمول ہے۔ بعض واقعات سیاست کے مفید نتائج دکھا کر حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ دیکھئے اس سختی سے جہل دور ہو گیا اگر عرفی اخلاق کو مصلحت پر غالب رکھا جائے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ لوگوں کو بس ساری عمر جہل ہی میں مبتلا رہنے دیا جائے۔ اھ۔

بدنظری کے مریض کا علاج

اس قسم کے واقعات جیسے کہ بعضے اوپر عرض کیے گئے رات دن مشاہدہ میں آتے رہتے ہیں کہاں تک لکھے جائیں۔ احقر کے ذاتی علم میں بھی ایسے ایسے بہت سے واقعات ہیں جن میں حضرت والا کی سیاست نے طالبین کے بڑے بڑے مہلک امراض باطنہ مزمنہ کا آن کی آن میں استیصال کلی کر دیا چنانچہ ایک طالب کو جو حضرت والا سے خصوصیت رکھتے تھے بدنظری کا مرض لگ گیا اور وہ اس قدر مغلوب ہوئے کہ اس سے چھٹکارا ناممکن معلوم ہونے لگا۔ جب بطور خود کسی طرح اس سے نجات نہ ہو سکی تو عین حالت یاس میں بذریعہ عریضہ حضرت والا سے رجوع کیا۔ حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ جتنے اس کے معالجات ہیں وہ تو آپ کو معلوم ہی تھے۔ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ اور کون سی نئی تدبیر لکھی جائے۔ اسی انتظار میں کہ اللہ تعالیٰ کوئی نئی تدبیر قلب میں ڈال دیں کل جواب نہ لکھا۔ آج نماز فجر میں منجانب اللہ ایک تدبیر قلب میں وارد ہوئی چونکہ وہ آپ کو معلوم نہیں اس لیے لکھتا ہوں امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ نافع ہوگی وہ یہ کہ جب ایسی کوتاہی ہو دو مہینہ تک میرے پاس خط بھیجنے کی اجازت نہیں اور ہر بار کی میعاد جداگانہ شروع ہوگی مثلاً اگر ایک ہی دن میں چھ بار ایسی کوتاہی ہوگئی تو سال بھر تک خط و کتابت بند۔ غرض جب ایک کوتاہی کی میعاد سزا ختم ہو لے گی اس کے بعد دوسری کوتاہی کی میعاد سزا شروع ہوگی۔ اھ۔

بس اس ہدایت نامہ کا پہنچنا تھا کہ پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی۔ اور نظر بد سے بچنے کا اس درجہ اہتمام پیدا ہو گیا کہ وہ صاحب ابروؤں کے اوپر اس طرح ہاتھ رکھ کر چلتے کہ صرف زمین نظر آئے اور ہر وقت نگاہیں نیچی کئے رہتے اور اگر کبھی نظر اٹھانے کی ضرورت پڑتی تو صرف اتنی ہی آنکھیں کھول کر چلتے کہ پلکوں کے بیچ میں سے بس اتنا نظر آ جائے کہ کوئی آ رہا ہے۔ یہ پتہ نہ چل سکے کہ آنے والا مرد ہے یا عورت تا کہ نظر بد کی نوبت ہی نہ آنے پائے چونکہ خط و کتابت کی ممانعت بوجہ خصوصیت تعلق نہایت ہی شاق تھی اس لیے یہ تہیہ کر لیا کہ انشاء اللہ تعالیٰ عمر بھر کبھی ایک مرتبہ بھی اس سزا کی نوبت نہ آنے دی جائے گی اور یہی حضرت والا کو بھی تحریر کر دیا۔ جس پر حضرت والا نے بہت اظہار مسرت فرمایا اور تحریر فرمایا کہ مجھے بھی اللہ تعالیٰ سے یہی توقع تھی کہ اب اس کوتاہی کے ارتکاب کی ایک بار نوبت بھی نہ آئے گی۔ اھ۔

چنانچہ بفضلہٖ تعالیٰ و ببرکت تجویز حضرت والا پہلے جس جرم کا ترک محال نظر آ رہا تھا بعد کو اس کا ارتکاب محال نظر آنے لگا اور اتنے برے اور بڑے مرض کا ایسا آسانی کے ساتھ استیصال کلی ہو گیا۔ حضرت والا نے یہ بھی تحریر فرمایا کہ حد سے زیادہ اہتمام کی حاجت نہیں بس قصداً نظر نہ کرنا کافی ہے۔

ایک طالب اصلاح کا اقرار

ایک طالب اصلاح نے جو کسی فعل شنیع میں مبتلا تھے اور جن پر تنبیہ کی گئی تھی حضرت والا کے طرز تربیت بطریق سیاست کے نافع ہونے کو بہت ساختہ اور پر لطف عنوان سے ظاہر کیا تھا۔ لکھا تھا کہ اب دل میں اس فعل کے کرنے کا خیال بھی نہیں گزرتا اور امید قوی ہے کہ آئندہ "ببرکت جوتۂ حضرت والا" یہ فعل سوء کبھی صادر نہ ہو گا۔ اھ۔

تربیت بطریقِ سیاست کی نافعیت

اس قسم کے صدہا واقعات و مشاہدات ہیں اور اس نوع کی تصدیقات کے خطوط حضرت والا کی خدمت میں بکثرت آتے رہتے ہیں جن کے مضامین کو حضرت والا بلا اظہار نام حاضرین مجلس کو بھی سناتے رہتے ہیں اور ان خطوط سے اپنے طرز تربیت بطریق سیاست کی

نافعیت پر استدلال فرماتے رہتے ہیں اور معترضین کے منہ بند کرتے رہتے ہیں۔ ان سب حالات و واقعات سے باصطلاح طالب مذکور حضرت والا کے جوتے کی برکات بخوبی ظاہر ہیں جس کو روشن دماغ کہنا زیبا ہے کیونکہ اس کی بدولت آن کی آن میں سر سے خناس نکل کر دماغ فوراً روشن ہو جاتا ہے اور سب شیطانی خیالات کافور ہو جاتے ہیں۔

حضرت والا کا یہ وصف بھی مثل دیگر اوصاف فاروقی کے حضرت والا کے جد اعلیٰ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی سے مورث ہے جن کی آہٹ سے بھی شیطان بھاگتا تھا جیسا کہ منقولہ ذیل ارشادات حضور سرور کائنات علیہ الوف الصلوات والتحیات میں مصرح ہے۔

نمبر ۱۔ **عن انسؓ الشیطان یفر من حس عمرؓ** (کنز العمال بحوالہ دیلمی)

نمبر ۲۔ **عن عائشةؓ ان الشیطان یفر من عمر ابن الخطابؓ** (کنز العمال بحوالہ تاریخ حاکم)

نمبر ۳۔ **انی لانظر الی شیاطین الجن والانس قدفروا من عمرؓ** (مشکوۃ باب مناقب عمرؓ)

نمبر ۴۔ **ان الشیطان لیخاف منک یا عمرؓ** (ایضاً)

نمبر ۵۔ **یاابن الخطاب والذی نفسی بیدہ مالقیک الشیطان سالکاً فجاً قط الاسلک فجاً غیر فجک** (ایضاً)

معترضین کا ہونا حق گوئی کا لازمی نتیجہ ہے

لیکن ظاہر ہے کہ بمجوائے عربی مثل الحق مر اور بمصداق اردو مثل سچی بات سعد اللہ کہیں سب کے من سے اترے رہیں۔ ایسا حق گو مصلح باوجود جامع جمیع اسباب محبوبیت ہونے کے بھی سب کا بھلا ہر گز نہیں رہ سکتا اور ایسے مصلحین امت کی یہی سنت قدیمہ ہے چنانچہ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے بلا خوف لومۃ لائم علماء اور مشائخ سبھی کی غلطیاں ظاہر فرمائیں خصوص کتاب الغرور میں جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ان پر کفر تک کے فتوے لگائے گئے اور ان کی کتاب احیاء العلوم کو جلایا گیا۔ گو وضوح حق کے بعد اس بے ادبی کا یہ تدارک کیا گیا کہ جس کتاب کو جلایا گیا تھا اسی کو پھر آب زر سے لکھوایا گیا۔ اس واقعہ کو نقل فرما کر حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ ابھی تو اس وجہ سے کہ المعاصرۃ اصل المنافرۃ لوگوں کو میرے اس طرز تربیت سے وحشت ہے اور اس پر

اعتراض ہے لیکن انشاء اللہ تعالیٰ بعد کو اس کی قدر کریں گے اور سند میں پیش کیا کریں گے۔ میں نے اپنے اوپر بدنامی لیکر اوروں کے لیے راستہ صاف کر دیا ہے۔ اھ۔

حدیث

صفت سیاست کے اس خاصۂ مذکورہ کی تائید بھی ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ جو حضرت عمرؓ ہی کے متعلق ہے۔ اس کو بھی اس جگہ مع ترجمہ وشرح حضرت والا کے الفاظ میں نقل کیا جاتا ہے۔

عن علیؓ قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم رحم اللّٰہ عمر یقول الحق و ان کان مراتر کہ الحق ومالہ من صدیق. رواہ الترمذی (مشکوۃ باب مناقب العشرۃؓ)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ رحمت (خاص) نازل فرماوے عمرؓ پر وہ حق بات کہہ دیتے ہیں اگر چہ کسی کو (عقلاً یا کسی کو طبعاً) تلخ (وناگوار) معلوم ہو (یعنی ان میں یہ صفت ایک خاص درجہ میں غالب ہے۔ اس درجہ کی حق گوئی نے ان کی یہ حالت کر دی کہ ان کا کوئی (اس درجہ کا) دوست نہیں رہا۔ (جیسا تسامح ورعایت کی حالت میں ہوتا)

فائدہ: تشریح حدیث

ترجمہ کے درمیان درمیان توضیحات سے تین شبہے رفع ہوگئے ایک یہ کہ کیا دوسرے حضرات صحابہؓ میں یہ صفت حق گوئی کی نہ تھی دوسرا شبہ یہ کہ کیا حضرت عمرؓ کا کوئی دوست نہ تھا۔ تیسرا شبہ یہ کہ کیا اس مجمع خیر میں بھی حق بات کے تلخ سمجھنے والے موجود تھے۔ اول کا جواب یہ ہے کہ اصل صفت سب صحابہ میں مشترک تھی لیکن یہ اختصاص غلبہ کے ایک خاص درجہ کے اعتبار سے ہے اور یہی توجیہ ہے خاص خاص حضرات کے لیے خاص خاص فضائل کا حکم فرمانے کی اور اس غلبہ کا مصداق یہ ہے کہ حق کے درجات متفاوت ہوتے ہیں۔ ایک درجہ یہ ہے کہ اس کا اظہار واجب ہے دوسرا درجہ یہ ہے کہ اولیٰ یا مباح ہوتا ہے۔ سو پہلا درجہ تو سب صحابہ میں بلکہ سب اہل حق میں مشترک ہے اور دوسرے درجہ کے اعتبار سے بزرگوں کے

حالات مختلف ہوتے ہیں۔ بعض مروت یا تسامح کو مصلحت پر ترجیح دے کر سکوت فرماتے ہیں۔ بعض مصلحت کو مروت پر ترجیح دے کر کہہ ڈالتے ہیں پہلا درجہ غلبہ کا ہے دوسرا درجہ نفس اتصاف کا۔ دوسرے کا جواب یہ ہے کہ دوستی کے ایک خاص درجہ کی نفی مقصود ہے۔ یعنی اگر حضرت عمرؓ مروت کو مصلحت پر غالب رکھ کر طرح دے جاتے اس حالت میں ان کے جیسے دوست ہوتے ہیں ویسے اب نہیں رہے۔ تیسرے کا جواب یہ ہے کہ طبعی تلخی و ناگواری اور اس کے مقتضاء پر عمل نہ ہونا یہ خیریت کے منافی نہیں۔ باقی ایسے لوگ بھی ہر زمانہ میں ہوتے ہیں جن کو عقلی تلخی بھی ہوتی ہے اگرچہ اس وقت ایسے اقل قلیل تھے۔ میری ضمنی توضیحات میں ان سب کی طرف قریب بصراحت اشارات ہیں۔ انتہیٰ بلفظہ الشریف۔

ایک معترض کو مولانا حمید حسن کا جواب

حضرت والا کے طرز سیاست کی ایک اور لطیف تائید یاد آئی جو مشفقی مولوی حمید حسن صاحب دیوبندی مدرس مدرسہ سعیدیہ جلال آباد نے ایک نادان معترض کے اس اعتراض کے جواب میں پیش کی تھی کہ خاکم بدہن خدانخواستہ حضرت والا میں اخلاق محمدی (**علی صاحبها الصلوٰۃ والسلام**) نہیں ہیں۔ مولوی صاحب ممدوح نے کیا خوب بات فرمائی کہ جناب آپ کو اخلاق محمدی (**علی صاحبها الصلوۃ والسلام**) کی فہرست بھی معلوم ہے یا آپ صرف خاص خاص اخلاق ہی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق سمجھتے ہیں کوئی حدیث کی کتاب تو ذرا اٹھا کر دیکھئے اس میں جہاں اور ابواب ہیں وہاں کتاب الحدود۔ کتاب القصاص۔ کتاب التعزیرات بھی تو ہیں یہ بھی تو سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے اخلاق ہیں۔ ضرورت کے مواقع پر سیاست کا استعمال اور جرائم کے ارتکاب پر سزاؤں کی تنفید یہ بھی تو اخلاق محمدی ہی میں داخل ہے۔ (**صلے اللہ علی صاحبها الصلوٰۃ والسلام**)

مَنبعِ صد کرم عتاب

ان سب تقریرات مذکورہ بالا سے ناظرین باتمکین نے اچھی طرح معلوم فرما لیا ہوگا کہ حضرت والا کا طریق اصلاح بالکل فطرت سلیمہ اور سلف صالحین کی سنت قدیمہ کے

موافق اور قرآن و حدیث کے مطابق ہے جس کی صریح صریح تائیدات اوپر بتفصیل گزر چکیں۔ لیکن پھر بھی حضرت والا نے ہمیشہ اپنے نفس کے ساتھ سوء ظن ہی رکھا اور گو مواقع ضرورت و مصلحت میں سیاست کا استعمال فرماتے رہے لیکن ہر واقعہ کے بعد بار بار اظہار افسوس و ندامت بھی حالاً و قالاً و عملاً فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ بعض مرتبہ تو اسی رنج و افسوس میں رات رات بھر نیند نہیں آئی۔ اور بعض مواقع پر احقر نے حضرت والا کو معافی مانگتے ہوئے اور بعض صورتوں میں مالی تدارک فرماتے ہوئے بھی دیکھا ہے اور یہ تو ہمیشہ دیکھا بلکہ اس کا خود بھی ذاتی تجربہ کیا کہ حضرت والا کی خفگی مفتاح عنایات و توجہات و دعوات خاصہ زایدہ ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ خود مورد عتاب بھی حضرت والا کے بعد کے برتاؤ اور اپنی باطنی ترقیات و تاثرات سے بین طور پر محسوس کرنے لگتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضرت والا کا عتاب بھی حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ الوف الصلوات والتحیات کی اس دعا کا مصداق ہو جاتا ہے۔ **اللهم انی اتخذ عندک عهداً لن تخلفنیه فانما انا بشر فایما مؤمن آذیته او شتمته او جلد ته و لعنته فاجعلهاله صلوٰةً و زکٰوة و قربةً تقربه بها الیک**۔ اس موقع پر احقر کو اپنا ایک شعر یاد آتا ہے۔

منبع صد کرم ترا لطف بھرا عتاب تھا　　سارے تعلقات کا وہ ہی تو فتح باب تھا

اپنی مصلحت پر طالب کی مصلحت کو ترجیح دینا

حضرت والا نے اپنے طرز تربیت کے متعلق بارہا فرمایا کہ یہ طرز میری طبیعت کے بالکل خلاف ہے اور مجھے بعد کو بڑی کلفت اور ندامت بھی ہوتی ہے اور رہ رہ کر سوچا کرتا ہوں کہ بجائے اس طرح کہنے کے اس طرح بھی کہہ سکتا تھا بجائے یوں سمجھانے کے یوں بھی سمجھا سکتا تھا۔ بجائے اس تجویز کے یہ تجویز بھی کر سکتا تھا لیکن عین وقت پر مصلحت اصلاح کا ایسا غلبہ ہوتا ہے کہ اور کوئی مصلحت پیش نظر رہتی ہی نہیں۔ اور یہ جبھی تک ہے جب تک میں نے اپنے ذمہ اصلاح کی خدمت سمجھ رکھی ہے اور اگر کبھی اس سے قطع نظر کر لی تو پھر میں انشاء اللہ خوش اخلاق بھی بن کر دکھلا دوں گا۔ میرا اصلی مصداق تو یہی ہے کہ کسی سے کچھ تعرض ہی نہ کروں اور اپنے آپ کو سب سے یکسو رکھوں بقول احمد جامؒ۔

احمد تو عاشقی بہ مشیخت ترا چہ کار — دیوانہ باش سلسلہ شد شد نہ شد نہ شد

(اے احمد! تو عاشق ہے تیرا بزرگی سے کیا کام؟ تو دیوانہ ہی رہ سلسلہ ہوگا تو ہوگا نہ ہوگا تو نہ ہوگا)

اور بقول عارف شیرازیؒ

رند عالم سوز را با مصلحت بینی چہ کار — کار ملک ست آنکہ تدبیر وتحمل بایدش

(جہان کو آگ لگانے والے مَست کو مصلحتوں سے کیا واسطہ؟ حکومت کا کام تو ایسا ہے کہ جس کیلئے تدبیر اور برداشت کی ضرورت ہے۔)

معترضین کے ساتھ حسنِ ظن

اسی سوءِ ظن بنفسہ کی وجہ سے حضرت والا نے معترضین کے مقابلہ میں بھی کبھی رد کی کوشش نہیں فرمائی بلکہ ان کے اعتراضوں پر بھی بالخصوص جہاں مظنہ نیک نیتی کا تھا۔ اس نیت سے نظر فرمائی کہ اگر ان اعتراضات میں کوئی امر واقعی قابل قبول ہو تو اس کو قبول کر کے ان پر عمل کیا جائے۔

ایک معترض کی وجہ سے اپنے طریق پر نظر ثانی

چنانچہ حضرت والا اسی لحاظ سے وقتاً فوقتاً اپنے طریق اصلاح پر نظر ثانی بھی فرماتے رہے ہیں جیسا کہ رسالہ ''التبدیل من التثقیل الی التعدیل'' سے واضح ہے جس کو حضرت والا نے ایک ناصح نادان کے معترضانہ خط سے متاثر ہو کر حال ہی میں تصنیف فرمایا ہے۔ اور جس میں اس ترمیم کی تفصیل ہے جو حضرت والا نے اپنے طرز تربیت اور طریق اصلاح میں بلحاظ ناگواری طبائع تجویز فرمائی ہے اور جس کا ایک بہت مختصر مگر جامع مانع خلاصہ حضرت والا نے ایک دفتی پر خوشخط لکھوا کر اپنے سامنے رکھ لیا ہے تا کہ وہ پیش نظر رہے اور وقت پر ذہول نہ ہونے پائے اور اپنے تجویز کردہ دستور العمل پر عملدرآمد آسان ہو۔ اس سے اندازہ فرمالیا جائے کہ حضرت والا کو قوانین ضروریہ پر عمل کرنے کا خود بھی کس قدر اہتمام ہے۔ رسالہ مذکورہ کو مع ضمیمہ کے ناصح صاحب کے بعد کے توبہ نامہ کو مع حضرت والا کے جواب باصواب ولاجواب کے انشاء اللہ تعالیٰ حسن العزیز سے قریب ہی کی سطور میں اپنے موقع پر نقل کیا جائے گا۔

معترض کا اپنے اعتراض سے توبہ کرنا

پہلے تو معترض صاحب نے جوش انتقام میں مغلوب النفس ہو کر جو جی چاہا لکھ مارا اور ساتھ ہی اپنی نفسانیت پر پردہ ڈالنے کی غرض سے خط میں اپنی خیر خواہی و محبت و خلوص نیت کا یقین دلا دیا لیکن پھر جلدی ہی حضرت والا کی کتاب التکشف کے مطالعہ کی برکت سے منجانب اللہ ان کی خود بخود آنکھیں کھلیں اور ایسے ہوش درست ہوئے کہ انہوں نے فوراً حضرت والا کی خدمت میں ایک توبہ نامہ ارسال کیا جو قریب ہی کی سطروں میں بالفاظہ نقل کیا جائے گا جس میں انہوں نے صاف اور صریح لفظوں میں اپنے ان مفصلہ ذیل رذائل اور تاثرات کا اظہار و اقرار کیا ہے۔ اپنی بدبختی، روسیاہی، گستاخی، بیباکی، جرأت اور نمک حرامی، اپنا تشدد، عناد، حرمان اور خسران دارین، اپنا مستحق زجر ہونا اور حضرت والا کا حق بجانب ہونا اپنا خواہ مخواہ کا مصلح بننا اور اپنے اس جرم کا ناقابل تلافی ہونا۔ پھر آخر میں اپنی ندامت و شرمساری کا اظہار اور عفو کی درخواست۔ اور ایک انہی صاحب نے کیا بہت سے معترضین نے اسی طرح اپنے اعتراضات سے بعد کو رجوع کیا ہے اور اپنی غلطی کا اعتراف کیا ہے جس سے **الحق یعلوو لا یعلی** کا ظہور ہوا ہے۔

معترضین پر خدائی وبال

ان معترضین میں سے بعض نے تو حقیقت سمجھ کر رجوع کیا اور بعض جب اپنی گستاخی اور بداعتقادی کی پاداش میں بفحوائے (ع) باشیر پنجہ کردی و دیدی سزائے خویش۔ منجانب اللہ مبتلائے آلام و مصائب ہوئے اور ان کے قلب سے قرار و سکون ذوق و شوق انشراح و انبساط سارے آثار جمعیت غائب ہوئے اور اس طرح وہ ظاہری و باطنی دونوں لحاظ سے بفحوائے ارشاد مولانا رومیؒ۔

گر جدا بینی زحق ایں خواجہ را — گم کنی ہم متن وہم دیباجہ را

(اگر تو اس سردار کو حق سے دور دیکھے تو اصل اور شرح سب سے محروم ہوگا)

خاسر و غائب ہوئے تب مجبور ہو کر نادم و تائب ہوئے۔

ہر چند حضرت والا نے بغایت تواضع اپنے کو اس درجہ کا نہ سمجھ کر اور اس بناء پر بھی کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کوئی عادت مستمرہ تو ہے نہیں ہمیشہ ایسی صورتوں میں اپنے ستانے والوں کے

ابتلاء کو اتفاق ہی پر محمول فرمایا اور ان کے اس گمان کی کہ حضرت والا کی شان میں گستاخی کرنے کی وجہ سے ان پر مصیبت آئی تغلیط ہی فرمائی۔ لیکن بفحوائے حدیث **من عادیٰ لی ولیًا فقد آذنته للحرب** اور بفحوائے ارشاد عارفین۔

بس تجربہ کردیم دریں دیر مکافات با دُرد کشاں ہر کہ در اُفتاد بر افتاد

(ہم نے جزاء وسزا کے اس عالم میں بہت دفعہ تجربہ کیا ہے کہ جو تلچھٹ پینے والوں کے ساتھ بیٹھا وہی بلند ہوا)

ہیچ قومے را خدا رُسوا نہ کرد تا دلِ صاحب دِلے نامد بہ درد

(جب تک کسی قسم نے کسی اللہ والے کا دل نہیں دُکھایا اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو رسوا نہیں کیا)

اہل اللہ کے دل دکھانے اور ان کو ستانے والوں کا اکثر یہی انجام ہوتا ہے کہ وہ مبتلائے آلام ومصائب ظاہری و باطنی کردیئے جاتے ہیں جس کا بعض اوقات خود ان کو بھی احساس ہونے لگتا ہے اور پھر ان میں سے بعض متنبہ ہو کر تائب بھی ہو جاتے ہیں۔

شیخ کی بے ادبی کرنے کا نقصان

بالخصوص تعلق ارادت قائم کرلینے کے بعد پھر گستاخی اور بے ادبی کرنا تو خاص طور سے زیادہ موجب وبال ہوتا ہے چنانچہ خود حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ اس تعلق میں بعض اعتبارات سے معصیت اتنی مضر نہیں ہوتی جتنی بے ادبی مضر ہو جاتی ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ معصیت کا تعلق تو اللہ تعالیٰ سے ہے اور چونکہ وہ تاثر وانفعال سے پاک ہیں اس لیے توبہ سے فوراً معافی ہو جاتی ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کے ساتھ ویسا کا ویسا ہی تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔ بخلاف اس کے بے ادبی کا تعلق شیخ سے ہے اور وہ چونکہ بشر ہے اس لیے طالب کی بے ادبی سے اس کے قلب میں کدورت پیدا ہو جاتی ہے جو مانع ہو جاتی ہے تعدیۂ فیض سے۔ اھ۔

پھر حضرت والا نے فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ نے اس کی خوب مثال دی تھی۔ فرمایا کہ اگر کسی چھت کی میزاب کے مخرج میں مٹی ٹھونس دی جائے تو جب آسمان سے پانی برسے گا تو گو وہ چھت پر تو نہایت صاف وشفاف حالت میں آئے گا لیکن جب میزاب میں ہو کر نیچے پہنچے گا تو بالکل گدلا اور میلا ہو کر۔ اسی طرح شیخ کے قلب پر جو ملاء اعلیٰ سے فیوض و

انوار نازل ہوتے رہتے ہیں ان کا تعدیہ ایسے طالب کے قلب پر جس نے شیخ کے قلب کو مکدر کر رکھا ہے مکدر صورت ہی میں ہوتا ہے جس سے اس طالب کا قلب بجائے منور و مصفا ہونے کے تیرہ و مکدر ہوتا چلا جاتا ہے۔ حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ اپنے شیخ کے قلب کو مکدر کرنے اور مکدر رکھنے کا طالب پر یہ وبال ہوتا ہے کہ اس کو دنیا میں جمعیت قلب کبھی میسر نہیں ہوتی اور وہ عمر بھر پریشان ہی رہتا ہے لیکن چونکہ یہ ضروری نہیں کہ ہر فعل موجب تکدر شیخ معصیت ہی ہو اس لیے ایسی صورت میں اس فعل سے براہ راست تو کوئی دینی ضرر نہیں پہنچتا لیکن وہ بواسطہ اکثر سبب ہو ہی جاتا ہے دینی ضرر کا بھی جس کی ترتیب یہ ہوتی ہے کہ اول شیخ کے قلب کا تکدر سبب ہوتا ہے۔ طالب کے انشراح قلبی کے زوال کا اور پھر یہ عدم انشراح اکثر سبب ہو جاتا ہے کوتاہی اعمال کا اور پھر یہ کوتاہی اعمال سبب ہو جاتی ہے دینی ضرر اور اخروی وبال کا۔ گو عدم انشراح کی حالت میں بھی اگر وہ اپنے اختیار اور ہمت سے برابر کام لیتا رہے اور اعمال صالحہ کو بہ تکلف جاری رکھے تو پھر کوئی بھی دینی ضرر نہ پہنچے لیکن اکثر یہی ہوتا ہے کہ انشراح کے فوت ہو جانے سے اعمال میں بھی کوتاہیاں ہونے لگتی ہیں اور اس طرح بواسطہ دینی ضرر کا بھی اکثر تحقق ہو ہی جاتا ہے کیونکہ جو داعیۂ عادیہ تھا یعنی انشراح وہ تو جاتا رہا اور بلا داعیہ اکثر کو عمل بہت دشوار ہوتا ہے۔ اھ۔

حضرت والاؒ کی تواضع

اسی سلسلہ میں حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ گو میں خود کوئی چیز نہیں لیکن جب کسی نے کسی شخص کو اپنا معتقد فیہ بنالیا اور پھر بلا وجہ اس کے ساتھ خلاف اعتقاد معاملہ کر کے اس کو مکدر کر دیا تو اس صورت میں بھی ویسی ہی مضرتیں پہنچیں گی جیسی کاملین ومقبولین کو مکدر کرنے سے پہنچتی ہیں۔ اھ۔

جامع اوراق عرض کرتا ہے کہ یہ حضرت والا کی غایت تواضع ہے ورنہ آج حضرت والا کا مرکز رشد و ہدایت اور سرگروہ مشائخ وقت اور اشرف کاملین ومقبولین زمانہ ہونا روز روشن کی طرح ظاہر و باہر ہے کیونکہ اس زمانہ میں اور کسی سے ایسا عام اور تام بلکہ اس کے لگ بھگ بھی فیض دینی ظاہری و باطنی مخلوق خدا کو نہیں پہنچ رہا جو ایک امر مشاہد اور ایک صریح اور ناقابل انکار حقیقت ہے اور کیوں نہ ہو حسب ارشاد محققین (جس کی تصدیق مشاہدہ سے بھی

ہوتی ہے) یہ عادت الٰہیہ قدیمہ کو ہر زمانہ میں ایک ایسا امام دنیا میں ضرور موجود رکھا جاتا ہے جس سے امتیاز حق و باطل ہوتا رہے اور چونکہ وہ بمصلحت ہدایت عباد مؤید من اللہ ہوتا ہے۔ اس لیے کہ اس کے منہ سے ہمیشہ حق بات ہی نکلتی ہے۔ نیز وہ ایسی مخصوص مقبولیت و محبوبیت عنداللہ سے مشرف فرمایا جاتا ہے کہ اہل عصر میں سے جو شخص اس کا معتقد نہیں ہوتا وہ گو عاصی تو نہیں ہوتا مگر برکات خاصہ سے محروم رہتا ہے۔

چونکہ اس زمانہ میں ظاہراً سوائے حضرت والا سلمہم اللہ تعالیٰ کے اور کوئی بزرگ اس شان کا نہ دیکھا گیا نہ سنا گیا لہٰذا بگمان غالب قریب بہ یقین حضرت والا ہی اس مذکورہ بالا سنت الٰہیہ قدیمہ کے فی زماننا مصداق معلوم ہوتے ہیں۔ واللہ اعلم باسرارہ و اسرار اولیائہ۔

مذکورہ بالا ضمنی بیانات کے بعد اب حسب وعدہ حضرت والا کے رسالہ "التبدیل من التثقیل الی التعدیل" کو مع ضمیمہ کے اور معترض صاحب کے بعد کے توبہ نامہ کو مع حضرت والا کے جواب باصواب کے مکتوبات حسن العزیز سے اصل الفاظ میں نقل کیا جاتا ہے اور صاحبان ذوق تو اس تبدیل پر بصد حسرت یہ شعر پڑھیں گے۔

بچہ امید تواں زیستن اکنوں احسن　　　فکر بیداد ہم از خاطر جاناں برخاست

(اب کس امید پر حسین زندگی گزاری جاسکتی ہے، کہ اب تو محبوب کے دل سے ظلم کا خیال ہی جاتا رہا)

رسالہ التبدیل من التثقیل الی التعدیل

بعدالحمد والصلوٰۃ: یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۵۴ھ کو ایک مقام سے ایک خط آیا جس میں دل کھول کر میرے طریق اصلاح و تربیت پر مجھ کو سب و شتم کیا گیا اور طریق مروج کے اتباع کی فرمائش کی گئی ہر چند کہ اس کے قبل بھی ایسے خطوط متعدد بار آچکے ہیں مگر اس میں خیر خواہی کا دعویٰ نہیں کیا گیا تھا اس لیے ان کے معاندانہ لہجہ پر غلبۂ نظر کے سبب زیادہ قابل التفات نہیں سمجھا گیا۔ گو کسی قدر ان سے بھی متاثر ہو کر طرز عمل میں تغیر کیا گیا نیز اپنی حالت پر ہمیشہ نظر تنقیدی کی عادت کو بھی اس تغیر میں خاص دخل ہے چنانچہ حسن العزیز کے حصہ ملفوظات میں دور جدید کی سرخی کا مضمون جو کہ غرہ رمضان ۱۳۴۴ھ کا لکھا ہوا ہے اور ضمیمہ تتمہ خامسہ میں طور جدید کی سرخی کا مضمون جو کہ الامداد بابتہ ذی الحجہ ۱۳۳۰ھ میں

شائع ہوا ہے۔ اس دعویٰ پر کافی دلیل ہے مگر اس اخیر خط میں باوجودیکہ وہ اپنے کاتب کے اصول وفروع طریق سے محض بیخبر ہونے پر قطعی شہادت دے رہا ہے لیکن اس میں خیر خواہی ومحبت وخلوص نیت کا یقین بھی دلایا گیا ہے جس کی تکذیب کا مجھ کو کوئی حق نہیں اس لیے اس کی ناواقفی پر نظر نہ کرکے اور اس کے دشنامی لہجہ کو حافظؒ کے اس مصرعہ (ع) بدم گفتی وخورسندم عفاک اللہ نکو گفتی) کے تحت میں داخل کرکے اور اسی کے ساتھ اپنے نفس کو بھی غوائل سے بری نہ پاکر خاص طور سے اس میں نظر کی گئی اور نظر کے بعد یہ فیصلہ کیا گیا کہ میرے طرز موجود کی مثال اس علاج کی سی ہے جس میں معالج صحت کے درجہ کاملہ کی تحصیل کے لیے اسباب مرض کے استیصال کا اہتمام کرتا ہے اور اس لیے ادویہ کی تلخی اور مریض کی ناگواری کی پروانہ کرکے کامل النفع دوا تجویز کرتا ہے اور پرہیز میں بھی خفیف سے خفیف مضار سے بچانے کی سعی کرتا ہے اور مریض کی ادنیٰ کوتاہی اور بے پروائی پر اپنی ناراضی ظاہر کرتا ہے اور اگر لطف مفید نہیں ہوتا تو عنف کا استعمال کرتا ہے اور کاتب خط کی مثال اس علاج کی سی ہے جس میں معالج مریض کی ناتمام صحت پر قناعت کرکے دوا وہ تجویز کرے جس کو مریض خوشی سے گوارا کرلے اگرچہ مرض کا استیصال نہ ہو صرف قدرے کمی ہو جائے اگرچہ بعد چندے وہ پھر زور پکڑے یا اگر معتد بہ کمی بھی ہوگئی تھی لیکن استیصال نہ ہوا تھا اس لیے بعد چندے پھر عود کر آئے۔ اسی طرح اس کی بد پرہیزی میں بھی تسامح کرے کہ مہلک اشیاء سے تو روک ٹوک کرتا رہے لیکن ممرض ومضعف اشیاء کی اجازت دے دے۔

یہ تو فرق کی تحقیق تھی طرز موجود اور اس کاتب ناصح کی تجویز میں۔ باقی ان دونوں کے نتیجہ میں جو فرق ہے وہ خود فرق مذکور سے ظاہر ہے کہ ایک میں نفع تام ہے گو مریضوں کی ناقدری وبے خبری سے عام نہ ہو اور دوسری تجویز میں نفع تام نہیں گو کم ہمت اور نادان مریضوں کے ہجوم سے صورۃً نفع عام متوہم ہو۔ پھر ان دونوں فرقوں کے بعد اس میں غور کیا گیا کہ اب تک تو طرز اول ہی کو اس لیے راجح سمجھ کر اختیار کیا جارہا تھا کہ یہ طرز جس طرح اپنی غایت کے اعتبار سے راجح ہے اسی طرح اصول طریق کی موافقت کے سبب بھی راجح ہے۔ چنانچہ ائمہ طریق کے واقعات معالجات سے تو (جو کتب فن میں ہزاروں کی تعداد میں منقول ہیں) صراحۃً بلا تامل اور کتاب و

سنت سے بعض میں قدرے تامل کے ساتھ اور اکثر میں بلا تامل یہ موافقت ثابت ہے جو جا بجا میری تقریرات وتحریرات میں متفرقاً اور مسائل السلوک وتکشف وتشرف میں مجتمعاً مذکور ہے۔

بہر حال اسی رجحان علمی وعملی کی بناء پر اب تک یہ معمول تھا لیکن پھر بھی احتیاطاً اس خط کی بناء پر ایک دوسرے پہلو پر بھی نظر کی گئی وہ یہ کہ جن مریضوں کے نفع کے لیے یہ درد سر اختیار کیا جارہا ہے جب وہی اس کو ثقیل سمجھتے ہیں تو ایسی حالت میں طبیب کا یہ اہتمام بلیغ بالکل **انلزمکموھا و انتم لھا کٰرھون** اور مدعی سست گواہ چست کا مصداق ہے۔ جو کہ غیر ضروری ہے تو جانبین کی سہولت کے لیے عملاً اس قدر پر اکتفا مناسب ہے جس کو مریض گوارا کر سکے اور جس قدر اس میں نقص ہے تعلیماً اس پر تنبیہ کر دی جائے تاکہ ایک درجہ تک اس میں تلبیس و خیانت سے بھی صیانت رہے عادت عامہ کی بھی رعایت ہو جائے آگے اپنے نفع نقصان کو وہ خود دیکھ لے۔ اس صورت میں اس طرز تربیت کی شان تبلیغ عام کی سی رہ جائے گی جس میں مبلغ کے متعلق ارشاد ہے۔ **قُل یآیّھاالنّاسُ قَدْ جَاءَ کُمُ الحقُ مِن رَّبکُم فَمِنِ اھْتَدیٰ فانما یھتدِی لِنَفْسِه و مَنْ ضَلَّ فَاِنّمَا یَضِلُّ عَلیھَا وَمَاانا علَیْکم بو کیْل.**

جیسا طرز سابق کی شان تادیب خاص کی سی تھی جس کے متعلق ارشاد ہے

”**کلکم راع وَکَلکُم مسؤل عنْ رعّیته الحدیث**“ اور چونکہ عدم التزام کی حالت میں جس کی علامت گرانی ہے احقر کو طالبین کے ساتھ راعی ورعیت کا سا تعلق نہیں اس لئے مجھ کو یہ دوسرا طرز اختیار کرنا بھی جائز ہے اور چونکہ اس وقت طالبین کا غالب مذاق یہی ہے اس لیے اب اس جائز کو اختیار کر لینے کا ارادہ کر لیا ہے۔ لوگ کڑوی دواؤں سے بچیں گے۔ میں مشقت اور مشقت کے صلہ میں گالیوں سے بچوں گا۔ اگر کسی کو نفع کامل حاصل کرنا مطلوب ہوگا اس کے لیے اس نفع ناقص کے ساتھ میری کتابوں کا انضمام انشاءاللہ تعالیٰ کافی ہو جائے گا۔ میں بلا ضرورت کیوں غم میں پڑا بقول مشہور قاضی جی تم کیوں دُبلے کہنے لگے شہر کے اندیشہ سے۔

باقی اس طرز جدید کی جزئیات وخصوصیات کا انضباط جامع مانع عبارت میں متعسر و متعذر ہے البتہ اجمالی اشارہ ان عنوانات سے ہوسکتا ہے۔ تحمل۔ تامل۔ تجمل تامل۔ تجمل تعمل۔ تحمل۔ تمہل تسہل یہ تحریر اسی تبدیل کی اطلاع کے لیے ناظرین کے سامنے لائی گئی

ہے اور دو اعتبار سے اس کے دو لقب ہو سکتے ہیں۔ ایک اعتبار تو یہ ہے کہ میرے نزدیک طرز سابق تعدیل تھا اب اس سے تنزل کر کے زیادہ تخفیف و تسہیل کی گئی۔ اس اعتبار سے تو اس کا لقب "**التنزیل من التعدیل الی التسہیل**" ہے اور ایک اعتبار یہ ہے کہ معترضین کے نزدیک وہ طرز سابق تشدد اور تثقیل تھا اور دوسرا طرز تعدیل ہے اس اعتبار سے اس کا لقب "**التدبیل من التثقیل الی التعدیل**" ہے اور چونکہ اس تبدیل میں مذاق عامہ کی رعایت کی گئی ہے اس لیے تسمیہ میں بھی اسی کی رعایت سے دوسرے لقب کو تجویز کرتا ہوں چنانچہ سرنامہ پر آپ کو یہی ملے گا۔ **واللّٰہ ھو الھادی فی المقاصد والمبادی.**

اور ہر چند میں یہ بھی جانتا ہوں کہ بعض معترضین یا نادان محبین اس پر بھی قناعت نہ کریں گے اس سے بھی تنزل کی رائے دیں گے مگر میں اس سے اس لیے معذور ہوں کہ میرے نزدیک اس سے تنزل تربیت ہی کا کوئی درجہ نہیں بلکہ صاف ترک تربیت ہے۔ البتہ اگر کسی وقت حالات خاصہ مقتضیٔ ترک تربیت رونما ہوں گے جیسے خدا کرے فاعلین تربیت کا وجدان یا خدا نہ کرے قابلین تربیت کا فقدان اس وقت اس ترک کو بھی جائز سمجھ کر اختیار کرلوں گا اور یہ ترک عام ہے۔ باقی ترک خاص وہ عدم مناسبت کی صورت میں اب بھی کسی خاص شخص کے لیے تجویز کیا جا سکتا ہے۔

فی الاول للآیۃ و لتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر الخ.

وفی الثانی الحدیث اذا رأیت شحاً مطاعاً وھوی متبعا

ودنیا موثرۃً واعجاب کل ذی رای برأیہ فعلیک

بخاصۃ نفسک ودع امر العامۃ.

ولیکن ھذا اخر الکلام واللّٰہ المستعان . وعلیہ التکلان.

فی کل مرام ثالث جمادی الاول ۱۳۵۴ھ۔

ضمیمہ عملیہ

اس تبدیل کی حقیقت تو مشاہدہ پر موقوف ہے مگر رفع انتظار غائبین کے لیے مختصر تنقیح اس کی ماضی وحال کے تقابل کے طور پر بطور نمونہ کے پیش کی جاتی ہے۔

ماضی	حال
ا۔اس احتمال سے کہ متوسط نقل مضمون میں تغیر وتبدل نہ کردے (گو بلا قصد ہی ہو) صاحب معاملہ سے خود خطاب کیا جاتا تھا جس سے بعض اوقات مخاطب مغلوب ہوجاتا تھا۔	ا۔کسی متوسط کے ذریعہ اس کی غلطی پر متنبہ کیا جاتا ہے اور حتی الامکان واسطہ خطاب ایسے شخص کو تجویز کیا جاتا ہے جس میں احتمال تغییر مضمون کا نہ ہو۔
۲۔غلطی کے وجوہ خود بیان کیے جاتے تھے جو بصورت دعاوی ہوتے تھے اگرچہ بہ دلیل بیان کیے جاتے تھے مگر طبعاً دعویٰ کا اثر اباء عن القبول ہوتا ہے۔	۲۔مقصود کے مبادی و مقدمات بدیہیہ مخاطب سے قبول کرا کے مقصود کو خود مخاطب سے تسلیم کرالیا جاتا ہے جس کا حاصل اقرار ہے طبعاً اس کا اثر قبول ہوتا ہے
۳۔خطاب بلا واسطہ میں جب مخاطب بے اصول جواب دے تغیر میں زیادت ہوکر لہجہ تیز ہوجاتا تھا کم فہم مخاطب اس کو ناراضی سمجھ کر رنجیدہ ہوجاتا تھا۔	۳۔اب توسط میں اس کی نوبت ہی نہیں آسکتی اس لیے بجائے رنجیدہ ہونے کے شرمندہ ہوتا ہے۔
۴۔مکالمت کے ختم پر فیصلہ تجویز کر کے اس کو اطلاع کردی جاتی تھی جس کی صورت حکومت جیسی ہوتی تھی جو بعض اوقات اس کو ناگوار ہوتا تھا۔	۴۔اب غلطی تسلیم کرا کر خود اس سے فیصلہ تجویز کرایا جاتا ہے اگر اس کا فیصلہ ناکافی ہوتا ہے۔ اس کا غلط ہونا ظاہر کر کے دوسرے فیصلہ کیلئے کہا جاتا ہے اور اخیر فیصلہ کے بعد اکثر اپنی طرف سے اس میں تخفیف کردی جاتی ہے جس کو وہ غنیمت سمجھتا ہے اور خوشی سے قبول کرتا ہے۔

۵۔ چونکہ طبعاً بھی اور بضرورت ہجوم مشاغل بھی اور مخاطب کو کلفت انتظار سے بچانے کے لیے بھی فیصلہ فوراً نافذ کر دیا جاتا تھا اور اس کے بعد بعض اوقات اس میں نظر ثانی کی گنجائش محسوس ہوتی تھی۔	۵۔ نظر ثانی کی مصلحت کو مصالح مذکورہ پر ترجیح دیکر نفاذ میں کسی قدر توقف کیا جاتا ہے۔

اور باوجود اس کے اب بھی اپنی رائے پر نہ وثوق ہے نہ اپنے طرز عمل ماضی یا حال پر ناز ہے۔ بشریت ہے جس کے باب میں خُلِقَ الانسانُ ضَعِیفاً اور خُلِقَ الاِنسَانُ مِنْ عجل ارشاد ہے جس کا حاصل علم و عمل کا نقص ہے اس لیے ہر حال میں گو نیت یہی ہے کہ ان ارِیدُ الا الا صلاحَ مااستَطَعتُ مگر پھر بھی اس نیت کے متعلق یہی التجا ہے ومَا توفیقی الّا باللّٰہ علیہ توکلت والیہ اُنیبُ. اور صیغہ استغفار کے ساتھ یہ دعا ہے جو صالح علیہ السلام کے ارشاد سے ماخوذ ہے۔ اَستَغفِرُ رَبّي ثُمَّ اَتُوبُ اِلَیہِ انّ ربی قریب مجیب۔

تنبیہ: یہ التزامات اکثری ہیں وللاکثر حکم الکل جس میں کسی معارض قوی مصلحت سے یا ذہول سے استثناء بھی ممکن الوقوع ہے۔ اسی طرح یہ سب مراتب توقع مناسبت تک ہیں ورنہ سنت خضر یہ ھذا فراق بینی و بینک معمول بہا ہے۔

نوٹ: اس کے بعد ۱۱۔ جمادی الاخریٰ ۱۳۵۴ھ کو ان ہی معترض صاحب کا توبہ نامہ آیا جس کو مع جواب نقل کیا جاتا ہے۔

نقل خط: مکرم و محترم جناب مولانا صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ ورضوانہ۔ کچھ عرصہ ہوا یہ بد بخت روسیاہ خدمت والا میں بے اجازت چلا گیا۔ آپ نے اس مستحق کو خوب زجر فرمائی سو آپ حق بجانب تھے میں نے یہاں آ کر مصلح بن کر آپ کو خط لکھا کہ اتنا غصہ اور ہتک نہ چاہیے۔ رسول اللہ کا ایسا سلوک نہ تھا اور بہت بے باکانہ الفاظ لکھے۔ سو اب اس نمک حرام نے آپ کی تصنیف تکشف سے متشددین اور معاندین کا بیان پڑھا ہے اور بہت نادم ہے اور شرمسار محروم۔ میں نے خسران دارین لینے میں بڑی جرأت کی۔ کیا آپ

مجھےللہ یہ گستاخی معاف فرماتے ہیں یا میرا جرم ناقابل تلافی ہے۔ فاعف عنے۔

نقل جواب السلام علیکم۔ اگر معافی کے یہ معنے ہیں کہ قیامت میں مواخذہ نہ کروں دنیا میں بددُعا نہ کروں۔ غیبت نہ کروں تو معاف ہے چنانچہ میں نے کسی کو نام بھی نہیں بتلایا بلکہ بستی کا نام بھی نہیں بتلایا کہ کسی کے دل میں بغض نہ ہو جائے اور اگر یہ معنے ہیں کہ دوستوں کا سا تعلق رکھوں یا خط وکتابت یا ملاقات کی اجازت دوں تو معاف نہیں تا کہ پھر کسی پر ظلم نہ کرو۔۱۲۔ ج ۲ ۵۴ھ

معترض کے ساتھ خیر خواہی

یہاں ایک امر اور قابل غور عرض ہے کہ باوجود ناگواری کے جو معترض کے گستاخانہ لہجہ اور بیہودہ اعتراضات سے پیدا ہوئی تھی حضرت والا نے اتنی رعایت فرمائی کہ نہ معترض کا خط کسی کو سنایا بلکہ اسی وقت اسے چاک فرما دیا۔ جیسا کہ حضرت والا کا معمول ہے اور نہ معترض کا نام اور پتہ کسی کو بتایا بلکہ اس درجہ اہتمام کے ساتھ چھپایا کہ ڈاک خانہ کی مہر کو بھی قلم زد فرما دیا اور اس طرح کہ کوئی پڑھ نہ سکے اور احقر نے صوبہ کا نام دریافت کیا تو وہ بھی نہ بتایا اور فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ اس صوبہ سے بھی کسی کو بغض نہ ہو اور وہاں کے رہنے والے محبین کو شرمندگی بھی نہ ہو۔

ایک دقیق مسئلہ کی وضاحت

علاوہ بریں حضرت والا نے معترض کے توبہ نامہ کے جواب میں ایک مسئلہ دقیق کی تعلیم بھی فرمائی کہ معافی اور چیز ہے دل ملنا اور چیز ہے کیونکہ بشاشت قلب امر غیر اختیاری ہے جو بعض حالتوں میں فوت ہونے کے بعد پھر عمر بھر بھی پیدا نہیں ہوتی۔ چنانچہ حضرت والا اس کی تائید میں حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کے واقعہ کو نقل فرمایا کرتے ہیں جو اس باب میں نص صریح ہے۔ فرمایا کرتے ہیں کہ حضور سے زیادہ کس کا قلب منور ومطہر اور وسیع وعالی ہو سکتا ہے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں بھی حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کی طرف سے ان کے اسلام لانے کے بعد بھی بشاشت پیدا نہ ہوئی تو ہم لوگ تو چیز ہی کیا ہیں حالانکہ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کے جرم کی معافی اسلام لانے کے بعد یقیناً ہو چکی تھی کیونکہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے الاسلام یهدم ما کان قبله لیکن اس جرم کی نوعیت ہی ایسی تھی

کہ باوجود معافی ہو جانے کے بھی اس کا اثر بشکل رنج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں موجود رہا کیونکہ قبل اسلام لانے کے حضرت وحشی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو نہایت بیدردی کے ساتھ غزوہ احد میں شہید کیا تھا جس کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت وحشی رضی اللہ عنہ پر نظر پڑتے ہی استحضار ہو جاتا تھا اور ان کی طرف سے قلب مبارک میں انقباض پیدا ہو جاتا تھا۔ یہاں تک کہ بالآخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت وحشی رضی اللہ عنہ سے صاف فرمادیا کہ **هل تستطيع ان تغيب وجهک عني** اور وہ شام تشریف لے گئے اور پھر جیسی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی مبارک تھی کبھی اپنا چہرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دکھایا۔ بمصداق۔

اُرِيدُ وِصالَه وَ يُرِيدُ هجري فَاترُک مُاَاُرِيدُ لِمَا يُرِيدُ

(میں اس کا وصال چاہتا ہوں اور وہ مجھ سے جدائی چاہتا ہے لہٰذا میں اپنا ارادہ اس کی خواہش کی وجہ سے چھوڑتا ہوں۔)

میل من سوئے وصال وقصد او سوئے فراق ترک کام خود گرفتم تابرآید کام دوست

(میرا میلان وصال کی طرف ہے اور اس کا ارادہ جدائی کی طرف ہے میں نے اپنا مقصد چھوڑ دیا ہے تاکہ میرے دوست کا مقصد پورا ہو جائے۔)

اس واقعہ کو بخاری شریف جلد ثانی غزوہ احد باب قتل میں حمزہؓ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔ **قال وحشي في حديث طويل حتىٰ قدمت علىٰ رسول الله صلى الله عليه وسلم فلما رانى قال انت وحشي قلت نعم قال انت قتلت حمزة قلت قدكان من الامر ما بلغک قال فهل تستطيع ان تغيب وجهک عني قال فخرجت الخ۔**

(ف) اس واقعہ کے چند ضروری اجزاء فتح الباری سے بھی نقل کیے جاتے ہیں۔ **في فتح الباری في رواية فلما خرج وفد الطائف ليسلموا تغميت على المذاهب فقلت الحق باليمن اوالشام اوغيرها وفي رواية الطيالسی فاردت الهرب الى الشام فقال لی رجل ويحک والله ماياتي محمدا (صلى الله عليه وسلم) احد بشهادة الحق الاخلٰى عنه قال فانطلقت فما شعربی الاوانا قائم على**

راسه اشهد بشهادة الحق و ایضاً فی الفتح وعند یونس بن بکیر فی المغازی عند ابن اسحق قال فقیل لرسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ھذا وحشی فقال دعوة رجل واحد للاسلام احب الی من قتل الف کافر و عندالطبرانی فقال یا وحشی اخرج فقاتل فی سبیل اللّٰہ کما کنت تصد عن سبیل اللّٰہ(ج ۷)

اس واقعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ معافی کے لیے بشاشت لازم نہیں۔

حضرتِ والا کے طریق اصلاح کے لوازم

حضرت والا کے اس طریق اصلاح بطرز سیاست کے متعلق ایک ضروری تنبیہ بھی قابل عرض اور قابل غور ہے وہ یہ کہ اس طریق خاص کے اختیار کرنے کا ہر شخص ہرگز اہل نہیں لہذا عام مصلحین اس کے اختیار کرنے کی ہرگز جرأت نہ کریں ورنہ وہ کورانہ تقلید کر کے اپنا بھی اور طالبین اصلاح کا بھی ناس کریں گے۔ یہ تو صرف ان خاص الخاص حضرات ہی کا منصب ہے جو نفسانیت سے بالکل نکل چکے ہیں اور جو حدود کی حفاظت پر پورے قادر ہیں محض تقلید سے اس منصب خاص کی اہلیت نہیں پیدا ہو سکتی۔

کورانہ تقلید کرنے والوں کے لیے تو حضرت شیخ فریدالدین عطار قدس سرہٗ کا یہ ارشاد ہے۔

تو صاحب نفسی اے غافل میان خاک خوں مخور
کہ صاحب دل اگر زہرے خورد آں انگبیں باشد

(تو نفس کا بندہ ہے، اے غافل تو خاک وخون نہ چاٹ (ذلیل نہ ہو) صاحب دل اگر زہر بھی کھائے تو وہ شہد بن جاتا ہے۔)

جس کی تفسیر میں حضرت مولانا رومیؒ ارشاد فرماتے ہیں۔

صاحب دل راندارد آں زیاں　　　گر خورد اوزہر قاتل راعیاں

(دل والے کو کوئی نقصان نہیں ہوتا اگرچہ وہ قتل کرنے والی زہر ہی کیوں نہ کھالے)

آنکہ صحت یافت از پرہیز رست　　　طالب مسکین میاں تپ درست

(جس نے صحت پالی اسے پرہیز سے چھٹکارا مل گیا اور مسکین طالب بخار میں درست رہتا ہے)

ورتو نمرودی ست درآتش مرد　　رفت خواہی اول ابراہیم شو
چوں نہ سباح نے دریائی　　درمیفگن خویش از خودرائی
اوزقعر بحر گوہر آورد　　اززیاں ہاسود برسر آورد
(وہ سمندر کی تہہ سے موتی نکال لایا، نقصانوں سے نفع کما لایا)
کاملے گر خاک گیرد زر شود　　ناقص ارزر برد خاکستر شود
(کامل اگر مٹی اٹھائے تو وہ بھی سونا بن جاتی ہے، ناقص اگر سونا اٹھائے تو وہ بھی مٹی ہو جاتا ہے)
جہل آید پیش او دانش شود　　جہل شد علمے کہ در ناقص رود
(اس کے سامنے جہالت آئے تو وہ بھی علم بن جاتی ہے اور ناقص میں جو علم آئے وہ علم بھی جہالت بن جاتا ہے)
ہرچہ گیرد علتے علت شود　　کفر گیرد کاملے ملت شود
(جو بیماری کو پکڑتا ہے تو وہ خود بیمار ہو جاتا ہے اور کامل اگر کفر کو لے تو وہ بھی مسلمان ہو جاتا ہے)
اور دوسرے مقام پر ارشاد فرماتے ہیں۔
کار پاکاں را قیاس ازخود مگیر　　گرچہ ماند درنوشتن شیر و شیر
(پاک لوگوں کے معاملات کو اپنے اوپر قیاس نہ کر اگرچہ شیر اور شیر (دودھ) لکھنے میں ایک جیسا ہے)
ہردوگوں زنبور خور دند از محل　　لیک شد زاں نیش وزاں دیگر عسل
(ایک ہی جگہ سے دو مکھیاں چوستی ہیں مگر ایک میں ڈنک بنتا ہے اور دوسری میں شہد)
ہرچہ مردم می کند بوزینہ ہم　　آں کند کز مرد بیند دمبدم
(انسان جو کچھ کرتا ہے، بندر بھی وہی کچھ کرتا ہے، وہ آدمی کو جس طرح کرتے ہوئے دیکھتا ہے اسی وقت اس کی نقل اتارتا ہے)
اوگماں بردہ کہ من کردم چو اُو　　فرق را کے بیند آں استیزہ جُو
(اس کا خیال یہ ہوتا ہے کہ میں نے اسی کی طرح کر دکھایا ہے وہ شر پسند فرق کو کب سمجھتا ہے)
اسی مضمون کو حضرت عارف شیرازیؒ اسی طرح فرماتے ہیں۔
نہ ہرکہ چہرہ برافروخت دلبری داند　　نہ ہرکہ آئینہ دارد سکندری داند

(ہر وہ آدمی جس نے اپنا چہرہ لال کر لیا وہ دلبری نہیں جانتا، اور ہر شیشہ رکھنے والا بادشاہی نہیں جانتا)

نہ ہر کہ طرف کلہ کج نہادو تند نشست | کلاہ داری و آئین سروری داند

(ٹیڑھی ٹوپی پہن کر اور سنجیدہ ہو کر بیٹھنے والا ہر آدمی منصب وسرداری کے اصول نہیں جانتا)

ہزار نکتۂ باریک تر ز مواینجاست | نہ ہر کہ سر بترا شد قلندری داند

(یہاں تو ہزاروں ایسے راز ہیں جو پانی سے بھی باریک ہیں، ہر سر مونڈ وانے والا قلندری نہیں جانتا)

غرض جو حضرت والا کی تقلید کرلے وہ پہلے اپنے اندر حضرت والا کا سا سوء ظن بنفسہ بھی تو پیدا کرے جس کی وجہ سے حضرت والا باوجود ہر طرح اہل ہونے کے اپنے اس طرز پر برابر نظر ثانی فرماتے رہتے ہیں پھر حضرت والا کی سی شفقت ورعایت اور حضرت والا کا سا ترحم ورفق بھی تو اپنے اندر دیکھ لے۔ جس کی وجہ سے حضرت والا کی ہر سیاست اہل کے لیے نافع اور موجب برکت ہی ثابت ہوتی ہے اور بجائے وحشت ونفرت کے حضرت والا کی جانب قلوب کو اور بھی زیادہ کشش ہوتی ہے اور طالبین کا ہجوم بڑھتا ہی چلا جاتا ہے۔

اس کے متعلق خود حضرت والا کا ایک ارشاد یاد آیا۔ ایک مولوی صاحب نے حضرت والا کی سیاست کے متعلق یہ آیت پڑھی۔ وَلَو کُنتَ فظاً غَلیظَ القَلبِ لَا نفضوا مِنْ حَولِکَ اور اس سے استدلال کیا کہ یہ سختی قابل ترک ہے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ اس آیت سے تو میری ہی تائید ہوتی ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ میں فظ اور غلیظ القلب نہیں ہوں ورنہ انفضاض اس کے لیے لازم ہے اور یہاں یہ لازم یعنی انفضاض منتفی ہے۔ پس ملزوم یعنی فظاظت اور غلظت بھی منتفی ہوئی پس اس میں تو میری ہی تائید ہوگئی۔

حضرت کے طرز اصلاح کا ایک خاص فائدہ

نیز حضرت والا کے اس طرز سیاست میں اور بھی بہت سی مصلحتیں ہیں۔ خود فرمایا کرتے ہیں کہ اگر میرے یہاں عرفی اخلاق ہوتے تو اس قدر ہجوم ہوتا کہ جو کچھ میں نے دینی خدمت کی ہے اور کر رہا ہوں وہ ہرگز ممکن نہ ہوتی۔ نیز اس ہر بونگ میں آنے والوں کو

کوئی موقع ہی خاص نفع حاصل کرنے کا نہ مل سکتا۔ نیز مخلصین وغیر مخلصین میں بالکل امتیاز نہ رہتا۔ خلط مبحث ہو جاتا۔ اب جتنے ہیں بفضلہٖ تعالیٰ وہ قابل اطمینان تو ہیں کیونکہ ایسا ویسا تو میرے یہاں ٹھہر ہی نہیں سکتا۔

سیاست کے ساتھ رعایت کا انوکھا واقعہ

حضرت والا کی عین سیاست کے وقت بھی انتہا درجہ کی رعایت اور حفظ حدود کے صدہا واقعات ہیں جن میں سے اس جگہ صرف دو واقعے عرض کر کے اس مضمون کو جو طویل ہوتا چلا جارہا ہے ختم کر دوں گا۔ ایک واقعہ تو احقر کا دیکھا ہوا ہے اور ایک خود احقر پر گزرا ہوا ہے۔ دیکھا ہوا واقعہ تو یہ ہے کہ ایک بار حضرت والا نے ایک نو وارد دیہاتی طالب کو اس کی کسی بے عنوانی پر بہت زور سے ڈانٹ کر اپنے پاس سے اٹھا دیا وہ بیچارہ سمجھا کہ میں نکال دیا گیا اس لیے خانقاہ سے باہر جانے کے لیے پھاٹک کی طرف جانے لگا۔ حضرت والا نے پھر ڈانٹ کر فرمایا کہ ادھر کہاں جاتا ہے مسجد کی طرف کیوں نہیں جاتا۔

احقر یہ شفقت دیکھ کر عش عش کرنے لگا کہ سبحان اللہ غصہ کے وقت بھی کس قدر رعایت ہے کہ ڈانٹ بھی رہے ہیں اور اپنے پاس سے اٹھا بھی دیا ہے لیکن قطع تعلق نہیں کرتے اور خانقاہ سے نہیں جانے دیتے خود روک رہے ہیں لیکن اس شان کے ساتھ کہ سیاست میں بھی فرق نہ آنے پائے۔

مرتب کا اپنا واقعہ

اور دوسرا معاملہ جو خود احقر کے ساتھ ہوا وہ یہ ہے کہ ایک بار احقر کو کسی بے عنوانی پر ظہر کے بعد کی مجلس میں ڈانٹا تھا۔ عصر کی جماعت کے بعد لیکن مصلیوں کے منتشر ہونے کے قبل بہ غایت شفقت خاص طور سے احقر سے فرمایا کہ خواجہ صاحب میں ٹہلنے کے لیے جنگل جا رہا ہوں کیا آپ بھی ساتھ چلیں گے۔ میں نے عرض کیا جی ہاں اس گفتگو کے بعد حضرت والا نے کچھ دیر توقف فرمایا اور خاموش بیٹھے رہے۔ اور مقتدی بھی صف باندھے بدستور بیٹھے رہے۔ پھر حضرت والا اٹھے اور احقر کو ساتھ لے کر ٹہلنے تشریف لے گئے۔ راستہ میں احقر

سے اس اظہار خصوصیت کا یہ منشاء ظاہر فرمایا کہ جن لوگوں کے سامنے ڈانٹا گیا تھا ان کے قلب میں جو بے وقعتی پیدا ہوئی ہو اس کا تدارک ہو جائے اور کچھ دیر توقف فرمانے کا یہ راز فرمایا کہ جب اس اظہار خصوصیت کا حاضرین پر اچھی طرح اثر ہو چکے تب اٹھوں ورنہ اگر میں وہ بات کہہ کر فوراً ہی اٹھ بیٹھتا تو نہ کسی کو سوچنے کا موقع ملتا نہ اس کا استحضار اور اثر ہونے پاتا۔

سبحان اللہ اس واقعہ سے جذبات کی کتنی دقیق رعایت اور نفسیات میں حضرت والا کی کس درجہ مہارت ثابت ہوتی ہے۔

عود الی السابق

جامع اوراق عرض کرتا ہے کہ میں مدرسہ عالیہ دیوبند کے پچھلے بڑے جلسہ میں حضرت والا کی تشریف آوری اور اپنی حاضری کا حال عرض کر رہا تھا جس کے ضمن میں حضرت والا کی شان جلال کا ذکر استطراداً چھڑ گیا جس کا احقر کو اول بار مشاہدہ اسی جلسہ میں ہوا تھا۔ پھر اس ذکر کے سلسلہ میں بعض بزرگوں کے اندر جو فطری طور پر شان جلال ہوتی ہے استطراداً ہی اس کی تحقیق بھی شروع ہوگئی جس کی بابت کلام بہت طویل ہو گیا کیونکہ یہ مسئلہ بہت مہتم بالشان تھا اور چونکہ اس کے متعلق لوگ بہت غلط فہمیوں میں مبتلا ہیں۔ اس لیے اس کی ضرورت محسوس ہوئی کہ اس کے سارے پہلوؤں پر مفصل گفتگو کی جائے۔ لہذا اس موضوع کے متعلق حضرت والا کی جو جو تقریریات بے تکلف یاد آسکیں اور جو تحریرات وقت پر بسہولت مہیا کی جا سکیں ان کو احقر لکھتا چلا گیا یہاں تک کہ بعون اللہ تعالیٰ شدہ شدہ ایک بڑا ذخیرہ مجتمع ہو گیا جس کا پہلے سے نہ قصد تھا نہ گماں **فالحمدللہ**۔

چونکہ حضرت والا کی شان تحقیق و تدقیق بفضلہٖ تعالیٰ مسلم طور پر اس درجہ بڑھی ہوئی ہے کہ جس مسئلہ پر بھی بحث فرماتے ہیں بالخصوص جو باطنی امور کے متعلق ہو اس پر ایسی جامع مانع تقریر فرماتے ہیں کہ اس کا کوئی پہلو نظر انداز نہیں ہونے پاتا اور پھر اس کے متعلق کوئی حالت منتظرہ باقی نہیں رہتی لہذا یہ ذخیرہ بفضلہٖ تعالیٰ بہت ہی نادر حقائق و دقائق سے مملو اور اس موضوع پر بالکل کافی و وافی و شافی ہے اور اس کے متعلق ہر اشکال کا رافع ہر اعتراض کا

قاطع ہر غلط فہمی کا دافع اور ہر اشتباہ کا نافی ہے۔ گو اس استطرادی مضمون سے بیان سابق مؤخر ہو گیا لیکن الحمد للہ ایک دوسرا اہم مقصود حاصل ہو گیا جو اس باب ارشاد و افاضہ باطنی سے بہ نسبت اس مضمون کے جو بیان کیا جارہا تھا تعلق بھی زیادہ رکھتا ہے۔

احقر کی تھانہ بھون میں پہلی حاضری

اب میں پھر بیان سابق یعنی تذکرہ شرکت جلسۂ دیوبند کی طرف عود کرتا ہوں جلسہ ختم ہونے کے بعد احقر حضرت والا کے ہمراہ دیوبند سے تھانہ بھون حاضر ہوا اور یہ احقر کی تھانہ بھون میں سب سے پہلی حاضری تھی اور خانقاہ امدادیہ اشرفی کی زیارت کا سب سے پہلا موقع تھا۔ جس کا نظارہ ایک انگریزی پڑھے ہوئے اور کالجوں میں زندگی بسر کئے ہوئے اور تصویر کا صرف ایک ہی رخ دیکھے ہوئے شخص کے لیے ایک بہت ہی عجیب وغریب اور پر لطف و پر کیف نظارہ تھا۔

خانقاہ کا قابل رشک ماحول تھا

جس کو دیکھئے ثقہ صورت متشرع لباس کوئی تلاوت کر رہا ہے کوئی نماز پڑھ رہا ہے کوئی ذکر میں مشغول ہے کوئی مراقبہ میں محو ہے کوئی درس دے رہا ہے۔ کوئی تصنیف کر رہا ہے کوئی مطالعہ کتب میں لگا ہوا ہے۔ بالخصوص پچھلی رات کو تو عجیب ہی سماں ہوتا تھا۔ دوران ذکر میں کوئی آہیں کھینچ رہا ہے۔ کسی پر گریہ طاری ہے۔ کوئی بیتاب ہو ہو کر تڑپ رہا ہے۔ کوئی غایت ذوق و شوق میں ہاتھ پاؤں پٹک رہا ہے۔ کوئی چیخ رہا ہے۔ کوئی کیف میں اشعار پڑھ رہا ہے کوئی رو رو کر دعائیں مانگ رہا ہے اور لطف یہ کہ اندھیرے میں ایک کو دوسرے کی خبر نہیں کہ کس پر کون سی کیفیت طاری ہے۔ غرض ہر ذاکر ریا سے مطمئن ہو کر اور خوب جی کھول کھول کر اپنے دل کی بھڑاس نکال رہا تھا اور احقر بھی ایک گوشہ میں بیٹھا ہوا مجلس ذکر کی اس مجموعی کیفیت سے لطف اندوز ہو رہا تھا اور تمنائیں کر رہا تھا کہ کاش حضرت والا کی نظر توجہ مجھ بے کیف پر بھی ہو جائے اور میرے اندر بھی یہی کیفیات پیدا ہو جائیں۔ گویا بزبان حال یہ کہہ رہا تھا۔

آنکہ جہاں را بہ نگہ زندہ کرد کاش بما ہم نظرے داشتے

(جس نے اپنی ایک نگاہ سے جہان کو زندہ کر دیا ہے کاش وہ ہم پر بھی ایک نظر کرتا)

چنانچہ حضرت والا کا تصور کر کے کہ گویا اپنے دولت خانہ ہی میں بیٹھے ہوئے سب خانقاہ والوں کو تڑپا رہے ہیں اور اس منظر سے متاثر ہو ہو کر مجمع ذاکرین میں بیٹھا ہوا میں حسب حال اور مناسب موقع اشعار تصنیف کرتا رہا اور حضرت والا کو خیال میں مخاطب بنا بنا کر نہایت کیف کے ساتھ ان اشعار کو پڑھتا رہا۔ ان اشعار میں سے دو شعر اب تک یاد ہیں جن کو اس وقت کی کیفیت ظاہر کرنے کے لیے نقل کرتا ہوں ؎

اک وار ادھر بھی قاتل کر دے ہمیں بھی شامل
مقتل میں تیرے ہر سو بسمل تڑپ رہے ہیں
کبھی آ کے تم بھی دیکھو، سر قتل گہ تماشا
کہیں سر کٹے پڑے ہیں کہیں دل تڑپ رہے ہیں

خانقاہ کے ماحول کا اثر

غرض خانقاہ میں پہنچ کر مجھ کو ایسا معلوم ہوا کہ میں کسی اور ہی دنیا میں پہنچ گیا جس کو روحانی دنیا کہنا زیبا ہے۔ ذکر اللہ کی دلکش صدائیں قلب غافل کو بھی ذاکر بنا بنا دیتی تھیں۔ بقول احقر ؎

دل اینجا میکند اللہ اللہ   کہ ہر دم بشنود اللہ اللہ

(دل جس وقت بھی اللہ اللہ کی آواز سنتا ہے تو وہ سینہ میں اللہ اللہ کہتا ہے)

اس پر اپنے ایک اہل حدیث عزیز کا جو اہل دل بھی تھے اور جو ایک بار احقر کے ہمراہ خانقاہ میں حاضر ہوئے تھے مقولہ یاد آیا کہ یہاں تو بڑا لطف ہے اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے سوتے جاگتے ہر وقت اور ہر حال میں ذکر اور تلاوت ہی کی آوازیں کانوں میں پڑتی رہتی ہیں۔ میں تو جہاں چاہتا ہوں لیٹ جاتا ہوں اور پڑا ہوا سنا کرتا ہوں اور مزے لیا کرتا ہوں اور اسی کیف میں سو بھی جاتا ہوں اور جب آنکھ کھلتی ہے تو پھر وہی دلکش صدائیں کانوں میں پڑنے لگتی ہیں یہاں تو بڑا مزا ہے۔ اھ۔

خانقاہ کی مجلس

جلسہ دیوبند کے بعد بہت سے شرکاء جلسہ حضرت والا کے ہمراہ تھانہ بھون بھی حاضر

ہوئے تھے۔ حاضرین مجلس کی کثیر تعداد کو دیکھ کر حضرت والا نے فرمایا کہ یہاں بھی گویا ایک چھوٹی سی جلسی ہوگئی۔ مہمانوں کی کثرت اور جگہ کی قلت کی وجہ سے حضرت والا کی نشست گاہ کی پشت پر جو بسمت جنوبی یعنی شمال رویہ حجرہ ہے وہ احقر کو ایک اور صاحب کی شرکت میں قیام کے لیے مرحمت فرمایا گیا تھا۔

احقر اسی حجرہ میں تھا اور مناجات مقبول کی منزل پڑھ رہا تھا کہ حضرت والا تشریف لا کر بیٹھ گئے اور مہمانوں کو حسب معمول مطلع فرما دیا کہ جس کا جی چاہے وہ آ کر پاس بیٹھ سکتا ہے چنانچہ سب حاضر ہو گئے اور دونوں سہ دری بھر گئیں۔ چونکہ اس زمانہ میں حضرت والا کی نشست گاہ حجرہ مذکورہ کے دروازہ سے بالکل ملی ہوئی تھی اس لیے بوجہ حضرت والا کے اپنی نشست گاہ پر تشریف لا کر بیٹھ جانے کے احقر حجرہ سے نکل کر شریک مجلس نہ ہوسکا اور اندر ہی بیٹھا ہوا مناجات مقبول پڑھتا رہا۔ حضرت والا نہایت جوش وخروش کے ساتھ حاضرین مجلس کو ملفوظات سے بہرہ اندوز فرما رہے تھے اور بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ افادات میں اس درجہ منہمک ہیں کہ کسی اور طرف مطلق توجہ ہی نہیں، لیکن سینہ مبارک میں جو عشق حقیقی کی آگ بھری ہوئی تھی اور قلب مطہر کو جو ہر وقت محبوب حقیقی کی لو لگی ہوئی تھی اس کا مجھ کو کسی قدر اندازہ اس حالت سے ہوا جو اس وقت بے اختیار احقر پر ظاہر ہوئی اور یہ میرا وجدان ہے جو دوسروں پر حجت نہیں۔

نگہ ناز کی تاثیر میرا دل سمجھا ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ شمع کے سوز کو پروانہ محفل سمجھا

مجلس کے وقت مجھ پر اثر

تفصیل اس حالت کی یہ ہے کہ جب حضرت والا حاضرین مجلس سے نہایت شغف کے ساتھ باتیں فرما رہے تھے تو دوران گفتگو میں بار بار اسی طرح سانس لے رہے تھے جیسے کوئی کسی کیفیت غریبہ کے غلبہ کے وقت سانس لیا کرتا ہے۔ یعنی سانس کو کسی قدر جھٹکا دے دے کر نتھنوں سے بار بار باہر کو نکال رہے تھے۔ احقر کو جب حجرہ کے اندر مناجات مقبول پڑھتے پڑھتے اس طرح التفات ہوا تو معاً یہ محسوس ہوا کہ حضرت والا کے اس طرح سانس نکلنے کے وقت فوراً ایک آگ سی میرے سینہ کے اندر بھر جاتی ہے اور دل میں ایک سوزش سی پیدا ہونے لگتی ہے۔ چونکہ احقر فطرۃً بہت وہمی اور شکی مزاج کا واقع ہوا ہے اس لیے کچھ دیر تک تو اس اثر

کو محض خیالی سمجھتا رہا لیکن جب ہر بار یہی کیفیت پیدا ہوتے دیکھی تو یقین ہو گیا کہ جب حضرت والا کے قلب پرسوز میں آتش عشق زیادہ مشتعل ہونے لگتی ہے تو اس کی ظاہری سوزش کو سانس کے ذریعے فرو کرنے لگتے ہیں بالخصوص جب بعض اوقات بیک وقت دو تین بار اسی طرح سانس کو نتھنوں سے باہر نکالتے تب تو احقر کے قلب میں بہت ہی جلن پیدا ہو جاتی اور ایسا معلوم ہونے لگتا کہ گویا قلب سے اسم ذات جہر و ضرب کے ساتھ دمادم نکل رہا ہے۔

جب مجھ کو یہ کیفیت محسوس ہوئی تو میں سمجھا کہ یہ کوئی وقت خاص ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے قلب پر بواسطہ حضرت والا کوئی فیضان خاص ہو رہا ہے۔ لہٰذا میں ہمہ تن اسی کیفیت کی جانب متوجہ ہو گیا اور مناجات مقبول کا پڑھنا بھی منقطع کر دیا پھر تو یہاں تک اثر بڑھا کہ غایت تاثر کی وجہ سے میں نے بیٹھے بیٹھے اپنی کہنیاں زمین پر ٹیک دیں اور بے اختیار کراہنے کی سی آواز بھی نکلنے لگی لیکن میں ضبط سے کام لیتا رہا کیونکہ حضرت والا حجرہ کے دروازہ سے بالکل ملے ہوئے ہی تشریف فرما تھے۔ پھر بھی حضرت والا تک تھوڑی بہت آواز پہنچ ہی گئی چنانچہ بعد کو مزاحاً فرماتے تھے کہ مجھے حیرت تھی کہ اس وقت حجرہ کے اندر کون ہے کوئی جن تو نہیں آ گیا۔ اھ۔

احقر تو اس وقت قابو سے بھی باہر ہو جاتا لیکن خیریت یہ ہوئی کہ حسن اتفاق سے حضرت والا نے بوجہ جگہ تنگ ہونے کے دستی پنکھا جھلنے والے صاحب کو حجرہ کے دروازہ کے اندر بٹھا دیا ان کی وجہ سے بغرض اخفائے حال میں سنبھل کر بیٹھ گیا لیکن پھر بھی قلب میں وہی کیفیت پیدا ہوتی رہی۔ بہت دیر کے بعد جب مجلس ختم ہوئی تو احقر بھی باہر نکلا۔ اس وقت حضرت والا نے متعجب ہو کر فرمایا کہ اچھا آپ اندر ہی بیٹھے رہے مجھے اندر سے کچھ آواز سی تو سنائی دی تھی لیکن یہ معلوم نہ تھا کہ آپ بیٹھے ہوئے ہیں مجھے حیرت تھی کہ حجرہ تو خالی ہے پھر یہ آواز کیسی۔ کوئی جن تو نہیں آ گیا۔ اھ۔

حضرت پر سوز و گداز کا غلبہ

اس زمانہ میں حضرت والا پر اس قدر سوز گداز کا غلبہ تھا کہ اس کا ظاہر پر بھی اثر پڑتا تھا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک بار میں حضرت والا کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو مجھے ایسا معلوم

ہوتا تھا جیسے ہی کسی تنور کے پاس بیٹھا ہوا ہوں۔ باوجود اس کے کہ اس وقت ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی لیکن پیشانی پر پسینہ آ جاتا تھا یہاں تک کہ احقر نے حضرت والا سے بھی اشارۃً عرض کر دیا کہ ہوا تو چل رہی ہے پھر یہ گرمی کیوں محسوس ہو رہی ہے۔ حضرت والا موقع بہ موقع لمبا سانس لے لے کر صمیم قلب سے لفظ اللہ بھی کہتے رہتے تھے جس سے اندرونی سوز و گداز کا پتہ چلتا تھا اور اٹھتے بیٹھے عجیب عجز و نیاز کے لہجہ میں ''اے میرے مالک'' بھی کہتے اور یہ دونوں معمول کم و بیش اب بھی جاری ہیں۔

حضرت کے ہر ارشاد کو اپنے اوپر منطبق کرنا

اسی پہلی حاضری خانقاہ میں ایک اور عجیب کیفیت بھی احقر پر طاری ہوئی وہ یہ کہ حضرت والا جس قسم کی بھی گفتگو کسی سے فرماتے یا جو بھی واقعہ بیان فرماتے خواہ کسی موضوع کے متعلق ہو دینی یا دنیوی اس کو میں من و عن خود اپنے ہی کسی نہ کسی حال باطنی پر منطبق پاتا اور ساتھ کے ساتھ اس کے ہر ہر جزو کی توجیہات اور وجہ انطباق بھی ذہن میں خود بخود بلا تکلف آتی چلی جاتی اور میں یہ سمجھتا کہ ان سب حکایات و تقریرات میں حضرت والا کا روئے سخن میری ہی طرف ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کو میرے لیے سراپا ہدایت ہی ہدایت بنا دیا تھا۔ مثلاً ایک بار حضرت والا تلاوت فرماتے ہوئے ریل کی پٹڑی پر صبح کی مشی کے لیے تشریف لئے جا رہے تھے اور احقر کو بھی غایت عنایت سے خموشی کے ساتھ ہمراہ چلنے کی اجازت مرحمت فرما دی تھی۔ راستہ میں چند کالی بھجنگ بھینسیں ریلوے لین کو عبور کرتی ہوئی ملیں۔ ان کو دیکھ کر حضرت والا نے احقر سے فرمایا کہ بھینسیں ایسی کریہہ صورت ہوتی ہیں کہ اگر ان سے دودھ کی توقع نہ ہوتی تو ان کو کبھی کوئی پالنا گوارا نہ کرتا۔ اھ۔

احقر کو ہجوم وساوس کی ہمیشہ شکایت رہتی ہے احقر یہ سمجھا کہ حضرت والا وساوس کے متعلق میری تسلی فرما رہے ہیں کہ اس طریق میں بھی ان بھینسیوں کی طرح وساوس خطور کرتے ہیں جو بہت ناگوار اور مکروہ معلوم ہوتے ہیں لیکن چونکہ ان سے نفع باطنی حاصل ہوتا ہے اس لیے ان کو گوارا کیا جاتا ہے۔ غرض اسی طرح حضرت والا کے ہر قول کو میں اپنے کسی نہ کسی حال پر منطبق پاتا تھا اور خواہ کوئی مخاطب ہو میں سمجھتا تھا کہ حضرت والا در پردہ مجھی سے خطاب فرما رہے ہیں۔ بمصداق

خوشتر آں باشد کہ سر دلبراں ۔۔۔ گفتہ آید در حدیث دیگراں

(یہ بہت ہی اچھا ہے کہ محبوبوں کے راز دوسروں کے واقعات میں بیان کئے جائیں)

بلکہ اس کا اتنا یقین ہو گیا تھا کہ اس قسم کی بعض باتوں کا جواب احقر بھی انہیں اشارات میں عرض کر دیتا تھا اور بظن خود سمجھ لیتا تھا کہ حضرت والا بھی میرے اس اشارہ کو سمجھ گئے ہیں۔

علم اعتبار کی بشارت

جب احقر نے اپنا یہ سب حال حضرت والا کی خدمت میں عرض کیا تو فرمایا کہ میں آپ کو مبارک باد دیتا ہوں اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم اعتبار عطا فرمایا ہے۔ پھر علم اعتبار کی حقیقت بیان فرمائی کہ ایک شے سے دوسری شے کی طرف بر بنائے مناسبت ذہن کے منتقل ہو جانے کو علم اعتبار کہتے ہیں اور اسی کو علم تعبیر بھی کہتے ہیں جس کو اس علم سے مناسبت ہوتی ہے وہ معتبر خواب ہوتا ہے کیونکہ خواب میں حقائق اکثر صور مثالیہ میں متمثل ہوتی ہیں پھر ایک بزرگ کی حکایت بیان فرمائی کہ انہوں نے ایک ککڑیاں بیچنے والے کو جو یہ صدا لگاتے ہوئے سنا کہ **الخیار العشرۃ بدانق** تو لفظ خیار سن کر ان کا ذہن بجائے ککڑیوں کے خیار کے دوسرے معنی یعنی اچھے لوگوں کی طرف منتقل ہو گیا اور یہ کہہ کر جب خیار کی اللہ تعالیٰ کے یہاں یہ قدر و قیمت ہے کہ ایک دانق میں دس دس تو ہم جیسے اشرار کا کیا حال ہوگا ایک چیخ ماری اور بیہوش ہو کر گر گئے پھر فرمایا کہ بعض صوفیہ نے جو تفسیرات قرآنیہ لکھی ہیں وہ اسی قسم کی تعبیرات سے مملو ہیں۔ مثلاً سورہ بقر میں بقر سے مراد نفس لیا ہے اور غضب یہ ہوا کہ بعض جاہل صوفی اس قسم کی تفسیرات کو اصل تفسیر سمجھنے لگے جو ان کی سخت غلطی ہے۔

علم اعتبار چلے جانے پر حضرت کا تسلی دینا

غرض حضرت والا کی اس بشارت سے کہ احقر کو علم اعتبار عطا ہوا ہے۔ مجھ کو بڑی مسرت ہوئی اور جب کچھ عرصے کے بعد یہ حالت فرو ہو گئی اور احقر نے اس فقدان پر اظہار حسرت کیا تو فرمایا کہ کچھ غم نہ کیجئے۔ دیکھئے درخت پر پہلے جھوٹے پھول آتے ہیں اور جو جھڑ جاتے ہیں پھر سچے پھول آتے ہیں جن سے پھل پیدا ہوتے ہیں۔ افسوس کی کوئی بات نہیں اس قسم کی تغیرات تو اس طریق میں لازم عادی ہیں۔ علم اعتبار کیا چیز ہے آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ اس سے بھی بڑھ کر دولتیں عطا ہوں گی کچھ فکر نہ کیجئے۔ اھ۔

خدمت اقدس سے روانگی کے وقت بشاشت

جب کچھ دن حضرت والا کی خدمت بابرکت سے بہرہ یاب اور لطف اندوز ہو کر احقر رخصت ہونے لگا تو کچھ نقد ہدیہ پیش کرنے کے لیے اپنی اچکن کی اوپر والی جیب سے روپیہ نکالنے لگا چونکہ جیب تنگ تھی اس لیے روپیہ نکالنے میں تکلف ہوا اور کچھ دیر لگی۔ حضرت والا نے مزاحاً فرمایا کہ روپیہ نہیں نکلتا تو اچکن ہی اتار کر مجھے دیئے جایئے میں خود نکال لوں گا۔ اس پُر لطف فقرہ نے احقر کے قلب سے اس کیفیت ہیبت و بستگی کو بالکل زائل کر دیا جو حضرت والا کی شان جلال کے مشاہدہ سے جس کا اتفاق احقر کو پہلی ہی بار ہوا تھا مرعوب ہو کر پیدا ہو گئی تھی۔ اور غالباً اسی کیفیت کو محسوس فرما کر حضرت والا نے یہ معاملہ بھی فرمایا تھا تاکہ چلتے وقت احقر کی طبیعت منشرح ہو جائے کیونکہ جذبات پر حضرت والا کی بہت نظر رہتی ہے۔ چنانچہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ رخصت کرتے وقت بہت بشاشت کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ بجز ان مواقع کے جن میں سیاست کا مقتضا اس کے خلاف ہو۔ ایسے مواقع پر تو رخصت کے وقت بالقصد یاد دلا دیتے ہیں کہ دیکھو تم مجھ کو اپنی حرکتوں سے اذیت دے کر جا رہے ہو اس کو یاد رکھنا تاکہ آئندہ کسی کو نہ ستاؤ۔ اھ۔

احقر غایت محبت سے وقت بے وقت حضرت والا کے ساتھ ہی لگا رہتا چنانچہ جب مکان تشریف لے جاتے اس وقت بھی ہمراہ ہو لیتا ایک مرتبہ اس پر تنبیہ فرمائی کہ آپ میں غلو بہت ہے اس تنبیہ سے بھی مرعوب رہنے لگا تھا۔

مشاہدۂ شان جلال کو میں نے اپنے عریضہ میں جس کا کچھ حصہ اب تک پرانے خطوط میں محفوظ ہے واپسی پر عجب عاشقانہ رنگ سے لکھا تھا۔ اقتباس ملاحظہ ہو۔

"اب کی بار حضور کی صفت جمال اور شان جلال جو محض تربیت خدام کے لیے تھی دونوں سے مستفید ہوا اور نہ ابھی تک لاڈ ہی لاڈ میں پلا تھا۔

صفت جمال بھی ہے شانِ جمال بھی ہے تری سادگی کے قرباں ترے بانکپن کے صدقے

اگر احقر کی کوئی گستاخی ناگوار خاطر اقدس ہوئی ہو یا ہو تو للہ معاف فرمایئے گا کیونکہ بظن خود میں حضور کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ سادگی و محبت، ناواقفیت و جہالت کی وجہ سے ہوتی ہے۔ رخصت کے وقت حضور کے شفقت بھرے الفاظ نے تمام گرانی جو حضور کی شان جلال

نے پیدا کر دی تھی قطعاً زائل کر دی اور اب تک اس کا مزا لیتا ہوں اس وقت بے حد انبساط ہوا تھا اور اب بھی جب سوچ لیتا ہوں تو عجیب حظ حاصل ہوتا ہے۔ انتہیٰ بلفظہ۔

خانقاہ میں طاری ہونے والی کیفیت کے متعلق عریضہ

احقر پر جو کیفیت حجرہ میں بیٹھے بیٹھے طاری ہوئی تھی جس کی تفصیل اوپر بیان کی جا چکی ہے احقر نے اس کا بھی مفصل حال تھانہ بھون سے واپس آ جانے پر بذریعہ عریضہ عرض کیا تھا کیونکہ بہ زمانۂ حاضری تھانہ بھون زبانی عرض کرنے کی جرأت ہی نہ ہوئی تھی۔ اس کیفیت کا حال لکھنے کے علاوہ احقر نے یہ بھی لکھا تھا کہ افسوس مجھ کو اپنے امراض باطنی کے اظہار کی بھی قابلیت نہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ خود حضور پرُ نور پر میرے امراض روشن فرما دیا کرے تا کہ حضور خود ہی ان کی اصلاح فرماتے رہیں۔ حضرت والا نے اس عریضہ کا جو جواب ارسال فرمایا تھا وہ ایسا پر کیف اور پرُ اثر اور رنگین تھا کہ اس نے مجھ کو بے خود کر دیا۔

حضرت کا جواب اور اس کا اثر

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جس وقت وہ جواب مجھ کو ملا ہے میں اپنے چچا زاد بھائی کے ساتھ بیٹھا کھانا کھا رہا تھا۔ اس کو دیکھتے ہی وہی کیفیت میرے قلب میں پھر عود کر آئی جو تھانہ بھون میں طاری ہوئی تھی اور جس کے متعلق یہ جواب تھا اور جو مفقود ہو چکی تھی اور جس کے فقدان پر احقر نے اپنے عریضہ میں بہت اظہار حسرت کیا تھا اور استدعائے توجہ کے ساتھ آخر میں یہ شعر بھی غایت شوق میں خود تصنیف کر کے لکھا تھا۔

بہر حق پھر اک توجہ کی نظر کر دیجئے　　　عشق حق کی آگ سے سینہ مرا بھر دیجئے

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت والا کا کرامت نامہ دیکھتے ہی پھر ویسی ہی سوزش سینہ میں پیدا ہو گئی اور جب پڑھنا شروع کیا تب تو وہ عود شدہ کیفیت یہاں تک بڑھی کہ میں کھانا چھوڑ کر مکان کے بالا خانہ پر چلا گیا اور بھائی سے کہہ گیا کہ اوپر نہ آئیں۔ پھر اوپر پہنچ کر تنہائی میں چار پائی پر پڑا ہوا خوب لوٹتا اور تڑپتا رہا۔ اس مزیدار جواب کو مزے لے لے کر اتنی مرتبہ پڑھا اور اتنے لوگوں کو سنایا کہ اس کا اکثر حصہ بلفظہ یاد ہو گیا اور اب تک یاد ہے حالانکہ اس کو پچیس

سال سے بھی زیادہ عرصہ ہوگیا ہے۔اور جواب کا پرچہ بھی گم ہوگیا ہے گو خود احقر کے عریضہ کا کچھ حصہ اب تک محفوظ ہے جو ذوق وشوق کے مضامین سے لبریز ہے۔جس نے بھی وہ جواب سناوہی تڑپ گیا اور اب بھی جس کو سناتا ہوں عش عش کرنے لگتا ہے بالخصوص حضرت والا کے جوابات کے موجودہ طرز سے موزانہ کرنے کے بعد تو بہت ہی تعجب ہوتا ہے۔

بات یہ ہے کہ اس زمانہ میں حضرت والا پر عاشقانہ رنگ کا بہت غلبہ تھا اور اب حکیمانہ رنگ غالب ہے جو انفع واکمل ہے۔ چنانچہ خود حضرت والا نے بھی اس جواب کو ایک بار احقر سے سن کر فرمایا کہ اس زمانہ میں میں خود بھی تو بہت بے چین تھا اور اب تو بالکل روکھا پھیکا ہوگیا ہوں اور پھر یہ مثال دی کہ بعض موسموں میں تو کھچڑی کم کھائی جاتی ہے چٹنی زیادہ مثلاً گرمیوں اور لُو دھوپ کے زمانہ میں برخلاف اس کے سردیوں میں کھچڑی زیادہ کھائی جاتی ہے اور چٹنی صرف کبھی کبھی بس ایک دو انگلی چاٹ لی۔ گو کھچڑی اس کے مقابلہ میں بالکل روکھی پھیکی ہوتی ہے لیکن جزو بدن وہی زیادہ ہوتی ہے۔چٹنی تو محض ایک چاٹ کی چیز ہے۔اھ۔

متوسط ومنتہی کا فرق

اسی مضمون کو ایک بار اور طرح بیان فرمایا تھا۔صبح کی مشی کے لیے تلاوت فرماتے ہوئے تشریف لیے جارہے تھے۔احقر بھی ہمراہ تھا راستہ میں دو کھیت پڑے ایک تو پک چکا تھا اور ایک میں ابھی پھول ہی آرہا تھا جو پک چکا تھا وہ تو بالکل خشک تھا اور دوسرا نہایت خوش منظر اور ہرا بھرا۔ فوراً فرمایا کہ متوسط اور منتہی میں بس ایسا ہی فرق ہے جیسا ان دو کھیتوں میں گو دیکھنے میں تو یہ ہرا بھرا کھیت نہایت خوش منظر ہے لیکن ابھی وہ سوائے اس کے اور کسی کام کا نہیں کہ کاٹ کر بیلوں کو کھلا دیا جائے۔بس جانوروں کا چارہ ہے اور کچھ بھی نہیں۔اور دوسرا گو دیکھنے میں تو بالکل سوکھا سا کھا روکھا پھیکا ہے لیکن اس میں دانہ پڑ گیا ہے اور پک سوکھ کر بالکل تیار ہوگیا ہے جب چاہیں کاٹ کر اس سے غلہ حاصل کرلیں جو انسان کا مدار حیات ہے اور جو کھیت کا اصل مقصود ہے۔اھ۔

اس کی چند مثالیں باب شرف بیعت واستفاضۂ باطنی میں بھی گزر چکی ہیں جن کے اعادہ کی حاجت نہیں۔

حضرت والا کے جواب کا اقتباس

غرض حضرت والا کا وہ زمانہ بہت ہی جوش وخروش کا زمانہ تھا اس لیے اس زمانہ کے جوابات خطوط بھی بہت رنگین اور پُر جوش ہوتے تھے۔ چنانچہ احقر کے عریضہ مذکورہ کا حسب ذیل جواب ارقام فرمایا۔ آپ کا خط آیا حرفاً حرفاً پڑھا۔ بہت لذت آئی پس لکھنے والے کو لکھتے وقت کیا کچھ لذت آئی ہوگی۔

ساقی ترا مستی سے کیا حال ہوا ہوگا — جب تونے یہ مۓ ظالم شیشہ میں بھری ہوگی

یہ سب نیرنگیاں حضرت عشق طال بقاؤہٗ کی ہیں جن پر آپ کو مبارکباد دیتا ہوں نوشید وخروشید سب فال نیک ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اسی طرح۔

تادمِ آخر دمے آخر بود — کہ عنایت باتو صاحب سر بود

(آخر دم تک اسی طرح حالات جاری رہیں تاکہ تمہارے ساتھ صاحب نسبت کی عنایات جاری رہیں)

آپ بیکار فکروں میں نہ پڑیئے۔

من غمِ تو میخورم تو غم مخور — برتو من مشفق ترم ازصد پدر

(میں تیرا غم کھاتا ہوں تو غم نہ کر، میں تجھ پر سو باپ سے بھی زیادہ مہربان ہوں۔)

کبھی طالب کی توجہ سے اس کے قلب کو شیخ سے اتصال ہوکر شیخ کے قلب کی کیفیات متعدی ہونے لگتی ہیں یہ جو حکایت آپ نے لکھی ہے وہ اسی قبیل سے ہے۔ اھ۔

کیفیت کے متعلق احقر کا گمان اور حضرت کا جواب

حضرت والا کی اس تحقیق سے احقر کے اس گمان کی تصدیق ہوتی ہے کہ وہ جو مجھ پر اثر ہوا تھا وہ حضرت والا ہی کی کیفیات قلبیہ کا انعکاس تھا۔ حضرت والا نے جو اپنے جواب میں مذکورہ بالا شعر تحریر فرمایا تھا اس نے مجھ کو خاص طور سے کئی دان تک مست رکھا یہاں تک کہ اسی بحر وقافیہ میں خود میں نے بھی حسب حال کچھ اشعار تصنیف کر لیے تھے جن میں سے یہ دو شعر اب تک یاد ہیں۔

جس قلب کی آہوں نے دل پھونک دیئے لاکھوں
اس قلب میں یااللہ کیا آگ بھری ہوگی

جنت میں ملے گا سب جس میں جسے راحت ہو
ہم کو تو پسند اپنی شوریدہ سَری ہوگی

واقعی اس زمانہ میں شورش وسوزش اس درجہ محبوب تھی کہ جب بعض اوقات کچھ سکون سا محسوس ہونے لگتا تو یہ خیال ہوتا کہ کہیں مطلوب تک جلد رسائی نہ ہو جائے ورنہ پھر یہ شورش طلب کا لطف کہاں رہے گا۔ اس وقت یہ خبر نہ تھی کہ۔

اے برادر بے نہایت درگہیست   ہرچہ بروے می رسی بروے میست
(اے بھائی یہ بڑی بلند مرتبہ بارگاہ ہے، تو جس مُرتبہ پر بھی پہنچ جائے تو اس کی انتہاء کو نہیں پہنچ سکتا)

نہ گردد قطع ہرگز جادۂ عشق از دویدنہا   کہ می بالد بخود ایں راہ چوں شاخ از بریدنہا
(عشق کا راستہ دوڑنے سے کبھی ختم نہیں ہوتا کیونکہ یہ راستہ طے کرنے سے اسی طرح بڑھتا ہے جس طرح شاخ کاٹنے سے بڑھتی ہے)

چونکہ احقر ہمیشہ بغرض اصلاح اپنا کچا چٹھا اور خطرات ووساوس تک حضرت والا کے حضور میں عرض کرتا رہتا تھا جیسا کہ حضرت والا کا بھی حضرت حاجی صاحبؒ کے ساتھ یہی طریق عمل خود حضرت والا ہی سے سنا تھا۔ اس لیے میں نے اپنے اس بے تکے خیال کو بھی حضرت والا کی خدمت میں عرض کر دیا اس پر حضرت والا نے ہنس کر فرمایا کہ آپ کا بھی عجیب مذاق ہے چونکہ یہ خیال ناشی تھا لذت اشتیاق سے نہ کہ نعوذ باللہ اعراض سے بقول کسی مغلوب الحال کے (ع) ''من لذتِ دردِ تو بہ درماں نفروشم'' (میں تیرے درد کی لذت علاج کے بدلہ میں نہیں بیچتا) نیز محض خطرہ کے درجہ میں تھا اس لیے حضرت والا نے اس پر بجائے اظہار نفرت کے محض اظہار تعجب فرمایا۔

تھانہ بھون کی حاضری کا عشق

پہلی بار کی حاضری تھانہ بھون کے بعد تو پھر حاضری کا ایسا چسکا لگا کہ تھانہ بھون بقول شخصے گھر آنگن ہوگیا۔ چنانچہ میری واپسی کے بعد پہلے عریضہ میں جس کا آخری حصہ اب تک محفوظ ہے یہ جملہ بھی موجود ہے ''حضور کی زیارت اور وہ بھی تھانہ بھون کی زیارت کو بے حد

جی ترستا ہے طبیعت سیر ہو ہی نہیں سکتی۔ پھر اللہ تعالیٰ جلد نصیب کرے۔ آمین'' جب کوئی چھٹی پڑتی خواہ دو ہی دن کی ہوتی نہایت اشتیاق کے ساتھ بیتابانہ بلکہ اکثر آخری شنبہ اور اتوار کی چھٹی میں فتح پور جیسے دور دراز مقام سے حاضر ہوتا۔ حالانکہ مشکل سے صرف بارہ گھنٹے ہی خدمت بابرکت میں قیام کے لیے ملتے اور بہت سے روپیہ کرایہ میں صرف ہو جاتے۔

مختصر حاضری میں کثیر فیض رسانی

ایک بار تو سہارنپور کے جلسہ میں جہاں حضرت والا بھی تشریف لے گئے تھے اور کچھ بیمار تھے صرف پانچ گھنٹے ہی قیام کے لیے ملے تھے کیونکہ صرف ایک دن یعنی اتوار ہی کی چھٹی تھی لیکن بفضلہ تعالیٰ اس قلیل قیام میں کثیر فیض لیکر آیا کیونکہ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ احقر کو سب سے پہلے اسی حاضری میں خاص قوت کے ساتھ حضور مع اللہ کی کیفیت قلب میں محسوس ہوئی تھی جو حضرت والا کی خاص توجہ کی برکت تھی کیونکہ احقر کے اتنے لمبے سفر اور اتنے مختصر قیام سے حضرت والا بہت متاثر ہوئے تھے۔ ہر حاضری میں مجھے حضرت والا کی توجہ کا اس قدر اثر محسوس ہوتا تھا کہ میں لوگوں سے یہ کہا کرتا تھا کہ اگر پچاس روپیہ بھی خرچ ہو جائیں اور صرف اتنا موقع مل سکے کہ ایک نظر حضرت والا مجھے دیکھ لیں اور ایک نظر حضرت والا کو میں دیکھ لوں تب بھی اس ایک نظر کے مقابلہ میں پچاس روپیہ کی کچھ بھی پروانہ کروں بلکہ اس کو نہایت ارزاں اور بسا غنیمت سمجھوں بقول اے

ایکہ یک دیدار تو دیدار ہا　　اے نثار دید تو دینا رہا

(اے وہ کہ تیرا ایک دیدار کئی دیداروں پر قربان اے وہ کہ تیری ایک نظر پر ڈھیروں دنیا قربان)

جما دے چند دادم جاں خریدم　　بحمداللہ عجب ارزاں خریدم

(میں چند پتھر دے کر جان خرید لی ہے، اللہ کا شکر ہے کہ میں نے بہت ہی سستی خریدی ہے)

دل پر جبر کر کے حاضر ہونا

چونکہ حضرت والا سے بارہا نہایت شد و مد کے ساتھ صحبت شیخ کے منافع سنتا رہتا تھا اس لیے اگر کبھی نفس مزاحمت بھی کرتا تب بھی حسب ارشاد حضرت والا کو نیک کاموں میں

دل کے چاہنے نہ چاہنے پر مدار کار نہ رکھنا چاہیے ہمت اور اختیار سے کام لینا چاہیے۔ ٹکٹ لیکر یہ کہتا ہوا اپنے آپ کو ریل گاڑی کے اندر داخل کر دیتا۔

ع۔ ''دل پہ قابو نہیں تن پر تو ہے قابو اپنا'' جب عقلاً اس کا استحسان معلوم ہے پھر پس و پیش کی کوئی وجہ نہیں ٹکٹ خریدنا اختیار میں ہے ریل میں بیٹھ جانا اختیار میں ہے پھر چاہے نفس کچھ ہی کہتا رہے۔

نیز بارہا لمبی لمبی رخصتیں بلا تنخواہ اور نصف تنخواہ پر لے لے کر حاضر خانقاہ رہا اور اگر کبھی بوجہ فطری تلون اور امور دنیا سے طبعی دلچسپی کے دل اُچاٹ ہونے لگتا تو امیر مینائی مرحوم کا یہ شعر پڑھ دیتا۔

لاکھ اُبھارے وحشتِ دل کوئے جاناں سے امیر
میں نہ صحرا کی طرف جاؤں نہ گلشن کی طرف

حضرت والا کی معیّت میں سفر

نیز حضرت والا کی معیّت میں لمبے لمبے سفر بھی کیے کیونکہ علاوہ قلبی اشتیاق کے حضرت والا سے یہ بھی سن چکا تھا کہ اگر موقع ملے تو طالب کو کبھی کبھی شیخ کے ساتھ سفر بھی کرنا چاہیے۔ کیونکہ سفر میں زیادہ معیّت رہتی ہے اور مختلف قسم کے سابقے پڑتے ہیں جس سے دل کھل جاتا ہے اور مل جاتا ہے اور باہم مناسبت پیدا ہو جاتی ہے اور مناسبت ہی پر فیض کا دارومدار ہے۔ نیز ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ معیّت سفر اصلاح میں بھی بہت معین ہوتی ہے کیونکہ سفر میں شیخ کو طالب کے مختلف قسم کے حالات و معاملات کے مشاہدہ کا موقع ملتا ہے جن پر وہ روک ٹوک کر سکتا ہے۔ یہ موقع حضر میں مستبعد ہے اسی طرح طالب کو بھی شیخ کے بعض ایسے معاملات سے سبق حاصل کرنے کا موقع ملتا ہے جن کا اتفاق حضر میں نہیں ہوتا۔ اھ۔

چند سبق آموز واقعات

حضرت والا کی معیّتِ سفر تو بالخصوص علاوہ نہایت پُر لطف ہونے کے نہایت ہی نافع ثابت ہوتی تھی کیونکہ اول تو حضرت والا کا ہر معاملہ سبق آموز ہوتا تھا اور خود بھی مواقع ضرورت

میں بکثرت روک ٹوک فرماتے رہتے تھے جس کی کچھ تفصیل باب سفر میں عرض کی جا چکی ہے۔ غرض احقر کو حضرت والا کے اس ۲۸ سال کے تعلق میں الحمدللہ حضرت والا کے سفر و حضر کے ہزار ہا قسم کے نہایت سبق آموز اور دلچسپ دلچسپ حالات و واقعات و معاملات دیکھنے اور ملفوظات وارشادات ونصائح سننے کا موقع نصیب ہوا ہے جو احاطۂ بیان سے باہر ہیں۔ بالخصوص ان کے تاثرات جو قلب میں موجود ہیں وہ تو کسی طرح بیان میں آ ہی نہیں سکتے۔ بقول احقر

زباں بے دل ہے اور دل بے زباں ہے ہائے مجبوری
بیاں میں کس طرح وہ آئے جو دل پر گزرتی ہے

تاہم بطور نمونہ چند مسلسل واقعات کو تو اوپر بیان کیا جا چکا ہے اور چند متفرق واقعات و ملفوظات ومکتوبات کو جو بے تکلف یاد آتے چلے جائیں گے بلالحاظ اس کے کہ وہ دوسرے سالوں میں قلمبند کیے جا چکے ہیں یا نہیں ذیل میں بعنوان واقعہ بیان کیے دیتا ہوں بمصداق

گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را تازہ خواہی داشتن گر داغ ہائے سینہ را

واقعہ نمبرا: ایک مولوی صاحب کی غلطی کی اصلاح

ایک بار کی حاضری میں یہ واقعہ ہوا کہ ایک اہل علم ذاکر شاغل نے جو مقیم خانقاہ تھے اپنے کسی دوست کو اپنے حالات باطنی لکھ کر بذریعہ ڈاک بھیج دیئے اور لکھا کہ یہاں ایسے ایسے برکات حاصل ہو رہے ہیں تم بھی آ کر حاصل کرو۔ اس کی حضرت والا کو اتفاق سے خبر ہوگئی چونکہ حضرت والا کو طالبین کے اندر سے رذائل نفس کے ازالہ کا بے حد اہتمام رہتا ہے اور اصلاح نفس کو بمقابلہ اذکار واشغال واجب التقدیم سمجھتے ہیں اس لیے ان کی اصلاح کی طرف متوجہ ہوئے بعد ظہر وہ اتفاقاً حضرت والا کے پاس ہو کر گزرے تو اس وقت سرسری طور پر چپکے سے تنبیہ فرمائی کہ تمہیں اپنے حالات باطنی جو اسرار ہیں دوسرے پر ظاہر کرتے ہوئے شرم نہ آئی جس میں ایک گونہ دعویٰ بھی ہے۔ پھر بعد عصر انہوں نے بغرض عرض حال پرچہ دینا چاہا تو نہایت غصہ کے لہجہ میں جھڑک دیا اور لینے سے انکار فرما دیا اور فرمایا کہ جناب اب تو آپ ماشاءاللہ کامل ہو گئے ہیں۔ میں کاملین کی اصلاح کرنے کا اہل نہیں ہوں۔ اب

آپ کسی اور جگہ تشریف لے جائیے۔ میں آپ کی اصلاح نہیں کر سکتا۔ پھر حضرت والا نے ان کا اسباب نکلوا کر باہر رکھوا دیا اور خانقاہ سے نکل جانے کا حکم صادر فرما دیا۔ اس پر وہ صاحب دھاڑیں مار مار کر رونے لگے لیکن چونکہ حضرت والا باوجود انتہا درجہ رقیق القلب ہونے کے کبھی حسب ارشاد خود اپنی طبیعت کو عقل پر غالب نہیں آنے دیتے۔ لہٰذا باوجود ان کے رونے اور عرض معروض کرنے کے اپنے حکم اخراج کو جو سراسر مصلحت پر مبنی تھا نہیں بدلا۔

حضرت والا کی پرجوش تقریر

چونکہ نماز عصر کے بعد ہی یہ قصہ چڑھ گیا تھا اس لیے سب مقتدی ابھی صف باندھے ہی بیٹھے تھے جس میں احقر بھی شامل تھا۔ حضرت والا وہیں بیٹھے ہوئے دیر تک عبدیت وفنا کے مقصود اصلی ہونے پر نہایت ہی مؤثر اور پُر جوش تقریر فرماتے رہے۔ سب مقتدیوں پر ایک سکتہ کا عالم طاری تھا اور احقر کو تو اپنی ناکارگی و نااہلی کا اس درجہ استحضار رہا کہ مارے شرم کے صف سے کسی قدر پیچھے کو ہٹ گیا کیونکہ اپنی گندی حالت پر نظر کر کے اپنے آپ کو اس قابل نہ پایا کہ دینداروں کی صف میں بھی بیٹھ سکوں۔

اسی تقریر میں حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ لوگ کشف کو بڑا کمال سمجھتے ہیں حالانکہ یہ کوئی چیز نہیں کیونکہ اس کو قرب میں کچھ بھی دخل نہیں۔ بعضوں کو کشف سے فطری مناسبت ہوتی ہے۔ بعضوں کو نہیں جیسے بعضوں کی نظر پیدائشی طور پر دور بیں ہوتی ہے بعضوں کی نزدیک بین۔ پھر مسجد کے سقاوہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ فرض کیجئے ایک شخص کی نظر تو صرف سقاوہ ہی تک پہنچتی ہے اور ایک کی باہر سڑک تک تو کیا جس کی نظر سڑک تک پہنچتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ مقرب ہو گیا۔ یہ تو محض نظر کی ایک قسم ہے اس کو قرب سے کیا علاقہ۔ اسی طرح طبائع مختلف ہوتی ہیں۔ بعضوں کو کشف سے فطرۃً ہی مناسبت نہیں ہوتی وہ لاکھ ریاضت و مجاہدہ کریں انہیں عمر بھر بھی کشف نہیں ہوتا بھلا کشف کو بزرگی سے کیا تعلق۔ اصل چیز تو عبدیت ہے۔ واللہ اگر کسی کو لاکھ کشف ہوں اور وہ پھر اپنے وجدان کی طرف رجوع کرے تو وہ محسوس کرے گا کہ میرے قرب میں ذرہ برابر بھی ترقی نہیں ہوئی۔ برخلاف اس کے

اگر دو چار مرتبہ بھی سبحان اللہ سبحان اللہ پڑھ کر اپنے وجدان کو دیکھے تو اس کو صاف محسوس ہوگا کہ کچھ نہ کچھ اللہ تعالیٰ کے ساتھ قرب بڑھ گیا۔ اہل ذوق جب چاہیں اس کا تجربہ کرلیں۔ اھ۔

غرض دیر تک مضمون عبدیت ہی پر تقریر فرماتے رہے۔

احقر پر تقریر کا اثر

احقر پر اس تقریر کا یہ بھی ایک خاص اثر ہوا تھا کہ تمام وساوس جن کے ہجوم سے میں ہمیشہ نہایت سخت پریشان رہا کرتا تھا بالکلیہ مندفع ہوگئے یہاں تک کہ پھر سوچنے سے بھی نہیں آتے تھے مجھے اس مزمن مرض سے شفایاب ہوجانے کی اس درجہ مسرت ہوئی جیسے عین حالت یاس میں دوبارہ زندگی حاصل ہوگئی ہو۔ یا گویا از سر نو ایمان کی دولت نصیب ہوئی ہو جس پر اگر سلطنت بھی قبضہ میں ہوتی تو نثار کردینے کو جی چاہتا تھا اور اس وقت نہایت ذوق و شوق کے ساتھ یہ مصرع وِردِ زبان تھا۔ ع۔ بخالِ ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را۔

وساوس کے لیے مرض کا لفظ میں نے مجازاً استعمال کیا ورنہ حضرت والا تو ہجوم وساوس کو مرض ہی نہیں قرار دیتے کیونکہ مرض باطنی تو وہی ہوتا ہے جس میں کوئی ضرر دینی ہو اور وساوس میں بنص صریح لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْساً اِلاَّ وُسْعَهَا دینی ضرر مطلق نہیں۔ بلکہ اگر کوئی ہجوم وساوس کی یا محض میلان الی المعاصی بلا عمل وعزم عمل کی شکایت کرتا ہے تو سب سے پہلے یہی ضابطہ کا سوال فرماتے ہیں کہ اس میں دینی ضرر کیا ہے۔

احقر پر بیخودی کا طاری ہونا

الغرض احقر کو وساوس کی دیرینہ شکایت رفع ہوجانے سے بے حد مسرت ہوئی اور جس وقت حضرت والا مذکورہ بالا تقریر فرما کر تشریف لے جانے لگے تو احقر نے مجملاً اس اثر کا حال عرض کیا جس پر مسرت کے لہجہ میں فرمایا کہ جی ہاں نافع تقریر تھی۔ حضرت والا تو تشریف لے گئے لیکن احقر پر برابر وہی کیفیت طاری رہی جو حضرت والا کی تقریر دل پذیر سے پیدا ہوئی تھی۔ یہاں تک کہ میں بعد مغرب حضرت والا کی سہ دری میں تنہا بیٹھا ہوا اسی کیفیت میں سرشار حضرت حاجی صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کی ایک مناجات کا یہ شعر

9 نہایت مزلے لے لے کر پڑھنے لگا۔

الٰہی رہوں اک خبردار تیرا تو کر بیخبر ساری خبروں سے مجھ کو

پھر تو حضوری حق کا اس قدر غلبہ ہوا کہ اس کے سرور و کیف نے مجھ کو بے خود کر دیا یہاں تک کہ میرے ہاتھ پاؤں بھی بے قابو ہو گئے۔ جب یہ کیفیت زیادہ بڑھی تو بے اختیار جی چاہا کہ حضرت والا کی خدمت میں پہنچ کر قدموں میں لوٹنے لگوں۔ چنانچہ فوراً اٹھ کر حضرت والا کے دولت خانہ کی طرف چلا۔ چونکہ ہاتھ پاؤں بالکل بے قابو ہو رہے تھے اس لیے لڑکھڑاتا کانپتا اور دیواروں کا سہارا لے لے کر اپنے آپ کو گرنے سے سنبھالتا ہوا دولت خانے پر پہنچا۔ وہاں حضرت والا کے خادم دیرینہ بھائی نیاز خاں ملے۔ وہ میری حالت کو دیکھ کر گھبرا گئے۔ پوچھا خیریت تو ہے۔ میں نے کراہتے ہوئے کہا کہ بھائی ذرا حضرت والا کو بلا دو۔ حضرت والا اندر تشریف فرما تھے۔ انہوں نے فوراً میری اس حالت کی اطلاع کی۔ حضرت والا اس وقت اتفاق سے ڈھیلہ لیے ہوئے ٹہل ٹہل کر چھوٹا استنجا خشک فرما رہے تھے۔ میری حالت غیر سن کر گھبرائے ہوئے اسی حال میں باہر تشریف لے آئے اور پوچھا کہ خیریت تو ہے کیا حال ہے۔ احقر دیکھتے ہی قدموں پر گر پڑا اور عرض کیا کہ حضرت نے آج مجھ کو بڑی دولت عطا فرما دی۔ میں تو پڑا لوٹ رہا تھا اور جوش مسرت میں خوشی کے آنسو بہا رہا تھا اور بار بار دیوانہ وار یہی عرض کر رہا تھا کہ حضرت نے تو میرے اوپر آج بڑا ہی احسان کیا۔ بڑے سخت مرض سے نجات بخشی۔ بڑی دولت عطا فرمائی۔ اس وقت مجھ کو نہ پورا ہوش تھا نہ بالکل بے ہوشی کچھ بین بین سی حالت تھی۔

حضرت والا کا ایک ہاتھ تو گھرا ہوا تھا صرف ایک ہاتھ خالی تھا اس سے مجھ کو اٹھایا اور بھائی نیاز خاں کی مدد سے مجھ کو لا کر ایک چارپائی پر جو قریب ہی بچھی ہوئی تھی لٹا دیا اور میرے قلب پر اپنا دست مبارک رکھ رکھ کر بار بار فرمانے لگے کہ ذرا دل کو سنبھالئے ذرا دل کو سنبھالئے چونکہ میرے ہوش اچھی طرح بجا نہ تھے میں چارپائی پر پڑا ہوا حضرت والا ہی کے ہاتھوں سے اپنے مسرت کے آنسوؤں کو پوچھنے لگا اور بے تکلف ہو ہو کر عرض کرنے لگا کہ آج تو حضرت کو بھی میری اس حالت پر بڑی خوشی ہو رہی ہوگی۔ حضرت والا نے نہایت

مسرت کے ساتھ فرمایا کہ جی ہاں کیوں نہیں مجھ کو تو اپنے سب احباب کی خوشحالی سے مسرت ہوتی ہے پھر فرمایا کہ اس حالت کو اصطلاح صوفیہ میں بسط واُنس کہتے ہیں جو قبض وہیبت کے مقابل ہے۔ الحمدللہ جو حالات اور جگہ برسوں کے مجاہدوں میں بھی نہیں پیدا ہوتے ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ کے یہاں بفضلہٖ تعالیٰ ہفتوں میں حاصل ہوجاتے ہیں۔اھ۔

فائدہ: حضرت والا کی احسان شناسی

ف۔ یہ حضرت والا کا غایت ادب وعقیدت اور انتہائی منت شناسی واداۓ حق محبت ہے کہ اُپنے سارے کمالات کو حضرت حاجی صاحبؒ ہی کی طرف منسوب فرماتے ہیں اور نہایت وثوق کے ساتھ فرمایا کرتے ہیں کہ مجھے تو اپنی حالت اچھی طرح معلوم ہے آخر حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں حاضری کے قبل بھی تو میں تحصیل علوم اور مدرسی کئے ہوئے تھا لیکن وہ باتیں حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں حاضری کے بعد ذہن میں آنے لگیں وہ اس سے پہلے کبھی خواب وخیال میں بھی نہ آتی تھیں لہٰذا یہ حضرت حاجی صاحبؒ کا فیض نہیں تو اور کیا ہے۔اھ۔

اسی مضمون کے متعلق حضرت والا کا ایک اور نہایت کارآمد ملفوظ یاد آیا۔ کسی سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تکمیل کے بعد بھی بقاۓ فیض کی شرط یہ ہے کہ اپنے شیخ کے ساتھ عمر بھر اعتقاد اور امتنان کا تعلق قائم رکھا جاۓ۔ ہاں تکمیل کے بعد تعلیم کی حاجت البتہ نہیں رہتی۔اھ۔

احقر کی بیخودی کا آہستہ آہستہ ختم ہونا

اس استطرادی فائدہ کے بعد میں پھر بیان واقعہ کی طرف عود کرتا ہوں حضرت والا کی توجہ کی برکت سے جب کچھ دیر بعد اس کیفیت میں جس کا میں ذکر کر رہا ہوں کچھ افاقہ ہوا اور مجھے قدرے سکون ہوگیا تو میں اٹھ کر ادب سے بیٹھ گیا پھر حضرت والا اندر تشریف لے گئے۔

احقر حضرت والا ہی کا مہمان تھا اور ایک صاحب اور بھی مہمان تھے ہم دونوں کے لیے اندر سے کھانا آیا جس میں پلاؤ بھی تھا۔ گو احقر کو قدرے سکون ہوگیا تھا لیکن ابھی کیفیت بالکل فرو نہ ہوئی تھی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں پلاؤ کو لقموں سے نہ کھا رہا تھا

بلکہ مٹھی میں بھر بھر کر کھیل سا کرتا جاتا اور کھاتا جاتا تھا اور جوش مسرت میں دیوانہ وار قہقہے لگا رہا تھا۔ دوسرے مہمان صاحب کو میری اس حالت کی تو کچھ خبر بھی نہیں وہ میری اس حرکت پر اعتراض کرنے لگے لیکن بھائی نیاز نے ان سے کہہ دیا کہ یہ اس وقت معذور ہیں ان سے کچھ نہ کہیے ان کی اس وقت حالت اور ہے اس پر مجھ کو یہ شعر یاد آتے ہیں ۔

ما اگر قلاش وگر دیوانہ ایم مستِ آں ساقی وآں پیمانہ ایم

(ہم اگر بے سروسامان ودیوانہ ہیں تو اس ساقی اس کے پیمانہ کی مستی کی وجہ سے ہیں)

مکن عیب درویش حیران و مست کہ غرض است ازاں میزند پاؤ دست

(حیران ومدہوش فقیر پر عار نہ کر کیوں کہ اس کا کوئی مقصد ہے جس کے لئے وہ ہاتھ پاؤں مار رہا ہے)

ان مولوی صاحب کی توبہ ومعافی

یہ تو احقر کی حالت کا بیان ہوا۔ اب ان مولوی صاحب کا بھی حال سنئے جن کی بدولت حضرت والا کی تقریر پر تاثیر سننے میں آئی تھی جس نے مجھ کو خود رفتہ کر دیا تھا۔

حضرت والا نے ان کو تنبیہاً وتہدیداً خانقاہ سے نکال ہی دیا۔ پھر وہ جا کر کسی اور مسجد میں رہے۔ تین چار دن تک سخت پریشانی اٹھانے اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں توبہ واستغفار اور گریہ وزاری کرنے کے بعد انہوں نے حضرت والا کی خدمت میں دوسرے کی معرفت طلب معافی کا پرچہ بھیجا۔ چونکہ ان کو کافی تنبیہ ہو چکی تھی اور قلب سے عجب وپندار بالکل نکل چکا تھا جس کا احساس حضرت والا کے قلب مطہّر کو ہو گیا۔ اس لیے حضرت والا نے معافی عطا فرما دی اور تحریر فرما دیا کہ اب میں آپ کی طرف سے اپنے قلب میں مطلق کدورت نہیں پاتا۔ جو وجداناً علامت ہے آپ کے قبول توبہ کی لہٰذا اب آپ کو پھر خانقاہ میں آجانے کی اجازت ہے چنانچہ وہ پھر حاضر خانقاہ ہو کر مشغول ذکر وشغل ہو گئے۔ وہ صاحب حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ العزیز سے بیعت تھے اور بعد وفات مولاناؒ حضرت والا سے اصلاح کے طالب ہوئے تھے وہ صاحب خود احقر سے فرماتے تھے کہ مجھ کو ان تین چار دنوں میں بے انتہا منافع حاصل ہوئے پھر تو وہ بفضلہٖ تعالیٰ صاحب اجازت ہو

کر تشریف لے گئے اور ملک بنگال میں ان سے مخلوق کثیر کو فیض پہنچا پھر انتقال فرما گئے جس کو عرصہ دراز ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ بخشے اور اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔ صدہا بار کا تجربہ اور مشاہدہ ہے جس کی بعض نظائر اپنے موقع پر عرض بھی کی جا چکی ہیں کہ حضرت والا کی سیاست بس تنقیہ کا خاصہ رکھتی ہے جس سے آن کی آن میں کامل تصفیہ ہو جاتا ہے اور وہ سیاست بس اس آیت کی مصداق ہوتی ہے۔ عسیٰ ان تکرھوا شیئاً وھو خیر لکم جس کی تصدیق طالب کو بعد میں ہوتی ہے جس وہ اس کے نتائج نافعہ مشاہدہ کرتا ہے۔ فائدہ: اس کل واقعہ سے حضرت والا کی شان ارشاد اور قوت افاضہ ظاہر و باہر ہے۔

واقعہ نمبر ۲: ایک مصرعہ سے احقر پر کیفیت طاری ہونا

ایک بار حضرت والا بہ عزم سفر ریلوے اسٹیشن تھانہ بھون پر ریل کے انتظار میں تشریف فرما تھے۔ احقر بھی حاضر تھا کیونکہ حضرت والا کے ہمراہ سفر میں رہنے کا قصد تھا۔ چونکہ حضرت والا حسب معمول احتیاطاً ریل کے وقت سے پہلے اسٹیشن پہنچ گئے تھے اس لیے کچھ دیر انتظار کرنا پڑا۔ اور چونکہ حسب عادت بہت سے حضرات حضرت والا کو رخصت کرنے اسٹیشن تک آئے تھے اس لیے حضرت والا سب کو اپنے ملفوظات سے مستفیض اور لطف اندوز فرما رہے تھے۔ چنانچہ ایک صاحب کا تذکرہ فرمایا جو قاری تھے اور حضرت والا کے مدرسہ میں مدرس تھے کہ وہ اکثر لٹھ کندھے پر رکھے ہوئے اور ایک پائینچہ پنڈلیوں تک چڑھائے ہوئے مدرسہ میں ٹہلا کرتے۔ میں نے جو انہیں ایک بار اس حال میں دیکھا تو میں نے کہا کہ ہاں قاری صاحب ذرا یہ مصرعہ بھی گنگناتے جایئے۔ ع۔ ان دنوں جوش جنوں ہے ترے دیوانوں کو۔ اس وقت حضرت والا نے نہ معلوم کس کیفیت سے متاثر ہو کر مصرعہ پڑھا تھا کہ اس کو سنتے ہی میرے اندر بھی ایک جوش جنوں ہی کی سی کیفیت پیدا ہو گئی۔ مجھے اس وقت پانی کی ضرورت تھی پانی لینے کے واسطے لوٹا ہاتھ میں لیے چلا جا رہا تھا اور اسی مصرعہ کو نہایت کیف کے ساتھ مزے لے لے کر گنگناتا جا رہا تھا۔ واپسی تک یہی مصرعہ وِردِ زبان رہا۔

جب حضرت والا سے آنکھیں دو چار ہوئیں تو حالت کا ایسا غلبہ ہوا کہ میرے ہاتھ پاؤں قابو سے باہر ہونے لگے اور گرنے کے قریب ہو گیا۔ اس وقت مجھ کو بڑی پریشانی لاحق

ہوئی کہ اگر مجمع عام کے سامنے زمین پر گر گیا تو بڑی ہنسائی ہوگی۔لہٰذا خاص اہتمام کے ساتھ بمشکل اپنے آپ کو سنبھالے رہا یہاں تک کہ ریل آ گئی اور حضرت والا مع اپنے رفقاء کے ایک ڈبہ میں بیٹھ گئے۔ جناب حافظ عبداللطیف صاحب مہتمم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور اور جناب حافظ عبدالمجید صاحب تھانوی بھی رفیق سفر تھے۔احقر مہتمم صاحب سے ملا ہوا بیٹھا تھا۔ریل میں بیٹھ کر بھی حالت کا غلبہ بدستور باقی رہا۔ مجھے اسی طرح یاد ہے کہ میں بیٹھا ہوا بے قابو ہوکر مہتمم صاحب کی طرف جُھک جُھک پڑتا تھا اوران کے اوپر گر گر پڑتا تھا۔اور ڈر ڈرکر اپنے دل میں بلکہ چُپکے چُپکے زبان سے بھی کہہ رہا تھا اگر یہ حالت بڑھی تو لوگ کیا کہیں گے۔جب کسی طرح یہ حالت فرو نہ ہوئی تو اپنی جیب میں سے ایک مستعمل لفافہ نکال کر اس کو پھاڑ کر پشت کی طرف جہاں کچھ لکھا ہوا نہ تھا یہ شعر لکھ کر حضرت والا کی خدمت میں پیش کر دیا۔

دل میرود زدستم صاحبدلاں خدارا　　دردا کہ راز پنہاں خواہد شد آشکارا

(اے دل والو میرا دل ہاتھ سے جارہا ہے،خدا کیلئے اس ورد میں جو راز ہے وہ ظاہر ہو جائے)

کیونکہ یہ شعر اس وقت بالکل احقر کے حسب حال تھا۔حضرت والا نے اس پرچہ کو پڑھ کر عجب انداز کے ساتھ فرمایا کہ کیا میں اس کو اپنے پاس تعویذ بنا کر رکھ لوں۔اس پر لطف ارشاد سے اس کیفیت میں بجائے سکون ہونے کے اور ترقی ہوگئی۔پھر تھوڑی دیر بعد حافظ عبدالمجید صاحب سے فرمایا کہ اچھا حافظ جی ذرا پنسل تو دیجئے۔لایئے خواجہ صاحب کو اس پرچہ کا جواب ہی لکھ دوں پھر حافظ جی سے پنسل لے کر میرے شعر کے نیچے یہ شعر تحریر فرما دیا۔

گرچہ بدنامیست نزدعاقلاں　　مانمی خواہیم ننگ و نام را

(اگرچہ عقلمندوں کے ہاں بدنامی ہے مگر ہم شہرت و ناموری نہیں چاہتے)

اور پھر میرا پرچہ مجھ کو واپس فرمادیا مجھے حیرت ہوگئی کہ ہنسائی اور بدنامی ہی کا تو میں اندیشہ کر رہا تھا اوراسی کے متعلق حضرت والا نے جواب میں شعر تحریر فرما دیا۔ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضرت والا کو میری اس کل حالت کا اچھی طرح احساس اور انکشاف ہوگیا ہے۔پھر کچھ دیر بعد حضرت والا کی توجہات کی برکت سے اوراحقر کی جانب بار بار نظر فرمانے کے

اثر سے مجھ کو الحمد للہ سکون ہو گیا۔ بمصداق قول احقر۔

جادو سا کیا یہ اے نگہ یار کر دیا — مجذوب سے بھی مست کو ہشیار کر دیا

فائدہ: اس واقعہ سے بھی حضرت والا کی قوت افاضہ اور اس زمانہ کا غلبہ ذوق وشوق اور جوش وخروش ظاہر ہو رہا ہے۔

واقعہ نمبر ۳: حضرت کے ارشادات سے تسلی ہونا

(۱)۔ حضرت والا طالب کی تسلی ایسے مؤثر اور دل پذیر عنوان سے فرماتے ہیں کہ عین یاس کی حالت میں بھی فوراً ڈھارس بندھ جاتی ہے۔ اور تسلی محض الفاظ میں ہی کی نہیں ہوتی بلکہ تسلی کا جو مضمون یا بشارت تقریراً یا تحریراً ارشاد فرماتے ہیں اس کو سنتے ہی اور دیکھتے ہی مخاطب اپنے اندر حالاً بھی محسوس کرنے لگتا ہے اور حضرت مولانا رومیؒ کے ارشاد (ع) وعدہا باشد حقیقی دلپذیر، کا فوراً ہی ظہور اور مشاہدہ ہو جاتا ہے۔ اس امر کا کہ حضرت والا کے یہاں طالبین کی بڑی تسلی ہوتی ہے موافقین اور مخالفین منتسبین اور غیر منتسبین سب کو اقرار ہے چنانچہ حال میں ایک اپنے ہی حضرات کے سلسلہ کے ایک شیخ نے اپنے کچھ الجھے ہوئے حالات ایک دوسرے ہم سلسلہ شیخ کے پاس استعلاجاً پہنچائے تو مؤخر الذکر شیخ نے باوجود حضرت والا سے بعض امور میں سخت اختلاف ہونے کے فرمایا کہ ایسے الجھے ہوئے حالات کا حال تو بس تھانہ بھون ہی میں ہو سکتا ہے۔ اھ۔ سچ ہے۔ **الفضل ماشهدت به الاعداء۔**

(۲)۔ ایک اور شیخ کے مرید نے حال ہی میں حضرت والا کی خدمت میں عریضہ لکھا کہ مجھ کو اپنے حالات عرض کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی جائے کیونکہ مجھ کو حضرت کے مواعظ پڑھ کر بہت تسلی ہوئی ہے۔ بالخصوص وساوس تو محض حضور کے تصور ہی سے دفع ہو جاتے ہیں یہ بھی لکھا کہ اگر چہ مجھ کو اپنے شیخ سے عقیدت ہے لیکن حضور کی عقیدت غالب ہے اور یہ بھی لکھا کہ میری پریشانی کا سبب یہ ہے کہ میں نے بیعت میں عجلت کی۔ اھ۔ اس پر حضرت والا نے فرمایا دیکھئے بیعت میں عجلت کرنے کے یہ نتائج ہیں اور میں جو بیعت میں عجلت سے منع کیا کرتا ہوں اور دیر کیا کرتا ہوں اس کی یہی وجہ ہے۔

(۳)۔ حضرت والا کی خدمت میں دوسرے شیوخ کے مریدین کے اکثر اسی قسم کے

خطوط آتے رہتے ہیں اور حضرت والا بضرورت اس شرط پر کہ اپنے پیر سے سوءظن نہ رکھیں محض تعلیم حاصل کرنے کی اجازت مرحمت فرما دیتے ہیں۔

(۴)۔ ایک انگریزی کے طالب علم کو دفعتہً منجانب اللہ مطلوب حقیقی کی ایسی طلب دامن گیر ہوئی کہ وہ انگریزی چھوڑ چھاڑ کر پیر کی تلاش میں نکلے۔ اتفاق سے ان کے قریب ایک بدعتی پیر تھے جو بہت مشہور تھے ان سے جا کر مشورہ لیا تو خدا کی شان کہ باوجود اختلاف مشرب انہوں نے بھی ان کو حضرت والا ہی سے رجوع کرنے کا مشورہ دیا۔ لیکن حضرت والا نے ان صاحب کو دیوبند میں تحصیل علوم کرنے اور بغرض سہولت وہیں حضرت مولانا دیوبندیؒ سے بیعت ہو جانے کا مشورہ دیا چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ ف۔ واقعات مذکورہ میں اہل واقعات کے نام قصداً نہیں ظاہر کیے گئے تا کہ کسی کو ناگواری نہ ہو اور صرف انہیں واقعات میں نہیں بلکہ اس رسالہ اشرف السوانح کے اکثر واقعات میں ایسا ہی کیا گیا ہے۔

تسلی کے متعلق احقر کے واقعات

اب اس مضمون تسلی کے متعلق احقر اپنے بھی چند خاص واقعات عرض کرتا ہے اور چونکہ وہ سب ایک ہی باب کے واقعات ہیں اس لیے ان سب کو ایک واقعہ قرار دے کر واقعہ نمبر۳ ہی کے ذیل میں مجتمعاً تحریر کیے دیتا ہے۔

کیفیت کے تغیر کی مثال

ایک بار احقر نے نہایت حسرت کے ساتھ عرض کیا کہ حضرت جو کچھ صفائی باطن حضور کی صحبت بابرکت سے حاصل ہوتی ہے وہ حضرت سے جدا ہونے کے بعد مکروہات دنیا میں پھنس کر رفتہ رفتہ سب غت ربود ہو جاتی ہے۔ یہ سن کر فوراً نہایت تسلی بخش لہجہ میں فرمایا کہ جی پھر مضائقہ ہی کیا ہے آپ اپنے کپڑے میلے کر ڈالتے ہیں دھوبی ان کو دھو دیتا ہے۔ آپ پھر میلے کر ڈالتے ہیں دھوبی پھر دھو دیتا ہے۔

تپ دق اور نسبتِ باطنی

ایک بار میں نے عرض کیا کہ حضرت ایک تو معمولی مریض ہوتا ہے۔ کھانسی زکام یا

جاڑہ بخار کا اور ایک مریض ہوتا ہے تپ دق کا۔ میں تپ دق کا مریض ہوں لہٰذا بہت زیادہ محتاج توجہ ہوں۔ فرمایا کہ مبارک ہو یہ تو علامت ہے نسبت باطنی کی کیونکہ نسبت باطنی بھی تپ دق کی طرح رگ رگ میں سرایت کر جاتی ہے اور کبھی زائل نہیں ہوتی۔ مطلب یہ کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ جس کیفیت کو آپ مرض سمجھ رہے ہیں وہ مرض ہی ہے بعضے آثار مشترک ہوتے ہیں مرض میں اور حال محمود میں جیسے سرایت۔

اصلی قلب

ایک بار عرض کیا کہ حضرت میرے قلب کی بھی عجیب ڈانواڈول حالت ہے۔ فرمایا کہ اصلی قلب تو آپ ہی کا ہے کیونکہ قلب کے معنی ہی یہ ہیں کہ جو ایک حالت پر نہ رہے منقلب ہوتا رہے۔

الجھن و سلجھن

ایک بار احقر نے اپنی کسی باطنی پریشانی کے متعلق لکھا کہ سخت الجھن میں ہوں تحریر فرمایا کہ یہ الجھن مقدمہ ہے سلجھن کا ان مع العسر یسرا (ع) چونکہ قبض آمد تو در وے بسط بیں۔ اھ۔

یہ جواب لطائف کے تذکرہ میں بھی اوپر نقل کیا جا چکا ہے۔

(۵)۔ اسی طرح ایک عریضہ کے جواب میں جس میں ظاہری و باطنی پریشانیوں کا حال عرض کیا گیا تھا تحریر فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ فلاح دارین حاصل ہوگی دل یہی گواہی دیتا ہے۔ یہ جواب بھی اوپر بہ سلسلہ واقعہ ترک ڈپٹی کلکٹری نقل کیا جا چکا ہے۔

(۶)۔ ایک مرتبہ احقر نے اپنے حالات کا عریضہ لکھا جس میں یہ بھی عرض کیا تھا کہ حضور کے تذکرہ کا شوق اس درجہ غالب ہے کہ جوش میں آ کر بعض اوقات اوروں کے سامنے اپنے مخفی حالات کا بھی ضمناً ذکر کر ڈالتا ہوں حالانکہ مبتدی کے لیے اظہار اسرار بوجہ مضر ہونے کے ممنوع ہے۔ جواب تحریر فرمایا کہ سب حالات محمود ہیں صرف تلوین کا تمکین سے مبدل ہونا باقی ہے۔ سو انشاء اللہ تعالیٰ اسی طرح ہو رہے گا۔ ہانڈی میں کیسے کیسے جوش اٹھتے ہیں اور یہ سب علامات ہیں اس کے قطع منازل کی تکمیل کی طرف پھر آخر میں خود کیسا سکون ہو جاتا ہے۔ یہ اس کی تمکینی حالت ہے۔

ع۔ کلبۂ احزاں شود روزے گلستاں غم مخور۔ خالی گانا بطور خود تنہائی میں جیسا کہ آپ نے لکھا ہے کچھ مضائقہ نہیں۔ع۔ کہ نوشید و جوشید و مستی کنید۔ کسی ناکارہ کے تذکرہ میں اگر اپنا اظہار حال ہو جائے تو چونکہ بقصد نہیں اس لیے مذموم نہیں۔ع۔ کہ عشق و مشک رانتواں نہفتن۔

(۷)۔ ایک عریضہ میں احقر نے عدم انضباط اوقات کی شکایت لکھی۔ تحریر فرمایا کہ میں حالت موجودہ ہی میں آپ کو کامیابی کی بشارت دیتا ہوں۔ انشاء اللہ تعالیٰ آپ ہرگز محروم نہ رہیں گے۔ میرے اس قول کی دلیل۔

اندریں رہ می تراش و می خراش   تادمے آخر دمے فارغ مباش

(اس راستہ میں اپنے آپ کو سنوارنے میں مشغول رہ اور آخر دم تک بھی کوئی لمحہ فارغ نہ رہ)

تادم آخردم آخر بود   کہ عنایت باتو صاحب سر بود

(آخری دم تک کوشش جاری رہنی چاہیے تاکہ صاحب نسبت کی عنایات تجھ پر جاری رہیں)

کوئے نومیدی مرو کامیدہاست   سُوے تاریکی مرو خورشید ہاست

(مایوسی کی گلی میں نہ جا کہ ابھی بڑی امیدیں ہیں، اندھیرے کی طرف نہ جا کیونکہ بہت سارے سورج موجود ہیں)

اضاعت واطاعت

اسی طرح ایک عریضہ میں احقر نے یہ شکایت لکھی تھی کہ انضباط کا پختہ عزم کرلیا تھا لیکن پھر ٹوٹ گیا۔ اس مضمون کے جواب میں یہ تحریر فرمایا کہ خیر اضاعت وقت میں بھی اطاعت بخت کا مسئلہ حل ہوا کہ انسان تقدیر حق کے سامنے عاجز ہے کہ ارادہ تو کیا تھا ضبط اوقات کا اور ہو گیا خبط اوقات انشاء اللہ تعالیٰ اس مسئلہ کا منکشف ہونا بھی ترقی کا زینہ تھا۔

(فائدہ) اس عریضہ کا پورا جواب اپنی بیعت کے واقعات میں ضمناً نقل کیا جا چکا ہے۔

بابِ حقیقت

ایک بار احقر نے عریضہ لکھا کہ اب کی بار کی حاضری میں حضرت والا کے فیض صحبت سے بفضلہٖ تعالیٰ قلب میں ایک ایسی اچھی کیفیت پیدا ہوگئی تھی کہ اس قسم کی کیفیت اس سے

پہلے کبھی پیدا نہ ہوئی تھی لیکن افسوس کہ واپسی کے بعد کچھ دن باقی رہ کر رفتہ رفتہ بالکل زائل ہوگئی۔ اس پر ایک ایسی لطیف تحقیق تحریر فرمائی کہ جو ہمیشہ کے لیے گویا مشعل راہ ہوگئی اور اگر طالبین ہمیشہ اس کو اپنے پیش نظر رکھیں تو تقلبات طریق سے کبھی پریشان نہ ہوں۔ تحریر فرمایا کہ کسی کیفیت کا طاری ہونا اور چندے جاری رہنا یہ بھی بسا غنیمت ہے۔ ہمیشہ رہنے کی چیز تو صرف عقل اور ایمان ہے۔ باقی سب میں آمد ورفت رہتی ہے۔ اھ۔ اس جواب سے احقر کو بے حد نفع ہوا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا باب حقیقت مفتوح ہوگیا۔

ناامیدی کی طرف مت جاؤ

احقر ہجوم وساوس سے بہت پریشان رہا کرتا تھا جن سے اپنے ایمان کے متعلق بھی تردد پیدا ہوگیا تھا بالآخر گھبرا کر ایک عریضہ میں اپنے سب وساوس تحریر کر دیئے اور عرض کیا کہ اب حضرت والا ہی ایسے حالات میں تحریر فرمائیں کہ مجھ میں ایمان ہے یا نعوذ باللہ خدانخواستہ میں اس حالت سے محروم ہی ہوں۔ لیکن یہ ملحوظ خاطر رہے کہ یہ فیصلہ ایک مجدد اور قطب الارشاد کے یہاں سے ہوگا اگر وہاں سے بھی مایوسی ہوئی تو پھر میرا کہیں ٹھکانا نہیں بڑی جرأت کر کے توکلاً علی اللہ یہ سوال کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی خیر رکھے۔ اھ۔ اس پر حضرت والا نے ایمان کی بشارت دے کر یہ شعر تحریر فرمایا۔

کوئے نومیدی مرو کامید ہاست　　　سُوئے تاریکی مرو خورشید ہاست

(مایوسی کی گلی میں نہ جا کیونکہ ابھی بہت امیدیں ہیں، اندھیرے کی طرف نہ جا کیونکہ بہت سارے سورج موجود ہیں)

احقر نے یہ بھی لکھا تھا کہ اگر میرے یہ ناگفتہ بہ حالات معلوم فرما کر حضور نے مجھ کو چھوڑ دیا اور نظر توجہ ہٹالی تو پھر یہ سمجھ لیجئے کہ سوائے جہنم کے میرا کہیں ٹھکانا نہ ہوگا۔ اس پر تحریر فرمایا کہ خدا نہ کرے توجہ کیوں ہٹانے لگا پھر یہ شعر تحریر فرمایا۔

بندۂ پیر خراباتم کہ لطفش دائم است　　　زانکہ لطف شیخ وزاہد گاہ ہست وگاہ نیست

(میں تو مے خانہ کے سردار کا غلام ہوں جس کا کرم ہر وقت رہتا ہے اس لئے کہ متقی

و پرہیزگار کا کرم تو کبھی ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا)

سرمایۂ تسلی

ایک بار احقر خدمت میں فیض درجت سے رخصت ہوتے وقت بہت دلگیر ہونے لگا تو نہایت شفقت کے لہجہ میں فرمایا کہ دلگیر ہونے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ الحمدللہ سرمایۂ تسلی ہر وقت پاس ہے۔ یعنی تعلق مع اللہ۔

مٹنے کو آیا ہوں

ایک بار احقر معتدبہ رخصت لے کر بغرض اصلاح حاضر خانقاہ ہوا تو آتے ہی ایک پرچہ پر اپنا تصنیف کردہ یہ شعر لکھ کر پیش کیا۔

نہیں کچھ اور خواہش آپ کے در پر میں لایا ہوں
مٹا دیجئے یہاں مٹنے کو آیا ہوں

فوراً نہایت وثوق کے لہجہ میں فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی ہوگا۔ اھ۔

سب مشکلوں کا حل

ایک بار احقر نے اپنے بہت سے امراض باطنی لکھ کر پیش کیے اور اپنی اصلاح سے مایوسی ظاہر کی کہ (ع) تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم۔ اور لکھا کہ اتنے سارے امراض سے کیونکر نجات ممکن ہے۔ تحریر فرمایا کہ کچھ بھی مشکل نہیں صرف دو چیزوں کا التزام کر لیجئے۔ استحضار اور ہمت۔ سبحان اللہ سبحان اللہ کیا مختصر اور جامع مانع گُر تعلیم فرما دیا جو تمام اصطلاحات کو حاوی ہے اور یہ وہ کلی ہے جس کے اندر اصلاح کی ہر چھوٹی سے چھوٹی جزئی داخل ہے جس کو تمام اصطلاحات کی گویا میزان الکل کہنا چاہیے۔ احقر پر تو اس جواب کو پڑھ کر حال طاری ہو گیا تھا اور ان دو لفظوں کے متعلق اس کثرت سے مضامین کا ورود ہوا تھا کہ اگر اس وقت لکھنے بیٹھ جاتا تو ایک رسالہ کا رسالہ تصنیف ہو جاتا اس کا ارادہ بھی ہوا لیکن افسوس تساہل نے پورا نہ ہونے دیا پھر وہ سب مضامین ذہن سے نکل گئے۔ البتہ اس گُر کی سہولت استحضار کے لیے ایک شعر میں محفوظ کر لیا تھا جواب تک یاد ہے۔ وہ یہ ہے۔

عجب یہ نسخۂ اکسیر ہے اصلاح امت کا بتایا ہے جو گر حضرت نے استحضار و ہمت کا

واقعی اگر اپنے عیوب کا استحضار رکھا جائے اور وقت پر ہمت سے کام لیا جائے تو کسی گناہ کا صدور ہی نہ ہو۔ اور ہمت کے متعلق حضرت والا نے فرمایا ہے کہ جس ہمت کے بعد کامیابی نہ ہو وہ ہمت ہی نہیں بلکہ ہمت کی محض نیت ہے۔ ف۔ سبحان اللہ ہمت کی کیا نفیس اور قابل استحضار حقیقت ظاہر فرمائی ہے۔

اگلی پچھلی کوتاہیاں معاف

چونکہ احقر بہت ہی بے تکا اور بدانتظام واقع ہوا ہے اور ادھر حضرت والا نہایت درجہ منتظم بقول احقر۔

ان کو ملی فرزانگی ہم کو ملی دیوانگی

مجذوب ہم وہ ہوشیار ایک اسطرف ایک اُسطرف

اس لیے اس ناکارہ سے حضرت والا کو اکثر اذیت پہنچتی تھی اور اب بھی بکثرت پہنچتی رہتی ہے۔ لہٰذا ایک بار احقر نے معذرت چاہی فوراً نہایت شفقت سے فرمایا کہ اگلی پچھلی سب کوتاہیاں معاف ہیں۔ بے فکر رہیے پھر یہ آیت پڑھی **لیغفر لک اللہ ماتقدم من ذنبک و ماتأخر**۔ اللہ تعالیٰ مجھے فہم سلیم اور توفیق ادب عطا فرمائے تاکہ مجھ سے کبھی حضرت والا کو کسی قسم کی ایذا نہ پہنچے۔ آمین ثم آمین۔

تسلی سے متعلق طالبین کے واقعات

مضمون تسلی کے متعلق استطراداً دیگر طالبین کے بھی بعض واقعات اس مقام پر عرض کیے جاتے ہیں۔

رحمت اور فرحت

ایک صاحب نے لکھا کہ معمولات تو بفضلہ تعالیٰ جاری ہیں لیکن قلب میں فرحت نہیں پیدا ہوتی۔ تحریر فرمایا کہ خدا کا شکر کیجئے رحمت تو ہے فرحت نہیں ہے نہ سہی۔ فرحت تو محض اس کی ایک لونڈی ہے۔ انشاء اللہ وہ بھی اپنی باری میں حاضر ہو جائے گی۔ اھ۔ حضرت والا کی برکت سے اس لطیف اور دلپذیر جواب کو پڑھتے ہی ان کی طبیعت فوراً منشرح ہوگئی چنانچہ انہوں نے دوبارہ حضرت والا کو لکھا کہ حضرت والا کی دعا کی برکت سے الحمدللہ وہ

لونڈی بھی حاضر ہوگئی ہے۔

ان صاحب کے والد بزرگوار جو ریاست کدورہ کے دیوان رہ چکے تھے اور شاعر بھی تھے اور بہت اچھا ذوق ادب رکھتے تھے اس جواب پر عش عش کرنے لگے اور حیرت کرتے تھے کہ مولانا کو یہ نوابوں اور بیگمات کی اصطلاحیں کہاں سے معلوم ہوگئیں۔ فرحت عموماً لونڈیوں کا نام بھی ہوا کرتا ہے اور لونڈیوں کی باریاں بھی مقرر رہتی ہیں۔ احقر ان کو حضرت والا کے مطبوعہ مواعظ سنایا کرتا تھا۔ ایک دن فرمانے لگے کہ مولانا تو نثر میں شاعری کرتے ہیں۔

مباح خیالات

ایک بار احقر نے حضرت والا کے حسن تعلیم اور مضمون تسلی کے تذکرہ میں حضرت والا سے عرض کیا کہ ایک مرتبہ احقر کی والدہ صاحبہ نے بواسطہ احقر حضور سے شکایت کی تھی کہ دوران ذکر میں ادھر ادھر کے فضول فضول خیالات بہت پریشان کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ بچپن تک کے واقعات بھی خواہ مخواہ یاد آنے لگتے ہیں تو حضور نے فرمایا تھا کہ ایسے خیالات کا کچھ غم نہ کریں بلکہ مباح خیالات کو غنیمت سمجھیں کیونکہ وہ وقایہ ہو جاتے ہیں معاصی کے خیالات کے اگر ان سے دل بالکل خالی ہو جائے تو پھر معاصی کے خیالات آنے لگیں۔ البتہ جب اللہ تعالیٰ اپنے ذکر کا غلبہ نصیب فرمادیں گے تب یہ بھی جاتے رہیں گے۔

تسلی کا فائدہ

احقر سے اس (مذکورہ بالا) واقعہ کا ذکر سن کر حضرت والا نے فرمایا کہ یہ جو کچھ میں مباح خیالات یا وساوس کے متعلق کہا کرتا ہوں وہ سب اپنی ہی گزری کہا کرتا ہوں۔ استدلالی طور پر نہیں بلکہ اپنا مشاہدہ بیان کیا کرتا ہوں۔ کیونکہ یہ سب حالتیں خود مجھ پر بھی گزر چکی ہیں ورنہ محض تحقیق کے طور پر کہتا تو مبتلا کو تسلی ہرگز نہیں ہوسکتی تھی۔ اس وقت تو بڑی کلفتیں اٹھائیں لیکن اب تو میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھ کو سارے عقبات کی سیر کرادی۔ ایک مخالف سے ایک شخص نے باطن کے متعلق مشورہ لیا تو اس نے میرا نام لیکر کہا کہ تسلی اگر چاہتے ہو تو وہاں جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے تسلی دینے میں اس شخص کو خاص

مہارت عطا فرمائی ہے۔ ویسے محض تحقیق کرنا چاہو تو چاہے جہاں جاؤ پھر حضرت والا نے فرمایا کہ یہ سب حضرت حاجی صاحبؒ کا رنگ ہے۔ وہاں کی برابر کہیں تسلی دیکھی ہی نہیں اور واقعی اس سے جس قدر سلوک طے ہوتا ہے کسی سے نہیں ہوتا کیونکہ اس سے حق تعالیٰ کے ساتھ محبت کا تعلق پیدا ہو جاتا ہے اور محبت ہی اقرب طرق ہے۔ اسی لیے مجھ کو اس کا بڑا اہتمام رہتا ہے کہ طالبین کے قلوب میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کی جائے۔ اھ۔ ف۔ یہ واقعہ حسن العزیز جلد اول میں بھی مذکور ہے۔

اللہ والوں کا شیطان کچھ نہیں بگاڑ سکتا

ایک صاحب سے جو وساوس سے سخت پریشان تھے مفصل مضامین تسلی بیان فرما کر آخر میں فرمایا کہ میاں بھلا جس کے سر پر اللہ ہو پھر اس کو کیا فکر شیطان اس کا کیا بگاڑ سکتا ہے۔ (ع) دشمن اگر قوی ست نگہباں قوی تر است خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اِنّہ لیسَ لہٗ سلطان علی الذین اٰمنو اوعلیٰ ربھم یتوکلون ۔اھ۔

کارِ خود کن

ایک مخلص دیندار نے جو حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہٗ العزیز سے بیعت ہیں مدرسہ دیوبند کے موجودہ فتنہ و فساد کے سلسلہ میں بعض علماء و ممبران مدرسہ کے خلاف بدظنی کے وساوس پیدا ہونے کی بہت طویل داستان لکھی اور لکھا کہ چونکہ ان سب حضرات سے بوجہ خاص دیوبندی خیال اور سلسلہ امدادیہ میں داخل ہونے کے پختہ عقیدت مندی ہے اس لیے کسی صاحب کی طرف بھی بدگمانی کا خیال نہیں ہو سکتا اور گو یہ سیاہ کار اس قابل کہاں جو بزرگان دین کی رائے اور مصلحت میں دخل دے سکے لیکن میرا ناقص خیال جس طرف یقین کے ساتھ جھکتا ہے اس طرف سے ہٹنا دشوار ہو جاتا ہے لہٰذا مجبوری ہے اور سخت خلجان میں ہوں احقر کا اطمینان فرمایا جائے۔ الخ۔

حضرت والا نے اس کا حسب ذیل بہت مختصر مگر نہایت تسلی بخش اور جامع مانع جواب ارقام فرمایا جو یہ ہے۔ آپ نے اپنے دین کی درستی کے لیے بہت محنت کی انشاء اللہ اس کا

اجر ملے گا چونکہ ہر مریض کے لیے جدا نسخہ نافع ہوتا ہے۔ اس لیے جو نسخہ آپ کے لیے نافع ہے لکھتا ہوں وہ یہ ہے کہ (ع) کار خود کن کار بیگانہ مکن ۔ زبان وقلم وقلب سے سکوت رکھیں پریشانی پر صبر کریں نہ کسی کے معتقد رہیں نہ کسی سے بداعتقاد کیونکہ یہ دونوں چیزیں ایذادہ ہیں۔ قیامت میں اس کی پوچھ بھی آپ سے نہ ہوگی۔ والسلام۔

خطرہ اور قطرہ

ایک صاحب نے غلبہ خشیت میں لکھا کہ مجھ کو بڑا خطرہ ہے۔ تحریر فرمایا کہ یہ خطرہ تو بحر معرفت کا قطرہ ہے اللہ تعالیٰ اس کو بڑھا کر دریا کر دے۔ اھ

دریائے محبت کی موجین

ایک صاحب نے لکھا کہ کبھی قبض ہے کبھی بسط کبھی غم ہے کبھی خوشی عجیب حالت ہے۔ اھ۔

خط بہت طویل تھا لیکن حضرت والا نے صرف اس کے ایک گوشہ پر بہت ہی مختصر سا جواب لکھ کر بھیج دیا جس پر بلا مبالغہ دریا کو کوزہ میں بند کرنا صادق آتا ہے۔ تحریر فرمایا کہ مجموعی حالت قابل شکر ہے جس کے سب اجزاء ایک ہی دریائے محبت کی موجیں جن کی حرکت بھی پُر بہار اور سکون بھی موجب قرار۔ مبارک۔ اطمینان سے اپنے کام میں لگے رہیے میں بھی دعا میں مشغول ہوں۔ اھ

وساوس کفریہ کا علاج

ایک صاحب جائیداد رئیس وساوس کفریہ میں مبتلا تھے۔ انہوں نے اپنا مفصل حال لکھ کر پیش کیا اور آخر میں عرض کیا کہ اگر حضور یہ اطمینان دلا دیں گے کہ وجود باری تعالیٰ دلائل عقلیہ قطعیہ سے ثابت ہے تو مجھے بلا دلائل معلوم کیے ہی اطمینان ہو جائے گا کیونکہ میں حضور کی عقل کا بے حد معتقد ہوں۔ اس پر حضرت والا نے غایت وثوق اور نہایت شدومد کے ساتھ تحریر فرمایا کہ خدا کی قسم اللہ تعالیٰ کا وجود ایسے دلائل عقلیہ قطعیہ سے ثابت ہے کہ بڑے سے بڑے فلسفی منکر کو بھی ساکت کیا جا سکتا ہے اور ابھی گنجائش انکار نہیں۔ اھ

اس جواب کو پڑھتے ہی صاحب موصوف کی ساری پریشانی دفع ہوگئی اور یہاں تک

مسرت کا جوش بڑھا کہ اس خوشی میں حضرت والا سے بیساختہ یہ اجازت طلب کی کہ میں اپنی سب جائیداد حضور کے نام ہبہ کردوں لیکن حضرت والا بھلا اس کو کیوں قبول فرمانے لگے تھے۔

ایک وکیل صاحب کو جواب

کل ہی کی بات ہے یعنی ۲۵۔ رجب ۱۳۵۴ھ کو جمعہ کے بعد کی مجلس میں ایک بہت مقتدر اور نہایت دیندار وکیل صاحب کے خط کے بعض فقرے اور ان فقروں کے متعلق اپنے جوابات سنائے۔ وہ وکیل صاحب حضرت والا کی خدمت میں بیس بائیس روز قیام کر کے حال ہی میں واپس گئے ہیں۔ انہوں نے لکھا کہ حضرت یہاں کی تو دنیا ہی بدلی ہوئی ہے۔ حضرت نے اس کا جواب ارقام فرمایا کہ خیر الحمد للہ دین تو بدلا ہوا نہیں۔ اھ۔

یہ بھی ان وکیل صاحب نے لکھا کہ وہاں ہر بات میں انوار معلوم ہوتے تھے یہاں نہیں معلوم ہوتے تحریر فرمایا کہ وہ (یعنی عدم انوار ۱۲) بھی خیر ہے۔ (ع) کہ آب چشمہ حیوان درون تاریکسیت اھ۔ پھر اس جواب کے متعلق زبانی فرمایا کہ یہ محض شاعری نہیں بلکہ حقیقت ہے کیونکہ ایسی حالت میں اگر کوئی نیک عمل کرتا ہے تو اس کو اجر زیادہ ملتا ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ اخیر زمانہ میں دین کا سنبھالنا ایسا مشکل ہوگا جیسا چنگاری کو ہاتھ میں پکڑنا۔ اس زمانہ میں اگر کوئی ایک عمل نیک کرے گا تو اس کو پچاس عاملوں کا ثواب ملے گا۔ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ منا او منھم یعنی ہم میں کے پچاس یا ان میں کے پچاس ارشاد فرمایا منکم یعنی تم میں کے پچاس۔ اھ۔

پھر حضرت والا نے فرمایا کہ میں تو کہا کرتا ہوں کہ اگر اس وقت کوئی ایک نیک کام کرے اس کو پچاس ابوبکرؓ کے برابر ثواب ملتا ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ ہے باریکی اس تاریکی میں ف۔ سبحان اللہ حضرت والا کے بھی کیا پر لطف الفاظ ہوتے ہیں اور کیسے اعلیٰ معانی ہوتے ہیں۔ بس بالکل یہ شعر صادق آتا ہے۔

بہار عالم حسنش دل وجاں تازہ میدارد　　برنگ اصحاب صورت را بہ بوار باب معنی را

ان وکیل صاحب نے یہ بھی لکھا کہ وہاں سے آنے کے بعد ابھی تک طبیعت متوحش ہے۔ اس کا جواب حضرت والا نے یہ ارقام فرمایا کہ یہ تو رحمت ہے اگر مانوس ہو جاتی تو یہ علامت تھی عدم احساس کی۔ اھ۔ غرض نہایت تسلی بخش جوابات تحریر فرمائے جو حقیقت کے

بھی بالکل مطابق تھے۔

دو پہلوانوں کی کشتی

ایک طالب اصلاح نے کشاکش نفس کی شکایت کی تو نہایت شفقت کے ساتھ فرمایا کہ بھائی جب دو پہلوانوں میں کشتی ہوتی ہے تو یہ نہیں ہوتا کہ ایک تو زور لگائے جائے اور دوسرا اپنے ہاتھ پاؤں ڈھیلے ہی ڈال دے۔ اور اپنے مقابل کو خود موقع دے دے کہ وہ اس کو آسانی سے پچھاڑ سکے۔ یہ تو نفس سے کشتی ہے اپنا سارا زور لگانا چاہیے پھر اگر پورا غلبہ نہ حاصل ہو تو کم از کم یہ تو ہو کہ کبھی تم نے اس کو پچھاڑ دیا کبھی اس نے تم کو پچھاڑ دیا لیکن ہمت کسی حال میں نہ ہارنا چاہیے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ دیکھیں گے کہ یہ بیچارہ اپنا سا زور لگا رہا ہے تو غلبہ بھی عطا فرما دیں گے۔ غرض ہمت نہ ہارنا چاہیے اور مایوس نہ ہونا چاہیے۔

غفلت کا علاج

ایک صاحب اجازت نے گھر پہنچ کر عریضہ لکھا کہ وہ حالت قلب کی جو خانقاہ میں تھی وہ رخصت ہوتی جاتی ہے اس کے بقا کی اگر کوئی صورت ہو تو فرمائی جائے۔ حضرت والا نے اس کا جواب تحریر فرمایا کہ اگر ایسا ممکن ہوتا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ سے یوں نہ فرماتے **ولکن یا حنظلة ساعة و ساعة** اھ۔ انہوں نے یہ بھی لکھا تھا کہ قلب کی حالت نہایت خراب ہے غفلت قلب میں گھر کر گئی دعا بھی اور علاج بھی فرمایا جائے اس کا جواب تحریر فرمایا کہ **العلاج بالضد و هو محل الاختیار والجد**۔

مکتوب ملقب بہ تسہیل الطریق

ایک صاحب نے لکھا کہ اپنا حال ابتر ہی پاتا ہوں سوائے ادھیڑ بن کے اور کچھ نہیں۔ اس کا جواب ایسا جامع مانع تحریر فرمایا کہ جو عمر بھر کے لیے دستور العمل بنانے کے قابل ہے اور چونکہ وہ بہت مہتم بالشان مضمون ہے اس لیے احقر کی درخواست پر حضرت والا نے اس کا تسہیل الطریق نام بھی رکھ دیا ہے جس کو تربیت السالک سے نقل کیا جاتا ہے۔

خود مشقت میں پڑنے کا شوق ہی تو اس کا علاج ہی نہیں باقی راستہ بالکل صاف ہے کہ غیر اختیاری کی فکر میں نہ پڑیں اختیاری میں ہمت سے کام لیں اگر کوتاہی ہو جائے ماضی کا استغفار سے تدارک کر کے مستقبل میں پھر تجدید ہمت سے کام لینے لگیں اور استعمال ہمت کے ساتھ دعا کا بھی التزام رکھیں اور بہت لجاجت کے ساتھ۔ اھ۔

فائدہ: سبحان اللہ سبحان اللہ سارا طریق اس مختصر سے جواب میں آ گیا۔ دریا کو کوزہ میں بھر دیا ہے۔ کوئی اس زریں دستور العمل کی قدر کام کرنے والوں سے پوچھے اور ان سے جن کا اس پر عملدر آمد ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت والا کے طفیل سے ان ناکارہ کو بھی اس پر سختی کے ساتھ کاربند ہونے کی توفیق بخشے اور حضرت والا کے درجات اور علوم و معارف کو روز افزوں ترقی بخشے اور ہمیشہ سلامت با کرامت رکھے۔ آمین آمین آمین۔

وساوس سے پریشان شخص کی تسلی

ایک صاحب نے جن کے شیخ حج کو گئے ہوئے تھے ہجوم وساوس سے پریشان ہو کر حضرت والا کی خدمت میں نہایت پر درد عریضہ لکھا۔ حضرت والا نے جواب میں ایسا تسلی بخش مضمون تحریر فرمایا کہ اس کو پڑھتے ہی ان کے سارے وساوس دور ہو گئے اور ساری پریشانی کافور ہو گئی چنانچہ انہوں نے پھر دوسرا عریضہ ارسال خدمت کیا جو تبویب تربیت السالک باب ہشتم کے پہلے صفحہ کے حاشیہ سے لفظاً لفظاً نقل کیا جاتا ہے۔

الحمدللہ اب نہ وساوس کا ہجوم ہے نہ اوہام و ہوا جس کا تلاطم قطعی طور سے نیست و نابود ہو گئے۔ حضور کا کس زبان سے اور کیسے شکریہ ادا کیا جائے جو اس آڑے وقت میں اس ناچیز اور سراپا قصور کی دستگیری فرمائی گئی ہے۔ آقائے عالم ذات بابرکات کو بایں فیوض و خیرات ہمیشہ ہمیشہ تا قیام قیامت قائم رکھیں اور نظر توجہ و شفقت کی بجانب بیچارہ مبذول۔ آمین

مختصر مگر حسب حال

احقر جامع اوراق عرض کرتا ہے کہ ایک انہی صاحب کا کیا ہزاروں سرگشتگان طریق کا مشاہدہ ہے کہ حضرت والا سے رجوع کرتے ہی ساری حیرانی و پریشانی دور ہو جاتی ہے اور

گویا منزل مقصود قریب ہی نظر آنے لگتی ہے۔ اور یہ محض مضامین کا اثر نہیں بلکہ حضرت والا کی دعا وتوجہ اور مقبولیت عنداللہ کی برکت ہے۔ ورنہ محض الفاظ میں اس درجہ اثر کہاں بفحوائے ارشاد حضرت مولانا رومیؒ۔

گر نبودے نالہ نے رامشر — نے جہاں را پُر نہ کردے از شکر

(اگر نہر اور کسان نہ ہوتا تو گنا جہان کو شکر فراہم نہ کرتا)

خود حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ گو میرے جواب بہت مختصر ہوتے ہیں لیکن مبتلا کے اس قدر حسب حال ہوتے ہیں کہ اگر کوئی میرا خط پہنچنے کے وقت وہاں موجود ہوتب مکتوب الیہ پر ان جوابوں کا اثر دیکھے۔ بعضے تو بالکل خودکشی پر آمادہ ہو گئے تھے لیکن میرا خط پہنچتے ہی بفضلہٖ تعالیٰ ان کی پوری تسلی ہوگئی اور وہ اپنے اس ارادہ سے باز آ گئے۔

وساوس ایمان کی علامت ہیں

حسن اتفاق سے اسی وقت اس کی نظیر میں ایک طالب کا خط اور حضرت والا کا جواب تسلی مآب تبویب تربیت السالک حصہ ہشتم میں نظر سے گزرا جس کو مناسب موقع خیال کر کے یہاں نقل کیا جاتا ہے گو ضعیف سا احتمال ہے کہ محض حضرت والا کا جواب باب شرف بیعت واستفاضۂ باطنی میں حضرت والا کی تحریرات متعلقہ وساوس کے ضمن میں بھی نقل کیا جا چکا ہے لیکن ایسے مکررات سے اتنی طویل تصنیف میں بچنا مشکل ہے۔ بہرحال ایسے مفید مضامین کی تکرار بھی نفع سے خالی نہیں بلکہ زیادت نفع متصور ہے (اور تضاعف حظ میں گویا قند مکرر ہے) چنانچہ بلا قصد تشبیہ عرض ہے کہ قرآن مجید کے مکررات کا بھی یہی منشاء ہے کہ تکرار موجب ازدیاد استحضار ہو۔ لہٰذا ناظرین کرام سے باادب عرض ہے کہ اس تصنیف میں اگر کہیں شاذ ونادر مکررات نظر سے گزریں احقر کو معذور تصور فرمائیں۔ اس مختصر مگر ضروری تمہید کے بعد وہ حال مع جواب ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے وہو ہذا۔

(حال)...... علاوہ ازیں ایک مرض صعب کا نہایت شاکی ہوں حتی الوسع اس کے دفعیہ کی کوشش کی لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ وہ مرض یہ ہے کہ بعض وقت وساوس وخطرات کا اپنے دل میں نشان بھی نہیں پاتا اور بعض وقت وساوس وخطرات کا اس قدر ہجوم ہوتا ہے اور

وساوس وخطرات بھی وہ کہ شاید کسی دہریہ کو بھی نہ آتے ہوں اس وقت دل چاہتا ہے کہ کسی ترکیب سے خودکشی کرلوں تاکہ خس کم جہاں پاک کا مصداق ہوجائے۔ ایسے نالائق و ناہنجار کو دنیا میں رہنا ہی نہیں چاہیے۔ اس لیے خدمت والا میں عرض پرداز ہوں کہ اس کے لیے خاص توجہ مبذول فرمادیں اور دعا سے امداد فرمادیں۔

(تحقیق) ...... دعا سے کیا عذر ہے مگر یہ حالت خود مذموم ہی نہیں جس کو ایسا مہتم بالشان سمجھا جائے صحابہؓ سے اکمل و افضل تو کسی کی حالت نہ تھی۔ حدیثوں میں مصرح ہے کہ ان کو ایسے وساوس آتے تھے کہ وہ جل کر کوئلہ ہو جانا زیادہ محبوب سمجھتے تھے ان کو زبان پر لانے سے اور طبیب کامل صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکوان کے صریح ایمان کی علامت قرار دیا۔ پس جو امر علامت ایمان ہو اس پر اگر مسرت نہ ہو تو غم کے بھی کوئی معنی نہیں۔ والسلام۔

فائدہ: جامع اوراق عرض کرتا ہے کہ حضرت والا جذبات انسانی کے لیے ایسے ماہر اور امراض روحانی کے علاج میں ایسے حاذق ہیں کہ طالب مذکور کو جو اس درجہ غم میں مبتلا تھے کہ خودکشی پر آمادہ تھے اس کا مشورہ نہیں دیا کہ اس حالت پر مسرور ہوں کیونکہ یہ تکلیف مالا یطاق ہوتی اور مشورہ مفید نہ ہوتا۔ سبحان اللہ حکیم الامۃ کی یہی شان ہونی چاہیے۔

اسی طرح حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ جب کسی کے یہاں کوئی موت ہو جاتی ہے اور وہاں ضرورت وعظ کی سمجھتا ہوں تو معتد بہ زمانہ گزرنے کے بعد کہتا ہوں ورنہ تازہ تازہ غم میں اگر وعظ کہا جائے تو بالکل بیکار جائے۔ اھ۔

مریضہ کو تسلی

مضمون تسلی کے متعلق اتفاقاً ایک اور واقعہ بھی یاد آگیا گو وہ باطن کے متعلق نہیں لیکن اس کا ذکر بھی اس جگہ بے موقع نہ ہوگا۔ احقر کی اہلیہ کا ایک ایسا آپریشن ہونے والا تھا جس میں جان کا خطرہ تھا۔ اور ہم سب لوگ نہایت درجہ پریشان تھے۔ انہوں نے حضرت والا کو نہایت مایوسی کا عریضہ لکھوایا اور دعا کی درخواست کی عین آپریشن کے دن حضرت والا کا جواب پہنچا کہ دل وجان سے دعا کرتا ہوں۔ انشاء اللہ تعالیٰ آپریشن کامیاب ہوگا اور انشاء

اللہ تم اچھے ہو کر یہاں آ ؤ گی۔اھ

اس بشارت نے ہم مردہ دلوں کو زندہ کر دیا اور گویا از سر نو حیات بخشی۔اور پریشانی میں بہت کچھ کمی ہو گئی اور بجائے یاس کے امید غالب ہو گئی۔مریضہ کو بھی بہت کچھ سکون ہو گیا اور ایک گونہ اطمینان کے ساتھ آپریشن کے کمرہ میں قدم رکھا۔اس قسم کی پیشین گوئی کرنا حضرت والا کا معمول نہیں لیکن مریضہ کی تقویت ہمت کے لیے جس کی اس وقت سخت ضرورت تھی احتمالاً اور توکلاً علی اللہ ایسا لکھ دیا چنانچہ بمصداق اس حدیث قولی کے کہ میرے بعض بندے ایسے ہیں کہ اگر وہ میرے اعتماد پر کسی بات پر قسم کھا بیٹھیں تو میں ان کی قسم کو سچا کر دوں۔

آپریشن نہایت کامیاب ہوا اور مریضہ بالکل اچھی ہو گئی اور پھر حضرت والا کی خدمت میں حاضری کا اتفاق بھی ہوا چنانچہ دو برس سے احقر کے ساتھ تھانہ بھون میں مقیم ہے۔ فالحمد للہ۔ سچ ہے۔

ع۔می دہد یزداں مراد متقین (اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کا مقصد پورا کرتا ہے)

تمنا اور شوق میں فرق

ایک طالب کچھ دن کے لیے آ کر مقیم خانقاہ ہوئے تھے۔انہوں نے کبھی حضرت والا کو کسی گفتگو کے سلسلہ میں حضرت حاجی صاحبؒ کا ارشاد نقل فرماتے سن لیا کہ ایسی ہجرت سے کہ جسم تو مکہ میں ہو اور دل ہندوستان میں یہ اچھا ہے کہ جسم تو ہندوستان میں اور دل مکہ میں اس کو انہوں نے اپنے قیام خانقاہ کی حالت پر منطبق کیا تو یہ سوچ کر بہت پریشان ہوئے کہ مجھ کو تو بیوی بچے بہت یاد آتے ہیں اور خیال لگا رہتا ہے کہ آج سے گھر جانے کے اتنے دن باقی ہیں اس خیال لگے رہنے کی انہوں نے حضرت والا کو بذریعہ عریضہ اطلاع کی اور انا للہ کے ساتھ یہ لکھا کہ کیا اس خیال کی بناء بفحوائے ارشاد حضرت حاجی صاحبؒ میرا یہاں خانقاہ میں حاضر ہونا ہی اکارت گیا۔حضرت والا نے نہایت تشفی بخش اور تحقیقی جواب ارقام فرمایا جو تربیت السالک سے نقل کیا جاتا ہے۔

یہ یاد آنا اور خیال لگا رہنا امور طبعیہ اور عیال کے حقوق شرعیہ سے ہے اور محمود ہے جو مرتبہ مذموم ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہجرت پر ایک گونہ تاسف ہو کہ میں سب کو چھوڑ کر یہاں چلا آیا۔غرض تمنا اور چیز ہے جو مضر ہے اور شوق اور چیز ہے جو مضر نہیں۔روزہ میں کھانے پینے کا

شوق ہوتا ہے کہ کب وقت آئے گا اور تمنا نہیں ہوتی کہ میں روزہ نہ رکھتا تو اچھا ہوتا۔''

فائدہ: سبحان اللہ کیا تحقیق و تدقیق ہے۔ تمنا اور شوق میں کیا باریک فرق نکالا ہے جہاں فلاسفہ اور جن کو آج کل بڑا ماہر نفسیات سمجھا جاتا ہے ان کا ذہن بھی نہیں پہنچ سکتا۔ یہ حقائق حضرات حکماء امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والتحیہ ہی پر منکشف ہوتے ہیں۔

فطری میلانات پر قابو پانے کا کلیہ

ایک طالب نے شدید میلان الی الغنا کی شکایت لکھی اور لکھا کہ کبھی کبھی کسی بانسری بجانے والے کو بلوا کر بانسری بھی سنی ہے ہدایت فرمائی جائے اس کا جواب بھی تربیت السالک سے نقل کیا جاتا ہے جولا جواب ہے۔ ملاحظہ ہو

کشش اور میلان کا بالکلیہ زائل ہو جانا تو عادۃً ممتنع ہے البتہ تدبیر سے اس میں ایسا ضعف اور اضمحلال ہو جاتا ہے کہ مقاومت صعب نہیں رہتی اور وہ تدبیر صرف واحد میں منحصر ہے کہ عملاً اس کشش کے مقتضا کی مخالفت کی جائے گو کلفت ہو اس کو برداشت کیا جائے اسی سے کسی کو جلدی کسی کو دیر میں علیٰ اختلاف الطبائع اس کشش میں ضعف و اضمحلال ہو جاتا ہے اور کف کے لیے قصد و ہمت کی ہمیشہ ضرورت رہتی ہے مگر اس ضعف کے سبب اس قصد میں بسہولت کامیابی ہو جاتی ہے اور اس سے زیادہ توقع رکھنا اُمنیہ محضہ ہے۔ الا ان یکون من الخوارق۔ اس اصل سے تمام فطریات میں کام لینے سے پریشانی ھباء منثورا ہو جاتی ہے فتبصر و تشکر۔ فائدہ: سبحان اللہ تمام فطریات کے متعلق جن سے ساری دنیا عاجز اور پریشان ہے اور لاکھ تدبیریں کرتے ہیں مگر کامیابی نہیں ہوتی کیسا جامع مانع بے نظیر اور سہل کلیہ ارشاد فرمایا ہے اور تعدیل کی کیسی نافع اور یگانہ تدبیر تعلیم فرمائی ہے۔

محض توجہ کا اثر

احقر نے یہ بھی ہمیشہ تجربہ کیا جس کی تصدیق اپنے اور پیر بھائیوں سے بھی ہوئی کہ ادھر حضرت والا کو عریضہ لکھا نہیں اور ادھر پریشانیوں میں کمی واقع ہونا شروع ہو گئی اور کرامت نامہ پہنچنے کے بعد تو بالکل ہی دفع ہو گئیں۔ بلکہ احقر کو تو اپنے گمان میں اکثر یہ بھی احساس ہو جاتا تھا کہ فلاں

وقت حضرت والا کی خدمت میں عریضہ پہنچا کیونکہ اس وقت حضرت والا کی توجہ کی برکت سے حضرت والا کی جانب ایک پرزور کشش محسوس ہونے لگتی تھی اور اس کا تجربہ تو اب بھی بحالت قیام خانقاہ گاہ گاہ ہوتا رہتا ہے کہ اگر احقر کی عدم موجودگی مجلس میں کبھی حضرت والا کو احقر سے کوئی کام ہوتا ہے تو حضرت والا کے یاد فرمانے کا یہ اثر ہوتا ہے کہ احقر کے قلب میں دفعتہً اپنی جگہ بیٹھے بیٹھے ایک خاص کیفیت توجہ الی اللہ کی محسوس ہونے لگتی ہے جس سے میں اپنے گمان میں سمجھ لیتا ہوں کہ غالباً اس وقت حضرت والا مجھے یاد فرمارہے ہیں اور میری طرف متوجہ ہیں لیکن چونکہ یہ گمان یقین کے درجہ کا تو ہوتا نہیں اس لیے محض اس انجذاب کی بنا پر اپنا کام چھوڑ کر حاضر خدمت نہیں ہوتا۔

حضرت والاؒ کی توجہ سے کشش پیدا ہونا

ابھی دو تین دن ہی کا واقعہ ہے۔ احقر نے حضرت والا سے ایک شعر جو احقر کو بالکل ناتمام یاد تھا پوچھا تھا اس وقت حضرت والا نے اس کا صرف ایک یہ مصرعہ فرمایا۔ ع۔ گراز چشم دوری بدل حاضری۔ اور فرمایا کہ صرف یہی مصرعہ یاد ہے۔ پھر ظہر کے بعد مجلس کے وقت جبکہ احقر اپنے حجرہ میں جو حضرت والا کی نشست گاہ سے بہت فصل پر ہے۔ بیٹھا اسی رسالہ اشرف السوانح کے کام میں مشغول تھا۔ حضرت والا نے ایک پرچہ پر پورا شعر لکھ کر احقر کے پاس بھیجا وہ پورا شعر یہ ہے۔

سلام علیکم چو در خاطری   گراز چشم دوری بدل حاضری

(جب تو میرے دل میں ہے تو تجھے سلام ہو، اگر چہ نظر سے دور ہے مگر دل میں تو موجود ہے)

ادھر تو حضرت والا اس شعر کو لکھ کر احقر کے پاس بھیج رہے تھے اور ادھر احقر کے قلب میں وہی انجذابی کیفیت جس کا اوپر ذکر کیا گیا اس قدر شدت کے ساتھ محسوس ہوئی کہ واقعی میرا قصد ہوگیا کہ اسی وقت حاضر خدمت ہو جاؤں کیونکہ مجھ کو غالب گمان ہوگیا کہ حضرت والا اس وقت احقر کو ضرور یاد فرمارہے ہیں لیکن چونکہ کام میں مشغول تھا اس لیے اپنے گمان پر اعتماد نہ کر کے بیٹھا لکھتا رہا۔ جب پرچہ پہنچا تب اپنے گمان کا قریب بہ یقین ہونا معلوم ہوا۔ اور لطف یہ ہے کہ شعر مذکور کا مضمون بھی اسی قسم کا تھا اور اس حالت پر بالکل صادق آرہا تھا۔ اس سے اور بھی گمان ہوتا ہے کہ ممکن ہے حضرت والا کے قلب میں بھی لکھتے وقت اس کے مضمون کا استحضار ہوا اور اس کا انعکاس احقر کے قلب پر بھی ہوگیا ہو۔ میں نے تو اس شعر کا یہ

مطلب سمجھ کر بڑا لطف لیا کہ گویا حضرت والا خود اس احقر ناکارہ ہی کو اس شعر سے خطاب فرما رہے ہیں کیونکہ میرے گمان میں اس وقت حضرت والا احقر کو گویا واقعی یاد فرمارہے تھے۔

اسی طرح کچھ عرصہ ہوا ایک بار احقر اوپر ایک صاحب کے حجرہ میں تھا اس وقت بھی احقر کو ایسی ہی کشش محسوس ہوئی تو فوراً مجھ کو وہی گمان ہوا کہ غالباً حضرت والا احقر کو یاد فرمارہے ہیں اور چونکہ اس وقت احقر فارغ تھا اس لیے حاضر خدمت ہونے کے لیے فوراً نیچے اترا تو دیکھا کہ واقعی حضرت والا ایک پرچہ ہاتھ میں لیے ہوئے اس انتظار میں تھے کہ کوئی ملے تو احقر کو طلب فرمائیں۔ اتنے میں میں خود ہی پہنچ گیا۔ فرمایا کہ میں تو اس وقت آپ کو بلانے ہی والا تھا۔ احقر نے اپنی اس قلبی کشش کا حال عرض کیا تو حضرت والا تبسم فرمانے لگے۔ حضرت والا ایسے امور کو قابل التفات نہیں سمجھتے اور اکثر محض خیال کا اثر قرار دے دیا کرتے ہیں۔ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ جب کبھی اس قسم کی کشش احقر کو محسوس ہوتی ہے ہمیشہ حضور مع اللہ کی صورت میں ہوتی ہے یعنی فوراً حضور مع اللہ کی کیفیت وقت کے ساتھ محسوس ہونے لگتی ہے جس کو میں حضرت والا کی توجہ قلبی کا اثر سمجھ کر یہ گمان کرنے لگتا ہوں کہ اس وقت حضرت والا احقر کی طرف متوجہ ہیں اور یاد فرمارہے ہیں۔

تحریر کے نقوش کا اثر

اس کشش کے متعلق مجھے اپنے پرانے زمانہ کے تاثرات بھی اچھی طرح یاد ہیں۔ جب کبھی حضرت والا کا کوئی کرامت نامہ پہنچتا محض حضرت والا کی تحریر کے نقوش ہی کو دیکھ کر قلب میں ایک خاص کیفیت پیدا ہو جاتی خواہ اس وقت میں کسی شغل میں ہوتا چنانچہ ایک دفعہ عین سرکاری دربار کے موقع پر بھی اثر محسوس کرنا اب تک یاد ہے۔

حضوریٔ حق کی کیفیت پیدا ہونا

جب کبھی حاضری خدمت کے بعد رخصت ہو کر جاتا تو بفضلہ تعالیٰ و بتوجہات حضرت والا راستہ میں قلب کے اندر حضوری حق کی ایسی پُر لطف اور پرزور کیفیت محسوس ہوتی کہ جس سے راستہ بھر سرشار رہتا۔ یہاں تک کہ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک بار حضوری حق کا اتنا غلبہ ہوا کہ میں دیوانہ وار اپنے دونوں ہاتھوں سے بار بار مشتاقانہ اس طرح حلقہ باندھنے لگا جیسے کوئی اپنے محبوب سے بغل گیر ہو رہا ہو۔ ایک بار راستہ ہی میں حضرت

حافظ شیرازیؒ کے اس شعر کو پڑھتے پڑھتے بے اختیار ہو گیا اور ہچکیاں لے لے کر رونے لگا۔

تو دستگیر شوائے خضر پے جستہ کہ من ۔۔۔ پیادہ میروم وہمرہاں سوار آنند

(اے خضر تو مجھ شرمسار کی مدد کر کیونکہ میں پیدل جا رہا ہوں اور میرے ساتھی سوار ہیں)

دل میں کیف کا پیدا ہونا

ایک بار حضرت والا کی خدمت بابرکت میں ایک ماہ قیام کر کے رخصت ہوا تو قلب میں نہایت کیف لے کر رخصت ہوا جس سے متاثر ہو کر راستہ ہی میں بے اختیار کچھ اشعار بھی ہو گئے جن میں سے بعض اب تک یاد ہیں جن کو اس غرض سے عرض کیا جاتا ہے کہ ناظرین کرام کو بھی اس کیفیت کا کسی قدر اندازہ ہو جائے وہ اشعار یہ ہیں۔

مجھ پہ یہ لطفِ فراواں میں تو اس قابل نہ تھا ۔۔۔ تیری اس رحمت کے قرباں میں تو اس قابل نہ تھا

یہ تہی دستِ ازل بھی تیرے در سے اے کریم ۔۔۔ لے چلا ہے بھر کے داماں میں تو اس قابل نہ تھا

ہے احد معبود اپنا اور نبی خیر الورا ۓ ۔۔۔ شیخ بھی ہے قطب دوراں میں تو اس قابل نہ تھا

ذوق وشوق کے ساتھ حاضری

جس طرح خدمت فیض درجت سے رخصت ہونے کے بعد کی بعض کیفیات عرض کی گئیں اسی طرح جس ذوق وشوق کے ساتھ حاضری ہوئی تھی اس کا بھی تھوڑا بہت ذکر مناسب مقام ہوگا۔

یہ تو عرض ہی کیا جا چکا ہے کہ کثیر اخراجات برداشت کر کر کے چند گھنٹوں کے قیام کی مہلت ملنے پر بھی دور دراز مقامات سے حاضر ہوا کرتا تھا۔ نیز لمبی لمبی رخصتیں نصف تنخواہ و بلا تنخواہ تک کی لے لے کر مہینوں بلکہ بعض مرتبہ برسوں خدمت بابرکت میں مقیم رہتا تھا چنانچہ اب بھی بعون اللہ تعالیٰ دو برس چار ماہ کی رخصت لے کر حاضر خدمت ہوں اور جب کبھی حاضر ہوا نہایت ذوق وشوق اور جوش وخروش کے ساتھ حاضر ہوا اور اکثر فرط مسرت میں حسب حال اشعار بھی بے اختیار کہنے لگتا تھا اور ہر حاضری گویا اس شعر کی مصداق ہوتی تھی۔

اے آتش فراقت دلہا کباب کردہ ۔۔۔ سیلاب اشتیاقت جانہا خراب کردہ

(اے محبوب تیری جدائی کی آگ نے دل کو کباب کر دیا ہے، تیرے دیدار کے شوق کے سیلاب نے جسم کو کھوکھلا کر دیا ہے)

ایک بار بہت دن بعد حاضری کا اتفاق ہوا تھا اس موقع پر بہت سے اشعار لکھے تھے جن میں سے چند اشعار بطور نمونہ حالت کے اندازہ کے لیے ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں۔

نہیں جانا ہوا جانب میخانہ برسوں سے
بھرا ہے دل میں شوقِ نعرۂ مستانہ برسوں سے
کبھی کعبہ تھا دل اب تو یہ ہے بتخانہ برسوں سے
ترستا ہوں تجھے اے جلوۂ جانا نہ برسوں سے
ہے برگشتہ کسیکی نرگس مستانہ برسوں سے
لئے پھرتا ہوں میں اپنا تہی پیمانہ برسوں سے
دل پُر شوق روز اس بزم میں اس طرح جاتا ہے
کہ دیکھی ہو نہ جیسے صورت جانا نہ برسوں سے

بلا تنخواہ لمبی رخصت لیکر حاضر ہونا

ترک ڈپٹی کلکٹری سے قبل احقر نے لمبی رخصت بلا تنخواہ لے لی تھی اور قصد کر لیا تھا کہ جب تک محکمہ تعلیم میں جگہ نہ ملے گی جس کی درخواست پیش کر رکھی تھی اس وقت تک ملازمت پر نہ جاؤں گا۔ اس موقع پر بہت سے اشعار لکھے تھے۔ مثلاً۔

جو ہم ترک علائق کر کے کوئے یار میں آئے
تو خارستاں سے گویا گلشن بی خار میں آئے
یکا یک کھل گئیں آنکھیں جو بزم یار میں آئے
اٹھے پردے ہٹیں تاریکیاں . انوار میں آئے
غزلخواں شادماں رقصاں گھے گریاں گھے خنداں
عجب انداز سے ہم کوچۂ دلدار میں آئے
مقام وجد ہے ایدل مگر جائے ادب بھی ہے
بڑے دربار میں پہنچے بڑی سرکار میں آئے

چھڑا کر جان اپنی بے طرح مجذوب بھاگا ہے
خدا ہی ہے جو وہ اب لوٹ کر گھر بار میں آئے

خانقاہ میں حجرہ ملنے پر فرطِ مسرت

اسی موقع پر حضرت والا سے یہ معلوم کر کے کہ احقر کے قیام کے لیے ان دو حجروں میں سے ایک حجرہ مرحمت فرمایا گیا ہے جو خانقاہ کے پھاٹک کے اوپر ہیں اور جن میں سے دوسرا اس زمانہ میں خود حضرت والا کے استعمال میں تھا تو غایت مسرت میں اس کے متعلق بھی کچھ اشعار لکھے جن میں سے بعض عرض کیے جاتے ہیں۔

قلب و جگر ہیں داغدار ایک اسطرف ایک اُسطرف
پہلو میں ہیں دوگلعذار ایک اس طرف ایک اُسطرف
وہ نشر میں انوار کے ہم کسب میں انوار کے
ہیں مہرومہ مشغول کار ایک اسطرف ایک اُسطرف
سیدھی نظر بھی ہے غضب ترچھی نظر بھی ہے ستم
یہ تیغ دو رکھتی ہے دھار ایک اسطرف ایک اُسطرف
وہ جارہے ہیں دیکھتے گاہے ادھر گاہے اُدھر
چلتے ہوئے کرتے ہیں وار ایک اسطرف ایک اُسطرف
ہم کو ملی دیوانگی ان کو ملی فرزانگی
مجذوب ہم وہ ہوشیار ایک اسطرف ایک اُسطرف

حاضری کے سفر کے دوران جوش وخروش

غرض جب حاضر ہوتا نہایت ذوق و شوق کے ساتھ حاضر ہوتا اور راستہ بھر نہایت جوش و خروش کا عالم طاری رہتا چنانچہ ایک بار ریل میں چند ہم مذاق احباب کا ساتھ تھا جو پیر بھائی بھی تھے تو راستہ بھر حضرت والا کے تصور میں نہایت کیف کے ساتھ اس شعر کو پڑھتا رہا۔

بے رفیقے ہر کہ شد درراہ عشق   عمر بگذشت و نشد آگاہ عشق

(جو آدمی بغیر کسی راہنما کے عشق کے راستہ پر روانہ ہوا اس کی عمر گزر گئی اور وہ عشق سے واقف نہ ہوا)

چونکہ رفیق سفر اپنے ہی پیر بھائی تھے اور پرانے بے تکلف دوست بھی تھے اور پھر پُر سوز وگداز شاعر بھی تھے اس لیے کیف بڑھتا ہی چلا گیا۔ یہاں تک کہ ریل کے ڈبہ میں جس میں سوائے ہم لوگوں کے اور فوجی نیپالیوں کے اور کوئی نہ تھا نیپالی لوگ ہم لوگوں کے اس کیف سے متاثر ہو کر خود بھی گانے بلکہ بعض ناچنے بھی لگے۔ ان کی یہ حالت دیکھ کر ساتھیوں نے مجھ سے کہا کہ دیکھئے یہ لوگ بھی آپ کے جوش وخروش سے متاثر ہو گئے ہیں۔

خدمت اقدس میں پہنچ کر سکون ہونا

خلاصہ یہ ہے کہ حاضر ہوتے ہوئے بھی اور رخصت ہوتے ہوئے بھی راستہ بھر نہایت کیف کا عالم طاری رہتا تھا لیکن حضرت والا کی خدمت اقدس میں پہنچ کر سکون ہو جاتا تھا بمصداق شعر حضرت شیفتہؒ۔

زپیش توفرزانہ دیوانہ خیزد　　　بہ بزم تو دیوانہ عاقل نشیند

(تیرے سامنے سے عقل مند دیوانہ ہو کر اٹھتا ہے اور تیری مجلس سے دیوانہ بھی عقل مند ہو کر بیٹھتا ہے)

استفسار پر حضرت والا نے اس کی وجہ بھی ارشاد فرمائی کہ بعد میں شوق کا غلبہ ہوتا ہے اور قرب میں اُنس کا۔ شوق میں جوش وخروش ہوتا ہے اور اُنس میں سکون۔ اھ

جامع عرض کرتا ہے کہ اس سکون کی وجہ سے بعض اوقات طالب غلطی سے یہ سمجھنے لگتا ہے کہ میں بالکل کورا ہو گیا چنانچہ ایک صاحب اجازت نے اپنے دوران قیام خانقاہ میں اپنے آپ کو کورا سمجھ کر اس کی شکایت لکھی اور حضرت حافظؒ کا یہ شعر بھی نہایت حسرت کے ساتھ لکھا۔

شراب لعل وجائے امن ویار مہرباں ساقی　　　دلا کے بہ شود کارت اگر اکنوں نخواہد شد

(خالص شراب، پر امن جگہ اور مہربان دوست پلانے والا ہے، اے دل اگر اب بھی کام نہ بنا تو کب بنے گا؟)

حضرت والا نے ان کی اس عنوان سے تسلی فرمائی کہ آفتاب کے سامنے چاند بے نور معلوم ہوتا ہے مگر دراصل وہ بے نور نہیں ہوتا بلکہ وہ آفتاب سے برابر کسب نور کرتا رہتا ہے البتہ آفتاب کے سامنے اس کو اپنا نور محسوس نہیں ہوتا۔ کورا ہو جانے پر حضرت والا کا ایک

لطیفہ بھی یاد آ گیا جس کو لطائف میں بھی عرض کیا جا چکا ہے اور یہاں بھی بمناسبت مقام تجدید نشاط کے لیے عرض کیا جاتا ہے۔ ایک صاحب نے شکایت کی کہ میں تو بالکل کورا ہو گیا یعنی کیفیات سے فرمایا کورا ہونا برا نہیں کوُر ہونا برا ہے۔ بلا سے کورا ہو لیکن کوُر نہ ہو۔

حاضری اور واپسی کے متعلق تازہ اشعار

احقر جس جوش و خروش کے عالم میں حاضر خدمت سراپا برکت ہوا کرتا تھا اور بفیض توجہات حضرت والا جس درجہ سکون و طمانینت اپنے قلب میں لیکر رخصت ہوتا تھا اس کا حال سطور بالا میں لکھتے وقت ان دونوں کیفیات کا گویا پھر علی التعاقب ورود ہوا جس سے متاثر ہو کر ببرکت انفاس حضرت والا محض اتفاق سے ان ہر دو کیفیات کے متعلق کچھ فارسی اشعار ہو گئے جن کو مناسب مقام سمجھ کر اور اس خیال سے کہ شاید طالبین کے لیے نافع ہوں ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ اتفاق کا لفظ میں نے اس لیے عرض کیا کہ پیشتر صرف حاضری کے متعلق ایک صاحب کیف کی ایک پُر کیف غزل کی طرف ذہن منتقل ہوا جس کا صرف ایک مصرعہ اور ایک شعر یاد رہ گیا تھا اس کو جو پڑھنا شروع کیا بالخصوص اس قصد سے کہ جس شعر کا صرف ایک مصرعہ یاد تھا اس پر مصرعہ لگا دیا جائے تو پھر اسی بحر و قافیہ میں اشعار کی آمد شروع ہو گئی یہاں تک کہ دونوں کیفیات کے متعلق دو بڑی بڑی غزلیں ۳۳۔۳۳ اشعار کی تیار ہو گئیں۔ طبیعت تو بہت طرارے بھر رہی تھی لیکن میں نے یہ جبر ۳۳ کے مبارک عدد پر جو تسبیح فاطمیؓ کے اجزاء کا عدد ہے اپنے قلم کو روک دیا اور ہر دو قسم کے اشعار کو اسی عدد پر ختم کر دیا تاکہ اصل مقصود کے لکھنے میں زیادہ حرج واقع نہ ہو۔

حاضری کے متعلق جو اشعار ہیں ان کا عنوان ''سفر تھانہ بھون'' ہے اور رخصت کے متعلق جو اشعار ہیں ان کا عنوان ''واپسی از تھانہ بھون'' ہے چونکہ سفر تھانہ بھون کے اشعار تلوین پر دلالت کرتے ہیں اور واپسی از تھانہ بھون کے اشعار تمکین پر اس لیے حضرت والا نے اس مجموعہ کا نام ''تمکین بعد التلوین'' تجویز فرمایا ہے جو نہایت ہی موزوں ہے۔ اب اشعار ملاحظہ ہوں۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نحمده نصلی علٰے رسوله الکریم

تمکین بعد التلوین

(سفر تھانہ بھون)

بحالت تلوین

(۱) درہوائے کوئے جاناں میروم ہمچو خس اُفتاں و خیزاں میروم

میں محبوب کی گلی کی محبت میں جارہا ہوں، تنکے کی طرح اڑتا و گرتا جارہا ہوں۔

(۲) وَہ چہ باشوق فراواں میروم مست و سرشار و غزلخواں میروم

کیا خوب کہ کتنے بڑے شوق کے ساتھ جارہا ہوں، مست، مدہوش اور غزل کہتے ہوئے جارہا ہوں۔

(۳) گودریدہ جَیب وداماں میروم بیں مراچوں گل چہ خنداں میروم

اگرچہ پھٹا ہوا دامن وگریباں لے کر جارہا ہوں پھر بھی دیکھو کہ کس طرح پھول کی طرح کھلا ہوا جارہا ہوں۔

(۴) گوبایں حال پریشاں میروم سرخوش و شاداں و فرحاں میروم

اگراس پریشان حالی کے ساتھ جارہا ہوں پھر بھی خوش وخرم جارہا ہوں۔

(۵) سُوئے آں رشک گلستاں میروم سرلصحرا پا بہ جولاں میروم

اس جگہ کی طرف جس پر گلستان کو بھی رشک آتا ہے، جنگل میں سے گزر کر اور پاؤں میں بیڑیاں پہن کر جارہا ہوں۔

(۶) گوبیاباں دربیاباں میروم شادماں دربرگلستانمیروم

اگرچہ جنگل ہی جنگل قطع کرتا ہوا جارہا ہوں پھر بھی اس گلستان کے خیال میں خوش جارہا ہوں۔

(۷) ہست گو اندیشہ ٔ جاں میروم می روم ہاں می روم ہاں میروم

اگرچہ جان کا اندیشہ ہے پھر بھی جارہا ہوں، جارہا ہوں ہاں جارہا ہوں، ہاں جارہا ہوں۔

(۸) سر بکف آتش بہ داماں میروم در تلاش آب حیواں میروم
سر ہتھیلی پر رکھ کر اور دامن میں آگ بھر کر جا رہا ہوں، آب حیات کی تلاش میں جا رہا ہوں۔

(۹) مست چوں ابر بہاراں میروم گاہ خنداں گاہ گریاں میروم
بہار کے بادل کی طرح مست جا رہا ہوں، کبھی ہنستا ہوا اور کبھی روتا ہوا جا رہا ہوں۔

(۱۰) در عجب انوار عرفاں میروم بیخود و مبہوت و حیراں میروم
معرفت کے عجیب انوارات میں جا رہا ہوں، بے خود، حیران اور خود رفتہ ہو کر جا رہا ہوں۔

(۱۱) سوئے کعبہ می رود ہر زاہدے من بسوئے کعبۂ جاں میروم
ہر متقی آدمی کعبہ کی طرف جاتا ہے اور میں کعبہ کی جان کی طرف جا رہا ہوں۔

(۱۲) می روم چوں مہر نے مثل قمر برسرِ اعداء نمایاں میروم
میں نہ سورج کی طرف جا رہا ہوں نہ چاند کی طرف بلکہ دشمنوں کے سامنے واضح ہو کر جا رہا ہوں۔

(۱۳) نزد آں کز وے شدہ تجدید دیں از پےٗ تجدید ایماں میروم
اسکے پاس جا رہا ہوں جسکے ہاتھوں دین کی تجدید ہوئی ہے، میں ایمان کی تجدید کیلئے جا رہا ہوں۔

(۱۴) او حکیم الامت و من جاں بلب در حضورش بہر درماں میروم
وہ امت کا حکیم ہے اور میں نزع کی حالت میں ہوں، اس کی بارگاہ میں علاج کیلئے جا رہا ہوں۔

(۱۵) آنکہ مے از ساقی کوثر بیافت پیش اوائے میفروشاں میروم
جس نے ساقی کوثر سے فیض پایا ہے، اے مے فروشوں میں اس کے پاس جا رہا ہوں۔

(۱۶) کام و لب خشک و خم خالی بدوش بیں چہ پُر شوق و پُر ارماں میروم
خشک لبوں کیساتھ، خالی جام کندھے پر رکھ کر، دیکھ کہ کس طرح شوق اور ارماں لے کر جا رہا ہوں۔

(۱۷) کاسہٗ در دست و زنبیلے بہ بر بے سروساماں بہ سلطاں میروم
ہاتھ میں کاسہ، اور بغل میں زنبیل لے کر بے سروسامانی کی حالت میں بادشاہ کے پاس جا رہا ہوں۔

(۱۸) گو منم یک بلبل بے بال و پر در ہوائے شوق پراں میروم
اگر چہ میں ایک بے بال و پر بلبل ہوں لیکن شوق کی ہوا میں اڑتا ہوا جا رہا ہوں۔

(۱۹) گو منم مورِ ضعیف و ناتواں بیں کہ بر تختِ سلیمانؑ میروم

اگر چہ میں کمزور و بے ہمت چیونٹی ہوں مگر دیکھ کہ حضرت سلیمانؑ کے تخت پر جارہی ہوں۔

(۲۰) از وفورِ شوق او درد شتہاء تیز تر ہم از غزالاں میروم

اس کے شوق کی زیادتی کی وجہ سے میں صحراؤں میں بھی ہرنوں سے زیادہ تیز رفتاری کے ساتھ جارہا ہوں۔

(۲۱) بیں چساں پروانہ وار آتش بجاں سُوئے آں شمع فروزاں میروم

دیکھ کہ میں کس طرح پروانے کی طرح جان کو جلانے کیلئے اس روشن شمع کی طرف جارہا ہوں۔

(۲۲) چنگ وعود و مطرب و ساقی و خم باچگو نہ سازو ساماں میروم

سارنگی و بربط وساز اور ساقی و جام لے کر کس طرح کے ساز و سامان کیساتھ جارہا ہوں۔

(۲۳) جام در دست و صراحی در بغل در گروہِ پاک بازاں میروم

ہاتھ میں جام اور بغل میں صراحی لے کر، پرہیز گاروں کی جماعت میں جارہا ہوں۔

(۲۴) ہست روحم در عجب و جد و طرب واہ چہ شوقست اینکہ رقصاں میروم

میری روح عجیب مستی و کیفیت میں ہے واہ یہ بھی کیسا شوق ہے کہ رقص کرتے ہوئے جارہا ہوں۔

(۲۵) آتشِ عشق افگنم در سینہ ہا الحذر باسُوزِ پنہاں میروم

سینوں میں عشق کی آگ جلاتا ہوں، بچیئے کہ میں پوشیدہ درد لے کر جارہا ہوں۔

(۲۶) گریہ شوق است ایں از درد نیست دُر فشاں چُوں ابر نیساں میروم

یہ شوق کا رونا ہے درد کی وجہ سے نہیں ہے، بیساکھ کے بادل کی طرح موتی بکھیرتا ہوا جارہا ہوں۔

(۲۷) محو و مستغرق بیادِ جانِ جاں غافل از احباب و خویشاں میروم

محبوب کی یاد میں مصروف و کھویا ہوا ہوں، دوستوں اور رشتہ داروں کو بھلا کر جارہا ہوں۔

(۲۸) چیست مال و زر چہ باشد خانماں من ز جاں ہم دست افشاں میروم

مال و دولت اور گھر کیا چیز ہے میں تو جان سے بھی ہاتھ دھو کر جارہا ہوں۔

(۲۹) دارم از فضل خدا امید ہا گو بزیر چرخ گرداں میروم

مجھے اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑی امیدیں ہیں، اگر چہ آسمان کے نیچے حیران ہو کر جارہا ہوں۔

(۳۰) باز سوداشد مَنِ مجذوب را باز سوئے کوئے جاناں میروم
پھر مجذوب کا عشق بھڑک اٹھا ہے، پھر محبوب کی گلی کی طرف جارہا ہوں۔

(۳۱) برلبِ مجذوب ایں ورداست وبس باز سوئے کوئے جاناں میروم
مجذوب کے لبوں پر فقط یہی ورد ہے کہ پھر محبوب کی گلی کی طرف جارہا ہوں۔

(۳۲) ہستم آں مجذوب دیوانہ کہ من باخودی دست و گریباں میروم
میں ایسا مجذوب ودیوانہ ہوں کہ خود اپنے آپ سے جھگڑتا ہوا جارہا ہوں۔

(۳۳) جذب دلبر کارفرما دردل است زاں من مجذوب زنیساں میروم
دل میں محبوب کی کشش کارفرما ہے اسی لئے میں دیوانہ گھر چھوڑ کر جارہا ہوں۔

واپسی از تھانہ بھون (بحالت تمکین)

(۱) ازدر تو باچہ عنواں می روم خار دردل گل بداماں میروم
تیرے در سے کس طرح جارہا ہوں، دل میں کانٹے اور دامن میں پھول لے کر جارہا ہوں۔

(۲) آمدہ بودم بتوچوں سائلے ازدرِ دولت چو سلطاں میروم
میں تیری بارگاہ میں سائل کی طرح آیا تھا اور دولت خانہ سے بادشاہوں کا سابن کر جارہا ہوں۔

(۳) آمدہ بوُدم بتو بے برگ و بار سبزوشاداب وگل افشاں میروم
میں تیری خدمت میں بغیر پتوں اور پھل کے آیا تھا، اور اب سبز، شاداب اور پھول بکھیرتے ہوئے جارہا ہوں۔

(۴) آمدہ بوُدم بتوبے مایۂ از درت باگنج پنہاں میروم
میں تیرے دربار میں بغیر سرمایہ کے آیا تھا اور اب تیرے در سے پوشیدہ خزانہ لے کر جارہا ہوں۔

(۵) آمدہ بوُدم بتو ناکام عشق کامراں در عین حرِماں میروم
میں تیری بارگاہ میں عشق میں ناکام ہوکر آیا تھا اور اب عین محرومی کے باوجود کامیاب ہوکر جارہا ہوں۔

(۶) آمدہ بوُدم بتو جویان یار یاردر پہلو و جُویاں میروم
آپ کے پاس یار کی تلاش میں آیا تھا اور اب یار کو پہلو میں پاکر جارہا ہوں۔

(۷) آمدہ بو دم بتو من باہمہ — بے ہمہ از راہ پنہاں میروم
آپکی خدمت میں سب کیساتھ آیا تھااور اب سب سے کٹ کر خفیہ راستہ سے جارہا ہوں۔

(۸) آمدہ بو دم بتو با صد تعب — ازرہِ نزدیک وآساں میروم
آپکی بارگاہ میں سینکڑوں مشکلوں کے ساتھ آیا تھااور اب نزدیک وآسان راستہ سے جارہا ہوں۔

(۹) آمدہ بو دم بتو باصد ہجوم — یا ہم ازسایہ گریزاں میروم
آپکی بارگاہ میں بڑے ہجوم کے ساتھ آیا تھا یا یہ ہے کہ اپنے سایہ سے بھی کنارہ کرتے ہوئے جارہا ہوں۔

(۱۰) آمدہ بو دم بتو بت دربغل — از درِ فیضت مسلماں میروم
آپ کی بارگاہ میں بغل میں بت چھپائے آیا تھااور اب آپ کے فیض سے مسلمان ہوکر لوٹ رہا ہوں۔

(۱۱) آمدہ بو دم بتو باجام و خم — یا بایں تسبیح و قرآں میروم
آپکے پاس جام اور شراب کے مٹکے لے کر آیا تھااور اب یہ تسبیح وقرآن ساتھ لے کر جارہا ہوں۔

(۱۲) آمدہ بو دم بتو سوزاں چو برق — یا خنک چوں ماہ تاباں میروم
آپکی خدمت میں بجلی کی طرح جلتا ہوا آیا تھا یا یہ ہے کہ روشن چاند کی طرح ٹھنڈا ہوکر لوٹ رہا ہوں۔

(۱۳) آمدہ بو دم بتو پادر ہوا — صد سکون دردل خراماں میروم
آپ کی خدمت میں انتہائی بے چینی کی حالت میں حاضر ہوا تھا، اور اب سَو سکون کے ساتھ ٹہل کر جارہا ہوں۔

(۱۴) آمدہ بو دم بتو سودا بسر — یار دردل سربہ ساماں میروم
آپ کے پاس میں اپنے ذہن میں خالی خیال لے کر آیا تھا یا یہ ہے کہ دل میں معرفت کے انوار بھر کر واپس جارہا ہوں۔

(۱۵) آمدہ بو دم بتو نعرہ زناں — دم بخود سردرگریباں میروم
آپکے پاس نعرے لگتا ہوا آیا تھا اب خاموش ہوکر اور سر کو گریبان میں جھکائے جارہا ہوں۔

(۱۶) آمدہ بو دم بتو نالہ کناں　　مہر برلب دل بہ افغاں میروم
آپکے پاس فریاد کرتے ہوئے آیا تھا اور اب لبوں پر مہر لگا کر دل کو مطمئن کر کے جارہا ہوں۔

(۱۷) آمدہ بو دم بتو در شوق دید　　از وفورِ جلوہ حیراں میروم
آپ کی خدمت میں دیدار کے شوق سے حاضر ہوا تھا اور اب جلوؤں کی کثرت سے حیران وسرگردان ہوکر لوٹ رہا ہوں۔

(۱۸) آمدہ بو دم بتو پروانہ وار　　سربسر شمع شبستان میروم میروم
آپ کی بارگاہ میں پروانہ کی طرح آیا تھا اور اب روشن شمع بن کر جارہا ہوں۔

(۱۹) آمدہ بو دم بتو ظلمت فشاں　　ضوفگن چوں مہر رخشاں میروم
آپ کے پاس تاریکی بکھیرتے ہوئے آیا تھا اور اب چمکتے ہوئے چاند کی طرح روشنی پھیلاتا ہوا جارہا ہوں۔

(۲۰) آمدہ بو دم بتو سرشار و مست　　محترز ازنے پرستاں میروم
آپکی خدمت میں مدہوش ومست ہوکر آیا تھا اور اب شرابیوں سے کنارہ کشی کر کے جارہا ہوں۔

(۲۱) آمدہ بو دم بتو باچنگ و عود　　خود سراپا سازوالحاں میردم
آپ کے پاس سارنگی وساز کے ساتھ آیا تھا اور اب خود ساز وسوز کا سراپا بن کر جارہا ہوں۔

(۲۲) آمدہ بو دم بتو تر دامنے　　پاک باز و پاک داماں میروم
آپ کے پاس گناہوں سے بھیگا ہوا دامن لے کر آیا تھا اور اب پرہیزگار اور گناہوں سے پاک ہوکر جارہا ہوں۔

(۲۳) آمدہ بو دم بتو نالاں و زار　　خندہ زن برنفس و شیطان میروم
آپکے پاس تنگ ہوکر اور روتے ہوئے آیا تھا اور اب نفس وشیطان پر ہنستے ہوئے جارہا ہوں۔

(۲۴) آمدہ بو دم بتو سر برفلک　　سربسجدہ زیر فرماں میروم
آپ کے پاس آسمان پر سر اٹھائے (یعنی تکبر کا مرض لے کر) آیا تھا اور اب حکم الٰہی کے سامنے سربسجود ہوکر جارہا ہوں۔

(۲۵) آمدہ بودم بتو نازاں بہ علم　　باہمہ دانی چو ناداں میروم
آپ کے پاس علم کا ناز لے کر آیا تھا اور اب ساری معلومات کے باوجود ان پڑھوں کی طرح کا سا ہو کر جا رہا ہوں۔

(۲۶) آمدہ بودم بتو درجہل غرق　　نکتہ چیں براہل یوناں میروم
آپ کے پاس جہالت میں غرق ہو کر آیا تھا اور اب یونانیوں کے اہل علم پر بھی نکتہ چینی کرتے ہوئے جا رہا ہوں۔

(۲۷) آمدہ بودم بتو چوں وحشیاں　　یافتم تہذیب انساں میروم
آپکے پاس وحشیوں کی طرح بن کر آیا تھا اور اب انسانوں کی تہذیب سیکھ کر جا رہا ہوں۔

(۲۸) آمدہ بودم بتو زاغاں شعار　　ہمنوائے عندلیباں میروم
آپکے پاس کووں جیسی خصلتوں کے ساتھ آیا تھا اور اب بلبلوں کا ہمنوا بن کر جا رہا ہوں۔

(۲۹) آمدہ بودم بتو مثل زناں　　سربکف مانند مرداں میروم
میں آپکے پاس عورتوں کی طرح بن کر آیا تھا اور اب مردوں کی طرح سر پر کفن باندھ کر جا رہا ہوں۔

(۳۰) آمدہ بودم بتو من پا بہ گل　　العجب سرو خراماں میروم
آپکی بارگاہ میں کیچڑ میں لت پت ہو کر آیا تھا اور اب حیرت ہے کہ محبوب نازنین بن کر جا رہا ہوں۔

(۳۱) آمدہ بودم بتو من بدتریں　　بہتریں از صد ہزاراں میروم
میں آپ کے پاس بدترین ہو کر آیا تھا اور اب لاکھوں سے بہتر ہو کر جا رہا ہوں۔

(۳۲) گو بدم مجذوب من ننگ زماں　　شکر اشرف فخر دوراں میروم
اے مجذوب اگرچہ میں برا ہوں سارے زمانہ میں بدنام ہوں، حضرت حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی کا شکر ہے کہ زمانہ کا فخر ہو کر جا رہا ہوں۔

(۳۳) شاکرم اے مدعی نے لاف زن　　ہاں نہ پنداری کہ نازاں میروم
اے دعویداروں میں شکر ادا کرنے والا ہوں نہ کہ شیخیاں مارنے والا لہذا یہ نہ سمجھنا کہ میں اتراتا ہوا جا رہا ہوں۔

تسلی کے لئے مراقبہ

یہاں تک جو تسلی کے متعلق واقعات عرض کیے گئے وہ ایسے تھے جن میں حضرت والا نے طالبین کی تسلی فرمائی تھی اب ایک واقعہ ایسا بھی عرض کیا جاتا ہے جس میں حضرت والا نے خود اپنے آپ کو تسلی دی ہے۔ایک سخت ناگوار واقعہ کے موقع پر فرمایا کہ الحمدللہ۔اللہ تعالیٰ نے اپنے حاکم اور حکیم ہونے کا مراقبہ قلب میں ایسا پختہ کر دیا ہے کہ بڑے سے بڑے حادثہ کے وقت بھی خواہ وہ ظاہر کے متعلق ہو یا باطن کے جس کو پریشانی کہتے ہیں وہ لاحق نہیں ہوتی۔ بس بفضلہٖ تعالیٰ یہ اچھی طرح ذہن نشین ہو گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ حاکم بھی ہیں اور حکیم بھی حاکم ہونے کی حیثیت سے تو انہیں پورا اختیار حاصل ہے کہ اپنی مخلوق میں جس وقت چاہیں اور جس قسم کا چاہیں تصرف فرمائیں ظاہر میں بھی اور باطن میں بھی ہر قسم کے تصرف کا ہر وقت پورا اختیار اور حق حاصل ہے۔ کسی کو ذرا بھی مجال چون و چرا نہیں۔ اور حکیم ہونے کی بناء پر یہ اطمینان ہے کہ ان کا جو بھی تصرف ہوگا وہ سراسر حکمت ہی ہوگا پھر پریشانی کی کوئی وجہ نہیں۔ اھ۔(فائدہ) سبحان اللہ کیا اعلیٰ درجہ کا مراقبہ ہے۔ اگر اس کو پختہ کر لیا جائے تو ظاہری یا باطنی کسی قسم کی بھی پریشانی لاحق نہ ہو۔ اب اسی متبرک واقعہ پر احقر اس مضمون تسلی کو جو بلا قصد بڑھ گیا ختم کرتا ہے اور اپنے چند اور متفرق واقعات دوسرے مضامین کے متعلق عرض کر کے اپنی اس کیاس کہانی ہی کو ختم کر دے گا اور پھر انشاء اللہ تعالیٰ بعض ارشادات عامہ نیز تربیت باطن کے متعلق حضرت والا کے بعض طرق خاصہ کے قلمبند کرنے کی کوشش کرے گا۔اللہ تعالیٰ میری مدد فرمائے۔ وما توفیقی الا باللّٰہ علیہ توکلت و الیہ انیب۔

واقعہ نمبر۴: خیالی گناہوں کا علاج

احقر ان گناہوں کے باب میں جو محض خیال کے متعلق ہیں سخت خلجان میں رہتا تھا۔ یہاں تک کہ اپنے کو قریب قریب مردود ہی سمجھ لیا تھا اور خیالات فاسدہ کے ہجوم نے زندگی تلخ کر رکھی تھی اور اپنی اصلاح سے قریب قریب مایوس ہی ہو چکا تھا کیونکہ خیال ایک ایسی چیز ہے کہ غیر محسوس طور پر نہایت سرعت کے ساتھ آن کی آن میں کہیں کا کہیں پہنچ جاتا ہے

اور وقت پر پریشانی میں یہ امتیاز کرنا بھی مشکل ہو جاتا ہے کہ اس کے حدوث یا بقاء کا کون سا درجہ تو اختیاری ہے اور کون سا غیر اختیاری۔ نیز خیال کا دفعیہ بھی نہایت دشوار ہوتا ہے۔ غرض عملی گناہوں سے بچنا جن کا جوارح سے تعلق ہے ان گناہوں کی نسبت کہیں زیادہ سہل ہے، جن کا تعلق خیال سے ہے اول الذکر کی تشخیص بھی سہل علاج بھی آسان۔ ثانی الذکر کی بوجہ غیر مرئی اور محل خلط ہونے کے تشخیص بھی دشوار اور علاج بھی مشکل۔

حضرت حکیم الامت دامت برکاتہم کی خدمت میں انتہائی پریشانی کی حالت میں عریضہ تحریر کیا گیا تو حضرت والا نے باوجود نہایت پیچیدہ حالت ہونے کے قلم برداشتہ ایسا اکسیر علاج تجویز فرمایا کہ جس مرض کو پہاڑ سمجھ لیا گیا تھا وہ ھباءً منثورا ہو گیا اور جو زندگی بالکل تلخ نظر آ رہی تھی اس خلجان کے دور ہو جانے سے بفضلہٖ تعالیٰ گویا ہمیشہ کے لیے خوشگوار نظر آنے لگی۔ کیونکہ ایسا سہل جامع اور کلی علاج تحریر فرمایا جس کو ہمیشہ کے لیے بآسانی دستور العمل بنایا جا سکتا ہے اور تمام خیالی گناہوں مثلاً کبر عجب، سوء ظن خیالات شہوانی، حسد، کینہ، بغض وغیرہ وغیرہ سب سے بشرط استحضار نہایت سہولت کے ساتھ اپنے آپ کو بچایا جا سکتا ہے۔

ارشاد فرمودہ علاج میں یہ بھی خوبی ہے کہ علاج بھی ہے اور اختیاری یا غیر اختیاری ہونے کا معیار تشخیص بھی۔ حضرت والا کی دعا و توجہ برکت سے عریضہ کے جواب کو جس میں علاج تحریر فرمایا گیا تھا پڑھتے ہی احقر کے تخیلات ایسے زائل ہو گئے جیسے تھے ہی نہیں۔ امید قوی ہے کہ جس کو ذرا بھی طریق سے مناسبت ہوگی وہ حضرت والا کے ارشاد فرمودہ کلیہ سے جو ذیل میں تربیت السالک سے نقل کیا جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ اپنے جملہ امراض باطنیہ خیالیہ کا بسہولت علاج کر سکے گا۔ اس جواب باصواب کی نافعیت اور جامعیت پر نظر فرما کر حضرت والا نے اس کا ایک مستقل نام بھی تجویز فرما دیا ہے جو اسم بامسمیٰ ہے۔ یعنی علاج الخیال احقر سے سن کر بہت سے طالبین نے ان کی نقلیں لیں جس سے ان کی نافعیت اور ضرورت عامہ ظاہر ہوتی ہے وہ جواب یہ ہے۔

اس کا تو سہل علاج یہ ہے کہ جب ایسے تخیلات کا ہجوم ہو اپنے قصد و اختیار سے کسی نیک خیال کی طرف فوراً متوجہ ہو جانا اور متوجہ رہنا چاہیے۔ اس کے بعد بھی اگر تخیلات باقی رہیں یا نئے

آئیں ان کا رہنا یا آنا یقیناً غیر اختیاری ہے کیونکہ مختلف قسم کے دو خیال ایک وقت میں اختیاراً جمع نہیں ہو سکتے۔ بس اشتباہ رفع ہو گیا اور اگر بالاختیار اچھے خیال کی طرف توجہ کرنے میں ذہول ہو جائے تو جب تنبہ ہو ذہول کا تدارک تو استغفار سے اور پھر اسی تدبیر استحضار سے کام لیا جائے۔

یہ طریق عمل اس قدر سہل ہے کہ اس سے سہل کوئی چیز ہی نہیں بس اس کو دستور العمل بنا کر بے فکر ہو جانا چاہیے۔ انتہیٰ بلفظہ۔

واقعہ نمبر ۵: مستحبات میں برتاؤ کا اختلاف

احقر ایک بار سفر دہلی میں حضرت والا کے ہمرکاب تھا۔ ایک روز حسب معمول صبح کی مشی کے لیے تلاوت فرماتے ہوئے تشریف لے گئے جو صاحبان ساتھ ہو لیے تھے ان کو ساتھ چلنے سے ممانعت فرما دی کیونکہ جن لوگوں سے پوری طرح دل نہ کھلا ہوا ہو ان کے ساتھ رہنے سے توجہ بٹتی ہے سب کے ہمراہ احقر بھی واپس جانے لگا تو مجھ کو بلا لیا۔ پھر راستہ میں فرمایا کہ ممانعت تو ان کے لیے تھی جن سے بے تکلفی نہیں۔ پھر فرمایا کہ اگر ہر عورت یہ چاہنے لگے کہ میرے ساتھ بی بی کا سا تعلق رکھا جائے تو یہ اس کی حماقت ہے۔

حضرت والا اس کے متعلق یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ پہلے مدتوں میں اس غلطی میں رہا کہ سب کے ساتھ یکساں برتاؤ کرنا چاہیے جس کی وجہ سے بہت تنگیاں اٹھائیں لیکن پھر اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ حقیقت منکشف فرما دی کہ اس کی ضرورت نہیں کیونکہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا جو معاملہ خصوصیت کا حضرات شیخین کے ساتھ تھا وہ تو دوسرے حضرات صحابہ کے ساتھ نہ تھا چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کو اپنی مجلس شریف میں دیکھ دیکھ کر خوش ہوا کرتے تھے اور تبسم فرمایا کرتے تھے اور اسی طرح وہ دونوں حضرات بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ دیکھ کر خوش ہوتے اور تبسم فرماتے۔ اس سے ثابت ہوا کہ واجبات میں یکساں برتاؤ ضروری ہے۔ مستحبات میں نہیں۔ اھ۔

واقعہ نمبر ۶: تصورِ شیخ

احقر کو آج تک اپنا وہ زمانہ ذوق وشوق کا یاد ہے جبکہ احقر ایک بار نہایت کیف کے

ساتھ حضرت والا کو دیکھ دیکھ کر یہ مصرعہ دیر تک پڑھتا رہا (ع) ''او در من و من در وے چوں بو بہ گلاب اندر'' اور نہایت قوت کے ساتھ ہر بار یہ تصور بندھ جاتا تھا کہ گویا حضرت والا سرتاسر میرے اندر سما گئے ہیں اور میں سرتاسر حضرت والا کے اندر سما گیا ہوں جس سے دیر تک بہت ہی لطف اندوز ہوتا رہا اس پر حضرت والا کا ملفوظ یاد آیا کہ اگر بے اختیار تصور شیخ بندھ جائے تو مضائقہ نہیں بلکہ نافع ہے ورنہ حق تعالیٰ ہی کا تصور رکھے کیونکہ وہی مطلوب و مقصود اصلی ہے۔ حضرت حاجی صاحبؒ کی یہی تعلیم تھی۔ اھ۔

واقعہ نمبر ۷: متوسط ومنتہی کی مثال

ایک بار حضرت والا کے ہمراہ احقر بھی صبح کی مشی میں موجود تھا۔ راستہ میں دائیں بائیں دو کھیت ایسے ملے جن میں سے ایک تو پک کر بالکل خشک ہو گیا تھا اور دوسرے میں ابھی پھول ہی آرہا تھا اور وہ نہایت ہرا بھرا خوش منظر اور پُر بہار تھا۔ حضرت والا کے تو دل میں بس ایک ہی چیز بسی ہوئی ہے اور وہی ہر وقت ہر حال میں پیش نظر رہتی ہے اور ادنیٰ مناسبت سے اسی کی طرف ذہن فوراً منتقل ہو جاتا ہے چنانچہ ان دونوں کھیتوں کو ملاحظہ فرماتے ہی احقر سے فرمایا کہ دیکھئے بس یہی فرق متوسط اور منتہی کی حالتوں میں ہوتا ہے جو ان دو کھیتوں میں ہے۔ متوسط کی حالت تو اس ہرے بھرے کھیت کی سی ہے جو دیکھنے میں تو نہایت خوش منظر ہے لیکن حالت موجودہ میں وہ سوائے اس کے اور کسی کام کا نہیں کہ بس کاٹ کر بیلوں کو کھلا دیا جائے۔ صرف مویشیوں کا چارہ ہے اور بس برخلاف اس کے یہ گیہوں کا کھیت جو پک کر خشک ہو گیا ہے دیکھنے میں تو بالکل بے رونق روکھا پھیکا سوکھا ساکھا ہے لیکن اس میں دانہ پڑا ہوا اور غلہ بھرا ہوا ہے جو کاشت کا اصلی مقصود ہے جب چاہو اس سے غلہ حاصل کر لو اور غذا کے کام میں لے آؤ۔ غرض ایک تو محض مویشیوں کا چارہ ہے اور دوسرا انسان کی غذا۔ اسی طرح متوسط میں محض کیفیات ہی کیفیات ہوتی ہیں جو عام نظر میں بہت باوقعت ہوتی ہیں اور بزرگی کی علامات میں سے سمجھی جاتی ہیں۔ برخلاف اس کے منتہی گو کیفیات سے بظاہر بالکل خالی نظر آتا ہے لیکن وہ اصلی دولت سے مالا مال ہوتا ہے۔ اھ۔

فائدہ: سبحان اللہ کیسی منطبق مثال ہے۔ اس واقعہ کا اجمالی ذکر اوپر بھی ضمناً آچکا ہے۔

واقعہ نمبر ۸: دل کے نقش و نگار

ایک بار احقر کی موجودگی میں جانمازوں کے منقش ہونے کی مذمت فرما رہے تھے کہ نقش و نگار سے نماز میں دل بٹتا ہے۔ پھر فرمایا کہ میں تو پھولدار کپڑے بھی پسند نہیں کرتا گو میں خود اس میں مبتلا ہوں لیکن الحمدللہ میں اپنے ابتلاء کی وجہ سے اس کو اچھا نہیں بتلاتا۔ پھر فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک پھولدار چادر ہدیۃً آئی آپ نے نماز کے بعد اس شخص سے دوسری سادہ چادر منگوائی اور اس کو علیٰحدہ کر دیا اور فرمایا کہ قریب تھا کہ اس کے نقش و نگار میرے قلب کو مشغول کر لیتے جب نبی کو مشغولی کا احتمال ہوا تو آج ہم میں ایسا کون ہے جو یہ دعویٰ کر سکے کہ ہمارا قلب نقش و نگار میں مشغول نہیں ہو سکتا۔ پھر فرمایا کہ کپڑوں پر تو نقش و نگار کیا پسند ہوتے جو محققین ہیں وہ تو کہتے ہیں کہ قلب بھی بے نقش و نگار ہونا چاہیے۔ اور قلب کے نقش و نگار وہ ہیں جن کا نام مواجید و احوال ہے۔ قلب ان سب قصوں سے علی الاطلاق خالی ہونا چاہیے۔ بس عبدیت محضہ خالصہ ہونا چاہیے پھر فرمایا کہ مبتدیوں کو مواجید و احوال سے بہت رغبت ہوتی ہے اور محققین کو ان سے نفرت ہوتی ہے۔ لیکن یہ خود ایک حال ہے بیان کرنے سے تھوڑا ہی سمجھ میں آ سکتا ہے بلا خود پیش آئے یہ سمجھ میں نہیں آ سکتا پھر فرمایا کہ مولاناؒ مثنوی میں فرماتے ہیں۔

دل کہ او بستہ غم و خندیدن است ۔۔۔ تو بگو کے لائق آں دیدن است

(جس نے اس کے ساتھ دل لگایا (اس کی نشانی) غم کے ساتھ بھی ہنسنا ہے، تو ہی بتا ورنہ وہ دیکھنے کے کہاں لائق ہے)

عاشقی زیں ہر دو حالت برتر است ۔۔۔ ایں نہ آں عشق است کز خشک و تر است

(عاشقی ان دونوں حالتوں سے برتر ہے یہ وہ عشق نہیں ہے جو تنگی و فراوانی سے ہوتا ہے۔)

ان اشعار پر فرمایا کہ مولاناؒ کا ارشاد اپنی تائید میں یاد آ گیا اس سے جی خوش ہوا کیونکہ ظاہر میں یہ ایک نئی سی بات معلوم ہوتی ہے جو میں کہہ رہا تھا لیکن اب ثابت ہو گیا کہ یہ نئی بات نہیں ہے بلکہ پرانے محققین کے ارشاد سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

ایک بار احقر کو بھی حضرت والا نے میرے ایک عریضہ حالات کے جواب میں یہی اشعار تحریر فرمائے تھے اور ان کے علاوہ یہ بھی شعر تھا۔

باغ سبز عشق کو بے منتہا است   جز غم و شادی درو بس میوہ ہا است

(عشق کے سبز باغ کی کوئی حد نہیں ہے، سوائے غم وخوشی کے اس میں سب پھل موجود ہے)

احقر نے اس موقع پر حضرت والا کو یہ شعر بھی یاد دلا دیا اور عرض کیا کہ حضرت والا نے ان اشعار کو احقر کے عریضہ کے جواب میں بھی تحریر فرمایا تھا اس پر حضرت والا نے تبسم فرما کر فرمایا کہ آپ کے پاس یہ شیر ہیں پھر بھی آپ بھیڑیوں سے ڈرتے ہیں۔ یہ اس لیے فرمایا کہ احقر اکثر حضرت والا سے ہجوم وساوس کی شکایت کرتا رہتا تھا۔

فائدہ: یہ واقعہ حسن العزیز جلد اول میں بھی مذکور ہے جو احقر ہی کے قلمبند کیے ہوئے ملفوظات کا مجموعہ ہے۔

واقعہ نمبر ۹: ذکر کے وقت ثمرات کا تصور

ایک بار احقر سے یا عام گفتگو کے سلسلہ میں فرمایا کہ ذکر کے وقت ثمرات کا منتظر نہ رہے نہ کوئی کیفیت یا حالت اپنے لیے ذہن میں تجویز کرے بس اپنی تجویز کو مطلق دخل ہی نہ دے۔ سارے احوال کو حق تعالیٰ کے سپرد کردے۔ پھر جو اس کے حق میں بہتر اور اس کی استعداد کے مناسب ہوگا وہ خود عطا فرمادیں گے۔ (ع) ''کہ خواجہ خود روشِ بندہ پروری داند'' بس ذکر کے وقت معتدل توجہ ذکر کی طرف یا اگر آسانی سے ہوسکے تو مذکور کی طرف کافی ہے اور معتدل کی قید اس واسطے لگائی گئی کہ توجہ میں زیادہ مبالغہ کرنے سے قلب و دماغ ماؤف ہوجاتے ہیں جس سے پھر ضروری توجہ میں بھی خلل پڑنے لگتا ہے۔ اس کے متعلق ایک اور بات بھی بہت ضروری ہے وہ یہ کہ طبیعت میں ثمرات کا تقاضا نہ پیدا ہونے دے کیونکہ اس سے علاوہ تشویش کے جو مخل جمعیت ہے اور جمعیت ہی اس طریق میں مدار نفع ہے بعض اوقات یاس تک نوبت پہنچ جاتی ہے مجھے خود اس کا تجربہ ہوچکا ہے۔ میری طبیعت میں فطری طور پر تقاضا اور جلدی بہت ہے اور یہ خدائے تعالیٰ کی رحمت ہے ورنہ مجھ سے اتنی

خدمت دین کی نہ ہوسکتی۔اسی تقاضا اورعجلت کی وجہ سے یہاں تک پریشانی کی نوبت پہنچی تھی کہ مجھ کوخودکشی تک کے وساوس آنے لگے تھے۔بس ہر وقت طبیعت میں یہی تقاضا رہتا تھا کہ جو کچھ حاصل ہونا ہے جلد حاصل ہو جائے دیر کیوں ہورہی ہے۔اھ۔

واقعہ نمبر ۱۰: رخصت پرعمل

ایک بار بہ سلسلہ گفتگو احقر کی موجودگی میں فرمایا کہ میں تو بعض احوال میں رخصت پر عمل کرنے کو بہ نسبت عزائم پرعمل کرنے کے اصلاح سمجھتا ہوں کیونکہ جو شخص ہمیشہ عزائم پر عمل کرتا ہے اس کو ہمیشہ اپنے عمل پر نظر ہوتی ہے اور جو کچھ عطا ہوتا ہے اس کو بمقابلہ اپنے عمل کے کم سمجھتا ہے۔اس کے دل میں یہ شکایت پیدا ہوتی ہے کہ دیکھو میں اتنے دن سے ایسی مشقت زہد وتقویٰ کی اٹھا رہا ہوں اور اتنا عرصہ ذکر و شغل کرتے ہوگیا اور اب تک کچھ بھی نصیب نہ ہوا یہ کس قدر گندہ خیال ہے۔برخلاف اس کے جو بعض دفعہ رخصتوں پر بھی عمل رکھتا ہے اس کو اپنے عمل پر نظر کبھی ہو ہی نہیں سکتی وہ اپنے ذکر و شغل کو بھی یوں ہی گپڑ سپڑ سمجھتا ہے۔ اس کو جو کچھ بھی عطا ہوتا ہے اسے بمقابلہ اپنے عمل کے ہمیشہ زیادہ سمجھتا ہے اور درصورت عدم ورود کیفیات وغیرہ کے بھی اس کو کبھی شکایت نہیں پیدا ہوسکتی کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ میں عمل ہی کیا کر رہا ہوں جو ثمرات کا مستحق ہوں اور سابق الذکر شخص ہمیشہ ثمرات عظیمہ کا منتظر رہتا ہے اور درصورت عدم عطا اس کو شکایت پیدا ہوتی ہے۔بہرحال رخصت پر عمل کرنے والے کی نظر میں ہمیشہ حق تعالیٰ کی عطاؤں کا پلہ مقابلہ خود اس کے اعمال کے بھاری رہتا ہے جس سے اس کو طبعاً حق تعالیٰ کے ساتھ محبت پیدا ہو جاتی ہے اور یہ کتنی بڑی نعمت ہے۔

بات یہ ہے کہ ہمارے قلوب بالخصوص اس زمانہ میں ایسے ضعیف ہیں کہ بلا مشاہدہ رحمت کے حق تعالیٰ سے محبت کا تعلق پیدا نہیں ہوتا اور یہ تقریر عام طور سے تو کہنے کے قابل بھی نہ تھی کیونکہ لوگ عمل میں سست ہو جائیں گے لیکن چونکہ اس کے عدم اظہار میں اس سے زیادہ اندیشہ ضرر تھا اس لیے کہہ دی گئی اور پھر جب یہ ظاہر کر دیا گیا کہ یہ تقریر عام طور سے کہنے کے قابل نہیں ہے تو اس سے معلوم بھی ہوگیا کہ اس مضمون میں غلط فہمی کا اندیشہ ہے گویا یہ تنبیہ ہے کہ اگر غلط فہمی ہونے لگے تو کسی محقق سے رجوع کرے ازخود کوئی غلط معنی نہ سمجھ لے۔چنانچہ غلط فہمی ہی

کے دفعیہ کے لیے میں نے شروع میں یہ قید لگائی تھی کہ میں صرف بعض احوال میں رخصت پر عمل کرنے کو اصلح سمجھتا ہوں باقی فی نفسہ عزائم پر عمل کرنا ہی افضل ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔

زُہد کی حقیقت

اسی گفتگو کے سلسلہ میں ایک اہل علم نے سوال کیا کہ زہد کی تو بڑی فضیلت ہے۔ فرمایا کہ زہد ترک لذات کا نام نہیں بلکہ محض تقلیل لذات زہد کے لیے کافی ہے یعنی لذات میں انہماک نہ ہو کہ رات دن اسی کی فکر رہے کہ یہ چیز پکنی چاہیے وہ چیز منگوانی چاہیے کہیں کے چاول اچھے ہیں تو وہاں سے چاول آ رہے ہیں کہیں کی بالائی مشہور ہے تو کہہ رہے ہیں کہ بھائی وہاں سے بالائی لیتے آنا نفیس نفیس کپڑوں اور کھانے ہی کی فکر میں لگے رہنا البتہ یہ زہد کے منافی ہے۔ ورنہ اگر بلا تکلف اور بلا اہتمام خاص کے لذات میسر آ جائیں تو یہ حق تعالیٰ کی نعمت ہے شکر کرنا چاہیے۔ اسی طرح بہت کم کھانا بھی زہد نہیں ہے نہ یہ مقصود ہے۔ کیونکہ ہمارے کم کھانے سے نعوذ باللہ کوئی خدا تعالیٰ کے خزانہ میں توفیر تھوڑا ہی جمع ہو جائے گی یہ تھوڑا ہی سمجھا جائے گا کہ بڑے خیر خواہ سرکار ہیں۔ پوری تنخواہ بھی نہیں لیتے۔ وہاں ان باتوں کی کیا پرواہ ہے لیکن ہاں اتنا بھی نہ کھاوے کہ پیٹ میں درد ہو جائے۔ ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ کا تو یہ مذاق تھا کہ نفس کو خوب آرام سے رکھے لیکن اس سے کام بھی خوب لے۔ میرا تو یہ خیال ہے (ع) کہ مزدور خوشدل کند کار بیش۔ جس دن معلوم ہوتا ہے کہ آج اچھی چیز پکی ہے اس دن کام کرتے وقت یہ خوشی رہتی ہے کہ فارغ ہو کر اچھی چیز کھانے کو ملے گی۔ نفس کے واسطے کوئی ابھارنے والی چیز ضرور ہونی چاہیے۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے ایک روز فرمایا کہ میاں اشرف علی پانی ہمیشہ ٹھنڈا پینا چاہیے کہ ہر بن مو سے الحمدللہ نکلے ورنہ گرم پانی پی کر زبان تو الحمدللہ کہے گی لیکن دل شریک نہ ہوگا۔

واقعہ نمبر ۱۱: متوسط و منتہی کی کیفیات

ایک بار حضرت والا مسجد کے سقاوہ سے گرم پانی لینے کے لیے خود تشریف لے گئے کیونکہ حضرت والا کسی ایسے شخص سے کوئی کام نہیں لیتے جس سے دل کھلا ہوا نہ ہو۔ اور اس

وقت کوئی ایسا شخص موجود نہ تھا جب سقاوہ کا ڈھکن کھولا تو اندر سے نہایت لطیف بھاپ نکلی جو بہت بھلی معلوم ہوئی۔ اور ساتھ ہی نیچے سے ایندھن کا دھواں بھی اٹھا جس نے آنکھوں میں سوزش پیدا کردی۔ بعد کو اس واقعہ کا ذکر کر کے فرمایا کہ یہی فرق متوسط اور منتہی کی کیفیات میں ہوتا ہے۔ کیفیات سے خالی تو منتہی بھی نہیں ہوتا لیکن اس کی کیفیات میں نہایت لطافت ہوتی ہے جیسی بھاپ میں اور لطافت اس لیے ہوتی ہے کہ وہ روحانیت سے ناشی ہوتی ہیں۔ برخلاف اس کے متوسط کی کیفیات میں شورش اور سوزش ہوتی ہے لطافت نہیں ہوتی جیسے دھوئیں میں کیونکہ وہ نفسانیت بمعنی طبیعت نہ بالمعنی العرفی سے ناشی ہوتی ہیں۔

واقعہ نمبر ۱۲: ریاضات اور جذبۂ غیبی

ایک بار ہوا بالکل بند تھی اور سخت حبس ہو رہا تھا۔ پسینے چل رہے تھے۔ بعد نماز فرض خدام چاروں طرف کھڑے ہو کر حضرت والا کو پنکھا جھلنے لگے اور چونکہ حضرت والا کو سنتیں پڑھنی تھیں۔ حضرت والا بھی پسینہ خشک کرنے کے لیے تھوڑی دیر کھڑے رہے کیونکہ نماز پڑھنے کی حالت میں تو حضرت والا کسی کو پنکھا جھلنے ہی نہیں دیتے جس کی وجہ یہ ہے کہ نماز میں بھی مخدومیت کی شان بنانا حضرت والا کو غلبہ عبدیت کے اثر سے طبعاً سخت گراں ہوتا ہے غرض سب لوگ پنکھا جھل ہی رہے تھے کہ اتنے میں دفعتہً ہوا کا ایک ٹھنڈا جھونکا آیا اور روح کو تر و تازہ کر گیا۔ حضرت والا نے فوراً پنکھے رکوا دیئے اور فرمایا کہ سبحان اللہ اس قدرتی ہوا کے ایک جھونکے نے جو فرحت بخشی وہ اتنے پنکھوں میں بھی حاصل نہیں ہو رہی تھی۔ واقعی ہزار پنکھے ایک طرف اور قدرتی ہوا کا ایک ٹھنڈا جھونکا ایک طرف۔

پھر فرمایا کہ بس اسی طرح ہزار ریاضت و مجاہدات سے بھی وہ بات پیدا نہیں ہوتی جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک جذبہ میں پیدا ہو جاتی ہے۔ ہزار ریاضات و مجاہدات ایک طرف اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک جذبہ غیبی ایک طرف۔ اھ۔

فائدہ: بس احقر حضرت والا کے اسی جذب خداوندی کے مضمون پر اپنی اس طویل داستان کو ختم کرتا ہے ورنہ احقر کے سنے اور دیکھے ہوئے تو ہزارہا ملفوظات و واقعات ہیں کہاں تک بیان کیے جائیں اگر مزید شوق ہو تو حسن العزیز جلد اول ملاحظہ فرمائی جائے جس میں احقر

نے اپنے سنے ہوئے ملفوظات اور لکھے ہوئے واقعات کی ایک معتد بہ مقدار قلم بند کر لی ہے۔

تنبیہ ضروری

احقر نے جو اپنے واقعات و حالات باب ہذا میں عرض کیے ہیں ان سے صرف حضرت والا ہی کی قوت فیضان اور شان ارشاد کا ظاہر کرنا مقصود تھا کیونکہ اگر واقعات کے ضمن میں اور پھر وہ بھی خود کاتب سوانح کے واقعات کے ضمن میں حضرت صاحب سوانح کے حالات وارشادات تعلیمیہ بیان کیے جائیں تو وہ زیادہ اوقع فی النفس اور مقنع ہوتے ہیں۔ غرض یہ احقر کے واقعات محض حضرت مولانا رومیؒ کے اس شعر کے مصداق تھے۔

خوشتر آں باشد کہ سرّ دلبراں   گفتہ آید در حدیث دیگراں

(سب سے زیادہ اچھا یہ ہوتا ہے کہ محبوبوں کے راز دوسروں کی کہانیوں میں بیان کئے جائیں)

ورنہ اپنے ذاتی حالات کا لکھنا میرے لیے واقعی سخت موجب خجلت تھا بلکہ اب بھی ہے یہاں تک کہ یہ خیال ہوتا ہے کہ ان سب حالات کو حذف کر دیا جائے لیکن اب جبکہ مسودہ بیضہ کی صورت میں بھی آچکا ہے ایسا کرنا نہایت دشوار ہے۔ نیز اتنا وقت بھی نہیں کہ جو مضامین ان حالات کے ضمن میں حضرت والا کے متعلق معرض تحریر میں آچکے ہیں ان کو از سر نو لکھا جائے لہٰذا ناظرین کرام سے استدعا ہے کہ مقصود اصلی یعنی حضرت والا کے حالات مبارکہ کو پیش نظر رکھیں اور اس ناکارہ کے ناگفتہ بہ حالات سے قطع نظر فرمائیں اور میری اصلاح حال اور حصول مقصود کے لیے حِسبۃً للہ دعا فرمائیں۔

اب آخر میں احقر تائیداً حضرت والا کا وہ جملہ نقل کرتا ہے جو خود حضرت والا نے احقر کے ایک عریضہ کے جواب میں تحریر فرمایا تھا جس کی پوری نقل اوپر گزر چکی ہے وہ جملہ یہ ہے کہ اگر کسی ناکارہ (یعنی خود حضرت والا) کے تذکرہ میں اپنا اظہار حال ہو جائے تو چونکہ بقصد نہیں اس لیے مذموم نہیں۔ اھ۔

غرض حضرت والا کے تذکرہ میں خود اپنے بھی حالات کے اظہار کی احقر کو بہت پرانی اجازت ملی ہوئی ہے۔

بعضے ارشادات وافاضات حکمت آیات
حضرت حکیم الامت دامت فیوضہم العالیہ
(از تربیۃ السالک رقم زدہ حضرت ممدوح بقلم فیض رقم خود)

اب حسب وعدہ حضرت حکیم الامت کے بعض ارشادات وافاضات حکمت آیات تربیت السالک مطبوعہ وغیر مطبوعہ سے نقل کیے جاتے ہیں اور وہ خاص حضرت والا کے قلم فیض رقم کے تحریر فرمائے ہوئے ہیں۔تربیت السالک حضرت حکیم الامت کے مطب روحانی کے تیر بہدف معالجات امراض نفسانی کا مجموعہ ہے۔جس کو ایک مکمل قرابا دین تصوف کہنا زیبا ہے۔اس میں صدہا طالبین اصلاح کے خطوط مع حضرت والا کے جوابات درج ہیں اور بحمد اللہ تعالیٰ یہ سلسلہ برابر جاری ہے۔اللّٰھم زد فزدثم زد فزد اس میں سے سو مختلف احوال باطنی کے متعلق ارشادات کیف ما اتفق طور پر منتخب کر کے ہدیہ ناظرین کئے جاتے ہیں اور چونکہ یہ مجموعہ سر بسر حکمت سے لبریز ہے اس لیے بہ مناسبت صد پند لقمان ان کو صد پند اشرف سے ملقب کیا جاتا ہے۔ ہر پند ایک جداگانہ موضوع کے متعلق ہے اور بعض نمبروں میں ایک ہی موضوع کے متعلق متعدد ارشاد بھی مناسبت کی بناء پر بمصلحت توضیح شامل کر دیئے گئے ہیں۔بخوف تطویل طالبین کے خطوط کا تو محض خلاصہ بطور روایت بالمعنی کے درج کیا گیا ہے لیکن اس طور پر کہ ان کا حاصل بجنسہ محفوظ رکھا گیا ہے اور حضرت والا کے ارشادات کو بالفاظہا نقل کیا گیا ہے کیونکہ یہاں پر زیادہ تر انہی کا قلمبند کرنا مقصود تھا۔

تربیت السالک تمام تر عجیب وغریب حقائق باطنی سے لبریز ہے جس کو بلا مبالغہ ایک گنجینۂ جواہرات کہا جا سکتا ہے۔احقر نے بخوف تطویل بہت قلم روک کر اور اپنے دل کو مار کر صرف سو کے عدد پر اکتفا کیا ورنہ جس ارشاد پر بھی نظر پڑتی تھی بس جی چاہتا تھا کہ اس کو بھی اپنے انتخاب میں شامل کر لوں اور یہ شعر ہو بہو صادق آ رہا تھا۔

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم　　کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست

(سر کی چوٹی سے لیکر پاؤں تک جہاں بھی دیکھتا ہوں، حسن کا نظارہ دل کا دامن کھینچ کر کہتا ہے کہ بس یہی جگہ سب سے زیادہ خوبصورت ہے)

جن صاحبوں کو مزید ارشادات کے مطالعہ کا شوق ہو وہ اصل تربیت السالک کو ملاحظہ فرمائیں دوران انتخاب میں بنظر اصلاح جب احقر منتخب کردہ ارشادات کو حضرت والا کے سامنے پڑھتا تو نہ صرف حاضرین مجلس بلکہ خود حضرت والا بھی متاثر ہو ہو جاتے اور بے اختیار فرماتے کہ بھلا یہ مضامین میں اپنی معلومات سے لکھ سکتا تھا ہرگز نہیں۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل تھا کہ طالبین کی اصلاح کے لیے میرے قلم سے بوقت ضرورت ایسے مضامین نافعہ لکھوا دیئے۔ چنانچہ اس وقت جب میں سوالات کو سنتا ہوں اور سوچتا ہوں کہ ان کا جواب کیا ہونا چاہیے تو بالکل سمجھ میں نہیں آتا اور ہر سوال کو سن کر تحیر ہوتا ہے کہ ایسے مشکل سوال کا کیا جواب دیا ہوگا اور جب جواب سنتا ہوں تو تعجب ہوتا ہے کہ کیا یہ میرا ہی لکھا ہوا جواب ہے کیونکہ ایسے جوابات واقعی میری معلومات سے کہیں زیادہ بالاتر ہیں۔ اگر یہ جوابات میری معلومات کا نتیجہ ہوتے تو میری معلومات تو اس وقت بھی وہی ہیں۔ اس وقت کیوں جوابات ذہن میں نہیں آتے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کی تائید تھی ورنہ میری کیا حقیقت ہے کہ میں ایسے جوابات لکھ سکوں۔

یہ بھی تحدثاً بالنعمۃ نہ کہ فخراً ارشاد فرمایا کہ اگر انہی سوالات کو دوسرے حضرات اہل طریق کی خدمت میں پیش کر کے جوابات حاصل کیے جائیں تب ان جوابات کی قدر ہو۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ فن کے تمام ضروری مسائل کی تحقیق وتدوین کئی صدی تک کے لیے ہوگئی ہے اور ایسی تعمیم کے ساتھ کئی صدی سے نہ ہوئی تھی۔ یہ سب محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور بڑے میاں یعنی (حضرت حاجی صاحبؒ) کی برکت ہے۔ اھ۔

اس ضروری تمہید کے بعد ارشادات منتخبہ کا مذکورہ بالا مجموعہ ملقب بہ صد پند اشرف پیش کیا جاتا ہے۔ و باللہ التوفیق وھو خیر رفیق۔

صد پند اشرف

یعنی بعضے ارشادات وافاضات حکمت آیات

حضرت حکیم الامت دامت فیوضہم العالیہ منتخب از تربیت السالک

۱۔شبہات نہ آنے کی تمنا

ایک طالب نے لکھا کہ میری تمنا ہے کہ شبہے نہ آئیں تحریر فرمایا کہ کل کو یہ تمنا کرنا کہ بخار نہ آئے۔ اھ۔اس سے پہلے یہ تحریر فرما چکے تھے کہ بلا اختیار شبہ آنا خدا و رسول کو سچا سمجھنے کے منافی نہیں۔اھ۔

۲۔موت کا خوف

ایک طالب نے لکھا کہ مجھ کو موت سے بہت وحشت و نفرت ہے حالانکہ وہی ذریعہ ہے خدا تعالیٰ سے ملاقات کا اور صوفیائے کرام کے نزدیک تو موت سے زیادہ محبوب کوئی چیز ہی نہیں۔تحریر فرمایا کہ یہ غلط ہے بعض مسلم بزرگوں کو میں نے موت سے ایسا ہی ڈرتا ہوا دیکھا ہے۔منشاء اس کا ضعف قلب ہے جو بالکل مذموم نہیں۔اھ۔انہی طالب نے یہ بھی پوچھا کہ صوفیائے کرام نے کیا ذرائع حاصل کیے جن کی وجہ سے ان کو موت سے نفرت یعنی کراہت بالکل جاتی رہی۔جواب تحریر فرمایا کہ ان کی قوت قلب ہے یا قوت وارد اور دونوں غیر مطلوب ہیں محض موہوب ہیں۔اھ۔

۳۔بدعتی سے نفرت

ایک طالب کے سوال کے جواب میں تحریر فرمایا کہ بدعتی سے نفرت کبر نہیں البتہ اگر وہ توبہ کرلے اور پھر بھی اس سے نفرت رہے یہ کبر ہے ورنہ بغض فی اللہ ہے۔اھ۔

۴۔تلاوت اور اوراد

ایک طالب نے کلام مجید کی تلاوت کے فضائل دیکھ کر چاہا کہ سوائے تلاوت کے اور سب وظائف و اوراد ترک کردوں۔تحریر فرمایا کہ یہ بھی خبر ہے کہ کسی چیز کی طرف زیادہ کشش اسی وقت ہوتی ہے جب دوسری چیزیں بھی ہوں ورنہ اس سے طبیعت اُکتا جاتی ہے۔(ع)

گر نیست غیبتے نہ دہد لذتے حضور۔ اس کی بڑی دلیل یہ ہے کہ سلف نے ایسا نہیں کیا۔ اھ۔

۵-حصول نسبت اور زوال کبر کے آثار

(۵)۔ ایک خلیفہ خاص نے دریافت فرمایا کہ حصول نسبت کے آثار غیر متخلفہ کیا ہیں نیز زوال کبر کے بھی آثار غیر متخلفہ پوچھے تھے۔ تحریر فرمایا کہ یہ سب امور ظنیہ ہیں جیسی صحت بدنیہ ظنی ہے مگر اقناع ہی کو اس باب میں مثل یقین کہا جاتا ہے سو امر اول میں آثار دوام اطاعت و مشابہت اعمال اختیاریہ بہ امور طبعیہ و شذوذ مخالفت اور بعد مخالفت اتفاقیہ قلق شدید و تدارک بلیغ اور غلبہ ذکر لسانی و قلبی یعنی استحضار۔ اور امر ثانی میں اصل وجدان ہے معالج کا اور آثار سے اس کی تائید ہو جاتی ہے یعنی واقعات کبر کا عدم صدور و غلبہ آثار شکستگی و ندامت شدید بر صدور افعال موہمہ کبر۔ اھ۔

۶-اللہ تعالیٰ سے محبت

ایک طالب نے لکھا کہ زبان پر ذکر اللہ ہے اور اندر خاک بھی اثر نہیں بفضلہ تعالیٰ اعمال میں تو فرق نہیں آتا مگر ظاہر ہوتا ہے کہ دل محبت سے خالی ہے اھ۔ جواب تحریر فرمایا کہ کونسی محبت سے دل خالی ہے۔ اعتقادی و عقلی سے یا انفعالی اور طبعی سے اگر شق ثانی ہے تو مضر نہیں اگر شق اول ہے تو اس میں خالی ہونے کا افسوس نہیں ہوا کرتا آپ کو افسوس کیوں ہے۔ یہ افسوس خود دلیل ہے کہ آپ اس سے خالی نہیں۔ اھ۔ انہی طالب نے یہ بھی لکھا تھا کہ یہ تو یقینی ہے کہ حالت جیسی چاہیے ویسی بالکل نہیں ہے۔ اھ۔ جواب تحریر فرمایا کہ وہ دن ماتم کا ہوگا جس دن یہ سمجھو گے کہ جیسی حالت چاہیے تھی ویسی ہوگئی کیونکہ اس درگاہ میں تو حضرات انبیاء علیہم السلام بھی اپنی حالت کے متعلق یہی فیصلہ کرتے ہیں کہ جیسی حالت چاہیے تھی ویسی نہیں ہے۔ ماعبدناک حق عبادتک کا حال ہوتا ہے۔ اھ۔

۷-نظر بد سے تحفظ کا مراقبہ

ایک طالب نے لکھا کہ نظر بد کے تقاضہ کے وقت بندہ دل کو یہ بھی تسلی دیتا ہے کہ جس گناہ سے کچھ فائدہ حاصل نہ ہو اس کو کرنے سے کیا حاصل۔ تحریر فرمایا کہ نہایت نافع اور

موثر مراقبہ ہے۔اھ۔

۸-وہ نظر جو معصیت نہیں

ایک طالب نے لکھا کہ چلتے پھرتے اگر کسی لڑکے یا عورت پر نظر پڑ جاتی ہے تو بندہ فوراً نظر کو ہٹالیتا ہے اب دریافت کرنا یہ ہے کہ نظر اول معصیت کا سبب ہے یا نہیں۔اھ۔حضرت والا نے ذیل کا جواب تحریر فرمایا۔اس نظر اول میں قصد ہوتا ہے یا نہیں۔اگر حدوث میں قصد نہ ہوتو اس کے ابقاء میں قصد ہوتا ہے یا نہیں اگر ابقاء میں بھی قصد نہ ہوتو اس نظر سے جو صورت ذہن میں پیدا ہوتی ہے اس کے ابقاء یا اس سے التذاذ میں قصد ہوتا ہے یا نہیں۔اھ۔

انہوں نے یہ بھی لکھا کہ نظر ہٹانے کے بعد اس کی صورت ذہن میں ایک قسم کی تصویر ہو جاتی ہے مگر بعض وقت اس صورت کو ذہن میں آتے ہی فوراً دفع کرنا یاد نہیں رہتا۔اھ۔ اس پر حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ یاد رکھنے کا اہتمام ضروری ہے اگر ویسے یاد نہ رہے تو ایک پرچہ پر اس کی وعید لکھ کر وہ پرچہ اپنے کلائی یا بازو پر باندھ لیا جائے۔اھ۔

۹-جھوٹ کی عادت سے نجات

ایک طالب نے حضرت والا کے اس استفسار پر کہ جھوٹ اختیار سے بولتے ہو یا بلااضطرار یہ لکھا کہ یہ جھوٹ بولنا ہے تو اختیاری لیکن کثرت انہماک سے اضطراری جیسا ہو چکا ہے حضرت اس کا علاج فرمائیں۔اھ۔اس پر حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ جب ہمت و اختیار سے چھوڑ دو گے اور بہ تکلف اس کی عادت کرلو گے تو اسی طرح عدم صدور اضطراری جیسا ہو جائے گا یہی علاج ہے۔اھ۔

۱۰-مشرکین و معاندین کی کتب کے مطالعہ کا اثر

ایک صاحب فضل ایک دوسرے شیخ سے مرید ہیں ان کو بسلسلہ انگریزی ترجمہ قرآن مجید معاندین کے اعتراضات کے جواب دینے کے لیے معاندین کی کتابیں پڑھنے میں مشغولی رہتی ہے۔انہوں نے حضرت والا کو لکھا کہ ایک معاملہ اپنے قلب کا عرض کرتا ہوں جس زمانہ میں کتب تصوف کا مطالعہ زیادہ رہتا ہے خصوصاً مثنوی کلید مثنوی (یعنی شرح مثنوی مصنفہ حضرت والا) احیاء العلوم وغیرہ کا اس زمانہ میں قلب میں ایک خاص انشراح

محسوس ہوتا ہے اور طبیعت میں لینت و رقت اور خواب بڑے بڑے پاکیزہ نظر آنے لگتے ہیں۔ اب جب سے انگریزی میں ترجمہ قرآن میں اور معاندین کے اعتراضات کے جواب میں مشغولی ہے اس حالت میں نمایاں کمی پاتا ہوں۔ اب کتب تصوف کا مطالعہ بالکل ترک ہے اور بجائے اس کے ہزار ہا ہزار صفحات عقائد مشرکین و معاندین اسلام کے پڑھ رہا ہوں کہیں یہ ظلمت وقساوت اسی کا نتیجہ تو نہیں۔ اھ۔

حضرت والا نے حسب ذیل جواب تحریر فرمایا۔

اس تفاوت کا یہی سبب ہے مگر اس کی حقیقت قساوت یا ظلمت نہیں کیونکہ حقیقی قساوت یا ظلمت ہمیشہ اعتقادی ہوتی ہے اور یہ کیفیت اور اثر طبعی ہے۔ جیسا ایک انقباض اور تکدر گوہ کھانے سے ہو یہ مشابہ ہے حقیقی قساوت وظلمت کے اور ایک انقباض ہاتھ یا پاؤں میں نجاست لگ جانے سے ہو یہ مشابہ ہے اس کیفیت واثر زیر بحث کے۔ اور ظاہر ہے کہ گوہ کھانا بوجہ معصیت ہونے کے مضر باطن ہوتا ہے اور نجاست بدن کو لگ جانا مضر باطن نہیں ہوتا بلکہ اگر بقصد تطہیر اپنے جسد کے یا غیر کے جسد کے ہاتھ لگانا پڑے تو بوجہ طاعت ہونے کے باطن کو زیادہ نافع ہوگا۔ اور اس میں جو طبعی کدورت وکلفت ہوئی ہے وہ بوجہ مجاہدہ ہونے کے موجب اجر وقرب ہوگا اور اس کے بعد جو مٹی سے صابن سے رگڑ رگڑ کر ہاتھ دھویا جائے گا۔ پہلے سے زیادہ پاک صاف ہو جائے گا آپ ماشاء اللہ تطہیر میں مشغول ہیں آپ کی طہارت اور نورانیت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ البتہ ساتھ کے ساتھ صابن بھی استعمال میں رہے تو بہتر ہے یعنی کسی قدر مطالعہ تصوف وذکر اللہ۔

۱۱۔ تلاوت کی عادت بنانے کا طریقہ

ایک طالب نے شکایت لکھی کہ ناظرہ قرآن شریف ایک پارہ بھی پڑھنا مشکل معلوم ہوتا ہے بلکہ اکثر ناغہ ہو جاتا ہے اور دیگر اذکار اور زبانی قرآن شریف دن بھر پڑھا کرے تو کوئی گرانی نہیں ہوتی۔ اھ۔

اس پر حسب ذیل جواب تحریر فرمایا۔

اگر قرآن حفظ نہیں تو نفس پر جبر کر کے زیادہ پڑھنا چاہیے اور برابر اس کا تصور رکھنا چاہیے کہ ایک ایک حرف پر دس دس نیکیاں نامہ اعمال میں ساتھ ساتھ درج ہو رہی ہیں اور ایسی دولت اور کس چیز سے نصیب ہو سکتی ہے اور یہ تصور ہے بھی امر واقعی کا کیونکہ حدیث میں یہ مضمون تصریحاً موجود ہے اس کے ساتھ ہی یہ مراقبہ بھی رکھنا چاہیے کہ حروف قرآن کی زیارت پر ثواب ملتا ہے اس مجموعی تصور سے وہ گرانی کم ہو جائے گی۔ اور شدہ شدہ ناظرہ زیادہ تلاوت کرنا آسان ہو جائے گا اور اگر قرآن آپ کو حفظ ہے اور زبانی بھی صحیح یاد ہے تو پھر حفظ پڑھنے سے بھی ثواب جو کہ اصل مقصود ہے حاصل ہے زیادہ اہتمام کی ضرورت نہیں۔ اھ۔

۱۲۔ مُبتدی کی ایک کیفیت

ایک طالب نے لکھا کہ ان دنوں میری عجیب کیفیت ہے ہر وقت جی چاہتا ہے کہ بس اللہ اللہ کرتا رہوں۔ سوائے ذکر اسم ذات کے کسی چیز میں جی نہیں لگتا۔ حد یہ ہے کہ درس حدیث و تلاوت قرآن میں بھی جیسے پہلے جی لگتا تھا اب ویسا نہیں لگتا۔ اھ۔

حضرت والا نے حسب ذیل جواب تحریر فرمایا۔

ابتداء میں ایسا ہی ہوتا ہے جیسا بچہ کو ہر وقت دودھ ہی مرغوب ہوتا ہے پھر وقت پر اس کے مناسب اشیاء مرغوب ہونے لگتی ہے۔ اھ۔

فائدہ۔ از جامع اوراق۔ ایک اور طالب کو اسی قسم کی شکایت پر یہ تحریر فرمایا تھا کہ ابتداء میں ایسا ہی ہوتا ہے بعض کو انتہا میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے اور اکثر اس کا سبب یہ ہوتا ہے کہ ذکر میں ایک گونہ بساطت ہے اور قرآن و حدیث میں ایک گونہ ترکیب ہے اور بساطت یکسوئی سے اقرب ہے اور ترکیب بوجہ اختلاف اجزاء تشویش سے قریب ہے۔

۱۳۔ کِبر کا امتحان

ایک طالب نے جو حاضر خانقاہ ہوئے تھے لکھا کہ فی الحال کبر نہیں معلوم ہوتا۔ دو چار باتیں حضرت بتلا دیں تا کہ امتحان کروں کہ کبر باقی ہے یا جاتا رہا۔ اھ۔

اس پر تحریر فرمایا کہ دو چار جزئیات امتحان کے لیے کافی نہیں بعض طبائع کی خاصیت یہ

ہے کہ بعض معاملات میں کبر پیدا نہیں ہوتا بعض میں ہوتا ہے اس لیے اس امتحان کی فکر میں نہ پڑیئے۔ اگر کسی خاص واقعہ میں شبہ پیش آئے گا اس کی اطلاع کر کے مشورہ مناسب ہوگا۔اھ۔ انہی صاحب نے یہ بھی لکھا تھا کہ حضرت کی محبت کا غلبہ بہت ہے نماز میں بھی اکثر خیال ہوتا ہے اور کبھی کبھی خشوع کے لیے خیال کر لیتا ہوں۔اھ۔ اس پر تحریر فرمایا کہ نماز میں قصداً نہ کیا جائے۔اھ۔ انہی صاحب نے یہ بھی لکھا تھا کہ جانے کو جی نہیں چاہتا مگر مدرسہ کی وجہ سے کل جانے کا ارادہ ہے۔اھ۔ جواب تحریر فرمایا کہ بعض بعد قرب سے زیادہ نافع ہوتا ہے۔اھ۔ انہی صاحب نے یہ بھی لکھا تھا کہ حضرت کا خوف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ بولنے کی ہمت نہیں ہوتی۔اھ۔ تحریر فرمایا کہ اس کا منشاء مشوب بہ عظمت ہے۔ جو طریق میں نہایت نافع ہے۔اھ۔

۱۴- بدنظری سے نفرت

ایک طالب نے لکھا کہ بدنظری سے نفرت اپنے اندر نہیں پاتا نفس کو روکنے میں مجاہدہ کرنا پڑتا ہے۔اھ۔ تحریر فرمایا کہ نفرت مامور بہ ہے یا رغبت کے مقتضاء پر عمل نہ کرنا۔اھ۔

۱۵- ایک صاحبِ اجازت کی تواضع

ایک صاحب اجازت نے لکھا کہ اگر کوئی میرے پاس بیعت ہونے کو آتا ہے تو بے حد شرم آتی ہے کہ یہ تو مجھ سے ہر طرح اچھا ہے میں اس کو کیا بیعت کروں۔اھ۔ تحریر فرمایا کہ مرید کر لیا کریں تاکہ یہ تواضع اور زیادہ بڑھے۔اھ۔

۱۶- سخت مزاجی کا علاج

ایک صاحب نے جو ایک دوسرے شیخ سے بیعت ہیں لکھا کہ دین اور دنیا دونوں قسم کے معاملات میں بعض دفعہ سخت مزاجی کا ظہور نہایت شدت سے ہوتا ہے اور طبیعت بے قابو ہو جاتی ہے اھ۔ تحریر فرمایا کہ استحضار و عمل بہ تکلف کا تکرار یہی علاج ہے اس سے عادت ہو جائے گی۔اھ۔

انہی صاحب نے یہ بھی لکھا تھا کہ نماز وغیرہ کے بارے میں جب بار بار کہنے سے بھی لوگ نہیں مانتے اور غصہ آتا ہے تو یہ خیال ہوتا ہے کہ غالباً یہ غصہ اپنے نفس کے لیے ہے کہ میرا کہا ان لوگوں نے کیوں نہیں مانا۔اھ۔ اس پر تحریر فرمایا کہ اس کا امتحان سہل ہے ٹٹول کر

دیکھا جائے کہ اگر دوسرے واعظ کے ساتھ یہی معاملہ کریں تب بھی اتنی ہی یا اس کے قریب قریب ناگواری ہوتی ہے یا نہیں۔ اھ۔

١٧۔ اصلاح کا طریق

ایک طالب نے لکھا کہ مجھے اصلاح کا طریق نہیں معلوم۔ طریق اصلاح تجویز فرما دیں۔ اھ۔ تحریر فرمایا کہ طریقہ یہ ہے کہ تم اپنے نفس کا ایک ایک عیب ظاہر کرو اور مجھ سے اس کا علاج پوچھو اور میں جو بتلاؤں اس پر عمل کرو اور عمل کر کے اطلاع دو۔ اھ۔

١٨۔ نماز وتلاوت کی پابندی

ایک طالب نے لکھا کہ نماز وتلاوت میں طبیعت پر جبر کرنا پڑتا ہے۔ کوئی شاہراہ عمل ایسا تجویز فرما دیجئے کہ یہ جبر مبدل بمسرت وآسانی ہو جائے۔ اھ۔ تحریر فرمایا کہ اس کی کوئی تدبیر نہیں یہ امر نہ شیخ کے اختیار میں ہے نہ طالب کے اھ۔

اسی طرح ایک بی اے پاس طالب نے لکھا کہ نماز کو ضروری سمجھتا ہوں لیکن طبیعت ادھر نہیں آتی اور اگر آتی بھی ہے تو نماز میں کوئی لطف نہیں آتا اھ۔ پہلی بات کا یہ جواب تحریر فرمایا کہ طبیعت آنا ضروری ہے یا لانا۔ اھ اور دوسری بات کا یہ جواب تحریر فرمایا کہ لطف ضروری ہے یا عمل اھ۔

اسی طرح ایک طالب نے لکھا کہ معمولات میں سرور نہیں پیدا ہوتا۔ تحریر فرمایا کہ سرور مقصود ہے یا حضور اور حضور بھی اختیاری یا غیر اختیاری اھ۔

١٩۔ عُجب کا علاج

ایک طالب نے عجب کی چند مثالیں لکھ کر علاج پوچھا۔ تحریر فرمایا کہ اگر استحضار نعم کے ساتھ اس کا استحضار بھی کر لیا جائے کہ یہ نعمتیں میرے استحقاق کی وجہ سے نہیں ہیں بلکہ موہبت الٰہیہ ہیں وہ اگر چاہیں ابھی سلب کر لیں اور یہ ان کی رحمت ہے کہ بلا استحقاق عطا فرما رکھی ہیں اور دوسروں کے متعلق اس کا استحضار کر لیا جائے کہ اگرچہ یہ لوگ ان خاص فضیلتوں سے خالی ہوں لیکن ممکن ہے کہ ان کو ایسی فضیلتیں دی گئی ہوں کہ ہم کو ان کی خبر نہ ہو اور ان کی وجہ سے ان کا رتبہ حق تعالیٰ کے نزدیک بہت زیادہ ہو تو ان دونوں استحضار کے بعد

جو سرور رہ جائے گا وہ عجب نہ ہوگا یا تو فرحت طبعی ہوگی جو مذموم نہیں اور یا شکر ہوگا جب منعم کے احسان کا بھی استحضار ہو جس پر اجر ملے گا۔ اھ۔

۲۰-رزائل کے علاج میں رسوخ

ایک استفسار کے جواب میں حضرت والا نے رزائل کے علاج میں رسوخ پیدا ہو جانے کی علامت یہ تحریر فرمائی کہ جب غفلت و ذہول نہ ہو اور ہمت میں تخلف نہ ہو یہی رسوخ ہے۔ اھ۔ اور ایک استفسار کے جواب میں جو بزبان فارسی تھا حصول رسوخ کا طریقہ یہ تحریر فرمایا۔ تکرار اور استحضار و اعتیاد دائم و تدارک وقت کوتاہی بمعاقبت نفس بنوعے عبادت خاصہ مالیہ یا بدنیہ مثل انفاق چہار آنہ کہ بر نفس قدرے شاق باشد یا ادائے نوافل بمقدار معتدبہ کہ بر نفس قدرے گراں باشد و علامت رسوخ آنست کہ ملکہ میسر شود کہ در صدور تکلف نباشد۔ اھ۔

۲۱-راہ سلوک کی غیر اختیاری کیفیات

ایک طالب نے لکھا کہ قبل بیعت حضرت سے محبت تھی مگر رعب معلوم ہوتا تھا اور اب بعد بیعت محبت تو الحمدللہ بہت ہے مگر رعب مطلق نہیں معلوم ہوتا ہے۔ اھ۔ جواب تحریر فرمایا کہ مبارک حالت ہے وہ پہلی حالت بھی مبارک تھی۔ اس طریق میں جو حالت غیر اختیاریہ بھی پیش آئے خیر محض ہے اور اس میں بے حد مصالح و منافع ہوتے ہیں جو اس وقت تو سمجھ میں نہیں آتے مگر آگے چل کر ایک وقت میں سب خود بخود سمجھ میں آنے لگتے ہیں۔ اھ۔

۲۲-نماز میں خیالات آنے کا علاج

ایک مبتدی طالب نے نماز میں خطرات آنے کی شکایت لکھ کر اس کی تدبیر پوچھی۔ جواب تحریر فرمایا کہ اپنی طرف سے کلمات واذکار کی طرف توجہ رکھنا چاہیے پھر اگر آویں مضر نہیں اگر وہ توجہ ہٹ جائے تجدید کر لی جائے اور اس توجہ کے ہٹ جانے پر افسوس نہ کرنا چاہیے۔ اھ۔

۲۳-محبت عقلی اور محبت طبعی

ایک طالب نے لکھا کہ حضور کے ساتھ غلبہ محبت کا آج کل یہ حال ہے کہ معلوم ہوتا ہے

دل میں سوائے آپ کی محبت کے اور کوئی محبت نہیں ہے اور نہ کسی دیگر شخص کا خیال ہے آپ کو بحیثیت اپنے شیخ کے صاف لکھنا زیادہ بہتر ہوگا یعنی ان دنوں اللہ تعالیٰ کی محبت بھی کم محسوس کرتا ہوں۔اھ۔جواب تحریر فرمایا کہ یہ شبہ صحیح نہیں حق تعالیٰ کی محبت میں شان عقلیت غالب ہوتی ہے اور اپنے مجانس کی محبت میں شان طبیعت غالب ہوتی ہے اور سرسری نظر میں محبت عقلی محبت طبعی کے سامنے ضعیف و مضمحل معلوم ہوتی ہے اس سے وہ شبہ ہو جاتا ہے حالانکہ امر بالعکس ہے چنانچہ اگر اسی محبوب طبعی سے نعوذ باللہ حق تعالیٰ کی شان کے خلاف کوئی معاملہ قولی یا فعلی صادر ہوتو وہی محبوب فوراً مبغوض ہو جائے جس سے ثابت ہوا کہ حق تعالیٰ ہی کی محبوبیت غالب ہے۔اھ۔

۲۴-نظر بد کا علاج

ایک نظر بد کے مریض کے استفسار پر تحریر فرمایا کہ بجز ہمت کے کوئی علاج نہیں اھ۔

۲۵-نفسانی محبت کا علاج

ایک طالب کو اپنے ایک شاگرد سے نفسانی محبت ہوگئی انہوں نے لکھا کہ اگر کوئی ایسی صورت ہو کہ سلسلہ تعلیم باقی رہے اور کیفیت نفسانیہ منعدم ہو جائے تو ارشاد فرمایا جائے۔ اھ۔تحریر فرمایا کہ مجھ کو ایسی ترکیب نہیں آتی کہ ؎

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردۂ　　　بازمی گوئی کہ دامن ترمکن ہشیار باش

(تو نے دریا کی تہہ میں مجھے تختہ سے باندھ دیا ہے پھر کہتا ہے کہ ہوشیار رہ دامن گیلا نہ کر)

۲۶-نماز میں تلاوت پر تکبر کا علاج

ایک طالب نے لکھا کہ میں لوگوں کے اصرار سے لمبی سورتیں پڑھتا ہوں۔کبھی کبھی بعد نماز جی خوش ہوتا ہے کہ قرآن مجید بہت اچھا پڑھا دل میں یہ سوچ لیتا ہوں کہ یہ میرا کمال نہیں محض انعام الٰہی ہے کیا یہ اصلاح نفس کے لیے ٹھیک ہے۔اھ۔تحریر فرمایا کہ مسنون سورتوں میں جو چھوٹی ہوں وہ پڑھا کرو اور بہت جوش سے مت پڑھا کرو یہ عملی اصلاح ہے اور لفظی اصلاح کافی نہیں اھ۔

۲۷-سکون مطلوب نہیں عمل مطلوب ہے

ایک بیوہ نے لکھا کہ شوہر مرحوم کے غم کی وجہ سے باوجود ڈیڑھ سال گزر جانے کے اس

قدر تڑپ ہے کہ ہر چند قلب کو راجع الی اللہ کرتی ہوں لیکن یک سوئی نہیں پیدا ہوتی۔ میری قلبی خواہش یہ ہے کہ حقیقی صبر و رضا کے ساتھ محبوب حقیقی رب العزت کی یاد میں دلجمعی سے عبادت میں گزار دوں۔ اھ۔ جواب تحریر فرمایا کہ برخورداری سکون مطلوب ہی نہیں عمل مطلوب ہے ظاہری بھی باطنی بھی ظاہری تو جانتی ہو باطنی ہر وقت کے واسطے وہ عمل جو اختیار میں ہو مثلاً صبر اختیار میں ہے وہی مطلوب ہوگا سکون و دلجمعی اختیار میں نہیں وہ مطلوب نہ ہوگا۔ اھ۔

۲۸- غیبت کا علاج

ایک طالب کے استفسار پر غیبت کا یہ علاج تحریر فرمایا (نمبر۱) استحضار عقوبت وقت غیبت (نمبر۲) تامل قبل تکلم (نمبر۳) معافی چاہنا بعد صدور غیبت (نمبر۴) کچھ جرمانہ اپنے اوپر نقد کا یا نوافل کا۔ اھ۔

کچھ دن بعد پھر انہی صاحب نے لکھا کہ ابھی یہ علاج پوری طرح راسخ نہیں ہوا۔ تحریر فرمایا کہ بتدریج راسخ ہو جائے گا لگا رہنا چاہیے۔ اھ۔

۲۹- میونسپلٹی کی ممبری

حضرت والا کے ایک صاحب اجازت کو لوگوں نے زبردستی میونسپلٹی کا ممبر تجویز کر دیا۔ انہیں سخت وحشت ہوئی۔ بالآخر یہ طے ہوا کہ اپنے پیر و مرشد سے پوچھ لو۔ چنانچہ انہوں نے حضرت والا سے عرض کیا کہ حضرت اقدس کچھ تحریر فرما دیں تاکہ گلو خلاصی ہو' اس پر حضرت والا نے حسب ذیل جواب تحریر فرمایا جب تک نسبت مع الخالق راسخ نہ ہو تعلق مع الخلق بلا ضرورت سراسر مضرت ہے اور جو منفعت سوچی جاتی ہے کہ ادائے حق خلق ہے وہ حق خلق بھی جب ہی ادا ہوتا ہے کہ نسبت مع الخالق راسخ ہو جائے ورنہ نہ حق خالق ادا ہوتا ہے نہ حق خلق یہ تجربہ ہے اور ایک کا نہیں بلکہ ہزاروں اہل بصیرت کا۔ ہم سے اور آپ سے زیادہ اہل تمکین نے ایسے تعلقات کو چھوڑ دیا ہے حضرت ابراہیم بن ادہم بلخیؒ، حضرت شاہ شجاعؒ کرمانی کے واقعات معلوم ہیں اور حضرات خلفائے راشدینؓ پر اپنے کو قیاس نہ کیا جائے۔

ع۔ کار پاکاں را قیاس از خود مگیر

۳۰-تقلباتِ حالات

ایک طالب نے اپنے تقلبات لکھے تھے۔تحریر فرمایا کہ دل سے دعا ہے اور حالات کے انقلاب کے متعلق اکابر کی یہ تحقیق ہے۔

دربزم عیش یک دوقدح نوش کن برو　　　یعنی طمع مدار وصال دوام را

(عیش کی مجلس میں ایک دو پیالے پی اور جا،یعنی ہمیشہ کے وصال کی لالچ نہ رکھ)

۳۱-حُسن دیکھنے کی بیماری

ایک طالب نے حسن کے دیکھنے کا مرض لکھا تھا۔حسب معمول استفسار فرمایا کہ حسن کا دیکھنا اختیاری ہے یا غیر اختیاری۔انہوں نے جواب میں لکھا کہ بندہ کا دیکھنا اختیاری ہے مگر اس سے بچنے کے لیے استعمال اختیار دشوار معلوم ہوتا ہے۔تنبیہاً تحریر فرمایا کہ کیا دشوار ہے کیا نفس کے روکنے سے کوئی بیماری ہو جاتی ہے یا سانس گھٹنے لگتا ہے یا اور کوئی تکلیف ناقابل برداشت ہو جاتی ہے۔اھ۔

۳۲-ترکِ تعلقات کی حدود

ایک طالب نے لکھا کہ جی چاہتا ہے کہ گاؤں کو بیچ کر کاشتکاری دوسروں کے سپرد کر کے اور قطع تعلق کر کے اپنے اوقات کو عمل کے لیے مقصود کروں۔تحریر فرمایا کہ کیا گاؤں اور زمین پر کاشت وغیرہ عمل سے مانع ہیں۔اھ۔انہوں نے یہ بھی لکھا کہ والدہ صاحبہ مخالف ہیں لیکن جناب شیخ سعدیؒ کے قول "تعلق حجاب ست کو اختیار کروں اور والدہ صاحبہ کی رائے کے خلاف کروں۔اس پر تحریر فرمایا کہ پھر اس آیت کے کیا معنی ہیں۔ولقد ارسلنا رسلاً من قبلک وجعلنا لھم ازوجاً و ذریة۔خلاصہ یہ ہے کہ کیا اس سے ہر تعلق اور ہر حالت میں مراد ہے جو کام کرو سمجھ کر کرو۔اھ۔

۳۳-مروّت کرنے کی حدود

ایک طالب نے لکھا کہ مروت مجھ کو بہت ہے جس سے بعض دفعہ خلاف شرع کام بھی

سرزد ہوجاتے ہیں۔ محض اس خیال سے کہ دوسرے کا دل نہ دکھے انکار اس قدر دشوار معلوم ہوتا ہے کہ پسینہ آجاتا ہے۔ اھ۔ جواب تحریر فرمایا کہ دشوار ہونے سے غیر اختیاری ہونا لازم نہیں آتا۔ جہاں مروت کرنا خلاف شرع نہ ہو اس مروت پر عمل جائز ہے اور جہاں خلاف شرع ہو وہاں جائز نہیں گو دشواری اور تکلیف ہو اس تکلیف کو برداشت کرو اس کے سوا کوئی علاج نہیں۔ اھ۔

۳۴-ایک طالب کے حالات

ایک طالب کے خط کے مختلف اجزاء مع حضرت والا کے جوابات کے ذیل میں نقل کیے جاتے ہیں کیونکہ اس سے بہت سے فوائد مستفاد ہوتے ہیں۔

(حال) تابعدار معمولات ادا کئے جاتے ہیں مگر قلب کی حالت بدستور ہے۔

(تحقیق) کیا یہ نعمت نہیں کہ دو وقت روٹی ملے اور صحت وقوت بحال رہے گو اس میں ترقی نہ ہو۔

(حال) کوئی خاص حالت ایسی نہیں ہے جس کو حضور میں عرض کروں۔

(تحقیق) یہ حالت بھی تو قابل اطلاع کے تھی چنانچہ اطلاع پر ایک مفید بات معلوم ہوگئی مگر اس کا یاد رکھنا شرط ہے۔

(حال) نہ اپنے کو اس قابل پاتا ہوں کہ کچھ عرض معروض کرسکوں۔

(تحقیق) نا قابلی کا اعتقاد اس طریق میں یہی قابلی ہے۔

(حال) اس راہ سلوک میں اپنے کو ہیچ محض سمجھتا ہوں۔

(تحقیق) مبارک سمجھنا ہے۔

(حال) جو کچھ معمولات ادا کرتا ہوں محض عادۃً ادا کرتا ہوں۔

(تحقیق) کیا اچھے کام کی عادت نعمت نہیں۔

(حال) کچھ تو سونے والوں کی وجہ سے اور کچھ رفع تکان کے سبب سے چندروز سے بجائے جہر کے خفی کرلیا کرتا ہوں کوئی حرج تو نہیں۔

(تحقیق) بلکہ افضل وانفع ہے۔

(حال) اب میرا وقت اخیر آپہنچا اب تک اپنے کو محض کورا سمجھتا ہوں۔

(تحقیق) مگر کور تو نہیں۔

(حال) بغیر حاضری حضور کے اور کوئی صورت کامیابی کی نظر نہیں آتی۔

(تحقیق) اطلاع بھی صورت کامیابی کی ہے۔ اھ۔

۳۵-گناہ سے پرہیز پر استقامت

ایک طالب نے لکھا کہ حضور والا کے ارشاد کے موافق بدنظر اور بدخیال کو اختیار سے چھوڑ دیا۔ لیکن دل کی کمزوری کی وجہ سے ہمیشہ ثابت قدم رہنا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ اس پر تحریر فرمایا کہ اپنی طرف سے ثابت قدم رہو اور اللہ تعالیٰ سے دعائے استقامۃ کرتے رہو۔ اھ۔ اسی خط میں خواہشِ نفسانی سے نجات پانے کا علاج بھی پوچھا تھا۔ تحریر فرمایا کہ کل کو حرام غذا سے توبہ کر کے دعا کرانا کہ بھوک ہی سے نجات ہو جائے۔ اھ۔

۳۶-شدت گرمی میں خشوع نہ رہنا

ایک طالب نے شکایت لکھی کہ بوجہ گرمی کی شدت کے نماز وغیرہ میں پہلا سا خشوع و خضوع نہیں ہوتا جواب تحریر فرمایا کہ معذوری ہے۔

۳۷-خوف واُمید کا اجتماع بڑی دولت ہے

ایک صاحب اجازت نے اپنے مفصل حالات لکھے جن میں یہ حال بھی تھا کہ اب اللہ میاں کا خیال بالکل بے کیف دل میں آتا ہے اور اس سے اس قدر انشراح قلب میں ہوتا ہے کہ میں بیان نہیں کر سکتا لیکن دریافت طلب یہ امر ہے کہ میری اعمالی کوتاہیوں کے ہوتے ہوئے یہ انعامات الٰہی اور حضور کے فیوض ناتمناہی میرے شامل حال ہو سکتے ہیں یا میرے نفس نے یہ خیالات تراشے ہیں۔ اس کا جواب تحریر فرمایا کہ قلب میں دونوں احتمالوں کا جمع ہونا یہی بڑی دولت ہے جس کا حاصل الایمان بین الخوف والرجا ہے مبارک ہو۔ اھ۔

۳۸-والدہ کی بات پر غصہ آنے کا علاج

ایک طالب نے لکھا کہ میری والدہ ہر بات پر طعن و تشنیع کرتی ہے جس پر میں غصہ

کرنے لگتا ہوں اور جھگڑنے لگتا ہوں علاج مرحمت فرمادیں۔تحریر فرمایا کہ علاج یہ ہے کہ جواب مت دیا کرو باہر چلے جایا کرو۔اھ۔

۳۹-اذکار کا صحیح طریقہ

ایک مبتدی طالب نے لکھا کہ حضور سے دور ہوں اذکار صحیح طریقہ سے کیونکر کروں۔ جواب تحریر فرمایا کہ یہ معلوم کرنا کیا مشکل ہے قلب اور زبان دونوں کو شریک رکھنا یہی طریق صحیح ہے۔اھ۔انہی صاحب نے یہ بھی درخواست کی تھی کہ اپنے فلاں مجاز سے فرمادیں کہ مجھے دوایک مرتبہ دوازدہ تسبیح کا ورد کرادیں اس کا یہ جواب تحریر فرمایا کہ اس کی حاجت نہیں۔ یہ قیود غیر مقصود ہیں۔مقصود صرف ذکر کرنا ہے۔اگر کوئی نہایت موزوں رفتار سے چلتا ہو اور دوسرا غیر موزوں تو اصل مقصود منزل پر پہنچنا ہے جو دونوں رفتار سے حاصل ہو جاتا ہے آگے رہی موزونیت اس میں اور مصالح زائدہ ہیں جن پر منزل کی رسائی موقوف نہیں۔اھ۔

انہی صاحب نے یہ بھی لکھا تھا کہ صحیح طریقہ اذکار کا معلوم ہو جائے تا کہ ان کے ثمرات سے بہرہ اندوز ہوں تحریر فرمایا کہ ثمرات کی روح اجر وقرب ہے۔اھ۔انہوں نے لطائف ستّہ کی کوشش کرنے کا بھی حال لکھا تھا۔حضرت والا نے جواب تحریر فرمایا کہ حقائق مقصود ہیں لطائف مقصود نہیں۔اھ۔

۴۰-واہیات خیالات کا دفعیہ

ایک طالب نے لکھا کہ ضعف قلب کی وجہ سے تہجد اور ذکر میں عجیب عجیب واہیات خیالات کا ہجوم ہوتا ہے کہ کہیں شیطان کسی شکل میں میرے سامنے نہ آجائے کوئی جن آ کر میرے ساتھ نماز نہ پڑھنے لگے۔حضرت والا نے جواب تحریر فرمایا کہ ایسی حالت میں اپنے شیخ کا تصور ان پریشان خیالات کا دافع ہو جاتا ہے مگر شیخ کو حاضر ناظر نہ سمجھے۔اھ۔

۴۱-حجات اور کبر کا فرق

ایک طالب نے کبر کے متعلق لکھا کہ فدوی ایک مرتبہ قرابت مندی میں گیا ہوا تھا اور وہاں مجھ کو خرید وفروخت کی ضرورت نہیں پڑا کرتی۔ وہاں گوشت کی دکان پر جانے کی

ضرورت نہیں ہوتی تھی مگر نہیں گیا تھا اور گونہ حجاب محسوس کیا تھا۔ جواب تحریر فرمایا کہ حجاب اور چیز ہے اور کبر اور چیز ہے۔ حجاب کی حقیقت خجلت ہے جس کا سبب مخالف عادت ہے۔ حتیٰ کہ اگر اس شخص کی تعظیم کا سامان عادت کے خلاف کیا جائے اس سے بھی شرماوے۔ مثلاً کوئی ہاتھی پر بٹھلا کر دس بیس سوار جلو میں کر کے جلوس نکالے۔ اھ۔ اس پر ان صاحب نے لکھا کہ بظاہر تو معلوم ہوتا ہے کہ ضرور شرم آئے گی لیکن مجھ کو اپنے نفس پر ذرہ برابر اعتماد نہیں ہے اس لیے احتمال ہے کہ شرم نہ معلوم ہو اگر چہ احقر اس پر کوئی دلیل قائم نہیں کر سکتا۔ اھ۔ اس پر جواب تحریر فرمایا کہ جب تک اس کے خلاف دلیل نہ ہو یہ ظاہر اور غالب ہی معتبر ہے اور اگر علاج میں مبالغہ کو دل چاہے تو ایسے کام کرو جو شرع کے خلاف نہ ہوں مگر وضع کے خلاف ہوں اور عرفاً موجب ذلت ہوں۔ اھ۔

۴۲۔ اختیاری وغیر اختیاری گناہ کی تشخیص

ایک طالب علم نے جو زیر تربیت ہیں کچھ حوادث سے پریشانیاں اور کچھ بدنظری کی شکایت لکھ کر دعا اور اصلاح کی آسان صورت کی درخواست کی تھی اور یہ بھی لکھا تھا کہ ہر شے حسین کے دیکھنے کو طبیعت میں اس قدر تقاضا پیدا ہوتا ہے کہ باوجود نیچی نظر کر لینے کے پھر نظر اُٹھ جاتی ہے حالانکہ حضرت والا کے فرمان کے بموجب عذاب دوزخ وغیرہ کو سوچتا ہوں لیکن طبیعت کچھ ایسی مجبور ہوتی ہے جس کا رُکنا دشوار اور شاق نظر آتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ دل کے اندر سے کوئی پکڑ کر دل کو ابھار رہا ہے اس فعل بد سے نہایت ہی مجبور ہو گیا ہوں۔ اھ۔ اس کا حسب ذیل جواب ارقام فرمایا۔

حرفاً حرفاً پڑھا۔ غیر اختیاری مصائب پر تو اجر ملتا ہے ان کے ازالہ کی دعا بھی کرتا ہوں لیکن مصائب اختیاریہ یعنی معاصی پر نہ اجر ملتا ہے اور نہ اس کے ازالہ کی دعا ہو سکتی ہے کیونکہ اس کا ازالہ تو خود عبد کا فعل ہے اس دعا کی تو یہ مثال ہے کہ اے اللہ فلانا شخص فلاں کھانا کھانے لگے فلاں کھانا نہ کھائے اس دعا کے کیا معنی۔ البتہ توفیق کی دعا ہو سکتی ہے وہ بھی جبکہ فاعل اسباب کو جمع کرے اور اعظم اسباب قصد و ہمت ہے اور اس کے متعلق جو عذر خط کشیدہ

عبارت میں لکھا ہے بالکل غلط ہے سوچو کہ اگر ایسے موقع پر کہ نفس میں تقاضائے شدید ہو تمہارا کوئی بزرگ موجود ہو جو تمہاری اس نظر اٹھانے کو دیکھ رہا ہو تو کیا اس وقت تم ایسی بے حیائی کر سکتے ہو اگر کر سکتے ہو تو تم لا علاج ہو اور اگر نہیں کر سکتے تو معلوم ہوا کہ نظر از خود نہیں اٹھتی نہ مجبوری ہوتی ہے نہ رُکنا شاق ہوتا ہے نہ کوئی اُبھارتا ہے سب کچھ تمہی کرتے ہو تو اس کے خلاف پر بھی تم قادر ہو سو تمہارا یہ عذر ویسا ہی بیہودہ عذر ہے جیسے ایک شاعر نے بکواس کی ہے۔

اس دلِ بیتاب کی صاحب خطا تھی میں نہ تھا　　بیخودی میں لے لیا بوسہ خطا کیجئے معاف

۴۳۔ معمولات کی عدم پابندی پر افسوس

ایک طالب کو جو مدرس تھے اور جنھوں نے بوجہ کثرت کار تعلیم عدم مواظبت معمولات پر سخت افسوس کا اظہار کیا تھا یہ جواب تحریر فرمایا کہ افسوس بھی ایک درجہ میں مواظبت کا بدل ہے جب عدم مواظبت کسی عذر سے ہو۔اھ۔

۴۴۔ بلا ضرورت چیزوں کی تمنا کا علاج

ایک طالب نے لکھا کہ احقر جب بھی کوئی اچھی چیز کسی کے پاس دیکھتا ہے تو یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ میرے پاس ہو تو بہت اچھا ہو پھر کوشش کرتا ہوں کہ وہ چیز مجھے کسی طرح سے حاصل ہو جائے۔ اس شخص سے زائل کرنے کو نہیں چاہتا بلکہ صرف اپنے پاس رکھنا مقصود ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مجھ میں حرص دنیا ہے۔ اگر میرا یہ خیال صحیح ہو تو علاج ارشاد فرمایا جائے۔ اھ۔ اس کا حسب ذیل جواب ارقام فرمایا۔ مرض تو نہیں مگر مفضی الی المرض ہونے کا احتمال ہے علاج اس کا یہ ہے کہ بمجرد اس تمنا کے یہ عزم کیا جائے کہ اگر یہ چیز مجھ کو مل بھی گئی فوراً کسی کو ہبہ کر دوں گا خصوص اس شخص کو جس کے پاس ایسی چیز پہلے سے موجود ہے یا اگر اس سے ایسی بے تکلفی نہ ہوئی تو کسی دوسرے کو دے دوں گا اور اگر وہ چیز اتفاق سے اپنی ضرورت کی ہوئی تو اس کے دام مساکین کو دے دوں گا۔ جب تک ایسی تمنا زائل نہ ہو گی اس وقت تک ایسا ہی کیا کروں گا۔ دعا بھی کرتا ہوں۔ بعد کو انہی صاحب کا خط آیا جس میں لکھا تھا کہ اس علاج سے بے حد نفع ہوا اب یہ خیال ہی بالکل جاتا رہا اور اگر

1 کبھی تھوڑا بہت ہوا بھی تو اس تصور سے کہ اس کی قیمت کسی مسکین کو دے دوں گا بالکل خواہش ہی جاتی رہی۔ اھ۔ اس پر حضرت والا نے مبارکباد تحریر فرمائی۔

۴۵- اعمال کی اہمیت

ایک طالب نے لکھا کہ نماز اور ذکر کے قبل اور بعد اکثر یہ خیال آتا رہا کہ اتنی محنت بیکار ہے میں کوئی بزرگ تو ہو ہی نہیں سکتا رہے احکام اس کی پابندی کر لی جائے تو اس کے لیے زیادہ فکر کی کیا ضرورت ہے کیونکہ بخشائش تو رحمت پر منحصر ہے۔ الخ۔ جواب تحریر فرمایا کہ ایک علاج یہ سوچنا ہے کہ اعمال صرف مغفرت ہی کے لیے نہیں بلکہ مالک کا حق ہے مملوک پر اور مغفرت مستقل تبرع وعنایت ہے۔ اھ۔

۴۶- برتری کی خواہش کا علاج

ایک طالب نے اپنا حال لکھا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ دین اور دنیا دونوں کے متعلق یہ ہوس ہوا کرتی ہے کہ جو چیز اور جو بات ہو وہ اعلیٰ درجہ کی ہو اور میں ہر فن میں سب سے بڑھ کر ہوتا۔ اھ۔ اس کا یہ علاج تحریر فرمایا جس دنیوی چیز کی تمنا ہو اس کے فنا کا استحضار تا کہ اس کا ہیچ اور بے نتیجہ ہونا مستحضر ہو اور اگر وہ دین میں مضر ہے تو اس کے نتیجہ بد کا بھی استحضار۔ اس مراقبہ کے بار بار استعمال کرنے سے یہ ہوس مضمحل ہو جائے گی اور اگر وہ امر دینی ہے تو اس کی تمنا محمود ہے۔ اس کے علاج کی ضرورت نہیں۔ البتہ شرط یہ ہے کہ جس کو وہ نعمت عطا ہوئی ہے اس سے زائل ہونے کی تمنا نہ ہو ورنہ وہ حسد اور حرام ہے اگر خدا نا کردہ ایسا ہوتا ہو تو اس کے متعلق مستقل سوال کیا جائے باقی اعتدال کی دعا بھی کرتا ہوں۔ اھ۔

۴۷- دینی افادہ کی شرط

ایک صاحب اجازت نے لکھا کہ میرے مزاج میں شرم وحیا زیادہ ہے۔ لوگوں کے ادب و لحاظ سے دل میں بہت الجھن پیدا ہوتی ہے۔ ایک گاؤں میں دو چار آدمیوں کو حضرت والا کی برکت سے دین کا بہت فائدہ ہوا ہے وہ بار بار بلانے کا تقاضا کرتے ہیں نہایت شرمندگی ہوتی ہے اس لیے عذر کر دیتا ہوں مگر وہ مانتے نہیں اس کے متعلق جو ارشاد عالی ہو اس پر عمل کروں۔ اھ۔

جواب تحریر فرمایا کہ جب تک شرم رہے ہو آیا کرو جب شرم اتر جائے مت جاؤ پھر شرم ہونے لگے چلے جاؤ وعلیٰ ہذا یہی دستور العمل رکھو۔ اھ

۴۸- ہر خیال ریاء نہیں ہے

ایک طالب نے لکھا کہ جب میں کسی سے حضرت کے مواعظ میں دیکھی ہوئی کوئی بات کہتا ہوں تو ریاء محسوس ہوتی ہے کہ تو جو کچھ کہتا ہے وہ تیرے افعال کے خلاف ہے اور یہ وعظ گوئی خلاف منصب ہے اس کا حضرت والا نے یہ جواب تحریر فرمایا۔ ریاء ہر خیال کا نام نہیں بلکہ جس خیال کی بناء قصد رضائے خلق بذریعہ دین ہو اور یہ اختیاری امر ہے۔ جب اس کا قصد نہ ہو وہ ریاہی نہیں اگر چہ وہم ریا ہو۔ وہم ریاء وسوسۂ ریاء ہے جس پر مواخذہ نہیں ایسے وہم سے عمل صالح کو ترک نہ کیا جائے اسی طرح ریاء کے متعلق ایک اور طالب نے لکھا کہ بعض مرتبہ کسی اچھے کام میں مصروف ہوتا ہوں اور اچانک کسی شخص پر نظر پڑ جاتی ہے تو اکثر و بیشتر یہ خیال ہوتا ہے کہ اس کام کو اور اچھی طرح کریں مجھے اتنا تو یقیناً معلوم ہے کہ یہ ریاء ہے لیکن یہ سمجھ کر انسان کیا چیز ہے جو اس کو دکھلا کر کام کریں فوراً اپنی نیت کو حق تعالیٰ کی طرف پھیر لیتا ہوں۔ کیا اس طرح نیت ٹھیک کر لینے سے وہ ریاء ریاء نہ رہے گی۔ اھ

اس کا جواب تحریر فرمایا کہ میرا انداق اس میں یہ ہے کہ صرف تصحیح نیت اس میں کافی نہیں کیونکہ یہ تصحیح اس شخص کے نزدیک مقصود بالذات نہیں۔ مقصود بالذات تحسین عمل للخلق ہے اور تصحیح نیت اس تحسین کا آلہ تا کہ غائلہ ریاء سے بھی بچا رہوں اور مقصود نفس بھی حاصل ہو جائے تو جس اخلاص سے تحصیل ریاء مقصود ہو وہ مقدمہ ریاء ہونے کے سبب ریاء ہی ہے۔ اس صورت میں ریاء سے حفاظت کی صورت صرف یہ ہے کہ اس خطرہ کے بعد عمل میں تغیر نہ کرے اور اسی کے ساتھ نیت خالص رکھے۔ مجھ کو معلوم نہیں کہ دوسرے اطباء باطن کی اس میں کیا تحقیق ہے اگر اس کے خلاف بھی ہو تب بھی میں اپنے رائے پر قائم ہوں۔ ذوقیات میں ایک کا اجتہاد دوسرے پر حجت نہیں اھ۔

اسی طرح ایک طالب نے لکھا کہ دوران مرض میں مکان پر نماز پڑھنی پڑی تو جیسی مسجد کی

نماز میں طبیعت لگتی تھی مکان کی نماز میں نہیں لگتی تھی نیز مسجد میں رکعات بھی لمبی لمبی ہوتی تھیں۔ بہ نسبت مکان کے اب خلجان یہ ہے کہ کہیں یہ مسجد کی نماز میں زیادہ جی لگتا ہے بسبب ریاء کے نہ ہو۔اس کا یہ جواب تحریر فرمایا کہ نہیں بلکہ مسجد میں اس کے اسباب ایسے جمع ہیں کہ گھر میں نہیں۔

۴۹-خشیت میں تبسم

ایک اشکال کے جواب میں تحریر فرمایا کہ خشیت میں بھی طبعی تبسم پیدا ہوسکتا ہے جیسا غلبۂ خشیت میں طبعی جوع وعطش ونوم بھی پیدا ہو جاتا ہے۔اھ۔

۵۰-واردات پر عمل

ایک طالب کے حالات کے متعلق یہ جواب تحریر فرمایا کہ وارد اگر شریعت کے موافق ہو اتباع شریعت کی نیت سے عمل کیا جائے نہ کہ اتباع وارد کی نیت سے ناقصین کے لیے یہ سخت خطرہ کی چیز ہے۔اھ۔

۵۱-بدگمانی کا علاج

ایک طالب کے استفسار پر بدگمانی کا یہ علاج تحریر فرمایا کہ جب ایسی بدگمانی قلب میں آئے اول علیحدہ بیٹھ کر یاد کرے کہ اللہ تعالیٰ نے بدگمانی سے منع فرمایا ہے تو یہ گنا ہوا اور گناہ پر عذاب کا اندیشہ ہے تو اے نفس تو حق تعالیٰ کے عذاب کو کیسے برداشت کرے گا یہ سوچ کر توبہ کرے اور دعا بھی کرے کہ اے اللہ میرے دل کو صاف کردے اور جس پر بدگمانی ہوئی ہے اس کے لیے بھی دعا کرے کہ اے اللہ اس کو دونوں جہان کی نعمتیں عطا فرما۔دن رات میں تین بار ایسا کرے کہ اگر پھر بھی اثر رہے دوسرے تیسرے دن ایسا ہی کرے اگر پھر بھی اثر رہے اب اس شخص سے مل کر کہے کہ بلاوجہ مجھ کو تم پر بدگمانی ہوگئی تم معاف کردو اور میرے لیے دعا کردو کہ یہ دور ہو جائے۔اھ

۵۲-احوالِ باطنی میں کمی بیشی

ایک طالب نے اپنے احوال باطنی میں کمی کی شکایت لکھی تو تحریر فرمایا کہ ایسی کمی بیشی لازم

عادی ہے یکساں حال رہ ہی نہیں سکتا دوام تو اعمال پر ہوتا ہے نہ کہ احوال پر یہ تغیر مضر نہیں بلکہ اس میں مصالح ہیں جن کا مشاہدہ اہل طریق کو خود ہو جاتا ہے مثلاً غیبت کے بعد حضور میں زیادہ لذت ہونا اور مثلاً غیبت میں انکسار وندامت کا غالب آنا اور مثلاً اپنے عجز کا مشاہدہ ہونا و مثل ذالک اھ۔

۵۳- نماز میں یکسوئی کی تدبیر

ایک طالب کے استفسار پر نماز میں یکسوئی کی یہ تدبیر تحریر فرمائی کہ نماز میں توجہ ایک طرف رکھی جائے جس کی صورت یہ ہے کہ قیام کے وقت اس طرف التفات نہ کرے کہ اس کے بعد رکوع کرنا ہے۔ رکوع میں اس طرف التفات نہ کرے کہ اس کے بعد قومہ کرنا ہے وعلیٰ ہذا بلکہ ہر رکن میں صرف اسی رکن کو مقصود بالذات سمجھے اور اسی طرف متوجہ رہے۔ اسی طرح پھر دوسرے رکن میں الیٰ آخر الصلوٰۃ اگر ایسا کیا جائے تو نماز میں اس قدر یکسوئی ہوگی کہ ذکر میں بھی نہ ہوگی کیونکہ ذکر میں گو یکسوئی ہے مگر ہر وقت خطرہ رہتا ہے کہ دوسرا شخص آ کر اس یکسوئی کو فوت کر سکتا ہے یا خود ہی ذکر ترک کر کے کسی شغل میں لگ سکتے ہیں اور نماز میں اطمینان ہے کہ سلام پھیرنے تک کوئی شخص ہم کو اپنی طرف متوجہ نہیں کر سکتا نہ خود کوئی کام کر سکتے ہیں۔ وھذا الذی کتبت ورد علیٰ قلبی فی فرض الظھر وجربتہ فیہ وفی سنتہ البعدیۃ وللہ الحمد۔ اھ۔

۵۴- فضول گوئی کا علاج

ایک طالب نے فضول گوئی کا علاج پوچھا تحریر فرمایا کہ فضول گوئی اختیاری ہے یا غیر اختیاری۔ اس پر انہوں نے لکھا کہ میری خوب سمجھ میں آ گیا کہ یہ اختیاری ہے اور یہی کیا سب اوامر ونواہی اختیاری ہیں۔ لیکن اگر کوئی چیز معین سہولت بتا دی جائے تو بہت احسان ہو۔ اھ۔ اس پر تحریر فرمایا کہ کس کس چیز کے سہل ہونے کی تدبیر پوچھو گے اور اس حدیث کے کیا معنی کہو گے۔ حفت الجنۃ بالمکارہ۔ اھ

۵۵- مقصود اور اس کے حصول کا طریق

ایک طالب کو جنہوں نے اپنے خط میں اپنی سخت ناکارگی کا اظہار کیا تھا یہ تحریر فرمایا کہ

مقصود تو مقصود کا مشاہدہ ہے اور اس کا طریق مجاہدہ۔ مگر جب تک اس میں کمی رہے تو اس مشاہدہ مقصود کا مقدمہ عدم مجاہدہ کا مشاہدہ ہے۔ جس سے انشاء اللہ مجاہدہ کی توفیق ہو جاتی ہے پھر اس سے مقصود کا مشاہدہ نصیب ہوتا ہے جو کہ مقصود ہے۔ اسی ترتیب کا سلسلہ شروع ہے جو انشاء اللہ تدریجاً بخیر و خوبی ختم اور مکمل بھی ہو جائے گا لگا رہنا چاہیے۔ اگر کام میں کوتاہی ہو جائے۔ اس نہ لگے رہنے کے مشاہدہ میں لگا رہنا چاہیے انشاء اللہ تعالیٰ حرمان نہ ہوگا میں بھی دعا کرتا ہوں۔ اھ۔

۵۶- اپنے کو دوسروں سے ادنیٰ سمجھنے کا مطلب

ایک طالب نے لکھا کہ حضور جب کسی شخص میں فی الواقع خداداد فضیلتیں موجود ہیں تو اب ان موجودہ فضیلتوں کو کس طرح اپنے میں معدوم سمجھ کر اپنے آپ کو دوسروں سے ادنیٰ اور فرو سمجھے۔ اس کا یہ جواب تحریر فرمایا کہ اکمل سمجھنا جائز ہے مگر افضل بمعنی مقبول حق اور اس کو مردود و مطرود سمجھنا جائز نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ فی الحال اس کا کوئی عمل صالح ایسا ہو کہ اس کے تمام اعمال سے زیادہ پسندیدہ ہو اور اس میں کوئی رذیلہ ایسا ہو کہ اس کے سب رذائل سے زیادہ ناپسندیدہ ہو یا فی الحال نہ ہو تو فی المآل اسکا احتمال ہے پس ان دونوں احتمالوں کا متحضر رکھنا علاج کے لیے کافی ہے انسان اس سے زیادہ کا مکلّف نہیں۔ اھ۔

۵۷- نماز قضاء ہونے پر رنج

ایک طالب نے لکھا کہ پہلے کبھی میری صبح کی نماز قضا ہو جاتی تھی تو مجھ کو بہت رونا آتا تھا اور اب یہ حالت ہوگئی ہے کہ کبھی صبح کی نماز قضا ہو جاتی ہے تو کچھ رنج نہیں ہوتا۔ حضور والا مجھ کو دل پر سیاہی معلوم ہوتی ہے اصلاح فرمائیں۔ اس پر تحریر فرمایا کہ رنج طبعی مقصود نہیں رنج عقلی مقصود ہے وہ حاصل ہے۔ چنانچہ رنج نہ ہونے پر افسوس ہونا یہ رنج عقلی ہے۔ اھ

۵۸- نماز میں دھیان کا طریقہ

ایک طالب نے نماز میں خشوع کی دشواریاں لکھی تھیں جواب تحریر فرمایا کہ جیسے طبیعت کو آزاد چھوڑ دینا مضر ہے اسی طرح زیادہ مقید کرنے سے بھی تنگ ہو جاتی ہے۔ بس

نماز میں اتنی توجہ کافی ہے جیسے کسی کو کوئی سورت کچی یاد ہو اور سرسری طور پر سوچ کر پڑھتا ہے اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں پھر اگر اس کے ساتھ بھی وساوس آئیں ذرا مضر نہیں۔ اھ

اسی طرح ایک ذی علم صاحب اجازت نے استفسار کیا کہ کسی طاعت میں دوسری طاعت مثلاً کسی شرعی مسئلہ کا قصداً سوچنا یا کسی سفر طاعت کا نظام ذہن میں قصداً طے کرنا مخل خشوع ہے یا نہیں۔ اس کا یہ جواب تحریر فرمایا کہ یہ مسئلہ دقیق ہے قواعد سے اس کے متعلق عرض کرتا ہوں اس وقت دو حدیثیں میری نظر میں ہیں ایک مرفوع جس میں یہ جزو ہے۔ صلی رکعتین مقبلا علیهما بقلبه دوسری موقوف حضرت عمرؓ کا قول جس میں یہ جزو ہے انی لاجهر جیشی و انا فی الصلوٰۃ مجموعہ روایتین سے اخلاص کے دو درجہ مفہوم ہوئے ایک یہ کہ جس طاعت میں مشغول ہے اس کے غیر کا قصداً استحضار بھی نہ ہو اگر چہ وہ بھی طاعت ہی ہو دوسرا درجہ یہ ہے کہ دوسری طاعت کا استحضار ہو جائے اور ان دونوں میں یہ امر مشترک ہے کہ اس دوسری طاعت کا اس طاعت سے قصد نہیں ہے مثلاً نماز پڑھنے سے یہ غرض نہیں کہ نماز میں یکسوئی کے ساتھ تجہیز جیش کریں گے پس حقیقت اخلاص تو دونوں میں یکساں ہے اس میں تشکیک نہیں۔ عوارض کے سبب ان میں تفاوت ہو گیا اور درجہ اول اکمل اور دوسرا درجہ اگر بلا عذر ہے تو غیر اکمل ہے اور اگر عذر سے ہے تو وہ بھی اکمل ہے جیسے حضرت عمرؓ کو ضرورت تھی اور اس کا معیار اجتہاد ہے لیکن ہر حال میں اخلاص کے بالکل خلاف نہیں البتہ خشوع کے خلاف ہونا نہ ہونا نظری ہے۔ میرے ذوق میں بصورت عذر یہ خلاف خشوع بھی نہیں اگر ضرورت ہو آپ اس پر سوال کو منطبق کر لیجئے۔

اسی طرح ایک طالب نے یہ شکایت لکھی کہ تراویح میں قرآن شریف سناتے وقت خشوع و خضوع نہیں ہوتا ہر رکعت میں یہ عزم کر لیتا ہوں کہ اب جناب حق تعالیٰ کی طرف عجز و نیاز کے ساتھ خیال رکھوں گا مگر جب قرآن شریف شروع کرتا ہوں تو اسی خیال میں قرأت ختم ہو جاتی ہے کہ کہیں بھول نہ جاؤں بہت افسوس ہوتا ہے دعا فرمادیں کہ میری یہ تمنا پوری ہو۔ اھ۔ جواب تحریر فرمایا کہ خشوع سکون کا نام ہے اور یہ خیال کہ کہیں بھول نہ جاؤں حرکت ہے جو سکون کی ضد ہے اور کوئی شے اپنی ضد کے ساتھ مجتمع نہیں ہوتی اور یہ خیال طبعاً

لازم ہے اس لیے حصول خشوع اس حالت میں عادۃً متعذر ہے تو اس کا اہتمام ہی تکلیف مالا یطاق ہے لیکن یہ خشوع نہ ہونا مضر اور قابل افسوس اس لیے نہیں کہ جو مقصود ہے خشوع سے کہ غیر مقصود کی طرف توجہ نہ ہو وہ حاصل ہے پس گویا خشوع اگر صورتاً نہیں مگر معنی حاصل ہے کیونکہ یہ خیال تکمیل ہے طاعت کی اور طاعت مقصود ہے پس یہ توجہ الی المقصود ہے۔ چنانچہ بعض احادیث فصل خشوع میں **لم یحدث فیھا نفسه بشئ من الدنیا** اور بعض میں **الابخیر** وارد ہے اس کی توضیح رسالہ تشرف اول کتاب الصلوٰۃ میں قابل مطالعہ ہے۔ ہاں طبعاً ناگواری یہ نظیر ہے۔ استغفار عن الغین کی۔

تذکیر نعمت۔ یہ تحقیق منجملہ منن عظیمہ الٰہیہ ہے جس میں کسب کا دخل نہیں اس کی بے قدری نہ کی جائے میں بھی اسی میں مبتلا تھا حق تعالیٰ نے حقیقت منکشف فرمائی آگے اپنی ہمت ہے۔ اھ

اسی طرح ایک طالب علم نے کوئی ایسا علاج پوچھا جس سے ہمیشہ توجہ الی اللہ رہے۔ جواب تحریر فرمایا کہ توجہ جو درجہ عمل میں ہے وہ اختیار میں ہے اس کا علاج قصد اور استحضار ہے اور جو توجہ درجہ حال میں ہے وہ توجہ کے درجہ مذکورہ سے از خود حاصل ہو جاتی ہے۔ اھ

۵۹۔ شمس الفضائل لطمس الرذائل

ایک طالب نے کبر کے متعلق بہت سی تفصیلات و جزئیات لکھ کر یہ درخواست کی کہ اگر مجھ میں تکبر ہے تو اس کا علاج تجویز فرمائیں۔ حضرت والا نے مفصل جواب تحریر فرمایا اور اس کا ایک نام بھی بمناسبت نام سائل رکھ دیا یعنی **شمس الفضائل لطمس الرذائل** وہ جواب ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

''یہاں کئی چیزیں ہیں متشابہ جن میں کبھی اشتباہ ہو جاتا ہے۔ کبر و عجب وحب جاہ و ریاو خجلت پھر ہر ایک میں دو دو درجے ہیں۔ حقیقت وصورت تو یہ دس چیزیں ہیں اور ہر ایک میں کلام طویل ہو سکتا ہے مگر مختصر بقدر ضرورت جس سے تھوڑی مناسبت والے کو ہر درجہ میں سمجھنے میں ضروری بصیرت ہو سکتی ہے اور واقعات جزئیہ کو اس پر منطبق کر سکتا ہے لکھتا ہوں۔ باقی جس کو مناسبت ضروری بھی نہ ہو اس کے لیے نہ کلیات کافی ہیں نہ جزئیات کے لیے تحریر کافی ہے

بلکہ اس کو ضرورت ہے کہ جب کوئی واقعہ پیش آئے اسے کسی محقق کے سامنے پیش کرے اگر تنقیح کی ضرورت ہو اس کا بھی جواب دے پھر جو وہ فیصلہ کرے اس کو علماً و عملاً قبول کرے۔

وہ مختصر کلام یہ ہے کہ تکبر کا حاصل یہ ہے کہ کسی کمال دنیوی یا دینی میں اپنے کو با اختیار خود دوسرے سے اس طرح بڑا سمجھنا کہ دوسرے کو حقیر سمجھے تو اس میں دو جزو ہوں گے اپنے کو بڑا سمجھنا اور دوسرے کو حقیر سمجھنا یہ تو اس کی حقیقت ہے جو حرام اور معصیت ہے اور ایک اس کی صورت ہے کہ اس میں سب اجزاء ہیں بجز ایک جزو یعنی اختیار کے یعنی بلا اختیار ان اجزاء کا خیال آ گیا یہاں تک تو معصیت نہیں لیکن اس کے بعد اگر اس خیال کو با اختیار خود اچھا سمجھا یا باوجود اچھا نہ سمجھنے کے با اختیار خود اس کو باقی رکھا یہ حقیقت کبر کی ہو جائے گی اور معصیت ہوگی۔ اور یہ جو قید لگائی گئی ہے کہ دوسرے کو حقیر سمجھے یہ اس لیے کہ اگر کوئی واقعی بڑائی چھٹائی کا اس طرح معتقد ہو کہ دوسرے کو ذلیل نہ سمجھے تو وہ تکبر نہیں جیسے ایک شخص بیس برس کی عمر والا دو برس کے بچہ کو سمجھے کہ یہ مجھ سے عمر میں چھوٹا ہے یا ایک ہدایہ پڑھنے والا طالب علم نحو میر پڑھنے والے طالب علم کو سمجھے کہ یہ مجھ سے پڑھائی میں کم ہے یا ایک مالدار آدمی کسی مسکین کو سمجھے کہ مجھ سے مال میں کم ہے مگر اس کو حقیر نہیں سمجھتا تو وہ کبر نہیں البتہ اگر یہ تفاوت واقع کے خلاف ہو تو ایسا اعتقاد و کذب ہوگا مگر کبر و کذب متغائر ہیں۔

مگر ایسی بڑائی چھٹائی کا اعتقاد گو کبر تو نہیں لیکن اگر وہ محل تفاوت عرفاً یا شرعاً کمال ہو تو یہ اعتقاد و احیاناً مفضی کبر کی طرف ہو جاتا ہے اس لیے سد ذرائع کے طور پر اس کا بھی وہی علاج کرنا چاہیے جو حقیقت کبر کا علاج ہے اور وہ ایک خاص مراقبہ ہے جس کی ایسے ہر وقت میں تجدید و تکریر کر لی جائے جبکہ اس تفاوت کی طرف التفات ہو وہ مراقبہ یہ ہے کہ (الف) گو میرے اندر یہ کمال ہے مگر میرا پیدا کیا ہوا نہیں حق تعالیٰ کا عطا فرمایا ہوا ہے اور (ب) عطا بھی کسی استحقاق سے نہیں ہوا بلکہ محض موہبت و رحمت ہے پھر (ج) عطا کے بعد بھی اس کا بقاء میرے اختیار میں نہیں بلکہ حق تعالیٰ جب چاہیں سلب کر لیں اور (د) گو اس دوسرے شخص میں فی الحال یہ کمال نہیں ہے مگر فی المآل ممکن ہے کہ میرے کمال سے زیادہ اس کو یہ کمال اسی طرح حاصل ہو جائے کہ میں اس کمال میں اس کا محتاج ہو جاؤں

اور (ہ) اگر فی المآل بھی نہ ہو جیسا بعض اوقات ظاہری اسباب سے اس کا گمان غالب ہو تا ہے تو فی الحال ہی اس شخص میں کوئی ایسا کمال ہو جو مجھ سے مخفی ہو اور دوسروں پر ظاہر ہو یا سب ہی سے مخفی ہو حق تعالیٰ کو معلوم ہو جس کے اعتبار سے اس کے اوصاف کا مجموعہ میرے اوصاف کے مجموعہ سے اکمل ہو۔ اگر کسی کے کمال کا بھی احتمال قریب ذہن میں نہ آئے تو اس احتمال کو ذہن میں حاضر کرے کہ شاید یہ علم الٰہی میں مقبول ہو اور میں غیر مقبول ہوں۔ یا اگر میں بھی مقبول ہوں تو یہ مجھ سے زیادہ مقبول ہو تو مجھ کو کیا حق ہے کہ اسکو حقیر سمجھوں۔

اور (و) یہ خیال کرے کہ اگر بالفرض یہ سب امور میں مجھ سے کم ہی ہے تو ناقص کا کامل پر حق ہوتا ہے جیسا مریض کا صحیح پر ضعیف کا قوی پر فقیر کا غنی پر تو مجھ کو چاہیے اس پر شفقت و ترحم کروں اس کی تکمیل میں کوشش کروں اور اگر کسی طرح قدرت نہ ہو یا ہمت نہ ہو یا فرصت نہ ہو تو دعائے تکمیل ہی سے سہی اور اس خیال کے بعد تکمیل میں سعی شروع کر دے تو اس تدبیر سے اس کے ساتھ تعلق شفقت کا پیدا ہو جائے گا۔ اور طبعی خاصہ ہے کہ جس کی تکمیل و تربیت میں سعی کرتا ہے اس سے محبت ہو جاتی ہے اور محبت کے بعد تحقیر نہیں ہوتی

اور (ز) یہ بھی نہ ہو تو اس کے ساتھ لطف و اخلاق کے ساتھ کبھی کبھی بات چیت کر لیا کرے اس کا مزاج پوچھ لیا کرے اس سے جانبین میں تعلق ہو جاتا ہے اور ایسے تعلق کے بعد تحقیر معدوم ہو جاتی ہے۔ البتہ اگر وہ شخص ایسا ہے کہ شرعاً اس سے بغض رکھنا مامور بہ ہے تو تدابیر مذکورہ میں سے بعض کا استعمال اس عارض کے سبب نہ کیا جائے گا مگر بعض کا پھر بھی بغض کے ساتھ اجتماع ہو سکتا ہے ان بعض کو استعمال کرے۔

یہ سب کلام تو تکبر کے متعلق تھا اور عجب میں صرف ایک قید کم ہے باقی سب اجزاء وہی ہیں یعنی اس میں دوسروں کو چھوٹا سمجھنا نہیں صرف اپنے کو بڑا سمجھنا ہے اس میں بھی حقیقت اور صورت کے ویسے ہی درجے ہیں اور وہی احکام ہیں اور معالجات مذکورہ میں سے جن میں دوسرے کا تعلق نہیں وہ سب معالجات اس میں بھی ہیں اور ایک چیز اشیاء خمسہ مذکورہ میں سے حُبّ جاہ ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ جیسا اپنے کو اپنے دل میں بڑا سمجھتا ہے اس کی بھی کوشش کرتا ہے کہ دوسرے بھی مجھ کو بڑا سمجھیں اور میرے ساتھ تعظیم و اطاعت و خدمت کا معاملہ

کریں چونکہ اس کا منشاء بھی تکبر یا عجب ہی ہے اس لیے اس کے اقسام و احکام و درجات و معالجات وہی ہیں جو کبر میں گزرے اور اشیاء خمسہ مذکورہ میں سے ایک چیز ریاء ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ کسی عمل دنیوی یا دینی کو لوگوں کی نظر میں بڑائی حاصل کرنے کا ذریعہ بنا دے۔ اشیاء اربعہ مذکورہ میں یہ ذریعہ بنانے کی قید نہ تھی چونکہ یہ بھی کبر اور عُجب ہی سے پیدا ہوتا ہے اس میں بھی سب وہی درجات و اقسام و احکام و معالجات ہیں اور سب احکام کلی ہیں۔

کبھی کبھی خصوصیت مقام سے بعض نئی صورتیں یا نئے معالجات بھی ثابت ہوتے ہیں جو مُربی کی رائے پر متعین کئے جاتے ہیں۔ سب سے اخیر کی ایک قسم خجلت ہے وہ ایک طبعی انقباض ہے جو خلاف عادت کام کرنے سے یا حالت پیش آنے سے بلا اختیار نفس پر وارد ہوتی ہے اور سالک کو بعض اوقات غایت احتیاط کے سبب اس پر شبہ ہو جاتا ہے کبر وغیرہ کا مگر واقع میں وہ کبر نہیں ہوتا اور معیار اس کا یہ ہے کہ جس طرح یہ شخص ایک دنی یا خسیس کام کرنے سے شرماتا ہے اگر کوئی شخص اس کے ساتھ غایت درجہ کی تعظیم و تکریم کا معاملہ دل سے کرے تب بھی اس کو ویسا ہی انقباض ہوتا ہے یا نہیں اگر ہوتا ہے تو خجلت ہے ورنہ کبر یہ تو اس کی حقیقت ہے جو غیر اختیاری ہونے کے سبب مذموم نہیں اور ایک صورت ہے کہ واقع میں تو کبر وغیرہ ہے مگر نفس نے تاویل کر کے اس کو خجلت میں داخل کر کے تسلی حاصل کر لی۔ یہ اختیاری ہونے کے سبب مذموم ہے بلکہ دوسرے ذمائم مذکورہ سے بھی اشنع ہے کیونکہ تاویل کر کے غیر مباح کو مباح بنایا ہے جو اعلیٰ درجہ کی تلبیس و تدلیس ہے تو اور اقسام میں تو حقیقت مذموم تھی اور صورت غیر مذموم اور اس میں بالعکس جیسا مع الدلیل گزر چکا۔ چونکہ واقعات ثمانیہ میں سب اقسام کے اجزاء مذکور ہیں اس لیے سب اقسام کی تحقیق کی گئی (طالب کے خط میں کبر کی آٹھ مثالیں مذکور تھیں جن کے بارہ میں تحقیق مطلوب تھی ۱۲)

اب اخیر میں ایک معالجہ ممتدہ ذکر کرتا ہوں کیونکہ معالجات مذکورہ وقتی تھے جن سے اثر کا رسوخ نہیں ہوتا الا نادراً اور مبتدی کو ایک معتد بہا مدت تک اس معالجہ کی ضرورت ہے وہ یہ کہ بتکلف اوضاع و اطوار و عادات قلیل اسجاہ لوگوں کے اختیار کرے حتیٰ کہ تواضع راسخ ہو جائے گی مگر اس میں بھی اس کا خیال رکھے کہ غایت درجہ کی دناءت و خِست کو اختیار نہ کرے

جس سے تواضع کی شہرت ہو جائے۔ اس کے بعد انہیں صاحب نے قلیل اسجاہ لوگوں کے اوضاع و اطوار و عادات کی تفصیل پوچھی تو تحریر فرمایا کہ ان کی جزئیات کا استیعاب کیسے ہوسکتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ وہ امور اختیار کیے جن سے ایک گونہ نفس کو انقباض ہو مگر دوسروں کی نظر میں وہ قابل التفات نہ ہوں جس سے شہرت تواضع کا احتمال ہو۔ اھ

۶۰- کُلفت کا علاج

ایک طالب نے لکھا کہ خاکسار کو ایک مرض ہے کہ اگر کوئی شخص مجھے کسی قسم کی تکلیف و نقصان پہنچاوے تو چین نہیں آتا ہے جب تک اس سے انتقام نہ لوں۔ اھ۔ اس کا جواب تحریر فرمایا کہ چین نہ آنا معصیت نہیں صرف کلفت ہے جس کا تحمل مجاہدہ اور موجب اجر ہے تو چین نہ آنا مضر نہ ہوا بلکہ نافع ہوا باقی کلفت کا علاج یہ معلم دین کا منصب نہیں لیکن تبرعاً وہ بھی لکھے دیتا ہوں کہ چند روز تحمل کرنے سے یہی عادت ہو جائے گی پھر اس درجہ کلفت نہ ہوگی۔ اھ

۶۱- احباب و اقارب سے محبت کا مقصود

ایک طالب نے لکھا تھا کہ احباب و اقارب سے تعلقات و محبت جیسی پہلے تھی اب نہیں اس پر افسوس ظاہر کیا اور یہ بھی لکھا تھا کہ یہ حالت سنت کے خلاف معلوم ہوتی ہے۔ اس پر تحریر فرمایا کہ سب حالت ٹھیک ہے یہ سنت مقصود بالذات نہیں۔ مقصود بالذات ادائے حقوق ہے وہ حاصل ہے۔ بعض طبائع ایسی ہیں کہ اس سنت کا اہتمام کریں تو ان سے فرض ہی فوت ہو جائے یعنی تعلق بحق اس لیے ان کے حق میں یہی انفع و اصلح ہے جو پیش آ رہا ہے۔ اھ

۶۲- اپنی ذلّت برداشت نہ کرنا

ایک طالب نے لکھا کہ میں اپنے کو کسی سے بڑا نہیں سمجھتا مگر باوجود اس کے نفس اس بات کو بالکل برداشت نہیں کرتا کہ ذلت ہو بس دل یوں چاہتا ہے کہ کوئی عزت بے شک نہ کرے بڑا قطعاً نہ سمجھے مگر کوئی ایسی بات نہ کرے جس سے ذلت ہو۔ میلے کپڑے پہننے سے بھی عار آتی ہے کہ دیکھنے والے ذلیل سمجھیں گے۔ اھ

اس کا جواب تحریر فرمایا کہ شریعت میں یہی حکم ہے **لا ینبغی للمومن ان یذل نفسہ**

جب تک حالت غالب نہ ہو یہی طریق ہے مگر جب حال غالب ہو جاتا ہے تو ذلت کو عزت سے زیادہ عزیز سمجھتا ہے مگر وہ غیر اختیاری ہے اگر نہ ہو تمنا نہ کرے اگر ہو جائے ازالہ نہ کرے۔اھ

۶۳-کھانے کی حرص

ایک طالب نے لکھا کہ کثرت اکل اور حرص طعام کا مرض بہت عرصہ سے ہے جس کو تبلیغ دین میں سب گناہوں کی جڑ بتلایا ہے جواب تحریر فرمایا کہ جن کے قویٰ اچھے تھے ان کے حق میں یہ مرض ہو جاتا تھا اب خود قوی ضعیف ہیں اس لیے قلت اکل کی غرض خود حاصل ہے اب یہ مرض نہیں اھ۔ اسی طرح ایک طالب کو یہ تحریر فرمایا کہ تقلیل طعام فی نفسہ مقصود نہیں مقصود کسر قوت بہیمیہ ہے اور اس کسر سے بھی مقصود کف النفس عن المعاصی ہے پس اگر یہ کف عن المعاصی بدوں تقلیل طعام میسر ہو جائے تو تقلیل طعام ضروری نہیں بلکہ اس زمانہ میں اکثر اس سے ضعف ہو جاتا ہے جس سے دوسری مضرتیں جسمانی و نفسانی پیدا ہو جاتی ہیں اس لیے بلا ضرورت مناسب نہیں۔اھ

۶۴-قبض و بسط کی حالتیں

ایک طالب نے ایک طویل خط میں اپنی متضاد حالتیں لکھی تھیں یعنی اولاً سخت پریشانی ناقابل تحمل جس میں خواب و خور سب اُڑ گیا اس کے بعد مبشرات رویا سے فرح و سُرور۔اس کا یہ جواب تحریر فرمایا کہ وہ پہلی حالت قبض کی تھی۔ دوسری حالت بسط کی اور قبض جتنا شدید ہوتا ہے اتنا ہی بسط قوی ہوتا ہے اس لیے ائمہ طریق نے فرمایا کہ قبض سے پریشان نہ ہونا چاہیے وہ سب مقدمات ہوتے ہیں بسط کے مبارک ہو۔ یہ حالات کس کو نصیب ہوتے ہیں مگر ایسی حالت میں غذائے لطیف اور مفرحات و مقویات کا استعمال رکھنا ضروری ہے گو دل نہ چاہے۔اھ

۶۵-خطرہ پر پریشان ہونا

ایک طالب نے لکھا کہ میں معمولی سے خطرہ پر پریشان ہو جاتا ہوں معلوم ہوتا ہے کہ مجھ میں توکل نہیں ہے اس معصیت سے بچنے کا علاج ارشاد فرما دیں۔اس کا جواب تحریر فرمایا کہ نہ یہ معصیت ہے نہ توکل کے خلاف ہے کیونکہ توکل کی حقیقت ہے غیر متصرف حقیقی سے

قطع نظر کرنا اور یہ قطع نظر اعتقاداً کرنا تو فرض ہے اور عملاً اسباب ظنیہ کے ترک سے بشرط تحمل مستحب ہے اور جو اسباب عادۃً یقینی یا مثل یقینی کے ہیں ان کا ترک کرنا معصیت ہے بجز اہل حال کے کہ ان کو اس کی بھی اجازت ہے اور یہ سب تفصیل اسباب دنیویہ میں ہے اور اسباب دینیہ کو ترک کرنا توکل نہیں ہے۔اھ

۶۶-شک پیدا ہو جانے کی بیماری

ایک طالب نے لکھا کہ میری طبیعت کچھ شکی واقع ہوئی ہے مخالفین کے اعتراض سن کر یا کسی کتاب میں دیکھ کر طبیعت متردد ہو جاتی ہے اس سے بفضلہٖ تعالیٰ عمل میں تو کوئی فرق نہیں آتا البتہ عبادت میں وہ پہلی سی دلچسپی نہیں رہتی اور دل رنجیدہ اور اندوہگیں سا رہتا ہے۔ساتھ ہی اس تردد کو مکروہ اور برا جانتا ہوں۔اھ

جواب تحریر فرمایا کہ ایسی چیز مت دیکھو جس سے شک یا تردد پیدا ہو اور جو بلا قصد ایسی بات کان میں پڑ جائے اور یہی حالت پیدا ہو جائے تو اس کو کسی خاص تدبیر سے زائل کرنے کی ضرورت نہیں کہ اس اہتمام سے پریشانی بڑھے گی۔اور ہمیشہ کے لیے ایک مستقل شفا ہو جائے گا بلکہ بجائے تدبیر کے اس سے بے التفاتی اختیار کرو اور کتنا ہی وسوسہ ستاوے بالکل پروا مت کرو البتہ دعا اور تضرع کرتے رہو اور اس کو کافی سمجھو انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد طبیعت صاف ہو جائے گی اور جب یہی عادت ہو جائے گی تو قلب میں ایسی قوت پیدا ہو جائے گی کہ وہ ایسی چیزوں سے متاثر نہ ہوگا یہ ہے حکمی نسخہ جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ابھی دو چار ہی دن ہوئے کہ عطا ہوا ہے جو بہت بڑا علم ہے والحمد للہ۔اھ۔

۶۷-بخل کے دو درجے

ایک طالب کے استفسار پر تحریر فرمایا کہ بخل کے دو درجے ہیں۔ایک خلاف مقتضائے شریعت اور یہ معصیت ہے۔دوسرا خلاف مقتضائے مروت اور یہ معصیت نہیں۔فضیلت تو یہ ہے کہ یہ بھی نہ ہو اور تدبیر اس کی یہ ہے کہ اس مقتضا کی مخالفت کی جائے لیکن اگر ہمت نہ ہو تو کوئی فکر کی بھی بات نہیں اھ۔

۶۸-غفلت کا سبب اور علاج

ایک طالب نے لکھا کہ مختصر سے مختصر ذکر کا معمول رکھا تھا اس پر بھی مداومت نہیں ہوتی جماعت نماز میں بھی اکثر مسبوق ہونے کی نوبت آتی ہے جب ایسا ہوتا ہے تو آئندہ کے لیے احتیاط کا عزم کر لیتا ہوں مگر پھر جس دینی یا دنیوی مشغلہ میں ہوتا ہوں اس کو فوراً چھوڑ دینے اور جماعت اور تکبیر اولیٰ کی طرف سبقت کرنے میں غفلت آ جاتی ہے۔ اس کا جواب تحریر فرمایا کہ اس کا سبب ضعف جسمانی ہے۔ جس کا اثر عزم پر طبعاً ہوتا ہے جس میں ایک گونہ غیر اختیاریت کا بھی درجہ ہے مگر یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے کہ اس کا احساس اور اس کا تعلق ہے۔ اس میں لگا رہنا چاہیے۔ انشاء اللہ اسی کی برکت سے درجہ مطلوبہ بھی میسر ہو جائے گا حقیقۃً یعنی وقوعاً یا حکماً یعنی اجراً و اثراً یہ حالت ضعفاء کو بکثرت پیش آتی ہے لیکن۔

چھیڑ خوباں سے چلی جائے اسد گر نہیں وصل تو حسرت ہی سہی

چلنے سے نہ رکیں۔

۶۹-فضول گوئی کا علاج

ایک طالب نے فضول گوئی کا مرض لکھا اور اس کا سبب یہ لکھا کہ جب مجھ کو خوشی ہوتی ہے یا کوئی فکر نہیں ہوتا تو ایک جوش سا پیدا ہوتا ہے اور اس میں بہت باتیں کرتا ہوں۔ یہاں تک کہ فحش اور غیبت تک نوبت پہنچ جاتی ہے اور جب تک یہ نوبت نہیں آتی وہ جوش کم نہیں ہوتا اس کا یہ علاج تحریر فرمایا کہ علاج کی حقیقت ہے ازالہ سبب مرض جب مرض کا سبب جوش ہے خوشی کا۔ اس کا علاج اس جوش کا فرو کرنا اور س خوشی کو اس کی ضد یعنی فکر وغم سے مغلوب کرنا ہے اور سب سے زیادہ فکر وغم کی چیز موت واحوال بعد الموت ہیں یعنی واقعات برزخ ومحشر وصراط وعقوبات معاصی پس ایسے وقت میں ان واقعات کو مستحضر کر لیا جائے اگر ویسے استحضار ضعیف ہو تو کوئی کتاب اس مضمون کی لیکر مطالعہ شروع کر دیا جائے اور بہتر ہے کہ فوراً خلوت میں جا کر مراقبہ یا مطالعہ کیا جائے اس کا علاج تو فوراً ہو جائے گا پھر اگر ضعف طبیعت سے ہیبت کے غلبہ سے تکلیف ہونے لگے تو رحمت ورجاء کی حدیثوں کو مستحضر کر لیا

جائے بس اعتدال ہو جائے گا اور اصل خوشی رہ جائے گی جو مامور بہ ہے۔ قل بفضل اللہ و برحمۃ فبذلک فلیفرحوا۔ اور یہ فضول حصہ خوشی کا زائل ہو جائے گا جو منہی عنہ ہے۔ لا تفرح ان اللہ لا یحب الفرحین۔ اھ۔

۷۰۔ نماز میں وسوسے آنا

ایک طالب نے لکھا کہ نماز میں باوجود بار بار توجہ کرنے کے وساوس کا ہجوم رہتا ہے جواب تحریر فرمایا کہ عبد اپنے حد اختیار ہی تک کا مکلّف ہے اور اختیار اسی قدر ہے کہ حدیث النفس کو قصد وارادہ سے نہ لاوے اور جب بلا قصد وارادہ آ جائے اس کو دفع کر دے اور دفع کی سہل صورت یہ ہے کہ دوسری ایسی چیز کی طرف متوجہ ہو جائے جس کا عبادت سے تعلق ہے۔ اس کی کئی صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ ذات حق کی طرف متوجہ ہو جائے خواہ تصور کے درجہ میں خواہ کسی تصدیق کے درجہ میں مثلاً اللہ تعالیٰ مجھ کو دیکھ رہے ہیں اور دوسرے یہ کہ حساب و کتاب کے آنے والے وقت کو مثل حاضر کے فرض کر لیا جائے کہ گویا میں اللہ تعالیٰ کے روبرو حساب کے لیے کھڑا ہوں اور مجھ کو حکم ہوا ہے کہ عبادت مطلوبہ کا نمونہ پیش کرو وہ اگر حسب پسند ہوئی تو حساب میں رعایت کا سبب ہو جائے گی۔ تیسرے یہ کہ فرض کرے کہ یہ گویا بالکل آخری نماز ہے شاید اس کے بعد عمر ختم ہو جائے اور پھر نماز نصیب نہ ہو۔ چوتھے یہ کہ گویا خانہ کعبہ میرے سامنے ہے اور اس پر تجلیات نازل ہو رہی ہیں اور اس سے وہ تجلیات میری طرف آ رہی ہیں اور جتنی اچھی نماز پڑھوں گا وہ تجلیات زیادہ فائض ہوں گی۔ پانچویں یہ کہ جو الفاظ منہ سے نکلتے ہیں ان کی طرف توجہ رکھے۔ خواہ بلا تصور معانی کے خواہ مع تصور معانی کے اور اس توجہ کی سہل صورت یہ ہے کہ کوئی لفظ یاد سے نہ پڑھے بلکہ مستقل ارادہ سے پڑھے یا شیخ کامل اور کسی ایسی ہی چیز کا تصور تجویز کر دے اس کا استعمال کرے۔ ان تدبیرات سے وہ وساوس جو بلا اختیار آئے تھے دفع ہو جائیں گے اور اول اول جب تک اس طریق کی مشق نہ ہو کبھی کبھی یہ تصورات زائل اور وساوس پھر حاضر ہو جاتے ہیں اس کا علاج یہ ہے کہ جب تنبہ ہو فوراً اس توجہ کی تجدید کر لی جائے۔ شدہ شدہ توجہ الی العبادت کو رسوخ ہو جائے گا اور اگر اس رسوخ میں دیر ہو گھبراوے نہیں اس عمل کو جاری رکھے کیونکہ یہ

رسوخ کا مکلّف نہیں عمل کا مکلّف ہے حتیٰ کہ اگر عمر بھر بھی رسوخ نہ ہو تو مقصود میں کوئی خلل نہیں کمال عبادت اور اجر اور قرب میں ذرا کمی نہ ہوگی۔

۷۱-غیبت کا علاج

ایک طالب کے استفسار کا یہ جواب تحریر فرمایا کہ جب کبھی کسی کی شکایت زبان سے نکلے مجمع میں اس شخص کی خوبیاں بیان کرنا چاہیے کیونکہ کوئی نہ کوئی خوبی تو ہوگی۔اھ

۷۲-عدمِ استقلال کا علاج

ایک طالب نے عدم استقلال کا علاج پوچھا تحریر فرمایا کہ العلاج بالضد اور اس ضد میں اول تکلف ہوتا ہے پھر اعتیاد پھر رسوخ بس نفس تکلف سے گھبراتا ہے یہی راز ہے عدم استقلال کا۔ورنہ نفس اگر تکلف کی کلفت برداشت کرے تو عدم استقلال کی کوئی وجہ نہیں اور یہی علاج ہے۔

۷۳-مال کی طبعی محبت

ایک طالب نے حب مال کے کچھ آثار لکھ کر پوچھا کہ ان میں کوئی گناہ اور مفسدہ تو نہیں جواب تحریر فرمایا کہ الحمدللہ نہ کوئی مفسدہ ہے نہ گناہ ہے۔ یہ سب آثار حب مال کے تو ہیں مگر یہ حب طبعی ہے جو کہ مذموم نہیں نہ کہ حب اعتقادی یا عقلی جو کہ مذموم ہے۔ حضرت عمرؓ نے فتح فارس ومشاہدہ غنائم کے وقت یہی دعا کی تھی کہ اے اللہ آپ کا ارشاد ہے زین للناس حب الشهوات الا یه (جعلؓ المزین هو اللّٰه تعالیٰ وهو احد وجوه الاية) جب آپ نے یہ حُب پیدا کی ہے تو فطری ہوئی اس لیے ہم اس کے ازالہ کی درخواست نہیں کرتے کہ جبلیات نہیں بدلا کرتے البتہ اس کی درخواست کرتے ہیں کہ اس حُب کو اپنے حُب میں معین فرمایا کہ یہ اسباب طاعت میں سے ہو جائے اور موانع طاعت کے لیے (جیسے ناداری کی پریشانی وغیرہ) یہ سد باب ہو جائے کہ جبلیات کا ان کے مصرف میں صرف ہونا یہی ان کی تعدیل اور یہی مامور بہ ہے (اس میں اپنے ضعف اور حکمت تخلیق مال کی طرف بھی ارشاد فرما دیا) اور یہی امر مصرح ہے دوسری آیت میں قل ان کان اباء کم و ابناء کم الیٰ قوله تعالیٰ احب الیکم من اللّٰه و رسوله (علق الوعيد بالاحبية لا بالحب) البتہ اس

1 حب طبعی کے آثار بعض اوقات منجر ہو جاتے ہیں بعض غوائل کی طرف سواس کا وہی تدارک ہے جو آپ نے کرلیا فھنیاً لکم العلم و العمل و اللہ اعلم۔

۴۷۔ شیخ و معالج کی ضرورت کیوں ہے؟

ایک طالب نے یہ اشکال لکھا کہ جب مامورات و منہیات شرعیہ اختیاری ہیں اور حضرت کی تصنیفات سے معلوم ہوا کہ سارے امراض کا علاج یہی ہے کہ اپنے اختیار سے رُکے تو پھر اس قائدہ کلیہ کے علم کے بعد شیخ اور معالج کی کیا حاجت باقی رہتی ہے جواب تحریر فرمایا کہ مامورات و منہیات سب اختیاری ہیں پس مامورات کا ارتکاب اور منہیات سے اجتناب بھی سب اختیاری ہیں لیکن اس میں کچھ غلطیاں ہو جاتی ہیں۔ کبھی تو یہ کہ حاصل کو غیر حاصل سمجھ لیا جاتا ہے کبھی اس کا عکس مثلاً ایک شخص نے نماز میں خشوع کا قصد کیا اور وہ اپنی حقیقت کے اعتبار سے حاصل بھی ہو گیا مگر ساتھ ہی ساتھ وساوس و خطرات کا ہجوم بھی ہوتا رہا یہ شخص اس کو خشوع کا مضاد سمجھ کر خشوع کو غیر حاصل سمجھا یا ابتدائی عبادت میں وساوس غیر اختیاری تھے مگر اسی سلسلہ میں وہ وساوس اختیاریہ کی طرف منجر ہو گئے اور یہ ابتداء کے دھوکہ میں رہ کر خشوع کو باقی سمجھا حالانکہ وہ زائل ہو چکا۔ اور کبھی غیر راسخ کو راسخ سمجھ لیا جاتا ہے۔ مثلاً دو چار خفیف حادثوں میں رضا بالقضاء کا احساس ہوا یہ سمجھ گیا کہ یہ ملکہ راسخ ہو گیا پھر کوئی بڑا حادثہ واقع ہوا اور اس میں رضا نہیں ہوئی یا درجہ مقصود تک نہیں ہوئی مگر یہ اسی دھوکہ میں رہا کہ اس میں رسوخ ہو چکا ہے اب بھی رضا معدوم یا ضعیف نہیں ہے اور حاصل کو غیر حاصل سمجھنے میں یہ خرابی ہوتی ہے کہ شکستہ دل ہو کر اس کا اہتمام چھوڑ دیتا ہے پھر وہ سچ مچ زائل ہو جاتا ہے اور اس کے عکس میں یہ خرابی ہوتی ہے کہ اس کا اہتمام ہی نہیں کرتا اور محروم رہتا ہے اور غیر راسخ کو راسخ سمجھنے میں بھی وہی خرابی عدم اہتمام تکمیل کی ہوتی ہے کبھی یہ غلطی ہوتی ہے کہ حاصل راسخ کو زائل سمجھ لیتا ہے۔ مثلاً شہوت حرام کی مقاومت کی اور وہ زمانہ غلبہ آثار ذکر کا تھا اس لیے داعیۂ شہوت کا حرام کا ایسا مضمحل ہو گیا کہ اس کی طرف التفات بھی نہیں ہوتا پھر ان آثار کا جوش و خروش کم ہونے سے طبعی التفات گو درجہ ضعیفہ میں سہی ہونے لگا۔ یہ شخص یہ سمجھ گیا کہ مجاہدہ بیکار گیا اور شہوت حرام کا رذیلہ پھر عود کر آیا

پھر اصلاح سے مایوس ہو کر سچ مچ بطالت وخلاعت میں مبتلا ہو گیا۔

یہ چند مثالیں ہیں غلطیوں کی اور ان کے مضار کی اگر کسی شخص سے تعلق ہو اور اس پر اعتماد ہو تو اس کو اطلاع کرنے سے وہ اپنی بصیرت وتجارب کے سبب حقیقت سمجھ لیتا ہے اور ان اغلاط پر مطلع کرتا ہے اور یہ ان مضرتوں سے محفوظ رہتا ہے اور فرضا سالک اگر ذکاوت و سلامت فہم کے سبب خود بھی مطلع ہو سکے مگر ناتجربہ کاری کے سبب مطمئن نہیں ہوتا اور مشوش ہونا مقصود میں مخل ہوتا ہے۔ یہ تو شیخ کا اصلی منصبی فرض ہے اور اس سے زیادہ اس کے ذمہ نہیں لیکن تبرعاً وہ ایک اور بھی خدمت کرتا ہے وہ یہ کہ مقصود یا مقدمہ مقصود کی تحصیل میں اور اسی طرح کسی ذمیمہ یا مقدمہ ذمیمہ کے ازالہ میں طالب کو مشقت شدہ پیش آتی ہے گو تکرار مباشرۃ اور تکرار مجانبت سے وہ مشقت اخیر میں مبدل بہ یسر ہو جاتی ہے لیکن شیخ تبرعاً کبھی ایسی تدابیر بتلا دیتا ہے کہ اول امر ہی سے مشقت نہیں رہتی یہ ایک اجمالی تحقیق تقریب فہم کے لیے ہے باقی ضرورت شیخ کا مشاہدہ اس وقت ہوتا ہے جب کام شروع کر کے اپنے احوال جزئیہ کی اس کو بالالتزام اطلاع کرتا رہے اور اس کے مشورہ کا اتباع کرتا رہے اور یہ اتباع کامل اس وقت ہو سکتا ہے جب اس پر اعتماد ہو اور اس کے ساتھ تعلق انقیاد ہو۔ اس وقت حساً معلوم ہو گا کہ بدن شیخ کے مقصود کا حاصل ہونا عادۃً متعذر ہے۔ الا نادراً والنادر کالمعدوم پھر اس ضرورت میں تفاوت فہم واستعداد کے اعتبار سے تفاوت بھی ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ متقدمین کو کم ضرورت تھی۔ اھ

۷۵۔ عمل بلا رسوخ

ایک طالب نے لکھا کہ کوئی محمود کیفیت راسخ نہیں، تحریر فرمایا کہ رسوخ کی طرف التفات نہ فرمایا جائے۔ رسوخ سے مقصود عمل ہے۔ عمل سے رسوخ مقصود نہیں۔ اگر عمل بلا رسوخ ہوتا رہے۔ مقصود حاصل ہے۔ اھ

اسی طرح ایک طالب نے حصول یقین کا طریقہ دریافت کیا تو تحریر فرمایا کہ اول بہ تکلف عمل کرنا چاہیے اس کی برکت سے یقین پیدا ہو جاتا ہے اور کوئی طریقہ نہیں اھ۔

۷۶۔نفسانی شہوت کا علاج

ایک طالب نے نفسانی شہوت کے معاصی کا علاج پوچھا تحریر فرمایا کہ علاج یہی ہے کہ بزرگوں کے تذکرہ کی کتابیں پابندی سے دیکھو اور کسی وقت خلوت میں معاصی پر جو وعیدیں اور عقاب وارد ہوا اس کو سوچا کرو اور وسوسۂ معصیت کے وقت بھی ایسے ہی استحضار کی تجدید کرلو انشاء اللہ تعالیٰ نفس سے تقاضا جاتا رہے گا اور اگر خفیف میلان ہو تو اس کا مقابلہ ہمت سے کرو بدوں ہمت کے کوئی تدبیر کافی نہیں۔اھ

۷۷۔غصہ کا علاج

ایک طالب کو غصہ کا یہ علاج تحریر فرمایا کہ مغضوب علیہ کو اپنے پاس سے جدا کر دیا جائے یا اس کے پاس سے خود جدا ہو جائیں اور فوراً کسی شغل میں لگ جائیں۔اھ

اسی طرح ایک طالب نے غصہ کا ترک پوچھا تو تحریر فرمایا کہ اس کا التزام کرلیں کہ جب ایسا ہو جائے اس مغضوب علیہ کو کچھ ہدیہ دیا کریں گو قلیل ہی مقدار میں ہو۔اھ

اسی طرح ایک طالب کو غصہ کا یہ تدارک تحریر فرمایا کہ ایسے بے جا اور بے حد غصہ پر دو وقت کا فاقہ کرو۔اھ

اسی طرح ایک طالب کے خط میں احقر نے غصہ کا یہ تدارک حضرت والا کا تحریر فرمایا ہوا دیکھا کہ جس پر غصہ کیا جائے بعد غصہ فرو ہو جانے کے مجمع میں اس کے سامنے ہاتھ جوڑے پاؤں پکڑے بلکہ اس کے جوتے اپنے سر پر رکھے ایک دو بار ایسا کرنے سے نفس کو عقل آ جائے گی۔اھ ف اعلیٰ درجہ کا علاج تو اخیر والا ہی ہے لیکن اگر اس کی ہمت نہ ہو تو بقیہ دو کا التزام بھی انشاء اللہ کافی ہوگا۔۱۲

(۷۸)۔مکتوب ملقب بہ روح الطریق

ایک ذی علم طالب نے بہت حسرت کے ساتھ لکھا کہ شاید خدام حضور والا میں ایک میں ہی ایسا ہوں گا جس کو وصول تو درکنار وصول کی حقیقت تک کا پتہ نہیں۔الخ۔اس کا حسب ذیل جواب ارقام فرمایا۔مقصود تو بحمد اللہ معلوم ہے یعنی رضا حق اب دو چیزیں رہ

گئیں طریق کا علم اور اس پر عمل۔ سو طریق صرف ایک ہے یعنی احکام ظاہرہ باطنہ کی پابندی اور اس طریق کی معین دو چیزیں ہیں ایک ذکر جس قدر پر دوام ہو سکے جو آپ نے شروع کیا ہے وہ بھی اسی کلیہ میں داخل ہے۔ دوسرے صحبت اہل اللہ کی جس کثرت سے مقدور ہو اور اگر کثرت کے لیے فراغ نہ ہو تو بزرگوں کے حالات و مقالات کا مطالعہ اسکا بدل ہے اور دو چیزیں طریق یا مقصود کی مانع ہیں۔ معاصی اور فضول میں مشغول۔ اور ایک امر ان سب کے نافع ہونے کی شرط ہے۔ یعنی اطلاع حالات کا التزام۔ اب اس کے بعد اپنی استعداد ہے۔ حسب اختلاف استعداد مقصود میں دیر سویر ہوتی ہے میں سب کچھ لکھ چکا۔

مکتوب ملقب بہ فتوح الطریق

اسی طرح ایک طالب نے لکھا کہ بزرگوں سے حاصل کرنے کی کیا چیز ہے اور اس کا کیا طریقہ ہے جواب تحریر فرمایا کہ کچھ اعمال مامور بہا ہیں۔ ظاہرہ بھی باطنہ بھی نیز کچھ اعمال منہی عنہا ہیں ظاہرہ بھی باطنہ بھی۔ ہر دو قسم میں کچھ علمی و عملی غلطیاں ہو جاتی ہیں۔ مشائخ طریق طالب کے حالات سن کر ان عوارض کو سمجھ کر ان کا علاج بتلا دیتے ہیں۔ ان پر عمل کرنا طالب کا کام ہے اور اعانت طریق کے لیے کچھ ذکر بھی تجویز کر دیتے ہیں۔ اس تقریر سے مقصود اور طریق دونوں معلوم ہو گئے۔ اھ

مکتوب ملقب بہ وضوع الطریق

اسی طرح ایک اور طالب نے پوچھا کہ میں ایک اناڑی آدمی ہوں حضور مطلع فرمائیں کہ بزرگوں سے کیا چیز حاصل کی جاتی ہے اور اس کے مطابق مجھ عامی مشغول کو طریق تعلیم ارشاد فرما دیں۔ اھ۔ اس کا جواب حسب ذیل تحریر فرمایا۔ نفس میں کچھ امراض ہوتے ہیں ان کا علاج کتابوں میں لکھا ہے مگر جیسے جسمانی امراض کا علاج گو کتابوں میں لکھا ہے لیکن پھر بھی طبیب کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی درجہ میں نفسانی امراض کے معالجہ میں شیخ یعنی معلم کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر یہ بات سمجھ میں آ گئی ہو تو پھر آگے امراض بتلاؤں گا پھر اس کے سمجھ جانے کے بعد علاج بتلاؤں گا۔ اھ

۷۹-مکتوب ملقب بہ تسہیل الطریق

جو پہلے بھی ایک موقع پر نقل کیا جاچکا ہے۔

ایک صاحب نے لکھا کہ اپنا حال ابتر ہی پاتا ہوں۔سوائے اُدھیڑ و بن کے اور کچھ نہیں۔ اس کا جواب حسب ذیل تحریر فرمایا۔خود مشقت میں پڑنے کا شوق ہی ہو تو اس کا علاج ہی نہیں باقی راستہ بالکل صاف ہے کہ غیر اختیاری کی فکر میں نہ پڑیں۔اختیاری میں ہمت سے کام لیں اگر کوتاہی ہو جائے ماضی کا استغفار سے تدارک کر کے مستقبل میں پھر تجدید ہمت سے کام لینے لگیں اور استعمال ہمت کے ساتھ دعا کا بھی التزام رکھیں اور بہت لجاجت کے ساتھ۔اھ

۸۰-مکتوب ملقب بہ ایم فی السم

ایک طالب نے اپنے خط میں کوئی ایسا وظیفہ یا طریقہ پوچھا تھا جس سے طاعات میں ترقی اور معاصی سے اجتناب میسر ہو۔ جواب تحریر فرمایا کہ طاعات اور معاصی دونوں امور اختیاریہ ہیں جن میں وظیفہ کو کچھ دخل نہیں رہا سو طریقہ امور اختیاریہ کا استعمال اختیار کے اور کچھ بھی نہیں۔ ہاں سہولت اختیار کے لیے ضرورت ہے مجاہدہ کی جس کی حقیقت ہے مخالفت (بمعنی مقاومت) نفس۔اس کو ہمیشہ عمل میں لانے سے بتدریج سہولت حاصل ہو جاتی ہے میں نے تمام فن لکھ دیا۔آگے شیخ کے دو کام رہ جاتے ہیں ایک بعض امراض نفسانیہ کی تشخیص دوسرے بعض طرق مجاہدہ کی تجویز جو کہ اُن امراض کا علاج ہے۔

مکتوب ملقب بہ الطم فی السّم

اسی طرح ایک اور طالب نے اپنے حالات لکھ کر اصلاح چاہی تھی جواب ارقام فرمایا کہ غیر اختیاری کے درپے نہ ہونا۔اختیاری میں ہمت کرنا اس میں جو کوتاہی ہو جائے اس پر استغفار اور اس کا تدارک اور توفیق کی دعا کرنا یہی اصلاح ہے۔

۸۱-غفلت بلا اختیار پر استغفار

ایک طالب نے یہ اشکال پیش کیا کہ جب کوئی وسوسہ بلا اختیار آیا تو اتنی دیر غفلت

ہوئی اس سے ہر بار استغفار کرتا ہوں اب اشکال یہ ہے کہ جب غفلت بلا اختیار ہو تو وہ گناہ نہیں اس سے استغفار کیسا اور جو استغفار نہ کروں تو اس کو بھی طبیعت نہیں مانتی۔ الخ

جواب تحریر فرمایا کہ وسوسہ اور اس کا جو لازم ہے غفلت جب اختیاری ہو بایں معنی گناہ نہیں کہ اس پر مواخذہ نہیں لیکن اپنی ذات میں نقص اور قبیح ہے اور استغفار جیسا رافع ذنب ہے ایسے ہی جابر نقص بھی ہے اسی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم غین کے بعد جو آپ کے مذاق میں کمال سے متنزل تھا استغفار فرماتے تھے اھ۔

۸۲-توکل وتفویض کا فرق

ایک طالب نے توکل وتفویض کا فرق دریافت کیا۔ جواب تحریر فرمایا کہ توکل بعض کے لیے مطلق تدبیر ظنی کو ترک کرنا ہے اور بعض کے لیے یہ ہے کہ تدبیر غیر مباح اور انہماک فی التدبیر المباح کو ترک کردے۔ اور تفویض یہ کہ اس کے بعد اگر تدبیر میں ناکامی ہو یا وہ واقعہ تدبیر سے تعلق ہی نہ رکھتا ہو جیسے غیر اختیاری مصائب تو حق تعالیٰ پر اعتراض نہ کرے۔

تنبیہ- اس خط میں کئی جگہ تفویض کی وہ تفسیر کی گئی ہے جو رضا کی مشہور ہے سو یہ تفسیر بہ اعتبار حقیقت کے نہیں بلکہ بہ اعتبار اثر کے ہے حقیقت تو تفویض کی توکل کا اعلیٰ درجہ ہے اور اس درجہ علیا کا اثر یہ رضا ہے۔ بعض اور بزرگوں نے بھی اس کی تفسیر میں اس رضا کا اعتبار کیا ہے۔ **کما فی القشیریہ سمعت الاستاذ اباعلی الدقاق یقول التوکل ثلث درجات التوکل ثم التسلیم ثم التفویض فالمتوکل لیسکن الی وعدہ و صاحب التسلیم یکتفی بعلمہ و صاحب التفویض یرضی بحکمہ و سمعتہ یقول التوکل بدایۃ والتسلیم اوسطہ والتفویض نہایۃ۔** اھ جواب لکھتے وقت ذہن میں یہ تفصیل حاضر نہ ہوئی۔ رفع غلط کے لیے اب تنبیہ کردی گئی۔ اھ

۸۳-مجاہدۂ ثانیہ

ایک طالب نے یہ لکھا کہ معصیتوں کا تقاضا عرصہ تک نفس کے مضمحل رہنے کے بعد اب پھر اسی شدت اور جوش وہیجان کے ساتھ ہونے لگا جس سے سخت حیران ہوں جواب تحریر فرمایا کہ

اکثر اہل طرق کو یہی حالت پیش آتی ہے کچھ گھبرانے کی بات نہیں۔ اس وقت جو نفس کا مقابلہ کیا جاتا ہے وہ مجاہدہ ثانیہ کہلاتا ہے اور اس مجاہدہ کا اثر انشاء اللہ تعالیٰ راسخ ہوگا اور شاذ و نادر کسی امر طبعی کا خفیف تقاضا یہ منافی رسوخ کا نہیں۔ اس تغیر و تبدل کی مثال حسیات میں ایسی ہے جیسے شب کے اخیر میں تاریکی کے بعد ایک نور ہوتا ہے جس کو صبح کاذب کہتے ہیں۔ ناواقف خوش ہوتا ہے کہ تاریکی گئی۔ پھر دفعتاً وہ نور زائل ہو جاتا ہے اور تاریکی چھا جاتی ہے مگر تھوڑے ہی دیر میں پھر دوسرا نور آتا ہے جس کو صبح صادق کہتے ہیں وہ قائم بلکہ ترقی پذیر ہوتا ہے۔

انہی صاحب نے یہ بھی لکھا تھا کہ نفس کو روکنے میں سابق جیسی دشواری اور تنگی پیش نہیں آتی اس پر تحریر فرمایا کہ یہی علامت ہے کہ یہ عود الی الطبیعات ضعیف ہے ورنہ مقاومت دشوار ہو جاتی جیسے پہلے تھی۔ اھ۔ انہوں نے یہ بھی لکھا تھا کہ حیرانی یہ ہے کہ معمولات بجالانے میں نفس مخالفت نہیں کرتا البتہ معاصی کا تقاضا پیدا کرتا ہے نہ جانے یہ کیا مخفی چال ہے اور اس کی احقر کیا تدبیر کرے۔ احقر سابقہ ارشاد فرمودہ معالجات پر بدستور عمل کرتا ہے۔ تحریر فرمایا کہ بس یہی تدبیر ہے اسی سے انشاء اللہ تعالیٰ سب شکایتیں دور ہو جائیں گی اور جب کبھی ایسا ہو یہی علاج ہے۔ فارغ ہونے کا قصد ہی نہ کیا جائے۔ بخار کے موسم میں بعض کو ہمیشہ موسمی بخار ہوتا ہے مگر علاج اس کا یہی ہے کہ بخار کا نسخہ پیا جائے اس کی سعی بیکار ہے کہ بخار ہی نہ آوے۔ اھ

۸۴- ریاضات و تقربات کے فضول ہونے کے وسوسے آنا

ایک تنگدست طالب نے اپنے بہت سے وساوس واہیہ لکھ کر علاج پوچھا جن میں یہ وسوسہ بھی لکھا کہ راحت دنیا کا مدار اعمال صالحہ نہیں ہیں بلکہ آخرت کی راحت بھی فضل پر موقوف ہے پھر اعمال صالحہ مثلاً فکر و تہجد وغیرہ کی مشقت اگر نہ بھی ہو صرف ارکان اسلام پر قائم رہے تو کیا حرج ہے۔ الخ۔ اور یہ بھی لکھا کہ دعا مانگنے کو طبیعت نہیں چاہتی کہ اتنی مدت ہوگئی کوئی قبول بھی ہوئی ہو بس جو اللہ تعالیٰ چاہیں وہی ہوگا لیکن میں بجبر مناجات مقبول کی منزل پڑھ لیتا ہوں اسی طرح ایک ہفتہ سے ذکر میں طبیعت نہیں لگتی محض تعداد پوری کر لیتا ہوں الخ۔ روزگار کا بھی وظیفہ پوچھا تھا۔ ان سب باتوں کا حسب ذیل جواب تحریر فرمایا۔

علاج کلی اور مفید تو یہی ہے کہ ان وساوس کو اعتقاداً بُرا سمجھا جائے اور ان کے مقتضاء پر عمل

نہ کیا جائے یہ ازخود دفع ہو جائیں گے اور اگر دفع بھی نہ ہوں تو کچھ مضر نہیں بلکہ یہ ایک گونہ مجاہدہ ہے جس سے عمل کا اجر بڑھتا ہے لیکن اگر ان وساوس کی وجہ فساد ہی معلوم کرنے کا شوق ہو تو مجملاً اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ مقصود اعمال صالحہ سے راحت دنیا نہیں ہے بلکہ راحت آخرت ہے اور اس کا مدار جو فضل ورحمت ہے اس کے یہ معنی نہیں کہ اعمال کو دخل نہیں بلکہ معنی یہ ہیں کہ ملے گا تو عمل ہی سے لیکن جتنا ملے گا اتنا اثر اعمال میں نہیں وہ فضل ورحمت کا اثر ہے لیکن جو عمل ہی نہ کرے گا وہ قانوناً اس فضل ورحمت سے بھی محروم رہے گا باقی طبیعت کا لگنا یہ شرط قبول نہیں ہے اگر دوا پینے میں طبیعت نہ لگے تب بھی اس کی خاصیت یعنی صحت مرتب ہوگی رہی دعا وہ ضرور قبول ہوتی ہے مگر اس کے قبول ہونے کی وہ حقیقت ہے جو مریض کی اس درخواست کی منظوری کی حقیقت ہے کہ کسی طبیب سے درخواست کرے کہ میرا علاج مسہل سے کر دیجئے اور وہ فوراً علاج شروع کر دے مگر مسہل اس کی حالت کے مناسب نہ تھا اس لیے دوسرے طریق سے علاج شروع کر دیا اس کو کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ طبیب نے جب مسہل نہیں دیا تو مریض کی درخواست کو منظور نہیں کیا۔ اسی طرح اصل مطلوب دعا سے حق تعالیٰ کی توجہ خاص ہے اور عبد نے جو طریق معین اختیار کیا ہے یہ مقصود نہیں ہے بلکہ مقصود کا محض ایک طریق ہے جیسے اس مقصود کے اور بھی طرق ہیں لہٰذا وہ جس طریق سے توجہ خاص فرماویں وہ اجابت دعا ہی ہے خواہ وہ عبد کا مجوزہ طریق ہو یا حق تعالیٰ کا مجوزہ طریق ہو یہ تو طاعات وحاجات میں کلام ہے باقی معاصی کا ارتکاب جو موصل الی النار ہو وہ ایسا ہے جیسے مریض کو بدپرہیزی سے لذت ملتی ہے اور اس سے صبر کرنے میں لذت فوت ہوتی ہے لیکن جو شخص جانتا ہے کہ لذت مقصود نہیں صحت مطلوب ہے، وہ صبر کرے گا۔ اسی طرح جس شخص کو نجات آخرت مقصود ہے وہ راحت دنیا کو مقصود نہ سمجھے گا۔ رہی سزا گناہ کی کسی کو یہاں ملتی ہے کسی کو وہاں۔ اور تجویز مناسب بلکہ واجب یہی ہے کہ طاعات میں حتی الامکان مشغول ہوں۔ معاصی سے مجتنب رہیں اور مقصود صرف رضائے حق کو سمجھیں خواہ اس کا ظہور یہاں ہو یا وہاں ہو اور ایسی حالت میں روزگار کا وظیفہ پڑھنا وساوس میں اضافہ کرنا ہے۔ اھ

۸۵- کبر کی حقیقت

ایک صاحب نے جو سلسلہ بیعت میں داخل نہیں یہ لکھا کہ کبر کی مذمت اور اس کا علاج تو

جناب کی تحریروں اور مواعظ میں جا بجا کثرت سے ملا لیکن کبر کی حقیقت کبھی نظر سے گزرنا یاد نہیں پڑتا۔ نیز یہ بھی لکھا کہ اپنے ماتحتوں پر اگر زیادتی ہو جائے تو ان سے معافی مانگنے میں مصالح فوت ہوتی ہیں۔

اس کا حسب ذیل جواب ارقام فرمایا۔ ممکن ہے نہ لکھی ہو اگر یہ صحیح ہے تو وجہ ہو سکتی ہے کہ حقیقت اس کی ظاہر ہے کہ اپنے کو دوسرے سے بڑا سمجھنا آگے اس میں دو درجے ہیں ایک بلا اختیار خیال بڑائی کا آنا اور ایک بلا اختیار ایسا خیال کرنا پھر اول میں دو درجے ہیں۔ اس خیال کے مقتضاء پر عمل نہ کرنا پس یہ بھی بالکل مذموم نہیں دوسرے عمل کرنا یہ مذموم و معصیت ہے اسی طرح قصداً بڑا سمجھنا یہ بھی علی الاطلاق مذموم ہے گو اس کے مقتضاء پر عمل بھی نہ ہو۔ آپ نے جس غلطی میں ابتلاء عام لکھا ہے صحیح ہے مگر اس میں قدرے تفصیل ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بعض اوقات یہ خیال ہوتا ہے کہ اگر ہم صریح الفاظ سے معافی مانگیں گے تو یہ گستاخ ہو کر زیادہ نافرمانی کرے گا۔ بعض اوقات یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ شرمندہ ہو گا اور یہ اس وقت تک عذر ہے جب اس سے تعلق رکھنا چاہیں ان صورتوں میں تو صرف اس کا خوش کر دینا امید ہے کہ قائم مقام معافی کے ہو جائے گا اور بعض اوقات اس سے تعلق ہی رکھنا نہیں۔ جیسے ملازم کو موقوف کر دیا یا وہ خود چھوڑ کر جانے لگا اس وقت ضروری ہے کہ زیادتی ہو جانے کی صورت میں اس سے صریح معافی مانگی جائے کیونکہ یہاں دونوں عذر نہیں اس میں اگر رکاوٹ ہو تو میرے نزدیک اس کا سبب ضرور کبر ہے گو اپنے کو بڑا نہ سمجھے گا مگر کبر کے مقتضاء پر عمل تو ہوا غایت سے غایت کبر اعتقادی نہ ہو گا مگر کبر عملی ضروری ہے اور اگر کوئی کبر کی تقسیم کو تسلیم نہ کرے تب بھی ظلم تو ہوا جس سے معافی مانگنا واجب ہے تو معافی نہ مانگنے میں اگر کبر کا گناہ نہ ہوا تو ظلم کا تو ہوا۔ اھ

(۸۶)۔ ایک طالب نے لکھا کہ نماز یا تلاوت میں جب یہ خیال کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ کو قرآن شریف سنا رہا ہوں تو پھر اس تخیل سے قوت فکر یہ انتقال کر کے ادھر متوجہ ہو جاتی ہے کہ حق تعالیٰ خالق حروف زبان پر جاری فرما رہے ہیں پھر اس سے انتقال کر کے قوت فکر یہ

اس طرف نکل جاتی ہے کہ حق تعالیٰ حاضر ناظر ہیں غرض سکون فکر کے متعدد طریق ہیں اسی تعدد کی وجہ سے سکون نہیں ہوتا بلکہ سکون حاصل کرنے میں تشتت ہو جاتا ہے اھ۔ اس کا یہ جواب تحریر فرمایا کہ جو تشتت تحصیل جمعیت میں وہ ہو وہ اثر میں جمعیت ہی ہے مضر نہیں۔ اھ

۸۷- غیر اللہ سے کون سا تعلق مذموم ہے

ایک طالب نے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز کے مکتوبات کے حوالے سے لکھا ہے کہ وہ تحریر فرماتے ہیں کہ باطنی امراض کا سردار ماسوائے حق کے ساتھ دل کی گرفتاری ہے اور دل کے گرفتار نہ ہونے کی یہ علامت ہے کہ ماسوائے حق کو کلی طور پر فراموش کر دے اور تمام اشیاء سے بے خبر ہو جائے حتیٰ کہ اگر تکلف سے بھی اشیاء کو یاد کرے تو اس کو یاد نہ آئیں۔ یہاں تک کہ ماسوائے حق کا خطور قلب پر ناممکن ہو جائے اھ۔ اس معیار پر نظر کرتا ہوں تو اس سے اپنے کو کورا پاتا ہوں۔ الحمدللہ جذر قلب میں تو ماسوا کا گزر نہیں مگر حوالی قلب میں غیر کا خطور بھی ہے اور یاد بھی ہے اھ۔

اس کا حسب ذیل جواب تحریر فرمایا۔

اکثر اہل مقام پر بھی کسی وقت حال کا غلبہ ہوتا ہے تو اس وقت مسائل کی تعبیر میں بھی جوش کا اثر ہوتا ہے میرے نزدیک عنوان تیز ہے مگر معنون وہی ہے جو نصوص سے مستفاد ہوتا ہے میں اس کو ایک اور سہل عنوان سے تعبیر کرتا ہوں جو حضرت مجدد صاحبؒ کے کلام کی قریب تفسیر ہے اور مشہور تعبیر سے قدرے واضح ہے وہ یہ ہے کہ گرفتاری سے مراد مطلق تعلق نہیں کیونکہ تعلق مغلوب مذموم نہیں بلکہ ایسا تعلق مراد ہے کہ محل تعلق کے بُعد یا فوت سے قلب پر ایسا اثر ہو کہ قلب کو ایسا بے چین کر دے کہ اسی کے تصور و حسرت میں اشتغال ہو جائے اور اسی اشتغال سے طاعات میں قلت وضعف آ جائے اور اگر یہ نوبت نہ پہنچے تو محض حزن کا اثر مانع نہیں ہے کیا حضرت یعقوب علیہ السلام کے حزن شدید کا کوئی انکار کر سکتا ہے اور کیا ان کی حالت کو کوئی مانع عن الحق کہہ سکتا ہے۔ اھ

انہی صاحب نے اس سے قبل یہ لکھا تھا کہ عرصہ سے اس کی طلب ہے کہ ذکر حق قلب میں ایسا

پیوستہ ہو کہ بھولنے کی کوشش بھی کروں تو بھول نہ سکوں اور غیر کا خطور قلب میں ناممکن ہو جائے۔ الخ

اس کا یہ جواب تحریر فرمایا تھا کہ یہ تو مجھ کو بھی نصیب نہیں نہ جی چاہتا ہے کیونکہ اس صورت میں مختار نہ رہوں گا مضطر ہو جاؤں گا اھ۔ اس کے بعد انہوں نے مذکورہ بالا عریضہ لکھا جس کا جواب اوپر نقل کیا گیا۔

۸۸-حُبِّ جاہ کا علاج

ایک طالب نے لکھا کہ میرے اندر حب جاہ ہے جی چاہتا ہے کہ لوگ میری تعریفیں اور ثنائیں بیان کیا کریں تعریف سے ایک فرحت اور خوشی ہوتی ہے اگر کوئی مذمت کرے یا تعریف سے خاموش رہے تو یہ نفس پر نہایت ناگوار گزرتا ہے۔ الخ

اس کا یہ جواب تحریر فرمایا کہ ہر علاج میں مجاہدہ کی ضرورت ہے یعنی داعیہ نفس کے ذم کا استحضار اور اس داعیہ کی عملی مخالفت۔ اس مرض کا علاج بھی مرکب ہے انہی دو جزو سے۔ اول اس رذیلہ کی جو مذمتیں اور وعیدیں وارد ہیں ان کا ذہن میں حاضر کرنا بلکہ زبان سے بھی۔ ان کا تکرار کرنا۔ بلکہ ان مضامین سے اپنے نفس کو زبان سے خطاب کرنا کہ تجھ کو ایسا عقاب ہونے کا اندیشہ ہے۔ اسی کے ساتھ اپنے عیوب کا استحضار اور نفس کو خطاب کہ اگر لوگوں کو ان رذائل کی اطلاع ہو جائے تو کتنا ذلیل وحقیر سمجھیں تو یہی غنیمت سمجھ کہ لوگ نفرت وتحقیر نہیں کرتے نہ کہ ان سے توقع تعظیم و مداح کی رکھی جائے اور عملی جزو یہ ہے کہ مداح کو زبان سے منع کر دیا جائے اور اس میں ذرا اہتمام سے کام لیا جائے۔ سرسری لہجہ سے کہنا کافی نہیں اور اس کے ساتھ ہی جو لوگ ذلیل شمار کیے جاتے ہیں ان کی تعظیم کی جائے گو نفس کو گراں ہو اس پر عمل کر کے ایک ہفتہ کے بعد پھر اطلاع دی جائے۔ اھ

اسی طرح ایک طالب علم نے لکھا کہ میں کچھ عرصہ سے اپنے اندر ترفع کے آثار پاتا ہوں جواب تحریر فرمایا کہ انسان صرف مکلّف اس کا ہے کہ ان اخلاق رذیلہ کے مقتضیات پر عمل نہ کرے رہا یہ کہ اقتضایات ہی زائل یا ضعیف ہو جاویں اس کا نہ انسان مکلّف ہے نہ یہ بسہولت میسر ہو سکتا ہے۔ (ع) ''بسیار سفر باید تا پختہ شود خامے'' اور نہ بوجہ تحصیل علوم کے آپ کے لیے اس کا یہ وقت ہے بس آپ جس قدر مکلّف ہیں آپ اس پر اکتفا کیجئے یعنی دل میں اعتقاد رکھیں

کہ میں سب سے کمتر ہوں اور اس اعتقاد کے لیے اپنے معائب کا استحضار معین ہوگا اور جن کی بے وقعتی ذہن میں آئے ان کی خوب تکریم کیجئے اور تکلف سے ان سے سلام کیجئے گو نفس کو نا گوار ہو نا گواری غیر اختیاری ہے اس پر مواخذہ نہیں ہے لیکن معاملہ اختیاری ہے اس میں اخلال موجب مواخذہ ہے انشاء اللہ تعالیٰ اس سے خود منشاء فساد بھی ضعیف ہو جائے گا۔ واللہ الموفق۔

۸۹- رضاء بالقضاء کا حصول

ایک طالب نے لکھا کہ رضا بالقضاء کے حصول کے لیے کوئی علاج تحریر فرمایا جائے اور اس کا معیار اور مقدار بھی کہ انسان اس کے متعلق کس قدر کا مکلّف ہے جواب تحریر فرمایا کہ رضا بالقضاء کی حقیقت ترک اعتراض علی القضاء ہے اگر الم کا احساس ہی نہ ہو تو رضا طبعی ہے اور اگر الم کا احساس باقی رہے تو رضا عقلی ہے اور اول حال ہے جس کا عبد مکلّف نہیں اور ثانی مقام ہے جس کا عبد مکلّف ہے تدبیر اس کی تحصیل کی استحضار رحمت وحکمت الٰہیہ کا واقعات خلاف طبع میں۔ اھ

۹۰- دوسرے کی برائی سے زیادہ اپنی کی نسبت زیادہ نفرت

ایک طالب نے لکھا کہ جو باتیں اپنے اندر خلاف شرع ہیں ان کو بھی برا اور قابل ترک سمجھتا ہوں لیکن اپنے نفس سے اتنی نفرت اپنے دل میں نہیں پاتا جتنی اور لوگوں سے ان کی خلاف شرع باتوں پر ہوتی ہے۔ اس وجہ سے اندیشہ کبر ہوتا ہے اھ۔ اس کا جواب حسب ذیل تحریر فرمایا۔

نفرت میں تفاوت ہونا کبر نہیں نفرت اعتقادی تو دونوں جگہ یکساں ہے اور عبد اسی کا مامور ہے اور یہ تفاوت نفرت طبعی میں ہے جیسے انسان کو اپنے پاخانہ سے نفرت کم ہوتی ہے اور دوسرے کے پاخانہ سے زیادہ ہوتی ہے۔ اور راز اس تفاوت کا تفاوت فی المحبت ہے اور ظاہر ہے کہ انسان کو اپنے نفس سے زیادہ محبت ہوتی ہے بہ نسبت غیر کے اور یہی وجہ ہے کہ ماں کو اپنے بچہ کے پاخانہ سے اتنی نفرت نہیں ہوتی جتنی غیر محبوب کے پاخانہ سے سو اس کا کبر سے کوئی تعلق نہیں اھ۔

۹۱- نسبت کی حقیقت

ایک طالب کے استفسار پر نسبت کی حقیقت یہ تحریر فرمائی کہ نسبت کے لغوی معنی میں لگاؤ اور تعلق اور اصطلاحی معنی ہیں بندہ کا حق تعالیٰ سے خاص قسم کا تعلق یعنی اطاعت دائمہ وذکر

غالب اور حق تعالیٰ کا بندہ سے خاص قسم کا تعلق یعنی قبول و رضا جیسا عاشق مطیع اور وفادار معشوق میں ہوتا ہے اور صاحب نسبت ہونے کی یہ علامت تحریر فرمائی کہ اس شخص کی صحبت میں رغبت الی الآخرت ونفرت عن الدنیا کا اثر ہوا اور اس کی طرف دینداروں کی زیادہ توجہ ہو اور دنیا داروں کی کم مگر یہ پہچان خصوص اس کا جزو اول عوام محجوبین کو کم ہوتی ہے اہل طریق کو زیادہ ہوتی ہے۔

اور اس استفسار کا جواب کہ فاسق اور کافر بھی صاحب نسبت ہوتا ہے یا نہیں۔ یہ تحریر فرمایا کہ جب نسبت کے معنی معلوم ہوگئے تو ظاہر ہو گیا کہ فاسق و کافر صاحب نسبت نہیں ہوسکتے۔ بعضے لوگ غلطی سے نسبت کے معنی خاص کیفیاتٗ جو ثمرہ ہوتا ہے ریاضت ومجاہدہ کا سمجھتے ہیں۔ یہ کیفیت ہر مرتاض میں ہوسکتی ہے مگر یہ اصطلاح جہلاء کی ہے۔

۹۲-صدق واخلاص کی حقیقت

ایک ذی علم طالب نے صدق واخلاص کے حقائق شرعیہ اور ان کے حصول کے لیے علاج اور معین دریافت کیا۔ جواب تحریر فرمایا کہ جس طاعت کا ارادہ ہو اس میں کمال کا درجہ اختیار کرنا یہ صدق ہے اور اس طاعت میں غیر طاعت کا قصد نہ کرنا یہ اخلاص ہے اور یہ موقوف ہے مابہ الکمال کے جاننے پر اسی طرح غیر طاعت کے جاننے پر اس کے بعد صرف نیت اور عمل جزو اخیر رہ جاتا ہے یہ دونوں اختیاری ہیں۔ طریق تحصیل تو اسی سے معلوم ہو گیا آگے رہا معین وہ استحضار رہے وعدہ وعید کا اور مراقبہ نیت کا۔

مثال صدق کی نماز کو اسی طرح پڑھنا جس کو شریعت نے صلوٰۃ کاملہ کہا ہے یعنی اس کو مع آداب ظاہرہ و باطنہ کے ادا کرنا علیٰ ہذا تمام طاعات میں جو درجہ کمال کا شریعت نے بتلایا ہے مثال اخلاص کی نماز میں ریاء کا قصد نہ ہو جو کہ غیر طاعت ہے رضاء غیر حق کا قصد نہ ہو جو کہ غیر طاعت ہے اور اس کے متعلقات ظاہر ہیں۔

۹۳-حسد کا علاج

ایک طالب کی درخواست پر حسد کا یہ علاج ارقام فرمایا کہ جس پر حسد ہوتا ہے اسکی مدح مجمع میں کرنا وہ سامنے آجائے تو اس کی تعظیم کرنا اور اس کے لیے گاہ گاہ ہدیہ بھیجنا اس سے محسود کو محبت ہو جاتی ہے پھر حاسد کو محسود کی محبت ہو جاتی ہے اور محبوب پر حسد نہیں ہوتا۔ یہ ایک کلی علاج ہے جو جزئی

معالجات سے سہل الوصول اور سریع الحصول ہے اور حرص کا مستقل علاج بعد میں پوچھ لیا جائے۔

۹۴-زُہد کی حقیقت کا حصول

ایک طالب نے زہد کی ماہیت اور اس کا طریق تحصیل وتسہیل دریافت کیا تھا تحریر فرمایا کہ قلت رغبت فی الدنیا اس کی ماہیت ہے طریق تحصیل مراقبہ اس کے فانی ہونے کا اور امور غیر ضروری کی تحصیل میں انہماک نہ کرنا اور طریق تسہیل صحبت زاہدین کی اور مطالعہ حالات زاہدین کا۔

۹۵-کون سی رغبت ونفرت مقصود ہے

ایک طالب نے شکایت لکھی کہ نہ طاعات کی طرف طبعی رغبت ہے نہ معاصی سے طبعی نفرت تحریر فرمایا کہ رغبت ونفرت طبعیہ غیر مطلوب ہے۔ رغبت ونفرت اعتقادی کافی ہے یہی مامور بہ ہے اس کے مقتضاء پر بار بار عمل کرنے سے اکثر طبعی رغبت ونفرت بھی ہو جاتی ہے اگر نہ ہو تو بھی مضر نہیں۔

۹۶-طلب مقصود ہے وصول نہیں

ایک طالب نے اپنے حالات لکھ کر نہایت حسرت سے لکھا کہ حضور کب تک راستہ میں پڑا رہوں مجھے بھی پہنچایئے جواب تحریر فرمایا کہ الحمدللہ تمکین کے آثار نمودار ہونا شروع ہوئے۔ اس مکتوب کے مضامین سے بہت مسرت ہوئی انشاء اللہ یوماً فیوماً مقصود سے قرب ہوتا جائے گا۔

کوئے نومیدی مرو کامیدہاست سوئے تاریکی مرو خورشیدہاست

(مایوسی کی طرف نہ جا کیونکہ بڑی امیدیں ہیں، اندھیرے کی طرف نہ جا کیونکہ کئی سورج موجود ہیں)

باقی اہل طریق کے یہاں مقرر ہے کہ طلب مقصود ہے وصول مقصود نہیں شرح اسکی یہ ہے کہ مقصود کے حصول کا قلب میں تقاضا نہ رکھے کہ یہ بھی حجاب ہے کیونکہ اس تقاضے سے تشویش ہوتی ہے اور تشویش برہم زن جمعیت وتفویض ہے اور جمعیت وتفویض ہی شرط وصول ہے اس کو خوب راسخ کرلیا جائے کہ روح سلوک ہے۔ وھو من خصائص المواهب الامدادیه فلما تنبه له شیخ من مشائخ الوقت۔اھ

۹۷-طالب کے احوال کا منشاء

ایک طالب نے لکھا کہ منگل کی رات کے دوران ذکر دوازدہ تسبیح میں کیا دیکھتا ہوں کہ ساری

مسجد روشن ہوگئی آنکھ کھول کر جو دیکھا تب بھی روشن معلوم ہوئی۔ جواب تحریر فرمایا کہ ایسے حالات اس مصلحت کے لیے بھی پیش آجاتے ہیں کہ سالک کو نشاط ہو اور طریق میں مغشولی سہل ہو۔ اھ

۹۸- خوف ورجا میں کمی بیشی

ایک طالب نے اپنے حالات لکھے جن میں یہ بھی تھا کہ پہلے اللہ تعالیٰ سے خوف کم اور رجا کی امید قوی تھی اور اب اس کا عکس اور حضور والا سے پہلے خوف زیادہ تھا اور اب اس کا عکس ہے یہ تغیر وتبدل کیوں ہوا۔ اس میں تردد ہے تشفی فرمائیں۔ اھ۔ اس کا حسب ذیل جواب ارقام فرمایا۔

دونوں کا جب ترقی وزیارت معرفت ہے مگر حق تعالیٰ کے کمالات غیر محدود وغیر متناہی ہیں لہٰذا اُنس وہیبت میں تعاقب ہوتا رہتا ہے گا ہے ایک ایسی تجلی ہوتی ہے جس سے اُنس ہوتا ہے اس کے بعد ایسی تجلی ہوتی ہے جس سے ہیبت ہوتی ہے پھر ایسی تجلی ہوتی ہے جس سے اُنس ہوتا ہے مگر پہلی تجلی اُنسی سے تفاوت ہوتا ہے اور مخلوق کے کمالات محدود متناہی میں معرفت ہوتے ہوتے ان کا احاطہ ہو جاتا ہے اور احاطہ کا خاصہ ہے انتیاد اور انتیاد کا خاصہ ہے ہیبت کی کمی۔ اھ

۹۹- ذکر لسانی اور ذکر قلبی

ایک طالب نے لکھا کہ ذکر لسانی پہلے سے کم اور قلبی پہلے سے بہت زیادہ ہوتا جارہا ہے۔ ذکر قلبی اکثر اوقات بہ آسانی جاری رہتا ہے مشغولی کار کے ساتھ بھی جاری رہتا ہے لیکن اکثر دماغی مصروفیت کے وقت بند ہو جاتا ہے۔ کوشش کرتا ہوں کہ ایسے وقت بھی بے تکلف جاری رہ سکے۔ جواب تحریر فرمایا کہ نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ ایک آن میں دو طرف توجہ نہیں ہوتی۔ لیکن اس جاری نہ رہنے سے کچھ ضرر نہیں باقی ذکر قلبی سو اگر اس وقت ذکر لسانی دشوار ہو تو اس پر اکتفا کا مضائقہ نہیں ورنہ محض قلبی پر اکتفا نہ کیا جائے ذکر لسانی بھی اس کے ساتھ ضروری ہے خواہ قلبی میں اس سے کچھ کمی ہی ہو جائے۔ اھ

۱۰۰- مکتوب مُفرّحُ القلوب

ایک صاحب اجازت نے ایک طویل عریضہ لکھا جو اپنی نااہلی اور حالت زار کے حسرتناک حالات سے پُر تھا جن کا حاصل یہ تھا کہ عمر قریب ختم پہنچی لیکن دین کے کسی ایک شعبہ کی نسبت بھی یہ نہیں کہا جاسکتا کہ صحیح ہے کس کس حالت کی اصلاح کروں۔ بالخصوص

جو شعبہ مشکل اور زیادہ قابل اہتمام ہے یعنی تکمیل اخلاق اس کا تو نام ہی لینا فضول ہے۔ اخلاق کا تو علم بھی پورا نہیں تا بہ عمل چہ رسد۔ بعض وقت یہ خیال ہوتا ہے کہ نہ جانے دل میں ایمان بھی ہے یا نہیں اور نہ معلوم حق تعالیٰ کا ارادہ میرے ساتھ کیا ہے۔ اگر خدانخواستہ خدانخواستہ کچھ اور ارادہ ہوا تو کیا ہوگا۔ بعض وقت تو یہاں تک نوبت پہنچتی ہے کہ خیال ہوتا ہے کہ اگر کچھ اور ارادہ نہ ہوتا تو اعمال حسنہ اور اصلاح کی توفیق کیوں نہ ہوتی کم سے کم کوئی ایک شعبہ تو دین کا درست ہوتا۔ راتوں کو میری نیند اڑ جاتی ہے جس وقت یہ خیال آتا ہے کہ آخر اس کا انجام کیا ہونا ہے اس وقت سوائے اس کے کہ اس دعا پر اکتفا کرتا ہوں اور کچھ نہیں بن پڑتا۔ **اللّٰھم لاتفعل بنا مانحن لہ اھل و افعل بنا ما انت لہ اھل**۔ الخ

غرض خط کیا تھا ایک بہت طویل اور دردناک داستان غم و حسرت تھی جس کو مکتوب مقرح القلوب کہنا چاہیے (مقرح بالقاف) اور آخر میں درخواست تھی کہ للہ کوئی ایسی بات ارشاد فرماویں جو اطمینان بخش ہو۔ حضرت والا نے حسب ذیل جواب ارقام فرمایا جس کو مکتوب مفرح القلوب کہنا زیبا ہے۔ (مفرح بالفاء)

پورا کامل بجز انبیاء کے کوئی نہیں اور وہ کاملین بھی اپنے کو کامل نہیں سمجھتے سب کو اپنے نقص نظر آتے ہیں خواہ وہ نقص حقیقی ہوں یا اضافی اور نقص نظر آنے سے مغموم بھی ہیں اور مغموم بھی ایسے کہ اگر ہم جیسوں پر وہ غم پڑ جائے تو کسی طرح جانبر نہیں ہو سکتے۔ کمال کی توقع ہی چھوڑنا واجب ہے۔ ہاں سعی کمال کی توقع بلکہ عزم واجب ہے اور اس کا یہی رنگ ہوگا جو آپ مشاہدہ کر رہے ہیں اس کی مثال وہ مریض ہے جس کی تندرستی سے تو مایوسی ہے مگر فکر صحت اور اس کی تدبیر کا ترک جائز نہیں سمجھا جاتا۔ اور نجات بلکہ قرب بھی کمال پر موقوف نہیں فکر تکمیل پر موعود ہے۔ **واللہ لا یخلف المیعاد**۔ بس اسی طرح سے عمر ختم ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت اور بڑی نعمت ہے۔ **وھذا ھو معنی ماقال الرومیؒ**۔

اندریں رہ می تراش و می خراش — تادم آخر دمے فارغ مباش

(اس راہ میں کھود کرید کرتا رہ اور آخر دم تک ایک لمحہ بھی فارغ نہ رہ)

تادم آخر دمے آخر بُود — کہ عنایت با تو صاحب سر بُود

(تاکہ آخری لمحہ میں آخری آخری کوشش ہو اور نسبت والے کی عنایت تجھ پر قائم رہے)

سب سے اخیر میں خواہ اس کو اظہار حال کہئے یا آپ کی ہمدردی یا رفع التباس جو چاہے نام رکھئے یہ کہتا ہوں کہ میں بھی اسی کشمکش میں ہوں اگر اس کو مبارک سمجھتا ہوں جس کا یہ اثر ہے کہ یہ نہیں سمجھ سکتا کہ خوف کو غالب کہوں یا رجاء کو مگر مضطر ہو کر اس دعا کی پناہ لیتا ہوں جس سے کچھ ڈھارس بندھتی ہے۔ **اللّٰھم کن لی واجعلنی لک السلام فقط۔**

بعضے ارشادات وافاضات حکمت آیات حضرت حکیم الامت دامت فیوضہم العالیہ

حسن العزیز جلد اول قلمبند کردہ احقر

تربیت السالک کے انتخاب سے فارغ ہونے کے بعد حسب وعدہ حسن العزیز جلد اول سے بھی سو (۱۰۰) ملفوظ منتخب کیے گئے جن میں خاص طور سے اصول تعلیم سلوک ارشاد فرمائے گئے ہیں لیکن چونکہ یہ ارشادات بضمن واقعات زبان فیض ترجمان سے صادر ہوئے ہیں اس لیے ان میں سے اکثر بہت طویل ہیں لہٰذا بخوف تطویل بجائے نقل کرنے کے ان ملفوظات کے صرف نمبر ذیل میں درج کئے جاتے ہیں اور چونکہ وہ بہت دلچسپ واقعات پر مشتمل ہیں اس لیے بہ مناسبت مجموعہ ماسبق یعنی صد پند اشرف میں اس مجموعہ کا لقب صد قند اشرف رکھا جاتا ہے۔ ناظرین کرام ان ملفوظات کو خاص طور سے اصل کتاب میں ملاحظہ فرمالیں بلکہ حسن العزیز جلد اول کل کی کل اس قابل ہے کہ اس کو اشرف السوانح کا جزو سمجھا جائے کیونکہ اس میں خود احقر کے دیکھے ہوئے اور سنے ہوئے اور قلمبند کئے ہوئے واقعات و ارشادات وحالات حضرت صاحب سوانح بہت مفصل بجمیع اجزائہا بطریق۔ واقعہ نگاری مذکور ہیں۔ جو علاوہ نہایت دلچسپ ہونے کے نہایت کار آمد اور نافع مضامین سے مملو ہیں۔

اسی طرح حسن العزیز کی دیگر جلدیں بھی نیز کمالات اشرفیہ اور انفاس عیسیٰ جو حضرت والا کے ارشادات وافاضات کے جامع و مانع اور مفید و نافع مجموعے ہیں خاص طور سے قابل ملاحظہ ہیں۔ اب سو ملفوظات مذکورہ بالا ملقب بہ صد قند اشرف کے نمبر ہائے موعودہ ذیل میں درج کئے جاتے ہیں اور نمبروں کے ہندسوں کے ساتھ ساتھ الفاظ بھی لکھا جائے گا تاکہ کتابت یا طباعت کی غلطی سے خلط وخبط نہ ہونے پائے۔

صد قند اشرف

(یعنی حسن العزیز جلد اول کے سو منتخب ملفوظات بصورت نمبر)

حسن العزیز جلد اول کے ملفوظات نمبری ذیل خاص طور سے قابل ملاحظہ ہیں کیونکہ ان میں خاص طور سے اصول تعلیم سلوک اور اپنے خاص طرق تربیت ارساد فرمائے گئے ہیں اور اس بناء پر وہ خاص طور سے باب ہذا ارساد وافاضۂ باطنی کے مناسب ہیں۔

۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸
تیرہ	چودہ	سترہ	اٹھارہ	انیس	اکیس	تئیس	چوبیس
۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶
پچیس	انتیس	چونتیس	پینتیس	چھتیس	انتالیس	چالیس	اکتالیس
۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴
اڑتالیس	پچاس	اکیاون	چھپن	اُنسٹھ	ساٹھ	چونسٹھ	پینسٹھ
۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۳۱	۳۲
چوہتر	چھہتر	ستتر	اناسی	اکیاسی	پچاسی	چھیاسی	چھیانوے
۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰
ایک سو ایک	ایک سو تین	ایک سو پانچ	ایک سو چھبیس	ایک سو اڑتیس	ایک سو چون	ایک سو چھیاسٹھ	ایک سو بہتر
۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸
ایک سو پچھتر	دو سو پندرہ	دو سو سولہ	دو سو سترہ	دو سو پچیس	دو سو چھبیس	دو سو چالیس	دو سو اڑتالیس
۴۹	۵۰	۵۱	۵۲	۵۳	۵۴	۵۵	۵۶
دو سو انچاس	دو سو پچاس	دو سو ستر	دو سو اسی	دو سو بیاسی	دو سو پچاسی	دو سو اکانوے	تین سو تین
۵۷	۵۸	۵۹	۶۰	۶۱	۶۲	۶۳	۶۴
تین سو اکتیس	تین سو بیاسی	تین سو ستانوے	چار سو	چار سو پانچ	چار سو گیارہ	چار سو سولہ	چار سو بیس
۶۵	۶۶	۶۷	۶۸	۶۹	۷۰	۷۱	۷۲
چار سو اکیس	چار سو بائیس	چار سو سینتیس	چار سو بیالیس	چار سو اڑتالیس	پانچ سو سولہ	پانچ سو تئیس	پانچ سو پینتیس
۷۳	۷۴	۷۵	۷۶	۷۷	۷۸	۷۹	۸۰
پانچسو چالیس	پانچسو اکتالیس	پانچسو پچتالیس	پانچسو چھیالیس	پانچسو انسٹھ	پانچسو چھیاسٹھ	پانچسو ستر	پانچسو بہتر
۸۱	۸۲	۸۳	۸۴	۸۵	۸۶	۸۷	۸۸
پانچسو چہتر	پانچسو پچاسی	پانچسو ستاسی	پانچسو بانوے	پانچسو چورانوے	چھ سو تین	چھ سو دس	چھ سو پندرہ
۸۹	۹۰	۹۱	۹۲	۹۳	۹۴	۹۵	۹۶
چھ سو انیس	چھ سو بائیس	چھ سو سینتیس	چھ سو اکتالیس	چھ سو پینتالیس	چھ سو چھیالیس	چھ سو انچاس	چھ سو پچاس
		۹۷	۹۸	۹۹	۱۰۰		
		چھ سو اکسٹھ	چھ سو اڑسٹھ	چھ سو انہتر	چھ سو ستر		

تصوف کیا ہے اور کیسے حاصل ہوتا ہے

اب تک اس باب میں حضرت والا کے جتنے ارشادات متعلق بہ افاضہ باطنی موقع بہ موقع بصیرت افزائے ناظرین کرام ہوئے ہیں بالخصوص وہ تحریری ارشادات جو صد پند اشرف میں نقل کیے گئے ہیں ان سے علے رؤس الاشہاد مشاہد ہوگیا ہوگا کہ بعون اللہ تعالیٰ حضرت والا نے اس تصوف کو جو مدت مدید سے عام طور پر سربسر ایک راز سربستہ سمجھا جاتا تھا بہمہ دلربائی و رعنائی منظر عام پر لا کھڑا کیا اور اس دولت باطنی کو جس کا حصول نہایت ہی دشوار خیال کیا جاتا تھا اور جس کو غلطی سے صرف خواص ہی کا حصہ سمجھ لیا گیا تھا اپنی ذات میں نہایت سہل الحصول اور قابل دسترس ہر خاص و عام ثابت فرما دیا اور اپنے اس ارشاد کو جو حسن العزیز جلد اول میں مذکور ہے من کل الوجوہ سچا کر کے دکھلا دیا کہ تصوف کوئی اجنبی چیز نہیں نہایت عقل کے موافق نہایت فطرت کے مطابق نہایت سہل اور نہایت دلچسپ چیز ہے اھ۔

اور فی الواقع حقیقی اسلام جس کا تصوف محض ایک مرادف ہے اسی شان کا ہونا چاہیے اور واقع میں وہ ہے بھی اسی شان کا۔

مضمون بالا کی تائید میں خود حضرت والا کا ارشاد بھی وعظ طریق القلندر سے مقتبساً درج ذیل کیا جاتا ہے وعظ مذکور کے ختم کے قریب نہایت وضاحت کے ساتھ طریق کی پوری حقیقت اور وصول الی المقصود کا نہایت جامع مانع دستور العمل اور اس کے سہل الحصول ہونے کو نہایت وثوق اور شد و مد کے ساتھ اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ

"رہ قلندر کی حقیقت تو بیان ہو چکی ہے مگر اس کا طریق عمل بیان کرنا بھی ضرورت ہے کیونکہ محض حقیقت کا معلوم ہو جانا عمل کے لیے کافی نہیں۔ لہٰذا رہ قلندر کی تحصیل کا طریق بھی بیان کرتا ہوں اور یہ اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ وہ ایسا طریق ہے جو محبت اور عمل دونوں کا جامع ہے پس ان دونوں چیزوں کی تحصیل کا طریق معلوم ہونا چاہیے سو عمل کے متعلق تو خیر یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہمت کرو عمل ہو جائے گا پس اس کا یہی طریق ہے لیکن سوال یہ ہے کہ محبت کیونکر پیدا ہو تو لیجئے میں اس کا ایک نسخہ لاکھوں روپیہ کا مفت بتائے دیتا ہوں وہ نسخہ

مرکب ہے چند اجزاء سے اور وہ سب چھوٹی چیزیں ہیں غور سے سنئے وہ چند چیزیں ہیں سب سے اول ہے عمل کیونکہ میں اول ہی تقریر میں عرض کر چکا ہوں کہ عمل میں خاصیت ہے محبت پیدا کر دینے کی اور اس کو بہت بڑا دخل ہے محبت پیدا کرنے میں چاہے تجربہ کر لو روز روز کسی کے پاس جایا کرو دیکھو محبت ہو جائے گی۔ پہلے تھوڑی ہوگی' پھر جاتے جاتے ایسا تعلق ہو جائے گا کہ بہت ہی زیادہ غرض یہ مسلم امر ہے کہ میل جول جتنا زیادہ ہوگا اتنی ہی زیادہ محبت ہوگی وہ جو کہتے ہیں پالے کی محبت اس کی یہی تو اصل ہے۔ غرض نیک عمل میں یہ برکت ہے کہ اس سے محبت حق پیدا ہو جاتی ہے۔

اب یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہم مدت سے نیک عمل کر رہے ہیں مگر محبت پیدا نہیں ہوئی۔ جواب یہ ہے کہ نیک عمل کے مفہوم میں ایک یہ ہی چیز تو نہیں کہ بس عمل کر لیا۔ بلکہ وہ مرکب ہے اور اجزاء سے بھی ایک جز تو عمل کرنا ہے دوسرا جز یہ ہے کہ عمل کو اس کے طریق کے مطابق کیا جائے مثلاً صرف ٹکریں مارنے کو نماز نہیں کہتے۔ نیک عمل جس طرح کیا جاتا ہے اور جو اس کا ماموریہ طریق ہے اس طریق سے اس کو کرو۔ پھر دیکھو محبت کیسے نہیں پیدا ہوتی۔ تیسری وجہ اثر نہ ہونے کی یہ ہے کہ تم نے عمل کو صرف عادت سمجھ کر کیا اور اس نیت سے نہیں کیا کہ اللہ کی محبت بڑھ جائے گل میں یہ نیت نہیں کی کہ اے اللہ آپ کی محبت پیدا ہو جائے سو اس نیت سے عمل کرو پھر دیکھو انشاء اللہ کیسا اثر ہوتا ہے بہر حال ایک جز تو اس نسخہ کا یہ ہے کہ نیک عمل میں بہ نیت ازدیاد محبت استقامت کے ساتھ مشغول رہو۔ دوسری بات ضروری یہ ہے کہ اللہ کا نام لو جی لگا کر یعنی تھوڑا تھوڑا اللہ اللہ بھی کرو۔ تیسری بات یہ ہے کہ اور بہت ہی ضروری ہے کہ اہل محبت کی صحبت اختیار کرو۔ اس سے لوگ بھاگتے ہیں۔ اول تو اس طرف توجہ ہی نہیں کہ کسی بزرگ کی خدمت میں جا کر رہیں۔ بس تھوڑی سی کتابیں پڑھ لیں اور سمجھ لیا کہ ہم کامل مکمل ہو گئے۔ بھلا نری کتابوں سے بھی کوئی کامل مکمل ہوا ہے ہاں تم کمل تو ہو گئے یعنی کمبل پوش باقی نہ کامل ہوئے نہ مکمل۔ ارے بھائی موٹی بات ہے کہ بلا بڑھئی کے پاس بیٹھے کوئی بڑھئی نہیں بن سکتا حتیٰ کہ اگر بسولہ بھی بطور خود ہاتھ میں لے کر اٹھائے گا تو وہ بھی قاعدہ سے نہ اٹھایا جا سکے گا۔ بلا درزی کے پاس بیٹھے سوئی کے پکڑنے کا انداز بھی نہیں آتا۔ بلا خوشنویس کے پاس بیٹھے ہوئے اور بلا قلم کی گرفت اور خط کی کشش کو دیکھے ہوئے

ہرگز خوشنویس نہیں ہوسکتا۔ غرض بدوں صحبت کامل کے کوئی کامل نہیں بن سکتا لہٰذا پیر کامل کی صحبت لازمی ہے۔ پھر تو ایسا ہوتا ہے کہ کبھی مرید پیر سے بھی بڑھ جاتا ہے۔ مگر ابتداء میں تو کسی شیخ کامل کی صحبت کے بغیر چارہ نہیں اور آج کل اسی کی ضرورت کسی کی سمجھ میں نہیں آتی۔ کبھی کسی مصلح کے پاس گئے بھی تو وہاں تو ہوتی ہے اصلاح۔ پہنچتے ہی لتاڑ پڑنا شروع ہوگئی تو اب یہ حضرت گھبرائے کہ میاں کس مصیبت میں آ پھنسے۔ ہم تو آئے تھے بزرگ سمجھ کر انہوں نے لتاڑنا ہی شروع کر دیا یہ کیسے بزرگ ہیں یہ کیسے اللہ والے ہیں؟

اس کی تو ایسی مثال ہے جیسے کوئی معدہ کا مریض طبیب کے پاس جا کر کہے کہ دیکھو جی ہم اپنے گھر حلوے کھایا کرتے تھے حلوے ہی ہمارے لیے تجویز کرنا۔ ذرا حماقت تو دیکھئے حالانکہ خدا کے فضل سے آپ کو دست بھی ہو رہے ہیں۔ معدہ بھی خراب ہے ہضم بھی درست نہیں۔ یہ تو حضرت کی حالت اور حلوے کی فرمائش طبیب بھلا اس کی کیوں رعایت کرتا۔ اس نے اس کی حالت کے مناسب کڑوا مسہل تجویز کیا اور جب اس نے پینے سے انکار کیا اور تین پانچ کی تو گرا کر زبردستی چمچوں کے ذریعہ سے پلا دیا۔ لیکن اس نے قصداً قے کر کر کے سارے پئے ہوئے مسہل کو پیٹ سے نکال دیا۔ آپ قے کرتے جاتے ہیں اور بڑبڑاتے جاتے ہیں کہ واہ جی ہم تو اپنے گھر حلوے کھایا کرتے تھے۔ حکیم جی نے نہ جانے کیا الا بلا پلا دی۔ کاش کوئی خیر خواہی سے کہتا کہ ارے بے وقوف تو کیا سمجھے تجھے جو اس وقت کڑوا مسہل پلا رہا ہے تو تیرے ساتھ وہ دشمنی نہیں کر رہا ہے بلکہ دراصل وہ تجھے حلوے کھلانے کے قابل بنا رہا ہے۔ ابھی تیرا معدہ حلوے کے قابل نہیں۔ ایسی ہی حالت میں حلوے کھانے سے تو تجھے دست ہو رہے ہیں تو حضرت اصلاح تو اصلاح ہی کے طریقے سے ہوتی ہے۔ تم جو شیخ کے پاس اصلاح کی غرض سے آئے ہو تو اس کی سختی اور لتاڑ کو برداشت کرو اور اگر برداشت نہیں ہے تو اصلاح کی درخواست ہی نہ کرو۔ بھائی وہاں تو اصلاح اصلاح ہی کے طریقہ سے ہوگی۔ پھوڑا لے کر گئے ہو تو نشتر لگے ہی گا اب وہاں تو نشتر لگانا ضروری اور یہاں یہ حال۔

تو بیک زخمے گریزانی زعشق تو نامے چہ میدانی زعشق

(تو ایک زخم لگنے سے ہی عشق سے بھاگنے لگا ہے، تو عشق کے نام کے سوا کچھ بھی نہیں جانتا)

بس نام ہی نام ہے عشق کا۔ ایک ہی زخم لگا تھا کہ بھاگے وہاں کا تو ادب یہ ہے کہ۔

چوں گزیدی پیر نازک دل مباش — ست در یز ندہ چو آب وگل مباش

ور بہ ہر زخمے تو پُر کینہ شوی — پس کجا بے صیقل آئینہ شوی

(اگر تو ہر چوٹ پر غصہ ہوتا ہے تو تو بغیر رگڑائی کے کس طرح صاف ہوگا)

یہ مصیبت ہوگئی ہے تو حضرت نرا وظیفہ اصلاح کے لیے ہرگز کافی نہیں۔ نرے وظیفے والے پیروں سے واللہ ثم واللہ جو کبھی اصلاح ہو۔ اصلاح تو ہوتی ہے اصلاح کے طریقہ سے۔ تو اہل محبت کے پاس جاؤ اور وہ جو کہیں وہ کرو۔ تھوڑے دنوں میں دل نور سے معمور ہو جائے گا۔ اور خدا کی قسم اس قدر محظوظ ہو گے کہ تمہاری نظر میں پھر سلطنت کی بھی کچھ حقیقت اور وقعت نہ رہے گی حضرت حافظؒ فرماتے ہیں۔

چو بیخود گشت حافظ کے شمارد — بہ یک جو مملکت کاؤس وکے را

(جب حافظ بے خود ہو گیا ہے تو وہ بادشاہوں کی حکومت کو ایک جَو کے برابر بھی نہیں سمجھتا)

جناب میرے پاس قسم سے زیادہ کوئی ذریعہ یقین دلانے کا نہیں اے صاحب میں مکرر قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جو اس طریق سے اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کر لے گا وہ ایسا ہو جائے گا کہ پھر اس کو نہ موت کا خوف ہوگا نہ ذات الجنب کا نہ نمونیہ کا نہ بخار کا نہ قحط کا نہ وباء کا کوئی غم نہ رہے گا۔ بس بالکل جنت کی سی حالت ہو جائے گی۔ ہاں غم ہوگا تو ایک کہ اللہ میاں تو ناراض نہیں۔ خدا کے نزدیک میں کیسا ہوں۔ نہ جانے وہ مجھ سے راضی ہیں یا ناراض بس اس غم کے سوا اور کوئی غم نہ ہوگا۔ مگر یہ غم ایسا لذیذ ہے کہ ہزاروں خوشیاں اس پر نثار۔ اس شخص سے اگر کوئی کہنے لگے کہ لاؤ تمہارا یہ غم تو ہم لے لیں اور اس کے عوض اپنی ساری خوشیاں تمہیں دے دیں تو کبھی نہ بدلے گا۔ تو حضرت یہ دولت ملے گی اہل اللہ کے پاس جانے اور ان کا اتباع کرنے سے تو حاصل طریق کا یہ ہے کہ اعمال میں ہمت کر کے شریعت کے پابند رہو ظاہراً و باطناً اور اللہ اللہ کرو۔ اور کبھی کبھی اہل اللہ کی صحبت میں جایا کرو اور ان کی غیبت میں جو کتابیں وہ بتائیں ان کو پڑھا کرو۔ جی یہ چار چیزیں ہیں میں ٹھیکہ لیتا

ہوں کہ جوان چار پر عمل کر کے دکھلا دے گا وہ یحبھم و یحبونہ کا مصداق یعنی اللہ تعالیٰ کا محبوب اور محبّ ہو جائے گا۔ ضرور ہو جائے گا۔ ضرور بالضرور ہو جائے گا۔

تو صاحب اب اختیار ہے جو چاہے عمل کر کے دیکھ لے اور تجربہ کر لے اور اس کی ضرورت نہیں کہ مرید ہو جائے اجی کس کی پیری مریدی لئے پھرتے ہو یہ تو پکھنڈ ہے۔ بیعت کی ضرورت نہیں۔ اصل چیز بیعت کی روح یعنی اتباع ہے۔ غرض مرید ہونے کی ضرورت نہیں پیر کے کہنے کے مطابق کام شروع کر دو۔ بس ہو گیا تعلق۔ واللہ وہی نفع ہو گا جو پیری مریدی میں ہوتا ہے۔ اب لوگوں کا عجب حال ہے کہ کام بتاؤ تو نہ کریں۔ بس بیعت کا نام کرنا چاہتے ہیں۔ بیعت کیا ہے محض رسم ہی رسم رہ گئی ہے چنانچہ جو پیر ایسے ہیں کہ مرید تو کر لیتے ہیں لیکن کام کچھ نہیں بتلاتے ان سے تو لوگ بہت خوش ہیں اور میں مرید تو کرتا ہوں لیکن کام بتلاتا ہوں تو مجھ سے ناراض ہیں۔ یوں سمجھ رکھا ہے کہ وہ جو بھید ہیں فقیری کے وہ جو انچھر ہیں پریم کے وہ مریدوں ہی کو بتائے جاتے ہیں۔ یہ خیال ہے کہ مرید کرتے ہی پیر بس پریم کے دو انچھر بتا دے گا اور اللہ والے ہو جائیں گے۔ دہرے تھے انچھر دہرے تھے بھید ڈلے پتھر میاں خدا رسول کا نام لو اور احکام بجا لاؤ۔ بس یہی انچھر ہیں۔ اصلاح نفس کے طریقے پیر سے پوچھو یہی بھید ہیں۔ اگر کوئی کہے کہ کیا باطنی طریق بس یہی ہے تو ہم بہ آواز دُہل کہیں گے کہ ہاں یہی ہے اور اس طریق میں کبھی بڑے بڑے حالات بھی پیش آئیں گے بڑی بڑی کیفیات بھی طاری ہوں گی یہ سب ہو گا مگر یہ مقصود نہیں ہے۔

بھائی حالات تو سڑک کے پھولدار درخت ہیں۔ نظر آئے تو کیا نہ نظر آئے تو کیا۔ سڑک تک بہر حال قطع ہو گی۔ درختوں اور پھولوں کا نظر آنا نہ آنا سڑک کے قطع ہونے کے لیے ضروری نہیں۔ نظر پڑے گی تب قطع ہو گی نہ نظر پڑے گی تب قطع ہو گی بس چلتے رہنا شرط ہے اور بعضوں کو یہ درخت اور پھول عمر بھر بھی نظر نہیں آتے۔ واللہ جن حالات کو آپ بڑا کمال سمجھتے ہیں طریق میں بس ایسے ہیں جیسے سڑک پر دو طرفہ گلاب اور بیلے کے درخت لگے ہوں۔ کبھی نیچی نظر کر کے چلتے ہیں تو کیا راستہ قطع نہیں ہوتا۔ راستہ تو برابر قطع ہوتا ہے چاہے درخت نظر پڑے یا نہ پڑے۔

افسوس تصوف کا ناس کر دیا ہے ان جاہل صوفیوں نے اور فقیری کو ہاؤ بنا رکھا ہے۔ کہتے ہیں کہ چلّے کھینچو بیوی کو طلاق دے دو' اولاد کو عاق کر دو' دروازہ کو تیغا کر دو۔ چالیس چنے رکھ لو اور ایک چنا روز کھاؤ۔ بدوں اس کے اصل فقیری ملتی ہی نہیں۔ میں کہتا ہوں واللہ دوشالوں میں۔ گدے تکیوں میں' سلطنت میں' مرغن کھانوں میں فقیری ملتی ہے مگر گھر میں نہیں شیخ کامل کی خدمت میں ملتی ہے۔

چنانچہ حضرت فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ جن کی شان اتنی بڑی ہے کہ مولانا رومؒ جیسے عارف کی ان کے بارہ میں یہ رائے ہے۔

ہفت شہرِ عشق را عطار گشت ما ہنوز اندر خم یک کوچہ ایم

(عطار نے عشق کے سات شہر گھوم لئے اور ہم ابھی تک ایک گلی کے موڑ میں ہیں)

وہ فرماتے ہیں۔

گر ہوائے ایں سفر داری دلا دامن رہبر بگیر و پس بیا

(اے دل اگر تو اس سفر کی خواہش رکھتا ہے تو راہبر کا دامن تھام اور واپس نہ لوٹ)

در ارادت باش صادق اے فرید تا بیابی گنج عرفاں را کلید

(اے فرید طلب میں سچا ہو جا، تا کہ تو معرفت کے خزانہ کی چابی پا لے)

بے رفیقی ہر کہ شد در راہ عشق عمر بگذشت و نشد آگاہ عشق

(جو کہ عشق کی راہ میں بغیر رفیق کے چلا اس کی عمر گزر گئی اور وہ ابھی عشق سے واقف بھی نہ ہو سکا)

مگر شیخ ہونا چاہیے کامل اور کامل شیخ کی پہچان یہ ہے کہ شریعت کا پورا متبع ہو۔ بدعت اور شرک۔ سے محفوظ ہو کوئی جہل کی بات نہ کرتا ہو' اس کی صحبت میں بیٹھنے کا یہ اثر ہو کہ دنیا کی محبت گھٹتی جائے اور حق تعالیٰ کی محبت بڑھتی جائے اور جو مرض باطنی بیان کر و اس کو بہت توجہ سے سن کر اس کا علاج تجویز کرے اور جو علاج تجویز کرے اس علاج سے دمبدم نفع ہوتا چلا جائے۔ اور اس کے اتباع کی بدولت روز بروز حالت درست ہوتی چلی جائے۔ یہ علامت ہے شیخ کامل کی۔ ایسا شخص اگر مل جائے تو وہ اکسیر اعظم ہے۔ تو یہ ہے طریقہ محبت پیدا کرنے کا۔ اس سے تو ہو گی محبت آگے رہا عمل تو اس کے لیے ضرورت ہو گی ہمت کی۔

اب ایک اور غلطی میں لوگ مبتلا ہیں کہ پیر بنا کر اس کو پلہ دار اور ذمہ دار اعمال کا سمجھتے ہیں۔ اس میں ان کا قصور نہیں کیونکہ ان کو بہکایا ہے دکانداروں نے انہوں نے جاہلوں کو یہ پٹی پڑھا رکھی ہے کہ تمہیں کچھ عمل کرنے کی ضرورت نہیں۔ سب ہمیں کرلیں گے بس اب وہ سچے پیروں سے بھی یہی توقع رکھتے ہیں چنانچہ میرے پاس خطوط آتے ہیں کہ صاحب تہجد کے لیے آنکھ نہیں کھلتی دعا کردو کہ آنکھ کھلا کرے میں لکھ دیتا ہوں کہ اچھا میں اس شرط پر دعا کروں گا کہ آپ میرے لیے یہ دعا کر دیجئے کہ میری ایسی ٹانگیں ہو جائیں کہ میں روز کلکتہ پہنچ کر اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر آپ کو اٹھا دیا کروں۔ بیوقوف ہوئے ہو۔ اگر آنکھ نہیں کھلتی تو میں کیا کروں۔ میاں اٹھو کسی طرح اور اگر کسی طرح نہیں اٹھا جاتا تو عشاء کے بعد ہی تہجد کی رکعتیں پڑھ لیا کرو غرض ہر چیز کا علاج ہے۔

بعضے کہتے ہیں کہ وظیفہ پورا نہیں ہوتا۔ کوئی ایسی توجہ دیجئے کہ وظیفہ پورا ہو جایا کرے۔ بس سارے کام توجہ ہی سے چلانا چاہتے ہیں۔ لاؤ میں توجہ کی حقیقت ظاہر کردوں۔ صاحبو کہیں دوسروں کی توجہ سے بھی کام چلتا ہے جب تک کہ خود توجہ نہ کرے۔ اور ہمت سے کام نہ لے۔ سارا کام ہمت پر موقوف ہے۔ بیوقوف یوں سمجھتے ہیں کہ بس سب کچھ پیروں کے ہاتھ میں ہے۔ پیر تو بیچارے کیا چیز ہیں خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوطالب کے لیے بہت چاہا کہ مسلمان ہو جائیں مگر ہدایت نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا آپ کو ارشاد ہوا **انک لا تهدی من احببت ولکن الله یهدی من یشآء**۔ یعنی آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں کر سکتے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ ہی جس کو چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں۔ لیجئے جب خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی اپنی توجہ سے ہدایت نہ کر سکے تو پیر بیچارے تو کیا کرتے دیکھا آپ نے۔ اب تو صاحبو آپ کو توجہ کی حقیقت معلوم ہوگئی۔

غرض یہاں تو جو کچھ حاصل ہوتا ہے کام کرنے سے حاصل ہوتا ہے اور تم چاہتے ہو کہ کچھ نہ کرنا پڑے پیر کی توجہ ہی سے سب کام بن جائیں اور کمال حاصل ہو جائے۔ ارے بھائی جن سے یہ درخواست ہے پہلے ان سے تو تحقیق کرلو کہ انہیں جو کمال حاصل ہوا ہے وہ کاہے سے حاصل ہوا ہے۔ حضرت چکی پیسنے ہی سے حاصل ہوا ہے پہلے چکی پیسی پھر آٹا نکل آیا' پھر

پانی ڈال کر آٹا گوندھا پھر روٹی بنا کر توے پر ڈالی پھر وہ پک گئی پھر کھالی۔ اب تم چاہتے ہو کہ کرنا تو کچھ نہ پڑے اور پیٹ بھر جائے۔ تم چاہتے ہو کہ ایسا پیر ملے جو پکی پکائی کھلا دے۔ لیکن ایسا نہ ہوگا۔ ع۔ ایں خیالست ومحالست وجنون۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو پکی پکائی کھلائی ہی نہیں اور کسی کی تو کیا ہستی ہے اور کیا مجال ہے۔ حضور تو غایت شفقت سے بہت چاہتے تھے کہ پکی پکائی ہی کھلا دیں مگر غیرت حق اور مصلحت دین کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے اس کی اجازت نہ دی تو بھائی خوب سمجھ لو کہ کام کرنے ہی سے کام چلے گا۔ بس طریق یہی ہے کہ کام کرو محنت کرو خدا برکت دے گا اگر کچھ حاصل کرنا چاہتے ہو تو بجز اس کے کوئی صورت نہیں کہ کام کرو اور محنت کرو جیسا کہ **یجاھدون فی سبیل اللّٰہ** سے میں ثابت کر چکا ہوں۔

خلاصہ یہ کہ جو پیر ایسا کامل مکمل ہو اور جس میں مذکورہ علامتیں ہوں اس کی خدمت میں رجوع کرو۔ لیکن بیعت پر اصرار نہ کرو۔ درخواست پر اگر وہ کر لے اس کی عنایت ہے باقی تم اس کو دق نہ کرو۔ پھر جو وہ کہے کرو۔ اگر محنت کراوے محنت کرو۔ ذکر وشغل کراوے ذکر وشغل کرو۔ غرض اس کی فکر میں لگ جاؤ کہ کسی کامل مکمل کی صحبت میسر آئے۔ اب آخر میں یہ عرض ہے کہ مقصود میں کوتاہی کرنے والے دو قسم کے لوگ ہیں ایک تو وہ جو عمل میں کوتاہی کرتے ہیں ان کو چاہیے کہ اپنے قصد کو پختہ کریں اور ہمت سے کام لیں۔ دوسرے وہ ہیں جن میں محبت کی کمی ہے وہ اہل محبت کی صحبت اختیار کریں۔ غرض یہ دونوں چیزیں لازم طریق ہیں۔ ایک عمل دوسری محبت اول میں ہمت کی ضرورت ہے۔ دوسری میں اہل اللہ کی صحبت اور ان کے اتباع کی انتہیٰ مافی طریق القلندر۔

حضرت حکیم الامت کے بعض خاص خاص طرق تربیت

اب حسب وعدہ حضرت والا کے بعض خاص خاص طرق تربیت بھی مختصراً عرض کئے جاتے ہیں۔ جن سے حضرت والا کی امتیازی شان ارشاد نمایاں ہوتی ہے اور چونکہ وہ بوجہ بالکل اصول صحیحہ کے مطابق اور موجودہ رنگ طبائع کے نہایت مناسب ہونے کے امر اصلاح میں غایت درجہ مؤثر اور نافع ثابت ہو چکے ہیں اس لیےاس قابل ہیں کہ مشائخ ان کو اپنا دستور العمل بنالیں لیکن محض نقل کافی نہ ہوگی۔ فہم اور سلیقہ اور مناسبت بہر حال شرائط ضروریہ میں سے ہیں۔ بمصداق ارشاد حضرت عارف شیرازیؒ (جو پہلے بھی ایک موقع پر عرض کیا جاچکا ہے۔)

نہ ہر کہ چہرہ برافروخت دلبری داند　　　　نہ ہر کہ آئینہ دارد سکندری داند

(چہرہ کو روشن کرنے والا ہر آدمی دلبری نہیں جانتا، ہر آئینہ رکھنے والا بادشاہی نہیں جانتا)

ہزار نکتۂ باریک تر زمو اینجاست　　　　نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

(یہاں بال سے بھی باریک ہزاروں نکتے ہیں، ہر سر منڈانے والا قلندری نہیں جانتا)

یہ عرض کر دینا بھی ضروری ہے کہ اس جگہ استیعاب مقصود نہیں جو نہایت دشوار ہے بلکہ ناممکن کیونکہ حضرت والا کے طریق اصلاح و تربیت کی بہت سی ایسی خصوصیات بھی ہیں جو نہ زبان سے ادا ہو سکتی ہیں نہ قلم سے۔ صرف صحبت طویلہ اور بغور تتبع واقعات ہی سے ذوقاً ان کا ادراک وانکشاف ہو سکتا ہے۔ بمصداق ؎

خوبی ہمیں کرشمہ و ناز و خرام نیست　　　　بسیار شیوہ ہاست بتاں را کہ نام نیست

(یہی کشش، ناز اور اندازِ رفتار ہی حُسن نہیں ہے بلکہ محبوبوں کے بہت سے اوصاف ایسے ہیں جن کا نام ہی نہیں ہے)

لہٰذا محض نمونہ کے طور پر حضرت والا کے بعض خاص خاص اور صرف عملی اصول تربیت مختصراً عرض کئے جاتے ہیں جو آج کل معمول بہا ہیں۔ پھر انہی پر انشاء اللہ تعالیٰ اس باب کو

ختم کر دیا جائے گا۔ وماتوفیقی الا باللہ۔

ہر چند نہ استیعاب مقصود ہے نہ اس وقت کوئی خاص ترتیب ذہن میں ہے بلکہ خیال یہ ہے کہ کیف ما اتفق حضرت والا کے جو اصول خاصہ یاد آتے چلے جائیں گے ان کو لکھتا چلا جاؤں گا تاہم اس مصلحت سے کہ یاد آنے میں قدرے سہولت ہو جائے اور خلط سے بھی کسی قدر حفاظت رہے احقر مذکورہ ذیل پانچ عنوان قائم کئے لیتا ہے تاکہ ہر عنوان کے تحت میں اسی کے مناسب اصول لکھتا چلا جائے اور حوالے کی سہولت کے لیے ہر عنوان کے ذیلی نمبر بھی جداگانہ لگائے جائیں گے۔ وہ پانچ عنوانات یہ ہیں۔

(۱)۔اصول متعلقہ بیعت (۲)۔اصول متعلقہ تعلیم وتربیت

(۳)۔اصول متعلقہ خط وکتابت (۴)۔اصول متعلقہ واردین (۵)۔اصول متفرقہ

جس طرح اسی باب کے پچھلے دو مجموعوں کے نام صد پند اشرف اور صد قند اشرف رکھے جاچکے ہیں اسی طرح اس مجموعہ کا نام بھی بلحاظ عدد عنوانات پانچ گنج اشرف تجویز کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس خزانہ بے بہا کو بسہولت و بحسن وخوبی مجتمع کرادے اور مقبول فرما کر مجھ تہی دست کے لیے ذخیرہ آخرت اور از قبیل باقیات الصالحات بنادے اور اس سے مسلمانوں کو تا قیامت متمتع فرماتا رہے۔ اور اس احقر ناکارہ کو بھی حضرت والا سے کامل مناسبت عطا فرما کر حضرت والا کے حقائق ومعارف کا جو سراسر علوم حضرت نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ سے مستفاد ہیں۔ حامل اور حضرت والا کے زریں اصول کا جو بالکل قرآن و حدیث اور عقل سلیم کے موافق ہیں۔ عامل بنادے۔ (آمین ثم آمین)

گو اچھی طرح جانتا ہوں کہ اس نااہل کی طرف سے یہ دعا چھوٹا منہ بڑی بات ہے کیونکہ مجھ جیسے فاسد الاستعداد اور ناکارہ کی کیا ہستی اور کیا اوقات ہے۔ بلکہ اپنی حیثیت پر نظر کرتے ہوئے تو اس کی قبولیت ہی میرے نزدیک وقوعاً منجملہ مستبعدات ہے لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ جل شانہ وعم نوالہ کی بڑی ذات ہے اس لیے اگر اصل دعا نہ بھی قبول ہوئی تب بھی انشاء اللہ تعالیٰ اس دعا سے بہرحال مجھ کو دارین میں امید اجر و برکات ہے۔ اور اسی امید پر اس کی جرأت بھی کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ میری اس امید کو پورا فرمائے۔ (آمین ثم آمین) نیز

اصل دعا کی قبولیت سے بھی کلی مایوسی نہیں حسب ارشاد حضرت مولانا رومیؒ ۔

تو مگو مارا بداں شہ یار نیست　　با کریماں کارہا دشوار نیست

(تو یہ نہ کہہ کہ بادشاہ سے ہمارا تعلق نہیں ہے، نیک لوگوں کیلئے کام مشکل نہیں ہیں)

اب بنام خدا تعالیٰ پنج گنج اشرف کو بہ ترتیب عنوانات مذکورہ بالا لکھنا شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ میری مدد فرمائے اور بسہولت و بحسن وخوبی اتمام کو پہنچائے۔ آمین یارب العالمین۔

پنج گنج اشرف

(یعنی اشرف المشائخ حضرت حکیم الامت دامت برکاتہم کے بعض خاص خاص اصول ارشاد وافاضۂ باطنی)

(عنوان اول)

اصول متعلقہ بیعت

۲۔ اعتقاد میں غلو کی اصلاح

چونکہ آج کل بیعت کو عموماً لوازم طریق سے سمجھ لیا گیا ہے حالانکہ اصل چیز استفاضہ ہے اس لیے حضرت والا اس غلو فی الاعتقاد کی اس طرح عملی اصلاح فرماتے ہیں کہ اگر کوئی بیعت کی درخواست کرتا ہے تو اول اس سے بیعت کی غایت دریافت فرماتے ہیں اور جب تک وہ صحیح غایت نہیں بتلاتا برابر استفسارات فرماتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ یا تو حضرت والا کے استفسارات ہی سے سمجھ کر (جو ہمیشہ اس قسم کے ہوتے ہیں کہ طریق سے ادنیٰ مناسبت رکھنے والا ان سے بہ سہولت صحیح جواب مستنبط کر سکتا ہے) وہ خود ہی صحیح غایت بتا دیتا ہے یا اپنے عجز کا اقرار کر کے خود حضرت والا سے پوچھتا ہے اور پھر خود حضرت والا اس کو صحیح غایت بتلا دیتے ہیں اور شروع ہی میں بطور خود اس لیے نہیں بتاتے کہ جو بات مخاطب کی قوت فکریہ پر بوجھ پڑنے کے بعد سمجھ میں آتی ہے یا بتائی جاتی ہے وہ اس قدر پختگی کے ساتھ ذہن نشین ہوتی ہے کہ پھر کبھی ذہن سے نہیں نکلتی اور اسی نافعیت کی بناء پر حضرت والا تمام دوران تربیت میں اسی طریق تفہیم کا بکثرت استعمال فرماتے رہتے ہیں۔

غرض اگر کوئی طالب حضرت والا کے استفسار کے جواب میں بیعت کی غایت رضائے

حق متعین کرتا ہے تو فرما دیتے ہیں کہ یہ غایت تو بیعت پر موقوف نہیں۔ اس کے حصول کے لیے تو تعلیم اور تعلیم پر عمل ہی کافی ہے اور اگر وہ بیعت کی یہ غایت بتاتا ہے کہ شیخ سے مناسبت اور تعلق خاص پیدا ہو جائے تاکہ اس کی تعلیم زیادہ مؤثر ہو اور اس پر عمل آسان ہو جائے تو پھر یہ استفسار فرماتے ہیں کہ آیا صرف مرید ہی کو شیخ سے مناسبت ہو جانا کافی ہے یا اس کے علاوہ شیخ کو بھی مرید سے مناسبت ہونا ضروری ہے جب اس سے یہ اقرار کرا لیتے ہیں کہ جانبین میں مناسبت ہونا ضروری ہے تو فرماتے ہیں کہ اس کے لیے تو نری بیعت کافی نہیں بلکہ اور چیزیں بھی ضروری ہیں مثلاً کچھ دن پاس رہنا۔ خصوصیات مزاج کا تتبع اور ان کی رعایت کرنا۔ چندے تعلیمی خط و کتابت جاری رکھنا وغیرہ۔ غرض جانبین کی مناسبت کے لیے نری بیعت کافی نہیں۔ بلکہ شیخ کو تو طالب کے ساتھ زیادہ تر اس کے برتاؤ سے مناسبت پیدا ہوتی ہے اھ۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت والا طالبین بیعت کے غلو فی الاعتقاد کی بڑے اہتمام سے اصلاح فرماتے ہیں اور جب یہ اطمینان ہو جاتا ہے کہ ان کے عقیدہ میں بجائے غلو کے اعتدال پیدا ہو گیا ہے تو پھر اس کا بھی انتظار نہیں فرماتے کہ وہ خود بیعت کی درخواست کریں بلکہ بعض صورتوں میں از خود ان کے اشتیاق کو پورا فرما دیتے ہیں۔

ایک طالب کو عرصہ کے بعد بیعت کرنا

چنانچہ ایک صاحب کو جو عرصہ سے بیعت پر اصرار کر رہے تھے پہلے تو سختی کے ساتھ انکار فرما کر مایوس کر دیا لیکن تعلیمی خط و کتابت برابر جاری رہی پھر کچھ دن بعد جب وہ حاضر ہوئے تو چونکہ وہ اصرار موقوف کر چکے تھے اور باوجود نادار ہونے کے فیض صحبت حاصل کرنے کے لیے دور کا سفر کر کے آئے تھے اور پھر ان کی تنگدستی نہ معلوم کب ان کو آنے کی اجازت دیتی ان وجوہ سے از خود ان کے دیرینہ اشتیاق بیعت کو پورا فرما دیا۔

ایک طالب سے حلف نامہ لکھوانا

اسی طرح ایک دوسرے طالب جن کی تعلیم ایک مجاز کے سپرد ہے سالہا سال سے بیعت کے مشتاق تھے اور ہدیہ پیش کرنے کے بھی بہت شائق رہتے تھے لیکن بوجہ کم فہمی و بے فکری اور

غلوفی الاعتقاد کے ہمیشہ حضرت والا کو اپنی بے عنوانیوں سے سخت ایذائیں پہنچاتے رہتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت والا نے رسمی ہدیہ اور بیعت سے ان کو بالکل یکسو کر دینے کی سخت ضرورت محسوس فرما کر ان سے ایک حلف نامہ لکھوایا کہ نہ کبھی عمر بھر ہدیہ پیش کریں گے نہ درخواست بیعت کریں گے۔ اس کے بعد حضرت والا نے دیگر خدام سے اپنا خیال ظاہر فرمایا کہ ابھی تک وہ انہی قصوں میں رہتے تھے اب جمعیت کے ساتھ اپنے کام میں لگیں گے جس سے انشاء اللہ تعالیٰ ان کو بہت نفع ہوگا اور اپنا یہ خیال بھی ظاہر فرمادیا کہ اگر میں دیکھوں گا کہ وہ اب یکسو ہوگئے ہیں تو ارادہ ہے کہ کبھی میں ان کو خود ہی بیعت کرلوں گا۔ اھ

بعض حضرات کا تعلیم کے بعد بیعت ہونا

احقر کے علم میں بعض ایسے حضرات بھی ہیں جنہوں نے حضرت والا سے دس دس برس تک محض تعلیم طریق حاصل کی اور اس درمیان میں انہیں نہ کبھی درخواست بیعت کی جرأت ہی ہوئی نہ انہوں نے اس کی کوئی ضرورت ہی سمجھی۔ کیونکہ وہ حضرت والا سے بیعت کا ضروری نہ ہونا ہمیشہ سنتے رہتے تھے۔ اس کے بعد ایک بار کی حاضری میں بیعت کا دفعۃً خیال پیدا ہوا تو احباب سے مشورہ کرنے کے بعد حضرت والا سے درخواست کی۔ حضرت والا نے فرمایا کہ میں تو ہمیشہ یہی سمجھا کہ آپ مجھ سے بیعت ہیں۔ ایسی حالت میں بیعت کی ضرورت تو نہیں لیکن اگر آپ کی خواہش ہے تو میں نہایت خوشی کے ساتھ آپ کو بیعت کرلوں گا کیونکہ جس چیز کا مجھے انتظار رہتا ہے یعنی باہم مناسبت اور صحت عقیدہ وہ بفضلہٖ موجود ہی ہے پھر مجھے انکار ہی کیا ہوسکتا ہے اھ۔ چنانچہ بیعت فرمالیا اور اب بفضلہٖ تعالیٰ وہ مجاز بیعت بھی ہیں اھ۔

مجاز بیعت بنانے کے بعد بیعت کرنا

اسی طرح بعض صاحبان حضرت والا سے تعلیم حاصل کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت والا نے ان کو اخذ بیعت کی اجازت عطا فرمائی اس وقت انہوں نے عرض کیا کہ ابھی تو حضور نے مجھ کو بیعت ہی سے مشرف نہیں فرمایا چنانچہ ان کو مجاز بیعت بنادینے کے بعد بیعت فرمایا گیا۔

خالی بیعت کافی نہیں

غرض حضرت والا علماً وعملاً اس امر کو اچھی طرح ذہن نشین فرماتے رہتے ہیں کہ حصول مقصود کا مدار بیعت پر نہیں بلکہ نری تعلیم تو حصول مقصود کے لیے بالکل کافی ہے لیکن نری بیعت ہرگز کافی نہیں۔

بیعت کی صورت وحقیقت

کل ہی ارشاد فرمارہے تھے کہ صورت بیعت کا محض وہ درجہ ہے جو پھولوں کی کیاری میں گھاس کا ہوتا ہے کہ اس سے ایک خوشنمائی تو ضرور پیدا ہو جاتی ہے اور پھولوں کی رونق بڑھ جاتی ہے لیکن پھولوں کے نشوونما میں گھاس کا کچھ بھی دخل نہیں۔ اگر کیاری میں گھاس نہ بھی لگائی جائے محض پھول کے پودے ہی لگا دیئے جائیں تب بھی پھول اپنی ساری صفات اور اپنی اصلی آب وتاب ہی کے ساتھ پیدا ہوں گے۔ کیاری میں گھاس نہ ہونے کی وجہ سے ان کی ذات میں کسی قسم کا نقص واقع نہ ہوگا۔ بیعت کی حقیقت کے متعلق حضرت والا نے عرصہ ہوا ایک طالب سے بہت واضح تقریر فرمائی تھی جس کو حسن العزیز جلد اول کے ملفوظ نمبر ۵۹ سے بلفظہٖ نقل کیا جاتا ہے تاکہ بیعت کے متعلق سب امور مالہ وماعلیہ ناظرین کے پیش نظر ہو جائیں۔ وہ تقریر یہ ہے۔

فرمایا کہ بیعت کی ایک صورت ہوتی ہے ایک حقیقت اس کی صورت مطلوب نہیں حقیقت مطلوب ہے۔ چنانچہ بیعت کی حقیقت ہے اعتقاد واعتماد جازم اپنے تعلیم کرنے والے پر یعنی اس کو یہ یقین ہو کہ یہ میرا خیر خواہ ہے اور جو مشورہ دے گا وہ میرے لیے نہایت نافع ہوگا غرض اس پر پورا اطمینان ہو اور اپنی رائے کو اس کی تجویز وتشخیص میں مطلق دخل نہ دے جیسا کہ طبیب حاذق ومشفق کے ساتھ معاملہ کیا جاتا ہے بس ویسا ہی اس کے ساتھ معاملہ کیا جائے باقی رہی بیعت کی صورت وہ اول وہلہ میں خواص کے لیے نافع نہیں عوام کے لیے البتہ اول وہلہ میں بیعت کی صورت بھی نافع ہوتی ہے کیونکہ اس سے ان کے قلب پر ایک عظمت اور شان اس شخص کی طاری ہو جاتی ہے جس کا یہ اثر ہوتا ہے کہ وہ اس کے قول کو باوقعت سمجھ کر اس پر عمل کرنے کے لیے مجبور ہو جاتا ہے۔ خواص کے لیے کچھ مدت کے بعد بیعت نافع ہوتی ہے کیونکہ اس کا خاصہ ہے کہ جانبین میں ایک تعلق خاص پیدا ہو جاتا ہے۔ پیر سمجھنے لگتا ہے کہ یہ ہمارا

ہے اور مرید سمجھتا ہے کہ یہ ہمارے ہیں۔ ڈانواڈول حالت نہیں رہتی۔ جس طرح اگر کوئی مریض ہمیشہ کسی ایک ہی طبیب سے رجوع کرتا ہو تو وہ طبیب یہ سمجھنے لگتا ہے کہ ہمارا مریض ہے اور لوگوں سے کہتا بھی ہے کہ بھائی یہ ہمارے ہیں اسی طرح مریض طبیب کو سمجھتا ہے کہ یہ ہمارے ہیں اور اگر ایسا مریض ہو کہ کبھی ایک طبیب سے رجوع کرتا ہو کبھی دوسرے سے تو اس پر پوری شفقت کسی کو بھی نہیں ہوتی۔ ہر طبیب یہی سمجھتا ہے کہ اس کو ہم سے کوئی خاص تعلق نہیں۔ یہ تو یہاں بھی آتا ہے اور فلاں فلاں جگہ بھی جاتا ہے۔ مگر یہ نفع خواص کو اول وہلہ میں بیعت سے حاصل نہیں ہوتا جب تک کہ جانبین میں پوری طرح مناسبت اور اطمینان نہ ہو جائے جب تک یہ حالت نہ ہو بیعت کرنا کرانا بالکل عبث ہے۔ انتہیٰ

پُر لطف بیعت

اسی طرح ایک بار فرمایا کہ بیعت کا لطف تو جبھی ہے جب پہلے تعلیم حاصل کرے اور پھر بیعت ہو کیونکہ ظاہر ہے کہ جب اس کو تعلیم سے نفع ہوگا تو اپنے معلم سے محبت پیدا ہو جائے گی پھر محبت پیدا ہو جانے کے بعد بیعت میں جو لطف ہوگا وہ قبل اس کے کہاں۔ اس کی ایسی مثال ہے جیسے ایک تو عقد کی یہ صورت ہے کہ ماں باپ نے جس کے ساتھ چاہا نکاح کر دیا پھر اس کے بعد تعلق پیدا ہوا وہ تعلق تو بس اس کا مصداق ہوگا۔ ع ”نہ عشقے کہ بندند بر خود بزور“ اور ایک صورت یہ ہے کہ اتفاقاً اضطراراً کسی پر عاشق ہو گئے پھر حدود عفت میں نہایت سختی کے ساتھ رہ کر اس کی کوشش کرتے رہے کہ کسی طرح نکاح ہو جائے چنانچہ جدوجہد بسیار اور شدید کلفت انتظار اور بڑی تمناؤں کے بعد خدا خدا کر کے اس میں کامیابی ہوئی اور نکاح ہو گیا تو اب دیکھ لیجئے کہ نکاح کی ان دونوں صورتوں کے لطف میں زمین آسمان کا فرق ہوگا۔ اھ

بیعت میں تاخیر کی مصلحت

ایک بار تاخیر میں یہ مصلحت بھی بیان فرمائی کہ امید بیعت میں طالب اپنی اصلاح کی اور مناسبت پیدا کرنے کی بہت کوشش کرتا ہے ورنہ اگر درخواست پر فوراً بیعت کر لیا جائے تو پھر بےفکر ہو جاتا ہے اھ۔ غرض حضرت والا کو اس کا بڑا اہتمام ہے کہ لوگوں نے جو بیعت کے متعلق عقیدہ میں غلو کر

رکھا ہے اس کی اصلاح ہو کیونکہ جو چیز جس درجہ کی ہو اس درجہ سے اس کو بڑھانا بھی بدعت ہے۔

بیعت و تعلیم کو جمع نہ کرنا

تصحیح عقیدہ کے بعد بھی حضرت والا عموماً ابتداء میں بیعت اور تعلیم دونوں کو جمع نہیں فرماتے بلکہ اگر بیعت فرماتے ہیں تو تعلیم کسی اپنے خلیفہ و مجاز کے سپرد فرما دیتے ہیں اور اگر تعلیم خود اپنے ذمہ لیتے ہیں تو اس صورت میں بیعت نہیں فرماتے۔ اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ اول خود طالب سے پوچھتے ہیں کہ بیعت ہونا چاہتے ہو یا تعلیم حاصل کرنا اور یہ بھی فرما دیتے ہیں کہ میرے یہاں بیعت اور تعلیم دونوں جمع نہیں ہوتیں۔ اس پر اگر وہ بیعت کی درخواست کرتا ہے تو اسی سے اندازہ فرما لیتے ہیں کہ وہ خوش فہم نہیں ورنہ جو اصل مقصود ہے یعنی تعلیم اس کی درخواست کرتا۔ ایسی حالت میں اگر اس کو اپنے سے تعلیم حاصل کرنے کی بھی اجازت دے دی جائے تو اس سے ایذائیں پہنچنے کا قوی اندیشہ ہوتا ہے لہٰذا شرائط ضروریہ پوری کرانے کے بعد جو انشاء اللہ تعالیٰ بعد کو نقل کی جائیں گی اس کی تعلیم تو اپنے کسی خلیفہ مجاز کے سپرد فرما دیتے ہیں اور بیعت خود فرما لیتے ہیں اور اگر وہ تعلیم کی درخواست کرتا ہے تو اس سے اس کی خوش فہمی کا غالب گمان ہوتا ہے کہ یہ اصل مقصود کا طالب ہو۔ لہٰذا اس کو تعلیمی خط و کتابت کرنے کی اجازت مرحمت فرما دی جاتی ہے۔ لیکن اگر اس خط و کتابت کے بعد اس کی خوش فہمی کا گمان غلط ثابت ہوتا ہے تو پھر اس کو بھی اپنے کسی خلیفہ مجاز ہی کے سپرد فرما دیا جاتا ہے اور جب تک کہ ایک معتد بہ مدت کے تجربہ کے بعد وہ خلیفہ مجاز اس کی تصدیق نہیں کر دیتے کہ اس طالب کو خود حضرت والا سے تعلیم حاصل کرنے کا سلیقہ پیدا ہو گیا ہے نیز جب تک حضرت والا اس تعلیمی خط و کتابت کو دیکھ کر جو خلیفہ مجاز سے ہوئی ہے خود بھی اپنا اطمینان نہیں فرما لیتے اس کو اپنے سے تعلیم حاصل کرنے کی اجازت نہیں عطا فرماتے۔

چونکہ حضرت والا بے حد لطیف المزاج ہیں اس لیے اگر ابتداء ہی میں تعلیم اور بیعت دونوں کو جمع کر دیا جائے تو طالبین کی بے تمیزیوں اور بے اصول باتوں سے بہت ایذائیں پہنچیں۔ جو تعلق بیعت قائم ہو جانے کے بعد خاص طور سے بہت ناگوار ہوتی ہیں اور چونکہ شیخ کے قلب کا تکدر مرید کے لیے سمِ قاتل ہے اس لیے حضرت والا کا یہ دستور العمل سراسر

مصلحت طالبین پر مبنی اور بالکل اصول صحیحہ کے مطابق ہے۔ اب اس دستورالعمل کی بعض خاص تفصیلات بھی عرض کی جاتی ہیں۔

جب کوئی طالب حضرت والا سے رجوع کرتا ہے خواہ تقریراً یا تحریراً حاضراً یا غائباً تو بجز خاص اطمینانی مواقع کے ایک مطبوعہ پرچہ حوالہ فرما دیا جاتا ہے جس میں بیعت بلا تعلیم اور تعلیم بلا بیعت کی شرائط جدا جدا درج ہیں جو ذیل میں نقل کی جاتی ہیں۔

شرائط بیعت بلا تعلیم

۱۔ قرآن مجید جتنا پڑھا ہے یا جتنا یاد ہے کسی صحیح پڑھنے والے سے صحیح کرنا ہوگا۔

۲۔ بہشتی زیور کے سب حصے یا سات حصے اور بہشتی گوہر اور اصلاح الرسوم اور قصد السبیل کی تذئیل پڑھ کر یا سن کر اس کی پابندی کرنا ہوگی۔

۳۔ میرے چھپے ہوئے وعظ ہمیشہ پڑھنا یا سننا پڑیں گے۔

۴۔ ابتدائی تعلیم میرے کسی اجازت یافتہ سے (جس کو میں تجویز کر دوں یا طالب کی تجویز پر اجازت دے دوں) حاصل کرنا ہوگی اور جب تک پچیس باران سے خط و کتابت نہ ہو چکے براہ راست مجھ سے تعلیم کی استدعا نہ کی جائے۔

شرائط تعلیم بلا بیعت

اگر فی الحال بیعت پر اصرار نہ ہو صرف تعلیم حاصل کرنا چاہیں تو صرف اول تین شرطوں کی پابندی لازم ہوگی چوتھی شرط نہ ہوگی۔ پھر جب باہم خوب مناسبت ہو جائے اس وقت درخواست بیعت کا بھی مضائقہ نہیں۔

تنبیہ: ابتداء میں بیعت و تعلیم دونوں جمع نہیں ہو سکتیں۔ (اشرف علی)

شرائط مذکورہ بالا میں سے ہر شرط کا فرداً فرداً اور واضح جواب طلب فرمایا جاتا ہے اور جب تک یہ اطمینان نہیں فرما لیتے کہ جو کچھ لکھا ہے اچھی طرح سمجھ کر لکھا ہے فیصلہ نہیں فرماتے۔ نیز خانقاہ میں رہتے ہوئے بیعت یا تعلیم کسی امر کے متعلق نہ زبانی کوئی گفتگو فرماتے ہیں نہ تحریر کی اجازت دیتے ہیں بلکہ پرچہ شرائط حوالہ فرما کر فرما دیتے ہیں کہ اس

کے متعلق جو کچھ لکھنا ہو اپنے مستقر پر پہنچ کر لکھنا جو مناسب ہوگا جواب دیا جائے گا۔ اھ

یہ معمول اس لیے اختیار کیا گیا کہ اکثر نو واردین بے اصول جوابات دے کر حضرت والا کو بہت اذیت پہنچاتے تھے جس سے باہم بے لطفی کی نوبت آجاتی تھی۔ رہا یہ امر کہ خانقاہ میں رہتے ہوئے تحریری جوابات دینے کی بھی کیوں ممانعت ہے اس کی یہ وجہ ہے کہ جو شخص خانقاہ میں موجود ہو اس کی تحریری غلطیوں پر بھی زبانی فہمائش کرنے کا بالطبع تقاضا پیدا ہوتا ہے جس کا نتیجہ بالآخر پھر وہی بے لطفی ہے جس سے بچنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔

بیعت بلا تعلیم کی منظوری

خط و کتابت کے بعد جن صاحبوں کی درخواست بیعت بلا تعلیم منظور فرمانا ہوتی ہے ان کو لکھ دیا جاتا ہے کہ میرا یہ خط میرے فلاں تجویز کردہ اجازت یافتہ کے پاس بھیج کر ان سے تعلیم حاصل کرنا شروع کر دیا جائے اور جب ان کا تعلیمی خط مع میرے اس خط کے میرے پاس بھیج کر مجھ سے بیعت کی درخواست کی جائے میں بیعت کرلوں گا۔ چنانچہ جب وہ صاحب ایسا کرتے ہیں حضرت والا ان کو بلا تامل بیعت فرمالیتے ہیں لیکن خط کے ذریعہ سے بیعت فرماتے ہیں محض بیعت ہونے کے لیے سفر کرنے کی اجازت نہیں دیتے۔ کیونکہ یہ مقصود تو خط کے ذریعہ سے بھی حاصل ہو سکتا ہے۔

جن صاحبان کو بیعت بلا تعلیم سے مشرف فرمایا جاتا ہے ان کو کسی قسم کی تعلیمی خط و کتابت کی اجازت نہیں ہوتی البتہ محض طلب دعا اور دریافت خیریت کے لیے خط لکھنے کی اجازت عطا فرمادی جاتی ہے۔ یہ معاملہ ان حضرات کے متعلق مذکور ہوا جو بیعت بلا تعلیم چاہتے ہیں۔

تعلیم بلا بیعت کی منظوری

جو حضرات مذکورہ بالا پرچہ شرائط دیکھ کر تعلیم بلا بیعت کے خواستگار ہوتے ہیں حضرت والا ان کی خوش فہمی پر مسرور ہوتے ہیں کہ انہوں نے محض بیعت پر محض تعلیم کو جو اصل مقصود ہے ترجیح دی اور ان کو تعلیمی خط و کتابت کی اجازت مرحمت فرمادی جاتی ہے۔

بے اصولی کرنے والوں کیلئے دستور العمل

لیکن اگر وہ دوران خط وکتابت میں فہم وفکر سے کام نہیں لیتے اور بے اصول باتیں لکھ لکھ کر اذیت پہنچانے لگتے ہیں اور ان سے جلدی مناسبت پیدا ہونے کی توقع نہیں رہتی تو پھر جانبین کی مصلحت کی بناء پر ان کو بھی اپنے کسی خلیفہ مجاز سے تعلیم حاصل کرنے کی ہدایت فرمادی جاتی ہے اور یہ بھی تحریر فرمادیا جاتا ہے کہ اگر مجھ سے کسی ایسے خلیفہ کا پتہ پوچھا جائے گا تو میں بتادوں گا چنانچہ جب وہ پوچھتا ہے تو پتہ بھی بتادیا جاتا ہے بے پوچھے اور بطور خود نہیں بتاتے تاکہ اس معلم کی بے وقعتی نہ ہو اور اسی امر میں نہیں بلکہ ہر امر میں حضرت والا کو اس کا بہت ہی زیادہ اہتمام رہتا ہے کہ طریق کی اور مطلوب کی وقعت میں ذرہ برابر بھی فرق نہ آنے پائے۔ جب تک طالب میں طلب صادق نہیں پاتے اس کو منہ بھی نہیں لگاتے۔

غرض اگر کوئی تعلیمی خط وکتابت کے دوران ایذائیں پہنچاتا ہے تو اس کی تعلیم کسی اپنے خلیفہ مجاز کے سپرد فرمادی جاتی ہے اور اس کی اکثر یہ ترتیب ہوتی ہے کہ اول سخت سخت تنبیہات کی جاتی ہیں جب انکا اثر نہیں ہوتا تو خط بھیجنے کی ممانعت فرمادی جاتی ہے پھر وہ بلا واسطہ یا بواسطہ معافی چاہتا ہے اور اکثر بواسطہ ہی معافی کے بارہ میں تحریر یا تقریر کی اجازت ملتی ہے کیونکہ طلب معافی میں بھی بکثرت بے عنوانیوں کا ظہور ہوتا ہے جو واسطہ نہ ہونے کی صورت میں پہلے سے بھی زیادہ تکدر بڑھ جانے کی موجب ہوجاتی ہیں لیکن واسطہ کو صرف سفیر بننے کی اجازت ہوتی ہے نہ کہ وکیل بننے کی اور اس کو اس کی سخت ممانعت ہوتی ہے کہ ذی واسطہ کو کوئی مشورہ دیا جائے یا اس کی سفارش کی جائے اور اگر کوئی واسطہ اس کے خلاف کرتا ہے تو وہ خود مورد عتاب ہوجاتا ہے اور پھر طالب کو کوئی دوسرا واسطہ تلاش کرنا پڑتا ہے لیکن ایسا بہت کم ہوتا ہے کیونکہ حضرت والا کے ان اصول سے سب پاس رہنے والے اچھی طرح واقف ہیں کسی کو خلاف ورزی کی جرأت نہیں ہوتی۔

غرض جن طالبین سے یہ توقع نہیں ہوتی کہ وہ خط وکتابت میں آئندہ اذیت نہ پہنچائیں گے ان کو حضرت والا معافی تو عطا فرمادیتے ہیں لیکن اس شرط پر کہ مجھ سے تعلیم حاصل کرنے کا تعلق نہ رکھا جائے۔ مگر اس حالت میں بھی ازراہ خیر خواہی یہ تحریر فرمادیتے ہیں

کہ اصلاح کرانا بہر حال ضروری ہے اگر مجھ سے دوسرے مصلح کا پتہ پوچھا جائے گا تو میں بتا دوں گا۔ چنانچہ جب وہ پتہ پوچھتا ہے تو بتا دیتے ہیں اور اگر طالب اپنا میلان کسی خاص مصلح کی جانب ظاہر کرتا ہے تو اکثر اسی کو تجویز فرما دیتے ہیں۔ ورنہ خود جس کو مناسب خیال فرماتے ہیں تجویز فرما دیتے ہیں اور اس تجویز میں بعض اوقات قرب وطن یا دیگر مناسبات کا بھی لحاظ فرما لیتے ہیں ایسے صاحبان کو بھی جن کو ایذا دہی کی بناء پر دوسروں کے سپرد فرما دیا جاتا ہے اگر وہ محض طلب دعا اور دریافت خیریت کے لیے خط بھیجنے کی اجازت چاہتے ہیں تو اجازت مرحمت فرما دی جاتی ہے لیکن ان سے ایک خاص مسودہ لکھوا کر بعد منظوری اس پر اپنے دستخط فرما دیئے جاتے ہیں اور ارشاد فرما دیا جاتا ہے کہ بس اس کی لفظ بہ لفظ نقل بھیجی جایا کرے ایک لفظ کی بھی کمی بیشی نہ ہو اور اس مسودہ کو بھی ہر بار ہمراہ بھیجا جائے تا کہ مقابلہ کیا جا سکے۔ اھ

یہ قید اس لیے لگائی گئی کہ بعضوں نے طلب دعا اور دریافت خیریت کے ضمن میں بھی ایسے مضامین لکھ دیئے جن سے اذیت ہوئی۔

ضوابط مقرر کرنے کا سبب

غرض ماشاء اللہ تعالیٰ حضرت والا کی جو بات بھی ہے نہایت باضابطہ اور بااصول ہے لیکن یہ بھی بارہا فرمایا کہ مجھے انتظامات کا خواہ مخواہ شوق نہیں ہے بلکہ مجھے تو ان قصوں سے وحشت ہے کیونکہ میری طبیعت فطری طور پر بہت آزاد ہے مگر جہاں ضرورت ہو اور بدوں انتظامات کے کام ہی نہ چلے وہاں منتظم ہونا ہی پڑتا ہے اور وہاں منتظم ہونا ہی ضروری ہے بلکہ جہاں ضرورت ہو وہاں تو انتظامات میں مجھے بجائے مشقت اور وحشت کے نہایت مسرت اور دلچسپی ہوتی ہے اور میں نے یہ قواعد سوچ سوچ کر بلا ضرورت پہلے سے تجویز نہیں کیے بلکہ جیسے جیسے معاملات لوگ میرے ساتھ کرتے گئے اور ان کی بناء پر جیسی جیسی ضرورت پیش آتی گئی قواعد میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ باقی خدا نہ کرے مجھ کو کوئی شوق تھوڑا ہی ہے خواہ مخواہ قواعد بنانے کا اور لوگوں کو تنگی میں ڈالنے کا استغفر اللہ بلکہ واللہ مجھے بعض ضابطے کے قواعد تجویز کرتے وقت نہایت شرم آئی کہ یہ کیا واہیات عدالتوں

کے سے ضابطے ہیں لیکن کیا کرتا ضرورتوں نے مجبور کر دیا۔

قواعد وضوابط کا مقصود

میرا مقصود ان قواعد سے صرف یہ ہے کہ نہ مجھے کوئی اذیت ہو نہ دوسروں کا کوئی کام اٹکے۔ ورنہ اگر یہ قواعد نہ ہوتے تو بڑی گڑبڑ رہتی نہ مجھی کو راحت ملتی نہ لوگوں ہی کے کام بنتے اب تو بفضلہٖ تعالیٰ دونوں کی مصلحتیں پوری ہو رہی ہیں۔ میرے قواعد اپنی ذات میں تو بالکل سہل ہیں البتہ میں ان کی پابندی خود بھی سختی سے کرتا ہوں اور دوسروں سے بھی ان کی پابندی سختی سے کراتا ہوں۔ بس اس پابندی ہی سے لوگ گھبراتے ہیں حالانکہ بلاتشبیہ شرائع کا بھی یہی حال ہے کہ وہ اپنی ذات میں تو بالکل سہل ہیں چنانچہ نصوص صریحہ سے ان کا سہل ہونا ثابت ہے خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ **یرید اللّٰہ بکم الیسرَ ولا یرید بکم العُسرَ وماجعل علیکم فی الدین من حرج** اور حدیث میں ہے **الدین یُسر** لیکن ان کی پابندی سختی سے کرائی جاتی ہے اور ان کے ترک پر سخت سخت وعیدیں ہیں چنانچہ نماز اپنے ارکان وشروط کے لحاظ سے بہت سہل عمل ہے۔ اور معذوری کی حالت میں اس کے اندر اور بھی زیادہ سہولتیں رکھ دی گئی ہیں لیکن اس کی پابندی بہت سختی کے ساتھ کرائی گئی ہے۔ اور اس کے ترک پر دنیا وآخرت میں سخت سخت وعیدیں اور سزائیں ہیں۔ دنیا میں تو بعض ائمہ نے ترک نماز پر سزائے قتل تک کا فتویٰ دیا ہے اور بعض نے حبس دوام کا اور آخرت میں فرعون وہامان کے ساتھ دوزخ میں جانے کی وعید وارد ہے۔ غرض اس قانون کو ہرگز سخت نہیں کہہ سکتے جو اپنی ذات میں تو سہل ہو لیکن اس کی پابندی سختی سے کرائی جائے۔ اھ۔

جامع اوراق عرض کرتا ہے کہ یہ مضمون اس باب میں حضرت والا کے طرز سیاست کے بیان میں بھی بہ تفصیل بیان کیا جاچکا ہے۔

۲۔ طبعی مناسبت اور اتحاد مسلک کا ضروری ہونا

حضرت والا ایسوں کو ہرگز بیعت نہیں فرماتے جن سے قلب میں کسی قسم کا حجاب ہو۔ خواہ اختلاف طبائع کے سبب سے خواہ اختلاف مسلک کے سبب سے خواہ کسی خاص نوعیت

کی وجاہت کے سبب سے۔ چنانچہ اختلاف طبائع کی بنا پر تو آئے دن بیعت سے انکار فرماتے رہتے ہیں۔ بلکہ تعلیم و تلقین بھی دوسروں کے سپرد فرمادیتے ہیں۔ جیسا نمبرا۔ میں ابھی بہ تفصیل مذکور ہوا۔ کیونکہ حضرت والا کو اللہ تعالیٰ نے بالطبع نہایت لطیف المزاج اور ذکی الحس پیدا فرمایا ہے اور ذکر وفکر نے اس فطری لطافت اور ذکاوت حس کو اور بھی چار چاند لگا دیئے ہیں۔ اس لیے طالبین کا ذرا سا بے ڈھنگا پن بھی نہایت ایذا دہ ہوتا ہے مگر وہی بے ڈھنگا پن جو بے فکری اور قلت اہتمام وقلت ادب طریق سے ناشی ہو ورنہ بہت سے دیہاتی آ آ کر حضرت والا سے گنوار پنے کی باتیں کیا کرتے ہیں اور حضرت والا بجائے ناخوش ہونے کے ان کی باتوں سے بہت لطف اندوز ہوا کرتے ہیں اور اکثر ان کی بے تکلفی اور سادگی کے واقعات کو نہایت لطف لے لے کر بعد کو بھی بیان فرمایا کرتے ہیں۔

ادھر تو حضرت والا کی اس درجہ لطافت مزاج اور ذکاوت حسِ اور ادھر آج کل کی عام طبائع میں انتہا درجہ کی بے انتظامی اور بے اصولی بمصداق قول احقرؔ

قدح کش لاابالی جام نازک نازنیں ساقی الٰہی خیر ہو مجذوب میخانہ میں آیا ہے

اور غالباً بضرورت اصلاح عامۃ الناس ہی اللہ تعالیٰ نے ایسا مصلح مناسب زمانہ اس صدی میں پیدا فرمایا ہے لہٰذا ابتداء حضرت والا کو بہت ہی کم طالبین سے موافقت اور مناسبت ہوتی ہے اور زیادہ تر اسی وجہ سے اکثر حضرت والا بیعت اور تعلیم و تلقین میں تامل اور تاخیر فرماتے ہیں۔ بالخصوص بیعت تو اس وقت تک فرماتے ہی نہیں جب تک ہر طرح کا اطمینان نہ ہو جائے اور مناسبت کے متعلق پورا شرح صدر نہ ہو جائے۔

ہر شخص اس کے پاس جائے جس سے مناسبت ہو

کل ہی کی مجلس میں اپنے طرز سیاست کے متعلق فرمارہے تھے کہ جو لوگ بوجہ عدم مناسبت کے ایذائیں پہنچائیں انہیں ڈانٹ ڈپٹ کر کیوں نہ بھگاؤں۔ مچھروں کو بھی تو دھونی دے دے کر بھگایا جاتا ہے اگر ان کو اس طرح نہ بھگایا جائے تو وہ تو جمع ہو کر پریشان کر ڈالیں اس پر ایک اہل خصوصیت اور بے تکلف اہل علم نے عرض کیا کہ حضرت ان کو برا

رہنے ہی کیوں دیا جائے ان کی اصلاح فرما کر ان کو اچھا ہی کیوں نہ بنا دیا جائے۔ فرمایا کہ حضرت ہر شخص کو ہر شخص اچھا نہیں بنا سکتا۔ اصلاح کا دارومدار ہے مناسبت پر۔ ممکن ہے ایک شخص کو مجھ سے مناسبت نہ ہو اور دوسرے سے مناسبت ہو لہٰذا ہر شخص کو اپنی اصلاح کے لیے اسی کے پاس جانا چاہیے جس سے مناسبت ہو لیکن وہ ہو محقق۔ اھ

بزرگوں کی مختلف شانیں

اس پر حضرت والا کا ایک پرانا ملفوظ حسن العزیز سے نقل کیا جاتا ہے۔

بزرگوں کی مختلف شانوں کا ذکر تھا احقر نے عرض کیا کہ کیا بزرگی بھی مختلف ہوتی ہے۔ فرمایا کہ بزرگی خود مختلف چیز نہیں البتہ امور طبعیہ جو پیدائشی ہیں جیسے تیزی، نزاکت، تحمل، ضعف تحمل، انتظام، بے انتظامی، غرض جو پیدائشی اخلاق ہیں ان سے بزرگوں کی شانیں مختلف ہو جاتی ہیں۔ اھ

اپنے طرز سیاست ہی کے سلسلہ میں یہ بھی فرمایا کہ بعض لوگوں نے مجھ سے کہا کہ اپنے اور حضرات کا تو یہ طرز نہ تھا میں نے کہا یہ بات تو حضرت عمرؓ کے متعلق بھی کہی جاسکتی ہے کہ حد خمر نہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھی نہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ میں تھی صرف تعزیر تھی۔ حضرت عمرؓ نے بجائے تعزیر کے یہ حد کیوں مقرر کر دی۔ بس جو وہاں جواب ہے وہی یہاں بھی ہے یعنی پہلے طبائع میں سلامتی تھی اس لئے واقعات میں قلت تھی لہٰذا صرف تقریر کافی تھی حد مقرر کرنے کی ضرورت نہ تھی، بعد کو طبائع کا رنگ بدل گیا اور واقعات زیادہ ہونے لگے اس لیے حد مقرر کرنے کی ضرورت واقع ہوئی تو جو فاروق نے کیا وہی ایک فاروقی نے بھی کیا۔ اھ

غرض حضرت والا جو بعض کو کچھ دن کے لیے اور بعض کو ہمیشہ کیلئے اپنے خلفائے مجازین کے سپرد فرما دیتے ہیں اس کی وجہ عدم مناسبت طبائع ہی ہے کیونکہ حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ جن باتوں کو عموماً ہلکا سمجھا جاتا ہے وہ مجھ کو تو بہت ناگوار ہوتی ہیں۔ کیونکہ میری نظر فوراً ان کے مناشی اور آثار پر پہنچ جاتی ہے مثلاً قلت تدبر، قلت اہتمام، قلت طلب وغیرہ پر۔ لیکن اوروں کو بوجہ خصوصیت طبائع عموماً اتنی ناگواری نہیں ہوتیں۔ یا ممکن ہے ناگوار ہوتی ہوں لیکن چونکہ اور جگہ التزام کے ساتھ یہ کام نہیں ہوتا دیگر حضرات اور بڑے بڑے کاموں میں مشغول ہیں اس لیے ممکن ہے وہاں ایسے واقعات کم ہوتے ہوں اور کبھی کبھار کی ناگواری کا تحمل کر لیا جاتا ہو۔ اھ

شیخ کا کام

غرض طالبین کی بھی مصلحت اسی میں ہے کہ ان کو سلیقہ آنے تک کے لیے دوسروں کے سپرد کر دیا جائے جب حضرت والا نے بعض نو وارد طالبین کو ان کی بے تمیزیوں پر زجر توبیخ فرمائی تو انہوں نے بطور عذر کے یہ عرض کیا کہ حضرت ہم تمیز سیکھنے اور اپنی اصلاح کرانے ہی کے لیے تو حاضر خدمت ہوئے ہیں اگر ہم میں تمیز نہیں ہے تو اس عیب کی بھی حضرت ہی اصلاح فرمائیں اور ہم کو تمیز سکھائیں اھ۔

اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ یوں تو اصلاح کے بہت سے شعبے ہیں میں کن کن باتوں کی اصلاح کروں گا۔ کل کو حوض پر پاجامہ کھول کر بیٹھ جانا اور کہنا کہ آؤ مجھے آبدست لینا بھی سکھاؤ۔ میرے ذمہ ساری باتوں کی اصلاح نہیں ہے بلکہ صرف انہی باتوں کی ہے جو تمہاری سمجھ سے باہر ہوں اور ایسی باریک ہوں کہ سوچنے سے بھی سمجھ میں نہ آویں۔ یہ موٹی موٹی باتیں سلیقہ اور تمیز کی اور دوسروں کو اذیت سے بچانے کی تو ایسی ہیں کہ اگر ذرا غور و فکر سے کام لیا جائے تو نہایت سہولت سے ذہن میں آسکتی ہیں ایسی باتوں کو تو گھر سے سیکھ کر آنا چاہیے۔ میں ایسی باتیں کہاں تک سکھاؤں گا اور اگر اس میں ایسی ہی وسعت کی جائے تو اصل مقصود کی تعلیم کی نوبت ہی نہ آئے (انہیں قصوں میں سب صرف ہو جائے۔) اھ

اختلافِ مسلک کی وجہ سے بیعت سے انکار

یہ تو معلم اور متعلم کے اختلاف طبائع کی صورت کا ذکر تھا اور اختلاف مسلک کی صورت میں بھی جب تک حضرت والا عقائد و اعمال کے متعلق معاملہ بالکل صاف نہیں فرما لیتے بیعت یا تعلیم و تربیت کا تعلق نہیں قائم فرماتے تاکہ آئندہ چل کر کوئی بے لطفی یا غلط فہمی نہ ہو چنانچہ متعدد مواقع ایسے آئے اور آتے رہتے ہیں کہ حضرت والا سے اہل بدعت اہل حدیث اہل قرآن بلکہ قادیانیوں اور ہندوؤں تک نے رجوع کیا بعض نے حاضر ہو کر بعض نے بذریعہ خطوط کے بعض نے اہل حق کے خلاف شبہات رفع کرنے کی غرض سے بعض نے تعلیم طریقت حاصل کرنے کے قصد سے لیکن حضرت والا نے ان سے اول ہی موقع پر اپنا مسلک

صاف صاف ظاہر فرما دیا اور اظہار حق میں ذرا تامل نہ فرمایا اور اگر ان میں سے کسی غیر مسلم نے تعلیم طریقت کی درخواست کی تو اس کے لیے اسلام کا شرط اولین ہونا بھی نہایت واضح مگر لطیف اور مہذب عنوان سے بلا ادنیٰ دل آزاری کے ظاہر فرما دیا۔

ایک مولوی صاحب کا واقعہ

چنانچہ ایک مولوی صاحب جو ایک غالی بدعتی پیر سے بیعت تھے اپنے پیر سابق کے انتقال کے بعد حضرت والا کی خدمت میں بغرض قیام خانقاہ حاضر ہوئے۔ یہ سب حالات معلوم فرما کر حضرت والا نے ان سے صاف صاف فرمایا کہ مولانا اگر یہ سب امور پیشتر خط سے طے ہو جاتے تو بہتر تھا اس لیے کہ ایک جزو آپ یہاں بہت وحشتناک سنیں گے وہ یہ کہ آپ کے سابق پیر کے مسلک اور ہمارے مسلک میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ یہاں تک کہ وہ ہمیں کافر کہتے تھے اگر آپ نے ان کو محقق سمجھا تو جس کو وہ کافر سمجھیں اس سے آپ دین کی اصلاح کی کیوں توقع رکھیں اور اگر ہمیں کافر نہ سمجھا تو انہیں گمراہ سمجھنا پڑے گا۔ کیونکہ جو مسلمان کو کافر سمجھے وہ کیا گمراہ بھی نہیں لیکن انہیں گمراہ سمجھنا آپ کو شاق ہوگا اور یہ جو آپ چاہیں کہ من وجہ انہیں حق پر سمجھیں اور من وجہ ہمیں تو اس سے اس طریق میں کام نہیں چلتا اسی واسطے تو میں کہتا ہوں کہ ان باتوں کو پہلے خطوط سے طے کر لینا چاہیے تھے اب آپ مشکل میں پڑ گئے کیونکہ اتنی دور کا سفر کر کے آئے ہیں لوٹ جانا بھی شاق ہوگا اور اگر رہے تو ایسے شخص سے جس کو اپنا معتقد فیہ کافر کہتا ہو آپ کو کیا نفع ہو سکتا ہے۔ الخ۔ (ماخوذ از حسن العزیز جلد اول ملخصاً)

غرض حضرت والا نے سب باتیں صاف صاف فرما دیں اور یہ محض اس وجہ سے کہ انہوں نے حضرت والا سے تعلیم و تلقین کا تعلق پیدا کرنا چاہا تھا جس میں قلوب کے اندر ادنیٰ حجاب ہونا بھی حاجب عن المقصود ہو جاتا ہے ورنہ حضرت والا کسی کے گمراہ سے گمراہ معتقد فیہ کے متعلق بلا ضرورت شرعیہ ایک حرف بھی زبان پر نہیں لاتے اور بلا وجہ کسی کی دل آزاری کو نہایت ناپسندیدہ اور نازیبا حرکت سمجھتے ہیں اور اتنی احتیاط بھی اس لیے فرمائی کہ ان کے معتقد فیہ اس درجہ غالی تھے کہ اپنے مخالف مسلک والوں کو نعوذ باللہ کافر سمجھتے تھے ورنہ جن بزرگوں کا صرف مشرب مختلف تھا

لیکن عقیدہ میں غلو نہ تھا ان کے مریدین کو تو ان کے انتقال کے بعد حضرت والا نے نہایت خوشی کے ساتھ ان کی درخواست پر اپنے زیر تربیت لے لیا اور وہ اب حضرت والا ہی کے ہم مشرب ہو کر برابر مستفیض ہو رہے ہیں یہاں تک کہ ان میں سے بعض خلیفہ مجاز بھی ہو گئے ہیں۔

ایک بزرگ کے صاحبزادے کا واقعہ

ایک ایسے ہی بزرگ کے صاحبزادے نے حضرت والا سے تربیت باطنی کی استدعا کی تو ان کا پورا احترام ملحوظ خاطر رکھ کر اپنے مسلک کی جانب بھی ان کی توجہ منعطف کرا دی اور خدمت سے بھی انکار نہیں فرمایا۔ چنانچہ جواب تحریر فرمایا کہ اپنی تربیت کی ضرورت کی طرف توجہ سے کہ واقع میں ایک تشخیص ہے بے حد مسرت ہوئی مگر اس کا جو طریق تجویز فرمایا ہے کہ مشابہ ہے تجویز طبی کے اس سے ایک خاص خجلت ہوئی جو اس مسرت تشخیص کے متقادم ہوگئی۔ میں کیا چیز ہوں کہ ایسی عظیم خدمت کی جرأت کروں لیکن اس کے ساتھ ہی اس سے زیادہ خجلت ہوتی ہے کہ کہنا نہ مانوں۔ نیز اس وقت مشائخ کے طبقہ میں علم و عمل و حال توجہ مطلوب کی کمی عام ہے۔ ان کی طرف متوجہ کرنے میں احتمال ضرر بھی ہے جس کو وہی تعلق گوارا نہیں کرنے دیتا۔ اس کشمکش سے نکلنے اور نکالنے کے لیے بین بین صورت یہ ذہن میں آتی ہے کہ آپ چند روز مجھ سے خدمت لیں۔ اگر وہ خدمت نافع معلوم ہو اس کو مستقل کر دیا جائے ورنہ کسی دوسری طرف توجہ فرمائی جائے۔ نیز خدمت لینے کے قبل اس پر بھی نظر ثانی کر لی جائے کہ مجھ کو عقائد اور اخلاق میں بدنام بھی کیا گیا ہے۔ والسلام۔

غیر مقلدین سے معاملہ

اسی طرح حضرت والا غیر متشدد اور غیر متعصب غیر مقلدین کو بھی ان کی درخواست پر اپنے زیر تربیت لے لیتے ہیں بلکہ بعض کو ان کے اصرار و اشتیاق پر داخل سلسلہ بھی فرما لیا ہے اور عدم تشدد و عدم تعصب کا معیار یہ قرار دے رکھا ہے کہ جب ان میں سے کوئی صاحب بیعت یا استفاضہ کا تعلق قائم کرنا چاہتے ہیں تو اول یہ استفسار فرماتے ہیں کہ آپ تقلید ائمہ معمول عند الامہ کو جائز سمجھتے ہیں یا ناجائز۔ اگر وہ کہتے ہیں کہ جائز سمجھتے ہیں تو پھر یہ سوال

فرماتے ہیں کہ ناجائز سمجھنے والوں کو کیا سمجھتے ہیں اور اگر وہ کہتے ہیں کہ ناجائز سمجھتے ہیں تو فرماتے ہیں کہ میں تو اس کا مرتکب ہوں پھر جب آپ کے نزدیک میں ناجائز کا مرتکب ہوں تو مجھ سے بیعت ہونا یا نفع دینی حاصل کرنا کہاں جائز ہے۔ چنانچہ حال ہی میں ایک اہل حدیث کا خط آیا جس میں یہ درخواست تھی کہ مجھ نابینا کی رہبری فرمائی جائے۔ حضرت والا نے جواب ارقام فرمایا کہ آپ تقلید کو جائز سمجھتے ہیں یا ناجائز اگر ناجائز سمجھتے ہیں اور میں اس کو جائز بلکہ ایک درجہ میں واجب سمجھتا ہوں تو اس صورت میں آپ کے اعتقاد پر میں آپ سے زیادہ نابینا ہوں تو نابینا کو نابینا کیا راستہ دکھائے گا اور اگر آپ اس کو جائز سمجھتے ہیں تو ناجائز سمجھنے والوں کو کیا سمجھتے ہیں اول اس کا فیصلہ ہونا چاہیے۔ اھ

غرض اگر حسب ارشاد حضرت والا کوئی طالب گو اہل حدیث ہو لیکن تقلید مذکور کو حرام نہ سمجھتا ہو اور حضرات فقہاء کی شان میں بدزبانی اور بدگمانی نہ کرتا ہو تو حضرت والا اس کی تعلیم وتلقین سے بلکہ داخل سلسلہ کر لینے سے بھی انکار نہیں فرماتے چنانچہ ایسے متعدد اہل حدیث صاحبان حضرت والا سے دونوں قسموں کا تعلق رکھنے والے موجود ہیں اور گو بعض نے حضرت والا سے تعلق پیدا کر لینے کے بعد بطور خود اپنا قدیم مسلک چھوڑ کر تقلید ہی کو اختیار کر لیا لیکن حضرت والا نے کبھی اشارۃً یا کنایۃً بھی ان کو ایسا کرنے کا ایماء نہیں فرمایا نہ مشورہ دیا بلکہ ایک اہل حدیث صاحب نے حاضر خانقاہ ہوئے تھے نماز جہری میں آمین بالجہر نہیں کہی تو حضرت والا کو شبہ ہوا کہ شاید ہم لوگوں کے خیال سے ایسا نہیں کیا چنانچہ جن صاحب کے ساتھ وہ تشریف لائے تھے ان سے فرمایا کہ اگر ہم لوگوں کے خیال سے انہوں نے آمین پکار کر نہیں کہی تو ان کو مطمئن کر دیجئے گا کہ یہاں ان کو کوئی روکنے ٹوکنے والا نہیں۔ آزادی سے اپنے مسلک پر رہیں تنگی برداشت نہ کریں۔ اھ۔ اس پر ان صاحب نے کہا کہ نہیں ان کی اپنے یہاں بھی یہی عادت ہے کہ کبھی آمین پکار کر کہتے ہیں کبھی آہستہ۔

غرض حضرت والا ایسے امور میں ہرگز تنگی نہیں فرماتے بلکہ فرمایا کرتے ہیں کہ اگر کوئی اہل حدیث تقلید کو حرام نہ سمجھے اور بزرگوں کی شان میں بدزبانی اور بدگمانی نہ کرے تو خیر یہ بھی بعض سلف کا مسلک رہا ہے اس میں بھی میں تنگی نہیں کرتا ہاں دل کا پوری طرح ملنا نہ ملنا اور بات ہے۔ اھ۔

بعض گمراہوں سے معاملہ

بعض قادیانیوں اور آریوں نے اپنے شبہات کے ازالہ کا خیال ظاہر کر کے قیام کی اجازت چاہی تو ان کو اجازت قیام بھی عطا فرمادی لیکن جب ان کے اغراض فاسدہ کا علم ہوا کہ باہر جا جا کر اپنے مذہب کی تبلیغ کرتے ہیں تو پھر بلا رو رعایت انکا فوراً اخراج فرمایا۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت والا کی وہی شان ہے جو ایک محقق کی ہونی چاہیے کہ نہ افراط ہے نہ تفریط نہ بے محل وسعت نہ بیجا تنگی۔ بس ہر امر میں اعتدال ہے اور یہی حقیقت ہے صراط مستقیم کی۔

اہلِ وجاہت سے برتاؤ

اختلاف طبائع اور اختلاف مشرب رکھنے والوں کے ساتھ جو بیعت اور تربیت کے متعلق فرمایا جاتا ہے اس کا تو ذکر ہو چکا اب اہل وجاہت خاصہ کے ساتھ جو ان امور میں معاملہ فرمایا جاتا ہے اس کو بھی بیان کر کے اس نمبر کو جو طویل ہوتا چلا جا رہا ہے انشاء اللہ ختم ہو جائے گا۔

حضرت والا ان اہل وجاہت سے جن سے دل اتنا کھلا ہوا نہ ہو کہ بے تکلف ان کو اصلاح طلب امور پر تنبہ فرما سکیں خصوصی تعلقات نہیں قائم فرماتے چنانچہ بعض نوابوں بلکہ بعض والیان ریاست نے بھی بہت چاہا کہ حضرت والا سے خصوصی تعلقات قائم کریں لیکن حضرت والا نے عذر فرما دیا مگر بہت تہذیب اور حفظ مراتب کے ساتھ۔

حضرت والا اس کی یہ وجہ بیان فرمایا کرتے ہیں کہ کسی کی تربیت اس وقت تک اپنے ذمہ نہ لینا چاہیے جب تک اپنے دل کو اس سے اتنا کھلا ہوا نہ پائے کہ اگر خود اس کی ذات کو نالائق نہ کہہ سکے تو کم از کم اتنا تو کہہ سکے کہ آپ کی یہ حرکت بڑی نالائق تھی ورنہ پھر اس کی اصلاح ہی کیا ہو سکتی ہے اور پھر اس کو اس تعلق سے فائدہ ہی کیا پہنچ سکتا ہے۔اھ

اس پر ایک اہل خصوصیت صاحب اجازت نے سوال کیا کہ حضرت پھر ایسے لوگ فیض کس طرح حاصل کریں۔ فرمایا کہ یہ تو انہی کے اختیار کی بات ہے وہ برتاؤ ایسا کریں کہ ان سے اتنا دل کھل جائے کہ جو چاہیں کہہ سکیں چنانچہ تجربہ ہے کہ برتاؤ سے دل کھل جاتا ہے اھ۔

اس پر حضرت والا کا ایک اور ملفوظ یاد آیا۔ فرمایا کرتے ہیں کہ بعض درویش امراء اور

اہل وجاہت کے ساتھ خواہ مخواہ خشونت کا برتاؤ کرتے ہیں لیکن ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ اس کو ناپسند فرماتے تھے بلکہ فرماتے تھے کہ بلاوجہ ایسا برتاؤ کرنا تکبر ہے لہٰذا اس معاملہ میں میرا (یعنی حضرت والا کا) یہ معمول ہے کہ میں ان کیساتھ نہ تو تملق کا برتاؤ کرتا ہوں نہ اہانت کا بلکہ متوسط درجہ کا برتاؤ کرتا ہوں جس میں ان کی امتیازی شان اور حفظ مراتب کی بھی رعایت ہوتی ہے۔ کیونکہ جس برتاؤ کے وہ عادی ہوتے ہیں اور عام طور سے متوقع رہتے ہیں اس کا بھی بقدر ضرورت لحاظ رکھنا ضروری ہے تاکہ دل شکنی نہ ہو لیکن اگر ان کی طرف سے کوئی برتاؤ نازیبا ہوتا ہے بالخصوص ایسا برتاؤ جس سے اہل دین کا استخفاف مترشح ہو تو پھر میں ان کی بالکل رعایت نہیں کرتا۔ اھ

ایک پولیس افسر کی درخواست کا جواب

بعض خاص اہل امتیاز و وجاہت نے حضرت والا سے بیعت کی درخواست کی تو حضرت والا نے پیشتر سب معاملات کو صاف صاف مگر نہایت لطافت و متانت اور تہذیب و شائستگی کے ساتھ تحریر فرما دیا۔ چنانچہ ایک پولیس کے افسر نے جو اس زمانہ میں خاص تھانہ بھون ہی میں تعینات تھے ۔بغایت عقیدت بیعت کی زبانی درخواست کی چونکہ قبل بیعت بہت سے امور کی طرف توجہ منعطف کرنی تھی اور معاملہ صاف کرنا تھا اس لیے حضرت والا نے ان کی درخواست کے متعلق کچھ زبانی کہنے کے بجائے اس وقت صرف یہ فرما دیا کہ میں انشاء اللہ تعالیٰ اس کے متعلق آپ کے پاس کچھ لکھ کر بھیجوں گا۔ پھر حضرت والا نے ان کے پاس حسب ذیل تحریر بھیج دی۔

آپ نے اپنی محبت سے جو خدمت مجھ سے لینا چاہا ہے اگرچہ میں اس کا اہل نہیں مگر احباب کی خدمت سے انکار بھی نہیں لیکن چونکہ آپ سے دلی خلوص اور بے تکلفی ہے اس لیے خیر خواہی سے ذیل کے نمبروں کو آپ کی نظر میں لانا چاہتا ہوں تاکہ بصیرت سے رائے قائم فرما سکیں کسی مغالطہ کا احتمال نہ رہے۔ پھر جو رائے قائم فرمائی جائے گی میں اس کا اتباع کرنے کو تیار ہوں۔

نمبرا۔ میں ایک خشک طالب علم ہوں۔ اس زمانہ میں جن چیزوں کو درویشی کے لوازم سے سمجھا جاتا ہے جیسے محفل میلاد شریف، عرس، گیارہویں، نیاز، فاتحہ، قوالی و مثل ذلک میں

ان سب سے محروم ہوں اور اپنے دوستوں کو بھی اسی خشک طریقہ پر رکھنا پسند کرتا ہوں۔

نمبر۲۔ میں نہ صاحب کشف ہوں نہ صاحب کرامت نہ صاحب تصرف نہ عامل اللہ و رسول کے احکام پر مطلع کرتا رہتا ہوں۔

نمبر۳۔ اپنے دوستوں سے کسی قسم کا تکلف نہیں کرتا۔ نہ اپنی حالت چھپاتا ہوں۔ نہ اپنی کوئی تعلیم نہ کوئی مشورہ امور دینیہ کا۔ عمل کرنے پر کسی کو مجبور نہیں کرتا۔ عمل کرتا ہوا دیکھ کر خوش اور عمل سے دور دیکھ کر رنجیدہ ہوتا ہوں۔

نمبر۴۔ میں کسی سے نہ کوئی فرمائش کرتا ہوں نہ کسی کی سفارش۔ اسی لیے بعض اہل الرائے مجھ کو خشک کہتے ہیں۔ میرا مذاق یہ ہے کہ ایک کو دوسرے کی رعایت سے کوئی اذیت نہ دوں خواہ حرفی ہی اذیت ہو۔

نمبر۵۔ سب سے زیادہ اہتمام مجھ کو اپنے لیے اور اپنے دوستوں کے لیے اس امر کا ہے کہ کسی کو کسی قسم کی اذیت نہ پہنچائی جائے خواہ بدنی ہو جیسے مار پیٹ خواہ مالی ہو جیسے کسی کا حق مار لینا یا ناحق کوئی چیز لے لینا خواہ آبرو کے متعلق ہو جیسے کسی کی تحقیر کسی کی غیبت خواہ نفسانی ہو جیسے کسی کو کسی تشویش میں ڈال دینا یا کوئی ناگوار و رنجیدہ معاملہ کرنا اور اگر غلطی سے کوئی بات ایسی ہو جائے تو معافی چاہنے سے عار نہ کرنا۔

نمبر۶۔ نمبر۵ کا مجھ کو اس قدر اہتمام ہے کہ کسی کی وضع خلاف شرع دیکھ کر صرف شکایت ہوتی ہے مگر نمبر۵ کی کوتاہی دیکھ کر صدمہ بے حد ہوتا ہے اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس سے نجات دے۔ یہ تو میرا ذاتی کچا چٹھا تھا۔ اب بعض مصالح آں مکرم کے متعلق ہیں وہ زیادہ قابل غور ہیں۔

نمبر۷۔ اگر کوئی امر آپ سے کسی کی مرضی کے خلاف ہو گیا جیسا انتظامی امور ہیں ممکن ہے گو خلاف شرع نہ ہو اعتراض کا موقع ملے گا کہ سلسلہ طریقت میں داخل ہو کر خلاف طریق کیا اور ساتھ ہی مجھ کو بھی مطعون کریں گے کہ منع نہیں کیا۔

نمبر۸۔ مجھ سے بعضے لوگ سفارش کی درخواست کریں گے میں تو نمبر۴ کے موافق عذر کر دوں گا۔ اس عذر سے مجھ کو تو بدنام کریں ہی گے مگر اس کے بعد یہ کریں گے کہ آپ کو یہ تکلیف دیں گے کہ اپنے تعلقات میرے ساتھ آپ کے روبرو پیش کر کے اپنے موافق

کارروائی کی درخواست کریں گے اس سے آپ کو تنگی ہوگی اور آزادی پر عمل کرنے سے اعتراض کریں گے۔ ان سب امور میں غور فرما کر رائے قائم کر لیجئے سب سے اسلم اور مامون طریقہ تو یہ ہے کہ (الف) مجھ کو اس کا اہل ہی قرار نہ دیا جائے۔ اگر یہ دل کو نہ لگے تو (ب) یہاں کے قیام تک ملتوی فرمایا جائے اگر یہ بھی منظور نہ ہو تو (ج) ایسا خفیہ کیا جائے کہ کسی کو علم ہی نہ ہو۔ دو امر اور یاد آئے جو دوسرے ورق پر معروض ہیں۔

نمبر ۹۔ حکام کو مجھ سے بدگمان نہیں مگر اہل اغراض اپنے اغراض فاسدہ کے لیے توڑ جوڑ سے نہیں چوکتے۔ مثلاً کسی مسلمان کو آپ سے کوئی جائز فائدہ پہنچا' یا کسی مسلمان کو کسی غیر مسلم کے ظلم و ضرر سے بچالیا تو ممکن ہے تعصب کے سبب کوئی بدنیت شخص حکام تک اس کو رنگ دے کر پہنچا دے کہ ان کا تعلق فلاں مذہبی شخص سے ہے اس کے اثر سے یہ کام تعصب کی بنا پر کیا گیا ہے۔

نمبر ۱۰۔ یا کسی مستحق سزا مسلمان کا چالان وغیرہ کیا گیا یا کسی ہندو کو کسی ظالم مسلمان سے بچایا گیا تو اس وقت کوئی کم فہم مسلمان یہ اعتراض کرے گا کہ داخل سلسلہ ہو کر بھی مسلمان کی حمایت نہ کی یا ہندو کی حمایت کی اس قسم کی تنگیاں پیش آسکتی ہیں اور اس سے سالم رہنے کے وہی تین طریقے ہیں جو حرف الف اور ب اور ج میں عرض کئے ہیں اور یہ خدا نہ کرے انکار نہیں خیر خواہی و انجام اندیشی کی بنا پر مشورہ ہے' اس کے بعد اس پر ختم ہے۔

سپردم بتو مایۂ خویش را تو دانی حساب کم و بیش را

(میں نے تو اپنا سرمایہ آپ کے حوالے کر دیا ہے، کم و زیادہ کے حساب کو تو خود جانتا ہے)

والسلام انتہیٰ بلفظہ ۹۔ ذیقعدہ ۱۳۵۲ھ مطابق ۲۵۔ فروری ۱۹۳۴ھ

جامع اوراق عرض کرتا ہے کہ سبحان اللہ حضرت والا نے اپنا مسلک بھی صاف صاف ظاہر فرما دیا اور نہایت لطیف اور غیر دل آزار پیرایہ میں سارے اصلاح طلب امور سے بھی آگاہ فرما دیا۔

۳۔ مریضوں اور مستورات کے لئے نرمی

حضرت والا مریضوں کو بوجہ ترحم اور مستورات کو اس وجہ سے کہ وہ ذی رائے نہیں ہوتیں بیعت فرمالینے میں تنگی نہیں فرماتے لیکن بہت سی مصالح کی بنا پر مستورات کا محض اس

غرض کے لیے تھانہ بھون آنا بہت ناپسند فرماتے ہیں کیونکہ بعض عورتیں سفر میں نمازیں قضا کر دیتی ہیں اور پردہ کا بھی اہتمام مشکل ہوتا ہے پھر عورتوں کا ہجوم بھی خلاف مصلحت ہے۔ لہٰذا حضرت والا اکثر یہ ارشاد فرما کر بے بیعت فرمائے ہی واپس فرما دیتے ہیں کہ یہ کام تو خط کے ذریعہ سے بھی ہوسکتا تھا اب بھی اگر جی چاہے واپس پہنچ کر خط ہی کے ذریعہ سے درخواست کرنا جو مناسب ہوگا وہ جواب دیا جائے گا۔اھ

بلا بیعت واپس فرما دینے میں یہ بھی مصلحت ہے کہ اس معمول کی عام طور پر شہرت ہو جائے اور آگے کو یہ سلسلہ نہ چلے۔

۴-عورتوں کے لئے محرم کی اجازت کی شرط

حضرت والا مستورات کو اس وقت تک بیعت نہیں فرماتے جب تک وہ اپنے شوہروں کے یا بے شوہر ہونے کی صورت میں اپنے کسی محرم سرپرست کی صریح اجازت حاصل کر کے پیش نہیں کرتیں۔اس میں علاوہ بہت سی مصالح مثلاً انسداد آزادی وغیرہ کے یہ بھی مصلحت ہے کہ اگر شوہر یا سرپرست مختلف المشرب ہوا تو گھر میں ہمیشہ لڑائی ہی رہنے لگے اور بیچاری عورت کی عافیت ہی تنگ ہو جائے۔

۵-مستورات کو بیعت کرنے کا طریقہ

حضرت والا مستورات کو پردہ کی آڑ سے بذریعہ کسی رومال یا کپڑے کے بیعت فرماتے ہیں اور بیعت فرماتے وقت ان کے کسی محرم کو بھی یا اپنی کسی اہلیہ کو یا اپنی کسی محرم بی بی کو اپنے پاس ضرور موجود رکھتے ہیں اور پردہ کی بہت تاکید رکھتے ہیں چنانچہ جب بیعت کے وقت امتثال اوامر و اجتناب نواہی کا معاہدہ زبان سے کہلواتے ہیں تو ہدایت فرما دیتے ہیں کہ جو میں کہتا جاؤں تم بھی چپکے چپکے کہتی جاؤ پکار کر نہ کہنا۔اھ

یہاں تک کہ ایسی مستورات کو بھی جو حضرت والا سے پس پردہ کلام کر لیتی ہیں بیعت فرماتے وقت بھی ہدایت فرمائی تاکہ طریق کا ادب محفوظ رہے۔اسی طرح ایسی بڑھیوں کو بھی جو حضرت والا سے پردہ نہیں کرتی تھیں بیعت کرتے وقت پردہ میں بٹھلایا اس کا منشاء

بھی تحفظ ادب طریق ہے۔

۶- دورانِ سفر بیعت کے لئے ضوابط

حضرت والا جب سفر فرمایا کرتے تھے تو سفر میں بجز ان خاص صاحبوں کے جن پر پہلے سے اطمینان ہوتا تھا یا بجز عورتوں کے کیونکہ وہ ذی رائے نہیں ہوتیں کسی کو بیعت نہیں فرماتے تھے اگر کوئی درخواست کرتا تو رد فرما دیتے کہ سفر کی حالت میں بیعت ہونا اور بیعت کرنا دونوں نامناسب ہیں کیونکہ سفر میں جانبین کو ایک دوسرے کی اصل حالت معلوم کرنے کا موقع ہی کہاں ملتا ہے اور بدوں اصل حالت معلوم کئے اور اچھی طرح اطمینان کئے نہ مرید کو بیعت کرنا چاہیے نہ شیخ کو مرید کرنا چاہیے یہ گاجر مولی کا سودا تھوڑی ہی ہے کہ پیسہ ڈالا اور کہا کہ لا مولی لا گاجر۔اھ

حضرت والا اس معمول کی یہ مصلحت بھی بیان فرمایا کرتے تھے کہ لوگ سفری دکاندار پیروں سے احتیاط کرنا سیکھیں۔ بلکہ مطلق بدوں شرائط کے بیعت کرنے سے انکار کر دینے میں بھی یہ مصلحت بیان فرمایا کرتے ہیں کہ لوگ بیعت کو معمولی چیز نہ سمجھیں اور اگر دوسری جگہ جائیں اور وہاں بلا شرائط بیعت کی درخواست منظور ہو جاتی ہوئی دیکھیں تو ان کے دل میں کم از کم کھٹک تو پیدا ہونے لگے اور بے تامل ہاتھ میں ہاتھ نہ دے دیں۔اھ

۷- کسی دوسرے سلسلہ کے منتسبین کیلئے ضوابط

حضرت والا ایسے صاحبان کو جو کسی صحیح سلسلہ بیعت سے وابستہ ہیں اور وہ اپنے شیخ کی وفات کے بعد حضرت والا سے مکرر بیعت ہونا چاہتے ہیں عموماً بیعت نہیں فرماتے بلکہ یہ ارشاد فرما دیتے ہیں کہ پچھلی بیعت مع اپنی ساری برکات کے بدستور قائم ہے تجدید بیعت کی حاجت نہیں البتہ تعلیم طریق کے لیے حاضر ہوں۔اھ

لیکن چونکہ ایسی حالت میں تجدید بیعت بھی خلاف طریق نہیں اس لیے اگر کوئی اس حقیقت کو سننے کے بعد بھی اصرار کرتا ہے اور بدوں بیعت کے اس کے قلب کو تسلی نہیں ہوتی اور حضرت والا کو بھی یہ اطمینان ہوتا ہے کہ اس کی ضرورت کا اعتقاد نہیں تو پھر انکار بھی نہیں فرماتے چنانچہ بعض ایسے صاحبان بھی احقر کے علم میں ہیں جن کو ان کے اصرار پر پھر بیعت فرما لیا ہے۔

اور اگر کسی فاسد العقیدہ پیر کا مرید پچھلی بیعت کو فسخ کر کے حضرت والا سے بیعت ہونا ہے تو اس کو بھی اس کی سخت تاکید فرما دیتے ہیں کہ اپنی پچھلے پیر کی نسبت عمر بھر کوئی گستاخی کا کلمہ زبان پر نہ لانا اگرچہ میں بھی برا کہوں مگر تم مت کہنا کیونکہ اول اول اسی نے اس طریق کی طرف متوجہ کیا اور راہ پر ڈالا اس معنی کو وہ محسن ہے گو راستہ غلط بتایا لیکن مقصود کا شوق تو اسی نے دلایا۔ اور اس راہ میں ناشکری بہت ہی مضر ہے۔ یہ طریق بس بالکل ادب ہی ادب ہے سارے طریق کا بس خلاصہ ادب ہے۔ بے ادبی سے بڑھ کر اس طریق میں کوئی چیز مضر نہیں۔

یہاں تک کہ بعض حیثیتوں سے معصیت بھی اتنی مضر نہیں کیونکہ معصیت کا تعلق ایسی ذات سے ہے جو انفعال سے پاک ہے اور بے ادبی کا تعلق شیخ سے ہے جو بشر ہے اور جس کو بے ادبی سے تکدر ہوتا ہے۔ جو مرید کے حق میں سم قاتل ہے۔ اھ

۸۔طریقت کی حقیقت اور طالب کے فرائض

حضرت والا ایک زمانہ میں طالبین بیعت کو ایک چھپا ہوا ورق بھی حوالہ فرما دیا کرتے تھے جس میں مختصراً طریق کی حقیقت اور ایسے کاموں کی دو فہرستیں درج تھیں جو داخل سلسلہ ہونے کے بعد کرنے ہوں گے اور چھوڑنے ہوں گے لیکن ان فہرستوں سے استیعاب مقصود نہ تھا بلکہ صرف وہی اوامر و نواہی درج فرمائے گئے تھے جن کی طرف سے آج کل عام طور پر غفلت ہے یا جن میں عام ابتلاء ہے۔ عرصہ ہوا وہ مطبوعہ اوراق سب تقسیم ہو کر ختم ہو چکے لیکن وہ مضمون رسالہ قصد السبیل میں بطور تذئیل کے شامل کر دیا گیا ہے جہاں سے اس کو لفظ بہ لفظ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

حقیقت طریقت

خلاصہ سلوک (۱)۔ نہ اس میں کشف و کرامت ضروری ہے (۲)۔ نہ قیامت میں بخشوانے کی ذمہ داری ہے (۳)۔ نہ دنیا کی کار برآری کا وعدہ ہے کہ تعویذ گنڈوں سے کام بن جاویں یا مقدمات دعا سے فتح ہو جایا کریں یا روزگار میں ترقی ہو یا جھاڑ پھونک سے بیماری جاتی رہی یا ہونے والی بات بتلا دی جایا کرے (۴)۔ نہ تصرفات لازم ہیں کہ پیر کی وجہ سے مرید کی از خود اصلاح ہو جائے۔ اس کو گناہ کا خیال ہی نہ آئے خود بخود عبادت کے کام ہوتے رہیں۔

مرید کو زیادہ ارادہ بھی نہ کرنا پڑے۔ یا علم دین اور قرآن میں ذہن وحافظہ بڑھ جائے۔

(۵)۔ نہ ایسی باطنی کیفیات پیدا ہونے کی کوئی میعاد ہے کہ ہر وقت یا عبادت کے وقت لذت سے سرشار رہے۔ عبادت میں خطرات ہی نہ آویں۔ خوب رونا آئے ایسی محویت ہو جائے کہ اپنی پرائی خبر نہ رہے۔ (۶)۔ نہ ذکر وشغل میں انوار وغیرہا کا نظر آنا یا کسی آواز کا سنائی دینا ضرور ہے۔ (۷)۔ نہ عمدہ عمدہ خوابوں کا نظر آنا یا الہامات کا صحیح ہونا لازمی ہے بلکہ اصل مقصود حق تعالیٰ کا راضی کرنا ہے جس کا ذریعہ ہے شریعت کے حکموں پر پورے طور سے چلنا۔

ان حکموں میں بعضے متعلق ظاہر کے ہیں جیسے نماز وروزہ وحج وزکوۃ وغیرہا اور جیسے نکاح وطلاق وادائے حقوق زوجین وقسم وکفارہ قسم وغیرہ اور جیسے لین دین وپیروی مقدمات وشہادت ووصیت وتقسیم ترکہ وغیرہ اور جیسے سلام وکلام وطعام ومنام وقعود وقیام ومہمانی ومیزبانی وغیرہ ان مسائل کو علم فقہ کہتے ہیں اور بعضے متعلق باطن کے ہیں جیسے خدا سے محبت رکھنا' خدا سے ڈرنا' خدا کو یاد رکھنا' دنیا سے محبت کم ہونا' خدا کی مشیت پر راضی رہنا' حرص نہ کرنا' عبادت میں دل کا حاضر رکھنا' دین کے کاموں کو اخلاص سے کرنا' کسی کو حقیر نہ سمجھنا' خود پسندی نہ ہونا' غصہ کو ضبط کرنا وغیرہ ان اخلاق کو سلوک کہتے ہیں اور مثل احکام ظاہری کے ان احکام باطنی پر عمل کرنا بھی فرض وواجب ہے۔ نیز باطنی خرابیوں سے اکثر ظاہری اعمال میں بھی خرابی آ جاتی ہے۔ جیسے قلت محبت حق سے نماز میں سستی ہوگئی یا جلدی جلدی بلا تعدیل ارکان پڑھ لی یا بخل سے زکوۃ اور حج کی ہمت نہ ہوئی یا کبر وغلبہ غضب سے کسی پر ظلم ہوگیا۔ حقوق تلف ہوگئے ومثل ذالک اور اگر ان ظاہری اعمال میں احتیاط کی بھی جائے تب بھی جب تک نفس کی اصلاح نہیں ہوتی وہ احتیاط چند روز سے زیادہ نہیں چلتی۔ پس نفس کی اصلاح ان دو سبب سے ضروری ٹھہری۔ لیکن باطنی یہ خرابیاں ذرا سمجھ میں کم آتی ہیں اور جو سمجھ میں آتی ہیں ان کی درستی کا طریقہ کم معلوم ہوتا ہے اور جو معلوم ہوتا ہے نفس کی کشاکشی سے اس پر عمل مشکل ہوتا ہے ان ضرورتوں سے پیر کامل[۱] کو تجویز کیا جاتا ہے کہ وہ ان باتوں کو سمجھ کر آگاہ کرتا ہے۔ اور ان کا علاج وتدبیر بھی بتلاتا ہے اور نفس کے اندر درستی کی استعداد

---

[۱] پیر کامل کی پہچان قصد السبیل کی ہدایت سوم میں ملاحظہ ہو۔۱۲۔

اوران معالجات میں سہولت اور تدابیر میں قوت پیدا ہونے کے لیے کچھ اذکار واشغال کی بھی تعلیم کرتا ہے اور خود ذکر اپنی ذات میں بھی عبادت ہے۔ پس سالک کو وہ کام کرنے پڑتے ہیں ایک ضروری کہ احکام شرعیہ ظاہری وباطنی کی پابندی ہے۔ دوسرا مستحب کہ کثرت ذکر ہے اس پابندی احکام سے خدا تعالیٰ کی رضا اور قرب اور کثرت ذکر سے زیادت رضا و قرب حاصل ہوتا ہے یہ ہے خلاصہ سلوک کے طریق اور مقصود کا۔

حقوق طریقت[1]

طریقہ میں داخل ہو کر جو کام کرنا پڑیں گے (۱) بہشتی[2] زیور کے گیارہ حصے اول سے آخر تک ایک ایک حرف کر کے پڑھنے یا سننے پڑیں گے (۲) اپنی سب حالتیں بہشتی زیور کے موافق رکھنا پڑیں گی (۳) جو کام کرنا ہو اور اس کا جائز ناجائز ہونا معلوم نہ ہو کرنے سے پہلے علماء اہل حق سے پوچھنا پڑے گا اور ان کے بتلانے کے موافق عمل کرنا ہوگا۔ (۴) نماز پانچوں وقت جماعت[3] سے پڑھنا ہوگی۔ البتہ اگر کوئی عذر شرعی ہو تو جماعت معاف ہے اور اگر بلا عذر غفلت سے رہ جائے ندامت کے ساتھ استغفار کرنا چاہیے (۵) اگر مال بقدر زکوٰۃ ہو تو زکوٰۃ دینا ہوگی۔ مسائل اس کے بہشتی زیور میں ملیں گے۔ اسی طرح کھیت اور باغ کی پیداوار میں دسواں بیسواں حصہ دینا ہوگا۔ اس کے مسائل زبانی معلوم کر لیے جاویں۔ (۶) اگر حج کی گنجائش ہو تو حج کرنا پڑے گا۔ اسی طرح گنجائش کی صورت میں عید کو صدقہ فطر اور بقرعید کو قربانی ضروری ہوگی۔ (۷) اپنے بیوی بچوں کے حقوق ادا کرنا ہوں گے ان کا یہ بھی دینی حق ہے کہ ان کو ہمیشہ شرع کے احکام بتلاتے رہو۔ آسان طریقہ اس کا پڑھے ہوؤں کے لیے یہ ہے کہ شب و روز میں تھوڑا سا کوئی وقت مقرر کر کے بہشتی زیور اول سے آخر تک اپنے گھر والوں کو پڑھ کر سنا دیں اور سمجھا دیں اور جب وہ ختم ہو جائے پھر شروع کر دیں۔ جب تک ان کو مسائل خوب پختہ یاد نہ ہو جاویں سناتے رہیں اور ان پڑھ ایسا کریں

---

[1] یہ حقوق سب مسلمانوں کے ذمہ واجب ہیں گو کسی سے بیعت بھی ہوں۔۱۲

[2] البتہ عورتوں کے لیے گیارہواں حصہ نہیں ہے۔۱۲ منہ

[3] مگر عورتوں کے لیے جماعت نہیں ہے۔۱۲

کہ جو بات دین کی کسی عالم سے سنا کریں اس کو یاد کر کے گھر والوں سے ضرور کہہ دیا کریں۔

اور یہ کام چھوڑنا پڑیں گے۔ ڈاڑھی منڈانا۔ ڈاڑھی کٹانا جبکہ چار انگل سے زائد نہ ہو۔ ڈاڑھی چڑھانا۔ سر میں چاند کھلوانا۔ کھنڈی رکھنا۔ یا آگے سے۔ منڈوانا ٹخنوں سے نیچے۔ پائجامہ[1] پہننا یا لنگی باندھنا یا۔ کرتہ چوغا ٹخنوں سے نیچے لٹکانا یا۔ عمامہ کا شملہ آدھی کمر سے نیچے چھوڑنا یا۔ کسم وزعفران[2] کا رنگا ہوا یا ناپاک رنگ کا رنگا ہوا کپڑا پہننا یا ریشمی[3] یا زری کا لباس چار انگل سے زیادہ خود پہننا یا لڑکوں کو پہنانا یا کفار کا سا لباس پہننا یا مردوں کو چاندی[4] کی انگوٹھی ایک مثقال یا زائد یا سونے[5] کی انگوٹھی پہننا۔ یا عورتوں کو کھڑا جوتا یا مردانہ لباس پہننا یا باجہ دار زیور پہننا یا ایسا کپڑا باریک یا چھوٹا پہننا جس میں بدن کھلا رہے۔ کسی عورت یا مرد کو بری نگاہ سے دیکھنا یا عورتوں ولڑکوں سے زیادہ میل جول رکھنا۔ مرد کو کسی نامحرم عورت کے پاس یا عورت کو کسی نامحرم مرد کے پاس بیٹھنا یا تنہا مکان میں رہنا یا بدوں سخت مجبوری کے سامنے آجانا اگرچہ وہ پیر ہی ہو یا رشتہ دار ہوں اور جہاں سخت مجبوری ہو وہاں سر اور بازو اور کلائی اور پنڈلی اور گلا کھولنا نامحرم مرد کے سامنے حرام ہے۔ منہ کے سامنے بھی گھونگھٹ رہنا بہتر ہے اور عمدہ پوشاک اور زیور تو سامنے آنا بالکل ہی برا ہے۔ اسی طرح نامحرم مرد وعورت کا باہم ہنسنا یا بولنا ضرورت سے زیادہ باتیں کرنا یہ سب چھوڑ دینا چاہیے۔ ختنہ یا عقیقہ یا شادی میں جمع ہونا یا برات میں جانا البتہ عین نکاح کے وقت پاس پاس کے مردوں کا جمع کر لینا مضائقہ نہیں۔ یا کوئی کام فخر ونمود کا کرنا جیسے آج کل رسم ورسوم کا کھانا کھلانا لینا دینا ہوتا ہے اسی میں نوتہ بھی آ گیا۔ اس کو بھی چھوڑنا چاہیے۔

اسی طرح فضول خرچی کرنا یا کپڑے میں بہت تکلف کرنا کہ یہ بھی فخر ونمود میں داخل ہے۔ مردہ پر چلا کر رونا اس کا تیجہ دسواں بیسواں چالیسواں وغیرہ کرنا۔ دور دور سے عرصہ عرصہ تک میت کے پیچھے آنا۔ بدوں شرع کے موافق تقسیم کئے ہوئے مردہ کے کپڑے خیرات کر دینا۔ لڑکیوں کا حصہ نہ دینا۔ اہل حکومت وریاست کو غرباء پر ظلم کرنا۔ جھوٹی نالش کرنا۔ موروثی کا دعویٰ کرنا۔ رہن یا رشوت کی آمدنی کھانا۔ تصویر بنانا یا رکھنا یا براہ شوق کتے رکھنا یا کنکوے و

---

[1] یہ پانچوں باتیں عورتوں اور لڑکیوں کے واسطے درست ہیں ۱۲

آتشبازی یا کبوتر بازی و مرغ بازی وغیرہ کا شغل کرنا یا بچوں کو اجازت اور پیسے دینا۔ گانا سننا باجے سے یا بے باجے اسی میں گراموفون بھی داخل ہے۔ عرسوں میں جانا بزرگوں کی منت ماننا۔ فاتحہ نیز گیارہویں وغیرہ متعارف طور پر کرنا۔ رواج کے موافق مولد شریف کرنا۔ تبرکات کی زیارت کے لیے عرس کا سا انتظام کرنا۔ یا اس وقت مردوں عورتوں کا خلط یا سامنا ہو جانا۔ شب برات کا حلوا پکانا۔ یا محرم کا تہوار منانا۔ یا رمضان میں ختم قرآن پر شیرینی ضرور کر کے بانٹنا۔ یا ٹونے ٹوٹکے کرنا یا ستیلا وغیرہ کو ماننا یا فال وغیرہ کھلوانا کسی نجومی یا آسیب سے کوئی بات پوچھنا غیبت کرنا چغلی کھانا۔ جھوٹ بولنا۔ تجارت میں دغا کرنا۔ بلا اضطرار ناجائز نوکری کرنا یا جائز نوکری میں کام خراب کرنا۔ عورت کا خاوند کے سامنے زبان درازی کرنا یا اس کا مال بلا اجازت خرچ کرنا۔ یا بلا اجازت کہیں جانا اور حافظوں کا مردوں پر قرآن پڑھ کر یا تراویح میں قرآن سنا کر کچھ لینا۔ یا مولویوں کو وعظ پر یا مسئلہ بتلانے پر اجرت لینا یا بحث و مباحثہ میں پڑنا۔ درویش وضع لوگوں کو پیری مریدی کی ہوس کرنا یا تعویذ گنڈوں کا مشغلہ رکھنا یہ ہے فہرست مختصر کرنے نہ کرنے کے کاموں کی اور تفصیل احقر کے رسالوں میں بقدر ضرورت ملے گی۔ اھ

۹- چاروں سلسلوں میں بیعت کرنا

حضرت والا اپنے پیر و مرشد اعلیٰ حضرت حاجی صاحب قدس سرہ العزیز کے طریق انیق اور معمول مقبول کے مطابق طالبین کو بیعت فرماتے وقت چاروں سلسلوں میں داخل فرماتے ہیں تاکہ سب اکابر طریق سے انتساب ہو جائے اور سب کی برکات نصیب ہوں نیز چاروں سلسلوں کے بزرگوں کے ساتھ یکساں اعتقاد رہے۔ اور ایک سلسلہ کے بزرگوں کو دوسرے سلسلوں کے بزرگوں پر فضیلت نہ دیں۔ جو اس لیے ممنوع ہے کہ اکثر اس تفصیل سے دوسرے بزرگوں کی تنقیص لازم آجاتی ہے جو ناجائز بھی ہے اور نہایت خطرناک بھی کیونکہ بزرگوں کے ساتھ سوء ظن بعض اوقات سوء خاتمہ کا سبب ہو جاتا ہے ورنہ برکات سے محرومی تو ضرور ہی ہو جاتی ہے۔

۱۰- بیعت کے بارے میں انشراح قلب کا لحاظ

حضرت والا علاوہ ان ضابطہ کی شرائط کے جن کا ذکر اوپر کے نمبروں میں کیا گیا امر

بیعت میں اپنے شرح صدر کو بھی دیکھتے ہیں بلکہ دراصل قبول بیعت کا زیادہ تر دارومدار قبول قلب ہی پر ہوتا ہے جن طالبین کی صلاحیت اور مناسبت پر قلب شہادت نہیں دیتا اور جن کی طرف دل رجوع نہیں ہوتا ان کو حضرت والا بیعت نہیں فرماتے بلکہ غیب سے ایسی صورت حالات پیدا ہو جاتی ہے کہ ان سے خود ہی پیچھا چھوٹ جاتا ہے اور حضرت والا کی شہادت قلب کے صدق کا ظہور ہو جاتا ہے۔

اس کے متعلق حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ بعض کی جانب تو دیکھتے ہی دل اس قدر جھکتا ہے کہ بے اختیار یہ جی چاہنے لگتا ہے کہ یہ بیعت کی درخواست کرے چنانچہ اکثر یہی ہوا کہ جس کے بارے میں یہ جی چاہا اللہ تعالیٰ نے خود اس کے بھی قلب میں بیعت کا شوق پیدا فرما دیا۔ یہاں تک کہ اس نے خود ہی مجھ سے بیعت کی درخواست کی پھر میں نے بلا تامل اس کو بیعت کر لیا۔اھ

اس شہادت قلب کے متعلق کس قدر تفصیل کے ساتھ پیشتر بھی کسی موقع پر مضمون لکھا جا چکا ہے۔لہٰذا یہاں اس مختصر ہی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔فی الحال انہی دس نمبروں پر عنوان ہذا یعنی ''اصول متعلقہ بیعت'' کو ختم کرتا ہوں۔اگر بیعت کے متعلق کوئی اور ضروری اصول بعد کو خیال میں آئے تو ان کو انشاء اللہ عنوان پنجم یعنی اصول متفرقہ کے تحت میں عرض کر دیا جائے گا۔

تعلیم عام مگر بیعت مقید

ناظرین کرام نے ان نمبروں کے مطالعہ سے بخوبی معلوم فرما لیا ہوگا کہ حضرت والا کے یہاں محض نام کی بیعت نہیں ہوتی بلکہ کام کی بیعت ہوتی ہے اسی وجہ سے اس امر میں عجلت کو ہرگز گوارا نہیں فرماتے اور فرمایا کرتے ہیں کہ بیعت کرنا تو متبنیٰ کرنا ہے جب تک باہمی مناسبت و موافقت کا پورا اطمینان نہیں کر لیا جاتا کسی کو بیٹا نہیں بنایا جاتا کیونکہ عمر بھر کے لیے تعلق پیدا کرنا ہوتا ہے۔البتہ مٹھائی بانٹنے میں اس کی تحقیق نہیں ہوتی کہ بیٹوں ہی کو دی جائے بلکہ سب لڑکوں کو دی جاتی ہے۔اسی طرح میرے یہاں تعلیم تو عام ہے لیکن بیعت مقید ہے۔اھ

قواعد وضوابط کی پابندی کا فائدہ

حضرت والا بعض پرانے تعلق والوں کی بے عنوانیوں پر فرمایا کرتے ہیں کہ دیکھئے اتنی احتیاطوں پر تو یہ حال ہے کہ ایسے ایسے لوگ بھی مریدوں میں داخل ہوگئے ہیں۔ اگر میں توسع کرتا تو نا معلوم کیا حال ہوتا۔ کسی پر اطمینان ہی نہ ہوتا۔ پھر بھی بفضلہٖ تعالیٰ میرے یہاں ایسے بہت کم ہیں۔ یہ اس تنگی ہی کا نتیجہ ہے کہ جتنے ہیں ان پر بفضلہٖ تعالیٰ اطمینان تو ہے ورنہ امتیاز بھی مشکل ہو جاتا۔ اور محض بھرتی بھرنے سے کیا فائدہ کوئی لام باندھنا تھوڑا ہی ہے۔ اور لام میں بھی ایسے لوگ سوائے اس کے کہ معرکہ کے وقت بھاگتے نظر آئیں اور کس مصرف کے ہیں بلکہ ان کے بھاگنے سے ایسوں کے بھی پیر اکھڑ جانے کا اندیشہ ہے جن پر اطمینان ہے۔ اھ

یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ میرے اس طریق کا فائدہ عام نہ سہی لیکن الحمدللہ تام تو ہے۔ اھ

ایک نو وارد طالب سے بیعت کی تفصیلی تحقیق بیان فرما کر فرمایا کہ چونکہ میں آزادی کا بہت قدرداں ہوں اس مصلحت سے بھی بیعت کے متعلق مفصل تقریر کر کے یہ ذہن نشین کر دیتا ہوں کہ نفع میں بیعت کا کچھ دخل نہیں تعلیم کا تعلق بالکل کافی ہے تاکہ آزادی رہے کہ اگر کبھی دل کھٹا ہو تو وہ بے تکلف مجھ کو چھوڑ دے ورنہ ہاتھ میں ہاتھ دے کر آدمی خواہ مخواہ پھنس جاتا ہے۔ اگر دوسری جگہ جانا چاہے تو عرفاً اس سے بیعت مانع ہو جاتی ہے۔ اھ (ماخوذ از حسن العزیز جلد اول ملخصا)

عنوان دوم
اصول متعلقہ تعلیم وتربیت

۱۔ طالب کو تابع رکھنا

حضرت والا تعلیم وتربیت میں طالب کے تابع نہیں ہوتے بلکہ ہمیشہ اسی کو تابع رکھتے ہیں اور اسی میں اس کی خیریت اور مصلحت ہے جس کی صریح تائید اس آیت سے ہوتی ہے۔ **لو يطيعكم في كثير من الامر لعنتم الايه**۔ گو اس کے جذبات صحیحہ کی تو بیحد رعایت رکھتے ہیں لیکن ایسا ہرگز نہیں کرتے کہ جو اس نے الٹی سیدھی درخواست کی اس کو پورا کر دیا یا جو اس نے اینڈا

بینڈا سوال کیا اس کا اس کی مرضی کے موافق جواب دے دیا۔ بلکہ خود فرمایا کرتے ہیں کہ میرے اکثر جوابات مرضی کے موافق تو ہوتے نہیں لیکن الحمدللہ مرض کے بالکل موافق ہوتے ہیں۔ اھ

طالب کے سوالات کے جواب میں حضرت والاؒ کا معمول

احقر عرض کرتا ہے کہ یہ رات دن کا مشاہدہ ہے جو چاہے بغور واقعات وحالات کا تتبع کر کے خود دیکھ لے کہ ہر طالب کے ساتھ معاملہ کرنے میں اور اسکی معروضات کے جوابات دینے میں (جو ابتداء میں عدم واقفیت اور عدم مناسبت طریق کی وجہ سے اکثر طویل وعریض ہی نہیں بلکہ لاطائل ولایعنی بھی ہوتی ہیں جن کے بارہ میں حضرت والا نہایت لطیف عنوان سے خود فرمایا کرتے ہیں کہ مجھے طویل خط سے تو الجھن نہیں ہوتی البتہ لاطائل سے ہوتی ہے) حضرت والا کا ہمیشہ بس یہی مطمح نظر رہتا ہے کہ محققانہ سوالات کر کر کے اس کو لاجواب کر دیا جائے تاکہ اس کو اپنے جہل کا عالم ہو جو حسب ارشاد حضرت والا انفع العلوم ہے اور ادھر ادھر کے سب راستے مسدود کر کے اس کے لیے کوئی جائے گریز ہی نہ چھوڑی جائے اور چاروں طرف سے گھیر گھار کر اس کو شاہ راہ حقیقت پر ڈال دیا جائے اور طریق کے مقصود حقیقی تک پہنچا دیا جائے۔ اس کا اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کو ایسا سلیقہ اور ملکہ عطا فرمایا ہے کہ بڑے بڑے الجھے ہوئے اور مختلف ومخلوط مضامین کے بڑے بڑے طویل وعریض خطوط آئے دن آتے رہتے ہیں لیکن حضرت والا ان پر محض ایک چلتی ہوئی مگر متجسسانہ نظر ڈال کر اصل جواب طلب مضمون کو آن کی آن میں تاڑ لیتے ہیں اور اس کے متعلق فوراً قلم برداشتہ کوئی ایسا مختصر سا جملہ یا سوال ارقام فرما دیتے ہیں جو طالب کو غیر مقاصد سے ہٹا کر مقصود اصلی تک رہبری کرنے والا ہوتا ہے اور جو سارے خط کا جواب ہو جاتا ہے اور جو مخاطب کی ساری لفاظیوں اور غیر مقصود مضامین کو اس طرح اڑا دیتا ہے جیسے ذرا سی رنجک بڑے بڑے پہاڑوں کو ہباءً منثورا کر دیتی ہے۔

حضرت والا کے سوالات پر کج فہموں کی گھبراہٹ

بدفہم لوگ حضرت والا کے سوالات سے گھبراتے ہیں حالانکہ درحقیقت وہ سوالات

نہیں ہوتے بلکہ جوابات ہوتے ہیں کیونکہ اگر ذرافہم سلیم سے کام لیا جائے تو انہی سوالات سے بسہولت جوابات مستنبط ہو سکتے ہیں نیز حضرت والا کے سوالات اس کو مقتضی ہوتے ہیں کہ برابر اپنی اصلاح کے متعلق خط و کتابت جاری رکھی جائے جو بہت ضروری امر ہے۔

سوالات سے گھبرانے پر کل ہی کا ایک واقعہ یاد آیا ایک صاحب نے حضرت والا سے ایک غیر ضروری امر کے متعلق بڑے اہتمام کے ساتھ بذریعہ عریضہ تحقیق کی تھی۔ حضرت والا نے حسب معمول جواب تحریر فرما دیا تھا کہ کیا کوئی مقصود دینی اس تحقیق پر موقوف ہے۔ اس پر انہوں نے پھر لکھا تھا کہ مقصود بندہ امر دینی ہے اور وہ صرف اعتقاد حقیقت ہے اس کا بھی حضرت والا نے یہی جواب تحریر فرما دیا تھا کہ کیا یہ عقائد ضروریہ میں سے ہے۔ اس پر انہوں نے برا مان کر لکھا کہ دو مرتبہ جناب کی خدمت میں عرض کیا گیا مگر بجائے اس کے کہ جواب مسئلہ مرحمت ہوتا ایک سرسری نظر سے ہم پر استفسار قائم کر دیا گیا۔ امید ہے کہ جواب باصواب سے سرفراز فرمایا جائے۔ اھ

اس پر حضرت والا نے یہ جواب تحریر فرمایا کہ اب بھی وہی جواب ہے جو میرے نزدیک باصواب ہے اور آپ کے نزدیک ناصواب ہے۔ بہتر ہے کہ کسی ایسے محقق سے جو علماً محقق ہو اور عملاً واتباعاً آپ کا مقلد ہو پوچھ لیجئے۔ اھ

حضرت والا نے ان سوالات و جوابات کو سنا کر حاضرین مجلس سے فرمایا کہ ایسے اغبیاء کے کہنے کا میں برا بھی نہیں مانتا۔ یوں سمجھتا ہوں جیسے کسی جانور نے لات مار دی۔ چنانچہ اگر کسی کے کوئی جانور لات مار دے تو اس کے چوٹ تو لگتی ہے مگر وہ برا نہیں مانتا کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ یہ جانور ہے۔ اس میں عقل تو ہے ہی نہیں اس لیے لات مار دی بلکہ نہ مجھے تو واللہ ایسوں کے برا مان جانے سے عقلاً مسرت ہوتی ہے کہ اچھا ہے ایسے اغبیاء سے چھٹی ہوئی ورنہ اگر معتقد رہتے تو تمام عمر ستاتے ایسوں کا معتقد ہونا بھی وبال جان ہے۔ اھ

ایک طالب کے بے محل سوال کا جواب

اتفاق سے کل ہی ایک واقعہ حضرت والا کے اس معمول کی تائید میں بھی پیش آیا کہ امر تربیت میں طالب کا اتباع نہیں فرماتے بلکہ اس کو اپنا تابع رکھتے ہیں وہ واقعہ یہ ہے کہ ایک طالب نے بذریعہ عریضہ یہ درخواست کی کہ تہجد سے فارغ ہو کر جو بارہ تسبیح پڑھتے ہیں

اس کی اجازت چاہتا ہوں۔ جواب تحریر فرمایا کہ اگر طبیب سے کہا جائے کہ خمیرہ گاؤ زبان جو لوگ کھاتے ہیں اس کی اجازت چاہتا ہوں تو طبیب کیا جواب دے گا۔ اھ

اب دیکھ لیجئے بظاہر کیسی اچھی درخواست کی گئی تھی اور عموماً ایسی اچھی چیز کی درخواست کو کون رد کرتا ہے دوسری جگہ فوراً اجازت مل جاتی لیکن حضرت والا کے یہاں تو ہر چیز اپنے موقع اور محل پر ہوتی ہے اور نہایت ترتیب کے ساتھ منازل سلوک طے کرائے جاتے ہیں تاکہ سالک ہر گمراہی سے محفوظ رہے اور سہولت کے ساتھ راستہ قطع کرے چنانچہ فرمایا کرتے ہیں کہ شیخ کا سب سے پہلا کام یہ ہے کہ سالک کو طریق کی حقیقت بتادے اور صحیح راستہ پر ڈال دے تاکہ پھر صرف چلنا رہ جائے اور وہ بلا اِدھر اُدھر بھٹکے چلتا رہے اور بسہولت منزل مقصود تک پہنچ جائے۔ اھ

اسی غرض سے حضرت والا نے طالب مذکور کو دوازدہ تسبیح کی حسب درخواست اجازت دے دینے کی بجائے ان سے ایک ایسا محققانہ سوال فرمادیا کہ جو مفتاح طریق ہے کیونکہ حضرت والا نے اس میں دراصل پورا طریق استرشاد و استفاضہ واضح فرمادیا ہے اور مریض و طبیب کی مثال دے کر مرید اور پیر کے باہمی تعلق کی پوری حقیقت کھول دی ہے اور گو حضرت والا کا یہ بالکل ابتدائی سوال ہے لیکن تمام دوران تربیت میں طالب مذکور کے لیے وہی مشعل راہ ہوگا اور آئندہ کی ساری خط و کتابت تعلیم و تعلم ارشاد و استرشاد افاضہ و استفاضہ و استفادہ سب اسی پر متفرع ہوتا چلا جائے گا۔

پیر و مرید کا تعلق طبیب و مریض کا سا ہے

اس اجمال کی تفصیل خود حضرت والا ہمیشہ فرمایا کرتے ہیں کہ پیر اور مرید کا تعلق بالکل طبیب اور مریض کا سا ہے کیونکہ یہ مثال اس تعلق کی سینکڑوں جزئیات پر منطبق ہوتی ہے۔ اھ

یہاں اس انطباق کی صرف وہی صورتیں جو اس مقام کے مناسب ہیں بیان کی جاتی ہیں مثلاً جس طرح مریض کو بس یہ چاہیے کہ طبیب سے اپنے مرض کے متعلق سب حالات کہہ دے پھر تشخیص اور تجویز اور پرہیز وغیرہ سب امور کو بالکل اسی کی رائے پر چھوڑ دے اپنی طرف سے نہ کوئی رائے زنی کرے نہ اس کی کسی تشخیص یا تجویز میں کسی قسم کا دخل دے نہ کسی

خاص دوا کے استعمال کی اس سے اجازت طلب کرے کیونکہ اس کی یہ درخواست بالکل بے محل اوراس کے منصب کے بالکل خلاف ہے۔ ہاں اپنے حالات پورے بیان کر کے علاج کی درخواست کرے۔ پھر جس تدبیر کی ضرورت ہوگی وہ خود ہی تجویز کرے گا۔

ٹھیک اسی طرح مریض روحانی کو اپنے طبیب روحانی سے اپنے امراض باطنی بیان کر کے معالجہ کرانا چاہیے یعنی اول اس کو محض اپنے حالات باطنیہ کی اطلاع دے اوراس سے درخواست اصلاح کرے لیکن تشخیص یا تجویز کے متعلق کسی قسم کی رائے یا کسی خاص وِرد یا ازالہ رذائل کی کسی خاص تدبیر کی اپنی طرف سے درخواست نہ پیش کرے۔ تشخیص اور تجویز کو بالکل اسی کی رائے پر چھوڑ دے خود کسی قسم کا ہرگز دخل نہ دے وہ حالات پر غور کر کے جو مناسب ہوگا خود ہی تجویز کرے گا اور اگر توضیح حالات کی یا مزید حالات کے معلوم کرنے کی ضرورت ہوگی تو پہلے وہ مناسب استفسارات کر کر کے اس کمی کو پورا کرے گا اس کے بعد تجویز کرے گا پھر جو کچھ بھی تشخیص اور تجویز کر دے اس کو بلا چون و چرا تسلیم کر لے اور بکمال اعتماد اس کی تجویزات پر عمل پیرا رہے اور عمل کرنے کے بعد اپنے حالات سے برابر مطلع کرتا رہے یہاں تک کہ اگر کوئی نیا حال نہ ہو تو یہ بھی ایک حال ہے اسی کی اطلاع کر دے اور جو کچھ وہ اپنی تجویزات میں ان حالات کے مناسب وقتاً فوقتاً تغیر تبدل کمی بیشی ترمیم تنسیخ کرتا رہے ان پر بھی کاربند رہے اور عمر بھر یہی سلسلہ جاری رکھے حسب ارشاد مولانا رومیؒ۔

اندریں رہ می تراش وی خراش — تادم آخر دمے فارغ مباش

(اس راہ میں کھود کرید کرتا رہ حتیٰ کہ آخر دم تک ایک لمحہ بھی فارغ نہ رہ)

حضرت والا اس مضمون کے متعلق یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ سہولت استحضار کے لیے بس ان چار قافیہ دار الفاظ کو یاد رکھے۔ اطلاع اور اتباع، اعتقاد اور انقیاد۔ اھ

یاد رکھنے کی سہولت کے لیے احقر نے حضرت والا کے اس ارشاد کو ایک شعر میں بھی قلمبند کر لیا ہے وہ یہ ہے۔

چار حق مرشد کے ہیں رکھ عمر بھر تو ان کو یاد — اطلاع و اتباع و اعتقاد و انقیاد

غرض حضرت والا نے اپنے مذکورہ بالا جواب میں طبیب اور مریض کی مثال دے کر

طالب مذکور کو اپنی اصلاح کرانے کا گویا پورا دستور العمل تحریر فرما دیا اور بصراحت بتا دیا کہ تم نے جو طریقہ اختیار کیا ہے وہ بالکل غلط ہے کیونکہ یہ دیکھ کر لوگ تہجد کے بعد بارہ تسبیح پڑھا کرتے ہیں اپنے لیے بھی شیخ سے بارہ تسبیح ہی کی اجازت چاہنا ایسا ہے جیسے کوئی مریض یہ دیکھ کر کہ لوگ خمیرہ گاؤزبان کھاتے ہیں اپنے لیے بھی اس کی اجازت چاہنے لگے خواہ خمیرہ گاؤزبان اس کے مرض کے مناسب ہو یا نہ ہو۔ نیز بارہ تسبیح کو خمیرہ گاؤزبان سے تشبیہ دے کر اس طرف بھی قریب بصراحت اشارہ فرما دیا کہ قبل اصلاح نفس کے شیخ سے اذکار واشغال کی اجازت طلب کرنا بالکل ایسا ہی ہے جیسے مریض کو ضرورت تو ہو مسہل کی اور تنقیہ مواد فاسدہ کی لیکن وہ طبیب سے اجازت چاہے خمیرہ گاؤزبان کھانے کی جو محض مفرحات ومقویات قلب میں سے ہے اور جو اکثر ازالہ مرض کے بعد محض تقویت واستحکام صحت کے لیے استعمال کرایا جاتا ہے اگر کوئی رحم دل طبیب اس کا شوق دیکھ کر محض اس کی خاطر سے اس کے لیے بجائے مسہل کے خمیرہ گاؤزبان ہی تجویز کر دے تو اس کے اصل مرض کو کیا خاک نفع ہوگا بلکہ عجب نہیں کہ خمیرہ گاؤزبان کے قبل از وقت استعمال سے مرض میں اور زیادتی ہو جائے۔

اذکار واشغال سے پہلے اصلاحِ اعمال

چنانچہ حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ طالب کے اندر اصلاح اعمال کا اہتمام پیدا کر دینے کے قبل اس کو اذکار واشغال میں مشغول کر دینا اکثر مضر ثابت ہوتا ہے کیونکہ پھر وہ اپنے آپ کو بزرگ سمجھنے لگتا ہے خاص کر اگر کہیں اتفاقاً اذکار واشغال سے یکسوئی ہو کر اس پر کیفیات کا بھی ورود ہونے لگا تب تو گویا اس کے نزدیک بزرگی کی رجسٹری ہوگئی۔ حالانکہ اس قسم کی کیفیات کا بزرگی سے کیا تعلق۔ ایسی کیفیات تو بعض ریاضات اور مشق سے فساق وفجار بلکہ کفار تک کو حاصل ہو جاتی ہیں۔ اور جب وہ ان کیفیات ہی کو بزرگی سمجھ لیتا ہے تو پھر اس کو اصلاح نفس اور اصلاح اعمال کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی نہ کبھی ادھر توجہ ہوتی ہے اس لیے ہمیشہ جہل ہی میں مبتلا رہتا ہے اور اصل مقصود یعنی وصول الی اللہ سے محروم رہتا ہے جس کا طریق تحصیل نصوص نے صرف اصلاح اعمال ہی کو بتلایا ہے۔ اھ

غرض حضرت والا نے اپنے جواب باصواب میں صرف ایک مختصر ہی سا سوال کر کے

طالب مذکور پر گویا سارا باب اصلاح مفتوح فرما دیا اور دوازدہ تسبیح کو خمیرہ گاؤزبان سے تشبیہ دے کر اذکار و اشغال کا جو محض مستحب ہیں اصلاح اعمال کے مقابلہ میں جو فرض اور قابل تقدیم ہے درجہ اور موقع بھی متعین فرما دیا۔

اصلاح اعمال کے لئے ضروری کام

اس تشبیہ پر حضرت والا ہی کی فرمائی ہوئی ایک اور تشبیہ بھی یاد آ گئی۔ فرمایا کرتے ہیں کہ محض اذکار و اشغال اصلاح اعمال کے لیے ہرگز کافی نہیں اصلاح کے لیے تو ہمت اور بہ تکلف استعمال اختیار اور تدابیر استحضار اور ان کے تکرار کی ضرورت ہے۔ البتہ اذکار و اشغال معین اصلاح ضرور ہو جاتے ہیں۔ اذکار و اشغال کا اصلاح نفس میں بس اتنا ہی دخل ہے جتنا عرق بادیان کا مسہل میں ہوتا ہے کہ مادۂ فاسد کا تنقیہ تو دراصل مسہل ہی سے ہوتا ہے لیکن اگر اوپر سے عرق بادیان بھی پیتے رہیں تو اس سے بھی بہت کچھ اعانت ہو جاتی ہے۔ اگر کوئی احمق مسہل تو پئے نہیں اور سونف کا عرق ہی عرق پئے جائے تو کیا اس سے مادۂ فاسد کا تنقیہ ہو جائے گا۔ ہرگز نہیں۔ ہاں اول تو مسہل پئے پھر اوپر سے سونف کا عرق بھی مدد کے لیے استعمال کرے تو اعماق بدن میں سے سارا مادۂ فاسد بہت جلد دفع ہو کر کامل تنقیہ ہو جائے۔ تنقیہ کے لیے محض عرق بادیان بلا مسہل کے ہرگز کافی نہیں ہاں مسہل تو بلا عرق بادیان کے کافی ہو بھی سکتا ہے گو سہولت کی مصلحت حاصل نہ ہو۔ اھ

اذکار و اشغال کی تعلیم کا آغاز

الحاصل مقصود بالبیان یہ ہے کہ ابتداء میں حضرت والا کی تمام تر توجہ اسی بات پر رہتی ہے کہ اصلاح اعمال کی اہمیت طالب کے اچھی طرح ذہن نشین کر دی جائے اور جب تک یہ مقصود نہیں حاصل ہو جاتا نہ خود چین لیتے ہیں نہ طالب کو چین لینے دیتے ہیں اور کثرت استفسارات سے بھی اکثر یہی مقصود ہوتا ہے۔ نیز جب تک طالب کے اندر اصلاح اعمال کا خاص اہتمام نہیں پیدا ہو جاتا اذکار و اشغال کی تعلیم نہیں فرماتے ہاں جب یہ دونوں ابتدائی مراحل طے ہو جاتے ہیں یعنی جب اصلاح اعمال کی اہمیت بھی اچھی طرح ذہن نشین ہو

جاتی ہے اور طالب اپنی اصلاح اعمال میں خاص اہتمام کے ساتھ مشغول بھی ہو جاتا ہے پھر بلا تامل اذکار و اشغال بھی تعلیم فرما دیتے ہیں پھر اس کا انتظار نہیں فرماتے کہ جب اصلاح اعمال کی تکمیل ہو جائے اس وقت اذکار و اشغال شروع کرائے جائیں۔

مشائخِ سلسلہ کی ترتیب

حضرت والا اپنی اس ترتیب کے متعلق یہ فرمایا کرتے ہیں کہ سلسلہ چشتیہ کے مشائخ سلف کے یہاں تو سلوک کی اصل ترتیب یہی تھی کہ اصلاح اعمال ظاہرہ و باطنہ کی تکمیل کے بعد اذکار و اشغال شروع کراتے تھے لیکن اکابر متاخرین نے یہ دیکھ کر اس زمانہ میں عمریں اور ہمتیں دونوں قاصر ہیں کہ اس ترتیب کو قائم نہیں رکھا بلکہ اصلاح اعمال کے ساتھ ساتھ اذکار و اشغال کی بھی تعلیم کرنے لگے اور دونوں کو ساتھ ساتھ چلانے لگے اور میں نے اپنے زمانہ کے طالبین کی مصالح پر نظر کر کے اکابر سلف کے طریق اور اکابر متاخرین کے طریق کے بین بین طریق اختیار کیا ہے یعنی کچھ دن تک تو میں محض اصلاح اعمال ہی میں مشغول رکھتا ہوں اور جب یہ دیکھ لیتا ہوں کہ اصلاح اعمال کی اہمیت اچھی طرح اس کے ذہن نشین ہو گئی ہے اور اس کے اندر اس کا خاص اہتمام پیدا ہو گیا ہے اس وقت اذکار و اشغال بھی بتلا دیتا ہوں اور پھر دونوں کا سلسلہ ساتھ ساتھ چلاتا رہتا ہوں۔ غرض میں نے اکابر متاخرین کے طریق میں اپنے زمانہ کے طالبین کی طبائع کا رنگ دیکھ کر بضرورت صرف اتنی ترمیم کر لی ہے کہ وہ حضرات تو دونوں چیزوں کو شروع ہی کے ساتھ ساتھ چلاتے تھے اور میں کچھ دن بعد ساتھ ساتھ چلاتا ہوں۔ اھ۔

ایک طالب کے خط کا جواب

اس امر کے متعلق کہ حضرت والا کو اس کا خاص اہتمام ہے کہ اصلاح اعمال کی اہمیت طالبین کے ذہن نشین کی جائے حضرت والا کا ایک اور جواب بھی نقل کیا جاتا ہے جو آج ہی بتاریخ ۱۱۔ رمضان المبارک ۱۳۵۴ھ ایک صاحب کے خط پر تحریر فرمایا گیا ہے۔ پچھلے خط میں ان کو حضرت والا نے ان کی سابقہ کوتاہیوں پر متنبہ اور ان کوتاہیوں کے تدارک کی طرف

متوجہ فرمایا تھا۔ وہ اپنے خط میں اس کو تو بالکل گول کر گئے اور حضرت والا کو خوش کرنے کے لیے محض طلب دعا اور دریافت خیریت کا خط لکھا اور اس میں یہ بھی اطلاع دی کہ آج رات سوا گیارہ پارے تراویح میں ہوئے۔ اس پر حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ تم نے اپنے تراویح کی تو اطلاع دی اور تم سے جو دوسروں کو تکالیف پہنچیں خصوص حقوق کے متعلق اوران کا تدارک ان کو راحت پہنچانے سے ہوسکتا تھا۔ ان تراویح کی اطلاع نہ دی اس کی ایسی مثال ہے کہ مریض طبیب کو اپنی غذا کی تو خبر دے مگر دوا اور مرض کی خبر نہ دے کیا طبیب اس سے خوش ہوگا بجز اس طبیب کے جو مریضوں کے نام سے اپنا رجسٹر بھرنا چاہتا ہو اور مریض پر شفقت نہ رکھتا ہو۔ اھ۔ اس جواب میں بھی مریض اور طبیب ہی کی مثال سے کام لیا گیا ہے۔

ایک سوال سے جواب سمجھا دینا

حال ہی میں ایک اور طالب کا بھی خط آیا جس کا ذکر اس مقام پر مناسب ہوگا۔ انہوں نے بھی اپنے پچھلے عریضہ میں صرف یہ لکھا تھا کہ حضرت اللہ اللہ کرنے کو بہت دل چاہتا ہے اگر اجازت ہو تو حضور کے رسالہ قصد السبیل سے عالم مشغول کا دستور العمل شروع کر دوں۔ اھ۔ اس پر حضرت والا نے استفسار فرمایا کہ کیا صرف یہی مقصود ہے۔ اھ

یہاں بھی حضرت والا نے پہلے محض سوال ہی فرمایا کہ کیا صرف یہی مقصود ہے۔ اھ۔ اول ہی وہلہ میں اور بطور خود مقصود اصلی کی تعیین نہیں فرمائی تا کہ مخاطب اپنی قوت فکریہ سے کام لے اور سوچ کر خود ہی مقصود اصلی کو متعین کرے کیونکہ جو بات اس طرح مطالعہ کرانے کے بعد ذہن میں آتی ہے وہ نہایت پختگی کے ساتھ آتی ہے اور پھر کبھی ذہن سے نہیں نکلتی۔ چنانچہ وہ طالب حضرت والا کے اسی ایک سوال سے سب کچھ سمجھ گئے جیسا کہ ان کے جواب سے ظاہر ہوگا جو نقل کیا جاتا ہے۔

وہ لکھتے ہیں کہ حضور کے لفظ صرف سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ یہ (یعنی اللہ اللہ کرنا مقصود تو ہے مگر تنہا اور اول میں مقصود نہیں تخلیہ کے بعد مطلوب ہے جیسا کہ حضور نے اپنے مواعظ میں بھی فرمایا ہے اصل مقصود اصلاح ہے سو حضور نے سابقہ خط و کتابت میں ہر مرض کا اچھی طرح علاج فرما دیا ہے بحمد اللہ اب تقاضا نفس کا مغلوب ہو چلا ہے اور ہر ایک رذیلہ کے مادہ میں اضمحلال اور ضعف پیدا ہو گیا ہے۔ بہ دعائے حضور تکرار استحضار سے رسوخ اصلاح

بھی اچھی طرح ہو جائے گا اور دل کی حال متلون ہے۔ کبھی تو سخت اور خدا سے دور معلوم ہوتا ہے اور کبھی ایسی رقت اور نرمی وارد ہوتی ہے کہ رونے لگتا ہوں اور ہاتھ جوڑ کر اپنے گناہوں کی معافی چاہتا ہوں۔ اور دل میں شور حق تعالیٰ کی محبت کا بہت اٹھتا ہے۔ اللہ کے نام میں لذت آتی ہے۔ دل چاہتا ہے کہ اللہ اللہ کروں مگر بوجہ نہ ہونے اجازت کے رُک جاتا ہوں۔ اسی شور ولذت کے تقاضے سے عرض کیا تھا کہ اللہ اللہ کی اجازت فرماویں یہ ہے میرا عرض حال اب جو مناسب سمجھیں ارشاد فرمادیں۔ والسلام۔ اھ

ایک طالب کو مدت تک اصلاحِ نفس میں مشغول رکھنا

احقر جامع اوراق عرض کرتا ہے کہ اس خط کے مضامین سے ناظرین کرام نے بخوبی اندازہ فرمالیا ہوگا کہ حضرت والا کا طریق تعلیم کس درجہ نافع ہے۔ احقر کو خود معلوم ہے کہ طالب مذکور کو بڑے بڑے سخت امراض باطنی اور کبائر تک میں مبتلا تھے مگر حضرت والا کو برابر اپنے حالات کی اطلاع دیتے رہے اور اپنی اصلاح کراتے رہے بعض اوقات دوران اصلاح میں بھی نفس کے تقاضوں سے مغلوب ہو ہو کر پھر مرتکب کبائر ہو جاتے مگر پھر حضرت والا سے رجوع کرتے اور صاف صاف اپنی شرمناک حرکات کا بغرض اصلاح حضرت والا سے اظہار کردیتے اور تدارک پوچھتے۔ ایک بار حضرت والا نے زجراً یہ بھی تحریر فرمادیا تھا کہ جب اختیاری گناہوں سے بچنے کے لیے اختیار اور ہمت سے کام نہیں لیتے تو آئندہ مجھے ہرگز خط نہ لکھو ورنہ بلا جواب واپس کردیا جائے گا۔ اھ

لیکن چونکہ وہ طالب صادق تھے اس لیے حضرت والا نے یہ جواب لکھ کر اور حاضرین کو بلا اظہار نام سنا کر فرمایا کہ میں نے یہ محض زجراً لکھ دیا ہے تا کہ آئندہ ایسی حرکت سے باز رہیں کچھ دن بعد جب دیکھوں گا کہ راہ پر آ گئے تب پھر خط و کتابت کی اجازت دے دوں گا۔ چنانچہ وہ برابر پیچھے پڑے رہے۔ یہاں تک کہ حضرت والا نے ان کو پھر خط و کتابت کی اجازت مرحمت فرمادی۔ اب دیکھ لیجئے کہ حضرت والا کے اس طرز تعلیم و تفہیم کا یہ نتیجہ ہوا کہ ان کو بفضلہ تعالیٰ طریق سے پوری مناسبت اور بہت کچھ اصلاح ہوگئی جیسا کہ ان کے خط سے ظاہر ہے جو اوپر نقل کیا گیا۔ یہ صاحب ایک عرصہ سے خط و کتابت کر رہے ہیں لیکن ابھی

تک حضرت والا نے ان کو صرف اصلاح نفس ہی میں مشغول رکھا ذکر و شغل تعلیم نہیں فرمایا لیکن دیکھ لیجئے اس سے ان کو کس قدر نفع ہوا۔ اور وصول الی المقصود کی کس درجہ استعداد پیدا ہوگئی۔ بقول حضرت والا لکڑی مدت تک تو دھوپ میں پڑی رہتی ہے یہاں تک کہ پھر اس قابل ہوجاتی ہے کہ بس ایک ہی دیا سلائی میں سلگ اٹھے۔ اھ۔

اسی طرح طالب مذکور میں بھی اب ایسی استعداد پیدا ہوگئی ہے کہ بس تھوڑے دنوں کے ذکر و شغل ہی میں انشاء اللہ تعالیٰ ان کا کام بن جائے گا بلکہ ابھی بہت کچھ بن چکا ہے کیونکہ بعون اللہ تعالیٰ نفس پر قابو ہو چلا ہے اور قلب میں ذکر و شغل کا ذوق و شوق پیدا ہو گیا ہے پھر اور کیا چاہیے حالانکہ غالباً ان صاحب کو ابھی تک حاضری خانقاہ کی بھی نوبت نہیں آئی۔ ایسے ہی تجربوں کی بناء پر تو حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ جو لوگ باقاعدہ تعلیمی خط و کتابت کرتے رہتے ہیں وہ جب یہاں آتے ہیں تو بفضلہ تعالیٰ اس قابل ہوتے ہیں کہ پہلی ہی ملاقات میں ان کو بیعت اور تعلیم و تلقین کی اجازت دے دی جائے۔ اھ

جس بناء پر اجازت دی جاتی ہے اس کی نہایت نفیس تحقیق جو حضرت والا نے تحریر فرمائی ہے وہ انشاء اللہ تعالیٰ باب آئندہ خلفائے مجازین میں نقل کی جائے گی۔ بظاہر طالب مذکور کے اس مضمون کے بعد جو اوپر نقل کیا گیا اس کی سابقہ درخواست کے مطابق اس کو ذکر و شغل کرنے کی اجازت مرحمت فرمادی جاتی لیکن نہیں حضرت والا جب تک ہر ہر جزئی کی اصلاح نہیں فرمادیتے طالب کا پیچھا نہیں چھوڑتے چنانچہ حسب ذیل جواب تحریر فرمایا۔ تو پہلے پوری بات کیوں نہیں لکھی تھی کیا مجھ کو غیب کی خبر ہے اس کا جواب دے کر پھر لکھو جو لکھنا ہو۔ اھ

یہ جواب لکھ کر حاضرین سے فرمایا کہ ایسی جلدی راضی نہ ہو جانا چاہیے۔ ان کو خط لکھنے کا سلیقہ بھی تو تعلیم کر دینا چاہیے۔ انہوں نے پہلے صرف یہی لکھ کر بھیج دیا کہ اللہ اللہ کرنے کو بہت جی چاہتا ہے اور اصلاح نفس کے متعلق یہ حالات جواب لکھے ہیں کچھ نہ لکھے اسی لیے مجھ کو یہ سوال کرنا پڑا کہ کیا صرف یہی مقصود ہے۔ اگر وہ یہ سب حالات اسی خط میں لکھ دیتے تو میں یہ سوال ہی کیوں کرتا۔ میری تو یہ غرض ہوتی ہے کہ طالب کی پوری اصلاح ہو اس لیے بار بار سوالات کرتا ہوں اور کوڑ مغزوں کا یہ اعتراض ہے کہ تم ڈاکخانہ کے بڑے خیر خواہ ہو ٹکٹ بہت بکواتے ہو۔ لوگوں سے

ذرا ذرا سی باتوں کے لیے بار بار خطوط لکھواتے ہو۔ اب ایسے کوڑ مغزوں کو کیا جواب دیا جائے۔ سوائے اس کے کہ اچھا بھائی تم یوں ہی سمجھو اور مجھ سے خط و کتابت نہ کیا کرو جو ڈاک خانہ کا بدخواہ ہو اس سے رجوع کرلو اور آج کل تو ڈاک خانہ کے بدخواہ بہت ہیں۔ اھ

اصل چیز اصلاح اعمال ہے

طالب مذکور کے علاوہ ایک اور طالب نے لکھا کہ میرے معمولات فلاں فلاں ہیں۔ ان سب میں جو کچھ کمی ہو اس سے سرفراز فرمائیں۔ حضرت والا نے جواب تحریر فرمایا کہ یہ تو اپنی فرصت اور تحمل پر ہے اصل چیز جس میں کمی بیشی دیکھی جاسکتی ہے وہ اصلاح اعمال ہے۔ اھ

اصلاح اعمال میں ترتیب

ایک اور طالب نے لکھا کہ جناب نے میری مرض بدنگاہی کا علاج فرمایا ہے یہ تو میں نہیں کہہ سکتا کہ مجھے شفا کما حقہ ہوگئی ہے مگر انشاء اللہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ باری تعالیٰ نے صرف اپنے فضل وکرم سے بوسیلہ حضور جو شفا عطا فرمائی ہے بندہ کو انہماک فی المرض کی وجہ اس کے عشر عشیر کی بھی امید نہ تھی۔ اب باقی ماندہ امراض جوارح میں سے غیبت میں زیادہ ابتلاء معلوم ہوتا ہے۔ گو پہلے کی نسبت بحمد اللہ یہ بھی کم ہے کہ عدم احساس کے بجائے اب ابتلاء پر ملال ہے امید کہ اب مرض غیبت کے علاج سے بہرہ یاب فرمائیں گے۔ اھ

اس پر حضرت والا نے استفسار فرمایا کہ کیا پچھلا علاج (یعنی بدنگاہی کا) مکمل وراسخ ہوگیا۔ اھ

انہوں نے لکھا کہ تقاضا تو بظاہر کالعدم نہیں ہوا مگر ابتلاء شاذ و نادر ہی ہوتا ہے۔ اھ۔

اس پر حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ شاذ و نادر کیا معنی اگر کوئی کہے کہ میں نے شراب چھوڑ دی ہے بس کبھی کبھی پی لیتا ہوں تو کیا یہ ترک شراب ہے انتہیٰ بحاصلہ۔

احقر اس نمبر کو یہیں ختم کیے دیتا ہے ورنہ ضمنی مضامین تو سینکڑوں یاد آتے چلے جارہے ہیں اور یہ نمبر جو پہلے ہی ضرورت سے زیادہ بڑھ گیا ہے اور بھی زیادہ بڑھ جائے گا۔ چونکہ اس نمبر میں حضرت والا کے بہت سے اصول تعلیم وتربیت معرض بیان میں آگئے ہیں اس لیے ناظرین سے استدعا ہے کہ اس کو بغور ملاحظہ فرما کر مختلف اصول کو

اپنے ذہن میں مجتمع فرمالیں اور انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ اس کا خاص لحاظ رکھا جائے گا کہ ایک نمبر میں ایک سے زیادہ اصول نہ بیان کئے جائیں اور وہ بھی اختصار کے ساتھ کیونکہ اس باب کو جلد ختم کر کے دیگر ابواب کو شروع کرنا ہے نیز چونکہ احقر کی رخصت قریب ختم آپہنچی ہے اس لیے اب بقیہ سوانح کو بھی جہاں تک ہو سکے گا بہت اختصار کے ساتھ لکھا جائے گا ورنہ خدانخواستہ نامکمل رہ جانے کا اندیشہ ہے۔ اللہ تعالیٰ میری مدد فرمائے اور بسہولت جلد سب ابواب کو پورا فرمائے۔ آمین۔

طالب کی ادنیٰ سے ادنیٰ کوتاہی پر تنبیہ

حضرت والا کا مطمح نظر چونکہ اصلاح کے درجات کی تکمیل ہے اس لیے طالب کی ادنیٰ بے تمیزی یا بے التفاتی کو بھی گوارا نہیں فرماتے اور فوراً صاف صاف تنبیہ فرماتے ہیں۔ چنانچہ ایک طالب کو تحریر فرمایا کہ تمہارے خط میں ایک جملہ ہے کہ "اس کے پہلے بھی ایک بار مستفتی ہو کر جواب سے محروم ہوں" اھ۔ کیا اس جملہ میں مجھ پر اعتراض نہیں اور کیا وہ اعتراض بلا دلیل نہیں اور کیا اعتراض بلا دلیل سے اذیت نہیں ہوتی اور کیا اذیت کی حالت میں کوئی خدمت لی جاسکتی ہے۔ پھر اپنے کو مرید اور معتقد لکھتے ہو یہ جمع بین المتضادین کیسا افسوس۔ اھ

اسی طرح ایک طالب نے اپنے عریضہ میں حضرت والا کے خواہرزادہ صاحب جناب فضیلت مآب مولانا مولوی ظفر احمد صاحب مدت فیوضہم کے نام بھی کچھ مضمون لکھ دیا تھا۔ اس پر تنبیہاً تحریر فرمایا کہ وہ حج کو گئے ہیں مگر میرے خط میں دوسروں کے مضامین لکھنا کیا خلاف تہذیب نہیں۔ میں ان کو پیغام پہنچاتا پھروں یا پرچہ دیتا پھروں افسوس۔ اھ

بعض صورتوں میں یہاں تک تحریراً فرما دیتے ہیں کہ جب تک سلیقہ اور تہذیب نہ سیکھ لو میرے پاس خط نہ بھیجو۔ اھ اور بعض کی تعلیم و تلقین ہی سے دستکش ہو جاتے ہیں اور اکثر شکایت فرمایا کرتے ہیں کہ آج کل عام طور پر طبائع میں ادب بالکل نہیں رہا الا ماشاء اللہ اسی وجہ سے اکثر محروم رہتے ہیں (ع) بے ادب محروم گشت از فضل رب، بلا ادب شیخ کچھ حاصل نہیں ہوسکتا اور ادب محض تعظیم و تکریم کو نہیں کہتے یہ تو محض صورت ادب ہے ادب کی روح ہے ایذاء سے بچانا اور

راحت پہچانا۔ اگر کسی کو زیادہ تعظیم وتکریم سے اذیت ہوتی ہے تو وہ بھی بے ادبی ہے۔ اھ

یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ بعض لوگ قصداً ایذاء نہیں پہنچاتے لیکن محض عدم قصد ایذاء کافی نہیں بلکہ قصد عدم ایذاء ضروری ہے۔ اھ

۳۔ فضولیات سے پرہیز کرانا

حضرت والا کو اس کا خاص اہتمام رہتا ہے کہ طالبین کو فضولیات سے ہٹا کر ضروریات میں مشغول کر دیا جائے جس کی صدہا نظائر ہیں لیکن چونکہ ابھی ابھی اختصار کا وعدہ کر چکا ہوں اس لئے صرف ایک واقعہ بطور نمونہ عرض کیا جاتا ہے۔

ایک اہل علم طالب نے حضرت والا کو لکھا کہ میرے ذہن ناقص میں یہ آتا ہے کہ فلاں شخص مدعی مہدویت کو فلاں اہل باطل فرقہ سے بھڑا دیا جائے۔ اھ حضرت والا نے اس کا یہ جواب تحریر فرمایا کہ افسوس کیا ان پالیسیوں میں رائے لینے کے لیے مجھ سے تعلق پیدا کیا تھا۔ اس فن کے مجھ سے زیادہ جاننے والے بہت ہیں۔ اھ

مقصودِ نسبت سے باہر کے سوالات پر تنبیہ

حضرت والا محض فقہی مسائل پوچھنے پر اکثر طالبین کو تنبیہ فرما دیتے ہیں کہ کیا یہ مسائل اور اہل علم سے نہیں پوچھے جاسکتے۔ اس فن کے تو مجھ سے بھی بہتر جاننے والے بہت لوگ موجود ہیں۔ مجھ سے تو اپنی اصلاح کے متعلق باتیں پوچھی جائیں جن کے لیے مجھ سے تعلق پیدا کیا ہے۔ اھ

اس کا راز یہ فرمایا کہ فقہی مسائل پوچھ کر طالبین یہ سمجھتے ہیں کہ بس ہم نے حق بیعت اور حق تعلق ادا کر دیا۔ اپنی اصلاح نفس کی طرف توجہ نہیں کرتے چنانچہ فلاں صاحب ہمیشہ مجھ سے مسائل فقہیہ ہی کی تحقیق کیا کرتے بہت دن تک تو میں ان کی خاطر سے جواب دیتا رہا لیکن جب میں نے دیکھا کہ وہ بس اسی پر اکتفا کرتے ہیں اپنی اصلاح نفس کے متعلق کبھی کوئی بات ہی نہیں پوچھتے۔ سوائے اس کے کہ ہمیشہ کمی کیفیات کی شکایت لکھا کرتے تو میں نے ان کو اس ضرر باطنی سے بچانے کے لیے فہمائش کی اور صاف کہہ دیا کہ تم مجھ سے یہ خدمت تحقیق مسائل کی نہ لو۔ مجھ سے تو وہ خدمت لو جس کے لیے مجھ سے تعلق پیدا کیا ہے

یعنی اصلاح باطن لیکن چونکہ مسائل فقہیہ کی تحقیق بھی ضروری چیز ہے اس لیے اس کام کے لیے مولانا خلیل احمد صاحب کو تجویز کرلو۔ مولانا اس وقت زندہ تھے چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اب مجھے خط بھیجیں تو کیا لکھیں سوائے اس کے کہ اپنی اصلاح کے متعلق لکھیں۔ غرض مجبور ہو کر انہیں اپنی اصلاح کی طرف متوجہ ہونا پڑا جس سے ان کو بہت نفع ہوا یہاں تک کہ بفضلہٖ تعالیٰ صاحب نسبت اور صاحب اجازت ہو گئے۔ اھ

اسی سلسلہ میں یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ ماشاء اللہ فتویٰ نویسی کا کام تو بہت جگہ ہو رہا ہے اور اس فن کے بفضلہٖ تعالیٰ مجھ سے کہیں بہتر جاننے والے بکثرت موجود ہیں لیکن اصلاح باطن کا کام اہتمام خاص کے ساتھ آج کل کہیں نہیں ہو رہا۔ اس لیے اس کی ضرورت دیکھ کر میں نے اپنے ذمہ یہی خدمت لے رکھی ہے گو یہ درجہ میں من وجہ اس سے متنزل ہو۔ اھ

۵- سالکین کے لئے مختصر اور جامع دستور العمل

یوں تو تعلیم و تربیت باطن کے متعلق حضرت والا کا ہر ارشاد آب زر سے لکھنے کے قابل ہے لیکن بعض خاص خاص ارشادات تو ایسے جامع مانع اور سہل ممتنع کی شان رکھنے والے ہیں کہ گو وہ چند نہایت مختصر اور سہل الفاظ کا مجموعہ ہیں لیکن ان میں سارا فن سلوک آ گیا ہے اور ان کے اندر سالکین کے لیے پورا دستور العمل مذکور ہے یہاں تک کہ بعض ایسی ہی شان جامعیت رکھنے والے تحریری ارشادات کو باوجود محض چند سطری مضامین ہونے کے حضرت والا نے فرداً فرداً ایک مکمل رسالہ قرار دے کر مستقل نام بھی تجویز فرما دیئے ہیں۔ مثلاً روح الطریق۔ وضوح الطریق۔ فتوح الطریق۔ تسہیل الطریق وغیرہ جن میں سے بعض موقع بہ موقع نقل بھی کیے جا چکے ہیں۔ اس پر بعض کوتاہ بینوں اور کم فہموں نے یہ اعتراض کیا کہ کہیں چند سطروں کے بھی رسالے ہوا کرتے ہیں جس کا ایک صاحب نے خوب ہی جواب دیا کہ یہ تو سنت الٰہیہ کا اتباع ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بھی تو بعض چند سطر بلکہ ایک سطر ہی کی سورتوں کو مستقل سورت قرار دے دیا ہے مثلاً سورۂ کوثر، سورۂ عصر، سورہ اخلاص اھ۔ ایسے اکثر ارشادات جامعہ کا عطر یہ ارشاد ہے کہ انسان صرف اختیاری امور کا مکلّف ہے غیر اختیاری امور کا مکلّف ہی نہیں۔ لہٰذا اختیاری امور میں تو بہ تکلف ہمت اور استعمال

اختیار سے کام لے اور غیر اختیاری امور کے نہ تو درپے ہو اور نہ ان کی فکر میں پڑے۔اھ

دین ودنیا کی فلاح کا اصول

جامع اوراق عرض کرتا ہے کہ اگر کوئی اسی ایک اصول پر مضبوطی کے ساتھ کاربند رہے تو دین اور دنیا دونوں کو صلاح وفلاح حاصل ہو جائے اور پریشانی پاس بھی نہ پھٹکے۔

یہ اختیاری اور غیر اختیاری کا مسئلہ تو حضرت والا نے اتنا واضح فرمایا ہے کہ صدیوں سے اس کا ایسا عام وضوح نہ ہوا تھا اور اس سے اتنا کام لیا ہے کہ ہزاروں مشکلات طریق اس کے ذریعہ سے حل فرما دی گئی ہیں۔ جب کوئی طالب اصلاح اپنے کسی عیب کی اصلاح چاہتا ہے تو حضرت والا سب سے پہلے اس سے یہی سوال فرماتے ہیں کہ یہ اختیاری ہے یا غیر اختیاری اگر وہ کہتا ہے کہ اختیاری ہے تو فرماتے ہیں کہ جس چیز کا فعل اختیاری ہے اس کا ترک بھی اختیاری ہے۔ ہمت کر کے اختیار کو استعمال میں لاؤ اور چھوڑ دو۔ اگر وہ کہتا ہے کہ غیر اختیاری ہے تو اگر وہ دراصل غیر اختیاری ہوا تو فرماتے ہیں کہ غیر اختیاری کا آدمی مکلّف ہی نہیں۔ پھر اس میں دینی ضرر ہی کیا ہوا جو اس کا علاج پوچھا جاتا ہے۔

بعضوں نے کہا کہ یہ تو سمجھ میں آ گیا کہ اس میں بوجہ غیر اختیاری ہونے کے دینی ضرر کوئی نہیں لیکن تکلیف اور پریشانی تو ہے اور یہ بھی قابل علاج ہے اس کا یہ جواب ارشاد فرمایا کہ تکلیف اور پریشانی کا علاج میرے ذمہ نہیں ورنہ کل کو پھر یہ بھی کہنا کہ صاحب میرے پیٹ میں درد ہے جس سے بڑی پریشانی ہے اس کا بھی علاج بتایا جائے۔اھ

اسی طرح ایک صاحب نے فضول گوئی کا علاج پوچھا تو حسب معمول یہی سوال فرمایا کہ اختیاری ہے یا غیر اختیاری اس پر انہوں نے لکھا کہ اختیاری ہے لیکن سہولت کی تدبیر ارشاد فرمائی جائے۔ تحریر فرمایا کہ کس کس چیز کے سہل ہونے کی تدبیر پوچھو اور اس حدیث کے کیا معنی کہو گے۔ **حفت الجنة بالمکارہ**۔اھ

حضرت والا کی تعلیم میں اللہ تعالیٰ نے برکت ایسی رکھی ہے کہ اکثر طالبین کو محض استعمال اختیار ہی کی تاکید فرمانے پر استعمال اختیار کی بفضلہ تعالیٰ توفیق ہو جاتی ہے اور بڑے بڑے عیوب چھوٹ جاتے ہیں۔

اصول پر عمل کیلئے سہولت کی تدبیریں

بعض کو یہ دیکھ کر کہ استعمال اختیار میں اپنی طرف سے پوری کوشش کر رہے ہیں سہولت مقاومت نفس کی تدبیر پوچھنے پر یہ ارشاد فرمایا کہ گو سہولت کی تدبیر بتانا مصلح کے ذمہ نہیں لیکن تبرعاً بتاتا ہوں وہ یہ ہے کہ یہ تکلف نفس کی مخالفت کرتے رہنے سے پھر رفتہ رفتہ داعیہ ضعیف ہو جاتا ہے اور اس کی مقاومت سہل ہو جاتی ہے غرض جو تدبیر تحصیل ہے وہی تدبیر تسہیل بھی ہے لیکن یہ قاعدہ اکثر ہی ہے کلی نہیں بعض کو عمر بھر مجاہدہ ہی کرنا پڑتا ہے۔ غرض طالب کو اپنی طرف سے عمر بھر مجاہدہ ہی میں گزارنے کے لیے تیار رہنا چاہیے اور مجاہدہ ہی کے لیے تو یہاں بھیجے گئے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لقد خلقنا الانسان فی کبد اور مجاہدہ سے تو اجر اور قرب بڑھتا ہے۔ اور جن کو بعد مجاہدات کے سہولت ہو جاتی ہے ان کو بھی برابر مجاہدہ کا اجر ملتا رہتا ہے کیونکہ یہ سہولت مجاہدات ہی سے تو مسبب ہوئی ہے۔ اھ

ایک صاحب نے لکھا کہ احقر کے اندر لوگوں سے ربط وضبط بڑھانے کا مہلک اور شدید مرض ہے۔ اس عادت کو بہت چھوڑنا چاہتا ہوں لیکن نہیں چھوٹتی حالانکہ یہ امر اختیاری ہے۔ اھ

اس کا ضابطہ کا جواب تو صرف یہی تھا کہ ہمت سے کام لو لیکن چونکہ انہوں نے اپنی سی کوشش کرنے کے بعد یہ عریضہ لکھا تھا اس لیے جواب تحریر فرمایا کہ اصل علاج تو ہمت ہے مگر اس کی اعانت کے لیے نفس پر کچھ جرمانہ مقرر کیا جائے کہ جب خلاف عہد ہو تو اتنی نوافل یا اتنے پیسے ادا کیے جائیں۔ اھ

احقر مرتب کا واقعہ

اسی طرح خود احقر نے ایک بار حضرت والا کی خدمت فیض درجت میں عریضہ لکھا کہ میری طبیعت ابتداء تو جلوت پسند نہیں بلکہ ملنے جلنے سے وحشت ہوتی ہے لیکن ملتا ہوں تو پھر حدود سے ضرور متجاوز ہو جاتا ہوں۔ بار ہا قصد کیا لیکن صرف بقدر ضرورت ملنے پر مجھے قدرت ہی حاصل نہیں ہوتی۔ آج سے پھر قصد خلوت کرتا ہوں جب خلوت ہو گی تو کثرت کلام بھی چھوٹ جائے گی۔ بہت ہی جی چاہتا ہے کہ بس ضروریات اور ذکر و فکر ہی میں دن رات رہوں۔ حضرت والا کے اس ارشاد کو کہ میں چاہتا ہوں یہاں پر کوئی کسی سے بات بھی

نہ کرے۔ بالکل اپنی طبیعت کے موافق پایا۔ الخ۔ اس کا یہ جواب تحریر فرمایا کہ اس میں بھی مبالغہ سے کام لیا گیا ہے۔ اعتدال ہر امر میں محمود ہے مگر بعض طبائع بدوں تدبیر کے اس پر بسہولت قادر نہیں۔ تدبیر یہ ہے کہ بدوں ضرورت شدید آپ خود کسی سے ابتداء بکلام نہ کریں اور نہ کسی کے پاس جائیں اور جو شخص آپ سے ابتداء بکلام کرے اس کو مختصر اور ضروری جواب دے کر ذکر میں مشغول ہو جائیں انشاء اللہ تعالیٰ اس سے اعتدال نصیب ہو جائے گا میں بھی دعا کرتا ہوں ایک ہفتہ کے بعد پھر اطلاع دی جائے۔ اھ

دیکھئے یہاں بھی کیسی نفیس تدبیر سہولت ارشاد فرمائی لیکن تدبیر سہولت انہی کو بتائی جاتی ہے جو استعمال اختیاری کی کوشش کرنے کے بعد پوچھتے ہیں اور بعض کو از خود ابتداء اور بلا پوچھے بھی بتا دیتے ہیں جن کے بارہ میں قرائن سے یہ اطمینان ہو جاتا ہے کہ ان کو اپنی اصلاح کا خاص اہتمام ہے۔

شریعت مقدسہ میں بھی بعض احکام میں تو سہولت کی تدابیر بتائی گئی ہیں اور بعض میں نہیں۔ غرض اس کا التزام ثابت نہیں۔ اس مجموعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مصلح کو اختیار ہے کہ جہاں مناسب ہو سہولت کی تدبیر بتائے جہاں نہ مناسب ہو نہ بتائے۔ اس مضمون میں حضرت والا نے اپنے وعظ التحصیل والتسہیل مع التکمیل والتعدیل میں بہت مفصل اور محققانہ بحث فرمائی ہے جو قابل ملاحظہ ہے۔ وہ وعظ طبع ہو چکا ہے۔

غرض حضرت والا اس مسئلہ اختیاری و غیر اختیاری سے دوران تربیت میں بہت ہی کام لیتے ہیں کیونکہ سینکڑوں جزئیات ہیں جن پر اس کا انطباق ہوتا ہے اور ہزاروں اشکالات ہیں جن کا اس سے حل ہوتا ہے چنانچہ حضرت والا نے بارہا فرمایا کہ یہ اختیاری اور غیر اختیاری کا مسئلہ آدھا سلوک ہے بلکہ قریب قریب سارا۔ اھ

اسی جگہ حضرت والا کا ایک اور ارشاد بھی جو ایک طالب کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا گیا تھا اور جو پہلے بھی کسی موقع پر نقل کیا جا چکا ہے۔ مکرر بہ مناسبت مقام تربیت السالک سے نقل کیا جاتا ہے کیونکہ اس میں اسی اختیاری اور غیر اختیاری کے مسئلہ سے کام لیکر عمر بھر کے لئے سلوک کا ایک نہایت کارآمد اور مکمل دستور العمل تجویز فرما دیا گیا ہے۔ اور طریق کو بالکل سہل فرما دیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت والا نے اس کا نام بھی تسہیل الطریق ہی رکھا ہے۔

تسہیل الطریق

ایک طالب نے اپنے عریضہ حالات کے آخر میں لکھا کہ میں اپنا حال ابتر ہی پاتا ہوں سوائے ادھیڑ بن کے اور کچھ نہیں اس پر حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ خود مشقت میں پڑنے کا شوق ہی ہو تو اس کا تو علاج ہی نہیں۔ باقی راستہ بالکل صاف ہے کہ غیر اختیاری کی فکر میں نہ پڑیں اختیاری میں ہمت سے کام لیں۔ اگر کوتاہی ہو جائے ماضی کا استغفار سے تدارک کر کے مستقبل میں پھر تجدید ہمت سے کام لینے لگیں اور استعمال ہمت کے ساتھ دعا کا بھی التزام رکھیں اور بہت لجاجت کے ساتھ۔ اھ۔

گناہوں کا استحضار مقصود بالذات نہیں ہے

سبحان اللہ کیا جامع مانع دستور العمل ہے۔ طالبین کو چاہیے کہ اس کو اپنا حرز جان اور عمر بھر کے لیے اپنا معمول بنالیں۔ ماضی کے متعلق یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ بس ایک بار اچھی طرح توبہ کر کے پھر گناہوں کے غم میں نہ رہے بلکہ کام میں لگے ورنہ گناہوں کا تصور اور غم بھی اس کے اور محبوب حقیقی کے درمیان طبعی طور پر حجاب ہو جائے گا۔ حسب ارشاد مولانا رومیؒ (ع) ماضی و مستقبلت پردہ خداست'' بندہ اپنے محبوب حقیقی کے مشاہدہ دائمی کے لیے پیدا ہوا ہے نہ کہ گناہوں کے مراقبہ کے لیے۔ گناہوں کے استحضار کی تو توبہ کے لیے ضرورت تھی۔ جب توبہ کر چکا پھر استحضار کی کیا ضرورت رہی۔ کیونکہ گناہوں کا استحضار مقصود بالذات تھوڑا ہی ہے بلکہ مقصود بالغیر ہے۔ توبہ کے بعد بھی گناہوں کا قصداً استحضار رکھنا مقصود بالغیر کو مقصود بالذات بنانا ہے۔ اگر کوئی کوتاہی ہو جائے تو بجائے اس کے کہ اس کے غم کو لے کر بیٹھ جائے اور اس کمی کا افسوس ہی کرتا رہے بس ایک بار خوب اچھی توبہ و استغفار کر کے بات کو ختم کرے اور اپنے کام میں لگے۔ کام میں لگ جانے ہی سے خود کمی کا بھی تدارک ہو جائے گا۔ کثرت استغفار میں بھی جس کی بہت فضیلت وارد ہے محض یہ اجمالی استحضار کافی ہے کہ میں گنہگار ہوں اپنے سب گناہوں سے استغفار کرتا ہوں باقی اللہ تعالیٰ کو تو ان گناہوں کا علم ہے ہی۔ ان کے تفصیلی استحضار کی ضرورت نہیں بلکہ اس کا طبعی اثر

حجاب ہے۔ کیونکہ گناہوں کا ہمیشہ تفصیلی استحضار رکھنے سے مایوسی پیدا ہو جاتی ہے کہ جب ایسے ایسے اور اتنے سارے گناہ ہیں تو کیا بخشش ہوگی۔ اللہ میاں کیسے راضی ہوں گے اور جب کسی کی ناراضی کا بار بار تصور کیا جاتا ہے تو اس کا طبعی اثر یہ ہوتا ہے کہ خود بھی طبیعت میں اس کی طرف سے انقباض پیدا ہو جاتا ہے غرض اس طرح معاصی کا تفصیلی استحضار وطبعاً موجب حجاب ہو جاتا ہے۔ البتہ بلا قصد کسی خاص گناہ کا استحضار ہو جائے تو بالتخصیص بھی توبہ کرے۔ خود حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک استغفار کا صیغہ منقول ہے جس میں یہ الفاظ ہیں۔ **ماعلمت منه وما لم اعلم**۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ استغفار کے لیے ذنوب کا تفصیلی استحضار ضروری نہیں ورنہ **مالم اعلم** کے صیغہ کی تعلیم فرمانے کے بجائے یہ حکم ہوتا کہ گناہوں کو سوچ سوچ کر اور یاد کر کر کے توبہ کیا کرو۔ اھ

اور ایک حدیث اس مسئلہ کی اصل ہوسکتی ہے جس کی تقریر حضرت والا کے رسالہ التشرف میں کی گئی ہے چونکہ اس تقریر سے اس مسئلہ کی کافی توضیح وتحقیق ہوتی ہے اس لیے اس کو اس مقام پر نقل کیا جانا مناسب ہے۔ وہو ہذا۔

الحديث (ج) اذا تاب العبد انسى الله الحفظة ذنوبه و انسى ذلك جوارحه ومعالمه من الارض حتىٰ يلقى الله وليس عليه شاهد من الله بذنب ابن عساكر عن انس (ض) ف. مدلول الحديث ظاهر و يمكن ان يوخذ منه بالقياس مانقل عن بعض العارفين ان من علائم قبول التوبة نسيان العبد الذنب فان القلب الذى به يتذكر الذنب كالجوارح كما فسر وابه قوله تعالىٰ ان السمع والبصر والفواد كل اولئك كان عنه مسئولا اى كل واحد من هذه الاعضاء كان عنه اى عما نسب اليه مسئولا ليشهد علىٰ صاحبه (بتصير الرحمن) هذا هو السرفى الآخرة واما السر فى الدنيا فهوان تذكر الذنب قد يكون حجاباطبعيا من التوجه الىٰ الله بالانشراح فينسير الله تعالىٰ اياه و عندى ان هذا ليس بلازم و لا دائم فان بعضهم عن التوجه فهذه العلامة لبعض افرادالقبول لا لجميعها.

جب بندہ توبہ (خالص) کرتا ہے (جو مقبول ہو جاتی ہے) اللہ تعالیٰ اس کے گناہ (ملائکہ) حافظین اعمال کو بھی بھلا دیتا ہے اور اس کے جوارح کو (بھلا دیتا ہے) اور زمین کے نشانات کو بھی بھلا دیتا ہے (یعنی جس جگہ وہ معصیت کی تھی جو قیامت میں گواہی دیتی) یہاں تک کہ وہ شخص اللہ تعالیٰ سے ایسی حالت میں ملتا ہے کہ اس پر گناہ کا کوئی گواہی دینے والا نہیں ہوتا۔ ف۔ مدلول حدیث کا ظاہر ہے اور اس حدیث سے اس مضمون کو بھی بطور قیاس کے جو بعض عارفین سے منقول ہے کہ منجملہ علامات قبول توبہ کے یہ بھی ہے کہ بندہ گناہ کو بھول جاتا ہے۔ کیونکہ قلب میں جس سے گناہ یاد رہتا ہے وہ بھی مثل جوارح کے ہے جیسا مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے ان السمع والبصر الخ کہ ان سے سوال ہوگا تاکہ یہ صاحب اعضاء پر شہادت دیں (تو شاہدوں میں قلب بھی داخل ہو گیا تو قلب سے بھی گناہ کو بھلا دیا جاتا ہے) اور یہ راز تو آخرت میں ہے اور دنیا میں اس کا یعنی بالخصوص قلب سے بھلا دینے کا یہ راز ہے کہ گناہ کا یاد ہونا بعض اوقات بعض سالکین کے لیے انشراح کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے سے طبعی حجاب ہو جاتا ہے (اور حکمت الٰہیہ کبھی بعض کی مصلحت سے طبعی حجاب کو بھی رفع فرما دیتی ہے) اور میرے نزدیک یہ ہے کہ یہ (بھول جانا) نہ لازم ہے نہ دائم ہے کیونکہ بعض سالکین کی عقل طبیعت پر غالب ہوتی ہے تو ایسے شخص کو یہ یاد ہونا توجہ سے مانع نہیں ہوتا۔ پس یہ علامت بعض افراد قبول کی ہے نہ کہ سب کی۔

(تو یہ ممکن ہے کہ نسیان ہو جائے اور توبہ قبول نہ ہو بلکہ نسیان بوجہ غفلت کے ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ توبہ قبول ہو جائے اور نسیان نہ ہو۔ بلکہ اس مصلحت سے یاد رہے کہ ہمیشہ استغفار کر کے مدارج قبول میں ترقی کرتا رہے) از رسالہ الہادی ربیع الثانی ۵۰ھ

شیخ اکبر اور جمہور کی عبادات میں تطبیق

اور امداد الفتاوی میں بھی ایک سوال کے جواب میں اس مضمون کا حاصل ایک خاص عنوان سے مذکور ہے اس کو بھی نقل کیا جاتا ہے۔ وھو ہذا۔

سوال۔ فتوحات میں حضرت شیخ اکبر فرماتے ہیں قبول توبہ کی علامت یہ ہے کہ اس

گناہ کا نقش بالکلیہ ذہن سے محو ہو جائے تو کبھی عمر بھر وہ یاد نہ آئے۔ اس مسئلہ کا نام قاصمۃ الظہر رکھا ہے اور شعرانیؒ نے اپنی کتابوں میں اس طرح نقل کیا ہے گویا ان کو بھی یہ مسلم ہے۔ اور عام کتب طریقت میں جمہور لکھتے ہیں کہ سالک کو لازم ہے کہ ہمیشہ ہر وقت اپنے گناہوں کو پیش نظر رکھے کبھی نہ بھولے۔ امام شعرانیؒ علی الخصوص اس مسئلہ پر بہت زور دیا کرتے ہیں بظاہر دونوں میں تعارض معلوم ہوتا ہے۔ حقیقت کیا ہے اور وجہ تطبیق۔

الجواب- محو ہو جانے سے یہ مراد نہیں کہ یاد نہ رہے بلکہ مراد یہ ہے کہ اس کا اثر خاص یعنی قلق طبعی نہ رہے گو یاد بھی رہے اور قلق اعتقادی بھی رہے تو یہ امر گناہ کو یاد رکھنے کی تعلیم سے معارض نہیں ہوا اور یہ بھی کلیا نہیں بعض طبائع کے اعتبار سے ہے جن کے لیے قلق طبعی حاجب ہو جاتا ہے۔ انشراح فی الطاعۃ سے اور اس وقت اصل عبارتیں میری نظر میں نہیں عبارت منقولہ سوال کی بناء پر لکھ دیا ورنہ ممکن ہے کہ اس سے بھی اچھی کوئی وجہ جمع کی ہو۔
۲۵۔ ربیع الاول ۱۳۴۹ھ (از رسالہ النور رجب ۱۳۴۹ھ)

یہ دونوں تقریریں تو علمی رنگ میں ہیں اور ایک تقریر اسی کی کلید مثنوی قصہ پیر چنگی میں تحت عنوان گردانیدن عمرؓ نظر او رابشرح اشعار (ع) پس عمرؓ گفتش کہ ایں زاری تو الی قولہ گاہ بانگِ زیر را قبلہ کنی'' خالی رنگ میں مذکور ہے لیکن وہ تطویل کے سبب یہاں نقل نہیں کی گئی جن کو شوق ہو وہاں ملاحظہ فرمالیں۔

اصلاح اعمال کے لئے مفید کلیہ کے پانچ عنوان

یہ سب مضمون اختیاری اور غیر اختیاری کے مسئلہ کی تفصیل بیان کرنے کے ضمن میں استطراداً معرض بیان میں آ گیا۔ میں اب پھر اسی مسئلہ کی طرف عود کرتا ہوں۔ حضرت والا اس اختیاری اور غیر اختیاری کے مسئلہ کو دیگر عنوانات سے بھی ارشاد فرمایا کرتے ہیں مثلاً عقلی اور طبعی۔ اعمال اور احوال۔ افعال اور انفعالات۔ مقصود اور غیر مقصود۔ یہ کل پانچ عنوان ہوئے لیکن ان سب کا معنون ایک ہی ہے۔ یعنی حضرت والا کا وہ ارشاد جو اس مضمون کے شروع میں ہدیہ ناظرین کیا گیا ہے کہ انسان اختیاری امور کا مکلّف ہے۔ غیر

اختیاری امور کا مکلّف نہیں۔ حضرت والا ان پانچوں عنوانات سے دوران تربیت میں بکثرت کام لیتے ہیں اوران کے ذریعہ سے سالکین کی بڑی بڑی مشکلات کوحل فرماتے ہیں۔ یہاں تک کہ بہت سے طالبین کی تو جانیں انہی حقائق کی بدولت بچ گئیں اور بہتیروں کے ایمان انہی کے ذریعہ سے سلامت رہے اور اب بھی بہتیرے انہی کے سہارے زندہ ہیں ورنہ اگر حضرت والا کے یہ حقائق ان کے پیش نظر نہ ہوتے تو وہ اپنے ایمان سے مایوس ہوکر یا تو اپنے کو ہلاک کرڈالتے یا نعوذ باللہ ایمان ہی سے ہاتھ دھو بیٹھتے۔

اب ان پانچوں عنوانات کے متعلق حضرت والا کے بعض ارشادات مختصراً اور مثالاً پیش کئے جاتے ہیں مثلاً اختیاری اور غیر اختیاری کے متعلق فرمایا کرتے ہیں کہ وسوسے لانا اختیاری ہے اس سے اجتناب کرے اور وسوسے آنا غیر اختیاری ہے اس کی کچھ پروانہ کرے۔ البتہ آئے ہوئے وسوسوں کو اختیاراً باقی رکھنا بھی بوجہ اختیاری ہونے کے مذموم ہے۔ اسی طرح ذکر وتلاوت ونماز میں دل لگانا اختیاری ہے دل لگنا غیر اختیاری ہے اپنی طرف سے دل لگنے کے اسباب کو جمع کرے پھر بھی اگر دل نہ لگے تو بے دل لگے ہی عمل کو بتکلف کرتا رہے۔ اسی طرح میلان الی المعاصی کا غم نہ کرے کیونکہ میلان غیر اختیاری ہے۔ البتہ اس میلان کے مقتضاء پر عمل کا صدور نہ ہونے دے جو اختیاری ہے۔ محض میلان پر کوئی مواخذہ نہیں بلکہ عمل پر ہے۔ اھ

اور مثلاً عقلی اور طبعی کے متعلق فرمایا کرتے ہیں کہ انسان عقلی امور کا مکلّف ہے کیونکہ وہ اختیاری ہیں طبعی امور کا مکلّف نہیں کیونکہ وہ غیر اختیاری ہیں۔ اھ

چنانچہ ایک طالب نے لکھا کہ پہلے کبھی صبح کی نماز قضا ہوجاتی تھی تو مجھ کو بہت رونا آتا تھا لیکن اب کچھ رنج نہیں ہوتا۔ دل پر سیاہی معلوم ہوتی ہے۔ اس پر تحریر فرمایا کہ رنج طبعی مقصود نہیں رنج عقلی مقصود ہے وہ حاصل ہے چنانچہ رنج ہونے پر افسوس ہونا یہ رنج عقلی کی علامت ہے۔ اھ

اور مثلاً اعمال اور احوال کے متعلق فرمایا کرتے ہیں کہ اعمال مقصود ہیں احوال مقصود نہیں کیونکہ اعمال اختیاری ہیں احوال اختیاری نہیں۔ اھ

اور مثلاً افعال اور انفعالات کے متعلق ایک صاحب فضل کو جو طریق باطن کے متعلق

حضرت والا سے خط و کتابت کر رہے تھے اور چاہتے تھے کہ کسی طرح ذوق وشوق حاصل ہو جائے۔ آخر میں قول مختتم اور خلاصہ کے طور پر یہ تحریر فرمایا کہ اس طریق میں افعال کا اعتبار ہے انفعالات کا اعتبار نہیں لہٰذا افعال کا اہتمام چاہیے جو اختیاری ہیں انفعالات کے درپے نہ ہونا چاہیے جو غیر اختیاری ہیں۔ اھ بحاصلہ

اور مثلاً شعبہ باطن میں مقصود اور غیر مقصود کے متعلق فرمایا کرتے ہیں کہ مقصود مقامات ہیں یعنی اعمال اختیاریہ نہ کہ احوال غیر اختیاریہ۔ اھ

یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ گو احوال محمودہ محمود ہیں لیکن مقصود نہیں کیونکہ وہ اختیاری نہیں نہ ان کا حصول لازم نہ ان کا بقاء دائم۔ اگر حاصل ہوں شکر کرے لیکن کمال نہ سمجھے۔ اگر نہ حاصل ہوں یا حاصل ہو کر زائل ہو جائیں تو غم نہ کرے وھو معنیٰ قول الرومیؒ ؎

روزہا گر رفت گورو باک نیست　　تو بماں اے آنکہ چوں تو پاک نیست

اس پر احقر کو یاد آیا کہ ایک بار احقر نے اپنے عریضہ میں اس پر اظہار افسوس کیا کہ اب کی بار کی حاضری میں ایک ایسی خاص کیفیت لے کر حاضر ہوا تھا جو اس سے پہلے کبھی حاصل نہیں ہوئی تھی لیکن بعد واپسی کچھ دن میں وہ رفتہ رفتہ بالکل زائل ہوگئی۔ اھ۔ اس پر حضرت والا نے جواب تحریر فرمایا کہ کسی کیفیت کا طاری ہونا اور چندے جاری رہنا یہ بھی بسا غنیمت ہے۔ ہمیشہ رہنے کی چیز تو صرف عقل اور ایمان ہے باقی سب میں آمد و رفت رہتی ہے۔ اھ

ایک مسئلہ جو کہ آدھا سلوک ہے

غرض اختیاری اور غیر اختیاری کے مسئلہ کو اللہ تعالیٰ نے حضرت والا پر ایسا منکشف فرمایا ہے کہ حضرت والا اس کو مختلف مواقع پر مختلف عنوانات سے حسب اختلاف فہم اور استعداد طالبین بے تکلف کام میں لاتے ہیں اور یہ مسئلہ ہر موقع پر نہایت ہی کارآمد ثابت ہوتا ہے اور حضرت والا کے اس ارشاد میں ذرا مبالغہ نہیں کہ یہ مسئلہ آدھا سلوک ہے بلکہ قریب قریب سارا۔ اھ　واقعی جہاں تک غور کیا جاتا ہے تربیت و اصلاح کی شاید ہی کوئی ایسی جزئی ہو جس کا اس مسئلہ سے بواسطہ یا بلاواسطہ تعلق نہ ہو اور طریق کا شاید ہی کوئی ایسا مرحلہ ہو جس میں یہ مشعل راہ کا کام نہ دیتا ہو۔

۶-ثمرات وکیفیات سے یکسو رکھنا

حضرت والا طالبین کوثمرات وکیفیات سے بتاکید شدید بالکل یکسو رکھتے ہیں اور فرمایا کرتے ہیں کہ ثمرات کی روح اجر وقرب ہے بس اس ثمرہ پر نظر رکھنا چاہیے اور کسی ثمرہ کا منتظر نہ رہنا چاہیے بلکہ جتنے زوائد طریق ہیں ان سب کے متعلق معاملہ ہی ایسا فرماتے ہیں کہ طالب کو مجبوراً ان سے ہٹ کر ضروریات ومقاصد طریق ہی میں مشغول ہونا پڑتا ہے۔ مثلاً کسی نے کوئی خواب بغرض تعبیر پیش کیا تو بجائے تعبیر بتانے کے اکثر یہ فرمادیتے ہیں کہ مجھے تعبیر خواب سے مناسبت ہی نہیں مجھ سے تو بیداری کی باتیں پوچھی جائیں۔

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم　　چوغلام آفتابم ہمہ زر آفتاب گویم

(نہ میں رات ہوں اور نہ رات کا پجاری ہوں کہ خواب کی باتیں کہوں، چونکہ میں آفتاب کا غلام ہوں اس لئے سب آفتاب ہی کی باتیں کہتا ہوں)

خوابوں میں کیا رکھا ہے بیداری کی حالت کا اعتبار ہے جو اختیاری ہے اگر کوئی اپنی بیداری کی حالت کو درست نہ کرے تو خواب میں اپنے آپ کو عرش وکرسی کی بھی سیر کرتے ہوئے دیکھے تب بھی اس کو ذرا برابر قرب نصیب نہیں ہوتا۔ اور اگر کسی کی بیداری کی حالت بدرجہ مطلوبہ درست ہے تو چاہے خواب میں اپنے آپ کو دوزخ ہی میں دیکھے پھر بھی وہ مقرب ہے۔ لیکن اس سے خواب کی نفی مقصود نہیں بلکہ عوام نے جو خوابوں کو مبشرات کے درجہ سے بھی آگے بڑھا دیا ہے اس سے متنزل کرنا ہے۔ اھ

اور مثلاً اگر کسی نے یہ شکایت کی کہ پہلے رونا بہت آیا کرتا تھا اب نہیں آتا تو فرمادیتے ہیں کہ آنکھ کا رونا مطلوب نہیں دل کا رونا مطلوب ہے وہ حاصل ہے یعنی نہ رونے پر افسوس۔ اھ

ایک بار فرمایا کہ اگر ثمرات وکیفیات کی تمنا بھی ہو تب بھی ان سے یکسو ہی رہنا ضروری ہے کیونکہ کیفیات پیدا ہوتی ہیں یکسوئی سے اور جب کیفیات کی ورود کی جانب توجہ رہی تو یکسوئی کہاں رہی۔ اسی لیے ذہین اور ذکی آدمی کو کیفیات نہیں ہوتیں اور اگر ہوتی بھی ہیں تو بہت کم کیونکہ اس کا ذہن ہمیشہ چلتا رہتا ہے اس کو یک سوئی ہوتی نہیں اور بلا یکسوئی کے کوئی کیفیت ہوتی نہیں۔ اسی وجہ سے عاقل شخص کو کیفیات بہت کم ہوتی ہیں۔ برخلاف اس کے جن

میں عقل کا مادہ کم ہوتا ہے ان کو ایسے آثار سے بہت مناسبت ہوتی ہے گو اس کا عکس لازم نہیں لیکن ایسے لوگ اپنے کام کے تو خوب ہوتے ہیں مگر دوسروں کو ان سے فائدہ کم پہنچتا ہے۔اھ

غرض حضرت والا طالبین کو کیفیات کی طرف التفات کرنے سے بتاکید منع فرماتے رہتے ہیں اور اگر کوئی اپنی کیفیات کی اطلاع دیتا ہے تو اکثر بس یہی فرمادیتے ہیں کہ ان کی طرف التفات نہ کیا جائے اپنے کام میں لگا جائے اور کام ہی کی طرف ہمہ تن متوجہ رہا جائے ورنہ غیر مقاصد میں مشغول ہو کر طالب اپنے اصل کام سے بھی رہ جاتا ہے اور پھر کیفیات بھی منقطع ہو جاتی ہیں کیونکہ انکا ورود بھی تو کام ہی کی برکت سے ہوتا ہے جیسے چراغ میں روشنی اسی وقت تک رہتی ہے جب تک بتی میں تیل پہنچتا رہے اور اگر تیل ہی ڈالنا چھوڑ دیا جائے تو رفتہ رفتہ روشنی کم ہو کر چراغ گل ہو جائے گا۔اھ

کشف واحوال کی حیثیت

اسی مضمون کے متعلق ایک بار فرمایا کہ کشف اور احوال ومواجید وغیرہ راہ سلوک میں کوئی چیز نہیں بلکہ یہ چیزیں اکثر موانع طریق ہو جاتی ہیں ان کا نہ ہونا زیادہ اچھا اور بے خطر ہے لوگ خوامخواہ ہوس کیا کرتے ہیں۔اس کی ایسی مثال ہے جیسے ایک شخص تو سواری گاڑی میں سفر کر رہا ہے جو ہر اسٹیشن پر ٹھہرتی ہوئی دلی پہنچتی ہے اور جس کی کھڑکیاں بھی کھلی ہوئی ہیں وہ شخص خوب سیر کرتا ہے اور راستہ کے مناظر دیکھتا ہوا ٹونڈلہ اٹاوہ وغیرہ بیچ کے اسٹیشنوں پر ٹھہرتا ہے اور اترتا ہوا دلی پہنچا۔دوسرا اسپیشل ٹرین میں سوار کھڑکیاں بند کانپور سے جو چلا تو دھڑ دھڑ سیدھا دلی میں آ کر اترا اب اس کو راستہ کے مناظر کی کچھ خبر ہوئی نہ بیچ کے اسٹیشنوں کا کچھ پتہ چلا اگر وہ دوسرے شخص سے راستہ کے مناظر اور اسٹیشنوں کا حال سن کر یہ استدلال کرے کہ معلوم ہوتا ہے میں دلی پہنچا ہی نہیں کیونکہ مجھے تو راستہ میں یہ چیزیں پڑی ہی نہیں تو یہ اس کی ناشکری اور لاعلمی ہے کیونکہ وہ تو اسپیشل ٹرین میں سوار ہو کر جو سواری گاڑی سے کہیں زیادہ تیز رفتار ہوتی ہے چند گھنٹوں میں دلی پہنچ گیا اور دوسرا شخص بہت دیر میں پہنچا کیونکہ وہ سواری گاڑی میں آیا جس کی رفتار بھی کم تھی اور راستہ میں بھی جگہ جگہ ٹھہرتی ہوئی بھی آئی۔بلکہ سواری گاڑی والے کے لیے یہ بھی خطرہ ہے کہ وہ کسی بیچ والے اسٹیشن کے نقش ونگار

کو دیکھ کر وہیں نہ اتر پڑے اور اس کو عمر بھر دلی پہنچنا ہی نصیب نہ ہو۔

اسی طرح بعضے سالکین انوار ہی کو مقصود سمجھ کر انہی میں مشغول رہتے ہیں۔ آگے نہیں بڑھتے۔ اس لیے بلا کشف و کیفیات وغیرہ کے جو سلوک ہوتا ہے وہ زیادہ اسلم ہے۔ کشف وغیرہ بعض صورتوں میں نہایت خطرناک ہوتا ہے چنانچہ ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ حجاب نورانی حجاب ظلمانی سے بھی زیادہ اشد ہوتا ہے کیونکہ حجاب ظلمانی میں تو سالک کو اس وجہ سے کوئی دھوکہ نہیں ہوتا کہ اس کا مخل مقصود ہونا بالکل ظاہر ہے بخلاف حجاب نورانی کے کہ اس کی نورانیت سے دھوکہ کھا کر سالک اسی کو مقصود سمجھنے لگتا ہے۔ اھ

جامع اوراق عرض کرتا ہے کہ باوجود اس روک تھام کے بفضلہ تعالیٰ ہر قسم کی کیفیات محمودہ کا ورود بھی حضرت والا کے یہاں طالبین پر بکثرت ہوتا رہتا ہے چنانچہ گریہ وخندہ جوش وخروش ذوق وشوق وجد وحال ہیبت وانس قبض وبسط وغیرہ سبھی قسم کے حالات منتسبین پر آئے دن طاری ہوتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک زمانہ میں ایک ذاکر پر تہجد کے وقت ذکر میں اس قدر غلبہ حال ہوتا تھا کہ سب ذاکرین پریشان ہو جاتے تھے بالآخر ایک روز حضرت والا خود شب کو خانقاہ ہی میں رہے اور ذکر کے وقت ان صاحب حال کو خود اپنے پاس بٹھایا اور جب ان پر کیفیت وجد طاری ہونے لگی تو وہ اٹھ کر بھاگے ادھر حضرت والا بھی ان کے پیچھے پیچھے چلے اور ان کو پکڑ کر علاجاً زور سے ایک دھول رسید کی اور زور سے ڈانٹا کہ بڑا صاحب حال بنا ہے بس سارا جوش وخروش تیرے ہی تو حصہ میں آ گیا ہے۔ دیکھ میں آج تیرا سب جوش وخروش نکالے دیتا ہوں۔ اھ

چونکہ وقعت نہ دینے سے بھی غلبہ حال فرو ہو جاتا ہے اس لیے فوراً ان کا سب جوش و خروش جاتا رہا اور پھر کبھی نہیں ہوا۔ چنانچہ عرصہ کے بعد حضرت والا سے کلکتہ میں ملتے تو کہا کہ اس روز کے بعد پر کبھی کیفیت سے مغلوب نہیں ہوا۔ اھ

کیفیات محمودہ کا خیال رکھنا

لیکن حضرت والا ہر حال میں ایسا برتاؤ نہیں فرماتے بلکہ کیفیات محمودہ کے متعلق اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ وارد کو مثل نازک مزاج مہمان عزیز کے سمجھنا چاہیے اور اس کی بڑی آؤ بھگت کرنی چاہیے ورنہ وہ ادنیٰ بے التفاتی سے رخصت ہو جائے گا۔

ایک مغلوب الحال طالب جن پر حضرت والا کے استماع تلاوت وملفوظات پر سخت گریہ طاری ہو جاتا ہے ایک بار بعد نماز فجر حضرت والا کے خیال سے رونے کو بجبر روک رہے تھے اس کا حضرت والا کو احساس ہوگیا تو سلام پھیرنے کے بعد فرمایا کہ طبیعت کو گھونٹنے کی ضرورت نہیں اور اگر رونے کو جی چاہے تو خوب جی بھر کر رولو اور طبیعت ہلکی کرلو ورنہ زیادہ ضبط کرنے سے مرض لاحق ہو جانے کا اندیشہ ہے۔اھ

کیفیات کو ضبط میں رکھنا

ایک مقیم خانقاہ کے پرچہ حالات کا جواب احقر کے ہاتھ دستی بھجوایا تو یہ تاکید فرما دی کہ دے کر فوراً وہاں سے چلے آنا چاہیے۔تاکہ جو کیفیت اس جواب کو پڑھ کر پیدا ہونے والی ہو اس کے لیے کوئی مانع نہ رہے۔ایسی حالت میں بالکل آزادی دے دینی چاہیے ورنہ دوسرے کی موجودگی میں مضمون کا اثر پورا نہیں ہونے پاتا یا اگر ہوتا بھی ہے تو وہ خجلت کی وجہ سے اس کو دباتا ہے جس سے اس کو تکلیف ہوتی ہے۔غرض جس کے لیے جو مناسب ہوتا ہے اس کے ساتھ وہی معاملہ فرماتے ہیں لیکن اکثر احوال میں پسند اسی کو فرماتے ہیں کہ وجد و حال جوش و خروش گریہٴ زاری سبھی کچھ ہو لیکن سب اندر ہی اندر ہو باہر کچھ نہ ہو بمصداق اشعار نواب مصطفیٰ خاں صاحب شیفتہؒ

تو اے افسردہ جاں زاہد یکے در بزم رنداں شو　　　　که بینی خندہ برلبہا وآتش پارہ دردلہا

(اے پریشاں حال عبادت گزار کبھی رندوں کی محفل میں بھی آ کہ تو دلوں میں انگارے ہوتے ہوئے بھی ہونٹوں پر ہنسی دیکھے)

چہ خوش است باتو بزمے بہ نہفتہ ساز کردن　　　　درخانہ بند کردن سر شیشہ باز کردن

(تیرے ساتھ مجلس کر کے چھپ کر باتیں کرنا گھر کا دروازہ بند کرنا اور شیشہ کو سامنے کرنا کتنا اچھا لگتا ہے)

اور چونکہ خود حضرت والا کا بھی یہی رنگ ہے اس لئے بفحوائے (ع) ’’جمال ہمنشیں درمن اثر کرد‘‘، منتسبین پر بھی ببرکت صحبت اقدس رفتہ رفتہ یہی رنگ غالب ہو جاتا ہے اور

احقر کے یہ شعر صادق آنے لگتے ہیں۔

آمدہ بودم بتو نالہ کناں مہر برلب دل بہ افغاں میروم

(میں آپ کی خدمت میں روتا ہوا آیا تھا اور اب لبوں پر خاموشی اور دل میں خوشیاں لے کر جارہا ہوں)

آمدہ بودم بتو نعرہ زناں دم بخود سردر گریباں میروم

(میں آپ کے پاس شور مچاتا ہوا آیا تھا اور اب خاموش اور گریبان میں سر جھکائے جارہا ہوں)

حضرت والا کا ارشاد ہے کہ اس قسم کی کیفیات کے طریان کے وقت اصل طریق عمل تو یہی ہے کہ ضبط کرے لیکن اگر غلبہ ہو اور ضبط کرنے میں تکلیف ہو تو پھر یہی مناسب ہے کہ اس کیفیت کا اتباع کرے تاکہ غلبہ فرو ہو اور جب غلبہ فرو ہو جائے اور کیفیت حد ضبط کے اندر آجائے تو پھر فوراً ضبط کرلے۔اھ

اس پر احقر نے عرض کیا کہ حضرت والا تو بزرگوں کا یہ ارشاد نقل فرمایا کرتے ہیں کہ وارد کو مہمان عزیز سمجھے اور اس کا حق ادا کرے۔ فوراً فرمایا کہ وارد کو مہمان جبھی کہیں گے جب اس وارد کا غلبہ ہو ہاں اس وقت تو ضرور اس کا حق ادا کرے باقی غلبہ سے پہلے پہلے نہ وہ مہمان ہے نہ اس کا کوئی حق قائم ہوتا ہے قبل غلبہ کے اگر اس کا حق ادا کیا جائے تو یہ تو ایسا جیسے کوئی راہ چلتے مسافر کو زبردستی اپنا مہمان بنالے اور خواہ مخواہ اس کے سر ہو جائے کہ تو تو میرا مہمان ہے۔ آ میں تیرا حق ادا کردوں۔اھ

امتیازی صورت سے پرہیز

اس مضمون کے مناسب کہ احوال و کیفیات تو ہوں لیکن سب اندر ہی اندر رہوں باہر نہ ہوں۔ حضرت والا کا ایک اور ملفوظ بھی یاد آیا۔

فرمایا کہ تقویٰ اور دینداری کا اہتمام تو بہت رکھے لیکن اپنی طرف سے حتی الامکان کوئی ایسی امتیازی صورت نہ پیدا ہونے دے جس سے شہرت ہو جائے جب لوگوں سے ملنے جلنے کا اتفاق ہو کبھی کبھی کسی قدر ہنس بول بھی لے تاکہ لوگوں کو خواہ مخواہ بزرگی کا گمان نہ ہو لیکن ہنسنے بولنے کی کثرت ہرگز نہ کرے کیونکہ کثرت سے ہنسنا بولنا مضر ہے چنانچہ زیادہ ہنسنے کے متعلق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایاک و کثرۃ الضحک فان کثرۃ الضحک تمیت

القلب۔ اپنے آپ کو زیادہ ہنسنے سے بچاؤ کیونکہ ہنسنے کی کثرت قلب کو مردہ کر دیتی ہے۔ اھ

کلام کی تین قسمیں

اور بولنے کی کثرت کے متعلق حضرت عطارؒ فرماتے ہیں۔

دل ز پُرُ گفتن بمیر دور بدن　　　　گرچہ گفتارت بوُد رعدن

(زیادہ باتیں کرنے سے جسم میں دل مرجاتا ہے، اگرچہ تیری باتیں عدن کے موتی کیوں نہ ہوں)

واقعی جب چاہو تجربہ کرلو زیادہ بولنے سے دل بے رونق ہو جاتا ہے جیسے اگر ہانڈی میں ابال آئے اور اس کی روک تھام نہ کی جائے تو بس سارا مصالحہ نکل جائے گا اور ہانڈی پھیکی رہ جائے گی۔ اگر اچھی اچھی باتیں بھی بلاضرورت کی جائیں تو ان کا بھی یہی اثر ہوتا ہے۔ اھ

پھر فرمایا کہ عموماً تو کلام کی تین قسمیں سمجھی جاتی ہیں۔ ایک نافع ایک مضر ایک فضول یعنی نہ نافع نہ مضر لیکن باعتبار مآل کے میرے نزدیک صرف دو ہی قسمیں ہیں نافع اور مضر کیونکہ جو کلام نہ نافع ہو نہ مضر ہو وہ بھی آخر میں مضر ہی ثابت ہوتا ہے۔ جو شخص فضولیات میں مشغول ہوگا عادۃً وہ ضروریات میں ضرور کوتاہی کرے گا اور صرف ہنسنا بولنا ہی نہیں بلکہ جتنے بھی مباحات ہیں ان سب کی کثرت مضر ہے۔ لیکن اگر کثرت نہ ہو بلکہ مباحات میں اعتدال کے ساتھ اشتغال ہو تو پھر وہ بجائے مضر ہونے کے نافع ہیں۔ خصوص جب وہ اشتغال کسی مصلحت پر مبنی ہو۔ کیونکہ اس اشتغال سے طبیعت میں نشاط ہوتا ہے اور نشاط سے طاعات میں اعانت و سہولت ہو جاتی ہے۔

جس وقت مباحات کے اشتغال سے قلب کے اندر کدورت پیدا ہونے لگے تو سمجھ لے کہ اب مضرت کا درجہ پہنچ گیا ہے فوراً الگ ہو جائے لیکن یہ معیار اسی کے لیے ہے جس کے قلب کے اندر صحبت شیخ اور التزام و اہتمام ذکر و طاعت سے احساس پیدا ہو گیا ہو باقی مبتدی اپنے لئے بطور خود کچھ تجویز نہ کرے بلکہ شیخ سے اپنی ہر حالت کی فرداً فرداً اطلاع کر کے ہر حالت کے متعلق جزئی طور پر طریق عمل دریافت کرتا رہے اور جس حالت کے متعلق جو طریق عمل وہ تجویز کرے اسی پر کار بند رہے۔ اھ

کیفیات کو بڑھانے کی خرابیاں

غرض حضرت والا کو اس کا بڑا اہتمام رہتا ہے کہ طالبین کیفیات کو ان کے درجہ سے

آگے نہ بڑھانے پائیں۔ ورنہ بڑی بڑی خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ حضرت والا ایک خلوت نشیں درویش کا ایک قول نہایت افسوس کے ساتھ نقل فرمایا کرتے ہیں جنہوں نے حضرت والا کے ایک خادم سے جوان کو بزرگ سمجھ کر حاضر خدمت ہوا کرتے تھے معمولات پوچھ کر پوچھا کہ کچھ نظر بھی آتا ہے انہوں نے کہا کہ کچھ بھی نہیں تو کہنے لگے پھر کیا فائدہ بس خالی ثواب لئے جاؤ۔ حضرت والا اس قول کو نقل کر کے فرمایا کرتے ہیں کہ مجھے یہ سن کر نہایت افسوس اور تعجب ہوا کہ انہوں نے ثواب کو جو روح ہے سارے اعمال کی ایسا خفیف سمجھا۔ اھ۔ پھر حضرت والا نے فرمایا کہ اتنی خلوت بھی مضر ہے کہ محققین سے بھی ملنا جلنا چھوڑ دے ایسی ہی خلوت کے بارہ میں تو شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں۔

خیالات نادان خلوت نشیں　　　　بہم برزند عاقبت کفر دیں

(تنہائی اختیار کرنے والے جاہل کے خیالات آخر کار دین کے انکار پر ختم ہوتے ہیں)

پھر فرمایا کہ کیفیات کو ان کی درجہ سے بڑھانے میں یہ خرابیاں ہیں۔ ان کا درجہ تو بس ایسا ہے جیسے شروع میں بچوں کو پڑھنے کا شوق دلانے کے لیے مٹھائی دیتے ہیں۔ یہی مراد ہے حضرت جنیدؒ کے اس قول سے **تلک خیالات تربیٰ بھا اطفال الطریقہ** تو بعض مبتدیوں کو جو اطفال طریق ہیں راہ پر لگانے کے لیے ذوق وشوق وغیرہ کی کیفیات عطا فرمادی جاتی ہیں۔ اھ

حضرت والا تو اس کیفیت کے متعلق بھی جو ساری کیفیات سے افضل ہے یعنی رسوخ ایک عالی مرتبت اہل علم کو تحریر فرماتے ہیں کہ رسوخ کی طرف التفات نہ فرمایا جائے رسوخ سے مقصود عمل ہے عمل سے رسوخ مقصود نہیں اگر عمل بلا رسوخ ہوتا رہے مقصود حاصل ہے۔ اھ

سبحان اللہ سبحان اللہ حضرت والا کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے کیسے کیسے حقائق طریق واضح فرمائے ہیں اور امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ کو کیسی کیسی غلطیوں سے نکال کر طریق سنت سنیہ پر ڈالا ہے جو اس زمانہ میں مسدود بلکہ قریب قریب مفقود ہی ہو چکا تھا بالخصوص مشائخ میں۔

فائدہ: رسوخ اور استقامت میں فرق

استفسار پر حضرت والا نے رسوخ اور استقامت میں یہ فرق فرمایا کہ رسوخ حال ہے اور استقامت مقام۔ رسوخ اصلاح کا طبعی درجہ ہے جو ایک کیفیت غیر اختیاریہ ہے اور استقامت

اس کا عقلی درجہ ہے جو اختیاری ہے استقامت مقصود ہے رسوخ مقصود نہیں گو محمود ہے۔اھ

ایمان واعمال کا عقلی وطبعی درجہ

ایمان اور اعمال کے عقلی اور طبعی درجہ کے متعلق یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ عقلی درجہ افضل ہے کیونکہ وہ ادوم ہے اور روحانیت سے ناشی ہوتا ہے اور پھر یہ بھی نہیں کہ عقلی درجہ طبعی درجہ سے بالکل ہی خالی ہو اس میں بقدر ضرورت طبعی درجہ بھی ہوتا ہے کیونکہ محض عقلی درجہ صدور اعمال کے لیے عادۃً کافی نہیں اسی طرح طبعی درجہ میں بھی کچھ نہ کچھ عقلی درجہ بھی ضرور ہوتا ہے۔غرض دونوں درجوں میں عقل اور طبیعت دونوں چیزوں کی آمیزش ہوتی ہے لیکن غالب اور مغلوب کے تفاوت سے اثر اور حکم میں فرق ہو جاتا ہے۔اھ

خلاصہ ان سب تقریرات کا یہ ہے کہ حضرت والا کیفیات کی نہ تو بالکل نفی فرماتے ہیں نہ ان کو ان کے درجہ سے بڑھاتے ہیں بلکہ طالبین کو یہ ہدایت فرماتے ہیں کہ کیفیات محمودہ کو محمود سمجھ کر شکر تو کریں لیکن مقصود اور کمال اور لازم طریق یا لازم بزرگی نہ سمجھیں۔

خیالات وحالات میں فرق کرنا

حضرت والا بعض صورتوں میں جہاں کوئی مصلحت مانع نہیں ہوتی۔دل بڑھانے کے لیے کیفیات محمودہ پر مبارکباد بھی دیتے ہیں لیکن سالکین کی ہر کیفیت کو کیفیت باطنہ ہی نہیں سمجھ لیتے بلکہ لطیفہ کے طور پر فرمایا کرتے ہیں کہ اس طریق میں جو کیفیات پیدا ہوتی ہیں وہ سب باطنی ہی نہیں ہوتیں بلکہ بطنی بھی ہوتی ہیں۔ جو پیٹ کی خرابی اور معدہ کی تبخیر سے پیدا ہو جاتی ہیں چنانچہ اگر کوئی طالب اپنی کسی خاص کیفیت کی اطلاع دیتا ہے تو جہاں قرائن سے شبہ پیدا ہو جاتا ہے وہاں حضرت والا یہ ہدایت فرماتے ہیں کہ کسی طبیب حاذق سے رجوع کر کے تشخیص کراؤ کہ تم کو کوئی مرض مثلاً ضعف قلب خشکی دماغ تبخیر وغیرہ تو نہیں اور ایسی صورتوں میں اکثر حضرت والا کا شبہ صحیح ہی نکلتا ہے اور اس کیفیت کا منشاء کوئی مرض ہی ثابت ہوتا ہے۔ایسوں کو حضرت والا طبیب جسمانی سے رجوع کرنے کے لیے ہدایت فرما دیتے ہیں اور ضرب وجہر بالکل چھوڑ وا دیتے ہیں۔

بعض مشائخ نے اپنے متعلقین کے دماغی تخیلات کو کیفیات باطنہ سمجھ لیا اس پر فرمایا کہ شیخ کو طب سے بھی اتنی مناسبت ہونا ضروری ہے کہ وہ خیالات کو حالات نہ سمجھ لے۔

۷-حُبّ شیخ اور اتباع سنت

حضرت والا حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے اس ملفوظ کو نہایت تاکید اور اہتمام کے ساتھ نقل فرمایا کرتے ہیں کہ حُبّ شیخ اور اتباع سنت کے ہوتے ہوئے اگر لاکھ ظلمات بھی ہوں تو وہ سب انوار ہیں اور اگر ان میں سے ایک چیز بھی کم ہو تو پھر لاکھ انوار ہوں وہ سب ظلمات ہیں۔اھ حضرت والا حضرت حافظ شیرازیؒ کے اس شعر کو بھی بکثرت فرمایا کرتے ہیں۔

در طریقت ہر چہ پیش سالک آید خیر اوست　　بر صراط مستقیم اے دل کسے گمراہ نیست

(طریقت کے راستہ میں طالب کو جو کچھ پیش آئے اس میں اس کی بھلائی ہے، اے دل سیدھے راستہ پر کوئی گمراہ نہیں ہوتا)

لیکن یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ اس میں دو قیدیں ہیں ایک آید کی ایک صراط مستقیم کی پہلی قید کا حاصل تو یہ ہے کہ وہ حالت آئی ہوئی ہو لائی ہوئی نہ ہو یعنی غیر اختیاری ہو اختیاری نہ ہو کیونکہ اس شعر میں آید ہے آرد نہیں ہے اور آید کی کوئی فرد مذموم نہیں خواہ ظاہر کتنی ہی بری معلوم ہوتی ہے کیونکہ غیر اختیاری ہے البتہ آرد میں دو قسمیں ہیں محمود اور مذموم۔ یہ تو پہلی قید کے متعلق تفصیل ہے اور دوسری قید یہ ہے کہ صراط مستقیم پر ہو تو حاصل شعر کا یہ ہوا کہ اگر سالک صراط مستقیم پر مضبوطی کیساتھ قائم رہے تو پھر اس پر جو بھی کیفیت غیر اختیاری طاری ہو خوشگوار یا ناگوار وہ سالک کے حق میں خیر ہی ہوتی ہے۔اھ

۸-ذکر و طاعت میں مشغول رہنا

حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ ذکر و طاعت میں بہ تکلف مشغول رہنا چاہیے نہ سہولت کا متمنی رہے نہ یہ دیکھے کہ مجھے کچھ نفع ہو رہا ہے یا نہیں۔ ذکر و طاعت میں مشغول رہنا ہی اصل مقصود اور اصل نفع ہے۔اھ

ایک طالب کو تحریر فرمایا کہ مقصود کے حصول کا قلب میں تقاضا اور انتظار نہ رکھیں کہ یہ

بھی حجاب ہے کیونکہ اس سے تشویش ہوتی ہے اور تشویش برہم زن جمعیت وتفویض ہے اور جمعیت وتفویض ہی وصول کی شرط عادی ہے۔ اس کو خوب راسخ کرلیں اور یہ روح سلوک ہے۔ اھ یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ ذکر وطاعت میں مشغول ہونے کے لیے دلچسپی اور سہولت کا منتظر نہ رہے بلکہ بتکلف عمل شروع کردے پھر اسی سے رفتہ رفتہ سہولت بھی ہونے لگتی ہے اور دلچسپی بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ اھ۔ اسی مضمون کو ایک بار اس عنوان سے فرمایا کہ لوگ تو انتظار میں رہتے ہیں کہ جب دلچسپی پیدا ہو تب کام شروع کریں اور دلچسپی اس انتظار میں رہتی ہے کہ جب کام شروع ہو جائے تب میں پیدا ہوں۔ اھ

جی لگے نہ لگے ذکر کئے جاؤ

ایک بار فرمایا کہ ذکر میں چاہے جی لگے یا نہ لگے لیکن برابر کئے جاؤ۔ رفتہ رفتہ اس کی ایسی عادت پڑ جاتی ہے پھر بلا اس کے چین ہی نہیں پڑتا جیسے شروع شروع میں حقہ پینے سے گھمیر بھی آتی ہے متلی بھی ہوتی ہے بلکہ قے بھی ہو جاتی ہے لیکن پھر بھی پیتے پیتے ایسی چاٹ لگ جاتی ہے کہ چاہے کھانا نہ ملے لیکن حقہ کے دو کش مل جاویں۔ ایک بار فرمایا کہ نفع تو شروع ہی سے ہونے لگتا ہے لیکن محسوس نہیں ہوتا جیسے بچہ روز کچھ نہ کچھ ضرور بڑھتا ہے لیکن یہ پتہ نہیں چلتا کہ آج اتنا بڑھا کل اتنا بڑھا البتہ ایک معتد بہ مدت گزر جانے کے بعد اس کی پچھلی حالت کو خیال میں لاکر موازنہ کیا جائے تو زمین آسمان کا فرق معلوم ہو یہی حال ذکر کا ہے کہ شروع میں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا کچھ بھی نفع نہیں ہو رہا۔ حالانکہ دراصل نفع برابر ہو رہا ہے۔ ایک معتد بہ مدت گزر جانے کے بعد اپنی پچھلی حالت کو ذہن میں مستحضر کر کے اس سے حالت موجودہ کا موازنہ کرے تو زمین آسمان کا فرق نظر آئے گا۔ اھ

احقر مرتب کی عرض کا جواب

بچہ کی مثال پر ایک اور ملفوظ یاد آیا جو حضرت والا نے خود احقر سے فرمایا تھا۔ ذکر وشغل شروع کر کے کچھ عرصہ کے بعد احقر نے عرض کیا کہ جیسا جی چاہتا ہے ویسا نفع نہیں ہوتا فوراً نہایت تسلی آمیز لہجہ میں فرمایا کہ اگر کوئی چاہے کہ میرا بچہ آج ہی دس برس کا ہو جائے تو یہ

کیسے ہوسکتا ہے۔ وہ دس برس کا تو دس برس کے بعد ہی ہوگا۔ اھ

ذکر بیکار نہیں جاتا

ایک صاحب نے لکھا تھا کہ کچھ نفع نہیں معلوم ہوتا فرمایا کہ اس وقت کے ذکر کو بیکار نہ سمجھا جائے یہ سب جمع ہورہا ہے اور انشاء اللہ عنقریب سب کھل پڑے گا۔ ایک بار فرمایا کہ پتھر پر پہلے اول قطرہ گرتا ہے پھر دوسرا پھر تیسرا یہاں تک کہ پانی گرتے گرتے اس میں گڑھا پیدا ہو جاتا ہے تو کیا یہ کہا جائے گا کہ صرف اخیر قطرہ نے وہ گڑھا کردیا۔ ہرگز نہیں بلکہ یہ گڑھا نتیجہ ہے قطروں کی مجموعی تعداد کا۔ گڑھا کرنے میں اول قطرہ کو بھی ویسا ہی دخل ہے جیسا کہ اخیر قطرہ کو اول قطرہ کو ہرگز بے اثر نہ سمجھنا چاہیے گو بہ ظاہر ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ اسی طرح اول روز کا ذکر جس کو بے ثمرہ سمجھا جاتا ہے ہرگز بے ثمرہ نہیں اخیر میں جو حالت خاص پیدا ہوگی اس میں اول روز کے ذکر کو بھی اتنا ہی دخل ہوگا جتنا کہ اخیر روز کے ذکر کو یہ نہیں ہے کہ صرف اخیر روز کا ذکر اس حالت کو پیدا کردیتا ہے بلکہ ایک مجموعی تعداد مقرر تھی کہ اتنے دن بعد یہ کیفیت پیدا ہوگی جب وہ تعداد پوری ہوگئی وہ کیفیت ظہور پذیر ہوگئی۔ ہر ہر دن کے ذکر کو اس کے پیدا کرنے میں یکساں دخل ہے یا جیسے کہ ایک شخص کوئی مقوی معجون یا ماء اللحم کھاتا ہے یہاں تک کہ ایک معتد بہ مدت کے استعمال کے بعد وہ سرخ وسپید ہوجاتا ہے تو کیا صرف اخیر خوراک نے اس کو سرخ وسپید بنادیا۔ ہرگز نہیں بلکہ اتنے دنوں کی خوراکوں کی مجموعی تعداد نے اس کی یہ حالت کردی ہے یہ نادانی ہے کہ اول خوراک کو بے اثر سمجھا جائے۔ اھ

ذکر نہ ہوسکے تو عزم وحسرت تو ہو

کام میں لگے رہنے کی تاکید کے سلسلہ میں یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ بزرگوں کا ارشاد ہے لاوارد لمن لاورد لہ بلکہ یہاں تک فرمایا کرتے ہیں کہ اگر ذکر کی بھی توفیق نہ ہو تو کم از کم عزم ذکر اور حسرت ذکر تو ہو۔ اھ

غرض اس طریق میں یہ دو چیزیں نہایت ضروری ہیں دھن اور دھیان۔ عزم ذکر اور حسرت ذکر کے بھی منافع ہونے کے متعلق ایک طالب کو جنہوں نے اپنی ناکارگی کی طویل

داستان لکھی تھی۔ یہ تحریر فرمایا تھا مقصود تو مقصود کا مشاہدہ ہے اور اس کا طریق مجاہدہ کا مشاہدہ ہے مگر جب تک اس میں کمی رہے تو اس مشاہدہ مقصود کا مقدمہ عزم مجاہدہ ہے جس سے انشاء اللہ تعالیٰ مجاہدہ کی توفیق ہو جاتی ہے پھر اس سے مقصود کا مشاہدہ نصیب ہوتا ہے جو کہ مقصود ہے۔ اسی ترتیب کا سلسلہ شروع ہے جو انشاء اللہ تعالیٰ تدریجاً بخیر و خوبی ختم اور مکمل بھی ہو جائے گا لگا رہنا چاہیے اگر کام میں کوتاہی ہو جائے اس نہ لگے رہنے کے مشاہدہ میں لگا رہنا چاہیے۔ انشاء اللہ تعالیٰ حرماں نہ ہوگا میں بھی دعا کرتا ہوں۔ اھ

شیخ کے واسطہ سے کام میں لگا رہنا

غرض حضرت والا استقلال کے ساتھ بہ تکلف کام میں لگے رہنے کی طالبین کو بہت ہی تاکید فرماتے رہتے ہیں اور فرمایا کرتے ہیں کہ کام ہی سے کامیابی ہوتی ہے اس طریق میں کام کرنے والا کبھی ناکام نہیں ہوتا کیونکہ وعدہ ہے۔ **من ارادالاخرۃ وسعی لھا سعیھا وھو مومن فاولئک کان سعیھم مشکورا**۔ اھ۔ ایک بار اس مضمون میں ایک یہ ضروری قید بھی لگائی کہ جب کسی شیخ کے واسطہ سے باقاعدہ تعلیم حاصل کر کے ذکر و شغل کیا جاتا ہے تب کامیابی ہوتی ہے۔ اھ

اس پر احقر نے عرض کیا کہ ذکر و شغل تو ایسی چیز ہے کہ اسی سے کام بن جایا کرتا۔ شیخ کے واسطہ کی حاجت نہ ہوا کرتی۔ فرمایا کہ دراصل تو کام ذکر و شغل ہی بناتا ہے لیکن شیخ کا واسطہ بھی ضروری ہے جیسے کاٹ تو تلوار ہی کرتی ہے لیکن اس کا کسی کے قبضہ میں ہونا شرط ہے۔ اھ۔ حضرت والا صحبت شیخ کی نافعیت اور ضرورت پر اکثر بہت طویل طویل اور پرزور تقریریں فرمایا کرتے ہیں اور فرمایا کرتے ہیں کہ شیخ کے پاس رہ کر جیسی اصلاح ہوتی ہے دور سے نہیں ہوتی۔ جیسے طبیب کے پاس رہ کر جیسا معالجہ ہو سکتا ہے دور سے نہیں ہو سکتا۔ علاوہ بریں طالب شیخ کے پاس رہ کر دزدیدہ طور پر اس کے اخلاق وعبادات کو اخذ اور کمالات کو جذب کرتا رہتا ہے اور اس طرح روز بروز اس پر شیخ کا رنگ چڑھتا چلا جاتا ہے جیسے مثل مشہور ہے کہ خربوزہ کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔ نیز صحبت شیخ میں بدوں معتد بہ مدت تک رہے شیخ سے مناسبت نہیں پیدا ہوتی

اور شیخ کی مناسبت ہی اس طریق میں نفع کی عادۃً موقوف علیہ ہے۔اھ۔

شیخ کی صحبت کی ضرورت

چنانچہ ایک طالب جن کو حاضری خدمت کی شاید ایک بار ہی توفیق ہوئی تھی برسوں حضرت والا سے خط و کتابت کرتے رہے اور اسی کو کافی سمجھتے رہے لیکن ایک مصیبت کے موقع پر باوجود بظاہر بہت متصلب فی الدین ہونے کے ان کے عقائد تک میں تزلزل واقع ہوگیا۔ اعاذنا اللہ تعالیٰ من الحور بعد الکور۔ حضرت والا نے ان کے حالات سن کر یہی فرمایا کہ بدوں پاس رہے جس کو مناسبت کہتے ہیں وہ پیدا نہیں ہوتی اور جب انہوں نے حضرت والا سے مسائل دینیہ کے متعلق اپنے شبہات لکھ کر ان کا جواب چاہا تو یہی تحریر فرمادیا کہ اگر کوئی ایسا مرض جسمانی ہوجائے جس کے علاج کے لیے طبیب کے پاس رہنے کی ضرورت ہو تو ایسی حالت میں کیا تجویز کیا جائے گا۔اھ

اس سے حضرت والا کا یہی مقصود تھا کہ پاس رہنے کی ضرورت ہے لیکن بمصلحت بعنوان استغناء تحریر فرمایا۔

کامیابی کی کلید

حضرت والا حُب شیخ کے متعلق جو مناسبت کاملہ ہی کی مرادف ہے یہ فرمایا کرتے ہیں کہ حُب شیخ کلید کامیابی اور کلید جملہ سعادات و برکات ہے۔اھ۔لیکن حُب شیخ کو اپنے منتسبین میں سے حد سے ہرگز متجاوز نہیں ہونے دیتے نیز حُب عقلی یعنی اطاعت واتباع کو بالکل کافی ووافی قرار دیتے ہیں کیونکہ حبِ طبعی اختیاری نہیں اور عبد غیر اختیاری امور کا مکلّف نہیں چنانچہ مثلاً ایک طالب کا خط حسن العزیز جلد اول مکتوبات نمبر ۴۵ سے اس جگہ ملخصاً نقل کیا جاتا ہے۔

(مضمون) درگاہ باری تعالیٰ میں دست بدعا ہوتا ہوں کہ حضور کی محبت میرے قلب میں پیدا ہوجائے لیکن ذرہ برابر بھی محبت قلب میں نہیں پیدا ہوتی اور اس کی وجہ سے طبیعت بے چین ہوجاتی ہے۔(جواب) محبت کے الوان مختلف ہیں ایک لون یہ بھی ہے جو آپ کو حاصل ہے اس کی ایک صریح علامت یہی ہے کہ اس کی کمی کے احتمال سے آپ کو بے چینی ہوتی ہے۔اھ

(مضمون) اکثر حضور کا تصور کر کے اور حضور کو اپنی طرف متوجہ کر کے یہ شعر بڑے

ذوق وشوق سے پڑھتا ہوں۔

تو دستگیر شوائے خضر پے خجستہ کہ من پیادہ میروم و ہمرہاں سوار انند

(اے خضر تو اس شرمسار کی مدد کر کیونکہ میں بیدل جارہا ہوں اور ساتھی سوار ہیں)

(جواب) اس کی اصلا ضرورت نہیں۔

(مضمون) اور تھوڑی دیر تک تو حضور کا تصور رہتا ہے بعد اس کے حضور کا تصور تو مٹ جاتا ہے اور حق تعالیٰ کی طرف ایک خاص طریق پر توجہ اور کشش محسوس ہونے لگتی ہے۔

(جواب) سبحان اللہ یہ توجہ الی اللہ تو اصل مقصود ہے اور شیخ کی محبت اسی مقصود کا ذریعہ ہے۔ پس اگر کسی کو خدا تعالیٰ یہ مقصود نصیب کر دے اور شیخ سے ذرا بھی متعارف محبت نہ ہو مگر اطاعت اور اتباع ہو تو وہ شخص سرتاسر حق پر فائز ہے۔ ۲۱ جمادی الاول ۱۳۳۴ھ

اسی طرح ایک خلیفہ مجاز نے عدم مناسبت کی شکایت لکھی تھی ان کا خط بھی مع حضرت والا کے جواب باصواب کے تربیت السالک سے نقل کیا جاتا ہے۔ وہو ہذا۔

(حال) حضور والا کے علوم و معارف کی فراوانی اور اپنی کم لیاقتی کو دیکھتا ہوں تو اکثر مایوسی کی کیفیت ہونے لگتی ہے اس کا رنج اب اکثر رہتا ہے کہ حضور سے مناسبت پیدا نہیں ہوئی کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں۔

(تحقیق) یہ بھی مناسبت ہے کہ عدم مناسبت کا علم ہو جائے آخر عبد کو حق تعالیٰ سے نسبت ہوتی ہے یا نہیں حالانکہ واجب اور ممکن میں کیا مناسبت مگر وہاں یہی مناسبت ہے کہ ان کی عظمت اپنی ذلت کا علم ہو جائے اسی عدم مناسبت لغویہ کے علم کو مناسبت اصطلاحیہ کہا جاتا ہے باقی اس سے آگے "چہ نسبت خاک را با عالم پاک" بفتح اللام چہ جائے عالم پاک بکسر اللام۔

(حال) جو کچھ دل میں ہے اس کے اظہار کی پوری قدرت بھی نہیں۔

(تحقیق) یہ بھی اسی عدم مناسبت مسمی بہ مناسبت کی فرع ہے۔

ف۔ یہ غیر اختیاری مناسبت بالشیخ کے متعلق تحقیق ہے۔ رہی اختیاری مناسبت اس کی تحصیل ضروری ہے۔) ۱۲

نیز حضرت والا بلا ضرورت قصداً تصور شیخ کرنے سے بوجہ انضمام مفاسد منع فرماتے ہیں

لیکن اگر بلا قصد تصور بندھ جائے تو اس کو بہ تکلف دفع نہیں کراتے بلکہ نافع بتاتے ہیں۔ غرض حضرت والا کے یہاں کسی امر میں نہ افراط ہے نہ تفریط اور محقق کی یہی شان ہوا کرتی ہے۔

صحبت سے نفع اٹھانے کی شرط

صحبت شیخ کی نافعیت بیان فرماتے وقت حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ صحبت شیخ جبھی نافع ہوتی ہے جب شیخ کے بتائے ہوئے ذکر و شغل میں بھی مشغول رہے۔ بعضے لوگ بزرگوں سے تو ہمیشہ ملے جلے رہتے ہیں لیکن خود کچھ کرتے دھرتے نہیں ان کو کچھ حاصل نہیں ہوتا ہمیشہ محروم ہی رہتے ہیں اور بعضے زیادہ وقت تو صحبت شیخ میں گزار دیتے ہیں اور تھوڑا سا وقت نکال کر کچھ الٹا سیدھا ذکر و شغل بھی کر لیتے ہیں یہ بھی کافی نہیں۔ غالب حصہ ذکر و شغل کا ہونا چاہیے تب صحبت شیخ نافع ہوتی ہے۔ اھ۔ حضرت والا مقدار ذکر کے متعلق فرمایا کرتے ہیں کہ نہ اتنی زیادہ مقدار ہو کہ بہت تعب ہو اور نہ اتنی کم کہ کچھ تعب ہی نہ ہو بلکہ اتنی مقدار ہونی چاہیے جس میں تعب تو ہو لیکن جس کی مداومت قابل تحمل ہو۔ کیونکہ تھوڑا تعب ہونا بھی نفع کے لیے ضروری ہے تاکہ نفس کو کسی قدر مجاہدہ بھی کرنا پڑے۔ اھ

ذکر کی مقدار اور کیفیت

مقدار ذکر کے متعلق یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ اپنے ذمہ تو صرف اتنی ہی مقدار رکھے جس پر دوام ہو سکے باقی جب فرصت اور نشاط دیکھے تو زیادہ کر لے۔ اس میں یہ مصلحت ہے کہ ناغہ کی بے برکتی اور قلق سے حفاظت رہے گی اور یہ دونوں چیزیں مضر ہیں اور جب کبھی زیادہ کی توفیق ہو گی تو مسرت ہو گی اور ہمت بڑھے گی۔ اھ

یہ تو کمیت ذکر کے متعلق ارشادات ہیں اور کیفیت کے متعلق فرمایا کرتے ہیں کہ جس طرز میں زیادہ دلچسپی ہو وہی اختیار کرے کیونکہ وہی طرز زیادہ نافع ہوتا ہے جس میں زیادہ دل لگے۔ لیکن اس کا خاص خیال رکھے کہ قلب میں درد کے جلدی پورا کرنے کا تقاضا نہ پیدا ہونے دے اگر کسی کا طرز ہی روانی کے ساتھ ذکر کرنے کا ہو تو اس کا مضائقہ نہیں باقی طبیعت میں یہ تقاضا نہ ہونا چاہیے کہ کسی طرح جلدی ختم کیا جائے۔ اھ۔ اس مضمون کے

متعلق ایک مکتوب صد پند اشرف میں بھی نقل کیا جا چکا ہے ۔بمناسبت مقام مکرر نقل کیا جاتا ہے۔ایک مبتدی طالب نے لکھا کہ حضور سے دور ہوں از کار صحیح طریقہ سے کیونکر ادا کروں۔ جواب تحریر فرمایا کہ یہ معلوم کرنا کیا مشکل ہے قلب اور زبان دونوں کو شریک رکھنا یہی طریق صحیح ہے۔اھ۔انہی طالب نے یہ بھی درخواست کی تھی کہ اپنے فلاں مجاز سے فرمادیں کہ مجھے دوایک مرتبہ دوازدہ تسبیح کا ورد کرادیں۔اھ [21]

اس کا یہ جواب تحریر فرمایا کہ اس کی حاجت نہیں یہ قیود غیر مقصود ہیں۔مقصود صرف ذکر ہے اگر کوئی نہایت موزوں رفتار سے چلتا ہوا اور دوسرا غیر موزوں سے تو اصل مقصود منزل پر پہنچنا ہے جو دونوں رفتار سے حاصل ہو جاتا ہے آگے رہی موزونیت اس میں اور مصالح زائدہ ہیں جن پر منزل کی رسائی موقوف نہیں۔اھ

قیود اور لطائف کی فکر میں نہ پڑنا

حضرت والا قیود ذکر کے متعلق یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ اس زمانہ کی طبائع چونکہ ضعیف ہیں اس لیے اکثر یہ قیود موجب تشویش وتشتت ہو جاتی ہیں۔لہٰذا ان کے اہتمام میں نہ پڑے۔اسی طرح لطائف ستہ کی فکر میں بھی نہ پڑے کہ یہ بھی موجب تشویش ہے۔ اصل چیز لطیفہ قلب ہے۔بس ساری توجہ اسی پر رکھے۔اس کے نورانی ہو جانے سے اور لطائف بھی خود بخود نورانی ہو جاتے ہیں ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ کا یہی طریق تھا جو اس حدیث سے مؤید ہے **ان فی الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد کله واذا فسدت فسد الجسد کله الاوھی القلب**۔اھ

ذکر کے دوران مذکور کی طرف توجہ

حضرت والا کو ایک طالب نے لکھا کہ میں لطائف ستہ کے جاری کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ جواب تحریر فرمایا کہ حقائق مقصود ہیں لطائف مقصود نہیں۔اھ۔حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ ذکر کے دوران میں اگر بسہولت ہو سکے تو مذکور کی طرف ورنہ ذکر کی طرف توجہ رکھے اور احقر کو ابتداء میں یہ مراقبہ تعلیم فرمایا تھا کہ گویا زبان کے ساتھ ساتھ قلب سے

بھی کلمات ذکر نکل رہے ہیں اور وہ بھی میرے ساتھ شریک ذکر ہے۔ اھ

جہاں تک احقر کو یاد ہے ایک مبتدی طالب کو دوران ذکر میں یہ مراقبہ بھی تعلیم فرمایا تھا کہ گویا بیت اللہ شریف میرے سامنے ہے۔ اسی دوران ورد درود شریف کے لئے یہ مراقبہ تعلیم فرمایا تھا کہ گویا میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس کے مواجہ میں درود شریف پڑھ رہا ہوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہو رہے ہیں۔ غرض جس طالب کی جیسی استعداد اور دلچسپی ہیں توجہ قائم رکھنے کا ویسا ہی طریقہ اس کو تعلیم فرما دیتے ہیں اور اگر بسہولت ہو سکے تو تصور ذات حق کو سارے مراقبات سے افضل و انفع بلکہ اصل مقصود قرار دیتے ہیں لیکن ہر صورت میں اس کی تاکید فرماتے رہتے ہیں کہ توجہ واستحضار میں زیادہ کاوش نہ کی جائے ورنہ قلب و دماغ ماؤف ہو جائیں گے اور یکسوئی فوت ہو جائے گی۔ زیادہ کاوش سے تعب اور پریشانی ہوتی ہے جس سے نفع بند ہو جاتا ہے بس معتدل توجہ ہی کافی ہے۔ اسی سے شدہ شدہ ملکہ تامہ حاصل ہو جاتا ہے اور توجہ کامل کی توفیق ہونے لگتی ہے۔ غرض زیادہ کاوش مضر ہے بس اتنی توجہ کافی ہے جیسے کچا حافظ سوچ سوچ کر قرآن سناتا ہے۔ اھ

ذکر کے نافع ہونے کی شرط

حضرت والا ذکر کے نافع ہونے کی ایک یہ بھی نہایت ضروری شرط بڑے اہتمام سے بیان فرمایا کرتے ہیں کہ خالی الذہن ہو کر محض تعداد ہی پوری کرنے کی نیت سے نہ کرے بلکہ اس نیت سے کرے کہ مجھے اس سے نفع اور برکت حاصل ہو اور برابر یہی نیت رکھے لیکن نفع کے حصول کی نگرانی اور انتظار میں نہ رہے کہ یہ موجب تشویش ہونے کے سبب مضر ہے۔ لوگ جو اکثر برکات ذکر سے محروم رہتے ہیں اس کی یہ بھی ایک بڑی وجہ ہے کہ نفع اور برکت کی نیت سے ذکر نہیں کرتے۔ اھ

ذکر میں جہر وسِرّ کی حدود

حضرت والا نے اس مضمون پر اپنے وعظ طریق القلندر میں بھی بہت زور دیا ہے جس کا ضروری اقتباس ایک موقع پر اوراق ماسبق میں ہدیۂ ناظرین کیا جا چکا ہے اس کا بھی خلاصہ یہی ہے کہ اعمال سے جو محبت حق پیدا نہیں ہوتی اس کا سبب یہ ہے کہ محبت حق کی نیت

سے اعمال نہیں کئے جاتے۔ خالی الذہن ہو کر کئے جاتے ہیں۔ اھ۔

حضرت والا ذکر میں خفیف جہر وضرب تعلیم فرمایا کرتے ہیں لیکن ساتھ ہی یہ بھی فرما دیتے ہیں کہ اگر بعد کو جوش میں آواز بلند ہونے لگے تو بلند ہونے دے طبیعت کو گھونٹنے کی ضرورت نہیں۔ البتہ اگر سونے والوں یا مصلیوں کو تکلیف یا تشویش ہو تو بالکل خفی کی تاکید فرماتے ہیں کیونکہ ایسی صورت میں جہر جائز ہی نہیں۔ چنانچہ ایک صاحب کو جو اتنی بلند آواز سے تہجد کے وقت ذکر کرتے تھے کہ محلّہ میں دور تک آواز پہنچتی تھی اتنے جہر سے بتاکید ممانعت فرمادی۔ اسی طرح ایک بوڑھے طالب نے لکھا کہ کچھ تو سُونے والوں کی وجہ سے اور کچھ رفع تکان کے سبب سے چند روز سے بجائے ذکر جہر کے ذکر خفی کرلیا کرتا ہوں کوئی حرج تو نہیں جواب تحریر فرمایا کہ نہیں بلکہ افضل وانفع ہے۔ اھ

ذکر قلبی پر اکتفاء نہ کرنا

لیکن حضرت والا محض ذکر قلبی پر اکتفا نہیں فرماتے کیونکہ اس میں اکثر ذہول ہو جاتا ہے اور طالب اسی دھوکہ میں رہتا ہے کہ میں ذکر قلبی میں مشغول ہوں چنانچہ ایک طالب کو جنہوں نے ذکر قلبی سے اپنی دلچسپی کا حال لکھا تھا تحریر فرمایا کہ محض ذکر قلبی پر اکتفا نہ کیا جائے ذکر لسانی بھی اس کے ساتھ ضروری ہے خواہ قلبی میں اس سے کچھ کمی ہی ہو جائے۔ اھ

حضرت والا اس کا راز یہ فرمایا کرتے ہیں کہ اگر ذکر قلبی کے ساتھ ذکر لسانی بھی ہو تو اس میں یہ مصلحت ہے کہ اگر کبھی ذکر قلبی سے ذہول ہو گیا جیسا کہ اکثر ہوتا رہتا ہے اور قلب ذاکر نہ رہا تو کم از کم زبان تو ذاکر اور مشغول عبادت رہے گی۔ بخلاف نرے ذکر قلبی کی حالت کے کہ اگر اس صورت میں ذہول ہوا تو نہ قلب ذاکر رہے گا نہ زبان کیونکہ زبان تو پہلے ہی سے غیر ذاکر ہے اور اب قلب بھی ذاکر نہیں رہا۔ غرض غفلت محضہ میں وقت گزرے گا اور ذاکر کو خبر بھی نہ ہوگی۔ اھ

اذکار و اوراد پر مداومت کی حفاظت

حضرت والا اذکار تجویز کرنے کے قبل اکثر طالب کے موجودہ معمولات بھی دریافت

فرما لیتے ہیں اور اگر ان میں کوئی معمول عملاً یا اعتقاداً خلاف شرع ہوتا ہے تو اس کو چھوڑا دیتے ہیں لیکن بقیہ کو زیادہ تر بدستور رکھتے ہیں کیونکہ فرمایا کرتے ہیں کہ خیر العمل مادیم علیہ۔ مداومت سے اوراد میں برکت پیدا ہو جاتی ہے۔ اھ۔ چنانچہ ایک بار احقر نے کم فرصتی کے زمانہ میں پانچوں نمازوں کے بعد کے جو مختصر مختصر اوراد ہیں ان کے ترک کو پوچھا تو فرمایا کہ نہیں انہیں نہ چھوڑیئے وہ بڑی برکت کے اوراد ہیں۔ انہیں مختصر سمجھ کر معمولی نہ سمجھئے۔ اھ

علاوہ برکت کے یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ جن اوراد پر پہلے سے مداومت ہو ان سے طالب کو دلچسپی بھی ہوتی ہے اور دلچسپی کی وجہ سے وہ سہولت اور جمعیت کے ساتھ ان پر مداومت رکھ سکتا ہے جس سے بہت نفع ہوتا ہے بہ نسبت نئے اوراد کے۔ لہٰذا انہی کو برقرار رکھنا مصلحت ہے۔ لیکن اگر پچھلے اوراد اتنے زیادہ ہوتے ہیں کہ اگر ان سب کو برقرار رکھا جائے تو اذکار و اشغال معمولہ مشائخ کے لیے جو رسوخ ذکر کے لیے زیادہ معین ہیں وقت ہی نہیں بچتا تو بجائے بعض کو بالکل حذف کرانے کے ان کی مقدار میں بضرورت کمی کرا دیتا ہوں اور کمی کا معیار بفحوائے آیۂ کریمہ من جاء بالحسنة فله عشر امثالها یہ تجویز کر رکھا ہے کہ دسواں حصہ باقی رکھتا ہوں تا کہ کم از کم ثواب تو بدستور قائم رہے بالکل حذف کرانے کو جی نہیں چاہتا۔

ذکر کی تعیین میں طالب کا لحاظ کرنا

جس طالب کو جس حالت اور جس زمانہ میں جس ذکر سے مناسبت اور دلچسپی ہوتی ہے اس کے لیے اس وقت حضرت والا وہی تجویز فرماتے ہیں اور ہر طالب کے لیے اسی ذکر کو افضل سمجھتے ہیں جو اس کے لیے باعتبار خصوصیت حالت انفع ہو چنانچہ ایک صاحب کو بجائے اذکار کے کثرت تلاوت تجویز فرمائی تو وہ بہت مسرور ہوئے اور عرض کیا کہ مجھ کو تو تلاوت سے عشق ہے۔ اسی طرح ایک صاحب کے لیے کثرت نوافل تجویز فرمائی تو انہوں نے نوافل سے اپنی غایت دلچسپی کا اظہار کیا۔ اگر کسی کو کثرت اذکار اور طول خلوت سے طبیعت میں ملال پیدا ہو کر قبض لاحق ہو جاتا ہے تو اس کو ہدایت ہوتی ہے کہ کچھ دن کے لیے سفر کرو۔ دوست احباب سے ملو اور مباحات میں مشغول رہو اور جب طبیعت میں نشاط پیدا ہو جائے پھر خلوت میں بیٹھ جاؤ۔ ویسے بھی مباحات کے بالکلیہ ترک سے منع فرماتے رہتے ہیں جیسا کہ پہلے کسی موقع پر بہ تفصیل بیان کیا جا چکا ہے۔

معمول میں ناغہ نہ کرنا

حضرت والا بتاکید فرمایا کرتے ہیں کہ اپنے معمول کو پورا ضرور کر لینا چاہیے خواہ عذر کی حالت میں بے وضو ہی سہی یا چلتے پھرتے ہی سہی کیونکہ معمول کو مقرر کر لینے کے بعد ناغہ کرنے میں بڑی بے برکتی ہوتی ہے چنانچہ حدیث شریف میں بھی اس کی تاکید ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے یاعبداللّٰہ لا تکن مثل فلان کان یصلی باللیل ثم ترکہ یہ ایسا ہے جیسے کسی نے اپنے حاکم کے پاس آنا جانا شروع کیا اور خصوصیت کا تعلق قائم کرنے کے بعد پھر آنا جانا موقوف کر دیا تو حاکم کو بہت ناگوار ہوگا اور جو خصوصیت کا تعلق پیدا ہی نہیں کرتا اس سے کوئی شکایت نہیں ہوتی بشرطیکہ غائبانہ اطاعت کا تعلق قائم رکھا جائے جو بہرحال ضروری ہے۔اھ

طالب علموں کیلئے رعایت

حضرت والا عموماً ان کو جو تحصیل علوم دینیہ میں مشغول ذکر و شغل نہیں تعلیم فرماتے تاکہ حرج واقع نہ ہو کیونکہ علاوہ وقت صرف ہونے کے ذکر و شغل سے اکثر دلچسپی اتنی پیدا ہو جاتی ہے کہ پھر تحصیل علوم سے دلچسپی کم ہو جاتی ہے لیکن چونکہ اصلاح اعمال بہرحال فرض ہے اور اس میں کوئی حرج اوقات بھی نہیں بلکہ ترک فضولیات کی وجہ سے وقت اور بچ جاتا ہے اس لیے اس کے متعلق خط و کتابت کی اجازت بلکہ کبھی ابتداء مشورہ بھی دے دیتے ہیں چنانچہ بندہ زادہ سے جو تحصیل علوم میں مشغول تھا نہایت شفقت و دلسوزی سے فرمایا کہ جو موٹی موٹی عیب کی باتیں اپنے اندر محسوس ہوں ان کے متعلق مجھے وقتاً فوقتاً لکھتے رہنا میں ان شاء اللہ تعالیٰ ایسی سہل سہل تدابیر بتلاتا رہوں گا جن پر عمل نہایت سہل ہوگا۔اور اس سے زیادہ کیا سہل ہوگا کہ تم کو میں اجازت دیتا ہوں کہ چاہے مشوروں پر عمل بھی نہ کرنا لیکن اپنی اصلاح کے متعلق مجھ سے مشورہ ضرور حاصل کرتے رہنا اس سے بھی انشاء اللہ تعالیٰ تم دیکھو گے کہ بہت نفع ہوگا۔ اھ۔ چونکہ یہ نمبر طویل ہو گیا ہے اور استیعاب مقصود نہیں اس لیے اس کو یہیں ختم کیا جاتا ہے ورنہ مضامین تو اور بھی بہت سے قابل ذکر ہیں۔

۹۔صفتِ فنا کا پیدا کرنا

حضرت والا نہایت اہتمام کے ساتھ فرمایا کرتے ہیں کہ اس طریق کا اول قدم فنا ہے

جس میں یہ صفت نہ پیدا ہوئی ہو بس سمجھ لو کہ اس کو طریق کی ہوا بھی نہیں لگی اور یہ جو بزرگوں کا قول ہے کہ طریق کا آخر قدم فنا ہے وہ بھی بالکل صحیح ہے اس سے مراد کمال فنا ہے کیونکہ فنا کے بھی تو آخر درجات ہوتے ہیں۔ اھ۔ ایک مشہور فاضل ندوی اتفاقاً محض چند گھنٹوں کے لیے حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور چلتے وقت عرض کیا کہ مجھ کو کوئی نصیحت فرمائیے۔ حضرت والا فرماتے ہیں کہ میں متردد ہوا کہ ایسے فاضل شخص کو میں کیا نصیحت کروں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فوراً میرے دل میں ایک مضمون ڈالا بعد کو معلوم ہوا کہ ان کے بالکل مناسب حال تھا میں نے کہا کہ حضرت آپ جیسے فاضل کو میں نصیحت تو کیا کر سکتا ہوں لیکن ہاں میں نے جو اپنی تمام عمر میں سارے طریق کا حاصل سمجھا ہے وہ عرض کئے دیتا ہوں وہ حاصل جو میں سمجھا ہوں وہ فناء وعبدیت ہے بس جہاں تک ممکن ہو اپنے آپ کو مٹایا جائے بس اسی کے لیے سارے ریاضات ومجاہدات کئے جاتے ہیں اور بس اپنی ساری عمر فنا اور عبدیت ہی کی تحصیل میں گزار دینی چاہیے۔ اس تقریر کا ان پر اتنا اثر ہوا کہ وہ آبدیدہ ہو گئے اور واقعی یہ ہے بھی ایسی ہی چیز سارے بزرگ اسی کی تعلیم کرتے چلے آئے ہیں۔ بالخصوص چشتیہ کے یہاں تو بس یہی ہے۔

افروختن و سوختن و جامہ دریدن ۔۔۔ پروانہ زمن شمع زمن گل زمن آموخت

(بھڑکنا، جلنا اور کپڑے پھاڑنا، پروانے نے، شمع نے اور پھول نے مجھ ہی سے سیکھا ہے)

تو دروگم شو وصال اینست و بس ۔۔۔ گم شدن گم کن کمال اینست و بس

(تو اس میں گم ہو جا وصال فقط یہی ہے، گم ہونے کو بھی گم کر دے کمال فقط یہی ہے)

ہو فنا ذات میں کہ تو نہ رہے ۔۔۔ تیری ہستی کی رنگ و بو نہ رہے

آئینہ ہستی چہ باشد نیستی ۔۔۔ نیستی بگزیں گرابلہ نیستی۔ اھ

(ہستی کا آئینہ کیا ہے وہ نیستی ہے، اگر تو بے وقوف نہیں ہے تو نیستی اختیار کر)

۱۰۔ تخلیہ اور تحلیہ کے متعلق دو زریں اصول

اس نمبر میں حضرت والا کے دو زریں اصول لکھے جاتے ہیں جن سے ایک تو تخلیہ (بالخاء المعجمہ) کے متعلق ہے اور دوسرا تحلیہ (بالحاء المہملہ) کے متعلق لیکن دونوں میں امر

مشترک ایک ہی ہے یعنی بتکلف عمل کرنا۔

تخلیہ (بالخاء المعجمہ) کے متعلق تو یہ ہے کہ ایک طالب نے لکھا کہ بدنظری سے بچنا نفس پر بہت شاق ہوتا ہے کوئی تدبیر ایسی ارشاد فرما دیجئے کہ جس پر عمل کرنے سے اس فعل شنیع سے طبعاً نفرت پیدا ہو جائے۔ اھ۔ جواب تحریر فرمایا کہ بجز ہمت اور تحمل مشاق کے کوئی تدبیر نہیں اور معین اس کی دو چیزیں ہیں استحضار عقوبت اور ذکر کی کثرت۔ اھ

اور تحلیہ (بالحاء المہملہ) کے متعلق یہ ہے کہ ایک طالب نے لکھا کہ حصول یقین کا طریقہ ارشاد فرمایا جائے جواب تحریر فرمایا کہ اول بہ تکلف عمل کرنا اس کی برکت سے یقین پیدا ہو جاتا ہے اور کوئی طریقہ نہیں۔ اھ

غرض حضرت والا بہ تکلف عمل کرنے پر بہت ہی زور دیا کرتے ہیں اور یہ اشعار بکثرت تحریراً و تقریراً فرمایا کرتے ہیں۔ (للعارف الرومی)؎

اندریں رہ می تراش و می خراش   تادم آخر دمے فارغ مباش

(اس راستہ میں کھود کرید میں لگا رہ، حتیٰ کہ آخر دم میں بھی ایک لمحہ خالی نہ رہ)

تادم آخر دمے آخر بُود   کہ عنایت باتو صاحب سر بُود

(تا کہ آخری لمحہ بھی کام کا آخری لمحہ ہو اور تجھے صاحب نسبت کی عنایت حاصل رہے)

دوست دارد دوست ایں آشفتگی   کوشش بیہودہ بہ از خفتگی

(دوست اس پریشانی کو محبوب رکھتا ہے، لاحاصل کوشش بھی سو جانے سے اچھی ہے)

کارے می کن تو وَ کاہل مباش   اندک اندک خاک چہ رامی تراش

(تو کوئی کام کر اور سست نہ ہو، تھوڑی تھوڑی مٹی ہی کھرچتا رہ)

چوں زچاہے میکنی ہر روز خاک   عاقبت اندر رسی در آب پاک

(جب تو گڑھے سے روزانہ مٹی اکھیڑتا رہے گا تو آخر کار تو پاک پانی میں پہنچ ہی جائے گا)

چوں نشینی برسر کوئے کسے   عاقبت بینی تو ہم روئے کسے

(جب تو کسی کی گلی کے سرے میں بیٹھے گا تو آخر کار کسی کا منہ دیکھ ہی لے گا)

اور یہ اشعار بھی اکثر فرمایا کرتے ہیں:

دست از طلب ندارم تا کارِ من بر آید　　یا تن رسد بجاناں یا جان زتن بر آید

(میں طلب سے ہاتھ نہیں رکھتا تا کہ میرا مقصد حاصل ہو جائے یا تو جسم محبوب تک پہنچ جائے یا جسم سے جان ہی نکل جائے)

یا بم اور ایا نیا بم جستجوئے میکنم　　حاصل آید نیاید آرزوئے میکنم

(میں اسے پاؤں یا نہ پاؤں جستجو میں لگا ہوا ہوں، حاصل ہو یا نہ ہو خواہش تو کرتا ہوں)

کارکن کار بگذر از گفتار　　اندریں راہ کار باید کار

(کام کر کام، باتوں سے آگے بڑھ اس راہ میں کام چاہیے کام)

قدم باید اندر طریقت نہ دم　　کہ اصلے ندارد دمِ بے قدم

(طریقت میں تو عمل چاہیے نہ کہ دعویٰ کیونکہ عمل کے بغیر دعویٰ کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی)

اصلاح کا ایک کامل طریق

اب اس عنوان دوم یعنی اصول متعلقہ تعلیم و تربیت کو اصلاح کرانے کے ایک نہایت مفید کار آمد اور مکمل طریق عمل پر ختم کیا جاتا ہے جو حضرت والا نے ایک نو مسلم طالب صادق کے لیے حال ہی میں تجویز فرمایا ہے اور اس قابل ہے کہ ہر طالب اصلاح اس کو اپنا دستور العمل بنا لے۔ ان طالب کا خط مع حضرت والا کے جواب باصواب کے تربیت السالک سے نقل کیا جاتا ہے۔ وہو ہذا

(حال)۔ مجھ میں ایک بڑا مرض ہے کہ جب میں حضرت والا کو عریضہ لکھنا چاہتا ہوں تو میری یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا لکھوں۔ جب اپنی برائیوں پر نظر کرتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ حضرت والا کو لکھوں تا کہ اصلاح ہو تو اس وقت اس خیال میں پڑ جاتا ہوں کہ پہلے کس برائی کے واسطے لکھوں اکثر اس میں عریضہ لکھنا رہ جاتا ہے اور جب ایک برائی تجویز کر لیتا ہوں کہ اس کو لکھوں تو یہ خیال آتا ہے کہ یہ تو خود بھی ذرا سی ہمت پر چھوڑی جا سکتی ہے پہلے خود ہی چھوڑنے کی کوشش کر لی جائے اگر کامیابی نہ ہو تو حضرت والا کو لکھا جائے۔ ان ہی خیالات میں الجھ کر عریضہ لکھنا رہ جاتا ہے اور برائیاں ویسی کی ویسی ہی موجود رہتی ہیں اور بندہ بار ہا کوشش کرتا ہے لیکن کامیابی ہی نہیں ہوتی جتنا بھی پختہ عزم کرتا ہے اتنا ہی جلدی ٹوٹتا ہے اس لیے بندہ اس تشویش اور پریشانی میں مبتلا ہے کہ میری اصلاح کیسے ہو گی جب

کسی امر پر دوام ہی نصیب نہیں ہوتا۔ اب عرض یہ ہے کہ اس مرض کے واسطے از راہ کرم علاج تجویز ہو اور دعا بھی ہو کہ بندہ کو تمام رذائل سے نجات حاصل ہو جائے۔

(تحقیق)۔ علاج یہ ہے کہ ایک کاغذ پر اپنی سب برائیاں لکھ لو اور جو یاد آتی رہیں اس میں لکھتے رہو اور ان کا علاج بھی کرتے رہو اور علاج سے جو بالکل زائل ہو جاویں ان کا نام کاٹ دو اور جو رہ جائیں پوری یا ادھوری ان کو لکھا رہنے دو پھر جب خط لکھنے بیٹھو ان برائیوں کی تعیین کے لیے قرعہ ڈال لو جس کا نام نکل آئے خط میں وہی لکھ دو اور اگر اس کا کچھ علاج کیا ہو اس کی بھی اطلاع کر دو بس اس طرح خط لکھتے وقت تشویش نہ ہو گی باقی دعا کرتا ہوں۔ والسلام۔

عنوان سوم

اصول متعلقہ خط و کتابت

۱- ایک خط میں مختلف مضامین کی ممانعت

حضرت والا مختلف النوع مضامین کا ایک خط میں اجتماع گوارا نہیں فرماتے مثلاً اگر مسائل فقہیہ اور احوال و مسائل سلوک ایک ہی خط میں پوچھے جاتے ہیں تو چونکہ مسائل فقہیہ زیادہ اہم ہیں اور ان کے جواب میں تعجیل ضروری ہے اس لیے صرف ان کا جواب مرحمت فرما دیتے ہیں بشرطیکہ مراجعت کتب کی ضرورت نہ ہو جس کی ضرورت حضرت والا کو اکثر فرصت نہیں ملتی اور احوال و مسائل سلوک کے متعلق تحریر فرما دیتے ہیں کہ جدا خط میں پوچھے جائیں اور بعض اوقات زجر کے لیے بالکل جواب نہیں دیا جاتا۔

اس ممانعت کی مصلحت

اس جمع نہ کرنے کی مصلحت یہ ہے کہ مختلف مضامین کے جواب دینے میں خلجان بھی ہوتا ہے اور یہ اندازہ بھی نہیں ہوتا کہ اصل مقصود کس مضمون کا جواب حاصل کرنا ہے اور جانبین کے لیے خلط بحث کا بھی اندیشہ ہے جو واجب الاحتراز ہے اور وقت بھی بہت صرف ہوتا ہے جس کی بوجہ کثرت خطوط و مشاغل گنجائش ہی نہیں۔

نیز جو خدمت خلق کا حق ادا کرنا چاہے گا اور سب اہل حاجت کی بقدر ضرورت

کاربرآری کرنا چاہے گا اس کو بجز اس کے چارہ نہیں کہ اس قسم کی ضروری قیود عائد کرے ورنہ طلب الکل فوت الکل کا مضمون صادق آنا لازمی ہے چنانچہ حضرت والا ہمیشہ فرمایا کرتے ہیں کہ میں اگر ایک ہی کے کام کو لے بیٹھوں تو دوسروں کے کام یوں ہی پڑے رہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ تھوڑے تھوڑے سب کے کام ہو جائیں کیونکہ سبھی کا حق ہے۔اھ

سلیقہ مندی سے سوال پوچھے جائیں

اسی سلسلہ میں یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ لوگ بڑے بڑے رسالے بھیج دیتے ہیں کہ ان کا جواب لکھو یہ میں لکھ دیتا ہوں کہ میرے پاس اتنا وقت تو کہاں ہے کہ سب کا یکجائی جواب لکھوں۔ ہاں آپ یہ کریں کہ پہلے ایسے مقامات منتخب کرلیں جو آپ کے نزدیک محتاج جواب ہوں پھر ان مقامات میں سے ایک خط میں صرف ایک مقام میرے پاس بھیج دیا کریں جب اس کا جواب پہنچ جائے اور وہ طے ہو جائے خواہ ایک ہی خط میں یا متعدد خطوط میں تو پھر اسی طرح دوسرا مقام بھیج کر اس کا جواب حاصل کرلیں۔ اسی طرح برابر مجھ سے خدمت لیتے رہیں اور جب سب مقامات کا جواب ہو جائے اس کو جمع کر کے شائع کر دیں۔اھ

یہ فرما کر فرمایا کرتے ہیں کہ مجھے خدمت سے انکار نہیں بشرطیکہ طریقہ سے خدمت لی جائے اور صرف وہی کام مجھ سے لیا جائے جو میرے کرنے کا ہو اور جو خود کر سکیں اس کو خود کیا جائے۔ سارا بوجھ مجھی پر نہ ڈال دیا جائے۔ اس طرح تو اگر کوئی عمر بھر بھی مجھ سے خدمت لیتا رہے تو میں نہایت خوشی کے ساتھ حاضر ہوں کیونکہ میرا تو کام یہی ہے کہ میں اپنے بھائی مسلمانوں کی خدمت کروں جتنی بھی ہو سکے اور جیسی بھی ہو سکے۔

پھر فرمایا کہ لوگوں کو دوسرے پر بوجھ ڈال دینا تو آسان ہے لیکن جب خود ان کو کچھ کام کرنے کو بتلا دیا جاتا ہے تو پھر بیٹھے رہتے ہیں۔ چنانچہ میں نے بہت لوگوں کو یہ طریقہ مذکورہ بتلایا لیکن چونکہ اس میں خود بھی ان کو کچھ کام کرنا پڑتا تھا۔ اس لیے بیٹھے رہے البتہ ایک صاحب نے اس اطلاع کے بعد ایک رسالہ کا صرف ایک مقام حل کرایا پھر وہ بھی بیٹھے رہے۔ انہوں نے فرقہ بہائیہ کے شبہات کے جواب چاہے تھے ان کو میں نے یہی لکھ دیا کہ ایک ایک شبہ پیش کیا جائے اور اس کو اپنی طرف منسوب کیا جائے نہ کہ کسی دوسرے کی طرف

کیونکہ میں غائب سے خطاب کیونکر کرسکتا ہوں۔

چنانچہ انہوں نے ایک بار ایک شبہ لکھ کر بھیجا۔ میں نے اس کا جواب لکھ دیا اور میں اپنی طرف سے اس سلسلہ کو برابر جاری رکھنے کے لیے آمادہ ہوگیا اور اس جواب کو جداگانہ نقل بھی کرالیا تاکہ آئندہ کے جوابات کو بھی مسلسل نقل کراتا چلا جاؤں۔ لیکن ان کا بھی بس ایک ہی خط آ کر رہ گیا اور اتنا التزام بھی ان سے نہ بن سکا۔ اھ

ممانعت سے استثناء کی درخواست کا جواب

حضرت والا کے اصول مذکورہ بالا کے یعنی ایک خط میں مختلف مضامین جمع کرنے کی ممانعت پر بعض صاحبوں نے لکھا کہ ہمیں اس قاعدہ سے مستثنیٰ کر دیا جائے کیونکہ ہم نادار ہیں بار بار خط بھیجنے کے لیے ہمارے پاس دام نہیں۔ اس پر حضرت والا نے تحریر فرما دیا کہ اگر میں مستثنیٰ کرنا شروع کر دوں تو اول تو مواقع استثناء کو میں یاد کیسے رکھ سکتا ہوں دوسرے یہ کہ جب مستثنیٰ کرنا شروع کر دیا تو وہ قاعدہ قاعدہ ہی کیا رہے گا اور جس ضرورت و مصلحت سے وہ قاعدہ مقرر کیا گیا ہے وہی کب پوری ہوگی۔ اس لیے یہ تو گوارا نہیں لیکن اگر ناداری ہے تو اس غرض خاص کے لیے چندہ کرلیا جائے اور اس میں بھی نہایت خوشی کے ساتھ شریک ہوں گا۔ اھ۔ احقر جامع اوراق عرض کرتا ہے کہ بعض نے ایسا ہی کیا اور اس میں حضرت والا بھی نہایت خوشی کے ساتھ شریک ہوئے چنانچہ بعض اب بھی ایسے موجود ہیں جن کی حضرت والا اس مد میں برابر اعانت فرماتے رہتے ہیں یہ تو گوارا ہے لیکن مصالح ضروریہ کے مختل ہونے کی وجہ سے اپنے اصول کو توڑنا ہرگز گوارا نہیں۔

خط کی عبارت میں تصنع و تکلف نہ ہو

حضرت والا خط و کتابت میں عبارت کے تکلف اور تصنع کو بہت ناپسند فرماتے ہیں کیونکہ اس میں تلبیس کی زیادہ گنجائش ہوتی ہے اور کاتب کے مافی الضمیر کا صحیح اندازہ نہیں ہوسکتا۔ بالخصوص طالبین طریق باطن کو تو بہت اہتمام کے ساتھ اس سے روکتے ہیں۔ چنانچہ اگر کوئی محض اظہار لیاقت کے لیے بلا ضرورت عربی میں خط لکھتا ہے تو بجائے عربی میں

جواب لکھنے کے اردو میں یہ تحریر فرما دیتے ہیں کہ میں تو بے تکلف عربی عبارت لکھنے پر قادر نہیں اور آپ ماشاء اللہ قادر ہیں تو آپ مجھ سے اکمل ہوئے لہٰذا اکمل کو ناقص سے رجوع نہیں کرنا چاہیے آپ کسی کامل سے رجوع کیجئے۔

عربی میں خط لکھنے والے کو جواب

اتفاق سے ایک عربی کا خط بھی ابھی آیا تھا جس کا جواب بلفظہ نقل کیا جاتا ہے تحریر فرمایا کہ افادہ کی شرط مفید کا مستفید سے اکمل ہونا ہے آپ عربی لکھتے ہیں گو غلط لکھتے ہیں میں غلط بھی نہیں لکھتا پس آپ اکمل ٹھہرے پس شرط مفقود ہوئی اس لیے مشروط بھی مفقود ہوا۔ اھ

ایک صاحب نے پوچھنے پر عربی میں خط لکھنے کی یہ وجہ لکھی کہ **لسان اھل الجنة عربی** ۔اس پر حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ قسم کھا کر لکھو کہ اس کی بناء پر اگر تم یہاں آؤ تو کیا عربی ہی میں کلام کرو گے اس کا وہ کوئی معقول جواب نہیں دے سکے۔ اھ۔ جو بلا ضرورت عربی میں خط لکھتے ہیں صرف ان کو یہ جواب دیا جاتا ہے ورنہ جہاں واقعی ضرورت ہوتی ہے جیسے ممالک عربی سے کوئی خط آجائے وہاں حضرت والا عربی خطوط کا عربی ہی میں جواب تحریر فرماتے ہیں۔ اھ

حضرت والا کے اس جواب پہنچنے پر کہ کسی کامل سے رجوع کیجئے عربی میں خطوط بھیجنے والے پھر اردو میں خطوط بھیجنے لگتے ہیں اور ان میں سے بعض تو صراحتہً اقرار کر لیتے ہیں کہ واقعی ہمیں اظہار لیاقت ہی مقصود تھا۔ حضرت والا اکثر طالبین کو اشعار لکھنے سے بھی روکتے رہتے ہیں کہ جس کو اپنا بڑا سمجھے اس کو اشعار لکھنا یا اس کے سامنے اشعار پڑھنا خلاف تہذیب اور خلاف ادب ہے لیکن مغلوب الحال لوگوں کو معذور رکھتے ہیں۔ اسی طرح جواز راہ تکلف بہت زیادہ تعظیمی الفاظ استعمال کرتے ہیں ان کو بھی حضرت والا روک دیتے ہیں

ایک وکیل صاحب کے خطوط کے جوابات

چنانچہ حال ہی میں ایک نئے طالب نے جو ایک انگریزی داں اور ذی وجاہت وکیل ہیں اپنے عریضہ میں اپنے آپ کو حضرت والا کے دربار کا ادنیٰ غلام لکھا تو حضرت والا نے سبحان اللہ ایسے جامع اور لطیف عنوان سے متنبہ فرمایا کہ سوائے مان لینے کے کوئی چارہ ہی نہ

رہا۔ تحریر فرمایا کہ ایسے الفاظ سے اگر مجھ میں کبر ہوا تو میرا مرض بڑھتا ہے اور اگر تواضع ہوئی تو تنگی ہوتی ہے ہر حال میں ضرر ہی ہے بدنی یا نفسانی۔ اھ

انہی صاحب نے اپنے پچھلے خط کے گم ہو جانے کا بہت افسوس لکھا۔ جس کو بہت شوق سے لکھ کر بھیجا تھا اور لکھا کہ یہ میری بدقسمتی ہے حضرت والا نے اس پر بھی متنبہ فرمایا کہ مجھ کو مسلمان کے منہ سے بدقسمتی کا اقرار اچھا نہیں معلوم ہوتا مسلمان تو بدقسمت ہوتا ہی نہیں مثلاً اسی واقعہ میں آپ کا خط گم ہوا آپ کو قلق ہوا اس پر آپ کو اجر ملا تو یہ خوش قسمتی ہوئی یا بدقسمتی البتہ جو معاصی اختیاریہ ہیں ان کو خسارہ سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ اھ۔ انہی صاحب نے یہ بھی لکھا تھا کہ حضور، اس نادان اور ناتربیت یافتہ کو تربیت دیں۔ اس پر تحریر فرمایا کہ تربیت تو بڑے لوگوں کا کام ہے میں ناکارہ خود ہی محتاج تربیت ہوں کسی کی کیا تربیت کرتا البتہ خدمت سے کسی کی بھی انکار نہیں جب طریقہ سے مجھ سے خدمت لی جائے۔ اھ

انہی صاحب نے یہ بھی لکھا تھا کہ حضوری میں جناب عالی سے مرعوب ہوں اور غائبی میں کتابت کے وقت باقلم ترساں۔ اس پر تحریر فرمایا کہ ان خیالات کو دل میں بھی نہ آنے دیجئے بلا رعایت کسی خاص قاعدہ وضابطہ کے بے تکلف جو دل میں آئے لکھئے۔ صرف دو تین باتوں کا خیال کافی ہے اسی کو میں نے اوپر طریقہ سے تعبیر کیا ہے ایک تو واقعہ صاف لکھا جائے تکلف یا عبارت آرائی نہ ہو دوسرے بلاضرورت طول نہ ہو تیسرے ایک خط میں متعدد مضامین نہ ہوں لیکن اگر اس میں ارتباط ہو تو وہ ایک ہی مضمون شمار ہوگا۔ اھ

مبہم الفاظ والے خطوط کے جوابات

اسی طرح اگر کوئی طالب اپنا مدعا مبہم الفاظ میں لکھتا ہے مثلاً مجھے غلامی میں قبول فرمالیجئے۔ مجھے اپنے دامن میں ڈھانپ لیجئے۔ میرے اوپر نظر توجہ فرما دیجئے وغیرہ وغیرہ تو تحریر فرما دیتے ہیں کہ یہ گول الفاظ میں صاف الفاظ میں لکھو کہ کیا چاہتے ہو۔ اسی طرح اگر کوئی طالب لکھتا ہے کہ میری اصلاح فرمائیے یا لکھتا ہے کہ میری دستگیری فرمائیے یا لکھتا ہے کہ مجھے خدا کا راستہ بتائیے یا اور کوئی ایسی ہی درخواست کرتا ہے تو تحریر فرما دیتے ہیں کہ

ان کی تفسیر لکھو۔ تاکہ اگر وہ ان الفاظ کے مفہوم کو غلط سمجھے ہوئے ہو تو اس کو اصل مفہوم سمجھایا جائے۔ غرض جب تک مقصود کو صاف طور پر متعین نہیں کرا لیتے تعلیم نہیں شروع فرماتے۔ اور اگر کوئی طالب باوجود تنبیہ کے غیر مقصود کو اپنا مقصود قرار دیتا ہے تو تعلیم و تربیت سے عذر فرما دیتے ہیں اور تحریر فرما دیتے ہیں کہ میرے نزدیک یہ مقصود اور مطلوب فی الدین نہیں اگر آپ کے نزدیک ہو تو کسی اور سے رجوع کیجئے مجھے اس کے حصول کی تدبیر معلوم نہیں۔ اھ

ایک طبیب صاحب کے خط کا جواب

چنانچہ ایک اور سلسلہ کے اہل علم طبیب آیۂ کریمہ الا بذکر اللّٰہ تطمئن القلوب کا صحیح مفہوم نہ سمجھ کر اس کے حوالہ سے طبعی اطمینان قلب کی تحصیل کے ذرائع بار بار دریافت کرتے رہے اور حضرت والا برابر اس کا غیر مقصود ہونا اپنے خاص طریق تفہیم پر سمجھاتے رہے جب اس پر بھی ان کا اصرار باقی رہا تو حضرت والا نے پھر وہی جواب لکھ دیا جو ابھی مذکور ہوا۔ ان کے ایک خط کے مضامین کے ضروری جوابات دے کر آخری مضمون کا یہ جواب تحریر فرمایا کہ اول تو سب مقدمات متکلم فیہ ہیں فاین المدعیٰ۔ لیکن میں اس میں قیل و قال پسند نہیں کرتا اگر آپ کے ذوق میں سب دعاوی صحیح ہیں اور ایسا اطمینان مطلوب فی الدین ہے تو اخیر جواب یہ ہے کہ مجھ کو اس کا نسخہ معلوم نہیں کسی اور طبیب سے رجوع کیجئے۔ اھ

اس تنبیہ سے ان کی آنکھیں کھل گئیں اور حسب ذیل عریضہ بھیجا۔

"حضرت اکرم **نفعنا اللّٰہ بطول بقائکم وادام لنا برکاتکم۔ السلام علیکم** گرامی نامہ وصول ہو کر موجب شرف و برکت ہوا جسے سابق خطوط کے ساتھ مکرر بغور میں نے پڑھا اور مجھے اپنی غلطی فکر و رائے پر تنبہ ہو کر حقیقت حال منکشف ہوئی اور یہ حضرت کی توجہ کی برکت ہے۔ واقعی حسن کار اطمینان طبعی پر موقوف نہیں (اور اس کے لیے صرف علم و قدرت کی ضرورت ہے) اور نہ ایسا اطمینان مطلوب فی الدین ہو سکتا ہے۔ حضرت نے میرے خطوط کے جواب میں جو مختصر مگر لطیف انتباہات و ہدایات فرمائے ہیں وہ میرے واسطے نافع ہوئے اور انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ بھی نفع مند ہوں گے۔ اس پر حضرت والا نے

اظہار مسرت فرمایا اور تحریر فرمایا هنیئاً لکم العلم۔اھ

اس سلسلہ کی پوری خط و کتابت امداد الفتاویٰ میں موجود ہے اور النور بابتہ شعبان و رمضان و شوال ۵۲ھ میں تحت عنوان احکام الایقان لاقسام الاطمینان شائع بھی ہوچکی ہے۔اس واقعہ سے حضرت والا کے خاص طریق افہام و تفہیم کا بدرجہ کمال نافع ہونا ثابت ہوتا ہے۔ فللّٰہ الحمد۔اھ

۳-غیر جوابی خطوط کا جواب نہ دینا

حضرت والا بہ استثناء مواقع خصوصیت غیر جوابی خطوط کے جواب نہیں دیتے کیونکہ قاعدہ سے ڈاک کا محصول خود جواب طلب کرنے والے پر ہے نہ کہ جواب دینے والے پر اور حضرت والا خود بھی اس قاعدہ کے اس قدر سختی کے ساتھ پابند ہیں کہ اگر کسی جان نثار خادم کو بھی اپنی ضرورت سے جواب طلب خط تحریر فرماتے ہیں تو ہمیشہ جوابی ہی تحریر فرماتے ہیں اور فرمایا کرتے ہیں کہ جب میری ہی غرض ہے تو ان پر خواہ مخواہ کیوں محصول کا بار ڈالا جائے۔گو اکثر ایسے خدام اپنے ہی پاس سے محصول دے کر جواب بھیجتے ہیں اور حضرت والا کا جوابی کارڈ یا لفافہ واپس کر دیتے ہیں لیکن حضرت والا اپنی طرف سے کبھی ان پر بار نہیں ڈالتے۔

۴-بلا تاخیر جواب کا اہتمام

حضرت والا کو خطوط کے بلا تاخیر جواب دینے کا اسقدر اہتمام ہے کہ شاید و باید۔ یہاں تک کہ خطوط لکھنے والے پہلے سے حساب لگا لیتے ہیں کہ فلاں دن جواب آئے گا۔اور اگر ڈاک خانہ کی غلطی سے (اور اکثر یہی سبب ہوتا ہے) یا اور کسی خاص وجہ سے اس روز جواب نہیں پہنچتا تو متردد ہو جاتے ہیں چنانچہ بعض نے یہ خیال کر کے کہیں تاخیر کا سبب نصیب اعداء علالت طبع نہ ہو ہر وقت خط نہ پہنچنے پر فوراً دریافت خیریت کا عریضہ لکھا۔

اکثر دیکھا گیا کہ پچاس پچاس خطوط روزانہ آئے جن میں اکثر طویل ہوتے ہیں۔ مگر سب کے جواب سے ہمروزہ فارغ ہوتے رہے خواہ عصر سے مغرب تک اور مغرب سے عشاء بلکہ عشاء کے بعد تک برابر مشغول رہنا پڑا۔اور جس زمانہ میں سفر فرمایا کرتے تھے تو کئی کئی دن کی ڈاک یکجائی پہنچتی تھی اس حالت میں خود احقر نے بارہا دیکھا کہ جب تک

اکثر خطوط کا جواب لکھ کر کام کو اپنے قابو میں نہیں کر لیا راتوں کو سوئے نہیں بلکہ ایسا بھی ہوا کہ وعظ سے آدھی رات کو فارغ ہو کر تشریف لائے اور واپسی پر ڈاک کو لے بیٹھے اور درد سر کی حالت میں بھی سر کو بار بار ہاتھ سے دباتے جاتے اور جواب لکھتے جاتے۔ جب کوئی عرض کرتا کہ حضرت اس وقت آرام فرمالیں اور خطوط کے جوابات صبح تحریر فرما دیجئے گا تو فرماتے ہیں کہ میری طبیعت پر کام کا تقاضا اتنا ہوتا ہے کہ اگر میں کام پڑے رہنے کی حالت میں سونا بھی چاہوں تو نیند نہیں آسکتی پھر کام ہی کیوں نہ کروں۔ اھ

انضباطِ اوقات

حضرت والا کے انضباط اوقات اور روز کا روز کام ختم کر دینے پر بڑے بڑے اہل محکمہ اور اہل ضابطہ حیران ہو ہو گئے ہیں اور ان کو ماننا پڑا ہے کہ بلا اعانت خداوندی اور قوت روحانی کے کوئی شخص اتنا اور اس شان کا دماغی کام شب و روز کر نہیں سکتا اور ایک دو روز کی بات نہیں بلکہ حضرت والا کی تو ساری عمر اسی حالت میں گزری ہے اور اس ضعف پیری میں بھی بعون اللہ تعالیٰ وہی عالم ہے۔

واقعی دیکھنے والوں کو حیرت ہوتی ہے کہ اکثر و بیشتر بعد مغرب بھی بعد عشاء بھی قبل فجر بھی لالٹین جلائے ہوئے اور بعد عصر بھی وقت غروب تک آنکھوں پر زور دے دے کر برابر مطالعہ اور تحریر کا کام کرتے رہتے ہیں۔ بس بلا مبالغہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک مشین ہے جو کسی قوت غیبیہ برقیہ کے سہارے رات دن بلا تکان چل رہی ہے۔ **وذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء**۔ اللہ تعالیٰ حضرت والا کو صحت و عافیت کاملہ دائمہ اور فیوض و برکات عامہ تامہ کے ساتھ غیر معمولی طویل عمر نصیب فرمائے۔ **آمین ثم آمین یارب العالمین**۔

۵۔ خطوط کے جوابات دینے کی ترتیب و درجہ بندی

حضرت والا ڈاک کے پہنچتے ہی فوراً اسی کی جانب ہمہ تن متوجہ ہو جاتے ہیں۔ اور جو خطوط اہل خصوصیت کے ہوتے ہیں ان کو چھانٹ کر الگ رکھتے جاتے ہیں تا کہ جواب تحریر فرماتے وقت ان کو مقدم کیا جائے۔ یہ تقسیم تو محض شان خط پہچاننے کی بناء پر ہوتی ہے پھر بعد

کو سرسری مطالعہ فرمانے سے جو خطوط بلحاظ مضامین قابل تقدیم معلوم ہوتے ہیں ان کو بھی الگ رکھ لیتے ہیں۔ نیز جن خطوط کے جواب غور طلب یا طویل ہوتے ہیں یا ان کے جواب کے لیے مراجعت کتب کی ضرورت ہوتی ہے جس کو بعض حالات میں گوارا فرماتے ہیں ان کو عموماً صبح کے وقت کیلئے جو نسبتہً فراغ اور گنجائش کا وقت ہوتا ہے رکھ لیتے ہیں۔ جن خطوط میں کوئی ناگوار مضمون ہوتا ہے ان کا جلدی سے جواب لکھ کر فوراً قبل از وقت ہی ڈاک میں ڈلوا دیتے ہیں اور فرمایا کرتے ہیں کہ ایسے خطوط کا پاس رکھا رہنا بھی مجھے اذیت دہ ہوتا ہے۔

۶-استفتاء کا جواب

حضرت والا اب ضعف پیری اور قلت فرصت کی وجہ سے بہ استثناء مواقع خصوصیت ایسے استفتوں کے جواب لکھنے سے عذر فرما دیتے ہیں جن میں مراجعت کتب کی ضرورت ہو اور تحریر فرما دیتے ہیں کہ مجھ کو مراجعت کتب کی نہ فرصت نہ قوت کسی اور جگہ سے تحقیق کر لیا جائے۔ اھ۔ بعض صاحبوں نے اصرار فرمایا کہ ہمیں تو حضور ہی کے فتوے پر اطمینان ہوتا ہے تو تحریر فرما دیا کہ اس اطمینان کی یہ بھی تو صورت ہو سکتی ہے کہ جب اور جگہ سے فتویٰ حاصل کر لیا جائے تو اس فتوے کو میرے پاس بھیج کر مجھ سے بھی اس کی تصدیق کرالی جائے۔

حضرت والا عرصہ سے اس اہتمام میں ہیں کہ اپنی مختلف دینی خدمات کو رفتہ رفتہ دوسروں کی طرف منتقل فرما دیں۔ چنانچہ فتویٰ نویسی تو بہت ہی کم کر دی ہے اور بعض خاص صورتوں میں جن کی بقدر ضرورت تفصیل قریب ہی عنوان دوم اصول متعلقہ تعلیم و تربیت میں گزر چکی ہے۔ طالبین کو بھی اپنے خلفاء مجازین کے سپرد فرما دیتے ہیں اور ایک بار اس کا راز یہ فرماتے تھے کہ دین کی بہت سی خدمات کا کسی ایک ہی شخص سے وابستہ ہو جانا ہرگز مناسب نہیں کیونکہ انسان کیساتھ موت اور حیات لگی ہوئی ہے۔ اس کے انتقال کے بعد ایک ساتھ اتنی خدمات بند ہو جائیں گی۔ گو چند روز ہی کے لیے سہی تو اس کا دین پر برا اثر پڑے گا یا کم از کم اہل حاجت چند روز مشوش ہی رہیں گے۔ اھ

ایک بار یہ بھی فرمایا کہ میں اس لیے بھی دینی کاموں کو مختلف جگہوں میں تقسیم کرتا رہتا ہوں کہ میں چاہتا ہوں کہ میرے مرنے کا بھی کسی کو صدمہ نہ ہو۔ کہ اتنے کام ایک ساتھ بند

ہوگئے میں تو مسلمانوں کی اتنی تکلیف بھی گوارا نہیں کرتا کہ کوئی میرے مرنے کا بھی افسوس کرے گو طبعی افسوس کا انسداد قبضہ سے باہر ہے۔

غرض حضرت والا کو اب ایسے کاموں کی ہرگز تکلیف نہ دینی چاہیے جو اور جگہ بھی ہوسکتے ہیں۔ بس اب تو حضرت والا سے صرف اصلاح اعمال ہی کے متعلق خط و کتابت کرنی چاہیے کیونکہ یہ خدمت اور جگہ اس اہتمام وانتظام سے نہیں ہورہی گو حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ یہ خدمت اور خدمتوں سے چھوٹی ہے لیکن یہ بھی ضروری ہے جیسے بڑے بڑے مدرسوں کے مقابلہ میں (جہاں بڑی بڑی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں بغدادی قائدہ اور الف ب ت نہیں پڑھائی جاتی چھوٹا مکتب جس میں ا ب ت پڑھائی جاتی ہے کوئی چیز نہیں لیکن اکثر کسی زمانہ میں بڑے ہی بڑے مدد سے رہ جائیں تو اس وقت اس کی ضرورت ہوگی کہ کوئی چھوٹا مکتب بھی قائم کیا جائے جس میں قاعدہ بغدادی کی تعلیم ہو۔

۷۔عورت کے خطوط کے جواب کی شرط

متعدد صالح کی بناء پر جن میں سے بعض مختلف مواقع پر غالباً ذکر بھی کی جاچکی ہیں۔ حضرت والا کسی عورت کے خط کا جواب اس وقت تک نہیں تحریر فرماتے جب تک وہ اس خط پر اپنے شوہر یا کسی محرم کے دستخط کرا کر نہیں بھیجتی۔ یہاں تک کہ ایک بے پردہ بڑے درجہ کی عورت کو بھی جو ایک کالج کی پرنسپل تھی اپنے اس معمول سے مطلع فرمادیا اور پھر اس نے بھی اپنے شوہر کے دستخط کرا کر بھیجے۔ اس معمول سے وہ عورتیں مستثنیٰ ہیں جو اہل قرابت ہیں یا جن کے مردوں سے مثل اہل قرابت کے تعلق ہے۔

۸۔نقل کو اصل سے دیکھنے کا اہتمام

اگر کسی کے خط میں حضرت والا کے کسی پچھلے جواب کا حوالہ ہوتا ہے تو جب تک اس کو طلب فرما کر ملاحظہ نہیں فرمالیتے جواب نہیں تحریر فرماتے اور محض نقل کو کافی نہیں سمجھتے کیونکہ عموماً لوگوں کو پوری بات نقل کرنے کا اہتمام نہیں ہے۔ ایسے موقعوں پر تحریر فرمادیتے ہیں کہ میرا پہلا خط بجنسہ بھیج دیں۔ اھ۔ اگر ایسے متعدد خطوط ہوں تو ہدایت فرمادیتے ہیں کہ ان پر ترتیب وار نمبر ڈال دیئے جائیں لیکن پن یا ڈورے سے نتھی کرنے کو ناپسند فرماتے ہیں

کیونکہ ڈورے سے نتھی ہونے کی صورت میں سارے خطوط کو ایک ساتھ لئے ہوئے پڑھنا پڑتا ہے اور جواب لکھنا پڑتا ہے جو دقت طلب اور موجب خلجان ہے۔ راحت اسی میں رہتی ہے کہ سب خطوط جدا جدا ہوں اور نمبر پڑے ہوئے ہوں تاکہ جس خط کو چاہیں نکال کر آسانی کے ساتھ پڑھ لیں اور جواب لکھ دیں۔ اور پن لگانے میں چبھ جانے کا اندیشہ ہے چنانچہ کئی بار حضرت والا کے ہاتھ میں چبھ چبھ گئی جس سے بہت تکلیف ہوئی۔ اھ

پچھلا خط طلب فرمانے کا یہ مطلب نہیں کہ کاتب خود اس کے متعلق کچھ نہ لکھے بلکہ اس کو چاہیے کہ جس مضمون کا حوالہ دے اس کو خود بھی اپنے خط میں پورا پورا نقل کردے۔ پچھلا خط تو محض اس لیے منگوایا جاتا ہے کہ اگر ضرورت ہو اور کاتب کی نقل عبارت محولہ کے سمجھنے کے لیے ناکافی ہو تو اصل خط کو دیکھ لیا جائے۔ یہ مطلب نہیں کہ کاتب صاحب تو محض حوالہ دے کر سبکدوش ہو جائیں اور حضرت والا خود ہی اس مضمون کو ڈھونڈھنے اور پڑھنے اور حوالہ کے سمجھنے کی دقت اٹھائیں۔ اھ

ایک طالب کو ایسی ہی بے عنوانی پر تحریر فرمایا کہ دو خط سابق رکھنا خلاف اصول ہے تازہ خط کے ساتھ صرف ایک اخیر کا خط آنا چاہیے اور تازہ خط میں بھی مضمون پورا لکھنا چاہیے۔ خط سابق صرف احتیاطاً منگوایا جاتا ہے۔ میرے پاس وقت زیادہ نہیں ہے اس لیے میرے ساتھ آسانی کی بے حد رعایت چاہیے۔ اھ

۹- طالب کے خط پر ہی جواب لکھنا

حضرت والا خط کے ہر مضمون کا جواب اس کے محاذ میں ارتباط کے لیے لکیر کھینچ کر ساتھ کے ساتھ حاشیہ پر تحریر فرماتے جاتے ہیں تاکہ مضمون اور جواب دونوں بیک وقت مکتوب الیہ کی نظروں کے سامنے ہوں اور وہ جواب کو اچھی طرح سمجھ سکے اسی لیے حضرت والا کی یہ ہدایت ہے کہ خط کے ہر صفحہ پر نصف یا کم از کم ثلث کا حاشیہ جواب کیلئے چھوڑ دینا چاہیے۔

اسی مصلحت سے کہ مضمون اور جواب دونوں ساتھ ہوں حضرت والا ایسے مضامین کا جواب جن میں سوال و جواب کے انطباق کی ضرورت ہو کارڈ پر نہیں تحریر فرماتے بلکہ تحریر فرما دیتے ہیں کہ ایسے امور کے جواب کے لیے کارڈ کافی نہیں لیکن لفافہ کے انتظار میں خطوط کو محفوظ نہیں رکھتے ورنہ انبار کے انبار خطوط امانت رکھنے پڑیں۔ بعض کم فہم حضرت والا کے اس تحریر فرمانے پر کہ

جواب کے لیے کارڈ کافی نہیں محض لفافہ بھیج دیتے ہیں جس پر حضرت والا تحریر فرما دیتے ہیں کہ وہ مضمون کہاں ہے جس کا جواب چاہا جاتا ہے کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ وہ میرے پاس محفوظ ہے حالانکہ تم کو اس سمجھنے کا کوئی حق نہیں کیونکہ کسی قاعدہ سے اس کا محفوظ رکھنا میرے ذمہ نہیں۔ اھ

حضرت والا خود تو بمصالح مذکور بالا اپنا جواب مکتوب الیہ ہی کے خط پر تحریر فرماتے ہیں لیکن اگر مکتوب الیہ جواب الجواب کو حضرت والا ہی کے جواب پر لکھ کر بھیجتا ہے تو چونکہ جواب الجواب کی صورت میں بھی ایسا کرنا موجب خلجان ہوتا ہے نیز اپنے سے بڑے کے لکھے ہوئے خط پر اس کا جواب لکھنا خلاف تہذیب بھی ہے اس لیے بہت تاکید کے ساتھ اس کی ممانعت فرما دیتے ہیں اور تحریر فرما دیتے ہیں کہ جس کو آدمی بڑا سمجھے گو وہ واقع میں بڑا نہ ہو اس کے لکھے ہوئے پرچہ پر جواب لکھنا خلاف تہذیب اور خلاف ادب ہے۔ اھ

اور اپنا ادب کرانے کے متعلق حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ اس کا منشاء یہ نہیں ہے کہ میں اپنے آپ کو قابل تعظیم سمجھتا ہوں یا میں اپنی تعظیم کرانا چاہتا ہوں لاحول ولاقوۃ میں کیا چیز ہوں جو میری تعظیم کی جائے لیکن اس عدم تعظیم پر اس لیے نکیر ہے کہ جب کسی نے ایک شخص کو اپنے اعتقاد میں معظم سمجھ لیا ہے تو پھر وہ اب اپنے اعتقاد عظمت کا حق کیوں نہیں ادا کرتا۔ اپنے اعتقاد کے خلاف اس کے ساتھ کیوں معاملہ کرتا ہے ورنہ مجھ کو تو واللہ اس تصحیح معاملہ کی تعلیم کرتے ہوئے بھی نہایت خجلت ہوتی ہے مگر بضرورت اصلاح کہنا ہی پڑتا ہے۔ اھ

۱۰- چند وہ امور جن کی خلاف ورزی سے اذیت ہوتی ہے

اس نمبر میں چند ایسے ضروری امور کی رعایت نہ کرنے سے حضرت والا کو سخت اذیت ہوتی ہے۔ بطور نمونہ کے مختصراً عرض کر کے عنوان ہذا کو انشاء اللہ تعالیٰ ختم کر دیا جائے گا۔ کاتبین خطوط ان باتوں کا خاص طور سے لحاظ رکھیں۔ وہ امور یہ ہیں۔

جوابی لفافہ کی بجائے ٹکٹ بھیجنا

کاتبین خطوط کو چاہیے کہ جواب کے لیے بجائے ٹکٹ بھیجنے کے لفافہ یا کارڈ بھیجیں جس پر اپنا پورا پتہ اور نام صاف طور پر خود ہی لکھ دیں ور اس پر ٹکٹ بھی خود ہی چسپاں کر دیں

اور اگر دستی بنا ہوا لفافہ ہو تو سوائے ایک طرف کے اس کے بقیہ اطراف کو خود ہی چسپاں کر دیں بلکہ بہتر تو یہ ہے کہ اس کھلی ہوئی طرف پر بھی گوند لگا کر اور خشک کر کے چھوڑ دیں تاکہ حضرت والا کو سوائے جواب لکھنے اور خط کو لفافہ کے اندر رکھ کر بند کر دینے اور روانہ کرا دینے کے اور کوئی زحمت نہ کرنی پڑے۔

اگر ایسا نہیں کیا جاتا تو دیکھنے والے روزمرہ دیکھتے ہیں کہ حضرت والا کو سخت اذیت ہوتی ہے اور سخت زحمت اٹھانی پڑتی ہے کیونکہ ٹکٹ رکھنے کی صورت میں بعض اوقات باوجود خطوط کو بحفاظت کھولنے کے ٹکٹ گر جاتے ہیں اور بعض اوقات حضرت والا ٹکٹوں کو چسپاں کرنے کی غرض سے نکال کر رکھتے ہیں تو ہجوم خطوط اور ہجوم مشاغل کی وجہ سے جو دوران تحریر جوابات میں بھی برابر پیش آتے رہتے ہیں ٹکٹوں کے رکھنے کی جگہ یاد سے اتر جاتی ہے۔ بہرصورت ٹکٹوں کو ڈھونڈھنے میں بڑی دقت ہوتی ہے اور بڑا وقت صرف ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ بہت دفعہ ایسا ہوا کہ کوئی گرا ہوا ٹکٹ نظر پڑا تو سارے لفافے کھول کھول کر دیکھنے پڑے تاکہ یہ پتہ چلے کہ وہ کس خط کا ٹکٹ ہے اور بعض مرتبہ پتہ نہ چل سکا تو حسب معمول اس کو ایک مہینہ تک امانت رکھ کر پھر بھی پتہ نہ لگنے کی صورت میں بمصارف لقطہ خیرات کر دینا پڑا اور بعض مرتبہ دو خطوط کے جوابی لفافے بلا ٹکٹ ملے تو اس احتمال پر کہ نہ معلوم ان میں سے کون سے لفافہ کا یہ ٹکٹ ہے ایک لفافہ پر تو وہ ملا ہوا ٹکٹ لگایا اور احتیاطاً دوسرے پر بھی اپنے پاس سے ٹکٹ لگایا۔ ٹکٹوں کو لفافہ پر چسپاں کر کے نہ بھیجنے کی صورت میں یہ بھی خرابی ہے کہ بعض اوقات ان پر کافی گوند نہیں ہوتا تو وہ اچھی طرح چپکتے نہیں چنانچہ بہت مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ حضرت والا نے ٹکٹ چسپاں کر دیا لیکن بعد کو وہ خود بخود اکھڑ گیا اور الگ پڑا ہوا پایا گیا اور پھر اس خط کو تلاش کرنے کے لیے پشتارۂ خطوط کو الٹنا پلٹنا پڑا۔ اگر ٹکٹ خود لگا کر نہ بھیجنے میں یہ مصلحت ہو کہ جس طرف سے لفافہ بند کیا جاتا ہے اس طرف لگایا جا سکے تاکہ مضبوطی ہو جائے اور لفافہ راستہ میں کھلنے نہ پائے جیسا کہ بعض نے پوچھنے پر بھی مصلحت لکھی تو اس کی یہ بھی تو صورت ہو سکتی ہے کہ جس پرت کو بند کیا جاتا ہے اس کے کنارہ پر ٹکٹ کے آدھے حصہ کو خود چسپاں کر دیا جائے اور آدھا حصہ یوں ہی چھوڑ دیا جائے۔ اس طرح ٹکٹ بھی گرنے سے محفوظ ہو جائے گا اور وہ مصلحت بھی

پوری ہو جائے گی اور حضرت والا آسانی کے ساتھ لفافہ بند کر سکیں گے۔ اسی ہفتہ کی بات ہے ایک صاحب نے دستی لفافہ بنا کر بھیجا جس کی سب اطراف کھلی ہوئی تھیں اور کسی طرف بھی گوند نہیں لگا ہوا تھا نہ ٹکٹ چسپاں تھا۔ حضرت والا نے تنبیہاً لفافہ کی اطراف کو دستور کھلا ہوا ہی رکھا البتہ خط کو گرنے سے محفوظ کرنے کے لیے سوئی سے ڈورے کا ایک چھوٹا سا ٹانکا لگا دیا۔ غرض حضرت والا کو ان سب کوتاہیوں سے بہت ہی اذیت ہوتی ہے۔

پتہ لکھا ہوا جوابی لفافہ نہ بھیجنا

اسی طرح پتہ لکھا ہوا جوابی لفافہ نہ ہونے کی صورت میں بھی حضرت والا کو سخت زحمت ہوتی ہے کیونکہ حضرت والا کاتب ہی کے ہاتھ کا لکھا ہوا پتہ جواب کے لفافہ پر ہونا ضروری سمجھتے ہیں تاکہ غلطی و نقل وغیرہ کا کوئی احتمال نہ رہے اور اگر خود کاتب ہی کا لکھا ہوا پتہ غلط یا ناصاف ہو تو خط نہ پہنچنے کا وہ خود ہی ذمہ دار ہوگا۔ حضرت والا کو افسوس اور خجلت نہ ہوگی چنانچہ کچھ عرصہ ہوا ایک خط پتہ کی غلطی کی وجہ سے حضرت والا کے پاس لوٹا تو حضرت والا نے فرمایا کہ دیکھئے اگر میرے ہاتھ کا لکھا ہوا پتہ ہوتا تو مجھ کو کس قدر افسوس ہوتا۔ انہیں مصالح کی بناء پر حضرت والا کا معمول ہے کہ اگر جوابی لفافہ پر پتہ لکھا ہوا نہیں ہوتا تو خط کو اس طرح تہہ فرماتے ہیں کہ خط کے اندر کا وہ مقام جہاں خود کاتب کے ہاتھ کا پتہ لکھا ہوا ہوتا ہے اوپر رہتا ہے پھر اس کو لفافہ کے اندر رکھ کر لفافہ کے اوپر کے حصہ کے کاغذ کو اس طرح کاٹ دیتے ہیں کہ وہ کاتب کا لکھا ہوا پتہ لفافہ کے اندر سے دکھائی دینے لگتا ہے۔ پھر اس پتہ پر لکھے ہوئے مقام کو لفافہ کے کٹے ہوئے حصہ کے کناروں سے بذریعہ گوند چپکا دیتے ہیں تاکہ وہ اپنی جگہ سے ہٹ نہ سکے اور پتہ برابر نمایاں طور پر دکھلائی دیتا رہے یا اگر کافی جگہ نہ ہونے کی وجہ سے یہ احتمال ہوتا ہے کہ گوند اچھی طرح نہ لگے گا اور راستہ میں خط الگ ہو کر گر جائے گا یا یہ احتمال ہوتا ہے کہ گوند کے لگ جانے سے کھولتے وقت خط کا ایسا حصہ پھٹ جائے گا جس پر مضمون ہے تو پھر بجائے گوند لگانے کے ڈورے سے سی دیتے ہیں۔ پھر لفافہ کے اندر رکھ دینے اور چپکا دینے یا سی دینے کے بعد پتہ کے آس پاس جو عبارت زائد ہوتی

ہے اس کو اچھی طرح قلمزد فرما دیتے ہیں تاکہ صرف پتہ ہی پتہ رہ جائے اور ڈاک والے آسانی کے ساتھ اس کو پڑھ لیں۔ اگر کوئی ٹکٹ بھیجتا ہے لفافہ نہیں بھیجتا تو خط کو اس طرح تہہ فرما کر جس طرح مذکور ہوا خط ہی پر ٹکٹ چسپاں کر کے ڈاک میں ڈلوا دیتے ہیں۔

اوپر کے بیان سے ناظرین کرام نے اندازہ فرما لیا ہوگا کہ حضرت والا اپنے اصول کو برتنے میں اس امر کا کس قدر اہتمام رکھتے ہیں کہ نہ ڈاک والوں کو کوئی پریشانی ہو نہ خط کے ضائع ہو جانے کا احتمال رہے نہ خط پانے والے کی کوئی مصلحت فوت ہو حالانکہ وہ بوجہ اپنی کوتاہیوں کے اتنی رعایت کا مستحق بھی نہیں ہوتا۔ اس سارے اہتمام میں حضرت والا کا بہت وقت صرف ہو جاتا ہے اور سخت دقت اٹھانی پڑتی ہے اور گو حضرت والا اپنا ایک منٹ بھی فضول صرف فرمانا اور خواہ مخواہ دقت اٹھانا ہرگز گوارا نہیں فرماتے لیکن چونکہ یہاں اس کی ضرورت اور مصلحت ہوتی ہے اس لیے باوجود بہت تعب ہونے کے نہایت سکون کے ساتھ یہ سب کارروائی کرتے رہتے ہیں حالانکہ اس کو دیکھ دیکھ کر پاس بیٹھنے والوں کو بھی سخت خلجان ہوتا ہے لیکن چونکہ حضرت والا کی طبع مبارک بفضلہ تعالیٰ فطری طور پر نہایت بااصول ہے اس لیے جہاں واقعی ضرورت ہوتی ہے وہاں تو سخت سے سخت تعب بھی موجب پریشانی نہیں ہوتا اور جہاں ضرورت نہ ہو وہاں ذرا سا تعب بھی برداشت نہیں فرما سکتے۔

خلاف ورزی کرنے والوں کو عملی تنبیہ

اسی ہفتہ کی بات ہے ایک لفافہ کو اسی طرح کاٹ چھانٹ رہے تھے اتفاق سے جناب مہتمم صاحب دارالعلوم دیوبند بھی تشریف فرما تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ اس میں تو خود پتہ لکھ دینے سے بھی کہیں زیادہ وقت صرف ہو جاتا ہے فرمایا کہ بلا سے کیونکہ مصلحت ہے اور میں اس لیے بھی ایسا کرتا ہوں کہ خط بھیجنے والے صاحب کو یہ تو معلوم ہو جائے کہ ان کی اس حرکت سے مجھے کتنی تکلیف پہنچی اور آئندہ ایسی حرکت نہ کریں اور ہمیشہ کے لیے عملی تنبیہ ہو جائے۔ اھ

اس عملی تنبیہ کے علاوہ حضرت والا لفافہ پر بالتصریح بھی تحریر فرما دیتے ہیں کہ اگر پتہ لکھا ہوا لفافہ بھیج دیتے تو مجھ کو یہ تکلیف نہ ہوتی۔ بعض کو زجراً بلا جواب ہی خط واپس

فرما دیتے ہیں اور تحریر فرما دیتے ہیں کہ جتنا وقت جواب لکھنے میں صرف ہوتا ہے وہ پتہ کو لفافہ پر لانے اور تنبیہی عبارت کے لکھنے ہی میں صرف ہو گیا اب دوسرے خطوط کے جواب لکھنے ہیں اس لیے خط بلا جواب واپس ہے۔اھ

غرض اس طرح کاتب کو عمر بھر کے لیے سبق ہو جاتا ہے اور پھر کبھی اس سے ایسی اذیت دہ حرکت سرزد نہیں ہوتی۔

لفافہ کا تنگ ہونا

بعض کاتبین لفافہ کو اس طرح چسپاں کرتے ہیں کہ کھولتے وقت بڑی دشواری ہوتی ہے اور بعض اوقات اندر کا خط پھٹ جاتا ہے۔ اسی طرح بعض کاتبین لفافہ اتنا تنگ بناتے ہیں یا خط کی تہہ اتنی بڑی بنا کر رکھتے ہیں کہ اوپر کا لفافہ کھولنے کے لیے کوئی جگہ ہی نہیں رہتی ایسی صورت میں بھی دقت کے علاوہ بعض اوقات خط ہی پھٹ جاتا ہے۔

ٹکٹ کا مشکوک ہونا

کاتبین کو یہ بھی چاہیے کہ جواب کے لیے جو ٹکٹ بھیجیں وہ بالکل صاف ہو میلا یا داغدار یا چھلا ہوا یا اور کسی طرح سے مشکوک حالت میں نہ ہو کیونکہ حضرت والا ایسے ٹکٹ لگاتے ہی نہیں تاکہ خدانخواستہ کوئی قصہ نہ کھڑا ہو جائے جیسا کہ بہت سے لوگوں پر ایسی صورتوں میں ڈاکخانہ کی طرف سے فوجداری کے مقدمات قائم کر دیئے گئے ہیں۔ چونکہ حضرت والا بلا ضرورت شرعیہ خلاف احتیاط کام کرنا جس میں اپنی آبرو کا یا اور کسی قسم کے ضرر کا اندیشہ ہو خلاف مصلحت بلکہ خلاف شریعت سمجھتے ہیں اس لیے مشکوک ٹکٹ ہرگز نہیں لگاتے۔ بلکہ جن مستعمل ٹکٹوں پر مہر کا نشان بہت کم یا بالکل نہیں ہوتا ان کو فوراً چاک فرما دیتے ہیں تاکہ کوئی ردی میں سے بھی نکال کر مکرر استعمال نہ کر سکے۔

رنگین روشنائی سے لکھا ہوا خط

حضرت والا رنگین روشنائی سے لکھے ہوئے خطوط کو بھی پسند نہیں فرماتے کیونکہ گو بعض اقوال پر گنجائش ہے لیکن پڑیہ کے رنگ میں اسپرٹ کے شبہ ہونے کی وجہ سے حضرت والا

اس سے احتیاط ہی فرماتے ہیں۔

بعض اوقات دیکھا گیا کہ اچکن کی جیب میں کوئی رنگین روشنائی سے لکھا ہوا خط رکھ لیا پھر نماز کے اندر یاد آیا تو نماز کی حالت ہی میں اس کو جیب سے نکال کر پھینک دیا لیکن بوجہ اختلاف گنجائش ہونے کے نماز کو دہرایا نہیں۔ اسی طرح بعض اوقات اس پر تر ہاتھ بھی لگ جاتا ہے جس سے دھونا پڑتا ہے اور بعض اوقات ایسا بھی ہوا کہ دھونے سے بھی پورے طور پر نہیں چھوٹا اور کپڑوں پر لگ گیا تو کپڑے بھی خراب ہوئے۔ غرض چونکہ حضرت والا کو رنگین روشنائی کے لکھے ہوئے خطوط سے تکلیفیں پہنچتی ہیں اس لیے طالبین اس کی بھی حتی الامکان احتیاط رکھیں تو بہتر ہے۔

دھندلی روشنائی

اگر کسی وقت اور سیاہی نہ ہو تو پنسل ہی سے لکھ دیں لیکن ذرا ہاتھ دبا کر تا کہ تحریر دھندلی نہ ہو جو پڑھنے ہی میں نہ آئے یا پڑھنے میں دقت ہو ویسے بھی اس کا بہت خیال رکھیں کہ جو کچھ لکھیں بہت صاف حروف میں۔ روشن سیاہی سے لکھیں تا کہ خط آسانی سے پڑھا جا سکے اور عبارت بھی بہت واضح لکھیں کہ مطلب فوراً سمجھ میں آتا چلا جائے جو خطوط پڑھے نہیں جاتے بآسانی سے سمجھ میں نہیں آتے ان کا بہت غور کر کے مطالعہ کرنے یا مطلب سمجھنے میں حضرت والا اپنا وقت صرف نہیں فرماتے کیونکہ اتنا وقت ہی نہیں ملتا اور تنبیہ لکھ کر بلا جواب واپس فرما دیتے ہیں ورنہ اور سب کام پڑے رہ جائیں۔

بعض ایسے ہی خطوط کا یہ جواب تحریر فرمایا کہ حروف باریک روشنائی تاریک خط پڑھنے میں بہت تکلف ہوتا ہے اس لیے بلا جواب واپس ہے اسی طرح بہت لمبے خطوط کو یہ لکھ کر واپس فرما دیتے ہیں کہ نصف صفحہ یا دس بارہ سطروں سے زیادہ کا مضمون ایک خط میں نہ ہونا چاہیے کیونکہ میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے۔

دنیاوی امور کے بارے میں مشورہ

حضرت والا سے دنیوی امور کے متعلق کوئی مشورہ دریافت نہ کرنا چاہیے نہ کوئی اور استدعا کرنی چاہیے۔ کیونکہ حضرت والا کو نہ ایسے امور سے دلچسپی نہ ایسے امور کا تجربہ چنانچہ

اسی بناء پر حضرت والا عموماً اس سے عذر فرما دیتے ہیں اور اگر مواقع خصوصیت میں کوئی مشورہ دیتے بھی ہیں تو اکثر اس عنوان سے کہ اگر آپ کی جگہ میں ہوتا تو یہ کرتا۔

حضرت والا مشورہ دینے سے اس لیے بھی گریز فرماتے ہیں کہ آج کل لوگ عموماً مشورہ کی حقیقت ہی نہیں سمجھتے اور اس کے مضر ہونے پر یا مفید نہ ہونے پر خود مشیر کو ذمہ دار قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ مشورہ تو محض دوسرے کی اعانت کے لیے ہوا کرتا ہے کہ رائے قائم کرنے میں اس کو سہولت ہو۔ اھ

اور حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ آج کل مشورہ دینے میں اکثر یہ بھی خرابی ہے کہ معتقدین بوجہ غلو فی الاعتقاد کے مشورہ کے متعلق یہ غلط عقیدہ رکھتے ہیں کہ شیخ کے قلب میں مضر یا غلط بات آ ہی نہیں سکتی اور اس میں یقین خیر سمجھتے ہیں اور اس کے خلاف کرنے میں یقینی ضرر سمجھتے ہیں یہ سب غلو فی الاعتقاد ہے جس کی اصلاح ضروری ہے۔

تعویذ گنڈے

اسی طرح حضرت والا تعویذ گنڈوں کے شغل کو بہت ہی ناپسند فرماتے ہیں کیونکہ اول تو اس میں عوام کا اور دنیا داروں کا بہت ہجوم ہو جاتا ہے جس سے دینی ضرر اور تضیع اوقات کا قوی اندیشہ ہے دوسرے اس کے متعلق لوگوں نے عقیدہ میں بھی بہت غلو کر رکھا ہے اور اس کو اس کے درجہ سے بھی آگے بڑھا رکھا ہے۔ چنانچہ اس کے برابر نہ دعا کو مؤثر سمجھتے ہیں نہ ان تدابیر کو جو ایسے مقاصد کے لیے موضوع ہیں اور اگر اثر ہو جائے تو اس کو بزرگی کی علامت سمجھتے ہیں۔

حضرت والا اس کے متعلق ہمیشہ تقریراً و تحریراً علماً و عملاً اصلاح عقیدہ فرماتے رہتے ہیں اور عملیات کے اثر کو زیادہ تر قوت خیالیہ کا ثمرہ قرار دیا کرتے ہیں جس کی تحقیق میں بعض بہت مبسوط تقریرات قلمبند بھی ہو چکی ہیں چنانچہ حسن العزیز جلد اول کے ایک بڑے ملفوظ نمبر ۱۳۵ میں مسمریزم اور قوت خیالیہ کے حیرت انگیز کرشمے بیان فرمائے گئے ہیں۔ جو قابل ملاحظہ ہیں۔

غرض حضرت والا تعویذ گنڈوں کے مشغلہ کو بہت ناپسند فرماتے ہیں لیکن چونکہ حضرت حاجی صاحبؒ نے ارشاد فرمادیا تھا کہ اگر لوگ تعویذ مانگنے آئیں تو جو کچھ اس وقت سمجھ میں آیا کرے لکھ کر دے دیا کرنا۔ اس لیے حضرت والا امتثالاً للامر معمولی شکایات دردسر بخار نظر

وغیرہ کے تعویذ اسی طرح مرحمت فرما دیا کرتے ہیں کہ نہ عاملوں کی قیود کا لحاظ فرماتے ہیں نہ ان کے خاص عملیات کی کوئی پابندی فرماتے ہیں بلکہ اکثر تو کوئی مناسب حال آیت یا حدیث یا دعا لکھ کر دے دیتے ہیں جو عین وقت پر خیال میں آ جاتی ہے اور اسی سے اللہ تعالیٰ اکثر مواقع پر مقصد برآری بھی فرما دیتے ہیں چنانچہ حال ہی میں بندہ زادہ نے دکان کھولی تو حضرت والا سے برکت کے لیے تعویذ منگوایا اور دعا بھی کرائی جس کی برکت سے بفضلہ تعالیٰ باوجود بالکل نئی دکان ہونے کے توقع سے کہیں زیادہ مال فروخت ہونے لگا۔ فالحمد للہ۔

لوگوں کے غلو کی اصلاح

بندہ زادہ ہی کے عرض کرنے پر وسعت رزق کے لیے حضرت والا نے پانچوں نمازوں کے بعد یا باسط ۷۲ بار پڑھنے کو بتا دیا۔ کچھ عرصہ بعد اس نے پھر کوئی اور وظیفہ پوچھا تو تحریر فرمایا کہ دواؤں میں تو یہ بات ہوتی ہے کہ اگر ایک دوا نافع نہ ہو تو دوسری دوا نافع ہو جاتی ہے لیکن دعاؤں میں یہ تفصیل نہیں۔ وہی پہلی دعا کافی ہے اسی کو معمول رکھا جائے جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا قبول فرما لیں گے۔ اھ

ایک صاحب نے اپنی تشویشات بیان کر کے کچھ پڑھنے کو پوچھا تو فرمایا کہ تشویشات کا علاج پڑھنا نہیں بلکہ تدابیر ہیں۔ انہوں نے پوچھا کوئی تدبیر ہی بتا دیجئے۔ فرمایا کہ ہر تشویش کی جدا تدبیر ہے جب کوئی خاص تشویش پیش آئے اس کے متعلق دریافت کیا جائے۔ اھ

اس واقعہ کو نقل فرما کر فرمایا کہ لوگ ان غلطیوں میں مبتلا ہیں حالانکہ وہ پڑھے لکھے سمجھدار آدمی ہیں۔ اھ۔ غرض حضرت والا تعویذات اور عملیات کے متعلق بھی جو لوگوں نے غلو کر رکھا ہے اس کی بھی بحیثیت مجدد ملت اور مصلح امت ہونے کے اصلاح فرماتے رہتے ہیں۔ حضرت والا آسیب سحر وغیرہ یا بڑے بڑے امراض کے تعویذات سے عموماً یہ فرما کر انکار کر دیتے ہیں کہ میں عامل نہیں ہوں مگر از راہ شفقت یہ بھی فرما دیتے ہیں کہ اگر کسی عامل کا مجھ سے پتہ پوچھا جائے تو بتا دوں گا چنانچہ اگر وہ پوچھتا ہے تو بتا بھی دیتے ہیں تاہم اگر کوئی باوجود انکار کے اور اپنے عامل نہ ہونے کو ظاہر کر دینے کے اصرار کرتا ہے تو اس شرط پر تعویذ عطا فرما دیتے ہیں کہ اگر اثر نہ ہو تو مکرر مجھ سے درخواست نہ کی جائے کیونکہ میں عامل

نہیں ہوں کہ اگر ایک تعویذ سے نفع نہ ہوا تو دوسرا لکھ دوں۔اھ

غیر مباح کاموں کے تعویذ

چونکہ حضرت والا کو تعویذ گنڈوں کے شغل سے بوجہ مذکورہ بالا بالکل دلچسپی نہیں اس لیے فرمایا کرتے ہیں مجھے دو صفحہ کا مضمون لکھنا اتنا گراں نہیں ہوتا جتنا دو سطر کا تعویذ لکھنا گراں ہوتا ہے۔ نیز حضرت والا غیر مباح کام کے لیے ہرگز تعویذ نہیں دیتے بلکہ جہاں احتمال بھی کسی مفسدہ کا ہوتا ہے وہاں بھی انکار فرما دیتے ہیں چنانچہ ایک بار کسی نے کسی عورت کو اپنے ساتھ نکاح پر راضی ہو جانے کے لیے تعویذ لیا اس کے بعد وہ عورت کچھ متوجہ ہوئی تو تعویذ لینے والا بلا نکاح بدکاری میں مبتلا ہو گیا جس کی خود اسی نے آ کر حضرت والا کو اطلاع کی اور کہا کہ اب اس تعویذ میں اثر نہ رہا ہوگا۔ دوسرا تعویذ دے دیجئے۔ بس اس واقعہ کے بعد سے حضرت والا نے اس قسم کے تعویذ ہی لکھنے موقوف فرما دیئے۔

اسی طرح ایک صاحب نے تفریق کا تعویذ مانگا اور لکھا کہ ایک نوجوان فاروقی النسل اپنے تمام رشتہ داروں کی مرضی اور دستور خاندان کے خلاف تیموری نسل کی ایک ایسی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے جس کے تمام رشتہ دار بجز اس کی والدہ کے اس پیوند سے ناراض ہیں۔ اس کا حضرت والا نے یہ جواب تحریر فرمایا کہ اتنا تامل ہے کہ تفریق وہاں جائز ہے جہاں اتفاق حرام ہو کیا کسی عورت سے نکاح کرنا حرام ہے جو تنافر کی تدبیر کی جائے اگر اس جزو میں مجھ کو مطمئن کر دیا جائے تو تعویذ لکھ دوں گا۔اھ

ایک سے زیادہ تعویذ

حضرت والا بوجہ قلت فرصت نیز درخواستوں کی کثرت کو روکنے کے لیے ایک خط میں ایک سے زیادہ تعویذ نہیں بھیجتے نہ زبانی درخواست پر ایک بار میں ایک سے زیادہ تعویذ دیتے ہیں اور زبانی درخواست پر جمعہ کے دن بالکل تعویذ دیتے ہی نہیں کیونکہ اس روز اطراف و جوانب سے بہت لوگ نماز پڑھنے آتے ہیں اگر جمعہ کے روز بھی یہ سلسلہ جاری رکھا جائے تو یہ سوچ کر آئے تو ہیں ہی لاؤ تعویذ بھی لیتے چلو بہت کثرت سے لوگ بضرورت و بلاضرورت تعویذ مانگیں اب تو

وہی شخص اس غرض کے لیے خاص طور سے آتا ہے جس کو واقعی ضرورت ہوتی ہے۔اھ

غرض حضرت والا کا ہر معمول نہایت اصول صحیحہ کے مطابق ہے اور ضرورت و مصلحت پر مبنی ہے اور بہت تجربوں کے بعد مقرر کیا گیا ہے اور سب معمولات کا حاصل وہی ہے جو پہلے بھی کسی موقع پر عرض کیا گیا ہے کہ نہ خود حضرت والا کو کلفت ہو نہ دوسروں کی ضرورت واقعیہ اٹکی رہے۔

تعویذ مانگنے والوں کی بے اصولیاں

زبانی تعویذ مانگنے میں لوگ اس قدر بے اصول اور ناتمام طریق سے درخواست کرتے ہیں کہ حضرت والا کو سخت اذیت ہوتی ہے۔ اکثر یا تو صرف یہ کہتے ہیں کہ تعویذ دے دیجئے اور جس بات کا تعویذ چاہیے اس کا نام نہیں لیتے یا صرف حال کہہ دیتے ہیں اور یہ درخواست نہیں کرتے کہ تعویذ چاہتے ہیں یا محض دعا یا مشورہ اور بعض لوگ صرف حالات تو کہہ دیتے ہیں لیکن ان کا سبب خود متعین نہیں کرتے کہ ان کے خیال میں یہ حالات کسی مرض سے ناشی ہیں یا آسیب سے یا نظر بد وغیرہ سے اور ان امور میں سے کس چیز کا تعویذ لکھانا چاہتے ہیں۔ ایسی صورت میں حضرت والا فرما دیتے ہیں کہ حالات سن کر تشخیص سبب کرنا میرا کام نہیں کیونکہ یہ تو طبیب کا منصب ہے طبیب تو حالات سن کر سبب کی تشخیص کر لیتا ہے مگر میں تو طبیب نہیں۔ میں ان حالات سے کیا سمجھوں کہ کیا سبب ہے اور کس چیز کا تعویذ لکھ دوں۔ بجائے مفصل حالات کہنے کے مجھ سے تو بس صرف یہ ایک مختصر سی بات کہہ دوں کہ فلاں چیز کا تعویذ چاہیے۔اھ

غرض اکثر لوگ ادھوری ہی بات کہتے ہیں اور جیسی کہ عام بیہودہ اور بے اصول رسم ہوگئی ہے ہر شخص ادھوری بات کہہ کر اس کا منتظر رہتا ہے کہ مخاطب خود ہی سوال کر کر کے بات کو پورا کرائے جو کسی قاعدہ سے بھی اس کے ذمہ نہیں۔

چونکہ حضرت والا خود اس امر کا انتہا درجہ کا لحاظ رکھتے ہیں کہ کسی پر ایسا بار نہ ڈالا جائے جو اس کے ذمہ نہ ہو۔ اس لیے خود بھی کسی کا بے جا طور پر ڈالا ہوا بار اٹھانا حضرت والا کا معمول نہیں۔ لہٰذا مذکورہ بالا صورتوں میں جب تک وہ خود پوری بات واضح طور پر نہیں کہتا اور با اصول درخواست نہیں کرتا تعویذ مرحمت نہیں فرماتے اور فرما دیتے ہیں کہ ریل کا ٹکٹ یا سودا لیتے وقت یا کسی حاکم سے درخواست کرتے وقت بھی کبھی ادھوری بات کہہ سکتے ہو پھر

اس کا سبب سوائے بے فکری اور دل میں ملانوں کی وقعت نہ ہونے کے اور کیا ہے۔ اھ

ادھوری بات کہنے والوں کو تنبیہ

غرض ایسے لوگوں سے فرما دیتے ہیں کہ جب پوری بات کہو گے تب تعویذ ملے گا۔ اگر کوئی شخص اس تنبیہ سے سمجھ جاتا ہے اور پوری بات کہہ دیتا ہے تب بھی اکثر فوراً اس کی درخواست نہیں قبول فرماتے بلکہ فرما دیتے ہیں کہ اب تو آدھ گھنٹہ بعد آ کر پر سلیقہ سے درخواست کرو گے تب تعویذ ملے گا اس وقت تو تم نے تکلیف دے کر قلب کو مکدر کر دیا ہے۔ ایسی صورت میں اگر تعویذ لکھوں گا بھی تو بوجہ انشراح قلب نہ ہونے کے اس میں اثر نہ ہوگا۔ اور اس میں یہ بھی بڑی مصلحت ہے کہ عملی تنبیہ ہو جانے کے بعد پھر بھی عمر بھر کسی کے ساتھ ایسا اذیت دہ معاملہ نہ کرو گے۔ اھ

اگر وہ حضرت والا کے اس فرمانے سے کہ کیا یہ پوری بات ہوگئی نہیں سمجھتا کہ کیا کمی رہ گئی ہے اور کیا کوتاہی ہوئی ہے تو اس سے فرما دیتے ہیں کہ باہر جا کر کسی سے پوری بات کہنے کا اور درخواست کرنے کا سلیقہ سیکھ کر آؤ۔ پھر جب وہ کسی سے سلیقہ سیکھ کر آتا ہے اور پوری بات کہتا ہے تو اس سے بھی یہی ارشاد ہوتا ہے کہ اب تو جب آدھ گھنٹہ کے بعد آ کر پوری بات کہو گے تب تعویذ ملے گا۔ چنانچہ جب وہ دوبارہ آ کر پوری بات کہہ دیتا ہے تو حضرت والا فوراً تعویذ مرحمت فرما دیتے ہیں۔

حضرت والا کی اس عملی تنبیہ سے یہی غرض ہوتی ہے کہ آئندہ کے لیے اچھی طرح سبق ہو جائے۔ جو بہت تنگ کرتا ہے اور باوجود سمجھا دینے کے بھی بار بار کوتاہی کرتا ہے اسکو ہدایت فرما دیتے ہیں کہ لکھوا کر پیش کرے اور اگر لکھوا کر پیش کرنے میں بھی کوئی اذیت دہ حرکت کرتا ہے تو پھر فرما دیتے ہیں کہ بذریعہ ڈاک کے منگواؤ۔

غرض یہ ہرگز گوارا نہیں ہے کہ کسی کا کام نہ ہو لہٰذا کام لینے کے پورے اصول اور قواعد بنا دیئے جاتے ہیں لیکن اگر کوئی خود ہی ان طریقوں سے کام نہ لے تو کام نہ ہونے کا وہ خود ہی ذمہ دار ہے نہ کہ حضرت والا۔

حزب البحر وغیرہ کی اجازت مانگنے والوں کو جواب

اگر کوئی طالب حضرت والا سے حزب البحر یا دلائل الخیرات یا بزرگوں کے اسی قسم کے

دوسرے اوراد واحزاب کی اجازت طلب کرتا ہے تو اول یہ سوال فرماتے ہیں کہ اس طلب اجازت کی غرض کیا ہے اگر جواب ملتا ہے کہ دنیوی حاجات کے لیے بطور عمل کے معمول بنانا ہے تو تحریر فرما دیتے ہیں کہ میں عامل نہیں ہوں۔ اور بعض نے اپنی یہ نیت ظاہر کر کے اجازت حاصل کرنی چاہیے کہ اس سے ہمارا مقصود قرب ورضاء حق حاصل کرنا ہے تو ان کی اس ہوشیاری کا یہ جواب تحریر فرمایا کہ کیا ان دعاؤں سے پہلے قرب حق حاصل ہونے کا کوئی طریقہ نہیں تھا اگر نہیں تھا تو جن بزرگوں سے یہ دعائیں منقول ہیں ان کو قرب حق کس طریق سے حاصل ہوا جو وہ اس قابل ہوئے کہ ان پر یہ دعائیں الہام فرمائی گئیں لہٰذا ظاہر ہے کہ تھا تو بس تم بھی وہی طریقہ کیوں نہ اختیار کرو تا کہ تم بھی ویسے ہی ہو جاؤ۔ اھ

اس پر وہ ساکت ہو جاتے ہیں اور ان کے غلو فی الاعتقاد کی اصلاح ہو جاتی ہے۔ بعضوں کو جن کا معمول دلائل الخیرات کی منزلیں تھیں یہ تجویز فرمایا کہ ایک منزل پڑھ کر یہ دیکھا جائے کہ اس میں کتنا وقت صرف ہوتا ہے بس روزانہ اتنی ہی دیر کوئی ماثور درود شریف پڑھنا زیادہ افضل ہے۔ اھ

بے رنگ خط

حضرت والا باستثناء مواقع خصوصیت باوجود اجازت کے بے رنگ خطوط نہیں بھیجتے کیونکہ مکتوب الیہ کا پتہ نہ لگنے کی صورت میں احتمال ہے کہ وہ حضرت والا ہی کے پاس لوٹ کر آ جائے اور خواہ مخواہ حضرت والا کو محصول برداشت کرنا پڑے جیسا کہ بعض اوقات مکتوب الیہ کی بدانتظامی سے واقع بھی ہو چکا ہے۔

خط کے کاغذ پر جگہ نہ چھوڑنا

ایک صاحب نے ایک بہت ہی چھوٹا سا پرچہ لکھ کر بھیج دیا حضرت والا نے حاضرین سے فرمایا کہ یہ تو مختصر نویسی میں مجھ سے بھی بڑھ گئے اور پھر یہ جواب تحریر فرمایا کہ جواب لکھنے کے لیے جگہ ہی نہیں اس لیے جواب نہیں دیا جاتا۔ اھ۔ اس سے حضرت والا کا مقصود ان کو متنبہ کرنا تھا کہ جس سے کام لیا جائے اس کا ادب یہ ہے کہ یا تو جواب کے لیے ایک پرچہ رکھا جائے یا خط میں کافی جگہ چھوڑ دی جائے۔

جوابی رجسٹری

اگر کوئی جوابی رجسٹری بھیجتا ہے تو اس کے متعلق حضرت والا کا یہ معمول ہے کہ اگر قرائن سے معلوم ہوا کہ کوئی جھگڑے کا معاملہ ہے اور بھیجنے والا اس لیے رسید طلب کرتا ہے کہ مرسل الیہ خط پانے سے انکار نہ کر سکے تو واپس فرما دیتے ہیں اور جہاں اس قسم کا شبہ نہیں ہوتا وہاں وصول فرما لیتے ہیں لیکن جوابی رجسٹری بھیجنے کو پسند نہیں فرماتے اور فرمایا کرتے ہیں کہ رسید تو وہاں طلب کی جاتی ہے جہاں یہ احتمال ہو کہ مرسل الیہ خط پانے سے انکار کر دے گا جس کا حاصل یہ ہوا کہ مرسل کو مرسل الیہ کے کاذب ہونے کا احتمال ہے اور کسی مسلمان پر بلا دلیل شرعی کاذب ہونے کا اہتمام ظاہر ہے کہ معصیت ہے نیز اس سے مرسل کا مقصود بھی تو حاصل نہیں ہوتا کیونکہ اس کا مقصود تو یہ ہے کہ مرسل الیہ اس کے خاص مضمون کے پہنچنے کا انکار نہ کر سکے لیکن رسید صرف اس بات کو ظاہر کرے گی کہ کوئی خط پہنچا۔ مگر اس کو ظاہر نہیں کر سکتی کہ کس مضمون کا خط پہنچا۔ لہٰذا ہر حال میں رسید طلب کرنا ایک فضول حرکت ہے رہی حفاظت وہ غیر جوابی رجسٹری سے بھی ہو سکتی ہے۔ اھ

دیر سے خط بھیجنے پر معذرت کرنے والوں کو جواب

اگر کوئی طالب اپنے عریضہ میں اس کی معافی طلب کرتا ہے کہ بہت دن سے حضرت والا کی خدمت میں عریضہ نہیں لکھا تو اس کو آئندہ اس سے بے فکر کرنے کے لیے تحریر فرما دیتے ہیں کہ میں کسی کے خط کا منتظر نہیں رہا کرتا معافی چاہنے کی ضرورت نہیں اطمینان رکھو۔ اھ

حضرت والا ایسے موقع پر حاضرین سے یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ اگر کوئی خط نہ لکھے گا تو میرا کیا نقصان کرے گا خود اپنا نقصان کرے گا۔ مجھ سے معافی مانگنے کی کیا ضرورت ہے۔ اھ۔ جامع اوراق عرض کرتا ہے کہ واقعی یہ معافی چاہنا بالکل بے اصول ہے کیونکہ اس کے تو یہ معنی ہوئے کہ حضرت والا کو طالبین کے خطوط کا انتظار رہتا ہے حالانکہ وہ اپنی ہی مصلحت سے خطوط بھیجتے ہیں حضرت والا کو انتظار کی کیا ضرورت پڑی ہے۔

مبہم منی آرڈر

مگر منی آرڈر کے کوپن میں کوئی مضمون نہیں ہوتا یا مبہم مضمون ہوتا ہے جس سے بھیجی

ہوئی رقم کا مصرف یا اور کوئی ضروری جز و صاف طور پر واضح نہیں ہوتا تو حضرت والا اس کو واپس فرما دیتے ہیں اور اس پر سبب واپسی بھی تحریر فرما دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر کوپن میں یہ بھی لکھا ہوا ہوتا ہے کہ اس رقم کے متعلق جداگانہ عریضہ بھیجا جا رہا ہے تب بھی واپس فرما دیتے ہیں کیونکہ اگر خط کے انتظار میں رقم وصول کر لی گئی اور پھر خط کے مضمون کو پڑھ کر وہ رقم قابل واپسی سمجھی گئی تو پھر علاوہ امانت رکھنے کی ذمہ داری کے واپسی میں بڑی دقت اور مزید صرف ہے پہلے حضرت والا رقم وصول فرما کر خط کا انتظار فرمایا کرتے تھے لیکن جب اس میں گونا گوں خلجانات پیش آئے تب واپسی کا معمول مقرر فرمالیا۔

بیمہ یا رجسٹری کے ذریعہ آنے والی رقوم

اسی طرح اگر کوئی بذریعہ بیمہ یا رجسٹری کے رقم بھیجتا ہے تو بجز مواقع اطمینان کے اس کو بھی واپس فرما دیا جاتا ہے کیونکہ اس میں بھی وہی سب دقتیں ہیں جو ابھی مذکور ہوئیں۔ چنانچہ کچھ عرصہ ہوا ایک بڑی رقم جو میری یاد میں تقریباً پانچ سو روپیہ کی تھی بذریعہ بیمہ آئی تو اس کو حسب معمول واپس فرما دیا پھر جب انہوں نے جداگانہ عریضہ میں تفصیلات ضرور یہ لکھ کر پھر بھیجنے کی اجازت مانگی تو چونکہ وہ کسی ترکہ کی رقم تھی اور مصارف خیر میں صرف کرنے کے متعلق بعض ورثہ کی اجازت نہیں حاصل کی گئی تھی اس لیے حضرت والا نے بھیجنے سے ممانعت فرما دی اور جب بعد کو انہوں نے سب ورثہ کی رضامندی حاصل کر کے اجازت طلب کی تب اجازت مرحمت فرمائی۔ اگر اول ہی بار بیمہ وصول کر لیا جاتا تو بڑی دقت ہوتی اور سخت خلجان پیدا ہو جاتا۔ اس قسم کے اکثر واقعات ہوتے رہتے ہیں اور ایسے مواقع پر ہمیشہ حضرت والا حاضرین کو متوجہ فرما کر فرمایا کرتے ہیں کہ دیکھئے لوگ مجھے وہمی سمجھتے ہیں اگر میں وہمی ہوں تو پھر میرے وہم اکثر صحیح کیوں نکلتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ میں نے اپنے اکثر معمولات بہت سے تجربوں کے بعد مقرر کئے ہیں اگر اوروں کو ایسے تجربے ہوں تو وہ مجھ سے بھی زیادہ وہمی ہو جائیں۔

اسی طرح ایسے مواقع پر جہاں حضرت والا کی تشخیص و تجویز اور احتمالات صحیح ثابت ہوتے ہیں جیسا کہ اکثر ہوتا رہتا ہے۔ یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ اگر کسی طبیب کو اللہ تعالیٰ نبض کی پہچان عطا فرما دے اور وہ نبض دیکھ دیکھ کر لوگوں کے باریک باریک امراض بھی

پہچان لیا کرے تو کیا اس کو بھی وہمی کہیں گے۔ اھ

حضرت والا اکثر بڑے بڑے بیموں اور منی آرڈروں کو خلاف اصول ہونے کی بناء پر واپس فرماتے رہتے ہیں اور جب وہی واپس کردہ رقوم اصول کے مطابق مکرر موصول ہوتی ہیں۔ جیسا کہ اکثر ہوتا ہے تو اس وقت حضرت والا حاضرین سے یہ بھی فرمادیا کرتے ہیں کہ دیکھئے جو آنے والی چیز ہوتی ہے وہ آتی ہی ہے چاہے اس کو لاکھ واپس کیا جائے پھر کیوں نیت خراب کی جائے اور خلاف اصول کا ارتکاب کیا جائے۔ اھ

ایک بیمار کی بھیجی ہوئی رقم کا واقعہ

رقوم مرسلہ کے متعلق حضرت والا کی احتیاط کے بعض اور واقعات بھی بمناسبت مقام نیز اس خیال سے بھی عرض کئے جاتے ہیں کہ سبق آموز ہوں کیونکہ گو اس قسم کی احتیاط صریح طور پر واجب ہے اور جن جزئیات فقہیہ پر حضرت والا کا عمل ہے وہ سب کے نزدیک واجب العمل ہیں کسی کو مجال انکار نہیں لیکن ان کی طرف آج کل عام طور سے ذہن ہی نہیں جاتا۔ حضرت والا کی خدمت میں حال ہی میں ایک صاحب نے کسی مصرف خیر کے لیے ایک معتد بہ رقم بھیجی اور لکھا کہ میں بہت بیمار ہوں یہاں تک کہ صحت سے مایوسی ہے۔

چونکہ حضرت والا کو تحفظ حقوق کا غایت درجہ اہتمام ہے اور معاملات میں ہمیشہ احکام شرعیہ اور جزئیات فقہیہ غامضہ دقیقہ کو پیش نظر رکھتے ہیں لہٰذا بوجہ اس کے کہ ان کے خط میں کوئی لفظ وصیت کا نہ تھا حضرت والا نے ان کو شرعی وصیت کا ایک مضمون لکھ کر بھیج دیا کہ وہ اس پر اپنے دستخط کر کے واپس بھیج دیں تاکہ وصیت شرعاً بھی صحیح ہو جائے اور خیال تھا کہ اگر وصیت نامہ دستخط ہو کر آ گیا تو فبہا ورنہ وہ رقم واپس کردی جائے گی لیکن چونکہ ان صاحب نے وہ رقم بہ نیت وصیت ہی بھیجی تھی اس لیے انہوں نے بلا تامل وہ مضمون اپنے دستخط کر کے حضرت والا کی خدمت میں بھیج دیا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو حضرت والا اس رقم کو واپس فرمادیتے بلکہ اگر حضرت والا کو یہ معلوم نہ ہوتا کہ وہ رقم ان صاحب کے ترکہ کے ثلث سے بہت کم ہے جس کی وصیت بحالت یاس بھی جائز ہے اس کو فوراً ہی واپس فرمادیتے۔

ایک مخلص خادم ومجاز کی وصیت کی رقم کا واقعہ

چنانچہ جناب حاجی محمد یوسف صاحب رنگونی رحمۃ اللہ علیہ کا جو حضرت والا کے ایک

نہایت مخلص اور متمول خادم مجاز تھے انتقال ہوا تو ان کے بالغ ورثہ نے ایک کثیر رقم بھیجی جس کی مرحوم نے حضرت والا کے نام بذریعہ تحریر وصیت فرما دی تھی لیکن حضرت والا نے تحریر فرما دیا کہ چونکہ مرحوم کے بعض ورثہ نابالغ ہیں اس لیے اگر یہ وصیت کسی شرعی حجت سے ثابت ہو تب تو وہ نابالغ ورثہ کے مقابلہ میں شرعاً نافذ ہوسکتی ہے ورنہ نہیں لہٰذا وہاں کے علماء کے سامنے شرعی حجت پیش کر کے اور ان پر یہ بھی ظاہر کر کے وہ وصیت نامہ کس کس کے سامنے لکھا گیا یا حاجی صاحب نے کس کس کے سامنے تحریر کرنے کا اقرار کیا اور کس کس کے پاس اور کہاں کہاں رہا ان سے باقاعدہ فتویٰ حاصل کیا جائے اور پھر وہ فتویٰ میرے پاس بھیجا جائے۔ اگر میرے نزدیک بھی وہ حجت شرعاً کافی ہوگی تو وصیت کردہ رقم بخوشی قبول کرلوں گا ورنہ عذر کردوں گا۔ چنانچہ وہاں سے باقاعدہ فتویٰ مکمل حجت شرعیہ کے ساتھ آ گیا جس پر حضرت والا کو بھی پورا اطمینان ہوگیا اور پھر وہ رقم بخوشی قبول فرمالی گئی۔

اسی طرح جناب حاجی صاحب ممدوحؒ کے انتقال کے بعد حضرت والا نے ان کی ایک کثیر رقم جو پہلے سے ایک خاص مصرف خیر کے لیے امانت تھی واپس فرما دی اور یہ نہیں کہا کہ پہلے دریافت فرماتے کیونکہ اس صورت میں تو ورثا ازراہ مروت واپس کرنے سے ممانعت ہی کر دیتے چاہے مصلحت ہوتی یا نہ ہوتی برخلاف اس کے رقم پہنچ جانے کے بعد انہوں نے بالکل آزادی سے رائے قائم کی اور پھر اس رقم کو بالغ ورثہ نے اپنے حصہ میں لگا کر اور نابالغوں کے حصہ کا عوض ان کو اپنے پاس سے دے کر واپس بھیج دیا کہ اسی مصرف خیر میں بدستور صرف فرمایا جائے۔

چونکہ اب اس صورت میں کوئی محذور شرعی نہ رہا تھا اس لیے حضرت والا نے بلا تامل منظور فرما کر اسی مصرف خیر میں صرف فرما دیا۔ حضرت والا کی اسی قسم کی احتیاط اور اہتمام تحفظ حقوق کا ایک اور واقعہ بھی اس جگہ بمناسبت مقام استطراداً نقل کیا جاتا ہے۔

حکیم نور احمدؒ کے مکانات کا معاملہ

جناب حکیم نور احمد صاحب کانپوریؒ نے جو حضرت والا کے مجازین میں سے تھے مرض الموت میں اپنے تین قطعہ مکانات کی حضرت والا کے نام بذریعہ تحریر وصیت تملیکی کر دی اور

بحالت ضعف وتکالیف مرض بمشکل تمام عدالت میں پہنچ کر وصیت نامہ کی رجسٹری بھی کرادی لیکن چونکہ وہ کانپور میں تھے اور حضرت والا تھانہ بھون میں اس لیے بعد مسافت اور تنگی وقت کی وجہ سے وہ حضرت والا کو بالکل اطلاع نہ کر سکے چنانچہ حضرت والا اس ساری کارروائی سے بالکل بے خبر رہے۔ یہاں تک کہ اتفاق سے حضرت والا کا بہ سلسلہ سفر کانپور تشریف لے جانا ہوا تو اس وقت ان سب واقعات کی اطلاع ملی۔ چونکہ حقوق العباد کا معاملہ تھا اس لیے حضرت والا نے حکیم صاحب مرحوم کے ورثہ کی نہایت اہتمام سے تحقیق کی لیکن معلوم ہوا کہ انہوں نے کوئی وارث نہیں چھوڑا۔ البتہ یہ سنا کہ ان کے کوئی عزیز تھے جو مفقود ہیں۔ حضرت والا کو مرحوم کی اس ساری کارروائی سے ذوقاً یہ مفہوم ہوا کہ اگر ان کو گنجائش وقت ملتی تو وہ بوجہ کوئی وارث نہ ہونے کے مصارف خیر میں وقف کرتے لیکن چونکہ ان کو کوئی آدمی قابل اعتماد نہ ملا اس لیے ان کو یہ خیال ہوا کہ حضرت والا کے نام وصیت نامہ لکھ دوں اور یہ اس اعتماد پر کیا کہ حضرت والا ان مکانات کی آمدنی کو مصارف خیر ہی میں صرف فرمائیں گے۔ یہ سب ذوقاً معلوم ہوا۔

غرض حضرت والا نے ان تینوں مکانات کو بجائے اپنی ملک میں رکھنے کے غایت احتیاط کی بناء پر یتیم خانہ کانپور میں شرائط خاصہ کے ساتھ وقف فرما دیا اور وقف نامہ کی باقاعدہ رجسٹری بھی کرادی۔ نیز رسالہ تنبیہات وصیت کے تتمہ سابعہ کے ضمیمہ ثالثہ میں اس کا اعلان بھی شائع فرما دیا جس میں یہ بھی تحریر فرما دیا کہ اس اعلان کی غرض یہ ہے کہ میرا کوئی وارث دعویٰ نہ کرے۔ اور چونکہ مرحوم کے ایک عزیز مفقود الخبر سنے گئے تھے اس لیے ان کی حفاظت حق کی نیز اگر اسی طرح کوئی اور وارث بعد میں معلوم ہوں ان سب کی حفاظت حقوق کی یہ صورت فرمائی گئی کہ وقف نامہ کے اندر اس کے متعلق بھی مضمون تحریر فرما دیا گیا اور مزید احتیاط یہ فرمائی گئی کہ تنبیہات وصیت کے ضمیمہ خامسہ تتمہ سابعہ کے مضمون رابع میں بھی اس کے متعلق اعلان فرما دیا گیا جو ذیل میں بلفظہٖ نقل کیا جاتا ہے۔

مضمون رابع متعلق مکانات و آراضی

(نمبر ۱) حکیم نور احمد کے جن مکانات کا ذکر ضمیمہ ثالث تتمہ سابعہ کے مضمون رابع میں

ہے کہ شرائط خاصہ کے ساتھ یتیم خانہ کانپور میں وقف کر دیئے گئے۔ ان شرائط میں شرط اہم جو بخیال حفاظت حقوق العباد خاص طور پر قابل اشاعت یہ ہے کہ مرحوم کے کسی شرعی وارث کی مجھ کو تحقیق نہیں ہوئی سو اگر واقع میں بھی ایسا ہی ہے تب تو یہ مکانات کل وقف ہیں اور اگر کوئی شرعی وارث حجت شرعیہ کے موافق ثابت ہو جائے تو اگر وہ اس وقف کو جائز رکھے (اور شرعاً جائز رکھنے کے شرائط کا پایا جانا ضروری ہے) تب بھی کل وقف ہے اور اگر وہ جائز نہ رکھے یا اس کا جائز رکھنا کسی عارض کے سبب جائز نہ ہو تو مجموعہ مکانات کا ایک ثلث وقف ہے اور دو ثلث اس وارث کا حق ہے اور اب سے لے کر اس کی میراث شرعی ملنے تک حساب سے جو کچھ اس وقف کی آمدنی ہو اس کا دو ثلث بھی اس وارث کو واپس کیا جائے اور اگر وقف مذکور کی آمدنی میں اس وقت اس قدر رقم موجود نہ ہو تو اس دو ثلث کی آمدنی کو بقیہ ایک ثلث کی آمدنی سے اول پورا کیا جائے اس کے بعد مصارف یتیم خانہ میں صرف کیا جائے۔ اھ

احتیاطاً اس وقف نامہ کی رجسٹری عدالت کانپور کا پورا پتہ لکھے دیتا ہوں تا کہ حقدار کو حاجت کے وقت اس کی نقل لینا سہل ہو۔ تاریخ ۲۱۔ مارچ ۱۹۲۳ء بہی نمبر ا جلد ۱۰۵ صفحات ۳۹۷ و ۳۹۸ نمبر ۱۳۹ فقط

غرض حضرت والا نے تمام شرعی پہلوؤں کا لحاظ فرما کر ان مکانات کا وقف نامہ مرتب فرمایا تھا جس کو دیکھ کر سب رجسٹرار نے بھی بے حد تحسین کی اور کہا کہ میں نے اس سے قبل ایسا واضح اور ہر پہلو سے مکمل وقف نامہ نہیں دیکھا حالانکہ حضرت والا قانون داں بھی نہ تھے۔

رقوم جن کی وصولی سے پہلے بھیجنے والا فوت ہوا

اسی طرح اگر کسی رقم کے متعلق حضرت والا کو یہ علم ہو جاتا ہے کہ اس کے وصول ہونے سے قبل بھیجنے والے کا انتقال ہو چکا ہے تو اس کو بھی واپس فرما دیتے ہیں کیونکہ موہوب لہٗ کی ملک ہونے کے لیے محض روانگی رقم کافی نہیں بلکہ قبضہ شرط ہے اور یہاں چونکہ وہ رقم بھیجنے والے کے انتقال کے بعد وصول ہوئی اور قبل انتقال یعنی اس وقت جبکہ وہ رقم معطی کی ملک تھی حضرت والا کا قبضہ نہیں ہوا اس لیے وہ رقم باوجود وصول ہو جانے کے بھی حضرت والا کی ملک

نہیں ہوئی بلکہ وارثوں ہی کی ملک رہی اور اگر قبل بیمہ یا منی آرڈر پہنچنے کے بھیجنے والے کے انتقال کی خبر مل جاتی ہے تو اس کو وصول ہی نہیں فرمایا جاتا۔

اسی طرح اگر کسی رقم کے دوران صرف میں اس کے بھیجنے والے کے انتقال کا علم ہو جاتا ہے تو پھر فوراً اس کا صرف کیا جانا روک دیا جاتا ہے اور بقیہ رقم کے متعلق خصوصیت کے محل پر تو اطلاع کر کے استفسار فرمالیا جاتا ہے اگر جواب ہر پہلو سے اطمینان بخش ہوا تو اس پر عمل فرمالیا جاتا ہے ورنہ رقم کو واپس فرمادیا جاتا ہے اور جو خصوصیت کے مواقع نہیں ہوتے ان میں بلا استفسار ہی واپس فرمادیا جاتا ہے۔

مدِ ختم کے متعلق ضوابط

اسی قسم کی احتیاطیں مد ختم کے متعلق بھی کی جاتی ہیں جن کے ذکر کے قبل مد ختم کی حقیقت عرض کرنا ضروری ہے تا کہ مقصود سمجھ میں آ سکے۔

مد ختم کی مختصراً یہ حقیقت ہے کہ عرصہ سے بہ ایماء حضرت والا رفاہ عام کے لیے نیز مساکین مقیمین خانقاہ کی اعانت کی مصلحت سے روزانہ بعد عصر ختم خواجگان کا وظیفہ پڑھا جاتا ہے جس میں بعض شرائط مناسبہ پر مساکین مقیمین خانقاہ شریک وظیفہ ہوتے ہیں اور جو صاحبان اپنی کسی دنیوی مباح حاجت کے لیے دعا کرانا چاہتے ہیں وہ ایک آنہ یومیہ کے حساب سے داخل کر دیتے ہیں اور ایسے سب صاحبوں کے لیے وظیفہ ختم ہونے کے بعد روزانہ نام لے لے کر ان کی حاجت مطلوبہ کی دعا مانگی جاتی ہے اور چونکہ عملیات اور رقی پر اُجرت لینا جائز ہے اس لیے رقوم موصولہ سب شرکاء وظیفہ کو حصہ رسد تقسیم کر دی جاتی ہیں۔ اگر کوئی بلا اُجرت دعا کرانا چاہتا ہے تو سات دن تک اس کے لیے مفت بھی دعا کر دی جاتی ہے۔اس مد ختم کی جو رقوم موصول ہوتی ہیں ان کے متعلق حضرت والا کی بعض اہم احتیاطیں عرض کی جاتی ہیں مثلاً جو صاحب صرف دینی دعا کرانا چاہتے ہیں ان کی رقم نہیں قبول کی جاتی کیونکہ ایسی دعا دین ہے اور باستثناء مواقع مذکورہ کتب فقہ دین پر اُجرت لینا جائز نہیں۔

اسی طرح اگر کسی مریض نے صحت کی دعا کے لیے کوئی رقم بھیجی اور قبل اس رقم کے ختم

ہونے کے اس کے انتقال کی خبر مل گئی تو فوراً اس کی رقم کی تقسیم بند کرادی جاتی ہے اور بقیہ رقم واپس فرما دی جاتی ہے۔ بعض ورثہ نے چاہا کہ بقیہ رقم میں مرحوم کے لیے دعائے مغفرت کی جائے تو انکار فرما دیا گیا کہ دعاء مغفرت پر اُجرت لینا جائز نہیں اور مثلاً اگر کوئی متمول شخص ایک آنہ یومیہ سے زائد بھیجنا چاہتا ہے تو زائد رقم نہیں قبول فرمائی جاتی چنانچہ ایک بار ایک والی ملک نے اور ایک بار ایک ملک کے ولی عہد نے زیادہ رقم بھجوانی چاہی تو انکار فرما دیا گیا اور وہی ایک آنہ یومیہ لیا گیا۔ البتہ اول الذکر جب بعد کامیابی غالباً ڈیڑھ سو روپیہ مساکین کی دعوت اور کپڑوں کے لیے بھیجنے کی اجازت چاہی تو اس کی اجازت مرحمت فرما دی گئی چنانچہ انہوں نے روپیہ بھیج دیا اور اس کو اس کے مصرف میں صرف فرما دیا گیا۔

غرض اس قسم کی سینکڑوں احتیاطیں ہیں جو حضرت والا معاملات میں رات دن برتتے رہتے ہیں جن سے حضرت والا کا غایت درجہ اہتمام حفظ حقوق اور صفائی معاملات جو آج بفضلہ تعالیٰ شہرۂ آفاق اور موافقین ومخالفین سب کے نزدیک مسلم ہے ظاہر وباہر ہے اور جن سے مشاہدہ کرنے والے ہمیشہ عملی سبق حاصل کرتے رہتے ہیں اور جو ہزاروں تقریروں اور تحریروں سے بڑھ کر مؤثر ہوتی ہے۔ بس اب اسی مضمون پر پنج گنج اشرف کے اس عنوان سوم کو ختم کیا جاتا ہے اور عنوان چہارم شروع کیا جاتا ہے۔

عنوان چہارم

اصول متعلقہ واردین

نو واردین کیلئے فارم

(۱)۔ حضرت والا ان نو واردین کو جو ابتدائی ضروری سوالات کا بھی واضح جواب نہیں دیتے ایک چھپا ہوا نقشہ بفرض خانہ پری حوالہ فرما دیتے ہیں تا کہ وہ اطمینان سے سارے ضروری سوالات کا جواب خود لکھ کر یا اَن پڑھ ہوں تو کسی سے لکھوا کر اس مطبوعہ نقشہ کو واپس کر دیں اور اس طرح جانبین کلفت وخلجان سے محفوظ رہیں وہ نقشہ یہ ہے۔

خانقاہ ہذا میں آنیوالوں سے ابتدائی سوالات کے نقشہ کی مصلحت اور اسکی ضرورت

بعض حضرات احقر کے پاس خاص مقاصد کے لیے تشریف لاتے ہیں جن کی بجا آوری ان کے مفصل حالات ضروریہ کے مطلع ہونے پر موقوف ہوتی ہے مگر اکثر کا میرے سوال کرنے پر بھی جواب نہیں ملتا یا بہت ہی ناتمام ملتا ہے یا کئی کئی بار کے پوچھنے پر ملتا ہے جس سے طبعاً اذیت ہوتی ہے اور اذیت سے تنگی و کدورت جو ان کے مقاصد میں مخل ہوتی ہے چونکہ اس کی وجہ پوچھنے پر اکثر نے تصریحاً یہ وجہ بیان کی کہ زبانی سوال سے انتشار ہو جاتا ہے اس لیے سہولت کے لیے ذیل کا نقشہ تجویز کرتا ہوں کہ میں یہ نقشہ پیش کر دیا کروں اور وہ اس کی خانہ پری خود یا کسی سے کرا کر مجھ کو عنایت فرما دیا کریں جانبین کو اس میں راحت ہوگی۔ اشرف علی۔

۱	نام	
۲	وطن اصلی	
۳	اس وقت کس مقام سے آنا ہوا اور اس مقام میں کتنا قیام رہا ہے	
۴	شغل و وجہ معاش	
۵	موروثی زمین تو آپ کے پاس نہیں	
۶	علمی استعداد اردو یا عربی یا انگریزی میں کس قدر ہے	
۷	اصلی مقصد آنے سے کیا ہے محض ملاقات یا کچھ کہنا اور لکھ کر دینا یا زبانی	
	اور مجمع میں یا تنہائی میں	
۸	کسی سے بیعت ہیں یا نہیں اور کس سے؟	
۹	اگر مجھ سے بیعت ہیں تو بیعت کو کتنا زمانہ ہوا اور تعلیم کس کے متعلق ہے	

۱۰	میرے مواعظ ورسائل کیا کیا دیکھے ہیں۔؟	
۱۱	اگر مجھ سے کچھ خط وکتابت ہوئی ہے تو وہ پاس ہے یا نہیں اگر ہے تو دکھلایا جائے۔	
۱۲	کتنا قیام ہوگا؟	
۱۳	کہاں قیام ہوگا؟	
۱۴	خانقاہ میں اول بار آنا ہوا ہے یا پہلے بھی آئے ہیں اگر پہلے بھی آئے ہیں تو کتنا قیام ہوا تھا	
۱۵	یہاں کے انتظام طعام کی آپ کو خبر ہے یا نہیں؟	
۱۶	باہر والا بڑا اعلان قلمی دیکھ لیا یا نہیں؟	

(دستخط اشرف علی)

۲- نظام الاوقات کا اعلان

نیز نو واردین کی سہولت اور اپنے بھی حرج اوقات کے انسداد کے لیے حضرت والا نے اپنی نشست گاہ کے باہر اپنا نظام الاوقات بصورت اعلان آویزاں فرما رکھا ہے جس میں اس کی پوری رعایت ہے کہ دوسروں کو بھی عرض حال اور مجالست کا کافی موقع مل سکے اور اپنا بھی حرج اوقات نہ ہو۔ اس اعلان کی نقل یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اعلان انضباط اوقات احقر

تاکہ نہ اہل حاجت کا حرج یا تکلیف ہو نہ احقر کا

نمبرا۔ صبح سے بارہ بجے تک مجھ کو متفرق ایسے کام رہتے ہیں جو تنہائی میں ہوسکتے ہیں اس وقت کسی سے ملنے میں یا بات چیت کرنے میں تکلیف بھی ہے حرج بھی ہے۔

نمبر۲۔ البتہ اوپر کے نمبر سے تین شخص مستثنیٰ ہیں۔ ایک وہ شخص جو تازہ آیا ہو اور صرف

ملاقات کا مصافحہ کرنا چاہتا ہو دوسرا وہ جو جا رہا ہے اور صرف رخصت کا مصافحہ کرنا چاہتا ہے۔ تیسرا وہ شخص جس کو ایسی حاجت ہو کہ اس میں مہلت نہیں ہو سکتی مثلاً دردزہ وغیرہ کا تعویذ لینا ہو یا فوری ضرورت کا کوئی مسئلہ پوچھنا ہو جس میں تاخیر نہ ہو سکے مگر ان تینوں شخصوں کو چاہیے کہ آتے ہی کہہ دیں کہ ہمارے اس وقت آنے کی یہ وجہ ہے تاکہ معلوم نہ ہونے سے پریشانی نہ ہو۔

نمبر۳۔ پھر بارہ بجے سے نماز ظہر سے فارغ ہو کر اپنی مجلس میں بیٹھنے تک میرے قیلولہ ونماز کا وقت ہے اس میں ملاقات سے اور نیز سب خدمات سے معافی چاہتا ہوں۔

نمبر۴۔ پھر جب ظہر پڑھ کر اپنی مجلس میں حاضر ہو جاؤں اس وقت سے عصر کی اذان ہونے تک عام اجازت ہے آنے کی بیٹھنے کی ہر قسم کی بات چیت کی تعویذ وغیرہ مانگنے کی البتہ جمعہ کا دن تعویذ سے مستثنیٰ ہے۔

نمبر۵۔ پھر اذان عصر سے نماز سے فارغ ہونے تک کے لیے وہی قاعدہ ہے جو قیلولہ کے وقت کا ہے جو نمبر تین میں مذکور ہے۔

نمبر۶۔ پھر عصر سے فارغ ہونے کے بعد سے عشاء سے فارغ ہونے تک کے لیے وہ قاعدہ ہے جو صبح سے بارہ بجے تک کے وقت کا ہے جو نمبر۱ میں مذکور ہے اور وہی لوگ یہاں بھی مستثنیٰ ہیں جو نمبر۲ میں مذکور ہیں۔

نمبر۷۔ عشاء کے بعد تو علی الاطلاق معذوری ظاہر ہے۔ باستثناء اضطرار شدید۔

نمبر۸۔ یہ قواعد تو ان صاحبوں کے لیے ہیں جو مجمع میں اپنا مقصود ظاہر فرما سکتے ہیں اور جو کسی کو کچھ پوشیدہ کہنا ہو اس کے لیے یہ قاعدہ ہے کہ اگر تحریر کو کافی سمجھیں تو میری مجلس سے ملحق سہ دری کی دیوار میں ایک بکس لگا ہے اس میں لکھ کر ڈال دیں اور جس موقع پر جواب چاہتے ہوں اس کا پورا پتہ لکھ دیں مثلاً فلاں نمبر کے حجرہ میں یا مسجد کے ممبر پر۔ ہمیشہ بعد نماز فجر کے ایسے پرچے نکالے جاتے ہیں۔ اس طریقہ سے تحریری جواب مل جاوے گا اور اگر وہ پوشیدہ بات زبانی ہی کہنا چاہیں تو ایسے ہی پرچہ کے ذریعہ سے تنہائی کا وقت پوچھ لیں۔ میں جو وقت بتلاؤں اس وقت بات کر لیں اور اکثر بعد مغرب کا وقت بتلایا کرتا ہوں۔

نمبر۹۔ بعض مہمانوں کو میں خاص اجازت دے کر تنہائی کے وقت میں بٹھلا لیتا ہوں

دوسرے حضرات اپنے کو ان پر قیاس نہ کریں اور اسی طرح ایک کو کوئی خدمت پنکھا وغیرہ کی کرتا ہوا دیکھ کر دوسرے اس کی تقلید نہ کریں جب تک خاص اجازت حاصل نہ کرلیں۔ اسی طرح دوسری خدمت بھی بلا صریح اجازت نہ کریں جیسے جوتا اٹھانا یا لوٹا بھر کر رکھنا وغیر ذلک۔

نمبر ۱۰۔ راستہ میں بھی کوئی صاحب میرے ساتھ نہ چلیں نہ گھر جا کر پکاریں۔

نوٹ: یہ سب قواعد ان صاحبوں کے لیے ہیں جو محض عقیدت مندی کے ماتحت ہو کر آتے ہیں اور جن کو کوئی دوسرا تعلق بھی ہو ان کے لیے یہ ضوابط نہیں۔ البتہ اگر کسی کو کسی خاص قاعدہ کا پابند کردوں اس کو اس کی پابندی لازم ہے۔

نوٹ: کسی وقت ضرورت سے کچھ ترمیم کردوں تو ترمیم ہی پر عمل ہوگا۔ اسی طرح ذاتی ملازموں کے لیے دوسرے ضوابط ہیں جو ان کو زبانی بتلا دیئے گئے ہیں۔ فقط۔

اس نظام الاوقات کے اندر رمضان المبارک کے زمانہ میں بر بناء ضرورت وقتیہ بعض تغیرات بھی فرما دیئے جاتے ہیں جن کا اعلان خود اپنے قلم مبارک سے لکھ کر شعبان کی اخیر تاریخ میں آویزاں کرا دیا جاتا ہے جس کی نقل یہ ہے۔

دو ضروری اطلاعیں

(یہ دونوں اطلاعیں وہی ہیں جو گذشتہ رمضان میں کی گئیں تھیں)

طلاع اول: وقت تنگ ہے اور مشاغل زیادہ اس لیے رمضان گزرنے تک صبح کی مجلس موقوف کردی گئی۔ ایک دو منٹ کے لیے ضروری بات کی زبانی اجازت ہے۔

اطلاع دوم: جن حضرات کو یہاں کے زمانہ قیام میں مکاتبت کی اجازت نہیں وہ تو کسی قسم کا پرچہ نہ لکھیں اور جن کو اجازت ہے وہ سہ دری والے لیٹر بکس میں نہ ڈالیں بلکہ ڈاک کے ذریعہ سے بھیجیں اور جواب ملنے کا ذریعہ یہ ہوگا کہ عصر کے بعد حافظ اعجاز کے پاس جا بیٹھیں ان کے پاس ایک بکس رہے گا وہ اس کو کھول کر پرچہ والوں کا نام لیکر پکار پکار کر حوالہ کردیں گے اور مناسب یہ ہے کہ ڈاک میں ڈالنے سے دوسرے روز جواب کا انتظار کریں اور شاذ و نادر بعض اوقات تیسرے روز ملنا بھی محتمل ہے۔ فقط

کتبہ اشرف علی عفی عنہ۔ یکم رمضان المبارک ۱۳۵۴ھ

اصول وقواعد پر عمل میں اعتدال

لیکن احقر نے حضرت والا کو بعض اہل خصوصیت مقیمین کے خطوط کے جوابات بجائے لیٹر بکس میں ڈلوانے کے مجلس شریف ہی میں دستی حوالے فرماتے ہوئے بھی دیکھا ہے جس سے حضرت والا کا کمال اعتدال ظاہر ہوتا ہے ورنہ جو لوگ اصول کے پابند ہوتے ہیں ان کی پابندی اصول اکثر خشکی کی حد تک پہنچ جاتی ہے اور وہ استثناء کرنا جانتے ہی نہیں حالانکہ جہاں پابندی اصول فطرت سلیمہ کا مقتضاء ہے وہاں مواقع خصوصیت وضرورت میں مستثنیات کا ہونا بھی فطرت سلیمہ ہی کا مقتضا ہے۔ چنانچہ حضرت والا کا کوئی بھی قاعدہ ایسا نہیں جس میں مستثنیات نہ ہو گو وہ صرف بقدر ضرورت ہی ہوتے ہیں کیونکہ مستثنیات کی کثرت تو بے اصولی ہی کی ایک فرو ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت والا کے یہاں کا استثناء بھی بہت با اصول ہے یعنی صرف بعض احوال خاصہ میں اور صرف بقدر ضرورت اور صرف ایسے لوگ مستثنٰی فرمائے جاتے ہیں جو خاص اہل تعلق ہیں یا اہل قرابت ہیں یا جو کسی خاص درجہ کا اعزاز وامتیاز رکھتے ہیں یا جو اہل ضرورت شدیدہ ہیں۔

۳: حاضری کی اجازت چاہنے والوں کیلئے ضابطہ

اگر کوئی نیا طالب بذریعہ تحریر حاضری خدمت کی اجازت چاہتا ہے تو سب سے پہلے اس سے یہ سوال فرماتے ہیں کہ تمہارے آنے کی ایسی کون سی غایت وغرض ہے جو یہاں آنے پر موقوف ہے۔ طالبین کی طرف سے اس سوال کے مختلف جوابات ملتے ہیں لیکن جب تک وہ ایسی غایات ظاہر کرتے رہتے ہیں جو یہاں آنے پر موقوف نہیں گو فی نفسہ مقصود بھی ہوں مثلاً اصلاح۔ دعا کرانا۔ تعویذ لینا وغیرہ اس وقت تک حضرت والا ان غایات پر برابر جرح فرماتے رہتے ہیں اور آنے کی اجازت نہیں مرحمت فرماتے۔ البتہ اگر کوئی یہ لکھتا ہے کہ حاضری سے مقصود محض ملاقات ہے اور وعدہ کرتا ہے کہ بزمانہ قیام نہ مخاطبت کروں گا نہ مکاتبت بس مجلس میں بالکل خموشی کے ساتھ بیٹھا رہا کروں گا تو پھر حضرت والا بخوشی آنے کی اجازت مرحمت فرما دیتے ہیں اور فرمایا کرتے ہیں کہ بس یہی

ایک مقصود ایسا ہے جو بغیر یہاں آئے حاصل ہو ہی نہیں سکتا ورنہ اور سب مقاصد ایسے ہیں جن کے لیے یہاں آنا ضروری نہیں لہٰذا بس اسی ایک مقصود کے لیے یہاں آنا چاہیے اور عدم مخاطبت و مکاتبت کی قید کی مصالح عنقریب نمبر ۴ میں مذکور ہوں گی۔

عرض حضرت والا کسی کو اس وقت تک آنے کی اجازت نہیں مرحمت فرماتے جب تک وہ صاف طور سے یہ نہیں لکھ دیتا کہ حاضری کا مقصود صرف ملاقات ہے اور اس کے ساتھ ہی یہ وعدہ بھی نہیں کر لیتا کہ دوران قیام میں نہ مخاطبت کروں گا نہ مکاتبت اور جس کو محض اس پر قناعت نہ ہو اس کو اختیار ہے نہ آئے۔

بلا اجازت حاضر ہونے والے

حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ اگر کوئی اجازت حاصل کر کے آنا چاہے گا اس کے لیے تو یہی شرط ہے کہ جب تک یہ سب معاملات طے نہ ہو جائیں نہ آئے۔ لیکن اگر کوئی بلا اجازت طلب کیئے آ جائے تو میرے یہاں کوئی پہرہ نہیں چوکی نہیں جو چاہے چلا آئے اور جب چاہے چلا آئے مگر یہاں آنے کے بعد اس سے وہی سوال ہوگا اور قیام کی بھی وہی شرائط ہوں گی۔ اھ

آنے والوں کی بے اصولیوں کا جواب

چنانچہ بعض بلا اجازت آنے والوں سے جب یہی سوال ہوا تو انہوں نے بے تکے جوابات دیئے اور ایسی بے ڈھنگی اور بے اصول اور اذیت دہ باتیں کیں اور اتنی ناگواری بڑھی کہ ان کو دوسری ہی ریل گاڑی سے واپس کر دیا گیا یا وہ خود واپس چلے گئے اور مصلحت بھی یہی تھی کیونکہ بلا معاملہ صاف ہوئے قیام جانبین کے لیے موجب بے لطفی و تکدر ہوتا۔ واپسی کی نوبت تو خیر کم آتی ہے لیکن اکثر ایسے نو واردین سے جس سے اذیت دہ حرکات سرزد ہوتی ہیں طلب معافی پر یہ فرما دیتے کہیں کہ معاف کرنے کو تو میں نے معاف کر دیا لیکن یہ جو اذیت مجھ کو ہوئی یہ کس مد میں رہی کیا یہ خالی ہی گئی جس غرض کے لیے یہاں آئے ہو یعنی قیام وہ تو جبھی پوری ہوگی جب اس ذیت کا کچھ تدارک کیا جائے گا جب وہ تدارک پوچھتا ہے تو اکثر خود اسی سے تجویز کرایا جاتا ہے کیونکہ حضرت والا پہلے تو خود تدارک تجویز فرما دیا کرتے تھے

لیکن اب اکثر خود کوئی تدارک تجویز نہیں فرماتے تاکہ خواہ مخواہ حضرت والا پر سختی کا الزام نہ رکھا جائے۔ چنانچہ جب وہ خود یا اوروں سے مشورہ کر کے جس کی حضرت والا خود ہی اس کی سہولت کے لیے ہدایت فرما دیتے ہیں اپنے لیے کافی اور مناسب تدارک تجویز کر لیتے ہیں تو حضرت والا اسی کو بلکہ اکثر اس میں بھی کچھ اپنی طرف سے تخفیف فرما کر منظور فرما لیتے ہیں اور اگر اس کا تجویز کیا ہوا تدارک کافی اور مناسب نہیں ہوتا تو اس سے برابر جرح قدح فرماتے رہتے ہیں یہاں تک کہ یا تو اسی کے ذہن میں مناسب تدارک آ جاتا ہے یا خود حضرت والا مناسب تدارک تجویز فرما دیتے ہیں۔ تدارک اکثر یہی ہوتا ہے کہ کسی قریب کے مقام پر جا کر وہاں سے پھر حاضری کی اجازت طلب کی جائے اور بعض کے لیے صرف اس پر بھی اکتفا فرمایا گیا کہ لکھ کر خانقاہ میں یہ اعلان آویزاں کر دیا جائے کہ مجھ سے فلاں اذیت دہ حرکت سرزد ہوئی اور بعض کے لیے یہ تجویز فرمایا گیا کہ سب مقیمین خانقاہ سے فرداً فرداً اپنی غلطی کا اظہار کیا جائے تاکہ نفس کو گرانی ہو اور آئندہ کے لیے اس کو تنبیہ ہو۔ اھ

ایک طالب کی کوتاہی کا واقعہ

حال ہی میں ایک صاحب نے اپنے لیے یہ تدارک تجویز کیا کہ سہارن پور جا کر مکرر حاضری کی اجازت حاصل کر لی جس کو منظور فرما لیا گیا لیکن اسی وقت پھر ان سے کوئی اذیت دہ حرکت سرزد ہوئی جب اس کی وجہ دریافت فرمائی تو غلط تاویلات کرنے لگے جن سے حضرت والا کو بوجہ خلاف صدق وخلوص ہونے کے سخت نفرت ہے چونکہ یہ مرض شدید تھا اس کے ازالہ کے لیے شدید اور مزید تدارک کی ضرورت واقع ہوئی لہٰذا حضرت والا نے بجائے سہارنپور جانے کے دہلی جانا تجویز فرمایا۔ پھر بار بار افسوس فرماتے رہے کہ واللہ مجھ کو سخت قلق ہے اور خود ان سے بھی زیادہ قلق ہے لیکن کیا کرتا۔ بدوں اس تدارک کے ان کی اصلاح ہی نہیں ہو سکتی تھی۔ اھ

وہ چونکہ طالب صادق تھے اس لیے بخوشی دہلی جانا منظور کر لیا اور وہاں سے حاضری کی مکرر اجازت طلب کی اور اپنی غلطی کا اعتراف کیا پھر حضرت والا نے بخوشی اجازت مرحمت فرما دی لیکن اجازت نامہ پیش کرتے وقت یہ بے تکا پن کیا کہ پہلے تو خط جیب سے نکالا جس کو حضرت والا لینے کے لیے آمادہ ہوئے لیکن پھر اس کو فرش پر رکھ کر مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھا

دیئے جس سے حضرت والا کو سخت اذیت ہوئی اگر مصافحہ کرنا تھا تو پہلے مصافحہ کر لیتے پھر جیب سے خط نکالتے اور اگر خط نکال کر حضرت والا کو خط لینے کے لیے آمادہ کر دیا تھا تو خط ہی دے دیتے مصافحہ نہ کرتے یا بعد میں کرتے۔ اس پر حضرت والا نے اپنے پاس سے اٹھا دیا۔

ایسے مواقع پر حضرت والا حاضرین سے فرمایا کرتے ہیں کہ اگر میں لوگوں کی ان حرکتوں پر صبر کروں تو ان کی اصلاح بھی نہ ہو اور میرے قلب کے اندر ان کی طرف سے تکدر بھی پیدا ہو جائے اور اب تو چونکہ میں اپنی اذیت کا اظہار کر دیتا ہوں اور بعض لوگ اذیت کا تدارک بھی کر دیتے ہیں اس لیے میری طبیعت صاف رہتی ہے۔

خاص مجلس میں بلا اجازت آنے والے کا واقعہ

ایک بار ایک شخص مجلس خاص کے وقت آ بیٹھا اس سے حضرت والا نے یہ فرمایا کہ یہ مجلس خاص کا وقت ہے بعد ظہر کے پاس بیٹھنا اس وقت جاؤ اس پر وہ چلا گیا۔ بعد کو حاضرین سے فرمایا کہ دیکھئے اگر میں مروت میں آ کر اس سے کچھ نہ کہتا تو جب تک یہ بیٹھا رہتا مجھ کو سخت الجھن رہتی اور اس کی طرف سے قلب میں کدورت پیدا ہو جاتی اور اب جو یہ میرے کہتے ہی چپکے سے چلا گیا میرے قلب میں اس کی قدر ہوئی اور اس سے محبت پیدا ہو گئی۔ اسی سے اندازہ کر لیجئے کہ کون سی صورت بہتر ہے۔ اھ۔

متقدمین مشائخ کے واقعات

مذکورہ بالا تدارکات کے متعلق جامع اوراق عرض کرتا ہے کہ بزرگان سلف نے تو اس سے بھی سخت سخت سزائیں تجویز فرمائی ہیں۔ چنانچہ طبقات شعرانی میں ایک بزرگ کے حالات میں لکھا ہے کہ ان کی خدمت میں ایک طالب آئے اور یہ کہا کہ میں بہت دور سے آیا ہوں۔ اس احسان جتلانے پر ان کے لیے یہ سزا تجویز فرمائی گئی کہ تین برس تک یہاں آنے کی اجازت نہیں اسی طرح اس کتاب میں لکھا کہ ایک بزرگ کی خدمت میں ایک طالب مقیم تھے وہ ایک لاکھ درہم تو اپنے پاس سے اور ایک لاکھ قرض لیکر خرچ کر چکے تھے لیکن ہنوز ان کو کلام کرنے کی بھی اجازت نہیں ملی تھی۔

اسی قسم کی اور بہت سی حکایات طبقات شعرانی میں موجود ہیں جن کو حضرت والا نقل فرما کر فرمایا کرتے ہیں کہ آج کل کے طالبین بھی کوئی طالبین ہیں کہ ذرا سی سیاست کا بھی تحمل نہیں اور پھر حضرت مولانا رومی کا یہ شعر پڑھ دیتے ہیں ؎

تو بیک زخمے گریزانی زعشق　　　تو بجز نامے چہ میدانی زعشق

۴: دستور العمل

جب حضرت والا نے دیکھا کہ حاضری خانقاہ کی شرائط کے متعلق طالبین بہت گڑبڑ کرتے ہیں اور طے ہونے میں بڑا وقت صرف ہوجاتا ہے تو خاص اپنے صرف سے حاضری کے متعلق ایک مکمل دستور العمل طبع فرمالیا جس کی نقل یہ ہے۔

دستور العمل طالبان تعلق مرکب از مراتب سبعہ

اولاً:...... یہاں کی ابتدائی آمد میں ہر حال میں بدوں مخاطبت و مکاتبت کے سکوت محض کے ساتھ چندے مجالست و مصاحبت بغرض حصول بصیرت و مناسبت

ثانیاً:...... یہاں سے جاکر اگر تعلق رکھنا چاہیں اپنے مستقر سے اپنی اصلاح کے متعلق زیارت مناسبت کے لیے مراسل و مکاتبت

ثالثاً:...... مکرر آمد میں اگر یہاں کے قیام میں صرف مکاتبت چاہیں تو قبل آمد بذریعہ خط مجھ سے تحقیق موافقت وضروری مناسبت واخذ اجازت مکاتبت۔

رابعاً:...... بعد حصول اجازت نامہ جس کو آنے کے وقت دکھلانا ضروری ہوگا یہاں کے قیام میں صرف مکاتبت بلا مخاطبت

خامساً:...... بعد مناسبت تامہ جو مکاتبت طویلہ سے حاصل ہوسکتی ہے میری اجازت کے بعد یہاں کے قیام میں مکاتبت ومخاطبت

اور یہ سب تفصیل بقاء تعلق کی صورت میں ہے

سادساً:...... اگر اختلاف مذاق کے سبب مناسبت سے مایوسی ہوجاوے تو پھر مصلحت کے لیے نہ کہ کدورت کے سبب تجویز مفارقت ومجانبت ومشورۂ رجوع بجانب محل مناسبت۔

سابعاً:...... لیکن اس حالت میں بھی اگر خواہش کریں تو طلب دعا دریافت خیریت کے لیے خط بھیجنے کی اجازت علی المواظبت و بشرط عدم انقباض سکوت کے ساتھ اجازت مجالست و مصاحبت۔

خلاصہ: (۱)۔ محض مجالست (۲)۔ مستقر سے مراسلت (۳)۔ بعد مناسبت ضروریہ و اخذ اجازت مجالست مع مکاتبت بلا مخاطبت (۴)۔ بعد مراسلت طویلہ و مناسبت تامہ و اخذ اجازت مجالست مع مکاتبت و مخاطبت

وبصورت عدم حصول مناسبت

(۵)۔ مشورہ رجوع بجانب مناسبت (۶)۔ صرف برائے طلب دعا و خیریت اجازت مراسلت (۷)۔ بشرط عدم انقباض اجازت مجالست بلا مکاتبت و مخاطبت فقط

کتبہ اشرف علی عفی عنہ

مطبوعہ دستور العمل کا فائدہ

اس دستور العمل سے جانبین کو بہت سہولت ہوگئی۔ جب کوئی نیا طالب حاضری کی اجازت طلب کرتا ہے حضرت والا مطبوعہ دستور العمل ملفوف فرما دیتے ہیں پھر اگر وہ عدم مخاطبت و عدم مکاتبت بزمانہ قیام کی شرط کے ساتھ اجازت حاضری طلب کرتا ہے۔ اجازت مرحمت فرما دی جاتی ہے اور یہ بھی ہدایت تحریر فرما دی جاتی ہے کہ آتے ہی اس خط کو پیش کر دیا جائے۔ چنانچہ آنے والا آتے ہی اس خط کو پیش کر دیتا ہے۔ اس کو بلا تامل قیام کی اجازت مل جاتی ہے اور کسی ردوکد کی نوبت نہیں آتی بشرطیکہ خلاف اصول کوئی حرکت سرزد نہ ہو۔

نو واردین کے لئے عدم مخاطبت و مکاتبت کا فائدہ

حضرت والا خود بھی فرمایا کرتے ہیں کہ نئے آنے والوں کے لیے بزمانہ قیام عدم مخاطبت و عدم مکاتبت کی شرط اللہ تعالیٰ نے خوب میرے دل میں ڈال دی ورنہ عدم مناسبت مزاج اور عدم واقفیت طریق کی وجہ سے لوگ بے اصول باتیں اور بے تکے سوالات کر کر کے مجھ کو بڑی ایذائیں پہنچانے اور بڑا وقت ضائع کرتے میرا بھی اور اپنا بھی اب تو اللہ کا شکر ہے کہ میں بھی اپنے کام میں اطمینان سے مشغول رہتا ہوں اور ان لوگوں کو بھی نہایت یکسوئی اور سکون

کے ساتھ میری باتیں سننے اور اطمینان سے ان پر غور کرنے کا موقع ملتا ہے ورنہ اگر قیل وقال کی اجازت ہوتی تو مجلس کیا ہوتی چوپال ہوتی بڑے پریشان ہوتے اور بڑا پریشان کرتے اور یہاں سے بالکل کورے جاتے۔ اب تو بہ کثرت اس مضمون کے خطوط آتے رہتے ہیں کہ خموشی کے ساتھ بیٹھنے سے بہت نفع حاصل ہوا۔ خموشی کے ساتھ بیٹھ کر سننے کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ ایک بار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے ایک صحابی سے فرمائش کی کہ قرآن سناؤ انہوں نے عرض کیا کہ آپ پر تو خود نازل ہوا ہے میں کیا سناؤں فرمایا کہ مجھے یہ محبوب ہے کہ جو کچھ مجھ پر نازل ہوا ہے اس کو میں دوسرے کی زبان سے سنوں۔ اھ

پھر حضرت والا نے فرمایا کہ قرآن خود پڑھنے میں تو ثواب زیادہ ہے اور دوسرے سے سننے میں لطف اور اثر زیادہ ہے۔ اھ

ضوابط وقواعد کا منشاء

حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ یہاں آنے والوں کے متعلق میرے جتنے معمولات ہیں ان سب کا منشاء تعلیم ادب ہے۔ یہ اصل ہے اور سب فروع جو کہ زمانہ اور مصالح اور ضرورتوں کے بدلنے سے بدلتے رہتے ہیں اور اس اصل کی صریح تائید حدیث کان علیٰ رؤسنا الطیر سے ہوتی ہے بلکہ بوجہ اس کے کہ اس معمول کے منافع کھلے ہوئے ہیں اگر یہ تائید نہ بھی ہوتی تب بھی اس کے مستحسن اور قابل عمل ہونے میں کلام نہیں ہوسکتا تھا جیسے کتب طب میں بڑے بڑے مجرب نسخے موجود ہیں اور وہ سب قابل استعمال سمجھے جاتے ہیں حالانکہ ان میں سے کسی کی بھی تائید حدیث سے نہیں ہوتی لیکن اس تائید سے اس معمول کی اور بھی تقویت ہوگئی اور حسن بڑھ گیا۔ اھ

عدم مخاطبت ومکاتبت کے دوران حاضرین کی ذمہ داری

حضرت والا اس عدم مخاطبت ومکاتبت بزمانہ قیام کی یہ مصالح بھی بیان فرمایا کرتے ہیں کہ نئے آنے والے پہلے خموشی کے ساتھ بیٹھے ہوئے میرا طرز تربیت میری عادات میری خصوصیات مزاج دیکھیں اور میری باتیں سنیں اور ان پر اطمینان سے غور کریں۔ پھر یہاں

سے جا کر آزادی کے ساتھ رائے قائم کریں اگر میرا طریقہ اور مزاج پسند نہ آئے اور مجھ سے مناسبت پیدا ہونے کی توقع نہ ہو تو کسی دوسرے سے رجوع کریں اور اگر میری سب باتیں پسند ہوں تو پھر اصلاح کے متعلق مجھ سے خط و کتابت کریں۔ شروع میں اصلاح خاص کی نیت سے یہاں نہ آئیں بلکہ یہ دیکھنے اور سیکھنے کے لیے آئیں کہ آیا باہم مناسبت ہوگی یا نہ ہوگی اور اگر ہوگی تو اپنی اصلاح کے متعلق خط و کتابت کرنے اور اپنے امراض نفس کے پیش کرنے کا صحیح اور نافع طریق کیا ہے۔

خاموش حاضرین کے مقصود کا حصول

جامع اوراق عرض کرتا ہے کہ حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہونے والوں کی یہ دونوں اغراض نہایت سہولت کے ساتھ بہ احسن وجوہ حاصل ہو جاتی ہیں کیونکہ بوجہ اس کے کہ حضرت والا کی فطرت ہی میں بے تکلفی سادگی صفائی اور آزادی ہے حضرت والا اپنا مسلک اپنا طرز تربیت اپنی عادات و خصوصیات مزاج غرض اپنا سارا کچا چٹھا تقریراً و عملاً قالاً و حالاً نہایت واضح طور پر بلا ادنیٰ خوف لومۃ لائم رات دن ظاہر فرماتے رہتے ہیں۔ بلکہ بعض اوقات بعض شرعی رخصتوں پر اسی قصد سے عمل فرماتے ہیں کہ آنے والے دیکھ لیں اور ضرورت سے زیادہ عابد و زاہد نہ سمجھیں مثلاً کبھی کبھی نوافل کا بیٹھ کر بھی ادا فرمالینا اکثر بچوں سے خوب ہنسنا بولنا اور مزاح فرمانا۔ غصہ کی باتوں پر خوب کھل کر غصہ فرمانا اور دور و دراز سے نہایت عقیدت مندانہ حاضر ہونے والوں کو بھی خلاف اصول امور پر بلا ادنیٰ پروائے زوال عقیدت نہایت آزادی کے ساتھ روک ٹوک فرمانا اس کی ایک غرض حضرت والا یہ بھی بیان فرمایا کرتے ہیں کہ جتنے کسی کو میرے بارہ میں عمر بھر وسوسے آنے ہوں اور اشکالات پیدا ہونے ہوں وہ ایک دم سے آ جائیں اور ختم بھی ہو جائیں اور پھر عمر بھر کے لیے یکسوئی ہو جائے یا تو ہمیشہ کے لیے معتقد ہو کر یا ہمیشہ کے لیے غیر معتقد ہو کر ورنہ اگر میں اپنے آپ کو بنائے ہوئے رکھتا تو عمر بھر بھی کسی کو یکسوئی نہ ہوتی۔ جب کوئی بات اپنے خیال کے خلاف دیکھتے اپنے دل میں کہتے کہ یہ ایک اور بات نکلی۔ پھر کوئی بات دیکھتے پھر یہی کہتے کہ لو اب یہ ایک اور بات نکلی۔ غرض عمر بھر اطمینان نہ ہوتا۔ اب تو برا بھلا جیسا بھی ہوں سب کو سابقہ پڑتے ہی معلوم ہو جاتا ہے پھر

چاہے کوئی رہے یا جائے اور مجھے بھی یکسوئی ہو جاتی ہے اور اس خیال کے لوگوں سے میرا شروع ہی میں پیچھا چھوٹ جاتا ہے جو بزرگی اسی کو سمجھتے ہیں کہ بالکل بے حس ہو جائے جیسے بت کہ اگر ان کے ساتھ تعظیم کا برتاؤ کیا جائے تب انہیں کوئی حس نہیں اگر اہانت کا برتاؤ کیا جائے تب انہیں کوئی حس نہیں دوسرے یہ کہ بزرگی کا دعویٰ کس نے کیا ہے اور بلانے کا اعلان کس نے دیا ہے۔ میں تو ایک طالب علم ہوں۔ اپنے اساتذہ اور بزرگوں سے دین کی جو باتیں سنی ہیں وہ سناتا رہتا ہوں اور ان کی صحبت کی برکت سے دین کی جو حقیقت سمجھ میں آئی ہے اس کو ظاہر کرتا رہتا ہوں۔ اگر کسی کے جی میں لگے قبول کرے نہ لگے نہ قبول کرے۔ اختیار ہے۔ للو پتو مجھے آتی نہیں نہ میں اس کو مفید سمجھوں۔ گو بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ رفتہ رفتہ اپنے طریق پر لانا چاہیے لیکن میں اس کے خلاف ہوں کیونکہ میرا تجربہ ہے کہ جس نے اپنے ذہن میں جو معیار بزرگی کا صحیح یا غلط قرار دے رکھا ہے وہ اس وقت تک اس کا معتقد ہے جب تک وہ اس معیار کے مطابق اس کو سمجھے ہوئے ہے اور جہاں ذرا اس معیار سے ہٹا ہوا پایا بس سارا اعتقاد جاتا رہا۔ معتقد فیہ تو اس خیال میں رہتا ہے کہ یہ شخص ہمارا معتقد ہے حالانکہ وہ درحقیقت اپنے ہی خیال کا معتقد ہوتا ہے۔

اسی طرح اگر کسی معتقد کا اعتقاد جاتا رہے تو معتقد فیہ کو سمجھ لینا چاہیے کہ وہ اس کا معتقد تھا ہی نہیں بلکہ ایک خیالی شخص کا معتقد تھا تو ایسے خیالی معتقد کے کم ہو جانے کا افسوس ہی کیا۔ بلکہ خوش ہونا چاہیے کہ اچھا ہے قبل تعلق ہی پیچھا چھوٹ گیا ورنہ تعلق قائم ہو جانے کے بعد اگر قطع تعلق کی نوبت آتی اور ضرور آتی تو بہت ناگواری ہوتی اور جب تک تعلق رہتا بہت ستاتا اسی لیے میں شروع ہی سے ہر طالب کے ساتھ ایسا صاف معاملہ کرتا ہوں کہ اس کی نوبت ہی نہ آنے پائے شروع ہی میں فیصلہ ہو جائے اِدھر یا اُدھر نہ وہ دھوکہ میں رہے نہ میں۔ میرا تو بس یہ مذاق ہے۔

ہر کہ خواہد گو بیاؤ ہر کہ خواہد گو برو   دار و گیر و حاجت درباں دریں درگاہ نیست اھ

(جو چاہے آئے اور جو چاہے جائے اس دربار میں پکڑ دھکڑ اور دربان کی ضرورت نہیں ہے)

جامع اوراق عرض کرتا ہے کہ ردّ و قبول خلق کا مطلق خیال نہ ہونا حضرت والا کے اعلیٰ درجہ کے باکمال اور مخلص و صادق ہونے کی علامت ہے جس پر ایک تاجر نے اپنی اصطلاح میں خوب کہا کہ کیوں کسی کی خوشامد کریں کیا مال گیلا ہے۔ اھ

حضرت والا کے اس طرز سے تو آنے والوں کو مناسبت و عدم مناسبت کا اندازہ بسہولت ہو جاتا ہے جو آنے کی پہلی غرض تھی اور دوسری غرض یعنی اپنی اصلاح کرانے کا صحیح طریق معلوم کرنا وہ اس طرح پوری ہوتی ہے کہ حضرت والا کی مجلس شریف میں زیادہ تر اسی کا تذکرہ رہتا ہے۔ نیز حضرت والا طالبین کے خاص خاص خطوط کے خاص خاص مضامین میں بھی مع جوابات کے حاضرین مجلس کو بلا اظہار نام سناتے رہتے ہیں اور ان کی غلطیوں کی زبانی توضیح بھی فرماتے رہیں جس سے حاضرین کو اپنی اصلاح کے متعلق خط و کتابت کرنے اور اپنے امراض نفس پیش کرنے کا سلیقہ آ جاتا ہے چنانچہ حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ پاس رہنے سے اصلاح نہیں ہوتی بلکہ مناسبت پیدا ہوتی ہے اور اپنے امراض کو پیش کرنے کا اور میرے جوابات کو سمجھ کر ان پر عمل کرنے کا سلیقہ پیدا ہوتا ہے۔ اھ

ایک خاموش حاضر کا خط

اب اس نمبر کو ایک طالب کے خط کی نقل پر ختم کیا جاتا ہے جو حسن اتفاق سے ابھی آیا ہے۔ یہ صاحب خموشی کے ساتھ کچھ دن مقیم خانقاہ رہ کر حال ہی میں واپس گئے ہیں۔ لکھتے ہیں کہ دوران قیام میں جو سکون اور اطمینان قلب حضرت والا کی صحبت بابرکت سے حاصل ہوا ہے وہ بیان سے باہر ہے خاص کر اپنے نفس کے عیبوں پر بصیرت کے ساتھ اطلاع ہوئی خاص کر بدگمانی کا مرض مجھ میں شدید ہے۔ حضرت والا اس کا علاج تجویز فرمائیں۔ اھ۔

دیکھئے یہ صاحب پہلی ہی بار کی حاضری میں بفضلہ تعالیٰ اچھی طرح راہ پر لگ گئے اور جو اصل مقصود اس تعلق سے ہے یعنی اصلاح احوال اس میں صحیح طریقہ مشغول ہو گئے اور حضرت والا نے بھی فوراً ہی باقاعدہ تعلیم شروع فرما دی ورنہ بہت سے طالبین تو اس مقصود میں اپنی بے اصولی اور بے راہی اور ناواقفی کی وجہ سے مہینوں کی خط و کتابت کے بعد بھی کامیاب نہیں ہو پاتے یہ سب اسی دستور العمل کی برکات ہیں جو حضرت والا نے طالبان تعلق کے لیے مقرر فرما رکھا ہے جس کی نقل اس نمبر کے شروع میں بعنوان ''دستور العمل طالبان تعلق مرکب از مراتب سبعہ'' ہدیہ ناظرین کی جا چکی ہے۔

اب طالب مذکور کے اس خط کا جس کی ابھی سطور بالا میں نقل پیش کی گئی ہے جو جواب

باصواب حضرت والا نے ارقام فرمایا ہے وہ بھی تمیم فائدہ کے لیے پیش کیا جاتا ہے کیونکہ بوجہ اس کے کہ وہ حضرت والا کے ابتدائی طریق تعلیم کو ظاہر کرتا ہے وہ بھی نئے طالبین کے لیے سبق آموز ہوگا۔

طالب مذکور نے جو بدگمانی کا علاج پوچھا تھا اس کے متعلق یہ محققانہ استفسارات فرمائے۔ کہ وہ بدگمانی اختیار سے ہوتی ہے یا بلا اختیار اور صرف بدگمانی ہوتی ہے یا اس کے موافق عمل بھی ہوتا ہے اور کیا ہوتا ہے مع ایک دو مثال کے لکھو۔ اھ

سبحان اللہ حضرت والا کے استفسارات کیا ہوتے ہیں جوابات ہوتے ہیں جن سے نہ صرف جزئیات بلکہ کلیات طریق بھی بہ ادنیٰ تامل مستنبط کئے جا سکتے ہیں۔

۵: طالبین کا مجتمع ہو کر آنا

حضرت والا طالبین کا بالقصد مجتمع ہو کر آنا ناپسند فرماتے ہیں لیکن اگر اتفاق سے اجتماع ہو جائے تو اس کا مضائقہ نہیں۔ اس عدم اجتماع کی مصالح کے متعلق حسن العزیز جلد اول کا ملفوظ نمبر ۳۶ بلفظہ نقل کر دینا کافی معلوم ہوتا ہے وہو ہذا۔

احقر کے چند اسباب کا قصد حضرت والا کی خدمت میں بمقام تھانہ بھون حاضری کا ہوا حضرت اس زمانہ میں کانپور تشریف لائے ہوئے تھے حضرت نے فرمایا کہ اگر محض ملاقات کے لیے آئیں تو جس طرح چاہیں چلے آئیں لیکن اگر کچھ اور ارادہ ہو (یعنی اصلاح کا) تو مجموعی طور پر نہ آئیں بلکہ ہر شخص تنہا آئے ورنہ نفع نہ ہوگا کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ ہر شخص کے ساتھ اس کے مناسب حال برتاؤ کرنا چاہیے اور اگر سب ایک ساتھ آئے تو سب کے ساتھ یکساں برتاؤ کرنا پڑے گا اور اگر کسی کے ساتھ سختی کا برتاؤ کرنا مناسب ہوا تو اس کو اپنے ساتھیوں سے شرمندگی ہوگی۔ بس ہر شخص کا الگ الگ آنا ہی ٹھیک ہے یہ تو آخرت کا سفر ہے مُردے قبروں میں علیٰحدہ ہی علیٰحدہ جاتے ہیں۔

ایک صاحب کے عریضہ کا جواب

ایک صاحب نے عریضہ میں اپنے ہمراہ اپنے والد صاحب کو بھی لانے کا قصد ظاہر کیا تو تحریر فرمایا کہ آپ کے ساتھ تشریف لائے تو ان کو مخدوم بنا کر رکھنا پڑے گا جس کے لیے

میں تو بسر وچشم آمادہ ہوں لیکن ان کو نفع نہ ہوگا۔ مذکورہ بالا مصالح کی بناء پر حضرت کسی کا کسی کے ساتھ آنا پسند نہیں فرماتے۔" انتہیٰ بلفظہ"

ایک طالب کا واقعہ

اسی کے متعلق ایک اور خاص واقعہ بھی یاد آیا۔

ایک طالب کو ایک بے جا حرکت پر ایک خلیفہ مجاز کے سپرد فرما دیا گیا تھا جو مدت تک انہی خلیفہ مجاز کے ہمراہ سالانہ حاضر خدمت ہوتے رہے پھر ایک بار تنہا حاضر ہوئے تو رخصت کے وقت فرمایا کہ میں آپ کے اب کی بار آنے کا خاص اثر اپنے قلب میں پاتا ہوں کیونکہ اس مرتبہ آپ تنہا آئے اس سے قبل چونکہ آپ دوسرے کے تابع ہو کر آتے تھے اس لیے مجھ کو کوئی خاص توجہ نہ ہوتی تھی۔ یہ خیال ہوتا تھا کہ یہ تو ان کے ہمراہی ہیں۔اھ

جامع اوراق عرض کرتا ہے چونکہ حضرت والا کی طبع مبارک فطرۃً نہایت حساس اور سلیم ہے اس لیے جو بات جس درجہ کی ہوتی ہے اس کا حضرت والا پر اسی درجہ کا اثر ہوتا ہے۔

ایک طالب کی درخواستِ دعا پر اس کی اصلاح

اس پر ایک اور واقعہ یاد آیا۔ ایک صاحب نے ایک مریض کے لیے دعائے صحت کی درخواست کی حضرت والا نے دریافت فرمایا کہ تم اپنی طرف سے یہ درخواست کر رہے ہو یا مریض نے یہ درخواست کی ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ مریض نے درخواست کی ہے۔ اس پر اظہار ناراضی فرمایا کہ پھر تم کو یہی کہنا چاہیے تھا کہ مریض نے درخواست کی ہے۔ تم نے تو اس طرح کہا جیسے خود تم ہی اپنی طرف سے ان کے لیے دعا کرا رہے ہو۔ ان دونوں عنوانوں کے اثر میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ خود مریض کی درخواست سے قلب پر زیادہ اثر ہوتا ہے اور زیادہ توجہ کے ساتھ دعا نکلتی ہے ایسی باتوں کا بہت خیال رکھنا چاہیے تم کو جذبات کی اتنی بھی حس نہیں۔اھ

۶: خط کے ذریعہ ہو سکنے والے کام کیلئے سفر

اصول متعلقہ بیعت میں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت والا محض بیعت کے لیے سفر کی نہ اجازت مرحمت فرماتے ہیں نہ بوجہ غیر ضروری ہونے کے محض اس غرض کے لیے کسی کا آنا پسند فرماتے ہیں کیونکہ بیعت بذریعہ خط کے بھی ہو سکتی ہے۔ اسی طرح محض دعا یا محض تعویذ کے لیے بھی

کسی کا آنا پسند نہیں فرماتے کیونکہ یہ غرض بھی بذریعہ خط کے بہ آسانی اور صرف چند پیسوں کے خرچ میں حاصل ہوسکتی ہے بلکہ تعویذ تو قصداً ایسے لوگوں کو نہیں دیتے اور فرمادیتے ہیں کہ بذریعہ خط کے گھر پہنچ کر منگوالینا تاکہ اس کی عام شہرت ہوجائے اور یہ سلسلہ آگے کو نہ چلنے پائے اور دوسرے لوگ اس غرض کے لیے سفر کر کے نہ آئیں اور بے ضرورت پریشانی اور خرچ سے بچ سکیں۔

۷: لنگر خانے کا انتظام نہ ہونا

حضرت والا کے یہاں آنے والوں کے لیے کوئی لنگر خانہ نہیں ہے بلکہ آنے والوں اور مقیمین خانقاہ کے لیے ان کی درخواست پر بعض لوگ بطور خود بقیمت کھانے کا انتظام کر دیتے ہیں اس میں نہایت سکون اور جانبین کو بڑی آزادی اور راحت رہتی ہے ورنہ اگر لنگر خانہ ہوتا تو بڑی چپقلش رہتی اور بہت سے تو محض روٹیوں ہی کے لیے پڑے رہتے۔ صادق اور غیر صادق طالبین کا امتیاز ہی مشکل ہو جاتا۔ چنانچہ ایک فہیم اہل علم طالب نے جب وہ تلاش پیر کے لیے نکلے تو منجملہ اور شرائط کے اپنے ذہن میں یہ بھی طے کرلیا تھا کہ ایسے پیر سے مرید ہوں گا جس کے یہاں لنگر خانہ نہ ہوگا کیونکہ لنگر خانہ ہونے کی صورت میں تو اگر طالبین کا ہجوم ہوا تو وہ قابل اعتبار ہی کیا ہوگا روٹیوں کی بدولت ہوگا۔

حضرت والا اس کی یہ مصلحت بھی بیان فرمایا کرتے ہیں کہ اگر میرے یہاں لنگر خانہ ہوتا تو میری ہر وقت اسی پر نظر ہوتی کہ آنے والے کچھ دیں اور اب تو بفضلہ تعالیٰ کبھی اس کا وسوسہ بھی نہیں ہوتا بلکہ جو شخص میرے قیود وحدود خاصہ کے خلاف ہدیہ دیتا ہے میں نہایت استغناء کے ساتھ واپس کر دیتا ہوں (حدود وقیود ہدیہ آگے اصول متفرقہ میں انشاءاللہ تعالیٰ ملاحظہ سے گزریں گے۔۱۲جامع)

ایک پیر صاحب کا واقعہ

اس کے متعلق حضرت والا سندھ کے ایک پیر صاحب کا واقعہ بھی نقل فرمایا کرتے ہیں کہ اسی لنگر خانہ کی بدولت وہ چھ ہزار کے مقروض ہو گئے تھے میرے پاس (یعنی حضرت والا کے پاس ۱۲جامع) ایک صاحب کے نام سفارش نامہ لکھوانے آئے تھے کہ وہ چھ ہزار روپیہ قرض حسنہ دے دیں کہتے تھے کہ مرید آ آ کر روٹیاں تو کھا گئے اور بہت سے تو مہینوں پڑے

رہے لیکن کچھ دیا نہیں۔ میں نے پوچھا کہ اب جو کسی سے قرض لینے کا قصد ہے تو قرض کہاں سے ادا کیجئے گا کہا مریدوں ہی سے وصول ہوگا اور میرے پاس کہاں سے آئے گا میں نے دل میں کہا کہ ماشاء اللہ اب بھی آپ کو مریدوں سے ہی توقع ہے۔ اگر وہ ایسے ہی دینے والے ہوتے تو قرض ہی کیوں ہوتا۔ غرض یہ خرابیاں ہیں لنگر خانہ کی۔

لنگر کے انتظام کی ذمہ داری کون لیتا؟

پھر لنگر خانہ کے انتظام کا بکھیڑا کون اپنے سر لیتا میری طبیعت تو ایسی ہے کہ مجھے ہر وقت اسی کا شغل ہو جاتا اور ہر وقت ایک روگ لگ جاتا کیونکہ اول تو میں کسی پر ادنیٰ بار بھی نہیں ڈالتا دوسرے میں انتظامات کو دوسروں کے سپرد کر کے مطمئن ہو جانے کہ ذمہ داری سے سبکدوش ہونے کے لیے کافی نہیں سمجھتا۔ چنانچہ میرے اس خیال اور معمول کی تائید حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک واقعہ سے بھی ہوگئی جو کسی کتاب میں میری نظر سے گزرا تھا۔ آپ نے ایک بار خاص خاص حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے یہ مسئلہ پیش کیا کہ چونکہ خلافت کے متعلق کام اب بہت بڑھ گئے ہیں ان کا اکیلا کرنا مشکل ہے۔ اس لئے اگر میں صرف اہم اہم امور کی نگرانی تو اپنے ذمہ رکھوں اور بقیہ کو دوسرے معتمدین کے سپرد کر دوں تو کیا یہ سپردگی مجھ کو نگرانی سے بری الذمہ کرنے کے لیے کافی ہو جائے گی یا نہیں۔ اس پر سب نے بالاتفاق کہا کہ یہ کافی نہیں بلکہ کام سپرد کرنے کے بعد یہ بھی دیکھنا ضروری ہے کہ آیا وہ کام اچھی طرح ہوا بھی یا نہیں۔ اھ

پھر حضرت والا نے فرمایا کہ اس بارے میں میرا بھی یہی فیصلہ ہے کہ جب تک کسی کام کو خود کر سکے اس وقت تو کرے اور جب اپنے قابو میں نہ رہے تو بجائے اس کے کہ دوسروں کے ذریعہ سے اس کو کرائے اس کو بالکل چھوڑ ہی دے کیونکہ میرا تجربہ ہے کہ محض دوسروں کے اعتماد پر کام چھوڑ دینے سے وہ کام اکثر مکمل نہیں ہوتا۔ چنانچہ ایک بار ایک بزرگ کے استغناء کا میں نے یہ حال سنا کہ وہ خود روپیہ پیسہ کو ہاتھ بھی نہیں لگاتے بلکہ نقد اور غیر نقد سب ہدایا محض ان کے سامنے رکھ دیئے جاتے ہیں پھر ان کو خدام فوراً اٹھا کر مناسب مواقع اور ضروریات میں صرف کر دیتے ہیں اور وہ بزرگ خود سارے انتظامات سے بالکل

الگ تھلگ اور یک سو رہتے ہیں چونکہ مجھ میں بھی فطرۃً بہت آزاد مزاجی ہے اس لیے مجھے ان کا یہ معمول بہت پسند آیا اور جی چاہا کہ میں بھی اسی طرح سب انتظامی امور سے علیٰحدگی اختیار کرلوں لیکن اللہ تعالیٰ نے فوراً میری اس طرح دستگیری فرمائی کہ اسی روز شام کے وقت اپنے غلام کو گھر میں سے گیہوں دیئے گئے کہ جلال آباد جا کر مشین میں پسوالائے وہ خلاف معمول جلدی سے آٹا لیکر چلا آیا میں نے اظہار تعجب کیا کہ بڑی جلدی واپس گئے اس نے کہا کہ رات ہونے والی تھی اور مجھے دو اڑھائی میل چل کر واپس آنا تھا اس لیے مشین والوں نے میری رعایت سے مجھ کو پسا ہوا آٹا دے دیا اور اس کے بدلے میں پسائی کے پیسے اور گیہوں رکھ لئے میں نے کہا کہ یہ معاملہ تو ناجائز ہوا اگر یہ آٹا کھایا جائے گا تو سب کو سود کا گناہ ہوگا اس کو جا کر واپس کردو اور اپنے ہی گیہوں کا آٹا پسوا کر لاؤ۔ اس واقعہ سے مجھے فوراً تنبہ ہوا کہ انتظامات کو دوسروں کے سپرد کر دینے میں یہ خرابیاں ہیں۔ پھر میں نے دل میں کہا کہ بس جی وہی طرز ٹھیک ہے جو اپنے بزرگوں کا رہا ہے اس کو نہیں بدلنا چاہیے اور جو معاملات اپنے متعلق ہیں ان میں خود بھی ضرور دخل دینا چاہیے۔ اھ

مہمانوں کے کھانے کا انتظام

اس استطرادی مضمون کے بعد پھر لنگر خانہ کے مضمون کی طرف عود کرتا ہوں۔ گو حضرت والا کے یہاں لنگر خانہ تو نہیں ہے لیکن جن مہمانوں کو کھانا کھلانا ہی مناسب اور مصلحت ہوتا ہے وہاں نہایت فراخ دلی کے ساتھ کھانا کھلاتے ہیں اور ملازمین کو حکم ہے کہ ریل گاڑیوں کے آنے کے بعد آ کر پوچھیں کہ کوئی مہمان تو نہیں ہے۔ اکثر مہمانوں کو تو خانقاہ میں ہی کھانا بھیج دیا جاتا ہے اور بعض خاص مہمانوں کو دولت خانہ پر بلا کر اپنے ساتھ بھی کھانا کھلاتے ہیں لیکن اگر خود بھوک نہیں ہوتی تو خواہ مخواہ کا تکلف بھی نہیں فرماتے ان کو کھانا کھلا دیتے ہیں اور خود عذر فرما دیتے ہیں اور بعض دفعہ کھانے میں تو شریک نہیں ہوتے لیکن کھانا کھانے کے وقت مہمانوں کے پاس بیٹھے رہتے ہیں۔ اگر مختلف مرتبہ کے مہمان ہوتے تو ملازم کو تاکید فرما دیتے ہیں کہ ہر ایک کو الگ الگ کھانا دیا جائے تا کہ اگر کوئی مہمان کسی دوسرے مہمان کے

ساتھ کھانا گوارانہ کرے تو اس کو تنگی نہ ہو۔ پھر اگر وہ خود ہی ساتھ کھائیں تو ان کو اختیار ہے۔

مولانا خلیل احمد سہارنپوری کے مہمان ہونے کا واقعہ

حضرت والا ہر ایک مہمان کے ساتھ اس کے درجہ کے مطابق برتاؤ فرماتے ہیں۔ ایک بار حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ مہمان ہوئے تو ایک نکتہ چیں صاحب نے گن کر بتایا کہ بہتر برتنوں میں کھانا تھا حالانکہ صرف چار پانچ کھانے والے تھے۔ مولانا نے فرمایا کہ اتنا تکلف کیوں کیا۔ حضرت والا نے عرض کیا کہ اس تکلف کے باعث تو خود حضرت ہی ہیں۔ اگر جلد جلد تشریف لاویں تو پھر ایسا نہ ہو چونکہ سالہا سال میں تو کبھی تشریف لانا ہوتا ہے اس لیے جی چاہتا ہی ہے کہ جو جو اچھی چیزیں ہو سکیں پیش کر دی جائیں ورنہ پھر موقع نہ ملے گا۔

ایک نواب صاحب کی میزبانی

اسی طرح ایک بہت بڑے درجہ کے نواب مہمان ہوئے تو ان کے لیے بھی متعدد کھانے پکوائے گئے ان کے عذر تکلیف دہی پر فرمایا کہ بفضلہٖ تعالیٰ کوئی چیز باہر سے نہیں منگوانی پڑی یہاں تک کہ گوشت بھی گھر ہی کے مرغ کا ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ اس کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ آپ کو دکھاؤں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو بفضلہٖ کھانے پینے کو کافی دے رکھا ہے تاکہ آپ کو مسرت بھی ہو اور میری طرف سے بے فکری بھی رہے کہ خدائے تعالیٰ نے سب سامان راحت کا عطا فرما رکھا ہے۔ حاجت مند نہیں۔ اھ

مدارس کے طلبہ کے ساتھ برتاؤ

تعطیلات کے موقع پر دیوبند اور سہارنپور کے مدارس سے بڑی بڑی تعداد میں طلبہ آتے ہیں۔ اگر قرائن سے معلوم ہو جاتا ہے کہ ان کو کھانے کے لیے خرچ کی ضرورت ہے تو ہر ایک سے جدا جدا بذریعہ ملازم پوچھوالیا جاتا ہے جو ضرورت ظاہر کرتا ہے اس کی نقد سے اعانت فرما دی جاتی ہے اور وہ کئی کئی دن تک مہمان رہتے ہیں۔ اسی طرح بعض دفعہ بہت بہت سے علماء کرام اور اراکین مدارس دینیہ بھی دینی امور کے مشورہ کے لیے تشریف لاتے ہیں اور حضرت والا کے مہمان رہتے ہیں۔

مصلحت کے مطابق مہمانداری

غرض مہمان داری کا کوئی معین ضابطہ نہیں ہے جس وقت جیسی ضرورت اور مصلحت دیکھی عمل فرمالیا۔ چنانچہ ایک بار بہت سی مستورات کسی گاؤں سے بلا اطلاع اور بلا حصول اجازت مرید ہونے کو چلی آئیں گھر میں کھانے کے انتظام کے لیے متفکر ہوئیں لیکن حضرت والا نے فرمادیا کیوں فکر میں پڑیں جنس دیدو چولہا بتادو اور کہہ دو کہ آپ ہی پکائیں اور کھائیں چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ غرض حضرت والا کے یہاں صرف بقدر ضرورت و مصلحت ہی مہمانداری ہوتی ہے۔ حضرت والا ضرورت سے زیادہ جھگڑا اپنے سر نہیں لیتے بلکہ جو خاص مہمان ہوتے ہیں ان کی مہمانداری میں بھی اپنا معتدبہ حرج اوقات نہیں ہونے دیتے۔ کچھ دیر خصوصیت کے ساتھ متوجہ رہ کر اور راحت و آرام کے سب ضروری انتظامات کر کے اور اجازت لیکر پھر اپنے کام میں مشغول ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ حضرت والا کے استاد مکرم حضرت مولانا محمود حسن صاحبؒ کی تشریف آوری پر بھی یہی عمل فرمایا اور سب ضروری انتظامات فرمانے کے بعد جب تصنیف کا وقت آیا تو نہایت ادب کے ساتھ تھوڑی دیر کے لیے تصنیف کا کام کرنے کی اجازت حاصل کر لی گو پھر جلدی ہی تشریف لے آئے کیونکہ کام میں بوجہ غایت تعلق خاطر دل ہی نہ لگا لیکن بالکل ناغہ اس روز بھی نہ کیا۔

خصوصی مہمانوں کا خیال

جب کسی خاص مہمان کی آمد ہوتی ہے تو معمول سے زیادہ تعب برداشت فرما کر پہلے ہی ضروری کاموں سے فارغ ہو لیتے ہیں تاکہ ان کی جانب متوجہ ہونے کے لیے کافی وقت مل سکے۔ بعض خاص مہمانوں سے بات چیت کرنے کے لیے جو ہر روز واپس جانے والے ہوتے ہیں اپنا قیلولہ بھی ناغہ فرما دیتے ہیں اور ڈاک کا کام بھی کچھ دیر کے لیے ملتوی فرما دیتے ہیں اور پھر اسکو خاص تعب برداشت فرما کر روانگی ڈاک سے قبل پورا فرما دیتے ہیں۔ جہاں کوئی خاص مقتضی ہوتا ہے یا مصلحت دیکھتے ہیں وہاں کم قیام کرنے والوں کو پاس بیٹھنے کا زیادہ سے زیادہ موقع عطا فرماتے ہیں اور اس کی کوشش فرماتے ہیں کہ جہاں تک ہو سکے ان کے مناسب حال

دین کی باتیں ان کے کانوں میں پڑ جائیں چنانچہ یہ ہمیشہ دیکھا جاتا ہے کہ جب کم قیام کرنے والے جمع ہو جاتے ہیں تو بہت زیادہ وقت افادات میں صرف فرماتے ہیں اور بہت جوش وخروش اور سرگرمی کے ساتھ نہایت عجیب وغریب اور نافع حقائق ومعارف دیر دیر تک (یہاں تک کے بعض اوقات کھانے کا وقت بھی بہت مؤخر ہو جاتا ہے) زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرماتے رہتے ہیں تاکہ آنے والوں کی تسلی بھی ہو جائے اور اشاعت طریق بھی خوب ہو جائے جس کے حضرت والا بہت ہی حریص ہیں بشرطیکہ سچے طالبین کا مجمع ہوا اور یہ فن کا مسلم مسئلہ ہے کہ شیخ کو اشاعت طریق کا حریص ہونا چاہیے۔ بحمداللہ تعالیٰ حضرت والا تو حالاً وقالاً وتحریراً وتقریراً اشاعت طریق کے ایسے حریص ہیں کہ بس رات دن اسی کی دھن ہے اور یہی کام ہے۔

کم قیام کرنے والوں کی موجودگی میں علاوہ ظہر کے بعد کی عام مجلس کے صبح بھی ضروری کاموں سے فارغ ہونے کے بعد خاص مجلس منعقد فرماتے ہیں جس کی ایسے حضرات کو اطلاع کرادی جاتی ہے اور اطلاع دینے کی سہولت کے لیے ان کو ہدایت فرمادی جاتی ہے کہ مجلس کے وقت کے قریب سب صاحب فلاں جگہ موجود رہا کریں تاکہ یکجائی اطلاع ہو سکے اور فرداً فرداً ہر شخص کے پاس اطلاع کنندہ کو نہ جانا پڑے۔

غرض حضرت والا آنے والوں کی مصالح کی بیحد رعایت فرماتے ہیں لیکن اسی حد تک جس حد تک واقعی ضرورت ہوتی ہے اور اپنا معتد بہ حرج اوقات بھی نہیں ہوتا۔

مہمان کا استقبال

بعض بہت ہی خاص اعزاز وامتیاز وخصوصیت والے مہمانوں کی آمد کے وقت حضرت والا اپنی جگہ سے اُٹھ کر معانقہ بھی فرماتے ہیں لیکن اکثر ایسے موقعوں پر حاضرین مجلس کو کھڑے ہونے سے یہ فرما کر روک دیتے ہیں کہ سب کی طرف سے میں ہی اٹھتا ہوں اور سب صاحب بیٹھے رہیں بالخصوص دنیوی اعزاز رکھنے والوں کے لیے اٹھنے کے وقت تو اوروں کو اٹھنے سے یہی کہہ کر ضرور منع فرما دیتے ہیں۔ بعض خاص اہل تعلق کے لیے حضرت والا کا یہاں تک جی چاہتا ہے کہ اسٹیشن پر ان کے استقبال کے لیے پہنچیں لیکن محض اس خیال

سے کہ ان کو سخت شرمندگی ہوگی اپنی اس خواہش پر عمل نہیں فرماتے۔

قیام پر اصرار نہ کرنا

اسی طرح چاہے جتنا عزیز مہمان ہو اور اس کے زیادہ قیام کو چاہے کتنا ہی دل چاہتا ہو لیکن قیام پر کبھی اصرار نہیں فرماتے بلکہ قصداً روانگی سنتے ہی فوراً فرما دیتے ہیں کہ جس میں راحت ہو وہی کیا جائے گو بعض بے تکلف موقعوں پر مزاحاً یہ بھی فرما دیتے ہیں کہ یہ آنا کیا ہوا پائی بھی نہ ہوا۔ اگر ریل کے وقت کے قریب ان سے تغافل بھی ہوتا ہے تو عام دستور کے خلاف حضرت والا خود اطلاع فرما دیتے ہیں کہ جانے کا وقت آ گیا ہے تاکہ ریل کے نکل جانے سے ان کو ان کے عزم کے خلاف رُکنا نہ پڑے اور افسوس نہ ہو۔

۸: حاضر ہونے والوں کیلئے شروط و قیود

اگر کوئی ایسا طالب جس کو آمد و رفت کی عام اجازت حاصل ہے کسی موقع پر احتیاطاً حاضری کی خاص اجازت حاصل کرتا ہے تو اس کو اس شرط پر اجازت مرحمت فرما دی جاتی ہے کہ کوئی حرج نہ ہو اور قرض نہ لینا پڑے اور کسی کی حق تلفی نہ ہو۔

ایک خادمہ مسماۃ نے نہایت اشتیاق و آرزو کے ساتھ حاضری کی بذریعہ عریضہ اجازت چاہی تو تحریر فرمایا کہ اگر کبھی تمہارے شوہر اپنی خوشی سے ہمراہ لے آویں بشرطیکہ قرض نہ کرنا پڑے اور کوئی حرج بھی کسی قسم کا نہ ہو اور تم ان پر تقاضا کر کے تنگ بھی نہ کرو اور پردہ میں اور نماز میں بھی سفر میں خلل نہ پڑے تو اجازت ہے۔ اھ

یہ جواب مکتوبات حسن العزیز جلد اول سے نقل کیا گیا ہے۔

غرض حضرت والا بدوں ضروری قیود و شرائط کے حاضری کی اجازت نہیں مرحمت فرماتے۔

۹: حاضرین کیلئے وارد پر روک ٹوک کی پابندی

حضرت والا بتاکید فرمایا کرتے ہیں کہ آنے والوں کی کسی بدعنوانی پر سوائے میرے حاضرین خانقاہ میں سے کوئی دوسرا روک ٹوک نہ کرے نہ ان کو بلا پوچھے کوئی مشورہ دے۔ فرمایا کرتے ہیں کہ روک ٹوک کے لیے کیا میں اکیلا کچھ کم ہوں۔ میں ہی بہت کچھ روکتا ٹوکتا رہتا

ہوں۔ اگر دوسرے بھی روکیں ٹوکیں تو بیچارہ آنے والا پریشان ہی ہو جائے پھر ہر ایک کا روکنا ٹوکنا گوارا بھی تو نہیں ہوتا۔ میرا روکنا ٹوکنا تو خیر اس لئے زیادہ ناگوار نہیں ہوتا کہ میرے ہی قصد سے یہاں آتے ہی دوسروں کے روکنے ٹوکنے سے دلشکنی ہوگی جو مجھے ہرگز گوارا نہیں۔ پھر ہر شخص کو نصیحت کرنا آتا بھی نہیں۔ نیز اس میں بڑی خرابی یہ ہے کہ آنے والے دوسرے روکنے ٹوکنے والوں کو مقرب اور دخیل سمجھ کر ان سے مرعوب و مغلوب ہوں گے اور اپنی حاجات کا وسیلہ بنائیں گے اور اس طمع میں ہدایا وغیرہ سے ان کی خدمت بھی کریں گے جس سے فریقین کے لیے سینکڑوں مفاسد کا باب مفتوح ہو جائے گا اور اس میں خود میرے لیے بھی خرابی ہے کیونکہ اپنے بہت سے معین اور مددگار دیکھ کر میرا بھی دماغ خراب ہو جائے گا۔ اب تو الحمدللہ میں کسی کو اپنا معاون و مددگار نہیں سمجھتا اللہ کے سوا کسی پر میری نظر نہیں کہنے کی تو بات نہیں لیکن اس وقت ذکر آ ہی گیا تو کہتا ہوں کہ میں دنیا میں اپنے آپ کو بالکل اکیلا سمجھتا ہوں سوائے اللہ تعالیٰ کی اکیلی ذات کے کسی کو اپنا نہیں سمجھتا بس یہ سمجھتا ہوں کہ میں دنیا میں بالکل اکیلا ہوں اور اکیلے شخص کے ساتھ ایک اکیلی ذات ہے اور کوئی نہیں۔ لوگوں کو تو اپنے خدام پر اور محبین پر نظر ہوتی ہے۔ میری کسی پر بھی نظر نہیں۔ میں کسی کو اپنا محبّ اور معین و مددگار نہیں سمجھتا۔ یہ بھی ایک وجہ ہے میری خشکی کی کہ میں کسی کو اپنا محبّ بنانا یا رکھنا نہیں چاہتا۔ ہر شخص سے آزادی کے ساتھ جو مناسب سمجھتا ہوں برتاؤ کرتا ہوں۔ الحمدللہ یہ کبھی وسوسہ بھی نہیں ہوتا کہ ایسا برتاؤ نہ کرو کہیں فلاں شخص ہمارا ساتھ نہ چھوڑ دے۔ اور یہ میں دعویٰ سے نہیں کہتا بلکہ یہ کہتے ہوئے ڈر بھی لگتا ہے کہ خدا جانے اس میں کتنی واقعیت ہے۔ اپنے نزدیک تو واقعیت کے خلاف نہیں کہہ رہا اگر کمی بیشی ہو اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔ جیسے مرنے کے وقت ہر شخص اکیلا ہی جائے گا میں مرنے سے پہلے ہی اپنے آپ کو بالکل اکیلا سمجھتا ہوں کسی کو اپنا ساتھی نہیں سمجھتا۔ اھ

اسی کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ مبنیٰ اس کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے میری اس وضع کو محض اپنے فضل و کرم سے نباہ رکھا ہے کیونکہ وہ عین وقت پر غیب سے میری ہر حاجت پوری فرما دیتے ہیں اور ایسے طریق سے میری راحت کا سامان مہیا فرما دیتے ہیں جہاں سے گمان بھی نہیں ہوتا۔ اسی لئے میرا یہ طرز آزادی و استغنا کا نبھ بھی رہا ہے ورنہ اگر احتیاج ہوتی تو

سارا استغناء دھرا رہ جاتا اور ساری آزادی رکھی رہ جاتی ۔اھ۔ جامع اوراق عرض کرتا ہے کہ سبحان اللہ کس درجہ رفیع حالت ہے جس پر اس نااہل کا رائے زنی کرنا بھی آفتاب کو چراغ دکھانا ہے باوجود رات دن خدمت خلق اللہ میں مشغول و منہمک رہنے کے کیا انتہاء ہے۔ شدت تعلق مع اللہ کی اور کیا ٹھکانا ہے غلبہ فناء کا اور کیا حد ہے کمال عبدیت کی اور کیا شان ہے استغناء عن غیر اللہ کی ایسے ہی حضرات تو بے ہمہ و باہمہ اور جامع بین الاضداد اور موتوا قبل ان تموتوا کے مصداق ہوتے ہیں۔

ایں سعادت بزور بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ

(یہ سعادت بازو کی طاقت سے حاصل نہیں ہوتی، جب تک عطا کرنے والے خدا کی عطاء نہ ہو)

ذلک فضل اللہ یوتیه من یشاء۔

۱۰: ملاقات، مجلس اور کلام کے آداب

اس نمبر میں آداب ملاقات کلام آداب مجلس وغیرہ کے متعلق ایسے امور بطور نمونہ عرض کئے جاتے ہیں جن کی رعایت رکھنا بوجہ ان کے فطری اور طبعی اور غیر محتاج الی التعلیم ہونے کے حضرت والا واردین کے ذمہ سمجھتے ہیں اور اسی وجہ سے ان میں اخلال حضرت والا کو سخت موجب گرانی ہوتا ہے اور فرمایا کرتے ہیں کہ یہ تو ایسے عام اصول ہیں جن کا ہر شخص کو ہر شخص سے ملنے کے وقت لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

ابتدائی ملاقات کے آداب

اوقات ملاقات کی خبر لینا

حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی نئے شخص سے ملنے جائے تو اس کے اوقات ملاقات وغیرہ کے متعلق وہاں کے مقیمین سے ضروری باتیں دریافت کرنے کے بعد ملاقات کرے۔

واردین آتے ہی موقع محل دیکھ کر ملاقات کریں

ابتدائی ملاقات کے لیے حضرت والا نے کوئی وقت مقرر نہیں فرما رکھا تا کہ آنے والوں کو

انتظار نہ کرنا پڑے اصولاً پہنچنے کے بعد جلدی ہی ملاقات کر لینی چاہیے ورنہ اجنبی شخص کو دیکھ کر حضرت والا تعارف کے منتظر رہتے ہیں ایک صاحب نے آ کر ملاقات ہی نہ کی اور حضرت والا کو انہیں دیکھ دیکھ کر الجھن ہوتی رہی جب رخصت کے وقت انہوں نے مصافحہ کیا تو بہت اظہار ناراضی فرمایا اور آئندہ آنے کی اور خط و کتابت کی بالکل ممانعت فرما دی۔ انہوں نے واسطہ کے ذریعہ معافی طلب کی تو اس شرط پر آنے کی اجازت دینے کا وعدہ فرمایا کہ اپنی اصلاح کا تعلق کسی خلیفہ مجاز سے رکھا جائے اور فرمایا کہ جب ایسی موٹی موٹی باتوں میں بھی غلطیاں کی جاتی ہیں تو کیونکر باہم مناسبت ہو سکتی ہے غرض آنے والوں کو پہنچنے کے بعد جلدی ہی ملاقات کر لینی چاہیے لیکن سلام و مصافحہ کے لیے خالی ہوں آرام نہ فرما رہے ہوں وغیرہ وغیرہ غرض موقع و محل دیکھ کر ملنا بہر حال ضروری ہے اگر مشغول دیکھیں تو بیٹھ جانا چاہیے انتظار میں کھڑا نہ رہنا چاہیے کیونکہ یہ تقاضے کی صورت ہے جس سے قلب پر بار ہوتا ہے۔

سلام کے بعد فوراً تعارف کرائیں

سلام و مصافحہ کے بعد فوراً اپنا پورا تعارف کرا دیا جائے اور اگر قبل حاضری حضرت والا سے خط و کتابت ہو چکی ہو تو سب سے اخیر کا خط بھی پیش کر دیا جائے گفتگو بیٹھ کر کی جائے اور صاف اور اتنی آواز سے کہ بہ آسانی سنائی دے سکے بات پوری کہی جائے ادھوری بات کہہ کر اس کے متوقع نہ رہیں کہ جب حضرت والا مزید سوال کریں گے تب پوری بات کہیں گے گو ابتداء میں حضرت والا خود ہی سوال فرماتے ہیں کہ جو کچھ کہنا ہو وہ کہہ لیجیے تا کہ اجنبی آنے والے کی طبیعت کھل جائے لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ جب اپنا حال کہنے بیٹھیں تب بھی بار بار حضرت والا ہی کی طرف سے سوالات کے متوقع رہیں سوال کا فوراً جواب دیں منتظر رکھنے میں سخت ایذا ہوتی ہے اگر اس وقت کوئی جواب سمجھ میں نہ آئے تو یہی کہہ دیں کہ پھر سوچ کر جواب دوں گا۔ اکثر نو واردین باوجود بار بار مطالبہ جواب کے کچھ جواب ہی نہیں دیتے سکوت محض کے بیٹھے رہتے ہیں جس پر حضرت والا یہ فرما کر اٹھا دیتے ہیں کہ جب میرے سوالات کا جواب ہی نہیں دیا جاتا تو پھر یہاں بیٹھنے ہی سے کیا فائدہ بلکہ بعض اوقات ایسے شخص کو جس سے زیادہ اذیت پہنچتی ہے مجلس میں بھی نہیں بیٹھنے دیتے کیونکہ ایسے شخص

کے پاس بیٹھنے سے بھی اذیت ہوتی ہے بعض لوگ مجلس سے اٹھائے جانے کے بعد دیوار کی آڑ میں کھڑے ہو جاتے ہیں اس کی بھی اجازت نہیں دیتے کیونکہ یہ تو مجلس ہی میں بیٹھنا ہوا بلکہ یہ تو ایک طرح سے دھوکہ دینا ہے اور تجسس کی صورت ہے جو کہ منہی عنہ ہے۔

غلطی کا فوری اقرار

یہ بات بھی خاص طور سے خیال رکھنے کے قابل ہے کہ اگر کوئی غلطی ہو جائے تو بلا تاویل اور بلا تامل اس کا اقرار کر لینا چاہیے اور اگر اس کا سبب دریافت فرمایا جائے جیسا کہ حضرت والا کا اکثر معمول ہے تو جو اصل سبب ہو اس کو ظاہر کر دیا جائے اور سبب اس لئے دریافت فرمایا جاتا ہے کہ یہ معلوم ہو جائے کہ آیا اپنی غلطی کی حقیقت بھی سمجھی ہے یا نہیں اگر کوئی اصل سبب نہیں ظاہر کرتا تو اس سے برابر استفسارات فرماتے رہتے ہیں اور جو عذرات غیر واقعیہ مثلاً ناواقفی حماقت کم فہمی وغیرہ وہ پیش کرتا رہتا ہے ان کو بدلائل رد فرماتے رہتے ہیں اور وہ دلائل ایسے صاف اور معقول ہوتے ہیں کہ ان کو ماننا ہی پڑتا ہے اور چونکہ اکثر غلطیاں موٹی ہی موٹی ہوتی ہیں۔ لہذا بے فکری ہی کے سبب سے ہوتی ہیں اور بے فکری قلت ادب وعظمت کے سبب سے ہوتی ہے جس کی اکثر حضرت والا شکایت فرمایا کرتے ہیں اور حاکموں کی مثال دیا کرتے ہیں کہ وہاں یہ لوگ کیوں ایسی غلطیاں نہیں کرتے وجہ یہی ہے کہ دنیا کی طلب اور عظمت قلب میں ہے دین کی نہیں۔

خط پیش کرنے کا طریقہ

اگر کوئی خط یا پرچہ پیش کرنا ہو تو سامنے رکھ دیں اور کہہ بھی دیں کہ یہ پرچہ ملاحظہ ہو اس کو ہاتھ میں نہ لئے رہیں کیونکہ اس میں تقاضا ہے کہ اگر ہاتھ کسی کام میں گھرے بھی ہوں تب بھی فوراً ہاتھوں کو خالی کر کے لو۔

بیک وقت خط پیش کرنا اور مصافحہ کرنا

اگر پرچہ بھی پیش کرنا ہو اور مصافحہ بھی کرنا ہو تو پہلے مصافحہ کر لیں پھر پرچہ جیب سے نکال کر پیش کریں بعضوں نے پرچہ لئے ہوئے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھائے تو حضرت والا کو

سخت اذیت ہوئی کیونکہ حضرت والا یہی نہ سمجھ سکے کہ آیا پرچہ پیش کرنا مقصود ہے یا مصافحہ کرنا اسی طرح بعض نے پہلے تو پرچہ جیب سے نکالا اور جب حضرت والا پرچہ لینے کے لیے آمادہ ہوئے تو انہوں نے جھٹ مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھا دیئے اس سے بھی سخت اذیت ہوئی۔

آنے کی غرض بیان کرنا

آنے کی جو غرض ہو اس کو صاف صاف بیان کر دیا جائے اور اگر کسی اور سفر کے ضمن میں حضرت والا کی خدمت میں حاضری ہوئی تو اس کو بھی ظاہر کر دیا جائے بعض لوگ دور و دراز سے آنا ظاہر کرتے ہیں اور بہت ہی مختصر قیام کا ارادہ بتاتے ہیں تو حضرت والا کو کھٹک پیدا ہو جاتی ہے پھر استفسارات کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ کسی قریب کے مقام تک تو آنا کسی اور کام سے ہوا تھا اور اس مقام سے جی چاہا کہ حضرت والا کی زیارت بھی کر آئیں ایسے مواقع پر حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ میرے اوپر صرف اتنے ہی سفر کا احسان رکھا جائے جتنا میرے لئے ہوا ہے نہ کہ اتنے لمبے سفر کا اور وہ بھی اتنے مختصر قیام کے لیے۔

آنے کی غرض اور تعارف مکمل بیان کرنا

غرض حضرت والا کو اس وقت تک قناعت نہیں ہوتی جب تک کوئی اپنا پورا تعارف نہیں کرا دیتا اور اپنا اصل مقصود صاف صاف نہیں ظاہر کر دیتا تا کہ اسی کے مطابق اس کے ساتھ معاملہ کیا جائے بعض بظاہر ذی وجاہت آنے والوں نے باوجود استفسارات اپنا پورا تعارف نہیں کرایا تو صاف فرما دیا کہ میری کوئی غرض نہیں ہے آپ ہی کی مصلحت سے تعارف حاصل کرنا چاہتا ہوں اگر آپ تعارف نہیں کراتے آپ کو اختیار ہے لیکن اس صورت میں اگر میری طرف سے بھی محض ضابطہ کا برتاؤ ہو تو مجھ کو بھی معذور سمجھا جائے۔

ایک رئیس کا واقعہ

چنانچہ ایک معمر اور رئیس اہل علم نے بھی یہی کہا کہ باوجود حضرت والا کے استفسارات کے اپنا کافی تعارف نہیں کرایا جس پر حضرت والا نے یہی فرما دیا جو ابھی مذکور ہوا اور گو حضرت والا کو بعد میں اوروں کے ذریعہ سے ان کا تعارف ہو گیا لیکن ان کے ساتھ پھر بھی خصوصیت کا

برتاؤ نہیں فرمایا نہ مجلس میں ممتاز جگہ بیٹھنے کے لیے فرمایا جیسا کہ ایسے حضرات کے لیے حضرت والا کا معمول ہے جب تقریباً ہفتہ عشرہ قیام کرنے کے بعد انہوں نے خود ہی بذریعہ تحریر اپنا پورا تعارف کرایا تب بعد اظہار شکایت ان کے ساتھ خصوصیت کا برتاؤ شروع فرما دیا اور مجلس میں بھی ممتاز جگہ بٹھانے لگے۔ غرض حضرت والا کی یہ ایک خاص امتیازی صفت ہے کہ ہر شے کو اپنی حد پر رکھتے ہیں اور جس حالت اور جس وقت کا جیسا مقتضاء ہوتا ہے اس کے مطابق عمل فرماتے ہیں طبیعت کو مصلحت اور عقل پر غالب نہیں ہونے دیتے۔

کھانے کے وقت حاضر رہنا

جن کو حضرت والا کی طرف سے کھانے کے لیے کہہ دیا گیا ہو ان کو کھانے کے وقت خانقاہ ہی میں رہنا چاہیے تاکہ تلاش کرنے میں دقت نہ ہو۔

واردین کا ایک دوسرے سے تعلقات پیدا کرنا

حضرت والا کو واردین و مقیمین خانقاہ کا آپس میں تعلقات پیدا کرنا ہرگز پسند نہیں بلکہ یہ چاہتے ہیں کہ بس خانقاہ کا یہ رنگ ہو۔

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد — کسے را با کسے کارے نباشد

(بہشت وہی جگہ ہے جہاں کوئی تکلیف نہ ہو اور کسی کو کسی سے کوئی غرض نہ ہو)

چنانچہ بفضلہ تعالیٰ و بتوجہات حضرت والا ماشاء اللہ یہی رنگ ہے البتہ جن میں پہلے ہی سے تعلقات قائم ہیں ان کو آپس میں بقدر ضرورت ملنے جلنے کی ممانعت نہیں لیکن کثرت سے ملنا جلنا اور فضول باتیں کرنا اور وقت ضائع کرنا ان کے لیے بھی پسند نہیں فرماتے چنانچہ ایک بار فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ یہاں ہر شخص اپنے اپنے کام میں لگا رہے بلکہ یہ جی چاہتا ہے کہ بلا ضرورت کوئی کسی سے بات بھی نہ کرے۔ اھ

جامع اوراق عرض کرتا ہے کہ حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے رسالہ الامر المحکم المربوط فیما یلزم اھل طریق اللّٰہ من الشروط کو اسی شرط پر ختم فرمایا ہے کہ لا یترک الشیخ المریدین یجتمعون اصلادونہ الا اذا جمعھم

بحضرته و متی ترکهم یجتمعون دونه فقد اساء فی حقهم یعنی شیخ کو چاہیے کہ مریدین کو آپس میں بھی اپنی مجلس کے علاوہ جمع نہ ہونے دے اور جو شیخ اس میں مسامحت کرے وہ مریدین کے حق میں برا کرتا ہے۔اھ

نئے آنے والوں سے بالخصوص امراء سے میل جول پیدا کرنے کی مقیمین خانقاہ کو خاص طور سے ممانعت ہے بلکہ بعض کو اس پر زجر و توبیخ بھی فرمائی گئی اور بعض کو خطاب عام کے پیرایہ میں متوجہ کیا گیا چونکہ حضرت والا خود نہایت استغناء کے ساتھ رہتے ہیں اس لئے چاہتے ہیں کہ میرے اہل تعلق بھی نہایت استغناء کے ساتھ رہیں۔لیکن خشونت اور بداخلاقی کی اجازت نہیں یہ مقیمین خانقاہ کا خواہ مخواہ بطور معمول کے آپس میں مل کر کھانا کھانا یا بلا اخذ اجازت ایک دوسرے کی دعوت کرنا بھی خلاف قواعد خانقاہ ہے۔اور اہل قصبہ سے تعلقات پیدا کرنے کی تو سخت ممانعت ہے یہاں تک کہ اسی بناء پر ایک مقیم خانقاہ کو جو مثل بعض دیگر حضرات کے اپنے وطن کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر چلے آئے تھے خانقاہ سے باہر جانے کی بالکل ہی ممانعت فرما دی گئی تھی اور انہوں نے بھی اس کو ایسا نباہا کہ پھر وہ سالہا سال خانقاہ سے کبھی باہر نکلے ہی نہیں یہاں تک کہ اب بفضلہٖ تعالیٰ ان کو مدینہ طیبہ ہجرت کر جانے کا موقع مل گیا اور وہیں مقیم ہیں۔

خدمت کے آداب

بغیر بے تکلفی اور بلا ضرورت خدمت نہ لینا

حضرت والا کسی سے اس وقت تک خدمت لینا گوارا نہیں فرماتے جب تک اس سے بالکل دل نہ کھل جائے بلکہ جن سے دل کھلا ہوا ہے ان سے بھی بطور خود شاز و نادر ہی اور کسی بہت ہی خفیف کام کی فرمائش کرتے ہیں۔البتہ اگر وہ خود سبقت کرتے ہیں تو منع نہیں فرماتے لیکن مسلط ہو جانا ان کا بھی گوارا نہیں۔کبھی کبھار کا مضائقہ نہیں حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ بعض کام خود ہی کرنے سے اچھا ہوتا ہے اور یہ بھی شکایت فرمایا کرتے ہیں کہ بعضوں کی خدمت تو خدمت کیا زحمت ہوتی ہے کیونکہ ان کو خدمت کرنے کا سلیقہ ہی نہیں ہوتا مثلاً

بعض نے استنجے کے لیے ایسا پانی دے دیا جو بہت تیز گرم تھا جس کی اس وقت خبر ہوئی جب پانی ڈالنا شروع کر دیا گیا پھر چونکہ بدن تر ہو چکا تھا اس لئے باہر نکل کر پانی کو معتدل بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ غرض بڑی مشکل سے پھونک پھونک کر اسی پانی سے استنجا کرنا پڑا جس سے تکلیف ہوئی اسی طرح بعضے وضو کے لیے زیادہ گرم یا بہت کم گرم پانی دے دیتے ہیں اسی لئے میں دو لوٹوں میں جدا جدا گرم اور ٹھنڈا پانی منگواتا ہوں تاکہ خود اپنے مزاج کے مطابق اس کو کرلوں اور گرم پانی کا لوٹا پورا بھرا ہو منگواتا ہوں اور ٹھنڈے کا آدھا بھرا ہوا تاکہ اس کو اپنی مرضی کے موافق کرنے میں سہولت رہے بعضے لوگ سہ دری کا پنکھا جھلنے لگتے ہیں حالانکہ ان کو جھلنے کا سلیقہ نہیں ہوتا چنانچہ اگر کوئی کھڑا ہو کر جانے لگتا ہے تو یہ حضرت جھلنا موقوف ہی نہیں کرتے اور اس بیچارہ کے سر میں زور سے چوٹ لگتی ہے جن کو میں نے پنکھا جھلنے کی اجازت دے رکھی ہے ان کو یہ بھی بتلا رکھا ہے کہ جب کوئی کھڑا ہونے لگے تو فوراً رسی کو ہاتھ سے بالکل ہی چھوڑ دے تاکہ کوئی احتمال ہی چوٹ لگنے کا نہ رہے ورنہ اگر رسی کو تانے رہا تو اول تو یہ احتمال ہے کہ رسی ہاتھ سے چھوٹ جائے اور پنکھا سر میں جا لگے دوسرے یہ احتمال تو اکثر واقع ہوتا ہے کہ جانے والے کو اس کا ٹھیک انداز نہیں ہوتا کہ جھلنے والے پنکھے کو کتنا کھینچے گا اور کتنی دیر تک کھینچے رہے گا اس لئے اس کو چوٹ لگ جانے کا اندیشہ ہی لگا رہتا ہے اور بعض وقت چوٹ لگ بھی جاتی ہے اور کھینچے رہنے میں ایک صورت تقاضے کی بھی ہوتی ہے کہ جلدی سے نکلو ہم تمہارے جانے کے منتظر ہیں اور رسی بالکل چھوڑ دینے کی صورت میں جانے والا اطمینان اور آزادی سے پنکھے کو بچا کر نکل سکتا ہے۔ اس میں کوئی احتمال ہی چوٹ لگنے کا نہیں۔ غرض اس قسم کی بہت سی مثالیں ہیں کہاں تک بیان کی جائیں۔ پھر ہر شخص کی طبیعت اور مزاج اور عادت بھی جدا ہے واقف کار ہی سمجھ سکتا ہے کہ کس طریق سے خدمت کرنے میں راحت پہنچے گی اور ہر شخص پر یہ اطمینان بھی نہیں کہ یہ خلوص ہی سے خدمت کرے گا کیونکہ بعد کو اغراض نکلتی ہیں اور بعض سے خدمت لینا طبعاً گراں ہے مثلاً اہل علم سے سید سے اور بوڑھوں سے خدمت لیتے ہوئے مجھ کو بہت گرانی ہوتی ہے۔ اھ

خدمت کے ذریعہ کوئی مسلط نہ ہو

حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ سب اپنے اپنے کام میں لگے رہیں خواہ مخواہ میری خدمت کے لیے مجھ پر مسلط نہ ہوں تاکہ وہ بھی آزاد رہیں اور میں بھی آزاد رہوں کیونکہ آزادی بڑی دولت ہے خلاصہ میرے مذاق کا حریت کا ہے چاہے اہانت ہو چاہے تعظیم جس سے آزادی میں فرق آئے اپنی یا دوسرے کی اس سے مجھ کو اذیت ہوتی ہے اور ہر مسلمان کا یہی مذاق ہونا چاہیے کہ غیر اللہ سے بالکل آزاد رہے کیونکہ خدائے تعالیٰ کی عبدیت مخلوق کی عبدیت کے ساتھ کیسے جمع ہو سکتی ہے۔ اھ

خدمت نہ لینے کی ایک مصلحت

حضرت والا لوگوں سے خدمت نہ لینے کی یہ مصلحت بھی بیان فرمایا کرتے ہیں کہ کسی پر لوگوں کو مقرب اور مخصوص ہونے کا گمان نہ ہو۔ جس میں خود اس کے لیے بھی اور دوسروں کے لیے بھی بڑی بڑی خرابیاں ہیں اور ایک یہ بھی خرابی ہے کہ بعض احوال میں ایسا شخص خدمت کر کے بس یہ سمجھنے لگتا ہے کہ میں نے حق ادا کر دیا اور اپنے کام میں مشغول نہیں ہوتا۔ اھ

ایک دیہاتی کا واقعہ

اس جگہ حسن العزیز جلد اول سے بھی ملفوظ نمبر ۹۹ کا وہ حصہ جو اس مقام کے مناسب ہے نقل کیا جاتا ہے وھو ہذا۔ ایک دیہاتی نے بعد عشاء جب حضرت گھر تشریف لے جانے لگے، حضرت کا جوتا اٹھا کر پہننے کے واسطے آگے بڑھ کر رکھ دیا۔ حضرت کے استعمال میں دو جوڑے رہتے ہیں ایک مضبوط جوتا جو صبح کے وقت جنگل جانے کے لیے پہنا جاتا ہے اور ایک معمولی جوتا گھر کے استعمال کے لیے۔ ان صاحب نے جوتا رکھ دیا جس کو شب کے وقت گھر جاتے ہوئے پہننا حضرت کا معمول نہ تھا۔ اس وجہ سے حضرت کو دوبارہ خود تکلیف کرنی پڑی اور خلجان ہوا وہ جدا۔ حضرت نے فرمایا کہ ارے بھائی جس شخص کو کسی کے معمولات کی خبر نہ ہو اس کو خدمت نہیں کرنا چاہیے۔ اب دیکھو اس تمہاری خدمت سے کس قدر زحمت ہوئی بھلا ایسی خدمت سے کیا فائدہ نکلا۔ اسی لئے مجھے اپنے کام خود ہی کرنے میں راحت رہتی ہے

کیونکہ جو شخص معمولات سے باخبر نہ ہو وہ خدمت کس طرح کرسکتا ہے۔ اسی شخص نے شب گذشتہ بھی جوتا لاکر رکھا تھا۔ اس وقت چلتے ہوئے صرف یہ بات فرمائی تھی کہ اوہو آپ نے بڑا بھاری کام کیا دس بیس کوس سے اتنا بھاری اسباب لاد کر لے آتے ارے میاں یہ بھی بھلا کوئی خدمت ہوئی کوئی ایسا کام کیا ہوتا جس سے کچھ آرام تو پہنچتا جوتا کیا میں خود نہیں لاسکتا تھا دوسری شب کو پھر وہی کام کیا اور ایسے بے ڈھنگے پن سے جیسا اوپر مذکور ہوا۔ پھر راستہ بھر یہی فرماتے رہے کہ قلوب میں رسوم کچھ ایسی غالب ہوگئی کہ چھوٹتی ہی نہیں۔ بس انہوں نے یہ دیکھ لیا کہ سب لوگ جوتے اٹھا اٹھا کر رکھتے ہیں لاؤ ہم بھی یہی کریں محض رسم پرستی رہ گئی ہے۔ مجھے شرم بھی آتی ہے کہ ایک شخص محبت سے خدمت کرتا ہے اسے کیا منع کروں لیکن کیا کروں۔ میرا سخت حرج ہو جاتا ہے اور مجھے اپنا ایک منٹ بھی ضائع ہونا سخت گراں گزرتا ہے۔ ہاں جسے سوائے مخدومیت کے اور کچھ نہ کرنا ہو وہ چاہے اسی قصہ میں رہے اب دیکھئے میں کتاب گھر لئے جارہا ہوں رات کو بھی لکھوں گا۔ ان کی خدمت سے اتنی پریشانی فضول ہوئی اور جھک جھک میں وقت ضائع ہوا وہ الگ' اب آج ان کو سمجھایا یہ رخصت ہو جائیں گے کل کو دوسرے نئے صاحب تشریف لائیں گے اب میں بس اسی قصہ کا ہولیا کہ روز یہی سبق پڑھایا کروں اور بعضی بات عمل میں تو معمولی ہوتی ہے لیکن اس کو دوسرے کو سمجھانا بہت مشکل ہوتا ہے۔ جوتا رکھنے کی حرکت اس احقر نے بھی کی تھی۔ فرمایا کہ بس جناب آپ پابندی نہ کیجئے نہ میں اوروں کو مقید کرنا چاہتا ہوں نہ خود مقید ہونا چاہتا ہوں۔ اللہ کے فضل سے بہت سے خدمت کرنے والے ہیں۔ آپ کی ضرورت نہیں۔ آپ جس کام کے لئے آئے ہیں اسی میں لگے رہیے۔ مجھے راحت اسی سے ہوتی ہے بلکہ خدمت سے الٹی کلفت ہوتی ہے۔ اھ

خدمت کیلئے اجازت لینا

ان ارشادات کی بناء پر ایسے لوگوں کے لیے جن سے دل کھلا ہوا ہے اسلم یہی ہے کہ قبل کسی خدمت کے لیے سبقت کرنے کے حضرت والا سے اجازت لے لیں جیسا کہ خود بھی فرمایا کرتے ہیں اور جن سے دل کھلا ہوا نہ ہو وہ تو کسی خدمت کا ارادہ ہی نہ کریں بلکہ اجازت بھی نہ لیں کیونکہ ایسوں کی خدمت سے سخت اذیت اور ناگواری ہوتی ہے اور تاکید

کے ساتھ روک دیتے ہیں اور اگر کبھی مروت میں آ کر اجازت بھی عطا فرما دیتے ہیں تو جب بعد کو تکلیفیں پہنچتی ہیں اس وقت ممانعت کرنی پڑتی ہے۔

خدمت پر اصرار نہ کریں

جس وقت حضرت والا کسی خدمت سے روک دیں فوراً رک جانا چاہیے ورنہ اصرار سے سخت ایذا ہوتی ہے اور اصرار ادب کے بھی خلاف ہے بعض نے جوتا لینے پر اصرار کیا تو فرمایا کہ اچھا لے لیجئے لیکن میں انہیں پہنوں ہی گا نہیں۔ ننگے پاؤں گھر جاؤں گا جب یہاں تک ارشاد فرمانے کی نوبت پہنچی تب وہ حضرت باز آئے اور ایک اسی بات کی کیا تخصیص ہے۔ جس وقت جس بات کے لیے ارشاد فرمایا جاوے فوراً تعمیل کرنی چاہیے بار بار کہنے کا منتظر نہ رہنا چاہیے کیونکہ حضرت والا کوئی بات محض تکلف سے نہیں فرماتے اور جو کچھ فرماتے ہیں خوب سوچ سمجھ کر فرماتے ہیں اور قطعی بات فرماتے ہیں جس میں تغیر و تبدل کی گنجائش ہی نہیں ہوتی لہٰذا اصرار بالکل عبث بلکہ مضر اور جانبین کے لیے موجب تکدیر و تکدر ہوتا ہے۔ لوگ عام عادت کے موافق تعمیل ارشاد بلا بار بار کہے اس امید میں نہیں کرتے کہ شاید رائے ڈھیلی ہو جائے پھر جب لتاڑ پڑتی ہے تب مانتے ہیں یہ بہت ایذا دہ خصلت ہے۔

حضرت والاؒ کا اپنی ضروریات مختصر رکھنا

حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ میں نے اپنی ضرورت اتنی مختصر کر رکھی ہیں کہ ان کو میں خود ہی پورا کر لیتا ہوں کسی دوسرے کا محتاج نہیں چنانچہ آج کل فلاں فلاں سے میں نے کام لینا چھوڑ دیا ہے کیونکہ ان سے ہمیشہ تکلیف پہنچتی تھی گو پہلے ان سے بہت کام متعلق تھے اور ایک تو تنخواہ دار ملازم ہی ہے لیکن الحمدللہ مجھے کوئی تنگی پیش نہیں آئی حالانکہ کئی ماہ ہو گئے ان سے کسی قسم کا کوئی کام نہیں لیا گیا یہ اسی کی برکت ہے کہ بوجہ آزاد مزاجی کے میری ضروریات ہی بفضلہٖ تعالیٰ بہت کم ہیں جن کو میں خود ہی پورا کر لیتا ہوں۔ اھ

کسی کی طرف دیکھنے کے آداب

غور کے ساتھ بار بار دیکھنے کی ممانعت

اکثر نو واردین حضرت والا کی نشست و برخاست کو اس طرح تکا کرتے ہیں کہ

حضرت والا کو بھی اس کا علم ہو جاتا ہے جو نہایت نازیبا حرکت ہے کیونکہ اس سے دوسرے کی آزادی میں فرق آجاتا ہے اور قلب پر بڑا بار ہوتا ہے ایسے موقعوں پر حضرت والا اکثر اظہار ناراضی میں یہ فرمایا کرتے ہیں کہ کیا کوئی تماشا ہو رہا ہے جو اس طرح مجھے تک رہے ہو۔ اگر دیکھنے ہی کا شوق ہو تو اس طرح کہ حضرت والا کو یہ محسوس نہ ہو کہ فلاں شخص مجھ کو مسلسل تک رہا ہے یا اہتمام کے ساتھ دیکھ رہا ہے۔

حضرت کے تشریف لانے پر مڑ مڑ کر دیکھنا

اسی طرح بعضے لوگ جو پہلے سے صف میں بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں حضرت والا کے مسجد میں آنے کے وقت اس غرض سے کہ مصلیٰ پر جانے کے لیے جگہ دے دیں یا تو منہ موڑ موڑ کر حضرت والا کو دیکھنے لگتے ہیں یا کھڑے ہو جاتے ہیں یا ہٹنے لگتے ہیں اس سے بھی حضرت والا کو سخت اذیت وگرانی ہوتی ہے۔ فرمایا کرتے ہیں کہ میرے آنے کی وجہ سے کوئی تغیر نہ ہونا چاہیے جو جس طرح بیٹھا ہے بیٹھا رہا کرے یہ مجھے سخت گراں گزرتا ہے کہ میرے آتے ہی ایک ہل چل پیدا ہو جائے۔ میرے لئے جگہ دینے کا کوئی اہتمام نہ ہونا چاہیے۔ میں خود جدھر سے چاہوں گا آزادی کے ساتھ مصلے پر چلا جاؤں گا اگر جگہ نہ ہوگی کندھے پر ہاتھ رکھ کر اشارہ کر دوں گا اس وقت اپنے بدن کو قدرے جھکا کر تھوڑی سی جگہ نکلنے کے لیے دے دی جایا کرے اور یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ یہ تو ان کو تکلیف سے بچانا ہوا اور ایک تکلیف اس میں خود مجھ کو بھی ہوتی ہے کہ بعض اوقات میں کسی طرف جگہ دیکھ کر اس طرف سے نکلنا چاہتا ہوں اور بیٹھنے والا اسی طرف جھک کر دوسری طرف سے جگہ دینے لگتا ہے تو مجھ کو اپنا ارادہ بدلنا پڑتا ہے اور اس ارادہ بدلنے کے بعد بھی بعض اوقات کامیابی نہیں ہوتی کیونکہ وہ جگہ بھی اسی طرح گھر جاتی ہے۔ غرض سخت خلجان ہوتا ہے نکلنے کے موقع کو بس میری ہی رائے پر چھوڑ دیا جائے جس طرف سے میں مناسب سمجھوں گا آپ چلا جاؤں گا میں چاہتا ہوں کہ نہ مجھ کو تکلف ہو نہ میری وجہ سے کسی دوسرے کو تکلیف ہو نہ میرے ساتھ کوئی ایسا معاملہ کیا جائے جس سے میری شان ظاہر ہو کیونکہ مجھے اس سے بھی تکلیف ہوتی ہے۔ اسی طرح جب میں مسجد میں نماز پڑھانے کے لیے

آ تا ہوں تو بعضے لوگ خواہ مخواہ میرے پیچھے پیچھے ہو لیتے ہیں اس سے بھی مجھے سخت اذیت ہوتی ہے اول تو شبہ سا ہوتا ہے کہ گویا میرے ہی منتظر بیٹھے تھے اور مسجد میں کسی کا ایسا انتظار کرنا محض لغو حرکت ہے دوسرے اس صورت میں مقید بھی ہو جاتا ہوں کیونکہ اگر کسی ضرورت سے لوٹنا ہو تو یہ خیال کر کے کہ پیچھے پیچھے لوگ آ رہے ہیں لوٹنے کو طبیعت گوارا نہیں کرتی کہ ان کو ہٹنا پڑے گا اور تکلیف ہوگی۔ نیز مسجد میں اس حالت سے جانا کہ لوگ پیچھے پیچھے جا رہے ہیں برا معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہ ایک شان اور نمود کی سی صورت ہے۔ پھر بعضے اس سے یہ ناجائز فائدہ بھی اٹھاتے ہیں کہ میرے پیچھے پیچھے آ کر صف میں اس جگہ کھڑے رہ جاتے ہیں جو اکثر باوجود میری ممانعت کے میرے نکلنے کے لیے چھوڑ دی جاتی ہے حالانکہ ان کو وہاں بوجہ اس کے کہ بعد کو آئے کھڑے ہونے کا کوئی استحقاق نہیں ہوتا اور چونکہ وہ جگہ بہت تنگ ہوتی ہے اس لئے جو وہاں پہلے سے موجود ہوتے ہیں ان کو تنگی ہوتی ہے۔

اور بعضے مسجد کے اندر عین اس وقت جب میں نماز پڑھانے کے لیے جاتا ہوا ہوتا ہوں مصافحہ کرنے لگتے ہیں جس سے میں محبوس ہو جاتا ہوں اور بعض دفعہ وقت بھی تنگ ہوتا ہے جس کی وجہ سے میں تو اِدھر جانا چاہتا ہوں جلدی اور اُدھر ان کو ایسے وقت سوجھتی ہے مصافحہ کی جس سے قلب میں سخت تنگی واقع ہوتی ہے اور بعضے نماز ہو چکنے کے بعد جب میں کچھ وظیفہ پڑھنے لگتا ہوں محض میرے انتظار میں بیٹھے رہتے ہیں جس سے وظیفہ میں یکسوئی نہیں رہتی ایک بار ایک صاحب نے وظیفہ میں آ کر مصافحہ کرنا چاہا جب میں متوجہ نہ ہوا تو آپ نے زور سے کہا مصافحہ میں نے بھی بلا متوجہ ہوئے اسی انداز سے کہہ دیا وظیفہ۔

میں اس کی بڑی احتیاط رکھتا ہوں کہ کسی کے وظیفہ میں خلل انداز ہوں کیونکہ بزرگوں نے لکھا ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کو بڑی غیرت آتی ہے کہ جو بندہ اس کے ذکر میں مشغول ہو اس کو دوسری طرف متوجہ کیا جائے۔ اور بعضے وظیفہ پڑھتے میں آ کر میرے پیچھے بیٹھ جاتے ہیں ایک ایسے ہی شخص کا میں نے خوب علاج کیا وہ میرے پیچھے آ کر بیٹھا تو میں اٹھ کر اس کے پیچھے جا بیٹھا وہ اٹھنے لگا تو میں نے ڈانٹا کہ خبردار جو اپنی جگہ سے ہٹے اب تو وہ بڑا گھبرایا اور بہت کسمسایا لیکن کیا کرتا مجبوراً بیٹھا رہا میں بھی خوب ترتیل کے ساتھ اپنا وظیفہ بہت دیر

تک پڑھتا رہا جب اطمینان سے اپنا وظیفہ پورا کر چکا اس وقت میں نے اس کو اٹھنے کی اجازت دی۔ پھر میں نے پوچھا کہ کچھ تکلیف بھی ہوئی اس نے کہا جی بڑی تکلیف ہوئی لیکن ڈر کے مارے بیٹھا رہا میں نے کہا کہ بس ایسے ہی کسی کے پیچھے بیٹھنے سے مجھے بھی تکلیف ہوتی ہے اس نے کہا کہ آپ تو بزرگ ہیں میں نے کہا آپ بھی بزرگ ہیں کیونکہ مسلمان ہیں اور میں ہر مسلمان کو بزرگ سمجھتا ہوں خبردار جو پھر کبھی ایسی حرکت کی۔ اھ

حضرت والا اس قسم کی تنبیہات فرما کر فرما دیا کرتے ہیں کہ یہ سب سخت ایذادہ اور خلاف تہذیب حرکات ہیں ان کا صرف یہیں نہیں بلکہ ہر جگہ خیال رکھنا ضروری ہے۔ اھ

سلام وقیام دیگراں

حضرت والا کو طالبین کا دوسروں کی طرف سے سلام و پیام خط ہدیہ وغیرہ لانا بھی پسندیدہ نہیں بالخصوص جن سے حضرت والا کو بے تکلفی نہ ہو۔ بعضے تو اہل خصوصیت کے ہدایا اور خطوط وغیرہ لا کر ان کو ذریعہ تقرب بناتے ہیں اور خصوصیت کے برتاؤ کے متوقع رہتے ہیں اور بعضے صرف دوسروں ہی کے سلام و پیام پہنچانے میں رہتے ہیں اور اپنی فکر نہیں کرتے اور سمجھتے ہیں کہ بس ہم نے تعلق کا حق ادا کر دیا۔ جو طالبین پوری طرح اپنی اصلاح کے اہتمام میں مشغول ہوں وہ آ کر کبھی کبھار کسی کا سلام پیام بھی پہنچا دیں تو خیر اسکا مضائقہ نہیں۔ اھ

سفارش کرنا

طالبین کسی کا سفارشی خط بھی نہ لائیں نہ کسی سے سفارش کرائیں کیونکہ امر دین میں سفارش کا کیا کام جس کے ساتھ جیسا معاملہ کرنا مناسب ہوگا حضرت والا اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ فرمائیں گے۔ سفارش لانے کے تو یہ معنی ہیں کہ اثر ڈال کر اپنی مرضی کے موافق معاملہ کرانا چاہتے ہیں جس کا طالب کو نہ حق ہے نہ اس امر میں اس کی مرضی کا اتباع اس کے لیے نافع ہے۔ حضرت والا ایسی سفارشوں کا کوئی خاص اثر نہیں لیتے بلکہ اکثر ایسے سفارشیوں کو بے نیل مرام ہی واپس کر دیتے ہیں تاکہ اس حرکت کا نازیبا اور غیر نافع بلکہ مضر ہونا ان کو اور ان کے سفارش کرنے والوں کو معلوم ہو جائے اور آئندہ کے لیے سفارشوں کا سلسلہ بند ہو۔ چنانچہ ایک

صاحب مدت تک ایک اور صاحب کے ذریعہ سے بیعت کی درخواست کرتے رہے لیکن کامیاب نہ ہوئے اور جب انہوں نے خود لکھا تو پہلے ہی خط میں بیعت فرمالیا۔

ہدیہ پیش کرنا

نو واردین بلکہ ایسے سب آنے والوں کو جن سے حضرت والا کا خوب اچھی طرح دل کھلا ہوا نہ ہو عموماً حضرت والا کی خدمت میں کسی قسم کا ہدیہ نہ پیش کرنا چاہیے اور اگر بہت ہی جی چاہے تو پہلے اجازت حاصل کرلیں پھر اگر حضرت والا شرائط ہدیہ موجود نہ ہونے کے عذر سے انکار فرمادیں تو اس کے بعد ہرگز اصرار نہ کریں۔ ہدیہ کے متعلق شرائط و آداب انشاء اللہ تعالیٰ آگے عنوان پنجم ''اصول متفرقہ'' میں آتے ہیں وہاں ملاحظہ ہوں۔

مجلس کے آداب

اوقاتِ مجلس کا خیال

آج کل مجلس عام کا وقت ظہر کے بعد سے تا اذان عصر ہے جیسا کہ اعلان انضباط اوقات میں مذکور ہے جو نشست گاہ کے باہر دیوار پر آویزاں ہے اور جس کی نقل اپنے موقع پر اوپر کے کسی عنوان میں گزر چکی ہے دیگر اوقات میں بجز ابتدائی اور رخصتی ملاقات کے حضرت والا کی خدمت میں نہ جائیں۔ اگر صبح کی مجلس خاص ہورہی ہو تو اس میں بھی بلا خاص اجازت حاصل کئے نہ بیٹھیں۔ اور اگر ایسے وقت محض ابتدائی یا رخصتی ملاقات کرنی ہو تو ملاقات کرکے اور اپنا کافی تعارف کرا کے اور اپنی غرض صاف صاف بیان کرکے فوراً وہاں سے چلے آئیں۔

مخصوص جگہ پر نہ بیٹھیں

مجلس شریف میں جہاں حضرت والا بیٹھتے ہیں اس کی پائیں میں جو گوشہ ہے وہ صرف ان لوگوں کے لیے ہے جن کو کوئی بات کہنی ہوتی ہے یا صرف ملاقات کرنی ہوتی ہے بعض لوگ اس جگہ مستقل طور پر بیٹھنے لگے تو متنبہ فرمایا کہ یہ تو دیکھنا چاہیے کہ اگر یہ مستقل طور پر بیٹھنے کی جگہ ہوتی تو خالی کیوں ہوتی، لوگ پہلے سے بیٹھے ہوئے ہیں وہ یہاں کیوں نہ بیٹھتے ایسی باتوں کی طرف خیال نہ کرنا آداب مجلس کے خلاف ہے۔ اھ

غرض حضرت والا کی پائیں میں جو جگہ ہے وہاں مستقل طور پر نہ بیٹھیں بات کہہ کر یا ملاقات کر کے جہاں عام اہل مجلس کے بیٹھنے کی جگہ ہے وہاں جا بیٹھیں۔

اہل مجلس کو تنگ نہ کریں

لیکن اس طرح جو پہلے سے بیٹھے ہوئے ہوں ان کو تنگی نہ ہو اور کسی کو اس کی جگہ سے اٹھایا یا ہٹایا نہ جائے اگر قریب جگہ ہو تو بلا ضرورت دور نہ بیٹھیں۔

قریب جگہ ہو تو دور نہ بیٹھیں

بعضے باوجود قریب جگہ ہونے کے دور بیٹھے یا قریب کی جگہ خالی ہو جانے کے بعد بھی دور ہی بیٹھے رہے تو اس پر تنبیہ فرمائی اور فرمایا کہ آپ تو اس طرح بیٹھے ہیں کہ آنے والے دیکھ کر خواہ مخواہ مرعوب ہوں کہ افوہ بڑی پر رعب مجلس ہے۔ کسی کو پاس بیٹھنے کی بھی ہمت نہیں تو کیا آپ مجھ کو لوگوں کی نظر میں بھیڑیا بنانا چاہتے ہیں۔اھ

بالکل ساتھ مل کر نہ بیٹھیں

اسی طرح بعضے بے ڈھنگے لوگ بہ وقت ملاقات بہت ہی قریب مل کر بیٹھ گئے تو اس پر بھی تنبیہ فرمائی کہ اگر ادب کریں گے تو اتنا کہ جو تکلف اور تصنع کی حد تک پہنچ جائے گا اور بے تکلفی برتیں گے تو اتنی کہ جو بیہودگی کی حد تک پہنچ جائیں گی کچھ ایسا مذاق خراب ہوا ہے کہ اعتدال پر کوئی رہا ہی نہیں الا ماشاء اللہ یا تو افراط ہے یا تفریط۔ حالانکہ حضرت حق جل شانہٗ کا ارشاد ہے **وکذالک جعلنا کم امة وسطا** جس کی تفسیر و تائید ان روایات سے ہوتی ہے **خیر الامور اوسطها وخیر الاعمال اوسطها (کلاهما فی المقاصد الحسنة والاول فی کنوز الحقائق ایضاً و هما یصلحان للتائید و ان لم یثبت سندهما)** اور فطرت سلیمہ کا بھی یہی مقتضا ہے۔اھ

اہل خصوصیت اپنی مخصوص جگہ پر بیٹھیں

دوران مجلس میں حضرت والا کی سہ دری کا مغربی حصہ اہل خصوصیت کے بیٹھنے کے لیے

مخصوص وہاں صرف ایسے صاحبوں کو بیٹھنا چاہیے جن کو حضرت والا وہاں بیٹھنے کے لیے ارشاد فرمائیں یا جن کو پہلے سے معلوم ہے کہ حضرت والا ان کو وہیں بٹھایا کرتے ہیں بلکہ مؤخرالذکر صاحبوں کو تو از خود وہیں بیٹھنا چاہیے تکلف نہ کرنا چاہیے کیونکہ جب حضرت والا کو یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ عام جگہ پر بیٹھے ہیں تو حضرت والا کو خاص طور سے کہنا پڑتا ہے کہ آپ وہاں کہاں جا بیٹھے یہاں آ جایئے اگر جگہ بھی کم ہوتی ہے تو مزاحاً یہ فرما کر بلا لیتے ہیں کہ آیئے انشاءاللہ جگہ ہو جائے گی کیونکہ حضرت شیخ سعدیؒ فرما گئے ہیں کہ دہ درویش در گلیمے بخسپند۔ اھ

حضرت والاؒ کے سامنے تسبیح نہ پڑھیں

جس کو آدمی اپنے سے بڑا سمجھے اس کے سامنے نمایاں طور پر تسبیح لیکر بیٹھنا خلاف ادب ہے کیونکہ یہ ایک دعویٰ کی سی صورت ہے اس لئے حضرت والا کے مواجہ میں تسبیح لیکر نہ بیٹھیں یا تو رومال اوپر سے ڈال کر پڑھیں یا محض زبان سے پڑھتے رہیں اور جس وقت حضرت والا مجلس میں کچھ ارشاد فرما رہے ہوں اس وقت تو زبان سے بھی کوئی وظیفہ وغیرہ نہ پڑھیں بلکہ ہمہ تن گوش ہو کر حضرت والا کے ارشادات کو سننے لگیں لیکن جیسا کہ اوپر بھی عرض کیا جا چکا ہے حضرت والا کی جانب ٹکٹکی باندھ کر مسلسل نہ دیکھتے رہیں نہ دوران ملفوظات میں نہ ویسے کیونکہ ایسا کرنے سے دوسرے کے قلب پر سخت بار ہوتا ہے اور وہ اپنی حرکات وسکنات میں آزاد نہیں رہتا اور یکسوئی نہیں رہتی کیونکہ ہر وقت یہی خیال لگا رہتا ہے کہ یہ شخص اہتمام کے ساتھ مسلسل مجھے کیوں تک رہا ہے۔

آپس میں بات چیت نہ کریں

مجلس میں بیٹھ کر آپس میں بات چیت کرنا خلاف آداب مجلس ہے اس کی حضرت والا ممانعت فرماتے رہتے ہیں اور فرما دیتے ہیں کہ اگر بات چیت کرنی ہو تو مجلس سے باہر جا کر کریں۔ اگر کسی سے کوئی بہت ہی ضروری اور مختصر بات مجلس ہی میں کہنے کی مجبوری ہے تو چپکے چپکے نہ کہیں بلکہ اس طرح کہیں کہ حضرت والا بھی سن سکیں نہ تو سرگوشی کریں نہ بہت پکار کر کہیں متوسط آواز سے اور ذرا کھل کر کہیں۔

جو مخاطب ہو وہ متوجہ رہے

حضرت والا عام ارشادات میں صرف اہل خصوصیت کو اپنا مخاطب بناتے ہیں۔

مخاطب کو چاہیے کہ وہ خاص طور سے حضرت والا کی جانب متوجہ رہے اور جو قابل تحسین باتیں ہوں ان پر بشرہ سے اور اگر موقع ہو تو زبان سے بھی اظہار بشاشت کرے کیونکہ حسب ارشاد حضرت والا یہ آداب تخاطب میں سے ہے۔ ورنہ بے حس وحرکت اور ساکت و صامت بیٹھے رہنے سے خطاب کرنے والے کو یہی پتہ نہیں چلتا کہ میرا مخاطب بات کو سمجھا بھی یا نہیں اور پھر مضامین کی آمد ہی بند ہو جاتی ہے۔ اھ

مخاطبت بلاضرورت نہ بولے

اسی طرح حسب ارشاد حضرت والا آداب مخاطبت میں سے یہ بھی ہے کہ سنی ہوئی بات کو بھی اس طرح سنے کہ جیسے پہلے سے سنی ہوئی نہیں ہے تا کہ بات کہنے والے کا دل افسردہ نہ ہو جائے۔ اھ

دیگر.......... جن کو مخاطبت کی اجازت بھی ہو وہ بھی بلاضرورت نہ بولیں زیادہ تر حضرت والا ہی کو کلام فرمانے دیں تا کہ سب حاضرین کو جو زیادہ تر اسی غرض سے مجلس شریف میں حاضر ہوتے ہیں حضرت والا کی زبان فیض ترجمان سے مضامین نافعہ سننے کا زیادہ سے زیادہ موقع نصیب ہو۔ دوسروں کے زیادہ بولنے سے اہل مجلس کو تنگ ہوتے میں نے خود دیکھا ہے۔ یہ فعل علاوہ خلاف آداب مجلس ہونے کے بقول شیخ سعدی علیہ الرحمتہ طریق محبت کے بھی خلاف ہے چنانچہ فرماتے ہیں ؎

عجب است باوجودت کہ وجود من بماند　　　تو بگفتن اندر آئی و مراسخن بماند

(یہ عجیب ہے کہ تیرے ہوتے ہوئے میرا وجود رہے، تو بات کرتے ہوئے اندر آئے اور میری بات رہے)

بے جوڑ سوال نہ کریں

حضرت والا کے دوران کلام میں دخل در معقولات نہ کریں نہ بے جوڑ سوالات کریں نہ اس وقت کوئی اشکال پیش کریں کہ ان سب باتوں سے کلام کا لطف برباد ہو جاتا ہے اور مضامین کی آمد بند ہو جاتی ہے۔ اگر کسی تقریر کے متعلق ضروری بات پوچھنی ہو تو ختم مضمون کے بعد سلیقہ کے ساتھ پوچھیں بشرطیکہ مخاطبت کی اجازت بھی پہلے سے حاصل ہو۔ اھ

2: پاؤں یا ہاتھ کو فضول نہ ہلائیں

مجلس میں بیٹھے ہوئے پاؤں یا ہاتھ کو فضول نہ ہلائیں جیسے کہ بعضوں کی عادت ہوتی ہے بالخصوص انگریزی خوانوں کی۔ایک بار احقر سے یہی حرکت سرزد ہوئی کہ بیٹھا ہوا پاؤں ہلا رہا تھا فوراً تنبیہ فرمائی اور فرمایا کہ یہ آداب مجلس کے خلاف ہے اگر سب اسی طرح اپنے اپنے پاؤں ہلانے لگیں تو ساری مجلس میں ایک زلزلہ کی سی کیفیت پیدا ہو جائے اس عادت کو بہت اہتمام کے ساتھ ترک کرنا چاہیے کیونکہ علاوہ لغویت کے اس میں آزاد خیال لوگوں کے ساتھ تشبیہ بھی ہے۔اھ

کسی چیز کو نہ چھیڑیں

اسی طرح کسی پاس رکھی ہوئی چیز کو فضول بطور مشغلہ کے خواہ مخواہ چھیڑیں نہیں جیسی کہ بعضوں کی عادت ہوتی ہے نہ نشست گاہ کی موجودات پر نظر دوڑائیں۔یہ سب امور آداب مجلس کے خلاف ہیں ان سے بہ اہتمام خاص احتراز رکھیں۔

راستہ چلنے کے آداب

۱۔راستہ میں مصافحہ نہ کریں

مصافحہ یا بات چیت راستہ چلتے میں نہ کریں اگر اتفاق سے سامنا ہو جائے تو صرف سلام کا مضائقہ نہیں۔

۲۔پشت کی جانب سے تخاطب نہ کریں

راستہ چلتے پشت کی جانب سے کسی قسم کا تخاطب نہایت بد تہذیبی ہے۔چنانچہ حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ حضرت والا امام ابو حنیفہؒ نے حضرت امام ابو یوسفؒ کو وصیت فرمائی تھی کہ اگر تم کو کوئی پشت کی طرف سے خطاب کرے تو اس کا جواب مت دو کیونکہ اس نے تمہاری بڑی اہانت کی اور تم کو اس نے گویا جانور سمجھا۔جانوروں ہی کو پشت کی طرف سے خطاب کیا جاتا ہے۔

۳:کوئی خواہ مخواہ ساتھ نہ ہولے

حضرت والا کو راستہ چلتے وقت کسی کا خواہ مخواہ ساتھ ہو لینا پسند نہیں کیونکہ چلنے میں آزادی

اشرف السوانح۔جلد۲ ک 25

نہیں رہتی حضرت والا اپنے معمول کی تائید طبقات کبریٰ میں دیکھ کر بہت مسرور ہوئے۔اس میں لکھا ہے کہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ بھی راستہ میں اپنے ہمراہ کسی کو نہیں چلنے دیتے تھے۔اھ

اس میں علاوہ آزادی نہ رہنے کے یہ بھی خرابی ہے کہ حضرت والا باقتضائے ہمراہیوں کے اچھا راستہ چھوڑ دیتے ہیں اور خود ناہموار راستہ پر ہو لیتے ہیں جس کی وجہ سے ویسے بھی تکلیف ہوتی ہے اور بعض اوقات تو پاؤں نالی میں چلا جاتا ہے یا ٹھوکر لگ جاتی ہے جس سے اذیت ہوتی ہے جب کئی بار ایسا ہوا تو پھر حضرت والا نے اپنے اس اقتضاء طبعی پر عمل کرنا بہ تکلف چھوڑ دیا مگر اول تو خلاف طبیعت عمل کرنے میں اذیت ہوتی ہے۔دوسرے بعض اوقات ذہول ہو جاتا ہے۔

۴: کوئی پیچھے نہ چلے

حضرت والا کو راستہ میں کسی کا پیچھے چلنا بھی ناگوار ہوتا ہے۔چنانچہ فرمایا کرتے ہیں کہ بعض اوقات کسی وجہ سے رکنا ہو گیا تو پیچھے آنے والا ٹکرا جاتا ہے۔

کوئی راہ چلتا ہوا رک نہ جائے

حضرت والا کو یہ بھی گوارا نہیں کہ جو شخص راستہ چل رہا ہو وہ حضرت والا کی وجہ سے رک جائے یا اپنی رفتار سست کر دے بلکہ یہ چاہتے ہیں کہ اپنی چال چلتا رہے اور جب حضرت والا تک پہنچے تو ایک پہلو ہو کر آگے نکلا ہوا چلا جائے۔اس بے تکلفی سے تو حضرت والا کو بہت راحت اور مسرت ہوتی ہے لیکن اگر کوئی بہت ہی مؤدب ہو اور وہ آگے نہ نکلنا چاہے تو زیادہ فصل سے پیچھے چلے تاکہ حضرت والا پیروں کی آہٹ نہ سنیں ورنہ اس علم سے کہ کوئی پیچھے آ رہا ہے حضرت والا کو سخت الجھن ہوتی ہے۔غرض راستہ چلنے میں حضرت والا کے ساتھ نہ رہنا چاہیے۔البتہ اگر خود ہی ساتھ لے لیں یا باتیں فرمانے لگیں تو اور بات ہے۔راستہ میں کسی کا ساتھ ہو لینا علاوہ مقید ہو جانے کی وجہ سے ناگوار ہونے کے اس لیے بھی ناگوار ہوتا ہے کہ انہماک مشاغل کثیرہ کے بعد تو کہیں تھوڑی دیر کے لیے فراغ کی نوبت آتی ہے اس میں بھی لوگ آ کر مخل ہو جاتے ہیں چنانچہ ایسے مواقع پر مثلاً راستہ چل رہے ہوں یا وظیفہ پڑھ رہے ہوں اگر کوئی مخل ہوتا ہے تو خفا ہو کر فرمانے لگتے ہیں کہ آپ

لوگوں کو خدا کا خوف نہیں آتا کہ کسی وقت چین ہی نہیں لینے دیتے۔ وظیفہ تک بھی اطمینان سے نہیں پڑھنے دیتے۔ راستہ چلتے بھی آ گھیرتے ہیں۔ اس ظلم وستم کی بھی کوئی انتہا ہے۔ کیا ہر وقت آپ صاحبوں کے کام میں رہوں اپنا کام کسی وقت کروں ہی نہیں۔ اھ

نیز اکثر راستہ چلتے ہوئے بھی حضرت والا مسائل مشکلہ میں غور وفکر فرماتے رہتے ہیں اس لیے بھی کسی کا مخل ہونا ناگوار ہوتا ہے۔ چنانچہ فرمایا کرتے ہیں کہ فلاں مسئلہ کا حل جب میں گھر جاتے ہوئے فلاں مکان کے قریب پہنچا اس وقت اللہ تعالیٰ نے قلب میں ڈالا۔ فلاں بات جنگل میں فلاں موقع پر سمجھ میں آئی جب میں تلاوت کرتا ہوا چلا جارہا تھا۔ فلاں اشکال اس وقت حل ہوا جب میں لین کے قریب تھا اسی وقت اس کو قلمبند کر لینے کے لیے لوٹا تا کہ ذہن سے نکل نہ جائے اور پھر دوبارہ جا کر تلاوت اور مشی کو پورا کیا۔ اھ

بعض اوقات حضرت والا قریب مغرب تک کام کرنے کے بعد گھر جاتے ہوئے راستہ میں کوئی اخبار یا مضمون پڑھتے ہوئے تشریف لے جاتے ہیں غرض دیکھنے والے دیکھتے ہیں کہ حضرت والا کا کوئی وقت کام سے خالی نہیں رہتا تو جو ہر وقت اس درجہ مشغول رہتا ہو ظاہر ہے کہ اس کو کسی کا بے جا طور پر وقت بے وقت مخل ہونا کس درجہ ناگوار ہوگا۔ لہٰذا اس کو سب لوگوں کا بہت خیال رکھنا چاہیے کہ بے موقع اور بے وقت حضرت والا کو اپنی طرف مشغول نہ کریں اور اس میں ان کا کوئی حرج بھی نہیں کیونکہ حضرت والا نے خود ہی لوگوں کی ضرورتوں پر نظر فرما کر بقدر ضرورت سب کے کاموں کے لیے اوقات مقرر فرما رکھے ہیں۔ کسی کا کوئی کام اٹکا نہیں رہ سکتا ہاں اگر کوئی یوں چاہے کہ جس طرح میں حساب لگا کر آیا ہوں اسی طرح اور اسی وقت میرا کام کر دیں تو یہ تو محتاج الیہ کو اپنا تابع بنانا ہوا جس کا اس کو کسی قاعدہ سے بھی حق حاصل نہیں۔

رخصت ہونے کے آداب

ا: الوداعی ملاقات کا طریقہ

ابتدائی ملاقات کی طرح رخصتی ملاقات کا بھی وقت مقرر نہیں لیکن جب رخصتی ملاقات کے لیے آئیں تو آتے ہی کہہ دینا چاہیے کہ میں جا رہا ہوں کیونکہ بعض اوقات محض سلام و

مصافحہ کرنے سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ یہ آمد کا مصافحہ ہے یا رخصت کا اور دونوں کے آثار و لوازم جدا جدا ہیں اشتباہ سے خلجان ہوتا ہے۔

۲: رخصت ہوتے وقت کوئی حاجت پیش نہ کریں

عین چلتے وقت تعویذ وغیرہ کی درخواست یا اور کوئی حاجت پیش نہ کریں بلکہ بہت پہلے سے پیش کریں تا کہ حضرت والا کو قلت وقت کی وجہ سے اس کے پورا کرنے میں تنگی پیش نہ آئے۔ بعضوں نے تنگ وقت میں کوئی درخواست کی تو اظہار ناپسندیدگی فرما کر اس کو رد فرما دیا اور فرمایا کہ اس کے تو یہ معنی ہوئے کہ جب آپ کا حکم ہو چاہے مجھے فرصت ہو یا نہ ہو فوراً مجھ کو سب کام چھوڑ کر تعمیل حکم کرنا چاہیے جس سے کام لینا ہو کیا اس کو اس طرح مقید کرنا چاہیے۔ اھ

بس اب احقر اس نمبر کو ختم کرتا ہے کیونکہ استیعاب مقصود نہیں نہ استیعاب ہو سکتا ہے اس لئے کہ ہر شعبہ اخلاق کے متعلق سینکڑوں آداب ہیں جن کی حضرت والا رات دن علماً و عملاً و قالاً تعلیم فرماتے رہتے ہیں کہاں تک بیان کئے جاسکتے ہیں اور کہاں تک یاد آ سکتے ہیں۔ جتنے عرض کئے گئے فہیم و سلیم کو نمونہ کے لیے اتنے ہی کافی و وافی ہیں۔ انہی سے انشاء اللہ تعالیٰ بشرط تدبر و تفکر و اہتمام و التزام بقیہ آداب ضرور یہ کے بھی سمجھ لینے کی مناسبت پیدا ہو جائے گی کیونکہ اس قسم کے سب آداب طبعی اور فطری ہیں۔ تھوڑی سی تنبیہ بھی کافی ہے بقول مشہور ''اگر در خانہ کس است یک حرف بس است''

بس اس نمبر کے ساتھ عنوان چہارم بھی ختم ہوا۔ الحمدللہ اب عنوان پنجم شروع کرتا ہوں۔

و باللہ التوفیق

عنوان پنجم

اصول متفرقہ

اس عنوان کے تحت میں مختلف امور کے متعلق حضرت والا کے چند متفرق اصول نیز جو بعض اصول متعلقہ عنوانات ماسبق بعد میں یاد آئے ان کو لکھ کر اس مضمون پنج گنج اشرف کو انشاء اللہ تعالیٰ ختم کر دیا جائے گا اور اسکے ساتھ ہی اس باب ارشاد و افاضۂ باطنی کو بھی بند کر

دیا جائے گا کیونکہ وہ بلا قصد بہت طویل ہو گیا گو باوجود طول کے بھی وہ ہنوز بالکل ناتمام اور تشنہ تکمیل اور ہمیشہ تشنہ تکمیل ہی رہے گا چاہے جتنی خامہ فرسائی کی جائے بقول

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی راسخن پایاں   بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی

(نہ اس کے حسن کی کوئی انتہاء ہے، نہ سعدی کی بات ختم ہوتی ہے، استسقاء کی بیماری والا پیاسا مر جاتا ہے اور دریاء اسی طرح باقی رہتا ہے)

ہدیہ کے متعلق اصول

تمام اصولوں کا خلاصہ اور منشاء

حضرت والا کے یہاں ہدیہ کے متعلق بہت سی شرائط اور بہت سی حدود و قیود اور بہت سے قواعد وضوابط ہیں جو سراسر مصلحت بلکہ شرعی وعقلی ضرورت پر مبنی ہیں اور سر بسر سنت سنیہ اور فطرت سلیمہ اور اصول صحیحہ کے مطابق ہیں ان سب کا حاصل یہ ہے کہ جب تک ہدیہ دینے والے کے متعلق حضرت والا کو پورا اطمینان اور شرح صدر نہیں ہو جاتا کہ یہ بالکل صدق وخلوص سے ہدیہ دے رہا ہے اور یہ میرے متعلق کسی قسم کے دھوکہ میں نہیں ہے اور اس ہدیہ کے قبول کرنے میں کسی دینی یا دنیوی مصلحت میں خلل نہیں پڑتا نہ اس کی نہ میری خواہ وہ گرانی ہی کی درجہ میں ہو اس وقت تک ہدیہ قبول نہیں فرماتے اور جن پر ان امور کے متعلق پورا اطمینان ہو چکا ہے کہ وہ جو کچھ دیں گے ان سب امور کی رعایت کر کے دیں گے ان کے لیے کوئی قواعد وضوابط نہیں بلکہ مزاحاً فرمایا کرتے ہیں کہ ایسے لوگ تو اگر مجھے اپنا سارا گھر بھی بخش دیں تب بھی انکار نہیں۔''

ہدیہ کے متعلق احقر ہی کے قلمبند کیے ہوئے بعض پرانے ملفوظات حسن العزیز جلد اول میں حسن اتفاق سے ایسے نظر پڑے جن میں حضرت والا نے بضمن واقعات بہت سے آداب ہدیہ اور اپنے بہت سے اصول وشرائط متعلق ہدیہ مع ان کی مصالح وحکم وتائیدات منصوصہ کے خود تیار فرمائے ہیں ان میں سے بعض کا اس جگہ ملخصاً نقل کر دینا انشاء اللہ تعالیٰ ناظرین کے لیے اس موضوع کے متعلق کافی معلومات حاصل کرنے کا ذریعہ ہوگا اور احقر مکرر لکھنے کے تعب سے بچ جائے گا جس کے لیے بوجہ قرب اختتام رخصت میرے پاس وقت بھی نہیں۔

نقل ملفوظات متعلق ہدیہ از حسن العزیز جلد اول

۱: ایک دیہاتی کے گڑ پیش کرنے کا واقعہ

(ماخوذ از حسن العزیز جلد اول ملفوظ نمبر ۷۸)

ایک کاشتکار پٹی ملحقہ تھانہ بھون مسمی مساوی کا کچھ گڑ ہدیہ لایا حضرت نے فرمایا کہ مساوی میں تو موروثی زمین کی بہت کثرت ہے اس نے کہا کہ یہ گڑ موروثی زمین کا نہیں ہے اور یہ بھی کہا کہ جو کھیت موروثی کا ہے اس میں اکھ نہیں حضرت والا نے فرمایا کہ پیداوار تو سب ملی جلی ہوتی ہے اس نے کہا کہ نہیں علیٰحدہ علیٰحدہ ہے پھر بعد کو وہ شخص یہ کہنے لگا کہ میرے پاس موروثی کوئی کھیت نہیں حضرت نے فرمایا کہ ابھی ابھی تم خود اقرار کر چکے ہو کہ جو کھیت موروثی ہے اس میں اکھ نہیں اب میں کیسے یقین کرلوں کہ کوئی کھیت موروثی کا نہیں اجی ہم ایسے متقی تو کہاں ہیں کہ دور تک کی تحقیق کریں لیکن اس طرح بھی آنکھیں نہیں بند کی جاتیں بھائی دیکھ کر تو مکھی نہیں نگلی جاتی۔ پھر عام خطاب کے طور پر فرمایا کہ ایک تو یہ بات ہے کہ دل میں شبہ پڑ گیا دوسرے یہ کہ باوجود اس کے کہ مساوی بالکل تھانہ بھون سے ملا ہوا ہے لیکن وہاں کے لوگوں کو اس قدر اجنبیت دین سے ہے جیسے کوئی دیہات پانچ سو کوس پر اہل علم سے ہو۔ کوئی بندہ خدا کا کبھی کوئی دین کی بات پوچھنے نہیں آتا ہاں اگر آتے ہیں تو کوئی دودھ دینے آتا ہے کوئی گڑ چاول لاتا ہے اور میں لیتا نہیں کیونکہ اس شخص سے کوئی چیز لینے میں نہایت ذلت معلوم ہوتی ہے جس کو خود کوئی نفع نہ پہنچا سکے ہاں جو دینی نفع حاصل کرتا رہے وہ اگر محبت سے کبھی کچھ دے تو کس کو انکار ہے کیونکہ آخر میری گزر ہی اس پر ہے لیکن یہ شرط ہے کہ دینے میں بجز محبت کے اور کوئی نیت نہ ہو یہاں تک کہ ثواب کی بھی نیت نہ ہونی چاہیے گو جب حق تعالیٰ کے تعلق کی وجہ سے دیا تو ثواب اس کو مل ہی گیا۔ دیکھئے اگر کوئی اپنے باپ یا لڑکے کو کچھ دے تو نیت ثواب کی نہیں ہوتی لیکن ثواب ملتا ہے جیسے حدیث شریف میں ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے منہ میں لقمہ دے تو اس کو ثواب ملتا ہے حالانکہ بیوی کو کوئی ثواب کی نیت سے نہیں دیتا بلکہ اگر اس کو ثواب کی نیت کی خبر ہو جائے تو اس کو ناگوار ہو

اور وہ انکار کر دے کہ کیا میں خیرات خوری ہوں پھر فرمایا کہ ان لوگوں کی نیت بھی ہم لوگوں
کے دینے میں وہی ہوتی ہے جو پیر شہیدوں کی قبروں پر چڑھاوا چڑھانے میں ہوتی ہے کہ
اگر ان ملانوں کا حصہ اس میں ہو جائے گا تو برکت ہو جائے گی کھیت میں خوب ایکھ پیدا
ہوگی غرض دینے میں نیت بھی خراب ہوتی ہے پھر حضرت نے اس شخص سے فرمایا کہ بھائی
اگر محبت سے کوئی چیز لائے تھے تو ڈھنگ سے لائے ہوتے اب تم دو برس تک برابر ملتے
جلتے رہو اور دین کی باتیں پوچھتے پاچھتے رہو اور لاؤ کچھ نہیں گڑ دینے کے لیے نہ آؤ بلکہ گڑ
لینے کے لیے آؤ یعنی دین کی باتیں سیکھنے جب تعلق بڑھ جائے تب کوئی چیز لانے کا بھی
مضائقہ نہیں لیکن پھر بھی پہلے پوچھ جاؤ کہ فلاں چیز لانا چاہتا ہوں کیونکہ اگر کسی وجہ سے نہ لینا
ہوا تو قبل لانے ہی کے انکار کر دینے سے اتنا رنج نہیں ہوتا جتنا لائی ہوئی چیز کے انکار
کر دینے سے ہوتا ہے اس کا ہمیشہ خیال رکھنا وہ شخص ایسی واضح گفتگو کے بعد بھی پھر اصرار
کرنے لگا اس پر ترش ہو کر فرمایا کہ بھلا دیکھئے کہاں تک طبیعت میں تغیر نہ آوے آخر میں
بھی بشر ہوں لوگ مجھ کو سخت کہتے ہیں اگر کوئی میرے پاس رہ کر ان حرکتوں کو دیکھے تو امید
ہے کہ وہ مجھ سے بھی زیادہ سخت ہو جائے جب حضرت والا نے خود انکار فرما دیا تو کہنے لگا
کہ طالب علموں کو تقسیم کرا دو۔ حضرت نے ناراضی کے لہجہ میں فرمایا کہ تم نے طالب علموں
کی اچھی قدر کی گویا وہ ایسی گری پڑی چیز کے مستحق ہیں جو چیز یہاں سے مردود ہوگئی وہ ان
کے لائق ہوئی سو ہمارے یہاں کے طالبعلم گو حاجتمند سہی لیکن بحمد اللہ وہ ایسے نہیں کہ ہر گری
پڑی چیز پر رال ٹپکاتے پھریں کچھ دیر بعد اس شخص نے پھر پوچھا کہ جی تو پھر کیا کہو ہو۔ غرض
برابر ایسی ہی حرکتیں کرتا رہا جو پاس بیٹھنے والوں کو بھی ناگوار ہوتی تھیں آخر میں اس نے ایک
شخص سے اشارہ کیا کہ تم ہی کہہ دو یہ حرکت مزید برآں تھی آخر میں معلوم ہوا کہ یہ گڑ زکوٰۃ
عشر کا تھا یہ سب سے بڑھ کر ہوئی اس پر حضرت نے فرمایا کہ دیکھئے لوگ مجھ کو خواہ مخواہ وہمی
کہتے ہیں گو گذشتہ واقعات نہ یاد رہیں لیکن ان کا اثر تو قلب پہ رہتا ہے اب دیکھئے اگر میں بلا
پوچھے گچھے لے لیتا اور بعد کو معلوم ہوتا تو طبیعت و کس قدر ناگوار ہوتا اور اس کی زکوٰۃ بھی ادا

نہ ہوتی وہ تو اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ قلب میں پیشتر ہی نفرت پیدا ہوگئی تھی ورنہ انہوں نے اپنی طرف سے کیا کسر رکھی تھی پھر یہ شعر فرمایا۔

قتل ایں خستہ بشمشیر تو تقدیر نبود ورنہ ہیچ از دل بیرحم تو تقصیر نبود

(اس کمزور کا قتل تیری تلوار سے اس کمزور کا قتل ہونا مقدر میں نہیں ہے ورنہ تیرے بے رحم دل کی طرف سے کوئی کمی نہیں رہی)

بھلا ایسی صورت میں سوچنے سے کوئی یہاں تک احتمالات نکال سکتا ہے لیکن وہ تو خود حق تعالیٰ دستگیری فرماتے ہیں قلب میں بحمد اللہ بس ایسا ہوتا ہے جیسے کوئی کہہ گیا ہو اس شخص کی ناسمجھی کی باتوں پر ارشاد فرمایا کہ جو دین کا پابند نہیں ہوتا اس کی دنیا کی سمجھ بھی خراب ہو جاتی ہے اور جو شخص دیندار ہوتا ہے گو تجربہ دنیا کا نہ ہو لیکن دنیاوی امور میں بھی اس کی سمجھ سلیم ہو جاتی ہے حلال روزی میں بھی یہی اثر ہے برخلاف اس کے حرام روزی سے فہم مسخ ہو جاتا ہے۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ بوجہ دیہاتی اور کم سمجھ ہونے کے اس سے یہ حرکتیں سرزد ہوئیں فرمایا کہ اس سے زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوا کہ ان کی خطا نہیں لیکن اگر کوئی بے عنوانی ناسمجھی ہی سے کرے لیکن دوسرے کو تو اس سے پریشانی اور تکلیف ہوتی ہی ہے اگر کوئی شخص بلا قصد شکار کے کسی کو چھرا مار دے تو وہ مجرم نہ سہی لیکن دوسرے کے چوٹ تو آخر لگے ہی گی اور اگر سب لوگ جاہلوں کی جہالت پر تحمل ہی کر لیا کریں تو ان کی جہالت کی اصلاح کبھی ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ اس طرح سے تو اس کو اپنی جہالت کا علم ہی نہ ہوگا اور ہمیشہ بے تہذیب اور بے سلیقہ ہی رہے گا اب یہ شخص کبھی کسی کیساتھ ایسی حرکت نہ کرے گا اور گو طالب علموں کے واسطے لے لینے میں بعض قواعد سے گنجائش تھی لیکن بمصلحت اصلاح نہ لینا ہی ضروری تھا کیونکہ پھر یہ شخص یہ سمجھتا ہے کہ اجی ہم لے گئے تھے اور وہ لے ہی لیا گیا کبھی اس کو جائز ناجائز کی فکر بھی نہ ہوتی اب اس کو ہمیشہ کے لیے یہ بات معلوم ہوگئی کہ ناجائز چیز ایسی بری ہوتی ہے اور آئندہ اس کے متعلق احتیاط رکھنے کی فکر ہوگئی قطعی بے پروائی اس باب میں اس کو اب نہ رہے گی اور جب کبھی کوئی چیز لانے کا قصد ہوگا تو بہت احتیاط مدنظر رکھ کر لائے گا گویا ہمیشہ کے لیے کافی سبق ہوگیا ورنہ اگر اس کی

حرکتوں پرتحمل کرلیا جاتا تو اس کی کچھ بھی اصلاح نہ ہوتی۔

۲: ایک صاحب کا واقعہ بیعت ہونے کے عرصہ بعد پہلی مرتبہ ہدایا لے کر آئے:

(ماخوذ از حسن العزیز جلد اول ملفوظ نمبر ۹۳)

(یکم جمادی الاول ۳۳ھ پنجشنبہ) ایک صاحب جو عرصہ ہوا بیعت ہوئے تھے آئے اور نقد اور کپڑا بطور ہدیہ کے پیش کیا ان صاحب نے اس عرصہ میں نہ کبھی کوئی خط بھیجا تھا نہ کوئی دین کی بات پوچھی تھی خفگی کے ساتھ سب چیزیں پیش کردہ اٹھا کر واپس کر دیں اور تیز لہجہ میں فرمایا کہ بس اسی لیے پیر بنایا تھا کہ چڑھاوا چڑھاتے رہیں۔ آپ نے میری سخت ذلت کی گویا آپ نے مجھ کو ایسا سمجھا کہ اجی روپیہ اور چیتھڑے دیکھتے ہی پگھل جائیں گے تو آپ نے مجھ کو دوکاندار سمجھا سو گو میں متقی پرہیز گار تو نہیں لیکن اللہ کا شکر ہے کہ دوکاندار بھی نہیں گو میری گزر اسی پر ہے لیکن الحمدللہ یہ میری کمائی بھی نہیں جس شخص کو مجھ سے دین کا کچھ بھی نفع نہ پہنچا ہو اس سے کوئی چیز لینا سخت ذلت کی بات ہے یہ تو ایسا ہوا کہ گویا میں نے آپ کو اسی واسطے بیعت کیا تھا لوگوں نے پیری مریدی کا ناس کر رکھا ہے۔ یہ سب خرابی ڈالی ہوئی ان پیرزادوں کی ہے انہوں نے یہ مسئلہ گھڑ رکھا ہے کہ جو خالی ہاتھ جائے وہ خالی ہاتھ آئے بلا کچھ دیئے فیض حاصل ہو ہی نہیں سکتا اگر کچھ نہ ہو تو استنجا کے ڈھیلے ہی لے جائے پس یہ تصوف کا ماحصل لوگوں کے ذہنوں میں بٹھا رکھا ہے اس وقت یہ جو کچھ آپ لائے ہیں محض اس رسم کے پورا کرنے کے واسطے لائے ہیں کہ سامنے جائیں تو خالی لٹھا ایسے کس طرح جا کھڑے ہوئے اور بلا کچھ دیئے وہاں روٹیاں توڑیں اس میں تو شیخی کرکری ہوتی ہے ورنہ میں یہ پوچھتا ہوں کہ اتنے عرصہ میں آج ہی یہ کیوں محبت کا جوش اٹھا اس سے پہلے اگر کبھی خط وغیرہ نہیں بھیجا تھا تو کوئی ہدیہ ہی بھیجا ہوتا کیونکہ بہت سی چیزیں ڈاک کے ذریعہ سے بھیجی جا سکتی ہیں یہ نہ ہوا کہ کبھی آٹھ آنے پیسے ہی بھیج دیتے اس سے خدا نہ کرے میرا یہ مطلب نہیں کہ اب آپ ڈاک کے ذریعہ سے چیزیں بھیجا کریں کیونکہ بفضلہٖ تعالیٰ مجھ کو

واپس کرنا بھی آتا ہے یہ یقینی ہے کہ اگر آپ ڈاک کے ذریعے سے بھی کچھ بھیجتے تو بھی میں واپس کرتا لیکن اس وقت یہ شکایت تو نہ ہوتی کہ بس منہ دیکھ کر ہی محبت کا جوش اٹھا ان صاحب نے قسم کھا کر محبت کا موجب تحریک ہونا ظاہر کیا تو فرمایا بس قسمیں نہ کھایئے کیونکہ اس میں حق تعالیٰ کے نام کی بے ادبی ہوتی ہے اور قسم کھانے سے میرا منہ بند ہو جائے گا پھر خواہ آپ کی کیسے ہی لغو تقریر ہو میں اس میں کچھ نہ کہہ سکوں گا بلکہ میں یقین دلاتا ہوں کہ میں بلا قسم کے بھی تسلیم کرلوں گا اگر آپ میرے اس سوال کا کوئی معقول جواب دے دیں جس سے چار سننے والوں ہی کو تسلی ہو جائے خواہ مجھ کو نہ ہو میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں ان چار آدمیوں کی اس کے تسلیم کر لینے میں تقلید کرلوں گا وہ سوال یہی ہے کہ اگر محبت کی وجہ سے آپ نے ہدیہ دیا ہے تو اس کی کیا وجہ کہ اس سے پہلے کبھی کیوں محبت نہ ہوئی ان صاحب نے یہ بھی عرض کیا کہ حضور نے جو ارشاد فرمادیا تھا اس پر میں عمل کرتا رہوں فرمایا کہ کبھی آپ نے یہ بھی کیا ہے کہ طبیب سے منضج کا نسخہ پوچھ کر بس عمر بھر اسی کو گھونٹا کیے ہوں اور مسہل کا نسخہ پوچھنے کی آپ نے ضرورت نہ سمجھی ہو اگر صرف ایک ہی مرتبہ کی تعلیم پر کاربند ہو کر پھر کچھ پوچھنا گچھنا نہ تھا تو اس کے لیے بیعت ہی کی کونسی ضرورت تھی ارشاد مرشد حضرت حاجی صاحب کی کتاب موجود ہے میری بھی کتابیں موجود ہیں بس انہی میں سے دیکھ کر عمل کرنا شروع کر دیا ہوتا اور تعجب ہے آپ کو اتنے عرصے میں کبھی کسی مسئلہ کے پوچھنے کی بھی ضرورت پیش نہ آئی بھلا ایسے مرید ہونے سے کیا فائدہ۔ اسی لئے میں نے عام طور سے بیعت کرنا چھوڑ دیا ہے اور اس قدر سختی پر بھی اگر میں نے کسی کو مرید کرلیا ہو تو یہ سمجھئے کہ اس کی طرف سے بہت ہی زیادہ اصرار ہوا ہوگا تب میں نے مرید کیا ہوگا لیکن اس پر بھی یہ کیفیت ہے۔ تیسرے دن جب یہ صاحب رخصت ہونے لگے تو انہوں نے معافی کی درخواست کی فرمایا کہ جی آپ نے کوئی ایسا قصور نہیں کیا جس کی معافی کی ضرورت ہو البتہ جس سبب سے میں نے آپ کا ہدیہ قبول نہیں کیا اس کا تدارک ہونا چاہیے یعنی اب آپ برابر خط و کتابت جاری رکھیں۔ آپ کی تسلی یوں نہیں ہوتی لو لیجئے میں کہے دیتا ہوں کہ میں نے معاف کر دیا

پھر فرمایا بھلا آپ ہی انصاف کیجئے کہ میری شکایت کیا بے جا ہے۔ خط و کتابت نہ کرنا دلیل کام نہ کرنے کی ہے۔ کیونکہ جو شخص کام کرتا ہے ممکن ہے کہ اس کو کچھ پوچھنا پاچھنا نہ پڑے۔ پھر ان صاحب نے کم از کم کپڑوں کا جوڑا ہی قبول فرما لینے کی درخواست کی اور عرض کیا کہ محض محبت سے سلوا کر لایا تھا فرمایا کہ آپ کو محبت تو ہے لیکن کم سمجھی کے ساتھ کم سمجھی کی باتیں نہیں کرنی چاہئیں باوجود ایک مرتبہ کے انکار کے پھر اصرار کرنا تو گویا مجھ کو رائے دینا ہے میں آپ کی رائے کا اتباع کروں یا آپ کو میری رائے کا اتباع کرنا چاہیے گویا آپ شیخ بننا چاہتے ہیں آپ کو یہ سمجھنا کہ میرے انکار ہی میں مصلحت ہے شیخ کا حق ادا کرنا ہے اور اگر آپ نے یہ سمجھا کہ میں نے بدنفسی سے انکار کیا تھا تو آپ نے شیخ کا حق ادا نہیں کیا تو گویا آپ مجھ سے مصلحت فوت کرنے کی درخواست کرتے ہیں اب آپ کو عمر بھر کے لیے تنبیہ ہوگئی کیونکہ قاعدہ ہے کہ عملی تنبیہ کبھی نہیں بھولتی قولی تنبیہ کبھی یاد رہتی ہے کبھی نہیں یاد رہتی دوبارہ قبول کر کے یہ ساری مصلحتیں میں کیسے برباد کردوں اتنی تو دنیا سواروں اور دوسرے کا دین بگاڑوں یہ کیسے ہوسکتا ہے بھلا آپ سمجھ سکتے ہیں کہ میں بلا مصلحت کس طرح لینے سے انکار کرسکتا تھا جبکہ میری گزر اسی پر ہے نہ میرے یہاں کوئی تجارت ہوتی ہے نہ کھیتی ہوتی ہے یہی میری آمدنی ہے کوئی بھی شخص ایسا دنیا میں ہے جس کو کوئی چیز آتی ہوئی بری معلوم ہوتی ہو اور اگر کسی کو اس کی روزی آتی ہوئی بری معلوم ہوتی ہو تو یہ اس کی سخت برائی ہے۔ اس قدر تقریر کے بعد بھی ان صاحب نے ذکر کیا کہ میں ایک جوڑی کھڑاؤں بنوا کر لایا ہوں۔ اس پر فرمایا کہ یہ تو بچہ کا پھسلانا ہوا کہ بھائی حلوا کھالے اگر حلوا نہیں کھاتا تو لے بھائی چاول کھالے اگر چاول نہیں تو دودھ ہی پی لے کیا آپ نے مجھے بچہ سمجھ لیا ہے یہ تو آپ میرے ساتھ ہنسی سی کر رہے ہیں کچھ سمجھ سے بھی تو کام لینا چاہیے خیر اب آپ مجھ سے خط و کتابت کرتے رہیں جب میرا دل آپ سے کھل جائے گا اور میں دیکھ لوں گا کہ ہاں اب آپ کام میں لگ گئے ہیں تب ہدیہ کا بھی مضائقہ نہیں لیکن اگر کبھی کوئی چیز بھیجنے کو جی چاہے تو یہ ضرور کیجئے گا کہ پہلے دریافت کر لیجئے گا میں وعدہ کرتا ہوں کہ اگر میرے معمول اور قاعدہ

اور طبیعت کے خلاف نہ ہوا تو اجازت بھی دے دوں گا یہ نہ سمجھئے کہ ہمیشہ انکار ہی کر دیا کروں گا ہاں اگر کوئی ہدیہ خلاف میرے معمول ہوگا تو انکار بھی کروں گا یہ صاحب متعدد چیزیں لائے تھے چنانچہ زیادہ مقدار میں گڑ بھی تھا جو رکھے رکھے پگھل گیا تھا جس کا ساتھ واپس لے جانا انہوں نے مشکل بتلایا حضرت نے فرمایا کہ اگر آپ کی مرضی ہو تو طالب علموں کو تقسیم کیا جا سکتا ہے انہوں نے بہت خوشی سے منظور کر لیا ان کے رخصت ہو جانے کے بعد حضرت نے فرمایا کہ میری طبیعت کچھ ایسی ہے کہ متعدد چیزیں اگر کوئی شخص ہدیہ میں دے تو بہت بوجھ معلوم ہوتا ہے مثلاً دس روپے ایک ساتھ کوئی دے تو ان کا لینا گراں نہیں معلوم ہوتا' اگر دس روپے کی متعدد چیزیں دے تو ہر ہر چیز کا الگ الگ بار ہوتا ہے اور مجھے ایسے معاملات میں شبہ بہت ہوتا ہے متعدد چیزوں میں نیت یہ ہوتی ہے کہ اس چیز کی بھی قدر ہو اس چیز کی بھی قدر ہو پھر فرمایا بس روپیہ سب سے بہتر ہدیہ ہے کیونکہ اس سے جتنی ضرورت کی چیزیں ہیں سب آ سکتی ہیں جب میں حج سے واپس آیا تو ایک صاحب نے محبت سے ایک روپیہ کی مٹھائی منگوا کر میری دعوت کرنی چاہی میں نے کہا کہ میاں مٹھائی میرے حصے میں بھلا کتنی آئے گی میری خوشی ہی کرنی ہے تو روپیہ ہی مجھے کیوں نہ دے دو۔ انہوں نے بہت خوشی سے روپیہ دے دیا میں اپنے صرف میں لے آیا مٹھائی کا میں کیا کرتا ایک صاحب نے خط میں دریافت کیا کہ میں ایک جوتہ ہدیہ میں بھیجنے کی اجازت چاہتا ہوں میں نے لکھ دیا کہ میرے پاس کئی جوڑے موجود ہیں پھر انہوں نے لکھا کہ جو چیز پسند ہو وہ بھیج دوں میں نے لکھ بھیجا مجھے دماغ کا کام بہت کرنا پڑتا ہے مجھے بادام لیکر بھیج دو چنانچہ انہوں نے بادام بھیج دیئے۔ میں نے کھا لئے یہ بے تکلفی بہت اچھی بات ہے لیکن ایسی بے تکلفی زیادہ ملنے جلنے سے یا زیادہ خط و کتابت سے پیدا ہوتی ہے بلا اس کے طبیعت کھلتی نہیں ان صاحب کا گڑ زیادہ مقدار میں تھا فرمایا کہ میں اس معاملے میں بہت بدگمان ہوں کیونکہ مجھے بہت تجربہ ہو چکا ہے زیادہ مقدار میں دینے والے بس یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے حق ادا کر دیا عمل کو پھر ضروری نہیں سمجھتے زیادہ مقدار میں اہتمام و تکلف بھی بہت کرنا پڑتا ہے یہ کیا ضرور ہے کہ

سارا گھر ہی خالی کردے ہنس کر فرمایا کہ تھوڑا تھوڑا دینے میں پیر کی دنیا کا بھی نفع ہے کیونکہ تھوڑا تھوڑا کر کے بہت جمع ہو جاتا ہے۔

چرانستانی ازہریک جوے سیم　　　　که گرد آید ترا ہر روز گنجے

(توہر ایک جَو کے بدلے چاندی کیوں نہیں لیتا تا کہ ہر روز تیرے پاس خزانہ جمع ہو جائے)

اگر لوگ بہت بہت دیں تو جن کے پاس کم ہے ان کی ہمت بھی دینے کی نہ پڑے اس سے بہت نقصان ہے۔

۳: سختی اور حدود و قیود کے فوائد

(ماخوذ از حسن العزیز جلد اول ملفوظ نمبر ۹۹ ملخصاً)

ان صاحب کا ذکر فرمایا جن کا ہدیہ رد فرمایا تھا کہ دیکھئے انہی سے جھک جھک ہوئی سچ کہتا ہوں مجھے نہایت خوف معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ یوں نہ فرمائیں کہ ارے نالائق ہم تو تجھ کو دلواتے ہیں اور تو واپس کر دیتا ہے نہایت خوف ہوا کرتا ہے حق تعالیٰ معاف فرمائیں پھر فرمایا کہ گو ان کے ہدیہ میں غالب محبت ہی ہو لیکن کچھ آمیزش اس کی بھی ضرور تھی کہ وہاں روٹیاں کھائیں گے کچھ نہ دینا ذلت کی بات ہے اس لئے میں نے اب ان روٹیوں کے قصہ ہی کو موقوف کر دیا بس ایک وقت کھانا کھلا دیتا ہوں وہ بھی جہاں مصلحت سمجھتا ہوں پھر کہہ دیتا ہوں کہ اپنا انتظام کر لیجئے تا کہ لوگوں کو یہ خیال بھی نہ ہو باستثناء خاص خاص موقعوں کے پھر فرمایا کہ یہ جوان کے ساتھ ہیں وہ بھی مرید ہونے کے لیے آئے ہیں لیکن اب ان کی ہمت نہ ہوگی کہ یہاں تو بڑی سختی ہوتی ہے سو گو مجھ سے کوئی مرید نہ ہو لیکن اتنا فائدہ تو ضرور ہوتا ہے کہ اس کو یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ مرید ہونا ایسی معمول بات نہیں ہے اب اگر کسی دوسری جگہ جائے گا تو اس کے ذہن میں یہ ضرور رہے گا کہ بیعت کی کچھ شرائط بھی ہیں اور اگر اس کو اتنی سمجھ نہ بھی ہوئی تو اور سننے والوں کو تو حقیقت طریق کی معلوم ہو ہی جائے گی میں لوگوں کو یہی دکھلانا چاہتا ہوں کہ اصل طریق کیا ہے بس کوئی میری سختی کو جھیل لے پھر دیکھے کہ میں عمر بھر کے لیے اس کا خادم ہوں۔ احقر نے عرض کیا کہ اخلاق کی ایسی مفصل تعلیم تو بہت مدت سے نہ ہوئی

ہوگی فرمایا کہ جی ہاں میں تو کہا کرتا ہوں کہ علماء درسی کتابیں پڑھاتے ہیں اور میاں جی الف بے تے سو الف بے تے پڑھانا میرے سپرد ہوا ہے عرض کیا گیا کہ خدا کرے یہ طریقہ خوب رواج پکڑ جائے فرمایا کہ مشکل معلوم ہوتا ہے کیونکہ اگر اور دو ایک جگہ بھی اس کا اہتمام ہوتا تو امید ہوتی لیکن بعض اور حضرات اس قدر سختی کے خلاف ہیں فرماتے ہیں کہ اس طرح تو پھر کوئی بھی نہ آوے لیکن اپنی اپنی رائے ہے میرا خیال ہے کہ اگر سب جگہ یہی ہونے لگے تو پھر خوب لوگ آنے لگیں کیونکہ پھر آخر جائیں گے کہاں میری نظر ذکر وشغل کی طرف اس قدر نہیں ہے جتنی کہ اخلاق پر کیونکہ ان کا تعلق دوسروں سے ہے۔

۴: موجبِ اندیشہ ہدیہ کے بارے میں ایک مولانا کے مشورہ کا جواب

(ماخوذ از حسن العزیز جلد اول ملفوظ نمبر ۱۰۰)

اور ہدیہ کے موجب اندیشہ ہونے کے تذکرہ میں فلاں مولانا صاحب نے عرض کیا کہ ایسی حالت میں ہدیہ لے لے بعد کو اس کی مکافات کر دے۔ فرمایا کہ جناب اس طرح کس کس کے ہدیہ کو یاد رکھے۔ بالخصوص میری طبیعت میں تو اس قدر جلدی اور تقاضا ہے کہ اگر کسی کا ایک پیسہ بھی میرے پاس ہوتا ہے تو بس یہ تقاضا ہوتا ہے کہ جلدی اپنے پاس سے علیحدہ ہو ایک مرتبہ میں نے اپنے گھر کے لوگوں سے ایک روپیہ لیا تھا آدھی رات کو خیال آیا کہ دینا ہے بس چین نہ پڑا اٹھ کر دیکھا کہ آیا جاگ رہی ہے یا سو رہی ہیں چونکہ ان کی بھی نیند کم ہے انہوں نے کہا کیا ہے میں نے کہا یہ روپیہ اپنا لے لو انہوں نے کہا یا اللہ ایسی کیا جلدی تھی میں نے کہا کہ میرے پاس سے لے لو ورنہ مجھے رات بھر نیند نہیں آئے گی جب ان کو دے دیا تب نیند آئی ایسی بری طبیعت ہے اسی طرح رات میں جب کوئی مضمون ذہن میں آتا ہے تو اسی وقت چراغ جلا کر پرچہ لکھ کر سرہانے رکھ لیتا ہوں جب اطمینان ہوتا ہے اسی جلدی اور تقاضا کی بناء پر کبھی بطور ناز کے میں حق تعالیٰ سے دعا کیا کرتا ہوں یا اللہ مجھے تو آپ بلا سزا ہی کے بخش دیجئے گا ورنہ سزا میں مجھے کیسے صبر ہو سکے گا کہ کب مغفرت ہوگی۔

۵: لینے دینے میں احتیاط

(ماخوذ از حسن العزیز جلد اول ملفوظ نمبر ۳۵۶)

فرمایا کہ اہل علم کو اموال کے باب میں بہت احتیاط چاہیے لینے میں بھی اور دینے میں بھی ایک صاحب نے جو موافقین میں سے ہیں خط شکایتی لکھا ہے کہ ہدیہ میں سختی نہ کرنا چاہیے لینا چاہیے اور مہمانوں میں خرچ کرنا چاہیے فلاں مولوی صاحب نے خوب کہا کہ احمق ہیں جو یہ مشورہ دیتے ہیں۔ یعنی خواہ مخواہ دو کام اپنے سر لیں۔ ایک تو لینے کا اور ایک اس کے خرچ کرنے کا ان صاحب نے یہ بات بطور طعن کے لکھی تھی اس لئے کہ ان کی مہمانی نہیں کی گئی تھی۔ پھر فرمایا کہ میرے یہاں لینے کے بھی شرائط ہیں کہ ایک معتد بہ مدت تک ملتے جلتے رہنے سے دل خوب مل گئے ہوں اور بے تکلفی ہوگئی ہو ایک دفعہ میں ایک دن کی آمدنی سے زیادہ ہدیہ نہ ہو مثلاً اگر پندرہ روپیہ ماہوار کا ملازم ہے تو ایک بار میں آٹھ آنہ سے زیادہ نہ دے اور دو ہدیوں کے درمیان کم از کم ایک ماہ کا فصل ہو اور پابندی کے ساتھ نہ دے۔

اسی طرح میں خرچ بھی خواہ مخواہ نہیں کرتا بلکہ قریب قریب سال بھر کا خرچ اپنے پاس جمع رکھتا ہوں مہمانوں میں بھی عرف کا پابند نہیں جس کے ساتھ جیسی خصوصیت ہوئی اس کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کیا گیا کسی کو گھر پر بلا کر کھلایا کسی کو پیسے بھیج دیئے کہ بازار سے لیکر کھالیں۔ کسی کو کچھ بھی نہیں ظاہر ہے کہ شرائط کی شدت سے آمدنی کم ہوگی۔ پھر اگر خرچ میں وسعت کی جاوے تو میری نیت خراب ہونے لگے اور شرائط کی پابندی نہ ہو سکے۔ ایک پیر صاحب میرے پاس آئے بس لنگر خانہ کی بدولت چھ ہزار کے مقروض ہو گئے تھے چاہتے تھے کہ کسی رئیس کو سفارش قرض دینے کی کر دی جائے میں نے پوچھا یہ قرض خواہ مخواہ کیوں کر لیا کہا کہ یہی خیال تھا کہ جو لوگ کھا جاتے ہیں وہی دیں گے لیکن کسی نے کچھ نہیں دیا میں نے کہا کہ اب جو قرض لو گے اس کو کہاں سے ادا کرو گے کہا کہ مرید ہی دیں گے میں نے (دل میں) کہا انا اللہ اب بھی مرید ہی پر نظر ہے۔ تو جناب یہ حالت ہو جاتی ہے خرچ بڑھانے میں۔ دین کی یہ خرابیاں ہیں اب الحمدللہ سال بھر کا خرچ ہمیشہ میرے پاس جمع رہتا ہے اس سے اطمینان

رہتا ہے حدیث شریف میں بھی ہے کہ حضور ازدواج مطہرات کو سال بھر کا خرچ دے دیا کرتے تھے امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ سال بھر کا خرچ ذخیرہ کرنا توکل کے خلاف نہیں۔ اب مجھے کسی بڑے سے بڑے ہدیہ کے واپس کر دینے میں وسوسہ بھی نہیں ہوتا جبکہ میرے شرائط کے موافق نہ ہو بس بے دھڑک خلاف شرائط ہدیہ کو واپس کر دیتا ہوں وسوسہ بھی نہیں آتا کیونکہ کیا سال بھر تک کچھ نہ آوے گا اس سے بہت اطمینان رہتا ہے۔

ایک بار احقر نے کثرت مہمانان دیکھ کر کچھ ہدیہ پیش کیا تو فرمایا کہ یہ زیادتی ہے (پچھلے ہدیہ میں اور اس ہدیہ میں فصل کم تھا) لیکن اصرار پر رکھ لیا بعد کو بذریعہ ایک عزیز صاحبزادے کے واپس فرما دیا کہ اس وقت مجھے واپس کرتے ہوئے شرم آئی تھی دلجوئی کے خیال سے یہ بھی کہلا بھیجا کہ اس کو واپس کرنا نہ سمجھیں بلکہ انشاء اللہ کسی اور موقع پر دیکھا جائے گا بعد کو بالمشافہ فرمایا کہ آپ نے مہمانوں کی وجہ سے دیا تھا لیکن میرے پاس آج کل بحمد اللہ فراغت ہے جس طرح کو روپیہ کے آنے سے حظ ہوتا ہے اسی طرح اب مجھے معلوم ہوا کہ روپیہ کے زیادہ ہو جانے کی حالت میں خرچ کرنے میں بھی حظ ہوتا ہے۔

اجنبی کا ہدیہ قبول نہ فرمانا

ایک منصف صاحب نے جنہوں نے تعلیم بذریعہ خط حاصل کی ہے لیکن حاضری خدمت کی نوبت نہیں آئی پندرہ روپیہ احقر کے پاس بھیجے کہ ان کی جانب سے حضور میں بطور ہدیہ محض پیش کر دیئے جاویں فرمایا کہ چونکہ ان سے ملاقات نہیں ہوئی اس لیے ان کا مذاق نہیں معلوم محض کتابوں کو دیکھ کر اعتقاد ہوا ہے کتابیں تو اشتہار ہیں اشتہاری عقیدت کا کیا اعتبار ہاں میرے پاس رہ کر میرا طرز عمل دیکھ جاتے اور پھر بھی معتقد رہتے تو وہ دوسری بات تھی مجھے اجنبی شخص سے جس سے پوری پوری بے تکلفی نہ ہو ہدیہ لیتے ہوئے شرم آتی ہے ممکن ہے وہ اپنے اعتقاد میں مجھے نہ معلوم کیا سمجھ رہے ہوں اور میں بعد ملاقات کچھ اور ثابت ہوں پھر ان کو اس ہدیہ کا بھی افسوس ہو چنانچہ ایک شخص نے ایک مسئلہ پوچھا اس کا جواب ان کے مذاق کے خلاف دیا گیا تو کہنے لگے کہ ہم نے اتنے دنوں خدمت کی اور پھر

بھی موقع پر ہماری مدد نہ کی فرمایا انہی وجوہات سے مجھے اس ہدیہ کے قبول کرنے میں جو کہ منصف صاحب نے بھیجا ہے انقباض ہوتا ہے۔ استفسار پر فرمایا کہ یہ لکھ دیجئے کہ اس کے معمول کے خلاف ہے اس لئے عذر ہے لیکن یہ بھی لکھ دیجئے کہ وہ کسی کے ہدیہ کو تحقیر کی وجہ سے ہرگز ز نہیں کرتا اس کے قلب میں ہر مسلمان کی بہت قدر ہے بالخصوص جو طالب ہو اس کی تو نہایت قدر ہوتی ہے برا نہ مانیں جب بے تکلفی ہو جائے گی قبول کر لوں گا۔

۶: احقر مرتب کی جانب سے دعوتِ طعام کی درخواست

(ماخوذ از حسن العزیز جلد اول ملفوظ نمبر ۴۵۶)

احقر کے گھر کے لوگوں نے حضرت والا کی دعوت کرنے کا مع متعلقین و چند اعزا و مہمانان کے ارادہ کیا حضرت نے منع فرما دیا اور احقر کو ہدایت فرمائی کہ آپ یہاں مقیمانہ زندگی نہ بسر کیجئے بلکہ مسافرانہ طور پر رہیے دعوتوں کو بالکل حذف کیجئے نہ میری نہ کسی کی اگر ایک پیسہ بھی کہیں سے بچ سکے تو بچائیے (احقر بوضع تنخواہ طویل رخصت لیکر حاضر ہوا ہے اور توسیع کرانے کا بھی ارادہ ہے) احقر نے عرض کیا کہ کم از کم تنہا حضور کی دعوت تو اجازت ہونی چاہیے فرمایا کہ اس جلسے میں یہ اجازت لینی نہیں چاہیے تھی کیونکہ اس وقت دوسری قسم کا اثر ہے اگر جی چاہتا ہے پھر کسی موقع پر پوچھ لیتے اور تنہا میری دعوت میں اس کی کیا ضرورت ہے کہ پہلے سے نوٹس دیا جائے یا کوئی خاص اہتمام کیا جائے اس کی یہ بھی صورت ہو سکتی ہے کہ اگر گھر میں کوئی خاص چیز پکی اور محبت سے کھلانے کو جی چاہا تو ایک پیالہ میں رکھ کر بھیج دی چاہے دو روٹیاں بھی اوپر سے رکھ دیں کوئی خاص تکلف کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ کیا ضرور ہے کہ دعوت ہی ہو اور خاص طور سے اہتمام کر کے کوئی نئی چیز بھی پکوائی جائے اور آپ سے یہ بھی کہنا ہے کہ فلاں وقت جو آپ کے یہاں سے کھانا آیا تھا وہ زیادہ تھا۔ اجی ہم دو میاں بیوی ہیں باقی اور تو سب جی جوڑا کنبہ ہے جس وقت چاہیں حذف کر دیں اگر کوئی چیز بھیجی جائے تو بس صرف اس قدر کہ ہم دونوں مل کر کھالیں مع اس کھانے کی رعایت کے جو خود ہمارے یہاں پکا ہو۔ یعنی بس وہ ایک کھانا ایک شخص کے لائق ہو پھر ہم چاہے سب خود کھالیں چاہے تھوڑا تھوڑا سب کو تقسیم کر دیں آپ ایک شخص کے انداز سے زیادہ نہ بھیجیں۔

لوہاری میں ایک دعوت کا واقعہ

پھر فرمایا لوہاری میں ایک دوست نے میری دعوت کی بہت اصرار کر کے لے گئے میں سمجھا میں اکیلا ہوں گا جا کر کھالوں گا۔ وہاں جا کر دیکھا کہ پچاس ساٹھ آدمیوں کی دعوت ہے میرے اوپر سخت بار ہوا مگر خیر میں چپ رہا چلتے وقت انہوں نے ایک جوڑا اور دس روپے پیش کئے میں نے کہا یہ جوڑا کیسا انہوں نے کہا کہ شادی میں آپ کے لیے بنایا ہے میں نے کہا کہ میں نائی ہوں کہ شادی میں جوڑا لوں روپیوں کی بابتہ بھی کہا کہ میں ہرگز نہ لوں گا۔ تم نے اتنا روپیہ کھانے میں برباد کر دیا مجھے وہ کھایا ہوا ہی برا معلوم ہوتا ہے۔ مجھے پہلے سے معلوم ہوتا تو میں دعوت بھی منظور نہ کرتا۔

حضرت نانوتویؒ کا طرز دعوت

پھر فرمایا ہمیں تو وہ طرز دعوت کا پسند ہے جو حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا تھا ان کی دعوت ایک طالب علم نے کی۔ مولانا نے فرمایا کہ بھائی اس شرط سے قبول ہے کہ صرف وہی کھانا ہو جو تمہارے لئے دوسرے کے گھر سے آتا ہے (ان کا کھانا کہیں مقرر تھا) انہیں تو مولانا کو کھلانا منظور تھا اس لئے مجبوراً انہوں نے اس شرط کو منظور کر لیا جو کھانا ان کے لیے آیا وہی مولانا کے سامنے لا کر رکھ دیا۔ مولانا نے کھالیا۔ پھر فرمایا کہ اس طرز سے دوسرے کا بھی فائدہ ہے کہ خرچ سے بچا اور انتظام کے جھنجھٹ سے بچا اور اپنا بھی فائدہ ہے کہ سستا پیر ہوگا تو بہت آدمی دعوت کیا کریں گے اور اگر مہنگا ہوا تو جب پچاس ساٹھ آدمیوں کے کھلانے کی توفیق ہو جب کہیں پیر صاحب کی دعوت کریں۔ اس طرح تو جناب کہیں برسوں میں جا کر دعوت نصیب ہوا کرے اور اگر سستا ہو تو دعوت کرنا مشکل ہی کیا آج یہاں کل وہاں روز دعوت ہوا کرے تین سو ساٹھ دن دعوت ہی میں گزر جائیں۔ میں کہتا ہوں جو سنت کے موافق طریقہ ہوگا اس میں ہر طرح فائدہ ہی فائدہ ہے۔ یہ طریقہ بالکل سنت ہے۔

صحابہ کرامؓ کا ذوقِ آزادی

حضور کی دعوت ایک صحابی نے کی تھی راستہ میں ایک آدمی باتیں کرتا ہوا ساتھ ہولیا

جب میزبان کے دروازے پر پہنچے تو ٹھٹھک گئے اور میزبان سے دریافت فرمایا کہ بھائی ایک آدمی میرے ساتھ زائد ہے کہو تو آوے ورنہ لوٹ جائے۔ میزبان نے بخوشی منظور کرلیا۔اس پرلوگ آج کل قیاس فاسد کرتے ہیں میں اس کے متعلق تقریر کرتا ہوں وہ بہت غور کے قابل ہے۔لوگ کیا کرتے ہیں کہ دعوت میں اپنے ساتھ بے بلائے دو دو اور تین تین آدمی ساتھ لے جاتے ہیں اوراپنے تقویٰ کی حفاظت کے لیے میزبان سے پوچھ لیتے ہیں کہ بھائی ہمارے ساتھ دو اور ہیں یا تین اور ہیں اور تمسک کرتے ہیں اس حدیث سے حالانکہ یہ بالکل قیاس مع الفارق ہے جہاں یہ دیکھا کہ حضور نے اپنے ساتھی کے لیے پوچھ لیا تھا یہ بھی تو دیکھا ہوتا کہ پوچھنے سے پہلے حضور نے ان میں مذاق کیا پیدا کردیا تھا تم نے تو وہ مذاق اول پیدا کیا ہوتا وہ مذاق کیا تھا آزادی کا تھا۔

ایک صحابی کی طرف سے دعوت کا واقعہ

ایک نظیر اس امر کی کہ حضور نے صحابہ میں آزادی کا مذاق کس قدر پیدا کردیا تھا بیان کرتا ہوں وہ اتنی بڑی نظیر ہے جس کے قریب قریب بھی آج کل نہیں مل سکتی۔مسلم میں ہے کہ ایک فارسی تھا شوربا نہایت اچھا پکاتا تھا ایک دن حضور میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ آج شوربا میں نے بہت اچھا پکایا ہے چل کرنوش فرما آیئے۔حضور نے ارشاد فرمایا ''مگراس شرط سے کہ عائشہ بھی شریک ہوں گی'' وہ کہتا ہے ''نہیں حضرت عائشہؓ نہیں'' غور کیجئے حضرت عائشہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبہ ان کے لیے بھی کس آزادی کے ساتھ انکار کردیا یہ مذاق کس کا پیدا کیا ہوا تھا حضور ہی کا۔اسی مذاق کے بھروسہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میزبان سے اپنے ساتھی کے لیے پوچھا تھا حضور کو پورا اطمینان تھا کہ اگر جی چاہے گا تو منظور کرلے گا نہیں تو صاف انکار کردے گا۔آج کل بھلا یہ بات کہاں پس جو شخص ہم سے مغلوب ہوا اور جس کی بابت یہ یقین نہ ہو کہ اگر جی نہ چاہا تو کچھ لحاظ نہ کرے گا آزادی سے انکار کردے گا اس سے اس طرح پوچھنا کب جائز ہے اور اگر ایسے پوچھنے پر وہ اجازت بھی دے دے تو وہ اجازت عندالشرع ہرگز معتبر نہیں نہ اس پر عمل جائز۔

ہاں تو وہ صحابی کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نہیں تو ہم بھی نہیں۔ دعوت میں شرط لگانے کا اختیار ہے اور داعی کو بھی اختیار ہے کہ وہ اس شرط کو چاہے منظور کرے یا نہ کرے۔ غرض دونوں کو اختیار ہے۔ وہ ایسے بزرگ اور آزاد تھے کہ نہیں تو نہ سہی اور چلدیئے تھوڑی دور چل کر پھر لوٹے۔ محبت کا جوش ہوا حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضور شوربا بہت اچھا پکا ہے چل کر نوش فرما لیجئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شرط سے کہ عائشہؓ بھی ہوں گی کہنے لگے عائشہ رضی اللہ عنہا تو نہیں حضور نے فرمایا اچھا تو ہم بھی نہیں پھر لوٹ گئے تیسری بار پھر آئے اور پھر عرض کیا حضورؐ نے پھر وہی فرمایا کہ عائشہؓ بھی اب کی بار انہوں نے کہا آپ کی یہی مرضی ہے تو اچھا عائشہؓ بھی۔

اس موقع پر ہمارے حضرت مولانا نے فرمایا کہ میری ایک رائے اس میں ہے وہ یہ کہ شوربا غالباً تھوڑا تھا ان کا جی چاہتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تنہا پیٹ بھر کر کھالیں اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی ہوئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیٹ نہ بھرے گا لیکن جب معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی خوشی ہے اخیر میں راضی ہو گئے۔ انہوں نے سوچا کہ اپنے نفس کی خوشی کے لیے میرا جی چاہتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیٹ بھر کر کھاویں۔ اب یہی بھوکا رہنا چاہتے ہیں تو یہی سہی۔ اس وقت تک حجاب نازل نہیں ہوا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آگے آگے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پیچھے پیچھے تشریف لے گئیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبل پوچھنے کے یہ مذاق پیدا فرما چکے تھے۔

حضورؐ کے وقعات پر قیاس کرنے کی شرط

کوئی مولانا صاحب یا شاہ صاحب جو اس حدیث سے تمسک کرنا چاہتے ہیں پہلے یہ مذاق تو پیدا کرلیں۔ ورنہ قبل اس کے پوچھنا بھی حرام اور اگر میزبان اجازت بھی دے دے تو اس اجازت پر کسی زائد شخص کو لے جانا بھی حرام۔

آج کل کے لوگوں کی حالت

آج کل تو بس اندھا دھند ہو رہا ہے کسی کے یہاں دعوت ہوئی تو اپنے ساتھ اوروں کو

بھی لے گئے کسی نے اعتراض کیا تو کہہ دیا کہ صاحب اجازت تو لے لی ہے۔

کسی کو داعی کی طرف سے سفر کے لیے زادِراہ دیا جاتا ہے تو جو کچھ خرچ کرنے کے بعد باقی رہ جاتا ہے اکثر تو اس کا تذکرہ بھی نہیں کرتے حالانکہ اس کو واپس کرنا چاہیے ورنہ خیانت ہے کیونکہ وہ اس کی ملک نہیں کیا جاتا بلکہ خرچ کرنے کے لیے بطور امانت کے دیا جاتا ہے اگر کسی نے بہت ہی ہمت کی تو یہ کیا کہ بھائی اتنا بچ گیا ہے اب جیسا تم کہو بس اس کا جواب تو یہی ہے کہ آپ ہی خرچ کر لیجئے بڑی آفت برپا ہے واپس ہی کیوں نہ کر دیا جائے یہ ساری خرابی حُبِ دنیا کی ہے مال کی محبت رگ و رُیشہ میں گھس رہی ہے ذرا سا بہانہ چاہیے اباحت کے لیے۔

پہلے تو یہ فتویٰ تھا کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے جب تک کہ حرمت نہ ثابت ہو۔ اب تو وہ حالت ہوگئی ہے کہ یہ کہنا چاہیے کہ اصل اشیاء میں حرمت ہے جب تک اباحت ثابت نہ ہو یہ فتویٰ دینا چاہیے تب کہیں جا کر لوگ حرام سے بچیں گے بڑی گڑبڑ ہو رہی ہے۔ میں تو ہدیہ میں بھی یہاں تک سوچتا ہوں کہ بہت زیادہ جوشِ محبت سے تو نہیں دیا گیا عام طور سے اخلاص کی کمی تو ہدیہ قبول کرنے کی مانع ہوتی ہی ہے میرے یہاں اخلاص کی زیادتی بھی منجملہ موانع کے ہے کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت تو جوشِ محبت میں کچھ نہیں سوجھتا جب جوش ٹھنڈا ہوگا تب حساب کتاب کا ہوش آئے گا کہ دس تو پیر ہی کو دے دیئے اس لیے اگر کسی کو پانچ کی گنجائش ہوتی تو یہ کرتا ہوں کہ اڑھائی ہی لیتا ہوں اس پر بھی بفضلہٖ خوب ملتا ہے جو قسمت کا ہے وہ کہیں جا ہی نہیں سکتا ہم لوگوں کا یقین ہی خراب ہوگیا ہے۔ یوں سمجھتے ہیں کہ اگر واپس کر دیں گے تو پھر کہاں ملے گا۔ میں کہتا ہوں قسمت کا پھر بھی مل کر رہتا ہے اور جو نہیں ملتا وہ قسمت کا تھا ہی نہیں۔

دین کی حفاظت مقدم ہے

پھر فرمایا کہ حضرت دین کی حفاظت بلا اس کے نہیں ہوسکتی۔ ہماری طرف جو کچھ لوگوں کی توجہ ہے وہ سب دین کی بدولت ہے پس ہم اس کو دین کی عزت قائم رکھنے کی سخت ضرورت ہے۔ اگر اس کی عزت نہ رہے پھر ہمیں کون پوچھتا ہے۔ قصبہ گڑھی میں ایک خاں صاحب تھے بڑے بوڑھے آدمی تھے بڑی شفقت فرماتے تھے وہ مجھ کو کچھ دیتے تو بہت خوشی کے ساتھ لے لیتا۔ میں سمجھتا تھا کہ یہ تو باپ کے برابر ہیں مجھ کو ان کا دینا ایسا ہی معلوم

ہوتا تھا جیسے کہ اپنے بیٹے کو دے رہے ہوں ان کے انتقال کے بعد ان کے بیٹوں نے بھی وہی برتاؤ کرنا چاہا میں نے صاف انکار کر دیا کہ اب میں نہیں لے سکتا کیونکہ تم تو میرے برابر کے بھائی ہو۔ میں تم سے اس وقت لوں جب تم کو بھی کچھ دوں وہ ماشاء اللہ نہایت خوش فہم وشائستہ ہیں۔ انہوں نے کہا اچھا اب کی لے لو پھر ہم وعدہ کرتے ہیں کہ عمر بھر نہ دیں گے میں نے لے لیا۔ اس کے بعد انہوں نے پھر کبھی نہیں دیا۔ اب یہ کرتے ہیں کہ کبھی مچھلی پکا کر بھیج دی کبھی شکار کا گوشت بھیج دیا اس میں کوئی ایسی بات نہیں مگر اللہ جانتا ہے شرم آتی ہے۔ بات یہ ہے کہ میں بھی بوجہ اس کے کہ خان صاحب میرے والد کے دوست تھے اپنے آپ کو خان صاحب کے لڑکے کے برابر سمجھتا تھا اور یہ بھی ان کے لڑکے ہیں اگر علاقہ عقیدتمندی کا یا بیعت کا ہوتا تو وہ دوسری بات تھی ان کا علاقہ تو محض اپنے باپ کی وجہ سے ہے اس لئے وہ تو بھائی کے درجہ میں ہو گئے اور حیثیت دوسری ہو گئی (پھر فرمایا) اب کیا میری آمدنی کم ہو گئی میں نے دیکھا ہے جس روز میں نے کوئی ہدیہ واپس کیا ایک دو زیادہ کر کے کہیں نہ کہیں سے خدا نے دلوا دیئے۔ تو میرا دماغ اور بھی خراب ہو گیا ہے۔ جب کوئی ہدیہ واپس کرتا ہوں تو الحمدللہ پورا وثوق ہوتا ہے کہ ضرور آوے گا اس لئے لوٹانا آسان ہو جاتا ہے۔

قواعد کی سختیاں دینی نفع کے لئے ہیں

پھر فرمایا کہ اب تو یہ باتیں سخت معلوم ہوتی ہیں کچھ دن بعد جب لوگوں کو منافع نظر آویں گے تب قدر ہوگی اور اب بھی بہتوں کو نظر آنے لگے ہیں۔ اور حضرت میں نے احباب سے یہ بھی کہہ رکھا ہے کہ یہاں آویں تو دینے کی پابندی نہ کریں ورنہ جناب مہینوں بلکہ سالہا سال بھی توفیق ملاقات کی نہ ہو کیونکہ پہلے کچھ انتظام کر لو تب چلو۔ اب یہ ہے جب جی چاہے آؤ اور بے فکر ہو کر آؤ اور چاہے عمر بھر بھی کچھ نہ دو۔ لوگوں میں ایسی مشکل ہو رہی ہے کہ کھانا اور کھلانا' کھانے والے جاتے وقت حساب کرتے ہیں کہ چار دن میں اتنا کھایا ہو گا آٹھ آنے بڑھا کر دینا چاہیے۔ ذلیل حالت ہے میں نے یہ قصہ ہی نہیں رکھا باستثناء بعض اہل خصوصیت کے عام طور سے کھانا کھلانے کو بھی ضروری نہیں سمجھتا ہم بھی بے فکر تم بھی بے فکر۔ یہ حساب کتاب بھٹیاروں کا سا کیسا۔ اس پر بھی لوگ دیتے ہیں گو شرم تو

آتی ہے لیکن چونکہ خلوص ہوتا ہے لے لیتا ہوں۔ خلاصہ یہ ہے کہ خدا خلوص دے جہاں خلوص ہوتا ہے وہاں فلوس خود بخود آ جاتا ہے کمی تو خلوص کی ہے۔

قواعد وضوابط میں سنت کی پابندی

عرض کیا گیا جی چاہتا ہے کہ حضور کا مجموعی طریقہ قلمبند ہو کر محفوظ ہو جائے تو بہت نافع ہو آئندہ زمانہ کے لوگوں کے لیے بھی۔ فرمایا کہ جی میرا کیا طریقہ ہے دین کا طریقہ ہے میں نے ایجاد نہیں کیا۔ الحمدللہ مجھے اس کا بہت خیال رہتا ہے کہ کوئی دستور العمل سنت اور شریعت کے خلاف نہ ہو خدا تعالیٰ کی یہ بڑی رحمت ہے۔ ایک بات میں میرا خیال تھا کہ شاید سنت کے خلاف ہو وہ یہ کہ اگر بڑی رقم کا کوئی ہدیہ دیتا ہے تو گو دینے والے کی حیثیت سے زیادہ نہ ہو اور خلوص میں بھی کمی نہ ہو لیکن مجھے زیادہ معلوم ہوتا ہے اور طبیعت پر بوجھ سا ہوتا ہے اور واپسی کو جی چاہتا ہے مگر ساتھ ہی ساتھ میں یہ کہتا تھا کہ یہاں کیا عذر شرعی ہے لیکن باوجود عذر سمجھ میں نہ آنے کے چونکہ طبعی بات کی مخالفت مشکل ہوتی ہے اس لئے میں انکار کر دیتا تھا لیکن میں سمجھتا تھا کہ یہ محض طبعی معذوری ہے۔ سنت میں اس کی اصل نہیں ہے۔ بہت دنوں مجھے یہ شبہ رہا۔ میں اپنے کو اس واپسی میں قاصر سمجھتا تھا مگر واپس کر دیتا تھا لیکن الحمدللہ میرا وہ شبہ جاتا رہا جب سے کہ میں نے ایک حدیث دیکھی کہ حضور فرماتے ہیں کہ کوئی خوشبو پیش کرے تو واپس مت کرو اور خود ہی اس کی علت فرماتے ہیں کیونکہ بار اس کا کچھ زیادہ نہیں ہوتا اور فرحت کی چیز ہے۔ پس عدم رد کی علت خفیف المحمل ہونے کو بتلایا میں نے کہا الحمدللہ اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ بوجھ پڑنا طبیعت پر یہ بھی ایک عذر معقول ومشروع رد ہدیہ کا ہے۔ میں نے احتیاطاً اوروں سے بھی پوچھا کہ اس حدیث سے یہ بات نکلتی ہے یا نہیں کیونکہ مجھے خیال ہوا کہ کہیں میرے نفس نے یہ مطلب نہ تراشا ہو مگر وہ کہنے لگے کہ اجی صاف دلالت ہے۔

بھائی صاحب کے ماہانہ ہدیہ کا واقعہ

پھر فرمایا کہ ایک دفعہ بھائی نے چاہا میں کچھ ماہوار تمہارے لئے مقرر کر دوں سمجھدار آدمی ہیں بے تکلف لکھ دیا۔ میں نے لکھا کہ اس میں خرابی ہے اب تو میری نظر کسی خاص شخص پر نہیں

اللہ پر ہے اور اگر مخلوق پر بھی ہے تو کسی مخلوق معین پر تو نہیں اگر تم نے ماہوار مقرر کر دیا تو بریلی ہی میں دل پڑا رہے گا اول تو حساب لگانا پڑے کہ مارچ ختم بھی ہو گیا یا نہیں مئی ختم ہوئی یا نہیں جب پہلی تاریخ ہوگی تو یہ خیال ہوگا کہ آج تنخواہ وصول ہوئی ہوگی۔ آج روپیہ چلا ہوگا۔ آج آ رہا ہوگا نہ آیا تو لیجئے پریشانی کہ نہ معلوم کیا وجہ ہوگئی یہ جھگڑا تو یہاں ہوگا۔ اب تو یہ ہے کہ آ کودتا ہے من حیث لا یحتسب کی شان تو نہ رہے گی جہاں سے گمان بھی نہیں ہوتا وہاں سے حق تعالیٰ دیتے ہیں دوسرے میں نے یہ لکھا کہ برا ماننے کی بات نہیں گو تمہاری تنخواہ ساڑھے چار سو روپیہ ہے لیکن ضرورتیں مختلف ہوا کرتی ہیں بعض دفعہ پانچ سو کا خرچ بڑھ جائے گا اس وقت تم کو گرانی ہوگی کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ ہر وقت جوش محبت کا نہیں رہتا۔ وہ بڑے سمجھ دار آدمی ہیں انہوں نے لکھا کہ مجھے تعجب ہے کہ ایسی موٹی بات کی طرف لکھنے کے وقت مجھ کو توجہ نہ ہوئی آپ کے خط کو دیکھ کر آنکھیں کھلیں آپ کے خط کا ہر ہر حرف آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ میں رجوع کرتا ہوں اور اپنی رائے کو واپس لیتا ہوں۔ بعد کو انہوں نے کہا کہ آخر اور لوگ بھی تو پیش کرتے ہیں اگر میرا جی چاہے تو مجھے خدمت سے کیوں محروم رکھا جائے۔

میں نے کہا کہ کیا اور لوگ معین کرتے ہیں جیسا کہ تم کرنا چاہتے تھے۔ غیر معین طور پر کچھ پیش کرو میں وعدہ کرتا ہوں کہ لے لوں گا۔ پھر جب میں بریلی جاتا تھا کبھی ٹکٹ لے دیتے تھے کبھی پچیس کبھی بیس روپیہ دے دیئے کبھی کچھ کپڑے بنوا دیئے اور کبھی کچھ بھی نہیں اور زیادہ وہی ہوتا تھا کہ کچھ بھی نہیں۔ بس وہ میرے مذاق کو سمجھ گئے اور اس کے موافق عمل کیا۔ محبت کی بات تو یہی ہے پھر میں ایسا کرتا کہ کبھی کبھی قصداً گنی بھائی کے پاس امانت رکھوا دیتا تاکہ انہیں اطمینان ہو جائے کہ ہاں اس کے پاس کافی سرمایہ موجود رہتا ہے۔

گھر والوں کا ایک اچھا مشورہ

میرے گھر میں کہا کرتی ہیں مجھے ان کی یہ بات بہت پسند آئی کہ ذرا سفر میں اچھی حیثیت سے جایا کرو کپڑے بھی اچھے ہوں جوتا بھی نیا ہو ایک آدھ جوتا اور بھی ساتھ بندھا ہو میں نے کہا کیوں مجھے کسی کو دکھلانا تھوڑا ہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ انما الاعمال بالنیات (بے شک اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے)۔ میرا خیال تو یہ ہے کہ اگر لوگ تمہیں

خستہ حالی میں دیکھیں گے تو انہیں فکر ہوگی کہ آج کل تنگی میں ہیں کچھ دینا چاہیے اور اگر کپڑے بھی اچھے اور جوتا بھی نیا ہوگا تو سمجھیں گے کہ کسی چیز کی حاجت نہیں سب بے فکر رہیں گے مسلمانوں کو بےفکر ہونے کے لیے اچھی حیثیت بنا کر سفر کیا جائے تو عبادت ہے ایسی لطیف بات کہی کہ وہ دیکھ کر خوش ہوں گے کہ آرام میں ہیں اور بےفکر رہیں گے جس سے میں یہ کرتا ہوں کہ دو چار جوڑے جو اچھے ہوئے وہی چھانٹ کر سفر میں لے جاتا ہوں۔

پھر فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے اس بندی خدا میں ذرا بھی حرص نہیں ورنہ نباہ مصیبت ہوتا۔ حضرت ایسا ہوتا ہے کہ ہدیہ لینے میں اگر میں کبھی اپنے معمول کو بھول جاتا ہوں تو وہ ٹوکتی ہیں کہ تمہارے معمول کے خلاف ہے یہ کیوں لے لیا۔ یہ کبھی سفارش نہیں کی کہ فلاں ہدیہ لے لو یہ بارہا کہا کہ یہ تمہارے معمول کے خلاف ہے یہ کیوں لے لیا۔ پھر فرمایا کہ میں اس واسطے یہ سب باتیں سنا رہا ہوں کہ اگر ان میں سے کسی کو کوئی بات پسند آوے تو تقلید کی جائے کیونکہ علمی تعلیم سے اتنا اثر نہیں ہوتا جتنا عملی تعلیم کا اثر ہوتا ہے۔ واقعات سن کر یہ بہت اثر ہوتا ہے کہ بھائی ایسا ہو بھی رہا ہے۔

ایک وکیل صاحب کے تاثرات

فلاں صاحب وکیل یہاں آئے تھے بہت اچھے آدمی ہیں دیندار آدمی ہیں۔ علی گڑھ کے پڑھے ہوئے ہیں وہاں ماسٹر بھی تھے۔ بی۔ اے، ایل۔ ایل۔ بی ہیں۔ شیخ عبدالحق دہلویؒ کی اولاد میں سے ہیں مجھے تو نقل نہ کرنا چاہیے لیکن اگر نقل بھی کردوں تو کونسا بڑا کمال ثابت ہو جائے گا کیونکہ میں چیز ہی کیا ہوں۔ انہوں نے ایک بات کہی کہ دو باتیں اس وقت تک گم تھیں ظاہر نہیں کی جاتی تھیں کتابوں میں بھی کہیں پتہ نہ تھا ایک تو فن سلوک کے اصول۔ یہ کہیں نہیں سنے جاتے تھے اس کو تربیت السالک (نام کتاب جس میں ذاکرین وشاغلین کے خطوط مع جوابات حضرت والا درج ہیں) نے بالکل صاف کر دیا۔ ایک معاشرت ومعاملات پر گفتگو کسی نے نہیں کی۔ انہوں نے اس کی وجہ بھی تراشی کہ اس لئے گفتگو کی ہمت نہیں ہوئی کہ لوگ کہیں گے کہ تم خود ہی کیا کر رہے ہو الحمدللہ ایک یہ جزو دین کا مخفی تھا اب ظاہر ہوا ہے۔ اھ

حضرت والاؒ کے سب اصول معقول ومناسب ہیں

جامع اوراق عرض کرتا ہے کہ ناظرین نے ملفوظات منقولہ بالا سے بخوبی اندازہ فرما لیا ہوگا

کہ حضرت والا ہدیہ قبول فرمانے میں کتنی احتیاط اور کس درجہ استغناء مشعوب بالعبدیت سے کام لیتے ہیں اور اس کے متعلق حضرت والا کے جتنے بھی اصول ہیں وہ کیسے معقول اور مؤید بالمنقول ہیں۔

علاوہ ان واقعات کے جو حسن العزیز سے ابھی نقل کیے گئے ہدایا کے متعلق اور بھی بہت کثرت سے واقعات اس وقت یاد آتے چلے جارہے ہیں جو نہایت سبق آموز ہیں لیکن بوجہ عدم گنجائش وقت اور بخوف تطویل ان سب کو نظر انداز کر کے صرف دو چار دلچسپ اور مختصر واقعات کو بیان کیا جاتا ہے۔

ایک فوجی صاحب کے ہدیہ کا واقعہ

ایک صاحب نے جو غالباً فوجی ملازم تھے کچھ نقد اور کچھ غیر نقد ہدیہ پیش کیا چونکہ وہ بالکل اجنبی شخص تھے اس لئے حضرت والا نے حسب معمول ملاطفت کے ساتھ عذر فرمادیا کہ بدوں کامل واقفیت اور بے تکلفی کی ملاقات کے کسی کا ہدیہ لینا میرے معمول کے خلاف ہے۔ انہوں نے اصرار کیا تو حضرت والا نے پھر نرمی سے سمجھایا کہ کسی کی طبیعت کے خلاف اصرار نہیں کیا کرتے لیکن وہ پھر بھی اصرار سے باز نہ آئے اور حضرت والا کا یہی معمول ہے کہ ابتداء نہایت اخلاق ونرمی سے پیش آتے ہیں لیکن جب دوسرے کی طرف سے ایذا شروع ہوتی ہے تو پھر اپنی ایذا کا اظہار تیز لہجہ میں فرمانے لگتے ہیں اور فرمایا کرتے ہیں کہ جب لوگ بلا اس کے مانتے ہی نہیں تو پھر کیا کروں کسی طرح اپنا پیچھا بھی چھڑ واؤں۔ چنانچہ جب وہ صاحب اصرار سے باز ہی نہ آئے تو ایک بار پھر فرمایا کہ دیکھو اب مجھے غصہ آچلا ہے اب بھی اپنی چیزیں اٹھا لو لیکن جیسا کہ بعد کو معلوم ہوگا وہ تو آئے ہی تھے یہ ٹھان کر کہ ہدیہ دے کر ہی ٹلوں گا چنانچہ اس کہنے پر بھی نہ ٹلے۔ تب تو حضرت والا بہت برافروختہ ہوئے اور ڈانٹ کر فرمایا کہ دور ہونا معقول اٹھا اپنی چیزیں۔ پھر تو جلدی سے اپنی چیزیں اٹھا کر مسجد میں جابیٹھے۔ غرض بڑی ہی مصیبت سے پیچھا چھوٹا۔

پھر دوسرے روز یا اسی روز احقر سے اپنا سب حال صاف صاف بیان کیا کیونکہ بیچارے سیدھے سادھے فوجی آدمی تھے کہنے لگے کہ اجی میں اب اپنے یہاں کیا منہ لیکر جاؤں گا۔ بات یہ ہے کہ چلتے وقت مولانا کے ایک مرید سے اور مجھ سے اس ہدیہ ہی پر بحث ہوئی تھی

وہ کہتے تھے کہ مولانا ہرگز نہ لیں گے اور میں کہتا تھا کہ بھلا یہ بھی کوئی بات ہے ہدیہ بھی ایسی چیز ہے کہ کوئی نہ لے۔ میں دے کر ہی آؤں گا۔ انہوں نے کہا اگر تم نے وہاں اصرار کیا تو یاد رکھو کہ پٹو گے۔ چنانچہ واقعی انہی کا کہنا صحیح نکلا۔ میں تو یہ سمجھا تھا کہ جب روپیہ اور چیزیں دیکھیں گے بھلا ممکن ہے کہ نہ لیں کیونکہ ہم نے تو کسی پیر کو انکار کرتے دیکھا نہیں۔ اھ

لیجئے یہ وجہ تھی آپ کے اصرار کی پھر بھلا حضرت والا کا قلب مصفا ایسے ہدیہ کو کیسے قبول کر لیتا۔

ایک رئیس کے ہدیہ کا واقعہ

اسی طرح ایک واقف کار رئیس نے جو ایک بڑے عہدہ دار بھی تھے پچیس روپیہ پیش کیے تو حضرت والا نے ان میں سے صرف دس روپے لے لئے اور پندرہ روپے واپس فرما دیئے اور فرمایا کہ بس اتنے ہی کافی ہیں۔ پھر وہ تو چلے گئے لیکن ان کے ساتھی رہ گئے۔ انہوں نے حضرت والا سے اظہار تعجب کیا کہ آپ کو ان کا ارادہ کیسے معلوم ہو گیا کیا کشف ہو گیا کیونکہ اول ان کا ارادہ صرف دس ہی روپیہ دینے کا تھا لیکن کہنے لگے کہ دس تو پیش کرتے ہوئے شرم آتی ہے اس لئے پندرہ روپیہ اور ملا کر پچیس روپیہ پیش کیے صرف دس روپیہ پیش کرنا اپنی شان کے خلاف سمجھا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ نہیں جی مجھے کشف نہیں ہوا کرتا۔ اللہ تعالیٰ ہی دستگیری فرماتے رہتے ہیں۔ دس روپیہ لینے کی تو ایک خاص وجہ تھی وہ یہ کہ گھر میں دس روپیہ کی لکڑیاں یکمشت لے لی گئی تھیں کیونکہ اچھی مل گئی تھیں لیکن چونکہ اتفاق سے اس وقت دام نہ تھے دس روپیہ کا قرض ہو گیا تھا۔ چونکہ میرے قلب پر قرض کا بہت ہی بار ہوتا ہے اس لئے میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ میرا قرض ادا کرا دیں جب وہ صاحب پچیس روپیہ دینے لگے تو میں نے خیال کیا کہ بالکل نہ لوں لیکن ڈر لگا کہ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی تھی کہیں ناشکری نہ ہو جائے اور اللہ میاں پھر نہ کہیں کہ مانگتا بھی ہے اور جب ہم دلواتے ہیں تو نخرے کرتا ہے لیتا نہیں اس لئے میں نے اس میں سے دس روپیہ جو اللہ میاں سے مانگے تھے وہ تو لے لئے باقی واپس کر دیئے۔ اھ

ایک دلچسپ واقعہ

حضرت والا ہدیہ کے متعلق ایک یہ دلچسپ واقعہ بھی بیان فرمایا کرتے ہیں کہ ایک

صاحب آئے تو میں نے ان سے تعارف حاصل کرنے اور سفر کا مقصود معلوم کرنے کے لیے ضروری سوالات کرنا شروع کئے لیکن انہوں نے کسی سوال کا جواب ہی نہ دیا جس سے مجھے ناگواری پیدا ہونے لگی اس پر ان کے ساتھی نے یہ کہا کہ ان کو تو آپ سے اتنی محبت ہے کہ غائبانہ آپ کا نام سننے کی بھی تاب نہ لاسکتے اور عرصہ سے خط وکتابت بھی کررہے ہیں۔ یہ سن کر میری ناگواری جاتی رہی اور میں نے ان کو معذور سمجھ لیا۔ پھر انہوں نے بعد ظہر دس روپیہ ہدیہ دیئے میں نے تعلق کی بناء پر لے لئے۔ بس روپیہ لینے تھے کہ ان کی زبان کھل گئی اور ایسی کھلی کہ فضول فضول سوالات کرنے لگے جس سے مجھے ایذا ہونے لگی۔ میں نے سوچا کہ اس کی وجہ کیا ہے کہ یا تو ضروری سوالات کے جواب بھی نہ دے سکتے تھے یا اب ایسی زبان کھل گئی کہ خود ہی سوالات کرنے لگے اور وہ بھی بالکل غیر ضروری اور ایذا دہ بس فوراً سمجھ میں آ گیا کہ روپیوں نے ان کی زبان کھول دی ہے بس روپیہ دے کر اپنے آپ کو سب قواعد سے مستثنیٰ سمجھ لیا ہے اور سمجھنے لگے ہیں کہ اب تو ہمیں حق حاصل ہو گیا ہے کہ بے تکلف جو چاہیں پوچھیں۔ میں نے ان سے کہا کہ ابھی میں آپ کے سوالات کا جواب نہیں دیتا ذرا ٹھہر جایئے پہلے میں آپ کے وہ دس روپے واپس کردوں جنہوں نے آپ کی زبان کھول دی ہے پھر میں جو مناسب سمجھوں گا آزادی سے آپ کے سوالات کا جواب دوں گا پھر میں نے اسی وقت نکال کر ان کے دس روپے واپس دے دیئے اور کہا کہ ہاں اب میں بھی آزاد ہوں اور آپ بھی آزاد ہیں جو کچھ چاہیں پوچھئے لیکن جب روپے ان کے پاس پہنچ گئے تو وہ پھر خاموش ہو گئے اور کسی سوال کی جرأت نہ ہوئی۔ میں خوش ہوا کہ میری تشخیص صحیح نکلی۔ اھ

برادری کے ایک صاحب کا واقعہ

حضرت والا ایک یہ واقعہ بھی بیان فرمایا کرتے ہیں کہ اہل قصبہ میں سے ایک صاحب نے جو کبھی کبھی کوئی کھانے کی چیز ہمارے گھر بھیج دیا کرتے تھے مجھ سے اپنے کسی معاملے کے متعلق جس کے بارہ میں ایک اور شخص سے ان کا مقدمہ چل رہا تھا مسئلہ پوچھا میں نے حسب قواعد فقہیہ اس کا جواب لکھ دیا وہ جواب اتفاق سے ان کے خلاف تھا اور ان کے فریق مخالف کے موافق۔

اس پر انہوں نے اوروں سے شکایت کی کہ دیکھو جی ہم ہمیشہ تو ان کی خدمت کرتے رہے اور وقت پر ہمارے خلاف فتویٰ لکھ دیا۔ میں نے جو سنا تو مجھے نہایت ناگوار ہوا اور میں نے کہلا بھیجا کہ اگر آپ نے مجھے کھلایا پلایا ہے تو میرے یہاں سے بھی آپ نے کچھ نہ کچھ ضرور کھایا پیا ہے کیونکہ اہل برادری میں تو باہم لینا دینا رہتا ہی ہے لیکن پھر بھی جو کچھ آپ نے مجھ کو دیا ہے اگر مجھے اس کا حساب معلوم ہو جائے تو میں اس کی قیمت بھی دینے کے لیے تیار ہوں۔ اھ

ایک غیر مہذب شخص کا واقعہ

حضرت والا ایک یہ واقعہ بھی بیان فرمایا کرتے ہیں کہ ایک بار حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ میرے یہاں مہمان تھے اور ایک اور صاحب بھی مہمان تھے۔ جب کھانے سے فارغ ہوئے تو ان صاحب نے جیب سے ایک روپیہ نکال کر میرے سامنے پھینک دیا مولانا کو بہت ناگوار ہوا اور ان سے کچھ فرمانا چاہا۔ میں نے بہت ادب کے ساتھ روک دیا کہ جو کچھ کہنا ہوگا میں خود کہہ لوں گا آپ تکلیف نہ فرمائیں۔ پھر میں نے ان کو خوب ہی آڑے ہاتھوں لیا اور اظہار ناراضی کر کے ان کا روپیہ واپس کر دیا کہ کیا میں بھٹیارہ ہوں۔ اھ

حضرت والا ان واقعات کو نقل فرما کر فرمایا کرتے ہیں کہ پہلے میں ہدیہ کے متعلق اتنی تنگی نہیں کیا کرتا تھا لیکن جب سے اس قسم کے تجربے ہوئے ہیں تب سے میں بہت زیادہ احتیاط کرنے لگا ہوں۔ اھ

مولانا منفعت علیؒ کا بیان

جناب مولوی منفعت علی صاحب بی۔اے۔ایل۔ایل۔بی وکیل سہارنپور نے احقر سے فرمایا کہ انہوں نے حضرت والا کی خدمت میں بزمانہ طالب علمی جب کبھی ہدیہ پیش کیا تو یہ فرما کر واپس فرما دیا کہ ابھی تو تم طالب علمی ہی کر رہے ہو ابھی تو تمہارا مجھ پر حق ہے پھر فرمایا کہ اگر میں اس طرح ہدایا لینے لگوں تو سونے کی دیواریں کھڑی کر لوں۔ اھ۔ واقعی حضرت والا ہدایا قبول فرمانے میں وسعت فرماتے تو لاکھوں کی آمدنی ہوتی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کے اندر مقناطیسی کشش رکھی ہے اور شان محبوبیت عطا فرمائی ہے۔

ہدیہ پیش کرنے کا ادب

حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ ہدیہ پیش کرنے والے کا ادب تو یہ ہے کہ دوسروں سے چھپا کردے بلکہ دے کرخود بھی فوراً علیحدہ ہو جائے اور ہدیہ لینے والے کا ادب یہ ہے کہ اس کو دوسروں پر ظاہر کردے۔ چنانچہ حضرت والا کو بعض ہدیوں کا بالخصوص بعض بڑی بڑی اور بعض بہت چھوٹی چھوٹی مقدار کے ہدیوں کا مجلس عام میں ذکر فرماتے خود احقر نے سنا ہے چنانچہ ایک بار بہت مسرت کے ساتھ فرما رہے تھے کہ ایک شخص نے مجھ کو اکنی دی اور کہا کہ اس میں سے ایک پیسہ لے لیجئے اور تین پیسے واپس دے دیجئے اس نے کوئی حساب اپنی سہولت کے لیے لگا رکھا ہوگا۔ اس کی اس بے تکلفی سے میرا بہت جی خوش ہوا۔ اھ

ہدیہ دینے کا طریقہ تکلیف دہ نہ ہو

حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ ہدیہ اس طرح پیش کرے کہ جس کو ہدیہ دیا جارہا ہے اس کو کسی قسم کی مؤنت نہ اٹھانی پڑے۔ اسی وجہ سے حضرت والا نے عموماً ریلوے پارسل کے ذریعہ سے کسی چیز کے بھیجنے کی ممانعت فرما رکھی ہے کیونکہ اس میں ریلوے اسٹیشن سے منگوانے میں بڑی دقت اٹھانی پڑتی تھی اور ملازموں کو بھی بہت تکلیف ہوتی تھی۔ ایک بار ریلوے پارسل کے ذریعہ سے کسی نے نہایت عمدہ خربوزے بھیجے۔ ریل کے بابو نے حضرت والا کے ملازم سے بطور رشوت کے کچھ پیسے مانگے۔ جب ملازم نے آ کر اطلاع کی تو حضرت والا نے فرمایا کہ وہ ہدیہ ہی کیا ہوا جس میں مؤنت اور بار پڑے۔ لہٰذا بلٹی خربوزے بھیجنے والے کے واپس فرما دی۔ بابو صاحب منتظر ہی رہے جب خربوزے بگڑنے لگے تو اس نے آدمی بھیجا کہ اچھا پیسے نہ دیجئے خربوزے منگوا لیجئے۔ لیکن اس سے کہہ دیا گیا کہ اب ہم نہیں منگواتے۔ پھر بابو خود لیکر آیا لیکن اس سے کہہ دیا گیا کہ بلٹی واپس کردی گئی ہے قاعدے کے مطابق جو کارروائی ہو وہ کرو چنانچہ خربوزے نیلام کر دیئے گئے۔ پھر حضرت والا سے ایک راوی نے بیان کیا کہ کئی بابو تھے جو سب ہندو تھے وہ آپس میں کہہ رہے تھے کہ ہم نے چوری کی چیزیں بہت کھائی ہیں لیکن جیسے یہ خربوزے کھائے ویسے کبھی نہیں کھائے۔ گو بہت اچھے

تھے لیکن یہ معلوم ہوتا تھا کہ گوہ کھارہے ہیں ایسی چوری کبھی نہیں کی۔ حضرت والا نے یہ روایت سن کرفرمایا کہ نالائقوں نے ایک مسلمان کا دل دکھایا اس لئے مزانہ آیا۔ پھر اس واقعہ کی شہرت ہوگئی۔ دوسرے موقع پر نئے بابو نے پیسے مانگے تو دوسرے بابو نے کہا کہ بھائی یہ پیسے نہیں دیا کرتے ان سے نہ مانگو بس پھر کبھی کسی نے کچھ نہیں مانگا لیکن حضرت والا ان کو بوجہ واسطہ ہونے کے خود ہی آئی ہوئی چیزوں میں سے کچھ بھیج دیا کرتے تھے پیسے کبھی نہیں دیئے۔

ملفوظات متعلقہ ہدایا ماخوذ از اشرف المعمولات ملخصاً

ا: ہدایا کی تین قسمیں

دہلی سے ایک شخص مسئلہ فرائض لیکر آیا اور کچھ نذرانہ دینا چاہا فرمایا کہ میں نہ لوں گا۔ اور فرمایا کہ آج کل جو بزرگوں کو بصورت ہدایا دیا جاتا ہے اکثر اس کی تین قسمیں ہیں۔ ایک تو بغرض دنیا یعنی رشوت' دوسرے بغرض ثواب اخروی یعنی صدقہ وخیرات' تیسرے کسی امر دینی کی غرض سے (مثلاً استفتاء کا جواب) اس کی اُجرت اور میں ان تینوں قسموں میں سے ایک قسم کا بھی ہدیہ نہیں لیتا۔ البتہ جو محبت سے دیا جائے وہ لے لیتا ہوں کیونکہ صدقہ لینا تو مجھے بوجہ غنی ہونے کے جائز نہیں اور اُجرت امور دینیہ پر لینا بھی جائز نہیں سمجھتا اور رشوت تو سب ہی کے نزدیک حرام ہے۔ اور جو محض محبت سے ہو وہ ہدیہ ہوتا ہے اس کا قبول کرنا سنت ہے۔

۲: مصافحہ کے ساتھ ہدیہ کی شرط

ایک صاحب نے آکر مصافحہ کے ساتھ ہی کچھ دینا چاہا۔ ارشاد فرمایا کہ یہ طریقہ پیرزادوں نے اخفاء کے خیال سے جاری کیا ہے۔ یہ طریقہ خلاف سنت ہے۔ کہیں ثابت نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مصافحہ میں لوگ دیا کرتے ہوں۔ یہ رسم قابل ترک ہے۔ اس میں اپنا نفس بھی خراب ہوتا ہے۔ ہر مصافحہ میں انتظار رہے گا کہ شاید کچھ وصول ہو جائے۔ مصافحہ دین کا کام ہے۔ اس کے ساتھ دنیا شامل کرنا ٹھیک نہیں۔

۳: اہل علم کی ذلت ومشقت سے پرہیز

ایک مرتبہ ایک شخص نے بذریعہ ریلوے پارسل مولانا مدظلہ کے پاس کچھ بھیجا بابو نے

چار آنے رشوت کے مانگے اور رسید دینے سے انکار کر دیا ارشاد فرمایا کہ اب ہم کوئی پارسل ہی نہ لیا کریں گے سب واپس کر دیا کریں گے۔ ہمارے پاس ہدیۃً آیا ہے بیعاً نہیں آیا کوئی وجہ نہیں کہ ہم اپنے پاس سے اس قسم کے بیہودہ مصارف گوارا کریں ہمارے پاس بلا مؤنت جو کچھ آئے گا لے لیں گے ورنہ واپس کر دیں گے اور مولوی فلاں صاحب سے فرمایا جو پرچہ ہدایات لوگوں کی اطلاع کے لیے چھپنے والا ہے اس میں لکھ دیا جائے کہ کوئی شخص ریل پر ہمارے نام کوئی چیز نہ روانہ کرے۔ ہمیں دقت ہوتی ہے اس کے بعد فرمایا کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ مولوی کھانے کمانے ہی کے لوگ ہیں آئی ہوئی چیز کبھی واپس نہ کریں گے۔ ان کو ذلیل سمجھتے ہیں۔ میرا بڑا مقصود یہ ہے کہ اہل علم کی ذلت نہ ہو چنانچہ اسی لئے میں نے ایسا کیا اس کے بعد جو پارسل آئے ان کی بلٹی واپس کر دی کاتب ملفوظات لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ صاف بتلاتا ہے کہ حضرت مولانا مدظلہ کے دل میں دنیا کی ذرا بھی قدر نہیں اور نظر بڑی دور پہنچتی ہے۔ باریک باریک مصالح پیش نظر رہتی ہیں جس کی طرف لوگوں کو التفات بھی نہیں ہوتا (اہل اللہ کے پاس دنیا خود آتی ہے اور وہ دور کرتے ہیں)۔

۴: جمعہ دن کا ہدیہ اور نئے آدمی کا ہدیہ

میرا قاعدہ ہے کہ آس پاس کے گانوں والوں کی جمعہ کی مہمانی موقوف ہے۔ نیز ایسے لوگ جو جمعہ کو ہدیہ لاتے ہیں وہ بھی نہیں قبول کرتا۔ اسی طرح نئے آدمی کا جس کی حالت معلوم نہ ہو ہدیہ قبول نہیں کرتا۔ تجربہ سے ان کی مصلحتیں معلوم ہوئی ہیں۔ اکثر لوگ جمعہ کی نماز پڑھنے آتے تھے اور خواہ مخواہ میرے یہاں مہمان بن کر ٹھہرتے تھے۔ اس میں ہمیشہ دقت ہوا کرتی تھی۔ اس لئے یہ قاعدہ رکھا گیا۔ ہاں جس کو مجھی سے ملنا مقصود ہو وہ جب چاہے آئے سر آنکھوں پر اور جب جمعہ کی مہمانی ایسے لوگوں کی موقوف کی گئی تو ہدیہ قبول کرنا بھی موقوف کیا گیا کیونکہ یہ مناسب نہ تھا کہ جس میں میرا نقصان تھا اس کو تو موقوف کر دیا اور جس میں میرا فائدہ تھا اس کو جاری رکھتا۔ اس لئے مہمانی کے ساتھ وہ بھی موقوف کیا گیا۔ بعض لوگ آ کر پہلے ہدیہ پیش کرتے ہیں پھر کوئی اپنا کام بتلاتے ہیں یہ نہایت ناگوار معلوم ہوتا ہے جب کوئی کام لینا ہے

2 مثلاً وعظ یا تعویذ وغیرہ بے تکلف لو اس کے ساتھ کچھ دینے کی کیا ضرورت ہے۔ میں نے کوئی دوکان خرید وفروخت کی تھوڑا ہی کھول رکھی ہے۔ جب کوئی ہدیہ دیکر کام کرانا چاہتا ہے تو میں کام تو کر دیتا ہوں لیکن ہدیہ واپس کر دیتا ہوں۔ اگر کوئی محض محبت سے ہدیہ دے تو اس کے قبول کرنے میں کیا مضائقہ ہے۔ یہ مبادلہ کی صورت اچھی نہیں معلوم ہوتی۔

۵: نئے آدمی کا ہدیہ قبول نہ کرنے کی وجہ

میں نے اپنا یہ معمول مقرر کر لیا ہے کہ جو نیا شخص آتا ہے اس سے میں ہدیہ نہیں لیتا۔ البتہ اگر قرائن قویہ سے خلوص ثابت ہو جائے تو مضائقہ نہیں۔ رسم پرست لوگوں نے اس ہدیہ لے جانے کی وجہ یہ نکالی ہے کہ اگر پیر کے پاس خالی ہاتھ جائے گا تو وہاں سے بھی خالی ہاتھ آوے گا۔ فقط

جامع اوراق عرض کرتا ہے کہ اب ہدیہ کے متعلق مضمون کو ختم کیا جاتا ہے کیونکہ ناظرین کرام کو حضرت والا کے اصول وشرائط ہدیہ کافی مقدار میں معلوم ہو چکے ہیں اور اس امر میں حضرت والا کا جو مذاق ہے اس کی کافی بصیرت حاصل ہو چکی ہے۔

تبرکات کے متعلق اصول

تبرکات کے بارے میں حضرتؒ کا ذوق

چونکہ حضرت والا پر بفضلہ تعالیٰ توحید اور تنزیہ باری تعالیٰ کا بہت غلبہ ہے اور ہر شئے کو اس کے درجہ پر رکھنا اور مقصود وغیر مقصود میں فرق کرنا حضرت والا کا امتیازی وصف ہے جو ایک مجدد اور مصلح اور حکیم الامۃ میں ہونا لازمی ہے اس لئے تبرکات کے باب میں بھی حضرت والا کا مذاق نہایت معتدل ہے اور وہ یہ ہے کہ ان کی برکات کا انکار نہیں بلکہ بزرگوں کے تبرکات کی برکتوں کے واقعات اپنے بھی اور دوسروں کے بھی مشاہدہ کئے ہوئے اکثر نہایت معتقدانہ طور پر بیان فرماتے رہتے ہیں لیکن جو اصل دولت بزرگوں کے پاس ہے جس نے ان حضرات کو اس قابل بنا دیا کہ اس کی وجہ سے ان کی چیزوں میں بھی برکت پیدا ہوگئی اس دولت کی تحصیل کی جانب خود بھی ہمیشہ نظر رہتی ہے اور دوسروں کو بھی اسی کی تحصیل

کی ترغیب دیتے رہتے ہیں اور فرماتے رہتے ہیں کہ بزرگوں کے اصل تبرکات تو ان حضرات کے اقوال واعمال واحوال ہیں ان سے برکت حاصل کرنی چاہیے۔

حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں عرض

چنانچہ جب حضرت والا کے پیر و مرشد اعلیٰ حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ العزیز نے بغایت شفقت وعنایت اپنا کتب خانہ حضرت والا کو عطا فرمانا چاہا تو اس وقت بھی حضرت والا نے بغایت ادب و نیاز عرض کر دیا کہ حضرت کتابوں میں کیا رکھا ہے مجھے تو کچھ اپنے سینۂ مبارک سے عطا فرما دیجئے۔ اس پر حضرت حاجی صاحبؒ بہت مسرور ہوئے اور جوش میں آ کر فرمایا کہ ہاں جی ہاں سچ تو یہی ہے کتابوں میں کیا رکھا ہے اھ۔ اس واقعہ کو نقل فرما کر حضرت والا یہ شعر بھی فرما دیا کرتے ہیں۔

صد کتاب و صد ورق در نار کن　　　سینہ را از نور حق گلزار کن

(سو کتابیں اور سو کاغذوں کو آگ میں ڈال، سینہ کو حق کے نور سے روشن کر)

غلو کی حفاظت

غرض حضرت والا کو تبرکات کے متعلق شغف نہیں نہ اعتقاداً نہ عملاً جیسا کہ آج کل لوگوں نے اس میں غلو کر رکھا ہے بلکہ حفاظت عوام پر یہاں تک نظر ہے کہ جب حضرت والا نے اپنے پٹے دار بال کٹوائے تو ان کو خاص اہتمام کے ساتھ دفن کرا دیا تا کہ معتقدین کے ہاتھ میں نہ پڑنے پائیں اور وہ ان کا کوئی ڈھونگ نہ بنا سکیں حجام کے پاس بھی نہیں رہنے دیئے تا کہ وہ ان کو بیچنا شروع نہ کر دے۔ چنانچہ حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ میں نے خود دیکھا ہے کہ حضرت حاجی صاحبؒ کے تبرکات بعض لوگ معتقدین کے ہاتھ بڑی بڑی قیمتوں پر بیچنے پر آمادہ تھے۔ اھ

تبرکات کے ادب کا خیال

ایک بار اس احقر جامع اوراق کی موجودگی میں بمقام میرٹھ ایک صاحب سلسلہ شیخ نے حضرت حاجی صاحبؒ کے ایک خرقہ کو مجلس میں ایک ایک کے سامنے پیش کیا تا کہ اس کو چوما جائے اور آنکھوں سے لگایا جائے تو حضرت والا نے فرمایا کہ مجھ کو ان کا یہ فعل اچھا نہیں معلوم

ہوا۔ایک ڈھونگ سا معلوم ہوا۔اھ۔ یہ بھی فرمایا کہ میرے پاس تو جتنے حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے تبرکات تھے میں نے ایسوں کو دے دیئے جن سے یہ توقع تھی کہ وہ مجھ سے بھی زیادہ ان کا ادب ملحوظ رکھیں گے کیونکہ مجھے ان کے ادب کی نگہداشت دشوار نظر آئی اور میں نے اپنے دل کو یہ کہہ کر سمجھالیا کہ برکت کے لیے تو حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی تعلیمات ہی کافی ہیں اگر اللہ تعالیٰ انہی پر عمل کی توفیق بخشے تو ان کے مقابلہ میں ان ظاہری تبرکات کی حاجت نہیں۔ چونکہ حضرت والا کے قلب میں بزرگوں کا بہت ہی زیادہ ادب اور ان سے انتہا درجہ کی محبت ہے یہاں تک کہ بارہا نہایت شدومد کے ساتھ فرمایا کرتے ہیں کہ بزرگوں کی شان میں ادنیٰ بے ادبی بھی موجب محرومی برکات و باطنی ہے اس لئے باوجود عدم شغف کے بزرگوں کے تبرکات کا بھی بہت ادب فرماتے ہیں۔

چنانچہ ایک صاحب نے سوال کیا کہ شیخ کے تبرک کو پہن کر پاخانہ میں جانا جائز ہے یا نہیں تو فرمایا کہ جائز تو ہے مگر کچھ واجب بھی تو نہیں اور ہر جائز کام کا کرنا ضروری ہی کیا ہے۔خود میری یہ حالت ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نامزد جُبّہ شریف جو جلال آباد میں ہے اور اپنے اکابر سے اس کی تصدیق وجدانی سنی ہے جب تھانہ بھون میں آتا ہے تو اگرچہ اس مکان کی طرف جہاں وہ رکھا جاتا ہے پاؤں کرنا جائز ہے مگر غلبہ ادب کی وجہ سے غالب احوال میں اس طرف پاؤں نہیں کرسکتا۔اھ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جُبّہ مبارک کی زیارت

جُبّہ شریف کی زیارت بھی نہایت ذوق وشوق کے ساتھ کی اور اس طرح کہ اس کے خدام سے یہ اجازت لے لی کہ مجھ کو بالکل تنہائی میں زیارت کا موقع دے دیا جائے چنانچہ وہ لوگ خود بھی ہٹ گئے اور حضرت والا نے بالکل تنہائی میں نہایت ذوق وشوق کے ساتھ مخلّے بالطبع ہو کر خوب اطمینان سے زیارت کر کے اپنے دل کی بھڑاس نکالی۔اس وقت حضرت والا پر نہ معلوم کیا کیا کیفیات طاری ہوئی ہوں گی جن کی سوائے حضرت والا کے اور کسی کو خبر نہیں مصداق شعر۔ ؎

بلبل چہ گفت وگل چہ شنید وصبا چہ کرد　　اکنوں کرا دماغ کہ پرسد زباغباں

(اب کس میں ہمت ہے کہ وہ باغ کے مالک سے پوچھے کہ بلبل نے کیا کہا، پھول

نے کیا سنا اور صبا نے کیا کیا)

چونکہ خدام جُبّہ شریف کو حضرت والا کی خاص طور سے خاطر عزیز تھی اس لئے انہوں نے اس طرح تنہائی میں زیارت کرنے کی اجازت بھی دے دی ورنہ وہ لوگ تو ایک لحظہ کے لیے بھی جُبّہ شریف کو اپنی آنکھوں سے اوجھل نہیں ہونے دیتے۔

حضرت حاجی عبداللہؒ کی عبا کی برکت

اسی طرح ایک بہت ہی صالح اُمی بزرگ تھے جن کا نام حاجی عبداللہ تھا وہ اول حضرت والا گنگوہیؒ سے بیعت تھے پھر حضرت والا سے بھی بیعت ہو گئے تھے حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک بالکل معمولی کپڑے کا روئی دار عبا مجھ کو ہدیۃً دیا تھا اس کی خود میں نے یہ برکت محسوس کی جس کا بارہا تجربہ کیا کہ جب تک میں اس کو پہنے رہتا معصیت کے وساوس بھی بالکل نہ آتے۔اھ

حضرت والا تبرکات کے متعلق یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ میں برکت کا تو معتقد ہوں لیکن جو آج کل لوگوں نے ان کے متعلق اعتقاد اور عمل میں غلو کر رکھا ہے اس کو ناجائز سمجھتا ہوں۔اھ

تبرکات حاصل کرنے کا سہل طریق

حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ بزرگوں سے تبرکات حاصل کرنے کا سہل طریق جس میں ان کو کوئی تردد نہیں کرنا پڑتا یہ ہے کہ اپنی کوئی چیز ان کو عاریۃً دے کر یہ عرض کر دیا جائے کہ کچھ دیر اس کو استعمال فرما کر واپس فرما دیں میں نے ایک رومی شیخ کو حضرت حاجی صاحبؒ سے اسی طرح تبرک حاصل کرتے دیکھا تھا جو مجھ کو بہت پسند آیا تھا اور گو تبرکات تو بزرگوں کے ہوتے ہیں میں گنہگار اس قابل کہاں کہ مجھ سے تبرکات حاصل کئے جائیں لیکن بعض اپنے حسن ظن اور محبت سے مانگتے ہیں تو اگر اس وقت کوئی چیز نہ ہوئی تو میں ان کو بھی یہی ترکیب بتا دیتا ہوں اور یہ صورت ہے بھی بہت راحت کی کیونکہ اس میں مجھ کو کوئی تردد نہیں کرنا پڑتا۔اھ

حضرت والاؒ کے خدام کا طریقہ

جامع اوراق عرض کرتا ہے کہ حضرت والا کے بعض فہیم خدام ایسا ہی کرتے ہیں اور بعض کی درخواست پر حضرت والا اپنی خاص مستعمل اشیاء بھی مرحمت فرما دیتے ہیں۔ نیز چونکہ نوزائیدہ بچوں کے کرتوں کے لیے اکثر حضرت والا سے کپڑا بطور تبرک مانگا جاتا ہے اس لیے حضرت والا اپنے کہنہ مستعمل کرتوں میں سے ایسے بچوں کے ناپ کے چند چھوٹے چھوٹے کرتے قطع کرا کرا ایسے موقعوں کے لیے رکھ لیتے ہیں تا کہ وقت پر تردد نہ کرنا پڑے اور درخواست پر فوراً نکال کر دیا جا سکے۔

حضرت والاؒ کی وصیت

حضرت والا نے اپنے وصیت نامہ ''الاستحضار للا حتضار'' میں یہ وصیت فرمائی ہے کہ میری مستعمل چیزوں کے ساتھ متعارف طریق سے تبرکات کا سا معاملہ نہ کریں البتہ اگر کوئی محبت سے بطریق شرعی مالک بن کر مخفی طور پر اپنے پاس رکھے مضائقہ نہیں اعلان اور دوسروں کو دکھلانے کا اہتمام نہ کیا جائے۔ اھ

سبحان اللہ کیا انتظام دین اور کیا اہتمام اصلاح امت اور کیا حفظ حدود ہے۔

بعض اصول متعلق عنوانات ماسبق جو بعد کو قابل اضافہ سمجھے گئے

(اصول متعلقہ عنوان دوم تعلیم وتربیت)

ایک طالب اصلاح کا خط اور اس کا جواب

ایک طالب نے لکھا کہ فدوی اصلاح اعمال کی تعلیم کا خواستگار ہے۔ حضرت والا نے حسب معمول تحریر فرمایا کہ اصلاح اعمال کی تفسیر لکھو۔

انہوں نے اس کی یہ تفسیر لکھی کہ بسا اوقات ارکان اسلام کی تعمیل میں کسل پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر بعض ارکان ہمت کر کے شروع بھی کرتا ہوں تو طمانیت اور دلجمعی بالکل نہیں ہوتی اور اللہ تعالیٰ کی عبادت سے جو سرور اور خوشی ہونی چاہیے اس سے بالکل محروم ہوں۔ نیز تحصیل علوم

شرعیہ اور اشتغال فنون دینیہ میں بسا اوقات ایسے موانع اور عوائق ظہور پذیر ہوتے ہیں جس سے طبیعت اور قلب کے اندر تنگی اور ضیق پیدا ہو جاتی ہے بس جناب سے یہی التجا ہے کہ متذکرہ بالا امراض کا تدارک اور علاج فرما کر اتباع شریعت کو ہمارے لئے سہل فرمائیں گے۔ اھ

اس کا حضرت والا نے یہ جواب ارقام فرمایا کہ جن چیزوں پر خط کھینچ دیا ہے (یعنی کسل۔ طمانیت اور دلجمعی۔ سرور اور خوشی۔ موانع اور عوائق۔ تنگی اور ضیق۔ اور سہل فرمانا ان کے حصول یا زوال کا اس اصلاح سے کوئی تعلق نہیں جس اصلاح کی تعلیم میرا معمول ہے۔ اھ

پھر حاضرین مجلس سے زبانی فرمایا کہ دیکھئے لوگ ان غیر اختیاری چیزوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ یوں چاہے خدا تعالیٰ یہ سب چیزیں عطا فرما دیں لیکن ان کا ذمہ کون لے سکتا ہے۔ لوگ چاہتے ہیں کہ کوئی تعب ہی نہ اٹھانا پڑے حالانکہ اس طریق میں تو لوہے کے چنے ہیں جو عمر بھر چبانے پڑتے ہیں۔ اھ

ایک وکیل کی داستان

ایک وکیل صاحب نے اپنی طویل داستان لکھی جس میں ایک ان پڑھ صاحب کشف سے جن کی حالت پہلے مجذوبانہ سی تھی اپنا مرید ہونا لکھا۔ لیکن پھر وہ دنیا کے قصوں میں پھنس گئے نیز فقہ کا علم حاصل کرنے سے مانع ہوئے جس کی وجہ سے ان سے قطع تعلق کر لیا بیعت کے زمانے کی کچھ کیفیات بھی لکھی تھیں سماع وغیرہ میں کیفیات کا طاری ہونا بھی لکھا تھا۔ حضرت والا کی تصانیف سے بہت زیادہ مناسبت بھی لکھی تھی اور لکھا تھا کہ دو سال سے مرشد مذکور الصدر سے اپنا تعلق ترک کر دیا ہے اور خیال آپ کی طرف مائل ہو گیا ہے اور جناب کے خیالات اور مواعظ سے مجھ کو خاص لگاؤ ہو گیا ہے براہ کرم مجھے مشورہ دیجئے کہ آئندہ میں کیا کروں۔ اھ

غرض بڑی طویل داستان تھی حضرت والا نے اس کا عجیب عنوان سے جواب ارقام فرمایا تحریر فرمایا کہ کسی نے ایک کُبڑے سے پوچھا تھا کہ تو اپنا اچھا ہونا چاہتا ہے یا دوسروں کا کُبڑا ہونا اس نے کہا دوسروں کا کُبڑا ہونا تاکہ جس طرح یہ لوگ مجھ پر ہنستے ہیں میں بھی ان پر ہنس لوں بس یہی مثل میری ہے کہ میں ایک طالب علم آدمی ہوں اور صغریٰ کبریٰ میں مقید دوسروں کو بھی اسی رنگ پر لانا چاہتا ہوں اس سے میرے مشورہ کا حال تو معلوم ہو گیا اب آپ اپنے لئے مشورہ سوچ لیجئے۔

بعض اصول متفرقہ ماخوذ از اشرف المعمولات ملخصاً جن کا طالبین کو بہت اہتمام کے ساتھ لحاظ رکھنا چاہیے

(مناسب عنوان اول (متعلق بیعت)

ا: بیعت کی اہمیت

ایک شخص نے آ کر درخواست بیعت کی۔ دریافت فرمایا کہ تم کہاں سے آئے ہو اس نے بیان کیا کہ میں ایک بارات میں آیا تھا وہاں سے بہ ارادۂ بیعت یہاں آیا ہوں فرمایا کہ یہ کام ایسا نہیں کہ دوسرے کام کے ساتھ ہو یہ تو دلیل بے رغبتی کی ہے اس لئے اب میں بیعت نہ کروں گا۔ خاص کر اسی لئے مکان سے آنا چاہیے اس وقت گفتگو ہوگی۔ اھ

۲: شیخ کو بلاقصد ایذا پہنچانا

ایذا شیوخ بلاقصد بھی وبال سے خالی نہیں ہوتی۔ اس لئے افراط فی الشفقت مضر ہے کیونکہ جتنی شفقت ہوگی اتنی ہی اس کی بے تمیزیوں سے زیادہ ایذا ہوگی اور بات بات میں رنج ہوگا۔ اب میں اس پر ایک دوسرے مسئلہ کی تفریع کرتا ہوں۔ جو چند روز سے میں نے تجویز کیا ہے جس میں میں مجبور ہوں۔ مگر لوگ میری مجبوری کو اب تک نہیں سمجھے اس بیان سے یہ تو معلوم ہو گیا ہوگا کہ افراط فی الشفقت مضر ہے اور یہ مقدمہ پہلے سے معلوم ہے کہ مقدمة المکروہِ مکروہ و مقدمة الواجب واجب کہ جو چیز کسی بُری شے کا سبب بنے وہ بھی بری ہے اور جو ضروری شے کا ذریعہ ہو وہ ضروری ہے تو چونکہ معلوم ہو چکا ہے کہ افراط فی الشفقت مضر ہے اور مکروہ ہے اس لئے جو چیز افراط فی الشفقت کا سبب بنے وہ بھی واجب الترک ہوگی تو مجھے بیعت کرنے سے افراط فی الشفقت ہو جاتی ہے اس لئے میں نے بیعت کرنا چھوڑ دیا ہے گو اس میں ایک فتویٰ کی بات بھی ہے کہ بیعت کی جو اصل تھی آج کل اس سے تجاوز ہو گیا ہے بیعت کا خلاصہ ہے۔ معاہدہ مرید بر اتباع و معاہدہ شیخ بر شفقت و اصلاح اب لوگوں نے اس کو اپنی حد سے بڑھایا ہے کہ جس سے عقیدہ اور عمل میں تغیر پیدا ہو گیا ہے۔

عقیدہ میں تو یہ کہ جب تک ہاتھ میں ہاتھ لیکر بیعت نہ کیا جائے صرف زبانی معاہدہ کو کافی نہیں سمجھا جاتا۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ ہم تم کو تعلیم دیں گے اور ہر طرح تمہاری اصلاح کی تدبیر کریں گے مگر وہ کبھی راضی نہیں ہوتا گویا بزرگی کوئی برق ہے جب تک پیر کے ہاتھ سے ہاتھ نہ ملایا جائے وہ برق نہیں دوڑتی اگر یہی بات ہے تو لازم آتا ہے کہ ہمارا سلسلہ ہی منقطع ہو جائے کیونکہ ایک زمانے میں بزرگوں نے اس طریقے سے بیعت کرنے کو ترک کر دیا تھا۔ اس لئے کہ اس زمانے میں بادشاہ رعایا سے اطاعت کی بیعت لیا کرتے تھے۔ تو اگر کسی دوسرے کو بیعت لیتے دیکھا جاتا تھا اس پر بغاوت کا گمان کیا جاتا تھا کہ یہ بھی طالب سلطنت ہے تو بزرگوں نے اس خوف سے کہ کوئی بادشاہ سے چغلی نہ کھا دیوے اس طریقہ بیعت کو ترک کر دیا تھا صرف زبانی معاہدہ پر اکتفا کرتے تھے اور تعلیم فرمایا کرتے تھے تو بتلایئے اگر بدوں اس خاص طریقے کے بیعت نہیں ہو سکتی تو آپ کا سارا سلسلہ بیعت ہی منقطع ہوا جاتا ہے۔ اگر ہو سکتی ہے تو کیا وجہ ہے کہ اس سے انکار کیا جاتا ہے۔ اور زبانی معاہدہ اور تعلیم کو ناکافی خیال کیا جاتا ہے جو چیز موقوف علیہ نہ ہو اس کو موقوف علیہ سمجھنا یہ غلو فی العقیدہ ہے یا نہیں۔ ضرور ہے اور اس کی اصلاح ہونی چاہیے اس کے دو طریقے ہیں ایک یہ ہے کہ اس طریقے کو اسی ہیئت سے جاری رکھا جائے اور زبان سے سمجھا دیا جائے کہ یہ ہاتھ میں ہاتھ دینا ظاہری بیعت ہے۔ اصل بیعت کام کرنا ہے۔ دوسرا یہ طریقہ ہے کہ اس ہیئت کو بالکل چھوڑ دیا جائے۔ دوسرے حضرات پہلے طریقے پر عمل کریں اور مجھے چونکہ اس ہیئت خاصہ سے افراط فی الشفقت ہو جاتی ہے۔ اس لئے میں دوسرا طریقہ اختیار کرتا ہوں۔ اس طرح غلو فی العقیدہ کی بھی اصلاح ہوگئی اور ضرر کی بھی۔

۳: لڑنے جھگڑنے سے پرہیز

میں بیعت کے وقت اس سے بھی منع کر دیتا ہوں کہ بھئی کسی سے لڑنا جھگڑنا نہیں میں نے دیکھا ہے کہ جو کم عقل لوگ لڑتے بھڑتے ہیں وہ اپنے بزرگوں کو گالیاں کھلواتے ہیں کیونکہ دو ہی حالتیں ہیں یا تو وہ اپنے بزرگوں کی تعریف کرے گا تو یہ بھی مجھے پسند نہیں۔ یہ استخوان فروشی ہے کہ خواہ مخواہ اپنے بزرگوں کی تعریف کراتے پھریں جسے غرض ہوگی وہ خود آ کے دیکھ لے گا تمہیں کیا ضرورت ترغیب دینے کی دوسری حالت یہ کہ وہ گالیاں دے گا۔

لوگ کیا کرتے ہیں کہ ایک مسئلہ کسی کے سامنے بیان کیا اس نے ابھی تک تو انہی کو برا بھلا کہا تھا اس کے بعد انہوں نے یہ کہہ دیا کہ فلاں بزرگ فرماتے تھے۔ بس اب ان بزرگ پر گالیاں پڑنا شروع ہوگئیں۔ بھلا اس کی کیا ضرورت کہ ایک مخالف کے سامنے اپنے شیخ کا ذکر کرنا اور گالیاں کھلوانا اول تو آپ کو جوش ہی کیوں آیا اگر آیا تھا تو اپنی ہی طرف منسوب رہنے دیا ہوتا یہ بالکل نادانی ہے کہ جوش آپ کو ہو اور نام لیں شیخ کا تا کہ تبرا جو کچھ ہو وہ انہی پر ہو۔

مناسب عنوان دوم (متعلق تعلیم و تربیت)

ا: مختصر مگر جامع بات فرمانا

مجھے طریق میں اس کا بہت خیال رہتا ہے کہ ایسی مختصر بات بتلائی جائے جو سب باتوں کو حاوی ہو چنانچہ ایک دفعہ میں نے اخلاق رذیلہ کا علاج دو لفظوں میں تجویز کیا تھا تامل و تحمل کہ جو کام کرے سوچ کر کرے کہ شرعاً جائز ہے یا نہیں اور جلدی نہ کرے بلکہ تحمل سے کام کیا کرے اختصار کے ساتھ قافیہ کا بھی خبط ہے اس سے یاد میں سہولت ہوتی ہے اس لئے ایک دوست کا فیصلہ ہے کہ یہ نثر میں شاعر ہے۔

۲: دوسروں کے معاملہ میں دخل سے پرہیز

میری عادت نہیں کہ خود کسی معاملہ میں دخل دوں میرے اوپر غیرت کا غلبہ زیادہ ہے اس لئے خود کسی معاملہ میں دخل دینے کو جی نہیں چاہتا یہ خیال ہوتا ہے کہ میرا تو کام نہیں میں کیوں دخل دوں۔ کسی کو لاکھ دفعہ غرض پڑے اپنی اصلاح کا طریقہ دریافت کرے۔ ورنہ میری جوتی کو کیا غرض پڑی ہے کہ اپنے آپ تو کسی کو اپنی اصلاح کا قصد نہ ہو اور میں اس کے پیچھے پڑتا پھروں۔ اگر کسی وقت شفقت کا غلبہ ہوتا ہے تو میں خود بھی نرمی سے کہہ دیتا ہوں۔

۳: عقیدت و محبت

مولانا نے فرمایا کہ مجھ کو بہ نسبت عقیدت کے محبت زیادہ پسند ہے کیونکہ عقیدت خیالی چیز ہے ذرا میں زائل ہو جاتی ہے اور محبت زائل نہیں ہوتی۔

۴: بیعت سے پہلے ادب

ایک شخص سے کچھ باتیں دریافت فرمائیں اس نے سوالات کے جواب دینے میں محض تکلف کی راہ سے بلا کسی عذر کے سستی اور دیر کی اور بہت بہت دیر میں ایک ایک سوال کا جواب دیا پھر اس شخص نے بیعت کی درخواست کی فرمایا کہ اول ادب اور تمیز حاصل کرنا چاہیے اس کے بعد بیعت کی درخواست کرنا چاہیے اور فرمایا کہ تم کو ابھی تمیز نہیں ہے کہ بلا وجہ تم نے ایک شخص کو دیر میں جواب دے کر انتظار کی تکلیف پہنچائی اور حرج کیا۔

۵: ذکر و شغل سے پہلے اعمال کی اصلاح

کوئی ذکر و شغل کرتا ہو تو مجھے اس وقت تک اس کی قدر نہیں ہوتی جب تک کہ اس کے اعمال درست نہ ہوں۔ ذکر و شغل میں تو مزہ ہے اگر نہ کرے تو مر جائے عمل تو وہ ہے جس میں کوفت ہو اور پھر بھی رضاء حاصل کرنے کے لیے اسے کرے اسی طرح چاہیے کہ خود تنگی اٹھائے اور دوسروں کے حقوق ادا کرے۔ ایک شاغل کے ذمہ قرض نکلا تھا اور انہوں نے اس کے ادا میں بہت کوتاہی کی تھی ایسے موقع پر یہ کلمات فرمائے اور نکال دیا اور فرمایا قرض ادا کرنے کے بعد میرے یہاں آ سکتے ہو جب تک قرض ادا نہ کرو یہاں مت رہو۔

۶: عیب کے عادی کی معافی نہیں

فرمایا کہ جب معلوم ہو جائے کہ ایک شخص کو کسی عیب کی عادت ہے تو معاف کرنے کو جی نہیں چاہتا جب تک کہ اس عیب کو نہ چھوڑ دے۔ اگر احیاناً کسی سے کوئی خطا ہو جائے تو معافی کا مضائقہ نہیں۔ میں ایسے شخص کو اپنا یہاں ہرگز نہیں رکھنا چاہتا جو دوسروں کے حقوق تلف کرے۔

۷: پڑھانے سکھانے سے زیادہ اہم تہذیب و دیانت ہے

مجھ کو علم کے پڑھانے لکھانے کا اتنا زیادہ اہتمام نہیں ہے جس قدر تہذیب اخلاق و دیانت کا کیونکہ لکھنے پڑھنے کا اہتمام تو ہر جگہ ہوتا ہے لیکن اخلاق کی طرف کسی کا خیال بھی نہیں ہے۔ مثلاً میں اس پر زیادہ نظر نہیں کرتا کہ کس نے جماعت سے نماز پڑھی کس نے نہیں

پڑھی کیونکہ اول تو عذر کا احتمال ہے دوسرے اس میں صرف فاعل کا حرج ہے کسی دوسرے کو اذیت نہیں۔ بخلاف اس کے کہ کسی سے کوئی حرکت خلاف تہذیب سرزد ہو۔ اس کا اس لئے اچھی طرح تدارک کیا جاتا ہے کہ اس میں اور دوسروں کو تکلیف ہوتی ہے۔

۸: بیعت سے پہلے تیاری کرانا

فرمایا کہ جو شخص مجھ سے بیعت کی درخواست کرتا ہے اول تو میں اس کو کتابیں دیکھنے کو لکھ دیتا ہوں بالخصوص مواعظ کے مطالعہ کو تو میں اکثر لکھتا ہوں اور اس سے بہت نفع ہوتا ہے اور اگر کسی شخص نے یہ لکھا کہ ہم نے کتابیں دیکھی ہیں تو میں لکھتا ہوں کہ کتابیں دیکھ کر اپنی حالت میں کیا تغیر کیا۔ اس سے وہ نفع ہوتا ہے کہ جو برسوں کے مجاہدہ میں بھی نہیں ہوتا۔ میں تو اول روز ہی کام میں لگا دیتا ہوں مگر لوگ قدر نہیں کرتے۔ اصل چیز فکر ہے۔ انسان جب فکر میں پڑتا ہے تو راستہ تلاش کرتا ہے پس میں اول ہی گفتگو یا خط و کتابت میں طالب کے سر پر بوجھ رکھ دیتا ہوں اس کی وجہ سے اسے فکر پیدا ہوتی ہے۔ اس فکر کی وجہ سے راستہ خود بخود منکشف ہونے لگتا ہے۔

(مناسب عنوان سوئم متعلق واردین)

۱: اخلاق کی خرابی کا نتیجہ

فرمایا کہ افسوس ہے لوگوں کے اخلاق بکثرت خراب ہو گئے بعض لوگ آتے ہیں اور ظاہر کرتے ہیں کہ خاص آپ سے ملنے کو آیا ہوں اور کوئی دوسرا کام نہ تھا حالانکہ اپنے کسی دنیوی کام کے لیے آتے ہیں۔ میں اپنا مہمان سمجھ کر مہمانوں کا سا برتاؤ کرتا ہوں بعد کو ان کا قصد اس کے خلاف ظاہر ہوتا ہے تو سخت رنج ہوتا ہے۔ خرابی یہ ہے کہ صاف بات لوگ نہیں کہتے۔ اخلاق بگڑ گئے ہیں معاملات میں صفائی نہیں رہی اور ضرورت اظہار کی یہ ہے کہ مسئلہ ہے کہ مہمان کا اور حکم ہے اور ابن السبیل کا اور حکم ہے۔ مہمان کی مدارات تو ذمہ خاص شخص کے ہوتی ہے اور جو اپنے کام کے لئے آوے اور پھر راہ میں ٹھہر جائے وہ ابن السبیل ہے اس کی مہمانی سب کے ذمہ ہے۔

۲: مجلس آرائی کی ممانعت

میں نے خانقاہ میں قاعدہ مقرر کر دیا ہے کہ نہ کسی سے دوستی بڑھاؤ نہ دشمنی پیدا کرو۔ نہ زیادہ مجلس آرائی کرو کیونکہ یہ مجلس آرائی فساد کی جڑ ہے۔

۳: بزرگوں سے استفادہ کا طریقہ

میری رائے اس بات (خلوت) میں یہاں تک ہے کہ گو بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ بزرگوں سے ملنا خلوت سے ہر حال میں بہتر ہوگا مگر میں آج کل کبھی کبھی اپنے احباب کو ایک مشورہ دیا کرتا ہوں وہ یہ کہ بعض لوگوں کو بزرگوں کی زیارت کا بہت شوق ہوتا ہے وہ آئے دن سفر ہی میں رہتے ہیں۔ آج ایک بزرگ کے پاس جا رہے ہیں کل دوسرے بزرگ کے پاس ۔ میں ان کو منع کیا کرتا ہوں کہ بزرگوں سے بہت نہ ملا کرو۔ بس ایک کو اپنا بزرگ بنالو اور جم کر اس کے پاس رہو اور اس کے پاس بھی زیادہ آمدورفت نہ کرو۔ بلکہ ایک دفعہ بہت سارہ لو پھر اپنے گھر بیٹھو برس میں ایک دفعہ پھر مل لینا ہر مہینہ اس کے پاس بھی نہ جاؤ۔

۴: اپنے شیخ کے پاس بھی کم جاؤ

میں تو کہتا ہوں کہ اپنے پیر کے پاس بھی کم جاؤ۔ زیادہ نہ لپٹو کیونکہ گاہے گاہے خاص اوقات میں اس کے پاس جاؤ گے تو اس کو ذکر میں مشغول دیکھو گے رزانت ومتانت کی حالت میں پاؤ گے اس سے اعتقاد بڑھے گا اور اگر ہر وقت لپٹے رہو گے تو کبھی ہگتے دیکھو گے کبھی موتتے ہوئے کبھی تھوکتے سنکتے دیکھو گے اس سے تمہیں اعتقاد کم ہوگا ہاں عقلاء کو تو ان حالات کے مشاہدہ سے اعتقاد بڑھتا ہے کیونکہ وہ جانیں گے کہ شیخ فرشتہ نہیں بشر ہے مگر بشر ہو کر بے شر ہے تو بڑا کامل ہے۔ اور ناقص العقل کبھی شیخ میں اور اس کی بیوی میں لڑائی جھگڑا دیکھے گا۔ اس کا ان باتوں سے اعتقاد کم ہوگا اور اگر اعتقاد بھی کم نہ ہو تب بھی ہو ہر وقت نہ لپٹو کیونکہ آخر شیخ کو بھی تو اپنے اوقات کی پابندی ضروری ہے۔ زیادہ زیادہ لپٹنے سے اس کو کدورت ہوگی اور شیخ کو مکدر کرنا طالب کے لیے مضر ہے۔ اس کی رعایت بہت ضروری ہے کہ جس کے پاس جاؤ ایسے وقت میں جاؤ کہ اس وقت تمہارے جانے سے اس کو کدورت نہ ہو۔

۵: آج کل کے مشائخ کا عام رویہ

ایک شخص نے آ کر درخواست کی کہ مجھے کوئی ایسا تعویذ لکھ دیجئے کہ میری قوم مجھے سردار بنالے۔ لیکن اس مطلب کو اس طرح ادا کیا کہ حضرت مولانا کی سمجھ میں نہیں آیا مولانا نے کئی مرتبہ اس سے پوچھا لیکن اس نے ناتمام جواب دیا۔ آخر بہت دیر کے بعد اس کا مطلب سمجھ میں آیا۔ مولانا نے حاضرین کو خطاب کر کے فرمایا کہ جو لوگ سال دو سال میں صرف ایک ہی دفعہ کسی کے پاس ہو آئیں۔ ان کے اخلاق کی درستی کیا ہو سکتی ہے اور فرمایا کہ افسوس ہے آج کل بزرگوں نے بھی ان امور میں لوگوں کو روک ٹوک کرنا بالکل ترک کر دیا ہے کیونکہ دوسرے کی اصلاح میں اپنے کو کچھ نہ کچھ بداخلاق بنانا پڑتا ہے۔ بدوں اس کے اصلاح دوسرے کی نہیں ہوتی تو اکثر حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ ہم کیوں برے بنیں۔

۶: ایک صاحب کے بار بار اطلاع بھجوانے پر اسے تنبیہ

فرمایا کہ ایک روز ایک صاحب معمر مجھ سے کھانے کے وقت ملنے آئے۔ میں اس وقت گھر میں تھا وہ آ کر دروازہ کے باہر بیٹھ گئے اور جو بچہ بھی گھر میں جاتا اس سے اپنے آنے کی خبر کہلا کر بھیجتے۔ مگر میں برابر اپنے کام میں مشغول رہا۔ میرے گھر میں کہنے لگیں کہ یہ شخص کتنی دیر سے اطلاع کر رہا ہے آپ کو ہو آنا چاہیے۔ میں نے کہا کہ مجھے صبح سے شام تک بہت سے آدمیوں سے معاملہ پڑتا ہے۔ میرے دل میں اس قدر رحم نہیں کہ اپنا کام چھوڑ کر محض ملنے کے لیے چلا جاؤں آخر ظہر کے قریب اپنے کام سے فارغ ہو کر میں باہر گیا تو وہ شخص کہنے لگے کہ مجھے کچھ عرض کرنا ہے میں نے کہا کہ میں آپ کی بات سنوں گا لیکن پہلے آپ یہ بتلایئے کہ آپ نے اپنی ضرورت کی رعایت کر کے مجھے بار بار اطلاع دے کر پریشان کیا۔ آپ نے یہ بھی سوچا کہ دوسرے کو بھی ضرورت ہے یا نہیں۔ اگر ایسی ہی ضرورت تھی تو کیا میں ظہر کی نماز پڑھنے کے لیے نہ آتا اس وقت وہ ضروری بات آپ کہہ سکتے تھے۔ **ولو انھم صبروا حتیٰ تخرج الیھم لکان خیراً لھم**۔ یہ سن کر نہایت پریشان ہوئے اور کہنے لگے کہ مولویوں کو ایسا نہ ہونا چاہیے۔ میں نے کہا جناب میں نے

مولویت کا دعویٰ ہی کب کیا ہے کہنے لگے کہ میں بہت سے مولویوں کے پاس گیا کسی نے مجھ کو ایسا نہیں کہا۔ میں نے کہا خیر آج تو آپ کو فائدہ ہو گیا کہ آئندہ کبھی آپ کسی کے پاس جا کر ایسی حرکت نہ کریں گے۔ آخر وہ سخت ناراض ہو کر چلے گئے۔

۷: تعظیم وتکریم میں حد سے تجاوز نہ کرنا

فرمایا بعض لوگ مل کر جاتے وقت پچھلے پاؤں چلتے ہیں۔ یہ گراں گزرتا ہے کسی قدر ترچھا ہو جانا مضائقہ نہیں یہ طبعی بات ہے۔ زیادہ تعظیم وتکریم کرنے سے نفس خراب ہو جاتا ہے۔ فرعونیت آتی ہے چنانچہ جب میں ترک ملازمت کر کے کانپور سے آیا تو یہاں لوگوں کے تم کہنے سے بھی انقباض ہوتا تھا کیونکہ وہاں پندرہ برس تک ہر وقت آپ اور جناب سنتا رہا۔ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اپنے لئے کھڑے ہونے کی بھی ممانعت کر دی تھی مجلس میں ممتاز ہو کر بیٹھتے نہ تھے۔ حتیٰ کہ نئے آنے والوں کو پوچھنا پڑتا تھا کہ من محمد فیکم (صلی اللہ علیہ وسلم)

۸: خدمت میں طبعی وشرعی حدود کا خیال رکھنا

بوقت صبح ایک ذاکر شاغل نے مسجد کے لوٹے میں پانی اور مسواک لا کر بخیال وضو رکھ دیا عمر دین مؤذن سے فرمایا کہ سب سے دریافت کرو کہ کس نے یہ مسواک لوٹے میں لا کر رکھی ہے معلوم ہوا کہ فلاں شخص نے رکھی ہے۔ فرمایا کہ ان کو بلاؤ جب وہ آئے تو فرمایا کہ جب آداب خدمت سے واقف نہیں ہو تو کیوں خدمت کرتے ہو گو محبت اور میری راحت کے خیال سے کرتے ہو لیکن جب خدمت سے مجھے تکلیف پہنچے ایسی خدمت کرنے کا کیا فائدہ اور میری خدمت تو چند طلبہ جن سے دل کھلا ہوا ہے اور میرے معمولات سے واقف بھی ہیں وہ لوگ کرتے ہیں باقی جو لوگ یہاں رہ کر ذکر وشغل کرتے ہیں ان لوگوں سے خدمت لیتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے اور درصورت خلاف مرضی مجھ کو تکلیف ہوتی ہے۔ اس لئے خدمت کرنے سے بڑے آدمیوں کو منع کرتا ہوں یہ تو سب طبعی خرابی ہوئی۔ اور شرعی خرابی یہ ہوئی کہ مسجد کا لوٹا وقف ہے اور مال وقف میں سب برابر ہیں جب آپ نے پہلے سے بلا ضرورت مسواک لا کر اس میں رکھ دی تو وہ محبوس ہو گیا۔ اب اس سے کوئی کام نہیں لے

سکتا اور یہ ناجائز ہے۔ یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ خدمت کرنے سے تقرب ہوگا اور مجھ کو اپنا معبود بنانا چاہتے ہیں۔ میں ہرگز ایسی خدمتوں سے خوش نہیں ہوتا بلکہ جس کام کے لئے جو آوے اس میں لگا رہے اور جو خدمت چاہے مجھ سے لیوے تو مجھ کو اس میں راحت ہوتی ہے۔

۹: خواہ مخواہ دوسروں پر بوجھ نہ ڈالنا

ایک صاحب نے حضرت والا کی خدمت میں ایک لفافہ پیش کیا کہ یہ فلاں شخص نے بھیجا ہے دیکھ کر فرمایا کہ اس کو واپس کر دو وہ خود کیوں نہیں بھیجتے۔ واسطہ کی کیا ضرورت ہے وہ لوگوں پر اپنا بوجھ کیوں ڈالتے ہیں اور ان صاحب سے کہا کہ آپ کو نصیحت کرتا ہوں۔ آئندہ کو کسی کا سلام و پیام مجھ سے نہ کہا کیجئے۔ آپ اپنا کام کرنے آئے ہیں یا لوگوں کے سفیر ہیں۔

۱۰: مسافروں اور نو واردوں کی رعایت

ایک صاحب نو وارد حضرت کے پاس بیٹھے ہوئے تھے وہاں سے اٹھ کر سب لوگوں کے پیچھے جا بیٹھے حضرت والا نے فرمایا کہ آپ وہاں کیوں جا بیٹھے۔ آپ میرے پاس آ جایئے ان صاحب نے کہا کہ وہاں جگہ تنگ ہے۔ اس پر حضرت والا نے ایک مولوی صاحب سے فرمایا کہ آج آپ ہی ایثار کریں۔ آپ پیچھے بیٹھ جایئے اور اپنی جگہ خان صاحب کو دے دیجئے۔ آپ تو ہمیشہ کے رہنے والے ہیں۔ نو واردوں کی رعایت کیا کیجئے میں ہمیشہ اس کا خیال رکھتا ہوں۔ میں اکیلا کیا کروں کوئی سنتا ہی نہیں اور یہ بھی فرمایا کہ زاہدان خشک کا فتویٰ ہے کہ ایثار قربات میں جائز نہیں مگر محققین نے اس کا جواب دیا ہے کہ یہ بھی ایک قربت ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ رعایت ادب کی کرنا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ اہل مکہ میں یہ بات بہت ہی اچھی ہے کہ وہ حج کے زمانہ میں مسافروں کی رعایت سے خود طواف کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ کوئی واجب شرعی نہیں مگر جائز ہے۔ اس میں مسافروں کو بہت سہولت ہے۔

مناسب عنوان چہارم (یعنی خط و کتابت)

۱: سوال کا واضح ہونا

فرمایا کہ سوال اس طرح کرنا چاہیے کہ اس کی عبارت مختصر ہو اور معنی خیز ہو۔ بعض لوگ

خط میں سوال اس طرح لکھتے ہیں کہ جس شخص کو اس معاملہ کی حقیقت نہ معلوم ہو وہ اس عبارت سے کبھی نہیں سمجھ سکتا۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سوال کے اجزا حل کرنے کی مکرر ضرورت ہوتی ہے۔

۲: دستی خط

فرمایا کہ دستی خط کی کچھ قدر میرے دل میں نہیں ہوتی اور سمجھتا ہوں کہ اس کے جواب کی ضرورت نہیں کیونکہ اگر ان کو ضرورت ہوتی تو پیسہ خرچ کر کے ڈاک میں بھیجتے۔

۳: نئی نئی عبارتوں سے نفرت

فرمایا کہ مجھ کو آج کل کی نئی عبارت سے بیحد نفرت ہے عجیب رنگ کی عبارت ہوتی ہے مغالطات جھوٹی باتیں باطل کو حق کے پیرایہ میں دکھا دینا۔ اس کا خاصہ ہے کسی بڑے مکار شخص نے ایجاد کی ہوگی۔

اب احقر اس عنوان پنجم اصول متفرقہ کو بھی جو پنج گنج اشرف کا اخیر عنوان ہے ختم کرتا ہے۔

حضرت والاؒ کے اصول وضوابط نہایت معقول اور معتدل ہیں

حضرت والا کے جتنے اصول وضوابط پنج گنج اشرف میں بیان کئے گئے ہیں ان سے ناظرین کرام نے بخوبی اندازہ فرمالیا ہوگا کہ حضرت والا کے یہاں ہر بات نہایت منظّم ہے اور ہر چیز کا ایک نہایت معقول ضابطہ ہے اور جو اس کے خلاف عمل کرتا ہے اس پر ناخوشی کا اظہار فرمایا جاتا ہے لیکن حضرت والا تجسس ہرگز نہیں فرماتے البتہ جب خود کسی کی بے عنوانی ظاہر ہو جاتی ہے تو پھر تسامح بھی نہیں فرماتے سبحان اللہ یہی طریق شریعت کے مطابق بھی ہے۔

بے اصول لوگ ان ضابطوں کو سختی سمجھتے ہیں حالانکہ تمام شریعت مقدسہ ضابطہ اور انتظام ہی کا مجموعہ ہے اور بزرگان سلف کا بھی یہی طریق رہا ہے۔

حضرت والا اپنے معمولات کی تائید میں بکثرت دلائل شرعیہ اور اقوال اکابر نقل فرمایا کرتے ہیں اور انتظام کی شرعی اور عقلی ضرورت پر بہت پُر زور تقریرات فرماتے رہتے ہیں جن میں سے بعض مختلف مواقع پر پیش بھی کی جا چکی ہیں اور بعض بطور نمونہ مختصراً یہاں بھی نقل کی جاتی ہیں۔

ماخوذ از اشرف المعمولات بحاصلہ

انتظام پر لوگوں کی باتیں

فرمایا کہ آج کل لوگوں کو دوسرے کی راحت و تکلیف کا ذرا خیال نہیں۔ اب اگر کوئی انتظام کرنے لگے تو اسے قانون ساز کہتے ہیں۔ چنانچہ میرے یہاں اس قسم کی باتوں پر روک ٹوک اور انتظام بہت ہے جس پر عنایت فرماؤں نے مجھے بہت کچھ خطاب دے رکھے ہیں۔ ایک صاحب نے تو میرے منہ پر کہا کہ تمہارے مزاج میں تو انگریزوں کا سا انتظام ہے۔ افسوس گویا اسلام میں انتظام ہی نہیں بس اسلام تو اس کے نزدیک بے انتظامی کا نام ہے۔ بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ انگریزوں میں مسلمانوں کا سا انتظام ہے تو ایک درجہ میں صحیح ہو سکتا ہے۔ اھ

دیگر از اشرف المعمولات

امور دینیہ میں انتظام زیادہ ضروری ہے

ایک مرتبہ نماز عصر کے موقت مؤذن سے ایک معمار نے کہ وہ اس وقت اپنی تعمیر کے کام میں مشغول تھا اذان کہنے کی اجازت چاہی مؤذن نے اس کو اجازت دے دی تو اس نے خلاف معمول باورچی خانے کی چھت پر کھڑے ہو کر وہاں حضرت مولانا کی نشست گاہ تیار ہو رہی تھی اذان کہہ دی۔ جب وہ اذان کہہ چکا تو مولانا نے اس سے بلا کر دریافت کیا کہ تم نے کس کی اجازت سے اذان کہی ہے اس نے عرض کیا کہ مؤذن نے مجھے اجازت دے دی تھی۔ مولانا نے مؤذن کو بلا کر تنبیہ فرمائی اور فرمایا کہ تم نے بلاضرورت کیوں اجازت دی۔ پھر فرمایا کہ بدانتظامی سے دوسروں کو بھی تکلیف پہنچتی ہے اور اپنے کو بھی۔ دیکھئے اس وقت اس واقعہ میں کتنی مصلحتیں فوت ہوئیں اس معمار نے اتنی دیر کام کا حرج کیا اور مؤذن کو اپنے کام سے بے فکری ہوئی اور اس کی عادت پڑنا ٹھیک نہیں اور اہل محلّہ کو خواہی نخواہی وحشت ہوئی کہ وہ سمجھیں گے کہ اب چھت پر اذان ہوا کرے گی ہمارے گھروں کی بے پردگی ہوگی اور وہ غریب لوگ ہیں بوجہ لحاظ کے کچھ نہیں کہہ سکتے مگر ان کو کلفت و پریشانی تو ہوئی۔ یہ تمام خرابی معمول بدلنے سے اور

بے انتظامی سے ہوئی اور فرمایا کہ کیسا افسوس ہے کہ امور دنیا میں تو ہر شخص کے یہاں انتظام اور اہتمام ہے اور امور دین میں اس قدر بے اہتمامی اور بے انتظامی شائع ہوئی ہے کہ کچھ بھی انتظام نہیں رہا لوگ سمجھتے ہیں کہ دین میں انتظام نہیں ہے۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ہر کام انتظام سے ہوتا تھا

شمائل ترمذی میں مروی ہے کان لہ عتاد فی کل بشئ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں ہر (ضروری) امر کا سامان تھا (جس کا منشا ضابطہ کی رعایت والتزام ہے پس اس سے آپ کی انتظامی شان ثابت ہوگئی) حتیٰ کہ ایک روز ازواج مطہرات نے بستر مبارک کو دوتہہ کر کے بچھا دیا تھا اس روز حضور دیر میں بیدار ہوئے فرمایا کہ آج ضرور کوئی جدید بات ہوئی ہے آخر بستر کو ایک تہہ کرایا پھر فرمایا حجرے میں نوافل پڑھ لینا تو خیر بغیر انتظام بھی ممکن ہے لیکن عظیم الشان سلطنت کا کام بغیر انتظام کیونکر ہو سکتا ہے۔ تو اگر دین میں انتظام بالکل نہیں تھا تو حضرات صحابہ کرام کو یہ عظیم الشان سلطنت کیا بے انتظامی ہی سے مل گئی تھی۔ حاشا وکلاء دین میں تو یہاں تک انتظام ہے کہ ایک مرتبہ ایک صحابی نے تکبیر شروع کی تو آپ نے منع فرما دیا اور ارشاد فرمایا کہ تکبیر اس کا حق ہے جو اذان کہے اور یہ انتظام ہی ہے کہ ارشاد فرماتے ہیں کہ قاضی انصار میں سے ہونا چاہیے اور مؤذن اہل حبشہ میں سے کیونکہ اہل حبشہ قوی ہوتے ہیں اور اس لئے ان کی آواز بھی بلند ہوتی ہے۔

دیگر از اشرف المعمولات

فرمایا کہ ہر شخص کو چاہیے کہ اپنے تمام کاموں کو انتظام کے ساتھ کرے۔ اس سے اپنے کو بھی راحت ہوتی ہے اور دوسروں کو بھی۔

دیگر از یادداشت احقر

انتظامات کی غرض

حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ یہ معمولات اور انتظامات میں نے اپنی مدت کے تجربوں کے بعد مقرر کیے ہیں اب اگر کسی کو ان سے اچھے معمولات اور انتظامات معلوم

ہوں وہ مجھ کو بتائے میں بجان و دل قبول کرنے کو تیار ہوں بشرطیکہ میری سمجھ میں آ جائیں ورنہ ان میں جو خرابیاں مجھ کو نظر آئیں گی وہ ظاہر کروں گا اور جب اس مشیر کی طرف سے ان کا قابل اطمینان جواب ہو جائے گا تو واللہ میں اپنا تمام انتظام بدلنے پر تیار ہوں کیونکہ یہ کوئی شرعی مسئلہ تو ہے نہیں اپنی اور اپنے دوستوں کی سہولت کے لیے اور وہ بھی مدتوں کے تجربوں کے بعد اور الحمدللہ شریعت کے مطابق دستورالعمل مقرر کیا ہے اگر اب انہی باتوں کا خیال رکھ کر کہ شریعت کے موافق بھی ہو اور جانبین کی سہولت اور راحت کی بھی پوری رعایت ہو کوئی دوسرا دستورالعمل بنا دو میں مان لوں گا۔ لوگ معمولات میں تو بدلیل صلاح دیتے نہیں اور ان کے نتائج میں اعتراض کرتے ہیں۔ اھ

دیگر از یادداشت احقر

قانون اور مروت جمع نہیں ہو سکتے

حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ اکثر قانون و مروت ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے اور گو میرے قوانین وضوابط کو خلاف مروت سمجھا جاتا ہے۔ مگر ان کی قدر بعد میں معلوم ہوگی۔ لوگ تمسک کیا کریں گے بلکہ اب بھی جب مفاسد پیش آتے ہیں تب ان کی قدر ومنزلت معلوم ہو جاتی ہے اور میرا حوالہ دیا جاتا ہے اور مجھ کو یاد کیا جاتا ہے۔ بات یہ ہے کہ یہ قوانین میں نے سوچ سوچ کر نہیں گڑھے ہیں تجربوں نے ان قوانین کے پابند ہونے پر مجبور کیا ہے اور جس کو بھی اس قسم کے معاملات پیش آئیں گے اس کو ایسے ہی قوانین کی ضرورت پیش آئے گی بلکہ میں تو قانون بنانے میں بھی اہل معاملہ کی سہولت اور راحت کی بہت رعایت رکھتا ہوں۔ دوسروں سے تو یہ رعایت بھی نہ ہو سکے گی۔ اھ

دیگر از یادداشت احقر

بزرگانِ سلف کے ہاں انتظام کی پابندی

حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ بزرگان سلف میں تو یہاں تک انتظام کا اہتمام تھا

کہ ایک بزرگ نے اپنا یہ معمول مقرر فرما رکھا تھا کہ جب کوئی نیا طالب آ کر مہمان ہوتا تو اس کو روٹی اور سالن تناسب کے ساتھ بھیجتے یعنی جتنی روٹیاں ہوتی تھیں انہی کے لحاظ سے سالن کی بھی مقدار ہوتی تھی اور پھر جو کھانا بچ کر آتا اس کو دیکھتے کہ آیا روٹی اور سالن تناسب ہی سے بچ کر آیا ہے یا کم زیادہ اگر ان دونوں چیزوں کی مقدار متناسب نہ ہوتی تو صاف فرما دیتے بھائی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے اندر انتظام نہیں ہے اور ہماری طبیعت میں انتظام ہے لہٰذا ہمارا تمہارا نباہ نہ ہوگا۔ کسی ایسے پیر کو ڈھونڈو جس میں انتظام نہ ہو۔

حضرت سلطان جیؒ کا واقعہ

اسی طرح دو شخص حضرت سلطان جی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بغرض بیعت حاضر ہوئے وہ کہیں آپس میں یہ کہہ رہے تھے کہ ہمارے وطن کی مسجد میں جو حوض ہے وہ یہاں کے حوض سے بہت بڑا ہے یہ بات سلطان جی نے بھی سن لی فوراً طلب فرمایا اور پوچھا کہ کیا تم نے دونوں حوضوں کی پیمائش کر لی ہے۔ عرض کیا پیمائش تو نہیں کی اندازے سے کہا ہے۔ فرمایا انداز کا کیا اعتبار بلا تحقیق بات کیوں کہی اچھا جاؤ ناپ کر آؤ۔ چنانچہ وہ ڈرتے ڈرتے گئے کہ کہیں ہماری بات غلط نہ نکلے لیکن خیر جب وہاں پہنچ کر ناپا تو واقعی وہ حوض ایک بالشت بڑا ہی نکلا اس پر وہ بہت خوش ہوئے کہ ہماری بات غلط نہ نکلی اور جب حاضر ہوئے تو اپنے نزدیک سرخرو بن کر عرض کیا کہ حضرت ناپنے پر بھی وہی حوض بڑا نکلا فرمایا کہ تم نے تو کہا تھا کہ وہ حوض اس حوض سے بہت بڑا ہے کیا صرف ایک بالشت بڑے ہونے پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ بہت بڑا ہے معلوم ہوتا ہے تمہارے اندر احتیاط کا مادہ نہیں ہے لہٰذا ہمارے یہاں تمہارا کام نہیں اور کہیں جاؤ چنانچہ ان کو بیعت میں قبول نہیں فرمایا۔ اھ

پھر حضرت والا نے فرمایا کہ وہ حضرات تو امتحان لیتے تھے میں تو امتحان بھی نہیں لیتا ہاں ایسا برتاؤ ضرور کرتا ہوں جس سے آنے والے کے جذبات اصلیہ سب ظاہر ہو جاتے ہیں۔ اھ

حضرت والا کے اصول تائید اکابر کی کتب سے

اکابر سلف کی کتب میں بھی حضرت والا کے معمولات کی تائیدات بکثرت ملتی ہیں جن کو

دیکھ کر یا سن کر حضرت والا کو بہت اطمینان اور سرور ہوتا ہے اور فرمایا کرتے ہیں کہ گو میں نے کتابیں دیکھ دیکھ کر اپنے معمولات مقرر نہیں کئے لیکن الحمدللہ بزرگوں کی برکت سے قلب میں وہی باتیں آتی ہیں جو سلف کا معمول تھیں۔ لوگ تو سلف کی تائید سے افسردہ ہوجاتے ہیں کہ ہم موجد نہ رہے اور مجھ کو اس سے نہایت مسرت ہوتی ہے کہ الحمدللہ اب اپنی بات پر اطمینان ہوگیا۔ اھ

حضرت والا طبقات کبریٰ سے بھی جس کا آج کل انتخاب فرما رہے ہیں اپنی تائیدات بکثرت نقل فرمایا کرتے ہیں۔ غرض حضرت والا کا یہ کوئی نیا طریق نہیں ہے بلکہ حضرت والا نے تو پرانے ہی طریق کو جو مردہ ہو چکا تھا اور جس سے اتنی اجنبیت ہوگئی تھی کہ اس کو ایک بالکل نیا طریق سمجھا جانے لگا تھا از سر نو زندہ کیا ہے۔

شیخ اکبرؒ کے رسالہ سے حضرت کے معمولات کی تائیدات

اب آخر میں حضرت شیخ اکبر رحمتہ اللہ علیہ کے رسالہ ''الامر المحکم المربوط فیما یلزم اهل طریق الله من الشروط'' سے حضرت والا کے معمولات کی چند تائیدات مع ترجمہ ملخصاً نقل کر کے پنج گنج اشرف کو ختم کیا جاتا ہے۔ وهی هذه۔

(۱)۔ ولا معنی الشفقه و الرحمة الا ان تنفذ اخاک من النار الی الجنة و تنقله من الجهل الی العلم و من الذم الی الحمد و من النقص الی الکمال۔

اور شفقت و رحمت کے اس کے سوائے کوئی معنے نہیں کہ تم اپنے بھائی کو عذاب دوزخ سے نکال کر جنت کی طرف لے جاؤ اور جہل سے علم کی طرف اور مذمت سے حمد کی طرف اور نقصان سے کمال کی طرف منتقل کرو۔

(۲). فلا بد من مؤدبه وهو الاستاذ فان هذا الطریق لما کان فی غایة الشرف و العزة حفت به الافات و القواطع و الا مور المهلکة من کل جانب فلا یسلکه الاشجاع مقدام و یکون معه دلیل علام وحینئذ تقع الفائدة فعلی الشیخ ان یوفی حق مرتبة و علی المرید ان یوفی حق طریقه اعلم ان مقام الشیخوخة لیس هو الغایة فان الشیخ ایضاً طالب من ربه مالیس عنده فان الله یقول لنبیه علیه السلام وقل رب زدنی علما فصفته الاستاذ ان یکون عارفا با

الخواطر النفسيه و الشيطانية والملكية والربانية عارفاً بالا صل الذى تنبعث منه هذا الخواطر عارفاً بحركاتها الظاهرة عارفاً بما فيها من العلل والامراض الصارفة عن صحة الوصول الى عين الحقيقة عارفاً بالادوية و اعيانها عارفاً بالا زمنة التى تحمل المزيد فيها على استعمالها عارفاً بالامزجة عارفاً بالعوائق والعلائق الخارجة مثل الوالدين و اولاد والاهل و السلطان عارفاً بسياسا تهم ويجذب المريد صاحب العلة من ايديهم هذا كله اذكان للمريد له رغبة فى طريق الله و ان لم يكن له رغبة فلا ينفع.

ترجمہ: الغرض سالک کے لئے مودب کی سخت ضرورت ہے اوراس کا نام اصلاح میں استاداور معلم اور شیخ ہے اس لئے کہ یہ طریق چونکہ شرف وعزت میں انتہائی درجہ رکھتا ہے اس لئے اس پر ہرطرف سے آفات اور موانع اور ایسے امور کا ہجوم ہے جوانسان کو ہلاک کرنے والے ہیں اس لئے اس راستہ پر وہی چل سکتا ہے جو بہادر قوی الہمت اور پیش قدمی کرنے والا اوراس کے ساتھ کوئی ماہر تجربہ کار رہبر بھی ہواس وقت اس راستہ پر چلنے کا فائدہ ظاہر ہوسکتا ہے اس لئے شیخ کے ذمہ واجب ہے کہ وہ اپنے مرتبہ (تادیب وتعلیم) کا حق پورا ادا کرے اور مرید کے ذمہ واجب ہے کہ طریق کا حق ادا کرے خوب سمجھ لیجئے کہ مقام شیخوخت (یعنی کسی کا پیراور مصلح ہوجانا) یہ انتہائی مقصود نہیں کیونکہ شیخ بھی اپنے رب سے اس مرتبہ کا طالب ہے جواس کو حاصل نہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے وقل رب زدنی علماً (یعنی اور دعا کیجئے کہ اے میرے رب میرا علم زیادہ فرمادیجئے) اس لئے شیخ اوراستاد کی یہ صفت ہونی چاہیے کہ وہ خواطر نفسانی وشیطانی اور ملکوتی وربانی سے پورا واقف ہو نیز اس اصل کا پہچاننا بھی ضروری ہے جس سے یہ خطرات منبعث (یعنی پیدا) ہوئے اور یہ بھی ضروری ہے کہ ان خطرات کے ظاہری حرکات سے (یعنی انبعاثات سے جن کا وجود محسوس ہے) اوران میں جوامراض وعلل ہیں جوعین حقیقت کی طرف پہنچنے سے مانع ہیں پورا واقف ہو (خواطر نفسیہ وشیطانیہ میں تو بالذات بھی امراض وعلل واقع ہوجاتے ہیں اور خواطر ملکیہ وربانیہ میں بعض اوقات دوسرے عوارض سے بعض علل کی آمیزش ہوجاتی ہے تو شیخ کا ان سب سے واقف ہونا شرط ہے) اور ضروری ہے کہ

امراض کی دواؤں اوران کی کیفیات وحقیقت سے بھی واقف ہواوران اوقات سے بھی واقف ہوجن میں مریدکوان دواؤں کے استعمال پرآمدہ کیا جائے نیز مریدوں کے اختلاف مزاج اور خارجی علائق وموانع کومثلاً والدین اوراہل وعیال اور بادشاہ وغیرہ (تعلقات کی مانعیت) کوجانتا ہواوران کی سیاست وتدبیر سے واقف ہواورمریض مریدکوان کے (یعنی ان علائق وموانع کے پنجے سے نکالے اور یہ سب اسی وقت ہوسکتا ہے جبکہ مریدکواللہ کے راستہ میں رغبت ہواوراگراسی کورغبت نہیں توپھرکوئی نفع نہیں۔

(۳)۔ و من شرط الشیخ ان لا یترک المرید یبرح من منزله البتة الا باذنه لحاجة یوجیه فیها۔

ترجمہ: شیخ کے لیے یہ شرط ہے کہ مریدکوآزادنہ چھوڑے کہ جہاں چاہے جائے بلکہ جب گھرسے نکلےتواجازت لیکرنکلےاورجس کام کے لیے جائے شیخ کی اجازت سے جائے۔

(۴)۔ ومن شرطه ان یعاقب المرید علیٰ کل هفوة تصدرمنه ولا سبیل الی الصفح عنه فی زلة فان فعل فلم یوف حق المقام الذی هوفیه فهوامام غاشٍ لرعیته غیر قائم لحرمة ربه فان النبی علیه السلام یقول من ابدی لنا صفحة اقمنا علیه الحد۔

ترجمہ: شیخ کی شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ مریدکوہرلغزش پرجواس سے صادرہوتنبیہو زجروتوبیخ کرےاوراس میں عفوومسامحت کوراہ نہ دےاوراگرعفو[1] سے کام لیاجاتواس نے اس مقام (شیخوخت) کاحق ادانہ کیاجس پروقائم ہے بلکہ وہ ایک بادشاہ ہے جواپنی رعیت سے خیانت کرتاہےاوراپنےرب کی حرمت وعظمت پرقائم نہیں اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔**من ابدی لنا صفحة اقمنا علیه الحد**یعنی جوشخص ہمارے سامنےاپناچہرہ ظاہرکرےگا(مرادیہ ہے کہ جس کاجرم ظاہرہوجائےگا) ہم اس پرحدقائم کریں گے۔

(۵)۔ الشیخ اذالم یکن صاحب ذوق واخذ الطریق من الکتاب وافواه الرجال وقعد یربی به المرید طلباً للمرتبة والریاسة فانه مهلک

---

[1] عفوسے مرادعدم مواخذہ ہے۔۱۲

لمن تبعه لانه لا یعرف مورد الطالب ولا مصدره فلا بد ان یکون عند الشیخ دین الانبیاء و تدبیر الاطباء و سیاست الملوک و حینئذ یقال له استاذ و یجب علی الشیخ ان لا یقبل مریدا حتیٰ یختبره۔

ترجمہ: شیخ جبکہ صاحب ذوق نہ ہواور طریق کو محض کتاب تصوف دیکھ کر یا لوگوں سے سن سنا کر حاصل کیا اور وجاہت وریاست کے لیے مریدوں کی اصلاح وتربیت کرنے بیٹھ گیا تو وہ مرید کے لیے مہلک ہے اس لئے کہ وہ طالب سالک کے مصدر ومورد اور تغیر حالات کو نہیں سمجھتا اس لئے ضروری ہے کہ شیخ کو انبیاء علیہم السلام کا دین وراطباء کی تدبیر اور بادشاہوں کی سیاست حاصل ہو اس وقت اس کو استاد کہا جا سکتا ہے اور شیخ پر واجب ہے کہ کسی مرید کو بغیر امتحان وآزمائش کے قبول نہ کرے۔

(۶)۔ومن شرطه ان یحاسب المرید علی انفاسه و حرکاته و یضیق علی قدرصدقه فی اتباعه فانه طریق الشدة لیس للرخاء فیه مدخل لا ان الرخص انما هی للعامة۔

ترجمہ: اور شیخ کے شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ مرید کے ہر سانس اور ہر حرکت کا محاسبہ کرے اور جتنا زیادہ اس کو مطیع ومتبع دیکھے اس پر اس معاملہ میں تنگی کرے کیونکہ یہ راستہ ہی شدت کا ہے اس میں نرمی کا دخل نہیں کیونکہ رخصتیں تو عوام کے لیے ہیں۔

(۷)۔ ومتی رأیت الشیخ ترک المرید یستدل علیه فی المسائل بالادلة الشرعیة اوالعقلیة ولا یزجره و یجر ه علیها فقد خانه فے التربیة والاولیٰ بالشیخ اذارائ المرید یجنح الی استعمال عقله فی النظریات ولا یرجع الی رأه فی ماید له علیه فلیطرده عن منزله یفسد علیه بقیة اصحابه ولا یفلح هو فی نفسه و یجب علی الشیخ اذا علم حرمته سقطت من قلب المرید ان یطرده عن منزله بسیاسته فانه اکبر الا عداء و یحب له الا شتغال بظواهر الشریعة و طریق العبادة فے العموم۔

ترجمہ: اور جب تم کسی شیخ کو دیکھو کہ وہ مرید کو آزاد چھوڑے ہوئے ہے اور مرید اس کے مقابلہ (یعنی مخاطبہ) میں ادلہ شرعیہ یا عقلیہ سے استدلال کرتا ہے اور شیخ اس کو زجر و توبیخ نہیں کرتا تو سمجھ لو کہ وہ تربیت میں خیانت کر رہا ہے اور شیخ کے لیے اولیٰ یہ ہے کہ جب وہ کسی مرید کو دیکھے کہ وہ نظریات میں اپنی عقل کا استعمال کرتا ہے اور شیخ نے جو کچھ اس کو بتلایا ہے اس میں شیخ کی رائے کی طرف رجوع نہیں کرتا تو چاہیے کہ اس کو اپنی مجلس (یا خانقاہ) سے نکال دے اس لئے کہ وہ دوسرے مریدوں کو بھی خراب کر دے گا اور خود کوئی فلاح نہ پائے گا۔ اور شیخ کے ذمہ واجب ہے کہ جب یہ سمجھے کہ کسی مرید کے قلب میں سے اس کی حرمت اور بڑائی نکل گئی تو اس کو اپنی سیاست کے ذریعہ اپنے گھر سے نکال دے کیونکہ وہ سب سے بڑا دشمن ہے اور ایسے شخص کے لیے ظواہر شریعت اور عام طریق عبادت کا اشتغال واجب ہے۔

(۸)۔ و یجب علی الشیخ ان یکون له وقت مع ربه ولا یتکل علی ماحصل له من قوۃ الحضور۔

ترجمہ: اور شیخ پر واجب ہے کہ اپنے لئے کوئی وقت خلوت مع اللہ کے لئے رکھے اور اس قوت حضور پر اعتماد نہ کرے جو اس کو حاصل ہو چکی ہے۔

(۹)۔ ومن شرط الشیخ ان لا یترک مریده یجالس احد اسوی اخواته الذین معه تحت حکمه ولا یزورولا یزار ولا یکلم احدافی خیرٍ ولا فی شر ولا یتحدث بماطرأ علیه من کرامة و وارد مع اخوته و متیٰ ترکه الشیخ یفعل شیئا من هذه الافعال فقد اساء فی حقه۔

ترجمہ: اور شیخ کی شرائط و آداب میں سے یہ بھی ہے کہ مرید کو کسی کے پاس نہ بیٹھنے دے سوائے ان برادران طریقت کے جو اس کے ساتھ اس کام میں اسی شیخ کے زیر حکم جمع ہیں اور (اس کو ہدایت کرے) کہ نہ وہ کسی سے ملنے جائے اور نہ اس کے پاس کوئی ملنے کے لیے آئے اور کسی سے اچھا یا برا کلام نہ کرے اور جو کچھ اس کو حال پیش آئے یا کرامت ظاہر ہو تو اپنے برادران طریقت میں بھی کسی سے بیان نہ کرے اور اگر شیخ مرید کو ان افعال میں سے کسی فعل کے کرنے پر آزاد چھوڑ دے تو اس کے حق میں برائی کرتا ہے۔

(۱۰)۔ومن شرطه ان لا يجالس تلاميذه الامرةً واحدةً فى اليوم والليلة۔
ترجمہ: اور شیخ کے لیے یہ بھی لازم ہے کہ اپنے مرید کے ساتھ مجالست رات دن میں ایک مرتبہ سے زیادہ نہ کرے۔

(۱۱)۔ ولا يترک الشيخ المريدين يجتمعون اصلاً دونه الااذا جمعتهم بحضرته ومتىٰ تركهم يجتمعون دونه فقد اساء فى حقهم۔
ترجمہ: اور شیخ کو چاہیے کہ مریدین کو آپس میں بھی اپنی مجلس کے علاوہ جمع نہ ہونے دے اور جو شیخ اس میں مسامحت کرے وہ مریدین کے حق میں برا کرتا ہے۔

الحمدللہ عجالہ پنج گنج اشرف ختم ہوا اور اب باب ہٰذا ارشادوافاضۂ باطنی کو بھی ایک خاتمہ لکھ کر انشاءاللہ تعالیٰ ختم کر دیا جائے گا۔

خاتمۃ الباب

احقر مرتب کی تیس سالہ خادمیت

حضرت والا کے ارشادات وافاضات جو باب ہٰذا ارشادوافاضۂ باطنی میں بطور نمونہ ہدیہ ناظرین کئے گئے ہیں ہرگز کسی تبصرہ کے محتاج نہیں کیونکہ وہ بمصداق قول مشہور (ع) مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید۔ گوش حق نیوش رکھنے والوں کے سامنے آپ ہی اپنی شوکت وشان ببانگ دُہل بیان کر رہے ہیں بالخصوص اس نااہل وناآشنائے طریق کا جو صرف ایک ناقل محض کی حیثیت رکھتا ہے کیا منہ ہے کہ ان کے متعلق کوئی رائے زنی کر سکے لیکن اتنا کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ گو اس سیہ کار وبد کردار سہل انگار وغفلت شعار کو حضرت والا سے باقاعدہ فیوض وبرکات حاصل کرنے اور ارشادات وتعلیمات پر پابندی کے ساتھ عمل کرنے کی کبھی توفیق نہیں ہوئی لیکن اس سی ۳۰ سالہ تعلق خادمیت کے دوران میں حضرت والا کی زبان فیض ترجمان سے ایسے ایسے حقائق ومعارف سننے میں آئے ہیں کہ الحمدللہ طریق بالکل صاف نظر آنے لگا ہے۔ چلنا نہ چلنا اور بات ہے اور حق روز روشن کی طرح واضح ہو گیا ہے۔ ماننا نہ ماننا امر دیگر ہے اور اپنی اس سی ۳۰ سالہ مدت تعلق میں بفضلہٖ تعالیٰ

وبتوجہات حضرت والا اس شعر کا بلا مبالغہ صحیح ہونا محقق ہو گیا ہے۔

پس از سی سال ایں معنی محقق شد بہ خاقانی — کہ یکدم با خدا بودن بہ از ملک سلیمانی

(تیس سال کے بعد خاقانی پر یہ بات واضح ہوئی کہ ایک لمحہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں گزارنا حضرت سلیمانؑ کی حکومت سے بہتر ہے۔

توفیق ہونا نہ ہونا دوسری چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ ببرکت حضرت والا فہم سلیم اور توفیق عمل بھی عطا فرمائے اور مکائد نفس وشیطان سے بچائے اور ہر قسم کی گمراہی اور کج روی سے باز رکھ کر مقصود حقیقی تک پہنچائے آمین ثم آمین۔

غرض احقر جو حضرت والا کے ملفوظات کا محض ناقل ہے بالکل اس شعر کا مصداق ہے۔

نہ رنج خار کشیدم نہ بوئے گل دیدم — زعندلیب شنیدم کہ نو بہارے ہست

اللہ تعالیٰ ببرکت حضرت والا اس شنیدہ کو دیدہ بھی بنا دے اور اس بہار بے خزاں کا مشاہدہ بھی کرادے وما ذالک علی اللّٰہ بعزیز

تجدید دین کا کام

حضرت والا نے بعون اللہ تعالیٰ دین کا کوئی شعبہ ایسا نہیں چھوڑا جس کی کافی تحقیق و تدقیق نہ فرمادی ہو۔ بالخصوص تصوف کا تو کوئی ضروری جزو ایسا باقی نہیں رہا جو مخفی یا مبہم رہ گیا ہو اور جس کی پوری تحقیق تحریراً وتقریراً قالاً وحالاً حضرت والا نہ فرما چکے ہیں۔ غرض دین کے راستہ کو بحمد اللہ ایسا بے غبار اور واضح فرما دیا ہے کہ طالب حق کو کوئی وجہ خفا باقی نہیں رہی کیونکہ رسوم و بدعات نے جو حقائق پر پردہ ڈال رکھا تھا اس کو اٹھا کر حضرت والا نے دین کو اس کی اصلی صورت میں جلوہ گر فرما دیا ہے اور اصلاح اخلاق کا باب جو مدت سے مسدود پڑا تھا اس زمانہ شر القرون میں اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کے مقدس ہاتھوں سے از سر نو مفتوح کرادیا ہے رسوم وبدعات کے غلبہ نے عرصہ دراز سے شریعت وتصوف کے حقائق کو عموماً بالکل مستور اور مخلوط کر رکھا تھا اور لوگ زوائد میں مبتلا ہو کر مقاصد طریق سے کوسوں دور جا پڑے تھے۔ غرض عجیب خلط مبحث ہو رہا تھا اور تجدید دین کی سخت ضرورت واقع ہو رہی تھی کہ امت مرحومہ پر رحمت الٰہیہ متوجہ ہوئی اور حضرت حکیم الامت کے ذریعہ سے اس ضرورت کو پورا فرما دیا گیا۔ فللّٰہ الحمد حمداً کثیراً۔

حضرت والا نے بعون اللہ تعالیٰ اس خلط مبحث کو جو مختلف شعب دینیہ میں بالخصوص تصوف میں واقع ہو گیا تھا دور فرما کر دودھ کا دودھ پانی کا پانی کر کے دکھا دیا ہے اور تمام ضروری حقائق دینیہ کو ایسا صاف اور واضح فرما دیا ہے کہ اب۔ انشاء اللہ تعالیٰ صدیوں تک طالبان دین کو تلاش حق میں کوئی دقت نہ رہے گی۔

حضرت والاؒ کی تجدیدی تعلیمات دو صدیوں تک کافی ہیں

اس موقع پر ایک حقیقت شناس کا ایک قول یاد آتا ہے۔ ایک مجمع معتقدین میں اس کا سخت افسوس ظاہر کیا جا رہا تھا کہ حضرت والا کی سی شان کا اب کوئی دوسرا نظر نہیں آتا اس پر انہوں نے کہا کہ اجی ہمیں اس کی فکر ہی کیا ہے۔ حضرت نے تو بفضلہ تعالیٰ ایک ایسی ہانڈی پکا کر سب کے سامنے رکھ دی ہے کہ اب انشاء اللہ تعالیٰ کم از کم دو صدی تک تو کسی کو کچھ فکر کرنے کی ضرورت ہی نہیں بس اسی میں سے پکی پکائی نکالتے رہو اور کھاتے رہو۔ اھ

یہ سن کر سب پر ایک خاص سکون کی کیفیت طاری ہو گئی اور افسردگی مبدل بہ انبساط ہو گئی۔

سبحان اللہ واقعی بالکل صحیح کہا کیونکہ حضرت والا نے بعون اللہ تعالیٰ صدیوں کے لیے دین کے راستہ اور وصول الی اللہ کے طریق کو تمام جھاڑ جھنکار اور خس و خاشاک سے ایسا پاک فرما دیا ہے کہ سالکین کو قطع طریق میں کوئی دشواری ہی نہیں رہی نہایت سہولت کے ساتھ مقصود حقیقی تک رسائی ہو سکتی ہے۔ اس پر آج ۱۶۔ ذیعقدہ ۱۳۵۴ھ ہی کا ایک واقعہ یاد آیا حضرت والا نے ایک طالب کی خط و کتابت کا یہ خلاصہ سنایا کہ پہلے انہوں نے آنے کی اجازت چاہی حضرت والا نے حسب معمول غایت پوچھی تو لکھا کہ فیض حاصل کرنے کے لیے آنا چاہتا ہوں حضرت والا نے مکرر استفسار فرمایا گیا کہ اگر فیض حاصل نہ ہو۔ اھ

اس پر انہوں نے لکھا کہ اگر فیض نہ بھی حاصل ہو تب بھی مجھے کوئی شکایت نہ ہوگی مشیت حق پر راضی رہوں گا۔ اھ۔ آج حضرت والا نے تحریر فرمایا ہے کہ اچھا اب یہ لکھو کہ فیض کس کو سمجھتے ہو۔ اھ۔ پھر یہ خلاصہ سنا کر حضرت والا نے حاضرین مجلس سے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کوئی بات گول نہ رہے راستہ بالکل صاف ہو جائے نہ کوئی کنکر رہے نہ پتھر نہ نشیب رہے نہ فراز بالکل صاف اور ہموار ہو جائے ایسا کہ بس پھر آنکھ بند کئے چلا جائے کہیں کوئی رکاوٹ

ہی نہ ہو بس یہی میرا جرم ہے جس پر میں بدنام ہوں۔ اور مجھ پر سختی کا الزام ہے۔اھ

نفس کی مکاریوں کی طشت از بام کرنا

حضرت والا نے بالخصوص نفس کے تو ایسے ایسے خفی مکائد کو ظاہر فرمایا ہے کہ جو بڑے بڑے اہل بصیرت سے بھی پوشیدہ تھے اور جن کی طرف عموماً التفات نہ ہونے کی وجہ سے اصلاح نفس کی تکمیل ہی سے محرومی رہتی تھی جس کا کہ بہت سے اہل بصیرت کو اقرار کرنا پڑا ہے اور اگر طریق سے ادنیٰ مناسبت رکھنے والا بھی حضرت والا کے مضامین متعلقہ اصلاح کو بغور وانصاف دیکھے گا تو اس کو بھی یہی اقرار کرنا پڑے گا۔ چنانچہ ناظرین کرام کو بھی باب ہذا کے مطالعہ سے اس کی فی الجملہ تصدیق ہوگئی ہوگی۔

صالحین کے خواب

اس پر بطور تفریع کے بے ساختہ ایک صاحب نسبت اہل علم کا رویاء صادقہ یاد آ گیا جو ایک ہم سلسلہ شیخ کامل سے بیعت تھے انہوں نے اعلیٰ حضرت حاجی صاحبؒ کو خواب میں یہ فرماتے دیکھا کہ تم کو نسبت تو حاصل ہے لیکن اگر اپنے اخلاق کی اصلاح چاہتے ہو تو مولوی اشرف علی صاحب سے رجوع کرو۔اھ۔اسی قسم کی غیبی ہدایات حضرت والا سے رجوع کرنے کی بذریعہ رویاء صادقہ بہت سے طالبین کو ہوئی ہیں اور ہوتی رہتی ہیں جن سے رسالہ اصدق الرؤیا پُر ہے۔

حضرتِ والاؒ کی دِقّتِ نظر کا راز

امر اصلاح میں حضرت والا کی اس درجہ دقت نظر کا راز یہ ہے کہ حضرت والا خود اپنے نفس کی ہر وقت نگرانی رکھتے ہیں اور اس کے اتار چڑھاؤ کو بغور دیکھتے رہتے ہیں اس لئے حضرت والا کو نفس کے اتار چڑھاؤ اور انسانی جذبات کے مدوجزر کا خوب اندازہ ہے۔ چنانچہ فرمایا کرتے ہیں (جس کی تائیدرات دن کے مشاہدہ سے بھی ہوتی رہتی ہے) کہ مجھ سے کسی کا اپنے نفس کی چوریاں پوشیدہ رکھنا بہت دشوار ہے کیونکہ مجھ کو نفس کے اتار چڑھاؤ کا خوب تجربہ ہے اور قلب کے تقلبات کا خوب اندازہ ہے۔اھ

وبمصداق شعر غالب ؎

نکتہ چیں ہے غم دل اس سے چھپائے نہ بنے　کیا بنے بات جہاں بات بنائے نہ بنے

حضرت والا کی لطافت طبع، اور کثرت ذکر وفکر

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ اول تو حضرت والا کو اللہ تعالیٰ نے خلقۃً غایت درجہ کا لطیف الطبع اور انتہا درجہ کا ذکی الحس پیدا فرمایا ہے چنانچہ دیکھنے والوں کو اچھی طرح معلوم ہے کہ حضرت والا لطافت طبع اور ذکاوت حس اور نزاکت مزاج میں اپنے زمانہ کے گویا حضرت مرزا جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ ہیں پھر کثرت ذکر وفکر نے اس فطری لطافت کو اور بھی لطیف تر کر دیا ہے لہٰذا حضرت والا کو ہر اچھی بری بات کا فوراً احساس ہونے لگتا ہے چنانچہ ایک بار بسلسلہ گفتگو فرمایا کہ میری طبیعت کچھ ایسی واقع ہوئی ہے کہ مجھ پر اچھی بات کا بھی فوراً اثر ہوتا ہے۔ اور اسی طرح بری بات کا بھی لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے کہ مجھ کو بری باتوں سے طبعاً نفرت ووحشت ہے اس لئے ان سے الگ ہی رہتا ہوں۔ اھ

جامع اوراق عرض کرتا ہے کہ اس کا سبب سلامت فطرت اور لطافت حس ہے۔ ایسے سلیم الفطرت اور لطیف الحس حضرات کے لیے بری باتوں سے نفرت و وحشت لازمی ہے کیونکہ ادنیٰ اتفاقی تلبس وتشبث بھی باعث تاثر وتصور اور تاثر وتصور موجب تالم وتکدر اور تالم وتکدر مورث توحش وتنفر اور توحش وتنفر سبب تحرز وتجز ہو جاتا ہے۔

نفسیانی امراض کی تشخیص میں مہارت

غرض چونکہ ایسی حساس طبیعت رکھنے والا بزرگ بوجہ اس عالم کے مجمع خیر وشر ہونے کے جس میں اچھی بری سبھی قسم کی باتیں دیکھنے سننے میں آتی رہتی ہیں احساسات متنوعہ کا گنجینہ اور جذبات مختلفہ کا آئینہ ہوتا ہے اس لئے وہ جملہ دقائق وشوائب نفسانیہ اور جمیع تقلبات وتاثرات قلبیہ سے اچھی طرح واقف اور تشخیص ومعالجہ امراض نفسانیہ میں خوب ماہر ہوتا ہے اور لوگوں کے نفوس کی باریک سے باریک چوریاں بھی بہ آسانی پکڑ سکتا ہے اور یہی تفسیر ہے حضرت والا کے اس ارشاد بالا کی کہ مجھ کو نفس کے اتار چڑھاؤ کا خوب تجربہ ہے اور قلب کے تقلبات کا خوب اندازہ ہے۔ اھ۔ اور اس ارشاد کی صدہا واقعات سے تصدیق ہوتی ہے چنانچہ ایک صاحب نے

اپنے بیٹے کی بیوی کے انتقال پر جو خط لکھا اس میں اس عنوان سے اپنے غم واندوہ کا اظہار کیا کہ اس کی صفات میں سترہ سالہ کا لفظ بھی لکھا حضرت والا کو فوراً احساس ہو گیا کہ ان الفاظ سے تو بوئے شہوت آتی ہے چنانچہ جب ان سے اس پر مواخذہ کیا گیا تو وہ انکار نہ کر سکے۔

اسی طرح حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ جو طالب آتا ہے اکثر بفضلہ تعالیٰ اس سے سابقہ پڑتے ہی مجھ کو اس کے لب ولہجہ اور طرز و انداز ہی سے اس کے نفس کی مجموعی حالت کا اجمالی اندازہ ہو جاتا ہے اور یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کے ساتھ فلاں قسم کا برتاؤ مناسب ہوگا۔اھ

ہر شخص کے ساتھ بالکل اس کے موافق برتاؤ

جامع اوراق عرض کرتا ہے کہ واقعی یہ رات دن کا تجربہ ہے کہ جس کے ساتھ جس وقت جس طرح کا برتاؤ حضرت والا فرماتے ہیں آخر میں وہ اسی برتاؤ کا اہل ثابت ہوتا ہے حالانکہ بعض اوقات دوسرے دیکھنے والوں کو بظاہر احوال تعجب بھی ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ عرصہ ہوا ایک نوجوان لڑکا حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوا اور نہایت عقیدت کے ساتھ متدعی بیعت ہوا۔ حضرت والا نے اس کے ساتھ التفات کا برتاؤ نہیں فرمایا بلکہ ضابطہ کا جواب دے کر ٹال دیا کہ اصلاح الرسوم دیکھ کر رائے قائم کرو۔ احقر نے ازراہ ہمدردی اپنے داموں سے اصلاح الرسوم خرید کر اس کو دے دی۔ وہ اس کو دیکھ کر چلا گیا بعد کو معلوم ہوا کہ وہ اپنے باپ سے خفا ہو کر بھاگ آیا تھا۔ اس پر حضرت والا دیر تک احقر کو متنبہ فرماتے رہے کہ میں چاہتا ہوں کہ میرا جس شخص کے ساتھ جیسا برتاؤ ہو اس میں کسی کو مزاحم نہیں ہونا چاہیے پھر دیر تک اس پر تقریر فرماتے رہے کہ جس سے اللہ تعالیٰ جو کام لیتے ہیں اس کو اس کام کی سمجھ بھی عطا فرما دیتے ہیں چونکہ اللہ تعالیٰ نے میرے سپرد تربیت کا کام فرما رکھا ہے اس لئے اس کی پہچان بھی عطا فرما رکھی ہے کہ کس کے ساتھ کیسا برتاؤ کرنا چاہیے اور کون طالب ہے اور کون نہیں جو طالب نہیں ہوتا اس کو قلب ہی قبول نہیں کرتا فوراً رد کر دیتا ہے۔ حالانکہ مجھ کو اس کی حالت کا اس وقت تفصیلی علم بھی نہیں ہوتا جیسے اگر کوئی شخص مکھی کھا جائے تو اگرچہ کھانے کے وقت کھانے والے کو مکھی کا علم بھی نہ ہو لیکن معدہ کو تو مکھی کی خوب پہچان ہے وہ اس کو ہرگز قبول نہیں کرتا فوراً نکال باہر کرتا ہے۔اھ

حضرت والا کی نکتہ شناسی

یہ تو احساسات کے متعلق واقعات تھے جن سے احقر کے اس قول کی تصدیق ہوتی ہے کہ حضرت والا احساسات متنوعہ کا گنجینہ ہیں اور جذبات کے تو حضرت والا ایسے نکتہ شناس ہیں کہ کوئی بڑے سے بڑا ماہر نفسیات بھی اتنا نہ ہوگا اس کے متعلق بھی ایک واقعہ اس وقت بے تکلف یاد آ گیا۔

ایک طالب نے جو افسر پولیس ہیں حال ہی میں اپنی بیوی کی شکایت لکھی کہ آئے دن مجھ سے لڑتی رہتی ہے کہ لڑکی کے بیاہ کے واسطے روپیہ لاؤ رشوت لو یا کچھ کرو اور لکھا کہ اہلیہ کے روز کے طعنوں اور لڑائی جھگڑے سے سخت پریشان ہوں اور خوف ہے کہ کوئی بری راہ نہ اختیار کر بیٹھوں ایسی حالت میں دعا اور مشورہ کا محتاج ہوں۔ اھ

اس پر حضرت والا نے بری راہ (اشارہ ہے مفارقت کی طرف) اختیار کرنے کے متعلق تو یہ تحریر فرمایا کہ ایسا نہ کیجئے ممکن ہے کہ ان کے نہ ہونے سے اس سے زیادہ تکلیف ہو اور مشورہ کے متعلق تحریر فرمایا کہ مشورہ تو اہل تجربہ دیتے ہیں میں خود اس شعر کا مصداق ہوں۔

آنرا کہ عقل و ہمت و تدبیر ورائے نیست خوش گفت پردہ دار کہ کس در سرائے نیست

(جس میں عقل مندی، جرأت سمجھ اور سوچ نہیں ہے پردہ دار نے سچ کہا ہے کہ گھر میں کوئی نہیں ہے)

البتہ بجائے تجربہ کے جذبات رکھتا ہوں ان جذبات کی بناء پر رائے دیتا ہوں کہ بی بی کو ایسے وقت شیطان کی مینا سمجھ کر نقال اور تماشا سمجھ لیا کیجئے غیظ نہ ہوگا۔ اھ

اس سے احقر کے اس قول کہ حضرت والا جذبات مختلفہ کا آئینہ ہیں خود حضرت والا کے ارشاد سے تصدیق ہوتی ہے۔

جواب مذکوران افسر صاحب پولیس کو بہت نافع ہوا چنانچہ انہوں نے حضرت والا کو لکھا کہ حضرت والا کے جواب سے بہت کچھ تسکین ہوئی۔ واقعی حضرت نے عورتوں کی بابت عجیب بات فرمائی کبھی ذہن اس طرف نہیں گیا کہ ان کو شیطان کی مینا سمجھوں۔ دراصل یہ شیطان کی مینا ہیں۔ بہت سے عقدے غور کرنے سے حل ہو گئے اور بہت سی خلشیں دل سے دور ہو گئیں اور وہ غیظ جو ان کی باتوں پر آیا کرتا تھا اب حضرت والا کے اس فقرے کو ذہن نشین کرنے پر نہیں آتا۔ واللہ کیا بات فرمائی ہے۔ اس فقرے سے بہت ہی لطف آیا

اوراب بجائے غیظ کے رحم آنے لگا۔اھ

حضرت والا نے اس پر تحریر فرمایا کہ الحمدللہ نفع ہوا۔ پھر احقر سے زبانی فرمایا کہ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ چھوٹے چھوٹے جملوں سے بڑے بڑے نفع لوگوں کو پہنچ جاتے ہیں ورنہ محض الفاظ میں اتنا اثر کہاں کوئی اور تو انہی الفاظ کو لکھ کر دیکھئے۔اھ۔ پھر یہ شعر پڑھا۔

حسد چہ می بری اے سست نظم بر حافظ　　　قبول خاطر و حسن سخن خدا داد است

(اے سست! حافظ پر حسد کیوں کرتا ہے، طبیعت کی استعداد اور گفتگو کی خوبی اللہ کی عطا ہے)

تربیتِ باطنی اور علاج روحانی میں مہارت کاملہ

غرض چونکہ حضرت والا کو لطافت طبع اور ذکاوت حس کی بدولت ہر قسم کے تاثرات و احساسات کا بخوبی اندازہ ہے اس لئے حضرت والا کو بفضلہٖ تعالیٰ فطری طور پر تربیت باطنی کا ملکہ تامہ اور معالجہ امراض روحانیہ میں مہارت کاملہ حاصل ہے جیسا کہ مشاہد اور مسلم ہے اور جس کی تصدیق آج ایک دنیا حضرت والا کو بالکل بجا طور پر حکیم الامت کہہ کر رہی ہے بلکہ اگر بنظر تعمق دیکھا جائے تو ذوقاً یہ محسوس ہوگا کہ یہ جو اس درجہ کثرت کے ساتھ حقائق و معارف طریق اور نکات و دقائق اصلاح حضرت والا کی زبان فیض ترجمان اور قلم حقیقت رقم سے ظاہر ہوئے اور ظاہر ہو رہے ہیں وہ اکثر و بیشتر خود حضرت والا ہی کے احوال و تاثرات کی حکایات ہیں بمصداق ارشاد حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ۔

بشنوید اے دوستاں ایں داستاں　　　خود حقیقت نقد حال ماست آں

(اے دوستو یہ داستان سنو کہ ہماری جو اس وقت حالت ہے یہی حقیقت ہے)

نقد حال خویش را گر پے بریم　　　ہم ز دنیا ہم ز عقبیٰ برخوریم

(اگر اپنی حالتِ موجود کے پیچھے چلتے رہیں تو دنیا و آخرت میں اس کا نفع پائیں)

اور اگر نظر کو ذرا اور عمیق کیا جائے تو یہ حقیقت بھی منکشف ہو جائے کہ دراصل حضرت والا ہر وقت اپنے ہی تخلیہ اور تجلیہ میں مشغول ہیں اور اس کے دوران میں جو خود اپنے اوپر احوال مختلفہ طاری ہوتے رہتے ہیں اور تجربہ حاصل ہوتے رہتے ہیں۔ انہی کے ذریعہ سے دوسروں کو بھی تربیت فرماتے رہتے ہیں۔

چنانچہ اکثر احوال رفیعہ اور طُرق اصلاح کی پرزور تقریرات کے وقت صاحبان ذوق کو قریب قریب بداہتہً محسوس ہو جاتا ہے کہ یہ خود اپنے ہی احوال بیان فرمائے جا رہے ہیں اور بعض اوقات خود اس کی تصریح بھی فرما دیتے ہیں کیونکہ حضرت والا کی طبیعت میں فطری طور پر نہایت بے ساختگی اور سادگی ہے جہاں ضرورت یا مصلحت ہوتی ہے یا یوں ہی سلسلہ کلام میں اپنے محاسن بھی اور اپنے نفس کی منازعت کے واقعات بھی بے تکلف بیان فرما دیا کرتے ہیں اور ایسے مواقع پر بعض اوقات یہ بھی فرما دیتے ہیں کہ نہ مجھ پر تواضع ہے نہ تکبر، سچائی اور صفائی ہے اور طبیعت میں بے ساختگی اور سادگی ہے جس کا سبب آزاد مزاجی ہے جو ان مجذوب صاحب کی روحانی توجہ کا اثر ہے جن کی دعا سے میں پیدا ہوا ہوں۔ پھر حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کی صحبت نے اس میں اور بھی قوت پیدا کر دی کیونکہ مولانا کی ایسی سادہ طبیعت تھی کہ اپنے نقائص بھی اور اپنے کمالات بھی سب کے سامنے حتیٰ کہ اپنے شاگردوں اور مریدوں کے سامنے بھی بالکل صاف صاف اور بے تکلف بیان فرما دیا کرتے تھے۔ اھ

اپنی اصلاح کا انتظام

حضرت والا نے بارہا فرمایا کہ گو میں متقی پرہیزگار تو نہیں لیکن الحمدللہ اپنی اصلاح سے غافل بھی نہیں ہمیشہ یہی ادھیڑ بن لگی رہتی ہے کہ فلاں حالت میں فلاں تغیر کرنا چاہیے فلاں نقص کی فلاں طریقہ سے اصلاح کرنی چاہیے۔ غرض مجھ کو اپنی کسی حالت پر قناعت نہیں۔ اھ

جامع اوراق عرض کرتا ہے کہ سبحان اللہ حضرت والا کا عمل درآمد بالکل حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کے اس ارشاد پر ہے۔

اندریں رہ می تراش و می خراش　　　تا دم آخر دمے فارغ مباش

(اس راہ میں کھود کرید میں لگا رہ آخر دم تک ایک لمحہ بھی فارغ نہ رہ)

چنانچہ آج کل بھی سہولت استحضار کے لیے خود ہی ایک شعر تصنیف فرما کر اور اس کو جلی قلم سے ایک موٹی دفتی پر لکھوا کر اپنے ڈیسک پر رکھ چھوڑا ہے جس کی نقل یہ ہے۔

النظام للکلام

کثرت ذکر و قلت تبیاں　　　وقت ہیجان طبع کفِ لساں

(ذکر کی کثرت اور بیان کی قلت طبیعت کے ہیجان کے وقت زبان بند رکھنا)

جب احقر نے اس دفتی کو بغرض نقل طلب کیا تو یہ فرما کر حوالہ فرمایا کہ جی ہاں فکریں تو سبھی کچھ ہیں لیکن توفیق کبھی ہوتی ہے کبھی نہیں ہوتی۔ اھ۔ اسی طرح اس زمانہ میں جب وعظ کثرت سے فرمایا کرتے تھے ایک بار فرمایا کہ جب میں اپنے اندر کوئی امر اصلاح طلب پاتا ہوں تو اس کے متعلق ایک وعظ کہہ دیتا ہوں جس سے بہت نفع ہوتا ہے چنانچہ وعظ الغضب اسی غرض سے کہا گیا تھا اسی سلسلہ میں یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بڑے بڑے امراض نفس کے متعلق ایسے ایسے ہی چٹکلے دل میں ڈال دیتے ہیں جس سے بفضلہٖ بسہولت اصلاح ہوجاتی ہے۔ اھ

اسی طرح اس دفتی کی پشت پر جس کا اوپر ذکر کیا گیا ایک اور مضمون بغرض یادداشت خوشخط لکھوالیا ہے پہلے مضمون کا نام النظام للکلام تھا اور اس مضمون کا نام الکلام فی النظام ہے اس دوسرے مضمون کو بھی نقل کیا جاتا ہے۔

الکلام فی النظام

(نمبر۱)۔ غلط کار سے خود خطاب نہ کیا جائے بلکہ کسی فہیم کے واسطہ سے گفتگو کی جائے۔

(نمبر۲)۔ بجائے خود بتلانے کے اس سے ایسے سہل المآخذ استفسارات کئے جائیں جس سے اس کو غلطی کا اقرار کرنا پڑے اور اگر وہ نہ سمجھے تو عدم مناسبت کی اطلاع کر کے بات ختم کردی جائے۔

(نمبر۳)۔ اس غلطی کا تدارک اسی سے تجویز کرایا جائے جب تک کافی تدارک تجویز نہ کرے۔

(نمبر۴)۔ اگر گنجائش ہو اس کے تجویز کردہ تدارک سے خفیف تدارک تجویز کردیا جائے۔

(نمبر۵)۔ تدارک تجویز کردہ کی تنفیذ میں احتیاطاً قدرے توقف و نظر ثانی کرلی جائے۔ اھ۔

حضرت والا نے یہ یادداشت اپنے مضمون التبدیل من التثقیل الی التعدیل کے (جس کی نقل اپنے موقع پر گزر چکی ہے) خلاصہ کے طور پر بغرض سہولت استحضار تحریر فرما کر اپنے پاس رکھ لی ہے۔

دہلی و پانی پت کے سفر کا واقعہ

حضرت والا کی نگرانی نفس کا ایک اور واقعہ یاد آیا۔ مکرمی جناب مولوی عبدالکریم

صاحب گمتھلوی نے خود جامع اوراق سے بیان کیا کہ وہ ایک سفر میں حضرت والا کے ہمراہ تھے۔ نارنول سے الور اور الور سے دہلی اور دہلی سے پانی پت تشریف لے جانا تھا۔ نارنول میں جمعہ پڑھا تو حضرت والا نے شب جمعہ کو تہجد کے وقت کپڑے بدلنے چاہے مولوی صاحب نے جن کی سپردگی میں حضرت والا کا بیگ تھا کپڑے نکال کر پیش کئے جن میں چکن کا کرتہ تھا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ یہ نہیں ململ کا کرتہ لایئے جب وہ ململ کا کرتہ لائے تو پھر فرمایا کہ اچھا وہ چکن ہی کا لے آیئے اس کو رکھ آیئے۔ جب وہ پھر چکن کا کرتہ لے آئے تو فرمایا کہ کچھ خبر بھی ہے یہ میں نے کیوں کیا۔ بات یہ ہے کہ جب آپ چکن کا کرتہ لائے تو مجھے خیال ہوا کہ یہ تو قصبہ ہے یہاں ململ کا کرتہ پہن لینا کافی ہے۔ یہاں کے بعد دہلی جانا ہے وہاں چکن کا کرتہ پہننا مناسب ہوگا۔ (اس مصلحت سے کہ امراء کی نظر میں ذلت نہ ہو) میں نے اس خیال کی مخالفت کی ہے۔ اھ

خیر یہ تو ہو چکا۔ اس کے بعد الور قیام فرماتے ہوئے دہلی تشریف لے گئے چونکہ اس درمیان میں کپڑے کافی میلے ہو چکے تھے اس لئے مولوی صاحب ممدوح نے الور سے دہلی کی طرف روانگی کے وقت بھی اور ریل میں بھی کپڑے بدلنے کے لیے عرض کیا لیکن ٹال دیا کہ بعد کو بدل لوں گا یہاں تک کہ دہلی پہنچ کر بھی نہ بدلے اور وہاں رہتے ہوئے بھی نہ بدلے حالانکہ کپڑے بہت زیادہ میلے ہو چکے تھے جب دہلی سے پانی پت پہنچے تو پہنچتے ہی فوراً غسل فرما کر کپڑے بدلے کیونکہ بوجہ نفاست مزاج حضرت والا کو میلے کپڑوں سے بہت اذیت ہوتی ہے غرض اپنے اس خیال کا نہایت مبالغہ کے ساتھ تدارک فرمایا۔

سبحان اللہ یہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی عین سنت ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فتح بیت المقدس کے موقع پر زرق برق لباس کو اتار کر پھر اپنا معمولی لبادہ لباس پہن لینا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اپنے کرتہ کو اس کی ایک آستین قطع کر کے بدنما کر دینا روایتوں میں منقول ہے۔

نگرانی نفس کا ایک اور واقعہ

ایک اور واقعہ یاد آیا۔ کچھ عرصہ ہوا ایک صاحب نے کسی کے ترکہ سے پانچ سو روپیہ بذریعہ بیمہ مصارف خیر کے لیے بھیجے چونکہ اس سے قبل اس رقم کے متعلق اجازت طلب نہیں کی

گئی تھی اس لئے حضرت والا نے حسب معمول وہ بیمہ واپس فرمادیا پھران صاحب کا مطلب اجازت معذرت نامہ آیا جس سے مفصل حال معلوم ہوا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض ورثہ کی اجازت حاصل نہیں کی گئی گوزیادہ حصہ رقم کا ایسا ہی تھا جس کے متعلق ورثہ کی اجازت حاصل کی جاچکی تھی۔ حضرت والا نے کلی طور پر ممانعت لکھ بھیجی کہ چونکہ بعض ورثہ کی اجازت حاصل نہیں کی گئی اس لئے وہ رقم نہ بھیجی جائے۔ پھر بعد کو حضرت والا نے مجلس عام میں اس واقعہ کا ذکر فرما کر فرمایا کہ ممانعت کلی لکھتے وقت میرے نفس نے کہا کہ رقم کے اس حصہ کو تو بھیجنے کی اجازت دے دی جائے جس کے متعلق ورثہ کی اجازت لی جاچکی ہے اچھا ہے مساکین کا بھلا ہوجائے گا لیکن میں نے اپنے نفس سے کہا کہ اچھا آپ اپنے استاد کو بھی پٹی پڑھانا چاہتے ہیں۔اھ

ہروقت نفس کی نگرانی رکھنا

حضرت والا نے جو اس موقع پر بے ساختہ استاد کا لفظ فرمایا وہ بالکل مطابق واقع کے ہے کیونکہ حضرت والا نفس کے دھوکوں سے خوب واقف ہیں اور اس کی تاویلوں کو خوب سمجھتے ہیں۔ رات دن کام یہی ہے کہ طالبین کے مکار نفس پر ان کو متنبہ فرماتے رہتے ہیں۔ اور نہ صرف طالبین کے نفوس کی بلکہ اپنے نفس کی بھی ہروقت دیکھ بھال رکھتے ہیں جیسا کہ مذکورہ بالا واقعات سے ناظرین نے بخوبی اندازہ فرمالیا ہوگا اور اس کا غایت درجہ اہتمام کرتے ہیں کہ نفس کو ابھرنے کا کوئی موقع ہی نہ دیا جائے اور اس کی ہروقت نگرانی رکھتے ہیں کہ اس کے اندر شائبہ بھی کسی تغیر کا نہ پیدا ہونے پائے۔ چنانچہ فرمایا کرتے ہیں کہ اگر کبھی گھر میں سے کہیں گئی ہوئی ہوتی ہیں اور کوئی غیر محرم عزیز یا مہمان یا کام کاج کرنے والی عورت یا لڑکی گھر میں ہوتی ہے تو میں اس زمانہ میں گھر جانا ہی چھوڑ دیتا ہوں اور اگر کوئی ضروری بات کہنی سننی ہوتی ہے تو دہلیز ہی میں سے کھڑے کھڑے کہہ سن لیتا ہوں اندر نہیں جاتا۔ یہ میں اس لئے اوروں کو سنا رہا ہوں کہ سب کو اس معاملہ میں غایت درجہ احتیاط رکھنی چاہیے کیونکہ اول تو نفس کا کچھ اعتبار نہیں۔ پھر خیالات کا بھی تو پاک صاف رکھنا ضروری ہے بلکہ نابالغ نامحرم لڑکیوں سے بھی احتیاط ہی چاہیے کیونکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی نابالغ لڑکی کے سر پر ہاتھ

پھیرنے کا سبب تو شفقت ہی ہوتا ہے لیکن سر پر ہاتھ رکھنے کے تھوڑی دیر بعد نفس کی آمیزش ہونے لگتی ہے میں دیکھتا ہوں کہ لوگوں کو عموماً ایسے دقائق نفس کی طرف اعتناء بھی نہیں ہوتا اور وہ برابر شفقت ہی کے گمان میں رہتے ہیں اس کی احتیاط واجب ہے۔ اھ

اسی طرح حضرت والا نے ایک بار فرمایا کہ میں کسی امرد کو بھی اپنے پاس تنہائی میں نہیں آنے دیتا اور گو یہ بات اپنی ذات میں تو معمولی ہے لیکن جو شخص مجھ سے اعتقاد رکھتا ہو اس کے لیے یہ بہت بڑی بات ہے کہ جب یہ پیر ہو کر بھی اپنے نفس کی اتنی حفاظت کرتے ہیں تو ہمیں تو بہت ہی زیادہ حفاظت کرنی چاہیے۔ اھ

دائمی ترقی

اس سب تقریر کا حاصل یہ ہے کہ حضرت والا اب تک بھی ہر وقت اپنے نفس کی نگرانی اور دیکھ بھال ہی رکھتے ہیں۔ اور بوجہ دائمی مجاہدہ نفس دائمی ترقی فرما رہے ہیں۔ اور یہ وہ ترقی ہے جو ہر وقت ہو رہی ہے اور جس کا کسی کو عام طور سے پتہ بھی نہیں چلتا اور یہی وہ اعمال باطنہ ہیں جن کے بارہ میں حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ وہ سالک کو کہیں سے کہیں پہنچا دیتے ہیں اور دوسروں کو اس کا علم بھی نہیں ہوتا۔ ایسے شخص کو قلندر کہتے ہیں۔ اس کو عبادات نافلہ کا اتنا اہتمام نہیں ہوتا جتنا اپنے قلب کی نگہداشت کا اور اعمال قلبیہ کا۔ مثلاً جب کوئی واقعہ پیش آیا تو فوراً اس کے قلب نے اس واقعہ کے متعلق حق تعالیٰ کے ساتھ کوئی معاملہ صبر و شکر، تفویض اعبدیت وغیرہ کا کیا۔ پس وہ ایک مستقل باطنی عمل ہو گیا اور اس درجہ کا ہوا کہ وہ اس کی بدولت کہیں کا کہیں پہنچ گیا اور چونکہ حوادث بہ کثرت پیش آتے ہی رہتے ہیں اور وہ ہر وقت اپنے قلب کی نگہداشت میں رہتا ہے اس لئے وہ ہر وقت باطنی ترقی کرتا رہتا ہے اور اس شخص سے بڑھ جاتا ہے جس کو عبادات نافلہ کا تو اہتمام بہت ہے لیکن قلب کی نگہداشت کا اہتمام نہیں۔ بمصداق ارشاد حضرت مولانا رومیؒ ؎

سیر عابد ہر شبے یک روزہ راہ سیر عارف ہر دمے تا تخت شاہ اھ

نسبتِ باطنی کے بقاء کیلئے حالات کی نگرانی ضروری ہے

جامع اوراق عرض کرتا ہے کہ قطع نظر ترقی کے خود حاصل کردہ دولت باطنی کی بقاء کے

لیے بھی اسی کی ضرورت ہے کہ اپنے قلب کی ہر وقت نگہداشت رکھے جیسا کہ حضرت والا کا معمول ہے جس کی تائید حضرت شیخ اکبر قدس سرہ العزیز کے ارشاد سے بھی ہوتی ہے چنانچہ وہ اپنے رسالہ ''الامر المحکم المربوط فیما یلزم اھل طریق اللہ من الشروط'' میں شیوخ کو بھی اپنے حالات کی ہمیشہ نگرانی رکھنے کی سخت تاکید فرماتے ہیں چنانچہ اس مضمون کے سلسلہ میں کہ شیخ پر بھی واجب ہے کہ اپنے لئے کوئی وقت خلوت مع اللہ کا رکھے۔ تحریر فرماتے ہیں۔

فمتی لم ینفقد الشیخ حاله فی کل یوم بالا مرالذی حصل له به هذا تمکین کان مخدوعاً بحیث ان نسترقه العادة و یجره الطبع و یرید الخلوة ساعة فتفقد الانس و یجد الوحشة وکذالک فی توکله وادخاره فی کل حال اکتسبته النفس ممالم تفطر علیه لا نه سریع الذهاب و قدرائنا شیوخاً سقطو انسال الله لنا ولهم العافیة. قال الله تعالیٰ ان الانسان خلق هلوعاً اذامه الشرجزوعا .واذا مسه الخیر منوعا. فقدجمع فی هذه الآیة کل رذیلة فی النفس و ابان فیها ان الفضائل ملتسبة لهالیست فی جبلها فالتحفظ واجب.

جس کا ترجمہ یہ ہے۔

پس جبکہ شیخ ہر روز اپنے حالات کی نگرانی اسی طریق سے نہ کرے جس سے اس کو یہ تمکین (یعنی دوام اطاعت اور کثرت ذکر کی عادت) حاصل ہوئی تو (عجب نہیں) کہ وہ دھوکہ میں پڑ جائے اور آہستہ آہستہ طبیعت اور عادت قدیمہ اس کو اپنی طرف کھینچ لے اور پھر وہ خلوت میں بھی رہنا چاہے تو اُنس حاصل نہ ہو بلکہ خلوت سے وحشت ہونے لگے یہی حال ہے ان تمام حالات و کیفیات کا جو نفس کی طبیعت و جبلت کے موافق نہیں کہ ان حالات کے حصول پر اعتماد نہ کرنا چاہیے کیونکہ وہ بہت سریع الزوال ہوتے ہیں اور ہم نے بہت سے مشائخ کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے درجہ سے گر گئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور ان کو عافیت عطا فرمائے (امین) حق تعالیٰ نے فرمایا ہے **ان الانسان خلق هلوعا اذامه الشر جزوعا و اذامسه الخیر منوعا**۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نفس کے تمام رذائل کو جمع فرمادیا ہے اور بیان فرمادیا ہے کہ جتنے فضائل نفس کو حاصل ہیں وہ اس کے جبلی اور طبعی نہیں اس لئے ان کا تحفظ واجب ہے۔ اھ

حضرت شیخ ابومدینؒ کا ارشاد

اسی طرح طبقات کبریٰ سے حضرت شیخ ابومدین مغربی کا جو حضرت شیخ اکبرؒ کے مشائخ میں سے ہیں حضرت والا کا سنایا ہوا ایک ارشاد یاد آیا جو اس مقام کے مناسب ہے کیونکہ اس سے بھی اس مضمون کی تائید ہوتی ہے اس کو بھی حضرت والا کے انتخاب طبقات کبریٰ سے بلفظہ نقل کیا جاتا ہے۔

عن الشیخ ابی مدین المغربی کان یقول کل فقیر لا یعرف زیادة ونقصه فی کل نفس فلیس بفقیرا۔ اھ

جس کا ترجمہ یہ ہے۔

کہ جو درویش اپنی (باطنی) زیادتی اور کمی کو ہر دم نہ محسوس کرتا رہے وہ درویش نہیں۔اھ

غیبی دستگیری

الحمدللہ حضرت والا کی تو یہ کیفیت مستمرہ اور حالت دائمہ ہے جو ہمیشہ قولاً وفعلاً و حالاً ظاہر ہوتی رہتی ہے چنانچہ علاوہ واقعات مذکورہ بالا کے اس مقام پر بھی بے تکلف دو تین واقعات اور یاد آ گئے جو مختصراً عرض کئے جاتے ہیں۔

ایک بار احقر نے اپنی کوئی باطنی پریشانی عرض کی تو اس کے متعلق حضرت والا نے حسب معمول نہایت مؤثر عنوان سے فوراً میری پوری تسلی فرمادی پھر نہایت حسرت کے لہجہ میں فرمایا کہ آپ تو مجھ سے اپنا حال کہہ کر اپنی تسلی کر لیتے ہیں۔ اگر مجھ کو کوئی پریشانی لاحق ہو تو میں اپنی تسلی کس سے کروں پھر فرمایا کہ ایسے موقعوں پر الحمدللہ اللہ تعالیٰ خود ہی میری دستگیری فرماتے ہیں اور غیب سے میری عقدہ کشائی فرمادیتے ہیں۔اھ

رات دن نفس پر آرے چلانا

اسی طرح ایک بار کسی شیخ کے بارہ میں یہ سن کر اپنے مریدین سے دو دو گھنٹہ ذکر خیر کراتے ہیں لیکن وہ لوگ خلاف شرع وضع قطع وغیرہ امور میں بالکل آزاد ہیں تو فرمایا کہ گھنٹہ دو گھنٹہ بلکہ چار گھنٹہ بھی محنت کر لینا کیا مشکل ہے میرے یہاں تو وہ آوے جس کو رات دن اپنے نفس پر آرے چلانے ہوں۔اھ

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت والا کی خود بھی یہی حالت ہے کہ ہر وقت اپنے نفس کی نگرانی رکھتے ہیں اور اپنے منتسبین کو بھی اسی کی تاکید فرماتے رہتے ہیں جیسا کہ مشاہد ہے۔

ایک مریضِ حُسن کو ہدایت

چنانچہ ایک صاحب علم کو جو حسن پرستی میں مبتلا تھے اس سے اجتناب کی اس عنوان سے ممانعت فرمائی کہ چاہے جان نکل جائے لیکن نظر نہ ڈالی جائے۔ انہوں نے لکھا تھا کہ مجھ میں اس قدر حُسن پسندی ہے کہ معمولی اشیاء کو بھی نہایت قرینے اور خوش ترتیبی کے ساتھ رکھتا ہوں اسی طرح حُسن صورت کی طرف بھی بے حد کشش ہوتی ہے اور حظ حاصل ہوتا ہے اس پر زبان عربی یہ فصیح و بلیغ جواب ارقام فرمایا کہ **بعضه خير فاشكروا عليها و بعضه شر فانصبرو ا عنها اى غضو ا لبصر حيث امر الشارع بالغض ولو بتكلف شديد يحتمل ذهوق الروح فان الله تعالىٰ غيور و تشتد غيرته على النظر الى مانهىٰ الله ان ينظر اليه فالحذر الحذران يسخط المحبوب الاكبر**۔ اھ دیکھئے کہ شدت کے ساتھ ممانعت فرمائی ہے۔

نیز یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ اس طریق میں تو عمر بھر لوہے کے چنے چبانے پڑتے ہیں اور گویا جنم روگ لگ جاتا ہے۔ اھ

باطنی مجاہدات اور ان کا ثمرہ

غرض حضرت والا کے یہاں ظاہری ریاضات و مجاہدات تو بالکل نہیں ہیں لیکن باطنی مجاہدات میں ضرور مشغول رہنا پڑتا ہے مگر وہ بعد چندے نہایت لذت بخش ہونے لگتے ہیں۔ بقول احقر ؎

بڑی عشق میں ہیں بہاریں مگر ہاں گھریں خارزاروں سے پہلواڑیاں ہیں

جو گویا ترجمہ ہے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا حفت الجنۃ بالمکارہ غرض حسب ارشاد حضرت والا یہ باطنی مجاہدات اس کے مصداق ہو جاتے ہیں (ع) چند روزے جہد کن باقی بخند۔ چنانچہ ایک بار کالپی کے سفر میں ایک معزز انگریزی خواں اور بہت بڑے افسر پولیس جو احقر کے ہم سبق تھے اتفاق سے حضرت والا کے ہم سفر ہو گئے۔ احقر بھی

موجود تھا انہوں نے احقر کا حوالہ دے کر عرض کیا کہ ان کی حالت دیکھ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہوئے ہمت نہیں پڑتی۔ حضرت والا نے فوراً فرمایا کہ اس کو نہ دیکھئے۔ گھڑی کو کُنے والا تو صرف ایک مرتبہ گھڑی کو کوک دیتا ہے پھر جو کچھ اس میں تغیرات ہوتے ہیں وہ تو بے تکلف اور خود بخود ہی ہوتے رہتے ہیں کہ پہلے ایک بجا پھر دو پھر تین وغیرہ اھ۔

حضرت والا کا مطلب یہ تھا کہ اس وقت تو دشواری نظر آ رہی ہے لیکن جب قلب میں تعلق مع اللہ پیدا ہو جائے گا تو پھر کوئی دشواری نہ رہے گی۔ قلب میں خود اپنی اصلاح کا تقاضا پیدا ہوگا اور اس وقت اپنی حالت میں تغیرات ضرور یہ کرنے کو خود ہی نہایت خوشی کے ساتھ جی چاہے گا۔ یہ جو قبل از وقت دشواری نظر آ رہی ہے۔ وہ محض خیالی ہے اس کا کچھ اندیشہ نہ کیا جائے بقول احقر۔

بس چلا چل قطع راہِ عشق اگر منظور ہے — یہ نہ دیکھ اے ہم سفر نزدیک ہے یا دور ہے
اشق کو ہیں بس قبل از دیوانگی — کچھ دنوں غم سہہ لیا پھر عمر بھر مسرور رہے

بلکہ پھر تو ایسا ہو جاتا ہے کہ اگر کبھی فکر باطنی اور نگرانی نفس میں کمی محسوس ہونے لگتی ہے تو سالک اس غم کے نہ ہونے کے غم میں گھلنے لگتا ہے بمصداق ارشاد حضرت عارف رومیؒ۔

بر دل سالک ہزاراں غم بُود — گر ز باغ دل خلالے کم بُود

(سالک کے دل پر ہزاروں غم ہوتے ہیں مگر دل کی خوشی میں کمی کم ہی واقع ہوتی ہے)

غرض یہ باطنی مجاہدات جو حضرت والا کے یہاں کے سلوک میں ہیں بعد چندے دار و مدار زندگی اور غذائے روح ہو جاتے ہیں جن کے بغیر سالک کو چین ہی نہیں پڑتا اور جن کے فقدان کو وہ اپنی موت سمجھتا ہے اور فی الواقع حقیقت الامر بھی یہی ہے کیونکہ یہ یہی مجاہدات باطنیہ تو اسباب و علامات حیات قلب اور موجب ترقیات باطنہ دائمہ ہیں۔

غم گیا قلب کی حیات گئی — دل گیا ساری کائنات گئی

اگر ز کاوش مژگان او دلم خوں شد — خوشم کہ بر منم اسباب گریہ افزوں شد

(اگر اس کے ابرؤں کی حرکت سے میرا دل خوش ہو گیا ہے تو میں خوش ہوں کیونکہ میرے لئے رونے کے اسباب میں اضافہ ہو گیا ہے)

تصوف کے حصول کا آسان کر دینا

مقصود بالبیان یہ ہے کہ درحقیقت حضرت والا کے یہاں کے سلوک میں جو سرتا سر قرآن حدیث ہی سے ماخوذ ہے جیسا کہ حضرت والا کے رسائل مسائل السلوک اور التشرف اور التکشف سے ظاہر ہے۔ بفحوائے ارشاد نبویؐ الدین یسر کوئی دشواری نہیں اور ناظرین کرام نے بھی مضامین باب ہذا کے مطالعہ سے یہ اچھی طرح معلوم فرما لیا ہوگا کہ حضرت والا نے طریق کو بحمد اللہ تعالیٰ بہت ہی سہل فرما دیا ہے اور گویا شاہی سڑک بنا دیا ہے جس پر ہر خاص و عام نہایت سہولت کے ساتھ اور بے کھٹکے چل سکتا ہے کیا عالم کیا عامی کیا فارغ کیا مشغول کیا تندرست کیا بیمار کیا قوی کیا ضعیف کیا امیر کیا غریب۔ چنانچہ اس کے متعلق ایک حقیقت شناس نے خوب ہی کہا کہ حضرت والا کا سلوک تو شاہی سلوک ہے۔ واقعی یہی بات ہے کیونکہ حضرت والا نہ ریاضات کراتے ہیں۔ نہ مجاہدات نہ ترک تعلقات کراتے ہیں نہ ترک لذات و مباحات۔ بلکہ یہ تاکید فرماتے ہیں کہ خوب راحت و آرام سے رہو تاکہ اللہ تعالیٰ کی محبت قلب میں پیدا ہو اور طبیعت میں نشاط رہے جو معین عبادات ہو۔ البتہ معصیت کے پاس نہ پھٹکو اور نفس کی ہر وقت نگرانی رکھو اور ہمت سے کام لو اور بقدر تحمل و فرصت کچھ ذکر و شغل بھی کرتے رہو۔ پس انشاء اللہ تعالیٰ مقصد کا حصول یقینی ہے نہ کم کھانے کی ضرورت نہ کم سونے کی ضرورت یہ دونوں مجاہدے آج کل متروک ہیں کیونکہ طبائع میں پہلے ہی سے ضعف غالب ہے۔ البتہ کم بولنا اور کم ملنا جلنا ضروری ہے لیکن نہ اتنا کم کہ جس سے قلب میں انقباض پیدا ہو جائے اھ۔ لیجئے یہ شاہی سلوک نہیں تو کیا ہے۔

چنانچہ خود حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ درویشی کے لئے کمبل اور گدڑی کی ضرورت نہیں بلکہ اگر اللہ تعالیٰ دے تو دوشالہ اور شاہی میں بھی درویشی حاصل ہو سکتی ہے بشرطیکہ طریقہ سے حاصل کی جائے۔ اھ

طریق آسان ہے مگر ہم خود اسے مشکل بناتے ہیں

سبحان اللہ حضرت والا نے طریق کو اس قدر آسان فرما دیا ہے کہ کوئی دشواری ہی نہیں

ہی گویا بقول احقر۔

اتنا کیا ہے آپ نے آساں طریق کو　　کہہ سکتے ہیں راہ کو منزل بنا دیا

البتہ اگر بے اصول چل کر اس طریق کو خود ہی دشوار کر لیا جائے تو یہ طریق کا نقص نہیں بلکہ چلنے والوں کا بے ڈھنگا پن ہے۔ بقول احقر۔

جو آسان سمجھو تو ہے عشق آساں　　جو دشوار کر لو تو دشواریاں ہیں

اس پر خود حضرت والا کا ایک تازہ ملفوظ عرض کیا جاتا ہے۔ فرمایا کہ راستہ تو بالکل صاف اور ہموار ہے لیکن لوگ خود ہی اس کو اپنے سوء استعمال اور اوہام سے دشوار کر لیتے ہیں۔ اور خود اپنے ہاتھوں پریشانیوں میں پڑتے ہیں۔ یہاں تک کہ علماء بھی غلطیوں میں پڑے ہوئے ہیں چنانچہ ایک مولوی صاحب جو بڑے عالم فاضل اور فہیم شخص ہیں وہ بھی اس پریشانی میں مبتلا تھے کہ اب تک تہجد کے وقت بلا الارم والی جگانے والی گھڑی کے آنکھ ہی نہیں کھلتی لکھا تھا کہ افسوس ابھی تک ان خارجی چیزوں کی احتیاج باقی ہے اب تک قلب میں اتنا بھی تقاضا پیدا نہیں ہوا کہ الارم کی حاجت نہ رہے اور خود بخود تہجد کے وقت آنکھ کھل جایا کرے۔ اھ

میں نے ان کی تسلی کی کہ آخر کس کس خارجی چیز کی احتیاج سے بچو گے کیونکہ ایک الارم ہی کیا سینکڑوں خارجی چیزوں کی احتیاج ہے لباس کی احتیاج ہے مکان کی احتیاج ہے اور سینکڑوں ضروریات زندگی کی احتیاج ہے اور یہ سب خارجی چیزیں ہیں ان سب سے بچو جب اتنی ساری خارجی چیزوں کی احتیاج سے نہیں بچ سکتے تو ایک الارم کی احتیاج بھی سہی کس فکر میں پڑے جب خود اللہ میاں ہی نے ہمیں اپنی نعمتوں کا محتاج بنایا ہے تو پھر ہم ان نعمتوں سے کیوں استغناء کی تمنا کریں۔

گر طمع خواہد زمن سلطان دیں　　خاک بر فرق قناعت بعد ازیں

(اگر دین کا مالک مجھ سے یہی چاہتا ہے تو اس کے بعد میری قناعت کے سر پر خاک ہو)

اگر بغیر الارم کے آنکھ نہیں کھلتی تو اس کا افسوس ہی کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے الارم گھڑی دے ہی رکھی ہے اس سے کام لینا چاہیے مقصود تو جاگ اٹھنا ہے چاہے الارم سے ہو چاہے بلا الارم کے جب مقصود حاصل ہے تو پھر اس کا کیا غم کہ بلا الارم کے آنکھ کیوں نہیں کھلتی۔ اھ

اللہ تعالیٰ کا خاص کرم

حضرت والا نے اس واقعہ کو نقل فرما کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے صحیح صحیح باتیں ذہن میں ڈال دی ہیں جن کی وجہ سے لوگ ظلمت سے نکل کر نور میں تو پہنچ گئے ہیں اور راستہ بالکل صاف نظر آنے لگا ہے جیسے بجلی والے بجلی جلا دیں تو ظلمت دفع ہو کر راستہ صاف نظر آنے لگتا ہے۔ اس کے بعد اللہ میاں نے آنکھیں دی ہیں پاؤں دیئے ہیں ان سے کام لیا جائے تو بے کھٹکے راستہ قطع کر کے جہاں جانا ہے وہاں بسہولت پہنچ سکتا ہے۔ اب اگر کوئی پاؤں ہی نہ اٹھائے یا الٹے سیدھے قدم رکھتا ہوا اور ٹھوکریں کھاتا ہوا چلے یا آنکھیں بند کر کے چلے تو بجلی والوں کا کیا قصور۔ اللہ تعالیٰ نے جو قرآن شریف کی تعریف میں فرمایا ہے هذا بصائر من ربكم هدى ورحمة۔ اس کے متعلق میرے ذہن میں یہی نکتہ آیا تھا کہ بصائر تو گویا آنکھیں ہیں اور ہدیٰ راستہ اور رحمۃ منزل۔ اھ

ایک بار نہایت قوت اور وثوق کے ساتھ فرمایا کہ چاہے مجھے عمل کی توفیق نہ ہو لیکن اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ طریق میں تو کوئی کسی قسم کا ذرہ برابر بھی شک وشبہ نہیں رہا۔ اھ

غرض بعون اللہ تعالیٰ حضرت والا نے طریق کو بالکل ہی واضح اور آسان فرما دیا ہے اگر کوئی اصول سے چلے تو انشاء اللہ تعالیٰ منزل مقصود تک نہایت آسان کے ساتھ رسائی ہو سکتی ہے۔

بعض خاص خاص اصول مہمہ استفاضہ از حضرت والا

اس مقام پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سہولت استحضار کے لیے چند بہت ہی خاص خاص اصول جن کا پیش نظر رکھنا انشاء اللہ تعالیٰ حضرت والا سے فیض حاصل کرنے میں بہت معین ہوگا مختصراً بطور خلاصہ باب ہذا ہدیۂ ناظرین کر دیئے جائیں اور تفصیل بقدر ضرورت مضامین باب ہذا سے معلوم ہو ہی چکی ہے۔ انہیں یہ اصول بھی مستنبط ہیں۔

ا: سب سے پہلے کتب اصلاح کا مطالعہ

سب سے پہلے طالب کو حضرت والا کا رسالہ قصد السبیل ایک بار یا دو بار بغور ملاحظہ کرنا چاہیے۔ اس سے اجمالاً طریق کی حقیقت واضح ہو جائے گی اور مقصود معلوم ہو جائے

گا اور اگر خود سمجھ میں نہ آئے تو کسی دوسرے فہیم آدمی سے سمجھ لیا جائے۔ اور اگر حضرت والا سے رجوع کرنے کے قبل حضرت والا کی دیگر تصانیف بھی دیکھ لی جائیں بالخصوص تعلیم الدین، اصلاح الرسوم، بہشتی زیور اور مطبوعہ مواعظ جتنے بھی میسر آ سکیں تو طریق کی بقدر حاجت تفصیل بھی معلوم ہو جائے اور اپنی اصلاح کے متعلق حضرت والا سے خط و کتابت کرنے میں بہت سہولت ہو جائے۔ ورنہ اکثر طالبین بوجہ ناواقفیت مبادی طریق بے اصول باتیں لکھتے ہیں جن پر حضرت والا کو بار بار استفسارات کرنے پڑتے ہیں اور تحصیل مقصود میں تاخیر ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ بعض کو حضرت والا نے آخر میں یہ تحریر فرما دیا کہ اول میرے سو وعظ دیکھو اس کے بعد لکھو جو لکھنا ہو۔

۲: اصل مقصود پر نظر رکھیں

ابتداء بیعت کی درخواست نہ کریں نہ بیعت کو ضروری سمجھیں کیونکہ اصل مقصود تعلیم طریق حاصل کرنا ہے لہٰذا پہلے اسی کی خود درخواست کریں جب باہم پوری مناسبت ہو جائے اس وقت بیعت کی درخواست کا بھی مضائقہ نہیں۔ لیکن اگر حضرت والا یہ فرما دیں کہ ابھی مناسبت پیدا نہیں ہوئی تو بے چوں و چراں مان لیں کیونکہ قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید۔ اور ہرگز بیعت پر اصرار نہ کریں بلکہ تحصیل مناسبت کی سعی میں پہلے سے زیادہ توجہ کے ساتھ مشغول ہو جائیں کیونکہ یہ معلوم ہو ہی چکا ہے کہ جب تک حضرت والا کو طلب صادق کا پورا اطمینان نہیں ہو جاتا اور باہم پوری مناسبت کا احساس نہیں ہو جاتا حضرت والا بیعت نہیں فرماتے اور اسی وقت لطف بھی بیعت کا ہے اور اس سے پہلے بیعت کچھ مفید بھی تو نہیں بلکہ بعض وجوہ سے مضر ہے۔

حضرت والا کے اس اصول پر بعض نادان مدعیان مشیخت نے یہ اعتراض کیا کہ یہ تو فن سلوک کے اس مسلم مسئلہ کے خلاف ہے کہ شیخ کو اشاعت طریق کا حریص ہونا چاہیے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ اشاعت طریق بیعت سے نہیں ہوتی ہے بلکہ تعلیم سے ہوتی ہے اور تعلیم طریق سے مجھے کب انکار ہے بلکہ میں تو کہہ سکتا ہوں کہ تعلیم طریق الحمدللہ میرے یہاں اتنی ہوتی ہے کہ اتنی کہیں بھی نہ ہوتی ہوگی کیونکہ میرے یہاں اس کے سوا اور کوئی چرچا ہی نہیں۔ اھ

جامع اوراق عرض کرتا ہے کہ واقعی اشاعت طریق کے تو حضرت والا اس قدر حریص ہیں

کہ اتنا شاید ہی کوئی دوسرا ہو۔ بارہا فرمایا کہ میں جو کچھ طریق کی حقیقت سمجھے ہوئے ہوں بس جی چاہتا ہے کہ ساری دنیا کو سمجھا دوں اور جب لوگ نہیں سمجھتے تو سخت الجھن ہوتی ہے کہ کس طرح ان کے دل میں دل ڈالدوں اور یہ بھی لوگوں سے میرے الجھنے کی ایک وجہ ہے۔ اھ

واقعی دیکھنے والے ہمیشہ دیکھتے ہیں کہ جب کوئی صحیح مخاطب آ جاتا ہے تو حضرت والا نہایت جوش وخروش کے ساتھ حقائق ومعارف کی گرما گرم تقریریں دیر دیر تک اپنی مجلس شریف میں فرماتے رہتے ہیں اور افادات کے دریا بہا دیتے ہیں۔

۳: فیض حاصل کرنے کا بہترین طریقہ

حضرت والا سے استفاضہ کی بہترین صورت یہ ہے کہ پہلے اجازت لے کر کچھ عرصہ تک خاموشی کے ساتھ حضرت والا کی مجلس شریف میں بیٹھے رہیں اور ارشادات کو نہایت توجہ سے سنتے رہیں اور واقعات کو بغور دیکھتے رہیں تاکہ طریق سے اور حضرت والا سے مناسبت پیدا ہو جائے اور اصلاح کرانے کا طریقہ معلوم ہو جائے پھر اپنے مستقر پر پہنچ کر ایک ایک عیب لکھتے رہیں اور اپنی اصلاح کراتے رہیں۔ لیکن جب تک ایک عیب کی اصلاح میں رسوخ نہ ہو جائے دوسرا عیب نہ پیش کریں اور اسی دوران میں بعد چندے خواہ ذکر و شغل بھی پوچھ لیں لیکن بدوں سلسلہ اصلاح نفس کے شروع کئے صرف ذکر و شغل کے متعلق کوئی درخواست نہ کریں کیونکہ حضرت والا محض ذکر و شغل کی تعلیم کو حصول مقصود کے لیے ہرگز کافی نہیں سمجھتے۔ اور ذکر و شغل کی درخواست کے ساتھ یہ بھی برابر اطلاع کرتے رہیں کہ اصلاح کے متعلق بھی خط و کتابت جاری کر رکھی ہے کیونکہ بدوں اطلاع اتنے طالبین کے حالات کا یاد رکھنا بہت مشکل ہے۔

۴: اصلاح کے اصول پر کاربند رہیں

اپنے نفس کی ہر وقت نگرانی رکھیں اور عیوب نفس کی اصلاح کے لیے حضرت والا کے زریں اصول یعنی استحضار و ہمت سے برابر کام لیتے رہیں اور گو شروع میں قدرے تعب ہو لیکن تکرار مخالفت نفس سے پھر انشاء اللہ سہولت ہونے لگے گی۔

چنانچہ حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ تکرار عمل ہی سے عمل میں سہولت بھی ہونے لگتی ہے لیکن سہولت کے منتظر نہ رہیں عمل بہر حال کرتے رہیں چاہے عمر بھر بھی سہولت نہ ہو۔ اھ

نیز حضرت والا کا ہمت کے متعلق یہ ارشاد بھی پیش نظر رکھیں کہ وہ ہمت ہی نہیں جس کے بعد کامیابی نہ ہو وہ تو ہمت کی محض نیت ہے کیونکہ اختیاری کوتاہیوں سے بچنے کے لیے اگر پوری ہمت سے کام لیا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ کامیابی نہ ہو۔اھ

حضرت والا اکثر یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ کم ہمتی سے کوئی کوتاہی ہی ہو جائے تو فوراً توبہ کر کے پھر ہمت سے کام لینے لگیں اور مایوس نہ ہوں نہ اس غم میں پڑیں کہ کوتاہی کیوں ہوگئی۔کوتاہی کا تدارک بھی عمل ہی سے ہو جائے گا۔اس موقع پر حضرت والا کے مکتوب تسہیل الطریق کے مضمون کا اعادہ بہت کارآمد ہوگا کیونکہ اس میں طریق کا مکمل دستورالعمل مذکور ہے وہ مضمون یہ ہے کہ غیر اختیاری کی فکر میں نہ پڑیں۔اختیاری میں ہمت سے کام لیں۔اگر کوتاہی ہو جائے ماضی کا استغفار سے تدارک کر کے مستقبل میں پھر تجدید ہمت سے کام لینے لگیں اور استعمال ہمت کے ساتھ دعا کو بھی التزام رکھیں اور بہت لجاجت کے ساتھ۔اھ

۵: ذکر کی مقدار مناسب رکھیں

جب ذکر و شغل کی اجازت حاصل کر لی جائے تو ذکر کی مقدار بقدر تحمل و فرصت مقرر کریں جو نہ اتنی کم ہو کہ کچھ مشقت ہی نہ ہو نہ اتنی زیادہ ہو کر نبھ نہ سکے حتی الامکان اپنے معمولات ناغہ نہ ہونے دیں ناغہ سے بڑی بے برکتی ہو جاتی ہے۔ چلتے پھرتے اور فارغ اوقات میں بھی کوئی ذکر اپنا معمول رکھیں۔

حضرت والا نے ایک بار احقر سے فرمایا کہ اپنا اصل کام ذکر کو سمجھیں جب ضرورت ہو بول لیں اور پھر مشغول ہو جائیں جیسے درزی کپڑا سیتا رہتا ہے اور ضرورت میں بول بھی لیتا ہے لیکن اس کی اصل توجہ کپڑا سینے ہی کی طرف رہتی ہے۔

قلت کلام کی ایک یہ تدبیر بھی حضرت والا نے احقر کو بتائی تھی کہ ابتداءً بکلام نہ کریں الا بضرورت اگر دوسرا کوئی بات پوچھے تو بقدر ضرورت جواب دے کر پھر ذکر میں مشغول ہو جائیں۔اسی طرح بلا ضرورت کسی کے پاس نہ جائیں۔اھ۔حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ بلا ضرورت لوگوں سے میل جول نہ بڑھائیں اگر ذکر و خلوت سے جی اکتا جائے تو بال بچوں میں یا ہم مشرب احباب میں کچھ دیر دل بہلا لیں۔ جب نشاط پیدا ہو جائے پھر اپنے کام میں لگ جائیں۔اھ۔ حضرت والا مباحات کے انہماک اور بالکلیہ ترک دونوں کو باعتبار نتائج کے مضر بتلاتے ہیں۔

۶: نیت خالص رکھیں

اورا۔دواذ کار نماز وتلاوت وغیرہ جو نیک عمل کرے اس نیت سے کرے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت قلب میں پیدا ہواور اس کی رضا حاصل ہو۔خالی الذہن ہو کر محض بطور عادت کے نہ کرے اور جو کیفیت حضور حق کی اس عمل سے پیدا ہو اس کو بعد فراغ بھی محفوظ رکھنے کا برابر خیال رکھے۔دھن اور دھیان کی اس طریق میں سخت ضرورت ہے۔

اندریں رہ می تراش ومی خراش　　　　تادم آخر دمے فارغ مباش۔اھ

۷: قلب کو تشویش سے بچائیں

جمیع مشوشات قلب سے اپنے آپ کو بچائے رکھے۔جس میں صحت کی حفاظت بھی داخل ہے کیونکہ جمعیت قلب اس طریق میں مدار نفع ہے۔

۸: خودرائی وخود بینی سے پرہیز

حضرت والا اس طریق میں خودرائی اور خود بینی کو سب سے بڑا مانع سمجھتے ہیں اور اس شعر کو اکثر فرمایا کرتے ہیں۔

فکر خود ورائے خود در عالم رندی نیست　　　　کفر است دریں مذہب خود بینی وخودرائی

(رِندی میں اپنی فکر اور اپنی رائے نہیں ہوتی اس مذہب میں خود بینی اور خودرائی کفر ہے)

اور فرمایا کرتے ہیں کہ کوئی اپنی رائے اور تجویز کو فنا کرکے تو دیکھے پھر اللہ تعالیٰ وہ دولتیں عطا فرماتے ہیں جو اس کے وہم وگمان میں بھی نہیں آسکتیں۔اسی میں اتباع شیخ بھی داخل ہے جس کی سخت ضرورت ہے۔اپنی رائے سے کچھ نہ کرے اور علاوہ ادب طریق کے شیخ کے اتباع میں ہر قسم کی سہولت اور راحت اور بے فکری بھی تو ہے لہٰذا بہت جلد جلد اپنے حالات کی اطلاع اور شیخ کی تجویزات کی اتباع کا سلسلہ جاری رکھے۔اور شیخ جس امر کے متعلق جو تجویز کرے اس کو بے چون وچرا مان لے اور اسی کے مطابق کامل اعتماد کے ساتھ عمل میں مشغول رہے خواہ کتنا ہی نفس کو ناگوار ہو حضرت حافظؒ فرماتے ہیں۔

سعی ناکردہ دریں راہ بجائے نرسی　　　　مزد اگر می طلبی طاعت استاد ببر

(اس راہ میں کوشش کے بغیر تو کسی مقام کو نہ پہنچ سکے گا،اگر کامیابی چاہتا ہے تو استاد کی اطاعت کر)

بس اصل چیز کام میں مشغول رہنا ہے ثمرات جو اس کے مناسب استعداد ہوں گے وہ خود ہی مرتب ہوتے رہیں گے۔ حضرت والا اس کے متعلق حضرت حافظؒ کے یہ اشعار اکثر فرمایا کرتے ہیں۔

تو بندگی چو گدایاں بشرط مزد مکن　　　　که خواجه خود روش بنده پروری داند

(تو مزدوری کی شرط پر غلامی نہ کر کیونکہ آقا خود ہی غلاموں کی پرورش کی خوب جانتا ہے)

درطریقت ہرچہ پیش سالک آید خیر اوست　　　　برصراط مستقیم ایدل کسے گمراہ نیست

فنا کے متعلق حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ فنا اس طریق کا اول قدم ہے جیسا کہ ایک معنی کر آخر قدم بھی ہے۔ اگر کسی کو یہ حاصل نہیں تو سمجھ لو کہ اس کو اس طریق کی ہوا بھی نہیں لگی۔ اھ

احقر عرض کرتا ہے کہ حضرت والا کے یہاں اس صفت کے پیدا کرنے کا سب سے زیادہ اہتمام ہے۔ اگر اس اہتمام کی کامل موافقت کی جائے اور گو نفس کو طبعاً کتنا ہی ناگوار ہو لیکن عقلاً گوارا کر لیا جائے تو فنا کی دولت جو بڑے بڑے سخت مجاہدات سے سالہا سال میں بھی بمشکل حاصل ہوتی ہے حضرت والا کے طریق اصلاح سے بفضلہٖ تعالیٰ بہت جلد حاصل ہو جاتی ہے۔

۹: حقوق العباد کی نگہداشت رکھیں

حضرت والا کے یہاں حقوق العباد کی نگہداشت کی سخت تاکید ہے۔ بالخصوص وہ حقوق جن میں کوتاہی کرنے سے کسی کو اذیت ہو۔ لہٰذا اس کا بہت ہی خصوصیت کے ساتھ اہتمام رکھیں کہ اپنے کسی قول یا کسی فعل سے کسی کو کسی قسم کی ایذا نہ پہنچے۔

۱۰: اصلاحِ عیوب کا طریقِ عمل

اس اخیر نمبر میں اس طریق عمل کا ذکر کیا جاتا ہے جو ہر طالب اصلاح کو اپنے عیوب کی اصلاح کرانے کے لیے اختیار کرنا چاہیے۔ وہ حسب ارشاد حضرت والا یہ ہے کہ ایک کاغذ پر اپنی سب برائیاں لکھ لیں اور جو جو یاد آتی رہیں اس میں لکھتے رہیں اور ان کا علاج بھی استحضار اور استعمال اختیار و ہمت سے کرتے رہیں اور علاج سے جو بالکل زائل ہو جاویں ان کا نام کاٹ دیں اور جو رہ جائیں پوری یا ادھوری ان کو لکھا رہنے دیں پھر جب حضرت والا کی خدمت میں اپنی اصلاح کے متعلق خط لکھنے بیٹھیں تو ان برائیوں میں سے جو اپنے نزدیک سب سے زیادہ اہم ہو پہلے اس کو لکھیں اور اگر تعیین میں تشویش ہو تو قرعہ ڈال لیں جس عیب کا نام نکل آوے

وہی لکھ دیں اور اگر اس کا کچھ علاج کیا ہو اس کی بھی اطلاع کر دیں۔ ایک عیب سے زیادہ ایک بار میں نہ لکھیں اور اس عیب کی چند مثالیں بھی لکھیں اور جب تک اس عیب کے علاج میں رسوخ نہ ہو جائے برابر اسی کے متعلق خطوط بھیجتے رہیں اور جب رسوخ ہو جائے اور حضرت والا بھی اس رسوخ کی تصدیق فرمادیں اور دوسرا عیب پیش کرنے کی اجازت عطا فرمادیں اس وقت دوسرا عیب پیش کریں بس اسی طرح اپنے سارے عیوب کی اصلاح کرائیں۔

حصول مقصود کیلئے ایک آسان دعا

اب ان نمبروں کو ایک دعاء ماثور پر ختم کرتا ہوں جو حسن اتفاق سے مناجات مقبول پڑھتے وقت نظر سے گزری تو اسی وقت بے ساختہ یہ ذہن میں آیا کہ اس میں تو حضرت والا کے سلوک مسنون کا گویا خلاصہ اور حقیقی تصوف کے سارے مقامات عالیہ کے حصول کی دعاء موجود ہے۔ جس سے حضرت والا کی تعلیمات واحوال کے مطابق کتاب وسنت ہونے کی بھی تصدیق ہوتی ہے۔ اگر طالبین اس دعاء کو بسہولت استحضار نیز حصول برکت وتوفیق عمل کے لیے کبھی کبھی پڑھ لیا کریں تو انشاء اللہ تعالیٰ تسہیل طریق اور حصول مقصود میں بہت اعانت ہو وہ دعاء ماثور یہ ہے۔

اللّٰھم انی اسئلک توفیق اھل الھدیٰ و اعمال اھل الیقین و مناصحة۔
یا اللہ میں مانگتا ہوں تجھ سے توفیق اہل ہدایت کی سی اور عمل اہل یقین کے سے اور اخلاص **اھل التوبة و عزم اھل الصبر و جد اھل الخشیة وہ طلب اھل الرغبة و** عرفان اہل توبہ کا سا اور ہمت اہل صبر کی سی اور کوشش اہل خوف کی سی اور طلب اہل شوق کی سی اور معرفت **اھل العلم حتیٰ الفاک** اہل علم کی سی یہاں تک کہ ملوں میں تجھ سے۔

حضرت والا کے طریق سلوک کی حقیقت

بس اب احقر باب ہذا ارشاد و افاضہ باطنی کو حضرت والا کے ایک ایسے ارشاد پر ختم کرتا ہے جس میں حضرت والا نے خود اپنے سلوک کی حقیقت نہایت واضح اور لطیف عنوان سے بیان فرمائی ہے اور جس کو شاید میں کسی موقع پر نقل بھی کر چکا ہوں۔

کسی سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہاں تو ملا ناپن ہے ہم نہیں جانتے کہ درویشی کیا چیز ہے۔ طالب علم میں صاحب علم بھی نہیں بس قرآن وحدیث پر عمل کرنا بتاتے ہیں پھر اسی میں جو کچھ کسی

کو ملنا ہوتا ہے مل جاتا ہے اور ایسا ملتا ہے کہ مالا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علے قلب بشر من امثالنا. یعنی جو ہم جیسوں میں سے نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا نہ کسی کے قلب میں اس کا خطرہ تک گزرا مگر ظاہر میں کچھ نہیں نہ ہو حق ہے نہ حال قال ہے نہ وجد و کیف ہے نہ کشف و کرامت ہے۔ پھیکا پھا کا طرز ہے جیسے سمندر کی مچھلی کہ خود اس کے اندر نمک ہوتا ہے۔ اوپر سے نمک ڈالنے کی ضرورت نہیں ہوتی لیکن اس کے اندر کا نمک پکنے کے بعد کھلتا ہے پس یہاں بھی اوپر کا نمک نہیں ہے مگر اندر ہے جو پکنے کے بعد کھلتا ہے۔ اھ

جامع اوراق عرض کرتا ہے کہ سبحان اللہ حقیقی اور مسنون تصوف تو یہی ہے جو حضرت والا کے یہاں ہے لیکن اس کے ثمرات مذکورہ کا ظہور جبھی ہوتا ہے جب طریق کے موافق رجوع کیا جائے اور باقاعدہ کام کیا جائے کیونکہ اس طریق میں حسب ارشاد حضرت والا کام ہی سے کامیابی ہوتی ہے۔

کارکن کار بگذر از گفتار اندریں راہ کار باید کار

(کام کر کام باتوں کو چھوڑ، اس راہ میں تو کام چاہیے کام)

قدم باید اندر طریقت نہ دم کہ اصلے ندارد دمِ بے قدم

(طریقت میں عمل چاہیے نہ کہ دعویٰ، کیونکہ عمل کے بغیر دعویٰ کی کوئی حقیقت نہیں ہے)

اس لئے حضرت والا نے ملفوظ بالا میں سمندر کی مچھلی کی تمثیل میں یہ قید لگائی ہے کہ پکنے کے بعد اس کا نمک کھلتا ہے لہٰذا پکانا شرط ہے۔ اور اسی میں طالبین عموماً کوتاہی کرتے ہیں یا تو کام نہیں کرتے یا بے ڈھنگے پن سے کام کرتے ہیں۔ اگر حضرت والا کے ارشاد فرمودہ اصول کے مطابق کام کریں تو وہ خود ثمرات و برکات ارشاد فرمودہ کا کھلی آنکھوں مشاہدہ کرلیں۔ جیسا کہ بفضلہ تعالیٰ صدہا نے کرلیا ہے اور جس کو محرومی ہوتی ہے اپنے ہی بے ڈھنگے پن سے ہوتی ہے۔ حسب ارشاد حضرت عارف شیرازیؒ

ہر چہ ہست از قامت ناساز بے اندام ماست ورنہ تشریف تو بر بالائے کس کوتاہ نشست

اصل تقریر حسب ارشاد حضرت عارف شیرازیؒ یہ ہے کہ

سعی ناکردہ دریں راہ بجائے نہ رسی مزد اگر می طلبی طاعت استاد پیر

(تو اس راہ میں کوشش کے بغیر کسی مقام تک نہ پہنچے گا، اگر تو کامیابی چاہتا ہے تو استاد کی اطاعت پر)

اور حضرت والا نے جو اپنے ارشاد بالا میں یہ فرمایا کہ ایسا ملتا ہے کہ ہم جیسوں میں سے نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا' نہ کسی کے قلب میں اس کا خطرہ تک گذرا اس کا سبب ایک حقیقت شناس اہل علم کے قول کا حوالہ دے کر حضرت والا یہ فرمایا کرتے ہیں کہ حضرت حاجی صاحبؒ کے سلسلہ میں جو اس قدر جلد وصول الی اللہ ہو جاتا ہے حالانکہ نہ یہاں کچھ زیادہ ریاضات ہیں نہ مجاہدات تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سلسلہ میں وصول بطریق جذب ہوتا ہے۔ بطریق سلوک نہیں ہوتا اور یہ جذب برکت ہے اتباع سنت کی کیونکہ اتباع سنت کا ثمرہ بوجہ تشبیہ بالمحبوب کے محبوبیت عنداللہ ہے اور محبوبیت کے لیے جذب لازم ہے۔ اھ

ربنا اتمم لنا نورنا واغفرلنا انک علٰے کل شئ قدیر۔

شکر نعمت

لاکھ شکر کے باب تمام ہوا

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ محض اس کے فضل و کرم اور حضرت صاحب سوانح کی توجہات و دعوات کی برکت سے اشرف السوانح کا یہ اہم ترین باب ارشاد و افاضہ باطنی بھی ختم ہوا جس کے لکھنے کے لیے احقر کو بوجہ عدم اہلیت قلم اٹھانے کی بھی ہمت نہ ہوتی تھی۔

روز ہجران وشب فرقت یار آخر شد   زدم ایں فال وگذشت اختر وکار آخر شد

(محبوب کی جدائی و دوری کے دن رات ختم ہو گئے، میں نے یہ فال نکالی، عید گذری اور کام تمام ہو گیا)

صبح امید کہ بُد معتکف پردۂ غیب   گو بروں آئے کہ کار شب تار آخر شد

(اُمید کی صبح جو غیب کے پردہ کے پیچھے اعتکاف کیے ہوئے ہے اسے کہہ کہ باہر آئے تاکہ اندھیری رات ختم ہو)

شکر ایزد کہ باقبال کلہ گوشۂ گل   نخوت بادی و شوکت خار آخر شد

(اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ پھول کی کلی کے بلند ہونے سے جنگل کی نخوت اور کانٹے کی جوانی ختم ہوئی)

آں پریشانی شبہائے دراز وغم دل   ہمہ در سایۂ گیسوئے نگار آخر شد

(وہ لمبی راتوں کی پریشانی اور دل کا غم، سب چیزیں محبوب کی زلفوں کے سایہ میں آ کر ختم ہو گئیں)

ساقیا عمر دراز وقد، حت پرمۓ باد   کہ بسعی تو تمام اندوہ خمار آخر شد

(اے ساقی! لمبی عمر اور شراب سے بھرا ہوا جام ہونا چاہیے تاکہ تیری کوشش سے غم و مستی ختم ہو)

گرچہ آشفتگی کار من از زلف تو بود
حل ایں عقدہ ہم از روئے نگار آ شد

(اگرچہ میرے معاملہ کی پریشانی تیری زلف کی وجہ سے تھی، یہ الجھن بھی محبوب کے حسین چہرہ سے حل ہوئی)

در شمارا رچہ نیا ورد کسے حافظ را
شکر کان محنت بیحد و شمار آخر شد

(اگرچہ حافظ کو کوئی شمار میں نہیں لاتا، شکر ہے کہ وہ بے شمار و بے انتہا محنت ختم ہوئی)

جہاں تک ہوسکا اس نااہل و ناکارہ نے اپنی بساط کے موافق اس امر کی بے حد کوشش کی کہ اس باب میں حضرت والا کا مجموعی طریق ارشاد و افاضہ پوری طرح قلمبند ہو جائے اور بعون اللہ تعالیٰ و بحمدہ حضرت والا کے ارشاد فرمودہ صدہا مسائل ضروریہ اور تحقیقات نادرہ معرض تحریر میں بھی آ گئے

ع زبان لاکھ چلائی مگر بیان نہ ہوا

لیکن جب میں حضرت والا کے طریق ارشاد افاضہ کی اصل جلالت شان کو اپنے ذہن میں مستحضر کرتا ہوں تو واللہ اپنی یہ نقل اس کے ظاہر کرنے کے لیے بالکل ہی ناکافی نظر آتی ہے اور رہ رہ کر یہ حسرت ہوتی ہے کہ افسوس کچھ بھی نہیں لکھا گیا کیونکہ بقول غالب ؎

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے میرے ارماں لیکن پھر بھی کم نکلے

اور بقول احقر ؎

عیاں نہ ہونا تھا یہ حال دل عیاں نہ ہوا
زبان لاکھ چلائی مگر بیاں نہ ہوا

لیکن اگر احقر اس معیار کے مطابق جو احقر کے ذہن میں ہے حضرت والا کی شان ارشاد و افاضہ کو بیان کرنے پر قادر بھی ہو جاتا تب بھی جو اصل شان ہے وہ پھر بھی مخفی کی مخفی ہی رہتی۔ کیونکہ حضرت والا کی کما حقہ معرفت اس نااہل کو تو کیا ہوتی کسی کو بھی نہیں ہوئی نہ میرے نزدیک ہوسکتی ہے کیونکہ اس پایہ کے حضرات کہیں صدیوں میں ایک دو ہوتے ہیں لہٰذا بقول ایک حقیقت شناس کے اس کی تمنا ہی فضول ہے کہ حضرت والا کا کوئی ایسا فیض یافتہ ہو جس میں حضرت والا کی ساری صفات موجود ہوں۔ ایسا جامع صفات تو کوئی نہ ہوگا بس یہی ہوگا کہ کسی میں حضرت والا کی کوئی صفت ہوگی کسی میں کوئی۔ اھ۔ واقعی بالکل سچ کہا۔

حضرتِ والا کی کماحقہٗ معرفت کسی کو نہیں ہوئی

حضرت والا کی کما حقہ معرفت کسی کو نہ ہونے پر خود حضرت والا ہی کا ایک تحریر ارشاد یاد

آیا۔ حضرت والا کے خواہرزادہ اور مجاز خاص جناب مولانا مولوی ظفر احمد صاحب مدت فیوضہم نے بر بناء خصوصیت تعلق اپنے ایک عریضہ میں نہایت اشتیاق کے ساتھ اور کسی حدیث شریف کا حوالہ دے کر حضرت والا سے یہ پوچھا کہ اپنے خدام یعنی منتسبین میں سب سے زیادہ محبوب آپ کو کون ہے اور یہ بھی وعدہ کیا کہ اگر اس راز کو پوشیدہ رکھنے کے لئے حکم ہوگا تو عمر بھر کسی پر ظاہر نہ کروں گا۔ اس پر حضرت والا نے بے تکلف تحریر فرمایا کہ میں کبھی بتلانے میں پس وپیش نہ کرتا اگر کوئی اس کا مصداق ہوتا برخوردار من سچ بات یہ ہے کہ اب تک ۔

ہر کسے از ظن خود شد یار من　　　و ز درون من نجست اسرار من

(ہر کوئی اپنے خیال میں میرا دوست ہے اور حالت یہ ہے کہ کسی نے میرے اندر کے اسرار نہ پائے)

پوری مناسبت کسی کو نہیں ہوئی اور اجنبیت کا مدار وہی ہے ممکن ہے اس کا منشاء میری ہی کمی ہو چونکہ حضرت والا کو بوجہ کسی کی ادنیٰ بھی دل شکنی گوارا نہیں اس لئے اپنے اس جواب کی اشاعت کی ممانعت فرمادی۔ لیکن جناب مولانا ظفر احمد صاحب نے مکرر بذریعہ عریضہ عرض کیا کہ یہ جواب تربیت السالک میں نقل ہو جانا سالکین کے لیے زیادہ نافع معلوم ہوتا ہے شاید کسی اللہ کے بندہ کو حضرت سے پوری مناسبت پیدا کرنے کا شوق پیدا ہو جائے۔ اھ

اور یہ بھی لکھا کہ میری جو حالت اس جواب کو دیکھ کر ہوئی واللہ میں کیا عرض کروں سچ فرمایا۔ ۔

ہر کسے از ظن خود شد یار من　　　و ز درون من نجست اسرار من

(ہر کوئی اپنے خیال میں میرا دوست ہے اور حالت یہ ہے کہ کسی نے میرے اندر کے اسرار نہ پائے)

واللہ مجھے حضرت والا کے اسرار معلوم ہو جانے کی بہت طلب ہے اور یہی اس سوال کا منشاء ہے۔ اگر اس نالائق کے ضبط وتحمل سے زیادہ اسرار نہ ہوں تو خدا کرے مجھ کو معلوم ہو جائیں۔ اھ

اس کا حضرت والا نے یہ جواب تحریر فرمایا۔

عزیزم۔ بہتر ہے نقل کرا دیا جائے۔ مجھ کو صرف یہ خیال مانع ہوا تھا کہ احباب کی دل شکنی نہ ہو۔ باقی جب اس سے اہم مصلحت نقل میں ہے موافقت کرتا ہوں۔ برخوردار من میرے اسرار ہی کیا ہوتے مولانا کا قول تو میں نے تبرکاً نقل کر دیا ہے۔ مراد میری یہ ہے کہ میرے مذاق سے پوری مناسبت کسی نے پیدا نہیں کی سو عزیز من یہ بات میرے کرنے کی نہیں خود اہل محبت کا

فعل ہے۔ تتبع، استحضار اور اتباع اس کا طریق ہے واللہ الموفق۔ اور اس مناسبت کے بعد خود بخود مجھ کو اظہار اسرار کا جوش ہوگا اگر کچھ اسرار ہوں گے یا نئے پیدا ہو جائیں۔ اھ

غرض جب کسی کو حضرت والا کے اسرار کا کما حقہ علم ہی نہ ہو سکا تو کوئی لاکھ بیان کرے حضرت والا کی اصل شان بیان ہو ہی نہیں سکتی۔

ہے عقل وفہم سے بالا مقام حضرتِ والا　　کوئی جانے تو کیا جانے کوئی سمجھے تو کیا سمجھے

فہمِ سلیم والوں کے لئے نشانِ منزل

لہٰذا باوجود احقر کی کوشش بلیغ اور اس باب کے اتنے طویل ہو جانے کے بھی حضرت والا کی اصل شان ارشاد وافاضہ ظاہر نہ ہونی تھی نہ ہوئی۔ غرض احقر پر تو حضرت حافظ علیہ الرحمہ کا یہ شعر حرف بحرف صادق آ رہا ہے۔

گداخت جاں کہ شود کار دل تمام ونشد　　بسوختیم دریں آرزوئے خام ونشد

(جان اس لئے پگھلائی کہ دل کا مقصد پورا ہو اور وہ نہ ہوا، ہم نے اپنے آپ کو اسی آرزو میں خود کو جلا دیا اور وہ پوری نہ ہوئی)

اور حضرت والا پر احقر کا یہ شعر

وہ راز ہوں جو عیاں ہو کے بھی عیاں نہ ہوا　　وہ نکتہ ہوں جو بیان ہو کے بھی بیاں نہ ہوا

اور دونوں کی مجموعی حالت پر حضرت سعدی علیہ الرحمتہ کا یہ شعر۔

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی راسخن بایاں　　بمیر د تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی

(نہ اس کے حسن کی انتہاء ہے نہ سعدی کی بات کی کوئی حد ہے، استسقا کی بیماری والا پیاسا مر جاتا ہے اور دریا اسی طرح باقی رہتا ہے)

تاہم یہ مجموعہ انشاء اللہ تعالیٰ ناظرین کرام کے سامنے حضرت والا کے طریق ارشاد وافاضہ کا اجمالی خاکہ تو ضرور ہی پیش کر دے گا جس سے صاحبان فہم سلیم اور حضرات اہل ذوق انشاء اللہ تعالیٰ حضرت والا کی اصل شان ارشاد وافاضہ کا بھی فی الجملہ اندازہ لگا سکیں گے۔

جسے منزل سمجھ رکھا تھا وہ اِک خوابِ منزل تھا

حضرت والا کا اس زمانہ میں قطب ارشاد اور مرکز رشد وہدایت ہونا اللہ تعالیٰ نے اس طرح بھی ظاہر فرما دیا ہے کہ اس زمانہ میں چونکہ کوئی اس نمایاں شان کا محقق شیخ نظر نہیں آتا ہر طالب صادق کی

نظر حضرت والا ہی کی طرف جاتی ہے چنانچہ اکثر طالبین کے خطوط اسی مضمون کے آتے ہیں کہ سوائے حضور کے اور کوئی محقق شیخ ہی نظر نہیں آتا اس لئے اور کسی پر طبیعت ہی نہیں جمتی۔

غرض حقیقت یہ ہے کہ حضرت والا نے بعون اللہ تعالیٰ تمام ضروری حقائق طریق کو روز روشن کی طرح واضح فرما کر خلق پر حجت تمام فرما دی ہے اور مدت سے خواص وعوام نے جو غلط فہمی سے تصوف کا غلط تخیل اپنے ذہنوں میں جما رکھا تھا اور غیر مقاصد کو مقاصد سمجھ رکھا تھا اس کو دور کر کے اصلی اور حقیقی تصوف کو روز روشن کی طرح جلوہ گر فرما دیا ہے۔ **فجزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء و متعنا اللہ بہ بطول البقاء**

خدا مجذوب کو رکھے سلامت اس نے چونکایا　　　جسے منزل سمجھ رکھا تھا وہ اک خواب منزل تھا

اس مقطع کو کہتے وقت احقر کا روئے سخن فی الواقع حضرت والا ہی کی طرف تھا اور مجذوب سب سے مراد حضرت والا ہی تھے۔ اللہ تعالیٰ حضرت والا کو بایں فیوض و برکات روز افزوں مدت مدید تک امت مرحومہ پر بعافیت تمام سایہ گستر رکھے اور سب کو فیضیاب ہونے کی توفیق بخشے آمین ثم آمین۔

مسرت بر مسرت

الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ اس باب کے ختم ہوتے ہی اشرف السوانح حصہ اول جو زیر طبع ہے اس کے پانچ جزو جواب تک طبع ہو چکے ہیں آج ہی بطور نمونہ حاصل ہوئے اس حسن اقتران سے مسرت بر مسرت ہوئی اور بحمد للہ مجذوب دیوانہ یعنی احقر افقر جامع اوراق ہذا اس شعر کا پورا پورا مصداق ہو گیا۔

زیکسو بوئے گل وز یکطرف پیغام یار آمد　　　من آں دیوانہ ام کز ہر دو سوئے من بہار آمد

(ایک طرف سے پھول کی خوشبو اور دوسری جانب سے محبوب کا پیغام آیا ہے، میں وہ دیوانہ ہوں کہ جس کے دونوں جانب سے بہار آئی ہے)

ہدیۂ دل

اب اس ارشاد و افاضہ باطنی کے سب سے آخر میں یہ احقر افقر حضرت صاحب ارشادات و افاضات دامت برکاتہم کی جناب فیض مآب میں عارف شیرازی رحمۃ اللہ علیہ

کے یہ دعائیہ اشعار پیش کر کے ۔

الا اے طوطئ گویائے اسرار مبادا خالیت شکر زمنقار

(سن اے، راز بتانے والے طوطے! تیری چونچ شکر سے خالی نہ ہو)

مسرت سبز و دلت خوش باد جاوید کہ خوش نقشے نمودی از خطِ یار

(تیرا سر سبز رہے اور تیرا بخت ہمیشہ رہے کہ تو محبوب کے خط کا اچھا نقشہ ظاہر کیا ہے)

تیمناً وتبرکاً حضرت عارف رومیؒ کی مثنوی شریف کے خاتمہ مصنفہ صاحبزادہ عارف ممدوحؒ یعنی حضرت مولانا المحقق بہاء الدینؒ کے ان اشعار پر حضرت والا کے کلام فیض التیام کے بالکل شایان شان ہیں اس باب کو فی الحال بند کئے دیتا ہے ۔

شکر کاین نامہ بہ عنوانے رسید کم نشد نقد و بہ اخوانے رسید

(شکر ہے کہ یہ خط کسی پتہ پر پہنچ گیا، رقم کم نہ ہوئی اور بھائیوں تک پہنچ گیا)

نرد بانِ آسمانست ایں کلام ہرکہ ازایں بررود آید ببام

(یہ کلام آسمان کو بلند کرنے والا ہے، جو اس پر سے گذر کر آئے وہ عروج پر پہنچ جاتا ہے)

نے ببام چرخ کاں اخضر بود بل ببامے کز فلک برتر بود

(آسمان کی چوٹی پر نہیں جو کہ سبز ہے بلکہ وہ بلندی جو کہ آسمان سے بھی بلند ہے)

الحمدللہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات

کتبہ احقر الزمن عزیز الحسن عفا عنہ اللہ ذوالمنن وحفظہ عن جمیع الفتن ماظہر منہا وما بطن لاحدیٰ و عشرین من ذی القعدۃ (۱۳۵۴ھ) یوم السبت حال اقامتہ بالخانقاہ الامدادیۃ الاشرفیۃ بتھانہ بھون.

پندرہواں باب

''خلفائے مجازین''

حسب معمول مشائخ حضرت والا اپنے بعض خاص خاص مسترشدین کو بعد تحقق اوصاف ضروریہ جن کا ذکر آگے نمبر۳ میں آتا ہے اپنی طرف سے مجاز بیعت وتلقین طریق بھی فرما دیتے ہیں تاکہ سلسلہ فیض جاری رہے۔ حضرت والا کے موجودہ خلفائے مجازین کے اسمائے گرامی فہرست خلفائے مجازین میں جو سوانح ہذا کے (حصہ سوئم کے آخر میں منسلک ہے مذکور ہیں وہاں وہاں ملاحظہ فرمائے جائیں۔)

حضرت والا نے بحیثیت ایک مجدد اور حکیم الامت ہونے کے اس امر میں بھی مثل دیگر امور دینیہ کے حسب ضرورت زمانہ بعض خاص اصلاحیں فرمائی ہیں۔اھ

ا: خلفاء کے نام پتہ کا باقاعدہ اندراج رکھنا

جن صاحبوں کو اپنا خلیفہ مجاز بنایا جاتا ہے ان کا پورا نام اور پتہ وقتاً فوقتاً اپنے پاس بطور یادداشت کے تحریر فرماتے رہتے ہیں پھر ان کو تنبیہات وصیت کے تتمات میں جو وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہتے ہیں۔ شائع فرما دیا جاتا ہے تاکہ کوئی غیر مجاز اپنے کو اجازت یافتہ نہ قرار دے سکے اور لوگوں کو دھوکا نہ دیا جاسکے۔ چنانچہ بعض نے دھوکا دیا تو لوگوں نے ان کے بارہ میں حضرت والا سے دریافت کیا۔ چونکہ حضرت والا کے پاس سب کے نام موجود تھے ہی۔ حضرت والا نے جزماً تحریراً فرما دیا کہ وہ شخص جھوٹا ہے۔ ورنہ اس مدعی اجازت کی تکذیب کی کوئی صورت ہی نہیں۔ حضرت والا اس اشاعت اسمائے مجازین کی بھی مصلحت بیان فرمایا کرتے ہیں اور فرمایا کرتے ہیں کہ پہلے زمانہ میں نہ اتنے جھوٹے ہوتے تھے نہ ایسے امور میں جھوٹ بولنے کی کسی کو جرأت ہوتی تھی اس لئے اس وقت اتنی احتیاط کی ضرورت نہ تھی۔ اب ضرورت ہے جس کی تصدیق واقعات سے بھی ہوتی ہے۔ نیز اس اشاعت میں یہ بھی مصلحت ہے کہ طالبین کو حضرات اہل اجازت کا علم ہو جائے اور وہ ان سے نفع حاصل کر سکیں۔

۲: مجازین کی فہرست کی اشاعت

خلفائے مجازین میں سے جن بعض کے حالات نہیں معلوم ہوتے یا مشتبہ حالات سننے میں آتے ہیں حضرت والا احتیاطاً ان کے نام فہرست سے خارج فرما دیتے ہیں لیکن ان کو اہانت سے بچانے کے لیےان کے نام نہیں شائع فرماتے بلکہ اخراج کی صرف یہ صورت اختیار فرمائی جاتی ہے کہ آئندہ جوفہرست مجازین شائع ہوتی ہے اس میں ان کے نام نہیں دکھلائے جاتے بس صرف انہی کے نام دکھلائے جاتے ہیں جن کی اجازت باقی رکھی جاتی ہے۔

یہ تو اختیاراً خارج فرمانے کی صورت کا طریق عمل ہوا۔اور جن مجازین کی وفات ہوجاتی ہےان کواضطراراً خارج فرمانا پڑتا ہے ایسے اضطراری اخراج کے متعلق یہ صورت اختیار فرمائی جاتی ہے کہ جن جن کی وفات کاعلم ہوتا رہتا ہےان کے نام یادداشت میں تحریر فرماتے رہتے ہیں اور وقتاً فوقتاً تتمات تنبیہات وصیت میں ان مرحومین کے اسماء گرامی شائع فرماتے رہتے ہیں اوران کی تعداد کو نیز ایسوں کی تعداد کو بھی جن کو بلا اظہار نام جیسا کہ اوپر لکھا گیا اختیاراً خارج فرمادیا ہومجازین کی مجموعی تعداد میں سے منہا فرما کر یہ تحریر فرما دیتے ہیں کہ اب تک کل تعداد اتنی تھی جس میں سے اتنی تعداد مستثنیٰ کرنے کے بعد اب اتنے باقی رہے۔اھ

پھر نئے مجازین کا نمبر شمار اسی بقیہ تعداد کے بعد سے شروع فرماتے ہیں تا کہ مجازین موجودین کی باقی تعداد ہمیشہ بسہولت معلوم ہوتی رہے۔اب اختیاراً خارج فرمانے کی صورت کا ایک نمونہ ضمیمہ ثالثہ تتمہ سابعہ تنبیہات وصیت بابت ۱۳۳۹ھ کے مضمون اول سے نقل کیا جاتا ہے تحریر فرماتے ہیں کہ بعض کے حالات ہی نہیں معلوم ہوتے جس پر احقر نے تتمہ سابعہ کی اطلاع نمبر۲ میں تنبیہ بھی کی ہے اور بعض کے حالات مشتبہ سننے میں آتے ہیں اس لئے احتیاطاً انتخاب کے بعد مجازین کی ایک مستقل فہرست تجویز کرتا ہوں ان کے سوا اوروں کو فی الحال مجاز نہ سمجھا جائے البتہ اگر کسی کا حال قابل اطمینان ثابت ہوگا اس کا نام ازسرنو درج کیا جائے گا۔اھ

دیکھئے حضرت والا نے اس اعلان میں خارج شدہ اصحاب کے نام نہیں ظاہر فرمائے تا کہ ان کی دلشکنی اور اہانت نہ ہو بلکہ صرف ان اصحاب کے نام تحریر فرما دیئے جو باقی رکھے گئے مزید برآں یہ رعایت فرمائی کہ مجاز نہ سمجھنے کے متعلقہ یہ تنبیہ بھی بڑھادی کہ بقیہ اوروں کو مجاز نہ سمجھنا ان کی صلاحیت کی نفی نہیں۔ میرے علم صلاحیت کی نفی ہے یعنی ان کے قابل

اجازت ہونے کی مجھ کو تحقیق نہیں۔ اھ

البتہ حضرت والا نے اس کلیہ مذکورہ کے خلاف ایک نہایت قوی مقتضی کے سبب ایک صاحب کو بذریعہ خط فسخ اجازت اور فسخ بیعت کی اطلاع دے کر اس خط کی نقل تتمہ تنبیہات وصیت میں بھی شائع فرمادی۔ اس کے ساتھ ہی بخیال غایت تحفظ حدود یہ اطلاع عام بھی بڑھادی کہ مقصود اس سے صرف ان لوگوں کو اطلاع دینا ہے جو محض میری بیعت و اجازت کی بناء پر ان سے رجوع کرتے اور جن کے رجوع کی یہ بنا نہ ہو وہ میرے مخاطب نہیں ہر شخص کو اپنے دین کا اختیار ہے۔ اھ

غرض حضرت والا کے یہاں ہر شے اپنی حد پر ہے۔ کسی بات میں نہ افراط ہے نہ تفریط۔ اور یہی صفت اعتدال نہایت دشوار اور کمیاب ہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ

(یہ سعادت بازو کی طاقت سے نہیں ملتی جب تک عطا کرنے والا خدا عطا نہ کرے)

۳: مجازین کے بارے میں لوگوں کو افراط و تفریط سے بچانا

حضرت والا نے اپنے خلفائے مجازین کی فہرست کے متعلق لوگوں کو افراط و تفریط سے بچانے کے لیے تتمہ سابعہ تنبیہات وصیت کے ضمیمہ عاشرہ کے مضمون اول میں جو النور بابتہ ماہ ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ میں طبع ہوا ہے ایک نہایت مفید تحقیق بھی شائع فرمادی ہے جس میں اس فہرست کے اندر کسی کو داخل کرنے یا اس سے خارج کرنے کی حقیت اور بناء کو ظاہر فرمادیا ہے تاکہ نہ تو داخل شدہ اصحاب کے متعلق حسن ظن میں غلو رہے نہ خارج شدہ اصحاب کی طرف سے سوء ظن پیدا ہو۔

اول اس تحقیق کو بلفظہ نقل کیا جاتا ہے۔ پھر بقدر ضرورت اس کی شرح بھی کردی جائے گی۔ تاکہ سمجھنے میں قدرے سہولت ہو جائے کیونکہ وہ باوجود مقصود پر من کل الوجوہ حاوی ہونے کے نہایت مختصر ہے گویا حضرت والا نے کوزہ کے اندر دریا بھر دیا ہے اور اگر وہ باوجود شرح کے بھی سمجھ میں نہ آئے تو پھر اس کو کسی عالم متبحر سے بالمشافہ سمجھ لیا جائے۔ وہ تحقیق یہ ہے۔

انسداد سوءِ ظن و غلو در حُسن ظن

اس فہرست اجازت سے کسی کو اختیاراً خارج کرنے کی بناء پر انقطاع خبر کے سبب انتفاء علم اہلیت ہے نہ کہ انتفاء و اہلیت اور کسی کو داخل کرنے کی بناء ظن غالب ان اوصاف کے درجہ ضروریہ کا وقوع یعنی رسوخ تقویٰ و صلاح و مناسبت حالیہ طریق و اہلیت اصلاح

اوراوصاف مذکورہ کے درجہ کاملہ کی توقع ہے جیسے علوم درسیہ کی سند کی بناء اسی کی نظیر ہے۔اھ
اب اس عبارت کی شرح عرض کرتا ہوں۔اس عبارت کے تین جزو ہیں۔

جزواول یہ عبارت

''اس فہرست اجازت سے کسی کو اختیاراً خارج کرنے کی بناء انقطاع خبر کے سبب انتفاء علم اہلیت ہے نہ کہ علم انتفاء اہلیت۔اھ''

اس جزو میں حضرت والا یہ فرماتے ہیں کہ میں جو فہرست مجازین میں سے بعض کو اختیاراً خارج کردیتا ہوں (جس کی تفصیل مع اضطراراً خارج کرنے کی تفصیل کے ابھی نمبر۲ میں گزرچکی ہے) اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ایک معتد بہ مدت تک ان کے متعلق کوئی خبر نہیں ملتی یا مشتبہ خبر ملتی ہے (جو خبر نہ ملنے ہی کے حکم میں ہے کیونکہ اجازت کے معاملہ میں تو اسی خبر کا اعتبار ہے جو قابل اطمینان ہو اور مشتبہ خبر تو گویا خبر ہی نہیں) اور حالات نہ معلوم ہونے کی وجہ سے یا مشتبہ حالات سننے کی وجہ سے ان کی حالت کے متعلق اطمینان باقی نہیں رہتا تو وجہ اخراج کی یہ ہوتی ہے کہ اب ان کے اہل ہونے کا علم باقی نہیں رہا یہ وجہ نہیں ہوتی کہ ان کے نااہل ہونے کا علم ہوگیا۔
اس جزو میں حضرت والا نے خارج شدہ اصحاب کے متعلق سوءظن پیدا ہونے کا پوری طرح انسداد فرمادیا جس کو سرخی میں اس لفظ سے تعبیر دیا گیا ہے''انسداد سوءظن''

جزودوم یہ عبارت

اور کسی کو داخل کرنے کی بناء بظن غالب ان اوصاف کے درجہ ضروریہ کا وقوع یعنی رسوخ تقویٰ اصلاح ومناسبت حالیہ طریق واہلیت اصلاح اور اوصاف مذکور کے درجہ کاملہ کی توقع ہے۔اھ
اس جزو میں حضرت والا ان اوصاف کو ظاہر فرماتے ہیں جن کی بناء پر اجازت دی جاتی ہے اور وہ چند اوصاف ہیں۔
وصف اول یہ ہے کہ وہ متقی ہو اور وصف دوم یہ ہے کہ وہ خود اپنی اصلاح کئے ہوئے ہو۔ اور وصف سوم یہ ہے کہ اس کو طریق سے مناسبت پیدا ہوچکی ہو لیکن محض علمی مناسبت نہیں بلکہ حالی۔اور وصف چہارم یہ ہے کہ اس میں دوسروں کی بھی اصلاح کرنے کی اہلیت پیدا ہوگئی ہو اور وصف پنجم یہ ہے کہ اوصاف مذکور میں اس کو بقدر ضرورت رسوخ بھی حاصل ہوگیا ہو اور وصف ششم یہ ہے کہ اس سے یہ توقع بھی ہو کہ گو فی الحال اس کو اوصاف مذکورہ میں رسوخ کا

صرف درجہ ضرور یہ حاصل ہے لیکن وہ آئندہ ترقی کرکے اس رسوخ کا درجہ کاملہ بھی حاصل کرلے گا۔ تو یہ سب چھ اوصاف ہوئے لیکن حضرت والا نے بظن غالب کی قید بڑھا کر یہ حقیقت بھی واضح فرمادی کہ ان سب اوصاف کے تحقق کا صرف ظن غالب ہوتا ہے یقین نہیں ہوتا نہ ہوسکتا ہے۔ اس جزو میں حضرت والا نے اجازت یافتگان کے متعلق حسن ظن میں غلو کرنے کا بھی پوری طرح انسداد فرمادیا جس کو سرخی میں اس لفظ سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ ''انسداد غلو در حُسن ظن'' نیز بظن غالب کی قید سے ان سب شبہات کا بھی بالکلیہ انسداد فرمادیا جو ان اجازت یافتگان میں سے کسی کو فی الحال درجہ کمال حاصل نہ ہونے یا عیاذاً باللہ کسی کی حالت آئندہ تغیر ہوجانے پر اجازت دینے والے کی طرف سے پیدا ہوسکتے تھے۔

جزو سوم یہ عبارت

''جیسے علوم درسیہ کی سند کی بناء اسی کی نظیر ہے''۔ اھ

اس جزو میں حضرت والا نے ایک نظیر بیان فرما کر جزو دوم کی توضیح فرمائی ہے اور وہ ایسی واضح نظیر ہے کہ علمائے ظاہر کے نزدیک بھی مسلم اور بلانکیر ان کی معمول یہ ہے۔

چنانچہ فرماتے ہیں کہ اس اجازت کی نظیر بالکل ایسی ہے جیسے علوم درسیہ میں جو سند فراغ دی جاتی ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ ابھی اسی وقت اس کو ان علوم میں کمال کا درجہ حاصل ہوگیا ہے۔ بلکہ محض اس ظن غالب پر سند دے دیجاتی ہے کہ اس کو ان علوم سے ایسی مناسبت پیدا ہوگئی ہے کہ اگر وہ برابر درس و مطالعہ میں مشغول رہا تو قوی امید ہے کہ رفتہ رفتہ اس کو کمال کا درجہ بھی حاصل ہوجائے گا۔ پھر اگر وہ اپنی غفلت اور ناقدردانی سے خود ہی اپنی اس مناسبت اور استعداد کو ضائع کرے تو اس کا الزام سند دینے والوں پر ہرگز نہیں بلکہ خود اسی پر ہے۔

اسی طرح جو کسی کو اجازت دی جاتی ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ فی الحال ہی اس کو ان اوصاف میں کمال کا درجہ حاصل ہوگیا ہے بلکہ محض اس ظن غالب پر اجازت دی جاتی ہے کہ اس کو فی الحال تو ان اوصاف کا درجہ ضرور حاصل ہوگیا ہے اور اگر وہ برابر ان کی تکمیل کی فکر اور کوشش میں رہا تو قوی امید ہے کہ رفتہ رفتہ اس کو آئندہ ان اوصاف میں کمال کا درجہ بھی حاصل ہوجائے گا۔ بس اب احقر بعون اللہ تعالیٰ حضرت والا کے مضمون منقول بالا کی شرح سے فارغ ہوا۔ ناظرین کرام نے اس سے بخوبی اندازہ فرمالیا ہوگا کہ حضرت والا

نے کتنے کثیر اور کیسے بے نظیر مضامین عالیہ کہ کتنی مختصر اور مطلب خیز عبارت میں جس کو ایک گنجینہ معانی کہنا زیبا ہے ادا فرما دیا ہے۔ سبحان اللہ کیا فصاحت و بلاغت ہے اور کیا لطافت و وجازت۔ کیا حقیقت نگاری ہے اور کیا انشا پردازی۔

۴: مجازین تلقین بواسطۂ صحبت

حضرت والا کی خصوصیات میں سے ایک یہ امر بھی ہے کہ حال ہی میں حضرت والا نے علاوہ مجازین بیعت و تلقین کے بعض اصحاب کو مجازین تلقین بواسطہ صحبت بھی بنایا ہے ایسے مجازین کے متعلق حضرت والا کا جو مضمون تنبیہات وصیت کے تتمہ سابعہ کے ضمیمہ حادیہ عشر مطبوعہ النور بابتہ ماہ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ میں شائع ہوا ہے اس کا ضروری جزو یہاں نقل کیا جاتا ہے۔ وہو ہذا

(الحاق و مضمون اول متعلق مجازین) تقریباً دو ماہ ہوئے کہ ایک روز قلب پر بے ساختہ وارد ہوا کہ بعض ایسے احباب کو (جو تلقین کی کافی صلاحیت رکھتے ہیں گو اجتماع شرائط بیعت میں بعض خاص حالات کا انتظار ہے) تلقین بلا بیعت کی اجازت دے دوں چنانچہ ذیل کے اصحاب کو اس کی اجازت دی گئی اور ایسے حضرات کا لقب مجاز صحبت تجویز کیا گیا بمعنی مجاز بالصحبۃ یعنی جن کو صرف بواسطہ صحبت کے نفع پہنچانے کی اجازت دی گئی اور تمائز کے لیے جماعت سابقہ کا لقب مجاز بیعت بمعنی مجاز بالبیعت قرار دیا گیا۔ اگر ان مجازین صحبت میں حالات منتظرہ رونما ہو گئے (جن کی تعیین اور فیصلہ میں صرف میں متفرد ہوں خود اہل معاملہ کو اس کا منتظر رہنا منافی اخلاص ہے) اس حالت میں ان کو مجازین بیعت میں داخل کر کے شائع کر دیا جائے گا۔ اب مجازین صحبت کی فہرست مستقلاً نقل کرتا ہوں آئندہ بھی دونوں کا سلسلہ متمائز رہے گا۔ اھ۔ (اس کے بعد فہرست مجازین صحبت ہے۔۱۲)

سبحان اللہ اس میں بھی کیسی کیسی دقیق مصلحتوں کی رعایت ہے مجازین کی مصلحتوں کی بھی اور ان سے نفع اٹھانے والوں کی مصلحتوں کی بھی کہ مثلاً جب ان مجازین میں تعلیم و تلقین کی کافی صلاحیت پیدا ہو گئی ہے تو ان سے لوگوں کو کیوں نہ فائدہ اٹھانے دیا جائے اور حالات خاصہ کے انتظار میں لوگوں کو ان کے اتنے فیض سے بھی کیوں محروم رکھا جائے جتنا وہ اپنی حالت موجودہ میں پہنچانے کے اہل ہیں۔ لیکن ساتھ ہی مجازین کو بھی اپنی اصلاح اور

31

تکمیل کی طرف سے بے فکر نہیں کیا گیا بلکہ ان کو اس امر کی اطلاع فرما دی کہ ابھی ان کے اندر بعض حالات خاصہ پیدا ہونے کا انتظار ہے تا کہ وہ محض اس اجازت ہی پر اپنے کو مستغنی عن التکمیل نہ سمجھ لیں بلکہ پہلے سے بھی زیادہ اپنی تکمیل کی فکر اور کوشش میں مشغول ہو جائیں چنانچہ احقر نے ایسے متعدد اصحاب اجازت کو اپنی تکمیل اور اصلاح کے متعلق پہلے سے کہیں زیادہ سرگرم اور فکر مند پایا۔ نیز حضرت والا نے خود فرمایا کہ الحمدللہ میرا یہ خیال کہ اس قسم کی اجازت دے دینا خود اجازت یافتگان کے لیے بھی بہت نافع ہوگا بالکل صحیح نکلا کیونکہ ان میں سے شاید ہی کوئی ایسا ہو جس پر اس اطلاع کے ملتے ہی گریہ طاری نہ ہو گیا ہو اور اپنی ناکارگی پیش نظر ہو کر خود اپنی فکر اصلاح نہ دامنگیر ہوگئی ہو جیسا کہ ان کے اطلاع یابی کے بعد کے خطوط سے معلوم ہو۔ اھ۔ اس پر حضرت والا کا ایک ملفوظ یاد آیا۔ ایک بار فرمایا کہ بعض درجہ اصلاح کا موقوف ہی اس پر ہوتا ہے کہ اجازت دے دی جائے۔ اھ

حضرت والا نے اپنے مضمون متعلق مجازین صحبت میں جو اوپر نقل کیا گیا ایک یہ لطیف رعایت بھی فرمائی ہے کہ حالات خاصہ منتظرہ کی تعیین کو اور ان کے رونما ہو جانے کے فیصلہ کو خود اپنے ہی تک محدود اور تنہا اپنے ہی متعلق اور اپنی ہی رائے پر رکھا ہے۔ اس میں اہل معاملہ کا کوئی دخل نہیں رکھا۔ اس میں یہ مصلحت ہے کہ ان کو اپنی ہر قسم کی اصلاح کی فکر رہے۔ ورنہ تعیین کی صورت میں وہ بس ان حالات خاصہ ہی کے حصول کی کوشش کر لیتے دیگر توجہ طلب امور کی طرف سے ان کو ایک گونہ بے پروائی سی ہو جاتی۔ نیز جب اپنے نزدیک وہ حالات رونما ہو جاتے تو ان کو اس کا انتظار رہتا کہ بس اب اجازت بیعت بھی ہو جائے گی اور یہ اخلاص کے بالکل منافی تھا۔ اس سبب سے حضرت والا کا یہ مقصود ہے کہ لوگوں کو ان سے نفع بھی پہنچنا شروع ہو جائے اور خود ان کو بھی اپنی کمی کا بلا تعیین علم ہو کر اپنی ہر قسم کی اصلاح اور تکمیل کی فکر دامنگیر ہو جائے اور بہمہ وجوہ اپنی اس تکمیل واصلاح کی کوشش میں مشغول رہیں اور اس کوشش میں ان کی نیت بھی درست رہے کہ اس سے مقصود تکمیل حالت ہو نہ کہ تحصیل اجازت

حضرت والا نے اس قسم کے مجازین صحبت میں سے بعض کو بعد میں مجاز بیعت بھی بنا دیا کیونکہ ان کے لیے جن بعض حالات خاصہ کا حضرت والا کو انتظار تھا وہ بعد کو رونما ہو گئے اور اس طرح مجموعہ شرائط اجازت بیعت کا اجتماع ہو گیا۔

۵:اجازت مرحمت فرمانے کا طریقہ

جن اصحاب کو حضرت والا مجاز بناتے ہیں ان کو اس امر کی اطلاع ان کے کسی خط میں تحریر فرما دیتے ہیں اور یہ بھی تحریر فرما دیتے ہیں کہ اس کی اطلاع اپنے خاص خاص احباب سے بھی کر دی جائے اس سے یہ مقصود ہوتا ہے کہ اوروں کو بھی اطلاع ہو جائے تا کہ لوگ نفع اٹھا سکیں۔ اکثر اس عنوان سے اجازت عطا فرماتے ہیں ''کہ بیساختہ یہ قلب میں آیا کہ آپ کو بیعت وتلقین کی اجازت دے دی جائے لہٰذا توکلاً علی اللہ آپ کو اجازت دیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نفع کو عام اور تام فرمائے اگر کوئی رجوع کرے تو انکار نہ کریں۔''اھ

۶:اطمینان وشرح صدر کے بعد اجازت فرمانا

حضرت والا کیفما اتفق طور پر کسی کو مجاز نہیں بناتے بلکہ جب کسی کے متعلق قرائن حالیہ سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے تو پھر اس کے حالات کا خاص طور سے بغور تتبع فرمانے لگتے ہیں بلکہ اس تتبع حالات کے لیے بعض کا نام بھی پہلے سے بطور یادداشت کے لکھ کر اپنے پاس رکھ لیتے ہیں اور جب اس کی اہلیت کے متعلق اپنا ظاہری اطمینان بھی اور باطنی شرح صدر بھی ہو جاتا ہے اس وقت اجازت عطا فرما دیتے ہیں۔

اجازت کیلئے ترکیبیں کرنے والوں کی ناکامی

بعضوں نے ترکیبیں کر کر کے اجازت حاصل کرنی چاہی لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکے چنانچہ ایک صاحب نے لکھا کہ اس نواح میں یہ دستور ہے کہ مرنے کے وقت توبہ کراتے ہیں اس کے لئے لوگ مجھ سے اصرار کرتے ہیں اگر اجازت ہو تو توبہ کرا دیا کروں۔ حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ صرف زبان سے توبہ کرا دیا کرو ہاتھ میں ہاتھ نہ لیا جائے توبہ ویسے بھی ہو سکتی ہے۔اھ

پھر زبانی فرمایا کہ اس سے ان کی جو غرض تھی وہ حاصل نہ ہوئی کیونکہ عوام تو ہاتھ میں ہاتھ لینے ہی کو بیعت سمجھتے ہیں اگر کوئی زبانی توبہ کراوے تو اس کو بیعت ہی نہیں سمجھتے۔ میں نے اس لئے ممانعت کر دی کہ پھر وہ پیر سمجھے جانے لگتے اور اس خاص موقع کے علاوہ وہ رفتہ رفتہ عام طور سے بھی مرید کرنے لگتے۔اھ

اسی طرح احقر کو ایک ثقہ راوی سے معلوم ہوا کہ بعضوں نے حضرت والا کی خدمت میں تربیت السالک سے دوسرے طالبین کے ایسے حالات نقل کر کے بھیجے جن پر ان کو مجاز بنایا گیا تھا اور ان حالات کو ازراہ فریب اپنے حالات ظاہر کر کے اس کے متوقع تھے کہ جواب میں ان کے پاس بھی اجازت نامہ آئے گا لیکن حسب ارشاد حضرت والا اگر کوئی ایسا شخص جو دراصل شراب نہ پئے ہوئے ہو جھوم جھوم کر جھوٹ موٹ اپنا نشہ ظاہر کرنے لگے تو جو شرابی ہوگا وہ اس کو دیکھتے ہی تاڑ لے گا کہ یہ بن رہا ہے اس کو نشہ نہیں ہے جھوٹا ہے مکار ہے کیونکہ نشہ کے جھومنے میں تو کیفیت ہی کچھ اور ہوتی ہے جو بغیر شراب پئے پیدا ہو ہی نہیں سکتی۔ چنانچہ وہ بھی اپنی اس فاسد غرض میں کامیاب نہ ہو سکے۔

ایک طالب کے خط کا جواب

اسی طرح تربیت السالک میں ایک طالب کا جو عرصہ سے مقیم خانقاہ تھے ایک خط ہے جس میں انہوں نے التکشف سے حضرت والا کی مختلف عبارتیں مع حوالہ صفحات نقل کی ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ قبل تکمیل پیر سے بلاضرورت شدیدہ علیحدگی نہ چاہیے۔ البتہ جب اس کو بلا واسطہ فیض ہونے لگے اور مرید کو مقام تمکین حاصل ہو جائے جو بمنزلہ دانت نکلنے کے ہے اس وقت ترک صحبت کا مضائقہ نہیں۔ مگر یہ اس شخص کے لئے ہے جس کو تعلیم کی حاجت نہ رہی ہو صرف تقویت نسبت میں مشغول ہو ورنہ بدوں قرب جسمانی کام نہیں چلتا الخ۔

ان عبارتوں کو نقل کر کے انہوں نے عرض کیا کہ احقر کو مکان سے آئے آج پانچ سال ہوئے۔ مکان سے والد صاحب اور دادا صاحب نے بہت تقاضا لکھ کر بھیجا ہے کہ جلد آؤ۔ یہ سب عبارتیں دیکھ کر بہت متفکر ہوں کہ میں کیا کروں حضور والا کوئی مشورہ دیں۔ اھ

اس پر حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ میرے رسالہ کی عبارتیں نقل کرنا ناشی عن امراض النفس ہے کہ شاید میں جواب میں کہہ دوں کہ اب حاجت قرب جسمانی کی نہیں۔

اور اس کو ایک گونہ کمال کی شہادت قرار دی جائے کیا یہ اصول میرے پیش نظر نہیں اپنی حالت لکھ کر مجھ سے مشورہ لینا کافی تھا۔ وھذا من ادق مکائد النفس۔ اھ

سبحان اللہ حضرت والا نے نفس کا کیسا رقیق کید معلوم فرما لیا۔ ایسے ہی حضرات کو تو جواسیس القلوب کہا جاتا ہے۔

ایک اہل علم کو جواب

اسی طرح ایک اہل علم نے ایک طویل خط میں بمقابلہ بدعتی پیروں کے اس کی ضرورت ظاہر کی کہ اپنے بزرگوں سے خود بیعت کی اجازت لے لی جائے اور زیادہ ہمت کے کام نہ ہوسکیں تو کم از کم لوگوں کو بدعات سے روکتے رہیں بدعتی پیروں کے مقابلہ میں کامیابی ہو جائے اور حضرت والا نے ان کو یہ جواب ارقام فرمایا کہ آپ کا نفس بڑا عقلمند ہے اور میں گو عقلمند نہیں مگر عقلمندوں کو پہچانتا ہوں۔ **العاقل تكفيه الاشارة** اھ۔

غرض حضرت والا بہت دیکھ بھال کر اور سوچ سمجھ کر مجاز بناتے ہیں۔

۷: اجازت کی اصل تعلیم اور اتباع ہے

حضرت والا نے یہاں اجازت بیعت و تلقین کے لئے اس کی بھی حاجت نہیں کہ وہ خود پہلے بیعت ہو چکا ہو چنانچہ کسی موقع پر ایک صاحب کا یہ واقعہ عرض بھی کیا جا چکا ہے کہ ان کو حضرت والا نے جیسا کہ اکثر معمول ہے ابتداء میں بیعت نہیں فرمایا لیکن وہ خانقاہ میں مقیم رہ کر حضرت والا سے برابر تعلیم طریق حاصل کرتے رہے پھر جب کچھ عرصہ کے بعد وہ واپس جانے لگے تو چونکہ وہ حضرت والا کے نزدیک مجاز بنا دیئے جانے کے قابل ہو گئے تھے۔ حضرت والا نے ان کو بیعت لینے کی اجازت عطا فرمائی اس وقت انہوں نے عرض کیا کہ ابھی تو حضرت والا نے خود مجھی کو بیعت نہیں فرمایا۔ اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ گو بیعت کی ضرورت تو اب بھی نہیں کیونکہ حقیقت اور غایت بیعت کی حاصل ہے لیکن اگر جی چاہتا ہے تو خیر کوئی مضائقہ بھی نہیں بلکہ امید برکت ہے چنانچہ حضرت والا نے ان کو مجاز بیعت تو پہلے بنایا اور بیعت بعد کو کیا۔

حضرت والا اس واقعہ کو نقل فرما کر یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ میں تو عملاً یہ دکھا دینا چاہتا ہوں کہ نفع بیعت پر موقوف نہیں بلکہ تعلیم اور اس کے اتباع پر موقوف ہے اصل چیز یہی ہے۔ اھ

۸: قابل اجازت غیر اہل علم

امر اجازت میں حضرت والا کی یہ بھی ایک خاص خصوصیت ہے کہ جو غیر اہل علم قابل

اجازت ہوتے ہیں ان کو صرف عوام کے لیے اجازت عطا فرمائی جاتی ہے کیونکہ ان سے اہل علم کو تسلی ہونا مستبعد ہے۔ اور اس امر کو ظاہر کرنے کے لیے فہرست اجازت یافتگان میں ایسے مجازین کے نام کے آگے لفظ للعوام اضافہ فرما دیا جاتا ہے۔ البتہ جن بعض غیر اہل علم سے بوجہ ان کی خوش فہمی کے یہ توقع ہوتی ہے کہ وہ اہل علم کی بھی تسلی کر سکیں گے اور ان سے اہل علم کو بھی رجوع کرتے ہوئے استنکاف نہ ہوگا ان کو اجازت عامہ ہی عطا فرما دی جاتی ہے اور فہرست میں بھی ان کے نام کے آگے لفظ ''للعوام'' نہیں بڑھایا جاتا۔

۹: مجازین کیلئے تربیت میں مہارت کا انتظام

حضرت والا اپنے یہاں کے ایسے طالبین کو جن سے ابتداءً مناسبت ہونے کی توقع نہیں ہوتی یا جو بیعت بلا تعلیم کی شرائط کو پورا کر کے صرف بیعت ہونا چاہتے ہیں بکثرت اپنے خلفاء مجازین کے سپرد فرماتے رہتے ہیں جس میں علاوہ دیگر مصالح کے یہ بھی بڑی مصلحت ہے کہ مجازین کو بھی امر تربیت میں ملکہ تامہ حاصل ہو جاتا ہے چنانچہ بفضلہ تعالیٰ ان میں سے متعدد اصحاب ایسے ہیں جن سے مسلمانوں کو بڑا فیض پہنچ رہا ہے۔ یہاں تک کہ ان کی تعلیم و تربیت کی برکت سے متعدد طالبین بعد تکمیل انہی کی طرف سے صاحب اجازت بھی ہو گئے ہیں۔ جب کسی طالب کی کوئی الجھی ہوئی حالت ہوتی ہے تو حضرت والا کے مجازین حضرت والا سے بھی مشورہ لیتے رہتے ہیں اور خود حضرت والا کو بھی اپنے سپرد کردہ طالبین کے اصلاحی خطوط کو مع اپنے مجازین کے جوابات کے ملاحظہ فرمانے کا اتفاق ہوتا رہتا ہے اور بعض کو باقاعدہ تعلیمات پر اظہار مسرت بھی فرماتے رہتے ہیں کہ خدا کے فضل سے یہ لوگ بہت سے مشائخ وقت سے زیادہ نفع رساں ہیں اسی طرح بعض کی بے پروائی اور تاخیر جواب وغیرہ کا حال معلوم ہوا تو طالبین کو اپنی طرف سے ان کے سپرد فرمانا چھوڑ دیا اور اس کی بارہا خاص اور علمی تاکید فرمائی کہ بہت توجہ اور شفقت کے ساتھ طالبین کی تربیت کرنی چاہیے اور کم توجہی کی شکایت بھی فرمائی۔

غرض حضرت والا کے اس دستور العمل سے مجازین کو اسی طرح فائدہ پہنچ رہا ہے جس طرح کسی طبیب کے شاگرد کو اپنے استاد کے مطب میں بیٹھ کر تجربہ حاصل کرنے یا اس کی

نگرانی میں مطب کرنے سے فائدہ پہنچتا ہے نیز اس سے حضرت والا کو اپنا اطمینان بھی کرنا ہے کہ آئندہ سلسلہ چل سکے چنانچہ بارہا اس پر اظہار مسرت فرمایا کہ الحمدللہ اب اپنے چند احباب ایسے ہوگئے ہیں جو بفضلہ تعالیٰ طریق کو اچھی طرح سمجھ گئے ہیں اور امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ سے آئندہ بھی اشاعت طریق کا سلسلہ جاری رہے گا۔

نیز کیسا کہ کسی موقع پر بہ تفصیل عرض کیا جا چکا ہے حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ میں چاہتا ہوں کہ میرے سپرد دین کے جتنے کام ہیں وہ سب میرے بعد بھی بدستور چلتے رہیں اور کسی کو میرے نہ ہونے کا اس بناء پر افسوس نہ ہو کہ فلاں دین کا کام اب کون کرے گا۔ اس مصلحت سے بھی میں اپنی مختلف دینی خدمات کو وقتاً فوقتاً دوسروں کے سپرد کرکے ادھر اُدھر منتقل کرتا رہتا ہوں۔ اھ

شیخ کے ساتھ مجازین کے برتاؤ کے متعلق حضرت کی تحقیق

اب آخر میں حضرت والا کی ایک خاص تحقیق مجازین کے برتاؤ کے متعلق جو ان کو اپنے شیخ کے ساتھ بعد اجازت رکھنا چاہیے عرض کی جاتی ہے گو غالباً وہ پہلے بھی کسی باب میں گذارش کی جا چکی ہے۔ فرمایا کہ گو بعد تکمیل کے شیخ کی تعلیم کی حاجت نہیں رہتی لیکن بقائے فیض کے لئے اس کے ساتھ اعتقاد اور امتنان کا تعلق عمر بھر رکھنا ضروری ہے۔ اھ

حضرت والا کا فنافی الشیخ ہونا

چنانچہ خود حضرت والا اب تک ہمیشہ اپنے پیرو مرشد ہی کا دم بھرتے رہتے ہیں اور اپنے سارے حقائق و معارف کو اعلیٰ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی کی جوتیوں کا صدقہ بتایا کرتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ ایسا فنافی الشیخ بھی کوئی کم ہوگا جیسے حضرت والا ہیں جبھی تو حضرت والا سے بفضلہ تعالیٰ اس درجہ فیض جاری ہو رہا ہے۔ بمصداق ارشاد حضرت حافظؒ

کیمیائیست عجب بندگیٔ پیر مغاں — خاک او گشتم و چندیں درجاتم دادند

(پیر مغاں کی غلامی ایسا کیمیا ہے کہ میں نے اس کی خاک کوئی اور اتنے سارے مرتبے حاصل کر لئے)

شیخ کے ہوتے ہوئے اس سے استغناء نہیں ہوسکتا

اس تحقیق کے متعلق ایک ضروری عرض یہ ہے کہ شیخ کے ہوتے ہوئے اس سے استغناء بعد تکمیل

بھی نہیں چاہیے کیونکہ گو مجاز ہو جانے کے بعد شیخ سے سلسلہ استفادہ جاری رکھنا درجہ ضرورت میں نہ رہے لیکن ترقیات کے لیے تو پھر بھی اس کی حاجت رہتی ہے بلکہ اکثر احوال میں یہ استفادہ درجہ ضرورت ہی میں رہتا ہے کیونکہ جیسا نمبر ۳ میں بہ تفصیل معلوم ہو چکا ہے۔ بعد اجازت بھی کما حقہ تکمیل ضروری نہیں۔ لہٰذا شیخ حی (زندہ) سے استغناء کسی حال میں نہیں چاہیے۔ چنانچہ حضرت والا سے حضرت والا کے جملہ مجازین برابر مستر شدانہ ہی استفادہ کرتے رہتے ہیں جس سے ان کو بے انتہا منافع حاصل ہوتے ہیں بلکہ بعد تجربہ ان کو اس کی سخت ضرورت بھی ثابت ہوتی ہے جس کی بہ کثرت شہادات احقر کے علم میں ہیں اور جنھوں نے اپنے کو مستقل سمجھ لیا ان کی حالت ہی متغیر ہو گئی۔

حضرت والا تو یہاں تک فرمایا کرتے ہیں کہ اگر کسی کے سر پر کوئی بڑا نہ رہے تو سلامتی اسی میں ہے کہ وہ اپنے چھوٹوں ہی کو بڑا سمجھنے لگے اور ان سے ملا جلا رہے بلکہ امور دینیہ میں بوقت ضرورت ان سے مشورہ بھی لیتا رہے۔ چنانچہ حضرت والا کا اسی پر عمل ہے۔

حضرت والا کی خانقاہ کا نقشہ

ناظرین کرام نے ان نمبروں کے ملاحظہ سے یہ بخوبی اندازہ فرما لیا ہوگا کہ امر اجازت میں بھی حضرت والا کے اصول کیسے پاکیزہ اور معقول ہیں۔ حضرت والا کے مجازین میں بفضلہ تعالیٰ بڑی بڑی مقدس ہستیاں اور بڑے بڑے صاحبان احوال رفیعہ و مقامات عالیہ اور اہل علم و صلاح و تقویٰ گذر چکے ہیں اور موجود ہیں جن میں سے بعض کی بصد ذوق و شوق شب و روز کی مشغولی ذکر و فکر پر حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر بالکل صادق آتا ہے۔

ہر شب منم فتادہ بگردسرائے تو   ہر روز آہ و نالہ کنم از برائے تو

(ہر رات میں تیرے گھر کے پاس پڑا ہوتا ہوں، روزانہ تیرے لئے آہ و زاری کرتا ہوں)

اور جس کے دیکھنے کا خود اس ناکارہ کو بھی بارہا اتفاق ہوا ہے۔ بالخصوص رمضان المبارک کے زمانہ میں جبکہ کثرت ذاکرین و شاغلین سے جن میں مجازین بھی بکثرت ہوتے ہیں حضرت والا کی خانقاہ واحقر کے ان اشعار کی مصداق ہو جاتی ہے۔

یکے ساقی و میخواراں ھزاراند   دو چشم مست او مشغول کا راند

(ساقی ایک ہے اور پینے والے ہزاروں ہیں، جو اس کی دو مست آنکھوں میں مصروفِ نظارہ ہیں)

بمیخانہ بہار است و بہاراست — کہ در وجد و طرب ہر میگسار است

(میخانہ میں بہار ہی بہار ہے، کہ ہر پینے والا وجد و مستی میں ہے)

خوشا ایں بادہ نوشان الٰہی — زہے رندی زہے شان الٰہی

(یہ محبت الٰہی کی شراب لینے والے کتنے اچھے ہیں، یہ رندی و یہ شان الٰہی کیا خوب ہے)

مپرس از ذاکر انِ نیم شبہا — کہ مشغول اند یاد لہا ولب ہا

(آدھی رات کو ذکر کرنیوالوں کے بارے میں نہ پوچھ کہ وہ تو دلوں اور لبوں میں مشغول ہیں)

چہ پرسی لطفِ درد صبح گاہی — کہ ایں لقمہ بہ است از مرغ و ماہی

(تم صبح کے وقت کے درد کا کیا پوچھتے ہو، یہ لقمہ تو مرغی و مچھلی سے بھی اچھا ہے)

پراز ذکر است گو حجرہ تنگ است — چہ خوش ایں نغمہ بے عود چنگ است

(حجرہ اگر چہ چھوٹا ہے مگر ذکر سے بھرا ہوا ہے، بغیر طبلہ و سارنگی کے یہ نغمہ کتنا اچھا ہے)

دل اینجا میکند اللہ اللہ — کہ ہر دم بشنود اللہ اللہ

(اس جگہ دل اللہ اللہ کرتا ہے کیونکہ ہر وقت اللہ اللہ سنتا ہے)

چہ صحت بخش ہست اینجا فضائے — دل اینجا بے دوایا بد شفائے

(یہاں کی فضا کتنی صحت بخش ہے، یہاں دل کو بغیر دوا کے شفا ملتی ہے)

ببیں اے خواجہ جاہ اشرف ما — بیادر خانقاہ اشرف ما

(اے سردار ہمارے اشرف کے مقام کو دیکھ ہمارے اشرف کی خانقاہ میں آ)

بیا خود ترک کن کبر و منی را — چہ گویم جلوہ ہائے دیدنی را

(آ، اور تکبر و بڑائی کو چھوڑ، تجھے یہاں کے قابل دید جلوؤں کے بارے میں کیا بتاؤں)

زشرح فیض او قاصر زبان است — کہ کشتیے بہ بحر بیکران است

(اس کے فیض کی شرح کرنے سے زبان قاصر ہے، کیونکہ بے کنار سمندر میں ہے)

بیا تا دیدہ گردد ایں شنیدہ — شنیدہ کے بود مانند دیدہ

(آنا کہ سنا ہوا آنکھوں سے دیکھا جائے، سنا ہوا دیکھے ہوئے کے برابر کب ہوسکتا ہے)

نہ گویم غیر حق کایں امر دین است　　　یقین کن این ہمہ عین الیقین است

(میں سچ کے سوا کچھ نہیں کہتا کیونکہ یہ دین کا معاملہ ہے، یقین کر کہ یہ سب آنکھوں سے دیکھا ہوا ہے)

کہ مجذوب ایں ہمہ نشنیدہ گوید　　　قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید

(مجذوب یہ سب کچھ سنی سنائی پر نہیں کہہ رہا ہے، کیونکہ قلندر جو بھی کہتا ہے دیکھ کر کہتا ہے)

اشعار بالا میں حضرت والا کی خانقاہ کا جو نقشہ کھینچا گیا ہے وہ بالکل راست اور بے کم وکاست ہے۔ نیز رمضان المبارک ہی کے زمانہ میں یہ دیکھ کر کہ حضرت والا سے مبتدی متوسط اور منتہی سبھی قسم کے طالبین اپنے اپنے ظرف کے مطابق مستفیض ہو رہے ہیں۔ احقر نے یہ شعر بھی کہے تھے۔

بہار آرہی ہے مزے آرہے ہیں　　　خم و جام و مینا بھرے جارہے ہیں

محفل میں تیری سب کے ارماں نکل رہے ہیں　　　سالک ابل رہے ہیں مجذوب اچھل رہے ہیں

خانقاہ اشرفی ہی کے متعلق یہ اشعار بھی کہے ہیں۔

رات دن ہے اک ہجوم طالبانِ درد دل　　　خانقاہ اشرفی ہے یا دکانِ درد دل

خانقاہ اشرفی ہے لامکانِ درد دل　　　ذرہ ذرہ ہے یہاں کا ایک جہان درد دل

لیکن یہ درد دل اور سب دردوں کا درماں ہے بقول احقر۔

درد دل نے اور سب دردونکا درماں کر دیا　　　عشق کی مشکل نے ہر مشکل کو آسان کر دیا

اسی لئے جیسی راحت کی زندگی خانقاہ اشرفی میں گذرتی ہے ویسی شاید ہی کہیں اور گذرتی ہوگی۔ بمصداق شعر احقر۔

یہ وہ جگہ ہے میکدہ غم کا گذر جہاں نہیں　　　گردش جام ہے یہاں گردش آسماں نہیں

حضرتؒ کے مجازین کی فیض رسانی

اس استطرادی مضمون کے بعد میں پھر اصل موضوع کی طرف عود کرتا ہوں۔ حضرت

والا کے مجازین بفضلہٖ تعالیٰ قریب قریب ہر طبقہ میں اور ہندوستان کے ہر حصہ میں پائے جاتے ہیں بلکہ بعض خلفاء دیگر ممالک میں بھی ہیں۔

علاوہ ان بہت سے حضرات مجازین کے جو وفات فرما چکے اس وقت بھی کہ حسن اتفاق سے حضرت والا کا سن شریف بھی چوہتر (۷۴) سال کا ہے چوہتر (۷۴) ہی خلفاء موجود ہیں جن میں سے بعض بعون اللہ تعالیٰ و ببرکت حضرت والا بہت سرگرمی کے ساتھ تعلیم و تربیت طالبین میں مشغول ہیں اور ان سے مسلمانوں کی بہت اصلاح ہو رہی ہے اور بندگان خدا کو بڑا فیض پہنچ رہا ہے اور ان کو بفضلہٖ تعالیٰ مقبولیت بھی حاصل ہے۔

حضرت کے منتسبین کی شان

یہ تو باقاعدہ اجازت یافتہ حضرات ہیں لیکن جیسا کہ پہلے بھی کسی موقع پر عرض کیا جا چکا ہے حضرت والا نے تو اپنے خاص طریق اصلاح بطرز احتساب شرعی کی مصالح بیان کرنے کے ضمن میں ایک بار یہاں تک فرمایا کہ الحمدللہ اس صورت میں جتنے میرے احباب ہیں وہ اکثر ایسے تو ہیں جن پر اطمینان ہے ورنہ اگر میں وسعت کرتا تو ہر قسم کے لوگ بھر جاتے اور خلط مبحث ہو جاتا۔ اب تو الحمدللہ فہم و اہتمام دین کے لحاظ سے میرے قریب قریب سب ہی احباب بفضلہٖ اس قابل ہیں کہ ان کو اجازت دے دی جائے لیکن چونکہ کچھ نہ کچھ وجاہت بھی اجازت کے لئے مصلحت ہے اس لئے پس و پیش ہے۔ حضرت والا نے اپنے بعض ناخواندہ یا برائے نام خواندہ مگر متقی اور فہیم خدام کے متعلق باتعین بھی اپنا یہی خیال ظاہر فرمایا۔ اھ

واقعی حضرت والا کے اکثر منتسبین کی بفضلہٖ یہی شان ہے۔

ایک معمار کا واقعہ

چنانچہ عرصہ ہوا فتح پور میں ایک معمار کے متعلق خود احقر سے وہاں کے ایک فہیم اہل علم و صلاح نے جو حضرت والا سے متعلق بھی نہیں ہیں کہا کہ جب سے یہ مرید ہوا ہے اس کو اس امر کی بڑی احتیاط ہو گئی ہے کہ امانی میں بھی ویسی ہی تیز دستی سے کام کرنا چاہیے جیسا کہ ٹھیکہ میں کیا جاتا ہے اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی ان صاحب نے کہا کہ مولانا کا یہ اثر تو ہم نے

دیکھا کہ جس کو مولانا سے تعلق ہو جاتا ہے اس کو جائز ناجائز کی بہت فکر پیدا ہو جاتی ہے۔

ایک حجام کا واقعہ

اسی طرح الہ آباد کے ایک صاحب نے وہاں کے ایک نائی کا احقر سے ذکر کیا جس نے حضرت والا سے مرید ہونے کے بعد اپنا پیشہ محض اس وجہ سے چھوڑ دیا کہ اس میں اکثر مسلمانوں کی ڈاڑھی مونڈنی پڑتی تھی۔ اب وہ بجائے حجامت بنانے کے لوگوں کے یہاں تقریبات وغیرہ کے موقعوں پر دعوتوں کے کھانے پکایا کرتا ہے جس میں وہ پہلے سے بہت زیادہ کمالیتا ہے اور ہمیشہ دعوتوں کے عمدہ قسم کے کھانے بھی اسکو نصیب ہوا کرتے ہیں اور بوجہ اپنی ہوشیاری دینداری اور دیانتداری کے بہت وقعت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

ایک طالب علم کا واقعہ

اسی طرح ایک مقام پر ایک طالب علم نے اس وقت تک تو مسجد میں بیٹھے ہوئے مسجد کے چراغ سے کتابوں کا مطالعہ کیا جس وقت تک مسجد میں چراغ جلانے کا معمول تھا اس کے بعد فوراً اس کو گل کر کے اپنا ذاتی چراغ جلا لیا۔ اس پر ایک دیکھنے والے عالم نے جو وہاں مدرس تھے اور اس کو پہچانتے بھی نہیں تھے اوروں سے کہا کہ معلوم ہوتا ہے اس کو مولانا تھانوی سے تعلق ہے چنانچہ تحقیق کے بعد یہ بات صحیح نکلی۔

ایک اور خادم کا واقعہ

اسی طرح حضرت والا کے ایک خادم کا قیام مدرسہ دیوبند میں ایک صاحب کے پاس ہوا تو جب لالٹین آئی تو اس کے متعلق انہوں نے یہ تحقیق کی کہ آیا یہ مدرسہ کی تو نہیں ہے اس پر بھی ایک بہت معمر اور اکابر کی زیارت کئے ہوئے اور صحبت پائے ہوئے بزرگ نے پوچھا کہ کیا تم کو مولانا تھانوی سے تعلق ہے۔

ہر منتسب اپنی جگہ جو ہر قابل ہے

غرض حضرت والا کے اکثر منتسبین بفضلہٖ تعالیٰ فہم دین ور اہتمام تقویٰ کے لحاظ سے قابل اجازت ہیں جن کو دیکھ دیکھ کر دوسروں کی بھی اصلاح ہوتی ہے بلکہ حسب ارشاد

حضرت والا چونکہ بہت سے طالبین غائبانہ اصلاحی خط و کتابت جاری رکھتے ہیں اس لئے جب وہ آتے ہیں تو ان میں سے بعض تو پہلی ہی ملاقات میں اس قابل ہوتے ہیں کہ ان کو مجاز بنا دیا جائے لیکن احتیاطاً توقف فرمایا جاتا ہے۔

ان سب واقعات و حالات سے حضرت والا کے فیض کا عام اور تام ہونا ظاہر و باہر ہے حسب ارشاد حضرت عارف رومیؒ۔

گر نبودے نالہ نے را ثمر　　نے جہاں راپُر نکردے از شکر

(اگر گنے کے کھیت کو جانے والی ندی خالی ہوتی تو گنا جہان کو شکر فراہم نہ کر سکتا)

اور حضرت والا کے اس فیض عام و تام پر یہ شعر بھی بالکل صادق آتا ہے۔

عالم از نرگس تو بے مئے و مینا سرشار　　چشم بددُور عجب ساغر بے مل زدہٗ

(سارا جہاں تیرے حسن کے سبب شراب و جام کے بغیر مدہوش ہے، تجھے نظر نہ لگے تو نے تو مفت میں عجیب جام پلا ڈالا ہے)

اسی لئے احقر نے حضرت والا کی شان میں یہ اشعار عرض کئے ہیں۔

چناں سوزِ نہاں او عیاں شد　　کز انفاسش جہاں آتش بجاں شد

اس کے اندر کا درد اس طرح ظاہر ہوا کہ اس کے سانسوں سارا جہاں بھڑک اٹھا ہے۔

ہزار انند از و شعلہ بدامن　　بگشت از مشعلے صد شمع روشن

(اس سے ہزاروں لوگ دامن میں شعلہ لئے پھرتے ہیں ایک چراغ سے سینکڑوں شمعیں روشن ہوگئی ہیں)

دلش از عشق دائم زندہ بادا　　بعالم فیض او پائندہ بادا

(اس کا دل عشق کی وجہ سے ہمیشہ زندہ رہے، سارے جہان کو اس کا فیض ہمیشہ پہنچتا رہے)

و ذلک فضل اللّٰہ یو تیہ من یشاء اللّٰھم زد فزد۔ اللہ تعالیٰ اس فیض کو ہمیشہ اسی طرح جاری رکھے۔

میکشوں کے سر پہ یارب پیر میخانہ رہے　　دور میں ساغر رہے گردش میں پیانہ رہے

الحمدللہ ثم الحمدللہ۔ باب ہذا بھی جو دراصل باب سابق یعنی باب ارشاد وافاضۂ باطنی ہی کا تتمہ ہے ختم ہوا۔

نرالا میخانہ

اب ان دونوں ابواب کے مجموعہ کو اشرف السوانح کا حصہ دوم قرار دیا جاتا ہے اور اس کے آخر میں احقر اپنے چند مناسب مقام اشعار حضرت والا کی شان ارشاد و افاضہ کے متعلق ناظرین کرام کی تفریح طبع کے لیے پیش کرتا ہے۔

کہاں روئے زمیں پر تیرے مستانے نہیں ساقی — چھکا ڈالے ہیں لاکھوں آفریں صد آفریں ساقی
جہاں میں آج تجھ سا کوئی دریا دل نہیں ساقی — نئے گل رنگ سے سیراب ہے روئے زمیں ساقی
ترے رندوں پہ سارے کھل گئے اسرارِ دیں ساقی — ہوا علم الیقین عین الیقین حق الیقین ساقی
ٹلوں گا میں نہ ہرگز لاکھ ہو تو خشمگیں ساقی — کہ جوے سب سے بہتر ہے وہ ملتی ہے یہیں ساقی
مٹا دیتا ہے تو دم میں غم دنیا و دیں ساقی — یہاں جس کو نہیں تسکین کہیں تسکین نہیں ساقی
اگر ملتی رہے تھوڑی سی دُرو تہ نشیں ساقی — تو پھر بس من و سلویٰ ہے مجھے نانِ جویں ساقی
خدا را اک نگاہِ مست وقت واپسیں ساقی — دمِ رخصت تو خوش ہو جائے یہ جانِ حزیں ساقی
یہاں آنے کو ہے اِک زاہد مسجد نشیں ساقی — بنا دے آج میخانہ کو ہاں خلد بریں ساقی
سمجھتا ہوں میں رازِ حسن تیرا اے حسیں ساقی — یہ ہے کہ اک عکس نور قلب کا نور جبیں ساقی
تری محفل میں کیا انوار ہیں اے مہ جبیں ساقی — اُتر آیا زمیں پر آج کیا عرش بریں ساقی
یہیں سے پاؤں گا ہر نعمت دنیا و دیں ساقی — کہیں کیوں جاؤں تیرے میکدے میں کیا نہیں ساقی
یہ کس بھٹی کی دی تو نے شرابِ آتشیں ساقی — کہ پیتے ہی رگوں میں بجلیاں سی بھر گئیں ساقی
جو زیب حلقہ رنداں ہے تو اے مہ جبیں ساقی — تو وہ عالم ہے اب جیسے ہو خاتم میں نگیں ساقی
عجب ہے تیرے میخانہ کا اے پیر مغاں عالم — کہیں ساغر کہیں میکش کہیں مینا کہیں ساقی
جو تر دامن ہے تیرا پاک دامانوں سے بہتر ہے — گریباں چاک ہے اشکوں سے تر ہے آستیں ساقی
رہے ہشیار پی کر خم کے خم بھی تیرے متوالے — ترے انداز مئے بخشی پہ ہے صد آفریں ساقی
زبردستی لگا دی منہ سے بوتل آج ساقی نے — میں کہتا ہی رہا ہاں ہاں نہیں ساقی نہیں ساقی
پلائے گا بلا اندازہ جب خود پی کے نکلے گا — کریں میکش نہ غم ہرگز جو ہے خلوت نشیں ساقی

ے نسبت چشتیہ ۱۲

نہ چھیڑ اے محتسب میں ہو مئے وحدت کا متوالا
میں وہ میخوار ہوں جس کے ہیں ختم المرسلین ساقی

تری ان بخششوں پر یاالٰہی جان و دل صدقے
کہ مجھ سے بدتریں کو بہتریں مئے بہتریں ساقی

کہاں سے مجھ کو پہنچایا کہاں پیر مغاں تو نے
مرا میخانہ اب لاہوت ہے روح الامیں ساقی

نظر میں جانچ لیتا ہے کہ کس کا ظرف کتنا ہے
دکھائے کوئی ایسا نکتہ رس اور دوربیں ساقی

ریائی گر یہ ہم رندوں کو اے صوفی نہیں آتی
کہ رکھتا ہے لب خنداں دلِ اندوہگیں ساقی

سلامت تیرا میخانہ سلامت تیرے مستانے
رہے گا رنگ عالم میں یہی تا یوم دیں ساقی

وہی باتیں تو مجذوب اپنی بڑ میں بھی سناتا ہے
ذرا سنبھلے ہوئے لفظوں میں جو تو نے کہیں ساقی

الٰہی خیر ہو مجذوب میخانہ میں آیا ہے
قدح کش لااُبالی جام نازک نازنیں ساقی

دیگر (حیات مجذوب)

فہمید کید نفس کے قابل بنا دیا
مجذوب کو بھی آپ نے عاقل بنا دیا

مجذوب نارسیدہ کو واصل بنا دیا
ناقص کو اک نگاہ میں کامل بنا دیا

نقش بتاں مٹایا دکھایا جمال حق
آنکھوں کو آنکھیں دل کو مرے دل بنا دیا

عشق بتاں ہوا ہے مبدل بحب حق
وجہ فنا کو زیست کا حاصل بنا دیا

کیا ناخدا ہیں آپ بھی اس بحر عشق کے
گرداب ہولناک کو ساحل بنا دیا

فیض نظر سے نفس کی کایا پلٹ ہوئی
جو تھے رذائل ان کو فضائل بنا دیا

غفلت میں دل پڑا تھا کہ ناگاہ آپ نے
آگاہ حق سے غیر سے غافل بنا دیا

مشغول اب نگہ میں ہوا دل بیاد حق
غافل کو دم میں ذاکر و شاغل بنا دیا

مردودِ بارگاہ ہوا باریاب پھر
مہجور نامراد کو واصل بنا دیا

اُس روسیہ کو آپ نے جو ننگِ بزم تھا
پر تو سے اپنے رونق محفل بنا دیا

اُس قلب ناسزا کو جو ننگ وجود تھا
ایسا نوازا ناز کے قابل بنا دیا

ایسے کو جو پڑا تھا مذلت کے قعر میں
اتنا اُبھارا صدرا فاضل بنا دیا

میرے دل سیاہ کو انوار قلب سے
خورشید پُر ضیا کا مماثل بنا دیا

پھر سہل کر دیا مرے سرکار آپ نے — میں نے جس امر سہل کو مشکل بنا دیا
چسکا لگا کے یاد خدا کا حضور نے — بیزارِ کاروبار و مشاغل بنا دیا
دلدادہ کر دیا مجھے خلوت کا آپ نے — اس بزم بے ثبات سے بد دل بنا دیا
دینی امور میں تو کیا مجھ کو مستعد — اور دنیوی امور میں کاہل بنا دیا
مشکل تھا دین سہل تھی دنیا اب آپ نے — مشکل کو سہل سہل کو مشکل بنا دیا
ہمت بڑھا کے بار امانت کا آپ نے — مجھ جیسے ناتواں کو بھی حامل بنا دیا
مجھ پا شکستہ کو بھی سہارے نے آپ کے — آمادہ بہر قطع منازل بنا دیا
کرکرکے وار نفس پہ تیغ نگاہ کے — قاتل کو میرے آپ نے بسمل بنا دیا
مغلوب نفس تھا مگر اب نفس کش ہوں میں — بسمل کو گویا آپ نے قاتل بنا دیا
انوار ذکر رہتے ہیں گھیرے ہوئے مجھے — خلوت کو میری آپ نے محفل بنا دیا
میں کیا کہوں کہ کیا تو تھا اور اب حضور نے — کیا مجھ کو میرے مرشد کامل بنا دیا
بخشی حیات قلب وہ عیسیٰ نفس ہیں آپ — مردہ کو زندہ کہنے کے قابل بنا دیا
ہاں کیوں نہ ہو وہ ذات مقدس ہے آپ کی — رندوں کو جس نے صوفی کامل بنا یا
کرکرکے سہل وہ وہ دقائق بیاں کئے — نافہم جاہلوں کو بھی عاقل بنا دیا
صحبت سے اپنی فلسفی و منطقی کو بھی — قرآن اور حدیث کا عامل بنا دیا
آزاد تھے جو ملت و مذہب سے ان کو بھی — وابستہ چہار سلاسل بنا دیا
ہم جیسے ہرزہ گو بھی تو اب ذاکروں میں ہیں — زاغوں کو ہمنوائے عنادل بنا دیا
غاصب جو تھے وہ صاحب جود وسخا ہوئے — اور ظالموں کو آپ نے عادل بنا دیا
اتنا کیا ہے آپ نے آساں طریق کو — کہہ سکتے ہیں کہ راہ کو منزل بنا دیا
وہ وہ نتائج اخذ کئے ہیں کہ آپ نے — ادنیٰ امور کو بھی مسائل بنا دیا
قائل زباں سے ہوں کہ نہ ہوں لیکن آپ نے — دل سے تو منکروں کو بھی قائل بنا دیا
آہن کو سوز دل سے کیا موم آپ نے — ناآشنائے درد کو بسمل بنا دیا
دیکھا نہ کوئی مصلح اخلاق آپ سا — دیووں کو بھی فرشتہ عامل بنا دیا

دنیا کو راہ راست دکھائی حضور نے
جب کج رووں نے پیر و باطل بنا دیا

کیا طرفہ ہے طریق ہدایت حضور کا
گم کردہ رہ کو رہبر منزل بنادیا

کر دیجئے بس اب مجھے اپنے سے بے خبر
اس اپنے علم نے مجھے جاہل بنا دیا

مجذوب در سے جاتا ہے دامن بھرے ہوئے
صد شکر حق نے آپ کا سائل بنادیا

دیگر

ترا ذکرِ وردِ زباں ہو رہا ہے
یہاں ہو رہا ہے وہاں ہو رہا ہے

فدا تجھ پہ ہر نکتہ داں ہو رہا ہے
وہ ناداں ہے جو بدگماں ہو رہا ہے

عیاں حال دل بے بیاں ہو رہا ہے
کہ عاشق سراپا زباں ہو رہا ہے

چڑھی ہے کچھ ایسی کہ تیور تو دیکھو
جواں آج پیر مغاں ہو رہا ہے

دمکتا ہے چہرہ چمکتی ہیں آنکھیں
بڑھاپے میں بھی جان جاں ہو رہا ہے

نکلتی ہیں ہر موئے تن سے شعاعیں
یہ کس مہ کا جلوہ عیاں ہو رہا ہے

ٹپکتی ہے ہر ہر بن مو سے مستی
سراپا مئے ارغواں ہو رہا ہے

پلا دی ہے باتوں ہی باتوں میں اتنی
کہ آنکھوں سے دریا رواں ہو رہا ہے

نگاہوں سے بھر دی رگ و پے میں بجلی
نظر کردہ برق تپاں ہو رہا ہے

میں مجذوب ہوں میری باتیں ہیں سچی
عبث معترض بدگماں ہو رہا ہے

جبھی کچھ میں کہتا ہوں جب دیکھتا ہوں
کہ دل بھی میرا ہمزباں ہو رہا ہے

اگر ہے یہ مجذوب کی بڑ تو پھر کیوں
مرا ہمزباں اک جہاں ہو رہا ہے

بحمد اللہ

الحمد للہ دوسری جلد ختم ہوئی۔

besturdubooks.wordpress.com

سولھواں باب

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

معمولات

حضرت والا کے اکثر معمولات مختلف امور کے متعلق باب ارشاد وافاضہ باطنی کے جزو پنج گنج اشرف میں مجتمعاً اور دیگر مواقع پر متفرقاً نہایت تفصیل کے ساتھ لکھے جا چکے ہیں اور بعض معمولات خاصہ دیگر ابواب میں بھی موقع بموقع معرض بیان میں آ گئے ہیں بالخصوص معمولات متعلقہ اسفار و مواعظ ابواب اسفار و مواعظ حسنہ میں گزر چکے ہیں۔ حاجت اعادہ نہیں۔ نیز اس کے متعلق پہلے سے بعض مطبوعہ مجموعے بھی موجود ہیں۔ مثلاً معمولات اشرفیہ' اشرف المعمولات' معمولات خانقاہ' لہٰذا باب ہذا میں مجھ کو زیادہ نہیں لکھنا جس کی نہ حاجت نہ جس کے لیے میرے پاس وقت البتہ چند بہت ہی خاص خاص معمولات کیفما اتفق طور پر عرض کیے جاتے ہیں۔

ا۔ گھر میں داخل ہونے کے بارے میں معمول

حضرت والا جب اپنے گھروں میں تشریف لے جاتے ہیں تو ہمیشہ یہ معمول ہے کہ پہلے کنڈی کھٹکھٹاتے ہیں اور پھر کسی کا نام لے کر پکارتے بھی ہیں اور جب تک اندر سے بلایا نہیں جاتا انتظار میں کھڑے رہتے ہیں اور اگر کوئی بچہ بلائے تو اس کے بلانے کو کافی نہیں سمجھتے بلکہ جب تک کوئی بڑا نہ بلائے۔ اندر تشریف نہیں لے جاتے اور چونکہ حضرت والا کو کسی کی ادنیٰ تکلیف بھی گوارا نہیں اس لئے اگر مستورات پردہ کرنے میں عجلت کرتی ہوئی معلوم ہوتی ہیں تو نہایت شفقت کے ساتھ فرما دیتے ہیں کہ کچھ جلدی نہیں ہے اطمینان سے پردہ کر لیں میں کھڑا ہوں۔ کسی کے گھر تشریف لے جاتے وقت اگر اندر پہلے سے پردہ بھی ہوتا ہے تب بھی احتیاطاً صاحب خانہ سے فرما دیتے ہیں کہ مکرر دیکھ لیا جائے کہ پردہ ہے یا

besturdubooks.wordpress.com

نہیں کیونکہ بعض اوقات لڑکیاں یہ سمجھ کر کہ ابھی آنے میں دیر ہے کسی مختصر سی ضرورت کے لیے پھر پردے سے نکل آتی ہیں۔ غرض جب بالکل اطمینان ہو جاتا ہے تب مکان کے اندر داخل ہوتے ہیں اور پھر بھی صاحب خانہ ہی کو پہلے داخل ہونے کے لیے فرماتے ہیں۔

۲۔ ہر کام میں دوسروں کی سہولت کا خیال

ایک بار احقر کو مقیمین خانقاہ کے خطوط کے جوابات لکھ کر بعد فجر مسجد کے منبر پر رکھنے کے لیے حوالے فرمائے جہاں سے وہ صاحبان اپنے اپنے خطوط اٹھا لیتے ہیں۔ حوالے فرماتے وقت احقر سے فرمایا کہ خطوط کو اوپر تلے نہ رکھا جائے بلکہ الگ الگ رکھا جائے تاکہ نظر ڈالتے ہی ہر شخص اپنے اپنے لفافہ کو پہچان کر اٹھا لے تلاش کرنے کی زحمت نہ ہو۔ سبحان اللہ دوسروں کی سہولت کی کتنی رعایت ہے۔

۳۔ ہر کام میں بے احتیاطی سے پرہیز

ایک شخص اپنے کسی عزیز کی اہلیہ کے لیے کوئی تعویذ لینے آیا تو انکار فرما دیا اور فرمایا کہ خود اس کا خاوند کیوں نہیں آتا۔ پھر حاضرین مجلس سے فرمایا کہ بس اسی طرح ناجائز تعلقات قائم ہو جاتے ہیں کیونکہ عورتوں کا قلب نرم ہوتا ہے اس قسم کی خدمتوں سے وہ متاثر ہونے لگتی ہیں۔ اگر کوئی عورت کسی نامحرم کے ہاتھ تعویذ منگاتی ہے تو میں نہیں دیتا۔ اھ۔ سبحان اللہ کیا احتیاط ہے۔

۴۔ سفارش کرنے میں معمول

حضرت والا عموماً سفارش نہیں فرماتے کیونکہ اس سے مخاطب کو اکثر تنگی ہوتی ہے۔ اگر کسی اہل خصوصیت کے لیے کبھی سفارش تحریر فرماتے بھی ہیں تو جس سے سفارش فرماتے ہیں اس کو پوری آزادی دے دیتے ہیں اور اس قسم کی قیدیں لگا دیتے ہیں مثلاً بشرطیکہ کسی قسم کی تنگی نہ ہو اور کسی مصلحت کے بھی خلاف نہ ہو اور کسی کی حق تلفی بھی نہ ہوتی ہو اور بلا تکلف امکان میں بھی ہو و مثل ذلک جن سب کا حاصل مشترک یہ ہے کہ مخاطب کو کوئی تنگی نہ ہو۔ بعضوں نے دباؤ ڈال کر سفارش لکھوائی اور بر بناء تعلقات از راہ مروت حضرت والا انکار بھی

besturdubooks.wordpress.com

نہ فرما سکے تو جو کچھ انہوں نے لکھوایا لکھ دیا لیکن پھر جداگانہ خط بھی بذریعہ ڈاک تحریر فرما دیا کہ ایک سفارش کا خط مجھ پر دباؤ ڈال کر لکھوایا گیا ہے اس کا کوئی خاص اثر نہ لیں بلکہ جو معاملہ بلا سفارش کے کرتے وہی کریں۔ اور مزید اطمینان کے لیے مکتوب الیہ کو ایسے خط کی رسید بھیجنے کے لیے بھی تحریر فرما دیتے ہیں۔

حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ سفارش کرنا تو محض مستحب ہے اور دوسرے کو ایذا سے بچانا واجب ہے اس لئے میں ایسا کرتا ہوں۔ بعضوں نے امراء کے نام مالی اعانت کی سفارش چاہی تو صاف تحریر فرما دیا کہ میرے بعض اعزہ تم سے بھی زیادہ محتاج ہیں اگر مجھے بھیک ہی مانگنی ہوتی تو تم سے زیادہ وہ مستحق تھے۔

سفارش کے متعلق حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ آج کل لوگ اس کا اثر لیتے ہیں اور اس کے حدود سے ناواقف ہیں۔ پہلے زمانے کی سی بے تکلفی اور سادگی نہیں رہی اس لئے اس میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔ یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ بعضوں نے سفارشی خطوط حاصل کر کے ان لوگوں کے یہاں انتظار ملازمت میں کئی کئی ماہ قیام کیا اور بے غیرت بن کر روٹیاں توڑیں اور ان بیچاروں نے محض میرے خیال سے اس بار کو برداشت کیا۔ ان تجربوں نے اور بھی مجھ کو محتاط کر دیا ہے۔ اھ

بعض اہل خصوصیت حاجتمندوں کو حضرت والا نے بجائے خاص سفارش کے عام ترغیبی مضمون لکھ کر دے دیا اور بعض کو خود بھی ایک بڑی رقم دے کر مضمون عام میں اس کو بھی ظاہر فرما دیا۔ چنانچہ بعضوں کے بڑے بڑے قرض اسی مضمون کی بدولت ادا ہو گئے اور بعض نے اس سے بھی ناجائز فائدے اٹھائے۔ اور ادائے قرض کے بعد بھی اس مضمون کے ذریعے سے لوگوں کو ٹھگتے پھرے جس کی اطلاع ہونے پر حضرت والا نے ان سے یہ مطالبہ کیا کہ اس مضمون کو لا کر میرے سامنے چاک کر دیا جائے۔ اب ایسے مضمون عام لکھنے میں بھی احتیاط فرمانے لگے ہیں۔

۵۔ مباح امور میں رائے سے پرہیز

حضرت والا عموماً مباح امور میں کسی کو رائے بھی نہیں دیتے اور فرما دیا کرتے ہیں کہ رائے تو اہل تجربہ سے لی جائے میں دعا کرتا ہوں۔ اھ

besturdubooks.wordpress.com

یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ آج کل لوگ رائے دینے والے کو نتیجہ کا ذمہ دار سمجھتے ہیں اور اگر نتیجہ مرضی کے خلاف ہوتا ہے تو الزام دیتے ہیں حالانکہ رائے اور مشورہ دینے کی حقیقت تو صرف یہ ہے کہ دوسرے کو اس امر کے متعلق رائے قائم کرنے میں اعانت اور سہولت ہو جائے باقی رائے اس کو خود ہی قائم کرنی چاہیے۔

۶۔ مرض بارے احباب کی آراء پر معمول

حضرت والا بلا طبیب کے مشورے کے کسی کی بتائی ہوئی دوا نہیں استعمال فرماتے بلکہ اگر کسی طبیب کے زیر علاج ہوں اور کوئی دوسرا طبیب بھی کچھ تجویز کرنے لگے تو اس سے بھی صاف فرما دیتے ہیں کہ میں اپنے معالج کو یہ نسخہ دکھا کر بعد اجازت استعمال کروں گا اور اگر کسی مرض کی حالت میں محبین اپنی اپنی تجویزیں پیش کرتے ہیں جیسی کہ عموماً عادت ہے تو فرما دیتے ہیں کہ میرے معالج سے کہئے اگر وہ اجازت دیں گے تو آپ کی بتائی ہوئی دوا کو استعمال کرلوں گا۔ غرض نہ دلشکنی فرماتے ہیں نہ اصول کے خلاف کرتے ہیں۔

حضرت والا اپنے معالج کا پرہیز وغیرہ میں اس درجہ اتباع کرتے ہیں کہ غذا وغیرہ کے متعلق ذرا ذرا سی جزئیات کو بھی پوچھتے رہتے ہیں اور کسی چیز کو چاہے جتنا جی چاہے بلا پوچھے نہیں تناول فرماتے۔

قصبہ میں حکیم کے تقرر کا واقعہ

ایک اہل خیر نے یہاں قصبہ میں ایک تنخواہ دار طبیب اپنی طرف سے مقرر کرنا چاہا۔ اہل قصبہ میں سے حضرت والا کے ایک سسرالی عزیز نے جو طبیب ہیں اپنا تقرر چاہا تو حضرت والا نے صاف فرما دیا کہ جب تک کوئی ماہر طبیب امتحان لے کر مہارت اور مناسبت فن کی تصدیق نہ کر دے میں تحریک نہیں کر سکتا کیونکہ غیر ماہر کو علاج کرنا جائز نہیں۔ چنانچہ مولوی حکیم محمد مصطفےٰ صاحب مد فیضہم نے میرٹھ سے امتحانی سوالات لکھ کر بھیجے جن کے جوابات حضرت والا نے اپنے مواجہہ میں ان سے لکھوائے۔

۷۔ نماز کی جماعت کے بارے معمول

حضرت والا کو اگر کبھی مسجد آنے میں کسی وجہ سے دیر ہو جاتی ہے تو اصرار کر کے دوسرے امام

besturdubooks.wordpress.com

سے نماز پڑھوا دیتے ہیں اور خود وضو وغیرہ سے فارغ ہو کر بعد کو مقتدیوں میں شریک ہو جاتے ہیں۔ ویسے بھی عام اصول یہ مقرر فرما رکھا ہے کہ وسیع وقت میں زیادہ سے زیادہ پندرہ منٹ انتظار کیا جائے اور غیر وسیع وقت میں اتنا بھی نہیں تاکہ مقتدیوں کا حرج یا ان کو کلفت نہ ہو۔

۸۔ بلاضرورت تکلیف سے پرہیز

ایک مریض مقیم خانقاہ ہیں۔ ان کی درخواست پر حضرت والا نے خود فرما دیا تھا کہ فجر کی نماز سے پہلے منبر پر پانی دَم کرانے کے لیے رکھ دیا جایا کرے چنانچہ وہ برابر ایسا ہی کرتے رہے اور حضرت والا عرصہ دراز تک دَم کرتے رہے۔ جب حضرت والا نے آتے جاتے یہ دیکھا کہ انہوں نے یہاں ایک دکان کر لی ہے تو بعد نماز فجر نہایت نرمی کے ساتھ واسطہ کے ذریعہ سے فرمایا کہ میں سمجھا تھا کہ زیادہ قیام نہ ہوگا۔ اس لئے یہ صورت تجویز کی تھی۔ اب اگر دو چار دن میں جانا ہو تو خیر ورنہ ایک مرتبہ بوتل میں پانی بھر کر پڑھوا لیا جائے اور اس میں پانی ملا ملا کر پیتے رہیں اور روزمرہ دَم کرانے کی ضرورت نہیں۔

حضرت والا ضرورت میں تو دوسروں کے لیے بہت کچھ تعب برداشت فرما لیتے ہیں لیکن بلاضرورت اپنے کو مشقت میں ہرگز نہیں ڈالتے۔

۹۔ غیر ضروری چیزیں رکھنے سے پرہیز

حضرت والا وقتاً فوقتاً اپنی مملوک چیزوں کا جائزہ لیتے رہتے ہیں اور ان میں سے جو جو چیزیں ضرورت سے زائد نکلتی ہیں ان کو اپنی ملک سے خارج فرماتے رہتے ہیں اور فرمایا کرتے ہیں کہ مجھ کو تو زائد از حاجت چیزوں کا اپنی ملک میں ہونا بھی موجب وحشت ہوتا ہے اور محض اس تصور سے بھی قلب پر بار ہوتا ہے کہ بیکار چیزیں میری ملک میں ہیں۔ چاہے مجھ پر ان کی کوئی مؤنت بھی نہ ہو۔ اھ۔ اور فرمایا کرتے ہیں کہ بعضی چیزیں تو خیر ایسی ہوتی ہیں کہ آتے ہی کام میں آ جاتی ہیں اور بعضی چیزوں کے لیے تو ضرورت تصنیف کرنی پڑتی ہے سوچنا پڑتا ہے کہ کس کام میں لائی جائیں چنانچہ جو ایسی چیزیں ہوتی ہیں انکو اگر گھروں میں ضرورت ہو تو گھروں میں دے دیتا ہوں ورنہ بیچ ڈالتا ہوں غالباً مولوی شبیر

besturdubooks.wordpress.com

احمد صاحب کہتے تھے کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی ہدیۃً آئی ہوئی چیزوں میں سے جو چیزیں زائد از حاجت ہوتی تھیں ان کو فروخت فرما دیا کرتے تھے یہ انہوں نے کسی کتاب میں دیکھا ہوگا۔ اپنے معمول کی یہ تائید سن کر مجھ کو بہت مسرت ہوئی۔ اھ

اسی طرح حضرت والا کتب کو بھی اپنی ملک میں نہیں رکھتے بجز چند بہت ہی خاص کتب کے چنانچہ عرصہ ہوا بہت سی کتابیں تو اپنے اہل علم عزیزوں کو دے دیں اور بہت سی یکمشت مدرسہ دیوبند اور مدرسہ سہارنپور میں وقف فرما دیں اور اب جو کتابیں کہیں سے ہدیۃً آتی ہیں تو اپنے ہی مدرسہ امداد العلوم میں داخل فرما دیتے ہیں۔ غرض حضرت والا کو تعلقات غیر ضروریہ سے طبعاً وحشت ہے اور اپنے قلب کو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی یاد کے لیے فارغ رکھتے ہیں۔

۱۰۔ چیزوں کو ضائع ہونے سے بچانا

حضرت والا کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی اتنی قدر ہے کہ حتی الامکان کسی ادنیٰ سی ادنیٰ چیز کو بھی ضائع نہیں ہونے دیتے مثلاً ردی لفافوں کو الٹوا کر دوبارہ استعمال کے لیے رکھ لیتے ہیں جن میں سے مقیمین خانقاہ کو بھی اپنے حالات کے خطوط لکھنے کے لیے لینے کی اجازت ہے ان لفافوں کے متعلق یاد آیا کہ کبھی کبھی بعض بچے بھی ضد کر کے کھیلنے کے لیے مانگتے ہیں تو ان میں سے ان کو بھی ایک دو دے دیتے ہیں۔ بعضوں نے اسی طرح بہت سے لفافے جمع کر لئے چنانچہ بندہ زادہ کے پاس جب احقر نے ایک معتد بہ تعداد ایسے لفافوں کی دیکھی تو میں نے واپس کئے۔ اس وقت حضرت والا نے بغایت احتیاط فرمایا کہ اگر وہ مجھ سے مانگ کر لے گیا ہے تو یہ اب اس کی ملک ہو چکے ہیں پھر یاد نہیں رہا کہ اس کو واپس کر دیئے گئے یا یہ تجویز فرمایا کہ دو ایک پیسے اس کو دے دیئے جائیں کہ اپنی رغبت کی کوئی چیز خرید کر کھالے۔ بہر حال ذکر ان دونوں صورتوں کا آیا تھا۔

مستعمل لفافوں کو اس طرح کام میں لے آنے پر یاد آیا کہ جب سرکاری دفتروں میں کاغذ اور لفافوں کی کفایت کا مسئلہ اولاً پیش ہوا تو حضرت والا کے بھائی مرحوم و مغفور جناب منشی اکبر علی صاحب نے جو اس وقت ایک کورٹ شدہ ریاست کے منیجر تھے انگریز کلکٹر سے جو ان کا افسر تھا حضرت والا کی اس لفافہ اُلٹنے کی ترکیب کے مطابق لفافے الٹ کر پیش کئے تو اس نے بڑی تعریف لکھی کہ ہمارے منیجر نے یہ بہت اچھی صورت کفایت کی ایجاد کی ہے

besturdubooks.wordpress.com

اس کو جاری کیا جائے۔ اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ ہمارے بعض بھائی مسلمان تو اس پر بخل کا اعتراض کرتے ہیں لیکن ایک انگریز نے اس کی اتنی قدر کی۔ لیجئے اب تو سفید چمڑے والوں کی بھی جن کی آجکل ہر بات میں بڑی تقلید کی جاتی ہے تصدیق ہوگئی کہ یہ بخل نہیں بلکہ حسن انتظام اور کفایت شعاری ہے۔

غرض مستعمل لفافوں کو تو حضرت والا اس طرح کام میں لے آتے ہیں اور بقیہ ردی کو ایک بکس میں جمع کرتے جاتے ہیں جب وہ بھر جاتا ہے تو خواہشمندوں کو دے دیتے ہیں وہ اس کو پانی میں گلا کر ٹوکنی وغیرہ بنا لیتے ہیں یا اور کسی جائز کام میں لے آتے ہیں۔ حضرت والا اس دبیز کاغذوں کو جو پیکٹوں پر لپٹا ہوا آتا ہے بجائے ردی میں ڈال دینے اور ضائع کرنے کے تعویذ لکھنے کے لیے رکھ لیتے ہیں یا اگر زیادہ ہوتا ہے تو بجنسہ رکھ لیتے ہیں تا کہ اگر کبھی خود پیکٹ بھیجنا ہو تو اس وقت کام میں آجائے۔ اسی طرح ستلی، ڈورا، پن، چھوٹی کیلیں، ٹین کے ڈبے، بوتلیں، زنبیلیں وغیرہ جو چیزیں پیکٹوں اور پارسلوں وغیرہ میں سے نکلتی ہیں سب کو بحفاظت رکھتے جاتے ہیں ورنہ لوگ عموماً ایسی چیزوں کو بیکار سمجھ کر یوں ہی پھینک دیتے ہیں۔

اس خوش انتظامی کا یہ نتیجہ ہے کہ حضرت والا کو ضرورت کے وقت ایسی چیزوں کے لئے کوئی تردد نہیں کرنا پڑتا۔ کیونکہ اکثر ضرورت کی اشیاء پاس ہی نکل آتی ہیں وقت پر منگوانی یا کسی سے مانگنی نہیں پڑتیں۔ نہ ان کے انتظار میں حرج اوقات ہوتا ہے۔ علاوہ ان مستعمل چیزوں کے دیگر ضروری اشیاء مثلاً چاقو، قینچی، سوئی، تاگہ، گوندانی ضروری ظروف وغیرہ وغیرہ فوری ضرورت کی قریب قریب ساری چیزیں حضرت والا اپنے پاس خانقاہ ہی میں رکھتے ہیں تا کہ عین وقت پر گھر سے کوئی چیز نہ منگوانی پڑے۔

جب مواقع ضرورت پر ضروری چیزیں اپنے پاس ہی نکل آتی ہیں تو حضرت والا یہ فرمادیا کرتے ہیں کہ میں ایک اپنی چھوٹی سی گرہستی یہاں (یعنی خانقاہ) میں بھی رکھتا ہوں گرہستی کی ضروری ضروری چیزیں میں اپنے پاس بھی رکھتا ہوں گھروں کا محتاج نہیں رہتا۔ اھ

ف۔ سبحان اللہ اس معمول میں حضرت والا کا عمل شمائل ترمذی کی اس حدیث پر ہے **کان له عتاد فی کل شیٔ** یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں ہر (ضروری) امر کا سامان تھا۔

besturdubooks.wordpress.com

۱۱۔ ہر چیز کو اپنی جگہ پر رکھنا

حضرت والا ہر چیز کو اپنے ٹھکانے پر نہایت قرینہ سے رکھتے ہیں اور جب کوئی چیز فارغ ہوئی فوراً اسی وقت سب کام چھوڑ کر اس کو اپنی جگہ پر رکھ آتے ہیں کسی کام کو دوسرے وقت پر نہیں ٹالتے اور یہ ایسا اصول ہے کہ اس کی بدولت حضرت والا کا قلب بفضلہٖ تعالیٰ ہر وقت فارغ رہتا ہے اور کاموں میں خلط نہیں ہونے پاتا۔ نہ چیزوں میں گڑبڑ ہونے پاتی ہے اس میں عین وقت تو تھوڑا سا تعب ہوتا ہے لیکن پھر بالکل بےفکری ہو جاتی ہے۔

حضرت والا گھروں میں بھی جس چیز کو جہاں سے اٹھاتے ہیں پھر وہیں رکھ دیتے ہیں تاکہ رکھنے والے کو ڈھونڈھنا نہ پڑے۔ اسی طرح جب مختلف مدات کی رقوم منی آرڈر یا اور کسی ذریعے سے موصول ہوتی ہیں تو ساتھ کے ساتھ ہر مد کی رقم کو اسی مد کی تھیلی میں رکھتے جاتے ہیں اور ہر رقم کے متعلق ضروری یادداشتیں فوراً کے فوراً لکھ لیتے ہیں۔

۱۲۔ سوال کے جواب دینے میں احتیاط

حضرت والا کا یہ معمول بھی نہایت مصلحت اور دور اندیشی پر مبنی ہے کہ سوال کا جواب تشقیق کے ساتھ نہیں دیتے بلکہ پہلے ضروری استفسارات کر کے کوئی ایک شق متعین کرا لیتے ہیں بس پھر اسی شق کا جواب دے دیتے ہیں۔ تشقیق کے ساتھ جواب دیا جائے تو لوگ اس جواب کے منطبق کرنے میں غلطیاں کرتے ہیں اور بعض لوگ غرض فاسد کے لئے اسی شق کے مدعی بن جاتے ہیں جو ان کی غرض کے موافق ہوتی ہے۔

۱۳۔ کتاب پر تقریظ لکھنے میں احتیاط

حضرت والا کسی کتاب پر تقریظ محض اجمالی مطالعہ پر نہیں تحریر فرماتے کیونکہ اس کو ناجائز سمجھتے ہیں اور اگر تفصیلی مطالعہ کی فرصت نہیں ہوتی اور اکثر نہیں ہوتی تو کسی ایک مقام کی تعیین کرا لیتے ہیں اور اسی کے متعلق تقریظ تحریر فرما دیتے ہیں اور اس صورت میں جس پر اطمینان ہوتا ہے اس مقام کی تقریظ میں یہ بھی اضافہ فرما دیتے ہیں کہ امید ہے کہ بقیہ کتاب بھی ایسی ہی ہوگی۔ اور قبل تجربہ احیاناً اس معمول کے خلاف بھی ہو گیا مگر بعد کو اس کتاب کی

besturdubooks.wordpress.com

غلطیوں پر مطلع ہونے پر بہت افسوس ہوا اور اپنی تقریظ سے رجوع کا اعلان شائع فرما دیا۔

۱۴۔ دوسرے کی چیز فوراً واپس کرنا

حضرت والا کو اس کا خاص اہتمام ہے کہ اگر کسی کے یہاں سے کسی برتن میں یا رومال میں کوئی چیز آئی تو فوراً اس کو خالی کر کے واپس فرما دیتے ہیں۔

۱۵۔ خطوط کے جواب دینے میں معمول

اگر کسی مقام سے متعدد خطوط مختلف اشخاص کے آتے ہیں تو حضرت والا اس کا خاص اہتمام فرماتے ہیں کہ سب کے جواب ایک ہی ڈاک میں روانہ ہوں تا کہ وہاں پہنچنے میں تقدیم وتاخیر نہ ہو اور ایک کو دوسرے پر ناز کرنے کا موقع نہ ملے نہ کسی کی دل شکنی ہو۔ نیز اگر ایک ہی مقام سے متعدد خطوط مختلف اشخاص کی طرف سے ایک ہی شخص کے لکھے ہوئے آتے ہیں تو ان کا کوئی خاص اثر نہیں لیتے بلکہ تحقیق حال فرماتے ہیں چنانچہ حال ہی میں ایک مقام سے چھ خط ایک ہی ڈاک میں موصول ہوئے تو ان میں سے ہر خط میں یہ استفسار فرمایا کہ آج کی ڈاک میں چھ خط ایک ہی مقام کے ہیں کیا کسی نے ترغیب دے کر لکھوایا ہے یا باہم سازش ہوئی ہے۔

۱۶۔ دور سے آنے والوں کی اطلاع

جس زمانے میں حضرت والا سفر فرمایا کرتے تھے اس زمانے میں حضرت والا کا یہ معمول تھا کہ جن جن تاریخوں میں جو جو صاحب اپنے آنے کی اطلاع کرتے حضرت والا ان کے نام اپنی یادداشت میں لکھ لیتے تا کہ ان تاریخوں میں کہیں تشریف نہ لے جائیں۔ بلا اطلاع آنے کی بھی عام ممانعت تھی۔

۱۷۔ برتنوں کی صفائی وپاکی کا خیال

حضرت والا کٹورے کٹوریوں۔ گلاس وغیرہ ظروف کو بعد استعمال اُلٹ کر رکھتے ہیں تا کہ چھپکلی ' چوہا وغیرہ ان کے اندر ہو کر نہ گزر سکے اور وہ خراب ہونے سے محفوظ رہیں۔

۱۸۔ نامحرم خواتین کو ٹھہرنے کی ممانعت

حضرت والا نامحرم مہمان عورتوں کو اپنے گھروں میں نہیں ٹھہرنے دیتے دوسری جگہ

besturdubooks.wordpress.com

ٹھہر کر عرض حاجت کرنے آ جائیں۔ اس کا مضائقہ نہیں البتہ اگر ان کے مردوں سے عزیزوں کا سا تعلق ہو اور ان کے مردوں کی بھی اجازت ہو تو مضائقہ نہیں۔

۱۹۔ منتسبین کیلئے تعلقات کی آزادی

حضرت والا کو اگر کسی سے رنج ہوتا ہے تو منتسبین کے لیے یہ پسند نہیں فرماتے کہ وہ بھی اس سے اپنے تعلقات کو متغیر کریں بلکہ اس کی بالتصریح ممانعت فرما دیتے ہیں یوں اگر کسی قوی سبب سے کسی کا خود ہی خصوصی تعلقات رکھنے کو جی نہ چاہے تو مجبور بھی نہیں فرماتے۔

۲۰۔ اصول وقواعد کی پابندی

حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ قواعد ضروریہ اور اصول صحیحہ کی پابندی اتنی ضروری ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے آپ کو بھی ان کا ہمیشہ پابند بنائے رکھا۔ چنانچہ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ سے تین میل کے فاصلے پر قبا میں ایک صحابی سے ملنے تشریف لے گئے۔ آپ نے مسئلہ استیذان کی بناء پر تین بار باہر سے پکار کر سلام کیا اور آنے کی اجازت چاہی لیکن جب اندر سے نہ سلام کا جواب ملا نہ کوئی باہر آیا تو آپ واپس تشریف لے چلے۔ تھوڑی ہی دور پہنچے تھے کہ وہ صحابی دوڑے ہوئے تشریف لائے۔ ان کو قانون استیذان کی اس وقت تک تحقیق نہ تھی اس لئے انہوں نے قصداً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سلام کا جواب نہیں دیا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے جتنی بار بھی ان پر سلام پہنچ جائے ان کے حق میں بہتر اور موجب برکت ہے کیونکہ سلام بھی دعا ہے۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی عذر عرض کیا اور اپنے ہمراہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لوٹا لائے۔ تو دیکھئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی قوانین کے کس قدر پابند تھے کہ تین میل آنا اور پھر بلا ملے تین میل واپس تشریف لے جانے پر تو آمادہ ہو گئے لیکن قانون استیذان کے خلاف عمل نہیں فرمایا۔ نہ آپ دلگیر ہوئے نہ کوئی شکایت فرمائی۔ اھ

۲۱۔ جھگڑوں کے جواب دینے میں احتیاط

حضرت والا کا ایک معمول یہ بھی ہے کہ جھگڑے کے سوال کا جواب ایسا تحریر فرماتے ہیں کہ متنازعین

besturdubooks.wordpress.com

میں سے کوئی اس کو اپنے نزاع کا آلہ نہ بنا سکے چنانچہ اس قسم کے بکثرت سوالات آتے رہتے ہیں جن میں سے ایک سوال آج ہی آیا ہے جو بطور نمونہ مع حضرت والا کے جواب کے نقل کیا جاتا ہے۔ وھوہذا۔

(سوال)۔ اہل حدیث جو اپنے آپ کو عامل بالحدیث کہتے ہیں اور لباس و وضو میں احتیاط کا پہلو اختیار کرتے ہیں اور ائمہ عظامؒ کو عظمت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ائمہ کرامؒ کے حق میں سوءادب اور گستاخی کو حرام سمجھتے ہیں رفع یدین اور آمین بالجہر بھی کرتے ہیں علمائے کرام حنفیہ کی جانب سے ان پر فتوے تکفیر و تبدیع کے لگائے جاتے ہیں اور ان کے رسوا کرنے کے لیے رضا خانیوں کے رسائل پھیلائے جاتے ہیں حالانکہ علمائے کرام دیوبند کی تصانیف میں کافی اصلاح موجود ہے اور وہ بہتانات اور اتہامات ان پر لگائے جاتے ہیں جن کا وجود نہیں ہوتا لہٰذا مسائل حسب ذیل کا جواب تحریر فرمادیں۔

(۱)۔ اہل حدیث مسلمان ہیں یا کافر۔ (۲)۔ اہل حدیث سنی ہیں یا بدعتی۔ (۳)۔ اہل حدیث کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ (۴)۔ اہل حدیث کو سلام کرنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

(جواب)۔ اگر حنفیہ کا وہی عمل ہے جو سوال میں مذکور ہے تو حکم ظاہر ہے جواب کی حاجت نہیں اور اگر واقعہ بدل کر لکھا ہے تو دوسرے فریق کا بھی بیان درج سوال ہونا چاہیے بدوں اس کے جواب مفید نہیں۔ اھ

۲۲۔ آیت والے تعویذ پر سادہ کاغذ لگانا

حضرت والا جس تعویذ میں کوئی آیت تحریر فرماتے ہیں اس کے اوپر سادہ کاغذ بھی لگا دیتے ہیں تاکہ اس کا بے وضو چھونا جائز ہو جائے اور کسی کو تنگی یا گناہ نہ ہو۔

۲۳۔ عزیزوں کے گھروں میں جانے بارے معمول

حضرت والا عزیزوں کے گھروں میں بھی اس وقت تک تشریف نہیں لے جاتے (نہ از خود نہ بلانے سے) جب تک ان گھروں کا کوئی محرم مرد یا شوہر ساتھ نہ ہو۔

۲۴۔ تبرک کیلئے پاپوش عنایت فرمانا

حضرت والا سے اگر کوئی معتقد حضرت والا کا پاپوش مبارک بطور تبرک لیتا ہے تو احتیاطاً اس کو

besturdubooks.wordpress.com

دھوکر اور پاک صاف کر کے عطا فرماتے ہیں کیونکہ معلوم نہیں وہ اس کو کس طرح استعمال کرے گا بعضے طریق سے استعمال کرنا نجاست کی حالت میں ناجائز ہے۔ حضرت والا فرماتے تھے کہ عمر بھر میں صرف دو مرتبہ اس کا اتفاق ہوا ہے کہ لوگوں نے پاس رکھنے کے لئے پاپوش مانگے۔

۲۵۔ امانتوں کے رکھنے میں احتیاط

حضرت والا ہر امانت کو جدا رکھتے ہیں کیونکہ مخلوط ہو جانے کی صورت میں شرعاً احکام بدل جاتے ہیں اور پھر امانت امانت نہیں رہتی بلکہ قرض ہو جاتی ہے۔

احقر کو اس کا علم آج ہی اس طرح ہوا کہ ایک پارسل کے تولنے کے لئے کچھ زیادہ روپیوں کی ضرورت ہوئی تو حضرت والا نے دو امانتوں میں سے کچھ کچھ روپیہ نکال کر احقر کو حوالہ فرمائے جن میں یہ پہچان رکھی کہ ایک امانت میں سے تو سب ملکہ کی تصویر کے روپے نکالے اور دوسری میں سے سب بادشاہ کی تصویر کے اور حوالے فرماتے وقت احقر کو اس کی مصلحت سے بھی مطلع فرما دیا جو اوپر مذکور ہوئی۔

ماشاء اللہ تعالیٰ حضرت والا کو ہر معاملے کے وقت اس کے متعلق شرعی احکام سب سے پہلے مستحضر ہو جاتے ہیں اور ایسی ایسی دقیق جزئیات تک فوراً نظر پہنچ جاتی ہے کہ جن کی طرف آج کل عموماً کسی کو التفات بھی نہیں ہوتا۔ الا ماشاء اللہ

۲۶۔ مالی داد و دہش اور صدقات بارے معمول

حضرت والا کے یہاں داد و دہش علمی و حالی کی تو رات دن ماشاء اللہ تعالیٰ گرم بازاری رہتی ہی ہے داد و دہش مالی و غیر مالی بھی ہمیشہ بفضلہ تعالیٰ بڑے پیمانے پر جاری رہتی ہے۔ چنانچہ حضرت والا کا ابتداء ہی سے یہ معمول ہے کہ علاوہ صدقات واجبہ کے اپنی آمدنی کا چوتھائی حصہ ہمیشہ مصارف خیر میں بطور صدقات نافلہ کے فرما دیتے ہیں اور جہاں تک احقر کو علم اور اندازہ ہے اس زمانے میں بہت ہی کم ایسے دل گردے کے لوگ ہوں گے جو اپنی آمدنی کا اتنا بڑا حصہ مستمراً صدقات نافلہ میں صرف کر دیتے ہوں۔

ع۔ ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

besturdubooks.wordpress.com

ترجمہ: یہ کام تجھ سے ہوتا ہے اور مرد اسی طرح کرتے ہیں

حضرت والا کے اس معمولِ کا احقر کو علم اس طرح ہوا کہ جب احقر بعد ترک ڈپٹی کلکٹری ڈپٹی انسپکٹر مقرر ہوا تو چونکہ دوروں کے لئے سرکاری خیمہ نہیں ملتا تھا اس لئے یہ اشکال پیش آیا کہ پھر قیام کہاں کیا جائے کیونکہ کسی پر بیجا بار ڈالنا یا عہدے کے اثر سے کام لینا شرعاً جائز نہ تھا۔ اس وقت حضرت والا نے احقر کو یہ مسئلہ بتلایا کہ اگر کسی مسافر کے لئے ٹھہرنے کا کوئی اور ٹھکانا نہ ہو تو اس کو مسجد میں ٹھہرنا جائز ہے اور یہ مشورہ دیا کہ آپ مسجدوں میں ٹھہر جایا کیجئے اور بہت سے بہت یہ کیا کیجئے کہ چلتے وقت مسجد کے مصارف کے لئے کچھ دے دیا کیجئے اس صورت میں مسجد کا بھلا بھی ہو جایا کرے گا اور آپ کے قلب پر مسجد کے اندر ٹھہرنے سے گرانی بھی نہ ہوا کرے گی۔ اھ

پھر فرمایا کہ اس قسم کے صدقات نافلہ کے لئے اپنی تنخواہ کا کچھ حصہ مثلاً فی روپیہ ایک پیسہ دو پیسہ آنہ دو آنہ چار آنہ جتنا بھی بے تکلف نکال سکیں ایک معین مقدار مقرر کر لیجئے تاکہ ایسے مواقع پر نفس کشاکشی نہ کرے بلکہ ایسے مواقع کا منتظر رہا کرے کیونکہ جب ایک رقم مصارف خیر ہی کے لئے اپنے پاس جمع ہے تو پھر بجائے کشاکشی نفس کے سبکدوش ہونے کا طبیعت میں تقاضا ہوگا اور خود ہی مصارف خیر کی فکر اور تلاش رہا کرے گی بس رقم معین کرتے وقت تو ایک بار نفس کشاکشی کرے گا پھر ہر ہر موقع پر کشاکشی سے نجات ہو جائے گی اور جب کسی مصرف خیر میں کچھ دے گا نہایت خوش دلی کے ساتھ دے گا لیکن مقدار معین کرتے وقت زبان سے کچھ نہ کہے ورنہ نذر ہو جائے گی اور پھر اس رقم کا مصارف خیر میں صرف کرنا واجب ہو جائے گا۔ صرف دل ہی دل میں سوچ لے کہ میں محض اپنی سہولت کے لئے اور محض انتظاماً اپنی آمدنی کا فلاں حصہ مصارف خیر میں صرف کرنے کے لئے مقرر کئے لیتا ہوں لیکن اپنے ذمہ واجب نہیں کرتا۔ اھ۔ پھر حضرت والا نے فرمایا کہ میں نے بھی شروع ہی سے اپنی آمدنی کا چوتھائی حصہ مصارف خیر کے لئے مقرر کر رکھا ہے جس کی وجہ سے بڑی سہولت رہتی ہے۔ اھ۔

سائل کے بارے میں معمول

غرض حضرت والا کے یہاں ہر بات بااصول ہے۔ چنانچہ داد و دہش بھی کیفما اتفق نہیں

besturdubooks.wordpress.com

فرماتے بلکہ اس کے بھی نہایت معقول اصول مقرر فرما رکھے ہیں مثلاً جب کوئی سائل آتا ہے تو اگر دو آنہ دینے کی نیت ہوتی ہے تو یہ فرماتے ہیں کہ دو پیسے دے سکتا ہوں تا کہ اس کو پھر دو آنہ کی قدر ہو۔ اور جب تک وہ دو پیسے ہی پر اپنی رضا مندی ظاہر نہیں کر دیتا کچھ نہیں دیتے بعضے بدوں لئے چلے گئے تو فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے حاجتمند ہی نہیں ورنہ دو پیسے کو بھی غنیمت سمجھتے کیونکہ دو پیسے قبول کرنے میں کچھ نقصان تو تھا ہی نہیں کچھ نہ کچھ نفع ہی تھا چاہے تھوڑا ہی سہی۔ اھ

ایسے مواقع پر یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ لوگوں سے بھیک مانگنا بھی نہیں آتا اگر تھوڑے تھوڑے پر قناعت کریں تو بہت جمع ہو جائے کیونکہ پیسہ دو پیسہ مانگا جائے تو بہت لوگ دینے کو تیار ہو جائیں زیادہ زیادہ مانگتے ہیں اس لئے پیسہ دو پیسہ دینے کی کسی کو ہمت بھی نہیں ہوتی اور زیادہ دینے کی لوگوں کو عموماً گنجائش نہیں ہوتی۔ اھ

مالی اعانت بارے معمول

اسی طرح حضرت والا کسی کی مالی اعانت کرنے میں اس کا بہت لحاظ رکھتے ہیں کہ اس کو حرص یا مفت خوری کی عادت نہ پڑنے پائے اور جب وہ اپنی سب تدبیریں ختم کر چکتا ہے اور پھر بھی اس کو احتیاج باقی رہتی ہے اس وقت اعانت فرماتے ہیں اور وہ بھی داشتہ داشتہ تا کہ ایک ساتھ بے فکری نہ ہو جائے اور جو کچھ ملے اس کی دل سے قدر ہو چنانچہ جو طالب علم یا ذاکر شاغل طالب اعانت ہوتا ہے اس سے صاف فرما دیتے ہیں کہ بھائی یہاں تو توکل کا معاملہ ہے میرے پاس کوئی خزانہ تو جمع ہے نہیں۔ اگر کوئی شخص مصارف خیر کے لئے کوئی رقم بھیج دیتا ہے اور وہ میرے اصول کے مطابق ہوتی ہے تو مستحقین پر خرچ کر دیتا ہوں اور تھوڑی تھوڑی سب ہی مستحقین کی خدمت کرتا ہوں اس لئے میری اعانت کے بھروسے نہ رہو۔ تم بھی روٹیوں کے لئے کسی مسجد کی مؤذنی وغیرہ کی تلاش میں رہو میں بھی خیال رکھوں گا اھ۔ غرض اس کو بے فکر نہیں رہنے دیتے کیونکہ بے فکری سے نفس کے اندر بہت سے رذائل پیدا ہو جاتے ہیں لیکن خود ہمیشہ اس کا خیال رکھتے ہیں کہ بقدر حاجت اس کے پاس پہنچتا رہے چنانچہ اگر وہ کبھی کچھ قرض مانگتا ہے تو اس مقدار سے کسی قدر کم دے کر فرما دیتے ہیں کہ یہ ہبہ ہے اس کے ادا کرنے کی فکر نہ کرنا پھر بعد کو کسی موقع پر کمی کو بھی اسی طرح پورا فرما دیتے ہیں۔

besturdubooks.wordpress.com

غرض بہت سی مصالح کی بناء پر حضرت والا کا یہ معمول ہے کہ طالب اعانت کی درخواست کو فوراً پورا نہیں فرماتے کسی قدر فکر میں ڈالنے کے بعد پورا فرماتے ہیں۔ اکثر معاملات میں حضرت والا کا یہی طرز ہے کہ شفقت تو سب کے ساتھ انتہاء درجے کی ہے لیکن اس کو اہل معاملہ پر پوری طرح ظاہر نہیں ہونے دیتے۔ بقول احقرؔ

نگاہِ مست او بیگانہ وار است　　مگر دزدیدہ برہر میگسار است

ترجمہ: اس کی مست نگاہ بیگانہ رہتی ہے مگر چوری چوری ہر طالب کو دیکھتی ہے

حقیقی صدق واخلاص اور اصل شفقت ومحبت یہی ہے کیونکہ اس میں بے شمار مصالح ہیں۔ باپ کی سی عاقلانہ شفقت ہے ماں کی سی والہانہ محبت نہیں۔ خود فرمایا کہ میں ظاہری توجہ کو توسط ہی کے درجے میں رکھتا ہوں تاکہ نہ تو کسی کا دماغ خراب ہو نہ دوسروں کی دلشکنی ہو نہ کسی کو کسی پر حسد ہو۔ یہاں تک کہ میرے بعض خاص عزیز ہیں جن سے مجھ کو بہت زیادہ تعلق ہے لیکن میں اپنے برتاؤ سے ان پر بھی کبھی اپنے اتنے زیادہ تعلق کو ظاہر نہیں ہونے دیتا اور اسی لئے وہ میرے ساتھ بہت زیادہ ادب وعظمت کا معاملہ کرتے ہیں حالانکہ ان کے ساتھ میرے قلب کو بہت بے تکلفی کا تعلق ہے۔ اھ

حضرت والا اپنے اس طرز میں بدنامی کی بھی مطلق پروا نہیں فرماتے۔ مصالح کے مقابلہ میں ردّ وقبول خلق یا رسمی لحاظ ومروت کا ذرہ برابر خیال نہ کرنے والا حضرت والا کے برابر کہیں دیکھنے میں نہیں آیا۔ **وذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔** مصلح کامل ایسی ہی ذات ہوسکتی ہے۔ غرض حضرت والا عقل کو ہمیشہ اپنی طبیعت پر غالب رکھتے ہیں اور اسی طرح دین کو عقل پر اور یہ وہی کرسکتا ہے جو بڑا صاحب تمکین اور ابوالحال ہو۔

مصارف خیر کیلئے آنے والی رقموں بارے معمول

حضرت والا کی خدمت میں وقتاً فوقتاً رقمیں مصارف خیر کے لئے آتی رہتی ہیں جن کو نہایت درجہ احتیاط واہتمام کے ساتھ صرف فرمایا جاتا ہے لیکن اس خدمت کو قبول جب ہی فرماتے ہیں جب رقم بھیجنے والوں کی طرف سے اصول صحیحہ اور قواعد شرعیہ کے بالکل مطابق درخواست کی جائے ورنہ نہایت استغناء کے ساتھ صاف انکار فرمادیتے ہیں جس کی چند مثالیں

besturdubooks.wordpress.com

اپنے موقع پر باب ارشاد وافاضہ باطنی کے جزو پنج گنج اشرف میں بیان کی جا چکی ہیں۔

اگر کوئی بڑی رقم مصارف خیر کے لئے آتی ہے تو اس کا حساب بھی رقم بھیجنے والے کے پاس ارسال فرما دیتے ہیں لیکن اگر کوئی خود حساب طلب کرتا ہے تو خود اس رقم ہی کو یہ تحریر فرما کر واپس فرما دیتے ہیں کہ جس کو ہم پر اطمینان نہیں وہ ہم سے یہ خدمت ہی کیوں لے۔

جس اہتمام خاص سے حضرت والا رقوم موصولہ کو ان کے مصارف میں صرف فرماتے ہیں ایسا کہیں دیکھنے میں نہیں آیا۔ اس اہتمام میں اپنا بہت وقت بھی صرف فرماتے ہیں اور بہت تعب بھی برداشت فرماتے ہیں کہیں مستحقین کی فہرستیں تیار ہو رہی ہیں کہیں تخمینے لگائے جا رہے ہیں کہیں تقسیم کے لئے نظام عمل تجویز فرمائے جا رہے ہیں کہیں کارہائے خیر کی تعیین کے متعلق تحقیق فرمائی جا رہی ہے لیکن بلا اظہار نام معطی تا کہ لوگ اس کو جا جا کے تنگ نہ کریں۔ غرض مجال ہے کہ کوئی بے عنوانی یا بد انتظامی یا بے اصولی ہونے پائے کیونکہ جو خدمت حضرت والا اپنے ذمہ لے لیتے ہیں پھر اس کا پورا پورا حق ادا فرماتے ہیں اور حضرت والا کے ہاتھوں بڑے بڑے کام اس سکون اور حسن انتظام کیساتھ انجام پاتے ہیں کہ نہ کوئی ہلچل نظر آتی ہے نہ ضروریات روزمرہ میں کوئی خلل واقع ہوتا ہے نہ کسی قسم کی کوئی گڑبڑ ہونے پاتی ہے۔

خود حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ جو علمی کام اور جگہ بڑے بڑے محکموں کے ذریعے سے اور ہزاروں روپوں میں ہو سکتے وہ یہاں بفضلہ تعالیٰ چند غرباء کے ذریعے سے اور تھوڑے سرمایہ میں ہو گئے اور ہو رہے ہیں۔

حضرت والا کی خدمت میں بعض اہل خیر ایسی رقمیں بھی بھیجتے رہتے ہیں جن کے متعلق وہ حضرت والا کو اختیار دے دیتے ہیں کہ جن مصارف خیر میں چاہیں صرف فرما دیں۔ حضرت والا نے ایسی رقموں میں سے علاوہ دیگر ضروری کارہائے خیر کے بعض مساکین مستحقین کو ماہوار بطور تنخواہ کے بھی مقرر فرما رکھا ہے جس کا آج کل اوسط تیس روپیہ ماہوار ہے لیکن بہت سی مصلحتوں کی بناء پر ان مساکین کے ذمہ یہ رکھا ہے کہ وہ ہر مہینہ یاد دلا یا کریں۔ باہر والے بذریعہ ڈاک کے اور مقامی بذریعہ پرچہ کے۔

حضرت والا کا کئی سال سے یہ بھی معمول ہے کہ اختیاری رقوم میں سے بشرط گنجائش

besturdubooks.wordpress.com

کتابیں خرید کر مدارس دیوبند و سہارنپور میں بھجوا دیتے ہیں اور اکثر اعلاء السنن کے نسخے خرید فرما کر بھجواتے ہیں تاکہ اس مفید کتاب کی اشاعت بھی ہو جائے۔

۲۷۔تدریس کے متعلق معمول

جب حضرت والا درس و تدریس میں مشغول تھے تو اس میں یہ معمول تھا کہ طالب علموں کا وقت غیر متعلق مباحث کی تقریروں میں ضائع نہ فرماتے تھے جیسی کہ اکثر مدرسین کی آج کل عام عادت ہے بلکہ کتاب کا صرف نفس مطلب کے حل کی طرف توجہ فرماتے تھے البتہ شاذ و نادر کسی خاص تحقیق کی تقریر فرما دینا اور بات ہے۔ اگر کوئی شاگرد حضرت والا کی کسی تقریر پر کوئی معقول اشکال کرتا تو بخلاف عام عادت مدرسین اپنی بات نہ بناتے بلکہ فوراً تسلیم فرما لیتے اسی طرح اگر کوئی شاگرد مصنف کی کسی عبارت پر کوئی معقول اعتراض کرتا تب بھی بجائے مصنف کی خواہ مخواہ حمایت کرنے کے جیسا کہ مدرسین کا دستور ہے فوراً فرما دیتے کہ یہاں مصنف سے غلطی ہوگئی ہے۔

اس طرز عمل سے طلباء کا وقت بھی ضائع نہ جاتا اور بہت جلد جلد کتابیں ختم ہوتیں اور اس اعتراض سے یہ بھی مقصود ہوتا تھا کہ طلباء کو بھی یہی عادت ہو جائے۔ حضرت والا نے اپنے اس معمول کو بیان فرما کر فرمایا کہ یہ معمول مدرسین کے بہت کام کا ہے ان کو چاہیے کہ اس کو اپنا دستور العمل بنالیں۔

اسی طرح حضرت والا کا معمول تھا کہ سبق شروع کرانے کے قبل اس کی ایک سہل اور جامع تقریر فرما دیتے اور ضرورت کے مواقع پر مثالیں دے دے کر اس کے مضامین کو پہلے ہی سے اچھی طرح ذہن نشین کرا دیتے، پھر عبارت کتاب کو اس پر منطبق فرما دیتے۔ یہ تو مدرسین کے نفع کے دستور العمل ہیں اور طلباء کے نفع کے لیے یہ فرمایا کرتے ہیں کہ بس تین چیزوں کا التزام کرلیں پھر چاہے کچھ یاد رہے یا نہ رہے میں ٹھیکہ لیتا ہوں کہ استعداد علمی ضرور پیدا ہو جائے گی اول تو سبق کا مطالعہ کریں پھر استاد سے سمجھ کر پڑھ لیں پھر ایک مرتبہ اپنی زبان سے اس کی تقریر کرلیں اور ایک چوتھی بات درجہ استحسان میں ہے وہ یہ کہ آموختہ بھی بالالتزام کرتے رہا کریں۔ بس پھر نہ رٹنے کی ضرورت نہ محنت کرنے کی اھ۔

besturdubooks.wordpress.com

اس ارشاد کو مفصلات شاید باب درس وتدریس میں یا اور کہیں لکھا جا چکا ہے۔

۲۸۔ دربان کا تقرر

حضرت والا کو تعارف وغیرہ کی گفتگو کرنے میں نو واردین کی طرف سے بہت اذیتیں پہنچتی تھیں جن سے جانبین کو کلفت ہوتی تھیں بالخصوص حضرت والا کو اب ضعف و پیری میں اس اذیت کا تحمل بھی دشوار ہو گیا تھا اور صحت پر بُرا اثر پڑنے لگا تھا۔ حضرت والا کے اعزہ اور خدام نے اس پر زور دیا کہ ایک بواب یعنی دربان مقرر کیا جائے جس کے واسطہ سے گفتگو فرمائی جایا کرے حضرت والا نے اس میں ایک شان مخدومیت ہونے کی وجہ سے اس کی مخالفت کی لیکن جب مصالح کی بناء پر بار بار آدب عرض کیا گیا تو بادل نخواستہ منظور فرمالیا۔ اب جو نیا آنے والا آتا ہے وہ پہلے بذریعہ بواب کے اپنا ضروری تعارف کراتا ہے اور سب ابتدائی مراحل طے ہو جاتے ہیں اس وقت حاضری خدمت کی اجازت ہو جاتی ہے اس میں جانبین کو بڑی سہولت اور رحت ہوگی۔ **فالحمدللہ الوھاب علی تقرر البواب۔**

شروع شروع میں تو حضرت والا کو اس انتظام سے بڑی وحشت رہی لیکن جب اس کی تائیدات حدیث سے یاد آ گئیں تو عقلی ناگواری زائل ہوگئی گو خلاف عادت ہونے کی وجہ سے طبعاً کسی قدر گرانی اب بھی ہے۔

اس جگہ بواب کے متعلق جس کا ایک لقب حاجب بھی ہے مسئلے کی مختصر تحقیق مناسب معلوم ہوتی ہے وہ یہ تحقیق ہے کہ کسی معتد بہا ضرورت یا مصلحت سے مثلاً واردین کی اطلاع و استیذان اور ان کی کوئی بات یا ان کو کوئی بات پہنچا دینے کے لئے عارضی یا مستقل طور پر بواب کا انتظام جائز ہے تاکہ جانبین کو سہولت و راحت رہے۔ یہ جواز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے بھی اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے فعل سے بھی ثابت روایات ذیل ملاحظہ ہوں۔

(۱)۔ عن ابن عباس عن عمر فی حدیث طویل قال فدخلت علی حفصة وھی تبکی فقلت اطلقکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالت لا ادری ھوذا معتزل فی ھذہ المشربة فاتیت غلاماله اسود فقلت استاذن

besturdubooks.wordpress.com

لعمرالی قوله فاذ الغلام یدعونی فقال ادخل فقد اذن لک فدخلت فسلمت علی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم الخ. وفی بعض الروایات قول عمر یا رباح استاذن لی الی قوله و انه اذن له عند ذلک الخ (جمع الفوائد عن الشیخین والترمذی والنسائی تفسیر سورۃ الطلاق)

(۲)۔ عن ابی موسیٰ فی حدیث طویل فجلست عند الباب فقلت لاکونن بواب النبی صلی اللّٰه علیه وسلم الیوم فجاء ابوبکر فدفع الباب فقلت من هذا فقال ابوبکر فقلت علی رسلک ثم ذهبت فقلت یا رسول اللّٰه هذا ابوبکر یستاذن فقال ائذن له وفیه ثم جاء عمر ثم جاء عثمان وفی روایة قلت لا کونن الیوم بواب النبی صلی اللّٰه علیه وسلم ولم یأ مرنی وفی اُخری انه صلی اللّٰه علیه وسلم دخل حائطا وامرنی بحفظ باب الحائط (جمع الفوائد عن الشیخین والترمذی باب فضائل الصحابة المشترکة)

(۳)۔عن مالک بن اوس فی حدیث طویل قال بینما انا جالس عنده (ای عند عمرؓ) اتاه حاجبه یرفا فقال هل لک فی عثمان و عبدالرحمن بن عوف والزبیر و سعد بن ابی وقاص یستأذنون قال نعم فدخلو افسلموا وجلسو اثم جلس یرفایسیر ا ثم قال هل لک فی علی و عباس قال نعم فاذن لهما فد خلاو جلسا الخ۔ (بخاری کتاب الجهاد باب فرض الخمس)

قال الکر مانی یرفا بفتح التحتیته وسکون الراء و فتح الفاء مهموزا وغیره مهموز هو علم حاجب عمر رضی اللّٰه عنه وقال ابن حجر و یرفا هذا کان من موالی عمر ادرک الجاهلية ولا یعرف له صحبة وحج مع عمر فی خلافة ابی بکر رضی اللّٰه عنه.

دیکھئے کیسے بڑے بڑے صحابہ کو خاص وقت میں بدوں توسط بواب کے رسائی نہیں ہوئی اور حدیث ثانی میں حضرت ابوموسیٰ کے ان دونوں قول میں لم یامرنی اور امرنی میں تعارض کا شبہ نہ کیا جائے۔ تطبیق یہ ہے کہ شروع میں تو یہ اپنی رائے میں بیٹھ گئے اس کے بعد

besturdubooks.wordpress.com

آپ کی بھی اجازت ہوگئی۔ اور حضرت انس کی ایک حدیث میں ایک مصیبت زدہ عورت کے قصہ میں جو آیا ہے فاتت بابه فلم تجد علی بابه بوابین (کمافی جمع الفوائد عن الشیخین وابی داؤد والترمذی باب الصبر علی النوائب) تو نفی مستلزم نہی کو نہیں اس کا مدلول حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اصلی عادت کا بیان ہے اور فعل مذکور کسی خاص وقت میں کسی خاص عارض کے اقتضاء پر محمول ہے۔ فلم یتعارضا البتہ اگر تجبر وتکبر وترفع وتصنع وتکلف و تصلف کے قصد سے ہو اس کے مذموم ہونے میں کوئی شبہ نہیں وہذا واللہ اعلم فقط۔

۲۹۔ طبعی لطافت اور تناسب وترتیب کا اہتمام

اگر کسی کپڑے یا انگلی وغیرہ پر سیاہی وغیرہ کا کوئی ذرا سا بھی داغ دھبہ پڑ جاتا ہے تو حضرت والا کو وہ اس قدر بدنما معلوم ہوتا ہے کہ اس کو فوراً خاص اہتمام کے ساتھ دھوتے ہیں۔ اس طرح جس زمانے میں زکام ہوتا ہے رومال کے ایک گوشے میں گرہ لگا لیتے ہیں اور جب ضرورت ہوتی اسی طرف کے گوشے سے ناک صاف فرماتے رہتے ہیں تا کہ کل رومال آلودہ نہ ہو اور جو گوشہ آلودہ ہوا ہے بس وہی آسانی کے ساتھ دھولیا جائے۔

پلاؤ وغیرہ اس طرح تناول فرماتے ہیں کہ بچے ہوئے کے کنارے ہموار رہیں اور جس طرف سے تناول فرمایا ہے وہ حصہ برتن کا بالکل صاف ستھرا ہوتا کہ اگر کوئی بچے ہوئے کو کھائے تو اس کو گھن نہ آئے۔ ایک بار فرمایا کہ مجھ کو تناسب اور ترتیب کا اتنا اہتمام ہے کہ استنجے کے ڈھیلوں میں بھی جو سب سے بڑا ہوتا ہے پہلے اس کو استعمال کرتا ہوں پھر اس سے چھوٹا پھر اس سے چھوٹا۔ اھ

اگر کوئی آبخورے میں بہت سا پانی بھر کر لے آتا ہے تو جب اس کو کم کرا دیتے ہیں تب پیتے ہیں۔ ورنہ ایسی وحشت ہوتی ہے کہ تھوڑا بھی نہیں پیا جاتا۔ کسی کا جھوٹا کھانا نہیں کھا سکتے جھوٹا پانی نہیں پی سکتے۔ البتہ ساتھ کھانے میں انقباض نہیں ہوتا۔

اگر کسی سواری میں حضرت والا کے بائیں طرف جس طرف قلب ہوتا ہے کوئی بیٹھا ہو تو گرانی ہوتی ہے گھر میں تاکید فرما رکھی ہے کہ کھانے کے وقت ہاتھ دھونے کے لئے جو لوٹا میں پانی بھر کر رکھا جائے تو صرف نصف لوٹا بھرا جائے تا کہ اس کے اٹھانے میں خواہ

besturdubooks.wordpress.com

مخواہ تکلف نہ ہو۔ آسانی سے ہاتھ دھوئے جاسکیں۔ جس کمرے میں کوئی تیز خوشبودار چیز رکھی ہو مثلاً امرود وغیرہ تو وہاں حضرت والا کو نیند نہیں آتی۔ غرض لطافت مزاج میں حضرت والا گویا اپنے وقت کے حضرت مرزا جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

۳۰۔ نمازوں کے اوقات کے تقرر کا انتظام

حضرت والا نے نمازوں کے اوقات کا ایسا نفیس انتظام فرما رکھا ہے کہ سبحان اللہ بڑے اہتمام کے ساتھ دھوپ گھڑی کے حساب سے نقشہ تبدیل اوقات بنا رکھا ہے اور اس کو چھپوا بھی لیا ہے۔ ایک روز قبل نماز کی تبدیل اوقات کا اعلان بذریعہ مؤذن کرا دیا جاتا ہے اور مسجد میں بھی موجودہ اوقات نماز کا ایک نقشہ ہر وقت آویزاں رہتا ہے۔ گھڑی جلد جلد دھوپ گھڑی سے ملائی جاتی ہے تاکہ زیادہ تفاوت نہ ہونے پائے۔

عیدین کی نمازوں کے وقت کا اعلان کچھ دن قبل آویزاں کرادیا جاتا ہے بالخصوص جمعہ پیشین کے دن تاکہ دیہات سے آنے والوں کو بھی وقت کا علم ہو جائے۔ عیدین کی نماز کا وقت قصبہ کی عیدگاہ کے وقت سے بہت مقدم ہوتا ہے تاکہ یہاں کی جماعت میں کم پہنچ سکیں اور وہاں کی جماعت میں زیادہ لیکن پھر بھی مجمع بہت زیادہ ہو جاتا ہے چونکہ نماز عیدالضحیٰ میں تعجیل مستحب ہے اور نماز عیدالفطر میں تاخیر اس لئے ان دونوں نمازوں کے اوقات میں بھی فرق رکھا ہے یعنی عیدالضحیٰ کی نماز تو طلوع آفتاب کے ڈیڑھ گھنٹہ بعد ہوتی ہے اور عیدالفطر کی دو گھنٹہ بعد۔

تنبیہ: عبادات سے متعلق معمولات بارے حضرت والا کا ملفوظ

معمولات متذکرہ بالا صرف وہ ہیں جو عادت سے تعلق رکھتے ہیں اور وہ اس لئے بیان کئے گئے کہ ان کا اتباع ہو سکتا ہے اب ممکن ہے بعض ناظرین کو حضرت والا کے ان معمولات کا بھی انتظار ہو جن کا تعلق عبادت سے ہے۔ اس لئے ایسے معمولات کے متعلق حضرت والا کا ایک ملفوظ ذیل میں نقل کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے جو نہایت کارآمد اور ایک نہایت مفید تحقیق پر مشتمل ہے۔

ایک اہل علم نے احقر کو لکھا کہ حضرت والا کے جو معمولات رمضان شریف میں ہوں وہ احقر حضرت والا سے پوچھ کر انہیں لکھ بھیجے۔ حضرت والا کے حضور میں جب احقر نے صاحب

besturdubooks.wordpress.com

ممدوح کی یہ درخواست پیش کی تو فرمایا کہ اول تو معمولات بزرگوں کے ہوتے ہیں میں تو ایک طالب علم آدمی ہوں بجز اوراق سیاہ کرنے کے میرے معمولات ہی کیا ہوتے۔ دوسرے یہ کہ اگر کوئی صاحب معمولات بھی ہو تو اس کے معمولات کی تفتیش اس لئے بھی عبث ہے کہ اتباع امتی کے افعال کا نہیں ہوتا صرف انبیاء علیہم السلام کے افعال کا ہوتا ہے یا جس کے افعال کے اتباع کا سنت میں امر وارد ہوا ہو جیسے حضرات خلفاء راشدین یا اکابر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم مثلاً غرض باستثناء مذکور غیر نبی کی تعلیمات قولیہ کا اتباع ہوتا ہے نہ کہ اس کے معمولات فعلیہ کا کیونکہ ممکن بلکہ غالب ہے کہ اس کے معمولات فعلیہ اس کی خصوصیات میں سے ہوں اور وہ اتباع کرنے والے کے مناسب حال نہ ہوں مثلاً اگر ان کی مقدار زیادہ اور متبع کے تحمل سے باہر ہوئی تو اس کو وہ مضر ہوں گے۔ اسی طرح اگر کسی صاحب معمولات کے معمولات اس کی خصوصیت حال کی وجہ سے کم ہوئے تب بھی ان کا اتباع دوسروں کو مضر ہوگا کیونکہ مثلاً کتابوں میں لکھا ہے کہ ابدال کی نماز بہت مختصر ہوتی ہے مگر بلا نقص اور ان کے ظاہری اعمال نافلہ بھی بہت کم ہوتے ہیں تو جو اس درجہ کا نہ ہوگا اس کے لئے یہ کمی معمولات مضر ہوگی۔

بہر حال کسی کے معمولات فعلیہ کا اتباع نہیں چاہیے اور جب اتباع نہیں کرنا تو پھر پوچھنا بھی ایک فعل عبث ہے بلکہ اس تفتیش میں صاحب معمولات کے انقباض کا احتمال ہے کیونکہ ممکن ہے وہ اپنی بعض عبادات کو اوروں سے پوشیدہ رکھنا چاہتا ہو۔ اس لئے تفتیش نہیں چاہیے اتفاق سے علم ہو جائے تو اور بات ہے لیکن اس صورت میں بھی بلا پوچھے ان پر عمل ہرگز نہ کرے البتہ انبیاء کے اقوال وافعال سب متبوع ہیں تاوقتیکہ کوئی تخصیص کی دلیل قائم نہ ہو۔ اھ

besturdubooks.wordpress.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سترہواں باب

''اصلاح معاشرت''

تمہید

ا۔ اصلاحِ معاشرت کی اہمیت

منجملہ شعب دینیہ کے ایک نہایت ضروری شعبہ ادب معاشرت بھی ہے لیکن افسوس ہے کہ اس کو آج کل عوام تو عوام اکثر خواص بھی گویا داخل دین ہی نہیں سمجھتے۔ الا ماشاء اللہ۔

حضرت والا نے بہ حیثیت ایک حکیم الامت اور مجدد الملۃ ہونے کے اس شعبہ ضروریہ کی اصلاح کی جانب بھی اس درجہ اہتمام اور اس قدر تفصیل کے ساتھ توجہ فرمائی ہے کہ اس امر مہم کی جانب ایسی توجہ خاص صدیوں سے نہ ہوئی ہوگی چنانچہ ایک بار خود فرمایا کہ مجدد ملت تو خیر کیا لیکن مجدد معاشرت میں ضرور ہوں۔ حضرت والا کو اصلاح معاشرت کا اس قدر اہتمام ہے کہ بلاخوف لومۃ لائم رات دن لوگوں کو نہایت اہتمام کے ساتھ اس کے متعلق روک ٹوک فرماتے رہتے ہیں اور کم فہموں کے طعنوں کی مطلق پروا نہیں فرماتے بمصداق (ع) خلقے بطعن و گفتگو عاشق بکارِ خویشتن۔ (مخلوق طعنوں اور باتوں میں مصروف ہے اور عاشق اپنے کام میں مشغول ہے)

حضرت والا جن جن آداب معاشرت کی تعلیم فرماتے رہتے ہیں وہ اتنے زیادہ تعداد میں ہیں کہ ان کا احصاء ممکن نہیں کیونکہ بہ حیثیت ایک مرجع خلائق ہونے کے حضرت والا کو ہر قسم کے لوگوں سے آئے دن سابقہ پڑتا رہتا ہے اور ان کے ساتھ مختلف قسم کے معاملات بکثرت پیش آتے رہتے ہیں اور چونکہ بربناء غفلت عامہ حضرت والا کے یہاں سب سے مقدم تعلیم اصلاح معاشرت ہی کی ہوتی ہے اس لئے ہر ہر کوتاہی کی نہایت تدقیق کے ساتھ قولی اور عملی تعلیم فرماتے رہتے ہیں۔ جس کا ایک خاص سبب یہ بھی ہے کہ خود حضرت والا کو خاص اپنے معاملات میں بھی طبعاً و شرعاً حسن معاشرت کا غایت درجہ اہتمام رہتا ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

جیسا کہ سولہویں باب معمولات میں عرض کیا گیا مجھ کو اس باب میں بھی زیادہ نہیں لکھنا کیونکہ جو معمولات باب مذکور میں اور دیگر ابواب اشرف السوانح میں مجتمعاً یا متفرقاً لکھے جا چکے ہیں ان میں سے اکثر و بیشتر کا تعلق اصلاح معاشرت سے بھی ہے حاجت اعادہ نہیں۔ لہٰذا اس باب میں احقر حضرت والا کی تصنیف لطیف موسومہ آداب المعاشرت سے اس کی تمہید اور اس میں سے بعض آداب کے نقل کر دینے پر اکتفا کرتا ہے جس میں بعض آداب متفرقہ بہشتی زیور سے بھی منقول ہیں۔ نیز یہ مشورہ بھی عرض کیا جاتا ہے کہ بہت سے ضروری آداب معاشرت نہایت تفصیل کے ساتھ حسن العزیز جلد اول میں جو احقر کا مرتب کیا ہوا مجموعہ ملفوظات ہے مذکور ہیں اس کو بھی ملاحظہ فرما لیا جائے تو اس مبحث کے متعلق مزید بصیرت حاصل ہو جائے۔

نقل تمہید و بعض آداب از آداب المعاشرت

تمہید

المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده

مسلمان (کامل) وہ شخص ہے کہ جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان لوگ محفوظ رہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

معاشرت کی تعلیم نہ ہونے کا نقصان

حمد و صلوٰۃ کے بعد عرض ہے کہ اس وقت دین کے پانچ اجزاء میں سے عوام نے صرف دو ہی جز کو داخل دین سمجھا یعنی عقائد و عبادات کو اور علماء ظاہر نے تیسرے جز کو بھی دین اعتقاد کیا یعنی معاملات کو اور مشائخ نے چوتھے جزء کو بھی دین قرار دیا یعنی اخلاق باطنی کی اصلاح کو لیکن ایک پانچویں جزء کو کہ وہ ادب معاشرت ہے قریب قریب ان تینوں طبقوں نے الا ماشاء اللہ اکثر نے تو اعتقاداً اور بعض نے عملاً دین سے خارج اور بے تعلق قرار دے رکھا ہے اور اسی وجہ سے اور اجزاء کی تو کم و بیش خاص طور پر یا عام طور پر یعنی وعظ میں کچھ تعلیم و تلقین بھی ہے لیکن اس جزء کا کبھی زبان پر نام تک بھی نہیں آتا اسی لئے علماً و عملاً یہ جزء بالکلیہ نسیاً منسیا (بھول بھلیاں ۱۲) ہو چلا ہے اور میرے نزدیک باہمی الفت و اتفاق میں

besturdubooks.wordpress.com

(جس کی شریعت نے سخت تاکید کی ہے اور اس وقت عقلاء بھی اس کی بہت کچھ چیخ پکار کر رہے ہیں) جو کمی ہے اس کا بڑا سبب یہ سوء معاشرت (برتاؤ کا برا ہونا) بھی ہے کیونکہ اس سے ایک کو دوسرے سے تکدر و انقباض ہوتا ہے اور وہ رافع و مانع ہے۔ انبساط و انشراح کا جو اعظم مدار ہے الفت باہمدگر کا حالانکہ خود اس خیال کو کہ اس کو دین سے کوئی مس نہیں آیات و احادیث و اقوال حکماء دین کے رد کرتے ہیں۔

قرآن و حدیث میں آداب معاشرت

چنانچہ ان میں سے بعض بطور نمونہ کے پیش کرتا ہوں۔

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے ایمان والو جب تم سے کہا جاوے کہ مجلس میں جگہ کو فراخ کر دو تو جگہ کو فراخ کر دیا کرو اور جب تم سے کہا جاوے کہ کھڑے ہو جاؤ تو کھڑے ہو جایا کرو۔

اور ارشاد ہے (سورہ مجادلہ ۱۲) کہ دوسرے کے گھر میں (گو وہ مردانہ ہو مگر خاص خلوت گاہ ہو) بے اجازت لئے مت (سورہ نور ۱۲) جایا کرو۔

دیکھئے اس میں اپنے جلیسوں کی راحت کی رعایت کا کس طرح حکم فرمایا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایک ساتھ کھانے کے وقت دو دو چھوارے ایک دم سے نہ لینا چاہیے تاوقت یہ کہ اپنے رفیقوں سے اجازت نہ لے لے (متفق علیہ ۱۲)۔

دیکھئے اس میں ایک نہایت خفیف امر محض اس وجہ سے کہ بے تمیزی ہے اور دوسروں کو ناگوار ہوگا ممانعت فرما دی اور حضور ہی کا ارشاد ہے کہ جو شخص لہسن اور پیاز (یعنی خام) کھائے تو ہم سے (یعنی مجمع سے) علیحدہ رہے۔ (متفق علیہ ۱۲)

دیکھئے اس خیال سے کہ دوسروں کو ایک خفیف سی اذیت ہوگی منع فرمایا

اور ارشاد فرمایا کہ مہمان کو حلال نہیں کہ میزبان کے پاس اس قدر قیام کرے کہ وہ تنگ ہو جاوے۔ (متفق علیہ ۱۲)

اس میں ایسے امر سے ممانعت ہے جس سے دوسرے کے قلب پر تنگی ہو

اور ارشاد فرمایا کہ لوگوں کے ساتھ کھانے کے وقت گو پیٹ بھر جائے مگر جب تک کہ دوسرے لوگ فارغ نہ ہو جائیں ہاتھ نہ کھینچے کیونکہ اس سے دوسرا کھانے والا شرما کر ہاتھ کھینچ

besturdubooks.wordpress.com

لیتا ہے اور شاید اس کو ابھی کھانے کی حاجت باقی ہو (رواہ ابن ماجہ ۱۲)۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسا کام نہ کرے جس سے دوسرا آدمی شرما جائے۔

بعضے آدمی طبعی طور پر مجمع میں کسی چیز کے لینے سے شرماتے ہیں اور ان کو گرانی ہوتی ہے یا ان سے مجمع میں کوئی چیز مانگی جائے تو انکار و عذر کرنے سے شرماتے ہیں گو پہلی صورت میں لینے کو جی چاہتا ہو اور دوسری صورت میں دینے کو جی نہ چاہتا ہو۔ ایسے شخص کو مجمع میں نہ دے نہ مجمع میں اس سے مانگے۔

اور حدیث میں وارد ہے کہ ایک بار حضرت جابر رضی اللہ عنہ درِ دولت پر حاضر ہوئے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپ نے پوچھا کون ہے انہوں نے عرض کیا کہ میں ہوں آپ نے ناگواری سے فرمایا میں ہوں میں ہوں (متفق علیہ ۱۲)۔

اس سے معلوم ہوا کہ بات صاف کہے کہ جس کو دوسرا سمجھ سکے۔ ایسی گول بات کہنا جس کے سمجھنے میں تکلیف ہو الجھن میں ڈالنا ہے۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی شخص محبوب نہ تھا۔ مگر آپ کو دیکھ کر اس لئے کھڑے نہ ہوتے تھے کہ جانتے تھے کہ آپ کو ناگوار ہوتا ہے (ترمذی ۱۲)۔

اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی خاص ادب و تعظیم یا کوئی خدمت کسی کے مزاج کے خلاف ہو اس کے ساتھ وہ معاملہ نہ کرے گو اپنی خواہش ہو مگر دوسرے کی خواہش کو اس پر مقدم رکھے۔

بعضے لوگ جو بعض خدمات میں اصرار کرتے ہیں بزرگوں کو تکلیف دیتے ہیں۔

اور ارشاد ہے کہ (ایسے) دو شخصوں کے درمیان میں (جو قصداً پاس پاس بیٹھے ہوں) جا کر بیٹھنا حلال نہیں۔ بدوں ان کے اذن کے۔ (ترمذی ۱۲)

اس سے ظاہر ہے کہ کوئی ایسی بات کرنا جس سے دوسروں کو کدورت ہو نہ چاہیے اور حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب چھینک آتی تو اپنا منہ ہاتھ یا کپڑا سے ڈھانپ لیتے اور آواز کو پست فرماتے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اپنے جلیس کی اتنی رعایت کرے کہ اس کو سخت آواز سے بھی

besturdubooks.wordpress.com

اذیت و وحشت نہ ہو۔

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آتے تو جو شخص جس جگہ پہنچ جاتا وہاں ہی بیٹھ جاتا۔ (ابوداؤد)

یعنی لوگوں کو چیر پھاڑ کر آگے نہ بڑھتا۔ اس سے بھی مجلس کا ادب ثابت ہوتا ہے کہ ان کو اتنی ایذا بھی نہ پہنچائے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ موقوفاً (رزین ۱۲) اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً (بیہقی ۱۲) اور حضرت سعید بن المسیب سے مرسلاً مروی ہے (بیہقی ۱۲) کہ عیادت میں بیمار کے پاس نہ بیٹھے۔ تھوڑا بیٹھ کر جلدی اٹھ کھڑا ہو۔ اس حدیث میں کس قدر دقیق رعایت ہے اس امر کی کہ کسی کی ادنیٰ گرانی کا سبب بھی نہ بنے کیونکہ بعض اوقات کسی کے بیٹھنے سے مریض کو کروٹ بدلنے میں یا پاؤں پھیلانے میں یا بات چیت کرنے میں ایک گونہ تکلف ہوتا ہے۔ البتہ جس کے بیٹھنے سے اس کو راحت ہو وہ اس سے مستثنیٰ ہے

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے غسل جمعہ کے ضروری ہونے کی یہی علت بیان فرمائی ہے (ابوداؤد ۱۲) کہ ابتدائے اسلام میں اکثر لوگ غریب مزدوری پیشہ تھے میلے کپڑوں میں پسینہ نکلنے سے بدبو پھیلتی اس لئے غسل واجب کیا گیا تھا۔ پھر بعد میں یہ وجوب منسوخ ہوگیا۔

اس سے بھی معلوم ہوا کہ اس کی کوشش واجب ہے کہ کسی کو کسی سے معمولی اذیت بھی نہ پہنچے اور جن احادیث کے حوالے متن میں نہیں ہیں وہ مشکوٰۃ و تعلیم الدین سے نقل کئے ہیں ۱۲)

اور سنن نسائی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ شب برات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بستر پر سے آہستہ اٹھے اور اس خیال سے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سوتی ہوں گی بے چین نہ ہوں۔ آہستہ نعل مبارک پہنے اور آہستہ سے کواڑ کھولے اور آہستہ سے باہر تشریف لے گئے اور آہستہ سے کواڑ بند کئے اس میں سونے والے کی کس قدر رعایت ہے کہ ایسی آواز یا کھڑکا بھی نہ کیا جائے جس سے سونے والا دفعتہً جاگ اٹھے اور پریشان ہو۔

اور صحیح مسلم میں حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے ایک طویل قصہ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان تھے اور آپ ہی کے ہاں مقیم تھے۔ بعد عشاء آ کر لیٹ

besturdubooks.wordpress.com

رہتے۔ حضور اقدس دیر میں تشریف لاتے تو (چونکہ مہمانوں کے سونے اور جاگنے دونوں کا احتمال ہوتا تھا (اس لئے) سلام (تو) کرتے کہ شاید جاگتے ہوں اور ایسا آہستہ سلام کرتے کہ اگر جاگتے ہوں تو سن لیں اور اگر سوتے ہوں تو آنکھ نہ کھلے اس سے بھی وہی اہتمام معلوم ہوا جو اس سے پہلی حدیث میں معلوم ہوا تھا اور بکثرت حدیثیں اس بات کی موجود ہیں۔ روایات فقہیہ میں ایسے شخص کو جو طعام وغیرہ یا درس یا اوراد (وظیفوں ۱۲) میں مشغول ہو سلام نہ کرنا مصرح ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ بلاضرورت کسی مشغول شغل ضروری کے قلب کو منتشر اور دو جانب کرنا شرعاً ناپسند ہے اسی طرح گندہ ذہنی کے مرض میں جو شخص مبتلا ہو اس کو مسجد میں نہ آنے دینا بھی فقہاء نے نقل کیا ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کی اذیت کے اسباب کا انسداد نہایت ضروری ہے۔

ادب معاشرت کی روح

ان دلائل میں مجموعی طور پر نظر کرنے سے بہ دلالت واضحہ معلوم ہوتا ہے کہ شریعت نے نہایت درجہ پر اس کا خاص طور سے اہتمام کیا ہے کہ کسی شخص کو کوئی حرکت کوئی حالت دوسرے شخص کے لئے ادنیٰ درجے میں بھی کسی قسم کی تکلیف واذیت یا ثقل وگرانی یا ضیق وتنگی یا تکدر یا انقباض یا کراہتہ وناگواری یا تشویش وپریشانی یا توحش یا خلجان کا سبب وموجب نہ ہو اور شارع علیہ السلام نے صرف قول اور اپنے فعل ہی سے ان کے اہتمام کرنے پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ خدام کے قلت اعتناء (کم پرواہی ۱۲) کے موقع پر ان کو ان آداب کے عمل کرنے پر بھی مجبور فرمایا اور ان سے کام لے کر بھی بتلایا ہے چنانچہ ایک صحابی ایک ہدیہ لے کر آپ کی خدمت میں بدوں سلام وبدوں استیذان (اندر آنے کی اجازت لینے ۱۲) داخل ہوگئے آپ نے فرمایا باہر واپس جاؤ اور السلام علیکم کیا میں حاضر ہوں کہہ کر پھر آؤ (ترمذی وابوداؤد ۱۲) اور فی الحقیقت حسن اخلاق مع الناس (لوگوں کے ساتھ اچھی عادت ہونا ۱۲) کا راس واساس یہی ایک امر ہے کہ کسی کو کسی سے ایذاء وکلفت نہ پہنچے جس کو حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت جامع الفاظ میں ارشاد فرمایا ہے المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده

besturdubooks.wordpress.com

3 (مسلمانوں کامل وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے بھی کسی کو تکلیف نہ ہو) (رواہ البخاری)

معاشرت کا مقدم ہونا

اور جس امر سے اذیت ہو گو وہ صورۃً خدمت مالی یا جانی ہو یا ادب و تعظیم ہو جو عرف میں حسن خلق (اچھی عادت ۱۲) سمجھا جاتا ہے مگر اس حالت میں وہ سب سوء خلق (بری عادت ۱۲) میں داخل ہے کیونکہ راحت کہ جان خلق ہے مقدم ہے خدمت پر کہ پوست خلق ہے اور قشرِ بلا لُب (چھلکا بغیر مغز کے ۱۲) کا بیکار ہونا ظاہر ہے اور گو شعائر ہونے کے مرتبہ میں باب معاشرت مؤخر ہے بابِ عقائد و عبادات فریضہ سے لیکن اس اعتبار سے کہ عقائد و عبادات کے اخلال سے اپنا ہی ضرر ہے اور معاشرت کے اخلال سے دوسروں کا ضرر ہے اور دوسروں کو ضرر پہنچانا اشد ہے اپنے نفس کو ضرر پہنچانے سے) اس درجے میں اس کو ان دونوں پر تقدم ہے آخر کوئی بات تو ہے جس کے سبب اللہ تعالیٰ نے سورۂ فرقان میں الذین یمشون علی الارض ھونا واذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاماً (جو لوگ کہ زمین پر متواضع چلتے ہیں اور جب ان سے جاہل کوئی بات چیت کرتے ہیں تو اچھی بات کہتے ہیں ۱۲) کو کہ دال ہے حسن معاشرت پر ذکر میں مقدم فرمایا صلوٰۃ و خشیت (نماز اور خوف خرچ میں اعتدال کرنے اور توحید ۱۲) و اعتدال فی الانفاق و توحید پر جو کہ باب طاعات مفروضہ و عقائد سے ہیں اور یہ تقدم علی الفرائض (فرائض پر مقدم کرنا ۱۲) تو محض بعض وجوہ سے ہے لیکن نفل عبادت پر اس کا تقدم من کل الوجوہ ہے۔

چنانچہ حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو دو عورتوں کا ذکر کیا گیا ایک تو نماز و روزہ کثرت سے کرتی تھی (یعنی نوافل کیونکہ کثرت اسی میں ہو سکتی ہے) مگر اپنے ہمسایوں کو ایذا پہنچاتی تھی اور دوسری زیادہ نماز و روزہ نہ کرتی تھی (یعنی صرف ضروریات پر اکتفا کرتی تھی) مگر ہمسایوں کو ایذا نہ دیتی تھی۔ آپ نے پہلی کو دوزخی اور دوسری کو جنتی فرمایا (ترغیب و ترہیب منذری عن احمد و بزار و ابن حبان و حاکم و ابوبکر بن ابی شیبہ ۱۲) اور باب معاملات سے گو اس حیثیت مذکورہ سے یہ مقدم نہیں کیونکہ اس کے اخلال سے بھی دوسروں کو ضرر پہنچتا ہے مگر ایک دوسری حیثیت سے یہ اس سے بھی اہم ہے وہ یہ کہ گو عوام نہ سہی مگر

اشرف السوانح۔ جلد ۳ ک 3

besturdubooks.wordpress.com

خواص باب معاملات کوداخل دین سمجھتے ہیں اور باب معاشرت کو بجز اخص الخواص کے بہت خواص بھی داخل دین نہیں سمجھتے اور جو بعض سمجھتے بھی ہیں مگر معاملات کے برابر اس کو مہتم (اہتمام کے قابل ۱۲) بالشان اعتقاد نہیں کرتے اور اسی وجہ سے عملاً بھی اس کا اعتناء (پرواہ ۱۲) کم کرتے ہیں اور اخلاق باطنی کی اصلاح عبادات مفروضہ کے حکم میں ہے جو حیثیت تقدم معاشرت علی العبادات کی اوپر مذکور ہو چکی ہے وہ یہاں بھی جاری ہے۔

غرض اس جزء یعنی باب معاشرت کا سب اجزاء دین سے مقدم و مہتم بالشان ہونا کسی سے من وجہ اور کسی سے من کل وجہٍ ثابت ہو گیا مگر باوجود اس کے عوام کا تو بکثرت اور خواص میں سے بھی بعض کا اس کی طرف خود عملاً بھی التفات کم ہے اور جو کسی نے خود عمل بھی کیا مگر دوسروں کو خواہ وہ اجانب (اجنبی) ہوں یا اپنے متعلقین ہوں روک ٹوک یا تعلیم و اصلاح کرنا تو مفقود محض ہے اس وجہ سے مدت سے اس کی ضرورت محسوس ہوتی تھی کہ کچھ ضروری آداب معاشرت جن کا اکثر اوقات موقع اور اتفاق پڑتا ہے۔ تحریراً ضبط کر دیئے جائیں اور گو یہ احقر مدتوں سے اپنے متعلقین کو ایسے مواقع پر زبانی احتساب کرتا رہتا ہے گو اس میں میری اتنی خطا ضرور ہے کہ بعض وقت مزاج میں حدت (تیزی) پیدا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ معاف کر کے اصلاح فرما دے۔ اور اکثر وعظ میں بھی ایسے امور کی تعلیم و تبلیغ کرتا ہوں مگر حسب قول مشہور العلم صید و الکتابة قید (علم شکار ہے اور لکھنا اس کا قید ہے ۱۲) جو بات تحریر میں ہے تقریر میں کہاں۔ اس لئے تحریر ہی کرنے کی ضرورت معلوم ہوتی تھی۔ مگر اتفاق سے دیر ہوتی گئی۔ خدائے تعالیٰ کے علم میں اس کا یہی وقت مقدر (مقرر) تھا۔ الحمد للہ کہ اب اس کی نوبت آئی۔

میں ہر تعلیم کے لئے لفظ ادب کو سرخی قرار دوں گا اور کیفما اتفق (جس طرح بنے گا ۱۲) جو بات یاد آوے گی یا پیش آوے گی بلا کسی خاص ترتیب کے لکھتا چلا جاؤں گا۔ (اب اس ایڈیشن میں ہم نے ہر ادب پر عنوان لگا دیا ہے۔ زاہد) اگر یہ رسالہ بچوں کو بلکہ بڑوں کو بھی پڑھا دیا جائے تو انشاء اللہ تعالیٰ دنیا ہی میں لطف جنت کا نصیب ہونے لگے گا جیسا کہا گیا ہے۔

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد　　　کسے را با کسے کارے نباشد

(وہ جگہ بہشت ہے جہاں کوئی تکلیف نہ ہو کسی کو کسی سے کوئی غرض نہ ہو)

واللہ ولی التوفیق و ھو خیر رفیق

besturdubooks.wordpress.com

آداب

کسی سے کوئی چیز مانگنے کا ادب

کسی ایسے شخص سے کوئی چیز مت مانگو کہ تم کو قرآئن سے یقین ہو کہ وہ باوجود گرانی کے بھی انکار نہ کر سکے گا اگر چہ یہ مانگنا بطور عاریت یا قرض ہی کے ہو۔ البتہ اگر یہ یقین ہو کہ اس کو گرانی ہی نہ ہوگی۔ یا اگر گرانی ہوئی تو یہ آزادی سے عذر کر دے گا تو مضائقہ نہیں اور یہی تفصیل ہے کسی کو کام بتلانے میں کوئی فرمائش کرنے میں کسی سے کسی کی سفارش کرنے میں۔ اس میں آج کل بہت ہی تساہل ہے۔

بزرگ کا جوتا اٹھانے کا ادب

اگر کسی بزرگ کا جوتا اٹھانا چاہو تو جس وقت وہ پاؤں سے نکال رہے ہوں اس وقت ہاتھ میں مت لو کہ اس سے بعض اوقات دوسرا آدمی گر پڑتا ہے۔

کسی کی خدمت کرنے کا ادب

بعض اوقات بعض خدمت دوسرے سے لینا پسند نہیں ہوتا۔ سو ایسی خدمت پر اصرار نہ کرنا چاہیے کہ خود مخدوم کو تکلیف ہوتی ہے اور یہ بات اس مخدوم کی صریح ممانعت یا قرائن سے معلوم ہو جاتی ہے۔

کسی کے پاس بیٹھنے کا ادب

کسی کے پاس بیٹھنا ہو تو نہ اس قدر مل کر بیٹھو کہ اس کا دل گھبرائے اور نہ اس قدر فاصلہ سے بیٹھو کہ بات چیت کرنے میں تکلیف ہو۔

مشغول آدمی کی رعایت

مشغول آدمی کے پاس بیٹھ کر اس کو مت تکو کہ اس سے دل بٹتا ہے اور دل پر بوجھ معلوم ہوتا ہے بلکہ خود اس کی طرف متوجہ ہو کر بھی مت بیٹھو۔

میزبان کو اپنے نہ کھانے کی اطلاع

اگر کسی کے ہاں مہمان جاؤ اور تم کو کھانا کھانا منظور نہ ہو۔ خواہ تو اس وجہ سے کھا چکے ہو

besturdubooks.wordpress.com

یا روزہ ہو یا کسی وجہ سے کھانے کا ارادہ نہ ہو تو فوراً جاتے ہی اس کی اطلاع کر دو کہ میں اس وقت کھانا نہ کھاؤں گا ایسا نہ ہو کہ وہ انتظام کرے اور انتظام میں اس کو تعب بھی ہو۔ پھر کھانے کے وقت اس سے یہ اطلاع کرو تو اس کا یہ سب اہتمام وطعام ضائع ہی گیا۔

میزبان کی اجازت کے بغیر دعوت قبول نہ کرے

اسی طرح مہمان کو چاہیے کہ کسی کی دعوت بدون میزبان سے اجازت حاصل کئے ہوئے حاصل قبول نہ کرے۔

میزبان کو اطلاع کر کے جانا

اسی طرح مہمان کو چاہیے کہ جہاں جائے میزبان سے اطلاع کر دے تا کہ اس کو کھانے کے وقت تلاش میں پریشانی نہ ہو۔

کسی سے اپنا کام کہنے کا ادب

کوئی حاجت لے کر کہیں جائے تو موقع پا کر فوراً اپنی بات کہہ دے انتظار نہ کراوے یعنی آدمی پوچھنے پر تو کہہ دیتے ہیں کہ صرف ملنے آئے ہیں جب وہ بے فکر ہو گیا اور موقع بھی نہ رہا اب کہتے ہیں کہ ہم کو کچھ کہنا ہے تو اس سے بہت اذیت ہوتی ہے۔

بات کرنے کا ادب

اسی طرح جب بات کرنا ہو۔ سامنے بیٹھ کر بات کرے۔ پشت پر سے بات کرنے میں الجھن ہوتی ہے۔

اجتماعی چیز کے استعمال کا ادب

کوئی چیز کئی شخصوں کے استعمال میں آتی ہو تو جو شخص اس کو اٹھا کر کام لے بعد فراغ جس جگہ سے اٹھائی تھی وہاں ہی رکھ دے اس کا بہت ہی اہتمام کرے۔

چارپائی کو ایک طرف رکھنا

بعض دفعہ کسی ایسے موقعہ پر جہاں ہر وقت چارپائی نہیں بچھتی رہتی۔ سونے یا بیٹھنے کے لیے چارپائی بچھائی جاتی ہے سو جب فارغ ہو جائے اس جگہ سے اٹھا کر کہیں ایک طرف رکھ دے تا کہ کسی کو تکلیف نہ ہو۔

besturdubooks.wordpress.com

دوسرے کے خط کو نہ دیکھنا

کسی کا خط جس کے تم مکتوب الیہ نہ ہو مت دیکھو نہ حاضرانہ جیسے بعضے آدمی لکھتے میں دیکھتے جاتے ہیں اور نہ غائبانہ

کسی کے کاغذات کو نہ دیکھنا

اسی طرح کسی کے سامنے کاغذات رکھے ہوئے ہوں ان کو اٹھا کر مت دیکھو شاید وہ شخص کسی کاغذ کو تم سے پوشیدہ کرنا چاہتا ہے گو وہ چھپا ہوا کیوں نہ ہو کیونکہ بعض دفعہ وہ اس کو پسند نہیں کرتا کہ اس کاغذ کا اس شخص کے پاس ہونا تم کو معلوم ہو۔

بغیر رضا کے کسی کا کھانا نہ کھاؤ

جو شخص کھانے کے لیے جارہا ہو یا بلایا گیا ہو اس کے ساتھ اس مقام تک مت جاؤ کیونکہ صاحب خانہ شرما کر کھانے کی تواضع کرتا ہے اور دل اندر سے نہیں چاہتا اور بعضے جلدی قبول کر لیتے ہیں تو صاحب خانہ کی بلا رضا کھانا کھایا اور اگر قبول نہ کیا تو صاحب خانہ کی سبکی ہے پھر خود صاحب خانہ کا اول وہلہ میں تردد یہ بھی مستقل ایذاء ہے۔

کسی کو اپنا کام یاد دلانے کا طریقہ

جب کسی شخص سے کوئی حاجت پیش کرنا ہو جس کو پہلے بھی ذکر کر چکا ہو تو دوبارہ پیش کرنے کے وقت بھی پوری بات کہنا چاہیے۔ قرائن پر یا پہلی یاد کے بھروسہ پر ناتمام بات نہ کہے۔ ممکن ہے کہ مخاطب کو وہ پہلی بات یاد نہ رہی ہو اور غلط سمجھ جائے یا نہ سمجھنے سے پریشان ہو۔

پیچھے سے کھنکارنا

بعضے آدمی پیچھے بیٹھ کر کھنکارا کرتے ہیں تاکہ کھنکارنے کی آواز سن کر یہ شخص ہم کو دیکھے اور پھر ہم سے بات کرے سو اس حرکت سے سخت اذیت ہوتی ہے اس سے تو یہی بہتر ہے کہ سامنے آ بیٹھے اور جو کچھ کہنا ہو کہہ دے اور مشغول آدمی کے ساتھ یہ بھی جب کرے کہ سخت ضرورت ہو ورنہ بہتر یہی ہے کہ اس کے فارغ ہونے تک ایسی جگہ بیٹھ جائے کہ اس کو اس کے

besturdubooks.wordpress.com

آنے کی اطلاع نہ ہو ورنہ اس سے بھی احیاناً پریشان ہوجاتا ہے۔ پھر جب یہ فارغ ہوجائے پاس آبیٹھے اور جو کچھ کہنا ہو کہہ سن لے۔

تیزی سے جانے والے سے مصافحہ

جو آدمی تیزی کے ساتھ جارہا ہو راستہ میں اس کو مصافحہ کے لئے مت روکو کہ شاید اس کا کوئی حرج ہو اسی طرح ایسے وقت میں اس کو کھڑا کرکے بات مت کرو۔

مجلس میں ہر ایک سے مصافحہ

بعضے آدمی مجلس میں پہنچ کر سب سے الگ الگ مصافحہ کرتے ہیں اگرچہ سب سے تعارف نہ ہو جس میں بہت وقت صرف ہوتا ہے اور فراغ تک تمام مجلس مشغول اور پریشان رہتی ہے مناسب یہ ہے کہ جس کے پاس قصد کرکے آئے ہو اس کے مصافحہ پر کفایت کرو۔ البتہ اگر دوسروں سے بھی تعارف ہو تو مضائقہ نہیں۔

بات کو صاف طریقہ سے کہنا

بعضے آدمی تھوڑی بات پکار کر کہتے ہیں اور تھوڑی بات بالکل آہستہ کہ یا تو بالکل سنائی ہی نہ دے یا ناتمام سنائی دے اور دونوں صورتوں میں ممکن ہے کہ سامع کو غلط فہمی یا تردد الجھن ہو اور دونوں کا نتیجہ ناگوار ہے۔ بات کے ہر جزو کو بہت صاف کہنا چاہیے۔

بات سننے کا ادب

بات کو اچھی طرح توجہ سے سننا چاہیے اور اگر کچھ شبہ رہے تو متکلم سے فوراً دوبارہ تحقیق کرنا چاہیے بے سمجھے محض اجتہاد سے عمل نہ کرے۔ بعض اوقات غلط فہمی کے ساتھ عمل کرنے سے متکلم کو اذیت ہوتی ہے۔

بڑے کے بتائے ہوئے کام کی اطلاع

اگر کوئی اپنا مطاع کوئی کام بتلادے تو اس کو پورا کرکے ضرور اطلاع دینا چاہیے اکثر اوقات وہ انتظار میں رہتا ہے۔

میزبان کے معاملات میں دخل نہ دے

کہیں مہمان جائے تو وہاں کے انتظامات میں مہمان ہونے کی حیثیت سے ہرگز دخل نہ

دے۔البتہ اگر میزبان کوئی خاص انتظام اس کے سپرد کرے تو اس کے اہتمام کا مضائقہ نہیں ہے۔

بڑے کی معیت کا ادب

جب اپنے سے بڑے کے ساتھ ہو بدون اسکی اجازت کے مستقل کوئی کام نہ کرنا چاہیے۔

بات کا جواب صاف دینا

ایک نو وارد شخص سے پوچھا گیا کہ تم کب جاؤ گے اس نے جواب دیا جب حکم ہو اس پر تعلیم کی گئی کہ یہ مہمل جواب ہے مجھ کو کیا خبر کہ تمہاری کیا حالت ہے کیا مصلحت ہے۔ کس قدر گنجائش وقت میں ہے یوں چاہیے کہ جواب میں اپنے ارادے سے اطلاع دے اور اگر ایسا ہی ادب واطاعت اور تفویض کا غلبہ ہے تو بعد اطلاع ارادہ کے اتنا اور کہہ دے کہ میرا تو ارادہ اس طرح ہے آگے جس طرح حکم ہو۔ غرض ایسا جواب مت دو کہ پوچھنے والے پر بار پڑے۔

طالب علموں کو دینوی کاموں سے پرہیز

ایک طالب علم نے کسی کے لئے تعویذ دردزہ کا مانگا اس کو تعلیم کیا گیا کہ طالب کو دوسروں کے حوائج دنیویہ پیش نہ کرنا چاہیے اگر کوئی شخص اس سے ایسی فرمائش کرے تو عذر کردے کہ ہم کو اس سے معاف کرو خلاف ادب ہے۔

اپنے ارادے کی میزبان کو اطلاع کرنا

ایک طالب علم مہمان آئے جو پہلے بھی آئے تھے اور دوسری جگہ ٹھہرے تھے اور اب کی بار یہاں ٹھہرنے کے قصد سے آئے مگر ظاہر نہیں کیا کہ اب کے بار تمہارے پاس ٹھہرا ہوں اس لئے کھانا نہیں بھیجا گیا بعد میں پوچھنے سے معلوم ہوا کہ کھانا منگایا گیا اور ان کی فہمائش کی کہ ایسی حالت میں ازخود ظاہر کردینا چاہیے تھا کیونکہ بے کہے کیسے معلوم ہوا اور بوجہ اس کے کہ پہلے اور جگہ قیام کیا تھا کیسے احتمال ہو کہ خود ہی پوچھ لیا جائے۔

میزبان کے خادم سے برتاؤ

ایک مہمان صاحب نے میزبان کے خادم سے پانی یہ کہہ کر مانگا کہ پانی لاؤ۔ فرمایا

besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

کہ تحکم کا لہجہ ہرگز نہیں چاہیے یہ بداخلاقی ہے یوں کہنا چاہیے تھوڑا پانی دیجئے گا۔

مجلس کی گفتگو میں مداخلت

اگر مجلس میں کوئی خاص گفتگو ہو رہی ہے تو نئے آنے والے کو یہ چاہیے کہ خواہ مخواہ سلام کر کے اپنی طرف متوجہ کر کے سلسلہ گفتگو میں مزاحم نہ ہو بلکہ چاہیے کہ چپکے سے نظر بچا کر بیٹھ جائے پھر موقعہ سے سلام وغیرہ کر سکتا ہے۔

کھانے پر اصرار نہ کرنا

کھانے پر اصرار تکلف کے ساتھ خلاف مصلحت مہمان نہ چاہیے۔

پیٹھ کے پیچھے بیٹھنا

خواہ مخواہ پیٹھ کے پیچھے بیٹھنا سخت بار معلوم ہوتا ہے۔ تعظیم کے لیے ہر نشست و برخاست کے موقع پر اکثر باوجود ضرورت اٹھنے سے مانع ہوتا ہے۔ نہیں چاہیے۔

دوسرے کا جوتا اس کی جگہ سے نہ ہٹاؤ

جہاں جس کا جوتہ رکھا ہو اس کو ہٹا کر اپنا جوتا رکھ کر جگہ کر کے مسجد وغیرہ میں نہ جانا چاہیے جہاں جس کا جوتہ رکھا ہو وہ اسی کا حق ہے وہیں آ کر دیکھے گا نہ ملے گا پریشان ہوگا۔

(ع) بہشت آنجا کہ آزارے نباشد (بہشت وہی جگہ ہے جہاں کوئی تکلیف نہ ہو)

کسی کے وظیفہ میں مداخلت نہ کرنا

وظیفہ پڑھتے وقت خاص طور سے قریب بیٹھ کر انتظار کرنا قلب کو متعلق کر کے وظیفہ کو مخل کرنا ہے البتہ اپنی جگہ بیٹھا رہے تو کچھ حرج نہیں۔

تکلیف نہ کرنا

بات ہمیشہ صاف اور بے تکلف کہہ دے۔ تکلف کی تمہید وغیرہ نہ کرے۔

کسی کے واسطہ سے پرہیز کرنا

کسی کے توسط سے بلا ضرورت پیغام نہ پہنچائے جو کچھ کہنا ہو خود بے تکلف کہہ دے۔

besturdubooks.wordpress.com

صاحبِ ہدیہ کی دل شکنی سے پرہیز

ہدیہ کے بعد فوراً ہدیہ دینے والے کے سامنے اس رقم کو چندہ خیر میں بھی دینا دل شکنی ہے۔ ایسے وقت میں دے کہ اس کو معلوم نہ ہو۔

دوسرے کی مجلس میں اپنا حکم نہ چلاؤ

ایک دیہاتی کچھ باتیں کر رہا تھا بعض باتیں بے تمیزی کی بھی کرنے لگا ایک شخص نے اہل مجلس میں سے اشارے سے اس کو روک دیا۔ اس شخص کو سختی سے تنبیہ کی کہ تم کو اس کے روکنے کا کیا حق تھا تم لوگوں کو مرعوب کرتے ہو۔ میری مجلس کو فرعون کی مجلس بناتے ہو اگر کہا جائے کہ یہ بے تمیزی کرتا تھا سو بے تمیزی سے روکنے کے لیے خدا نے مجھ کو بھی زبان دی ہے تم کیوں دخل دیتے ہو اور اس دیہاتی سے کہا کہ جو کچھ کہنا ہے خوب آزادی سے کہو۔

بزرگوں کے متعلقین کو دعوت دینے کا طریقہ

اپنے بزرگ کے ساتھ اگر ان کے بعض متعلقین کی بھی دعوت کرے تو خود ان سے نہ کہے کہ فلاں کو بھی لیتے آیئے۔ بعض اوقات یاد نہیں رہتا کام و نیز اپنا ان سے لینا خلاف ادب بھی ہے۔ بلکہ ان سے اجازت لے کر اس متعلق سے خود کہہ دے اور اس متعلق کو بھی چاہیے کہ اپنے بزرگ سے پوچھ کر منظور کرے۔

پیش کی ہوئی چیز کی وضاحت

ایک شخص نے کچھ آٹا لا کر رکھ دیا کہ یہ لایا ہوں اور یہ نہیں کہا کہ کس واسطے اس کو واپس کر دیا اور کہہ دیا کہ جب تک پیش کرنے کے ساتھ از خود یہ نہ کہو گے کہ میرے واسطے لائے ہو یا مدرسہ کے لئے اس وقت تک نہ لیا جائے گا۔

استنجا خانہ کا استعمال

استنجا خانہ کو جاتے ہوئے دیکھا کہ ایک طالب علم وہاں پیشاب کر رہا ہے اس کے فارغ ہونے کے انتظار میں ذرا فاصلے سے آڑ میں کھڑا ہو گیا۔ جب زیادہ دیر ہو گئی تو سامنے ہو کر

besturdubooks.wordpress.com

دیکھا تو وہ طالب علم صاحب پیشاب سے فارغ ہو کر استنجا خشک کرنے کے لیے بھی وہیں کھڑے ہیں اس پر ان کی فہمائش کی گئی کہ اب اس جگہ کو محبوس کرنے کی کیا ضرورت ہے یہاں سے ہٹ کر استنجا خشک کرنا چاہیے تھا بعضے لوگ لحاظ کے سبب اس جگہ کے خالی ہونے کے منتظر رہتے ہیں۔ دوسرے کے ہوتے ہوئے آتے ہوئے شرماتے ہیں۔

استنجا، سکھانا

ایک شخص کو دیکھا کہ استنجا سکھاتا ہوا ایک عام گزرگاہ پر ٹہل رہا ہے اس پر فہمائش کی کہ حتی الامکان لوگوں کی نظر سے چھپ کر استنجا سکھلانا چاہیے جس قدر بھی دوری ممکن ہو۔

دوسرے کی چیز بغیر اجازت استعمال کرنا

مجھ کو مدرسے کی ایک کتاب کی ضرورت ہوئی جو میرے ایک دوست کے پاس امانت تھی وہ اس وقت موجود نہ تھے میں نے ان کے بیٹھنے کی جگہ اس کی تلاش کرائی نہ ملی خود دیکھنے اٹھا نہ ملی دفعتہً کسی کی نظر پڑی کہ اسی جگہ ایک طالب علم صاحب وہاں ہی بیٹھے تکرار کسی کتاب کا کر رہے ہیں اور اس کے نیچے بطور تکیہ کے وہ مدرسے کی کتاب رکھ چھوڑی ہے جو ان کی کتاب کے نیچے ہونے کی وجہ سے نظر نہیں آئی۔ دفعتہً وہ پہچانی گئی تب وہ ملی۔ ان طالب علم صاحب کو ملامت کی گئی کہ بلا اطلاع کسی کی چیز کا استعمال کرنا اول تو ناجائز ہے۔ دوسرے اس میں یہ خرابی ہے کہ تمہاری بدولت اتنی دیر تک کئی آدمی پریشان رہے ایسی حرکتیں مت کیا کرو۔

بڑوں کو کام کی اطلاع کرنا

کوئی اپنا بزرگ کسی کام کی فرمائش کرے تو اس کو انجام دے کر اطلاع بھی دینا چاہیے تاکہ اس بزرگ کو انتظار سے انتشار نہ ہو۔

پنکھا جھلنے کا طریقہ

پنکھا جھلنے والوں کو کئی امر کی رعایت رکھنے کے لئے کہا گیا اول یہ کہ پہلے پنکھے کو ہاتھ سے یا کپڑے سے خوب جھاڑ لو کیونکہ بعض اوقات پنکھے کے فرش پر پڑے رہنے سے اس میں

besturdubooks.wordpress.com

کچھ گرد و غبار کبھی کوئی باریک سا ریزہ مٹی کا یا چونہ کا یا کنکر کا لگا رہتا ہے۔ اور حرکت دینے سے وہ آنکھ وغیرہ میں جا پڑتا ہے جس سے تکلیف ہوتی ہے۔ دوسرے ہاتھ ایسے انداز ے سے رکھو کہ نہ تو سر وغیرہ میں لگے اور نہ اس قدر اونچا رہے کہ ہوا ہی نہ لگے اور ایسے زور سے بھی مت جھلو جس سے دوسرا پریشان ہو تیسرے اس کا خیال رکھو کہ کسی پاس بیٹھے ہوئے آدمی کو اس سے ایذا نہ ہو مثلاً پنکھا اس کے منہ سے اڑا دیا جائے یا دیوار کی طرح اس کے سامنے بطور آڑ کے ہو جائے چوتھے جب مخدوم اٹھنے کو ہو تو خیال رکھو کہ پہلے ہی پنکھا ہٹا لو تا کہ لگ نہ جائے پانچویں اگر کوئی کاغذ وغیرہ نکالنے لگیں تو پنکھا روک لو مشین کی طرح تار نہ باندھ دو۔

ہدیہ دینے کا ادب

بعض طبائع پر ایسے شخص سے ہدیہ لینا گراں گزرتا ہے جس کی کوئی حاجت ان سے متعلق ہو۔ مثلاً دعا کرانا۔ کوئی تعویذ لینا۔ سفارش کرانا۔ مرید ہونا و مثل ذلک سو اس کی بہت احتیاط رکھے ہدیہ تو محض محبت سے ہونا چاہیے جس میں کوئی غرض نہ ہو اگر کوئی حاجت ہی ہو تو اس کے ساتھ نہ ملائے بلکہ جب حاجت پیش کرے تو یہ شبہ نہ ہو کہ وہ ہدیہ اس واسطے دیا تھا۔ اور جب ہدیہ پیش کرے تو یہ شبہ نہ ہو کہ کسی حاجت کے لیے دیا ہے۔

بلا ضرورت خدمت کی ضرورت نہیں

ایک صاحب نے میرے لئے قبل از نماز صبح اس خیال سے کہ میں گھر سے آ کر وضو کروں گا لوٹا پانی کا بھر کر اس پر مسواک رکھ کر رکھ دیا جب میں مسجد میں آیا تو اتفاق سے مجھ کو وضو تھا۔ سیدھا مسجد میں چلا گیا مگر مسجد میں پہنچ کر اتفاق سے بلا قصد اس لوٹا پر نظر پڑی اپنی مسواک پہچان کر سمجھا کہ یہ لوٹا میرے لئے رکھا گیا ہے میں نے تحقیق کیا کس نے رکھا ہے بہت تفتیش کے بعد رکھنے والے نے خود ظاہر کیا۔ میں نے اس وقت مجملاً اور نماز پڑھ کر مفصلاً ان صاحب کو فہمائش کی کہ دیکھو تم نے محض احتمال پر کہ شاید میں وضو کروں لوٹا بھر کر رکھ دیا اور یہ احتمال نہ ہوا کہ شاید وضو ہو چنانچہ وہ تمہارا احتمال واقع میں غلط نکلا اور یہ دوسرا احتمال واقع ہوا تو اس صورت میں اگر اتفاق سے میری نظر لوٹے پر نہ پڑتی اور رکھنے والے

besturdubooks.wordpress.com

خود بھی غائب تھے تو یہ لوٹا یوں ہی بھرا ہوا رکھا رہتا اور کوئی اس کو نہ برت سکتا۔ اول تو اس کے بھرے ہونے کی وجہ سے یہ قرینہ ہے کہ کسی نے اپنے لئے رکھا ہے اور دوسرے اس پر مسواک رکھے رہنے کے سبب سے کہ یہ تو عادۃً قرینہ قطعیہ ہے دوسروں کو استعمال سے روکنے کا۔ پس جب اس کو کوئی نہیں خرچ کرسکتا تو تم نے ایسی چیز کو بلاضرورت محبوس کیا جس کے ساتھ نفع عام متعلق ہے جو کہ اس کی وضع ونیت واقف کے خلاف ہے تو یہ کیسے جائز ہوسکتا ہے۔ یہ لوٹے کے متعلق ہوا۔ اب مسواک رہی سوتم نے بلاضرورت اس کو محفوظ جگہ سے ہٹا کر ایک غیر محفوظ جگہ میں رکھ دیا اور چونکہ اس کا انتظام نہیں کیا گیا کہ رکھنے کے بعد اس کی نگرانی بھی کی جائے کہ بعد فراغ اس کو پھر پہلی جگہ رکھ دیا جائے کیونکہ لوٹا پر رکھ کر بزعم خود یقین کرلیا گیا کہ فلاں شخص اس کو استعمال بھی کرے گا اور استعمال کر کے اٹھا کر بھی رکھ دے گا تو اس لئے اس کو ضیاع کے خطرے میں ڈال دیا تمہاری یہ خدمت اتنے ناجائز امور اور کلفتوں کا سبب ہوئی آئندہ سے کبھی ایسا مت کرو یا اجازت لے کر ایسا کرو یا جس وقت دیکھو کہ وضو کیلئے آمادہ ہے اس وقت مضائقہ نہیں۔ ورنہ بے قاعدہ خدمت سے بجائے راحت کے اور الٹی کوفت ہوتی ہے۔ لطیفہ یہی حال ہے بدعات کا کہ صورت ان کی طاعت کی ہے جیسے یہ صورۃً خدمت تھی مگر اس میں مفاسد مخفی ومضمر ہوتے ہیں جن کو کم فہم نہیں جانتے جیسے اس خدمت میں باریک خرابیاں تھیں جن کو خدمت کرنے والے نے نہ جانا۔

درخواست پیش کرنے کا طریقہ

ایک طالب علم نے مدرسہ ہی میں ایک رقعہ میں حاجت کپڑے کی لکھوا کر دوسرے طالب علم کے ہاتھ بھیجا درخواست کنندہ کو بلا کر اس کی وجہ پوچھی گئی اس نے بیان کیا کہ مجھ کو کوئی کام نکل آیا تھا اس لئے دوسرے کے ہاتھ بھیج دیا اس پر فہمائش کی گئی کہ ایک تو اس میں قلت ادب ہے کہ باوجود ہر وقت ایک جگہ رہنے کے محض بہ سبب ایک کام نکل آنے کے نہ کہ بہ سبب خجلت وحیا کے (کہ وہ بھی ایک درجہ میں عذر ہوتا ہے) خود آ کر استدعا نہیں کی دوسرے کے ہاتھ پیام بھیجا جو کہ مساوات کے درجے میں ہوتا ہے۔ دوسرے اس میں بے

besturdubooks.wordpress.com

رغبتی کی صورت ہے کہ بیگار سی ٹال دی۔ تیسرے اس میں دوسرے سے خدمت لینا ہے ابھی سے مخدومیت سیکھتے ہو اور یہ بھی کہا کہ اس بے تمیزی کی سزا یہ ہے کہ چار روز کے لیے یہ درخواست واپس کرتا ہوں پھر اپنے ہاتھ سے دینا چنانچہ چوتھے روز پھر اپنے ہاتھ سے درخواست دی اور خوشی سے لے لی گئی۔

سفارش کرنے کا طریقہ

آج کل کی سفارش جبر و اکراہ ہے کہ اپنے اثر سے دوسروں پر زور ڈالتے ہیں جو شرعاً جائز نہیں اگر سفارش کرو تو اس طرح سے کہ مخاطب کی آزادی میں ذرہ برابر خلل نہ پڑے وہ جائز بلکہ ثواب ہے۔

کسی کی وجاہت سے کام نکالنا

اسی طرح کسی کی وجاہت سے کام نکالنا مثلاً کسی بڑے آدمی سے اپنی قرابت ہے اور اس کے کسی معتقد یا اثر ماننے والے کے پاس اپنی کوئی حاجت لے جائے اور قرائن سے معلوم ہو کہ وہ بطیب خاطر اس حاجت میں سعی نہ کرے گا بلکہ محض اس بڑے آدمی کے تعلق اور اثر سے کہ بے توجہی میں وہ ناراض نہ ہو جائے تو اس طرح سے کام نکالنا یا کام کی فرمائش کرنا حرام ہے۔

کام کے لئے مقررہ وقت کی پابندی

ایک شخص نے تعویذ مانگا اس کو ایک وقت معین پر آنے کو کہہ دیا وہ دوسرے وقت آیا اور آ کر تعویذ مانگا اور کہا کہ مجھ کو تم نے بلایا تھا آیا ہوں اور یہ نہیں ظاہر کیا کہ کس وقت بلایا تھا میں نے پوچھا کہ بھائی کس وقت آنے کو کہا تھا تب اس نے وقت بتلایا۔ میں نے کہا کہ اب تو دوسرا وقت ہے جس وقت بلایا تھا اس وقت آنا چاہیے تھا اس نے کسی کام کا عذر کیا میں نے کہا کہ جس طرح تم کو اس وقت عذر تھا ہم کو اس وقت عذر ہے اب یہ کیسے ہو کہ ہر وقت ایک ہی کام کے لئے بیٹھا رہوں اپنا کوئی کام نہ کروں۔

چھپ کر بات سننا

ایک طالب علم نے دوسرے طالب علم کے ذریعے سے ایک مسئلہ دریافت کیا اور خود

besturdubooks.wordpress.com

پوشیدہ سننے کھڑا ہو گیا اتفاقاً میں نے دیکھ لیا پاس بلا کر دھمکا کر سمجھایا کہ چوروں کی طرح چھپ کر سننے کے کیا معنی ؟ کیا کسی نے یہاں آنے سے منع کیا ہے اور اگر شرم آتی تھی تو اپنے فرستادہ سے جواب پوچھ لیتے چھپ کر کسی کی باتیں سننا عیب اور گناہ کی بات ہے کیونکہ ممکن ہے کہ متکلم کوئی ایسی بات کرے جس کو اس مختفی سے مخفی کرنا چاہیے۔

کسی کو راستہ دینے کا طریقہ

ایک شخص فرشی پنکھا کھینچنے لگے میں کسی کام کو اٹھنے لگا تو انہوں نے پنکھے کی رسی اپنی طرف زور سے کھینچ لی تاکہ پنکھا میرے سر سے نہ لگے میں نے سمجھایا کہ ایسا مت کرو اگر میں پنکھے کی جگہ خالی دیکھ کر اسی جگہ کھڑا ہو جاؤں اور اتفاق سے رسی تمہارے ہاتھ سے چھوٹ جائے یا ٹوٹ جائے تو پنکھا سر میں آ کر لگے بلکہ یہ چاہیے کہ رسی بالکل چھوڑ دو تاکہ پنکھا اپنی جگہ آ کر مستقر ہو جائے پھر اٹھنے والا خود سنبھل کر اٹھ جائے۔

میزبان کو اپنے پرہیز کی اطلاع

مہمان کو چاہیے کہ اگر مرچ کم کھانے کا عادی ہو یا پرہیزی کھانا کھاتا ہو تو پہنچتے ہی میزبان سے اطلاع کر دے۔ بعض لوگ جب کھانا دسترخوان پر آ جاتا ہے اس وقت نخرے پھیلاتے ہیں۔

دسترخوان پر پنکھا جھلنا

دسترخوان پر بعض اوقات شکر بھی ہوتی ہے اس وقت بعض خادم اس طرح پنکھا جھلتے ہیں کہ شکر برتن سے اڑنے لگتی ہے اور بعض اوقات اس برتن سے جب چمچہ میں لیتے ہیں تو چمچے سے اڑنے لگتی ہے سو خادم کو ان باتوں کی تمیز چاہیے۔

دوسرے کی چیز میں بغیر اجازت تصرف

بھائی کے گھر سے ایک بند خط میرے پاس اپنے کارندے کے ہاتھ بھجوایا گیا تاکہ اس کو ڈاک میں چھڑوا دیا جائے اور میں ہی اس کی فرمائش کر آیا تھا کیونکہ اس خط کا مجھ سے تعلق تھا راہ میں کارندے نے دیکھا کہ اس وقت ڈاک لے کر ہرکارہ اسٹیشن جاتا ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

کارندے صاحب نے یہ خیال کر کے ڈاکخانہ میں جانے سے کل نکلے گا اس ہرکارہ کو دے دیا کہ آج ہی روانہ ہو جائے گا کیونکہ ہرکارہ ریل کے پوسٹ ماسٹر کو دے دے گا۔ اب میں اس کا منتظر کہ بھائی کے گھر والے میرے پاس خط بھیجیں گے جب وہ خط نہ آیا تو میں نے تحقیق کیا اس وقت یہ سب قصہ معلوم ہوا۔ میں نے کارندہ صاحب کو بلا کر فہمائش کی کہ تم نے امانت میں بلا اذن کیسے تصرف کیا تم کو کیا معلوم کہ میرے پاس بھیجنے میں کیا مصلحت تھی اور تم کو کیا معلوم کہ میں ڈاکخانہ کے ذریعے سے بھیجنے کو ہرکارندہ کے ہاتھ بھیجنے پر کس مصلحت سے ترجیح دیتا تم نے اپنے اجتہاد فاسد سے یہ سب مصلحتیں برباد کیں۔ تم کو دخل دینا کیا ضرور تھا۔ تمہارا کام صرف اس قدر تھا کہ وہ خط میرے پاس پہنچا دیتے۔ کارندہ نے معذرت کی کہ آئندہ ایسا نہ ہوگا۔

سامنے کھڑا ہونا

ایک طالب علم بازار میں جانے کی اجازت لینے کے لئے آیا اور کھڑا ہو گیا میں کسی بات میں مشغول ہو گیا وہ میرے انتظار فراغ میں کھڑا رہا اور مجھ کو اس کا کھڑا ہونا بوجہ صورت تقاضہ کے بار معلوم ہوا۔ میں نے سمجھایا کہ اس سے طبیعت تنگ ہوتی ہے تم کو چاہیے تھا کہ جب مشغول دیکھا تھا بیٹھ جاتے اور جب فارغ دیکھتے گفتگو کرتے۔

ہدیہ دینے کا صحیح طریقہ ملحوظ رکھنا

ایک مہمان نے بقصد ہدیہ دینے کے دو روپے میرے قلمدان میں رکھ دیئے اور مجھ کو خبر نہیں کی میں نماز عصر کو اٹھا قلمدان تنہا رکھا رہا نماز کے بعد کسی ضرورت سے قلمدان منگوایا تو اس میں دو روپے دیکھے پوچھا گیا تو کس قدر توقف سے ان صاحب نے اس کی اطلاع دی میں نے وہ روپے یہ کہہ کر واپس کر دیئے کہ جب تم کو ہدیہ دینا نہیں آیا تو یہ ہدیہ دینا ہی کیا ضرور۔ کیا یہی طریقہ ہے دینے کا۔ اول تو ہدیہ دیتے ہیں راحت و مسرت پہنچانے کو اور جبکہ اس کی تحقیقات میں اس قدر پریشانی ہوئی تو اس کی غرض ہی فوت ہو گئی۔ دوسرے اگر قلمدان میں سے کوئی لے جاتا جس کی نہ تم کو خبر ہوتی نہ مجھ کو۔ تو تم اس گمان میں رہتے کہ ہم نے دو روپے دیئے اور میں

besturdubooks.wordpress.com

اس سے ذرا بھی منتفع نہ ہوتا تو مفت کا احسان میرے سر پر رہتا۔ تیسرے اگر کوئی لے بھی نہ جاتا اور میرے ہی ہاتھ آتے تب بھی مجھ کو یہ کیسے معلوم ہوتا کہ یہ کس نے دیئے اور کس کو دیئے اور جب نہ معلوم ہوتا تو چندروز امانت رکھنے کا مجھ پر بار ہوتا۔ پھر لقطہ کی مد میں صرف کر دیا جاتا۔ یہ ساری مصیبت تکلف کی ہے سیدھی بات تو یہ ہے کہ جس کو دینا ہو اس کے ہاتھ میں سپرد کر دے اور اگر مجمع سے لحاظ معلوم ہو تو تنہائی میں دیدے۔ اگر تنہائی میسر نہ ہو تو کہہ دے کہ میں تنہائی میں کچھ کہوں گا پھر تنہائی ہو دے دے اور مہدی الیہ کو مناسب ہے کہ اس ہدیہ کو ظاہر کر دے خواہ مہدی کے ہوتے ہوئے خواہ اس کے چلے جانے کے بعد جبکہ اس کے شرمانے کا احتمال ہو۔

اپنے گھر بلا کر ہدیہ دینا

ایک سفر میں بعض لوگ اپنے مکان پر لے جا کر ہدیہ دیئے لگے ان کو سمجھا دیا گیا کہ ایسا کرنے سے دیکھنے والے گھر لے جانے کے واسطے اس کو لازم سمجھیں گے تو غربا یا بلا کر تردد میں پڑیں گے یا نہ بلانے کی ان کو حسرت ہوگی جس کو کوئی چیز دینا ہو میری فرودگاہ پر آ کر گفتگو کر و تا کہ میری آزادی میں خلل نہ آئے۔

امانت کا حق

ایک شخص سہارنپور سے جمعہ کے روز بارہ ۱۲ بجے دن کی گاڑی میں آئے ایک عزیز نے ان کے ہاتھ کچھ برف بھیجا تھا وہ مدرسہ میں ایسے وقت پہنچے کہ طلبہ جمعہ میں نہ گئے تھے وہ شخص برف ایک طباق میں رکھ کر جامع مسجد چلے گئے بعد جمعہ ایک دوست جن سے میں نے وعظ کی درخواست کی تھی وعظ کہنے لگے چونکہ وہ مجھ سے شرماتے تھے میں مدرسہ میں چلا آیا وہ شخص وعظ میں شریک رہے بہت دیر کے بعد مدرسہ میں آئے اور اس وقت وہ برف پیش کیا جو ایک رومال میں لپٹا تھا۔ اول تو یہی بات نامناسب معلوم ہوئی۔ برف کے ساتھ کمبل یا ٹاٹ یا برادہ لاتے مگر یہ فعل دوسرے کا تھا اور ان کے اختیار سے باہر تھا لیکن جو کام ان کے کرنے کا تھا انہوں نے اس میں بھی کوتاہی کی یعنی اول تو آتے ہی برف گھر پہنچاتے اگر یہ کسی وجہ سے ذہن میں نہیں آیا تھا تو بعد نماز فوراً آ جاتے اور اگر آنے کو جی نہ چاہتا تھا تو جب میں آنے لگا

besturdubooks.wordpress.com

4 تھا اس وقت مجھ سے اس کی اطلاع کر دیتے میں اس کو لے لیتا۔ اب دو گھنٹے کے بعد آ کر سپرد کیا جو قریب قریب کل کے کھل گیا۔ برائے نام تھوڑا باقی رہ گیا مجھ کو تمام قصہ معلوم ہوا تو میں نے فہمائش بھی کی اور چونکہ میری رائے میں باقتضائے خصوصیت ان کی طبیعت کے خالی فہمائش ناکافی ہوئی اس لئے میں نے اس کے لینے سے انکار کر دیا تا کہ ان کو ہمیشہ یاد رہے وہ بہت پریشان ہوئے میں نے کہا کہ تم نے ایک شخص کی امانت ضائع کی اور جب ضائع ہو گئی اب مجھ کو دینا چاہتے ہو میں بلاوجہ احسان لینا نہیں چاہتا۔ اب اس بقیہ کو تم ہی خرچ کرو۔ تم کو یا تو امانت نہ لینا چاہیے تھا اور اگر لی تھی تو اس کا حق پورا پورا ادا کرنا چاہیے تھا۔

سوتے ہوئے کی رعایت کرنا

میں صبح کو صحرا سے مدرسہ میں آیا اور سہ دری میں آ کر بیٹھا اور وہاں ایک عزیز سوتے تھے میں آہستہ سے بیٹھ گیا۔ ڈاک لے جانے والا دکھلانے کے لئے روانگی کے خطوط لایا۔ میں نے دیکھ کر لے جانے کے لئے حوالہ کر دیئے تو اس نے ٹین کے نلکہ میں جو اسی کام کیلئے موضوع ہے زور سے خط چھوڑے جس سے کارڈ اس سے لگ کر بولے میں نے فہمائش کی کہ سوتے ہوئے کی رعایت کرنا چاہیے۔

خط کے ساتھ منی آرڈر کو متعلق نہ کرنا

ایک صاحب نے خط میں بعض مضامین جواب طلب لکھے اور اس میں یہ بھی لکھ دیا کہ پانچ روپیہ کا منی آرڈر بھیجتا ہوں۔ اس مضمون کی وجہ سے اس کے انتظار میں اس خط کا جواب نہ گیا کہ وصول ہونے کے بعد ساتھ ہی ساتھ رسید بھی لکھ دی جائے گی۔ اس میں کئی روز گزر گئے اور معلوم نہیں کیا سبب روپیہ وصول نہ ہوا۔ اور دوسرے مضامین کے سبب قلب پر تقاضا جواب کا ہوتا تھا۔ کئی روز یہی کشمکش وانتظار رہا آخر ان کو لکھا گیا کہ یا تو خط میں اس کی اطلاع نہ دینا تھا یا اور کچھ جواب طلب مضامین لکھنے تھے۔

بلا مقصد شکایت سے پرہیز

ایک صاحب اپنے لڑکے کو ساتھ لائے اور ایک مکتب کی شکایت کی کہ اس کے مہتمم

besturdubooks.wordpress.com

نے میرے لڑکے کو نکال دیا۔ بندہ نے نرمی سے سمجھا دیا کہ میرا اس مکتب میں کوئی دخل نہیں۔ کہنے لگے میں نے سنا تھا کہ تم اس کے سرپرست ہو میں نے کہا کہ البتہ وہاں کی تنخواہ میری معرفت دی جاتی ہے۔ باقی انتظامی امور میں میرا کچھ دخل نہیں۔ وہ پھر اس مہتمم کی شکایت کرنے لگے میں نے کہا جس تذکرہ کا کوئی نتیجہ نہ ہو اس سے کیا فائدہ بجز غیبت سنانے کے۔ تھوڑی دیر کے بعد رخصت ہونے لگے اور وداعی مصافحہ کرتے وقت پھر کہا کہ اس مہتمم نے بڑی زیادتی کی کہ میرے لڑکے کو خارج کر دیا چونکہ میں مناسب تصریح کے ساتھ اصل حقیقت ظاہر کر کے ان کو اس شکایت سے منع کر چکا تھا ان کی اس مکرر سہ کرر شکایت سے مجھ کو بہت برہمی ہوئی اور میں نے ان سے تیزی کے ساتھ باز پرس کی کہ افسوس باوجود اس تمام تر اہتمام کے پھر وہی بات کی جو طبیعت کے خلاف اور محض بے نتیجہ انہوں نے کچھ تاویلیں کرنا چاہیں مگر سب لغو۔ اسی حالت سے ان کو رخصت کیا۔

تکلف و تصنع سے پرہیز

ایک صاحب جو پہلے مل چکے تھے عشاء کے بعد جس جگہ میں بیٹھا ہوا کچھ پڑھ رہا تھا ادھر کو آنے لگے اور ذرا رُک رُک کر اور مجھ کو دیکھ دیکھ کر آتے تھے جس سے معلوم ہوتا تھا کہ میرے پاس آنا چاہتے ہیں مگر انتظار اجازت میں رُکتے ہیں۔ ایک تو عشاء کے بعد کا وقت ملنے ملانے کا نہیں ہوتا خاص کر جو شخص کہ پہلے مل چکا ہو۔ پھر جبکہ معلوم ہو کہ کوئی کام نہیں محض مجلس آرائی اور درباداری ہی غرض ہے جیسا کہ اکثروں کی عادت ہے۔ پھر وظیفہ میں دوسری جگہ متوجہ ہونا گراں گزرتا ہے۔ بالخصوص بلاضرورت۔ پھر طلب اجازت کی صورت سے تقاضا ہوتا ہے کچھ بولو۔ یہ سب امور جمع ہو کر ناگواری بڑھی آخر وظیفہ چھوڑ کر کہنا پڑا کہ صاحب یہ وقت پاس بیٹھنے کا نہیں ہے۔ کہنے لگے کہ میں تو پانی پینے جاتا تھا۔ اس پر اور زیادہ ناگواری ہوئی کہ اوپر سے بات بناتے ہیں مگر انہوں نے کہا کہ واقعی پانی پینے جاتا تھا۔ میں نے کہا کہ پھر ایسی ہیئت کیوں اختیار کی جس سے پورا شبہ ہوا۔ دوسری طرف سے اور بے رُکے ہوئے جانا چاہیے تھا۔

بغیر تحقیق بات نہ کہو

ایک طالب علم سے ایک ملازم کی نسبت دریافت کیا کہ کیا کر رہا ہے اس نے کہا سو رہا

besturdubooks.wordpress.com

ہے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اپنی کوٹھڑی میں جاگتا تھا۔ اس پر اس طالب علم کو فہمائش کی کہ اول تو محض تخمین پر ایک بات کو تحقیق سمجھنا یہ غلطی ہے اور اگر خود اس کو غیر تحقیقی سمجھتے تھے تو مخاطب پر اس کے تخمینی ہونے کو ظاہر کرنا چاہیے تھا۔ یوں کہتے کہ شاید سو رہے ہوں اور یہ بھی علی سبیل التنزیل کہا جاتا ہے ورنہ اصل جواب تو یہ تھا کہ معلوم نہیں میں دیکھ کر بتلاؤں گا پھر تحقیق کر کے صحیح جواب دیتے دوسرے اس میں یہ خرابی ہے کہ اگر مجھ کو اس کا جاگنا بعد میں معلوم نہ ہوتا اور اسی خیال میں رہتا کہ وہ سوتا ہے تو بعض اوقات بلکہ مجھ کو تو بہت اوقات ایسے موقع پر یہی خیال ہوتا ہے کہ سوتے آدمی کو جگانا بے آرام کرنا بدوں ضرورت کے بے رحمی ہے اور اسی خیال سے نہ جگانا اور ممکن ہے کہ اس وقت اس سے کسی ضروری کام میں حرج ہو جاتا گو وہ ضرورت شدت کے درجے تک نہ ہوتی مگر اس حرج کو اس لئے گوارا کر لیا جاتا کہ سوتے کو جگانا اس سے زیادہ ناگوار تھا۔ پھر جب بعد میں معلوم ہوتا کہ وہ سوتا نہ تھا۔ اب اس حرج کی ناگواری کا اثر قلب پر ہوتا اور اس راوی پر غصہ آتا تو یہ تمام تر پریشانیاں بدولت اس کے ہوتیں کہ بلا تحقیق ایک بات کہہ دی تھی اس کی ہمیشہ احتیاط رکھنی چاہیے۔

کسی کے ہاں جا کر اپنا مقصد پہلے واضح کر دینا

ایک شخص آئے دریافت فرمایا کہ کیسے تشریف لائے کچھ فرمانا ہے جواب میں کہا جی کچھ نہیں ویسے ہی ملاقات کے واسطے حاضر ہوا تھا۔ جب جانے لگے مغرب کے بعد فرض و سنت کے درمیان میں تعویذ کی فرمائش کی۔ فرمایا ہر کام کے واسطے ایک موقع اور محل ہوتا ہے۔ یہ وقت تعویذ کا نہیں جب آپ تشریف لائے تھے تو میں نے استفسار کیا تھا آپ نے فرمایا تھا کہ ویسے ہی ملاقات کے واسطے آیا ہوں اب اس وقت یہ فرمائش کیسی اسی وقت پوچھنے کے ساتھ ہی آپ کو فرمائش کرنا چاہیے تھا لوگ اس کو ادب سمجھتے ہیں۔ میرے نزدیک یہ بڑی بے ادبی ہے اس کے تو یہ معنی ہیں کہ دوسرا شخص ہمارا نوکر ہے جس وقت چاہیں فرمائش کریں اس کی تعمیل ہونا چاہیے۔ اب آپ ہی ذرا غور سے کام لیجئے کہ مجھ کو اس وقت کتنے کام ہیں ایک تو سنن و نوافل پڑھنا پھر بعضے ذاکرین و شاغلین کو کچھ کہنا ہے ان کی سننا۔

besturdubooks.wordpress.com

مہمانوں کو کھانا کھلانا۔ افسوس ہے کہ فی زمانہ دنیا سے بالکل ادب وتہذیب مرتفع ہوگیا۔ اب تعویذ کے لیے پھر تشریف لائیے۔ یاد رکھئے جہاں جائے اول مقصود کا ذکر کردینا چاہیے بالخصوص پوچھنے پر۔ میں تو ہر شخص کے آنے کے ساتھ ہی دریافت کرلیتا ہوں تاکہ جو کچھ کہنا ہے کہہ لے اور اس کا حرج نہ ہو اور نہ میرا حرج ہو اور میں خود اس وجہ سے پوچھ لیتا ہوں کہ اکثر اہل حوائج آتے ہیں اور بعض اشخاص بوجہ شرم وحیا خود نہیں کہہ سکتے یا مجمع کی وجہ سے پوشیدہ بات کو ظاہر نہیں کرسکتے پوچھنے سے وہ بتلا دیتے ہیں یا کہہ دیتے ہیں کہ خلوت میں کہنے کی بات ہے میں جب موقع پاتا ہوں علیحدگی میں ان کو بلا کر سن لیتا ہوں اور جب آدمی کچھ منہ ہی سے نہ بولے تو کیسے خبر ہوسکتی ہے۔ مجھے علم غیب تو ہے ہی نہیں۔

بات سن کر اس کا جواب دینا

بعد مغرب ایک ذاکر شاغل کو جس کی استدعاء پر اس کو یہ وقت دیا گیا تھا کچھ تلقین کے واسطے پکارا کیونکہ ذرا دور تھے ان صاحب نے زبان سے ہاں تک نہ کی بلکہ خود اپنی جگہ سے اٹھ کر روانہ ہوئے جس کی اطلاع نہ ہوئی اس لئے دوبارہ اس خیال سے پکارا کہ شاید نہ سنا ہو اتنے میں وہ خود آ گئے استفسار فرمایا کہ آپ نے جواب کیوں نہیں دیا یا جواب کے لائق مجھ کو نہیں سمجھا۔ جواب دینے سے داعی کو معلوم ہوجاتا ہے کہ مدعو نے سن لیا اور جواب نہ دینے میں کلفت ہوتی ہے کہ وہ دوسری مرتبہ پکارے تیسری دفعہ آواز دے تو دوسرے کو یہ تکلیف محض آپ کی لاپرواہی اور سستی کی وجہ سے ہوئی کہ آپ سے زبان تک نہ ہلائی گئی۔ اگر آپ ہاں کہہ دیتے تو کیا مشکل تھا۔ آج کل علوم کی تعلیم تو ہر جگہ ہے لیکن اخلاق کی تعلیم مثل عنقا ہے۔ اب طبیعت پریشان ہوگئی پھر دوسرا وقت آپ کو دیا جائے گا اس میں اس امر کا لحاظ رکھنا۔

بات کو ٹوکنا

ایک ذاکر نے اثناء تعلیم میں کہ ابھی تقریر ختم بھی نہیں ہوئی تھی۔ اپنا خواب بیان کرنا شروع کیا۔ فرمایا یہ کیا حرکت ہے کہ ایک گفتگو ابھی ختم نہیں ہوئی۔ دوسری بات داخل کردی۔

سخن را سر است اے خردمند وبن میاور سخن درمیاں سخن

besturdubooks.wordpress.com

اے عقل مند بات کی ابتداء وانتہاء ہے بات کے درمیان میں بات نہ کر۔

خداوند تدبیر و فرہنگ و ہوش نگو یدسخن درمیان سخن

تدبیر، عقل اور سمجھ والا آدمی بات کے درمیان میں بات نہیں کرتا۔

آپ کی دخل دہی کے یہ معنی ہیں کہ مقصود خواب بیان کرنا تھا اور تعلیم و تلقین آپ کے نزدیک فضول ہے گویا میرا اتنی دیر تقریر کرنا ضائع گیا آئندہ ایسی حرکت کبھی نہ کرنا اب اٹھو دوسرے وقت بتلا دیا جائے گا۔ اس وقت تم نے تعلیم کی بے قدری کی ہے۔

ردّ کی ہوئی بات نہ دہراؤ

گفتگو میں متکلم جس دلیل پر رد یا دعوے کے خلاف ثابت کر چکا ہو تم کو ان مقدمات پر کلام کرنا تو مضائقہ نہیں۔ مگر بعینہ اسی دعوے یا دلیل کا اعادہ کرنا اپنے مخاطب کو ایذا پہنچانا ہے اس کا بہت خیال رکھو۔

کام کرنے والے کے پاس بیٹھنا

تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ کام کرنیوالے آدمی کے پاس بلاضرورت بیکار آدمی کا بیٹھنا اس کے قلب کو مشغول و مشوش کرنا ہے۔ خاص کر جب اس کے پاس بیٹھ کر اس کو تکتا بھی رہے۔ اس کا بہت لحاظ رکھنا چاہیے۔

پرنالوں میں پانی چھوڑنا

بالاخانہ کے بعض پرنالے لب سڑک خاص برسات کے پانی کے لئے ہوتے ہیں دوسرے اوقات میں ان میں پانی چھوڑنا راہ گیروں کو تکلیف دینا ہے گو کوئی تمہارے لحاظ سے نہ بولے مگر تم کو بھی تو خیال و لحاظ رکھنا چاہیے۔

خلاصۂ آداب

خلاصہ ان تمام تر آداب کا یہ ہے کہ اپنے کسی قول یا فعل یا حال سے دوسرے کی طبیعت پر کوئی بار یا پریشانی یا تنگی نہ ڈالے بس یہی خلاصہ ہے حسن اخلاق کا جو شخص اس قاعدے کو مستحضر کرلے گا وہ

besturdubooks.wordpress.com

زیادہ تفصیل سے مستغنی ہو جائے گا۔ اسی لئے اس فہرست کو بڑھایا نہیں گیا۔ البتہ اس قاعدے کے لحاظ کے ساتھ اتنا کام اور کرنا پڑے گا کہ ہر قول و فعل کے قبل ذرا سوچنا ہو گا کہ ہماری یہ حرکت موجب ایذا تو نہ ہوگی۔ پھر غلطی بہت کم ہوگی اور چند روز کے بعد خود طبیعت میں صحیح مذاق ایسا پیدا ہو جائے گا کہ پھر سوچنا بھی نہ پڑے گا۔ یہ سب امور مثل طبعی کے ہو جائیں گے۔

بعضے آداب بہشتی زیور سے

ضرورت سے زیادہ نہ بیٹھنا

اگر کسی سے ملنے جاؤ تو وہاں اتنا مت بیٹھو یا اس سے اتنی دیر باتیں مت کرو کہ وہ تنگ ہو جائے یا اس کے کسی کام میں حرج ہونے لگے۔

کام بتانے والے کو جواب دینا

جب تم سے کوئی کسی کام کو کہے تو اس کو سن کر ہاں یا نہیں ضرور زبان سے کچھ کہہ دیا کرو کہ کہنے والے کا دل ایک طرف ہو جائے نہیں تو ایسا نہ ہو کہ کہنے والا تو سمجھے کہ اس نے سن لیا ہے اور تم نے سنا نہ ہو یا وہ سمجھے کہ تم یہ کام کر دو گے اور تم کو کرنا منظور نہ ہو تو ناحق دوسرا آدمی بھروسہ میں رہا۔

میزبان سے فرمائش نہ کرو

کسی کے گھر میں مہمان جاؤ تو اس سے کسی چیز کی فرمائش مت کرو۔ بعضی دفعہ چیز تو ہوتی ہے بے حقیقت مگر وقت کی بات ہے گھر والا اس کو پوری نہیں کر سکتا ناحق اس کو شرمندگی ہوگی۔

مجلس کے سامنے نہ تھوکو

جہاں اور آدمی بیٹھے ہوں وہاں بیٹھ کر تھوکو مت۔ ناک مت صاف کرو اگر ضرورت ہو تو ایک کنارے جا کر فراغت کر آؤ۔

گھن والی چیزوں کا نام نہ لو

کھانا کھانے میں ایسی چیزوں کا نام مت لو جس سے سننے والوں کو گھن پیدا ہو۔ بعضے

besturdubooks.wordpress.com

نازک مزاجوں کو بہت تکلیف ہوتی ہے۔

بیمار کو مایوس نہ کرو

بیمار کے سامنے یا اس کے گھر والوں کے سامنے ایسی باتیں مت کرو جس سے زندگی کی ناامیدی پائی جائے۔ ناحق دل ٹوٹے گا۔ بلکہ تسلی کی باتیں کرو انشاء اللہ تعالیٰ سب دُکھ جاتا رہے گا۔

اشارہ سے بات نہ کہو

اگر کسی کی پوشیدہ بات کرنی ہو اور وہ بھی اس جگہ موجود ہو تو آنکھ سے یا ہاتھ سے اُدھر اشارہ مت کرو ناحق اس کو شبہ ہوگا اور یہ جب ہے کہ اس بات کا کرنا شرع سے درست بھی ہو اور اگر درست نہ ہو تو ایسی بات ہی کرنا گناہ ہے۔

کپڑے گندے نہ کرو

بدن اور کپڑے میں بدبو پیدا ہونے نہ دو اگر دھوبی کے گھر کے دُھلے ہوئے کپڑے نہ ہوں تو بدن ہی کے کپڑوں کو دھو ڈالو۔

بیٹھنے والوں کے پاس جھاڑو

آدمیوں کے بیٹھے ہوئے جھاڑو مت دلواؤ۔

مہمان تھوڑا سالن روٹی بچادے

مہمان کو چاہیے کہ اگر پیٹ بھر جائے تو تھوڑا سالن روٹی دسترخوان میں ضرور چھوڑ دے تاکہ گھر والوں کو یہ شبہ نہ ہو کہ مہمان کو کھانا کم ہوگیا اس سے وہ شرمندہ ہوتے ہیں۔

راستہ بند نہ کرو

راہ میں چارپائی یا پیڑھی یا اور کوئی برتن اینٹ پتھر وغیرہ مت ڈالو۔

پردے کی جگہ کے پھوڑا کا نہ پوچھو

پردے کی جگہ کسی کے پھوڑا پھنسی ہو تو اس سے مت پوچھو کہ کہاں ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

گٹھلی چھلکا احتیاط سے پھینکو

گٹھلی چھلکا کسی آدمی کے اوپر سے مت پھینکو۔

چیز پھینک کر نہ دو

کسی کو کوئی چیز ہاتھ میں دینا ہو تو دور سے مت پھینکو کہ وہ ہاتھ میں لے لے گا۔

گھر کا حال پوچھنا

جس سے بے تکلفی نہ ہو اس سے ملاقات کے وقت اس کے گھر کا حال مت پوچھو۔

غم وغیرہ کی خبر بغیر تحقیق نہ پھیلاؤ

کسی کے غم یا پریشانی یا دکھ بیماری کی کوئی خبر سنو تو قبل پختہ تحقیق کے کسی سے نہ کہو خصوص اس کے عزیزوں سے۔

دوبارہ سالن کیلئے برتن نہ اٹھاؤ

دسترخوان پر سالن کی ضرورت ہو تو کھانے والے کے سامنے سے مت اٹھاؤ۔ دوسرے برتن میں لے آؤ۔

بچوں کے سامنے گفتگو

لڑکوں کے سامنے کوئی بے شرمی کی بات مت کہو۔

(تمام ہوئے بعضے آداب بہشتی زیور کے)

besturdubooks.wordpress.com

بڑوں کیلئے آداب

اور یہاں تک اکثر آداب وہ ہیں جن کا برابر والوں یا اکابر کے ساتھ لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ اب دو چار آداب ایسے بھی بتلاتا ہوں جن کا لحاظ بڑوں کو چھوٹے کے ساتھ رکھنا مناسب یا واجب ہے۔

نازک مزاجی سے پرہیز

بڑوں کو بھی بہت نازک مزاج نہ ہونا چاہیے کہ بات بات پر بگڑا کریں۔ بات بات پر چھنکا کریں۔ یہ یقینی بات ہے کہ جیسے دوسرے تم سے بے تمیزی کرتے ہیں تم اگر اپنے سے بڑوں کے ساتھ رہو سہو تو تم سے بھی بہت سی بے تمیزیاں ہوا کریں یہ سمجھ کر کچھ تسامح بھی کیا کرو اور ایک بار دو بار نرمی سے سمجھا دو جب اس سے کام نہ چلے تو مخاطب کی مصلحت کی نیت سے تندی و درشتی کا بھی مضائقہ نہیں۔ اگر تم نے بالکل تحمل نہ کیا تو صبر کی فضیلت سے ہمیشہ محروم رہے۔ اور جب خدا تعالیٰ نے تم کو بڑا بنایا ہے تو ہر طرح کے لوگ تمہاری طرف رجوع کریں گے ان میں مختلف طبائع مختلف عقول کے لوگ ہوتے ہیں ایک ہی تاریخ میں سب یکساں کیسے ہو جائیں گے۔ یہ حدیث قابل یاد رکھنے کے ہے۔ **المؤمن الذی یخالط الناس ویصبر علی نواھم خیر من الذی لا یخالط الناس ولا یصبر علی اذاھم۔**

غیر واجب کا حکم نہ کرو

جس شخص کی نسبت تم کو قرائن سے متیقن یا مظنون ہو کہ تمہارے کہنے کو ہرگز نہ ٹالے گا تو اس سے کسی ایسی چیز کی فرمائش نہ کرو جو شرعاً واجب نہیں۔

خادموں کی راحت کا خیال رکھنا

اگر بلا فرمائش کے کوئی تمہاری مالی یا بدنی خدمت کرے تب بھی اس کا لحاظ رکھو کہ اس کی راحت یا مصلحت میں خلل نہ پڑے۔ یعنی اس کو زیادہ مت جاگنے دو اس کی گنجائش سے

besturdubooks.wordpress.com

زیادہ اس کا ہدیہ مت لو اگر وہ تمہاری دعوت کرے بہت سے کھانے مت پکانے دو۔ ہمراہی میں بہت سے آدمیوں کی دعوت مت کرنے دو۔

سختی ونرمی ملی جلی رکھو

اگر کسی شخص پر قصداً ناخوش ہونا پڑے یا اتفاقاً ایسا ہو جائے تو دوسرے وقت اس کا دل خوش کر دو اور اگر تم سے واقعی زیادتی ہوگئی ہے تو بے تکلف اس سے معذرت کر کے اپنی زیادتی کی معافی مانگ لو۔ عار مت کرو۔ قیامت میں وہ اور تم برابر ہو گے۔

ادب:۔ اگر گفتگو میں کسی کی بے تمیزی پر زیادہ تغیر مزاج میں ہونے لگے تو بہتر ہے کہ بلا واسطہ اس سے گفتگو مت کرو۔ کسی اور مزاج شناس سلیقہ شعار کو بلا کر اس کے واسطہ سے گفتگو کرو تا کہ تمہارا تغیر دوسرے پر اور اس کی بے تمیزی تم پر اثر نہ کرے۔

کسی کو خصوصی مقرب نہ بناؤ

اپنے کسی خادم یا متعلق کو اپنا ایسا مقرب مت بناؤ کہ دوسرے لوگ اس سے دبنے لگیں یا وہ دبانے لگے اسی طرح اگر وہ لوگوں کی روایات و حکایات تم سے کہنے لگے منع کر دو۔ ورنہ لوگ اس سے خائف ہو جائیں گے اور تم لوگوں سے بدگمان ہو جاؤ گے۔ اسی طرح اگر وہ کسی کا پیام یا سفارش تمہارے پاس لاوے سختی سے منع کرو تا کہ لوگ اس کو واسطہ سمجھ کر اس کی خوشامد نہ کرنے لگیں۔ اس کو نذرانے نہ دینے لگیں یا وہ لوگوں سے فرمائش نہ کرنے لگے۔ خلاصہ یہ کہ تمام لوگوں کا تعلق براہ راست اپنے سے رکھو کسی شخص کو واسطہ مت بناؤ۔ ہاں اپنی خدمت کے لئے ایک آدھ شخص خاص کر لو مضائقہ نہیں۔ مگر اس کو لوگوں کے معاملات میں ذرہ برابر دخل نہ دو۔ اسی طرح مہمانوں کا قصہ کسی پر مت چھوڑو۔ خود سب کی دیکھ بھال کرو۔ گو اس میں تم کو تعب زیادہ ہوگا مگر دوسروں کو تو راحت و سہولت رہے گی اور بڑے تو تعب کے لئے ہوا ہی کرتے ہیں۔ خوب کہا گیا ہے۔

آں روز کہ مہ شدی نمی دانستی　　　　کانگشت نمائے عالمے خواہد شد

جس روز تو چاند ہوگا تو نہیں جانتا کہ پورے جہاں کی انگلیاں اٹھیں گی۔

besturdubooks.wordpress.com

اب ان آداب وقواعد کوایک بے قاعدگی کے قاعدے پر ختم کرتا ہوں وہ یہ کہ ان میں بعض آداب تو عام ہیں۔ ہر حالت اور ہر شخص کے لئے اور بعضے آداب وہ ہیں جن سے بے تکلف مخدوم یا بے تکلف خادم مستثنیٰ بھی ہیں چونکہ اس درجے کی بے تکلفی تک پہنچ جانے کا ادراک وجدانی وذوقی ہے اس لئے ایسے آداب کی تعیین بھی وجدان وذوق پر چھوڑتا ہوں اور رسالہ کو اس شعر پر جو کہ ادب تکلف اور ادب بے تکلفی دونوں کے لئے جامع (اما للاول فبان يقال فی معناه ان طرق العشق منحصرة فی الادب فمن الا ادب له لا عشق له واما للثانی فبان يقال فی معناه انٰ ماهو من طرق العشق كلها ادب فما كان عشقاً فهوادب و ان كان خلاف ادب فی الظاهر و تطبيق المصرع الثانی علی المعنين غير خفی ۱۲منه) ہے تمام کرتا ہوں۔

طرق العشق کلها ادب ادّ بو النفس ایها الاصحاب

عشق کے راستے ادب ہیں اے ساتھیو اپنے آپ کوادب سکھاؤ

ويوم ختامه هو يوم ختام رسالة اغلاط العوام

بفضل قدر اكثر من ساعة و اقل من ساعتين

وهو ثامن المحرم ۱۳۳۲ھ فی تهانه بهون.

besturdubooks.wordpress.com

متفرق آداب

اب آخر میں چند متفرق آداب معاشرت بھی جو مختلف ذرائع سے احقر مؤلف سوانح ہذا کے علم میں ہیں عرض کئے جاتے ہیں۔

خدا سے بدنظمی کا نقصان

ایک صاحب سے حضرت والا نے بقیمت آنولہ کا مربہ منگوایا تھا۔ جس ٹین کے ڈبہ میں مربہ تھا اس کا ڈھکن رانگ سے جڑا ہوا تھا۔ لانے والے صاحب نے غلطی سے وہ ڈبہ حضرت والا کو الٹا دیا یعنی جس رخ پر ڈھکن تھا وہ نیچے کی جانب تھا۔ حضرت والا نے اس کو الماری میں اسی طرح لے جاکر رکھ دیا۔ بعد کو جو دیکھا تو الماری اور فرش کو شیرہ سے آلودہ پایا۔ غور کرنے سے معلوم ہوا کہ ڈبہ الٹا رکھا گیا اور چونکہ رانگ کے جوڑ میں کوئی چھوٹا سا سوراخ رہ گیا تھا۔ اس لئے اس میں سے شیرہ رس رس کر بہنے لگا۔ فرش اور الماری کو صاف کرنے میں بڑی زحمت ہوئی۔

اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ اول تو لانے والے کو یہ کہنا چاہیے تھا کہ ڈبہ کا کون سا رخ سیدھا ہے اگر یہ نہ کیا تھا تو کم از کم الٹا کر کے تو نہ دیتے۔ پھر فرمایا کہ دیکھئے ذرا سی بدنظمی سے اتنی بڑی خرابی ہوگئی۔ ہر کام میں چاہے جتنا چھوٹا ہو نظم کی سخت ضرورت ہے۔ اھ۔ حضرت والا اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ مسلمانوں کے ہاتھوں سے جو سلطنت گئی ہے وہ بدنظمی ہی کی وجہ سے کیونکہ سلطنت کفر کے ساتھ تو جمع ہو سکتی ہے لیکن بدانتظامی کے ساتھ ہرگز جمع نہیں ہو سکتی۔ اھ

حضرت والا عموماً مسلمانوں کی بدانتظامیاں دیکھ دیکھ کر بہت شکایت اور اظہار افسوس فرمایا کرتے ہیں اور فرمایا کرتے ہیں کہ بوجہ شامت اعمال مسلمانوں کے اندر سے سلطنت کا مادہ ہی نکال لیا گیا ہے۔

اخلاق و معاشرت ذکر و شغل سے مقدم ہے

حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ میری نظر ذکر و شغل پر اس قدر نہیں ہے جس قدر کہ اصلاح اخلاق و معاشرت پر کیونکہ ان کا تعلق دوسروں سے ہے۔

کنیت لکھنا

اگر کنیت لکھنا تفاخراً ہو جیسا کہ آج کل عموماً معمول ہے تو حضرت والا اس پر تنبیہ

besturdubooks.wordpress.com

فرماتے ہیں اور استفسار فرماتے ہیں کہ اس میں بجز تفاخر اور کیا مصلحت ہے؟

فضول کاموں کا نقصان

(ماخوذ از اشرف الکمالات نمبر ۲۸۱) فرمایا کہ میں بقسم کہتا ہوں کہ اگر کوئی شخص اپنے فضول کاموں میں غور کرے تو اس کو معلوم ہوگا کہ لغو اور فضول کاموں سے ضرور بطور افضاء کے گناہ تک وصول ہو گیا ہے مثلاً مجھے خود یہ واقعہ پیش آتا ہے کہ بعض دفعہ کوئی شخص آ کر بلا ضرورت پوچھتا ہے کہ آپ فلاں جگہ کب جائیں گے اس سوال سے مجھ پر گرانی ہوتی ہے اور مسلمان کے قلب پر گرانی ڈالنا خود معصیت ہے۔ اگر سوال کرنے والا مخلص ہو جب بھی مجھے گرانی ہوتی ہے کہ اس کو ہمارے ذاتی افعال کی تفتیش کا کیا حق ہے۔ غرض یہ کہ کوئی لغو اور فضول کام ایسا نہیں جس کی سرحد معصیت سے نہ ملی ہو پس لغو اور فضول ابتداً تو مباح ہے مگر انتہا معصیت۔ اھ

طالب علم سے کام لینا

اگر حضرت والا مدرسہ یا مکتب کے کسی طالب علم سے درس کے وقت میں کوئی مختصر اور معمولی اور ضروری کام لیتے ہیں تو اس سے یہ بھی فرما دیتے ہیں کہ اپنے استاد سے اجازت لے کر جانا۔

عورتوں تک پیغام اس کے محرم کے واسطہ سے ہونا

اس کی سخت ممانعت ہے کہ کوئی چیز یا کوئی پرچہ اگرچہ کسی عورت ہی کی طرف سے ہو بواسطہ ملازم زنانہ میں پہنچایا جائے بلکہ شوہر کے سامنے پیش کیا جائے وہ جس ذریعہ سے چاہے پہنچاوے یا اگر کسی گھر میں شوہر نہ ہو تو کسی محرم مرد کے واسطہ سے پہنچایا جائے اسی طرح جواب بھی بذریعہ شوہر یا محرم آنا چاہیے۔ اسی قسم کے بے شمار آداب معاشرت ہیں جو حضرت والا رات دن تعلیم فرمایا کرتے ہیں کہاں تک لکھے جا سکتے ہیں۔ فقط

besturdubooks.wordpress.com

اٹھارہواں باب

''تصنیف وتالیف''

تصانیف کی ہمہ گیریت:

حضرت والا بعون اللہ تعالیٰ و بفضلہٖ اس وقت تک چھ سو چھاسٹھ ۶۶۶ کتابوں کے مصنف ہو چکے ہیں جن کی فہرست اس سوانح کے آخر میں قبیل خاتمۃ الکتاب ملحق ہے۔ ایسے کثیر التصانیف حضرات جیسے کہ حضرت والا ہیں قدماء میں ہوا کرتے تھے۔ دین کا کوئی ضروری شعبہ ایسا نہیں جس پر حضرت والا کی تصنیف موجود نہ ہو اور جس کی پوری تحقیق حضرت والا نے نہ فرمادی ہو۔ اور مجدد کا یہی کام ہوتا ہے کہ دین کے ہر ہر جزو میں جو جو خرابیاں لوگوں نے پیدا کر دی ہوں ان کو دور کر کے دین کو اس کی اصلی صورت میں جلوہ گر کر دے۔

''اعلاء السنن'' کی ترتیب وتالیف

حضرت والا نے تصوف تفسیر حدیث فقہ علم کلام تجوید سبھی شعب دینیہ کے متعلق کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔ البتہ ان میں سے حدیث کی معتد بہ خدمت بلا واسطہ نہیں فرمائی جس کی وجہ یہ ہوئی کہ جب حضرت والا نے اس طرف توجہ فرمائی اور چاہا کہ فقہ حنفی کے کل ابواب کے دلائل حدیثوں سے جمع کئے جائیں چنانچہ اس کے متعلق بطور نمونہ ایک عجالہ ''جامع الآثار مع حاشیہ تابع الآثار'' بھی لکھا تو کچھ دن بعد حضرت والا کو دوسرے کام کرنے والے مل گئے ان سے اپنی نگرانی میں ''اعلاء السنن'' جس کے پہلے حصے کا نام ''احیاء السنن'' ہے لکھوانا شروع فرمادی اور خود اس پر نظر اصلاحی فرماتے رہے چنانچہ اب تک یہ سلسلہ بفضلہ تعالیٰ برابر جاری ہے اگر دوسرے کام کرنے والے نہ ملتے تو اس نہایت مہتم بالشان اور ممتد خدمت کو بھی خود ہی انجام دینے کا قصد تھا اور اس کو حضرت والا اتنی ضروری اور مہتم بالشان کتاب سمجھتے ہیں کہ اس کی تالیف پر ہزاروں روپیہ خرچ فرما چکے ہیں اور ایک مدت دراز سے اس کا سلسلہ جاری

besturdubooks.wordpress.com

فرما رکھا ہے۔ اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ اگر یہاں کے مدرسہ میں اور کوئی کام نہ ہو صرف یہی ایک تصنیف تیار ہو جائے تو اس مدرسہ کا بڑا کارنامہ ہو کیونکہ یہ اپنی شان کی ایک بالکل نئی تصنیف ہے۔

تصوف و تفسیر سے خصوصی دلچسپی

حضرت والا کو تصوف اور تفسیر اور منطق سے خاص مناسبت ہے اور ان فنون میں اعلیٰ درجے کی مہارت ہے بالخصوص تصوف اور تفسیر کی مناسبت کی تو اعلیٰ حضرت حاجی صاحب قدس سرہ العزیز نے ابتداء ہی میں خاص طور سے بشارت دے دی تھی جس کا ذکر باب شرف بیعت و استفاضہ باطنی میں گزر چکا ہے اور جو بفضلہ تعالیٰ بعد کو بالکل سچی ثابت ہوئی۔

تصانیف کی خصوصیت

حضرت والا کی کسی تصنیف کو لے کر دیکھنا شروع کر دیجئے بس حقائق دینیہ روزِ روشن کی طرح واضح ہوتے چلے جاتے ہیں اور شرح صدر ہوتا چلا جاتا ہے۔

موضوع کی تکمیل کرنا

حضرت والا جب کسی موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں تو پھر اس کا کوئی ضروری پہلو نظر انداز نہیں ہونے پاتا اور اس پر نہایت مکمل و مدلل بحث فرماتے ہیں اور مدلل بھی بہ دلائل صحیحہ وقویہ عقلیہ ونقلیہ جس پر پھر کسی اہل فہم و انصاف کو بجز تسلیم کوئی چارہ نہیں ہوتا اور ذرا بھی گنجائش انکار باقی نہیں رہتی اور عنوان بھی ایسا غیر دل آزارانہ اور محبوبانہ ہوتا ہے کہ مضامین دل میں گھر کرتے چلے جاتے ہیں۔ حضرت والا خود اس کی یہ وجہ فرمایا کرتے ہیں کہ الحمد للہ میری شروع ہی سے یہ نیت ہوتی ہے کہ بس سچی ہی سچی باتیں لکھی جائیں اور سچی ہی سچی باتیں میں لکھتا بھی ہوں اسی لئے وہ عموماً دل کو لگ جاتی ہیں کیونکہ حدیث میں ہے الصدق طمانینة و الکذب ریبة۔

مقبولیتِ عامہ

حضرت والا کی تصانیف بفضلہ تعالیٰ اس قدر مقبول ہوئی ہیں کہ مصنف کی حیات میں شاید ہی کسی کی تصانیف کو اپنی مقبولیت عامہ حاصل ہوئی ہو چنانچہ بعضی تو ہزاروں بلکہ لاکھوں کی تعداد

besturdubooks.wordpress.com

میں چھپ چکی ہیں اور برابر چھاپی جارہی ہیں اور شرقاً و غرباً ان کا شیوع ہو رہا ہے اور بعض کتابیں تو گھر گھر پائی جاتی ہیں حتیٰ کہ مخالفین کے گھروں میں بھی۔ کہیں مختلف زبانوں میں ترجمے ہو رہے ہیں کوئی انتخابات کر رہا ہے کوئی تبویب کر رہا ہے جیسا کہ تفصیل اعتناء اہل علم سے ظاہر ہے جو فہرست تالیفات کے بعد سوانح ہذا کے آخر میں یعنی مضمون ''خاتمۃ الکتاب'' کے بعد متصلاً ملحق ہے۔ بہت سے تو حضرت والا ہی کی تصانیف کی بدولت اچھے خاصے مصنف بن گئے۔ حضرت والا کے ملفوظات کی ترتیب و تالیف نیز حضرت والا کے کلمات حکمت آیات اس اہتمام سے قلمبند کئے گئے ہیں اور کئے جارہے ہیں کہ جس کی نظیر صدیوں سے مفقود ہے گویا جو کلمہ زبان فیض ترجمان سے نکلتا ہے وہ آب زر سے لکھے جانے کے قابل سمجھا جاتا ہے۔ بمصداق قول احقر

سب نے کرلی حرز جاں وردِ زباں بات جو نکلی لبِ اعجاز سے

اور واقعی حضرت والا معمولی گفتگو میں بھی اور سرسری طور پر بھی جو بات فرماتے ہیں اس میں بھی علوم و معارف ہوتے ہیں اور آب زر سے لکھنے کے قابل ہوتی ہے اور اکثر معمولی گفتگو بھی دین ہی کے متعلق ہوتی ہے یا دین کا پہلو لئے ہوئے ہوتی ہے۔

حضرت والا کا اپنا ایک ارشاد

حضرت والا کی تصانیف کی مقبولیت عامہ کے متعلق خود حضرت والا کا ایک بہت پرانا ارشاد یاد آیا۔ عرصہ دراز ہوا ایک بار مخالفین کی مخالفانہ کارروائیوں کا ذکر فرما کر احقر سے بہت جوش کے ساتھ فرمایا تھا کہ مخالفین سب اپنی اپنی کوششیں کرلیں آپ دیکھیں گے کہ انشاء اللہ تعالیٰ میری کتابیں ایسی پھیلیں گی ایسی پھیلیں گی کہ کسی کے روکے نہ رکیں گی۔ اھ۔ چنانچہ بفضلہ تعالیٰ ایسا ہی ہوا۔ اس پر احقر کو اپنے یہ شعر یاد آتے ہیں۔

خود ہی مٹ جائینگے سب حق کے مٹانیوالے لاکھ کوشش کریں مٹتا ترا افسانہ نہیں

داغ دل چمکے گا بن کر آفتاب لاکھ اس پر خاک ڈالی جائے گی

تصانیف سے زندگیوں میں انقلاب

حضرت والا کی تصانیف کی مقبولیت عامہ اور نافعیت تامہ کے ہزار ہا واقعات د

besturdubooks.wordpress.com

شہادات ہیں جو احاطہ بیان سے باہر ہیں۔ آئے دن حضرت والا کے پاس نئے نئے طالبین کے خطوط آتے رہتے ہیں جن میں وہ یہی لکھتے ہیں کہ حضرت والا کی تصانیف سے ہماری بالکل کایا پلٹ ہوگئی۔ بہت سے انگریزی خوانوں کے دہری خیالات کی اصلاح ہوگئی اور وہ پکے مسلمان ہوگئے۔ یہاں تک کہ ان میں سے بعض مجاز بیعت و تلقین بھی ہوئے۔ بہت سے فیشن پرست خدا پرست ہوکر سر سے پاؤں تک ملانی وضع میں رہنے لگے۔ بہت سے اہل بدعات ورسوم نے اپنے آبائی طریق کو چھوڑ دیا اور اپنے خویش واقارب کی بھی کچھ پروانہ کی بلکہ بہتیروں نے اپنے سابق پیروں تک کو چھوڑ دیا اور حضرت والا سے رجوع کیا۔ بہت مرتبہ خود احقر کو اس کے مشاہدہ کا اتفاق ہوا کہ غیر مسلم اور فرق باطلہ کے لوگ بھی حضرت والا کے مضامین سن کر عش عش کرنے لگے اور نہایت شوق کے ساتھ کتابیں مانگ مانگ کر بغرض مطالعہ لے جانے لگے اور الفضل ما شہدت بہ الاعداء کا ظہور ہوا۔

مواعظ کی افادیت

ایک غالی بدعتی مولوی صاحب نے جو حضرت والا کے سخت مخالف تھے حضرت والا کا مضمون حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک کے متعلق ایک رسالہ میں دیکھ کر قبل حضرت والا کے نام دیکھنے کے بہت تعریفیں کیں کہ یہ تو کسی بڑے عاشق رسولؐ اور بڑے محقق کا لکھا ہوا ہے لیکن جب حضرت والا کا لکھا ہوا بتایا گیا تو چپ رہ گئے۔ بعض گمراہ صوفی جو نماز پڑھنے کو بھی نعوذ باللہ ضروری نہیں سمجھتے تھے حضرت والا کا مطبوعہ وعظ روح الارواح پڑھ کر نماز پڑھنے لگے۔ مطبوعہ مواعظ راحت القلوب اور طریق القلندر کو بھی دیکھ کر اور سن کر لوگوں کو بہت متاثر ہوتے ہوئے احقر نے خود مشاہدہ کیا ہے اور مسلمانوں ہی کو نہیں بلکہ غیر مسلموں تک کو۔

ایک دنیا دار واعظ صاحب نے حضرت والا کے دو چار وعظ زبانی یاد کر لئے تھے اور آپ کہتے تھے کہ اللہ بھلا کرے میری تو روٹیوں کا سہارا ہوگیا جگہ جگہ جا کر بس وہی سنا آتا ہوں۔ خوب نذرانے ملتے ہیں اور لوگ سمجھتے ہیں کہ بڑا عالم ہے۔ حضرت والا کے رسائل بہشتی زیور اور مناجات مقبول سے بہت کم مسلمان گھر خالی ہوں گے۔

besturdubooks.wordpress.com

تفسیر بیان القرآن

حضرت والا کی تفسیر ''بیان القرآن'' تو بے نظیر سمجھی جاتی ہے اور آج کل عموماً حضرت والا ہی کا ترجمہ مترجم حمائلوں اور قرآنوں میں چھاپا جاتا ہے۔ حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمہ اللہ جن کا تبحر علمی مسلم و مشہور تھا۔ فرمایا کرتے تھے کہ بیان القرآن دیکھ کر تو مجھے اردو کتابوں کے پڑھنے کا شوق پیدا ہو گیا ورنہ میں سمجھتا تھا کہ اردو کی کتابوں میں علوم عالیہ کہاں۔ ایک اہل فضل کلام مجید کا انگریزی ترجمہ کر رہے ہیں اور ان کے پیش نظر متقدمین و متاخرین سب کی تفاسیر رہتی ہیں وہ تفسیر بیان القرآن کی بار بار انتہاء درجے کی تعریفیں لکھ لکھ کر بھیجا کرتے ہیں اور لکھتے رہتے ہیں کہ جتنی اس سے مجھ کو مدد مل رہی ہے کسی تفسیر سے نہیں ملی۔

غرض حضرت والا کی تصانیف کی مقبولیت عامہ اور نافعیت تامہ مسلم و مشہور زمانہ ہے اور اگر کسی کو دیکھنے کا اتفاق نہ ہوا ہو تو وہ اب دیکھ کر اس کی تصدیق کرے۔ میں تو اس اشرف السوانح کو مرتب کرنے کے دوران میں اس کا بخوبی تجربہ کر چکا ہوں کہ اگر اتفاق سے بھی حضرت والا کی کوئی تحریر کسی قسم کی بھی نظر سے گزر گئی ہے تو اس میں حقائق و معارف کے جواہرات انبار کے انبار بھرے ہوئے پائے ہیں۔ اور میں تو نہایت وثوق کے ساتھ بانگ دُہل کہتا ہوں کہ غور و فہم و انصاف سے جو شخص بھی حضرت والا کی تصانیف کو مطالعہ میں لائے گا اس کو بھی ہر تصنیف میں بس یہی منظر نظر آئے گا اور وہ بھی میرا ہمنوا بن جائے گا۔ بقول احقر۔

جو غور سے خطِ شوق آنجناب دیکھیں گے :: تو لفظ لفظ میں مضمر کتاب دیکھیں گے

لیکن افسوس تو یہی ہے کہ لوگ یا تو مال و دولت کی ہوس میں یا عناد و حسد کی بلا میں یا اپنے علم و تبحر کے ناز میں یا اخبار بینی اور ناول بینی کے شوق میں ایسے مبتلا ہیں کہ انہیں ان بے بہا کتابوں کے دیکھنے کی توفیق ہی نہیں ہوتی الا ما شاء اللہ بقول شخصے۔

افسوس قدر دان نہیں ہیں کمال کے :: کاغذ پہ رکھ دیا ہے کلیجہ نکال کے

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو تحصیل دین کا شوق عطا فرمائے اور حضرت والا کی تصانیف سے مستفید ہونے کی کما حقہ توفیق بخشے آمین ثم آمین۔

besturdubooks.wordpress.com

اہم تصانیف

یوں تو حضرت والا کی ہر تصنیف بے حد نافع اور ضروری ہے لیکن چند کتابیں اپنی خصوصیات میں خاص امتیازی شان رکھتی ہیں مثلاً تفسیر بیان القرآن ۔کلید مثنوی ۔قصد السبیل ۔تربیت السالک ۔اصلاح انقلاب ۔حیات المسلمین ۔الانتباہات المفیدہ ۔احکام الائتلاف ۔مسائل السلوک ۔التکشف ۔التشرف ۔نشر الطیب ۔التنبیہ الطربی ۔السنتہ الجلیہ ۔اخبار بنی ۔سجادہ نشینی تلبین العرائک ۔بوادر النوادر ۔الاقتصاد فی التقلید والاجتہاد ۔الاعتدال فی متابعۃ الرجال ۔ونحوذ لک

بہشتی زیور کی مقبولیت

حضرت والا کی تصانیف کو جو منجانب اللہ مقبولیت عامہ حاصل ہے وہ بالکل ظاہر ہے محتاج بیان نہیں ۔ایک بہشتی زیور ہی کو دیکھ لیجئے کہ لاکھوں کی تعداد میں چھپ چکا ہے اور گھر گھر موجود ہے جس کی حضرت والا نے اس کے دیباچہ میں تمنا بھی تحریر فرمائی تھی جو اللہ تعالیٰ نے پوری فرمادی ۔اس کتاب کی مقبولیت عند اللہ کے متعلق جناب مولوی عبدالکریم صاحب گمتھلوی نے ایک صالح شخص کا خواب روایت فرمایا جس کے متعلق مولوی صاحب ممدوح ہی کی تحریر بلفظہ درج ذیل کی جاتی ہے۔

احقر عبدالکریم سے مخدوم مکرم جناب مولوی رستم علی صاحب ساکن ملاپور ضلع انبالہ نے چند مرتبہ بیان فرمایا ہے کہ ایک عرصہ ہوا (غالباً ۱۳۲۸ھ یا اس سے کچھ قبل کا ذکر ہے) کہ میرے بھائی حاجی رحمت اللہ صاحب نے حضرت رائپوری علیہ الرحمتہ سے میری موجودگی میں عرض کیا کہ چند روز ہوئے میں نے خواب میں ایک نہایت نفیس باغ دیکھا اور لوگوں کو یہ کہتے سنا کہ اس میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں بندہ باغ میں داخل ہو کر دربار پُر انور میں حاضر ہوا لیکن دربان نے حجرۂ شریفہ کے دروازے سے آگے بڑھنے کی اجازت نہیں دی میں نے دوسرے دروازے سے داخل ہونا چاہا وہاں بھی دربان موجود تھا آخر کار دروازے پر کھڑے کھڑے زیارت سے مشرف ہوتا رہا حضور صلی

besturdubooks.wordpress.com

اللہ علیہ وسلم احکام جاری فرما رہے تھے اور خدام کا غذات پیش کر رہے تھے اخیر میں جب کاغذات کی پیشی ختم ہو چکی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر مبارک اٹھا کر اس غلام کی طرف دیکھا اور محبت سے ارشاد فرما کر درباریوں سے ارشاد فرمایا کہ اس شخص کو اردو میں سمجھاؤ اس پر انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے چند اوراق اٹھا کر مجھ کو دے دیئے میں پڑھا لکھا نہیں اس واسطے پڑھ تو نہ سکا لیکن اوراق الٹ کر خوب دیکھا بعض جگہ بڑے بڑے حروف تھے اور بعض جگہ چھوٹے چھوٹے اوران کاغذات کا نقشہ خوب ذہن نشین ہو گیا اس کے بعد بیدار ہوا اور کتابیں دیکھیں (احقر عبدالکریم کو یہ یاد نہ رہا کہ حاجی رحمت اللہ صاحب نے کتابیں قصداً دیکھیں یا اتفاقاً نوبت آ گئی) جب بہشتی زیور پر نظر پڑی تو میں نے فوراً پہچان لیا کہ یہ وہی کتاب ہے اور اس کو پڑھوا کر سنا تو خوب سمجھ میں آئی حضرت رائپوری قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ مبارک خواب ہے اور بہشتی زیور کے مقبول ہونے کی دلیل ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ تمہیں حرمین شریفین کی زیارت نصیب ہوگی۔ مولوی رستم علی صاحب فرمایا کرتے ہیں کہ بھائی صاحب کو چند روز کے بعد ۱۳۲۸ھ میں بمعیت حضرت رائپوری زیارت حرمین نصیب ہوگئی اوران کو بہشتی زیور سننے کا بے حد شوق ہے بار بار سننے سے تمام کتاب کے مسائل از بر یاد ہو گئے اور خوب سمجھتے ہیں خود پڑھ نہیں سکتے لیکن خاندان کے لڑکے لڑکیوں کو پڑھاتے رہتے ہیں۔ انتہا بلفظہ

حضرت کے اوقات میں برکت

حضرت والا کو اللہ تعالیٰ نے شروع ہی سے اعلیٰ درجے کا ملکہ تصنیف عطا فرمایا ہے چنانچہ طالب علمی ہی کے زمانے میں جبکہ صرف ۱۸ سال کی عمر تھی فارسی میں مثنوی زیروبم لکھی۔ اسی طرح حضرت والا کی اس کثرت تصانیف میں شروع ہی سے امداد غیبی بھی شامل حال رہی ہے چنانچہ اس زمانہ میں جبکہ حضرت والا اپنے پیرو مرشد اعلیٰ حضرت حاجی صاحب قدس سرہ العزیز کی خدمت میں قیام پذیر تھے اور حسب ایماء اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ابن عطاء اسکندری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب تنویر کا اردو ترجمہ اکسیر فی اثبات التقدیر کر

besturdubooks.wordpress.com

رہے تھے جو ۱۳۱۲ھ کی تصنیف ہے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بہت کم وقت میں بہت زیادہ کام ہوتا ہوا دیکھ کر یہ بشارت دی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے وقت میں برکت رکھی ہے۔ چنانچہ واقعی حضرت والا کے وقت میں کھلی ہوئی برکت دیکھنے میں آتی ہے۔ جتنے وقت میں جتنا کام حضرت والا کر لیتے ہیں اکثر تجربہ کاروں کو یہ تسلیم کرنا پڑا ہے کہ دوسرا نہیں کر سکتا۔

برکت کا پہلا سبب: کام کی دُھن

اس امدادِ غیبی کے چند ظاہری سبب بھی ہیں۔ ایک سبب یہ ہے کہ حضرت والا کے اندر کسی کام کو شروع کر کے اس سے اپنے قلب کو فارغ کرنے کا تقاضا اس شدت سے پیدا ہو جاتا ہے کہ جب تک اس سے بالکل فراغ حاصل نہیں فرما لیتے چین ہی نہیں پڑتا رات دن وقت بے وقت بہ استثناء امورِ ضروریہ اسی کی تکمیل کی دُھن میں لگے رہتے ہیں اور اس کو جلد سے جلد پورا فرما کر ہی دم لیتے ہیں۔ چنانچہ احقر کو اچھی طرح یاد ہے کہ جب کلید مثنوی کی شرح قریب ختم پہنچی تو حضرت والا کے اندر اس سے فراغت حاصل کرنے کا اس شدت کے ساتھ تقاضا ہوا کہ آخر میں دن بھر اسی کو لکھتے رہے اور پھر تمام رات لکھتے رہے ایک منٹ کے لئے بھی نہ سوئے اور قبل فجر اس کو ختم کر کے چھوڑا اور فرمایا کہ پوری رات جاگنے کا اس سے پہلے کبھی اتفاق نہ ہوا تھا جس کا یہ اثر ہوا کہ بوجہ خلافِ عادت تعب برداشت کرنے کے بخار ہو گیا۔ لیکن بخار میں بھی ایک اطمینانی کیفیت تھی کیونکہ کام سے فارغ ہونے کے بعد بخار آیا تھا۔

گو حضرت والا کے اندر کام سے جلد فراغ حاصل کرنے کا تقاضا فطری ہے لیکن اس میں ایک خاص مصلحت بھی ہے۔ چنانچہ فرمایا کرتے ہیں کہ میں اپنے قلب کو ہر وقت فارغ رکھنا چاہتا ہوں تاکہ اگر کبھی متوجہ بحق ہونے کی توفیق ہو تو کوئی مانع تو نہ ہو بہ آسانی قلب کو رجوع کیا جا سکے۔ اھ۔

دوسرا سبب استحضارِ علوم

دوسری صورت امدادِ غیبی کی یہ ہوتی ہے کہ حضرت والا کو کسی مضمون کے تحریر فرمانے میں زیادہ سوچنے کی ضرورت نہیں پڑتی اکثر بڑے بڑے غامض مضامین کو بھی قلم برداشتہ ہی لکھتے دیکھا گو دورانِ تحریر میں بھی اور بعد کو بھی اس میں اضافات و ترمیمات بھی بکثرت فرماتے رہتے

besturdubooks.wordpress.com

ہیں اور اس کے متعلق فرمایا کرتے ہیں کہ میں اس کو اپنا نقص سمجھا کرتا تھا کہ میرا مسودہ بوجہ کثرت ترمیمات و اضافات کے اکثر بہت ناصاف ہوتا ہے لیکن ایک ماہر کا قول سننے میں آیا کہ یہ نقص نہیں ہے بلکہ کمال ہے کیونکہ یہ ذہن کی جولانی کی علامت ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ذہن خوب چلتا ہے اور کسی ایک مقام پر رُکتا نہیں بلکہ ترقی کر کے آگے کو بڑھتا چلا جاتا ہے۔اھ

تیسرا سبب: موانع سے حفاظت

تیسری وجہ وقت میں برکت کی یہ ہوتی ہے کہ موانع سے حفاظت رہتی ہے۔ چنانچہ حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ "تفسیر بیان القرآن" لکھنے کے زمانے میں جس کی مدت تقریباً اڑھائی سال تھی میرا کبھی کان بھی گرم نہیں ہوا حالانکہ اس زمانے میں یہاں طاعون کی بھی بہت کثرت رہی۔

حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ جب تفسیر لکھنے کے زمانے میں قصبے کے اندر شدت کے ساتھ طاعون پھیلا تو میں نے دعا کی کہ یا اللہ جب تک تفسیر پوری نہ ہو اس وقت تک تو مجھے زندہ ہی رکھئے گا چنانچہ بفضلہٖ تعالیٰ میرا کان بھی گرم نہ ہوا اور الحمدللہ تفسیر مع الخیر پوری ہوگئی۔

نیز حضرت والا نے اس زمانے میں سفر بھی موقوف فرما دیا تھا۔ موانع سے حفاظت کا ایک اور واقعہ یاد آیا۔ ایک بار پچاس خط کے قریب آ گئے اور چونکہ ریل کے اوقات بدل جانے کی وجہ سے ظہر کے بعد بہت دیر میں ڈاک ملتی تھی اس لئے جوابات لکھنے کے لئے بہت کم وقت رہ گیا تھا اس روز اللہ تعالیٰ کی یہ دستگیری ہوئی کہ تحریر جوابات کے دوران میں تعویذ وغیرہ مانگنے والے بھی نہیں آئے ورنہ عموماً خطوط کے جوابات لکھنے کے دوران میں لوگوں کی مختلف اغراض کے لئے آمد و شد لگی ہی رہتی ہے۔ نیز اکثر یہ دیکھنے میں آیا کہ جب کسی مضمون کے لکھنے کے لئے کسی حوالہ کی ضرورت ہوئی تو وہ بہ آسانی مل گیا تلاش میں زیادہ وقت نہیں صرف کرنا پڑا۔

ایک بار مثنوی شریف کی شرح لکھتے وقت کبوتر بازوں کی کسی اصطلاح یا عام عادت کے معلوم کرنے کی ضرورت پڑی تو اس وقت حضرت والا کو تشویش ہوئی کہ اس وقت کبوتر باز کہاں ملے جس سے پوچھوں اتفاق سے اسی وقت ایک شخص آیا اور اس نے ایک تعویذ کی درخواست کی حضرت والا کو معلوم تھا کہ وہ کبوتر باز ہے اس لئے اس سے وہ دریافت طلب امر پوچھ لیا جس سے مثنوی شریف کا وہ مقام فوراً حل ہو گیا۔ چنانچہ حضرت والا نے اس

besturdubooks.wordpress.com

مقام کی شرح میں غالباً یہ واقعہ بھی تحریر فرما دیا ہے۔

چوتھا سبب: غلو نہ کرنا

چوتھا سبب حضرت والا کی کثرت تصانیف کا عدم غلو ہے۔ چنانچہ جناب مولانا حبیب الرحمٰن صاحب رحمتہ اللہ علیہ سابق نائب مہتمم مدرسہ عالیہ دیو بند نے بھی ایک بار یہی رائے ظاہر فرمائی تھی۔ حضرت والا مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کی رائے کو نقل فرما کر فرمایا کرتے ہیں کہ واقعی بالکل صحیح فرمایا۔ زیادہ کاوش سے کچھ کام نہیں ہوتا۔ میری نظر تو صرف ضرورت پر رہتی ہے۔ ضرورت سے زیادہ کاوش کرنے سے بہت جی الجھتا ہے اسی وجہ سے میری عبارت بہت مختصر ہوتی ہے مگر اظہار مدعا کے لئے بالکل کافی و وافی ہوتی ہے اور واضح بھی ہوتی ہے۔ بلا ضرورت میں ہرگز تطویل نہیں کرتا مگر جہاں وضوح کے لئے تطویل ہی کی ضرورت ہو وہاں تطویل سے گریز بھی نہیں کرتا۔ اھ

یادداشت کو ضبط کرتے رہنا

حضرت والا جس زمانے میں بکثرت کتابیں تصنیف فرماتے تھے اکثر اپنے پاس پنسل اور کاغذ رکھتے تھے اور جس وقت اس کے متعلق کوئی مضمون ذہن میں آتا فوراً اس کو لکھ لیتے بلکہ بعض اوقات رات کو سوتے وقت بھی تکیہ کے نیچے کاغذ اور پنسل رکھ لیتے تاکہ اگر رات کو بھی کوئی مضمون ذہن میں آئے تو فوراً روشنی کر کے اس کے متعلق یادداشت لکھ لی جائے۔

جب بہشتی زیور کا حصہ دہم زیر تالیف تھا جس میں عورتوں کی بے تمیزیوں کا بھی ذکر ہے اس زمانے میں جب کسی کے گھر تشریف لے جانا ہوتا تو جہاں جو بے تمیزی کی بات دیکھنے میں آتی فوراً اس کو اپنی یادداشت میں لکھ لیتے۔ اسی طرح مشی وغیرہ میں بھی حضرت والا کا ذہن فارغ نہیں رہتا۔ اکثر مسائل مشکلہ پیش آمدہ میں غور و خوض ہی فرماتے رہتے ہیں اور جب کوئی بات سمجھ میں آتی ہے اس کو یادداشت میں تحریر فرما لینے کا فوراً انتظام فرماتے ہیں تاکہ ذہن سے نکل نہ جائے یہاں تک کہ بعض مرتبہ اسی غرض کے لئے جنگل سے لوٹ آئے اور اس مضمون کو قلمبند فرما کر پھر مشی کے معمول کو پورا کرنے کے لئے جنگل دوبارہ تشریف

besturdubooks.wordpress.com

لے گئے اس کا یہ بھی سبب ہے کہ حضرت والا اپنے دماغ پر کسی بات کے یاد رکھنے کا بار بلا ضرورت کبھی نہیں ڈالتے اور کوئی کام اُدھار نہیں رکھتے چنانچہ اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ جس وقت جو کام پیش آتا ہے میں اس کو دوسرے وقت پر نہیں ٹالتا فوراً کر ڈالتا ہوں گو اس میں اس وقت تو تھوڑی سی تکلیف ہوتی ہے لیکن بعد فراغ بس بالکل بے فکری ہو جاتی ہے اور پھر بڑی راحت رہتی ہے۔ ورنہ ٹالنے سے اکثر کام پھر ہوتے ہی نہیں اور اگر ہوئے بھی تو برابر فکر دامنگیر رہتی ہے اور جتنا وقت گزرتا ہے وہ کلفت ہی میں گزرتا ہے پھر اس سے تھوڑی دیر کی تکلیف ہی کیوں نہ گوارا کر لی جایا کرے پھر چاہے فراغ کا وقت کم ہی ملے مگر وہ راحت اور بے فکری سے تو گزرے گا جس سے دماغ کو سکون ہوگا اور قلب کو فرحت حاصل ہوگی۔

حضرت والا تصنیف کے ان معمولات کو بیان فرما کر فرمایا کرتے ہیں کہ ایسی حالت میں اگر کوئی خادم دین معاش کا شغل کرے تو وہ دین کی خدمت کما حقہ کیونکر کر سکتا ہے۔

پانچواں سبب: اوقات کا انضباط

حضرت والا کی کثرت تصانیف اور وقت میں برکت ہونے کا پانچواں سبب یہ بھی ہے کہ حضرت والا نہایت منضبط الاوقات ہیں چنانچہ حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ اگر میں انضباط اوقات نہ کرتا تو دین کی جو کچھ تھوڑی بہت مجھ سے خدمت ہو سکی ہے وہ ہرگز نہ ہو سکتی۔

حضرت والا انضباط اوقات کے یہاں تک پابند ہیں کہ جب حضرت والا کے استاد مکرم جناب مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لا کر حضرت والا کے مہمان ہوئے تو حضرت والا نے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے لئے راحت و آرام کے سارے انتظامات فرما دینے کے بعد جب تصنیف کا وقت آیا تو نہایت ادب کے ساتھ اجازت حاصل فرما کر تصنیف کے کام میں مشغول ہو گئے گو پھر دل نہ لگا اور تھوڑی ہی دیر بعد حاضر خدمت ہو گئے لیکن بالکل ناغہ اس روز بھی نہ کیا۔

تصانیف کیلئے متعلقہ کتب کی دستیابی

حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ بعض تصانیف میں کسی بہت ہی مختصر سی بات کے

besturdubooks.wordpress.com

معلوم کرنے کے لئے بعض کتب کو دوسرے مقامات سے بڑا اہتمام اور خرچ کر کے منگوایا گیا اور اس کی مدد سے ایک ذراسی عبارت لکھ کران کو فوراً واپس کر دیا گیا۔ اب اس ذراسی عبارت کو دیکھنے والا یوں ہی پڑھتا چلا جائے گا لیکن اس کو کیا خبر کہ اس کے لکھنے میں کتنا اہتمام کیا گیا تھا۔ غور وخوض اسی طرح تفسیر بیان القرآن کے بعض بعض مقامات کی تفسیر لکھنے کے قبل میں آدھ آدھ گھنٹہ ٹہلتا رہا اور سوچتا رہا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا رہا تب کہیں جا کر شرح صدر ہوا اور جن بعض مقامات کے متعلق پھر بھی شرح صدر نہ ہوا۔ وہاں اس کا صاف اظہار فرما دیا اور لکھ دیا کہ اگر اس سے بہتر تفسیر کہیں مل جائے تو اسی کو اختیار کیا جائے۔ چنانچہ تفسیر میں دو مقامات ایسے ہیں ایک سورۂ براءت میں ایک سورۂ حشر میں اور یہ حضرت والا کی خصوصیات خاصہ میں سے ہے ورنہ اکثر اہل علم کو اپنے عجز ونقص کے اظہار سے عار مانع ہوتی ہے۔

سلف کی تائیدات کی تلاش

حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ میں نے بیان القرآن میں یہ بھی التزام کیا ہے کہ تفسیر تو وہی لکھی جو خود میری سمجھ میں آئی لیکن جب تک اس کی تائید سلف صالحین کی تفاسیر سے نہیں ملی اس پر اطمینان نہیں کیا۔ اس صورت میں تفسیر بظاہر تو سلف کی تفاسیر سے ماخوذ معلوم ہوتی ہے لیکن درحقیقت وہ سرتاسر خود حضرت والا ہی کی تفسیر ہے نیز اس التزام میں وقت بھی بہت صرف ہوا اور ہر مقام کے لئے بہت سی تفاسیر کو دیکھنا پڑا اور دیکھنے والوں کو اس کی خبر بھی نہیں۔ اور جہاں اپنی تفسیر کی کوئی صریح تائید سلف سے باوجود تلاش نہیں ملی وہاں بھی رکھا میں نے اپنی ہی تفسیر کو لیکن اس کے آگے یہ لکھ دیا کہ ہذا من المواہب اھ۔

حیٰوۃ المسلمین کی تصنیف

اسی طرح حیٰوۃ المسلمین کو واضح اور سلیس اور جامع مانع عبارت میں تحریر فرمانے کی حضرت والا نے اتنی سعی فرمائی کہ خود فرمایا کرتے ہیں کہ مجھے اتنا تعب اپنی کسی تصنیف میں نہ پڑا ہوگا کیونکہ صرف اسی تصنیف میں یہ ہوا کہ اس کے اکثر مضامین کے جو ارواح کے لقب سے ملقب ہیں دو مسودے اور کسی مضمون کے تین مسودے تک لکھنے پڑے۔ اھ

besturdubooks.wordpress.com

حضرت والا اپنی اس تصنیف کے متعلق فرمایا کرتے ہیں کہ گو لوگوں نے اس کو اس نظر سے نہیں دیکھا لیکن یہ مسلمانوں کی مادی اور روحانی فلاح کے لئے (بہ انضمام رسالہ صیانۃ المسلمین جس میں نظام عمل مذکور ہے) اتنی نافع اور کافی ہے کہ مجھے اس کے اجر میں انشاء اللہ تعالیٰ مغفرت کی توقع ہے۔

تصانیف سے کوئی دنیوی مفاد متعلق نہ رکھنا

غرض حضرت والا نے ہر تصنیف کا پورا پورا حق ادا کیا ہے اور محض لوجہ اللہ۔ کیونکہ اپنی کسی تصنیف سے کبھی کسی قسم کا دنیوی مفاد حاصل نہیں فرمایا۔ یہاں تک کہ کسی کتاب کے طبع ہونے کے بعد اس کے نسخہ کے ملنے کی بھی توقع نہیں رکھی چہ جائیکہ شرط البتہ اگر کسی نے محبت سے کوئی نسخہ پیش کیا تو لینے سے انکار بھی نہیں فرمایا۔

حضرت والا کی طرف سے عام اجازت ہے کہ جس تصنیف کو جو چاہے اور جتنی تعداد میں چاہے چھاپ سکتا ہے۔ چنانچہ اہل مطابع نے لاکھوں روپے حضرت والا کی تصانیف کو چھاپ چھاپ کر پیدا کر لئے اور بہتیروں کی توروزی ہی حضرت والا کی تصانیف سے چل رہی ہے۔

ایک انگریز کی حیرت

ایک انگریز جنٹ نے حضرت والا سے پوچھا کہ آپ کو تفسیر کے لکھنے میں کتنے روپے ملے جب حضرت والا نے فرمایا کہ کچھ بھی نہیں تو اس نے بہت تعب کیا اور کہا کہ پھر اتنی بڑی کتاب لکھنے کی آپ نے محنت ہی کیوں کی۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ہم لوگ اس کے قائل ہیں کہ علاوہ اس زندگی کے ایک اور بھی زندگی ہے جس کو آخرت کہتے ہیں۔ میں نے یہ محنت اس توقع پر کی ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ مجھے اس کا عوض اس دوسری زندگی میں ملے گا۔ اور ایک اس سے دنیا کا فائدہ بھی ہے وہ یہ کہ جب میں دیکھوں گا کہ میرے بھائی مسلمان پڑھ پڑھ کر اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں تو مجھ کو خوشی ہوگی۔ اھ

حضرت والا کی یہ تقریر سن کر جنٹ پر خاص اثر ہوا اور اس کے برتاؤ سے معلوم ہوتا تھا کہ اس کے قلب میں اس جواب کی بہت وقعت ہوئی۔

besturdubooks.wordpress.com

حقوق طباعت بارے حضرت والاؒ کی رائے اور اعلان

چونکہ حضرت والا نے محض خدمت دین سمجھ کر خالصاً لوجہ اللہ کتابیں تصنیف فرمائی ہیں اور مقصود اشاعت دین ہے اس لئے حضرت والا نے اپنی کسی تصنیف کی نہ خود رجسٹری کرائی نہ کسی دوسرے کو رجسٹری کرانے کی اجازت دی کیونکہ رجسٹری کرنا اور رجسٹری کرانا شرعاً بالکل ناجائز ہے۔ چنانچہ بہ ضرورت شرعیہ حضرت والا نے اس کے متعلق ایک اعلان بھی تتمہ رابعہ تنبیہات وصیت مطبوعہ الامداد بابت جمادی الاول ۱۳۳۵ھ میں شائع فرمادیا ہے۔ جو یہاں مکرر اطلاع عام کے لئے بلفظہ نقل کیا جاتا ہے۔ وہ اعلان یہ ہے۔

''چونکہ یہاں کی تصانیف پر کسی سے کچھ حق تصنیف وغیرہ نہیں لیا جاتا اس لئے ان کی رجسٹری کرانے کا کسی کو حق حاصل نہیں۔ فقط یکم جمادی الاول ۱۳۳۵ھ''

اسی طرح احقر ناچیز بھی بہ ضرورت شرعیہ نیز حضرت والا کی اتباع میں اپنی اس تصنیف اشرف السوانح کے متعلق بھی یہی اعلان کرتا ہے کہ یہ میں نے محض لوجہ اللہ نفع عام کی نیت سے بلا کسی قسم کے معاوضہ وغیرہ کے لکھی ہے اللہ تعالیٰ خلوص عطا فرمائے اور قبول و نافع فرمائے۔ میری طرف سے عام اجازت ہے جو چاہے اس کو طبع کرائے اور میں کسی شخص کو اس کا حق طباعت واشاعت کسی نوع سے محفوظ کرانے کا اختیار نہیں دیتا بلکہ میں چاہتا ہوں کہ اس کی جتنی زیادہ سے زیادہ اشاعت وطباعت جمیع اہل مطابع وغیر اہل مطابع کرسکیں کریں تاکہ اس کا خوب شیوع ہو جائے اور نفع عام وتام ہو۔ واللہ الموفق

اپنی تصانیف کی فہرست اشاعت

حضرت والا مثل دیگر امور ضروریہ کے اپنی تصانیف کے متعلق بھی نہایت احتیاط اور اہتمام کا التزام رکھتے ہیں چنانچہ اپنی ہر چھوٹی بڑی تصنیف یا تحریری مضمون کے نام کی بالالتزام اپنے پاس یادداشت رکھتے ہیں اور وقتاً فوقتاً شائع فرماتے رہتے ہیں۔ اس میں علاوہ مکمل فہرست محفوظ رہنے کی مصلحت کے بڑی مصلحت یہ بھی ہے کہ اس صورت میں کوئی

besturdubooks.wordpress.com

تصنیف غلط طور پر حضرت والا کی طرف منسوب نہیں کی جا سکتی۔ چنانچہ حضرت والا نے ایک یہ عام اطلاع بھی شائع فرمادی ہے کہ جس مسودے پر میرے دستخط نہ ہوں یا جا بجا میرے ہاتھ کی اصلاح بنی ہوئی نہ ہو وہ میرا نہ سمجھا جائے۔ اھ

تسامحات سے رجوع اور ان کی اشاعت

سب سے بڑی احتیاط جو حضرت والا کی اعظم خصوصیات سے ہے یہ ہے کہ اپنی تصانیف کی تسامحات اتفاقی کو جن کا علم خود یا کسی دوسرے کے ذریعے سے ہوتا رہتا ہے ان سے رجوع فرماتے رہتے ہیں اور اس رجوع کو شائع بھی فرماتے رہتے ہیں اور اس سلسلہ کا ایک خاص لقب میں ''ترجیح الراجح'' تجویز کیا گیا ہے جو مستقل طور پر جاری ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت والا کو یہاں اپنے تسامح پر شرح صدر ہو جاتا ہے وہاں رجوع فرما لیتے ہیں اور جہاں تردد رہتا ہے وہاں جواب لکھ کر یہ تحریر فرما دیتے ہیں کہ دیگر علماء سے بھی تحقیق کر لیا جائے۔ اس سلسلے کے متعلق ایک مولوی صاحب سے حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول احقر نے سنا ہے کہ ترجیح الراجح اس زمانے میں ایک بالکل نرالی چیز ہے۔ یہ سلف صالحین کا معمول تھا۔ مولانا تھانوی (یعنی حضرت والا) کی امتیازی شان اور کمال صدق و اخلاص کے ظاہر کرنے کے لئے بس یہی کافی ہے۔ اھ

حضرت والا نے بعض فضلاء سے اپنی تصانیف بہشتی زیور امداد الفتاویٰ اور تفسیر بیان القرآن پر نظر ثانی بھی کرائی اور جن تسامحات پر شرح صدر ہو گیا ان کو اصل میں درست فرما کر شائع فرما دیا۔

غرض حضرت والا اس کی بہت ہی احتیاط فرماتے ہیں کہ میری کسی تحریر سے کسی کو کسی زمانہ میں کسی قسم کا بھی ضرر دینی نہ پہنچنے پائے اور غلط فہمی نہ ہونے پائے۔ چنانچہ حضرت والا کے رسالہ تنبیہات وصیت کی تنبیہ دہم متعلقہ تالیفات خود میں بھی اور اس رسالہ کے تتمات میں بھی بعض احتیاطیں مذکور ہیں جو وہاں یا اشرف السوانح کے باب وصایا میں تلاش سے مل سکتی ہیں۔

besturdubooks.wordpress.com

حضرت والا کی تصانیف کی بعض خصوصیات فہرست تالیفات میں بھی مذکور ہیں جو اس سوانح کے آخر میں ملحق ہے ان کو بھی ملاحظہ فرمالیا جائے۔

حضرت والاؒ کے مکتوبات

علاوہ ان تحریرات کے جو شائع کی جا چکی ہیں حضرت والا کے ہزار ہا مکتوبات طالبین کے پاس غیر شائع شدہ بھی موجود ہیں جن میں بڑے بڑے نافع مضامین پائے جاتے ہیں جیسا کہ احقر نے بارہا مشاہدہ کیا اور ہر مکتوب اپنی ذات میں گویا ایک تصنیف کا حکم رکھتا ہے لیکن چونکہ سارے مکتوبات کی نقل محفوظ رکھنا متعذر تھا۔ اس لئے ان سے عام فائدہ نہیں پہنچ سکا۔ بہرحال جتنا ذخیرہ محفوظ ہے وہ بھی اس مصرعہ کا مصداق ہے۔ (ع) قیاس کن زگلستان من بہار مرا۔ اللہ تعالیٰ حضرت مصنف مدت فیوضہم العالیہ کو جزائے خیر مرحمت فرمائے اور مدت مدید تک اس اُمت مرحومہ پر سایہ گستر رکھے اور تا قیامت تصانیف کے فیض کو جاری رکھے اور سب مسلمانوں کو ان سے مستفید ہونے کی توفیق بخشے۔ آمین بحرمت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ واتباعہ اجمعین۔

besturdubooks.wordpress.com

انیسواں باب

”تنقیح کشف وکرامت“

”تمہید“

حضرت والا کا صاحب کشف ہونے سے انکار

اس وقت عام عادت ہے کہ اپنے کسی معتقد فیہ کے سوانح میں ایک حصہ کشف و کرامت کا بھی ضرور داخل کیا جاتا ہے۔ احقر کا بھی یہی خیال تھا اور بعض واقعات احقر کو اور نیز بعض احباب کو ایسے معلوم بھی تھے کہ وہ حسب عادت معاصرین مصنفین سوانح بے تکلف اس کے تحت میں مذکور ہو سکتے تھے مگر جب اس کا ذکر خود حضرت صاحب سوانح کے سامنے ہوا تو اسکی سخت مخالفت فرمائی اور بحلف فرمایا کہ مجھ کو اپنا ایک واقعہ بھی ایسا معلوم نہیں کہ جس کو کشف یا کرامت کہہ سکیں۔ بڑا شبہ جو منشاء احتمال کشف کا ہو گیا یہ ہے کہ بعض لوگ کوئی بات دل میں لیکر آتے ہیں اور یہاں قبل اظہار اس کا جواب ہو جاتا ہے لیکن اس کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تو علم ہے کہ فلاں شخص کی زبان سے اس کا جواب ہو جانے سے صاحب شبہ کو تسلی ہو جائے گی۔ اس لئے مجیب کے قلب میں اس جواب کا داعیہ القاء فرما دیتے ہیں اور وہ جواب اس کی زبان سے ظاہر ہو جاتا ہے سو یہ وہ کشف نہیں جس میں کلام ہو رہا ہے۔ وہ کشف تو اس وقت ہوتا کہ جب مجیب کو یہ بھی اطلاع ہوتی کہ اس سائل کے قلب میں فلاں شبہ ہے سو اس کا مجھ کو علم نہیں ہوتا۔ اس لئے یہ کشف نہیں۔ اھ

صاحب کرامت ہونے سے انکار

اسی طرح بعض واقعات جن کو ہم لوگ کرامت سمجھتے ہیں حضرت والا کے سامنے بیان کئے گئے تو آپ نے کسی کو تو اتفاقی امر بتلایا کسی کو فراست یا ذوق صحیح پر محمول فرمایا کسی کو رسائی عقل یا تجربہ کا ثمرہ قرار دیا اور رسائی عقل کے متعلق امیر عبدالرحمٰن خان صاحب مرحوم والی کابل

besturdubooks.wordpress.com

کا قول نقل فرمایا کہ جو بات کشف سے معلوم ہوتی ہے وہی عقل سے بھی معلوم ہوسکتی ہے صرف اتنا فرق ہے کہ کشف کی مثال ٹیلیفون کی سی ہے جس میں بعینہ الفاظ مسموع ہوتے ہیں اور عقل کی مثال ایسی ہے جیسے ٹیلیگراف جس میں قوت فکریہ اور استدلال سے کام لینا پڑتا ہے کیونکہ بعینہ الفاظ مسموع نہیں ہوتے بلکہ کھٹکوں کے ذریعے سے اشارات میں گفتگو ہوتی ہے۔

اسی طرح بعض واقعات کو انعام الٰہی کی فرد بتلایا جس کا مفہوم کرامت سے عام ہے اور عام کا وجود مستلزم نہیں ہوتا وجود خاص کو اور یہ بھی فرمایا کہ ہر چند کرامت میں صاحب کرامت کو اس کا علم ہونا ضروری نہیں۔ اس لئے علم نہ ہونا تو نفی کرامت کو مستلزم نہیں لیکن اسی طرح ثبوت کرامت کو بھی مستلزم نہیں تو غایت مافی الباب احتمال کرامت ثابت ہوا لہٰذا جزماً کرامت کا تحقق نہ ہوا اور یہی مقصود ہے نفی سے اور بدوں دلیل کے کسی امر کے تحقق کا دعویٰ اٰیة و لا تقف مالیس لک به علم۔ میں منہی عنہ ہے۔

کشف وکرامت کی حیثیت

نیز یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اگر واقع میں میں صاحب کشف وکرامت ہوتا تو میں خود اس کا اقرار کر لیتا کیونکہ یہ چیزیں کمالات مقصودہ میں سے نہیں نہ کوئی فضیلت کی چیز ہے چنانچہ اکابر نے تصریح کی ہے کہ کرامت کا درجہ ذکر لسانی سے بھی متاخر ہے تو اس کا دعویٰ یا اقرار ایسا ہے جیسے کوئی کہے کہ میری آنکھوں میں قوت باصرہ یا کانوں میں قوت سامعہ ہے بلکہ اس کا انکار کفران وجحود نعمت ہوتا۔

بعض متعلقین نے حضرت والا سے ان واقعات کی جن کو ہم لوگ کرامت سمجھتے تھے توجیہ سن کر عرض کیا کہ یہ تو کرامت سے بھی بڑھ کر ہے تو جواب میں ارشاد فرمایا کہ پھر تم میں بھی ایک ایسی چیز موجود ہے جو کرامت سے بڑھ کر ہے یعنی ایمان تو اس کو اپنے فضائل میں کیوں نہیں شمار کرتے ہاں انعامات الٰہیہ میں شمار کرتے ہو تو انعامات الٰہیہ میں شمار کرنے کی میں بھی اجازت دیتا ہوں اور یہ بھی فرمایا کہ جب کشف وکرامت کے متعلق یہ تحقیق ہے کہ وہ نہ ثابت ہے نہ فضیلت ہے تو تصرف کے لئے بدرجہ اولیٰ یہ حکم ہے کہ اس کا علم نہ ہونا تو اس کی نفی کو یقیناً

besturdubooks.wordpress.com

مستلزم ہے کیونکہ قصد وعلم لوازم تصرف سے ہے تو قصد وعلم کی نفی سے اس کا وقوع یقیناً منفی ہوگیا۔ نیز وہ اہل باطل میں بھی پایا جاتا ہے جس سے اس کا فضیلت ہونا منفی ہوگیا۔ اھ

حضرت والا اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ آج کل لوگ اپنے شیخ کی ہر عجیب بات کو کرامت میں داخل کر دیتے ہیں حالانکہ ہر عجیب بات کرامت نہیں ہوسکتی بلکہ کرامت وہ خارق عادت ہے کہ جس کے اندر یہ تاویل ہو ہی نہ سکے کہ اس واقعہ کا سبب اسباب طبعیہ میں سے کوئی سبب ہے حتیٰ کہ اس میں خود ان بزرگ کے تصرف کا بھی احتمال نہ ہوا۔ اھ

حضرت والاؒ کی ایک تحریر

یہ تو حضرت والا کی تقریرات مذکور ہوئیں جن میں حضرت والا نے اپنے لئے کشف و کرامت کی نفی فرمائی ہے اب اس کے متعلق ایک تحریر بھی نقل کی جاتی ہے جو حسن اتفاق سے تربیت السالک میں نظر پڑ گئی۔ غیر سلسلے کے ایک شیخ نے جو اختلاج قلب میں مبتلا تھے۔ اپنی باطنی پریشانیاں لکھیں بالخصوص تکلیف دہ خطرات کے ہجوم سے سخت متاذی ہونے کا حال لکھا۔ اسی سلسلے میں یہ بھی لکھا کہ ایک دن ایسے ہی خیالات کا ہجوم تھا۔ میں نے حضرت کی طرف رخ کیا ایک استغراقی حالت طاری ہوئی۔ میں نے حضرت کی تسکین بخش باتیں کانوں سے سنیں۔ دل کے کانوں سے نہیں بلکہ جسمانی کانوں سے بالکل ظاہری طور پر۔ میں خواب میں نہیں تھا ٹہل رہا تھا۔ اسی وقت تسکین ہوگئی اور میں نے بے ساختہ متبسم ہوکر جو لوگ حاضر تھے ان سے کہا کہ میں نے اس وقت حضرت کی گفتگو صاف سنی ہے۔ میرے متعلق تسکین بخش تقریر فرما رہے ہیں اور ایک دن مغرب کی نماز میں پہلے سجدہ میں حضرت کی شبیہ مبارک میں نے کھلی ہوئی آنکھوں سے دیکھی۔ اھ۔ اس کا حضرت والا نے یہ جواب تحریر فرمایا کہ ایسے واقعات کبھی ناسوتی ہوتے ہیں یعنی تصرف اپنے متخیلہ کا اور کبھی ملکوتی ہوتے ہیں یعنی حکمت حق کسی لطیفہ غیبیہ کو کسی مانوس صورت میں تسکین کے لئے ظاہر فرما دیتی ہے اور صاحب صورت کو اطلاع بھی نہیں ہوتی۔ البتہ احیاناً بطور خرق عادت کے صاحب صورت کے علم سے اور کبھی قصد سے بھی ایسے واقعات رونما ہو جاتے ہیں۔ لیکن

besturdubooks.wordpress.com

6 الحمدللہ میں اس مقام خرق عادت سے معرا ہوں۔ یہاں اوپر والی دوصورتوں میں سے ہر صورت کا احتمال ہے اور ہر حال میں آپ کے لئے یہ دستگیری غیبی ہے۔اھ

کشف وکرامت کی بجائے تنقیح کشف وکرامت

غرض حسب ارشاد حضرت والا اس سوانح میں بجائے باب کشف وکرامت کے یہ باب تنقیح کشف وکرامت کا قائم کیا گیا جس میں بجائے واقعات کشف وکرامت کے مذکورہ بالا تنقیحات کشف وکرامت ارشاد فرمودہ حضرت والا عرض کی گئیں اور یہ بات اس سوانح کی خاص خصوصیات اور حضرت صاحب سوانح کی خاص اصلاحات میں سے ہے جس سے مصنفین سوانح کو سبق حاصل کرنا چاہیے۔

حضرت والاؒ کی کراماتِ معنویہ

حضرت والا کی تو بڑی زبردست کرامات معنویہ جن کا انکار ہی نہیں ہوسکتا تجدید ملت اور اصلاح اُمت اور مافوق العادت استقامت ہیں والاستقامۃ فوق الکرامۃ اور انہی کے متعلق واقعات عرض کرنے کا اس سوانح میں خاص اہتمام بھی کیا گیا ہے اور جس قسم کے واقعات کو باب کشف وکرامت میں ذکر کرنا آج کل عام طور سے معتاد ہے ان میں بعض کو محض بطور نمونہ انشاءاللہ تعالیٰ باب آئندہ انعامات الٰہیہ میں ذکر کر دیا جائے گا۔

کراماتِ حسّیہ پر کراماتِ معنویہ کی فضیلت

کرامات معنویہ کا کرامات حسیہ سے افضل ہونا سب محققین کے نزدیک مسلم ہے چنانچہ حضرت شیخ اکبر قدس سرہٗ العزیز اپنے رسالہ فتوحات کے باب ۱۸۴ میں کرامات کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔وھی علی قسمین حسیة و معنویة فالعامته ماتعرف من الکرامة الا الحسیة مثل الکلام علی الخاطر و الاخبار بالمغیبات الماضیة و الکائنة و الآتیته والاخذعن الکون و المشی علی الماء و اخراق الھواء وطی الارض والاحتجاب عن الابصار واجابة الدعا فالعامة لا یعرف الکرامة الامثل ھذا.
واما الکرامة المعنویة فلا یعرفھا الاالخواص من عباد اللّٰہ و العامة لا

besturdubooks.wordpress.com

يعرف ذالک وهی ان تحفظ عليه آداب الشريعة و ان يوفق لاتيان مكارم الاخلاق و اجتناب سفسافها ولمحافظة على اداء الواجبات مطلقاً فی اوقاتها و المسارعة الى الخيرات و ازالة الغل للناس من صدره و الحسد و الحقد وسوء الظن و طهارة القلب من كل صفة مذمومة و تحلية بالمراقبة مع الانفاس و مراعاة حقوق الغير فی نفسه و فی الاشياء و تفقد آثار ربه فی قلبه و مراعات انفاسه فی خروجها و دخولها فيتلقا ها بالادب اذا وردت عليه و يخرجها عليه خلعته الحضور فهذه كلها عند ناكرامات الاولياء المعنويه التی لا يدخلها مكرو استدراج فان ذالک كله دليل على الوفاء بالعهود وصحة المقصود و الرضا بالقضاء فی عدم المطلوب ووجود المكروه و الابشار ككـ فی هذه الكرامة الا الملئكة المقربون واهل الله المصطفون الاخيار و اما الكرامة التی ذكرنا ان العامة يعرفها فكلها يمكن ان يدخلها المكرالخصی ثم اذا فرضنا هاكرامة فلا بد ان تكون نتيجة استقامة اوينج استقامته لا بدمن ذالک و الاليست بكرامة و اذا كانت الكرامة تنتج استقامة فقد يمكن ان يجعلها الله حظ عملک و جزاء فعلک فاذاقدمت عليه يمكن ان يحاسبک بها وما ذكرنا من الكرامة المعنوية فلا يدخلها شئ مما ذكرناه. اور بعد چند سطروں کے تحریر فرماتے ہیں۔ فآنس ما اکرمهم الله به من الكرامات العلم خاصةً. اور فرماتے ہیں۔ سئل ابويزيدؒ عن طے الارض فقال ليس بشئ فان ابليس يقطع من المشرق الى المغرب فی لحظة واحدة وما هوعند الله بمكان و سئل عن اخراق الهوافقال ان الطيريخرق الهوا والمؤمن عندالله افضل من الطير فكيف يحسب كرامة من يشاركه فيها طائروهكذاعلل جميع ماذكر له ثم قال الهی ان قوما طلبوک بما ذكروه فشغلتهم به واهلتهم له اللهم ان اهلتنی بشئ فاهلنی بشئ من اشيائک ای من اسرارک فما طلب الاالعلم لانه اسنى تحفة واعظم كرامة.

الحمدللہ حضرت والا بھی بفضلہٖ تعالیٰ انہی کرامات معنویہ سے بہ تمام وکمال مشرف ہیں جن کا ذکر حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ارشاد بالا میں فرمایا ہے۔ چنانچہ ان کی تفصیل

besturdubooks.wordpress.com

سے یہ اشرف السوانح سر بسر لبریز ہے۔ حضرت والا کی سب سے نمایاں کرامات معنویہ حضرت والا کی خدمات دینیہ ہیں جو کرامات حسیہ سے کہیں بڑھ کر ہیں اور کہیں زیادہ نافع ہیں دوسروں کے لئے بھی اور خود حضرت والا کے لئے بھی۔ دوسروں کے لئے نافع ہونا تو ظاہر ہے کہ ان خدمات سے ایک مخلوق کثیر کو دینی نفع پہنچ رہا ہے۔ تھوڑا بہت نہیں بے انتہاء جس کا صدہا طالبین آئے دن اپنے خطوط میں حضرت والا سے اظہار کرتے رہتے ہیں اور خود حضرت والا کے لئے بھی وہ بہ نسبت کرامات حسیّہ کے زیادہ نافع ہیں کیونکہ وہ خدمات موجب اجر وقرب ہیں بہ خلاف کرامات حسیّہ کے کہ قرب کا ان پر ترتب نہیں ہوتا ہاں بعض احوال میں خود ان کا ترتب قرب پر ہو جاتا ہے۔ چنانچہ بزرگوں کی کرامات اسی قبیل سے ہوتی ہیں۔

بہر حال کرامت حسیّہ موجب قرب نہیں ہوتیں گو قرب سے ناشی ہوں بلکہ بعض صاحب کرامات بزرگوں نے تو یہ تمنا کی ہے کہ کاش ہم سے کوئی کرامت ہی صادر نہ ہوتی اور بعض نے دعائیں کی ہیں کہ ہم سے کرامتوں کا صدور بند ہو جائے کیونکہ اس میں فتنے ہیں مثلاً عُجب شہرت ہجوم وغیرہ انہی وجہ سے اوپر جو ایک غیر سلسلے کے شیخ کا مکتوب نقل کیا گیا ہے اس کے جواب میں حضرت والا نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ الحمدللہ میں اس مقام خرق عادت سے معرّا ہوں۔ اھ۔ اس معَرا ہونے پر احقر تو حضرت حافظ کا یہ شعر پڑھتا ہے۔

دلفریبان نباتی ہمہ زیور بستند　　　دلبر ماست کہ باحسن خدا داد آمد

دل کو فریب دینے والے پودوں نے سب زیور پہن لئے ہیں۔ یہ ہمارا محبوب ہے جو خدا کے دیئے ہوئے حسن کے ساتھ آیا ہے۔

نیز یہ مصرعہ بھی پڑھتا ہے ع بہ آب ورنگ وخال وخط چہ حاجت روئے زیبارا۔
(حسین چہرہ کو پانی و رنگ اور خط و خال کی کیا ضرورت ہے)

غرض اس سوانح میں کشف وکرامت کا کوئی باب نہیں جس کی وجوہ اوپر بہ تفصیل عرض کی گئیں۔ جامع اوراق کو اس فقدان باب کشف وکرامت اور تفاوت کرامات حسیّہ وکرامات معنویہ پر حضرت جامی رحمتہ اللہ علیہ کا ایک شعر یاد آتا ہے اور اسی پر اس باب تنقیح کشف و کرامت کو ختم کیا جاتا ہے وہ شعر یہ ہے۔

اے خواجہ چند نقل کرامات شیخ شہر　　　نقدے ز وقت خویش بیار ایں فسانہ چیست

اے سردار شہر کے بزرگ کی چند کرامات ابھی اسی وقت میں بیان کر کہ یہ افسانہ کیا ہے

besturdubooks.wordpress.com

بیسواں باب

''انعاماتِ الٰہیہ''

حضرت والاؒ کے متعلقین کی نظر

جیسا کہ ابھی باب سابق تنقیح کشف وکرامت میں وعدہ کیا گیا ہے۔ باب ہذا میں محض بطور نمونہ بعض ایسے واقعات عرض کئے جائیں گے جن کو لوگ عموماً کشف وکرامت میں داخل کر لیتے ہیں حالانکہ وہ حسب ارشاد حضرت والا از قبیل کشف وکرامت نہیں ہوتے بلکہ یا تو محض اتفاقی امور ہوتے ہیں یا فراست وذوق صحیح وغیرہ پر مبنی ہوتے ہیں یا مطلق انعام الٰہی کی فرد ہوتے ہیں اس کی تحقیق قدرے تفصیل کے ساتھ باب سابق میں عرض کی جا چکی ہے لیکن حقیقت الامر تو یہ ہے کہ حضرت والا کے خدام نے حضرت والا کو کبھی اس نظر سے دیکھا ہی نہیں کیونکہ بہ فیض حضرت والا یہ ان سب صاحبوں کے اچھی طرح ذہن نشین ہو چکا ہے کہ کرامات معنویہ کے مقابلہ میں کرامات حسیّہ قابل التفات ہی نہیں اور یہ بھی حضرت والا سے بارہا سن چکے ہیں کہ جو طالب اپنے کام میں باقاعدہ مشغول ہوتا ہے وہ اپنے شیخ کی کرامتوں کے دیکھنے کا کبھی متمنی نہیں ہوتا کیونکہ وہ تو اپنے باطن میں اپنے شیخ کی کرامتوں کا ہر وقت مشاہدہ کرتا رہتا ہے اور جس کو یہ مشاہدہ نہ ہوتا اس کو سمجھ لینا چاہیے کہ یا تو وہ طریقہ سے اپنے کام میں مشغول نہیں یا اس کو شیخ سے مناسبت نہیں یا خود اس کا شیخ ہی محقق نہیں۔ اھ

کشف وکرامات کے چرچوں کا مقصد

اور واقعی اکثر کشف وکرامت کے چرچے ایسی ہی جگہ زیادہ سننے میں آتے ہیں جہاں طالبان دنیا کا ہجوم ہوتا ہے اور اکثر ایسے حضرات کی طرف جو صاحب خوارق ہوتے ہیں طالبان دنیا ہی کا بہت زیادہ ہجوم ہونے لگتا ہے۔ بالخصوص آج کل کہ دین کے طالب عموماً بہت کم ہیں اور لوگ اہل اللہ سے بھی رجوع کرتے ہیں تو زیادہ تر اپنی دنیوی ہی بہبودی کے لئے۔

besturdubooks.wordpress.com

لیکن الحمدللہ حضرت والا نے تو اپنے یہاں کا طریق تربیت ہی ایسا مقرر فرما رکھا ہے کہ یہاں سوائے طالب دین کے اور طالب دین بھی وہ جو طالب صادق ہو اور کوئی ٹھہر ہی نہیں سکتا۔ چنانچہ ایک بار خود فرمایا کہ میرے یہاں کوئی ایسا ویسا تو ٹھہر ہی نہیں سکتا صرف طالب صادق ہی ٹھہر سکتا ہے۔ جیسے بلاتشبیہ مدینہ طیبہ کی صفت میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے کالکیر ینفی الخبث یعنی بھٹی کی مانند ہے جو میل کچیل کو دور کر دیتی ہے۔ اھ

حضرت والاؒ کا طریق اصلاح

اور یہ برکت حضرت والا کے طریق اصلاح کی ہے جس کا حاصل احتساب شرعی ہے اور جس کا استعمال مواقع ضرورت میں مصلح کو کرنا ہی پڑتا ہے چنانچہ جن طالبین کو حضرت والا تنبیہ فرماتے ہیں وہ درحقیقت مستحق تنبیہ ہی ہوتے ہیں کیونکہ وہ بڑے بڑے سخت امراض روحانی لے کر آتے ہیں جن کا علاج تنبیہ و تقئید ہی سے ہو سکتا ہے۔ چنانچہ اس کی ایک بہت ہی بین نظیر قریب ہی کے زمانے میں گزر چکی ہے۔ حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی قدس سرہٗ العزیز جو ایک شہرہ آفاق اور مرجع خلائق بزرگ گزرے ہیں اکثر آنے والوں کو بہت ڈانٹا ڈپٹا کرتے تھے اور ان کے ساتھ بہت تیزی سے پیش آیا کرتے تھے جو ایک بہت مشہور بات ہے اور عموماً سب کو معلوم ہے۔ ایک بار کسی نے جرأت کر کے پوچھا کہ حضرت یہ آپ آنے والوں پر اتنے خفا کیوں ہوا کرتے ہیں۔ فرمایا کہ میاں تمہیں کیا خبر ایک ایک کے ساتھ سو سو شیطان ہوتے ہیں میں تو ان شیطانوں پر خفا ہوا کرتا ہوں۔ اھ۔ سو واقعی (ع) قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید (قلندر جو کہتا ہے دیکھ کر ہی کہتا ہے)۔ حضرات اہل اللہ جواسیس القلوب اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے پورے پورے مصداق ہوتے ہیں اتقوا فراسۃ المؤمن فانہ ینظر بنور اللہ۔ اگر کسی پر ان حضرات کی طرف ڈانٹ ڈپٹ ہو تو اس کو بلا دلیل یقین کر لینا چاہیے کہ میرے اندر ضرور کوئی کھوٹ ہے اور جب اللہ تعالیٰ فیض صحبت سے نور بصیرت عطا فرما دیتے ہیں تو اس کھوٹ کا فی الحال ورنہ فی المآل خود بھی کھلی آنکھوں مشاہدہ ہونے لگتا ہے ورنہ دوسروں پر

besturdubooks.wordpress.com

جلدی یا بہ دیر ضرور اس کا ظہور ہو جاتا ہے چنانچہ حضرت والا کے یہاں بھی اس کا رات دن مشاہدہ ہوتا رہتا ہے جس کے بعض واقعات ابواب ماسبق میں موقع بہ موقع عرض بھی کئے جا چکے ہیں اور ایک واقعہ اسی وقت یاد آیا۔ حضرت والا نے ایک طالب کے اندر مرض کبر تشخیص فرمایا لیکن ان کی سمجھ ہی میں نہ آیا پھر پانچ برس کے بعد انہوں نے اقرار کیا کہ جی ہاں اب اتنے دن کے بعد مجھ کو پتہ چلا کہ حضرت کی تشخیص بالکل صحیح تھی واقعی مجھ میں کبر ہے۔ حضرت والا اس واقعہ کو نقل فرما کر یہ بھی فرمادیا کرتے ہیں۔ (ع) کہ خبث نفس نہ گردد بہ سالہا معلوم۔ (نفس کی گندگی کئی سال معلوم نہیں ہوتی)

حضرت والا کا ارشاد

حضرت والا کے اس طریق اصلاح کے متعلق خود حضرت والا کا ایک تازہ ملفوظ یاد آیا جو کل ہی ۷۔ ذالحجہ ۱۳۴۵ھ کو ایک واقعہ کے ضمن میں فرمایا تھا۔ وہ واقعہ یہ ہے کہ احقر نے ایک مفید مضمون کے متعلق جو ایک طالب کے خط کے جواب میں حضرت والا نے تحریر فرمایا تھا عرض کیا کہ یہ تو مکتوبات حسن العزیز میں نقل کرا لیا جائے تو اچھا ہو اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ جن کی طرف سے ایسے خطوط کے نقل کئے جانے کا انتظام ہے ان کو چونکہ نقل کی اجرت دینی پڑتی ہے اس لئے میں انتخاب میں بہت احتیاط کرتا ہوں تاکہ ان پر بے جا بار نہ پڑے۔ صرف وہی خطوط نقل کے لئے بھیجتا ہوں جو میرے ذوق میں خاص طور سے قابل نقل ہوتے ہیں ورنہ درحقیقت تو کوئی خط بھی ایسا نہیں ہوتا جس میں کوئی نہ کوئی مفید بات نہ ہو۔ اھ

پھر فرمایا کہ مجھ کو دوسرے کے پیسے کی اپنے پیسے سے بھی زیادہ قدر ہے۔ میں کسی پر ایک پیسے کا بھی بار نہیں ڈالتا نہ کبھی کسی سے کوئی فرمائش کرتا ہوں۔ یہاں تک کہ میں کہا کرتا ہوں کہ کوئی عمر بھر میں ایک واقعہ بھی نہیں بتا سکتا جس میں میں نے کسی سے کوئی ایسی فرمائش کی ہو جس میں اس پر ابتداء میری طرف سے کوئی بار پڑا ہو۔ میں دوسروں کی راحت کی اتنی تو رعایت کرتا ہوں اور پھر بھی مجھ پر تشدد کا الزام ہے۔ بس میرا تشدد یہی ہے کہ میں امراض نفس کا علاج کرتا ہوں جیسے ڈاکٹر کہ ویسے تو بیچارہ چپ بیٹھا ہے کسی سے کچھ نہیں کہتا لیکن

besturdubooks.wordpress.com

چونکہ اس کا کام ہی آپریشن کرنا ہے اس لئے قینچی نشتر بھی لئے بیٹھا ہے۔ اب اگر اس کے پاس کوئی مریض آئے جس کا زخم مرہم کی حد سے تجاوز کر گیا ہو تو وہ ضرور نشتر لگائے گا چاہے مریض لاکھ ہائے واویلا کرے کیونکہ ڈاکٹر کا تو کام ہی یہ ہے۔ اس میں اس غریب کا کیا قصور۔ قصور تو خود مریض کا ہے کہ اس نے اپنے زخم کو مرہم کی حد سے بڑھنے ہی کیوں دیا کہ نشتر کی نوبت آئی۔ اور اگر ایسی حالت میں بھی وہ نشتر سے بچنا چاہتا تھا تو اس کو ڈاکٹر کے پاس آنا ہی نہ چاہیے تھا اس نے بلایا تھوڑا ہی تھا۔ اھ

حضرت والاؒ کے ہاں اصل دولت پر توجہ ہے

غرض اس طریق اصلاح کی برکت سے حضرت والا کے یہاں بفضلہ تعالیٰ چھٹ چھٹا کر طالبان صادق ہی رہ جاتے ہیں جن کو طالبان دنیا کی طرح کشف و کرامت دیکھنے کا انتظار نہیں رہتا نہ اس طرف ان کو کبھی کوئی التفات ہوتا ہے بلکہ جو اصل دولت حضرت والا کے پاس ہے یعنی دین بس اسی کی تحصیل اور تکمیل میں مشغول اور منہمک رہتے ہیں لہٰذا کسی نے کبھی ایسے واقعات کا جن کو عام نظر میں کشف و کرامت میں داخل سمجھا جاتا ہے تتبع ہی نہیں کیا تاہم ایسے جتنے واقعات بلا تکلف یاد آئیں گے ہدیہ ناظرین کر دیئے جائیں گے۔ باقی جیسا باب سابق میں قدرے تفصیل کے ساتھ عرض کیا گیا حضرت والا کی سب سے بڑی اور کھلی ہوئی کرامت تو حضرت والا کی مافوق العادت استقامت اور خدمات دینیہ ہیں جن کا انکار ہی نہیں کیا جا سکتا اور جن کے واقعات سے یہ ساری اشرف السوانح ہی بھری پڑی ہے اور انعامات الٰہیہ کے متعلق حضرت والا اکثر نہایت تشکر و امتنان کے ساتھ فرمایا کرتے ہیں کہ الحمد للہ تعالیٰ کی طرف سے رات دن ایسی کھلی کھلی دست گیریاں اور عنایتیں ہوتی رہتی ہیں کہ بس آواز تو آتی نہیں لیکن معاملہ سب ایسا ہی ہوتا ہے جیسے ہر موقع پر یہ بھی فرماتے جاتے ہوں کہ دیکھ ہم نے تیرے ساتھ یہ عنایت کی دیکھ ہم نے تیری یہ دستگیری کی۔ اھ

چند واقعات

بس اس جگہ اسی مختصری تمہید پر اکتفا کیا جاتا ہے کیونکہ باب سابق تنقیح کشف و کرامت

besturdubooks.wordpress.com

بھی توکل کا کل درحقیقت باب ہذا ہی کی تمہید میں ہے جو ملاحظہ سے ابھی گزر چکا ہے۔

اب بعد تمہید ہذا اس باب کے موضوع یعنی انعامات الٰہیہ کے متعلق حسب وعدہ چند واقعات بھی بطور نمونہ عرض کئے جاتے ہیں جو بلاواسطہ یا بواسطہ ثقات احقر کے علم میں آئے ہیں اور گوان میں سے بعض کو ابواب ماسبق میں موقع بموقع بیان بھی کیا جاچکا ہے اور اس لئے ممکن ہے کہ کوئی اس کو تکرار سمجھے مگر چونکہ وہ واقعات اس وقت میرے پیش نظر نہیں اس لئے اس تکرار سے تحرز دشوار ہے نیز چونکہ عنوان غالباً مختلف ہوگا اس لئے من کل الوجوہ وہ تکرار بھی نہیں۔

۱۔حضرت والا کی ولادت کا واقعہ

حضرت والا کا وجود باوجود خود سراپا ایک بڑی زبردست اور حیرت انگیز کرامت ہے جس کا کہ انکار ہی نہیں ہوسکتا جیسا کہ حضرت والا کے واقعہ ولادت باسعادت سے روز روشن کی طرح ظاہر وباہر ہے جو اپنے موقعہ پر بہ تفصیل بیان کیا جاچکا ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ کرامت کے لغوی معنی ہیں عزت افزائی اور کرامت کو کرامت اس لئے کہتے ہیں کہ اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ اپنے کسی مقبول بندہ کی عزت افزائی فرماتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کی عزت افزائی حضرت والا کی ابتداء آفرینش ہی سے اس طور سے فرمائی کہ عین اس حالت میں جبکہ حضرت والا کے والدین شریفین بالکل مایوس الاولاد ہو چکے تھے اس زمانہ کے ایک مشہور اور مسلم صاحب خدمت مجذوب حضرت حافظ غلام مرتضٰی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دعا بھی فرمائی اور حضرت والا کے تولد کی بہ تعیین نام بشارت بھی دی چنانچہ حضرت والا انہی بزرگ کی دعا اور بشارت کی برکت سے معرض وجود میں آئے۔ اور مقبولان الٰہی کی دعا اور بشارت کی برکت سے پیدا ہونا بھی ایک بہت بڑا شرف ہے چنانچہ خود حضور سرور عالم فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے فضائل میں فرماتے ہیں انا دعوۃ ابی ابراھیم و بشارۃ عیسیٰ علیھما السلام اھ. کما اخرج احمد و الحاکم و البیھقی عن العرباض بن ساریۃ (الخصائص الکبریٰ للسیوطی جلد اول ص ۹)

حضرت والا کی ولادت باسعادت کا تفصیلی واقعہ باب چہارم میں گزر چکا ہے وہاں ملاحظہ فرمالیا جائے یہاں اجمالاً امواج طلب سے اس واقعہ کے متعلق جو کچھ حضرت والا

besturdubooks.wordpress.com

نے فارسی عبارت میں تحریر فرمایا ہے وہ نقل کیا جاتا ہے۔ وہو ہذا۔

"وقصۂ تولد ما ہر دو برادران چوں قدرے عجیب است استطر اداً ذکر آں نامناسب نیست انچہ از بزرگان خاندان و دیگر حاضران واقعہ شنیدہ است حاصل مجموعش آنست کہ والد صاحب مرحوم بمقام میرٹھ بمرض خارش چناں مبتلا شدند کہ تدبیرے نافع نمی شد۔ ڈاکٹرے گفت کہ یک دوا برائے ایں مرض حکم اکسیری دارد ولاکن قاطع النسل است۔ والد صاحب چوں از مرض بہ تنگ آمدہ بودند با آنکہ آن وقت فرزندے نرینہ از اولاد اور زندہ نبود فرمودند کہ بقائے شخص مقدم سبت از بقائے نسل و استعمال آں دوا نمودند حق تعالیٰ صحت بخشید۔ آنگاہ تبصور قطع نسل خیلے پریشان شدند و چوں بحصول رخصت از ریاست شیخ الٰہی بخش صاحب مرحوم رئیس میرٹھ در وطن آمدند و بہ اہلخانہ خود یعنی والدہ صاحبہ ایں راقم تذکرہ درمیان نہادند ایں خبر ایشاں را ہم پریشان کردہ۔ شدہ شدہ خبر بہ والدہ ایشاں یعنی بہ جدۂ احقر رسید اتفاقاً دراں زمان افضل مجاذیب وقتِ خویش حضرت حافظ غلام مرتضیٰ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ بہ سابقہ تعلقے کہ با نانا صاحب میداشت تشریف آوردند۔ نانی صاحبہ در خدمت ایشاں عرض نمود کہ فرزندانِ ایں دختر نمی زیند۔ حضرت بطریق معما فرمودند کہ در کشا کشی عمرؓ و علیؓ ہلاک میشوند۔ دریں نوبت بہ علی سپرد کنید زندہ خواہد ماند۔ ایں معماے مجذوبانہ بخیال کسے نیامد۔ الا والدہ صاحبہ کہ بفہم خدا داد آں راحل کردند گفتند کہ مطلب حافظ صاحب انیست کہ پدرِ فرزندان (یعنی والد صاحب) فاروقی اند و مادرِشان (یعنی والدہ صاحبہ) علوی اند و ہنوز ہر قدر کہ فرزندان بہ وجود آمدند نام شان بر نام پدر نہادہ می شد مثل فضل حق وغیرہ ایں بار اگر فرزند عطا شود نامش بر خاندان مادر یعنی بضم لفظ علی نہادہ شود۔ حضرت تبسم فرمودند کہ ایں دختر بسیار عاقل ست مطلب من ہمین ست و فرمودند کہ انشاء اللہ تعالیٰ دو پسر بوجود خواہند آمد یکے را اشرف علی و دیگرے را اکبر علی نام نہید و ہر دو زندہ خواہند ماند و صاحب نصیب خواہند بود چنانچہ ہر دو برادران بوجود آمدند و تا اکنون زندہ و شاد و خورسند ہستیم۔"

۲۔ بچپن میں نرالی شان کا ظہور

حضرت والا نے فرمایا کہ خود مجھے بھی یاد ہے اور میں نے اپنے بزرگوں سے بھی سنا

besturdubooks.wordpress.com

ہے کہ بچپن میں جب کبھی مجھے کوئی سفر پیش آتا تو اکثر اس دن ابر ہو جاتا۔ اھ

جامع اوراق عرض کرتا ہے کہ بزرگان خاندان میں اس کا خاص طور سے تذکرہ ہونا ضرور ظاہر کرتا ہے کہ اس کا بکثرت وقوع ہوتا تھا اور یہ بات حضرت والا کی خصوصیت سمجھی جاتی تھی استطراداً حضرت والا کے بچپن کے زمانے کی ایک اور خصوصیت یاد آ گئی۔ حضرت والا نے اپنے بزرگان خاندان ہی سے یہ بھی سنا تھا کہ حضرت والا اپنے بچپن کے زمانے میں کسی کا ننگا پیٹ نہیں دیکھ سکتے تھے۔ اگر کبھی ایسا اتفاق ہوتا تو فوراً قے ہو جاتی۔ چنانچہ ہم عمر لڑکے حضرت والا کو قصداً اپنا ننگا پیٹ دکھا دکھا کر پریشان کیا کرتے۔

چونکہ اس واقعہ سے بھی حضرت والا کے بچپن کے زمانہ کی غیر معمولی نظافت و لطافت طبع جو ایک خاص شرف کی صفت ہے ایک عجیب وغریب شان کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے جو نہ کسی بچہ میں دیکھی گئی نہ سنی گئی اس لئے باب ہذا کے مناسب سمجھ کر استطراداً نقل کر دی گئی۔

۳۔ بغیر سوال بتائے جواب مل جانا

اس امر کی تصدیق بارہا لوگوں سے سننے میں آئی اور خود بھی بارہا اس کا تجربہ ہوا کہ جو بات دل میں لے کر آئے یا جو اشکال قلب میں پیدا ہوا قبل اظہار ہی اس کا جواب حضرت والا کی زبان فیض ترجمان سے ہو گیا یا کسی باطنی پریشانی کی حالت میں حاضر ہوئے تو خطاب خاص یا خطاب عام میں کوئی بات ایسی فرما دی جس سے تسلی ہو گئی بمصداق شعر مثنوی شریف ؎

اے لقائے تو جوابِ ہر سوال   مشکل از تو حل شود بے قیل و قال

اے وہ شخصیت! کہ تیری زیارت ہی ہر سوال کا جواب ہے، تجھ سے تو بغیر بحث و مباحثہ مشکل حل ہو جاتی ہے۔

چنانچہ ایسے ہی مشاہدات کی بناء پر بعض فضلاء تک نے بھی جزماً اپنا یہ اعتقاد حضرت والا کی خدمت میں ظاہر کیا کہ حضرت والا صاحب کشف ہیں لیکن حضرت والا نے حلفاً اس کی نفی فرمائی اور جیسا کہ باب تنقیح کشف و کرامت میں عرض کیا جا چکا ہے۔ اس کی حقیقت یہ بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کو تو علم ہے کہ فلاں شخص کی زبان سے جواب ہو جانے پر صاحب شبہ کو تسلی ہو جائے گی۔ اس لئے مجیب کے قلب میں اس جواب کا داعیہ القا فرما دیتے ہیں۔ اھ

besturdubooks.wordpress.com

ایک مشہور فاضل نے جزماً اپنا یہی اعتقاد تحریر فرما کر بھیجا تو حضرت والا نے ان کے خیال کی نفی فرمادی اور جب پھر بھی انہوں نے نہ مانا اور اس نفی کو تواضع پر محمول کیا تو حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ وہ تاجر بڑا خوش قسمت ہے جو اپنے سودے کا ناقص ہونا خود ظاہر کر رہا ہے لیکن خریدار پھر بھی یہی کہہ رہا ہے کہ نہیں یہ ناقص نہیں ہے۔ بہت قیمتی ہے۔ اھ

بلا اظہار ہی اشکالات کے جوابات مل جانے پر احقر کو خود اپنا واقعہ یاد آیا۔ عرصہ دراز ہوا الٰہ آباد میں حضرت والا کا وعظ ہو رہا تھا۔ دوران وعظ میں حضرت والا نے فرمایا کہ وساوس سے پریشان نہ ہونا چاہیے کیونکہ وہ قلب کے اندر نہیں ہوتے بلکہ ان کو تو شیطان اوپر سے ڈالتا ہے۔ اس پر احقر کے قلب میں یہ اشکال پیدا ہوا کہ بظاہر تو وساوس قلب کے اندر ہی معلوم ہوتے ہیں بس یہ خیال آتا تھا کہ فوراً حضرت والا نے فرمایا کہ گو بظاہر ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ قلب کے اندر ہیں لیکن درحقیقت محض ان کا عکس اندر ہوتا ہے اور وہ خود قلب کے اوپر ہی اوپر رہتے ہیں جیسے اگر کوئی مکھی آئینہ کے اوپر بیٹھی ہو تو دیکھنے میں ایسا ہی معلوم ہوتا ہے جیسے وہ آئینہ کے اندر بیٹھی ہو حالانکہ آئینہ کے اندر محض اس کا عکس ہوتا ہے اور وہ خود آئینہ کے اوپر ہی ہوتی ہے۔ اھ

اس تقریر سے احقر کی فوراً تسلی ہوگئی اور جو اشکال پیدا ہوا تھا وہ رفع ہوگیا۔

۴۔ دوسروں سے معاملہ کرنے میں دلی شہادت

اس امر کا بھی بارہا تجربہ ہوا کہ حضرت والا نے جس کے ساتھ جس وقت جیسا معاملہ فرمایا وہ اکثر بعد کو اسی معاملہ کا اہل ثابت ہوا گو دیکھنے والوں کو اس معاملہ کے وقت ایک گونہ استعجاب ہوتا تھا۔ چنانچہ عرصہ دراز ہوا ایک نوجوان شخص نے آکر بہت اظہار عقیدت کیا اور بیعت ہونا چاہا۔ حضرت والا نے بے رخی کا برتاؤ فرمایا اور دفع الوقتی کے لئے اصلاح الرسوم دیکھ کر رائے قائم کرنے کو فرمادیا۔ احقر نے ازراہ ترحم اس کو اپنے داموں سے خرید کر اصلاح الرسوم دے دی۔ پھر اس کے چلے جانے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ تو اپنے والد سے خفا ہو کر بھاگ آیا تھا۔ اس پر حضرت والا نے احقر کو تنبیہ فرمائی اور فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ میں جس کے ساتھ جیسا معاملہ کروں میرے احباب اس میں مزاحمت نہ کریں کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کسی سے کوئی کام لیتے ہیں تو اس کو

besturdubooks.wordpress.com

اس کام کی سمجھ بھی عطا فرما دیتے ہیں اس میں میرا کوئی کمال نہیں۔ چنانچہ بعض کو تو میرا قلب فوراً قبول کر لیتا ہے اور بعض کو نہیں قبول کرتا۔ اور گو اس وقت میرے ذہن میں اس قبول وعدم قبول کی کوئی دلیل نہیں ہوتی لیکن بفضلہ تعالیٰ اکثر بعد کو میری شہادت قلب ہی ٹھیک نکلتی ہے۔ اس کی ایسی مثال ہے جیسے اگر کوئی نادانستہ مکھی کھا جائے تو گو اس کو مکھی کا علم نہ ہو لیکن معدہ کو تو مکھی کی اچھی طرح پہچان ہے وہ اس کو ہرگز قبول نہ کرے گا اور فوراً نکال باہر کرے گا۔ اھ

اسی سلسلہ میں حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ بعض کی طرف قلب کو اتنا میلان ہوتا ہے کہ خود یہ جی چاہتا ہے کہ یہ بیعت کی درخواست کرے چنانچہ جب کبھی ایسا ہوا اکثر اللہ تعالیٰ نے خود ہی اس کے منہ سے بیعت کی درخواست کرا دی اور چونکہ میں سمجھ جاتا ہوں کہ اس کو میری ہی خواہش پر اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے اس لئے اس سے انکار نہیں کرتا بے چون و چرا بیعت کر لیتا ہوں۔ اھ۔ غرض حضرت والا کی صحت شہادت قلب کے صدہا واقعات آئے دن مشاہدہ میں آتے رہتے ہیں۔

۵۔ شیخ محمد عمر الہ آبادیؒ کا واقعہ

مکرمی شیخ محمد عمر صاحب الہ آبادی جو حضرت مولانا محمد حسین صاحب الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہیں اور مولاناؒ حضرت والا کے پیر بھائی تھے۔ عرصہ تیس سال کا ہوا بعد انتقال مولانا ممدوحؒ ایک بار شیخ صاحب پیران کلیر شریف سے واپسی پر حضرت والا کی زیارت کے لئے تھانہ بھون بھی حاضر ہوئے۔ شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ جب میں نے اپنے رفیق سے اپنا یہ ارادہ ظاہر کیا کہ میں واپسی میں حضرت مولانا تھانوی کی زیارت کے لئے تھانہ بھون حاضر ہونا چاہتا ہوں تو انہوں نے اس سے اتفاق رائے کیا لیکن یہ مشورہ دیا کہ اپنا پیران کلیر شریف کے عرس سے آنا نہ ظاہر کرنا ورنہ مولانا تو اتنا ناخوش نہ ہوں گے مگر اور خانقاہ والے تم کو بدعتی سمجھ کر تم سے سخت نفرت کریں گے۔ چنانچہ جب میں حاضر خدمت ہوا تو حضرت والا نے دریافت فرمایا کہ کہاں سے آنا ہوا میں نے عرض کیا کہ الہ آباد سے اس پر یہ سوال ہوا کہ الہ آباد سے کب چلے۔ میں نے دل میں کہا کہ اب پکڑا گیا لیکن جواب دینا تو ضرور ہی تھا۔ عرض کیا آٹھ دس روز ہوئے اس پر فرمایا کہ درمیان میں کہاں قیام رہا میں نے عرض کیا۔ پیران کلیر شریف میں۔ یہ پوچھ کر

besturdubooks.wordpress.com

حضرت والا خاموش ہوگئے۔ نہ حضرت والا مجھے پہلے سے جانتے تھے نہ میں نے یہ ظاہر کیا کہ میں مولانا الہ آبادی کا مرید ہوں کیونکہ اس کے ظاہر کرنے کا کوئی موقع ہی نہیں آیا تھا۔

جب حضرت والا کے ملازم نے مولانا سے پوچھا کہ ان کا کھانا کہاں پکے گا تو حضرت والا نے فرمایا کہ یہ تو میرے مہمان ہیں گھر ہی میں کھانا پکے گا پھر ملازم نے کھانے کے متعلق میرا معمول پوچھا تو مولانا نے فرمایا کہ اجی یہ تو اپنے ہی ہیں ان کا معمول کیا جس وقت جو ملے گا کھالیں گے۔اھ

شیخ صاحب اس واقعہ کو نقل کر کے کہنے لگے کہ اس لفظ کے سننے سے کہ یہ تو اپنے ہی ہیں میرا ذہن حضرت والا اور حضرت مولانا الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے اتحاد معنوی اور اتحاد سلسلہ کی طرف منتقل ہوا جس سے میں بے انتہا متاثر اور مسرور ہوا اور مجھ کو تعجب ہوا کہ حضرت والا نے یہ کیسے معلوم فرمالیا کہ یہ تو اپنے ہی ہیں اور اپنوں ہی کا سا معاملہ بھی فرمایا اور باوجود پہلی حاضری کے خلاف معمول ان چیزوں کو بھی قبول فرمالیا جو میں بطور ہدیہ کے لایا تھا۔اھ

۶۔احقر مرتب کا واقعہ

جب احقر نے ڈپٹی کلکٹری کے زمانے میں اپنی خدمات محکمہ تعلیم میں منتقل کئے جانے کی حکام سے درخواست کی تو چونکہ اس وقت محکمہ تعلیم میں کوئی عہدہ ایسا نہ تھا جو مجھ کو دیا جاسکتا اس لئے انکاری جواب آ گیا اور میں بالکل مایوس ہوگیا۔ جب حضرت والا سفر کے سلسلہ میں کانپور تشریف لائے جہاں میں ڈپٹی کلکٹر تھا میں نے بہ افسوس حضرت والا سے اس انکاری جواب کا ذکر کیا اور تبدیل محکمہ سے مایوسی ظاہر کی حضرت والا نے فوراً فرمایا کہ آپ اب بھی کوشش برابر جاری رکھئے۔ میرا دل گواہی دیتا ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ آپ کے لئے کوئی بہتر صورت ہوجائے گی۔اھ

چنانچہ میں نے پھر کوشش کی تو اسی دوران میں حسن اتفاق اور حضرت والا کی دعا اور تمنا کی برکت سے محکمہ تعلیم کے اندر ایک بالکل نیا عہدہ ڈپٹی انسپکٹری مسلم مدارس کا اضافہ کیا گیا جس پر منجملہ دیگر ڈپٹی انسپکٹروں کے ایک میں بھی مقرر کردیا گیا۔ فللّٰہ الحمد۔

یہ حضرت والا کی دعا اور بشارت کی کھلی ہوئی برکت اور صحت شہادت قلب کی ناقابل انکار حجت ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

۷۔احقر مرتب کے ڈپٹی کلکٹری کے امتحان کا واقعہ

اسی طرح خود ڈپٹی کلکٹری کے امتحان میں بھی مجھ کو کامیابی سے مایوسی تھی۔ جب احقر امتحان دے کر حاضر خدمت ہوا تو ایک دن حضرت والا کسی نماز کے بعد آرام فرمانے کے لئے تھوڑی دیر کو لیٹ گئے۔ خدام پاؤں دبانے لگے احقر بھی پاؤں دبانے لگا۔ اتنے میں حضرت والا کی آنکھ لگ گئی احقر اٹھ کر چلا گیا کچھ دیر بعد حضرت والا نے احقر کو یاد فرمایا۔ احقر حاضر ہو گیا۔ فرمایا کہ میں اس وقت آپ کے امتحان کے متعلق بہت مفصل خواب دیکھتا رہا گو پہلے سے کہنے میں کرکری ہونے کا اندیشہ ہے لیکن میں کیا اور میرا خواب ہی کیا اس لئے کہے دیتا ہوں۔ پورا خواب تو یاد نہیں رہا لیکن اس کا خلاصہ یاد ہے کہ آپ مایوس ہو گئے ہیں اور میں نے خواب ہی میں یہ بھی دیکھا کہ ایک مضمون میں اندیشہ تھا لیکن اس میں بھی پاس ہونے کے لائق نمبر مل گئے ہیں۔ چنانچہ الحمدللہ احقر امتحان میں کامیاب ہو گیا اور حضرت والا کی بشارت بالکل صحیح نکلی اور واقعی ایک مضمون میں بہت مایوسی تھی عجب نہیں کہ آخری موقع ہونے کی وجہ سے کچھ رعایتی نمبر دے کر پاس کر دیا گیا ہو۔

۸۔مرغیوں کے محبوس رہنے والا واقعہ

ایک بار حضرت والا طالبین مقیمین خانقاہ کے خطوط جو حسب معمول اس ٹین کے ڈبہ میں سے جو (بطور لیٹر بکس کے ایک دیوار میں لگا ہوا ہے اور جس میں طالبین اپنے حالات کے خطوط ڈال دیتے ہیں) نکال کر بعد نماز فجر جواب تحریر فرما رہے تھے۔ ایک خط کا جس میں کوئی الجھی ہوئی حالت درج تھی جواب ہی نہیں سمجھ میں آتا تھا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا معاملہ حضرت والا کے ساتھ یہ ہے کہ کوئی کیسی ہی الجھی ہوئی حالت باطنی لکھ کر بھیجے بعون اللہ تعالیٰ فوراً جواب شافی و کافی سمجھ میں آ جاتا ہے اور قلم برداشتہ لکھتے چلے جاتے ہیں۔ حضرت والا حیران تھے کہ یا اللہ یہ آج کیا معاملہ ہے شرح صدر کے ساتھ کیوں جواب سمجھ میں نہیں آتا اور جب تک شرح صدر نہیں ہوتا حضرت والا کوئی جواب نہیں تحریر فرماتے۔ اسی سوچ میں تھے کہ فوراً خیال آیا کہ چھوٹے گھر میں مرغیاں دربہ کے اندر محبوس پڑی ہوئی ہیں

besturdubooks.wordpress.com

کیونکہ حضرت پیرانی صاحبہ کے کیرانہ تشریف لے جانے کی وجہ سے ان کو کوئی کھولنے والا نہ تھا۔ چنانچہ حضرت والا فوراً گھر تشریف لے گئے اور مرغیوں کو کھول دیا۔ پھر آ کر جو اس خط کو جواب لکھنے کی غرض سے دوبارہ پڑھا تو اس کا جواب فوراً سمجھ میں آ گیا۔ حضرت والا نے اس واقعہ کو نقل فرما کر فرمایا کہ چونکہ ادھر مرغیاں محبوس تھیں اور تنگی میں تھیں اللہ تعالیٰ نے ادھر میری طبیعت کو بھی منقبض اور تنگ کر رکھا تھا۔ جب میں نے ان کو جا کر کھول دیا تو اللہ تعالیٰ نے میری طبیعت کو بھی کھول دیا اور شرح صدر فرما دیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی کھلی دستگیری ہے ورنہ وہ بیچاری دن بھر محبوس ہی رہتیں اور مجھے ان کا خیال ہی نہ آتا کیونکہ بوجہ روزمرہ کا معمول نہ ہونے کے مجھ کو ان کا کھولنا یاد ہی نہ رہا تھا۔ اھ

۹۔ ایک دیہاتی کے میراث کے فتوے کا واقعہ

ایک بار ایک دیہاتی کوئی فرائض کا مسئلہ دستی طور پر حضرت والا سے عجلت میں لکھا لے گیا۔ اس کے چلے جانے کے بعد حضرت والا کو معلوم ہوا کہ ذہول سے غلط جواب لکھا گیا۔ اب سخت پریشان کہ کیا کیا جائے کیونکہ نہ اس کا نام معلوم نہ پتہ معلوم، نہ یہ معلوم کہ کس راستہ کو گیا ہوگا کچھ معلوم نہ تھا اور چونکہ فرائض کا مسئلہ تھا لہٰذا سخت فکر دامنگیر ہوئی کہ نہ معلوم کتنے اہل حقوق کی حق تلفی ہوگی اور آئندہ کہاں تک اس حق تلفی کا سلسلہ پھیلے گا دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ یا اللہ میرے قبضہ سے تو اب یہ معاملہ نکل چکا۔ میری قدرت میں تو اب اس کے تدارک کی کوئی صورت رہی نہیں لیکن آپ کو تو سب کچھ قدرت ہے آپ تو اب بھی قادر ہیں۔ آپ ہی غیب سے کوئی صورت نکال دیجئے۔ اھ

چنانچہ زیادہ وقت نہ گزرا تھا کہ کیا دیکھتے ہیں وہ شخص فتویٰ لئے چلا آ رہا ہے۔ اس نے آ کر کہا کہ اجی مولوی جی میں تو دور نکل گیا تھا۔ راستہ میں جو فتویٰ پر نظر پڑی تو دیکھا کہ اس پر مہر تو لگی ہی نہیں۔ اجی اس پر مہر تو لگا دو۔ حضرت والا خوش ہو گئے فرمایا لا بھائی لا۔ مُہر تو میرے پاس ہے نہیں لیکن جلدی میں مسئلہ غلط لکھ کر دے دیا تھا اس لئے اللہ میاں نے تجھے میرے پاس پھر بھیج دیا ہے کہ میں مسئلہ کی درستی کر دوں۔ میں تو سخت حیران تھا کہ کیا کروں کیونکہ تیرا نام ونشان کچھ معلوم ہی نہ تھا دل ہی دل میں دعا کر رہا تھا۔ خیر اللہ تعالیٰ نے تجھ کو

besturdubooks.wordpress.com

اسی بہانہ یہاں واپس بھیج دیا اور میری دعا قبول فرمالی۔اھ

پھر حضرت والا نے اس کو صحیح جواب لکھ کر دے دیا۔

سبحان اللہ اللہ تعالیٰ کی کیسی کھلی اعانت ہے جو من وجہ کرامت سے بھی بڑھ کر ہے۔

حضرت والا نے اس واقعہ کو نقل فرما کر فرمایا کہ اس روز سے میں فتویٰ کا دست بدست جواب نہیں لکھتا کیونکہ اس شخص کے موجود رہنے سے قلب میں تقاضا سا رہتا ہے اور طبیعت مشوش رہتی ہے اس لئے غلطی کا اندیشہ رہتا ہے۔اھ

۱۰۔لکڑیاں لینے والا واقعہ

عرصہ دراز ہوا ایک بار حضرت والا نے حضرت بڑی پیرانی صاحبہ کے مشورے پر دس روپے کی لکڑیاں یکمشت لے لی تھیں کیونکہ اچھی مل گئی تھیں چونکہ اتفاق سے اس وقت دام موجود نہ تھے اس لئے قرض ہو گیا تھا۔حضرت والا کے قلب مستغنی پر کسی کے ایک پیسے کا قرض بھی بے حد بار ہوتا ہے۔اول تو الحمدللہ حضرت والا پر کبھی کسی کا قرض ہوتا ہی نہیں اور اگر شاذ و نادر کبھی ہوا بھی ہے تو اللہ تعالیٰ نے بہت جلد اس سے سبکدوش فرما دیا ہے۔چونکہ قلب مبارک پر اس قرض کا سخت بار تھا اس لئے حضرت والا نے دعا فرمائی جو بفضلہ تعالیٰ بہت جلد قبول ہوئی۔چنانچہ لکڑیاں شام کو لی گئیں اور اگلے ہی روز اللہ تعالیٰ نے قرض سے سبکدوش فرما دینے کی یہ صورت فرمائی کہ ایک قریبی قصبہ کے ایک معزز رئیس جو ایک ریاست میں کسی بڑے عہدہ پر بھی تھے اور جو رخصت لے کر آئے ہوئے تھے حضرت والا کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے وہ حضرت والا سے بیعت بھی تھے۔انہوں نے پچیس روپیہ ہدیۃً پیش کئے لیکن حضرت والا نے ان میں سے صرف دس روپیہ تو لے لئے اور پندرہ روپیہ واپس فرما دیئے۔حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ میرا خیال تو اس سے بھی کم لینے کا تھا لیکن مجھے ڈر لگا کہ میں نے اللہ میاں سے دس روپے مانگے تھے۔دس سے بھی کم لینے میں کہیں اللہ میاں ناخوش نہ ہوں کہ مانگتا بھی ہے اور پھر جب ہم دلواتے ہیں تو لیتا بھی نہیں۔پھر ان رئیس کے چلے جانے کے بعد ان کے ساتھیوں سے جو ٹھہر گئے تھے معلوم ہوا کہ ان صاحب نے پہلے دس ہی روپیہ

besturdubooks.wordpress.com

7 دینے کا قصد کیا تھا لیکن اس رقم کو کم سمجھ کر پندرہ اور ملائے تھے تا کہ کم مقدار کے ہدیہ دینے سے سبکی نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کے قلب پر اثر ڈال دیا کہ خلوص کا حصہ تو لے لیا اور ریاء کا واپس فرما دیا۔ جب ساتھیوں نے حضرت والا سے اظہار تعجب کیا کہ کیا آپ کو کشف ہو گیا تو حضرت والا نے کشف کی نفی فرمائی اور پھر پورا واقعہ بیان فرمایا جو مذکور ہوا۔

۱۱۔ایک دیہاتی کے گڑ لانے کا واقعہ

اسی طرح ایک قریب کے گاؤں کا شخص گڑ ہدیہ لایا تو حضرت والا نے قبول نہیں فرمایا۔ بعد کو معلوم ہوا کہ وہ زکوٰۃ عشر کا تھا حضرت والا نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور فرمایا کہ دیکھئے لوگ مجھ کو خواہ مخواہ وہمی کہتے ہیں اب دیکھئے اگر میں بلا پوچھے گچھے لے لیتا اور بعد کو معلوم ہوتا تو طبیعت کو کس قدر ناگوار ہوتا اور اس کی زکوٰۃ بھی ادا نہ ہوتی وہ تو اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ قلب میں پیشتر ہی نفرت پیدا ہو گئی تھی ورنہ انہوں نے اپنی طرف سے کیا کسر رکھی تھی پھر یہ شعر فرمایا۔

قتل ایں خستہ بہ شمشیر تو تقدیر نبود ورنہ ہیچ از دلِ بے رحم تو تقصیر نبود

اس کمزور کا تیری تلوار سے قتل ہونا تقدیر میں نہ تھا، ورنہ تیرے بے رحم دل نے کوئی کمی نہیں کی۔

بھلا ایسی صورت میں سوچنے سے کوئی کہاں تک احتمالات نکال سکتا ہے لیکن وہ تو خود حق تعالیٰ ہی دستگیری فرماتے ہیں۔ قلب میں بحمد اللہ بس ایسا ہوتا ہے جیسے کوئی کہہ گیا ہو۔ اھ

حضرت والا کی اکثر امور میں احتیاطیں بعد کو واقعات سے صحیح نکلتی ہیں ایسے مواقع پر حضرت والا یہ فرمایا کرتے ہیں کہ دیکھئے لوگ مجھے خواہ مخواہ وہمی کہتے ہیں اگر میں وہمی ہوں تو پھر میرے اکثر وہم صحیح کیوں نکلتے ہیں۔ اھ

۱۲۔نفس کی بیماریوں کی تشخیص

امراض نفس کی تشخیص میں تو حضرت والا کو اللہ تعالیٰ نے وہ ملکۂ تامہ عطا فرمایا ہے اور وہ فراست صحیحہ بخشی ہے کہ الحمد للہ فن تربیت میں یگانہ روزگار ہیں اور آج دنیائے اسلام میں حکیم الامت کے لقب سے یاد فرمائے جاتے ہیں۔

عرصہ ہوا اس کے متعلق خود حضرت والا نے ایک بار کسی سلسلہ کلام میں فرمایا تھا کہ

---
7 اشرف السوانح- جلد۳ ک 7

besturdubooks.wordpress.com

جب کوئی طالب اصلاح آتا ہے تو بفضلہٖ تعالیٰ اس سے سابقہ پڑتے ہی اجمالی طور پر فوراً یہ ادراک ہو جاتا ہے کہ یہ فلاں مرض لے کر آیا ہے اور اس کو فلاں تدبیر نافع ہو گی۔

یہ فراست کشف سے ہزار درجہ افضل و انفع ہے اور اس کے صدہا واقعات ہیں جن میں سے بعض موقع بموقع ذکر بھی کئے جا چکے ہیں۔ چنانچہ حضرت والا کا ایک طالب کے اندر مرض کبر تشخیص فرمانا اور پانچ برس بعد اس طالب کا اقرار کرنا اسی باب کی تمہید میں عرض کیا جا چکا ہے اور ایک واقعہ اس وقت بھی یاد آیا۔

حضرت والا کسی پر احتساب شرعی فرما رہے تھے اور وہیں ایک اور طالب بیٹھے ہوئے تھے حضرت والا نے محض ان کے بشرہ سے محسوس فرما لیا کہ ان کے قلب میں حضرت والا کے اس احتساب کے متعلق اعتراض ہے چنانچہ حضرت والا نے ان سے دریافت فرمایا تو انہوں نے اقرار کیا۔ اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ آپ کے اس صدق سے تو میں بہت خوش ہوا لیکن ھل جزاء الصدق الا الصدق۔ میں بھی سچی بات عرض کئے دیتا ہوں کہ ایسی صورت میں مجھ سے آپ کو نفع نہ پہنچے گا۔ اب آپ کسی دوسرے سے رجوع کریں۔ اور اب عمر بھر نہ مجھے کبھی کوئی خط لکھیں نہ میرے پاس آئیں۔ اھ

ایک صاحب کے استفسار پر اس کے متعلق حضرت والا نے یہ تفصیل فرمائی کہ اگر شیخ کے متعلق دل میں محض وسوسہ آئے تو اس کا کچھ اعتبار نہیں یا بوجہ کسی بات کے سمجھ میں نہ آنے کے استعجاب ہو تو اس کا بھی مضائقہ نہیں لیکن اعتراض اور شبہ سخت چیز ہے اس کا قلب میں پیدا ہونا نہایت درجہ مضر اور مانع استفاضہ ہے اور اگر شیخ کے کسی قول یا فعل پر بوجہ سمجھ میں نہ آنے کے استعجاب اور وسوسہ ہو تو اس کو خود شیخ ہی سے رفع نہ کرائے بلکہ دوسرے سے پوچھے ورنہ اس سے اس کے قلب میں تنگی پیدا ہو گی کیونکہ اگر اس نے جواب دیا تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ تم ہمارے معتقد رہو سو اس کو کیا غرض پڑی ہے کہ اس غرض سے اپنا تبریہ کرے۔ بھلا اس کی غیرت دینیہ نیز غیرت طبعیہ کب اس کو گوارا کر سکتی ہے۔ اھ

اسی طرح ایک اور صاحب پر جو اہل علم تھے حضرت والا حسب معمول بہ نیت اصلاح مواقع ضرورت میں احتسابات شرعی فرماتے رہتے تھے ان کے بشرہ سے حضرت والا کو یہ

besturdubooks.wordpress.com

محسوس ہو گیا کہ ان کو یہ احتسابات ناگوار ہوتے ہیں چنانچہ حضرت والا نے ان سے صاف صاف فرما دیا کہ ان احتسابات میں میری کوئی مصلحت نہیں آپ ہی کی اصلاح کی مصلحت سے میں احتسابات کیا کرتا ہوں اگر آپ کو ناگواری ہوتی ہو اور آپ یہ چاہتے ہوں کہ میرے ساتھ ایسا معاملہ نہ کیا جائے تو آپ صاف کہہ دیں چنانچہ انہوں نے ناگوای کا اقرار کر لیا اور پھر حضرت والا ان کی اصلاح سے دستکش ہو گئے اور پھر تعظیم کا معاملہ فرمانے لگے۔ حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ اس کے بعد سے میں ان کے خطوط کے جواب میں ان کو مخدوم و مکرم لکھنے لگا لیکن اگر اپنی اصلاح کے متعلق کچھ سلسلہ جنبانی کرتے تو میں اصاف انکار لکھ دیتا۔

حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ مجھ سے کسی کا اپنے نفس کی چوریاں چھپانا بہت دشوار ہے۔ اھ۔ چنانچہ واقعی اکثر دیکھا جاتا ہے کہ حضرت والا کو طالبین کی اصل حالت کا یا تو فراست سے پتہ چل جاتا ہے یا منجانب اللہ ایسے واقعات پیش آ جاتے ہیں کہ ان کی اصل حالت کھل ہی جاتی ہے اور یہ دونوں باتیں انعام الٰہی کی اعظم افراد میں سے ہیں۔ نیز یہ بھی رات دن کا مشاہدہ ہے کہ حضرت والا اکثر یکساں احوال میں بھی مختلف معاملات فرماتے ہیں اور یہ اختلاف ہی عین مصلحت ثابت ہوتا ہے اور اس کا مدار زیادہ تر محض شہادت قلب پر ہوتا ہے۔ راز اس کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر و طاعت کی برکت سے حضرت والا کے قلب مطہر کو ایسا لطیف الادراک اور صحیح الحس بنا دیا ہے کہ جس کی جس وقت جیسی حالت ہوتی ہے اس کا اس وقت ویسا ہی اثر قلب پر پڑنے لگتا ہے اور اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ فرمانے لگتے ہیں گو ظاہر میں احوال یکساں ہی نظر آئیں۔ اور جو طالب خاص اپنے حالات اور خاص اپنے ساتھ حضرت والا کے معاملات کا بغور تتبع کرے گا اسکو حضرت والا کی صحت شہادت قلب کا روز روشن کی طرح مشاہدہ ہو جائے گا بشرطیکہ وہ طریقے کے ساتھ کام میں مشغول ہو اور اپنی اصلاح کی دھن میں ہو لیکن احقر نے یہ بھی مشاہدہ کیا ہے کہ بعض احوال میں حضرت والا اپنی شہادت قلب پر فوراً عمل شروع نہیں فرما دیتے بلکہ اس اثر کو اپنے ذہن میں لئے رہتے ہیں اور موقع کے منتظر رہتے ہیں۔

بار ہا ایسا بھی ہوتا ہے کہ مختلف طالبین نے ایک ہی عیب کی اصلاح چاہی تو کسی کے لئے کوئی علاج تجویز فرمایا کسی کے لئے کوئی اور فرمایا کہ بس جس کے لئے جو بات نافع ہوتی ہے اللہ

besturdubooks.wordpress.com

تعالیٰ وہی ذہن میں ڈال دیتے ہیں پھر بعد کو اس طالب کے خط سے بحمد اللہ اس کے حق میں اسی تدبیر کا نافع ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اس پر یاد آیا کہ بعض کے لئے تو حضرت والا نے تکبر کے لئے ایسے علاج تجویز فرمائے جو نفس کو بہت گراں ہوتے ہیں اور ایک طالب کے لئے صرف یہی تجویز فرمایا کہ تم مجھ کو اپنے ہر خط میں بس یہی لکھ بھیجا کرو کہ مجھ میں تکبر ہے۔ میرے لئے دعا کی جائے جب اس قسم کے پانچ خطوط بھیج چکو تو پھر اپنی حالت لکھنا چنانچہ ان کو اسی سے نفع ہو گیا۔

ایک بار احقر نے اپنا ایک عیب لکھا تو تحریر فرمایا کہ میں کل دن بھر آپ کے خط کو رکھے رہا کیونکہ اس مرض کے جتنے علاج ہیں وہ تو آپ کو معلوم ہی ہیں۔ سوچتا رہا کہ اور کیا لکھوں چنانچہ آج فجر کی نماز میں ایک خاص علاج قلب پر وارد ہوا وہ چونکہ نیا ہے اس لئے لکھتا ہوں چنانچہ بفضلہ تعالیٰ اسی سے اس عیب کا جس کی اصلاح سے تقریباً مایوسی ہو چکی تھی بالکلیہ استیصال ہو گیا اور جب احقر نے اس نتیجہ سے مطلع کیا تو تحریر فرمایا کہ مجھ کو بھی اللہ تعالیٰ سے یہی توقع تھی۔ اھ

چونکہ یہ سب کھلے ہوئے انعامات الٰہیہ ہیں اس لئے اس باب میں بھی ان کا ذکر مناسب سمجھا گیا گو ان میں سے بعض کا بیان اور موقعوں پر بھی غالباً آ چکا ہے اور ان کے علاوہ بھی اور بہت سے اس قسم کے واقعات دیگر ابواب میں گزر چکے ہیں۔

۱۳۔ کسی کو یاد فرمانے کا اس کے دل پر اثر

احقر کو بارہا اس کا تجربہ ہوا کہ جب حضرت والا نے احقر کو کسی سلسلہ میں غائبانہ یاد فرمایا تو اکثر احقر کے قلب میں بھی یک بیک بلا کسی سبب ظاہری کے ایک خاص کیفیت پیدا ہو گئی اور معاً احقر کو بر بناء تجربہ گمان ہوا کہ غالباً اس وقت حضرت والا احقر کو یاد فرما رہے ہیں۔ چنانچہ بعد کو اہل مجلس سے معلوم ہوا کہ واقعی حضرت والا احقر کا کچھ تذکرہ فرما رہے تھے۔ بلکہ ایک بار تو یہاں تک اثر ہوا کہ احقر حضرت والا کی خدمت میں فوراً پہنچا دیکھا تو ایک کاغذ ہاتھ میں لئے ہوئے تھے اور اس تلاش میں تھے کہ کوئی نظر پڑے تو اس کو میرے پاس بھیجیں چنانچہ جب احقر خدمت میں پہنچا تو فرمایا کہ میں تو اس وقت آپ کو یاد ہی کر رہا تھا۔

ایسے موقعوں پر جو اثر احقر کے قلب پر ہوتا ہے وہ ہمیشہ انجذاب الی الحق کی صورت

besturdubooks.wordpress.com
میں ہوتا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت والا کے خیال میں ہمیشہ یادحق ہی بسی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ جب اپنے کسی خادم غافل کی طرف سرسری خیال بھی فرما لیتے ہیں تو اس کے قلب میں بھی یادحق کی ایک آنی اثر پیدا ہو جاتا ہے۔

۱۴۔ خدمتِ عالیہ میں عریضہ لکھنے سے پریشانی کا اختتام

احقر نے یہ بھی بارہا تجربہ کیا اور اکثر احباب سے بھی اس کی تحقیق ہوئی کہ جب کسی ظاہری یا باطنی پریشانی کے متعلق حضرت والا کو عریضہ لکھا تو لکھنے کے بعد ہی سے اس کا رفع ہونا شروع ہو گیا اور جواب آنے پر بفضلہ بالکل ہی زائل ہو گئی۔ چنانچہ کل پرسوں ہی ایک بہت ثقہ اور دیندار صاحب نے اپنے بھائی صاحب کو جو ڈپٹی کلکٹر ہیں اور آج کل حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہیں بسبیل تذکرہ یہ لکھا کہ الحمدللہ اب میرا بچہ بالکل اچھا ہے یہ عجیب بات ہے کہ مجھے جب کوئی تکلیف یا مصیبت پیش آتی ہے ادھر حضرت والا کو عریضہ لکھا کہ فوراً اس میں کمی اسی وقت سے شروع ہو جاتی ہے۔ اور بفضلہ تعالیٰ فوراً ہی اس کا اثر جاتا رہتا ہے۔ (یعنی قلب سے) میں جب واپس آیا تو اس کو نمونیہ میں مبتلا پایا۔ سانس لینا مشکل تھا۔ اسی وقت حضرت کو عریضہ لکھا اور اسی دن بفضلہ تعالیٰ اس کی حالت بہت کچھ درست ہو گئی اور دوسرے تیسرے دن بفضلہ تعالیٰ بالکل اچھا ہو گیا اب صرف ہلکی سی کھانسی باقی ہے۔ اھ۔

احقر جامع اوراق کو تو اس قسم کے اتنے تجربے ہوئے ہیں کہ ان کو بیان کر کے اکثر اپنے بے تکلف پیر بھائیوں سے بہ تاکید شدید حضرت والا سے خط و کتابت کی کثرت رکھنے کے لئے کہتا رہتا ہوں تاکہ صلاح و فلاح دین و دنیا حاصل ہو گو افسوس خود اس کا بوجہ سخت بدانتظام ہونے کے جیسا چاہیے پابند نہیں لیکن جب کبھی عریضہ لکھا اپنی حالت ظاہری و باطنی میں نمایاں بہتری کا مشاہدہ کیا۔

اس امر کے بھی بہت سے شاہد ہیں کہ مبتلایان پریشانی کی پریشانیاں حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہو جانے کے بعد بفضلہ تعالیٰ بہت جلد زائل ہو جاتی ہیں بلکہ بعض کی پریشانی کا علاج تو خود حضرت والا ہی نے پاس رہنا تجویز فرمایا۔

آج کل بھی ایک طالب یہاں مقیم ہیں جو سخت پریشانی کے عالم میں بغرض رفع پریشانی حاضر ہوئے تھے اور ممتد قیام کا قصد تھا یہاں تک کہ یہ ارادہ کر کے آئے تھے کہ اگر کئی سال رہنے

besturdubooks.wordpress.com

کی بھی ضرورت ہوئی تو کئی سال رہوں گا۔ لیکن بفضلہٖ تعالیٰ حضرت والا کی برکت سے تیسرے روز ہی پریشانی بالکل رفع ہوگئی جس پر حضرت والا نے ان کو مبارکباد دی اور تحریر فرمایا کہ الحمدللہ غیب سے علاج ہوگیا اور چونکہ وہ طالب علم ہیں اس لئے جلد واپس جانے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ وہ آج ہر طرح مطمئن ہوکر چلے گئے حالانکہ انہیں ازالہ مرض سے بالکل مایوسی تھی۔

اسی طرح خطوط کے ذریعے سے بھی صدہا طالبین کی پریشانیاں آئے دن رفع ہوتی رہتی ہیں یہاں تک کہ بعضوں نے لکھا کہ آپ کے کرامت نامہ نے خودکشی سے بچالیا۔ اسی لئے حضرت والا فوراً خطوط کے جوابات دیا کرتے ہیں اور اس کے بہت سختی کے ساتھ پابند ہیں۔

ایک طالب کو جو دوسرے شیخ سے مرید تھے اپنے شیخ کے حج کو تشریف لے جانے کے بعد ہجوم وساوس نے اس قدر پریشان کیا کہ گھبرا کر حضرت والا سے بذریعہ عریضہ رجوع کیا۔ حضرت والا کا کرامت نامہ پہنچتے ہی فوراً تسلی ہوگئی اور سارے وساوس کافور ہوگئے چنانچہ اپنے دوسرے عریضہ میں حضرت والا کو بہت دعائیں لکھیں اور اس آڑے وقت میں دستگیری کا بہت شکرادا کیا۔

غرض یہ صدہا بلکہ ہزارہا کا تجربہ ہے کہ حضرت والا کے کرامت ناموں سے بہت ہی تسلی ہوتی ہے بلکہ جیسا اس نمبر کے شروع میں عرض کیا گیا عریضہ لکھتے ہی پریشانی کم ہونا شروع ہوجاتی ہے راز اس کا حسب ارشاد شیخ العرب والعجم اعلیٰ حضرت حاجی قدس صاحب سرہٗ العزیز یہ ہے کہ چونکہ شیخ محقق اللہ تعالیٰ کے اسم ہادی کا مظہر ہوتا ہے اس لئے اس کی برکت بلا اس کے علم کے بھی طالب صادق کو پہنچتی رہتی ہے۔ اھ

حضرت والا کی اس برکت کا تو حضرت والا کے منتسبین کو بفضلہٖ تعالیٰ عین الیقین بلکہ حق الیقین ہے اور اسی برکت کی ایک فرد یہ بھی ہے کہ حضرت والا کے کرامت نامہ کے محض چھوٹے چھوٹے جملوں سے اتنا اثر قلب پر ہوتا ہے اور اتنا نفع پہنچتا ہے کہ بڑے بڑے رسالوں کے پڑھنے سے بھی وہ بات پیدا نہیں ہوتی۔ احقر کو خود اپنے تاثرات قویہ اچھی طرح یاد نہیں جو حضرت والا کے کرامت ناموں کو دیکھتے ہی قلب پر مستولی ہوجاتے تھے۔ جن کی کس قدر تفصیل باب ارشاد وافاضہ باطنی میں عرض بھی کی جاچکی ہے اور خود حضرت والا نے متعدد بار فرمایا کہ گو میرے جوابات بہت ہی مختصر ہوتے ہیں لیکن ان کا اثر کوئی اس وقت

besturdubooks.wordpress.com

دیکھے جب وہ مخاطبین کے پاس پہنچتے ہیں۔

اس کا سبب سوائے برکت کے اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا جو حضرت والا کی مقبولیت عند اللہ کی کھلی دلیل ہے۔ فالحمدللہ حمداً کثیراً و ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء ع اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔

۱۵۔ اوقات میں برکت

جیسا کہ اٹھارہویں باب تصنیف و تالیف میں قدرے تفصیل کے ساتھ عرض کیا جا چکا ہے حضرت والا کے وقت میں اللہ تعالیٰ نے کھلی ہوئی برکت رکھی ہے جس کی اعلیٰ حضرت حاجی صاحب قدس سرہ العزیز نے ابتداء ہی میں بشارت فرمادی تھی اور یہ یقینی بات ہے جو چاہے تجربہ کرلے جتنا اور جس نوع کا تصنیف و تحریر کا کام جتنے وقت میں حضرت والا کر لیتے ہیں کوئی دوسرا فی زمانا ہمارے علم و گمان میں نہیں کرسکتا۔

اکثر دیکھا گیا کہ اکثر دوران تصنیف و تحریر خطوط میں حضرت والا کو کسی کتاب کے اندر کسی مضمون کے تلاش کرنے کی ضرورت پڑی تو وہ بہت آسانی سے مل گیا۔ یہاں تک کہ ایک بار مثنوی شریف کی شرح لکھتے وقت ایک مقام پر کبوتر بازوں کے کسی معمول کے معلوم کرنے کی ضرورت واقع ہوئی تو حضرت والا کو تشویش ہوئی کہ اس وقت کوئی کبوتر باز کہاں ملے بس اللہ تعالیٰ نے اسی وقت ایک کبوتر باز کو تعویذ لینے کے لیے بھجوادیا اور چونکہ حضرت والا اس کو پہلے سے جانتے تھے کہ کبوتر باز ہے اس لئے اس سے وہ معمول معلوم فرمالیا جس سے مثنوی شریف کا وہ مقام حل ہوگیا اور کام میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں ہوئی۔ یہ حق تعالیٰ کی بالکل کھلی دستگیری تھی۔

اسی طرح الحمدللہ ثم الحمدللہ حضرت والا بہت ہی کم بیمار ہوتے ہیں اور اگر کبھی بیمار بھی ہوتے ہیں تو بفضلہٖ تعالیٰ بیماری ممتد نہیں ہوتی جس سے حضرت والا کے کاموں میں کوئی معتد بہ خلل نہیں پڑتا اور حضرت والا کے ذمہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کثیر خدمات دینیہ مفوض ہیں وہ بفضلہٖ تعالیٰ و بعونہ مدت العمر سے بحسن و خوبی برابر بلا رکاوٹ انجام پذیر ہو رہی ہیں ورنہ اگر موانع جیسے کہ اکثر لوگوں کو پیش آتے رہتے ہیں حضرت والا کو بھی خدا ناکردہ پیش آئیں اور کام کچھ دن کے لئے بھی رک جائے تو بوجہ کثرت کارہائے مفوضہ کام

besturdubooks.wordpress.com

اتنا جمع ہو جائے کہ پھر اس کا سمیٹنا مشکل ہو جائے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کو حضرت والا سے دین کا کام لینا ہے اس لئے ہر قسم کے موانع سے محفوظ رکھتے ہیں۔ بارہا اس کا بھی مشاہدہ ہوا کہ اگر کسی روز ڈاک زیادہ ہوئی تو اس روز تعویذ وغیرہ کے مانگنے والے یا تو بہت کم آئے یا بالکل نہیں آئے اور اگر کوئی آیا بھی تو جب حضرت والا باطمینان ڈاک ختم فرما چکے تب آیا۔ یہ سب کھلے ہوئے انعامات الٰہیہ ہیں۔

۱۶۔ سفر کے دوران راحت

حضرت والا کے ہمراہ احقر نے بہت سفر کئے۔ کبھی نہیں یاد کہ ریل میں جگہ کی تنگی پیش آئی جو حالانکہ عموماً تیسرے درجہ میں سفر فرمایا کرتے جس میں عام طور سے مسافروں کا بہت زیادہ ہجوم رہا کرتا ہے۔ بعض اسٹیشنوں پر تو یہ دیکھ کر مجھ کو حیرت ہو جاتی کہ مسافروں کا ریلا حضرت والا کے پاس سے ہوتا ہوا گزرتا چلا جاتا اور ادھر رخ بھی نہ کرتا غرض نہایت آرام کے ساتھ سفر طے ہوتے تھے اور ہمیشہ ریل کے ڈبہ کے اندر بھی جماعت ہی سے نماز پڑھتے تھے اور جماعت اکثر بہت لمبی ہوتی تھی۔ اگر علاوہ رفقاء کے کچھ اور بھی مسافر ہوتے تو وہ بھی حضرت والا کا مع رفقاء کے بہت لحاظ رکھتے یہاں تک کہ ہنود پر بھی اتنا اثر ہوتا کہ بعض مواقع پر ڈبہ بدلا گیا تو جب حضرت والا دوسرے ڈبہ میں تشریف لے جانے لگے تو وہ لوگ حسرت سے کہنے لگے کہ اجی آپ کہاں چلے آپ کی وجہ سے تو یہاں بڑی رونق تھی اور بڑا نور تھا۔

اسی طرح ایک بار حضرت والا اپنے رفقاء سفر سے معمولی باتیں فرما رہے تھے تو دو ہندو جو آریہ تھے آپس میں سرگوشی کرنے لگے جس کو بعض رفیقوں نے سنا ایک نے کہا معلوم نہیں ان کی باتوں کی طرف دل کو کیوں کشش ہوتی ہے دوسرے نے کہا کہ یہ ان کے سچے ہونے کی علامت ہے سچ ہے۔

ع الفضل ماشهدت به الاعداء

(فضیلت وہی ہے جس کی گواہی دشمن دیں)

۱۷۔ جن کے نام خط

برادری کی ایک بی بی پر جو حضرت والا کے ایک خادم کی صاحبزادی ہیں جن کا اثر ہوا۔

besturdubooks.wordpress.com

چونکہ حضرت والا عامل نہیں اور آثار سے جن کا قوی ہونا معلوم ہوا اس لئے تعویذ دینا مناسب نہیں سمجھا لیکن حضرت بڑی پیرانی صاحبہ مدظلہا کے اصرار سے جن کے نام ایک خط تحریر فرمایا جس کا یہ مضمون تھا کہ اگر تم مسلمان ہو تو میں تم کو قرآن وحدیث کی وہ وعیدیں یاد دلاتا ہوں جو کسی کو ستانے پر وارد ہوئی ہیں اور اگر تم کافر ہو تو اول تو ہم صلح کی تحریک کرتے ہیں اور اگر تم نہیں مانتے تو یاد رکھو کہ ہم میں بعض ایسے بھی ہیں جو تمہارا پورا استیصال کر سکتے ہیں۔ اھ

چنانچہ جب یہ خط اس کو سنایا گیا تو اس جن نے کہا کہ یہ ایسے شخص کا خط نہیں ہے کہ اس کا کہنا نہ مانا جائے۔ اچھا لو میں جاتا ہوں۔ چنانچہ فوراً بالکل اثر جاتا رہا گو بعد چندے پھر اثر ہو گیا۔ جب اس سے کہا گیا کہ ہم پھر تھانہ بھون جاتے ہیں تو اس نے کہا نہیں وہاں نہ جاؤ میں جاتا ہوں چنانچہ پھر اثر جاتا رہا چ ہے۔

ہر کہ ترسید از حق و تقویٰ گزید ترسد از وے جن وانس و ہر کہ دید

جو کہ اللہ سے ڈرا اور پرہیز گار بنا اس سے جن وانسان اور ہر دیکھنے والا ڈرتا ہے

لیکن چونکہ وہ بار بار پھر آجاتا تھا اس لئے اس کا مکمل بندوبست اور استیصال کلی حضرت حاجی محمد عابد صاحب دیوبندیؒ سے جو عامل کامل تھے کرا دیا گیا۔

۱۸۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے غیبی امداد میں شریک ہونا

عرصہ دراز ہوا ایک صاحب نے خود احقر سے یہیں خانقاہ میں بایں عنوان اپنا واقعہ بیان کیا کہ گو دیکھنے میں تو حضرت والا یہاں بیٹھے ہوئے ہیں لیکن کیا خبر اس وقت کہاں پر ہوں کیونکہ میں ایک بار خود حضرت والا کو باوجود تھانہ بھون میں ہونے کے علی گڑھ میں دیکھ چکا ہوں جبکہ وہاں نمائش تھی اور اس کے اندر سخت آگ لگی تھی۔ میں بھی اس نمائش میں اپنی دکان لے گیا تھا جس روز آگ لگنے والی تھی اس روز خلاف معمول عصر ہی کے وقت سے میرے قلب کے اندر ایک وحشت سی پیدا ہونے لگی جس کا یہ اثر ہوا کہ باوجود اس کے کہ اصل بکری کا وقت وہی تھا لیکن میں نے اپنے دوکان کا سارا سامان قبل از وقت ہی سمیٹ سمیٹ کر بکسوں میں بھرنا شروع کر دیا جب بعد مغرب آگ لگنے کا غل شور ہوا تو چونکہ میں اکیلا تھا اور بکس بھاری بھاری تھے اس لئے میں سخت پریشان ہوا کہ یا اللہ دوکان سے باہر کیونکر لے جاؤں

besturdubooks.wordpress.com

اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ دفعتہً حضرت والا نمودار ہوئے اور بکسوں میں سے ایک ایک بکس کے پاس تشریف لیجا کر فرمایا کہ جلدی سے اٹھاؤ۔ چنانچہ ایک طرف سے تو اس بکس کو خود اٹھایا اور دوسری طرف سے میں نے اٹھایا۔ اسی طرح تھوڑی دیر بعد میں ایک ایک کر کے سارے بکس باہر رکھوا دیئے۔ اس آگ سے اور دکانداروں کا تو بہت نقصان ہوا لیکن بفضلہ تعالیٰ میرا سب سامان بچ گیا۔ اس واقعہ کو سن کر احقر نے ان سے پوچھا کہ آپ نے حضرت والا سے یہ نہ دریافت کیا کہ آپ یہاں کہاں اس پر انہوں نے کہا کہ اجی کچھ پوچھنے گچھنے کا مجھ کو اس وقت ہوش ہی کہاں تھا میں تو اپنی پریشانی میں مبتلا تھا۔ اھ۔ جب احقر نے اس واقعہ کو حضرت والا سے عرض کیا تو فرمایا کہ ہاں مجھ سے بھی کسی نے یہ واقعہ نقل کیا تھا لیکن مجھ کو اس کی کچھ خبر بھی نہیں۔ البتہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ کسی کی دستگیری اور اعانت اس صورت سے فرماتے ہیں کہ کسی لطیفہ غیبیہ کو کسی مانوس شکل میں ظاہر فرما دیا اور اس کے ذریعہ سے اس کا کام بنوا دیا اور خود اس شکل والے کو اس کی کچھ خبر بھی نہیں ہوئی۔ اھ

۱۹۔ ایک مسجد کے آباد کرنے کا واقعہ

مکرمی جناب مولوی عبدالکریم صاحب گمتھلوی مدفیضہم نے جو بڑا اجراڑہ ضلع میرٹھ کے مدرسہ میں مدرس رہ چکے ہیں خود احقر سے بیان فرمایا کہ جب حضرت والا وہاں کے مدرسہ کے جلسے میں وعظ فرمانے کے لئے تشریف لے گئے تو جس وقت وہاں پہنچے ہیں سب مسجدوں میں نماز ہو چکی تھی۔ حضرت والا کو جماعت نہ ملنے کا افسوس ہوا اور بار بار پوچھا کہ کیا کوئی بھی مسجد ایسی نہیں جس میں ابھی جماعت نہ ہوئی ہو۔ بار بار استفسار فرمانے پر لوگوں نے کہا کہ ایک غیر آباد مسجد تو البتہ ہے جو بالکل شکستہ ہے حضرت والا نے غیر آباد کے لفظ پر فرمایا کہ چلو پھر اسی کو آباد کریں۔ چنانچہ حضرت والا نے مع اپنے رفقاء کے وہیں تشریف لے جا کر نماز باجماعت ادا کی۔ مولوی صاحب ممدوح بیان فرماتے ہیں کہ حضرت والا کی ایسی برکت ہوئی کہ بس اسی روز سے بلکہ اسی وقت سے وہ مسجد واقعی آباد ہو گئی اور از سر نو تعمیر بھی ہو گئی۔ اور محلہ کے نمازی جو بوجہ اس مسجد کے شکستہ ہونے کے دوسری مسجد میں نماز پڑھنے جاتے تھے اسی میں نماز پڑھنے لگے۔ غرض حضرت والا کا یہ ارشاد کہ چلو پھر اسی کو آباد

besturdubooks.wordpress.com

کریں بفضلہ تعالیٰ حرف بہ حرف صحیح ہو گیا۔

۲۰۔ حضرت والا سے محبت وادب کی برکات

حضرت والا کے ساتھ حسن اعتقاد کی برکات اور ادنیٰ سوء اعتقاد یا ضعف اعتقاد کی ظلمات کے مشاہدات اس کثرت سے ہیں کہ نا قابل انکار ہیں اور وہ حضرت والا کی مقبولیت عنداللہ کی بالکل کھلی علامات ہیں۔ بالخصوص ان کے لئے جن کو دونوں حالتوں کے خود تجربے ہو چکے ہیں اور ایسے بہت ہیں چنانچہ حضرت والا کی خدمت میں دونوں قسم کی حالتوں کے بہت خطوط آتے رہتے ہیں۔ جن سے حضرت والا کا حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کے ان اشعار کا ہو بہو مصداق ہونا ان کو بلا مبالغہ کالشمس فی نصف النہار واضح ہو جاتا ہے۔

مغز را خالی کن از انکار یار   تا کہ ریحان یا بی از گلزار یار

اپنے دماغ کو محبوب کے انکار سے خالی کر، تا کہ تو محبوب کے گلزار سے خوشبو پائے

بے عنایاتِ حق و خاصانِ حق   گر ملک باشد سیہ ہستش ورق

اللہ تعالیٰ اور اس کے خاص بندوں کی عنایات کے بغیر اگر فرشتہ بھی ہوگا تو اس کا ورق سیاہ ہوگا

چوں حسد بُردی تو برکس بے حسد   زاں حسد دل را سیاہی ہا رسد

جب تو نے کسی پر بلا وجہ حسد کیا تو اس حسد سے دل سیاہ ہو جاتا ہے

اسی طرح حضرت والا کا کسی کی جانب سے انشراح قلبی موجب برکات اور تکدر خاطر مورث ظلمات ہوتا ہے اور اس کے بھی بہت سے واقعات ہیں۔

بعضوں نے حضرت والا کی خدمت میں گستاخانہ خطوط بھیجے پھر بعد کو نہایت مضطربانہ معذرت چاہی۔ کسی نے لکھا کہ اسی دن سے میری آنکھوں کی روشنی کم ہو چلی۔ کسی نے لکھا کہ اعمال میں انشراح بالکل نہیں رہا۔ اور جمعیت قلب بالکل فوت ہو گئی۔ کسی کے بارہ میں معلوم ہوا کہ آثار جنون شروع ہو گئے۔ بعضوں نے سوء اعتقاد کا یہ اثر محسوس کیا کہ دونوں جہان ان کو تاریک نظر آنے لگے۔ اور سوء خاتمہ کا اندیشہ پیدا ہو گیا اور حضرت والا کے اس ارشاد کا کھلی آنکھوں مشاہدہ ہو گیا کہ شیخ کے ساتھ سوء اعتقاد رکھ کر یا اس کو مکدر کر کے کوئی دنیا میں چین کی

besturdubooks.wordpress.com

زندگی بسر نہیں کرسکتا۔ یہاں تک کہ محققین کا ارشاد ہے کہ بزرگوں کے ساتھ سوءظن احیاناً نعوذ باللہ سوء خاتمہ کا بھی موجب ہوجاتا ہے۔اھ۔(اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔آمین ۱۲)

کانپور کا واقعہ

جامع اوراق عرض کرتا ہے کہ واقعی شیخ محقق کے ساتھ تعلق بہت سوچ سمجھ کر پیدا کرنا چاہیے کیونکہ اس کی مثال بقول حضرت والا کے ایک مجاز خاص کے بجلی کی روشنی کی سی ہے کہ اس سے نور بھی حاصل ہوتا ہے اور اگر بے احتیاطی کی گئی تو پھر وہی ہلاکت کا سبب بھی ہو جاتی ہے اور اس کے حق میں نور بھی نار ہوجاتا ہے۔اھ

حضرت والا اپنے قیام کانپور کے زمانہ کا ایک واقعہ بیان فرمایا کرتے ہیں جو کسی موقع پر پہلے بھی ہدیۂ ناظرین کیا جاچکا ہے اس کو بمناسبت مقام ہذا حسن العزیز جلد اول کے ملفوظ نمبر ۶۱۳ سے ملخصاً مکرر نقل کیا جاتا ہے۔ وھو ہذا۔

ایک صاحب کی باتوں کے متعلق حضرت نے فرمایا کہ دل کو نہیں لگتیں حضرت کے ملازم میاں نیاز نے عرض کیا کہ باتیں دل کو کیسے لگ جایا کرتی ہیں۔ اس پر ایک لمبی تقریر فرمائی اور بزرگوں کی معمولی باتوں کے بھی پُر اثر ہونے کی حکایات بیان فرماتے رہے اور اس کی وجہ یہ فرمائی کہ از دل خیزد بردل ریزد (جو بات دل سے نکلتی ہے وہ دل پر لگتی ہے)۔ پھر فرمایا کہ یہ بات ہے میاں نیاز ان باتوں سے اثر ہوتا ہے پھر دوسرے کو بھی وہ اثر لگنے لگتا ہے پھر فرمایا کہ اجی واقعیت کا تو کیوں اثر نہ ہوتا اگر محض گمان ہو کہ یہ شخص اچھا ہے اس کا بھی اثر ہونے لگتا ہے اس گمان پر یاد آیا۔ کانپور کا ذکر ہے میرا معمول تھا کہ جیسا وقت ہوتا تھا اس کے مناسب وعظ میں احکام بیان کیا کرتا تھا چنانچہ محرم میں بدعات وغیرہ کا بیان کیا ان میں غالباً یہ بھی تھا کہ شہادت نامہ محرم میں پڑھنا بدعت ہے۔ وہاں تھوڑا زمانہ ہوا ایک بزرگ عالم تھے ان کا معمول تھا کہ وہ محرم میں شہادت نامہ پڑھا کرتے تھے وعظ کے بعد ایک بوڑھے خان صاحب میرے پاس آئے جو کسی زمانہ میں بڑے رئیس تھے اور بڑے آن باش کے شخص تھے اور مجھ سے بہت محبت فرماتے تھے۔ انہوں نے اپنے نزدیک بڑی خیر خواہی کے ساتھ

besturdubooks.wordpress.com

بطور مشورہ مجھ سے کہا کہ عوام میں اس وعظ کا زیادہ تذکرہ تھا خصوص شہادت نامہ کا۔ یہ عوام ایسے ہوتے ہیں کہ اگر پیشتر ان کی تالیف قلب کی جائے پھر منکرات پر انکار کیا جائے تو ان کو وحشت نہیں ہوتی ورنہ اس طرح یہ لوگ متوحش ہو جاتے ہیں۔ مجھے ان کا یہ مشورہ دینا برا معلوم ہوا میں نے انہیں اس قسم کا جواب دیا کہ افسوس غیر اہل علم اہل علم کو امور علمیہ میں مشورہ دیں پھر میں نے کہا کہ آپ یوں سمجھتے ہوں گے کہ ہم لوگوں کا عوام پر دار و مدار ہے۔ میں نے یہ ذرا تند لہجہ میں کہا۔ وہ بھی خان صاحب تھے اور میرے بڑے تھے اور بزرگانہ شفقت ہی سے ازراہ ہمدردی یہ مشورہ دیا تھا کہنے لگے بڑی مشکل تو یہ ہے کہ ہم خیر خواہی سے ایک بات کہتے ہیں وہ بھی نہیں مانی جاتی اور ناخوش ہو کر چلے معذرت نہیں کی۔ تھوڑی دور چلے تھے کہ پھر لوٹ کر آئے اور کہا کہ بات بھی نہیں مانتے اور ہم جانا چاہتے ہیں تو جانے بھی نہیں دیتے۔ نہیں معلوم آپ نے کیا کر دیا قدم ہی نہیں اٹھتا تھا واقعی آپ کی بات مجھے گراں گزری تھی مگر میں جو اٹھ کر چلا ہوں تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی نے سینکڑوں من کا لوہا پیروں میں باندھ دیا ہے۔ قدم نہیں اٹھتا تھا بے شک معلوم ہوا کہ ہے کچھ بات۔ اللہ کے واسطے رسول کے واسطے مجھ معاف کر دیجئے۔ میں نے کہا کہ خان صاحب آپ کس خیال میں ہیں۔ لاحول ولا قوۃ۔ میں نے بہت تسلی دی کہ کوئی بات نہیں لیکن انہوں نے کہا کہ بس آپ کچھ ہی کہیں میں نے تو اپنی آنکھ سے دیکھ لیا۔ اب کیا گنجائش انکار باقی ہے۔ آج معلوم ہوا کہ ہیبت کیا چیز ہوتی ہے اور رعب کیسا ہوتا ہے میں نے ہر چند کہا کہ یہ آپ کا گمان ہے لیکن انہوں نے کہا کہ آخر گمان اوروں کے ساتھ بھی تو ہے وہاں ایسا کیوں نہ ہوا۔ اھ

جامع اوراق عرض کرتا ہے۔

ہیبت حق ست ایں از خلق نیست ہیبت ایں مردِ صاحب دلق نیست

یہ حق کی ہیبت ہے مخلوق کی نہیں ہے، یہ اس گدڑی والے آدمی کی ہیبت نہیں ہے۔

۲۱۔ عند اللہ مقبولیت اور بشارتیں

حضرت والا کی مقبولیت عند اللہ کے متعلق بشارات منامیہ بھی بہت کثرت سے ہیں۔

besturdubooks.wordpress.com

جن سے رسالہ اصدق الرؤیا بھرا پڑا ہے اور جن میں سے بعض کو باب آئندہ بشارات منامیہ میں انشاء اللہ تعالیٰ ہدیۂ ناظرین بھی کیا جائے گا۔

طالبین کو کثرت سے منجانب اللہ بذریعہ سچے خوابوں کے جن کو حدیث شریف میں مبشرات فرمایا گیا ہے حضرت والا سے رجوع کرنے کی صریح ہدایات ہوئی ہیں اور ہوتی رہتی ہیں اور بعض غافلین منتسبین کو تنبیہات بھی ہوئی ہیں جن کی وجہ سے ان کی اصلاح ہوگئی ہے چنانچہ اس وقت بھی دو بالکل تازہ واقعات پیش آئے ہیں۔ ایک طالب جن کا اجمالاً اوپر بھی ذکر آ چکا ہے عشق مجازی میں جس کی ابتداء دوسری طرف سے ہوئی مبتلا ہو گئے تھے اور گو بفضلہ تعالیٰ معصیت تک نوبت نہیں پہنچی تھی لیکن کلفت نہایت شدید تھی یہاں تک کہ زندگی سے بیزار تھے۔ کب کسی طرح اس بلا سے چھٹکارا نہ ہو سکا تو سخت پریشانی کے عالم میں حضرت والا کی خدمت میں فیض درجت میں حاضر ہوئے اور چونکہ مرض سخت اور ممتد تھا اس لئے تہیہ کر کے آئے تھے کہ جب تک اس سے نجات نہ ہو جائے گی مقیم خانقاہ ہی رہوں گا خواہ کئی سال لگ جائیں اور حضرت والا نے بھی یہی مشورہ دیا تھا کہ اس مقام کو چھوڑ دیا جائے یہ صدق طلب اور فکر و اہتمام اصلاح بھی حضرت والا ہی کے تعلق کی برکت سے تھی اور ایک انہی کو کیا بفضلہ تعالیٰ حضرت والا کے اکثر منتسبین کو اللہ تعالیٰ نے صدق طلب اور اہتمام اصلاح سے نواز رکھا ہے جو کلید وصول بلکہ عین وصول ہے۔

غرض وہ طالب حاضر خدمت ہو گئے یہاں پہنچ کر اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کی برکت سے تیسرے ہی روز اس مرض سے بالکلیہ نجات عطا فرما دی جس کی صورت یہ ہوئی کہ رات کو خواب میں دیکھا کہ حضرت بڑی پیرانی صاحبہ مدظلہا اس عورت کو جس سے قلب کو تعلق تھا جوتی سے پیٹ رہی ہیں آنکھ جو کھلی تو طبیعت بالکل صاف تھا اور پھر اس کی جانب قلب کو مطلق میلان نہ تھا۔ جب حضرت والا کو بذریعہ پرچہ اطلاع کی تو حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے غیب سے علاج کر دیا۔ غرض وہ بفضلہ تعالیٰ و ببرکت حضرت والا اس مرض مزمن سے اس قدر جلد اور کلی طور پر صحت یاب ہو کر واپس چلے گئے۔ مدتوں کا مرض جس کے علاج کے لئے برسوں ٹھہرنے کا قصد تھا اس طرح غیبی طور پر صرف تین دن

besturdubooks.wordpress.com

میں جاتا رہا۔ یہ حضرت والا کی کھلی برکت ہے۔

ایک صاحب کا واقعہ

دوسرا واقعہ جو اس وقت درپیش ہے وہ ایک ایسے صاحب کا ہے جو یا تو بہت متصلب فی الدین تھے یا ایک دنیوی مصیبت سے اتنے پریشان اور حواس باختہ ہوئے کہ نعوذ باللہ کفریہ شبہات لکھ کر حضرت والا کی خدمت میں نیز اپنے ایک پیر بھائی کے پاس بھیجے۔ پیر بھائی نے تو مشفقانہ باتیں اور ان شبہات کے جوابات ازراہ ہمدردی لکھ کر بھیجے لیکن حضرت والا نے نہایت استغناء کے ساتھ صرف یہ لکھ بھیجا کہ اگر کسی جسمانی مرض میں ابتلاء ہو جائے جس سے طبیب کے پاس رہنے کی ضرورت ہو تو کیا تجویز کیا جائے گا۔اھ

یہ ان کے لئے عین مصلحت اور ہمدردی تھی لیکن اس کی انہوں نے قدر ہی نہ کی اور حاضری خدمت کی تو کیا توفیق ہوتی بہت دن تک حضرت والا کی خدمت میں پھر کوئی خط بھی نہیں لکھا اور ادھر حضرت والا کو ازراہ ہمدردی و خیر خواہی و شفقت جو حضرت والا کے اندر اللہ تعالیٰ نے گویا کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔ اس قدر تعلق خاطر ہو گیا تھا کہ برابر منتظر رہے اور خود احقر سے کئی بار شکایت فرمائی کہ دیکھئے یہ طلب کا حال ہے کہ سکوت محض اختیار کر کے بیٹھ رہے۔اھ

وہ صاحب حضرت والا سے مدت دراز تک محض بذریعہ خط و کتابت ہی استفاضہ کرتے رہے لیکن حاضری میں اس قدر کم ہمت ہیں کہ سالہا سال کے تعلق میں بھی عرصہ دراز ہوا صرف ایک بار تو ایک دو روز کے لئے حاضر خدمت ہوئے تھے پھر باوجود احباب کے توجہ دلانے بلکہ اصرار کرنے کے بھی کبھی رخ ہی نہ کیا اور تکلیف سفر وغیرہ کے فضول عذر کرتے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کو باوجود پابندی اعمال کے دین سے مناسبت پیدا نہیں ہوئی چنانچہ جب ان کا حال متغیر ہوا تو حضرت والا نے یہی فرمایا کہ بدوں کچھ دن پاس رہے مناسبت پیدا نہیں ہوتی اور رنگ نہیں چڑھتا اور محض استدلالی ایمان کا کچھ اعتبار نہیں ذرا سی بات میں متزلزل ہو جاتا ہے چنانچہ مولانا رومیؒ فرماتے ہیں ۔

پائے استدلالیاں چوبیں بود　　پائے چوبیں سخت بے تمکین بود

دلیل پر بنیاد رکھنے والوں کے پاؤں لکڑی کے ہوتے ہیں اور لکڑی کے پاؤں انتہائی

besturdubooks.wordpress.com

کمزور ہوتے ہیں۔

ان کو دین سے مناسبت پیدا نہیں ہوئی تھی بس محض ضابطہ کا دین تھا اس لئے ایک جھونکے میں اُڑ گیا۔ اھ۔

بہر حال حضرت والا کو ان کے اس ابتلاء پر بہت ہمدردی تھی اور بہت تعلق خاطر تھا۔ جس کی یہ برکت ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے غیب سے ان کو متنبہ فرمایا جس کی یہ صورت ہوئی کہ انہوں نے ایک خواب دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ حضرت مولانا تم سے کچھ ناخوش ہیں بس اس سے ان کو تشویش پیدا ہوگئی اور فوراً حضرتؒ والا کی خدمت میں عریضہ لکھا جو مع حضرت والا کے جواب کے یہاں نقل کیا جاتا ہے۔ وھو ہذا۔

صاحب واقعہ کا خط اور حضرت والاؒ

(مضمون) عرصہ سے عریضہ ارسال کرنے کا خیال تھا کہ اسی اثناء میں ایک خواب دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ حضرت مولانا تم سے کچھ ناخوش ہیں اگرچہ خواب کسی امر کے لئے دلیل قطعی نہیں مگر تشویش پیدا کرنے کے لئے تو کافی ہے۔

(جواب) تعجب ہے خواب کو تو کافی سمجھا جائے اور بیداری کو اور اس میں بھی اپنی حالت کو کافی نہ سمجھا جائے۔ کیا یاد نہیں اس واقعہ کے بعد کیا کیا اعتراضات شریعت مقدسہ پر کئے پھر جس نے خیر خواہی سے کچھ کہا ان کی کیسی بے قدری کی۔ ان میں ایک میں بھی ہوں تو اس سے تو ناراضی کا شبہ نہ ہوا اور جب خواب کی وحی نازل ہوئی اس سے شبہ ہوا اس کا سبب بجز مسخ قلب کے کیا ہو سکتا ہے۔

(مضمون) اگرچہ دل و دماغ ان دنوں دونوں جواب دے رہے ہیں تاہم ہمت کر کے اس عریضہ کو لکھنے بیٹھ گیا۔

(جواب) اگر آپ خدا اور رسول کو جواب نہ دیتے تو دل و دماغ آپ کی غلامی کرتے۔

(مضمون) تین ماہ سے سخت پریشانیاں گھیرے ہوئے ہیں۔ لڑکی کی شادی کر کے خیال تھا کہ ایک بار سے سبکدوش ہوگئی مگر جو اس شادی کا حشر ہوا اس کو اس کے پہلے ایک عریضہ میں عرض کر چکا ہوں۔

(جواب) اور میں بھی تو کچھ عرض کر چکا ہوں اس کی کیا قدر کی۔

besturdubooks.wordpress.com

8

(مضمون) اور جو کچھ میری حالت اس واقعہ سے ہو رہی ہے اس کو بھی لکھا تھا جس کے جواب میں حضرت نے یہ تحریر فرمایا تھا کہ اگر کسی جسمانی مرض میں ابتلا ہو جائے جس سے طبیب کے پاس رہنے کی ضرورت ہو تو کیا تجویز کیا جائے گا۔ ظاہر ہے کہ ایسے وقت طبیب کے پاس جا کر رہنا چاہیے مگر میں اس وقت تک حاضر نہ ہو سکا۔ کوئی اس وقت یہاں سے نکلنے کی صورت نظر نہیں آتی۔

(جواب) اگر ایمان کی محبت ہوتی تو ایک صورت کیا ہزاروں صورتیں نظر آنے لگتیں۔

(مضمون) اگرچہ اس نہ آنے میں جہاں اور اسباب ہیں میری کم ہمتی بھی ایک اس کا خاص سبب ہے۔ بہر حال اگر کوئی تعطیل ہوئی تو اس وقت آنے کی کوشش کروں گا۔

(جواب) ایسے وعدوں سے بچوں کو بہلائیے اب میں نہیں بلاتا جب تک ناک نہ رگڑوالوں گا۔

(مضمون) اس واقعہ کا اثر لڑکی پر اس قدر ہے کہ وہ بالکل ایک سکتے کے عالم میں ہے منہ سے کچھ نہیں کہتی ہم لوگوں کا منہ تکا کرتی ہے۔

(جواب) وہی اچھی۔ کفریات تو نہیں بکتی۔

(مضمون) گھر میں اس روح فرسا منظر سے جو کچھ تکلیف ہوتی ہے اس کو کیا عرض کیا جائے۔

(جواب) کچھ عرض کی ضرورت نہیں قلعی کھل چکی۔

(مضمون) حضرت سے درخواست ہے کہ دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے اس صدمہ کو دفع فرمادیں اور اس کے لئے کوئی بہتر انتظام کردیویں۔ جس سے اس کی زندگی راحت سے بسر ہووے۔

(جواب) اللہ اللہ کیا یہ صدمہ کفر سے بڑا ہے۔ اس کی کچھ فکر نہیں اس کے لئے دعا نہ چاہی۔

(مضمون) میرے لئے بھی دعا کی سخت حاجت ہے کیونکہ اس وقت ایک ورطہ میں پھنسا ہوا ہوں۔

(جواب) خود یا کسی کے پھنسانے سے۔ اھ

احقر جامع اوراق اس خط کو اور حضرت والا کے جواب کو دیکھ کر بہت مسرور ہوا کہ الحمدللہ اصلاح کا دروازہ مفتوح ہوا اور فوراً حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہو کر اظہار

besturdubooks.wordpress.com

مسرت کیا اور عرض کیا کہ انشاء اللہ یہ جواب بہت نافع ہوگا۔

اس پر فرمایا کہ میں نے تو نفع ہی کی نیت سے اور ہمدردی ہی کی رو سے لکھا ہے کیونکہ ایسے مواقع پر ہمدردی نہ ظاہر کرنا ہی ہمدردی ہے۔ رہا نتیجہ سو وہ قبضہ میں نہیں۔ شریعت شفیق تو ہے لیکن کسی کی غلام نہیں۔

ہر کہ خواہد گو بیاؤ ہر کہ خواہد گو برو　　　دار و گیر و حاجب و درباں دریں درگاہ نیست

جو آنا چاہتا ہے آئے اور جو جانا چاہتا ہے جائے، اس دربار میں پکڑ دھکڑ اور نگران و چپڑاسی نہیں ہے۔

میرے نزدیک جوان کے لئے نافع جواب تھا وہ لکھ دیا ہے اب اگر وہ مضر بھی ہو تو میں ذمہ دار نہیں نہ مجھے اس کا افسوس ہوگا جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جبلہ ابن ایہم غسانی کے ساتھ ہمدردی ہی کی تھی کہ شریعت مقدسہ کے مطابق اس کو مواخذہ سے بری کرنا اور اس کے کبر کا علاج کرنا چاہا پھر جب وہ اس پر خفا ہو کر نصرانی ہو گیا تو آپ نے اس کی ذرا بھی پروا نہ کی ایک تو اس کا ایمان تھا کہ ذرا سی بات میں جاتا رہا اور ایک حضرت کعب ابن مالک رضی اللہ عنہ کا ایمان تھا جو اس قدر قوی تھا کہ باوجود اس کے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے خود بھی ترک کلام فرما دیا تھا اور سارے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی ممانعت فرما دی تھی کہ ان سے کوئی نہ بولے اور اسی حال میں پچاس دن گزر گئے پھر بھی ان کی قوت ایمانیہ اور اخلاص میں ذرہ برابر فرق نہیں آیا۔ حالانکہ شاہ غسان نے جو نصرانی تھا ان کے پاس خط بھی لکھ کر بھجوایا کہ ہم نے سنا ہے کہ تمہارے صاحب نے تمہارے ساتھ یہ برتاؤ کیا حالانکہ تم بہت معزز آدمی ہو اگر تم ہم میں آ جاؤ تو ہم تم کو یہاں بہت اکرام کے ساتھ رکھیں۔ جب قاصد خط لایا تو اس نے حضرت کعبؓ کا پتہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا تو کسی نے پتہ تک زبان سے نہ بتایا بلکہ ان کی طرف محض ہاتھ سے اشارہ کر دیا۔ کیا ٹھکانہ ہے حضرات صحابہ کی اطاعت اور احتیاط کا کہ گو ان کو بولنے کی تو حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے ممانعت نہ تھی لیکن ان حضرات نے قاصد سے بھی ان کے متعلق کوئی کلام کرنا خلاف احتیاط سمجھا۔ ادھر حضرت کعبؓ کے ایمان کی بھی قوت دیکھئے کہ جب قاصد نے وہ خط ان کو دیا تو پڑھ کر بہت روئے

besturdubooks.wordpress.com

کہ یا اللہ میں اب اس قابل ہو گیا کہ کفار میں بھی میرے ایمان میں طمع رکھنے لگے اور قاصد کو زبان سے تو کچھ جواب دیا نہیں کسی دکان پر بھٹی جل رہی تھی بس اس میں خط کو جھوک دیا اور بزبان حال فرمایا کہ یہی تیرے خط کا جواب ہے اس پر وہ قاصد اپنا سا منہ لے کر اور ذلیل ہو کر چلا گیا۔ بات یہ ہے کہ عاشقانہ ایمان تھا فلسفیانہ ایمان نہ تھا۔ اھ۔

اس پر احقر جامع اوراق نے عرض کیا کہ پھر عاشقانہ ایمان حاصل کیسے ہو یہ تو اختیار ہی میں نہیں فوراً فرمایا کہ یہ آپ نے کیا جبریوں کی سی بات کہی۔ اللہ تعالیٰ سے اگر مانگے اور اعمال اسی نیت سے کرے تو اللہ تعالیٰ عطا فرما ہی دیتے ہیں وہ تو بڑے دینے والے ہیں۔ ہم لوگوں میں یہ بڑی کمی ہے کہ اعمال کو خالی الذہن ہو کر کرتے ہیں۔ حالانکہ نماز روزہ ذکر تلاوت وغیرہ جتنے بھی اعمال ہیں وہ سب مکمل ایمان ہیں ان کو تکمیل ایمان ہی کی نیت سے کرنا چاہیے اور اگر اعمال کو اس نیت اور اس تصور سے کیا جائے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے بذریعہ ان اعمال کے ایمان کامل بزبان حال مانگ رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ ایمان کامل عطا فرما ہی دیتے ہیں۔ اھ

حضرت والا نے اس خط کے جواب کے متعلق جو اوپر نقل کیا گیا یہ بھی فرمایا کہ جو کچھ میں نے لکھا ہے اس سے مجھے انشاء اللہ تعالیٰ نفع کی توقع ہے اور یہ بھی فرمایا کہ میں نے تحقیر سے نہیں لکھا۔ اور تحقیر سے کیا لکھتا جبکہ میں خود اپنے آپ کو دیکھتا ہوں کہ قضاء وقدر میں چاروں طرف سے جکڑا ہوا ہوں اور سب راستے بند ہیں۔ کوئی جائے گریز نہیں۔ (ع) اے حریفان راہ ہا رابست یار۔ نہ اپنے عمل کا اعتبار نہ علم کا نہ عقل کا جو کچھ احباب کا میرے بارے میں حسن ظن ہے وہ ظاہر ہے لیکن مجھے کبھی اس کے عشر عشیر کا بھی اپنے متعلق گمان نہیں ہوتا اور روک ٹوک جو کرتا ہوں وہ تو محض بمصلحت اصلاح کرتا ہوں۔ جیسے بھنگی جلاد حکم شاہی سے شہزادہ پر سزائے بید جاری کرے تو اس کو وسوسہ بھی نہیں ہوتا کہ میں شہزادہ سے افضل ہوں وہ تو محض حکم شاہی کی تعمیل میں ایسا کرتا ہے۔ اھ

غیبی تنبیہ وہدایت کا ایک اور واقعہ

غیبی تنبیہ وہدایت کے صدہا واقعات میں سے دو واقعے تو اوپر عرض کئے گئے اور ایک واقعہ اصدق الرؤیاء سے بھی نقل کیا جاتا ہے جس میں اس قسم کے اور بہت سے واقعات موجود ہیں۔

besturdubooks.wordpress.com

ایک طالب لکھتے ہیں۔ زوجہ بندہ بخواب دید کہ شفیع المذنبین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم وحضرت فاروق رضی اللہ عنہ وحضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہر سہ بخانہ بندہ تشریف آوردند وحضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا یک کتاب حدیث کشادہ بسوئے بندہ اشارہ نمودہ میگویندا ے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایں کس درامت شما داخل است حضرت فرمود ایں کس دراُمت من داخل است پس حضرت عائشہؓ فرمود چرا ایں کس ایں احادیث رابیان نمود و باقی احادیث رابیان نہ نمود بعدازاں بہ آواز بلند حضرت عمرؓ را خطاب کردہ میگوید اے امیر المومنین شما باقی احادیث راامتیان رابیان فرمایند۔ بعدازاں رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرمودٗ امت مرا بایں طور تعلیم بایدداد چنانکہ کورے رادست گرفتہ راہ نمودہ شود و نیز فرمود ایں کس اگر بمرشد خود مراسلت جاری داشتے بہ برکت آں ازکارہائے خیر محروم نگشتے۔ اکنون بندہ بدل خود عہد نمودم کہ انشاء اللہ تعالیٰ بہ دربار حضرت علی الدوام مراسلت جاری خواہم داشت۔
دیکھئے حضرت والا سے اصلاحی خط وکتابت جاری رکھنے کی نافعیت جس کی تاکید اوپر کے کسی نمبر میں عرض کی گئی تھی خود جناب رسالت مآب حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد منامی سے بھی ظاہر ہوتی ہے جس کا صدہا طالبین کو روز روشن کی طرح مشاہدہ ہو چکا ہے اور ہوتا رہتا ہے چنانچہ ان کے آئے دن کے خطوط اس پر شاہد عدل ہیں۔

۲۲۔ ہر طالب سے اس کے مناسب برتاؤ

جس طالب کے لئے جو برتاؤ مناسب اور مصلحت ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اسی کا داعیہ حضرت والا کے قلب مبارک میں پیدا فرما دیتے ہیں چنانچہ اس کے متعدد واقعات موقع بہ موقع ذکر کئے جا چکے ہیں۔ بالخصوص وہ واقعہ جو باب ارشاد وافاضہ باطنی میں اس شخص کا بیان کیا گیا ہے جس کو وساوس کفریہ کے ہجوم میں نعوذ باللہ عیسائی ہو جانے کا وسوسہ آتا تھا اور اس کے ظاہر کرنے پر حضرت والا نے زور سے ایک تھپڑ رسید کیا اور دھکا دے کر فرمایا کہ جا کمبخت منحوس جا ہو جا عیسائی اسلام کو تیری پرواہ نہیں اور اس ایک تھپڑ ہی میں عمر بھر کے لئے اس کے سارے وساوس کفریہ ختم ہو گئے اور اس ایک ہی تھپڑ نے گویا مسہل کا کام دے دیا

besturdubooks.wordpress.com

جس میں سارا فاسد مادہ ایک ساتھ نکل گیا۔ اس قسم کے صدہا واقعات ہیں جن میں حضرت والا کے احتسابات شرعیہ طالبین کے لئے بے حد نافع ہوئے ہیں جیسا کہ خود انہوں نے بعد کو حضرت والا کی خدمت میں لکھ لکھ کر بھیجا ہے لیکن ہاں تحمل شرط ہے۔ تجربہ کاروں نے اچھی طرح تجربہ کرلیا ہے کہ حضرت والا کا جیسا برتاؤ جس کے ساتھ ہوتا ہے وہی اس کے لئے مصلحت اور نافع ہوتا ہے لہٰذا ہر طالب کو بلا دلیل یقین کر لینا چاہیے کہ یہی میرے لئے نافع ہوگا چاہے اس وقت سمجھ میں نہ آئے اور چاہے اس وقت نفس کو کتنا ہی ناگوار ہو اور بجائے اس کے کہ ناگواری کے ساتھ اس پر غور وخوض کیا جائے اپنی اصلاح حالت کے متعلق غور و خوض کرنا شروع کر دینا چاہیے اور سمجھ لینا چاہیے کہ ضرور میرے اندر کوئی کھوٹ ہے اور اپنی اصلاح میں مشغول ہو جانا چاہیے بس یہی وہ مرحلہ ہے۔ جس میں لوگ عموماً کم ہمتی کر جاتے ہیں اور محروم رہ جاتے ہیں اور جو بعون اللہ تعالیٰ فہم و ہمت وتحمل سے کام لیتے ہیں وہ مالا مال ہو جاتے ہیں اور بالآخر اس کے مصداق ہو جاتے ہیں کہ ع۔ چند روزے جہد کن باقی بخند۔ (چند دن محنت کر باقی ہمیشہ ہنس کر گزار)

طالب صادق وفہم کے لئے بفضلہ تعالیٰ حضرت والا کی ہر تنبیہ یا تو کفارہ سیئات یا موجب رفع درجات ہو جاتی ہیں اور تازیانہ کا کام دے کر مزیل سست گامی و بیفکری ہو جاتی ہے اور حضرت والا کا مطمح نظر بھی یہ ہوتا ہے چنانچہ حال ہی میں ایک طالب نے جو عرصہ سے آتے جاتے تھے اور بہت بہت دن قیام بھی کرتے تھے ایک سخت اذیت دہ حرکت کی یعنی ناوقت جا کر حضرت والا سے آمد کا مصافحہ کیا اس پر تو خیر حضرت والا نے تحمل فرما لیا لیکن پھر وہ وہیں جمے بیٹھے رہے حالانکہ اذان عصر ہو چکی تھی اور حضرت والا کاموں کو جلدی جلدی سمیٹنے میں مشغول تھے اور ان کو اچھی طرح معلوم تھا کہ یہ وقت حضرت والا کے پاس بیٹھنے کا نہیں ہے۔ اس پر حضرت والا نے بہت ڈانٹا اور دریافت فرمایا کہ اچھا تم یہ بتاؤ کہ یہاں آنا مقصود بالذات ہے یا اصلاح۔ عرض کیا اصلاح۔ فرمایا کہ جب اتنے دن آتے جاتے ہو گئے اور پھر بھی اصلاح نہ ہوئی تو آنے سے کیا فائدہ۔ کیا یہ بت خانہ ہے کہ بس آ کر ڈنڈوت کر لی اور بیفکر ہو گئے۔ ابھی چلے جاؤ اور خبردار جو پھر کبھی آئے۔ اھ۔ پھر حاضرین سے خطاب فرمایا کہ لوگ بس محض تفریح

besturdubooks.wordpress.com

کے لئے آتے ہیں جیسے کسی تھیٹر یا تماشے میں چلے گئے بھلا ایسے آنے کا کیا فائدہ۔ اگر یہاں آ کر اپنی اصلاح کی فکر بھی پیدا نہ ہوئی تو آنا بیکار ہے۔ ایسی کوتاہیاں بیفکری سے ہوتی ہیں نہ کہ غلطی سے جیسا کہ انہوں نے پہلے عذر کیا تھا اور بغیر فکر و اہتمام کے اصلاح ہو نہیں سکتی۔ اھ

طالب مذکور واقعی بعض امور میں بہت غیر محتاط دیکھے جاتے تھے جن کا حضرت والا کو علم بھی نہیں تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت والا سے ان کے ساتھ وہی معاملہ کرا دیا جو ان کے مناسب حال اور ان کو اپنی اصلاحی طرف متوجہ کرنے والا تھا۔ قطب ارشاد کا قلب آئینہ ہوتا ہے اور وہ ملہم و موید من اللہ ہوتا ہے۔

حضرت والا نے تو اگر نادانستہ بھی کسی کو تنبیہ فرما دی ہے تو وہ بھی بالکل برمحل اور نافع ثابت ہوئی ہے چنانچہ ایک طالب کو جن کا حضرت والا کچھ لحاظ فرماتے تھے حضرت والا نے تزئین کے متعلق تنبیہ فرمائی لیکن تنبیہ فرماتے وقت ان کو پہچانا نہیں اور گو تنبیہ کے دوران ہی میں پہچان بھی لیا لیکن پھر بھی تنبیہ کو قطع نہیں فرمایا بعد کو فرمایا کہ میں اگر پہلے ہی پہچان لیتا تو ان کو اس طرح تنبیہ نہ کرتا مگر جب تنبیہ شروع کر دی تو پھر اس کو قطع کرنا خلاف مصلحت تھا اچھا ہوا اسی طرح ان کو تنبیہ ہو گئی۔ اھ

غرض ان کو وہ تنبیہ بے حد نافع ہوئی اور وہ خود احقر سے کہتے تھے کہ میں نے جو غور کیا تو واقعی یہ مرض اپنے اندر بہت پایا اور پھر وہ اپنے اس مرض کی اصلاح کی طرف متوجہ ہو گئے۔

اس پر استطراداً حضرت والا کا حال ہی کا ایک ارشاد یاد آیا۔ کسی سلسلہ کلام میں نہایت قوت کے ساتھ فرمایا کہ بعض بزرگ ایسے گزرے ہیں اور بعض اب بھی ایسے بندے موجود ہیں کہ اگر اتفاق سے انہوں نے کسی امر میں غلط شق کو بھی اختیار کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے بعد کو کچھ اسباب ہی ایسے مجتمع فرما دیئے اور واقعات ہی ایسا بدل دیا کہ پھر اسی شق کا حکم لگایا جانا حقیقۃً بھی صحیح ہو گیا۔ چنانچہ خود حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے یہی دعا فرمائی تھی کہ اللھم ادر الحق معہ حیث دار دیکھئے یہ نہیں فرمایا کہ ادرہ مع الحق حیث دار حضرت والا نے جب یہ فرمایا کہ بعض اب بھی ایسے بندے موجود ہیں تو احقر کو اس وقت ذوقاً یہ محسوس ہوا کہ بربنائے تجربات یہ بات حضرت والا بفحوائے شعر۔

خوشتر آں باشد کہ سر دلبراں ۔۔۔ گفتہ آید در حدیث دیگراں

(زیادہ خوب یہی ہے کہ محبوبوں کے راز دوسروں کی باتوں میں کہے جائیں۔)

besturdubooks.wordpress.com

خود اپنے متعلق فرما رہے ہیں۔

۲۳۔ آپریشن کامیاب ہونے کی بشارت

احقر کے گھر میں ایک خطرناک آپریشن ہونے والا تھا جس سے وہ بھی اور ہم لوگ بھی سخت پریشان تھے۔ انہوں نے حضرت والا کو دعا کے لئے کہا اور خطرۂ جان کی وجہ سے کچھ مایوسانہ باتیں بھی لکھیں۔ حضرت والا نے توکلاً علی اللہ تحریر فرمایا کہ انشاءاللہ تعالیٰ آپریشن کامیاب ہوگا اور تم یہاں آؤ گے۔ اس سے ان کو بھی اور ہم سب کو بھی بے حد تسلی ہوئی اور بفضلہٖ تعالیٰ بہ برکت ارشاد حضرت والا ایسا ہی ہوا کہ آپریشن کامیاب ہوا اور پھر کچھ عرصہ بعد حسن اتفاق سے احقر نے طویل رخصت لی جس کے سلسلہ میں وہ دو برس سے زائد مقیم تھانہ بھون رہیں۔

اسی طرح دوران تحریر سوانح ہذا میں ہفتہ عشرہ ہوا ایک شب احقر کو تبخیر کی ایسی شدید تکلیف ہوئی کہ گھبرا گیا اور یہ خیال غالب ہوگیا کہ کہیں خاتمہ تو نہیں ہو جائے گا اور مرنے کے دن تو قریب نہیں آ گئے۔ دوسرے دن جو حضرت والا سے ذکر آیا تو ہنس کر فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ ابھی آپ نہ مریں گے۔ اس ارشاد کو سن کر بفضلہٖ تعالیٰ وہ خیال بالکل جاتا رہا اور پھر بفضلہٖ تعالیٰ و بہ برکت ارشاد حضرت والا اس درجہ کی تبخیری کیفیت بھی نہیں ہوئی۔ فالحمد للہ۔

۲۴۔ حفاظت کا غیبی انتظام

جس زمانے میں سیاسی تحریکات کا بہت زور شور تھا اور حضرت والا کی عدم شرکت کی بناء پر حضرت والا کے پاس بعض شورش پسندوں کے طرح طرح کی دھمکیوں کے خطوط بھی آتے تھے اس زمانہ میں اکثر کوئی نہ کوئی مجذوب حضرت والا کے دولت خانہ کے پاس پڑا رہتا تھا اگر ایک چلا جاتا تو پھر دوسرا آ جاتا۔ حضرت والا نے اس کے متعلق فرمایا کہ بعض کا اور خود میرا بھی کسی قدر یہ خیال تھا کہ یہ میری حفاظت کا باطنی انتظام ہے جس کی تقویت اس سے بھی ہوئی کہ جب تحریکات کا زور ختم ہوگیا تو وہ لوگ بھی غائب ہوگئے اور پھر کوئی نظر نہیں پڑا۔ حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ گو میرا یہ گمان تھا کہ یہ میری ہی حفاظت کریں چاہے میں ان کی کچھ خدمت کروں یا نہ کروں۔ اور نہ انہوں نے کبھی میری طرف کوئی خاص التفات کیا۔ اھ

besturdubooks.wordpress.com

۲۵۔ عرصہ دراز ہوا حضرت والا کی خدمت میں ایک صاحب سندھ سے ایک پشت خار ہدیۃً لائے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ کیا ٹھکانا ہے اللہ تعالیٰ کی عنایتوں کا کتنی کتنی دقیق راحتوں کا سامان فرماتے ہیں۔ کچھ دن سے میری پیٹھ میں کھجلی اٹھنے لگی تھی جہاں ہاتھ بہت مشکل سے پہنچتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ پشت خار بھیج دیا جس سے پیٹھ کھجانے میں بہت سہولت ہوگئی۔ اھ

۲۶۔ دل کی خواہش کی تکمیل

ایک بار ایک انگریز کلکٹر نے ایک معتقد ہندو ڈپٹی کلکٹر کی تعریف اور تحریک پر حضرت والا کے مدرسہ میں آنے کا قصد کیا۔ حضرت والا اس روز خود تو رام پور تشریف لے گئے اور فرما گئے کہ اگر آئیں تو اخلاق کے ساتھ پیش آیا جائے لیکن مدرسہ کی کوئی تعریف نہ کی جائے۔ اھ

حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ میں نے میز کرسی وغیرہ کے انتظامات تو سب کر دیئے تاکہ انہیں تکلیف نہ ہو لیکن چونکہ نئی بات ہونے کی وجہ سے قلب پر ایک قسم کا بار تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایسا سامان فرما دیا کہ آنا ہی ملتوی ہوگیا۔

احقر جامع اوراق عرض کرتا ہے کہ الحمد للہ اس کا ظہور ہوگیا۔

تو چنیں خواہی خدا خواہد چنیں ۔۔۔ میدہد یزداں مراد متقیں

تو اسی طرح چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اسی طرح چاہتا ہے، اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کی مراد پوری کرتا ہے۔

۲۷۔ ہندو اسٹیشن ماسٹر کا واقعہ

عرصہ دراز ہوا ایک بار حضرت والا بارہ پرگنہ اکبر پور ضلع کانپور تشریف لے گئے تھے۔ واپسی پر چونکہ بارش ہو رہی تھی اس لئے حضرت والا احتیاطاً پہلے سے عصر کے وقت ہی ریلوے اسٹیشن لال پور پر پہنچ گئے تھے حالانکہ ریل ۱۱ بجے رات کو وہاں سے کانپور کی طرف جاتی تھی۔ لال پور ایک چھوٹا سا اسٹیشن ہے اور چونکہ بارش ہو رہی تھی اس لئے سائبان کے نیچے بھی پانی بھرا ہوا تھا لیکن اتفاق سے وہاں ایک چارپائی بچھی ہوئی تھی اس پر حضرت والا بیٹھ گئے۔ اتنے میں وہاں کا اسٹیشن ماسٹر آیا اور حضرت والا کو گودام کے کمرے میں لے جا کر

besturdubooks.wordpress.com

ٹھہرا دیا کیونکہ اس کے پاس اکبر پور کے منصف صاحب نے خود ہی خط لکھا بھیجا تھا کہ حضرت والا کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے پائے۔ جب رات ہوئی تو اسٹیشن ماسٹر نے لالٹین جلانے کے لئے ریلوے ملازم سے کہا۔ حضرت والا کو شبہ ہوا کہ شاید ریلوے کمپنی کی لالٹین کو میرے لئے روشن کیا جائے گا جس کا بابو کو کوئی حق نہیں لیکن حضرت والا اس سے کچھ نہ فرما سکے کیونکہ یہ خیال ہوا کہ اگر میں اس سے کہتا ہوں تو یہ تو ہندو ہے اپنے دل میں کہے گا کہ مسلمانوں کے یہاں ایسی تنگی ہے ہم تو ان کی راحت کا سامان کرتے ہیں اور یہ اس کو بھی منظور نہیں کرتے پھر حضرت والا نے دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ یا اللہ آپ ہی اس سے بچایئے بس فوراً اس وقت اس بابو نے ملازم کو پکڑ کر کہا کہ دیکھو اسٹیشن کی لالٹین نہ جلانا ہماری لالٹین جلانا۔

حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ مجھے حیرت ہوگئی کہ یہ تو ہندو ہے اس کو اس کا کیسے خیال ہوا لیکن وہ تو مسخر قدرت خداوندی تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں یہ خیال ڈال دیا۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا ورنہ میں اسٹیشن کی لالٹین تھوڑا ہی اپنے پاس جلنے دیتا اندھیرے ہی میں بیٹھا رہتا۔

۲۸۔ واپس کی ہوئی رقم کا نعم البدل

حضرت والا اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ جب کوئی رقم بوجہ بے اصول ہونے کے واپس کرتا ہوں اور ایسا اکثر ہوتا رہتا ہے تو اکثر اللہ تعالیٰ اسی روز یا دوسرے روز اس کا نعم البدل عطا فرما دیتے ہیں اور کوئی دوسری رقم بھجوا دیتے ہیں اور اگر کبھی نفس یہ شبہ کرتا ہے کہ یہ دوسری رقم تو پہلے رقم کے نہ لوٹانے کی صورت میں بھی آتی تو میں اس کا یہ جواب دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تو عالم الغیب ہیں ان کو پہلے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فلاں رقم واپس کرے گا اس لئے اس کا بدل پہلے ہی سے روانہ کرا دیتے ہیں اور اگر میں واپس نہ کرتا تو یہ دوسری رقم وہ بھجواتے ہی کیوں۔ اور یہ میرے پاس آتی ہی کیوں۔ اھ

۲۹۔ غیبی کارسازی

کل پرسوں ہی کا واقعہ ہے کہ حضرت چھوٹی پیرانی صاحبہ مدظلہا کو پانی پت جانا تھا اور

besturdubooks.wordpress.com

ادھر حضرت بڑی پیرانی صاحبہ مدظلہا بھی گنگوہ تشریف لے جانے والی تھیں۔ نہ ان دونوں کو حضرت والا کی تکلیف گوارا ہوسکتی تھی کہ دونوں میں سے کوئی بھی موجود نہ رہے اور نہ حضرت والا کو ان کی تنگی گوارا تھا لیکن جب حضرت والا نے دونوں سے الگ الگ ان کی روانگی اور واپسی کی تاریخیں دریافت فرمائیں اور ایک سے دوسرے کے قصد کی اصلاح نہیں کی تا کہ آزادی سے دونوں رائے قائم کریں تو معلوم ہوا کہ جو دن چھوٹے گھر میں کی واپسی کا ہے اس سے اگلے دن بڑے گھر میں کی روانگی ہے۔ حضرت والا نے اس واقعہ کو نقل فرما کر فرمایا کہ یہ ہے خدا کی کارسازی اور یہ ہیں انعامات الٰہیہ۔ اسی ضمن میں یہ بھی فرمایا کہ ایک بی بی نے آنے کو لکھا تھا میں نے حسب معمول لکھ دیا کہ جب تاریخ معین کر لی جائے اس وقت مجھ کو تاریخ سے مطلع کر کے پھر اجازت حاصل کی جائے۔ چنانچہ دیکھئے اگر ایسے وقت آجاتیں کہ دونوں گھروں میں سے کوئی موجود نہ ہوتیں تو میں کہاں ٹھہراتا۔ اب میں نے اطمینان کے ساتھ اجازت لکھ دی ہے انتظام میں یہ فوائد ہیں اور میں نے انہیں یہ بھی لکھ دیا ہے کہ اسٹیشن سے آتے ہی پہلے مجھے اطلاع کرنا اور یہ خط دکھا دینا تا کہ انہیں مکان کی تلاش میں دقت نہ ہو۔ میرے یہاں اتنی تو رعایتیں کی جاتی ہیں اور پھر بھی میں بدنام ہوں۔ بس لوگ قاعدوں سے گھبراتے ہیں۔ حالانکہ قاعدوں میں ان کی بھی سہولت و مصلحت ہے اور میری بھی۔ اھ

۳۰۔ حضرت حاجی صاحبؒ کی تسبیح کا واقعہ

حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ حضرت حاجی صاحبؒ کے ایک خادم حضرت کے انتقال کے بعد یہاں آئے وہ تین سو روپیہ کے مقروض تھے۔ ان کے پاس حضرت حاجی صاحبؒ کی ایک تسبیح تھی انہوں نے اپنا یہ خیال ظاہر کیا کہ گو اس تسبیح کی قیمت ایک ہزار روپیہ بھی کم ہے لیکن جو مجھے تین سو روپیہ دے کر میرا قرض ادا کرا دے گا اس کو میں دے دوں گا۔ مجھ سے یہ بھی پوچھا کہ حضرت حاجی صاحبؒ کا کوئی ایسا خادم بتا دیا جائے جو اتنے میں مجھ سے اس تسبیح کو لے لے میں نے اپنی لاعلمی ظاہر کر دی۔ رات کو مجھے خیال ہوا کہ یہ اس تسبیح کو بیچتے پھریں گے اور اس میں مجھ کو حضرت حاجی صاحبؒ کی توہین سی معلوم ہوئی

besturdubooks.wordpress.com

اور دل میں یہ تمنا ہوئی کہ کسی طرح یہ تسبیح میرے پاس آ جائے صبح کو بعد نماز فجر وہ میرے پاس اس تسبیح کو لائے اور کہا کہ سفر میں مجھ سے اس کا ادب نہیں ہوتا میں یہ آپ کو دیتا ہوں میں نے کہا کہ میرے پاس تو تین سو روپیہ نہیں ہیں۔ انہوں نے کہا کہ نہیں اب میرا وہ خیال بدل گیا۔ اب میں اسے بیچوں گا نہیں پھر میں نے ان سے پوچھا کہ آیا یہ تمہارے پاس طریق جائز سے بھی آئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ تو خود حضرت نے مجھے عطا فرمائی تھی۔ میں نے پھر پوچھا کہ مرض وفات میں یا اس سے پہلے کہا مرض وفات سے بہت پہلے دی تھی۔ پھر میں نے رکھ لی چنانچہ وہ اب تک میرے پاس موجود ہے۔ اھ

احقر جامع اوراق پھر عرض کرتا ہے۔

تو چنیں خواہی خدا خواہد چنیں   مید ہد یزداں مراد متقیں

تو اسی طرح چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی یہی چاہتا ہے، اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کی مراد پوری کرتا ہے۔

۱۳۱۔ تربیت میں برکت

حضرت والا کی یہ بھی کھلی برکت ہے کہ گو امر تربیت میں حضرت والا ابتداء تو کسی سے خطاب خاص نہیں فرماتے پھر بھی اکثر یہی دیکھا کہ بفضلہٖ تعالیٰ تعلق والوں کو جلدی یا بدیر اپنی اصلاح کی طرف توجہ ہو ہی جاتی ہے اور بعض ایسے دیکھے کہ حضرت والا کو ان کے ساتھ باوجود اس کے کہ ان کی ظاہری حالت پوری طرح شریعت پر منطبق نہ تھی۔ خاص تعلق تھا جس کا بالآخر یہ اثر ظہور پذیر ہوا کہ ان کا رنگ بدلا اور وہ پورے دیندار ہو گئے اور پھر ظاہر بینوں کا استعجاب بھی رفع ہو گیا۔

حضرت والا خود ہی فرمایا کرتے ہیں کہ میری نظر ملکات پر ہوتی ہے افعال پر نہیں ہوتی کیونکہ افعال تو ارادہ بدلنے پر ایک منٹ میں درست ہو سکتے ہیں لیکن ملکات کی اصلاح برسوں میں بھی ہونا مشکل ہے مثلاً بے نمازی تو ارادہ بدلنے پر ایک منٹ میں نمازی ہو سکتا ہے لیکن کبر کا برسوں کے مجاہدوں میں بھی زائل ہونا دشوار ہے۔

حضرت والا جس استغناء اور جس طرز سے تربیت طالبین فرماتے ہیں اگر وہ دوسرا اختیار کرے تو اس کو سب چھوڑ بیٹھیں۔ لیکن حضرت والا کی دلسوزی اور شفقت اور خیر خواہی کی یہ برکت اور کشش ہے کہ حضرت والا کی جانب عموماً قلوب کو بے حد انجذاب ہوتا ہے

besturdubooks.wordpress.com

اور حضرت والا کی اُکھڑی اُکھڑی باتیں بھی باوجود طبعاً گراں ہونے کے سلیم الفطرت طالبین کے قلوب میں گھر کرتی چلی جاتی ہیں۔ بقول احقر ؂

نہ گھبرا کوئی دل میں گھر کر رہا ہے　　مبارک کسی کی دل آزاریاں ہیں

اور حضرت والا کے غصہ میں بھی ایک شان دلربائی ہوتی ہے بقول امیر مینائی مرحوم ؂

ان کو آتا ہے پیار پر غصہ　　ہم کو غصہ پہ پیار آتا ہے

اور بقول احقر ؂

چہ پر مہر آں نگاہِ خشمگیں است　　کہ در دلہا محبت آفریں است

وہ غضبناک نگاہ کتنی محبت بھری ہے جو دلوں میں محبت پیدا کرتی ہے۔

پئے تادیب چوں پُر قہر گردد　　فدائے قہرا وصد مہر گردد

ادب کی تعلیم کیلئے جب وہ غصہ ہوتے ہیں تو ان کے غصہ پر سو مہربانی قربان ہوتی ہے

بصورت مظہرِ شانِ جلالی　　بمعنی مظہرِ شانِ جمالی

صورت میں جلالی شان کا اظہار کرنے والے اور حقیقت میں جمالی شان کے مظہر ہیں جس کی وجہ خلوص ہے۔ بقول احقر ؂

زباں سے وہ کچھ ہی کہے جائیں مجھ کو　　نگہ دے رہی ہے پیام محبت

اس پر مجھ کو اپنے ایک اردلی مرحوم کا قول یاد آیا کہ جب حضرت والا کسی پر خفا ہوتے ہیں اور پھر حاضرین سے شکایت فرماتے ہیں کہ ”دیکھئے لوگوں کا یہ حال ہے“ تو مجھ کو حضرت والا کی یہ ادا بہت ہی پیاری معلوم ہوتی ہے۔

حضرت والا خود فرمایا کرتے ہیں کہ میں جو کچھ کسی کو کہتا ہوں الحمدللہ دلسوزی اور خیر خواہی سے کہتا ہوں تحقیر یا نفرت سے نہیں کہتا نفرت تو مجھے کسی مسلمان سے نہیں ہوتی چاہے وہ کتنی ہی دور پہنچا ہوا ہو یعنی اس کے افعال چاہے جتنے بُرے ہوں۔ اس کے افعال کو تو بُرا سمجھتا ہوں لیکن اس کی ذات کو بُرا نہیں سمجھتا۔ جیسے کسی حسین نے کالک مل لی ہو تو اس کا جاننے والا کالک کو تو بُرا سمجھے گا خود اس حسین کو بُرا نہ سمجھے گا بلکہ یہ خیال کرے گا کہ جب کبھی یہ صابون سے منہ دھولے گا پھر چاند سا چہرہ نکل آئے گا۔ اسی طرح ہر مومن اپنی ذات میں تو

besturdubooks.wordpress.com

اچھا ہی ہے گو وہ چاہے جتنا گنہگار رہو۔ اھ

حضرت والا کی اس برکت کو بھی اس احقر نے ہمیشہ بہ نظر استعجاب دیکھا کہ طالبین خطوط کے جواب میں حضرت والا محض مختصر مختصر استفسارات تحریر فرما دیتے ہیں جن کو بظاہر سمجھنا بھی مشکل نظر آتا ہے لیکن مخاطبین کے لئے وہ اکسیر ثابت ہوتے ہیں اور اکثر طالبین کا یہ تجربہ ہے کہ جب امراض نفس کی حضرت والا کے حضور میں اطلاع کی گئی تو حضرت والا کے جوابات مختصرہ ہی کی برکت سے جن میں اکثر استعمال اختیار و ہمت ہی کی تاکید ہوتی ہے ان امراض کا ازالہ ہو گیا۔ اور استعمال اختیار و ہمت کی توفیق جو پہلے کسی طرح نہ ہوتی تھی بہ سہولت ہونے لگی۔ اور اس کا سبب سوائے برکت کے اور کچھ نہیں ورنہ کوئی اور تو اس قسم کے جوابات لکھ کر بھیجے جو کچھ بھی اثر ہو بلکہ اور الٹا اثر ہو۔

غرض بفضلہٖ تعالیٰ حضرت والا بالکل اس شعر کے مصداق ہیں۔

ہر کو مرید سید گیسو دراز شد — واللہ خلاف نیست کو او عشقباز شد

جو بھی حضرت گیسو دراز کا مرید ہوا اللہ کی قسم وہ عشقباز ہو گیا۔

یہ اثر اور برکت بھی حضرت والا کے قطب الارشاد ہونے کی علامات میں سے ہے۔

۳۲۔ نکسیر پھوٹنے کا واقعہ

ایک بار حضرت والا کے نکسیر نکلی اور بہت زیادہ نکلی اور کئی دن تک مسلسل جاری رہی بہت تدبیریں کی گئیں لیکن کسی تدبیر سے نہ رُکتی تھی۔ حضرت والا نے فرمایا کہ مجھے اس کا سبب معلوم ہے وہ یہ کہ آجکل طبقات کبریٰ کا انتخاب کر رہا ہوں اس میں میں نے ایک بزرگ کا یہ واقعہ دیکھا کہ ان کو نماز پڑھتے وقت انگلی ناک میں ڈالنے کی عادت تھی تو اس کی منجانب اللہ ان کو بذریعہ الہام ممانعت ہوئی چنانچہ وہ رُک گئے ایک بار پھر بھول کر نماز میں ناک کی طرف ہاتھ بڑھانے لگے تو ہاتھ اکڑ گیا ناک تک پہنچ ہی نہ سکا گویا اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ دستگیری فرمائی اس حکایت کو دیکھ کر مجھے بھی خیال ہوا کہ یہ عادت تو مجھ کو بھی ہے چنانچہ میں نے اس کو ترک کرنے کا تہیہ کر لیا لیکن بھول کر ایک دو بار پھر اس حرکت کا ارتکاب ہوا

besturdubooks.wordpress.com
اوراس کے بعد ہی اللہ تعالیٰ نے یہ نکسیر جاری کردی اوراس طرح انگلی ڈالنے ہی سے جاری ہوئی تھی اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ وہ اپنے بندوں کی اس طرح حفاظت فرماتے ہیں۔

۳۳۔ خادم کا انتظام

حضرت والا نے اپنے ایسے دو بہت پرانے خادموں سے بالکل کام لینا چھوڑ دیا جن سے ہمیشہ متفرق کام لیا کرتے تھے کیونکہ ان سے اکثر غلطیاں ہوجاتی تھیں جن سے حضرت والا کو اذیت ہوا کرتی تھی اور سب سے زیادہ اذیت اس وجہ سے ہوتی تھی کہ ان کو برا بھلا کہنے کے بعد حضرت والا کو سخت افسوس ہوا کرتا تھا۔ ان میں سے ایک تنخواہ دار ملازم تھے۔ حضرت والا پھر اپنے متفرق کام خود ہی کرنے لگے لیکن جلدی ہی اللہ تعالیٰ نے غیب سے ایسے اسباب جمع فرمادیئے کہ حضرت والا کے پاس ہر وقت ایک بواب رہنے لگا جو علاوہ اپنے کار منصبی کے حضرت والا کے متفرق کام بھی کرتا ہے۔ بوّاب کے تقرر کا سبب اوراس کی مصلحت وغیرہ کی تفصیل باب معمولات کے نمبر ۲۷ میں گزر چکی ہے۔ پہلے تو ان خادموں سے صرف خاص خاص اوقات ہی میں اعانت ہوتی تھی اور اب تو ایک مستقل شخص حضرت والا کا ہر چھوٹا بڑا کام انجام دینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے مستقلاً مقرر کرادیا جس سے حضرت والا کو بہت ہی راحت ہوگئی۔ حضرت والا نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی کیسی کارسازی ہے اور کتنی بندہ نوازی ہے۔ اھ

۳۴۔ متوسلین کا حُسنِ خاتمہ

حضرت والا کے متوسلین کے حسن خاتمہ کے بکثرت واقعات ہیں جن سے مقبولیت و برکت سلسلہ ظاہر ہوتی ہے چنانچہ خود حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ حضرت حاجی صاحبؒ کے سلسلہ کی یہ برکت ہے کہ جو بلا واسطہ یا بواسطہ حضرت سے بیعت ہو اس کا بفضلہ تعالیٰ خاتمہ تو بہت اچھا ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ بعض متوسلین گو مرید ہونے کے بعد دنیا دار ہی رہے لیکن ان کا بھی خاتمہ بفضلہ تعالیٰ اولیاء اللہ کا سا ہوا۔ اھ

حضرت والا اپنی ایک مریدنی کا واقعہ بیان فرمایا کرتے ہیں کہ اس نے سکرات کے عالم میں میرا نام لے کر کہا کہ وہ اونٹنی لے کر آئے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس پر بیٹھ کر چل پھر اس

besturdubooks.wordpress.com

کے بعد اس کا انتقال ہو گیا مجھے اس کی طلاع بھی نہیں بعض اوقات اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں کی اس طرح دستگیری فرماتے ہیں کہ کسی لطیفہ غیبیہ کو مانوس شکل میں ظاہر فرما دیتے ہیں۔

احقر سے میرے متعدد پیر بھائیوں نے اپنی بعض مستورات کے حسن خاتمہ کے عجیب وغریب واقعات بیان کئے جو حضرت والا سے مرید تھیں۔

احقر کے ایک بہنوئی تھے جو عرصہ دراز ہوا حضرت والا سے کانپور جا کر مرید ہو آئے تھے جبکہ اتفاقاً حضرت والا وہاں تشریف لائے ہوئے تھے۔ بعد انتقال کے ایک صالحہ بی بی نے ان کو خواب میں دیکھا کہ کہہ رہے ہیں کہ بہت ہی اچھا ہوا جو میں پہلے سے حضرت مولانا سے کانپور جا کر مرید ہو آیا۔ میں یہاں بڑے آرام میں ہوں۔ اھ

اللہ تعالیٰ اس احقر کو بھی حضرت والا کا سچا خادم بنائے اور حضرت والا کی برکت سے حسن خاتمہ نصیب فرمائے اور حضرت والا ہی کے خدام میں حشر فرمائے اور جنت میں معیت دائمہ نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

بعض انعامات الٰہیہ

مرقومۂ جناب مولوی حکیم عبدالحق خان صاحب مد فیضہم

۳۵۔ ایک گھڑی کی صحبت کا اثر

حضرت والا کی صحبت کی یہ کھلی ہوئی برکت ہے کہ جس کو ایک مجلس بلکہ ایک ساعت کی بھی صدق دل سے معیت نصیب ہو گئی اس کے دل سے حُب دنیا دور ہو جاتی ہے اور اس کا تعلق مع اللہ بڑھ جاتا ہے اپنے قلب میں نور ایمان کی تازگی محسوس کرتا ہے اور دل میں تسکین اور بشاشت پاتا ہے۔ اس کے لئے خاص کسی شہادت کی ضرورت نہیں بلکہ ہر صحبت یافتہ اس کا شاہد ہے۔

۳۶۔ کلیم اللہ سے سلیم اللہ

ایک مرتبہ حضرت والا نے خود ارشاد فرمایا کہ کانپور میں ایک شخص کا نام کلیم اللہ تھا وہ ہمیشہ کچھ نہ کچھ بیمار ہی رہا کرتا تھا مجھ سے ذکر کیا تو میرا ذہن فوراً لغت کی طرف منتقل ہوا کہ

besturdubooks.wordpress.com

کلم کے معنی ہیں جراحت اس لئے کلیم اللہ سے بدل کر اس کا نام سلیم اللہ رکھ دیا چند روز کے بعد معلوم ہوا کہ اب بہت تندرست اور اچھا رہتا ہے یہ حسن اتفاق ہے۔ اھ

گو حضرت والا نے اس کو اتفاق پر محمول فرمایا مگر ایک معتقد کی نگاہ میں یہ بھی برکت ہی ہے۔

۳۷۔ ایک کند ذہن بچے کا ذہین ہو جانا

جناب داروغہ عبداللہ خاں صاحب مدفیضہ جو بھوپال کے مشہور بزرگ اور حضرت کے خلیفہ اور مجاز ہیں نہایت وثوق کے ساتھ فرماتے تھے کہ میرا لڑکا جس کی عمر ۹۔۱۰ برس کی تھی بہت کند ذہن اور نہایت غبی تھا مجھ کو اس کا بہت قلق تھا۔ ایک مرتبہ میرے ساتھ حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت والا نے ایک دن تفریحاً اور مزاحاً اس کا سر پکڑ کر اپنے سر سے لگا لیا اس کے بعد اس کا ذہن بہت تیز ہو گیا اور وہ خوب اچھی طرح پڑھنے لگا اور بہت جلد قرآن شریف ختم کر لیا۔ اھ

۳۸۔ بچی کیلئے پانی کا انتظام

جناب داروغہ صاحب مدفیضہم موصوف یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ جب جناب چھوٹی پیرانی صاحبہ مدظلہا حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئی تھیں حضرت والا بمبئی تک پہنچانے تشریف لے گئے تھے بعد بمبئی سے گجرات کا سفر ہوا۔ بندہ ہم رکاب تھا۔ چھوٹی پیرانی صاحبہ کی صاحبزادی سلمہا اللہ ساتھ تھی۔ دوران سفر ریل میں ایک مقام پر بچی کو پیاس لگی تو اس نے پانی مانگا حضرت والا نے فرمایا دیکھو کسی اسٹیشن پر پانی مل جائے تو لے لو تین چار اسٹیشن نکل گئے مگر کہیں پانی نہ ملا بچی پیاس سے بیقرار ہونے لگی اسی تردد میں تھے کہ دفعتہً ایک جگہ جنگل میں کسی سبب سے ریل کھڑی ہو گئی۔ دیکھا تو ہمارا ڈبہ ایک ندی کے پل پر کھڑا ہے۔ نیچے نہایت صاف اور شیریں پانی بہہ رہا ہے۔ رسی میں لوٹا باندھ کر پانی بھر لیا اور سب سیراب ہو گئے۔ بعد میں ایک خادم نے حضرت والا کی خدمت میں عرض کیا کہ یہ آپ کی کھلی ہوئی کرامت ہے فرمایا میری نہیں یہ تو بچی کی کرامت ہے جس کو پیاس لگی تھی۔

۳۹۔ پنشن میں اضافہ

جناب داروغہ عبداللہ خاں صاحب بھوپالی مدظلہم نے راقم الحروف سے بیان فرمایا کہ

besturdubooks.wordpress.com

9 پنشن ملنے کے بعد جب آستانہ اشرفیہ میں حاضر ہوا تو حضرت والا نے دریافت فرمایا کہ کس قدر پنشن ملی میں نے عرض کیا کہ ع ۲۲ نمبر۱۰ر فرمایا کم ہے۔ میں نے عرض کیا کہ خیر جس طرح ہوگا گزر کروں گا۔ پھر جب میں حضرت والا کی خدمت سے بھوپال گیا تو سرکار نے ع ۲۵ص ر اور اضافہ کر دیئے۔ میں تو اس کو حضرت والا ہی کی برکت سمجھتا ہوں۔اھ

۴۰۔آندھی کا اثر دور ہونا

جناب مولوی حافظ محمد عثمان خاں صاحب مدرس اول مدرسہ اشرف العلوم کانپور نے جو افسوس ہے اس ہفتہ کے اندر انتقال کر گئے بیان کیا کہ ایک مرتبہ حضرت والا محلّہ بانس منڈی شہر کانپور میں وعظ فرما رہے تھے کہ یکا یک زور کی آندھی آ گئی لوگ پریشان ہوئے تو حضرت والا نے انگشت شہادت پر کچھ دم کر کے گھما دیا فوراً آندھی کا اثر مجلس وعظ سے دور ہو گیا۔ اسی مجلس میں مولوی فلاں صاحب جو اہل بدعات میں سے تھے بہ نیت نکتہ چینی بعض مضامین لکھ رہے تھے۔ ان پر آندھی کے پہلے جھونکے میں ایک بانس شامیانہ کا گرا اور وہ زخمی ہو گئے۔اھ

---

9 اشرف السوانح- جلد۳ ک9

besturdubooks.wordpress.com

اکیسواں باب

''بشارات منامیہ''

حضور والا کے متعلق منتسبین وغیر منتسبین صلحاء سے بکثرت بشارات منامیہ منقول ہیں۔ان مبشرات میں سے انتخاب کر کے بطور نمونہ چند رویائے صالحہ اس باب میں نقل کیے جاتے ہیں اور معیار انتخاب یہ ہے کہ ان خوابوں میں سے صرف ایسے تیس (۳۰) خواب کیفما اتفق نقل کر دیئے جائیں جن میں رائی (خواب دیکھنے والے) کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف نصیب ہوا ہو کیونکہ ایسے خوابوں میں از روئے حدیث شریف التباس کا احتمال ہی نہیں ہوسکتا۔

نقل میں رائی کے الفاظ بعینہ محفوظ رکھے گئے ہیں (بجز بعض مختصر ضروری اضافات کے جس کو بین القوسین محصور کر دیا گیا ہے اور شاذ و نادر موقعوں میں صرف ایک دو جگہ غیر واضح لفظ کو واضح لفظ سے بدل دیا گیا ہے) لیکن اختصار مدنظر رکھا گیا ہے اور محذوفات کی جگہ نقطے لگا دیئے گئے ہیں۔ مآخذ حسب ذیل ہیں۔

(۱)۔قلمی مسودہ اصدق الرؤیا حصہ اول (یہ النور کے مختلف پرچوں میں شائع بھی ہو چکا ہے۔

(۲)۔قلمی مسودہ اصدق الرؤیا حصہ دوم (یہ مسودہ دفتر مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون میں موجود ہے اور موقع پر شائع ہونے والا ہے)

(۳)۔تبویب تربیت السالک باب ہفتم (یہ قریب زمانہ میں شائع ہو چکا ہے) سب سے پہلے رسالہ مذکورہ اصدق الرؤیا سے حضرت والا کی تحریر فرمودہ تمہید کا خلاصہ لکھا جاتا ہے جس میں بہت سے فوائد ضروریہ متعلقہ رویا اور نیز بعض اہم التزامات خاصہ جن کو اس مجموعہ مبشرات میں مرعی رکھا گیا ہے مذکور ہیں۔ مثلاً تعبیر کا نقل نہ کرنا اور بعض خوابوں کے آخر میں خواب دیکھنے والوں کے نام مذکور نہ ہونے کی وجہ وہ خلاصہ یہ ہے۔

''بعد الحمد والصلوٰۃ: فقد قال اللّٰہ تعالیٰ لھم البشریٰ فی الحیوٰۃ الدنیا و فی الآخرہ الآیۃ روی الترمذی عن ابی الدرداء قولہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی

besturdubooks.wordpress.com

تفسيره هى الرؤيا الصالحة يراهاالمسلم اوترىٰ له وفى الحديث للبخارى قالو او ماالمبشرات قال صلى الله عليه وسلم هى الرويا الصالحة . وفى الحديث المتفق عليه عن ابى هريرةؓ ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من رآنى فى المنام فقد رآنى فان الشيطان لا يتمثل فى صورتى الحديث. ثم قيل معناه من رآنى علىٰ صورتى التى انا عليها وقيل معناه من رآنى باى صورةٍ كانت لان تلك الصورة مثال لروحه المقدسة فان الشيطان لا يتمثل بمثال علىٰ انه مثال لهٗ صلى الله عليه وسلم (سید علی المشکوٰۃ)

یہاں چند امور ہیں (اول) آیۃ اپنے عموم سے اور حدیث اپنے خصوص سے غیر نبی کے رؤیا صالحہ کو مطلقاً مبشر ہونے کی حیثیت سے معتبر بتلاتی ہے........... (ثانی) اور ایسی رؤیا کو بالخصوص حدیث زیادہ معتبر بتلاتی ہے۔ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رویت مبارکہ سے کسی کو شرف حاصل ہو........... (ثالث) پھر حدیث ہی رؤیا صالحہ کے درجہ کا بھی جو شریعت میں تعیین کرتی ہے یعنی نہ وہ محض از قبیل اوہام واضغاث احلام ہے جیسا کہ بعض فلاسفہ اہل تفریط کا خیال ہے ورنہ لسان شارع میں اس کا لقب مبشر نہ ہوتا اور نہ وہ حجت فی الاحکام ومثبت حلال وحرام ہے جیسا کہ اکثر عوام وبعض خواص کالعوام اہل افراط کا مقال ہے ورنہ لسان شارع میں اس کی مبشریت پر اقتصار نہ ہوتا...... تو حاصل اس درجہ کا رحمت حق سے تقویت رجاء ہے یعنی امر مبشر بہ کے حصول حالاً یا مآلاً کی کہ وہی اس کی تعبیر ہوتی ہے...... (رابع) نیز حدیث بھی اس کی تبشیر کو عام بتلا رہی ہے خواہ خود صاحب معاملہ دیکھے یا صاحب معاملہ کے حق میں کوئی دوسرا مومن دیکھے۔ (خامس) پھر رویت نبویہ میں جو صورت اصلیہ کی تقیید میں اختلاف ہے یہ رؤیا کے اثر میں اس لئے مضر نہیں کہ اس سے احتجاج نہیں کیا جاتا صرف تقویت رجاء کی جاتی ہے تو یہ رجاء قطع نظر رویاء سے مستقلاً بھی طاعت ہے۔ رویاء سے صرف اس کا وصف بڑھ جاتا ہے سو اگر وہ وصف نہ ہو تب بھی ذات کافی ہے۔

اور اول اول خواب دیکھنے والوں کے نام ونشان اس لئے نقل نہیں کئے جاتے تھے کہ خواب بھی ایک درجہ میں اسرار ہیں تو کیوں کسی کے اسرار ظاہر کئے اس کے بعد یہ خیال ہوا کہ نام ظاہر نہ

besturdubooks.wordpress.com

کرنے کی مصلحت مذکورہ سے نام ظاہر کرنیکی مصلحت اقویٰ ہے وہ یہ کہ دوسرے لوگ بھی ان کا ثقہ یا غیر ثقہ ہونا دیکھ سکیں اس لئے پھر نام نقل کئے جانے لگے اسی لئے بعض خوابوں کے ساتھ نام و نشان نظر آویں گے اور بعض میں نہیں...... اور تعبیر اس لئے نقل نہیں کی گئی کہ ناظرین کو جس پر اعتماد ہو اس سے دریافت کرلیں...... انتھی کلامہ اسی خلاصہ کے بعد اب خواب نقل کئے جاتے ہیں جن میں سب سے پہلا خواب خود حضرت والا کا دیکھا ہوا ہے۔ بقیہ دوسرے صاحبان کے ہیں۔

خواب (۱) حجۃ الوداع میں معیت

ایک مسجد میں جو کہ مشابہ جامع مسجد کانپور کے ہے۔ جماعت نماز کی ہو رہی ہے اور امام جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ میں بھی صف میں داہنی طرف ہوں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے حضور حج وداع کے لیے تشریف لائے ہیں اور اب مدینہ منورہ تشریف لے جائیں گے اور یہ بھی یاد آتا ہے کہ اب ذیحجہ ہے اور ربیع الاول میں وفات شریف ہو جائے گی تو کل تین ماہ اور حیات کے باقی ہیں اس لئے خیال کر رہا ہوں کہ بس میں بھی ہمراہ رکاب چلوں گا اور جب تک اس عالم میں تشریف رکھتے ہیں حدیثیں سُن سُن کر لکھا کروں گا۔ (رائی خود حضرت والا)

خواب (۲) حضورؐ کے ساتھ سفر

حضرت آج کئی دن ہوئے رات خواب دیکھتا ہوں کہ ایک جگہ بہت بڑی مجلس ہے اس مجلس میں حضرت (والا) تشریف لئے جا رہے ہیں حضرت (والا) کے پیچھے احقر بھی جا رہا ہے تھوڑی دور جا کر دیکھتا ہوں اور اصحاب بھی تشریف لئے جا رہے ہیں۔ احقر نے لوگوں سے سوال کیا کہ یہ صاحبان کون ہیں تو جواب دیا کہ سب کے آگے ہمارے حضور سردار عالم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ان کے بعد حضرت (والا) بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو گئے ہیں۔ احقر پیچھے ہوں سامنے ایک دریا دیکھتا ہوں تو حضرت اور سب صاحبان آسانی سے پار ہو گئے ہیں۔ تو احقر فکر کرتا ہوں میں کیسے جاؤں۔ اس کے بعد حضور والا نے ارشاد فرمایا کہ تم بھی ایسے ہی چلے آؤ۔ تو احقر بھی پار ہو گیا۔ پار ہو کے دیکھتا ہوں وہ مجلس تیار ہے۔ (احقر سید احمد قصبہ رنگونیہ محلہ مرادنگر ضلع چاٹگام بنگال)

besturdubooks.wordpress.com

خواب (۳) حضور اکرمؐ سے گفتگو

ایک دفعہ حضور کو احقر نے خواب میں دیکھا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے حضور کچھ گفتگو فرماتے ہیں اور بھی بہت سے علماء حاضر خدمت ہیں لیکن سب کی طرف سے حضور ہی کو دیکھا کہ سوال فرماتے ہیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جواب ارشاد فرماتے ہیں اور سب سے اقرب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضور ہی کو دیکھا۔

(محمد عتیق اللہ تھانہ سرائیل گاؤں ٹیگھر ضلع کمرلہ بنگال نصف صفر ۱۳۴۵ھ)

خواب (۴) حضورؐ کی خدمت میں حاضری

رمضان المبارک سے پیشتر ایک خواب اس خادم نے دیکھا تھا وہ خواب یہ ہے۔ ایک شب کو رات کے آخری حصہ میں دیکھا کہ آنحضرت (یعنی حضرت والا) ایک مسجد میں نماز کے اندر کھڑے ہیں۔ مجھے یہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی اور دل میں خیال آیا کہ کسی ایسے آدمی کو تلاش کر کے لاؤں جو حضرت مولانا مدظلہ سے میری سفارش بیعت کے لئے کر دے۔ اس خیال کے آتے ہی میں کسی کی جستجو میں گیا جب واپس آیا تو...... ایک آدمی سے دریافت کیا انہوں نے اشارہ کیا کہ وہ ادھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف رکھتے ہیں اور کوئی معاملہ طے کر رہے ہیں یہ معلوم کر کے میں اُدھر گیا دیکھا کہ بڑا مجمع حلقہ کئے ہوئے کھڑا ہے اور کچھ لوگ آگے بیٹھے ہیں اور آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور آنحضرت (یعنی حضرت والا) بھی حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس تشریف رکھتے ہیں۔ خادم نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح مجمع کو چیر کر حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زیارت کروں مگر ناکام رہا۔ پس ایک روشنی نور کی مجمع کے اندر نظر آئی پھر آنکھ کھل گئی۔

(عبدالقیوم ڈرافس مین محلہ وہائٹ گنج ہردوئی)

خواب (۵) حضورؐ کے ساتھ مشورہ

تین چار روز ہوئے احقر کی اہلیہ نے خواب میں دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت گنگوہی اور حضرت والا تینوں حضرات ہمارے مکان میں بیٹھے ہیں اور کچھ مشورہ

besturdubooks.wordpress.com

فرمارہے ہیں۔ (محمد شفیع ۱۵۔ رمضان ۱۳۴۷ھ)

خواب (۶) تفسیر بیان القرآن کی مقبولیت

احقر جو عید سے پہلے گڑھی گیا تھا وہاں ایک رات جو شب پنجشنبہ ۸۔ ذی الحجہ تھی خواب میں دیکھا کہ مدینہ منورہ میں کوئی بزرگ ہیں وہ بیان القرآن (تفسیر مصنفہ حضرت والا) کی تعریف کرتے ہوئے یوں فرماتے ہیں کہ حضور سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بارہا ارشاد فرمایا کرتے ہیں کہ فلاں آیت کی تفسیر ''بیان القرآن'' میں یوں ہے۔ بیان القرآن میں یہ لکھا ہے۔ الخ۔ خواب طویل تھا صرف یہی جزو محفوظ رہ گیا اتنا خیال اور بھی ہے کہ شاید ان بزرگ کے ارشاد کے بعد احقر نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ بات سنی ہے مگر اس پر جزم نہیں۔ خواب ہی میں قلب پر یہ بات وارد ہوئی کہ بیان القرآن کی دربار رسالت میں اس قدر مقبولیت کا سبب حضرت والا کا غایت اخلاص ہے۔ (احقر ظفر احمد عفا عنہ خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون ۱۲۔ ذی الحجہ ۱۳۴۵ھ)

خواب (۷) حضورؐ کے مجمع میں حاضری

''موردالفرجی فی مولدالبرزخی'' حضرت کا وعظ جو جامع الحکم ہے پڑھا...... اس وعظ شریف کی برکت سے...... خواب میں حضرات صحابہؓ کی جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف فرما تھے زیارت نصیب ہوئی اور اس مجمع میں آپ بھی ہیں۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ......

(فضل احمد ہیڈ مولوی مکان عبدالرحمٰن والا محلہ افغانان علی گڑھ)

خواب (۸) حضورؐ کے پاس کھڑا ہونا

سولھویں شب کو دوران ذکر میں پھر اللہ تعالیٰ کا انعام ہوا...... خانقاہ کی مسجد ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف رکھتے ہیں اور آپ داہنی جانب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بالکل قریب استادہ ہیں...... اب کے یہ مزید احساس پیدا ہوا کہ بائیں جانب حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت شاہ نور محمد صاحب جھنجھانوی رحمتہ اللہ علیہ بھی تشریف رکھتے ہیں مگر ان دونوں حضرات کی طرف میری نظر اتنی زیادہ نہیں گئی۔ (خادم محمد نجم احسن وکیل پرتاب گڑھ اودھ ۲۸۔ رمضان ۱۳۴۶ھ)

besturdubooks.wordpress.com

خواب (۹) آداب ذکر مؤلد شریف کی مقبولیت

تین چار روز ہوئے میں نے ایک خواب صبح کے وقت دیکھا ہے کہ میں کسی مکان غیر معروف میں ہوں ایک براق آن کر اس مکان کے دروازے پر ٹھہرا ہے۔ لوگ کہہ رہے ہیں کہ یہ تیری سواری کے واسطے آیا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ حضور سرور عالم جناب نبی مکرم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک براق پر تشریف لائے ہیں ایک نقاب بھی چہرہ مبارک پر پڑی ہوئی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے قریب تشریف لا کر رونق افروز ہوئے ہیں۔ میری حالت اس وقت یہ تھی کہ گویا میں سو نہیں رہا جاگ رہا ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رونق افروزی کے بعد ایک قسم کا حجاب درمیان میں حائل ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت تو نہیں کر سکتا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام مبارک کی آواز برابر میں سنتا ہوں۔ اب یا تو میں نے یا کسی اور حاضرین دربار نے۔ مجھ کو یہ یاد نہیں ہے۔ حضور سے عرض کیا کہ آج کل کانپور میں بہت شورش ہو رہی ہے۔ اور مولانا اشرف علی صاحب سے بہت لوگ مخالفت کر رہے ہیں۔ اس کی کیا اصلیت ہے؟ (اس زمانے میں حضرت والا کے مضمون متعلق آداب ذکر مولد شریف مرقومہ اصلاح الرسوم پر کانپور میں بہت غوغا تھا ۱۲ مولف) اس کے جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام حاضرین کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ جو کچھ اشرف علی نے لکھا ہے وہ صحیح ہے اور اس کے بعد حضور نے صرف مجھ کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ اشرف علی سے کہہ دینا کہ جو کچھ تم نے لکھا ہے وہ بالکل صحیح ہے مگر یہ وقت ان باتوں کے لکھنے کے لئے مناسب نہیں ہے۔ یہ آخر کا فقرہ اس قدر آہستہ سے ارشاد فرمایا کہ میں نے سنا اور غالباً کسی دوسرے نے حاضرین میں سے نہیں سنا بس اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی تو صبح کی نماز کا وقت تھا۔ اور چہار شنبہ کا دن رجب کی دوسری تاریخ تھی جس قدر یاد تھا حرف بحرف عرض کیا گیا۔ فقط

حافظ منشی شرافت اللہ (چیف ریڈر پنشنر علی گڑھ) رجب ۱۳۲۹ھ مطابق اکتوبر ۱۹۰۱ھ) (یہ اس زمانہ میں کانپور میں ملازم تھے)

besturdubooks.wordpress.com

خواب (۱۰) نعلین مبارک صاف کرنا

مورخہ یکم ماہ شوال ۱۳۴۱ھ در خواب ہدایت انتساب می بینم کہ در ملک حجاز رفتہ ام بملاقات رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فائز شدہ ام۔ ودیدم کہ حضرت مولانا واولانا محمد اشرف علی صاحب دامت برکاتہم نعلین مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رااز غبار زدودہ بہ تف دہن خود و دست خود پاک و صاف نمودہ پیش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہادہ۔ آنحضرت نعلین مبارک خود را در پا کردہ از مسجد خود بیروں شدہ۔

خواب (۱۱) حضورؐ کا آپ کو مسند پر بٹھانا

کل شب میں ایک خواب...... میں نے دیکھا کہ حضور پُر نور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت تشریف لائے ہم سب کھڑے ہونے لگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سب کو بیٹھنے کے لئے ارشاد فرمایا آپ اور...... جو جو تخت پر بیٹھے تھے یا تو اترنے لگے اور یا صدر کی جگہ سے ہٹنے لگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو فرمایا کہ آپ یہیں تشریف رکھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایک طرف تخت پر بیٹھ گئے۔ چہرہ مبارک بہت نورانی تھا اور ریش مبارک بالکل سفید۔ قد نہ بہت لانبا نہ بہت چھوٹا بالکل جناب کے قد کے مطابق تھا۔ اس جلسہ میں ایک شخص نے کہا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی صورت اور دیکھی تھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو جس طرح کا ہوتا ہے وہ اس صورت میں مجھ کو دیکھتا ہے۔ یہ فرمانا مجھ کو خوب یاد ہے۔ اس کے بعد فوراً آنکھ کھل گئی اور اس کے بعد سے اب تک ایک حالت نہایت سرور کی ہے اور وساوس سب موقوف ہیں۔

خواب (۱۲) مجلس درس کی مقبولیت

یہ دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مکان میں تشریف فرما ہیں حضور والا بھی وہاں تشریف رکھتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کئی طالب علم بیٹھے ہوئے ہیں اور ایک حدیث کی کتاب آپ کے پاس رکھی ہوئی ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

خواب (۱۳) مناجاتِ مقبول

خادم نے حضور اقدس (صلی اللہ علیہ وسلم) کو خواب میں دیکھا کہ ایک بہت بڑا مجمع ہے جس میں اکثر اپنے پیر بھائی ہیں مجھ کو جلسہ میں سب سے پیچھے جگہ ملی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عربی میں تقریر فرمار ہے ہیں جو مطلق سنائی نہیں دیتی۔ اخیر میں تقریر کے اس قدر سنائی دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں بھی حق تعالیٰ سے مثل قرآن شریف یارب ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجوراً۔ کے شکایت کروں گا کہ میری اُمت نے میری سنت کو ترک کر دیا اس کا مجھ پر بہت اثر ہوا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر ختم ہو چکی ہے تو میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری حالت نہایت خراب ہے للہ کچھ مجھ کو بھی فرمایئے۔ فرمایا کہ تم دعا میں کیا پڑھا کرتے ہوں۔ میں نے عرض کیا اللّٰھم انت السلام الخ۔...... پھر...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مناجات مقبول جو مولانا اشرف علی صاحب نے لکھی ہیں (یاد نہیں مولانا کا لفظ بھی فرمایا یا نہیں) وہ پڑھا کرو۔ اس کے بعد بیدار ہو گیا۔ اپنے آپ کو بہت بشاش پایا............۔ (عزیز الرحمٰن زمیندار انجولی ضلع میرٹھ)

خواب (۱۴) جو لکھتے، بولتے ہیں حق ہے

دیکھتا ہوں کہ ایک جلسہ ہوا اس کے صدر سردار دو جہاں علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ جلسہ ختم ہونے کے بعد لوگ قسم بہ قسم مسئلے دریافت کرنے لگے۔ عند الفرصت بندہ نے بھی جا کے یہ بات دریافت کی کہ حضرت حکیم الامۃ صاحب تھانوی اور مولانا ابوبکر صاحب پھر پھروی کیسے ہیں اور جو کچھ فرماتے ہیں حسب شریعت ہے یا نہیں۔ جواب میں فرمایا دونوں نہایت نیک آدمی ہیں اور جو کچھ لکھتے ہیں اور بولتے ہیں بالکل حق ہے۔ (امیر حسن مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور)

خواب (۱۵) حضورؐ کا دیدار

میں بعد تناول سحری آرام کر رہا تھا خواب میں دیکھتا ہوں کہ جناب والا مع چند مریدوں کے حلقہ میں جلوہ فرما ہیں۔ اتنے میں میں بھی وہاں پہنچ گیا۔ مجھے دیکھتے ہی جناب ایک طرف روانہ ہو گئے اور جناب کے پیچھے میں بھی ہولیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ہم دونوں مدینہ منورہ میں حضور

besturdubooks.wordpress.com

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار شریف پر پہنچ گئے ہیں ہم دونوں کے اس جائے متبرکہ میں پہنچنے کے ساتھ ہی مزار شریف وسط سے شق ہو گیا اور ہم دونوں دیدار نبوی سے مالا مال ہو گئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم دونوں کی طرف دیکھ کر تبسم فرما ہوئے اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ (محمد حسن الدین مدرسہ سید پور دار العلوم روح الاسلام پوسٹ سید پور ضلع رنگپور بنگال)

خواب (۱۶) حضورؐ کا مسائل سمجھانا

ایک بشارت حضور اقدس کو سناتا ہوں...... کہ میں نے بعد تمنا نہیں محض بفضل اللہ جل و علا شانہ اعلیٰ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا سر مبارک آپ کا یعنی اعلیٰ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کھلا تھا بال مبارک نہایت سیاہ فرق نکالے ہوئے جلوس فرما تھے۔ اس وقت سوائے اعلیٰ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور اقدس اور اس ناتواں کے کوئی نہیں تھا۔ دائیں بائیں کی تو خبر نہیں مگر یہ ناتواں ایک گوشہ میں عاجزانہ صورت سے بیٹھا ہوا مشرف بدیدار ہوتا رہا اور روتا رہا۔ اعلیٰ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضور اقدس کو نہایت ہی جوش اور توجہ تام کے ساتھ اشارہ فرماتے ہوئے کسی مسئلہ میں سمجھا رہے تھے اور فرماتے رہے یوں ہوا یوں ہوا یہ لفظ مکرر احقر کو خوب یاد ہے۔

(محمد اسمٰعیل عقب کلاں مسجد دہلی ۲۴۔ رجب ۱۳۳۵ھ)

خواب (۱۷) اس نام کو یاد رکھو

چونکہ غریب الوطن کو تین سال ہو گئے ہیں کہ وطن سے آیا ہے اور بندہ کا یہ خیال تھا کہ کہیں پیر کامل کی قدم بوسی کروں...... مدت ہو گئی بندہ اسی پریشانی میں تھا کہ بندہ نے خواب دیکھا وہ یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور آپ کے ساتھ سعید ابن المسیبؓ تھے اور ان کے ساتھ ایک صندوق تھا مسدس۔ آپ نے امر کیا کہ اس کو رکھو اور اس صندوق کے ہر جانب اسماء مکتوب تھے اور فوق جانب ''راقم محمد صلی اللہ علیہ وسلم'' یہ لفظ بعینہ تھا۔ اور مشرق جانب میں جناب کا نام تھا۔ اس طریق پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے نام کی طرف اشارہ کیا اور مجھے فرمایا کہ اس نام کو یاد رکھو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صندوق سے شمال کی جانب تھے اور سعید ابن المسیبؓ جنوب کی جانب تھے۔

besturdubooks.wordpress.com

خواب (۱۸) حضورؐ کے دربار میں حاضری

بتاریخ ۱۹۔ ذی الحجہ مبارک بروز بدھ ۲ بجے شب کے عالم رؤیا میں دیکھتا ہوں کہ حضور کے ہمراہ بہت سے مرید ہیں جو بائیں جانب حضور کے برابر چلے جارہے ہیں اور فدوی داہنی جانب دائیں ہاتھ کے قریب پشت مبارک سے نہایت متصل ...... جارہا ہوں یہاں تک کہ ایک میدان میں یا احاطہ میں ...... پہنچ گئے۔ حضور وہاں کھڑے ہوگئے ...... اس وقت حضور نے فرمایا کہ حضور سرورِ عالم کا دربار ہے خوب غور سے دیکھو فدوی خوب آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتا تھا تو حضور سرورِ عالم اور اصحاب کبار ایک بڑے تخت پر رونق افروز ہیں اور وہاں ایک مجمع کثیر حلقہ باندھے کھڑا ہے لیکن فدوی کو یہ تمام مجمع اور تخت مبارک اور حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب کبار دُھندلی نظر سے معلوم ہوتے ہیں جیسے مکر چاندنی میں کوئی شے دکھلائی دیا کرتی ہے فدوی نے جناب اقدس سے نہایت گریہ وزاری سے عرض کیا کہ مجھے سرورِ عالم کا چہرہ صاف اچھی طرح نہیں دکھلائی دیتا۔ جناب اقدس نے فرمایا کہ ذکر کی کثرت کیا کرانشاء اللہ صاف دکھائی دیویں گے۔ فدوی کو اسی رقت وزاری میں آنکھ کھل گئی۔

خواب (۱۹) حضورؐ کی خدمت کی سعادت

جس سال فقیر دورہ میں شریک تھا اس سال ایک رات جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور آپ بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے حضور والا نے ایک لوٹے میں پانی بھر کے فقیر کے ہاتھ میں دیا اور فرمایا کہ سعید تم یہ لوٹا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے واسطے دے آؤ ...... خواب چونکہ بہت طویل ہے اس لئے مقصود ظاہر کرتا ہوں یعنی احقر نے حضور والا کو جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتے ہوئے دیکھ کر خواب ہی خواب میں یہ ارادہ کرلیا کہ فقیر بھی اپنے آپ کو حضور والا کا خادم بنادوں۔ (سعید الرحمٰن چاٹگامی)

خواب (۲۰) جمعہ کی نماز میں حضورؐ کی تشریف آوری

یہ خواب نظر آیا کہ ایک اونچی کرسی کی مسجد ہے اور جمعہ کی نماز کے لئے صف بندی ہو رہی ہے اور احقر صحن مسجد میں ہے کسی شخص نے کہا کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ......

besturdubooks.wordpress.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس مبارک سب سفید تھا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیۂ مبارک احقر کو یاد نہ رہا اور اس مسجد میں حضرت والا نماز جمعہ یعنی آپ پڑھا رہے ہیں اس خواب کی وجہ سے دن کو ایک قسم کی خوشی ایسی معلوم ہوئی کہ جس کے اظہار کو کوئی لفظ ہی سمجھ میں نہ آیا جو تحریر کروں۔ (شہاب الدین کشمیری گیٹ دہلی)

خواب (۲۱) کتابوں کی قبولیت

جمعۃ الوداع یعنی رمضان المبارک کے آخری جمعہ کی شب کو فدوی نے ایک خواب دیکھا کہ بندہ کسی جگہ پر بیٹھا ہوا حلقہ کر رہا ہے اور اوپر سے ایک تخت نمودار ہوا جس میں چار چراغ روشن تھے اور چار ہی اصحاب نظر آئے وہ اصحاب مجھے تخت پر بٹھا کر اپنے ہمراہ لے گئے اور پھر جنگلوں کی طرف لے گئے اور پھر سمندر بھی نظر آیا اور اس سمندر کے اوپر بھی وہ تخت گزر گیا پھر اس طرح منزل بمنزل چلتے ہوئے ایک مسجد دکھائی دی یہاں پر وہ تخت ٹھہرا وہاں نماز پڑھی ور اس مسجد کی پچھلی طرف ایک نہر بھی چلتی تھی اس نہر میں سے انہوں نے اور میں نے پانی پیا پھر وہاں سے تخت پر بیٹھ کر ایک بازار آیا وہاں سب طرح کا سامان بک رہا تھا انہوں نے اس تخت کو بازار میں ٹھہرایا اور ایک دکان پر لکھا ہوا تھا کہ یہاں پر رشیدیہ اور اشرفیہ کتابیں مل سکتی ہیں۔ تو میں نے اسے پڑھ کر ان بزرگوں سے دریافت کیا کہ مجھے مولانا رشید احمد صاحب اور مولانا اشرف علی صاحب کی کتابیں دے دو انہوں نے چار کتابیں مجھے دیں ان سے وہ کتابیں لے کر پھر اسی تخت پر بیٹھا کر رخصت ہوئے پھر ایک سفید مکان دکھائی دیا جس پر سبز پردے پڑے ہوئے تھے وہاں تخت ٹھہرا اس کمرے کے اندر چاروں بزرگ مجھے بھی لے گئے اس کمرے کی روشنی اس قدر تھی کہ تاب نہیں لا سکتا تھا۔ اور نہ چراغ نہ بتی دکھائی دیتی تھی تو وہاں پر تکیہ اور قالین بچھا ہوا تھا جس پر سردار جہاں آنحضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مع چاروں اصحاب کے موجود تھے اور ہمارے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو سفید اُونی کپڑے پہنائے جا رہے ہیں اور کپڑے پہننے کے بعد اُسی تکیہ سے کمر لگا کر بیٹھ گئے اور میں دروازے کے باہر ان کے سامنے کھڑا ہوا ہوں تو پھر مجھے انہوں نے اندر بلایا اور حضرت ابوبکر

besturdubooks.wordpress.com

صدیق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ یہ شریف احمد ہے پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو بلا لو کہ یہ مولانا اشرف علی صاحب کا خادم ہے۔ میں سلام کر کے بیٹھ گیا اور مصافحہ بھی کیا وہاں پر ایک گلاس پانی کا آیا پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیا اور پھر چاروں اصحاب نے پی کر مجھے بھی دیا اور میں نے بھی پیا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ مولانا صاحب کی کتابوں پر عمل کرتے رہنا اور دوسروں کے کہنے سننے سے مت رُکنا............۔

(شریف احمد سقہ گنج پوری تحصیل وضلع کرنال)

خواب (۲۲) مبلّغین کی مقبولیت

ایک بار خواب میں سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ حضور کے سامنے اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہ بیٹھے ہیں اور حاجی رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے مولانا حکیم الامت تھانوی ہیں اور مولانا کے پیچھے میں ہوں اور تھوڑی دیر میں...... مولانا حکیم الامت نے میرا ہاتھ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں دے دیا اور فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ آپ کا غلام تبلیغ اسلام کا کام کرتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک میں میرے ہاتھ لے لئے تو مجھ پر گریہ طاری ہو گیا اور اسی حالت میں بیدار ہو گیا............

(سید نوازش حسین صاحب مبلغ رنگون بر روایت مولوی ظفر احمد صاحب)

خواب (۲۳) تصانیف کی مقبولیت

احقر کو شب پنجشنبہ میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور یہ دیکھا کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احقر کے والد صاحب مدظلہ (یعنی محمد عثمان خاں صاحب مالک کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی یکے از مجازین حضرت والا) کی دوکان پر تشریف فرما ہیں اور حضرت والا کی تصنیف کردہ کتابیں حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست مبارک میں ہیں۔ (خادم عبد المنان دہلوی)

خواب (۲۴) مواعظ کی مقبولیت

میں نے پرسوں ۲۰۔ شعبان ۱۳۵۳ھ کی شب کو خواب دیکھا کہ میرے شہر لکھنؤ میں

besturdubooks.wordpress.com

میرے محلّہ کے قریب ایک محلّہ صحبتیا باغ ہے وہاں حضور کا وعظ ہے میں بھی اس وعظ میں گیا ہوں۔ محفل میں ایک کٹہرہ درمیان میں لوہے کا لگا ہے کٹہرہ کی ایک جانب میں ایک بہت اونچا تخت بچھا ہے جس پر سفید فرش ہے تخت اس قدر اونچا ہے کہ دو تین سیڑھیاں چڑھ کر اس پر پہنچنا ہوتا ہے۔ اس تخت پر حضور وعظ فرما رہے ہیں .... ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضور کا گلا پڑ گیا ہے جس کے سبب آواز پھنسی ہوئی اور خراش کے ساتھ نکل رہی ہے اور بہت مہین ہوگئی ہے لیکن جو کچھ بیان ہو رہا ہے وہ صاف سمجھ میں آتا ہے میرے ہم قرین لوگوں میں سے کسی نے کہا کہ آواز تو بالکل بیٹھی ہوئی ہے اس قدر مجمع ہے لوگ کیا سنتے ہوں گے تو دوسرے شخص نے یا میں نے بخوبی یاد نہیں۔ کہا کہ واہ اس قدر مجمع اور گلا بیٹھا ہوا ہے مگر سنو تو سب صاف سنائی دے رہا ہے۔ ذرا بھی گنجلک نہیں یہی تو کمال ہے یا کرامت کہا...... بیان میں سلوک و معرفت کے درجات اور سالکوں کے حالات بیان ہو رہے ہیں کہ ایک مقام پر جہاں شاید...... یہ بیان تھا کہ سالک مختلف تغیرات و کیفیات سے گزرتا ہوا معرفت کے درجے پر پہنچتا ہے اگر وہ ان مختلف تغیرات میں پھنسا۔ جب حضور بیان کرتے ہوئے یہاں پہنچے...... ایک شخص نے ٹوکا جس کا منشاء یہ تھا کہ اس کو نہ بیان کر وآگے چلو فوراً اس شخص کے ٹوکنے پر میں نے کہا کہ ہائیں اس شخص نے کیوں ٹوکا...... تو ایک اور آدمی نے کہا بھائی یہ ٹوکنے والے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں...... ٹوکے جانے کے بعد جناب والا تخت سے وعظ کو چھوڑ کر ایک سیڑھی کر کے اترے اور ان صاحب کے پاس آئے جنہوں نے ٹوکا تھا اور ان سے پوچھا کہ تو یہ نہ بیان کروں انہوں نے کہا نہیں اس کو چھوڑ کر آگے بیان کرو یہ موقع نہیں ہے کسی دوسرے بیان میں اس کو بیان کرنا جناب والا نے فرمایا کہ جی ہاں اس کے بعد فلاں...... جگہ وعظ ہوگا تو ان صاحب نے جن کو مجھے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بتلایا گیا فرمایا ہاں وہاں بیان کرنا اس کے بعد میں نے دیکھا کہ حضور ان سے دریافت فرما کر پھر تخت پر تشریف لے گئے (وہ سماں یعنی سخت سے اتر کر دریافت کرنے کو تشریف لانا اور پھر واپس جانا اب تک آنکھوں میں ہے) ...... اس وقت حضور پیر میں سیاہ پاپوش (...... چمڑے کے عربی موزے سے ملتی ہوئی) پہنے ہوئے ایک عصا ہاتھ میں سفید لباس کو ٹخنوں تک لانبا قمیص تھا خیر تخت پر تشریف لے جا کر تھوڑا وعظ اور فرمایا پھر ختم کر دیا۔ (قاری نور الحق جامع مسجد ٹانگو (برہما)

besturdubooks.wordpress.com

خواب (۲۵) اچھا وعظ بیان کرنے والے

حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور ان کی خدمت میں ہمارے حضرت مولانا (یعنی حضرت والا) اور دیگر حضرات علماء ہیں۔ ایک بڑا مکان ہے...... سب علماء نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ حضور وعظ بیان فرمائیں۔ حضور نے جواب میں فرمایا کہ وعظ بیان کرنے والے بہت سے علماء موجود ہیں۔ پھر دوبارہ علماء نے درخواست وعظ کی کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ جواب میں ہمارے حضرت حکیم الامۃ مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ العالی کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ وعظ انہیں بیان کرنا چاہیے۔ یہ اچھا وعظ بیان کرنے والے ہیں سب علماء چپ ہو گئے۔

(جیون ساکن گاؤں گوگواں تحصیل کرانہ ۵۔ شعبان جمعرات ۱۳۵۲ھ)

خواب (۲۶) متعلقین کی مقبولیت

شب پنجشنبہ کو احقر نے ایک عجیب خواب دیکھا ہے...... حضرت والا کی ہمراہی میں احقر بھی ہے اور بہت بڑی تعداد پیر بھائیوں کی بھی ہے جو سب کے سب حضرت والا کی ہمراہی میں سفر حج میں ہیں ایک مقام پر قیام ہوا اور وہ عمارت دو منزل کی معلوم ہوتی ہے وہاں اور بھی بہت لوگ ہیں۔ جب ہم سب لوگ ٹھہر گئے تو کسی کہنے والے نے کہا جس کو احقر پہچانتا نہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ہم سب لوگ مع حضرت والا کے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے لگے...... پھر کسی کہنے والے نے کہا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے فرماتے ہیں۔ وہ وقت فجر کی نماز کا معلوم ہوتا تھا ہم سب لوگ حضرت والا کے خادم اور دیگر لوگ بھی وضو کرنے لگے۔ جب وضو سے فارغ ہوئے تو صفیں سیدھی ہونے لگیں۔ پھر کسی نے کہا...... مولانا اشرف علی صاحب کے مرید سب اگلی صف میں ہو جاؤ ہم سب لوگ متفرق صفوں میں سے نکل نکل کر اگلی صف میں ہو گئے۔ نماز ختم ہونے کے بعد مع حضرت والا کے ایک میدان میں...... پہنچے جس میں ہم سب حضرت والا کے خادم ہی تھے میدان میں پہنچتے ہی سب لوگ روتے ہوئے زمین پر لوٹنے لگے اور حضرت والا کھڑے ہیں اتنا دیکھنے کے بعد گھڑی کے الارم سے آنکھ کھل گئی ۴ بجے تھے احقر نماز تہجد کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔ (شہاب الدین نئی دہلی ۲۔ ج ۲۔ ۱۳۵۲ھ)

besturdubooks.wordpress.com

خواب (۲۷) حضورؐ اور حضرت عمرؓ کے ساتھ ہونا

چند روز ہوئے ایک خواب میں یہ دیکھا کہ میرے مکان میں آنحضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور آپ تشریف لائے ہیں۔ بات چیت نہیں ہوئی۔ دوسرے شخص نے تعارف کرایا کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور یہ مولانا اشرف علی ہیں...... (عمر جی آمنجی کمبولی ضلع بھروچ)

خواب (۲۸) جنت کی بشارتیں

میں نے حضور پُرنور سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مرتبہ زمانہ عدم بلوغ میں جبکہ نحو میر وغیرہ پڑھتا تھا خواب میں دیکھا حسین وجمیل صورت تھی مولانا محمد اشرف علی صاحب کے مکان کے ایک درجہ میں حضور کے لئے چارپائی بچھی ہوئی تھی اور حضور رنگین لباس پہنے ہوئے تھے مخلوق حضور سے دریافت کررہی تھی کہ ہمارے لئے کیا ہے جنت یا دوزخ آپ مسلمانوں کے لئے جنت کی بشارت سنارہے تھے۔ اخیر میں مکان کے اس درجہ میں تشریف لاکر چارپائی پر رونق افروز ہوئے مولانا محمد اشرف علی صاحب کو اطلاع دی گئی مولانا مکان سے باہر تشریف لائے اور معانقہ حضور سے مشرف ہوئے۔ اس کے بعد یہ احقر ایسی حالت میں حاضر دربار اقدس ہوا کہ اس وقت حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سوا کوئی دوسرا وہاں نہ تھا۔ احقر نے بھی اپنے لئے عرض کیا کہ میرا ٹھکانا کہاں ہے۔ حضور نے جنت کی بشارت سنائی۔

خواب (۲۹) اتباعِ نبویؐ

احقر جس وقت حضرت کے ساتھ کانپور میں تھا اس وقت تین خواب نظر آئے ایک یہ ہے...... کہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک راستہ سے چلتے ہیں اور ان کے پیچھے آنحضور (یعنی حضرت والا) اور ان کے بعد بندہ بھی غرض تینوں ایک ساتھ چلتے ہیں۔

خواب (۳۰) حضورؐ کی معیت میں بیٹھنا

کل شب کو خواب دیکھا کہ سرزمین مکہ معظمہ کے ایک بہت وسیع میدان میں حضور سرور عالم رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور دائیں جانب حضرت والا تشریف

besturdubooks.wordpress.com

رکھتے ہیں اور ادھر ادھر بہت کثیر مجمع دیگر اصحاب کا حلقہ کئے ہوئے بیٹھا ہے۔ مگر بجز حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی دوسرے کا چہرہ صاف نہیں نظر آتا تھا۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک سرخ تھا اور نہایت لطیف اور نازک اور سفید ٹوپی حضور زیب سر کئے ہوئے تھے۔ میں حاضر ہوا اور میں نے قصد بیعت ہونے کا کیا۔ اس پر ارشاد ہوا سامنے آ کر بیٹھو ہم بھی دیکھیں مرید کیسا ہے میں نہایت ادب سے ڈرتا ہوا دو زانو بیٹھا مگر کچھ مسکراہٹ آنے لگی میں نے روکا اور زیادہ مؤدب ہو کر دو زانو سامنے بیٹھا۔ پھر تھوڑا سا آگے بڑھا اور بیعت کی خواہش کا اظہار کیا اس پر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے عہد بیعت لینا شروع کیا مگر ہنوز شروع نہ کیا تھا کہ حضرت والا نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ان سے یہ عہد لے لیجئے کہ کرسی پر نہ بیٹھیں گے اسی پر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عہد کرو کہ میں کرسی پر نہ بیٹھوں گا اور اسی کے ساتھ کسی اور بات کا عہد لیا مگر وہ بات یاد نہیں رہی۔ میں نے عہد کیا کہ میں کرسی پر نہ بیٹھوں گا۔.........

(منقول از اصل خط منشی علی سجاد صاحب بی۔اے ڈپٹی کلکٹر جو خواب دیکھنے کے زمانہ میں شاہ آباد ضلع ہردوئی میں تحصیلدار تھے۔ خط کے آخر میں تاریخ ۴۔ ذی الحجہ لکھی ہوئی ہے لیکن سنہ لکھا ہوا نہیں۔ کرسی پر نہ بیٹھنے کے عہد کے متعلق حضرت والا کی یہ تعبیر بھی اس خط میں لکھی ہوئی ہے کہ مراد یہ ہے کہ بلاضرورت بلکہ اصل مراد ترفع سے نہی گو بلا کرسی ہی ہو خاص صورت کرسی کی مراد نہیں۔ اھ

ڈپٹی صاحب نے کرسی پر بیٹھنا چھوڑ بھی دیا تھا لیکن حضرت والا کی تعبیر مذکور کی بناء پر پھر بیٹھنے لگے ۱۲

نوٹ نمبر ا یہ مبشرات تو ان مبشرات میں سے بعض ہیں جن میں حضرت والا کے متعلق بشارات بضمن زیارت حضورِ اقدس سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم دی گئیں۔ ان کے علاوہ ایسے مبشرات بھی بکثرت ہیں جن میں حضرت والا کے متعلق بشارات دیگر اکابر کی زیارت کے ضمن میں دی گئیں ان اکابر میں سے بعض کے اسمائے گرامی جو سرسری مطالعہ سے نظر پڑ گئے ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں۔

۱۔ حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام
۲۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
۳۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ
۴۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ
۵۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ
۶۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

besturdubooks.wordpress.com

۷۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ　　۸۔ حضرت سلطان نظام الدین اولیاءؒ
۹۔ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمہ اللہ　　۱۰۔ حضرت خواجہ باقی باللہؒ
۱۱۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ　　۱۲۔ حضرت میانجی نور محمد صاحب جھنجھانویؒ
۱۳۔ حضرت حافظ غلام مرتضیٰ مجذوب پانی پتیؒ　　۱۴۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ
۱۵۔ حضرت حافظ محمد ضامن صاحب شہیدؒ　　۱۶۔ حضرت مولانا شیخ محمد صاحب تھانویؒ
۱۷۔ حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحبؒ　　۱۸۔ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ
۱۹۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ　　۲۰۔ حضرت مولانا فتح محمد صاحب تھانویؒ
۲۱۔ حضرت مولانا محمد حسین صاحب الہ آبادی　　۲۲۔ حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیوبندیؒ

نوٹ نمبر۲ جن صاحبوں کو مزید مبشرات مطالعہ کرنے ہوں وہ مآخذ مذکورہ تمہید باب ہذا کو ملاحظہ فرمائیں۔ فقط۔

تم هذا الباب فالحمدلله الذی بنعمته تتم الصالحات

besturdubooks.wordpress.com

بائیسواں باب

''ازواج محترمات''

حضرت والا کی ازواج محترمات دو ہیں۔ اور بفضلہ تعالیٰ دونوں نہایت شفیق غربا پرور، متوکل، قانع، مہماں نواز اور حضرت والا کی نہایت خدمت گزار ہیں۔

حضرت والا کے دوسرے عقد کا مفصل حال خود حضرت والا کے قلم مبارک کا لکھا ہوا رسالہ اصلاح انقلاب امت میں موجود ہے۔ اس دوسرے عقد کی وجہ سے حضرت بڑی پیرانی صاحبہ مدظلہا کو شروع میں کچھ عرصہ تک طبعاً رنج رہا لیکن اب بحمد للہ طبیعت صاف ہے بلکہ حضرت والا کی راحت رسانی کے خیال سے اپنے بعض حقوق سے بھی بخوشی دستبردار ہوگئی ہیں۔ اور حضرت چھوٹی پیرانی صاحبہ مدظلہا کو ہبہ کر دیئے ہیں۔

دونوں ازواج میں عدل کا اہتمام

حضرت والا کو عدل کا اس درجہ اہتمام ہے کہ شاید و باید۔ شروع شروع میں عدل کی جزئیات دقیقہ کی رعایت میں بڑی دشواری پیش آئی لیکن چونکہ حضرت والا حقوق العباد کے متعلق خاص طور سے بہت ہی زیادہ محتاط ہیں اس لئے برابر فکر و اہتمام بلیغ میں مشغول رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حسب وعدہ و من یومن باللہ یھد قلبہ سب دشواریوں کو آسان فرما دیا اور رفتہ رفتہ ساری جزئیات عدل کے متعلق طریق عمل سمجھ میں آ گیا جو علماً اور عملاً ہر لحاظ سے سہل ہے اور اب بفضلہ تعالیٰ کوئی دقت پیش نہیں آتی۔

اسی رعایت جزئیات عدل کی بناء پر حضرت والا نے بعض کے اس کہنے پر کہ آپ نے تو عقد ثانی کا دروازہ کھول دیا۔ یہ جواب ارشاد فرمایا کہ نہیں میں نے دروازہ کھولا نہیں ہے بلکہ بند کر دیا ہے کیونکہ جب لوگ یہ دیکھیں گے کہ عدل کی اتنی رعایت کرنی پڑے گی تو اس کو دشوار سمجھ کر عقد ثانی کی ہمت ہی نہ کر سکیں گے۔ اھ۔ چنانچہ حضرت والا نے عدل کی دشواریوں ہی کا ذاتی تجربہ فرما کر اس مضمون میں جو اپنے عقد ثانی کے متعلق اصلاح انقلاب امت میں تحریر فرمایا ہے دوسروں کو یہ نصیحت فرمائی کہ ع من نکردم شما حذر بکنید۔ (میں نہیں کر سکا تم احتیاط کرنا)

حضرت والا کے اہتمام جزئیات عدل کے متعلق اس زمانہ کا ایک ملفوظ یاد آیا جبکہ نیا نیا

besturdubooks.wordpress.com

عقد ثانی ہوا تھا۔ فرمایا کہ میں تو ایک کی باری میں دوسری کا خیال لانا بھی خلاف عدل سمجھتا ہوں کیونکہ اس سے اس کی طرف توجہ میں کمی ہوگی جس کی باری ہے اور یہ اس کی حق تلفی ہے۔ اسی طرح اب میں اپنے کپڑے خانقاہ ہی میں رکھتا ہوں اگر میں ایک گھر میں کپڑے رکھتا تو دوسرے گھر والوں کو شکایت پیدا ہوتی کہ ہمارے ساتھ اتنی خصوصیت نہیں جتنی دوسری کے ساتھ ہے۔ اھ۔ اسی سے اندازہ فرمالیا جائے کہ حضرت والا کو عدل کا کس درجہ اہتمام رہا ہے۔

حضرت والا نقد یا غیر نقد جو کچھ دیتے ہیں دونوں کو برابر برابر دیتے ہیں اور اس کا یہاں تک اہتمام ہے کہ ایسی چیزوں کی تقسیم کے لئے جو وزن کی جاتی ہیں ایک نہایت صحیح کانٹا اپنی نشست گاہ کے سامنے لٹکا رکھا ہے جس کو مزاحاً میزان عدل فرمایا کرتے ہیں۔ کھانا بھی ایک دن ایک گھر میں تناول فرماتے ہیں اور ایک دن دوسرے گھر میں اور رمضان المبارک میں افطار کے وقت بڑے گھر اور سحر کے وقت چھوٹے گھر۔

مہر کی ادائیگی

گو برادری میں ادائے مہر کا عام دستور نہیں ہے لیکن حضرت والا نے دونوں گھروں کا مہر ادا فرمادیا ہے۔ بلکہ حضرت والا تو فرمایا کرتے ہیں کہ اگر عورت مہر معاف بھی کردے تب بھی مرد کی غیرت کا مقتضا یہی ہونا چاہیے کہ وہ پھر بھی مہر ادا کردے۔ چنانچہ حضرت بڑی پیرانی مدظلہا نے اپنا پانچ ہزار کا مہر نہایت خوشی سے معاف فرمادیا تھا لیکن پھر بھی حضرت والا نے ادا فرمادیا اور حضرت والا کے نزدیک **وان تعفوا اقرب للتقوی**۔ کی راجح تفسیر یہی ہے۔

غیرت واحسان

حضرت والا کو تو اس امر میں اتنی غیرت ہے کہ گھر والوں کے ایک پیسہ کے احسان کے بھی روادار نہیں لیکن خشکی اور دلشکنی کا معاملہ کسی حال میں نہیں فرماتے۔ چنانچہ حضرت والا دونوں گھروں میں خاص اپنے گھر کا خرچ الگ دیا کرتے تھے جب دونوں نے بہت اصرار کیا کہ بس اب تو یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا اس کو موقوف کیجئے تو حضرت والا نے موقوف فرمادیا لیکن پھر یکمشت غالباً ایک ایک ہزار یا کچھ کم وزیادہ دونوں کو ان کے حصہ موظفہ سے زائد اپنے حصہ میں سے دے دیا کیونکہ حضرت والا اپنی فتوحات کے تین حصے فرما کر ایک ایک حصہ دونوں گھروں میں دے

besturdubooks.wordpress.com

دیتے ہیں اور ایک حصہ اپنے پاس رکھتے ہیں۔ رقم مذکور دیتے وقت تو کچھ نہیں فرمایا لیکن بعد کو مزاح کے لہجہ میں ظاہر فرما کہ یہ میں نے کرایہ مکان اور اپنی خوراک کا حساب لگا کر ۱۳۷۷ھ تک کا روپیہ یکمشت دے دیا ہے۔ کرایہ مکان اس لئے ادا فرماتے ہیں کہ دونوں مکانوں کو دونوں کی ملک فرما چکے ہیں اور چونکہ حضرت والا بھی دونوں مکانوں سے متمتع ہوتے رہتے ہیں اس لئے اس تمتع کا معاوضہ ادا فرماتے رہتے ہیں۔ اسی طرح قبل عقد ثانی حضرت والا نے بڑے گھر میں پانچ سو روپیہ کی سونے کی چوڑیاں بنوا دی تھیں اور خیال یہی تھا کہ میں ان کے مملوک مکان سے متمتع ہوتا ہوں اس کا معاوضہ بمفوائے ھل جزاءُ الاحسان الا الاحسان اس صورت سے ادا کئے دیتا ہوں گو بوجہ تراضی یہ رقوم حضرت والا کے ذمہ شرعاً واجب الادا نہیں لیکن حضرت والا کی طبیعت خلقۃً ایسی غیور ہے کہ کسی کا اتنا احسان لینا بھی گوارا نہیں بالخصوص اپنی بیویوں کا جن کے ساتھ خود ہی احسان کرنا زیبا ہے نہ کہ الٹا ان کا احسان لینا۔

گھر والوں کی راحت کا خیال رکھنا

اسی طرح حضرت والا گھر والوں پر حتی الامکان کوئی بوجھ نہیں ڈالتے یہاں تک کہ کسی خاص کھانے کی بھی کبھی فرمائش نہیں کرتے الا نادراً البتہ جب اصرار ہوتا ہے تو دلشکنی بھی نہیں فرماتے بلکہ یہ دریافت فرماتے ہیں کہ اچھا تم خود ہی کھانوں کے نام لو جو تمہیں پکانا آسان ہوں پھر ان میں سے جو مجھے مرغوب ہوگا میں بتا دوں گا چنانچہ جب چند کھانوں کے نام لئے جاتے ہیں تو حضرت والا انہی میں سے ایک کی تعیین فرما دیتے ہیں غرض حضرت والا کے اندر غیرت تو بے حد ہے لیکن غیریت کی حد تک نہیں۔

نرمی و بے تکلفی کا برتاؤ

حضرت والا اپنے گھروں میں بہت ہی نرمی اور لطف و بے تکلفی کا برتاؤ فرماتے ہیں یہاں تک کہ احقر کو اپنی مستورات سے معلوم ہوا اور دونوں گھروں کے متعلق معلوم ہوا کہ بعض اوقات پیرانی صاحبان حضرت والا کے گھر میں تشریف لانے کے وقت کسی کام میں مشغول ہوئیں تو حضرت والا نے نہایت لطف آمیز لہجہ میں فرمایا کہ ہم تو دن بھر کے کام کے

besturdubooks.wordpress.com

بعد تھک تھکائے تھوڑی دیر کے لئے اپنے دماغ کو راحت دینے کی غرض سے تمہارے پاس آتے ہیں اور تم اس وقت بھی اپنے کام میں لگی رہتی ہو۔ اھ

گو حضرت والا کو بوجہ کثرت مشاغل دینیہ گھروں میں تشریف لے جانے کے لئے بہت کم وقت ملتا ہے لیکن بہت التزام کے ساتھ تشریف لے جاتے ہیں یہاں تک کہ بکثرت ایسا ہوا کہ مغرب سے ذرا قبل تشریف لے گئے اور پھر کھڑے کھڑے دو چار باتیں کر کے نماز مغرب کے لیے فوراً ہی واپس تشریف لے آئے۔

حضرت والا کو احقر نے یہ بھی فرماتے سنا کہ گو بعض روز گھر بہت ہی کم جانا ہوتا ہے لیکن بیچاریوں کو کبھی اس کی شکایت نہیں ہوتی۔ میں آزادی کے ساتھ اپنے کاموں میں مشغول رہتا ہوں۔

احقر نے یہ بھی اپنی مستورات سے سنا کہ حضرت والا اپنے گھروں میں بہت ہی نرم لہجہ سے گفتگو فرماتے ہیں اور ان کے اعزہ کے یا مہمان مستورات کے بچوں سے خوب مزاح فرماتے رہتے ہیں اور ان کو چھیڑتے رہتے ہیں۔ غرض جب تک گھر میں تشریف فرما رہتے ہیں بہت ہشاش بشاش اور بے تکلف رہتے ہیں لیکن تنبیہ کے موقعوں پر بے تکلف تنبیہ بھی فرماتے ہیں۔ بے تکلفی پر یاد آیا۔ ایک بار حضرت والا نے خود فرمایا کہ میں تو بعض اوقات چولہے ہی کے پاس بیٹھ کر کھانا کھالیتا ہوں اور بوقت ضرورت پانی کا گھڑا بھی خود اٹھا کر رکھ دیتا ہوں۔

احقر نے اپنی مستورات سے یہ بھی سنا کہ اگر کبھی اتفاق سے دسترخوان پر پانی نہ ہوا تو بجائے کسی سے مانگنے کے خود ہی گھڑے کے پاس جا کر اس میں سے پانی انڈیلا۔ اور جب ہماری مستورات نے دیکھا کہ بوجہ گھڑے کے وزنی ہونے کے حضرت والا کو پانی انڈیلنے میں قدرے زحمت ہو رہی ہے تو اس وقت ان کا بے اختیار جی چاہا کہ کسی طرح خود جا کر حضرت والا کو پانی پلا دیں لیکن پردہ مانع تھا۔

غرض حضرت والا جب تک گھروں میں رہتے ہیں بہت بے تکلف اور ہشاش بشاش رہتے ہیں۔ مخدومیت کی شان سے نہیں رہتے اور گھر والوں کی طرف ایسے ملتفت رہتے ہیں جیسے ان کے ساتھ بہت زیادہ تعلق ہو اور اس وقت ہوتا بھی یہی حال ہے لیکن جب تھوڑی دیر بعد پھر خانقاہ میں تشریف لا کر مشغول مشاغل دینیہ ہو جاتے ہیں تو پھر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا کسی سے کچھ تعلق ہی نہیں۔

besturdubooks.wordpress.com

غرض حضرت والا ہر موقع اور محل کا پورا پورا حق ادا فرماتے ہیں لیکن اصل تعلق صرف اپنے محبوب حقیقی ہی سے ہے۔ چنانچہ عرصہ ہوا ایک بار احقر سے غالباً کسی خاص حالت کے غلبہ میں بطور راز کے فرمایا کہ بعض اوقات تو تعلقات سے اس قدر وحشت ہونے لگتی ہے کہ گو محض وسوسہ اور خطرہ ہی کے درجہ میں ہوتا ہے لیکن یہ خیال ہونے لگتا ہے کہ یہ جو تھوڑا بہت تعلق گھر والوں کا لگا ہوا ہے یہ بھی ختم ہو جائے لیکن میں اس وسوسہ کے آتے ہی فوراً ان کی درازئ حیات کی بہ تکلف دعا کرنے لگتا ہوں تاکہ اس کا تدارک ہو جائے اور کسی ضرر کا احتمال بھی نہ رہے کیونکہ بعض اوقات قوت خیالیہ سے بھی دوسرے کو ضرر پہنچ جاتا ہے۔

اسی طرح ایک بار احقر سے یہ بھی بطور راز ہی کے فرمایا کہ پہلے یہ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم باوجود انتہاء درجہ کی ہیبت حق کے حضرات ازواج مطہرات سے کیونکر ہنستے بولتے تھے لیکن اب اس کا استبعاد کسی قدر کم ہو گیا ہے اور کچھ کچھ سمجھ میں آنے لگا ہے کہ واقعی ایسا ہو سکتا ہے۔ اھ۔

حسن سلوک

حضرت والا بیویوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی عام طور سے بہت تاکید فرماتے رہتے ہیں اور جب کسی کے تشدد کا حال سنتے ہیں تو حضرت والا کا دل بہت ہی کڑھتا ہے اور فرماتے ہیں کہ عورتیں بیچاریاں ہر طرح بس شوہر ہی کے رحم پر ہوتی ہیں سوائے شوہر کے اور ان کا کون ہوتا ہے لہٰذا بہر حال رحم ہی کا برتاؤ کرنا چاہیے اور ہندوستان کی عورتیں تو عموماً اپنے شوہر کی فدائی ہوتی ہیں ان کے اوپر تشدد تو اور بھی بے رحمی ہے اور عموماً عفیف بھی ایسی ہوتی ہیں جیسے حوریں جن کی صفت قرآن مجید میں قاصرات الطرف فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ مردوں میں تو نامحرم کے وسوسوں سے شاید ہی کوئی بچا ہوا ہو اور شریف عورتیں قریب قریب سب ہی ایسی ہیں کہ ان کو کبھی عمر بھر بھی کسی غیر مرد کا وسوسہ تک نہ آیا ہوگا۔

گھر والوں کی راحت کیلئے خود تکلیف اٹھانا

حضرت والا کو اپنے دونوں گھروں کی راحت و عافیت کا بہت ہی زیادہ خیال رہتا ہے۔ چنانچہ دونوں کو بیماریوں کے علاج کے لئے متعدد بار ہر قسم کی تکلیفیں اور اخراجات برداشت فرما

besturdubooks.wordpress.com

کر دور دور کے شہروں میں خود اپنے ہمراہ لے گئے اور بعض دفعہ زنانے شفاخانوں میں بھی ٹھہرا کران کا علاج کرایا اور خود باہر میدان میں خیمہ نصب کر کے اس میں قیام فرمایا۔

ایک بار حضرت بڑی پیرانی صاحبہ مدظلہا چھت پر سے گر پڑیں اس وقت حضرت والا خانقاہ میں فجر کی نماز کی سنتیں پڑھ رہے تھے اسی دوران میں اطلاع ہوئی۔ حضرت والا نے فوراً نیت توڑ دی اور گھر تشریف لے جا کران کی تیمارداری فرمائی۔ جب سب ضروری انتظامات فرما چکے اس وقت واپس تشریف لا کر نماز فجر ادا کی۔ ایسی حالت میں نیت توڑ دینا شرعاً واجب تھا کما فی الدر المختار باب ادراک الفریضہ و یجب القطع لنحو انجاء غریق او حریق . فی ردالمحتار قولہ و یجب اے یفترض ف قلت ولا شک ان الواقعۃ المذکورۃ نحو الانجاء المذکور لاشتراک کل منھما فی کونہ صوناً عن الاھلاک۔ اھ۔ سبحان اللہ کیا ادائے حقوق اور حفظ حدود ہے۔ ورنہ زاہدان خشک تو نماز تو درکنارا یسے مواقع پر وظیفہ بھی چھوڑنا خلاف زہد سمجھتے جو سراسر حدود شرعیہ سے تجاوز ہے۔

غرض حضرت والا کا خود بھی اپنی ازواج محترمات کے ساتھ نہایت اچھا سلوک ہے اور دوسروں کو بھی اس کی بہت تاکید فرماتے رہتے ہیں جیسا کسی موقع پر اس سے پہلے بھی لکھا جا چکا ہے کہ ایک طالب نے اپنی بیوی کے بے جا طعنوں کی سخت شکایت لکھی اور لکھا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں کوئی بُری راہ (یعنی تجاوز عن الحدود) نہ اختیار کر بیٹھوں۔ تو حضرت والا نے ممانعت فرمادی اور تحریر فرمایا کہ اس وقت اس کو شیطان کی مینا اور نقال اور تماشہ سمجھ لیا کیجئے اس سے غیظ نہ ہوگا۔

اپنے بعد بیویوں کی آسائش کی فکر

حضرت والا نے اس بناء پر (کہ اپنے بعد بھی بیویوں کی آسائش کی فکر سنت ہے چنانچہ ترمذی کی ایک حدیث مرفوع میں اس کی تصریح بھی ہے اور نیز امر طبعی بھی ہے) اپنے بعد اپنی دونوں ازواج محترمات کی کفالت کے لئے اپنے بہت ہی خاص مخصوصین کو بعنوان عام وصیت بھی فرمائی ہے جس کا ذکر باب وصایا میں ملاحظہ سے گزرے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

besturdubooks.wordpress.com

تیئیسواں باب

''وصایا''

وصیت کی اہمیت

چونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کی ذات جامع الصفات کو سراپا رشد و ہدایت حکیم الامت اور مجدد ملت کر کے دنیا میں بھیجا ہے اس لئے بفضلہ تعالیٰ دین کا کوئی مہتم بالشان شعبہ ایسا باقی نہیں رہا جس کی جانب حضرت والا نے بنظر اصلاح علماً وعملاً توجہ نہ فرمائی ہو۔ اور امت مرحومہ کو اس کے متعلق نصوص کے مطابق نہایت واضح اور بالکل صحیح طریق عمل نہ بتا دیا ہو جیسا کہ حضرت والا کی تصانیف مختلفہ کثیرہ سے روز روشن کی طرح ظاہر و باہر ہے۔

منجملہ انہیں شعب دینیہ ضروریہ کے امر وصیت بھی ہے جس کے بارہ میں حضور سرور عالم ہادی اعظم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک تاکید فرمائی ہے کہ جس مسلمان کو اپنی کسی چیز کے متعلق وصیت کرنا ہو تو وہ دو رات بھی اس حالت میں نہ گزارے کہ وہ وصیت اس کے پاس لکھی ہوئی رکھی نہ ہو۔

وصایا کی اشاعت

چنانچہ حضرت والا نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سراپا رشاد کے امتثال میں اپنے جملہ حقوق واجبہ وغیر واجبہ کے متعلق نہایت مفصل وصیتیں لکھ کر شائع فرما دی ہیں اور وقتاً فوقتاً شائع فرماتے رہتے ہیں جیسا کہ حضرت والا کے رسالہ تنبیہات وصیت اور اس کے متعدد تتمات سے واضح ہے۔ نیز علاوہ وصایا کلیہ کے جو تنبیہات وصیت اور اس کے تتمات میں مذکور ہیں حضرت والا نے اپنی وصایا جزئیہ بھی بطور ضمیمہ شائع فرما دیں جو الاستحضار للاحتضار مع تقلبات الاطوار کے نام سے النور بابت ماہ صفر ۱۳۴۶ھ میں طبع ہوئیں۔ اور انہیں وصایا جزئیہ کی ایک خاص فرد کے متعلق رمضان المبارک ۱۳۴۴ھ میں ایک عام معذرت کا مضمون بھی العذر والنذر کے نام سے شائع فرمایا جس میں جملہ اہل حقوق سے بعنوان عام

besturdubooks.wordpress.com

خطاب فرمایا گیا ہے۔ ان ساری وصایا کے مطالعہ سے حضرت والا کی انتہاء درجہ کی احتیاط اور غایت درجہ کا ورع وتقویٰ اور اعلیٰ درجہ کی صفائی معاملات اور حیرت انگیز انتظامی شان آفتاب نصف النہار کی طرح واضح ہوتی ہے اور اس کا نمونہ پیش نظر ہو جاتا ہے کہ مسلمان کو اس طرح ہر وقت موت کے لئے تیار رہنا چاہیے اور اس طرح پاک صاف زندگی بسر کر کے پاک صاف ہی دنیا سے گزر جانا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو حضرت والا کی تقلید کی توفیق بخشے اور صفائی معاملات کے اہتمام بلیغ کی جانب متوجہ فرمائے۔ جس کی طرف سے آج کل عام طور پر سخت غفلت برتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ عوام تو عوام اکثر خواص میں بھی جیسا اس کا اہتمام ہونا چاہیے ویسے نہیں پایا جاتا جو قابل افسوس ہے۔

اپنے متعلقین کو صفائی معاملات کی تاکید

علاوہ ذاتی اہتمام بلیغ کے حضرت والا اپنے منتسبین کو بھی صفائی معاملات کی سخت تاکید فرمایا کرتے ہیں۔ چنانچہ بعض طالبوں نے خانقاہ میں مستقل قیام کرنا چاہا تو دریافت فرمایا کہ کسی کے حقوق تو ذمہ نہیں اور جب معلوم ہوا کہ ہیں تو فرمایا کہ پہلے جا کر ان کو اداء یا ابراء صاف کرآؤ۔ چنانچہ ایک صاحب ہمت طالب نے جو غیر مستطیع تھے الہ آباد تک کا لمبا سفر محض اسی غرض کے لئے پاپیادہ کیا اور بعد صفائی معاملات پھر پاپیادہ ہی واپس آ کر مقیم خانقاہ ہوئے اور اب تک برابر مستقلاً مقیم ہیں۔

اسی طرح ایک طالب سے جن کو نہ بی بی سے دلچسپی تھی نہ ادائے حقوق زوجیت پر قادر تھے یہ معلوم فرما کر کہ وہ اپنی بیوی کو غالباً اپنے بڑے بھائی کے گھر چھوڑ آئے ہیں فرمایا کہ ایسی حالت میں اس بے چاری کو معلق نہ رکھا جائے اس کا تصفیہ کر کے اور اس سے یکسوئی حاصل کر کے آؤ چنانچہ جب وہ اس کو طلاق دے کر آئے اس وقت تعلیم وتلقین شروع فرمائی۔

اسی طرح موروثی کاشتکار کو اس وقت تک بیعت نہیں فرماتے جب تک وہ باضابطہ حق ذخیلکاری سے مستعفی نہیں ہو جاتا۔

ایک سابقہ چور کی معافی کا واقعہ

اسی طرح ایک غریب شخص سے جس نے کسی زمانہ میں بہت سی چوریاں کی تھیں فرمایا کہ

besturdubooks.wordpress.com

سب سے معافی لکھوا کر لاؤ۔ چنانچہ وہ سب سے معافی لکھوا کر لائے یہاں تک کہ ایک بنئے کی ریل میں پانچ سو روپیہ کی رقم چرالی تھی اس نے بھی معافی اس عنوان سے لکھ کر دے دی کہ میں نے حسبۃً للہ معاف کیا۔ چونکہ طالب صادق تھے سب نے خوشی سے معافی دے دی۔ پھر حضرت والا نے مزید احتیاط کے لئے ان سے کہا کہ اچھا جوابی لفافے لاؤ۔ میں خود ان لوگوں سے دریافت کروں گا کہ آیا یہ معافیاں دراصل انہی کی ہیں یا مصنوعی طور پر کسی سے لکھوالائے ہو چنانچہ وہ بے تامل لفافے لے آیا چونکہ اس کے انداز سے حضرت والا کو اطمینان ہو گیا اس لئے مزید تحقیق کی ضرورت نہ سمجھی اور اس کے لفافے بچا لئے بلکہ خود خریدنے لگے تا کہ اس پر بلا ضرورت تاوان نہ پڑے لیکن اس نے کہا کہ مجھ کو خود ہی معاملات تجارت میں ضرورت رہتی ہے۔

حقوق کے تحفظ کا بے مثال اہتمام

غرض حضرت والا کو دوسرے کے حفظ حقوق کا غایت درجہ اہتمام ہے اور یہ حضرت والا کی خصوصیات خاصہ میں سے ہے چنانچہ اگر کبھی تھوڑا سا بھی مسجد کا گرم پانی وضو سے بچ جاتا ہے تو اس کو بھی سقاوہ ہی میں جا کر ڈال آتے ہیں تا کہ مسجد کا اتنا سامال بھی ضائع نہ جائے اور یہی اہتمام حفظ حقوق دراصل سبب ہے محولہ بالا وصایا کلیہ و جزئیہ کا پھر اس کے ساتھ ہی دوسروں کی ہدایت بھی پیش نظر تھی۔ چنانچہ الاستحضار میں جس کے اندر وصایا جزئیہ مرقوم ہیں مفصل ہدایات بھی تحریر فرمادی گئی ہیں کہ کس طرح وصیت نامہ مرتب کیا جانا چاہیے اور پھر کس طرح اس میں ترمیمات یومیہ کرتے رہنا چاہیے اور اسی وجہ سے کہ وہ دوسروں کے لئے ایک نمونہ ہے۔ اس کو اس باب میں کل کا کل نقل کیا جائے گا۔ اسی طرح معذرت نامہ عام کو بھی پورا نقل کیا جائے گا کیونکہ وہ بھی نمونہ کا کام دے گا کیونکہ رسالہ تنبیہات وصیت اور اس کے متعدد تتمات میں سے صرف خاص خاص ہی وصایا کیفما اتفق بلا لحاظ ترتیب بطور نمونہ نقل کئے جائیں گے کیونکہ نقل میں بہت تطویل ہو جائے گی ان سب نقول سے ناظرین کرام انشاء اللہ تعالیٰ بخوبی اندازہ فرمالیں گے کہ حضرت والا کو حفظ حقوق اور صفائی معاملات اور امانات کو خلط سے محفوظ رکھنے کا کس درجہ اہتمام ہے اور کیسی کیسی جزئیات دقیقہ پر نظر ہے جن کی طرف باوجود

besturdubooks.wordpress.com

بدیہی ہونے کی بوجہ قلت اہتمام آج کل خواص کا بھی ذہن نہیں جاتا الا ماشاء اللہ۔

الحمدللہ حضرت والا بعون اللہ تعالیٰ بمجوائے ع شاید ہمیں نفس نفس واپسیں بود۔ (شاید یہی سانس آخری سانس ہو) ہر وقت اپنے سب معاملات کو نہایت صاف ستھرا مثل آئینہ رکھتے ہیں تا کہ عند اللہ خود بھی مواخذہ سے بری رہیں اور بعد میں دوسروں کو بھی حضرت والا کے کسی معاملہ کے متعلق کسی قسم کی الجھن نہ ہو۔ وذلک فضل اللّٰہ یوتیه من یشاء

اب نقول موعودہ بایں ترتیب ہدیہ ناظرین کی جاتی ہیں کہ پہلے رسالہ تنبیہات وصیت اور اس کے تتمات کی بعض منتخبہ وصیتیں نقل کی جائیں گی اور ان کے بعد الاستحضار اور العذر والنذر یکے بعد دیگرے پورے پورے نقل کئے جائیں گے وباللّٰہ التوفیق۔

وصایا منتخبہ از رسالہ تنبیہات وصیت وتتمات آں ملخصاً

(تمہید رسالہ از حضرت والا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد الحمد والصلوٰۃ احقر اشرف علی مظہر مدعا ہے کہ یہ چند تنبیہات بطور وصیت کے معروض ہیں۔ تذکیراً و تذکراً بقول اللّٰہ تعالیٰ کل من علیها فانٍ و یبقیٰ وجه ربک ذوالجلال والاکرام و بقول رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم اکثر واذکر ھادم اللذات الموت۔

ا۔ وصیت کا حکم

حدیث مرفوع میں ہے قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ماحق امرئ مسلم له شئ یو صی فیه یبیت لیلتین الا ووصیته مکتوبة عنده رواه الشیخان عن ابی عمر رضی اللّٰہ عنه جس سے حقوق واجبہ کی وصیت کا وجوب اور حقوق غیر واجبہ کی وصیت کا ندب بطور عموم مجاز کے مستفاد ہوتا ہے۔

۲۔ میری موجودہ حالت

اس ناکارہ کی عمر اس وقت قریب پچاس سال کے آگئی ہے یعنی ۴۔ ربیع الثانی

besturdubooks.wordpress.com

۱۳۳۰ھ کو پورے پچاس ہو جائیں گے اور اس وقت جو حالت موجودہ ہے اس کے اعتبار سے اس قول کا مصداق ہے۔

ایکہ پنجاہ رفت و در خوابی　　مگر ایں پنج روز در یابی

اے کہ تیری پچاس سال عمر گزر گئی اور تو ابھی سویا ہوا ہے۔ کاش تو ان پانچ دنوں میں کچھ کر لیتا۔

جیسا اس کے چند سال قبل ایک موقع پر یہ لکھ چکا تھا۔

چہل سال عمر عزیزت گذشت　　مزاج تو از حال طفلی نگشت

تیری چالیس سال کی قیمتی زندگی گزر گئی اور تیرا مزاج ابھی بچپن کی حالت سے نہیں بدلا۔

۳۔ وصیت کی ضرورت وافادیت

نظر بر حدیث بالا و شعر مذکور بعض امور کے اعتبار سے واجب اور بعض کے اعتبار سے مناسب سمجھا کہ مختصر وصایا حسب حالت موجودہ لکھ کر ان کی عام اطلاع کر دوں اس میں میرے نفع کے ساتھ دوسروں کا بھی نفع ہے علماً بھی اور عبرۃً بھی چنانچہ مفصل مطالعہ وصایا سے لازمی ومتعدی مصالح ساتھ ساتھ معلوم ہوتے جائیں گے نیز ممکن ہے کہ دوسرے بھی اس کی تقلید کریں تو طاعت کا تسبب بھی طاعت ہے۔

۴۔ احباب سے دعا کی درخواست

میں اپنے سب دوستوں سے استدعا کرتا ہوں کہ میرے سب معاصی صغیرہ وکبیرہ عمد وخطا کے لئے استغفار فرمادیں اور جو میرے اندر عادات واخلاق ذمیمہ ہیں ان کے ازالہ کی دعا کریں۔

۵۔ تمام اہل حقوق سے معاملہ صاف کرنے کی درخواست

میرے بعض اخلاق سیۂ کے سبب بعض بندگان خدا کو حاضرانہ وغائبانہ میری زبان وہاتھ سے کچھ کلفتیں پہنچی ہیں اور کچھ حقوق[ا] ضائع ہوئے ہیں۔ خواہ اہل حقوق کو اس کی اطلاع ہوئی ہو یا

[ا] بحوالہ: اسی طرح اگر کسی کا مالی حق رہ گیا ہو خواہ اطلاع کر کے لے لیں۔ خواہ معاف فرمادیں خصوص بعض اوقات اتفاق سے بعضے خط بھیجنے والوں کے ٹکٹ بیسہ والے یا دو پیسہ والے غلطی سے ردی میں نکلے ہیں جن کے مالک کی تحقیق نہ ہو سکنے سے ان کو مصارف لقطہ میں صرف کر دیا گیا لیکن اہل حق کو اختیار ہے خواہ اس صرف کو جائز رکھیں کہ ثواب ہوگا خواہ اطلاع کر کے لے لیں ۱۲ منہ

besturdubooks.wordpress.com

نہ ہوئی ہو میں نہایت عاجزی سے سب چھوٹے بڑوں سے استدعا کرتا ہوں کہ للہ دل سے ان کو معاف فرمادیویں اللہ تعالیٰ ان کی تقصیرات سے درگزر فرمادیں گے۔ میں بھی ان کے لئے یہ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو دارین میں عفووعافیت عطا فرماویں معذرت کرنے والے کی تقصیر سے درگزر کرنے کی بڑی فضیلت آئی ہے اور اگر معاف کرنے کی ہمت نہ ہو تو حسب فتویٰ شرعی مجھ سے عوض لے لیں۔ خدا کے لئے قیامت پر مواخذہ نہ رکھیں کہ اس کا کسی طرح تحمل نہیں۔

۶۔ اپنے حق میں دوسروں کی کوتاہویں کی معافی

اس قبیل کی کوتاہیاں جو دوسروں سے میرے حق میں ہوگئی ہوں میں بطیب خاطر گزشتہ اور آئندہ کے لئے محض خدا تعالیٰ کے راضی کرنے کو اور اپنی خطاؤں کی معافی کی توقع پر وہ سب معاف کرتا ہوں۔

۷۔ سوانح لکھنے والوں کیلئے وصیت

چونکہ محبت میں اکثر مدائح غیر واقعیہ مشہور کردیئے جاتے ہیں اس لئے میں اپنی سوانح لکھا جانا پسند نہیں کرتا اگر کسی کو بہت ہی بیتابی کا شوق ہو اور دوسرے اہل تدین و تحقیق بھی اجازت دیں تو روایت میں احتیاط شدید کو واجب سمجھنا چاہیے ورنہ میں بری ہوتا ہوں۔

۸۔ تالیفات کے بارے میں وضاحتیں

تالیفات کے بعض مقامات میں مجھ سے اختصار موہم یا زیادت موہمہ یا غفلت سے کچھ لغزشیں بھی ہوئی ہیں جو اس وقت ذہن میں حاضر ہیں ان کی اطلاع جزئی طور پر دیتا ہوں اور جو اس وقت ذہن میں حاضر نہیں ان کے لئے دو قاعدے عرض کرتا ہوں۔ ایک یہ کہ میری کسی ایسی تصنیف میں جو اس محل لغزش سے متاخر ہو اس کی اصلاح کردی گئی ہو اور

ہے بحوالہ: چنانچہ تعلیم الدین مطبوعہ نظامی کانپور صفحہ ۷۴ آداب مجلس کے بیان میں یہ لکھا تھا ادب نہ کسی کی پشت کی طرف بیٹھو نہ کسی کی طرف پشت کرکے بیٹھو۔ اھ۔ سو یہ مضمون فی نفسہ صحیح ہے کیونکہ پہلی صورت میں تاذی مسلم ہے اس لئے کہ پشت کی طرف بیٹھنے سے اکثر نازی ہوتی ہے اور دوسری صورت میں اہانت مسلم اور بے ادبی ہے وذالک ظاھر لیکن جس حدیث کو اس کا ماخذ قرار دیا تھا جو کہ حاشیہ میں مذکور ہے وہ اس میں صریح نہیں بلکہ اس سے استنباط کیا گیا تھا اور اس میں واقعی بعد و تکلف ہے اس کے بعد لاہور مطبع نولکشور میں جو پھر طبع ہوئی اس میں اس کو اس طرح بدل دیا (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

besturdubooks.wordpress.com

متاخر ہونا تاریخ کے ملانے سے جو کہ ہر تصنیف کے آخر میں التزاماً لکھی گئی ہے معلوم ہوسکتا ہے اور اسی سے یہ بھی معلوم کرلینا چاہیے کہ میری تالیفات میں جو مضمون متعارض ہو اس میں اخیر کا قول میرا سمجھا جائے۔ دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ ایسے مواقع مشتبہ کو دوسرے علماء محققین سے تحقیق کرلیا جائے اور ان کے قول کو میرے قول پر ترجیح دی جائے۔ اسی طرح اگر میرا لکھا ہوا کوئی مشتبہ فتویٰ کسی کی نظر سے گزرے اس میں بھی یہی تقریر معروض ہے کیونکہ بعض اوقات لکھنے کے بعد خود مجھ کو بعض جوابوں کا غلط ہونا محقق ہوا ہے۔ میں نے سائل کا پتہ معلوم ہونے پر اس کو مطلع بھی کردیا ہے لیکن پتہ معلوم نہ ہونے کی صورت میں یا اس سائل کے پاس میری تصحیح کے محفوظ نہ رہنے کی تقدیر پر احتمال غلطی میں پڑنے کا ہوسکتا ہے اس لئے احتیاطاً یہ عرض کیا گیا۔ اب اول جزئی غلطیوں کے مقامات کو نقل کرتا ہوں۔

مقام اول بہشتی زیور میں عشاء کے بعد چار سنتیں لکھ دی ہیں صحیح یہ ہے کہ دو سنت اور دو نفل

مقام دوم: بہشتی زیور میں ایام بیض ۱۲۔۱۳۔۱۴ تاریخوں کو لکھ دیا ہے صحیح ۱۳۔۱۴۔۱۵ ہیں۔

مقام سوم تعلیم الدین و بہشتی زیور میں تیجے چالیسویں وغیرہ کے بدعت ہونے کے ذکر میں یہ لفظ لکھا گیا ہے ضروری سمجھ کر کرنا اس سے شبہ ہوسکتا ہے کہ شاید غیر ضروری سمجھ کر کرنا جائز ہو سو یہ قید واقعی تھی احترازی نہ تھی حکم یہ ہے کہ خواہ کسی طرح سے کرے بدعت ہے۔

مقام چہارم تعلیم الدین میں قبروں پر چراغ جلانے کے بارہ میں یہ لفظ لکھا گیا ہے ''کثرت سے چراغ جلانا'' اس میں بھی مثل مقام سوم کے سمجھنا چاہیے حکم یہ ہے کہ ایک چراغ رکھنا بھی بدعت ہے۔

مقام پنجم تعلیم الدین میں روپیہ کے پیسے ادھار لینے کو مطلقاً منع لکھ دیا ہے اور واقع میں اس حکم میں تفصیل ہے اگر عقد میں پورے پیسے ٹھہرے ہوں دوانی چونی وغیرہ نہ ٹھہری ہوں اور عاقد کے پاس مبادلہ کے وقت پیسے پورے موجود بھی ہوں لیکن کسی وجہ سے اس وقت قبضہ نہیں کرایا تب تو جائز ہے اور اگر ایک شرط بھی مفقود ہو تو ناجائز ہے۔ چونکہ عام

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) ادب محض ترفع کی نیت سے بلاضرورت مجلس میں ممتاز جگہ مت بیٹھواھ۔ اور یہ مضمون اس حدیث مرقومہ حاشیہ کا بلا تکلف مدلول ہے جس کے نسخے میں پہلی عبارت ہو وہ درست کرے ۱۲ منہ)

besturdubooks.wordpress.com

لوگ ان دونوں شرطوں کا لحاظ نہیں کرتے اس لئے انتظاماً علی الاطلاق منع کر دیا گیا۔

مقام ششم شوق وطن گیارھویں باب صفحہ ۲۳ میں ایک حدیث میں بوجہ غلطی نسخہ کے لم یؤمن لکھا گیا اور دوسرے کالم میں اسی بناء پر ترجمہ بھی غلط ہوگیا صحیح متن میں لم یوص ہے اور ترجمہ یہ ہونا چاہیے جو شخص (باوجود ایسے حقوق متعلق ہونے کے جن میں وصیت کرنا واجب ہو) وصیت نہ کر جائے اس کو مردوں کے ساتھ کلام کرنے کی اجازت نہیں ملتی۔ الخ۔

مقام ہفتم "یادگار دربار پرانوار" کے بالکل آخر میں ایک مضمون از قبیل عملیات لکھا ہے وہ کسی بزرگ سے منقول نہیں ایک صاحب کانپوری کاتب مضمون نے بہ نیت نفع وہاں کے مدرسہ کے ایک تاویل سے ایسا لکھ دیا ہے۔ اس لئے اس عمل کو منقول سمجھ کر استعمال نہ کریں۔ نیز اس کی ترکیب بھی بلا تکلف قواعد سنت پر منطبق نہیں ہوتی۔

۹۔ فروع الایمان کی ایک عبارت کی وضاحت

فروع الایمان میں ایک جگہ لکھا ہے کہ اگر پابندی احکام کے ساتھ ڈپٹی کلکٹری یا بیرسٹری وغیرہ اختیار کرو تو چشم ماروشن دل ماشاد انتہی اس سے بظاہر شبہ ان اعمال کے جواز کا معلوم ہوتا ہے سو سمجھ لینا چاہیے کہ مقصود اس عبارت سے یہ ہے کہ اگر پابندی احکام کے ساتھ ترقی دنیوی ہو تو اجازت ہے۔ یہ مثالیں خود مقصود نہیں کیونکہ ان اعمال کا مشروع ہونا نہ ہونا محتاج تفصیل مستقل ہے۔ لہٰذا ان مثالوں کو ارخاء عنان وتسامح پر محمول کرنا چاہیے اور ان کے جواز علی الاطلاق کا شبہ نہ کرنا چاہیے۔

۱۰۔ علوم مکاشفہ کے متعلق مضامین کی حیثیت

میری تحریرات میں جو مضامین از قبیل علوم مکاشفہ ہیں جو کہ علم تصوف کی ایک قسم ہے جس کو حقائق و معارف سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے اور حجج شرعیہ ان سے ساکت ہیں ان کو حسب قاعدہ اصولیہ وکلامیہ امور ثابتہ بدلائل شرعیہ کے درجہ میں نہ سمجھنا چاہیے۔ بلکہ بالکل اعتقاد نہ رکھنا بھی جائز ہے اور اگر اعتقاد رکھے تو محض احتمال کے درجے سے تجاوز نہ کرے۔

۱۱۔ کتب خانہ میں موجود کتب کے مضامین بارے وضاحتیں

میرے کتب خانہ میں ہر قسم کی اور بعض دوسرے فرقوں کی بھی کتابیں بلا میرے قصد

besturdubooks.wordpress.com

1 کے جمع ہوگئی ہیں سو محض ان کے کتب خانہ میں ہونے سے سب کی صحت مضامین کا شبہ نہ کیا جائے جو کتاب یا جو مضمون قواعد شرعیہ کے خلاف ہو اس کو باطل سمجھا جائے۔

۱۲۔ازواج کی ملکیتی چیزوں کی وضاحت

خدا تعالیٰ کے فضل سے اس وقت میرے ذمہ بالکل کسی کا قرض نہیں اور حق تعالیٰ کا جو معاملہ فضل اس ناکارہ کے ساتھ اس سے امید ہے کہ انشاءاللہ تعالیٰ آئندہ بھی اس سے محفوظ رہے گا اور اگر ایسا اتفاق ہوا یا کسی کی امانت میرے پاس ہوئی تو اس کی یادداشت زبانی یا تحریری ظاہر کردی جائے گی۔ اس کے ضمن میں یہ امر بھی قابل اطلاع ہے کہ مہر اہلیہ کا بھی میں ادا کرچکا ہوں۔ مکان مسکونہ اور بعض دوسرے اموال ملاکر یہ سب مہر میں دے دیا۔ اس وقت وہ مکان خالص ان کی ملک ہے وہ اس میں جو چاہیں تصرف کریں۔ اور اسی طرح اثاث البیت اکثر ان کی ملک ہے اور بعض جو مشترک یا خالص میری ملک ہے وہ ہم دونوں کو یاد ہے۔ ہر ایک کا قول اس میں انشاءاللہ تعالیٰ قابل تصدیق ہے۔

۱۳۔تعلیم دین بارے وصیت

میں اپنے دوستوں کو خصوصاً اور سب مسلمانوں کو عموماً بہت تاکید کے ساتھ کہتا ہوں کہ علم دین کا خود سیکھنا اور اولاد کو تعلیم کرانا ہر شخص پر فرض عین ہے خواہ بذریعہ کتاب ہو یا بذریعہ صحبت بجز اس کے کوئی صورت نہیں کہ فتن دینیہ سے حفاظت ہو سکے جن کی آج کل بے حد کثرت ہے۔ اس میں ہرگز غفلت یا کوتاہی نہ کریں۔

۱۴۔طالب علموں کو وصیت

طالب علموں کو وصیت کرتا ہوں کہ نرے درس و تدریس پر مغرور نہ ہوں اس کا کارآمد ہونا موقوف ہے اہل اللہ کی خدمت و صحبت و نظر عنایت پر اس کا التزام نہایت اہتمام سے رکھیں۔

بے عنایاتِ حق و خاصانِ حق گر ملک باشد سیہ ہستش ورق

اللہ تعالیٰ اور اس کے خاص بندوں کی عنایات کے بغیر اگر فرشتہ بھی ہو تو اس کا اعمال نامہ سیاہ ہوگا۔

۱۵۔مدرسہ کے انتظام بارے وصیت

جو مدرسہ دینیہ فی الحال یہاں میرے تعلق میں جاری ہے وہ ایک خاص شان کا مدرسہ

besturdubooks.wordpress.com

ہے جس کی تفصیل ضروری ہے میرے مشفق مولوی عبداللہ صاحب کی تحریر مسمی بہ ظل صفہ[1] سے معلوم ہوسکتی ہے میرا دل یوں چاہتا ہے کہ میرے بعد بھی اس کے ابقاء کی طرف توجہ رکھی جائے اور خدا تعالیٰ اس مدرسہ کی خدمت کی جس کو توفیق دے تو وہ اس کے طرز کو جس کا ایک مہتم بالشان جزو تربیت اخلاق واصلاح نفس ہے نہ بدلے کہ انشاءاللہ تعالیٰ اس میں بہت خیر وبرکت کی اُمید ہے۔

۱۶۔ وہ امور جن سے احتیاط ضروری ہے

دینی یا دنیوی مضرتوں پر نظر کر کے ان امور سے خصوصیت کے ساتھ احتیاط رکھنے کا مشورہ دیتا ہوں۔ (۱) شہوت وغضب کے مقتضا پر عمل نہ کریں۔ (۲)۔ تعجیل نہایت بری چیز ہے۔ (۳)۔ بے مشورہ کوئی کام نہ کریں۔ (۴)۔ غیبت قطعاً چھوڑ دیں۔ (۵)۔ کثرت کلام اگرچہ مباح کے ساتھ ہو اور کثرت اختلاط خلق بلاضرورت شدیدہ وبلا مصلحت مطلوبہ اور خصوصاً جبکہ دوستی کے درجہ تک پہنچ جائے پھر خصوص جبکہ ہر کس وناکس کو راز دار بھی بنالیا جائے نہایت مضر چیز ہے۔ (۶)۔ بدوں پوری رغبت کے ساتھ کھانا ہرگز نہ کھائیں۔ (۷)۔ بدوں سخت تقاضا کے ہم بستر نہ ہوں۔ (۸)۔ بدوں سخت حاجت کے قرض نہ لیں۔ (۹)۔ فضول خرچی کے پاس نہ جائیں۔ (۱۰)۔ غیر ضروری سامان جمع نہ کریں۔ (۱۱)۔ سخت مزاجی وتندخوئی کی عادت نہ کریں رِفق اور ضبط اور تحمل کو اپنا شعار بنادیں۔ (۱۲)۔ ریا وتکلف سے بہت بچیں اقوال وافعال میں بھی طعام ولباس میں بھی۔ (۱۳)۔ مقتدا کو چاہیے کہ اُمراء سے نہ بدخلقی کرے اور نہ زیادہ اختلاط کرے اور نہ ان کو حتی الامکان مقصود بنادے بالخصوص دنیوی نفع حاصل کرنے کے لئے۔ (۱۴)۔ معاملات کی صفائی کو دیانات سے بھی زیادہ مہتم بالشان سمجھیں۔ (۱۵)۔ روایات وحکایات میں بے انتہا احتیاط کریں۔ اس میں بڑے بڑے دیندار اور فہیم لوگ بے احتیاطی کرتے ہیں خواہ سمجھنے میں یا نقل کرنے میں۔ (۱۶)۔ بلاضرورت بالکلیہ اور ضرورت میں بلا اجازت وتجویز طبیب حاذق شفیق کے کسی قسم کی دوا ہرگز استعمال نہ کریں۔ (۱۷)۔ زبان کی غایت درجہ ہر قسم کی معصیت ولایعنی سے احتیاط رکھیں۔ (۱۸)۔ حق پرست رہیں اپنے قول پر

---

[1] بحوالہ: وہ تحریر رسالہ تنبیہات وصیت کے آخر میں ملحق ہے

besturdubooks.wordpress.com

جمود نہ کریں۔(۱۹)۔تعلقات نہ بڑھائیں۔(۲۰)۔کسی کے دنیوی معاملہ میں دخل نہ دیں۔

۱۷۔اپنی ازواج بارے وصیت

عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کا ن یقول لنسائه ان امرکن مما یهمی من بعدی ولن یصبر علیکن الا الصابر ون الصدیقون الحدیث رواه الترمذی۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا کہ اپنے بعد اپنی بی بی کی آسائش کی فکر ہونا سنت کے موافق بھی ہے اور امر طبعی تو ہے ہی اس لئے محض اس احتمال پر کہ میرے اہل کا وقت مجھ سے شاید مؤخر ہو جائے **والغیب عند الله** میں عام طور پر مگر خاص ان دوستوں کو جن کی طبیعت پر میرے بعد بھی میرے تعلق کا لحاظ غالب ہو وصیت کرتا ہوں کہ بیس آدمی مل کر اگر ایک ایک روپیہ ماہوار ان کے لئے اپنے ذمہ رکھ لیں تو امید ہے کہ ان کو تکلیف نہ ہوگی اور باقی اصل سپردگی خدا تعالیٰ کو کرتا ہوں۔ چونکہ احقر نے آخر رمضان ۱۳۳۴ھ میں ایک اور نکاح کیا ہے لہٰذا اس منکوحہ کے متعلق بھی مثل منکوحہ اولیٰ کے دوستوں کو وصیت کرتا ہوں کہ جب میں نہ ہوں یا خدانخواستہ ان کی خبر گیری سے معذور ہو جاؤں تو خواہ دوسری کے لئے بھی بیس روپیہ ماہوار کا انتظام کرلیں یا دس روپیہ (زائد) کا انتظام کر کے دونوں کو پندرہ پندرہ پیش کر دیں۔

۱۸۔ایصال ثواب کی درخواست

میں اپنے تمام منتسبین سے درخواست کرتا ہوں کہ ہر شخص اپنی عمر بھر یاد کر کے ہر روز سورۃ یٰسین شریف یا تین بار قل ہواللہ شریف پڑھ کر مجھ کو بخش دیا کرے مگر اور کوئی امر خلاف سنت بدعات عوام وخواص میں سے نہ کریں۔

۱۹۔دنیا سے دل نہ لگانے کی وصیت

حتی الامکان دنیا و مافیھا سے جی نہ لگاویں اور کسی وقت فکر آخرت سے غافل نہ ہوں۔ ہمیشہ ایسی حالت میں رہیں کہ اگر اسی وقت پیام اجل آ جائے تو کوئی فکر اس تمنا کا مقتضی نہ ہو **لولا اخر تنی الی اجل قریب فاصدق و اکن من الصالحین۔** اور ہر وقت یہ سمجھیں

besturdubooks.wordpress.com

(ع) شاید ہمیں نفس نفس واپسیں بود اور علی الدوام دن کے گناہوں سے قبل رات کے اور رات کے گناہوں سے قبل دن کے استغفار کرتے رہیں اور حتی الوسع حقوق العباد سے سبکدوش رہیں۔

۲۰۔ خاتمہ بالخیر کی فکر رکھنے کی وصیت

خاتمہ بالخیر ہونے کو تمام نعمتوں سے افضل واکمل اعتقاد رکھیں اور ہمیشہ خصوصاً بعد پانچوں نمازوں کے نہایت لجاجت وتضرع سے اس کی دعا کیا کریں۔ اور ایمان حاصل پر شکر کیا کریں حسب وعدہ لئن شکرتم لازیدنکم۔ یہ بھی اعظم اسباب ختم بالخیر سے ہے اور اسی کے ساتھ میں اپنے لئے بھی اس دعا کیلئے درخواست کر کے اس مضمون کو ختم کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرا بھی ایمان پر خاتمہ فرماوے۔

۲۱۔ حضرت والاؒ کا نسب

تفصیل مختصر متعلق نسب حضرت صاحب سوانح تمہید از احقر مؤلف اشرف السوانح۔

باب نسب چونکہ شرعاً خاص طور پر محل احتیاط ہے اس لئے حضرت صاحب سوانح نے اپنے نسب کے متعلق قریب قریب ہر زمانہ میں سلسلہ تحقیق کا جاری رکھا اور اسی لئے اس موضوع پر بوجہ تبدل تحقیق متعدد ومختلف تحریرات کی نوبت آئی جو رسالہ تنبیہات وصیت اور اس کے تتمات میں مذکور ہیں جن میں بعض میں ناسخ ومنسوخ کا بھی تعلق ہے ان مختلف تحریرات میں اخیر کی تحریر وہ ہے جو رسالہ النور رمضان وشوال ۱۳۴۳ھ فصل چہلم ترجیح الراجح میں شائع ہوئی ہے جس کو خاتمۃ التحقیقات کہا گیا ہے پھر ان سب اجزاء منتشرہ کو موائد العوائد فائدہ سابعہ وثلثین میں مرتب ومجتمع کر دیا گیا جو رسالہ النور ماہ ربیع الثانی ۱۳۴۷ھ جلد ۸ نمبر ۱۲ میں زیر عنوان موائد العوائد شائع ہوا ہے۔ میں اس مقام پر اسی کو خود حضرت صاحب سوانح کی عبارت میں نقل کر دینا کافی سمجھتا ہوں اس کے بعد مقامات پر بعض تازہ حواشی بھی حضرت صاحب سوانح نے لکھے ہیں اصل کے بعد ان کو بھی نقل کر دوں گا۔ اصل یہ ہے۔

مضمونِ حضرت والاؒ ماخوذ از موائد العوائد

فائدہ سابعہ وثلثین در بعضے حواشی رسالہ ذنابات المانی الزیادات (اس کا موقع عنوان

besturdubooks.wordpress.com

ذنابہ ثانیہ میں یہ لفظ ہے ''سلسلۃ النسب من الاب'' اس لفظ پر یہ حاشیہ لکھا جائے) یہ نسب نامہ جو کہ رسالہ امواج طلب کے اخیر میں بھی بعنوان حاشیہ مذکور ہے بنا بر بعض زبانی روایات متعلقہ ابتدائے اتصال و بعض کاغذات متعلقہ توسط وانتہائے اتصال مع تایید انتہائے اتصال بعض کتب لکھا گیا تھا مگر اس کے بعض اجزاء بعض ماہرین ثقات احباب کی تحقیق کی بناء پر جو کہ کاغذات قدیمہ معتبرہ سے مقتبس ہے اور بعض اجزاء تاریخ صحیح کی بناء پر محل کلام ثابت ہوئے جو کہ ذیل کے نمبروں میں درج ہیں اور اس میں بعض اجزاء تاریخی ایسے بھی ہیں جن کا ماخذ معلوم نہیں ہوا ان سے تعرض نہیں کیا گیا (نمبر۱) اتصال قاضی نصر اللہ خان تک (نمبر۲) قاضی نصر اللہ خاں کے جد شیخ نظام وخشی سے فرخ شاہ تک صرف دو واسطے ہونا (نمبر۳) قاضی نصر اللہ خاں کا ۶۷۲ھ میں بہ زمانہ غیاث الدین بلبن تھانہ بھون آنا جیسا بعض شجرات قلمیہ موجودہ قصبہ میں لکھا ہے (نمبر۴) فرخ شاہ کا صاحب سلطنت ہونا (نمبر۵) حضرت ابراہیم بن ادہم کا سلسلہ نسب میں واقع ہونا جیسا شجرات قصبہ میں ہے اور ان کا حضرت عمرؓ کی اولاد میں ہونا جیسا شجرات مذکورہ و تاریخ فرشتہ میں ہے یا ان کا حسینی ہونا جیسا حضرت یحییٰ منیری رحمہ اللہ تعالیٰ کے بعض مکتوبات میں ہے۔ سو ان اجزاء کے متعلق عرض کرتا ہوں۔

جزو اول کی تحقیق مع التوابع یہ ہے کہ تھانہ بھون کے فاروقیوں کے چار خاندان مشہور ہیں۔ خطیب، قاضی، نائب (یعنی نائب قاضی محتسب۔ خطیبوں کے جد اعلیٰ مولانا صدر جہاں ہیں احقر کا سلسلہ ان سے اس طرح متصل ہے۔ اشرف بن منشی عبدالحق بن حافظ فیض علی بن غلام فرید شہید بن محمد جلال بن رحمت اللہ بن امان اللہ (جو ۹۸۳ھ میں موجود تھے) ابن عتیق اللہ خطیب (صاحب فرمان مصدرہ ۸۔ جمادی الاولیٰ ۲ھ جلوس عالمگیری) ابن حافظ حبیب اللہ (صاحب فرمان عہد جہانگیر) ابن شیخ آدم صاحب فرمان مصدرہ ۴۔ مرداد الٰہی ۸ھ جلوس جہانگیری) ابن مولانا محمد جلال خطیب (مغائر جلال سابق و صاحب فرمان عہد اکبر اول بشرکت برادر خود فرید) ابن مولانا صدر جہاں جد اعلیٰ خطیبان موجود در ۹۰۷ھ بعہد اکبر اول (مطابق ایک فرمان کے جس میں ان کو بہ لفظ تقویٰ شعار لکھا ہے ۱۲) اور خاندان قضاۃ کے جد اعلیٰ قاضی نصر اللہ خاں ہیں۔ ان کے ابناء شیخ امان اللہ و شیخ محمد موسیٰ کے نام ۹۸۳ھ میں بعہد

besturdubooks.wordpress.com

اکبراول فرمان عطاء معافی صادر ہوا ہے۔ ملا محمد صابر کے مابعد تک اس خاندان میں منصب قضار ہا چنانچہ مولانا محمد صابر کے (جن کے نام کے ساتھ مصنف کشاف اصطلاحات الفنون نے اتقی العلماء لکھا ہے ۱۲) پر پوتے قاضی محمد اعلیٰ مصنف ''کشاف اصطلاحات الفنون'' کے زمانہ قضا کے دستخطی صکوک جن کی مہر میں لقب قاضی مصرح ہے میں نے خود دیکھے ہیں۔ پھر نواسگی کے علاقہ سے یہ منصب قاضی قطب الدین مورث خاندان قضاۃ قصبہ کی طرف جو کہ صدر جہاں کی اولاد میں تھے منتقل ہوگیا اوران ہی قاضی نصر اللہ خاں کی اولاد میں قاضی محمد ہاشم بھی تھے جو ۱۰۷۰ھ میں بعہد عالمگیر تھانہ بھون کے قاضی تھے اوران ہی نصر اللہ خاں کی اولاد میں قاضی محمد شفیع بھی ہیں جو ۱۷ جلوس عالمگیری میں موجود تھے اور بیدار والے ان کی نسل سے ہیں ان کی اولاد بھی نائب قاضی کہلاتے ہیں اور خاندان نائبان کے جد اعلیٰ قاضی محمد یٰسین ہیں (غالباً نائب لقب اصل میں ان ہی کا ہوگا پھر خاندان قضاۃ کے خطیبوں میں قضا کے منتقل ہونے کے بعد جس کا اوپر ذکر ہوا ہے عجب نہیں کہ نیابت خاندان قضاۃ میں چلی گئی ہو اس عارض کے سبب ان کا بھی لقب نائب ہوگیا ہو جیسا قاضی محمد شفیع کی اولاد کے باب میں لکھا گیا ہے) اور خاندان محتسبانہ کے جد اعلیٰ شیخ مبارک محتسب ہیں پس چاروں جماعتوں کے جد اعلیٰ یہ چار ہوئے۔ مولانا صدر جہاں۔ قاضی نصر اللہ خاں' قاضی محمد یٰسین' شیخ مبارک اور یہ چاروں ایک دوسرے کی اولاد سے نہیں مگر تقریباً اکبر اول کے عہد میں ان کا معاصر اور قرابت دار ہونا اور اس بناء پر ایک کا دوسرے کی جائیداد سے حصہ پانا کاغذات سے ثابت ہے اور بوجہ اس کے کہ آگے ان کا پورا سلسلہ اور اسماء وسائط کلاً یا بعضاً معلوم نہیں کسی کا تو صدر جہاں سے آگے کسی کا قاضی محمد یٰسین سے اوپر کسی کا شیخ مبارک کے اوپر اور قاضی نصر اللہ خاں کی اولاد کا ان کے جد امجد شیخ نظام وخشی سے اوپر اس لئے اس کی تحقیق نہیں ہوئی کہ یہ سب اوپر جا کر کتنی پشتوں میں مل جاتے ہیں لیکن ان سب کا فرخ شاہ کی اولاد ہونا اور فاروقی ہونا قریب قریب متواتر ہے۔ چنانچہ ان سب کے شجرات انساب کا فرخ شاہ کابلی کی طرف انتساب میں متفق ہونا اور ان خاندانوں میں بہت سے حضرات کا جن کا عالم اور باخبر ہونا پایا جاتا ہے اپنے ناموں کے ساتھ فاروقی لکھنا جن میں سے قاضی محمد اعلیٰ مذکور بالا بھی ہیں جن کا محقق و متبحر ہونا

besturdubooks.wordpress.com

ان کی کتاب ''کشاف اصطلاحات الفنون'' سے ظاہر ہے۔ وہ بھی اس کتاب کے خطبہ میں اپنے کو فاروقی لکھ رہے ہیں نیز فرخ شاہ کے فاروقی ہونے پر دوسری تواریخ اور مختلف مقامات کے شجرات کا جن کو احقر نے جمع کیا تھا متفق ہونا یہ سب قرائن تو یہ بلکہ تقریباً براہین قطعیہ ہیں۔ دعاوی مذکورہ کے واللہ اعلم۔ باب نسب میں فقہاء نے بھی تسامع کو حجت فرمایا ہے اور شیوخ تھانہ بھون اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت جلال الدین تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ اور بھی شیوخ بعض بلاد ہندوستان یہ سب ان ہی فرخ شاہ کابلی کی اولاد میں ہیں۔ **کما یظهر من الشجرات و کتب السیر۔**

جزو ثانی: میں کلام یہ ہے کہ قاضی نصر اللہ خاں کا تقریباً عہد اکبر اول میں موجود ہونا مذکور ہو چکا ہے اور یہی زمانہ تھا شیخ جلال الدین تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ عبدالاحد صاحب والد حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا پھر حسب نقل اہل سیر شیخ جلال اور فرخ شاہ کے درمیان چودہ واسطے اور اسی طرح خواجہ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ اور فرخ شاہ کے درمیان چودہ واسطے اور اسی طرح خواجہ عبدالاحدؒ اور فرخ شاہ کے درمیان تیرہ واسطے ہیں پھر کیسے معقول ہوسکتا ہے کہ قاضی نصر اللہ خاں اور فرخ شاہ کے درمیان صرف چار ہی واسطے ہوں۔ بالضرور زیادہ وسائط لکھنے سے رہ گئے ہیں۔

جزو ثالث: میں خدشہ نہایت ظاہر ہے کہ غیاث الدین بلبن ساتویں صدی میں ہیں اور قاضی نصر اللہ خاں وغیرہ دسویں صدی میں **کما ذکر مفصلاً فی الجزء الاول** تو دونوں کا زمانہ ایک کیسے ہوسکتا ہے عجب نہیں ان کے اجداد ساتویں صدی میں آئے ہوں چنانچہ ان کا تھانیسر آنے کا زمانہ جو منقول ہے وہ تقریباً یہی ہے پھر خود یہ لوگ دسویں صدی میں تھانہ بھون آ گئے ہوں تو ناقل کو خلط ہو گیا کہ آمد اجداد کے زمانہ کو ان کی آمد کا زمانہ غلطی سے لکھ دیا یا لفظ اجداد لکھنے سے رہ گیا۔

جزو رابع: فرخ شاہ کو بعض اہل سیر نے وزیر سلاطین کابل کا لکھا ہے ممکن ہے وزارت سے بعد میں سلطنت تک پہنچ گئے ہوں چنانچہ زبدۃ المقامات میں ان کو وزراء سے لکھا ہے (از ضمیمہ تتمہ سادسہ تنبیہات) اور رسالہ سلسلہ ذہبیہ میں ان کو والی کابل لکھا ہے اور اسی میں یہ بھی لکھا ہے کہ زوال سلطنت غزنویہ کے بعد ترویج اسلام و توہین اصنام کیلئے کئی بار کابل سے ہندوستان آئے

besturdubooks.wordpress.com

(از تتمہ سابعہ تنبیہات) عجب نہیں سلطنت غزنویہ کے بعد اس موقع پر ان کو بادشاہ بنادیا گیا ہو۔

جزو خامس: میں نے متعدد و مختلف بلاد وامصار سے وہ شجرے فاروقیوں کے فراہم کئے جو فرخ شاہ میں جمع ہوگئے ہیں سو یہ سب اس میں بھی متفق ہیں کہ اوپر جا کر سب میں اسحٰق نام ہے اور اسحاق تک اسماء بھی تقارب کے ساتھ مشترک ہیں اب اسحٰق سے آگے یہ اختلاف ہے کہ بعض میں تو اسحٰق کے بعد ابراہیم ہے اور ادہم نہیں اور بعض میں اسحٰق کے بعد ادہم ہے ابراہیم نہیں اور بعض میں ابراہیم بن ادہم ہے پھر جن میں صرف ابراہیم ہے اس کے بعض میں ناصر بن عبداللہ بن عمر ہے اور بعض میں سالم بن عبداللہ بن عمر ہے۔ ان بعض شجرات کی بناء پر و نیز تاریخ فرشتہ کی روایت پر حضرت ابراہیم بن ادہم فاروقی مشہور ہوگئے لیکن محدثین نے کتب اسماء الرجال مثل تہذیب وغیرہ میں و نیز محققین اہل تصوف نے بھی ابراہیم بن ادہم کا نسب اس طرح بیان کیا ہے۔ ادہم بن منصور یا مندہ بن یزید بن جابر بن ثعلبہ بن سعد بن حلاج بن غزیہ بن اسامہ بن ربیعہ بن ضبیعہ بن عجل اور یہ عجل ربیعہ کی اولاد میں ہے اور یہ ربیعہ نزار کی اولاد میں ہے اور بھائی ہے مضر کا پھر مضر کی شاخ میں قریش ہیں اور ربیعہ کی دوسری شاخ ہے تو ابراہیم بن ادہم عجلی ہیں قریشی بھی نہیں ہوئے فاروقی تو کیسے ہوتے اور بعض محدثین نے ان کو تمیمی کہا ہے اور تطبیق کے لئے تمیمیت کو ماں کی جہت سے کہا ہے پس اس سے ثابت ہوا کہ فاروقیوں کے سلسلہ نسب میں ابراہیم بن ادہم کا واقع ہونا غلط ہے اور یہ ابراہیم جو شجرات میں واقع ہیں کوئی دوسرے ابراہیم ہیں اور ادہم میں کچھ خلط ہوا ہے عجب نہیں سالم کو بوجہ کتابت غیر مستبینہ کے کسی نے ادہم سمجھ لیا ہو آگے نقل ہوتا چلا گیا ہو اور جن میں صرف ادہم ہے عجب نہیں ابراہیم کی تصحیف ہو۔ اور چونکہ ابراہیم بن ادہم کے فرزند کا نام بھی اسحٰق ہے عجب نہیں یہ اشتراک بانضمام اشتباہات مذکورہ منشاء غلط کا مقوی ہوگیا ہو۔ اور اسی سے حسینی ہونے کی حالت بھی معلوم ہوگئی اس کے متعلق کچھ مضمون عنقریب نوٹ ب میں مذکورہ ہوتا ہے۔ واللہ اعلم وهذا ملخص المضمون الثالث من ضميمة التتمة السادسة للتنبيهات و الفصل الاربعين من ترجيح الراجح فی رسالة النور لرمضان و شوال ۱۳۴۳ھ و آخر الحصة الاولىٰ من الطرائف و الظرائف فمن اشتاق الى التحقيق المبسوط و المفصول فليرجع الى الاصول۔

besturdubooks.wordpress.com

(نوٹ الف) اگر میری کسی تحریر سابق میں کوئی جزو اس تحقیق کے خلاف پایا جائے وہ مرجوع عنہ ہے۔

(نوٹ ب) بعض معاصرین نے حضرت شیخ فرید گنج شکر رحمہ اللہ کا نسب بذریعہ حضرت ابراہیم بن ادہم کے خاندان سیادت سے وابستہ کرنا چاہا ہے اور حضرت شیخ یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ کے بعض مکتوبات سے اس کو متاید کیا ہے اس کی مبسوط تحقیق احقر کے ملفوظات خبرت کے حصہ سوم ملفوظ (۱۴) میں مذکور ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ مؤلف کے سب مقدمات مخدوش ہیں۔ باقی حضرت شیخ کا قول بنا بر حُسن ظن کسی سے منقول ہوگا جو حجت نہیں۔

(حواشی از حضرت والا بر مضمون بالا)

(۱) قوله في الجزء الرابع چنانچہ زبدۃ المقامات میں ان کو وزراء سے لکھا ہے۔ الخ پوری عبارت اس کی (اسی اشرف السوانح کے) ''باب شرف نسب'' میں گزر چکی ہے۔

(۲) قولہ رسالہ سلسلہ ذہبیہ میں ان کو والی کابل لکھا ہے الخ۔ پورا مضمون اس کا (اسی اشرف السوانح کے) باب شرف نسب میں گزر چکا ہے۔ (۳) قولہ فی الجزء الخامس فاروقیوں کے سلسلہ نسب میں ابراہیم بن ادہم کا واقع ہونا غلط ہے الخ۔ چنانچہ حاشیہ القول المستحسن و رسالہ انتصاح میں بھی جو تصوف کی کتابیں ہیں حضرت ابراہیم کی فاروقیت کی نفی کی تصریح ہے۔ (تنبیہات وصیت) بلکہ کسی موجود نسب نامہ میں بھی ان کا ذکر صحیح نہیں کیونکہ اُن کی نسل ہی نہیں چلی چنانچہ اقتباس الانوار میں بضمن سلسلہ نسب حضرت شیخ فرید رحمۃ اللہ علیہ لکھا ہے۔ ''بہ ثبوت پیوستہ کہ از اسحٰق پسر حضرت ابراہیم بن ادہم عقبےٰ نماندہ''

(۴) قولہ ایضاً فی الجزء الخامس سالم کو بوجہ کتابت غیر مستبینہ کے کسی نے ادہم سمجھ لیا ہو۔ الخ۔ اس کے متعلق بھی بعض احباب نے ایک سوال لکھا تھا جو مع جواب منقول ہے۔

سوال حضور والا نے ابراہیم بن ادہم کے متعلق کسی تحریر کے حوالہ سے یہ فرمایا تھا کہ یہ ادہم اصل میں سالم بن عبداللہ تھا مگر کتابت کی غلطی سے یا رسم خط نہ سمجھنے سے سالم کا ادہم بن گیا۔ مگر ابن سعد نے سالم کے کسی فرزند کا نام ابراہیم نہیں لکھا ان کی عبارت یہ ہے۔

''سالم بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن رباح بن عبداللہ بن

besturdubooks.wordpress.com

قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوئی ۔ وامه ام ولد ویکنی سالم اباعمیر فولد سالم عمر و ابابکر و امهما ام الحکم بنت یزید بن عبد قیس و عبداللہ و عاصما وجعفر او حفصة و فاطمة وامهم ام ولد عبدالعزیز و عبدة وا مهماام ولد (انتھی) ان کی کل اولاد یہ ہے اور ان میں کسی کا نام ابراہیم نہیں (طبقات ابن سعد جلد خامس صفحہ ۱۴۴ و ۱۴۵)

الجواب شاید سالم کی اولاد الاولاد میں کوئی ابراہیم ہو اور وسائط متروک ہو گئے ہوں۔

(۵) قولہ فی حرف الف مرجوع عنہ ہے الخ۔ جیسے تنبیہات وصیت میں ادہمی کہنے کی گنجائش بتلائی کیونکہ جب ان کی نسل ہی نہیں چلی (کما سبق عن الاقتباس) تو اس وقت کوئی بھی ادہمی نہیں۔ اور جیسے حسام عبرت میں رحمت اللہ اور امان اللہ کے درمیان میں ایک خاندانی معمر بی بی کی زبانی روایت پر ایک نام عبدالنبی داخل ہو گیا جس میں تتمہ اولیٰ تنبیہات کے مضمون سوم میں بھی متنبہ کر چکا ہوں اور جیسے حسام عبرت ہی میں فرخ شاہ کابلی کے متعلق لکھ دیا گیا'' در محاربہ باخلجیان شہید گشت جو بعض تحریرات کے اعتماد پر لکھ دیا گیا تھا۔ تمت الفائدۃ وحواشیہا۔

الاستحضار للا حتضار مع تقلبات الاطوار

(یعنی)

وصایا جزئیہ احقر زائدہ بر وصایا کلیہ مذکورۂ تنبیہات وصیت

بعد الحمد والصلوٰۃ۔ یہ نقل ہے احقر کے جزئی وصیت نامہ کی جو کہ ایک نمونہ ہے معاملات یومیہ کے متعلق وصیت کا چنانچہ اس کے نام سے ظاہر ہے اور نمونہ دکھلانے ہی کے لئے اس کو شائع کیا جاتا ہے تا کہ حدیث میں جو وصیت لکھ کر[1] پاس رکھنے کا حکم آیا ہے (یہ حدیث تنبیہات وصیت کے اول میں مذکور ہے) اس حدیث پر عمل کرنے والے لکھ کر رکھنے کی صورت گو قدرے تصرف کے ساتھ معلوم ہو جائے اور چونکہ معاملات یومیہ عادۃً تغیر و تبدل لازم ہے

---

[1] بحوالہ: اور جو لکھنا نہ جانے وہ کسی سے لکھوا لے یا کسی معتمد فہیم کو زبانی اطلاع کرتا رہے نیز جو شخص خود مسائل سے پورا واقف نہ ہو وہ واقعات ضبط کر کے اس کی بھی وصیت کر دے کہ یہ سب کام علماء کے فتوے سے کریں ۱۲

besturdubooks.wordpress.com

اس کے منضبط کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ایسے وصیت نامہ کے محاذات میں اصل مضامین ہی کی مساوی (کہ اس میں سہولت ہے) خالی جگہ چھوڑ دی جائے تا کہ حالات کے تقلبات کو اس میں منضبط کرتے رہا کریں (نام میں مع کے مضاف الیہ کا حاصل یہی ہے) چنانچہ اس خالی جگہ کی صورت دکھلانے کے لئے نمونہ ہذا میں بھی ایک صفحہ سادہ چھوڑ دیا گیا ہے۔ یہی صورت تمام وصیت نامہ میں سمجھ لی جائے اس خالی جگہ میں روزمرہ کی ترمیمات کو لکھ دیا جایا کرے اور جب کسی جزو کے ترمیم کی مقدار زیادہ ہو جائے تو اس کو اس کی جگہ سے کاٹ کر بقیہ مضامین کے بعد مع لحاظ ترمیمات اس کو ایک مستقل نمبر بنا کر متن میں اس کا اضافہ کر دیا کریں اور چونکہ بعض نمبروں میں دوسرے نمبروں کا حوالہ ہوگا اس لئے مصلحت یہ ہے کہ اس ترمیم شدہ نمبر کا عدد نہ بدلا جائے اور یا اس ترمیم شدہ کو مستقل کاغذ پر لکھ کر اس اصل کی جگہ گوند وغیرہ سے چسپاں کر دیں اور کوئی مستقل نمبر بڑھانا ہو تو اخیر میں بڑھا دیں۔ اسی طرح وقتاً فوقتاً اس کا سلسلہ جاری رکھیں حتیٰ کہ آخرت کا سفر پیش آ جائے اگر اس نمونہ میں کوئی امر قابل اصلاح کسی کے ذہن میں آئے بے تکلف مطلع فرمادیں۔ واللہ الموفق لصالح الاعمال وھو المصلح للحال والمآل + کتبہ اشرف علی عفی عنہ

نقل وصیت نامہ جزئیہ احقر مذکورہ تمہید

مکان جدید وقبرستان کا وقف ہونا

(وصیت نمبر۱) میرا مکان جدید اور قبرستان جدید یہ دونوں رجسٹری شدہ وقف ہیں جن کے وقف ناموں کا ذکر نمبر ۸ میں آتا ہے۔

سہ دری اور حجروں میں موجود چیزیں

(نمبر۲) میری نشست کی سہ دری واقع خانقاہ میں جتنی چیزیں موجود ہیں اور اسی طرح سہ دری مذکور کے دونوں حجروں میں بھی یعنی حجرہ نمبر۱ و نمبر۲ میں مثل کتب وبکس و کاغذات وظروف وادویہ وپارچہ وفرش وپردے وغیرہ سب میری ملک ہیں باستثناء ان اشیاء کے جن کی تفصیل ایک دفتی پر لکھ کر حجرہ نمبر۱ کی الماری کے ایک تختہ پر رکھ دی ہے نیز

besturdubooks.wordpress.com

باستثناء ان پنکھوں کے جو بعض اوقات مسجد سے اس سہ دری میں آ جاتے ہیں اور اسی طرح دستی ڈاک کالیٹر بکس اور سہ دری کے باہر کے دونوں اعلان مطبوع و قلمی بھی سب میری ملک ہیں۔ نیز سہ دری مذکور کے باہر اس کے متصل مقفل الماری میں سب بوتلیں وغیرہ اور سہ دری مذکور کے اندر مقفل کھڑکی میں سب لفافے اور کاغذات وغیرہا میری ملک ہیں۔

گھروں میں موجود چیزوں کی وضاحت

(نمبر۳) دونوں گھروں میں بھی میری کچھ مملوکہ اشیاء ہیں مثل پارچہ جات و فرش و بستر و بکس اور مختصر ظروف اور چند گملے باستثناء ان اشجار کے کہ گھر میں کی ملک ہیں اور مکان جدید کے روئی دار پردے اور کرسیاں اور بعض چار پائیاں و تخت و بعض چوکیاں و گھڑونچی اور چارپائیوں کے نیچے رکھنے کے پائے اور بعض متفرق اشیاء جو کہ وقف مکان کے جزو یا مثل جزو کے نہ ہوں (کیونکہ ایسی اشیاء جیسے میخیں اور کیواڑ اور الگنی کے بانس تبعاً للوقف وقف ہیں البتہ فرشی پنکھا مع تار کے وقف نہیں ایسے ہی جن اشیاء کا اتصال عارضی ہے اور جس اتصال کے عارضی یا مستقل ہونے میں تردد ہو یا اختلاف ہو تو فاعل اتصال کی نیت پر اور اس کی تحقیق نہ ہو سکے تو اہل بصیرت کی رائے پر عمل کیا جائے ان اشیاء کی تفصیل و تعیین دونوں گھروں سے معلوم کی جائے اور اختلاف وصی یا ورثہ کے وقت شرعی حکم پر عمل کیا جائے اور بعضے نمبروں میں جو اپنی بعض اشیاء مملوکہ کی تصریح کر دی ہے وہ تخصیص کے لئے نہیں بلکہ تمثیلاً ایسی چیزوں پر تنبیہ ہے جن کی طرف ذہن نہ جاتا یا تردد کے ساتھ جاتا۔

ترکہ کے متعلق وصیت

(نمبر۴) بعد مصارف تجہیز و تکفین ضرور ادائے دیون جن کی یادداشت کا ذکر نمبر ۲ میں آتا ہے بقیہ جمیع ترکہ کا (جس میں میرا دین یافتنی بھی داخل ہے جس کی یادداشت کا ذکر نیز نمبر...... میں آتا ہے) ایک ربع نکال کر اس میں سے اول امانات مذکورہ نمبر ۵، نمبر ۶ کے متعلق مالکوں کو اطلاع دیں اور امانات کو ان کے پاس پہنچانے میں جو خرچ ہو وہ لیا جائے

ے بحوالہ: اگر موصی سے اپنے گھر والیوں کو متدین نہ سمجھے تو بجائے اس کے اپنی مملوکہ اشیاء کی فہرست لکھ دے ۱۲ منہ

besturdubooks.wordpress.com

پھر اس ربع کو مصارف خیر میں خاص اس ترتیب سے جو ابھی مذکور ہوتی ہے صرف کیا جائے۔ اس ربع میں میری وہ کتب بھی ہیں جن پر لفظ وقف نہ لکھا ہو ان کتابوں کو مدرسہ امداد العلوم میں داخل کیا جائے اور اگر اس کے قبل کسی اور مدرسہ کے لئے وصیت لکھی ہوئی پائی جائے اس سے رجوع کرتا ہوں۔ اور جن کتابوں پر وقف لکھا ہے اس پر جس مدرسہ کا نام لکھا ہے وہ بحالہا اسی کے ساتھ مخصوص رہیں گی اور اس ربع میں خانقاہ کی سہ دری نشست کے ٹاٹ کے پردے اور جاجم کے نیچے بچھی ہوئی چٹائیاں اور دوسری سہ دری ملحقہ کی ایسی ہی بچھی چٹائیاں اور سامنے کے پا انداز ٹاٹ اور اسی طرح نمبر ا و نمبر ۲ حجروں کی بچھی ہوئی چٹائیاں بھی داخل ہیں یہ سب اپنی اپنی جگہ بطور وقف چھوڑ دی جائیں اسی طرح سہ دری کے سامنے سائبان میں جو مصلی ٹاٹ کے استر کا بچھا ہے محراب مسجد میں بچھا دیا جائے (اور کھڑی ہوئی چٹائیاں یا جاجم کے اوپر بچھی ہوئی اور خود جاجم اس میں داخل ہیں) اور اس ربع میں العذر والنذر کے نسخے بھی ہیں ان کو جہاں تک آسانی سے پہچانا ممکن ہو پہنچایا جائے خصوص اہل خلاف کو اور اسی ربع میں تنبیہات کے بعض تتمے بھی ہیں شائقین کو دیئے جائیں اور اسی رُبع میں اردو اور عربی کے شجرے بھی ہیں یہ مانگنے والوں کو دے دیئے جائیں اور ان تتموں اور شجروں کی اطلاع کا ایک اعلان بقلم جلی لکھ کر آویزاں کر دیا جائے اور اس ربع میں ردی کاغذات بھی ہیں جن کا اکثر حصہ سہ دری مذکورہ کے شرقی حجرہ میں ایک معمولی بکس میں رہتا ہے یہ غیر ورثہ میں سے جس کو چاہیں دے دیں اور اگر ورثہ میں سے کوئی لینا چاہیں ان کو بقیمت دی جائے پھر وہ قیمت اس ربع میں داخل ہو جائے گی اور اس ربع میں وہ چیزیں بھی ہیں جو تجہیز کے بعد بچ جاتی ہیں جیسے غسل کے گھڑے بدھنے (اگر اتفاقاً منگا لئے گئے ہوں) چارپائی اوپر کا چادرہ یا کوئی بچا ہوا تختہ یہ چیزیں مساجد یا مساکین یا ہر دو میں صرف کر دیں بعینہا یا بقیمتہا اور اس ربع میں وہ مسواکین بھی ہیں جو حجرہ نمبر ا کی غربی دیوار کے طاق میں رکھی ہیں وہ جس کو چاہیں تقسیم کر دیں اور اس ربع میں قبرستان کی بچی ہوئی اینٹیں اور وہاں کی ڈولچیاں بھی ہیں۔ اسی طرح قبرستان یا مکان جدید میں جو آلات تعمیر کے ہیں مثل تسلہ و

---

[۱] یہاں سے مصارف کا اور ان کی ترتیب کا ذکر شروع ہو گیا ۱۲ منہ

besturdubooks.wordpress.com

چھلنہ وکھرپہ وپھاولا وبلی یہ سب اس ربع میں داخل ہیں...... اینٹوں سے بلی تک کی اشیاء کا مصرف اول قبرستان ہے خواہ بعینہا یا اس کی قیمت تیاری باڑ وخدمت اشجار وتنخواہ خادم وخرید ضروریات میں صرف کی جائے اور اگر قبرستان میں حاجت نہ ہو تو باستثناء ڈولچی کہ قبرستان کے کنویں پر رہنا چاہیے ان بقیہ اشیاء کا مصرف مدرسہ امداد العلوم ہے اینٹیں تو بعینہا اگر تعمیر کی حاجت ہو ورنہ بقیمتہا اور دیگر اشیاء بقاء عین کے ساتھ اور ہر حال میں جب تک ان اشیاء کا عین باقی رہے قبرستان و مدرسہ و ہر دو مکان وقف میں سے جہاں بھی حاجت ہو استعمال کے لئے دی جایا کریں اور اس سامان تعمیر میں تارکول وفنائل وسمٹ وامثالہا داخل نہیں وہ مثل دیگر اشیاء کے ترکہ میں ہیں اور اگر ربع میں ان جمیع اشیاء مذکورہ نمبر ہذا کی گنجائش نہ ہو تو مصرف اطلاع ورد امانات تو ہر حال میں مقدم ہے بقیہ کو ان سب مصارف پر حصہ رسد تقسیم کر دیا جائے اور اگر ان سب مصارف کے بعد بھی ربع میں کچھ بچ جائے تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ اول قبرستان کی باڑ وخدمت اشجار وتنخواہ عامل میں وقت احتیاج تک صرف ہوتا رہے اور بعد ختم احتیاج یا بحالت عدم احتیاج وہ بقیہ دونوں گھروں میں نصف نصف دے دیا جائے کہ وہ اپنی رائے سے مصارف خیر میں صرف کر دیں یہ تو ربع کا ذکر تھا باقی تین ربع ورثہ شرعیہ میں تقسیم کیا جائے اور اس ترکہ میں وہ کنجیاں بھی ہیں جو علاوہ آہنی چھلوں کی کنجیوں کے (جو کہ ہر وقت کے مستعمل قفلوں کی ہیں اور وہ بھی داخل ترکہ ہیں) میرے ڈیکس کی ایک تھیلی میں رکھی ہیں ان میں بعض کنجیاں تو مثنیٰ ہیں وہ تو جو قفل جس طرف جائے اس کے تابع ہے اور بعض کنجیاں بیکار ہیں وہ دیگر اشیاء میں شامل کر دی جائیں البتہ ان میں ایک کنجی مدرسہ کی ہے جو کہ فلاں کو معلوم ہے۔

امانتوں کے بارے میں وصیت

(نمبر ۵) امانات کی تھیلیوں یا لفافوں میں جو کہ میری ملک ہیں اہل امانات کے نام اور پتے اور کچھ یادداشتیں لکھی ہوئی ہیں ان پتوں پر ان لوگوں کو مع ان یادداشتوں کے بذریعہ خط رجسٹری کے اطلاع کی جائے اس اطلاع میں جو صرف ہوگا اس کا ذکر نمبر ۴ میں آچکا ہے

besturdubooks.wordpress.com

اگر کوئی صاحب امانت زندہ نہ ہوں تو ان کے ورثہ کو اسی طرح اطلاع کی جائے اگر کوئی وارث نابالغ ہو اس کا حکم نمبر ۶ میں آتا ہے اور جواب نہ آئے تو علماء سے حکم شرعی پوچھ کر اس پر عمل کیا جائے اور تحقیق ورثہ میں بھی اسی مد اطلاع سے صرف ہوگا اور جس میں کچھ لکھا ہوا نہ ملے یا لفظ ذاتی لکھا ہوا ملے وہ میری ملک ہے اور شامل ترکہ ہے اور شاید کسی تھیلی میں لفظ حساب مشترک لکھا ہوا پایا جائے یہ وہ رقم ہے جس کو میں ہر مہینہ کے ختم پر گھروں میں تقسیم کر دیتا تھا مگر قبل تقسیم وہ میری ملک ہے اس میں تقسیم نہ ہوگی البتہ ربع اس کا بھی نکال کر ربع مذکور نمبر ۴ میں شامل کر دیا جائے اور اس تھیلی میں اگر کسی اہلیہ کے نام پر کوئی رقم جمع شدہ نظر آئے وہ ان کو تملیکاً بہ توقع دوسری کو مساوی کر دینے کے دی گئی ہے مگر نہ...... وہ ان سے واپس لی جائے نہ دوسری کو عدل کے واسطے اتنی دی جائے کیونکہ عدل واجب حیات کے ساتھ منقطع ہو چکا اور نیت کے سبب عدم عدل کا مواخذہ بھی نہ ہوگا البتہ اگر ایک کو حالت یاس میں دینا حجۃ شرعیہ سے ثابت ہو جائے تو وہ واپس کر لیا جائے۔

نوٹ: یہ تھیلیاں اور لفافے جن میں امانات رکھی ہیں میری ملک ہیں۔

دوسروں کی رقم سے تیار ہونے والی کتابیں

(نمبر ۶) متعلقہ مبلغ (کذا)[1] از (فلاں) محلہ (فلاں) شہر (فلاں) برائے ایصال ثواب بوالد خود مولوی (فلاں) و متعلقہ مبلغ (کذا) از (فلانہ) بنت (فلاں) معرفت (فلاں) مقام (فلاں) ضلع (فلاں) اور دونوں رقموں کی کتابیں مسمی بہ (فلاں) میاں (فلاں) تاجر کتب مقام (فلاں) سے وصول کر کے دونوں صاحب رقم کو نشان بالا پر بذریعہ خط رجسٹری اطلاع[2] کی جائے کہ کتابیں اتنی تعداد میں آپ کی رقم سے تیار ہوئی ہیں ان کو کیا کیا جائے اگر کوئی صاحب رقم زندہ نہ ہوں ان کے ورثہ سے پوچھا جائے مگر نابالغ کا حصہ ہر حال میں ان ہی کو پہنچایا جائے اور اگر جواب نہ آئے تو مدرسہ امداد العلوم یا اس کے

---

[1] ایسے کنایات مبہمہ اور بھی بعض نمبروں میں آویں گے اصل وصیت نامہ میں مصرح و مفسر ہیں نمونہ میں خاص کو عام کرنا شاید اہل مسائلہ کے مذاق کے خلاف ہونا ۱۲ [2] یہ کتابیں میرے پاس آ گئیں اب میں نے خود اطلاع کر دی ۱۲ (حاشیۃ الحاشیہ) یہ حاشیہ نمونہ ہے ترمیم وصایا کا تبدل حالت کے وقت ۱۲

besturdubooks.wordpress.com

متعلق مجلس خیر میں داخل کر کے فروخت کر کے اس کی ضروریات میں خرچ کریں اور اگر ان کے بعد کوئی خبر محقق آ جائے تو موجودات میں بتفصیل مذکور فی اطلاع الورثہ عمل کریں اور صرف شدہ کا ضمان رقم مجلس سے ادا کر دیں نابالغوں کو تو ضرور اور بالغوں میں جو مطالبہ اپنے حق کا کریں اور اس میں جو صرف ہو اس کا ذکر نمبر ۴ میں آ چکا ہے۔

قرضہ کے لین دین بارے وضاحت

(نمبر ۷) میرے ذمہ جو کسی کا دین ہے یا اوروں کے ذمہ میرا دین ہے اس کی تفصیل میرے ڈیکس کے ایک دراز میں ایک کرنچ کے بٹوہ میں ہے اور کبھی مکان خورد کے کمرہ خورد کی الماری میں چوبی صندوقچہ میں بھی رکھ دی جاتی ہے اور احتیاطاً سیاہ جلد والی بیاض میں بھی تلاش کر لیا جائے اور اس بیاض میں بعضی اور سرخیاں بھی نظر آ دیں گی ان کا وصیت سے کوئی تعلق نہیں البتہ ایک سرخی ملے گی حساب طعام خانہ اس کا مفہوم وہ خرچ ہے جو اپنے کھانے کی بابت گھروں میں دیتا ہوں ان سے پوچھ لیا جائے کہ ان کا کچھ باقی ہے یا میرا کچھ نکلتا ہے وہ دین کی فرد ہے۔

وقف وغیرہ کے کاغذات

(نمبر ۸) خانقاہ کی...... نشست کی سہ دری میں جو مقفل کھڑکی ہے اس کے ایک گوشہ میں ٹین کے نلکہ کے اندر ضروری کاغذات وقف وغیرہ کے متعلق رکھے ہیں وہ متولی وقف کو دے دیئے جائیں جس کا نام اسی وقف نامہ سے معلوم ہوگا نلکہ بھی کاغذات کی تبعیت میں وقف ہے۔

وفات کے بعد آنے والی ڈاک بارے وصیت

(نمبر ۹) میرے بعد میرے نام کے خطوط خواہ لفافے ہوں یا کارڈ اور جوابی ہوں یا غیر جوابی اسی طرح منی آرڈر بھی وصول نہ کئے جائیں بلکہ ان پر کیفیت لکھ کر واپس کر دیئے جائیں البتہ اگر کوئی منی آرڈر کوپن سے مدرسہ کا معلوم ہو تو ڈاک والے اگر وعدہ کریں کہ مُرسل کا خط دیکھ کر ہم دے دیں گے تب تو جس قدر قانون سے گنجائش ہو ڈاکخانہ میں امانت رکھا کر مُرسل کے پاس خط بھیج کر دریافت کر لیا جائے اور اس خط کا محصول میرے اس ربع سے دے دیا جائے جس کا ذکر نمبر ۴ میں گزر چکا ہے پھر وہ خط اہل ڈاک کو دکھلا کر منی آرڈر وصول کر لیا جائے

besturdubooks.wordpress.com

1. اوراگراس طرح وصول کرنا خلاف قواعد ڈاکخانہ کے ہوتو ابتداء ہی میں واپس کردیا جائے۔

ایصال ثواب کا طریقہ

(نمبر۱۰) میرے ایصال ثواب کے لئے کبھی جمع نہ ہوں نہ اہتمام سے نہ بلا اہتمام اگر کسی دوسرے اتفاق سے بھی جمع ہو جائیں تو تلاوت وغیرہ کے وقت قصداً متفرق ہو جائیں اور ہر شخص منفرداً بطور خود جس کا دل چاہے دُعا صدقہ وعبادت نافلہ سے نفع پہنچادے نیز میری مستعمل چیزوں کے ساتھ متعارف طریق سے تبرکات کا سا معاملہ نہ کریں البتہ اگر کوئی محبت سے شرعی طریق سے اس کا مالک بن کر مخفی طور پر اپنے پاس رکھے مضائقہ نہیں اس کا اعلان اور دوسروں کے دکھلانے کا اہتمام نہ کیا جائے۔

(تنبیہ ضروری)

کتابت وصیت مثل دیگر کتابتوں کے محض اعانت یادداشت وسہولت تحقیق کے لئے ہے کما اشیر الیہ فی قولہ تعالیٰ ذلکم اقسط عند اللّٰہ واقوم للشھادۃ ادنیٰ ان لا ترتابوا۔ اس لئے اگر وصی اور ورثہ میں یا خود ورثہ میں کچھ اختلاف ہو جائے یا کسی نابالغ کے حق تک اثر پہنچتا ہو تو محض کتابت حجۃ شرعیہ نہیں بلکہ اس وقت ضرورت ہوگی۔ بینہ یا تسلیم صاحب حق بشرط بلوغ یا میرے قول یا اقرار بالکتابت پر شہود کی لیکن اگر یہ قول یا اقرار حالت یاس میں ہو تو اس میں اقرار المریض کے احکام جاری ہوں گے جو کسی محقق عالم سے معلوم ہو سکتے ہیں یہ تنبیہ اجمالی ہے باقی تفصیل اس کی علماء کے فتوے سے معلوم ہوگی جب وقت پر واقعہ اس کی خدمت میں پیش کیا جائے۔ تمت رقیمۃ الوصیۃ

ضمیمہ متضمنہ نمونہ یادداشت ہائے مذکورہ نمبر۲ ونمبر۵ ونمبر۷

(مضمون دفتی جس کا ذکر نمبر۲ میں ہے)

(اس مضمون میں اور دفتی کے قلمی مضمون میں اگر تعارض ہو قلمی کا اعتبار کیا جائے ۱۲ اشرف علی) یادداشت ہائے ضروری متعلق امانات موجودہ حجرہ نمبر۱۔

besturdubooks.wordpress.com

(نمبر۱)۔تمام نسخے رافع الضنک غیر مجلد کے تقسیم کے لئے ہیں اور شیخ (فلاں) صاحب کی مملوک ہیں۔

(نمبر۲)۔تمام نسخے غیر مجلد ہدیہ سنیہ وتقلیل الاختلاط مع الانام واسرار العبادہ کے تقسیم کے لئے ہیں اور مملوکہ حاجی (فلاں) صاحب کے ہیں ان سب کے ساتھ مثل دیگر امانات کے معاملہ کیا جائے جس کی تفصیل وصیت نامہ کے نمبر۵ میں ہے اور اگر ان ہی کتابوں کے نسخے حجرہ نمبر۲ میں پائے جائیں وہ میری ملک ہیں اسی طرح اسی حجرہ کی رسی پر جو کپڑے رکھے ہیں وہ مساکین کے لئے ہیں میں ان کی تقسیم میں وصی ہوں یہ تقسیم کردیئے جائیں۔

(نمبر۳)۔لانبی تپائی مولوی (فلاں) کی ہے وہ ان کو دے دی جائے۔

(نمبر۴)۔سہ دری میں جو گھڑی گھنٹہ دار رکھی ہے یہ مدرسہ کی ہے۔

(نمبر۵)۔سہ دری میں کھونٹی پر جو چوبی تختی رمضان کے نقشہ کی ہے وہ بھی میری ملک نہیں

(نمبر۶)۔لفافہ دان جو میری چوکی کے برابر رکھا رہتا ہے اس کے سب سے اخیر اور نشیبی درجہ میں اور اسی طرح سہ دری کی جنوبی دیوار کے بڑے طاق میں باستثناء رسائل کہ وہ میری ملک ہیں اکثر کچھ کاغذات رہتے ہیں وہ دوسروں کی ملک ہیں مطبوعات پر تو مالکوں کے نام ہیں ان کو دے دیئے جائیں اور خالی لفافہ بلا نمبر یا جوابی لفافہ کارڈ بلا نمبر کاتبوں کے پاس مع اطلاع واقعہ بھیج دیئے جائیں اور نمبر دار لفافے یا کارڈ استفتوں کے متعلق ہیں ان ہی نمبروں کے فتوے کاتب یا ناقل فتاوے سے لے کر بھیج دیئے جائیں اور اگر ان نمبروں کے فتوے نہ ملیں گم ہوجانے کی اطلاع کردی جائے اور جن پر لفظ لقطہ لکھا ہو وہ مصارف لقطہ میں صرف کئے جائیں اسی طرح جن میں ٹکٹ ہو اور پتہ نہ ہو وہ بھی لقطہ ہے۔

مضمون کیسہ جات ولفافہ جات مذکورہ نمبر۵ونمبر۷

نمبر۱۔یہ رقم حاجی (فلاں) صاحب کی بابت صفائی مواعظ ہے ان کو اطلاع دے کر حسب اجازت ان کے عمل کیا جاوے مگر مواعظ کا کام فوراً بند کرکے اس کی بھی ان کو (مع اس حالت کے جس حالت پر کام بند ہوا ہے) اطلاع کردی جائے اور بند ہونے تک وقت

besturdubooks.wordpress.com

کا حساب کر کے اس میں سے اجرت دے دی جائے۔

تنبیہ ضروری: مذکورہ رقم کی تھیلی میں ایک لفافہ بھی ہے اس کی یہ یادداشت ہے یہ بھی رقم بالا کا جزو ہے جس کی مقدار (اتنا) روپیہ ہے یہ جدا اس لئے رکھی ہے کہ میں نے یہ رقم ان کی اذن دلالۃً کی بناء پر قرض لے لی تھی پھر جلدی ہی اس میں رکھ دی مگر اس کے ضمان سے برأت نہیں ہوئی اس لئے اگر یہ قبل ان کے پاس پہنچنے کے یا قبل ان کے اذن آنے کے ضائع ہو جائے میرے ترکہ سے ادا کی جائے اور گر ترکہ ورثہ میں تقسیم ہو چکا ہو تو نسبت سے حصہ رسد سب سے واپس لے کر ادا کی جائے کہ دَین مقدم ہے میراث پر۔

نمبر۲۔ یہ رقم (فلاں) خان صاحب کی ہے روشنی صحن مدرسہ وغسل خانہ وغیرہ کے لئے ان سے یا انکے ورثہ سے اطلاع کر کے حسب اجازت ان کے عمل کیا جائے۔

نمبر۳۔ یہ رقم مسجد (فلاں) کی ہے جو مجھ کو (فلاں) صاحب نے سپرد کی ہے ان کو واپس کر دی جائے۔

نمبر۴۔ صاحب رقم کا یہ پتہ ہے اے ڈی مثالہ پوسٹ بکس نمبر ۵۴۴ ڈربن نٹال جنوبی افریقہ انہوں نے اس رقم کا نہ خود مصرف لکھا نہ میرے خط کا جواب دیا ان سے پھر پوچھا جائے اگر دو ماہ تک جواب نہ آئے تو اعلاء السنن کے کسی حصہ کی اشاعت یا تصنیف جس میں حاجت ہو صرف کر دیا جائے۔

نمبر۵۔ یہ رقم (فلاں) خان صاحب کی زکوٰۃ کی ہے ان کو یہ اطلاع دی جائے کہ اشرف علی کی رائے تھی کہ یہ رقم نصف نصف اس کی دونوں اہلیہ کے ساتھ مساکین کو تقسیم کرائی جائے آگے خاں صاحب جو فرما دیں۔

نمبر۶۔ اس کا مضمون بھی مثل نمبر۵ کے ہے مگر اس میں ایک حصہ صدقہ نافلہ کا بھی ہے صرف حصہ نافلہ کے متعلق میری رائے طلبہ وذاکرین کو نقد تقسیم کرنے کی لکھ دی جائے۔

نمبر۷۔ اس تھیلی میں حاجی (فلاں) خان صاحب کی دی ہوئی رقم بابت فدیہ نماز (فلاں) خاں کی ہے خاص مساکین قصبہ کے لئے ان سے مکرر پوچھا جائے۔

نمبر۸۔ یہ رقم (فلاں) صاحب کی ہے بنا بر اذن دلالۃً کے مولوی (فلاں) صاحب کو قرض دے دی ہے ان سے وصول کر کے جس طرح (فلاں) صاحب کہیں صرف کیا جائے

besturdubooks.wordpress.com

اور اگر وصول نہ ہو میرے ترکہ سے صاحب رقم کو دے دی جائے پھر جب وصول ہو میرے ترکہ میں شامل کر دی جائے اور اگر (فلاں) صاحب مجھ کو معاف کریں معافی کو قبول کر لیا جائے پھر وصول کے وقت وہ میرا ترکہ ہوگا۔

تنبیہ: نیز اہل امانات کو یہ بھی اطلاع دی جائے کہ امانت بھیجنے کی مدت تحقیقاً یا تخمیناً یاد کر کے استفتاء کر لیں کہ بقاء رقم کی وجہ سے اس میں زکوٰۃ تو واجب نہیں ہوئی۔

نوٹ: اور مد ختم کی رقم کو امانات واجبۃ الرد میں اس لئے نہیں لکھا کہ ظاہراً مالکوں کو اس رقم کا ختم ہی میں خرچ کرنا مقصود ہے پس دلالۃً اجارہ باقی ہے لیکن اگر علماء اس کے خلاف فتوے دیں تو کام بند کر کے میرے ربع وصیت مذکور نمبر ۴ سے کارڈ خرید کر سب کو اطلاع دے دیں۔ اگر فیس منی آرڈر کی ضرورت ہو انہی کی رقم سے ادا کریں سب کے پورے پتے حافظ (فلاں) کے پاس لکھے ہیں اور جو رقم میری معرفت نہ ہو وہ اس سے خارج ہے اسی طرح اگر اہل رقم کی جانب کوئی تغیر پیش آئے وہ بھی اس سے خارج ہے۔ فقط

نمونہ یادداشت دیونِ مَن یا بر مَن

دادنی

نمبر ۱۔ حافظ (فلاں) بابت دو جلد (اتنے) آنے اور اگر حیات تک جلد نہ بندھی ہو تو اجارہ فسخ ہو گیا۔ کتابیں واپس کر لیں۔

نمبر ۲۔ از رقم مواعظ جس کا ذکر مضمون کیسہ جات کے نمبر ۱ میں ہے۔

نمبر ۳۔ حصہ اجرت ملازمین و خادمین تا وقت ہذا (ماہانہ) بتفصیل ذیل

زید	عمرو	بکر	خالد
مقدار	مقدار	مقدار	مقدار

ششماہی

دھوبی	حجام
مقدار	مقدار

اس ششماہی کی ابتداء اساڑھ اور پوس سے ہوتی ہے وحصہ خوراکی در ہر دو خانہ احتمالاً اس کا ذکر وصیت نامہ کے نمبر ۷ میں گزر چکا۔

نوٹ: مہر ہر دو اہلخانہ کا میں پورا ادا کر چکا ہوں۔

یافتنی

نمبر ۱۔ بذمہ والد (فلاں) نمبر ۲۔ بذمہ اہلیہ مقدار (فلاں)، نمبر ۳۔ بذمہ مقدار (فلاں) اس کا ذکر ضمیمہ مضمون کیسہ جات کے نمبر ۸ میں ہوا ہے۔ (نمبر ۴)۔ بذمہ مولوی مقدار (فلاں)

(نمبر ۵)۔ بذمہ اہل خانہ بابت حساب طعام احتمالاً اس کا ذکر وصیت نامہ کے نمبر ۷ میں ہوا ہے (تنبیہ) ان سب وصایا و ضمیمہ میں اول سے آخر تک اگر مجھ سے کچھ ابہام یا نقص یا خلط یا غلط ہو گیا ہو یا کسی جزو میں شبہ و تردد ہو جائے ہر حال میں احکام شرعیہ کی تحقیق کر کے ان پر عمل کیا جاوے بلکہ اس تمام مضمون کو ہر ناظر وصیت جو کہ عالم نہ ہو کسی عالم سے سمجھ کر پڑھ لے تو اپنی وصیت لکھنے میں اور دوسرے کی وصیت کے باقاعدہ جاری کرنے میں بہت اعانت ہو والسلام۔

تمت رقیمۃ الوصیہ مع الضمیمۃ الکفیہ

نوٹ (متعلق وصیت نامہ ماقبل) ان وصایا میں مولوی شبیر علی کو وصی بناتا ہوں اور ان کو دو مشورے دیتا ہوں کہ ایک یہ کہ ان وصایا کی تنفیذ کے وقت کسی متدین خوش فہم عالم کو بھی شریک کر لیں دوسرے یہ کہ تنبیہات وصیت مدرسہ سے یا اور کہیں سے لیکر اور اس کے تتمات میرے ڈیکس میں سے نکال کر ان پر بھی[ف] ایک نظر ڈال لی جائے ان میں جو وصایا مقتضائے وقت ہوں ان پر بھی عمل یا ان کا اعلان خاص یا عام کیا جائے اور ان کے کسی جزو میں اگر تعارض ہو اخیر پر عمل کیا جائے جس کی تعیین تاریخ کتابت سے ہو جائے گی۔

کتبہ اشرف علی آغاز محرم ۱۳۴۶ھ

[ف] بحوالہ: قولہ ان پر بھی الخ۔ وصی کی اعانت کے لئے مناسب معلوم ہوا کہ خود بھی اس مجموعہ پر ایک سرسری نظر کر کے ایسے وصایا کو منتخب کر دوں تا کہ وصی کو نظر ثانی میں سہولت ہو اور اس کی نظر ثانی صرف مافات کا تدارک ہو سو اس حاشیہ میں ان کو اس طرح نقل کیا جاتا ہے کہ اولاً اجمالاً ان کا خلاصہ لکھا جائے گا پھر مقام کا حوالہ دے دیا جائے گا تا کہ ان مقامات کی طرف مراجعت کر کے ان وصایا کی تفصیل اور نظر ثانی سے بقیہ وصایا کی تکمیل سہل ہو جائے وھی ھذا نمبر ۱ مدرسہ امداد العلوم کی کتب موجودہ کے متعلق عملدرآمد (تتمہ ثانیہ ظل صفحہ مضمون اول صفحہ ۷ انتظامی پریس) نمبر ۲ انتظام معیشت ہر دو اہلخانہ (تتمہ رابعہ مضمون ششم صفحہ ۵) نمبر ۳ نظر اصلاحی (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

besturdubooks.wordpress.com

تفصیل حواشی اخیرہ الاستحضار

الاستحضار کے بالکل اخیر کے حواشی میں جن وصایا کے حوالے مجملاً مذکور ہیں ان کو سہولت ناظرین کیلئے ماخذ کی اصل عبارت میں مفصلاً لکھا جاتا ہے وھی ھذا۔

نمبر۱۔ مدرسہ امداد العلوم کی کتب موجودہ کے متعلق عملدرآمد

(از تتمہ ثانیہ ظل صفحہ مضمون اول صفحہ ۷ انتظامی پریس)

مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون میں جو کتب احقر کے آنے سے پہلے کی ہیں ان کو مع ان کی فہرست کے جدا رکھا گیا ہے اور جو کتب میری معرفت آئی ہیں وہ مع فہرست جدا ہیں اور واقفین نے ان کی نقل وغیرہ کا مجھ کو پورا اختیار دیا ہے اس لئے میں نے یہ تجویز کیا ہے کہ اگر خدانخواستہ کسی وقت یہاں ان سے انتفاع نہ ہو سکے تو مدرسہ دیوبند میں ان کو منتقل کر دیا جائے۔

نمبر۲۔ انتظام ہردو اہل خانہ

(از تتمہ رابعہ مضمون ششم صفحہ ۵)

اس کا مضمون باب ہذا کے نمبر ۷ا میں مذکور ہو چکا ہے۔

نمبر۳ نظر اصلاحی بر مسودات مواعظ

(از ضمیمہ تتمہ خامسہ مضمون خامس عنوان ''ضروری مشورے'' نمبر۳)

نیز مولوی ظفر احمد کو وصیت کرتا ہوں کہ جو مواعظ میری نظر اصلاحی سے رہ جائیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) بر مسودات مواعظ (ضمیمہ تتمہ خامسہ مضمون خامس عنوان ضروری مشورے نمبر۳) نمبر۴ تنبیہ متعلق اجازت یافتگان (تتمہ سابعہ اطلاح ۲ صفحہ ۱) نمبر۵ تکمیل مسودات غیر مکملہ (تتمہ سابعہ عنوان امور قابل عرض نمبر ۱ و نمبر ۲ و نمبر ۳ صفحہ ۴) تنبیہ یہ نمبر۴ ضمیمہ ہے نمبر۳ کا اور اس نمبر۵ کے نمبر ۱ کی توضیح تابعہ للسابعہ صفحہ ۱۹ عنوان الحاق کے حاشیہ میں ہے۔۱۲۔ نمبر۶ تحقیق مکرر تالیفات احقر (تتمہ سابعہ مضمون خامس صفحہ ۵) نمبر۷ منع از سوء ظن بہ فسخ اجازت (ضمیمہ ثالثہ تتمہ سابعہ عنوان تنبیہ صفحہ ۲) نمبر۸ و نمبر۹ کلام الملوک واعلاء السنن کا جن کا ایک جز واحیاء السنن مع الاستدراک بھی ہے داخل نصاب ہونا (التابعہ للسابعہ مضمون سادس صفحہ ۴) نمبر۱۰ انصاب سلوک خانقاہ (التابعہ حاشیہ صفحہ ۴) نمبر۱۱ وجز السیر کا داخل نصاب ہونا (ثانیۃ التابعہ مضمون ششم نمبر۳ صفحہ ۱۹) نمبر۱۲ تنقید متعلق مؤلفات خود (ثانیۃ التابعہ مضمون دہم کامل صفحہ ۳۰) نمبر۱۳ متعلق معاش اہل علم (ثالثۃ التابعہ عنوان ذنابہ صفحہ ۶) نمبر ۱۴ متعلق بعض وقف نقد (رابعۃ التابعہ مضمون پنجم) بعد میں اس کا حساب بیباق ہو گیا (مضمون سوم سابعۃ التابعہ) نمبر۱۵ اخیر الاصول کا داخل نصاب ہونا (رابعۃ التابعہ مضمون ہفتم) ۱۲۔

besturdubooks.wordpress.com

بشرکت مولوی شبیر علی یا خواجہ عزیز الحسن یا حکیم محمد مصطفےٰ یا اور جوان کی نظر میں صالح للا عانت ہوں اس کی معیت میں ان پر منجانب مجلس نظر اصلاحی کر لیں۔

نمبر۴۔ تنبیہ متعلق اجازت یافتگان

(از تتمہ سابعہ اطلاع ۲ صفحہ ا)

میں نے مختلف اوقات میں جن صاحبوں کو بیعت لینے اور تعلیم و تلقین کی اجازت دی ہے ان میں سے بعض حضرات (اگر چہ وہ قلیل ہی ہیں) مجھ سے خط و کتابت اس قدر کم رکھتے ہیں کہ وہ ان کے حالات موجودہ کے اندازہ کرنے کے لئے کافی نہیں اور اجازت کی حالت کا (کہ ان کا حاصل حالاً درستی اور بناء بر مناسبت مآلاً توقع رسوخ ہے) متغیر ہو جانا کچھ مستبعد نہیں فان الحی لا تومن علیه الفتنة بلکہ یہ احتمال بعد راسخ ہو جانے کے بھی محال نہیں اگر چہ نادر بحکم معدوم ہے کیونکہ رسوخ واقعی کا جس میں تغیر عادۃً محال ہے علم قطعی کس کو ہو سکتا ہے اور ظن کی خود حقیقت جانب مخالف کے محتمل ہونے کو بتلا رہی ہے اس لئے احتیاطاً سب مجازین کے متعلق بالخصوص مکاتبت نہ رکھنے والوں کے بارہ میں یہ عرض عام ہے کہ ان سے رجوع کرنے میں محض میری اجازت پر اعتماد نہ رکھیں بلکہ جو علامات احقر نے تعلیم الدین میں صاحب کمال کی لکھی ہیں ان پر منطبق کر کے عمل کریں۔ میں اپنے بعد اسکا بار نہیں رکھنا چاہتا۔

نمبر۵۔ تکمیل مسودات غیر مکملہ

(از تتمہ سابعہ عنوان امور قابل عرض نمبر ا۔ و نمبر ۲ و نمبر ۳ صفحہ ۴)

(۱) جو مضمون میری طرف منسوب ہے وہ بدوں میری نظر ثانی کے جس کی علامت جا بجا میرا بنانا ہے۔ بسبب احتمال غلطی نقل کے میری طرف منسوب نہ کیا جائے۔ (۲) ایسے غیر مکمل مضامین کی تکمیل بشرط امکان مولوی حبیب احمد صاحب و مولوی شبیر علی صاحب و مولوی ظفر احمد صاحب و مولوی حکیم محمد مصطفےٰ صاحب اور صرف صفائی مواعظ میں خواجہ عزیز الحسن صاحب سے یا جس کو یہ سب منتخب کریں کرالی جائے۔ اور مسودات اجمالیہ کی اگر تسوید تفصیلی میں تکلف معلوم ہو تو ان کو بصورت ملفوظات ہی صاف کر لیں (۳) اور اس صورت میں اس مضمون کی نسبت اس

besturdubooks.wordpress.com

تکمیل کنندہ کی طرف کی جائے اور تکمیل کنندہ کو ہر طرح کی اصلاح میں پورا اختیار ہے۔

تنبیہ: یہ نمبر ۵ ضمیمہ ہے نمبر ۳ کا اور اس نمبر ۵ کے نمبر ا کی توضیح تابعہ للسابعہ ص ۱۹ عنوان الحاق کے حاشیہ میں ہے جس کی نقل یہ ہے ''اور میری نظر ثانی کی وہی علامت ہے جو تتمہ سابعہ کے مضمون ثانی کے اخیر میں بذیل نمبر ا۔ مرقوم ہے یعنی (مسودہ) میں جا بجا میرا بنانا (جس کو میرا خط پہچاننے والے جان سکتے ہیں) بدوں اس کے کوئی مضمون میری طرف منسوب نہ کیا جائے۔ اھ۔ محصلاً اور مدت سے یہ بھی التزام ہے کہ اخیر میں یہ عبارت کہ معائنہ کردہ شدہ لکھ کر دستخط کر دیتا ہوں۔ ۱۲ منہ

نمبر ۶ تحقیق مکرر تالیفات احقر

(از تتمہ سابعہ مضمون خامس صفحہ ۵)

اور یہ سب مضامین میں اہم ہے ضمیمہ تتمہ خامسہ تنبیہات کے مضمون ثانی میں بذیل نمبر (۷۴۳) ایک کتاب کا نام لکھا ہے تصحیح الاغلاط جس کی نسبت (لفظ) زیر تحریر لکھا ہے اب بفضلہ تعالیٰ اس کا کام باقاعدہ جاری ہو گیا۔ حقیقت اس کتاب کی یہ ہے کہ مجھ کو اپنے فہم یا تحقیق پر وثوق تو کبھی ہوا نہیں مگر اس کے ساتھ ہی اتنی بدگمانی بھی نہ تھی کہ از خود اپنی زلات و اغلاط کی تفتیش کا اہتمام کرتا البتہ اگر کبھی اتفاقاً کسی نے کسی غلطی کی اطلاع دی بحمد للہ فوراً رجوع کر لیا اور کسی نہ کسی موقع پر اس کو شائع کر دیا چنانچہ میری تحریرات سے یہ بات ظاہر ہے خصوص امداد الفتاویٰ کے بعض حصص کے آخر میں ایک طویل فہرست بھی اس کی ملحق ہے۔ یہ ایک دور ہے پھر جب ان تنبیہات کی مقدار معتد بہ ہو گئی تو مصلحت معلوم ہوا کہ اس کا ایک مستقل سلسلہ جاری رکھا جائے چنانچہ ترجیح الراجح کی یہی حقیقت ہے جس کا اس سنہ میں حصہ رابعہ جمع ہو رہا ہے اور یہ دوسرا دور ہے پھر خیال ہوا کہ یہ کیا ضرور ہے کہ ہر لغزش پر کوئی نہ کوئی متنبہ بھی کر دیا کرے تو اس صورت میں بہت سے زلات اصلاح سے رہ جائیں گے اس لئے اس کا یہ اہتمام کیا گیا کہ اہل علم میں سے ایسے متدین و معتمد علماً و عملاً حضرات کو جو نہ میری رعایت کریں اور نہ خواہ مخواہ کا عناد کریں اپنی تمام مؤلفات پر نظر ثانی کرنے کے لئے منتخب کر کے ان کو یہ کام سپرد کر

besturdubooks.wordpress.com

دیا گیا۔ کہ ایسے مواقع میں پوری تحقیق اور آزادی سے کام لے کر ایسے زلات کی تصحیح فرماویں چنانچہ نہایت خوبی سے یہ کام ہو رہا ہے اور حقیقت اس کتاب کی یہی ہے اور یہ تیسرا دور ہے۔

میری وصیت ہے کہ اگر میرے سامنے یہ کام مکمل نہ ہو تو میرے بعد بھی اس کو جاری رکھیں۔ اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی تکمیل واشاعت کو سہل فرماویں آمین بحرمۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

نمبر ۷۔ منع از سوء ظن بہ نسخ اجازت

(از ضمیمہ ثالثہ تتمہ سابعہ عنوان تنبیہ صفحہ ۲)

تمہیدی نوٹ از مؤلف اشرف السوانح

جس تنبیہ کا اس حاشیہ نمبر ۷ میں حوالہ ہے اس کو بغرض توضیح اس مضمون کے ذیل میں ملخصاً نقل کیا جاتا ہے جس کے متعلق وہ تنبیہ ہے وھو ھذا بعض کے حالات ہی نہیں معلوم ہوتے جس پر احقر نے تتمہ سابعہ کی اطلاع نمبر ۲ میں تنبیہ بھی کی ہے اور بعض کے حالات مشتبہ سننے میں آتے ہیں۔ اس لئے احتیاطاً انتخاب کے بعد مجازین کی ایک مستقل فہرست تجویز کرتا ہوں ان کے سوا اوروں کو فی الحال مجاز نہ سمجھا جائے البتہ اگر کسی کا حال قابل اطمینان ثابت ہوگا اس کا نام از سرنو درج کیا جائے گا انتہیٰ ملخصاً۔

تنبیہ: بقیہ اوروں کو مجاز نہ سمجھنا ان کی صلاحیت کی نفی نہیں میرے علم صلاحیت کی نفی ہے یعنی ان کے قابل اجازت ہونے کی مجھ کو تحقیق نہیں۔

نمبر ۸ و نمبر ۹ کلام الملوک واعلاء السنن جس کا ایک جزو احیاء السنن مع الاستدراک بھی داخل نصاب ہونا

(از التابعہ للسابعہ مضمون سادس صفحہ ۴)

نمبر ۱۔ نعمت عظمیٰ ترجمہ طبقات کبریٰ کا نصاب خانقاہ میں اضافہ[1] کیا گیا نمبر ۲ کلام

---

[1] کامل نصاب خانقاہ کا بیان نمبر ۱۰ میں آتا ہے ۱۲ [2] محمد شفیع صاحب مہتمم مدرسہ نوریہ انڈوال ضلع بردوان کے خط سے احیاء السنن کا داخل نصاب موصوفہ ہونا بھی معلوم ہوا۔ ۱۲ منہ

besturdubooks.wordpress.com

المملوک کا جس کا مدت سے انتظار تھا و نیز اعلاء السنن کا (جس کا پہلا نام احیاء السنن[۲] تھا) بعد طبع نصاب مدرسہ میں اضافہ کیا گیا۔

نمبر ۱۰۔ نصاب سلوک نقاہ

(از التابعہ حاشیہ صفحہ ۴)

اب مجموعہ نصاب خانقاہ یہ ہے اسی ترتیب سے کسی قدر ترمیم کے بعد نمبر ا۔ آداب المعاشرۃ نمبر ۲۔ معمولات خانقاہ ' نمبر ۳۔ حصہ اول رحمۃ المتعلمین نمبر ۴۔ تعلیم الدین حصہ اول و دوم (یعنی عقائد و تصدیقات اور اعمال و عبادات) نمبر ۵۔ تکشف حصہ اول' نمبر ۶۔ فروع الایمان' نمبر ۷۔ نزہۃ البساتین' نمبر ۸۔ وعظ راحت القلوب' نمبر ۹۔ تبلیغ دین' نمبر ۱۰۔ جہاد اکبر' نمبر ۱۱۔ قصد السبیل' نمبر ۱۲۔ (بقیہ تعلیم الدین' نمبر ۱۳۔ تکشف حصہ دوم و سوم' نمبر ۱۴۔ مسائل السلوک' نمبر ۱۵۔ مثنوی دفتر ششم' نمبر ۱۶۔ تربیۃ السالک تمام' نمبر ۱۷۔ عوارف' نمبر ۱۸۔ الدر المنضود' نمبر ۱۹۔ ترجمہ آداب العبودیۃ' نمبر ۲۰۔ ترجمہ تنبیہ المغترین' نمبر ۲۱۔ اکمال الشیم' نمبر ۲۲۔ نعمت عظمیٰ' نمبر ۲۳۔ رفع الضیق' نمبر ۲۴۔ اصول الوصول' نمبر ۲۵۔ الابتلاء لاہل الاصطفاء۔ نوٹ ترتیب میں شیخ کی رائے سے تغیر ہوسکتا ہے۔

نمبر ۱۱۔ اوجز السیر کا داخل نصاب ہونا

(از ثانیۃ التابعہ مضمون ششم نمبر ۳ صفحہ ۱۹)

خانقاہ ہذا میں بچوں کے ابتدائی نصاب میں رسالہ اوجز السیر مؤلفہ مولوی محمد شفیع صاحب دیوبندی کو داخل کر دیا گیا اور دوسروں کو بھی رائے دیتا ہوں۔

نمبر ۱۲۔ تنقید متعلق مؤلفات خود

(از ثانیۃ التابعہ مضمون دہم کامل صفحہ ۲۰)

مناسب مضمون دہم تابعہ (وجہ مناسبت یہ ہے کہ تابع کے اس نمبر کا مضمون ایک خاص دینی حکم یعنی نماز کی حفاظت اوقات کے متعلق تھا اور یہاں اس نمبر کا مضمون مطلقاً احکام دینیہ کے متعلق ہے) یوں تو اپنے جمیع مؤلفات کے متعلق احتیاطاً مشورہ دیتا ہوں کہ دوسرے محققین

besturdubooks.wordpress.com

علماء سے ان کی تنقید کرا کر عمل کریں مگر بعض مؤلفات کی نسبت خصوصیت سے کچھ تنبیہات کرتا ہوں نمبرا۔ انوارالوجود کو عام لوگ نہ دیکھیں اور خواص بھی ان کو صرف ذوقیات و لطائف کے درجہ سے آگے نہ بڑھا دیں۔ نمبر۲۔ نیل الشفاء کے متعلق النور نمبر ۹ جلد ۳ میں ایک تنبیہ شائع ہوئی ہے اس کے خلاف نہ کریں۔ نمبر۳۔ فیصلۂ ہفت مسئلہ کے متعلق تنبیہات وصیت کی تنبیہ دہم واجب العمل ہے۔ نمبر۴۔ بہشتی زیور و گوہر و امداد الفتاویٰ مع تتمات اور حوادث کے ساتھ ترجیح الراجح کا ضرور مطالعہ فرماویں کہ اس میں بہت مقامات کی اصلاح ہے اور مکمل و مدلل بہشتی زیور و گوہر کی طبع میں مولوی شبیر علی نے ان ضروری اصلاحات کو لیا بھی ہے۔ نمبر۵۔ جمال القرآن میں متعدد تسامحات ہو گئے ہیں اب اصلاح کے بعد مولوی شبیر علی اس کو مکرر شائع کرنے والے ہیں اس کو اصل سمجھیں نمبر۶۔ نصح الاخوان کے بعض مضامین میں بعض علماء نے بعض عبارات کے اجمال یا ابہام کے سبب اختلاف کیا ہے کسی محقق سے سبقاً سبقاً پڑھ لیں اور اختلاف میں جو حق ثابت ہو اس کا اتباع کریں۔ نمبر۷۔ مسائلہ اہل الخلہ میں میری آخری تقریر کو قول فیصل نہ سمجھیں مستقل تحقیق کر لیں۔ آخر میں احباب سے دعا کی استدعا ہے کہ حق تعالیٰ میری خطا و عمد کو صاف فرماویں اور میری تقریرات و تحریرات کو اضلال کا سبب نہ بناویں۔

نمبر ۱۳۔ متعلق معاش اہل علم

(ثالثہ التابعہ عنوان ذنابہ صفحہ ۶)

(یعنی خلاصہ[1] رسالہ اطیب الاکساب للطلاب مؤلفہ حکیم محمد مصطفیٰ صاحب بتحریک احقر اور یہی تحریک سبب ہے اپنی تحریر کے جزو حکمی بنانے کا) چونکہ ظاہر بینوں کو اہل علم پر شبہ دین فروشی کا ہو جاتا ہے اس لئے مدت سے خیال تھا کہ اہل علم کو کچھ حلال صنعتیں و حرفتیں بھی سیکھ لینا چاہیے تاکہ اگر توکل کے ساتھ دین کی خدمت نہ کر سکیں تو ان ذرائع سے اکتساب معاش کر کے اپنی اور دین کی آبرو محفوظ رکھ سکیں۔ یہ اطیب الاکساب اسی موضوع پر لکھا گیا ہے جس میں دو جزو ہیں ایک یہی مضمون جو بالمعنیٰ لکھا گیا۔ دوسرا جزو بطور نمونہ کے ایک فہرست ان ذرائع کی مع ان ماہرین کے نام و نشان کے اکثر میں جنہوں نے خلوص کے

---

[1] اصل رسالہ موائد کا جزو بنایا گیا ہے تحت فائدہ تاسعہ عشر ۱۲

besturdubooks.wordpress.com

ساتھ ان کی تعلیم کر دینے کا صراحۃ یا دلالۃً وعدہ فرمایا ہے جو باللفظ ذیل میں منقول ہے۔
نمبر ۱۔ مدرسی مدارس اسلامیہ نمبر ۲۔ زراعت حاجی عزیز الرحمٰن صاحب اینچولی ضلع میرٹھ، نمبر ۳۔ طب مولوی حکیم محمد مصطفےٰ صاحب میرٹھ محلّہ کرم علی، نمبر ۴۔ بیگ سازی و چمڑہ سازی منیجر کارخانہ ٹینری و مولوی عبدالحلیم صاحب۔ نمبر ۵۔ گھڑی سازی حافظ عبدالرزاق صاحب نصیر واچ کمپنی میرٹھ صدر بازار، نمبر ۶۔ کتاب و چھپائی منشی محبوب علی صاحب مطبع نامی میرٹھ، نمبر ۷۔ تجارت کتب محمد عثمان خاں صاحب تاجر کتب دریبہ کلاں دہلی، نمبر ۸۔ صابون سازی میر معصوم علی صاحب ناروے سوپ کمپنی میرٹھ خیر نگر دروازہ، نمبر ۹۔ حدادی، نمبر ۱۰۔ بخاری مستری محمد صدیق کرانہ ضلع مظفر نگر، نمبر ۱۱۔ بیڑی سازی، نمبر ۱۲۔ خیاطت سلیمان پوسٹ مین گڈھی پختہ ضلع مظفر نگر، نمبر ۱۳۔ صحافی یعنی جلد بندی، نمبر ۱۴۔ ٹین سازی، نمبر ۱۵۔ ملازمت اسکول ہائے سرکاری بذریعہ امتحان مولوی فاضل وغیرہ۔

نمبر ۱۴۔ متعلق ببعض وقف نقد

(رابعۃ التابعہ مضمون پنجم ۴)

اس نمبر میں مولوی حبیب احمد صاحب کیرانوی کا ایک حساب تھا چونکہ وہ حساب بیباق ہو چکا ہے اس لئے یہاں اس حساب کو نقل نہیں کیا گیا اور اس بیباقی کی تصریح سابعۃ التابعہ کے مضمون سوم میں حضرت والا کی اس عبارت سے شائع ہو چکی ہے کہ اس رقم کا کل حساب بیباقی ہو گیا۔ اب مولوی صاحب کے قبضہ میں کچھ نہیں۔ انتہیٰ

نمبر ۱۵۔ خیر الاصول کا داخل نصاب ہونا

(رابعۃ التابعہ مضمون ہفتم ۷)

حدیث شروع کرنے والوں کے لئے رسالہ خیر الاصول فی حدیث الرسول اصطلاحات واصول حدیث میں مؤلفہ مولانا خیر محمد صاحب یہاں داخل نصاب کیا گیا۔

(معذرت از اشرف علی بخدمت اہل حقوق)

العذر[1] والنذر

از اشرف علی تھانوی (پورا پتہ مضمون کے ختم پر ہے)

استدعا: خود بھی ملاحظہ فرمایئے اور جہاں تک ممکن ہو دوسروں کو بھی دکھلا کر ثواب لیجئے میری حیات میں بھی اور بعد حیات بھی خصوص ختم کے قریب کا خلاصہ مضمون نظم تک۔

اس تحریر کا سبب

بعد الحمد والصلوۃ باعث اس تحریر کا یہ ہے کہ راقم کی عمر اس وقت ساٹھ ستر برس کے تقریبی[2] وسط میں ہے جو حدیث کی رُو سے امت محمدیہ کی عمر کا باعتبار اکثر کے گویا اختتام ہے اور ایسے وقت میں دوسرے اوقات سے بہت زیادہ تیاری آخرت کی ضرورت ہے اور یہ تیاری بعد ایمان کے اعمال کی درستی ہے اور ان اعمال میں سب سے زیادہ اہم حقوق العباد کے جمیع انواع کی صفائی ہے اور اس صفائی کی صرف دو صورتیں ہیں ایک ادا اور دوسرا طلب ابراء اور بحمد اللہ حقوق قابل ادا میں تو عمداً کبھی کوتاہی نہیں کی گئی۔ البتہ حقوق قابل ابراء میں طلب ابراء یعنی اہل حقوق سے معافی چاہنے میں کوتاہی یقیناً رہی اور غالباً یہ ابتلاء قریب قریب بہت عام ہے مگر اس میں عموم ابتلاء سے شرعاً رخصت نہیں ہو سکتی اس لئے واجب ہوا کہ اس فریضہ کو اہتمام سے ادا کیا جائے جس کے دو طریق ہیں ایک سب اہل حقوق سے فرداً فرداً خاص خطاب سے زبانی یا تحریری عرض معروض کرنا۔ دوسرے خطاب عام سے معذرت و معافی کی درخواست کرنا اول بچند وجوہ دشواری سے خالی نہیں۔ (اول) سب اہل حقوق کا یاد نہ ہونا

---

[1] ماخوذ من قولہ تعالیٰ فی المرسلات بمعنی المعذرۃ والتوبۃ اے من المتکلم وبمعنی الانذار مبینا للمفعول حاصلہ الخوف اے للمتکلم ان لم یعتذر وللمخاطب ان لم یقبل ۱۲ منہ

[2] تقریبی اس لئے کہا گیا کہ تحقیقی وسط میں پورے ساڑھے چھ مہینے کی کمی باقی ہے لان ولادیاتی فی خامس ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ

besturdubooks.wordpress.com

(دوم) ان سب سے ملاقات نہ ہوسکنا یا ان کا پتہ معلوم نہ ہونا (سوم) ہر شخص کی ملاقات کے وقت اس کا استحضار نہ رہنا (چہارم) بعض عوارض کے سبب سفر سے معذور ہو جانا (پنجم) ایسے اہتمام بلیغ سے ہمت کا قاصرہ ہونا اس لئے دوسرا طریق جو سہل تھا اختیار کر کے اس کے متعلق مضمون ذیل شائع کرتا ہوں جس کا حاصل ان حضرات سے خطاب عام ہے جن کے حقوق مجھ سے عمداً یا خطاءً ضائع ہوئے ہیں اور اس خطاب میں ترتیب وار چند اجزاء ہوں گے۔

حقوق سے متعلق احادیث

اور چونکہ یہ خطاب میرے حق میں اور اس خطاب پر توجہ فرمانا مخاطبین کے حق میں شرعاً مامور بہ ہے اس لئے خطاب کے قبل چند احادیث کا ترجمہ جو اس باب سے متعلق ہیں نقل کرتا ہوں اس کے بعد وہ خطاب مرتباً پیش کروں گا و باللہ التوفیق۔ (احادیث کا ترجمہ)

(اول) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کے ذمہ کسی (مسلمان یا انسان) بھائی کا کچھ حق ہو اس کی آبرو کے متعلق یا اور کسی قسم کا وہ اس سے آج معاف کرالے ایسے وقت سے پہلے کہ نہ اس کے پاس دینار ہوگا نہ درہم ہوگا اگر اس کے پاس کچھ عمل صالح ہوگا تو بقدر اس کے حق کے اس سے لے کر صاحب حق کو دے دیا جائے گا اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہ ہوئیں تو اس کے فریق کے گناہ لے کر اس پر لاد دیئے جائیں گے۔ روایت کیا اس کو بخاری نے (مشکوۃ باب الظلم)

(دوم)...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص تھا جو لوگوں کو اُدھار چیز دے دیتا تھا اور اپنے ملازم سے کہہ دیتا تھا کہ جب کسی تنگ دست کے پاس جاؤ تو اس کو معاف کر دیا کرو شاید اللہ تعالیٰ ہم کو (اپنے حقوق) معاف فرمادے۔ جب وہ (مرکر) اللہ تعالیٰ کے پاس حاضر ہوا تو اس کو اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا۔ روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے مشکوۃ باب الافلاس)

(سوم)...... حضرت جودان سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی سے معذرت کرے اور وہ اس کو قبول نہ کرے اس پر ایسا

besturdubooks.wordpress.com

گناہ ہوگا جیسا ظلم سے محصول لینے والے پر ہوتا ہے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے مراسیل میں اور ابن ماجہ نے دو جید اسنادوں سے اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص معذرت کرے اپنے بھائی سے اور وہ اس کو قبول نہ کرے وہ میرے پاس حوض کوثر پر نہ آنے پاوے گا۔ (ترغیب وترہیب)

(چہارم)...... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ منجملہ کفارہ غیبت کے یہ بھی ہے کہ تم نے جس کی غیبت کی ہے اس کے لئے استغفار کیا کرو (یعنی) اس طرح کہے کہ اے اللہ ہماری اور اس شخص کی مغفرت فرما روایت کیا اس کو بیہقی نے دعوات کبیر میں اور کہا کہ اس کی اسناد میں کچھ ضعف ہے۔ (جو ایسے ابواب میں مضر نہیں) (مشکوٰۃ)

(پنجم)...... ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی شخص کو حلال نہیں کہ اپنے بھائی سے تین روز سے زیادہ قطع تعلق کردے۔ اس طرح سے کہ دونوں کا آمنا سامنا ہو جائے اور یہ اس سے منہ پھیر لے اور وہ اس سے منہ پھیر لے اور ان دونوں میں وہ اچھا ہے جو پہلے سلام کرے روایت کیا اس کو بخاری ومسلم نے (مشکوٰۃ باب ما نہی عنہ من التھاجر)

اہل حقوق سے معاف کرے یا اپنا حق وصول کرنے کی درخواست

اجزاء خطاب ترتیب وار نمبرا۔ حدیث اول کی بناء پر یہ احقر افقر اذل ارذل کام کا اکثف نام کا اشرف تمام ان حضرات کی خدمت میں جن کا کوئی حق میرے ذمہ ہو خواہ وہ حق مالی ہو (جس کا احتمال ضعیف وقلیل ہے بجز ایک حق کے کہ بعض خطوط میں جواب کے لئے ٹکٹ آتے ہیں اور کاتب کا پورا پتہ نہیں ہوتا انتظار کے بعد میں ان ٹکٹوں کو مصارف لقطہ میں صرف کر دیتا ہوں مگر نیت ہے کہ اگر ٹکٹ والے اس صرف کرنے کو جائز نہ رکھیں تو ٹکٹ مجھ سے لے لیں حاضر کروں گا۔ یا اس کے علاوہ کوئی اور حق ہو جو مجھ کو یاد نہ ہو اس کے ادا کرنے کے لئے بھی حاضر ہوں اور ہر حال میں یہ شرط ہے کہ مدعی کا صدق میرے دل کو لگ جائے) اور خواہ وہ حق غیر مالی ہو جیسے کسی کو ناحق کچھ کہہ لیا ہو خواہ روبرو یا پس پشت اور خواہ

besturdubooks.wordpress.com

ابتداء ایسا ہوا ہو یا انتقام میں حدِ مساواۃ سے تجاوز ہو گیا ہو یا کسی کو ناحق بدنی ایذاء پہنچائی ہو (اور ایسے غیر مالی حقوق کا احتمال قوی اور کثیر ہے) ان سب اہل حقوق کی خدمت میں دست بستہ نہایت لجاجت و سماجت سے درخواست کرتا ہے کہ ان حقوق کا خواہ مجھ سے عوض لے لیں بشرطیکہ مدعی کا صدق میرے دل کو لگ جائے اور خواہ حسبۃ للّٰہ معاف فرمادیں میں دونوں حالتوں میں ان کا شکرگزار رہوں گا کہ مجھ کو محاسبہ آخرت سے بری فرمایا اور معافی کی صورت میں دعا بھی کرتا رہوں گا کہ میرے ساتھ مزید احسان فرمایا۔

حقوق غیر مالیہ کی معافی کا اعلان

نمبر۲۔ اور حدیث دوم کی بناء پر بامید عفو خداوندی میں اپنے حقوق غیر مالیہ جو کسی کے ذمہ ہوں بلا استثناء سب کو معاف کرتا ہوں (اور اس قسم کا اعلان اس کے قبل بھی زمانہ تحریکات میں کر چکا ہوں) اور حقوق مالیہ میں غیر مستطیع کو اجازت دیتا ہوں کہ مجھ سے خاص طور پر گفتگو کرے انشاء اللہ تعالیٰ کوئی سبیل سہل نکال دوں گا خواہ معافی خواہ تخفیف خواہ مہلت یا اور کچھ۔

معاف نہ کرنے والوں سے خطاب

نمبر۳۔ اور حدیث سوم کی بناء پر جو حضرت باوجود میری لجاجت و سماجت کے عذر قبول نہ فرماویں ان سے خیر خواہانہ عرض کرتا ہوں کہ معذرت کرنے پر معاف نہ کرنے کی وعید کو اپنے اوپر لینا نہایت سخت خطرناک ہے چنانچہ ظلم سے محصول لینے والے کا سا گناہ اور حوض کوثر سے محرومی کوئی معمولی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو اس وعید کا مورد بننے سے محفوظ رکھے علاوہ اس کے آپ پر بھی تو بہت سے حقوق ہیں خلائق کے بھی خالق کے بھی اگر وہ معاف نہ کیے جائیں تو کیا حشر ہو اور خود اپنا حق معاف کر دینے سے آپ کے لئے بھی معافی کی امید ہے جیسا حدیث دوم میں گزرا۔

نامعلوم حقوق کے معاملہ میں استغفار

نمبر۴۔ اور حدیث چہارم کی بناء پر اس احتمال سے کہ شاید بعض حضرات نے اپنے حقوق مجھ کو معاف نہ کیے ہوں گو وہ اس فعل سے محل وعید مذکور حدیث سوم ہو گئے ہوں مگر میں ان کے

besturdubooks.wordpress.com

لئے اپنے ساتھ استغفار ہی کرتا رہوں گا کیونکہ اس کے سوا اور کوئی چارہ ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرماوے اور اس عمل کو میرے لئے کفارہ اور اہل حقوق کے لئے اس استغفار کو قبول فرماوے۔

اپنے ظالم ومظلوم کیلئے تحقیق مسئلہ

نمبر ۵۔ اور حدیث پنجم کی بناء پر اپنے لئے بھی اور اپنے ظالموں کے لئے بھی اور اپنے مظلوموں کے لئے بھی مشترکاً مسئلہ کی تحقیق کرتا ہوں کہ کسی کی خطا معاف کر دینے پر اور عذر قبول کر لینے پر یہ لازم نہیں کہ اس سے دوستی وخصوصیت بھی رکھے۔ بعض اوقات اس پر قدرت نہیں ہوتی اور بعض اوقات بعد تجربہ کے اس میں مصلحت نہیں ہوئی البتہ اتنا ضرور ہے کہ اگر اتفاق سے ملاقات ہو جائے تا باہم سلام کر لیں اور اگر ایک کی طرف سے کوئی ضروری بات چیت ہو تو دوسرا اس کا مناسب جواب دے دے گو مختصر ہی ہو اور اگر ضرورت سے زیادہ بات چیت کا سلسلہ ہونے لگے جس سے بے تکلفی پیدا کرنے کا احتمال ہو تو نرمی سے عذر کر دے اس حدیث کے حاشیہ پر لمعات میں سیوطیؒ کے حاشیہ علی الموطاء سے ایسا ہی مضمون نقل کیا ہے بقولہ ومن خاف من مکالمة احد وصلته مایفسد علیه دینه وید خل مضرة فی دنیاه یجوزله مجانبته والبعد عنه و رب هجر جمیل خیر من مخالطة موذیة اور جس سے دین کے سبب قطع تعلق کیا ہو وہ اس حدیث سے مستثنیٰ ہے حاشیہ مذکور میں اس کی بھی تصریح ہے۔ من قوله المراد حرمته الهجران الی قوله و اماما کان من جهة الدین والمذهب فهجران اهل البدع والا هواء واجب الی وقت ظهور التوبة خلاصہ یہ ہے کہ خدا کے واسطے اہل حقوق میری حیات تک تو خواہ اپنے گزشتہ[1] اور آئندہ حقوق معاف فرما دیں خواہ شرعی طریق اور شرائط پر اس کا عوض بالمثل لے لیں اور حیات کے بعد معاف ہی فرما دیں اسی مضمون کو مختصراً ایک رسالہ سے نظم میں عرض کرتا ہوں۔

کسی کو اگر میں نے مارا بھی ہو — بُری بات کہہ کر پکارا بھی ہو
وہ آج آن کر مجھ سے لے انتقام — نہ رکھے قیامت کے دن پر یہ کام
کہ خجلت بروز قیامت نہ ہو — خدا پاس مجھ کو ندامت نہ ہو

---

[1] یعنی اس تحریک کے وقت سے قبل کے بھی اور بعد کے بھی اگر بعد میں صادر ہو جائیں ۱۲ منہ

besturdubooks.wordpress.com

وهذا كانه ترجمة لخطابه صلى اللّٰه عليه وسلم العام قرب وفاته ونصه قال عليه السلام انه قد دنامني خقوف بين اظهركم و انما انا بشر فايمارجل كنت اصبت من عرضه شيئا فهذا عرضي فليقتص و ايمارجل كنت اصبت من بشره شيئا فهذا بشرى فليقتص و ايمارجل كنت اصبت من ماله شيئا فهذا مالي فليا خذ و اعلمو ا ن اولا كم بي رجل كان له من ذلك شئ" فاخذه اوحللني فلقيت ربي و انا محلل بي ولا يقولن رجل اني اخاف العداوة والشحناء من رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فانهما ليستا من طبيعتي ولا من خلقي و من غلبة نفس على شئ فليستعن لي حتى ادعوله.

(ابن سعد طب عن الفضل بن عباس) کنز العمال جلد سابع الاکمال من کتاب القصاص من قسم الاقوال ص ۲۸۴)

اب آخر میں ناظرین سے اس دعا کی درخواست کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ قبل سفر آخرت تمام حقوق و مظالم سے اداءً یا ابراءً سبکدوش فرمادے اور آخرت میں ہر قسم کے مواخذہ سے محفوظ فرماوے۔ ویرحم اللّٰه عبد اقال آمینا۔

کتبہ: اشرف علی لعشرین

من رمضان ۱۳۴۴ھ مقام تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

besturdubooks.wordpress.com

چوبیسواں باب

فواضل (یعنی صفات فاضلہ)

احقر مرتب کی معذوری

بفضلہٖ تعالیٰ حضرت والا کے فواضل بے شمار ہیں جن کے بیان میں اگر دفتر کے دفتر بھی لکھ ڈالے جائیں تو وہ بھی ناکافی ہی رہیں گے بمصداق ارشاد حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی راسخن پایاں　　　بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچنیں باقی

نہ اس کے حسن کی کوئی انتہاء ہے نہ سعدی کا کلام ختم ہوتا ہے۔ استسقاء کی بیماری والا پیاسا مر رہا ہے اور دریا بھی اسی طرح باقی ہے۔

لہٰذا جو کچھ اس باب میں لکھا جا سکتا ہے وہ محض بطور نمونہ ہی کے لکھا جا سکتا ہے اور وہ پہلے ہی اس سوانح کے ابواب مختلفہ میں لکھا جا چکا ہے کیونکہ درحقیقت اس اشرف السوانح کے سارے ابواب سرتاسر فواضل ہی فواضل سے بھرے پڑے ہیں جن کو اگر جمع کر کے عنوانات مناسبہ کے تحت میں مرتب کر لیا جائے تو باب ہذا بھی مستقلاً مرتب ہو جائے لیکن اس کام کے لئے نہ احقر کے پاس اب وقت رہا ہے کیونکہ رخصت بالکل قریب ختم ہے اور نہ میں اپنے اندر اس اہم کام کی قابلیت ہی پاتا ہوں کیونکہ فواضل کا سمجھنا اور ان کی تعیین و توضیح کرنا حضرات اہل علم و فضل کا کام ہے ورنہ اس طرح ترتیب دینے کے لئے ابھی اشرف السوانح مجتمعاً میرے پیش نظر ہے جب پوری کتاب طبع ہو کر یکجائی طور پر سامنے ہو اس وقت فواضل مندرجہ کی تدوین ممکن ہے جس کا انشاء اللہ تعالیٰ قصد بھی ہے اللہ تعالیٰ پورا فرمائے۔

اہل علم سے درخواست

لیکن میں اولاً اس اہم کام کی جانب حضرات اہل علم کی توجہ گرامی کو منعطف کرتا ہوں کیونکہ درحقیقت وہی حضرات اس کام کے اہل ہیں اور اس صورت میں کہ احقر نے بعون اللہ تعالیٰ حضرت والا کے اکثر فواضل کے مواد بطور نمونہ سوانح ہذا میں جمع کر دیئے ہیں۔ ان

besturdubooks.wordpress.com

حضرات کے لئے کوئی دشواری بھی نہیں رہی صرف عنوانات مناسبہ کی تجویز اور ان کی محققانہ توضیح اور ان کے ذیل میں مختلف امور متعلقہ فواضل یعنی واقعات و حالات و معمولات و ملفوظات ووصایا وغیرہ کی ترتیب وتدوین کرنا ہے (اور ابھی جس عبارت میں ترتیب وتدوین کی سہل صورت بتلائی جائے گی اس میں آسانی کے لئے ان سب کو بلفظ واقعہ تعبیر کیا جائے گا)

باب فواضل کی ترتیب وتدوین کی آسان صورت

ترتیب وتدوین کی (وہ) سہل صورت یہ ہے کہ اس سوانح کو شروع سے اخیر تک پڑھا جائے اور جس واقعہ سے (بالمعنی الاصطلاحی المذکور) جو فضیلت ثابت ہوتی ہو ایک یا متعدد اس فضیلت یا ان فواضل کا نام اس امر کے محاذ میں حاشیہ پر (ف) بنا بنا کر بطور سرخی کے لکھتے چلے جائیں۔

جب اس طرح عنوانات کی تجویز وتعیین ہو چکے تو پھر متعدد کاپیاں بنالیں اور ایک طرف سے اس طرح نقل کرنا شروع کریں کہ پہلے ایک کاپی لیں اور اس میں ایک فضیلت کا نام بطور سرخی کے لکھ لیں اور اس کے تحت میں اس کا واقعہ لکھ لیں اور اس کے شروع میں لفظ "واقعہ" نمبرا۔ بھی لکھ دیں۔ پھر دوسرے واقعہ کو دیکھیں۔ اگر وہ بھی اسی فضیلت کے متعلق ہو تو اس کو بھی اسی طرح اسی کاپی پر پہلے لکھے ہوئے واقعہ کے بعد لکھ لیں اور اس پر نمبر۲۔ ڈال دیں اور اگر وہ واقعہ کسی دوسری فضیلت کے متعلق ہو تو دوسری کاپی لے کر اس فضیلت کا نام بطور سرخی کے لکھ لیں اور اس کے تحت میں وہ واقعہ لکھ لیں اور چونکہ وہ واقعہ اس سرخی کے تحت میں پہلا ہوگا اس لئے اس پر بھی نمبرا۔ ڈال دیں بس اسی طرح سب سرخیوں کو اور واقعات کو لکھتے چلے جائیں اور ہر فضیلت کے واقعات پر جداگانہ ترتیب نمبر ڈالتے چلے جائیں۔

اگر کسی واقعہ سے متعدد فواضل ثابت ہوتے ہوں تو ان کے نام تو متعدد کاپیوں پر لکھے جائیں لیکن اس واقعہ کو ان فواضل میں سے صرف ایک ہی فضیلت کی کاپی پر لکھیں۔ اور دوسرے فواضل کو ان کاپیوں پر لفظ واقعہ مع ترتیبی نمبر کے لکھ کر بجائے نقل واقعہ کے بین القوسین صرف یہ لکھ دیں کہ ملاحظہ ہو فلاں فضیلت کا واقعہ نمبر فلاں۔ نیز ناظرین کی مزید بصیرت کے لئے جس کاپی میں وہ واقعہ نقل کیا گیا ہے اس کاپی میں بعد نقل واقعہ (ف) بنا کر

besturdubooks.wordpress.com

یہ بھی لکھ دیں کہ اس واقعہ سے فلاں فلاں فواضل بھی ثابت ہوتے ہیں۔

بس اس صورت سے جس فضیلت کے متعلق جتنے واقعات اس سوانح میں منتشر طور پر مذکور ہیں وہ سب اسی فضیلت کے تحت میں یکجا اور مرتب شکل میں جمع ہو جائیں گے اور اگر تدوین کرنے والے صاحب اہل علم ہوں تو مناسب ہے کہ وہ ہر صفت فاضلہ کی کاپی میں اس صفت کا نام سرخی کے طور پر لکھنے کے بعد اس کی حقیقت اور اس کی فضیلت تحریر فرمادیں۔ اس کے بعد واقعات لکھیں اور جس واقعہ کی دلالت اس صفت فاضلہ پر خفی ہو اس کے ختم پر (ف) بنا کر استدلال کی تقریر بھی کر دیں۔

جن فواضل کے واقعات اس سوانح میں نہ ملیں۔ ان کے دستیاب ہونے کے دیگر ذرائع قریب ہی کی سطور میں یعنی فہرست فواضل کے بعد ہی مذکور ہیں اور اگر بعض فواضل کے متعلق واقعات کہیں بھی نہ مل سکیں یعنی نہ سوانح میں نہ ان دیگر ذرائع میں تو اس کے متعلق وہ مضمون ملاحظہ ہو جو فہرست مذکور کے بعد اور تنبیہ کے ذرا قبل مذکور ہے بقولی ''اور اگر بعض فواضل کے واقعات دستیاب نہ بھی ہوں آلخ''

مرتبہ فواضل کا نام اور عنوانات

جب بطریق مذکور مجموعہ واقعات فواضل مرتب ہو جائے تو اس کا نام اشرف الفواضل رکھنا مناسب ہوگا۔ اور ان فواضل کے عنوانات کی تعیین اصلاً تو مرتب کنندہ ہی کی رائے پر ہے لیکن اعانت کے لئے محض نمونہ کے طور پر احقر اپنے تجویز کردہ عنوانات کی بھی ایک مختصر فہرست پیش کئے دیتا ہے جو تعداد میں سو ہیں اور ان میں فواضل کا کوئی حصر نہیں ہے بلکہ وہ تو لاتقف عند حد ہیں لیکن ان سب کا مرجع بھی غالباً یہی فواضل ہو سکتے ہیں کیونکہ وہ بقیہ بھی انہی مذکورات سے یا تو ناشی ہیں یا ان کے مناشی ہیں اس بناء پر ان موجودہ فواضل کا ذکر ان سب کا بھی ذکر ہے اور اس فہرست کو مختصر اس لئے کہا گیا کہ حضرت والا کی ذات مجمع الصفات تو بفضلہ تعالیٰ سراپا گنجینۂ فواضل اور سر بسر اس شعر کی مصداق ہے۔

لیس علی اللہ بمستنکر   ان یجمع العالم فی واحدٍ

besturdubooks.wordpress.com

اللہ تعالیٰ کے لئے مشکل نہیں ہے کہ وہ سارے عالم کو ایک میں جمع کر دے۔

اور جس نے بھی حضرت والا کو بنظر غور وانصاف دیکھا ہوگا وہ احقر کے اس قول کی بلا ادنیٰ تامل تصدیق کرے گا لہٰذا یہی فہرست کیا طویل سے طویل فہرست بھی مختصر ہی ہوگی۔

اس فہرست کو احقر نے بلا لحاظ کسی خاص ترتیب کے حضرت والا کے مجموعی اوصاف پر سرسری نظر ڈال کر شروع میں بوقت تجویز ابواب اشرف السوانح باب ہذا کے لئے تیار کیا تھا جس میں متعدد عنوانات اس وقت بھی اضافہ کر دیئے گئے ہیں۔

فواضل کے عنوانات کی فہرست

اس فہرست صفات کا لقب حضرت صاحب صفات کے اسم شریف کے لحاظ سے اشرف الصفات اور عدد صفات کے لحاظ سے مایہ صفات تجویز کرتا ہوں اور چونکہ یہ فہرست منجملہ صفات حمیدہ کے سوا شرف صفات کا مجموعہ ہے اس لئے دونوں ناموں کے لحاظ سے اسم بامسمیٰ ہے۔

وہ فہرست یہ ہے۔

(۱) عبدیت (۲) خشیت (۳) محبت (۴) اخلاص (۵) استقامت (۶) استقلال و پختگی عزم (۷) حفظ حدود (۸) اہتمام دین (۹) حزم واحتیاط (۱۰) حق گوئی وصفائی معاملہ (۱۱) اہتمام حقوق (۱۲) ترک مالا یعنی (۱۳) ذوق صحیح، (۱۴) فراست (۱۵) خلوت وعزلت (۱۶) تعلق مع اللہ (۱۷) آزاد طبعی واستغناء، (۱۸) سہولت پسندی، (۱۹) خوش انتظامی (۲۰) انضباط اوقات (۲۱) تیقظ (۲۲) حفاظت اُمت (۲۳) اہتمام اصلاح اُمت، (۲۴) حسن معاشرت خوش مزاجی، (۲۵) وزندہ دلی (۲۶) حسن خلق، (۲۷) تہذیب (۲۸) متانت (۲۹) رعایت جذبات، (۳۰) دلسوزی (۳۱) سادگی (۳۲) بے ساختگی، (۳۴) مروت، (۳۵) رقیق القلبی (۳۶) خیر خواہی (۳۷) ترحم (۳۸) ایثار (۳۹) دقت نظر (۴۰) نگرانی نفس (۴۱) حق پسندی ورجوع الی الحق (۴۲) برکت (۴۳) تواضع (۴۴) ملکہ تقریر وتحریر (۴۵) فراخ حوصلگی واولوالعزمی (۴۶) سلامت صدر (۴۷) سلامت فطرت (۴۸) وسعت خیال (۴۹) بلند نظری (۵۰) غیرت (۵۱) سخاوت

besturdubooks.wordpress.com

(۵۲) شجاعت (۵۳) حاضر جوابی (۵۴) رضا وتفویض' (۵۵) توکل' (۵۶) شکر (۵۷) صبر (۵۸) شان کرم (۵۹) تحمل (۶۰) صفح یعنی درگزر (۶۱) لطافت طبع (۶۲) حسن ظن (۶۳) عدل (۶۴) ذکاوت (۶۵) ذہانت (۶۶) تدبر وانجام اندیشی (۶۷) استحضار و مراقبہ (۶۸) انصاف (۶۹) منت شناسی (۷۰) بصیرت (۷۱) حقیقت شناسی (۷۲) رسائی فہم (۷۳) علم اعتبار (۷۴) احاطہ نظر (۷۵) تدین '(۷۶) امانت (۷۷) دانشمندی و اصابت رائے (۷۸) ورع و تقویٰ (۷۹) حسن تدبیر (۸۰) اعتدال (۸۱) حکمت (۸۲) شان تربیت (۸۳) شان تحقیق (۸۴) قبول عام (۸۵) قوت حافظہ (۸۶) ادب (۸۷) ہمدردی' (۸۸) تاثر (۸۹) رِفق (۹۰) تصلب فی الدین (۹۱) حیا (۹۲) مجاہدہ (۹۳) مخالفت نفس (۹۴) قناعت (۹۵) زاہد صمت یعنی (۹۶) قلت کلام (۹۷) حزن (۹۸) فتوت (۹۹) یقین (۱۰۰) رجاء

اب جو میں غور کرتا ہوں تو بفضلہٖ تعالیٰ مذکورہ بالا فواضل میں سے بہت سے فواضل کے متعلق واقعات ابواب ماسبق میں بیان کئے جا چکے ہیں اور جن فواضل کے واقعات مذکور نہ ہوئے ہوں ان کو خود حضرت والا کے مطبوعہ ملفوظات وتالیفات سے بطریق مذکور بسہولت جمع کر کے شامل مجموعہ کیا جاسکتا ہے۔ نیز چونکہ انشاء اللہ تعالیٰ باب آئندہ یعنی باب متفرقات جو اخیر باب ہے بعد تکمیل اشرف السوانح بھی رواں رکھا جائے گا اور اس میں بلا التزام تصریح عنوان مضامین متفرقہ متعلقہ سوانح ہذا جن میں فواضل بھی شامل ہوں گے وقتاً فوقتاً لکھے جاتے رہیں گے اس لئے اس باب کے حصص میں سے بھی جو انشاء اللہ تعالیٰ شذرات السوانح کے نام سے شائع ہوتے رہیں گے مضامین کی نوعیت دیکھ کر واقعات متعلقہ فواضل معلوم کئے جاسکیں گے اور اگر وہاں سے بھی کوئی جمع کرنا چاہے گا تو بطریق مذکورہ اخذ کر کے جمع بھی کئے جاسکیں گے

فواضل پر ابتدائی کام کا نمونہ

اگر کسی کو فی الحال ہی حضرت والا کے کچھ فواضل نمونہ کے طور مجتمعاً دیکھنا ہوں تو اس غرض کو بھی فی الجملہ پورا کرنے کے لئے ایک مختصر مجموعہ پہلے سے موجود ہے جس کو حضرت

besturdubooks.wordpress.com

والا کے خلیفہ ارشد جناب مولانا محمد عیسیٰ صاحب مدفیضھم نے جمع فرمایا ہے اور جو کمالات اشرفیہ کے نام سے طبع ہو کر شائع ہو چکا ہے اس کو ملاحظہ فرما لیا جائے۔ نیز بعض بہت ہی خاص فواضل کے متعلق چند ایسے واقعات جو احقر کی یاد کے موافق ابواب ماسبق میں بیان کئے جا چکے ہیں اس باب میں بھی اسی وقت انشاء اللہ تعالیٰ کیفما اتفق طور پر بیان کر دیئے جائیں گے لیکن بوجہ بالکل گنجائش وقت نہ ہونے کے ان کی تعداد بہت ہی کم ہوگی۔

غرض مقصود بالبیان یہ ہے کہ فی الحال ناظرین کرام فواضل کے انہیں واقعات کے ملاحظہ پر اکتفا فرمالیں جو سوانح ہذا کے ابواب مختلفہ میں منتشر طور پر لیکن بکثرت پائے جاتے ہیں اور باب ہذا کے اجمال کو بھی تفصیل ہی کا قائم مقام تصور فرمائیں کیونکہ اس میں اوپر ایسے متعدد طریقے عرض کر دیئے گئے ہیں جن سے حضرت والا کے فواضل کا بہت کافی ذخیرہ متفرقاً و مجتمعاً دستیاب ہوسکتا ہے۔ اور درحقیقت تو فواضل مذکورہ پر واقعات سے استدلال کی حاجت ہی نہیں کیونکہ حضرت والا میں تو ان کا وجود ادنیٰ بصیرت رکھنے والے کے لئے بھی بالکل مشاہد ہے حسب الارشاد مولانا رومی۔

آفتاب آمد دلیل آفتاب   چوں دلیلت آمد ازوے رومتاب

سورج اپنی دلیل خود آپ ہے، جب دلیل تیرے پاس پہنچ گئی ہے تو اس سے منہ نہ پھیر۔

لہٰذا اگر بعض فواضل کے واقعات دستیاب نہ بھی ہوسکیں تب بھی اثبات مدعا کے لئے اصلاح مضر نہیں کیونکہ ان واقعات پر فواضل کا مدار ہی نہیں۔ وہ تو محض تائید کے لئے ہیں نہ کہ اثبات کے لئے۔

اب احقر ان چند واقعات متعلقہ فواضل کو نقل کرتا ہے جن کے باب ہذا میں نقل کئے جانے کا اوپر وعدہ کیا گیا ہے لیکن قبل نقل ایک ضروری تنبیہ گزارش کی جاتی ہے جو سارے فواضل سے متعلق ہے خواہ کہیں معرض تحریر میں آئے ہوں یا آئیں۔ وھو ہذا۔

تنبیہ: صفات کی دو قسمیں

صفات دو قسم کی ہیں ایک وہ جو مشاہد ہیں جیسے سہولت پسندی خوش انتظامی اہتمام حقوق واشباہہا دوسرے وہ جو خود مشاہد نہیں بلکہ ان پر دلائل یعنی واقعات سے استدلال کیا

besturdubooks.wordpress.com

جاتا ہے جیسے محبت خشیت اخلاص و امثالہا۔ کیونکہ ان کا اصل محل قلب ہے۔ کما فی الحدیث الا ان التقویٰ ھٰھنا و اشار الیٰ صدرہ جس پر کسی اُمتی کوخود اطلاع جازم نہیں ہوسکتی اور اسی بناء پر ارشاد نبوی ہے لا یزکی علی اللہ احدا ۔مگر ان صفات کے بعض آثار ایسے ہیں کہ ان کا ترتب مستمر یا کالمستمر بعادت غالبہ علامت ہوتی ہے ان کے مناشی کے تمکن فی القلب کی۔ سیماھم فی وجوھھم کا یہی حاصل ہے ان آثار سے ان صفات کا حکم ظنی ماذون فیہ ہے حدیث مذکور کا بقیہ حصہ اس کی دلیل ہے من کان منکم مادحاً اخاہ لا محالۃ فلیقل احسب فلاناً واللہ حسیبہ احسب کذا وکذا ان کان یعلم ذلک منہ للشیخین و ابی داؤد (جمع الفوائد) پس فواضل کے تمام اجزاء میں یہ اصل ملحوظ رہے فقط۔

نوٹ: یہ تنبیہ حضرت والا کے ارشاد سے بڑھائی گئی ہے اور اسی قسم کی تنبیہات جو دوران نظر اصلاحی میں حضرت والا موقع بموقع ارشاد فرماتے رہے ہیں روح ہیں اس سوانح کی اور یہی وہ فوائد ہیں جو اشرف السوانح کو اسم بامسمی اور آج کل کی دیگر سوانح سے ممتاز کرتے ہیں۔ کیونکہ حضرت والا کو مسودات سوانح ہذا پر نظر اصلاحی فرماتے وقت ہر موقع پر اس کا خاص اہتمام رہا ہے کہ ہر شئے کو اس کے مرتبہ پر رکھا جائے اور کیوں نہ ہوتا حضرت والا جیسے محقق اور مصلح اُمت کا یہی کار منصبی تھا۔ اب فواضل موعودہ کو لکھا جاتا ہے واللہ المستعان وعلیہ التکلان۔

شانِ کرم

اپنے ساتھ کینہ رکھنے والے پر رحم

واقعہ:...... احقر کے ایک عزیز تھے جو حضرت والا سے سوءِ ظن رکھتے تھے کیونکہ ان کو ایسے لوگوں کی صحبت میں رہنے کا اتفاق ہوا تھا جن کو حضرت والا سے عناد تھا۔ جب حضرت والا کا اس نواح میں تشریف لے جانا ہوا تو معلوم ہوا کہ انہوں نے لوگوں سے حضرت والا کے خلاف باتیں کہنی سنی شروع کر دیں اس کے کچھ ہی عرصہ کے بعد وہ ایک مرض مہلک میں مبتلا ہو گئے اور بہت دنوں تک مبتلا رہ کر انتقال کر گئے۔ ان کے انتقال کے

besturdubooks.wordpress.com

ایک عرصہ دراز کے بعد جبکہ ان واقعات کا ذہن میں کسی قسم کا کوئی ادنیٰ خیال بھی باقی نہ رہا تھا نہ مدت سے کوئی ان واقعات کا تذکرہ کرتا تھا مرحوم کے حقیقی چھوٹے بھائی جو اس وقت حضرت والا کے مرید بھی نہ تھے اتفاق سے تھانہ بھون آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے مشغولی ذکر اسم ذات میں بین النوم والیقظہ یہ دیکھا کہ مرحوم موجود ہیں اور کوئی کہنے والا ہیبت ناک آواز سے کہہ رہا ہے کہ ڈالدو اس کو دوزخ میں اس نے مولوی اشرف علی کو برا کہا ہے۔ اس واقعہ کو انہوں نے حضرت والا سے بذریعہ پرچہ عرض کیا تو حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ اول تو غالب احتمال یہ ہے کہ یہ خواب ہی نہیں محض خیال ہے لیکن پھر بھی احتیاطاً میں نے ان کو بالتخصیص معاف بھی کر دیا ہے کیونکہ بالتعمیم تو میں اپنے برا بھلا کہنے والوں کو ہمیشہ معاف ہی کرتا رہتا ہوں اور ان کے لئے مغفرت کی دعا بھی کر دی ہے۔ مزید احتیاط کے لئے آپ یہ کریں تو بہتر ہے کہ میرے ہاتھ سے کچھ نقد دلوا کر ان کے لیے ایصال ثواب بھی کرا دیں تا کہ اگر میرے قلب میں کدورت کا کوئی خفی اثر باقی بھی رہ گیا ہو تو وہ بھی مٹ جائے۔ اس سے حضرت والا کی اعلیٰ درجہ کی شان کرم ظاہر ہوتی ہے۔

شفقت

جانوروں کے لئے دعا

حضرت والا کی شفقت علی الخلق کا کیا ٹھکانا ہے کہ ایک مدت تک حضرت والا نے جانوروں تک کے لئے دعا مانگی ہے لیکن چونکہ ایسی دعا نہ اس وقت کسی حدیث میں یاد آئی تھی نہ کہیں سلف سے منقول دیکھی تھی اس لئے احتیاطاً چھوڑ دی لیکن بعد کو بہائم کے لئے بھی دعا کرنا ایک حدیث میں نظر سے گزرا چنانچہ خود حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دعا منقول ہے۔ **اللھم اسق عبادک و بھیمتک وانشر رحمتک و احی بلدک المیت** (ابوداؤد عن دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الاستقاء)

ہمدردی اور خیر خواہی

ترکوں کی شکست پر صدمہ

واقعہ: حضرت والا کے اندر اللہ تعالیٰ نے ہمدردی اور خیر خواہی کا اتنا زیادہ مادہ رکھا ہے

besturdubooks.wordpress.com

کہ وہ اخص الخواص مصلحین ہی کو عطا فرمایا جاتا ہے چنانچہ ترکوں کی شکست کے زمانہ میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو ہمیشہ راحت ہی راحت میں رکھا ہے اس لئے میں نے کبھی یہ نہ جانا کہ غم کیسا ہوتا ہے لیکن اب معلوم ہوا کہ غم اس کو کہتے ہیں کیونکہ ترکوں کی شکست اور مسلمانوں کی ذلت وخواری کا قلب پر اتنا شدید صدمہ ہے کہ کھانا پینا بھی تلخ ہوگیا ہے۔

اب بھی حضرت والا ہمیشہ مسلمانوں کی اصلاح دین ودنیا اور عزت ونصرت کے لئے بالالتزام پانچوں نماز کے بعد دعائیں مانگا کرتے ہیں مثلاً **اللّٰھم عافنا واعف عنا اللّٰھم کل خیر بکل مسلم و مسلمة اللھم اعزالا سلام و المسلمین واجعلنا منھم واخذل الکفرة و المشرکین ولا تجعلنا منھم اللھم اصلح امة محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم اللھم انصر امة محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم اللھم ارحم امة محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔**

دلسوزی، رقیق القلبی، ترحم اور حفظ حدود

بہار کے حالات پر صدمہ

واقعہ:...... حضرت والا میں خالق اکبر نے ایسا پُر درد اور پُرسوز وگداز قلب ودیعت رکھا ہے کہ بہار کے قیامت خیز زلزلوں کے حالات سُن سُن کر اس درجہ متاثر ہوتے تھے کہ بے چین ہو ہو جاتے تھے اور ایسے پر درد لہجہ میں دعائیہ الفاظ اے اللہ رحم فرما اے اللہ رحم فرما بار بار بے اختیار منہ سے نکلنے لگتے تھے کہ پاس بیٹھنے والوں کے بھی کلیجے منہ کو آ جاتے تھے۔ بعض اوقات تو یہاں تک تاثر ہوتا تھا کہ حضرت والا کو یہ فرمانا پڑتا کہ زیادہ دل برا کرتے ہوئے بھی ڈر لگتا ہے کہ کہیں یہ ہمدردی نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کی شکایت کی حد تک نہ پہنچ جائے۔ بڑا مشکل معاملہ ہے اگر دل برا نہ ہو تو شفقت علی الخلق میں کمی ہوئی جاتی ہے اور اگر دل برا کرتے ہیں تو اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں شکایت کی حد تک نہ پہنچ جائے واقعی حدود کے اندر رہنا بس پل صراط پر چلنا ہے۔ اور پل صراط بعض اہل ذوق کے قول پر دراصل رعایت حدود ہی کی صورت مثالی ہوگی جو تلوار سے بھی تیز اور بال سے بھی باریک ہوگی۔ بس اللہ تعالیٰ ہی اعانت

besturdubooks.wordpress.com

فرماتے ہیں ورنہ حدود کے اندر رہنا نہایت ہی دشوار امر ہے لیکن اگر بندہ اس کی کوشش اور فکر میں رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ سب آسان فرما دیتے ہیں۔ اھ

حفاظت اُمت

رہن کی زمین کی پیداوار

واقعہ:...... ایک بار احقر کی موجودگی میں ایک صاحب گنے کے رس کا گھڑا حضرت والا کے لئے ہدیۃً لائے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ بھائی یہ چونکہ رہن کی زمین میں کاشت کئے ہوئے گنوں کا رس ہے اس لئے میں نہیں لے سکتا اور گو مجھے معلوم ہے کہ وہ خاص صورت رہن کی جو یہاں تھی جائز ہے لیکن میں کس کس کو سمجھاتا پھروں گا اور کس کس سے کہتا پھروں گا کہ یہ وہ رہن ہے جو جائز ہے۔ سب یہی سمجھیں گے کہ رہن کی زمین کا رس لے لیا رہن رکھنا جائز ہے۔ اپنا تو دنیا کا نفع کر لوں اور دوسروں کے دین کا نقصان کروں یہ تو مجھ سے نہیں ہو سکتا چنانچہ لینے سے انکار فرما دیا۔

مناظروں پر حضرت والاؒ کا تاثر

واقعہ:...... ایک موقع پر فرمایا کہ جب میں سنتا ہوں کہ کسی مناظرہ میں اہل بدعت کے مقابلہ میں اپنی جماعت غالب آ گئی تب بھی صدمہ ہی ہوتا ہے کہ عوام کیا کہتے ہوں گے کہ مولوی آپس میں لڑ رہے ہیں ایسے مناظروں سے عوام کو بہت ضرر پہنچتا ہے۔ مناظروں اور جوابی رسالوں نے اہل باطل کو بہت فروغ دے دیا ہے ورنہ اگر بے پروائی برتی جاتی اور ان کے رد کی جانب کچھ التفات ہی نہ کیا جاتا تو ان کی اتنی اہمیت حاصل نہ ہوتی جتنی اب حاصل ہو گئی ہے مناظروں سے تو اہل باطل کو اور زیادہ فروغ ہوتا ہے اور نتیجہ کچھ نہیں البتہ اہل باطل کا اثر مٹانے کے لئے حق کی تقریر و اشاعت بار بار اور جا بجا کرنا یہ البتہ نافع ہے۔

تیقظ۔ دِقّتِ نظر۔ شان تربیت۔ تاثر اور منت شناسی

واقعہ:...... ایک طالب علم نے حضرت والا کو لکھا کہ میرے لئے دعا فرما دیں اور میرا جی چاہتا ہے کہ میں بھی آنجناب کے لئے دعا کیا کروں۔ جیسی کچھ بھی میری دعا ہے تو میں آنجناب کے لئے کیا دعا کروں۔ حضرت والا نے یہ جواب تحریر فرمایا کہ اس کا اثر یہ ہو گا کہ

besturdubooks.wordpress.com

میں تم کو اپنا محسن سمجھوں گا اور آزادی سے تعلیم نہ کرسکوں گا یوں پوچھنا چاہیے تھا کہ میں ایک مسلمان کے لئے دعا کرنا چاہتا ہوں کیا دعا کروں۔اھ

حضرت والا نے یہ جواب تحریر فرما کر حاضرین مجلس کو سنایا اور فرمایا کہ اول وہلہ میں تو میں خوش ہوا اور سوچنے لگا کہ اپنے لئے کون سی دعا کے لئے لکھوں لیکن پھر بفضلہٖ تعالیٰ فوراً ہی متنبہ ہوا اور یہ جواب لکھا جو ابھی سنایا بات یہ ہے کہ میری طبیعت میں تاثر بہت ہے ذرا سے احسان کا بھی میرے اوپر بے حد اثر ہوتا ہے۔اب لوگ اعتراض کرنے کے لئے تو تیار ہو جائیں گے کہ دیکھئے دعا کرنے کے لئے بھی منع کر دیا اور ان دقائق پر نظر نہ جائے گی۔ اب میں اعتراض کو دیکھوں یا دقائق اصلاح کو۔اھ

تصلب فی الدین، رفق، حیا، صفائی معاملہ، تواضع، محبت، اخلاص، صدق، رعایت جذبات، تہذیب، ذوق صحیح اور فراست

واقعہ:......ایک صاحب علم نے اپنے چندرسالے بھیج کر زیارت کا بے حد اشتیاق ظاہر کیا تھا۔ان کا مسلک مسائل اختلافیہ کے متعلق بین بین ہے جس کو وہ بزعم خود اعتدال کہتے ہیں لکھا تھا کہ مسائل مختلف فیہا میں میرا مسلک وہی ہے جو حضرت حاجی صاحبؒ نے فیصلہ ہفت مسئلہ میں لکھا ہے۔اس پر حضرت والا نے زبانی فرمایا کہ اتنا فرق ہے کہ حضرت حاجی صاحبؒ کا اصل مسلک ان مسائل میں ترک اور تحرز تھا الا بعارض قوی اور فاعل خوش عقیدہ و خوش نیت پر نکیر نہ فرماتے تھے اور ان صاحب کا مسلک بالعکس ہے۔ایک صاحب نے کہا کہ ان میں نرمی تو ہے۔فرمایا کہ نرمی کی بھی قسمیں ہوتی ہیں۔بعض لوگ ایک خاص حد تک تو نرم ہوتے ہیں لیکن پھر اس نرمی میں سخت ہوتے ہیں۔یعنی جو اس نرمی کا مخالف ہو اگرچہ بدلیل ہو اس کے ساتھ نرمی نہیں کرتے حاصل یہ ہوا کہ جس درجہ میں نرمی ہے اس سے آگے نہیں بڑھتی۔

لوگوں کو ان کی نرمی سے دھوکا ہوتا ہے۔حالانکہ وہ سخت ہوتے ہیں۔میری رائے یہ ہے کہ عمل میں تو ہو مضبوط مگر رائے میں ہو نرم۔بہرحال چونکہ حضرت والا میں نہایت درجہ صفائی ہے اس لئے اپنے مشرب اور مسلک کی پوری حقیقت صاف صاف تحریر فرما کر یہ لکھ دیا کہ

besturdubooks.wordpress.com

چونکہ دین سراسر صدق وخلوص ہے اس بناء پر یہ امور عرض کیئے گئے۔ ان کی بناء پر شاید ملاقات کے وقت میرے متعلق یہ رائے سامی قائم ہو تسمع بالمعیدی خیر من ان تراہ یا اثناء کلام میں مجھ سے خلاف مذاق سامی کوئی بے احتیاطی ہو جائے تو آپ کو کلفت اور مجھ کو خجلت ہو باقی غائبانہ بے تکلف عرض ہے کہ مجھ کو آپ سے محبت ہے اور خصوصیت کی محبت عجب نہیں کسی وقت یہ محبت ترقی پا کر مجھ ہی سے اشتیاق ملاقات کا اظہار کرادے۔ باقی دعا کا طالب ہوں والسلام۔ یہ محض اس لئے لکھ دیا کہ بصیرت کے ساتھ آنے نہ آنے کے متعلق رائے قائم کریں اور آئیں تو آمادہ ہو کر آئیں۔ دھوکا نہ رہے اور آنے کے بعد افسوس نہ ہوا۔ اھ۔ گو حضرت والا اس کا بے حد خیال رکھتے ہیں کہ کسی کے مشرب کے خلاف اس کے مواجہ میں کوئی ایذا دہ بات نہ کہی جائے لیکن ایسا بطور خود کرتے ہیں دوسرے کے مقید کرنے سے مقید سمجھ لینے سے مقید نہیں ہوتے۔ اسی لئے یہ بھی معمول ہے (جس کی تفصیل اپنے موقع پر گزر چکی ہے) کہ اگر کوئی طالب حاضری کی اجازت چاہتا ہے تو جب تک کہ متعین نہیں کرا لیتے کہ آنے سے مقصود محض ملاقات ہے ہرگز اجازت نہیں مرحمت فرماتے تا کہ اس کا احتمال ہی نہ رہے کہ وہ تو کچھ مقصود ذہن میں لیکر آئے اور اس کا حصول اس کے زعم کے مطابق یہاں نہ ہو تو سفر کے ضائع جانے کا افسوس ہو۔ بعضوں سے مہینوں اسی کے متعلق خط وکتابت ہوتی رہتی ہے اور جب تک کہ وہ محض ملاقات پر اپنی رضامندی ظاہر نہیں کر دیتے اجازت نہیں عطا فرماتے اور یہ نہیں ہوتا کہ خود اس کو اس مقصود پر رضا مند کیا جاتا ہو۔ بلکہ اس قسم کے استفسارات فرماتے ہیں کہ اگر اس میں صلاحیت ہوتی ہے تو وہ خود اپنی خوشی سے لکھتا ہے اور نافع سمجھ کر لکھتا ہے کہ محض ملاقات کے لئے اجازت عطا فرمائی جائے۔

حضرت والا نے انہیں صاحب علم کے متعلق جن کا ذکر اوپر ہوا ایک دوسرے صاحب کو جو انہی کے مدرسہ میں تھے اور حضرت والا سے پہلے سے تعلق رکھتے تھے لکھ بھیجا تھا کہ معلوم نہیں کیوں میں اپنے دل میں ان کی طرف سے تکلف پاتا ہوں ان کو کسی لطیف حیلہ سے روک دیا جائے تو بہتر ہے۔ اھ۔ اس کا حضرت والا کے پاس یہ جواب آیا کہ واقعی (ع) قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید۔ (قلندر جو بھی کہتا ہے دیکھ کر کہتا ہے) ان مولوی صاحب (یعنی صاحب

besturdubooks.wordpress.com

علم مذکور ۱۲) نے جو اپنا خیال متعلق حاضری ظاہر کیا اس سے حیرت ہوگئی کہنے لگے بہت ہی اچھا ہوا جو حاضری کی اجازت نہ ملی مجھ کو قرض کر کے جانا پڑتا۔ اھ۔ اور جواب مذکور میں یہ بھی مرقوم تھا کہ اللہ کی قسم میں تو پہلے ہی سمجھے ہوئے تھا کہ حضرت پر لفاظی اور علمیت کا کبھی جادو نہ چلے گا اور ان کو آسانی سے حاضری کی اجازت نہ ملے گی اھ۔ اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ مجھ کو ذوقاً معلوم ہوتا تھا کہ اشتیاق برائے نام ہے چنانچہ یہی ثابت ہوا۔ اھ

سہولت پسندی

اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کو ایسی فطرت سلیمہ عطا فرمائی ہے کہ اپنے لئے بھی اور دوسروں کے لئے بھی ہر امر میں ہمیشہ سہولت ہی پسند فرماتے ہیں اور بلا ضرورت ہرگز نہ خود دشواری میں پڑتے ہیں نہ دوسروں کو دشواری میں ڈالتے ہیں لیکن جہاں ضرورت ہوتی ہے وہاں تو یہ دیکھا جاتا ہے کہ حضرت والا کے برابر کیا کوئی تعب برداشت کرے گا اور یہ مذاق طبیعت بفضلہٖ تعالیٰ عین اتباع سنت ہے۔ چنانچہ حدیث میں وارد ہے **ماخیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی امرین الا اختار ایسر هما** یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی دو چیزوں میں اختیار نہیں دیا گیا مگر آپ نے اسی کو اختیار فرمایا جو ان دونوں میں آسان ہوئی۔

جن کو کسی کام کے سلسلہ میں حضرت والا سے سابقہ پڑتا رہتا ہے وہ روزمرہ اس کا مشاہدہ کرتے رہتے ہیں کہ اگر مشکل سے مشکل اور پیچیدہ سے پیچیدہ معاملہ بھی لیا جائے حضرت والا اس میں ایسی سہولت پیدا فرما دیتے ہیں کہ جس امر کو عقدہ لاینحل سمجھا جاتا تھا وہ نہایت آسانی کے ساتھ انجام پذیر ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ ایک مشہور اہل قلم فلسفی فاضل کا قول غالباً تحت عنوان سفران کے خط سے نقل کیا جا چکا ہے جس میں انہوں نے حضرت والا کو لکھا تھا کہ آپ تو ہر امر میں اس قدر سہولت پیدا کر دیتے ہیں اور دوسروں کے نقطہ نظر کو ملحوظ رکھ کر ایسی رعایتیں ان کو مصالح کی کر دیتے ہیں کہ بغیر تجربہ کئے اس کا یقین آنا مشکل ہے اھ۔ سو واقعی حضرت والا نہ صرف معاملات میں سہولت پیدا فرما دیتے ہیں بلکہ اصل چیز یعنی دین کو جس کا بڑا شعبہ تصوف ہے اور اس کو صوفیہ غیر محققین نے صدیوں سے مبہم اور دشوار بنا رکھا تھا کہ وہ عوام تو عوام خواص کی دسترس سے بھی بعید سمجھا جانے لگا تھا۔ اس قدر سہل الحصول فرما دیا ہے

besturdubooks.wordpress.com

کہ ہر ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان اس کے اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ پر نہایت سہولت کے ساتھ فائز ہو سکتا ہے۔ بلکہ حضرت والا نے بعون اللہ تعالیٰ عملاً فائز کرا کے ہی دکھلا دیا ہے چنانچہ حضرت والا کے فیض تعلیم سے ہر طبقہ کے لوگ کیا عالم کیا اُمی کیا امیر کیا غریب کیا نواب کیا ملک التجار کیا اعلیٰ انگریزی داں کیا اعلیٰ عہدہ دار غرض ہر قسم کے لوگ بفضلہ تعالیٰ فیض یاب ہو رہے ہیں اور اعلیٰ درجہ کے دیندار ہو گئے ہیں یہاں تک کہ اقسام مذکورہ میں سے ہر طبقہ میں حضرت والا کے بہت سے متوسلین درجہ تکمیل کو بھی پہنچے ہوئے پائے جاتے ہیں جن کو حضرت والا نے بیعت و تلقین کی بھی اجازت عطا فرما رکھی ہے۔ غرض اس تصوف کو جس کو ایک ایسا راز سربستہ قرار دیا جا چکا تھا کہ بجز اخص الخواص کے کسی کو اس کا اہل ہی نہ سمجھا جاتا تھا حضرت والا گویا منظر عام پر لے آئے ہیں اور حضرت والا نے اس کے مسائل غامضہ کو ممبر پر کھڑے ہو ہو کر نہایت سہل اور واضح عنوانات سے بیان فرما فرما کر عوام و خواص سب کے ذہن نشین کر دیا ہے۔ بقول احقر ؎

ہو مزا واعظ بنے پیر مغاں ۔۔۔ راز میخانہ سر ممبر کھلے

اور دین کو جس کی اصل شان بروئے قرآن **وما جعل علیکم فی الدین من حرج** اور بروئے حدیث **الدین یسر** ہے اس کی اصلی صورت میں جلوہ گر فرما دیا ہے۔ حضرت والا کی سراپا رحمت شخصیت پر بلا مبالغہ **وکفی باللہ شہیدا** وہ لقب صادق آتا ہے جس سے حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ العزیز نے شیخ العرب والعجم اعلیٰ حضرت حاجی صاحب قدس سرہ العزیز کو بعد وفات حضرت حاجی صاحب ممدوح یاد فرمایا تھا یعنی بار بار فرماتے تھے ہائے رحمۃ للعلمین ہائے رحمۃ للعلمین ثم الحمدللہ الحمدللہ حضرت والا میں بھی وہی شان نمایاں ہے اور جو حضرت والا کی تعلیمات ہیں وہ حضرت حاجی صاحبؒ ہی کی تعلیمات کی تفصیلات ہیں اور یہ سب فیض ہے اس سراپا رحمت ذات قدسی آیات کا جو سرچشمہ فیوض و برکات اور صالۃً رحمۃ للعلمین ہے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اور جو اُمتی اس شان کا مظہر ہے وہ بمصداق العلماء ورثۃ الانبیاء تبعاً اور وراثۃً رحمۃ للعلمین ہے۔ حضرت والا کے ملفوظات وتصنیفات سے یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہے کہ حضرت والا نے دین کے سارے ضروری شعبوں پر تفصیلی بحث فرمائی ہے جو ایک مجدد کا فرض منصبی ہے اور دین کو اس کی اصلی اور آسان صورت میں اُمت کے سامنے

besturdubooks.wordpress.com

14 پیش کردیا ہے لہٰذا ایسی ذات ستودہ صفات بے شبہ عالم کے لئے ایک دائمی رحمت ہے۔

سوانح ہذا کی ترتیب کیلئے ایک آسانی کی تعلیم

واقعہ:......سوانح ہذا کے مرتب کرنے میں احقر کو یہ سخت دِقت واقع ہورہی تھی کہ مختلف اوقات میں مختلف واقعات مختلف عنوانات وابواب کے متعلق یاد آتے رہتے تھے جن کو موقع بموقع مسودہ کے بیچ میں اضافہ کرنا پڑتا تھا جس سے مسودہ بہت گندہ ہوجاتا تھا اور اضافات کے مناسب مقامات تلاش کرنے میں بہت بہت وقت صرف ہوجاتا تھا۔ بلکہ خلاصہ میں بھی اس قسم کے اضافات کی ضرورت واقع ہوتی رہتی تھی جس سے وہ خلاصہ بھی مسودہ ہی کی طرح پھر گندہ اور ناقابل کتابت ہوجاتا تھا۔ اس کی حضرت والا نے نہایت سہل صورت یہ تجویز فرما دی کہ جو واقعات یاد آتے جائیں کیفما اتفق لکھتے چلے جایئے اور ہر واقعہ کے حاشیہ پر (ف) بنا کر اس کے مناسب جو عنوان ہو اس کا نام لکھ دیا کیجئے اور ناقل بھی بالترتیب نقل کرتا رہے لیکن اس کے پاس ہر عنوان کی جدا کاپی ہو۔ اس طرح مؤلف کو بالکل آزادی رہے گی تشتت اور خلجان نہ ہوگا نہ مسودہ و بیضہ میں ترمیمات واضافات درمیانیہ کی نوبت جابجا آئے گی جیسا کہ موجودہ صورت میں واقع ہورہا ہے۔ اور ناقل بھی بلا دِقت جدا جدا اوراق پر عنوانات مختلفہ کے واقعات لکھتا چلا جائے گا اور اس طرح ہر عنوان کے تحت میں اسی کے مناسب واقعات یکجائی طور پر مرتب ہوجائیں گے۔ بعد کو ہر عنوان کے متعلق مناسب تمہید لکھ کر اس عنوان کی کاپی کے شروع میں لگا دی جائے چنانچہ کچھ دن تک سوانح اسی طرح مرتب کئے گئے اور حضرت والا کی اس تجویز نے نہایت درجہ سہولت پیدا کردی لیکن چونکہ اس سوانح کا ایک معتد بہ حصہ ایک خاص طرز پر لکھا جاچکا تھا اس لئے بقیہ ابواب میں بھی اسی طرز کو قائم رکھنا مناسب سمجھا گیا البتہ طریق مذکور کو ترتیب فواصل کے لئے محفوظ کرلیا گیا ہے جیسا کہ باب ہذا کی تمہید میں مفصلاً عرض کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ اس پر عمل کی توفیق دے اور مدت مدید تک حضرت والا کی ذات والا صفات کو فیوض و برکات روز افزوں کے کے ساتھ بعافیت تمام سلامت باکرامت رکھے اور اس نااہل و ناکارہ کو بھی اہلیت تامہ عطا فرما کر حضرت والا سے کما حقہ فیضیاب ہونے کی توفیق بخشے آمین یارب العالمین۔

besturdubooks.wordpress.com

کام کرنے والے کیلئے مفصل ہدایات کا اہتمام

واقعہ:...... حضرت والا کو اس کا بے حد اہتمام ہے کہ جب کوئی کام کسی کے سپرد کیا جائے اس کو ایسی مفصل ہدایات دے دی جائیں اور طرز عمل ایسا صاف اور سہل تجویز کر دیا جائے کہ اس کو تعمیل میں ذرہ برابر خلجان یا دقت نہ ہو۔ اس کے لئے سب سے اول اس کام کی بناء کی تقریر فرما دیتے ہیں تاکہ پھر مقاصد کے سمجھنے میں دشواری نہ ہو۔ چنانچہ ناقل مسودات کے لئے مسودات کے اندر جا بجا مفصل اور واضح ہدایات درج فرما دیا کرتے ہیں جس سے اس کو نقل میں کہیں اشکال پیش نہیں آتا اور بہت ہی شاذ و نادر حضرت والا سے رجوع کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔

فتوت' خوش انتظامی اور حسن معاشرت

ہر چیز کو اس کی جگہ پر رکھنا

واقعہ:...... حضرت والا نے فرمایا کہ ہے تو چھوٹی سی بات لیکن میں گھروں میں جب کوئی چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی مثلاً لوٹا دیا سلائی وغیرہ اٹھاتا ہوں تو ہمیشہ اس کو بعد فراغت اسی جگہ رکھتا ہوں جس جگہ سے اس کو اٹھاتا ہوں کیونکہ ممکن ہے رکھنے والے نے اس کو کسی خاص مصلحت سے اسی جگہ رکھا ہو اور جگہ بدل جانے سے اس کو خلجان ہو۔ ہمیشہ اس کا اہتمام رکھتا ہوں۔ بفضلہ تعالیٰ کبھی تخلف نہیں ہوتا۔ اھ

حزم واحتیاط' حق پسندی ورجوع الی الحق' حق گوئی وصفائی معاملہ' تدین' اخلاص' غیرت' استغنا اور بے ساختگی

معترضین کے ساتھ معاملہ

واقعہ:...... حضرت والا پر اگر کوئی کسی قسم کا اعتراض کرتا ہے تو اس سے اپنا تبریہ فرمانے کی ہرگز کوشش نہیں فرماتے بلکہ اگر وہ اعتراض علمی رنگ کا ہوتا ہے اور قابل قبول ہوتا ہے تو اس کو قبول فرما کر اپنی تحقیق سابق سے بلا تامل رجوع فرما لیتے ہیں اور ترجیح الراجح میں جس کا مفصل حال باب ''تصنیف وتالیف'' میں گزر چکا ہے اپنا رجوع شائع فرما دیتے ہیں اور اگر اس

besturdubooks.wordpress.com

اعتراض کا قابل قبول ہونا مشکوک ہوتا ہے تو اس اعتراض کو مع اپنے جواب کے ترجیح الراجح ہی میں شائع فرما دیتے ہیں تا کہ دیکھنے والے خود جس کے قول کو چاہیں ترجیح دے سکیں۔

یہ معاملہ تو علمی رنگ کے اعتراض کے ساتھ فرماتے ہیں اور اگر اعتراض معاندانہ رنگ کا ہوتا ہے تو اس کی مطلق پرواہ نہیں فرماتے چنانچہ اگر ایسا اعتراض بذریعہ جوابی خط کے موصول ہوتا ہے تو بجائے اپنا تبریہ فرمانے کے نہایت استغنا کا جواب تحریر فرما دیتے ہیں اور ایسے عنوان سے کہ معترض پر یہ ظاہر ہو جائے کہ اس کے اعتراض کو بالکل لغو اور غیر قابل التفات سمجھا گیا مثلاً ایک شخص کو جس نے واہی تباہی اعتراضات لکھ کر بھیجے تھے تحریر فرما دیا کہ مجھ میں اس سے زیادہ عیوب ہیں مگر مجھے تو اپنے عیوب کی اشاعت کی توفیق نہیں ہوتی تم اس کو مشتہر کر دو تا کہ لوگ دھوکہ میں نہ رہیں۔اھ

اور اگر خط جوابی نہیں ہوتا تو اس کو پھاڑ کر ردی میں ڈال دیتے ہیں۔ البتہ عرصہ ہوا صرف ایک بار معاندانہ اعتراضات کے ساتھ بھی جو اتفاق سے ایک ہی وقت میں جمع ہو گئے تھے وہی معاملہ فرمایا جو علمی رنگ کے اعتراضات کے ساتھ فرماتے ہیں یعنی ان اعتراضات کو مع جوابات کے اس قوی مصلحت دینیہ سے شائع فرما دیا کہ بناء عقیدت و عدم عقیدت کے متعلق لوگ دھوکہ میں نہ رہیں اور ان سب اعتراضات کو مع ان کے جوابات کے دیکھ کر آزادی کے ساتھ جو چاہیں فیصلہ کریں اور جو چاہیں رائے قائم کریں اس مجموعہ کا نام حکایات الشکایات مع درایات الحکایات ہے اور وہ الامداد بابتہ ماہ جمادی الثانی ۱۳۳۶ھ میں مکتوبات جزت کا جزو بنا کر شائع فرما دیا گیا تھا۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کی پوری حقیقت اور ایسے اعتراضات کے متعلق حضرت والا کا اصل مذاق ظاہر کرنے کے لئے اسکا دیباچہ ہدیہ ناظرین کر دیا جائے چنانچہ وہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔ وھو ھذا۔

besturdubooks.wordpress.com

دیباچہ حکایات الشکایات
مع
درایات الحکایات

(کہ جزوے از مکتوبات حضرت است)

اعتراضات کا جواب نہ دینے کی وجوہ

بعد حمد وصلوٰۃ کے یہ احقر عرض رسا ہے کہ ایک مدت دراز سے مجھ پر عنایت فرماؤں کی طرف سے بے جا اعتراضوں کی بوچھاڑ ہے جس سے میں اکثر کا سبب تعصب وتحزّب ہے جس کے جواب کی طرف احقر نے اس لئے کبھی التفات نہیں کیا کہ میں ان اعتراضوں کو قابل التفات نہیں سمجھا۔

نیز یہ بھی خیال ہوا کہ آج کل جواب دینا قاطع اعتراضات نہیں ہوتا بلکہ اور زیادہ طول کلام ہو جاتا ہے تو وقت بھی ضائع ہوا اور غایت بھی حاصل نہیں ہوئی تیسرے مجھ کو اس سے زیادہ اہم کام اس کثرت سے رہا کئے کہ اس کام کے لئے مجھ کو وقت بھی نہیں مل سکتا تھا۔

چوتھے میں نے جہاں تک دل کو ٹٹولا ایسے اعتراضوں کے جواب دینے میں نیت اچھی نہیں پائی میں اہل خلوص کو تو کہتا نہیں مگر مجھ جیسے مغلوب النفس کی نیت تو زیادہ یہی ہوتی ہے کہ جواب نہ دینے میں معتقدین کم ہو جائیں گے شان میں فرق آ جائے گا جس کا حاصل ارضاء عوام ہے سو طبعاً مجھ کو اس مقصود یعنی ارضاء عوام سے غیرت آتی ہے۔

باقی بعض محبین کی یہ توجیہ کہ اعتراض سے عام مسلمانوں کو بدگمانی کا گناہ ہوتا ہے تو جواب سے ان کا اس گناہ سے بچانا ہے تامل کے بعد یہ توجیہ برائے گفتن ہی معلوم ہوتی ہے کیونکہ مسلمان دوسرے ہزاروں گناہوں میں مبتلا ہیں ان سے بچانے کا اس قدر اہتمام کیوں نہیں کیا جاتا نیز دوسرے علمائے حقانی سے اگر ایسی ہی بدگمانی ہو جائے اس کے رفع کرنے کا وہ اہتمام نہیں ہوتا جو اپنے نفس یا اپنے کسی معتقد فیہ کے لئے ہوتا ہے بلکہ اس قدر تو کیا کچھ بھی نہیں ہوتا بلکہ بعض اوقات تو اگر ان بزرگوں سے کچھ چشمک ہوتی ہے تو نفس میں ایک گونہ سرور پایا

besturdubooks.wordpress.com

جاتا ہے کہ اچھا ہوا ان کی ذرا رسوائی تو ہوئی تدین کا تو مقتضا یہ تھا کہ اگر اپنے یا اپنے اکابر کے کسی مخالف سے بھی کسی کو بے جا بدگمانی ہو تو اس کے رفع کے لئے ویسا ہی اہتمام ہو جیسا اپنے یا اپنے اکابر کے لئے ہوا ہے پھر اس توجیہ کو کیسے قبول کیا جا سکتا ہے اور خیر اگر اپنے کسی بزرگ کے لئے ایسا اہتمام کرے تو اس کو نصرت مظلوم میں بھی داخل کر سکتے ہیں جو کہ طاعت ہے مگر اپنے نفس کے لئے ایسا کرنا تو کوئی طاعت بھی نہیں گو جائز ہو مگر ممکن ہے کہ کسی کو بعض جائز سے بھی طبعاً انقباض ہوتا ہو چونکہ احقر کو اس سے انقباض ہوتا ہے بالکل ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے گویا عوام کی خوشامد ہو رہی ہے کہ ہم سے ناراض مت ہونا ہم کو بُرا مت سمجھنا ہماری برائی تم سے غلط کہی گئی ہے سو جہاں کوئی دنیوی ضرورت ہو وہاں تو ایسا کرنا بھی مضائقہ نہیں اور جہاں یہ بھی نہ ہو تو کیوں تعب میں پڑے۔ اور تقلیل منافع مالیہ یا فوت جاہ یہ کوئی معتدبہ ضرر نہیں جس کے لئے اتنا اہتمام کیا جائے یہ ہے میرا مذاق اس امر میں۔ پس ان وجوہ سے میں نے اس کا کبھی قصد نہیں کیا اور نہ اپنے مخصوصین کو اس کی اجازت دی ہاں اگر کسی محض بے تعلق شخص نے بدوں مجھ سے مشورہ لئے ہوئے کبھی جواب دے دیا تو نفس کو سرور ضرور ہوا مگر پوچھنے پر مشورہ بھی کسی کو نہیں دیا۔

جواب دینے کی وجوہ

لیکن آج کل بعضے نئے اعتراضات سن کر خصوص رسائل الامداد بابت شہور اولیہ سنہ رواں کے مضامین کے متعلق یا بعضے پرانے اعتراضوں کا اعادہ سن کر قلب میں ایک نیا خیال یہ پیدا ہوا کہ ممکن ہے کہ بعض معتقدین و موافقین کو اب تک ان اعتراضوں کا علم نہ ہوا اور اس لئے وہ معتقد ہوں اور اگر علم ہو جاتا تو معتقد نہ رہتے تو گویا زمانہ بقاء عقیدت تک وہ دھوکہ میں رہے اور مسلمانوں کو دھوکہ سے بچانا ضروری ہے جیسا کسی تاجر کے سودے میں کوئی کھوٹ ہو تو ظاہر کر دینا ضروری ہے اور اگر تاجر کے علم میں وہ کھوٹ نہ ہو لیکن بعض مشترین کے زعم میں ہو تب بھی گو شرعاً اس کا اظہار واجب نہیں لیکن خوش معاملگی و صفائی کا کمال پھر اسی کو مقتضی ہے کہ ایسے امر کو بھی مع اپنی تحقیق کے دوسرے مشتری کے سامنے ظاہر کر دے تاکہ وہ دونوں قولوں کو سن کر آزادی سے رائے قائم کر کے خریدنے نہ خریدنے میں مختار رہے لہٰذا مناسب معلوم ہوا کہ چند ایسے اعتراضات نقل کر کے اپنے نزدیک جو ان کی حقیقت ہے اس کو بھی لکھ

besturdubooks.wordpress.com

دیا جائے تا کہ دیکھنے والے دونوں کو دیکھ لیں پھر جس کا جی چاہے احقر سے تعلق پیدا کرے یا رکھے اور جس کا جی چاہے تعلق نہ کرے یا نہ رکھے ضمناً یہ بھی مصلحت ذہن میں آئی کہ بعض لوگ واقعی طالب حق ہوتے ہیں اور اصل قصہ معلوم نہ ہونے یا اس کی حقیقت نہ سمجھنے سے تردد میں پڑ جاتے ہیں اور وہ خلوص کے ساتھ تردد رفع کرنا چاہتے ہیں ایسوں کا تردد رفع کرنا ہدایت کا ایک شعبہ ہے جو کہ طاعت ہے' سو ساتھ ساتھ یہ طاعت بھی ادا ہو جائے گی پس اس عجالہ مختصرہ میں ان مضامین کو اس ترتیب سے لکھا جائے گا کہ اول ایک وہ مضمون جو مبنیٰ ہے اعتراض کا بعنوان حکایت لکھوں گا۔ پھر معترض کے اعتراض کو بعنوان شکایت نقل کروں گا پھر اپنے نزدیک جو اس کی حقیقت واقعیہ ہے بعنوان درایت لکھ کر ختم کر دوں گا پھر اسی ترتیب سے دوسرے مضمون کے متعلق لکھا جائے گا اس طرز سے اظہار واقع سنت حضرات انبیاء علیہم السلام کی ہے کما قال اللّٰہ تعالیٰ فی قصۃ یوسف علیہ السلام فلما جآء ہ الرسول قال ارجع الی ربک فاسئلہ مابال النسوۃ التی قطعن ایدیھن الی قولہ وما ابرئُ نفسی الآیہ۔ یعنی مقصود بالذات اس اظہار سے اپنا تبریہ وتزکیہ نہیں گو براءت مطابق واقع کے بھی ہے بلکہ دوسرے مصالح دینیہ سے اس کا اظہار کیا جاتا ہے گو تعیین مصالح میں مقیس ومقیس علیہ متفاوت ہوں اور آج کل کا طرز متعارف اس سے متفاوت ہے یعنی اس طریق میں تو صرف اظہار واقع کیا جاتا ہے اور طرز متعارف میں اس کی کوشش کی جاتی ہے کہ کسی طرح عام لوگوں کے ذہن میں ضرور ہی پہنچانا چاہیے جس کو تصدی یعنی درپے ہونا کہا جاتا ہے اور اس سے بڑھ کر ایک لطف اور ہے کہ موافقین اہل فہم بھی اس قسم کی ملامت کرتے ہیں کہ ایسے مضامین لکھے ہی کیوں جائیں یا ان کی حاجت ہی کیا تھی حالانکہ جاننے والے خوب جانتے ہیں کہ میری طبیعت حق تعالیٰ نے ایسے انداز کی بنائی ہے کہ جس امر میں ذرا بھی تشویش کا شبہ ہوتا ہے میں اس کے اظہار خاص تک کو پسند نہیں کرتا چہ جائے اظہار عام' مگر جب مجھ کو اس کا شبہ ہی نہ ہو اور نہ وہ امر محل شبہ ہو حتیٰ کہ ان خیر خواہوں کی نظر سے بھی اگر وہ مضامین قبل ظہور اس تشویش کے گزرتے تو اس وقت وہ بھی یہ رائے ہرگز نہ دیتے کہ ایسا مضمون ظاہر کرنا مناسب نہیں تو اس حالت میں مجھ کو علم غیب تو ہے نہیں۔

besturdubooks.wordpress.com

اسی طرح اگر غیر محتاج الیہ مضامین لکھنا کلیۃً متروک ہوتا تو اس کہنے کی گنجائش تھی قدیماً و حدیثاً محتاج الیہا کیساتھ غیر محتاج الیہا بھی ہمیشہ مدون شائع ہوا کئے ہیں تو صرف غیر محتاج الیہا ہونا مانع تدوین نہیں ہوسکتا جب تک اس میں کوئی مفسدہ متوہم نہ ہو واذ لیس فلیس۔ اور بفضلہٖ تعالیٰ ان شبہات سے کوئی مفسدہ ہوا بھی نہیں چنانچہ خطبہ کے آخر نوٹ نمبر ا میں مذکور ہے اور خود حاجت نہ ہونا بھی مسلم نہیں رفع شبہات و تصحیح اعمال و عقائد اعظم حاجت ہے مثلاً حکایت متضمنہ خواب مندرجہ رسالہ صفر میں وجہ حاجت نہایت ظاہر ہے کہ اگر کسی اہل حال کو ایسا امر پیش آئے تو وہ غلطی اعتقاد یا پریشانی و توہم مطرودیت سے بچا رہے اس سے وہ شبہ بھی دفع ہوگیا جو بعض خیر خواہوں کو جواب نہ دینے کے متعلق واقع ہوا کہ اپنے سے رفع تہمت کرنا سنت بھی تو ہے جیسا حضرت صفیہؓ کے واقعۂ اعتکاف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا وجہ جواب ظاہر ہے کہ یہ سنت بھی امر میں ہے جو محل اشتباہ ہو اور جب یہ نہیں تو احتمالات غیر ناشی عن دلیل کا کہاں تک انسداد کیا جائے یوں تو جواب دینے کے بعد بھی اس میں پھر شبہات پیدا کئے جاسکتے ہیں تو پھر اس کے لئے تو ایک مستقل محکمہ کی ضرورت ہوگی اور اگر اس سب کے بعد بھی کوئی شخص تقیہ کی تہمت لگانے لگے چنانچہ بعض جگہ یہ بھی ہوا تو پھر اس کا کیا علاج۔ مجھ کو اس وقت اپنی تین حالتیں پیش نظر ہیں۔ ایک محبین کی ملامت اور مخالفین کا اعتراض۔ دوسرے ان سب اعتراضوں کو جن کو دوسرا عیب جو مدتوں میں چھانٹتا از خود ایک جگہ جمع کر دینا' تیسرے اس جمع کرنے میں یہ نیت کہ جس کا جی چاہے تعلق رکھے جس کا جی چاہے نہ رکھے ان تینوں حالتوں پر تین شعر بے ساختہ ذہن میں آتے ہیں۔ اول کے متعلق مومن خاں کا شعر۔

دوست کرتے ہیں ملامت غیر کرتے ہیں گلہ — کیا قیامت ہے مجھی کو سب برا کہنے کو ہیں

ثانی کے متعلق اسی غزل کا دوسرا شعر۔

میں گلہ کرتا ہوں اپنا تو نہ سن غیروں کی بات — ہیں یہی کہنے کو وہ بھی اور کیا کہنے کو ہیں

ثالث کے متعلق غالب کا شعر بتصرف یسیر۔

ہاں وہ نہیں وفا پرست جاؤ وہ بیوفا سہی — جس کو ہو جان و دل عزیز اس کی گلی میں جائے کیوں

وافوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد قل یجمع بیننا ربنا ثم

besturdubooks.wordpress.com

يفتح بيننا بالحق وهو الفتاح العليم۔

نوٹ: (۱)۔ ممکن ہے کہ ان مضامین کی تحریر یا تدوین میں کوئی عمل کسی مناسب رائے کے خلاف واقع ہوگیا ہو مگر بحمد اللہ دین کے خلاف کچھ نہیں ہے نیز ان مضامین سے جو کچھ تشویش عوام میں ہوئی اس کا حاصل مجھ کو سب وشتم کرنا تھا بحمد اللہ کسی مقصود دینی میں کوئی اختلال واقع نہیں ہوا سو اپنے سب وشتم کو بامید عفوحق سبکو معاف کرتا ہوں۔

نوٹ: (۲)۔ بندہ نے آئندہ کے لئے ایک کافی جماعت اہل علم و دیانت کی اس کام کے لئے مخصوص کردی ہے کہ میری تمام تحریرات کو نظر تنقید سے دیکھ لیا کرے جو ان کی رائے میں قابل اشاعت نہ ہوں ان کو یا حذف کردیں یا ان پر نشان بنادیں تاکہ ان کو کوئی شائع نہ کرے باقی اگر کوئی خاص مکتوبات الیہ کسی خاص مضمون کا جواب بطور خود بدوں یہاں کے علم کے شائع کردے تو وہ اختیار سے خارج ہے اب اگر کوئی مضمون جو ناظرین کے نزدیک موہم ہو یہاں سے شائع ہو تو اس کے متعلق خط و کتابت بجائے میرے بنام جماعت انتخاب[1] التالیفات بہ نشان تھانہ بھون فرمانا مناسب ہے۔

نوٹ: (۳)۔ جس طرح ترجیح الراجح کا سلسلہ شبہات محتمل الصحۃ کے لئے جاری ہے ایسا ہی اگر موقع ہوا تو شبہات غیر محتمل الصحۃ کے لئے اس حکایات الشکایات کا بھی سلسلہ جاری رہنا محتمل ہے۔ والامر کلہ بید اللہ۔

نوٹ: (۴)۔ اس وقت ایسے شبہات چھ ہیں۔ تین مخالفین کی طرف سے تین احباب کی طرف سے جن میں دو اوسط کے مجھ پر زیادہ شاق ہوئے ہیں جن کے شاق ہونے کی وجہ داریت متعلقہ حکایت (۴) میں مرقوم ہے۔ (کتبہ اشرف علی تھانوی عفی عنہ آخری جمادی الاولی ۱۳۳۶ھ)

نوٹ: (۵)۔ (ملحق وقت تحریر اشرف السوانح) ان میں ایک شبہہ نہایت سخیف اور ردی ہے جس کا جواب نہایت قوی اور جلی ہے مگر غباوت یا تعنت معترضین کی وجہ سے سب سے زیادہ اہتمام کی اسی کے جواب میں ضرورت محسوس ہوئی حتیٰ کہ اس کے متعلق علماء سے

---

[1] چونکہ بعد میں اس جماعت کی غرض کا مستقل طور پر اہتمام کردیا گیا تھا یعنی اہم تالیفات پر ایک عالم کی نظر کرلی گئی تھی۔ اس لئے یہ انتظام جاری نہیں رکھا گیا۔ ۱۲۔ جامع

besturdubooks.wordpress.com

سہارنپور و دیوبند و دہلی و یکے از علماء مقیمین تھانہ بھون و دیگر بعض حضرت اہل علم کے فتاویٰ بھی حاصل کئے گئے یہ سب تفصیلات الامداد بابت ماہ جمادی الاخر ۱۳۳۶ھ و بابت ماہ شوال وذیقعدہ ۱۳۳۶ھ میں مذکور ہیں۔ شائقین تفصیل کے لئے پتہ ماخذ کا بتلا دیا گیا۔

اسی طرح تتمہ ثانیہ حکایات الشکایات کے سلسلہ میں بعض شکایات نہایت رکیک ہیں مگر ان کی رکاکت عرفی ہے اور اعتراض سابق کی رکاکت شرعی۔ ان شکایات کے جواب میں بھی بعض علماء کی کچھ تحریرات نقل کی گئی ہیں کہ ان کا تفاوت بھی فتاویٰ مذکورہ سے وہی ہے جو دونوں رکاکتوں میں ہے۔ ان کا پتہ بھی مثل مضمون سابق کے لکھتا ہوں (النور جلد سوم نمبر ۵، نمبر ۶، نمبر ۷، نمبر ۸ بابت رمضان وشوال وذیقعدہ وذی الحجہ ۱۳۴۱ھ جن میں یہ عنوانات بھی ہیں الحاق مزید وضمیمہ الحاق مزید وضمیمہ ثانیہ الحاق مزید وتوبہ نامہ وحکمت حقہ اھ۔

استقلال و پختگی عزم مع الاستقامت

بڑے بڑے حادثوں میں بھی استقلال

واقعہ:...... حضرت والا ماشاء اللہ تعالیٰ کوہ استقلال ہیں بعون اللہ تعالیٰ بڑے بڑے حادثات میں بھی از جارفتہ نہیں ہوتے۔ احقر کو بارہا سخت سخت حوادث کے دوران میں بھی اور بعد کو بھی حاضری کا اتفاق ہوا لیکن حضرت والا کو ہمیشہ اسی شان اور سکون کے ساتھ ہمہ تن خدمات دینیہ میں مشغول پایا جس سے حیرت ہو ہوگئی۔ خود فرمایا کرتے ہیں کہ الحمد للہ اللہ تعالیٰ نے بس یہ مراقبہ اچھی طرح ذہن میں جما دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ حاکم بھی ہیں اور حکیم بھی حاکم ہونے کی حیثیت سے تو انہیں اپنی مخلوق محکوم کے ظاہر اور باطن میں ہر طرح کے تصرفات فرمانے کا ہر وقت کامل اختیار اور پورا حق حاصل ہے کہ کسی کو مجال چون وچرا نہیں اور حکیم ہونے کے اعتبار سے ان کا ہر تصرف حکمت پر مبنی ہوتا ہے گو ہماری سمجھ میں وہ حکمت نہ آئے۔ چونکہ بفضلہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ کا حاکم اور حکیم ہونا اچھی طرح ذہن نشین ہوگیا ہے۔ اس لئے بڑے سے بڑے حادثہ میں بھی جس کو پریشانی کہتے ہیں وہ الحمد للہ مجھ کو کبھی نہیں ہوتی طبعی اثر ہونا اور بات ہے۔ اھ

besturdubooks.wordpress.com

بھانجے کی وفات پر صبر میں استقلال

حضرت والا میں طبعی تاثر تو اتنا ہے کہ جب حضرت والا کے خواہر زادہ جناب مولانا سعید احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا انتقال ہوا جن سے حضرت والا کو اتنا تعلق شفقت تھا کہ اس کو حضرت والا تعشق کے درجہ تک پہنچا ہوا فرمایا کرتے ہیں تو اسی زمانہ میں خود احقر سے فرماتے تھے کہ قلب میں بار بار بے اختیار تقاضا پیدا ہوتا ہے کہ کام چھوڑ کر قبر پر جاؤں لیکن میں بتکلف اس تقاضے کو روکتا ہوں اور اس کے مقتضا پر عمل نہیں کرتا اور اپنے آپ کو کاموں میں برابر مشغول رکھتا ہوں کیونکہ میں خوب جانتا ہوں کہ اگر کہیں ایک بار بھی اس تقاضے پر عمل کر لیا تو بس پھر علت ہی لگ جائے گی۔ اھ

بڑی پیرانی صاحبہ کی لے پالک کی وفات کا واقعہ

اسی طرح جب حال ہی میں حضرت بڑی پیرانی صاحبہ مدظلہا کے برادر زادہ کی چھ سالہ بہت ہی ہونہار اور پیاری بچی کا چیچک میں انتقال ہوا جس کا نام متینہ تھا اور جس کو حضرت بڑی پیرانی مدظلہا نے اپنی بیٹی بنا کر بڑی ہی محبت اور شفقت سے پالا تھا تو حضرت والا نے حضرت پیرانی صاحبہ کے صبر کی بڑی تعریف فرمائی اور فرمایا کہ یہ کہہ رہی تھیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جنت میں کھیل رہی ہوگی۔ سچی بات یہ ہے کہ مجھے ان سے اتنی صبر کی توقع نہ تھی کیونکہ ان کو اس کے ساتھ بہت ہی زیادہ محبت تھی اور مجھے تو اس کے مرنے کا اتنا قلق ہوا کہ اب میں نے یہ طے کر لیا ہے کہ میں جو بچوں سے تفریحاً چھیڑ چھاڑ کر لیا کرتا ہوں اس میں کمی کر دوں گا کیونکہ معلوم ہوا کہ اس سے بھی ان کے ساتھ قلب کو تعلق ہو جاتا ہے جس سے بعد کو تکلیف ہوتی ہے۔ اھ

احقر اس زمانہ واقعہ مذکورہ میں باب شرف بیعت واستفاضہ باطنی میں حضرت والا کی ارشاد فرمودہ یہ تحقیق لکھ رہا تھا کہ جس طرح سالک کو مباحات میں انہماک مضر ہے ویسے ہی مباحات کا بالکلیہ ترک بھی مضر ہے لہٰذا کچھ نہ کچھ مباح اشغال بھی رکھنے چاہئیں۔ اھ

حضرت والا نے مذکورہ بالا تجربہ کی بناء پر اپنی اس تحقیق میں خاص طور سے ایک ایسی

besturdubooks.wordpress.com

قید بڑھوا دی جس سے محبت پیدا کرنے والے مباح تعلقات فہرست مباحات مفیدہ سے خارج ہو گئے اس قید کی تعیین وتبیین باب مذکور میں ملاحظہ فرمائی جائے۔

ان واقعات سے اندازہ فرمالیا جائے کہ حضرت والا کی طبع لطیف کے اندر کس درجہ تاثر ہے۔ پھر بھی مجال کیا کہ کسی حادثہ کے موقع پر ضروری مشاغل و معمولات میں کوئی معتد بہ فرق آجائے یا بشرہ سے غیر معمولی صدمہ کا اظہار ہو۔

سیاسی تحریک کے بارے میں اپنے موقف پر استقلال

سیاسی تحریکات کے زمانہ میں بھی حضرت والا بعون اللہ تعالیٰ نہایت استقلال کے ساتھ اپنے اسی مسلک پر قائم رہے جس کو حق سمجھتے تھے یعنی عدم شرکت حالانکہ اس وقت ایک دنیا اس کے خلاف تھی اور گو شرکت کے لئے چاروں طرف ہر قسم کے زور یہاں تک کہ ناجائز زور تک بھی ڈالے گئے لیکن صاف فرمادیا کہ علاوہ اس کے کہ اعتقاد کے خلاف عمل کرنا تدین کے بھی خلاف ہے ایک قوی مانع یہ بھی ہے کہ میرے ساتھ مسلمانوں کی ایک جماعت کی جماعت وابستہ ہے جب تک مجھ کو شرح صدر نہ ہو جائے میں شریک ہو کر اتنے سارے مسلمانوں کی ذمہ داری کس طرح اپنے سر لے لوں۔ کیا قیامت میں میری گردن نہ ناپی جائے گی۔ میں تو ان تحریکات کو مسلمانوں کے لئے سراسر مضر اور اس سلسلہ میں اکثر عوام میں جو طریق عمل اختیار کئے جا رہے ہیں ان کو ناجائز سمجھتا ہوں نیز میرے نزدیک ان کا نتیجہ سوائے ضرر کے اور کچھ نہیں۔

حضرت والا کا یہ ارشاد بالکل اسی کا مصداق ثابت ہوا۔ ع

قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید (قلندر جو کہتا ہے دیکھ کر کہتا ہے)

اور بجز ضرر دینی و دنیوی کے کچھ نتیجہ نہ ہوا حضرت والا گویا اس شعر کے مصداق ہوئے۔

اے ہمہ دشمنانِ تو دشمن جانِ خویشتن   جان جہانیان توئی دشمن جان بود کسے

سارے جہان والوں کی جان تو ہے، اپنی جان کا دشمن کون ہو، اے محبوب تیرے سب دشمن اپنی جان کے دشمن ہیں۔

تحریکات کے زور و شور ختم ہو جانے کے بعد بہت سے مخالفین نے حضرت والا سے معافیاں مانگیں اور حضرت والا کی اصابت رائے کی داد دی نیز متشددین کو بھی بہت سے اُمور

besturdubooks.wordpress.com

میں ڈھیلا ہونا پڑا۔ چنانچہ اس کے متعلق حضرت والا تحدث بالنعمۃ کے طور پر فرمایا کرتے ہیں کہ سب کو کچھ نہ کچھ اپنے مرکز سے ہٹنا پڑا لیکن الحمدللہ میں جس مرکز پر اول روز تھا اسی مرکز پر آج تک بدستور قائم ہوں۔ مجھ کو بفضلہٖ تعالیٰ اپنی رائے سے ایک انچ بھی نہیں ہٹنا پڑا بلکہ تجربوں نے تو اور بھی مجھ کو اپنی رائے پر مستحکم کر دیا ہے۔ اھ

حضرت والا زمانۂ تحریکات میں یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ اگر میں شریک بھی ہوتا تب بھی علی الاطلاق تھوڑا ہی سب کے لئے ملازمتوں وغیرہ کی ممانعت کر دیتا بلکہ اس کی بھی مناسب قیود و شرائط ہوتیں۔ اھ۔ اس معاملہ میں حضرت والا کی اصابت رائے کی تصدیق و تائید میں دلائل شرعیہ حضرت والا کی مختلف تحریرات و ملفوظات میں مذکور ہیں جن میں سے بعض کو یہاں بترتیب تاریخ نقل کیا جاتا ہے جو عدد میں اتفاق سے دس ہیں اور جس کو اقتباسات عشر سے ملقب بھی کر دیا گیا ہے ہر تحریر کو بعنوان مضمون نقل کیا جائے گا۔

مضمون اول

اقتباسات عشر

احقر اشرف علی کے شائع شدہ مسلک کی مختصر اور ضروری شرح

(از رسالہ النور بابت ماہ جمادی الاولی ۱۳۳۹ھ) مبسملاً حامداً و مصلیاً

آغاز ربیع الثانی سنہ رواں میں ایک اعلان بعنوان ''مسائل حاضرہ کے متعلق احقر اشرف علی کا مسلک'' شائع کیا گیا تھا اس میں ایک جملہ تھا کہ میں ان شورشوں کو ایک فتنہ سمجھتا ہوں میں اس کو مقصود کے لئے کافی سمجھا تھا مگر بعضوں کو اس میں اس وجہ سے غلط فہمی ہوئی کہ انہوں نے اس کا غیر واقعی مبنیٰ اپنی طرف سے مخترع کر لیا اس کے ازالہ کے لئے اس جملہ کی مختصر شرح کرنے کی ضرورت سے یہ دوسرا اعلان شائع کرتا ہوں۔ اول چند مقدمات سمجھ لئے جائیں۔

مسائل کی دو قسمیں

(۱)۔ مسائل بعضے قطعی ہوتے ہیں ان میں اختلاف کی کچھ گنجائش نہیں ہوتی۔ بعضے اجتہادی و ظنی ہوتے ہیں ان میں سلف سے خلف تک شاگرد نے استاد کے ساتھ مرید نے

besturdubooks.wordpress.com

پیر کے ساتھ قلیل جماعت نے کثیر جماعت کے ساتھ واحد نے متعدد کے ساتھ اختلاف کیا اور علمائے اُمت نے اس پر نکیر نہیں کیا ہے اور نہ ایک نے دوسرے کو ضال اور عاصی کہا نہ کسی نے دوسرے کو اپنے ساتھ متفق ہونے پر مجبور کیا نہ اختلاف کے ہوتے ہوئے باہم بغض و عداوت ہوا نہ مناظرہ پر اصرار کیا گیا۔ چنانچہ مشاجرات میں صحابہ کا اختلاف اور علیحدہ رہنے والوں کی علیحدگی کو سب کا جائز رکھنا معلوم ہے۔

اختلاف کی دو قسمیں

(۲)۔ ایسے مسائل اجتہادیہ ظنیہ میں اختلاف دو طرح سے ہوا ہے ایک دلائل کے اختلاف سے جیسے حنفی شافعی میں قرأت فاتحہ خلف الامام کے مسئلہ میں دوسرے واقعات یا عوارض کے اختلاف سے جیسے امام صاحب اور صاحبین میں نکاح صائبات کے مسئلہ میں کہ جن کو تحقیق ہوا کہ وہ اہل کتاب میں سے ہیں۔ انہوں نے اس نکاح کو جائز رکھا اور جن کو تحقیق ہوا کہ وہ اہل کتاب میں سے نہیں انہوں نے اس نکاح کو ناجائز رکھا مگر اس واقعہ کی تحقیق میں اختلاف ہو گیا کہ آیا وہ کتابی ہیں یا غیر کتابی اس لئے فتوے میں اختلاف ہوا یا حنفی شافعی میں تعیین صورت فی الصلوٰۃ کے مسئلہ میں۔ کہ شافعی نے نفس عمل کو منقول عن الشارع دیکھ کر اس کو جائز کہا اور امام صاحب نے عارض اعتقاد یا ایہام اعتقاد وجوب حالاً یا مآلاً پر نظر کر کے اس کو مکروہ فرمایا۔

شرعی حکم کا محل

(۳)۔ حکم شرعی کا محل اور متعلق ہمیشہ معنون ہوتا ہے نہ کہ عنوان مثلاً کوئی شخص مغصوب زمین میں مسجد بنا لے اور مالک قاضی اسلام کے اجلاس میں اس کا مغصوب ہونا ثابت کر دے اور قاضی غاصب کو اس مسجد کے انہدام اور زمین کی واپسی کا حکم دے دے تو قاضی پر یہ اعتراض جائز نہ ہوگا کہ اس نے مسجد منہدم کرا دی مسجد محض اس کا نام ہے واقع میں وہ مسجد ہی نہیں۔

دور حاضر کی تحریکات کا خلاصہ

ان مقدمات کے بعد سمجھنا چاہیے کہ تحریکات حاضرہ کا خلاصہ اس وقت دو امر ہیں ایک تعاون جس کی نفی کا نام ترک موالات رکھا ہے دوسرا اتحاد ہندو مسلم

besturdubooks.wordpress.com

ان دونوں میں دو دو درجے ہیں جن میں سے ایک ایک درجہ میں تو کسی کا اختلاف نہیں اور ایک ایک درجہ میں اس وقت علماء وعقلاء کا اس میں اختلاف ہے۔

امر اول کا درجہ اول:...... وہ نوکریاں یا وہ لین دین کی صورتیں ہیں جو دلائل شرعیہ سے فی نفسہا ناجائز ہیں اور ان کے ناجائز ہونے پر ہمیشہ علماء فتوے دیتے چلے آئے ہیں اور وہی فتویٰ اب بھی باقی ہے مثلاً جن نوکریوں میں سود کی ڈگری دی جائے یا جس تجارت میں سود کا معاملہ ہو اسی طرح وہ دوستانہ معاشرت جو خاص مسلمانوں ہی کا حق ہے یا وہ علوم وفنون حاصل کرنا جو دین میں مضر ہیں سو ان میں واقعات حاضرہ کو کچھ دخل نہیں اور نہ ان میں مسلم وغیر مسلم میں کچھ تفاوت ہے ان سے اختلافِ حال میں احتجاج کرنا درحقیقت غلط مبحث اور بالکل بے ربط اور بے محل بات ہے۔

امر ثانی کا درجہ اول:...... وہ اتحاد ہے جس کا حاصل عدم نزاع ہے یعنی دونوں فریق حدود کے اندر رہ کر اپنے اپنے فرائض مذہبی کو ادا کریں اور ایک دوسرے سے تعرض نہ کریں اور حقوق ہمسائیگی کی باہم رعایت رکھیں سو یہ درجہ فی نفسہ جائز ہے اور اب بھی اس کے جواز میں کسی کا اختلاف نہیں۔

امر اول کا دوسرا درجہ:...... مباح اجارات وتجارات وتعلیمات واستعانات وتعلقات حاکمیت ومحکومیت کے ہیں۔

امر ثانی کا دوسرا درجہ:...... وہ اتحاد ہے جس کی غرض ہندوستان کے لئے آزاد حکومت کا حاصل کرنا ہے اس وقت عقلاء وعلماء کا ان ہی دو درجوں میں اختلاف ہے پس بعضے تعاون کے اس درجہ کو جائز اور اتحاد کے اس درجہ کو ناجائز کہتے ہیں اور بعض اس کے بالکل بالعکس تعاون کے اس درجہ کو ناجائز اور اتحاد کے اس درجہ کو جائز کہتے ہیں یہ تعیین ہے محل اختلاف کی اب اس اختلاف کی حقیقت اور بناء سمجھئے یہ تعاون یا اتحاد شرعاً فی نفسہ نہ واجب ہے نہ حرام شرعاً امور مباحہ سے ہے چنانچہ اہل علم پر ظاہر ہے یہاں تک تو کوئی اختلاف نہیں آگے بعض کی نظر تو اس عدم تعاون مع الحکومت اور اتحاد مع الہنود کے مصالح ومنافع ضروری التحصیل فی زعمہم پر پڑی اور وہ خلافت کمیٹی والے ہیں ان عوارض پر نظر کر کے انہوں نے ان دونوں امر کو واجب وجائز کہا۔ اور بعض کی نظر اس عدم تعاون اور اتحاد کے مضاد ومفاسد دینیہ حالیہ ومآلیہ ضروری الاجتناب پر پڑی جن کی تفصیل خاص خاص تحریرات

besturdubooks.wordpress.com

میں شائع بھی ہو چکی ہے ان عوارض پر نظر کر کے انہوں نے ان دونوں امر کو ممنوع کہا اور احقر کی بھی یہی رائے ہے اور اسی بناء پر اعلان اول میں اس کو فتنہ کہا تھا یہ حقیقت اور بناء ہے اس اختلاف کی۔ اب اس سے امور ذیل معلوم ہو گئے ہوں گے ایک یہ کہ اس اختلاف کی یہ دونوں شقیں قطعی نہیں ہیں ظنی اجتہادی ہیں پس ان میں اختلاف کی گنجائش ہے گو کوئی چھوٹے درجہ کا طالب علم ہی کسی بڑے عالم کے ساتھ اختلاف کرے محض اس اختلاف سے کسی فریق کو دوسرے فریق پر طعن و لعن یا سب و شتم یا لعنت و ملامت یا تضلیل و تجہیل یا تفسیق و تکفیر یا جبر و تشدد و ظلم و ایذاء بالقول یا بالعمل یا کسی بزرگ کا اس کو مخالف و بے ادب مشہور کر کے بدنام کرنا جائز نہیں (بحکم مقدمہ نمبر ۱) البتہ منکرات شرعیہ پر انکار یا تقبیح یہ واجب ہے اور اس میں کسی مسلمان کا اختلاف نہیں۔

دوسرا امر یہ معلوم ہوا کہ اس اختلاف کا منشاء دلائل کا اختلاف نہیں بعض واقعات و عوارض کا اختلاف ہے جس کی شرعی مثالیں مقدمہ نمبر ۲ میں مذکور ہو چکی ہیں اور ایک عرفی مثال اور معروض ہے اختلاف دلائل کی مثال ڈاکٹری اور یونانی اصول کا اختلاف ہے اور اختلاف عوارض کی مثال دو یونانی متحد الاصول طبیبوں کا اختلاف اس مریض کے باب میں ہے جو کمزور بھی ہے اور اس میں کسی مادہ فاسد کا بھی غلبہ ہے ایک طبیب نے اس پر نظر کی کہ جب تک مادہ کا تنقیہ نہ کیا جائے گا قوت نہ آئے گی اس لئے مسہل تجویز کر دیا دوسرے طبیب نے اس پر نظر کی کہ جب تک قوت کے بقاء کی تدبیر نہ کی جائے گی مسہل ہی کا متحمل نہ ہوگا اس لئے مسہل کو منع کر دیا اب یہ دونوں اس پر متفق ہیں کہ مادہ کا تنقیہ بھی ضروری ہے اور قوت کا تبقیہ بھی ضروری ہے مگر پھر بھی عوارض کے سبب دونوں کی رائے میں اختلاف ہو گیا پس یہ اختلاف ان دونوں مسئلوں میں اسی قبیل سے ہے کہ منافع و مضار پر نظر پڑنا اس کا باعث ہو گیا۔

تیسرا امر یہ معلوم ہوا کہ اس عدم تعاون کا نام جو بعض نے ترک موالات رکھ لیا ہے اس عنوان سے اس کا حکم جو اوپر مذکور ہوا بدل نہ جائے گا (بحکم مقدمہ نمبر ۳) جیسا بعض نے یہ ترکیب کر رکھی ہے کہ قرآن مجید میں جو موالات کی ممانعت کی آیتیں آئی ہیں۔ اس عدم تعاون کو ان میں داخل کر کے اختلاف کرنے والے فریق کو قرآن کا مخالف بتا کر عوام الناس کو

besturdubooks.wordpress.com

اس سے متوحش و متنفر کرتے ہیں جس طرح عالمین مولد نے اپنی مجالس متعارفہ کا نام مجلس ذکر رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور قیام کا نام تعظیم رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) رکھ کر اہل حق کی طرف سے عوام کو بدگمان کر دیا کہ یہ ذکر و تعظیم رسول سے منع کرتے ہیں یا امتناع و امکان کے مسئلہ میں اس طرح بدنام کیا کہ یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ بھی جھوٹ بول سکتا ہے پس ایسے ہی اس اصطلاح ترک موالات سے کام لیا جارہا ہے تو سمجھ لینا چاہیے کہ کوئی نام رکھ دینے سے حقیقت نہ بدل جائے گی اس لئے حکم بھی نہ بدلے گا باقی ایسی ترکیبوں سے کام لینا اہل علم کی شان کے بالکل خلاف ہے۔ میں نے اپنے نزدیک ان مسائل اور اس اختلاف اور اپنے مسلک کی حقیقت بالکل صاف کر دی ہے اگر اس پر بھی کسی کو بدنام کرنے کا شوق ہو تو اس سے زیادہ نہ کہوں گا کہ **فصبر جمیل. واللہ المستعان علی ماتصفون۔**

والسلام (آغاز جمادی الاولیٰ ۱۳۳۹ھ ہجری مقام تھانہ بھون خانقاہ امدادیہ)

مضمون ثانی

مسائل حاضرہ کے متعلق حضرت مولانا اشرف علی صاحب کا ملفوظ

(از رسالہ النور بابت ماہ جمادی الآخری ۱۳۳۹ھ)

ذیل میں وہ مضمون درج کیا جاتا ہے جس میں موجودہ افواہوں کے متعلق حضرت حکیم الامۃ مولانا اشرف علی صاحب دام ظلہم سے زبانی استفسار کیا گیا ہے اور حضرت نے اس کا جواب عطا فرمایا منصف مزاج حضرات اس کو بغور ملاحظہ فرما کر حقیقت کو سمجھیں اور ایک ولی خدا پر غلط بہتان اور تہمتیں لگا کر اپنے دین کو برباد نہ کریں۔ (احقر مدیر)

بعض صاحبوں نے حضرت حکیم الامت عم فیضہم کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت موجودہ واقعات کی وجہ سے عوام میں طرح طرح کی بدگمانیاں پھیل رہی ہیں کوئی کہتا ہے کہ حضرت مولانا (خدانخواستہ) خلافت کے مخالف ہیں، کوئی کہتا ہے کہ سلطنت اسلامیہ کے مٹنے سے خوش ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ مولانا حضرت مولانا محمود الحسن صاحب قدس سرہ کے مخالف ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ ان کے بعض خدام مولانا قدس سرہ کو برا کہتے ہیں مگر مولانا ان کو

besturdubooks.wordpress.com

نہیں روکتے۔ کوئی کہتا ہے کہ حکومت کی طرف سے تنخواہ پاتے ہیں۔ غرض جو جس کے جی میں آتا ہے کہتا ہے ایسی حالت میں اگر کوئی ایسی تحریر شائع ہو جائے جس سے عوام کی بدگمانیاں رفع ہو جائیں تو مناسب معلوم ہوتا ہے کیونکہ ان بدگمانیوں سے گو حضور والا کا کوئی نقصان نہیں مگر خود ان کے دین کو صدمہ پہنچتا ہے حضرت نے اس درخواست پر فرمایا کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ یہ تمام باتیں غلط ہیں نہ میں خلافت کا مخالف ہوں نہ میں سلطنت اسلام کے زوال سے خوش ہوں۔ نہ حضرت مولانا قدس سرہ سے مجھے یا میرے کسی متعلق کو مخالفت ہے اور نہ میں گورنمنٹ کی طرف سے کوئی وظیفہ پاتا ہوں۔ اور یہ ایسے واقعات ہیں کہ اگر کوئی مجھ سے ان امور میں مباہلہ کرنا چاہے تو میں مباہلہ کرسکتا ہوں مگر میں اپنی طرف سے کسی ایسے اعلان کی ضرورت اس لئے نہیں سمجھتا کہ میرا معتقد رہنا دین میں ضروری نہیں اہل حق میں سے جس کے بھی متبع ہو جائیں لوگوں کے لئے کافی ہے اس پر عرض کیا گیا کہ یہ تو صحیح ہے لیکن لوگوں کا دین بدگمانیاں افترا پردازیوں سب وشتم سے برباد ہوتا ہے۔ اس پر فرمایا کہ جب لوگ خود ہی اپنا دین برباد کریں تو میں کیا کرسکتا ہوں کیا وہ یہ نہیں سمجھتے کہ کسی بے گناہ پر تہمت لگانا گناہ ہے ضرور جانتے ہیں پھر کیا وہ نہیں جانتے کہ یہ تمام باتیں جو میری طرف منسوب کی جاتی ہیں ایسی ہیں جن کا کوئی ثبوت ان کے پاس نہیں ضرور جانتے ہیں تو پھر جب باوجود ان باتوں کے جاننے کے وہ ایسی باتیں میری طرف منسوب کرتے ہیں تو گویا وہ قصداً گناہ میں مبتلا ہوتے ہیں تو ایسی حالت میں میں کیا کرسکتا ہوں اور اگر میں ایسا کروں بھی تو اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ لوگو میں اچھا ہوں تم مجھے برا نہ کہو سو مجھ کو اس سے غیرت آتی ہے اور اگر بادل ناخواستہ میں گوارا بھی کرلوں تو اس پر شبہ ہوسکتا ہے کہ اپنی غرض سے ایسا کرتا ہے اس شبہ کو کیونکر دفع کیا جائے۔ دوسری بات یہ بھی قابل غور ہے کہ دنیا میں سب ہی نادان نہیں ہیں بلکہ ان میں سمجھدار حضرات بھی ہیں جو میری حالت سے بخوبی واقف ہیں اور یقیناً جانتے ہیں کہ یہ تمام باتیں جو میری طرف عوام منسوب کرتے ہیں غلط ہیں اور لوگ ناحق بدگمانیاں کر کے معاصی میں مبتلا ہو رہے ہیں پس اگر عوام کے دین کی

besturdubooks.wordpress.com

حفاظت کی ضرورت تھی تو اس کی تدبیر یہ تھی کہ واقف حضرات خود ان بدگمانیوں کو دفع کرتے اور لوگوں کو نفع پہنچاتے اور ان کا ایسا کرنا مفید بھی ہوتا۔ کیونکہ وہ بے لوث تھے اور مجھ پر غرض کا بھی شبہ ہوسکتا ہے جس کو میں دور نہیں کر سکتا۔ میرا مقصود یہ نہیں کہ میں ایسا چاہتا ہوں میں نے خدا کے سپرد کر رکھا ہے۔ مقصود صرف اس سوال کے جواب میں اس کے طریق سے اطلاع دینا ان وجوہ سے جو تدارک میرے اختیار میں تھا وہ صرف یہ تھا کہ میں ان تمام لوگوں کو ناحق بدگمانی افترا سب وشتم کر کے گناہ میں مبتلا ہوتے ہیں معاف کردوں سو میں نے دل سے ان کو معاف کر دیا ہے اس سے آگے میرے قبضہ سے باہر ہے۔ الغرض واقعہ تو یہ ہے کہ نہ میں نعوذ باللہ خلافت کا مخالف ہوں کیونکہ مسئلہ خلافت ایک اجماعی مسئلہ ہے اور نہ میں سلطنت اسلام کے ضعف یا زوال سے نعوذ باللہ خوش ہوں بلکہ اللہ کو خبر ہے میری یہ حالت ہے کہ جب مجھے مسلمانوں کے دینی و دنیوی تباہی کا خیال آجاتا ہے جس میں زیادہ حصہ خود مسلمانوں کی ناعاقبت اندیشی کا ہے تو رگ رگ میں غم عظیم پھیل جاتا ہے اور اگر کھانا کھاتے میں خیال آجاتا ہے تو کھانا تلخ ہو جاتا ہے اور نہ میں حضرت مولانا کا نعوذ باللہ مخالف ہوں بلکہ جس قدر محبت وعظمت حضرت قدس سرہ کی میرے دل میں ہے اس کو خدا ہی خوب جانتا ہے رہا کسی مسئلہ میں رائے کا اختلاف سو ایسا اختلاف مجھ کو حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ بلکہ اپنے مرشد حضرت حاجی صاحب نور اللہ مرقدہ سے بھی رہا ہے اور اس اختلاف کی ان حضرات کو اطلاع بھی تھی اور کبھی ان کو تکدر نہیں ہوا اس کو مخالفت کہنا غلو فی الدین ہے۔ امام ابوحنیفہؒ سے امام ایوب یوسف و امام محمد نے باوجود شاگرد ہونے کے بہت سے مسائل میں اختلاف کیا ہے تو کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ نعوذ باللہ صاحبین امام صاحب کے مخالف ومعاند تھے استغفر اللہ۔ تو پھر میں نہیں سمجھتا کہ محض بعض امور میں اختلاف رائے کی بناء پر جس کا درجہ میرے اعلان ملقب بہ عنوان ''احقر اشرف علی کے مسلک کی شرح'' میں بتلا دیا گیا ہے۔ مجھے حضرت مولانا کا مخالف کیوں سمجھا جاتا ہے غور کرنے کی بات ہے کہ میرا یہ اختلاف حضرت مولانا کے ساتھ آج نہیں پیدا ہوا بلکہ بہت زمانہ پیشتر کا ہے پس

besturdubooks.wordpress.com

اگر یہ اختلاف دینی حیثیت سے مضر تھا تو خود حضرت مولانا نے مجھے اپنی اتباع پر کیوں نے مجبور کیا یا اس اختلاف کو مذموم کیوں نہیں فرمایا۔ اور اگر یہ اختلاف مخالفت تھا تو حضرت قدس سرہ نے اخیر تک مجھ سے وہی سابق شفقت بزرگانہ کا برتاؤ کیوں رکھا یہ واقعات خود بتلاتے ہیں کہ یہ اختلاف نہ دینی حیثیت سے مضر تھا اور نہ اس کو مخالفت کہا جا سکتا ہے پھر میں نہیں سمجھتا کہ لوگ اس کو خواہ مخواہ مخالفت کیوں کہتے ہیں۔ پھر حضرت مولانا قدس سرہٗ نے اپنے اس خط میں جو خلافت کانفرنس کلکتہ میں پڑھا گیا تھا صاف فرما دیا ہے کہ ترک موالات وغیرہ جملہ امور میں انجام بینی اور احتیاط سے کام لیا جائے کسی جوش یا جذبہ کی اتباع بغیر تامل ومشورہ ہرگز نہ کی جائے (البرید ۱۲۔ ستمبر ۱۹۲۰ء) اس میں انجام بینی اور احتیاط کا صاف اور صریح حکم موجود ہے اب اگر مجھ کو انجام بینی اور احتیاط کا پہلو ان تحریکات سے کنارہ کشی ہی معلوم ہوئی تو کیا گناہ ہو گیا اور مجھے حضرت مولانا کا مخالف کیوں قرار دیا جاتا ہے پھر حضرت مولانا کے زبانی ارشادات[1] اس اختلاف کو جائز رکھتے ہیں غرض مجھ پر حضرت مولانا قدس سرہٗ کی مخالفت کا الزام سراسر بہتان ہے۔ رہا یہ الزام کہ میرے بعض متعلقین حضرت قدس سرہٗ کے مخالف ہیں سو اس کا جواب یہ ہے کہ میرے کسی متعلق نے حضرت کی شان میں یہ نہ تقریراً کوئی گستاخی کی اور نہ تحریراً اور اگر کوئی ایسا کرتا تو میں عمر بھر کے لئے اس سے قطع تعلق کر دیتا۔

بعض لوگوں نے یہ تہمت بیچارے مولوی ظفر احمد مولوی حبیب احمد کی تحریرات پر رکھی ہے مگر ان کی عبارتیں حضرت اقدس کے ساتھ شدت عقیدت و غایت احترام کو ظاہر کر رہی ہیں۔ مثلاً آخری پیام میں وہ دونوں لکھتے ہیں ہم نے اپنی متعدد تحریروں میں اس امر کو صاف ظاہر کر دیا ہے کہ نہ ہم کو حضرت مولانا محمود الحسن صاحب قدس سرہٗ سے کبھی مخالفت ہوئی اور نہ اب ہے بلکہ ہم ان کے ساتھ حسن عقیدت کو اپنے لئے ذریعہ نجات سمجھتے ہیں۔ نیز یہ بھی بالکل غلط ہے کہ میں گورنمنٹ سے تنخواہ پاتا ہوں اگر کسی کے پاس اس کا کوئی ثبات ہو تو میں عام طور پر ہر شخص کو اجازت دیتا ہوں کہ وہ پیش کرے اور اگر وہ پیش نہ کر سکے اور یقیناً نہیں کر سکتا تو اس کو چاہیے کہ

---

[1] بحوالہ: ان میں سے بعض ارشادات رسالہ ذکر محمود ہیں (جو ایک مختصر تذکرہ حضرت مولانا کا ہے) مذکور بھی ہیں ان ارشادات کو آگے مضمون نمبر ۹ میں نقل بھی کر دیا گیا ہے۔ ۱۲ مؤلف سوانح

besturdubooks.wordpress.com

توبہ کرے غرض واقعات تو یہ ہیں مگر میں اپنی طرف سے اس کی اشاعت کرنا مذکورہ بالا وجوہ سے گوارا نہیں کرتا۔ ہاں اگر کوئی دیندار از خود بلا اس قصد کے کہ وہ میرا تبریہ کرے محض مسلمانوں کو دینی مضرتوں سے بچانے کے لئے ایسا کرے تو اسے اختیار ہے نہ میں اسے منع کرتا ہوں نہ حکم دیتا ہوں میں تو اس پر نظر رکھتا ہوں۔ فاصفح عنهم وقل سلام فسوف يعلمون۔

مضمون ثالث

حضرت قطب عالم

مولانا مولوی محمود الحسن صاحب قدس سرہٗ کی شہادت

(از رسالہ النور بابت ماہ صفر ۱۳۴۰ھ)

حضرت حکیم الامۃ مولانا اشرف علی صاحب

اور حضرت مولانا مولوی خلیل احمد صاحب دام ظلہما کے متعلق

اس وقت ہم حضرت اقدس جناب قبلہ مولانا مولوی محمود الحسن صاحب قدس سرہٗ العزیز کا وہ کرامت نامہ شائع کرتے ہیں جو آں قبلہ نے جناب مولوی خلیل الرحمٰن صاحب سیوہاروی کے ایک استفسار کے جواب میں مولوی صاحب ممدوح کو تحریر فرما دیا تھا۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ اس سراپا ہدایت والا نامہ سے ہدایت حاصل کریں اور اپنے کو دین و دنیا کے خسارہ سے بچائیں۔

اس کرامت نامہ سے مسلمانوں کو معلوم ہوگا کہ حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ کے قلب روشن میں حضرت اقدس حکیم الامۃ جناب مولانا مولوی اشرف علی صاحب تھانوی اور حضرت اقدس جناب مولانا مولوی خلیل احمد صاحب سہارنپوری دامت برکاتہم کی دینی عظمت کا کس قدر گہرا اثر تھا اور ان برگزیدگان حق سبحانہ کی بدگوئی اور بدگویوں کو کس قدر بُرا جانتے اور قابل نفرت سمجھتے تھے۔ واللہ یهدی من یشاءُ الیٰ صراط مستقیم۔ (مدیر)

سوال جناب مولوی خلیل الرحمٰن صاحب سیوہاروی

مولوی خلیل الرحمٰن صاحب نے حضرت دیوبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت بابرکت

besturdubooks.wordpress.com

میں شروع ذیقعدہ ۱۳۳۸ھ میں ایک عریضہ اس مضمون کا ارسال کیا تھا کہ بعض حضرات حضرت تھانوی مدظلہ وحضرت سہارنپوری مدظلہ کے متعلق ناشائستہ الفاظ استعمال کرتے ہیں کہ کوئی منافق بتلاتا ہے کوئی خفیہ پولیس کہتا ہے کہ ان حضرات کو امداد ملتی ہے۔ اور یہ سرکاری آدمی ہیں نعوذ باللہ تعالیٰ منہ ومن سوء الظن۔ (نوٹ ملحق فیما بعد از اشرف علی) حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا اس واہیہ میں میرا شریک ہونا میرے لئے ایسا ہی تسلی بخش تھا جیسا حضرت کعب بن مالکؓ کے لئے حضرت مرارہ بن الربیعؓ کا شریک ہونا جس کو حضرت کعب بن مالکؓ ان الفاظ سے تعبیر فرماتے ہیں۔ **فذکر والی رجلین صالحین قد شهدا بدر افیهما اسوة بی الخ رواه الشیخان مع غیر هما وفی مثله قیل۔**

پائے درزنجیر پیش دوستاں   بہ کہ بابیگانگاں در بوستاں

پاؤں میں بیڑیاں پہن کر دوستوں کے سامنے رہنا دوسروں کے ساتھ باغ میں ہونے سے اچھا ہے۔

نوٹ ختم ہوا آگے اصل مضمون کا بقیہ ہے۔

اور یہ بھی تحریر کیا تھا کہ اگر اجازت ہوگی تو حضور والا کے جواب کو طبع کراؤں گا۔ نیز یہ بھی درخواست کی تھی کہ جواب دست مبارک سے تحریر فرمایا جائے۔ چنانچہ حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے ان کی درخواست کو منظور فرما کر عریضہ کا جواب دست مبارک سے تحریر فرمایا وہ جواب بلفظہ ذیل میں منقول ہے۔

جواب حضرت اقدس جناب
مولانا مولوی محمود الحسن صاحب قدس سرہٗ

السلام علیکم ورحمتہ اللہ۔ آپ کا خط پہنچا سخت تحیر ہوا میری سمجھ میں ہرگز نہیں آتا کہ کوئی مسلمان جو ان حضرات کو جانتا بھی ہو وہ ان کی شان میں وہ الفاظ بجنسہ استعمال کرے جو آپ کے قلم سے نکلے ہیں اور اسی کے ساتھ اس کا تعجب ہے کہ آپ نے ایسے ناپاک اور بیہودہ لفظوں کو کیسے نقل کیا اور بصورت فتویٰ ان جوابات کی اشاعت کا کیسے تہیہ کیا۔ بالفرض

besturdubooks.wordpress.com

کسی نے ایک کسی نے دو یہ کلمات خبیثہ کہہ کر اپنی عاقبت خراب بھی کی تو کیا یہ کلمات اس قابل ہیں کہ کوئی سمجھدار ان بزرگوں کا معتقد ان جھوٹے اور گندے لفظوں کو طبع کرا کر اور ان کے متعلق فتویٰ مرتب کر کے علی العموم سب تک پہنچانے میں سعی کرے[۱]۔ العیاذ باللہ العظیم نعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ اللہ تعالیٰ رحم فرماوے اور ہم کو سمجھ دے۔ میں آپ کی عنایات سے امید کرتا ہوں کہ آئندہ آپ ایسے امور سے احقر کو معاف رکھیں گے جن کے سننے کی مجھ کو ہمت نہیں اور جن کا سننا سراسر موجب اضطراب وقلق ہوتا ہے اور بالفرض اگر آپ نے احقر کی امید کے خلاف کیا تو جواب کی توقع نہ فرمایئے۔ والسلام فقط

بندہ محمود عفی عنہ دیوبند ۶ ذیقعدہ (۱۳۳۸ھ)

اس کرامت نامہ کے صادر ہونے کے بعد مولوی صاحب سیوہاروی نے معذرت کا عریضہ ارسال کیا جس کا جواب حضرت نور اللہ مرقدہٗ کے دست مبارک کا تحریر فرمودہ صادر ہوا جو ملخصاً درج ذیل ہے۔

مکرم بندہ سلمکم اللہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کا عنایت نامہ وصول ہوا۔ مکرما عوام کی عقیدت وعدم عقیدت ان کے خیالات کی موافقت پر مبنی ہے وبس اس لئے ان کی عقیدت وعدم عقیدت دونوں قابل اعتبار نہیں۔ باقی نہ بندہ آپ سے پہلے ناخوش تھا اور نہ اب ناخوش ہے۔

---

[۱] افسوس کہ اب وہ زمانہ آ گیا کہ ان کی اشاعت کی ضرورت ہوئی (مدیر)

besturdubooks.wordpress.com

مضمون رابع

الروضة الناضرة فی المسائل الحاضرة

(از مرقومہ نصف ربیع الاول ۱۳۴۰ھ مسودہ قلمی مجلس خیر)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نوٹ: یہ قلمی مضمون شرح کے انتظار میں ابھی تک شائع نہیں ہوا مگر اس کی نقل بہت اہل علم نے زمانہ تسوید ہی میں کئے ہیں اب شرح بھی تیار ہے مگر سامان طباعت کا نہیں ہوا۔۱۲

بعد الحمد والصلوٰۃ۔ یہ ایک تحریر ہے جو جامع ہے جزئیات حاضرہ کے احکام کو اس کی ضرورت اس لئے ہوئی کہ اس کے قبل یا تو بعض مختصر مضمون بطور قول کلی کے شائع ہوئے جن میں جزئیات سے کافی تعرض نہ تھا اور یا زبانی یا خطی سوالات کے جواب منتشر طور پر مشہور ہوئے جن میں بوجہ عدم انضباط مجموعہ اجوبہ نا تمام نقل ہونے سے تغیر و تبدیل ہوگئی اس لئے ضروری جزئیات کے احکام کو یکجا جمع کر دینا مناسب معلوم ہوا مگر چونکہ اس میں اکثر اصطلاحات علمی ہیں اس لئے غیر علماء کو علماء سے سمجھ لینے کی ضرورت ہوگی۔ اور اس کے دو جزو ہیں مسائل نمبر ۱۔ دلائل نمبر ۲۔ دونوں کو علی الترتیب لکھتا ہوں۔ **واللّٰہ الموفق والمعین فی کل باب + و ھو الھادی الی الصواب**

المسئلۃ الاولی

کفار کی مدافعت کے فرض ہونے کی شرط

مدافعت کفار کی مطلقاً اہل اسلام سے اور خصوص سلطنت اسلامیہ سے جس میں خلافت وغیر خلافت اور جس میں سلطنت اسلامیہ واقعیہ و سلطنت اسلامیہ مزعومہ کفار سب داخل ہیں۔ پھر خصوص شعائر اسلام سے جن میں مقاماتِ مقدسہ بالخصوص حرمین شریفین بھی داخل ہیں سب مسلمانوں پر فرض ہے کہ کبھی علی العین کبھی علی الکفایہ علی اختلاف الاحوال مگر اس کی فرضیت کے

besturdubooks.wordpress.com

کچھ شرائط ہیں جو کتب فقہ میں مذکور ہیں منجملہ اُن کے ایک شرط استطاعت بھی ہے اور استطاعت سے مراد استطاعت لغویہ نہیں۔ استطاعت شرعیہ ہے جس کو اس حدیث نے صاف کردیا ہے۔ عن ابی سعید الخدری عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ الحدیث رواہ مسلم مشکوٰۃ باب الامر بالمعروف۔ ظاہر ہے کہ استطاعت باللسان ہر وقت حاصل ہے پھر اس کے انتفاء کی تقدیر کب متحقق ہوگی اس سے ثابت ہوا کہ استطاعت سے مراد یہ ہے کہ اس میں ایسا خطر نہ ہو جس کی مقاومت بظن غالب عادۃً ناممکن ہو۔ اسی طرح ایک شرط یہ بھی ہے کہ اس دفاع کے بعد اس سے زیادہ شر میں مبتلا نہ ہو جائیں مثلاً کفار کی جگہ کفار ہی مسلط ہوں یا مرکب کافر و مسلم سے مجموعہ تابع اخس کے ہوتا ہے کیونکہ اس صورت میں غایت ہی مفقود ہے۔ اور وہ اخلاء الارض من الفساد ہے اور قائدہ ہے الشئی اذا خلا عن الغایۃ انتفیٰ۔

المسئلۃ الثانیہ (کفار کی مدافعت کا جواز)

اور اگر ایسا خطر ہو تو پھر وجوب تو ساقط ہو جائے گا۔ باقی جواز اس میں تفصیل ہے بعض صورتوں میں جواز بھی نہیں بعض میں جواز بلکہ استحباب بھی ہے اور مدار بناء جواز و عدم جواز یا استحباب کا اجتہاد اور رائے پر ہے پس اس میں دو اختلاف کی گنجائش ہے۔ ایک علمی کہ واقعات سے ایک شخص کے نزدیک عدم جواز کی بناء متحقق ہے اور دوسرے کے نزدیک جواز یا استحباب کی۔ دوسرا عملی کہ باوجود بناء جواز یا استحباب پر متفق ہونے کے ایک نے بنا بر عدم وجوب رخصت پر عمل کیا دوسرے نے بناء بر استحباب عزیمت پر عمل کیا ایک کو دوسرے پر ملامت کرنے کا حق نہیں۔ اور اگر کسی مقام پر تسلط مسلمان ہی کا ہو مگر وہ مسلمان کافر سے مسالمت رکھتا ہو تو اس کو تسلط کافر کہنا محل تامل ہے۔

المسئلۃ الثالثہ (نان کواپریشن)

بائیکاٹ یا نان کواپریشن یہ شرعاً افرادِ جہاد میں سے نہیں۔ دلائل میں ملاحظہ کیا جائے بلکہ مستقل تدابیر مقاومت کی ہیں جو فی نفسہ مباح ہیں اور بعض خطرات کی صورت میں مباح بھی نہیں رہتیں۔ اور ممکن ہے کہ کوئی اپنے اجتہاد سے کسی مصلحت ضروریہ کے سبب ضروری بھی کہہ

besturdubooks.wordpress.com

دے مگر وہ وجوب اجتہادی ہوگا دوسرے پر حجت نہیں اور اس سے اس کو واجبات مقصودہ شرعیہ سے نہیں کہا جاسکتا اور مقتضیات کے اختلاف سے اس میں بھی مثل مسئلہ ثانیہ کے جواز اً ومنعاً یا ایجاباً اختلاف ہوسکتا ہے نیز آئندہ دلائل میں جو قصہ ثمامہ کا مذکور ہے اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ بائیکاٹ نہ کرنے کو موالاۃ کہنا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر موالاۃ کی تہمت لگانا ہے۔

المسئلۃ الرابعۃ (موالاتِ کفار)

موالات حقیقی بمعنی دوستی قلبی، ہر کافر سے مطلقاً حرام ہے اس میں ذمی وحربی محارب مسالم سب برابر ہیں و یستوی فیہ الا سود والابیض

المسئلۃ الخامسۃ (کفار سے ظاہری دوستی کرنا)

موالات صوری بمعنی دوستی ظاہری یعنی ایسا برتاؤ جیسا دوستوں سے ہوتا ہے جس کو مدارات کہتے ہیں اپنی مصلحت ومنفعت مال یا جاہ کے لئے درست نہیں بالخصوص جبکہ ضرر دین کا بھی مظنون ہو تو بدرجہ اولیٰ یہ اختلاط حرام ہوگا۔ ویستوی فیہ ایضاً الا سود والابیض

المسئلۃ السادسہ (نقصان سے حفاظت کیلئے مدارات کرنا)

وہی مدارات مذکورہ دفع حضرت کے لئے جائز ہے اور معتبر ظن مضرت ہے نہ کہ توہم بعید

المسئلۃ السابعۃ (ہدایت کی توقع پر مدارات کرنا)

اسی طرح توقع ہدایت کے لئے بھی مدارات کرنا درست ہے۔

المسئلۃ الثامنۃ (کمزور ہونے کے سبب مدارات)

اسی طرح ضعیف ہونے کی وجہ سے مدارات درست ہے۔

المسئلۃ التاسعۃ (کفار کے ساتھ احسان کرنا)

مواساۃ یعنی احسان ونفع رسانی اہل حرب کے ساتھ ناجائز ہے اور غیر اہل حرب کے ساتھ جائز ہے اور غیر اہل حرب میں مسالم اور ذمی دونوں آ گئے دو حالتیں مستثنیٰ ہیں ایک یہ

besturdubooks.wordpress.com

کہ کسی خاص موقع پر حربی کے ساتھ احسان کرنے میں اہل اسلام کی مصلحت ہو یا اس کے اسلام کی توقع ہو۔ دوسرے یہ کہ کوئی شخص کسی اضطراری احتیاج مثل جوع وعطش یا تردی یا ہدم سے مشرف علی الہلاک ہو۔ (بھوک ۱۲ پیاس ۱۲ اوپر سے گر پڑنا ۱۲ مکان گر پڑنا ۱۲)

المسئلۃ العاشرۃ (کفار کی مدد کرنا)

موالات بمعنی نصرت یعنی کفار کی مدد کرنا اگر اسلام کو مضر ہو علی الاطلاق ناجائز ہے خواہ اضرار کا قصد بھی ہو یا قصد نہ ہو مگر وہ فعل موضوع ہو اضرار کے لئے دونوں کا ایک حکم ہے۔

المسئلۃ الحادیۃ عشر (ناجائز مدد ناجائز ہے)

اور جس نصرت سے اسلام کو مضرت نہ ہو مگر وہ فی نفسہ ناجائز ہو اس میں بھی نصرت ناجائز ہے۔

المسئلۃ الثانیۃ عشر (مباح امر میں مدد کرنا)

اور اگر وہ مضر اسلام بھی نہ ہو اور فعل بھی مباح ہو اگر بلاعوض ہے مواساۃ میں داخل ہو کر مسئلہ تاسعہ کی فرد ہے اور اگر بعوض ہے آگے مسئلہ رابعہ عشر میں اس کا حکم آتا ہے اور یہ بھی موالات حقیقی نہیں۔

المسئلۃ الثالثۃ عشر (کفار سے مدد لینا)

یہ حکم تو نصرت کا تھا اور موالات بمعنی استنصار اگر استخدام کے طور پر ہو یعنی وہ اہل اسلام کا بالکل تابع ہو اور احتمال غدر بھی نہ ہو جائز ہے اور اگر مساوات یا متبوعیت کے طور پر ہو جیسا اس وقت اکثر ایسا ہی ہو رہا ہے یا احتمال غدر ہو بوجہ احتمال ضرر اسلام ناجائز ہے اور اس متبوعیت سے استنصار اضطراری مستثنیٰ ہے یعنی جہاں مسلمان محکموم ہوں۔

المسئلۃ الرابعۃ عشر (کفار سے معاملات)

یہ تو موالات باقسامہا الحقیقیہ والصوریۃ کا حکم تھا۔ اب معاملات کا حکم سمجھئے کہ جن عقود میں کوئی ناجائز کام نہ کرنا پڑے کفار کے ساتھ درست ہیں خواہ ذمی ہو یا حربی مسالم یا غیر مسالم اور ان سے وہ معاملات مستثنیٰ ہیں جو نصاً منہی عنہ ہیں جیسے غیر کتابی سے نکاح کرنا باقی دوسرے معاملات درست ہیں مثلاً ان کی نوکری کرنا' ان کو نوکر رکھنا' ان سے قرض لینا' ان

besturdubooks.wordpress.com

کے پاس رہن رکھنا۔ ہدیہ دینا' ان سے کچھ خریدنا' ان کے ہاتھ کوئی چیز بیچنا باستثناء بعض اشیاء کے بعض مواقع میں جن کی تفصیل دلائل میں ہے اور مواد مذکورہ مسئلہ عاشرہ وحادیہ عشر بھی اس سے مستثنیٰ ہیں اور بافضاء بعید ان معاملات کو بمعنی مناصرۃ ومعاونت غیر جائزہ کہنا محض بلا دلیل ہے ورنہ فقہاء ان معاملات کو جائز نہ فرماتے اور راز اس میں یہ ہے کہ ان معاملات سے مقصود اپنی مصلحت ہے حالاًیا مآلاً نہ کہ کفار کی یا اگر ان کی مصلحت بھی ہے تو وہ اسلام کو مضر نہیں۔ جو معاملات کسی درجہ میں اعانت غیر کے افراد بن سکتے ہیں فقہاء نے خود ان میں سے بہت مواد کو جائز فرمایا اور یہ تو اعانت ہی نہیں گو دوسرے کا نفع لازم آ جائے۔

المسئلۃ الخامسۃ عشر (ولایتی کپڑا پہننا)

اس وقت گاڑھا اور ولایتی کپڑا پہننے کا سوال اکثر ہوتا ہے اگر اس کی بناء مقاطعت ہے تب تو اس کا حکم مسئلہ ثالثہ ورابعہ میں گزر چکا ہے اور اگر اس سے قطع نظر ہے تو دونوں میں اباحت ہے مگر تشبہ نہ ہنود کے ساتھ جائز ہے نہ انگریزوں کے ساتھ

المسئلۃ السادسۃ عشر (کافروں سے اتحاد کے منکرات وبدعات)

مقاصد یا طرق میں جو منکرات و بدعات منضم ہوگئے ہیں ان کا قبح معلوم ہے مثلاً ایک لیڈر کا یہ مقولہ کہ ''زبانی جے پکارنے سے کچھ نہیں ہوتا بلکہ اگر تم ہندو بھائیوں کو راضی کرو گے بھائیو خدا کی رسی کو مضبوط پکڑو اگر ہم اسی رسی کو مضبوط پکڑ لیں گے تو چاہے دین ہمارے ہاتھ سے جاتا رہے مگر دنیا ہمیں ضرور ملے گی (مدینہ بجنور ۲۱۔فروری ۳۰ء) اور مثلاً یہ مقولہ اے اللہ ہم سے ایک نیک کام ہوگیا ہے کہ میں اور مہاتما گاندھی یقینی بھائی ہوگئے ہیں (فتح دہلی ۲۴۔نومبر ۲۰ء) اور مثلاً ایک عالم کا یہ مقولہ ''خدا نے ان کو (گاندھی کو) ہمارے واسطے مدبر بنا کر بھیجا ہے قدرت نے ان کو سبق پڑھانے والا مدبر بنا کر بھیجا ہے'' (فتح مذکور) از نور ص ۲۲۶ وص ۲۲۷ اور مثلاً مشرکین کو مساجد میں لے جا کر واعظ مسلمین بنانا۔ ان کے قدم کو شہر کی خاک پاک کرنے والا کہنا ان کے جائے قدوم کو قصور بہشتی پر طعنہ زن کہنا۔ ان کو مسیحا کہنا۔ ان کو رحمت داور لکھنا ان کی ثناء میں یہ کہنا کہ خاموشی از ثنائے تو حد ثنائے تست۔

besturdubooks.wordpress.com

گائے کی قربانی بند کرنے کا اہتمام کرنا۔ قشقے لگوانا' مشرک کی ٹکٹکی اپنے کندھوں پر اٹھا کر اس کی جے بولتے ہوئے مرگھٹ لے جانا ڈولہ سجا کر قرآن مجید کو رامائن کے ساتھ رکھنا' یہ کہنا کہ ہم ایسا مذہب بنانا چاہتے ہیں جو ہندو مسلمانوں کا امتیاز اٹھا دے گا۔ وغیر ذلک از خلت نمبرا۔ اگر کوئی ان قبائح کے سبب یا شرعی مانع کے سبب شرکت نہ کرے اس کو کافر یا فاسق کہنا۔ اس سے عداوت کرنا اس کی ایذاء کی فکر کرنا پھر ان منکرات پر نکیر نہ ہونا یا ایسے اہتمام سے نہ ہونا جس اہتمام سے تحریکات کی اشاعت کی جاتی ہے اور مصالح میں مفاسد و منکرات کے انضمام کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ مصلحت واجب التحصیل نہ ہو تو اس کا چھوڑنا جائز تو ہر حال میں ہے اور کبھی مستحب اور کبھی واجب بھی ہو جاتا ہے اور اگر واجب التحصیل ہوا اختلافاً یا اتفاقاً تو وہاں اس واجب کو بلا عذر ترک نہ کریں لیکن اختلافی میں یہ عدم جواز ترک اختلافی ہوگا مگر ان مفاسد پر ہر حال میں انکار کریں گے اور جس درجہ کا مفسدہ ہوگا اسی درجہ کا انکار واجب ہوگا اور اگر کوئی عذر ہو تو اعتقاداً اتفاق واجب ہوگا اور عملاً معتقد عذر معذور ہوگا۔

المسئلة السابعة عشر (اختلافی جزئیات کی حیثیت)

فروع اختلافیہ میں جب دونوں قولوں پر دلیل شرعی قائم ہو تو دونوں طرف احتمال صواب و خطا کا برابر رہے گا کسی جانب قائلین کا کثیر ہونا علامت صواب کی اور قلیل ہونا علامت خطا کی نہیں ہے اور اس کثرت کو اجماع کہنا یہ تو بالکل ہی اختراع ہے۔

المسئلة الثامنة عشر (دینی و دینوی نفع کے عمل میں شرکت اعانت)

جس عمل نافع میں نہ دنیوی ضرر ہو جس سے شرعاً معذور سمجھا جاتا ہے نہ دینی ضرر اس میں تقاعد کرنا خلاف حمیت ہے جیسے انگورہ کا چندہ کہ اعانت مسلمین و غازیین کا طاعت ہونا ظاہر ہے اور حکام نے تصریحاً اجازت بھی دے دی ہے اس میں ہرگز دریغ نہ کرنا چاہیے اور یہ احتمال کہ حکام دل سے پسند نہ کریں وسوسہ محضہ ہے جو مؤثر نہ ہونا چاہیے۔

المسئلة التاسعة عشر (کم از کم اعانت دعا ہے)

اور جو شخص کسی قسم کی بھی سعی نہ کر سکے وہ دل سے دعا تو کیا کرے بلکہ اہل سعی بھی

besturdubooks.wordpress.com

اصل سرمایہ اسی کو سمجھیں کیونکہ مفاتیح خزائن مقاصد رب حقیقی ہی کے ہاتھ میں ہیں۔ ما یفتح اللہ للناس من رحمتہ فلا ممسک لھا وما یمسک فلا مرسل لہ من بعدہ۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کے لئے جس رحمت (کے دروازہ) کو کھول دیں اس کا روکنے والا کوئی نہیں اور جس کو بند کر دیں اس کو جاری کرنے والا کوئی نہیں۔

المسئلۃ العشرون (مختلف قسم کے امور میں مختلف نظریہ)

جس میں میرا طرز عمل اور مشورہ مذکور ہے۔ ان اعمال میں جو امور شرعاً منکر ہیں ان کو اعتقاد اور عملاً واجب الترک جانتا ہوں اور جو مستحسن اتفاقی ہیں ان کو اعتقاداً تو حسن جانتا ہوں باقی عملاً جن پر قدرت ہے ان کو قابل عمل اور جن پر قدرت نہیں ان میں اپنے کو معذور سمجھتا ہوں اور جو اختلافی ہیں ان میں اپنی تحقیق پر عمل کرتا ہوں۔ اور دوسری جانب کو بھی محل ملامت[1] نہیں سمجھتا اور نہ ان میں کسی کو اپنے مسلک کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ البتہ کوئی مخلص خواہ واقع میں مخلص ہو خواہ اپنے کو مخلص ظاہر کرے اور میرا وجدان اس کی تکذیب نہ کرے ایسا شخص اگر میرے مسلک کو دریافت کرتا ہے اور مجھ کو وجدان سے دو امر مظنون ہوں ایک یہ کہ متردد ہے دوسرے یہ کہ عمل کے لئے پوچھتا ہے کہ کسی سے قیل وقال یا بحث وجدال نہ کرے گا اس کو خاص طور پر بتلا دیتا ہوں۔ باقی کسی کو خود کچھ نہیں کہتا اور دیانت اسی کو سمجھتا ہوں کہ جس شق کا حق ہونا محقق ہو اسی کو اختیار کرے محض مال یا جاہ کی غرض سے اس کو ترک نہ کرے ہاں شرعاً اکراہ کا درجہ ہو جائے خواہ حکام سے یا عوام سے اس وقت اکراہ کے مسائل پر عمل کرے اور دوسری شق مختلف فیہ میں اختلاف والوں کی مخالفت یا ان کے خلاف کوشش نہ کرے اور یہی دوسرے مسلمانوں کو بھی مشورہ دیتا ہوں پھر باوجود میرے اس قدر صفائی اور نرمی کے اگر پھر بھی کوئی مجھ کو بدنام کرے تو بجز اس کے کیا کہہ سکتا ہوں و افوض امری الی اللہ ۔ ان اللہ بصیر بالعباد۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد وعلیٰ الہ و اصحابہ اجمعین و اخر دعوانا ان الحمدللہ رب العلمین۔ نصف ربیع الاول ۱۳۴۰ھ)

---

[1] اور اگر کسی پر ملامت کی گئی ہے تو اس کے کسی فعل منکر پر ملامت کی گئی ہے مثلاً کسی نے ہندوؤں کے اتحاد و اتفاق میں حد سے تجاوز کیا یا مجھ پر کوئی غلط اتہام لگایا یا محض اختلاف رائے فی المسائل کی وجہ سے اس نے دوسرے فریق پر طعن و تشنیع کی اور ان کو فاسق و کافر بنایا۔ وغیرہ ۱۲ منہ

besturdubooks.wordpress.com

الدلائل

اما علی الاول فما فی الدرالمختار ولا بدلفرضیته من قید اٰخر وهوالاستطاعة الٰی قوله و شرط لوجوبه القدرة علی السلاح لا امن الطریق فان علم انه اذا حارب قتل و ان لم یحارب اسرلم یلزمه القتال وفی ردالمختار قوله القدرة علی السلاح ای وعلی القتال و فی الدرالمختار اورده بعد الحد ودلا تحاد المقصود وفی ردالمختار وهواخلاء الارض من الفساد صٓ ۳۳۶ ج ۳ وقد افتی استاذیؒ بنصرة بعض اهل البدعة فی مقابلة اهل الکفرلان اهل الکفر ا نماز احموهم فی البدعة زعما منهم انها من الاسلام وذکر النووی فی حدیث مسلم فی تاویل شرط ولاء بریرةؓ للبائعین مالقیه والثانیة والعشرون احتمال اخف المفسد تین لد فع اعظمها واحتمال مفسدة یسیرة لتحصیل مصلحة عظیمة اھ. ص ۴۹۴ ص ج ۳

وعلی الثانیة فما العالمگیریة والثانی ان یرجوالشوکة والقوة لاهل الا سلام باجتهاده او باجتهاد من یعتقد فی اجتهاده ورائه وان کا لا یرجو القوة والشوکة للمسلمین فی القتال فانه لا یحل له القتال لمافیه من القاء نفسه فی التهلکة ۱۱۹ ج ۳ و فی ردالمختار علی القول المذکوراولاً قوله لم یلزمه القتال یشیرالی انه لو قاتل حتی قتل جازلکن ذکر فی شرح السیر انه لا باس ان یحمل الرجل وحده و ان ظن انه یقتل اذاکان یصنع شیئا بقتل او بجرح او بهزم فقد فعل ذٰلک جماعة من الصحابة من الصحابة بین یدی رسول الله صلی الله علیه وسلم یوم احد ومدحهم علی ذٰلک فامااذا علم انه لا ینکی فیهم فانه لا یحل له ان یحمل علیهم لانه لا یحصل بحملته شئی من اعزازالدین بخلاف نهی فسقة المسلمین عن منکر اذا علم انهم لا یمتنعون بل یقتلونه فانه لا باس با لاقدام وان رخص له السکوت لا ن المسلمین یعتقدون مایأ مرهم به فلا بد ان یکون فعله مؤثر ا فی باطنهم بخلاف الکفار۔ وجلد مذکور

besturdubooks.wordpress.com

وعلى الثالثة ما فى الدرالمختار و عرفه ابن الكمال بانه بذل الوسع فى القتال فى سبيل اللّٰه مباشرةً او معاونةً بمال اورأى اوتكثير سواداوغيرذلک و فى رد المختار کمداواة الحجرحى و تهيئة المطاعم و المشارب . ۳۳۶ ج ۳ وفى صحيح البخارى فى قصة ثما مة بن اثال فلما قدم مكة (یعنی بعدالاسلام) قال له قائل صبوت قال لا ولكن اسلمت مع محمد رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ولا واللّٰه لا تاتيكم من اليمامة حبة حنطة حى ياذن فيها النبى صلى اللّٰه عليه سلم قال الحافظ فى الفتح زاد ابن هشام ثم خرج الى اليمامة فمنعهم ان يحملوا الى مكة شيئا فكتبوا الى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم انک تمر بصلة الرحم فكتب الى ثمامة ان يخلى بينهم و بين الحمل اليهم اه. ص ۶۹ ج ۸ وفيه ايضاً ۶۸ ج ۸ وكانت قصة (یعنی ثمامہ۱۲) قبل وفد بنى حنيفة بزمان فان قصة صريحة فى انهما كانت قبل فتح مكة اه. و فى الهداية بعد المنع من بيع السلاح و الحديد من اهل الحرب ولو بعد الموادعة مانصه و هذا هوالقياس فى الطعام والثوب الاانا عرفناه بالنص فانه عليه السلام امر ثمامة ان يميراهل مكة وهم حرب على. اه.

وعلى الرابعة قوله تعالىٰ ياايها الذين اٰمنوا لا تتخذواليهود و النصارىٰ اولياء وقوله تعالىٰ يا ايهاالذين اٰمنو ا لاتتخذواعدوى وعدوكم اولياء تلقون اليهم بالمودة.

وعلى الخامسة قوله تعالىٰ ايبتغون عندهم العزة فان العزة للّٰه جميعا.

وعلى السادسة قوله تعالىٰ الا ان تتقو ا منهم تقاة وقوله تعالىٰ فترى الذين فى قلوبهم مرض يسارعون فيهم يقولون نخشىٰ ان تصيبنا دائرة

وعلى السابعة قوله تعالىٰ فانت له تصدىٰ.

وعلى الثامنة ماروى ابوداؤد ان النبى صلى اللّٰه عليه وسلم انزل وفد بنى ثقيف فى مسجده .اه.

وعلى التاسعة قوله تعالىٰ لا ينها كم اللّٰه عن الذين لم يقاتلوكم فى الدين

besturdubooks.wordpress.com

ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم و تقسطو الیھم ان اللہ یحب المقسطین . انما ینھا کم اللہ عن الذین قاتلو کم فی الدین واخرجوکم من دیارکم وظاھر واعلی اخراجکم ان تولوھم ومن یتولھم فاولٰئک ھم الظالمون۔

فی العالمگیر یۃ ولا باس بان یصل الرجل المسلم المشرک قریباً کان اوبعیداً محارباً کان اوذمیاً وارادبالمحارب المستامن واما اذا کان غیرالمستامن فلا ینبغی للمسلم ان یصلہ بشئی کذافی المحیط وذکر القاضی الامام رکن الاسلام علی السفدی اذا کان حربیاً فی دارالحرب وکان الحال حال مسالمۃ وصلح فلا باس بان یصلہ کذافی التتار خانیۃ ج۶ ص ۲۳۲ . من تتمۃ امداد الفتاویٰ وفی حاشیۃ العلامۃ شیخزادہ علی البیضاوی و ثانیھا المعاشرۃ الجمیلۃ فی الدنیا بحسب الظاھر وذلک غیر ممنوع منہ وقال علیہ السلام فی کل ذات کبدرطبۃ اجر۔

وعلی العاشرۃ والحادیۃ عشر قولہ تعالیٰ ولا تعاونواعلیٰ الاثم والعدوان

وعلی الثالثۃ عشر مافی الدرالمختار اودل الذمی علی الطریق ومفادہ جوازالاستعانۃ بالکافر عند الحاجۃ وقد استعان علیہ السلام بالیھود علی الیھود فی ردالمختار قولہ عند الحاجۃ اما بدونھا فلا لانہ لا یومن غدرہ قولہ وقد استعان علیہ الصلوٰۃ والسلام الخ ذکر فی الفتح ان فی سندہ ضعفا وان جماعۃ قالو الا یجوز لحدیث مسلم انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام خرج الی بدر فلحقہ رجل مشرک فقال ارجع فلن استعین بمشرک الحدیث وروی رجلان ثم قال وقال الشافعی ردہ علیہ الصلوٰۃ والسلام المشرک والمشرکین کان فی غزوۃ بدرثم انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام استعان فی غزوۃ خیبر بیھود من بنی قینقاع وفی غزوۃ حینن بصفوان بن امیۃ وھومشرک فلردان کان لاجل انہ کان مخیر ابین الاستعانۃ وعدمھا فلا مخالفۃ بین الحدیثین و ان کان لاجل انہ مشرک فقد نسخہ مابعد ج ۳ (ص ۳۳۶) وفی فتح القدیر ولا باس ان یستعان بالمشرکین علی قتال المشرکین اذا خرجوا طوعاً ویرضخ لھم ولا یسھم ولا یکون لھم رایۃ تخصھم الخ ج ۵

besturdubooks.wordpress.com

16

(ص ۲۴۳) وفی ردالمختار باب الجمعة فی معراج الدراية من المبسوط البلاد التی فی ایدی الکفار بلاد الاسلام لا بلاد الحرب لانهم لم يظهر وافيها حکم الکفر بل القضاة والولاة مسلمون يطيعونهم من ضرورة اوبدونها و کل مصرفيها والٍ من جهتهم يجوز فيه اقامة الجمعة والا عياد الخ ج ا (ص ۸۴۲) وقد عرف اطاعة الصحابة والتابعين ليزيد والحجاج و اطاعة العلماء للتتار فی بغداد وفی تفسير ابن جريرالا ان تتقو ا منهم تقاة. الا ان تکونو افی سلطانهم فتخافونهم علی انفسکم فتظهر والهم الولا ية بالسنتکم و تضمر والهم العداوة ولا تنا جوهم علی ماهم عليه من الکفر ولا تعينوهم علی مسلم بفعل اه. از فرقان.

وعلی الرابعة عشر مافی الرياض جلس رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ عليه وسلم وعلی ينزع لليهودی کل دلوبتمرة حتی اجتمع له شئی من التمر (وفی الاجارة) وفی ابن خلدون و ابن هشام استاجر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ عليه وسلم عبداللہ بن اريقط الدؤلی وکان کافراً (وفيه الاستيجار) وفی المشکوٰة عن علی ان يهود يا کان يقال له فلان حبر کان له علی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ عليه عليه وسلم دنانير فتقاضی النبی صلی اللّٰہ عليه وسلم فقال له يايهودی ماعندی ماعطيک الخ (وفيه القرض) وفی صحيح البخاری قدرهن النبی صلی اللّٰہ عليه وسلم در عاً له بالمدينة عند يهودی واخذ شعير اله (وفيه الرهن) وفی الروض الانف اهدی النبی صلی اللّٰہ عليه وسلم الی ابی سفيان عجوة و استهداه ادماً فاهداه ابوسفيان وهو علی شرکه (وفيه الاهداء والا ستهداء) وفی المحيط اذا خرج للتجارة الی ارض العد و باماں فان کان امر لايخاف عليه منه و کانو قوماً يوفون بالعهد يعرفون بذلک وله فی ذلک منفعة فلا باس وفی الهندية اذاارادالمسلم ان يدخل دارالحرب باماں للتجارة لم يمنع ذلک منه و کذلک اذاراد حمل الامتعة اليهم. فی البحر فی القنية لا يمنع من ادخال البغال والحمير والثور والبعير فيها فان کان خزا من ابريسم اوثيا باوقا قامن القزفلا باس بادخالها اليهم ولا بادخال

besturdubooks.wordpress.com

الصفر والشبه اليهم لان هذا الا يستعمل للسلاح وفيها قال محمد لا بأس بان يحمل المسلم الى اهل الحرب ماشاء الا الكراعوالسلاح (وفى هذه الروايات البيع والشراء منهم الا ماستثنیٰ) وفى الهداية من ارسل اجيراً له مجوسيا او خادما الخ وفى فتاویٰ الا مام طاهر البخارى مسلم آجر نفسه من مجوسي لا باس به وفى الروض الانف براء ملاعب الاسنة ارسل الى النبى صلى الله عليه وسلم انى قد اصابنى وجع احسبه قال يقال له الدبيلة فابعث ارسل الى النبى صلى الله عليه وسلم بعكة عسل وامره ان يستشفى (من رسالة النور) وفى الدرالمختار كتاب القضاء ويجوزتقلد القضاء من السلطان العادل والجائر ولو كافرا ذكره مسكين وغيره الا اذا كان يمنعه عن القضاء بالحق فيحرم اه وفى الدر المختار وجازبيع عصير عنب ممن يعلم انه يتخذه خمر الا ن المعصية لا تقوم بعينه بل بعد تغيره وقيل يكره لاعانته على المعصية الى قوله بخلاف بيع امردممن يلوط به وبيع سلاح من اهل الفتنة لان المعصية تقوم بعينه وفى ردالمختار عن النهر وعلم من هذا انه لا يكره بيع مالم تقم المعصية به كبيع الجارية المغنية والكبش النطوح والحمامة الطيارة والعصير والخشب ممن يتخذ منه المعازف. وما فى بلوغ الخانية من انه يكره بيع الامردمن فسق يعلم انه يعصى به مشكل والذى جزم به الزيلعى فى الحظر والا باحة انه لايكره بيع جارية ممن ياتيها فى دبرها اوبيع غلام من لوطى وهوالموافق لما مرد عندى ان مافى الخانية محمول على كراهة التنزيه وهو الذى تطمئن اليه النفوس اذلا يشكل انه وان لم يكن له معينا انه متسبب فى الاعانة ولم ارمن تعرض لهذا اه (ج ۵ ص ۳۸۵) وفى صحيح البخارى عن عبدالرحمن بن ابى بكرثم جاء مشرك مشعان طويل بغنم يسوقها فقال النبى صلى الله عليه وسلم بيعاام عطية قال لا بل ابيع فاشترى منه شاة اه (فرقان) قال العينیؒ كره اهل العلم ذلك (اى الاجارة من الكافر) الاللضرورة بشرطين احدهما ان يكون عمله فيما يحل لمسلم والآخران لا يعينه على ماهو ضرر على المسلمين وقال ابن

besturdubooks.wordpress.com

حجر معاملة الكفار جائزة الامايستعين به اهل الحرب على المسلمين. اه

وعلى الخامسة عشر مافى الثالثة والرابعة عشر.

وعلى السادسة عشر كون قبح هذه الامور ظاهر وفى الدر المختار باب الجنائز وتزجر النائحة ولا يترك اتباعهالا جلها اى لاجل النائحة لان السنة لا تترک بما اقترن بهامن البدعة ولا يردالوليمة حيث يترک حضورها لبدعة فيها للفارق بانهم لوتركو المشى مع الجنازة لزم عدم انتظامها ولا كذلک الوليمة لوجود من ياكل الطعام عن ابى السعود(ج ا ص ۹۳۲)

وعلى السابعة عشر تعامل علماء الامة على عدم تركهم واحد من الاقوال المجتهد فيها بهذا العذر وكثيرمن مسائل الحنفية شانه كذلک كنفاذ قضاء القاضى ظاهر اوباطناً واباحة الربوافى دارالحرب وعدم الترجيح بكثرة الادلة ونحوها ولا يراد بالسواد الاعظم هذا الكثرة والا لوجب ترک اقوال ابى حنيفة التى شانها كذلک مثلاً واللازم منتف فكذاالملزوم وفى البراهين القاطعة عن التوضيح السواد الاعظم عامة المسلمين ممن هوامة مطلقة والمراد بالامة المطلقة اهل السنة والجمامة وهم الذين طريقهم طريق الرسول عليه السلام والصحابة دون اهل البدع اه فكان المراد بالسواد الاعظم هم اهل السنة والجماعة سواء كانوا متفقين اومختلفين فلا يجوزالخروج عن اتباعهم الى اتباع اهل البدع ولو باخذ قول بعض منهم وان كان هذا البعض قيلاً. وفى المنار ونور الانوار فى تعريف الاجماع اتفاق مجتهدين من امة محمد صلى الله عليه وسلم فى عصر واحد على امرقولى اوفعلى والشرط اجماع الكل وخلاف الواحد مانع كخلاف الاكثراه

وعلى الثامنة عشر والتاسعة عشر والعشرين ظاهر غير خفى.

besturdubooks.wordpress.com

مضمون خامس

تتمہ اولیٰ حکایات الشکایات

(از رسالہ النور بابت ماہ صفر ۱۳۴۱ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حکایت (۷) مع الشکایت

بعد الحمد والصلوٰۃ مدت ہوگئی جب سے یہ تحریکات جدیدہ شروع ہوئی ہیں۔ مہربانوں کی طرف سے جو کچھ ہدیہ لعن طعن کا میرے حصہ میں آرہا ہے سب کو معلوم ہے مگر میں نے کبھی اس طرف التفات نہیں کیا۔ اور ان کے جواب کا اہتمام نہیں کیا۔ البتہ صرف ایک بار میں نے اپنے مسلک کی ضروری توضیح اور بعض احباب نے اس کے متعلق ایک ملفوظ شائع کیا تھا جب وہ بھی مفید ثابت نہ ہوئی اور ثابت ہوا کہ لعن طعن ہی مقصود ہے اور تحقیق اور انصاف مفقود ہے۔ بالکل سکوت کرلیا چنانچہ اسی حالت پر ایک مدت گزرگئی لیکن اب ایک نئی بات یہ ہوئی کہ میں نے آغاز صفر ۱۳۴۱ھ میں ایک اعلان جابجا اپنے قصبہ کے کوچہ و برزن میں چسپاں دیکھا جس کو بعض عنایت فرماؤں نے شائع کیا جس کے مضمون کو حضرت مولانا محمود حسن صاحب نور اللہ مرقدہ کا ایک خط[۱] ظاہر کیا گیا ہے۔ اور محمد خلیل الرحمٰن صاحب دہلوی مقیم مرادآباد کی طرف سے ''اخبار ہمدم میں اس کا بھیجا جانا لکھا ہے۔ یہ چند سوالات و جوابات پر مشتمل ہے اور ماہ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ میں اس خط کا پہنچنا لکھا ہے اس میں سائل صاحب نے اس احقر کو موجودہ تحریکات کے خلاف بتلا کر اور جو شخص اس کے خلاف ہو اس کا حکم پوچھا ہے۔ اور یہ جواب نقل کیا ہے کہ موجودہ تحریک بہت اچھی ہے اور اس میں شرکت ہر مسلمان کو فرض عین ہے۔ جو اس کے خلاف ہے وہ اسلام کے ساتھ

---

[۱] اس خط کا جعلی ہونا مضمون سادی میں آگے صریحاً آتا ہے ۱۲ مؤلف سوانح

besturdubooks.wordpress.com

میں دشمنی کرتا ہے کہ جو ایک گناہ عظیم ہے۔ اور جواب میں یہ بھی نقل کیا ہے کہ ذاتیات سے بحث بندہ اچھی نہیں سمجھتا جو بھی اس کے خلاف ہے اس کے واسطے وہی حکم ہے۔ اھ ملخصاً۔
اس تحریر سے دو اثر محتمل ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ مجھ پر جو لعن طعن عنایت فرماؤں کی بدولت ہو رہا ہے۔ اس میں کچھ اضافہ ہو جائے۔ سو یہ تو مجھ کو گوارا ہے۔ بقول شخصے کہ مردہ پر دیسی ہی دو من مٹی ویسی ہی سو من۔ نیز مدت ہوئی۔ ربیع الثانی ۱۳۳۹ھ میں ایک مستقل اعلان عام میں بامید عفو حق تعالیٰ میں سب کو معاف بھی کر چکا ہوں۔ تو بعد میں اس کا ذکر ہی کیا۔
دوسرا اثر یہ محتمل ہو سکتا تھا کہ کوئی میرا نادان دوست خدانخواستہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی (جو کہ میرے استاد بھی ہیں اور میں ان سے محبت و عقیدت کو اپنے لئے سرمایہ سعادت سمجھتا ہوں) شان میں کوئی سوء ظن قلب میں پیدا کرے۔ غ جو مجھ کو کسی طرح گوارا نہیں اسی کے دفع کے لئے یہ چند سطور لکھنا چاہتا ہوں۔ رہا اس کا فیصلہ کہ یہ خط حضرت کا ہے بھی یا نہیں بدوں اصل خط کو دیکھے ہوئے میں کچھ نہیں کر سکتا۔ گو اس خط کے بعض مضامین خود اس نسبت کی صحت میں بھی شبہ ڈالتے ہیں لیکن میں بلا تحقیق کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اگر کسی کو اس کی جانچ کا شوق ہو آخری شائع کنندہ یا مجوزان اشاعت کہ ان کے نام حسب ذیل ہیں منشی رفیق احمد صاحب ایڈیٹر رسالہ الامداد تھانہ بھون و قاضی محمد اکرم صاحب تھانوی و حافظ احسان الحق صاحب تھانوی یا ایڈیٹر اخبار ہمدم سے ان خلیل الرحمٰن صاحب کا پورا پتہ ڈاک کا دریافت کر کے وہ خط منگا کر یا اگر بھیجنے سے عذر کریں تو ان کے پاس کسی ایسے ثقہ شخص کو جو حضرت کا خط بخوبی پہچانتا ہو۔ ہمراہ لے جا کر وہ خط دکھلایا جائے بعض احباب کا خیال ہے کہ یہ خلیل الرحمٰن صاحب سیوہارہ کے ہیں کسی مصلحت سے کچھ تاویل کر کے دہلوی مقیم مراد آباد لکھ دیا ہے مگر اس کی نسبت بھی کچھ نہیں کہتا خواہ احتیاطاً ان سے بھی تحقیق کر لیا جائے بہر حال جو صاحب بھی ہوں اگر تحقیق سے یہ تحریر حضرت کی ثابت نہ ہو۔ تب تو قصہ ختم ہوا۔ اور اگر ثابت ہو تو ناظرین دو قسم کے ہوں گے۔ ایک وہ جو حضرت سے عقیدت رکھتے ہیں اور بلا کاوش حقیقت کے اس تحریر کے مقتضائے ظاہری پر مجھ سے بدگمان ہو

besturdubooks.wordpress.com

جائیں۔سو میری طرف سے اس کی اجازت ہے۔ دوسرے وہ جو مجھ سے حسن ظن رکھتے ہیں اوران کے قلب میں حضرات کی طرف سے وسوسہ پیدا ہونے لگے چونکہ میری طرف سے ان کی اجازت نہیں۔اس لئے اس وسوسہ کے دفع کا طریق بتلاتا ہوں۔

درایت

وہ یہ ہے کہ حضرت نے اپنے جواب میں اس سے تعرض نہیں فرمایا۔کہ سائل نے احقر کو جو خلاف لکھا ہے آیا حضرت نے اس کو تسلیم کیا ہے یا نہیں بلکہ خط مذکور کی اس عبارت میں ذاتیات سے بحث بندہ اچھا نہیں سمجھتا۔اس پر تنبیہ فرمادی کہ سوال میں کسی کا نام لینا حضرت نے پسند نہیں فرمایا۔ چنانچہ ان جوابات کی تمہید میں بھی یہ عبارت ہے ''خصوصاً'' آپ کے بعض نازیبا سوالات کی وجہ سے''اور وجہ اس کی ظاہر ہے کہ آجکل روایات اور حکایات کا کچھ اعتبار نہیں۔ بلا تحقیق جس کی نسبت جو چاہا نقل کر دیا جو اکثر اوقات غلط بھی ثابت ہوتا ہے۔ رات دن اس کا مشاہدہ ہوتا ہے چنانچہ قریب ہی زمانہ ہوا کہ مکہ معظّمہ سے منشی محمد حسین صاحب فیض آبادی کا جن کو خدام دربار گنگوہی ہی خوب جانتے ہیں خط آیا اس میں انہوں نے ایک ایسی ہی خبر کا رد لکھا ہے۔ اخیر میں مضمون نمبر ا ملاحظہ ہو۔غرض یہ تو معلوم ہوگیا کہ حضرت نے خصوصیت سے اس احقر پر کوئی حکم نہیں لگایا ہر اس شخص پر لگایا جو خلاف ہو۔اب اس کی تحقیق باقی رہی کہ آیا میں خلاف ہوں یا نہیں۔سو اول خلاف کی حقیقت سمجھنے کی ضرورت ہے۔اس کی حقیقت محض اختلاف تو ہے نہیں یعنی اگر چہ دلیل شرعی ہی سے ہو ورنہ لازم آئے گا کہ ہر فرض میں اختلاف کرنے والا (اگر چہ وہ فرض اجتہادی ہی ہو اور اگر چہ وہ اختلاف بدلیل شرعی ہو) گناہ عظیم کا مرتکب ہو تو اس صورت میں قرأت فاتحہ خلف الامام میں جو کہ بہت سے صحابہؓ کے نزدیک فرض عین ہے حنفیہ کا اختلاف بھی موجب گناہ عظیم ہوگا۔ وھو کما تری۔اس سے معلوم ہوا کہ خلاف مذموم وہ ہے جہاں مسئلہ ایسی دلیل سے ثابت ہو۔ جو ثبوتاً و دلالۃً قطعی ہو اور پھر اس میں کوئی منازعت و مزاحمت کرے یا دلیل غیر قطعی سے ثابت ہیں نہ ان میں محض رائے سے کلام کیا گیا ہے۔ چنانچہ خود حضرت مولانا بھی ان کو قطعی نہیں

besturdubooks.wordpress.com

فرماتے تھے مجھ سے ابھی پانی پت میں حضرت کے ایک مخصوص و مقرب عالم نے حضرتؒ کا مقولہ بیان کیا۔ کہ جب تیرے مقالات و خیالات حضرت نے سنے تو فرمایا کہ ''اختلاف تو ٹھیک نہیں میرے جی میں یہ آتا ہے کہ میں ہی اپنی رائے سے کچھ ہٹ جاؤں'' ممکن ہے کہ لفظوں میں کچھ تغیر تبدل ہو گیا ہو مگر مضمون یہی ہے اور ظاہر ہے کہ قطعی کا ترک یا اس سے کچھ ہٹنا کسی حال میں درست نہیں اس سے صاف ثابت ہوا کہ حضرت کے نزدیک یہ بھی مسائل قطعی نہیں۔ اور جب واقع میں قطعی نہیں جیسا کہ ظاہر ہے۔ تو نعوذ باللہ خلاف واقع حضرت کیسے قطعی سمجھ سکتے تھے اور احقر کے مضمون شرح[1] مسلک و ملفوظ مندرجہ رسالہ النور جلد اول نمبر ا۔و۲۔ سے اس اختلاف کی حقیقت اور اس کا اجتہادی ہونا ظاہر ہو چکا ہے۔ اس مقام پر اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ البتہ اس مسلک کے بعض ادلہ شریعت بہت اختیار کے ساتھ لکھے دیتا ہوں تا کہ معلوم ہو جائے کہ یہ اختلاف محض رائے سے نہیں ہوا ہے۔

قال اللہ تعالیٰ الا ان تتقوا منهم تقاة وقال تعالیٰ واعدوا لهم ما استطعتم من قوة وقال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فی الاستطاعة من رای منکم منکرا فلیغیره بیده فان لم یستطع فبلسانه فان لم یستطع فبقلبه رواه مسلم وفی الدرالمختار ولا بدلفرضیته من قیداٰخر وهو الاستطاعة الی قوله وشرط لوجوبه القدرة علی السلاح وفی العالمگیریه وان کان لا یرجو القوة والشرکة للمسلمین فانه لا یحل القتال لمافیه من القاع نفسه فی التهلکة وفی فتح القدیر ولا باس ان یسطعان بالمشرکین علی قتال المشرکین اذا خرجوا طوعاً ویرضخ لهم ولا یسهم لهم ولایکون لهم رایة تخصهم وفی الهندیة قال محمد لا باس بان یحمل المسلم الی اهل الحرب ماشاء الا الکراع والسلاح وفی الدرلمختار وجازبیع عصیر عنب ممن یعلم انه یتخذه خمراً لاً المعصیة لا تقوم بعینه بل بعد تغیره وقیل یکره لا عانته علی المعصیة الیٰ قوله و عندی مافی الخانیة (من کراهیة بیع الامرومن

[1] ان کی نقول مضمون نمبر اول و ثانی میں ابھی گزر چکی ہیں۔۱۲ مؤلف سوانح

besturdubooks.wordpress.com

فاسق يعلم انه يعصى به) معمول على كراهية التنزيه وهوالذى تطمئن اليه النفوس وفى ضميمة الروضة من المجتبىٰ وجامع الرموزو ردالمختار ويجب على الامام ان يبعث سرية الى دارالحرب كل سنة مرة اومرتين الى قوله وهذا اذا غلب على ظنه انه يكا فيئهم والا فلا يباح قتالهم. اه

وفى الهداية والمروى عن ابى حنيفةؒ من لزوم البيت محمول على حال عدم الامام وفى فتح القدير و ماروى جماعة من صحابة انهم قعد وافى الفتنة محمول على انه لم يكن لهم غناء و قدرة و فى الدرالمختار باب البغاة فان بايع الناس الامام ولم تنفذ حكمه فيهم لعجزه عن قهرهم لا يصير إماما. اه. وفى الباب كثيرة لا تحصى پس جس خلاف پر حضرت حکم لگا رہے ہیں احقر اس خلاف کا مرتکب نہیں ہوا۔ اور جس اختلاف میں مرتکب ہوا۔ اس اختلاف پر حضرت حکم نہیں لگاتے پھر اس اختلاف میں میں متفرد بھی نہیں بہت علماء کے رسالے اس اختلاف میں نکل چکے ہیں اور بعض نے رسالہ وغیرہ نہیں لکھا مگر ان کی یہی رائے ہے۔ تتبع و استقراء سے معلوم ہوسکتا ہے بلکہ عجب نہیں کہ عدد میں یہ زیادہ ہوں اور اگر زائد بھی نہ ہوں تب بھی قلت اور کثرت مدار خطا وصواب کا نہیں۔ بہت سے مسائل میں ابو حنیفہؒ ایک طرف ہیں اور جمہور ایک طرف، پھر بھی وہ متروک نہیں ہوئے اور وہاں مقابلہ مجتہد کا مجتہد سے ہے۔ یہاں غیر مجتہد کا غیر مجتہد سے تو نسبت مساوی رہی۔ پھر وہ اختلاف بھی بعض مسائل زائدہ میں ہے نہ کہ اصلی مقصد یعنی نصرت حکومت اسلامیہ بقدر الوسع میں مال سے اور دعا سے اور ایسا اختلاف حضرت کے ساتھ خود حضرت کے خواص بھی کرتے ہیں چنانچہ اعلان مذکور میں ایک سوال نمبر ۱۲ یہ ہے۔ سرکار برطانیہ کی جملہ ملازمتیں کیسی ہیں اور اس کا جواب حضرت سے یہ نقل کیا ہے نمبر ۱۲۔ حرام اور علماء دیوبند سے ایک صاحب حاجی اسماعیل سوداگر دستار ریواڑی بازار بزازہ نے سرکاری مدرسہ کی نوکری تعلیم عربی کی نسبت سوال کیا ہے۔ اس کا جواب مدرسہ موصوفہ سے یہ گیا ہے۔ نوکری مذکورہ اب بھی جائز ہے جیسا کہ پہلے لکھا گیا ہے مگر ترک کرنا تمام ملازمتوں انگریزی کا احوط اور اولیٰ اور افضل ہے کیونکہ اعداء دین اسلام سے کسی قسم کا تعلق رکھنا روا نہیں۔ البتہ

besturdubooks.wordpress.com

بصورت مجبوری ملازمت مذکورہ کی اباحت کا فتویٰ جیسا پہلے دیا گیا تھا اب بھی وہی فتویٰ ہے اور فعل مباح کے کرنے والے پر طعن ولعن کرنا نہیں چاہیے اور اس پر مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب اور مولانا محمد انور شاہ صاحب کے بھی دستخط ہیں۔ اور حضرت کے جواب بالا سے بعد کا ہے کیونکہ وہ جواب ذی الحجہ ۳۸ھ کا ہے اور یہ فتویٰ جمادی الاول ۴۰ھ کا ہے۔ وہ فتویٰ بعینہ یہاں موجود ہے تو اگر ہر اختلاف مذموم ہے تو علماء دیوبند کو کیا کہے گا۔ غرض جب ثابت ہوا کہ ہر اختلاف خلاف نہیں ہے تو حضرت کا یہ فتویٰ میرے متعلق ہے ہی نہیں۔ بلکہ اہل خلاف کے متعلق ہے پس میری محبت کی بناء پر اگر کسی کے قلب میں حضرتؒ کی نسبت ذرا بھی وسوسہ آتا ہو اس کے رفع کے لئے یہ کافی ہے بلکہ میں تو سائل کا بھی شاکی نہیں کہ انہوں نے بلا تحقیق مجھ کو خلاف لکھ دیا ممکن ہے کہ انہوں نے کسی ایسے شخص سے جس کو وہ ثقہ سمجھتے ہوں اور وہ ثقہ نہ ہو کوئی واقعہ سن لیا ہوگا اور جو دلائل عنقریب عدم خلاف کے آتے ہیں۔ ان دلائل پر ان کو اطلاع نہ ہوگی۔ اس لئے اب تک ان کو بھی معذور سمجھتا ہوں۔ لیکن اگر اب بھی باوجود انکشاف حقیقت کسی کو بدگمانی یا بدزبانی کا شوق ہی ہو۔ تو میری طرف سے تو معاف ہے آگے وہ اپنا معاملہ حق تعالیٰ کے ساتھ خود دیکھ لے۔ باقی ایسے اعلانات سے اکثر حضرات کی جو اصلی غرض ہے کہ مجھ سے عوام کو عقیدت نہ رہے تو اس غرض کا حصول تو بلا ان کے اہتمام خود میرے طرز عمل سے ہو رہا ہے۔ یہاں آمدورفت رکھنے والے اس کا مشاہدہ کرتے ہیں اس لئے مجھ کو کچھ ناگواری بھی نہیں ہوتی اور نہ کسی سے تکدر رہتا ہے۔ ہاں اگر ایسے حضرات کی طرف سے یہ امور پیش آویں جو تعلق کا دعویٰ کرتے تھے یا کرتے ہیں تو ایک دو روز حزن طبعی ہوتا ہے پھر بے تعلقی کے تصور سے وہ بھی قائم ہو جاتا ہے۔ آگے بعض دلائل اس نسبت خلاف کے غلط ہونے کے عرض کرتا ہوں تاکہ رسالہ کے اصل مقصود کی مزید تائید ہو جائے کہ میں حضرت کے کلام میں مراد نہیں ہوں تو حضرت پر کوئی اعتراض نہ کیا جائے۔ وہ یہ ہیں۔ (نمبر۱) شرح مسلک ملفوظ کا مضمون جس کا اوپر ذکر ہوا (نمبر۲) مولوی شبیر احمد صاحب دیوبندی کا مجھ سے پوچھنا کہ ان مسائل میں جب اختلاف ہے تو مجھ کو کیا کرنا چاہیے۔ اور میرا یہ جواب دینا کہ حضرت ہم سب کے بڑے ہیں مجھ پر ان کو ترجیح دینا چاہیے۔ باقی میرا معاملہ جدا ہے اس کی

besturdubooks.wordpress.com

شہادت مولوی صاحب سے لی جا سکتی ہے الفاظ کا تفاوت ممکن ہے باقی اگر کسی کو منع کیا ہے تو اول تو اختلافی مسئلہ میں کسی کو امر و نہی کرنا شرعاً امر منکر نہیں پھر خطاب بھی عام نہیں کیا اور اپنے کسی مخصوص کو مشورہ دے دینا کوئی جرم نہیں پھر اس میں بھی اصل مقصد یعنی اعانت حکومت اسلامیہ بقدر وسع سے نہیں بلکہ صرف منکرات سے روکا خواہ درجہ عنوان وصورت میں منکر ہو یا درجہ معنون وحقیقت میں سوا اس کو کون خلاف کہہ سکتا ہے۔

(نمبر۳) مضمون الصحف المنشورہ فی فضائل اعانۃ انگورہ'' درباب ترغیب اعانت مالیہ انگورہ اور مضمون الشکر والدعاء درباب شکر فتوحات ترک ودعائے فتوحات رسالہ النور جلد اول و دوم میں شائع کیا گیا اور اعانت ودعا ہر دو امر کا سلسلہ برابر جاری ہے چنانچہ النور جلد۲، نمبر۳ و نمبر۴ و نمبر۵ میں اس اعانت کی فہرست کا ایک معتد بہ حصہ بھی شائع ہوا ہے اور جو نفرت باعتبار اپنی حالت قدرت کے اصل ہے وہ بھی دو چیزیں ہیں تو کیا یہ غضب نہیں ہے۔ کہ ناصر کو مخالف کہا جائے انا للہ۔ البتہ جلسہ کی صورت اختیار نہیں کی کہ اس وقت ان کا منکرات سے خالی ہونا متعذر ہے جو کچھ توفیق ہوئی اس پتہ پر بھیج دیا (پتہ اس لئے بھی لکھے دیتا ہوں کہ بعض احباب میرے بھیجنے کا ذریعہ پوچھا کرتے ہیں) جناب حاجی وجیہ الدین صاحب صدر بازار میرٹھ نمبر۴۔ خود حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے اقوال وافعال سے ثابت ہے کہ مجھ پر خلاف کا گمان نہیں فرمایا۔ چنانچہ جب میں واپسی مالٹا کے بعد زیارت کے لئے حاضر ہوا تو مجمع عام نے مشاہدہ کیا کہ کس عنایت ولطف کے ساتھ پیش آئے۔ حتیٰ کہ ایک بار بعد ظہر ذرا حاضری میں دیر ہوئی تو آنے کے بعد فرمانے لگے میں تو اس وقت خود تیرے ہی پاس جانے کو تھا یہ کس درجہ عنایت کی دلیل ہے اور اس وقت اس میری رائے کی اطلاع بھی تھی چنانچہ بعض احباب ثقات نے جو میرے ہمراہ تھے اور وہ اب کانپور میں ہیں۔ دیوبند ہی میں مجھ سے بیان کیا کہ میں نے حضرت سے عرض کیا تھا کہ اشرف حاضر ہوا ہے۔ اگر ان مسائل میں کچھ فرما دیجئے تو بہتر ہے جواب میں ارشاد فرمایا کہ وہ میرا لحاظ کرتا ہے اس لئے وہ کچھ نہ کہہ سکے گا ایسی حالت

ے مضمون الصحف المنشورہ فی فضائل اعانت انگورہ رسالہ النور نمبر۱۱ جلد ۱ بابت ماہ ربیع الاول ۱۳۴۰ھ میں ملاحظہ فرمایا جائے اور مضمون الشکر والدعا اعلیٰ النصر و بالنصر یوم اللقاء رسالہ النور نمبر ۹ و ۱۰ جلد ۲ بابت ماہ محرم وصفر ۱۳۴۱ھ میں ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف اشرف السوانح

besturdubooks.wordpress.com

میں کچھ کہنا مناسب نہیں اس سے جیسے یہ معلوم ہوا کہ حضرت کو میری رائے معلوم تھی اسی طرح یہ بھی معلوم ہوا کہ اس اختلاف کو خلاف دین نہ سمجھتے تھے ورنہ ایسا عذر خفیف نہ فرماتے۔ پس باوجود اطلاع رائے کے یہ عنایت صریح دلیل ہے کہ مجھ پر خلاف مذموم کا گمان نہیں فرمایا۔

نمبر ۵ یہ بھی نمبر ۴ کا تتمہ ہے حضرت نے اپنے مقدمہ ترجمہ میں میرا ذکر اچھے عنوان سے تحریر فرمایا ہے۔ اس کی ضروری عبارت آخر میں مضمون نمبر ۲۔ میں ملاحظہ ہو۔ تو اگر مجھ پر ایسا گمان فرماتے تو کیا اس مضمون کو دفع تلبیس کی ضرورت سے خارج فرما دینا ضروری نہ تھا۔ نمبر ۶۔ یہ بھی تتمہ سابق کا ہے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے احقر کے نام دو مکتوب شریف جن میں ایک زمانہ قیام مکہ معظمہ کا اور دوسرا زمانہ واپسی مالٹا کا ہے ذکر محمود میں شائع ہوئے ہیں ان کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے۔ النور نمبر ۲ جلد نمبر ۱) (نمبر ۷) یہ بھی تتمہ سابق کا ہے حضرت نے ایک استفسار متعلق احقر و حضرت مولانا خلیل احمد صاحب دامت فیوضہم کے جواب میں تحریر فرمایا ہے۔ آخر میں مضمون نمبر ۳۔ ملاحظہ ہو (نمبر ۸) سب سے زیادہ قرب و اختصاص حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ حضرات علمائے دیوبند کو ہے۔ اگر حضرت کا یہ خیال ہوتا تو علماء دیوبند اس کے خلاف کیوں فرماتے۔ مضمون نمبر ۵ و نمبر ۶ و نمبر ۷ (جو عنقریب مذکور ہیں) ملاحظہ ہو نیز مولانا محمد علی صاحب خلیفہ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادی قدس سرہٗ بھی ہمارے اکابر کے ساتھ تعلقات خاصہ رکھنے کے سبب علمائے دیوبند ہی کے ساتھ ملحق ہیں۔ وہ ایک خط میں باوجود ان معاملات میں میرے ساتھ اختلاف رکھنے کے اور مجھ کو مشورہ دینے کے بعض روایات حاکیہ تلویث لسان کو رد فرماتے ہیں مضمون نمبر ۸ (جو کہ عنقریب مذکور ہے) ملاحظہ ہو (نمبر ۹) یہ توجج ظاہرہ تھے اب تائید کے درجہ میں ایک حجۃ باطنہ بھی نقل کرتا ہوں جو ایک صاحب خدمت کا مقولہ ہے جو اشراقی کے لقب سے معروف ہیں اور صاحب کشف کے ساتھ معروف ہیں اور صحت کشف کے ساتھ موصوف ہیں یہ ایک ثقہ کے خط میں مع سند منقول ہے جو میرے پاس محفوظ ہے آخر میں مضمون نمبر ۹ ملاحظہ ہو۔ (نمبر ۱۰) تتمہ بالا ایک شخص نے بگمان مذکور مجھ سے بیعت فسخ کر دی تھی اس کی نسبت ان ہی اشراقی صاحب سے کسی نے پوچھا انہوں نے ایک خطہ میں شرکت حقیقی کی

besturdubooks.wordpress.com

حقیقت بتلا کر اور متعارف شرکت کو بے وقعت ٹھہرا کر اس شخص کی غلطی ظاہر کی ہے۔ اس خط کی نقل بھی جو بواسطہ ثقہ موصوف بالا مجھ تک پہنچی ہے میرے پاس محفوظ ہے۔ آخر میں مضمون نمبر۱۰ ملاحظہ ہو۔ یہ دس دلائل ہیں جن سے اصل مقصود رسالہ کی مزید تائید ہوتی ہے اب ان مضامین کو نقل کرتا ہوں جن کا حوالہ جابجا رسالہ ہذا میں دیا گیا ہے۔ اتفاق سے وہ بھی دس ہی ہیں اور دلائل اور مضامین دونوں باعتبار عدد کے تلک عشرۃ کاملہ کی برکت سے متلبس ہیں ذیل میں ان مضامین عشرہ کو ملاحظہ فرمائیے۔

مضامین متعددہ جن کا حوالہ رسالہ ہذا (یعنی تتمہ اولی حکایات الشکایات) میں جابجا بقید نمبر کے دیا گیا ہے

(مضمون......نمبر۱) از منشی محمد حسین صاحب فیض آبادی مقیم مکہ معظمہ)

چند ماہ ہوئے کہ کسی پرچہ میں کسی سہارنپوری جو شیلے نادان نے کسی اخبار میں مولوی شفیع الدین صاحب کا نام لے کر آپ کی نسبت کچھ افترا[۱] کیا تھا۔ میں نے مولوی شفیع الدین صاحب سے کہا۔ ان کو اس شخص کے اس خود غرضانہ جھوٹ پر بہت افسوس ہوا۔ بھلا حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ سے ناراض ہوں گے بعض اہل دنیا یہاں ایسے ہیں کہ حضرت حاجی صاحبؒ کے نام سے دنیا کے کمانے کے لئے لوگوں سے ان کے حسب خیال بات کہتے رہتے ہیں۔ ان کو میں خوب جانتا ہوں۔ وہ حضرت حاجی صاحب کے لوگوں میں ہیں لیکن دین نہیں حاصل کیا۔ مولوی شفیع الدین صاحب ہمیشہ آپ کے ثنا خواں اور قدرداں ہیں۔ اھ

تتمہ مضمون بالا جس طرح منشی صاحب نے اس روایت کے غلط ہونے پر مولوی شفیع الدین صاحب کی خوشنودی سے استدلال کیا اسی طرح مولانا محبّ الدین صاحب کی (جو کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اخص الخواص میں سے ہیں) محبت بھی اس کی دلیل ہے۔ جو مولوی شمس الحق صاحب خلف حاجی تہور علی صاحب انسپکٹر پنشنر کے ایک کارڈ

---

[۱] تماشا ہے عدم شرکت کے بعد میرے سارے پرانے عیوب مؤثر ہو گئے۔ اگر شرکت کر لیتا تو وہ عیوب دین کے خلاف نہ ہوتے اب خلاف ہو گئے ۱۲

besturdubooks.wordpress.com

سے معلوم ہوئی۔اس کی عبارت یہ ہے۔'' حضرت مولانا محبّ الدین مدفیوضھم مکی جناب کو بہت یاد فرماتے تھے اور بہت بہت سلام فرما دیا ہے۔'' ۱۵۔محرم ۱۳۴۱ھ ۔ حضرت حاجی صاحب کے خدانخواستہ ناراض ہوتے ہوئے ان خواص کا یہ برتاؤ کسی طرح نہیں ہوسکتا۔

مضمون نمبر۲۔عبارت مقدمہ ترجمہ قرآن از حضرت مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہٗ

ثانیاً علمائے متدینین کے زمانہ حال میں متعدد تراجم یکے بعد دیگرے شائع ہو چکے ہیں۔منجملہ ان کے دو ترجموں کو احقر نے بھی تفصیلی نظر سے دیکھا ہے۔اول مولوی عاشق الٰہی صاحب ساکن میرٹھ کا۔دوسرا مولانا اشرف علی صاحب کا جو عمدہ اور نافع ہونے کے علاوہ سلف صالحین کے مسلک کے موافق اور مذکورہ بالا خرابیوں سے پاک ہیں۔اھ۔غور فرمایا جائے مرتکب خلاف مذموم کو متدین اور مولانا لکھنا کب جائز ہے۔پھر طباعت اس کی بسر پرستی مولوی محمد مبین صاحب و مولوی عزیز گل اسیر مالٹا ہوئی۔جن کو خادمان خصوصی حضرت کا ٹائیٹل پر لکھا ہے۔اگر احقر مولانا کی رائے میں ایسا ہوتا جسے مہربانوں نے فرمایا ہے۔تو یہ خادمان خصوصی اقل درجہ ان الفاظ پر ایک حاشیہ تو دفع تلبیس کے لئے ضرور ہی لکھ دیتے۔

مضمون نمبر۳۔جواب حضرت مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہ بجواب استفسار (اس کے متعلق تفصیل مضمون ثالث میں گزر چکی ہے ۱۲ مؤلف اشرف السوانح) متعلق احقر حضرت مولانا خلیل احمد[1] صاحب دامت فیوضھم۔

آپ کا خط پہنچا' سخت تحیر ہوا۔میری سمجھ میں ہرگز نہیں آتا کہ کوئی مسلمان جوان حضرات کو جانتا بھی ہو۔وہ ان کی شان میں وہ الفاظ بجنسہ استعمال کرے۔جو آپ کے قلم سے نکلے ہیں۔اور اسی کے ساتھ اس کا تعجب ہے۔آپ نے ایسے ناپاک اور بیہودہ لفظوں کو کیسے نقل کیا۔اور بصورت فتویٰ ان کے جوابات کی اشاعت کا کیسے تہیہ کیا۔بالفرض کسی ایک نے یا دو نے یہ کلمات خبیثہ کہہ کر اپنی عاقبت خراب بھی کی۔الیٰ قولہ الخ۔آپ ایسے امور سے احقر کو معاف رکھیں گے جس کے سننے کی مجھ کو ہمت نہیں اور جس کا سننا موجب

---

[1] ختم رسالہ کے بعد جو شب آئی اس میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کی اس طرح زیارت کی کہ ہم دونوں ایک مجمع کی شرکت میں جماعت کی نماز میں مشغول ہیں۔والحمدللہ علیٰ ذالک وفی ہذا الرویا بشارۃ بقبول الرسالہ انشاء اللہ تعالیٰ واللہ اعلم۔۱۲

besturdubooks.wordpress.com

اضطراب وقلق کا ہوتا ہے۔ ۶۔ ذیقعدہ و قال فی مکتوبة الاخر عوام کی عقیدت وعدم عقیدت ان کے خیالات کی موافقت پر مبنی ہے۔ اس لئے ان کی عقیدت وعدم عقیدت دونوں قابل اعتبار نہیں۔ النور نمبر۱۰ جلد نمبر۱۔ تفریع۔ اعلان مذکور خطبہ رسالہ ہذا کے الفاظ دشمنی اسلام وغیرہ میں اور خط بالا میں ایسے الفاظ کو خبیث وموجب قلق واضطراب فرمانے میں موازنہ کرنا نیز خط بالا میں باوجود سائل کی درخواست کے بصورت فتویٰ ان کے جوابات کی اشاعت کی ناپسندیدگی میں اور اعلان مذکور میں اس خط کو کسی اخبار میں شائع کرا دینے کا حکم فرمانے میں موازنہ کرنا کیا قوی شبہ پیدا نہیں کرتا کہ یہ خط یا حضرت کا نہیں ممکن ہے کسی نے لکھ کر نا تمام دستخط کرا لئے ہوں اور اکثر اعتماد پر دستخط ہو جاتے ہیں۔ اور یا اگر حضرت کا ہے تو کسی نے خوب بھر کر غیظ دلایا ہے بعض اصحاب نے اس خط کے نسخ کا دعویٰ کیا ہے۔ مگر اول تو اس ناسخ میں وہی کلام ہے کہ بدوں اصل خط کے دکھلائے ہوئے حجت نہیں پھر بعد تسلیم حجیت و بجمیع اجزاء حجت ہوگا۔ اس میں یہ اجزا بھی ہیں۔ (نمبر۱) سائل کو ان حضرات کی برائی اور تہمت اور غیبت سے منع کیا ہوگا کہ جس کا ارتکاب ہر مسلمان کو ناجائز ہے۔ اگر کوئی مسلمان ان حضرات کی غیبت کرے تو سوائے گناہ کے کیا نفع (نمبر۲) اور مولانا (مراد احقر) کی جو تصانیف آپ دیکھ رہے ہیں۔ بندہ بہت اچھا سمجھتا ہے (نمبر۳) اور ایسے مقامات پر جہاں مسلمانوں کے معمولی سے معمولی دینی بات کے روکنے کی کوشش کی جارہی ہے (جیسے گؤ رکھشا کیونکہ سائل کے اسی سوال کے جواب میں ہے) چندہ دینا حرام ہے۔ اگرچہ برادران ہنود سے ہمیں یہ امید نہیں مگر پھر بھی اگر کوئی ہندو ذبیحہ گاؤ سے ہم کو روکے تو ہمارے ذمہ شرعاً ضروری ہو جائے گا کہ ہم اس کی مخالفت پہلے سے بھی زیادہ کریں۔ اھ

اب دیکھئے کہاں تک اس ناسخ پر عمل ہو رہا ہے اور کہاں تک یہ ناسخ ہم کو مضر ہے۔

مضمون نمبر۴۔ جواب مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مہتمم مدرسہ دیوبند۔ بجواب ایک خط کے بعد سلام مسنون آنکہ۔ لفافہ آپ کا پہنچا۔ حالات معلوم ہوئے۔ حضرت مولانا اشرف علی صاحب سے حالات حاضرہ میں ہم کو اختلاف ضرور ہے۔ لیکن یہ اختلاف ایسا نہیں ہے کہ جس سے ہم مولانا کی توہین اور گستاخی کو گوارا کریں۔ مولوی...... صاحب نے

besturdubooks.wordpress.com

جو کچھ کیا یا کہا اپنی طرف سے کیا ہم اس کو کبھی پسند نہیں کرتے اور نہ اس کی اجازت دے سکتے ہیں۔۲۱۔ جمادی الاخری ۱۳۳۹ھ۔

مضمون نمبر ۵ (تتمہ نمبر۴) بجواب ایک استفسار کے۔ بندہ سے مولانا اشرف علی صاحب کی نسبت کسی نے استفساء نہیں کیا۔ میرا خیال ان کے فاسق بنانے کا ہرگز نہیں۔ اور خلافت کی مجالس سے ان کی علیحدگی کسی عذر سے ہوئی ہے۔ صدیق احمد عفی عنہ (کاندھلوی) آگے اسی کے ساتھ علماء دیوبند کی تحریرات ہیں۔ مسائل حاضرہ میں ہمارا مسلک تو بالکل وہی مسلک ہے۔ جو حضرت استاد مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ مقرر فرما گئے ہیں۔ لیکن یہ نسبت مولانا اشرف علی صاحب کے بسبب حسن ظن کے ہمیشہ تاویل کی ہے اور کبھی تفسیق نہیں کی اور نہ کسی کو اجازت دی۔ راقم محمد انور عفا اللہ عنہ (صدر مدرس دیوبند) عزیز الرحمٰن مفتی دارالعلوم دیوبند ۱۸۔ صفر ۴۰ھ اما انا فمولانا التھانوی یسئل عنی ولا اسال عنہ' شبیر احمد عثمانی عفا اللہ عنہ۔ فقیر اصغر حسین عفا اللہ عنہ' (یہ فتویٰ قلمی محفوظ ہے) اس عربی عبارت کے معنی یہ ہیں کہ میرا یہ رتبہ نہیں کہ مجھ سے تھانوی کی نسبت پوچھا جائے بلکہ اگر اس سے میری نسبت پوچھا جائے تو زیبا ہے اور جو کسی کی سمجھ میں کچھ اور آئے تو خود صاحب عبارت سے پوچھ لیا جائے۔

مضمون نمبر ۶۔ تتمہ سابق تخلیص خط مولانا حبیب الرحمٰن صاحب موصوف الصدر جو ہمراہ مضمون نمبر ۵ آیا نہایت ملال ہوا کہ ایسا زمانہ بھی آنے والا تھا جس میں ایسی باتوں کی استفسار کی نوبت آئے گی۔ جس کے خیال سے بھی رونگٹا کھڑا ہوتا ہے مگر زمانہ کے عجائب میں یہ حادثہ بھی عجیب ہے۔ مولوی...... کے خطوط دیکھے ان کی دورنگی کو دیکھ کر تعجب ہوا اور زیادہ تعجب بھی نہ ہوا کیونکہ اس قسم کا خیال ان کی جانب تھا اور خیال ہو گیا تھا کہ اس کی تہ میں رنجش بھی ہے۔ تمام جماعت کا یہی خیال ہے جو میرا ہے (یہ خط بھی محفوظ ہے)

مضمون نمبر ۷۔ تتمہ سابق۔ جواب زبانی مولانا حسین احمد صاحب خادم و رفیق مالٹا حضرت دیوبند بوقت جلسہ تھانہ بھون جس میں مولانا موصوف و مولانا کفایت اللہ صاحب و مولانا احمد سعید صاحب و مولانا مرتضیٰ حسن صاحب بھی شریک ہوئے تھے اور سب حضرات

besturdubooks.wordpress.com

نے اپنے کرم سے خود تشریف لا کر اس نا کارہ کو اپنی زیارت وخاص عنایات سے مشرف کیا تھا۔ پھر یہاں سے کاندھلہ جا کر جب مولانا حسین احمد صاحب سے میری امامت کے متعلق کسی نے پوچھا تو بہت ناخوش ہوئے اور کہا کیا واہیات سوال ہے، ہم تو اس کو ایسا ہی سمجھتے ہیں جیسا کہ اپنے دوسرے بڑوں کو۔ پھر جلسہ عام میں بھی اور بہت باتیں اپنے حسن ظن سے فرمائیں۔ جس کو میں نے اس لئے نہیں نقل کیا کہ شاید کچھ الفاظ میں تغیر ہو جائے بہت حضرات کاندھلہ ان کے سننے والے موجود ہیں۔ اور اتنا کچھ فرمایا کہ بعضے کمیٹی والے خود ان سے بدگمان ہو گئے۔

مضمون نمبر ۸۔ مقولہ مولانا محمد علی صاحب خلیفہ مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی قدس سرہٗ جہاں تک مجھے یاد ہے کوئی ثقیل لفظ آپ کی نسبت نہیں کہا۔ ۱۵۔ صفر ۴۰ھ از خانقاہ رحمانیہ مونگیر

مضمون نمبر ۹۔ مقولہ ایک صاحب کشف صاحب خدمت کا جو ایک دوست نے خط میں نقل کیا جو میرے پاس محفوظ ہے۔

خاں صاحب قبلہ نے بیان فرمایا کہ اشراقی صاحب حضرت مولانا اشرف علی صاحب کی بہت تعریف کرتے تھے اور کہتے تھے کہ بہت بڑے آدمی ہیں اور معاملات حاضرہ میں جو ان کا مسلک ہے۔ اس کا منشا خوف نہیں ہے بلکہ ان کی رائے یہی ہے۔

مضمون نمبر ۱۰۔ تحریر صاحب کشف بالا

جس نے بایں وجہ کسی درویش سے بیعت فسخ کی ہے کہ وہ خلافت میں حصہ نہیں لیتا اس شخص کی بہت غلطی ہے خلافت میں ہر ایک درویش حصہ لے رہا ہے نااہل کی سمجھ میں آنا ذرا دشوار ہے۔ خلافت میں حصہ لینے کے یہ معنی نہیں کہ ریاء کار لیڈروں کو اپنا امام بنایا جائے۔ گاندھی کو پیشوائے ہند اور مہاتما مانا جائے۔ الی آخرہ (اور بڑا حصہ لینا جو قدرت میں ہے اعانت مالیہ و دعا ہے) وہ مضامین عشرہ ختم ہوئے اور ان کے ساتھ رسالہ بھی ختم ہوا۔

کتبہ اشرف علی سابع صفر یوم الجمعہ ۱۳۴۱ھ

besturdubooks.wordpress.com

1

مضمون سادس

شیخ المحدثین حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کردہ خط کے جعلی ہونے کا اقرار

(از رسالہ النور بابت ماہ رجب ۱۳۴۴ھ مضمون منجانب مدیر)

آغاز ۱۳۴۱ھ میں اخبار ہمدم میں ایک خط خلیل الرحمٰن صاحب دہلوی مقیم مراد آباد کی طرف سے شائع ہوا تھا۔ اور اس کو حضرت شیخ المحدثین مولانا مولوی محمود حسن صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کیا گیا تھا۔ پھر اسی زمانہ میں اس کی نقلیں مختلف مقامات پر شائع ہوتی رہیں۔ جس کے ایک نمبر میں حضرت حکیم الامت مولانا مولوی محمد اشرف علی صاحب دام ظلہم العالی کے متعلق بھی سوال و جواب تھا۔ اگرچہ حضرت دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کے طرز کو جاننے والے اور منصف مزاج لوگ تو اسی وقت اس خط کے جعلی ہونے کا یقین رکھتے تھے مگر بوجہ اس احتیاط کے جو حضرت حکیم الامت دام ظلہم العالی کی عادت ثانیہ ہوگئی ہے۔ خود حضرت دام ظلہم العالی نے اسی زمانہ میں اس کے متعلق ایک جامع مانع مضمون تحریر فرمایا تھا جو بذیل حکایات[1] الشکایات النور نمبر۱۰ جلد۲ بابت ماہ صفر ۱۳۴۱ھ میں شائع ہوگیا تھا۔

اس میں یہ بھی تحریر فرمایا تھا کہ بعض احباب کا خیال ہے کہ یہ خلیل الرحمٰن سیوہارہ کے ہیں کسی مصلحت سے کچھ تاویل کر کے دہلوی مقیم مراد آباد لکھ دیا ہے۔ مگر اس کی نسبت بھی میں کچھ نہیں کہتا۔ خواہ احتیاطاً ان سے بھی تحقیق کر لیا جائے اس کی مولوی خلیل الرحمٰن صاحب سیوہاروی نے جب دیکھا تو انہوں نے برأت لکھ کر دفتر میں بغرض اشاعت روانہ کی جو النور نمبر۱۔ جلد۳ بابت ماہ جمادی الاول ۱۳۴۱ھ میں شائع ہوئی۔ پھر چونکہ حکایات الشکایات میں یہ بھی تھا کہ اس خط کی اصل کا مطالبہ اس کے شائع کنندگان سے کرنا چاہیے۔

---

[1] اس کی نقل مضمون خامس میں ابھی گزر چکی ہے ۱۲ مؤلف سوانح

besturdubooks.wordpress.com

یا خلیل الرحمٰن دہلوی مقیم مراد آباد کا پتہ دریافت کر کے ان سے اصل خط کا مطالبہ کیا جاوے اور جب اصل مل جائے تو اس کو اس وقت تک صحیح نہ مانا جائے۔ جب تک کہ حضرت دیو بندی رحمتہ اللہ علیہ کے خاص خدام میں سے کوئی ثقہ اس کو دیکھ کر اس کی شہادت نہ دے کہ یہ خود حضرت مولانا دیو بندی رحمتہ اللہ علیہ کے دست مبارک کا لکھا ہوا ہے یا حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے حرفاً حرفاً اس کو سن کر اس پر دستخط فرمائے ہیں۔اھ۔اس مضمون کو دیکھ کر بعض احباب نے اس کے متعلق بے حد تفتیش کی مگر اصل ہو تو ملے سب نے شائع کنندگان سے مطالبہ کیا مگر اکثر جگہ سے جواب ہی نہ ملا چونکہ شائع کنندگان میں ایک جناب تصدق احمد صاحب شیروانی ناظم اعزازی صوبہ مجلس خلافت علی گڑھ کا نام بھی تھا لہٰذا ان سے بھی مطالبہ کیا گیا اور پھر شدید تقاضا کیا گیا بعد تقاضائے بسیار صاحب موصوف نے ایک اعلان اخبار زمیندار مورخہ ۲۱۔دسمبر ۱۹۲۲ء کے صفحہ ۶ کالم ایک میں شائع کیا جس میں وہ تحریر فرماتے ہیں۔"اس خط اور جواب کی صحت وعدم صحت سے میں لاعلم ہوں اور یہ اشتہار نہ میرے علم میں ہے نہ میرے استرضا یا ایماء سے چھپا اور نہ اس کے متعلق مجھ سے اجازت حاصل کی گئی اھ۔

ملاحظہ ہو النور صفحہ ۲ نمبر ۳ جلد ۳ بابت ماہ رجب ۱۳۴۱ھ یہ تو اس خط کی کیفیت ماضیہ تھی۔اس کے بعد نہ کبھی اس کے متعلق کوئی تفتیش کی گئی نہ خود کوئی خبر ملی۔لیکن حال ہی میں بتاریخ ۹۔جنوری ۱۹۲۶ء ایک خط حضرت حکیم الامت دام ظلہم العالی کی خدمت میں دہلی سے آیا جو بجنسہ درج ذیل ہے۔اس میں کاتب نے اپنا نام خلیل ظاہر کیا ہے اور حضرت مولانا دیو بندی رحمتہ اللہ علیہ کی طرف منسوب کردہ خط کی اشاعت کا اپنی جانب سے ہونا ظاہر کیا ہے اور ساتھ ہی اس کا بھی اقرار ہے کہ اس خط سے حضرت مولانا دیو بندی رحمتہ اللہ علیہ کا کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ یہ خط میری جانب سے ایک صاحب نے شائع کرا دیا تھا۔اور یہ بھی لکھا ہے کہ اس سے پیشتر جناب کو ظاہر کرنا بعض مصالح مذہبی وملکی کے سبب اپنے نزدیک خلاف سمجھا۔اھ۔اب ملاحظہ فرمایئے کہ دعویٰ تو حضرت مولانا دیو بندی رحمتہ اللہ علیہ کے اتباع کا ہو رہا ہے اور ساتھ ہی ان پر افترا بھی کیا جا رہا ہے اور مخلوق خدا کو دھوکہ میں ڈالا جا رہا ہے۔اور ایک مدت مدید تک اس افتراء کا اخفا بھی کیا جاتا ہے اور اظہار بھی ہے تو

besturdubooks.wordpress.com

کس خوبصورتی سے کہ نہ کاتب کا پتہ نہ نشان۔کیا حضرت مولانا دیوبندی رحمتہ اللہ علیہ اس کو کسی طرح گوارا فرما سکتے تھے۔حضرت رحمتہ اللہ علیہ کی تو جس نے ایک دفعہ بھی زیارت کی ہے وہ بے ساختہ کہہ اٹھے گا۔ان هذا الا اختلاق۔

ساختہ حرف تلخ نماماں اس لب شیریں پہ یہ بہتان

یہ کڑوے حروف ہمارے بنائے ہوئے ہیں،اس شیریں گفتگو والے پر یہ بہتان ہے

خصوص جنہوں نے ان دونوں حضرات کے تعلقات اور باہمی اتفاق واتحاد کو دیکھا ہے ان کو تو اس میں جانب مخالف کا احتمال بھی نہ تھا۔اسی لئے انہوں نے اس کے اظہار کی کبھی ضرورت ہی نہ سمجھی۔مگر جب جہلاء کی زیادتی حد سے متجاوز دیکھی۔تو بعض حضرات نے اپنے معمولات کا اظہار بھی کیا چنانچہ ایک نمونہ اس کا وہ خط ہے جو النور نمبر ۹ و ۱۰ جلد ۵ بابت ماہ محرم و صفر ۱۳۴۴ھ میں بذیل مکتوبات حسن العزیز شائع ہوا ہے جس میں کاتب نے حضرت مولانا دیوبندی رحمتہ اللہ علیہ کا ایک ملفوظ نقل کیا ہے۔جس میں ایک مولوی صاحب کو اسی بناء پر تنبیہ فرمائی ہے کہ انہوں نے حضرت حکیم الامت دام ظلہم العالی کے خلاف شان کوئی کلمہ زبان سے نکالا تھا اور اسی میں یہ بھی ہے کہ حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے یہ بھی فرمایا کہ تمہیں یہ کس طرح معلوم ہوا کہ جو میرا خیال ہے وہ صحیح ہے اور حق ہے اور مولانا تھانوی کا جو خیال ہے وہ سراسر غلط ہے اور یہ بھی فرمایا کہ تم نے جس جس جگہ مولانا تھانوی کی نسبت کچھ کہا ہے وہاں وہاں مولانا تھانوی کی مدح اور تعریف کرو تا کہ اس کا تدارک ہو جائے۔اھ۔اب منصف مزاج حضرات خود فیصلہ فرمالیں کہ حضرت مولانا دیوبندی رحمتہ اللہ علیہ کو کس درجہ حضرت مولانا دام ظلہم العالی سے تعلق تھا۔اور مسائل مختلف فیہا میں اپنی رائے کو حضرت رحمتہ اللہ علیہ کس درجہ پر سمجھتے تھے۔اور تحریکات گزشتہ کے متعلق جو امور متجاوز عن الحدود حضرت مولانا دیوبندی رحمتہ اللہ علیہ کی طرف نسبت کئے جاتے ہیں وہ کہاں تک قابل یقین ہیں۔

ع قیاس کن زگلستانِ من بہار مرا

میرے گلستان سے میری بہار کا اندازہ لگا لے

اس خط میں بھی ان صاحب کا پورا پتہ درج نہیں تھا۔صرف دہلوی مقیم مراد آباد لکھا

besturdubooks.wordpress.com

تھا۔ اور اس خط میں بھی پتہ نہیں ہے اس لئے ہم بذریعہ اعلان ہذا عرض کرتے ہیں کہ کاتب نے جو حضرت حکیم الامۃ دام ظلہم سے صفائی قلب کی درخواست کی ہے اس سے اگر معافی مطلوب ہے تو وہ تو پہلے سے حاصل ہے کیونکہ حضرت حکیم الامت دام ظلہم ایک مستقل اعلان میں (جو ربیع الثانی ۱۳۳۹ھ میں شائع ہوا تھا اور اس کا حوالہ النور نمبر ۱۱ جلد ۲ میں بھی ہے) ایسے تمام عنایت فرماؤں کو معاف فرما چکے ہیں۔ یہ بات بھی اس زمانہ میں ہمارے علم میں صرف حضرت دام ظلہم العالی ہی میں پائی جاتی ہے کہ ایسے لوگوں کی خطاؤں کو بلا استدعا بھی معاف فرما دیتے ہیں حق تعالیٰ تادیر اس سایہ کو اپنے بندوں کے سر پر قائم رکھے کہ حق تعالیٰ کی ایک نعمت عظمیٰ ہے آمین بجاہ سید المرسلین۔ اور اگر مراد کاتب کی صفائی قلب ہے تو اس کا یہ طریقہ نہیں ہے بلکہ اپنا نام اور پورا پتہ وغیرہ ظاہر کر کے صفائی کا طریقہ خود حضرت دام ظلہم سے دریافت کریں یہ کیا کہ خطا تو علی الاعلان اور توبہ پوشیدہ السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ اور اگر حقوق العباد سے سبکدوش ہونا اور عذاب الٰہی سے جو حقوق العباد کی وجہ سے ہوگا بچنا چاہتے ہیں۔ اس میں جو بھی شرطیں حضرت والا دام ظلہم العالی لگا دیں جو کہ انشاء اللہ تعالیٰ سب مشروع ہوں گی ان کو بسر و چشم قبول کریں۔ انصاف تو کیجئے جس ذات کو حضرت والا دام ظلہم العالی خود اپنا بڑا اور بزرگ مانتے ہوں ان کی نسبت کسی کا یہ کہنا کہ وہ تم کو ایسا ایسا کہتے تھے گویا ناراض تھے۔ اور پھر اس قائل کا جھوٹا ثابت ہو جانا کیا یہ کچھ کم جرم اور دل آزاری ہے ذرا انصاف سے اپنی چھاتی پر ہاتھ رکھ کر دیکھئے کہ اگر کوئی آپ کے ساتھ ایسا کرے تو آپ پر کیا گزرے اور کیا آپ کا قلب صرف ایک خط آ جانے سے صاف ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ آپ بھی یہی کہیں گے کہ

بسالے ز جورت جگر خوں کنم — بہ یک ساعت از دل بروں چوں کنم

(بہت دفعہ میں تمہارے ظلم کی وجہ سے اپنے جگر کا خون کرتا ہوں جیسے ابھی اسی لمحہ اسے نکال باہر کر دوں گا۔)

اور یہ بھی دیکھنے کی بات ہے کہ اس خط کی وجہ سے جن لوگوں نے غیبتیں کر کے اور لعن طعن کر کے اپنا دین برباد کیا ہے صرف اس خط سے ان کی کیا اصلاح ہو سکتی ہے اگر یوں ہی

besturdubooks.wordpress.com

کلھیا میں گڑ پھوٹتا رہا تو ان سب کے ساتھ یہ کاتب صاحب بھی بوجہ سبب ہونے کے شریک گناہ ہیں کیا دین و دیانت اس کی اجازت دیتا ہے کہ اس طرح گناہوں کا انبار بڑھتا رہے اور اس کا کوئی تدارک نہ کیا جائے۔ اور جس طرح بغیر پورے پتہ وغیرہ کے اس زمانہ میں اکثر حضرات نے اس خط کو اصل خط اور اس کے تمام مضامین کو حضرت مولانا دیوبندی رحمتہ اللہ علیہ کی طرف منسوب سمجھ لیا تھا اسی طرح حضرت حکیم الامت دام ظلہم کو بھی حق تھا کہ اس خط کو بالکل صحیح سمجھ کر شائع فرماتے اور اس طلب صفائی سے خوش ہوتے (اور ایک یہی کیا اس شور کے کم ہونے کے بعد سے سینکڑوں خط طلب معافی کے آچکے ہیں اور آتے رہتے ہیں۔ جیسا کہ یہاں کے آنے جانے والے اس سے خوب واقف ہیں) لیکن چونکہ حضرت دام ظلہم کو خدا تعالیٰ نے وہ شان عطا کی ہے کہ مادح و ذام ان کی نظر میں دونوں برابر ہیں۔ اور للہیت کا غلبہ ہے اسی لئے کبھی ان خطوط کے شائع کرنیکا خیال بھی نہ ہوا اور باوجود خدام کے قصد اشاعت کے ہمیشہ منع فرما دیا۔ اور اس خط کے متعلق تو بغیر ثبوت شرعی اس کا بھی یقین نہیں کہ یہ خط اور اس کا مضمون صحیح بھی ہے۔ لہٰذا اس کی اشاعت کو تو کسی طرح بھی گوارا نہ فرماتے مگر چونکہ حکیم الامت بھی ہیں اور اس خط کی صحت و عدم صحت معلوم ہونے سے ہزاروں اللہ کے بندے دھوکہ سے بچتے تھے اور اس علم کا ذریعہ سوائے اس کے کچھ اور نہ تھا کہ اس کو شائع کیا جائے۔ اور اعلان کیا جائے کہ اگر خلیل صاحب دہلوی کی نظر سے یہ مضمون گزرے تو بمقتضائے تدین تمام من گھڑت مصالح کو ایک طرف کر کے اپنا پورا نام و نشان ظاہر کریں۔ اور اس خط کی حقیقت کو ظاہر کر دیں تا کہ ایک مخلوق دھوکہ سے نجات پاوے اور کاتب صاحب بھی حقوق العباد سے اگر بری ہونا چاہیں تو ہو سکیں اور جو لوگ خواہ مخواہ لعن و طعن میں مبتلا ہوئے یا ہوں وہ اگر اس کو یقین کر کے توبہ نہ کریں تو اس خط سے احتمال پیدا ہو کر ان کو کف لسان ہی کی توفیق ہو جائے ان مصالح اُمت کی وجہ سے اس کی اشاعت کو منظور فرما لیا ہے اس لئے ذیل میں بجنسہ درج کیا جاتا ہے۔ وباللہ التوفیق وھو خیر رفیق۔

besturdubooks.wordpress.com

نقل خط

(دہلی...... مخدوم مکرم بندہ حضرت قبلہ مدفیوضکم السلام علیکم)

پچھلے سالوں میں جو ایک خط حضرت مولانا دیو بندی علیہ الرحمہ کی طرف سے ہمدم وغیرہ میں میری جانب سے شائع ہوا تھا اس کے متعلق مجھ کو اتنا عرض کرنا ہے کہ گو میں حضرت مولانا صاحب کا بالکل ان خیالات میں مطیع ہوں اور ان تحریکات کا ہو بہو قائل۔ مگر بطور سچائی کے اب یہ ظاہر کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس خط کا اس ترتیب کے ساتھ بلکہ بعض بعض سوالوں کے جوابات سے خلاصہ یہ ہے کہ اس موجودہ خط سے مولانا کا کوئی تعلق نہیں یہ ایک صاحب نے میری جانب سے شائع کرا دیا۔ اس سے پیشتر جناب کو ظاہر کرنا بعض مصالح مذہبی وملکی کے اپنے نزدیک خلاف سمجھا۔ اب مجھے امید ہے کہ خدا اور رسول کے واسطے سے آنجناب میری اور شائع کنندگان کی صفائی کے ساتھ قلب صاف فرمالیں گے۔ اگر جناب نے ہر قسم کی کدورت قلب سے ہماری جانب سے نکال دی اور ہم کو کسی ذریعہ سے پتہ چل گیا تو انشاء اللہ کسی موقع پر خود حاضر ہو کر بالتفصیل اصل واقعات عرض کروں گا۔ فقط

طالب دعائے فلاح دارین آنحضرت کا نیاز مند خادم مذہب وملت خلیل

مہر ڈاک خانہ چاندنی چوک دہلی ۸۔ جنوری ۲۶ء

نقل لفافہ : تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

بخدمت شریف محترم بندہ حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

مہر ڈاک خانہ تھانہ بھون ۹۔ جنوری ۲۶ء)

اب اس خط کی عبارتوں پر ہم کچھ نوٹ کرنا نہیں چاہتے بلکہ مومن خاں مرحوم کا ایک شعر اس وقت یاد آ گیا ہے اس کو لکھ کر مضمون ختم کرتے ہیں۔

مسلمانو ذرا انصاف سے کہیو خدا لگتی ۔۔۔ تمہیں تقصیر اس بت کی کہ ہے میری خطا لگتی

ایک دوسری نظیر اخبار مبلغ دہلی نمبر ۷ جلد نمبر ۱ مورخہ ۲۱۔ جون ۲۳ء میں ایک مضمون

besturdubooks.wordpress.com

میں حکیم الامت دام ظلہم العالی کی طرف ایک خط کی نسبت کی گئی تھی کہ خدانخواستہ حضرت دام ظلہم نے ایک دوست کو لکھا ہے کہ موجودہ جنگ میں ترکوں کے ساتھ جس قدر اسلامی ہمدردی ہے اس کو سلب کرلیا جائے۔ الخ اور اڈیٹر صاحب نے اس خط کا مسودہ اپنے پاس ہونا لکھا تھا۔ اس پر اسی زمانہ سے آج تک مولوی نور محمد صاحب مدیر رسالہ صراط مستقیم حیدر آباد دکن نے اڈیٹر صاحب اخبار سے اس خط کے مسودہ کا بے حد مطالبہ کیا۔ چنانچہ اسی غرض سے حسب الایماء مولوی صاحب موصوف اس احقر کو بھی اڈیٹر صاحب کی خدمت میں حاضری کا موقعہ ملا۔ مگر مسودہ ہوتو نکلے اول تو اڈیٹر ملتے ہی نہیں اور اگر کبھی ملتے ہیں تو مسودہ ہی نہیں ملتا۔ اسی لیت ولعل میں تقریباً تین سال گزر چکے ہیں مگر مسودہ نہیں ملا انشاء اللہ قیامت تک بھی تلاش کریں گے تو نہ مل سکے گا۔ یہ افتراء بھی افتراء بالا کی نظیر ہے۔ ناظرین ایک نظیر سے دوسری نظیر کی بھی حالت سمجھ لیں خدا اس دوسرے مفتری کو بھی توفیق اظہار حقیقت کی بخشے تو پھر اس تدارک میں بھی اول کی نظیر ہو جائے۔ (مدیر)

مضمون سابع

(نوٹ: از مؤلف اشرف السوانح یہ مضمون تحریکات کے متعلق سارے اختلافات کے درجہ اور ان کے انجام بخیر کو ظاہر کرتا ہے جس پر حضرت حافظ علیہ الرحمۃ کا یہ شعر صادق آتا ہے۔

شکرِ ایزد کہ میانِ من و او صلح فتاد　　　حوریاں رقص کناں ساغرو پیمانہ زدند

(ترجمہ: اللہ کا شکر ہے کہ میرے اور اس کے درمیان صلح ہوگئی، حوریں رقص کرتے ہوئے صراحی و جام پیش کر رہی ہیں۔)

سبحان اللہ پرانے حضرات کے اختلافات بھی کیسے اصول صحیحہ کے موافق اور حدود شرعیہ کے اندر ہوتے تھے اور ان حضرات میں کس درجہ وسعت خیال اور صفت اعتدال ہوتی تھی اور کیسا انصاف تھا کہ حضرت والا سے خود ہی ابتداء بمصالحت فرمائی۔ آج کل کے اہل اختلاف کو ان کے طرز عمل سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔

اس رفع تشتت کے بعد متصل ہی حضرت والا نے اطمینانی حالت میں حیدر آباد دکن کا سفر فرمایا جہاں بغرض تبلیغ حضرت والا کو مدعو کیا گیا تھا۔ فقط

besturdubooks.wordpress.com

حکمت حقہ

(از رسالہ النور بابت ماہ ذی الحجہ ۱۳۴۱ھ)

یعنی

بگذر از ظن خطا اے بدگماں ان بعض الظن اثم را بخواں

(ترجمہ: اے برے گمان والے غلط گمان کو چھوڑ دے اور قرآن کی آیت اِنَّ بعض الظن اثم کو پڑھ۔)

کا ایک اہم مصداق

حضرات علماء مدرسہ دیو بند بارک اللہ تعالیٰ فی فیوضہم کے متعلق مختلف روایات اس احقر کے بارہ میں سننے میں آتی تھیں چونکہ بعض واقعات اس کے معارض بھی ظاہر ہوتے تھے چنانچہ اسی زمانہ میں جناب مہتمم صاحب کا اپنی صاحبزادی کی شادی میں یاد فرمانا اور احقر کے عذر کے بعد جناب نائب مہتمم صاحب کا محض ملاقات کے لئے یاد فرمانا جس سے وہ حضرات فضیلت سبقت وارد حدیث **خیر ھما الذی یبدا ء بالسلام** پر فائز اور اس کے جائز رہے۔ گو مجھ کو ان ارشادات کی تعمیل کی توفیق نہیں ہوئی۔ اس لئے بمقتضائے آیت **ولا تقف مالیس لک بہ علم و قولہ تعالیٰ فی الحجرات فتبینو ا** ان روایات پر وثوق نہ کر کے وسوسہ طبیعت کے ازالہ کے لیے یہ طریقہ اختیار کیا گیا کہ رسالہ موذی مرید حضرات کی خدمت میں بغرض تحصیل رائے متعلق موذی مذکور و احقر عدیم الشعور بھیجا گیا جس پر وہ جواب آیا جو النور بابت رمضان و شوال ۱۳۴۱ھ ہجری میں صفحہ الف و ب پر شائع ہوا ہے۔ اس کے بعد پھر تیسری بار حاضری کی تحریک فرمائی۔ اس پر احقر نے مجملاً روایت بعض حضرات کے تکدر کی اپنے عذر حاضری میں نقل کر دی۔ اس کے جواب میں جو خط آیا اس کے بعض جملے یہ ہیں۔ نمبر ا۔ یہاں بحمد للہ کسی کو انقباض و تکدر نہیں' نمبر ۲۔ اگر فی الواقع ایسا ہو بھی تب بھی مجھے جناب سے یہی توقع رکھنی چاہیے کہ اس عقدہ کو حل فرما کر جماعت کو انتشار و تشتت سے بچالیں۔ اگر غیر مناسب نہ ہو تو طیب و طاہر حاضر ہو جائیں۔

besturdubooks.wordpress.com

اور جناب کے ساتھ ہی یہاں واپس آویں اور اگر سر دست میری معروضات کے قبول کا وقت نہیں آیا تو پھر میں حاضر ہوں گا۔اس پر میں نے ان روایات کی کچھ مختصر تفصیل اور ان کی تحقیق کی جس کے جواب کے بعض جملے یہ ہیں ۔ یہ تو ظاہر ہے کہ باہم اکابر واصاغرو اوساط میں اختلاف رائے رہا اور ہے۔اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ان اختلافات کی وجہ سے باہم اعتراضات بھی ہوئے ۔ مجھے خود بھی جناب سے بعض رایوں میں اختلاف تھا۔لیکن الحمدللہ تنقیص وتوہین کوسننا بھی گوارانہیں کیا۔اختلاف آراء مسائل کی صورت میں اعتراض کرنا شرعاً مذموم نہیں سمجھا گیا۔ سب سے اول مشاجرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو دیکھا جائے کہ جلیل القدر صحابہ یہاں تک کہ عشرہ مبشرہ بلکہ خلفائے راشدین میں بوجہ اختلاف اعتراض کئے گئے ہیں بلکہ بعض اوقات سخت الفاظ استعمال کیے گئے ہیں ۔ یہاں تک کہ قتال کی نوبت پہنچ گئی لیکن یہ اسی حد تک تھا۔ جہاں تک اختلاف رائے کا تعلق تھا اور جب نفس ذات پر نظر جاتی تھی تو وہی اصل ارتباط معلوم ہوتا تھا۔حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ صدیقہ وحضرت طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہم کے واقعات موجود ہیں ۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک فرعی مسئلہ میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی نسبت سخت الفاظ استعمال فرمائے اس کے بعد ائمہ مجتہدین اوران کے اتباع کے اختلافات موجود ہیں ۔امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ ، حضرت امام اعظم پر اور ان کے متبعین پر سخت الفاظ میں اعتراض کرتے ہیں لیکن جب نفس ذات امام اعظم اور ان کے فضل وکمال پر نظر جاتی ہے تو غایت درجہ کا ادب کرتے ہیں ۔ یہاں تک کہ نماز صبح میں قنوت بھی ترک کر دیتے ہیں ۔اسی طرح امام شافعی اپنے استاد امام مالک پر سختی سے اعتراض کرتے ہیں یہ بھی بطور قاعدہ کلیہ کے ہے کہ اختلاف اگر چہ اصولی نہ ہوں فرعی ہوں حقیقی نہ ہوں لفظی ہوں مگر ابتداء میں بوجہ جوش و ہیجان ایک دوسرے کے خلاف جوشیلے الفاظ استعمال کر لیتے ہیں اور بسا اوقات یہ جزوی اختلاف فساد کی طرف منجر ہو جاتے ہیں مگر انجام کار سکون پیدا ہو جاتا ہے۔اشاعرہ وماترید یہ اصولاً متفق ہیں ۔صرف چند مسائل میں اختلاف کی وجہ سے کیسے کیسے خلاف ہوئے طعن و تشنیع کے دروازے کھلے۔نوبت بمخاصمت وتذلیل پہنچی مگر انجام جب صلح ہوئی تو معلوم ہوا

besturdubooks.wordpress.com

کہ اکثر اختلافات لفظی تھے اور جو بعض اختلاف حقیقی بھی تھے تو ان سے تضلیل وتفسیق ہوئی بجنسہ یہی حالت ہم لوگوں کی جناب کے ساتھ تھی ۔ اختلاف ضرور تھا۔ اعتراض بھی کرتے تھے لیکن جناب کی ذات سے وہی تعلق تھا۔ کسی نے حالت ناراضی میں کوئی لفظ بھی کہا تو وہ اس حالت کا اقتضاء تھا۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں اور ہم میں سے اکثروں نے بالکل احتیاط کا طریقہ رکھا اور اکثروں کا طریقہ یہ رہا کہ نفس مسئلہ میں اختلاف کے ساتھ جناب کی طرف سے مدافعت کرتے رہے۔ مثال کے طور پر مولوی حسین احمد صاحب کو خیال فرمالیا جائے کہ رسالہ بھی لکھا لیکن جناب کی ذات سے ان کا تعلق ویسا ہی رہا۔ معترضین کو بگڑ کر جواب دیتے رہے۔ یہ میں نے جو کچھ عرض کیا اس سے میری غرض یہ ہے کہ ایسے شدید ہیجان جوش اور اختلاف رائے کے وقت اگر کسی سے کوئی امر خلاف شان سرزد ہوا تو ایسی حالت میں کہ اصولاً سب متفق ہیں۔ اختلاف ہے تو صرف مصالح دینی کی بناء پر جس کے نزدیک جو جانب راجح معلوم ہوئی اس پر عمل کیا۔ تو میرے نزدیک اس میں زیادہ کنج وکاؤنہ کی جائے بلکہ اصول کو مدنظر رکھ کر عارضی اختلافات کو رفع کر دیا جائے۔ خلاصہ عرض یہ ہے کہ بہت سی روایات اور واقعات اصلی حالت میں نہیں پہنچے۔ اور اس میں شک نہیں کہ اختلاف پیدا ہوا اور اس کی وجہ سے شکوہ شکایت اور اعتراضات کی نوبت پہنچی لیکن بایں ہمہ یہ اعتراضات مخالفانہ یا معاندانہ نہ تھے بلکہ جیسا کہ اہل حق کی دو جماعتوں میں اکثر ہوا ہے تھے اکثر اختلافات کا مبنیٰ عزیمت و رخصت پر تھا۔ ایسی حالت میں باوجود اختلاف کے دینی تعلقات برابر قائم رہے اور ہیں۔ جن اکابر یا بالخصوص اصاغر کی طرف جناب کو خیال ہے۔ ان کی طرف بہت سی باتیں غلط طور پر منسوب ہوئیں۔ صورت حال ایسی تھی کہ جو کچھ روایت ہوا چسپاں ہو گیا اور اس میں کسی ایک جانب کی خصوصیت نہیں ہے۔ یہ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ تعلقات کبھی بھی منقطع نہیں ہوئے مجھے امید ہے کہ جناب ان روایات پر توجہ نہ فرماویں گے۔ اور میری نیازمندانہ عرض قبول فرما کر یہاں تشریف لانے کا قصد فرمائیں۔ فقط۔ والسلام۔ احقر حبیب الرحمٰن عفی عنہ از دیوبند ۱۲۔ ذی الحجہ ۱۳۴۱ھ اس پر احقر نے عرض کیا کہ قبول ارشادات پر کلام کو ختم کرتا ہوں اور دو سوال محض ناز سے اور کرتا ہوں۔

besturdubooks.wordpress.com

نمبرا۔ اگر دوسرے فریق کی طرف سے بعینہ یہی معاملہ حضرت دیو بندی رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ ہوا ہو کیا اس عذر سے وہ بھی منتفع ہو سکتا ہے۔ نمبر۲۔ اگر یہ تحریکات حد تمنا تک کامیاب ہو جائیں کیا اسی لطف وکرم کی ابتداء اس احقر کے ساتھ پھر بھی ہوتی۔ اس کا جواب آیا۔ نمبرا۔ فریقین نے اختلاف رائے کی وجہ سے اعتراض کئے توہین وتنقیص نہیں کی۔ اور نہ ان کا مقصود یہ تھا۔ تو دونوں اس حیثیت سے مساوی ہیں اگر معذور ہیں تو دونوں اگر نہیں ہیں تو دونوں۔ کوئی وجہ فرق نہیں۔

نمبر۲۔ اگر تمام تمنائیں پوری ہو جاتیں تو سچ عرض کرتا ہوں کہ اس سے زیادہ الحاح کے ساتھ ابتداء کرتا۔ الی آخرہ۔

حبیب الرحمٰن ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۴۱ھ۔ سہ شنبہ۔

اس کے بعد میں نے عذر کی کوئی گنجائش نہیں دیکھی۔ اور چہار شنبہ ہی کے روز دیو بند حاضر ہو گیا اور پنجشنبہ کو تمام دن لقاء احباب سے جانبین میں عید کا لطف حاصل رہا اور اس لطف کی تکمیل شب جمعہ کے ایک وعظ پر ختم ہوئی جس کی احقر کو فرمائش کی گئی (اس وعظ کا نام آداب التبلیغ ہے جو چھپ چکا ہے) اس سرور کے واقعات اور ان کے زمان وقوع کا اس شعر نے گویا نقشہ کھینچ دیا ہے۔

عید وعید وعید صِرنَ مجتمعه + وجهُ الحبيب (اشارة الى اسم حضرت الداعی) وشهرا لعيد (ذی الحجه) والجمعه (ليلة الوعظ)

اس صلح کی مسرت کے ساتھ ایک دوسری صلح کی مسرت نور علیٰ نور ہو گئی۔ یعنی زمان مکاتبت میں ایک عزیز کے خط میں یہ خبر نظر سے گزری آج ترکوں کا معاہدہ اپنے مخالفین سے مکمل ہو چکا اور دستخط ہو گئے۔ اھ۔ ان دو صلح کی مسرت کے ساتھ ایک تیسری چھوٹی سی صلح کی مسرت کا اور اضافہ ہوا یعنی قصبہ ہذا میں مسلمانوں کی ایک جماعت میں کچھ اور آویزش تھی۔ خط اخیر کے آمد ہی کے روز باہمی فیصلہ پر فریقین کی رضامندی گوش زد ہوئی جس سے ایک نور طبعی نے نورین کو انوار بنا دیا۔ اس اجتماع کا شکر ایک شعر میں ظاہر کر کے ختم کرتا ہوں۔

سرور فی سرور فی سرور ونور فوق نور فوق نور

للتاسع عشر من ذی الحجه

(یوم الجمعه ۱۳۴۱ھ ہجری کتبہ اشرف علی)

besturdubooks.wordpress.com

مضمون ثامن

رسالہ معاملة المسلمين فی مجادلة غير المسلمين

(از رسالہ النور نمبر ۱۱ جلد ۱۰ بابت ماہ ربیع الاول ۱۳۴۹ھ)

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ملک ہندوستان میں دوسرے ملک کی رہنے والی ایک غیر مسلم قوم حکمراں ہے اور اس کی رعایا میں دو جماعتیں ہیں ایک مسلم ایک غیر مسلم۔ غیر مسلم رعایا نے اپنی ایک قومی سیاسی مجلس بنائی جس میں کچھ مسلمان بھی شریک ہو گئے اور حکمران قوم سے آزادی حاصل کرنے کے لئے ذیل کی تدابیر اختیار کیں۔

نمبر ۱۔ حکومت کی قانون شکنی کی جائے گو وہ قانون فی نفسہ مباح ہی ہو یعنی اس کے ماننے سے کسی واجب کا ترک یا حرام کا ارتکاب لازم نہ آئے اور اگر اس پر حکومت تشدد کرے تب بھی مدافعت نہ کرے۔ نہ مقابلہ سے اور نہ قانون شکنی کے ترک کرنے سے۔ گو اس اصرار سے بعض اوقات ہلاکت تک کی بھی نوبت آ جائے حالانکہ قانون شکنی سے بچ کر اپنی جان کی حفاظت کر سکتے تھے۔

نمبر ۲۔ حکومت سے معاملات میں مقاطعہ کیا جائے یعنی نہ اس کی نوکری کریں اگرچہ جائز ہی نوکری ہو اور اگرچہ دوسرے ذرائع معاش کے فقدان سے نوکری نہ کرنے سے کتنی ہی تنگی ہو نہ اس کی تعلیم گاہوں میں تعلیم حاصل کی جائے اگرچہ وہ تعلیم مباح ہی ہو اور نہ اس کے ملک کی تجارتی اشیاء (خصوص پارچہ) خریدی جائیں۔

نمبر ۳۔ جن دوکانوں پر ایسی اشیاء کی تجارت ہوتی ہو ان پر پہرہ دار مقرر کئے جائیں کہ وہ خریداروں کو جس طرح بھی ممکن ہو روکیں۔ اول زبانی فہمائش سے اگر اس سے نہ مانیں تو ان کے راستہ میں لیٹ جائیں تا کہ وہ مجبور ہو جائیں اور اگر خرید چکے ہوں تو ان کو واپسی پر مجبور کریں گو دوکاندار خوشی سے واپس نہ کرے۔ اسی طرح دکاندار کو ایسی اشیاء کی تجارت بند کرنے پر مجبور کریں اگر وہ نہ مانے تو اس کو طرح طرح کی تدبیروں سے ضرر پہنچاویں دھمکیاں دیں گو اس دکاندار کے پاس اور کوئی ذریعہ معاش نہ ہو اور گو اس تجارت

besturdubooks.wordpress.com

کے بند کرنے سے وہ اوراس کے اہل وعیال بھوکوں مریں۔

نمبر۴۔اپنے رہبروں کی گرفتاری وغیرہ کے موقعوں پر ہڑتال کرادینا یعنی دوکانیں بند کرا دینا اگرچہ کسی کو دوکان بند کرنے سے فاقہ ہی کی نوبت آجائے اور جو شخص ان مقاطعات واحتجاجات مذکورہ نمبر۲ ونمبر۳ ونمبر۴ میں ان سے شرکت نہ کرے اس کو اذیت پہنچانے میں حتیٰ کہ بعض اوقات موقع پاکر زدوکوب کرنے میں بھی دریغ نہ کریں۔

نمبر۵۔ان مذکورہ پہروں اور ہڑتالوں میں بے پردہ عورتوں سے مدد لینا اگرچہ وہ جوان اور زینت سے آراستہ ہوں یعنی ان کا دوکانوں پر بے حجابانہ بیٹھنا اور سڑکوں پر پھرنا یا خرید وفروخت سے روکنا ہڑتال وغیرہ کی ترغیب دینا اوراس مقصود کے لئے اجنبی مردوں سے بے تکلف خطاب واختلاط کرنا اور ہاتھ جوڑ کر یا راستہ میں لیٹ لیٹ کر خریداروں کو مجبور کرنا جس سے بعضے غلبہ حیاء سے اور اکثر غلبہ شہوت سے متاثر ہو جاتے ہیں اوراس میں نگاہ اور قلب کا فتنہ تو یقینی ہے اور بعض اوقات اس سے آگے فحش افعال میں بھی ابتلاء ہو جاتا ہے۔

نمبر۶۔اگر کوئی گرفتار ہو جائے ان میں سے بعضے لوگ جیل خانہ میں مقاطعہ جوعی کرتے ہیں یعنی کھانا نہیں کھاتے یہاں تک کہ مر جاتے ہیں اور قوم میں ان کی مدح کی جاتی ہے۔

نمبر۷۔وقتاً فوقتاً جلسے کئے جاتے ہیں جلوس نکالے جاتے ہیں ان میں تلبیسی تقریریں کی جاتی ہیں بعض اوقات کنواری بیاہی نوجوان عورتیں بھی تقریر کرتی ہیں' خلاف شرع نظمیں پڑھی جاتی ہیں باجاوغیرہ بھی بجایا جاتا ہے۔

نمبر۸۔ان تحریکات کی غرض خوداس جماعت کے اقرار سے تو ایک ایسی حکومت کا قائم کرنا ہے جس میں عنصر غالب اس غیر مسلم جماعت کا ہوگا اور عنصر مغلوب جماعت مسلم کا۔مگر واقع میں یہ عنصر مغلوب بھی برائے نام ہی ہے۔اصلی غرض اس غیر مسلم جماعت کا تسلط ہے جس سے شعائر اسلام اور جماعت مسلمین ذاتاً یا مذہباً بالکل فنا ہو جائیں چنانچہ خوداس حکومت کا نظام مجوزہ اوراس جماعت کے معاملات وواقعات اور تقریرات وتحریرات اس پر کافی گواہ ہیں۔ چنانچہ تھوڑا ہی زمانہ گزرا کہ اس جماعت غیر مسلم نے عام مسلمانوں کو آزادی کی جدوجہد میں شریک کرنے اوران سے مدد لینے کے لئے ایک قرارداد منظور کی تھی جس سے

besturdubooks.wordpress.com

مسلمانوں کے مذہبی وقومی مصالح اور ملکی حقوق کا ایک حد تک تحفظ ہوتا تھا چنانچہ اس قرارداد کی وجہ سے مسلمان بہت کچھ مطمئن ہو گئے تھے لیکن بعد میں اس جماعت نے اپنی دوسری خالص مذہبی وقومی مجلس اعظم کے ایماء و ہدایت کے موافق اس قرارداد کو منسوخ کر دیا اس کارروائی سے ایک تو اس جماعت غیر مسلم کی نیت وارادہ کا اندازہ ہوتا ہے کہ وہ مسلمانوں کو اپنے زیر اثر اور مغلوب کر کے رکھنا چاہتی ہے اور یہ خطرہ یقینی ہو جاتا ہے کہ مسلمانوں کے مذہبی اور قومی معاملات میں اسلامی شریعت کے خلاف دست اندازی ہوا کرے گی جس کی مثال ساردا ایکٹ کی صورت میں پہلے سے موجود ہے۔ دوسرے اس جماعت غیر مسلم کے نقض عہد کی وجہ سے مسلمانوں کو آئندہ ان کے کسی عہد و پیمان پر اعتماد نہیں ہو سکتا۔

نمبر ۹۔ ان تدابیر کی تجویز و تعلیم و تنفیذ کا علمبردار ایک ایسے غیر مسلم کو قرار دیا گیا ہے جس کا مطمح نظر صرف اپنی قوم کا مفاد ہے اور مسلمانوں سے ان کو کوئی ہمدردی نہیں۔ چنانچہ اس کے مقاصد میں سے گاؤ کشی کا انسداد خود اس کے اقرار سے ثابت ہے جیسا کہ اخبارات میں مذکور ہے اور باوجود اس کے بعض مسلمان اس غیر مسلم کے ایسے مطیع و معتقد اور محبّ ہیں کہ جو اس کے منہ سے نکلتا ہے عمل میں بھی اس پر لبیک کہتے ہیں اور اس کے مقولہ کو قرآن و حدیث سے ثابت کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں اور اس کے محاسن نہایت جوش و خروش سے بیان کرتے ہیں اور کم سے کم ٹوپی ہی پہننے میں رغبت سے اس کے ساتھ تشبہ کرتے ہیں۔

نمبر ۱۰۔ اس جماعت غیر مسلمہ کے بعض احاد اپنی قوت بڑھانے کے لئے مسلمانوں کو شرکت کی اب بھی دعوت دیتے ہیں اور بعضوں کو اپنی قوت پر ایسا ناز ہے یا کسی مصلحت سے وہ قوت کا اظہار کرتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کی طرف التفات بھی نہیں کرتے مگر بعضے مسلمان گو بہت ہی قلیل ہیں ان کی طرف بڑھتے ہیں۔ پھر ان میں بعض مسلمان تو ظاہراً و باطناً ان کے تابع ہو کر اور بعضے برائے نام زبان سے تو اپنے استقلال کے مدعی ہو کر مگر عملاً ان کے تابع ہو کر ان کے ساتھ شرکت کرتے ہیں۔

یہ مجمل صورت ہے واقعات کی۔ اور تفصیل مشاہدات و مطالعہ اخبارات سے معلوم ہو سکتی ہے۔ اب ان واقعات کے متعلق سوالات حسب ذیل ہیں۔

besturdubooks.wordpress.com

الف:…… آیا یہ افعال مذکورہ شرعاً جائز ہیں یا نہیں اور جماعت مسلمین کو ایسے افعال کا ارتکاب جائز ہے یا نہیں۔ بالخصوص جماعت غیر مسلم کے تابع ہو کر، پھر خصوص جبکہ اس کا اثر کفر کی تقویت اور اسلام کا ضعف ہو جیسا کہ واقعات نمبر ۸، نمبر ۹ و نمبر ۱۰ سے ظاہر ہے۔

ب:…… اگر افعال ممنوعہ کے ساتھ کچھ افعال مباح بھی ہوں تو ان افعال مباحہ کے شامل ہونے سے آیا افعال ممنوعہ بھی مباح ہو جائیں گے یا مباح وغیر مباح کا مجموعہ غیر مباح رہے گا۔

ج:…… ایسی حکومت جو مرکب ہو جماعت مسلمہ و غیر مسلمہ سے۔ کیا وہ حکومت اسلامی ہوگی یا غیر اسلامی خصوص جبکہ قرائن قطعیہ سے ثابت ہو کہ اس حکومت میں ہمیشہ مقصود مصالح سیاسیہ ہوں گے اور جب کبھی ان مصالح میں اور مذہب میں تصادم و تزاحم ہوگا وہ مصالح ہی مقدم ہوں گے اور مذہب کو یا ترک کر دیا جائے گا یا اس میں تحریف کر کے ان مصالح پر منطبق کر دیا جائے گا بلکہ اس حکومت میں جس قسم کے مسلمان حصہ پا سکتے ہیں خود ان کے حالات سے بھی یہی ترجیح مصالح کی مذہب پر قریب قریب یقینی ہے جس کی تازہ نظیر امان اللہ خان کی حکومت کا رنگ ہے پھر غیر مسلم سے تو رعایت مذہب کی کیا توقع ہے۔ پس کیا ایسی حکومت کے لئے جو کہ مسلم و کافر میں مشترک ہو پھر مسلم بھی وہ جن کی حالت ابھی مذکور ہوئی کوشش کرنا جہاد ہے جس کی شرعی غرض اعلاء کلمۃ اللہ اور تقویت دین اور گو اب بھی حکومت غیر اسلامیہ ہے مگر کیا ان دونوں صورتوں میں کچھ فرق ہے یا نہیں کہ اب تو حکومت غیر اسلامیہ ہمارے اختیار سے نہیں اور وہ ہمارے اختیار سے ہوگی۔ نیز اس وقت کی حکومت غیر اسلامیہ اپنی رعایا کے مذہب کے قصداً ضرر نہیں پہنچاتی۔ اور وہ حکومت جو برائے نام مشترکہ اور در حقیقت غیر اسلامیہ ہوگی قصداً مذہب اسلامی کو ضرر پہنچاوے گی جس کے شواہد و مشاہد ہیں جو کہ روزانہ اخبارات میں بھی شائع ہوتے رہتے ہیں۔

د:…… اگر کسی ایک عالم یا علماء کی کسی جماعت نے افعال مذکورہ میں شرکت یا موافقت کا فتویٰ دے دیا خواہ کسی غرض فاسد سے خواہ خلوص کے ساتھ اجتہادی غلطی و حقیقت ناشناسی سے۔ یا فتویٰ کو تو افعال مباحہ کے ساتھ مقید کیا مگر مسلمانوں میں نظام نہ ہونے کی وجہ سے اور علماء میں قوت نہ ہونے کی وجہ سے یقینی ہو کہ وہ ان قیود کے ہرگز مقید نہ

besturdubooks.wordpress.com

ہوں گے اور ضرور افعال غیر مباحہ کے مرتکب ہوں گے بہر حال کسی صورت سے ایسا فتویٰ کسی نے دے دیا مگر اسی کے ساتھ بہت سے علماء اس فتویٰ میں متفق بھی نہ ہوں تو کیا سب مسلمانوں پر اس فتویٰ پر عمل کرنا واجب ہو جاتا ہے یا جس سے جس کو اعتقاد ہو اس کے فتوے پر عمل کر سکتا ہے اور کیا چند علماء کا خواہ وہ کثیر یا اکثر ہی ہوں (گو یہاں ایسا نہیں ہے) اتفاق کر لینا اجماع میں داخل ہو جائے گا جس کی مخالفت ناجائز ہوتی ہے۔

ہ:...... جو شخص ان تدابیر کو خلاف شرع سمجھ کر اس میں شرکت نہ کرے اس پر ملامت کرنا یا طعن کرنا یا اس کو بدنام کرنا یا اس سے بڑھ کر اس کو کسی قسم کی مالی یا بدنی اذیت و مضرت پہنچانا جیسا کہ بہت مواقع پر ہوا جائز ہے۔ المستفتی میاں محمد علوی زمیندار کرانہ

الجواب:...... (الف) یہ افعال شرعاً جائز نہیں اور مسلمانوں کو ایسے افعال کا ارتکاب جائز نہیں خصوص جبکہ غرض بھی وہ ہو جو سوال میں مذکور ہے اس وقت تو دو قبح جمع ہو جائیں گے ایک باعتبار حقیقت کے دوسرا باعتبار غایت کے چنانچہ ایک ایک کے متعلق لکھتا ہوں۔

(۱)...... حق تعالیٰ فرماتے ہیں ولا تلقوا بایدیکم الی التهلكة اور جس حالت میں اس قانون پر عمل کرنا شرعاً جائز ہو جیسا سوال میں مذکور تو بلاضرورت ایسی قانون شکنی کا انجام ہلاکت ظاہر ہے۔

(۲)...... یہ مقاطعہ بعض اوقات ترک واجب تک مفضی ہو جاتا ہے مثلاً کسی کے پاس بجز جائز نوکری یا کسی خاص تجارت کے دوسرا کوئی جائز ذریعہ معاش کا نہیں اور ادائے حقوق اہل وعیال کے لئے اس پر اکتساب واجب ہے تو اس مقاطعہ سے اس واجب کا ترک لازم آتا ہے اور ترک واجب معصیت ہے اور جن مقاطعات میں اس واجب کا ترک بھی لازم نہ آتا ہو مگر حکومت سے عداوت لازم آتی ہے۔ اور بلاضرورت شرعیہ ضعیف کے لئے جائز نہیں کہ قوی کو اپنا دشمن بنالے کہ اس میں بھی اپنے کو مصیبت میں ڈالنا ہے جس کی ممانعت آیت مرقومہ نمبر ا۔ میں گزری ہے اور یہ جب ہے کہ اس مقاطعہ کو واجب شرعی نہ سمجھا جائے اور اس پر دوسرے کو مجبور نہ کیا جائے۔ ورنہ واجب شرعی سمجھنا مصداق ہے یحرفون الكلم عن مواضعه کا اور مجبور کرنا ظلم واکراہ ہے جس کی حرمت ظاہر ہے۔

(۳)...... یہ واقعہ بھی متعدد گناہوں پر مشتمل ہے ایک مباح فعل کے ترک پر مجبور کرنا

besturdubooks.wordpress.com

کیونکہ بجز بعض خاص تجارتوں کے سب اشیاء کی خرید وفروخت کا معاملہ اہل حرب تک کے ساتھ بھی جائز ہے چہ جائیکہ معاہدین کے ساتھ فی شرح السیر الکبیر ج ۳ باب مایکرہ ادخاله دارالحرب الا انه لا باس بذلک فی الطعام والثیاب و نحوذلک لماروی ان ثمامة بن اثال الحنفی اسلم فی زمن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فقطع المیرة ان اهل مکة وکانو ایمتارون ههنا فکتبوالی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یسألونه ان یاذن له فی حمل الطعام الیهم فاذن له فی ذلک و اهل مکة یومئذ کانواحر بالرسول اللّٰه صلیٰ اللّٰه علیه وسلم فعرفنا انه لاباس بذلک الی قوله الا الکراء والسبی والسلاح۔ دوسرے بعد اتمام بیع کے واپسی پر مجبور کرنا اور زیادہ گناہ ہے کیونکہ بدوں قانون خیار کے یہ واپسی بھی شرعاً مثل بیع کے ہے جس میں تراضی متعاقدین شرط ہے۔ قال اللّٰه تعالیٰ ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارة عن تراضٍ منکم۔ تیسرے نہ ماننے والوں کو ایذاء دینا جو کہ ظلم محض ہے چوتھے اہل وعیال کو تکلیف پہنچانا کہ یہ بھی ظلم ہے پانچویں اگر اس کو واجب شرعی بتلایا جائے تو شریعت کی تغییر وتحریف ہونا جس کا مذموم ہونا نمبر ۳ میں گزر چکا ہے۔

(۴)......اس میں بھی وہی خرابیاں ہیں جو نمبر ۳ میں مذکور ہوئیں اور اگر ان احتجاجات مذکورہ میں شرکت نہ کرنے پر ایذا جسمانی کی بھی نوبت آ جائے تو یہ گناہ ہونے میں اضرار مالی سے بھی اشد اور منافی اقتضائے اسلام کے ہے۔ قال رسول اللّٰه صل اللّٰه علیه وسلم المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده والمومن من امنه الناس علی دمائهم واموالهم (جمع الفوائد للترمذی والنسائی وله وللبخاری وابی داؤد بدل والمؤمن الی آخره والمهاجر الخ۔ پھر ان مقاطعات پر مجبور کرنے میں یہ جابرین خود اپنے تسلیم کردہ قانون حریت کے بھی خلاف کر رہے ہیں ورنہ کیا وجہ کہ اپنی آزادی کی تو کوشش کریں اور دوسروں کی آزادی کو سلب کریں۔

(۵)......اس واقعہ کا نصوص حرمت زنا ومقدمات زنا کے منافی ہونا ظاہر ہے خصوص اس اعلان کے ساتھ جو کہ اس آیت کے عموم میں داخل ہے۔ ان الذین یحبون ان

besturdubooks.wordpress.com

تشیع الفاحشة فی الذین آمنو الھم عذاب الیم فی الدنیا والاخرة الایہ۔

(۶)......اس کا خودکشی اورحرام ہونا ظاہر ہے قال اللہ تعالیٰ ولا تقتلوا انفسکم وفی الھدایة کتاب الاکراہ فیاثم کما فی حالة المخمصة الی قولہ فکان اباحة لارخصة الخ وفی العنایة فامتناعہ عن التناول کامتناعہ عن تناول الطعام الحلال حتی تلفت نفسہ اوعضوہ فکان آثما آلخ۔اس روایت سے معلوم ہوا کہ جان بچانا اس درجہ فرض ہے کہ اگر حالت اضطرار میں اندیشہ مرجانے کا ہواور مردار کھانے سے جان بچ سکتی ہو اس کا نہ کھانا اور جان دے دینا معصیت ہے چہ جائیکہ طعام حلال کا ترک اوراس فعل کی مدح کرنے میں تو اندیشہ کفر ہے کہ صریح تکذیب ہے شریعت کی کہ شریعت جس فعل کو مذموم کہتی ہے یہ اس کومحمود کہتا ہے۔

(۷)......قال اللہ تعالیٰ وقد نزل علیکم فی الکتاب ان اذاسمعتم آیات اللہ یکفر بھا ویستھزأ بھا فلا تقعدوامعھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ انکم اذًا مثلھم۔اس آیت سے صاف معلوم ہوا کہ ایسے جلسوں اور جلوسوں کی شرکت جس میں خلاف شریعت تقریریں ہوتی ہوں اور علی الاعلان احکام شرعیہ کی مخالفت کی جاتی ہوصریح گناہ ہے بالخصوص جبکہ ان کو مستحسن بھی سمجھا جائے اوردوسروں کوبھی ترغیب دی جائے۔

(۸)......اس غرض کا مذموم ہونا ظاہر ہے اورایسی غرض کو کامیاب بنانے کی کوشش کرنا صریح اعانت ہے۔معصیت کی یا کفر کی جس کی حرمت منصوص ہے۔قال اللہ تعالیٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان الایہ۔

(۹)...... قال اللہ تعالیٰ ولا تطع منھم آثما اوکفوراوقال تعالیٰ یا ایھاالذین آمنو الا تتخذوابطانة من دونکم لا یألونکم خبالا ودواماعنتم قد بدت البغضاء من افواھم وما تخفی صدورھم اکبر قد بینا لکم الآیات ان کنتم تعلقون ھاانتم اولاء تحبونھم ولا یحبونکم الآیات وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا مدح الفاسق غضب الرب تعالیٰ واھتزلہ العرش رواہ البیھقی فی شعب الایمان (مشکوٰة) وقال تعالیٰ ولا ترکنو الی الذین

besturdubooks.wordpress.com

ظلموا فتمسکم النار الایه وقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم من تشبه بقوم فهومنهم رواه احمد و ابوداؤد (مشکوٰۃ) ان آیات واحادیث سے اس واقعہ کے اجزاء کا قبیح ومعصیت کا ہونا ظاہر ہے۔

(۱۰)......فی شرح السیر الکبیر باب الاستعانة باهل الشرک واستعانة المشرکین بالمسلمین ج۳ مانصه ولاباس بان یستعین المسلمون باهل الشرک علی اهل الشرک اذا کان حکم الاسلام هو(......) الی ان قال والذی روی ان النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم رای کتیبةً حسناء قال من هولاء فقیل یهود بنی فلان حلفاء ابن ابی فقال انا لا نستعین بمن لیس علی دیننا تاویله انهم کانوا اهل منعة وکانوا لا یقاتلون تحت رایة رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم و عندنا اذا کانوا بهذه الصفة فانه یکره الاستعانه لهم الی قوله و انما کره ذلک لانه کان معه سبعمائة من یهود بنی قینقاع من حلفائه فخشی ان یکونوا علی المسلمین ان احسوابهم زلة قدم فلهذا ردهم وفیه بعد ذلک حدیث الزبیر حین کان عند النجاشی فنزل به عدوه فابلی یومئذ مع النجاشی بلاء حسنا الی قوله ان النجاشی کان مسلما و بعد اسطر قلنا ان ظهر علی النجاشی لم یعرف من حقنا مکان النجاشی یعرف فاخلصنا الدعاء الی ان مکن اللّٰہ النجاشی اه. ملخصًا۔ اس روایت کا حاصل یہ ہے کہ کفار کے ساتھ ایسے معاملات میں شرکت کی جگہ اور کوئی امر شرعی مانع نہ ہو) شرط یہ ہے کہ وہ ہمارے تابع ہوں اور اگر وہ ہمارے تابع نہ ہوں خواہ متبوع ہوں یا دونوں قوت وعمل میں برابر ہوں تو ان کے ساتھ شرکت جائز نہیں جس کی وجہ بھی اسی روایت میں مذکور ہے کہ جب انہیں بھی قوت مستقلہ ہو تو شرکت میں اندیشہ ہے کہ جب مجموعی قوت سے ان کا مقابل مغلوب ہو جائے پھر وہ اپنی قوت سے مسلمانوں کو مغلوب کر سکتے ہیں اور اگر کہیں اس شرط کے خلاف ہوا ہے جیسے ایک غنیم کے مقابلہ میں نجاشی کی مدد حضرات صحابہ نے کی تو اس کی وجہ یا تو یہ ہے کہ نجاشی اس وقت مسلمان ہو گئے تھے یا یہ وجہ ہے کہ مسلمانوں کو حالت موجودہ میں کسی پناہ کی حاجت تھی

besturdubooks.wordpress.com

اور نجاشی بہ نسبت اس غنیم کے مسلمانوں کے لئے زیادہ مفید تھے۔ اس لئے اس موقع پر وہ شرط نہیں رہی یہ حاصل ہے روایت کا اب اس واقعہ کی حقیقت میں غور کرنے سے اس کا حکم اس روایت سے صاف ظاہر ہے وہ یہ کہ اگر مسلمان اس غیر مسلم طالب آزادی جماعت کے ساتھ شریک ہو جائیں تو یقیناً وہ مسلمانوں کے تابع نہیں ہیں بلکہ یا تو متبوع ہوں گے اور مسلمان ان کے تابع اور غالب یہی ہے اور یا دونوں برابر ہوں گے تو گو یہ احتمال بہت ضعیف ہے لیکن اگر ایسا بھی ہو تب بھی جواز شرکت کی جو شرط تھی کہ مسلمان متبوع ہوں وہ مفقود ہے اس لئے جواز بھی مفقود ہے اور جو وجہ عدم جواز شرکت کی روایت مذکورہ میں بیان کی گئی ہے کہ مسلمانوں سے کام نکال کر پھر خود مسلمانوں پر غالب آنے کی کوشش کریں یہاں اس کا خطرہ یقینی ہے یہ تفصیل تھی حرف الف کے جواب کی اب بقیہ جوابات عرض کرتا ہوں۔

ب...... اصولیین وفقہاء کا مسئلہ مسلمہ ہے۔ **ما اجتمع الحلال و الحرام الا و قد غلب الحرام** یعنی مجموعہ حلال وحرام کا حرام ہی ہوتا ہے اور یہی مسئلہ عقلی بھی ہے بلکہ اگر صاف جزو مباح ہی پر نظر کی جائے مگر وہ ذریعہ ہو جائے کسی مقصود غیر مباح کا سو بقاعدہ شرعیہ **مقدمة الحرام حرام** خود وہ جزو مباح بھی غیر مباح ہو جاتا ہے اس سے اس سوال کا جواب معلوم ہو گیا کہ مباح کے انضمام سے مجموعہ مباح نہ ہوگا اور بعض صورتوں میں خود وہ مباح بھی مباح نہ رہے گا۔

ج...... اسی اصل مذکور حرف ب کے مقتضاء سے ایسی حکومت بھی غیر اسلامی ہوگی خصوص جبکہ اس میں وہ خطرات ہوں جو اس سوال میں لکھے گئے ہیں پھر اس کے لئے کوشش کرنا جہاد کیونکر ہو سکتا ہے اس کو اعلاء کلمۃ اللہ وتقویت دین کون کہہ سکتا ہے۔ **فی جمع الفوائد سئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الرجل یقاتل شجاعة و یقاتل حمیة (للقوم اوالوطن مثلا) و یقاتل ریاء ای ذلک فی سبیل اللہ فقال من قاتل لتکون کلمة اللہ ھی العلیاء فھو فی سبیل اللہ للستة الا مالکا** اور جن دونوں قسم کی حکومتوں میں سوال میں نہایت وضوح وتفصیل سے دو فرق دکھلا کر حکم کا فرق پوچھا گیا ہے فرق ظاہر ہے اور نمبر ۱۰ کے جواب میں روایت سے جو قصہ نجاشی کا لکھا گیا ہے وہ ایسی ہی فرق پر مبنی ہے اور ایسی ہی وصف فارق پر حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ نے اپنے ایک فتویٰ کو مبنی فرمایا ہے جو ذیل میں منقول ہے

besturdubooks.wordpress.com

وھی ھذہ چونکہ قدیم سے مذہب اور قانون جملہ مسیحی لوگوں کا یہ ہے کہ کسی کی ملت اور مذہب سے پرخاش اور مخالفت نہیں کرتے اور نہ کسی مذہبی آزادی میں دست اندازی کرتے ہیں اور اپنی رعایا کو ہر طرح سے امن وحفاظت میں رکھتے ہیں لہٰذا مسلمانوں کو یہاں ہندوستان میں جو کہ مملوکہ ومقبوضہ اہل مسیحی ہے رہنا اور ان کا رعیت بننا درست ہے چنانچہ جب مشرکین مکہ معظّمہ نے مسلمانوں کو تکلیفیں اور اذیتیں پہنچائیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملک حبشہ میں جو مقبوضہ نصاریٰ تھا بھیج دیا اور یہ صرف اس وجہ سے ہوا کہ وہ کسی کے مذہب میں دست اندازی نہ کرتے تھے (از حصہ روئداد جلسہ ۵۲) مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور منعقدہ ۲۵۔ مارچ ۷۱ء) و تقیید الفتویٰ بالمذھب والرعیته اخرج اضرار بعضھم من لیس علی منتھم فی البلاد والشاسعة فماھو من اھل الحکومة لیس فی الملة وما ھو فی الملة لیس من اھل الحکومة اور اسی فرق کی تائید ایک دوسرے مسئلہ سے بھی ہوتی ہے جو کہ عقلی بھی ہے اور شرعی بھی وہ یہ کہ جہاں دونوں شقوں میں مفسدہ ہو مگر ایک میں اشد ایک میں اخف اشد سے بچنے کے لئے یا اس کو دفع کرنے کے لئے اخف کو گوارا کرلیا جاتا ہے کما قالو امن ابتلی ببلیتین فلیختروا اھونھما وقال النووی فی شرح مسلم فی حدیث بریرة مانصه والثانیة والعشرون احتمال اخف المفسدتین لد فع اعظمھا و احتمال مفسدة یسیرة لتحصیل مصلحة عظیمة علی مابیناہ فی تاویل شرط الولاء لھم۔اھ

د...... ایسا فتویٰ سب پر حجت نہیں ہر شخص کو جائز ہے کہ جس عالم سے عقیدت ہو اس کے فتوے پر عمل کرے بلکہ حالات مذکورہ سوالات پر نظر کرکے تو جواز شرکت کا فتویٰ دینے والوں کے قول میں اگر تاویل ہی کردی جائے غنیمت ہے۔ مثلاً یہ کہ ان کی نیت نیک ہوگی اور ان مفاسد پر نظر نہ ہوگی اور اس کو اجماع تو کسی طرح کہہ ہی نہیں سکتے۔ فی نور الانوار واھل الاجماع من کان مجتھد اصالحا الخ و الشرط اجتماع الکل وخلاف الواحد مانع کخلاف الاکثراہ وانظر الی بعض اقوال بعض المجتھدین خالفو افیھا الجم الغفیر من العلماء ولم یطعن فیھم بمخالفة الاجماع ومبناہ مانعیة خلاف الواحد۔

besturdubooks.wordpress.com

۵۔۔۔۔۔۔اول تو اگر جانبین میں صواب و خطا کا برابر بھی احتمال ہوتا تب بھی مسائل اجتہادیہ میں کسی ایک شق کو صواب سمجھنا اور دوسری شق کے اختیار کرنے پر ملامت کرنا مصداق ہے۔ **ومن یتعد حدود اللہ فقد ظلم نفسہ** کا اور یہاں تو اجوبہ مذکورہ پر نظر کر کے جانب منع راجح ہے پھر تو شریک نہ ہونے والے پر کسی قسم کی بدگمانی یا بدزبانی کرنے کا بدرجہ اولیٰ کسی کو حق نہیں **واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم واحکم**

کتبہ اشرف علی عاشر صفر ۱۳۴۹ھ

(نوٹ نمبر ۱)۔۔۔۔۔۔اس کے قبل دو بار مجھ سے ایک ایسی عبارت کے متعلق سوال کیا گیا جو میری طرف منسوب کر کے بدوں میرے علم کے شائع کی گئی تھی اول بار اس عبارت میں حوالہ بھی نہ تھا دوسری بار میں حوالہ تھا اب تیسری بار مستقل سوالات پیش کئے گئے چونکہ واقعات و حالات کے تبدل سے ہمیشہ جواب بدل جاتا ہے جس کا احتمال آئندہ بھی ہے اس لئے تینوں بار میں مختلف عنوان سے جواب دیا گیا گو معنون میں تعارض نہیں پس جوابوں کے تخالف حقیقی کا شبہ نہ کیا جائے اگر کچھ تخالف صوری ہے تو وہ سوالات کا ہے۔

(نوٹ نمبر ۲)۔۔۔۔۔۔یہ تحریر بالا تو خاص سوالات کا جواب تھا جو واقعات کے تابع ہیں چونکہ میرے پاس کوئی موثوق بہ ذریعہ تحقیق واقعات کا نہیں اس لئے احتیاطاً میں نے اپنے لئے طریق عمل وہ تجویز کیا ہے جو ایک خادم دین جماعت نے ایک دینی درسگاہ کے لئے تجویز کیا ہے۔ وھو ھذا بتصرف یسیر علماء امت و نیز لیڈران قوم باہم مختلف الرائے ہیں۔ ہر ایک جماعت اپنے علم و تحقیق یا اغراض کے مطابق واقعات کو ملک کے سامنے پیش کر رہی ہے اور حالات بسرعت واقعات کے ساتھ تبدیل ہو رہے ہیں اس صورت میں کسی ایک واقعہ خاص کو پیش نظر رکھ کر رائے قائم کرنا شرعی نقطہ نظر سے دشوار ہے اس لئے سیاسی مسائل میں جب تک کسی قطعی فیصلہ کی شرعی ضرورت داعی نہ ہو سکوت ہی بمصلحت سمجھا گیا ہے پس اس درسگاہ کا جماعتی مسلک مختصر الفاظ میں ہمیشہ یہ رہا اور ہے کہ اس نے نہ اعلان حق میں کبھی دریغ کیا اور نہ عمل میں کبھی نمائش اور ہنگامہ آرائی کو دخل دیا اس کی جماعت جس طرح شورش پسند نہیں ہے اسی طرح کسی اثر سے متاثر ہو کر کتمان حق کرنے والے بھی نہیں ہے یہ

besturdubooks.wordpress.com

اس کا قدیم جماعتی مسلک ہے جس پر کسی انفرادی یا شخصی عمل کی ذمہ داری نہ کبھی پہلے عائد ہوئی ہے نہ اب ہوسکتی ہے۔ ۴۔ ذی الحجہ ۴۸ھ و ۱۴۔ محرم ۴۹ھ

(نوٹ نمبر ۳)...... چونکہ اس مضمون کی ایک معتدبہ مقدار ہوگئی اس لئے حسب معمول بمناسبت مضمون کے اس کا ایک لقب بھی تجویز کر دیا۔ **معاملة المسلمين في مجادلة غير المسلمين**۔ اشرف علی عفی عنہ

مضمون تاسع

(از رسالہ ذکر محمود یعنی مختصر تذکرہ حضرت شیخ المحدثین مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہ العزیز مولفہ حضرت صاحب سوانح مدفیضہ)

ذکر (۲۳) یہ میری کوتاہی ہے یا کم ہمتی کہ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں مکاتبت کا بہت ہی کم اتفاق ہوا اور جو بعض اوقات اس کی نوبت بھی آئی اور اس کا جواب بھی بالالتزام عطا ہوا تو ان کی حفاظت کا کچھ التزام نہیں ہوا اس وقت کل تین والا نامے محفوظ یاد آتے ہیں ایک تو تفسیر کے متعلق ایک سوال کے جواب میں ہے جو تتمہ جلد رابع فتاوی امدادیہ ص ۳۳۶ میں مطبوع ہوگیا ہے وہاں ملاحظہ فرمالیا جائے اور دو معمولی مضمون کے ہیں ان کو ذیل میں برکت کے لئے نقل کرتا ہوں۔ حضرت کے مذاق تواضع وشفقت پر دلالت کے لئے یہ بھی دو شاہد عدل سے کم نہیں ہیں۔

سراپا فضل وکمال شرفکم اللہ تعالیٰ وجعلکم فوق کثیر من الناس' السلام علیکم ورحمتہ اللہ۔ بارہا آپ کی خیریت معلوم ہونے کا داعیہ پیدا ہوا اور ایک دو دفعہ بعض آئندگان کی زبانی آپ کی خیریت معلوم بھی ہوئی اللہ تعالیٰ آپ کو مع جملہ متعلقین خیریت سے رکھے اس وقت ایک صاحب بنگالی مسمی عبدالمجید سے ملاقات ہوئی جو ہندوستان واپس ہورہے ہیں اور جناب کی خدمت میں حاضر ہونے کا قصد رکھتے ہیں۔ یہ موقع غنیمت معلوم ہوا اس لئے یہ عریضہ روانہ کرتا ہوں۔ بندہ مع رفقاء بحمداللہ اس وقت تک بالکل خیرت اور اطمینان سے ہے شروع رجب میں مکہ معظمہ حاضر ہوگیا تھا اس وقت تک یہیں حاضر ہوں مجھ کو امید ہے

besturdubooks.wordpress.com

کہ فلاح وحسن خاتمہ کی دعا سے اس دور افتادہ کو فراموش نہ فرماویں گے آئندہ قیام کی نسبت ابھی کچھ عرض نہیں کرسکتا۔ مولوی شبیر علی[1] صاحب، مولوی محمد ظفر صاحب مولوی عبداللہ صاحب وغیرہ حضرات سے سلام مسنون فرمادیجئے۔ مولانا مولوی محمد یحییٰ صاحب، مولانا قمر الدین صاحب کی وفات سے افسوس برافسوس ہے۔ انا للہ، رحمہما اللہ تعالیٰ، والسلام علیکم وعلی من لدیکم فقط بندہ محمود عفی عنہ مکہ معظمہ ۱۲ محرم چہار شنبہ منشی رفیق احمد صاحب کی خدمت میں سلام خدا کرے ان کا رسالہ روبترقی ہو۔

معدن حسنات وخیرات دام ظلکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، نامہ سامی موجب مسرت وامتنان ہوا جو ہوا کرمین ومخلصین کی ادعیہ مقبولہ کا ثمرہ ہے ادام اللہ فیوضہم وبرکاتہم احقر اور رفقاء ومتعلقین بحمداللہ خیریت سے ہیں سب کا سلام مسنون قبول ہو۔ والسلام علیکم وعلےٰ من لدیکم فقط۔ بندہ محمود عفی عنہ از دیوبند دوم شوال روز یکشنبہ

ذکر (۲۴)...... حضرت کے انصاف اور حق پرستی اور رعایت دین کا نمونہ ایک قصہ سے واضح ہوتا ہے ایک قصبہ میں ایک رئیس اور عالم کے یہاں جو اپنے ہی مجمع کے ہیں ایک تقریب تھی احقر بھی اس میں مدعو تھا اور حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ بھی اور دیگر حضرات بھی وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ رسوم بدعت میں سے کوئی رسم وہاں نہیں اور کیونکر ہوتی جب کہ صاحب تقریب خود بدعت سے مانع تھے مگر عام برادری کی دعوت تھی جس کو میں بنا بر تجربہ رسوم تفاخر میں سے سمجھتا ہوں اور جن اکابر پر حسن ظن غالب ہے وہ اس میں توسع فرماتے ہیں چنانچہ اسی تفاوت کا یہ اثر ہوا کہ میں تو بلا شرکت واپس آ گیا اور دیگر حضرات نے شرکت فرمائی۔ خود اپنے ہی مجمع میں اس کا مختلف عنوانوں سے بڑا غوغا ہوا اور مجھ سے تو جب اس اختلاف کے متعلق کسی نے سوال کیا میں نے تو بزرگوں کے ادب کی رعایت ہی مدنظر رکھ کر جواب دیا مگر عجیب بات یہ ہے کہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے بھی جو بعض نے سوال کیا تو باوجودیکہ حضرت کے ذمہ اس احقر کی رعایت کی کون ضرورت تھی لیکن جو جواب عطا فرمایا اس میں جس درجہ رعایت ہے وہ قابل غور ہے وہ جواب یہ تھا کہ واقعی بات یہ ہے کہ عوام

---

[1] ذکر میرا مجھ سے بہتر ہے کہ اس محفل میں ہے ۱۲ احقر مدیر النور

besturdubooks.wordpress.com

کے مفاسد کی جس قدر فلاں شخص (یعنی احقر) کو اطلاع ہے ہم کو اطلاع نہیں اس لئے اہل نے احتیاط کی حقیقت یہ ہے کہ ع بریں نکتہ گر جاں فشانم رواست۔ (ترجمہ: اگر میں اسی ایک نکتہ پر جان قربان کروں تو مناسب ہے۔) یہ جواب مجھ سے بعض ثقات نے نقل کیا۔

ذکر (۲۵)......اسی قصہ مذکورہ متصلہ کی نظیر اسی انصاف اور حق پرستی اور رعایت کا نمونہ یہ قصہ بھی ہے (اور اس وقت اسی پر اس ذکر محمود کو ختم بھی کر دوں گا) کہ حضرت مولانا رحمتہ اللہ علیہ جب مالٹا سے تشریف لائے تو بعض خاص اسباب سے بعض خاص معاملات میں بعض خاص خیالات ظاہر فرمائے اور اعلاناً وعملاً ان میں حصہ لیا جس کا مبنیٰ محض خلوص کے ساتھ اسلام و اہل اسلام کی خدمت تھی چونکہ وہ مسائل اجتہادی تھے جن میں شرعاً گنجائش اختلاف کی ہوتی ہے اور ان میں بعضے پہلو دنیوی و دینی خطرات بھی رکھتے تھے جو شرعاً واجب التحرز تھے بعض اہل علم نے ان خطرات اور مضرات پر نظر کر کے ان تحریکات میں رایاً وعملاً شرکت نہیں کی اور احقر کا خیال بھی ان ہی علیحدگی رکھنے والوں کے موافق تھا اور اس علیحدگی کو اکثر اہل محبت مفرطہ نعوذ باللہ حضرت کی مخالفت سمجھتے تھے مگر خود حضرت کی یہ کیفیت تھی کہ جب میں زیارت کے لئے دیوبند حاضر ہوا تو میرے ساتھ میرے ایک دوست بھی تھے جو ضلع اعظم گڑھ کے رہنے والے اور حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے شاگرد تھے وہ مجھ سے کہتے تھے کہ میں نے حضرت سے عرض کیا کہ اشرف اس وقت آیا ہوا ہے اگر ان امور میں گفتگو فرما لیجئے تو شاید رائے متفق ہو جائے۔ ارشاد فرمایا کہ نہیں مناسب نہیں جو شخص اپنا لحاظ کرتا ہے اس سے ایسی گفتگو کرنا مناسب نہیں۔ نیز گفتگو سے رائے نہیں بدلا کرتی واقعات سے بدلا کرتی ہے اللہ اکبر اس انصاف و رعایت کی کچھ حد ہے۔

نیز ایک صاحب اسی مضمون کے متعلق کہتے تھے کہ وہ دیوبند حاضر تھے بعض لوگ اس احقر کی شکایتیں ان معاملات میں کر رہے تھے۔ حضرت نے سن لیا فرمایا کہ افسوس تم ایسے شخص کی شکایتیں کرتے ہو جس کو میں ایسا ایسا سمجھتا ہوں (یہاں بعض الفاظ میری شان سے بہت ارفع ہیں اس لئے میں نے ان کو نہیں لکھا کہ چہ نسبت خاک را با عالم پاک) اور یہ بھی فرمایا کہ جو کچھ کر رہا ہوں کیا مجھ پر وحی نازل ہوئی ہے میری ایک رائے ہے سو اس کی (یعنی

besturdubooks.wordpress.com

احقر کی) بھی ایک رائے ہے اس میں اعتراض وشکایت کی کیا بات ہے۔

نیز بعضے لوگوں نے حضرت رحمتہ اللہ علیہ کو ان ہی تحریکات کی تقویت کے لئے تھانہ بھون لانا چاہا اور درخواست کی تو ایک شخص کہتے تھے کہ حضرت نے یہ جواب دیا کہ وہاں فلاں شخص (یعنی احقر) موجود ہے میرے جانے سے اس کو تنگی ہوگی کیونکہ موافقت تو اس کی رائے کے خلاف ہوگی اور عدم موافقت سے شرمائے گا۔ اس لئے[1] وہاں نہیں جاتا۔ سبحان اللہ اللہ اکبر میں تو اکثر اوقات اپنے بزرگوں کے ایسے کمالات پیش کر کے دوسری جماعتوں کو خطاب کر کے کہا کرتا ہوں۔

اولئک اٰبائی فجئنی بمثلھم ‌ ‌ ‌ اذا جمعتنا یاجریز المجامع

مضمون عاشر

(درخلاصہ معاملات تحریکات بعنوان لطیفہ)

مضمون متعلق بعض معاملات بجواب بعض سوالات ملقب بہ الامتناع عن السباع

خوشتر آں باشد کہ سر دلبراں ‌ ‌ ‌ گفتہ آید در حدیث دیگراں

(ترجمہ: اچھا یہی ہے کہ محبوبوں کے راز دوسروں کی باتوں میں کہے جائیں)

تین رفیق سفر کر رہے ہیں کسی مقام پر پہنچ کر دیکھا کہ عین راستہ پر ایک شیر کو تین چار بھیڑیئے لپٹ رہے ہیں اور راستہ بند ہے ان کے پاس کوئی ہتھیار وغیرہ نہیں البتہ ان کے سامنے اینٹیں پتھر پڑے ہیں ان تینوں میں اختلاف رائے ہوا اور رائے کے اختلاف سے عمل میں اختلاف ہوا ایک کی رائے ہوئی کہ شیر کی امداد کرنا مناسب ہے اگر یہ غالب آ گیا تو طبعاً اس احسان سے متاثر ہو کر مجھ سے مزاحمت نہ کرے گا اور میں اطمینان سے اپنے راستے پر چلا جاؤں گا۔ یہ خیال کر کے اینٹوں سے بھیڑیوں کو مارنا شروع کیا دوسرے کی یہ رائے ہوئی کہ شیر اکیلا بھیڑیئے متعدد ہیں غالباً غلبہ انہی کو ہوگا اگر ان کی نصرت کی تو طبعاً اس احسان سے متاثر ہو کر مجھ سے مزاحمت نہ کریں گے اور میں امن وامان کے ساتھ اپنے راستہ پر چلا جاؤں گا یہ خیال کر کے اینٹوں سے شیر کو مارنا شروع کیا تیسرے کی یہ رائے ہوئی

---

[1] اسی طرح ایک موقع پر یہ ارشاد فرمایا کہ تم کیوں بار بار اس پر اعتراض کرتے ہو وہ بھی دین کا ایک کام کر رہا ہے ۱۲

besturdubooks.wordpress.com

کہ اینٹیں نہ شیر کی مدافعت کے لئے کافی ہیں نہ بھیڑیوں کے لئے کافی ہیں اور ایسی حالت میں اگر منصور مغلوب ہو گیا تو غیر منصور کو خواہ مخواہ چھیڑ کر اپنا دشمن بنایا اور اگر غالب بھی ہو گیا تب بھی جانور سے جس کی طبیعت عقل پر غالب ہے کیا توقع ہے کہ احسان سے متاثر ہو کر رعایت کرے گا موقع پا کر وہ بھی طبعاً مزاحمت کرے گا اس لئے بہتر یہ ہے کہ جب تک قابل اطمینان اپنے پاس مدافعت کا سامان نہ ہو کسی کی نصرت نہ کی جائے بلکہ جس طرح ممکن ہو اپنی حفاظت کی کوشش کی جائے پھر خواہ غلبہ کسی کو ہو ممکن ہے کہ ہمارے عدم تعرض کے سبب یہ بھی تعرض نہ کرے اور اگر تعرض ہی کیا تو اس کا افسوس نہ ہوگا۔ کہ ہم نے خواہ مخواہ خود چھیڑ کر اپنا دشمن بنایا اس لئے یہ دونوں سے علیحدہ ہو کر اپنی حفاظت میں مصروف ہو گیا اور جس طرح بن پڑا ان کی زد سے سکوت وسکون کے ساتھ نکل گیا اور دور سے چکر کاٹ کر اسی راستہ پر جا پڑا اب آگے اس کی قسمت کو وہ شیر اور بھیڑیئے وہاں بھی پہنچ گئے یہ تین جدا جدا طریقے ہیں جن کو ان تین شخصوں نے اپنے لئے اختیار کیا اگر ان لوگوں نے قوانین عقلیہ کی مخالفت نہ کی اور نیت بھی کسی کی فاسد نہ ہو تو کسی شخص پر کوئی عقلی ملامت نہیں ہو سکتی اور اگر کسی شخص کو اس کے مجوزہ طریق کا مضر ہونا صحیح دلیل سے بتلا دیا جائے اور اس کے پاس کوئی معقول جواب بھی نہ ہو اور وہ پھر بھی اسی پر مصر رہے تو پھر وہ ضرور مستحق ملامت ہوگا۔ یہ مثال ہے بعض خاص معاملات اور اراء کی واللہ اعلم میزان الکل مضمون بروایت بعض شعراء مجنون ؀

جبکہ دو موذیوں میں ہو کھٹ پٹ　　　اپنے بچنے کی فکر کر جھٹ پٹ

۲۷۔ شعبان ۱۳۵۱ھ یوم دوشنبہ

عود الی السابق

نقول بالا سے ناظرین کرام نے بخوبی اندازہ فرمالیا ہوگا کہ سیاسی تحریکات میں حضرت والا کا مسلک کس درجہ مصالح دینیہ ودنیویہ پر مبنی تھا جس کا حاصل یہ تھا کہ حضرت والا کے نزدیک حالات حاضرہ میں اس قسم کی تحریکات نہ شریعت کے مطابق ہیں نہ مصلحت کے رہا یہ سوال کہ پھر مسلمانوں کی بہبودی کے لئے کون سا طریق عمل اختیار کیا جائے۔ اس کے

besturdubooks.wordpress.com

لئے حضرت والا نے ایک نہایت ہی مفید رسالہ حیوٰۃ المسلمین تصنیف فرمایا جس کے سہل اور جامع بنانے میں حضرت والا نے اتنی مشقت اٹھائی کہ اتنی کسی تصنیف میں نہیں اٹھائی۔ یہ رسالہ بہت مقبول ہوا اور بعضے انجمنوں نے بھی اس کو عام طور سے شائع کیا اور بہت سی زبانوں میں ترجمہ ہوا ہے جیسا کہ تفصیل اعتناء اہل علم بتالیفات حضرت صاحب سوانح سے معلوم ہوگا جو فہرست تالیفات کے بعد ہے۔ یہ رسالہ کتب فروشوں کے یہاں سے مل سکتا ہے پھر اس رسالہ حیوٰۃ المسلمین کا ایک مکمل نظام عمل بھی تجویز فرما کر صیانۃ المسلمین عن خیانۃ غیر المسلمین کے نام سے شائع فرمادیا عمل کرنا نہ کرنا دوسروں کے قبضہ کی بات تھی۔

اس نظام عمل کو بلفظہ یہاں نقل کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس سے فائدہ اٹھانے کی توفیق بخشے وہ نظام عمل یہ ہے۔

صیانۃ المسلمین عن خیانۃ غیر المسلمین

(از النور بابت ماہ جمادی الثانی ۱۳۴۹ھ)

امابعد الحمد والصلوٰۃ فعن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ عنہ قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم المؤمن القوی خیر من المؤمن الضعیف و فی کل خیر الحدیث رواہ مسلم آج کل مسلمانان ہند جن پریشانیوں میں مبتلا ہیں ان میں دو طریق مشروع ہیں ایک ضعفاء کے لئے کہ سکوت محض سے کام لیں نہ حفاظت کا کوئی سامان کریں نہ مدافعت کا اہتمام کریں دوسرا اقویاء کے لئے کہ حفاظت و مدافعت کی تدبیر کریں اپنے لئے بھی اور اپنے مسلمان بھائیوں کے لئے بھی۔ اور حدیث بالا سے جس طرح دونوں طریق کا جواز معلوم ہوتا ہے اسی طرح دوسرے طریق کی ترجیح بھی معلوم ہوتی ہے اور حفاظت کا محل دو چیزیں ہیں ایک دین اور اصل یہی ہے دوسرے دنیا اس کی حفاظت کی فضیلت بھی مع فضیلت حفاظت دین کے اس حدیث سے ثابت ہے ومن قتل دون مالہ فھو شھید و من قتل دون دمہ فھو شھید ومن قتل دون دینہ فھو شھید

---

[۱] یعنی مسلمانوں کو جو کسی بیوفا غیر مسلم قوم سے کچھ دنیوی یا دینی ضرر پہنچتا ہو یا پہنچنے والا ہو اس ضرر سے اپنی حفاظت کے لئے ایسے ذرائع بتلانے والا رسالہ جو شرعاً و قانوناً جائز ہوں ۱۲

besturdubooks.wordpress.com

و من قتل دون اهله فهو شهيد (جمع الفوائدعن اصحاب السنن) اور یہ امر تجربہ سے ثابت ہے کہ اکثر افراد حفاظت کے خصوص دوسروں کی مطلقاً حفاظت اور اپنی دنیا کی حفاظت کے افراد عادۃً موقوف ہیں قوت اجتماعیہ اور اتفاق منظّم پر اس لئے حفاظت کی ضرورت داعی ہوگی اجتماع و اتفاق و تنظیم مذکور کی طرف اور ہمارے بھائیوں میں یہ قریب قریب مفقود ہے۔ اسی لئے ہر مسلمان بجائے خود اپنے کو تنہا دیکھ کر اپنے ضعف سے پریشان ہے ورنہ اہل باطل کے مقابلہ میں اہل حق کی پریشانی کا احتمال ہی نہیں ہوسکتا اور اگر کہیں برائے نام تنظیم ہے تو اس سے محض اغراض دنیویہ مقصود ہیں بلکہ اکثر تو دین کو ان اغراض میں مخل سمجھ کر قصداً اس سے اعراض کرتے ہیں ایسی بیچارگی کے وقت میں رحمۃ الٰہیہ نے دستگیری فرمائی کہ بعض بندوں کے قلوب میں ایسی تنظیم کی ضرورت اور عملی صورت لقا فرمائی جس سے دین اصالۃً اور دنیا تبعاً محفوظ رہ سکے۔ اس لئے ہم چند خدام اسلام نے اس تنظیم کی غرض سے ایک مجلس قائم کی اور چونکہ ہر عمل میں تحقیق حکم شرعی کی ضرورت ہے اس لئے اس کی دفعات کے متعلق فتویٰ شرعی بھی حضرت مولانا مولوی محمد اشرف علی صاحب مدظلہم العالی سے حاصل کیا جو ذیل میں منقول ہے اور چونکہ اس کی ضرورت ہر مقام پر عام ہے اس لئے دیگر اہل اسلام کے نفع کی غرض سے اس کو شائع بھی کیا جاتا ہے اگر مقامی مصلحت سے اس میں کہیں جائز کمی بیشی کرلی جائے اس کا مضائقہ نہیں۔

سوال...... کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بات میں آج کل مسلمانان ہند جن پریشانیوں میں مبتلا ہیں اور آئندہ اس سے زیادہ مبتلا ہونے کا خطرہ ہے ان سے خود محفوظ رہنے اور دوسرے بھائیوں کو محفوظ رکھنے کے لئے ایک جماعت نے ایک مجلس قائم کرنے کا ارادہ کیا ہے جس کی دفعات حسب ذیل ہیں اب سوال یہ ہے کہ یہ دفعات شریعت مطہرہ کے خلاف تو نہیں تاکہ ایسی دفعہ کو بدل کر شریعت کے موافق کرلیا جائے وہ دفعات یہ ہیں۔

(نمبر۱) احکام شرعیہ پر پورے اہتمام سے عمل کرنا اور جن اعمال پر قدرت نہ ہو ان میں معذور رہی ہے۔

(نمبر۲) دوسروں کو ان احکام کی اور ان کی پابندی کی تبلیغ کرنا۔

(نمبر۳) خصوص احکام ذیل جن کو خاص دخل ہے حفاظت مقصودہ میں وہ احکام یہ

besturdubooks.wordpress.com

ہیں۔ اسلام پر قائم رہنا' علم دین سیکھنا اور سکھلانا۔ قرآن مجید کا پڑھنا پڑھانا' اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت درجہ عشق میں رکھنا' تقدیر پر ایمان لانا اور خدا تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا۔ دعا مانگنا' نیک لوگوں کے پاس بیٹھنا اور جو ان میں گزر گئے ہیں۔ ان کے اچھے حالات کی کتابیں پڑھانا یا سننا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کا پڑھنا یا سننا۔ مسلمانوں کے حقوق کا خاص خیال رکھ کر ادا کرنا اپنی جان کے حقوق ادا کرنا' اس میں یہ بھی داخل ہے کہ حکام کا مقابلہ نہ کریں بلکہ تہذیب سے اپنی تکلیف کی اطلاع کریں اگر حسب مرضی انتظام نہ ہو صبر کریں اور اگر کسی مخالف کی طرف سے کوئی شورش ہو تو حکام ہی کے ذریعہ سے اس کی مدافعت کریں پھر خواہ وہ خود انتظام کر دیں خواہ تم کو انتقام کی اجازت دے دیں نیز جان کے حقوق میں یہ بھی داخل ہے کہ ورزش کریں۔ حدود قانون کے اندر فن سپاہ گری سیکھیں۔ نماز کی پابندی رکھنا۔ ضرورت کے مقام پر مسجد بنانا۔ کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا۔ زکوٰۃ دینا۔ نیز دوسرے نیک کاموں میں خرچ کرنا۔ روزے رکھنا۔ حج کرنا۔ اور اگر وسعت یا ہمت ہو روضہ شریف کی زیارت بھی کرنا۔ اور اگر اس میں کوئی روک ٹوک کرے تو اس دستور العمل کو اختیار کریں جو ابھی اپنی جان کے حقوق میں مذکور ہوا۔ آمدنی اور خرچ کا انتظام رکھنا۔ نکاح سے نسل بڑھانا۔ دنیا سے دل نہ لگانا۔ گناہوں سے بچنا۔ صبر و شکر کرنا۔ صبر میں یہ بھی داخل ہے کہ جہاں شریعت کا حکم ہو وہاں مالی یا جانی کیسی ہی تکلیف ہو اس کو برداشت کرنا۔ مشورہ کے قابل امور میں مشورہ لینا۔ باہم محبت و ہمدردی و اتفاق رکھنا۔ امتیاز قومی یعنی اپنا لباس اپنی وضع اپنی بول چال اپنا برتاؤ وغیرہ غیر مذہب والوں سے الگ رکھنا (ان اعمال کی تفصیل رسالہ حیٰوۃ المسلمین میں کی گئی ہے جو قابل ملاحظہ ہے)

(نمبر ۴)...... طریق عمل احقر کے ذہن میں یہ ہے کہ جس جگہ جس جماعت کو گو وہ قلیل ہی ہو توفیق ہو ایک مجلس بنا کر ان احکام پر عمل کرنے اور کرانے کی کوشش شروع کر دیں۔

(نمبر ۵)...... سہولت نظم کے لئے اس مجلس کا کوئی لقب بھی تجویز کر لیا جائے مثلاً صیانۃ المسلمین یا اور کچھ اور باقاعدہ اس کے کچھ عناصر بھی مقرر کر دیئے جائیں جن کی خدمت کا کوئی معاوضہ نہ ہوگا۔

besturdubooks.wordpress.com

(نمبر ۶)...... یہ عناصر تین قسم کے ہوں گے ایک ارکان یہ وہ لوگ ہوں گے جن کا مشورہ مجلس کے ہر کام کے لئے شرط ہوگا اور رکن کا چندہ گزار ہونا شرط نہیں دوسرے معین یہ چندہ گزاروں کا لقب ہوگا تیسرے عامل یہ ان لوگوں کا لقب ہوگا جو نہ مشیر ہیں نہ چندہ گزار بلکہ محض بلا معاوضہ اپنی خدمات مجلس کے لئے وقف کرتے ہیں اور مجلس کی طرف سے جو خدمت ان کے سپرد کی جائے وہ اس کو حسبۃً للہ بجالاتے ہیں ان تینوں عناصر کا تعلق باضابطہ ہے چوتھے محبین جو محض خیراہی ودعا میں مشغول ہیں اور کوئی مناسب رائے خیال میں آتی ہے اس کی اطلاع مجلس میں کرتے ہیں اس طبقہ کا تعلق باضابطہ نہیں۔

(نمبر ۷)......طبقہ ارکان میں سے ایک شخص کو اس مجلس کا صدر تجویز کیا جائے جس کا انتخاب ارکان کے اتفاق سے ہوگا۔

(نمبر ۸)......ارکان کا عدد بہت زیادہ نہ ہونا چاہیے بلکہ ہر مقام پر ایسا عدد ہو جن کا اجتماع مشورہ کے لئے سہل ہو خواہ وہ مقامی ہو یا بیرونی ہوں مگر ضرورت کے وقت بسہولت جمع ہو سکتے ہیں۔اور بقیہ تین طبقوں کی تعداد کی کوئی حد نہیں۔

(نمبر ۹)......جدید رکنیت کے لئے قدیم ارکان کی متفقہ منظوری شرط ہے جس میں وہ مختار ہیں اور بقیہ تین عناصر کی خدمات کا قبول کر لینا ارکان کے ذمہ لازم ہے **الا لمانع شرعی مفوض الی رایھم۔**

(نمبر ۱۰)......ایک شخص دو خدمتیں لیکر دو طبقوں میں بھی شمار کیا جا سکتا ہے۔

(نمبر ۱۱)......کوئی شخص خود رکنیت کی درخواست نہ کر سکے گا بلکہ ارکان سابق خود اس سے رکنیت کی درخواست کریں گے اور معین اور عامل خود درخواست کر سکتے ہیں ان کی درخواست پر ان کو ایک فارم دیا جائے گا جن میں ان کو اپنا نام نشان اور وعدہ خدمت لکھنا ہوگا جس کا نقشہ ارکان تجویز کر سکتے ہیں اور یہ سب فارم مجلس میں محفوظ رہیں گے اور محبین خود بھی درخواست کر سکیں گے اور ان سے بھی درخواست کی جا سکتی ہے مگر یہ سب زبانی ہوگی۔اور اگر کسی جانب سے بھی خاص درخواست نہ ہو تب بھی ہر مسلمان سے عام درخواست اس وقت کی جاتی ہے کہ نیک مشوروں سے اور دعا سے اس مجلس کی مدد فرماتے رہیں۔

besturdubooks.wordpress.com

(نمبر۱۲)......صدر اور رکن کا تقرر جیسے اتفاق ارکان سے ہوا تھا اسی طرح ان کا عزل بھی اتفاق ارکان سے ہوگا۔

(نمبر۱۳)......اور صدر اور رکن کا استعفاء کسی کی منظوری پر موقوف نہیں لیکن ان کا احسان ہوگا اگر دو ہفتہ قبل اطلاع دے دیں۔

(نمبر۱۴)......باستثناء وقتی کاموں کے کوئی کام بدوں مشورہ نہ کیا جائے۔

(نمبر۱۵)......مشورہ کے لئے صدر اور تین مشیروں کا اجتماع کافی ہے۔ اگر صدر کو کچھ عذر ہو وہ وقتی مشورہ کے لئے کسی رکن کو اپنا قائم مقام بناوے اور اگر صدر سفر میں ہو خود ارکان کسی کو صدر کا قائم مقام بنالیں۔

(نمبر۱۶)......اگر اہل شوریٰ میں اختلاف ہو جائے تو جس جانب صدر کی رائے ہو قطع نظر اقلیت یا اکثریت سے اس کو ترجیح ہوگی اور اگر اہل شوریٰ اور صدر میں اختلاف ہو جائے تو احتیاط کے پہلو کو ترجیح دی جائے گی یعنی اگر امر متنازع فیہ ایک رائے میں نافع محض غیر محتمل الضرر ہو اور دوسری رائے میں نہ نافع ہو نہ مضر تو نافع والی رائے کو ترجیح ہوگی اور اس کام کو کرلیا جائے گا اور اگر ایک رائے میں مضر ہو اور دوسری رائے میں نافع مگر غیر ضروری تو مضر والی کو ترجیح ہوگی اور اس کام کو ترک کر دیا جائے گا اور اگر ایک رائے میں مضر ہو اور دوسری رائے میں نافع اور ضروری اور صرف یہ اختلاف اہم واشد ہے تو صدر کی رائے کو ترجیح ہوگی۔

(نمبر۱۷)......کوئی کام خلاف شرع نہ کیا جائے گا نہ کوئی رائے خلاف شرع قبول کی جائے گی اگر جواز وعدم جواز میں تردد ہو علماء سے استفتاء کیا جائے گا اگر انتخاب مفتی میں اختلاف ہو جائے یا علماء کے فتاوے میں اختلاف ہو جائے تو صدر کے تجویز شدہ مفتی کا فتویٰ معمول بہ ہوگا لیکن جس رکن کو اس میں شرح صدر نہ ہو وہ عمل پر مجبور نہ کیا جائے گا اس کو سکوت کی اور اس کام میں شریک نہ ہونے کی اجازت دی جائے گی مگر مناقشہ کی اجازت نہ ہوگی اسی طرح کوئی کام خلاف قانون بھی نہ کیا جائے گا۔

(نمبر۱۸)......اس مجلس میں شریک ہونے کے لئے کسی پر اصرار نہ کیا جائے بہتر تو یہ ہے کہ ترغیب بھی نہ دی جائے لیکن اگر کسی مقام پر اس میں مصلحت ہو تو ترغیب میں مخاطب کی طیب

besturdubooks.wordpress.com

خاطر وانشراح قلب سے تجاوز نہ کیا جائے۔صرف مجلس کے اغراض ومقاصد کی خصوصی یا عمومی اطلاع دے دی جائے جو شخص خود یا جائز ترغیب سے شرکت کرے اس کو شریک کرلیا جائے۔

(نمبر ۱۹)......اس مجلس کی طرف سے کچھ مخلص واہل مبلغ بھی مقرر کئے جائیں کہ وہ احکام شرعیہ کی عموماً اور احکام مذکورہ نمبر ۳۔کی خصوصاً اشاعت کریں اور یہ تبلیغ بہ خطاب عام ہوگی اور اس تبلیغ میں غیر مسلموں کو اسلام قبول کرنے کی بھی ترغیب دیا کریں اور مناظرہ وغیرہ کسی سے نہ کریں۔اگر کوئی خود درخواست کرے اس کو مناظرین کا پتہ بتلا دیں۔

(نمبر ۲۰)......اس مجلس کی طرف سے کچھ فہیم وسلیم رضا کار بھی مقرر کئے جائیں کہ ان کا کام تبلیغ بہ خطاب خاص ہوگا۔مثلاً نمازوں کے وقت مشغولین غافلین کو نرمی اور محبت سے نماز کا یاد دلانا۔کوئی شخص خلاف شرع کام کرتا ہو یا اس کا ارادہ کرتا ہوا دیکھا جائے جیسے بدکاری یا شراب خواری یا قمار بازی اس کو نرمی سے شرعی وعیدیں یاد دلا کر سمجھا دینا لیکن اگر اس سے کوئی نہ مانے تو پھر اس پر مسلط ہو جانا یا کسی طرح سے زور دینا خواہ سختی سے خواہ ہاتھ جوڑ کر یا راستہ میں لیٹ کر یہ مناسب نہیں بلکہ جب ناصح کی باضابطہ حکومت نہ ہو ایسا کرنا اکثر مضر ہو جاتا ہے۔ اسی طرح سے اگر یہ رضا کار کسی پر ظلم ہوتا ہوا دیکھیں مثلاً کوئی شخص ایک مباح معاملہ کر رہا ہے جیسے کپڑا خریدنا یا بیچنا اور دوسرا اس کو معاملہ نہ کرنے پر مجبور کر رہا ہے تو یہ رضا کار اس مظلوم کی مدد کریں لیکن صرف مدافعت کی حد تک رہیں ظالم سے انتقام نہ لینے لگیں۔اسی طرح راستہ میں کسی حاجت مند کا بوجھ اٹھوا دینا کسی کو سوار ہونے میں مدد دینا کسی پیاسے کو پانی پلا دینا کسی انجان کو راستہ بتلا دینا دو شخص لڑتے ہوں ان میں صلح کرا دینا یہ سب رضا کاروں کی خدمات ہیں اور اس مظلوم یا حاجت مند میں یہ نہ دیکھا جائے کہ یہ اپنے مذہب کا ہے یا دوسرے مذہب کا سب کی مدد کرنا چاہیے۔رضا کاری کی یہ شرائط ہیں اسلام عقل بلوغ ذکورت' طالب علمی میں مشغول نہ ہونا خواہ علم معاش ہو خواہ علم معاد ہو۔کسی کا ماتحت یا ملازم نہ ہونا۔

(نمبر ۲۱) ان مبلغین اور رضا کاروں کی کوئی امتیازی علامت بھی ہو تو قرین مصلحت ہے۔

(نمبر ۲۲) یہ مبلغین اور رضا کار سب صدر مجلس کے ماتحت ہوں گے کوئی کام بدوں اس کی اجازت کے نہ کرسکیں گے۔

besturdubooks.wordpress.com

(نمبر ۲۳)...... یہ رضا کار روزانہ اور مبلغین ماہانہ صدر کے پاس یا صدر جس کو اپنی نیابت میں اس کام کے لئے منتخب کر دے اس کے پاس جمع ہو کر اپنی کارگزاری کی اطلاع دیا کریں اور آئندہ کے لئے مناسب احکام حاصل کیا کریں اور ارکان مجلس کا جلسہ کم از کم ماہانہ ہوا کرے جس میں ضروری مشورے طے ہوا کریں۔

(نمبر ۲۴)...... ان مبلغین و رضا کاروں کی مالی خدمت کے لئے کچھ چندہ کا انتظام بھی کیا جائے مگر اس میں شرعی حدود کا اہتمام واجب ہے اگر چندہ کم ہو کام مختصر پیمانہ پر کیا جائے۔ اور جن رضا کاروں کو دلچسپی ہو ان کو ورزش وغیرہ بھی سکھلائی جائے۔

(نمبر ۲۵)...... اگر مجلس میں ایسے حضرات شریک ہو جائیں جو مسلمانوں کی دوکان کھلوانے کا انتظام کر سکیں تو مجلس اس خدمت کو بھی اپنے فرائض میں داخل کر لے۔

(نمبر ۲۶)...... اور اگر مجلس میں ایسے حضرات شریک ہو جائیں جو مسلمانوں کی تکالیف کا چارہ کار یا ان کے حقوق آئین اور تہذیب کے حدود میں رہ کر گورنمنٹ سے طلب کر سکیں تو مجلس اس خدمت کو بھی اپنے فرائض میں داخل کرے۔

(نمبر ۲۷)...... وقتاً فوقتاً مجلس کی کارگزاری مع حساب چندہ شائع ہونا چاہیے۔

(نمبر ۲۸)...... اس کارگزاری کی عام روئداد بھی اور اس کی جزئیات وقتیہ خاص طور پر زبانی بھی حکام رس حضرات کے توسط سے حکام کو پیش کرتے رہیں تاکہ کسی مخالف کو بدگمانی پیدا کرنے کی گنجائش نہ ہو۔

(نمبر ۲۹)...... اس مجلس کا مرکزی مقام دہلی ہوگا اور دوسرے مقامات پر اہل مقام کو اختیار ہے خواہ مستقل طور پر اپنے یہاں ایسی مجالس قائم کریں خواہ اس مرکزی مجلس کی شاخیں بنا دیں اور شاخ بنانے کی صورت میں مرکز اور شاخوں کے باہمی تعلقات وحقوق و شرائط کے متعلق زبانی مشورہ کر لیا جائے۔

(نمبر ۳۰)...... شعبہ تبلیغ کے تحت میں مفید رسالے بھی حسب ضرورت و حسب وسعت وقتاً فوقتاً خرید کر مجلس میں محفوظ رہیں گے اور ایک خاص وقت میں عام مسلمانوں کو وہاں آ کر مطالعہ کی اجازت ہوگی اور اگر وسعت ہو تو ایسے رسائل چھپوا کر یا خرید کر عام

besturdubooks.wordpress.com

مسلمانوں میں شائع بھی ہو جایا کریں گے مگر مجلس کے سرمایہ سے کوئی اخبار نہ خریدا جائے گا۔ اگر کوئی مالک اخبار بلا معاوضہ بھیج دیا کرے یا ارکان یا غیر ارکان بطور خود خرید کر خواہ مجلس میں داخل کر دیں خواہ بطور خود مطالعہ کر کے استحضار واقعات سے مشورہ میں کام لیں اس کی اجازت ہے مگر ہر حالت میں یہ وصیت کی جاتی ہے کہ محض اخبار میں کسی واقعہ کے درج ہونے سے بدوں اذن شرعی کوئی اثر نہ لیں۔

(نمبر ۳۱)...... چونکہ مذکورہ بالا کارگزاریوں کے لئے ضبط کی بھی ضرورت ہوگی اس لئے مجلس میں ایک فہیم مستعد محرر کا مقرر کرنا بھی ضروری ہے جس کی خدمت کی نگرانی صدر کے یا جس کو صدر تجویز کر دیں اس کے ذمہ ہوگی۔ اسی طرح دفتر کے لئے ایک مکان کی بھی ضرورت ہوگی اور یہی مکان انعقاد مجلس کے بھی کام آئے گا۔

نوٹ:...... یہ مجلس خالص مذہبی ہے سیاسیات سے اس کا کوئی تعلق نہیں نہ کسی کی مدافعت میں نہ مخالفت میں۔ اور محکومین کا حکام سے اپنا جائز حق حدود قانون میں مانگنا سیاست نہیں جیسا جائز ملازمت کی درخواست کو کوئی شخص سیاست نہیں کہہ سکتا۔

الجواب:...... یہ سب دفعات بالکل شریعت کے ایسے موافق ہیں کہ دلائل کی بھی حاجت نہیں لیکن چونکہ اس مجموعہ کی ضرورت اجتہادی ہے اس لئے اگر باوجود اعتقاد ان کے استحسان کے ان کو عمل میں لانے سے کسی کو دلچسپی نہ ہو اور وہ اپنے لئے ذوقاً یکسوئی کو اسلم سمجھے اور اس مسلک کو پسند کرے جس کو احقر نے رسالہ معاملۃ المسلمین کے نوٹ نمبر ۲۔ میں اپنے لئے طریق عمل تجویز کیا ہے اس پر اس مجلس کی شرکت کے لئے اصرار نہ کیا جائے چنانچہ خود مجلس مسئول عنہ کی دفعہ نمبر ۱۸۔ میں بھی اس کی تصریح کی ہے۔ اب اس جواب کو اس دعا پر ختم کرتا ہوں۔

اللھم اجعل ھذہ الجماعۃ صیانۃ و حمایۃ للمسلمین . عن کل خیانۃ و نکایۃ من غیر المسلمین.

کتبہ اشرف علی ۲۴۔ ربیع الاول۔ الاعز الاجل ۱۳۴۹ھ

نوٹ:...... یہاں تک تو تحقیق دلائل شرعیہ کی بناء پر تھی ان دلائل کی تائید میں بہت سے صالحین کے منامات مبشرہ صریحہ بھی ہیں جو وقتاً فوقتاً رسالہ النور میں شائع ہوتے رہے

besturdubooks.wordpress.com

ہیں اور تربیت السالک میں موجود ہیں وہاں ملاحظہ فرمائے جاسکتے ہیں۔ اس جگہ تائیداً صرف ایک خواب الصدق الرؤیا کے حصہ غیر مطبوعہ سے نقل کیا جاتا ہے۔ جناب مولانا مولوی محمد حسن صاحب امرتسری جو ایک نہایت مقدس صالح اور ثقہ عالم اور صاحب نسبت بزرگ ہیں۔ اپنے ایک خواب کے سلسلہ میں جس کو صاحب ممدوح نے ۱۳۴۰ھ میں دیکھا تھا حضرت والا کو تحریر فرماتے ہیں کہ پھر اسی خواب کے سلسلہ میں یہ بھی دیکھا کہ مسجد کے اندرونی حصہ سے حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہما باہر تشریف لا رہے ہیں اور ایک دوسرے کی طرف اپنی اپنی گردن جھکا کر بطور سرگوشی کے چپکے چپکے آپس میں بحوالہ حضرت والا مدظلکم العالی یہ ذکر کر رہے ہیں کہ تحریک خلافت کے متعلق ان کی رائے نہایت صحیح ہے یعنی حضرت والا کی۔

پھر ان دونوں حضرات میں سے ایک صاحب تو مسجد کے اندر واپس تشریف لے گئے اور دوسرے صاحب باہر تشریف لے گئے۔ اھ۔

ختم کلام

تحریکات کے زمانہ میں حضرت والا پر ایسے ایسے بے بجا اتہامات لگائے گئے اور مخالفین اس قدر درپے آزار رہے کہ اگر حفاظت خداوندی اور تائید غیبی شامل حال نہ رہتی تو نہ معلوم کیا نوبت پہنچتی مگر حضرت والا نے ہمیشہ نہایت صبر و تحمل سے کام لیا اور مردانہ وار جادۂ مستقیم پر ثابت قدم رہے۔ مخالفتوں کے سینکڑوں واقعات ہیں لیکن ان کو بیان کرنے سے حضرت والا نے اس بناء پر ممانعت فرمادی ہے کہ ممکن ہے کسی کو ناگوار ہو اور رنج پہنچے۔ اور فرمادیا کہ بس یہ اشعار لکھ کر اس بحث کو ختم کر دیا جائے۔

سفینہ جبکہ کنارے پہ آلگا غالب ۔۔۔ کسی سے کیا ستم و جورِ خدا کہیے

اند کے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم ۔۔۔ کہ تو آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

(ترجمہ: میں تیرے سامنے اپنے دل کا غم تھوڑا سا بیان کیا ہے اس لئے کہ میں ڈرتا ہوں کہ تو پریشان ہوگا ورنہ باتیں بہت ہیں۔)

besturdubooks.wordpress.com

گفتگو آئین درویشی نبود ورنہ باتو ماجرا ہاداشتیم

(ترجمہ: گفتگو کرنا درویشی کے قواعد کے مناسب نہیں ورنہ ہمیں آپ کو بڑی کہانیاں سنانی تھیں)

حضرت والا سے بہت مخالفین نے جنہوں نے تحریکات کے شور وشر کے زمانہ میں آپے سے باہر ہو کر حضرت والا پر خلاف تدین اور خلاف واقع الزامات لگائے تھے۔ بعد جوش فرو ہونے کے نہایت عجز وندامت کیساتھ معافیاں مانگیں تو حضرت والا نے معاف فرما دیا بلکہ عام معافی کا اعلان فرما دیا لیکن خصوصی تعلقات اور قلب کی صفائی کے متعلق صاف فرما دیا کہ یہ میرے قبضہ میں نہیں اور یہ شعر لکھ دیا۔

بسالے زجورت جگر خوں شود بیک ساعت از دل بروں چوں شود

جب کسی نے قلب کی صفائی کی تدبیر پوچھی تو فرما دیا کہ اپنی خطا کا اعلان شائع کریں لیکن اس پر مجبور نہیں فرمایا کہ اپنی رائے بدلیں بلکہ بالتصریح فرمایا کہ اعلان میں یہ صاف لکھ دیں کہ ہماری رائے اب بھی وہی ہے لیکن ہم نے جو بلا دلیل برا بھلا کہا اس سے ہم رجوع کرتے ہیں۔ اور اظہار ندامت کرتے ہیں۔ بس دل کی صفائی کے لئے اتنا کافی ہے۔ اھ

سبحان اللہ حضرت والا کس قدر وسیع الخیال اور ہر شئے کو اس کی حد پر رکھنے والے ہیں۔

پھر بعض نے ایسا ہی کیا بلکہ بعض کے مسودہ میں حضرت والا نے خود ترمیم فرما کر اس کو ایسا کر دیا کہ ان کی اہانت نہ ہو۔ ان کے اس طرح اعلان کر دینے کے بعد حضرت والا کے تعلقات ان کے ساتھ پھر ویسے ہی شگفتہ قائم ہو گئے جیسے پہلے تھے۔ اور حکم خداوندی **فاصفح الصفح الجمیل** کی تعمیل ہو گئی اور حضرت والا اس مصرع کے مصداق ہو گئے۔

ع ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

(یہ کام تجھ سے ہوتا ہے اور مرد ایسے کام کیا کرتے ہیں)

اہتمام اصلاح اُمت

ناظرین کرام پر ابواب ماسبق کے ملاحظہ سے یہ امر واقع اظہر من الشمس ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کی ذات بابرکات کو اصلاح اُمت اور تجدید ملت ہی کی اہم

besturdubooks.wordpress.com

ترین خدمت کے لئے پیدا فرمایا ہے جس کو حضرت والا نے بعون اللہ تعالیٰ اس حسن وخوبی سے انجام دیا ہے اور انجام دے رہے ہیں کہ منجانب اللہ حضرت والا کو عموماً حکیم الامۃ اور مجدد الملۃ ہی کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس پر حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کی تصدیق یاد آئی۔ جناب مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی مدفیضہم جن کو مولانا ممدوح سے شرف بیعت حاصل ہے اپنی ایک یادداشت میں جو احقر کو لکھ کر حوالہ فرمائی ہے تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت سیدی مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہٗ جب کسی تحریر میں حضرت کے نام کے ساتھ حکیم الامۃ لکھا ہوا نہ پاتے تو بہت ناراض ہوتے اور فرماتے کہ اللہ تعالیٰ نے جب قلوب رجال میں ان کے لئے ایک لقب ڈال دیا ہے تو اس کو چھوڑنا نہ چاہیے کہ اس میں حضرت حق کے ساتھ سوءادب ہے (اوکمال قال قدس اللہ سرہ) اھ۔

چونکہ حضرت والا کی گویا تمام زندگی ہی اہتمام اصلاح اُمت میں بسر ہوئی ہے اور ہو رہی ہے لہٰذا اس کے متعلق واقعات وحالات کا استیعاب تو درکنار ان کا عشر عشیر بھی احاطہ تحریر میں لانا زبس دشوار ہے تاہم بمصداقِ

آب جیحوں را اگر نتواں کشید ہم بقدر تشنگی باید چشید

(ترجمہ: دریا کا سارا پانی اگر نہیں کھینچا جا سکتا تو پیاس کے مطابق تو چکھنا چاہیے)

بقدر ضرورت واقعات وحالات سوانح ہذا میں تحریر کئے جا چکے ہیں اور اس جگہ بھی دو خاص مضمون ہدیۂ ناظرین کئے جاتے ہیں۔

پہلا مضمون خود حضرت صاحب سوانح کے رسالہ اصلاح انقلاب کا دیباچہ جس میں حضرت ممدوح نے اصلاح امت کا ایک ایسا جامع مانع طریق تحریر فرما دیا ہے کہ اگر اس پر عمل کیا جائے تو اُمت کے ہر طبقہ کی اصلاح نہایت سہولت کے ساتھ ہو سکتی ہے۔

یہ مضمون تو منجملہ صدہا نظائر افادات علمیہ مفیدہ کے حضرت والا کے علمی اہتمام اصلاح اُمت کا ایک مفید اور کارآمد نمونہ پیش کرے گا اور دوسرے مضمون میں عملی اہتمام کی چند مثالیں ناظرین کرام کے ملاحظہ سے گذاریں گی جو احقر کی استدعاء پر مکرمی ومحترمی جناب مولوی عبدالکریم صاحب گمتھلوی نے قلمبند فرمادی ہیں۔ اس میں اصلاح اُمت کے متعلق حضرت والا کی مساعی

besturdubooks.wordpress.com

خاصہ کے دس واقعات مذکور ہیں جن کا نام اس باب فواضل کے ساتھ معنوی مناسبت کی بناء پر نیز جناب جامع کے اسم گرامی کے ساتھ مادی مناسبت کے لحاظ سے "مکارم عشرہ" تجویز کیا جاتا ہے۔ اس ضروری تمہید کے بعد مذکورہ بالا دونوں مضمونوں کو علی الترتیب نقل کیا جاتا ہے۔

مضمون اول

(از رسالہ اصلاح انقلاب مؤلفۂ حضرت صاحب سوانح)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اُمتی من حیث ہو اُمتی کے اعتبار سے دنیوی انقلاب تو مطمح نظر ہو نہیں سکتا۔ گو اس سے بحث کرنے کو بھی میں بیکار نہیں سمجھتا مگر حیثیت مذکورہ سے یہ بحث مقصود نہیں بلکہ انقلاب دینی سے بحث مقصود ہے۔ اسی کی نسبت اس وقت عرض کرنا چاہتا ہوں۔ افسوس کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ جس مرتبہ کا انقلاب عظیم اکثر احاد امت میں واقع ہوا ہے اس کو دیکھتے ہوئے بے اختیار یہ زبان پر آتا ہے۔

اے بسرا پردۂ یثرب بہ خواب　　　خیز کہ شد مشرق و مغرب خراب

(ترجمہ: اے مدینہ کے محل میں استراحت پذیر اُٹھئے کہ مشرق و مغرب سب میں فساد ہے)

اس انقلاب کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ہاتھ میں ایک کتاب تفاصیل احکام شرعیہ کی لے لیجئے۔ اور ایک نظر سے ایک ایک حکم جزئی کو دیکھتے جایئے اور ایک نظر سے کسی غیر مطیع اُمتی کی ایک ایک حالت کو جو اس حکم جزئی کا محل اور متعلق ہے دیکھتے جایئے اور دونوں کو ملاتے جایئے تو ایک حیرت عظیم ہو گی کہ یا اللہ ان حالتوں کے مرتکب کو کیا ان احکام سے کچھ مس معلوم ہوتا ہے۔ دین کے یہ اجزاء ہیں (۱) عقائد (۲) دیانات مثل نماز۔ روزہ۔ طلاق۔ نکاح وغیرہ' (نمبر۳) معاملات مثل بیع۔ شراء وغیرہ) (۴)۔ معاشرت مثل طعام۔ لباس۔ کلام وسلام وغیرہ (۵)۔ اخلاق باطنہ مثل ریا اخلاص و کبر و تواضع وغیرہ) عقائد میں مسلمانوں سے غنیمت ہے انکار کا انقلاب نہیں پیدا کیا۔ گو ان میں تدین ہی کے رنگ میں کچھ تغیر و تبدل ہوا ہے جس سے وہ حد بدعت میں داخل ہو گئے اور جس نے اہل باطل کو اسی

besturdubooks.wordpress.com

تغیر کی اصلاح کے سبب سے اہل حق کا مخالف بنا دیا۔ غرضیکہ نصوص کا انکار نہیں کیا گیا البتہ تاویل باطل کی گئی۔ یہ حالت عام مسلمانوں کی ہے۔ مگر خاص خاص جدید تعلیم یافتوں نے انکار کا انقلاب بھی اختیار کر لیا بلکہ انکار سے متجاوز ہو کر جمہور کے عقائد کے ساتھ استہزاء اور تمسخر سے پیش آنے لگے جس پر حافظان حدود دین نے کفر کا فتویٰ لگایا۔ اور اس فتوے کی بدولت دوسری طرف سے ان کو متعصب کا لقب عطا ہوا۔ گو جو شخص کفر کی حقیقت سمجھے گا وہ ان علماء کو اس فتوے میں نہ صرف معذور بلکہ خود بھی اس میں مضمون ان کے ساتھ بالاضطرار اتفاق کرے گا۔ یہ تو پہلے جزو کی انقلاب کی کیفیت تھی۔ رہا دوسرا جزو یعنی دیانات اس میں عام مسلمانوں نے درجہ بدعت کا بھی تغیر و تبدل نہیں کیا مگر ترک و اہمال کا انقلاب البتہ اختیار کیا کہ کسی نے نماز و روزہ کو اس طرح خیر باد کہا گویا اس کے ذمہ فرض ہی نہیں۔ کسی نے نکاح و طلاق کے ساتھ یہی معاملہ کیا کہ عقیدے میں تو یہی سمجھا کہ مسائل نکاح و طلاق کے دین میں داخل ہیں ہماری رائے و اختیار پر نہیں ہیں اور ہیں بھی اسی طرح جس طرح علمائے دین بتلاتے ہیں اور اسی لئے احکام دین کے مقابلے میں اور احکام مخترع نہیں کیے گئے مگر عمل اس کے ساتھ یہ رکھا کہ جہاں نفس کا غلبہ ہوا وہاں تمتع کے لئے نکاح کا بھی انتظار نہیں کیا۔ جہاں کوئی دنیوی ننگ و ناموس کے باقی رکھنے میں مصلحت دنیوی دیکھی وہاں باوجود طلاق کے بدستور بی بی کو گھر میں رکھا اور اس سے متمتع ہوتے اور بچے جنواتے رہے اور خاص خاص جدید تعلیم یافتوں کو تو یہاں بھی انکار میں تردد نہیں ہوا۔ بہر حال عام مسلمانوں میں جزو اول میں انقلاب تغیر ہوا تھا۔ اور یہاں جزو ثانی میں انقلاب ترک و اہمال ہوا ہے۔

اب رہ گئے بقیہ اجزائے ثلثہ یعنی (۳) معاملات و (۴) معاشرات' (۵) اخلاق۔ ان میں ان دونوں مذکور انقلابوں سے بڑھ کر انقلاب ہوا ہے۔ یعنی عام مسلمانوں نے بھی اپنی بے خبری سے ان کو جزو دین نہیں سمجھا۔ بلکہ دنیوی کارروائی سمجھ کر اس کے دستور العمل کو اپنی رائے و اختیار پر مفوض سمجھا اور چونکہ اعتراض فاسد تھے اور رائے میں زیغ تھا۔ اس لئے ثمرہ اس کا یہ ہوا کہ ہر ہر حکم شرعی کے مقابلے میں ایک ایک کارروائی اور ایک ایک رسم اور ایک ایک عادت اختراع کی اور اس مجموعہ کو اپنا دستور العمل قرار دیا اور اس قرارداد میں

besturdubooks.wordpress.com

ذرا بھی اپنے کو قصوروار یا خطا کار نہیں سمجھا بلکہ بعض امور کو الٹا ہنر اور فخر سمجھا۔ اس طرح سے کہ مجموعی حالت کے دیکھنے والے کو یہ گمان ہوتا ہے کہ جیسے کسی نے قصداً ہر ہر حکم رحمانی کے مقابلے میں ایک ایک حکم نفسانی مستحسن سمجھ کر ایجاد کیا ہو اور استحسان کی یہ علامت ہے کہ ان امور میں احکام حقہ کے داعی سے سخت مزاحمت کی جاتی ہے۔ سو درحقیقت یہ انقلاب بہت ہی بڑا انقلاب ہوا کیونکہ اول کے دو انقلابوں میں اجزائے دین کو دین سے خارج نہیں کیا گیا تھا۔ اور نہ ان اجزاء کے مقابلے میں دوسرے امور کو من حیث الاستحسان تجویز کیا گیا تھا۔ گو ایک جگہ تغیر وہ بھی من حیث التدین اور دوسری جگہ ترک وہ بھی باعتقاد تقصیر واقع ہوا تھا۔ اور ان تینوں میں اجزائے دین کو دین سے خارج کر دیا گیا اور ان اجزاء کے دوسرے احکام اختراع کیے گئے اور ان مخترعات کو اصل پر ترجیح دی گئی۔ تو ظاہر ہے کہ یہ انقلاب اجزائے ثلثہ اخیرہ کا ان انقلابین اولین سے بدرجہا بڑھا ہوا ہے اور وقوع میں اظہر اور اکثر یہی اجزائے ثلثہ اخیرہ ہیں۔ کیونکہ عقائد کا حصہ گو الزم ہے مگر اظہر نہیں اور دیانات کا حصہ خاص خاص اوقات میں ظاہر ہوتا ہے۔ پس وقوع میں اکثر نہ ہوا۔ اور یہ ثلثہ اخیرہ اظہر بھی ہیں اکثر بھی ہیں اور ان ہی میں یہ انقلاب عظیم واقع ہے پس اس بناء پر دیکھنے والوں کو اکثر احاد امت میں ہر وقت یہ انقلاب عظیم ہی نظر آئے گا تو جو شخص ہر وقت انقلاب عظیم دیکھے اور پھر یہ دعویٰ بھی سنے کہ **انا امتی لحمد** تو وہ سخت تحیر میں واقع ہو جائے گا کہ یا اللہ یہ شخص کس امر میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق ہے جو ایسا دعویٰ کرتا ہے۔

مسلمانو! اب بھی اپنی حالت پر آپ کو تنبہ ہوا اگر نہیں ہوا تو انا اللہ اگر ہوا ہے تو کیا اس کی اصلاح ضروری نہیں ہے اگر ہے تو کب اصلاح شروع ہوگی کیا۔ ان میں سے کسی چیز کا انتظار ہے۔ شغل مانع مرض معطل موت یا وحی جدید سو اس کی تو امید نہیں **فبای حدیث بعدہ یومنون**۔ اور امور بالا کا واقع ہونا مستبعد نہیں بلکہ موت تو متیقن ہے مگر کیا اس وقت کچھ کر سکو گے۔

مسلمانو! جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی انقلاب کی جس کا اس زمانہ میں وقوع ہو رہا ہے۔ بطور پیشین گوئی کے خبر دی تھی۔ **الناس کابل امائۃ لا تجد فیھا راحلۃً** ورنہ وہ زمانہ تو خیریت کا تھا۔

besturdubooks.wordpress.com

طریق اصلاح انقلاب

جاننا چاہیے کہ یہ انقلاب ایک روحانی مرض ہے اور جس طرح جسمانی امراض کے خاص اسباب ہوتے ہیں اوران کی اصلاح ومعالجہ ان اسباب کے ازالہ سے ہوتی ہے اسی طرح اس مرض روحانی (انقلاب) کے بھی خاص اسباب ہیں اوران کا ازالہ ہی اس کے معالجہ واصلاح کا طریق ہے۔ اب اسباب کی تشخیص اوران کے ازالہ کی تدبیر۔ بس یہی دوامر مرجع اہتمام قرار پائے۔

امر اول...... یعنی تشخیص اسباب انقلاب اس میں تامل وتدبیر وتتبع کرنے سے معظم اسباب دوامر ثابت ہوئے۔ ایک قلت علم یعنی ناواقفی وبے خبری۔ دوسرا ضعف ہمت یعنی قصد وارادہ کی کمی یا فقدان سبب اول سے خود احکام ضروریہ وواقعیہ ہی مخفی رہتے ہیں۔ اور سبب ثانی سے باوجود خبر اور آگاہی کے نوبت عمل کی نہیں آتی۔

امر ثانی...... یعنی ان اسباب کے ازالہ کی تدبیر اور یہی بڑا امر ہے جس کے لئے توجہ تام وقوت متفقہ کی سخت احتیاج ہے۔ سو دونوں سببوں میں سے ہر ایک کے ازالہ کی تدابیر جدا ہے۔ پس بے خبری کے ازالہ میں تو معلم اور متعلم یعنی خواص وعلماء حکام اورعوام وطالبان احکام دونوں کو دخل ہے اور ہر ایک کے لئے جداگانہ ضروری دستورالعمل ہے۔ طالبان احکام کا دستورالعمل یہ ہے کہ ان میں جو زیادہ فارغ ہیں جیسے اہل تنعم واہل ثروت وہ اپنی اولاد کو علوم دینیہ کے لئے فارغ کردیں۔ گو ضروریات دنیوی کے لئے لسان ملک وفنون رائجہ کی بھی تحصیل کا مضائقہ نہیں مگر بہ درجہ تبعیت سے متجاوز نہ ہونے پاویں۔ پس اولاد تو یوں درست ہوئی۔ اور خود کوئی وقت مقرر کر کے کسی عالم یا کامل الاستعداد طالب علم کے پاس جا کر یا اس کو بلا کر۔ اگر علوم عربیہ سے مناسبت ہو تو وہ زیادہ بصیرت کا آلہ ہے ورنہ اردو ہی کے مفید اور ضروری رسائل کو کسی محقق کے مشورہ سے تجویز کر کے سبقاً سبقاً بہتر یہ ہے کہ دوتین بار ورنہ اقل درجہ تحصیلاً ایک ہی بار۔ پھر مطالعۃً چند بار ان پر عبور کرلیں۔ مگر یہ رسائل ایسے ہوں جن میں سب اجزاء دین کا کافی بیان ہو۔ عقائد ودیانات ومعاملات ومعاشرات واخلاق باطنہ۔

اور جن کو معاش کی ضرورت سے زیادہ فراغ نہیں ہے اور حرف شناس ہیں یا بآسانی ہوسکتے ہیں وہ اپنے لئے بھی اور اپنی اولاد کے لئے بھی بجائے علوم عربیہ کے وہی رسائل

besturdubooks.wordpress.com

دینیہ اردو کے بطور درس طالب علمانہ کے تجویز کرلیں اور پھر بطور دورہ کے ان کا بار بار مطالعہ کیا کریں اور جب تک درس کا انتظام نہ ہو سکے بطور خود ہی دو چار ورق روزانہ بالالتزام مطالعہ کیا کریں۔ اور مواقع خلجان میں خودرائی سے کام نہ لیں بلکہ نشان بنا کر چھوڑیں۔ اور ماہر کے میسر ہونے کے وقت اس کی تحقیق کرلیں اور جو لوگ ان میں حرف شناس نہیں ہیں اور نہ باآسانی ہو سکتے ہیں اور نہ اپنے بچوں کو کسی وجہ سے اس کام کے لئے فارغ کر سکتے ہیں وہ ایسا انتظام کریں کہ ہفتہ میں بہتر تو یہ ہے کہ روز ورنہ ایک ہی روز خاص مجلس علمی کے لئے بالالتزام مقرر کریں اور کوئی عالم یا صحبت یافتہ اہل علم کا جوان رسائل کو اچھی طرح سمجھا ہوا ہو تجویز کریں اور اگر کسی عالم سے تجویز کرالیں زیادہ احتیاط ہے اور اس روز سب لوگ کسی خاص مقام مسجد وغیرہ میں جمع ہو کر اس خواندہ وفہمیدہ شخص کو لا کر ایک معین وقت تک (مثلاً ایک گھنٹہ یا آدھا گھنٹہ) ان رسائل کو سنا کریں اور سمجھا کریں اور اگر ایسا شخص مفت نہ ملے تو کچھ اس کی مالی خدمت کریں اور اس سنانے والے شخص کو جہاں شبہ رہے پنسل وغیرہ سے نشان بنا کر اس وقت اس کو رہنے دیں پھر جب کوئی عالم میسر ہو اس سے حل کرلیں اور سب مجمع کو پہنچا دیں اور جہاں دیہات وغیرہ میں ایسا شخص نہ ہو تو آپس میں مشروع طریق سے چندہ کر کے اس چندہ سے کوئی ایسا آدمی باہر سے بلا کر رکھ لیں اور طریق جاری اور تمام طبقات[1] مذکور میں علاوہ اس تحصیل یا مطالعہ یا سماع رسائل کے دو امر کا اور بھی التزام رکھیں۔

ایک یہ کہ اپنے اعمال واحوال میں جب کوئی امر جس کا حکم معلوم نہ ہو پیش آئے فوراً علمائے حقانی سے اس کو دریافت کریں اور اگر بوجہ بعد کے زبانی نہ پوچھ سکیں تو بذریعہ خط کے تحقیق کریں اگر اوسط ایک مسئلہ روزانہ کے حساب سے تقریراً یا تحریراً پوچھ پاچھ رکھے تو سال بھر میں ساڑھے تین سو سے زیادہ اور دس سال میں ساڑھے تین ہزار سے زیادہ مسئلے معلوم ہو سکتے ہیں کہ بعض نام کے یا جدیدہ عالموں کو بھی اتنے مسائل معلوم نہیں اور کوئی بڑا مشکل کام نہیں ہے دوسرے اس امر کا التزام رکھیں کہ علماء کی مجلس میں جایا کریں خواہ خاص مجلس ہو۔ جیسے جلسہ ملاقات وزیارت۔ خواہ عام مجلس ہو۔ جیسے جلسہ وعظ ونصیحت اور جو سنیں

---

[1] یعنی جتنے قسم کے آدمیوں کا ذکر ہو چکا ہے

besturdubooks.wordpress.com

دل سے یاد رکھیں یہ تو مردوں کا انتظام ہوا۔ اب عورتیں رہ گئیں۔ سو یہ مجموعی انتظام مذکورہ ان کے لئے اشکال سے خالی نہیں۔ اس لئے سہل تر ان کے لئے یہ طریق ہے کہ اگر معلّمہ عفیفہ دیندار مل جائے تو کمسن لڑکیوں کو اس کے ذریعہ سے قرآن مجید اور ایسے رسائل کی تعلیم دلاویں اور ان کے لئے بہشتی زیور کے دس حصے بالکل انشاء اللہ تعالیٰ کافی ہیں۔ بلکہ بانضمام گیارھویں حصہ مسمی بہشتی گوہر کے مردوں کے لئے بھی کافی ہیں اور اگر کوئی معلّمہ ایسی نہ ملے یا کسی لڑکی کو فراغ یا مناسبت ہو تو ان کو بھی بڑی عورتوں کے انتظام میں شامل سمجھا جائے۔ اور وہ انتظام دو ہیں۔ ایک یہ کہ گھر کے مردوں میں سے اگر کوئی خواندہ ہو تو وہ روزانہ کچھ وقت معین کر کے سب گھر والیوں کو اس وقت جمع کر کے رسائل بالا سنایا کریں۔ سمجھایا کریں بلکہ کئی دورے کر دیں۔ دوسرا انتظام یہ ہے کہ گاہ گاہ کسی متورع متبع سنت عالم کا گھر میں وعظ کہلا دیا کریں کہ یہ عجیب مؤثر عمل ہے۔

یہ سب دستور العمل طالبان احکام کے متعلق ہے۔ اب علمائے احکام کا دستور العمل باقی رہا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ وقتاً فوقتاً اس میں مساعی رہیں کہ ناواقفوں تک احکام پہنچیں اور اس کی یہ صورتیں ہیں۔ ایک درس (گو بعوض ہو) اس میں علوم ضروریہ کو مقدم اور مہتم بالشان رکھیں۔ دینیات سے حتی الامکان طالب علم کو پہلے فارغ کر دیں اگر طالب علم دینی مختصرات یا اردو کے رسائل بھی پڑھے اور اپنے پاس وقت ہو تو ہرگز اس کے درس کو خلاف شان نہ سمجھے۔ طالب علم کے فضول سوال پر اس کو متنبہ کرے۔ جواب نہ دے۔ دوسری صورت وعظ ہے جس میں خطاب عام ہے اس میں ضرورت وقت کا لحاظ رکھیں۔ جن امور میں لوگ اس زمانہ میں مبتلا ہوں یا جن ضروریات میں فروگذاشت کرتے ہوں مدار بیان اس پر رکھے۔ دوسرے مضامین اگر ہوں تو بالتبع اور بقلت ہوں اور یہ ضروری مضامین جمیع ابواب کے ہوں صرف عقائد و دیانات پر اقتصار نہ کرے بلکہ معاملات و معاشرات و اخلاق سے بھی مشبع[1] بحث کرے بلکہ بوجہ متروک ہونے کے یہ ثلثہ اخیرہ زیادہ اہم ہو گئے ہیں اور وعظ میں بات صاف کہے کہ سننے والوں کی سمجھ میں خوب آ جائے۔ مگر خشونت اور

---

[1] خوب پیٹ بھر کر

besturdubooks.wordpress.com

اشتعال انگیز طرز سے بچے اور وعظ پر عوض نہ لے البتہ اگر وعظ کا نوکر ہو وہ اور بات ہے۔

تیسری صورت جواب ہے استفتاء کا خواہ زبانی سوال ہو یا تحریری ہو اس میں ان کا امور کا لحاظ رکھے۔ حتی الامکان جواب میں توقف نہ کرے لایعنی سوال کا جواب نہ دے بلکہ سائل کو متنبہ کر دے اگر سوال متحمل دو صورتوں کو ہو تو تشقیق[1] سے جواب نہ دے بلکہ سائل سے پہلے صورت واقعہ متعین کر لے پھر جواب دے کیونکہ بعض اوقات مسائل دونوں شقوں کا حکم سن کر ایک شق کو اپنے مفید مطلب سمجھ کر سوال میں اس کا دعویٰ کرنے لگتا ہے۔ جس کی وجہ سے سائل کا یا اس کے مقابل کا ضرر دینی یا دنیوی ہو جاتا ہے۔ عامی کو دلیل بتلانے کا التزام نہ کرے کہ اکثر اس فہم سے خارج ہو گی۔ ہاں دوسرے علماء مصححین کی سہولت کے لئے اگر دلیل کی طرف اشارہ کر دے یا کوئی عبارت بلا ترجمہ نقل کر دے مستحسن ہے۔

اگر قرائن سے معلوم ہو کہ سائل غائب اس تحریر کو اچھی طرح نہ سمجھے گا یا سمجھنے میں غلطی کرے گا۔ جواب لکھ کر لکھ دے کہ کسی عالم سے اس جواب کو زبانی حل کر لے اگر قرائن سے معلوم ہو کہ سوال براہ تعنت ہے۔ جواب نہ دے۔ غرض اہل سے دریغ نہ کرے نااہل کو منہ نہ لگاوے۔

چوتھی صورت تالیف وتصنیف ہے۔ خواہ اشتہار ہو یا اخبار ہو یا رسالہ و کتاب ہو۔ اس میں بھی ضرورت وقت کا لحاظ اور عبارت میں سلاست اور کفایت کی رعایت ہو اور اگر خدا تعالیٰ معاش کی کوئی صورت اور سبیل عطا فرماوے تو اپنی تصانیف کی خود تجارت نہ کرے۔ یہاں تک کہ بیان تھا بے خبری کے ازالہ کی تدبیروں کا آگے بیان ہے ضعف ہمت کے ازالہ کی تدبیر کا۔

تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ امور ذیل کو تقویت ہمت میں خاص اثر اور دخل ہے ایک ان میں سے صحبت شیوخ کاملین کی ہے جن کی یہ علامتیں[2] ہیں۔ بقدر ضرورت علم دین رکھتا ہو۔ عقائد و اعمال و اخلاق میں شرع کا پابند ہو۔ دنیا کی حرص نہ رکھتا ہوں۔ کمال کا دعویٰ نہ کرتا ہو کہ یہ بھی شعبہ دنیا ہے۔ کسی شیخ کامل کی صحبت میں چندے رہا ہو۔ اس زمانہ کے منصف علماء و مشائخ اس کو اچھا سمجھتے ہوں۔ بہ نسبت عوام کے خواص یعنی فہیم دیندار لوگ

---

[1] یعنی یہ جواب نہ دے کہ اگر اس طرح واقع ہے تو یہ جواب ہے اور اگر اس طرح ہے تو یہ جواب ہے ۱۲

[2] منقول از قصد السبیل

besturdubooks.wordpress.com

اس کی طرف زیادہ مائل ہوں۔ اس سے جو لوگ بیعت ہوں ان میں اکثر کی حالت باعتبار اتباع شرع وقلت حرص دنیا کے اچھی ہو۔ وہ شیخ تعلیم وتلقین میں اپنے مریدوں کے حال پر شفقت رکھتا ہو اور ان کی کوئی بری بات دیکھے یا سنے تو ان کو روک ٹوک کرتا ہوں۔ یہ نہ ہو کہ ہر ایک کو اس کی مرضی پر چھوڑ دے۔ اس کی صحبت میں چند بار بیٹھنے سے دنیا کی محبت میں کمی اور حق تعالیٰ کی محبت میں ترقی محسوس ہوتی ہو۔ خود بھی وہ ذاکر شاغل ہو اس لئے کہ بدوں عمل یا عزم عمل تعلیم میں برکت نہیں ہوتی اور صدور کشف وکرامت اور استجابت دعا وتصرفات لوازم مشیخت سے نہیں۔ غرض ایسے حضرات کی صحبت خاص طور پر مؤثر ہے مگر اس صحبت کی تاثیر میں شرط یہ ہے کہ اس میں نیت بھی یہی ہو کہ میرے قلب میں رغبت طاعت اور نفرت معاصی پیدا ہو اور اس کے ساتھ اس کا بھی التزام رہے کہ اپنی کیفیات قلبیہ کی شیخ کو اطلاع دے کر جو معالجہ تجویز فرمایا جائے اس پر کاربند ہو۔

دوسرا امر ان میں سے بوقت میسر نہ آنے صحبت کاملین کے اہل اللہ کے حالات و مجاہدات کا مطالعہ یا استماع[1] ہے مگر ان سے جو مقالات متعلقہ اسرار مسائل غامضہ تصوف ہیں ان میں ہرگز مشغول نہ ہو البتہ علوم معاملہ یعنی تربیت باطن وتہذیب نفس کے بارے میں جو کچھ ان کے اقوال میں وہ سرتاپا عملدرآمد کے قابل ہیں۔

تیسرا امر ان میں سے مراقبہ موت و مابعد الموت ہے۔ مراد اس سے ابتداء نزع روح سے دخول جنت یا نار تک جو احوال (خوفناک امور) پیش آنے والے ہیں۔ مثلاً سوال نکیرین وعذاب ونعیم قبر وحشر ووزن اعمال وحساب وجزاء وعبور صراط وغیرہ سب کو کسی وقت فراغ میں بالالتزام روزانہ کم از کم بیس منٹ سوچا کریں۔ تقویت ہمت میں جن ملکات کو دخل ہے اس مراقبہ سے ان کا کمال پیدا ہو جائے گا۔ جیسے زہد وخشیت وامثالہا۔ پس یہاں پر بیان ختم ہو گیا۔ یعنی اسباب انقلاب کے ازالہ کی تدبیر کا۔ بس طریقہ اصلاح مکمل طور پر متشخص ہو گیا۔ ولله الحمد اور لطف یہ کہ نہایت سہل اور ایسا کام اور تام کہ ادنیٰ توجہ سے تمام اُمت باسرع اوقات اپنی اصلاح کر سکتی ہے۔ آگے نفع حاصل کرنے والوں کی توفیق ہے۔

---

[1] دیکھنا یا سننا

besturdubooks.wordpress.com

مانصیحت بجائے خود کردیم   روزگارے دریں بسر بردیم

(ترجمہ: ہم خود اپنے آپ کو نصیحت کی ہے اور اسی میں ایک زمانہ گزار دیا ہے۔)

گر نیاید بگوش رغبت کس   بر رسولاں بلاغ باشد و بس

(ترجمہ: اگر کسی کے کان سننے کے لئے متوجہ نہیں ہوتے تو نہ ہوں رسولوں پر فقط پہنچانا ہے)

تذئیل

علماء احکام کے دستور العمل کا متمم ایک اور امر بھی ہے یعنی امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور اس میں بعض مواقع پر غیر علماء بھی شریک ہیں یعنی خاص اپنے ان متعلقین پر احتساب کرنا جن پر قدرت ہے۔ علماء کے ساتھ مخصوص نہیں۔ البتہ عام احتساب یہ خاص ہے علماء کے ساتھ۔ اور عوام کی تصدی اس کے لئے اکثر موجب فتنہ و عداوت ہو جاتی ہے۔ نیز عوام اکثر احتساب کی حدود بھی نہیں جانتے۔ اس سے غلو فی الدین کی نوبت آ جاتی ہے۔ نیز اکثر عوام نفس کو مہذب کئے ہوئے نہیں ہوتے اور ان کے احتساب میں بکثرت نفسانیۃ ہوتی ہے۔ اس معنی کے افادہ کے لئے بعض مفسرین نے ولتکن منکم میں من کو تبعیضیہ کہا ہے اور یہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کہیں واجب ہوتا ہے جہاں فاعل بے خبر ہو یا فاعل کو پوری قدرت ہو یا قبول کی پوری توقع ہو۔ ورنہ مستحب ہے اور منجملہ اس کے آداب کے یہ ہے کہ اہل خلوت میں کہے اور نرمی سے کہے اس کے بعد اگر بمصلحت ہو علانیہ کہے اور سختی سے کہے ورنہ اعراض کرے اور دعا کرے۔

اور منجملہ اس امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے کفار کی تبلیغ بھی ہے خواہ بذریعہ تقریر اور خواہ بذریعہ تحریر اپنے ملک کے کفار کو بھی اور دوسرے ملک کے کفار کو بھی۔ اور یہ بوجہ عموم شیوع احکام دینیہ کے گو اس وقت واجب نہیں رہا۔ لیکن اگر کوئی ہمت کرے عین عزیمت ہے اور اس غرض کی تحصیل و تکمیل کے لئے اگر ان اقوام کی زبان بھی سیکھ لے تو بشرط خلوص نیت عین طاعت ہے۔ جیسا اس وقت کوئی شخص انگریزی وغیرہ اسی غرض سے حاصل کرنا چاہے۔

تکمیل

تبلیغ احکام کے متعلقات ہی میں سے ان احکام کی ایک خاص حفاظت بھی ہے۔ یعنی

besturdubooks.wordpress.com

اصول وفروع اسلام پر جو حملے یا آمیزشیں ہیں خواہ وہ اہل کفر ہوں یا اہل بدعت ان کو دفع کرنا اور رفع کرنا تا کہ طالبان حق شبہات سے محفوظ رہیں اور اس مقصود کے لئے اگر اہل باطل پر ردوقدح کرنے کی حاجت ہو یا ان سے مناظرہ کرنا مصلحت ہو۔ اس سے بھی پہلوتہی نہ کرے اور اس زمانہ پرآشوب میں مناظرہ اگر مشروع ہے تو اسی غرض سے ورنہ تعصب اس درجہ ترقی پر ہے کہ مناظرہ سے احقاق حق مقصود ہی نہیں رہا اور اس ردوقدح یا مناظرہ کے لئے اگر اہل باطل کے علوم وفنون حاصل کرنا ضروری ہو وہ بھی طاعت ہے۔ جیسے اس وقت سائنس وغیرہ سیکھنا یہاں تک تدبیریں ہیں اصلاح کی اور اس سب کے بعد بھی بڑی ضرورت دعاوالتجا بجناب حق کی ہے۔

ایں ہمہ گفتیم و لیک اندر پسیچ   بے عنایات خدا ہیچیم و ہیچ

ترجمہ: ہم نے یہ سب کہا ہے لیکن حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی عنایات کے بغیر ہم کچھ بھی نہیں ہیں۔

بے عنایاتِ حق و خاصانِ حق   گر ملک باشد سیہ ہستش ورق

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اور اس کے خاص بندوں کی عنایات کے بغیر اگر فرشتہ ہو تو اس کا بھی اعمال نامہ سیاہ ہوگا۔

سد موانع اصلاح انقلاب

اس سے اوپر انقلاب اُمت کی اصلاح کی تدابیر کی تعیین وتفصیل مذکور تھی چونکہ ہر تدبیر پر عمل کرنے کے ساتھ اس کے موانع تاثیر سے تحرز بھی واجب ہوتا ہے جس طرح امراض جسمانی میں پرہیز کی ضرورت سمجھی جاتی ہے اس لئے ان تدابیر اصلاح کے ساتھ ان امور سے بچنا بھی ضروری ہوگا جو ان کے اثر میں خلل انداز ہیں۔

بیان اس کا یہ ہے کہ ان تدابیر میں سے بعض علماء کے متعلق تھیں یہاں ان کے باب میں کلام مقصود نہیں کیونکہ وہ خود جانتے ہیں صرف ان میں جو عوام کے متعلق ہیں ان پر بقدر ضرورت لکھا جاتا ہے سو اس باب میں یہ امور بتلائے گئے تھے (۱) کتب دینیہ کا پڑھنا یا دیکھنا یا سننا (۲) علماء دین سے مسئلہ پوچھنا (۳) وعظ سننا (۴) صحبت اہل کمال (۵) گھر والوں کو خود پڑھانا یا سنانا یا کسی کے ذریعے سے پڑھوانا سنوانا۔ ان امور پنجگانہ میں سے ہر ایک میں بعض لوگ بے احتیاطیاں کرتے ہیں جو معالجہ مطلوبہ میں بدپرہیزی کا حکم رکھتے ہیں

besturdubooks.wordpress.com

بالترتیب ہر ایک کے متعلق مختصراً تنبیہ ضروری ہے۔

امر اول یعنی کتب دینیہ کا پڑھنا یا دیکھنا یا سننا

اس کے متعلق آج کل بعض بکثرت یہ غلطی کرتے ہیں کہ جو کتاب دین کے نام سے دیکھی یا سنی خواہ اس کا مضمون حق ہو یا باطل خواہ اس کا مصنف ہندو ہو یا عیسائی یا دہری مسلمان پھر مسلمان بھی گو صاحب بدعت ہی ہو غرض کچھ تفتیش نہیں کرتے اس کا مطالعہ شروع کر دیتے ہیں اور اسی میں وہ مضامین آ گئے جو کسی مسئلہ کے متعلق اخبارات میں چھپے رہتے ہیں۔ سو اس میں چند مضرتیں ہیں۔ بعض اوقات بوجہ کم علمی کے بھی امتیاز نہیں ہوتا کہ ان میں کون سا مضمون صحیح ہے کون سا غلط۔ کسی غلط کو صحیح سمجھ کر عقیدہ یا عمل میں خرابی کر بیٹھتے ہیں۔ بعض اوقات پہلے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ امر غلط ہے مگر بعض مصنفین کا طرز بیان ایسا تلبیس آمیز یا دل آویز ہوتا ہے کہ دیکھنے والا فی الفور اس سے متاثر ہو جاتا ہے اور اس کے مقابلہ میں اپنے پہلے اعتقاد کو ضعیف اور بے وقعت خیال کر کے بعض دفعہ تو اس پہلے کو غلط اور اس پچھلے کو صحیح سمجھ لیتا ہے اور بعض دفعہ اس کو گو قبول نہیں کیا مگر متزلزل و مذبذب ہو کر کبھی دل میں رکھتا ہے اور پریشان ہوتا ہے اور کبھی دوسروں سے تحقیق کرنا چاہتا ہے مگر چونکہ اس میں کچھ غموض ہوتا ہے جس کے ادراک کے لئے اس کا علم و ذہن کافی نہیں ہوتا اس لئے سمجھ میں نہیں آتا اور بے سمجھے لایعنی سوالات کر کے دوسروں کو پریشان کرتا ہے اور اپنے فہم کا قصور فہم میں نہیں آتا اور جواب دینے والوں کو جواب سے عاجز سمجھ کر ان کے علم یا اخلاق میں تنگی کا حکم لگا کر ان سے بدگمان ہو جاتا ہے اور بھی انواع مفاسد پیدا ہو جاتے ہیں ان سب کا انسداد یہی ہے کہ کوئی کتاب کوئی اخبار کوئی رسالہ کوئی تقریر تاوقتیکہ کسی محقق عالم کو نہ دکھلا لیں اور اس سے رائے نہ لے لیں ہرگز نہ دیکھیں۔ اخبارات کے بعض مفاسد اس قسم کے احقر نے ایک مستقل تحریر مسمیٰ بہ ''اخبار بینی'' میں ایک زمانہ میں لکھے تھے جس پر بلا تدبر بعض معترضین نے غل مچایا مگر وہ تحریر بغور پڑھنے کے قابل ہے اس سے یا اس سے یہ ہرگز مقصود نہیں کہ کسی اخبار یا کسی کتاب کا مطالعہ ہر حالت میں حرام ہے مقصود صرف یہ ہے کہ چونکہ

besturdubooks.wordpress.com

ان چیزوں میں بعض اوقات ایسے مفاسد ہوتے ہیں اور ان مفاسد سے بچنا ملت اسلامیہ میں واجب ہے اور بچنا بدوں معرفت کے ہو نہیں سکتا اور معرفت خود ہے نہیں اس لئے کسی صاحب معرفت یعنی عالم محقق سے مشورہ لے کر اس کا اتباع ضروری ہوگا افسوس ہے کہ باوجود وضوح اس امر کے پھر اس ممانعت کو تنگ خیالی وتعصب پر محمول فرمایا جاتا ہے کیا خیر خواہ باپ اگر اپنے بچے کو زہر ملی ہوئی مٹھائی کے کھانے سے روکے کوئی عاقل اس باپ کو متعصب یا تنگ خیال کا لقب دے گا۔ غایت رافت کے ساتھ اس کو متعصب کہے گا اور اگر کوئی کہے کہ ہم خذما صفا و دع ما کدر کے طور پر اس کو دیکھتے ہیں سو اس کا جواب ادھر کی تقریر سے واضح ہو گیا ہے کہ اس امتیاز کے لئے علم کامل وفہم دانی کی حاجت ہے اور کلام اس کے فاقد میں ہے رہا کسی کا اپنے کو فاقد نہ سمجھنا یہ معتبر نہیں بلکہ کسی عالم ماہر کا کسی کو فاقد کہنا اس کے اثبات کے لئے کافی ہے اور یہی وجہ ہے کہ جناب رسول کریم و نبی حکیم علیہ صلوٰۃ اللہ تعالیٰ والتسلیم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے راسخ العلم والعمل شخص کو توراۃ کے مطالعہ سے منع فرمایا باوجودیکہ وہ فی نفسہ آسمانی کتاب تھی گو اس میں تحریف بھی ہوگئی تھی اور پھر مطالعہ بھی تنہا نہ تھا بلکہ خود حضور پُرنور کو سنا رہے تھے اور اس میں جزو محرف کا معین ومبین ہو جانا ظاہر تھا اس کے بعد کسی فساد کے ترتب کا احتمال ہی نہ تھا معہذا پھر اس مصلحت سے کہ آئندہ کو یہ عمل ان مفاسد کے باب مفتوح ہونے کا سبب نہ بن جائے کس سختی سے منع فرمایا اور کیسی ناخوشی ظاہر فرمائی جیسا کہ حدیث دارمی میں مذکور ہے۔

ان دلائل حسیہ وحدیثیہ کے بعد امید ہے کہ اہل انصاف مصلحت اندیش کو کوئی خدشہ نہ رہا ہوگا اور جبکہ اس تقریر سے وہ کتابیں وغیرہ بھی قابل تحرز قرار پائیں جن میں مصالح کے ساتھ بعض مفاسد بھی ہوں۔ سو جن میں سرتاسر مفاسد ہی ہوں جیسے ناول وغیرہ جن سے اعمال واخلاق کا بڑا حصہ نہایت گندہ ہو جاتا ہے ان کا مطالعہ کس طرح جائز سمجھا جائے گا بالخصوص نوجوانوں اور عورتوں کو بلکہ اگر ایسی کتابیں گھر میں دیکھی جائیں آگ میں جلا دینا بھی ان کا حق ادا کرنا ہے۔

اب اس ذیل میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عام لوگوں کے لئے ایک مختصر نصاب قابل مطالعہ کتب کا معین کر دیا جائے تا کہ ان میں مشغول رہ کر مخدوش کتب سے محفوظ

besturdubooks.wordpress.com

رہیں۔ بہشتی زیور گیارہ حصے۔ تعلیم الدین، فروع الایمان۔ جزاء الاعمال۔ تبلیغ دین۔ قصد السبیل۔ شوق وطن۔ اگر اس سے زیادہ مطول و مفصل کی ضرورت ہو کسی عالم محقق سے دریافت کر لیا جائے تمام ہوا بیان امر اول کا۔

امر دوم یعنی علمائے دین سے مسئلہ پوچھنا

اس میں چند غلطیاں کی جاتی ہیں ایک یہ کہ کیف ما اتفق سے مسئلہ پوچھ لیتے ہیں بعض اوقات تو یہ بھی نہیں تحقیق کرتے کہ یہ شخص واقع میں عالم بھی ہے یا نہیں کسی کا نام مولوی سن لیا اور اسی سے دین کی باتیں پوچھنے لگے اور بعض اوقات عالم ہونا معلوم ہوتا ہے مگر یہ نہیں دیکھتے کہ یہ کس مشرب کا کس عقیدہ کا ہے ایسے شخص کے جواب سے بعض اوقات تو عقیدہ یا عمل میں خرابی پیدا ہو جاتی ہے اور بعض اوقات تردد اور شبہ میں پڑ کر پریشان ہوتا ہے یا پریشان کرتا ہے جیسا کہ امر اول کے بیان میں گزر چکا ہے۔ دوسری غلطی یہ کی جاتی ہے کہ ایک مسئلہ کو کئی جگہ پوچھتے ہیں اور بعض اوقات جواب مختلف ملتا ہے تو اس وقت یا تو تعیین راجح میں پریشان ہوتے ہیں یا جس میں نفس کی مصلحت ہوتی ہے اس پر عمل کرتے ہیں اور کبھی اس کی عادت ہو جاتی ہے تو استفتاء سے یہی مقصود ہو جاتا ہے کہ نفس کے موافق جواب ملے اور جب تک ایسا جواب نہیں ملتا برابر اس کد و کاش میں رہتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ وضع تدین سے بمراحل بعید ہے سراسر اتباع ہوا۔ اور تلعب فی الدین ہے اور ایک تیسری غلطی اس دوسری غلطی سے یہ پیدا ہوتی ہے کہ بعض اوقات ایک مجیب کا جواب دوسرے مجیب کے سامنے نقل کر دیا جاتا ہے چونکہ بعض اوقات طبیعت کا خاص رنگ ہوتا ہے بعض اوقات نقل کا لب و لہجہ کچھ معارضانہ ہوتا ہے اس لئے کبھی اس مجیب کی زبان سے دوسرے مجیب کی نسبت یا اس کے جواب کی نسبت کوئی ناملائم لفظ نکل جاتا ہے۔ پھر یہی ناقل یا کوئی دوسرا اس مجیب تک اس کو پہنچا دیتا ہے پھر وہ کچھ کہہ دیتا ہے اس کی خبر اس پہلے تک پہنچتی ہے اور بعض دفعہ بلکہ اکثر ان مقولات میں بھی بہت کچھ لفظی یا معنوی تغیر و تبدل کر دیا جاتا ہے اور اس طور پر باہم ایک فساد عظیم ان میں برپا ہو جاتا ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

اور ایک غلطی یہ ہے کہ غیر ضروری مسئلے پوچھے جاتے ہیں۔

ایک غلطی یہ ہے کہ مسائل کے دلائل دریافت کئے جاتے ہیں جن کے سمجھنے کے لئے علوم درسیہ کی حاجت ہے اور چونکہ اس سائل کو وہ حاصل نہیں اس لئے دلیل کو سمجھتا نہیں اور اگر اسی خیال سے کوئی مجیب دلیل بتلائے سے انکار کرتا ہے تو اس غریب کی بدخلقی پر محمول کیا جاتا ہے۔

ایک غلطی یہ کی جاتی ہے کہ کسی سے کسی مسئلہ میں مباحثہ شروع کرتے ہیں پھر اپنی تائید کے لئے فتوے حاصل کرتے ہیں اور وہ فتویٰ اپنے مخالف کو دکھلا کر اس پر احتجاج کرتے ہیں پھر وہ اپنے موافق فتوے حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اسی طرح خواہ مخواہ باہم جنگ وجدال کیا کرتے ہیں حالانکہ عوام کو اس میں پڑنا موجب خطر ہے۔ اگر ان سے کوئی اہل باطل الجھے تو علماء کا حوالہ دے کر اس کو قطع کر دیا جائے۔ اگر غرض ہوگی آپ پوچھے گا۔ ان سب غلطیوں کی اصلاح اس سے ہوسکتی ہے کہ اپنا دستور العمل اس باب میں یہ رکھیں کہ جب کوئی ضروری بات پیش آئے اپنے عمل کرنے کے لئے نہ کہ مباحثہ کے لئے ایسے شخص سے مسئلہ پوچھیں جس کا معتبر و محقق ہونا صحیح ذریعہ سے پہلے معلوم ہو اور اس پر اعتماد و اعتقاد بھی ہو اور دلیل دریافت نہ کریں اور کسی دوسرے عالم سے بلاضرورت نہ پوچھیں اور اگر باوجود ان سب رعایتوں کے اس کے جواب میں شبہ رہے اور شفا نہ ہو تو ایسی ہی صفت کے دوسرے عالم سے پوچھ لیں اور اگر جواب پہلے کے خلاف ہو تو پہلے کا جواب اس کے اور اس کا جواب پہلے کے سامنے نقل نہ کریں اور جس قول پر قلب مطمئن ہو اس پر عمل کر لیں اور یہی عمل اس حالت میں کریں جبکہ بلا مراجعت دوسرے عالم کے خود بخود جواب اول کے خلاف کوئی جواب اس باب میں گوش زد ہو جائے اور اگر استفتاء تحریراً ہو تو ان رعایات کے علاوہ اور بھی بعض رعایتوں کا لحاظ رکھیں یعنی سوال کی عبارت اور خط بہت صاف ہو حتی الامکان فضول غیر متعلق باتیں اس میں نہ لکھیں۔ اپنا پتہ و نام صاف لکھیں اگر کئی بار ایک ہی جگہ استفتے جائیں تب بھی ہر خط میں اپنا پتہ اور نام صاف لکھیں۔ اور جواب کے لئے ٹکٹ ضرور رکھ دیا کریں بلکہ اگر سوال دستی بھی بھیجیں تب بھی جواب کے لئے ٹکٹ رکھ دیں اور پتہ اپنا پورا لکھ دیں شاید اس وقت جواب مسئلہ کا نہ دے سکیں تو بعد میں ڈاک میں بھیج دیں گے ورنہ ٹکٹ واپس آ جائے گا۔ اور اگر کئی سوال ہو تو کارڈ پر نہ بھیجا

besturdubooks.wordpress.com

کریں۔ اور اگر کبھی ایسا اتفاق ہو جائے تو ان سوالوں پر نمبر ڈال کر ان کی ایک نقل اپنے پاس بھی رکھ لیں اور مکتوب الٰہیہ کو اطلاع دے دیں کہ ہمارے پاس سوالات کی نقل نمبروار ہے آپ اعادہ سوال کی تکلیف نہ کریں۔ نمبروں کی ترتیب سے صرف جواب لکھ دیں۔

امر سوم یعنی وعظ سننا

جس قسم کی غلطیاں امر اول میں کی جاتی ہیں اسی قسم کی غلطیاں لوگ یہاں کرتے ہیں کیونکہ تحریر و تقریر دلالت احکام و آثار میں متقارب ہیں یعنی لوگ ہر قسم کے واعظوں کا وعظ سن لیتے ہیں اس کے وہی مفاسد ہیں جو امر اول میں تھے اور ان کا وہی انسداد ہے جو مفاسد متعلقہ امر اول کا یعنی جب کوئی وعظ جدید آئے اپنے شہر یا قریب کے کسی عالم معتبر سے اس واعظ کی حالت پوچھ لے اگر وہ اطمینان دلا دے تو وعظ سنے ورنہ نہ سنے۔ کیونکہ بعض واعظ جاہل ہوتے ہیں اور بعض بدمذہب اور ان میں بعض اپنے مدعا کے ذہن میں جما دینے میں ملکہ رکھتے ہیں اور بعض ایسے چالاک ہوتے ہیں کہ اہل اول مخاطبین کے موافق کہتے ہیں پھر بعد مناسبت اپنے مسلک کی دعوت شروع کرتے ہیں۔ بقول مولانا ؎

زانکہ صیاد آورد بانگ صفیر　　تا کہ گیرد مرغ را آں مرغ گیر

ترجمہ: اسلیئے شکاری نے اونچی آواز سے سیٹی لگائی ہے تا کہ مرغ پکڑنے والا مرغ کو پکڑ لے

پس محتاط کو یہ طریقہ رکھنا چاہیے ؎

دشمن ارچہ دوستانہ گویدت　　دام داں گرچہ زدانہ گویدت

ترجمہ: دشمن اگر تجھ سے دوست کے لہجے میں بات کرے تو اسے جال سمجھ اگر تجھے دانہ کی بات بتائے۔

اور یہ شیوہ اختیار نہ کریں کہ ؎

لختے برداز دل گذرو ہر کہ بہ پیشم　　من قاش فروش دل صد پارۂ خویشم

ترجمہ: دل کے ٹکڑے اٹھا کر چلا ہو جو بھی میرے سامنے آئے گا اسے اپنے دل کے ٹکڑوں میں ایک ٹکڑا بیچ دوں گا۔

اور اگر باوجود احتیاط کے کوئی بات مشتبہ کان میں پڑ جائے علماء محققین سے اس کی تحقیق کر لیں۔

besturdubooks.wordpress.com

امر چہارم یعنی اہل کمال کی صحبت

اس مین جو دھوکا ہوتا ہے وہ بہت عام ہے یعنی جو علامتیں اہل کمال کی ہیں ان کی رعایت میں کی جاتی جن کو احقر نے مضمون میں قصد السبیل سے نقل کیا ہے۔ اس کا انسداد ان علامات کی رعایت ہے بقول رومی رحمۃ اللہ علیہ ؎

اے بسا ابلیس آدم روے ہست　　پس بہر دستے نہ باید داد دست

(ترجمہ: بہت سارے شیطان آدمیوں کے روپ میں ہیں لہٰذا ہر ہاتھ میں ہاتھ نہیں دینا چاہیے)

اسی کے ذیل میں اس صحبت کی مضرت بھی سمجھ لینا چاہیے جو مقتداء بنا کر نہ ہو محض دوستی کے طور پر ہو مگر وہ دوست بددین ہو۔ یہ بھی غلطی عظیم ہے تجربہ سے ایک دوست کا اثر طبعاً دوسرے دوست پر ضرور آتا ہے اور مضر اثر جلد آتا ہے اس لئے ارشاد نبوی ہے۔ المرء علیٰ دین خلیله فلینظر بحاله البتہ جو ملاقات بضرورت ہو وہ مستثنیٰ ہے۔

امر پنجم یعنی گھر والوں کو خود پڑھانا

اس میں جو غلطیاں ہوتی ہیں ان کا مجموعہ امور رابعہ کے بیان میں منتشر طور پر بطور علاج آ گیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ گھر والوں کے لئے کتابیں جو تجویز کی جائیں یا واعظ ان میں رعایات مذکورہ سابقہ ملحوظ ہوں اور یہ امر تصریح و تخصیص کے ساتھ اس قابل ذکر ہے کہ سیانی لڑکی کا معلم نامحرم جوان یا میانہ عمر کا جائز نہ رکھا جائے۔ و آخر دعوانا ان الحمدللّٰہ رب العالمین.

نوٹ: از احقر مؤلف اشرف السوانح۔ اس کے بعد حضرت والا نے بہت سے ابواب فقہیہ کے متعلق کوتاہیوں کی اصلاحات جزئیہ تحت عنوان ''بعض جزئیات انقلاب مع اصلاح'' نہایت بسط کے ساتھ تحریر فرمائی ہیں جو اصلاح اُمت کے لئے نہایت مفید ہیں۔

حضرت والا کا قصد تو یہی تھا کہ سارے ابواب فقہ کے متعلق کوتاہیوں کی ایسی ہی اصلاحات تحریر فرما دیں لیکن پھر دوسری زیادہ اہم خدمات دینیہ میں مشغولی ہو گئی اور وقت نہ مل سکا تاہم موجودہ ذخیرہ بھی بہت ہے چنانچہ اصلاح انقلاب حصہ اول و دوم میں مضامین ذیل بہت بسط کے ساتھ تحریر فرمائے گئے ہیں۔

besturdubooks.wordpress.com

(۱) اصلاح معاملہ بقرآن مجید (۲) اصلاح معاملہ متعلق بحضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم (۳) اصلاح معاملہ بہ نماز (۴) اصلاحِ معاملہ بصیام ومتعلقاتِ آں (۵) اصلاح معاملہ بزکوۃ (۶) اصلاح معاملہ بہ حج (۷) اصلاح معاملہ بہ قربانی (۸) اصلاح معاملہ بہ بعض طاعاتِ مالیہ (۹) اصلاح معاملہ بموت (۱۰) اصلاح معاملہ بسفر (۱۱) اصلاح معاملہ بہ تعلیم نسواں (۱۲) اصلاح معاملہ بہ ادائے حقوق معلم ومتعلم وشریک تعلیم (۱۳) اصلاح معاملہ متعلق بہ نکاح (۱۴) اصلاح بعض اغلاط متعلق بہ تحلیل حرام وتحریم حلال درباب نکاح (۱۵) اصلاح معاملہ متعلق ولایت نکاح (۱۶) اصلاح معاملہ متعلقہ بکفات (۱۷) اصلاح انقلاب متعلق مہر (۱۸) اصلاح انقلاب متعلق بہ عدل بین الزوجین (۱۹) اصلاح انقلاب متعلق رضاع (۲۰) ابواب الطلاق وما یلحق بہ (۲۱) احکام النفقہ (۲۲) باب النفقات الروحانیہ (۲۳) اصلاح انقلاب متعلق لقطہ (۲۴) اصلاح انقلاب متعلق مفقود (۲۵) اصلاح انقلاب متعلق بتعزیر وتعبیر وتکفیر فقط ختم ہوا مضمون اول۔

مضمون دوم ملقب بہ مکارم عشرہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بعد الحمد والصلوٰۃ ناظرین کرام کی خدمت میں گزارش ہے کہ اشرف السوانح میں جب اہتمام تبلیغ واصلاح امت کے واقعات درج ہونے کا موقع آیا تو مکرم ومحترم بندہ جناب خواجہ صاحب مؤلف زادمجدہم نے احقر سے فرمایا کہ چونکہ اس قسم کے واقعات سے تمہیں بھی تعلق رہا ہے تم کو اچھی طرح معلوم ہوں گے لہٰذا ایسے واقعات تم بھی لکھ دو احقر نے ہر چند عرض کیا کہ اس تصنیف لطیف میں مجھ جیسے کی تحریر کا جوڑ لگانا ہرگز مناسب نہیں مگر خواجہ صاحب کو رخصت قریب الختم ہونے کے سبب فرصت بالکل نہ تھی اس لئے مکرر اصرار فرمایا تو مجبوراً احقر کو جرأت کرنا پڑی اور یہ دس واقعات لکھ دیئے۔ ان میں سے آٹھ یعنی واقعہ سوم سے اخیر تک کا تو احقر کو ذاتی علم ہے اور واقعہ اول ودوم حضرت اقدس مدظلہم العالی کی زبان فیض ترجمان سے چند بار سننے کا شرف حاصل ہوا تھا لیکن پوری تفصیل ذہن

besturdubooks.wordpress.com

نشین نہ رہی تھی اس لئے اس وقت احقر نے مکرر بیان فرما دینے کی درخواست پیش کی حضرت والا نے غایت شفقت قبول فرما کر مفصل واقعہ بیان فرما دیا اور احقر نے یہ تمام واقعات لکھ کر حضرت اقدس کی خدمت بابرکت میں بھی پیش کئے ہیں۔ حضرت والا نے غایت ذرہ نوازی سے ملاحظہ کی تکلیف گوارا فرمائی ورنہ۔

من کہ باشم کہ براں خاطر عاطر گذرم　　　لطفہا میکنی اے خاک درت تاج سرم

(ترجمہ: میں کون ہوتا ہوں کہ اس معطر کی خدمت میں جاؤں اے محبوب تیرے در کی خاک میرے سر کا تاج ہے، تو بڑی مہربانیاں فرماتا ہے۔

یہ ناکارہ غلام تو شکرگزاری سے سراسر قاصر ہے اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرماوے۔ آمین ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔

(احقر عبدالکریم عفی عنہ ۲۵۔ محرم ۱۳۵۵ھ)

پہلا واقعہ: جگنیر میں تبلیغ

عرصہ دراز ہوا کہ ایک مرتبہ حضرت اقدس کانپور تشریف لے گئے تھے وہاں معلوم ہوا تھا کہ مقام جگنیر میں آریہ لوگ ریشہ دوانی کررہے ہیں اور اس سے متاثر ہو کر کچھ لوگ مرتد ہونے والے ہیں اس کو سنتے ہی حضرت نے وہاں تشریف لے جانے کا عزم فرما لیا اور سامان خورد ونوش کے علاوہ ڈیرہ خیمہ وغیرہ تمام سامان ہمراہ لیا جب لوگوں کو اس کی اطلاع ہوئی تو اچھا خاصہ مجمع ساتھ ہو گیا۔

وہاں پہنچ کر حضرت والا نے اول ان کے ممتاز لوگوں سے گفتگو کو مناسب تصور فرمایا۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ ان کے سردار دو شخص ہیں نھو سنگھ اور ادھار سنگھ ان کا نام سرکاری کاغذات میں تو نھو خاں اور ادھار خاں تھا مگر عام طور پر زمانہ کفر کی رسم کے مطابق سنگھ کہنے کا دستور تھا۔ القصہ ان دونوں کو یکے بعد دیگر کے الگ الگ بلایا گیا تاکہ دونوں کے خیالات آزادی سے معلوم ہو سکیں اور چونکہ گرمی کا زمانہ تھا اس واسطے ان کو شربت پلانا چاہا مگر انہوں نے عذر کر دیا کہ ہم مسلمانوں کے ہاتھ کا کھایا پیا نہیں کرتے اور بھی ایسی ہی بیہودہ رسمیں

ے جناب مولوی سعید احمد صاحب کی حیات کا واقعہ ہے اور ان کے انتقال کو پچیس سال ہو گئے

besturdubooks.wordpress.com

معلوم ہوئیں مثلاً نکاح کے ساتھ پھیرے بھی ہوتے ہیں اور سر پر چوٹی بھی ہے اور جو صاحب وسعت ہوا اور برادری کو کھانا دے سکے اس کے یہاں ختنہ بھی ہوتی ہے اور جہالت کی یہ حالت کہ ان سے پوچھا کہ تم ہندو ہو کہا نہیں دریافت کیا مسلمان ہو جواب دیا نہیں کہا گیا آخر کون ہو بتلایا کہ نو مسلم ہیں گفتگو کرنے پر نھوخاں نے تو یہ خیال ظاہر کیا کہ آریہ مذہب میں ینوگ کا ایسا گندہ حکم ہے کہ کوئی بھلا مانس اس کو سننے کے بعد ہرگز اس مذہب میں داخل ہونا گوارا نہیں کرسکتا اور ادھار خاں نے کہا کہ ہم تو تعزیہ بناتے ہیں ہم ہندو کیوں بننے لگے۔ حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ تعزیہ ضرور بنایا کرو۔ بعض ہمراہیوں نے اس ارشاد پر اشکال بھی کیا مگر حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ ان کے لئے بدعت وقایہ ہے کفر سے۔ اس لئے ان کو اس سے منع کرنا مصلحت نہیں۔ اس کے بعد عام مجمع میں بھی بیانات ہوئے اور ایک مجمع میں بہت کامیابی ہوئی جس میں قصبہ بارہ پرگنہ اکبر پور کے روساء اس تبلیغی وفد کی خبر سن کر بغرض تائید آ گئے تھے ان کا وہاں کافی اثر تھا اس لئے بڑی مدد ملی اور وہاں کے لوگوں کی سمجھ کے مناسب حضرت والا نے اعلان کے لئے یہ الفاظ تجویز فرمائے تھے کہ مسلمانوں کی کتھا ہوگی اور بیان کے لئے ذکر میلاد شریف تجویز فرمایا تھا شیرینی بھی تقسیم کرائی گئی تھی۔ مگر یہ سب کچھ مقامی رعایت کے سبب تجویز فرمایا لیکن خود حضرت والا نے اس مجلس میں شرکت نہیں فرمائی۔ بلکہ بعض ایسے صاحبان بھی ہمراہ تھے جو ایسی محفل کیا کرتے تھے ان سے میلاد شریف پڑھوا دیا۔ وہاں کئی دن قیام رہا اور جب انہوں نے خود اچھی طرح وعدہ کرلیا کہ ہم مرتد نہ ہوں گے تب واپسی ہوئی گو بیوقوفی سے ساتھ میں یہ بھی کہا تھا کہ ہم تمہارے جیسے مسلمان بھی نہ ہوں گے بلکہ ایسے ہی نو مسلم رہیں گے۔ اور مولوی سعید احمد صاحب تھانوی مرحوم کو جو تھانہ بھون ہی سے سفر میں ہمراہ تھے زمانہ قیام گجنیر ہی میں بعض دیہات میں بھیجا لیکن ان لوگوں نے اتنی بے التفاتی کی کہ دوپہر گزارنے کو جگہ تک نہ دی مولوی صاحب کو سخت تکلیف برداشت کرنا پڑی کیونکہ لُو کا موسم تھا آخر کار ایک برہمن نے ٹھکانا دیا۔ مولوی صاحب مرحوم اپنے ہمراہ ستو لے گئے تھے کسی نہ

besturdubooks.wordpress.com

گھولنے کے واسطے برتن بھی نہ دیا بیچاروں نے رومال ہی میں تھوڑا پانی ڈال کر معمولی سا بھگو لیا اور جس طرح بن پڑا کھالیا اور تحمل سے زیادہ تعب ومشقت اور ان کے بے انتہاء اعراض کی وجہ سے واپس آ گئے۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً

دوسرا واقعہ: تبلیغ کیلئے یورپ کا ارادہ

گزشتہ واقعہ سے کچھ عرصہ بعد کا واقعہ ہے کہ بابو حبیب احمد صاحب تھانوی کسی سلسلہ میں یورپ گئے تھے وہاں جو کافی تعلقات ہونے پر خاص خاص لوگوں سے اسلام کی خوبیاں بیان کرنے کی نوبت آئی تو بحمد اللہ کچھ لوگ اس تحریک سے مسلمان ہو گئے تھے جن میں چند صاحب بڑے طبقہ اور بڑے خاندان کے بھی تھے۔ اس سلسلہ میں بابو صاحب موصوف کو کچھ دریافت کرنے کی ضرورت پیش آئی تھی تو حضرت والا کی خدمت اقدس میں خط بھیجے تھے متعدد خطوط آئے بعض نومسلم انگریزوں نے اپنے لئے نام بھی تجویز کرایا تھا چنانچہ ایک عورت کسی کالج کی پروفیسر یا پرنسپل تھی اس کا سابق نام براڈے تھا حضرت والا نے اسلامی نام بریدہ تجویز فرما دیا۔ وہ بہت خوش ہوئی اور شکریہ لکھوا کر بھجوایا۔ اس خط وکتابت کے سبب ان نومسلموں کو حضرت والا سے کچھ تعلق ہو گیا تھا۔ ان میں سے کسی کا بواسطہ بابو صاحب مذکور کے ایک خط آیا کہ ہمیں حاضری کا اشتیاق ہے مگر یہ اندیشہ ہے کہ ہماری عورتیں پردہ کی عادی نہیں وہ پابند نہ ہو سکیں گی شاید آپ حضرات ناراض ہوں۔ حضرت اقدس نے تحریر فرمایا کہ وجہ اور کفین کا ستر فی نفسہ واجب نہیں بلکہ فتنہ کے سبب مامور بہ ہے اور آپ کی عورتوں کی طرف یہاں کے لوگوں کو رعب کی وجہ سے کسی قسم کا نفسانی خیال ہونا بعید ہے لہٰذا انتفاء علت کے سبب ان کو اس کی اجازت مل سکتی ہے۔ اس خط وکتابت کے دوران بابو صاحب نے حضرت والا سے عرض کیا کہ اگر آپ یہاں تشریف لے آویں اور میں اور آپ مل کر تبلیغ کا کام کریں اس طرح کہ مضامین آپ کے ہوں اور ترجمہ انگریزی میں میں کروں تو لوگوں کو بہت فائدہ ہو اس پر حضرت دام ظلہم نے سفر یورپ کا عزم فرما لیا اور مصارف کا بھی خود اپنے پاس سے انتظام فرما لیا اور صوفی محمد علی صاحب گلاوٹھی والوں کو ہمراہی کے لئے

besturdubooks.wordpress.com

تجویز فرمالیا جو کہ مدبر آدمی تھے اور بقدر ضرورت انگریزی گفتگو سے بھی واقف تھے لیکن حضرت والا نے بابو حبیب احمد صاحب کے پاس ایک خط روانہ فرمایا کہ آنے سے پیشتر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ ان لوگوں کے کچھ شبہات لکھ کر بھیج دیں اور یہاں سے جو جواب پہنچے وہ ان کو سنایا جائے تا کہ یہ اندازہ ہو جائے کہ آیا میرے جواب ان کے مذاق کے موافق بھی ہوتے ہیں یا نہیں اگر اس سے نفع ہو تو آنا مناسب ہوگا۔ ورنہ اتنا طویل سفر کیوں اختیار کیا جائے لیکن بابو صاحب اس والا نامہ کا جواب نہ بھیج سکے بلکہ شاید یہ والا نامہ ان تک پہنچا بھی نہ ہو کہ بابو صاحب کا انتقال ہو گیا اور اس وجہ سے سفر کی نوبت ہی نہ آنے پائی اور عزم سفر موقوف کرنا پڑا۔ فانا للہ و انا الیہ راجعون۔

تیسرا واقعہ: تحریکِ قانون وراثت متعلق پنجاب

ایک مرتبہ حضرت اقدس کی مجلس مبارک میں تذکرہ ہوا کہ پنجاب میں وراثت کا قانون شریعت مقدسہ کے خلاف ہے مثلاً بہن و بیٹی وغیرہ کو میراث میں حصہ نہیں ملتا اور بے عملی کے ساتھ اس مسئلہ سے بے علمی بھی یہاں تک ہے کہ اکثر دیندار لوگ بھی بالکل بے خبر ہیں اور زیادہ غفلت کی وجہ یہ ہے کہ اہل علم بھی اس طرف توجہ نہیں کرتے نہ وعظ میں اس پر تنبیہ کرتے ہیں نہ دوسرے اوقات میں بلکہ اکثر حضرات تو خود اپنے عمل کی طرف بھی توجہ نہیں کرتے رواج عام کے سبب اس طرف التفات ہی نہیں ہوتا۔ حضرت والا نے بڑے اہتمام سے ارشاد فرمایا کہ وہاں کے مسلمانوں کو اس طرف توجہ دلانا نہایت ہی ضروری ہے۔ احقر نے عرض کیا کہ مشاہیر علمائے کرام اگر خاص سعی فرما دیں تو ممکن ہے کچھ لوگ سمجھ جائیں ورنہ ایسے معاملہ میں معمولی سعی سے تو نفع کی امید نہیں۔ ارشاد فرمایا جس قدر کوشش ہو سکے اس میں دریغ نہ کرنا چاہیے۔ نفع کی فکر میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے۔ احقر کو اس ارشاد کے بعد کسی قدر ہمت ہوئی اور وطن جا کر اپنے نواح میں اس ضروری مسئلہ کی اشاعت خاص طور سے شروع کی اور امرتسر لاہور کے بعض جلسوں میں بھی اسی غرض سے شامل ہوا لیکن افسوس کہ اہل جلسہ نے یہ عذر کر دیا کہ لوگ خلاف کریں گے جلسہ کے ناکام ہونے کا اندیشہ ہے کچھ عرصہ

besturdubooks.wordpress.com

کے بعد ایک نعمت عظمیٰ یہ حاصل ہوئی کہ اس ناکارہ غلام کی حقیر درخواست کو شرف قبول بخش کر حضرت اقدس مدت فیوضہم راجپورہ کے قریب احقر کی سسرال میں یعنی موضع اردن تشریف لائے اور راجپورہ بھی قیام فرمایا وہاں جو اس مسئلہ کا تذکرہ آ گیا تو حضرت نے اس ناکارہ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ اس کی اشاعت کے لئے تو اس کی ضرورت ہے کہ پنجاب کا سفر کیا جائے۔ احقر نے اپنی نااہلی کا عذر پیش کیا اور یہ بھی عرض کیا کہ اگر باوجود نااہلی کے احقر اس کی جرأت بھی کرے تو مصارف بہت درکار ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ مصارف کا انتظام ہو جائے گا اور واپس پہنچتے ہیں تیس روپیہ کا منہ آرڈر احقر کے نام روانہ فرما دیا۔ اس پر سفر ضروری ہو گیا اور فکر شروع ہوئی۔ لاہور امرتسر کے سفر سے اس کی بھی سخت ضرورت معلوم ہو چکی تھی کہ مشاہیر علمائے کرام کی تحریرات اس مسئلہ کے متعلق ساتھ ہوں اس لئے سب سے پیشتر ایک سوال تقریباً چالیس پچاس جگہ بھیجا گیا اور توکلاً علی اللہ سفر بھی شروع کر دیا۔ سرہند وغیرہ اترتا ہوا لاہور پہنچا اور زیادہ تر کوشش اس کی رہی کہ اہل علم اور اسلامی انجمنوں کو اس جانب توجہ ہو جائے کیونکہ ان کے ذریعے سے اشاعت بہت سہولت سے ہو سکتی ہے جہاں کہیں جانا ہوا تقریباً ہر طبقہ میں اول قسم قسم کی توجیہات سے اس ظالمانہ رواج کی حمایت کی گئی گو قیل و قال کے بعد آخر کار اس تحریک کی ضرورت کو تسلیم کرنا پڑتا تھا۔ اس طویل سفر میں صرف لاہور میں ایک جماعت ایسی ملی جس کے بعض ارکان کو کسی قدر اس مسئلہ کا خیال تھا اور تھوڑی بہت جزوی کوشش کا بھی ارادہ تھا مگر لوگوں کی مخالفت کے سبب کوئی سبیل نظر نہ آئی تھی۔ ان سب حالات کو دیکھنے کے بعد حضرت والا کی خدمت اقدس میں ان کا خلاصہ لکھ بھیجا اور یہ بھی عرض کیا کہ اب یہاں سے واپسی کا خیال ہے حضرت والا نے جواب میں تحریر فرمایا" جب تک ناامیدی نہ ہو ایک دفعہ تو جان توڑ کوشش کر لینا چاہیے" اس والا نامہ کے صادر ہونے پر کچھ ہمت بندھ گئی اور چند روز لاہور میں رہنے کے بعد آگے بڑھنا شروع کیا مگر سوال مذکور کے جوابات آ چکے تھے ان کو چھپوانا ضروری سمجھا گیا اس لئے غالباً وزیر آباد ہی سے واپس آنا پڑا اور تھانہ بھون حاضر ہو کر فتویٰ چھپوایا جس کا عنوان یہ تھا "ظلم پنجاب کے متعلق خدائی

besturdubooks.wordpress.com

وصیت'' اس کے بعد ارادہ کیا کہ ان کو ہمراہ لے کر پنجاب کا سفر کیا جائے لیکن اچانک اطراف آگرہ سے فتنہ ارتداد کی افسوسناک خبر پہنچ گئی۔ حضرت نے احقر سے فرمایا کہ اگر تم وہاں چلے جاؤ تو قانون وراثت کی سعی میں تو کچھ حرج نہ ہوگا۔ عرض کیا کہ صرف تاخیر ہو جائے گی اور تو کچھ حرج نہیں۔ ارشاد فرمایا بس تو پھر الاہم فالاہم پر عمل چاہیے بسم اللہ کر کے آگرہ اور اس کے نواح میں جا کر تبلیغ کا کام کرو۔ احقر اس طرف چلا گیا اور حضرت والا کے ایماء سے مطبوعہ فتویٰ پنجاب کے شہروں اور قصبوں میں بلکہ بہت سے دیہات میں بھی بذریعہ ڈاک روانہ کر دیا گیا بلکہ ایک رسالہ مسمی ''غصبُ المیر اث'' بھی چھپوا کر بذریعہ ڈاک ہی تقسیم کیا گیا طباعت اور ڈاک کے تقریباً تمام مصارف کا اہتمام حضرت ہی نے فرمایا اور کچھ رقم احقر کی معرفت بھی اس میں بعض اہل خیر نے بھیجی غرض تبلیغ کے ساتھ اس ضروری امر کی طرف بھی حضرت اقدس کو برابر توجہ رہی چنانچہ فتویٰ اور رسالہ ختم ہو گیا تو دوبارہ کثیر مقدار میں چھپوایا اور جمعیت العلماء کو اس طرف توجہ دلانے کے واسطے برابر تین جلسوں میں شرکت کے لئے احقر کو بھیجا دو جلسوں میں تو مختلف وجوہ سے کامیابی نہ ہو سکی مگر تیسری بار کی شرکت اور کوشش پر جلسہ ۱۳۴۳ھ میں بمقام مراد آباد ایک پرزور تجویز منظور ہوگئی اور جب علاقہ ارتداد میں بقدر ضرورت تبلیغ ہو چکی تو حضرت والا نے ایک عریضہ کے جواب میں اصل مضمون کے بعد تحریر فرمایا

''میرا خیال ہے کہ ان سب قصوں کو چھوڑ کر پنجاب کا سفر تحریک عدل فی المیر اث کیا جائے''

اس وقت سے پھر پنجاب کا سفر کیا گیا اور اس مرتبہ مولوی عبدالمجید صاحب کو بھی احقر کے ہمراہ بھیجا گیا اس وجہ سے سفر میں سہولت بھی رہی اور اثر بھی زیادہ ہوا۔

حق تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تھوڑے ہی عرصہ میں تمام پنجاب اور سرحد بلکہ کسی قدر سندھ وغیرہ کے علاقہ میں بھی خوب اشاعت ہوگئی اور گو حالات پر نظر کرتے ہوئے بالکل توقع نہ تھی کہ لوگ اس مسئلہ کی طرف توجہ کریں گے یہاں تک کہ ایک عریضہ میں احقر نے عرض کیا کہ دعا فرمائے حضرت والا کی دعا ہی سے امید ہے کہ اس احقر کی ناچیز سعی بارآور ہو جائے تو حضرت نے تحریر فرمایا تھا ''مجھ کو بے حد خیال ہے مگر لوگوں کی حالت سے یاس ہوتی ہے'' مگر حضرت اقدس کی توجہ اور دعا سے بہت جلد اثر ہوا اور بے حد اثر ہوا۔ ہمارے سفر ختم ہونے سے

besturdubooks.wordpress.com

پیشتر ہی بہت لوگوں نے قانون بدلنے کی سعی شروع کردی اور اب تک سلسلہ جاری ہے امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب کامیابی ہوجائے گی حق تعالیٰ شانہ اس میں نیز دیگر مقاصد حسنہ میں مسلمانوں کو کامیاب بناوے اور تمام سعی کرنے والوں کو جزائے خیر عطا فرماوے اور حضرت والا کو بدین فیوض برکات ہمیشہ سایہ گستر رکھے۔ ویرحم اللہ عبدا قال امینا۔

فائدہ: اس زمانہ میں حضرت والا سے جو مکاتبت ہوتی رہی اس سلسلہ میں سے بعض خطوط محفوظ ہیں ان میں ایک خط نہایت مفید ہونے کے سبب نقل کرتا ہوں۔

(مضمون عریضہ احقر)...... ایک امر قابل گزارش یہ ہے کہ ایک جلسہ کے موقع پر ایک ممتاز رکن جلسہ نے بہت اصرار کیا کہ تو رکن ہوجا اور چونکہ بدوں رکن ہوئے اس جگہ تک رسائی بھی نہ ہوسکتی تھی جہاں بیٹھنے والوں کو تجاویز پر بولنے کا حق ہوتا ہے اس لئے کمترین نے اپنا نام درج کرادیا تا کہ وراثت کے معاملہ کو پیش کرسکوں مگر اس کے بعد وہاں مفصل تقاریر سن کر بڑا انقباض ہوا اور جی چاہتا ہے کہ رکنیت سے استعفاء دے دوں لیکن پھر ان لوگوں سے تعلقات نہ رہیں گے اور جو کام اب وہ کردیتے ہیں وہ نہ لے سکوں گا اس لئے شش و پنج ہے۔

(جواب از حضرت اقدس دامت برکاتہم)...... بلا سے نہ رہیں گے جو کام فرض ہے یعنی سعی وہ رکنیت پر موقوف نہیں اور ان سے کام لینا یہ فرض نہیں اور **لا تقعد بعد الذکری** کے ترک کا یہ کوئی عذر نہیں فوراً استعفاء دے دینا واجب ہے۔ اھ

چوتھا واقعہ: فتنۂ ارتداد کا انسداد

۱۳۴۱ھ میں اطراف آگرہ سے فتنۂ ارتداد کی خبر پہنچی تو حضرت والا نے احقر کو وہاں جانے کا ایما فرمایا جس کا ذکر اجمالاً نمبر بالا میں آچکا ہے۔ احقر نے عرض کیا کہ اس کام کے واسطے مولوی عبدالمجید صاحب بچھرایونی مناسب معلوم ہوتے ہیں اور ارشاد فرمایا اس اختلاف رائے کا فیصلہ مولوی ظفر احمد صاحب کے سپرد کرنا چاہیے۔ احقر نے ہر چند عرض کیا کہ احقر کے خیال ناقص کی کیا حقیقت ہے جو فیصلہ کی ضرورت ہو لیکن حضرت نے فرمایا یہی مناسب ہے اسی میں انشاء اللہ برکت ہوگی۔ مولوی صاحب موصوف کتب خانہ میں تھے ان

besturdubooks.wordpress.com

کو حضرت والا نے خود آواز دی اور فرمایا کہ میں اس کو بھیجنا چاہتا ہوں اور اس کے خیال میں مولوی عبدالمجید کو بھیجنا مناسب ہے اور ہر دو رائے کی وجہ بھی بیان فرما دی۔ مولوی صاحب نے فرمایا میرے خیال میں دونوں کا بھیجنا مناسب ہے اس میں ہر دو وجہ کی رعایت بھی ہو جائے گی نیز ایسے موقع پر تنہا کا سفر دشوار بھی ہے۔ حضرت اقدس نے نہایت بشاشت سے فرمایا بہتر اور مسکرا کر احقر سے فرمایا دونوں جیت گئے۔ مولوی عبدالمجید صاحب اپنے مکان پر گئے ہوئے تھے اور ان کو خط لکھ دیا گیا کہ دہلی مدرسہ عبدالرب کے جلسہ پر آ جاؤ اور احقر کو دہلی تک حضرت والا کی ہمراہی کا شرف حاصل رہا۔ جلسہ سے فارغ ہو کر دونوں کو مناسب نصائح و ہدایات اور مزید دعوات کے بعد وہاں سے رخصت فرمایا اور کامل دو سال تک اس سلسلہ کو نہایت اہتمام سے جاری رکھا۔ ایک سفر خود بھی فرمایا جس میں ریواڑی، نارنول، اور موضع اسمٰعیل پور متصل الور میں الاتمام لنعمۃ الاسلام وعظ ہوا جس کے تین حصے ہیں اور دوسرے سفر کا قصبہ نوح اور اور فیروز پور جھرکا وغیرہ کیلئے ارادہ فرمایا تھا مگر اسی اثناء میں سفر سے عذر پیش آ گیا جس کی وجہ سے سفر بالکل موقوف ہو گیا اور اس تبلیغ سے حضرت دام ظلہم کو اس قدر تعلق خاطر تھا کہ اس دوران میں ایک دوست نے احقر کو حج کیلئے ہمراہ لے جانا چاہا احقر کو بے حد اشتیاق تھا بہت خوش ہوا اور حضرت والا سے اجازت چاہی ارشاد فرمایا کہ جس کام میں یہاں مشغولی ہے وہ حج نفل سے مقدم ہے اور افضل ہے اور بڑے جوش کے ساتھ فرمایا کہ ایسے ہی موقع کے واسطے حضرت مسعود بکؒ نے فرمایا ہے۔

اے قوم بہ حج رفتہ کجائید کجائید ... معشوق دریں جاست بیائید بیائید

(اے حج کو جانے والے لوگوں کہاں ہو کہاں ہو، معشوق یہاں ہے آؤ، آؤ)

اور ہمیشہ بوقت حاضری زبانی ارشادات سے اور خطوط میں بھی نہایت مفید ہدایات فرماتے رہتے تھے نیز دعاؤں کے ساتھ حوصلہ افزائی کے کلمات بھی ہوتے تھے چنانچہ ایک والا نامہ میں تحریر فرمایا۔ السلام علیکم حالات سے بہت کچھ امیدیں ہوئیں اور مجھ کو اس سے پہلے بھی صرف آپ جیسے مخلصین کا جانا اور پھر مولوی محمد الیاس[1] صاحب کا ساتھ ہو جانا یقین

[1] آگرہ جانے کے بعد معلوم ہوا کہ پلول میں ضرورت ہے اس لئے ہم پلول آ گئے اور وہاں سے مولوی صاحب موصوف کی معیت میں قصبہ نوح وغیرہ کا سفر بھی ہوتا رہا ۱۲

besturdubooks.wordpress.com

کامیابی دلاتا تھا علم غیب تو حق تعالیٰ کو ہے مگر میرا قلب شہادت دیتا ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ سب وفود سے زیادہ نفع آپ صاحبوں سے ہوگا بخدمت مولوی صاحب سلام مسنون۔

اور ایک والا نامہ میں تحریر فرمایا تھا۔ السلام علیکم۔ آپکا خط پہنچا۔ کاشف تفصیل حالات ہوا بہت کچھ امیدیں بڑھیں میرا قلب شہادت دیتا ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ آپ کی جماعت اس مادہ میں جس قدر مفید ہوگی شاید دوسری بڑی جماعتیں اس درجہ مفید نہ ہوں مبناہ ماقال الرومیؒ۔

کعبہ را ہردم تجلی می فزود　　　　این ز اخلاصاتِ ابراہیم بود

کعبہ کی تجلی ہر وقت بڑھتی رہتی ہے، یہ حضرت ابراہیمؑ کے اخلاص کی وجہ سے ہے)

کان اللہ معکم و من معکم اپنے تمام احباب کی خدمت میں یعنی جوان میں سے اس وقت تشریف رکھتے ہیں سلام کہیے اور کارڈ سنا دیجئے اور سب سے دعا کی درخواست کیجئے اس مقصود کے لئے بھی اور میرے لئے بھی میں برابر دعا کرتا ہوں جمعہ ۲۴۔ رمضان ۱۴۱ھ

اور ایک والا نامہ میں تحریر فرمایا (غالباً یہ والا نامہ ریواڑی وغیرہ کے تبلیغی سفر سے واپسی پر روانہ فرمایا تھا) السلام علیکم و رحمتہ اللہ بفضلہٖ تعالیٰ کل جمعہ کے روز وطن پہنچ گیا آپ صاحبوں کی مساعی مشکور ہونے کے لئے دل سے دعا کرتا ہوں اور قلب شہادت دیتا ہے کہ آپ صاحبوں کو سب سے زیادہ کامیابی ہوگی سب خطوط آپ صاحبوں کے محفوظ رہتے ہیں موقع پر اشاعت ہوتی رہے گی تا کہ ناظرین مسرور ہوں۔

اور ایک والا نامہ میں تحریر فرمایا ہے۔ السلام علیکم خط پڑھ کر بے حد دل خوش ہوا۔ میرا قلب شہادت دیتا ہے کہ آپ صاحبوں کی کامیابی انشاء اللہ تعالیٰ سامان اور شان والوں سے بدرجہا زیادہ ہوگی۔

درسفالیں کاسہ رندان بخواری منگرید　　　　کیں حریفاں خدمتِ جامِ جہاں بیں کردہ اند

شرابیوں کے کاسہ کی تہہ میں پڑے ہوئے کو حقارت سے نہ دیکھو کہ ان دشمنوں نے تو جہاں کو دیکھنے والے جام کی خدمت کی ہے)

باقی دعا کر رہا ہوں سب احباب کی خدمت میں سلام مسنون

ان ارشادات کا مقصد صرف یہ خیال میں آیا کرتا تھا کہ حوصلہ افزائی فرمائی جاتی ہے

besturdubooks.wordpress.com

2 لیکن جب تقریباً ڈیڑھ سال کے بعد ایک جماعت نے تمام علاقہ تبلیغی یعنی (۲۹ ضلعوں) کا مفصل حاصل لکھ کر شائع کیا اور اس روئداد میں اس کی تصریح بھی درج تھی کہ تحصیل پلول (جہاں احقر اور مولوی عبدالمجید صاحب کارِ تبلیغ انجام دیتے تھے) اول نمبر کامیاب رہی تب معلوم ہوا کہ یہ بشارت اور پیشین گوئی تھی جو خدا کے فضل سے بالکل صحیح ہوئی۔

اس اہتمام تبلیغ کے علاوہ اس زمانہ میں حضرت والا نے مندرجہ ذیل رسالے بھی شائع فرمائے تھے۔ الانسداد لفتنۃ الارتداد۔ حسن اسلام کی ایک جھلک۔ نماز کی عقلی خوبیاں۔ ان میں سے نمبر ۲ کو ہندی میں بھی چھپوا کر تقسیم کیا گیا تھا اور غالباً نمبر ۳ بھی ہندی میں چھپا تھا اور زیادہ تر ان مذبذب لوگوں کو مسلمانوں سے گائے کا گوشت کھانے کے سبب وحشت تھی اس واسطے ایک رسالہ میں وید سے گائے کی قربانی کو ثابت کیا تھا وہ بھی شائع کیا گیا اور چند مکاتب بھی قائم کئے گئے جن کی امداد میں حضرت اقدس نے بھی کافی حصہ لیا اور دوسرے ذرائع سے بھی مصارف کا انتظام ہوا اور چند مواعظ میں بھی تبلیغ کے متعلق مضامین بیان فرمائے جن میں سے تین مواعظ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ الدعوۃ الی اللہ۔ محاسن الاسلام۔ آداب التبلیغ غرض حضرت اقدس نے ہر پہلو سے اصلاح اور تبلیغ کا اہتمام فرمایا۔ پھر جب تقریباً دو سال کی جدوجہد کے بعد ارتداد کی کافی روک تھام ہو چکی اور ہر قسم کے شبہات ان مذبذب لوگوں کے زائل ہو چکے اور ان لوگوں کو نیز قرب و جوار کے مسلمانوں کو آئندہ اصلاح کے لئے مکاتب کی ضرورت ثابت ہو چکی اور وہاں صرف مکاتب کی دیکھ بھال کا کام رہ گیا اور احقر نے ایک عریضہ میں ان مکاتب کے لئے چندہ کی سعی کے واسطے حضرت سے پلول جانے کی اجازت چاہی تب حضرت اقدس نے تحریر فرمایا "بہتر۔ ہو آیئے بشرطیکہ اصلی کام یعنی تبلیغ میں ان قصوں کے سبب کمی نہ ہو۔ تجربہ کے بعد یہ سمجھ میں آیا کہ تدابیر چھوڑنا چاہیے صرف تبلیغ چاہیے خواہ ثمرہ ہو یا نہ ہو۔ نیز میرا خیال ہے کہ ان سب قصبوں کو چھوڑ کر پنجاب کا سفر تحریک عدل فی المیراث کیا جاوے۔ اھ

اس کے بعد پنجاب کا سفر ہوا جیسا کہ گزشتہ نمبر میں ذکر ہو چکا ہے اور وہاں سے واپسی پر احقر حسب الایماء حضرت دامت برکاتہم تھانہ بھون مقیم ہو گیا اور مولوی عبدالمجید صاحب

besturdubooks.wordpress.com

برابر تبلیغ کے کام پر رہے اور تقریباً بارہ سال تک اس کام پر رہنے کے بعد پچھلے دنوں مصارف کا انتظام نہ ہونے کے سبب ان کا سفر ترک ہوا حق تعالیٰ ان مساعی کو قبول فرمادے اور جو نفع اس تبلیغ سے ہوا اس کو باقی رکھے اور ترقی عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

اس واقعہ کے ساتھ چند ضروری باتیں لکھ دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اول یہ کہ حضرت اقدس اس کی بے حد تاکید فرماتے ہیں کہ مبلغ کو لوگوں پر کھانے کا یا اور کسی قسم کا بار ہرگز نہ ڈالنا چاہیے۔ حتیٰ کہ اگر وہ اپنی خوشی سے بھی کوئی خدمت کرنا چاہیں تب بھی عذر کر دیا جائے۔ صرف اس کی اجازت ہے کہ اگر کوئی شخص مبلغ سے آٹے وغیرہ کے پیسے لے کر کھانا پکوا دے تو مضائقہ نہیں بشرطیکہ کسی مقامی مصلحت کے خلاف نہ ہو اور کوئی شرعی مانع بھی نہ ہو اور اس کی بھی اجازت ہے کہ جن ضروری چیزوں کا انتظام مبلغ خود نہ کر سکے مثلاً چارپائی وہ اگر کوئی شخص خوشی سے پیش کرے تو استعمال کا مضائقہ نہیں مگر از خود ایسی اشیاء بھی طلب نہ کی جاویں (البتہ اگر کسی کے بلانے پر جاویں تو داعی کے یہاں کھانا اور اس سے کرایہ لینا امر آخر ہے) اور اس معمول کو عام رکھا جائے کیونکہ اگر کسی شخص کو خصوصیت کی وجہ سے مستثنیٰ کیا جاوے تو دوسروں کو شکایت ہوگی۔ دوسرے یہ کہ مبلغ کی راحت کا حضرت والا از حد خیال فرماتے ہیں اور مصارف سفر میں اس کو بہت وسعت عطا فرماتے ہیں کہ بشاشت سے کام ہو سکے یہاں تک کہ احقر نے اخیر سفر تبلیغ میں عرض کیا کہ خود کھانا پکانے کی اب ہمت نہیں رہی اور لوگوں سے پکوانے میں گرانی ہوتی ہے تو ایک باورچی احقر کے ہمراہ رکھ دیا گیا نیز یہ بھی معمول ہے کہ وعظ وغیرہ کے لئے کوئی خاص معمول تجویز نہیں فرماتے بلکہ اس کی رائے اور بشاشت قلبی کے حوالہ فرما دیتے ہیں۔

تیسرے یہ کہ مصارف کا تفصیلی حساب طلب نہیں فرماتے اور ارشاد فرماتے ہیں کہ غیر معتمد کو مبلغ نہ رکھنا چاہیے اور معتمد سے تفصیل طلب کرنے کی ضرورت نہیں ایک بار یہ بھی ارشاد فرمایا کہ تفصیل حساب طلب کرنا تو ہر حال میں بے کار ہے اگر کوئی شخص جعلی حساب پیش کر دیا کرے تو کیا انسداد ہو سکتا ہے۔ احقر کو بھی حضرت والا نے شروع میں حساب ارسال خدمت کرنے پر بھی تحریر فرمایا تھا کہ اس کی ضرورت نہیں پھر دوسرے ماہ میں تعمیل ارشاد سے احقر نے عذر کر کے اسی طرح حساب ارسال خدمت کر دیا تب بھی اس سے منع

besturdubooks.wordpress.com

فرمایا اور ایک والا نامہ کے ضمن میں بھی اس کا مکرر اعادہ فرمایا مگر اس کے بعد بہ وقت حاضری زبانی عرض معروض پر فرمایا کہ میں نے اس کو خوب واضح کر دیا کہ میری طرف سے مطالبہ نہیں۔ اس کے بعد بھی اگر رائے ہو تو مزاحمت نہیں کرتا جس میں راحت ہو اختیار ہے۔ یہ چند باتیں اصول کلیہ کے طور پر معروض ہیں جن پر عمل کرنے سے بہت نفع ہوتا ہے۔ امید ہے کہ مبلغین اور منتظمین ان کی طرف خاص توجہ فرماویں گے۔ واللہ الموفق و المعین۔

پانچواں واقعہ: ریاستِ الور میں مکاتب کا اجراء

غالباً ۴۶ھ یا ۴۷ھ کا واقعہ ہے جبکہ احقر کا تعلق مدرسہ معین الاسلام قصبہ نوح ضلع گڑگانواں میں تھا ریاست الور میں دینی تعلیم کو حکماً بند کر دیا گیا تھا تمام چھوٹے بڑے مدارس اور مکاتب یک قلم توڑ دیئے گئے تھے اسلامی تعلیم کی بہت کچھ شرطوں کے ساتھ صرف اس قدر اجازت باقی رہ گئی تھی کہ پاؤ پارہ اور مالا بدمنہ اردو کی زبانی تعلیم دی جاوے۔ اس سے زائد کی کسی صورت میں اجازت نہ تھی اس خبر وحشت اثر کو سن کر احقر نے حضرت والا کی خدمت میں حال لکھا اور عرض کیا کہ اس باب میں کوئی سعی تو ممکن نہیں معلوم ہوتی ہے دعا فرمایئے کسی طرح یہ قانون ٹوٹ جاوے۔ حضرت نے دریافت فرمایا کہ کیا قانونی سعی مثلاً گورنمنٹ سے چارہ جوئی بھی ممکن نہیں؟ احقر نے عریضہ ارسال خدمت کیا کہ اس کی پوری تحقیق نہیں لیکن اگر کوئی گنجائش ہوئی بھی تو مصارف بہت درکار ہوں گے۔ حضرت نے تحریر فرمایا کہ سردست مصارف کا جو تخمینہ ہو اس سے اطلاع دو۔ احقر نے کم از کم سو روپیہ کا تخمینہ ظاہر کیا جہاں تک یاد ہے حضرت والا نے (یہ والا نامہ اس وقت موجود نہیں کہ اصل عبارت نقل ہو سکے) تحریر فرمایا وعدہ جازمہ تو اس وقت کر نہیں سکتا انشاء اللہ تعالیٰ خیال رکھوں گا کہ یکصد روپیہ پیش کر دوں۔ توکلاً علی اللہ کام شروع کر دیجئے۔ احقر نے اول تو سخت دشواری کے ساتھ اس ظالمانہ حکم کی مع مکمل مسل کے نقل حاصل کی جس کی بناء پر کارروائی کی گئی تھی اور پھر دہلی آ کر وکلاء اور دیگر اہل دانش سے مشورہ کیا تو معاملہ کی مفصل کیفیت معلوم کر کے سب نے بالاتفاق یہ کہا کہ اس کے متعلق اب کوئی صورت ممکن نہیں کیونکہ مسل بتلا رہی ہے کہ خود ریاست کے مسلمانوں کی درخواست پر یہ

besturdubooks.wordpress.com

حکم دیا گیا ہے لیکن احقر نے اس کے بعد بھی حضرت والا کی دعا و توجہ کے سبب ہمت نہیں ہاری بلکہ حسب الارشاد توکلاً علی اللہ لشتم پشتم کوشش شروع کر دی۔ ادھر حضرت والا خاص طور پر دعا فرماتے رہے اور چونکہ سو روپیہ کا انتظام ان ایام میں دشوار تھا اس لئے حضرت نے جزم سے وعدہ نہ فرمایا تھا مگر اس کا بہت ہی خیال رکھا اور تھوڑے ہی دنوں میں چند منی آرڈروں کے ذریعہ سے سو روپیہ پہنچا دیئے اول منی آرڈر پانچ کا دوسرا دس کا تیسرا غالباً پینتیس کا (یا شاید اس رقم کے دو منی آرڈر ہوں گے بعض کوپن گم ہو گئے ہیں) چوتھا بیس کا پانچواں تیس کا۔ جو چار کوپن محفوظ ہیں وہ ذیل میں منقول ہیں ان سے یہ بھی معلوم ہوگا کہ حضرت اقدس کو اس امداد کے واسطے کتنا اہتمام کرنا پڑا نیز وہ کوپن فوائد پر بھی مشتمل ہیں اس لئے ان کو نقل کرتا ہوں۔

(۱)...... السلام علیکم خط سے حالات معلوم ہوئے اللہ تعالیٰ اس معاملے میں کامیاب فرماوے۔ گھر میں صحت کے لئے دعا کرتا ہوں۔ الور کے معاملہ میں بھی دعا کرتا ہوں منجملہ یکصد روپیہ موعودہ بہ وعدہ غیر جازمہ پانچ صدر روپیہ اس وقت پیش کرتا ہوں۔

(۲)...... السلام علیکم۔ دس روپیہ منجملہ اقساط یکصد روپیہ مرسل ہے لفافہ بھی پہنچا فیس میں لگا دیا میرے خیال میں آئندہ سے صرف غیر جوابی کارڈ کافی ہے۔ میں اقساط کا حساب اپنے یہاں لکھ لیا کروں گا (کوپن نمبر ۳) موجود نہیں۔

(۴)...... اسلام علیکم۔ بقیہ پچاس میں اس وقت بیس روپیہ کی گنجائش ہوگئی مرسل ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس جبر کے فتنہ کو رفع فرماوے۔ مدرسہ کے لئے بھی دعا کرتا ہوں کارڈ کے سب اجزاء کا جواب ہو گیا کارڈ بچ گیا آپ کی ملک سمجھ کر خرچ میں لے آؤں گا اگر آپ کی ملک نہ ہو تو اب کی بار جو موعودہ خط آپ کا آوے گا اسی کے جواب میں واپس کر دوں گا۔

(۵)...... السلام علیکم۔ خط پہنچ گیا سب امور کیلئے دعائے سہولت کرتا ہوں۔ مکاتب کے متعلق اس وقت جس طرح بن پڑا تیس روپیہ کا انتظام کر کے بے باق کئے دیتا ہوں۔

حضرت اقدس کی اس توجہ کا فوری اثر ہوا اور صرف سو روپے ہی میں بہت جلد کھلی کامیابی اور کامل فتح نصیب ہوئی۔ الحمد للہ علی ذالک۔

besturdubooks.wordpress.com

چھٹا واقعہ: جبری تعلیم سے مکاتب کا تحفظ

احقر مکاتب الور کیلئے دوڑ دھوپ کے دوران میں دہلی آیا ہوا تھا کہ اچانک خبر ملی کہ دہلی میں بھی مکاتب ٹوٹ رہے ہیں۔ مفصل حاصل معلوم کر کے فوراً تھانہ بھون حاضر ہوا اور عرض کیا کہ جبریہ تعلیم کی وجہ سے دہلی میں بھی مکاتب قرآنیہ کو حکماً توڑ دینے کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے چنانچہ اس وقت تک گیارہ مکتب ٹوٹ چکے ہیں جن میں تقریباً اڑھائی سو بچے تعلیم حاصل کرتے تھے۔ حضرت اقدس کو سخت صدمہ ہوا اور حفاظت مکاتب کے واسطے بہت کچھ دعا مانگی اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ایک سوال یعنی استفتاء اس کے متعلق لکھ دو احقر نے سوال لکھ کر پیش خدمت کیا۔ حضرت نے جواب تحریر فرما دیا۔ بعد ازاں سہارنپور دیوبند میرٹھ سے علماء کرام کے دستخط حاصل کرتا ہوا دہلی پہنچا اور دہلی کے علماء سے بھی تصدیق حاصل کی اور سب مجموعہ چھپوا کر شائع کر دیا۔ بحمد اللہ تعالیٰ بہت اثر ہوا اور انجمن خادم القرآن قائم ہوئی جس نے اس معاملے میں بہت کوشش کی۔ خدا کا شکر ہے حضرت اقدس کی برکت سے خود دہلی میں بھی بہت کامیابی ہوئی اور اس کے بعد کوئی مکتب نہ ٹوٹ سکا بلکہ ٹوٹے ہوئے مکتب بھی دوبارہ قائم ہو گئے اور دوسرے مقامات پر بھی دہلی کی کوشش کا بہت اثر ہوا خاص کر مراد آباد اور سہارنپور وغیرہ میں بروقت کافی روک تھام ہو گئی اور ان دیار میں اب تک برابر تحفظ مکاتب اور تعلیم قرآن کا خیال ہے۔ جہاں کہیں جبریہ تعلیم والے کچھ گڑبڑ کرتے ہیں وہاں مناسب کارروائی کی جاتی ہے خدا کرے یہ لوگ تعلیم قرآن کی مخالفت سے باز آ جائیں۔

ساتواں واقعہ: قاضیوں کے تقرر کی تحریک

ایک عرصہ دراز سے حضرت اقدس دام ظلہم العالی کو اس کا بڑا خیال ہے کہ ہندوستان میں بدستور سابق قضاۃ کا تقرر ہو جاوے کئی مرتبہ اس کے متعلق مختلف صورتوں میں سعی فرمائی مثلاً حضرت حافظ محمد احمد صاحب مرحوم مہتمم دارالعلوم دیوبند کو توجہ دلائی۔ انہوں نے مسٹر مانٹیگو سابق وزیر ہند سے اس کی ضرورت کو ظاہر فرمایا اور بعض ممبروں کو اسمبلی اور کونسل میں پیش کرنے کی ترغیب دی اور بعض ذرائع سے سائمن کمیشن کے سامنے بھی اس

besturdubooks.wordpress.com

کی ضرورت کو ظاہر کیا گیا۔ نیز میرٹھ میں حضرت اقدس کے ایماء پر ایک انجمن نصب القضاء قائم ہوئی اس نے رسالہ القول الماضی وغیرہ شائع کر کے لوگوں کو اس طرف متوجہ کیا اور غالباً ۴۷ھ میں ایک خاص جلسہ بمقام دہلی منعقد کیا جس میں تمام ممبران اسمبلی اور عمائد شہر دہلی کے علاوہ حضرت مولانا انور شاہ صاحب مرحوم اور علی جناب مسٹر محمد علی صاحب مرحوم نے بھی شرکت فرمائی تھی اور سہارنپور و دیوبند سے بھی ممتاز علمائے کرام تشریف لائے تھے حضرت اقدس نے خانقاہ کی طرف سے اس ناکارہ کو شرکت کے لئے بھیجا تھا۔ اس جلسہ میں زیادہ تر مقصد یہ تھا کہ ممبران اسمبلی پر اس کی ضرورت کما حقہ واضح ہو جائے سو یہ مقصد بخوبی پورا ہو گیا لیکن کل امرٍ مرہون باوقاتہ ہنوز اس کا وقت نہیں آیا اور کوئی صورت کامیابی کی ظاہر نہیں ہوئی البتہ حضرت والا کی توجہ اب تک اس جانب منعطف ہے اور ختم خواجگان میں برابر روزمرہ اس کے لئے دعا ہوتی ہے خدا کرے یہ دیرینہ آرزو جلد خیر و خوبی کے ساتھ پوری ہو جائے آمین بحرمۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہ اجمعین۔

آٹھواں واقعہ: تبلیغ کا اہتمام

حضرت اقدس ہمیشہ سے اسلامی مدارس کو اس طرف توجہ دلاتے رہتے ہیں کہ تبلیغ کا اہتمام بھی تعلیم کی طرح ضرور رکھا جاوے چنانچہ خانقاہ کی طرف سے بہت عرصہ سے تبلیغ کا سلسلہ جاری فرما رکھا ہے گو کسی عارض کے سبب بعض مرتبہ کوئی مبلغ نہیں رہتا لیکن جب موقع ہوتا ہے پھر رکھ لیا جاتا ہے غرض تبلیغ کا حضرت والا کو ہمیشہ اہتمام رہتا ہے بسا اوقات فرمایا کرتے ہیں کہ تمام تعلیم و تعلم کا اصل مقصد تبلیغ ہی ہے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا یہی فرض منصبی تھا۔

رسالہ حیات المسلمین خاص تبلیغ کے واسطے تصنیف فرمایا اور اس کی اشاعت کے بعد لوگوں میں تبلیغ کا احساس دیکھ کر ۱۳۵۰ھ میں ایک خاص صورت تبلیغ و اشاعت کی حضرت والا نے تجویز فرمائی جو بہت مفید اور نہایت سہل ہے اور اس کو آثار رحمت (۱۳۵۰ھ) کے لقب سے چھپوا کر شائع فرمایا اور دوسری جگہ تو صرف اشتہارات مطبوعہ ہی روانہ کر دینے پر اکتفا فرمایا لیکن اس نواح کے لئے دائمی مبلغ کے علاوہ ایک سال تک دوسرے مبلغ کا تقرر بھی

besturdubooks.wordpress.com

فرمایا۔ اس توجہ کی برکت سے یہاں کے نواح میں بھی بہت نفع ہوا۔ اور سہارنپور میں بھی تبلیغ کا کام بڑے پیمانہ پر جاری ہوگیا اور برابر چار سال تک جاری رہا مگر امسال بعض عوارض کی وجہ سے کارکن حضرات اب تک اس طرف توجہ نہ فرما سکے خدا کرے جلد از جلد اعذار رفع ہو کر خاص توجہ کی نوبت آ جاوے آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

دوسری جگہ اس سعی سے لوگوں نے اثر لیا اور ایک حد تک حضرت کا منشاء پورا ہوا مگر افسوس کہ اس سلسلہ کی تکمیل اب تک بھی نہ ہوسکی ہم لوگوں میں انتظام کی اور نباہ کی بے حد کمی ہے اس کی وجہ سے اکثر کاموں میں کوتاہی ہو رہی ہے حق تعالیٰ شانہ سلیقہ اور ہمت عطا فرماوے۔

نواں واقعہ: تصنیف حیلۂ ناجزہ

ایک عرصہ دراز سے تقرر قضاۃ کا سلسلہ موقوف ہو جانے کے سبب ہندوستان کی عورتوں کو بعض حالات میں سخت مصائب کا سامنا ہو رہا ہے اور طرح طرح کی مشکلات میں مبتلا ہیں۔ ان مشکلات کے حل کی سخت ضرورت تھی حق تعالیٰ شانہ جزائے خیر عطا فرمادے کہ حضرت اقدس نے اس طرف خاص توجہ مبذول فرمائی اول مدینہ منورہ کے علمائے کرام سے مکرر سہ کرر فتاویٰ حاصل کر کے کامل تحقیق کے بعد ان مشکلات کے حل کی حالت موجودہ کے مناسب نہایت سہل صورت تجویز فرمائی پھر علمائے دیوبند و سہارنپور سے بار بار مراجعت اور استصواب کے بعد ایک رسالہ تصنیف فرمایا جس کا نام مضمون کی مناسبت سے الحیلۃ الناجزہ للحلیلۃ العاجزہ تجویز فرمایا (اور اس قدر تحقیق و مراجعت علماء کے علاوہ حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ میں نے اپنی سہولت و نیز احتیاط کی غرض سے اپنے دو خاص اہل علم و اہل فتویٰ دوستوں کو اس تصنیف میں برابر شریک رکھا جن کا نام بھی اس رسالہ میں لکھ دیا ہے۔ ۱۲ مؤلف سوانح) پھر اس پر دیوبند سہارنپور سے دستخط ثبت ہونے کے بعد چھپوا کر شائع فرمایا اور عوام کے لئے اس کا خلاصہ جو المرقومات کے نام سے آخر میں ملحق کیا گیا تھا اس کو جداگانہ بھی شائع فرمایا قصہ تو مختصر الفاظ میں بہت جلد بیان ہوگیا لیکن اس تصنیف میں جس تعب و مشقت کا مسلسل پانچ سال تک حضرت والا کو تحمل فرمانا پڑا۔ ہے اس کے متعلق خود حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ ایسی مشقت کسی تصنیف میں نہیں ہوئی اور علاوہ دماغی عرق ریزی کے اس تمام تر

besturdubooks.wordpress.com

جدوجہد اور رسالہ کی طباعت واشاعت میں جو تقریباً ایک ہزار روپیہ صرف ہوا ہے اس کا اہتمام وانتظام بھی حضرت والا ہی نے فرمایا۔ بعد ازاں المرقومات کو خاص طور پر تمام مسلم ممبران اسمبلی کے پاس روانہ فرمایا تاکہ وہ اس کے مطابق قانون میں ترمیم کی سعی کریں۔

بحمد اللہ تعالیٰ حضرت دامت برکاتہم کی یہ مساعی جمیلہ فوراً نتیجہ خیز ہوئیں۔ تقریباً تمام علماء ہند نے اس رسالہ کی تصدیق وتائید فرمائی اور عام طور پر اہل اسلام نہایت شکرگزار ہوئے اور ممبران اسمبلی نے بہت جلد قانون میں ترمیم کی سعی شروع کردی اور ایک مسودہ مسلم قانون فسخ نکاح کے نام سے اسمبلی میں پیش کردیا مگر افسوس کہ اس مسودہ میں وہ قیود و شرائط نظر انداز کردیئے گئے ہیں جو حضرت اقدس نے فقہ کی ورق گردانی اور علمائے محققین سے مراجعت کے بعد تحریر فرمائے تھے ممبران اسمبلی کی یہ کوشش لائق تحسین ہے لیکن خدا کرے کہ یہ مسودہ صحیح طور پر شرعی صورت میں منظور ہو ورنہ شعر صادق آوے گا۔

اگر غفلت سے باز آیا جفا کی ۔۔۔ تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی

حضرت والا نے مسودہ کی کوتاہیاں بعض ممبران اسمبلی سے زبانی اور بعض سے تحریراً واضح طور پر بیان فرمادی ہیں اور اہل علم کے ایک جلسہ میں بھی مفصل تحریر روانہ فرمادی تھی۔ اور زیادہ توضیح کی غرض سے احقر کو اس جلسہ میں شرکت کے لئے بھی بھیجا تھا۔ اس سے زیادہ حضرت والا کا معمول نہیں۔ آج کل اہتمام اور تصدی کے مفہوم میں بھی افراط تفریط ہو رہا ہے۔ اس لئے بعض لوگوں کو حضرت کے بعض معمولات پر شبہ ہوتا ہے لیکن حق تعالیٰ شانہ فہم عطا فرماوے تو معلوم ہو جائے کہ درحقیقت حضرت اقدس صحیح معنی میں اہتمام تو بخوبی فرماتے اور تصدی سے کامل احتیاط رکھتے ہیں۔

بر کفے جام شریعت بر کفے سندان عشق ۔۔۔ ہر ہوسناکے نداند جام وسنداں باختن

ایک ہاتھ پر شریعت کا جام اور دوسرے ہاتھ پر عشق کا پتھر، ہر ہوس پرست جام و پتھر کو سنبھالنا نہیں جانتا)

حق تعالیٰ اس محقق کامل اور جامع صادق کو عمر نوح عطا فرماوے اور ہم لوگوں کو اتباع کی دولت نصیب فرماوے آمین ثم آمین۔

besturdubooks.wordpress.com

دسواں واقعہ: قانون اوقاف

چند سال ہوئے بعض اوقاف میں متولیوں کی گڑبڑ دیکھ کر بعض لوگوں کو موقع مل گیا کہ اوقاف کے متعلق قانون بنانے کی سعی کریں۔ چنانچہ معمولی تحریک کے بعد ایک تحقیقاتی وفد مقرر ہوا۔ جس نے ۳۰ء میں دورہ کیا جب وہ وفد یہاں پہنچا تو حضرت اقدس مدظلہم نے اسی وقت ایک مفصل مکالمہ میں نہایت واضح طور پر ثابت فرما دیا تھا کہ ایسا قانون بنانے کا حکومت کو قواعد شرعیہ سے اختیار نہیں یہ مکالمہ ملخصاً اس واقعہ کے ختم پر بعنوان فائدہ نقل کیا جاوے گا۔ دیوبند و سہارنپور وغیرہ سے بھی اسی قسم کا جواب وفد مذکور کو ملا تھا لیکن بعض جگہ سے وفد کے کسی قدر حسب منشاء بھی جواب مل گیا۔ انہوں نے اس کی بناء پر ایک مسودہ قانون بنا کر کونسل میں پیش کر دیا جب وہ مسودہ رائے عامہ کے لئے شائع ہوا تو حضرت مولانا حافظ عبداللطیف صاحب ناظم مظاہر علوم سہارنپور نے حضرت اقدس کو اس طرف توجہ دلائی کہ اس کی روک تھام کے لئے کوئی صورت اختیار کرنا چاہیے و نیز یہ رائے ظاہر فرمائی کہ مفصل مشورہ کے واسطے عمائد دیوبند و سہارنپور کا تھانہ بھون میں اجتماع ہو جائے۔ حضرت اقدس نے اس کو منظور فرما لیا اور ۲۴۔ ذیقعدہ ۵۲ھ کو ہر دو جگہ سے مہتمم صاحبان مع دیگر حضرات کے تشریف لائے مفصل مشورہ کے بعد قرار پایا کہ حضرت مدظلہم کی قیادت میں اس مسودہ پر تفصیلی نظر کر کے اول اس کے نقائص کو ظاہر کیا جاوے اور اس کے بعد ایسی ترمیم بھی تجویز کر دی جاوے جس کے بعد یہ مسودہ شریعت کے موافق ہو جائے اور اس کام کے واسطے مولانا محمد شفیع صاحب مفتی دیوبند اور جناب مولوی جمیل احمد صاحب تھانوی مدرس مظاہر علوم سہارنپور اور احقر کو تجویز فرمایا گیا چنانچہ دونوں صاحب یہاں پہنچ گئے اور ہر ہر جزو میں حضرت اقدس سے استصواب رائے کے بعد غور و تحقیق سے اس مسودہ قانون پر تبصرہ لکھا گیا۔ ۲۳۔ ذی الحجہ کو تبصرہ مکمل ہو کر حضرت اقدس کے دستخط سے مزین ہو چکا تو یہ قرار پایا کہ ۲۵۔ ذی الحجہ کو دیوبند میں اجتماع ہوا احقر اور علمائے سہارنپور وہاں پہنچ گئے اور صبح سے تقریباً عشاء تک تمام تبصرہ پر نہایت غور و خوض کے بعد جب بالاتفاق منظوری ہوگئی تو تیس علمائے کرام کے دستخط ثبت ہونے کے بعد کونسل میں بھیج دیا گیا۔ بعد ازاں حافظ ہدایت

besturdubooks.wordpress.com

حسین صاحب ممبر کونسل و مجوز مسودہ مذکورہ نے ایک خط تحریر کیا جس کا حاصل یہ تھا کہ اس مسعودہ پر مکالمہ کی غرض سے فلاں تاریخ (غالباً ۲۲۔ اپریل ۳۴ءتھی) تھانہ بھون آنا چاہتا ہوں۔ علماء دیوبند و سہارنپور بھی اگر شرکت کی تکلیف گوارا فرماویں تو مزید عنایت ہو۔ تاریخ مقرر شدہ پر حافظ ہدایت حسین مرحوم مع نواب جمشید علی خان صاحب ممبر کونسل اور حاجی وجیہ الدین صاحب ممبر اسمبلی اور حاجی رشید احمد خاں صاحب سوداگر اسلحہ دہلی وغیرہ کے تشریف لائے اور دیوبند سے جناب مولانا حسین احمد صاحب مہتمم صاحب، مفتی صاحب وغیرہ اور سہارنپور سے حضرت ناظم صاحب، مولانا زکریا صاحب وغیرہ حضرات تشریف لائے۔ تقریباً پانچ گھنٹے تک مفصل گفتگو ہوئی۔ حافظ صاحب نے بعض اصلاحات کو تسلیم کرلیا بعض میں کچھ عذر ظاہر کیا بعض میں غور کا وعدہ کیا۔ پھر بعض دواعی کے سبب ۱۱۔ محرم کو دیوبند میں دوبارہ اجتماع ہوا اور اس میں سہارنپور اور تھانہ بھون کے علاوہ مولانا کفایت اللہ صاحب کو بھی دعوت شرکت دی گئی تھی۔ مولانا موصوف مع جناب مولوی حفظ الرحمٰن صاحب کے شریک جلسہ ہوئے۔ اس جلسہ میں اس مسودہ کے متعلق چند جدید ترمیمات بالاتفاق طے ہوئیں اور الحاق تبصرہ کے طور پر کونسل میں روانہ کر دیا گیا۔ اس الحاق پر بھی حسب سابق حضرت اقدس اور دوسرے تیس حضرات کے دستخط ہوئے تھے۔

پھر مکمل تبصرہ طبع ہو کر شائع ہوا۔ حضرت والا نے اس امر اہم میں قیادت حقیقیہ کو انجام فرمانے کے ساتھ مصارف میں بھی ایک ثلث کی شرکت فرمائی بقیہ ایک ایک ثلث کا دیوبند اور سہارنپور سے انتظام ہوا تھا۔ اور گو اس سعی بلیغ کا ہنوز کما حقہ نتیجہ ظاہر نہیں ہوا مگر بحمد اللہ تعالیٰ اس خلاف شریعت مسودہ کی کافی روک تھام ہوگئی اور اس وقت سے خانقاہ میں روزمرہ دعا ہو رہی ہے کہ قانون وقف کا خلاف شریعت مسودہ رد ہو جاوے اور موافق شریعت مسودہ منظور ہو جائے خدائے عزوجل جلد مراد برلاوے آمین یارب العالمین۔

فائدہ:...... اس واقعہ کے شروع میں جس وفد کا تذکرہ ہے اس سے حضرت اقدس مد فیوضہم کی مکالمت کے بعض اجزاء کا خلاصہ مولوی جلیل احمد صاحب علی گڑھی نے لکھ لیا تھا وہ مکالمت نہایت ہی مفید اور محققانہ اصول سے لبریز ہے اس لئے درج کی جاتی ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

غالباً ۱۹۳۰ء میں نواب صاحب باغپت کی ہمراہی میں چند اعلیٰ طبقہ کے وکلاء اور روساء کا ایک باضابطہ نیم سرکاری وفد حضرت حکیم الامۃ دام ظلہم العالی کی خدمت میں حاضر ہوا جس کے صدر حافظ ہدایت حسین صاحب مرحوم کانپوری تھے۔ اس وفد کا مقصد یہ تھا کہ اوقاف کے متعلق حضرت حکیم الامۃ دام ظلہم العالی سے شرعی تحقیقات کی جاوے یعنی یہ معلوم کیا جائے کہ مسلمانوں کے اوقاف کے انتظامی معاملات میں غیر مسلم حکومت کو دخیل بنانا جائز ہے یا نہیں۔ جب ان کی آمد کی تاریخ معلوم ہوئی تو حضرت والا نے ان حضرات کے استقبال کے لئے مولانا شبیر علی صاحب زادمجدہم کو (جو قصبہ کے رئیس اعظم اور حضرت والا کے بھتیجے ہیں) اسٹیشن پر بھیجا اور اس وفد کے قیام کا انتظام بھی حضرت والا نے مولانا شبیر علی صاحب زادمجدہم کے دولت خانہ پر تجویز فرمایا۔ اس وفد نے تھانہ بھون پہنچنے سے قبل ڈاک میں چند سوالات لکھ کر جو تعداد میں سو کے قریب تھے۔ حضرت حکیم الامۃ دام ظلہم العالی کی خدمت میں بھیجے تھے کہ ہم ان سوالات کے جواب حضور سے لینا چاہتے ہیں۔ مگر حضرت والا بوجہ کثرت مشاغل کے ان سوالات کو دیکھ بھی نہیں سکے۔ جب ارکان وفد تھانہ بھون پہنچ گئے تو حضرت والا خود ان کی فرودگاہ پر گفتگو کرنے کے لئے تشریف لے گئے تاکہ ان کو آنے کی تکلیف نہ ہو پھر ملاقات کے بعد ایک بڑے کاغذ پر ایک یادداشت جس میں چند نمبر بطور اصول موضوعہ کے تھے لکھ کر جناب حافظ ہدایت حسین صاحب کانپوری بیرسٹر کو جو اس وفد کے صدر تھے دے دی اور درخواست کی کہ سب حضرات کو پڑھ کر سنا دیجئے کہ ان اصول پر گفتگو ہوگی وہ اصول موضوعہ حسب ذیل تھے۔

نقل یادداشت متعلق تجویز قانون نگرانی اوقاف جو بوقت مکالمہ وقف کمیٹی بماہ شوال ۴۸ھ ان کو لکھ کر دی گئی

نمبر ا...... وقف کرنا ایک مالی عبادت اور خالص عبادت ہے جیسے زکوٰۃ دینا مالی عبادت ہے اور خالص عبادت ہے ردالمختار شرح الدرالمختار میں ہے **وکذا علی العتق والوقف والاضحیۃ الخ** (نمبر۲)...... گو وقف کا نفع بعض اوقات عباد کو بھی پہنچتا ہے جبکہ ان عباد کے لئے کوئی استحقاق مقرر کر دے مگر پھر بھی وقف خالص عبادت رہے گا معاملہ نہ ہوگا جیسے

besturdubooks.wordpress.com

زکوٰۃ خالص نفع عباد کے لئے ہی موضوع ہے۔ دوسرے مصارف مساجد وغیرہ میں صرف نہیں ہوسکتی بخلاف وقف کے کہ وہ ان مصارف میں بھی شرط واقف کے موافق صرف ہوسکتا ہے جس سے ثابت ہوا کہ زکوٰۃ کا تعلق عباد کے ساتھ بہ نسبت وقف کے زیادہ مگر باوجود اس کے زکوٰۃ خالص عبادت معاملہ نہیں پس وقف خالص عبادت ہونے میں زکوٰۃ سے بھی زیادہ ہے۔ (نمبر۳)...... جب وقف مثل زکوٰۃ کے بلکہ زکوٰۃ سے بھی زیادہ خالص عبادت ہے۔ اس میں کسی خرابی کا ہونا ایسا ہوگا جیسے زکوٰۃ میں کسی خرابی کا ہونا۔ اور اس خرابی کی اصلاح کے لئے گورنمنٹ کا دخل دینا ایسا ہوگا جیسا زکوٰۃ کی خرابی کی اصلاح کے لئے گورنمنٹ کا دخل دینا۔ (نمبر۴)...... اور زکوٰۃ میں ایسا دخل دینا یقیناً دخل فی المذہب ہے اسی طرح وقف میں دخل دینا دخل فی المذہب ہوگا خواہ خود دخل دیا جائے خواہ کسی کی درخواست پر دخل دیا جائے باقی یہ سوال کہ پھر وقف کی خرابیوں کا کیا انسداد ہوا ایسا ہے جیسا یہ سوال کیا جاوے کہ اگر کوئی نماز یا روزہ یا حج یا زکوٰۃ میں کوتاہی کرے اس کا کیا انسداد ہے کیا اس کے جواب میں کوئی شخص یہ تجویز کرسکتا ہے کہ گورنمنٹ کو ان کوتاہیوں پر جرمانہ وغیرہ مقرر کرنے کا حق ہرگز نہیں بلکہ اس کا انتظام مسلمان بطور خود کرسکتے ہیں خواہ اس کو افہام تفہیم کریں خواہ اس کو تولیت سے معزول کریں جبکہ واقف نے ان کو اس قسم کے اختیار دیئے ہیں۔ خواہ اس سے قطع تعلق کریں اور ایسا نہ کریں تو ان کی کوتاہی ہی ہوگی۔ گورنمنٹ کو پھر بھی دخل دینے کا حق نہیں۔

نوٹ:...... نگرانی وقف کے متعلق جو سوالات دائر سائر ہیں وہ اس پر مبنی ہیں کہ وقف عبادت نہ ہو جب اس کا عبادت ہونا محقق ہوگیا اب ان سوالات کی گنجائش نہ رہی اس لئے ان کے جوابات کی بھی حاجت نہیں، معروضات متعلقہ تحقیق مسائل جو مکالمہ کے لئے بطور اصول موضوعہ کے ہیں۔

نمبر۱...... مسائل کا جواب عرض کرنے کے لئے میں حاضر ہوں مگر مشورہ و مصلحت کے متعلق کچھ عرض کرنے سے میں اس لئے معذور ہوں کہ مجھ کو اس سے مناسبت نہیں۔ (نمبر۲)...... مسائل بعضے عین وقت پر مستحضر نہیں ہوتے ان کے جواب سے معذور ہوں گا البتہ اگر ان کی یادداشت لکھ کر مجھ کو دے دی جاوے تو کتابیں دیکھ کر اطمینان سے جواب دے سکتا ہوں (نمبر۳)...... مسائل پر اگر کچھ شبہات ہوں تو ان کا جواب دینا ہم لوگوں کے

besturdubooks.wordpress.com

ذمہ نہیں کیونکہ ہم لوگ مسائل کے ناقل ہیں۔ بانی نہیں جیسے قوانین کے متعلق اگر کوئی شبہ یا خدشہ ہو اس کا جواب مجلس قانون ساز کے ذمہ ہے۔ جج یا وکیل کے ذمہ نہیں۔

حافظ صاحب نے وہ اصول موضوعہ تمام ارکان وفد کو پڑھ کر سنانا شروع کئے مگر چونکہ اس مضمون کے اندر علوم کے بعض اصطلاحی الفاظ تھے اس لئے صدر صاحب کو پڑھنے میں تکلف ہوتا تھا۔ حضرت والا کو صدر صاحب کی یہ مشقت گوارا نہ ہوئی لہٰذا صدر صاحب سے حضرت والا نے فرمایا کہ یہ بطور اشارات میرے لکھے ہوئے چند نوٹ ہیں۔ اس لئے اگر آپ یادداشت مجھے دے دیں اور میں خود پڑھ کر سب صاحبوں کو سنا دوں تو سہولت ہو اس لئے کہ میں ساتھ ساتھ اس کی شرح بھی کرتا جاؤں گا تاکہ سب صاحبوں کو اس کا مطلب سمجھنے میں آسانی ہو۔ چنانچہ حافظ صاحب نے نہایت خوشی سے وہ پرچہ حضرت والا کو پیش کر دیا۔ حضرت والا نے اس کو پڑھ کر سب کو سنایا اور سمجھا دیا۔

وفد کی طرف سے گفتگو کے لئے ایک مشہور بیرسٹرایٹ لاء تجویز ہوئے تھے جو جرح کے اندر اس قدر لائق شمار ہوئے ہیں کہ لوگ ان کو جرح کا بادشاہ کہتے ہیں۔

حضرت والا بھی ان کے متعلق ارشاد فرماتے تھے کہ وہ بہت ذہن آدمی ہیں۔ بڑے دور دور کے سوالات مجھ سے کرتے تھے۔ مگر بفضلہ تعالیٰ میری طرف سے ذرا سی بات میں سب کا جواب ہو جاتا تھا۔ چنانچہ آدھ گھنٹہ کے اندر میری اور ان کی تمام گفتگو ختم ہوگئی اور ان کے تمام سوالات کا جواب شافی ہوگیا۔ ذیل کے مکالمہ میں اس وفد کا اور اس سے گفتگو کا حال مجملاً بیان کیا گیا ہے کیونکہ احقر ضابط اس جلسہ میں حاضر نہ تھا دوسرے حضرات سے تحقیق کر کے بطور خلاصہ کے لکھ لیا۔ وہ لوگ دوسری جگہ بھی اس تحقیق کے لئے گئے تھے مگر اکثر نے ان کو بین بین جواب دیئے یعنی یہ کہا کہ بعض شرائط کے ساتھ وقف کے انتظام میں گورنمنٹ کا دخل جائز ہے مگر حضرت نے ان لوگوں سے صاف کہہ دیا کہ چونکہ یہ مذہبی فعل ہے اس لئے اس کے اندر غیر مسلم کا دخل دینا خود مذہبی دست اندازی ہے اور مذہبی دست اندازی کی درخواست کرنا یا اور کسی طرح سے اس مداخلت کی کوشش کرنا صاف جرم ہوگا۔ جیسے کہ نماز جو ایک خالص مذہبی فعل ہے اس کے اندر کسی طرح جائز نہیں کہ غیر مسلم کو دخیل

besturdubooks.wordpress.com

بنایا جاوے۔ اسی طرح یہ بھی جائز نہ ہوگا کہ کسی غیر مسلم سے دست اندازی کی درخواست کی جاوے یا کوئی ایسی کوشش کی جاوے کہ وہ غیر مسلم وقف کے انتظامی معاملات میں دخیل ہو۔ اس کے جواب میں بیرسٹر صاحب نے کہا کہ معاف فرمایئے نماز میں اور وقف میں فرق ہے اس لئے کہ نماز کا تعلق مال سے نہیں ہے اور وقف کا تعلق مال سے ہے اور اس وقت چونکہ متولیوں کی حالت خراب ہو رہی ہے اس لئے اوقاف کے اندر وہ بڑی گڑبڑ کرتے ہیں اس کی آمدنی مصارف خیر میں صرف نہیں کرتے خود کھا جاتے ہیں۔ حضرت حکیم الامۃ دام ظلہم العالی نے فرمایا کہ اچھا اگر آپ کے نزدیک نماز کی نظیر ٹھیک نہیں تو زکوٰۃ ہی کو لے لیجئے کہ یہ ایک خالص مذہبی فعل بھی ہے اور اس کا تعلق مال سے بھی ہے اور بہت سے مسلمان ایسے ہیں جو اپنے مال کی زکوٰۃ نہیں نکالتے مگر چونکہ مذہبی فعل بھی ہے اس لئے اس میں غیر مسلم کی مداخلت جس قسم کی بھی ہونا جائز ہے۔ بیرسٹر صاحب نے کہا کہ اچھا صاحب نکاح اور طلاق بھی آپ کے نزدیک خالص مذہبی فعل ہے یا نہیں۔ حضرت والا نے فرمایا جی ہاں اس پر انہوں نے کہا کہ بہت اچھا اگر ایک عورت کو شوہر نے طلاق دی مگر اب وہ عورت اس مرد سے جدا ہونا چاہتی ہے اور مرد اس کو نہیں جانے دیتا بلکہ روکتا ہے اور طلاق سے انکار کرتا ہے تو ایسی صورت میں کیا اس صورت کو جائز نہیں کہ عدالت میں اس کے متعلق استغاثہ دائر کرے اور شہادت سے طلاق کو ثابت کر کے حکومت سے اپنی آزادی میں مدد حاصل کرے تو دیکھئے نکاح وطلاق مذہبی فعل ہیں مگر اس میں غیر مسلم کا دخل جائز ہوا۔ حضرت حکیم الامۃ دام ظلہم العالی نے فرمایا کہ آپ نے غور کیا یہاں دو چیزیں جدا جدا ہیں ایک تو وقوع طلاق اور ایک اثر طلاق یعنی وہ حق جو اس عورت کو مرد کے طلاق دے دینے سے حاصل ہو گیا ہے اور مرد کو اس حق کو چھیننا چاہتا ہے جس میں عورت کا ضرر ہے تو یہاں وہ عورت غیر مسلم حکومت کا دخل قصداً خود طلاق میں نہیں چاہتی بلکہ طلاق سے جو اس کو حق آزادی حاصل ہوا ہے جس کے استعمال نہ کر سکنے سے اس کو ضرر پہنچتا ہے اس ضرر کو دفع کرنے کے لئے وہ عورت عدالت سے مدد چاہتی ہے۔ بیرسٹر صاحب نے کہا کہ معاف فرمایئے اسی طرح ہم یہاں بھی کہہ سکتے ہیں کہ جیسے یہاں عورت کا ضرر ہے اسی طرح اوقاف کے اندر گڑبڑ ہونے

besturdubooks.wordpress.com

میں مساکین کا ضرر ہے سو جیسے وہاں اس ضرر سے بچنے کی خاطر غیر مسلم کے دخل کو جائز رکھا گیا ہے اسی طرح یہاں اوقاف میں ضرر سے بچنے کی خاطر غیر مسلم کا دخل جائز ہونا چاہیے۔ حضرت حکیم الامۃ دام ظلہم العالی نے فرمایا کہ آپ نے غور نہیں کیا وہاں تو شوہر کے حبس سے اس عورت کا ضرر ہے اور یہاں اوقاف میں متولی کی خیانت سے مساکین کا ضرر نہیں بلکہ صرف عدم النفع ہے اور ضرر اور چیز ہے اور عدم النفع اور چیز ہے اس کو ایک مثال سے سمجھئے مثلاً آپ کی جیب میں ایک سو روپے کا نوٹ تھا ایک شخص نے آپ سے وہ چھین لیا تو یہ ضرر ہوا اور اگر میں آپ کو ایک نوٹ دینا چاہتا ہوں مگر پھر کوئی اس نوٹ کے دینے سے منع کر دے تو اس میں آپ کا ضرر کچھ نہیں ہوا بلکہ صرف عدم النفع ہوا اس پر سب لوگوں نے بے ساختہ سبحان اللہ اور صل علیٰ کہنا شروع کیا اور بیرسٹر صاحب خاموش ہو گئے اور پھر کوئی شبہ انہوں نے پیش نہیں کیا مگر بشاش برابر رہے۔ حضرت والا نے بعد کو ارشاد فرمایا کہ میں نے اس موقع سے قبل اپنے دوستوں سے یہی شبہ پیش کیا تھا کہ اگر یہ شبہ کیا گیا تو اس کا کیا جواب ہوگا مگر یہاں کسی کی سمجھ میں جواب نہ آیا تھا۔ کمیٹی میں گفتگو کے وقت جب بیرسٹر صاحب نے یہ سوال پیش کیا تو اسی وقت اس کا جواب میرے قلب میں منجاب اللہ القا ہو گیا۔ پھر حضرت والا نے فرمایا کہ وہ لوگ یہاں سے بہت خوش گئے اور کہتے تھے کہ صاحب بعض لوگوں نے ہم کو بہت ہی خشک جواب دیئے جس سے ہماری بہت دلشکنی ہوئی مگر یہاں حاضر ہو کر جو ہم کو نفع ہوا اور جو علوم ہم کو اس مجلس میں حاصل ہوئے وہ کہیں حاصل نہیں ہوئے اور وہ لوگ یہ بھی کہتے تھے کہ ہم نے یہ ارادہ کر لیا ہے کہ ہم استفادہ کی غرض سے گاہ گاہ یہاں حاضر ہوا کریں گے جب وہ لوگ روانہ ہو گئے تو حضرت والا ان کو رخصت فرمانے کی غرض سے اسٹیشن پر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ جب آپ یہاں اسٹیشن پر آ کر اترے تھے اس وقت میں اس لئے نہیں آیا کہ اس وقت میرا آنا آپ کی جاہ کی وجہ سے ہوتا اور اب جو میں آیا ہوں تو یہ آنا جاہ یعنی محبت کی وجہ سے ہوا ہے۔ انتہیٰ

استغناء اور رقیق القلبی

واقعہ:...... حضرت والا اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ ان مجذوب صاحب کی توجہ کا جن کی دعاء

besturdubooks.wordpress.com

سے میں پیدا ہوا تھا۔ یہ اثر ہے کہ مجھے ایسا تعلق کسی سے نہیں کہ دل اٹکا ہوا ہو۔ یوں اپنے متعلق واحباب سے بے حد محبت ہے لیکن یہ نہیں کہ کسی کی مفارقت سے پریشانی ہو اور دھیان لگا رہے بس جدا ہوتے وقت تھوڑا سا افسوس ہوتا ہے پھر کچھ نہیں البتہ کسی کی تکلیف مجھ سے نہیں دیکھی جاتی اس وقت تو میرا دل بس پانی پانی ہو جاتا ہے۔ اسی سلسلہ میں کبھی کبھی مزاحاً یہ بھی فرما دیا کرتے ہیں کہ میں نے بچپن میں قصائی کا دودھ پیا ہے کیونکہ میری انا قصائن تھیں شاید اس کو بھی کچھ دخل ہو لیکن الحمدللہ میرے قلب میں حرارت ہے قساوت نہیں اور مزاج میں حدّت ہے شدّت نہیں۔ اھ

اہتمام دین اور اہتمام حقوق

والد محترم کی ازواج کے حق مہر کی ادائیگی کا واقعہ:

ایک طالب علم نے حضرت والا سے یہ مسئلہ پوچھا کہ ان کے والد مرحوم نے دو نکاح کئے تھے لیکن مہر کسی زوجہ کا بھی ادا نہ کیا تھا کیونکہ ادائے مہر کا عموماً دستور نہ تھا بلکہ مستورات مہر وصول کرنے کو عموماً برا سمجھتی تھیں تو یہ پوچھا تھا کہ مرحوم کے ترکہ میں سے ادائیگی مہر واجب ہے یا نہیں اس سے حضرت والا کا فوراً ذہن منتقل ہوا کہ ہمارے والد صاحب مرحوم نے بھی تو یکے بعد دیگرے چار نکاح کئے تھے اور کسی کا مہر ادا کرنا معلوم نہیں نہ معافی معلوم نہ ترکہ میں سے ادا کرنے کا کسی کو خیال آیا۔ حضرت والا ان طالب علم کے بہت ممنون ہوئے کہ ان کی بدولت ایک ایسے اہم مسئلے کی طرف ذہن منتقل ہوا جس کا اتنے عرصہ دراز تک کبھی خیال تک نہ آیا تھا اور ادائیگی حقوق کی کوشش میں ہمہ تن مشغول ہو گئے۔ دوسرے علماء سے استفتاء کیا کیونکہ اپنے معاملہ میں خود اپنے فتوے پر عمل کرنا خلاف احتیاط سمجھا۔ گو بنا بر رسم غالب برائے مہر علماء نے اکثر فتویٰ یہی دیا کہ ترکہ سے ادائیگی واجب نہیں پھر بھی چونکہ رسم کا واقع ہونا متیقن نہ تھا حضرت والا نے احتیاط اسی میں سمجھی کہ جو والد مرحوم کا ترکہ میرے حصہ میں آیا اس کے تناسب سے والد صاحب کی چاروں ازواج کے ورثاء کو مہر کا روپیہ حصہ رسد ادا کروں گا چنانچہ نہایت اہتمام سے ورثاء کی تحقیق کی جو دور دراز مقامات بلکہ دیگر ممالک میں پھیلے ہوئے تھے۔ تقریباً دو سال اسی تحقیق میں گزر گئے۔ جوابی خطوط بھیج

besturdubooks.wordpress.com

بھیج کر احباب واعزہ سے تفتیش حالات کر کر کے جملہ مستحقین کے نام اور پتے دریافت کئے اور بعض مقامات پر ایک اہل علم کو بھی تحقیق ورثاء کے لئے بھیجا اور پھر از روئے فرائض ان کی حصہ کشی کرائی چونکہ فرائض کا بہت طویل مسئلہ تھا اور حضرت والا اپنے کسی خادم سے بھی اس قسم کا کوئی کام بلا اُجرت نہیں لیتے لہٰذا حصہ کشی میں غالباً چودہ پندرہ روپیہ اور مدت طویل صرف ہوئی۔ پھر تقسیم میں بھی بہت طوالت کرنی پڑی کیونکہ بعض کے حصہ میں ایک ایک آنہ بلکہ ایک ایک پیسہ تک آیا تھا اور بعض ان میں بہت متمول تھے جن کو ایک آنہ کی رقم دیتے ہوئے بھی سخت حجاب ہوتا تھا لیکن چونکہ ادا کرنا واجب تھا ان کو یہ لکھ کر بھیجا کہ آپ ادائے حقوق میں اگر میری اعانت کریں گے میں ممنون ہوں گا۔ چنانچہ انہوں نے نہایت خوشی سے قبول کیا اور گو بعضوں نے بڑی بڑی رقوم لے کر پھر حضرت والا ہی کی خدمت میں پیش کر دیا لیکن حضرت والا اپنی طرف سے اس پر آمادہ تھے کہ چاہے جتنی بڑی رقم میرے ذمہ نکلے (کیونکہ مہر ہر ایک کا پانچ پانچ ہزار تھا جس میں سے حضرت والا کے ذمہ ایک ہزار یا کچھ زائد نکلا تھا) ان شاء اللہ تعالیٰ ادا کروں گا چاہے عمر بھر ادائیگی ہی میں صرف ہو جائے۔ حضرت والا نے بعد ادائیگی فرمایا کہ گو نہایت دشوار امر تھا لیکن حق تعالیٰ نے ایسی دستگیری فرمائی کہ بلا کسی خاص پریشانی کے سبکدوشی نصیب ہوگئی۔

احقر عرض کرتا ہے کہ یہی ایک واقعہ حضرت والا کی شان تدین ظاہر کرنے کے لئے کافی ہے کیونکہ فی زماننا ایسے امور کی جانب کون توجہ کرتا ہے۔ بالخصوص جبکہ اس قدر مشقت وتعب برداشت کرنا پڑے۔

حفظ حدود

نجدیوں کے خلاف رسالوں کا واقعہ:

واقعہ:...... ایک صاحب علم نے نجدیوں کے خلاف دو رسالے لکھ کر طبع کرائے تھے جس میں بہت سخت سخت الفاظ استعمال کئے تھے یہاں تک کہ خبیث تک لکھا تھا۔ دیگر رسائل کے ساتھ وہ رسالے بھی حضرت والا کے ملاحظہ کے لئے بھیجے تھے۔ حضرت والا نے صاف تحریر فرمایا کہ رسائل مرسلہ سے امید قوی ہے کہ وہ مجھ کو مستفید کریں گے صرف دو

besturdubooks.wordpress.com

رسالوں کے نفع سے غالباً میں محروم رہوں گا جو اہل نجد کے متعلق ہیں کیونکہ بوجہ فقدان ذرائع مخالفت یا موافقت میرا مسلک ان کے طرز عمل کے باب میں سکوت ہے اور ذرائع مندرجہ رسائتین کی بھی مجھ کو شرعی تحقیق نہیں ان کے باب میں بھی سکوت ہی ہے البتہ ان کے جو مسائل مجھ کو معلوم ہیں ان میں سے بعض میں ان کے ساتھ مجھ کو سخت اختلاف ہے جیسے مفہوم شرک میں غلو اور جیسے توسل میں یا شد رحال میں تشدد (یا طلقات ثلثہ کا ایک ہونا) مگر ان کے رد کے وقت بھی میں سخت الفاظ استعمال نہیں کرتا۔) اھ

اس کا ذکر فرما کر فرمایا کہ ہماری مشکل ہے ہم کھل کر کسی کو کچھ نہیں کہہ سکتے کیونکہ حدود رکھتے ہیں۔ مخالفین کو بھی نہیں کہہ سکتے مجھ سے نجدیوں کے بارے میں ایک صاحب نے پوچھا تو میں نے جو حقیقت تھی وہ ظاہر کر دی کہا کہ وہ لوگ نجدی ہیں وجدی نہیں ہیں حالانکہ وجدی ہونے کی بھی سخت ضرورت ہے۔ ایک بار فرمایا کہ اور کسی کو تو کیا کہا جائے بعض اہل حق بھی آج کل بدعات کے رد میں حدود کی پوری رعایت نہیں رکھتے۔ بدعت کا جو درجہ مثلاً اعتقادی یا عملی اور مثلاً اجتہادی وغیر اجتہادی وغیرہ اس کو اسی درجہ پر رکھ کر منع کرنا چاہیے حدود سے کیوں تجاوز کیا جائے۔

احتیاط

خواتین کے لئے خط و کتابت وغیرہ کی شرائط:

واقعہ:...... حضرت والا کا معمول ہے کہ اگر کوئی عورت خط لکھے تو اگر شادی شدہ ہو تو شوہر کے دستخط کرا کے بھیجے ورنہ اور کسی محرم کے۔ شوہر کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے محرم کے دستخط کافی نہیں سمجھتے تا کہ بصورت اختلاف عقائد میاں بیوی میں بعد کو لڑائی نہ ہونے لگے کہ کیوں ان کو خط لکھا۔ فرمایا کرتے ہیں کہ میں میاں بیوی میں خوشگوار تعلقات قائم رکھنے کو اپنے ساتھ خط و کتابت رکھنے سے زیادہ ضروری سمجھتا ہوں۔ اھ۔ حضرت والا کے اس معمول میں بہت مفاسد کا انسداد ہے اور مستورات کو نامحرموں سے احتیاط برتنے کی عملی تعلیم ہے۔ بیعت کے لئے مستورات کے سفر کو بھی بہت ناپسند فرماتے ہیں خط کے ذریعہ سے بیعت فرما لیتے ہیں اور گفتگو کے وقت محرم کو پاس بٹھلا لیتے ہیں۔

besturdubooks.wordpress.com

مُعین مقرر کرنے کے مفاسد پر نظر:

واقعہ:...... حضرت والا کو بوجہ ہجوم مشاغل وضعف قویٰ مدت سے اس کی سخت ضرورت محسوس ہو رہی ہے کہ کوئی شخص جزئی کاموں کے کرنے کے لئے بطور معین کے تجویز کر لیا جائے۔ جو علاوہ متفرق کاموں میں معین ہونے کے نئے آنے والوں سے جو حضرت والا کو ضروری سوالات کرنے میں بوجہ بدتمیزیوں اور بے اصول باتوں کے اکثر سخت تکلیف پہنچتی رہتی ہے اس سے بھی حضرت والا کو سبکدوش کرنے میں واسطہ بن کر معین ہو سکے۔ اس کی ضرورت کا اندازہ حضرت والا کے مشاغل کثیرہ اور آنے والوں کی بے تکی باتوں کو دیکھنے والا بہ آسانی کر سکتا ہے۔ مگر حضرت والا محض اس وجہ سے اس کو گوارا نہیں فرماتے کہ پھر اس کا دماغ خراب ہوگا اور وہ اپنے آپ کو مقرب سمجھنے لگے گا اور اس سے لوگوں کو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچنے لگیں گی۔ فرمائشیں کیا کرے گا۔ اس طرح لوگ اس کو مقرب سمجھ کر حاجات اور معروضات کا واسطہ بنائیں گے اور خوشامد میں اس کی خدمت کریں گے اور یہ ام المفاسد ہے۔ فرمایا کرتے ہیں کہ مجھے ساری تکلیفیں تو گوارا ہیں لیکن یہ ہرگز گوارا نہیں۔ خود اس کا بھی دینی نقصان اور دوسروں کو بھی تکلیف۔ یہ بھی فرمایا کہ اور تو اور حضرت مولانا گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ کے ایک خادم تھے جو عامی تھے مگر خادم خاص سمجھے جاتے تھے وہ خود مجھ سے فرمائشیں کیا کرتے تھے۔ اور وہ بھی قیمتی قیمتی چیزوں کی اور گنگوہ ہی میں نہیں بلکہ یہاں تھانہ بھون آ آ کر بھی اور چونکہ محبوب کے کوچہ کا کتا بھی محبوب ہوتا ہے۔ اس لئے ان فرمائشوں کو پورا بھی کرتا تھا۔ ویسے تہجد گزار ذاکر شاغل نیک آدمی تھے مگر یہ مرض تھا اور یہ مرض پیدا ہوا تھا قرب کی وجہ سے۔ ایسے ہی ایک مقرب حاجی عابد حسین صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے یہاں تھے۔ ایک شخص نے ملاقات کرنی چاہی تو اس سے کہا کہ ایک روپیہ دو تو ملاقات کرا دوں گا۔ اس شخص نے خود یہاں آ کر مجھ سے بیان کیا کہ تمہارے یہاں اچھا قاعدہ ہے کہ کسی کی روک ٹوک نہیں ہر ایک شخص سے براہ راست معاملہ ہے۔ بس انہی تجربوں کی بناء پر میں نے اپنے یہاں کسی کو مقرب یا دخیل نہیں بنا رکھا ہے۔ اس میں بڑی سلامتی اور مصلحتیں ہیں۔ اھ

besturdubooks.wordpress.com

ملازموں کی نگرانی:

حضرت والا نے اپنے ملازموں تک کو سخت ممانعت کر رکھی ہے کہ کوئی ہدیہ کسی سے قبول نہ کریں فرمائشیں تو درکنار۔ اور ہدیہ دینے والوں کو بھی ممانعت ہے اگر کوئی زیادہ اصرار کرتا ہے تو فرماتے ہیں کہ اگر دینا ہے تو میرے ذریعہ سے دیجئے میں کسی حاجت کے بہانہ ان کو بطور خود پہنچا دوں گا مگر ان پر آپ کا نام ظاہر نہ کروں گا۔ ورنہ یہ لوگ دینے والوں کی یا جہاں ملنے کی توقع ہوگی ان کی تو خدمت کریں گے اور نہ دینے والوں کی طرف التفات بھی نہ کریں گے اور ان کی نیت بھی خراب رہا کرے گی۔ ہر شخص سے متوقع رہیں گے کہ کچھ ملے۔ غرض سینکڑوں مفاسد ہیں۔ ف۔ بعد کو بہ اصرارِ اعزّہ وخدام ایک بواب مقرر فرما لیا گیا ہے (جس کی تفصیل باب معمولات کے نمبر ۲۸ میں گزر چکی ہے) لیکن اس کی سخت نگرانی رکھتے ہیں کہ وہ کوئی بے عنوانی نہ کرنے پائے اور چونکہ حضرت والا ایسے امور میں خاص طور سے بہت متیقظ ہیں اس لئے کسی کو بے عنوانی کی ہمت بھی نہیں پڑ سکتی۔

....

۵۔ رمضان المبارک ۱۳۵۳ھ

(نقل خط) استاذ الجلیل صاحب الفضیلۃ مولانا اشرف علی ادام اللہ اجلالہ السلام علیکم و رحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ شیخ الاسلام مولانا انوار اللہ خاں فضیلت جنگ علیہ الرحمۃ اُستاذ حضور نظام دکن) کی سوانح حیات (مطلع الانوار مصنفہ علامہ مفتی محمد رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ) بغرض اظہار رائے مرسل خدمت ہے۔ توقع ہے کہ جناب والا اپنی رائے زریں سے انجمن (طلباء قدیم مدرسہ نظامیہ حیدر آباد دکن) کو ایماء فرمائیں گے جو موجب تشکر و امتنان ہوگا۔ خاکسار ابوالخیر (نظامیہ)

نوٹ: اس سوانح میں مشائخ متاخرین کے بعض معمولات کی ترویج پر حضرت مرحوم کی مدح بھی کی گئی تھی۔

(جواب)۔ از ناکارہ آوارہ اشرف علی عفی عنہ بخدمت جامع الفضائل دامت الطافہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ میرے پاس زیادہ وقت نہیں اس لئے بھجوائے۔

مرا از زلفِ تو موئے بسند ست　　　　ہوس راہ رہ مدہ بوئے بسند ست

besturdubooks.wordpress.com

میرے لئے تیری زلف کا ایک بال سند کا درجہ رکھتا ہے، ہوس کو چھوڑیئے میرے لئے تو خوشبو سند ہے۔

جستہ جستہ مطلع الانوار سے منور ہوا۔ حضرت مولانا میرے پیر بھائی تھے اور بڑے بھائی تھے۔ بڑے ہونے کی حیثیت سے مجھ پر ادب لازم ہے اور بھائی ہونے کی حیثیت سے بے تکلفی کی بھی اجازت ہے۔ ان ہی دو حیثیتوں کو پیش نظر رکھ کر یہ رائے ظاہر کرتا ہوں جو کہ جامع ہے ادب و بے تکلفی کی کہ رسالہ قابل اسوہ حسنہ بنانے کے ہے مگر اعمال و مسائل اختلافیہ کے حصہ کا اس اتخاذ اُسوہ سے استثناء رائے کے درجہ میں بعض کے لئے اور عمل کے درجہ میں سب کے لئے اقرب الی الاحتیاط ہے اور عجب نہیں کہ اگر حضرت رحمتہ اللہ علیہ بھی اس معروضہ پر مطلع ہوتے تو اگر مجھ کو ماجور بھی نہ خیال فرماتے تب بھی ماذور بھی نہ سمجھتے بلکہ معذور قرار دیتے باقی حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے لئے اور حضرت کی تمام جماعت کے لئے دل سے اور خلوص سے دعا کرتا ہوں۔ **اللّٰھم کن لھم واجعلھم لک** اور اپنے لئے بھی اسی دعا کا طالب ہوں۔

besturdubooks.wordpress.com

پچیسواں باب

''متفرقات''
ملقب بہ
''شذرات السوانح''

اوران شذرات کی متعدد اقساط ہوں گی

قسط اول شذرات السوانح

تمہید: باب کی غرض:

یہ باب اس لئے قائم کیا گیا ہے کہ حضرت صاحب سوانح ہٰذا کے جو متفرق و واقعات و ارشادات تحریری وتقریری مطبوعہ وغیر مطبوعہ شامل سوانح کئے جانے کے لائق ابواب ماسبق کے لکھے جاچکنے کے بعد یاد آئیں یا نظر سے گزریں یا جن کے متعلق بوجہ ذو وجھیں ہونے کے بہ آسانی یہ نہ طے کیا جاسکے کہ وہ کس باب میں رکھے جانے کے قابل ہیں ان کو اس باب متفرقات میں بلا التزام تعیین عنوان و باب لکھ دیا جائے اور چونکہ ایسے حالات و واقعات و ارشادات پرانے و نئے ہر قسم کے بعد تکمیل سوانح ہٰذا بھی انشاء اللہ تعالیٰ ہمیشہ دستیاب ہوتے رہیں گے اس لئے انشاء اللہ تعالیٰ اس باب کو احقر ہمیشہ عمر بھر جاری رکھے گا[1]۔

---

[1] ان مضامین میں سے بعض خاص شان کے مضامین کے متعلق جو کہ تنبیہات وصیت کے تتمات وضمائم میں بطور متفرق یادداشتوں کے تقریباً سال وار شائع ہوتے رہتے تھے خود حضرت صاحب سوانح کا عزم اجراء تجویز ہٰذا ایک ایسی ہی یادداشت یعنی تنبیہات وصیت کے تتمۂ سابعہ ضمیمۂ حادیہ عشر ملقب بہ سابعۃ التابعہ میں آئندہ کیلئے ایسے تتمات وضمائم کا سلسلہ بند کردینے کی رائے ظاہر کرنے کے بعد بایں عبارت مذکور ہے ''لیکن اگر اتفاق سے بعد میں کوئی ضروری اور جدید مضمون اس باب کا ذہن میں آ گیا تو اس کے لئے ایک خداساز جدید سلسلہ اشرف السوانح کا مہیا ہوگیا ہے جس میں تتمات وضمائم موجود کا خلاصہ بھی لے لیا گیا ہے اور اس کا ایک باب خاص بعد میں پیش آنے والے واقعات یا یاد آنے والے مضامین کے لئے تجویز کرلیا گیا ہے جس کو جب تک حق تعالیٰ کو منظور ہوا امتداد بھی ہوگا ایسے مضامین اس میں داخل کردیئے جائیں گے کسی مستقل تتمہ یا ضمیمہ کی حاجت نہ ہوگی۔'' فقط

besturdubooks.wordpress.com

باب کی ترتیب کے اصول:

بایں صورت کہ ایسے متفرق مضامین کو برابر جمع کرتا رہے گا اور وقتاً فوقتاً شذرات السوانح کے نام سے انشاء اللہ تعالیٰ بالاقساط ہدیہ شائقین کرتا رہے گا چنانچہ اسی وجہ سے اس باب کی پیشانی پر لقب کے تحت یہ عنوان قائم کیا گیا ہے "قسط اول شذرات السوانح" اور جب آئندہ شذرات کا ایک معتد بہ ذخیرہ[1] جمع ہو جائے گا تو اس ذخیرہ کو قسط دوم شذرات السوانح کے عنوان سے شائع کیا جائے گا[2] اسی طرح یہ سلسلہ جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا جاری رہے گا۔ اللہ تعالیٰ حضرت والا کو مدت مدید تک بعافیت تمام سلامت باکرامت رکھے اور اس سلسلہ کو ہمیشہ جاری رکھے آمین یارب العالمین بحرمۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین۔

گو ان شذرات کو مختلف اقساط میں شائع کیا جائے گا لیکن ان کے ترتیبی نمبر جدا جدا نہ ہوں گے بلکہ مسلسل ہوں گے۔ اب شذرات شروع کئے جاتے ہیں۔ واللّٰہ المستعان و علیہ التکلان۔

شذرہ نمبر (۱): بیعت میں جلدی مناسب نہیں

ایک طالب کی درخواست بیعت پر تحریر فرمایا کہ بیعت میں جلدی مناسب نہیں پہلے کام شروع کر دیا جاوے قصد السبیل سے کام شروع کر دیجئے اور حالات سے اطلاع دیتے رہیے تاکہ سلسلہ تعلیم کا جاری رہے پھر جب باہم مناسبت ہو جاوے گی اس وقت بیعت کی درخواست کا مضائقہ نہیں۔ اھ

شذرہ نمبر (۲): احقر مرتب کے بعض خطوط کے جوابات

احقر کے چند بہت پرانے خطوط اتفاق سے مل گئے جن کے بعض مفید عام مضامین

---

[1] اس قسط اور اس کے مابعد اقساط میں یہ بھی التزام کیا جائے گا کہ منجملہ ان شذرات کے جن کی شان حضرت والا کے رسالہ بوادر کے اجزاء جیسی ہوگی یعنی جس مضمون میں کوئی غندرت وغرابت واہمیت ہوگی ایسے مضمون کے شروع میں عنوان شذرہ کے ساتھ لفظ مناسب بوادر لکھ دیا جایا کرے گا تاکہ اگر کوئی صاحب بوادر کے مضامین کو جو کہ عدد میں تین سو ہیں مستقلاً شائع کرنا چاہیں تو وہ ان کے ساتھ شذرات مذکورہ کو بھی بسہولت شامل کر سکیں کیونکہ وہ ایسے مضامین ہوں گے جن کو بوادر کا تتمہ سمجھنا مناسب ہوگا۔ فقط [2] اس اشاعت اور اجراء کا انتظام جناب مولوی شبیر علی صاحب مالک اشرف المطابع تھانہ بھون ضلع مظفر نگر فرماتے رہیں گے۔ ۱۲ منہ

besturdubooks.wordpress.com

ملخصاً مع حضرت والا کے جوابات کے نقل کیے جاتے ہیں۔

(مضمون) بعض اوقات تو اپنے خیالات وساوس کو بالکل کفریہ (خدا کرے کہ نہ ہوں) سمجھ کر سخت مایوسی اور یاس کے عالم میں ہو جاتا ہوں۔

(جواب) کفر کیا وہ تو معصیت بھی نہیں ذرا اندیشہ نہ کریں وسوسہ پر ذرا مواخذہ نہیں بلکہ اس میں ایک گونہ مجاہدہ ہے جس سے قرب بڑھتا ہے اور شیطان اس راز سے ناواقف ہے ورنہ کبھی وسوسہ نہ ڈالے۔

(مضمون) فلاں فلاں وظائف واذکار بلا حضرت والا کی اجازت کے بڑھا لئے تھے لہٰذا سب قطعاً ترک کر دیئے بلکہ خود ہی ترک ہو گئے اب حضور جیسا ارشاد فرماویں گے اپنا معمول رکھوں گا۔

(جواب) سب اوراد واشغال کی اجازت ہے ہمت اور توقع دوام کو دیکھ لیجئے۔

(مضمون) حضور جس قدر ذکر اور جو جو اوراد و وظائف اور جو جو اشغال و مراقبات احقر کے مناسب حال ہوں تجویز فرماویں اور تحریری اجازت عطا فرماویں تاکہ نہایت مضبوطی کے ساتھ ان پر کاربند رہوں اور بلا اجازت ہرگز حتی الامکان کسی قسم کی کمی بیشی نہ کروں۔

(جواب) قصد السبیل سے اپنی حالت کا اندازہ کر کے شروع کیجئے وہی تحریری اجازت ہے۔

(مضمون) قلب پر لفظ اللہ آب نقرہ سے لکھا ہوا جو تصور کیا جائے تو کس طرح اور کیونکر۔ یعنی قلب کو کس جگہ کس شکل کا اور کتنا بڑا تصور کیا جائے اور کتنے بڑے اور کتنے روشن حروف میں لفظ اللہ لکھا ہوا تصور کیا جائے۔

(جواب) اس میں تفصیلی تصور کی حاجت نہیں اجمالی وسرسری کافی ہے جس طرح بلا تکلف خیال بندھ جائے۔اھ

(مضمون) بوسیلہ آنحضور نماز میں بفضلہٖ بعض دفعہ کسی قدر حضور قلب نصیب ہونے لگا ہے اللہ تعالیٰ شانہ کا حاضر ناظر ہونا خیال میں کچھ کچھ جمنے لگا ہے اب نہ معلوم یہ احقر کا خیال ہی خیال ہے یا واقعی کوئی محمود کیفیت ہے۔

(جواب) مبارک ہو محمود اور بہت محمود ہے۔

(مضمون) آج کل جو حضور مع اللہ کی کیفیت محسوس ہوتی ہے اس کی بابت یہ بھی خیال

besturdubooks.wordpress.com

ہوتا ہے کہ کہیں ضعف دماغ سے تو مسبب نہیں ہے کیونکہ جس دن نیند پوری نہیں ہوتی اور دماغ میں یبس غالب ہوتا ہے اس دن میری قوت تصور خاص طور سے زیادہ ہو جاتی ہے۔ الخ

(جواب) ماشاء اللہ بہت اچھی حالت ہے یُبس کے غلبہ سے زیادت ہونے سے اصل کیفیت کا اس یبس سے مسبب ہونا لازم نہیں آتا اگر اصل کیفیت پہلے سے نہ ہوتی تو یبس سے زیادت کہاں سے آ جاتی جس طرح اصل محبت قلب میں ہو اور تجدد نعمت سے وہ بڑھ جاوے تو اس سے یہ تھوڑا ہی لازم آیا کہ اصل محبت اس نعمت ہی سے ہے یا اس سے اس محبت کے ضعف کا شبہ کیا جاوے قرآن مجید میں ہے کہ اہل ایمان کے ایمان میں نزول آیات بلکہ وقوع حوادث کے وقت ایمان بڑھ جاتا تھا قال اللہ تعالیٰ **الذین قال لهم الناس ان الناس قد جمعوا الكم فاخشوهم فزادهم ایماناً الآیة**۔

(مضمون) چوری جو ہوگئی ہے اس کا افسوس سوچنے سے بھی نہیں ہوتا کہیں یہ حق تعالیٰ کی نعمتوں کی ناقدری اور ناشکری تو نہیں ہے۔

(جواب) چوری کا حال حکیم صاحب سے سن کر چوری کا افسوس اور آپ کے استقلال پر سرور ہوا ناشکری کا احتمال عجیب ہے۔ ناشکری جو مذموم ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ناشی ہے منعم کی بے تعلقی سے اور جو چیز منعم کی غایت تعلق سے ناشی ہو وہ محمود ہے اگرچہ اس کا نام کسی اصطلاح میں ناشکری ہو وہ حقیقۃً ناشکری نہ ہوگی گو صورۃً ہو۔ اھ

شذرہ نمبر (۳): احقر مرتب کے والد کی حضرت حاجی صاحبؒ سے بیعت عثمانی

احقر کے والد صاحب مرحوم و مغفور کو اعلیٰ حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ العزیز سے بیعت عثمانی کا شرف بذریعہ کرامت نامہ مورخہ ۱۴۔ ذی الحجہ ۱۳۱۶ھ حاصل ہوا جو تبرکاً لفظاً لفظاً ذیل میں نقل کیا جاتا ہے اور اس نقل سے جو مقصود ہے وہ آگے آتا ہے۔

۷۸۶

از فقیر محمد امداد اللہ عفی اللہ عنہ۔ محبی مولوی محمد عزیز اللہ صاحب کو بعد سلام مسنون کے

besturdubooks.wordpress.com

واضح ہو کہ آپ کا خط آیا سلسلہ بیعت عثمانی میں آپ کو داخل کیا اللہ تعالیٰ اپنی محبت عطا فرمائے ورد وظائف مناسب آپ کی طبیعت کے عزیزم مولوی محمد اشرف علی صاحب تعلیم کردیں گے فقیر دعا کرتا ہے۔ اللہ سمیع مجیب ہے والسلام فقط۔

العبد الضعیف فقیر محمد امداد اللہ عفی اللہ عنہ ۱۴۔ ذی الحجہ ۱۳۱۶ھ

مہر

بہ تعمیل ارشاد پیرو مرشد حضرت والا نے والد صاحب مرحوم کو حسب ذیل تعلیمات ایک پرچہ پر لکھ کر مرحمت فرمائیں جس کو تقریباً ۲۸ سال کا عرصہ ہو گیا۔ اس پرچہ کو بلفظہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے تاکہ ناظرین اندازہ فرمائیں کہ حضرت والا ماشاء اللہ تعالیٰ شروع سے کیسے منتظم اور محقق ہیں اور کیسا مختصر مگر جامع مانع اور مکمل دستور العمل تحریر فرمایا ہے اس پرچہ تعلیمات کی نقل یہ ہے۔

ذکر

خلوت میں باوضو روبقبلہ بیٹھ کر کم از کم تین ہزار بار اسم ذات اللہ کو تکرار کریں اور زیادہ جس قدر فرصت ہو۔

شغل

بشرائط مذکورہ وضو و استقبال قبلہ اپنے قلب پر آبِ نقرہ سے لفظ اللہ لکھا ہوا تصور کیا جاوے اور اس میں مستغرق ہو جاویں۔

مراقبہ

بشرائط مذکورہ اول زبان سے تین چار بار آیت الم یعلم بان اللہ یریٰ کا تکرار کر کے اس کے مضمون میں مستغرق ہو جاویں اور اللہ جل جلالہ کو اپنے ظاہر و باطن پر مطلع وخبیر و بصیر یقین کریں۔

علاج خطرات

ان کے دفع کا قصد نہ کریں بلکہ اپنے کام میں زیادہ متوجہ ہونے سے سب دفع ہو جاویں گے۔ اھ

نوٹ:......از مؤلف السوانح

besturdubooks.wordpress.com

ملفوظ شجرۃ المراد

جب احقر نے والد صاحب مرحوم ومغفور کے انتقال کے بعد یہ پرچہ معمولات حضرت والا کی خدمت میں بھیجا تو حضرت والا نے بایں ارشاد اس کو واپس فرمادیا کہ اب آپ ان تعلیمات کو اپنا معمول بنالیں۔ پرچہ مذکور سے بھی قبل کا حضرت والا کا ایک ملفوظ بصورت شجرہ ملقب بہ شجرۃ المراد ہے جو تقریباً ۱۳۱۲ھ میں ارشاد فرمایا گیا تھا اس سے بھی حضرت والا کی شان تحقیق ظاہر ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے ابتداء ہی سے حضرت والا کو عطا فرما رکھی ہے اس کو بھی تربیت السالک سے لفظاً لفظاً نقل کیا جاتا ہے۔

ملفوظ ملقب بہ شجرۃ المراد ۱۲ (ضبط کردہ مولوی اسحٰق علی صاحب کانپوری در ۱۳۱۲ھ تقریباً) نافع اور جامع سمجھ کر نقل کیا گیا۔

روزے حضرت اقدس مولائی واُستاذی مولوی اشرف علی صاحب بعض احباب خاص رابر دولتکدہ، خود مدعو کردند وخلاصہ راہ سلوک یعنی تصوف بیان فرمودند خاکسار ہم حاضر بود درا ثنائے بیان تقریر جناب ممدوح را برائے اختصار بصورت ذیل نگاشت۔

نوٹ: اس صورت میں صاحب ملفوظ نے اور تصرف کرکے زیادہ سہل کردیا۔

امور مبحوث عنها فی التصوف

- مقصود
  - عمل وھو الطریقہ
    - جلب اخلاق حمیدہ — مثل شکر وصبر واخلاص وتواضع وغیرہا ۱؎
    - سلب اخلاق رذیلہ — مثل ریاء وکبر وحسد وحب دنیا وغیرہا ۲؎
  - ثمرہ وھو المعیۃ
    - من العبد — حضور وعبدیت ۳؎
    - من الحق — رضا وقرب خاص ۴؎
- غیر مقصود
  - ذرائع
    - معدہ — مجاہدہ
      - قلت طعام
      - قلت کلام
      - قلت منام
      - قلت اختلاط مع الانام
    - فاعلہ
      - مفیدہ بلا خطر
        - ذکر
        - شغل
        - مراقبہ
      - مفیدہ مع الخطر
        - تصور شیخ
        - عشق مجازی
        - سماع
  - توابع
    - غیر محتملۃ الضرر
      - وحدۃ الوجود مع الصحو
      - فنا وبقا
      - اجابت دعا
      - فراست صادقہ
      - رویاء صالحہ
      - وجد
    - محتملۃ الضرر
      - تصرف
      - کشف کونی
      - کشف الٰہی
      - وحدۃ الوجود مع السکر
  - موانع
    - حسن پرستی
    - تعجیل
    - تصنع
    - مخالفت سنت

انتهت شجرة المراد

besturdubooks.wordpress.com

احقر نے اس شجرہ کا نیز حضرت والا کی بعض دیگر تحقیقات قدیمہ کا حوالہ دے کرعرض کیا کہ حضرت والا کی اس زمانہ اور اس زمانہ کی تحقیقات تو ایسی ملتی جلتی ہیں کہ گویا کچھ فرق ہی نہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس کو شروع ہی سے کامل محقق بنایا ہے اس پر فرمایا کہ گو بظاہر اوروں کو فرق نہ معلوم ہو لیکن مجھ کو تو معلوم ہے کہ بہت فرق ہو گیا ہے جیسے ورزش کرنے کے بعد پہلوان کے بدن میں جو کس بل پیدا ہو جاتا ہے اس کو وہ خود ہی محسوس کر سکتا ہے دیکھنے والوں کو کچھ فرق نہیں معلوم ہوتا۔ بظاہر بدن ویسا کا ویسا ہی رہتا ہے حجم نہیں بڑھتا لیکن ورزش کے بعد رگ پٹھوں کے اندر قوت اور بدن کی ساخت میں موزونیت پیدا ہو جاتی ہے جو بعض اوقات دوسروں کو محسوس نہیں ہوتی۔اھ

سبحان اللہ کیا بلیغ تشبیہ دی ہے۔ حضرت والا مثالوں کے بھی بادشاہ ہیں مثالوں کے ذریعہ سے بڑے بڑے دقیق معانی کو ایسا واضح فرما دیتے ہیں کہ گویا مشاہدہ کرا دیتے ہیں۔ چونکہ مثال مضامین کی تعبیر اور تقریب فہم کا ایک نہایت مؤثر ذریعہ ہے اس لئے علم کے اس شعبہ کو علوم نبوت میں سے مانا گیا ہے۔ جو بعض ورثۃ الانبیاء کو بھی خاص طور سے عطا فرمایا جاتا ہے چنانچہ حضرت مولانا رومیؒ اور امام غزالیؒ بھی ایسے ہی حضرات میں سے ہیں جن کو یہ علم خاص طور سے عطا فرمایا گیا ہے اور جو مثالوں کے بادشاہ مانے گئے ہیں۔

شذرہ نمبر (۴): ایک شاعرانہ خط کا جواب:

ایک طالب نے مبہم اور شاعرانہ خط لکھا۔ حضرت والا نے جواب تحریر فرمایا کہ گول الفاظ کافی نہیں صاف لکھو کیا مقصود ہے۔ یہاں شاعری اور تکلف کا کام نہیں۔

شذرہ نمبر (۵): بندوق رکھنے کیلئے ایک طالب کے خط کا جواب

ایک طالب نے بذریعہ عریضہ فارسی بغرض حفاظت بندوق رکھنے کی اجازت طلب کی حضرت والا نے استفسار فرمایا کہ "دراجازت گرفتن ازمن چہ مصلحت ست" اھ۔ انہوں نے لکھا کہ قبل ازیں مریض کبروزیر علاج حضرت بودم بندوق آلہ کبر ہم معلوم میشود اھ۔ اس پر یہ جواب تحریر فرمایا "مگر آلہ مستلزم فعل نیست چنانچہ آلہ زنا نزد ہر کس ہست و قطعش واجب نیست۔اھ۔

besturdubooks.wordpress.com

زبانی فرمایا کہ یہ جواب تھوڑا سا فحش تو ہے لیکن اس سے بہتر جواب نہیں ہوسکتا تھا۔ حضرت مولانا رومیؒ نے بڑی بڑی فحش حکایات سے بڑے بڑے مفید نتائج اخذ کئے ہیں۔ چونکہ ان حضرات کے دل پاک صاف ہوتے ہیں اور طبیعت میں بے تکلفی اور سادگی ہوتی ہے اس لئے انہیں ایسی باتوں کے کہہ ڈالنے میں کچھ تامل نہیں ہوتا۔ اھ

شذرہ نمبر (۶): ایک صاحبزادہ کے خط کا جواب:

ایک صاحب سلسلہ بابرکت بزرگ حضرت مولانا غلام محمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ دین پوری کے انتقال پرملال کی اطلاع صاحب ممدوح کے صاحبزادے نے حضرت والا کو دی تو حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ ”میں اخبار میں دیکھ کر صدمہ زدہ ہو چکا تھا کہ اس وقت پھر اس صدمہ کی تجدید ہوئی۔ دل سے آپ حضرات کے لئے دعائے صبر وشکیب اور حضرت کے لئے دعائے رفع درجات وبقاء برکات کرتا ہوں۔ اھ

اسی خط میں صاحبزادہ نے حضرت والا کو یہ مضمون بھی لکھا تھا کہ چند سال کا عرصہ ہوا آنجناب بسلسلہ خط وکتابت اس مسکین پر ناراض ہوگئے تھے معافی کا خواستگار ہوں۔ از خوردان خطا واز بزرگان عطا۔ اھ۔ اس کا بھی حضرت والا نے بہت نرم جواب لکھا۔ اور حاضرین سے زبانی فرمایا کہ اس وقت وہ صدمہ زدہ اور دل شکستہ ہیں ان کو ضابطہ کا جواب نہیں دینا چاہیے چنانچہ تحریر فرمایا کہ نیاز مندوں کی ناراضی ہی کیا اس کو نازکی فرد سمجھ کر بےفکر رہیے۔ اھ۔

ف۔ سبحان اللہ حضرت والا میں کس درجہ حفظ مراتب شفقت۔ حفظ حدود اور موقع شناسی ہے۔

ایک مدلّل خط کا جواب:

ایک نئے طالب نے بہت مدلل درخواست بیعت لکھ کر بھیجی تو صاف تحریر فرمادیا کہ تمام خط تحقیقات سے پُر ہے میں محققین کو بیعت کرنے کے قابل نہیں۔ اھ

ایک ذی علم طالب کے خط کا جواب:

اسی طرح ایک نئے ذی علم طالب نے جو ایک انگریزی سکول میں مولوی ہیں حضرت والا کو ابتدائی عریضہ لکھا جس کا خلاصہ مع حضرت والا کے اصل جوابات کے نقل کیا جاتا ہے۔ وہو ہذا۔

besturdubooks.wordpress.com

(مضمون) مجھے ایک مدت سے اس امر کی فکر دامنگیر ہے کہ کسی بزرگ کا دامن ہاتھ آ جاتا۔

(جواب) تو آپ کو انتخاب میں غلطی ہوئی میں محض ایک طالب علم شخص ہوں بزرگ نہیں۔

(مضمون) جناب کے بعض مطبوعہ وعظ اور تصانیف پڑھیں جس سے اس شوق میں زیادتی ہوگئی۔

(جواب) مبنیٰ نہایت ضعیف ہے تصنیف کا صحیح ہونا مصنف کے صالح ہونے کی بھی دلیل نہیں نہ کہ مصلح ہونے کی۔

(مضمون) امید ہے کہ حضور میری مدد فرمائیں گے۔

(جواب) اس مدد کے مفہوم کی تعیین کی ضرورت ہے تاکہ میں اپنی قدرت دیکھ سکوں۔

(مضمون) میں شیروانی۔ قمیص۔ ڈھیلی مہری کا پاجامہ۔ بوٹ جوتا اور ترکی ٹوپی پہنتا ہوں ڈاڑھی فی الحال دو اڑھائی انگل لمبی ہے بڑھانے کا ارادہ کر رہا ہوں۔

(جواب) میں صدق سے خوش ہوا۔ میں بھی اس کی اجزاء میں صدق ہی سے کام لیتا ہوں وہ یہ کہ آپ کا ظاہر خراب میرا باطن خراب ایسی حالت میں مناسبت مفقود اور خدمت مزعومہ کے لئے مناسبت شرط۔

(مضمون) اگر حضور کی توجہ ہو جاتی تو میرے اعمال درست ہو جاتے۔

(جواب) وہی تعیین کا سوال معروض ہے۔

(مضمون) میں اس قابل نہیں کہ حضور کا خادم بننے کا شرف حاصل کر سکوں۔

(جواب) میں تو مخدوم بنانے کو تیار ہوں مگر مناسبت جو کہ شرط طریق ہے میرے اختیار سے خارج ہے۔

(مضمون) حضور میرے لئے مناسب تدابیر تجویز فرمائیں۔

(جواب) کس مقصود کی تدابیر

(مضمون) اعمال حسنہ کی توفیق کی دعا فرمائیں۔

(جواب) البتہ دعا کے لئے ہر حال میں حاضر ہوں کیونکہ دعا کے لئے داعی کی مقبولیت کی شرط نہیں۔اھ

نوٹ از مؤلف سبحان اللہ کس حسنِ تدبیر سے راہ پر لگانے کی ابتداء فرمائی ہے اور کس

besturdubooks.wordpress.com

لطیف پیرایہ میں اصلاح وضع کی طرف توجہ دلائی ہے اور کس مفید عنوان سے حقیقت مقصود سمجھانے کی جانب توجہ فرمائی ہے۔

شذرہ نمبر (۷): ذکر کے دوران کام پڑے تو کیا کرے:

ایک طالب نے بذریعہ عریضہ دریافت کیا کہ اگر ذکر کر کے درمیان میں کوئی کام پیش آ جائے تو آیا پہلے اس سے فارغ ہو کر یکسو ہو جائے یا ذکر میں مشغول رہے۔ جواب ارقام فرمایا کہ اگر گاہ گاہ ایسا ہوتا ہو تو اس کام سے اول فراغت کر لینا چاہیے اگر بکثرت ایسا ہونے لگے تو ذکر ہی میں لگا رہنا چاہیے۔ اھ

ف۔ سبحان اللہ کیا یا اصول اور معقول طریق عمل ہے۔

ایک طالب کی عجیب پریشانی کا علاج:

اسی طرح ایک طالب نے اپنی پریشانی لکھی کہ جب کوئی شخص محض ملنے کے لئے آ جائے تو طبیعت میں سخت الجھن پیدا ہوتی ہے پس اگر کوئی امیر ہوا تو بتکلف طبیعت پر جبر کر کے اس کے ساتھ بیٹھا رہتا ہوں لیکن اگر امیر نہ ہوا تو ضبط نہیں ہوتا اور جب یہ خیال ہوتا ہے کہ امراء و غرباء سب کے ساتھ برتاؤ ایک سا ہونا چاہیے۔ یہ اچھا نہیں کہ غرباء کو تو ہٹا دیا جائے اور امراء کو بیٹھنے دیا جائے تو نفس یہ جواب دیتا ہے کہ امیروں کا آنا تو شاذ و نادر ہوتا ہے برخلاف غرباء کے کہ جب وہ اپنی طرف زیادہ توجہ دیکھیں گے تو پھر ان سے پیچھا چھڑوانا مشکل ہوگا۔ اھ

اس کا یہ جواب تحریر فرمایا کہ یہ فرق تو صحیح نہیں اس لئے اگر کوئی غریب بھی اتفاقیہ شاذ و نادر آتا ہو تو اس فرق کا مقتضا یہ ہے کہ اس کو بھی بیٹھنے دیا جاوے حالانکہ معمول ایسا نہیں ہے۔ سو یہ فرق صحیح نہیں بلکہ فرق صحیح یہ ہے کہ دلجوئی امر مشترک ہے مگر کیفیت دلجوئی کی ہر شخص کی جدا ہے اس کی حالت و طبیعت و عادت کے تفاوت سے یعنی امراء کی مجموعی حالت طبیعت و عادت کی ایسی ہے کہ جب تک زیادہ توجہ ان کی طرف نہ کی جاوے وہ خوش نہیں ہوتے اور غرباء تھوڑی توجہ سے راضی ہو جاتے ہیں اس لئے دونوں کی دلجوئی کے طریق میں ایسا تفاوت مذموم نہیں البتہ غرباء کو یا تو اٹھایا نہ جاوے خود اُٹھ جاویں کسی بہانہ سے اور اگر اُٹھانا ہی پڑے بہت نرمی سے مثلاً

besturdubooks.wordpress.com

یہ وقت میرے آرام یا کام کا ہے آپ بھی آرام کیجئے۔ ومثل ذلک۔اھ

ف۔ سبحان اللہ کیا حفظ حدود اور کیا رعایت جذبات اور کیا اعتدال اور کیا شانِ تربیت ہے۔

سالکین کے ایک مرض پر تنبیہ:

ایک اور طالب کو تحریر فرمایا کہ ترک عمل وکسل وتعطل کو عبدیت نہ سمجھ لیا جاوے عبدیت کے لئے حرکت فی العمل لازم ہے وھذا امزلۃ اقدام کثیر من اھل الطریق حتیٰ وقعوا فی ورطۃ الجبر والالحاد زعمامنھم بانھم اطوع العباد۔

شذرہ نمبر (۸): اللہ کے راستے کے علم وعمل حاصل کرنے کا نسخہ

فرمایا کہ اگر اعتماد ہو بتلانے والے پر اور فہم ہو تو اللہ کا راستہ اس قدر صاف اور آسان ہے کہ دس منٹ کے اندر سمجھ میں آسکتا ہے۔ دیر اور مشقت جو کچھ ہے وہ عمل میں ہے اور وہ بھی رسوخ میں۔ اور جو مشقت عین عمل کے وقت ہوتی ہے مثلاً نیند کا غلبہ ہے اور نماز پڑھنی ہے تو اس وقت تو مشقت ہوتی ہے لیکن اگر اس کو برداشت کرلیا تو نماز پڑھ کر فوراً ایسی راحت میسر ہوتی ہے کہ سبحان اللہ ساری مشقت کا بدل ہو جاتا ہے۔اھ

شذرہ نمبر (۹): حضرت والا کے متعلق بعض بزرگوں کی تصدیقات:

مکرمی ومحترمی جناب مولانا مولوی ظفر احمد صاحب مدفیضہم خواہرزادۂ حضرت والا نے جو حضرت اقدس مولانا مولوی خلیل احمد صاحب سہارنپوری قدس سرہٗ العزیز سے بیعت اور حضرت والا کی جانب سے مجاز بیعت ہیں حضرت والا کے متعلق بعض بزرگوں کی تصدیقات جو صاحب ممدوح نے براہ راست سنی ہیں احقر کی استدعا پر تحریر فرما کر احقر کو حوالہ فرمادی ہیں۔ وہ تحریر بلفظہٖ نقل کی جاتی ہے۔ وھو ھذا۔

مولانا محمد یحییٰ رحمہ اللہ کی تصدیق:

(۱) حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب مرحوم نے (جو حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ العزیز کے خادم خاص اور مجاز تھے ۱۲) ایک بار میرے اس سوال پر کہ اس وقت مجدد مائۃ حاضرہ کون ہیں

besturdubooks.wordpress.com

فرمایا کہ میرا خیال تمہارے ماموں صاحب (یعنی حضرت والا۱۲) کی طرف ہے کہ وہ اس صدی کے مجدد ہیں کیونکہ مجدد کے لئے شرط ہے کہ اس کا فیض صدی کے زیادہ حصہ کو محیط ہو دوسرے تجدید کے لئے عوام وخواص سب کا اس سے بکثرت مستفید ہونا بھی شرط ہے چنانچہ مولانا کا فیض عوام وخواص سب کو محیط ہے اور امید ہے کہ وہ اس صدی کے زیادہ حصہ کو اپنے فیض سے پُر کردیں گے۔(او کما قال رحمه الله تعالیٰ و تغمده برحمته ورضوانه)

ف۔ احقر مؤلف سوانح عرض کرتا ہے کہ حضرت مولانا محمد روشن خان صاحب مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ العزیز نے بھی خود احقر کے سامنے اپنے مرض وفات میں حضرت والا سے نہایت جوش کے ساتھ فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس صدی کا مجدد کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے فیض سے عالم کو منور فرمائے اور رسوم بدعات کا قلع قمع کرے۔ اھ۔ اس جگہ ایک اہل علم کا قول سنا ہوا یاد آیا کہ الف اول کے مجددین تو مختلف ممالک میں ہوتے رہتے ہیں لیکن الف ثانی سے ہندوستان ہی میں ہو رہے ہیں۔ یہ انہوں نے ایک مدنی عالم کے اس قول پر فرمایا تھا کہ یہاں (یعنی مدینہ طیبہ میں ۱۲) سارے ممالک کے مسلمان آتے ہیں لیکن جتنی دینداری ہندوستانی علماء اور عوام میں دیکھی جاتی ہے اور کہیں کے مسلمانوں میں نہیں پائی جاتی۔ اھ

اس کی وجہ ان اہل علم نے وہ بتائی جو ابھی مذکور ہوئی سو واقعی الف ثانی کے پہلے مجدد تو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ہوئے۔ دوسرے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ تیسرے حضرت سید احمد صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور اب چوتھے ہمارے حضرت والا حسب تصدیق بزرگان ہیں۔ **فالحمدللہ**

مولانا مُحبُّ الدینؒ کی تصدیق:

(۲)...... جب بندہ پہلی بار نعمت حج وزیارت سے مشرف ہوا تو حضرت مولانا محبّ الدین صاحب ولائتی رحمۃ اللہ علیہ نے (جو اعلیٰ حضرت حاجی صاحب قدس سرہ العزیز کے مجاز اور مشہور صاحب کشف مہاجر مکی بزرگ تھے ۱۲) ایک بار حرم شریف میں بیٹھے ہوئے از خود

besturdubooks.wordpress.com

سلسلہ امدادیہ کے تمام بزرگوں کے مقامات وحالات بیان فرمانا شروع کئے۔ حضرت حکیم الامۃ دامت برکاتہم کی نسبت فرمایا کہ مولانا اس وقت مقام علم میں ہیں اور اس مقام پر عارف کو علوم وہبیہ کا بڑا حصہ ملتا ہے اس لئے مجھے مولانا کی تفسیر بیان القرآن کے مطالعہ کا بہت اشتیاق ہے۔

مولانا خلیل احمدؒ کی تصدیق:

(۳)...... حضرت سید مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہ جب کسی تحریر میں حضرت کے نام کے ساتھ حکیم الامۃ لکھا ہوا نہ پاتے تو بہت ناراض ہوتے اور فرماتے کہ اللہ تعالیٰ نے جب قلوب رجال میں ان کے لئے ایک لقب ڈال دیا ہے تو اس کو چھوڑنا نہ چاہیے کہ اس میں حضرت حق کے ساتھ سوءادب ہے۔ (او کماقال قدس سرہ)

(۴)...... حضرت اقدس سیدی مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے مولانا تھانوی کی نسبت وعظ کے وقت زیادہ پھیلتی ہے اس لئے اُمت کو مولانا کے وعظ سے جس قدر نفع ہوتا ہے کسی اور کے وعظ سے نہیں ہوتا نیز فرماتے تھے کہ مولانا کے ہوتے ہوئے کسی کا وعظ کہنا منہ چڑانا ہے۔ فقط۔ ختم ہوئی تحریر جناب مولانا ظفر احمد صاحب کی۔

شذرہ نمبر (۱۰) نفسانی ملکات پر ایک خط کا جواب:

ایک طالب نے اپنے بعض نفسانی ملکات کو ظاہر کر کے حضرت والا سے ان کی اصلاح چاہی اور ان کے ہونے پر سخت غم واندوہ کا اظہار کیا کہ یہ مجھ میں کیوں ہیں۔ حضرت والا نے فوراً تسلی فرمائی اور اس تسلی بخش عنوان سے کہ ایسے ملکات سے کون خالی ہے یہ تو مجھ میں بھی ہیں۔ ان کے زائل کرنے کی تو فکر ہی بے کار ہے کیونکہ یہ جبلی ہیں اور جبلت بدلا نہیں کرتی نہ انسان جبلی امور کے بدلنے کا مکلّف ہے۔ کیونکہ ان کا بدلنا غیر اختیاری ہے۔ البتہ ان کے مقتضاء پر عمل کرنا جبلی نہیں نہ غیر اختیاری ہے۔ لہٰذا ہمت کر کے اختیار سے کام لیا جائے اور ان ملکات کے مقتضاء پر عمل نہ ہونے دیا جائے۔ باقی نفس ملکات چاہے جیسے فاسد ہوں وہ اس وقت تک مطلق قابل افسوس نہیں جب تک ان پر عمل نہ ہو بلکہ ایک معنی کر قابل مسرت ہیں کیونکہ ان کی وجہ سے عمل میں مشقت ہوتی ہے جس سے عمل کا اجر بڑھتا ہے اور نفس کا

besturdubooks.wordpress.com

ہیں کیونکہ ان کی وجہ سے عمل میں مشقت ہوتی ہے جس سے عمل کا اجر بڑھتا ہے اور نفس کا تزکیہ ہوتا ہے۔اسی کومولانا رومیؒ فرماتے ہیں۔

شہوت دنیا مثال گلخن است　　　　　که از و حمام تقویٰ روشن است

دنیا کی مثال شمعدان کی سی ہے کہ اسی سے تقوے کا کمرہ روشن ہے)۔

پھر فرمایا کہ ایسا شخص دوسروں کی خوب تربیت کرسکتا ہے اور نفس کی باریک سے باریک چوریاں بھی پکڑ سکتا ہے کیونکہ ان کونفس کے اتار چڑھاؤ کا ذاتی تجربہ ہوتا ہے۔اھ

اس تقریر سے بالخصوص اس عنوان سے کہ یہ تو مجھ میں بھی ہیں۔اس طالب کی بے حد تسلی ہوئی اور سنتے ہی ڈھارس بندھ گئی اور وہ جو ایک طبعی غم واندوہ اپنے اندر ایسے ملکات ہونے کا تھا وہ جاتا رہا اور دل کو سمجھا لیا کہ جب بڑے بڑے بھی ایسے ملکات سے خالی نہیں تو پھر ہم تو کس شمار میں ہیں۔

حضرت حاجی صاحبؒ کا ملفوظ:

ملکاتِ رذیلہ کے متعلق حضرت والا اعلیٰ حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ العزیز کا یہ ارشاد بھی نقل فرمایا کرتے ہیں کہ انسان کے اندر جتنی جبلی صفات ہیں وہ سب محمود ہیں البتہ ان کا بے موقع استعمال کرنا مذموم ہے۔اھ۔اس ارشاد کو نقل فرما کر حضرت والا اس کی شرح میں یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ شیوخ کاملین ملکات رذیلہ کا ازالہ نہیں کرتے نہ ان کا ازالہ ہوسکتا ہے بلکہ امالہ کردیتے ہیں جیسے اگر انجن الٹا چل رہا ہو تو اس کے اندر جو بھاپ ہے اس کو تو باقی رکھنا چاہیے کیونکہ بھاپ تو فی نفسہ بڑے کام کی چیز ہے ہاں انجن کی کل کو موڑ دینا چاہیے تاکہ بجائے الٹا چلنے کے وہ سیدھا چلنے لگے اور بہت جلد منزل مقصود تک پہنچ جاوے۔اھ۔

ملکاتِ فاسدہ کا گناہ نہ ہونا:

ملکات فاسدہ کے عیب یا گناہ نہ ہونے پر حسن اتفاق سے (جیسا کہ دوران تحریر سوانح میں اکثر منجانب اللہ ببرکت حضرت صاحب سوانح ایسی ہی تائیدات ہوتی رہی ہیں) ابھی اسی وقت ایک طالب کے خط میں حضرت والا کا یہ جواب نظر سے گزرا کہ غصہ غیر اختیاری ہے وہ عیب یا گناہ

besturdubooks.wordpress.com

جاوے جب غصہ ہلکا ہو جاوے سوچ کر مناسب اور معتدل کارروائی کی جائے۔ اھ

سبحان اللہ کیا تحقیق ہے اور کیا تدبیر ہے اور کیا اعتدال ہے کہ غصہ کے بالکل فرو ہو جانے کا انتظار نہیں کرایا گیا۔ صرف ہلکے ہو جانے کی قید لگائی گئی۔ ورنہ بوجہ حرج اوقات وکلفت انتظار اس تدبیر پر عمل ہی دشوار ہو جاتا۔ پھر جس بات پر غصہ آیا تھا اس کے متعلق مناسب اور معتدل کارروائی کی بھی اجازت دے دی لیکن اس کے ساتھ سوچنے کی بھی ضروری قید لگا دی کیونکہ بغیر سوچے مناسب اور معتدل کارروائی ذہن میں آ ہی نہیں سکتی بالخصوص جبکہ ابھی غصہ کا بھی کچھ اثر باقی ہے۔ نیز محض گناہ نہ ہونا ہی ظاہر نہیں فرمایا بلکہ عیب نہ ہونا بھی ظاہر فرما دیا تاکہ عقلی اطمینان کے ساتھ طبعی اطمینان بھی حاصل ہو جائے اور کسی قسم کا افسوس ہی نہ رہے اور لفظ غیر اختیاری بڑھا کر یہ بھی بہ دلیل ثابت فرما دیا کہ یہ سب محض طفل تسلی نہیں بلکہ حقیقت ہے۔ غرض ایک چھوٹی سی اور بالکل سادہ عبارت میں ہر موقع پر چھوٹے چھوٹے سے الفاظ بڑھا کر جواب کو کتنا مدلل اور مکمل فرما دیا ہے۔ جس میں شریعت حقیقت طبیعت مصلحت سبھی کی رعایت موجود ہے اور حیرت یہ ہے کہ ایسا جامع مانع تو جواب اور قلم برداشتہ تحریر فرمایا گیا ہے اور یہی ایک کیا سبھی خطوط کے جوابات قلم برداشتہ ہی تحریر فرمائے جاتے ہیں جن میں ایسی ہی لطیف قیود اور رعایتیں ہوتی ہیں اور بڑے بڑے غامض حقائق سیدھے سادھے اور مختصر الفاظ میں ادا فرما دیئے جاتے ہیں بمصداق حضرت عارف شیرازیؒ ؎

بیاو حالِ اہل درد بشنو بلفظ اندک و معنی بسیار

آ اور درد والوں کا حال سُن۔ لفظوں میں کم اور معنوں میں زیادہ

اور منقول بالا جواب وہ ہے جو کہیں نقل بھی نہیں کرایا گیا اور ایسے ایسے صدہا جوابات ہیں جن میں بڑے بڑے حقائق طریق تحریر فرمائے گئے ہیں لیکن ان کی نقول کہیں محفوظ نہیں رکھی گئیں چنانچہ احقر کو بارہا اس کے مشاہدہ کا اتفاق ہوا اور بڑی حسرت ہوئی کہ ایسے ایسے انمول جواہرات یوں ہی مخفی پڑے ہوئے ہیں جن کا ایک نمونہ آگے شذرہ نمبر ۱۳ میں انموذج المکتوبات کے نام سے انشاء اللہ تعالیٰ ہدیہ ناظرین کیا جائے گا۔

حضرت والاؒ کی تقریر و تحریر:

سچ تو یہ ہے کہ حضرت والا کی تحریر و تقریر کیا بلحاظ حقائق و معانی اور کیا بلحاظ الفاظ و زبان

besturdubooks.wordpress.com

دانی اور کیا بلحاظ اثر وروانی اس زمانہ میں لاثانی ہے۔اور جس شخص کو حضرت والا کے مقابلہ میں محض بازاری زبان ورسطحی لفاظی اور شاعرانہ خیال آفرینی اور افسانہ نویسی وناول نگاری کی بناء پر زعم انشاپردازی ہے وہ بالکل اس کا مصداق ہے۔

ع چراغ مردہ کجانور آفتاب کجا۔(بجھا ہوا چراغ کہاں اور سورج کا نور کہاں) اور ع

آپ بے بہرہ ہے جو معتقد میر نہیں۔اس کے اعتراض کا منشاء محض حسد وعناد یا کبرو تعلی یا جہل ونادانی اور گویا آفتاب عالم تاب پر خاک افشانی ہے لیکن بقول احقر۔

داغ دل چمکے گا بن کر آفتاب ۔۔۔ لاکھ اس پر خاک ڈالی جائیں گی

میں تو واللہ حضرت والا کے الفاظ ومعانی اور قادرالکلامی کو دیکھ دیکھ کر اور سن سن کر عش عش کرنے لگتا ہوں کہ حضرت والا کی ہر تحریر وتقریر حشو وزوائد سے بالکل خالی اور بس مغز ہی مغز ہوتی ہے۔ملفوظات قلمبند کرنے میں ہمیشہ یہی ہوتا ہے کہ جہاں حضرت والا کے کچھ بھی الفاظ مل گئے بس مضمون میں جان پڑگئی اور جہاں وہ ذہن سے نکل گئے پھر لاکھ زور مارا وہ بات ہی پیدا نہ ہوئی بقول ذوق مرحوم۔

نہ ہوا پر نہ ہوا میر کا انداز نصیب ۔۔۔ ذوق یاروں نے بہت زور غزل میں مارا

میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ حضرت والا کے معانی تو الہامی ہوتے ہی ہیں الفاظ بھی اکثر الہامی ہی ہوتے ہیں جس پر اپنا ایک شعر یاد آتا ہے۔

یہ معانی یہ حقائق یہ روانی یہ اثر ۔۔۔ شاعری تیری ہے اے مجذوب یا الہام ہے

چنانچہ حضرت والا کے چھوٹے بھائی مرحوم ومغفور جو بہت قابل انگریزی داں اور نہایت ذکی وفہیم تھے۔حضرت والا کے وعظوں کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ میں تو بیٹھا ہوا بس اسی پر حیرت کیا کرتا ہوں کہ ادائے مطلب کے لئے ایسے الفاظ کہاں سے مل جاتے ہیں۔اھ۔لیکن حضرت والا کا طرز تحریر وتقریر عالمانہ ہوتا ہے۔عامیانہ اردو نویسی سے حضرت والا کی شان عالی بہت ارفع واعلیٰ ہے جس کے متعلق خود حضرت والا نے ایک مدعی اردو نویسی کے جواب میں یہ فرمایا تھا اور بالکل بجا فرمایا تھا کہ (ع) آنچہ فخر تست آں ننگِ من است۔(جو تیرے لئے فخر کا سامان ہے ہمارے لئے عار ہے) ایک ایسے محقق اور جید

besturdubooks.wordpress.com

عالم اور ایسے کامل اور عالی مقام عارف سے عامیانہ اردو نویسی کی توقع ایسی ہے جیسے کسی شہباز عرش سے یہ فرمائش کی جائے کہ وہ چیل کوؤں کی طرح بالائے زمین اڑے۔

حضرت والا تو عربی اور فارسی کے مقابلہ میں اردو کو ایک بالکل بازاری زبان سمجھتے ہیں یہاں تک کہ حضرت والا نے احقر سے بھی اس کی تاکید فرما رکھی تھی کہ ساری کتاب میں اردو کا کوئی ایک شعر بھی نہ لکھا جائے اور نہ عربی عبارتوں کا اردو ترجمہ لکھا جائے ورنہ علمی شان نہ رہے گی۔ چنانچہ عرصہ تک تو شروع میں ایسا ہی کیا گیا لیکن بعد کو احقر اپنے اور اپنے جیسوں کے عامیانہ مذاق کی رعایت سے اس پرسختی کے ساتھ کاربند نہ رہ سکا اور پھر حضرت والا نے بھی مجھ کو اس مذاق میں معذور قرار دے دیا۔ اس سے حضرت والا کے اعلیٰ علمی مذاق کا اندازہ فرمالیا جائے۔ یہ سب مضمون ان طالب کے خط کے جواب کے متعلق استطراداً بلا خاص قصد کے معرض بیان میں آ گیا جنہوں نے حضرت والا سے غصہ کا علاج پوچھا تھا۔

غصہ کا ایک اور علاج:

طالب مذکور کے خط کا تو حضرت والا نے وہ جواب ارقام فرمایا جو اوپر نقل کیا گیا۔ اور ایک دوسرے صاحب کو جن کا تعلق بیعت ایک اور شیخ سے ہے مرض غصہ ہی کا (جس کی وجہ سے وہ بہت تنگ تھے اور علاج میں ناکام رہتے تھے اس کے آثار منکرہ کو بہت بسط سے لکھ کر اس کا علاج چاہا تھا) یہ علاج تحریر فرمایا کہ یہ حالت یا واقعہ دو سبب سے مسبب ہوسکتا ہے ایک یہ کہ غصہ کے وقت اس کے تبعات یاد نہ رہیں۔ دوسرا یہ کہ باوجود یاد رہنے کے قوت وہمت ضبط کی نہ ہو۔ اگر اول سبب ہے تو اس کی تدبیر یہ ہے کہ ایک پرچہ غصہ مفرطہ کی وعیدوں کا لکھ کر کلائی پر باندھ لیا جائے۔ اس پر نظر پڑتے ہی یاد آ جائے گا اور اگر دوسرا سبب ہے تو اس کی تدبیر یہ ہے کہ فوراً وہاں سے خود علیحدہ ہو جاویں یا مغضوب علیہ کو جدا کر دیں جب ہیجان بالکل فرو ہو جائے اس وقت اطمینان سے سوچا جائے بلکہ کسی عاقل سے مشورہ لیا جائے کہ اس جرم کی کیا سزا مناسب ہے بعد تامل یا مشورہ جو طے ہو اس کو بلا کر اس سزا کو جاری کر دیا جائے مگر ہر حال میں اتنی ہمت کی ضرور ضرورت ہے کہ تدبیر کو اختیار کیا جائے اگر کسی میں اتنی بھی ہمت

besturdubooks.wordpress.com

نہ ہوتو پھر بجز خرقِ عادت کے کوئی علاج نہیں اور وہ کسی کے قبضہ میں نہیں۔اھ

جامع اوراق عرض کرتا ہے کہ دیکھئے جیسا مریض ویسا علاج۔ یہاں چونکہ مرض شدید تھا اس لئے یہ قیدیں لگائیں کہ جب ہیجان بالکل فرو ہو جائے اس وقت سوچ کر بلکہ کسی عاقل سے مشورہ لیکر مغضوب علیہ پر مناسب سزا جاری کی جائے۔

غصہ کا ایک اور آسان علاج:

ایک اور طالب کو غصہ کا نہایت سہل علاج بطور کلیہ کے تحریر فرمایا جس کو تربیت السالک سے بغرض نفع عام نقل کیا جاتا ہے۔تحریر فرمایا کہ غصہ کے اقتضاء پر عمل کرنے کا ہر درجہ مذموم نہیں مگر چونکہ اکثر درجہ مباحہ سے تجاوز ہو جاتا ہے اس لئے بطور علاج کے بعض درجات مباحہ سے بھی روکا جاتا ہے اس بناء پر ان سب صورتوں میں مشترک علاج یہ ہے کہ غصہ کے وقت کلام بالکل نہ کیا جائے۔ جب ہیجان بالکل ضعیف ہو جائے اس وقت ضروری خطاب کا مضائقہ نہیں اور اگر اس خطاب کے دوران میں پھر ہیجان عود کر آئے پھر ایسا ہی کیا جائے۔اھ

انہی طالب کا پھر دوسرا خط آیا جس میں انہوں نے لکھا کہ ارشاد فرمودہ علاج سے الحمدللہ غصہ کے مرض کا استیصال ہوگیا اب اس کے مقتضاء پر عمل نہیں ہوتا نیز غصہ آنا بھی بہت کم ہوگیا ہے اس پر حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ مبارک ہو مگر احتیاطاً اس علاج کا استحضار اب بھی رکھا جائے بعض اوقات ذہول سے عود کر آتا ہے۔اھ

شذرہ نمبر (۱۱): ایک شاعرانہ خط کا جواب:

ایک نئے دیہاتی طالب نے درخواست بیعت شاعرانہ اور بہت ہی پر تکلف عنوان سے کارڈ میں لکھ کر بھیجی جس میں اس قسم کی عبارت تھی (مثلاً) بندہ مدت سے رہنما کی تلاش میں بے چین ہے گمراہی کے عمیق غار میں گرا ہوا ہے کوئی ایسا نہیں جو اس غار سے نکالے اور اس دین کا پرتو بنادے جو ساڑھے تیرہ سو برس ہوئے فاران کی چوٹیوں سے بڑی آب و تاب کے ساتھ چمکا تھا۔ الخ اور (مثلاً) سوائے آپ کے اور کوئی نظر نہیں آتا جو آسمان ہدایت کی سیر کرادے بندہ دیہاتی ہے آداب سے واقف نہیں غلطیاں معاف فرمائیں۔الخ

besturdubooks.wordpress.com

حضرت والا نے اس کا یہ جواب تحریر فرمایا کہ تم ہو تو دیہاتی مگر باتیں ایسی رنگین لکھی ہیں کہ شہریوں اور تعلیم یافتوں کو بھی نہ سوجھیں اور میرا ذہن اتنا بلند نہیں کہ تمہارے منتہائے نظر تک پہنچ سکے تو ایسی حالت میں ایسے شیخ کو ڈھونڈو جو تم سے آگے پہنچا ہوا ہو۔ اھ

شذرہ نمبر (۱۲): شائقین علم کیلئے مختصر نصاب:

حضرت والا نے ایسے شائقین علم کے لئے جن کو اتنی فرصت ہو کہ وہ پورا درس نظامی جو مدارس عربیہ دینیہ میں رائج ہے پڑھ سکیں ایک مختصر نصاب بھی بہت غور وفکر کے بعد تجویز فرما دیا ہے جس کو اڑھائی برس میں ختم کیا جا سکتا ہے جیسا کہ خود حضرت والا نے بعض طلبہ پر تجربہ فرما لیا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ طالب علم بہت کم عمر نہ ہو اور کسی اور زبان انگریزی وغیرہ سے کافی مناسبت بھی ہو۔ اس نصاب میں سب ضروری فنون کی ایسی کتابیں ہیں جن سے کافی اور ضروری استعداد پیدا ہو سکتی ہے اس نصاب کے لئے دس نئے رسالے بھی تصنیف کرنے پڑے جن کا مجموعہ ''تلخیصات عشر'' سے موسوم ہے اور مطبع مجتبائی میں چھپا ہے اور اسی کے شروع میں اس نصاب کا مکمل اور مفصل نقشہ بھی ملحق ہے۔ غرض کوئی ضروری امر دینی ایسا نہیں ہے جس کی مسلمانوں کو ضرورت ہو اور اس کی طرف حضرت والا نے خاص توجہ نہ فرمائی ہو۔ **فجزاهم الله خير الجزاء و متعنابهم بطول البقاء۔**

شذرہ نمبر (۱۳)

''مشتمل بر انموذج الملفوظات وانموذج المکتوبات''

دو نمونے ہیں حضرت والا کے ملفوظات ومکتوبات کے

پہلے نمونہ میں دو جزو ہیں ایک ''ارمغان عید'' مرقومۂ جناب مولوی حافظ جلیل احمد صاحب رئیس علی گڑھ حال مقیم تھانہ بھون دوسرا جزو مرقومہ احقر مؤلف سوانح جو دو حصوں پر مشتمل ہے ایک حصہ کا نام ''دنیا کی پستی اور دین کی مستی'' ہے دوسرے حصہ کا ''سرمایۂ ہستی''

دوسرا نمونہ مجموعہ ہے چند مکاتبات کا اس کا لقب ''عبادۃ الرحمٰن'' ہے۔

چونکہ حضرت والا کے نہایت اعلیٰ اعلیٰ درجہ کے ملفوظات ومکتوبات نہایت کثیر تعداد میں

besturdubooks.wordpress.com

طبع ہو کر شائع ہو چکے ہیں اور برابر باقاعدہ شائع ہوتے رہتے ہیں جو شائقین کو بسہولت دستیاب ہوسکتے ہیں اس لئے ان کے نمونوں کی نہ چنداں ضرورت تھی نہ انتخاب کی فرصت تھی لیکن چونکہ اتفاق سے مذکورہ بالا مجموعے احقر کو ایسے مل گئے جو ابھی تک نہ تو کہیں طبع ہوئے نہ کسی رسالہ کے اب تک جزو بنائے گئے اس لئے خیال ہوا کہ اگر ان کو اشرف السوانح میں شامل کر دیا جائے تو طبع ہو کر محفوظ بھی ہو جائیں گے اور کسی درجہ میں حضرت والا کے ملفوظات ومکتوبات کے نمونے بھی ناظرین کرام کو دست بدست میسر آجائیں گے اور یہ معلوم ہو ہی چکا ہے کہ عین وقت پر کیفما اتفق ان کو لے لیا گیا ہے کوئی خاص اہتمام یا انتخاب نہیں کیا گیا۔

بربناء مصالح مذکورہ ان مجموعوں کو ترتیب وار نقل کیا جاتا ہے اور ہر ایک کی حقیقت اس کے شروع میں عرض کر دی جائے گی۔

انموذج الملفوظات

''جز و اول ارمغان عید''

تمہیدی نوٹ:...... اسی ماہ ذی الحجہ ۱۳۵۴ھ میں عیدالضحیٰ کے دن بعد نماز عید حسب معمول حضرت والا اپنی مجلس شریف میں تشریف فرما ہو کر مشتاقین کی کثیر تعداد کو اپنے ملفوظات مفیدہ سے بہرہ اندوز فرمانے لگے جن میں سے بعض قلمبند بھی کر لئے گئے۔ یہ انہی ملفوظات کا مجموعہ ہے۔ جس کا عید کے دن کی مناسبت سے ''ارمغان عید'' نام بھی رکھ دیا گیا تھا۔ فقط

اہل باطل اور اہل باطل کے تصرفات میں فرق:

(۱)......ایک صاحب نے دریافت کیا کہ اہل باطل بھی تصرفات لوگوں پر کرتے ہیں اور بعض اہل حق بھی اپنے مریدوں پر تصرف کرتے ہیں تو کیا اہل حق اور اہل باطل کے تصرفات میں کچھ فرق ہوتا ہے۔ فرمایا کہ ہاں فرق ہوتا ہے۔ اور اس فرق کی جو وجہ ہے وہ عجیب ہے جو ابھی سمجھ میں آئی ہے میں اول وہ فرق بتلاتا ہوں اس کے بعد اس کی وجہ بیان کروں گا وہ فرق یہ ہے کہ اہل حق کے تصرفات اتنے قوی نہیں ہوتے جتنے اہل باطل کے تصرفات قوی ہوتے ہیں۔ اور اہل حق کے تصرفات کے اتنے قوی نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ

besturdubooks.wordpress.com

تصرفات کے اثر کی قوت کا دارومدار قوت خیالیہ پر ہے اور خیال میں قوت ہوتی ہے یکسوئی سے اور اہل حق کو اس خیال میں جو غیر ذات حق کے متعلق ہو زیادہ یکسوئی نہیں ہوتی کیونکہ اہل حق کے دل میں جو صرف ایک ہی ذات بسی ہوئی ہوتی ہے لہٰذا وہ اگر دوسری طرف توجہ کرتے بھی ہیں تب بھی وہ چیز جو ان کے دل میں بسی ہوئی ہوتی ہے ان کے دل سے نہیں نکلتی بلکہ بار باران کے دل میں وہی خیال حق تعالیٰ کا آتا رہتا ہے لہٰذا غیر حق کی طرف ان کی توجہ ہوتی ہے اس توجہ میں ان کو پوری یکسوئی نہیں ہوتی بلکہ غیر کی طرف اتنی توجہ کو کہ جس میں حق تعالیٰ کا خیال بالکل ہی نہ آئے یا مضمحل ہو جائے وہ حضرات خلاف غیرت بھی سمجھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ خواجہ عبیداللہ حرارؒ نے فرمایا کہ عارف راہمت نہ باشد۔ ہمت اصطلاح عارفین میں تصرف کو کہتے ہیں اور خلاف غیرت سمجھنے کی وجہ یہ ہے کہ ان حضرات کا یہ مذاق ہوتا ہے۔

یک چشم زدن غافل ازاں شاہ نباشی شاید کہ نگاہے کند آگاہ نباشی

پلک جھپکنے کی مقدار بھی اس بادشاہ سے غافل نہ ہونا، ہوسکتا ہے کہ وہ دیکھے اور تجھے پتہ نہ ہو۔

تو چونکہ اہل حق کی وہ توجہ جو غیر حق کی طرف ہوتی ہے ضعیف درجہ کی ہوتی ہے اس وجہ سے اہل حق کو اس خیال میں جو غیر حق کے متعلق ہوتا ہے پوری یکسوئی نہیں ہوتی لہٰذا اس خیال میں قوت بھی نہیں ہوتی اور قوت خیالیہ ہی پر دارومدار تھا۔ تصرف کے اثر کی قوت کا لہٰذا اہل حق کے تصرفات میں اتنی قوت بھی نہیں ہوتی جتنی اہل باطل کے تصرفات میں ہوتی ہے۔ اھ

ایک بزرگ کا واقعہ:

پھر اس کے بعد حضرت حکیم الامۃ دام ظلہم نے ہندوستان کے کسی مقام کا ایک واقعہ بیان فرمایا کہ ایک بزرگ گنگا کے کنارے چلے جا رہے تھے۔ راستے میں انہوں نے ایک جوگی کو دیکھا کہ وہ بیٹھا ہوا اپنے چیلوں کو توجہ دے رہا ہے یہ بھی تماشے کے طور پر وہاں بیٹھ گئے بس بیٹھنا تھا کہ ان کو یہ محسوس ہوا کہ ان کے قلب میں جو کچھ نور تھا وہ سب بالکل سلب ہو گیا اور بجائے نور کے ایک سیاہی تمام قلب کو محیط ہو گئی اور یہ جی چاہنے لگا اور اس کا بے حد تقاضا ہوا کہ بس اب تو اسی کے قدموں میں رہ کر ساری عمر گزار دو۔ اب تو یہ بڑے گھبرائے کہ یہ کیا بلا آئی بہتیرا اس خیال کو دفع کرتے ہیں مگر وہ بجائے دفع ہونے کے بڑھتا چلا جاتا

besturdubooks.wordpress.com

ہے آخر کار ان کو اور تو کچھ سوجھا نہیں بس یہ خیال کیا کہ جہاں تک ہوسکے نفس کے اس تقاضے کے خلاف کرو اور یہاں سے چل دو۔

چنانچہ وہاں سے اُٹھے اور ان کو غصہ تو تھا ہی خوب ہی اُس جوگی کو برا بھلا کہا اور وہاں سے چلے آئے مگر اس کے بعد بھی ان کی وہی حالت رہی۔ اب یہ نہایت پریشان کہ کیا کروں مگر کوئی تدبیر سمجھ میں نہ آئی اسی حالت میں ان کی آنکھ لگ گئی۔ خواب میں دیکھا کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ یہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری دستگیری فرمایئے میں تو برباد ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پھر تم نے ایسی حرکت ہی کیوں کی تھی یعنی اس کے پاس کیوں بیٹھے تھے۔ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے حماقت ہوئی توبہ کرتا ہوں آئندہ کبھی ایسے شخص سے نہ ملوں گا اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سینے پر اپنا دست مبارک پھیرا دست مبارک کا پھیرنا تھا کہ وہ سیاہی ان کے قلب سے بالکل رفع ہوگئی اور پھر وہی نور عود کر آیا اور بالکل اطمینان وسکون پیدا ہو گیا۔

دَجّال کا تصرف:

پھر حضرت حکیم الامۃ دام ظلہم العالی نے ارشاد فرمایا کہ اہل باطل کی اسی قوت تصرف کی وجہ سے حدیث میں ارشاد ہے کہ جب تم سنو کہ دَجال آیا ہے تو اس سے دور بھاگو پھر (حضرت حکیم الامۃ دام ظلہم العالی نے) فرمایا کہ دَجال بھی بڑا صاحب تصرف ہوگا چنانچہ بعض لوگ اس کے تصرفات دیکھ کر اس کے معتقد ہو جائیں گے۔

سابقہ گناہوں کا سوچنا:

(۲)......ایک صاحب نے بذریعہ خط دریافت کیا کہ میں جب پچھلے گناہ یاد کرتا ہوں اور سوچتا ہوں کہ مجھ سے پچھلے زمانہ میں کیسے کیسے گناہ سرزد ہوئے ہیں تو اس تصور کے بعد مجھ کو بڑا خوف محسوس ہونے لگتا ہے اور دل پر ایک اندھیری سی چھا جاتی ہے اور خیال ہوتا ہے کہ تیری بخشش کیسے ہوگی تو میرے لئے یہ گناہوں کا سوچنا کیسا ہے کچھ مضر تو نہیں۔

besturdubooks.wordpress.com

حضرت والا نے بلا اظہار نام حاضرین کو وہ خط پڑھ کر سنایا پھر ارشاد فرمایا کہ اس کے اندر دونوں احتمال ہیں۔ یعنی یہ بھی احتمال ہے کہ یہ سوچنا ان کے لئے مفید ہو کیونکہ جب گذشتہ گناہوں کو سوچا جائے گا تو ندامت اور عاجزی پیدا ہوگی اور ان گناہوں سے توبہ نصیب ہوگی اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ سوچنا ان کے لئے مضر ہو کیونکہ اگر انہوں نے اس مراقبہ کو جاری رکھا تو اس مراقبہ سے روز بروز ان کا خوف بڑھتا جائے گا جس سے اندیشہ ہے کہ کہیں مایوسی تک نوبت نہ پہنچے اس واسطے ان صاحب کے لئے میں نے یہ تجویز کیا ہے کہ ان کو چاہیے کہ اول اس میں غور کریں کہ اس سوچنے سے جو ان کے قلب پر اثر پڑتا ہے آیا وہ اثر اعمال صالحہ کی کثرت کا سبب ہوتا ہے یا اعمال صالحہ کی قلت کا سبب ہوتا ہے اگر وہ اثر سبب ہو کثرت اعمال صالحہ کا تب تو وہ اثر محمود ہے اور چونکہ یہ گذشتہ گناہوں کا سوچنا ذریعہ ہے اس اثر کے حصول کا لہٰذا یہ سوچنا بھی مطلوب ہوگا اور اگر وہ اثر سبب ہوتا ہے قلت اعمال کا تو ایسا اثر نہ محمود ہے نہ مطلوب بلکہ مذموم ہے اور چونکہ یہ مذموم اثر پیدا ہوا ہے اس مراقبہ سے اس لئے وہ مراقبہ بھی ان کے لئے مذموم ہوگا۔ لہٰذا اس صورت میں ان کو چاہیے کہ گذشتہ گناہوں سے ایک بار پورے طور پر توبہ کرلیں اس کے بعد یہ مراقبہ ترک کردیں اور پھر اپنے گذشتہ گناہوں کو قصداً نہ سوچیں اگر بلا قصد یاد آئیں فوراً چند بار استغفار کر کے ذکر میں مشغول ہو جائیں اس سے اس اثر میں اعتدال آ جائے گا۔

کانپور کی تقریر کا واقعہ:

(۳)...... حضرت والا نے ایک مختصر تقریر فرمائی۔ حاضرین اس تقریر کو سن کر بہت محظوظ ہوئے وہاں پر پنجاب کے ایک وکیل صاحب بھی موجود تھے وہ بھی اس تقریر سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ اس منظر کو دیکھ کر حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ حظ تابع خیال کے ہے چنانچہ کانپور میں ایک بار میری تقریر کو سن کر ایک وکیل صاحب نے مجھ سے کہا تھا کہ کس ظالم نے آپ کو مولوی بنا دیا آپ کو تو بیرسٹر ہونا چاہیے تھا پھر ارشاد فرمایا کہ ان وکیل صاحب کو تو میری تقریر سن کر یہ تمنا ہوئی کہ کاش یہ بیرسٹر ہوتے مگر بفضلہٖ تعالیٰ مجھ کو کبھی اس

besturdubooks.wordpress.com

کی تمنا نہ ہوئی کہ میں بیرسٹر ہوتا اور انگریزی پڑھتا۔

اس کے بعد ایک صاحب نے حضرت والا سے عرض کیا کہ حضرت وہ کیا تقریر تھی جس پر ان وکیل صاحب نے یہ تمنا کی تھی کہ کاش آپ بیرسٹر ہوتے تو حضرت والا نے اس واقعہ کی تفصیل اس طرح بیان فرمائی کہ جب میں کانپور میں مدرسہ فیض عام میں مدرس اول ہو کر گیا تو میں اس قدر کم عمر تھا کہ بعض پختہ عمر کے طلبہ مجھ سے پڑھتے نہ تھے جب مجھ کو کانپور بلایا گیا وہاں اس وقت عربی کے تین مدرسے تھے جن میں سے ایک فیض عام تھا جس میں مجھ کو مدرس اول کر کے بلایا گیا تھا اور یہ مدرسہ سب سے قدیم تھا مگر میں نے چند روز اس میں رہ کر ترک تعلق کر دیا تھا دوسرا مدرسہ دارالعلوم تھا جس میں اس وقت مولانا احمد حسن صاحب کانپوری پڑھاتے تھے۔ اور مولانا احمد حسن صاحب میرے کانپور جانے سے قبل اول فیض عام میں ہی پڑھاتے تھے مگر اس مدرسہ کے کارکنوں سے مولانا ناخوش ہو کر دارالعلوم میں چلے آئے تھے اور وہیں پڑھانے لگے تھے تیسرا مدرسہ جامع العلوم تھا جس میں فیض عام کے ترک تعلق کے بعد میں مقیم تھا۔ یہ مدرسہ بالکل نیا قائم ہوا تھا اور میں اس مدرسہ میں صدر مدرس تھا۔ اس زمانہ میں مدرسہ دارالعلوم میں جلسہ تھا۔ جلسہ میں لوگوں نے مجھ سے بیان کی درخواست کی اس لئے میں نے وہاں تقریر کی۔ اس تقریر میں اول تو میں نے عوام الناس کے ایک شبہہ کا جواب دیا کہ بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ صاحب ایک شہر میں تین عربی مدرسوں کی ضرورت ہی کیا ہے بس ایک شہر میں ایک مدرسہ عربی کا کافی ہے تو میں نے کہا کہ ایک شہر میں متعدد مساجد کی کیا ضرورت ہے بس ایک شہر میں ایک مسجد کافی ہے تو جو جواب ہمارے اس سوال کا آپ دیں گے وہی جواب ہمارے پاس آپ کے اس اعتراض کا ہے۔ مثلاً آپ ایک شہر میں متعدد مساجد کی یہ مصلحت بیان کریں گے کہ اس میں نمازیوں کو سہولت ہوتی ہے۔ پس اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ تعدد مدارس میں بھی یہی مصلحت ہے کہ طلبہ کو سہولت ہے۔ پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ تعدد مدارس میں ہم کو کیوں بدنام کیا جاتا ہے۔ البتہ بانیوں میں خلوص شرط ہے۔ لہٰذا یہ اعتراض بالکل غلط ہے کہ ایک شہر میں متعدد مدارس کی کیا ضرورت ہے۔ جب اس کا شبہ کا جواب میں اپنی تقریر میں دے چکا تو پھر میں نے

besturdubooks.wordpress.com

دار العلوم کی مالی ضروریات کو ظاہر کرنا چاہا کیونکہ جلسہ کی بڑی غرض یہی ہوتی ہے مگر میں نے یہ چاہا کہ اس مضمون کو میں اس طرح بیان کروں کہ جس سے دوسرے مدارس عربیہ کی تنقیص نہ ہو اور نہ ان مدارس کو کسی قسم کا نقصان پہنچے۔ اور ساتھ ہی دار العلوم کے لئے مالی امداد کی زیادہ ضرورت کا بھی اظہار ہو جائے۔ چنانچہ میں نے ان تینوں مدارس کی آپس کی نسبت کو بیان کیا اور کہا کہ صاحبو یہاں جو سب سے قدیمی مدرسہ ہے وہ فیض عام ہے اور چونکہ یہ مدرسہ سب سے پہلے قائم ہوا ہے اس لئے یہ مدرسہ عمر میں سب سے بڑا ہے اور یہ معلوم ہے کہ بڑوں کا حق چھوٹوں پر ہوا کرتا ہے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ من لم یؤقر کبیر نافلیس منا۔ اور دار العلوم کی مثال مثل جوان کے ہے باعتبار قوت کے بھی کیونکہ جیسے کہ جوان کی بوڑھے اور بچے دونوں سے طاقت زیادہ ہوتی ہے۔ اسی طرح دار العلوم بھی اپنے اندر کثرت مجمع اور تعداد طلبہ کے لحاظ سے یہاں کے دوسرے مدارس سے بڑھا ہوا ہے اور باعتبار عمر کے بھی کیونکہ وہ فیض عام کے بعد اور جامع العلوم سے قبل قائم ہوا ہے تو اس کی عمر فیض عام سے کم اور جامع العلوم سے زیادہ ہے جیسے کہ جوان بوڑھے سے عمر میں چھوٹا اور بچے سے عمر میں زیادہ ہوتا ہے اور جامع العلوم مثل بچہ کے ہے جب دار العلوم مثل جوان کے ہے تو جس طرح جوان کی غذا بچے اور بوڑھے دونوں سے زیادہ ہوتی ہے اور اس لئے جوان ان دونوں سے مستحق خدمت بھی زیادہ ہوتا ہے لہٰذا دار العلوم ان دونوں مدرسوں سے زیادہ مستحق خدمت ہے تو مالی خدمت تو اس وقت اس کی زیادہ کرنا چاہیے۔ باقی فیض عام بوجہ زیادت سن کے قابل تکریم و توقیر زیادہ ہے اور جامع العلوم بوجہ کم عمری کے مستحق ترحم زیادہ ہے (احقر ضابط ملفوظ ہذا عرض کرتا ہے کہ اس تقریر کو احقر پورے طور سے ضبط نہ کر سکا اس لئے صرف اس تقریر کا حاصل ناظرین کے سامنے پیش کر دیا۔

خیر یہ تقریر تو ہوئی تھی صبح کو اس کے بعد شام کو وہ وکیل صاحب مجھ سے ملے اور کہنے لگے کہ آپ کو کس ظالم نے مولوی بنا دیا آپ کو تو بیرسٹر ہونا چاہیے تھا۔ میں نے کہا کہ کیا ہوا کہنے لگے کہ صاحب آپ نے آج اپنی تقریر میں ایسے عجیب طریقے سے جامع العلوم کی ترجیح ثابت کی ہے کہ کسی کو ناگوار بھی نہیں ہوا اور آپ کے مدرسہ کی ترجیح بھی دوسرے

besturdubooks.wordpress.com

مدارس پر ثابت ہوگئی میں نے کہا کہ قصداً تو کوئی مضمون ایسا بیان کیا نہیں جس سے جامع العلوم کی دوسرے مدارس پر ترجیح ہو اور اگر بلا قصد کوئی ایسا مضمون بیان ہوگیا تو مجھ کو بتلا دیجئے۔ کہنے لگے کہ صاحب آپ نے جو جامع العلوم کو بچہ کہا اور دارالعلوم کو جوان اور فیض عام کو عمر میں سب سے زیادہ کہا تو بظاہر تو آپ نے اپنے مدرسہ جامع العلوم کو سب سے گھٹا دیا مگر درحقیقت سب سے بڑھا دیا کیونکہ فیض عام پر تو یوں ترجیح ہوئی کہ فیض عام کی عمر سب سے زیادہ ہے تو گویا وہ مثل بوڑھے کے ہوا اور بڑھاپے میں ہر چیز کے اندر انحطاط ہونے لگتا ہے تو گویا اس کا تنزل کا زمانہ شروع ہوگیا اور دارالعلوم کو آپ نے جوان کہا مگر جوانی کے بعد بوڑھاپا ہے تو گویا اس کا بھی تنزل کا زمانہ قریب ہے اور جامع العلوم کو آپ نے بچہ کہا اور بچہ گو اس وقت بچہ ہے مگر روز بروز بڑھ رہا ہے اور ترقی کر رہا ہے اور ابھی اس کے پاس اپنی ترقی کو جاری رکھنے کے لئے ایک وسیع زمانہ موجود ہے تو گویا آپ نے اس تقریر سے اپنے مدرسہ کی ترقی اور دوسرے مدارس کا تنزل ثابت کر دیا اور یہ آپ کی تمثیل ایسی ہوئی کہ جیسے ملا دو پیازے نے شاہ ایران کے اس پوچھنے پر کہ ہم میں اور تمہارے بادشاہ میں کیا نسبت ہے کہا تھا کہ حضور آپ بدر ہیں اور ہمارے بادشاہ ہلال ہیں تو اپنے بادشاہ کی سلطنت کا ہلال سے تشبیہ دی تھی اور شاہ ایران کی سلطنت کو بدر کے مشابہ کہا تھا جس سے شاہ ایران بہت خوش ہوا تھا کہ انہوں نے مجھ کو اپنے بادشاہ پر بھی ترجیح دی۔

جب ملا دو پیازے ہندوستان واپس ہوئے اور بادشاہ کے دربار میں پہنچے تو ان سے جواب طلب ہوا کہ تم نے ایسی بات کیوں کہی جس سے شاہ ایران کے مقابلہ میں ہماری تنقیص ہوئی انہوں نے جواب دیا کہ میں نے کوئی بات ایسی نہیں کہی جس سے آپ کی تنقیص ہو بلکہ وہ بات کہی ہے کہ جس سے آپ کو ان پر ترجیح ہوتی ہے چنانچہ میں نے شاہ ایران کی سلطنت کی مثال بدر کے ساتھ دی تھی اور بدر چاند کو اس وقت کہتے ہیں کہ جب وہ پورے طور پر بڑھ چکتا ہے کہ اس کے بعد اس کا بڑھنا بالکل موقوف ہو جاتا ہے اور روز بروز گھٹنا شروع ہو جاتا ہے تو گویا اس وقت اس کی ترقی کا زمانہ ختم ہو چکتا ہے اور تنزل کا زمانہ

besturdubooks.wordpress.com

قریب ہو جاتا ہے اور آپ کی سلطنت کی مثال ہلال کے ساتھ دی تھی اور ہلال کی ترقی کا زمانہ شروع ہوتا ہے اور روز بروز ترقی کرتا چلا جاتا ہے تو میں نے اس مثال میں شاہ ایران کو یہ بتلا دیا کہ تمہاری سلطنت عنقریب ختم ہونے والی ہے اور ہمارے بادشاہ کی سلطنت کو روز بروز ترقی ہوگی تو بادشاہ اس جواب سے خوش ہوا اور ملا جی کی ذہانت کی تحسین کی تو جیسے اس مثال سے ظاہراً تو شاہ ایران کی ترجیح ظاہر ہوتی تھی مگر درحقیقت اپنے بادشاہ کی شاہ ایران پر ترجیح تھی اسی طرح آپ نے جو مثال دی تھی اس سے ظاہراً تو دوسرے مدارس کی ترجیح معلوم ہوتی ہے لیکن اگر غور کر کے دیکھا جاوے تو آپ کے مدرسہ کی ترجیح دوسرے مدارس پر معلوم ہوگی۔

میں ہنسنے لگا کہ میرے تو خواب میں بھی یہ مضمون نہیں آیا۔ پھر ایک مدت طویلہ کے بعد ان وکیل صاحب کو ایک بار پھر میری کسی تقریر میں شرکت کا اتفاق ہوا تو اس مرتبہ بھی میری تقریر کا ان پر بے حد اثر ہوا مگر چونکہ اب ان وکیل صاحب پر دینی رنگ کا زیادہ غلبہ ہو چکا تھا اس لئے اس وقت میری تقریر کو سن کر بجائے اس کے کہ وہ میرے لئے مثل سابق بیرسٹری تجویز کرتے جھوم جھوم کر مجھ کو مخاطب بنا کر یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

تو مکمل از کمالِ کیستی   تو منور از جمالِ کیستی

تو کس کے کمال سے مکمل ہے، تو کس کے جمال سے منور ہے۔

مجھ کو بھی اسوقت کچھ جوش تھا اس لئے میں نے بھی جواب دیا کہ۔

من منور از جمالِ حاجیم   من مکمل از کمالِ حاجیم

میں حضرت حاجی صاحبؒ کے جمال سے منور ہوں، میں حضرت حاجیؒ کے کمال سے مکمل ہوں۔

تو اس تقریر کا واقعہ یہ تھا۔

کسی کو شیخ اور ولی کہنا:

(۴)......فرمایا کہ اگر کوئی شخص اصلاح اخلاق کے فن کو جانتا ہو اور تربیت باطن کے طریقوں سے واقف ہو تو اس شخص کی نسبت یہ تو جائز ہے کہ اس کو شیخ کہا جائے لیکن کسی شخص کی نسبت یہ دعویٰ کرنا کہ وہ ولی ہے جائز نہیں کیونکہ شیخ تو اس کو کہتے ہیں کہ جو فن تربیت سے واقف

besturdubooks.wordpress.com

ہواور کسی کی فن دانی کا علم دوسرے شخص کو ہوسکتا ہے اور اس علم کی بناء پر اس فن کے جاننے کا حکم بھی صحیح ہوسکتا ہے۔ بخلاف ولایت کے کہ ولایت نام ہے عنداللہ تعالیٰ مقرب ومقبول ہونے کا اور اس کا علم کسی کو نہیں ہوسکتا (یعنی یقین کے ساتھ نہیں ہوسکتا (یعنی یقین کے ساتھ نہیں ہوسکتا گو آثار وعلامات سے ظن ہوسکتا ہے مگر دعویٰ جازم کے لئے ظن کافی نہیں)

جب یہ معلوم ہوگیا کہ ہر اس شخص کو جو فن تربیت باطنی سے واقف ہو شیخ کہہ سکتے ہیں تو اس سے ثابت ہوا کہ یہ ممکن ہے کہ کوئی شخص شیخ طریقت ہو مگر ولی نہ ہو اس طرح سے کہ وہ متقی نہ ہو۔ کیونکہ شیخ کہتے ہیں فن دان کو اور فن دانی کے لئے تقویٰ طہارت شرط نہیں۔ مگر اس پر ایک شبہ ہوسکتا ہے وہ یہ کہ پھر شیخ کامل کی علامت میں تقویٰ طہارت کو کیوں داخل کیا گیا ہے کیونکہ طالب کو تو صرف تعلیم وتربیت مقصود ہے اور یہ مقصود ہر اس شخص سے حاصل ہوسکتا ہے جو اس فن کو جانتا ہو عام اس سے کہ وہ متقی ہو یا غیر متقی تو اس کا جواب یہ ہے کہ شیخ کامل کے شرائط میں جو تقویٰ کو داخل کیا گیا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ غیر متقی کی تعلیم وتربیت میں وہ برکت نہیں ہوتی جو ایک متقی شیخ کی تعلیم میں ہوتی ہے اور اس فرق کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ شیخ متقی اپنے متعلقین کی تعلیم وتربیت میں موید من اللہ تعالیٰ ہوتا ہے یعنی شیخ متقی کے قلب میں طالب کی اصلاح کے متعلق ایسے مفید اور لطیف طریقے وارد ہوتے ہیں جن سے غیر متقی محروم ہوتا ہے مثلاً اگر شیخ متقی ہے تو اس کی تعلیم کا ایسا اثر ہوتا ہے کہ بعض مرتبہ اس کی ذرا سی تعلیم سے طالب کے سالہا سال کے امراض بہت جلد زائل ہو جاتے ہیں۔ بخلاف غیر متقی کے کہ اس کی تعلیم میں یہ بات نہیں ہوتی۔ اس لئے طالب کو شیخ متقی تلاش کرنا چاہیے۔ اس برکت کے اعتبار سے کامل شیخ وہی ہے جو متقی بھی ہو۔ اسی وجہ سے شیخ کی شرائط میں تقویٰ وطہارت کو داخل کیا گیا جس کا حاصل یہ ہے کہ بدوں تقویٰ وطہارت کے شیخ کامل بالمعنی مذکور نہیں ہوسکتا گو مطلق شیخ ہوسکتا ہے۔

تاریخ مختلف فیہ ہونے کی صورت میں عرفہ کے روزہ کا ثواب:

(۵)...... چونکہ امسال رویت ذی الحجہ کی مختلف فیہ تھی اس لئے عرفہ کے روزہ کے متعلق ایک صاحب نے سوال کیا کہ عرفہ کا روزہ جو ہم لوگوں نے رکھا ہے تو کیا اس روزہ کا ثواب ہم کو وہی

besturdubooks.wordpress.com

ملے گا جو واقعی عرفے کے دن روز کا ہوتا ہے کیونکہ دوسری جگہ سے ذی الحجہ کے چاند کی جو خبریں آئی ہیں ان سے معلوم ہوا ہے کہ وہاں ذی الحجہ کا چاند انتیس کو نظر آیا تھا لہٰذا ان کے حساب سے تو پرسوں عرفہ تھا کل نہ تھا تو اس حساب سے کل جو روزہ رکھا گیا وہ عرفے کے دن کا روزہ نہ ہوا۔

فرمایا کہ یہاں کا عرفہ کل ہی تھا پرسوں نہ تھا اور جو روزہ رکھا گیا وہ عرفے ہی کا روزہ ہے اور اس روزہ کا ثواب ہم کو وہی ملے گا جو عرفہ کے روزہ کا ملتا ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ شریعت نے ہم کو واقعہ پر عمل کرنے کا مکلّف نہیں فرمایا بلکہ صرف اس بات کا مکلّف کیا ہے کہ جو بات قواعد شرعیہ سے ہم کو تحقیق ہو جائے اس پر عمل کریں خواہ واقع میں وہ بات ہو یا نہ ہو مثلاً شریعت کا حکم ہے کہ عین طلوع آفتاب کے وقت نماز پڑھنا ممنوع ہے پس جب ہم کو آفتاب کا کنارا نظر آ جائے اس وقت صبح کی نماز پڑھنے کو ناجائز کہیں گے حالانکہ اس وقت کے اصول ریاضی سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ جس وقت آفتاب کی ٹکیہ نظر آتی ہے اس وقت آفتاب کا حقیقی طلوع نہیں ہوتا بلکہ اس کے بعد ہوتا ہے کیونکہ طلوع نام ہے آفتاب کے اس نقطہ سے اوپر آ جانے کا جس کو اُفق کا نقطہ کہتے ہیں اور یہ بات آجکل ثابت ہو چکی ہے کہ جس وقت آفتاب کا قُرص ہم کو نظر آتا ہے اس وقت واقع میں وہ قُرص اس نقطہ سے اوپر نکلا نہیں ہوتا نیچے ہی رہنے کی حالت میں نظر آ جاتا ہے پس اگر واقع کا اعتبار کیا جائے تو وہ وقت طلوع آفتاب کا نہ ہوا اور ممانعت تھی نماز کی صرف طلوع کے وقت تو چاہیے تھا کہ اس وقت بھی نماز جائز ہو جاتی مگر چونکہ شریعت نے ہم کو واقع پر عمل کرنے کا مکلّف نہیں فرمایا بلکہ جو بات احکام شرعیہ سے ثابت ہو صرف اس پر عمل کرنے کا ہم کو حکم دیا ہے اور وہ حکم یہ ہے کہ جب طلوع تم کو محسوس ہو نماز مت پڑھو خواہ واقع کچھ ہی ہو۔

اسی طرح حکم ہے کہ غروب آفتاب سے قبل افطار نا جائز ہے بعد غروب جائز ہے تو جس وقت تک آفتاب کی ٹکیہ کا کچھ بھی حصہ ہم کو نظر آتا رہتا ہے اس وقت تک افطار کو ناجائز نہیں کہیں گے کیونکہ جب آفتاب کی ٹکیہ کا کچھ حصہ ہم کو نظر آ رہا ہے تو شرعاً وہ وقت غروب آفتاب کا نہیں کہلایا جا سکتا لیکن ریاضی کے قواعد سے یہ بات ثابت ہے کہ اس وقت آفتاب غروب ہو چکا ہوتا ہے اور وہ ہم کو اُفق سے نیچے ہی ہونے کی حالت میں نظر آتا ہے تو

besturdubooks.wordpress.com

اگر واقعہ کا اعتبار کیا جاتا تو اس وقت افطار کو جائز کر دیا جاتا اگر چہ آفتاب کا کچھ حصہ ہم کو نظر آ رہا ہوتا مگر شریعت نے یہاں بھی واقعہ پر عمل کرنے کا ہم کو مکلّف نہیں کیا بلکہ قواعد شرعیہ کی رو سے جو بات ثابت ہے اس پر عمل کا حکم فرمایا ہے خواہ واقع میں اس وقت غروب ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔ پس ٹھیک اسی طرح چاند کی تحقیق کے جو قواعد شریعت نے ہم کو بتلائے ہیں جب ہم نے ان قواعد کے موافق چاند کی تحقیق کر لی اور اس تحقیق سے یہ ثابت ہوا کہ آج انتیس کو چاند نہیں ہوا تو بس شرعاً یہ بات ثابت ہوگئی کہ ہمارے یہاں آج چاند نہیں بس ہم کو اس پر عمل کرنا چاہیے اور اس حساب سے ہمارے یہاں جو نویں تاریخ ہوگی وہ عرفہ ہے اور ہم کو اس کا ثواب وہی ملے گا جو واقعی عرفہ کے روزہ کا ملتا۔ اور انتیس تاریخ کو چاند کے نظر آنے کی جو خبریں دوسری جگہ سے ہمارے پاس آئی ہیں وہ شرعاً معتبر نہیں لہٰذا ہم کو ان خبروں کی بناء پر اپنے روزہ میں شک نہ کرنا چاہیے اور اگر کسی کو شک پیدا بھی ہو جائے کہ دوسرے شہروں سے جو خبریں آئی ہیں ان سے تو ثابت ہوتا ہے کہ کل عرفہ کا دن نہ تھا تو اس کو اپنے نفس کی مخالفت کرنا چاہیے کیونکہ یہ تو بندگی ہے کوئی بھائی بندی تھوڑا ہی ہے کہ جس بات کو دل چاہا کر لی اور جس بات کو دل نہ چاہا نہ کیا بلکہ جو حکم ہوگا وہ کیا جائے گا خواہ وہ اپنی طبیعت کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ اور حضرت بڑی خیریت ہوئی کہ شریعت نے جو ہم کو واقعہ پر عمل کرنے کا مکلّف نہیں فرمایا کیونکہ اگر ہم کو واقعہ پر عمل کرنے کا مکلّف کیا جاتا تو ہم سخت دشواریوں میں پھنس جاتے چنانچہ اس وقت دو مثالیں میں بیان کرتا ہوں اس سے بخوبی سمجھ میں آ جائے گا کہ اگر ہم کو واقعہ پر عمل کا مکلّف کیا جاتا تو ہم کو کتنی زحمت پیش آتی۔

مثلاً ایک شخص ہے اس کی بیوی اس کے پاس کھانا لائی تو اب اس کو کیا معلوم ہے کہ اس کھانے کے اندر زہر نہیں ملا ہوا۔ اگر کہیے کہ صاحب اس کو تو بیوی نے پکایا ہے اور بھلا بیوی ایسی بیوفائی کب کر سکتی ہے تو یہ کوئی دلیل نہیں اس لئے کہ اگر جگہ ایسے واقعات ہوئے ہیں کہ بیوی نے خاوند کے ساتھ بے وفائی کی ہے اور خاوند کو اپنی نفسانی غرض کے پیچھے زہر دے کر ختم کر دیا ہے تو اگر آپ پر یہاں واقعہ کی تحقیق واجب کی جاتی تو نتیجہ اس کا یہ ہوتا کہ آپ بھوکوں مرنے لگتے۔ کیونکہ ایسے احتمالات تو ہر جگہ ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح یک شخص کی

besturdubooks.wordpress.com

شادی ہوتی ہے۔ رات کے وقت عورتیں اس کی خوابگاہ میں ایک عورت کو بھیج دیتی ہیں تو اب اس مرد کو کیا معلوم کہ یہ وہی عورت ہے جس کا مجھ سے نکاح ہوا ہے کیونکہ اس مرد نے تو اس عورت کو دیکھا نہ تھا باقی رہا عورتوں کا کہنا کہ یہ تیری بیوی ہے جزماً معتبر نہیں۔ تو اگر شریعت نے جن قواعد کی رو سے اس عورت کو اس مرد کے لئے حلال کیا ہے اگر ان قواعد کا اعتبار نہ کیا جاتا بلکہ واقعہ پر عمل کا مکلّف کیا جاتا تو اس مرد کو اس عورت سے صحبت کرنا حرام ہو جاتا کیونکہ ابھی یہی ثابت نہیں کہ یہ اس کی منکوحہ ہے اور غیر منکوحہ سے صحبت جائز نہیں پس اگر واقعہ پر عمل کا مکلّف کیا جاتا تو اس مرد کو کس قدر دشواری پیش آتی۔

ولی کی دو قسمیں:

(۶)...... فرمایا ولی کی دو قسمیں ہیں ایک ولی کامل دوسرے ولی متوسط۔ ولی متوسط کی پہچان تو آسان ہے کیونکہ اس میں بعض ایسی صفات ہوتی ہیں کہ جن کو عوام الناس بھی علامات ولایت سمجھتے ہیں بخلاف ولی کامل کے کہ اس کے اندر کوئی امتیازی شان نہیں ہوتی بلکہ ولی کامل کی شان بالکل انبیاءؑ کی سی ہوتی ہے اور انبیاءؑ کی سادگی کا یہ حال تھا کہ کفار ان کے متعلق کہا کرتے تھے کہ مالھٰذا الرسول یأ کل الطعام و یمشی فی الاسواق۔ کہ یہ کیسے رسول ہیں کہ جیسے ہم کھاتے پیتے ہیں یہ بھی کھاتے پیتے ہیں جیسے ہم اپنے انتظام معاش کے لئے بازاروں میں آتے جاتے ہیں یہ بھی آتے جاتے ہیں اسی وجہ سے ولی کامل کی شناخت ہر شخص کا کام نہیں بلکہ بہت مشکل ہے حتیٰ کہ عوام تو کیا بعض اوقات ایک ولی کو دوسرے ولی کی پہچان مشکل ہے۔ اسی لئے ایک بزرگ کا ارشاد ہے کہ یہ جو مقولہ مشہور ہے کہ ولی را ولی میشناسد یہ صحیح نہیں کیونکہ اولیاء کی شانیں مختلف ہوتی ہیں تو ایک شان کا ولی دوسری شان والے کو کیسے پہچانے گا بلکہ صحیح یہ ہے کہ ولی را نبی می شناسد کیونکہ نبی میں سب شانیں کمالات کی جمع ہوتی ہیں اس لئے اولیاء کی شانوں کی بھی ان کو معرفت ہوتی ہے۔

شیخ کامل:

(۷)...... فرمایا کہ شیخ کامل وہ ہے جو اپنے مقام سے اتر کر طالب کی تعلیم و تربیت کرے کیونکہ اگر شیخ نے طالب کے مقام پر نزول نہیں کیا بلکہ اپنے مقام پر رہ کر طالب کی تربیت کرنا

besturdubooks.wordpress.com

چاہے تو اس سے طالب کو نفع نہیں ہو سکتا جیسے کہ استاد کامل وہ ہے کہ جب وہ کسی اپنے شاگرد کو میزان پڑھائے تو شاگرد کے مقام پر اتر کر میزان پڑھائے اور جو استاد اپنے مقام پر رہ کر میزان پڑھانا چاہے گا تو وہ استاد کامل نہیں نہ اس سے اُس کے شاگرد کو کچھ نفع پہنچے گا۔

اہل باطل کے اعتراضات کے جوابات:

(۸)......فرمایا کہ اہل باطل جب اہل حق پر اعتراض کرتے ہیں اور اہل حق اس اعتراض کا جواب دیتے ہیں تو بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ عام لوگوں کی سمجھ میں وہ اعتراض تو جلد آ جاتا ہے مگر اس اعتراض کا جو جواب دیا جاتا ہے وہ دیر میں سمجھ میں آتا ہے بلکہ بعض مرتبہ نہیں آتا تو اس سے لوگ سمجھنے لگتے ہیں کہ وہ اعتراض صحیح ہے اور اس کا جو جواب دیا گیا وہ کافی نہیں حالانکہ لوگوں کا یہ سمجھنا غلط ہے کیونکہ اعتراض کے جلد سمجھ میں آ جانے کی اور جواب کے دیر میں سمجھ میں آنے کی وجہ اس جواب کا ناکافی ہونا اور اس اعتراض کا صحیح ہونا نہیں ہے بلکہ اعتراض اور جواب کے مناشی پر اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس کی وجہ دوسری ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ یہ غور کرنا چاہیے کہ اعتراض کا منشاء کیا ہوا کرتا ہے یعنی وہ کیا چیز ہے جس سے اعتراض پیدا ہوتا ہے سو امر حق پر جو اعتراض کیا جاتا ہے اس کا اصلی منشاء اور حقیقی سبب یہ ہوتا ہے کہ معترض کی نظر سے کوئی نہ کوئی ضروری مقدمہ مخفی ہوتا ہے خواہ اس کو اس ضروری مقدمہ کا علم پہلے ہی سے نہ تھا یا پہلے سے تو تھا مگر اس وقت وہ ذہن میں مستحضر نہیں رہا پس اس ضروری مقدمہ کے علم نہ ہونے سے معترض کے دل میں وہ اعتراض پیدا ہوتا ہے اور کسی بات کا علم نہ ہونا یہی جہل ہے پس معلوم ہوا کہ غلط اعتراض کا منشاء اور سبب ہمیشہ جہل ہوتا ہے اور آج کل جہل کی کثرت ہے بخلاف جواب کے کہ اس کا منشاء اور سبب ہوتا ہے علم اور علم آج کل ہے نہیں پس جو جواب کا منشاء ہے وہ تو لوگوں میں ہے نہیں اور جو اعتراض کا منشاء ہے وہ لوگوں میں موجود ہے اس لئے اعتراض تو جلد سمجھ میں آ جاتا ہے اور جواب سمجھ میں نہیں آتا۔

مسئلہ تقدیر:

مثلاً ایک مسئلہ تقدیر ہی ہے کہ باوجود اس کے کہ یہ ایسا متفقہ اور یقینی مسئلہ ہے کہ جس کا مدعی صرف اسلام ہی نہیں بلکہ ہر مذہب سماوی کے اندر اس مسئلہ کے دلائل موجود ہیں بلکہ ہر

besturdubooks.wordpress.com

عاقل صرف عقلی دلائل سے اس مسئلہ کے تسلیم کرنے پر مجبور ہے تو باوجود اس مسئلہ کے اس قدر یقینی ہونے کے اس مسئلہ پر جو اعتراض کئے جاتے ہیں وہ تو عوام الناس کی سمجھ میں جلد آجاتے ہیں اور علماء اور حکماء کی طرف سے جو اس کا جواب دیا جاتا ہے وہ سمجھ میں نہیں آتا اور اس سمجھ میں نہ آنے کی وجہ سے بعض دفعہ خیال کیا جاتا ہے کہ جواب کافی نہیں ہوا حالانکہ یہ غلط ہے بلکہ اس کی وجہ وہی ہے کہ چونکہ یہ مسئلہ نہایت دقیق ہے اس لئے اس کا جواب بھی اعلیٰ درجہ کے علم سے ناشی ہوتا ہے اور علم لوگوں میں ہے نہیں اور اعتراض کا منشاء لوگوں میں موجود ہے اس لئے اس مسئلہ پر جو اعتراض کیا جاتا ہے وہ تو سمجھ میں جلد آجاتا ہے اور جو اس کا جواب دیا جاتا ہے وہ سمجھ میں نہیں آتا۔ ختم ہوا انموذج الملفوظات جزو اول ملقب بہ ارمغان عید۔

انموذج الملفوظات

جزو دوم

تمہیدی نوٹ: احقر نے اپنی اسی دو سال چار ماہ کی رخصت کے شروع میں کچھ حضرت والا کے ملفوظات قلمبند کئے تھے پھر چونکہ اشرف السوانح کا کام سرگرمی کے ساتھ ہونے لگا اس لئے وہ سلسلہ منقطع ہو گیا۔ ان ملفوظات کے دو حصوں میں سے پہلے حصہ کا نام تو بمناسب مضمون یہ تجویز کیا گیا تھا ''دنیا کی پستی اور دین کی مستی'' اور اس کے دوسرے حصے کو ''سرمایۂ ہستی'' کے نام سے موسوم کر دیا گیا۔ فقط

حصہ اول ملقب بہ دنیا کی پستی اور دین کی مستی

مجلس صبح چہارشنبہ ۱۴۔ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ

حضرت والاؒ کے والد گرامی کا تدبّر اور حُسن اِنتظام:

(۱)...... یہ ذکر تھا کہ انگریزی پڑھے لکھوں نے اتنی جائیدادیں پیدا نہیں کیں جتنی پرانے لوگ کر گئے۔ کیونکہ وہ عاقل اور منتظم بھی بہت ہوتے تھے اور انہوں نے آج کل کے نو تعلیم یافتوں کی طرف فضول اخراجات بھی نہیں بڑھا رکھے تھے۔ فرمایا کہ والد صاحب شیخ الٰہی بخش رئیس میرٹھ کے یہاں کارندہ تھے اور صرف چودہ روپیہ ماہوار تنخواہ تھی اور عمر بھر چودہ روپیہ

besturdubooks.wordpress.com

ہی تنخواہ رہی۔ چنانچہ انتقال کے بعد بھی ان کی تنخواہ تا تاریخ انتقال یہاں اسی شرح سے آئی تھی لیکن چونکہ شیخ الٰہی بخش صاحب ان کو بہت مانتے تھے اس لئے کمسریٹ کے ٹھیکے لینے کی بھی اجازت دے رکھی تھی کیونکہ ملازمت کی حالت میں بلا ان کی اجازت کے اور کوئی کام نہیں کر سکتے تھے۔ ان ٹھیکوں میں اللہ تعالیٰ نے ایسی برکت عطا فرمائی کہ ہزاروں روپیہ کمائے۔ بہت سی جائیداد خریدی۔ مکان بنوائے۔ بڑی بڑی تقریبیں کیں۔ شادیوں میں اتنا خرچ کیا کہ قصبہ بھر میں شہرت تھی۔ اتنا کمایا لیکن انگریزی کا ایک حرف نہیں جانتے تھے۔ نہ عربی پڑھی تھی۔ البتہ فارسی پڑھی تھی۔ وہ بھی زیادہ نہیں اس زمانہ میں عموماً گلستان بوستان اور بہار دانش تک فارسی پڑھائی جاتی تھی لیکن استاد اس زمانہ میں فارسی لکھوایا کرتے تھے اس لئے فارسی لکھنے کی مشق بہت تھی۔ لیٹے لیٹے فارسی میں خطوط بے تکلف لکھوایا کرتے تھے اور بہت سلیس عبارت ہوتی تھی ایسی کہ میں نہیں لکھ سکتا تھا حالانکہ میں نے فارسی بہت زیادہ پڑھی تھی۔

اس زمانہ چھوٹے چھوٹے تنخواہ دار بڑے بڑے عاقل اور منتظم و مدبر ہوا کرتے تھے۔ اب بھی ریاستوں میں بعض بعض دس دس روپیہ کے کارندے ایسے موجود ہیں جو عقل و دانشمندی اور انتظام میں گورنمنٹ کے ہزار ہزار روپیہ تنخواہ پانے والوں سے بھی بدرجہا بڑھے ہوئے ہیں۔ گورنمنٹی ملازموں میں جو ایم اے۔ بی اے ہیں اتنی معاملہ فہمی نہیں جتنی ان میں ہے۔ مگر ہاں کوٹ پتلون بیچاروں کے پاس نہیں ہے۔ البتہ ان لوگوں میں سے وہ جن کو پرانے لوگوں سے تعلیم حاصل ہے مستثنیٰ ہیں۔ جو پرانے لوگ تھے وہ کام کے لوگ تھے سمجھدار تھے۔ اور یہ محض دکھلاوے کے ہیں وہ لوگ ایسے سمجھدار ہوتے تھے کہ والد صاحب نے اسی وقت سے کہ جب میں پاجامہ بھی نہیں پہنتا تھا میرے لئے یہ تجویز کیا تھا کہ اس کو عربی پڑھاؤں گا اور بھائی کے لئے یہ تجویز کیا تھا کہ اس کو انگریزی پڑھاؤں گا۔ بچپن ہی سے مناسبت کا اندازہ کر لیا تھا اور پھر یہ کہ گو وہ دنیادار تھے لیکن مجھ کو عربی بڑے شوق سے پڑھوائی اور گو ماں باپ عموماً انگریزی پڑھنے والے لڑکے کو زیادہ چاہتے ہیں لیکن والد صاحب کو میرے ساتھ تو عشق تھا بھائی کے ساتھ متعارف برتاؤ تھا۔ بھائی پر مجھ کو علم دین کی وجہ سے ترجیح دیتے تھے۔

(استفسار پر فرمایا کہ) ان کی حیات میں ہی فارغ التحصیل ہو گیا تھا اور کانپور میں

besturdubooks.wordpress.com

مدرس بھی ہو گیا تھا بلکہ کانپور تشریف لا کر مجھے پڑھاتے ہوئے دیکھ بھی لیا تھا۔ مولانا احمد حسن صاحب جو کانپور کے دوسرے مدرسہ میں تھے مدرس تھے ان سے بھی ملنے گئے تھے حالانکہ وہ مدرسہ ہمارے مدرسہ کا ایک درجہ میں مخالف تھا لیکن اس زمانہ میں ایسے اختلافات کا اثر نفرت اور انقطاع کی حد تک نہیں پہنچتا تھا۔ عالم اور بزرگ سمجھ کر بہت محبت اور عقیدت سے ملنے گئے وہاں سے لوٹ کر مجھ سے کہا کہ بھائی وہ تو بڑی محنت کرتے ہیں تم اتنی محنت نہ کرنا کہیں دماغ خراب ہو جائے۔ میں نے کہا میں محنت نہیں کرتا لیکن پھر اسباب ایسے جمع ہو گئے کہ محنت کرنا ہی پڑی کیونکہ کام کرتے کرتے کام کرنے کا شوق ہو جاتا ہے۔

غرض والد صاحب مجھے کانپور میں مدرسی کرتے ہوئے دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور مجھے عربی پڑھا کر بہت خوش تھے۔ میں اس زمانہ میں بہت نازک مزاج تھا جس کا اب بھی اثر ہے۔ بعض ناگوار واقعات ایسے ہوئے کہ میں نے کہا کہ میں نوکری چھوڑنا چاہتا ہوں۔ فرمایا کہ ہم نے جو اجازت تمہیں نوکری کی دی ہے وہ تنخواہ کی وجہ سے نہیں (کیونکہ والد صاحب خود میرے کفیل تھے اور مجھے ضرورت ملازمت کی نہ تھی) ہم نے تو اس واسطے نوکری کی اجازت دی ہے کہ تازہ تازہ کتابیں پڑھی ہیں۔ اچھا ہے پڑھانے میں آجائیں گی تو پکی ہو جائیں گی۔ لہٰذا چھوڑنے میں جلدی نہ کرو غور کرو۔ اس قدر نزاکت نہیں چاہیے۔ جتنے شبہات میں نے لکھے تھے سب کے جواب دیئے کہ اس کی یہ وجہ ہو سکتی ہے اس کی یہ توجیہ ہو سکتی ہے غرض سب کی توجیہات لکھ کر مجھے بھیج دیں۔

ایک دفعہ بھائی نے اعتراض کیا کہ اشرف علی جو مانگتا ہے آپ بے دریغ دے دیتے ہیں۔ میں کچھ مانگتا ہوں تو بہت کاوش کرتے ہیں۔ حساب لیتے ہیں۔ والد صاحب نے فرمایا کہ بھائی مجھے اس پر رحم آتا ہے۔ وہ جو کچھ مجھ سے لیتا ہے میری زندگی ہی تک ہے میرے مرنے کے بعد یاد رکھو وہ میرے مال و متاع سے بالکل علیحدہ رہے گا۔ کچھ نہ لے گا تعجب ہے انہیں اس کی پہلے سے کیسے خبر ہو گئی۔ یہ تو نہیں کہ میں نے ان کے ترکہ میں سے کچھ نہ لیا ہو۔ ہاں ایسا نہیں لیا جیسا اور لوگ لیتے ہیں بہت سا مشتبہ مال نہیں لیا اور ان کی زمینداری وغیرہ اب کچھ میرے قبضہ میں نہیں۔

besturdubooks.wordpress.com

بھائی کی اور میری تعلیم کا فرق:

بہر حال انہوں نے کچھ آثار اسی وقت اس قسم کے دیکھ لئے ہوں گے۔ مجھ کو بچپن ہی سے کچھ منجانب اللہ شوق تھا دین کی باتوں کا۔ اس زمانہ میں کہ جب میں بہت کم عمر تھا لیکن اتنا بڑا تھا کہ کچھ معمولی سودا سلف بازار سے لے آتا تھا اور میرٹھ میں بازار ذرا دور تھا راستہ میں مسجدیں پڑتی تھیں تو مجھے یاد ہے کہ نو دس بجے صبح کا وقت ہوتا تھا مگر جہاں مسجد نظر آئی بے وقت مسجد کے اندر گیا اور سیدھا ممبر پر جا چڑھا اور خطبہ کے طور پر جو یاد آیا پڑھ پڑھا کر پھر سودا لینے بازار جاتا۔ گو وہ کھیل کود کا زمانہ تھا مگر اس وقت بھی مسجد سے اس قدر محبت تھی۔ یہ میرا کھیل تھا۔ یہ سب منجانب اللہ تھا۔ ہونے والی بات اور جب ہم دونوں بھائی شرارت کرتے تو ہمیشہ وہ ان کو زیادہ مارتے۔ میں بہت کم پٹتا۔ تائی صاحبہ نے ایک بار والد صاحب سے کہا بیٹا یہ کیا بات ہے کہ تم ایک کو تو کچھ نہیں کہتے اور ایک کو پیٹتے ہو۔ فرمایا بھابی صاحبہ یہ چھوٹا ہی شرارت سکھلاتا ہے بڑے کو۔ دوسرے یہ بڑا تو سبق یاد کر لیتا ہے اور یہ چھوٹا یاد نہیں کرتا اس لئے اس پر غصہ آتا ہے۔ گو میں نے عربی پڑھی اور بھائی نے انگریزی مگر اللہ کا شکر ہے کہ بھائی کو تو عربی پڑھنے کی حسرت رہی جن کو انگریزی کی بدولت حکومت ثروت بڑی تنخواہ سب ہی کچھ ترقی نصیب ہوئی اور وہ بھی اُس تعلیم کا اثر تھا جو والد صاحب کی صحبت سے پیدا ہوا تھا اور ہماری بڑی ترقی یہ ہوئی کہ پچاس روپیہ کی تنخواہ ہوگئی لیکن وہی اللہ کی بڑی نعمت معلوم ہوتی تھی کیونکہ طالب علمی ہی کے زمانہ سے کبھی دس روپیہ ماہوار کی تنخواہ سے آگے ذہن نہیں گیا۔ جب تنخواہ کا خیال کرتا تھا ہمیشہ یہی ذہن میں آتا تھا کہ ہم دو میاں بیوی بس پانچ پانچ روپیہ فی کس کے حساب سے دس روپیہ کی تنخواہ کافی ہوگی تو پچاس روپیہ کی تنخواہ تو اس سے پانچ حصہ زیادہ تھی۔ بڑی نعمت معلوم ہوتی تھی۔

بھائی نے انگریزی پڑھی تو ان کی پانچ سو تک تنخواہ ہوگئی تھی میونسپلٹی بریلی کے سیکرٹری تھے لیکن باوجود اس کے الحمدللہ مجھے کبھی اس کا وسوسہ بھی نہیں آیا کہ ہم انگریزی پڑھتے تو ہماری بھی اتنی تنخواہ ہوتی اگر ہزار روپیہ بھی بھائی کی تنخواہ ہوتی تب بھی یہ حسرت نہ ہوتی اور

besturdubooks.wordpress.com

اس کا افسوس نہ ہوتا کہ ہم نے انگریزی کیوں نہ پڑھی۔ انہیں البتہ بارہا افسوس ہوا کہ والد صاحب نے انہیں بھی عربی کیوں نہ پڑھائی۔ مجھے کبھی افسوس نہ ہوا۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ جتنا مجھے لطف حاصل تھا اتنا انہیں نہیں تھا۔ ثروت تو تھی مگر لذت نہیں تھی اور اصل چیز راحت اور لذت ہے اور وہ ملتی ہے خدا کے نام میں۔ حالانکہ ہماری نماز ہی کیا ہے محض ضابطہ پورا کرنا ہے نہ ترتیل نہ تعدیل ارکان نہ خشوع و خضوع۔ اس پر میں کہا کرتا ہوں۔

جرعہ خاک آمیز چوں مجنوں کند　　　صاف اگر باشد ندانم چوں کند

مٹی ملا ہوا لقمہ جب دیوانہ کر رہا ہے اگر صاف ہوگا تو کیا کرے گا۔

جب شراب میں میل ملا ہوا ہے خطرات و خواہشات نفسانیہ کا اس پر تو یہ حالت ہے کہ مجنوں کئے دے رہی ہے اور جن کو خدا نے صاف دی ہے ان کا کیا کہنا ہے۔ جب ہمیں یہ لطف حاصل ہو رہا ہے تو ان کا کیا حال ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نام لینے کی توفیق دے دے تو پھر کیا چیز ہے خزانہ مگر چونکہ دنیا ضرورت کی چیز ہے اس لئے مانگنا بھی چاہیے اور تدبیر بھی کرنا چاہیے۔ مگر یہ مقصود بالغیر ہے مقصود بالذات نہیں اور دین مقصود بالذات ہے۔ اول تو دین کا علم حاصل کر کے بقدر ضرورت دنیا بھی ملتی ہے اور وہ بھی عزت اور راحت کے ساتھ لیکن اگر بالفرض نہ بھی ملے تو چونکہ دین تو خود مقصود بالذات ہے اس لئے حسرت نہیں ہوتی بخلاف انگریزی کے کہ اس سے مقصود ہی دنیا ہوتی ہے اور وہ آج کل اکثر نہیں ملتی تو وہاں سوائے حسرت کے اور کوئی نتیجہ نہیں نکلتا اور ہمارا تو امتحان نہیں ہوا۔ اہل اللہ کے تو بڑے بڑے امتحان ہوئے ہیں فقر و فاقہ میں جیسے وہ خوش رہتے تھے۔ کوئی دنیا دار رہ نہیں سکتا (اس کے بعد ایک صاحب آڑ میں آ کر بیٹھ گئے ان پر مجلس کے ختم تک لتاڑ پڑتی رہی اور اس کی مفصل خرابیاں بیان فرماتے رہے جو بعد کو لکھی جائیں گی فقط ختم ہوا ملفوظ ملقب بہ دنیا کی پستی اور دین کی مستی جس پر احقر کو اپنا یہ شعر یاد آتا ہے۔

کہاں ترقی دنیا کہاں ترقی دین　　　غبار لاکھ اُٹھا پر بھی آسماں نہ ہوا

besturdubooks.wordpress.com

حصہ دوم ملقب بہ سرمایہ ہستی

مجلس بعد ظہر چہار شنبہ ۱۴۔ ربیع الاول ۱۳۵۲ھ

ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ:

(۲)......ایک صاحب روزمرہ اپنے خادم کو بعد ظہر چینی کی پلیٹ پر کسی مریض کے لئے آیات شفا وغیرہ حضرت سے لکھوانے کے لئے بھیجتے ہیں۔ عرصہ سے یہی معمول ہے۔ آج خادم نے یہ حماقت کی کہ قبل ظہر آ کر پلیٹ حضرت کی نشست گاہ کے پاس رکھ دی۔ اور خود نماز کے لئے چل دیا۔ اس پر حضرت نے مواخذہ فرمایا کہ اگر میری ٹھوکر لگ جاتی تو کیا ہوتا۔ خلاف معمول کیوں رکھ کر چلے گئے۔ اس سے کچھ جواب نہ بن پڑا تو کئی بار دوسروں سے پوچھ کر جواب دینے کے لئے ہدایت ہوئی تا کہ آئندہ کو اچھی طرح سبق ہو جائے اور ہمیشہ یاد رہے۔

کم عقلی و کم فکری:

اسی سلسلہ میں فرمایا کہ عقلوں میں تفاوت فطری ہوتا ہے۔ میں عقل کی کمی پر مواخذہ نہیں کرتا لیکن شکایت جو کچھ ہے وہ بیفکری کی ہے۔ لوگ فکر ہی سے کام نہیں لیتے۔ بے فکری پر مواخذہ ہے۔ اگر فکر سے کام لیں تو اول تو بہت کم غلطیاں ہوں اور اگر ہوں تو وہ ناگوار نہ ہوں کیونکہ جب میں کسی کے اندر فکر اور اہتمام محسوس کر لیتا ہوں تو پھر جو غلطی بوجہ کمی عقل کے ہوتی ہے اس میں اس کو میں معذور سمجھ لیتا ہوں لہٰذا ناگواری پیدا نہیں ہوتی گو تکلیف پہنچے۔ زیادہ اذیت تو بے فکری اور عدم اعتماد سے ہوتی ہے۔

ایک صاحب کی حاضری کا واقعہ:

(۳)......ایک صاحب بیعت کی غرض سے سفر کر کے تشریف لائے۔ فرمایا اس کے لئے سفر کی ضرورت نہ تھی۔ یہ معاملہ تو خط کے ذریعہ سے طے ہو سکتا تھا اور اب بھی خط ہی کے ذریعے طے ہوگا۔ لہٰذا آنا بیکار رہا۔ اگر مجھ سے پوچھ لیتے تو میں اس غرض کے لئے سفر کی ہرگز اجازت نہ دیتا۔ اب یہ غرض تو آپ کی پوری نہ ہوگی پھر یہاں رہنے کے متعلق کیا رائے

besturdubooks.wordpress.com

ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں ابھی کچھ دن ٹھہروں گا۔ فرمایا کس غرض سے؟ عرض کیا بزرگوں کی صحبت میں بیٹھنے سے فائدہ ہوتا ہے فرمایا کہ میں تو بزرگ نہیں۔ عرض کیا کہ میرے خیال میں تو آپ بزرگ ہیں فرمایا کہ مجھے سچا سمجھتے ہو یا جھوٹا کہا سچا۔ فرمایا تو بس میں کہتا ہوں کہ میں بزرگ نہیں ہوں۔ پھر انہوں نے کہا کہ عالم کی صحبت میں بیٹھنے سے فائدہ ہوتا ہے۔ اس پر بھی فرمایا کہ میں عالم بھی نہیں ہوں کیونکہ دو چار کتابیں درسیات کی پڑھ لینے سے کوئی عالم تھوڑا ہی ہو جاتا ہے۔ عالم تو ایسے ہوتے ہیں جیسے انور شاہ صاحب تھے یہ سن کر وہ صاحب چپ ہو گئے تو فرمایا کہ ٹھہرنے کی کوئی معقول غرض بتاؤ پھر بھی وہ صاحب خاموش رہے فرمایا کہ اگر خود کوئی معقول غرض نہیں بتا سکتے تو کسی سے پوچھ کر آؤ۔ وہ پھر بھی بیٹھے رہے تو فرمایا جاؤ کہ اٹھو کہنے کے خلاف نہیں کیا کرتے۔ چنانچہ وہ اُٹھ کر چلے گئے۔

پھر حاضرین مجلس سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ میں چاہتا ہوں حقیقتیں ظاہر ہوں لوگ رسم پرستی میں مبتلا ہیں۔ یہ کوئی بات مجھ سے کہنے کی تھی کہ آپ کو میں بزرگ سمجھتا ہوں اس لئے ٹھہروں گا۔ اگر اس غرض سے ٹھہرنے کی میں اجازت دے دوں تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ میں اپنے آپ کو واقعی بزرگ سمجھتا ہوں حالانکہ اول تو میں بزرگ نہیں اور اگر تھا بھی تو لوازم میں سے بزرگ ہونے کے یہ سمجھنا ہے کہ میں بزرگ نہیں ہوں۔ لیکن یہاں ایک کام کی بات بتاتا ہوں کہ اپنے کو بزرگ نہ سمجھنا تو بزرگ ہونے کے لئے ضروری ہے لیکن جو اپنے آپ کو بزرگ نہ سمجھے اس کا بزرگ ہونا ضروری نہیں۔ یعنی اپنے کو بزرگ نہ سمجھنا تو مستلزم نہیں ہے بزرگی کو لیکن بزرگی مستلزم ہے اپنے کو بزرگ نہ سمجھنے کو۔ بہت سے غیر بزرگ ایسے ہیں کہ اپنے کو بزرگ نہیں سمجھتے تو اس سے وہ بزرگ تھوڑا ہی ہو جاتے ہیں۔ اگر تم مجھے بزرگ سمجھتے ہو سمجھو مجھ سے کیوں کہتے ہوں۔ چاہے بزرگ سمجھو چاہے فاسق سمجھو مگر اطلاع کیوں کرو۔ اگر فاسق سمجھتے ہو سمجھو مگر اطلاع نہ کرو کیونکہ اس سے بھی اذیت ہوگی اسی طرح بزرگ سمجھتے ہو سمجھو مگر اس کی بھی اطلاع نہ کرو کیونکہ اس سے دوسری قسم کی اذیت ہوگی۔ سیدھی بات یہ کہنی چاہیے تھی کہ اس لئے ٹھہرنا چاہتا ہوں کہ کوئی کام کی بات کان میں پڑ جائے سو اس کے لئے نہ عالم ہونے کی ضرورت نہ بزرگ ہونے کی۔ بعض فساق فجار اور

besturdubooks.wordpress.com

جاہلوں سے بھی کام کی باتیں سننے میں آ جاتی ہیں چنانچہ ایک عامی جاہل شخص سے ایک ایسی بات میں نے سنی تھی جواب تک قلب میں نقش کئے ہوئے ہے۔

تحریکات کا زمانہ تھا۔ ریل کے سفر میں لوگوں میں کچھ اسی قسم کی گفتگو آپس میں ہو رہی تھی تو ایک شخص نے جو نہ عالم تھا نہ بزرگ خلاصہ کے طور پر کیا اچھی بات کہی کہ بھائی ہم تو یہ کہتے ہیں کہ ایک رہو اور نیک رہو یعنی متحد رہو اور حدود شرعیہ کے اندر رہو۔ سبحان اللہ کیسی اچھی بات کہی اور کیسے اچھے الفاظ میں کہی۔ بعد کو ان صاحب نے غالباً کسی سے سن کر یا از خود آ کر یہی عرض کیا کہ میں اس لئے ٹھہروں گا کہ کوئی کام کی بات کان میں پڑ جائے اس پر حضرت نے فرمایا کہ بس اب ٹھیک بات کہی شوق سے رہو۔

حضرتِ والا کا طریقِ اصلاح:

جامع عرض کرتا ہے کہ حضرت کا معمول ہے کہ ظہر کے بعد مجلس میں ڈاک کے خطوط کا جواب بھی تحریر فرماتے رہتے ہیں اور حسب ضرورت موقع بہ موقع حاضرین سے ملفوظات بھی فرماتے جاتے ہیں اور اگر کسی خط کا مفید مضمون ہوتا ہے تو بلا اظہار نام اس کو بھی سنا دیتے ہیں اور اس کا جواب بھی مع زبانی تفصیلات وتشریحات کے سنا دیتے ہیں چنانچہ ایک شخص نے لکھا کہ حضور کے زجر نے بڑا فائدہ دیا۔ یہ بھی سمجھ میں آ گیا کہ شہوت کا ہونا مرض نہیں بلکہ نہ ہونا مضر ہے اور ساتھ ہی حرص شہوت بھی کم ہوگئی۔ فرمایا کہ لوگ اخلاق کو لئے پھرتے ہیں دیکھئے جس کو وہ میری بداخلاقی سمجھتے ہیں اس میں یہ منافع ہیں۔ حقیقت بھی واضح ہوگئی اور جتنا حصہ اس شہوت کا مرض تھا وہ بھی زائل ہوگیا۔ اگر عرفی اخلاق برتے جاتے تو اس کی ایسی مثال ہوتی کہ ہاتھ میں مادہ فاسد پیدا ہوگیا لیکن صرف مرہم ہی لگاتے رہے مادہ اندر ہی اندر بڑھتا رہا حتیٰ کہ آخر میں ہاتھ ہی کاٹنا پڑا۔ شروع میں آپریشن کر دیا جاتا تو یہ نوبت نہ آتی کسی خاص موقع پر نرمی کے برتاؤ سے دین کا نقصان ہوا تو یہ ہاتھ پاؤں کٹنے سے بھی زیادہ ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ میں جیسا بھی ہوں سب کو معلوم ہو جائے۔ کسی کو دھوکہ نہ ہو۔ پھر جس کا جی چاہے رہے جس کا جی چاہے جائے۔ مجھ سے تو اب

besturdubooks.wordpress.com

اپنا طرز بدلا جاتا نہیں خاص کر جب میں نفع بھی دیکھ رہا ہوں اس طرز کا۔ اگر میں عرفی اخلاق برتوں تو اس میں مجھی کو راحت ہے مگر یہ خیانت ہے۔ طبیب ہو کر کوئی راحت ڈھونڈھے کہ کون نبض میں غور کرے کون کتابیں دیکھے تو وہ طبیب نہیں خائن ہے چور ہے ڈاکو ہے۔ میں تو لوگوں کی آنکھیں کھولنا چاہتا ہوں اس وقت چاہے ناگوار ہو لیکن خط و کتابت کر کے دیکھیں تھوڑے دن ہی میں کہیں گے۔

جزاک اللہ کہ چشمم باز کر دی ۔۔۔ مرا با جان جاں ہمراز کر دی

تجھے اللہ تعالیٰ جزا دے کہ تو نے میری آنکھ کھول دی، مجھے تو نے محبوب سے ہمراز کر دیا ہے۔

ایک گنوار کا واقعہ:

مولوی شبیر احمد کہتے تھے کہ موگہے میں ایک مشہور ڈاکٹر آنکھ بنانے والا ہے۔ اس کے پاس ایک گنوار آنکھ بنوانے آیا لیکن جب وہ آپریشن کے لئے لٹانے لگا تو وہ مارے ڈر کے بھاگا۔ اس نے نوکروں سے کہا کہ دیکھو جانے نہ پاوے لاؤ پکڑ کے۔ چنانچہ وہ زبردستی لایا گیا اور سب نے مل کر اسے لٹا دیا اور ہاتھ پاؤں پکڑ لئے۔ وہ بہت ہائے واویلا کرتا رہا لیکن ڈاکٹر نے فوراً آپریشن کر کے آنکھ بنادی۔ پھر تو بڑا خوش تھا۔ دعائیں دیتا تھا۔ تکلیف بھی کچھ ایسی نہ ہوئی اور آنکھ بن گئی۔

والد صاحب کی انگلی کا واقعہ:

والد صاحب کی اُنگلی پک گئی تھی۔ ڈاکٹر نے کہا کہ نشتر لگے گا لیکن والد صاحب نے نشتر کی اجازت نہ دی کہا کہ اور کچھ تدبیر کرو۔ اس نے کہا کہ اچھا میں دیکھ لوں۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ اتنے میں شاید ایک بہلی آتی ہوئی نظر پڑی۔ والد صاحب اکثر بہلی میں سفر کیا کرتے تھے۔ شاید ریاست کی بہلی آ رہی تھی۔ ڈاکٹر نے بہلی کی طرف والد صاحب کو متوجہ کر کے پوچھا کہ کیا یہ ریاست سے آ رہی ہے۔ والد صاحب نے ادھر دیکھا اور ادھر اس نے نشتر دے دیا۔ والد صاحب کو خبر بھی نہ ہوئی۔ دیکھا تو انگلی سے خون بہہ رہا ہے۔ کہا یہ کیا۔ ڈاکٹر بولا کہ میں نے نشتر دے دیا۔ اس سے آپ کو کیا مطلب۔ آپ کو تو کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ والد صاحب خوش ہو گئے۔

besturdubooks.wordpress.com

حافظ غلام مرتضٰی صاحبؒ کا واقعہ:

خوش ہونے پر یاد آیا حافظ غلام مرتضٰے صاحب مجذوب نے میرے نانا صاحب کی کیفیت ذوق وشوق کی سلب کر لی تھی۔ نانی صاحبہ نے شکایت کی تھی کہ یہ ذکر وشغل میں بال بچوں سے بالکل بے پرواہ ہو گئے ہیں۔ نان ونفقہ کی بھی کچھ فکر نہیں۔ نانا صاحب پر ایک خاص کیفیت ذکر وشغل سے طاری ہو گئی تھی جس سے یہ حالت ہو گئی تھی۔ حافظ صاحب نے فوراً توجہ کی اور وہ ساری کیفیت سلب کر لی۔ گو نانا صاحب حافظ صاحب کے بہت معتقد تھے لیکن اس کا ان کو اس قدر صدمہ ہوا کہ برا بھلا کہنے لگے۔ چلائے کہ ڈاکو ہے لٹیرا ہے ہائے مجھے لوٹ لیا۔ برباد کر دیا۔ مگر حافظ صاحب اپنا کام کر کے چل دیئے۔ تھوڑے دن تو نانا صاحب کو اس سلب کیفیت کا بہت قلق رہا کیونکہ اگر کیفیات میں ذرا سا بھی تغیر ہوتا ہے تو سالک کو بے حد شاق ہوتا ہے۔

بردل سالک ہزاراں غم بود　　　　گرزِ باغِ دل خلالے کم بود

سالک کے دل پر ہزاروں غم ہوتے ہیں، اگرچہ دل کی خوشی میں کمی کم ہی ہوتی ہے۔

اگر ایک تنکا بھی کم ہو جاتا ہے تو ٹکریں مار مار کر سر پھوڑ ڈالنے کو جی چاہتا ہے۔ کچھ دن تو نانا صاحب کو اس فقدان کیفیت سے بڑا اضطراب رہا لیکن پھر رفتہ رفتہ سکون ہو گیا اور معاش میں مشغول ہو گئے۔ ویسے تھے متقی۔ جب نانا صاحب کا انتقال ہونے لگا تو حافظ صاحب یکا یک آ موجود ہوئے اور سیدھے بستر مرگ کے پاس پہنچ کر نانا صاحب سے کہا نجابت علی میری طرف دیکھ بس ان کا دیکھنا تھا کہ وہی کیفیت پھر عود آئی۔ اس کیفیت کا جس کو سلب کر لیا تھا پھر اعادہ ہو گیا۔ اسی غرض سے تشریف لائے تھے۔ پھر تو نانا صاحب نے بڑی دعائیں دیں باغ باغ ہو گئے اس کے بعد یہ فرمایا کہ اس وقت میرے سامنے دو شانیں ہیں جلالی اور جمالی کسی نے کہا خاموش ہو جایئے۔ ایسی باتیں ظاہر نہیں کی جاتیں پھر کچھ نہیں کہا خاموش ہو گئے۔ یہ میں نے والد صاحب سے سنا۔ پھر گھر کے سب عزیزوں کو بلا کر ایک ایک سے ملے اور سب سے باقاعدہ رخصت ہو کر بولے کہ بس اب ہم مرتے ہیں۔ یہ کہہ کر چادرہ سر سے پاؤں تک اوڑھ لیا۔ سب رونے لگے۔ رونے کی آواز سنی تو چادرہ منہ سے ہٹا کر خفگی کے لہجہ میں کہا کہ ظالم مرنے بھی نہیں دیتے۔ اس پر سب خاموش ہو گئے پھر منہ ڈھانک لیا۔ کچھ

besturdubooks.wordpress.com

دیر کے بعد چادرہ اٹھا کر گھر والوں نے دیکھا تو انتقال کر چکے تھے۔ یہ واقعہ ہوا۔

ایسے مجذوب بہت کم سنے ہیں جیسے حافظ غلام مرتضٰے صاحب تھے۔ انہی کی دعا سے میں پیدا ہوا تھا۔ کپڑے نہیں پہنتے تھے۔ صرف ایک کمبل اوڑھے رہتے تھے لیکن کبھی کسی نے لیٹے ہوئے بھی ننگا نہیں دیکھا۔ بزرگوں سے مجذوبوں کی تعریف بہت کم سنی ہے لیکن ان کی تعریف میں نے خود حضرت حاجی صاحب سے سنی ہے۔ فرماتے تھے کہ حافظ صاحب نے مجھے بشارت دی تھی کہ تم پر وحدۃ الوجود خوب مکشوف ہوگا۔ فرماتے تھے کہ جس زمانہ میں یہ بشارت دی تھی مجھے یہ بھی معلوم نہ تھا کہ وحدۃ الوجود کہتے کس کو ہیں۔ پھر تو ایسا انکشاف ہوا کہ واقعی جب حضرت اس مسئلہ کی تقریر فرماتے تھے یوں معلوم ہوتا تھا کہ دیکھ کر کہہ رہے ہیں۔ حضرت مولانا گنگوہیؒ نے جن کو ناواقف لوگ اہل ظاہر سمجھتے تھے میرے سامنے فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب اس مسئلہ کے متعلق یہ فرماتے تھے کہ یہ مسئلہ عقلی بھی ہے اور کشفی بھی ہے اور میں اس سے بھی بڑھ کر یہ کہتا ہوں کہ بدیہی بھی ہے اور حسّی بھی ہے۔ اتنا انکشاف تھا مولانا کو اس مسئلہ کا کہ حضرت حاجی صاحب کے بھی ارشاد سے ترقی کر کے فرمایا کہ یہ مسئلہ بدیہی بھی ہے اور حسّی بھی ہے۔

جادو سے حفاظت کا تعویذ:

(۴)...... ایک صاحب نے ایک صاحب کے لئے سحر سے حفاظت کا تعویذ مانگا۔ فرمایا کہ میں لکھے تو دیتا ہوں لیکن میں عامل نہیں ہوں۔ مولوی اصغر حسین صاحب سے وہ بھی کچھ پوچھ لیں۔ وہ عامل ہیں۔ دیکھئے تلوار فن دان ہی کے ہاتھ سے کاٹ کرتی ہے۔ اناڑی کے ہاتھ سے کاٹ نہیں کرتی۔ حالانکہ تلوار وہی ہے لیکن ایک کے ہاتھ سے کاٹ کرتی ہے ایک کے ہاتھ سے نہیں کرتی۔

جیسی ضرورت ویسے اخلاق:

(۵)...... ایک صاحب نووارد تھے۔ ان سے حسب معمول ضروری باتیں مثلاً نام شغل وغیرہ پوچھ کر سفر کی غرض دریافت کی۔ کہا فیض زیارت۔ تھوڑی دیر بعد کہنے لگے کہ ایک بات بھی کہنی ہے فرمایا کہ اب میں نہیں سنتا پہلے بیفکر کر دیا اب پھر کچھ شروع کر دیا اچھا

besturdubooks.wordpress.com

یہ بتلاؤ کہ جب میں نے پوچھا تھا اسی وقت کیوں نہیں کہہ دیا۔ کہا بھول گیا تھا۔ فرمایا بھول گئے تھے تو بس بھول ہی میں رہو۔ جب ایک بات کہنے کی نیت کر کے گھر سے چلے تھے پھر بھولنا کیسا۔ مگر بس وہی رسم پرستی کہ ایک دم سے سب باتیں کیسے کہہ دیں۔ بس لوگ مجھے اپنا تابع بنانا چاہتے ہیں۔ میں بھلا کیسے ان کا تابع بن جاؤں۔ جو طبیب مریض کا تابع بن جائے وہ طبیب نہیں ڈاکو ہے۔ اس طبیب کی مثال پر حکایت بیان کی کہ حضرت مولانا اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ جب لکھنؤ تشریف لے گئے تو جن صاحب کے یہاں ٹھہرے تھے وہ امراء شاہی سے تھے بادشاہ نے ان سے کہا کہ مولانا سے کہو یہاں وعظ فرمائیں وہ جانتے تھے کہ مولانا صاف صاف سنائیں گے اس لئے ٹالتے تھے جب اصرار بڑھا تو انہوں نے مولانا سے عرض کیا اور ساتھ ہی یہ بھی عرض کیا کہ حضرت یہاں شیعوں کی سلطنت ہے۔ کوئی بات ایسی وعظ میں نہ فرمایئے گا جو کھلم کھلا شیعوں کے خلاف ہو اور نواب صاحب کو ناگوار ہو۔ مولانا نے ان کو اطمینان دلایا کہ نہیں بے موقع کوئی بات نہ کہی جائے گی۔ غرض ان کو مطمئن کر دیا لیکن جب ممبر پر وعظ کہنے بیٹھے تو سب سے پہلے یہ فرمایا کہ صاحبو وعظ ایک مطب ہے اور علماء طبیب ہیں طبیب پر لازم ہے کہ مرض کے موافق نسخہ دے میں دیکھتا ہوں کہ ہمارے نواب صاحب کو تو مرض ہے رفض کا اور ہمارے فلانے کرم فرما یہ فرمائش کرتے ہیں کہ کوئی بات رفض کے خلاف نہ کہی جائے۔ یہ کہہ کر ان صاحب کو الزام سے بری بھی کر دیا پھر فرمایا کہ جیسا مرض ویسا علاج۔ پھر شیعوں کا خوب ہی رد کیا۔ تو جیسے فرمائشی علاج نہیں ہوسکتا بلکہ جیسا مرض ویسا علاج اسی طرح فرمائشی اخلاق بھی نہیں ہوسکتے جیسی ضرورت ویسے اخلاق۔ یہ تو نہیں ہوسکتا کہ ہر شخص کے ساتھ نرمی ہی برتی جائے گو مضر ہی ہو۔

پھر ایک خط کا مضمون پڑھ کر سنایا اور جو اس کا جواب حضرت نے تحریر فرمایا تھا وہ بھی سنایا۔ اور فرمایا کہ یہ جواب ان کی مرضی کے موافق تو نہ ہوگا لیکن ان کے مرض کے موافق ہوگا۔ یہاں سے جو کسی کے خط کا جواب جاتا ہے وہ مرضی کے موافق نہیں ہوتا مرض کے موافق ہوتا ہے۔

درود شریف میں ''سیدنا'' کا لفظ کہنا:

(۶)......درود شریف میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک کے قبل لفظ

besturdubooks.wordpress.com

سید بڑھانے کا ذکر تھا۔ فرمایا کہ حضرات علماء سے دونوں ثابت ہیں سید کہنا بھی اور نہ کہنا بھی۔ ایک میں یعنی بڑھانے میں کمال محبت ہے اور ایک میں یعنی نہ بڑھانے میں کمال متابعت۔ کیونکہ شارع سے منقول نہیں۔ اپنا اپنا ذوق ہے اگر کوئی حدیث کی بناء پر کہ اس میں لفظ سید نہیں آیا سید نہ کہے تو کمال متابعت ہے اور اگر کوئی کہے تو یہ کمال ادب ہے۔ اس پر ایک واقعہ یاد آیا۔ حضرت مولانا گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ نے جب حضرت حاجی صاحب سے بیعت کی تو جب حضرت نے فرمایا کہ کہو بیعت کی میں نے امداد اللہ سے تو مولانا نے حضرت حاجی صاحب کا نہایت ادب کے ساتھ نام لیا اور کہا بیعت کی میں نے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب سے۔ اس پر حضرت حاجی صاحب بہت خوش ہوئے اور فرمایا بس تم نے حقیقت کو سمجھا ورنہ سب مریدوں نے صرف نام ہی لیا تو مولانا نے حضرت کا نام ہی نہیں لیا بلکہ اپنی طرف سے ادب کے کلمات بھی بڑھائے۔ جس سے حضرت خوش ہوئے اور یہ جو فرمایا کہ تم نے حقیقت کو سمجھا اس کا مطلب یہ تھا کہ جن کو اب تک میں نے مرید کیا انہوں نے بس جس طرح میں نے اپنا نام لیا بعینہ اسی طرح دہرایا حالانکہ ان کو تو چاہیے تھا کہ ادب کرتے کیونکہ میں تو اپنے نام کو ادب سے لے نہیں سکتا تھا بس جس مسئلہ کا ذکر ہے اسی کی نظیر ہے یہ واقعہ۔

صوفیۂ کرام کے یہاں سب طریقوں کی گنجائش ہے کسی پر تنگی نہیں۔ گو خواہ ادب میں سب سے بڑھے ہوئے ہیں مگر دوسروں پر بھی نکیر نہیں کرتے۔ سب کے ساتھ حسن ظن رکھتے ہیں۔ اگر کوئی درود شریف میں لفظ سید نہیں بڑھاتا اس کو بھی محمول کرتے ہیں کمال متابعت پر۔ اسی طرح ان کے یہاں کا مسلم مسئلہ ہے کہ طریق الوصول الی اللہ تعالیٰ بعد الانفاس الخلائق۔ یعنی وصول کے بے شمار طریق ہیں غرض جتنی گنجائش کی صورتیں نکل سکتی ہیں نکالتے ہیں۔ اور سب کیساتھ حسن ظن رکھتے ہیں۔...... اور ان میں حسن ظن اتنا بڑھا ہوا ہے کہ۔

ایک صوفی کے قول کی توجیہ:

میں نے ایک بار ایک صوفی کا قول ایک کتاب میں دیکھا کہ اس نے اپنے پیر سے کسی بات کے جواب میں کہا کہ میں کیا جانوں اللہ کو میں تو تمہیں جانتا ہوں۔ میں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے پاس غصہ میں بھرا ہوا پہنچا اور عرض کیا حضرت

besturdubooks.wordpress.com

ایسے ایسے جاہل صوفی ہونے لگے ہیں کہ یہ جواب دیا اپنے پیر کو۔ حضرت ہنسنے لگے اور فرمایا کہ بھائی اس نے یہی تو کہا کہ میں کیا جانوں اللہ کو۔ تو کیا تم جانتے ہو اللہ کو؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت واقعی پوری کُنہ تو اللہ تعالیٰ کی کوئی نہیں جانتا۔ فرمایا کہ بس یہی کیوں نہ سمجھو کہ اس کا بھی یہی مطلب تھا۔ یعنی تمہارے سامنے تو اس نے نہیں کہا۔ بے ادبی کے لہجہ سے اگر کہا جائے تو اس کا اور حکم ہے اور اگر عجز و نیاز کے لہجہ سے کہا جائے تو اس کا اور حکم ہے۔ سبحان اللہ یہ لوگ ہیں صوفی۔ کسی پر بدگمانی نہیں۔

مولانا شیخ محمدؒ کا واقعہ:

مولانا شیخ محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک بار چرتھاول تشریف لے گئے تو ایک بے نمازی بھی مولانا کی وجہ سے مسجد میں نماز پڑھنے آئے۔ کیونکہ مسلمانوں کو اہل اللہ سے ضرور محبت ہوتی ہے خواہ وہ خود کیسے ہی ہوں فاسقوں اور فاجروں کو بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ ایک بے نمازی بھی آ گئے۔ لوگوں نے انہیں بتانا شروع کیا کہ اخاہ آپ کہاں بھولے سے آ گئے۔ یہاں تک کہ بے چارے شرمندہ ہونے لگے۔ حتیٰ کہ مولانا سے بھی انہی کے سامنے لوگوں نے شکایت کی کہ یہ نماز نہیں پڑھتے۔ مولانا نے فرمایا کہ یہ کیسے معلوم ہوا کہ نہیں پڑھتے۔ لوگوں نے کہا کہ کبھی کسی نے پڑھتے نہیں دیکھا فرمایا کہ ممکن ہے گھر میں پڑھ لیتے ہوں اور اگر کہا جائے کہ تارک جماعت ہیں تو ممکن ہے کہ کوئی عذر ہو۔ تارک جماعت ہونے سے یہ تو لازم نہیں آتا کہ تارک صلوٰۃ ہیں یا بلا عذر تارک جماعت ہیں یہ کیسے کہہ دیا۔ اب اس شخص کا بیان ہے کہ میں نے اسی وقت سے توبہ کر لی اور عمر بھر کے لئے نمازی ہو گیا۔ بس اس سے غیرت آئی کہ میں تو ایسا نالائق اور ان کو مجھ سے نفرت نہیں۔ بس اس سے حالت درست گئی۔ تو دیکھئے فساق فجار سے بھی حسن ظن کا معاملہ کیا۔ یہی نرمی اگر خوشامد کی نیت سے کی جائے تو برکت نہیں ہوتی اور اگر اچھی نیت سے کی جائے تو برکت ہوتی ہے۔

مولانا مظفر حسینؒ کا واقعہ:

مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلویؒ نے بھی ایک بار ایسا ہی کیا۔ مسجد میں ایک

besturdubooks.wordpress.com

پہلوان نہانے کے لئے آیا۔ اس کو نہانے کی حاجت تھی اور نماز پڑھتا نہ تھا۔ مؤذن نے برا بھلا کہنا شروع کیا کہ یہ نالائق خبیث مسجد کو گندہ کرنے کے لیے آجاتے ہیں۔ نہ نماز کے نہ روزہ کے۔ اور یہاں آکے ناپاکی اتارتے ہیں۔ برتنوں کو ناپاک کرتے ہیں مولانا بھی اس وقت وہاں موجود تھے۔ انہوں نے مؤذن کو ڈانٹا کہ تم کو کیا حق ہے روکنے کا۔ مسجد میں سب کا حق ہے۔ مسجد کے برتنوں میں بھی سب کا حق ہے۔ تمہیں کسی کو روکنے کا کیا حق ہے۔ بعد کو خود اس پہلوان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا لاؤ میں پانی بھر دوں وہ بڑا شرمندہ ہوا۔ بھلا وہ کیوں مانتا مگر مولانا اپنی طرف سے اس کے لئے پانی بھرنے کے لئے بھی تیار تھے۔ پھر فرمایا بھائی تم پہلوان ہو۔ پہلوانی کہاں سیکھی۔ تمہارا کون اُستاد ہے۔ کہاں کہاں کشتیاں کیں۔ کہاں کہاں جیتے۔ غرض اس کے مذاق کے موافق باتیں فرماتے رہے۔ جب اس کا دل کھل گیا تو پھر فرمایا کہ بھائی ہمیں تم سے محبت ہوگئی ہے کیسا بدن خوبصورت اور گٹھا ہوا ہے۔ یہ معلوم کر کے کہ تم نے بڑی بڑی کشتیاں ماری ہیں اور بھی محبت بڑھ گئی ہے مگر آدمی کو چاہیے کہ شیطان کو پچھاڑے۔ اب تم شیطان کو پچھاڑو۔ نماز پڑھا کرو غرض اس طرح باتیں کیں کہ اس نے توبہ کی اور اسی وقت سے پکا نمازی ہوگیا۔

قادر بخش خان کا نمازی بننا:

ایک بار مولانا نے اس سے بھی زیادہ کمال کیا۔ پکی گڈھی میں ایک بڑے زمیندار قادر بخش خاں تھے۔ بہت سے گاؤں کے زمیندار تھے مگر سب مہر میں جاتے رہے اور اب ان کے پوتے صرف آٹھ دس روپیہ ماہوار کے نوکر ہیں سمن پہنچانے کے کام پر ہیں۔ اور وہ اتنے بڑے رئیس تھے۔ اس زیادتی مہر ہی کی بدولت ہمارے آس پاس کے پٹھان تباہ ہوئے ہیں۔ ورنہ پہلے بہت بڑے بڑے رئیس تھے۔ یہاں بھی پہلے بہت بڑے بڑے مہر ہوتے تھے اب غنیمت ہے اڑھائی ہزار پر آگئے ہیں۔ میں نے تو اپنے بھانجوں کا گیارہ سو مہر مقرر کرایا۔ یہ حساب سے حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کے مہر کی برابر ہوتا ہے کچھ کسر کا فرق ہے۔ اس کا دینا بھی آسان اور اگر عورت معاف کرے تو دل بھی نہ دکھے۔

غرض قادر بخش خاں اس شان کے رئیس تھے کہ ڈاڑھی بھی چڑھانا بانکے ترچھے رہنا

besturdubooks.wordpress.com

آن بان سے رہنا ان کا شعار تھا۔ نماز نہ پڑھتے تھے۔ مولانا مظفر حسین صاحب جب گڈھی تشریف لے گئے تو لوگوں نے کہا کہ ہم تو جب جانیں جب قادر بخش سے نماز پڑھوادیں۔ فرمایا اچھا بھائی جاتا ہوں اور اللہ پر توکل کر کے پہنچے۔ انہوں نے بہت تعظیم وتکریم کی فرمایا میں زیادہ نہیں ٹھہروں گا اور بلا کسی تمہید کے فرمایا کہ اگر آپ برا نہ مانیں تو میں ایک بات آپ سے پوچھوں۔ انہوں نے عرض کیا حضرت ضرور۔ فرمایا آپ نماز کیوں نہیں پڑھتے۔ عرض کیا حضرت سچ کہہ دوں۔ بات یہ ہے کہ میرا بھی جی تو چاہتا ہے کہ نماز پڑھوں لیکن مجھے ڈاڑھی چڑھانے کا شوق ہے اور وضو کرنے میں وہ اتارنا پڑتی ہے پھر وہ گھنٹوں میں چڑھتی ہے۔ اب تو بس صبح کو چڑھالی اور پھر شام تک کے لئے فارغ۔ اگر نماز پڑھوں تو دن میں پانچ وقت چڑھائی پڑے۔ بڑی دقت کرنی پڑے اور بڑا وقت صرف ہو۔ مولانا نے فرمایا اور اگر بلا وضو نماز پڑھنے کی اجازت مل جائے۔ عرض کیا اجی پھر کیا زحمت ہے لیکن سنا ہے بلا وضو نماز پڑھنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔ فرمایا میاں کفر ایسا سستا تھوڑا ہی ہے۔ اس کو میں جانوں۔ میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ بلا وضو ہی نماز پڑھ لیا کرو مگر بھائی شرط یہ ہے کہ مسجد میں پڑھو اور جماعت کے ساتھ پڑھو۔

پرانے لوگ ہوتے تھے آن کے پختہ اور وعدہ کے سچے۔ اب تو متقی بھی ایسے نہیں۔ بس مولانا تو چل دیئے پھونک مار کر اور یہاں آگ سلگنی شروع ہوئی۔ خبر نہیں کہ کوئی نماز بے وضو پڑھی یا نہیں۔ غرض پڑھنے کے بعد یا پہلے خاں صاحب کو خود بخود خیال پیدا ہوا کہ اجی چاہے کفر نہ ہو (کیونکہ کفر جب ہے جب استخفاف سے ہو اور یہاں اس کا احتمال ہی نہ تھا۔ البتہ معصیت ضرور ہے وہ بھی جب کہ نماز کی نیت ہو ورنہ محض تشبہ بالصلوٰۃ معصیت بھی نہ ہوتی اور ممکن ہے کہ ایسا شخص غایت خوش فہمی سے صرف نماز کی نقل ہی کرتا اور اگر نماز ہی کے قصد سے پڑھتا تو یہ امر اجتہادی ہے مشابہ تداوی بالحرام کے کہ ایک مصلح کی رائے میں گنجائش ہو سکتی ہے گو احقر کو اس میں کلام ہے مگر کسی مصلح پر اعتراض میں مبادرت نہ چاہیے بہر حال ان کو خیال ہوا کہ گو یہ کفر نہ ہو) لیکن بے وضو بھلا نماز کیسے ہوگی۔ یہ مولانا کی رحمت وشفقت تھی کہ میری دقت کو سن کر اجازت دے دی۔ مجھے راہ پر لگانا مقصود تھا۔ ورنہ یہ تو میں بھی جانتا ہوں کہ بلا وضو کے نماز نہیں

besturdubooks.wordpress.com

ہوتی۔ اتنا تو جاہل میں بھی نہیں جو ایسا کھلا مسئلہ بھی نہ معلوم ہو۔ مگر اب کیا کرتے سوچا کہ مولانا سے تو وعدہ کرلیا ہے۔ اب یہ تو ہو نہیں سکتا کہ نہ پڑھوں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ بے وضو نماز ہوتی نہیں۔ لہٰذا وضو کرنا چاہیے اور نماز پڑھنی چاہیے۔ چنانچہ وضو کر کے پھر ڈاڑھی چڑھالی اور نماز پڑھی۔ اسی طرح دو تین دن کیا۔ پھر سوچے کہ میاں یہ تو بڑا جھگڑا ہے بس ڈاڑھی ہی کو چھوڑ دو۔ چنانچہ چھوڑ دیا بس ہو گئے نمازی اور ڈاڑھی چڑھانا بھی چھوڑ دیا۔

بزرگوں کی باتیں:

بزرگوں کی باتوں کو کوئی کیا جانے۔ وہ اجازت نہیں تھی راہ پر لگا گئے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے اپنے نورِ باطن سے کہ اس کی نوبت ہی نہ آئے گی۔ مصلح کو تدبیر اور ترتیب اصلاح کا حق ہے۔ اگر ایسا نہ کرتے تو راہ پر لانا مشکل تھا خود حضور کی خدمت میں بنی ثقیف کا ایک وفد آیا اور عرض کیا کہ ہم لوگ اسلام لانے کے لئے تیار ہیں مگر دو شرطیں ہیں ایک تو ہم زکوٰۃ نہیں دیں گے اور دوسرے جہاد میں شریک نہ ہوں گے۔ فرمایا منظور۔ دیکھئے ایسی ایسی شرطیں بھی قبول کرلیں جو خلاف اسلام تھیں۔ اب دیکھئے یہ تو خود حضور کا فعل ہے۔ کسی عالم کا فعل نہیں۔ عالم پر تو اعتراض بھی ہو سکتا ہے لیکن حضور پر کون اعتراض کر سکتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ حضور یہ کیسا اسلام ہے کہ نہ جہاد نہ زکوٰۃ۔ فرمایا میاں اسلام میں آنے تو دو پھر سب کچھ کریں گے۔ زکوٰۃ بھی دیں گے جہاد بھی کریں گے۔ ایمان کی برکت سے ایک نور قلب میں پیدا ہوگا جس سے سب اعمال واجبہ کی توفیق ہو جائے گی۔ تو دیکھئے حضور نے اس وقت سختی نہیں فرمائی۔

اور لیجئے۔ ایک بی بی کو حضور نے نوحہ سے توبہ کرائی تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک نوحہ میرے اوپر قرض چڑھا ہوا ہے۔ اسے اتارنے کی اجازت دے دیجئے پھر توبہ کرلوں گی۔ اور پھر کبھی نوحہ نہ کروں گی۔ کوئی عورت ان کے کسی عزیز کے مرنے پر آ کر روئی ہوگی۔ اس کے بدلہ میں رونے کی اجازت چاہی۔ حضور نے اجازت مرحمت فرمادی لیکن جب وہ اٹھ کر چلی گئیں تو راستہ ہی سے لوٹ آئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی

besturdubooks.wordpress.com

اللہ علیہ وسلم میں اس سے بھی توبہ کرتی ہوں۔ دیکھئے حضور نے تو ایک نوحہ کی مصلحت اجازت دے دی لیکن اس اجازت کی یہ برکت ہوئی کہ خود اس کے دل میں اس فعل سے نفرت پیدا ہوگئی اور باوجود اجازت کے بھی دل نہ چاہا کہ ایک بار بھی اس معصیت کا ارتکاب کرے۔ تو اگر حضور کے غلاموں کو بھی اجازت پر عمل نہ کرنے کا گمان غالب ہو اور اس بناء پر اجازت دے دیں تو ان پر کیا اعتراض ہوسکتا ہے کیونکہ ایسی صورت میں وہ اجازت نہ ہوگی بلکہ وہ محض لفظ ہی لفظ ہوں گے اس پر اعتراض ہی کیا۔

واقعی کاملین کی حالت کو پہچاننا بڑا مشکل ہے اسی لئے مولانا فرماتے ہیں ؎

درنیابد حال پختہ ہیچ خام　　پس سخن کوتاہ باید والسلام

کوئی کچا آدمی پختہ کے حال کو نہیں پاسکتا، لہٰذا بات مختصر ہوئی اور السلام علیکم)

مولانا نے کئی جگہ اس مضمون کو فرمایا ہے ؎

گرخضر در بحر کشتی را شکست　　صد درستی در شکست خضر ہست

(اگر حضرت خضرؑ نے دریا میں کشتی کو توڑ دیا ہے، تو حضرت خضرؑ کے توڑنے میں سو درستی ہے)

آں پسر راکش خضر ببرید حلق　　درنیابد سرآں را عام خلق

وہ لڑکا جس کا حضرت خضرؑ نے گلا کاٹ دیا، عام مخلوض اس کے راز کو نہیں سمجھ سکتی۔

چوں گزیدی پیر نازک دل مباش　　سست وریزندہ چو آب وگل مباش

جب تو نے پیر بنالیا ہے تو دل کا کمزور نہ بن، کیچڑ کی طرح سست اور گرنے والا نہ ہو

صبر کن درکارِ خضر اے بے نفاق　　تانہ گوید خضر رو ہذا فراق

اے مخلص حضرت خضرؑ کے کام میں صبر کر، تاکہ حضرت خضرؑ یہ نہ کہیں کہ تم جاؤ یہ جدائی کا وقت ہے۔

تو واقع میں وہ امور خلاف شرع نہیں ہوتے بلکہ ہماری سمجھ میں نہیں آتے۔

دہلی کے ایک بزرگ کا واقعہ:

مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک حکایت بیان فرماتے تھے کہ دہلی میں ایک بزرگ تھے۔ وہ ایک روز سرراہ بیٹھے ہوئے یہ کہہ رہے تھے کہ نہ میں تیرا بندہ نہ تو میرا

besturdubooks.wordpress.com

خدا۔ لوگ سن سن کر لعنت بھیجتے تھے اور کہتے تھے کہ افسوس ایسا بزرگ کافر ہو گیا۔ کسی نے قاضی تک پہنچایا۔ انہوں نے بلا کر پوچھا کہ آپ یہ کس سے خطاب کر رہے ہیں۔ اس سوال پر وہ ہنسے اور کہا خیر الحمدللہ دہلی میں ایک کو تو عقل ہے۔ بس ایک تم نے یہ سوال کیا۔ باقی سب احمقوں نے خواہ مخواہ اپنی طرف سے یہ سمجھ کر کہ میں نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ سے خطاب کر رہا ہوں کفر کا فتویٰ لگا دیا۔ لاحول ولاقوۃ کہیں، اللہ تعالیٰ سے میں ایسا بیہودہ خطاب کر سکتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ میرا نفس آج صبح سے تقاضہ کر رہا ہے کہ ہم کھیر کھائیں گے اس سے میں کہہ رہا ہوں کہ میں کیوں تیرا کہنا مانوں نہ میں تیرا بندہ نہ تو میرا خدا۔ میں تو اس کو جواب دے رہا ہوں اور لوگوں نے اپنی طرف سے سمجھ لیا کہ میں نعوذ باللہ خدا سے کہہ رہا ہوں۔

بزرگوں کے اقوال وافعال میں تاویل:

مگر تفصیل یہ ہے کہ سب کے اقوال و افعال کی تاویل کی اجازت نہیں۔ تاویل یا سکوت وہاں ہے جہاں شاذ و نادر ایسے اقوال و افعال صادر ہوں اور غالب حالت صلاح کی ہو اور جہاں ایسے ہی منکرات کا غلبہ ہو اور اس کا ہر قول و فعل محتاج تاویل ہو اس سے تعلق تو چھوڑ دینا واجب ہے۔ لیکن اس میں پھر ایک تفصیل ہے وہ یہ کہ اگر اس زمانہ کے بزرگ اس کے ساتھ ادب کا معاملہ کرتے ہوں تو باوجود تعلق نہ رکھنے کے اعتراض نہ کرے ورنہ اس پر نکیر واجب ہے۔ باقی ہر حال میں چھوڑ دے کیونکہ اگر تعلق رکھے گا تو دل تنگ رہے گا اور نفع ہوتا ہے انشراح سے اور اگر ہر حال میں تاویل ایسی ہی سستی ہو تو ہندوؤں کی بت پرستی کی بھی تاویل ہو سکتی ہے کہ وحدۃ الوجود کے غلبہ میں بتوں کو پوجنے لگے ہیں لہٰذا ان سے بھی تعرض نہ کیا جائے اگر ایسا کیا جائے تو دین میں نہ جہاد رہے گا نہ حدود و احکام رہیں گے۔ پس تاویل کا یہ مطلب نہیں بلکہ اگر صلاح غالب ہو اور شاذ و نادر کبھی ایسی باتیں سرزد ہو جائیں تو ان کی تاویل کرنی چاہیے۔

حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کا واقعہ:

مثلاً حضرت ابراہیم ابن ادہم رحمتہ اللہ علیہ کا واقعہ ہے۔ وہ سلطنت چھوڑ کر مکہ معظمہ

besturdubooks.wordpress.com

چلے گئے۔ اپنے ایک بچے کو وہیں چھوڑ گئے تھے ان کی قبر بھی مکہ معظمہ میں ہے (شیخ محمود کے نام سے مشہور ہیں) وہ بڑے ہو کر حج کو چلے۔ خیال تھا کہ اپنے باپ کو بھی تلاش کریں گے وہ طواف کرنے گئے تو حضرت ابراہیم ابن ادہم بھی طواف کر رہے تھے مگر ایک نے دوسرے کو پہچانا نہیں کیونکہ حضرت ابراہیم ان کے بچپن ہی میں ہجرت کر کے اور ان کو چھوڑ کر چلے آئے تھے۔ وہ حسین جمیل بھی تھے شہزادے بھی تھے۔ شاہانہ لباس میں اور بھی اچھے معلوم ہوتے تھے۔ حضرت ابراہیم کو قدرتی طور پر ان کی طرف کشش ہوئی بار بار ان کی طرف نظر کرتے تھے۔ یہ دیکھ کر معتقدین سمجھے کو آج شیخ کو لغزش ہوئی۔ اس نوجوان کی طرف بار بار دیکھتے ہیں۔ غرض بدگمانی ہوئی۔ یہ کسے خبر تھی کہ بیٹے ہیں۔ اب چاہے شیخ کو مکشوف ہو گیا ہو کہ یہ میرا بیٹا ہے یا مکشوف نہ بھی ہوا ہو تو چونکہ محل تھا حلال اللہ تعالیٰ نے حفاظت کی ہونیت کی۔ غرض بعد طواف جب ملے تو معلوم ہوا کہ بیٹے ہیں۔ سب سے اول دریافت فرمایا کہ تمہارا دین کیا ہے۔ انہوں نے کہا اسلام فرمایا۔ الحمدللہ پھر پوچھا قرآن پڑھا ہے حدیث پڑھی ہے فقہ پڑھا ہے سب کا جواب اثبات میں ملا تو بہت خوش ہوئے۔ معلوم ہوا کہ متقی شخص ہے۔ پھر تو سینہ سے لگا یا دعائیں دیں ورنہ اگر کوئی بات خلاف شرع یا خلاف طبع مثلاً وضع قطع وغیرہ دیکھتے تو رخ بھی نہ کرتے۔ تو بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ فعل مباح سے بھی اوروں کو شبہ ہو جاتا ہے چنانچہ حضرت ابراہیم ابن ادہم پر ان کے معتقدین کو شبہ ہو گیا کہ ایک حسین نوجوان کی طرف کیوں دیکھ رہے ہیں۔ حالانکہ ان کو ایسا شبہ نہ کرنا چاہیے تھا کیونکہ اباحت کا محل بہت قریب تھا۔

پیر کیلئے احتیاط کرنے کا حکم:

یہ تو مرید کے لئے حکم ہے اور پیر پر بھی واجب ہے کہ بلا ضرورت کوئی ایسا فعل نہ کرے جس سے مرید کو شبہ ہو خلاف شرع ہونے کا۔ دلیل یہ ہے کہ ایسی احتیاط حدیث سے ثابت ہے بعض کہتے ہیں کہ ہمیں کیا چاہے کوئی معتقد رہے چاہے بداعتقاد ہو جائے۔ اس کی فکر ہی کیوں ہو کہ سب ہمارے معتقد رہیں۔ واقعی اس کا اہتمام تو نہیں چاہیے کہ سب ہمارے معتقد

besturdubooks.wordpress.com

رہیں لیکن اس کا اہتمام ضروری ہے کہ بلا ضرورت ایسا کام نہ کرے جس سے خلاف شرع ہونے کا شبہ ہو اور دوسرے لوگ سوء ظن وغیبت و بہتان کے گناہ میں مبتلا ہوں۔ وہ حدیث یہ ہے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب حضور اعتکاف میں تھے تو زیارت کے لئے حاضر ہوئی تھیں۔ وہ حضور کے پاس بیٹھی تھیں کہ اتنے میں دو صحابی سامنے سے گزرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو روکا اور فرمایا علیٰ رسلکما یعنی ذرا ٹھہر جاؤ۔ پھر حضرت صفیہ کو گھر میں بھیج دیا اور ان دونوں کو بلایا کہ آجاؤ۔ جب آگئے تو فرمایا کہ یہ صفیہ تھیں۔ یہ میری بی بی تھیں۔ صحابہ کو بہت گرانی ہوئی عرض کیا توبہ توبہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم بھلا حضور پر کوئی شبہ کر سکتے ہیں۔ فرمایا یہ شیطان انسان کے اندر اس طرح دوڑا دوڑا پھرتا ہے جیسے خون دورہ کرتا ہے۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں تمہارے دل میں وسوسہ نہ ڈال دے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ایسا کام نہ کرے جس میں دیکھنے والے کو کوئی قوی شبہ پڑنے کا اندیشہ ہو۔ ورنہ ایسی ویسی معمولی باتوں میں بھی کسی کو شبہ ہو تو اس کی ایسی تیسی۔ لیکن یہ وہ کام نہیں جو مرید کے کرنے کا ہو یہ پیر کے کرنے کا کام ہے۔ البتہ جو مقتدا نہ ہو اور غلبہ حال سے مفاسد کی طرف اس کو التفات نہ ہو تو کچھ پروا نہیں جیسے احمد جام فرماتے ہیں۔

احمد تو عاشقی بمشیخت تراچہ کار　　دیوانہ باش سلسلہ شد شد نہ شد نہ شد

تو عاشق ہے تجھے پیر بننے سے کیا واسطہ ہے، تو دیوانہ رہ، سلسلہ ہوگا، ہوگا، نہیں ہوگا تو نہیں ہوگا۔

ایک بات البتہ ان کے لئے بھی ضروری ہے کہ جب احساس ہو وہ یہ کہ تم غیبت کا سبب نہ بنو مگر کب جب ایسے فعل کی ضرورت نہ ہو اور اگر ضرورت ہو مثلاً نفس کے معالجہ کے لئے تو وہ مصلحت مقدم ہے جن بزرگوں سے ایسے امور صادر ہوئے ہیں معالجہ کی غرض سے صادر ہوئے ہیں یعنی ذلت و ملامت سے نفس کے شکستہ کرنے کیلئے۔

کسی کو خاص بنانے کی خرابیاں:

(۷)......ایک نو مسلم حضرت ہی کے ہاتھوں کہیں دور سے آکر مسلمان ہوا تھا۔ اس کے ساتھ حضرت نے اپنے اصول کے خلاف بمصلحت تالیف مراعات کا برتاؤ فرمایا۔ اور خرچ خوراک وغیرہ کا بھی دیا اور مدرسہ میں داخل کرا دیا۔ وہ ایک دن بلا اطلاع چلا گیا۔ فرمایا کہ کم از

besturdubooks.wordpress.com

کم چالیس موقعے مجھے ایسے باتعیین یاد ہوں گے کہ جب کبھی میں نے اپنے اصول کے خلاف رعایت کی ہے مجھے رنج ہی پہنچا ہے۔ اس کے برتاؤ سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ مجھ سے خصوصیت بڑھانا چاہتا ہے کبھی پنکھا جھلنے بیٹھ گیا کبھی بے وقت پاس آ بیٹھا۔ بالآخر میں نے کہہ دیا کہ بھائی مجھے عادت نہیں وقت بے وقت ملنے کی۔ جب میں بلاؤں تب آ جانا (پھر فرمایا کہ) آج کل کسی کو خاص بنانا باعتبار نتائج کے بہت ہی برا ہے۔ اس میں بہت سی خرابیاں ہیں ایک تو یہ کہ اور اہل تعلق کو رنج ہوتا ہے کہ ہم سے خصوصیت نہیں دوسری خرابی خود اس کے حق میں یہ ہے کہ اور لوگ اس کے اضرار کے درپے ہو جاتے ہیں۔ تیسری خرابی یہ ہے کہ لوگ اس کو واسطہ حاجات کا بناتے ہیں جس سے اس کا دماغ خراب ہوتا ہے۔ غرض بہت خرابیاں ہیں۔ اس لئے کسی کو مخصوص نہ بنانا چاہیے نہ کسی کو مخصوص بننا چاہیے بس خادم رہنا چاہیے۔

اور تو اور حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خادم تھے جو خادم خاص سمجھے جاتے تھے خود مجھ سے فرمائشیں کیں اور وہ بھی قیمتی قیمتی چیزوں کی حالانکہ ضابطہ سے میں مولانا کا مرید بھی نہ تھا یوں تعلق بلکہ تعشق مریدوں سے بھی زیادہ تھا خیر میں وہ فرمائشیں پوری بھی کرتا تھا مجنوں بھی تو کوچہ لیلےٰ کے کتے کو محبوب رکھتا تھا اور گنگوہ ہی میں نہیں بلکہ یہاں آ کر بھی فرمائشیں کرتے تھے۔ ویسے تہجد گزار ذاکر شاغل نیک آدمی تھے مگر یہ مرض تھا اور یہ پیدا ہوا تھا قرب کی وجہ سے۔ حاجی عابد حسین صاحب کے یہاں بھی ایک دخیل ایسا ہی تھا۔ ایک شخص نے ملاقات کرنی چاہی تو ان کے اس خادم نے کہا کہ ایک روپیہ دو تو ملاقات کرا دوں۔

اس شخص نے خود مجھ سے یہاں آ کر بیان کیا کہ تمہارے یہاں اچھا قاعدہ ہے کہ کسی کی روک ٹوک نہیں۔ حاجی جی سے ملنے گیا تو ان کے خادم نے کہا کہ ایک روپیہ دے گا تب ملاقات کراؤں گا۔ وہ بھی کوئی گنوار ہی تھا اس نے کہا کہ مقصود تو کسی بزرگ کو دیکھنا ہے ہم اور کسی کو دیکھ آئیں گے جہاں روپیہ نہ دینا پڑے چنانچہ وہ یہاں چلا آیا گو بزرگی کا خیال تو غلط تھا مگر روپیہ خرچ نہ ہونے کا خیال صحیح تھا۔ دیکھئے یہ خرابیاں ہیں خاص بنانے میں۔

جامع عرض کرتا ہے کہ یہ سن کر ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضور کے خدام کو تو لوگ کچھ دیں تب بھی نہیں لیتے خود مانگنا تو کیسا۔ فرمایا اول تو ممانعت ہے دوسرے ان کو شرم بھی آتی ہے کہ کام تو کرتے نہیں پھر کیا لیں۔

besturdubooks.wordpress.com

اصلاح نفس کی ہمت:

(۸)......عرض کیا گیا کہ ہمت تو اصلاح نفس کی کی جاتی ہے مگر کامیابی نہیں ہوتی فرمایا وہ ہمت ہی نہیں ہوتی ہمت کی نیت ہوتی ہے ہمت کرے تو اللہ تعالیٰ ضرور کامیاب فرماتے ہیں خود ارشاد ہے **کان سعیھم مشکوراً** ورنہ **لا یکلف اللہ نفساً الا وسعھا** کے خلاف ہوتا۔

سختی کرنے کی وجہ:

(۹)......فرمایا کہ یہ جو میں سختی کرتا ہوں بضرورت کرتا ہوں۔ کچھ اس میں میری خواہش تھوڑا ہی ہے۔ سچ کہتا ہوں بعض وقت تو جی یہاں تک بُرا ہوتا ہے کہ معافی مانگنے کا سخت تقاضہ قلب میں ہوتا ہے۔ مگر دوسرے ہی کی مصلحت سے اس تقاضہ پر عمل نہیں کرتا۔ یہ نہیں کہ میں متحمل نہ ہو سکتا ہوں۔ اگر کبھی اس اصلاح کے کام کو چھوڑوں گا تو انشاء اللہ تعالیٰ پھر متحمل ہو کر دکھلا دوں گا۔ پھر تو ایسا صبر آ جائے گا جیسے بریلویوں کے کفر کے فتووں پر جی کو سمجھا لیا تھا۔ ان لوگوں نے کیا کچھ نہیں کیا اور کتنے فتوے لگائے مگر کبھی جی برا نہیں ہوا۔ میں آخر وہی تو ہوں۔ پھر کیا وجہ کہ وہاں تو مطلق تاثر نہیں اور یہاں اتنا تاثر بس وجہ یہی ہے کہ وہاں اپنے جی کو سمجھا لیا تھا اور یہاں جی کو ابھی تک نہیں سمجھا سکا۔ میں نے تو پہلے ایک دفعہ اصلاح کے باب میں ارادہ کر لیا تھا کہ کہاں کا جھگڑا ہے چھوڑو مگر احباب نے خود اصرار کیا اور میں نے بھی دیکھا کہ ابھی تو میں خدمت خلق کی کر سکتا ہوں ورنہ اصلاح کا طریقہ بہت بدل دیا تھا۔

باطنی حالات وخیالات کی کسوٹی:

ایک بار حضرت والا کسی سلسلہ کلام میں یہ فرما رہے تھے کہ باطنی مقام سے محرومی اچھی بہ نسبت اس کے کہ خلاف شریعت ہونے کا اندیشہ ہو۔ سالک کو چاہیے کہ جو حالت قرآن وحدیث پر منطبق نہ ہو اس سے درگزر رے مثلاً ہم نے اعلیٰ درجہ کا دودھ برف ڈال کر رکھا لیکن شبہ ہو گیا کہ اس میں سے کچھ دودھ سانپ آ کر پی گیا ہے تو اسلم یہ ہے کہ اس دودھ ہی کو چھوڑ دے۔ اھ

پھر ایک شیخ کا نام لے کر جو خیالات کو حالات سمجھتے تھے اور پریشانی کے عالم میں اپنی تسلی کیلئے حضرت والا کی خدمت میں حاضری کا قصد رکھتے تھے فرمایا کہ اگر وہ آئے تو ان

besturdubooks.wordpress.com

کے ذہن میں اسی کلیہ کو ڈالنے کی کوشش کروں گا۔اھ

شیخ مذکور نے پہلے ایک دوسرے اہل علم شیخ کو اپنے حالات پہنچائے تھے لیکن مؤخر الذکر نے کہا کہ ایسے الجھے ہوئے حالات کا حل تو بس تھانہ بھون ہی میں ہوسکتا ہے۔اھ

ایک مولوی صاحب سے گفتگو:

(۱۰)......فرمایا کہ ایک مولوی صاحب زمانہ تحریکات میں مجھ سے گفتگو کرنے کے لئے آئے۔ وہ یہ چاہتے تھے کہ مجھ سے تنہائی میں گفتگو کریں۔ میں نے کہا کہ میں سب کے سامنے گفتگو کروں گا۔ کیونکہ مجمع کے سامنے تو گفتگو کرنے میں آپ کو خطرہ ہے جس کے لئے آپ تیار نہیں اور تنہائی میں گفتگو کرنے میں مجھے خطرہ ہے کہ میں بھی مشتبہ ہو جاؤں گا اور میں اس خطرہ کے لئے تیار نہیں بس اس ایک ہی بات میں وہ ختم ہو گئے۔

خلاف مرضی روکنے والوں کو جواب:

(۱۱)......فرمایا کہ قنوج میں مجھے میرے نظام اوقات کے خلاف اصرار کر کے روکا گیا۔ میں نے کہا کہ میں رکنے کے لئے تیار ہوں۔ ہفتہ دو ہفتہ مہینہ دو مہینہ سال دو سال جب تک چاہو مجھے یہاں سے نہ جانے دو لیکن پھر میں عمر بھر کبھی یہاں نہ آؤں گا۔ اسی طرح ایک رئیس صاحب نے اس ترکیب سے روکنا چاہا کہ گاڑی کا انتظام نہیں ہوسکتا میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو پاؤں دیئے ہیں میں پیدل چلا جاؤں گا۔ کہا دور بہت ہے میں نے کہا بلا سے۔ پھر کہا کہ گاڑی نہ ملے گی وقت کم رہ گیا ہے۔

میں نے کہا کہ میں تو دل سے چاہتا ہوں کہ گاڑی نہ ملے تاکہ مجھے یاد تو رہے کہ فلاں جگہ میزبان صاحب کی بدولت مجھ کو اتنی تکلیف اٹھانی پڑی تھی اور پھر کبھی ادھر کا رخ بھی نہ کروں۔ فقط ختم ہوا انموذج الملفوظات۔

besturdubooks.wordpress.com

انموذج المکتوبات

تمہیدی نوٹ: جناب مولانا مولوی عبدالرحمٰن صاحب مدت فیوضہم مدرس اول مدرسہ عربی مظاہر علوم سہارنپور نے جو ایک بہت بڑے عالم اور مقدس صاحب نسبت بزرگ ہیں اور حضرت والا کے مجازین خاص میں سے ہیں۔ حضرت والا سے بہت ہی باقاعدہ طور پر تربیت باطن کے متعلق خط و کتابت کی تھی۔ عرصہ پانچ چھ سال کا ہوا احقر نے صاحب ممدوح کے خطوط حاصل کر لئے تھے لیکن بوجہ اپنی لااُبالی طبیعت کے وہ احقر کے پاس یوں ہی رکھے رہے۔ جس میں یہ مصلحت خداوندی نکلی کہ وہ بہت اچھے موقع پر کام آ گئے یعنی بوجہ اس کے کہ میرے نزدیک وہ اس قابل ہیں کہ طالبین ان کو اپنی اصلاح کرانے کے لئے نمونہ بنائیں میں اس لئے ان کو لفظاً لفظاً مع حضرت والا کے جوابات کے بنام انموذج المکتوبات اشرف السوانح کا جزو قرار دینا مناسب سمجھا گیا اور حضرت والا نے اس کا ایک نہایت موزوں لقب بھی مولانا ممدوح کے نام مبارک کی مناسبت نیز حقیقت کے بھی لحاظ سے ''عبادۃ الرحمٰن'' تجویز فرما دیا۔ چنانچہ ان کو نقل کیا جاتا ہے۔ ان کے سب مضامین غیر مطبوعہ ہیں بجز بعض قلیل اجزاء خاص کے جو تربیت السالک میں بھی منتشر طور پر شائع ہو چکے ہیں۔

عبادۃ الرحمٰن

(پہلا خط)

سلسلہ میں داخل ہونے کی درخواست کا جواب

مضمون...... بمقدس خدمت حضرت حکیم الامۃ دامت فیوضہم۔ السلام علیکم و رحمتہ اللہ تعالیٰ۔ احقر کا ارادہ حضرت اقدس کے سلسلہ میں داخل ہو کر ذکر اذکار کرنے کا حسب تجویز حضرت اقدس ہے۔ لہٰذا گزارش ہے کہ بندہ کے مناسب حال جو حضرت تجویز فرماویں اس پر انشاءاللہ تعالیٰ اہتمام کے ساتھ عمل کروں گا۔ فقط بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ۔ (۳۰۔ جمادی الاخریٰ ۴۷ھ)

besturdubooks.wordpress.com

جواب...... مولانا السلام علیکم ورحمتہ اللہ۔ میں حضرات اہل کمال کی خدمت کی اہلیت نہیں رکھتا لیکن تاہم خدمت سے عذر نہیں اور اصل خدمت مشورہ اور ایک طرف سے اطلاع حالات کا اور دوسری طرف مشورہ کا سلسلہ اگر جاری رہے یہی داخل ہونا ہے سلسلہ میں والزاید علی ھذا اولی ابالحذف اسی بناء پر اس وقت مبادی میں سے کچھ عرض کرتا ہوں۔ نمبر(۱)۔ رسالہ قصد السبیل میں سے دستور العمل عالم مشغول کا شروع فرمایا جائے۔ (نمبر۲)۔ اربعین غزالیؒ یا اس کا ترجمہ تبلیغ دین ملاحظہ فرما کر جو اعتراض نفس میں معلوم ہوں ان کی ایک فہرست تیار فرمالی جائے۔ پھر ایک ایک کے متعلق مشورہ فرمایا جائے۔ (نمبر۳)۔ ہر خط کے ساتھ خط سابق بھی رکھ دیا جائے۔ (اشرف علی)

دوسرا خط

ابتدائی وظائف و معمولات کی اطلاع اور اصلاح کی درخواست

مضمون...... بخدمت اقدس حضرت مولانا صاحب حکیم الامۃ دامت برکاتکم السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ حسب ارشاد سامی احقر نے دستور العمل عالم مشغول کا شروع کر لیا ہے یعنے تلاوت قرآن شریف اور ایک منزل مناجات مقبول کی روزانہ پڑھتا ہوں اور تہجد کا بھی بحمد اللہ التزام ہے اور وظیفہ اسم ذات اللہُ اللہ بھی روزانہ پڑھا کرتا ہوں حضرت دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ اپنی مرضیات میں مشغول رکھے اور منکرات سے محفوظ رکھے وظیفہ اسم ذات کی مقدار قصد السبیل میں بارہ ہزار سے چوبیس ہزار تک ہے مگر بندہ کے زبانی عرض کرنے پر حضرت نے فرمایا تھا کہ پہلے چھ ہزار سے شروع کرلو بعد میں زیادتی کرلو۔ چنانچہ اس وقت چھ ہزار سے آٹھ ہزار تک روزانہ پڑھتا ہوں مگر باوجود جہر اور ضرب کے خفیف ہونے کے بھی سر میں گرانی ہو جاتی ہے اور قلب میں بھی درد سا محسوس ہوتا ہے اس کے متعلق جو ارشاد ہو اس سے مطلع فرمایا جائے۔ اس پر انشاء اللہ تعالیٰ عمل کروں گا۔

جواب...... جہر و ضرب چھوڑ دیجئے۔

مضمون...... بحمد اللہ معمولات سب کا اکثر حصہ خشوع کے ساتھ ہوتا ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

جواب……مبارک ہو

مضمون……اور حسب ارشاد حضرت اقدس اعراض نفس کی ایک فہرست تبلیغ دین سے تیار کر لی ہے جو حضرت کے ملاحظہ کی غرض سے ارسال خدمت ہے۔ جس میں ۱۱۶ اعراض نفس لکھے ہیں۔

ان میں پہلا عرض غصہ ہے۔ اس کے متعلق عرض ہے کہ غصہ کی حالت بحمد اللہ ایسی تو نہیں ہوتی کہ بحالت غضب نفس قابو میں نہ رہے۔ اور جنون جیسی حالت ہو جائے مگر اتنا ضرور ہوتا ہے کہ غصہ کا اثر قلب پر زیادہ دیر تک رہتا ہے اور غصہ کی زیادتی وجہ سے بسا اوقات طبیعت کھانے پینے سے رک جاتی ہے اور نیند بھی کم ہو جاتی ہے اور قلب پر اضطراراً ایک قسم کی پریشانی ہو جاتی ہے۔ قلب کو اگر اس سے دوسری جانب متوجہ کیا جائے تو متوجہ نہیں کر سکتا اور غصہ کے بعد ندامت بہت جلد ہوتی ہے اور طبیعت اس کے لئے بے قرار ہوتی ہے کہ کسی طرح یہ شخص جس پر غصہ ہوا جلد از جلد راضی ہو جائے اس کے راضی ہونے کے بعد قلب کی پریشانی اضطراری میں کمی ہو جاتی ہے اس کے متعلق جو ارشاد ہو اس سے مطلع فرمایا جائے۔

حضرت اقدس سے صلاح نفس کی اور مرضیات الٰہیہ میں مشغول ہونے کے لئے دعا کی درخواست ہے فقط والسلام۔ ۱۱۔ رجب ۴۷ھ

(خادم بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ از مظاہر علوم سہارنپور)

جواب……جس غصہ کے آثار معاصی ہوں وہ واجب العلاج ہے اور جو آثار یہاں تحریر فرمائے ہیں وہ معاصی نہیں لہٰذا واجب العلاج نہیں۔ البتہ چونکہ اس سے طبعی کلفت اور ضرر ہوتا ہے۔ اس حیثیت سے اس کی تدبیر کرنا چاہیے۔ مگر یہ تدبیر بتلانا مصلح دین کا کام نہیں ہر تجربہ کار بتلا سکتا ہے۔ سب سے اچھی تدبیر یہ ہے کہ اس مغضوب علیہ کے پاس سے فوراً جدا ہو جائے اور فوراً کسی ایسے شغل میں لگ جائے جس سے فرحت ہو۔

تیسرا خط

دعائے خیر کی درخواست: غصہ وحسد کے علاج کی درخواست

مضمون……بخدمت بابرکت حضرت اقدس دامت فیوضکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ و

besturdubooks.wordpress.com

2 برکاتہ۔ معروض آنکہ بفضلہٖ تعالیٰ و بدعائے حضرت سلمہ معمولات کو حسب ارشاد سامی پوری کرتا رہتا ہے حضرت سے دعائے توفیق اعمال خیر کی استدعا ہے۔

غصہ وحسد کے علاج کی درخواست:

جواب...... دل سے دعا ہے۔

مضمون...... جس غصہ کے آثار ایسے امور غیر معاصی ہوں اس کے لئے حضرت اقدس نے جو علاج تحریر فرمایا اس پر انشاء اللہ تعالیٰ عمل کروں گا۔

جواب...... اللہ تعالیٰ نافع فرماوے۔

مضمون...... اور جس غصہ کے آثار معاصی ہوں ان آثار سے ان کے علاج سے بھی اگر متنبہ فرمایا جائے تو بوقت اتفاقاً وقوع ایسے غصہ کے اس علاج پر عمل کر کے ان معاصی سے محفوظ رہ سکوں گا۔

جواب...... ایسے غصہ کے وہ آثار اختیار ہوں گے کیونکہ معصیت کوئی غیر اختیاری نہیں۔ جب اختیاری ہیں تو ان سے رکنا بھی اختیاری ہے۔ اور اصل علاج یہی کف ہے لیکن اس کف کی اعانت کیلئے امور ذیل مفید ہیں۔ نمبر۱۔ معاصی پر جو وعید ہے اس کا استحضار۔ نمبر۲۔ اپنے ذنوب وعیوب یاد کر کے یہ سوچنا کہ اگر ان پر اللہ تعالیٰ مواخذہ فرمانے لگے تو کیا ہو اور یہ سوچنا کہ جس طرح میں اپنے لئے یہ پسند کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو معاف فرماوے اسی طرح مجھ کو چاہیے کہ اس شخص کو معاف کر دوں اور ایک تدبیر مشترک وہی ہے جو پہلے عرض کی گئی۔

مضمون...... حسد کے زوال کے لئے حضرت جو علاج تجویز فرماویں اس سے مطلع فرمایا جائے انشاء اللہ تعالیٰ اس پر عمل کروں گا۔ فقط والسلام

(۲۶۔ رجب ۴۷ھ بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ از مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور)

جواب...... جب غصہ کے متعلق سب سوالات منقطع ہو جاویں گے اس وقت عرض کروں گا۔

چوتھا خط

مضمون...... بخدمت بابرکت حضرت اقدس دامت فیوضکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ

besturdubooks.wordpress.com

تعالیٰ و برکاتہ۔ معمولات حسب ارشاد سامی بجالاتا ہوں۔ جتنے معمولات ہیں سب میں بحمد اللہ طبیعت لگتی ہے اور شوق و ذوق سے ادا ہوتے ہیں۔

جواب...... مبارک ہو

وظیفہ سے طبیعت پر گرانی:

مضمون...... بجز وظیفہ اسم ذات کے کہ اس میں پورا کرتے وقت طبیعت پر گرانی ہوتی ہے اور طبیعت کو مجبور کر کے ادا کیا جاتا ہے شوق سے ادا نہیں ہوتا اس میں کچھ حرج تو نہیں اگر کچھ حرج ہو تو دعائے تسہیل کے بعد اس کے لئے کچھ علاج تجویز فرمایا جائے۔

جواب...... بجائے اسم ذات کے تہلیل کا شغل کر لیجئے۔

مضمون...... غصہ کے متعلق احقر کو تو اب کچھ سوال نہیں اگر اس کے متعلق کچھ اور ضروری ہدایات ہوں تو ان سے مطلع فرمایا جائے انشاء اللہ اس پر عمل کرتا رہوں گا۔

جواب...... انشاء اللہ تعالیٰ وہی تدابیر کافی ہیں۔

حسد کا علاج:

مضمون...... حسد کے زوال کے لئے جو علاج حضرت سلمہ تجویز فرماویں اس سے مطلع فرمایا جائے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس پر عمل کروں گا۔ حضرت سے دعائے توفیق اعمال خیر کی استدعا ہے۔ فقط والسلام۔ (بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ۔ ۱۹۔ شعبان ۴۷ھ)

جواب...... جس پر حسد ہوتا ہو اس کے ساتھ احسان و اکرام کا معاملہ کرنا یہ ایک مختصر اور مؤثر تدبیر ہے امید ہے کہ مفصل تدبیر کی حاجت نہ ہوگی۔

پانچواں خط

وظیفہ تہلیل کی تعداد:

مضمون...... بخدمت بابرکت حضرت اقدس دامت فیوضہم السلام علیکم و رحمتہ اللہ برکاتہ۔ معمولات مجوزہ حضرت سلمہ بفضلہ تعالیٰ بجالاتا رہتا ہوں۔ بجائے وظیفہ اسم ذات حسب ارشاد تہلیل کا شغل شروع کیا ہے اس کی مقدار حضرت سے دریافت نہ کر سکا اس خیال

besturdubooks.wordpress.com

سے کہ شاید قصد السبیل میں اس کی مقدار لکھی ہوئی ہوگی مگر قصد السبیل میں اس کی مقدار تحریر نہیں فرمائی گئی۔ اب تک تین ہزار اور چار ہزار کے درمیان درمیان تک پورا کرتا ہوں۔ اس کے متعلق حضرت کا جو ارشاد ہو اس سے مطلع فرمایا جائے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس کی تعمیل کروں گا۔

جواب...... جس قدر سہولت سے علی الدوام ہو سکے

غائب پر حسد کے زوال کا طریقہ:

مضمون...... حسد کے زوال کا علاج جو حضرت اقدس نے تحریر فرمایا ہے اس پر انشاء اللہ تعالیٰ عمل کروں گا اگر کسی عارض سے اکرام و احسان اس شخص سے جس پر حسد ہوتا ہو دشوار ہو مثلاً وہ شخص بالفعل پاس موجود نہ ہو بلکہ کہیں دور دراز مسافت پر ہو یا اس سے تعارف نہ ہو یا ایسا عالی قدر ہو جس سے اکرام و احسان کرنے کی ہمت نہ ہو تو ایسی صورت میں کیا کیا جائے۔

جواب...... مجمع میں اس کی خوبیاں بیان کی جاویں۔

مضمون...... حضرت سلمہ دعائے توفیق اعمال خیر اور حسن خاتمہ کی درخواست ہے۔

جواب...... دل سے دعا ہے۔

مضمون...... بندہ کے والد صاحب اور بھائی مدت سے علیل ہیں ان کے صحت کے لئے بھی دعا کی درخواست ہے۔ (بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ سہارنپوری۔ ۹۔ رمضان ۴۷ھ)

جواب...... دل سے دعا ہے۔

چھٹا خط

مضمون...... بعالی خدمت بابرکت حضرت اقدس حکیم الامۃ مولانا و مرشدنا ادام اللہ فیوضکم علی رؤسنا السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ۔ الحمدللہ کہ حضرت کی دعا کی برکت سے معمولات حسب ارشاد سامی بجالاتا ہوں۔ حضرت اقدس کی خدمت میں درخواست ہے کہ حضرت اس ناکارہ کے حق میں دعا فرمائیں کہ اعمال خیر کی توفیق اللہ تعالیٰ عنایت فرمائے اور اللہ تعالیٰ احقر کے اخلاق کی اصلاح فرمائے۔

جواب...... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ دل سے دعا ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

مضمون...... حسد کے علاج کے متعلق حضرت والا نے جو کچھ ارشاد فرمایا انشاء اللہ تعالیٰ اس پر کاربند رہوں گا ریا کے دفع کے لئے کوئی علاج تجویز فرماویں انشاء اللہ تعالیٰ اس پر عمل کرتا رہوں گا۔

جواب...... مصلحت وسہولت یہ ہے کہ حسد کا علاج چند مواقع پر عمل میں آجائے اس کے بعد دوسرے امر کی طرف توجہ فرمائی جائے تاکہ اس کے علاج میں کوئی نئی بات پیش آئے اس کا بھی فیصلہ ساتھ ساتھ ہو جائے۔

ریاء کے خوف سے عمل کا چھوڑنا:

مضمون...... بسا اوقات ریا کے اندیشہ سے عمل بھی چھوڑ دیتا ہوں اب کے رمضان میں اعتکاف کا ارادہ کر رہا تھا مگر ریا کے وساوس کی وجہ سے نہیں کر سکا۔

جواب...... ایسا نہ کیا جائے۔ بس اتنا کافی ہے کہ قصداً ریا نہ ہو۔ اس سے زیادہ کا انسان مکلّف نہیں۔

مضمون...... اگر ریا کی حقیقت کلیہ سے (جس کو بسہولت افراد پر منطبق کر سکوں) اور اس کے مذموم ہونے کے مواقع سے (کہ شرعاً ریا کہاں مذموم اور کہاں غیر مذموم اور کہاں زیادہ مذموم اور کہاں کم مطلع فرمایا جائے تو شاید اس قسم کے وساوس سے بچنے میں سہولت ہوگی۔ جو ارشاد ہوگا اس پر انشاء اللہ تعالیٰ عمل کروں گا۔ فقط والسلام۔ احقر الخدام بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ از سہارنپور مدرسہ مظاہر علوم۔

جواب...... انشاء اللہ تعالیٰ سب عرض کر دوں گا بس اسی حد کا انتظار ہے جو میں نے اوپر عرض کیا ہے۔ انفع واصلح یہی ہے ورنہ جب فرمائیں عرض کرنے کے لئے حاضر ہوں۔

ساتواں خط

مضمون...... بمقدس خدمت عالی درجت حضرت اقدس دامت فیوضکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ حضرت کی دعا کی برکت سے بحمد اللہ تعالیٰ معمولات فرمودہ حضرت کا سلسلہ جاری ہے۔

جواب...... مکرمی وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ برکاتہ۔ الحمد للہ

مضمون...... حضرت دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ استقامۃ فی الدین عطا فرمائیں اور اس

besturdubooks.wordpress.com

ناکارہ کی اصلاح فرمائیں۔

جواب...... دل سے دعائے برکت واستقامت کرتا ہوں۔

مضمون......سب معمولات میں بحمد اللہ خوب جی لگتا ہے۔

جواب......مبارک

مضمون......حسد کے علاج کے متعلق جو حضرت سلمہ نے ارشاد فرمایا اس پر عمل شروع کر دیا ہے حضرت دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ کامیاب فرمائے۔

جواب...... اللہ تعالیٰ سہل فرماوے۔

مضمون...... وظیفہ اسم ذات میں جو طبیعت نہیں لگتی تھی اور حضرت نے بجائے اس کے تہلیل تجویز فرما دیا تھا بحمد اللہ حضرت کی توجہات سے تہلیل میں جی خوب لگتا ہے مگر ہزار بارہ سو سے زائد نہیں پڑھ سکتا۔

جواب......کافی ہے۔

مضمون...... احقر کی اصلاح کے لئے دعا فرماویں۔فقط والسلام۔(بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ از سہارنپور مدرسہ مظاہر علوم ۲۹۔ذیقعدہ ۴۷ھ)

جواب......دل وجان سے دعا ہے (اشرف علی)

آٹھواں خط

مضمون...... بخدمت بابرکت حضرت اقدس حکیم الامۃ دامت فیوضہم و برکاتہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ۔

جواب......مولانا السلام علیکم ورحمۃ اللہ

مضمون......حسد کے علاج کے متعلق جو حضرت والا کا ارشاد ہے اس کے موافق عمل کر رہا ہوں اب تک کوئی نئی بات محسوس نہیں ہوئی۔

جواب...... بس تو اب دوسرے خلق کی طرف توجہ فرمائی جائے۔

مضمون......حضرت سلمہ کی خدمت میں استقامۃ فی الدین اور اصلاح نفس کی دعا کی درخواست ہے۔

جواب......دل سے دعا ہے

besturdubooks.wordpress.com

دل کی قساوت:

مضمون...... معمولات حسب ارشاد سامی بجالاتا ہوں مگر قلب کی قساوت جیسی تھی اب تک ویسی ہی ہے قلب کی حالت میں اب تک کچھ تغیر نہیں ہوا۔

جواب...... ایک تاثر طبعی ہے ایک تاثر عقلی یا اعتقادی وعملی۔ اول کا فقدان قساوت نہیں ثانی کا فقدان قساوت ہے۔ بس یہ معیار ہے۔

ذکر اللہ پر دوام سے آگے ترقی ہونا:

مضمون...... مگر بندہ کو جو حضرت سلمہ کی توجہات کی برکات سے تھوڑا بہت اللہ کے نام لینے اور ذکر کرنے کی توفیق ہوئی احقر صرف اس کو بھی ازبس غنیمت سمجھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا بہت ہی بڑا احسان سمجھتا ہے۔ اگر اتنا ہی کافی ہے تو فبہا ورنہ حضرت والا جو ارشاد فرمائیں گے۔ اس پر انشاء اللہ تعالیٰ عمل کروں گا فقط والسلام (خادم بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ از سہارنپور ۲۲۔ ذوالحجہ ۴۷ھ)

جواب...... مواظبت علی الاعمال سے خود ترقی ہو جائے گی۔ دل سے دعا ہے (اشرف علی)

نواں خط

مضمون...... بخدمت اقدس مکرم محترم سیدنا ومرشدنا حضرت حکیم الامۃ ادام اللہ فیوضکم ودامت برکاتکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ معمولات فرمودہ حضرت بحمد اللہ بجالاتا ہوں۔ دعائے ترقی وتوفیق اعمال خیر کا خواستگار ہوں۔

جواب...... مکرمی دام فیضہم السلام علیکم۔ بارک اللہ تعالیٰ فی اعمالکم واحوالکم

حضرت والاؒ سے محبت کی زیادتی کی درخواست:

مضمون...... نیز اس کے لئے بھی دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ حضرت سلمہ کے ساتھ تعلق ومحبت زیادہ کرے۔ اور اس زیادتی تعلق کے لئے بھی کوئی علاج تجویز فرماویں۔

جواب...... جو محبت مطلوب ہے وہ بلکہ اس سے زائد حاصل ہے اور جس کی تمنا ہے وہ مطلوب نہیں۔ یہ مسئلہ الضروری یتقدر بقدر الضرورۃ کی فرع ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

مضمون...... چونکہ اہل اللہ کے ساتھ تعلق ومحبت بھی نجات کا ایک بڑا ذریعہ ہے اس لئے اس کے متعلق دعا کی درخواست حضرت سلمہ سے کی گئی۔

جواب...... بقاء کی دعا کرتا ہوں۔

ریاء کی حقیقت:

مضمون...... دفع ریاء کے لئے علاج تجویز فرمایا جائے انشاء اللہ تعالیٰ جیسے ارشاد ہوگا اس پر عمل کروں گا۔ بسا اوقات اندیشہ ریاء کی وجہ سے عمل بھی چھوڑ دیتا ہوں۔ اور بہت سے اعمال میں ریاء کے وساوس پیش آتے ہیں خصوصاً جہر میں۔ اگر ریاء کی حقیقت کلیہ سے (جس کو بسہولت افراد پر منطبق کرسکوں) اور اس کے مذموم ہونے کے مواقع سے (کہ شرعاً کہاں مذموم ہے اور کہاں زیادہ مذموم) مطلع فرمایا جائے تو شاید اس قسم کے وساوس سے بچنے میں سہولت ہو فقط والسلام۔ احقر انحد ام بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ از سہارنپور ۶۔ محرم ۴۸ھ)

جواب...... ریاء کی حقیقت یہ ہے کہ کوئی دین کا کام کرنا غرض دنیوی کے لئے گو وہ غرض مباح ہو یا دنیا کا کام کرنا غرض غیر مباح کے لئے اور غرض ہونے کے معنے یہ ہیں کہ قصد اس کام سے اسی غرض کا ہو اس سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ ریاء فعل اختیاری ہے اور جب ہوگا قصد سے ہوگا پس اگر بلا اختیار کوئی ناجائز غرض قلب میں آجائے اور اس کو اختیار سے باقی بھی نہ رکھا جائے تو وہ وسوسہ ریاء ہے جس پر اجر ملتا ہے ریاء نہیں ہے جس پر مواخذہ ہوتا ہے۔

امید ہے کہ اب سب اشکالات رفع ہو گئے ہوں گے۔ (والسلام اشرف علی)

دسواں خط

مضمون...... بخدمت بابرکت مخدوم محترم مرشدی ومولائی حضرت حکیم الامۃ افاض اللہ علینا من فیوضکم وبرکاتکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ۔ الحمدللہ معمولات مجوزہ حضرت اقدس ادا کرتا رہتا ہوں۔ حضرت سلمہ سے توفیق اعمال خیر اور اجتناب عن المعاصی کی دعا کی درخواست ہے۔ مرض ریاء کے متعلق حضرت نے جو ارشاد فرمایا اس سے بحمد اللہ تعالیٰ بہت سے وساوس اور اشکالات رفع ہو گئے۔ دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ اس مرض سے

besturdubooks.wordpress.com

بالکل نجات عنایت فرمادیں۔

جواب...... دل سے دعا کرتا ہوں۔

غیر مباح غرض کے لئے دنیا کا کام کرنا:

مضمون...... البتہ ریاء کے مفہوم کے دوسرے جزو میں تردد ہے (یعنی یا دنیا کا کام کرنا غرض غیر مباح کے لئے) اس کا دخول ریا شرعی میں سمجھ میں نہیں آیا اس کو اگر کسی خاص مثال سے واضح فرمایا جائے تو شاید تردد رفع ہو جائے۔

جواب...... جیسے بڑے پیمانہ پر خرچ کرنا شہرت و نمائش کے لئے

مضمون...... اور تردد کا سبب یہ ہے کہ پہلے سے ذہن میں چونکہ یہ امر راسخ ہوا ہے کہ ریاء شرعی یہ ہے کہ دین کا کوئی کام کسی غرض دنیوی مباح یا غیر مباح کے لئے کرنا جو شرعاً غیر مشروع ہے صرف بوجہ ریا ہونے کے سو دنیا کا کوئی کام جو فی نفسہ مباح ہو اگر غرض غیر مباح کے لئے کیا جائے تو اس کا غیر مشروع ہونا بوجہ ریاء ہونے کے نہ ہوگا بلکہ بوجہ اس غرض غیر مباح کے ہوگا جس کے ساتھ سب وہ مباحات شریک ہیں جو مفضی الی القبائح ہوں امید ہے کہ اطمینان کے لئے اس کے متعلق چند حروف حضرت سلمہ تحریر فرمادیں گے فقط والسلام۔

(۳۔صفر ۴۸ھ خادم بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ)

جواب...... وہ غرض غیر مباح ریاء ہی تو ہے کما فی المثال المذکور علی سبیل التنز ل اگر وہ ریاء لغوی ہو ریاء شرعی نہ ہو تب بھی مقصود کو کچھ مضر نہیں کیونکہ مقصود تو اس کا معصیت واجبۃ التحرز ہونا ہے خواہ اس کا نام اصطلاح میں ریاء ہو یا نہ ہو۔

گیارھواں خط

مضمون...... بخدمت اقدس المحتر م المطاع مرشدی و مولائی دامت فیوضکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ۔ الحمدللہ کے معمولات حسب ارشاد سامی عموماً پورے ہوجاتے ہیں۔

جواب...... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ الحمدللہ

مضمون...... حضرت سلمہ دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ سبحانہ استقامۃ علی الشرع کی توفیق

besturdubooks.wordpress.com

عطا فرمائیں اور بندہ کے اخلاق کی اصلاح فرماویں۔

جواب...... دل سے دعا ہے۔

ریاء کے علاج کے ساتھ ایک معین مراقبہ:

مضمون...... حضرت کے ارشاد سے ریاء کے مفہوم میں جو شبہ تھا وہ رفع ہو گیا دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ ریاء سے بچائے اور اس مرض کو زائل فرماویں۔ علاج جو حضرت سلمہ نے تجویز فرمایا ہے وہ کافی شافی ہے اس کے ساتھ اگر کچھ اور معین بھی ارشاد فرمایا جائے تو بچنے میں اور زیادہ سہولت ہوگی۔

جواب...... **ان اللّٰہ ینظر الی قلوبکم** کا استحضار۔ اس سے غیرت آئے گی کہ اللہ تعالیٰ قلب میں غیر مرضی خیال دیکھیں۔

اخلاق کی اصلاح:

مضمون...... بندہ کے اخلاق بہت ہی ناشائستہ ہیں۔ اخلاق کی اصلاح کے لئے دعا فرماویں فقط والسلام بندہ احقر انحدام عبدالرحمٰن غفرلہ ۲۳۔ صفر ۴۸ھ)

جواب...... یہی خیال انشاء اللہ تعالیٰ اصلاح کی علۃ تامہ کے مثل ہے۔

بارھواں خط

مضمون...... بخدمت اقدس مخدوم محترم مرشدی و مولائی دامت فیوضکم السلام علیکم و رحمتہ اللہ تعالیٰ و برکاتہ۔ الحمدللہ کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اور حضرت سلمہ کی دعا سے اشغال کا سلسلہ حسب ارشاد سامی جاری ہے۔

جواب...... مولانا سلام علیکم ورحمتہ اللہ و برکاتہ۔ بارک اللہ تعالیٰ فیہا

مضمون...... حضرت والا سے دعا ہے اصلاح نفس واستقامت فی الدین وحسن خاتمہ کی درخواست ہے۔

جواب...... بہ دل و جان دعا ہے۔

مضمون...... ریاء کے متعلق حضرت اقدس کے ارشاد کے موافق انشاء اللہ تعالیٰ عمل

besturdubooks.wordpress.com

کروں گا اس کے متعلق اگر کچھ اور مزید ضروری ہدایات ہوں تو ان سے مطلع فرمایا جائے۔

جواب...... اکثر پوچھنے پر کچھ خیال میں آجاتا ہے ابتداءً کم سمجھ میں آتا ہے۔

تکبر کی حقیقت اور اس کا علاج:

مضمون...... مرض کبر کے دفع کے لئے علاج تجویز فرمایا جائے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس پر کاربند رہوں گا۔

جواب...... موقوف ہے اس کی حقیقت سمجھنے پر اس پر کاربند رہوں گا۔ وسوف یأتی

مضمون...... نیز کبر کی حقیقت سے بھی متنبہ فرمایا جائے تاکہ انطباق علی الافراد میں سہولت ہو۔

جواب...... کسی کمال میں اپنے کو دوسرے سے اس طرح بڑا سمجھنا کہ اس کو حقیر و ذلیل سمجھے۔ علاج یہ سمجھنا اگر غیر اختیاری ہے اس پر ملامت نہیں بشرطیکہ اس کے مقتضاء پر عمل نہ ہو یعنی زبان سے اپنی تفضیل دوسرے کی تنقیص نہ کرے دوسرے کے ساتھ برتاؤ تحقیر کا نہ کرے اور اگر قصداً ایسا سمجھتا ہے یا سمجھنا تو بلا قصد ہے لیکن اس کے مقتضائے مذکور پر بقصد عمل کرتا ہے تو مرتکب کبر کا اور مستحق ملازمت وعقوبت ہے اگر زبان سے اس کی مدح وثناء کرے اور برتاؤ میں اس کی تعظیم تو اعون فی العلاج ہے۔

مضمون...... نیز اس سے آگاہ فرمایا جائے کہ کبر میں اور تکبر وحب جاہ ورعونت وشہرت میں کیا فرق ہے فقط والسلام خادم بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ ۳۔ ربیع ا ۴۸ھ)

جواب...... عبار اتنا شتیٰ وحسنک واحد (ہماری تعبیریں مختلف ہیں مگر تیرا حسن ایک ہی ہے) کی طرح معتد بہ فرق نہیں۔ (اشرف علی)

تیرھواں خط

مضمون...... بحضرت اقدس حکیم الامۃ مرشدنا ومخدومنا دامت فیوضکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ۔ الحمدللہ کہ حضرت کی توجہ سے معمولات مجوزہ حتی الوسع بلاناغہ پورے کرتا ہوں۔

جواب...... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ بارک اللہ تعالیٰ

مضمون...... حضرت اقدس سے دعائے استقامت وحسن خاتمہ کی استدعا ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

جواب...... دل سے

مضمون...... کبر کے متعلق جو کچھ حضرت والا نے ارشاد فرمایا وہ سمجھ میں آ گیا دعا فرماویں اللہ تعالیٰ اس پر عمل کی توفیق فرمائیں۔

جواب...... آمین

کِبر اور عُجب:

مضمون...... اگر طبیعت میں صرف اپنے کو بڑا سمجھتا (ہو) یا صرف دوسرے کو حقیر و ذلیل سمجھتا (جو کسی اپنے کمال کی وجہ سے ہو) اس کو بھی شرعاً کبر کہا جائے گا یا نہیں اور اس پر مواخذہ ہوگا یا نہیں۔

جواب...... یہ عُجب ہے جو حرمت میں مثل کبر کے ہے۔ کبر میں اصل یہی ہے۔

مضمون...... اور اس کا شرعاً کوئی خاص نام ہے یا نہیں۔

جواب...... اول عجب' ثانی کبر

مضمون...... ریاء کے متعلق اگر کوئی مزید ضروری ہدایت حضرت کے خیال مبارک میں ہو (مطلع فرمایا جائے)

جواب...... اس وقت تو کچھ ذہن میں نہیں۔

تکبر کے علاج کیلئے ایک مفید مراقبہ:

مضمون...... نیز کبر سے اجتناب کیلئے کوئی معین ہو تو مطلع فرمایا جائے۔

جواب...... اپنے عیوب کا استحضار دوسرے کے کمالات کا استحضار

مضمون...... بندہ کے والد صاحب کا ربیع الاول میں انتقال ہوگیا جس کی وجہ سے احقر کو ایک ماہ کے لئے وطن جانا پڑا تھا دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ جناب والد صاحب کی مغفرت فرمائے۔ ۱۵۔ ربیع الثانی ۴۸ھ۔ بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ

جواب...... اللّٰھم اغفر لہ اللّٰھم ارحم۔ (اشرف علی)

besturdubooks.wordpress.com

چودھواں خط

مضمون...... بحضرت اقدس محترم ومخدوم بندگان دامت افضالکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ الحمدللہ کہ معمولات مجوزہ حضرت والاحتی الوسع بجالاتا ہوں۔ حضرت سلمہ سے دعائے استقامت وحسن خاتمہ کی استدعا ہے۔

جواب...... مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، ۔دل سے دعا ہے۔

مضمون...... نیز اس کے لئے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ کے اخلاق ردیہ اور امراض باطنہ کی اصلاح فرمائے۔ اپنے برے اخلاق اور بدامراض کی طرف کبھی کبھی خیال کے بعد بے حد پریشانی ہوتی ہے کہ اتنی عمر گزر گئی اور اخلاق واعمال میں کچھ بھی صلاحیت نہیں دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ بندہ کی حالت پر رحم فرمائے۔

جواب...... آمین

رعونت، شہرت، جاہ، نخوت اور تکبر:

مضمون...... رعونت وشہرت وجاہ ونخوت وتکبر کا کبر سے اگر کچھ تغایر ہے اس کو ظاہر فرمایا جائے اور یہ پانچوں اگر آپس میں متغائر ہیں تو رعونت کے لئے علاج تحریر فرمایا جائے اور اس کی حقیقت سے بھی مطلع فرمایا جائے اور اگر سب متحد ہیں تو سب کے لئے مشترک علاج تجویز فرمایا جائے انشاءاللہ تعالیٰ اس پر کاربند رہوں گا۔

جواب...... خواہ لغۃً کچھ فرق ہو مگر محاورات میں سب متقارب ہیں اور اگر کچھ تفاوت بھی ہو تب بھی عجب وکبر کے علاج سے ان کا بھی علاج ہو جاتا ہے۔

مضمون...... وظیفہ اسم ذات کیلئے چونکہ دوسرا کوئی وقت تخلیہ اور فراغت کا نہیں ملتا اس لئے اس کے واسطے بندہ نے تہجد کے بعد نماز صبح تک کا وقت مقرر کر رکھا ہے۔ صلوٰۃ تہجد تو بحمداللہ اطمینان سے ادا ہو جاتی ہے مگر وظیفہ اسم ذات میں اکثر نیند کا غلبہ ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے وظیفہ بہ اطمینان نہیں ہوتا اس کے متعلق حضرت سلمہ کا جو ارشاد ہو اس سے مطلع فرمایا جائے۔ فقط والسلام۔ ۶۔ جمادی الاولیٰ ۴۸ھ۔ احقر انحدام بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ۔

besturdubooks.wordpress.com

جواب...... جس قدر بآسانی ہو کافی ہے۔ (اشرف علی)

پندرھواں خط

مضمون...... بخدمت بابرکت مخدوم محترم حضرت اقدس ادام اللہ فیوضکم السلام علیکم ورحمتہ اللہ برکاتہ۔

الحمدللہ کہ حضرت والا کی توجہات سے معمولات مجوزہ حضرت اقدس بجالاتا رہتا ہوں حضرت سے استدعا ہے کہ بندہ کے علاج اور استقامت فی الدین اور حسن خاتمہ کے لئے دعا فرماویں۔

کبر اور نخوت کیلئے جو علاج حضرت نے تحریر فرمایا ہے انشاء اللہ تعالیٰ اس پر کاربند رہوں گا۔ دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق مرحمت فرمائیں اور ہر قسم کے امراض کی اصلاح فرمائے۔

حُبّ مال اور بخل کا علاج

حب مال اور بخل کیلئے علاج تحریر فرمایا جائے جس پر عمل کرنے سے بخل کا ازالہ ہو جائے انشاء اللہ تعالیٰ حسب ارشاد حضرت سلمہ اس پر کاربند رہوں گا۔ اس سے بھی مطلع فرمایا جائے کہ بخل اور حب مال کے جمیع افراد شرعاً مذموم ہیں یا اس میں کچھ تفصیل ہے۔

۲۶۔ جمادی الاولیٰ ۴۸ھ۔ (خادم بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ از سہارنپور)

جواب...... حب مال اگر طبعاً ہو مگر اس کے مقتضاء پر کہ کسب حرام و امساک عن الواجب ہے عمل نہ ہو معصیت نہیں اور اگر عقلاً ہو کہ مقتضائے مذکور پر عمل ہو معصیت ہے۔ اور یہ مقتضاء پر عمل کرنا چونکہ اختیاری ہے تو اس کی ضد بھی اختیاری ہے۔ ضد پر بتکلف عمل کرنا اور بار بار عمل کرنا اس داعیہ کو ضعیف کر دیتا ہے اور یہی علاج ہے۔

سولھواں خط

بشاشت و خلوص میں تلازم نہیں ہے:

مضمون...... بخدمت مخدوم محترم بندگان دامت الطافکم وعمت فیوضکم السلام علیکم و

besturdubooks.wordpress.com

رحمتہ اللہ تعالیٰ و برکاتہٗ۔ معمولات فرمودۂ حضرت اقدس بحمدہ تعالیٰ حتی الوسع حضرت کی دعا سے پورا کرتا ہوں حضرت سلمہ سے دعا کا خواستگار ہوں کہ اللہ تعالیٰ بندہ کی اصلاح فرمائیں اور اپنی مرضیات میں مشغول رکھیں۔ بندہ کے اخلاق بہت ہی خراب اور نادرست ہیں اخلاق کی درستگی کے لئے بھی دعا فرماویں بخل کیلئے جو علاج حضرت اقدس نے تجویز فرمایا ہے اس پر انشاء اللہ تعالیٰ عمل کروں گا بسا اوقات عمل انفاق میں طبیعت پر انفاق گراں ہوتا ہے ایسی صورت میں اگر انفاق کیا جائے تو ثواب نہیں ہوتا کیونکہ خلوص نہیں ہوتا اور اگر انفاق نہ کیا جائے تو بخل ہے اس کے لئے حضرت سلمہ کچھ تحریر فرمائیں تاکہ اطمینان ہو جائے فقط والسلام۔ خادم بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ از سہارنپور مدرسہ مظاہر علوم ۱۴۔ جمادی الاخریٰ ۴۸ھ)

جواب...... بشاشت و خلوص میں تلازم نہیں بشاشت نہیں ہوتی خلوص ہوتا ہے اس لئے انفاق کرنا چاہیے۔

سترواں خط

مضمون...... بخدمت گرامی مخدوم محترم بندگان حضرت اقدس دامت افضالکم۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ تعالیٰ و برکاتہٗ۔ معمولات فرمودہ حضرت اقدس اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اور حضرت سلمہ کی دعا سے بجالاتا ہوں۔ اور بحمد اللہ سب معمولات میں خوب جی لگتا ہے سب اوراد شوق سے ہوتے ہیں یہ سب اللہ تعالیٰ کا احسان ہے اور حضرت سلمہ کی توجہات کی برکت ہے۔

جواب...... مکرمی و علیکم السلام ورحمتہ اللہ و برکاتہٗ۔ مبارک ہو

مضمون...... حضرت دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس ناکارہ کی اصلاح فرمائے اور اعمال خیر کی توفیق مرحمت فرمائے اور حسن خاتمہ سے فائز فرمائے۔

جواب...... دل و جان سے

مضمون...... بخل کے لئے جو علاج حضرت اقدس نے تحریر فرمایا ہے اس پر انشاء اللہ تعالیٰ عمل کرتا رہوں گا۔

جواب...... اللہ تعالیٰ آسان فرماویں۔

besturdubooks.wordpress.com

دنیا کی محبت کا علاج:

مضمون...... دنیا کی محبت کے ازالہ کے لئے حضرت سلمہ کی کچھ علاج مرحمت فرمائیں انشاءاللہ تعالیٰ اس پر کاربند رہوں گا۔

جواب...... محبت جو بدرجہ میلان ہے وہ ذمیمہ نہیں اور جو اس میلان کے مقتضاء پر عمل ہو اگر وہ عمل مباح ہے تو اس میں صرف انہماک مذموم ہے اور اگر غیر مباح ہے تو نفس عمل ہی مذموم ہے اور انہماک اور عمل دونوں اختیاری ہیں ان دونوں کی مخالفت بار بار کرنا اس میلان کو مضمحل کر دیتا ہے یہی علاج ہے۔

بخل کے علاج کیلئے معین مراقبہ:

مضمون...... نیز دفع بخل کیلئے اگر کچھ اور معین ہو تو اس سے بھی مطلع فرمایا جائے۔ فقط والسلام احقر انحدام بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ از سہارنپور مدرسہ مظاہر علوم۔ ۱۷۔ رجب ۴۸ھ)

جواب...... مراقبہ واستحضار فنائے مال کا اور بقائے اجر انفاق کا۔

اٹھارواں خط

وظائف و معمولات سے رقّت و ذوق میں اضافہ نہ ہونا:

مضمون...... بخدمت گرامی مخدوم محترم بندگان سید و مرشدی حضرت اقدس حکیم الامۃ دامت برکاتکم وعمت فیوضکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ۔ الحمدللہ کہ حضرت سلمہ کی دعا سے معمولات فرمودہ حضرت بجالاتا ہوں اور معمولات کا اکثر حصہ نشاط اور دل بستگی سے ہوتا ہے۔ تہلیل فرمودہ حضرت اقدس ایک ہزار تک اور کبھی کچھ زائد پڑھتا ہوں نصف کے قریب بعد نماز مغرب اور بقیہ حصہ بعد صلوٰۃ تہجد اذکار میں جی لگتا ہے مگر اذکار سے قلب کی حالت میں کچھ تغیر نہیں جس سے شوق ومحبت میں اضافہ ہو یا قلب میں کچھ رقت پیدا ہوگئی ہو اگر یہ غیر محمود ہے تو اس کے لئے علاج تحریر فرمایا جائے۔ انشاءاللہ تعالیٰ اس پر عمل کروں گا۔

جواب...... بالکل غیر محمود نہیں اصلی مقصود اصلی اجر ورضا ہے یہ چیزیں زائد علی المقصود ہیں ان کا فقدان ذرہ برابر موجب قلق نہیں۔

besturdubooks.wordpress.com

اعمال واخلاق کب درست ہوں گے:

مضمون...... حضرت بندہ کی حالت بہت ہی گندی ہے۔نہ اعمال اچھے نہ اخلاق درست۔ دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ بندہ کی حالت درست فرمائے اور بندہ کی حالتِ پریشان پر رحم فرمائے۔

جواب...... انشاء اللہ تعالیٰ کام کرتے کرتے سب درستی ہو جائے گی۔

انہماک واعتدال:

مضمون...... حب دنیا کے علاج میں جو حضرت نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر عمل مباح ہے تو اس میں انہماک مذموم ہے۔انہماک کا مفہوم شرعی تحریر فرمایا جائے کہ کسی فعل میں اعتدال کہاں تک ہوتا ہے اور انہماک کا درجہ کہاں سے شروع ہوتا ہے۔

جواب...... کسی فعل مباح کا خاص اہتمام کرنا کہ وقت کا معتد بہ حصہ اس میں صرف ہو یا ایسی رقم خرچ ہو جس کے خرچ کے بعد فرض یا حقوق واجبہ میں تنگی ہو جائے یا قلب اس میں مشغول ہو کر آخرت سے غافل ہو جائے یہ انہماک ہے۔

عمل مباح وغیر مباح:

مضمون...... اور عمل مباح وغیر مباح کو اگر چند امثلہ سے واضح فرمایا جائے تو انطباق میں زیادہ سہولت ہوگی۔

جواب...... مباح جیسے اکل وشرب ولبس وغیرہا غیر مباح جیسے معاصی

حُبّ دنیا کے علاج کیلئے معاون مراقبہ:

مضمون...... نیز دفع حب دنیا کے علاج میں اگر اور کچھ معین ہو تو اس سے بھی مطلع فرمایا جائے فقط والسلام۔بندہ عبد الرحمٰن غفرلہ از سہارنپور مدرسہ مظاہر علوم۔۸۔شعبان ۴۸ھ

جواب...... تذکیر موت بکثرت

اُنیسواں خط

مضمون...... بخدمت حضرت اقدس مخدوم محترم بندگان ادام اللہ الطافکم وعم فیضکم۔

besturdubooks.wordpress.com

27 السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ' حضرت سلمہ نے جو کچھ اشادات احقر کے معروضات کے جواب میں تحریر فرمائے ان سے بے حد اطمینان ہوا حالت ناامید مبدل بامید ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ حضرت کی ذات گرامی کو ہمارے سروں پر تادیر قائم رکھے اور جناب کے فیوض سے ہمیشہ ہم جیسے ناکارہ خلائق کو مستفیض فرماتے رہیں۔ حب دنیا کے علاج میں جو کچھ ارشاد حضرت نے فرمایا انشاء اللہ تعالیٰ اس پر عمل کرتا رہوں گا۔

جواب...... مولانا السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ' اللہ تعالیٰ مدد فرماویں۔

مضمون...... حضرت دعا فرمائیں کہ حق تعالیٰ سبحانہ احقر کو عمل کی توفیق مرحمت فرمائیں اور اس ناکارہ کے اخلاق واعمال کو درست کریں۔

جواب...... آمین

توکل حاصل ہونے کا علاج:

مضمون...... حصول توکل علی اللہ کے لئے کوئی علاج تحریر فرمایا جائے قلب میں مادہ توکل بالکل نہیں۔ اسباب پر نظر زیادہ رہتی ہے اسباب کے فوت ہونے سے پریشانی ہوتی ہے اور افسوس ہوتا ہے۔ قلب میں گویا اسباب ہی پر بھروسہ رہتا ہے اور کچھ ہے نہیں۔ حضرت دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس ناکارہ کو بھی حضرت کے فیوض عامہ وخاصہ سے مستفیض فرمائے۔

فقط والسلام۔ ۱۳۔ شعبان ۴۸ھ خادم بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ از سہارنپور مدرسہ مظاہر علوم

جواب...... یہ طبعی کیفیت ہے جس کا منشاء اعتنا بالاسباب ہے اس پر ملامت نہیں نہ انسان اس کے ازالہ کا مکلف ہے بلکہ ایسا شخص اس کا مامور ہے کہ اسباب کا تہیہ رکھے تاکہ قلب مشوش نہ ہو۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سال بھر کا ذخیرہ کر کے اس کو سنت کر دیا۔

بیسواں خط

مضمون...... مخدوم محترم مکرمی سیدی ومرشدی جناب حضرت مولانا صاحب ادام اللہ فیوضکم وبرکاتکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ'۔ الحمدللہ کہ معمولات فرمودہ حضرت سلمہ اکثر اوقات میں پورے ہوجاتے ہیں۔ حضرت دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ خیرات کی

besturdubooks.wordpress.com

توفیق مرحمت فرمائے اور بندہ کے اخلاق درست کردے۔ حصول توکل کیلئے حضرت سلمہ نے کچھ ارشاد نہیں فرمایا۔ اس لئے گزارش خدمت اقدس ہے کہ حصول توکل کیلئے علاج تحریر فرمائے نیز اس کے لئے بھی علاج تحریر فرمایا جائے کہ اسباب پر زیادہ نظر نہ ہو۔ فقط والسلام۔ ۲۷۔ شوال ۴۸ھ خادم بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ از مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

جواب...... یہ درجہ مستحب ہے واجب نہیں اول تمام اخلاق واجبہ سے فراغت کر لی جائے پھر مستحبات کا سلسلہ شروع ہونے کا وقت ہوگا اس وقت معلوم ہوگا کہ ان کا زیادہ حصہ تو واجبات کی ساتھ ہی ساتھ حاصل ہو گیا اور بہت کم حصہ باقی رہ جائے گا جو ادنیٰ اہتمام سے راسخ ہو جائے گا اس وقت صرف اس حصہ کا طریق عرض کر دیا جائے گا۔

اکیسواں خط

خوف الٰہی:

مضمون...... بخدمت بابرکت مخدوم ومحترم بندگان سیدنا ومرشدنا حضرت اقدس ادام اللہ الطافکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ' الحمدللہ کہ حضرت سلمہ کی دعا کی برکت سے معمولات فرمودہ حضرت بجالاتا ہوں حضرت دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ اس ناکارہ کی اصلاح فرمائے اور ہمیشہ اپنی مرضیات میں مشغول رکھے اور حسن خاتمہ سے فائز فرمائے توکل کے بارہ میں جو حضرت سلمہ نے تحریر فرمایا ہے انشاء اللہ تعالیٰ اس پر عمل کروں گا اور انشاء اللہ تعالیٰ اخلاق واجبہ سے فراغت کے بعد اس کو عرض کروں گا۔

اللہ تعالیٰ کے خوف کے حصول کے لئے علاج تحریر فرمایا جائے۔ خدا کا خوف قلب میں نہیں جس کی وجہ سے بہت سے شرعی امور میں کوتاہی ہوتی ہے امید ہے کہ حضرت سلمہ اس کے حصول کیلئے علاج تحریر فرمائیں گے جس سے ادائے واجبات میں کوتاہی نہ ہو فقط والسلام۔ ۱۱۔ ذیقعدہ ۴۸ھ احقر بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ

جواب...... خوف کی تفسیر تحریر فرمائے۔

besturdubooks.wordpress.com

بائیسواں خط

مضمون...... بخدمت بابرکت مخدوم محترم مرشدی و مولائی سیدی و سندی حضرت اقدس ادام اللہ فیوضکم السلام علیکم ورحمتہ اللہ تعالیٰ و برکاتہ' الحمدللہ کہ معمولات مجوزہ حضرت حق الوسع بجالاتا ہوں حضرت سلمہ سے صلاح نفس اور فلاح دارین کے دعا کی درخواست ہے۔

خوف کی تفسیر جو احقر کے ناقص ذہن میں ہے وہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی عظمت و جلال کا قلب میں ایسا اثر ہو جس سے ادائے فرائض میں کوتاہی نہ ہو اور ارتکاب معاصی پر قلب کو بلا خوف لومۃ لائم کسی طرح جرأت نہ ہو۔

جواب...... یہ اثر اختیاری ہے یا غیر اختیاری ہے یا بلفظ دیگر مامور بہ ہے یا غیر مامور بہ۔ ظاہر ہے کہ خوف مامور بہ ہے اور مامور بہ کا اختیاری ہونا لازم ہے تو کیا اس کی تفسیر مفہوم غیر اختیاری و غیر مامور بہ سے ہو سکتی ہے۔

مضمون...... جو مصداق ہو **اللّٰھم اقسم لنا من خشیتک ماتحول به بیننا و بین معاصیک**

جواب...... کیا اس حیلولۃ کے لئے قصد و اختیار شرط ہے یا نہیں

مضمون...... اس قسم کے خوف سے احقر بالکل عاری ہے بہت سے مواضع میں معمولی سی بات کی وجہ سے فرائض تک ترک ہو جاتے ہیں اور نفس تاویلات گھڑنی شروع کر دیتا ہے مثلاً گاڑی کے سفر میں اگر ہجوم ہو اور اترنے میں تکلیف ہو تو نفس میں تاویلات اور حیل کا دروازہ کھل جاتا ہے اور نماز قضا ہو جاتی ہے۔ ایسے ہی کہیں امر بالمعروف کا ضروری موقع ہو اور مخالفین کا غلبہ ہو تو نفس تاویل کر کے امر بالمعروف کو ترک کر دیتا ہے۔ بعض جگہ صلوٰۃ جمعہ کی شرائط موجود نہیں ہوتیں اور معمولی اندیشہ ضرر کا یا رفع منفعت کا ہوتا ہے۔ نفس تاویلات کر کے جمعہ کی نماز پڑھا ہی دیتا ہے علیٰ ہذا القیاس اس کے لئے کوئی علاج تجویز فرمایا جائے جس سے ان شرعی امور میں کوتاہی نہ ہو فقط والسلام۔ ۲۸۔ ذیقعدہ ۴۸ھ احقر عبدالرحمٰن غفرلہ از سہارنپور مدرسہ مظاہر علوم۔

جواب......اوپر کے سوالات کے جواب کے بعد ان جزئیات کے متعلق عرض کروں گا۔

besturdubooks.wordpress.com

تیئیسواں خط

مضمون...... بخدمت بابرکت مخدومی ومحترمی ومرشدی ومولائی حضرت اقدس حکیم الامۃ دامت فیوضکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ'

حضرت سلمہ سے استدعا ہے کہ احقر کی اصلاح کیلئے اور حسن خاتمہ کیلئے دعا فرماویں۔

جواب...... مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'۔ دل سے دعا ہے۔

خوف کی حقیقت اور اس کا حصول:

مضمون...... واقعی یہ اثر جو احقر نے خوف کی تفسیر میں لکھا ہے غیر اختیاری ہے اور اس سے خوف کی تفسیر جو اختیاری ہے صحیح نہیں یہ بندہ کی غلطی ہے مگر اس کے سوا کوئی ایسا مفہوم معلوم نہیں جو خوف کی تفسیر اور جامع مانع ہو کر اختیاری بھی ہو اس لئے حضرت اقدس سلمہ سے استدعا ہے کہ حضرت ہی اس کی تفسیر بھی بتلا دیں اور علاج بھی ارشاد فرماویں اتنا تو معلوم ہوتا ہے کہ خوف کے ثمرات قلب میں نہیں جس سے خوف کا سلب معلوم ہوتا ہے۔ اللّٰھم اقسم لنا من خشیتک ماتحول بہ بیننا و بین معاصیک میں حیلولۃ کے لئے قصد واختیار شرط ہے۔ امید ہے کہ حضرت علاج تجویز فرمائیں گے۔ فقط والسلام۔

۲۵۔ ذوالقعدہ ۴۸ھ احقر عبدالرحمٰن غفرلہ از سہارنپور مدرسہ مظاہر علوم

جواب...... احتمال المکروہ من العتاب والعقاب اصل ہے خوف کا اور اس کا استحضار اختیاری ہے اسی طرح اس کے مقتضاء پر عمل کرنا یعنی کف عن المعاصی اختیاری ہے اس کف میں اولاً تکلف ہوتا ہے مگر اس کے تکرار سے تکلف کم ہو کر عادت ہو جاتی ہے پھر اس کا ملکہ ہو جاتا ہے کہ کف عن المعصیۃ سہل ہو جاتا ہے۔ امید ہے کہ اس سے بقیہ سوالات کا جواب بھی حاصل ہو جائے گا۔ (اشرف علی)

چوبیسواں خط

مضمون...... بخدمت بابرکت حضرت اقدس مخدوم محترم بندگان سیدی ومرشدی جناب حضرت حکیم الامۃ مدفیوضکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ' الحمدللہ کہ معمولات

besturdubooks.wordpress.com

فرمودہ حضرت اقدس اکثر اوقات بجالاتا ہوں۔ حضرت اقدس دعا فرماویں کہ حق تعالیٰ شانہ اس ناکارہ خلائق کی اصلاح فرمائے۔

حق تعالیٰ کے خوف کے متعلق جو حضرت سلمہ نے ارشاد فرمایا وہ سمجھ میں آ گیا۔ خداوند تعالیٰ کا خوف چونکہ قلب میں بالکل نہیں اور قلب میں ضعف اور جبن بے حد زیادہ ہے اس لئے حضرت سلمہ کی خدمت میں درخواست ہے کہ حضرت سلمہ اس کے متعلق احقر کے حق میں دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس کا کچھ حصہ احقر کو بھی مرحمت فرمائے اور قلب میں خوف الٰہی کے پیدا ہونے کی جو تدابیر ہوں ان سے بھی مطلع فرمایا جائے۔

جواب...... کیا قلب میں یہ احتمال بھی نہیں کہ شاید معاصی پر عقاب یا عتاب ہونے لگے چونکہ یہ احتمال ضرور ہر مومن کے قلب میں ہے اس لئے خوف حاصل ہے۔ اسی احتمال کا استحضار اور کف عن المعاصی بالاستمرار یہ خوف کو ملکہ بنا دیتی ہیں۔

معمولات کے ناغہ کف قضا:

مضمون...... سفر میں تو عموماً اور حضر میں کبھی کبھی معمولات کل یا بعض ناغہ ہو جاتے ہیں ان کی قضا کیسے کروں۔ فقط والسلام۔

خادم بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ از سہارنپور مدرسہ مظاہر علوم ۲۔ محرم ۴۹ھ

جواب...... تھوڑی مقدار میں کر لیا کیجئے۔

پچیسواں خط

خوفِ خدا حاصل ہونے کیلئے معاونِ مراقبہ:

مضمون...... بخدمت بابرکت مخدوم محترم سید و مرشدی جناب حضرت حکیم الامۃ دامت الطافکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ و برکاتہ۔ الحمدللہ کہ معمولات فرمودہ حضرت سلمہ حتی الوسع التزام سے بجالاتا ہوں حضرت کی خدمت میں درخواست ہے کہ احقر کی اصلاح وفلاح کیلئے دعا فرماویں۔ اللہ تعالیٰ کے خوف کے متعلق جو کچھ ارشاد حضرت اقدس نے فرمایا انشاء اللہ تعالیٰ اس پر عمل کروں گا۔ احقر کے حق میں حضرت دعا فرماویں کہ اللہ

besturdubooks.wordpress.com

تعالیٰ شانہ اپنا خوف قلب میں پیدا کر دے۔ اللہ تعالیٰ کے خوف کے پیدا ہونے کیلئے اگر کچھ معین ہو اس کو بھی تحریر فرمایا جائے۔

جواب...... وہی استحضار وکف عن المعاصی بالاستمرار توی معین ہے۔

مضمون...... قلب میں صبر کے پیدا ہونے کے لئے علاج ارشاد فرماویں اور اس کی حقیقت شرعیہ سے بھی مطلع فرمایا جائے۔ مصائب اور تکالیف اور ایذاء پر قلب کو بے حد تکلیف ہوتی ہے۔ اور بے چینی اور پریشانی ہوتی ہے۔ امید ہے کہ حضرت اقدس اس کے لئے علاج تحریر فرمائیں گے فقط والسلام خادم بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ از سہارنپور۔ ۲۴۔ محرم ۴۹ھ

جواب...... ابھی اس کا تمکن و رسوخ ہونے دیجئے۔

چھبیسواں خط

مضمون...... بگرامی خدمت مخدوم محترم سید و مرشدی حضرت اقدس حکیم الامۃ دامت فیوضکم السلام علیکم و رحمۃ اللہ تعالیٰ و برکاتہ۔ الحمدللہ کہ حضرت سلمہ کی دعا سے معمولات مجوزہ حضرت اکثر اوقات میں بجالاتا رہتا ہوں۔

جواب...... السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ بارک اللہ تعالیٰ فیہا

مضمون...... حضرت اقدس دعا فرماویں کہ حق تعالیٰ شانہ بندہ کی اصلاح فرمائیں اور ہمیشہ اپنی مرضیات میں مشغول رکھیں۔

جواب...... آمین

مصائب کی گرانی اور دل کی پریشانی:

مضمون...... صبر کے پیدا ہونے کے لئے علاج تحریر فرمایا جائے مصائب کا تحمل قلب پر بہت ہی گراں ہوتا ہے بلکہ کوئی بات خلاف طبع پیش آ جائے اس سے قلب میں بے چینی اور اضطراب پیدا ہو جاتا ہے اور قلب میں اس کی وجہ سے طرح طرح کے وساوس پیدا ہوتے ہیں۔ امید ہے کہ حضرت اقدس اس کیلئے علاج مرحمت فرمائیں گے۔

جواب...... نہ سبب مذموم ہے نہ مسبب دونوں غیر اختیاری ہیں و لا یذم مالا

besturdubooks.wordpress.com

اختیار فیہ۔ اس لئے ضرورت معالجہ کی نہیں البتہ حدود شرعیہ سے بالاختیار تجاوز کرنا یہ مذموم ہے اور بے صبری اسی کا نام ہے۔

صبر کی حقیقت:

مضمون...... اور اس کی حقیقت شرعیہ سے بھی مطلع فرمائیں گے فقط والسلام۔ ۶۔ ربیع الاول ۴۹ھ بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ از سہارنپور

جواب...... حبس النفس علی ماتکرہ عما یکرہ شرعاً۔

ستائیسواں خط

مضمون...... بخدمت اقدس مخدوم محترم سیدی و مرشدی دامت فیوضکم السلام علیکم و رحمتہ اللہ تعالیٰ و برکاتہ۔ الحمدللہ کہ حضرت کی دعا سے معمولات بجالاتا ہوں حضرت سلمہ سے دعائے استقامۃ و حسن خاتمہ کی استدعا ہے۔ بے چینی اور طبعی اضطراب گو شرعاً مذموم نہیں مگر نفس کو اس سے تکلیف ہوتی ہے۔

جواب...... اس تکلیف کا معالجہ فن کی غرض سے خارج ہے۔

مضمون...... اور بسا اوقات اس کی وجہ سے دینی امور فرائض و واجبات میں خلل واقع ہونے لگتا ہے۔

جواب...... خلل غیر اختیاری یا ختیاری

مضمون...... حضرت سلمہ اس کے متعلق کچھ ارشاد فرمادیں تاکہ اطمینان ہو جائے۔

جواب......میں اوپر عرض کر چکا۔

مصیبت پر اجر:

مضمون...... نیز جو مصیبت قلب پر عادۃً شاق ہوتی ہے جیسے والدین یا اولاد کا انتقال اگر کسی کو بوجہ قساوت کے لئے ایسے مصائب پر کچھ گرانی قلب پر نہ ہو تو ایسی صورت میں نہ اس کو تکلیف ہوگی اور نہ صبر نہ اس پر ثواب ایسی صورت میں تحصیل ثواب کی کیا صورت ہے یا یہ شخص اس مصیبت پر صبر کے ثواب سے محروم رہے گا۔

besturdubooks.wordpress.com

جواب...... یہ عزم رکھنا کہ اگر مصیبت پر قلق ہوا تو صبر کروں گا۔ یہ بھی تحصیل ثواب صبر کے لئے کافی ہے۔

نفس کو روکنے کا مطلب:

مضمون...... جس کے معنی صرف یہی ہیں کہ جزع فزع اور خلاف شرع اقوال سے بچے یا کچھ اور فقط والسلام بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ از سہارنپور ۲۶۔ ربیع ا ۴۹ھ

جواب...... جی ہاں

اٹھائیسواں خط

مصائب کے وقت حقوق شرعیہ میں خلل:

مضمون...... مخدومی محترمی سیدی ومرشدی جناب حضرت حکیم الامۃ ادام اللہ فیوضکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہٗ۔ مصائب کے وقت حقوق شرعیہ میں خلل کبھی تو اختیاری ہوتا ہے۔

جواب...... جامع الکمالات دام فیضہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ اس کا تدارک تو اختیاری ہے کرنا چاہیے۔

مضمون...... اور کبھی غیر اختیاری کہ قلب ایسی پریشانی میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ ذہول اور غفلت کی وجہ سے دوسری طرف توجہ نہیں ہوتی۔

جواب...... تو اس سے کوئی ضرر دینی نہیں اور مہتم بالشان ایسے ہی ضرر سے بچنا ہے۔

مضمون...... حضرت سلمہ احقر کے حق میں دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ اس ناکارہ خلائق کی اصلاح فرمائیں۔

جواب...... دل سے اصلاح کی دعا کر رہا ہوں۔

مضمون...... معمولات جو حضرت سلمہ نے فرمائے ہیں اس کو بجالاتا ہوں اور الحمدللہ کہ اکثر اوقات پابندی کے ساتھ پورے ہو جاتے ہیں مگر قلب کی قساوت ویسے ہی ہے جیسے تھی دعا فرماویں کہ حق تعالیٰ سبحانہ احقر کے قلب کی اصلاح فرمائیں فقط والسلام۔ ۳۔ ربیع الثانی ۴۹ھ خادم بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ از سہارنپور

besturdubooks.wordpress.com

جواب...... قساوت میں محتاج تفسیر ہے۔ (اشرف علی)

اُنتیسواں خط

مضمون...... بحضرت اقدس مخدوم محترم سیدی و مرشدی حضرت مولانا صاحب حکیم الامۃ ادام اللہ فیوضکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ و برکاتہٗ۔ الحمد للہ کو معمولات فرمودہ حضرت اکثر ایام میں بلاناغہ پورا کرتا رہتا ہوں۔

جواب...... مولانا دام فیضہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ الحمد للہ

مضمون...... حضرت سلمہ سے صلاح نفس اور حسن خاتمہ کے دعا کی استدعا ہے امید ہے کہ حضرت اقدس اس ناکارہ کو دعا میں یاد فرمائیں گے۔

جواب...... دل سے دعا ہے

مضمون...... صبر کے متعلق جو حضرت سلمہ کے ارشادات ہیں ان پر انشاء اللہ تعالیٰ عمل کروں گا۔ حضرت اقدس دعائے توفیق اعمال فرمائیں۔

جواب...... آمین

شکر کی حقیقت اور اس کا حصول:

مضمون...... اللہ تعالیٰ کے انعامات پر شکر کے لئے علاج ارشاد فرمایا جائے۔

جواب...... علاج تو ازالہ کے لئے ہوتا ہے یہ تو تحصیل کی چیز ہے اور اختیاری۔ استعمال اختیار اس کی تدبیر ہے۔

مضمون...... اور نیز اس سے بھی مطلع فرمایا جائے کہ شکر کی حقیقت شریعت میں کیا ہے۔

جواب...... جو حالت طبیعت کے موافق ہو خواہ اختیاری ہو یا غیر اختیاری ہو اس حالت کو دل سے خدا تعالیٰ کی نعمت سمجھنا اور اس پر خوش ہونا اور اپنی لیاقت سے اس کو زیادہ سمجھنا اور زبان سے خدا تعالیٰ کی تعریف کرنا اور اس نعمت کا جوارح سے گناہوں میں استعمال نہ کرنا یہ شکر ہے۔

مضمون...... قساوت کی تفسیر یہ ہے کہ طاعت کی طرف طبیعت کی رغبت نہیں

جواب...... طبعی یا قصدی استحضار سے

besturdubooks.wordpress.com

مضمون...... اور نہ معاصی سے طبیعت میں نفرت (ہے)

جواب...... طبعی یا قصدی استحضار سے

مضمون...... اور نہ نصوص وعد وعید کے دیکھنے یا سننے سے قلب میں رقت پیدا ہوتی ہے۔

جواب...... طبعی یا قصدی استحضار سے

ریاء کی ایک صورت:

مضمون...... بلکہ بسا اوقات طاعات واجبہ مخلوق کے خوف سے اور ان کے طعن ولعن کے خوف سے ادا ہوتی ہیں۔

جواب...... یہ تو ریاء ہے۔

مضمون...... اور ایسا ہی اجتناب عن المعاصی بھی مخلوق کے خوف سے ہوتا ہے۔

جواب...... یہ بھی ریاء ہے۔

مضمون...... امید ہے کہ حضرت سلمہ اس کے لئے کوئی علاج تجویز فرمائیں گے فقط والسلام۔ ۹۔ ربیع الثانی ۴۹ھ۔ عبدالرحمٰن غفرلہ از سہارنپور مدرسہ مظاہر علوم

جواب...... ابھی قساوت کی حقیقت منقح نہیں ہوئی۔

تیسواں خط

شکر حاصل کرنے کا طریقہ:

مضمون...... بحضرت اقدس حکیم الامۃ مخدوم محترم سیدی ومرشدی ادام اللہ فیوضکم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ'

احقر کا مقصود بھی تحصیل شکر کیلئے علاج پوچھنا تھا امید ہے کہ حضرت سلمہ اس کے تحصیل کا طریقہ اور معین ارشاد فرمائیں گے۔

جواب...... وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

اس کی ماہیت کے اجزاء سب افعال اختیاریہ ہیں ان کو بہ تکرار صادر کرنا یہی طریقہ تحصیل اور یہی طریق تسہیل ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

حالت نماز میں رونا وغیرہ:

مضمون...... قساوت سے مقصود بندہ کا یہ ہے کہ جیسے بعض لوگوں کو دیکھا گیا کہ حالت صلوٰۃ میں رونے لگتے ہیں۔ قرآن شریف پڑھتے ہیں رونے لگ جاتے ہیں۔ وعظ میں وعید کے مضامین سن کر رقیق القلب ہوکر گریہ و بکاء میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ احقر کو نہ نماز میں رونا آتا ہے نہ قرآن پڑھنے سننے سے رقت قلب ہوتی ہے یہ حالت اگر غیر محمود ہے تو حضرت سلمہ اس کے لئے علاج ارشاد فرمائیں۔

جواب...... یہ امور غیر اختیاریہ ہیں اور ایسے امور میں غیر محمود کا تحقق نہیں ہوتا۔

طاعات کی طرف اعتقادی رغبت:

مضمون...... اور طاعات کی طرف نہ طبعی رغبت ہوتی ہے اور نہ قصدی استحضار سے اور ایسے ہی معاصی سے نفرت

جواب...... رغبت ونفرت طبعیہ غیر مطلوب ہے رغبت ونفرت اعتقادی کافی ہے یہی مامور بہ ہے اس کے مقتضاء پر بار بار عمل کرنے سے اکثر طبعی رغبت ونفرت بھی ہو جاتی ہے اگر نہ ہو تو بھی مضر نہیں۔

مضمون...... معمولات بحمداللہ تعالیٰ اکثر اوقات میں بہ نشاط پورے ہو جاتے ہیں خصوصاً تہجد میں تو بفضلہٖ تعالیٰ حضرت کی دعا سے اچھا خاصہ جی لگتا ہے۔ حضرت اقدس سلمہ سے صلاح نفس اور فوز دارین کی دعا کی استدعا ہے۔ فقط والسلام بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ از سہارنپور مدرسہ مظاہر علوم

جواب...... مولانا السلام علیکم۔ اضیاف کے ہجوم سے اطمینان کا وقت نہ ملا اور میں ایسے وقت کا جواب کے لئے منتظر رہا اب بھی ایسا وقت نہیں مگر رفع انتظار کے لئے لکھتا ہوں۔

اکتیسواں خط

مضمون...... بحضرت اقدس سید و مرشدی و مخدومی و محترمی ادام اللہ فیوضکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہٗ

besturdubooks.wordpress.com

شکر کے متعلق جو کچھ حضرت اقدس سلمہ نے تحریر فرمایا وہ بحمد اللہ سمجھ میں آ گیا۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور حضرت کی دعاء سے اکثر اجزاء شکر پر عمل بھی ہے۔

جواب...... بارک اللہ تعالیٰ

مضمون...... حضرت سلمہ سے درخواست ہے کہ احقر کے اصلاح نفس اور امتثال اوامر اور اجتناب عن المعاصی کیلئے دعا فرمائیں حضرت سلمہ کی دعا سے معمولات بفضلہٖ تعالیٰ روزانہ پورے ہو جاتے ہیں۔ حضرت سلمہ دعائے استقامت فرماویں۔

جواب...... دل وجان سے

زُہد حاصل ہونے کا طریقہ:

مضمون...... تحصیل زہد کے لئے حضرت والا علاج اور طریق تسہیل مرحمت فرماویں اور اس کی ماہیت شرعیہ بھی ارشاد فرمائی جائے۔

جواب...... قلت رغبت فی الدنیا اس کی ماہیت ہے طریق تحصیل مراقبہ اسکے فانی ہونے کا اور غیر ضروری کی تحصیل میں انہماک نہ ہونا اور طریق تسہیل صحبت۔ زاہدین کی اور مطالعہ حالات زاہدین کا

مضمون...... آئندہ جمعہ کو حضرت سلمہ کی خدمت میں حاضری کا ارادہ ہے اگر حضرت اجازت فرماویں۔

جواب...... بسر وچشم

مضمون...... نیز احقر حضرت سے بیعت ہونے کے شرف سے اب تک محروم ہے اگر حضرت سلمہ کے نزدیک مناسب ہو تو حاضری پر شرف بیعت سے بھی مشرف فرمایا جائے۔ فقط والسلام۔ ۹۔ جمادی الاولیٰ ۴۹ھ۔ احقر انحد ام بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ از سہارنپور مدرسہ مظاہر علوم

جواب...... ضرورت تو ہے نہیں لیکن آپ کے حکم سے عذر بھی نہیں

بتیسواں خط

مضمون...... بخدمت حضرت اقدس مخدوم محترم سیدی ومرشدی حکیم الامۃ ادام اللہ

besturdubooks.wordpress.com

اظلالکم علینا و علی سائر المستر شدین۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہٗ

الحمد للہ حضرت سلمہ کی دعا سے معمولات فرمودہ حضرت والا پورے ہو جاتے ہیں اور معمول تدبر فی القرآن کا بھی حسب ارشاد سامی شروع کر دیا ہے۔ جس کے لئے سردست وقت بعد صلوٰۃ عشا مقرر کیا ہے۔ حضرت اقدس بندہ کی اصلاح ظاہر و باطن و استقامۃ علی الطاعات والمرضیات کے لئے دعا فرمائیں۔

جواب...... بارک اللہ تعالیٰ دل و جان سے

مضمون...... احقر کو حق تعالیٰ کی ذات بابرکات سے امید ہے کہ حضرت کی دعاء اور توجہات سے احقر ناکارہ خلائق کی اصلاح انشاء اللہ تعالیٰ ہو جائے گی۔

جواب...... میں کیا چیز ہوں مگر حق تعالیٰ کے فضل و رحمت سے سب امید ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ

مضمون...... زہد کی تحصیل کے لئے جو کچھ حضرت سلمہ نے ارشاد فرمایا اس پر انشاء اللہ تعالیٰ عمل کروں گا۔ حضرت سے توفیق اعمال خیر کی دعا کی استدعا کی ہے۔

جواب...... دل سے دعا ہے

صدق و اخلاص کے حصول کا علاج:

مضمون...... صدق و اخلاص کے حقائق شرعیہ اور ان کے حصول کیلئے علاج اور معین تحریر فرمایا جائے فقط والسلام۔ ۲۸۔ جمادی الاولیٰ ۴۹ھ۔ احقر عبدالرحمٰن غفرلہ از سہارنپور مدرسہ مظاہر علوم

جواب...... جس طاعت کا ارادہ ہو اس میں کمال کا درجہ اختیار کرنا یہ صدق ہے اور اس طاعت میں غیر طاعت کا قصد نہ کرنا۔ یہ اخلاص ہے۔ اور یہ موقوف ہے مابہ الکمال کے جاننے پر اسی طرح غیر طاعت کے جاننے پر اس کے بعد صرف نیت اور عمل جزو اخیر رہ جاتا ہے یہ دونوں اختیاری ہیں طریق تحصیل تو اسی سے معلوم ہو گیا آگے رہا معین وہ استحضار ہے وعدہ و وعید کا اور مراقبہ نیت کا

تینتیسواں خط

اخلاص و صدق کی مثالیں:

مضمون...... بعالی خدمت بابرکت مخدوم محترم سیدی و مرشدی حضرت اقدس حکیم

besturdubooks.wordpress.com

الامت ادام اللہ فیوضکم الی یوم القیمۃ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اخلاص وصدق کے متعلق حضرت سلمہ نے جو کچھ ارشاد فرمایا وہ سمجھ میں آ گیا مگر مزید انشراح کیلئے اگر حضرت سلمہ ان کے حقائق کو امثلہ سے شرح فرماویں تو انطباق میں زیادہ سہولت ہوگی۔

جواب...... مثال صدق کی نماز کو اسی طرح پڑھنا جس کو شریعت نے صلوٰۃ کاملہ کہا ہے یعنی اس کو مع آداب ظاہرہ و باطنہ کے ادا کرنا علی ہذا تمام طاعات میں جو درجہ کمال کا شریعت نے درجہ بتلایا ہے مثال اخلاص کی نماز میں ریاء کا قصد نہ ہو جو کہ غیر طاعت ہے رضائے غیر حق کا قصد نہ ہو جو کہ غیر طاعت ہے اور اس کے متعلقات ظاہر ہیں۔

اخلاص اور خشوع وخضوع میں فرق:

مضمون...... اس سے بھی مطلع فرمایا جائے کہ اخلاص میں اور خشوع وخضوع میں کچھ فرق ہے یا نہیں۔

جواب...... اخلاص راجع ہے نیت کی طرف اور خشوع وخضوع سکون ہے جوارح و قلب کا حرکات منکرہ ظاہرہ یا باطنہ سے اگرچہ ان حرکات میں نیت غیر طاعت کی نہ ہو پس اخلاص خشوع سے مفارق ہوسکتا ہے۔

ایک طاعت میں دوسری کا قصد:

مضمون...... اور نیز اس سے بھی کہ جس طاعت کا قصد ہو اس میں اس طاعت کے علاوہ دوسری طاعت کا قصد مخل اخلاص ہے یا نہیں۔

جواب...... مثال سے واضح کیا جائے

مضمون...... مراقبہ نیت کی تصویر سے بھی مطلع فرمایا جائے۔

جواب...... یعنی اس کی دیکھ بھال کہ میری نیت غیر طاعت تو نہیں

نیت کے وقت کے وساوس:

مضمون...... نیز اس سے بھی نیت کے وقت میں جو وساوس غیر طاعت کے بلا اختیار پیش آتے ہیں ان کے دفع کرنے کا کیا علاج ہے۔

جواب...... وساوس مخل نہیں اخلاص میں اول تو وہ غیر اختیاری دوسرے نماز سے وہ مقصود تو نہیں

besturdubooks.wordpress.com

مضمون...... ارادہ صلوٰۃ کے وقت قبیل از تحریمہ ہر چند اس کی کوشش کرتا ہوں کہ غیر طاعت کا وسوسہ قلب میں نہ آئے مگر پھر بھی کامیابی نہ ہوتی

جواب...... تو محذور کیا ہوا اخلاص کے خلاف نہ ہونا اوپر معلوم ہوا البتہ اگر قصداً ہوں تو صدق کے خلاف ہیں مگر جب بلا قصد ہوں تو خلاف صدق بھی نہیں۔

مضمون...... اور بسا اوقات قطع تحریمہ کی نوبت آ جاتی ہے۔ اور مکرر سہ کرر نیت اور استحضار کرنا پڑتا ہے اس خیال سے کہ تحریمہ کے وقت نیت نہیں ہوئی اور عزم نہیں ہوا۔ یا تحریمہ کی طرف توجہ نہ ہونے کی وجہ سے۔

جواب...... یہ تو حرام ہے۔ نیت فعل اختیاری ہے اس وقت دوسری طرف توجہ قصد و اختیار سے نہ ہونا چاہیے اور بلا اختیار منافی نیت نہیں

مضمون...... اس لئے عرض کیا گیا ہے کہ حضرت سلمہ اس کے لئے علاج مرحمت فرمادیں۔

جواب...... اوپر سب عرض کر دیا

مضمون...... حضرت سلمہ سے استدعا ہے کہ احقر ناکارہ خلائق کے حق میں دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ بندہ کے ظاہر و باطن کی اصلاح فرمائے اور اپنا قرب خاص عنایت فرمائے۔ فقط والسلام۔ بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ از سہارنپور مدرسہ مظاہر علوم ۸۔ جمادی الثانی ۴۹ھ

جواب...... دل سے دعا ہے

چونتیسواں خط

اخلاص کے دو درجے:

مضمون...... بخدمت بابرکت حضرت اقدس حکیم الامت سیدی و مرشدی ادام اللہ فیوضکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمدللہ کہ حضرت سلمہ کے ارشادات سے بہت سے خلجانات رفع ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ حضرت سلمہ کی ذات گرامی اور حضرت کے فیوض کو ہمیشہ ہمارے سروں پر قائم رکھے۔ البتہ اخلاص و خشوع کے فرق کے بیان میں جو حضرت اقدس کا ارشاد ہے (اگرچہ ان حرکات میں نیت غیر طاعت کی نہ ہو) اس میں اتنا شبہ ہے کہ جب وہ حرکات منکرہ ہیں تو ان میں نیت

besturdubooks.wordpress.com

طاعت کی نہیں ہوسکے گی ان میں بہرصورت نیت غیر طاعت ہی کی ہوگی۔

جواب...... لازم نہیں بلکہ ممکن ہے کہ کسی چیز کی بھی نیت نہ ہو عبث حرکات ہوں جو بے پروائی یا عادت کے سبب صادر ہوں خواہ جوارح کی حرکات ہوں یا قلب کی

مضمون...... حضرت سلمہ کی خدمت میں گذارش ہے کہ اس کے متعلق کچھ اور وضاحت فرمائی جائے تاکہ کسی قسم کا شبہ نہ ہے۔

جواب...... ابھی عرض کر چکا۔

مضمون...... کسی طاعت میں غیر طاعت کا تو قصد نہ ہو مگر دوسری طاعت کا قصد ہو جیسے نماز کی حالت میں ریاء کا قصد تو نہیں اور نہ کسی اور فعل غیر طاعت کا قصد ہے مگر نماز کی حالت میں قصداً کسی شرعی مسئلہ کا مطالعہ کرتا ہے یا کسی اور سفر طاعت کا نظام اس حالت میں قصداً سوچتا ہے۔

جواب...... یہ مسئلہ دقیق ہے قواعد سے اس کے متعلق عرض کرتا ہوں۔ اس وقت دو حدیثیں میری نظر میں ہیں ایک مرفوع جس میں یہ جزو ہے صلی رکعتین مقبلاً علیھما بقلبہ۔ دوسری موقوف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول جس میں یہ جزو ہے انی لاجھز جیشی و انا فی الصلوٰۃ۔ مجموعہ روایتین سے اخلاص کے دو درجے مفہوم ہوئے ایک یہ کہ جس طاعت میں مشغول ہے اس کے غیر کا قصداً استحضار بھی نہ ہو اگر چہ وہ بھی طاعت ہی ہو۔ دوسرا درجہ یہ کہ دوسری طاعت کا استحضار ہو جائے اور ان دونوں میں یہ امر مشترک ہے کہ اس دوسری طاعت کا اس طاعت سے قصد نہیں ہے مثلاً نماز پڑھنے سے یہ غرض نہیں ہے کہ نماز میں یکسوئی کے ساتھ تجہیز جیش کریں گے پس حقیقت اخلاص تو دونوں میں یکساں ہے اس میں تشکیک نہیں عوارض کے سبب ان میں تفاوت ہو گیا۔ اور درجہ اول اکمل ہے اور دوسرا درجہ اگر بلا عذر ہے تو غیر اکمل ہے اور اگر عذر سے ہے تو وہ بھی اکمل ہے جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ضرورت تھی اور اس کا معیار اجتہاد ہے لیکن ہر حال میں اخلاص کے بالکل خلاف نہیں البتہ خشوع کے خلاف ہونا نہ ہونا نظری ہے میرے ذوق میں بصورت عذر یہ خلاف خشوع بھی نہیں اگر ضرورت ہو (اسی کو اوپر عذر کہا گیا ہے ۱۲) اب اس پر سوال کو منطبق کر لیجئے۔

besturdubooks.wordpress.com

2

دوسرے کی اصلاح کیلئے نماز پڑھنا:

مضمون...... یا نماز صرف اس غرض سے پڑھتا ہے کہ کوئی ناواقف آدمی میری اس نماز کو دیکھ کر اپنی نماز درست کرلے ایسے طاعات کا قصد نماز میں مخل اخلاص ہے یا نہیں

جواب...... اس میں خود نماز سے مقصود غیر نماز ہے اس میں بظاہر خلاف اخلاص ہونے کا شبہ ہوسکتا ہے مگر میرے ذوق میں اس میں تفصیل ہے کہ شارع کے لئے تو یہ خلاف اخلاص نہیں وہ اس صورت تبلیغ کے مامور ہیں اور غیر شارع کیلئے مامور بہ نماز میں خلاف احتیاط ہے اور خاص تعلیم کے لئے مستقل نماز کا حرج نہیں۔

نیت و تحریمہ کا ذہول ہوجانا:

مضمون......نماز کے شروع کرنے کے بعد پہلی رکعت میں مثلاً یہ خیال ہوا کہ نہ معلوم تحریمہ کے وقت میری نیت شرعی صلوٰۃ کی ہوئی تھی یا نہیں یا تحریمہ ہی میں شبہ ہوا کہ نہ معلوم میں نے اللہ اکبر کہا یا نہیں۔ الغرض اس کو نیت اور تحریمہ سے بالکل ذہول ہوگیا ایسی حالت میں کیا کرنا چاہیے حضرت اقدس کی خدمت میں گذارش ہے کہ اس کے متعلق کچھ ارشاد فرمائیں اور مراقبہ نیت ہی اس کا علاج ہے یا کچھ اور

جواب...... یہ مسئلہ فقیہہ ہے روایات جزئیہ دیکھ لی جاویں۔

مضمون...... معمولات فرمودہ حضرت سلمہ بحمداللہ روزانہ حضرت کی دعا کی برکت سے پورے ہوجاتے ہیں۔

جواب...... الحمدللہ

مضمون...... حضرت دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ اس ناکارہ کی اصلاح فرمائے اور ظاہر و باطن اس ناکارہ کا اللہ تعالیٰ کی مرضیات سے مزین ہوجائے۔

جواب...... آمین۔

ہدیہ پیش کرنے کی درخواست کا جواب:

مضمون...... ۲۲۔ جمادی الثانیہ کے جمعہ کو حاضری کا قصد ہے اگر حضرت سلمہ اجازت فرماویں۔

besturdubooks.wordpress.com

جواب...... بسر و چشم

مضمون...... کئی دفعہ طبیعت کا تقاضا ہوا کہ حضرت سلمہ کے لئے کوئی تھوڑی سی چیز بطور ہدیہ حاضر خدمت اقدس کروں مگر چونکہ حضرت کی طبیعت مبارک کے خلاف ہے اس لئے نہ پیش کرنے کی جرأت ہوئی اور نہ عرض کرنے کی ہمت اس لئے درخواست ہے کہ اگر حضرت والا اجازت فرماویں تو صرف دو روپیہ کی کوئی چیز (جو حضرت سلمہ پسند فرماویں) اپنے ساتھ لا کر حاضر خدمت کروں۔ یا اگر احقر کا حاضر ہونا کسی عذر سے ملتوی ہو گیا تو کسی ایسے شخص کے ہاتھ بھیج دوں جو حضرت سلمہ کا خادم ہو فقط والسلام۔ خادم بندہ عبدالرحمٰن از سہارنپور مدرسہ مظاہر علوم۔ ۱۵۔ جمادی الاخریٰ ۴۹ھ

جواب...... حجاب بھی ہوتا ہے مگر آپ کے تبرک سے محرومی بھی گوارا نہیں۔ کوئی خاص چیز ذہن میں نہیں بے تکلف عرض ہے کہ نقد انفع ہے مگر اس سے نصف یعنی ایک روپیہ

پینتیسواں خط

مضمون...... بحضرت اقدس حکیم الامت سیدی و مرشدی ادام اللہ فیوضکم وافاض علینا برکاتکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہٗ۔

الحمدللہ کہ حضرت سلمہ کی توجہ کی برکات سے معمولات پورے ہو جاتے ہیں۔

جواب...... مولانا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

بارک اللہ تعالیٰ

مضمون...... حضرت احقر ناکارہ کے حق میں دعا فرماویں کہ حق تعالیٰ جل وعلا میری اصلاح فرمائیں اور اپنی مرضیات میں مشغولیت کی توفیق مرحمت فرمائیں۔

جواب...... دل سے دعا ہے

مضمون...... صدق واخلاص کے متعلق حضرت سلمہ کے ارشادات کے برکت سے بحمداللہ اطمینان کلی حاصل ہوا بلکہ بہت سے اشکالات جو ان کے متعلق نہ تھے (بلکہ دوسرے مباحث کے متعلق تھے ۱۲ جامع) وہ بھی حل ہو گئے۔

جواب...... الحمدللہ

besturdubooks.wordpress.com

رضا بر قضا اور اس کا حصول:

مضمون...... رضا بر قضا کے حصول کے لئے کوئی علاج تحریر فرمایا جائے اور اس کا معیار اور مقدار بھی ارقام فرمایا جائے کہ انسان اس کے متعلق کس قدر کا مکلّف ہے اور اس کا شرعی مفہوم مصطلح کیا ہے فقط والسلام ۔ ۲۸ ۔ جمادی الاخریٰ ۴۹ھ خادم بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ از سہارنپور مدرسہ مظاہر علوم

جواب...... رضا بالقضاء کی حقیقت ترک اعتراض علی القضا ہے اگر الم کا احساس ہی نہ ہو تو رضا طبعی ہے اور اگر الم کا احساس باقی رہے تو رضا عقلی ہے اور اول حال ہے جس کا عبد مکلّف نہیں اور ثانی مقام ہے جس کا عبد مکلّف ہے۔ تدبیر اس کی تحصیل کی استحضار رحمت وحکمت الٰہیہ کا واقعات خلاف طبع ہیں۔ (اشرف علی)

چھتیسواں خط

مضمون...... بخدمت گرامی حضرت اقدس مکرم محترم حکیم الامۃ سیدی ومرشدی ادام اللہ فیوضکم ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

الحمدللہ کہ معمولات اکثر اوقات میں حضرت سلمہ کی دعا کی برکت سے پورے ہو جاتے ہیں۔ حضرت سے دعائے استقامت اور توفیق اعمال حسنہ کی دعا کی استدعا ہے۔

رضا بالقضاء کے متعلق جو حضرت اقدس کا ارشاد ہے وہ سمجھ میں آ گیا اس پر عمل کرنے کے لئے بھی دعائیں فرمائیں۔

ثم الحمدللہ کہ اعراض نفس جس قدر تھے (جن کی فہرست حسب ارشاد تبلیغ دین سے مرتب کی تھی) ان کے متعلق حضرت سلمہ کی خدمت بابرکت میں جو کچھ عرض معروض کرنا تھا اس کا ضروری حصہ ختم ہو چکا۔ حضرت دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ سبحانہ حضرت اقدس کے ارشادات پر عمل کرنے کی توفیق مرحمت فرماویں اور اس ناکارہ کی اصلاح فرما کر حسن خاتمہ سے فائز فرمائے یہ ناکارہ اللہ تعالیٰ کے احسانات کا اور حضرت کی توجہات کا شکریہ ادا نہیں کرسکتا جن کی وجہ سے اس احقر کو حضرت سلمہ سے شرف مکاتبت ومکالمت حاصل ہو کر حق

besturdubooks.wordpress.com

تعالیٰ کے نام لینے کی توفیق ہوئی الحمدللہ ثم الحمدللہ۔

جواب......آپ سے زیادہ مجھ کو مسرت ہے اللہ تعالیٰ یوماً فیوماً برکت واستقامت عطا فرماوے۔

مستحب توکل کی شرائط:

مضمون...... اس وقت ایک پرانا عریضہ بھی ارسال خدمت ہے جس میں حضرت سلمہ نے درجات مستحبہ کے طریق تعلیم کے متعلق ارشاد فرمایا ہے۔ امید ہے کہ حضرت اقدس اس کے متعلق بھی کچھ ارشادات فرمائیں گے۔ جس سے فرائض پر عمل کرنا سہل ہو جائے۔ ۶۔ رجب ۴۹ھ

توکل مستحب کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہے فطرۃً قوت قلب۔ اور حقوق واجبہ کا ذمہ نہ ہونا یا اہل حقوق کا بھی ایسا ہی ہونا۔ کیا یہ شرائط متحقق ہیں۔

سینتیسواں خط

مضمون...... بخدمت گرامی حضرت اقدس سید و مرشدی مخدومی و محترمی حکیم الامۃ ادام اللہ تعالیٰ فیوضکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہٗ

الحمدللہ معمولات حضرت کی دعا سے پورے ہو جاتے ہیں۔ حضرت سلمہ احقر کے حق میں استقامت اور حسن خاتمہ اور توفیق طاعات کے لئے دعا فرماویں۔

حضرت سلمہ کے ارشاد پر معروض ہے کہ شرائط توکل مستحب کے متحقق نہیں نہ تو قوت قلب ہے نہ اہل حقوق ایسے ہیں۔ قلب نہایت ضعیف اور کمزور ہے اور اہل حقوق بھی قوی القلب اور غیر مطالب الحقوق نہیں اس بناء پر جو حضرت اقدس کا ارشاد ہو اس سے مطلع فرمایا جائے۔ فقط والسلام۔ ۱۳۔ رجب ۴۹ھ احقر الخدام بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ از مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

جواب...... پس واجب پر اکتفا فرمائے اور اس سے زائد کی دعا کیا کیجئے خود قصد نہ کیجئے۔

شذرہ نمبر ۱۴

بڑوں کے سامنے اپنے آپ کو فنا کرنا:

عرصہ دراز ہوا ایک صاحب کو جنہوں نے غالباً مجلس میں حضرت والا کی تقریر پر بطور

besturdubooks.wordpress.com

تصدیق کے کچھ کہہ دیا تھا تنبیہ فرمائی کہ میں بہت دن سے دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے اندر فنا کی شان بالکل نہیں مجلس میں اپنے آپ کو بالکل فانی شخص بنا کر بیٹھنا چاہیے۔ جس کو آدمی اپنا بڑا سمجھے اس کے سامنے اپنے آپ کو اس کے کسی قول کے تصدیق کرنے کے بھی قابل نہ سمجھنا چاہیے۔ دوسرے کے قول کی تصدیق بھی وہی شخص کرتا ہے جو اپنے آپ کو کچھ سمجھتا ہے۔ اھ

ف۔ احقر مؤلف کو حضرت والا کے اس ملفوظ پر یہ اشعار یاد آتے ہیں۔

عجب است باوجودت کہ وجودِ من بماند　　تو بگفتن اندر آئی و مرا سخن بماند

یہ عجیب ہے کہ تیرے ہوتے ہوئے میرا وجود باقی رہے، تو بات کہنے کے لئے اندر آئے اور میری بات بھی رہے۔

در محفلے کہ خورشید اندر شمار ذرہ ست　　خود را بزرگ دیدن شرط ادب نباشد

جس محفل میں سورج ہو تو اپنے آپ کو ذرہ سمجھ، اپنے آپ کو بڑا سمجھنا ادب کے خلاف ہے۔ لیکن اگر قرائن حالیہ سے خطاب کرنے والے کی اجازت متیقن ہو تو بقدر ضرورت مضائقہ نہیں۔

شذرہ نمبر ۱۵: حضرتِ والاؒ کی شان تربیت پر ایک دانشور کا خصوصی مضمون

اس مضمون کے وجود پذیر ہونے کے اسباب

احقر اس باب متفرقات کو ایک اہل فضل و اہل علم ماہر فلسفیات و سیاسیات عالم کے مضمون پر جن کا تعلق بیعت ایک دوسرے شیخ سے ہے فی الحال ختم کرتا ہے۔ (اور فی الحال کی قید اس لئے لگائی گئی کہ باب ہذا کو شذرات السوانح کے حصص کے نام سے بعد کو بھی انشاء اللہ تعالیٰ جاری رکھنے کی تجویز ہے۔ جیسا کہ باب ہذا کی تمہید میں عرض کیا گیا)۔

تقریباً ایک سال کا عرصہ ہوا فاضل ممدوح حاضر خانقاہ ہوئے تھے اور احقر ہی کے حجرہ میں قیام فرمایا تھا اس وقت احقر "باب ارشاد وافاضۂ باطنی" کو شروع کرنے والا تھا اور اس کی اہمیت اور اپنی نااہلیت سوچ سوچ کر سخت متردد تھا کہ ایسے اہم باب کو میں کیونکر لکھ سکوں گا اسی دوران میں ممدوح نے بھی بر سبیل تذکرہ تاکیداً فرمایا کہ یہ باب تو بہت اہم ہے اس کو خاص طور سے لکھا جائے اور اس میں حضرت والا کی امتیازی شان ارشاد و تربیت کو بھی ضرور خاص

besturdubooks.wordpress.com

طور سے دکھایا جائے اور اس کے متعلق جو کوتاہ بینوں کو غلط فہمیاں ہیں ان کو بھی دور کیا جائے۔

اس کے جواب میں احقر نے اپنی بے بضاعتی اور نااہلی ظاہر کی۔ اور چونکہ اسی زمانہ میں ممدوح ایک روز دیر تک تنہائی میں حضرت والا سے اپنے حالات باطنہ عرض کر کے تشفی بخش جوابات حاصل کر چکے تھے جن سے بہت متاثر تھے اس لئے احقر نے بر بناء بے تکلف بیساختہ عرض کیا کہ مجھ میں تو کیا اہلیت ہے یہ کام اہل علم کا ہے۔ آپ ماشاء اللہ صاحب فضل وکمال ہیں۔ آپ نے حضرت والا کے موجودہ اور گذشتہ ارشادات خاصہ سے جو کچھ حضرت والا کی خصوصیات تعلیم وتربیت سمجھی ہوں اگر آپ ان کو قلمبند فرما کر مجھے عنایت فرماویں تو میں ان کو بھی شامل سوانح کر دوں۔

اس پر صاحب ممدوح نے بہت شوق سے فرمایا کہ دیکھئے اگر ہو سکا تو ان شاء اللہ تعالیٰ میں آپ کے پاس کچھ لکھ کر بھیجوں گا۔ پھر مولانا ممدوح تشریف لے گئے اور بات آئی گئی ہوئی لیکن اب معلوم ہوا کہ مولانا نے بمصداق ''الکریم اذا وعدوفی'' (شریف جب وعدہ کرتا ہے تو اسے پورا کرتا ہے) اس چلتی ہوئی بات کو بھی برابر اپنے گوشہ خیال میں محفوظ رکھا اور بالآخر اب جبکہ احقر بعون اللہ تعالیٰ اشرف السوانح کو فی الحال مکمل کر چکا ہے اور بوجہ قرب اختتام رخصت خانقاہ امدادیہ اشرفیہ سے صرف ہفتہ عشرہ ہی میں بصد حسرت رخصت ہونے والا ہے۔

مضمون کی خصوصیت:

مولانا نے ایک مختصر مگر جامع ومانع اور فاضلانہ ومحققانہ مضمون جو گویا اشرف السوانح کا ایک نفیس خلاصہ ہے بھیج کر نیاز مند کو مرہون منت فرمایا ہے اور تحریر فرمایا ہے کہ اس مضمون کی روانگی کے وقت جو نظر ثانی کی تو بلا مبالغہ عرض کرتا ہوں کہ اس مضمون کو حضرت کے مرتبہ سے نہایت فروتر پاتا ہوں اور اب تو اگر اقرار کی شرم متقاضی نہ ہوتی تو ہرگز نہ بھیجتا۔ البتہ میرے لئے اس نفع سے خالی نہیں رہا کہ اتنا وقت حضرت کے خیال میں بسر ہو گیا۔ اھ

مولانا ممدوح نے یہ مضمون عنایت فرما کر میری اس تمنا کو بھی ایک حد تک پورا فرما دیا کہ کاش اشرف السوانح کو حضرات اہل علم میں سے کوئی صاحب از سر نو عالمانہ طرز پر مرتب

besturdubooks.wordpress.com

فرما دیتے چنانچہ اس کی درخواست خاتمۃ الکتاب میں بھی عرض کی گئی ہے جو اس میں ملاحظہ سے گذرے گی۔ فجزاھم اللّٰہ تعالیٰ خیر الجزاء۔

ہر چند جس جس موضوع پر مولانا نے اپنے مضمون میں مجملاً بحث فرمائی ہے ان میں سے ہر ایک پر بعون اللہ تعالیٰ و بفضلہ خود احقر بھی مفصلاً گو عامیانہ طرز پر سہی معروضات میں پیش کر چکا ہے نیز اب اشرف السوانح کے کل ابواب مکمل ہو جانے کے بعد بند بھی کئے جا چکے ہیں لیکن مولانا نے جس صدق و خلوص کے ساتھ اپنے محققانہ اور عالمانہ طرز پر جس میں جدید مذاق انشا پردازی کی بھی چاشنی موجود ہے یہ نافع مضمون جو غافلین کے لئے گویا ہدایت نامہ ہے ارقام فرمایا ہے وہ اس کو مقتضی ہے کہ اس کو بلفظہ اشرف السوانح کا جزو بنا دیا جائے تا کہ وہ خلاصہ کا بھی کام دے۔ اور احقر کی معروضات کی جن پر ''مریداں می پرانند'' کا گمان ہوسکتا تھا ایک غیر مرید فاضل عصر کے قول سے تصدیق بھی ہو جائے جو اپنے مذاق فطری کے متعلق جس کا حاصل اعتقاد میں انتقاد اور رائے قائم کرنے میں حزم و احتیاط ہے اسی مضمون کے اندر ایک مقام پر یہاں تک تحریر فرماتے ہیں کہ راقم ہذا کے جاننے والے جانتے ہیں کہ اس کی فطرت کو زود اعتقادی یا خوش اعتقادی سے کتنا بُعد ہے اور اپنی ''چشم بدبیں'' کے لئے کتنا بدنام ہے۔ الخ

ادھر تو ایک ایسے منقد و منقر کی جو اس مصرع کا مصداق ہے۔ ع۔ ہم سخن سنج ہیں غالب کے طرفدار نہیں۔ ایسی پر زور تصدیق اور اُدھر ہر طبقہ میں حضرت والا کی مقبولیت عامہ اور موافقین و مخالفین منتسبین و غیر منتسبین سب کو حضرت والا کے کمالات علمیہ و عملیہ کا قلب و زبان سے اعتراض اور حضرت والا کا حکیم الامۃ و مجدد الملۃ ہونا عموماً مسلم اور زبان زد خاص و عام جس کی شہادات موقع بہ موقع ہدیہ ناظرین کی جا چکی ہیں چنانچہ بعض ہم عصر شیوخ کاملین کی تصدیقات کا ذکر اسی باب کے شذرہ نمبر ۹ میں بھی گزر چکا ہے لہٰذا اگر حضرت والا کے کمالات کے متعلق اس احقر کی معروضات کو جو اس اشرف السوانح میں عرض کی گئی ہیں کوئی ناواقف یا وہمی یا بدظن ''مریداں می پرانند'' پر محمول کرے تو کرے لیکن وہ اتنی ساری غیر جانبدارانہ تصدیقات پر کیونکر خاک ڈال سکے گا جن پر اس وقت یہ احقر مجذوب دیوانہ بصد جوش و خروش مستانہ اس مشہور شعر کو پڑھ دینے پر مضطر ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

میں بھی اس پر مر مٹا ناصح تو کیا بیجا کیا   اِک مجھے سودا تھا دنیا بھر تو سودائی نہ تھی

بیرسٹروں کی ایک کمیٹی کا اس مضمون سے متاثر ہونا:

احقر نے اسی شعر کو ایسے ہی جوش وخروش کے ساتھ ان نوممبران وقف کمیٹی کے سامنے بھی پڑھا تھا جو حضرت والا سے قانون وقف کے متعلق گفتگو کرنے کے لئے آئے تھے اور بعد گفتگو بے حد متاثر ہو کر اُٹھے تھے اور غائبانہ وہ سب یک زبان ہو کر کہہ رہے تھے کہ ہم نہ سمجھتے تھے کہ مولویوں میں بھی ایک ایسی ذات موجود ہے۔

گو اُدھر بڑے بڑے قابل زبان آور اور جرح کرنے میں شہرہ آفاق بیرسٹران اور وکلاء اور بڑے بڑے ذی ثروت و وجاہت اہل تمدن رؤساء تھے جن میں بعضے مذہباً شیعی بھی تھے اور ادھر حضرت والا کی صرف ایک تنہا ذات مجمع الصفات ان کے جرحی سوالات کے جوابات دینے کے لئے تھی کیونکہ جب بعض اہل علم نے حضرت والا کے ہمراہ چلنا چاہا تو حضرت والا نے فرما دیا کہ نہیں میرا تنہا جانا ہی مناسب ہے تا کہ ان کو یہ خیال نہ ہو کہ ہمارے مقابلہ کے لئے اتنے سارے مولوی جمع ہو کر آئے ہیں اس میں مولویوں کی بے وقعتی ہے۔ نیز اگر میں سب کے ساتھ گیا اور مغلوب ہو گیا تو سب مولویوں کی بدنامی ہو گی اور اگر میں اکیلا مغلوب ہوا تو زیادہ بدنامی نہ ہوگی کیونکہ اگر ایک کو تو نے مغلوب بھی کر دیا تو کوئی کمال نہ سمجھا جائے گا اور اس کے عکس میں مولویوں کی بڑی عزت ہو گی۔ اھ

خیر یہ مصلحت تو تھی ہی لیکن اصل سبب کسی اور اہل علم کو نہ لینے کا یہ تھا کہ حضرت والا ان ممبروں کی شہرت و قابلیت و وجاہت سے مطلق مرعوب نہ تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کی اعانت کے بھروسے سے پورا اطمینان تھا کہ میں انشاء اللہ تعالیٰ اکیلا ہی ان سب کے لئے کافی ہو جاؤں گا چنانچہ الحمدللہ ایسا ہی ہوا کہ بعون اللہ تعالیٰ حضرت والا اکیلے ہی کافی ثابت ہوئے اور سب کو حضرت والا کی حاضر جوابی تہذیب متانت قابلیت اور با اصول گفتگو کا لوہا ماننا پڑا بمصداق ارشاد حضرت حافظ؂

زِ شمشیر سرافشانش ظفر آں روز بدرخشید   کہ چوں خورشید انجم سوز تنہا بر ہزاراں زد

besturdubooks.wordpress.com

اے ظفر اس کے تلوار جیسے سر کے چھڑ کنے سے وہ دن روشن ہو گیا جہان کو روشن کرنے والے سورج کی طرح ایک نے ہزاروں کو روشن کر دیا۔

اس مکالمہ کی بعض تفصیلات باب فواضل کے عنوان مکارم عشرہ کے آخر میں بطور فائدہ گذر چکی ہیں۔

چونکہ ان صاحبوں میں سے اکثر احقر کے بے تکلف شناسا بلکہ بعض ہم سبق بھی تھے جو احقر کے ترک ڈپٹی کلکٹری اور پرانی وضع قطع پر باوجود بہت وقعت بلکہ عقیدت کی نگاہ سے دیکھنے کے کبھی کبھی دوستانہ نکتہ چینی بھی کیا کرتے تھے اس لئے جب احقر نے ان کو حضرت والا سے اس درجہ متاثر دیکھا تو احقر کی بن پڑی اور جلسہ برخاست ہوتے ہی اور حضرت والا کے تشریف لے جاتے ہی احقر نے وہیں کھڑے کھڑے نہایت جوش وخروش کے ساتھ یہی شعر پڑھ دیا۔

میں بھی اس پر مر مٹا ناصح تو کیا بیجا کیا　　　اک مجھے سودا تھا دنیا بھر تو سودائی نہ تھی

چونکہ یہ شعر اس وقت بہت ہی برمحل اور حسب حال تھا اس لئے وہ سب بے حد متاثر ہوئے۔ سب ممبران حلقہ باندھے کھڑے جھوم رہے تھے اور احقر دیوانہ وار اس شعر کو پڑھ رہا تھا اور اس جملہ پر کہ "دنیا بھر تو سودائی نہ تھی" اپنے ہاتھ کو گھما گھما کر انہی سب کی طرف ہر بار اشارہ کر دیتا۔ غرض اس وقت بھی ایک عجیب سماں بندھ گیا تھا جس کے لطف کا کچھ وہی صاحبان خوب اندازہ کر سکتے ہیں جو اس وقت موجود تھے۔

حضرت والا کا منجانب اللہ جو ایسے آزاد خیال مجمع پر بھی اس درجہ اثر ہوا اس پر احقر کو اس وقت بے اختیار یہ شعر یاد آتا ہے جس کے حضرت والا ہو بہو مصداق ہیں۔

سو سو کو مست کرتے ہیں اک اک نگاہ میں　　　جس بزم میں گئے اُسے میخانہ کر دیا

اور اپنے یہ اشعار بھی یاد آتے ہیں۔

چہ شد مجذوب اگر دیوانۂ اوست　　　ہمہ عالم ببیں پروانۂ اوست

کیا ہوا اگر مجذوب اس کا دیوانہ ہے، سارے جہان کو دیکھ کہ اسی کا پروانہ ہے)

ترا ذکر وردِ زباں ہو رہا ہے　　　یہاں ہو رہا ہے وہاں ہو رہا ہے
فدا تجھ پہ ہر نکتہ داں ہو رہا ہے　　　وہ ناداں ہے جو بدگماں ہو رہا ہے
اگر ہے یہ مجذوب کی بڑ تو پھر کیوں　　　مرا ہمزباں اک جہاں ہو رہا ہے

ہاں اس معنے کر تو یہ تقریر مجذوب کی بڑ بھی کہی جاسکتی ہے کہ "دیوانہ را ہوئے بس است" پر مبنی ہے اور محض استطراداً اتنا طویل کلام ہوگیا ہے لیکن بس اب میں ہوش میں آتا ہوں اور فاضل ممدوح کا مضمون مذکور جس کے متعلق تمہیداً کچھ عرض کیا جارہا تھا ناظرین منتظرین کے ملاحظہ میں لاتا ہوں۔

مضمون کا نام اور صاحبِ مضمون کا نام:

گو سوانح ہذا بعون اللہ تعالیٰ و بفضلہٖ ختم ہو چکی ہے لیکن چونکہ یہ باب متفرقات ایک ایسا باب ہے جس کا کوئی مضمون معین نہیں اس لئے مضمون مذکور کو بلا تکلف باب ہذا میں داخل کیا جاسکتا ہے اور چونکہ یہ مضمون گویا سوانح ہذا کا خلاصہ ہے اس لئے زیادہ مناسب اس کو آخری باب کے آخر ہی میں جگہ دینا ہے چنانچہ ایسا ہی کیا جاتا ہے اور اس کا نام بر بناء توقع نافعیت دائمہ الفیض الجاری رکھا جاتا ہے لیکن چونکہ سوانح ہذا میں بلا ضرورت ناموں کا اظہار حضرات اہل اسماء کی عدم پسندیدگی کی بناء پر نہیں کیا گیا اس لئے فاضل ممدوح کا اسم گرامی بھی ظاہر نہیں کیا جاتا۔ مضمون مذکور یہ ہے۔

الفیض الجاری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آوازِ دل:

پرانے بزرگوں کے سوانح واحوال جب پڑھنے یا سننے میں آتے تو اکثر "مریداں می پرانند" (مرید اڑاتے ہیں) کا گمان ہوتا اور نقل میں اصل سے زیادہ رنگ آمیزی تو بہر حال معلوم ہوتی۔ لیکن یہ اپنے نفس پر قیاس تھا۔ الحمد للہ کہ زندگی میں ایسے بعض بزرگوں کی زیارت نصیب ہوگئی جو اپنے اپنے رنگ میں فرد ہیں اور جن کا قادر سے قادر سوانح نگار بھی ادائے حق سے قاصر رہے گا۔ اب تو اگلوں کی نسبت بھی دل یہی کہتا ہے کہ اصل اصل ہی ہوگی۔ نقل میں وہ بات کہاں۔

حضرت مولانا تھانوی کی سوانح حیات (متعنا اللہ بطول حیاته) ان کے دربار کے "امیر خسرو"[1] اور ہمارے "خواجہ" عزیز الحسن صاحب مرتب فرما رہے ہیں۔ خواجہ

---

[1] پہلے پہل ہی جب خواجہ صاحب کو حضرت کی مجلس میں دیکھا تو بے ساختہ حضرت سلطان جی اور امیر خسرو رحمہما اللہ کے ربط کی طرف ذہن منتقل ہوگیا۔ ۱۲۔ (نوٹ از مؤلف سوانح) اللہ تعالیٰ اس فقیر حقیر کو ایسا ہی کر دے اور حضرت والا سے صحیح تعلق کامل محبت اور پوری مناسبت عطا فرماوے۔ آمین ۱۲۔

besturdubooks.wordpress.com

صاحب شاعر ہیں اور بڑے قادر الکلام شاعر ہیں پھر حضرت مولانا سے عقیدت عشق کے درجہ تک ہے لیکن ''بسیار شیوہاست بتاں را کہ نام نیست'' (محبوبوں کی بہت سی ادائیں ہیں کہ جن کا کوئی نام ہی نہیں ہے) خواجہ صاحب یا کسی کی قدرت کلام آخر ''نام نیست'' کیلئے نام کہاں سے لائیگی اور بالآخران کو بھی کہنا ہی پڑے گا کہ ''حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا''۔[1]

اس راقم ناکارہ کو بھی کئی سال سے تقریباً ہر سال حضرت مولانا کی خدمت میں حاضری کی سعادت حاصل ہوتی ہے اور ہر حاضری میں یہ محسوس کرتا رہا کہ تھانہ بھون میں ارشاد و ہدایت کا جو چشمہ جاری ہے اس کی طرف مفصل حالات کے ذریعہ تشنہ کاموں کو دعوت نہ دینا ایک مجرمانہ کوتاہ قلمی ہے مگر جب کبھی قلم اٹھانا چاہا تو ''دامان نگہ تنگ گل حسن تو بسیار'' نے ہاتھ پکڑلیا۔ کسی کا حکم و تقاضا نہ تھا دل کی ایک بات تھی نہ پوری کرسکا چپ رہا۔

پچھلی حاضری عین اس زمانہ میں ہوئی جب خواجہ صاحب خانقاہ میں مقیم اور ہمہ تن اس کام میں مصروف تھے۔ خدا جانے کس خیال سے اثنائے قیام میں مجھ سے بھی کچھ نہ کچھ شرکت سعادت کیلئے کئی بار ارشاد[2] فرمایا۔ کچھ طمع سعادت سے اور بہت کچھ اس ہمت سے کہ اب صرف خون لگا کر شہیدوں میں داخل ہونا ہے دبی زبان سے نیم اقرار کرلیا مگر شہادت کا خون اتنا ارزاں کہاں۔ سال پورا ہونے کو آتا ہے جب ایفاء کا ارادہ کرتا ہوں ہر کرشمہ دامن دل کے ساتھ دامن قلم کو بھی اپنی طرف کھینچنے لگتا ہے کیا لکھوں کیا چھوڑوں۔

بدون ہمت اسی لیت و لعل میں ہے اور ''یاران تیز گام نے منزل کو جالیا'' ابھی خبر آئی کہ ''اشرف السوانح'' کا پہلا حصہ مرتب ہو کر زیر طبع بلکہ قریب اشاعت ہے یہ تازیانہ کچھ دور تو چلا ہی دے گا۔ انشاء اللہ

موضوعات:

مختصراً (۱) شریعت و طریقت (۲) تعلیم و تربیت (۳) عادات و اخلاق (۴) اور

---

[1] (نوٹ از مؤلف اشرف السوانح) جب قادر الکلام سے قادر الکلام بھی ادائے حق سے قاصر ہے تو یہ عامی عاجز عن الکلام تو بدرجہ اولیٰ قاصر ہوگا چنانچہ احقر اپنے عاجز و قاصر ہونے کا مشاہدہ کرکے عرصہ ہوا سوانح ہذا کی تمہید میں یہی مصرعہ عرض کرچکا ہے۔ ۱۲۔ [2] اس اجمال کی تفصیل اس شذرہ کے شروع میں مذکور ہے فی قولی احقر نے بر بناء بے تکلفی بے ساختہ عرض کیا۔ الخ۔ ۱۲۔ مؤلف سوانح

besturdubooks.wordpress.com

تالیف وتصانیف کے بعض پہلوؤں کے متعلق گرد کاروان کی چند سطریں بلا تفصیل واقعات پیش ہیں ذوق تفصیل کی تشفی اصل سوانح سے حاصل کرنی چاہیے۔

شریعت وطریقت:

(۱) راقم الحروف نہ شریعت کا عالم نہ طریقت سے آگاہ۔ البتہ ان بزرگوں ہی کی خدمت میں کچھ حاضری سے جو کچھ سمجھ میں آیا اس کی بناء پر عرض ہے کہ شریعت وطریقت کا ایسا صحیح ومتوازن اجتماع کہ دونوں کا فرق ہی نہ محسوس ہوا اگر کسی کو دیکھنا ہے تو ''خانقاہ اشرفیہ'' میں دیکھے۔ نہ متصلب سے متصلب عالم شریعت کو حرف گیری کی گنجائش نہ محقق طریقت کو۔ ایک طرف اگر ''اللہ اکبر'' کی کامل نگہداشت ''السنة الجلیه[1] فی الچشتیة العلیه'' سے ہے تو دوسری طرف ''شیخ اکبر'' کی بڑائی کی حفاظت ''التنبیه[2] الطربی فی تنزیه ابن العربی'' سے ہے۔

اس پہلو سے اکثر خیال آتا ہے کہ کاش علماء خصوصاً وہ علماء جن کو طریقت یا تصوف سے نیک نیتی کی بناء پر کچھ وحشت ہے وہ صدق طلب کے ساتھ خالی الذہن ہو کر کم از کم دو ہی چار حاضریوں کا تجربہ فرماتے۔ سچ پوچھئے تو حضرت کا رنگ خاص طور سے علماء کے ہم مذاق ہے۔ الحمد للہ دولت ایمان نصیب ہے لیکن اتنا بہ ادب عرض کرنے کا جی چاہتا ہے کہ حلاوت ایمان اور قدر اللہ (وما قدر واالله حق قدره) کو علماء بھی بہت کم پہنچاتے ہیں اور طریقت کا حاصل یہی معلوم ہوتا ہے کہ دل ایمان کی حلاوت اور اللہ تعالیٰ کی قدر سے لبریز اور غیر اللہ سے خالی ہو جائے۔

تعلیم وتربیت:

(۲) تعلیم وتربیت کیلئے تو کہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت کو بنایا ہی ہے ساری زندگی کا محور یہی معلوم ہوتا ہے۔ اس باب میں اتنا اہتمام فرماتے ہیں کہ خود کوئی طالب بھی مشکل ہی

---

[1] اس میں اکابر چشت کے اتباع شریعت کے واقعات جمع فرمائے ہیں۔

[2] اس میں حضرت شیخ کی طرف سے مدافعت ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

سے اپنے لئے کرے گا بلکہ اسکی نظر ہی وہاں تک جانا دشوار ہے۔ مکاتبت۔ مجالست۔ مکالمت۔حتیٰ کہ ہر چھوٹی سے چھوٹی چیز میں طالب کے نفع واصلاح کا کوئی نہ کوئی پہلو ضرور مرعی ہوتا ہے۔اس میں مرید ہونے کی بھی شرط نہیں۔اور بعض حیثیات سے تو ایسا یاد آتا ہے کہ حضرت نے خود فرمایا کہ وہ تعلق ارادت کے بغیر زیادہ آزادی ووسعت محسوس فرماتے ہیں۔

پیری مریدی کو لوگوں نے وجوب کے درجہ تک پہنچا دیا ہے اس خیال کی اصلاح نفس اس ارشاد ہی سے فرمادی بصیرت ہو تو بات بات میں اسی طرح اصلاح وتربیت کی رعایت نظر آتی ہے۔

اکثر اطباء علاج میں صرف مرض کا خیال کرتے ہیں مریض کا نہیں شخصی حالات یا زمان ومکان کے اختلاف پر بہت کم نظر جاتی ہے حضرت کے ہاں روحانی معالجہ میں دونوں باتوں کا پورا لحاظ رہتا ہے مثلاً کم خوری کم خوابی یا دیگر ریاضیات شاقہ وغیرہ کو غالباً اس زمانہ کے لوگوں کے لئے بالعموم ترک ہی فرمادیا ہے۔اذکار واشغال وغیرہ تمام چیزوں میں طبعیت کی مناسبت اور برداشت کا خاص خیال فرماتے ہیں زیادہ زور احکام پر ہے تشخیص مرض اور نفس شناسی میں تو حضرت کی حذاقت حیرت انگیز ہے کسی ماہر نفسیات (علم النفس) کی نگاہ وہاں کیا پہنچے گی جہاں حضرت کی پہنچتی ہے۔ایک شخص اپنی جس صفت کو تواضع سمجھ رہا ہے اور دوسرے بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں۔حضرت کی حذاقت اس کو کبر کا مرض تشخیص فرماتی ہے اور پھر مریض کو خود نظر آجاتا ہے کہ ہاں یہ تواضع نہیں کبر تھا۔بعض مرتبہ آدمی اپنا کوئی ایسا حال بیان کرتا ہے کہ دوسرا مرشد تو شاید اس کی ولایت کی تصدیق کردے۔مگر حضرت یبوست دماغ کا علاج کرنے کی ہدایت فرماتے ہیں۔اسی طرح دوسری طرف بعض حالات وخیالات پر انسان کو اپنے کفر ونفاق تک کا گمان ہونے لگتا ہے لیکن حضرت کی تشخیص میں وہ ایمان واخلاص کے منافی نہیں ہوتے کم ہمت سے کم ہمت کو بھی حضرت ہمت شکستہ نہیں ہونے دیتے بلکہ جہاں تک بھی اس کی ہمت یاری کرے دین کا یُسر یہ ہے' کہ خدا سے لپٹائے رکھتے ہیں۔ایسے ہی تجربات بتاتے ہیں کہ مرشد کی کیا ضرورت ہے اور اس کو کیسا ہونا چاہیے۔

تعلیم وتربیت کے باب میں بعض کلیات تو حضرت کے ایسے ہیں۔مثلاً مطلوب وغیر مطلوب اختیاری وغیر اختیاری کی تفصیل وتفریق کہ جن سے سلوک کی سینکڑوں گرہیں کھل

besturdubooks.wordpress.com

جاتی ہیں۔ بہت سی باتوں کو سالک اہم و مقدم قرار دے لیتا ہے جو دراصل غیر اہم یا سرے سے غیر ضروری ہوتی ہیں (جیسے کہ احوال واذواق کشف و کرامات) اور ان کے عدم حصول سے نہ صرف دل ٹوٹ جاتا ہے بلکہ جو امور حقیقۃً اہم و اقدم ہیں ان کا دل میں اہتمام ہی نہیں پیدا ہوتا ایک بڑی سہولت تعلیم و تربیت کے سلسلہ میں حضرت نے یہ فرمادی ہے جس کے بعد محرومی کا کوئی عذر نہیں رہ جاتا کہ دور دراز مقام پر رہ کر بھی آدمی مکاتبت کے ذریعہ بہت کافی استفادہ کرسکتا ہے اور اس معاملہ میں حضرت کی بصیرت سراپا کرامت ہے۔ طویل سے طویل اور پراگندہ سے پراگندہ خطوں میں بھی دکھتی رہی رگ پر انگلی پڑتی ہے اور دو چار فقروں میں شافی و کافی جواب تحریر فرمادیتے ہیں۔

ذاتی تجربہ ہے کہ دو دو صفحے کے عریضوں کا جواب دو چار سطروں میں مرحمت ہوجاتا ہے اور کوئی تشنگی نہیں رہتی ابھی آخری دو ایک عریضوں کی مثال عرض کرتا ہوں۔

جس محلہ میں مقیم ہوں اس کی مسجد میں تنخواہ یاب امام حکومت کی طرف سے باقاعدہ مقرر ہے لیکن بس ''امام ظہری'' ہیں۔ ظہر کی پابندی بھی صرف اہل دفتر یا ''سرکاری نمازیوں'' کیلئے ہے۔ تعطیل کے دنوں میں اس کا بھی اہتمام ندارد۔ باقی اوقات وایام میں نہ اذاں کی پابندی نہ جماعت کی۔ جب جو آیا اذان بلا اذان تنہا یا جماعت سے پڑھ لیتا ہے کئی کئی جماعتیں ہو جاتی ہیں ایسی مسجد میں جماعت ثانیہ کا کیا حکم ہوگا؟ اچھے اچھے اہل علم سے پوچھا بعض نے اس بناء پر کہ جب باقاعدہ امام مقرر ہے تو محض غفلت یا فرض ناشناسی سے مسجد طریق کا حکم کیسے ہوگا۔ بعض نے مسجد طریق ہی قرار دیا۔ بعض اس نزاکت یا ذہانت سے کام لیتے ہیں کہ جس جگہ ایک جماعت ہو چکتی ہے اس سے ذرا ہٹ کر دوسری جماعت کر لیتے ہیں۔ میرا خود رجحان جماعت ثانیہ سے احتراز ہی کی طرف تھا۔ اس ساری داستان کے جواب میں حضرت کے صرف ایک جملہ نے خود اپنے رجحان کے خلاف کامل تشفی فرمادی کہ ''حالت مذکورہ بد انتظامی یا بے انتظامی کی ایک فرد ہے۔''

اسی طرح بعض امور کی نسبت عرض کیا کہ ''سینکڑوں مرتبہ ان کے ترک کا ارادہ کیا اور ہر بار یہ ارادہ ٹوٹتا رہا حتیٰ کہ اب ارادہ کرنے کا بھی جی نہیں چاہتا۔'' جواب میں تحریر فرماتے

besturdubooks.wordpress.com

ہیں کہ ’’بے جی چاہے ہی کرنا چاہیے وہ خالی نہیں جاتا خدا جانے کس وقت اس کے اثر کا ظہور ہو جائے‘‘ یقین فرمائیے کہ الحمدللہ اس سے مردہ ہمت میں تازہ جان پڑ گئی۔

عادات واخلاق:

(۳) عادات واخلاق میں سب سے نمایاں وصف بے تکلفی اور ضبط وانتظام ہے محض تکلف یا عام رسم ورواج کی خاطر کوئی ایسی بات نہ پسند فرماتے ہیں اور نہ اختیار فرماتے ہیں جو اپنے یا دوسرے کے لئے بار خاطر یا حقیقی نفع کے منافی ہو تکلف میں سراسر تکلیف کے باوجود لوگ اسی کو ’’خوش اخلاقی‘‘ سمجھتے ہیں حضرت کو اس ’’خوش اخلاقی‘‘ سے نہ صرف بالطبع بُعد معلوم ہوتا ہے بلکہ اکثر صورتوں میں تعلیم وتربیت کے مصالح بھی اس کے مقتضی نہیں ہوتے لیکن لوگ چونکہ عام طور سے تکلف وتصنع ہی کے عادی وطالب ہو گئے ہیں اس لئے حضرت کی معاشرت میں بعض باتیں نامانوس نظر آتی اور غلط فہمی کا باعث بن جاتی ہیں۔ مثلاً لوگ کثرت سے حاضر ہوتے رہتے ہیں جن کی عام طور سے مہمانداری کا اہتمام حضرت نے اپنے ذمہ نہیں رکھا ہے۔ ابتداء میں کچھ دن رکھا تھا مگر حضرت کی طبعیت وطریقہ سے جو لوگ واقف ہیں جانتے ہیں کہ چھوٹا بڑا جو کام بھی اپنے ذمہ قبول فرمالیتے ہیں اس کا پورا اہتمام وحق بھی ادا فرمانا چاہتے ہیں جس کا اثر لازماً ارشاد وافادہ کی ان خدمات پر پڑتا تھا جو حاضر ہونے والوں کا اصل مقصود ہوتا ہے یاد آتا ہے کہ خود حضرت نے یہی وجہ بیان فرمائی تھی۔

اسی طرح دیکھا کہ بعض آدمی پہلے سے اپنے حالات وخیالات کی اطلاع کے بغیر خدا جانے کن کن مزعومات کے تحت آجاتے ہیں اور پھر نہایت بیفکری کے ساتھ بے سروپا سوال وجواب شروع کر دیتے ہیں حضرت کو اس سے قدرۃً گرانی ہوتی ہے خصوصاً اس لئے کہ حضرت خود دوسروں کے بارہ میں بہت فکر فرماتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس طرح آپڑنے والوں کو اگر اپنے مزعومات میں مایوسی ہو تو ممکن ہے کہ کچھ نفع حاصل کرنے کی جگہ اُلٹے قلب میں سفر اور زحمت سفر کا تاسف لیکر واپس جائیں۔ نیز کبھی کبھی جس کام کیلئے یہ زحمت اٹھاتے ہیں ایسا ہوتا ہے کہ اگر پہلے سے اطلاع کر دیں تو اپنی جگہ بیٹھے بیٹھے محض خط وکتابت سے ہو سکتا ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

حضرت کی نظر ان تمام باتوں پر رہتی ہے اسی لئے عام دستور کے خلاف خطوں کے جواب میں جس طرح کے جرحی سوالات فرماتے ہیں وہ بھی ابتداء وحشت کا باعث ہوتے ہیں لیکن ثابت قدم کو آگے چل کر ان کی قدر معلوم ہوتی ہے۔ باقی جہاں تک سچی راحت وسہولت ہمدردی وخیر خواہی اعانت ورعایت کا تعلق ہے وہ جتنی حضرت دوسروں کی فرماتے ہیں خود بیچارے نہیں کر سکتے اس کا اندازہ راقم ہذا کے چند معمولی تجربات سے ہوگا ایک مرتبہ والدہ وغیرہ اور گھر کے لوگوں کے ساتھ حاضر ہوا۔ خانقاہ کے قریب کرایہ کا جو مکان لینا چاہا مالک مکان نے اس کا کرایہ ایک روپیہ کہلا بھیجا حضرت نے فرمایا کہ نہیں آٹھ آنے۔ میں نے عرض کیا کہ ایک روپیہ زیادہ نہیں معلوم ہوتا فرمایا کہ بہت بے چارے ایسے آتے ہیں کہ ان کے لئے یہ بھی زیادہ ہوگا اور جو شرح ایک دفعہ قائم ہو جاتی ہے مالک مکان اسی کے متوقع رہتے ہیں پھر مجھ سے فرمایا مکان دیکھ لیا ٹھیک ہے۔ عرض کیا جی ہاں اس کے بعد مجھ کو ساتھ لے کر خود ملاحظہ فرمایا اور خاص طور سے بیت الخلاء کو دیکھا جس کی طرف میرا ذہن بھی نہیں گیا تھا یہ بہت تنگ تھا اور غالباً صرف ایک ہی قدمچہ تھا فرمایا مستورات کو تکلیف ہوگی اور دو ہی چار دن بعد خود حضرت کا ایک آستانہ خالی ہو گیا وہ عطا فرما دیا جس میں نہایت آرام رہا۔

ایک بار جس مکان میں قیام ہوا خانقاہ سے ذرا فاصلہ پر تھا۔ صبح کی مجلس کیلئے خاص طور پر پہلے مجھ کو اطلاع کراتے پھر خانقاہ والوں کو تا کہ فاصلہ کی وجہ سے ان سے پچھڑ نہ جاؤں ساتھ یہ بھی فرما دیتے ہیں کہ اطلاع کا مقصد محض یہ ہوتا ہے کہ اب میں فارغ ہوں جی چاہے آ سکتے ہو۔

ہر حاضری میں کئی کئی وقت حضرت کا مہمان رہنے کی سعادت حاصل رہی ہے بعض وقت ہم طعامی کا شرف بھی بخشتے ہیں لیکن اکثر خصوصاً جب ایک سے زائد وقت کا مہمان ہو تو یہ تکلف نہیں فرماتے تکلف پسند مہمانوں کو یہ بات گراں ہو سکتی ہے۔ راقم بھی اس کی توجیہ سے قاصر تھا ایک مرتبہ خود ہی فرمایا کہ میزبان کے ساتھ مہمان بے تکلف ہو کر نہیں کھاتا اندازہ کرنا چاہیے کہ جب ان چھوٹی چھوٹی باتوں میں ایسی دقیق رعایتیں فرماتے ہیں تو مہمات امور میں کیا کیا حکمتیں نہ پیش نظر رہتی ہوں گی۔

besturdubooks.wordpress.com

یہی صورت پابندی اوقات کی بھی ہے کہ عام طور سے ہر کام کا وقت بندھا ہوا ہے اس میں اپنے اور دوسروں سب کے لئے جو کثیر منافع ہیں ان سے کون انکار کرسکتا ہے۔ تصنیفات و تالیفات کی سینکڑوں تک تعداد۔ خانقاہ کے مقیموں اور باہر سے حاضر ہونے والوں کو بلا ناغہ دو وقت کی مجلس میں چار پانچ گھنٹے مستقلاً استفادہ کا موقع روز کے روز تمام خطوں کا جواب جن کا اوسط پندرہ[1] بیس رہتا ہوگا یہ سب اسی پابندی اوقات اور انتظامی کی برکات ہیں لیکن قواعد انسان کے لئے ہیں۔ انسان قواعد کے لئے نہیں کہ ان میں مستثنیات نہ ہوں مغرب کے بعد عموماً ملاقات کا وقت نہیں لیکن راقم نے جب تخلیہ میں کچھ عرض کرنے کی درخواست کی تو مغرب کے بعد بھی آدھ آدھ گھنٹے سے زیادہ وقت عطا فرمادیا اور جب تک کچھ عرض کرتا رہا تشریف فرمارہے ایک مرتبہ تو شاید عشا کا وقت اسی میں آ گیا۔ تعویذ لکھنے کا وقت ظہر و عصر مابین مجلس کا ہوتا ہے لیکن ایک مرتبہ میرے ملازم کو ضرورت پڑی تو بلا میری درخواست کے خود ہی نہایت شفقت سے عشاء کے بعد تحریر فرمادیا۔

جو لوگ ہر جگہ رسمی تکلفات یا مصنوعی خوش اخلاقیوں کی تلاش میں رہتے ہیں ان کو تو یقیناً حضرت کے ہاں بعض امور اجنبی معلوم ہوں گے جن کو وہ نافہمی یا غلط فہمی سے خدا جانے کس کس چیز پر محمول کریں گے۔ لیکن جو شخص کسی اور طلب و تلاش میں حاضر ہوتا ہے وہ تو بلا خوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ حضرت کی ساری معاشرت کو حکمت و مصلحت پر مبنی پائے گا اور نام نہاد تشدد کے بجائے ہر امر میں انتہائی راحت و سہولت محسوس کرے گا۔

راقم ہذا کے جاننے والے جانتے ہیں کہ اس کی فطرت کو زود اعتقادی یا خوش اعتقادی سے کتنا بعد ہے اور اپنی ''چشم بدبین'' کے لئے کتنا بدنام ہے لیکن حضرت کی شخصیت میں اس کو سراپا شفقت و محبوبیت کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیتا ''ز مغربی نظرے دام کن بدوست نگر''

یہ حال تو ایک ظاہر بین اور ناقص نظر کا تھا باقی ''دیدہ کامل'' کو کیا کچھ نظر آتا ہوگا'' یہ کسی کامل سے پوچھنا چاہیے''

---

[1] بحوالہ: بلکہ تیس چالیس ۱۲ مؤلف سوانح

besturdubooks.wordpress.com

تالیفات وتصانیف:

(۴) عجب بات ہے جس طرح رسوم وتکلفات کی عادت بعضوں کی نظر سے حضرت کی سچی شفقت اور حقیقی لطف وکرم کو چھپالیتی ہے اسی طرح عبارت آرائی کی جستجو حضرت کی تالیفات وتصنیفات کے معاملہ میں بہتوں کو "لفظ بگذار دسوئے معنی روی" سے محروم کردیتی ہے سطحیت پسندی اسی زمانے کی عالمگیر وبا ہے تحریر میں بھی لوگ تکلف وتصنع شاعری ولفاظی کے اتنے خوگر وطالب ہوگئے ہیں کہ خالص علم طلبی ومعنی جوئی کیلئے مشکل ہی سے کوئی کتاب یا مضمون پڑھ سکتے ہیں ایک اچھے دیندار صاحب علم کوحضرت کی تصانیف کی نسبت کہتے سنا کہ پڑھنا چاہا لیکن پڑھی نہیں جاتیں۔ خود راقم سطور بھی مدت تک اس مرض میں مبتلا رہا۔ والد مرحوم حضرت کی اکثر کتابیں وغیرہ منگواتے رہتے تھے بارہا مجھے بھی استفادہ کیلئے ارشاد فرماتے مگر زبان کے چٹخارے پر جان دینے والے کو جان بخش غذا کی طرف کیا رغبت ہوتی۔

حضرت کی خدمت میں حاضری کے بعد جب سے حضرت کے علوم ومعارف کا کچھ اندازہ ہوا۔ اب تو بلا مبالغہ یہ حال ہے کہ "چشم بدبیں نکند بہ کس نگاہے" جتنا علم۔ جتنا عمق اور جتنا ذوق واثر حضرت کی تحریروں میں ملتا ہے کہیں نصیب نہیں حیرت ہوتی ہے کہ اتنی کثیر تصانیف کے باوجود حضرت کا طرز تحریر اتنا قلیل الالفاظ کثیر المعانی کیسے ہے۔ پھر اکثر دیکھئے گا کہ جس معنی ومفہوم کو جس لفظ وعبارت سے ادا فرمایا گیا ہے جو صحت وجامعیت اس میں ہے وہ اس کی جگہ کسی دوسری تعبیر سے نہیں حاصل ہوتی۔ سچ پوچھئے تو انشاء کا بھی اصلی کمال یہی ہے۔

باقی مضمون ومعنی کے لحاظ سے تو معمولی خطوں سے لیکر ضخیم مجلدات تک میں شاید ہی کوئی لفظ حضرت کے قلم سے خالی تحسین کلام یا عبارت آرائی کے لئے نکلا ہو۔ ہر لفظ اور ہر فقرہ کسی نہ کسی معنوی افادہ کا حامل ہوتا ہے طبعیت میں مضمون ومعنی کی طلب ہو تو پھر حضرت کی تحریر ایسی جاذب ودلچسپ معلوم ہونے لگتی ہے کہ کوئی حرف چھوڑنے کا جی نہیں چاہتا اور آج کل کی کثیر اللفظ وقلیل المعنی انشاء پردازی سے توسخت توحش وملال ہونے لگتا ہے۔ جامعیت کے اعتبار سے حضرت کا ذخیرہ تصانیف علم دین کے تمام اطراف وجوانب کو اتنا محیط اور اتنا مغنی ہے کہ عوام وخواص۔ علماء وصوفیا واعظین و مبلغین، جدت پسندوں اور قدامت پسندوں، عقل کے ہشیاروں اور عشق کے دیوانوں پر ہر طبقے اور

besturdubooks.wordpress.com

ہر شخص کی آسودگی کا سامان مہیا ہے بعض معمولی پڑھے لکھوں کو دیکھا کہ ان میں محض حضرت کی کتابوں کے مطالعہ سے ایسی صحیح فہم دین پیدا ہوگئی ہے کہ اچھے اچھے اہل علم میں دیکھنے میں نہیں آتی۔

''فہم دین'' سے مراد راہبانہ دین نہیں بلکہ وہ ''لا رھبا نیتی '' دین جس کی اکثیر ساری دنیا میں زندگی کو دین کے کندن میں منقلب کر دیتی ہے اور حسنۂ آخرت سے پہلے حسنہ دنیا کا مالک بنا دیتی ہے۔ میں نے تو خود حضرت کی خدمت میں کئی بار عرض کیا کہ دین تو دین دنیا کے بھی ہر چھوٹے بڑے معاملہ میں حضرت سے مشورہ کا جی چاہتا رہتا ہے گو سیاست سے حضرت اپنے مذاق اور مصالح کی بناء پر بالکل الگ ہیں لیکن اس میں بھی جہاں تک نفس فہم و رائے کا تعلق ہے اگر وہ عام مدعیان سیاست کو نصیب ہوتی تو غالبات مسلمانوں کی سیاست آج خالی نقالی کی سطح سے بلند تر ہوتی۔

بظاہر اس کا گمان بھی نہ ہونا چاہیے کہ حضرت کے تصنیفی سرمایہ میں انگریزی دانوں یا نئے خیال والوں کے لئے بھی کچھ ہوگا لیکن یہی نہیں کہ بعض تحریروں مثلاً ''الانتباهات المفیده عن الاشتباهات الجدیده '' خاص طور سے ان کا خیال فرمایا گیا ہے بلکہ اس جماعت کے جن افراد میں صادق طلب ہے ان سے درخواست ہے کہ کچھ دن حضرت کی کتابوں (خصوصاً ابتداء میں مواعظ) کو خود حضرت ہی کے مشورہ سے پڑھیں پھر دیکھیں کہ راہ یاب ہی نہیں انشاء اللہ سچے رہبر بھی بن سکیں گے اور صرف شکوک وشبہات کا ازالہ ہی نہیں بلکہ دین کا ذوق اور ایمان کی لذت حاصل ہوگی اور اگر کہیں اس کے ساتھ حضرت کی خدمت میں کچھ زیادہ حاضری کی سعادت نصیب ہو سکے تو نور علیٰ نور۔

مدّعائے کلام:

سطور بالا کا مدعا حضرت کے علم وعمل کے اعلیٰ کمالات کی تفصیل مطلق نہیں کہ ان تک خود راقم کی فہم ونظر کی رسائی نہیں بلکہ خصوصیت کے ساتھ چند ظاہری اور سرسری باتوں کی طرف اس لئے توجہ دلانے کی جرأت کی ہے کہ اکثر انہی کے متعلق غلط فہمی حضرت[1] کے اعلیٰ کمالات سے استفاضہ کی راہ میں پتھر بن جاتی ہے جس سے بڑھ کر اس دور میں کوئی[2] محرومی نہیں۔ جو

---

[1] بقول احقر مؤلف سوانح

[2] اس زمانہ میں ہے محروم ازل کی یہ شناخت — یعنی جو معتقد حضرت مولانا نہیں

besturdubooks.wordpress.com

پانی کوسراب سمجھ رہا ہے اس کی محرومی اس سے بہت زیادہ قابل رحم بلکہ ناقابل معافی ہے جو سراب کو پانی سمجھا ہے "لب تشنہ بہ آب اندر" انتہیٰ بلفظہ۔

فہرستہائے موعودہ

الحمدللہ مضمون بالا الفیض الجاری پر باب متفرقات جو اشرف السوانح کا آخری باب ہے فی الحال ختم ہوا۔ اب وہ فہرستیں ترتیب وار درج کی جاتی ہیں جن کا حوالہ سوانح ہذا کے باب تلامذہ اور باب خلفائے مجازین اور باب تصنیف وتالیف میں دیا گیا ہے اور وہ تین فہرستیں ہیں۔ پھر ان فہرستوں کے بعد خاتمۃ الکتاب لکھ کر ان شاءاللہ تعالیٰ اس اشرف السوانح کو ختم کر دیا جائے گا۔

(۱) فہرست تلامذہ

(متعلق اشرف السوانح باب نہم)

تمہید: یہ وہی فہرست ہے جس کا حوالہ اشرف السوانح کے باب نہم "تلامذہ" میں دیا گیا ہے اس میں صرف ان تلامذہ فارغین کانپور کے اسمائے گرامی ہیں جن کو مع پتہ اور تاریخ فراغ کے مکرمی جناب مولوی حکیم عبدالحق خان صاحب مدفیضہم نے مدرسہ جامع العلوم کانپور کے پرانے کاغذات سے نقل کیا ہے۔ تعلق کانپور کے زمانہ کے غیر فارغین کے متعلق کسی تحقیق کی ضرورت نہیں سمجھی گئی اور ترک تعلق کانپور کے بعد کے فارغین و غیر فارغین کے متعلق بھی چونکہ اس وقت کسی باضابطہ مدرسہ سے تعلق نہ تھا کوئی تحقیق نہ ہو سکی۔ حضرات مذکورین فہرست کے موجودہ پتوں اور حالات کی تحقیق بھی چونکہ متعذر تھی اور چنداں ضروری بھی نہ تھی اس لئے اس کا بھی اہتمام نہیں کیا گیا۔

تلامذہ کے متعلق بعض دیگر ضروری تفصیلات باب مذکور میں ملاحظہ فرمائی جائیں۔ فقط

نمبر	اسمائے تلامذہ	تاریخ دستار بندی
۱	جناب مولوی فضل حق صاحب ساکن بارہ۔ ضلع الہ آباد	۱۷۔ شعبان ۱۳۰۶ھ
۲	جناب مولوی محمد حسین صاحب ساکن امین آباد لکھنؤ	۲۰۔ شعبان ۱۳۰۷ھ
۳	جناب مولوی مظہر الحق صاحب قصبہ راموضلع چاٹگام	۱۶۔ شعبان ۱۳۰۸ھ

besturdubooks.wordpress.com

۴	جناب مولوی محمد اسحٰق صاحب مقام کیتھن ضلع بردوان	۱۸۔شعبان ۱۳۰۹ھ
۵	جناب مولوی سید صدیق الرحمٰن صاحب ساکن سالار ضلع مرشد آباد	//
۶	جناب مولوی سید عبد المنان صاحب ساکن سالار ضلع مرشد آباد	۱۳۔شعبان ۱۳۱۰ھ
۷	جناب مولوی عبد الرحیم صاحب مقام محراب پور ضلع مالدہ	//
۸	جناب مولوی ولی احمد صاحب ساکن رنگون ملک برہما	
۹	جناب مولوی عبد الحکیم صاحب۔ چاٹگام	//
۱۰	جناب مولوی عبد الحق صاحب پترہ ضلع کمرلہ	۱۳۔شعبان ۱۳۱۰ھ
۱۱	جناب مولوی غلام سلطان صاحب ہرامہس کالی ضلع چاٹگام	//
۱۲	جناب مولوی صادق الیقین صاحب ساکن قصبہ کرسی ضلع بارہ بنکی	//
۱۳	جناب مولوی محمد حنیف صاحب صوبہ بہار	//
۱۴	جناب مولوی عزیز الرحمٰن صاحب ساکن رامو۔ ضلع چاٹگام	//
۱۵	جناب مولوی عبد الحق صاحب ساکن ضلع چاٹگام	//
۱۶	جناب مولوی محمد ابراہیم صاحب ساکن اعظم گڈھ	//
۱۷	جناب مولوی تمیز الدین صاحب ساکن چاٹگام	//
۱۸	جناب مولوی محمد رشید صاحب ساکن محلہ ٹکاپور کانپور	۱۵ شعبان ۱۳۱۱ھ
۱۹	جناب مولوی احمد علی صاحب ساکن فتحپور ضلع بارہ بنکی	//
۲۰	جناب مولوی عظمت الٰہی صاحب قریشی تھانہ بھون ضلع مظفر نگر	//
۲۱	جناب مولوی حکیم سجاد حسین صاحب ساکن بادن ضلع ہردوئی	//
۲۲	جناب مولوی انوار علی صاحب ساکن چاٹگام	//
۲۳	جناب مولوی محمد ابراہیم صاحب ساکن قصبہ گنگوہ ضلع سہارنپور	//
۲۴	جناب مولوی عبد الحکیم صاحب ساکن قصبہ رامو ضلع چاٹگام	//
۲۵	جناب مولوی محمد مقیم الدین صاحب ساکن ضلع ارکان ملک برہما	//
۲۶	جناب مولوی سید اسحٰق علی صاحب ساکن محلہ کرنیل گنج کانپور	۱۷ شعبان ۱۳۱۳ھ

besturdubooks.wordpress.com

۲۷ جناب مولوی محمد یونس صاحب قصبہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر //

۲۸ جناب مولوی قاضی عبدالصمد صاحب ساکن قصبہ جاجموؤ ضلع کانپور //

۲۹ جناب مولوی محمد الیاس صاحب ساکن محلّہ قاضیان بجنور //

۳۰ جناب مولوی حکیم محمد مصطفیٰ صاحب محلّہ قاضیان بجنور //

۳۱ جناب مولوی سعید احمد صاحب مقیم باغیچہ شیخ الٰہی بخش اٹاوہ //

۳۲ جناب مولوی زاہد حسین خاں صاحب ساکن ضلع گیا //

۳۳ جناب مولوی قاضی عبدالحق صاحب ساکن قصبہ چرتھاول ضلع مظفر نگر //

۳۴ جناب مولوی سید عبیداللہ صاحب ساکن بانس کھالی ضلع چاٹگام ۱۷ شعبان ۱۳۱۴ھ

۳۵ جناب مولوی جسیم الدین صاحب ساکن ہتیا ضلع ندیہ بنگال //

۳۶ جناب مولوی عبدالرحمٰن صاحب ساکن ضلع اعظم گڈھ //

۳۷ جناب مولوی شیخ محمد اسمٰعیل صاحب ساکن ضلع بلیا //

۳۸ جناب مولوی عبدالحمید صاحب ضلع ارکان برہما //

۳۹ جناب مولوی عبدالکریم صاحب ساکن ضلع چاٹگام //

۴۰ جناب مولوی یار محمد صاحب ضلع چاٹگام //

۴۱ جناب مولوی عبدالقادر صاحب ساکن ڈاکخانہ چوکریا ضلع چاٹگام //

۴۲ جناب مولوی نصرت علی صاحب ساکن ڈاکخانہ چوکریا ضلع چاٹگام //

۴۳ جناب مولوی شاہ لطف الرسول صاحب ساکن فتح پور بسواں ضلع بارہ بنکی //

۴۴ جناب مولوی شیخ محمد عابد صاحب ساکن بہرائچ //

۴۵ جناب مولوی دلیل الرحمٰن صاحب ساکن ضلع چاٹگام بنگال //

۴۶ جناب مولوی فضل الرحمٰن صاحب ساکن ضلع چاٹگام بنگال //

۴۷ مولوی حسام الدین صاحب ساکن اودھن ڈاکخانہ چائل ضلع الہ آباد ۱۷ رجب ۱۳۱۵ھ

۴۸ جناب مولوی عبدالمجید صاحب ساکن رتوڈنگا ضلع جیسر بنگال //

besturdubooks.wordpress.com

۴۹ جناب مولوی عبدالرحمٰن صاحب ساکن میگڈو ضلع اکیاب //

۵۰ جناب مولوی حبیب اللہ صاحب ساکن ہاٹ ہزاری ضلع چاٹگام //

۵۱ جناب مولوی حافظ نور الحسن صاحب قصبہ گنگوہ ضلع سہارنپور //

۵۲ جناب مولوی سلطان محمود صاحب ساکن شہر اٹاوہ //

(۲) فہرست خلفائے مجازین

(متعلق اشرف السوانح باب پانزدہم)

تمہید:...... یہ وہی فہرست ہے جس کا حوالہ اشرف السوانح کے باب ۱۵ پانزدہم ''خلفائے مجازین'' میں دیا گیا ہے اس میں صرف موجودہ خلفائے مجازین کے اسمائے گرامی دکھائے گئے ہیں اور چونکہ حضرت والا کے مجازین دو قسم کے ہیں ایک مجازین بیعت دوسرے مجازین صحبت اس لئے ان ہر دو عنوانات کے تحت میں ہر قسم کی جدا جدا تفصیل ہے ان دونوں قسموں کا مفصل فرق باب مذکور میں ملاحظہ فرمایا جائے مجملاً یہ فرق ہے کہ مجازین بیعت تو بیعت اور تعلیم و تلقین دونوں کے مجاز ہیں اور مجازین صحبت صرف تعلیم و تلقین کے۔ ماخذ کا حوالہ ذیلی نوٹ میں مذکور ہے جو فہرست کے بعد مرقوم ہے۔ مجازین کے پتے زیادہ تر ماخذ ہی کے مطابق ہیں اور اجازت کے وقت کے ہیں لیکن بعض کے پتے بعد کو تبدیل ہو گئے ہیں ان میں سے جن جن کے موجودہ پتے معلوم ہو سکے ان کے موجودہ پتے لکھ دیئے گئے ہیں بقیہ پتوں کو ماخذ سے بعینہ نقل کر دیا گیا ہے۔ مجازین مرحومین کی فہرست بھی مجازین موجودین کے بعد تتمات تنبیہات وصیت سے نقل کر دی گئی ہے تا کہ ان کے لئے دعائے مغفرت و رفع درجات فرمائی جائے مجازین کے متعلق دیگر تفصیلات ضرور یہ باب مذکور میں ملاحظہ ہوں۔ فقط

مجازین بیعت

۱ مولوی محمد عیسیٰ صاحب محی الدین پوری پروفیسر عربی مکان نمبر ۲۹۸ محلہ محتشم گنج الہ آباد

۲ مولوی عبدالعلیم صاحب پنڈریہ ڈاکخانہ بڑا شام بازار ضلع بردوان

besturdubooks.wordpress.com

۳ مولوی عبدالغنی صاحب مہتمم روضۃ العلوم پھولپور ضلع اعظم گڈھ

۴ حاجی شیر محمد صاحب گھوٹکی ضلع سکھر (سندھ)

۵ مولوی حکیم محمد مصطفیٰ صاحب بجنوری حال مقیم محلّہ کرم علی مکان نمبر ۹ شہر میرٹھ

۶ مولوی افضل علی صاحب تھلواڑہ ڈاکخانہ کمیلا ضلع بارہ بنکی

۷ مولوی عبدالمجید صاحب بچھریوانی (پتہ ڈاک) ریواڑی ضلع گوڑگانوہ

۸ خواجہ عزیزالحسن صاحب اسسٹنٹ انسپکٹر مدارس لکھنؤ

۹ مولوی ظفر احمد صاحب خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون ضلع مظفرنگر

۱۰ مولوی حبیب اللہ صاحب پرشین ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول اورئی ضلع جالون

۱۱ مولوی محمد اسحٰق صاحب مدرس مدرسہ علیہ نمبر ا کارکن باڑی لین ڈھاکہ

۱۲ مولوی واحد بخش صاحب مدرس اول خیر پورتا میوالی مدرسہ عربیہ احمد پور شرقیہ ریاست بہاولپور

۱۳ حاجی شمشاد صاحب کلانوری اشرف المطابع تھانہ بھون ضلع مظفرنگر

۱۴ محمد عبداللہ خاں صاحب بیرون امامی دروازہ۔ ریاست بھوپال

۱۵ سید فخرالدین شاہ صاحب گھوٹکی ضلع سکھر سندھ

۱۶ مولوی صغیر محمد صاحب مدرسہ عزیزہ مغلٹولی شہر کمرلہ بنگال

۱۷ مولوی عبدالحمید صاحب وزیرستان شمالی مقام ہرمز ڈاکخانہ عیدک ضلع ڈور

۱۸ مولوی اطہر علی صاحب حویلی بارہ آنی ہیبت نگر ڈاکخانہ کشور گنج ضلع میمن سنگھ

۱۹ مولوی عبدالوہاب صاحب ڈاکخانہ ہاٹ ہزاری موضع روح اللہ پور ضلع چاٹگام

۲۰ ابوالبرکات صاحب مسجد محلّہ نالہ ضلع سلطان پور۔ (عوام کیلئے)

۲۱ مولوی نذیر احمد صاحب نیسنگ ضلع کرنال

۲۲ مولوی رفیع الدین صاحب محلّہ سبزی منڈی متصل مسجد سوداگر الہ آباد

۲۳ مولوی عبدالسلام صاحب موضع زیارت کا کا صاحب مسجد کلاں تحصیل نوشہرہ ضلع پشاور

۲۴ مولوی محمد موسیٰ صاحب مدرس حرم نبوی باب النساء مدینہ منورہ (مہاجر مدنی)

۲۵ مولوی حسین الدین صاحب مقام لال پیٹ تعلقہ سدمیرم ضلع چنگلپٹ ملک مدراس

besturdubooks.wordpress.com

۲۶ مولوی محمد سعید صاحب مقام کیرنور تعلقہ پلنی ضلع مدُ ہرا ملک مدراس

۲۷ مولوی نذیر احمد صاحب (دیگر) متوطن کیرانہ ضلع مظفرنگر متصل مسجد قصابان مقیم حال خانجہانپور ڈاکخانہ کھاتولی ضلع مظفرنگر

۲۸ مولوی مقصود اللہ صاحب مدرسہ امدادیہ خانقاہ اشرفیہ موضع تلگاسیہ ڈاکخانہ ادراُبوتیہ ضلع بریسال

۲۹ مولوی وصی اللہ صاحب ڈاکخانہ ندواسرائے موضع فتحپور تال نرجا ضلع اعظم گڈھ

۳۰ مولوی محمد حسن صاحب مدرس اول مدرسہ نعمانیہ امرتسر

۳۱ مولوی سراج احمد خاں صاحب امروہی مدرس مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون ضلع مظفرنگر

۳۲ مولوی ممتاز احمد صاحب ڈاکخانہ باراچٹی موضع سونڈھیا گیا۔

۳۳ منشی حقداد خاں صاحب پنشن یافتہ محلّہ مولوی گنج شہر لکھنؤ

۳۴ مولوی عبدالجبار صاحب موضع ڈربی ڈاکخانہ سوچان ضلع حصار مقیم حال ابوہر منڈی ضلع فیروزپور

۳۵ مولوی ولی احمد صاحب قصبہ برہان ضلع کیمل پور حال مدرس مدرسہ قادریہ حسن پور ضلع مرادآباد

۳۶ مولوی خیر محمد صاحب ناظم تعلیم مدرسہ فیض محمدی شہر جالندھر

۳۷ مولوی غلام صدیق صاحب حاجی پور ضلع ڈیرہ غازی خان

۳۸ مولوی عبدالرحمٰن صاحب کاملپوری مدرس مظاہر علوم سہارنپور

۳۹ مولوی محمد طیب صاحب مہتمم مدرسہ دارالعلوم دیوبند

۴۰ مولوی محمد شفیع صاحب مدرس دارالعلوم دیوبند

۴۱ مولوی محمد نبیہ صاحب ٹانڈہ باولی ضلع مرادآباد

۴۲ مولوی محمد صابر صاحب مدرس مدرسہ عربیہ محلّہ نئی بستی ریواڑی ضلع گوڑگانوہ

۴۳ نواب احمد علی خاں صاحب محلّہ قلعہ نواباں سہارنپور

۴۴ حکیم کرم حسین صاحب سیتاپور (اودھ)

۴۵ مولوی عبدالرحمٰن صاحب موٗائمہ ضلع الہ آباد

۴۶ محمد عثمان خاں صاحب تاجر کتب متصل جامع مسجد دہلی

۴۷ ماسٹر قبول احمد صاحب اسسٹنٹ ماسٹر گورنمنٹ ہائی اسکول سیتاپور

besturdubooks.wordpress.com

۴۸ مولوی جلیل احمد صاحب سرائے حکیم علی گڈھ (حال مقیم خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون ضلع مظفرنگر)

۴۹ مولوی اسحٰق علی صاحب کانپوری نیا کٹرہ الہ آباد

۵۰ شہاب الدین صاحب خیاط کٹھور ضلع میرٹھ

۵۱ مولوی مسیح اللہ خاں صاحب معرفت تحصیلدار صاحب ماٹ ضلع متھرا

۵۲ مولوی مرتضٰی حسن صاحب۔ چاند پور ضلع بجنور

۵۳ حکیم عبدالخالق صاحب ساکن ٹانڈہ ڈاکخانہ اڑمڑ ضلع ہوشیار پور پنجاب مقیم حال امرتسر چوک فرید

۵۴ ماسٹر ثامن علی صاحب سندیلوی گورنمنٹ ہائی اسکول کانپور

۵۵ حافظ عنایت علی صاحب امام مسجد باجڑان لدھیانہ (للعوام)

۵۶ مولوی ولی محمد صاحب گورداسپوری مدرس مظاہر علوم سہارنپور

۵۷ مولوی نور بخش صاحب نواکھالوی مدرسہ صوفیہ پوسٹ بھیرواڑ ہانٹ ضلع چاٹگام

۵۸ مولوی عبدالودود صاحب آخون زادہ مقام دوبیان پوسٹ کالوخاں ضلع پشاور

۵۹ مولوی اسعد اللہ صاحب رامپوری مدرس مظاہر علوم سہارنپور

۶۰ شیخ عزیز الرحمٰن صاحب زمیندار قصبہ اچولی ضلع میرٹھ

۶۱ مولوی حکیم الٰہی بخش صاحب اعوان محلّہ ہزاری دروازہ شہر شکار پور ضلع سکھر ملک سندھ

۶۲ ماسٹر محمد شریف صاحب مدرس ڈسٹرکٹ بورڈ مڈل اسکول میانی افغانان ضلع ہوشیار پور پنجاب

۶۳ ماسٹر شیر محمد صاحب مدرس مڈل اسکول میانی افغانان ضلع ہوشیار پور

۶۴ حافظ ولی محمد صاحب قنوج ضلع فرخ آباد محلّہ کاغذیان

۶۵ مولوی کفایت اللہ صاحب مدرس مدرسہ سعیدیہ مہمند ہدف شاہجہانپور

۶۶ مولوی حامد حسن صاحب امروہہ ضلع مرادآباد محلّہ دربار کلاں

۶۷ حکیم فضل اللہ صاحب شکار پور سندھ

۶۸ بابو عبدالعزیز صاحب کلرک انجن شیڈ سہارنپور

۶۹ مولوی رسول خان صاحب مدرس اورینٹل کالج لاہور۔ متوطن ضلع ہزارہ تحصیل مانسہرہ۔ ڈاکخانہ شنکیاری مقام اچھڑیاں

besturdubooks.wordpress.com

۷۰ مولوی محمد اللہ صاحب نواکھالوی مدرس مدرسہ اشرف العلوم بڑا کٹرہ ڈھاکہ
۷۱ حکیم مولوی عبدالحق خان صاحب ساکن کوٹ ضلع فتح پور ہسوہ
۷۲ حکیم خلیل احمد صاحب کھالہ پار محلّہ پل حمران سہارنپور
۷۳ محمود الغنی صاحب سہارنپوری ترپ بازار شفاخانہ رحمانی حیدرآباد دکن
۷۴ منشی عبدالحی صاحب سابق وکیل وحال ہومیوپیتھک ڈاکٹر جونپور

مجازین صحبت

۱ سعید احمد خاں صاحب برہرہ ڈاکخانہ بلرام ضلع ایٹہ
۲ حافظ علی نظر بیگ صاحب مغلپورہ کہنہ مرادآباد
۳ شیخ محمد حسن صاحب انوار بکڈپو لکھنؤ
۴ مولوی عبدالرحمٰن صاحب وکیل گلاب باغ ڈاکخانہ بانکی پور ضلع پٹنہ
۵ مولوی محمود الحق صاحب وکیل ہردوئی
۶ منشی عبدالولی صاحب نائب ناظم ریاست کپورتھلہ بہرائچ اودھ
۷ شیخ محمد عبدالکریم صاحب سشن جج کراچی
۸ محمد جلیل صاحب منصف دیرہ دون
۹ مولوی انوار الحسن صاحب آنریری مجسٹریٹ کاکوری ضلع لکھنؤ
۱۰ منشی علی شاکر صاحب قانون گوے گول ضلع کھیری لکھیم پور
۱۱ محمد نجم احسن صاحب وکیل پرتاب گڈھ
۱۲ مولوی منفعت علی صاحب وکیل سہارنپور
۱۳ مولوی عبدالحکیم صاحب پروفیسر کالج میمن سنگھ بنگال
۱۴ منشی علی سجاد صاحب ڈپٹی کلکٹر جونپور
۱۵ مظہر احمد صاحب ماسٹر محلّہ فتح گڈھ بھوپال
۱۶ حافظ محمد طٰہٰ صاحب کورٹ انسپکٹر گورکھپور

besturdubooks.wordpress.com

۱۷ خواجہ محمد صادق صاحب شال مرچنٹ کٹرہ مہان سنگھ امرتسر

۱۸ منشی عبدالصبور صاحب نائب منشی حصہ اول ڈویژن دفتر نہر ساروہ شاہجہانپور

۱۹ حافظ زاہد حسن صاحب امروہوی مقیم الیاس بلڈنگ کوہ رانی کھیت

۲۰ بخشش احمد صاحب مدرس سعیدیہ قاضی پور خرد گھور کھپور

۲۱ حافظ لقاء اللہ صاحب پانی پتی مقیم حال حیدرآباد دکن

۲۲ مولوی ظہور الحسن صاحب مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

۲۳ مولوی محمد طاہر ابن مولانا حافظ احمد صاحب مرحوم مدرسہ دارالعلوم دیوبند ضلع سہارنپور

۲۴ مولوی اشفاق الرحمٰن صاحب کاندھلوی مدرس مدرسہ فتحپوری دہلی

۲۵ مولوی سلطان محمود صاحب مدرس اول فتحپوری دہلی

۲۶ حافظ محمد اسمٰعیل صاحب ولد حاجی جیون بخش صاحب محلّہ بلیماران حویلی حسام الدین حیدر دہلی

۲۷ منشی محمد یعقوب صاحب کلانوری انگلش کلرک سررشتہ تعلیم رہتک

۲۸ مولوی عبدالصمد صاحب بنارسی مدرس کرنیل گنج کانپور

۲۹ مولوی ابوالفداء نور محمد صاحب صدر مدرس دینیات حیدرآباد دکن

۳۰ حاجی داؤد ہاشم صاحب نمبر ۳۴ پارک لین۔ رنگون

۳۱ مولوی حمید حسن صاحب دیوبندی مدرس مفتاح العلوم جلال آباد ضلع مظفر نگر

۳۲ مولوی ریاض الحسن صاحب امام جامع مسجد باغپت ضلع میرٹھ

۳۳ حکیم محمد سعید صاحب گنگوہی محلّہ کھڑک مکان حکیم اجمیری۔ بمبئی

۳۴ منشی عبدالحمید صاحب تحصیلدار پنشنر محلّہ مقبول گنج لکھنؤ

۳۵ عبدالغفور صاحب ٹھیکیدار جودھ پور ہالی روڈ

۳۶ حکیم فیاض علی صاحب مقیم نصر اللہ گنج گورنمنٹ بھوپال

۳۷ قاضی محمد مصطفٰے صاحب پنشنر ڈپٹی کلکٹر بھدوئی اسٹیٹ بنارس

besturdubooks.wordpress.com

نوٹ

(از مؤلف اشرف السوانح)

مجازین کی یہ دونوں فہرستیں تنبیہات وصیت کے مطبوعہ تتمات سے ماخوذ ہیں البتہ بعض ناموں کی کمی بیشی اس قلمی اطلاع سے کی گئی ہے جو ان فہرستوں کے متعلق حضرت والا سے حال ہی میں موصول ہوئی ہے اور جو تتمیم فائدہ کے لئے بلفظہ نقل کی جاتی ہے۔ وھو ہذا

بعد سابعۃ التابعۃ مطبوعہ النور ماہ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ کے مجازین بیعت میں سے مولوی عبدالرحمٰن صاحب مدرس بریلی کی ۲۱۔ شوال ۱۳۵۴ھ کو وفات ہوگئی جس سے ایک عدد کی اضطراری کمی ہوگئی مگر اتفاق سے منشی عبدالحی صاحب کو مجاز صحبت سے ترقی دے کر مجازین بیعت میں داخل کیا گیا اس طرح سے مجازین بیعت کا عدد سابق محفوظ رہا اور اتفاق سے حکیم فیاض علی کو مجازین صحبت میں داخل کیا گیا تو مجازین صحبت کا عدد بھی محفوظ رہا اور مجازین صحبت کی فہرست سے ایک صاحب بوجہ اشتباہ حال کم کر دیئے گئے اور اتفاق سے قاضی محمد مصطفیٰ صاحب پنشنر ڈپٹی کلکٹر بھدوئی اسٹیٹ بنارس داخل کیے گئے اس طرح سے مجازین صحبت کا عدد پھر بھی بدستور رہا اس اطلاع کی عبارت ختم ہوئی۔

لطیفہ متعلقہ مجموعہ عدد مجازین:

یہ عدد (۱۱۱) ہے جس میں اتفاق سے تینوں درجہ میں ایک کا عدد ہے یعنی سینکڑہ بھی۔ دہائی بھی۔ اکائی بھی۔ جس سے یاد رکھنے میں سہولت ہوسکتی ہے اور اتفاق سے اس عدد کے چار مادے بھی نکل آئے یعنی سنا (بمعنی ضیاء) سالک۔ کافی۔ ہادی کامل۔ جن سے یاد رکھنے میں اور زیادہ سہولت ہوسکتی ہے اور علاوہ مصلحت سہولت کے ایک معنی نکتہ بھی ان مادوں میں پیدا ہوگیا کہ ان سب کے مفہوم کا حقیقت ہدایت سے تعلق ہے گویا یہ حضرات اپنی ضیاء علمی و عملی و حالی کی صفت سے خود بھی طریق حق کے سالک ہیں اور دوسرے طالبین کے لئے بھی مقصود حقیقی کی طرف ہادی کامل ہونے میں کافی ہیں اور بعض لطائف ان مجازین ہی کی ہر دو قسم کے جدا جدا عدد کے متعلق بھی مع نظیر اور مجموعی عدد کے متعلق بھی خاص اہل علم کے مذاق کے مناسب سابعۃ التابعۃ مطبوعہ رسالہ النور ماہ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ کے مضمون اول کے ذیل میں مذکور ہیں۔

besturdubooks.wordpress.com

اسمائے مجازین وفات یافتگان رحمہم اللہ تعالیٰ

نمبر	نام	تاریخ وفات
۱	مولوی احمد علی صاحب کافل تالیف بہشتی زیور	......
۲	مولوی محمد صاحب چاٹگامی	......
۳	مولوی نور حسین صاحب اڈرانہ ضلع جہلم	......
۴	مولوی عبید الحق صاحب موہن پوری	......
۵	حکیم محمد یوسف صاحب بجنوری	......
۶	حکیم نور احمد صاحب کانپوری	......
۷	مولوی عبدالرحمٰن صاحب بکھرا	نصف ذیقعدہ ۱۳۴۰ھ
۸	مولوی خلیل الرحمٰن صاحب اعظم گڈھی	رجب ۱۳۴۱ھ
۹	منشی محمد سلطان صاحب مدراسی	شوال ۱۳۴۲ھ
۱۰	حاجی محمد مصطفٰے صاحب خورجوی	۸۔ ذی الحجہ ۱۳۴۳ھ
۱۱	مولوی محمد عیسیٰ صاحب مقیم بنارس	۹۔ رجب ۱۳۴۴ھ
۱۲	مولوی شاہ لطف رسول صاحب فتحپور ضلع بارہ بنکی	غرہ شعبان ۱۳۴۴ھ
۱۳	حافظ محمد عمر نہٹوری مقیم علی گڑھ	۷۔ رمضان ۱۳۴۴ھ
۱۴	شیخ معشوق علی صاحب قنوجی	شوال ۱۳۴۵ھ
۱۵	مولوی محمد صادق صاحب مالیگاؤں ضلع ناسک	۱۳۔ ذی الحجہ ۱۳۴۷ھ
۱۶	صوفی رحیم بخش صاحب مقیم دہلی	ذی الحجہ ۱۳۴۷ھ
۱۷	مولوی عبدالحی صاحب سہارنپوری مقیم حیدر آباد	۲۷۔ رمضان ۱۳۴۸ھ
۱۸	خیرات احمد خاں صاحب سوندھیا ضلع گیا	۲۶۔ ذیقعدہ ۱۳۴۹ھ
۱۹	مولوی ابوالحسن صاحب جونپور	۷۔ ربیع الثانی ۱۳۵۰ھ
۲۰	حاجی محمد یوسف صاحب رنگونی	۸۔ محرم ۱۳۵۲ھ

besturdubooks.wordpress.com

۲۱	مولوی ابوبکر صاحب ارکانی	۲۲۔ج ۲۔۲ ۱۳۵۲ھ
۲۲	سید فیروز شاہ صاحب مندوری ضلع پشاور	۳۔شوال ۱۳۵۳ھ
۲۳	مولوی عبدالمجید صاحب شاہجہانپوری	۴۔ربیع الاول ۱۳۵۴ھ
۲۴	مولوی عبدالرحمٰن صاحب بریلوی	۲۱۔شوال ۱۳۵۴ھ

(۳) فہرست تالیفات

(متعلق اشرف السوانح باب ہیز دہم)

(تمہید)...... یہ وہی فہرست ہے جس کا حوالہ اشرف السوانح کے باب ہیز دہم ''تصنیف وتالیف'' میں دیا گیا ہے یہ بھی مثل فہرست خلفائے مجازین کے (جو اس فہرست سے قبل متصل گذر چکی ہے) تنبیہات وصیت کے مطبوعہ تتمات ہی سے ماخوذ ہے لیکن بعض مؤلفات جدیدہ کا اضافہ اس قلمی اطلاع سے کیا گیا ہے جو حضرت والا سے حال ہی میں موصول ہوئی ہے۔اس فہرست کے بعد اس اعتناء کی تفصیل ہے جو اہل علم نے حضرت والا کی تالیفات کے ساتھ مختلف طریق سے اختیار فرمایا ہے اس کو بھی تنبیہات وصیت کے تتمات سے حضرت والا کی عبارت میں نقل کیا گیا ہے۔فقط

رسائل

(۱) جزاء الاعمال (۲) کرامات امدایہ (۳) کمالات امدادیہ (۴) صفائی معاملات (۵) اصلاح الرسوم مع ضمیمہ (۶) مکتوب محبوب القلوب (۷) تعلیم الدین (۸) اعمال قرآنی (۹) خواص فرقانی (۱۰) آثار تبیانی (۱۱) اوراد رحمانی (۱۲) علاج القحط والوباء (۱۳) حفظ الایمان (۱۴) اصلاح ترجمہ دہلویہ (۱۵) اصلاح ترجمہ حیرت (۱۶) اصلاح الخیال (۱۷) حقوق الاسلام (۱۸) رونمائے مثنوی منظوم (۱۹) شوق وطن (۲۰) اخبار بنی (۲۱) الاستبصار فی فضل الاستغفار (۲۲) اخبار زلزلہ (۲۳) القول الصواب فی مسئلۃ الحجاب (۲۴) تصویر المقطعات لیتسیر بعض العبارات عربی (۲۵) قصد السبیل الی المولیٰ الجلیل (۲۶) القول البدیع فی اشتراط المصر للتجمیع (۲۷) زیروبم مثنوی (فارسی) (۲۸) تلخیص

besturdubooks.wordpress.com

المرقاۃ (۲۹) تلخیص الشریفیہ (عربی) (۳۰) تسہیل المعانی (عربی) (۳۱) تلخیص المناہ (عربی) (۳۲) المدار (عربی) (۳۳) درایۃ العصمۃ (عربی) (۳۴) تلخیص ہدایۃ الحکمۃ (عربی) (۳۵) تلخیص البدایہ (عربی) (۳۶) الثلاثین بشکل جدول (عربی)۔

نوٹ: یہ رسالہ تلخیص ہے اربعین غزالی کا اختصار کے لئے ایک جدول کی شکل میں لکھا ہے جس میں عبارات متروکہ کے شروع واخیر کا نشان دے دیا ہے اگر کوئی اس کو مستقل چھاپنا چاہے اس کی اعانت سے بے تکلف چھاپ سکتا ہے خطبہ بھی اول میں لکھا ہے)

(۳۷) تذئیل شرح العقائد (عربی) (۳۸) عشرۂ طروس (عربی) (نوٹ: تلخیص المرقاۃ سے یہاں تک کا مجموعہ تلخیصات عشر کے نام سے مشہور ہے) (۳۹) سبع سیارہ (عربی) (اس میں کتب حدیث کی سندیں ہیں اور بعض اسانید کا شروع محتاج تحقیق مکرر ہے) (۴۰) تجوید القرآن منظوم (۴۱) یادگار حق القرآن (نوٹ: یہ اختصار ہے تجوید القرآن کا مع بعض زیادات کے) (۴۲) اکسیر فی اثبات التقدیر (۴۳) انوار الوجود فی اطوار الشہود (عربی) (۴۴) التجلی العظیم فی احسن تقویم (عربی) (نوٹ: یہ انوار الوجود کا ایک فرو ہے) (۴۵) الخطب الماثورہ من الآثار المشہورہ (عربی) (۴۶) حفظ الاربعین مع ترجمہ وشرح ضروری (عربی وچہل حدیث) (۴۷) فروع الایمان (۴۸) سبق الغایات فی نسق الآیات (عربی) (۴۹) تحقیق تعلیم انگریزی (۵۰) مکتوبات امدادیہ مع صد فوائد۔

(۵۱) حق السماع (۵۲) یادیاران (۵۳) کلید مثنوی دفتر اول (در دو جلد) (۵۴) قربات عنداللہ وصلوات الرسول (عربی) (نوٹ: اس کا ترجمہ مناجات مقبول ہے) (۵۵) تتمہ قربات عنداللہ وصلوات الرسول (عربی) (۵۶) تنشیط الطبع فی اجراء السبع (۵۷) الخطاب الملیح فی تحقیق المہدی والمسیح (۵۸) التادیب لمن لیس لہ فی العلم والادب نصیب (نوٹ: یہ ایک طالب علم کے نام سے شائع ہوئی تھی شاید کہیں کہیں انہوں نے اس میں شاعرانہ مضمون بھی ملایا ہے۔ یہ اب نہیں ملتی اور کوئی ضروری کتاب بھی نہیں۔ (۵۹) زاد السعید فی الصلوٰۃ علی النبی الوحید (۶۰) نیل الشفا بنعل المصطفی (نوٹ: یہ زاد السعید کے ساتھ چھپی ہے اور اس کے متعلق کچھ ضروری تنبیہات بعد کو النور نمبر ۹ جلد ۳ محرم ۴۲ھ میں شائع ہوئی ہیں)۔

besturdubooks.wordpress.com

(۶۱) القول الفاصل بین الحق والباطل (نوٹ: یہ تحفۃ المومنین کے ساتھ چھپی ہے جو دوسرے صاحب کی تصنیف ہے۔(۶۲) یادگار دربار پرانوار خواجہ صاحب اجمیری (نوٹ: اس میں خواجہ صاحب کی مختصر تاریخ ہے اور یہ روئداد مدرسہ جامع العلوم کانپور کے شامل چھپی ہے اور اس کے اخیر میں ایک عمل چھپا ہے جو ایک خادم مدرسہ نے بڑھا دیا ہے اس کا استعمال نہ کریں۔(۶۳) تحذیر الاخوان عن الربوا فی الہندوستان' (۶۴) التقی فی احکام الرقی (۶۵) کشف الغشوۃ عن وجہ الرشوۃ (۶۶) التوریع عن فساد التوزیع (۶۷) الحق الصراح فی تحقیق اجرۃ النکاح (نوٹ: یہ پانچوں رسالے یعنے تحذیر الاخوان سے یہاں تک یکجا چھپے ہیں۔(۶۸) فیصلہ ہفت مسئلہ (بارشاد حضرت حاجی صاحب قدس اللہ سرہ جس کے بعض مضامین کی عبارت خلاف تحقیق کی موہوم ہے جس کی تفصیل حضرت مولانا گنگوہی قدس اللہ سرہٗ کی ایک تحریر سے معلوم ہوگی جو تنبیہات وصیت کی تنبیہ دہم کے اخیر میں ملحق ہے اور جس کے ساتھ میں حرفاً حرفاً موافق ہوں۔(۶۹) الترتیب اللطیف فی قصۃ الکلیم والحنیف (۷۰) تعلیم الطالب (منتخب از تعلیم الدین مصنفہٗ احقر)

(۷۱) بہشتی زیور (از مضمون تجوید تا آخر اور اول سے بیان تجوید تک مولوی احمد علی صاحب مرحوم کا لکھا ہوا ہے جس میں میری بھی شرکت برابر کی رہی اور بہشتی گوہر جو بہشتی زیور کا گیارھواں حصہ ہے وہ علم الفقہ مصنفہٗ مولوی عبدالشکور صاحب کاکوروی سے میں نے ملخص کیا ہے مگر محض سرسری نظر سے) (۷۲) خاتمہ بالخیر (۷۳) الاقتصاد فی التقلید والاجتہاد (۷۴) حکایات موعظت (نوٹ: یہ رسالہ چشمہ رحمت مصنفہ محمد اسلام صاحب کے ساتھ چھپا ہے مگر ایک حکایت حضرت بہلولؒ کی جو کہ خلاف تحقیق بھی ہے ایک اور صاحب نے بلا اجازت ملا دی ہے۔(۷۵) مؤخرۃ الظنون عن مقدمۃ ابن خلدون۔(نوٹ: یہ فتاویٰ اشرفیہ کا جزو ہو کر چھپا ہے بعد کو خود فتاویٰ اشرفیہ بھی مبوب کر کے امداد الفتاویٰ کا جزو بنا دیا گیا ہے۔(۷۶) نصیحت نامہ بجواب وصیت نامہ (نوٹ: دررد اشتہار مفتری جو اکثر خادم فرضی مدینہ منورہ کے نام سے شائع ہوتا رہتا ہے۔یہ مولانا صادق الیقین صاحب کے نام سے شائع ہوا تھا)

(۷۷) رفع الخلاف فی حکم الاوقاف (نوٹ: یہ رسالہ اثبات وقف لازم مصنفہ قاری محمد علی صاحب جلال آبادی کے ہمراہ چھپا ہے) (۷۸) (تفسیر) بیان القرآن منہیات

besturdubooks.wordpress.com

ملحقہ درآخر ہر جلد (بارہ جلدوں میں) (۷۹) امداد الفتاویٰ (چار جلد) (۸۰) خطاب الندوہ (نوٹ: یہ امداد الفتاویٰ کا جزو ہو کر چھپا ہے۔ (۸۱) عرفان حافظ (۸۲) الفتوح فی احکام الروح (۸۳) ملخص الانوار والتجلی (عربی) (نوٹ: یہ رسالہ انوار الوجود و رسالہ التجلی العظیم کا خلاصہ ہے) (۸۴) مسائل المثنوی (یہ کلید مثنوی کے دفتر اول سے ماخوذ ہے) (۸۵) حقیقۃ الطریقۃ من السنۃ الانیقۃ (۸۶) النکت الدقیقۃ (۸۷) تائید الحقیقہ بالآیات العتیقہ (عربی) (نوٹ: یہ مع ترجمہ شاہ لطف رسول صاحب کے چھپا ہے) (نوٹ: دیگر عرفان حافظ سے یہاں تک التکشف فی مہمات التصوف کے اجزاء میں سے ہیں اور یہ مجموعہ مع دیگر اجزاء کے التکشف کے نام سے مشہور ہے (۸۸) نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب (۸۹) وجوہ المثانی مع توجیہ الکلمات والمعانی (عربی) (۹۰) الانتباہات المفیدہ عن الاشتباہات الجدیدہ (۹۱) جامع الآثار مع تابع الآثار (عربی) (۹۲) زیادات علی کتب الروایات مع ذنابات لمافی الزیادات (عربی) (۹۳) بسط البنان لکف اللسان عن کاتب حفظ الایمان (۹۴) تعدیل التقویم (یہ ایک جنتری کے ساتھ چھپی ہے)

(۹۵) مائۃ دروس (عربی) زیر طبع (۹۶) تنبیہات وصیت (۹۷) اصلاح النساء (ضمیمہ حصہ ششم بہشتی زیور) (۹۸) اصلاح انقلاب (دو حصے) (۹۹) حقوق العلم (۱۰۰) آداب المعاشرت (۱۰۱) اغلاط العوام (۱۰۲) کلید مثنوی دفتر ششم (۱۰۳) الطرائف والظرائف (نوٹ: یہ ایک کشکول ہے جس میں متفرق مفید مضامین وقتاً فوقتاً جمع ہوتے رہتے ہیں۔ (۱۰۴) تربیۃ السالک وتنجیۃ الہالک (یہ متعدد حصوں میں ہے) (۱۰۵) حوادث الفتاویٰ (یہ متعدد حصوں میں ہے) (۱۰۶) ہداۃ الامۃ ودعاۃ الملۃ (۱۰۷) تتمات امداد الفتاویٰ (نوٹ: یہ امداد الفتاویٰ کی چاروں جلدوں کے متعلق اور ان کے علاوہ بھی چند تتمے رسائل ماہواری الامداد النور میں شائع ہوئے ہیں اور آئندہ بھی سلسلہ جاری ہے) (۱۰۸) الابتلاء لاہل الاصطفاء (یہ تربیۃ السالک کے حصہ اول کے ساتھ چھپا ہے) (۱۰۹) ملفوظات خبرت (یہ متعدد حصوں میں ہے) (۱۱۰) شذرات الحکم (یہ رسالہ الرشید یا القاسم میں چند روز تک نکلا تھا)

(۱۱۱) جمال القرآن (۱۱۲) مکتوبات خبرت (یہ متعدد حصوں میں ہے) (۱۱۳) ترجیح

besturdubooks.wordpress.com

الراجح (یہ متعدد حصوں میں ہے) (۱۱۴) حسن العلاج لسوء المزاج (منتخب از تربیۃ السالک) (۱۱۵) ملفوظات حسن العزیز (متعدد حصوں میں ہے) (۱۱۶) مکتوبات حسن العزیز (متعدد حصوں میں ہے) (۱۱۷) مقالات حکمت (۱۱۸) مجادلات معدلت (نوٹ: یہ دونوں یعنی مقالات اور مجادلات ان ملفوظات کے لقب ہیں جو دعوات عبدیت کے متعدد حصوں کے اخیر میں ملحق ہیں) (۱۱۹) حکم الحکیم (یہ ایک جزو ہے حسن العزیز کا جو بشکل نمونہ مستقل شائع ہوا ہے) (۱۲۰) زکوٰۃ الفرض فی نبات الارض (یہ امداد الفتاویٰ کا جزو ہو کر چھپا ہے) (۱۲۱) ارضی الاقوال فی عرض الاعمال (۱۲۲) معارف العوارف ترجمہ عوارف المعارف مع مغارف المعارف حاشیہ معارف (نوٹ: دونوں جلدیں اول القاسم اور الرشید میں اور اس کے بعد الامداد میں نکلتی رہیں جو پوری نہیں لکھی گئیں) (۱۲۳) المصالح العقلیہ للاحکام النقلیہ (درسہ جلد) (۱۲۴) نموذج من معتقدات بعض اہل العوج (۱۲۵) رسالہ بست مسائل (نوٹ: یہ دونوں رسالے یعنی نموذج و بست مسائل تتمہ اولی امداد الفتاویٰ کے اجزاء ہیں)۔

(۱۲۶) تعدیل حقوق الوالدین (یہ تتمہ ثانیہ امداد الفتاویٰ کا جزو ہے) (۱۲۷) تقریر بعض النبات فی تفسیر بعض الآیات (ابھی کاتب کے پاس ہے) (۱۲۸) لب المثنوی (۱۲۹) زوال السنۃ (۱۳۰) تشنیف الاسماع (۱۳۱) لوح الالواح (نوٹ: یہ دونوں یعنے تشنیف اور لوح چار باغ طرب میں چھپی ہیں) (۱۳۲) نصح الاخوان فی صروف الزمان (۱۳۳) المفتاح المعنوی (یہ مکتوبات خبرت کے سلسلہ میں چھپی ہے) (۱۳۴) خیر الحضور فی السفر الی کانپور (۱۳۵) خیر العبور فی سفر گورکھپور (۱۳۶) خیر الحدور فی السفر الثالث الی گورکھپور (۱۳۷) ادب الاعلام ملقب بہ الکنز النامی (۱۳۸) ادب الاعتدال (۱۳۹) ادب الطریق ملقب بہ ادب الرفیق (۱۴۰) ادب الترک (۱۴۱) ادب العشیر (۱۴۲) ادب الاسلام (۱۴۳) جلوۂ یوسف (نوٹ: خیر الحضور سے یہاں تک حسن العزیز کے سلسلہ میں چھپی ہیں) (۱۴۴) مسائل السلوک من کلام ملک الملوک (عربی) (۱۴۵) رفع الشکوک ترجمہ مسائل السلوک (نوٹ: یہ اخیر کے دونوں رسالے قریب طبع ہیں) (۱۴۶) ارشاد الہائم فی حقوق البہائم (۱۴۷) اصلاح المزاج باصلح العلاج (یہ تربیۃ السالک کا جزو ہے) (۱۴۸)

besturdubooks.wordpress.com

اصدق الرویاء (۱۴۹) الرق المنشور (۱۵۰) قائد قادیان (۱۵۱) کسوۃ النسوۃ (۱۵۲) حکایات الشکایات مع دوتتمہ (۱۵۳) سجادہ نشینی (۱۵۴) الانسداد لفتنۃ الارتداد (۱۵۵) مسائلۃ اہل الخلۃ فی مسئلۃ الظلۃ (یہ امداد الفتاویٰ میں چھپا ہے) (۱۵۶) انوار المحسنین (۱۵۷) عمارۃ العالم باماء ۃ آدم (۱۵۸) بلوغ الغایۃ فی تحقیق خاتم الولایۃ (۱۵۹) حفظ الحدود لحقوق الجدود (۱۶۰) النعیم فی الجحیم (۱۶۱) رفع الزحمۃ عن معنی وسع الرحمۃ (۱۶۲) الکلمۃ التامۃ فی النبوۃ العامۃ (۱۶۳) تدویر الفلک فی تطہیر الملک (۱۶۴) القول الانفع فی تحقیق امکان الابدع (۱۶۵) نعم العون فی تحقیق توبۃ فرعون (نوٹ: بلوغ الغایۃ سے یہاں تک کے مجموعہ کا لقب الحل الاقوم لعقد نصوص الحکم ہے اور یہ مجموعہ مع عمارۃ العالم کے ملقب ہے خصوص الکلم فی شرح نصوص الحکم سے) (۱۶۶) ذکر محمود (۱۶۷) تیسیر المنطق حواشی تیسیر المنطق (۱۶۸) احقر کے مسلک کی شرح (۱۶۹) الصحف المنشورہ (۱۷۰) الشکر والدعاء۔

(۱۷۱) الروضۃ الناضرۃ (چھپا نہیں) (۱۷۲) التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف (۱۷۳) تکمیل التصرف تسہیل التشرف (یہ ترجمہ ہے التشرف کا) (۱۷۴) موائد العوائد فی زوائد الفائد (زیر تصنیف) (۱۷۵) تغییر العنوان فی بعض عبارات حفظ الایمان (۱۷۶) القول الاہلی فی وقف جامع دہلی (۱۷۷) دخول وخروج برنزول وعروج (۱۷۸) متشابہات القرآن التراویح رمضان ....(۱۷۹) القول الاحکم فی تحقیق التزام مالایلزم (۱۸۰) غرائل الرغائب (۱۸۱) چار جوئے بہشت (نمونہ الشیخ) (نوٹ: اس میں چار مختلف عبارتوں کو درمیان میں مختصر عبارات بڑھا کر ایسا مرتبط کر دیا ہے کہ مجموعہ ایک مضمون ہو گیا) (۱۸۲) ضیاء الافہام من علوم بعض الاعلام (نوٹ: یہ مکاتبات ہیں فیمابین احقر و حضرت گنگوہی قدس سرہ بعض مسائل اختلافیہ کے متعلق جو مکاتبات رشیدیہ میں چھپے ہیں۔ میں نے اس کا یہ لقب تجویز کیا ہے تاکہ اگر پھر جزأیا استقلالاً چھپے تو یہ عنوان لکھ دیا جائے چنانچہ ثلج الصدور میں اسی لقب سے شائع ہو چکا ہے۔)

(۱۸۳) الخطوب المذیبہ (یہ اصلاح انقلاب کا جزو بنا دیا گیا ہے) (۱۸۴) ذم العلائق مع الخلائق (۱۸۵) الرفیق (یہ مواعظ سے منتخب ہو کر الامداد میں چھپا) (۱۸۶) مجالس الحکمت (اس میں ملفوظات ہیں مع زیادات از جامع) (۱۸۷) الحق (یہ خاص عقلی مضامین ہیں مواعظ

besturdubooks.wordpress.com

سے منتخب ہو کر الرشاد جلد ۲ میں چھپا) (۱۸۸) شم الطیب (یہ نشر الطیب کا جزو ہو کر چھپا) (۱۸۹) کلید مثنوی دفتر دوم (۱۹۰) کلید مثنوی دفتر سوم (۱۹۱) کلید مثنوی دفتر چہارم (۱۹۲) کلید مثنوی دفتر پنجم (ان چاروں دفتروں کی شرح شبیری میں میری تقریرات منضبط کی گئی ہیں عام فہم عبارت میں) (۱۹۳) اطفاء الفتن ترجمہ احیاء السنن تقریباً حصہ اول (۱۹۴) ارشاد الرشید (ملفوظات) (۱۹۵) ریاض الفوائد مکتوبات (۱۹۶) المحفوظ الکبیر (تربیۃ السالک کا جزو ہو کر چھپا ہے) (۱۹۷) الثواب (بمعنی العسل) الحلی (من الحلاوۃ) تتمۃ المسک الذکی (عربی) (۱۹۸) ظل صفہ (ملحقہ تنبیہات وصیت اس میں چونکہ کا تذکرہ مولوی عبداللہ صاحب نے بڑھا دیا تھا۔ اس لئے ان ہی کی طرف منسوب کر کے شائع کیا گیا) (۱۹۹) امواج طلب (یہ چار باغ طرب میں چھپا ہے) (۲۰۰) سفرنامہ کوئٹہ (نزد حکیم مصطفیٰ صاحب) (۲۰۱) تابع الآثار (مذکورہ نمبر ۹۱) (۲۰۲) ذنابات (مذکورہ نمبر ۹۲) (۲۰۳) النشر للعشر جزو ترجیح (۲۰۴) شریف الدرایات (۲۰۵) رفع النباء (۲۰۶) سواد خوبی (۲۰۷) خطوط خوبی (۲۰۸) احسن الاثاث جزو موائد (۲۰۹) امداد المشتاق (۲۱۰) الطاف للطائف (۲۱۱) خیر الدلالہ جزو موائد (۲۱۲) القول الفصل جزو تربیت (۲۱۳) القول الصحیح جزو موائد (۲۱۴) ارسال الجنود (۲۱۵) تبصیر الزجاج (۲۱۶) احسن التفہیم جزو امداد الفتاویٰ (۲۱۷) اسکات المنکر (۲۱۸) المتن الامدادی (۲۱۹) الکلم الدالۃ (۲۲۰) رافع الضنک (۲۲۱) العذر والنذر (۲۲۲) المواہب (نوٹ: اس کا سلسلہ اخبار العدل میں بشکل مضمون جاری رہا پھر منقطع ہو گیا) (۲۲۳) الجلاء والشوف فی احکام الرجاء والخوف جزو تربیت (۲۲۴) السلسبیل لعابری السبیل جزو حسن العزیز (۲۲۵) تقطیف الثمرات فی تخفیف الثمرات جزو امداد الفتاویٰ (۲۲۶) احکام التجلی من التعلی والتدلی (۲۲۷) تتمہ نہایۃ الادراک فی اقسام الاشراک اس کی تلخیص رسالہ تشرف کی ایک حدیث مروی از مصعب بن سعد مذکور قبیل ذکر الموت کے حواشی میں بھی مذکور ہے۔

(۲۲۸) بیان الوفود فی اعوان ابن سعود (جزو امداد الفتاویٰ) (۲۲۹) اخبار اہل المجد عن آثار اہل النجد جزو ایضاً یہ دونوں رسالے نجدیوں کے متعلق ہیں۔ (۲۳۰) التنبیہ الطربی فی تنزیہ ابن العربیؒ (۲۳۱) اقامۃ الطامۃ علی زاعم ادامۃ النبوۃ الحقیقیۃ العامۃ (۲۳۲) تفصیل

besturdubooks.wordpress.com

الکلام فی حکم تقبیل الاقدام جزوامدادالفتاویٰ (۲۳۳) موقع الحسام من اشاعۃ الاسلام جزوامداد الفتاویٰ (۲۳۴) الاستحضار للاحتضار (۲۳۵) علوالنازل (ملفوظ) (۲۳۶) سراج الزیت الی منہاج البیت (۲۳۷) الادراک والتوصل الی حقیقۃ الاشراک والتوسل (۲۳۸) الیم فی السم ہو والطم فی السم الآتی اصغرالرسائل (۲۳۹) القصر المشید للعصر الجدید (۲۴۰) قند دیوبند (۲۴۱) تلئین العرائک فی تہجین اسٹرائک جزوامدادالفتاویٰ (۲۴۲) اصلاح المعتوہ فی تعریف الحرام و المکروہ (۲۴۳) حیٰوۃ المسلمین (۲۴۴) خوان خلیل (۲۴۵) تحصین دارالعلوم من تسخین نارالسموم جزوجلدثانی کشکول الطرائف (۲۴۶) تحسین دارالعلوم بتزیین انوارالنجوم ضمیمہ تحصین جزو القاسم محرم ۱۳۴۷ھ (۲۴۷) المعلومات الارشادیہ علی المرقومات الامدادیہ (۲۴۸) داب المساجد علی آداب المساجد جزوامدادالفتاویٰ (۲۴۹) التحقیق الفرید فی حکم آلۃ تقریب الصوت البعید جزوامدادالفتاویٰ (۲۵۰) ثبات الستور لذوات الخدور جزوامدادالفتاویٰ

(۲۵۱) القاء السکینہ فی حکم ابداء الزینہ جزوامدادالفتاویٰ (۲۵۲) احکام الایتلاف جزو النور (۲۵۳) ظہورالعدم بنورالقدم (۲۵۴) نصیری بشرح کلام نظیری (۲۵۵) الکلم الطیب (۲۵۶) التقصیر فی التفسیر (۲۵۷) جزل الکلام فی عزل الامام (۲۵۸) مزید المجید (۲۵۹) باب الریان (۲۶۰) بیت الدیان (۲۶۱) عیش الحیان (یہ اخیر کے تین نمبر حیٰوۃ المسلمین کے اجزاء ہیں جن کو ایک خاص شان کے سبب خاص لقب سے ملقب کیا گیا) (۲۶۲) محفوظات ملقب بہ اشرف التنبیہ (۲۶۳) ملحوظات (۲۶۴) محظوظات (یہ تین حصے ہیں رسالہ جدید ملفوظات کے) (۲۶۵) مقالات حسنہ ملقب بہ لمعان الدین ملفوظ (۲۶۶) لامع علامات الاولیاء یعنی تلخیص جامع کرامات الاولیاء (۲۶۷) معاملۃ المسلمین فی مجادلۃ غیر المسلمین (۲۶۸) شہادۃ الاقوام بصدق الاسلام (ملاحظہ ہو النور ذی الحجہ ۴۸ھ) (۲۶۹) خطبات الاحکام (۲۷۰) التخب فی الخطب۔

(۲۷۱) الطم فی السم (۲۷۲) ضم شاردالابل (۲۷۳) ملفوظ آداب الاخبار بعبارت مولوی محمد شفیع دیوبندی جوالقاسم شعبان ورمضان ۴۸ھ میں بھی اور مستقل بھی بضمن عنوان اسلامی اخباروں کے لئے شرعی دستورالعمل ونیز جزوجلد ثانی کشکول الطرائف بنکر بھی شائع

besturdubooks.wordpress.com

ہوا۔(۲۷۴)صیانۃ المسلمین (۲۷۵) الساعات للطاعات (۲۷۶)جمع الصکوک فی قمع الشکوک (۲۷۷) افکار دینی ضمیمہ اخبار بنی (۲۷۸)ظہور القرآن من صدور الصبیان (۲۷۹)القطائف من اللطائف ملفوظ (۲۸۰)القول الجلیل ملفوظ (۲۸۱)اسعاد الاسعد ملفوظ (۲۸۲) جلائل الابناء فی حرمۃ حلائل الانباء (۲۸۳) التحریض علی صالح التعریض جزو التشرف جلد ثالث (۲۸۴) کثرت الازواج لصاحب المعراج (۲۸۵) سقایات الصیب حاشیۂ روایات الطیب (۲۸۶) وصل السبب فی فصل النسب (۲۸۷) الہادی للحیران فی وادی تفصیل البیان جزو امداد الفتاویٰ (۲۸۸) تصحیح العلم فی تقبیح الحلم (۲۸۹) جبر الکسیر ملفوظ (۲۹۰) الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ ملفوظ (۲۹۱) السنۃ الجلیۃ فی الچشتیۃ العلیۃ (۲۹۲) البصائر فی الدوائر (۲۹۳) سراب الشراب جزو السنۃ الجلیہ (۲۹۴) تمیز العشق من الفسق (۲۹۵) ردالتوحد فی الطلاق ذات التعدد جزو امداد الفتاویٰ (۲۹۶) بناء القبہ علی بناء الجبر (۲۹۷) تمہید الفرش فی تحدید العرش (۲۹۸) الارشاد الی مسئلۃ الاستعداد جزو التشرف جلد سوم (۲۹۹) الحصحصۃ فی حکم الوسوسۃ جزو التشرف جلد سوم (۳۰۰) عبور البراری فی سرور الذراری جزو تربیۃ السالک

(۳۰۱) خیر الاختبار فی خبر الاختیار ملفوظ (۳۰۲) شجرۃ المراد جزو تربیۃ السالک (۳۰۳) بوادر النوادر (یہ مسائل نادرہ کی فہرست ہے اس کے مضامین رسالہ الاشرف لکھنؤ میں باقساط نکل رہے ہیں۔ (۳۰۴) شمس الفضائل لطمس الرذائل جزو تربیۃ السالک (۳۰۵) شق الجیب عن حق الغیب جزو امداد الفتاویٰ (۳۰۶) التواجہ فیما یتعلق بالتشابہ جزو تفسیر بیان القرآن اوائل سورۂ آل عمران (۳۰۷) تحقیق التشبیہ باہل الفساح لمن لا یرید اداء المہر فی النکاح جزو امداد الفتاویٰ (۳۰۸) تعدیل اہل الدہر فی درجہ تقلیل المہر (۳۰۹) الاعتدال فی متابعۃ الرجال جزو تربیت (۳۱۰) کلمۃ القوم فی حکمۃ الصوم جزو امداد الفتاویٰ (۳۱۱) الحیلۃ الناجزہ بمشارکۃ الشفیع والکریم (۳۱۲) اعداد الجنۃ جزو امداد الفتاویٰ (۳۱۳) نیل المراد فی سفر گنج مراد آباد ملفوظ جزو ارواح ثلثہ (۳۱۴) ملفوظ فیوض الخالق جزو الہادی (۳۱۵) ملفوظ سعاد الطالبین جزو قاسم العلوم (۳۱۶) تفصیل محمودیت امر طبعی جزو تربیت

besturdubooks.wordpress.com

(۳۱۷) طلوع البدر فی سطوع القدر جزو امداد الفتاویٰ (۳۱۸) الحکم الحقانی فی الحزب الآغاخانی جزو امداد الفتاویٰ (۳۱۹) تصحیح الخیال ملفوظ (۳۲۰) اماثل الاقوال لافاضل الرجال جزو کشکول (۳۲۱) نافع الاشارہ الی منافع الاستخارہ جزو امداد الفتاویٰ (۳۲۲) احکام الایقان لاقسام الاطمینان جزو امداد الفتاویٰ (۳۲۳) علاج الخیال جزو تربیۃ السالک (۳۲۴) رفع الغلط لدفع الشطط (۳۲۵) تسہیل الطریق جزو تربیت

(۳۲۶) کلمۃ الحق ملفوظ در رسالہ الہادی (۳۲۷) الکلام الحسن ملفوظ در اشرف العلوم (۳۲۸) رسالہ بحث فضل سید القبور علی کل مکان مزور جزو ترجیح الراجح بابت ۴ ۱۳۵۴ھ (۳۲۹) الشوارق فی الخوارق (۳۳۰) ملفوظ سراج الصراط در رسالہ الاشرف (۳۳۱) مکالمہ برمحاکمہ جزو امداد الفتاویٰ (۳۳۲) التبدیل من التثقیل الی التعدیل یا التنزیل من التعدیل الی التسہیل مع ضمیمہ عملیہ جزو حسن العزیز یہ دو نام دو اعتبار سے ہیں جو رسالہ میں مذکور ہیں (۳۳۳) وضوح الطریق جزو النور رمضان ۱۳۴۹ھ مضمون تربیۃ السالک از ص ۳ ص ۸ تا ص ۱۶ قولہ بتلاوے گا (۳۳۴) فتوح الطریق جزو النور جمادی الاولیٰ ۱۳۵۰ھ مضمون تربیۃ السالک از ص ۶ ص ۱۰ تا ص ۱۴ قولہ معلوم ہو گئے۔ اب تک ان دونوں کا لب نہ چھپا تھا۔ (۳۳۵) روح الطریق جزو النور ذی الحجہ ۵۰ھ مضمون تربیۃ السالک از ص ۳ س ۱۰ تا ص ۱۴ س ۱۳ قولہ لکھ چکا اس کا لقب بھی چھپا ہے۔ (۳۳۶) استحباب الدعوات جزو امداد الفتاویٰ (۳۳۷) بطلان الاحلام ببرہان الاحکام جزو امداد الفتاویٰ (۳۳۸) التعرف فی تحقیق مسئلۃ التصرف جزو امداد الفتاویٰ (۳۳۹) جمع الدعاء مع الرضا بالقضاء جزو امداد الفتاویٰ (۳۴۰) جلوۂ یوسف ملفوظ جزو الاشرف (۳۴۱) نظر عنایت ملفوظ جزو الاشرف (۳۴۲) ارمغان عید ملفوظ (۳۴۳) عبادۃ الرحمٰن (۳۴۴) دنیا کی پستی اور دین کی مستی ملفوظ (۳۴۵) سرمایۂ ہستی یہ دو اخیر کے اشرف السوانح کے جزو ہیں (نوٹ ملحق فیما بعد) رسالہ ہذا کے باب فواضل میں بضمن سلسلہ تحریکات جو مضمون عاشر ہے اور اس کا ایک لقب بھی ہے الامتناع عن السباع گو اس کو بھی ایک رسالہ شمار کیا جا سکتا تھا مگر قصداً اس کو اس فہرست میں اس لئے نہیں لیا کہ اس کا استدلال علمی مشابہ تھا استدلال شعری کے ۱۲ منہ

besturdubooks.wordpress.com

الحاق

فیصلہ ہفت مسئلہ نمبر ۶۸ کے متعلق علاوہ ضمیمہ مرقومہ مولانا گنگوہی قدس سرہ کے احقر نے بھی ایک ضمیمہ لکھا تھا جو مستقل چھپ کر شائع ہو چکا تھا مگر ترتیب فہرست کے وقت باوجود تلاش کے دستیاب نہ ہوا تھا اب مل گیا ہے اس کو نایاب ہونے کے سبب اس جگہ نقل کیا جاتا ہے آئندہ اس ضمیمہ کو فیصلہ ہفت مسئلہ کا جزو بنا کر شائع کرنا مناسب ہے۔ اشرف علی ۲۵ محرم ۵۵ھ

ضمیمہ فیصلہ ہفت مسئلہ

حامداً و مصلیاً

بعد الحمد و الصلوٰۃ اشرف علی تھانوی خادم آستانہ حضرت شیخ المشائخ سید السادات مولانا و مرشدنا الحافظ الحاج الشاہ محمد امداد اللہ صاحب ضوعفت برکاتہم اپنے پیر بھائیوں اور دیگر ناظرین فیصلہ ہفت مسئلہ کی خدمت میں عرض رسا ہے کہ رسالہ فیصلہ ہفت مسئلہ جو بباعث اس کے بوجہ ضعف قویٰ جسمانیہ حضرت ممدوح کو خود قلم مبارک سے لکھنے میں تکلف ہوتا ہے بحکم حضرت ممدوح بعبارت اس خادم کے بغرض محاکمہ بعض مسائل تحریر ہو کر تقریباً عرصہ چار سال کا ہوا کہ شائع ہوا ہے چونکہ بعض صاحبوں کو اس کے مقصود اصلی کے سمجھنے میں غلطی ہوئی اور حضرت ممدوح کو علی الاطلاق ان اعمال وغیرہا کا مجوز قرار دیا جو بالکل خلاف واقع ہے اس لئے محض خیر خواہی کی نظر سے حضرت صاحب کی غرض اور تحقیق کا اظہار ضروری سمجھ کر اطلاع عام کر دیتا ہوں تا کہ مجھ کو حق پوشی کے گناہ سے اور دوسرے صاحبوں کو التباس و اشتباہ سے نجات ہو۔ ظاہر ہے کہ یہ امور اور اعمال جس ہیئت و کیفیت سے مروج و شائع ہیں اکثر عوام بالخصوص جہلاء ہندوستان اس کے سبب انواع انواع مفاسد اعتقادی و عملی میں مبتلا ہو جاتے ہیں جن کا تجربہ و مشاہدہ عاقل فہیم منصف کر سکتا ہے۔

مثلاً مولد میں بعض قیود کو مؤکد نہ سمجھنا اور ترک قیود سے دل تنگ ہونا۔ ایصال ثواب کے طرق میں علاوہ تاکد قیود کے اگر اولیاء کی روح کو ہو تو ان کو حاجت روا سمجھنا اور ترک التزام میں ان سے ضرر رسانی کا خوف کرنا اور اگر عام اقارب کی روح کو ہو تو اکثر قصد نام آوری ہونا اور طعن و تشنیع سے ڈرنا اور سماع میں زیادہ مجمع اہل لہو و باطل کا ہونا اور امارد و نساء

besturdubooks.wordpress.com

سے اختلاط اور اعراس میں اول تو فساق فجار کا مجتمع ہونا اور یہ بھی نہ ہو تو اداء رسم کی ضرورت کو قرض دام کرنا پڑھنے والوں کا اکثر طعام و شیرینی کے لئے باوجاہت داعی کی وجہ سے پڑھنا نداء غیر اللہ میں بعض کم فہموں کا منادیٰ کو خبیر و قدیر جاننا۔ کام پورا ہو جانے پر ان کو فاعل و متصرف سمجھنا جماعت ثانیہ سے اکثرت جماعت اولیٰ میں سستی کرنا حقہ و زٹل میں جماعت اولیٰ کو فوت کر دینا اور اس پر متاسف نہ ہونا۔ اخیر کے مسئلوں میں باری تعالیٰ کے عجز کا اعتقاد کر لینا اور اسی طرح کے بہت سے مفاسد ہیں جن کی تفصیل استقراء اور تتبع سے معلوم ہو سکتی ہے سو حضرت ممدوح ہرگز ہرگز ان مفاسد کو یا ان کے مقدمات واسباب کو جائز نہیں فرماتے۔

حضرت ممدوح پر ایسا گمان کر کے علی الاطلاق ان امور کے جواز پر تمسک کرنا یا حضرت ممدوح سے سوء عقیدت کر لینا حضرت ممدوح کی کمال اتباع شریعت اور آپ کی تقریر دلپذیر کی غرض سے ناواقفی ہے خلاصہ ارشاد حضرت ممدوح کا یہ ہے کہ جس شد و مد کے ساتھ یہ امور لوگوں میں شائع ہیں وہ بدعت ہیں کیونکہ اس رسالہ میں مصرح ہے کہ غیر دین کو دین میں داخل کرنا بدعت ہے سو جو لوگ ان قیود کو جو فی نفسہ مباح ہیں موکد کرتے ہیں وہی غیر دین کو دین میں داخل کرنے والے ہیں اس مرتبہ میں مانعین حق پر ہیں اور بلا التزام قیود و رسم و لزوم مفاسد احیاناً کر لینا اور احیاناً نہ کرنا یہ مباح ہے اس کو حرام کہنا مانعین کا تشدد ہے اس مرتبہ میں جواز حق ہے بایں معنی دونوں کو آپ نے حق پر فرمایا چنانچہ بعض اکابر مخصوصین کے پاس جو حضرت ممدوح کا والا نامہ مُہری آیا تھا اس میں یہ لفظ موجود ہیں کہ نفس ذکر مندوب اور قیود بدعت ہیں اسی طرح دیگر باقی مسائل میں تفصیل ہے جو اصول شرعیہ میں غور کرنے سے مفہوم ہو سکتی ہے اس توضیح کے بعد کسی کو اشتباہ والتباس کا محل باقی نہیں رہ سکتا اگر رسالہ ہذا کی کوئی عبارت اس تقریر مذکور کے خلاف پائی جائے وہ اس خادم کی عبارت کا قصور سمجھا جائے۔ اور حضرت صاحب دامت فیوضہم و برکاتہم کو بالکل مبرّا و منزہ اعتقاد کیا جائے وما علینا الا البلاغ ربیع الاول ۱۳۱۶ھ۔

نوٹ: یہ دونوں ضمیمے تو قواعد شرعیہ پر مبنی ہیں اب ان کی ایک تائید ایک رویائے صالحہ سے

besturdubooks.wordpress.com

جس کا لقب حدیث میں مبشر آیا ہے نقل کی جاتی ہے۔ صاحب رؤیا جناب مولانا حافظ محمد احمد صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند رحمۃ اللہ علیہ ابن حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس سرہ ہیں اور صاحب روایت ان کے خلف الصدق مولوی حافظ قاری محمد طیب صاحب مہتمم حال مدرسہ موصوفہ ہیں۔وھی ھذہ بعین عبارۃ الراوی وھی رؤیا عجیبۃ مشتملۃ علی حقائق غریبۃ.

(نحمدہ و نصلی)

احقر نے اپنے حضرت والد صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ سے ذیل کا واقعہ سنا ہے فرماتے تھے کہ جس زمانہ میں فیصلہ ہفت مسئلہ چھپا اور اس کی نسبت حضرت مرشد عالم حاجی امداد اللہ قدس سرہ کی طرف تھی اس لئے ہم لوگوں کو سخت ضیق پیش آئی موافقت کر نہیں سکتے تھے اور مخالفت میں حضرت کی نسبت سامنے آتی تھی۔ حیرانی تھی۔ اسی دوران میں میں نے (حضرت والد صاحبؒ نے) خواب دیکھا کہ ایک بڑا دیوان خانہ ہے اور اس میں حضرت حاجی صاحبؒ تشریف رکھتے ہیں میں بھی حاضر ہوا و ہفت مسئلہ کا تذکرہ ہے۔ حضرت حاجی صاحبؒ ارشاد فرما رہے ہیں کہ بھائی علماء اس میں تشدد کیوں کر رہے ہیں۔ گنجائش تو ہے۔ میں عرض کر رہا ہوں کہ حضرت گنجائش نہیں ہے ورنہ مسائل کی حدود ٹوٹ جائیں گی ، ارشاد فرمایا کہ یہ تو تشدد معلوم ہوتا ہے میں نے پھر بہت ہی ادب سے عرض کیا کہ حضرت جو کچھ بھی ارشاد فرماتے ہیں درست ہے مگر حضرات فقہاء تو اس کے خلاف ہی کہتے ہیں۔ حضرت والد صاحب فرماتے ہیں کہ خواب میں میں رد و قدح بھی کر رہا ہوں لیکن حضرت کی عظمت میں ایک رتی برابر فرق نہیں دیکھتا تھا۔اسی رد و قدح میں آخر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اچھا بات مختصر کرو اگر خود صاحب شریعت فیصلہ فرماویں پھر؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت اس کے بعد کس کی مجال ہے کہ خلاف چل سکے۔ فرمایا کہ اچھا ان شاء اللہ اسی جگہ خود حضرت صاحب شریعت ہی ہمارے تمہارے درمیان میں فیصلہ فرماویں گے۔ والد صاحب نے فرمایا کہ اس بات سے مجھے بے غایت مسرت ہو رہی ہے کہ آج الحمدللہ حضرت صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوگی اور اسی کے ساتھ حضرت حاجی صاحب کی عظمت اور زیادہ قلب میں بڑھ گئی کہ حق تعالیٰ نے ہمارے بزرگوں کو یہ درجہ عطا فرمایا ہے

besturdubooks.wordpress.com

کہ وہ اپنے معاملات میں براہ راست حضور کی طرف رجوع بھی کر سکتے ہیں اور حضور کو اپنے یہاں بلا بھی سکتے ہیں۔ تھوڑی دیر میں حضرت حاجی صاحبؒ نے ارشاد فرمایا کہ لو تیار ہو بیٹھو حضور تشریف لا رہے ہیں اتنے میں میں نے دیکھا کہ دیوان خانہ کے سامنے سے ایک عظیم الشان مجمع نمایاں ہوا۔ قریب آنے پر میں نے دیکھا کہ آگے آگے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور پیچھے پیچھے تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا مجمع ہے۔ حضور کی شان ہے کہ حلیہ مبارک ہو بہو حضرت گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ کا ہے۔ نینو کا کرتہ باریک بلا کسی بنیائن وغیرہ زیب تن ہے جس میں سے بدن مبارک چمک رہا ہے گویا شعاعیں سی پھوٹ رہی ہیں سر مبارک پر ٹوپی پنج کلیہ ہے جو سر پر کانوں تک منڈھی ہوئی ہے اور چہرۂ انور نہایت مشرق اور اس قدر چمک رہا ہے جیسے چمکتا ہوا کندن سونا ہوتا ہے حضور جب دیوان خانہ میں داخل ہوئے تو حضرت حاجی صاحب سروقد ایک کونہ میں ادب سے جا کھڑے ہوئے اور میں ایک دوسرے مقابل کے کونہ میں ادب و ہیبت سے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ حضور کنارہ کاٹ کر میری طریف تشریف لائے اور بالکل میرے قریب پہنچ کر میرے کندھے پر دست مبارک رکھا اور زور سے فرمایا کہ حاجی صاحب یہ لڑکا جو کچھ کہہ رہا ہے درست کہہ رہا ہے۔ اس پر میری تو خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی اور ساتھ ہی حضرت حاجی صاحب کی عظمت اور بھی زیادہ بڑھ گئی کہ ہمارے بزرگوں کو اللہ نے کیا رتبہ عطا فرمایا ہے کہ حضور کس بے تکلفی سے تشریف لائے اور کس بے تکلفی اور عنایت سے انہیں مخاطب فرماتے ہیں اور حضرت حاجی صاحب کی حالت یہ ارشاد مبارک سن کر یہ ہوئی کہ بجاؤ درست بجاؤ درست کہتے کہتے جھکتے ہیں اور اپنے قدموں کے قریب تر سر لے جا کر پھر سیدھے کھڑے ہوتے ہیں اور پھر بجاؤ درست بجاؤ درست کہتے کہتے اسی طرح جھکتے اور پھر سیدھے کھڑے ہوتے ہیں۔

سات مرتبہ اسی طرح حاجی صاحب نے کیا اور مجلس پر سکوت کا عالم ہے سارا مجمع کھڑا ہوا ہے کہ حضور ہی خود کھڑے ہوئے ہیں جب یہ سب کچھ ہو چکا تو والد صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے حضور کی یہ شفقت وعنایت دیکھ کر جرأت کی اور عرض کیا کہ حضور حدیثوں میں جو حلیہ مبارک ہم نے پڑھا ہے اس وقت کا حلیہ مبارک تو اسکے خلاف ہے یہ تو حضرت گنگوہی کا

besturdubooks.wordpress.com

حلیہ ہے، ارشاد فرمایا کہ اصل حلیہ ہمارا وہی ہے جو تم نے حدیثوں میں پڑھا ہے لیکن اس وقت ہم نے گنگوہی کا حلیہ اس لئے اختیار کیا کہ تمہیں ان سے محبت و مناسبت ہے اس جواب پر مجھے حضرت گنگوہی سے اور زیادہ محبت وعقیدت بڑھ گئی اور اپنے اکابر کے درجات قرب واضح ہوئے چند منٹ پھر سکوت رہا اور حضرت حاجی صاحب غایت ادب و تعظیم سے سر جھکائے ہوئے کھڑے ہوئے تھے کہ حضور نے ارشاد فرمایا کہ حاجی صاحب اب ہمیں اجازت ہے؟ حاجی صاحب نے ادب سے عرض کیا کہ جو مرضی مبارک ہو۔ بس حضور مع سارے مجمع کے اسی راہ سے تشریف لے گئے جس راستے سے تشریف لائے تھے اور میری آنکھ کھل گئی۔ یہ خواب میں نے (والد صاحب نے) حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں لکھ کر بھیجا۔ معلوم ہوا کہ حضرت پر اس خواب سے ایک کیفیت بے خودی کی طاری ہوئی اور کچھ اس قسم کے الفاظ فرمائے کہ کاش یہ خواب لکھ کر قبر میں میرے ساتھ کر دیا جائے تو میرے لئے دستاویز ہو جائے۔ (احقر محمد طیب غفرلہ)

(ب) مواعظ

(۱) آداب المساجد (۲) مہمات الدعا حصہ اول (۳) مہمات الدعا حصہ دوم (۴) سیرۃ الصوفی (۵) استخفاف المعاصی (۶) حقوق المعاشرت (۷) الاخلاص حصہ اول (۸) الاخلاص حصہ دوم (۹) اصلاح النساء (۱۰) ذم الھویٰ (نوٹ: ان دس وعظوں کا مجموعہ دعوات عبدیت کا حصہ اول ہے) (۱۱) تطہیر رمضان (۱۲) حقوق القرآن (۱۳) علاج الکبر (۱۴) حیوۃ طیبہ (۱۵) تسہیل الاصلاح (۱۶) احکام العشر الاخیر (۱۷) الکمال الصوم والعید (۱۸) غض البصر (۱۹) تطہیر الاعضاء (۲۰) تقویم الزیغ (نوٹ: ان دس وعظوں کا مجموعہ دعوات عبدیت کا حصہ دوم ہے) (۲۱) ضرورۃ الاعتناء بالدین (۲۲) ضرورۃ العلم بالدین (۲۳) ضرورۃ العمل بالدین (۲۴) طریق القرب (۲۵) فضائل العلم والخشیۃ (۲۶) ترغیب الاضحیہ (۲۷) ضرورۃ التوبہ (۲۸) تفصیل التوبہ (۲۹) تکمیل الاسلام (۳۰) ترک المعاصی (نوٹ: ان دس وعظوں کا مجموعہ دعوات عبدیت کا حصہ سوم ہے) (۳۱) اصلاح النفس (۳۲) تفاضل الاعمال (۳۳) الرضا بالدنیا (۳۴) الاتعاظ بالغیر (۳۵) طلب العلم (۳۶) تادیب المصیبہ (۳۷) حب العاجلہ

besturdubooks.wordpress.com

(۳۸) ازالۃ الغفلۃ (۳۹) قطع التمنی (۴۰) تیسیر الاصلاح (نوٹ: ان دس وعظوں کا مجموعہ دعوات عبدیت کا حصہ چہارم ہے) (۴۱) ضرورۃ العلماء (۴۲) طریق النجاۃ (۴۳) نسیان النفس (۴۴) تعلیم البیان (۴۵) آثار المحبۃ (۴۶) احسان التدبیر (۴۷) فضل العلم والعمل (۴۸) متاع الدنیا (۴۹) مضار المعصیہ (۵۰) العمل للعلماء (نوٹ ان دس وعظوں کا مجموعہ دعوات عبدیت کا حصہ پنجم ہے) (۵۱) تعظیم الشعائر (۵۲) التصدی للغیر (۵۳) اطاعۃ الاحکام (۵۴) خواص الخشیۃ (۵۵) ذکر الموت (۵۶) الغاء المجازفۃ (۵۷) شرف المکالمہ (۵۸) ترجیح المفسدہ علی المصلحۃ (۵۹) اختیار الخلیل (۶۰) شرط الایمان (نوٹ۔ ان دس وعظوں کا مجموعہ دعوات عبدیت کا حصہ ششم ہے) (۶۱) غوائل الغضب (۶۲) منازعۃ الھویٰ (۶۳) الصوم (۶۴) الشکر (۶۵) التنبیہ (۶۶) الباقی (نوٹ۔ ان چھ وعظوں کا مجموعہ دعوات عبدیت کا حصہ ہفتم ہے ان میں سے الباقی منفرد چھپا ہے) (۶۷) حق الاطاعۃ (۶۸) الدین الخالص (۶۹) عضل الجاہلیۃ (۷۰) نداء رمضان (۷۱) وحدۃ الحب (۷۲) شعب الایمان (۷۳) الوقت (۷۴) شعبان (۷۵) الصیام (۷۶) الفطر (نوٹ۔ ان دس وعظوں کا مجموعہ دعوات عبدیت کا حصہ ہشتم ہے) (۷۷) روح الصیام (۷۸) روح القیام (۷۹) روح الجوار (۸۰) روح الافطار (۸۱) روح الحج والثج (۸۲) نور الصدور (نوٹ۔ روح الصیام سے یہاں تک ہفت اختر کے نام سے شائع ہوئے ہیں جس میں ایک جزو ہفتم ان وعظوں کے علاوہ ملفوظات کا بھی شامل ہے۔ (۸۳) الاستغفار (۸۴) مواعظ اشرفیہ فی الخشوع (نوٹ۔ اس کا نام بعد میں لب العبادہ تجویز کیا گیا (۸۵) الاتفاق (نوٹ۔ ان تین وعظوں کا مجموعہ التذکیر کا حصہ اول ہی ہے لیکن غلطی سے اس کی لوح پر اشرف المواعظ چھپ گیا ہے) (۸۶) الظلم (۸۷) الخلط (۸۸) المباح (۸۹) السؤال (۹۰) التوکل (۹۱) الصبر (نوٹ: ان چھ وعظوں کا مجموعہ التذکیر کا حصہ دوم ہے اور اس کی لوح پر بھی غلطی سے اشرف المواعظ چھپ گیا ہے) (۹۲) التہذیب نمبر ۱ (۹۳) التہذیب نمبر ۲ (۹۴) التہذیب نمبر ۳ (۹۵) التہذیب نمبر ۴ (۹۶) التہذیب نمبر ۵ (۹۷) التہذیب نمبر ۶ (نوٹ۔ ان چھ وعظوں کا مجموعہ التذکیر کا حصہ سوم ہے) (۹۸) الخضوع (۹۹) عمل الذرہ (۱۰۰) راس الربعین المشتمل علی جزئین الحبور لنور

besturdubooks.wordpress.com

الصدور والحضور الامور لصدور (۱۰۱) الشذور (۱۰۲) الغضب (۱۰۳) مظاہر الاحوال (۱۰۴) الافصاح (نوٹ۔ یہ سات وعظ یعنی الخضوع سے یہاں تک بہ سلسلہ حسن الموعظت چھپے تھے)۔(۱۰۵) القرض (۱۰۶) تفصیل الذکر (۱۰۷) التوجہ (۱۰۸) العفۃ (۱۰۹) العزہ (۱۱۰) اجابۃ الداعی (۱۱۱) المال والجاہ (۱۱۲) اتباع المنیب (۱۱۳) کیف الاذیٰ (۱۱۴) الفضل العظیم (۱۱۵) الاسراف (۱۱۶) الذکر (۱۱۷) الخیانۃ (۱۱۸) الدنیا (نوٹ: القرض سے یہاں تک کے وعظ بہ سلسلہ الذکریٰ چھپے ہیں)(۱۱۹) ذکر الرسول (۱۲۰) رفع الموانع (۱۲۱) شکر النعمہ (۱۲۲) الظاہر (۱۲۳) اصلاح الیتامیٰ (۱۲۴) تعلیم العلم (۱۲۵) التقویٰ (۱۲۶) المراد (۱۲۷) دواالضیق (۱۲۸) احسان الاسلام (۱۲۹) تعمیم تعلیم القرآن الکریم (۱۳۰) ترک مالا یعنی (۱۳۱) تعمیم التعلیم (۱۳۲) الکمال فی الدین للنساء (۱۳۳) نفی الحرج (۱۳۴) الباب لاولی الالباب (۱۳۵) السلام التحقیقی (۱۳۶) الدعوۃ الی اللہ (۱۳۷) درجات الاسلام (۱۳۸) نقد اللبیب فی عقد الحبیب (۱۳۹) تحقیق الشکر (۱۴۰) رجاء اللقاء (۱۴۱) اسباب الفضائل (۱۴۲) محاسن الاسلام (۱۴۳) رمضان فی رمضان (۱۴۴) شکر المثویٰ (۱۴۵) عود العید (۱۴۶) عودِ العید (۱۴۷) الاعتصام بحبل اللہ (۱۴۸) ایواء الیتامیٰ (۱۴۹) ترجیح الآخرہ (۱۵۰) حرمات الحدود (۱۵۱) ملت ابراہیم (۱۵۲) العبادۃ (۱۵۳) الرفع و الوضع (۱۵۴) الا سعاد و الایعاد (۱۵۵) العمرۃ بذبح البقرۃ (۱۵۶) الہدیٰ والمغفرہ (۱۵۷) ذم النسیان (۱۵۸) تقلیل الطعام (: ذکر الرسول سے یہاں تک کے ۴۰ وعظ بہ سلسلہ التبلیغ چھپ چکے ہیں اور یہ سلسلہ ابھی جاری ہے)(۱۵۹) وعظ مرادآباد کسرول متعلق اقترب للناس الخ (اس کا نام بعد میں قرب الحساب تجویز کیا گیا) (۱۶۰) وعظ مرادآباد شاہی مسجد متعلق وتعاونوا علی البرالخ (اس کا نام بعد میں التعاون علی الخیر تجویز کیا گیا) (۱۶۱) وعظ چرتھاول مسائل موت (اس کا نام بعد میں یقظۃ النائم تجویز کیا گیا (۱۶۲) وعظ چرتھاول متعلق مایلفظ من قول الخ (یہ التذکیر حصہ اول میں بھی بلقب حفظ اللسان چھپا ہے (نوٹ ان چار وعظوں کا مجموعہ اشرف المواعظ کا حصہ اول ہے)(۱۶۳) وعظ میرٹھ متعلق واما من خاف مقام ربہ الخ (یہ ایک وعظ بلقب اشرف المواعظ حصہ دوم چھپا ہے) اس کا نام بعد میں ثمرات الخوف تجویز کیا گیا۔(۱۶۴) التبشیر (۱۶۵) الصلوٰۃ

besturdubooks.wordpress.com

(۱۶۶)الحیٰوۃ (نوٹ: یہ تین وعظ بسلسلہ البشری چھپے ہیں) (۱۶۷) روح الارواح (۱۶۸)راحت القلوب (۱۶۹) تتمۃ الحکمۃ (نوٹ یہ وعظ دعاۃ الملۃ کے حواشی میں چھپا ہے) (۱۷۰)الدعاء (۱۷۱) شوق اللقاء (۱۷۲) تذکیر الآخرۃ (۱۷۳) فوائد الصحبۃ (۱۷۴) تجارت آخرت (۱۷۵) النور (۱۷۶) الظہور (۱۷۷) السرور (۱۷۸) اول الاعمال (۱۷۹) آخر الاعمال (۱۸۰) الکمال فی الدین للرجال (۱۸۱) معرفۃ الحقائق (۱۸۲) مفتاح الخیر (۱۸۳) العاقلات الغافلات (۱۸۴) البصیر بالبشیر (۱۸۵) الشریعۃ (۱۸۶) الضحایا (۱۸۷) الجناح (۱۸۸) اجلاء للابتلاء (۱۸۹) الحج المبرور (۱۹۰) تقلیل المنام (۱۹۱) تقلیل الکلام (۱۹۲) تقلیل الاختلاط مع الانام (۱۹۳) تحصیل المرام (نوٹ۔ یہ چاروں وعظ مع نمبر ۱۵۸ ملقب ہیں حواس خمسہ وابواب المجاہدہ۔ واسباب المشاہدہ کے ساتھ) (۱۹۴) حقیقۃ الصبر (۱۹۵) ما علیہ الصبر (۱۹۶) زکوٰۃ النفس (۱۹۷) تفصیل الدین (۱۹۸) احکام المال (۱۹۹) اسباب الفتنہ (۲۰۰) حقوق البیت (۲۰۱) سبیل النجاح (۲۰۲) الباطن (۲۰۳) آداب التبلیغ (۲۰۴) المورد الفرخی (۲۰۵) اسرار العبادۃ (۲۰۶) آثار العبادۃ (۲۰۷) خیر الحیٰوۃ و خیر الممات (۲۰۸) السوق لاہل الشوق (۲۰۹) استمرار التوبۃ (۲۱۰) و (۲۱۱) ارضاء الحق نمبر ا و نمبر ۲ (۲۱۲) العج والثج واللج (۲۱۳) جمال الجلیل (۲۱۴) مظاہر الاموال (۲۱۵) مظاہر الآمال (۲۱۶) مظاہر الاقوال (۲۱۷) ہم الآخرۃ (۲۱۸) عصم الصنوف (۲۱۹) النسوان فی رمضان (۲۲۰) الدوام علی الاسلام (۲۲۱) الاستقامۃ (۲۲۲) اسباب الغفلۃ (۲۲۳) کوثر العلوم (۲۲۴) تکمیل الانعام (۲۲۵) الفاظ القرآن (۲۲۶) المعرق والرحیق (۲۲۷) التحصیل والتسہیل (۲۲۸) و (۲۲۹) اجراء الصیام بلا انصرام حصہ اول و دوم (۲۳۰) التواصی بالحق (۲۳۱) التواصی بالصبر (۲۳۲) الفصل و انفصال (۲۳۳) الاجر النبیل (۲۳۴) النعم المرغوبۃ (۲۳۵) التیسیر للتسیر (۲۳۶) الحدود و القیود (۲۳۷) فناء النفوس (۲۳۸) افناء المحبوب (۲۳۹) التعرف بالتصرف (۲۴۰) مراقبۃ الارض (۲۴۱) خیر الارشاد (۲۴۲) الدنیا والآخرہ (۲۴۳) التراحم فی التراحم (۲۴۴) الغالب للطالب (۲۴۵) ملفوظ الطاحون ضمیمہ وعظ خیر الحیٰوۃ (۲۴۶) الاستماع والاتباع (۲۴۷) الوصل والفصل (۲۴۸) رفع الالتباس (۲۴۹) الجمعین بین النفعین (۲۵۰) نور النور (۲۵۱) الرابطہ (۲۵۲) الجبر

besturdubooks.wordpress.com

3 بالصبر (۲۵۳) الاصابۃ فی معنی الاجابۃ (۲۵۴) الصبر والصلوٰۃ (۲۵۵) الحج (۲۵۶) سبیل السعید (۲۵۷) السمر بالصبر (۲۵۸) المراقبہ (۲۵۹) اکمال العدۃ (۲۶۰) الفانی (۲۶۱) اصل العبادۃ (۲۶۲) المجاہدۃ (۲۶۳) الارتیاب و الاغتیاب (۲۶۴) اکبر الاعمال (۲۶۵) دار المسعود مع تحقیق التصدیق (۲۶۶) العبد الربانی (۲۶۷) الرغبۃ المرغوبۃ (۲۶۸) الرحیل الی الخیل (۲۶۹) العید والوعید (۲۷۰) دواء الغفلۃ (۲۷۱) النفحات فی الاوقات (۲۷۲) الانسداد للفساد (۲۷۳) الصلات فی الصلات (۲۷۴) الیسر مع العسر (۲۷۵) غریب الدنیا (۲۷۶) عمل الشکر (۲۷۷) اصلاح ذات البین (۲۷۸) طریق القلندر (۲۷۹) العشر بضم العین (۲۸۰) العشر بفتح العین۔ (۲۸۱) آثار الحوبہ فی اسرار التوبہ (۲۸۲) المودۃ الرحمانیۃ (۲۸۳) التشبیت بمراقبۃ التسبیت (۲۸۴) الاکرمیۃ بالاعملیۃ والاعلمیۃ (۲۸۵) الاخوۃ (۲۸۶) علاج الحرص (۲۸۷) العلم والخشیۃ (۲۸۸) انفاق المحبوب (۲۸۹) و (۲۹۰) مواساۃ المصابین جزو اول ودوم (۲۹۱) حقوق السراء والضراء (۲۹۲) نشر الرحمۃ (۲۹۳) شکر العطاء (۲۹۴) شب مبارک (۲۹۵) شعبان فی شعبان (۲۹۶) مثلث رمضان (۲۹۷) العتق من النیران (۲۹۸) انوار السراج (۲۹۹) الاطمینان بالدنیا (۳۰۰) رطوبۃ اللسان (۳۰۱) شفاء العی (۳۰۲) آثار المربع (۳۰۳) الامتحان (۳۰۴) تکمیل الاعمال بہ تبدیل الاحوال (۳۰۵) شرائط الطاعۃ (۳۰۶) المکروہات (۳۰۷) کساء النساء (۳۰۸) الاسلام الحقیقی (۳۰۹) الکاف (۳۱۰) الاتمام لنعمۃ الاسلام حصہ اول (۳۱۱) الاتمام لنعمۃ الاسلام حصہ دوم (۳۱۲) ازالۃ الغین عن آلۃ العین (۳۱۳) صبح امید (۳۱۴) شام خورشید (۳۱۵) الرحمۃ علی الامۃ (۳۱۶) دستور سہارنپور (۳۱۷) آداب المصاب (۳۱۸) القاف (۳۱۹) اعانۃ النافع (۳۲۰) شکر السوانح (۳۲۱) تحریم المحرم

مجموعہ رسائل ومواعظ (۶۶۶)

لطیفہ متعلقہ عدد مجموعہ رسائل ومواعظ

یہ عدد (۶۶۶) ہے جس میں اتفاق سے تینوں درجوں میں چھ کا عدد ہے یعنی سینکڑہ بھی دہائی بھی جس سے یاد رکھنے میں سہولت ہوسکتی ہے اور اتفاق سے اس عدد کے تین مادے بھی نکل آئے۔ یعنی ستارہ تنویر شمع نور۔ جن سے یاد رکھنے میں اور زیادہ سہولت ہوسکتی ہے اور

besturdubooks.wordpress.com

علاوہ مصلحت سہولت کے ایک معنوی نکتہ بھی ان مادوں میں پیدا ہو گیا کہ یہ سب مفہوم نور کو دال ہیں گویا اشارہ ہے اس ذخیرہ مؤلفات کی صفت تنویر میں مشابہ ستارہ و شمع ہونے کی طرف اور اسی کے مشابہ ایک لطیفہ فہرست مجازین کے ختم پر عنقریب مذکور ہوا ہے۔

تفصیل اعتناء اہل علم بتالیفات حضرت صاحب سوانح بعبارتہ

(جس کا ذکر فہرست تالیفات کی تمہید میں ہے)

الحمدللہ کہ اہل علم وصلاح نے احقر (یعنی حضرت والا ۱۲) کی تالیفات کے ساتھ مختلف طرق سے اعتناء فرما کر خاص طبقات کا افادہ فرمایا کسی نے تلخیص و انتخاب سے کسی نے تسہیل عبارت سے کسی نے دوسری زبان میں ترجمہ سے۔ ان سب کی فہرست ملحق ہے (اور بفضلہٖ یہ سلسلہ برابر جاری ہے لیکن اب حضرت والا نے اس کے انضباط کا اہتمام والتزام موقوف فرما دیا ہے گو کبھی کسی مصلحت سے ارقام کا وقوع ہو جائے ۱۲ مؤلف سوانح)

نمبر شمار	عنوان یا نام مولفات حاصلہ بعد الاعتناء	حقیقت اعتناء مع نام رسائل احقر و کیفیت	نام معتنی
۱	حساب کی آمد	یہ تسہیل ہے اشرف المواعظ حصہ اول کے وعظ اول کی (تسہیل کا حاصل یہ ہے کہ عوام کیلئے عبارت آسان کردی اور جو مضامین اس پر بھی عام فہم نہ تھے انکو حذف کر دیا)	مولوی انوار الحق صاحب امروہی شاید ایک دو وعظ کی کسی اور نے تسہیل کر دی ہو
۲	حاضری کا خوف	یعنی تسہیل وعظ دوم حصہ اول اشرف المواعظ،	
۳	رمضان کا خالص رکھنا	یعنی تسہیل تطہیر رمضان،	
۴	قرآن کے حقوق	تسہیل حقوق القرآن (نوٹ آئندہ لفظ تسہیل کی جگہ لفظ از لکھ دوں گا مراد تسہیل ہوگی)	
۵	تکبر کا علاج	از علاج الکبر	
۶	پاکیزہ زندگی	از حیٰوۃ طیبہ نوٹ: یہ چھ تسہیل المواعظ کے سلسلہ میں چھپ گئے	
۷	اصلاح کا آسان طریق	از تسہیل الاصلاح (نوٹ۔ یہ رسالہ الہادی دہلی میں چھپ گیا اور مابعد کے مواعظ کی طبع کا عزم ظاہر کیا ہے اور یہ سب مسودات مجلس میں ہیں)	
۸	اخیر عشرہ کے احکام	از احکام العشرہ،	
۹	صوم اور عید کی تکمیل	از اکمال الصوم والعید	
۱۰	نگاہ کی حفاظت	از غض البصر	

besturdubooks.wordpress.com

۱۱	اعضاء کا پاک رکھنا	از تطہیر الاعضاء
۱۲	کجی کی درستی	از تقویم الزیغ،
۱۳	اہتمام دین کی ضرورت	از ضرورۃ الاعتناء بالدین
۱۴	علم دین کی ضرورت	از ضرورۃ العلم بالدین
۱۵	عمل دین کی ضرورت	از ضرورۃ العمل فی الدین
۱۶	مقبولیت کا طریق	از طریق القرب
۱۷	علم اور خوف کے فضائل	از فضائل العلم والخشیۃ
۱۸	قربانی کی ترغیب	از ترغیب الاضحیۃ
۱۹	توبہ کی ضرورت	از ضرورۃ التوبہ
۲۰	توبہ کی تفصیل	از تفصیل التوبہ
۲۱	اسلام کی تکمیل	از تکمیل الاسلام
۲۲	معاصی کا ترک	از ترک المعاصی
۲۳	مسجد کے آداب	از آداب المساجد
۲۴	دعاء کے شرائط حصہ اول	از مہمات الدعاء حصہ اول
۲۵	دعاء کے شرائط حصہ دوم	از مہمات الدعاء حصہ دوم
۲۶	صوفی کا طریق	از سیرۃ الصوفی
۲۷	گناہوں کا سرسری سمجھنا	از استخفاف المعاصی
۲۸	معاشرت کے حقوق	از حقوق المعاشرت
۲۹	اخلاص حصہ اول	از الاخلاص حصہ اول
۳۰	اخلاص حصہ دوم	از الاخلاص حصہ دوم
۳۱	عورتوں کی اصلاح	از اصلاح النساء
۳۲	اتباع نفس کی بُرائی	از ذم الہویٰ (مولوی انوار الحق صاحب امروہوی) شاید ایک دو وعظ کی کسی اور نے تسہیل کردی ہو۔
۳۳	امثال عبرت	مواعظ احقر سے مثالیں اور حکایتیں جمع کی ہیں۔
۳۴	علم غیر منقول	مواعظ احقر میں جو مضامین (از قبیل واردات ہیں انکو جمع کرلیا۔ مولوی حکیم محمد مصطفےٰ صاحب)

besturdubooks.wordpress.com

۳۵	تفسیر المواعظ	مواعظ احقر میں جو آیات عمود وعظ ہیں ان کو جمع کر لیا مع شرح بعض احادیث (مولوی حکیم محمد مصطفٰے صاحب)
۳۶	علوم امدادیہ	مواعظ احقر میں جو ملفوظات حضرت مرشد علیہ الرحمۃ مذکور ہیں ان کو جمع کر لیا۔ (مولوی حکیم محمد مصطفٰے صاحب)
۳۷	ابیات حکمت	مواعظ احقر میں جو اشعار مشہور وہ جمع کر لئے گئے (مولوی حکیم محمد مصطفٰے صاحب)
۳۸	عروس المواعظ	مواعظ احقر میں جن مضامین کو نہایت مفید سمجھا گیا وہ جمع کر لئے گئے (خواجہ عزیز الحسن صاحب)
نوٹ: نمبر ۳۳ سے ۳۸ تک بوجہ سامان نہ ہونے کے مکمل نہیں ہو سکا مختصر مجموعہ مجلس میں ہے اور عروس المواعظ کچھ شائع بھی ہوا ہے		
۳۹	اصول الوصول	مؤلفات احقر سے سلوک کے اصول جمع کئے گئے شائع بھی ہو گیا (مولوی عبدالغنی صاحب مدرس پھولپور ضلع اعظم گڑھ)
۴۰	رفع الضیق	مؤلفات احقر خصوص تربیۃ السالک سے ضیق باطنی کے مباحث جمع کئے گئے شائع بھی ہو گیا (مولوی عبدالمجید صاحب بچھرایونی)
۴۱	الشفا	تفسیر احقر کے مضامین بشکل سوال وجواب کے لکھے ہیں۔ (النور میں شائع ہو رہا ہے) (مولوی ظفر احمد صاحب)
۴۲	ترجمہ سندھی جمال القرآن	حقیقت عنوان سے ظاہر ہے (شائع ہو گیا) (مولوی شیر محمد صاحب سندھی)
۴۳	ترجمہ سندھی جزاء الاعمال	حقیقت عنوان سے ظاہر ہے (اسکے طبع ہونے کی بھی خبر دی) (میاں دین محمد صاحب خیر پوری)
۴۴	ترجمہ سندھی بہشتی زیور	حقیقت عنوان سے ظاہر ہے (حصہ اول کے طبع ہونے کے بھی خبر دی باقی کے طبع کے لئے دعا چاہی) (میاں دین محمد صاحب خیر پوری)
۴۵	ترجمہ بنگلہ قصد السبیل	حقیقت عنوان سے ظاہر ہے (یاد نہیں)
۴۶	ترجمہ سندھی اصلاح الرسوم	حقیقت عنوان سے ظاہر ہے (پھر خبر دی کہ چھپنے کیلئے ایک مطبع میں گیا ہے) (مولوی عبدالکریم صاحب محمد پوری)
۴۷	ترجمہ سندھی اعمال قرآنی	حقیقت عنوان سے ظاہر ہے (ایضاً خط میں لکھا تھا کہ شروع کیا ہے)
۴۸	ترجمہ بنگلہ مضامین مہمہ تالیفات احقر وسیر نبویہ از بہشتی زیور	حقیقت عنوان سے ظاہر ہے (مولوی ابونعیم صاحب نصیر آبادی ضلع میمن سنگھ خط میں عزم ظاہر کیا گیا)

besturdubooks.wordpress.com

۴۹	ترجمہ بنگلہ بہشتی زیور	حقیقت عنوان سے ظاہر ہے۔(اجازت لینے کے لئے خط آیا تھا) مولوی عبدالحلیم صاحب پھولپور پوسٹ گوش گاؤں ضلع میمن سنگھ
۵۰	ترجمہ سندھی فروع الایمان	حقیقت عنوان سے ظاہر ہے (خط میں ارادہ ظاہر کیا) مولوی دین محمد صاحب فیروز شاہی از خیر پور ضلع لاڑکانہ
۵۱	ترجمہ گجراتی بہشتی زیور نوحصہ بہشتی گوہر وغیرہ	حقیقت عنوان سے ظاہر ہے (اس کی اطلاع ابراہیم بن محمد بپوریا صاحب نے راندیر ضلع سورت سے دی) مولوی غلام محمد صاحب راندیری
۵۲	ترجمہ بنگلہ شوق وطن	حقیقت عنوان سے ظاہر ہے (خط میں ارادہ کر کے اجازت و دعا کی درخواست کی تھی) مولوی عبدالہادی صاحب ضلع میمن سنگھ
۵۳	ترجمہ سندھی زاد السعید و نیل الشفاء	حقیقت عنوان سے ظاہر ہے مولوی دین محمد صاحب فیروز شاہی
۵۴	ترجمہ سندھی صفائی معاملات	حقیقت عنوان سے ظاہر ہے (مولوی دین محمد صاحب فیروز شاہی نے خبر دی کہ مجھ کو کاپی کردہ دکھلایا تھا مگر اب تک طبع نہیں کیا گیا) مولوی دین محمد صاحب وفائی نبی آبادی
۵۵	ترجمہ گجراتی قصد السبیل	حقیقت عنوان سے ظاہر ہے (اطلاع دی کہ چھپوا دیا گیا) ہاشم بن یوسف صاحب بہروچہ
۵۶	ترجمہ سندھی علاج القحط والوباء	حقیقت عنوان سے ظاہر ہے (اطلاع دی کہ ترجمہ کر چکا ہوں) دین محمد صاحب قریہ فیروز شاہ
۵۷	ترجمہ پشتو بہشتی زیور	حقیقت عنوان سے ظاہر ہے (اجازت چاہی تھی اجازت دی گئی) غوث محمد خاں صاحب رسالدار میجر ائی جی ڈی پونا رجمنٹ نمبر ۷
۵۸	ترجمہ بنگلہ جزاء الاعمال	حقیقت عنوان سے ظاہر ہے (لکھا تھا کہ ترجمہ کردم ہنوز در مطبع داخل نہ کردہ ام) مطیع الرحمٰن صاحب مدرس انگریزی ضلع نوا گاؤں آسام
۵۹	ترجمہ بنگلہ اغلاط العوام	حقیقت عنوان سے ظاہر ہے (ترجمہ کر کے شائع کرانیکی اجازت چاہی اجازت دی گئی) عبدالصمد صاحب امام مسجد عبدالرحمٰن پوسٹ صدر فرنگی بازار روڈ چاٹگام
۶۰	ترجمہ انگریزی مثنوی شریف مطابق شرح کلید مثنوی	حقیقت عنوان سے ظاہر ہے (خبر دی کہ دفتر اول و دوم و ششم کا ترجمہ لکھا بھی گیا اب دفتر سوم کا شروع کروں گا نیز ایک خط میں لکھا کہ ولایت میں بہت سے انگریز اس کے مطالعہ کے شائق ہیں شاید بعض سعید روحیں کچھ فائدہ اٹھا سکیں) شیخ رکن الدین صاحب سینیر سب جج حصار

besturdubooks.wordpress.com

۶۱	فلاسفی آف اسلام (یعنی فلسفۃ الاسلام	مواعظ میں سے مباحث عقلیہ منتخب کر کے اسکا ترجمہ انگریزی میں کیا گیا اور نصف جزو مجلس میں بھی آ گیا پھر ترجمہ نفی الحرج کا بھی مکمل کر کے مجلس میں بھیج دیا اور اطلاع دی کہ وعظ الاتفاق کا ترجمہ انگریزی میں ہو رہا ہے منشی قبول احمد صاحب اسسٹنٹ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول سیتاپور
۶۲	ترجمہ بنگلہ بہشتی زیور	حقیقت عنوان سے ظاہر ہے (دو صاحبوں نے اس کی درخواست کی تھی جس کی خوشی سے اجازت دی گئی) فقیر احمد صاحب وہالی مہنیاری شاپ ڈاکخانہ پورن بازار چاندپور۔ و محفوظ الحق صاحب مقام ہزار باری ڈاکخانہ پھول کوچہ ضلع سمن سنگھ
۶۳	ترجمہ الفاظ عربیہ وفارسیہ واشعار واقعہ مواعظ در اردو	حقیقت عنوان سے ظاہر ہے (بشرط اجازت اس کا عزم ظاہر کیا اور بعض اہل مطابع کا عزم طبع ظاہر کیا اجازت دے دی گئی) محمد قاسم ابن مرحوم حافظ انور شاہ نمبر ۱۳۲، ویک اسٹریٹ ویردلم ناٹال جنوبی افریقہ
۶۴	ترجمہ گجراتی وعظ کا منجملہ پانچ وعظ ذکر الرسول، السرور الظہور، النور، طریقہ مولود شریف	حقیقت عنوان سے ظاہر ہے (یہاں اس ارادہ کی اطلاع دی یہاں سے دو وعظ کا اور بھی نام لکھ دیا گیا الحبور الحضور اور یہ بھی رائے دی گئی کہ اگر ان سب میں سے کچھ کچھ مضامین جمع کر کے ترجمہ کرایا جائے تو زیادہ مفید ہو) ارادہ کرنے والے داؤد ہاشم صاحب رنگون اور مترجم مولوی عبدالرحمٰن صاحب ابن مولانا غلام محمد صادق صاحب مترجم بہشتی زیور بزبان گجراتی
۶۵	ترجمہ گجراتی تسہیل المواعظ وآداب المعاشرت	حقیقت عنوان سے ظاہر ہے (سلسلہ شروع کرنے کی اطلاع دی نیز یہ بھی لکھا کہ وقتاً فوقتاً مولانا سید مہدی حسن صاحب سے اصلاح لی جاتی ہے) محمد عارف صاحب داخلی راندیری
۶۶	ترجمہ اردو منظوم زیر و بم	حقیقت عنوان سے ظاہر ہے (چھپنا بھی شروع ہو گیا تھا مگر سلسلہ بند ہو گیا) قاضی عبدالصمد صاحب جاجموٗ کانپور
۶۷	حواشی رسالہ الانتباہات	حقیقت عنوان سے ظاہر ہے (چونکہ اس رسالہ کے مضامین غامض ہیں اس لئے توضیح کی گئی) مولوی حکیم محمد مصطفےٰ صاحب مقیم شہر میرٹھ
۶۸	تبیان البیان	حواشی بعض مقامات تفسیر بیان القرآن (مولوی سعید احمد صاحب مرحوم ہمشیرہ زادہ احقر)
۶۹	ابانۃ البیان	حواشی تفسیر بیان القرآن کامل (نصف تفسیر کے بعد کی جلدوں میں ملحق ہو کر چھپا ہے) انظر الیٰ ماقال ولا تنظر الیٰ من قال اسکے بعد کچھ حواشی مولوی حبیب احمد صاحب کے ہیں

besturdubooks.wordpress.com

۷۰	تسہیل قصد السبیل	قصد السبیل کی بعض عبارات لائق فہم عوام نہ تھیں ان عبارتوں کو بعض اہل خیر کی استدعا پر سہل الفاظ میں بدل دیا گیا (مولوی شاہ لطف رسول صاحب)
۷۱	الشراب الطہور للعشاق السکور	احقر کے بعض خاص مواعظ سے اس کا انتخاب کیا گیا ہے۔ ربیع الاول میں ایک بڑے مجمع میں صاحب انتخاب نے بطور وعظ کے اس کو بیان کیا بہت نافع ثابت ہوا (مولوی عبدالمجید صاحب مقیم رنگون نیز مولوی صاحب موصوف نے وعظ ازالۃ الغفلۃ وغض البصر کی تلخیص وتسہیل کی خبر دی)

(۷۲) تسہیل وعظ طریق النجاۃ نزد محمد عثمان خاں دہلوی

(۷۳) ترجمہ انگریزی وعظ الاتفاق از ماسٹر قبول احمد صاحب

(۷۴) ترجمہ انگریزی وعظ محاسن الاسلام شروع ہوگیا (ماسٹر صاحب کے خط سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پہلا حصہ فلاسفی آف اسلام کا جس میں بیس وعظوں سے مضامین منتخب ہیں انگریزی میں ترجمہ ہو کر چھپ گیا)

(۷۵) چند اہل علم نے بہشتی زیور گوہر کے حوالے منضبط کئے جو چھپ بھی گئے

(۷۶) بہشتی زیور حصہ سوم کا ترجمہ برہما میں چھپ گیا بقیہ حصص بھی اس زبان میں شائع ہوتے رہیں گے از خط حاجی محمد یوسف صاحب وحاجی داؤد ہاشم صاحب

(۷۷) اول الذکر نے اطلاع دی کہ تعلیم الطالب کے گجراتی ترجمہ کا عزم ہے

(۷۸) ترجمہ نثر مناجات مقبول از حکیم محمد مصطفیٰ صاحب اور ترجمہ منظوم اس فہرست میں اس لئے نہیں لیا کہ وہ میری فرمائش سے ہوا تھا

(۷۹) الفرائد حکیم صاحب نے مواعظ سے منتخب کیا

(۸۰) الواعظ للراغب فی المواعظ بانتخاب مولوی اشفاق الرحمٰن صاحب از مواعظ بدرجہ عزم

(۸۱) ترجمہ بعض ضروری مضامین الظاہر وفوائد الصحبۃ وتذکیر الآخرۃ وکلید مثنوی و تعلیم الدین وقصد السبیل بہ زبان کشمیری از قطب الدین صاحب وبعض مواعظ بدرجہ عزم

(۸۲) رسالہ نجم الاسلام منظوم کشمیری از پنجاہ کتاب خصوص امداد الفتاویٰ وتعلیم الدین وفوائد الصحبۃ وبہشتی زیور وحسن العزیز از قطب الدین صاحب وہ لکھتے ہیں کہ تقریباً خمس مضمون ان کتابوں سے لیا گیا۔

besturdubooks.wordpress.com

(۸۳) ابراہیم بیگ بھوپالی کا سینٹ پیری سے (جو کہ ایک شہر ہے امریکہ میں اور فرانس کے قبضہ میں ہے) ۷۔ جون ۱۹۲۶ء کو خط آیا لکھا ہے کہ میرا ارادہ بہشتی گوہر کا ترجمہ فرنچ زبان میں کر کے چھاپنے کا ہے مع متعدد عنوانات بہشتی زیور کے جن کو یہاں ضروری خیال کرتا ہے اھ۔ یہاں سے مع چند رایوں کے اجازت دی گئی۔

(۸۴) مولوی محمد سعید صاحب مذکور فہرست مجازین نمبر ۲۶ نے لکھا ہے کہ فدوی نے تعلیم نسواں جزو بہشتی زیور کا پورا ترجمہ اور حقوق العلم باب اول کی دوسری فصل کا پورا ترجمہ اور باب اول کی تیسری فصل کے بعض اجزاء کا ترجمہ اور باب ثانی کے تین صفحوں کا ترجمہ اور اصلاح الخیال سے تقریر شبہ اول اور اس کے جواب کا پورا ترجمہ اور تحقیق تعلیم انگریزی کے دس مقدمات کے خلاصہ کا ترجمہ کر کے جو کہ بطور ایک رسالہ کے بن گیا احباب و متعلقین کے مطالعہ کرنے کے لئے دے دیا ہے۔ اس رسالہ کو دوسرے علماء سے تصحیح کرا کر چھاپنے کا بھی ارادہ ہے اھ۔ بحاصلہ (ان کی زبان غالباً اروی ہے)

(۸۵) آخر ذی الحجہ ۴۴ھ میں عبدالمجید صاحب ساکن بہریز خاں ڈاکخانہ کورباٹی ضلع ڈھاکہ کا خط آیا کہ بہشتی زیور گیارہ حصہ بطبع جدید مع حوالہ جات وفوائد کا ترجمہ بزبان بنگلہ کرنے کا عزم کرتا ہوں دعا واجازت سے دریغ نہ کیا جائے۔

(۸۶) اسی قسم کے مضمون کا خط ۱۷۔ ربیع الاول ۱۳۴۵ھ کو شمس الحق صاحب مقیم مشاکہالی میمن سنگھ کا آیا کہ اجازت ہو تو بہشتی زیور کا ترجمہ بنگلہ میں نثر یا نظم کر دوں

(۸۷) ۲۱۔ جمادی الثانیہ ۱۳۴۵ھ کو حاجی داؤد ہاشم صاحب کا رنگون سے خط آیا کہ ہماری کمپنی کی جانب سے بہشتی زیور بزبان برہما کرائی جا رہی ہے۔

(۸۸) بعض حضرات مقیمین دہلی کی درخواست ہے کہ رافع الضنک کی تسہیل کر دی جائے چنانچہ شروع ہو گئی ہے۔

(۸۹) بعض احباب کا خیال قرآن مجید کا ترجمہ انگریزی میں کرانے کا ہے اور بیان القرآن کے ترجمہ کو تجویز کیا گیا ہے۔

(۹۰) شاہ لطف رسول صاحب مرحوم نے بیان القرآن کی تلخیص شروع کی تھی اور خلاصۃ

besturdubooks.wordpress.com

البیان فی ترجمہ القرآن اس کا نام رکھا تھا مگر سورہ بقرہ آیت ربوا تک پہنچے تھے کہ وفات ہوگئی۔

(۹۱) مولوی ظفر احمد صاحب سلمہ نے تمام تفسیر کی تلخیص کی جس کو مولوی شبیر علی نے حمائل شریف کے حاشیہ پر چھاپ بھی دیا

(۹۲) مولوی وصی اللہ صاحب بعض احباب کی تحریک پر مجموعہ مواعظ سے مضامین ذیل کا جدا جدا انتخاب شروع[1] کر دیا ہے جس سے اخیر میں ان مضامین کے مستقل رسالے ہو جاویں گے۔ سلوک۔ اغلاط سالکین۔ معانی احادیث۔ معانی آیات اصلاح نو تعلیم یافتگان۔ فقہ۔ عقائد۔ تحقیق اقوال عارفین۔ اغلاط علماء۔ حکایات۔ اشعار۔

تعدید اگر ان مضامین کے اعداد کو بھی مستقل لیا جائے تو اس فہرست کا عدد سو (۱۰۰) سے زائد تک اور اگر بعض کو تناسب کے سبب متداخل مان لیا جائے تو (۱۰۰) تک یقیناً یہ عدد پہنچتا ہے۔

(۱۰۱) تلخیص بیان القرآن بطرز عجیب از مولوی محمد عیسیٰ صاحب زیر عزم طبع

(۱۰۲) بہشتی ثمر انتخاب سہ حصہ بہشتی زیور و بہشتی گوہر۔ برائے مکاتیب اسلامیہ بتحریک ڈپٹی انسپکٹر صاحب مطبوع از مولوی صاحب موصوف

(۱۰۳) خلاصہ خط مولوی دین محمد فیروز شاہی آمدہ شعبان ۱۳۴۵ھ۔

(۱۰۴) مولوی محمد عیسےٰ کو بہشتی ثمر طبع نمودہ عنوان اور درکار ست تا کہ طلبیدہ ترجمہ اش در سندھی مدرسہ موضع کمراوی ڈاکخانہ چکراودھا ضلع ڈھاکہ آمدہ رمضان ۱۳۴۵ھ بہشتی زیور کا بنگلہ ترجمہ کرنے کی اجازت چاہتا ہے۔ اھ چنانچہ اجازت دی گئی۔

(۱۰۵) خلاصہ خط روح الامین ریپن اسٹریٹ حنفی آفس کلکتہ آمدہ ذیقعدہ ۱۳۴۵ھ تفصیل الکلام فی حکم تقبیل الاقدام (مذکور فہرست رسائل نمبر ۲۳۲) کا ترجمہ بنگلہ بصورت رسالہ شائع کر کے مسلمانوں میں تقسیم کیا جائے گا۔

(۱۰۶) حاجی شیر محمد صاحب کا خط گھوٹکی سے آیا کہ بہشتی زیور کے ساتویں حصہ کا بھی ترجمہ سندھی زبان میں کامل کر دیا گیا

(۱۰۷) عبدالرشید رجسٹرار مسلمانان وقاضی مقام خنجن پور ضلع بگوڑا بنگال کا خط آیا

---

[1] اس کا ایک معتد بہ حصہ یہاں بھی آ گیا ۱۲

besturdubooks.wordpress.com

جس میں بہشتی زیور کا ترجمہ بنگلہ میں کرنے کی اجازت چاہی

(۱۰۸) مولوی وصی اللہ صاحب حسب فرمائش خواجہ عبدالواحد صاحب بیان القرآن کی تلخیص وتسہیل کر رہے ہیں

(۱۰۹) محمد مستقیم علی پوسٹ بیانی بازار ساکن ویول گرام ضلع سہلٹ کا خط آیا جس میں حق السماع وصفائی معاملات کو بنگلہ میں ترجمہ کرنے کی اجازت چاہی

(۱۱۰) مولوی مقصود اللہ صاحب کا خط آیا لکھا ہے کہ قصد السبیل کا ترجمہ بنگلہ میں پورا اور صاف ہو چکا مسمیٰ بہ حقیقۃ الطریقہ وگنجینہ معرفت۔ اور حیوٰۃ المسلمین کا شروع کیا اور نشر الطیب کا ترجمہ بیان معراج تک ہو چکا ہے مسمےٰ بہ اشرف المولود فی ذکر محبوب الودود اور صفائی معاملات کے ترجمہ کا بھی ارادہ ہے اور ایک خط میں تعلیم الدین کے ترجمہ کا بھی ارادہ ظاہر کیا۔

(۱۱۱) محمد مستقیم علی ساکن املا پوسٹ بلابو ضلع ڈھا کہ مدرسہ اسلامیہ نے خط لکھا کہ ثبات الستور کا بنگلہ میں ترجمہ کرنا چاہتا ہوں

(۱۱۲) مدت ہوئی ایک صاحب علم نے کلید مثنوی دفتر اول کی احادیث کی تخریج کی مسمےٰ بہ تخریج احمدی

(۱۱۳) مولوی مظہر احمد ماسٹر انگزنڈر ہائی سکول بھوپال نے اطلاع دی کہ میں نے حیات المسلمین کا ترجمہ ہندی میں شروع کردیا سی پی میں ہندی ہی جانتے ہیں

(۱۱۴) نیز موصوف نے اس عزم کی اطلاع دی کہ قصر مشید کے بعض مقصورات کا باضافہ بعض مضامین حیوٰۃ المسلمین انگریزی میں ترجمہ کر کے اصول اسلامیہ پر ایک گفتگو اس کا نام رکھ کر اسکول کے درجہ نہم میں اس کو داخل کرنیکی کوشش کی جائے۔

(۱۱۵) مولوی خیر محمد صاحب نے رسالہ الاقتصاد کی تسہیل کا عزم ظاہر کیا

(۱۱۶) نیز موصوف نیر سالہ الادراک و التوصل کو اپنی عبارت میں شائع کرنے کا سلسلہ شروع کردیا

(۱۱۷) مولوی عبدالحق صاحب مدرس دینیات اسلامی ہائی اسکول گوجر خاں راولپنڈی نے خط سے اطلاع دی کہ اسکول کے ہیڈ ماسٹر کا ارادہ ہے کہ لڑکوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح عمری پڑھائی جائے اگر اجازت ہو نشر الطیب کا خلاصہ نکال کر تعلیم میں داخل کیا جائے چنانچہ اجازت دی گئی

besturdubooks.wordpress.com

(۱۱۸) و (۱۱۹) و (۱۲۰) و (۱۲۱) حاجی محمد یوسف صاحب رنگونی نے بذریعہ تجویزات ذیل کی اطلاع دی (الف) رسالہ تحقیق تعلیم انگریزی کی تسہیل چنانچہ تسہیل کر کے بھیج دی گئی (ب) رسالہ مذکورہ کا انگریزی میں ترجمہ کرانا (ج) رسالہ مذکورہ کا برہما زبان میں ترجمہ کرانا (د) حیات المسلمین کا انگریزی میں ترجمہ کرانا اس تجویز کے وقوع کا عنقریب ذکر آتا ہے۔

(۱۲۲) حاجی داؤد ہاشم صاحب نے رسالہ بسط البنان اور ایک حصہ حفظ الایمان کا انگریزی میں ترجمہ کرایا۔

(۱۲۳) مولوی محمد عبدالحق صاحب مقیم حیدرآباد نے مواعظ احقر کے ایک بڑے حصہ کے مضامین مقصودہ کی نہایت مفید فہرست مرتب کی

(۱۲۴) نیز موصوف نے تربیت السالک کے مضامین کی مفصل فہرست تیار کی اور آئینہ تربیت نام رکھا۔

(۱۲۵) نیز موصوف نے عرفان حافظ کے مسائل کو جمع کر کے فیضان حافظ نام رکھا

(۱۲۶) مولوی رحمتہ اللہ صاحب رنگونی نے خط سے اطلاع دی کہ انہوں نے بہشتی زیور حصہ سوم بہشتی گوہر کا ترجمہ برہمی زبان میں کیا

(۱۲۷) نیز موصوف نے اطلاع دی کہ حیٰوۃ المسلمین کے بارہ پرچوں کا ایک مجموعہ بنا کر اوراس کا ترجمہ برہمی زبان میں کر کے شائع کر دیا گیا اور حاجی محمد یوسف صاحب نے آئندہ بقیہ پرچوں کی نسبت بھی اسی طرح ترجمہ کر کے شائع کرنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے۔

(۱۲۸) موصوف نے یہ بھی لکھا کہ تمہید تعلیم الدین کا ترجمہ برہمی زبان میں طبع ہو کر اطراف برہما میں بھیجا جا رہا ہے

(۱۲۹) موصوف نے یہ بھی لکھا کہ بہشتی زیور کا پہلا حصہ مع ضمیمہ برہمی زبان میں ختم ہو چکا

(۱۳۰) مولوی قباد جہاں آبادی نواکھالی نے رمضان میں اطلاع دی کہ حیٰوۃ المسلمین کا ترجمہ بنگلہ میں روح بست وسوم تک ہو چکا شوال میں طباعت شروع ہو جائیگی نام بھی پوچھا روح المسلمین تجویز ہوا

(۱۳۱) نیز موصوف نے زیادہ بہشتی زیور سے ملتقط کر کے بنگلہ میں بہشتی میوہ لکھا ہے

besturdubooks.wordpress.com

جس کو مع ترجمہ حیوٰۃ المسلمین قریب طبع لکھا ہے۔

(۱۳۲) مولوی عبدالمجید صاحب ساکن ہزبر خاں ڈاکخانہ کورہائی ضلع ڈھاکہ کا خط آیا کہ بہشتی زیور حصہ اول کا ترجمہ بنگلہ مطبع میں دینے کا ارادہ ہے

(۱۳۳) محمود قاسم کا راندیر سے خط آیا کہ حیوٰۃ المسلمین کا ترجمہ گجراتی زبان میں حصہ متعلقہ مساجد تک میں نے کیا اور قاسم سورتی صاحب نے چھپوا کر تقسیم کر دیا۔

(۱۳۴) نیز موصوف نے یہ بھی لکھا کہ نماز کی عقلی خوبیاں (یہ ایک حصہ ہے سائنس اور اسلام کا) اور سوء خاتمہ کا (غالباً رسالہ خاتمہ بالخیر مراد ہی ترجمہ گجراتی زبان میں کرنے کا ارادہ ہے پھر خط آیا کہ نماز کی عقلی خوبیوں کا ترجمہ مذکورہ شائع ہو گیا۔

(۱۳۵) مولوی اسعد اللہ صاحب مدرس مظاہر علوم سہارنپور نے میرے ایک مضمون معنون بہ المکالمہ بینی و بین بعض المعقولیین کی (جو کہ قدرت حق علی الاخبار عن غیر الواقع بالکلام اللفظی کی تحقیق میں ہے) نہایت متین شرح لکھی جس کا نام احقر نے المسالمہ فی شرح المکالمہ رکھ دیا یہ امداد الفتاویٰ کا جزو ہے

(۱۳۶) ماسٹر قبول احمد صاحب نے اطلاع دی کہ حیوٰۃ المسلمین کا انگریزی ترجمہ ہو رہا ہے چوتھائی کے قریب ہو چکا ہے یہ وہی ہے جس کا ذکر قریب ہی حرف د میں گزرا

(۱۳۷) نیز موصوف نے القصد المشید انگریزی ترجمہ کرنے کو منگائی ہے۔

(۱۳۸) نیز موصوف نے اطلاع دی کہ ثبات الستور کا ترجمہ مع تذئیل وغیرہ سب ختم کر لیا اور چھپ رہا ہے اور ایک ماہ میں چھپ کر آجائے گا

(۱۳۹) مولوی رحمۃ اللہ صاحب رنگونی نے اطلاع دی کہ ایک رسالہ ماہوار برہما زبان میں رنگون سے شائع ہوتا ہے اس میں تمہید بہشتی زیور برہما زبان میں شائع کرادی گئی

(۱۴۰) مولوی اسعد اللہ صاحب مذکورہ بالا نے رسالہ التقصیر فی التفسیر کی تسہیل کا ارادہ ظاہر کیا ہے

besturdubooks.wordpress.com

۱۴۱ سے ۱۵۰ تک دعوات عبدیت جلد چہارم کے دس مواعظ کی مولوی انوار الحق نے تسہیل کی ذیل میں ان کے نام مع نام اصل مواعظ کے مرقوم ہیں۔

(۱۴۱) نفس کی اصلاح از اصلاح النفس

(۱۴۲) نیک کاموں کے درجے از تفاضل الاعمال

(۱۴۳) دنیا سے رضامندی از الرضا بالدنیا

(۱۴۴) دوسروں سے عبرت پکڑنا از الاتعاظ بالغیر

(۱۴۵) علم کی طلب از طلب العلم

(۱۴۶) مصیبت سے عبرت پکڑنا از التادیب بالمصیبة

(۱۴۷) دنیا کی محبت از حب الدنیا

(۱۴۸) غفلت کا دفعیہ از ازالة الغفلة

(۱۴۹) آرزو کا چھوڑنا از قطع التمنی

(۱۵۰) اصلاح کی آسانی از تیسیر االاصلاح دس پورے ہو گئے

(۱۵۱) مولوی ظفر احمد نے رسالہ القاء السکینہ کی تسہیل کی جس کا نام الحصون الحصینہ ہے

(۱۵۲) مولوی عبدالکریم صاحب نے خطبات الاحکام کی آیات واحادیث کا اردو میں ترجمہ کیا جس کا نام افادة العوام ہے

(۱۵۳) نیز موصوف نے حیٰوة المسلمین کی تمہید کی تسہیل کی

(۱۵۴) علی محمد صاحب کلرک لاہور نے مختلف مواعظ وملفوظات سے بعض خاص مضامین کا انتخاب کر کے اشرف المعمولات نام تجویز کیا

(۱۵۵) مولوی جمیل احمد مطبع مجتبائی کی درخواست پر بیان القرآن کی تسہیل کر رہے ہیں نیز موصوف میرے رسالہ لامع علامات الاولیاء کا ترجمہ کر رہے ہیں مگر چونکہ یہ میری فرمائش ہے لہٰذا اس کو استقلالاً شمار نہیں کیا۔

(۱۵۶) محمد حنیف شکارپور سندھ نے اعمال قرآنی کا سندھی ترجمہ کر کے اشاعت کی اجازت چاہی بشرط استثناء عملیات مضرہ عوام اجازت دیدی گئی

besturdubooks.wordpress.com

(۱۵۷) حمید احمد صاحب ناظر صدر انجمن اسلامیہ حیدر آباد نے اردو و دیگر السنۂ ملکیہ میں حیوۃ المسلمین کی طباعت کا خیال ظاہر کیا

(۱۵۸) عبداللہ خاں صاحب نے بھوپال سے نشر الطیب کی تسہیل کے شائع کرنے کا ارادہ ظاہر کیا

(۱۵۹) ہاشم بن یوسف بہروچہ نے راندیر سے خط لکھا کہ ایک گجراتی رسالہ مسمیٰ بہ علم میں تسہیل المواعظ کے مضامین شائع کرنے کی اجازت چاہتا ہوں

(۱۶۰) و (۱۶۱) و (۱۶۲) و (۱۶۳) و (۱۶۴) و (۱۶۵) و (۱۶۶) عبد الرؤف صاحب نے مقام سری منگل ضلع سلہٹ سے خط لکھا کہ آپ کی تالیفات میں جن مضامین کو نہایت دلچسپ اور مفید سمجھا ان کو انتخاب کر کے رسالوں کی صورت پر مرتب کر لیا اور الگ الگ نام بھی تجویز کر لئے قریب بیس رسالوں کے مرتب ہو گئے جیسے (الف) منتخب النفائس (ب) مجالس الصالحین (ج) ہدایۃ السالک (د) تربیۃ الطالب (ہ) نکات در حل شبہات و قلبی واردات (و) مجموعہ حکایات (ز) مجموعہ اشعار (وغیرہا)

(۱۶۷) و (۱۶۸) و (۱۶۹) و (۱۷۰) مولوی شمس الحق فرید پوری کا مدرسہ اسلامیہ برہمن باڑیہ ضلع پترہ سے خط آیا کہ میں (الف) قصد السبیل (ب) فروع الایمان (ج) صفائی معاملات کا ترجمہ بنگالی زبان میں پورا کر چکا ہوں اور (د) تعلیم الدین بھی ختم قریب ہے۔

(۱۷۱) و (۱۷۲) و (۱۷۳) و (۱۷۴) و (۱۷۵) و (۱۷۶) و (۱۷۷) و (۱۷۸) مولوی ظفر احمد نے رنگون سے اطلاع دی کہ (الف) بہشتی ثمر کامل کا ترجمہ برما میں ہو گیا ہے اور (ب) حیوۃ المسلمین کا برما میں تو ہو گیا ہے اور انگریزی میں ہو رہا ہے اور (ج) تسہیل نشر الطیب بھی برہما کرائی جائے گی اور (د) حقوق الاسلام اور (ہ) فروع الایمان اور (و) جزاء الاعمال اور (ز) اغلاط العوام اور (ح) آداب المعاشرت بھی زیر تجویز ہے۔

(۱۷۹) چند شائقین نے مضامین مواعظ کی فہرست بنائی جس کا نام مرأۃ المواعظ رکھا گیا

(۱۸۰) آفتاب الدین مہتمم و مالک مسلم لائبریری بابور بازار ڈھاکہ بنگالہ نے لکھا ہے کہ افادہ عام کے لئے ہر سہ حصہ اعمال قرآنی کا ترجمہ چھپوا کر شائع کرنے کی از حد خواہش ہے اجازت دے کر ممنون فرماویں چنانچہ ان کو اجازت دے دی گئی۔

besturdubooks.wordpress.com

(۱۸۱) و (۱۸۲) و (۱۸۳) و (۱۸۴) و (۱۸۵) و (۱۸۶) و (۱۸۷) و (۱۸۸) و (۱۸۹) و (۱۹۰) و (۱۹۱) و (۱۹۲) و (۱۹۳) شہاب الدین مقیم دہلی نے ان کتابوں کی فہرست تیار کی (الف) مسائل السلوک (ب) تکشف کا حصہ اول (ج) تکشف کا حصہ دوم (د) مسائل المثنوی (ہ) الفتوح (و) عرفان حافظ (ز) بعض مضامین فتاویٰ اشرفیہ (ح) حقیقۃ۔ دال سے ح تک تکشف کا حصہ سوم ہے (ط) تائید الحقیقۃ (ی) تعلیم الدین (ک) فروع الایمان (ل) قصد السبیل جدید (م) التشرف اور ان کے ساتھ اور بعض کتابوں کی بھی فہرست لکھی ہے جو دوسرے بزرگوں کی ہیں مستقلاً یا منتخباً از رسائل احقر اور یہ سب اجمالی فہرستیں ہیں اور مسائل السلوک اور تکشف اور تشرف کی فہرست بھی ملقب بہ عنوانات التصوف مولوی جمیل احمد رئیس علی گڑھ نے تیار کی ہے چونکہ وہ میری فرمائش ہے اس لئے اس سلسلہ میں داخل نہیں کی گئی۔

(۱۹۴) انفاس عیسیٰ مقتبس از تربیۃ و مواعظ

(۱۹۵) اشعار حکمت یعنی اشعار مواعظ یہ اخیر کے دو نمبر مولوی محمد عیسیٰ نے جمع کیے ہیں۔

(۱۹۶) تخریج احادیث حیوٰۃ المسلمین از مولوی ضیاء احمد صاحب مفتی سابق مظاہر علوم سہارنپور

(۱۹۷) محمد کرم مدرس اشرف العلوم مدھیا ڈھاکہ نے میرے ترجمہ قرآن کا بنگلہ میں ترجمہ کرنے کی اجازت چاہی میں نے خاص مشوروں کے ساتھ اجازت دے دی

(۱۹۸) عالموں کی ضرورت یہ تسہیل ہے وعظ ضرورۃ العلماء کی۔

(۱۹۹) نجات کا طریقہ تسہیل طریق النجات (۲۰۰) نفس کی بھول تسہیل نسیان النفس

(۲۰۱) محبت کے آثار تسہیل آثار المحبۃ

(۲۰۲) علماء کو عمل کی ضرورت تسہیل العمل للعلماء

(۲۰۳) خوش تدبیری تسہیل احسان التدبیر

(۲۰۴) محمود قاسم ترکیسر ضلع سورت مدت سے گجراتی زبان میں مواعظ احقر کو ماہ بماہ شائع کر رہے ہیں

(۲۰۵) منشی اسمٰعیل محمد رفیق مقام ٹنکاری بندرگاہ دایہ جمہورسر (بھڑوچ) ہیڈ منشی اردو مدرس سرکاری اسکول نے اصلاح الرسوم تعلیم الدین وغیرہ کا گجراتی زبان میں ترجمہ کر کے

besturdubooks.wordpress.com

مجلس خدام المسلمین کو دیا جو طبع کر کے اہل گجرات کو تقسیم کر چکے۔

(۲۰۶) محمد عبدالسلام اشرف العلوم مدرسہ بڑا کٹرہ ڈھاکہ بنگال مولوی شمس الحق صاحب کے مشورہ سے مواعظ کا بنگلہ زبان میں ترجمہ کر کے بطور ماہواری رسالہ مدرسہ اشرف العلوم کی طرف سے شائع کر رہے ہیں اور بہشتی زیور بہشتی گوہر و تبلیغ دین وغیرہ تصنیفات کا بنگلہ زبان میں ترجمہ کرنے کا عزم ہے۔

(۲۰۷) عیسیٰ ابراہیم مقام کادی بھڑوچ گجرات نے اغلاط العوام اور اصلاح الرسوم کا گجراتی زبان میں ترجمہ کر کے مجلس خدام المسلمین ترکیسر کو دیئے جو طبع ہو کر شائع بھی ہو چکے ہیں۔ نیز لکھا کہ تعلیم لادین کا ترجمہ بھی تیار ہو چکا ہے نظر ثانی قریب الختم ہے آج کل میں مجلس مذکور کے پاس ارسال کر دیا جائے گا۔

(۲۰۸) حکیم مولوی الٰہی بخش فاضل الطب والجراحت دواخانہ اشرفیہ شکار پور سندھ نے بہشتی زیور سے احادیث و آیات و مسائل لیکر سندھی زبان میں اضحیہ کے متعلق ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام ہے (الرسالۃ الاشرفیہ فی توضیح الاضحیۃ) ایک کتب فروش طبع کرا رہا ہے۔

(۲۰۹) مقبول احمد ڈاکخانہ نلچٹی ضلع باقر گنج بریسال ملک بنگلہ نے قصد السبیل کا بنگلہ زبان میں ترجمہ کرنے کی اجازت طلب کی۔

(۲۱۰) فساد کی بندش یہ تسہیل ہے وعظ الانسداد وللفساد کی۔ (نوٹ اس کی تسہیل حاجی محمد یوسف صاحب مرحوم رنگونی کی فرمائش پر یہاں خانقاہ میں ہی ہوئی تھی مسودہ ان کے پاس بھیج دیا گیا تھا غالباً اب ان کے وارثوں کے پاس ہوگا۔

(۲۱۱) علم و عمل کی فضیلت یہ تسہیل ہے وعظ فضل العلم والعمل کی (نوٹ: الحمدللہ سلسلہ دعوات عبدیت کے حصہ اول و دوم و سوم و چہارم کی مکمل تسہیل ہو کر شائع ہو چکی ہے اور حصہ پنجم کی تسہیل بھی قریب ختم ہے کیونکہ اس کے دس وعظوں میں سے آٹھ کی تسہیل ہو چکی ہے اور یہ وعظ فضل العلم والعمل اسی کا آٹھواں وعظ ہے آج کل اس سلسلہ تسہیل کی اشاعت محمد عثمان خاں صاحب تاجر کتب دہلی اپنے رسالہ الہادی میں کر رہے ہیں ۱۲۔

ضمیمہ: اوپر اعتناء بالتصرف کا ذکر تھا یہاں اعتناء بلا تصرف کا ذکر ہے (الف) مظہر احمد

besturdubooks.wordpress.com

3: مذکور بالا بذیل نمبر ۱۳۱ نے اطلاع دی کہ میں نے مدرسہ میں عقیدہ حسنہ کے ساتھ حیوٰۃ المسلمین پڑھانا شروع کر دیا ہے (ب) مسجد مقام دوکنگ سرے (انگلستان) سے منیجر اسلامک ریویو نے ماسٹر قبول احمد صاحب نے فلسفہ اسلام حصہ اول کی (جس میں احقر کے بیس مختلف مضمونوں کا انگریزی ترجمہ ہے) چند کاپیاں بقیمت منگوائیں اور وعدہ کیا کہ ہم اس کتاب کا نام اپنی اس فہرست کتب میں شائع کریں گے جن کی فروخت ہمارے یہاں سے ہوتی ہے اور نیز مقام مذکور سے بشیر مسلم لائبریری نے ماسٹر صاحب کے پاس فلسفہ اسلام حصہ اول کی قیمت بھیجی اور حصہ دوم کا اشتیاق ظاہر کیا اور وعدہ کیا کہ ہم ان کتابوں کو ان حضرات تک پہنچا دیں گے جو صحیح معنی میں ان کے دیکھنے کے اہل ہیں۔ تتمہ (ب) وعظ نفی الحرج کا انگریزی ترجمہ فلسفہ اسلام کا دوسرا حصہ ہے اور وعظ الاتفاق کا انگریزی ترجمہ اس کا تیسرا حصہ ہے پھر یہ دوسرا اور تیسرا حصہ بھی مقام مذکور میں بھیجا گیا اور وہاں سے اس پر مسرت کا خط آیا جس کی ماسٹر صاحب نے احقر کو اطلاع دی (ج) تعلیم الدین و جمال القرآن مدرسہ مظاہر علوم کی ابتدائی خواندگی میں داخل نصاب کئے گئے ہیں (د) مولوی ابوبکر ارکانی نے جو کہ مجاز بھی ہیں اپنی خانقاہ میں کتب ذیل داخل درس کر دی ہیں۔ تعلیم الدین بہشتی زیور۔ قصد السبیل۔ اصلاح الرسوم۔ دعوات عبدیت۔ النور اور بھی بعض رسائل کے داخل کرنے کا مشورہ لیا ہے چنانچہ بعض رسائل بتلا دیئے گئے (ہ) مولوی خیر محمد صاحب ناظم مدرسہ جالندھر نے اطلاع دی کہ انہوں نے تلخیصات عشر میں رسالہ تلخیص البدایۃ اور عشرہ طروس کی تعلیم کو متوسط درجہ کے طلبہ کے لئے لازم کر دیا اس کو بے حد نافع پایا۔ **الحمدللّٰہ ثُمَّ الحمدللّٰہ**

besturdubooks.wordpress.com

خاتمۃ الکتاب

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر میخواست　　آخر آمدز پس پردہ تقدیر پدید

اللہ کا شکر ہے کہ ہر وہ چیز جس کا طبیعت تقاضا کرتی تھی، آخر کار تقدیر کے پردہ کے پیچھے سے ظاہر ہوگئی۔

الحمدللہ ثم الحمدللہ کہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور حضرت صاحب سوانح کی دعا وتوجہ سے یہ اشرف السوانح ایک ارذل الخلائق کے ہاتھوں مرتب ہوگئی اور اتنا بڑا کام ایک ذرہ بے مقدار سے لے لیا گیا واللہ ثم واللہ جب اپنی بدحالی ونالائقی اور اس کام کی اہمیت وعظمت کو دیکھتا ہوں تو سخت حیرت میں مبتلا ہو جاتا ہوں اور اس حیرت انگیز واقعہ کی توجیہ کہ ایک ایسے ناکارہ وآوارہ اور سیہ کار وگنہگار بندہ سے بھی ایسی اہم خدمت دینیہ لے لی گئی بجز حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے کہ (ان اللہ لیؤید ھذا الدین بالرجل الفاجر (وھذا الفاجر یقابل البرلاالمسلم کما فی قولہ علیہ السلام والصلوٰۃ واجبہ علیکم خلف کل مسلم براکان اوفاجراوان عمل الکبائر لا بی داؤد کذافی جمع الفوائد) اور کچھ سمجھ میں نہیں آتی۔

خوف واُمید:

سچ عرض کرتا ہوں کہ اپنی بدحالی وبداعمالی کی بناء پر سوانح ہذا کے دوران تالیف میں مجھ کو برابر یہ اندیشہ رہا اور اب بھی ہے کہ میری نحوست اعمال اور عدم توافق قال وحال کہیں خدانخواستہ خدانخواستہ اس کی نافعیت ومقبولیت میں قادح اور موجب اخلال نہ ہو لیکن اللہ تعالیٰ تو اس پر بھی قادر ہیں اور اسی کی ان شاء اللہ تعالیٰ ان کی ذات رحیم وکریم سے امید بھی ہے اور نہایت عجز وزاری کے ساتھ دعا بھی کہ وہ حضرت صاحب سوانح کی برکت کو میری نحوست پر غالب فرمادیں اور ایسا غالب فرمادیں کہ نحوست کو مبدل بہ سعادت فرما کر

besturdubooks.wordpress.com

میری ذات ہی کے اندر سے غائب فرمادیں اور اس تالیف مبارک کو نہ صرف اوروں کے لئے نافع فرمائیں بلکہ اس کی برکت سے میری بھی اصلاح فرمادیں اور مجھ کو بھی صدق و خلوص کی دولت لازوال سے مالا مال فرمادیں۔ آمین وماذلک علی اللہ بعزیز ع با کریماں کارہا دشوار نیست۔ و یرحم اللہ عبداً قال اٰمینا۔

یا اللہ! یا اللہ!:

یا اللہ آپ کو تو سب کچھ قدرت ہے حضور سرور عالم فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اور حضرت صاحب السوانح کے واسطہ سے مجھ بداعمال و بداحوال کی خراب و خستہ حالت کو درست اور میرے نفس زشت کے رذائل کو مبدل بفضائل فرمادیجئے اور حسن اعتقاد اور حسن عمل اور حسن خاتم نصیب فرمادیجئے۔

کیمیا داری کہ تبدیلش کنی | گرچہ جوئے خوں بود نیلش کنی

تو ایسا کیمیا رکھتا ہے جس سے اسے تبدیل کردے گا، اگرچہ خون کی ندی ہوا سے نیل کردیگا۔

ایں چنیں میناگر یہا کارتست | ایں چنیں تبدیلہا ز اسرارتست

غیبی تائیدات کا مشاہدہ

اس طرح کی میناکاری تیرا ہی کام ہے، اس طرح کی تبدیلیاں تیرے ہی اسرار ہیں۔

دوران تحریر سوانح ہذا میں احقر نے بفضلہٖ تعالیٰ و بہ برکت حضرت والا ایسی کھلی کھلی تائیدات غیبیہ کا مشاہدہ کیا ہے کہ مجھ کو اس میں ذرا بھی شبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی کو یہ منظور تھا کہ حضرت والا کے حالات و مقالات مبارکہ منضبط ہو کر امت مرحومہ کو صدیوں بلکہ قیامت تک کے لئے سبق آموز ہوتے رہیں۔ بس ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی غیب سے میری گردن پکڑ پکڑ کر مجھ سے زبردستی لکھوا رہا ہے ورنہ مجھ جیسا بدنظم ولا ابالی مبتلائے بداعمالی و بدحالی اور علم و عقل وفہم سے مسلم طور پر بالکل خالی شخص اتنا بڑا مسلسل اور اہم کام ہرگز انجام نہیں دے سکتا تھا۔

کارزلف تست مشک افشانی اما عاشقاں | مصلحت را تہمتے برآ ہوئے چیں بستہ اند

کستوری بکھیرنا تیری زلفوں کا کام، کسی مصلحت کے تحت اس کا بہتان چین کے ہرن پر لگادیا ہے۔

کہاں میں اور کہاں یہ نکہت گل نسیم صبح تیری مہربانی

besturdubooks.wordpress.com

فالحمدللہ حمداً کثیراً وافراً جب احقر نے اس کتاب کولکھنا شروع کیا تھا اس وقت اس کی موجودہ ضخامت کا وہم وگمان بھی نہ تھا۔ یوں ہی سرسری طور پر لکھنا شروع کر دیا تھا اور خیال تھا کہ کچھ مختصر سے حالات لکھ کر ختم کر دیا جائے گا۔ یہ خبر نہ تھی کہ ذکر محبوب کا چھیڑنا بس سرود بمستان یاددہانیدن ہوکر اس شعر کا مصداق ہو جائے گا۔

یارب چہ چشمہ ایست محبت کہ من ازان یک قطرہ آب خوردم و دریا گریستم

اے رب محبت کیسا چشمہ ہے کہ میں نے اس سے ایک قطرہ پانی پیا ہے اور دریا جتنا رویا ہوں۔

اور میرے لئے عمر بھر کا دھندا ہو جائے گا چنانچہ انشاء اللہ تعالیٰ سوانح ہذا کے باب متفرقات کو شذرات السوانح کے نام سے عمر بھر ہی جاری رکھنے کا ارادہ ہے جیسا کہ اس باب کی تمہید میں عرض کیا جا چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے صدق وخلوص عطا فرمائے اور میرے لئے اس کام کو نافع اور سہل فرمائے اور حضرت صاحب سوانح کو بایں فیوض و برکات روز افزوں عمر نوح عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

حضرت والاؒ کی رائے گرامی:

شروع شروع میں تو حضرت والا کو اس تصنیف سے اتنی وحشت بلکہ نفرت تھی کہ جس کی انتہاء نہیں چنانچہ اس کا احقر کو اپنے لکھے ہوئے مسودات حضرت والا کی خدمت میں نظر اصلاحی کی غرض سے پیش کرتے وقت روزمرہ قالاً وحالاً بخوبی مشاہدہ واندازہ ہوتا رہتا تھا لیکن جب حضرت والا کی بار بار کی سخت تاکیدات کی تعمیل میں زیادہ تر صرف ایسے ہی امور کے لکھنے پر اقتصار کیا گیا جو سبق آموز اور تعلیمات پر مشتمل تھے تو چونکہ حضرت والا ماشاءاللہ تعالیٰ بہت بڑے صاحب مقام اور ابن الحال نہیں بلکہ ابوالحال ہیں اس لئے دوسرے کے نفع کے خیال سے اپنی طبعی نفرت وکلفت پر عقلی مصلحت ومنفعت کو غالب فرمالیا چنانچہ کئی بار بہت حسرت کے لہجہ میں فرما چکے ہیں کہ افسوس کوئی بات چھپی نہ رہی۔ اول تو میرے پاس اعمال ہی کیا تھے اور جو کچھ تھے وہ سب ظاہر ہوگئے واللہ مجھے سخت اندیشہ ہے کہ کہیں وہ بھی اس اظہار کی وجہ سے حبط نہ ہو جائیں لیکن کیا کروں اس لئے اظہار حال اور بے غیرتی کو گوارا کر لیا ہے کہ خیر ممکن ہے کہ کسی کو اس سے نفع پہنچ جائے اور اپنے جی کو حضرت حافظؒ کا

besturdubooks.wordpress.com

یہ شعر پڑھ کر سمجھالیا ہے۔

اگر شراب خوری جرعہ فشاں بز خاک ازاں گناہ کہ نفعے رسد بغیر چہ باک

اگر شراب پیئے تو ایک گھونٹ زمین پر بھی پھینک دے، جس گناہ سے دوسرے کو نفع پہنچے اس کا کیا حرج ہے۔

باقی رہا اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ سو اس کے لیے یہ کہتا ہوں کہ **اللّٰھم اغفرلی**۔ اگر نیت میں کوئی فتور ہو تو اللہ تعالیٰ معاف فرمائیں۔

اپنے حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے میں نے یہ سنا تھا کہ ریاء الشیخ خیر من اخلاص المرید۔ اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ مرید کے اخلاص سے تو صرف اسی کو فائدہ پہنچتا ہے اور وہی ایک مخلص بنتا ہے اور شیخ کی لغوی ریاء سے بہت سے لوگ مخلص بن جاتے ہیں اور مقصود اس نقل سے علت سے استدلال کرنا ہے نہ کہ اپنی مشیخیت کا گمان اھ۔

حضرت والا نے ایک موقع پر یہ بھی فرمایا کہ پہلے تو مجھے اس کتاب سے بالکل دلچسپی نہ تھی بلکہ سخت وحشت اور نفرت تھی اور ایسی بے غیرتی معلوم ہوتی تھی کہ بعض اوقات یہاں تک جی چاہتا تھا کہ سب لکھے ہوئے مسودات کو جلوا دوں لیکن اب جس طرز پر یہ لکھی جارہی ہے اس کی نافعیت دیکھ کر اس کے ساتھ تعلق خاطر ہو گیا ہے جیسے بعضے آزاد مزاج لوگوں کو اولاد ہونے سے قبل تو اولاد کے تصور سے بھی وحشت ہوتی ہے لیکن اولاد ہو جانے کے بعد اس سے محبت ہو جاتی ہے اھ۔ حضرت والا کے اس ارشاد پر کہ افسوس کوئی بات چھپی ہی نہ رہی احقر کو اپنا یہ مقطع یاد آتا ہے۔

کیوں تم نے بنایا ہے مجذوب کو دیوانہ کیا راز نہاں اپنا دنیا کو سنانا ہے

سوانح ہذا کی ضرورت

دراصل تو حضرت والا کی تصنیفات اور مطبوعہ ملفوظات و مواعظ کے ہوتے ہوئے سوانح ہذا کی چنداں ضرورت ہی نہ تھی کیونکہ ان میں حضرت والا کے ہر قسم کے حالات اور ہر طرح کی تعلیمات جو اشرف السوانح کا موضوع اصلی ہیں پہلے ہی سے مذکور ہیں لیکن چونکہ

besturdubooks.wordpress.com

وہاں یہ باتیں منتشر طور پر مذکور ہیں اور ہر شخص کو اتنی فرصت اور ہمت بھی نہیں کہ سب کتابوں کا مطالعہ کر سکے نیز بعد مطالعہ بھی خاص خاص مضامین نافعہ کا ذہن میں مستحضر رکھنا معتذر بھی ہے اس لئے سہولت طالبین کے لئے ایک ایسے ہی مجموعہ کی ضرورت تھی جیسا کہ اشرف السوانح ہے جو بفضلہٖ تعالیٰ اپنی موجودہ ہیبت پر مجبی ومحبوبی جناب منشی علی سجاد صاحب بی۔ اے ڈپٹی کلکٹر کے اس شعر کا مصداق ہے۔

ہست اشرف السوانح یک طرفہ یادگارے　　　کایں آئینہ نماید نقش و نگار یارے

اور گو یہ مجموعہ بھی میری فطری بدنظمی اور مجذوبانہ رنگ طبیعت کی وجہ سے مجذوبانہ ہیئت ہی رکھتا ہے۔ بمصداق ارشاد حضرت میر درد رحمۃ اللہ علیہ

کیا کہوں دل کا کسی سے قصہ آوارگی　　　کوئی بھی بے ربط ہوتی ہے کہانی اس قدر

لیکن دیگر مجموعوں سے تو بہر حال پھر بھی زیادہ مرتب صورت میں ہے جس پر گویا نظیری نیشاپوری کا یہ شعر ہو بہو صادق آتا ہے۔

داستان عہد گل را از نظیری بشنوی　　　بلبلاں آشفتہ تر گفتند ایں افسانہ را

موسم بہار کی داستان نظیری سے سن، بلبلوں نے تو اس افسانہ کو بہت ہی بکھیر کر بیان کیا ہے۔

عذر و معذرت

دوران تالیف میں احقر کو اپنی نااہلی کی بناء پر واللہ یہ حسرت رہا کرتی تھی اور اب بھی ہے کہ اشرف السوانح جیسی مبارک کتاب کے مؤلف تو کوئی نہایت صالح اور مقدس اہل علم وتقویٰ بزرگ ہوتے لیکن کیا کیا جائے دوسرے حضرات کو مجبوریاں ایسی تھیں کہ ع قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند۔ تاہم اب حضرات اہل علم کی خدمت میں بصد ادب عرض ہے کہ اگر ممکن ہو سکے تو جو حالات و واقعات و مقالات اس احقر نے اپنے عامیانہ طرز پر جمع کر دیئے ہیں ان کو عالمانہ طرز پر تحریر فرما دیں۔

باقی خود ان مواد میں کسی ترمیم کی ضرورت نہیں کیونکہ ان کی صحت تو حضرت صاحب سوانح کی نظر اصلاحی اور ترمیمات ضروریہ کے بعد بحمد اللہ تعالیٰ موثوق بہ ہو چکی ہے۔ ناظرین کرام کی خدمت میں یہ حقیقت حال بھی عرض کر دینا ضروری ہے کہ احقر کی تحصیل علمی کچھ بھی

besturdubooks.wordpress.com

نہیں اور نہ احقر نے اردو کتابوں ہی کا کبھی خاص طور سے مطالعہ کیا سوائے حضرت صاحب سوانح ہذا کی تصانیف کے جن کا الحمدللہ شروع ہی سے اللہ تعالیٰ نے شوق مطالعہ عطا فرما دیا تھا اور جو کچھ بھی حضرت والا کو علوم و معارف کو اپنے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں الٹا سیدھا بالکل ناتمام طور پر محض نقل کر دینے کی تھوڑی بہت مناسبت سی پیدا ہوگئی ہے جس کا ایک نمونہ آپ کے سامنے ہے یہ محض کثرت مطالعہ تصانیف و تکرار استماع ارشادات و امتداد صحبت فیض درجت و بابرکت حضرت والا کا ثمرہ ہے بمصداق ارشاد حضرت عارف شیرازیؒ۔

من بہ دیوان غزل صدر نشینم چہ عجب　　　سالہا بندگی صاحب دیوان کردم

میں اگر غزل کے دیوان میں سب سے اول بیٹھا ہوں تو تعجب کیا ہے، میں نے کئی سال صاحبِ دیوان کی غلامی کی ہے۔

اور بمصداق ارشاد حضرت شیخ شیرازیؒ۔

جمال ہمنشیں درمن اثر کرد　　　وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

مجھ میں میرے ساتھی کے حسن نے اثر کیا ہے، ورنہ میں تو وہی خاک ہوں جو ہوں۔

اللہ تعالیٰ میرے اس قال کو حال فرماوے اور میرے اس نفس سرکش کو پامال فرما دے اور حضرت عارف رومیؒ کے اس ارشاد کا پورا پورا مصداق بنادے۔

قال را بگذار و مردِ حال شو　　　پیش مرد کاملے پامال شو

باتیں چھوڑ، عمل والا بن، کامل آدمی کے سامنے پامال ہوجا۔

اللہ تعالیٰ کا فضل

غرض اشرف السوانح کی تالیف کا اتنا بڑا اشرف جو محض اللہ تعالیٰ ہی کے فضل و کرم سے اس احقر و افقر اذل و ارذل کو حاصل ہوا ہے یہ میری حیثیت سے کہیں بڑھ کر اور میری استعداد علمی سے کہیں بالاتر ہے اور یہ سب حضرت صاحب سوانح ہی کے کمال ظاہری و باطنی کے آفتاب جہانتاب کا ایک پرتو اور ظل ہے بمصداق اشعار حضرت خاتم مثنویؒ۔

اے خدا قادر بیچون و چند　　　رازہا کردی درون سینہ بند

besturdubooks.wordpress.com

اے میرے خدا تو بے مثل و بے مثال ہے تو نے کتنے راز سینہ میں بند کر دیئے ہیں۔

سینہ را صندوق سرہا کردہ — واندرون مخزوں گہرہا کردہ

تو نے سینہ کو رازوں کا صندوق بنایا ہے اور اس کے اندروں تو نے موتیوں کا خزانہ رکھا ہے۔

ربط دادی سینہ را باسینہ — ربط ایں آئینہ با آئینہ

تو نے سینہ کے ساتھ سینہ کا تعلق بنایا ہے، جیسے آئینہ کا ربط آئینہ کے ساتھ ہوتا ہے۔

نقش ایں آئینہ در دیگر پدید — کردی از صنع خود اے رب مجید

اس آئینہ کا نقش دوسرے میں، اے بزرگ و برتر رب تو نے اپنی کاریگری سے ظاہر کیا ہے۔

اور بمصداق ارشاد حضرت عارف شیرازیؒ

درپس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند — انچہ استاد ازل گفت ہماں می گویم

مجھے آئینے کے پیچھے بلبل کی طرح رکھا ہوا ہے، جو کچھ ازل کے استاد نے کہا میں وہی کہتا ہوں۔

اور چونکہ میں محض ایک عامی شخص ہوں جیسا اوپر معروض ہو چکا ہے لہٰذا عبارات میں جو تسامحات ہوں ان کو ناظرین کرام احقر کی ہیچمدانی پر محمول فرما کر معاف فرمائیں باقی معانی اکثر و بیشتر بفضلہٖ تعالیٰ ہر طرح قابل اطمینان ہیں کیونکہ بہت ہی کم اور شاذ و نادر ہی ایسے مقامات ہوں گے جنہیں حضرت صاحب سوانح کو سنا کر یا دکھا کر احقر نے اپنا اطمینان نہ کر لیا ہو اور وہ مقامات بھی محض اس مجبوری سے بلا نظر اصلاحی رہ گئے کہ کبھی کبھی احقر نے بعد نظر اصلاحی کوئی مختصر سی عبارت بلحاظ الفاظ بطور خود درست کی اور پھر بوجہ ذہول یا موقع نہ ملنے کے اس کو حضرت صاحب سوانح کی خدمت میں بغرض اصلاح نہ پیش کیا جا سکا۔

اس اطلاع سے یہ مقصود ہے کہ اگر خدانخواستہ کہیں مضامین کے اندر بھی تسامحات نظر سے گذریں تو ان کو بھی ناظرین کرام اس احقر ہی کی طرف منسوب فرمائیں اور احقر کو ان تسامحات کی اطلاع فرما دیں تا کہ اگر بعد مشورہ حضرت صاحب سوانح درستی کی ضرورت سمجھی جائے تو طبع ثانی میں درستی کر دی جائے۔

besturdubooks.wordpress.com

بزرگوں کے منظوم کلام:

اب ان سب معروضات منشورہ ومفصلہ کو بزرگوں کے مقولات منظومہ کی ہیئت مجملہ میں قند مکرر کی لذت لینے اور دینے کے لئے اعادہ کر کے فی الحال ختم کرتا ہوں۔

تفسیر بیان القرآن کے خاتمہ کے اشعار:

من خاتمه تفسير بيان القرآن

سعيت الى ان جدت بالجهد كله　　ولكن ماسعيي وجهدي وطاقتي

میں نے کوشش کی ہے کہ میں اپنی پوری طاقت کے ساتھ پوری محنت کروں، لیکن میری کوشش، میری طاقت اور محنت کیا ہے۔

فان كان فيه مايسر وذالرجا　　فمن محض فضل الله لا من حذاقتي

پس اگر اس میں کوئی اچھائی اور پُر اُمید چیز ہے تو وہ محض اللہ کے فضل کی وجہ سے ہے نہ کہ میری قابلیت سے۔

وان كان من عيب و لست اقول لا　　يكون فمني و الجحود حماقتي

اور اگر کوئی عیب ہو تو میں نہیں کہتا کہ نہیں ہے پس وہ میری وجہ سے ہے، اور اس کا انکار کرنا میری حماقت ہوگا۔

فلا تنس يا نظاره ان شفاصد و　　ركم من دعاء الخير فعل الصداقتي

پس اے اسے دیکھنے والو! اگر یہ تجھے دلوں کو شفا دے تو سچے دل سے دعائے خیر کرنا نہ بھولو۔

ولا تفضحونا ان وجدتم خطاء نا　　فكيف وقد اتعبت في الجهدنا قتي

اور اگر تم کوئی غلطی پاؤ تو ہمیں رسوا نہ کرو اور کیسے کرو گے جبکہ میں نے اپنی طرف سے کوشش میں اپنی اونٹنی کو تھکا دیا ہے۔

مثنوی کے اختتامی اشعار:

ومن خاتم المثنوی ؎

besturdubooks.wordpress.com

روبحق آرو بکن ختم کتاب دم مزن واللہ اعلم بالصواب

توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف کر اور کتاب ختم کر، دم نہ مار، اللہ تعالیٰ ہی صحیح کو بہتر جانتے ہیں۔

ربنا فالحمد لک فی کل حال انت معنی الستر فی کل المقال

اے ہمارے پروردگار ہر حال میں تیری ہی حمد ہے، ہر بات کا پوشیدہ راز تو ہی ہے۔

انت مقصودی الیک وجھتی خالصاً للہ کانت نھمتی

تو میرا مقصود ہے تیری طرف میرا چہرہ ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے میری

یامحیط الکل یاکھف الوریٰ یااله العرش یا رب الثریٰ

اے سب کو محیط، اے مخلوق کی پناہ گاہ، اے عرش کے معبود، اے زمین کے رب

کن انیس القلب اختم لی بخیر انت حسبی انت کافی لیس غیر

میرے دل کا غمخوار ہو جا اور میرا خاتمہ اچھا فرما، تو ہی میرا بھروسہ ہے، تو ہی مجھے کافی ہے کوئی اور نہیں ہے۔

کلامِ آخر:

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام

علیٰ سید المرسلین و خاتم النبیین و علی آلہ و اصحابہ

و اتباعہ اجمعین الی یوم الدین تم بحمداللہ الذی

بنعمتہ تتم الصالحات

فی الخانقاہ الامدادیہ الاشرفیہ بتھانہ بھون لخمس وعشرین

من ذی الحجہ ۱۳۵۴ھ آخر جمعۃ منہ

نوٹ: بعض اجزاء جو بہت ہی خلیل ہیں دوران نظر ثانی میں ماہ محرم ۱۳۵۵ھ کی بھی بعض تاریخوں میں اضافہ کئے گئے ہیں۔

besturdubooks.wordpress.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمده و نصلی علیٰ رسوله الکریم

تذنیب

جس مضمون کا یہ عنوان ہے باوجود سوانح ہذا میں داخل نہ ہونے کے سوانح ہی سے تعلق رکھتا ہے اس مناسبت سے اس کا لقب تذنیب تجویز کیا گیا ہے اور یہ تین جزو سے مرکب ہے۔

جزو اول...... تقریر ہے حضرت صاحب سوانح کی جو تقریب اختتام سوانح جلسہ خاص میں پڑھی گئی جس کا لقب ''شکر السوانح'' ہے۔

دوسرا جزو...... حضرت صاحب سوانح کی جانب سے ایک خاص معمول کے متعلق مشورہ لینا ہے جس کی حقیقت اس کے مطالعہ سے واضح ہوگی۔

تیسرا جزو...... احقر مؤلف سوانح کا مختصر ترجمہ ہے جس سے مقصود مؤلف کا ضروری تعارف اور مقصود المقصود مؤلف سوانح کے لئے بھی مثل حضرت صاحب سوانح کے دعا کی درخواست ہے حاضرین سے اور دعا کی توقع ہے۔ غائبین الزمان و المکان سے۔ اب بترتیب تینوں جزو نقل کئے جاتے ہیں۔

besturdubooks.wordpress.com

وعظ شکر السوانح

یعنی تقریر حضرت حکیم الامت مولانا شاہ اشرف علی صاحب دامت برکاتہم جو بتقریب اختتام رسالہ اشرف السوانح مولفہ خواجہ عزیز الحسن صاحب سلمہ بی ۔ اے اسسٹنٹ انسپکٹر مدارس قسمت لکھنؤ ذوالحجہ ۱۳۵۴ھ کے عشرہ وسطی میں قلمبند کر کے جلسہ میں مع زبانی مختصر مختصر توضیحات کے عشرہ اخیر میں پڑھی گئی۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمدللّٰہ نحمدہ و نستعینہ و نستغفرہ و نومن بہ ونتوکل علیہ و نعوذ باللّٰہ من شر ورانفسنا و من سیئات اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلاھادی لہ ونشھد ان لا الہ اللّٰہ اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ ونشھد ان محمد اعبدہ ورسولہ. فاعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم. قال اللہ تعالیٰ حکایۃ عن دعاء ابراھیم علیہ السلام . واجعل لی لسان صدق فی الاخرین۔

بیان کا داعی:

قبل بیان آیت اس وقت بیان کا داعی ذکر کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ بعض احباب نے اس احقر کے کچھ حالات کچھ مقالات ملقب بہ اشرف السوانح اس غرض سے جمع کیے ہیں کہ مطالعہ کرنے والوں کو اور بالخصوص ان میں جو احقر سے دینی تعلق رکھتے ہیں علمی و عملی نفع ہو اور وہ نفع مدت طویلہ تک جس کی حد اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے باقی رہے۔ ہر چند کہ میرے حالات و مقالات قابل نفع نہیں۔ نیز پہلے سے ہر قسم کا ذخیرہ علمی و عملی امت کے ہاتھ میں موجود ہے جو جدید ذخیرہ سے مغنی ہے مگر اسکے ساتھ ہی بناء برحدیث انا عندظن عبدی بی سنۃ اللہ یہ ہے کہ جس شخص کے ساتھ حسن ظن ہوتا ہے اور اس کے حالات و مقالات سے ظن نفع ہوتا ہے اس سے حصول نفع میں خاص سہولت ہوتی ہے اس توقع پر احقر نے بھی ان کے اس فعل میں مزاحمت

besturdubooks.wordpress.com

نہیں کی۔ گو یہ فعل میری وصیت مدونہ نیز میری طبیعت کے خلاف بھی ہے مگر اسی توقع مذکور پر ان کی اس مخلصانہ خدمت طالبین کو گوارا کر لیا گیا۔ اس کے دواعی اور موانع پھر ارتفاع موانع کا مفصل ذکر رسالہ اشرف السوانح کے خطبہ میں موجود ہے۔

تلاوت کردہ آیت کا مضمون:

اس وقت میں اس رسالہ کے اختتام کی خبر دے رہا ہوں اور اس کے متعلق اس آیت کا مختصر مضمون جو اس کے مناسب ہے بیان کر رہا ہوں۔

وہ مضمون یہ ہے کہ اس آیت میں حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک دعا کی حکایت ارشاد فرمائی ہے اور چند دعائیں آگے پیچھے کی آیات میں بھی مذکور ہیں مگر اس وقت میرا زیادہ مقصود صرف اسی آیت کے متعلق بیان کرنا ہے کہ وہ میری غرض کے زیادہ مناسب ہے ترجمہ آیت کا یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت حق میں عرض کر رہے ہیں کہ اے اللہ ایک دعا میں یہ بھی کرتا ہوں کہ میرے نفع کے لئے (یہ مدلول ہے لام کا) آئندہ آنے والے لوگوں میں میرا ذکر خیر یا بعنوان دیگر نام نیک جاری (اور باقی) رکھئے۔ اھ

یہ ذکر خیر ترجمہ ہے لسان صدق کا۔ اس طرح سے کہ لسان سے مراد ذکر ہے بطور اطلاق سبب علی المسبب کے اور صدق بمعنی صادق مبالغۃً اور صادق سے مراد حسن یعنی نیک جس کو میں نے اتباعاً للمحاورہ لفظ خیر سے تعبیر کیا ہے۔ حسن اور خیر لغۃً بھی متقارب ہیں اور یہی حاصل ہے نام نیک کا اور حسب نقل مفردات راغب ہر فعل فاضل کو ظاہری ہو یا باطنی صدق سے تعبیر کیا جاتا ہے پھر جس فعل کو اس سے موصوف کرنا ہوتا ہے اس کو صدق کی طرف مضاف کر دیا جاتا ہے جیسے فی **مقعد صدق** اور **ان لهم قدم صدق** اور **ادخلنی مدخل صدق و اخرجنی مخرج صدق** اور اس آیت میں لسان صادق جس کا حاصل یہ ہے کہ اے اللہ مجھ کو ایسا صالح کر دے کہ اگر بعد والے میری ثناء کریں تو وہ ثناء اور ذکر صادق ہو اھ۔ یہ علاقہ ہے صادق کے معنے لغوی حقیقی اور معنے منقول فاضل وحسن میں اور اس توجیہ کی بناء اس میں اشارہ طلب اوصاف جمیلہ کی طرف بھی جس سے حکایت ومحکی عنہ میں تطابق ہو جائے اور لسان صدق میں موصوف کی

besturdubooks.wordpress.com

اضافت ہے صفت کی طرف جیسا ایک دوسری آیت و جعلنا لھم لسان صدق علیا میں بعینہ یہی ترکیب ہے مگر اس میں ایک دوسری صفت بھی ہے لسان کی یعنی علیا اور وہ صفت بصورت وصف ہے بصورت اضافت نہیں اور اس دوسری آیت میں گویا خبر ہے اجابت دعائے ابراہیمی کی جس میں ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ (جن کا اوپر سے ذکر چلا آ رہا ہے) ان کے ایک فرزند حضرت اسحٰق علیہ السلام اور ایک پوتے حضرت یعقوب علیہ السلام کو بھی شامل فرما لیا گیا۔ باقی ان کے دوسرے فرزند حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا اس جگہ ذکر نہ فرمانا اس وجہ سے ہوسکتا ہے کہ وہ حضرت اسحٰق علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام سے پہلے عطا ہو چکے تھے بعد والوں کے ذکر سے قبل والے کا ذکر بدلالت عادت خود ہی مفہوم ہو جاتا ہے جبکہ بناء ذکر مشترک ہو دوسرے ان کا ذکر انفراداً آئندہ قریب آنے والا بھی ہے جو اشتراکاً ذکر کرنے سے مغنی ہے تیسرے ابراہیم علیہ السلام کے ذکر سے جیسا عرب کا استجلاب قلب ہوا اسحٰق علیہ السلام و یعقوب علیہ السلام کے ذکر سے اہل کتاب کا استجلاب قلب مناسب ہے اور اسی نکتہ کی وجہ سے اس کے متصل موسیٰ علیہ السلام کا ذکر آتا ہے پھر اس کے بعد اسمٰعیل علیہ السلام کا ذکر آئے گا واللہ اعلم باسرار کلامہ اور ظاہر ہے کہ قرآن مجید میں جو کہ قیامت تک باقی اور متلو ہے کسی کا ذکر خیر ہونا بقاء ذکر فی الآخرین کو مستلزم ہے۔

بہرحال ان سب کو یہ نعمت عطا کی گئی جو دلیل ہے اجابت دعائے ابراہیمی کی مع زیادت تعدیہ الی الاولاد کے۔

بعد والوں میں ذکرِ خیر کا رہنا بڑی نعمت ہے:

غرض ابراہیم علیہ السلام کے اس دعا کے مانگنے سے معلوم ہوا کہ بقاء ذکر خیر فی الآخرین ایک بڑی نعمت ہے جو قابل طلب ہے اور گو اس نعمت کا تعلق بظاہر باعتبار محل وقوع نشاۃ دنیویہ کے ساتھ ہے لیکن اس کا دوسری خالص دینی دعاؤں سے محفوف ہونا (چنانچہ اس کے قبل دعا ہے رب ھب لی حکما و الحقنی بالصالحین جس میں حکمت یعنی جامعیت بین العلم و العمل میں اعلیٰ درجہ کا کمال اور مراتب زیادت قُرب میں اعلیٰ درجہ کے صالحین یعنی انبیاء عالیشان

besturdubooks.wordpress.com

علیہم السلام کے ساتھ شامل فرمانا طلب کیا گیا ہے یہ تو قبل کی دعائیں ہیں اور اسی کے بعد دعا ہے واجعلنی من ورثة جنة النعیم جس میں جنت نعیم کا وارث یعنی مستحق ہونا طلب کیا گیا ہے اور ان دعاؤں کا خالص دینی ہونا ظاہر ہے پس اس دعاء بقاء ذکر فی الآخرین کا ایسی دعاؤں سے محفوف ہونا) قرینہ قویہ ہے کہ اس دعا کا تعلق بھی باعتبار محل ظہور ثمرہ حقیقت میں دین ہی کے ساتھ ہے جس کی طرف کلمہ لی کے لام میں اشارہ قریب بصراحت ہے کیونکہ لام نفع کے لئے ہے اور ظاہر ہے کہ بعد والوں میں جو کہ مدلول ہے آخرین کا کسی کا ذکر خیر رہنا اس مذکور کے کسی نفع و دنیوی کا سبب نہیں ہوسکتا پس لامحالہ وہ نفع دین ہی کا ہے اور وہ ثواب ہے یعنی وہ لوگ میرے طریقہ پر چلیں جس میں مجھ کو زیادہ ثواب ملے اسی کو ایک آیت میں یعنی انا نحن نحیی الموتٰی ونکتب ماقدموا واٰثارھم میں آثار سے تعبیر فرمایا ہے چنانچہ حدیث میں من سن سنة حسنة الخ کی تائید میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اس آیت کو تلاوت فرمانا (کما فی الدر المنثور عن ابی حاتم) اس نفع کی تفسیر بالثواب کی صاف دلیل ہے۔

اس نعمت کی ایک صورت:

حاصل یہ کہ بقاء الذکر فی الآخرین بھی ایک بڑی دینی نعمت ہوئی اور نعمت کے تمام افراد بشرط عدم المانع الشرعی او العقلی مطلوب ہیں کما قال اللہ تعالیٰ فی محل المن واسبغ علیکم نعمةً ظاھرةً و باطنةً خصوص دینی نعمت اسی شرط مذکور سے اوروں سے زیادہ مطلوب ہوگی اور نعمت بقاء ذکر فی الآخرین کے لئے موانع مذکور میں سے کوئی مانع نہیں پس وہ مطلقاً مطلوب ہوگی خصوص جب اس کے ضمن میں اس ذکر کا مطابق واقع کے ہونا بھی ملحوظ ہو۔ کما سبق عن مفردات الراغب اور اس مطلوب کی تحصیل کی مختلف صورتیں ہیں منجملہ ان کے ایک صورت کسی شخص کے حالات و مقالات کی تدوین واشاعت بھی ہے جو عادۃً ذریعہ ہے مدت دراز تک اس شخص کے بقاء ذکر کا جو سبب ہوگا اس شخص مذکور کے لئے دعا کا اور افعال قابلہ للاتباع میں اقتدا کا اور مسلمین شہداء اللہ فی الارض کے حسن ظن کی برکت سے (جس کی دوسری تعبیر لو اقسم علی اللہ لا برہ اور ادر الحق معه حیث دار ہے) شخص مذکور کے جبر نقص اور تکمیل عطا کا اس کی حیات میں توفیق حسنات

besturdubooks.wordpress.com

سے اور بعد حیات تکفیر سیئات و رفع درجات سے۔ پس اس بناء پر ساعی فی التدوین وساعی فی النشر اس مجموعی نعمت باقسامہا کے یقیناً وسائط ہوں گے۔

حصولِ نعمت کا واسطہ بننے والے:

رسالہ اشرف السوانح میں میرے لئے اسی نعمت کا سامان کیا گیا ہے تو اس کی تدوین ونشر کے ساعی میرے لئے وسائط نعمت ہوئے اور بعد شکر منعم حقیقی کے (کہ وہ بالذات و اولاً مشکور ہیں) واسطہ نعمت کا شکریہ بھی بالعرض وثانیاً مامور بہ ہے چنانچہ حدیث میں ہے من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ اور اس شکر کا ایک طریق ایک حدیث میں دعا اور ثناء بھی وارادہے ولفظہ من صنع الیہ معروف فقال لفاعلہ جزاک اللہ خیراً فقد ابلغ فی الثناء رواہ الترمذی (مشکوٰۃ فی باب بعد باب العطایا) اس لئے میں اس جلسہ میں ایسے صاحبوں کے لئے دعا بھی کرتا ہوں جو ثناء پر بھی دال ہے (کمافی الحدیث المذکور انفاً) اور دوسرے حضرات سے بھی اس دعا کی درخواست کرتا ہوں اور چونکہ تدوین خود نشر کی بھی اساس ہے اس لئے صاحب تدوین کے لئے دعا کے علاوہ جس میں صاحب نشر کا بھی اشتراک ہے ایک سند دینا بھی جو بشکل کلاہ ہے تجویز کرتا ہوں جس پر ایک مناسب شعر بھی مع سنہ رواں لکھا ہے جیسا اس کے قبل بھی ایک دوست کے لئے مثنوی کے ایک حصہ کی شرح کی یادگار میں ایک ایسا ہی طریقہ اختیار کر چکا ہوں جس کا مفصل تذکرہ وعظ شکر المثنوی میں ہے اور اسی وعظ کے نام کی مناسبت سے اس تقریر کا نام بھی شکر السوانح تجویز کیا گیا۔

خاتمۂ کلام

اب تقریر کو ختم کرتا ہوں اور حاضرین وناظرین سے مکرر دعاء فی التقریر کی اور اس کے ساتھ اپنے لئے بھی دعا کی درخواست کرتا ہوں وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔ کتب فی مقام تھانہ بھون فی آخر ایام التشریق و

besturdubooks.wordpress.com

قرئ فی خمس وعشرین من ذی الحجہ ۱۳۵۴ھ آخر جمعۃ منہ

استشارہ ضروریہ متعلقہ مضمون اخیر رسالہ التبدیل من التثقیل الی التعدیل جو رسالہ حسن العزیز سے لے کر اشرف السوانح کے حصہ دوم کا جزو بنایا گیا ہے

(از اشرف علی صاحب السوانح)

وہ مضمون یہ ہے کہ اگر کسی وقت حالات خاصہ مقتضیہ ترک تربیت رونما ہوں گے الی قولہ اس وقت اس ترک کو بھی جائز سمجھ کر اختیار کروں گا اھ ملخصاً۔ اس مضمون کو لکھے ہوئے آٹھ ماہ ہوئے اس مدت میں جو واقعات پیش آئے ان کے اقتضاء سے اس طرف رائے کو رجحان ہوا کہ تربیت کا معمول (یعنی التزام واہتمام اصلاح ومواخذہ علی عدم الاصلاح بدرجہ کامل یا ناقص مرقومین رسالہ مذکور جس کا درجہ تبلیغ کا ہے خاص کا اول میں اور عام کا ثانی میں) باستثناء مواقع اطمینان ترک کر دیا جائے جس کا حاصل ترک تعرض ہے اور صرف اس درجہ کی خدمت پر اقتصار کیا جائے کہ جس نے خود کوئی خدمت بشرائط خدمت لینا چاہا اس کی خدمت کر دی اور عدم استخدام میں عدم تعرض اور فقدان شرائط استخدام میں سکوت یا عذر تقصیر اختیار کیا جائے جس کا درجہ جواب استفتاء کا ہوگا اور اس طرز کی تائید اپنے ایک بزرگ پیر بھائی یعنی مولانا محمد حسین صاحب الہ آبادیؒ کے معمول سے حسب روایت ان کے ایک ثقہ خادم کے معلوم ہوئی جو مجھ کو مصالح دینیہ کے سبب پسند آئی۔ یہ حاصل ہے میری رائے کا۔ اب احباب سے مشورہ لیتا ہوں کہ اگر اس طرز میں کوئی محذور عقلی ونقلی ہو تو آگاہ فرما دیں تاکہ میں اس پر نظر ثانی کر لوں ورنہ دعائے برکت ونافعیت فرماویں۔

والسلام

مقام تھانہ بھون ماہ ذی الحجہ ۱۳۵۴ھ

besturdubooks.wordpress.com

عرضداشت مجذوب

بحضور حضرت طبیب القلوب بجواب استشارۂ بالا مرقومہ حضرت والا

یہ عقل سے معرّا اور نقل سے بے خبر نہ اس تجویز کے کسی محذور عقلی و نقلی سے آگاہ نہ کسی مشورہ کا اہل۔ البتہ ایک عرضداشت حالی بصد ادب والحاح بہ امید قبول پیشکش حضور کرتا ہے وہ یہ کہ حضور والا اللہ محض چند نافہم بلکہ بدفہم کوتاہ بینوں اور ناعاقبت اندیشوں کی وجہ سے طالبین صادقین کی مصالح کو ہرگز نظر انداز نہ فرمائیں۔ اور اصلاح و تربیت کی موجودہ روش کو ہرگز تبدیل نہ فرمائیں اور یہ نہ سمجھیں کہ اس روش کا کوئی قدردان نہیں۔ احقر یقین دلاتا ہے کہ بہت سے طالبین ایسے ہیں جن کو حضرت والا کی یہ روش گو طبعاً کتنی ہی گراں ہو لیکن بر بناء مشاہدہ منافع کثیر عقلاً نہایت پسندیدہ و خوشگوار ہے اور وہ دل و جان سے چاہتے ہیں کہ حضور والا اپنی اس روش کو ہرگز نہ بدلیں اور جس انداز پر وہ ہمیشہ سے چلی آ رہی ہے اسی انداز پر اس کو ہمیشہ جاری رکھیں۔ لہٰذا احقر ان کی طرف سے نیابۃً اور اپنی طرف سے اصالۃً نہایت مخلصانہ و مؤدبانہ لیکن بطرز عاشقانہ حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کے اشعار میں بہ تبدیل تخلص یہ گزارش کرتا ہے۔

گرچہ آرام از دل ما می بری ۔۔۔ ہمچناں میرو کہ زیبا میروی

اگر تو ہمارے دل سے آرام لے جا رہا ہے مگر اس طرح جا کہ خوبصورتی کے ساتھ جا۔

دیدہ مجذوب و دل ہمراہ تست ۔۔۔ تا نہ پنداری کہ تنہا میروی

مجذوب کی آنکھیں اور دل تیرے ساتھ تا کہ تو یہ نہ سمجھے کہ تنہا جا رہا ہے۔

ورنہ مشتاقین اصلاح کی حسرت سے یہ حالت ہوگی۔

بچہ امید تواں زیستن اکنوں احسن ۔۔۔ فکر بیداد ہم از خاطر جاناں برخواست

اے احسن اب کس امید پر جیا جا سکے گا کہ محبوب کے دل سے بھی ظلم کا خیال جاتا رہا۔

مجذوب حقیر کی ایک نیک صلاح فقط

بخدمت جمیع حضرات طالبین اصلاح متعلق استشارہ حضرت والا منقولہ بالا

حضرت والا نے جو اپنے منقول بالا مضمون معنون بہ استشارہ میں عام فرمائش فرمائی ہے اسکی تعمیل میں احقر تو اپنی عرضداشت پیش کر چکا ہے جو اوپر نقل کی گئی۔ دیگر حضرات طالبین اصلاح بھی اپنی رائے سے مطلع فرمائیں اور دعا فرمائیں کہ جو خیر ہو اللہ تعالیٰ اسی پر حضرت والا کی رائے کو قائم فرما دیں۔ فقط

besturdubooks.wordpress.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ترجمۃ المؤلف

احقر مؤلف اشرف السوانح بہ تعمیل حکمِ حضرت صاحب سوانح ناظرین سوانح کی خدمت میں بقدر ضرورت مختصراً اپنا تعارف کراتا ہے۔

نام ونسب:

اس خاکسار وذرہ بے مقدار ناکام وگمنام کا نام عزیز الحسن ہے۔ میرے اہل خاندان اپنے آپ کو خواجہ غوری اس لئے کہتے ہیں کہ ہمارے اجداد میں سے بعہد شاہ ہمایوں ایک صاحب الہ داد ابن خواجہ غوری تھے جن کا کتبہ ہمارے قصبہ کی مسجد میں بہ حیثیت بانی مسجد کے لگا ہوا ہے اور انہی کے نام سے ہماری آبائی جائیداد تھوک الہ داد کہلاتی ہے اور یہی نام اس جائیداد کا کاغذات دیہی میں بھی درج ہے نیز جس محلہ میں ہم لوگ رہتے ہیں وہ محلہ بھی غوری پاڑہ کے نام سے مشہور چلا آ رہا ہے۔

خاندانی قصبہ کا نام اور تاریخ:

اور ہم لوگوں کا قصبہ آصف آباد عرف ندبئ بھی جو راجپوتانہ کی ریاست بھرت پور میں واقع ہے حسب اخبار وآثار سلطان شہاب الدین غوری فاتح ہندوستان کے زمانہ سے آباد ہے۔

چنانچہ میں نے ایک ثقہ اہل وطن سے یہ روایت سنی تھی کہ جب سلطان شہاب الدین غوری نے راجپوتانہ کا یہ حصہ فتح کیا تو ان کے ہمراہی لشکری اور امراء اسی نواح میں بارہ مختلف مقامات پر آباد ہو گئے اور وہ بارہ بستیاں مسلمانوں کی اب تک موجود ہیں جن میں سے ایک ہمارا قصبہ بھی ہے جس میں مختلف قبیلوں کے مختلف محلے ہیں مثلاً غوری پاڑہ، قاضی پاڑہ، بھیلم پاڑہ، سید پاڑہ وغیرہ وغیرہ کیونکہ لشکر میں مختلف قبیلوں کے لوگ تھے اور انہی بارہ بستیوں میں سے قصبہ بیانہ بھی ہے جو ایک مشہور تاریخی مقام ہے اور جہاں کثرت سے

besturdubooks.wordpress.com

معرکہ آرائیاں ہوئی ہیں اور جو ایک بہت بڑا گنج شہیداں سمجھا جاتا ہے۔

پرانے کاغذات میں ہمارے قصبہ کا نام آصف آباد درج ہے اور ایک قبر بھی بانی قصبہ آصف الدولہ کی کہی جاتی ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس نواح میں ایک شیعی حکمران نے پہر بھر ہی میں سر کرلیا اس لئے اس کا عرف پہرسر ہوگیا اور وہاں کے سب باشندے شیعی ہو گئے جن سے ہم لوگوں سے رشتہ داریاں بھی تھیں لیکن اب بند ہیں وہاں کے لوگوں نے بمقام آگرہ محلّہ شاہ گنج میں آباد ہو کر اتنی دنیاوی ترقی کی کہ سینکڑوں کی تعداد میں بیرسٹر۔ منصف۔ جج۔ ڈپٹی کلکٹر۔ کمشنر وغیرہ بڑے بڑے عہدہ دار لوگ ہوئے اور اب تک موجود ہیں۔

قصبہ کے تاریخی آثار:

ہمارے قصبہ کا پرانا ہونا اس سے بھی ظاہر ہے کہ مقبروں، مسجدوں اور کنوؤں میں، بابر، ہمایوں، اکبر اورنگزیب وغیرہ پرانے بادشاہوں کے زمانے کے بہت سے کتبے اب تک موجود ہیں جن کو بھائی صاحب مرحوم نے ایک جگہ نقل کرا کے طبع بھی کرالیا تھا۔ نیز اہل برادری کے پاس جن میں قاضی اور چودھری اور پٹیل بھی شامل ہیں۔ بہت پرانے پرانے فرامین شاہی موجود ہیں۔ ایک قبر کے کتبہ میں مجھے بہت دن کے دیکھے ہوئے یہ الفاظ بھی یاد ہیں (شہید شد در کالنجر) ان الفاظ سے پہلے نام بھی درج تھا جو اس وقت یاد نہیں آتا۔ غالباً ابراہیم تھا اس نام کے آگے غوری اور ہفت ہزاری بھی لکھا ہوا تھا اور ہمارے قبرستان میں ایک قبر پر خوند میاں خواج لکھا ہوا تھا۔ ہمارے قصبہ میں ایک پرانا مزار بھی خواجنی پیر کے نام سے مشہور ہے۔ کہا جاتا ہے کہ صاحب مزار ایک بزرگ تھے جن کا نام خواجہ نوح تھا غرض یہ قصبہ شرفاء کی ایک پرانی بستی ہے جو کسی زمانہ میں بہت آباد تھی لیکن اب ویران ہے کیونکہ اکثر لوگ بہ سلسلہ روزگار ریاست جھالراپاٹن میں جا کر بس گئے ہیں جہاں محلے کے محلے ندبئ والوں کے آباد ہیں۔

میرا پیدائشی وطن:

میرا جانا آنا اور رہن وطن میں بہت کم ہوا ہے کیونکہ میرے والد ماجد مولوی خواجہ عزیز اللہ صاحب مرحوم جن کی وفات کا مادہ تاریخ مغفور ہے۔ بہ سلسلہ وکالت اورئی ضلع جالون

besturdubooks.wordpress.com

میں رہنے لگے تھے اور میری پیدائش بھی وہیں کی ہے اور وہ مقام اب تک ہم لوگوں کا وطن ثانی بنا ہوا ہے گو رشتہ داریاں اہل وطن ہی میں ہوتی ہیں۔

والدِ گرامی:

جناب والد صاحب مرحوم و مغفور اوریٔ کے دو مقتدر ترین وکلاء میں سے تھے جن میں سے ایک ہندو تھے اکثر یہ ہوتا تھا کہ اگر کسی مؤکل نے ایک کو اپنا وکیل کیا تو اس کے مقابلہ میں دوسرا فریق دوسرے کو ضرور کرتا تھا۔ والد صاحب کبھی کمزور اور جھوٹے مقدمات نہ لیتے تھے اور بہت محنت کے ساتھ مقدمہ کی تیاری کرتے تھے۔ احقر نے خود دیکھا ہے کہ لیٹے ہوئے مسل کو پڑھتے جاتے ہیں اور بار بار سینہ پر رکھ رکھ کر بلا مسل دیکھے واقعات کا اور جن امور کو بحث میں پیش کرتا ہے ان کا ذہنی اعادہ کرتے جاتے ہیں تدین اور محنت شاقہ کی عام شہرت تھی جس نے وکالت کو بہت چمکا دیا تھا۔ کنبہ پرور ایسے تھے کہ پچاس پچاس آدمیوں کا کھانا دونوں وقت پکتا تھا چنانچہ اسی زمانہ کی ایک بہت بڑی اور وزنی لگن اور بڑے بڑے پتیلے اب تک موجود ہیں باوصف اس کنبہ پروری کے اس کا بھی بہت خیال رکھتے تھے کہ کہیں مفت خوری اور بیکاری کی عادت نہ پڑ جائے۔ اگر کوئی ایسے صاحب قرض مانگتے جن سے بوجہ تنگدستی ادائیگی کی توقع نہ ہوئی تو بجائے قرض دینے کے جتنا ہو سکتا ویسے ہی دے دیتے اور فرما دیتے کہ اس کی ادائیگی کی فکر نہ کیجئے گا ہم لوگوں سے اس کی مصلحت یہ بیان فرماتے کہ القرض مقراض المحبت۔ قرض سے جانبین میں بے لطفی پیدا ہو جانے کا ایسے مواقع پر قوی اندیشہ ہے۔

مذہبی معاملات میں پختگی:

بسلسلہ وکالت ہر ملت و مذہب کے لوگوں سے تعلقات تھے بالخصوص اہلکاروں سے جن میں بعض سے خصوصی تعلقات بھی تھے لیکن مذہبی امور میں کبھی اپنے مسلک کے خلاف ان کی خاطر سے کسی امر کا ارتکاب نہیں کیا نہ ان کی مذہبی مجالس میں کبھی شرکت کی۔ چنانچہ بعض شیعی اہلکاروں سے بہت زیادہ تعلقات تھے لیکن ان کی مجالس عزا میں کبھی شرکت نہیں فرمائی صاف فرما دیا کرتے تھے کہ ذاتی تعلقات اپنی جگہ ہیں مذہبی امور اپنی جگہ۔ بعض عام

besturdubooks.wordpress.com

جلسوں میں محفل رقص وسرود بھی اس زمانہ میں منعقد ہوا کرتی تھی جس میں علاوہ عمائد شہر کے کلکٹر اور دیگر حکام بھی شریک ہوتے تھے ایسے مواقع پر قبل شروع ہونے کے حکام کا استقبال کرنے کے لئے پہنچ جاتے اور پھر اس مقام سے اتنے فاصلے پر کرسی بچھوا کر بیٹھے رہتے جہاں گانے بجانے کی آواز بھی کانوں میں نہ آئے اور جب محفل ختم ہوتی تو پھر حکام کو رخصت کرنے کے لئے پہنچ جاتے اور ساتھ ہو لیتے۔

بود وباش میں استقلال:

ایسی پختہ وضع اور ایسے پختہ اصول کے تھے کہ جو وضع اور طرز معاشرت اختیار کرلیا عمر بھر اسکو نباہا۔ چنانچہ جامع مسجد میں ہمیشہ ایک ہی جگہ نماز پڑھتے یہاں تک کہ لوگ اس جگہ کو والد صاحب کے لئے خالی رکھتے اور ہمیشہ جامع مسجد ہی میں نماز تراویح بھی پڑھتے اور شب قدر میں جاگنے والوں کے لیے ہمیشہ پلاؤ زردہ وہاں بڑے اہتمام سے بھیجتے۔ اسی طرح پرانی وضع کا جو لباس شروع میں اختیار فرمالیا بس اسی کو عمر بھر رکھا کبھی نہ بدلا۔ اور جس سے ایک بار خصوصی تعلقات پیدا کر لئے ہمیشہ ان کو قائم رکھا چنانچہ جب بھائی صاحب مرحوم کا ان کے ایک پرانے دوست سے سخت اختلاف ہو گیا تو فرمایا کہ اول تو ہم ہر کسی سے دوستی ہی نہیں کرتے تھے لیکن اگر کسی سے دوستی کر لیتے تھے تو پھر ہمیشہ اس کو نباہتے تھے تم لوگوں کی طرح نہیں کہ آج دوستی ہے کل دشمنی۔

اولاد کے اخلاق کی حفاظت:

ہم لوگوں کے اخلاق کا اتنا خیال تھا کہ اسکول تنہا نہ جانے دیتے تھے بلکہ نوکر کو ساتھ بھیجتے اور واپسی کے وقت بھی نوکر کو بھیج دیتے کہ وہ اپنے ہمراہ اسکول سے لے آئے۔ نیز اس کی سخت تاکید تھی کہ بازار کے راستہ سے اسکول نہ جائیں دوسرے راستہ سے جائیں چنانچہ اسی عادت قدیمہ کی بناء پر احقر کو اب تک اس بازار کے راستہ سے گزرتے ہوئے تامل ہوتا ہے۔

خرافات سے پرہیز:

خرافات کی طرف بالکل میلان نہ تھا احقر سے ایک بار فرمایا کہ نہ معلوم تم لوگوں کو کھیل تماشوں کا اتنا شوق کیوں ہے، ہم نے تو محض ایک نئی چیز ہونے کی وجہ سے عمر بھر میں صرف ایک

besturdubooks.wordpress.com

بار تھیٹر اس خیال سے دیکھا تھا کہ اس کی بڑی شہرت ہے دیکھیں اس میں کیا ہوتا ہے پھر اس کے بعد کبھی بھی خواہش نہیں ہوئی کیونکہ معلوم ہو گیا کہ بس ایسا ہوتا ہے بار بار دیکھنے سے کیا حاصل۔

تدبّر و تدبیر:

جو کام کرتے نہایت اطمینان سے اور سوچ سمجھ کر اور مشورہ کر کے کرتے حالانکہ سب ان سے چھوٹے ہی تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ مشورہ کرنا مسنون ہے۔

پردہ کا اہتمام:

غیر اعزہ کے گھر خواہ کتنے ہی خصوصی تعلقات ہوں باوجود اصرار شدید کے بھی کبھی اپنے یہاں کی مستورات کو نہ جانے دیتے بلکہ اس امر میں بر بناء مصالح اتنی احتیاط تھی کہ بہشتن، بھنگن، پسیہناری وغیرہ عورتوں سے بھی باقاعدہ پردہ کراتے کسی کو بلا پکارے اور پردہ کرائے اندر جانے کی اجازت نہ تھی بجز کھانا پکانے والی اور دائی کے۔

ڈپٹی مولوی کریم بخش کا واقعہ:

ڈپٹی مولوی کریم بخش صاحب نے جب بہت اصرار کیا تو یہ کہہ کر ٹال دیا کہ ہمارے یہاں کی مستورات کے پاس زیور کم ہے وہ آپ کے یہاں کی مستورات سے شرمائیں گی۔ اس پر ڈپٹی صاحب نے ایک بڑے مقدمہ میں والد صاحب کے موافق فیصلہ دے دیا جس میں مؤکل سے کثیر رقم ملی پھر فرمایا کہ لیجئے اب تو زیور بنوا لیجئے اور مستورات کو ہمارے یہاں کی مستورات سے ملوا دیجئے لیکن پھر بھی نہیں ملایا۔

نسب کی حفاظت:

اسی طرح غیر برادری میں کسی جگہ رشتہ داری نہیں کی۔ بعض بڑے بڑے لوگوں نے خواہش کی تو فرما دیا کہ ہم باہر کی چاہے جتنی شریف عورت لے آویں لیکن ہمارے یہاں کی مستورات اسے اپنے سے کم درجہ ہی کی سمجھیں گی اس لئے اس کی خواہ مخواہ توہین ہوگی۔ نسل کی حفاظت کا اتنا خیال تھا کہ برادری کے بعض خاندانوں کے متعلق کہہ رکھا تھا کہ ان سے رشتہ داری نہ کی جائے۔

صبر و تحمل:

استقلال کی یہ شان تھی کہ بڑے سے بڑے حادثہ اور بڑی سے بڑی خوشی کے مواقع

besturdubooks.wordpress.com

پر بھی کبھی از جارفتہ نہ ہوتے۔ دونوں مواقع پر صرف لفظ خیر زبان سے نکالتے البتہ لہجہ ہر موقعہ پر مختلف ہوتا حالانکہ قلب ایسا حساس تھا کہ دونوں مواقع پر بہت متاثر ہوتے تھے جس کا علم دیگر آثار سے ہوتا مثلاً رنج اور خوشی دونوں مواقع پر آبدیدہ ہو جانا۔ یہاں تک کہ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب میری بڑی ہمشیرہ صاحبہ کے انتقال کی اطلاع کا خط چچا صاحب مرحوم کو مجھ سے لکھوا رہے تھے تو ہر ہر جملہ پر طویل طویل سکوت فرماتے جاتے تھے کیونکہ دل بھر بھر آتا تھا اور صاف ظاہر ہوتا تھا کہ بہت کوشش کر کر کے ضبط فرما رہے ہیں۔

پڑوسیوں کے حقوق کا خیال:

پڑوسیوں کے حقوق کا اتنا خیال فرماتے تھے کہ چونکہ ہمارا مکان ہندوؤں کے محلہ میں ہے جس میں صرف ہمارا ہی گھر مسلمانوں کا ہے نوکروں کو سخت تاکید تھی کہ گوشت کھلا ہوا نہ لائیں اور گھر میں بھی سخت تاکید تھی کہ ہڈیاں راکھ کے اندر دبادی جایا کریں تاکہ کوئی کوا اٹھا کر نہ لے جائے اور کسی پڑوسی کے گھر میں نہ ڈال دے جس سے اس کو تکلیف ہو۔ اس برتاؤ کا یہ اثر تھا کہ محلے والے باوجود ہندو ہونے کے اتنا ادب لحاظ کرتے تھے کہ جب والد صاحب کو آتا دیکھتے تو حقہ الگ کر دیتے اور کھڑے ہو جاتے۔

حیاء: حیادار اتنے تھے کہ کرتہ کے نیچے کا بدن بھی کسی کے سامنے کبھی نہ کھولتے۔ مرض وفات میں بھی جبکہ بمشکل چوکی تک قضاء حاجت کو جاسکتے تھے والدہ صاحبہ مرحومہ کو جو بوجہ ضرورت اعانت ایسے موقع پر پاس رہنا چاہتی تھیں ہرگز پاس نہ رہنے دیتے قبل قضاء حاجت ان کو ہٹا دیتے۔

عقلمندی و مصلحت اندیشی:

عاقل اور مصلحت اندیش اتنے تھے کہ جب ہم لوگوں میں سے کسی کو تنبیہاً مارتے تو اندر والدہ صاحبہ کے پاس لے جا کر مارتے تاکہ غصہ کی حالت میں زیادتی نہ ہونے پائے اور وہ بچا لیں۔ ایک بار چھوٹے بھائی کو نماز نہ پڑھنے پر مارا تھا اور فرمایا تھا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر دس برس کی عمر کے بعد بھی اولاد نماز نہ پڑھے تو اس کو مار کر پڑھوانا چاہیے۔ طالب علمی کے زمانہ میں ہم لوگوں کو محنت کرنے کی نہایت تاکید کرتے رہتے لیکن تعلیم کو صحت پر ہرگز مقدم نہ کرتے۔ خود احقر سے فرمایا کہ ایسا پڑھانا بھی نہیں چاہتا کہ صحت خراب ہو جائے اور ایک منصف صاحب کا حال بیان کیا جو ہمیشہ کمزور اور بیمار رہتے اور فرمایا کہ صحت خراب کر کے اگر کوئی عہدہ بھی حاصل ہوا تو کس مصرف کا۔

besturdubooks.wordpress.com

اولوالعزمی اور رقّتِ قلبی:

اولوالعزم اتنے تھے کہ جب احقر انسپکٹر آبکاری میں علی گڑھ کالج سے نامزد ہو کر لے لیا گیا اور کام سیکھنے شاہجہانپور چلا گیا تو مجھ کو لکھا کہ میں نے تم کو بی۔ اے اس انسپکٹری کے لئے نہیں کرایا تھا فوراً چھوڑ کر چلے آ ؤ چنانچہ میں چلا آیا پھر ڈپٹی کلکٹری کے لئے کوشش فرمائی جس میں حضرت والا کی دعا کی برکت سے بفضلہٖ تعالیٰ کامیابی ہوگئی باوجود کوہ استقلال ہونے کے رقیق القلب ایسے تھے کہ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ عربی کی اس مناجات منظوم کو جو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی جانب منسوب کی جاتی ہے نہایت کیف کے ساتھ پڑھتے جاتے اور روتے جاتے لیکن ساتھ ہی ضبط کی کوشش بھی کرتے جاتے۔

نسبت: دادا پیر صاحب حضرت شیخ العرب والعجم حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہ العزیز سے بذریعہ خط بیعت تھے اور حضرت والا سے حسب امر حضرت حاجی صاحب سے تعلیم حاصل کی تھی۔

بہادری: قوی القلب اور شجاع ایسے تھے کہ جب میرے چچازاد بھائی صاحب پولیس ٹرننگ اسکول میں سب انسپکٹر کا کام سیکھنے کے لئے بھیجے گئے تو انہوں نے لکھا کہ یہاں گھوڑے کی سواری میں بڑی سختی کی جاتی ہے یہاں تک کہ ایک شخص دوران تعلیم میں گھوڑے سے گر کر مر گیا جس سے سخت وحشت ہے اس کا نہایت ہمت افزا جواب لکھوایا کہ تمہاری اس بزدلی سے بہت افسوس ہے، ہم لوگ تو غوری ہیں ہمارے اجداد نے تو ہندوستان کو فتح کیا ہے اور سپہ گری تو ہمارا آبائی پیشہ ہے۔ افسوس ہے تم گھوڑے کی سواری سے ڈرتے ہو۔ بڑی کم ہمتی کی بات ہے۔

مدرسی کے زمانہ میں للت پور سے وطن جارہے تھے۔ گھوڑے پر سوار تھے تلوار ہاتھ میں تھی۔ راستہ میں ایک شیر نظر پڑا۔ یہ سمجھ کر اب جان بچانا مشکل ہے گھوڑا روک لیا خود فرماتے تھے کہ مرتا کیا نہ کرتا ہم نے بھی اپنی تلوار میان۔ سے نکال لی اور سوچ لیا کہ آج جان تو جاتی ہی ہے ہم بھی وار کئے بغیر نہ رہیں گے لیکن حسن اتفاق سے شیر کا رخ کسی قدر پھر گیا اور وہ بے پروائی کے ساتھ نکلا ہوا چلا گیا۔ ایک واقعہ ہم لوگوں سے بچپن کے زمانہ میں بیان فرمایا کرتے تھے کہ ایک بار ایک شیر قصبہ کے قریب آ گیا غالباً للت پور ہی کا واقعہ تھا۔ اس کے مارنے کی فکر ہوئی ہم بھی بندوق لے کر پہنچ گئے اور اس سلسلہ میں شیر کے گرجنے کی نقل ہم لوگوں کی دلچسپی

besturdubooks.wordpress.com

کے لئے اتارا کرتے تھے اور ایسے ہیبت ناک انداز سے نقل اتارتے تھے کہ ہم لوگ باوجود دلچسپی لینے کے مارے ڈر کے ہر بار سہم بھی جاتے تھے۔ علاوہ دلچسپی پیدا کرنے کے اس قسم کے دلیرانہ واقعات ہم لوگوں کے اندر دلیری پیدا کرنے کی مصلحت سے بھی بیان فرمایا کرتے تھے۔

وجاہت و رعب: بہت وجیہہ بارعب اور قوی تھے ایک بڑا کٹورہ تھا جس میں سیر بھر دودھ آتا تھا روزمرہ اس کو بھر کر دودھ پینے کا معمول تھا جس وقت غسل میت کے لئے تختہ پر لٹائے گئے تو ایک عزیز نے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کوئی بڑا بھاری فوجی جرنیل لیٹا ہوا ہے۔ ایک ڈاکٹر نے بڑھاپے میں صحت کی تعریف کی تو فرمایا کہ چونکہ میرے والد بہت مذہبی اور ملا تھے اس لئے میں نے بھی ہمیشہ مذہبی زندگی بسر کی اس لئے صحت اچھی رہی اھ۔

دادا جیؒ: برادری میں جو خاص طور سے دیندار ہوتا تھا اس کو ملاجی کہتے تھے چنانچہ دادا صاحب مرحوم بھی ملاجی مشہور تھے اور ملاؤں میں بھی بہت ممتاز ملاّ تھے اور علاج معالجہ بھی کرتے تھے اور چماروں کے گھر بھی بغرض معالجہ بے تکلف چلے جاتے تھے پہلے فوج میں ملازم تھے انہی سے والد صاحب نے بندوق کا چلانا اور توپ کا بھرنا سیکھا تھا چنانچہ والد صاحب ہم لوگوں کو عملی طور پر توپ کا بھرنا دیکھایا کرتے تھے اور احقر کو بندوق کا چلانا انہی نے سکھایا ہے۔ ہمارے قصبہ میں لڑکیوں کو کلام مجید پڑھانا انہی نے شروع کیا تھا پہلے دستور نہ تھا۔

علم وعمل: والد صاحب نے جو کچھ بھی پڑھا تھا اس پر ہمیشہ عمل فرماتے تھے۔ چنانچہ موقع بہ موقع بزرگوں کے اقوال نقل فرمادیا کرتے۔ ایک بار کسی موقع پر فرمایا کہ حضرت سعدی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ ہم دیوار ہم گوش دارد۔ ایک بار احقر نے تربوز کھانے کے بعد پانی پیا تو کسی طب کی کتاب کا یہ جملہ نقل فرمایا الماء علی الفواکه ردی و علی البطیخ اردیٰ۔ اسی طرح کھانے کے بعد زیادہ پانی پینے کی ممانعت فرمائی اور اس کی وجہ یہ فرمائی کہ معدے میں خار ہوتے ہیں جو غذا میں بار بار لگ کر اس کو تحلیل کر کے ہضم کر دیتے ہیں اگر زیادہ پانی پی لی جاتا ہے تو غذا تیرنے لگتی ہے اور معدے کے خاروں سے ملصق نہیں رہتی جس کی وجہ سے ہضم میں فتور واقع ہوجاتا ہے۔

مرض الوفات

مرض وفات میں جبکہ سانس اُکھڑ گیا تھا سب اعزا کو بلوا کر حسب عادت علاج کے

besturdubooks.wordpress.com

متعلق مشورہ فرمایا اور فرمایا کہ گو مجھے اب دنیا میں کیا کرنا رہ گیا ہے بفضلہ تعالیٰ سب کچھ کرلیا لیکن چونکہ مسنون ہے اور مجھے تکلیف بھی ہے اس لئے آپس میں مشورہ کر کے کوئی باقاعدہ علاج کی صورت تجویز کرلی جائے اسی دوران مرض میں ایک بار بے ہوشی ہوگئی تو چونکہ خود بھی طب پڑھے ہوئے تھے اس لئے ہوش آنے کے بعد فرمایا کہ اگر پھر بے ہوشی ہوجائے تو فلاں فلاں تدابیر عمل میں لائی جائیں۔ مثلاً ایک تدبیر غالباً یہ فرمائی کہ سر کے بال پکڑ کر اوپر اٹھائے جائیں اور چہرہ پر ٹھنڈے پانی کی چھینٹے دیئے جائیں ایک بار بے ہوشی میں والدہ صاحبہ سے فرمایا کہ دیکھو وہ نور جہاں نماز پڑھ رہی ہے تم بھی نماز پڑھ لو۔ کیا عجب ہے کہ آخر وقت میں عالم آخرت منکشف ہوگیا ہو اور نور جہاں جنت کی کوئی حور ہو واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

تاریخِ وفات:

۳ یا ۴۔ ذی الحجہ ۱۳۲۶ھ میں بروز دوشنبہ غالباً ۶۳ یا ۶۸ سال کی عمر میں بہ وقت اشراق رحلت فرمائی اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے۔ آمین

حکام وغیرہ میں احترام وعزت:

حکام اور غیر حکام سب والد ماجد کو نہایت وقعت کی نگاہ سے دیکھتے تھے چنانچہ وکیل سرکار اور وائس چیئر مین بورڈ بنائے گئے جبکہ کلکٹر چیئر مین ہوا کرتے تھے۔ اور آج تک انہی کی بدولت ہم لوگوں کا بفضلہ اقتدار قائم ہے اور ہم لوگوں نے جتنی دنیاوی ترقی کی والد ماجد ہی کی بدولت کی۔ چنانچہ بفضلہ تعالیٰ ہم لوگوں میں سے متعدد اشخاص بڑے بڑے عہدوں پر براہ راست فائز ہوئے۔ اور اب تک ہیں۔ میرے ایک بھانجے کلکٹری کے عہدہ تک پہنچ کر پنشن یاب ہوئے اور اب ایک ریاست کے دیوان ہیں اور بہت بڑی تنخواہ پاتے ہیں اور بڑے اختیارات حاصل ہیں اور دو دو خطابات حاصل کئے ہوئے ہیں۔ میرے بھائی صاحب خواجہ عزیز الرحمٰن صاحب مرحوم بھی ایک ریاست کے وزیر تھے اور بہت ہر لعزیز، ذی وجاہت خطاب یافتہ اور صاحب اقتدار تھے۔ اور بھی کئی ڈپٹی کلکٹر منصف افسر خزانہ وغیرہ ابتداء مقرر ہوئے۔ احقر بھی والد صاحب مرحوم ومغفور ہی کی کوشش سے ابتداءً ڈپٹی کلکٹری کے عہدہ پر مامور ہوا تھا۔

غرض والد ماجد بڑی شخصیت رکھتے تھے اور بہت ہی ذی وجاہت، متین، غیور، باحیا، بااصول، متدین، متشرع، اولوالعزم اور علوم سے بہت ہی دلچسپی رکھنے والے بزرگ تھے۔

besturdubooks.wordpress.com

لڑکپن سے لیکر اخیر عمر تک جہاں رہے ہمیشہ بہت ممتاز رہے۔

علم کا شوق:

طالب علمی کے زمانے میں استاد نے اپنا خلیفہ بنا دیا تھا اور اخیر تک اہل وطن ان کو خلیفہ جی ہی کہتے رہے۔ طالب علمی کے زمانہ کا خود واقعہ بیان فرماتے تھے کہ ہم سبق طلباء کے ساتھ دسہرہ کا جلوس دیکھنے کے لئے بھرت پور گئے تو پڑھنے کا اتنا شوق تھا کہ کتاب ساتھ لیتے گئے اور مطالعہ میں ایسے محو ہوئے کہ جلوس نکل بھی گیا اور انہیں خبر بھی نہ ہوئی۔ اسی طرح وکالت کے امتحان کی تیاری میں ران میں پھوڑا ہو گیا تھا تو اس میں اس قدر سوزش تھی کہ رات بھر ملازم پانی ڈالتا رہتا تھا اور خود مطالعہ میں مشغول رہتے تھے۔ معمر بزرگوں نے بیان کیا کہ ہم نے ان کو بچپن میں بھی ہمیشہ متین ہی دیکھا۔ یہاں تک کہ اور لڑکے کبڈی کھیلتے اور وہ ان کے کپڑوں اور جوتوں کی حفاظت کرتے رہتے اور کھیل دیکھتے رہتے خود شریک نہ ہوتے۔

رعب:

اللہ تعالیٰ نے رعب ایسا عطا فرمایا تھا کہ باوجود نہایت شفیق ہونے کے اور اکثر بالکل خاموش بیٹھے یا لیٹے ہوئے تسبیح پڑھتے رہنے کے سب چھوٹے بڑوں پر ایک ہیبت طاری رہتی تھی چنانچہ میرے استاد جناب مولانا مولوی حافظ ہدایت اللہ صاحب کیرانوی رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر وکیل صاحب سامنے سے آتے ہوں تو میں ایک میل کے چکر کو گوارا کرلوں لیکن یہ ہمت نہ ہو کہ ان کے پاس سے ہو کر گزروں اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ میں گھر پر آتے ہی یہ پہچان لیتا ہوں کہ آج وکیل صاحب موجود ہیں یا نہیں کیونکہ ان کی موجودگی میں گھر کا رنگ ہی اور ہوتا ہے۔ بعض اوقات بڑے بڑے عہدہ دار ڈپٹی کلکٹر وغیرہ آپس میں ہنسی مذاق کرتے ہوئے اور ان کو خبر ہو جاتی کہ والد ماجد صاحب قریب سے گزر رہے ہیں تو سب غایت احترام سے خاموش ہو جاتے اور کہنے لگتے کہ چپ رہو مولوی صاحب تشریف لا رہے ہیں جیسا کہ اوپر عرض کیا جا چکا ہے۔

محلّہ والے بھی باوجود ہندو ہونے کے اتنا ادب کرتے کہ اگر حقہ پیتے ہوئے ہوتے تو دیکھ کر حقہ الگ کر دیتے اور کھڑے ہو جاتے۔ جب جنازہ نکلا تو کہنے لگے آج ہمارے محلّہ کی رونق رخصت ہو رہی ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

تعلیم و تعلّم کا شوق:

جب وطن کی تعلیم ختم کر چکے تو تحصیل علم کے شوق میں آگرہ پہنچے وہاں علت پور سے مدرسی کی مانگ آئی تو باوجود بہت فاصلہ ہونے اور اس زمانہ میں ریل نہ ہونے کے تعلیم و تعلم کے شوق میں وہاں جانا منظور کرلیا حالانکہ بعد مسافت اور ریل نہ ہونے کی وجہ سے تین چار سال میں ایک بار بہ دشواری گھر آنا نصیب ہوتا تھا۔ علم سے ایسی دلچسپی تھی کہ اکثر علوم سے ایسی دلچسپی تھی کہ اکثر علوم بطور خود حاصل کئے۔ یہاں تک کہ علاوہ عربی کے کچھ سنسکرت اور طب اور ڈاکٹری بھی پڑھی کسی قدر انگریزی بھی پڑھی۔ موکلوں کو الحمد شریف کا ترجمہ ٹھیٹھ ہندی میں سناتے احقر نے خود سنا ہے۔

وکالت کی ڈگری حاصل کرنے کا واقعہ:

مدرسی کے زمانہ میں ایک شاگرد کے والد نے اصرار کیا کہ میرے لڑکے کو قانون کی کتابیں بھی پڑھا دیجئے میں وکالت کے امتحان میں بٹھانا چاہتا ہوں چنانچہ باوجود بالکل نئی چیز ہونے کے اس پر بھی راضی ہوگئے اور جب اس طالب علم کے والد اس کی فیس امتحان بھیجنے لگے تو والد صاحب کے نام سے بھی اپنے پاس سے باصرار فیس داخل کر دی حالانکہ والد صاحب فرماتے رہے کہ میں نے امتحان کی شرکت کے خیال سے کتابوں کو نہیں پڑھایا ہے میں کیسے پاس ہوسکتا ہوں جب فیس چلی گئی تو پھر خاص طور سے مطالعہ کتب کرنے لگے اور امتحان میں استاد شاگرد دونوں پاس ہوگئے۔ پھر وکالت شروع کر دی اور ضلع کے بہترین وکلاء میں ان کا شمار ہونے لگا یہاں تک کہ وکیل سرکار مقرر ہوگئے۔

عربی علوم کا حصول:

دوران وکالت میں علم و شوق موجود رہا چنانچہ میزان۔ منشعب پنج گنج۔ نحو میر کے اردو ترجے نہایت مفید طرز پر کر کے عزیز المبتدی، عزیز الطالبین اور عزیز النحاۃ کے نام سے شائع کئے جو اب تک بعض مطابع میں طبع کئے جاتے ہیں اور سنا جاتا ہے کہ بنگال میں یہ کتابیں بہت مقبول ہیں ان میں نقشوں وغیرہ کے ذریعے سے قواعد کو بسہولت ذہن نشین کر دینے کی خاص کوشش کی گئی ہے۔

جناب مولانا نور محمد صاحب فتح پوری رحمۃ اللہ علیہ نے جو ایک جید عالم اور درویش تھے ان کتابوں کو دیکھ کر والد صاحب کے متعلق فرمایا تھا کہ ان کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ماشاء

besturdubooks.wordpress.com

اللہ بہت مرتب اعلیٰ دماغ پایا تھا۔ جب ہم لوگوں کو انگریزی شروع کرائی تو دوسری زبان عربی رکھی تا کہ انگریزی کے بُرے اثرات کا تدارک ہوتا رہے۔ والدہ صاحبہ مرحومہ کو بھی عربی اتنی پڑھا دی تھی کہ وہ کلام مجید کا ترجمہ سمجھ کر پڑھ سکیں۔ ہم لوگوں کو بھی کلام مجید کا ترجمہ پڑھایا کرتے تھے ان کی پختگی وضع اور با اصول زندگی اور تدین کی عام شہرت تھی جس کے بعض واقعات اوپر معروض ہوئے اور بھی بہت سے واقعات یاد ہیں لیکن بخوف تطویل ان کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرماوے۔ (آمین)

اہل علم کے ہاں مقام:

مدرسی اور وکالت دونوں حالتوں میں والد صاحب ہمیشہ بڑے بڑے فضلاء اور اعلیٰ اعلیٰ عہدیداروں کے منظور نظر ہے بالخصوص جناب ڈپٹی کلکٹر مولوی کریم بخش صاحب مرحوم جو بڑے عالم بھی تھے اور جنہوں نے بشرکت دیگر ذی علم حکام تعزیرات ہند کا اردو ترجمہ کیا تھا اور جناب تحصیلدار مولوی نور الحسن صاحب جھنجھالوی رحمتہ اللہ علیہ جو حضرت میانجی نور محمد صاحب جھنجھالوی قدس اللہ سرہ العزیز کے قریبی عزیز اور بہت مقدس بزرگ تھے بہت ہی عنایت فرماتے تھے یہاں تک کہ جہاں ان کا تبادلہ ہوتا والد صاحب کا بھی تبادلہ وہیں کرا لیتے۔ احقر کا نام بھی جناب تحصیلدار صاحب ہی نے غایت تعلق کی بناء پر اپنے صاحبزادے کے نام پر رکھا تھا جس کو میں اپنی سعادت کا موجب سمجھتا ہوں۔ احقر کے بعض دیگر بھائی بہنوں کا نام بھی انہی نے رکھا تھا۔ والد صاحب مرحوم تحصیلدار صاحب کے پنشن پر چلے جانے کے بعد بھی ملنے کے لئے جھنجھانہ گئے تھے۔

احقر کی زندگی:

احقر ناظرین سے معافی چاہتا ہے کہ بجائے اپنا تعارف کرانے کے والد ماجد کا تعارف کرانے لگا لیکن اگر یہ نہ کہوں کہ پدرم سلطان بود تو اور کیا کہوں کیونکہ خود مجھ میں تو کوئی ایسی صفت ہے ہی نہیں جس پر اپنے تعارف کو مبنی کیا جا سکے۔ جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا احقر ابتداءً ڈپٹی کلکٹری کے عہدہ پر مامور ہوا تھا پھر سات برس اس عہدہ پر رہ کر نصف تنخواہ پر محکمہ تعلیم میں اپنی خدمات خود درخواست کر کے منتقل کرا لیں کیونکہ وہاں فیصلے کرنے پڑتے تھے لیکن النصیب یصیب الحمد للہ اس محکمہ میں بھی بہ برکت دعا حضرت والا تا عہدہ انسپکٹری ترقی پا چکا ہوں جو محکمہ

besturdubooks.wordpress.com

تعلیم میں ایک عہدہ جلیلہ سمجھا جاتا ہے موجودہ مشاہرہ بھی بفضلہٖ تعالیٰ چھ سو ساٹھ روپیہ تک پہنچ چکا ہے اور تیس روپیہ سالانہ ترقی ہے۔ غرض اللہ تعالیٰ اپنے گدھوں کو بھی خشکہ دے رہا ہے یہ سب حضرت والا کی دعاء کی برکات ہیں جیسا کہ اشرف السوانح کے باب ''ارشاد وافاضہ باطنی میں ضمناً بالتفصیل عرض کیا جا چکا ہے اور وہیں کچھ اپنے حالات خاصہ بھی ضمناً معرض بیان میں آ گئے ہیں حاجت اعادہ نہیں۔ چونکہ الحمدللہ حضرت والا کے فیض صحبت اور برکت تعلق کی بدولت ہمیشہ نہایت تدین اور محنت شاقہ کے ساتھ اپنا کار منصبی انجام دیا اس لئے ازراہ قدر دانی گورنمنٹ نے حکام کی پرزور سفارشوں پر (خان صاحب) کا خطاب بھی بلا درخواست دے دیا ہے اور تاجپوشی کے موقع پر تمغہ بھی ملا ہے۔ گو یہ احقر ہرگز کسی قابل نہیں لیکن محض حضرت والا کے تعلق کی برکت سے بفضلہٖ تعالیٰ دینی اور دنیوی دونوں لحاظ سے لوگ عموماً بہت عزت اور وقعت اور محبت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں جس سے مجھ کو عنایت خجلت ہوتی ہے۔ بمصداق شعر ؎

طاؤس را بہ نقش ونگارے کہ ہست خلق ‏‏‏‏‏‏‏‏ تحسین کنند واو خجل از پائے زشت خویش

مور کی حسن وخوبصورتی ہے اس کی وجہ سے مخلوق اس کی تعریف کرتی ہے مگر وہ اپنے بدصورت پاؤں سے شرمسار ہے۔

حضرتِ والاؒ کی بشارت کا ظہور:

غرض بفضلہٖ تعالیٰ حضرت والا کی اس بشارت کا ظہور ہو رہا ہے جو عرصہ دراز ہوا احقر کے ایک عریضہ کے جواب میں بایں الفاظ تحریر فرمائی تھی کہ ان شاء اللہ صلاح وفلاح دارین نصیب ہوگی دل یہی گواہی دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت کی اس بشارت کو من کل الوجوہ صادق فرمائے۔ یہاں کی بھی ہر قسم کی صلاح نصیب حال رکھے اور ایمان کامل پر خاتمہ فرما کر وہاں کی بھی فلاح تام نصیب فرمائے آمین ثم آمین۔ ویرحم اللّٰہ عبداً قال امینا۔ اس جگہ مجھے اپنی ایک دعائیہ رباعی یاد آتی ہے جو اس وقت میں نے کہی تھی جب موٹر کار خریدی تھی وہ یہ ہے۔

عیش ہے عزت ہے موٹر کار ہے ‏‏‏‏‏‏‏‏ اور اس دنیا میں کیا درکار ہے

اس جہاں کی نعمتیں بھی ہوں عطا ‏‏‏‏‏‏‏‏ اے خدا تیری بڑی سرکار ہے

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ باوجود نہایت نااہل اور ناکارہ محض ہونے کے اللہ تعالیٰ نے اس احقر کو ہر لحاظ سے نہایت کامیاب زندگی عطا فرمائی ہے جس سے واللہ مجھ کو سخت

besturdubooks.wordpress.com

حیرت واستعجاب ہے۔ اللہ تعالیٰ شکر کی توفیق عطا فرمائے۔ علی گڑھ کالج میں طالب علمی ہی کے زمانہ میں باوجود ڈاڑھی رکھنے اور کوٹ پتلون نہ پہننے کے جس انگریز یا ہندوستانی استاد یا افسر سے سند طلب کی اس نے یہی لکھا کہ یہ علی گڑھ کالج کے طالب علم کا بہترین نمونہ ہے ایک صاحب نے لکھا کہ یہ جس عہدہ پر پہنچے گا اس عہدہ کے معیار کو بلند کردے گا۔

بی۔اے کا امتحان:

میں نے بی۔اے تیسرے درجہ میں پاس کیا کیونکہ پڑھنے میں کبھی جی نہ لگا یا استاد سبق کی تقریر کرتے رہتے اور میں یوں ہی خالی الذہن بیٹھا رہتا ایک لفظ بھی نہ سنتا بلکہ طالب علموں سے پرچوں کے ذریعہ سے مکاتبت کرتا رہتا زمانہ امتحان کے قریب رات دن محنت شاقہ کر کے بفضلہ تعالیٰ پاس ہو جاتا۔ والد ماجد نے بی۔اے کے آخر زمانہ میں یہ معلوم کر کے کہ اس نے کچھ بھی نہیں پڑھا۔ یہ انتظام کیا کہ خود پاس بیٹھے رہتے لیکن اس حالت میں بھی مناجاتیہ اشعار لکھتا رہتا اور والد صاحب سمجھتے رہتے کہ یہ کتاب دیکھنے میں مشغول ہے لیکن الحمدللہ کہ مناجات ہی سے میرا کام نکل گیا اور غیب سے ایسی مدد ہوئی کہ باوجود بالکل مایوسی کے میں بفضلہ تعالیٰ کامیاب ہو گیا۔

ایک مضمون میں دو پرچے تھے ایک پرچہ کی کتابیں میں نے بالکل دیکھی ہی نہ تھیں اور کوئی صورت کامیابی کی نہ تھی یہاں تک کہ دعا کرتے وقت یہ وسوسہ ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نعوذ باللہ ایسی حالت میں میری کیونکر مدد کر سکے گا جبکہ میں نے اس پرچہ کی کوئی کتاب ہی نہیں دیکھی اور میں نے یہ ارادہ کر لیا کہ اس پرچہ کے امتحان میں شریک ہی نہ ہوں گا۔ اللہ بھلا کرے میرے ایک مخلص دیندار ہم سبق طالب علم کا جنہوں نے مجھ کو شریک امتحان ہونے پر مجبور کیا۔ چنانچہ میں مایوسی کے عالم میں شریک ہوا۔ قدرت خداوندی دیکھئے کہ غالباً ممتحن کی غلطی سے یا جو صورت بھی ہوئی ہو اس پرچہ میں بھی ایک ایسی کتاب کے سوالات دے دیئے گئے جو پہلے پرچہ میں آ چکی تھی اور جو مجھ کو یاد تھی ایسا کبھی اس سے قبل کے امتحانوں میں نہ ہوا تھا۔ دیکھتے ہی میری آنکھیں کھل گئیں اور غایت شکر میں آنکھوں میں آنسو آ گئے اور بے اختیار کہنے لگا کہ یا اللہ آپ کو واقعی ہر قسم کی قدرت حاصل ہے اور مایوسی کے عالم میں بھی کامیاب فرما سکتے ہیں چنانچہ بفضلہ تعالیٰ پاس ہو گیا لیکن تیسرے درجے میں۔

besturdubooks.wordpress.com

34 ڈپٹی کلکٹری:

اسی زمانہ میں تحصیلداری کی درخواستیں جارہی تھیں میں نے بھی درخواست دے دی لیکن اس کے لئے دوسرے درجہ میں پاس ہونے کی قید تھی، اس لئے اسی بناء پر میری درخواست نامنظور ہوگئی اعزّہ نے بُرا بھلا کہنا شروع کیا کہ ذرا اور محنت کر لیتے تو تحصیلداری رکھی ہوئی تھی میں نے کہا کہ یہاں تو پاس ہونے ہی کے لالے پڑے ہوئے تھے دوسرے درجہ میں کیا پاس ہوسکتا تھا اور یہ بھی کہا کہ اس میں بھی کوئی حق تعالیٰ کی مصلحت ہوگی چنانچہ اس موقع پر ایک رباعی بھی اس مضمون کی لکھی تھی چنانچہ ایسا ہی ہوا والد صاحب لاٹوش صاحب گورنر کے پاس گئے اور مستثنیٰ کر دینے کی درخواست کی لیکن گورنر صاحب نے فرمایا کہ قواعد عمل کے لئے ہوتے ہیں نہ کہ مستثنیٰ کرنے کے لئے۔ مستثنیٰ تو نہیں کرسکتا البتہ ڈپٹی کلکٹری کے لئے دوسرے درجہ میں بی۔اے پاس ہونے کی قید نہیں ہے وہ مل سکتی ہے تحصیلداری نہیں مل سکتی۔ پھر والد صاحب نے ڈپٹی کلکٹری کے لئے کوشش کی اس میں بفضلہٖ تعالیٰ کامیابی ہوگئی۔ اور اللہ تعالیٰ کی مصلحت کا ظہور ہوگیا۔ جب ڈپٹی کلکٹری کے امتحان میں بوجہ عدم دلچسپی کامیابی نہ ہوتی تھی تو آخری موقع پر غیب سے احقر کی یہ مدد ہوئی کہ اس سال سے قانون کی کتابیں دیکھ دیکھ کر جوابات لکھنے کی اجازت مل گئی اور احقر پاس ہوگیا۔

غرض ہر موقع پر شروع ہی سے اللہ تعالیٰ نے اس ناکارہ کی دستگیری فرمائی ہے اور اب تک فرمارہے ہیں چنانچہ انسپکٹری بھی اسی طرح بلاتوقع نصیب ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ دونوں جہان میں اس ناکارہ کی اسی طرح اعانت فرماتا رہے۔

اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل:

میں چونکہ بالکل لااُبالی اور بدانتظام شخص ہوں اس لئے میں نے اکثر بلکہ قریب قریب ہمیشہ دیکھا کہ میرے پاس رہتے ہوئے بفضلہٖ تعالیٰ بال بچے عموماً بہت ہی کم بیمار پڑتے ہیں۔ جب شدید بیماریاں ہوئیں تو ایسے مواقع پر کہ وہ اپنی نانہال یا دیگر اعزّہ کے پاس تھے جہاں اچھی طرح تیمارداری اور علاج ہوسکا میں نے بس یہ سن لیا کہ بہت بیمار ہوگئے تھے لیکن بفضلہٖ تعالیٰ اچھے ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ اپنے ضعیف بندوں کی کیسی رعایت فرماتے ہیں۔ بقول انشا

besturdubooks.wordpress.com

تصدق اپنے خدا کے جاؤں یہ پیار آتا ہے کہ مجھ کو انشا
ادھر سے ایسے گناہ پیہم ادھر سے یہ دمبدم عنایت

اور بقول نظیری

بہ ازیں نمی تواں شد کہ نصیب شد ز اول　　گنہ و جنایت از من کرم و عنایت از تو

اس سے بہتر نہیں ہوسکتا کہ پہلے ہی دن سے مجھے یہ نصیب ہو کہ میری طرف سے تو گناہ و نافرمانی ہو اور تیری طرف سے کرم و عنایت۔

میں تو اپنی پوری زندگی کو اول سے اسی کا مصداق پاتا ہوں اور اس کو سراپا ایک اعجاز قدرت سمجھتا ہوں اللہ تعالیٰ آخرت بھی درست فرماوے جو اصل چیز ہے۔ آمین۔

پیدائش، نام اور خاندان:

احقر کی تاریخ پیدائش ۱۶۔۱۷ شعبان المعظم ۱۳۰۱ھ مطابق ۱۲۔ جون ۱۸۸۴ء ہے غالباً بدھ کا دن اور صبح صادق کا وقت تھا۔ تاریخی نام مرغوب احمد ہے۔ کوئی مسلسل نسب نامہ تو محفوظ نہیں لیکن مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ والد صاحب مرحوم و مغفور کو اس کی تحقیق کا بہت شوق تھا اور بڑے اہتمام کے ساتھ مختلف ذرائع سے تحقیق کر کر کے بہت دور تک کا نسب نامہ مرتب فرمالیا تھا اور اپنی اولاد کی تاریخی پیدائش و وفات و واقعات مہمہ کی ایک باقاعدہ یادداشت بھی رکھتے تھے جو ممکن ہے اب تک کہیں موجود ہو گو بعض اہل برادری نے تاریخی کتب اور معمر بزرگوں سے تحقیق کر کے سلسلہ نسب کو حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے ملا دیا ہے لیکن ہم لوگ دراصل شیخ مشہور ہیں اور والدہ صاحبہ مرحومہ نے فرمایا تھا کہ شیخ قریشی ہیں۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔ والد صاحب مرحوم و مغفور بھی اپنے کو شیخ لکھا کرتے تھے اور دادا صاحب مرحوم شیخ حبیب اللہ صاحب تھے۔ اور بعض دیگر پرانے اجداد کے ناموں کے ساتھ بھی شیخ کا لفظ مجھ کو سنا ہوا اور شجرہ میں لکھا ہوا اچھی طرح یاد ہے مثلاً شیخ امان اللہ وغیرہ اور اکثر اہل برادری میں ناموں کے ساتھ بزرگوں کے زمانہ سے شیخ لفظ استعمال ہوتا ہوا برابر چلا آرہا ہے۔ والدہ صاحبہ مرحومہ قاضیوں کے خاندان کی تھیں اور بعض اہل برادری جو پرانے زمانہ سے سید مشہور چلے آتے ہیں ان سے بھی ہم لوگوں کی رشتہ داریاں ہیں۔

besturdubooks.wordpress.com

سب سے بڑا اشرف:

الحمدللہ سب سے بڑا شرف جو احقر کو بفضلہ تعالیٰ حاصل ہے وہ یہ ہے کہ حضرت اشرف المخلوقات علیہ الوف الصلوات والتحیات جیسے اشرف الرسل کی امت مسلمہ میں ہوں اور حضرت اشرف الزمن جیسے اشرف المشائخ کے ارادتمندوں میں ہوں۔ بقول احقر۔

ہے احد معبود اپنا اور نبی خیر الوریٰ　　　شیخ بھی ہے قطب دوراں میں تو اس قابل نہ تھا

قطعہ

کیا میرے گناہوں کا اللہ ٹھکانا ہے　　　اور ہائے غضب اک دن منہ تجھ کو دکھانا ہے

کر رحم کہ نسبت ہے سرکارِ دو عالم سے　　　اور اس سے میں بیعت ہوں جو قطب زمانہ ہے

اور شرف بر شرف اب الحمدللہ یہ حاصل ہو گیا ہے کہ اس اشرف السوانح کی بدولت ان شاء اللہ تعالیٰ اس مصرعہ کا مصداق ہو جاؤں گا۔ ع

ثبت است برجریدہ عالم دوامِ ما

جہان کے صفحہ پر ہمارا ہمیشہ رہنا لکھا ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ احقر کے ان سب شرفوں کو سلامت رکھے اور ایمان کامل پر خاتمہ فرما کر جنت الفردوس میں ابدالآباد اپنے قرب و دیدار کے شرف سے مشرف فرمائے رکھے آمین ثم آمین۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز بحوائے ارشاد حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ

تو مگو مارا بداں شہ بار نیست　　　با کریماں کارہا دشوار نیست

تو یہ نہ کہہ کہ ہم بُروں کی بادشاہ کے ہاں کوئی قیمت نہیں ہے، سخی لوگوں پر کوئی کام مشکل نہیں ہوتا۔

تالیف اشرف السوانح کا شرف مجھ جیسے ناکارہ آوارہ کو حاصل ہو جانا محض موہبت خداوندی ہے۔

ورنہ

کہاں میں اور کہاں یہ نکہتِ گُل　　　نسیم صبح تیری مہربانی، فالحمدللہ حمداً کثیراً

اشرف السوانح کی تالیف:

اس کے اسباب ایسے مجتمع ہو گئے کہ جن کا پہلے سے کسی کو گمان بھی نہ تھا۔ احقر نے قبل از

besturdubooks.wordpress.com

وقت پنشن کے قواعد کو غلط سمجھ کر پنشن کی درخواست دے دی جو نامنظوری ہوگئی لیکن چونکہ اس سلسلہ میں اس کی تحقیق ہوگئی تھی کہ میں نصف تنخواہ پر دو سال چار ماہ کی رخصت کا مستحق ہوں مجھے بعد نامنظوری درخواست پنشن دفعۃً یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر پنشن نہ مل سکی تو کم از کم اتنے دن کی رخصت ہی لے لوں کیونکہ اگر پنشن ہو جاتی تو اس وقت بھی نصف ہی تنخواہ بلکہ شاید نصف سے بھی کم ملتی۔ لہٰذا میں نے فوراً دو سال چار ماہ کی رخصت کی درخواست دے دی جو بفضلہٖ تعالیٰ منظور ہوگئی اور میں نے ہمیشہ اس کا تجربہ کیا کہ جب کبھی حضرت والا کی خدمت میں حاضری کے لئے درخواست دی وہ باوجود قوی موانع کے بھی ہمیشہ منظور ہی ہوگئی۔ درخواست سے قبل میں نے ویسے ہی محض فال نیک لینے کی غرض سے جس کی بشرط صحت عقیدہ یعنی عدم اعتقاد جازم شرعاً اجازت ہے حضرت حافظ علیہ الرحمۃ کے دیوان کو کھولا تو سر صفحہ پر یہ اشعار نکلے۔

درخم زلف تو آویخت دل از چاہ زنخ — آہ کز چاہ بروں آمد و در دام اُفتاد

تیری ٹھوڑی کے کنوئیں سے پھسل کر میرا دل تیری زلف کے پیچ میں لٹک گیا ہے، افسوس کہ میں کنوئیں سے نکل آیا ہوں اور درد شروع ہو گیا ہے۔

آں شدائے خواجہ کہ درصومعہ بازم بینی — کارما بارخ ساقی ولب جام افتاد

وہ ہوگیا ہے اس لئے اے شیخ تو مجھے پھر بت خانے میں دیکھے گا، مجھے ساقی کے چہرے اور جام کے لبوں سے کام پڑ گیا ہے۔

من زمسجد بخرابات نہ خود اُفتادم — اینہم از روزِ اول حاصل فرجام اُفتاد

میں خود مسجد سے میخانے میں نہیں گیا، پہلے دن ہی سے ہمارے انجام کا حاصل یہی نکلا تھا۔

حسن اتفاق سے بس ہو بہو وہی ہوا جو ان شعروں کا حاصل ہے یعنی میں نے تو چاہا تھا کہ ملازمت کی قید سے نکل کر یکسوئی کے ساتھ حضرت والا کی خدمت میں حاضر رہ کر خوب اللہ اللہ کروں گا لیکن یہاں آ کر کچھ ہی عرصہ کے بعد بلا شان وگمان منجانب اللہ دفعۃً اشرف السوانح کا کام چھڑ گیا جس کی وجوہ ودواعی تمہید سوانح میں عرض کی جا چکی ہیں اور پھر یہ کام اتنا پھیلا اتنا پھیلا کہ ساری رخصت ہی اس میں تمام ہوگئی۔ اور مذکورہ بالا اشعار میں سے پہلے شعر کا یہ مصرعہ حرف بہ حرف صادق آ گیا (ع) آہ کز چاہ بروں آمد و در دام اُفتاد۔ کیونکہ میں ایک بالکل لا اُبالی۔ آزاد مزاج۔ آشفتہ خیال اور دماغی کام سے کوسوں بھاگنے والا اور جان چرانے والا شخص ایسے طویل علمی منظم اور مسلسل کام میں آ پھنسا جو واقعی میرے لئے ایک

besturdubooks.wordpress.com

دام ہی تھا لیکن الحمدللہ دام محبوب تھا بخلاف قید چاہ کے یعنی بمقابلہ ملازمت کی قیود کے۔

چنانچہ جب میں نے قبل شروع رخصت حضرت والا کی خدمت میں بحوالہ مصرعہ مذکورہ بالا اپنے عریضہ میں ایک گونہ تشویش سی لکھی کہ کہیں چھٹی لے کر خدانخواستہ کسی دام بلا میں تو گرفتار نہ ہو جاؤں گا تو حضرت والا نے اسی عنوان سے تسلی فرمائی تھی کہ اس دام سے دام محبت مراد ہے جو بہت محبوب دام ہے اور اس شعر کا مصداق ہے۔

اسیرش نخواہد رہائی زبند　　　شکارش بخوید خلاص از کمند

اس کا قیدی قید سے رہائی نہیں چاہتا، اس کا شکار جال سے نجات نہیں چاہتا۔

اس وقت اس اشرف السوانح کے کام کا کہیں وہم وگمان بھی نہ تھا۔ یہ تو اوپر کے شعروں میں سے پہلے شعر کے متعلق کلام ہوا اور دوسرے شعر میں تو گویا احقر کا نام تک موجود ہے یعنی لفظ خواجہ اور اس کا مصرعہ

ع　کارما بارخِ ساقی ولبِ جام اُفتاد

ہمیں ساقی کے چہرے اور جام کے لبوں سے کام پڑ گیا ہے۔

تو گویا بالکل صریح ہے کیونکہ رات دن حضرت والا اور انضباط ملفوظات حضرت والا ہی سے کام رہا اور تیسرا شعر یعنی ۔

من زمسجد بخرابات نہ خود اُفتادم　　　اینہم ازروزِ اول حاصل فرجام اُفتاد

میں خود مسجد سے میخانے میں نہیں گیا، پہلے دن ہی سے ہمارے انجام کا حاصل ہی یہی نکلا تھا۔

بھی بالکل صریح ہے کیونکہ قصد تو تھا رات دن اللہ اللہ کرنے کا جو گویا مسجد کا کام ہے لیکن وقت گزر گیا سوانح کے کام میں اور گو یہ کام بوجہ اس کے کہ اس کا نفع متعدی ہے اور دوسرے کام سے جن کا نفع لازم ہے۔ افضل ہو لیکن مقصودیت کے لحاظ سے اور ظاہر میں تو وہی افضل ہے نیز سوانح کا کام عشق ومحبت کا کام تھا جس کو حضرت حافظؒ اپنی اصطلاح میں خرابات سے تعبیر فرماتے ہیں۔ اسی طرح دوسرے مصرعہ کو میں اس پر محمول کرتا ہوں کہ روز ازل ہی سے اللہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ اشرف السوانح مرتب ہو کر سالکین کے لئے مشعل راہ کا کام دے اور قیامت تک کے لئے محفوظ ہو جائے جس کا غیب سے سامان ہو گیا۔ غرض یہ شرف احقر کی قسمت میں ازل ہی سے لکھ دیا گیا تھا۔ فالحمدللہ حمداً کثیراً وافراً اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

اسی طرح جب احقر پنشن اور رخصت کے متعلق سلسلہ جنبانی کر رہا تھا تو بعض خیر خواہوں

besturdubooks.wordpress.com

نے اس امید پر ممانعت کی کہ ممکن ہے کہ اس درمیان میں ترقی ہو کر انسپکٹری کا نمبر آجائے لیکن چونکہ اب محکمہ کی طرف سے زیادہ تر ایسے لوگ انسپکٹر بنائے جانے لگے ہیں جو انگلستان ہو آئے ہوں اس لئے میں نے مزاحاً کہا کہ بھائی اب تو انگلستان کے واپس شدہ انسپکٹر ہوتے ہیں اور میں مکہ مدینہ کا واپس شدہ ہوں میں کیوں ہونے لگا، اس کے بعد میں نے حضرت حافظؒ کا دیوان کھولا تو ذیل کی غزل نکلی جو پوری کی پوری بہت ہی حسب موقع اور حسب حال تھی جس سے مجھ کو حیرت ہوگئی اور اطمینان ہوگیا اس غزل کے صرف شروع کے دو شعر تو صفحہ ماسبق پر تھے اور تیسرا شعر سرِ صفحہ پر تھا جو سب سے زیادہ حسب حال تھا اور بقیہ شعر اس کے بعد تھے۔ وہ غزل یہ ہے۔

غزل

دلا رفیق سفر بخت نیک خواہت بس　　　نسیم روضۂ شیراز پیک راہت بس

اے دل اچھا بخت تیرے سفر کا ساتھی ہے، شیراز کے باغ کی بادِ صبا تیرے راستہ میں ہو۔

دگر ز منزل جاناں سفر مکن درویش　　　کہ سیرِ معنوی و کنج خانقاہت بس

اے درویش پھر محبوب کے گھر سے سفر نہ کرنا کیونکہ تیرے لئے معنوی سیر اور خانقاہ کا کونہ کافی ہے۔

بصدر مصطبہ بنشین و ساغرے نوش　　　کہ ایں قدر ز جہان کسب مال و جاہت بس

شراب خانہ کی صدارت کر اور شراب پی، تیرے لئے دنیا کا یہی مال و مرتبہ کافی ہے۔

زیادتے مطلب کار بر خود آسان کن　　　کہ شیشۂ صاف و بت چو ماہت بس

زیادہ کی طلب نہ کر، اپنے اوپر کام آسان کر کہ صاف شراب کا جام اور چاند جیسا محبوب کافی ہے۔

فلک بمردم نادان دہد زمامِ مراد　　　تو اہل دانش و فضلی ہمیں گناہت بس

آسمان بے سمجھ آدمی کو اس کی مراد کی باگ دیتا ہے، تو علم و فضل والا ہے تجھے یہی گناہ کافی ہے۔

دگر کمیں بکشاید غمے ز کشور دل　　　حریمِ درگہِ پیر مغاں پناہت بس

غم دل کی سلطنت کی ایک اور پناہ گاہ کھولتا ہے، تیرے لئے پیر مغاں کی دربارہ کے حرم کی پناہ کافی ہے۔

ہوائے مسکنِ مالوف و عہدِ یارِ قدیم　　　ز رہرواں سفر کردہ عذر خواہت بس

پیدائشی وطن اور پرانے محبوب کے زمانے کی ہوا …………

besturdubooks.wordpress.com

بمنت دگراں خو مکن کہ در دو جہاں　　　رضائے ایزد و انعام پادشاہت بس

.... اللہ کی رضا اور بادشاہ کا انعام تجھے کافی ہے۔

بیچ ورد دگر نیست حاجت اے حافظ　　　دعائے نیم شب و ردِ صبحگاہت بس

اے حافظ کسی اور وظیفے کی ضرورت نہیں ہے، آدمی رات کی دعا اور سحری کے وقت کا ورد کافی ہے۔

حضرت حافظ علیہ الرحمتہ کے منقولہ بالا اشعار تو محض تفریحاً و ہدیہ ناظرین کے گئے ہیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے غیب سے ایسے سامان مہیا کر دیئے کہ باوجود انواع و اقسام کے موانع کے اشرف السوانح اس ارذل الخلائق کے ہاتھوں بحمد اللہ تعالیٰ تکمیل کو پہنچ گئی۔

بشارتیں:

دوران تحریر سوانح میں احقر نے اعلیٰ حضرت شیخ العرب والعجم حاجی صاحب قدس سرہ العزیز کو خواب میں دیکھا کہ حضرت والا کے متعلق فرما رہے ہیں کہ ان سے کہہ دینا کہ شملہ جانے کی اجازت ہے۔ احقر کے ذہن میں اس کی یہ تعبیر آئی تھی کہ اشرف السوانح کے مرتب کرا دینے کی اجازت ہے کیونکہ یہ بھی ایک صورت عروج کی ہے اور اس میں شملہ بمقدار علم کا ایک ظاہری نکتہ بھی ہے۔ اسی دوران میں ایک بار حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادی رحمتہ اللہ علیہ کو بھی خواب میں یہ فرماتے دیکھا کہ تمہارے پیر تو بڑے بھاری شیخ ہیں۔ اس خواب کی تفصیل کسی موقع پر اشرف السوانح میں بھی عرض کی جا چکی ہے۔

ان سب حالات و واقعات سے امید ہوتی ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ اشرف السوانح بہت مقبول اور نافع ہوگی۔

حضرتِ والاؒ کی طرف سے انعام:

حضرت والا نے ختم اشرف السوانح پر از راہ ذرہ نوازی اس احقر کو علاوہ دعاہائے فراواں کے ایک کلاہ بھی مرحمت فرمائی ہے جس پر خود ہی یہ شعر تصنیف فرما کر کشیدہ کرا دیا ہے۔

سندے برائے جامع آں اشرف السوانح　　　کز حسن جا گرفتہ در قلب و در جوانح

اس کے مرتب کے لئے یہ اشرف السوانح سند ہے (یا یہ اس اشرف السوانح کے جامع

besturdubooks.wordpress.com

کیلئے ایک سند ہے) کہ اس نے اپنے حسن کی وجہ سے دل وجان میں مقام حاصل کر لیا ہے۔

اس پر احقر بصد ادب عرض کرتا ہے۔

للعارف الشیرازیؒ

من کہ باشم کہ براں خاطر عاطر گذرم لطفہا میکنی اے خاک درت تاج سرم

میں کون ہوں کہ اس کے معطر خیالات میں آؤں، اے وہ کہ تیرے در کی خاک میرے سر کا تاج ہے تو مجھ پر بڑے کرم کرتا ہے۔

للشیخ الشیرازیؒ

کلاہ گوشہ دہقاں بآفتاب رسید کہ سایہ برسرش انداخت چوں تو سلطانے

کسان کی ٹوپی کا کنارہ سورج تک پہنچ گیا کہ اس پر تجھ جیسے بادشاہ نے سایہ ڈالا ہے۔

اللہ تعالیٰ قبول و نافع فرمائے۔ اس میں شان تصنیف یعنی نظم و ترتیب حضرت والا ہی کی ہدایات کی بدولت پیدا ہوئی ہے ورنہ مجھے تصنیف کا کیا سلیقہ تھا بس اب احقر ان اشعار کو پڑھتا ہوا رخصت ہوتا ہے۔

بماند سالہا این نظم و ترتیب کہ ہستی رانمی بینم بقائے

یہ نظم اور ترتیب سالوں تک رہے گی، میں اپنی ہستی کیلئے تو باقی رہنا نہیں دیکھتا۔

مگر صاحب دلے روزے برحمت کند در حق مسکیناں دعائے

شاید کہ کوئی دل والا مہربانی کر کے کسی دن، ہم مسکینوں کے حق میں دعا کر دے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

تمت بحمد اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

خاتمۃ السوانح

از: مؤلف اشرف السوانح

ضروری تنبیہ: چونکہ حضرت صاحب السوانح رحمۃ اللہ علیہ کی نظر اصلاحی کے شرف سے یہ خاتمۃ السوانح بخلاف اشرف السوانح کے محروم ہے۔ اس لیے اگر اس میں کوئی بات خلاف تحقیق نظر آئے وہ اس بے علم و بے مایہ نااہل و ناکارہ کی یاد یا نقل یا ناواقفیت یا فہم وغیرہ کی کوتاہی سمجھی جائے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ہرگز منسوب نہ کی جائے کہ وہ ذات والا صفات ایسی باتوں سے کہیں بالا اور ارفع و اعلیٰ تھی۔ فقط

امّا بَعْدُ: یہ خستہ و شکستہ خاطر گرفتہ و طبع بستہ، نم دیدہ و دل تپیدہ، غم کشیدہ و آفت رسیدہ، ناکارہ و آوارہ، بیکس و بیچارہ، بے یار و مددگار، زار و نزار، سینہ فگار، مبتلائے رنج و محن، راجی رحمت ذوالمنن احقر الزمن خواجہ عزیز الحسن حفظہ اللہ تعالیٰ من جمیع الفتن ما ظہر منہا و ما بطن، وارد حال تھانہ بھون عرض پرداز ہے۔

کہ ایک تو وہ زمانہ تھا جب اس نااہل و نابلد نے اشرف السوانح بصد ذوق و شوق مرتب کی تھی اور ایک یہ دن ہے کہ آج اس کا خاتمہ بہزار حسرت و یاس لکھنے بیٹھا ہے۔ یعنی اس

www.ahlehaq.org

سانحہ فاجعہ کی قدرے تفصیل جس نے سارے جذبات ذوق وشوق ہی کا خاتمہ کر دیا۔ اور ساری اُمنگیں ہی فنا کر دیں۔

آہ کس قلم سے لکھوں اور کس دل سے مطلع کروں کہ حضرت اقدس حکیم الامۃ مجدد الملۃ قطب العالم اشرف الاولیاء شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ العزیز اس سرائے فانی اور قیامگاہ عارضی کو بیاسی سال تین ماہ گیارہ دن اپنے وجود باوجود سے مشرف فرمانے کے بعد بالآخر سولہ رجب المرجب سنہ تیرہ سو باسٹھ ہجری شب سہ شنبہ یعنی انیس اور بیس جولائی سنہ انیس سو تینتالیس عیسوی (۱۹۴۳ء) کی درمیانی شب کو دھوپ گھڑی کے حساب سے ٹھیک دس بجے اور بلحاظ نئے انگریزی وقت کے تقریباً ساڑھے گیارہ بجے بعد نماز عشاء اپنی دائمی آرام گاہ جنت الخلد کو رحلت فرما گئے۔ اور اپنے بے شمار محبین کو ترستا اور تڑپتا چھوڑ کر اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

گو اس واقعہ قیامت خیز اور حادثہ حسرت انگیز پر قلم اٹھانا اور اس کو حیز تحریر میں لانا طبعاً سخت شاق ہے لیکن عقلاً و مصلحۃً خدام و معتقدین حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خاطر غمگین کی تسلی کی غرض سے جن کی بیتابانہ اور والہانہ فرمائشیں چاروں طرف سے آ رہی ہیں۔ بالخصوص ان خدام کی جو بوقت رحلت موجود نہ تھے، نیز خود اپنی دل کی بھی بھڑاس نکالنے کے لیے مجبوراً دل پر پتھر رکھ کر بقول:[1]

مرا دردیست اندر دل اگر گویم زبان سوزد | وگر دم در کشم ترسم کہ مغز استخواں سوزد

بہت اختصار کے ساتھ بقدر ضرورت کچھ حالات وفات حسرت آیات لکھ کر شائع کیے جاتے ہیں۔ کیونکہ فرداً فرداً کس کس کو کہاں کہاں اطلاع دی جا سکتی ہے۔ نیز یہ مصلحت بھی پیش نظر ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ یہ حالات سبق آموز و غم افزا علاوہ بصیرت افروز ہونے کے غمزدہ دلوں کی بھڑاس نکال کر باعث سکون بھی ہو جاویں گے۔ اور جراحت قلب پر ایک تیز مرہم کا سا کام دیں گے، جو پہلے تو اضطراب پیدا کرتا ہے پھر سکون۔[1]

دے دارم خزینے داد خواہے | کنوں سر میکنم حرفے و آہے
نماند امروز کس غمخوار ایں بیمار سودائی | فغاں از بیکسی، فریاد از بیداد تنہائی

---

[1] قطعہ از نظم فارسی مولانا محمد شفیع صاحب مفتی دیوبند ۱۲

حکیم الامت رفت و من وارفتہ حیرانم ۔۔۔ کہ نتواں پیش کس بردن چنیں حال پریشانم
مریضم مبتلائے دل کجا جویم دوائے دل ۔۔۔ کجا یابم شفائے دل زعتہا تے پنہانم

اصل مرض وفات ضعف معدہ اور ورم جگر تھا جس کے آثار یہ تھے کہ کبھی قبض لاحق ہو جاتا جس سے حضرت اقدس کو سخت الجھن اور اذیت ہوتی اور کبھی دستوں کے دورے ہونے لگتے جس سے شدید ضعف ہو جاتا۔ علاوہ بریں مختلف اعضاء پر ورم بھی رہنے لگا تھا۔ آخر زمانہ میں اشتہا مفقود ہوگئی تھی اور اکثر اوقات غنودگی کا عالم طاری رہنے لگا تھا ان میں سے اکثر شکایات کم وبیش تقریباً پانچ سال متواتر رہیں۔ اس عرصہ میں علاج برابر جاری رہا۔ جس کے سلسلہ میں ایک بار سہارنپور اور دو بار لکھنؤ بھی معتد بہ مدت تک قیام فرمایا۔ مختلف طبیب بھی بدلے جنہوں نے نہایت دلسوزی اور والہانہ توجہ سے علاج کیا کیونکہ ان میں اکثر معتقدین جانثار ہی تھے لیکن اگر کبھی افاقہ ہوا تو محض عارضی ہوا۔ مرض کا استیصال کلی کسی علاج سے نہ ہوسکا۔ بالآخر نوبت بایں جا رسید کہ سقوط اشتہا کے باعث غذا تقریباً بالکل متروک ہوگئی اور روز بروز بڑھتا ہی چلا گیا۔ اس کی جانب حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ بار بار معالجین کی توجہ منعطف فرماتے رہے۔ اور اس عنوان سے کہ جب یہ حالت ہے تو اس کا انجام سوچ لیا جائے گو میں تو اس انجام کے لیے بھی تیار ہوں لیکن گوش گزار کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔

آخر میں باوجود انتہائی ضعف کے لکھنؤ کے طویل سفر کا پھر قصد فرمایا لیکن اتنے میں دستوں کا آخری دورہ شروع ہوگیا جس کا امتداد نہایت اشتداد کے ساتھ تقریباً ایک ماہ تک رہا اور جس نے رفتہ رفتہ بالکل صاحب فراش کر کے سفر کا امکان ہی منقطع کر دیا۔ اس دوران میں وہ چند مرغوبات بھی چھوٹ گئیں جو کسی درجہ میں قوت پہنچاتی رہتی تھیں۔ اس حالت کے متعلق وفات سے چند ہی روز قبل حاضرین خاص سے فرمایا کہ اب تو کسی چیز کی بھی رغبت نہیں رہی بس خواجہ صاحب کا یہ شعر حسب حال ہے ۔

ہر تمنا دل سے رخصت ہوگئی ۔۔۔ اب تو آجا اب تو خلوت ہوگئی

پھر اس شعر کی بہت تعریف فرماتے رہے۔ یہ شعر حضرت اقدس کو بوجہ اپنے حسب حال ہونے کے اس درجہ پسند تھا کہ ایک بار احقر سے مزاحاً فرمایا کہ اگر میرے پاس اتنی رقم ہوتی تو

www.ahlehaq.org

میں ایک لاکھ روپیہ آپ کو اس شعر کا انعام دیتا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ جب کبھی مجھ کو یہ شعر یاد آ جاتا ہے تو بلا کم از کم تین بار پڑھے سیری نہیں ہوتی۔ اس سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے تعلق مع اللہ اور دنیا سے بے تعلقی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کیونکہ انہیں دونوں کا ذکر اس شعر میں ہے۔ غرض جب لکھنؤ کے سفر کی قوت ہی نہ رہی تو لکھنؤ کے خدام خاص کے اصرار پر وہاں کے وہ طبیب حاذق شفاء الملک جناب حکیم عبدالمجید صاحب جن کے علاج سے گذشتہ قیام لکھنؤ میں افاقہ ہوا تھا وفات سے ایک ہفتہ قبل بلوا لیے گئے تھے لیکن اس وقت متواتر دستوں اور ایک عرصہ سے غذا متروک ہو جانے کی وجہ سے گھل گھل کر یہ نوبت پہنچ چکی تھی۔

مریض محبت میں اب کیا دھرا ہے جو باقی ہیں سانس وہ آ جا رہے ہیں

لیکن باایں ہمہ حضرت اقدس قدس سرہ العزیز کی قوت قدسیہ ایسی کارفرما تھی کہ باوجود صرف پوست و استخواں رہ جانے کے جس وقت غنودگی سے چونکتے ہوش و حواس، تدبر و انتظام، تحقیق و تدقیق، ہمہ گیری و رسائی، فکر استحکام و اصابت رائے وغیرہ وغیرہ جملہ خصوصی اوصاف حضرت والا اپنے اسی بے نظیر امتیازی شان سے نمودار ہونے لگتے جو بحالت صحت ہمیشہ سے تھی۔ بس صرف آواز کی پستی کا فرق ہوتا۔ ان حالات میں آخر وقت تک نہ صرف خدام و متعلقین ہی بلکہ طبیبوں کو بھی افاقہ کا دھوکہ رہا، گو دو چار روز سے چہرہ اقدس پر بھی جس کو اس سے قبل ہمیشہ انتہائی ضعف و علالت کی حالت میں بھی جو بصد رعب و داب و ہیبت شاہانہ ہی دیکھا گیا۔ ضعف کی خاص حالت تھی، اس سے مایوسی کے بھی خیالات آنے لگے تھے خود حضرت اقدس نے بھی اس زمانہ میں بعض اوقات فرمایا کہ گو جسمانی تکلیف ہے لیکن الحمدللہ طبیعت منشرح ہے ایک بار فرمایا کہ کبھی کبھی خیال کرتا ہوں کہ بیکار تو پڑا ہی ہوں لاؤ لیٹے لیٹے کچھ ذکر اللہ ہی کروں لیکن ضعف اس قدر ہے کہ زبان اٹھتی ہی نہیں گو الحمدللہ قلب سے تو ذکر کرتا رہتا ہوں۔ ایک دن بعد عصر آنکھیں بند کیے حسب دستور کروٹ لئے ہوئے لیٹے تھے۔ ہم لوگ سمجھے کہ غنودگی میں ہیں مولوی جمیل احمد صاحب نے کچھ استفسار کسی غذا کے متعلق کیا تو جھنجھلا کر آنکھیں بند کیے ہوئے فرمایا کیا واہیات ہے ایک مشغول آدمی کو اپنی متوجہ کرنا۔ اب سوچوں اور جواب دوں۔ ایسی باتوں کا بہت خیال چاہیے۔ مولوی

www.ahlehaq.org

صاحب نے عرض کیا بہت اچھا۔ اس پر اپنے مخصوص طرز تنبیہ میں فرمایا کہ ہمیشہ یہی جواب ملتا ہے کہ بہت اچھا لیکن عمل کبھی نہیں ہوتا۔ تدقیق و رسائی فکر کا برابر یہ عالم رہا کہ صرف دو چار روز قبل وفات ایک منی آرڈر تین سو روپیہ کا آیا اس میں لکھا تھا کہ میں نے ایک منت مانی تھی کہ میرے کاروبار میں کامیابی ہوگی تو تین سو روپیہ (۳۰۰) حضور کی خدمت میں بھیجوں گا۔ چنانچہ مجھے بفضلہ تعالیٰ کامیابی ہوئی۔ اس لیے مبلغ تین سو روپیہ خدمت میں بھیجتا ہوں۔ آپ مالک ہیں کہ جہاں چاہیں صرف فرمائیں۔ کچھ اسی قسم کا مضمون تھا احقر بھی اس وقت حاضر تھا اور منتظر تھا کہ دیکھئے یہ منی آرڈر وصول کیا جاتا ہے یا واپس ہوتا ہے کیونکہ حضرت کا ہمیشہ یہ معمول تھا کہ اگر ذرا بھی ایہام یا ابہام یا اور کوئی بات خلاف اپنے معمول کے ہوتی تو منی آرڈر کے فارم پر وجہ لکھ کر فوراً واپس فرمادیتے۔ چنانچہ باوجود صاحب فراش ہوجانے کے قلمدان منگوا کر لیٹے لیٹے اس پر خود اپنی ناتواں انگلیوں سے سنبھال سنبھال کر بدقت تمام یہ عبارت لکھ کر واپس فرمادیا کہ پہلے تو تم نے لکھا ہے کہ آپ مالک ہیں بعد کو اختیار خرچ کرنے کا دیا ہے اور یہ صیغہ توکیل کا ہے چونکہ مالک بنانے میں اور وکیل بنانے میں شرعاً فرق ہے لہٰذا واپس کیا جاتا ہے۔ الفاظ اچھی طرح محفوظ نہیں لیکن مضمون کچھ اسی قسم کا تھا۔ ڈاکخانہ والے بھی جن میں بعض عیسائی اور ہندو بھی تھے سخت تعجب کر رہے تھے کہ اول تو ہم نے کسی کو اس طرح منی آرڈر واپس کرتے دیکھا ہی نہیں اور یہاں روز واپس ہوتے ہیں پھر اتنی طویل اور ایسی سخت بیماری اور ایسی سخت ضعف کے عالم میں بھی ایسی ایسی باریک باتوں، اور ایسے ایسے باریک فرقوں کی طرف ذہن کا چلا جانا سوائے اس کے کہ قوت روحانی ہے اور کچھ سمجھ میں نہیں آتا کیونکہ یہ صرف قوت دماغی سے تو بظاہر بعید ہے یہ بھی تعجب کر رہے تھے کہ اس احتیاط کا کیا ٹھکانا ہے کہ محض اس ابہام پر کہ ممکن ہے وکیل بنانا مقصود ہو مالک بنانا مقصود نہ ہو گو بظاہر غالب قرائن قریب بہ یقین اسی کے تھے کہ مالک بنانا مقصود تھا۔ پھر بھی ذرا سے شبہ پر اتنی بڑی رقم بلا ادنیٰ تامل واپس فرمادی، ہدایا کے متعلق جتنی احتیاط حضرت کے یہاں دیکھی بہت کم دیکھنے میں آئی اس کا سبب زیادہ تر غیرت تھی۔ چنانچہ خود فرمایا کرتے تھے کہ میں زیادہ متقی پرہیزگار تو ہوں نہیں۔ ہاں طبیعت میں اللہ تعالیٰ نے غیرت

www.ahlehaq.org

رکھ دی ہے۔ جناب حکیم عبدالحمید صاحب مالک ہمدرد دواخانہ دہلی نے جو اسی علالت کے زمانہ میں اول ہی بار زیارت کے لیے حاضر ہوئے تھے اس سے پہلے ان سے تعلقات نہ تھے۔ اپنے دواخانہ کا شربت بھیجا۔ بجائے اس کو ہدیۃً قبول فرمانے کے قیمتاً رکھ لیا۔ اس کی قیمت لانے والے کو دے دی بعد کو انہوں نے بذریعہ اجازت نقد یا دوا کی صورت میں ہدیہ بھیجنے کی چاہی۔ جس کا جواب یہ لکھوایا کہ آپ کی محبت کا ممنون ہوں اور احسان کے ارادہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں لیکن اس کا حل سمجھ میں نہیں آیا اگر آپ سمجھے ہوں آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ میں آپ کی کوئی خدمت نہیں کر سکا اور اب تو میں خدمت کے قابل نہیں رہا۔ پھر میں آپ کا ہدیہ قبول کر کے اپنے دل کو کیا سمجھاؤں، پھر زبانی فرمایا کہ اگر آخر میں انکار ہی رہا تو بتدریج انکار ناگوار نہ ہوگا اور اگر قبول ہوا تو ان کو زیادہ مسرت ہوگی۔

باوجود انتہائی ضعف کے ذہن کا باریک باریک باتوں کی طرف بھی چلے جانے کا ایک اور عجیب واقعہ یاد آیا۔ حضرت اقدس کا معمول تھا کہ سرمہ لگانے کے بعد ایک چھوٹی سی چمچی میں چند قطرے دودھ کے ڈال کر اور سلائی کو اس سے تر کر کے آنکھوں میں لگایا کرتے تھے۔ کسی طبیب نے مفید ہونا بتلایا ہوگا۔ حاجی بندو ملازم جناب نواب صاحب باغپت جو نواب کی اجازت سے خدمت کے لیے آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے اس کے متعلق خدمت کو انجام دیا۔ جب حضرت اقدس نے بعد فراغ اس چمچی کو واپس فرمایا تو چونکہ وہ دودھ بہت کم مقدار میں تھا یعنی صرف چند قطرے ہی تھے۔ نیز اس میں آنکھوں کے سرمے اور آنسوؤں کی تری کا بھی اثر آ گیا تھا جس سے اکلاً قابل استعمال بھی نہ رہا تھا اس لیے انہوں نے اس کو پھینک دیا۔ تھوڑی دیر بعد جب حضرت کو خیال آیا تو دریافت فرمایا کہ وہ دودھ کیا ہوا انہوں نے عرض کیا کہ حضرت پھینک دیا۔ فرمایا کہ فضول ضائع کیا۔ طوطا ہی پی لیتا (گھر میں طوطا پلا ہوا ہے) اس بیکار دودھ کا بھی کیسا صحیح مصرف ذہن رسا اور فکر صائب نے تجویز فرما لیا۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی ذرا سی نعمت کا بھی ضائع کرنا مجھے نہایت گراں گزرتا ہے۔ اور واقعی حضرت کا یہ معمول رات دن مشاہدہ میں آتا تھا کہ بالکل ردی چیزوں کو بھی حتیٰ کہ کسی پیکٹ یا پارسل میں ذرا سی سُتلی یا تاگا اوپر کا لپٹا ہوا کاغذ بھی ہوتا تو اس کو بھی

www.ahlehaq.org

بحفاظت رکھ لیتے، جو وقت پر بہت کام آتا۔ شان تدقیق کے ظہور کا میرے نزدیک سب سے زیادہ حیرت انگیز موقع وہ تھا کہ آخری غشی اور انتقال سے تھوڑی ہی دیر پہلے دریافت فرمایا کہ مغرب میں کیا دیر ہے عرض کیا گیا کہ دس منٹ ہیں فوراً مکرر استفسار فرمایا کہ وقت کے آنے میں یا وقت کے جانے میں اللہ اکبر آخر وقت تک بھی وہی شان تدقیق رہی جو مدت العمر علوم و معارف کی طرف منعطف ہو ہو کر کیسے کیسے دقائق وحقائق ظاہر کرتی رہی جن سے حضرت اقدس کی تصانیف بھری پڑی ہے۔

نیز اس انتہائی عالم ضعف والخطاط میں خطوط کو سن کو جو جوابات زبانی لکھواتے رہے ان سے بھی سننے والوں کو حیرت پر حیرت ہوتی تھی کہ ہر مضمون ہر لحاظ سے نہایت جامع مانع اور سارے ضروری پہلوؤں کو بالکل حاوی ہوتا۔ حالانکہ درمیان میں غنودگی بھی طاری ہو ہو جاتی لیکن جب افاقہ ہوتا پھر لکھوانا شروع فرما لیتے اور تسلسل میں ذرا فرق نہ آنے پاتا۔ اس پر ایک واقعہ یاد آیا۔ ایک مصیبت زدہ بی بی کے جو حضرت اقدسؒ کے کانپور کے زمانہ کے دیرینہ معتقد بلکہ دوست کی بیٹی تھیں ایک نہایت دردناک خط کو بہت طویل اور متعدد مختلف مضمونوں اور درخواستوں پر مشتمل تھا پورا سنا گو ہم لوگوں کے گمان میں کبھی کبھی غنودگی سی بھی طاری ہوگئی لیکن جب اس کا یکجائی جواب لکھوایا تو سننے والے حاضرین مجلس کو حیرت ہوگئی کیونکہ کوئی جز ایسا نہ چھوڑا جس کا جواب نہ لکھا دیا ہو اور وہ بھی نہایت شفقت آمیز تسلی بخش، مؤثر، جامع مانع اور باربط۔ دورِ غنودگی میں اس درجہ حاضر دماغی اللہ اکبر۔ ایسے ہی حالات کو دیکھ کر جناب حکیم خلیل احمد صاحب سہارنپوری نے جو حضرتؒ کے معالج تھے یہ فرمایا کہ یہ غنودگی طبی نہیں ہے بلکہ ظاہراً استغراق اور توجہ الی اللہ سے ناشی معلوم ہوتی ہے کیونکہ ہم نے بہت سے مریض غنودگی والے دیکھے ہیں ان پر غنودگی سے افاقہ کے بعد بھی کچھ اثر اس کا باقی رہتا ہے۔ دماغ کچھ پھولا پھولا سا رہتا ہے اور یہاں یہ حال ہے کہ خود غنودگی سے ہوشیار ہونے سے ہوشیار ہوئے تو پھر دماغ پر غنودگی کا کوئی اثر ہی محسوس نہیں ہوتا۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔ علاوہ اس جواب کے جس کا ذکر اوپر کیا گیا احقر کے پاس بہت سے جوابات کی بھی نقلیں موجود ہیں جو اسی عالم میں اور اسی شان سے لکھوائے گئے تھے مگر

www.ahlehaq.org

یہاں محض نمونہ کے طور پر مکتوبات حسن العزیز سے ان بی بی صاحبہ کے خط کا خلاصہ اور حضرت کا جواب مکمل اور چند دیگر مراسلات کی نقول بھی ہدیہ ناظرین کی جاتی ہیں جو اس حیثیت سے بھی قابل ملاحظہ ہیں کہ یہ حضرت اقدسؒ کی آخری یادگار رہیں۔

ایک بی بی کا خط ملخصاً مع جواب

منقول از مکتوبات حسن العزیز

(خلاصہ مضمون) میں آپ کے دوست اور معتقد دیرینہ فلاں صاحب کی بیٹی ہوں، بیوہ ہوں، چھوٹے بھائی کا خط بھی ملاحظہ ہو۔ والد صاحب کی وفات کا غم میرے لیے ناقابل برداشت ہوگیا ہے۔ اللہ کی مرضی پر راضی ہوں۔ ہر چند صبر کرتی ہوں لیکن دل و دماغ اس صدمہ کی وجہ سے کمزور ہوگئے، طبیعت سخت پریشان اور افسردہ رہتی ہے، معمولات دینی و دنیوی ادا کرتی ہوں لیکن افسوس ہے کہ نماز، قرآن تک میں دل نہیں لگتا۔ برص کی بیماری نے بھی زور پکڑا ہے، سفید داغ ایک دفعہ حضور کے تعویز سے جاتے رہے تھے، اب پھر نمودار ہوگئے ہیں اور اس مرض کے سلسلہ میں بہت سی تکلیفیں پیدا ہوگئی ہیں۔ سب علاج کرلیے۔ اب دل میں آتا ہے کہ آپ سے درخواست کروں، برائے خدا میرے اس مرض کے دفعیہ کے لیے دعا کیجئے اور جو تعویذ دعا تجویز کیجئے مجھے عنایت کریں۔ میں نے بڑی امید سے خط لکھوایا ہے کہ بہت دل شکستہ ہوں، امید ہے کہ جیسے ابا کے سامنے آپ کی شفقتیں تھیں اب اسی سے زیادہ ہوں گے، مجھے خدا سے امید ہے کہ آپ میرے اس مرض کے دفعیہ کے واسطے دعا فرمائیں گے تو مجھ کو شفا ہوجائے گی۔ والد صاحب مرحوم کا فالج کے مرض میں انتقال ہوا۔ ایک سال تک اس مرض کے اثر سے دماغی حالت درست نہ رہی، نصف بدن حرکت سے معذور رہا۔ اس عرصہ میں نمازیں ادا نہ کرسکے۔ اس حالت سے قبل اکثر امراض کی شدت کی وجہ سے نمازیں قضا ہوگئیں جس کا تخمینہ ایک سال کی مدت ہوگی میں بذریعہ بیمہ آپ کی خدمت میں ایک سو روپیہ بھیجتی ہوں، آپ اس رقم کو ایک سال یا دو سال کی قضا نمازوں کے حساب سے جیسا آپ مناسب سمجھیں خرچ کریں۔ دوسری بات یہ

www.ahlehaq.org

ہے کہ دعائے مغفرت کی فہرست میں والد صاحب اور والدہ صاحبہ مرحومہ کا نام درج کروالیجئے۔اس منی آرڈر میں بیس روپے اس خرچ کے واسطے بھیجتی ہوں۔آخر میں التجا ہے کہ میرے والداور آپ کے دوست کے واسطے آپ اپنی زبان مبارک سے دعائے مغفرت فرمائیں،میرے والد آپ کے سچے دوست اور معتقد تھے۔

جواب:...... دونوں بھائی بہن کو بعد سلام و دعا وتعزیت والد صاحب واضح ہو کہ السلام علیکم۔آپ صاحبوں کی پریشانی اور سرپرست سے خالی ہوجانے پر سخت قلق ہے۔اللہ تعالیٰ آپ صاحبوں کی مدد فرمائے اور سب پریشانیوں کو دور کرے آپ نے نمازوں کی تعداد اٹکل کر کے بھی نہ لکھی مجھ کو اس میں سہولت ہوتی۔اور دوروں کے عدد آپ کے لکھے ہوئے شقوق کی بناء پر دوسال کی نمازوں کے موافق لگائے ہیں۔اگر آپ کے تخمین میں اس سے زیادہ نمازیں ہوں تو اطلاع دے دیں، ان کی اعانت سے حساب ہو جائے گا۔گو مشقت ہوگی مگر مشقت کو گوارا کیا جائے گا۔باقی بیس روپے جو دعائے مغفرت کی غرض سے بھیجے ہیں۔سو دعائے مغفرت طاعت محض ہے اس پر کسی کو معاوضہ دینا جائز نہیں۔البتہ یہ صورت ممکن اور مفید ہے کہ یہ روپیہ کسی مسکین کو دے کر یا کسی مصرف خیر میں صرف کر کے دونوں مرحوموں کو ایصال ثواب کیا جاوے جب ثواب پہنچے گا۔گناہ خود معاف ہوں گے۔ اگر یہ طریق پسند نہ آئے تو یہ روپے واپس ہو جائیں گے اور روپیہ سب ورثہ کی ملک ہوں گے اور اگر کسی وارث نے اپنے پاس سے دیا تھا تو اس کی ملک ہوں گی اپنے ذاتی مصارف میں صرف کر سکتے ہیں اور نماز میں جی نہ لگنے کی جو شکایت لکھی ہے تو دل لگانا فرض ہے نہ کہ لگنا۔دل لگانے کا قصد کرنے سے فرض ادا ہو جاتا ہے خواہ دل لگے یا نہ لگے۔اور اسی طرح جس مرض کی شکایت لکھی ہے اس کی تدبیر اور اس کے لیے دعا کرنا یہ بندہ کا کام ہے۔نتیجہ کا یعنی صحت کا مرتب ہو جانا یہ محض باختیار حق ہے۔آپ توکل پر اس کی تدبیر جاری رکھنے میں دعائے صحت کرتا ہوں اور مجھ کو یاد نہیں کہ پہلے میں نے اس کے لیے کیا بتلایا تھا اس وقت ایک دعا لکھتا ہوں اس کو کسی دوا پر دم کر کے استعمال کیا کریں۔ **اللّٰھم انی اعوذبک من الجنون والجذام وسی الاسقام** ایک بار میں دو تین بار پڑھ لینا

www.ahlehaq.org

کافی ہے۔ اگر زیادہ پڑھ لیا جاوے کچھ ضرر نہیں۔

(نوٹ از جامع مکتوبات) یہ جواب بہت طویل خط کو جس کا محض خلاصہ اوپر نقل کیا گیا ہے صرف ایک بار سن کر بلا مکرر سنے یکجائی لکھوایا گیا اور ایسی حالت میں کہ وفات کا زمانہ بہت ہی قریب تھا ضعف کی کوئی انتہاء نہ تھی اور بار بار بے اختیار غنودگی کا عالم طاری ہو جاتا تھا لیکن افاقہ کے بعد پھر اسی سلسلہ میں لکھوانے لگتے تھے۔ ۱۲ منہ)

ایک طالب نے لکھا کہ احقر کا دل حضرت والا کی ملاقات کے لیے مشتاق ہے اللہ کے لیے حاضری کی اجازت چاہتا ہوں جواب لکھوایا کہ اللہ کے لیے بڑھانا کیا دوسروں کو مجبور کرنا نہیں ہے اگر میں اس کے جواب میں یہ کہوں کہ اللہ کے لیے یہاں ہرگز نہ آنا تو کیا ہو۔ اللہ بچائے خود غرضی سے کہ آپ دیکھا جائے اور دوسروں کی رعایت نہ کی جائے تو کیا اگر اجازت دینا ممکن ہوتا اور یہ لفظ نہ لکھا جاتا تو کیا میں جب بھی رعایت نہ کرتا۔

حضرت مولانا اصغر حسین صاحب دام ظلہم نے جن کا حضرت بہت لحاظ بلکہ ادب فرماتے تھے مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی کے واسطہ سے اپنے قصد حاضری بغرض عیادت کی اطلاع دی تو فرمایا کہ یہ جواب لکھ دیا جاوے ''نہ میں نافرمانی کا متحمل، نہ ایسی حالت میں آپ کی اور اپنی تکلیف کا متحمل۔ جس شق کو آپ ترجیح دیں گے اس کو گوارا کروں طوعاً یا کرہاً۔

ایک طالب نے اپنے امراض کی تفصیل اور معذوریاں اور ذکر و شغل چھوٹ جانے پریشانیاں لکھیں۔ ان کو یہ جواب لکھوایا'' کیا اب تک یہ معلوم نہیں کہ جو کمی یا ناغہ کسی عذر صحیح سے ہو اس سے اجر میں کمی نہیں آتی جو اصل مقصود ہے، پھر تشویش کی کیا وجہ اور یہ کس نے کہہ دیا کہ ذکر و استغفار کے لیے وضو شرط ہے۔ اپنی طرف سے مسئلے گھڑ گھڑ کر اللہ کی آسان کی ہوئی چیزوں کو دشوار بناتی ہو کیا یہ ناشکری اور بیقدری نہیں ہے۔

ایک نوجوان صاحب کا جو کسی دفتر میں ملازم ہیں نہایت سخت پریشانی کا بہت طویل خط آیا جس میں زبردست مالیخولیا کی بیماری کی تفصیل اور اوہام و وساوس وخطرات کے ہجوم سے دین اور دنیا دونوں کے کاموں میں سخت حرج کی شکایت لکھی تھی اور دونوں کے متعلق سخت خطرات کا اندیشہ ظاہر کیا تھا اور یہاں تک لکھا تھا کہ دماغ میں عجیب قسم کی وحشت ہے

www.ahlehaq.org

کبھی جی میں آتا ہے کہ خودکشی کرلوں، یہ بھی لکھا تھا کہ عمل کی صلاحیت نہیں رہ گئی ہے، صرف کرامات پر بھروسہ ہے، اکثر بزرگوں کے واقعات پڑھے ہیں کہ ان کی توجہ سے خدا نے خراب سے خراب مریضوں کو شفا دے دی ہے اور قلب ان کا درست ہوگیا ہے۔

گو اتنا طویل خطوط کو اکثر بے پڑھے بوجہ ضعف یہ لکھوا کر واپس فرما دیا کرتے تھے کہ علالت کی وجہ سے ایک ماہ تک قوت آنے کی توقع نہیں اس لیے ایک مہینہ بعد لکھا جاوے لیکن چونکہ یہ صاحب واقعی واجب الرحم تھے اس خط کو باوجود ضعف شدید کے حرفاً حرفاً پڑھا اور حاضرین سے بجائے اظہار تکدر فرمانے کے فرمایا کہ میرا دل ان کی پریشانی سے بہت ہی کڑھا۔

پھر حسب ذیل جواب ایک الٹے ہوئے لفافہ پر لکھوایا اور اس کے متعلق یہ عذر تحریر فرمایا کہ آپ کے خط میں زیادہ جگہ نہ تھی اور اس وقت میرے پاس زائد کاغذ نہ تھا اور مانگنے میں ذلت تھی اس لیے یہ صورت اختیار کی۔ حسن اتفاق سے مضمون ٹھیک اتنا ہی لکھوایا گیا۔ جتنا اس الٹے ہوئے لفافہ پر آسکا، نہ ذرا کم نہ، ذرا زیادہ، اس پر حضرت اقدسؒ نے اظہار مسرت فرما کر فرمایا کہ الحمدللہ جو کاغذ جواب کے لیے تجویز کیا گیا ٹھیک اسی کے پیمانہ کے مطابق مضمون بھی اللہ تعالیٰ نے قلب میں ڈالا۔ حالانکہ اس کا کوئی قصد یا اہتمام بھی نہیں کیا گیا تھا۔ اس قسم کی تائیدات غیبیہ بکثرت ہمیشہ حضرت اقدسؒ کے شریک حال رہیں جن میں سے بعض کا ذکر اشرف السوانح میں بھی کیا جاچکا ہے۔ اور یہی کیا حضرتؒ کا مؤید من اللہ ہونا تو عموماً اظہر من الشمس ہے۔

اب اس طویل اور پیچیدہ خط کا جو نہایت مکمل اور محلل اور تسلی بخش جواب جو فی البدیہہ لکھوایا گیا وہ ملاحظہ ہو۔ ''حرفاً حرفاً خط پڑھا بہت دل دکھا لیکن اس کی جو تدبیر آپ نے تجویز کی ہے وہ میرے اختیار سے باہر ہے (یعنی بزرگانہ تصرف وکرامت ۱۲ مؤلف) اور جو مشورہ اپنے اختیار سے دے سکتا ہوں شاید آپ کے دل میں نہ اس کی وقعت ہو نہ آپ اس پر عمل کریں۔ وہ مشورہ یہ ہے کہ آپ اول کافی خرچ کا انتظام کرلیں، اگر تنخواہ کافی نہ ہو تو اپنی خیر خواہوں سے چندہ کرلیں جس میں، میں بھی ان شاء اللہ تعالیٰ شریک ہوں گا، پھر کسی ایسی جگہ ایک دراز مدت تک قیام تجویز کیجئے جہاں ایک طبیب جسمانی ہو کہ وہ دماغ وقلب کا طبی

www.ahlehaq.org

علاج کرے اور ایک طبیب روحانی ہو کہ وساوس و اوہام کا علاج کرے یعنی ان کے زائل یا مضمحل ہونے کی تدبیریں بتلائے اور ایک خیر خواہ عاقل ہر وقت آپ کے پاس رہے کہ وہ ہر وقت تسلی کرتا رہے اور ان دو طبیبوں کی تدابیر کا انتظام کرتا رہے۔ اور اپنے آپ کو بالکل ان کے سپرد کر دیں اور اپنی سب ارادوں کو اور رایوں کو فنا کر دیں جو تکلیف پیش آئے اس کو اطلاع کریں کسی کی تدبیر وہ خود کر لے گا اور کسی کی تدبیر ان دونوں طبیبوں سے پوچھ کر عمل کرے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ سب پریشانیاں کافور ہو جائیں گے اور ایک جز اول سے آخر تک تمام تدابیر کے ساتھ مشترک طور پر ضروری العمل ہوگا وہ یہ کہ ہر پریشان حالت میں آپ ثواب کا یقین رکھیں گے اور کسی غیر اختیاری حالت میں گناہ کا شبہ بھی نہ کریں گے۔ باقی دعائیں بھی کرتا ہوں اور مجھ کو محض خیر خواہ مشیر سمجھئے نہ طبیب جسمانی، نہ طبیب روحانی نہ مصاحب رفیق جن کی اس سلسلہ میں ضرورت لکھی گئی ہے مگر چونکہ مشورہ میں نے دلسوزی سے دیا ہے۔ اس میں ضرور ضرور برکت اور اثر ہوگا اور آپ اس قید و بند سے رہائی حاصل کر لیں گے۔ فقط

سبحان اللہ کس شان کے حکیم الامۃ تھے کتنا مکمل نسخہ تجویز فرمایا ہے جس میں مریض کی ہر حالت کی رعایت ہے، اس سے بڑھ کر ایسے سخت مریض کے لیے اور کیا نسخہ ہو سکتا[1] ہے۔ اسی شان کا ایک اور نسخہ ہے گو آخری وقت کے اور بھی بہت سے نسخے ایک سے ایک بڑھ کر میرے پاس نقل کی صورت میں موجود ہیں لیکن بخوف طوالت ابھی دیگر ضروری حالات حسن خاتمہ تحریر کرنے ہیں اس لیے اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

پھر تمہیداً عرض ہے کہ حضرت اقدسؒ نے بوجہ ضعف و علالت عرصہ سے براہ راست طالبین کی خود تربیت کرنا موقوف فرما رکھا تھا۔ عموماً کسی خلیفہ مجاز سے رجوع کرنے کا مشورہ دے دیا کرتے تھے۔ بجز بہت ہی خاص مواقع کے۔ انہیں مستثنیات میں سے خاص درجہ کے دنیوی وجاہت رکھنے والے لوگ بھی تھے جس کی وجہ یہ فرماتے تھے کہ ایسے لوگوں کی نظر میں کسی دوسرے کی وقعت ہی نہ ہوگی اور جب وقعت نہ ہوگی تو انہیں دینی نفع ہی کیا ہوگا۔ چنانچہ ایک بہت بڑے قابل انگریزی داں ولایت کے پاس شدہ محکمہ تعلیم کے اعلیٰ افسر نے حضرت اقدس

---

[1] افسوس ہے کہ وہ نقلیں حضرت خواجہ صاحب کی وفات کی وجہ سے دستیاب نہ ہو سکیں

www.ahlehaq.org

سے خط و کتابت شروع کی پہلے خط کا جواب مختصر تھا اس لیے دوسرے سے لکھوادیا۔ دوسرے خط کا جواب تفصیل طلب تھا اس لیے اس باوجود ضعف وغنودگی کے خود تحریر فرمایا اور احقر سے فرمایا کہ اتنا دم درود تو خیر مجھ میں اب بھی موجود ہے کہ ایسے دو چار کی تربیت کو خود اپنے ہی ذمہ رکھ سکوں۔ وہ دونوں خطوط مع جواب کے ذیل میں منقول ہیں۔ پھر تیسرے خط کی افسوس ہے کہ نوبت ہی نہ آسکی۔ اور حضرت اقدسؒ راہی ملک بقاء ہوگئے۔ اس مکاتبت کی پندرہ دن بعد آخری دستوں کا دورہ شروع ہوگیا جس نے ایک ماہ میں کام تمام کردیا۔

پہلا خط: مولائی السلام علیکم کوئی بیس برس ہوئے کہ کیرانہ میں مجھے حاضری کا شرف حاصل ہوا تھا۔ میں اس زمانہ میں حکیم محبوب الٰہی صاحب مرحوم کے زیر علاج تھا اور کیرانہ اسی غرض سے آیا ہوا تھا۔ علی گڑھ میں تعلیم پاتا تھا۔ دوران قیام کیرانہ اکثر سہ پہر کو حاضر خدمت ہوتا تھا جو شفقت حضرت کی میرے حال پر تھی اس کے نقوش اب بھی دل پر موجود ہیں میں فلاں مقام کا باشندہ ہوں فلاں صاحب مرحوم کا لڑکا ہوں، حضرت فلاں بزرگ کا بھتیجہ، فلاں صاحب مرحوم کا چچازاد بھائی، علی گڑھ میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد ولایت گیا وہاں سے واپسی پر محکمہ تعلیمات میں نوکر ہوا۔ اور آج کل فلاں عہدہ پر ہوں جو تعلق کہ کیرانہ میں پیدا ہوگیا تھا اس کی تجدید چاہتا ہوں۔ میری دلی تمنا ہے کہ حضور کے دامن سے میری بھی وابستگی حاصل ہوجائے اور آپ کی تعلیمات سے میرے دل کی دنیا بھی روشن ہوجائے۔ امید ہے کہ حضور کا مزاج بخیر ہوگا۔ فقط۔ ۸ مئی ۱۹۴۳ء

جواب: السلام علیکم۔ جی خوش ہوا۔ دل سے دعا نکلی ہر ممکن خدمت کے لیے میں ہر مسلمان کے لیے حاضر ہوں مگر اس خدمت کا متعین ومتبین ہونا شرط ہے۔ اور اس مرحلہ کا طے کرنا آپ کا کام ہے، اس کے بعد پھر طریقہ میں عرض کرسکتا ہوں، باقی دعا ہر حال میں کرتا ہوں۔

دوسرا خط: (مضمون) مرشدنا۔ السلام علیکم۔ کرامت نامہ نے میری بڑی ہمت افزائی فرمائی۔ خدا آپ کو ہم لوگوں کی ہدایت کے لیے برسوں قائم رکھے۔ آمین ثم آمین۔ میرا ذہنی ارتقا مغربی فلسفہ اور مغربی نظریہ حیات کے ماتحت ہوا لیکن چونکہ ابتدائی پرورش خالصۃً اسلامی

www.ahlehaq.org

فیض میں ہوئی تھی، مغرب اور اس کا نظریہ مجھے الحمدللہ مغلوب نہ کر سکا لیکن اس کے باوجود بھی اس نے میرے اعتقادات میں کافی انتشار پیدا کر دیا ہے۔ چند لمحات اکثر ایسے آتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ راستہ صاف ہے اور سب شکوک رفع، لیکن کچھ عرصہ کے بعد پھر وہی انتشار وہی تصادم پیدا ہو جاتا ہے۔ حضور کے ملفوظات سے جو کچھ بھی میں مطالعہ کر پایا اس سے یہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ جب تک اپنے کو کسی شیخ کامل کے سپرد نہیں کروں گا راستہ نہیں ملے گا۔ بیس برس ہوئے کیرانہ میں حضور سے بیعت کے لیے عرض کیا تھا جواب ارشاد ہوا تھا کہ ابھی نہیں، شاید طلب صادق کا انتظار تھا۔ اب اپنی کمزوریوں سے عاجز اور اپنی کم ہمتی سے مایوس ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں تاکہ جناب والا مجھے تعلیم فرمائیں اور میرے نفس کی اصلاح کی تدبیر کریں اور میرے لیے حق تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ وہ مجھے آپ کی تعلیم اور ارشاد پر عمل کرنے کی ہمت اور توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ خادم...... یکم جون ۱۹۵۳ء

جواب: مشفق محترم دام لطفہم۔ السلام علیکم۔ عنایت نامہ کہ ایک معنی کہ ہدایت نامہ تھا موصول ہو کر نظر کے واسطہ سے قلب تک واصل ہوا جس سے آپ کی صدق طلب و اصابت فہم معلوم کر کے ایک خاص نوع کا سرور حاصل ہوا۔

ماشاء اللہ جو ادراکات شرط طریق ہیں یعنی اپنی حالت کا جزر و مد اور اس میں قرار کی ضرورت اور اس کی تحصیل کی صورت یعنی اپنے خیر خواہ مشیر کا انتخاب اور اس کی رہنمائی میں سلوک طریق صواب ان سب کا استحضار اجمال کے درجہ میں اس خط میں آ گیا ہے۔ اب صرف اس کی تفصیل کا انتظار باقی رہ گیا ہے جس کا آغاز بقدر گنجائش وقت ایک مدت کے لیے ایسی مشیر کی صحت حسنہ اور وقتاً فوقتاً اس کو اپنے حالات کے نشیب و فراز سے اطلاع اور اس کے مشوروں پر سکوت محض کے ساتھ عمل اور اتباع اور صحبت حسیہ سے معذوری کی حالت میں ان ہی شرائط کے ساتھ اس سے مکاتبت سے ہوگا۔ پھر آگے تدریجاً حالات کے تغیرات و تبدلات کے رونما ہوتے رہنے سے اس کا فیصلہ ہوتا رہے گا۔ جن کا انضباط اس وقت ممکن نہیں۔

والسلام خیر ختام۔ اشرف علی از تھانہ بھون ۳۰۔ جمادی الاولیٰ ۶۲ھ

سبحان اللہ۔ طالب کے سیدھے سادھے مگر پر خلوص خط کا بھی عنوانات علمیہ اور

www.ahlehaq.org

اصطلاحات صوفیہ میں کیسا نفیس اور کتنا مکمل تجزیہ فرمایا ہے اور خود انہی کی تحریر سے عمر بھر کے لیے کس قدر نافع طریق عمل مستنبط فرما کر کس حسن اور کیسی جامعیت کے ساتھ پیش کر دیا ہے۔

ایک طالب نے جو کسی سخت مصیبت میں مبتلا تھے، بہت پریشانی کا خط لکھا اور لکھا کہ میں اس مصیبت کی زندگی سے بیزار ہوں اور موت کو ترجیح دیتا ہوں، اپنا نام بھی ظاہر نہیں کیا، صرف یہ لکھا ''ایک عاصی انسان'' اور اس کے بعد بجائے نام کے نقطے لگا دیئے۔ جوابی لفافہ پر پتہ میں نام نہ تھا صرف مقام وغیرہ تھا۔ پہلے حضرت اقدسؒ نے صرف یہ استفسار فرمایا کہ وہ مصیبت اختیاری ہے یا غیر اختیاری اس کا ان صاحب نے یہ جواب دیا کہ ابتداء تو وہ مصیبت اختیاری تھی اور اب وائے بر حال ما کہ وہ مصیبت غیر اختیاری ہو چکی ہے۔ اس کا جواب حضرت اقدسؒ نے یہ لکھوایا کہ کسی معصیت کو غیر اختیار سمجھنا اگر چہ اس کی عادت راسخہ ہو گئی ہو پوری جہالت ہے جب تک یہ اعتقاد درست نہ ہو ایسے شخص کا کوئی علاج نہیں۔ اھ

ایک فاضل نے لکھا کہ بارہا کا ایک تجربہ یہ ہے کہ جس زمانہ میں تصوف کی کتابوں کا مطالعہ زیادہ رہا کرتا ہے خصوصاً مثنوی مولانا روم کا اس زمانہ میں اچھے خواب بکثرت دیکھتا رہتا ہوں کبھی زیارت صالحین نصیب ہوتی ہے کبھی اپنے کو نماز پڑھتے دیکھتا ہوں اور جب یہ مطالعہ ترک ہو جاتا ہے ایسے خواب بھی بند ہو جاتے ہیں۔ اس کا یہ جواب دیا گیا ''یہ ارتباط شہود تخیل ہے ورنہ بعض محققین نے منکر خوابوں کو نور قلب کا اثر بتلایا ہے جیسی روشنی میں مضر چیزیں نظر آنے لگتی ہیں، بہر حال خواب کسی حال میں مؤثر نہیں بلکہ خود اثر ہے۔'' اھ

ایک طالب نے لکھا کہ مجھ کو ایک ڈیڑھ ماہ سے پریشان کن خواب نظر آتے ہیں اھ۔ اس کے بعد ایک دن قبل کا ایک خواب بھی لکھا۔ اس کا یہ جواب لکھوا دیا کہ خواب کوئی مؤثر چیز نہیں کتنا ہی برا ہو یہ کوئی نقص یا عیب نہیں ہے۔ نہ مرض باطنی ہے جس کے علاج کی ضرورت ہو۔ اھ

ایک طالب نے لکھا کہ بندہ صرف تبرک بیعت کی درخواست کرتا ہے۔ جواب لکھوایا کہ بیعت کی خوب قدر کی اس جہالت کی کچھ حد ہے۔ اھ۔ مولوی حبیب احمد صاحب کیرانوی جو بہت ہی کم کسی کے معتقد ہوتے ہیں لیکن حضرت کے اس قدر معتقد تھے کہ ان کا اعتقاد تھا کہ حضرت جس بات کو چاہتے ہیں حق تعالیٰ اس کو بمجوائے ع میدہد یزداں مراد متقی، ضرور پورا کر

www.ahlehaq.org

دیتے ہیں۔انہوں نے کسی ریاست سے وظیفہ کی خواہش کی اور اس کی سخت ضرورت بہ تفصیل لکھ کر حضرت کو باور کرانا چاہا۔اور لکھا کہ اگر حضور والا کے ذہن میں اس کی ضرورت آ جائے تو مقصد حاصل ہے۔اس کا جواب اس طرح لکھوایا کہ دیر دیر تک خاموش رہتے اور ایسا معلوم ہوتا کہ حق تعالیٰ کی طرف خاص طور سے متوجہ ہیں اور اپنے قلب کی طرف بھی شاید حسب درخواست وتوقع مکتوب الیہ تمنا کا درجہ پیدا کرنے کے لیے وہ جواب یہ تھا۔" دل پر بہت اثر ہوا اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ میرا دل آپ کے لیے کیا چاہتا ہوگا اور کتنا چاہتا ہوگا باقی یہ امور بجز حق تعالیٰ کے کسی کے اختیار میں نہیں۔حتیٰ کہ جن کے اختیار میں ظاہراً سمجھا جاتا ہے وہاں بھی ماتشاؤن الا ان یشاء اللہ رب العلمین نص قطعی وارد ہے۔باقی دعا کرنا اور نیک امید رکھنا ہر حال میں بندہ کا فریضہ ہے۔میں بھی دل سے دعا کرتا ہوں۔اھ

سبحان اللہ کس طرح شفقت اور حقیقت دونوں کو جمع فرما دیا۔مسلم لیگ کے متعلق بھی ایک خط میں مع جواب نقل کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے جو افریقہ سے موصول ہوا تھا کیونکہ یہ حالات حاضرہ کے متعلق ہے۔

(مضمون خط) یہاں ایک اخبار میں مدیر اخبار کا حسب ذیل مضمون شائع ہوا ہے کہ آل انڈیا مسلم لیگ میں شامل ہونا نیز مسلم لیگ کے صدر وارا کین ومبلغین مسلم لیگ جو کچھ کر رہے ہیں اور کرنا چاہتے ہیں یا کہتے ہیں اس میں چون وچرا کرنا یا مناسب طور پر سوال و جواب کرنا بھی عالم اسلام اور مسلمانوں کی کھلی عداوت کرنا ہے۔ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ آل انڈیا مسلم لیگ نہ مذہبی جماعت ہے نہ اس کے صدر مذہبی عالم (۲) مسلم لیگ جب سے وجود میں آئی ہے نہ کبھی اس نے مذہبی جماعت ہونے کا دعویٰ کیا، نہ ہی اس کا معمول مذہبی رہا اور نہ ہے۔بنابریں آنجناب سے امیدوار ہوں کہ اندریں صورت مذکورہ بالا مسلم لیگ میں شامل ہونا اور مالی امداد کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں۔امید ہے کہ بالتفصیل مدلل جواب باصواب ارسال فرما کر مطمئن ومشکور فرمائیں گے۔

جواب:...... کیا کبھی ترکوں کے لیے روس وغیرہ کے مقابلہ میں ایسا سوال کیا ہے۔؟ اگر کیا ہے کس عالم سے اور کیا جواب ملا ہے اور آپ نے اس جواب پر کیا عمل کیا ہے اور اگر

www.ahlehaq.org

سوال نہیں کیا تو ان کی نسبت اس سوال کی کیا وجہ۔ دونوں میں کیا فرق ہے۔

(مضمون دیگر) مدیر اخبار کے ذریعہ سے یہ معلوم ہوا کہ آنجناب مسلم لیگ کے ساتھ ہیں تو کیا یہ صحیح ہے یا غلط اگر مناسب سمجھیں تو آپ کا تعاون وعدم تعاون کا خلاصہ بھی رقم فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

جواب:...... کسی شخص کے متعلق ایسا سوال کرنا شریعت کے خلاف ہے، پہلا سوال معقول تھا اس کا جواب لکھ چکا ہوں تسلی دینے میں تو حضرت اقدس کو ملکہ تامہ حاصل تھا جس سے بہت سے غمزدوں کی جو خودکشی تک آمادہ ہوگئے تھے جانیں بچ گئیں۔ اور تسلی بھی نام کی نہیں بلکہ حقیقی۔ جس کا فوری اثر ہوتا تھا بمصداق مولانا رومیؒ ۔

وعدہا باشد حقیقی دلپذیر ‌ ‌ ‌ وعدہا باشد مجازی تاسہ گیر

یہ صفت حضرت کی سب میں مسلم تھی۔ یہاں تک کہ ایک بالکل خلاف مشرب رکھنے والے درویش نے بھی اپنے ایک طالب کو حضرت کی خدمت میں بھیجا کہ تسلی تو وہاں کے سوا کہیں نہ ملے گی، تسلی چاہتے ہو تو وہاں جاؤ۔ اھ

حضرت کا آخری خط

یہ سب تطویل دیوانہ راہوئے بس است کی بناء پر ہوگئی گو یہ اصل مقصود کے لحاظ سے تو لاطائل مگر بعض فوائد کے اعتبار سے عفو کے قابل ہے۔ تسلی کا جو مضمون اوپر لکھا گیا وہ اصل نقل خطوط کے سلسلہ میں ایک بالکل آخری خط لکھنے کی تمہید تھی جو حضرت اقدس نے باوجود مرض وفات میں مبتلا ہونے کے اور بستر مرگ پر پڑے ہونے کے جناب مولانا محمد عیسیٰؒ صاحب کو جو حضرت کے خلیفہ خاص تھے ان کے خط کے جواب میں لکھوایا تھا جس میں انہوں نے یہ لکھا تھا کہ "میں فالج میں مبتلا ہوں" دوائیں اور دعائیں بہت کیں قرائن تو یہ سے مرض الموت ہی معلوم ہوتا ہے دعاء خاتمہ بالخیر کا ملتجی ہوں۔" اھ

اس کا جواب باوجود خود اپنی آخری حالت ہونے کے کیسا تسلی بخش لکھایا اور ان کی التجائے حسن خاتمہ کو کس حسن عنوان کے ساتھ پورا فرمایا۔ لکھوایا کہ "آپ کی علالت سے بہت رنج ہوا

www.ahlehaq.org

دل و جان سے دعا صحت کر رہا ہوں اللہ تعالیٰ آپ کے فیوض و برکات کو قائم رکھے، ہر حال میں دعائے عفو و عافیت کرنا ضروری ہے۔ رہی حسن خاتمہ کی تو ہر شخص حالت صحت میں بھی محتاج ہے اسی اصول کے ماتحت یہ دعا بھی کرتا ہوں آپ کے لیے بھی اور اپنے لیے بھی۔"

حسن اتفاق سے یہ حسن خاتمہ کی دعا کا آخری خط ہے جو مکتوبات حسن العزیز میں نقل کیا گیا ہے جس پر مکتوبات حسن العزیز کا سلسلہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔

ایک اہل خصوصیت کے صاحبزادے نے اولاد کے لیے کوئی انڈوں کا عمل کیا تھا اور امید تھی کہ استقرار حمل ہو گیا ہوگا لیکن امید غلط نکلی اس پر بے حد افسوس لکھا تھا کہ افسوس صد افسوس انڈوں کا عمل اکارت گیا۔ ہائے افسوس بجز افسوس کے اور کیا کر سکتا ہوں۔ جواب میں سبحان اللہ کس بلیغ اور مؤثر عنوان سے تسلی فرماتے ہیں۔ تحریر فرمایا کہ مجھ کو اس پر افسوس اور تعجب ہے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے جس تعلق سے بچائیں غنیمت ہے اس پر شکر کرنا چاہیے نہ کہ افسوس اور اگر واقع میں یہ افسوس کی بات ہے، تو میرے اولاد نہ ہونے پر تو آپ نے کبھی افسوس نہ اظہار کیا۔ یہ کیسی محبت ہے۔ اھ

غرض تسلی کا جو عنوان جس کے لیے مؤثر اور مناسب خیال فرماتے وہی اختیار فرماتے تھے۔ اور وہ مؤثر بھی فوراً ہوتا تھا۔ ایک اہل فضل نے لکھا کہ خاکسار وطن سے واپس آ گیا مگر ہنوز طمانیت نہیں، تسلسل سفر قائم ہے میں سفر سے جس قدر گھبراتا ہوں اتنا ہی گرفتار ہوتا ہوں، کوشش کرتا ہوں کہ ان حالات میں بھی معمولات میں فرق نہ آنے پائے والتوفیق بید اللہ تعالیٰ اس کا جواب کتنا تسلی بخش حقیقت کو لئے ہوئے اور سبق آموز طریقت ہے۔ تحریر فرماتے ہیں کہ یہ سب تربیت ہو رہی ہے جو کبھی نشاط کی صورت میں ہوتی ہے جس پر شکر مامور بہ ہے کبھی کراہت کی صورت میں جس پر صبر مامور بہ ہے۔ وفی کلٍ خیر یتفاضل باختلاف الحالات و الساعات ایک قریبی رشتہ دار یعنی مولوی احتشام الحق صاحب کیرانوی کا خط بھی ملاحظہ ہو۔

لے افسوس کہ حضرت عیسیٰ صاحب الہ آبادی بحکم قضا و قدر و خاتمۃ السوانح کی اشاعت کے وقت صاحب سوانح قدس سرہ کی ساتھ ان شاء اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں ملحق ہو چکے ہیں۔ ۲۱ مارچ ۱۹۴۳ء کو آپ کی وفات اسی مرض میں ہوگئی جس کا ذکر خط میں آیا ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون" محمد شفیع دیوبندی عفا اللہ عنہ

www.ahlehaq.org

پہلا خط: (مضمون) آج میں مسلسل ایک سال کی اندرونی کشمکش کے بعد کھل کر عرض حال کرنے پر مجبور ہوگیا۔ امید ہے کہ اس عاصی پر رحم فرما کر میری آخرت کو درست فرما دیں گے۔ میں تقریباً چار سال ہوئے جب دیوبند سے فارغ ہوا تو جس طرح عموماً وہاں کے فارغین علم وعمل میں آزادانہ خیالات لے کر نکلتے ہیں اسی طرح میں بھی اتنا تو نہیں مگر تاہم طرز سلف سے بیگانہ اور عمل سے کافی دور نکلا، وضع قطع اور لباس میں پوری نیچریت اور خیالات میں کافی آزادی تھی۔ نتیجہ کے طور پر انگریزی تمدن سے مرعوب اور مغرب زدہ قسم کے مولویوں سے رسم وراہ تھی اور ہمیشہ ان ہی کے رسائل ومضامین پڑھے اور عبارات آرائی اور ادبیت کے فریب میں پھنسا رہا۔ بناء علیہ مولوی فاضل اور انگریزی وغیرہ کے امتحانات بھی دیئے اور انگریزی اسکول میں ملازمت بھی کی۔ اور بزعم خود اپنی کامیاب مولویت پر خوش بھی رہا۔ مگر سب سے پہلے مجھے اس وقت کچھ ہوش آئے اور میرے ضمیر نے مجھے ملامت کی جبکہ آج سے دو سال قبل آپ نے بڑے گھر میں مجھے ترکی ٹوپی اور انگریزی جوتہ پہنے ہوئے دیکھ کر ازراہ شفقت سے یہ فرمایا تھا کہ یہ سب چیزیں مولویوں کی شان کے خلاف ہیں۔ اس کے بعد جلد سے جلد میں نے ٹوپی وغیرہ چیزیں تو چھوڑ دیں مگر کوئی خاص تبدیلی پھر بھی نہ ہوئی۔ حسن اتفاق کہ میں جس جگہ مقیم ہوں اور جہاں رمضان میں محراب بھی سناتا ہوں وہاں اہل مسجد کے اصرار پر نماز جمعہ اور کبھی کبھی تقریر کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ اس مبارک تقریب سے جہاں میں نے ابوالکلام وغیرہ کی تصانیف سے مواد لیا وہیں آنحضرت کے مواعظ بھی میری نظر سے گزرے۔ آں قبلہ کے مواعظ دیکھ کر میری حیرت کی کوئی انتہا نہیں رہی کہ اس قدر ٹھوس اور کثیر مقدار میں تو شاید کسی بڑی تفسیر وغیرہ میں بھی نہ ہوگا۔ افسوس کہ میری غفلت نے مجھے آج تک علم کی حقیقی چاشنی سے ناآشنا رکھا اور محض ادبیت کے فریب میں پھنسا رہا پھر میں نے علاوہ مواعظ کے کوئی کتاب اس غرض کے لیے نہیں دیکھی۔ اسی دوران میں کئی مرتبہ مجلس میں بھی حاضر ہوتا رہا۔ جوں جوں مواعظ پڑھتا ہوں یا مجلس میں حاضر ہوتا ہوں اس قدر غبار چھٹتا ہوا معلوم ہوتا ہے اور اسی قدر اپنی تمام

www.ahlehaq.org

کمزوریاں زیادہ صاف نظر آنے لگی ہیں اور میری درخواست ہے کہ آں قبلہ میرے حال پر رحم فرما کر میری دستگیری فرمائیں اور بیعت فرما کر میری اصلاح فرمائیں۔ فجز اکم اللہ خیر الجزاء . ودمتم ابدا. خویدکم المرجومنکم......

(جواب) عزیزم سلمہ، السلام علیکم خط پڑھ کر بہت مسرت ہوئی۔ الحمدللہ حقیقت منکشف ہوئی۔ اللہ تعالیٰ بصیرت اور استقامت میں ترقی فرماوے۔ ایسی حالت میں اصل ضرورت صحبت کی ہے اگر وہ میسر نہ ہو تو اہل تحقیق کے کلام کا مطالعہ سو اس کا التزام خاص اہتمام سے رکھنا ضروری ہے۔ قیل فی الاول ؎

گرت مدام میسر شود زہے توفیق ۔۔۔ مقام امن ومئے بیغش ورفیق شفیق

وفی الثانی ؎ زمانہ رفیقے کہ خالی از خلل است ۔۔۔ صراحی مئے ناب وسفینہ غزل است

باقی بیعت اس کے معنی حاصل ہیں اور صورت میں تعجیل مناسب نہیں۔ والسلام

دوسرا خط: (مضمون) مکتوب گرامی بجواب عریضہ موصول ہو کر باعث صد طمانیت وہزار خوشی ہوا۔ مجھے جواب کا اس درجہ انتظار تھا کہ جس روز جواب آنا چاہیے تھا اور آیا اسی روز آں قبلہ کو میں نے خواب میں دیکھا اور گو صبح کو اس کی تفصیل یاد نہیں تھی مگر طبیعت میں کسی قدر انبساط تھا چنانچہ دوپہر کو مکرمت نامہ کے مطالعہ سے اسی خوشی کی تکمیل ہوگئی۔

جواب:...... اللہ تعالیٰ حقیقت تک پہنچاویں (مضمون) آنحضرت نے جو کچھ تجویز فرمایا ہے وہ حقیقت میں بالکل درست ہے چنانچہ میں خود بھی محسوس کرتا ہوں کہ آنحضرت کی مجلس میں جو کیفیت مجھ پر مستولی ہو جاتی ہے اس کی نسبت سے کلام کے مطالعہ میں وہ غلبہ نہیں ہوتا مگر افسوس کہ جہاں میں مشاغل دنیا میں پھنسا ہوا ہوں وہاں اہل اللہ کی مجلس کہاں نصیب، جس کے پاس بھی اس خیال کو لے گیا وہاں بجز ترقی ملک وتحصیل معاش کے چرچوں کے سننے میں نہ آیا۔ اہل ثروت و دولت کے پاس جانے میں تو اس لیے اجتناب ہے کہ وہ یقیناً کسی نہ کسی غرض پر محمول کریں گے مگر اب بعض حضرات علماء بھی اپنے اثرات اور رسوخ کی بناء پر ایسا ہی تصور فرماتے ہیں۔ کاش کہ آنحضرت کی خدمت میں ہی کبھی طویل اور مستقل

www.ahlehaq.org

قیام کی صورت میں نکل آئے تو ضرور مقام امن اور رفیق شفیق دونوں حاصل ہوسکتے ہیں بہرحال مافوق کی تمنا اور دعا کے ساتھ مادون یعنی آنحضرت کے مواعظ کا مطالعہ التزام کے ساتھ جاری رکھوں گا اور جب تک مقام امن میسر نہیں ہے اس وقت تک گوشہ بیت ہی میں فارغ اوقات گزاردوں گا۔

جواب:...... صحیح تدبیر ہے معذور کو اسی میں صحبت کے آثار عطا ہو جاتے ہیں (مضمون) بیعت کے متعلق مجھے عجلت نہیں ہے میرا مقصد اپنے حالات اور ان کی درستگی کے لیے بیعت کی خواہش کا آنحضرت کے علم میں لانا تھا اب کسی تدبیر پر اصرار یا عجلت میرا منصب نہیں۔ آپ جو تجویز فرمائیں گے اور جس وقت تجویز فرمائیں گے وہ ہی صواب ہے اور اسی سے مجھے فائدہ ہوسکتا ہے۔

جواب هنيئاً لكم العلم

ذی وجاہت امراء و حکام جو حضرت اقدسؒ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور ایسے بہت ہوتے تھے ان سے ان کے مرتبہ کے موافق برتاؤ فرماتے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے انزلو الناس منازلهم لیکن اپنے اصول کو لئے ہوئے۔ بالخصوص ان اصول کو جس کا وصایا میں بھی ذکر ہے کہ مقتدا کو چاہیے کہ امراء سے نہ بدخلقی کرے اور نہ زیادہ اختلاط کرے، نہ ان کو حتی الامکان مقصود بنادے بالخصوص دنیوی نفع کرنے کے لیے۔ اھ

چنانچہ جناب عبدالصمد صاحب صمد یار جنگ معتمد حضور نظام حیدرآباد دکن نے اپنے تاثرات حاضری خدمت اقدس سے واپسی پر لکھ کر بھیجے کہ حضرت کی قدم بوسی سے قلب کو اس قدر فرحت ہوئی تھی کہ بارہا تمنا ہوئی کہ یہ سعادت پھر حاصل ہو۔ چند لمحے جو خدمت عالی میں بسر ہوئے ان کو یاد کرتا رہتا ہوں۔ افسوس فقط اس کا ہے کہ وقت کم تھا اور پاک صحبت جلد ختم ہوگئی۔ جناب حافظ نواب صاحب باغپت کو تو قرب کے باعث مکرر موقع ہمدست ہوا۔ یہ دورافتادہ اب تک محروم ہے۔ حضرت کے بہت سے ارشادات کو یاد کرتا رہتا ہوں۔ الخ۔ ختم سفر پر باقاعدہ عرض معروض کرنے کا شرف حاصل کروں گا۔ الخ۔ اللہ تعالی آپ جیسی برگزیدہ ہستیوں کا سایہ قائم رکھے۔ اس کا جواب حضرت اقدسؒ نے جو دیا اب وہ

www.ahlehaq.org

ملاحظہ ہو۔ جس میں نہ اپنے اصول کو چھوڑا گیا، نہ ان کے ساتھ خلاف اخلاق وخلاف مرتبہ برتاؤ فرمایا گیا۔ اور پھر کس لطیف عنوان سے اپنا یہ مذاق بھی ظاہر فرما دیا جو اوپر مذکور ہوا کہ امراء سے زیادہ اختلاط نہ کرے۔

"از ناکارہ و آوارہ ننگ انام اشرف برائے نام بملاحظہ قدردان، اکا گان ودوستدار آوارگان دام مجدہم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ صحیفہ مغیفہ نے ملاقات غائبانہ و بعیدہ کو حاضر وقریب کر دیا اللہ تعالیٰ اس محبت کا صلہ نیک عطا فرمائے۔ بعد تشریف بری کئی روز تک قلب پر جناب کا درد و صدر رہا مگر اپنے سے زیادہ اعزاز و امتیاز خطاب ابتدائی سے مانع رہا جس کو جناب کی توجہ نے مرتفع فرمایا اس لیے اب جواب کو ماذون فیہ سمجھا آئندہ بھی ہمت خطاب کی یہی شرط رہے گی کہ یاد فرمائی پر کچھ عرض کر دیا کروں گا۔ بقیہ حالات میں بجائے عرض کے دعا پر اکتفا رہے گا۔ تمنائے ملاقات پر بے اختیار کیسی شکر گزار کا مقولہ یاد آ گیا۔ ع۔ ادائے حق محبت عنایتے ست ز دوست۔ نواب صاحب باغپت کے تذکرہ فرمانے پر کسی کم ہمت کا مقولہ یاد آ گیا۔ ع۔ ذکر میرا تجھ سے بہتر ہے کہ اس محفل میں ہے۔ اختصار ملاقات میری حالت کے اعتبار سے ایسا تھا جیسے ضعیف المعدہ کے اعتبار سے اختصار غذا کہ غذا کے وافر ہونے کا وہ متحمل نہیں ہوتا تو شفیق تیماردار کو تو اس اختصار کا قلق ہوتا ہے مگر مریض اس اختصار سے گو طبعاً متاسف ہو مگر عقلاً ممنون ہے۔ نواب صاحب باغپت کا تکرار ملاقات وجہ قلت تغذیہ (از مؤلف۔ نواب صاحب باغپت کو آباؤ اجداد کے زمانہ سے تعلق ارادتمندی چلا آ رہی ہے مثل پانی کے ہے باوجود مقدار زیادہ ہونے کے معدہ اس کا متحمل ہو جاتا ہے۔ میرے معروضات کو یاد فرمانا ایسا ہے جیسے نفیس ولطیف غذا کھانے والے حضرات بوجہ جدید ہونے کے دیہاتی سبزیوں کو یاد فرماتے ہیں۔ باقی خیریت سے ہوں کرم فرماؤں کے لیے دعا کرتا ہوں اور جناب کی دعا کا شکر گزار ہوں۔ والسلام"

اس پر دوسرے عریضہ میں انہوں نے عنایت وشفقت کے الفاظ پر اپنی اور اپنی والدہ صاحبہ اور اہلیہ صاحبہ کی بیحد مسرت کا اظہار کیا۔ نیز ڈیڑھ سو روپیہ بھیجنے کی اطلاع دی اور آخر

www.ahlehaq.org

میں لکھا کہ دعا کرتا ہوں کہ خدمت اقدس میں حاضری کی ، پھر مجھے توفیق ہو کیونکہ ان قیمتی لمحوں کو ہمیشہ یاد کرتا ہوں جو جناب والا کے ارشادات کی سماعت میں بسر ہوئے اللہ تعالیٰ عالم اسلامی کی رشد و ہدایت کے لیے آپ کا سایہ تادیر قائم رکھے۔ اھ۔ اس کا حضرت اقدسؒ نے یہ جواب ارقام فرمایا۔

''معظم و محترم دام مجدہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ، الطاف نامہ نے مسرور و ممنون فرمایا، ایسے اکثر المشاغل بزرگ کا ایک ناکارہ ہستی کو یاد فرمانا اگر کرم کی اعلیٰ فرد نہیں تو کیا ہے۔ جس کا صلہ بجز دعا کے کیا ہوسکتا ہے۔ پھر دونوں مخذرات عفت کی مسرت نے اور زیادہ مجوب فرمایا۔ ان کی یہ مسرت متن پر حاشیہ ہے، ان کے لیے بھی دعا میں اضافہ کرتا ہوں بالخصوص آپ کی دعا پر آمین کہتا ہوں۔ منی آرڈر کا عطیہ نعم العدلان ونعم العلاوہ کا مصداق ہے جس کا اثر آپ کے خلوص سے یہ ہوا کہ میں اکثر امراء کا احسان قبول کرتا ہوں سوچا کرتا ہوں مگر اپنے ضمیر میں اس کو اس سوچ سے مستثنیٰ پاتا ہوں۔ اس لیے اس کو حق تعالیٰ کی نعمت اور آپ کو واسطہ نعمت سمجھ کر دعا و شکریہ کے ساتھ بسر و چشم قبول کرلوں گا۔ پھر ختم پر جو کلمات محبت حوالہ فرماتے ہیں اس کے جواب میں بجز اس کے کیا عرض کروں جو پہلے نیاز نامہ میں بھی عرض کرنا یاد پڑتا ہے۔ ادائے حق محبت عنایتیست ز دوست وگرنا عاشق و مسکیں بہ ہیچ خورسندست۔ والسلام خیر الختام۔ ناکارہ اشرف علی از تھانہ بھون۔

ایک انگریزی خواں طالب علم نے جو ایف اے کے امتحان میں شریک ہوئے تھے دعا و تعویذ کی درخواست لکھ کر بھیجی اور یہ بھی لکھا کہ ان شاء اللہ کچھ عرصہ بعد میں حضور والا کی قدم بوسی سے ضرور شرف حاصل کروں گا۔ یہ میری زندگی کا سب سے پہلا دن ہے کہ میں ایک اتنے زبردست شخصیت سے خط و کتابت کر رہا ہوں اور ہر وقت میرے دل میں اس بات کا خوف طاری ہے کہ حضور کس طرح اس خط کو موصول کریں گے میں چونکہ ان آداب سے بالکل ناواقف ہوں جو دنیا کی بڑی شخصیتوں کے لیے لائے جاتے ہیں اگر میں کسی غلطی کا مرتکب ہوں گا تو مجھے امید کامل ہے کہ جناب والا معاف فرمائیں گے۔

اس کا جواب ملاحظہ فرمایئے۔'' دعائے کامیابی کرتا ہوں اور ایسے تعویذ یا اوراد میں نہیں

www.ahlehaq.org

جانتا اور معلوم نہیں یہ وہم کس نے ڈال دیا کہ میری شخصیت زبردست ہے ضابطہ سے تو سب سے زیادہ زیردست میں اپنے کو کہہ سکتا ہوں مگر واقعی بے تکلف بات یہ ہے کہ زبردستوں کے مقابلہ میں تو اللہ تعالیٰ مجھ کو ان سے زیادہ زبردست کر دیتے ہیں اور زیردستوں کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ ان سے زیادہ زیردست بنا دیتے ہیں۔اب اس صورت میں آپ اپنا فیصلہ کیجئے۔

سبحان اللہ کیسے لطیف پیرایہ میں حقیقۃ الامر بھی واضح فرما دی اور بعنوان لطیف متنبہ بھی فرما دیا کہ جیسا خود بن کر آؤ گے ویسا ہی برتاؤ پاؤ گے۔اگر زبردست بن کر آؤ گے تو اپنے آپ سے زیادہ زبردست مجھ کو پاؤ گے اور اگر زیردست بن کر آؤ گے تو مجھ کو اپنے سے بھی زیادہ زیردست پاؤ گے۔بقول احقر۔

کھنچے جو مجھ سے تو بنجاؤں کھنچ کے میں تلوار ملے جو جھک کے تو اسکے گلے کا ہار ہوں میں

ایک طالب کے خط میں میں نے عجیب مضمون تسلی کے متعلق دیکھا جو کہیں نقل بھی نہیں ہوا اور ایسے بہت سے مضامین ہیں۔اللہ تعالیٰ کوئی صورت ان کے جمع ہونے کی بھی کر دے وہ مضمون یہ تھا کہ ان طالب صاحب نے سخت حالت قبض باطنی کی لکھ بھیجی اور تسلی چاہی تو تحریر فرمایا کہ تسلی مطلوب نہیں تجلی مطلوب ہے جو کبھی جلالی بھی ہوتی ہے جو اس وقت ہو رہی ہے۔اھ۔یہ بھی تحریر فرمایا کہ یہ حالت ایک مبارک مجاہدہ ہے جس کے آثار نہایت محمود مرتب ہوتے ہیں جن کا ظہور وقت پر ہوگا ان آثار کی بنیاد پڑ رہی ہے۔بس حتی الامکان کام میں لگے رہو۔ان حالات کی طرف توجہ مت کرو۔البتہ اطلاع دیتے رہو۔ان شاء اللہ تعالیٰ عنقریب سب حالات خاطر خواہ ہو جائیں گے۔

اس مضمون کو کہ تسلی مطلوب نہیں تجلی مطلوب ہے۔احقر نے ایک قطعہ میں بھی منظوم کر لیا ہے وہ اور چند دیگر تعلیمات اشرفیہ منظوم بامید نفع طالبین نظم کی ہیں جو ان شاء اللہ تعالیٰ آخر کتاب میں درج کی جاویں گی۔

ایک عورت نے بیعت کی درخواست لکھ کر بھیجی مگر اس وقت جب حضرت کی آخری حالت ضعف کی ہو چکی تھی۔حضرت کبھی کسی عورت کو اپنے کسی مجاز کے سپرد نہ فرماتے تھے کیونکہ عورتوں کے معاملہ میں حضرت غایت احتیاط ہی کو مناسب سمجھتے تھے۔بس صرف ایک

www.ahlehaq.org

اس عورت کو غایت مجبوری میں بیعت تو خود فرمالیا لیکن بجائے خود تعلیم دینے کے لکھوایا کہ تعلیم کسی مجاز سے حاصل کریں لیکن بذریعہ کسی محرم کے خود براہ راست ان کو ہرگز خط نہ لکھیں۔اھ۔ایک عورت نے اپنے شوہر کے قلم سے مگر اپنی جانب سے یہ لکھوا کر بھیجا، بعض اوقات خادمہ اپنے شوہر کو ترک نماز پر یا اور کسی دینوی کام پر نصیحت کرتی ہے جو بعض دفعہ جھگڑے کی صورت ہو جاتی ہے۔وہ کہتے ہیں کہ تجھے نصیحت کا کوئی حق نہیں ہے حضور والا تحریر فرمائیں کہ ان کا یہ کہنا صحیح ہے یا نہیں۔خادمہ نصیحت کرسکتی ہے یا نہیں۔؟ جواب لکھوایا کہ حق تو سب کو ہے مگر ایک شخص اپنے نفع کو نفع نہ سمجھے اس صورت میں دوسرے کے ذمہ اس کو نفع پہنچانا ضروری نہیں خاص کر جب فتنہ وفساد تک نوبت پہنچے اھ۔باہمی اختلاف میں نہ اس کو جتایا نہ اس کو پورا جتایا۔ بلکہ دونوں کو نصیحت کردی۔خاص طور سے شوہر صاحب کو بقول شخصے۔ع۔دونوں کو ایک وار میں خورسند کردیا۔اور اختلاف میں قول فیصل فرمانے کا تو حضرت کو بہت ہی سلیقہ حق تعالیٰ نے عنایت فرمایا تھا۔ایک اور سوال وجواب ملاحظہ ہو۔

سوال:...... یہاں پر ایک مشاعرہ ہوا جس کا مصرعہ طرحی یہ تھا کہ۔ع۔محبت کی مستی میں سب کچھ روا ہے۔اس پر تمام اہل علم حضرات میں بحث چھڑ کر اختلاف ومناقشہ کی صورت پیدا ہوگئی بعضے کہتے ہیں کہ یہ قول نادرست ہے اور بعض کا قول ہے درست ہے۔آخر ہوتے ہوتے یہ طے پایا کہ آپ سے اس کے متعلق فیصلہ طلب کیا جائے جو فیصلہ آپ دیں اس کو سب تسلیم کرلیں یہ متفقہ منشا ہے لہٰذا التماس ہے کہ مصرعہ مذکورہ کا مفہوم اگر صحیح ہے تو کس بناء پر۔اور غیر صحیح ہے تو کس روسے سند کے ساتھ یعنی قرآن وحدیث واقوال صوفیائے کرام وغیرہ سے فیصلہ کن جواب مرحمت فرمائیں تو عین فیض بخشی ہوگی۔

جواب:......سوال بے قاعدہ ہے ضرورت تھی دونوں کے قول کے دلائل بھی نقل کئے جاتے تو جواب سے زیادہ بصیرت حاصل ہوتی۔اب اپنی طرف سے تبرعاً جواب لکھتا ہوں گو احتمال ہے کہ اس قدر بصیرت حاصل نہ ہو۔وہ جواب یہ ہے۔

کہ محاورات میں کبھی کل بمعنی کثیر بھی ہوتا ہے کمافی قولہ تعالیٰ فی قصہ داؤد وسلیمان علیہما السلام واوتینا من کل شیٔ وفی قصہ بلقیس واوتیت من کل شیٔ۔اسی پر یہ

www.ahlehaq.org

مصرعہ بھی محمول ہوسکتا ہے اور سکر غیر اختیاری میں ایسی جزئیات وارد ہیں فقط بڑے بڑے جذباتی خطوط آتے تھے مگر حقیقت کے مقابلہ میں کسی مضمون سے متاثر نہ ہوتے تھے اور قابل اصلاح امور کی اصلاح کئے بغیر نہ رہتے تھے۔ اس کا اہتمام آخر وقت تک رہا۔ چنانچہ ایک طالب عاشق نے لکھا کہ حضرت والا میں اس بات کے لیے بالکل دل وجان سے تیار ہوں کہ اللہ تعالیٰ عزاسمہٗ میری تمام طاقت اور تمام بقیہ عمر وحیات لے کر حضرت والا کو دیدیں، اور حضرت والا میں طاقت وقوت آجائے اور حضرت والا کا فیض عرصہ دراز تک جاری رہے، یہ بھی جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ایسا کرتے نہیں جیسی تمنا اوپر تحریر کی ہے مگر میں دل وجان سے اس کے لیے تیار ہوں۔ اور جواب لکھوایا کہ اس تیاری کی مجھ کو خبر دینے میں کیا حکمت ہے، فضول باتوں کا مجھ پر اچھا اثر نہیں ہوتا۔ پھر زبانی بھی اظہار ناگواری فرماتے رہے کہ مجھ کو سنانے کی کیا ضرورت ہے دعا مانگو۔ اور جب یہ بھی معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کرتے تو یہ مفت کرم داشتن ہوا۔

ایک مجاز بیعت نے لکھا کہ جیسی محبت حق تعالیٰ کی چاہیے ویسی نہیں معلوم ہوتی، تحریر فرمایا کہ وہ دن ماتم کا ہوگا جب یہ سمجھو گے کہ جیسی محبت ہونی چاہیے تھے ویسی ہوگئی کیونکہ اس درگاہ میں تو انبیاء علیہم السلام بھی یہی فیصلہ کرتے چلے آئے ہیں کہ جیسی محبت چاہیے تھی ویسی نہیں ہے۔

ہندوستان کے مشہور شاعر یعنی جگر صاحب مراد آبادی نے عقیدتمندانہ ایک اپنی فارسی کی غزل پانچ شعر کی جو ان کو بہت پسند تھی وفات سے چند ہی روز قبل بھیجی جس کا ایک مصرعہ یاد رہ گیا۔ ع۔ نہ بہ مطربے نہ بہ شاہدے، نہ بہ حاصل غنی خوشم + جواب لکھا جو پورا محفوظ نہیں مگر غالباً یہ مضمون تھا کہ آپ کے تر اور رنگیں جذبات نے میرے ایک خشک جذبہ کو حرکت دے کر مجھ سے بھی ایک شعر کہلوادیا جس کو ایک اہل کمال کے سامنے پیش کرنا اس لیے مناسب نہیں کہ یہ ایک صورت دعویٰ کی سی ہے لیکن بامید نفع پیش کرتا ہوں۔ گو وہ شعر رنگیں نہیں مگر سنگین ہے۔ اھ۔

اس شعر کو پیشانی پر لکھ کر اس کے حاشیہ پر عربی میں یہ عبارت بھی لکھ دی۔ **خاتمة الجذبات ولتكن اخر الى الحالات** یعنی سارے جذبات کا ختم کر دینے والا یہ جذبہ ہونا چاہیے اور سارے حالات کے بعد آخری حال یہ ہونا چاہیے وہ شعر یہ تھا۔

www.ahlehaq.org

ے نہ[1] بہ نظم شاعر خوش غزل — نہ بہ نثر تاثر بے بدل
بغلامی — شہ عزوجل — و بعاشقی بنی خوشم

سبحان اللہ کس لطافت سے شاعر کے حسب حال تبلیغ فرمائی اور اپنا بھی آخری حال ظاہر فرمادیا۔

غرض آخر وقت تک حضرت اقدسؒ کی شان تربیت واصلاح وشان تحقیق وتدقیق اسی آب وتاب اور جوش وخروش کے ساتھ باقی رہی۔ جیسی کہ حالت صحت میں تھی جس سے حاضرین کو سخت حیرت ہوتی تھی یہاں تک کہ صرف دوتین روز قبل انتقال ایک مخصوص اہل علم کے ایک دقیق وطویل علمی اشکال کا جواب ایسا مدلل اور مکمل خود احقر سے لکھوایا کہ ان کی تشفی ہوگئی۔ مولانا ظفر احمد صاحب مدظلہم کے صاحبزادے مولوی عمر احمد اور ان کی والدہ صاحبہ کا معاملہ کچھ عرصہ سے معلق تھا کہ ان کی بعض کوتاہیوں پر حضرت اقدس کو ناگواری تھی ان دونوں کی طرف سے آخرایام مرض میں بہ سلسلہ عیادت پیش قدمی ہوئی تو حضرت نے باقاعدہ معاملہ کو طے کرنے کی ضرورت اور اس کا نہایت مکمل طریقہ اپنے مخصوص طرز پر جو استغنا اور شفقت دیگر ضروری رعایتوں کو حاوی تھا مجھ سے ایک پرچہ فی البدیہہ لکھوایا انتہائی ضعف کے باعث حضرت دھیمی آواز سے بولتے جاتے تھے اور احقر لکھتا جاتا تھا اور اس کی جامعیت پر دل ہی دل میں عش عش کرتا جاتا تھا۔ غرض حضرت اقدسؒ نے بہت جلد جلد معاملہ کے سارے ضروری مراتب طے کرا کے معافی عطا فرمادی جس سے ان کے گھر بھر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی بعد کو احقر سے فرمایا کہ مجھے یہ خیال ہوا کہ یہ ساری عمر بدنام رہیں گے اس لیے میں نے اس قصہ کو ختم کردیا اس میں اشارہ قریب بصراحۃ اس طرف بھی تھا کہ زیست کی توقع نہیں کیونکہ صراحۃً یاس کے کلمات فرمانے میں حضرت اقدس ہمیشہ بپاس خاطر خدام ومتعلقین بہت احتیاط فرماتے تھے تاکہ دلشکنی نہ ہو۔ غرض اس خیال سے کہ خفگی ہی کی حالت میں انتقال ہوگیا تو وہ لوگ عمر بھر بدنام رہیں گے۔ خلاف معمول بعجلت تمام دونوں کو معافی دیدی اور ایک پرچہ پر یہ عبارت لکھ کر بذریعہ مولانا ظفر احمد صاحب ان کے پاس بھیجی **ھینتا لکم انموذج ھذہ الایہ وجعلنھا و ابنھا آیۃ للعالمین**۔ جس میں

---

[1] عجیب اتفاق ہے کہ نظم وشعر کے سلسلہ میں حضرت والا کا یہ شعر بالکل آخری شعر ہے۔۱۲۔ بندہ محمد شفیع دیوبندی

www.ahlehaq.org

مولوی عمر احمد اور ان کی والدہ صاحبہ کی تسلی اور تطییب خاطر منظور تھی۔

اللہ اکبر کس درجہ شفقت تھی کہ ایسے نازک وقت میں بھی ایسے امور کا خیال فرمایا ورنہ آدمی ذراسی تکلیف میں بھی اپنی فکر میں مشغول ہو جاتا ہے نہ کہ دوسروں کی۔ بالخصوص جن سے خفگی بھی ہو۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ خفگی محض مصالح اصلاحی کی بناء پر تھی نہ کہ دل سے لیکن اصول صحیحہ اور ضروریات شرعیہ کو اس میں بھی قائم رکھا ان سے ذرا نہ ہٹے بلکہ جب انہیں اس کی انتہائی مسرت کا احقر کے ذریعہ سے علم ہوا تو فرمایا کہ اگر میں بلا ضروری شرائط کو پورا کرائے معافی دے دیتا تو اتنی مسرت تھوڑا ہی ہوتی۔ کیا ٹھکانہ ہے اس مصلحت بینی کا کہ آخر وقت تک مصالح عقلیہ اور جذبات نفسیہ اور ضروریات شرعیہ پر پوری پوری نظر رہی اور ان میں سے ہر ایک کو اپنے اپنے درجہ پر اور پر اپنی اپنی حد پر رکھا۔ خود ہی اکثر فرمایا کرتے تھے کہ الحمدللہ میں کبھی طبیعت کو عقل پر اور عقل کو شریعت پر غالب نہیں آنے دیتا۔ سبحان اللہ کیا شانِ اعتدال تھی درجہ شناسی اور فرق مراتب اسی کو کہتے ہیں، پھر استقامت ایسی کہ علاوہ ہمیشہ اس کی تعلیم فرماتے رہنے کے بعون اللہ آخر وقت تک خود بھی اس پر پورا پورا عمل کر کے دکھلا گئے۔ **وذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء** مصلحت بینی اس درجہ تھی کہ بعض مشتاقین دور دراز کا سفر کر کے بلا اجازت حاصل کیے آجاتے تو بعض اوقات ان کو ملنے کی اجازت نہ مرحمت فرماتے پھر ساتھ ہی حاضرین خاص سے یہ بھی فرماتے کہ کمبخت دل بھی دکھتا ہے اتنا لمبا سفر ان کا بیکار ہو گیا۔ لیکن ان کو اجازت دے دوں تو نہ ان کی غلطی طور پر رفع ہو، نہ دوسروں کو سبق ہو اب ایک ان کو تو تکلیف ہوئی جس کے وہ خود ذمہ دار ہیں لیکن بہت سے دوسروں کو سبق ہو گیا بعض نے کہا کہ یہاں پہنچ کر اجازت لینے کے خیال سے چلے آئے۔ انہیں میں سے ایک علی گڑھ کالج کے ایم اے، یا ایل ایل کے طالب علم تھے ان کو بخلاف معمول چند بار کے زبانی سوال و جواب کے بعد اندر بلا لیا کیونکہ بربناء ضرورت تالیف قلب و دیگر مصالح خاصہ نو تعلیم یافتوں کی کسی قدر رعایت بھی فرماتے تھے لیکن اپنے خاص اصول کو لیے ہوئے۔ چنانچہ جب وہ صاحب آئے تو حضرت اقدسؒ نے باوجود انتہائی ضعف کے نہایت پرشوکت لہجہ میں فرمایا کہ آپ صاحبان تو بہت مہذب ہوتے ہیں اور ہم ملانوں کو غیر مہذب سمجھتے ہیں

www.ahlehaq.org

لیکن کیا یہ تہذیب کے خلاف نہیں ہے کہ بلا اجازت حاصل کیے کسی سے ملنے چلے آئے۔ خواہ اس کو کوئی عذر ہی ہو، چنانچہ میرا اعذر ظاہر ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ یہاں حاضر ہونے کے بعد اجازت لے لینے کا خیال تھا۔ فرمایا کہ کیا آپ ان دونوں حالتوں میں فرق محسوس نہیں کرتے کہ ایک تو قبل سفر وہیں سے اجازت لی جاتی اور ایک آپ نے اتنا سفر کر لینے کے بعد یہاں پہنچ کر اجازت حاصل کی۔ کیا پہلی صورت میں آزادی اور دوسری میں دوسرے پر بوجھ ڈالنا نہیں ہے اس کا وہ کیا جواب دے سکتے تھے۔ بجز اقرار غلطی کے۔ پھر حضرت نے اپنی مخصوص شان تربیت سے ان کو مفصل تنبیہ فرمائی اور باوجود کہ نو تعلیم یافتہ حضرات اکثر جری اور بیباک ہوتے ہیں اور کسی سے دبنا نہیں جانتے لیکن اس وقت ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے حضرت ان صاحب پر مستولی ہوتے جاتے ہیں گو غایت ضعف کی وجہ سے حضرت کی آواز تو پست تھی لیکن لہجہ نہایت پر شوکت وصولت اور شان استیلائے ہوئے تھا اور وہ اس اثر سے اتنے مرغوب اور دبے ہوئے تھے کہ ضروری سوالوں کے جواب بھی نہ دے سکتے تھے بعض بعض موقعوں پر احقر چپکے سے جواب بتاتا جاتا تھا، اسی اخیر حالت ضعف میں اس بار کسی سلسلہ گفتگو میں بصد شوکت وصولت فرمایا کہ اگر ایک ہزار عقلاء بھی مل کر کوئی تجویز شریعت کے مقابلہ میں پیش کریں تو اور علماء کی تو بڑی شان ہے، میں آوارہ و ناکارہ بھی پانچ منٹ کی گفتگو میں خود ان کے منہ سے کہلوا لوں کہ یہ بے عقلی کی تجویز ہے۔ اھ

واقعی حضرت اقدسؒ نے بالکل بجا فرمایا بلکہ ایسا کر کے دکھلا دیا۔ بڑے بڑے عقلاء اور ماہرین سیاست وتمدن و دیگر فنون بڑے بڑے دعوے کر کے حضرت کو اپنا ہم خیال بنانے کی نیت سے آئے لیکن مغلوب ہو کر گئے۔ یہ قوت حق کی تھی خود فرماتے تھے کہ مجھ کو بڑے بڑے باوجاہت لوگوں، عہدہ داروں، انگریزوں سے، بڑے بڑے مقرروں اور اہل قلم سے بڑے بڑے مناظرین، آریوں وغیرہ سبھی سے گفتگو کا اتفاق ہوا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے کبھی کسی کے سامنے شرمندہ نہیں کیا۔ ہمیشہ سب پر غالب ہی رکھا۔ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ میرے غالب رہنے کی زیادہ تر یہ وجہ ہوتی ہے کہ میں حق بات اور صاف بات کہتا ہوں۔ اور ایک بار حق ظاہر کر دیتا ہوں۔ پھر بحث و مباحثہ میں نہیں پڑتا۔ یہ نیت

www.ahlehaq.org

رہتی ہے کہ اگر کوئی بچہ بھی میری غلطی پر مجھے متنبہ کردے گا تو اس کو بھی مان لوں گا۔ چنانچہ سلسلہ ترجیح الراجح میں نے اسی لیے شروع کررکھا ہے کہ اپنی جو غلطی معلوم ہوتی جائے اس سے رجوع کرکے شائع کرتا رہوں اور یہ صفت زیادہ تر حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فیض صحبت سے حاصل ہوئی ہے کیونکہ وہاں اس کا ظہور رات دن ہوتا رہتا تھا اور یہ صفت مولانا میں بہ نسبت دیگر ہمعصر بزرگوں کے بہت بین طور پر نمایاں تھی۔اھ

حق بات کہنے میں حضرت اقدسؒ کبھی تامل نہ فرماتے تھے۔لیکن ضروری رعایتوں کا پورا لحاظ رکھتے تھے اور اکثر ایسے موقعوں پر یہ مصرعہ پڑھ دیا کرتے تھے۔ ع۔نرم گو لیکن مگو غیر صواب + مولانا منظور احمد صاحب نعمانی مدیر الفرقان نے علامہ مودودی کی تحریک اسلامی میں شرکت اور اس کے موافق شریعت ہونے کے متعلق گفتگو کے لیے بریلی سے آنا چاہا اور اجازت چاہی تو صاف فرما دیا کہ اگرچہ کوئی اعتراض شرعی لحاظ سے بظاہر نہ وارد کیا جا سکے لیکن میرا دل اس تحریک کو قبول نہیں کرتا۔ یہ ہی زبانی بھی عرض کردوں گا۔لہٰذا اس ضرورت سے سفر کی زحمت نہ فرمائی جاوے۔اھ

چنانچہ بالآخر قلندر ہرچہ گوید دیدہ اور اتقوا فراسة المومن فانه ینظر بنور اللّٰه ہی کا ظہور ہوا مولانا موصوف کچھ اس تحریک میں شریک رہ کر اور اس میں خلاف شرع اُمور کا خود مشاہدہ کرکے ذاتی تجربہ کے بعد سنا ہے کہ اس سے الگ ہوگئے۔اسی طرح مختلف قسم کی تحریکات میں جو بظاہر خوشنما تھیں لیکن محذورات شرعیہ سے خالی نہ تھیں شرکت کے لیے لوگوں نے ہر قسم کے بڑے زور لگا دیکھے۔لیکن حضرت اقدسؒ ذرا ٹس سے مس نہ ہوئے اور برابر کوہ استقلال بنے ہوئے مرکز حق پر نہایت مضبوطی کے ساتھ قائم رہے۔حضرت اقدسؒ میں یہ قوت حق بعون اللہ تعالیٰ باوجود شدید مخالفتوں کے شدومد کے ساتھ برقرار رہی۔اس کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ حق میں وہ قوت ہوتی ہے کہ اگر ساری دنیا میں صرف ایک اہل حق اور باقی سب اس کے مخالف ہوں تو وہ اکیلا اپنے آپ کو ساری دنیا پر بھاری محسوس کرتا ہے۔حضرت اقدسؒ کی مجموعی زندگی کو ایک واقف حالات شخص اپنے ذہن میں مستحضر کرنے کے بعد اس ارشاد کو خود حضرت اقدسؒ پر پورا پورا منطبق پائے گا۔مذکورہ بالا مختلف حالات اس

www.ahlehaq.org

ضمن میں لکھے گئے تھے کہ دوران علالت میں جو اس قدر شدید و مدید تھی باوجود آثار ضعف وانحطاط روز افزوں کے حضرت اقدسؒ کی کسی خصوصی شان میں معتد بہ فرق ظاہر نہ ہوا اس لیے آخر وقت تک افاقہ ہی کا دھوکہ ہوتا رہا اب اس سے بڑھ کر کیا شان افاضہ وتبلیغ اور شوق و خدمت دین ہوگی کہ مدرسہ دارالعلوم دیو بند جو حضرت اقدسؒ کا علمی گہوارہ اور بزرگوں کی خاص جگہ تھی اس کی محبت جس قدر حضرت کو ہوسکتی ہے کوئی دوسرا آدمی اس کا اندازہ بھی نہیں لگا سکتا۔ وفات سے چند سال پہلے وہاں کے ارباب حل وعقد سے مذاق ورائے کا کچھ اختلاف پیش آیا۔ حضرت اقدس کی رائے تھی کہ موجودہ سیاسیات کا اشتغال خواہ فی نفسہ حق ہو یا باطل مگر دارالعلوم کے طلباء وعلماء کی اس میں شرکت بہرحال مدرسہ کے مقاصد اصلیہ کو متزلزل کردینے والی ہے۔ جس کا مشاہدہ وتجربہ بھی عرصہ سے اکثر حضرات کو ہو چکا ہے لیکن حضرت اقدس کی عادت ہمیشہ سے یہ تھی کہ اختلاف کے مواقع پر جو بات حق سمجھی اس کا اظہار صاف صاف کردیا پھر قبول کرلیا گیا تو بہتر ورنہ اپنے آپ کو اس سے علیحدہ کرلیا۔ خلاف وجدال میں پڑنے سے طبعاً نفرت تھی۔ اکثر مواقع پر یہ شعر پڑھا اور لکھا کرتے تھے۔

خود چہ جائے جنگ وجدل نیک وبد کیں ولم از صلحہا ہم مے رمد

اسی عادت قدیمہ کی بناء پر عرصہ ہوا۔ دارالعلوم کی سرپرستی سے استعفاء دے دیا تھا۔ لیکن دارالعلوم کی ہمدردی وبہی خواہی اور اس کی عظمت ومحبت رگ وپے میں سرایت کیے ہوئے تھی اور جس طرح کی کوئی امداد ہوسکتی تھی برابر کرتے رہتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ مدرسہ تو ہماری ماں ہے شکایت واختلاف اگر کچھ ہے تو بھائیوں سے ہے ماں سے نہیں۔ اسی لیے باوجود ضابطہ کی علیحدگی کے مفید مشورے سے کسی حال میں دریغ نہ فرماتے تھے۔

مرض وفات میں اتفاقاً کانگریس کی تخریبی کارروائیوں کا فتنہ اٹھا اس میں مدرسہ کے طلباء و بعض متعلقین کی کسی درجہ میں شرکت اور اس کی روک تھام پر منتظمین دارالعلوم میں باہمی اختلاف کی خبر حضرت اقدسؒ کے کانوں تک پہنچی تو رنج ہوا کہ اس کو مدرسہ کے حق میں مضر جانتے تھے۔ انہیں ایام میں اتفاقاً مہتمم صاحب دارالعلوم حاضر خدمت ہوئے تو باوجود طول مرض اور ضعف شدید کے اہتمام ان کے سامنے ایک مفصل تقریر فرمائی جس میں کاتب الحروف بھی حاضر تھا۔ یہ

www.ahlehaq.org

تقریر چھوٹے گھر سے باہر چھتہ کے اندر چارپائی پر بیٹھے ہوئے ارشاد فرمائی تھی جو سراسر تعلیم و تربیت کی زرّین اصول اور اصلاحی آئین سے متعلق تھی۔ افسوس ہے کہ اس وقت اس کو ضبط نہ کیا گیا اور اب اس کی تفصیل یاد نہیں۔ خلاصہ اس کا یہ تھا کہ میں نے قرآن وسنت اور عمر بھر کے تجربہ، نیز جن بزرگوں کی خدمت کا شرف حاصل ہوا ان سب کے طرز عمل سے مدرسہ کے بارہ میں جو کچھ اصلح سمجھا وہ یہ ہے کہ مدارس اور ان کے متعلقین کو سیاسیات حاضرہ سے بالکل مجتنب رہنا چاہیے اور طرف سیاسیات ہی سے نہیں بلکہ ہر اس کام سے جو تعلیمی مشاغل میں خلل انداز ہو اگرچہ وہ کام فی نفسہ کیسا ہی محمود اور مفید کیوں نہ ہو۔ ہمارے بزرگوں نے طلباء کو بیعت کرنے اور سلوک میں مشغول ہونے سے بھی باوجود اس کو اہم سمجھنے کے طالب علمی کے زمانہ میں ہمیشہ منع فرمایا ہے۔ حضرت گنگوہی قدس سرہ کبھی کسی طالب علم کو فراغت سے پہلے بیعت نہ فرماتے تھے۔ پھر کسی سیاسی اور ملکی تحریک میں شرکت کیسے گوارا کی جاسکتی ہے۔

تقریباً ایک گھنٹہ سے زائد اس تقریر کا سلسلہ رہا۔ حضرت مہتمم صاحب نے تقریر سن کر اس کو حرف بحرف تسلیم کیا اور عرض کیا کہ میں اس کی پوری کوشش کروں گا۔ حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے مسرور ہو کر دعائیں دی اور یہ مجلس ختم ہوئی۔

اس کے بعد برابر حضرت اقدس کو یہ انتظار رہا کہ اس بارہ میں کوئی اصلاحی صورت مدرسہ میں ظاہر ہو اور آنے جانے والوں سے خلاف معمول کچھ حالات بھی دریافت فرماتے رہے لیکن کوئی نئی چیز معلوم نہ ہوئی بلکہ ایک تحریر اسی عرصہ میں منجانب مدرسہ شائع ہوئی جس میں حضرت نے صورت مناقشہ محسوس فرما کر نا پسند کیا۔

اسی میں ایک عرصہ گزر گیا اور اب مرض کا اشتداد اور ضعف کی انتہاء ہوگئی اور اکثر اوقات غنودگی کا عالم طاری رہنے لگا۔ اس وقت ۲۹۔ جمادی الثانیہ ۶۲ھ کو مہتمم صاحب دوبارہ حاضر خدمت ہوئے تو باوجود انتہائی ضعف کے پھر آخری نصیحت فرمانے کا اس اہتمام کے ساتھ قصد فرمایا کہ حاضرین خدمت میں سے چند اصحاب مولانا شبیر علی صاحب ،مولانا جمیل احمد صاحب ڈپٹی سجاد علی صاحب اور احقر کاتب الحروف کو بھی اس مجلس میں طلب فرمایا اور فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ مدرسہ دیوبند کے بارہ میں میں اپنی آخری اور مختتم

www.ahlehaq.org

رائے آپ سب حضرات کے سامنے ذکر کروں تاکہ بعد میں غلط انتساب کا احتمال نہ رہے۔

یہ سب حضرات اور مہتمم صاحب مقررہ وقت پر جمع ہوگئے تو تقریباً سوا گھنٹہ مسلسل تقریر فرمائی گو غایت ضعف سے آواز بہت پست تھی اور مخاطبین کو بہت قریب بلا لیا تھا تاکہ تقریر سنائی دے سکے بلکہ تقریر شروع کر کے احتیاطاً پوچھ بھی لیا تھا کہ سب صاحب سن رہے ہیں۔ ضعف اس درجہ تھا کہ رخسار مبارک کو بار بار تکیہ رکھ لیتے تھے۔ حیرت کی انتہاء نہ تھی کہ اس درجہ ضعف میں بھی بستر مرگ پر پڑے اتنے مؤثر انداز سے ایسی مفصل، مکمل، مدلل اور مسلسل تقریر فرما رہے ہیں مع تمہید اور جمیع علمی، جذباتی مصلحانہ اور مشفقانہ رعایتوں کے جیسے کوئی رسالہ تصنیف کیا ہو سنا رہے ہوں۔

منجملہ دیگر ضروری باتوں کے تمہید میں یہ مضمون بھی تھا کہ میں عرصہ سے بیمار ہوں حیات کا اعتبار نہیں اس وقت پھر مدرسہ دیوبند کے متعلق اپنا خیال صاف صاف ظاہر کرنا چاہتا ہوں کیونکہ مدرسہ دیوبند ایسی چیز نہیں جس کے متعلق میں اپنی مختتم رائے ظاہر کئے بغیر چلا جاؤں تاکہ بعد میں ہر فریق کو یہ کہنے کا موقع نہ رہے کہ وہ ہمارے موافق تھا۔ وہ مختتم رائے یہ ظاہر فرمائی کہ مدرسہ دیوبند کو سیاسیات سے بالکل الگ رہنا چاہیے اور یہی ہمارے اکابر کا طریق تھا کہ تعلیم کے زمانہ میں کسی دوسری طرف توجہ کو سخت مضر خیال فرماتے تھے اور ظاہر ہے کہ معلمین کے طرز عمل کا طلبہ پر بہت زیادہ اثر پڑتا ہے لہٰذا مدرسہ کے مدرسین کو بالخصوص طلبہ کی مصلحت سے سیاسیات سے علیحدہ رکھنا ضروری ہے اور مدرسین کے دوسری طرف متوجہ ہونے سے تعلیم کا حرج بھی مشاہد ہے۔ ایک ایسی جماعت کی بھی سخت ضرورت ہے جو محض علم دین کی خدمت کرے۔

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ الذین ان مکنھم فی الارض اقاموا الصلوۃ و آتوا الزکوۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر وللّٰہ عاقبۃ الامور (ترجمہ) وہ لوگ جن کو اگر ہم زمین کی حکومت عطا کریں تو وہ نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں اور امر بالمعروف نہی عن المنکر کا فرض انجام دیں۔ اور سب کاموں کا انجام اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے۔

اس سے واضح ہے کہ دیانات مقصود بالذات ہیں اور سیاسیات و جہاد مصود اصلی نہیں بلکہ

www.ahlehaq.org

اقامت دیانت کا وسیلہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دیانت اور تو انبیاء علیہم السلام کو مشترک طور پر سب کو دیئے گئے اور سیاسیات و جہاد سب کو نہیں دیا گیا بلکہ جہاں ضرورت و مصلحت سمجھی گئی دی گئی ورنہ وسائل کی یہی شان ہوتی ہے کہ وہ ضرورت ہی لئے جاتے ہیں۔ شاد کسی کو یہ شبہ ہو کہ دوسری آیات میں تو اس کے خلاف مضمون موودو ہے جس سے دیانت کا وسیلہ ہونا ہیا ور تمکین فی الارض اور سیاست کا مقصود ہونا سمجھ میں آرہا ہے اور یہ ہے۔ **وعد اللہ الذین آمنوا منکم و عملو الصلحت لیستخلفنهم فی الارض کما استخلف الذین میں قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذین ارتضیٰ لھم** (ترجمہ) تم میں جو لوگ ایمان لاویں اور نیک عمل کریں ان سے اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ ان کو زمین میں حکومت عطا فرمائے گا جیسا ان سے پہلے لوگوں کو حکومت دی گئی تھی اور جس دین کو اس کے لئے پسند کیا ہے اس کو ان کے لئے قوت دے گا۔

یہاں ایمان و عمل صالح کو شرط قرار دیا جارہا ہے تمکین فی الارض کی جس سے تمکین وسیاست کا مقصود اصلی ہونا لازم آتا ہے۔ سو جواب اس کا یہ ہے کہ یہاں ایمان اور عمل صالح پر تمکین وشوکت کا وعدہ کیا گیا ہے اور بطور خاصیت کے شوکت کا دین پر ترتب ہونا ذکر فرمایا گیا ہے۔ پس دین پر سیاست وقوت موجود ہوئی لیکن موعود کا ہونا مقصود ضروری نہیں ورنہ آیت کریمہ۔

ولو انھم اقاموا التورۃ والانجیل وما انزل الیھم من ربھم لاکلوا من فوقھم ومن تحت ارجلھم۔ اور اگر یہ لوگ تورات کی اور انجیل کی اور جو کتاب ان کے پروردگار کی طرف سے ان کے پاس بھیجی گئی (یعنی قرآن) اس کی پوری پابندی کرتے تو یہ لوگ اوپر سے اور نیچے سے خوب فراغت سے کھاتے۔

میں جس میں اقامت توراۃ وانجیل وقرآن یعنی عمل بالقرآن پر وسعت رزق کا وعدہ کیا گیا ہے کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ دین سے یہ مقصود ہے۔ بلکہ دین پر موعود ہے کہ دیندار بھوکا ننگا نہیں رہ سکتا۔ پس موعود کا ہونا ضروری نہیں یہاں بھی ایمان و عمل صالح پر شوکت وقوت اور سیاست وغیرہ موعود ہیں جو بطور خاصیت اس پر مرتکب ہوں گی نہ کہ مقصود جو اس کی غایت کہلائے۔ بہرحال واضح ہوا کہ سیاست و دیانت میں سیاست وسیلہ ہے اور دیانت مقصود اصلی ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ سیاست کسی درجہ میں بھی مطلوب نہیں۔ بلکہ اس

www.ahlehaq.org

کا درجہ بتلانا مقصود ہے کہ وہ خود مقصود اصلی نہیں۔ اور دیانت خود مقصود اصلی ہے۔ اسی بناء پر میرا خیال یہ ہے کہ ایک جماعت ایسی بھی رہنی چاہیے جو خالص حفاظت دیانت اور تعلیم دین میں مشغول ہو اور وہ جماعت اہل مدارس ہی کی ہو سکتی ہے۔ اسی لیے میری پختہ رائے یہ ہے کہ طلبہ کو سیاسیات میں مبتلا نہ کیا جاوے۔ طلبہ اگر ان قصوں میں پڑ گئے تو وہ تعلیم سے بھی جاتے رہیں گے اور تربیت بھی ان کی نہ ہوگی۔ چنانچہ جب سے طلبہ کو اس سلسلہ میں ڈال دیا گیا ہے ان میں آزادی پیدا ہوگئی اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ آپ ہی لوگ ہر وقت ان کی طرف سے متفکر اور خائف رہتے ہیں۔ میں نے اس سے پہلے بھی کئی بار یہ کہا اور اب پھر کہہ رہا ہوں لیکن میں اس کے قبول کے آثار نہیں دیکھتا۔ چنانچہ اب جو مضمون آپ کی طرف سے شائع ہوا ہے (یعنی مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی کے بیان کا جواب) اس میں بھی بحق مدرسہ سیاسیات سے کوئی تبری نہیں کی گئی۔ بلکہ اثبات معلوم ہوتا ہے نیز اس مضمون میں مناظرانہ صورت پیدا ہوگئی ہے جس سے ذات البین پر برا اثر پڑتا ہے۔

یہ بھی فرمایا کہ میں نے جو کچھ کہا ہے آپ کو مجبور کرنے کے لیے نہیں بلکہ خود مجبور ہو کر کہا ہے تاکہ میرا طریق اور میری رائے تلبیس میں نہ پڑ جائے کہ میں نے ہمیشہ اس کی حفاظت کی ہے یہاں تک کہ اپنے بزرگ اور مشفق استاد حضرت مولانا دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے بھی اپنی رائے کے اخفا کو خیانت سمجھ کر ظاہر کر دیا۔ اور ظاہر ہے کہ اگر میں اس تلبیس کو گوارا کرتا تو اس وقت حضرت کے لیے کرتا۔ اب اس کی کوئی وجہ نہیں۔

افسوس ہے کہ یہ تقریر دلپذیر پوری ضبط نہ ہو سکی۔ اس لیے جس قدر چیزیں یاد رہیں وہ ذکر کی گئی ہیں۔ جناب مولانا محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم نے یہ تقریر سن کر حضرت کے ارشاد کے مطابق عمل پر آمادگی ظاہر فرمائی تو حضرت نے خاص مسرت و شفقت کا اظہار فرمایا اور یہ مشورہ دیا کہ آپ کو اس طرز عمل کی تنقید پر دارالعلوم میں قدرت نہیں ہے تو کم از کم اپنی رائے کا اعلان صاف طور پر کر دینا چاہیے۔ مہتمم صاحب نے اس کا وعدہ فرمایا اور مجلس ختم ہوگئی۔

اصلی ضعف کے ساتھ اس تقریر کے تعب نے اور بھی شکستہ کر دیا تھا لیکن تھوڑی دیر سکون لینے کے بعد خود ہی قلم لیکر اس اعلان کا مسودہ بھی تحریر فرمایا جس میں حق کے اظہار کے

www.ahlehaq.org

ساتھ مہتمم صاحب کی شان اور جملہ قابل رعایت امور کا پورا لحاظ محفوظ تھا۔ اور فرمایا کہ میں نے کہا کہ مولوی طیب کو اس اعلان کے مضمون میں تعب ہوگا اسی لیے خود ہی لکھ دیا اور بحمد اللہ ایسا ہو گیا کہ اب اس کی اشاعت انہیں دشوار نہ ہوگی۔ ہنس کر یہ بھی فرمایا کہ مہتمم صاحب سارے دن محنت کرتے تو شاید ایسا لکھ نہ سکتے۔ یہ اعلان کا مسودہ مہتمم صاحب کے سپرد کر دیا گیا۔ افسوس ہے کہ یہ اعلان بھی ہنوز شائع نہیں ہو سکا۔

الغرض پانچ سال کی طویل مدت علالت میں حضرت اقدس برابر تحریری و تقریری افاضات بدستور فرماتے رہے لکھنؤ سہارنپور، تھانہ بھون، جہاں رہے ایسے ایسے نافع، مؤثر اور پُر جوش ملفوظات سننے میں آتے رہے اور اتنی اتنی طویل مجلسیں ارشاد و تلقین کی منعقد ہوتی رہیں کہ عقل دنگ تھی کیونکہ اتنا تعب برداشت کرنا ایک ایسے سخت مریض سے بہت ہی مستبعد تھا۔ چنانچہ اکثر بعد کو بہت تکان محسوس ہوتا تھا لیکن بلا افاضا کے بھی حضرت اقدس کو کسی طرح چین نہ آتا تھا۔ بعض اطباء نے اس کی ممانعت کرنا چاہی تو فرمایا کہ جب میں کوئی خدمت ہی نہ کر سکا تو پھر میرے زندہ رہنے ہی کی ضرورت ہے۔ چونکہ حضرت اقدس کو خدمت دینی سے انشراح ہوتا تھا اور اگر اس سے روک دیا جائے تو سخت گھٹن اور الجھن ہوتی تھی۔ اس لیے اس ممانعت کو اپنی خصوصیت مزاج کی بناء پر بجائے مفید ہونے کے مقرر تصور فرماتے تھے اور واقعۃ الامر بھی یہی بات تھی چنانچہ ایک بار اسی قسم کی ممانعت تھی کہ مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی آئے جن سے بہت خصوصیت تھی اور انکو تیمارداروں سے چھپا کر بلوایا۔ یہ صرف شوق تبلیغ ہی تھا۔ کچھ عرصہ سے خانقاہ میں تشریف لانا بوجہ غایت صاف دل موقوف فرما دیا تھا لیکن قریب کی بیٹھک میں طالبین کی خاطر نہایت سخت تعب برداشت فرما کر بہزار دشواری ہانپتے لڑکھڑاتے تشریف لاتے رہے اور حسب معمول قدیم حاضرین کو آتے ہی سلام کر کے خطوط کے جوابات لکھوانے اور ارشادات سے مستفیض فرماتے رہے۔ اکثر فرمایا کہ فاصلہ بہت کم ہے لیکن یہاں تک آنا بھی موت ہے پہنچنے کے بعد بہت دیر تک سانس قابو میں نہیں آتا، گھٹنے کچھ کام ہی نہیں دیتے، بیٹھ کر اٹھنے کے ارادہ ہی میں بہت بہت دیر لگ جاتی ہے، ہمت ہی نہیں ہوتی اس کے علاوہ اکثر پیروں پر بہت بہت ورم بھی

www.ahlehaq.org

ساتھ مہتمم صاحب کی شان اور جملہ قابل رعایت امور کا پورا لحاظ محفوظ تھا۔ اور فرمایا کہ میں نے کہا کہ مولوی طیب کو اس اعلان کے مضمون میں تعب ہوگا اسی لی خود ہی لکھ دیا اور بحمد اللہ ایسا ہو گیا کہ اب اس کی اشاعت انہیں دشوار نہ ہوگی۔ ہنس کر یہ بھی فرمایا کہ مہتمم صاحب سارے دن محنت کرتے تو شاید ایسا لکھ نہ سکتے۔ یہ اعلان کا مسودہ مہتمم صاحب کے سپرد کر دیا گیا۔ افسوس ہے کہ یہ اعلان بھی ہنوز شائع نہیں ہو سکا۔

الغرض پانچ سال کی طویل مدت علالت میں حضرت اقدس برابر تحریری و تقریری افاضات بدستور فرماتے رہے لکھنؤ سہارنپور، تھانہ بھون، جہاں رہے ایسے ایسے نافع، مؤثر اور پُر جوش ملفوظات سننے میں آتے رہے اور اتنی اتنی طویل مجلسیں ارشاد و تلقین کی منعقد ہوتی رہیں کہ عقل دنگ تھی کیونکہ اتنا تعب برداشت کرنا ایک ایسے سخت مریض سے بہت ہی مستبعد تھا۔ چنانچہ اکثر بعد کو بہت تکان محسوس ہوتا تھا لیکن بلا افاضا کے بھی حضرت اقدس کو کسی طرح چین نہ آتا تھا۔ بعض اطباء نے اس کی ممانعت کرنا چاہی تو فرمایا کہ جب میں کوئی خدمت ہی نہ کر سکا تو پھر میرے زندہ رہنے ہی کی ضرورت ہے۔ چونکہ حضرت اقدس کو خدمت دینی سے انشراح ہوتا تھا اور اگر اس سے روک دیا جائے تو سخت گھٹن اور الجھن ہوتی تھی۔ اس لیے اس ممانعت کو اپنی خصوصیت مزاج کی بناء پر بجائے مفید ہونے کے مقرر تصور فرماتے تھے اور واقعۃ الامر بھی یہی بات تھی چنانچہ ایک بار اسی قسم کی ممانعت تھی کہ مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی آئے جن سے بہت خصوصیت تھی اور انکو تیمارداروں سے چھپا کر بلوایا۔ یہ صرف شوق تبلیغ ہی تھا۔ کچھ عرصہ سے خانقاہ میں تشریف لانا بوجہ غایت صاف دل موقوف فرما دیا تھا لیکن قریب کی بیٹھک میں طالبین کی خاطر نہایت سخت تعب برداشت فرما کر بہزار دشواری ہانپتے لڑکھڑاتے تشریف لاتے رہے اور حسب معمول قدیم حاضرین کو آتے ہی سلام کر کے خطوط کے جوابات لکھوانے اور ارشادات سے مستفیض فرماتے رہے۔ اکثر فرمایا کہ فاصلہ بہت کم ہے لیکن یہاں تک آنا بھی موت ہے پہنچنے کے بعد بہت دیر تک سانس قابو میں نہیں آتا، گھٹنے کچھ کام ہی نہیں دیتے، بیٹھ کر اٹھنے کے ارادہ ہی میں بہت بہت دیر لگ جاتی ہے، ہمت ہی نہیں ہوتی اس کے علاوہ اکثر پیروں پر بہت بہت ورم بھی

www.ahlehaq.org

رہتا تھا گو ورم کی طرف یا دیگر عوارض کی طرف خود حضرت اقدس کبھی التفات بھی نہ فرماتے تھے کوئی توجہ دلاتا تو فرماتے کہ علاج ماہر اور خیر خواہ طبیب کے سپرد ہے۔ حالات کا پہچاننا سمجھدار تیمارداروں کے سپرد ہے پھر مجھے کیا ضرورت ہے کہ خوامخواہ فکر میں پڑوں، حضرت کے اس طرز سے یہ محسوس ہوتا تھا کہ علاج صرف عالم اسباب میں ہونے کی حیثیت سے کرا رہے ہیں۔ ورنہ نتیجہ کے لحاظ سے محض مسبب الاسباب پر نظر ہے۔ اگر طبیب تحقیق طبی یا نفع ہونے کی تقریر کرتے تو منع فرما دیتے کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں میں کیا جانوں، مجھے بہر حال اعتماد ہے۔ ایک بار کسی دوا یا پرہیز سے اظہار تنگی فرماتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ اگر نفع نہ ہوگا تو کیا ہے اپنے گھر چلے جائیں گے۔ اچھا ہے اس دار الکدورت سے پیچھا چھوٹ جائے گا یہاں سوائے کدورت کے اور رکھا کیا ہے اس ارشاد سے بھی حضرت اقدس کا اس دار المشقہ کے متعلق وہ مذاق ظاہر ہو رہا ہے جو حضرت نے اپنے ایک تعزیت نامہ میں ظاہر فرمایا ہے جس کی نقل عنقریب ہدیہ ناظرین ہوگی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ گو دوا، پرہیز سے اظہار تنگی فرماتے رہتے تھے لیکن طبیبوں کا بے حد لحاظ رکھتے اور حتی الامکان ہدایات پر سختی سے پابندی فرماتے اور جب کسی چیز کو جی چاہتا تو جب تک دکھا بلکہ انہیں چکھا کر اجازت نہ لے لیتے نوش نہ فرماتے اور جب کسی طبیب کو بدلتے ایسی لطیف تحریر اس کے پاس بھیجتے کہ اس کو ذرا ناگواری نہ ہو اور دوبارہ رجوع کی ضرورت میں خود کو شرمندگی نہ ہو۔ فرماتے تھے کہ طبیب کا بدلنا تو برا نہیں لیکن دوران علاج میں دخل دینا فن کی توہین کرنا ہے۔ ایک طبیب کسی عزیز تیماردار کی گفتگو سے کچھ کبیدہ ہو گئے تو ایسی تحریر بھیجی کہ فوراً راضی ہو گئے۔ مزاحاً فرمایا کہ میں نے تسخیر کا تعویذ لکھ کر بھیجا تھا مگر اردو میں کچھ اوپر دو ماہ سے دوستوں کے دورے جلد جلد ہونے لگے تھے اس لیے بیٹھک میں تشریف لانا بھی موقوف ہو گیا تھا لیکن گھر کے اندر خاص خاص صاحبوں کے باضابطہ اطلاع اور انفرادی اجازت کے باریابی کا شرف حاصل ہوتا تھا گو آخر زمانہ میں تو محض دیدار ہی نصیب ہوتا تھا کیونکہ حضرت اقدس پر اکثر غنودگی کا عالم طاری رہنے لگا تھا اور حاضرین گھنٹوں خاموش بحسرت دیکھتے ہوئے بیٹھے رہتے تھے۔ جب اتفاق سے حضرت چونکتے تو اظہار شرمندگی فرماتے کہ میں تو کبھی خاموش

www.ahlehaq.org

رہنے والا نہ تھا لیکن کیا کروں آنکھیں بند ہی ہو جاتی ہیں۔اس پر ڈپٹی علی سجاد صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کی زبان مبارک تو اتنی بولی ہے کہ تمام عالم کو حقائق و معارف سے لبریز کردیا ہے اس پر احقر نے یہ شعر پڑھ دیا ہے۔

گر نبودے نالہ نے را اثر   نے جہاں را پُر نہ کردے از شکر

غنودگی کے متعلق فرمایا کرتے کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کیونکہ غنودگی میں مرض کی تکلیف محسوس نہیں ہوتی اور یہ تو حضرت کا دائمی حال تھا کہ ہر حال میں حق تعالیٰ کا شکر ادا فرماتے رہتے تھے۔تکلیف میں بھی کوئی نہ کوئی پہلو ایسا نکال لیتے جو قابل شکر ہو۔اور اکثر ایسے موقعوں پر یہ شعر پڑھ دیتے۔

درد از یار است و درماں نیز ہم   دل فدائے او شد و جان نیز ہم

ایک پڑوسی کا پیشاب بند ہو گیا تھا جس کو سلائی سے نکالا گیا۔جس سے ان کو بہت ہی سخت تکلیف ہوئی حضرت کو عرصہ سے کثرت بول کی شکایت تھی، بار بار پیشاب کے لیے اٹھنے میں بوجہ غایت ضعف کے سخت تعب ہوتا لیکن فرماتے کہ پیشاب کرتا ہوں خدا کا شکر دل سے نکلتا ہے کہ بلا سلائی کے سہولت سے ہو جاتا ہے۔گو بار بار اٹھنے میں تکلیف ہوتی ہے لیکن شکر ہے کہ بند تو نہیں پڑتا، پیشاب کا ہوتا رہنا بھی رحمت ہے۔غرض کسی تکلیف میں کبھی کوئی شکایت حضرت کے قلب میں پیدا نہ ہوتی تھی۔مزاج پوچھنے والوں کو عجیب عجیب لطیف عنوانات سے جواب دیتے۔جن سے نہ تردد پیدا ہوتا نہ بالکل بیفکری ہوتی۔بلکہ فرمایا کرتے کہ اگر صرف یہ لکھ دیا جائے کہ طبیعت اچھی ہے حالانکہ اچھی نہیں تو اس میں پوچھنے والوں کے سوال کو گویا مہمل قرار دینا ہے اور یہ بھی دلشکنی کا باعث ہے نیز اس کا حق بھی ہے کہ اس کو طبیعت کا حال بتایا جائے ہاں اس طور پر نہیں کہ وہ پریشان ہو جائے۔چنانچہ حضرت کسی کو تحریر فرد یتے کہ بیماروں میں تندرست ہوں اور تندرستوں میں بیمار، کسی کو لکھوا دیتے کہ مرض میں کمی ہے مگر ضعف میں زیادتی ہے کسی کو لکھوا دیتے کہ جیسا دیکھ گئے تھے ویسا ہی ہوں، غرض طرح طرح کے عنوان ہوتے، مجھے اس وقت یاد نہیں آرہے ہیں اکثر بہت ہی لطیف ہوتے، لیجئے ایک اور عنوان یاد آگیا۔مزاج تو اچھا ہے معدہ اچھا نہیں۔آخر

www.ahlehaq.org

میں جب بالکل معذوری ہوگئی۔ پرچوں پر دو مسودے لکھ کر کاتب خطوط کو دے دیئے کہ جو خیریت طلب خطوط ہوں سب پر یہ لکھ دیا جائے۔ خیریت سے ہوں، دعا کرتا ہوں اور جو مفصل خطوط ہوں ان پر یہ کہ علالت کی وجہ سے ایک مہینہ تک قوت آنے کی توقع نہیں، اس لیے ایک مہینہ کے بعد لکھا جاوے، چنانچہ خطوط پر یہی لکھا جاتا رہا شدید علالت کی اطلاع ہمیشہ خدام کو ممانعت تھی، اس لیے عموماً خدام بیرونی کو اطلاع ہی نہ ہوتی جس کی ان کو سخت حسرت رہی۔ غرض عجیب بے ہمہ و باہمہ زندگی بسر فرمائی۔ بابہ چھتہ کے نیچے بیرونی و مقامی مشتاقین زیارت گھنٹوں اس اشتیاق میں بیٹھے رہتے کہ کب اطلاع کو نوبت آئے اور محض ایک جھلک ہی دیکھنا نصیب ہو جائے مگر اس کا موقعہ بھی بعض وقت نہ ملتا تھا اور اکثر تو باوجود عدم باریابی ویسے ہی بیٹھے رہنے کو موجب تسلی پاتے تھے اور برابر جمگھٹا لگا رہتا تھا، جو بارياب بھی ہو جاتے تھے وہ بھی صرف شروع میں اور صرف کبھی کبھی دو چار کلمات استفسار مزاج وغیرہ کے فیض ترجمان سے سننے پاتے تھے کہ پھر حضرت پر بے اختیارانہ طور پر عالم غنودگی طاری ہونے لگتا تھا۔ بس گویا اس شعر کا منظر آنکھوں کے سامنے ہوتا تھا۔

اف وہ پروانے کہ سمٹے ہی چلے آتے ہیں ہائے وہ شمع کہ خاموش ہوئی جاتی ہے

مگر اس حال میں بھی مجال کیا کہ انتظامی شان میں فرق آ جائے، باقاعدہ پرچے نو واردین و مقیمین کے پیش کیے جاتے اور ہر ایک پر بذات خود بوسائط حسب معمول سوال و جواب ہوتے، پھر کسی پر منظوری، کسی پر نامنظوری، کسی پر بشرائط و قیود منظوری دی جاتی۔ یہاں تک کہ کس کو کہاں بٹھایا جائے، اس پر حسب ہدایت پوری نظر تھی۔ ایک بار چند خاص خاص اہل علم حضرات وفات سے چند ہی روز پہلے مکرر مع بعض رفقاء کے حاضر ہوئے تو برآمدہ میں جگہ کم تھی اس لیے حاضرین سے فرمایا کہ کچھ لوگ باہر تخت پر جا بیٹھیں تا کہ جگہ ہو جائے ہم لوگ بطور خود وہاں جا بیٹھے۔ بعض بدستور بیٹھے رہے اس پر جائزہ لیا اور دریافت فرمایا کہ کون کون باہر بیٹھے ہیں اور کون کون اندر ہیں۔ پھر ان میں سے بعض باہر والوں کو اندر اور اندر والوں کو باہر بیٹھنے کا حکم دیا۔ اور جن حضرات کے لیے جگہ خالی کی گئی تھی ان میں سے بعض کو اندر بٹھایا، بعض کو باہر، ہر ایک کا نام خود پوچھتے تھے۔ کیونکہ سر اٹھا کر خود دیکھنے کی

www.ahlehaq.org

سکت ہی کہاں تھی اور جس کے لیے جو جگہ مناسب تھی وہاں اس کو بٹھانے کے لیے فرماتے جاتے تھے۔ جب سب تجویز فرمودہ جگہوں پر بیٹھ چکے تو فرمایا کہ ترجیح بلا مرجح کا شبہ کوئی صاحب نہ کریں۔ کیونکہ علاوہ فضل وکمال کے دیگر وجوہ بھی کسی کو اندر کسی کو باہر بٹھانے کے ہیں پھر یہ پوچھوایا کہ کسی صاحب کو ناگوار تو نہیں ہوا۔ اس پر سب نے عرض کیا کہ جی نہیں۔ اور ان حضرات سے فرمایا کہ اب تو یہ حالت مرض کی مستقل ہی سی ہوگئی لہٰذا بجائے بار بار تشریف لانے کے وہیں سے دعا میں یاد فرمالیا کریں۔

کیا ٹھکانا ہے ان رعایتوں کا اور انتظامات کا اور ایسی سقیم حالت ہیں، بعض خاص مجازین کو بھی بعض موقعوں پر اجازت اندر آنے کی دی۔ اور بعض موقعوں پر نہ دی، پھر اس کی مصلحت بھی یہ بیان فرمائی کہ میں چاہتا ہوں کہ میرے احباب ہر قسم کے برتاؤ کے عادی رہیں۔ اور دوسروں کی دل شکنی بھی نہ ہو جن کو روز اجازت نہیں ملتی، غرض حضرت نے کسی حال میں میں اصول صحیحہ کو کبھی نہیں چھوڑا۔ تعلیم وتلقین اور خدمت دین کا تو گویا ہر وقت حال طاری رہتا تھا گو درجہ مقام حاصل تھا لیکن مقام میں بھی آثار حال نمایاں تھے، گویا حال بعینہ و بآثارہ مقام ہو گیا تھا۔

کسی نے انکار بیعت پر یہ اعتراض کیا تھا کہ بزرگوں کے اس قول کے خلاف ہے کہ شیخ کو اشاعۃ طریق کا حریص ہونا چاہیے۔ اس پر فرمایا کہ کوئی برابر تو کیا اشاعت طریق کا حریص ہوگا۔ یہاں تو رات دن سوا اس کے کوئی اور تذکرہ ہی نہیں۔ رہی بیعت سو یہ کوئی لوازم طریق میں سے تھوڑا ہی ہے۔ پھر اس کے شرائط بھی ہیں، ان شرائط کو پورا کراتا ہوں، باقی اصول وفروع طریق کی تو میں نے اتنی اشاعت کی ہے کہ صدیوں سے ایسی نہ ہوئی ہوگی۔ وفات سے دو چار روز ہی قبل بہت ہی عجیب وغریب مضامین بیان فرما کر احقر کو مخاطب کر کے فرمایا کہ خواجہ صاحب یہ باتیں ہیں لکھنے کی، خواجہ صاحب پھر باتیں سننے میں نہ آئیں گی کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ کہیں اس کا اہتمام نہیں پھر مولانا فضل حق صاحب خیر آبادی کا یہ مصرعہ پڑھا (ع) رانڈ ہو جائیں گے قانون وشفا میرے بعد + (قانون اور شفا دونوں طب وفلسفہ کی کتابیں ہیں) پھر مولانا عبدالسمیع صاحب بیدل کا یہ شعر پڑھا۔ ؎

بیدل خستہ کو پاؤ گے کہاں کرلو اس کی میہمانی چند روز

www.ahlehaq.org

پھر فرمایا مولانا عبدالسمیع صاحب جب کانپور گئے میں نے ان کا وعظ کہلوایا تھا، گو وہ مولود خواں تھے لیکن مجھ کو معلوم تھا کہ وعظ بالکل ٹھیک کہتے ہیں، گڑ بڑ نہیں کرتے اسی لیے میں نے وعظ کی فرمائش کی تھی (سبحان اللہ خذ ما صفا ودع ما کدر اور انظر الی ما قال ولا تنظر الی من قال پر عمل فرما کر اپنی بے تعصبی اور وسیع الخیالی کا ثبوت دے دیا مولف ۱۲) شاعر بہت اچھے تھے غالب کے شاگرد تھے، اس وعظ میں انہوں نے اپنے کچھ اشعار پڑھے تھے انہی میں یہ شعر بھی تھا جو مجھ کو یاد رہ گیا۔ اھ۔ واقعی حضرت اقدس نے بالکل صحیح فرمایا کہ پھر یہ باتیں سننے میں نہ آئیں گی واقعی اب ایسے حقائق و معارف کون بیان کر سکتا ہے۔ اب ایسی تقریر و تحریر کہاں سننے میں آ سکتی ہیں کیونکہ صدیوں کے بعد ایسا محقق پیدا ہوتا ہے، جس وقت یہ فقرہ یاد آتا ہے کہ خواجہ صاحب پھر یہ باتیں نہیں سننے میں آئیں گی۔ قلب پاش پاش ہو جاتا ہے اور نہایت سخت حسرت ہوتی ہے اور اپنی کوتاہ قلمی پر رونا آتا ہے مگر چونکہ حضرت اقدس کو ملفوظات پر نظر ثانی کرنے میں تعب ہوتا، نیز اکثر حضرت اقدس پر بنائے بے تکلفی اس نااہل اور ناکارہ ہی کو مخاطب بنا لیتے تھے اور میں اس وقت قلم بند کر نہیں سکتا تھا اس لیے باوجود سخت حسرت کے معذور رہتا تھا۔ حالانکہ حضرت اقدس نے تو اس گئی گزری حالت میں بھی احقر کے اس عذر پر بھی تھا کہ کبھی پیش کر کے تو دیکھا ہوتا۔ چنانچہ واقعی ایک لمبا ملفوظ ایک صاحب نے لکھ کر پیش کیا تو فوراً نظر ثانی فرما کر تھوڑی ہی دیر میں دست بدست واپس فرما دیا کیونکہ حضرت اقدسؒ تو بلا مبالغہ کام کی بس مشین تھے، بس کام کے سامنے آتے ہی اس کو پورا کرنے کی دھن سوار ہو جاتی اور ہمہ تن مشغول ہو کر جلد سے جلد بلکہ اکثر دست بدست پورا فرما دیتے اور اکثر ایسے موقعوں پر اس ناکارہ و آوارہ کو مخاطب فرما کر فرمایا کرتے کہ دیکھئے خواجہ صاحب میں کام کو اٹھا نہیں رکھتا، فوراً اس کے سب مراحل کو طے کر کے اسی وقت ٹھکانے لگا دیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اب اس کوتاہ قلمی کی کسی درجہ میں تلافی کی توفیق اس صورت سے عطا فرمائے کہ جو ملفوظات و مواعظ کثیر تعداد میں مسودہ کی صورت میں رکھے ہوئے ہیں ان کو صاف کرنے کی کوشش کروں گو بوجہ عرصہ دراز گزر جانے کی اب ان کی تبییض سخت دشوار ہے بالخصوص جبکہ حضرت اقدس کی نظر ثانی کا بھی موقعہ

www.ahlehaq.org

جاتا رہا۔ تاہم حضرت یہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر مسلسل صورت میں تبییض میں بوجہ مسودات کے پرانا ہو جانے کے دشواری ہو تو بطور متفرق ملفوظات ہی کے مواعظ اور ملفوظات کو صاف کرلیا جاوے، گو اب ہے تو یہ بھی مشکل لیکن اللہ تعالیٰ اس کی ہمت دے، چاہے روزانہ ایک ایک دو دو ہی ملفوظات سہی کیونکہ اب تو یہ بھی ہزار غنیمت ہوں گے، غرض حضرت اقدس کو کام جلد سے جلد پورا کرنے کا بہت ہی اہتمام تھا، یہاں تک کہ آخری روز بھی ڈاک گھر والوں سے کہہ کر ڈبہ میں سے نکلوائی اور اپنے سامنے رکھوالی، پھر پتے دیکھ کر فرمایا کہ اٹھالو، کسی اپنے خاص جاننے والے کا کوئی خط نہیں ہے۔ ایک اہل خصوصیت کا دستی لفافہ آیا غنودگی اور ضعف بے انتہا تھی مگر اس کو خود اپنے دست مبارک سے حسب معمول اسی طور پر کھولا کہ چپکا ہوا پرت پھٹنے نہ پائے گو اس کھولنے میں خاصی دیر لگی کیونکہ ناتواں انگلیاں اچھی طرح کام ہی نہ دیتی تھیں اور کچھ غنودگی کا بھی اثر تھا، پاس بیٹھنے والے پیچ و تاب کھا رہے تھے کہ خود کھول دیں اور حضرت اقدس اس تعب سے بچ جاویں لیکن کسی کو مجال نہ تھی کیونکہ حضرت اقدس کسی کی اعانت کسی کام میں حتی الامکان نہ لیتے تھے اگر کوئی سبقت کرتا تو ناگواری کے ساتھ منع فرما دیتے۔ صاحب فراش ہونے سے پہلے گو چلنے میں نہایت دشواری ہوتی اور قدم لڑکھڑاتے لیکن کسی کا سہارا نہ لیتے بلکہ ملازم کو ساتھ رہنے کی ہدایت فرماتے تاکہ اگر گرنے لگیں تو اس وقت ہاتھ پکڑ کر سہارا لے لیں جب بالکل مجبور ہو گئے اور نقل و حرکت کے قابل بھی نہ رہے اس وقت بضرورت بیٹھنے کے لیے دوسرے کا سہارا لیتے۔ بعض اوقات خدام و ملازمین مرضی کے موافق کسی کام کو نہ کر پاتے تو اس عنوان سے اظہار ناراضگی فرماتے کہ میں تو سب کام ہمیشہ اپنے ہاتھ سے کرتا تھا مگر اب اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کا محتاج کر دیا ہے۔ اس لیے مجبور ہو رہا ہوں ورنہ تم لوگ ایسے بے ڈھنگا پن کرتے ہو کہ کام لینے کو جی نہیں چاہتا۔ اھ۔ اگر کسی خادم یا ملازم کو پیشاب پاخانہ کے متعلق کام کرتے دیکھتے تو بہت شرمندہ ہوتے بالخصوص دونوں پیرانی صاحبوں سے جو پیشاب پاخانہ کے وقت اعانت کے لیے حاضر خدمت رہتیں بار بار فرماتے کہ مجھے نہایت شرمندگی ہے کہ تم لوگوں سے یہ کام لے رہا ہوں اور ان دونوں حضرات نے پورا حق خدمت ادا کر دیا۔ اللہ

www.ahlehaq.org

تعالیٰ جزائے خیر دے اور تا دیر دونوں کے سایہ شفقت کو قائم رکھے۔ آمین ثم آمین۔ وذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اور تعلیم و تلقین کا تو آخر وقت تک اتنا ذوق و شوق رہا گویا اسی میں اپنی ساری زندگی گزار دی اور کیوں ایسا نہ ہوتا اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس کو پیدا ہی اس کام کے لیے فرمایا۔ بمصداق ؎

ہر کسے را بہر کارے ساختند میل آں اندر دلش انداختند

جناب مولانا عبدالباری صاحب ندوی اور مولانا مسعود علی صاحب ندوی چند روز قیام کے لیے تشریف لائے تو علاوہ عام مجلس کے جو بعد ظہر ہوتی تھی بعد فجر، بعد عصر اور بعد مغرب بھی مکان کے اندر بلا لیتے اور فرماتے کہ میں چاہتا ہوں کہ جو مفید باتیں مجھے معلوم ہیں وہ مخاطبین صحیح کے کانوں میں ڈال دوں، مجھ کو تو خیر توفیق عمل کی نہ ہوئی۔ دوسرے ہی عمل کر کے ان سے فائدہ اٹھا سکیں۔ یہ بھی فرماتے کہ میرا زیادہ احسان بھی نہیں کیونکہ اس میں میرا مطلب ہے۔

وہ یہ کہ میرا وقت احباب سے باتیں کرنے میں کٹ جاتا ہے ورنہ بیماری میں بیکار پڑا رہتا ہوں۔ جناب مولانا محمد سلیمان صاحب ندوی باوجود قصد کے حاضری سے بچند وجوہ قاصر رہے اور بعد کو حاضر ہونے کی اطلاع دی، جب نافع نافع تقریریں فرماتے تو جوش افاضہ میں مولانا سید سلیمان صاحب کو یاد فرماتے فرماتے کہ وہ بھی ابھی ساتھ ہی آجاتے تو مجھ کو مقرر زحمت نہ ہوتی اور مزید تعب سے بچ جاتا چنانچہ جب بعد کو سید صاحب حاضر ہوئے تو حضرت پر غنودگی طاری رہنے لگی اور استماع ملفوظات سے محروم رہے۔ اور حضرت کا افسوس صحیح ہو گیا وفات سے صرف ایک روز پہلے بھی قریب عصر باوجود انتہائی نقاہت کے ملفوظات کا سلسلہ شروع فرما دیا گو آواز بھی مشکل سے نکلتی تھی اور تقریر نہایت آہستہ آہستہ رفتار سے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر زبان فیض ترجمان سے صادر ہو رہی تھی صرف ایک مضمون یاد رہ گیا، بعض اعزہ کا ذکر فرما کر فرمایا کہ میں تو خدا سے چاہتا ہوں کہ میرے اعزہ مجھ سے لاکھوں درجے بڑھ جائیں

؎ افسوس صد افسوس کہ حضرت خواجہ صاحب کی وفات سے اب یہ موقع بھی جاتا رہا خدا کرے کہ کسی اور بندہ کو توفیق ہو۔ ۱۲۔ محمد شفیع

www.ahlehaq.org

مگر افسوس ہے کہ اب تک کوئی بڑھا نہیں۔ پھر اسی طرح ٹکڑے کر کر کے فرمایا کہ میں نے ہمیشہ اپنے کو مواشی سے بھی بدتر اور کمتر سمجھا لیکن حضرت حاجی صاحبؒ کی جوتیوں کی برکت سے مجھے اول یوم ہی وہ بات نصیب ہوگئی کہ حضرت نے ایک ایسی بشارت دی جس کو میں نے اس لیے کبھی ظاہر نہیں کیا کہ گالیاں پڑیں گی۔ بڑے بڑے اکابر کا نام لیکر فرمایا جن کی جوتیوں کی خاک کے برابر بھی میں اپنے آپ کو نہیں سمجھتا کہ یہ اب ان سے بھی بڑھ چلے ہیں میں نے ہمیشہ اس کو آئندہ کے لیے بشارت سمجھا کیونکہ اب تک تو اس قابل میری حالت کبھی ہوئی نہیں۔ اھ

ویسے تو بعد کو بھی مختصر ارشادات نافعہ موقع بموقع فرماتے رہے لیکن منقولہ بالا ملفوظ مسلسل ملفوظ کی صورت میں اور ملفوظ کی شان کا بالکل آخری ملفوظ جس میں جوش واثر وغیرہ تو سب کچھ بالکل صحت ہی کی حالت کا سا تھا ہاں روانی بوجہ غایت ضعف نہ تھی۔ فقرہ فقرہ رُک رُک کر فرما رہے تھے مگر الفاظ تھے کہ جوش سے پُر اور مضامین تھے کہ اثر سے لبریز تھے۔ اور دل میں گھر کرتے چلے جا رہے تھے۔ اس آخری ملفوظ کے بعد اب حالات یوم وفات جو اس ملفوظ کے اگلے روز مغرب کے وقت شروع ہوگیا تھا لکھنا شروع کرتا ہوں گو بہت سے اور حالات بھی اس کے قبل کے یاد آتے چلے جا رہے ہیں لیکن کہاں تک لکھوں اور کیا کیا لکھوں۔

ع حسن ایں قصہ عشق ست در دفتر نمی گنجد

ع بمیر و تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی

اب ان سب سے بہ تکلف ذہن کو ہٹائے لیتا ہوں اور بجبر آمد کو روک لیتا ہوں۔

حالات یوم وفات

(۱۶۔ رجب المرجب ۱۳۶۲ھ مطابق ۲۰ جولائی ۱۹۴۳ء یوم سہ شنبہ وقت عشاء)

یکشنبہ کا دن گزر کر جو دوشنبہ کی رات آئی اس میں کوئی خاص تغیر نہیں پیش آیا۔ اجابتیں بدستور قبض کے ساتھ متعدد بار ہوئیں اور غنودگی بھی طاری رہی لیکن دوشنبہ کی صبح کو کھل کر اجابت ہوئی جس پر حضرت اقدسؒ نے اطمینان کے لہجہ میں فرمایا کہ آج اس وقت تفتیح کے ساتھ اجابت ہوگئی ہے جس سے تکدر جو رُک رُک کر اجابتیں ہونے سے طبیعت میں تھا جاتا رہا اور ورم بھی جو دستوں کے دورہ کے بعد سے بہت کم ہوگیا تھا وہ بھی آخری دن بالکل اتر گیا۔ اور اس

www.ahlehaq.org

وقت یہ معلوم ہوا کہ سارا بدن صرف ہڈیوں کا ایک ڈھانچہ ہے اور کچھ بھی نہیں۔ تفتیح کے ساتھ اجابت ہو جانے سے اور تکدر طبع اور ورم کے دور ہو جانے سے جو سب کو مسرت اور اطمینان ہوا تھا وہ تھوڑی دیر بعد مبدل بہ پریشانی ہو گیا کیونکہ پھر جو بڑے بڑے دستوں کا سلسلہ شروع ہوا اس نے تمام اجزائے بدنیہ کو گھلا گھلا کر باہر نکال دیا لیکن باوجود ضعف وانحطاط کے حضرت پر جو تکدار اور غنودگی کا عالم طاری رہتا تھا وہ بالکل جاتا رہا اور جب بعد ظہر حضرت اقدسؒ کو حکیم عبدالمجید صاحب لکھنوی دیکھنے آئے اور حضرتؒ نے خود نہایت تسلسل اور انشراح وقوت لہجہ کے ساتھ اپنے حالات بیان فرمائے تو انہوں نے اظہار اطمینان فرمایا کہ یہ دست حضرت کے لیے نافع ثابت ہوئے، غنودگی بالکل نہیں رہی، دماغ کھل گیا اور کلام بالکل مسلسل ہے، نبض میں بھی بجائے ضعف کے قوت پیدا ہو گئی۔ اور واقعی حضرت اقدسؒ کافی دیر تک حکیم صاحب سے بھی اور ہم خدام سے بھی مرض وعلاج کے متعلق مثل تندرستوں کے گفتگو فرماتے رہے، احقر سے فرمایا کہ سارے علاج کر لئے کسی سے نفع نہ ہوا بلکہ روز بروز انحطاط ہو رہا ہے، اب کیا صورت اختیار کی جائے۔ احقر نے عرض کیا کہ اب صرف دلّی کا علاج باقی رہ گیا ہے لیکن ان دستوں اور اس ضعف کی حالت میں تو سفر ممکن نہیں، غرض اسی قسم کی گفتگو ہوتی رہی اسی سلسلہ میں یا اس سے قبل حضرت اقدسؒ نے دواؤں کی مقدار اور مرت کے متعلق بھی شکایت کی اور یہ شکایت حضرت اقدس کو ہمیشہ رہی اور طبیبوں سے یہی فرمائش کرتے رہے کہ مقدار اور مرات میں کمی کی جائے، چنانچہ طبیب خاص جناب حکیم محمد سعید صاحب گنگوہی سے دوبارہ رجوع کرتے وقت یہ شرائط لکھ کر دے دیں

''نمبر۱۔ دوا دن میں دوبار سے زیادہ نہ ہو، (۲) مقدار زیادہ نہ ہو (۳) قوام ایسا نہ ہو کہ کھانا پڑے یا تو نگلنے کی ہو یا پینے کی یعنی حبوب ہوں یا مشروب ہو یہ تین شرطیں دوا کے نشع ہونے میں ہیں۔ (۴) غذا میں اتنی وسعت ہو کہ اول ادل بدل ہوتا رہے۔ باقی دوا کی ناگواری پرہیز کا زیادہ اہتمام یہ ثقیل نہیں اور اگر یہ رعایتیں ممکن نہ ہوں تو مجھ کو وجداناً مرض سہل معلوم ہوتا ہے تدبیر کی صعوبت سے۔ والسلام طبیب بھی سب کوشش کر کر کے اور سوچ سوچ کر دواؤں کی کمیت اور کیفیت کو خوشگوار بناتے لیکن حضرت اقدسؒ اس درجہ لطیف المزاج اور

www.ahlehaq.org

نازک طبع تھے کہ پھر بھی اذیت ہوتی اور اس درجہ کو نا قابل برداشت۔ کھرل میں خوب سحق کر کے سفوف تیار کئے جاتے اور شربتوں میں ملا ملا کر پیش کئے جاتے لیکن وہ بھی حلق میں اٹکتے اور کبھی متلی پیدا کرتے، کبھی فوری تقاضا اجابت کا ہوتا اور یہ تو اکثر ہوتا کہ جہاں ذراسی دوایا کوئی کتنی ہی خفیف ولطیف چیز پیٹ میں پہنچی اور فوراً اجابت کا تقاضا ہوا، بعض ایسے خاص مواقع پر احقر کو مخاطب کر کے فرماتے کہ دیکھئے خواجہ صاحب طبیعت کے ضعف کی یہ تو حالت ہے اور پھر یہ لوگ کہتے ہیں کہ سخت مزاج ہے میں کیا کروں، اللہ تعالیٰ نے طبیعت ہی ایسی بنائی ہے کہ ذراسی بے ڈھنگی بات کا مجھ پر اتنا اثر ہوتا ہے کہ دوسرے کی سمجھ میں نہیں آ سکتا۔ بعض اوقات تو فرمادیا کرتے تھے کہ میں اول تو بہت صبر کرتا ہوں جب کسی طرح تحمل نہیں ہوتا اس وقت اپنی اذیت کا اظہار کرتا ہوں، لوگ تو سمجھتے ہیں کہ متحمل مزاج نہیں اور میں کہتا ہوں کہ میں سید الصابرین ہوں۔ حضرت اقدس کی خدمت میں کچھ عرصہ احقر کا رات کو بھی رہنا ہوتا تھا، اس وقت اندازہ ہوا کہ واقعی حضرت کو ذراسی اذیت کا بے حد اثر ہوتا تھا، یہاں تک کہ اگر بستر میں ذراسی شکن بھی پڑ جاتی تو فوراً پیروں سے محسوس فرمالیتے اور اس طرح سسکیاں بھرنے لگتے جیسے کوئی کانٹا چبھ رہا ہوں۔ ایک بار فرمایا مجھے شکن ایسی محسوس ہوتی ہے جیسے کسی نے لکڑی اڑا کے رکھ دی ہو۔ ایک بار مزاحاً فرمایا کہ تانا شاہ تو نازک مزاج تھا ہی لیکن میں بھی بانا شاہ ہوں اور بانا تانا سے افضل ہوتا ہے کیونکہ کپڑا کپڑا اسی سے ہوتا ہے۔ کاغذ الٹنے میں جو خفیف سی آواز ہوتی ہے وہ بھی کانوں کو اتنی ثقیل ہوتی کہ پریشان ہو کر رہ جاتے اور فوراً منع فرماتے۔ احقر کی جیب میں چمڑا کا بٹوہ رہتا ہے جھکنے میں چرمر کی آواز ہوتی تو اس سے بھی پریشان ہو جاتے یہاں تک کہ میں جیب سے نکال کر اور اس کو الگ رکھ کر خدمت میں بیٹھتا۔

غرض دوائیں حضرت کو بیحد تکلیف دہ تھیں اور فرماتے تھے کہ جب دوا سامنے آتی ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے پھانسی پر چڑھنا ہے، اسی طرح پرہیز کا تحمل نہ تھا اکثر طبیب پرہیز سختی کے ساتھ کراتے تھے کیونکہ مرض ہی سخت تھا اور حضرت کی یہ حالت تھی کہ نامرغوب غذا کسی طرح کھا ہی نہ سکتے تھے حلق میں سے نہ اترتی چاہے جتنے فاقے ہو جاتے۔ بالکل طبیبوں کو مجبور ہو کر توسیع کرنا پڑتی۔ دوا اور پرہیز کی سختی کے متعلق ایک بار جھنجھلا کر فرمایا کہ میں اگر

www.ahlehaq.org

طبیب ہوتا تو میں تو خصوصیت مزاج کی بنیاد پر اجتہاد کرتا اور سہولتیں پیدا کرتا چنانچہ جس فن کو میں جانتا ہوں (یعنی تصوف) اس میں آپ جانتے ہیں کہ میں نے خصوصیات طبائع کے لحاظ سے کیسی کیسی سہولتیں اپنے اجتہاد سے پیدا کر دی ہیں اور وہ کس قدر نافع ثابت ہوئی ہیں۔

آخری روز بھی اسی قسم کی شکایت فرمائی اور دوا پینے سے گریز فرمایا تو احقر نے جرأت کر کے عرض کیا کہ حکیم صاحب کو خود اس کا بہت اہتمام ہے کہ جہاں تک ہو سکے لطافت کی رعایت رکھی جائے لیکن وہ دوا کو غیر دوا تو بنا سکتے نہیں پھر ذرا تفصیل کے ساتھ احقر نے داوؤں کے پینے کی ضرورت گفتگو کی سن کر فرمایا کہ اس سب کا جواب یہ ہے (ع) پر طبیعت ادھر نہیں آتی۔ غرض اس روز کی اس قسم کی گفتگو سے سب کو افاقہ کا دھوکہ ہوا جیسا کہ اس سے پہلے بھی اکثر یہی دھوکہ ہوتا رہا لیکن صبح سے حضرت اقدس یہ فرما رہے تھے کہ آج تو ہاتھ پیروں سے جان ہی نکل گئی ہے، ایک روز پہلے بائیں پاؤں کے پنجے پر ورم تحلیل ہو جانے کے بعد سخت ٹیسیں ہونے لگی ہیں، پھر ظہر کے بعد سوتنفس پیدا ہو گیا کیونکہ اس قسم کی شکایت پہلے بھی کئی بار ہو چکی تھی احقر سمجھا کہ ویسے ہی شکایت ہے جو جاتی رہے گی یہ خبر نہ تھی کہ دم کھڑ گیا ہے او یہ پیش خیمہ ہے سفر آخرت کا۔ حضرت نے بھی احقر کے عرض کرنے پر اس قسم کی شکایت پہلے بھی ہو چکی ان شاء اللہ جاتی رہے گی۔ فرمایا کہ اتنی شدید تکلیف مجھے عمر بھر نہیں ہوئی اور بجائے کراہنے کے لفظ اللہ اس انداز سے کہا کہ مجھے سخت تشویش ہو گئی کہ بہت تکلیف ہے گو بظاہر گھبراہٹ کے آثار نہیں پائے جاتے تھے اور اسی وقت کیا تمام بیماری میں آخر تک سراسیمگی یا بیتابی کسی وقت طاری نہیں ہوتی ہر حال میں کوہِ استقلال بنے رہے، صرف زبان سے بضرورت علاج تکلیفوں کا اظہار فرماتے رہے۔ اتنی شدید و مدید علالت کی ساری تکالیف کو مردانہ وار نہایت صبر وسکون سے برداشت فرماتے رہے۔ نیز کبھی آرام کا پہلو اختیار نہ فرمایا۔ عمر بھر طالب علمانہ انداز پر سارا سامان راحت ہوتے ہوئے بھی مشقت کی زندگی بسر فرمائی خود فرمایا کرتے تھے کہ میں نازک مزاج تو ہوں لیکن الحمدللہ نازک بدن نہیں۔ بجز قیلولہ کے وقت کے دن بھر تخت پر نشست رکھتے تھے اور تخت پر بھی طولاً نہیں بلکہ عرضاً جس کی وجہ سے پاؤں بھی نہ پھیلا سکتے تھے، طبیبوں اور خادموں کے عرض

www.ahlehaq.org

کرنے پر فرمادیتے کہ چار پائی پر بیٹھنے میں آرام نہیں ملتا اور آخر بیماری میں تو بہت کم احقر نے پاؤں پھیلائے ہوئے دیکھا اکثر پاؤں سکیڑتے ہوئے رہتے اور چت لیٹے ہوئے بھی پاؤں سکیڑے اور کھڑے رہتے۔ اور بار بار نیند کے جھونکوں میں گر گر پڑتے شب کو بھی گاؤ تکیہ لگا کر سوتے جس میں سر اونچا رہتا۔ ہم جیسوں کو تو اس ہیبت سے نیند بھی نہ آوے اور دیر دیر تک گاؤ تکیہ پر صرف پیٹھ کا سہارا رہتا اور سر تکیہ سے اونچا اوپر کو اٹھا رہتا اور غنودگی میں پیچھے کو گر گر پڑتا، نیز قبل سونے کے دیر دیر تک اونگا کرتے۔ یہ عرض کرنے پر کہ آرام سے سوئیں فرماتے کہ نہیں اسی میں بڑا مزہ ہے دیگر آرام کے طریقے اختیار فرمانے کے لیے عرض کیا جاتا تو فرماتے کہ مشقت ہی کی عادت اچھی ہوتی ہے۔ زیادہ آرام کی عادت ٹھیک نہیں ورنہ بعد کو تکلیف ہوتی ہے۔ بائیں ہاتھ کی کہنی میں بہت بڑا داغ پڑ گیا تھا اور کھال سخت ہوگئی تھی کیونکہ طالب علمی کے زمانہ سے برابر کہنی زمین پر ٹیک کر لکھنے کی عادت رہی۔ جب گھر کے برآمدہ میں دھوپ بالکل پلنگ کے قریب آجاتی تو عرض کیا جاتا کہ پلنگ کو سرکا لیا جائے اس پر فرماتے کہ اب تو دھوپ جارہی ہے گرمی کی شدت میں عرض کیا گیا کہ بجائے برآمدہ کے اندر کمرہ میں رہا جائے تو فرمایا کہ اب تو برسات آرہی ہے۔ غرض برآمدہ میں گرمی جاڑا، برسات سب موسم کاٹ دیتے۔ حالانکہ طبیعت ایسی حساس تھی کہ موسم کا ذرا سا تغیر بھی اثر کرنے لگتا تھا۔ آخر میں چونکہ حرارت عزیزیہ بہت کم ہوگئی تھی سخت گرمی میں بھی گرمی محسوس نہ ہوتی تھی بلکہ چادرہ اوڑھے رہتے تھے حالانکہ کچھ دن پہلے حرارت عزیزہ اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ احقر کو پیٹھ ملتے وقت محسوس ہوتا تھا کہ تیز بخار چڑھا ہوا ہے، سامان سب بالکل سادہ رکھتے لوگ بڑھیا سے بڑھیا چیزیں پیش کرتے مگر اکثر و بیشتر خود استعمال نہ فرماتے تھے۔ گاڑھے کی چادر جو بستر پر تھی اس کو احقر نے اپنی چادر سے بدلنا چاہا تو فرمایا نہیں یہ خوب گرم رہتی ہے، ایک بار ایک بڑھیا قالین پیش کیا تو نہ لیا فرمایا کہ میں اپنی مجلس کو بارعب بنانا نہیں چاہتا تاکہ سب کی ہمت پڑ سکے۔ پھر یہ بھی ہے کہ اس کی حفاظت کرنے پڑے گی کہ دھبہ وغیرہ نہ پڑے بجائے خادم ہونے کے مخدوم ہوجائے گا۔ غرض ہمیشہ طالب علمانہ زندگی بسر فرمائی اور برابر کام ہی میں مشغول رہے جب دیکھا کسی نہ کسی کام میں

www.ahlehaq.org

مشغول دیکھا۔ گویا زبان حال سے یہ کہتے تھے ؏ من از برائے محنت و محنت برائے من۔

پھر علاوہ دماغی اور جسمانی مشقت کے طبی کوفت بھی ہمیشہ رہی کیونکہ بوجہ لطافت طبع رات دن لوگوں کی حرکتوں سے سخت سخت ایذائیں ہی پہنچتی رہیں جن کے متعلق ایک بار فرمایا کہ علاوہ مرض کے ان غموم و ہموم نے بھی مجھے بیمار بنا رکھا ہے اللہ تعالیٰ اب راحت کاملہ دائمہ نصیب فرمائے آمین۔ باوجود اس طبعی کوفت کے روحی انشراح میں کبھی فرق نہ آیا بلکہ ایک بار کسی ناگوار بات پر غصہ آیا اور احقر نے ضعف و مرض کی بناء پر اظہار تردد کیا تو بطور تسلی کے فرمایا کہ نہیں اس قسم کی باتوں سے کسل دور ہو کر کند طبیعت تیز ہو جاتی ہے اور اس میں جودت پیدا ہو کر انشراح ہو جاتا ہے تو آخر وقت تک محسوس ہوتا رہا گو ہنسی اور مزاح آخر میں بالکل موقوف ہو گیا تھا لیکن طبیعت جودت ویسی ہی تھی، تین دن پہلے اس معافی پر جس کا ذکر اوپر آچکا ہے حضرت کے ایک خادم نے مسرت و امتنان کا عریضہ لکھا تو اسی وقت جواب میں یہ مصرعہ بنا کر لکھا (؏) رحمتش را ہیچ علت شرط نیست + اس کے بعد جو عبارت لکھی وہ پڑھی نہ گئی کیونکہ انگلیاں اس وقت چلتی نہ تھیں، اور غالباً یہ آخری تحریر تھی گو عین وفات کے دن بھی قلمدان منگوا کر دستخط منی آرڈروں پر کرنے چاہے مگر جب لیٹے ہونے کی وجہ سے قلم کی سیاہی نیچے ہو گئی اور دستخط نہ ہو سکے تو ایک عزیز سے دستخط کروا دیئے آخری حالت میں بھی خود کام کرنے کا جذبہ اسی قدر قوی تھا۔ انشراح کی تو یہ کیفیت آخر تک رہی کہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی بڑے میاں کہہ دیتا ہے تو برا معلوم ہوتا ہے کہ میں ابھی بوڑھا کہاں ہوا ہوں میں تو ابھی اپنے کو بالکل جوان محسوس کرتا ہوں پھر سوچتا ہوں بیچارہ سچ تو کہتا ہے اگر اس عمر میں بوڑھا نہ ہوگا تو اور کب ہوں گا۔ ابھی تک کیا جوان ہی دھرا ہوں اور واقعی حضرت والا میں جوش و خروش دینی آخر وقت تک بوجہ قوت روحانی ویسا ہی رہا بلکہ بڑھتا ہی گیا۔ مجوائے ؎

خود قوی تر میشود خمر کہن خاصہ آں خمرے کہ باشد من لدن

ایک بار بعض اعزہ نے یہ خیال کر کے کہ گھر میں علاوہ شور و غل کے ہر طرح کی باتیں سننے میں آتی ہیں اور حضرت چونکہ فطرتاً نہایت مدقق تھے ہر بات میں تدقیق فرماتے اور وہ حضرت کے معیار تدقیق کے مطابق سارے پہلوؤں کو حاوی نہ ہوتی تو اس سے الجھن ہوتی

www.ahlehaq.org

بلکہ بعض اوقات سننے والوں کو بھی خود اس تدقیق ہی سے الجھن ہوتی اور ممکن ہے کہ بفحوائے انتم اعلم بامور دنیاکم بعضوں کو یہ تدقیق ضروری بھی نہ معلوم ہوتی ہو لیکن جس کو حق تعالیٰ جس قسم کے کام کے لیے پیدا فرماتا ہے اس کے اندر اسی قسم کا مادہ بھی فطرتاً رکھ دیتا ہے پھر چونکہ ایک شخص کے اندر بمصلحت خدمت خاص ایک مادہ فطرتاً ودیعت فرما دیا گیا ہے اس کا ظہور عام صورت ہی سے ہوگا۔ مثلاً حضرت اقدس میں فطرۃً تدقیق کا مادہ نہ ہوتا تو وہ ہزار ہا دقائق علمیہ وعملیہ، دینیہ جن کو حضرت اقدسؒ منظر عام پر لے آئے ہیں بلا اس مادہ کے تھوڑا ہی لا سکتے تھے اور جب فطرۃً ہی میں یہ مادہ تھا تو اس کا ظہور علاوہ امور دینیہ کے امور دینویہ میں بھی ہونا لازم تھا چنانچہ گھر کی بعض بعض چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھی حضرت اقدس دخل دیتے اور حقیقت کے لحاظ سے وہ معقول دخل ہوتا چنانچہ اس کی تفصیل سن کر قائل ہونا پڑتا مگر اس سے خواہ مخواہ حضرت کو الجھن اور تعب ہوتا اس سے بچانے کے لیے یہ تجویز ذہنوں میں آئی کہ بجائے زنانخانے کے مردانہ مکان میں جو زنانہ مکان کے متصل ہی ہے حضرت اقدس کو رکھا جاوے اس تجویز کو سنتے ہی فرمایا لاحول ولاقوۃ لوگوں نے مجھے بتاشا ہی سمجھ لیا ہے افسوس احباب نے بھی مجھے نہ پہچانا۔

ہر کسے از ظن خود شد یار من وز درون من نجست اسرار من

اور یہ تو اکثر فرماتے رہتے تھے بلکہ جو آخری ملفوظ ایک دن قبل فرمایا تھا اس میں بھی بظن غالب یہی فرمایا تھا اور واقعی حضرت اقدس کی شان ہی ایسی دقیق تھی کہ وہاں تک نظر کا پہنچنا بھی بہت مشکل تھا۔ چنانچہ وفات سے کچھ روز ہی قبل ایک طالب کو جو امتیازی خصوصیت خواہاں تھے بواسطہ احقر تنبیہ فرمائی کہ اپنے کو بالکل ہٹا کر رکھنا چاہیے پھر فرمایا کہ گو اپنی مثال دینا برا ہے لیکن کیا کروں بضرورت کہتا ہوں کہ آپ مجھ کو نہیں دیکھتے کہ میری کسی حالت سے بھی یہ پتہ چلتا ہے کہ مجھے درویشی سے کچھ بھی تعلق ہے حالانکہ جو اتنے لوگ میری طرف رجوع کرتے ہیں تو آخر وہ کچھ تو مجھے سمجھتے ہی ہوں گے بس زیادہ سے زیادہ دیکھنے والوں کو یہ خیال ہو سکتا ہے کہ ایک پڑھا لکھا، ایک عاقل، ایک مدبر، ایک منتظم، ایک فلسفی شخص ہے درویشی سے تو دور کا تعلق بھی دیکھنے والوں کو نہیں معلوم ہوتا بس اسی طرح کیوں نہ رہا جائے۔ اھ

www.ahlehaq.org

ایک بار عرصہ ہوا احقر سے بھی فرمایا کہ طریق میں داخل ہو کر اپنے حالات میں تغیر کرنا ضروری ہے لیکن رفتہ رفتہ اور اس طور پر کہ کسی کو پتہ نہ چلے کوئی ایسی امتیازی صورت نہ اختیار کرے کہ لوگوں کی خواہ مخواہ نظریں اُٹھنے لگیں اور خواہ مخواہ بزرگ سمجھنے لگیں۔ واقعی حضرت کا پہچاننا بہت ہی مشکل تھا اور ہر شخص کا کام نہ تھا۔ بقول احقر ؎

لا ادھر جام کہ نااہل ہیں منکر ساقی   درخور ہر کس و ناکس ترا پیمانہ نہیں

بلکہ جن لوگوں کو سمجھا جاتا ہے کہ انہوں نے پہچانا واللہ انہوں نے کما حقہ نہیں پہچانا جیسا کہ خود حضرت اقدس کا ارشاد مع اس شعر کے ؎ ہر کسے از ظن خود شد یار من + وز درون من جست اسرار من، اوپر نقل کیا گیا جس کو موقع بموقع دہرایا کرتے تھے، اس پر احقر کو اپنا ایک شعر یاد آ گیا۔ ؎

بہت کچھ ان کو جو سمجھے ہیں وہ بھی کیا سمجھتے ہیں   کوئی ان کو سمجھ سکتا نہیں اتنا سمجھتے ہیں

کیوں نہ ہو کاملین کا پہچاننا بہت مشکل ہوتا ہے کیونکہ بوجہ تمکین تام ان کی حالت عوام کی سی ہو جاتی ہے۔ حسب ارشاد حضرت اقدسؒ خلوت و چلہ بر ولازم نماند + انہیں حضور کی دائم کی ہر وقت کیفیت حاصل رہتی ہے اور جب بضرورت تبلیغ مخلوق کی جانب متوجہ ہونا پڑتا ہے تو اس وقت بھی ان کی نظر بواسطہ حق تعالیٰ ہی کی طرف رہتی ہے اور توجہ الی المخلوق توجہ الی الخالق کی مانع نہیں ہوتی جیسے آئینہ میں محبوب کی شکل نظر آ رہی ہو تو گو آئینہ کا شیشہ اور چوکھٹا بھی پیش نظر ہوتا ہے لیکن کسی عاشق کی ٹکٹکی محبوب کے عکس ہی پر بندھی رہتی ہے، نیز کاملوں کی نظر زیادہ تر قلب کی نگہداشت کی طرف رہتی ہے کہ وہ غافل نہ ہونے پائے۔ غرض کاملین کا پہچاننا بہت مشکل ہوتا ہے اور بالخصوص ایسے وارث الانبیاء بزرگ کا پہچاننا تو بہت ہی مشکل ہے جو سچا وارث ہے اس سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا جس کی شان میں لوگ یہ کہتے ہیں **مالھذا الرسول یا کل الطعام و یمشی فی الاسواق** جو اس کا نمونہ ہو **لاتلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکرا للہ** جو اس کا مصداق ہو **واذکر ربک فی نفسک تضرعاً و خیفۃ ودون الجھر من القول بالغدو والآصال** جس کی یہ حالت ہو۔ دل بیار دست بکار، جو باہمہ بھی ہو بے ہمہ بھی ہو جس کو ہر وقت باطنی مقام شہود حاصل ہو اور ظاہری اشغال مانع مشاہدہ نہ ہوں جس کا یہ حال ہو۔ ؎

www.ahlehaq.org

تو اے افسردہ دل زاہد یکے در بزم رنداں شو　　که بینی خنده بر لبہا و آتش پارہ در دلہا

جس نے ہزاروں کو تو ذاکر و شاغل اور عابد و زاہد بنا دیا لیکن خود قلندرانہ مشرب رکھتا ہو یعنی بظاہر نہ زیادہ ذکر کرتا ہے نظر آتا ہو، نہ زیادہ عبادت بلکہ ہر وقت کسی نہ کسی شغل ظاہری میں منہمک دکھائی دیتا ہو کبھی تصنیف ہو رہی ہے، کبھی خطوط لکھے جا رہے ہیں کبھی کسی سے علمی گفتگو ہو رہی ہے، کبھی ملفوظات ہو رہے ہیں، کبھی مزاح ہو رہا ہے، کبھی کسی سے دادو گیر ہو رہی ہے، کبھی کسی پر زجر و توبیخ ہو رہی ہے، کبھی امانتوں کی تھیلیاں سامنے رکھی ہیں اور ان کا جائزہ لیا جا رہا ہے، کبھی شیشیاں سامنے رکھی ہوئی ہیں اور ان پر چٹیں لگائی جا رہی ہیں، کبھی چیزیں الٹ پلٹ کی جا رہی ہیں اور ان کو مرتب کر کے رکھا جا رہا ہے۔ حافظہ اس غضب کا ہے کہ ہاتھ ان کاموں میں مشغول ہیں بلکہ دماغ بھی وقت تصنیف مضامین دقیقہ کی طرف متوجہ ہے اور زبان سے منزل کی تلاوت بھی ہو رہی ہے۔ ان سارے ظاہری اشغال کو تو سب دیکھ رہے ہیں اور باطن کی کسی کو خبر نہیں کہ کیا ہو رہا ہے، دل کو ہر وقت کسی کی دھن لگی ہوئی ہے اور باطنی اعمال کیا کیا ہو رہے ہیں اور ان سے کیا کیا ترقیات ہو رہی ہیں۔ چنانچہ خود فرمایا کہ قلندروں کی ظاہری اعمال تو زیادہ نہیں ہوتے لیکن باطنی اعمال میں وہ بہت زیادہ بڑھے ہوتے ہیں جن کا درجہ ظاہری اعمال سے کہیں زیادہ ہے کیونکہ حوادث تو رات دن واقع ہوتے رہتے ہیں اور ان کا قلب ہر حادثہ کے وقت ایک معاملہ حق تعالیٰ کے ساتھ کرتا ہے جو ایک عمل باطنی ہے اور جس کی خبر بھی دوسروں کو نہیں ہوتی حالانکہ وہ برابر اعمال باطنہ میں مشغول ہیں اور ترقی کر رہے ہیں بمصداق اس شعر کے جو صرف نقشبندیہ ہی پر نہیں بلکہ سب کاملین پر صادق آتا ہے۔

نقشبندیہ عجیب قافلہ سالار انند　　که برند از رہ پنہاں بحرم قافلہ را

گو میں مقصود سے بہت دور ہوتا چلا جا رہا ہوں لیکن اس موقع پر حضرت اقدس کے بعض اعمال باطنہ کا ضرور ذکر کروں گا جن کو اگر حضرت خود اتفاقاً ذکر نہ فرما دیتے تو ہم جیسے بے بصروں کو کبھی ان کا پتہ بھی نہ چلتا۔

سب سے اعلیٰ اور سب سے ارفع عمل باطنی تو کیفیت فنا و عبدیت تھی جو ہر وقت حضرت پر نہایت شدت کے ساتھ طاری رہتی تھی اور جس کے اثر سے متاثر ہو کر حضرت بار ہا

www.ahlehaq.org

یہاں تک فرما دیا کرتے تھے کہ میں تو اپنے کو کتوں اور سوروں سے بھی بدتر سمجھتا ہوں، اگر کسی کو یقین نہ ہو تو میں اس پر حلف اٹھا سکتا ہوں۔ اھ۔ اللہ اکبر کیا ٹھکانا ہے تواضع کا، حقیقی تواضع اس کو کہتے ہیں اور واقعی جس پر اللہ تعالیٰ کی عظمت کا انکشاف ہو چکا ہو اس کی یہ کیفیت نہ ہوگی تو اور کیا ہوگی۔ چنانچہ ایک بار ایک صاحب نے اپنے خط میں کسی مضمون کے ضمن میں یہ مصرعہ لکھ دیا (ع) او بنازے **عجبے** من بنیازے **عجبے**۔ اس پر تحریر فرمایا کہ اس مصرعہ نے مجھے سر سے پاؤں تک ہلا دیا کیا مجھے یہ پوری غزل مل سکتی ہے۔ اھ۔ اس واقعہ سے اندازہ کرلیا جائے کہ حضرت اقدسؒ پر حق تعالیٰ کی عظمت اور اپنی عبدیت کا کس درجہ انکشاف تھا، جبھی تو اس مصرعہ نے ''او بنازئے **عجبے** من بہ نیازے **عجبے**'' جو دونوں کیفیتوں کا جامع ہے حضرت پر اس درجہ اثر کیا۔

اور لیجئے اس سے بڑھ کر واقعہ اس کے ثبوت میں سنیے۔ ایک بار احقر سے بطور راز کے فرمایا اور اس اہتمام اخفا کیساتھ فرمایا کہ گو اپنا حال ظاہر کرنا مناسب نہیں لیکن آپ سے کیا پردہ، اس شرط سے کہتا ہوں کہ میری حیات میں کسی سے ظاہر نہ کیا جائے وہ یہ کہ پہلے الحمدللہ شرعاً تو اطمینان تھا لیکن وجداناً یہ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم باوجود انکشاف عظمت خداوندی کے اور انکشاف امور آخرت کے اور انتہا درجہ کی ہیبت وخشیت کے پھر بھی اپنے اصحاب میں ہنس بول کیسے لیتے تھے۔ اپنے ازواج میں اُٹھ بیٹھ کیسے لیتے تھے، گھر کے کام کاج کیسے کر لیتے تھے، کھا پی کیسے لیتے تھے، لیٹ کیسے لیتے تھے۔ مگر اب الحمدللہ وجداناً بھی سمجھ میں آنے لگا ہے کہ ہاں ایسا ہوسکتا ہے دونوں باتیں جمع ہوسکتی ہیں۔ اس حال خاص الخاص کا ارفع سے بھی ارفع ہونا ظاہر ہے۔ جب صوبہ بہار میں زلزلہ نہایت دردناک حوادث رونما ہوئے تو ان کے حالات سن سن کر حضرت اقدسؒ جو ایک نہایت حساس اور رفیق وشفیق قلب پہلو میں رکھتے تھے (یہاں تک کہ ایک زمانہ میں عرصہ تک جانوروں تک کے لیے دعا مانگتے رہے۔ پھر کہیں نصوص میں تصریح نہ ہونے کی بنا پر چھوڑ دی) بہت ہی کڑھتے مگر ساتھ ہی فرماتے کہ زیادہ کڑھتے ہوئے بھی ڈر لگتا ہے کہ کہیں رضا بالقضا میں کچھ فرق نہ آجائے، اگر دل نہ کڑھے تو مخلوق کے حقوق کے خلاف ہے اگر زیادہ کڑھے تو خالق کے خلاف ہے، غرض بڑے

www.ahlehaq.org

کشا کش کا موقع ہوتا ہے کہ نہ مخلوق کی حق تلفی ہونے پائے، نہ خالق کی۔ واقعی صراط مستقیم پر جو طریق اعتدال ہے اور پلصراط کو اسی کی صورت مثالی کہا ہے، اپنے کو قائم رکھنا اور چلانا بہت ہی دشوار ہے لیکن جب بندہ اس کا اپنی طرف سے اہتمام کرتا ہے تو حق تعالیٰ اس کی ہر موقع پر اعانت فرماتے ہیں اور بڑی بڑی مشکلات بالکل آسان ہو جاتی ہے۔

اسی کے مشابہ وفات سے صرف دو چار روز قبل ہی بہ سلسلہ دیگر ملفوظات اپنا ایک واقعہ بیان فرمایا۔ فرمایا کہ یہاں تھانہ بھون میں ایک شاہ ولایت صاحب کا مزار ہے یہ حضرت خواجہ بختیار کا کی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفا میں سے ہیں اور اہل وجدان سے معلوم ہوا کہ بہت بڑے مرتبہ کے بزرگ ہیں ان کے مزار پر عرس بھی ہوتا ہے، عرس کے موقع پر والد صاحب مرحوم بڑے اہتمام سے التزاماً کھانا پکوا کر وہاں بھجوایا کرتے تھے، پرانے لوگوں کو کھلانے پلانے کا بہت شوق تھا۔ وہاں کے مجاور کہا کرتے تھے کہ بس یہ منشی جی ہی کے دم تک ہے، ان کے بعد ان کا لڑکا بند کر دے گا۔ چنانچہ ان کی پیشین گوئی صحیح نکلی۔ والد صاحب کے انتقال کے بعد جب میرا عمل دخل ہوا تو میں نے کھانا بھیجنا موقوف کر دیا۔ کہ یہ کیا واہیات ہے اسی رات میں نے خواب دیکھا کہ ایک مقام ہے جہاں بہت سی پکی ہی پکی قبریں بنی ہوئی ہیں گویا کہ وہ جگہ ایک پوری بدعت گاہ ہے اتنے میں غیب سے ایک آواز آئی میں متوجہ ہوا تو سنا کہ یہ شعر پڑھا جا رہا ہے۔

در کارخانۂ عشق از کفر ناگریز است   آتش کرا بسوزد گر بولہب نباشد

لیکن کوئی پڑھنے والا نظر نہیں آتا تھا۔ غیبی آواز تھی، بس یہ خواب دیکھ کر میری آنکھ کھل گئی۔ اب یہ بہت ہی مشکل موقع تھا اور بڑے امتحان کا وقت تھا اور کوئی وقت تھا اور کوئی ہوتا پھسل جاتا اور پھر عرس میں کھانا بھیجنا شروع کر دیتا لیکن اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ایسے سخت اشکال کے وقت بھی میری دستگیری فرمائی اور دل میں اس کی تعبیر اور حقیقت یہ ڈالی کہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس فعل کے قبح تشریح سے قطع نظر کر لی جائے بلکہ مقصود اس طرف متوجہ کرنا ہے کہ قبح تشریعی کے ساتھ ساتھ اس کے حسن تکوینی پر بھی نظر چاہیے اس کو بالکل نظر انداز نہ کر دیا جائے۔ قبح تشریعی کے بنا پر کسی منکر فعل سے احتراز کرتے وقت اس کے حسن تکوینی کو بھی ذہن میں مستحضر رکھا جائے۔ نہ یہ کہ اس کے حسن تکوینی کی بناء پر اس کے قبح تشریعی سے

www.ahlehaq.org

قطع نظر کر لے اور اس کا ارتکاب شروع کر دے پھر فرمایا کہ مولانا رُومی نے اس کے متعلق ایک سخت اشکال کا جواب نہایت سہل عنوان سے ایک شعر دے دیا ہے۔ حالانکہ شعر تنگ ہوا کرتا ہے، وہ اشکال یہ ہے کہ رضا بالقضا واجب ہے اور رضا بالکفر کفر۔ حالانکہ کفر بھی ہے اس کا جواب اس شعر میں دیا ہے۔ کفر ہم نسبت بخالق حکمت است + ور بما نسبت کنی کفر آفت است + مطلب یہ کہ کفر میں دو حیثیتیں ہیں ایک تو خلق کی اور ایک فعل کی یعنی ارتکاب کی، خلق کی حیثیت سے تو وہ حکمت ہے اور حسن ہے کیونکہ حق تعالیٰ کا پیدا کیا ہوا ہے اور ارتکاب کی حیثیت سے آفت ہے اور قبیح ہے کیونکہ اس کا تعلق عبد سے ہے اور اس کو ارتکاب سے منع کیا گیا ہے تو کفر کا ارتکاب درحقیقت قضا نہیں ہے۔ بلکہ مقضی ہے، ہاں خلق قضا ہے اور رضا بالقضا واجب ہے رضا بالمقضی واجب نہیں، گویا کفر کے دو رُخ ہوئے ایک رُخ تو خالق کی طرف ہے، یعنی بندہ اپنے اختیار اور کسب سے کفر کا ارتکاب کرتا ہے اس پر رضا کفر عجیب وغریب تحقیق ہے اور واقعہ یہ ہے کہ حضرات محققین صوفیہ کرام کی نظر جہاں تک پہنچی ہے وہاں تک حکماء وفلاسفہ کی نظر پہنچی، نہ علما کی ہے۔ پھر فرمایا کہ اگر میں لکڑی غلہ کی تجارت کرتا تو کیا باتیں ذہن میں آتیں، لکڑی غلہ ہی دماغ میں بسا رہتا، ایسے مضامین کی آمد کے لیے تو اسی کی ضرورت ہے کہ قلب و دماغ کو دنیا کے سب قصوں سے فارغ رکھا جائے۔ تا بدانی ہر کرا یزداں بخواند + از ہمہ کار جہاں بیکار ماند + اس ملفوظ کے ساتھ اور بھی بہت سے مضامین علمیہ بیان فرمائے تھے اور یہی وہ ملفوظ ہیں جن کے بعد حضرت اقدسؒ نے احقر سے فرمایا تھا کہ خواجہ صاحب پھر یہ باتیں سننے میں نہیں آئیں گی۔ الخ۔ جیسا کہ بالتفصیل اوپر کسی موقع پر عرض کیا جا چکا ہے اور یہی وہ آخری ملفوظات ہیں جن کو با قاعدہ مجلس کے سامنے ارشاد فرمایا گیا تھا اور جن کو مفتی محمد شفیع صاحب دیو بندی نے قلمبند کر لیا تھا۔ جو آخر کتاب میں بنام ''اشرف الملفوظات فی الوفات'' ملحق کر دیئے گئے ہیں اور وہ ملفوظات اخیرہ جو وفات سے صرف ایک دن قبل فرمائے گئے تھے جن کا ذکر اوپر آ چکا ہے وہ بطور خطاب خاص کے تھے مجلس عام میں نہیں فرمائے گئے تھے۔ نہ قلمبند کئے گئے تھے ایک بار فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا مراقبہ دل میں ڈال دیا ہے کہ ظاہری یا باطنی کیسی ہی پریشانی لاحق ہو مجھے ایسے پریشانی نہیں

www.ahlehaq.org

www.ahlehaq.org

ہوتی کہ جس سے از جارفتہ اور بے چین ہو جاؤں وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ حاکم بھی ہیں، حاکم ہونے کی حیثیت سے اطمینان ہے کہ وہ تصرف حاکم جابر کا سا نہ ہوگا بلکہ حکمت پر مبنی ہوگا چاہے وہ حکمت ہماری سمجھ میں آوے یا نہ آوے۔ اھ

سبحان اللہ یہ بھی رضا بالقضا کی کتنی مکمل فرد ہے اور کتنے اعلیٰ درجہ کا مستمر اور نافع عمل باطنی ہے۔ دنیا سے بے تعلقی کا یہ عالم تھا کہ یہ کئی بار فرمایا کہ میں اپنے کو تمام عالم میں تنہا پاتا ہوں اور یہ محسوس کرتا ہوں کہ بس دنیا میں اللہ میاں ہیں اور میں ہوں اور کوئی نہیں ہے۔ اھ۔ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ مجھے محبت تو اپنے سب احباب و متعلقین سے ہے لیکن ایسا تعلق کسی سے نہیں کہ دل اٹکا ہے، یہ تعلق تو بس اللہ تعالیٰ ہی سے رکھا جائے اگر توفیق ہو۔ اھ

آخر میں نسیان زیادہ ہونے لگا تھا ایک بار کوئی چیز رکھ کر بھول گئے تو بہت پریشان ہوئے ایک صاحب کے بتلانے پر وہ چیز مل گئی تو فرمایا جزاک اللہ میں اب بھولنے لگا ہوں، پھر بڑے جوش سے فرمایا خیر جی اللہ کرے سب بھول جائے بس ایک کو نہ بھولے۔ اھ۔ (یعنی اللہ تعالیٰ ۱۲ مؤلف) ایک بار فرمایا کہ بعض اوقات تو تعلقات سے اس قدر وحشت ہوتی ہے کہ یہ جی چاہنے لگتا ہے کہ یہ جو تعلق دونوں گھر والوں کا ہے کہاں کا جھگڑا ہے یہ بھی ختم ہو اس وقت میں بتکلف ان دونوں کی درازی عمر کی دعا مانگنے لگتا ہوں کہ کہیں میرے خیال کا خدانخواستہ ان بیچاروں پر اثر نہ ہو جائے جب رمضان کے بعد ہجوم طالبین کو ہو جاتا تو بہت سکون محسوس فرماتے اور فرماتے کہ ہجوم سے طبیعت پر بہت بوجھ ہوتا ہے ہاں یہ تو مجھے مرض ہے کہ دو چار اپنے ہم خیال احباب پاس رہیں بالکل تنہائی کو بھی جی نہیں چاہتا اور یہ تو بارہا فرمایا کرتے تھے کہ بس کام کے سامنے آتے ہی اس کی فکر سوار ہو جاتی ہے اور جی چاہتا ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اس سے جلد فراغت ہو جائے کیونکہ میں اپنے قلب کو فارغ رکھنا چاہتا ہوں کہ اگر توفیق ہو تو قلب خدا کی یاد کے لیے آمادہ تو رہے اور آسانی سے متوجہ تو ہو سکے اور یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی الجھن ہوئی یا کوئی فضول بات کرتا ہے تو مجھے سخت جھنجھلاہٹ ہوتی ہے۔ حضرت اقدسؒ کسی کام سے فارغ ہوتے ہی فوراً تسبیح سنبھالتے تھے اور بعض اوقات مزاحاً فرماتے کہ میں نے اس کا نام جال رکھا ہے کیونکہ اسی سے لوگ پھنستے

www.ahlehaq.org

ہیں ،غرض کسی وقت فارغ بیٹھنا حضرت اقدسؒ کو گوارا ہی نہ تھا بلکہ اوروں کے لیے بھی یہی پسند فرماتے تھے کہ لوگ اپنے اپنے کاموں میں لگے رہیں چاہے وہ دنیا ہی کے کام ہوں مگر فضول وقت ضائع نہ کریں۔ایک صاحب علم اور صاحب ذوق کا تو یہ وجدان ہے کہ حضرت پر چونکہ ہیبت کا بہت غلبہ تھا اور طبیعت بے حد حساس تھی اس لئے اپنے کو ہر وقت کسی نہ کسی کام میں مشغول رکھ کر اس کیفیت ہیبت کو معتدل بنائے رکھتے تھے اور یہ مستبعد بھی نہیں کیونکہ حضرت اقدسؒ پر جو شباب میں ایک خاص کیفیت ہیبت کی طاری ہوئی تھی جس سے خودکشی تک کے خیالات پیدا ہونے لگے تھے اس سے نیز دیگر حالات سے جو تجربہ حاصل ہوا اس کی بناء پر فرمایا کرتے تھے کہ سالک کو تارک محض نہ ہونا چاہیے کچھ اشغال مباحہ بھی رکھنے چاہئیں ورنہ قلب کے بالکل خالی کر دینے کی صورت میں شیطان کو تصرف کرنے کا موقع مل جاتا ہے جس سے بعض اوقات سخت اندیشناک حالت ہو جاتی ہے، ہیبت کے متعلق انہیں صاحب ذوق اہل علم سے حضرت کا یہ ملفوظ بھی سنا کہ نہ یہ خیال ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے عذاب دیں گے نہ یہ خیال ہوتا ہے کہ نجات ہو جائے گی ایک عجیب حیرانی کی سی کیفیت ہے جس کو بیان نہیں کیا جا سکتا۔اس پر خود حضرت کا ایک ارشاد یاد آ گیا۔

اندریں رہ آنچہ می آید بدست حیرت اندر حیرت اندر حیرت است

ایک اور ملفوظ بھی یاد آیا فرمایا کہ قطع نظر صفت قہر کے ایک ہیبت عظمت ذات حق کی ہوتی ہے جیسے بلاتشبیہ کوئی شیر کٹہرے میں بند ہو پھر بھی اس کی ذات میں جو ہیبت ہے اس سے خوف معلوم ہوتا ہے گو اس کا پورا اطمینان ہوتا ہے کہ وہ ایسی حالت میں حملہ آور نہیں ہو سکتا ،نہ کچھ نقصان پہنچا سکتا ہے۔اسی قسم کی ہیبت اللہ تعالیٰ کی انبیاء علیہما السلام کو ہوتی ہے کیونکہ وہ عذاب سے تو بالکل مامون ہوتے ہی ہیں ایک اور ملفوظ یاد آیا فرمایا جب کوئی متقی مرتا ہے تو یہ خیال ہوتا ہے کہ نہ معلوم کس بات میں گرفت ہو جائے اور جب کوئی غیر متقی مرتا ہے تو یہ خیال ہوتا ہے کہ نہ جانے کس بات پر مغفرت ہو جائے۔ایک صاحب نے تنہائی کی شکایت لکھی تو فرمایا کہ انا جلیس من ذکرنی کے ہوتے ہوئے تنہائی کہاں۔ایک مرتبہ احقر نے بوقت رخصت ہراس ظاہر کیا تو فرمایا پریشانی کی کیا بات ہے بفضلہ تعالیٰ سرمایہ تسلی ہر وقت پاس موجود ہے۔

www.ahlehaq.org

ایک بار فرمایا کہ مبتدی کی توجہ نماز میں الفاظ کی جانب ہوتی ہے اور ہونی چاہیے اور متوسط کی معانی کی طرف لیکن منتہی کی توجہ نہ الفاظ کی طرف ہوتی ہے نہ معانی کی طرف محض ذات حق کی طرف ہوتی ہے احقر نے عرض کیا کہ معانی کی طرف توجہ تو ہر حال مقصود معلوم ہوتی ہے فرمایا کہ ذات حق کے مقابلہ میں نہیں جیسے دربار شاہی میں حاضری کے وقت خاص خاص القاب و آداب مقرر ہوتے ہیں لیکن بادشاہ کے مواجہ میں اس کی عظمت شان کی طرف ہمہ تن توجہ ہوتی ہے نہ کہ ان الفاظ اور ان کے معانی کی طرف، خیال بھی نہیں ہوتا کہ کیا منہ سے نکل رہا ہے اور اگر منتہی الفاظ یا معانی کی طرف متوجہ ہو تو اس کو تو سخت الجھن ہونے لگے۔ بارہا فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا معاملہ میرے ساتھ ایسا ہے جیسے ہر موقع پر یہ فرماتے جاتے ہوں کہ دیکھ ہم نے تیرے ساتھ یہ احسان کیا، دیکھ ہم نے تیرے اوپر یہ رحمت کی، دیکھ ہم نے تجھ کو یہ نعمت دی، بس آواز تو آتی نہیں باقی ہوتے سب معاملات ایسے ہی ہیں جیسے ساتھ کے ساتھ جتاتے بھی جارہے ہوں۔ سبحان اللہ کیا راز و نیاز ہیں۔ احقر نے اسی کو یوں نظم کیا ہے۔

تم سا کوئی ہمدم کوئی دمساز نہیں ہے ہر وقت ہیں باتیں مگر آواز نہیں ہے

آن واقعات عجیبہ اور حالات رفیعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت اقدسؒ ہر وقت اپنے قلب کی اور اپنے جذبات کی کس قدر نگرانی فرماتے رہتے تھے اور ان کو کس اہتمام سے جادہ اعتدال پر رکھتے تھے۔ چنانچہ یہ ارشاد نقل کیا جاچکا ہے کہ الحمدللہ میں کبھی اپنی طبیعت کو عقل پر اور عقل کو شریعت پر غالب نہیں آنے دیتا۔

بالکل آخر میں جب سر کنے کی بھی سکت نہ رہی تو لیٹے لیٹے تیمّم سے اور اشاروں سے نماز ادا فرمانے لگے۔ غرض کیسی ہی معذوری کی حالت اور کتنی ہی تکلیف اور زحمت بوجہ بار بار کے دستوں کے اور نجاست کے بار بار دور کرانے کے ہوئی لیکن نماز بعون اللہ تعالیٰ آخر دم تک کوئی قضا نہ ہونے دی، نظافت کا یہ اہتمام تھا کہ اگر ذرا سی نجاست بھی لگ جاتی تو سیاہی یا دوا وغیرہ کا دھبہ پڑ جاتا یا پینے کے وقت چائے وغیرہ گر جاتی یا غذا وغیرہ ہاتھ یا ریش مبارک میں لگ جاتی تو فوراً پانی منگوا کر اسی وقت سب کام چھوڑ کر خود صفائی فرما لیتے اور یہ ہمیشہ معمول رہا یہاں تک کہ بالکل آخری دن چونکہ دست مسلسل ہورہے تھے کپڑے تہہ کرکے نیچے بچھا دیئے گئے تھے

www.ahlehaq.org

انہیں پر لیٹے لیٹے اجابت ہوتی رہتی تھی اور کپڑے ہر مرتبہ بدل دیئے جاتے تھے اور نمازوں کے وقت دونوں پیرانی صاحبہ طہارت کرا دیتی تھی۔ احقر نے ظہر کے وقت کی طہارت کے دوران میں بوجہ پردہ باہر بیٹھے بیٹھے سنا کہ حضرت بڑی پیرانی صاحبہ سے جو طہارت کرا رہی تھیں فرما رہے تھے کہ کچھ کمر کے اوپر مجھے نجاست معلوم ہو رہی ہے۔ غالباً حضرت پیرانی صاحبہ کے اس فرمانے پر کہ نہیں کوئی نجاست نہیں فرمایا کپڑا بھگو کر مجھے دے دو میں صاف کرلوں، غالباً حضرت کو محض شبہ تھا نجاست نہ تھی۔ جو مولوی صاحب غسل میت میں شریک تھے وہ فرماتے تھے کہ بوجہ اس کے کہ وفات کے دن مسلسل اسہال ہوتے رہے تھے میں نے غسل کے وقت اس پر خاص نظر رکھی کہ طہارت میں کمی نہ رہنے پاوے لیکن میں نے تعجب کے ساتھ دیکھا کہ بدن پر کہیں نجاست کا نام ونشان تک بھی نہ تھا، بلکہ انہوں نے اسی خیال سے پیٹ کو بھی خاص اہتمام سے دبایا فرماتے تھے کہ ڈھیلے پر نمی تک بھی نہ آئی۔ کچھ پیٹ میں فضلہ رہا ہی نہ تھا۔

غرض نماز کا آخر دم بے حد اہتمام رہا یہاں تک کہ وفات سے دو چار روز قبل احقر سے خاص طور سے فرمایا کہ مجھے دو چیزوں کا بہت خیال ہے نماز کا اور حقوق کا احقر نے اطمینان دلانے کے لیے عرض کیا کہ حضرت نمازیں تو غایت ضعف کی وجہ سے سخت تعب ہونے کے باوجود بھی ادا فرما رہے ہیں اب تک بفضلہٖ تعالیٰ کوئی قضا نہیں ہونے پاتی رہے۔ حقوق سو ان کے متعلق تو حضرت نے کبھی کوئی حالت منتظرہ باقی رکھے ہی نہیں ان کو وقت کے وقت مدوار تھیلیوں میں مع پرچہ جات حساب رکھ دیا اور اگر کسی ایسی مد کی رقم ہوئی جس کا حساب دوسرے کے متعلق ہے اس کو آتے ہی اس کے پاس پہنچا دیا غرض ساری رقوم متمیز ہیں۔ احقر کی اس تقریر کو سن کر عجیب بے بسی کے لہجہ میں فرمایا کہ کیسے سمجھاؤں۔

نہ معلوم ان دونوں چیزوں کا کونسا درجہ نظر میں ہوگا۔ جب مجھ سے حضرت اقدسؒ کے اس ارشاد کو کہ دو چیزوں کا مجھ کو بہت خیال ہے نماز کا حقوق کا اہل علم نے حضرات سنا تو انہوں نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی بعض روایات پر آخری کلمات یہ تھے **الصلوٰۃ وماملکت ایمانکم**۔ نماز اور حقوق کا انتہا درجہ کا خیال۔ واقعی آخری وقت تک رکھا۔ چنانچہ نماز تو آخری وقت تک پڑھی اور کوئی نماز قضا نہ ہونے دی اور حقوق کی ادائیگی تو حضرتؒ کا

www.ahlehaq.org

آخری ہی عمل تھا جیسا کہ عنقریب اس کا بیان وفات کے حال میں آئے گا اور روزوں کا اتنا اہتمام تھا کہ باوجود کافی ضعف ومرض کے گذشتہ رمضان شریف کے پورے روزے رکھے، پھر اس سے پہلے رمضان کے روزے جولکھنؤ کے دورانِ علاج میں سوائے ایک کے سب کے سب قضا ہوتے تھے وہ اسی سلسلہ میں کبھی کبھی ناغہ کر کے سب رکھ ڈالے اور ان کی ادائیگی کا اتنا خیال تھا کہ بار بار بہت پہلے سے بہت ہی آرزومندانہ لہجہ میں ہم خدام سے فرمایا کرتے تھے کہ دعا کیجئے، اس وقت تک مجھے اتنی قوت آجائے کہ ایک ہی سلسلہ میں دونوں مہینوں کے روزے رکھنے کی ہمت ہو جائے چنانچہ اس میں بعون اللہ کامیاب ہو گئے اور اس کی یہ حکمت ظہور پذیر ہوئی کہ اگر اس وقت نہ ادا کر چکے ہوتے تو پھر ان کی ادائیگی کی نوبت ہی نہ آتی اور سب روزے ذمہ رہ جاتے۔ غرض بعون اللہ تعالیٰ باوجود انتہائی ضعف ومرض کے نہ ایک نماز اپنے ذمہ چھوڑی، نہ ایک روزہ و ذلک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء۔

این سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اللہ تعالیٰ ببرکت حضرت والا ہم سب کو بھی اس کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔ اور جو لکھنؤ کے دوران علاج میں روزے قضا کئے وہ بھی بدرجہ مجبوری، ورنہ باوجود انتہائی ضعف و مرض کے ایک روزہ پھر بھی امتحاناً رکھ کر دیکھا اور فرمایا کہ اس تصور سے وحشت ہوتی تھی کہ سب تو روزے سے ہوں گے اور میں نہ ہوں گا ایسا معلوم ہوگا جیسے شریفوں میں چمار بیٹھا ہوا ہے مگر ایک روزے کے بعد پھر بوجہ غایت ضعف نہ خود ہمت پڑی نہ طبیبوں نے اجازت دی اور طبیبوں نے تو پہلے ہی سے منع کر دیا تھا لیکن حضرت اقدسؒ نے اپنی طبیعت کا اندازہ لینے کے لیے امتحاناً اور شوقاً ایک روزہ رکھ لیا تھا۔ زمانۂ علالت سے پہلے تو بوقت نشست و برخاست بہت عاجزانہ اور پُر اثر لہجہ میں فرماتے اے مالک اور علالت کے بعد سے جب بوجہ ضعف اٹھنا سخت دشوار ہو گیا تھا بہت دیر تک ارادہ کرتے رہنے کے بعد دفعتہ بہت قوت کے ساتھ بسم اللہ کہتے اور اُٹھ بیٹھتے شب کو کواڑ بند کرنے والے خادم سے پوچھتے کہ بسم اللہ بھی کہہ لی تھی، شب کو پانی کھلا رکھنے کی ممانعت تھی۔ یہ چند واقعات عباداتِ خالصہ سے متعلق تھے اور جو عبادات بصورت خدمت خلق عمل آئی ان کی تو کوئی حدود شمار ہی نہیں، خدمات مالیہ کا تو یہ حال تھا کہ شروع ہی سے

www.ahlehaq.org

برابر اپنے فتوحات مالیہ میں سے چوتھائی حصہ علاوہ زکواۃ کے صدقات نافلہ میں صرف فرماتے رہے اور اس سے زائد بھی۔ چنانچہ اس مد کی کاپی الگ تھی جس میں بعض خاص ضرورت کے مواقع پر بڑی بڑی رقوم اس مد میں پیشگی خرچ فرما دیتے پھر مجرا ہوتا رہتا اس طرح ربع آمدنی کے حساب سے اپنی عمر میں ہزاروں بلکہ لاکھوں روپیہ صدقات میں صرف فرما ڈالے بلکہ ترکہ کا ربع حصہ کارہائے خیر میں صرف کئے جانے کی وصیت فرما گئے جن کی تفصیل مندرجہ وصیت ہے اور جس کے صرف کا انتظام اب کیا جا رہا ہے۔

اس کے علاوہ ہزار ہا روپیہ لوگ حضرت اقدس کو اعلیٰ درجہ کا امین اور مصارف خیر کا بہترین جاننے والا اور موقع شناس سمجھ کر اپنی طرف سے امور خیر میں صرف کرنے کے لیے بھیجتے رہتے تھے ان کا ثواب حضرت اقدس کو الگ ملتا تھا، کوئی سائل خالی نہ جاتا۔ حسب گنجائش و مصلحت ضرورت کچھ نہ کچھ خدمات فرماتے بشرطیکہ خود کوئی گڑبڑ نہ کرے اور اصول صحیحہ جو بتائے جائیں ان پر عمل کرے، اہل خانقاہ، اہل قصبہ، متعلقین، غیر متعلقین، مقامی، بیرونی، سب حاجت مندوں کی ضروریات پر جہاں تک علم ہوسکتا نظر رکھتے اور حسب موقع اعانت فرماتے رہتے، بعض خاص خاص مواقع پر بالخصوص اہل علم اور شرفا کے اہل حاجت متعلقین کو بڑی بڑی رقمیں بھی عطا فرمائی گئیں اور متعدد اہل حاجت کو ماہوار رقمیں بھی دی جاتیں مگر بمصالح متعددہ شرط یہ تھی کہ بذریعہ پرچہ یا کارڈ ماہوار یاد دہانی کی جایا کرے۔ اگر کسی کو اصلاح کی سلسلہ میں کوئی ایسا مشورہ دیا جاتا جس میں خرچ کی ضرورت ہوتی تو سب سے پہلے مالی اعانت میں شریک ہونے کے لیے آپ کو پیش کرتے مواقع خیر کے ہمیشہ متلاشی رہتے تھے۔ چنانچہ ایک خط اوپر بھی نقل کیا گیا ہے۔ جس میں بھی تحریر فرمایا گیا تھا کہ آپ اول کافی خرچ کا انتظام کرلیں اگر تنخواہ کافی نہ ہو تو اپنے خیر خواہوں سے چندہ کرلیں جس میں میں بھی ان شاء اللہ شریک ہوں گا۔ بڑے بڑے چندے بھی کارِ خیر میں دیتے رہتے تھے۔ اکثر دیکھا کہ کبھی کپڑے مساکین کو تقسیم کئے جا رہے ہیں، کبھی نقد، کبھی طعام، خیرات بھی بڑے انتظام سے اور اصول سے کرتے جیسا کہ ہر چھوٹے بڑے کام میں معمول تھا۔

غرض حضرت اقدس کی ذات ستودہ صفات گویا سراپا جود و عطا تھی۔ بعض اہل حاجت

www.ahlehaq.org

کوحضرت اقدسؒ کے بعد خود احقر نے پھوٹ پھوٹ کر روتے ہوئے اور پریشان ہوتے ہوئے دیکھا ہے اور یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت کے ہوتے ہوئے بڑی تقویت اور بیفکری تھی اور بڑا سہارا اور اطمینان تھا اب سخت پریشانی ہے کہ کیا کریں اور کہاں جائیں ایک غریب اہل حاجت تو جب ملتا ہے یہی کہتا ہے کہ اجی حضرت کیا مرے ہم ہی مر گئے۔

قرض دینے کی بھی الگ مد تھی، محض اعتماد کے مواقع پر بلا رقعہ وغیرہ بڑی بڑی رقمیں ہزار ہزار سے بھی متجاوز بے تامل بطور قرض عطا فرما دیتے تھے، اپنے جراح کو قرض مانگنے پر دو سو روپیہ فوراً عطا فرما دیتے اور فرمایا جب سہل ہوا ادا کر دینا اور نہ سکے نہ ادا کرنا مگر اس نے جلد ادا کر دیئے۔ بعض نے ادائیگی قرض میں بہت لیت ولعل کیا اور پریشان کیا تو اس الجھن سے بچنے کے لیے ان سے فرمایا کہ بھائی اس سے تو صاف کہہ دو کہ دے سکتے ہو یا نہیں چنانچہ بعض کے عذر کر دینے پر کافی کافی رقمیں چھوڑ بھی دیں، فرمایا کرتے تھے کہ باوجود اتنی شرائط وقیود ہدیہ کے بھی اللہ تعالیٰ نے مجھے اتنا عطا فرمایا کہ بعض بعض مہینوں میں ایک ایک ہزار بھی ملا۔ آمدنی کے تین حصے فرمالیا کرتے تھے۔ دو حصے دونوں گھروں میں دیتے، ایک حصہ اپنے لئے رکھ لیتے مگر فرماتے کہ میرے پاس زیادہ روپیہ جمع ہو جاتا ہے تو مجھے وحشت ہونے لگتی ہے، اس لئے جب معتد بہ رقم جمع ہو جاتی ہے تو اس کو دونوں گھروں میں تقسیم کر دیتا ہوں۔ آخر میں اپنا حصہ کچھ نہ رکھتے بلکہ جو رقمیں آتی رہتیں اپنے پاس رکھتے جاتے اور جو ذاتی ضرورت ہوتی اس میں سے پوری کرتے رہتے۔ مہینے کے آخر میں دونوں گھروں میں تقسیم فرما دیتے اور باوجود مشہور عام اور مشہود انام استغنا کے جب کسی کی رقم بوجہ فقدان شرائط ہدایہ واپس فرماتے اور یہ آئے دن ہوتا ہی رہتا تھا، تو اکثر فرماتے کہ واپس کرتے ہوئے بڑا ڈر لگتا ہے کہ کہیں اللہ میاں ناراض نہ ہو جائیں کہ نالائق ہم تو تیرے پاس بھجوا دیتے ہیں تو نخرے کرتا ہے اور بھجوانا ہی بند فرما دیں تو سارا استغنا دھرا رہ جائے۔ یہ استغنا بھی اسی وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بہت کچھ دے رکھا ہے اور ہمیشہ دیتے رہتے ہیں بلکہ اکثر دیکھا کہ جب کوئی رقم واپس کی تو فوراً اس کا نعم البدل حق تعالیٰ نے دوسروں سے بھجوا دیا۔ مگر کیا کروں خلاف اصول لینے سے غیرت مانع ہوتی ہے، میں

www.ahlehaq.org

حریض بھی ہوں، متقی بھی نہیں لیکن غیور ضرور ہوں۔ایک بار مزاحاً فرمایا کہ اتنے دن تو اس پیشے کو کرتے ہو گئے لیکن اب تک لیتے وقت غیرت معلوم ہوتی ہے۔غرض حضرت اقدس ہمیشہ اپنے جذبہ استغنا کو ایسے ایسے احتمالات اور خیالات سے حدود کے اندر رکھتے تھے۔ ایک بار احقر نے مرض وفات ہی میں عرض کیا کہ اگر ہم جیسے ایسا استغناء برتنے لگیں جیسا کہ حضور کا طریق ہے تو ہم میں تو تکبر پیدا ہو جائے۔فرمایا کہ جس کو تکبر کا اندیشہ ہو وہ نہ اختیار کرے مجھے تو الحمدللہ شرح صدر ہے کہ تکبر سے ناشی نہیں، پہلے تو بہت شرائط تھیں لیکن آخر میں ساری شرائط کی روح صرف دو باتوں کو ٹھہرالیا تھا۔وہ یہ کہ بالتفریح اس کا جواب لے لیتے کہ مجھ سے یہ توقع نہ رکھی جائے کہ میں یاد رکھوں گا یا کوئی رعایت کا معاملہ کروں گا جب ان دونوں باتوں کا اطمینان ہو جاتا تو اجازت دیتے اس اطمینان کے لئے کہ یہ وہی شخص ہے جس کو اجازت ہدیہ بھیجنے کی دی گئی، تاریخ دن اور وقت بھی لکھ دیتے اور تحریر فرما دیتے کہ یہ عبارت منی آرڈر کے کوپن میں ہونی چاہیے ''حسب اجازت حاصل کردہ فلاں تاریخ، فلاں دن، فلاں وقت، اگر یہ عبارت نہ ہوئی تو منی آرڈر واپس کردیا جائے گا۔ایک موقع پر احقر نے عرض کیا کہ اگر کوئی اپنی طرف سے گھڑ کر لکھ بھیجے تو فرمایا کہ پھر تو اس کے خلوص میں کوئی شک ہی نہ ہوگا کیونکہ معلوم ہوا کہ بیچارہ بہت ہی مخلص ہے کہ اپنی طرف سے اجازت گھڑ گھڑ کر ہدیہ بھیج رہا ہے۔جن پر تعلقات دیرینہ کی بنا پر پورا اطمینان ہو چکا تھا ان سے بلا کسی شرط کے قبول فرمالیتے، گو ایسے مواقع پر بعض سے یہ بھی فرما دیتے کہ یہ تو میری حیثیت سے زیادہ ہے، میری حیثیت تو بس ایک دو روپیہ کے ہدیہ کی ہے، یہ تو بہت ہے۔یہ تو اکثر فرماتے کہ یہ تو بہت ہے پھر جب اصرار ہوتا تو لے لیتے، جو چھوٹے بالخصوص جن کو لڑکپن سے حضرت جانتے تھے ان سے فرماتے کہ تم تو بچے ہو مجھے تم کو دینا چاہیے نہ یہ کہ تم مجھ کو دے رہو، پھر اصرار پر بخیال دلشکنی انکار نہ فرماتے۔لیکن اگر کسی کا ہدیہ چاہے جتنا بڑا ہوتا مگر اصول کے خلاف ہوتا تو بلا ادنیٰ تامل کے واپس فرما دیتے جیسا کہ وفات سے دو تین دن پہلے تین سو کا ذاتی منی آرڈر واپس کرنے کا واقعہ اپنے موقع پر لکھا جا چکا ہے۔

www.ahlehaq.org

صدقات مالیہ کے سلسلہ میں یہ سب واقعات استطرادأ معرض تحریر میں آ گئے۔ علاوہ ان کے صدقات مالیہ جاریہ بھی حضرت اقدسؒ نے بہت کئے۔ چنانچہ بعض کمپنیوں میں حصص خرید کر وقف فرما دیئے اور ایک قطعہ زمین خرید کر وقف فرما دی اور بعض باغات بھی خرید کر وقف فرما دیئے اور اسی طرح ایک مکان میں۔ ان سب کے متعلق مفصل اور واضح طور پر سب شرائط وصایا میں لکھ کر شائع فرما دیئے، وقف کرنے کا تو اتنا شوق تھا کہ ایک بار دل میں خیال پیدا ہوا کہ اگر میرے پاس کہیں سے ایک لاکھ روپیہ آ جائے تو کیا کروں، چونکہ طبع مبارک نہایت ہی حساس تھی محض اس خیال کے آنے سے بھی الجھن پیدا ہوگئی اور جب اس کا مصرف ذہن نے تجویز کر لیا اس وقت سکون ہوا۔ چنانچہ وہ مصرف یہ سوچا کہ سارے تھانہ بھون کی زمین خرید کر وقف کر دوں تاکہ ایک مقام تو خالص دارالاسلام ہو جائے۔ سبحان اللہ کیا جذبات تھے، کیا خیالات تھے، کیا حالات تھے، علاوہ اوقاف مذکورہ بالا کے اپنا ایک بڑا کتب خانہ بھی جس میں زیادہ تر خود اپنی ہی تصانیف تھیں مدرسہ سہارنپور میں بھیج دیا اور وقف فرما دیا، اسی طرح بعض اور متفرق کتابیں بھی مدرسہ دیوبند اور مدرسہ سہارنپور اور دیگر مدارس میں موقع بموقع کافی تعداد میں بھیجتے رہتے تھے، نیز بڑی بڑی رقمیں صرف فرما کر بڑی بڑی اور مفید مفید کتابیں بھی تصنیف کرا کرا کثر شائع فرماتے رہے مثلاً اعلاء السنن بوادر النوادر حیلہ ناجزہ۔ گو ان میں سے اکثر دوسروں کی بھیجی ہوئی رقوم سے شائع ہوئیں لیکن بوقت ضرورت خود بھی مالی شرکت فرماتے خرید فرما کر بھی تقسیم فرما دیتے۔

چنانچہ اعلاء السنن کے نسخے بھی بغرض تقسیم اس حالت میں صاحب فراش نہیں ہوئے تھے خرید فرمانے کے لیے بہ وقت تمام مدرسہ تشریف لائے اور اس روز کی مجلس بعد الظہر خانقاہ کی اس سہ دری ہی میں فرمائی جہاں تقریباً نصف صدی تک حضرت اقدسؒ نشست فرما کر علوم و معارف کے دریا بہاتے رہے، چونکہ بعد عرصہ کے یہ موقع نصیب ہوا تھا کیونکہ بوجہ ضعف و علالت بہت دن سے زنانہ مکان کے پاس والی مردانہ بیٹھک ہی میں مجلس فرمانے لگے تھے اس لئے ہم سب خدام کو بھی اور خود حضرت اقدسؒ کو بھی بے حد انشراح ہوا اور حضرت اقدس نے تو فرمایا کہ بس یہاں بیٹھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اپنے ٹھکانے آ گئے۔

www.ahlehaq.org

مگر چونکہ یہاں سے بیت الخلاء قریب نہیں اور مجھ کو بار بار جانے کی ضرورت ہوتی ہے، ضعف کی وجہ سے اتنی دُور بار بار آ جا نہیں سکتا۔ اس لئے مجبوراً یہاں نہیں بیٹھتا، ورنہ دل تو میرا نہیں لگتا ہے اور برکت یہیں محسوس ہوتی ہے کیونکہ بزرگوں کی جگہ ہے۔ پھر یہ تجویز ہوئی کہ غسل خانوں میں سے ایک میں چوکی رکھوا دی جائے اور حضرت والا اس کا کرایہ ادا فرما دیا کریں۔ اس پر تحقیق فرمائی کہ شرعاً متولی ایسا کر سکتا ہے یا نہیں۔ گو اہل علم خدام خاص نے عرض کیا کہ گنجائش تو معلوم ہوتی ہے لیکن فرمایا کہ چونکہ میرا ہی معاملہ ہے اس لئے میری یا میرے احباب کی رائے اس معاملہ میں قاعدہ سے موثوق بہ نہیں ہونی چاہیے۔ لہٰذا سہارنپور اور دیوبند سے دریافت کیا جائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا لیکن چونکہ ایک جگہ تو ایک صورت بتائی گئی جو حیلہ کی تھی اور ایک جگہ سے متولی کو کرایہ پر لینے کا عدم جواز لکھا ہوا آیا لیکن حضرت اقدس نے اس تجویز پر عمل نہیں فرمایا۔ غرض خانقاہ کی وہ مجلس آخری مجلس تھی۔ اور آخری تشریف آوری تھی، اس کے بعد پھر تشریف لانا نہ ہو سکا بلکہ اس کے کچھ عرصہ بعد تو مردانہ بیٹھک کی بھی مجلس موقوف فرمانی پڑی۔ کیونکہ دستوں کے دورے شروع ہو گئے۔

عالم ربانی کی خاص علامت ہے کہ وہ تحصیل علم میں بھی حریص ہوتا ہے اور تبلیغ و اشاعت علم میں بھی غالباً امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ وہ شخص عالم نہیں ہو سکتا جو اپنے بڑوں اور برابر والوں اور چھوٹوں سے علم حاصل نہ کرے اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کا ایک ارشاد حضرت امیر شاہ خاں صاحب مرحوم نقل فرمایا کرتے تھے کہ وہ شخص جس کو تبلیغ دین کا جذبہ اس درجہ تک نہ پہنچ جائے جیسے ضروریات بشریہ کھانا پینا وغیرہ ہیں اس وقت تک وہ دین کی پوری پوری خدمت نہیں کر سکتا۔ حضرت والا نور اللہ مرقدہ کے دیکھنے والے جانتے ہیں کہ بحمد اللہ آپ کی ہمیشہ سے یہی شان تھی، علم و حکمت کی بات کسی بچہ یا ان پڑھ جاہل سے بھی سن لی ہے تو بڑی قدر کے ساتھ اس کو محفوظ رکھا اور مجلسوں میں اسی کے حوالہ سے نقل فرمایا۔ اسی طرح اشاعت علم و دین کا وہ قوی جذبہ حق تعالیٰ نے آپ کے قلب مبارک میں ودیعت فرمایا تھا کہ ہر وقت اس کے لئے بےچین تھے اور کاموں سے کبھی کبھی تکان محسوس ہوتا تھا لیکن علمی خدمات سے باوجود ضعف کے بھی تکان محسوس نہ فرماتے تھے۔

www.ahlehaq.org

ایک مرتبہ حضرت کے خلفاء میں سے ایک اہل علم نے اپنا ایک نوتصنیف رسالہ حضرت کی خدمت میں بھیجا اور یہ لکھا کہ حضرت کے ضعف کی وجہ سے رسالہ پیش کرنے کی جرأت نہیں ہوتی لیکن اس کی بھی جرأت نہیں ہوتی کہ میرا کوئی رسالہ شائع ہوا اور وہ کسی درجہ میں بھی حضرت کی نظر سے نہ گزرے، اس لئے میری درخواست صرف اتنی ہے کہ کہیں سے چند سطریں ملاحظہ فرمالیں اور موضوع رسالہ ابتداء رسالہ میں ملاحظہ فرمالیں۔ حضرت نے جواب میں تحریر فرمایا کہ میں نے رسالہ بالاستیعاب دیکھا کیونکہ اس کے دیکھنے سے نشاط بڑھ گیا، تکان محسوس نہیں ہوا۔ اشاعت دین وعلم دین کے اسی والہانہ جذبہ کا نتیجہ ہے، جو تقریباً ایک ہزار تصانیف ومواعظ وملفوظات کی صورت میں بحمد اللہ آج بھی ہزاروں مسلمانوں کی رہبری کا کفیل بنا ہوا ہے۔

اتنی تصانیف اپنے قلم سے کرنے کے باوجود ہر پیش آنے والی اسلامی ضرورت کے لیے تصنیف کا سلسلہ جاری رہنے کا ایک خاص اہتمام قلب اقدس میں تھا اور حسن اتفاق سے حق تعالیٰ نے حضرت کے خدام میں علماء ماہرین کا ایک اچھا خاصہ مجمع جمع فرما دیا تھا۔ اکثر اوقات ان علماء کو مختلف قسم کی تصانیف کا مشورہ دیتے اور ان کی تصنیف میں امداد واعانت کا خاصہ حصہ لیتے تھے۔ چنانچہ ایسی تصانیف کا ایک اچھا کافی سلسلہ ہے جو حضرت والا کے مشورہ اور ارشاد کے موافق دوسرے علماء نے کیں۔ اس سلسلہ میں چند تصانیف ایسی بھی ہیں جو خود حضرت والا نے بڑی بڑی رقمیں خرچ کر کے اپنے خاص اہتمام سے کرائیں۔ جن میں سب سے بڑی تصنیف اعلاء السنن کی ہے۔ جس میں امام اعظم ابوحنیفہؒ کے پورے فقہ کے دلائل وشواہد احادیث نبویہ علی صاحبا السلام سے نہایت تنقید وتحقیق اور عدل وانصاف کے ساتھ جمع کیے گئے یہ وہ بے نظیر تصنیف ہے کہ اگرچہ اس موضوع پر متعدد علماء نے کتابیں لکھی ہیں لیکن اتنی مکمل ومفصل آج تک نہیں ہوئی تھی اس تصنیف کا اکثر حصہ حضرت مولانا ظفر احمد صاحب مدظلہم کے قلم سے ہے، حضرت کا ملاحظہ اور مشورہ بھی اکثر حصہ میں شامل رہا ہے تقریباً پچیس، تیس سال تک مسلسل اس کی تصنیف کا سلسلہ جاری رہا اور تقریباً تیس چالیس ہزار روپیہ اس کی تصنیف واشاعت میں صرف ہوا اور بالآخر حضرت والا کی حیات وصحت ہی کے زمانہ میں بحمد اللہ یہ تصنیف مکمل ہوگئی اور گیارہ جلدیں شائع بھی ہوگئیں چار پانچ جلدوں

www.ahlehaq.org

کی اشاعت باقی ہے جو اس وقت کاغذ کی شدید گرانی کے سبب ملتوی ہے اور ان شاء اللہ کاغذ میں کچھ سہولت پیدا ہو جانے پر ان کی اشاعت بھی جلد ہو جانے کی توقع ہے۔

اسی سلسلہ کی دوسری اہم تصنیف رسالہ الحیلۃ الناجزہ للحیلۃ العاجزہ ہے۔ جس میں ان مظلوم عورتوں کی رہائی کے لیے شرعی صورتیں بتلائی گئی ہیں جن کے شوہر مفقود الخبر یا غائب یا عنین ہوں، یا موجود ہوتے ہوئے نان نفقہ یا دوسرے حقوق ادا نہ کرتے ہوں، ہندوستان میں قاضی شرعی نہ ہونے کے سبب ایسی عورتیں تنگ آ کر کہیں مرتد ہونے لگیں، کہیں فحش بے حیائی میں مبتلا ہونے لگیں اس مصیبت کبریٰ کو دیکھ کر حضرت والا کو توجہ ہوئی کہ ان کے لیے رہائی کی شرعی صورتیں غور و فکر کر کے نکالی جاویں۔ چنانچہ مذاہب اربعہ کی کتابوں کا مطالعہ اور پھر مالکی المذہب علماء مدینہ طیبہ سے چار پانچ سال تک مسلسل خط و کتابت اور پھر مشاہیر علماء ہند کے مشورہ سے کام لے کر مسودہ تیار کیا گیا۔ مسودہ کی تیاری میں مولانا عبدالکریم صاحب گمتھلوی اور مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی سے کام لیا گیا اور بعد تیاری پہلی مرتبہ اپنی طرف سے طبع کرا کر مفت اشاعت کی گئی۔

تیسری نہایت اہم تصنیف احکام القرآن ہے۔ جس کی ابتداء تو اس طرح ہوئی کہ تقریباً ۱۳۵۰ھ میں دارالعلوم دیوبند میں یہ تجویز ہوئی کہ جس طرح حدیث کی اہم کتابوں کا دورہ ایک سال میں پڑھایا جاتا ہے اسی طرح دورہ تفسیر کے نام سے تفسیر کی اہم کتابیں ایک سال میں پڑھائی جایا کریں اور ساتھ ہی یہ تجویز ہوئی کہ دورہ تفسیر کا افتتاح حضرت والا کے ہاتھوں کرایا جائے اس کی درخواست کرنے کے لیے دیوبند سے علماء کا ایک وفد جس کے امیر حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی مدظلہم تھے تھانہ بھون حاضر ہوا دورہ تفسیر کے نصاب درس میں بیضاوی کامل، ابن کثیر کامل تجویز ہوئی اور حنفیہ کے مسلک کی توضیح کے لیے تفسیر مدارک رکھنے کا تذکرہ آیا لیکن حضرت والا نے فرمایا کہ ایسی آیات بہت کم ہیں جن میں آئمہ کا باہمی اختلاف ہے اس کے لئے اس غرض کے واسطے پوری مدارک پڑھانے کے بجائے اگر ان آیات کا انتخاب پڑھا دیا جائے تو بہتر ہوگا۔ سب حضرات نے اس تجویز کو پسند کیا اور اس خیالی تصنیف کا نام بھی اسی وقت حضرتؒ نے دلائل القرآن علی مسائل

www.ahlehaq.org

النعمان تجویز فرما دیا۔ اس کے بعد اتفاقات ایسے ہوتے رہے کہ دیو بند میں یہ کام انتخاب وتصنیف کا نہ ہوسکا تو دو تین سال انتظار کے بعد حضرت والا کو اس طرف توجہ ہوئی کہ کام نہایت مفید ہے۔ جس طرح ہم نے اعلاء السنن میں فقہیات حنفیہ کے دلائل وشواہد حدیث سے جمع کرا دیئے ہیں اسی طرح دلائل القرآن علی مسائل النعمان میں دلائل حنفیہ قرآن کریم سے جمع کر دیئے جاویں اور اس کام کو خود اپنے اہتمام سے کرانے کا فیصلہ فرما کر تقریباً ۱۳۵۴ھ میں مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیو بندی کے سپرد فرمایا، کام کرنے کے اصول اور طریق کار خود متعین ومشخص فرمائے پوری سورہ بقرہ میں جس قدر آیات احکام اس تصنیف کے موضوع سے متعلق تھی ان کی فہرست خود تیار فرما کر ان کے حوالہ فرمائی مولانا محمد شفیع صاحب نے کام شروع کر دیا لیکن چونکہ وہ دارالعلوم دیو بند میں عہدہ افتا پر مامور اور بہت زیادہ مشغول تھے اس لئے کام کے لیے فرصت کم ملی اور کام کی رفتار بہت سست رہی۔ اسی اثناء میں مولانا ظفر احمد صاحب اعلاء السنن کی تصنیف سے فارغ ہو گئے تو حضرت والا کو خیال ہوا کہ دلائل القرآن کا کام اب اگر مولانا ظفر احمد صاحب کریں گے تو جلد ہو جائے گا۔ اس لئے یہ کام ان کے سپرد فرما دیا۔ اب اتفاق یہ ہوا کہ اس کے کچھ عرصہ بعد ہی مولانا ظفر احمد صاحب ڈھاکہ یونیورسٹی میں پروفیسر ہو کر چلے گئے۔ اور وہاں اس کام کا سلسلہ کسی معتد بہ پیانہ پر جاری نہ رہ سکا۔ حضرت والا کو دیکھنے والے جانتے ہیں کہ کام کو شروع کرنے کے بعد حضرت والا کو اس کا بہت اہتمام ہوتا تھا کہ وہ کسی طرح ٹھکانے لگے اور پورا ہو۔ اس لئے اس کی فکر ہوئی کہ اب یہ کام کسی اور طرف منتقل کیا جاوے۔ اول مولانا محمد شفیع صاحب دیو بندی سے استفسار فرمایا کہ وہ دارالعلوم سے طویل رخصت لے کر اس کام کے لیے تھانہ بھون قیام کر سکتے ہیں یا نہیں مگر ان کو دارالعلوم کے عہدہ افتا کی ذمہ داری کی وجہ سے طویل رخصت لینے کی کوئی صورت نہ نکلی۔ تو اب یہ رائے ہوئی کہ اس کام کے چند حصے کر کے چند علماء کے سپرد کر دیا جائے اس طرح اس کی تکمیل ہو جائے چنانچہ اس تصنیف کو چار حصوں میں اس طرح تقسیم فرما دیا کہ پہلی دو منزلیں مولانا ظفر احمد صاحب کے سپرد رہیں اور اس کے بعد دو منزلیں تیسری، چوتھی مولانا جمیل احمد صاحب تھانوی کے متعلق فرمائی اور اس کے بعد

www.ahlehaq.org

دو منزلیں پانچویں اور چھٹی مولانا محمد شفیع صاحب دیوبندی کے سپرد فرمائی۔ آخری منزل مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی مدرس دار العلوم دیوبند کے حوالہ فرمائی۔

ابھی اس کام کا سلسلہ پوری طرح چلنے نہ پایا تھا کہ حضرت والا کو اس مرض کا سلسلہ شروع ہو گیا جو بالآخر مرض الموت ثابت ہوا، ضعف روز بروز بڑھنے لگا مگر اسی مرض وضعف کی حالت میں جس طرح دوسرے افادات کے سلسلے جاری تھے اسی طرح اس تصنیف کی فکر بھی لگی ہوئی تھی ۱۳۶۲ھ جو حضرت اقدس کا سن وفات ہے اس میں اتفاقاً مولانا محمد شفیع صاحب دیوبندی ملازمت سے مستعفی ہو کر تھانہ بھون قیام کی نیت سے پہنچ گئے۔ اس وقت حضرت والا کی رائے یہ ہوئی کہ اب مولانا محمد شفیع صاحب مستقل طور پر یہی کام کریں اور اس پر مختلف مجلسوں میں اظہار مسرت بھی فرمایا۔ چنانچہ حسب تجویز کام شروع ہو گیا۔ یہ وہ وقت تھا کہ شدت ضعف کی وجہ سے خانقاہ میں تشریف لے جانا منقطع ہو چکا تھا، مرض بھی روز بروز بڑھ رہا تھا ضعف بھی۔ لیکن خدمت دین وعلم دین کا شغف ان چیزوں پر غالب تھا۔ دلائل القرآن کا کام شروع ہوا تو مولوی صاحب کے سامنے اول ہی روز بہت سی آیات پر کافی دیر تک تقریر فرمائی کہ فلاں فلاں آیات سے فلاں فلاں احکام مستنبط ہوتے ہیں ان کو کتب تفسیر میں تلاش کر کے اگر منقول ہو تو منضبط کر لیا جائے اس پر بھی مفصل کلام فرمایا کہ اس تصنیف کا طرز کیا ہو کیا چیز لی جاوے اور کیا ترک کی جاوے اس کے بعد روزانہ مولوی صاحب سے استفسار فرماتے کہ آج کس آیات پر لکھا اور کیا لکھا پھر ایک کے مناسب علوم غامضہ کے افادات فرماتے رہتے۔

کام شروع ہونے کے ساتھ بہت سے ایسے احکام سامنے آئے جن پر بلا تکلف آیت دلالت کرتی ہیں مگر جن حضرات نے آیات احکام مستقل تصنیفیں لکھی ہیں انہوں نے ان کو کسی سبب سے ضبط نہیں کیا۔ اس لئے اب حضرت والا کی رائے یہ ہوگئی کہ اس تصنیف کا موضع بلند اور عام کر دیا جائے یعنی صرف دلائل حنفیہ نہیں بلکہ مطلق احکام خواہ احکام فقہیہ ہوں یا عقائد وتصوف اور اخلاق وتمدن سے متعلق ہوں سب ضبط کئے جاویں، بالخصوص جن احکام میں مغربی تمدن اور نئی تعلیم کے اثر سے شبہات پیدا کئے جاتے ہیں ان پر اہتمام سے

www.ahlehaq.org

کلام کیا جاوے اور فرمایا کہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ دلائل القرآن علی مسائل النعمان کو چھوڑ دیا گیا نہیں بلکہ وہ بھی احکام القرآن کا جز ہوگا۔ بعد تکمیل تصنیف اس موضوع کی آیات کا انتخاب کر کے دلائل القرآن کے نام سے جداگانہ کتاب تیار ہو جائے گی۔

الغرض مرض وضعف کی انتہا ہوتی جاتی تھی، بولنا دشوار تھا، غنودگی طاری ہو ہو جاتی تھی لیکن اس حالت میں بھی احکام القرآن کے متعلق دریافت فرماتے اور اس کے متعلق افادات کا سلسلہ جاری تھا یہاں تک کہ ماہ رجب جس کی ۱۶۔ تاریخ کو وفات ہونے والی تھی اس کی ۳ر تاریخ کو مولوی صاحب نے سورہ قصص شروع کی، حضرت کو اطلاع دی تو اس سورۃ کی ایک آیت پر نہایت عجیب وغریب تقریر فرمائی جس کو مولوی صاحب نے ضبط کر لیا مگر افسوس ہے کہ کلام کی تکمیل حضرت کی حیات میں مقدر نہ تھی، وفات کے صدمہ جانکاہ کے بعد کچھ عرصہ تک تو خدام کے دل ودماغ اس قابل ہی نہ تھے کہ کسی مستقل کام ونظام میں غور کریں، کچھ عرصہ کے بعد جب کچھ طبیعت سنبھلی اور اس کام کا دھیان آیا تو ایک عالم حیرت سامنے تھا، کام کی اہمیت اور حضرت والا کے شغف کا مقتضی یہ کہ اس کو جس طرح بھی ہو سکے بہتر سے بہتر بنا کر جلد سے جلد تمام کیا جاوے اور ادھر جو افادات اس تصنیف کی روح تھے ان کے منقطع ہو جانے نے کمر ہمت توڑ دی لیکن بالآخر ترجیح اس کو ہوئی کہ حضرت کے بتلائے ہوئے اصول پر تصنیف کی تکمیل کرنا چاہیے چنانچہ بحمد اللہ مولوی صاحب موصوف آج کل اس کی تصنیف ہی کا کام کر رہے ہیں۔ اسی طرح مولانا ظفر احمد صاحب اور مولانا جمیل احمد صاحب اور مولانا ادریس صاحب اپنے اپنے حصہ کی تکمیل میں بقدر فرصت مشغول ہیں۔ حق تعالیٰ امداد فرمائیں۔ اور تکمیل کی توفیق اور قبول عطا فرمائیں۔

اسی قسم کی تصانیف کے سلسلہ میں دو کتابیں اور قابل ذکر ہیں جن کا مادہ تو خود حضرت والا نے اپنے قلم سے ضبط فرما دیا تھا دونوں کا نام بھی تجویز فرما دیا تھا مگر بوجہ ضعف کے اس کی تصنیفی تشکیل وترتیب نہ ہو سکی تھی۔

ایک القول المنصور فی ابن المنصور۔ جس میں ابن منصور حلاج کے حالات اور ان کے متعلق معتدل اور منصفانہ فیصلہ فرمایا گیا ہے۔ دوسری ایدی الہادی عن حید الحادی۔ جس

www.ahlehaq.org

میں خلود نار کا ثبوت اور ابن قیم کے ایک رسالہ کا جواب ہے۔ ان دونوں کتابوں کے متعلق حضرت والا نے اپنی وصیت نامہ میں یہ وصیت درج فرمادی ہے کہ میں اپنے متعلقین اہل علم کو عموماً اور مولوی ظفر احمد صاحب و مولوی محمد شفیع صاحب دیوبندی کو خصوصاً وصیت کرتا ہوں کہ وہ ان دونوں کتابوں کی تکمیل کر دیں حق تعالیٰ کی قدرت کہ ان دونوں کی تکمیل حق تعالیٰ نے حضرت کے سامنے ہی کرادی جس سے حضرت والا بہت مسرور ہوئے پہلی کتاب القول المنصور کو مولانا ظفر احمد صاحب نے مکمل فرما دیا اور دوسری کتاب کے متعلق مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی نے ایک مفصل رسالہ الدین القیم لکھ کر حضرت کو دکھلایا تو حضرت والا نے اسی رسالہ کو اس کتاب کی جگہ کافی قرار دیا۔

الغرض علم دین کے متعلق امام محمد کا یہ ارشاد کہ ان صنا عتنا هذه من المهد الى اللحد یعنی ہمارا فن بچپن کے گہوارہ سے شروع ہوتا ہے اور گور کے دروازہ تک رہتا ہے۔ حضرت والا نے عملاً دکھلا دیا طاقت نے بالکل جواب دے دیا تھا لیکن پھر بھی افادات کے شوق کا وہ عالم تھا کہ جس کو کسی نے شراب و مینا کے عنوان سے ادا کیا ہے۔

گو ہاتھ میں جنبش نہیں آنکھوں میں تو دم ہے + رہنے دو ابھی ساغر و مینا مرے آگے

غرض حضرت اقدس قدس سرہ العزیز نے اپنی ساری عمر اور عمر بھی ماشاء اللہ اتنی طویل ایک ہی دھن میں بلکہ ایک ہی دُھن میں بسر فرمادی۔ بفحوائے ع یکے داں و یکے بیں و یکے گو + فجزاه الله فى الاخره احسن الجزاء و اعطاء الله الدرجات العلیٰ ورزقه مرافقة الانبياء۔ ان ساری تفصیلات اعمال باطنہ و ظاہرہ جو اوپر عرض کی گئیں خلاصہ یہ ہے کہ حضرت اقدس کی حالت بفضلہ تعالیٰ و بعونہ وہ تھی جو اس دعائے منصوص میں طلب فرمائی گئی ہے۔ اللّٰھم اجعل سریرتی خیراً من علانیتی واجعل علانیتی صالحة (ترجمہ) یا اللہ کر دے میرے باطن کو بہتر میرے ظاہر سے اور کر میرے ظاہر کو اچھا۔ اور اس دعا میں بھی اللّٰھم اجعل وساوس قلبی خشیتک وذکرک واجعل همتی واهوای فيما تحت و ترضیٰ اللّٰھم وما ابتیتنی به من رخاء و شده فمسكنی بسنة الحق و شريعة الاسلام (ترجمہ) یا اللہ کر دے میرے دل

www.ahlehaq.org

کے خیالات کو اپنا خوف اور اپنی یاد اور کر دے میری ہمت اور خواہش میری اس چیز میں جسے تو اچھا سمجھے اور پسند کرے یا اللہ جس بات میں تو امتحان کرے میرا خواہ آسانی ہو یا سختی تو جمائے رکھ مجھے طریق حق اور شریعت اسلام پر۔

اگر ناظرین ان سب تفصیلات کو مجموعی طور پر ذہن میں مستحضر کر کے غور فرمائیں گے تو وہ بھی حرف بحرف احقر کی اس رائے کی تصدیق فرمائیں گے اور حضرت اقدس کو ہر جزئی میں ان دونوں دعاؤں کا مصداق پائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی یہ دولتیں نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

تفصیلات متذکرہ سے تو افادات ظاہرہ باطنہ کے صرف وہ آثار معلوم ہوئے جو مشاہد ہیں اور جو برکات وانوار حضرت اہل باطن کو مدرک ہوئے ان کو تو وہ حضرات خود ہی خوب جانتے ہیں بمصداق ع دل من داند و من دانم و داند دل + اوروں کو تو اس کی ہوا بھی نہیں لگی۔ اور اگر کچھ ہم لوگوں کو بھی اندازہ ہو سکتا ہے تو تربیت السالک کے مطالعہ سے جس کی نسبت حضرت اقدسؒ نے وفات سے دو چار ہی دن قبل ایک صاحب علم کے اس کہنے پر کہ بوادر النوادر سے تو راہ ولایت معلوم ہو جائے گی۔ یہ فرمایا کہ راہ ولایت معلوم کرنے کے لیے تو تربیت السالک ہے۔ بوادر النوادر میں تو زیادہ تر علوم نادرہ ہیں اور افادات خاصہ باطنہ کے متعلق ایک پرانا ملفوظ یاد آیا کہ طالب صادق کو کبھی اپنے شیخ کی کرامات کی جستجو ہی نہیں ہوتی، نہ اس کی ضرورت محسوس ہوتی ہے کیونکہ وہ رات دن اپنے باطن میں شیخ کی برکات کا جو اصلی کرامات ہیں مشاہدہ کرتا رہتا ہے۔ چنانچہ اکثر خدام حضرت اقدس کی توجہات کا اثر نہ صرف حاضرانہ بلکہ غائبانہ بھی بالخصوص مراسلت رکھنے والے اپنے اندر نمایاں طور پر محسوس کرتے رہتے تھے۔ جبھی تو یوماً فیوماً ترقی اور کایا پلٹ ہوتی چلی جاتی تھی حالانکہ بظاہر نہ کوئی متعارف توجہ دی جاتی تھی، نہ اکثر سے تخاطب ہوتا تھا۔ بقول احقر ؎

نگاہِ مست او بیگانہ وار است	مگر وز دیدہ بر ہر میکسا راست
یکے ساقی و میخواراں ہزارند	دو چشم مست او مشغول کارند
بمیخانہ بہار است و بہار است	کہ درد جد و طرب ہر میکسار است

www.ahlehaq.org

الحمدللہ ثم الحمدللہ کہ بعون اللہ تعالیٰ و ببرکت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ احقر بیان متعلقات واقعہ وفات سے فارغ ہوا اور اس ضمن میں مختصراً ضروری ضروری سوانح حیات بھی معرض تحریر میں آ گئے ہو خواہ بے ربط و بے ترتیب ہوں بمصداق ارشاد حضرت میر درد رحمۃ اللہ علیہ

کیا کہوں دل کا کسو سے قصہ آوارگی　　　کوئی بھی بے ربط ہوتی ہے کہانی اس قدر

لیکن بہر حال فیض اور اثر سے خالی نہیں بمصداق ع درد جس پہلو سے اُٹھو درد ہے

+اب میں عین واقعہ وفات بیان کرتا ہوں اور اپنے ایک شعر سے شروع کرتا ہوں۔

واقعۂ وفات

ہچکیاں بھی مری سن لو مرے نالے تو سنے　　　ٹھیرو اک نغمہ ابھی اور مرے ساز میں ہے

حسن اتفاق اور حسن اقتران دیکھئے کہ میں اس واقعہ روح فرسا اور حادثہ جانکاہ کو شب سہ شنبہ ہی میں بعد عشاء وتراویح لکھ رہا ہوں اور یہ وہی دن اور وقت ہے جبکہ حادثہ واقع ہوا تھا۔ یہ لکھا ہی جا چکا ہے کہ دوشنبہ کو صبح ہی سے مسلسل دست آ رہے تھے۔ یہاں تک کہ کپڑوں کو کئی تہہ کر کے نیچے بچھا دیا گیا تھا انہیں پر علی التواتر اجابتیں ہوتی چلی جا رہی تھیں اور وہ کپڑے بار بار بدلے جا رہے تھے، نمازوں کے وقت دونوں پیرانی صاحبہ مل کر باہتمام بلیغ اچھی طرح طہارت کرا دیتی تھیں، دستوں کی وجہ سے ضعف بے حد ہو گیا تھا گو غنودگی جاتی رہی تھی اور حضرت اقدسؒ سب حالات مسلسل بیان فرما رہے تھے جس پر حکیموں نے اظہار اطمینان فرمایا کہ دماغ کھل گیا ہے کلام مسلسل ہے، آنکھوں کے سامنے اندھیرا معلوم ہونے کی بھی شکایت فرمائی تھی اور آثار سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضرت اقدس کو یہ محسوس ہو گیا تھا کہ میرا آخری دن ہے۔ چنانچہ جب اس کا ذکر آیا کہ حکیموں نے شام کو چوزہ کی یخنی میں چاول ڈالنے کی اجازت دے دی ہے تو فرمایا کہ میں چاہے اس وقت تک رہوں ہی نہیں۔ اسی طرح حضرت چھوٹی پیرانی مدظلہا سے فرمایا کہ آج تو ہم جا رہے ہیں، انہوں نے پوچھا کہاں، فرمایا کیا تم نہیں جانتے، نیز نصف النہار کے تین بجے کے قریب حضرت اقدسؒ کے ہم زلف اور منظورِ نظر محبّ مشفق جناب ڈپٹی علی سجاد صاحب جب مزاج پُرسی کے لیے حاضر

www.ahlehaq.org

ہوئے تو فرمایا کہ حکیم صاحب سے یہ جا کر حال کہا جاوے کہ ہاتھ پیروں کی جان نکل چکی ہے ،سانس آدھا آتا ہے اور پھول گیا ہے۔ چنانچہ ڈپٹی صاحب حکیم صاحب سے یہ حال کہنے کے لیے چلے تو کھڑکی کے پاس سے حضرت چھوٹی پیرانی صاحبہ محترمہ مدظلہا پہنچیں اور چپکے سے فرمایا کہ آج تو یوں فرما رہے تھے کہ بس مغرب تک ہوں۔ ڈپٹی صاحب کے جانے کے بعد احقر حاضر ہوا تو احقر سے بھی یہی فرمایا کہ سانس کی بہت تکلیف ہے احقر نے عرض کیا کہ حضرت کو اکثر سوئے تنفس کی شکایت ہو جاتی ہے وہ مالش وغیرہ سے ٹھیک ہو جاتی ہے فرمایا مجھے اتنی تکلیف کبھی عمر بھر نہیں ہوئی چنانچہ میں بھی عرض حال کرنے حکیم صاحب کی خدمت میں گیا ،وہاں سے لوٹ کر آیا تو حضرت طہارت فرما رہے تھے،اس لئے باہر بیٹھ گیا چونکہ بہت زیادہ دیر ہوگئی تھی اس لئے احقر کے تو ذہن سے نکل گیا لیکن حضرت اقدسؒ نے خود احقر مکرر حاضری پر پوچھا کہ حکیم صاحب نے کیا جواب دیا۔ میں نے اپنی یاد پر دل ہی دل میں نفریں کی اور خدا کا شکر ادا کیا کہ حضرت اقدسؒ نے باوجود ایسی نازک حالت ہونے کے خود ہی یاد رکھا اور دریافت فرمالیا، اس کے بعد جناب مولانا جمیل احمد صاحب حاضر ہوئے فرمایا کہ سانس کی بہت تکلیف ہے ذرا سینہ ملا جائے۔ عرض کیا تیل لگا لوں فرمایا نہیں ویسے ہی اتنے میں حکیم محمد سعید صاحب گنگوہی مزاج پرسی کے لیے تشریف لے آئے جن کا علاج حکیم صاحب لکھنوی سے پہلے تھا لیکن اب بھی وہ غایت تعلق کی بنا پر ٹھیرے ہوئے تھے۔ ان سے پوچھا گیا کہ روغن بادام کی مالش مناسب ہوگی یا روغن سرخ کی عموماً روغن بادام سے افاقہ ہوتا رہا ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ روغن سرخ زیادہ نافع ہوگا۔ چنانچہ اسی کی مالش کی جاتی رہی اور حکیم صاحب خلاف معمول زیادہ دیر تک بیٹھے رہے جب چلے گئے اس وقت حضرت اقدسؒ نے فرمایا کہ اس تیل سے تو کچھ بھی نفع نہیں محسوس ہوا، روغن بادام سے مجھ کو نفع ہوتا رہا ہے، اسی کی مالش ہونی چاہیے۔ اتنی تکلیف اور ایسی نازک حالت میں بھی حکیم صاحب کا اتنا لحاظ فرمایا کہ ان کے رہتے ہوئے ان کی تجویز کے خلاف روغن بادام کی مالش نہیں کرائی۔ قبل عصر بھی حاضرین سے فرمایا سب کاموں سے نکما ہو کر اس حالت میں پڑا ہوں، یہ کیا زندگی ہے، اب تو وقت آ جائے۔ ایسے وقت میں بھی کام ہی کی حسرت تھی اور یہی غم تھا کہ سب کاموں سے نکما

www.ahlehaq.org

ہو گیا کام اور کیا تھا سوائے خدمت طالبین حاضر و غائب کے چنانچہ ڈاک کے خطوط کے بھی خود پتے دیکھ کر اس روز بھی جائزہ لیا کہ کسی خادم خاص کا تو خط نہیں، دوا پینے کے لیے سہارے سے اٹھا کر بٹھلایا گیا تھا، اسی سلسلہ میں مولانا جمیل احمد صاحب نے جن کے سہارے حضرت اقدسؒ بیٹھے ہوئے تھے توجہ دلائی کہ عصر کا وقت ہو گیا ہے نماز بھی کیوں نہ پڑھ لی جائے تاکہ دوبارہ زحمت نہ ہو فرمایا اچھا پھر بیٹھے بیٹھے نماز پڑھی۔ حالانکہ لیٹ کر نمازیں پڑھنے لگے تھے لیکن ہاتھوں میں اتنی جان نہ رہی تھی کہ گھٹنوں پر رکھ سکیں کلائی کی ٹیک گھٹنوں سے لگائی تب ہاتھ گھٹنوں پر ٹک سکے، عصر کی نماز کے بعد جناب مولانا شبیر علی صاحب مہتمم مدرسہ و خانقاہ و برادر زادہ حضرت اقدسؒ کو یاد فرمایا مولانا شبیر علی صاحب نے حضرت اقدسؒ کے لیے دوائیں لینے سہارنپور تشریف لے گئے تھے پیرانی صاحبہ کو خیال ہوا کہ اگر سہارنپور جانا معلوم ہوگا تو شاید حضرت کو تکلیف ہو اس لئے یہ عرض کر دیا کہ اچھا بلاتی ہوں کچھ دیر بعد پھر یاد فرمایا مگر پھر بھی الجھن سے بچانے کے لیے اسی طرح عرض کر دیا جب کئی مرتبہ یاد فرمایا تو مولانا شبیر علی صاحب کی اہلیہ صاحبہ نے پیرانی صاحبہ سے کہا کہ حضرت کو اس بار بار دریافت کرنے سے الجھن ہو رہی ہوگی وہ سوچتے ہوں گے کہ میں بلا رہا ہوں وہ آتے کیوں نہیں اس لئے بتا دیا جائے کہ سہارنپور آپ کی دوا لینے گئے ہیں۔ تب پیرانی صاحبہ نے اطلاع کی کہ وہ آپ کی دوائیں لینے سہارنپور گئے ہیں اور ان شاء اللہ رات سے گاڑی سے آ جائیں گے اس کو سن کر بہت افسوس فرمایا اور فرمایا کہ تو خانقاہ کے متعلق مجھے ان سے کچھ کام تھا اس پر پیرانی صاحبہ نے فرمایا کہ مجھ سے فرما دیجئے تو فرمایا کہ تمہاری سمجھ میں نہ آوے گا۔ پھر مولانا شبیر علی صاحب کی عدم موجودگی پر افسوس فرمایا اس پر پیرانی صاحبہ نے اصرار فرمایا کہ حاضرین میں سے کسی کو سمجھا دیا جاوے ان کے اصرار پر خاموشی اختیار فرمائی۔ پھر پیرانی صاحبہ نے ان کی الجھن ختم کرنے کے لیے مولوی جمیل احمد صاحب کو بعد نماز مغرب فوراً بلوا کر پھر عرض کیا کہ مولوی جمیل حاضر ہیں ان کو سمجھا دیا جائے تو غالباً بات کو ختم کرنے کے لیے امانتوں کا صندوقچہ منگوایا چونکہ اس میں مدرسہ کی کوئی امانت تھی ہی نہیں اور حضرت والا کے حواس اس قدر درست اور بجا تھے کہ یہ کسی طرح نہیں سمجھا جا سکتا کہ باوجود مدرسہ کی امانت اس میں نہ ہونے کے ویسے ہی صندوقچہ

www.ahlehaq.org

منگالیا ہوگا بلکہ اس وقت بات کو ختم کرنا ہی مقصود معلوم ہوتا تھا چنانچہ عرض کیا کہ مولوی جمیل اور مولوی ظفر کو سمجھا دیجئے اس پر خاموشی اختیار فرمائی۔ یہ باتیں سن کر گھر کی لڑکیاں رونے لگیں، چھوٹی پیرانی صاحبہ نے عرض کیا کہ دیکھئے لڑکیاں رو رہی ہیں ایسی مایوسی کی باتیں آپ کیوں کر رہے ہیں ایسی کیا جلدی ہے۔ صبح جب سانس کی تکلیف جاتی رہے اس وقت سمجھا دیجئے گا۔ فرمایا کہ رونے والیاں تو باولی ہیں میں مایوسی سے تھوڑا ہی کہہ رہا ہوں حقوق العباد کا معاملہ ہے اور اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اس لئے سب امانتوں کا سمجھا دینا ضروری ہے۔ پھر مغرب کی نماز لیٹے لیٹے ادا کرنے کے بعد چھوٹی پیرانی صاحبہ سے یہ بھی پوچھا کہ میں دونوں کو ماہوار خرچہ دے چکا ہوں انہوں نے تسلی دی کہ ہمیں بہت کچھ مل چکا ہے، ہمارے پاس خرچ بہت کافی موجود ہے آپ دے چکے ہیں بے فکر رہیں، پھر لفافوں میں سے امانتوں کی رقم نکلوائیں ایک میں چودہ آنے نکلے فرمایا پندرہ آنے ہوں گے مکرر دیکھنے پر ایک اکنی اور اسی لفافہ میں مل گئی۔ پھر دوسرے لفافہ کی رقم نکلوائی گئی پانچ پانچ روپیہ کے چھ نوٹ تھے اور کچھ ریزگاری تھی ان نوٹوں کو خود ہاتھ میں لے کر گننے کی کوشش کی اور کچھ کہا بھی مگر زبان لڑکھڑا چکی تھی کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ اتنے میں غشی طاری ہوگئی اور نوٹ سینہ پر بکھر گئے دونوں ہاتھ سینہ پر رہے۔ بس امانت سپرد کرنا اور سمجھانا ہی آخری عمل تھا۔ حالانکہ کوئی بات ایسی سمجھانے کی تھی نہیں کیونکہ حسب معمول لفافہ پر لکھا تھا کہ اس مد کی رقم ہے اور اندر بھی پرچہ رکھا ہوا تھا جس میں ضروری باتیں ہر رقم کے متعلق لکھی ہوئی تھیں مگر چونکہ طبیعت میں حقوق العباد کا غایت درجہ اہتمام تھا اس لئے آخر وقت بھی اسی کے خیال کا غلبہ رہا جیسا کہ پہلے بھی بالتفصیل لکھا جا چکا ہے خود احقر سے دو تین دن پہلے فرمایا تھا کہ مجھے دو چیزوں کا بہت خیال ہے نماز کا اور حقوق کا مولانا شبیر علی صاحب تو فرماتے تھے کہ ان کو پہلے بھی کئی بار امانتیں سمجھا چکے تھے لیکن اس وقت کچھ اور ہی فرمانا چاہتے تھے جو معلوم نہ ہو سکا۔

اسی غشی کے بعد آخر وقت تک ہوش نہ آیا کوئی سوا گھنٹہ غشی طاری رہی اور سانس تیزی سے اور آواز کے ساتھ چلتا رہا۔ جناب مولانا ظفر احمد صاحب خواہرزادہ حضرت اقدسؒ برابر یٰسین شریف وغیرہ پڑھتے رہے اور زمزم شریف چمچہ سے دہن مبارک میں ڈالتے

www.ahlehaq.org

رہے۔ احقر بھی مع دیگر حضرات کے نہایت حسرت سے بے بسی کے عالم میں کھڑا دیکھتا رہا اور یٰسین شریف پڑھتا رہا، پھر مستورات نے پردہ چاہا۔ احقر مع چند دیگر رفقا باہر چلا آیا۔ اعزہ اندر موجود رہے، سوچا کہ ابھی اندر تو پردہ ہے اتنے میں نماز عشاء پڑھ آئیں۔ چنانچہ ہم لوگ نماز پڑھنے چلے گئے۔ احقر کو یہ خیال تھا کہ ابھی نزع کا عالم بہت دیر تک رہے گا جیسا میں اپنے لڑکے کا دیکھ چکا تھا لیکن صرف سوا گھنٹہ ہی کے قریب رہا۔ میں وتر کی نماز کے تشہد میں تھا کہ دفعۃً مجھے اپنے قلب میں ایک تغیر عظیم محسوس ہوا جس نے مجھے پریشان کر دیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے بالکل کورا رہ گیا اور میں یہ سوچنے لگا کہ کہیں یہ وہی بات تو نہیں ہے جو حضرت اقدسؒ فرمایا کرتے تھے کہ جب قطب الارشاد کی وفات ہوتی ہے تو اس وقت اہل احساس کو اپنے قلوب میں تغیر محسوس ہوتا ہے اور کیفیات میں کمی محسوس ہوتی ہے کیونکہ اس کا فیض عام ہوتا ہے سب کو پہنچتا رہتا ہے۔ چاہے فیض پانے والے کو بھی یہ خبر نہ ہو کہ یہ فیض خاص کدھر سے آرہا ہے بلکہ خود قطب الارشاد کو بھی کسی کی طرف فیض منتقل ہونے کا علم ہونا ضروری نہیں ہے جیسے آفتاب کی روشنی بلا اس کے قصد کے سب کو پہنچتی ہے۔ یہ ارشاد یاد آ کر گمان تو ضرور ہوا کہ اس تغیر کا سبب یہی ہے کہ حضرت اقدسؒ عالمِ نزع میں ہیں کیونکہ میرے خیال میں یہی تھا کہ ابھی نزع ہی میں ہوں گے پھر خیال ہوا کہ ابھی تو زندہ ہیں گو عالم نزع میں سہی۔ یہ پہلے ہی سے اکثر کیوں شروع ہو گیا اس اشکال کا جواب ذہن میں یہ آیا کہ گو ابھی رحلت نہیں فرمائی لیکن نزع میں اس عالم سے چونکہ بے توجہی ہو جاتی ہے ممکن ہے اس کا اثر بھی مثل وفات ہی کے ہوتا ہو لیکن جب میں نماز سے فارغ ہوتے ہی درِ دولت پر واپس آیا تو معلوم ہوا کہ ابھی ابھی پانچ منٹ ہوئے رحلت فرما گئے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) اس وقت مجھے غالب گمان ہوا کہ وہ جو ایک تغیر خاص مجھے وتر تشہد میں محسوس ہوا تھا عجب نہیں عین پرواز روح مقدس ہی کے وقت ہوا ہو کیونکہ فارغ ہو کر درِ دولت تک پہنچنے میں تقریباً اتنا ہی وقت صرف ہوا ہوگا، وہ تغیر مجھے اس درجہ کا محسوس ہوا تھا کہ بعد سلام پھیرنے کے میں سخت پریشان ہو کر بہ آواز کہنے لگا کہ یا اللہ اگر حضرت اقدسؒ کے بعد میری یہی حالت رہی تو میرا ایمان کیسے سلامت رہے گا اس کا سخت اندیشہ پیدا ہو گیا۔ غرض جب

www.ahlehaq.org

اندر باریابی ہوئی تو چہرۂ مبارک پر نظر پڑی جس کو دیکھتے ہی بے اختیار احقر کی زبان سے نکلا کہ واہ واسبحان اللہ کیا شیرانہ اور مردانہ زندگی بسر فرمائی ہے جزاک اللہ۔ آخر دم تک اپنی اسی شان اور آن بان سے رہے پھر بے تابانہ سرہانہ حاضر ہو کر پیشانی مبارک کو بوسہ دیا اور آنکھوں سے لگایا۔ چونکہ میں نے اس سے قبل کسی کو کسی میت کی پیشانی چومتے ہوئے نہیں دیکھا تھا نہ سنا تھا اس لئے مجھے بعد کو اپنی اس جرأت پر تردد بھی ہوا اور خیال ہوا کہ کہیں یہ خلاف ادب تو نہ سمجھا گیا ہو اور کسی کو ناگوار نہ ہوا ہو۔ مگر کئی دن بعد جب جناب مولانا عبداللطیف صاحب ناظم مدرسہ سہارنپور کا وعظ زنانہ میں اس آیت پر ہوا۔ **وما محمد الا رسول** اس وقت پہلی مرتبہ یہ واقعہ سن کر کہ بلاتشبیہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک کو اسی طرح بوسہ دیا تھا تو مجھے نہ صرف اطمینان بلکہ انتہا درجہ کی مسرت ہوئی پھر معلوم ہوا کہ مجھ سے پہلے اور بعض اہل علم اعزا نے بھی یہی کیا تھا۔ خیر اس بارہ میں جو تردد تھا وہ رفع ہو گیا۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت چھوٹی پیرانی صاحبہ نے بوقتِ نزع یہ دیکھا کہ جب سانس زور سے اوپر کو آتا تھا تو داہنے ہاتھ کی انگشتِ شہادت اور بیچ کی انگلی کے درمیان پشت کی طرف گھائی میں ایک ایسی تیز چمک جگنو کی سی پیدا ہو جاتی تھی کہ باوجود اس کے کہ بجلی کے دو قمقمے اس وقت روشن تھے۔ پھر بھی اس کی چمک غالب ہو جاتی تھی، پھر دوسرے سانس میں وہ چمک غائب ہو جاتی تھی، پہلے تو وہ یہ سمجھیں کہ برسات کا موسم ہے ابر چھایا ہوا ہے ترشح ہو رہا ہے کوئی جگنو آ بیٹھا ہے چونکہ کوئی موذی جانور تو تھا نہیں اس لئے اس کو ہٹانے کی کوشش نہیں کی لیکن جب دیر تک ایسا ہی ہوتا رہا تو پھر انہوں نے دوسری مستورات کو بھی جو اس وقت ان کے قریب موجود تھیں دکھایا کہ مجھے دھوکا ہو رہا ہے یا تمہیں بھی یہ چمک نظر آ رہی ہے چنانچہ ان سب نے دیکھ کر تصدیق کی۔ سانس بند ہو جانے کے بعد وہ چمک بند ہو گئی۔ پھر نظر نہ آئی۔

اس عجیب واقعہ کو سن کر ایک اہل علم اور صاحبِ ذوق خادم ومجاز حضرتِ اقدس نے اس کی بہت لطیف توجیہ بیان کی جو سب کو پسند آئی فرمایا کہ عجب نہیں یہ نور اس وجہ سے ظاہر ہوا ہو کہ انہیں دو انگلیوں سے بڑے بڑے علوم اور دقائق ومعارف وحقائق ایک مدت تک

www.ahlehaq.org

معرض تحریر میں آتے رہے ہیں یہ نور اسی کا ہو۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

تھوڑی دیر بعد انتقال جناب مولانا شبیر علی صاحب برادر زادہ حضرت اقدس قدس سرہ العزیز بھی دوائیں لے کر سہارنپور سے واپس تشریف لے آئے جن کو حضرت نے خانقاہ کے متعلق کچھ فرمانے کے لیے کئی بار یاد فرمایا تھا مگر یہاں اب کیا رکھا ہے، نہ مرض رہا، نہ مریض رہا (ع) پس ازاں کہ من نہ مانم بچہ کار خواہی آمد۔ مولانا کو سخت قلق ہوا۔

مگر وہ خدمت بھی ضروری تھی انہوں نے گردونواح کے صرف اہل خصوصیت اور اعزہ ہی کو آدمی بھیج کر اطلاع تھی تا کہ ان کو افسوس اور شکایت نہ ہو، لیکن صبح دیکھتے ہیں کہ ہزاروں مسلمان چاروں طرف سے بیتابانہ شرکت نماز جنازہ و تدفین کے لئے چلے آرہے ہیں۔ خبر ایک سے دوسرے کو پہنچتی ہوئی چلی گئی اور آس پاس تمام دیہات وقصبات میں رات کی رات یہ خبر وحشت اثر عام طور پر پھیل گئی، حالانکہ آدھی رات کے قریب تو یہاں سے آدمی بھیجے گئے تھے کیوں نہ ہو یہ وفات بھی تو ایک محبوب العالم اور مخدوم العالم کی تھی۔

مولانا اسی وقت حضرت اقدسؒ کے وقف کردہ تکیہ میں جس کا تاریخی نام قبرستان عسقباز اں مع'' جناب مولانا عبدالکریم صاحب متھلوی کے دفن کی جگہ تجویز کرنے کے لیے تشریف لے گئے اور دوسرے اعزہ و خدام سے بھی اپنا خیال مجملاً ظاہر فرما گئے وہاں پہنچ کر دونوں صاحبوں کی رائے بلا اختلاف اسی جگہ کی ہوئی جہاں حضرت اقدس زیر لحد آرام فرما ہیں۔ اور وہ ہر لحاظ سے ایسا اچھا موقع ہے کہ جس نے دیکھا بہت پسند کیا۔

رات بھر بہت سے خدام حاضر خدمت رہے۔ صبح متعدد علماء وصلحا نے بزیر نگرانی جناب مہتمم صاحب خانقاہ یعنی مولانا شبیر علی صاحب اچھی طرح بالکل مطابق سنت غسل دیا، دیکھنے والے حسرت سے دیکھ رہے تھے کہ یا تو اسی جگہ پلنگ پر حضرت اقدسؒ تشریف فرما رہتے تھے اور زائرین کو زیارت اور ملفوظات سے مشرف فرماتے تھے، یا اس وقت تختہ غسل پر بے حس و حرکت لیٹے ہوئے ہیں بس یہ ہندی مثل صادق آرہی تھی '' ان آنکھوں کا یہی بسیکھ (خاصیت) وہ بھی دیکھا یہ بھی دیکھا'' یہ منظر دیکھ کر کوئی آنسوؤں سے اور کوئی دل سے اور کوئی چیخ چیخ کر رو رہا تھا اول تو ویسے ہی حضرت اقدس بوجہ ضعف پیری عرصہ سے بہت

www.ahlehaq.org

نحیف ولاغر ہوگئے تھے، پھر دستوں نے اور پانچ سال کی طویل وشدید علالت نے تو پوست واستخواں کے سوائے کچھ چھوڑا ہی نہ تھا بقول احقر ۔

تجھے کیا دوں وہاں قبر کچھ چھوڑا بھی ہو غم نے　　یہی دو چار سوکھی ہڈیاں ہیں ماحضر اپنا

پھر تجہیز وتکفین کے بعد وہاں جنازہ باہر نکلا، اس وقت گھر میں ایک کہرام بپا تھا۔ بعض نے اس پہ یہ شعر پڑھا ۔

ایک ہنگامہ پہ موقوف ہے گھر کی رونق　　نوحہ غم ہی سہی نغمہ شادی نہ سہی

بعض نے ہجوم دیکھ کر یہ مصرعہ پڑھا ع عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے + بعض نے یہ اشعار پڑھے ۔

سروسیمنا لصحرامی روی　　سخت بے مہری کہ بے مامی روی

اے تماشا گاہِ عالم روئے تو　　تو کجا بہر تماشامی روی

باقی کلمہ توحید تو اکثر پڑھ ہی رہے تھے اور ایک نوجوان لڑکے جو اچھی طرح اپنے حواس میں نہیں ہیں جن کو بعض لوگ مجذوب بھی کہتے ہیں اور حضرت اقدس بھی ان کے ساتھ بہت ملاطفت اور شفقت سے پیش آیا کرتے تھے جوش میں آکر جہر وضرب کے ساتھ کلمہ طیبہ پڑھتے جارہے تھے، ان ہی صاحب کا ایک عجیب واقعہ حضرت کے ایک خاص خادم نے سنایا کہ وہ ان کو انبہٹہ میں ملے تو حضرت کی خیریت دریافت کی، انہوں نے کہہ دیا کہ ابھی بیمار ہی چلے جارہے ہیں، انہوں نے کہا کہ بس اب مولانا چودہ پندرہ روز کے اور مہمان ہیں پھر انتقال فرما جائیں گے، چنانچہ ٹھیک چودھویں دن انتقال فرما گئے۔

جس وقت جنازہ گھر سے باہر نکلنے کو ہوا تو اس وقت ہلکا سا ترشح ہورہا تھا جنازہ پر ڈالنے کے لیے کمبل کی ضرورت ہوئی تو خوش قسمتی سے احقر کے کمبل کو یہ آخری ملبوس ہونے کا شرف حاصل ہوا کیونکہ احقر دولت خانہ کے متصل ہی مکان میں مقیم تھا۔ فالحمدللہ۔ گھر سے خانقاہ تک جنازہ کو سنبھال کر لانا سخت دشوار ہوگیا کیونکہ مخلوق خدا تھی کہ بیتابانہ مثل پروانہ ٹوٹی پڑتی تھی اور کندھا دینے کی نوبت بھی اکثر کو نہ آسکی۔ خانقاہ میں جنازہ رکھا گیا اتنے میں ہجوم کی اور بھی کثرت ہوگئی۔ جناب مہتمم صاحب نے دو لمبے لمبے بانسوں کے

www.ahlehaq.org

بندھوانے کی سخت ضرورت محسوس فرمائی چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اس کے علاوہ متعدد مضبوط مضبوط صاحب ایسے منتخب کر لئے گئے جو شروع سے آخر تک برابر جنازہ کو لئے ہوئے چلیں اور کسی کو کندھا نہ بدلنے دیں بلکہ جس کو کندھا دینا ہو وہ بانسوں کے نیچے آ کر کندھا دے، چارپائی کے نیچے آ کر کندھا نہ دے۔ جنازہ خانقاہ میں سہارنپور کی گاڑی کے انتظار میں کچھ دیر تک رکھا رہا اور لوگ تلاوت وغیرہ میں مشغول ہو گئے اور جس کو جتنی توفیق ہوئی ایصال ثواب کرتا رہا، اتنے میں سہارنپور کا دیا ہوا تار بڑے اسٹیشن پر اسٹیشن ماسٹر کے نام پہنچا کہ علاوہ پہلی گاڑی کے ایک دوسری اسپیشل بھی چھوڑی جائے گی جس میں تقریباً چار سو آدمی محض اس غرض سے آ رہے ہیں کہ حضرت مولانا اشرف علی صاحبؒ کے جنازے میں شریک ہوسکیں۔ اس لئے آپ فوراً مولانا شبیر علی صاحب کو مطلع کر دیں کہ ابھی انتظار کریں۔

پھر پہلی گاڑی پہنچی جس میں سینکڑوں صاحب بغرض شرکت نماز جنازہ وتدفین حاضر ہو گئے۔ ان سے بھی معلوم ہوا کہ دوسری خاص گاڑی بھی آ رہی ہے جس میں بہت سے لوگ اور آ رہے ہیں جن کو یا تو پہلی گاڑی میں بوجہ کثرت ہجوم جگہ نہ مل سکی یا باوجود دیر میں اطلاع ہونے کے گاڑی ہی نہ مل سکی۔ کیونکہ جس گاڑی سے آدمی اطلاع کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا اس کے سہارنپور پہنچنے کے تھوڑی ہی دیر بعد ادھر آنے والی گاڑی کے چلنے کا وقت آ جاتا تھا فرستادہ کو بھی بہت عجلت کرنی پڑی تھی بہرحال پہلی گاڑی کے پہنچ جانے کے بعد بھی کافی انتظار کیا لیکن دوسری گاڑی نہ پہنچی، پھر مہتمم صاحب کی رائے ہوئی کہ عیدگاہ میں جنازہ لے چلیں وہیں کچھ اور انتظار کر لیا جائے گا اور وہیں نماز جنازہ پڑھ لی جائے گی کیونکہ اتنے بڑے ہجوم میں وہیں سہولت رہے گی، جس وقت خانقاہ سے عیدگاہ جنازہ لے چلیں ہیں تو گو ترشح بند ہو چکا تھا لیکن راستہ میں کیچڑ اور پھسلن بہت تھی اس لئے بڑے ہی انتظام اور اہتمام کی ضرورت پڑی کیونکہ اول تو ہجوم کی کوئی انتہا نہ تھی پھر راستہ اتنا خراب گو عیدگاہ بہت قریب واقع ہے لیکن جنازہ کا وہاں تک پہنچانا بھی سخت مشکل ہو گیا خود جناب مہتمم صاحب بھی جنازہ کے آگے چارپائی کے دونوں پایوں کے بیچ میں کندھا دیئے ہوئے اور دونوں پایوں کو پکڑے اور سنبھالے ہوئے اور لوگوں کے ہجوم کرنے سے تاکیداً منع فرماتے ہوئے

www.ahlehaq.org

چلے جا رہے تھے، جابجا پانی بھرا ہوا تھا اور نشیب و فراز بھی بہت تھے، پیروں میں جوتے بھی نہ تھے اور پائنچے بھی چڑھے ہوئے تھے اور تمام پاؤں اور پنڈلیاں کیچڑ سے سنی ہوتی تھیں۔ غرض بصد خستگی وزاری ان حضرات نے جنازہ کو عیدگاہ تک پہنچایا۔ جزاہم اللہ خیرا الجزاء۔

وہاں پر بھی دوسری ریل کا کافی انتظار کیا کیونکہ ترشح بند ہو کر کچھ کچھ آفتاب چمکنے لگا تھا اس لئے دھوپ کی تکلیف بھی تھی۔ جن بعض کے پاس چھتریاں تھیں وہ چھتریاں لگائے ہوئے تھے لیکن انتظار میں بہرحال سب کو تکلیف ہورہی تھی نیز ابر بھی پھر ہونے لگا تھا جس سے اندیشہ ہوا کہ کہیں مینہ نہ برسنے لگے، یہاں تک کہ دوسری گاڑی شاہدرہ سے آنے والی بھی آ گئی اور اسپیشل کا پھر بھی پتہ نہیں، کچھ دیر بعد معلوم ہوا کہ اسپیشل بڑے اسٹیشن پر آ لیا ہے لیکن جب یہ دوسری گاڑی وہاں پہنچ لے گی اس وقت وہاں سے چلے گی اور چونکہ اس کو مال لادنا تھا اس لئے وہ ابھی کافی دیر کے بعد یہاں کے چھوٹے اسٹیشن سے روانہ ہو سکے گی۔

ان سب امور پر نظر کرتے ہوئے اور دیر پر دیر ہوتے چلے جانے کے سبب مجبوراً بادل ناخواستہ یہی مشورہ طے پایا کہ اب مزید انتظار نہ کیا جاوے۔ چنانچہ نماز جنازہ ادا کی گئی، جناب مولانا ظفر احمد صاحب ہمشیرزادہ حضرت اقدس نے امامت کرائی۔

نماز جنازہ کے بعد دوسرے بڑا مرحلہ زیارت کا تھا کیونکہ اس پر عام طور پر لوگوں کا بے حد اصرار تھا ہجوم کے ٹوٹ پڑنے کی وجہ سے ہمت ہی نہ ہوئی تھی کہ زیارت کرائی جائے۔ یہاں تک کہ جناب مہتمم صاحب کو یہ کہنا پڑا کہ بھائی اگر یہی حال ہے تو مجھ کو مجبوراً زیارت کے قصے ہی کو موقوف کرنا پڑے گا۔ اس پر لوگ جنازہ کے قریب سے کچھ ہٹے اور دھکا پیل کم ہوئی۔ پھر جنازہ کو گھیر کر متعدد صاحبان ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑ کر آڑ گئے ہوئے کھڑے ہو گئے تاکہ اس حلقہ سے باہر ہی باہر سب لوگ رہیں اور وہیں سے زیارت کرتے ہوئے اور گزرتے ہوئے چلے جائیں، اس کے انتظام کی بھی ضرورت پڑی تھی کہ زیادہ دیر نہ ٹھیریں، باری باری سے گزریں اور کئی کئی بار نہ آئیں تاکہ ضعیف، قوی، چھوٹے، بڑے سب کو زیارت کا موقع نصیب ہو جائے، چنانچہ جناب مہتمم صاحب کے حسن انتظام سے یہ دشوار مرحلہ بھی بحسن وخوبی طے ہو گیا۔

www.ahlehaq.org

بعض قوی مشتاقین جو بڑے اسٹیشن پر پہنچ کر ریل کو چھوڑ کر چلے آئے تھے ان کو نماز جنازہ کی شرکت بھی نصیب ہوگئی اور زیارت بھی لیکن ایسے بہت کم تھے زیادہ تر تو صرف ریل ہی میں آئے اور وہ جب پہنچے جب دفن کا وقت تھا، بعض مٹی میں شریک ہوگئے، بعض بعد دفن پہنچے، بہرحال سب لوگ ابھی قبرستان ہی میں تھے کہ دوسری گاڑی والے بھی پہنچ گئے اور فاتحہ میں سب کو شرکت نصیب ہوگئی۔

کششے کہ عشق دارد نہ گذاردت بدینساں　　بجنازہ گر بنائی بمزار خواہی آمد

نماز جنازہ اور زیارت کی عدم شرکت سے ان کو تو سخت افسوس ہوا ہی لیکن اور سب کو بھی بہت افسوس ہوا کہ بیچارے اتنے اہتمام سے تو حاضر ہوئے اور پھر ریل والوں کی کم توجہی کی وجہ سے محروم رہے حالانکہ اگر خاص خیال رکھا جاتا تو وقت پر ریل پہنچائی جاسکتی تھی اور پہنچانی چاہیے تھی، بہرحال ان لوگوں کی بھی کچھ ضابطہ کی مجبوریاں ہوں گی تاہم سب حاضر ہونے والے کو ثواب تو مل ہی گیا اور اس حسرت و ناکامی کا ثواب مزید برآں رہا۔

اللہ تعالیٰ حضرت اقدسؒ کے حسن خاتمہ کے طفیل میں سب شرکا تجہیز و تکفین کو حسن خاتمہ کی لازوال دولت نصیب فرمائے اور حضرت اقدسؒ کے ساتھ محبت وعقیدت کی برکت سے جنت الفردوس میں معیت دائمہ عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

عیدگاہ سے قبرستان تک جنازہ لے جانے میں بھی وہی دشواریاں پیش آئیں جو خانقاہ سے عیدگاہ تک لانے میں پیش آئی تھیں۔ احقر کی پشت پر ایک دانہ نکل آیا تھا دھکا پیل میں اس کو رگڑ لگنے سے بچنا سخت دشوار ہو رہا تھا، بمشکل ایک دو بار بانس تک پہنچ کر برائے نام سا کندھا دے سکا اور بعض دفعہ تو بانس تک بمشکل پہنچ کر ہاتھ سے اس کو چھو کر ہاتھ کو چوم لینا ہی غنیمت سمجھتا تھا۔ اور مٹی دینے کے لئے تو مجھ کو بہت ہی دشواری ہوئی، ایک ہاتھ سے پشت کے زخم کو بچا رہا تھا اور ہجوم میں گھستا جا رہا تھا، پھسلن سے الگ اپنے آپ کو سنبھالنا پڑ رہا تھا۔ ایک بار جوتہ پیر سے نکل گیا۔ اس کا دوبارہ پہننا مصیبت ہوگیا یہاں تک کہ میں نے جناب مہتمم صاحب کی اعانت طلب کی ایسی کشمکش میں میری دستگیری فرما کر قبر شریف تک پہنچایا اور ایک صاحب نیچے سے اُٹھا اُٹھا کر میرے ہاتھ میں مٹی دیتے جاتے تھے اور میں قبر شریف پر

www.ahlehaq.org

ڈالتا جارہا تھا۔ ہائے اس وقت ایک مغلوب الحال غیر اہل علم کا واقعہ یاد آ گیا، انہوں نے کہا کہ میں نے تو بہت چاہا کہ میں بھی مٹی دوں مگر کسی طرح اس کی جرأت ہی نہیں ہوئی کہ حضرت اقدس پر مٹی ڈالوں اور قلب نے کسی طرح اس کو گوارا ہی نہ کیا۔"

بعد کو احقر نے ایک اہل علم سے سنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف پر مٹی ڈالتے ہوئے بعض حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کو غلبہ ادب میں اسی قسم کا خیال پیدا ہوا تھا۔

غرض علوم و معارف کے اس خزینہ اشرفی کو دفنیۂ جواہرات علمیہ کی صورت میں منتقل کر کے اور ہاتھ جھاڑ کے سب فاتحہ پڑھنے کھڑے ہوگئے اور پھر ہمیشہ کے لئے خیر باد کہہ کر بعد زوال گردن جھکائے اپنے سراپا تصویر حسرت و حرماں بنائے بنائے خاموشی سے ساتھ اپنے اپنے گھر چلے آئے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

آہ! وہ آفتاب غروب ہو گیا جس کے غروب ہونے کی خبر مخبر صادق فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں الفاظ میں ٹھیک چھ ماہ پہلے ایک صالحہ کو خواب میں سنوا دی تھی وہ خواب آگے زیر عنوان "بشارات منام" شروع ہی میں ملاحظہ سے گزرے گا۔

شدہ شدہ یہ خبر وحشت اثر ملک میں پھیل گئی کسی کو خطوط سے معلوم ہوگئی، کسی کو آنے جانے والوں سے، کسی کو اخباروں سے، کیونکہ تمام ملکی جرائد نے اس کو بڑے اہتمام سے اور حضرت اقدس کے کمالات علمیہ وعملیہ و حالیہ کی بڑی بڑی تعریفیں کرتے ہوئے اور اس ناقابل تلافی خسارہ پر انتہا درجہ کا اظہار غم و افسوس کرتے ہوئے شائع کیا تھا۔ غرض خبر پاتے ہی چاروں طرف سے آمد شروع ہوگئی اور بہت دن تک آئندگان و روندگان کا تانتا بندھا رہا ، چونکہ حضرت اقدسؒ کی طرف سے اس کی سخت ممانعت تھی کہ کسی کو علالت کی اطلاع دی جائے اس لئے کثرت سے لوگوں کو آخری زیارت حسرت ہی رہی لیکن باوجود اس ممانعت کے بھی آخر زمانہ میں آنے والوں کی تعداد بہت زیادہ بڑھ گئی تھی دہلی والوں کو اور اس کے طرف کے لوگوں کو اس سخت حسرت بلکہ شکایت رہی کہ ہمیں بھی فلاں صورت سے اطلاع ہو سکتی تھی ، اگر ہو جاتی تو دہلی سے ہزاروں مسلمان اس شرفِ شرکت تجہیز و تکفین سے بہرہ اندوز ہونے چلے آتے ، بہر حال جو ہونا تھا وہ ہو لیا۔ بقول احقر ؎

www.ahlehaq.org

کچھ نہ پوچھو کیا ہوا کیوں کر ہوا   جو ہوا جیسا ہوا بہتر ہوا
کیا بھلا ہو میری مرضی کے خلاف   وہ جو حسب مرضی دلبر ہوا

اب اصل مقصود یعنی حالات وفات حسرت آیات سے تو بعون اللہ فراغت ہوئی۔ اب چار مضمون بطور ضمیمہ کے بغرض تتمیم فائدہ اور پیش کیے جاتے ہیں جن کی سرخیاں یہ ہیں ''بشارات منام''، ''شہادات انام'' بعض خلص وخاص'' تعزیت پھر آخر میں احقر نے جو چند قطعات تاریخیہ لکھے ہیں جن کے ضمن میں مجملاً حالات وفات کا بیان آ گیا ہے۔ بعنوان'' وفات نامہ منظوم'' ''از مجذوب محروم'' وہ ہدیہ ناظرین ہوں گے اور ان کے بعد دیگر حضرات نے جو اشعار تاریخیہ وحزنیہ لکھ کر بھیجے ہیں ان کا اقتباس ایک مجموعہ کی صورت میں پیش کیا جائے گا۔

بشارات منام

حضرت اقدس قدس سرہ العزیز کی رفعت وعلوشان کے ثبوت کے لیے حضرت کی خدمات دینیہ جو آفتاب نصف النہار کی طرح درخشاں اور مشہور زماں ہیں بالکل کافی ہیں کسی مزید دلیل وشاہد کی حاجت نہیں۔ بمصداق ع آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ بالخصوص خواب جیسی ظنی چیز جس کے متعلق خود حضرت اقدس ہمیشہ فرمایا کرتے تھے۔

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم   چو غلام آفتابم ہمہ زا آفتاب گویم

ہمارے حضرت تو ماشاء اللہ آفتاب تھے اور اس آفتاب ہی کی باتیں اکثر سناتا بھی رہا ہوں اور ان شاء اللہ سناتا رہوں گا لیکن اب ان سے فارغ ہو کر محض بطور تفریح طبع خدام بارگاہ والا جس کی اس غم میں ضرورت بھی ہے بعض صلحا کے چند خواب بھی نقل کرتا ہوں، کیونکہ باوجود حجت نہ ہونے کے حدیث شریف میں سچے خوابوں کو مبشرات فرمایا گیا ہے اور ان میں حسب ارشاد حضرت والا بالطبع اور بالخاصہ اقناعیت کی شان ضرور ہوتی ہے جس سے انکار نہیں ہوسکتا کیونکہ اثر مشاہدہ ہے۔ چنانچہ خود حضرت اقدس نے بھی بعض خاص شان کے جواب نقل کرائے ہیں اور اس سلسلہ کا نام، صدق الرویا ہے اسی میں سے ایک خاص شان کے خواب کی نقل سے ابتدا کرتا ہوں۔

ایک خادمہ رئیسہ نے حضرت اقدس کی وفات سے چھ ماہ قبل جبکہ اس قسم کے خیال کی کوئی

www.ahlehaq.org

وجہ بھی نہ تھی ایک خواب دیکھا جو مع جوابات حضرت والاؒ اصدق الرؤیا سے نقل کیا جاتا ہے۔

خواب:...... میں نے دو تین دن ہوئے ایک خواب دیکھا کہ میں ایک جگہ پر گئی ہوں وہاں پر کسی تقریب کے سلسلہ میں فرش فروش اور سامان وغیرہ موجود ہے مگر وہ تقریب ختم ہو چکی ہے اور سامان وغیرہ اٹھایا جارہا ہے کوئی شخص موجود ہیں میں نے ان سے دریافت حال کیا ہے تو انہوں نے یہ کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہاں تشریف لائے تھے میں نے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیا فرماتے تھے، کچھ فرمایا تو اس شخص نے یہ کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ مولانا اشرف علی کو غروب ہوتا ہوا آفتاب سمجھو، میں نے اس خواب کی یہ تعبیر دی کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے عمر بڑھا دے گا۔ مگر جب سے میں نے یہ خواب دیکھا ہے دل کو ایک گونہ پریشانی ہے۔

(الجواب):...... پریشانی کی کوئی بات نہیں اس میں کوئی لفظ قریب زمانہ کا نہیں اور اگر کوئی ایسا لفظ اس میں مان لیا جائے تو قرب کی کوئی حد نہیں۔ قرآن مجید میں قیامت کو قریب فرمایا ہے جس کا اب تک بھی وقوع نہیں ہوا اور ممکن ہے کہ مقصود اس عنوان سے یہ مشورہ دینا ہو کہ دین حاصل کرنے میں دیر نہ کی جائے، اس قرب کا خیال رکھا جاوے۔ یہ تو خواب کے معنی میں گفتگو تھی، ایک شبہ کا جواب باقی ہے کہ امتی کو آفتاب فرمانا اور صحابہ کو نجوم فرمانا اس سے امتی کی تفضیل کا شبہ نہ کیا جاوے، وجہ تشبیہ دونوں جگہ جدا جدا ہیں، نیز صحابہ اور نجوم میں تعدد مشترک اور اس اُمتی اور آفتاب میں توحد ہے یہ تفاوت کی وجہ سے دونوں تشبیہوں میں، ورنہ دوسری حدیث میں صحابہ کو انبیاء سے اور ملائکہ سے بھی تشبیہ دی گئی ہے جن کے سامنے آفتاب بلکہ آسمانوں کو بھی کوئی حقیقت نہیں، پھر اس شبہ کی کیا گنجائش ہے۔ ۲۰ رمحرم ۶۲ھ

۲۰ رمحرم کا یہ جواب اور خط میں اس رئیسہ نے لکھا کہ دو تین دن ہوئے خواب دیکھا۔ حضرت اقدس نیم روزہ جواب دے دیا کرتے تھے۔ دو دن خط کے پہنچنے میں لگے ہوں گے تو ۱۸ رکا خط ہوگا۔ اس سے دو تین دن پہلے وہی ۱۵/۱۶ محرم حساب سے تاریخ خواب کی نکلتی ہے اور ۱۵/۱۶ رجب ہی کی شب کو حضرت اقدس نے رحلت فرمائی، اس حساب سے پورے چھ مہینے پہلے کا خواب ہے اور سبحان اللہ کیا صریح خواب ہے جس میں حضرت اقدس

www.ahlehaq.org

کو آفتاب فرمایا گیا ہے۔ اس وقت پھر اوپر والے شعر کے صرف دوسرے مصرعہ کو اس آفتاب کی تشبیہ مبارک مقرر پڑھ لینے کو جی چاہتا ہے۔

ع چو غلامِ آفتابم ہمہ زآفتاب گویم

پنجاب کی ایک مسجد کے تہجد گزار امام نے ایک ہفتہ قبل وفات خواب دیکھا کہ بہت بڑا ہجوم ہے اور جنازہ رکھا ہوا ہے، انہوں نے ماجرا پوچھا معلوم ہوا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم رحلت فرما گئے ہیں یہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کا جنازہ ہے۔ آنکھ کھلنے پر انہوں نے یہ خواب بعض اہل علم سے بیان کیا۔ انہوں نے تعبیر دی کہ معلوم ہوتا ہے کہ بڑے عالم کا انتقال ہونے والا ہے۔ چنانچہ جب ایک ہفتہ بعد انہوں نے حضرت اقدس قدس سرہ العزیز کی وفات کا حال سنا تو فوراً اس خواب اور اس کی تعبیر کا ذکر کیا اور کہا کہ اب معلوم ہوا کہ اس کی تعبیر یہ تھی۔

پنجاب کی ایک دوسری مسجد کے خطیب نے جو سید ہیں اور حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں دو رات قبل یا بعد وفات دیکھا کہ آسمان پر لکھا گیا، جناح پھر تھوڑی دیر بعد لفظ جناح سے کچھ قبل لفظ قدَ، نمودار ہوا پھر قد کے بعد لفظ کُسِرَ ظاہر ہوا پھر سب سے آخر میں الاسلام لکھا گیا، گویا مسلسل عبارت یوں ہوگی قَدْ کُسِرَ جُنَاحُ الاسلام۔ جس کا ترجمہ ہے کہ اسلام کا بازو ٹوٹ گیا۔ آنکھ، کھلنے پر وہ سخت پریشان تھے کہ یا اللہ یہ کیا معاملہ ہے۔ اخبار میں حضرت قبلہ! قدس سرہ العزیز کی وفات کی خبر پڑھی پڑھتے ہی انہیں خیال آیا کہ بس یہی میرے خواب کی تعبیر ہے۔

اس میں بھی کیا شک ہے کیونکہ واقعی حضرت اقدس کی ذاتِ مقدس سے اسلام کو بڑی تقویت تھی، آپ واقعی اسلام کے لیے قوتِ بازو تھے۔ ایک مجاز صحبت نے حضرت اقدس کو بعد وفات حدیث کا درس دیتے ہوئے دیکھا۔ ایک خادم خاص حدیث کی کتاب کھولے ہوئے پڑھتے جاتے تھے اور حضرت معنی سمجھاتے جاتے تھے۔ خواب دیکھنے والے صاحب کو بھی نہایت شفقت سے قریب سے بہت بٹھا لیا۔ انہوں نے حضرت کو خواب ہی میں یہ فرماتے دیکھا کہ بھائی میں جا رہا ہوں تھوڑا وقت ہے سب پڑھ لو یا یوں فرمایا جو پڑھنا ہو پڑھ لو۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت قبلہ مجسم قرآن اور حدیث میں رچے ہوئے ہیں یا ساری عمر

www.ahlehaq.org

قرآن وحدیث ہی کے پڑھانے میں گزاری ہے اور مجسم نور معلوم ہوتے ہیں۔

ایک فاضل ومجاز خاص نے جو ہفتہ عشرہ قبل حاضر ہو کر دوسرے مقام پر تشریف لے گئے تھے وہیں عین شب میں خواب دیکھا کہ مولانا شبیر علی صاحب ان سے فرمارہے ہیں کہ حضرت مولانا کو پوری صحت ہوگئی۔ سو واقعی پوری ہی صحت ہوگئی۔ ایک محبّ خاص اور مجاز صحبت کو اس عقیدت وعظمت کی بناء پر جو ان کے قلب میں تھی حضرت اقدس کے لئے دعا مغفرت مانگنے میں دلی کشمکش محسوس ہوتی تھی۔ انہوں نے خواب دیکھا کہ وہ یہاں خانقاہ میں حاضر ہیں دفعۃً حضرت تشریف لے آئے اور ان سے فرمایا کہ میری صحت کے لیے دعا مانگا کرو۔ اس کے بعد ناقل صاحب تحریر فرماتے ہیں (ع) حل ایں نکتہ ہم از روئے نگار آخر شد + بہر حال ان کی کشمکش رفع ہونے کی غیب سے صورت ہوگئی۔

ایک خواب جس سے احقر کو بہت انشراح ہوا اور اب تک ہے۔ اہل برادری میں سے ایک نو تعلیم یافتہ عہدہ دار نے اپنی جائے تعیناتی پر دیکھا اور دفن ہونے کے بعد جو بعد پہلی شب آئی یعنی سہ شنبہ اور چہار شنبہ کی درمیانی شب کو دیکھا کہ حضرت اقدس بے انتہا مسرور ہیں اور ایسے مسرور ہیں کہ مارے مسرت کے چہرہ مبارک بالکل سرخ ہو رہا ہے اور اس طرح وجد کر رہے ہیں جیسے کوئی مست ہو اور والہانہ ترنم کے ساتھ ایک فارسی کا شعر پڑھ رہے ہیں جو آنکھ کھلنے پر تو انہیں یاد تھا لیکن بعد کو خیال سے اتر گیا یاد پر زیادہ زور دینے سے کچھ کچھ ان کو یہ خیال ہوتا ہے کہ عجب نہیں یہ شعر ہو۔ کشتگان خنجر تسلیم را + ہر زماں از غیب جانے دیگر ست + لیکن جزماً نہیں کہہ سکتے۔ مضمون تو اس کا بالکل چسپاں ہے۔ وہ حضرت اقدسؒ کو اس مستانہ حالت میں دیکھ کر سخت تعجب کر رہے تھے کہ حضرت کو تو ایسی باتوں سے کبھی کوئی تعلق ہی نہیں رہا۔ یہ انہیں آج ہو کیا گیا۔ آنکھ کھلتے ہی انہوں نے اپنے ساتھی سے جو پاس ہی سو رہے تھے کہا بھائی میں نے ابھی ابھی یہ خواب دیکھا ہے اس کی تعبیر تو میرے ذہن میں یہی آرہی ہے کہ حضرت کا انتقال ہو گیا ہے کیونکہ اتنی بڑی مسرت حضرت جیسے ولی اللہ کو موت ہی سے ہو سکتی ہے چنانچہ بعد کو اس کی تصدیق ہوگئی۔

احقر نے تو اس خواب کو سن کر بے ساختہ یہ قطعہ پڑھ دیا جس کو حضرت اقدس خود بھی

www.ahlehaq.org

نہایت جوش کے ساتھ اکثر مواقع پر پڑھ دیا کرتے تھے۔

خرم آں روز کزیں منزل ویراں بروم — راحت جان طلبم وز پئے جاناں بروم

نذر کردم کہ اگر آید بسر ایں غم روزے — تادر میکدہ شاداں و غزلخواں بروم

اور حضرت اقدس ہی کو اتنی خوشی نہ ہوئی تو کس کو ہوتی کیونکہ ایک عمر اسی اندیشہ اور فکر میں گزاری کہ دیکھئے خاتمہ کیسا ہوتا ہے۔ بس اسی پر سب دارومدار ہے اور اس کی کسی کو خبر نہیں، جب کبھی یہ ذکر آتا سراپا ہیبت وخشیت معلوم ہونے لگتی غرض ہمیشہ اسی دھڑکے میں رہے تو ایسے صاحب مقام ہیبت سے بڑھ کر کس کو اطمینان آخرت کے بعد مسرت ہوسکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے طفیل سے اعلیٰ درجہ کا حسن خاتمہ نصیب فرما کر جنت میں معیت دائمی کا شرف عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

ایک بی بی صاحبہ نے جو حضرت کی بہت قریبی عزیز ہیں حضرت کے انتقال سے صرف دو دن قبل ایک خواب دیکھا جس سے ان کو حضرت اقدس کے متعلق سخت اندیشہ ہوکر اتنی پریشانی ہوئی کہ فوراً اپنے شوہر صاحب کو جگایا، انہوں نے تسلی دی کہ خوشی کی بات ہے کہ تم کو اللہ تعالیٰ نے جنت دکھلائی ہے، گھروں میں جب وہ خواب نقل کیا گیا تو رونا شروع ہو گیا۔

وہ خواب یہ ہے کہ ایک بہت بڑا مکان ہے جس کے چاروں طرف دریا اور باغیچہ ہے، اس مکان کے اندر ہزاروں بے شمار مخلوق ہے، مرد، عورتیں، بچے، جانور اور آسمان سے بھی آدمی اُتر رہے ہیں کسی نے کہا کہ فرشتے ہیں، یہ سب کے سب سجدے کر رہے ہیں، جانور بھی سجدے کر رہے تھے، جو آتا جاتا تھا وہ سجدہ کرتا جاتا تھا، انہوں نے کہا کہ یہ کیا بات ہے یہ نماز کیسی پڑھی جارہی ہے، کسی نے کہا کہ تجھے خبر نہیں کہ یہ جنازہ جو مکان کے بیچ میں رکھا ہوا ہے اس کی نماز پڑھائی جارہی ہے۔ جناب جب دیکھا تو اس پر سیاہ رنگ کی چادر جیسی حضرت اقدس اوڑھا کرتے تھے اس پر پڑی ہوئی تھی فلاں فلاں، خاص خاص آدمی جو اکثر حضرت کی مجلس میں رہا کرتے تھے انہوں نے کہا کہ یہ ٹھیک نہیں ہے کہ عورتیں مردوں کے ساتھ ملی جلی ہیں عورتوں کو دو قناتوں کے بیچ میں کرلیا اور وہ لوگ قناتوں کو پکڑے ہوئے تھے۔ الخ۔ (چونکہ آگے کا حصہ حضرت اقدس کے متعلق نہ تھا اس لئے اس کو یہاں نقل کرنا ضروری نہیں سمجھا گیا۔۱۲ مؤلف)

www.ahlehaq.org

احقر کے ذوق میں یہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مخدوم العالم ہونے کی صورت مثالی تھی واللہ اعلم بحقیقۃ الحال، نیز سیاہ رنگ کی تعبیر حضرت اقدس فنا سے کیا کرتے تھے۔ ان دونوں مقامات عالیہ پر متمکن ہونا حضرت اقدس کے مجموعی حالات سے روزِ روشن کی طرح ظاہر و باہر ہے۔ شاملی جو تھانہ بھون سے صرف دو اسٹیشن کے فاصلہ پر واقع ہے وہاں کی مسجد کے ایک امام صاحب نے جو بہت صالح ہیں حضرت جنید بغدادیؒ کو شب وفات خواب میں دیکھا فرماتے ہیں کہ کلمہ طیبہ پڑھو انہوں نے درود شریف پڑھنا شروع کر دیا فرمایا کہ نہیں یہ کلمہ طیبہ ہی پڑھنے کا وقت ہے، انہوں نے پوچھا کیوں، فرمایا اس کی وجہ صبح معلوم ہو جائے گی، چنانچہ صبح ہوتے ہی ان کو حضرت اقدس کی وفات کی خبر پہنچ گئی اور فوراً وہاں سے روانہ ہو کر نماز جنازہ اور دفن میں شریک ہو گئے۔

قریب وفات اس زمانہ میں جبکہ غنودگی بے اختیار بار بار طاری ہو چکی تھی۔ ایک دفعہ بعد ظہر خطوط کے جوابات لکھوا چکے تو حضرت اقدسؒ کو غنودگی کا جھونکا سا آ گیا، پھر چونک پڑے اور فرمایا کہ ابھی ایسا معلوم ہوا کہ اس وقت تخت پر ایک لفافہ رکھا ہوا ہے۔ جس پر عبدالعزیز لکھا ہے۔ احقر نے عرض کیا کہ ابھی حضرت نے خطوط لکھوانے ہیں وہی خیال رہا، فرمایا مگر عبدالعزیز نام کیوں دیکھا۔ اس پر احقر کو کھٹک پیدا ہوگئی کہ کہیں حضرت اقدسؒ کی عمر اور جامعیت کی طرف سے تو اشارہ نہیں ہے چنانچہ دریافت پر معلوم ہوا کہ حضرت شاہ صاحب کی عمر بھی تقریباً اتنی ہی ہوئی ہے جتنی حضرت کی تھی اور شان جامعیت میں تشابہ تو ظاہر ہے۔

ایک خاص اہل علم مجاز صحبت کا جو عین وفات کے دن بھی حاضر تھے اور غسل و دفن وغیرہ میں بھی شریک رہے خواب انہیں کے الفاظ میں ملاحظہ ہو۔ تقریباً شب برات یا دو چار یوم بعد کا واقعہ ہے کہ خواب میں ایک بہت بڑے شہر میں ایک عظیم الشان جلوس دیکھا، قریب پہنچنے پر معلوم ہوا کہ حضرت حکیم الامت قدس سرہ کا جلوس ہے جب خود سریر مبارک قریب پہنچا مجمع کا زیادہ ہجوم ہوا اور کوئی شناسا نظر نہ آیا تو دفعۃً خیال آیا کہ یہ تو فرشتوں کا مجمع ہے ایک جگہ ادب کے ساتھ دیوار سے لگ کر کھڑا ہو گیا جہاں سے راستہ گھومتا تھا اور بہت اونچی جگہ چڑھنے کے لیے زینہ شروع ہوتا تھا جب اس عالی مقام سے جہاں پہنچنا اصل مقصد معلوم ہوتا تھا اور بدیہی طور پر دل میں آتا تھا کہ حضوری خاص مقام ہے جلوس واپس آیا اس وقت حضرت والا کی نگاہ مبارک اس ناچیز پر پڑی۔ جہاں میں کھڑا تھا وہاں سے

www.ahlehaq.org

www.ahlehaq.org

تھوڑی دور پہلے ہی سے احقر کی طرف خاص توجہ فرمائی اور قریب پہنچنے پر ذرا جھک کر فرمایا کہ اب ہمیں کوئی ضعف نہیں محض خوشی میں تفریحاً گشت کر رہے ہیں۔ مطلب یہ تھا کہ یہ جو سریر پر بیٹھے دوسروں کے کندھوں پر چل رہے ہیں یہ بوجہ ضعف کے نہیں ہے بلکہ محض خوشی میں گشت کر رہے ہیں اول فقرہ نہایت قوی آواز سے فرمایا جس سے ایک خاص طور پر تاکید نفی کی مدنظر تھی اور دوسرا فقرہ سر جھکا کر مسکراہٹ کے ساتھ فرمایا۔

اس نفی ضعف پر حضرت اقدس قدس سرہ العزیز کا ایک ارشاد یاد آیا۔

حضرت اقدس کے ایک بہت معمر عزیز خاص کا حضرت کی وفات سے صرف تقریباً دو ماہ قبل انتقال ہوا چونکہ وہ بزرگ بہت نحیف الجثہ تھے اور علالت طویلہ نے تو ان کو بالکل ہی گھلا دیا تھا جیسا کہ خود حضرت اقدس رحمۃ اللہ کا بھی بالکل آخر میں ایسا ہی حال گیا تھا۔

احقر نے حضرت سے عرض کیا کہ سوائے پوست واستخواں کے کچھ ان میں بعد وفات رہا ہی نہ تھا اور عجیب ہیبت ہوگئی تھی تو فرمایا کہ اجی جسم میں کیا رکھا ہے، اصل چیز تو روح ہے اس میں کوئی تغیر نہیں ہوتا وہ اپنی اصلی حالت میں رہتی ہے۔ ایک مجاز بیعت نے جن کو خوابوں سے خاص مناسبت ہے۔ دو خواب یکساں متواتر دیکھے۔ جو خاص شان کے ہیں۔ ان کو انہیں کے الفاظ میں اس پرچہ سے نقل کیا جاتا ہے جس پر انہوں نے وہ دونوں خواب تحریراً حسب خواہش درخواست ایک شائق کو دے دیئے تھے جس کو وہ بغایت شوق بڑے اہتمام سے اپنے پاس محفوظ رکھے ہوئے ہیں۔

(پہلا خواب) بندہ نے ۱۶؍رجب بدھ کی رات کو (یعنی حضرت اقدس کے بروز سہ شنبہ دفن ہو جانے کے بعد جورات آئی اس میں ۱۲ مؤلف) بعد نصف شب حضرت مرشدی قدس سرہ العزیز کو خواب میں دیکھا۔ فرمایا مجھے مُردہ نہ سمجھو میں زندہ ہوں جس طرح میری حیات میں مجھ سے فیض لیتے رہتے تھے فیض لیتے رہنا فیض ہوتا رہے گا اور مجھے مقام شہداء نصیب ہوا یا فرمایا کہ مقامِ شہود نصیب ہوا۔ اس کے بعد ایک آیت تلاوت فرمائی وہ یاد نہیں رہی۔ اتنا یاد ہے کہ اس میں لفظ شہداء وصدیقین ہے۔ اس قسم کی آیت پارہ والمحصنت رکوع ۵ کے آخر میں تو ہے من یطع اللّٰہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللّٰہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصلحین و حسن اولئک رفیقاً۔ پھر آنکھ کھل گئی، بندہ پھر سو گیا، پھر اسی

www.ahlehaq.org

طرح دیکھا، پھر آنکھ کھل گئی، پھر سو گیا، پھر اسی طرح دیکھا، پھر آنکھ کھل گئی تو زبان پر تھا'' کہہ دیا جائے'' جس وقت حضرت نے فرمایا تھا فیض لیتے رہنا، فیض ہوتا رہے گا، اس وقت بطور علم ضروری قلب میں یہ وارد ہوا کہ مراد تصنیفات اور خاص کر ملفوظات کا مطالعہ ہے۔

(دوسرا خواب)...... وفات کے آٹھویں روز صبح صادق کے قریب پھر بندہ نے ایک خواب دیکھا کہ بندہ کسی مدرسہ میں ہے حضرت اقدس قدس سرہ العزیز تشریف لائے فرمایا تم نے اب تک وہ پیغام نہیں پہنچایا۔ انتظار رہا۔ بندہ نے عرض کیا کہ حضرت حافظہ ایسا کمزور ہے کہ بات یاد نہیں رہتی، یہ کہہ کر بندہ رونے لگا، حضرت نے فرمایا ہاتھ کے ہاتھ کام پورا کر دینا چاہیے، انضباط اوقات چاہیے، پھر حضرت ایک دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ وہاں ایک بچہ بیٹھا ہوا تھا وہ بھی رونے لگا حضرت نے اس بچہ سے فرمایا تم کیوں روتے ہو، اس نے کہا یہ روتے ہیں اور کہتے ہیں مجھے یاد نہیں رہتی اس لئے میں بھی روتا ہوں، مجھے بھی بات یاد نہیں رہتی، حضرت نے انگشت شہادت لبوں پر رکھ کر اور پھر ہلا کر اشارہ فرمایا بچہ کی طرف جس سے بندہ کو اشارہ فرمایا کہ رومت یہ بچہ بھی تم کو دیکھ کر روتا ہے۔ بندہ چپ ہو گیا وہ بھی چپ ہو گیا۔ اس کے بعد بندہ سوچنے لگا کہ پیغام تو پہنچ چکا ہے یہ کیا بات (از مؤلف انہوں نے احقر سے بیان فرما دیا تھا اور احقر نے اوروں سے ۱۲) فوراً حضرت نے فرمایا چھوٹے گھر، بندہ نے عرض کیا اب پہنچا دوں گا، تختی دھلاؤں فرمایا تختی کیا کرو گے بندہ نے عرض کیا لکھ کر پہنچا دوں گا، فرمایا اچھی بات ہے، بس پھر آنکھ کھل گئی اور صبح کو پرچہ لکھ کر حضرت مخدومہ محترمہ چھوٹی پیرانی صاحبہ کی خدمت میں دونوں خواب کو پہنچا دیا گیا۔ فقط

ایک اور اہل خصوصیت ذی وجاہت مجاز صحبت نے بھی شب جمعہ پچھلے پہر ۱۹ ؍ رجب یعنی وفات شریف سے تیسرے دن حضرت کو خواب میں دیکھا کہ ایک چارپائی پر چار زانو زندہ بیٹھے ہیں، چہرہ مبارک گول ہے اور بے ریش ہے رنگ سانولا ہی بدن اوسط درجہ کا ہے اس وقت حضرت کو گویا اس پر الجھن تھی کہ احباب کو میرے انتقال کی خبر دے دی گئی ہے حالانکہ میں زندہ ہوں، پھر ایسا معلوم ہوا جیسے کسی نے اس پر کچھ عرض کیا۔ اس پر حسب عادت فرمایا اس سے کیا ہوتا ہے پھر صاحب رویا نے عرض کیا کہ حضرت اب پھر خطوط کے ذریعہ سے مکرر اطلاع دے دی جائے گی۔ خواب ہی میں ان صاحب کو یہ دیکھ کر بے انتہاء مسرت تھی کہ الحمد للہ حضرت زندہ ہیں

www.ahlehaq.org

انتقال نہیں فرمایا، یہ دونوں خواب سن کر احقر کو بے حد انشراح واطمینان ہوا کیونکہ میں خود وفات شریف کے بعد ہی سے نہایت جوش اور وثوق کے ساتھ بار باران اشعار کو پڑھ رہا تھا۔

ہنوز آں ابر رحمت درفشان است   خم و خمخانہ با مہر و نشان است
ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق   ثبت است برجریدۂ عالم دوام ما

اور کہہ رہا تھا کہ میں تو بفضلہٖ تعالیٰ حضرت اقدس کے برکات کو اب بھی ویسا ہی پا رہا ہوں۔ بلکہ اب تو واللہ پہلے سے بھی زیادہ محسوس کر رہا ہوں، بس یہ سمجھتا ہوں کہ اب حضرت بجائے خانقاہ کے تکیہ میں آرام فرما ہیں۔ اور ایک میں ہی کیا متعدد صاحبوں نے احقر کے اس خیال کی تائید فرمائی اور بعض نے تو اس وثوق سے کہا چاہے کوئی حلف لے ایک صاحب ذوق تو اب بھی بقسم کہہ رہے ہیں کہ مجھ کو جو نفع عظیم ہوا وہ بعد وفات ہی کے ہوا اور میں کیوں قسم نہ کھاؤں جب میں اس کو خود اپنے اندر محسوس کر رہا ہوں اور مشاہدہ کر رہا ہوں اور اس کو محض حق تعالیٰ کی طرف سے توفیق رسانی سمجھتا ہوں جو حضرت اقدس کے ساتھ تعلق کی برکت سے ہو رہی ہے۔

اس نفع عظیم بعد وفات پر جس کا احقر بھی شاہد ہے۔ احقر نے ایک قطعہ عرض کیا ہے۔

شام شب فرقت میں بھی انوار سحر ہیں   اے نور مجسم یہ تری یاد کا عالم
دل نور، جگر نور، سخن نور، نظر نور   یہ کیا ہے مری خاطر ناشاد کا عالم

اس پر حضرت اقدس کا ارشاد یاد آیا کہ جب میں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے رخصت ہو کر ہندوستان واپس آنے لگا تو فرمایا کہ وہاں بھی انشاء اللہ تعالیٰ فیض پہنچتا رہے گا کیونکہ اصل فیض پہنچانے والے تو اللہ تعالیٰ ہی ہیں اور شیخ محض واسطہ اور ان کے اسم ہادی کا مظہر ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فیض کے لئے مکان و زمان کی کوئی قید نہیں۔

بہر حال ان سب وجدانیات کو ظنیات ہی سمجھا جائے غلط فہمی نہ ہونے پائے کیونکہ اس پر جو قسم کھالی گئی ہے وہ اپنے احساس کے وجود کی قسم ہے نہ اس کے مطابق واقع ہونے کی، اس کے متعلق خود حضرت اقدسؒ کی تحقیق بھی آگے آتی ہے۔

ایک مجازِ صحبت جن پر حضرت اقدس کی وفات کا اس درجہ اثر تھا کہ بار بار بیتابانہ بے اختیار کہتے تھے۔ ہائے میرے شیخ، ہائے میرے شیخ۔ ان کو اس وجہ سے اور بھی زیادہ قلق اور صدمہ تھا کہ میں تو ادھورا ہی رہ گیا ہوں۔ اب میں کس سے اپنی تکمیل کراؤں گا۔ ان کی یہ

www.ahlehaq.org

حالت گویا ان اشعار کی مصداق تھی۔

اے ٹوٹے ہوئے دل تری فریاد کا عالم بدلا نہ کہیں عالم ایجاد کا عالم
اب تو ہے اور اس خانہ برباد کا عالم معمور تھا جادوں سے اور ارمانوں سے کیا کیا

وہ خود احقر سے بیان کرتے تھے کہ میرے دل میں یہ خیال تو رہتا ہی تھا، جب مزار شریف پر حاضر ہوا تو اس وقت بھی یہی افسوس اور حسرت دل میں تھی، تھوڑی دیر بعد دل میں یہ اطمینان کے ساتھ آیا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ تکمیل ہو جائے گی۔ بس اس کے بعد فوراً قلب میں سکون کی کیفیت پیدا ہوگئی۔

ایک اور مجاز بیعت جو بڑے علماء میں سے ہیں اور جوان حضرات اہل علم میں سے ہیں جن کو حضرت اقدس کتاب دلائل القرآن علی مسائل ابی حنفیہ النعمان کی دو دو منزلیں تصنیف کرنے کے لیے سپرد فرما گئے ہیں، خود احقر سے بیان فرماتے تھے کہ ایک مقام دورانِ تصنیف میں ایسا آیا جس میں ایسے اشکال کی تقریر کرنی تھی جو کئی سال سے ان کو درپیش تھا اور جس کو وہ خود حضرت اقدس سے حضرت کی حیات میں حل کرنا چاہتے تھے لیکن چونکہ اس میں بہت سی کتابیں پیش کرنے کی ضرورت تھی اور حضرت کی صحت اس کی متحمل نہ تھی اس لئے اس اشکال کے حل کی نوبت ہی نہ آ سکی۔ بہرحال جیسے تیسے انہوں نے مجبوراً کچھ تحریر لکھی لیکن وہ بالکل دل کو نہ لگی اس لئے اس کو پھاڑ دیا، دل گھبرایا اور حضرت کی وہ شان یاد آئی۔

مشکل از تو حل شود بے قیل و قال اے لقائے تو جوابِ ہر سوال

اسی حیرت و حسرت کی حالت میں حسب معمول مزار پر بغرض فاتحہ حاضر ہوئے تو اس وقت بھی یہی خیال تھا چنانچہ بعون اللہ تعالیٰ و ببرکت حضرت والا اب جو لکھنے بیٹھے تو اس انشراح و بسط کے ساتھ وہ اشکال حل ہوا کہ پھر کچھ تردد ہی باقی نہ رہا اور اس کو فوراً قلمبند فرمالیا۔ فرماتے تھے کہ چونکہ کئی سال کا اشکال تھا اس کے دفعۃً حل ہو جانے سے مجھے اس درجہ مسرت ہوئی کہ رات بھر نیند نہیں آئی۔ اور جیسے اشکال حل ہونے سے پہلے یہ حسرت تھی کہ کس سے حل کروں، اسی طرح اب یہ حسرت پیدا ہوگئی کہ کس کو دکھاؤں جو دیکھ کر خوش ہوں۔

احقر نے عرض کیا کہ اب اس کا ثواب حضرت اقدس کی رُوح پر فتوح کو پہنچا دیجئے ان شاء اللہ تعالیٰ وہاں مسرور ہو جائیں گے یہ تجویز انہیں بہت پسند آئی اور فوراً ثواب بخش دیا۔

www.ahlehaq.org

اورمزارات بزرگاں سے اس قسم کی برکات اکابراہل حق سے منقول ہیں۔ چنانچہ یہاں خانقاہ میں بھی ایک بہت بڑے مشہور عالم قاضی محمد اعلیٰ مصنف ''کشاف الظنون عن اصطلا حاتِ الفنون'' کا مزار ہے۔ جس کی یہ برکت بزرگوں سے منقول اور معمول چلی آرہی ہے کہ اگر کسی طالب علم کو سبق یاد نہ ہوتا ہو یا کسی کو کوئی اشکال علمی کسی کتاب کے متعلق حل نہ ہوتا ہو تو اس مزار کے پاس مطالعہ کرنے سے عموماً سبق یاد ہوجاتا ہے اور اشکال بھی حل ہوجاتا ہے، خود حضرت اقدس سے بھی یہ روایت سنی ہے۔ ان حضرات علما میں سے جن کے سپرد دلائل القرآن کی تصنیف ہے۔ ایک صاحب نے خواب میں دیکھا کہ حضرت اقدس اپنی سہ دری میں بیٹھے ہیں، سورۃ یٰسین کی پہلی آیت تلاوت فرمائی پھر مجھ کو اشارہ فرمایا تو میں اس کی تفسیر بیان کرنے لگا۔ چنانچہ بفضلہٖ تعالیٰ برکت حضرت والا حضرت والا کے بعد جو یہ کام بہت مشکل معلوم ہورہا تھا اب الحمدللہ اس میں سہولت پیدا ہوگئی ہے۔ اور شرح صدر سا ہوگیا ہے، اب بحمداللہ ذہن خوب چل رہا ہے اور خوب مضامین آرہے ہیں اللّٰھم زد فزد۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اعانت فرماتے رہیں اور اس کار مفوضہ کو باحسن وجوہ انجام کو پہنچائیں۔

اہل خانقاہ میں سے ایک بہت ہی صالح شخص نے خواب دیکھا کہ انتظامی امر کے متعلق حضرت نے ان سے جناب مہتمم صاحب یعنی مولانا شبیر علی صاحب سے مشورہ لینے کے لیے کہا۔ جب انہوں نے مشورہ لیکر ان کی رائے حضرت کے سامنے پیش کی تو فرمایا کہ ایسے امور میں تو وہ اساتذہ کا درجہ رکھتے ہیں، ان کے یہاں سب یقینیات ہی ہیں، ظنیات ہیں ہی نہیں۔ چنانچہ واقعی حسن سلیقہ اور مستعدی اور بالکل حضرت کے طرز اور مذاق کے مطابق وہ مدرسہ اور خانقاہ کے انتظام کو سنبھالے ہوئے ہیں اور بدستور قائم رکھے ہوئے ہیں اس سے بہت ہی اطمینان ہے اور توقع ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ حسب و بوصیت و منشائے حضرت اقدس سب انتظامات بدستور قائم رہیں گے، اللہ تعالیٰ برابر اعانت فرماتے رہیں۔

بس اب اس دعا پر ختم کرتا ہوں کہ ہم سب خدام کو جو سرپرست رہ گئے ہیں حضرت اقدس کی روحانیت سے بدستور مستفیض فرماتا رہے اور ہر گمراہی اور فسادِ عقیدہ و عمل سے ببرکت حضرت اقدس ہمیشہ محفوظ رکھے اور حضرت اقدس کی تعلیمات و ہدایات پر پہلے سے زیادہ توجہ اور استقامت کے ساتھ کاربند فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

www.ahlehaq.org

شہادات انام

سن تو سہی جہاں میں ہے تیرافسانہ کیا کہتی ہے تجھ کو خلق خدا غائبانہ کیا

گو بفضلہٖ تعالیٰ حضرت والا رحمۃ اللہ تعالیٰ کے کمالات علمیہ وعملیہ حالیہ آفتاب نصف النہار کی طرح روشن اور ایسے مشہور زمانہ ہیں کہ ان کے لئے اب کسی شہادت کی حاجت نہیں، بالخصوص شہادت انام کی بمصداق ع آفتاب آمد دلیل آفتاب لیکن صحیح بخاری ومسلم کی حدیث انتم شهداء الله فى الارض جو ایسے ہی موقع پر ارشاد فرمائی گئی تھی۔ یہ ظاہر کرتی ہے کہ اگر کسی کے مرنے کے بعد عام طور سے لوگ اس کی تعریفیں کریں تو اس کی توقع ہے کہ وہ عنداللہ بھی اچھا تھا کیونکہ حسب ارشاد نبوی انتم شهداء الله فى الارض عامۃ الناس بھی زمین پر اللہ تعالیٰ کے گواہ ہوتے ہیں۔ یہی مضمون ایک روایت میں یوں آیا ہے۔ فی آخر حدیث انسؓ ان الله ملائكة تنطق على السنة بنى ادم بمافى لمرٔمن الخير و الشر (فتح الباری ج ۳ نمبر ۱۸۳) یعنی اللہ تعالیٰ نے بعض فرشتے متعین فرما رکھے ہیں کہ وہ انسان کا خیر وشر لوگوں کی زبانوں پر جاری کر دیں۔ نیز اپنے محبوب کی ہر کس وناکس سے تعریفیں سن کر محبین کو خوشی بھی ہوتی ہے جس کی ان کو اس غم میں ضرورت بھی ہے اس لئے سینکڑوں واقعات اور تحریرات میں سے جو سننے یا دیکھنے میں آئیں صرف چند ہی بطور نمونہ پیش ہے۔

ملک کی جتنی مسلم جماعتیں ہیں جن میں وہ بھی شامل ہیں جن کو حضرت اقدس سے کچھ سیاسی یا مشربی اختلافات بھی تھا قریب قریب سب نے بالاتفاق اس خسارہ کو عظیم محسوس کیا، جگہ جگہ تعزیتی جلسے ہوئے، تقریریں ہوئیں اور تقریروں کے وقت بعض مقررین وسامعین کی ہچکیاں بندھ گئیں، ریزولیشن پاس ہوئے، فاتحہ خوانی اور قرآن خوانی ہوئی، بعض بعض جگہ مدارس بند ہوئے بلکہ دکانیں بھی ہوئیں اور بعض جگہ اس ڈر سے کہ کہیں ناجائز نہ ہو اس ارادہ پر عمل کی ہمت نہ ہوئی، حالانکہ وہ آزاد لوگ تھے لیکن حضرت اقدسؒ کی دینی شخصیت کا اتنا اثر سب پر تھا کہ خود بھی حضرت کے معاملہ میں احتیاط کے خلاف کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اکثر جگہ بہت بہت ایصال

www.ahlehaq.org

ثواب کیا گیا۔ پانی پت سے اطلاع ملی کہ ۳۲ یا ۳۴ قرآن شریف ختم کیے گئے، وہاں حفاظ کی بہت کثرت ہے۔ متعدد جگہ تقسیم طعام کے ذریعہ بھی ایصال ثواب کیا گیا۔ غرض اپنے اپنے خیال اور اپنے مشرب کے مطابق سبھی نے اظہار غم اور ایصال ثواب کیا۔ تمام ملکی جرائد میں جن میں غیر مسلم بھی تھے اس خبر کو خاص اہمیت کے ساتھ شائع کیا بلکہ جہاں تک سننے میں آیا سب سے پہلے ایک غیر مسلم اخبار ہی نے اس خبر کو بہت اچھے عنوان کے ساتھ شائع کیا۔

احقر نے بعض اخباروں کے مضامین جو انہوں نے حضرت اقدس کے کمالات کے متعلق شائع کیے دیکھے تو حیرت ہوگئی کہ ان لوگوں کو اتنی واقفیت کیسے حاصل ہوگئی اور یہ تو ایسے مضامین لکھ رہے ہیں جیسے کوئی حضرت اقدس کے کمالات کا پورا واقف اور معتقد لکھ رہا ہو ، حالانکہ بظاہر کوئی تعلق بھی نہ تھا، بلکہ بعض تو مختلف المشرب بھی تھے کیوں نہ ہو حق تعالیٰ نے حضرت اقدس کو اپنی محبوبیت اور قبول عام سے مشرف فرمایا تھا اور حسب روایت منقولہ بالا فرشتے سب کی زبانوں سے تعریفیں جاری کرا رہے تھے اور سرتا سر حقیقت کے مطابق تھیں جیسا کہ عنقریب بعض اقتباسات سے ظاہر ہوگا بلکہ یوں کہیئے کہ ان صاحبوں نے گویا ہمارا ہاتھ بٹایا اور مختصر مختصر جامع مانع عنوانات سے عنقریب سے گویا حضرت اقدس کے سوانح حیات کا خلاصہ ہمیں دے دیا جس کے ہم اس واسطے بھی ممنون اور دعا گو ہیں کہ اگر یہی کہتے تو ممکن ہے اس پر محمول ہوتا کہ پیراں نمی پرند امریداں می پرانند، غیر متعلق اصحاب پر تو اس کا بھی شبہ نہیں ہوسکتا۔ **فالحمدللّٰہ و جزاھم اللّٰہ تعالیٰ عنا و عن جمیع المسلمین احسن الجزاء فی الاخرۃ والاولیٰ۔**

حضرت اقدسؒ کی علالت کے زمانہ میں جس نے سنا دل سے دعا دی اور تمنا ظاہر کی کہ اجی وہ تو بڑے شخص ہیں خدا کرے جلد اچھے ہو جائیں یہاں تک کہ غیر مسلموں کے بھی یہی الفاظ ہوتے ہیں ایک بہت بوڑھے شخص نے جو مسلمان تھا اور جس نے کبھی حضرت اقدس کی زیارت بھی نہیں کی تھی جب وفات کی خبر سنی تو بے اختیار پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا اور کہنے لگا کہ اجی ان کی کیا بات تھی۔ اگر کسی مسئلہ کی ضرورت ہوتی تھی تو پہلے ڈھونڈتے پھرتے تھے اور کوئی مسئلہ بتانے والا نہ ملتا تھا اور اب ہمارے گھر کی لونڈیاں بھی بہشتی زیور دیکھ کر بتا دیتی ہیں۔

www.ahlehaq.org

بعض جرائد نے یہاں تک لکھا کہ اگر مولانا اپنی تصانیف کی رجسٹری کرا لیتے اور خود اشاعت کرتے تو آج کم از کم چالیس پچاس لاکھ روپیہ چھوڑ کر جاتے۔ بعض نے اپنے الفاظ میں لکھا کہ بے نظیر ہستی تھی اور اب صدیوں ایسی ہستی دنیا نہیں پیدا کر سکتی، بعض نے لکھا کہ متعدد کتابیں تو ایسی تصنیف کی ہیں کہ جن کی نظیر سلف میں بھی نہیں پائی جاتی، بعض نے لکھا کہ مولانا نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی ان کی اولاد ان کی تصانیف کثیرہ ہیں۔

دو تین جریدے جو اس وقت اتفاق سے میرے پاس موجود ہیں ان کا بقدر ضرورت اقتباس ذیل میں درج ہے۔ چنانچہ رسالہ البرہان دہلی مورخہ اگست ۴۳ء میں اس حادثہ کا اظہار مضمون ذیل میں کیا گیا۔

www.ahlehaq.org

www.ahlehaq.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آہ حکیم الامت

انک میت و انھم میتون

یوں تو موت اس عالم آبِ وگل کی ہر اس چیز کے لئے ہی مقدر ہے جو زندگی کا عاریتی لباس پہن کر بساط ہستی پر نمودار ہوئی ہے۔ لیکن جس طرح زندگی زندگی میں فرق ہوتا ہے۔ اسی طرح ہر ایک کی موت بھی یکساں نہیں ہوتی، کبھی کبھی ایسی اموات بھی واقع ہوتی ہیں جو صرف افراد و اشخاص کی اموات نہیں ہوتیں بلکہ ان ہزاروں لاکھوں انسانوں کی عمارت حیات بھی اس سے متزلزل ہو جاتی ہے جو مرنے والے کے دامانِ عقیدت وارادت سے وابستہ ہوتے ہیں۔ پھر اس کی موت کا ماتم آنکھوں کے چند قطرہائے اشک سے نہیں ہوتا۔ بلکہ ہزاروں دلوں کی پرسکون آبادیاں ایک مستقل غمکدۂ آمال دامانی بن کر رہ جاتی ہیں۔ امیدوں اور ولولوں کے چراغ بجھ جاتے ہیں۔ نشاط و کامرانی حیات کے آتشکدے سرد ہو جاتے ہیں اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس حادثۂ جان کاہ نے کائناتِ عالم کی ہر ہر چیز کو اُداس اور غمگین بنا دیا ہے۔ اسی قسم کی ایک موت پر عربی شاعر نے کہا تھا۔

وماکان قیس هلکه هلک واحد ولکنه بنیان قومٍ نهدما

قیس کا مرنا صرف ایک شخص کا مرنا نہیں ہے بلکہ وہ ایک قوم کی بنیاد تھا جو منہدم ہو گئی۔

گذشتہ ماہ جولائی کی تاریخ ۱۹/۲۰ کی درمیانی شب کو تقریباً دس بجے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کا جو سانحہ ارتحال پیش آیا وہ اسی قسم کا سانحہ تھا۔ حضرت مولانا جس طرح شریعت کے عالم متبحر تھے طریقت اور سلوک میں بھی مقارم رفیع کے مالک تھے۔ ان کی ذات علوم ظاہری و باطنی کا مخزن تھی۔ علم سفینہ سے زیادہ علم سینہ ان کا

www.ahlehaq.org

اصلی جوہر اور زیور تھا۔ تحریریں علم و فضل کا معدن ہوتی تھیں اور تقریر بھی بلا کی اثر انگیز تھی وہ جس بات کو حق سمجھتے تھے اسے برملا کہتے اور کرتے تھے اور اس میں انہیں کسی لومۃ لائم کی پروا نہیں ہوتی تھی۔ خود ایک درویش گوشہ نشین تھے۔ مگر ان کا آستانہ بڑے بڑے اربابِ ثروت و دولت اور اصحابِ علم و فضل کی عقیدت گاہ تھا جو بات اور جو عمل تھا اخلاص اور دیانت کے ساتھ تھا۔ دنیوی وجاہت و شہرت اور مالی حرص و آز کا شاید دل کے آس پاس بھی کہیں گزر نہ ہوا تھا۔ اپنے اصول اور اپنے عقیدہ و خیال پر اس مضبوطی اور پختگی سے عمل پیرا ہوتے تھے کہ دنیا کی کوئی طاقت ان کو اس سے منحرف نہیں کر سکتی تھی۔ حضرت مرحوم کا آستانہ معرفت و روحانیت کا ایک ایسا چشمہ صافی تھا کہ ہزاروں تشنہ کام آتے اور سیراب ہو کر جاتے تھے وہ جن کی زندگیاں معصیت کوشی اور عصیاں آلودگی میں بسر ہوئی تھی یہاں سے پاک و صاف ہو کر اور گوہر مقصود سے دامانِ آرزو کو بھر کر واپس لوٹتے تھے۔ ان کی زندگی اتباع سنت کا ایک زندہ درس اور ان کی گفتگو اسرار و رموز طریقت کا دفتر گرانمایہ تھی۔ بعض مسائل میں علماء ہند کی ایک جماعت کو ان سے ہمیشہ اختلاف رہا لیکن تقویٰ و طہارت، تفقہ فی الدین شرعی علوم میں مہارت و بصیرت راست گفتاری اور مخلصانہ عمل کوشی، انابت الی اللہ، بے لوث خدمت دین، بے غرضانہ تلقین رشد و ہدایت حضرت مرحوم کے یہ وہ اوصاف عالیہ اور فضائل حمیدہ تھے جو ہر موافق و مخالف کے نزدیک برابر مسلم رہے۔ بعض عوارض و امقام کی بناء پر گوشہ نشین ہونے سے قبل اپنے مواعظِ حسنہ اور اپنی کثیر تصانیف کے ذریعہ حضرتِ مرحوم نے اصلاح عقائد و اعمال اور ابطال رسوم و بدعات کی جو عظیم الشان خدمت انجام دی ہے وہ غالباً تمام ہم عصروں میں ان کا واحد طغرائے امتیاز ہے۔ قوم نے ان کو "حکیم الامت" کا خطاب دیا تھا اور بالکل بجا دیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت مرحوم نے اپنی تحریروں اور تقریروں سے ہزاروں انسانوں کے روحانی امراض کا ایسا کامیاب علاج کیا کہ جو خزف ریزے تھے وہ گوہر آبدار بن گئے اور جو صرف پیتل تھے وہ زرِ خالص ہو گئے۔

چھوٹے بڑے رسالے اور مستقل تصانیف جو مولانا کے قلم سے شائع ہوئیں ان سب کی مجموعی تعداد تازہ ترین شمار کے مطابق آٹھ سو سے اوپر بیان کی جاتی ہے جن میں سے کثیر

www.ahlehaq.org

تصنیفات ملک میں اتنی مقبول ہوئیں کہ اب تک ان کے درجنوں اڈیشن طبع ہو چکے ہیں۔ کہا جاتا ہے اور غالباً اس میں مبالغہ نہیں ہے کہ مولانا کی تصنیفات جو اب تک طبع ہو چکی ہیں ان کی مجموعی قیمت چالیس لاکھ روپیہ سے کم نہیں ہے۔ مولانا کی سیر چشمی اور فیاضی، خلوص اور للّٰہیت کی دلیل اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ تصنیفات کی اس غیر معمولی مقبولیت کے باوصف آپ نے کبھی کسی کتاب کا حق اشاعت وطبع اپنے لئے محفوظ نہیں رکھا۔ ہر شخص کو ان کے چھاپنے اور طبع کرانے کا اذن عام تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس مادی دنیا میں مولانا کا صرف یہ ایک عمل ہی ایسا ہے جو آجکل کے بڑے بڑے نامور علماء کے لئے سرمایہ عبرت اور درس موعظت ہوسکتا ہے۔ پھر یہ تصانیف کسی خاص طبقہ کے لئے مخصوص نہیں۔ علماء اور فضلاء، ارباب شریعت اور اصحاب طریقت، مرد اور عورتیں، اعلیٰ تعلیم یافتہ اور معمولی اردو خواں ہر ایک ان سے استفادہ کرسکتا اور اپنے لئے اصلاح ظاہر و باطن کا سامان بنا سکتا ہے۔ مولانا کی تحریروں میں اسرار و نکات کے علاوہ ایسا عجیب وغریب منطقی اور عقلی استدلال ہوتا ہے کہ بڑے سے بڑا حریف بھی تصدیق وتائید سے کوئی مفر نہیں دیکھتا۔ جس بات کو بیان کرتے ہیں نہایت وثوق اور یقین کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ حضرت مرحوم کی تحریریں اور ان کی گفتگو میں غیر معمولی ذکاوت وفطانت کی آئینہ دار ہوتی تھیں۔

بات سے بات پیدا کرنا اور ہر معاملہ کی اصل حقیقت کو پہچاننا ان کی ذہانت کا خاص جوہر تھا۔

خواص کے لئے تفسیر بیان القرآن اور شرح مثنوی مولانا روم، اور عورتوں کے لئے بہشتی زیور آپ کی ایسی گراں بہا اور کثیر الشیوع تصنیفات ہیں کہ جو اپنی مخصوص نوعیت کے اعتبار سے اردو کے مذہبی لٹریچر میں اپنا جواب نہیں رکھتی اور موخر الذکر کتاب تو اس قدر مقبول ہوئی کہ ہندوستان کا شاید ہی کوئی اردو خواندہ ہوگا جس نے کم از کم اس کا نام نہ سنا ہو۔

مولانا کی ولایت باسعادت ۵/ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ کو ہوئی تھی۔ اس حساب سے آپ کی عمر تقریباً ۸۳ سال ہوتی ہے۔ آپ کی مفصل سوانح عمری اشرف السوانح کے نام سے دو ضخیم جلدوں میں آپ کی حیات میں شائع ہوگئی تھی، جس کی تصنیف کا شرف اردو زبان کے مشہور شاعر اور فاضل خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب اور مولوی عبدالحق صاحب کو حاصل ہے۔

www.ahlehaq.org

اب اگرچہ حضرت مولانا کی وفات ہو چکی ہے لیکن وہ اپنی تصنیفات اور اپنے عملی کارناموں کے باعث آج بھی زندہ ہیں، خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو کہ آپ کے بعد ان زندہ جاوید یادگاروں سے روشنی حاصل کریں اور ان کی رہنمائی میں اسلام کے صراطِ مستقیم پر چلیں۔

حق تعالیٰ اعلیٰ علیین میں مولانا کے مدارج و مراتب بیش از بیش بڑھائے کہ وہ عمر بھر لوگوں کو اسی کی راہ کی طرف بلاتے رہے اور قیامت میں ان کا حشر صدیقین و ابرار کے ساتھ کرے کہ انہوں نے اپنی زندگی ہمیشہ ایک مومن قانت وصدیق کی ہی طرح بسر کی۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً

اسی طرح ایک اور جریدہ لکھتا ہے:-

"حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے حادثہ ارتحال کی خبر تمام ملکی جرائد میں شائع ہو چکی ہے۔ مولانا مرحوم کی دردناک رحلت ایسے زمانہ میں ہوئی جبکہ ان کی موجودگی کی سب سے زیادہ ضرورت تھی۔ زمانہ میں فسادِ عام خرابی وخستہ سامانی ہر طرف آشکار ہے۔ اخلاق ورسوم کے دائرہ میں اب بھی ہزاروں انسان اپنی اصلاح وفلاح کے لئے بے چین ہیں۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ زمانہ حاضرہ میں علمائے سلف کا نمونہ تھے۔ بیگانہ ،روزگار، مصلح اخلاق واعمال تھے۔ مولانا کے ذریعہ سے عامۃ الناس کی اصلاح کا کام جس وسیع پیمانہ پر ہوا اس کی مثال زمانہ حال میں نہیں ملتی، ابتداء سے انتہا تک احتیاط وکمال کا مجموعہ دیکھئے اس نقصانِ عظیم کی تلافی کب اور کس طرح ہو قرآنی تعلیم وتبلیغ تجوید وترتیل سے عشق رہا۔ حضرت مرحوم کا علمی فیضان عام تھا اس سے علماء بھی مستفیض ہوئے اور صلحاء بھی، عورتیں بھی اور بچے بھی، عوام بھی، خواص بھی، امیر بھی، غریب بھی، ہزاروں کتابیں دل سے لکھیں ذاتی طور پر کبھی نفع کا خیال نہیں فرمایا، ہر شئے کو اُمت کے لئے وقف کر دیا جو آج تک وقف ہے۔ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ حضرت مرحوم رحمت الٰہی کے سایہ میں ابدی زندگی کی نعمت سے فیضیاب ہوں اور آپ کے فیوض وبرکات سے آنے والے بھی محروم نہ رہیں۔ ہم حضرت مرحوم کے جملہ پسماندگان ومریدین کے لئے صبر وسکون کی دعاء کرتے ہیں، حق تعالیٰ تمام متوسلین کے قلوب کو صبر کی ہمت عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

ایک اور جریدہ بھی دیکھئے کیا لکھتا ہے:-

www.ahlehaq.org

''ہندوستان کے مسلمانوں کے حلقہ میں اس خبر سے ایک ماتم بپا ہے کہ ۱۹ر جولائی کی شب کو حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی جو صحابہ کرام کا زندہ نمونہ تھے اپنے وطن تھانہ بھون میں رحلت فرما گئے۔ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی ہندوستان کے ان علمائے باعمل میں سے تھے جو صدیوں کے بعد پیدا ہوتے ہیں اور جن کے نقصان کی تلافی کسی طرح بھی ممکن نہیں۔ ہمارا خیال ہے کہ شاید آئندہ پانسو سال میں بھی ہندوستان اس نقصان کو پورا نہ کر سکے گا۔ مولانا اشرف علی تھانوی جو ایک بہت بڑے عالم ہونے کے ساتھ ساتھ زبردست روحانی پیشوا بھی تھے۔ آپ کی ساری عمر اسلام اور مسلمانوں کی خدمت میں گزری ہے۔ آپ کا ہندوستان کے مسلمانوں پر یہ احسان عظیم ہے کہ آپ نے قرآن پاک کا بامحاورہ ترجمہ فرما کر اور بیان القرآن جیسی آسان تفسیر تحریر کر کے کلام اللہ کے نکات کو ان ہندوستانیوں پر بھی منکشف کر دیا جو عربی زبان سے بالکل ناآشنا تھے، اس کے علاوہ آپ نے چالیس پچاس کے قریب وہ مستند دینی کتب تصنیف فرمائی ہیں جن کا جواب اس وقت اسلامی لٹریچر میں موجود نہیں ہے۔ مولانا کے ترجمہ قرآن پاک اور کتب کی مقبولیت اور ہر دلعزیزی کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ آج ہندوستانی مسلمانوں کا ایک گھر بھی ایسا نہیں ہے جس میں مولانا مرحوم کا مترجم قرآن مجید اور دینی کتب موجود نہ ہوں۔ مولانا اس دنیا میں سے چلے گئے ہیں لیکن اپنے پیچھے مسلمان قوم کے لئے ایک ایسا زبردست علمی اور مذہبی سرمایہ چھوڑ گئے ہیں جو قیامت تک مسلمانان ہند کی رہنمائی کرے گا۔ مولانا مرحوم کی رحلت نہ صرف اسلامی ہند بلکہ دنیائے اسلام کا ناقابل تلافی نقصان ہے، ہم کو اس زبردست حادثہ میں مولانا مرحوم کے اعزاء، معتقدین اور مریدین سے دلی ہمدردی ہے۔''

اور ایک سیاسی جریدہ رقم طراز ہے:-

حضرت مولانا اشرف علی مرحوم کی وفات

۱۹ر اور ۲۰ر جولائی کی درمیانی شب میں مولانا اشرف علی رحمۃ اللہ علیہ ۸۲ برس کی عمر میں اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ مدرسہ فیض عام کانپور میں معلّمی کے بعد اپنے وطن تھانہ بھون (ضلع

www.ahlehaq.org

مظفر نگر) میں آپ قیام پذیر رہے جو آپ ہی کی وجہ سے پورے ہندوستان کے لئے رشد و ہدایت کا ایک مرکز بن گیا۔ مولانا کی حکمت، تقویٰ اور ذہانت نے مسلمانوں کے ہر طبقہ کو متاثر کیا۔ تصنیفات کے اعتبار سے مولانا کو غیر معمولی شہرت حاصل ہے، معاشرت اسلامی پر آپ کی مبسوط کتاب "بہشتی زیور" بہت معروف ہے۔ اس کتاب سے لاکھوں عورتوں کو اسلامی زندگی سے واقفیت حاصل ہوئی اور عام طور پر طبقہ نسواں کی تعلیم میں اضافہ ہوا۔ خواص کے لئے شرح مثنوی مولانا روم اور بیان القرآن کی جید تصانیف ہمیشہ آپ کی یادگار رہیں گی۔ عام رسائل اور کتابیں اس درجہ مقبول و مطبوع ہوئیں کہ بقول مولانا فلاں ان کتابوں کی مجموعی قیمت چالیس لاکھ روپیہ سے کسی صورت میں کم نہیں ہے۔ اس عام مقبولیت کے باوجود کسی ایک کتاب کا حق بھی مولانا نے اپنے لئے محفوظ نہیں رکھا۔ طبع و اشاعت کی عام اجازت رہی، اس سے مولانا کے اخلاص اور سیر چشمی کا اندازہ ہوتا ہے، تازہ ترین شمار کے مطابق مولانا مرحوم کی کل تصانیف کی تعداد آٹھ سو تین (۸۰۳) ہے۔ عملی سیاسیات سے اگرچہ مولانا موصوف ہمیشہ کنارہ کش رہے لیکن سیاسیات میں بصیرت تامہ رکھتے تھے، آپ اس کے کبھی مؤید نہیں رہے کہ مسلمان کانگریس میں شریک ہوں اس بناء پر کہ مسلم لیگ بہر حال مسلمانوں کی جماعت ہے۔ مسلمانوں کی جداگانہ تنظیم کی حامی ہے اسلامی طریقہ پر مسلمانوں کی اصلاح و ترقی کی دعویدار ہے آپ اس کے مؤید تھے کہ سیاسی جماعت کے طور پر مسلمانوں کو اسی میں شامل ہونا چاہیے۔ مولانا واعظ کی حیثیت سے بھی ہندوستان میں بہت مشہور تھے۔ ہندوستان میں وسعت کے ساتھ آپ نے دورے کئے، آپ کے وعظوں میں ہزار ہا مسلمانوں کا مجمع ہوتا تھا اور وہ متاثر ہو کر جاتے تھے، آپ کے مریدین کی تعداد بہت کثیر ہے، تحریر و تقریر اور ذاتی مثال کے ذریعہ چودھویں صدی کے نصف اول میں آپ نے وسعت کے ساتھ اسلامیت کی تبلیغ فرمائی، کہن سالی اور ضعف کے باوجود آپ آخر وقت تک مسلمانوں کی خدمت میں مصروف رہے، ذاتی حیثیت سے تقویٰ اور عمل کے معاملہ میں آپ کا خاص مرتبہ تھا اس کے باوجود کہ مولانا نے پوری عمر پائی لیکن پھر بھی افسوس ہے کہ یہ شمع علم و ہدایت بجھ گئی اور مسلمانوں کی محفل سونی ہوگئی۔ خدا مولانا مرحوم کی مغفرت فرمائے اور مقامات بلند کرے۔"

www.ahlehaq.org

ایک اور جریدہ میں طویل مضمون ہے۔ جس کی صرف تمہید اور چند آخری فقرے ہدیہ ناظرین ہیں
''محفل دوشیں کا وہ چراغ سحر جو کئی سال سے ضعف و مرض کے جھونکوں سے بجھ بجھ کر سنبھل جاتا تھا بالآخر بیاسی (۸۲) سال تین ماہ دس روز جل کر ۱۵/رجب ۱۳۶۲ھ کی شب کو ہمیشہ کیلئے بجھ گیا۔

داغ فراقِ صحبت شب کی جلی ہوئی　　　　اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

یعنی حکیم الامۃ مجدد طریقت شیخ الکل حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مرض ضعف واسہال میں کئی ماہ علیل رہ کر ۱۹/اور ۲۰/جولائی کی درمیانی شب کو ۱۰/بجے نماز عشاء کے وقت اس دارِ فانی کو الوداع کہا۔ اور اپنے لاکھوں معتقدوں اور مریدوں اور مستفیدوں کو غمگین ومہجور چھوڑا۔ انا اللّٰہ و انا الیہ راجعون۔ اب اس دور کا بالکلیہ خاتمہ ہو گیا جو حضرت شاہ امداد اللہ صاحب مہاجر مکی مولانا یعقوب صاحب نانوتوی، مولانا قاسم صاحب نانوتوی، مولانا شیخ محمد صاحب تھانوی کی یادگار تھا۔ اور جس کی ذات میں حضرات چشت اور حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت سید احمد بریلوی کی نسبتیں یکجا تھیں۔ جس کا سینہ چشتی ذوق وعشق اور مجددی سکون ومحبت کا مجمع البحرین تھا، جس کی زبان شریعت وطریقت کی وحدت کی ترجمان تھی جس کے قلم نے فقہ وتصوف کو ایک مدت کی ہنگامہ آرائی کے بعد باہم ہم آغوش کیا تھا اور جس کے فیض نے تقریباً نصف صدی تک اللہ تعالیٰ کے فضل وتوفیق سے اپنی تعلیم وتربیت اور تزکیۂ وہدایت سے ایک عالم کو مستفید بنا رکھا تھا اور جس نے اپنی تحریر وتقریر سے حقائق ایمانی، دقائق فقہی اسرارِ رحمانی اور رموزِ حکمتِ ربانی کو برملا فاش کیا تھا اور اسی لئے دنیا نے اس کو حکیم الامۃ کہہ کر پکارا اور حقیقت یہ ہے کہ اس اشرف زمانہ کے لئے یہ خطاب عین حقیقت تھا۔ الخ

تصنیفات میں بلکہ ہر تحریر میں اہل نظر کو یہ معلوم ہوگا کہ گویا مصنف کے سامنے سارے مسائل ومواد یکجا ہیں اور وہ سب کو اپنی اپنی جگہ احتیاط سے رکھتا جاتا ہے، عام طور سے یہ ہوتا ہے کہ مصنف جس موضوع پر قلم اٹھاتا ہے اس کو اس میں ایسا غلو ہو جاتا ہے کہ دوسرے گوشوں سے اس کو ذہول ہو جاتا ہے۔ حضرت کی تصانیف کی خاص بات یہ ہے کہ قلم ہر ایک کی احتیاط اور

www.ahlehaq.org

رعایت کر کے اور غلو سے بچ کر اس طرح نکلتا ہے کہ جاننے والوں پر حیرت چھا جاتی ہے۔ الخ۔

حضرت کی تجدید طریقت کا بڑا کمال یہ ہے کہ طریقت کو جو ایک زمانہ سے صرف چند رسوم کا مجموعہ ہو کر رہ گئی تھی زوائد و حواشی سے صاف کر کے قدما اور سلف صالحین کے رنگ پر لے آئے۔ الخ

اس ضعف و اضمحلال کی حالت میں بھی مجلس کا وقار، نظم و نسق اور اصول و قواعد کی پابندی بدستور جاری تھی اور آخری لمحۂ حیات تک اس میں فرق نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے ایک کامل زندگی کو جو کمال زہد و ورع، کمال اتباعِ شریعت، کمال اتباعِ سنت کے ساتھ تھی اس زمانہ میں نمونہ کے لئے پیدا کیا وہ آئی اور ساٹھ برس کے مجاہدہ کا نمونہ دکھا کر واپس گئی۔

رحمہ اللّٰہ تعالیٰ و ادخلہ اعلیٰ علیین وصلی اللّٰہ تعالیٰ علی النبی الامین و اٰلہ واصحابہ اجمعین واٰخر دعوانا ان الحمدللّٰہ رب العلمین۔

اخبار مدینہ بجنور مورخہ یکم اگست ۴۴ء میں درج ہے:-

(حضرت) مولانا اشرف علیؒ

''حکیم الامۃ مولانا اشرف علی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ایک ایسا سانحہ ہے جو اگر چہ اس کارگاہِ ہست و بود میں بالکل فطری ہے لیکن جس پر ماتم کرنے والی آنکھ کبھی خشک نہیں ہوسکتی۔ حکیم ثنائیؒ کے قول کے بموجب ایک مرد کامل کو پیدا ہونے میں صدیاں نہیں صدیوں سے بھی کچھ زیادہ ہی زمانہ درکار ہوتا ہے، پھر جب ایسا گوہر نایاب دنیا کو خوش قسمتی سے ہاتھ لگا جاتا ہے تو اس کی جدائی، جتنی بھی شاق گزرے کم ہے۔ خدا کے فضل سے مولانا تھانویؒ کی عمر بہت کافی ہوئی۔ اسی اور نوے سال کے بیچ میں عمر کے عدد کا پہنچ جانا آجکل کے پُر از آلام و امراض زمانہ میں بہت بڑی بات ہے، پھر قدرت کی عنایت سے آپ کی صحت بھی اتنی اچھی رہی کہ سینکڑوں ہی کتابیں لکھ ڈالیں لیکن پھر بھی آپ کی جدائی کا تصور آنکھوں کو اشکبار ہونے سے باز نہیں رکھتا۔

دل کے جانیکا شہیدی حادثہ ایسا نہیں کچھ نہ روئے آہ گر ہم عمر بھر رویا کئے

مولانا کی سیاسی رائے سے ہمیں کبھی اتفاق نہ ہوا۔ الخ۔ لیکن بایں ہمہ مولانا تھانویؒ کی علمی برتری اور ان کے طہارت و تقویٰ کی بلندی کے آگے ہمارا سر نیاز ہمیشہ جھکا رہا۔

www.ahlehaq.org

مولانا ایک بے مثال فقیہ تھے ایک عدیم النظیر مفسر تھے، بے مثال متکلم اور بلند پایہ محدث تھے، پھر خوش قسمتی سے علم وفضل کے اس نعمت کے ساتھ ساتھ تصوف وطریقت کے میدان کے بھی شہسوار تھے، آپ کی خانقاہ اس ضلالت وگمراہی کے دور میں طالبان حق کے لئے روشنی کا مینارہ تھی، آپ کی ایک سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ آپ کا دل دشمن سے بھی انتقام لینے کا روادار نہ تھا چنانچہ آپ اپنے مخالفوں کے خلاف شاذ ونادر ہی کبھی کوئی لفظ زبان سے نکالتے تھے، آپ کی زندگی بہت باقاعدہ تھی، کھانے پینے، سونے، جاگنے اور اٹھنے بیٹھنے کے تمام اوقات مقرر تھے جن پر سختی سے عمل فرماتے تھے، یہی وجہ ہے کہ آپ کی صحت آخر وقت تک قابل رشک طور پر اچھی رہی، ان تمام خصوصیات کے پیش نظر دعویٰ سے کہا جاسکتا ہے کہ ایسی جامع شخصیت اب دنیا بہ مشکل ہی پیدا کر سکے گی۔ غرض مولاناؒ کی شخصیت ایک بہت بلند وممتاز حیثیت کی مالک تھی، آپ کے ارادت مندوں کی تعداد ملک میں کافی ہے۔ خاص بات یہ ہے کہ اس تعداد میں اچھے اچھے علماء وفضلاء اور بڑے بڑے اہل علم وبصیرت لوگ شامل ہیں۔ الخ۔ خدا مولاناؒ کو جوار رحمت میں جگہ دے اور ہمیں صبر جمیل کے ساتھ ساتھ ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بلند ارزانی فرمائے۔ آمین۔ فقط۔''

تاریخ وفات بہ سانحہ ارتحال

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

از نتیجہ فکر مولانا سوز ناروی، منقول از اخبار مدینہ ص امجریہ یکم اگست ۴۳ء

بروفات ایں چنیں عالم نہ گرید چوں جہاں — کودریں ایام علم وزاہد را حاصل بُدے

مصرعہ تاریخ رحلت گفت سوز ناروی — مولوی اشرف علی تھانوی کامل مُدے

اب بعض خطوط کے بھی اقتباسات ملاحظہ ہوں، ایک مختلف المشرب جماعت اہل علم کے خاص رُکن کس بے تعصبی اور دلسوزی اور اخلاص سے تحریر فرماتے ہیں:۔

'' وفقکم اللہ صبراً جمیلاً '' ابھی اشرف العلماء رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کی خبر معلوم ہوئی۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ کن الفاظ میں آپ لوگوں کو نہیں خود اپنے کو بلکہ ملتِ

www.ahlehaq.org

اسلامیہ کو تلقین صبر کروں۔ اتنا بڑا نقصان، یہ خسارۂ کبریٰ اور فاجعہ عظمیٰ! کیا الحاد وزندقہ کی اقبال مندی میں قدرت کو اضافہ منظور ہے کہ ایسے فرد فرید کو ہم سے جدا کر لیا گیا ہے جس کی بزم دینی میں چند منٹ حاضر رہنا ہی قلب ودماغ کو حقائق اسلامی سے متاثر کرنے کے لئے کافی تھا۔ اس رب کی قسم جو آں مغفور کی قبر کو گوشہ جنت بنا چکا ہوگا اب یہاں سے وہاں تک سناٹا نظر آتا ہے، قرآن کو جاننے والے بھی چند ہیں، محدث بھی ہیں، صوفی بھی ہیں، عالم بھی ہیں اور ادیب وخطیب بھی مگر ایسی ہستی اب کہاں جو ان صفات کی مع کمالات دیگر جامع ہو، دینداری رو رہی ہے، روحانیت ماتم گسار ہے اور علم کی محفلیں خاموش، یقین کرنے کی بات نہیں مگر میرے ایسے کتنے ہوں گے جو یہ دعا پہلے نہ کرتے ہوں کہ خدایا ہماری عمروں میں کمی کر کے اس خادم دین محمدی اور محافظ ناموس شریعت کی عمر میں اضافہ کردے۔ (از مؤلف واقعی ایسے بہت تھے چنانچہ ایک ایسا ہی خط دیگر خطوط کے ساتھ اپنی جگہ نقل بھی کیا جا چکا ہے) مگر یہ دعا قبول نہیں ہوئی اور ہائے کہ قلم ان کے نوحے میں اور دل ان کے استغفار میں مصروف ہے۔ فغفرلہ اللّٰہ مولانا المغفور کا کوئی جانشین تو نہیں ہوسکتا (بحالتِ موجودہ) مگر آپ لوگوں نے جن بزرگ کو ان کی خلافت کا سب سے زیادہ اہل سمجھا ہو ان کی خدمت میں میری طرف سے بھی بعد سلام مسنون کلمات تعزیت عرض کر دیجئے اور اپنے پیر بھائیوں سے (از مؤلف حضرت اقدس کے یہاں رسم جانشینی کہاں، حضرت نے تو اس رسم کے خلاف ایک رسالہ بھی لکھا ہے جس کا نام سجادہ نشینی ہے اور ویسے بھی ایسی نادر ہستیوں کی جانشینی کیسے ممکن ہے جو صدیوں کے بعد پیدا کی جاتی ہوں اور اس کے لئے جگہ جگہ کی تخصیص بھی ضروری نہیں۔ بقول احقر ؎

جہاں ہوگی برکت وہ ہوگی یہیں کی | ضرورت ہی کیا ہے کسی جانشیں کی
یہاں رہتے تھے قطب الارشاد عالم | یہ تھی تربیت گاہ روئے زمیں کی

خواجہ صاحب یاد کیجئے آپ کے ساتھ آج وہ بہت سے دل بھی رو رہے ہیں جو کل آں مبرور سے جزوی اختلافات کا اثر رکھتے تھے مگر یہ سانحہ ایسا ہے جس نے ہم ہی کو اس خسارہ کا احساس کرا دیا ہے جو شاید برسوں دفع نہ ہو سکے گا۔ خواجہ صاحب روئیے نہیں! خوش ہو جائیے کہ آپ کے

www.ahlehaq.org

پیرومرشد نے شاندار شاندار خدمت دینی کرلی، اور فخر کیجئے کہ آپ کی آنکھوں نے ایسے باکمال کو برسوں دیکھا اور ناز کیجئے کہ آپ برسوں ان سے مستفید ہوئے **فاللّٰہ ولی التوفیق**۔ والسلام۔

ایک مشہور اہل قلم فاضل کی تحریر ملاحظہ ہو۔

''کرم گستر! السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ کیا عرض کیا جائے، کن الفاظ میں عرض کیا جائے کہ سانحہ عظمیٰ کی خبر سن کر دل پر کیا گزر کر رہی! دل پر تنہا میرے ہی نہیں، میرے گھر بھر کے، بیوی کے، لڑکیوں کے، لڑکوں کے، سب کے! تعزیت کروں تو کس سے کہ میں خود ہی مستحق تعزیت ہوں۔ **انا للّٰہ و انا الیہ راجعون**۔

عالم اسلامی کے لیے اس سے بڑھ کر قیامت خیز حادثہ اس وقت اور کیا ہوسکتا ہے، دنیائے اسلام میں سناٹا ہوگیا وقت کا سب سے بڑا عالم، سب سے بڑا عارف، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی فوج کا سب سے بڑا کارگزار اور وفادار جنرل رفیق اعلیٰ سے جاملا، ہم بدبخت ایسی نعمت کے اہل ہی کب تھے! حیرت اس پر نہیں کہ یہ نعمتِ عظمیٰ اپنے وقت پر واپس لے لی گئی۔ حیرت اس پر ہے کہ اتنے دنوں ہم میں رہی کیسے (ع) تو بہارِ عالم دیگری زکجا بہ ایں چمن آمدی + مصرعہ سنا بار ہا تھا عملی مصداق اس ذات اقدس میں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔

بڑے گھر اور چھوٹے گھر دونوں جگہ براہ کرم اس تباہ کار کا مخلصانہ پیام تعزیت پہنچا دیجئے۔ دونوں کی تو سلطنت ہی لٹ گئی۔ گو اس سلطنت فانی کے مقابلہ میں سلطنت باقی پر حق بھی قائم ہوگیا۔ سب صاحب یقین فرمائیں کہ دل وجگر محض ان ہی کے دکھے ہوئے نہیں، اُمت کے بے شمار افراد انہیں کی طرح مرغ بسمل ہورہے ہیں، اللہ ہم کو صبر عطا فرمائے تا آنکہ ہم سب اپنے مالک ومولیٰ کے حضور میں اپنے امی محبوب سردار اس کے امی مقبول بندہ کے واسطہ سے پہنچ جائیں۔ والسلام۔

ایک اور فاضل محقق ومدقق ارقام فرماتے ہیں:۔

'السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آخری دنیا کی رفاقت ادنی سے گزر کر حضرت رحمۃ اللہ'' رفیق اعلیٰ'' سے جاملے! کل خبر وصال اخبار سے ملی **انا للّٰہ و انا الیہ راجعون**۔ کون کس کی تسلی وتعزیت کرے، ساری امۃ محمدیہ کا حادثہ ہے۔ حضرت اقدس صدی کے مجدد تھے، ساری امت

www.ahlehaq.org

محمد یہ محتاجِ تعزیت ہے اور سب سے بڑھ کر اس امت کو بدنام کرنے والا یہ ناکارہ جو قدم بقدم پر حضرت کی دستگیری کا طلب گار رہتا تھا، اب بھی کتنے سوالات اور کتنی باتیں جمع تھیں، جن کے پیش کرنے کے لئے حضرت کی صحت کا انتظار تھا، کتابوں اور کتب خانوں میں نہ ملتا تھا جو حضرت کے ایک دو فقروں میں مل جاتا تھا اور میری تسکین و تشفی کا سارا سرمایہ تو بس یہی تھا۔

کتابوں اور کتاب والوں کے پاس معلومات کی کمی نہیں لیکن طالب کے خاص حالات و مصالح کی حکیمانہ رعایت اور حکیمانہ شفقت تو حضرت حکیم الامۃ جیسے شیخ کامل ہی کا کام تھا فجزاہم اللہ عنا وعن ہذہ الامۃ۔

حدیث شریف میں ہے کہ "موت انسان کا عمل منقطع کر دیتی ہے، صرف تین چیزیں رہ جاتی ہیں، صدقہ جاریہ، اور علم جس سے انتفاع ہو اور اولاد صالح جو اس کے حق میں دعا کرے" حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے صدقہ جاریہ غالباً خود بھی جاری فرما دیا تھا اور علوم سے تو ان شاء اللہ تعالیٰ قیامت تک انتفاع ہوتا رہے گا۔ باقی معنوی اولاد صالح آپ حضرات سے بڑھ کر کون ہے۔ جو حضرت کی مغفرت و رفع درجات کے لئے دست بدعا رہنا خود اپنی سعادت جانے۔ **اللّٰھم اغفرله و ارفع درجته فی المهديين و عقبنا منه عقبى حسنة و افسع له فی قبرله و نور له فيه. اٰمين يا رب العلمين۔**

سب سے آخر میں ایک دردنامہ غمناک بھی نقل کیا جاتا ہے جو گویا ترجمانی کر رہا ہے سب خدام کے قلوب کی۔ حضرت اقدسؒ کے ایک عزیز قریب کو ایک دردمند خادم ان الفاظ میں اپنا اظہارِ غم فرماتے ہیں اور قریب قریب سب خدام کی یہی حالت ہے۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، ماہ گذشتہ میں حادثہ جانکاہ کی خبر سن کر ایسا بدحواس ہو گیا تھا کہ جناب کی خدمت میں کوئی عریضہ ارسال نہ کر سکا اور لکھتا تو بھی تو کیا لکھتا۔ کئی مرتبہ لکھنے بیٹھا، یہ سوچ کر کیا لکھوں اور کس کو لکھوں۔ وہ الفاظ کہاں سے لاؤں جو کبھی کم نہ ہونے والے غم کا اظہار کر سکیں جو نہ اس سے پہلے کبھی ہوا تھا، نہ آئندہ کبھی ہوگا۔ کچھ میں اکیلا اس غم میں نہیں مبتلا ہوں بلکہ ہر مسلمان کا دل رو رہا ہے، آنسو امنڈ آتے اور قلم ہاتھ سے چھوٹ جاتا، اب بھی یہی حالت ہے، حیران ہوں لکھوں تو کیا لکھوں، ہر شخص روتا ہوا نظر آتا ہے، بارش ہوتی ہے تو

www.ahlehaq.org

معلوم ہوتا ہے آسمان رو رہا ہے، الٰہی یہ کیا ماجرا ہے کہ ساری دنیا ماتم کدہ بن گئی پہلے سوچا کرتا تھا کہ خدانخواستہ یہ سایۂ رحمت ہم گناہگاروں کے سروں سے اگر اُٹھ گیا تو کیا ہوگا۔ اب کے یہ خیال حقیقت سے بدل گیا ہے سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم ایسے گنہگار کس کے زیر سایہ پناہ لیں گے۔ ابھی چند قریبی عزیز داروں کے داغہائے مفارقت مٹنے نہ پائے تھے کہ دنیا کا یہ سب سے بڑا اندوہ ناک واقعہ پیش آ گیا، جس نے اور سب غموں کو بھلا دیا، ماں باپ نے انتقال کیا، ماموں نے انتقال کیا اور بہت سے عزیز رخصت ہوئے مگر اتنا بڑا المناک واقعہ نہ پہلے کبھی پیش آیا تھا نہ آئندہ پیش آئے گا۔ اب اپنی اور باقی ماندہ رشتہ داروں بیوی بچوں کی زندگیاں ہیچ معلوم ہوتی ہیں، زمانہ موجودہ کی سب سے بڑی ہستی انسانیت کا سب سے بڑا اکمل نمونہ جب آنکھوں سے ہمیشہ کے لئے اوجھل ہو جائے، وہ آفتاب جس کے علم وفضل کے نور سے ساری دنیا منور ہو رہی ہو، جب غروب ہو جائے تو پھر ٹمٹماتے ہوئے چراغوں سے کب تک کام نکل سکتا ہے، بس اب دنیا اندھیر معلوم ہوتی ہے، ایک سہارا تھا، ایک جائے پناہ تھی، ایک مرجع تھا ہر گنہگار سب طرف سے مایوس ہوکر ادھر کا رخ کرتا تو وہاں سے یہی شفقت آمیز جواب ملتا کہ خدا کی رحمت سے مایوس نہ ہو، توبہ کرلو، توبہ ٹوٹ جائے تو پھر توبہ کرلو اور ہر بار مصمم ارادہ کرو میں دعا کرتا ہوں تم بھی دعا کرو ان شاء اللہ تعالیٰ مغفرت ہو جائے گی۔

افضل الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے وارث اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سچے جانشین سے یہ شفقت آمیز کلام سن کر بڑے سے بڑے گنہگار کی ڈھارس بندھ جاتی۔ تائب ہو جاتا، اور ایمان کی دولت کاملہ سے مالا مال ہو جاتا۔ اب یہ دولت کہاں ملے گی، قرآن وحدیث وفقہ کے خزانے زر وجواہر سے معمور ہیں اور رہیں گے مگر افسوس کہ ان کا لٹانے والا اور گھر گھر تقسیم کرنے والا رخصت ہو گیا، کسی خاندان کا بزرگ رخصت ہو جاتا ہے تو لوگ تعزیت کے خطوط بھیج کر پسماندگان کے غم کو ہلکا کر دیتے ہیں، لیکن جب وہ اعظم المعظم ہستی دارِ فانی سے دارِ بقا کی طرف رحلت فرما جائے جس کے روحانی فرزند ہر خاندان میں کثیر تعداد میں موجود ہوں، جس عالم کی موت سے حقیقت میں عالم کی موت ہو، ہر مسلمان اپنے کو یتیم سمجھنے لگے اور گھر گھر اس کا ماتم ہونے لگے تو کس کس کے پاس تعزیتی

www.ahlehaq.org

خطوط بھیجے جائیں اور بھیجے کون، پس یہی مناسب ہے کہ سب مل کر چپکے چپکے روئیں اور تلاوت قرآن مجید اور خیر خیرات کے ذریعہ ان کی روح پاک کو ایصال ثواب کر کے فیض حاصل کریں اور دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مرتے دم تک ہم سب کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایات وتعلیمات پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

چند نقول نمونہ از خروارے بفضلہ تعالیٰ ختم ہوئیں۔ ناظرین نے مذکورہ بالا بیانات سے بخوبی اندازہ فرمالیا ہوگا کہ حضرت اقدس قدس سرہ کا کتنا گہرا اثر مسلمانوں کے ہر طبقہ پر تھا۔ اور اس حادثۂ عظیمہ کا غم کتنا عام ہے سبھی متاثر ہیں، کیا اپنے کیا بیگانے، کیا موافق، کیا مخالف، بات یہ ہے کہ حضرت اقدس نے بھی جس سے موافقت کی خدا کے لئے کی اور جس سے اختلاف کیا وہ بھی خدا کے لئے کیا۔

محبت ہو کسی سے یا عداوت مزا دے جائے گی جو دل سے ہوگی

بڑے بڑے مخالفین کے اقوال وافعال کی تاویل بارہا کرتے سنا۔ اور اکثر یہ فرمایا کرتے تھے کہ اہل علم چاہے اپنے مخالف ہی ہوں ان کی بھی ذلت سے دل دکھتا ہے کیونکہ اس میں بھی دین کی ذلت ہے، مناظرین میں اگر کوئی مخالف ہار جائے تو اس کا بھی افسوس ہوتا تھا کیونکہ اس میں بھی اپنی ہی ذلت ہے کہ عوام کہیں گے کہ مولوی بھی آپس میں لڑتے ہیں۔ بعض جید اور مشہور علماء نے برسر منبر فرمایا کہ عوام کے لیے یہ حادثہ اتنا اندوہ ناک نہیں ہے جتنا علماء کے لیے کیونکہ عوام تو ہم جیسوں سے بھی اپنی مشکلات حل کر سکتے ہیں لیکن اب علماء کی مشکلات کا حل کرنے والا کوئی نہ رہا، وہ کہاں جائیں، سب سے بڑا خسارہ تو علماء کا ہے۔ بعض نے فرمایا کہ صرف مریدین ہی نہیں بلکہ علماء یتیم ہوگئے۔

اس پر ایک مشہور فاضل جید کا مضمون خط مع حضرت کے جواب کے جو حسن اتفاق سے اسی وقت نظر سے گزرا ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے جس سے اندازہ فرمالیا جائے کہ علماء وفضلاء کی مشکلات حضرت اقدس کے ذریعہ کس طور سے حل ہوتی تھیں۔ حضرت کو تحریر فرمایا ''الحمد للہ حضرت جو کچھ ارشاد تجویز فرماتے ہیں اس میں کوئی وسوسہ وتردد بالکل نہیں رہتا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کتاب وسنت کی کوئی صریح نص مل گئی۔ عمل میں کوتاہی ہوتی ہے، لیکن عقل وطبیعت دونوں کے اطمینان وانشراح کے لئے حضرت کا بس فرما دینا بالکل کافی ہوجاتا ہے۔''

www.ahlehaq.org

اس پر حضرت اقدس نے عربی کی عبارت میں یہ جواب ارقام فرمایا: **هذا احق لصحة رائی ان شاء الله تعالیٰ و انا ادعو لكم ان يزيد كم نوراً و هدًى۔**

اسی قسم کا ایک مضمون ایک صاحب نے ایک جریدہ میں تحریر فرمایا تھا جس کا خلاصہ یاد رہ گیا کہ مولانا کی تصانیف میں یہ خاصیت دیکھی کہ بس یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ حضرت فرماتے جاتے ہیں دل ودماغ دونوں ساتھ ساتھ اس کو قبول کرتے چلے جاتے ہیں، کچھ دن ہوئے اردو کانفرنس کے خطبہ صدارت میں حضرت نے جو احسان اردو زبان پر فرمایا ہے اس کا خاص طور سے ذکر کیا گیا تھا، لکھا تھا کہ حضرت اقدس نے اردو زبان پر بہت احسان کیا ہے بڑے بڑے علوم ومعارف کا ذخیرہ اردو میں جمع فرما دیا ہے جو اس سے پہلے نہیں تھا۔

علی گڑھ کالج کے ایم ایم۔اے، ایل۔ایل۔بی ہندوستان کے ایک دور افتادہ مقام سے ایک جریدہ میں اپنے مضمون کے آخر میں لکھتے ہیں۔ کہ بے شک مولانا کا ماتم عالمگیر ہے۔ سوگواروں میں صرف جبہ وعمامہ والے ہی نظر نہیں آتے بلکہ بہت سے ہیٹ وسوٹ والے بھی ہیں۔

حضرت مولانا اصغر حسین صاحب دیوبندی جو مشہور بزرگ اور یادگار سلف اور نمونۂ اکابر ہیں جب تعزیت کو تشریف لائے تو خانقاہ میں داخل ہوتے ہی اینٹوں کے فرش ہی پر بے اختیار بیٹھ گئے اور سر نیچا کئے دیر تک روتے رہے اور اظہار غم فرماتے رہے۔ حاضرین خانقاہ بھی وہیں آ آ کر بیٹھ گئے اور یہ منظر بحسرت دیکھتے تھے۔ حضرت میاں صاحب کا یہ ارشاد بھی احقر تک پہنچا ہے کہ خاتم الاولیاء انتقال فرما گئے۔

غرض چاروں طرف سے حضرتؒ کے مآثر ومعارف پر صدائے تحسین وآفریں اور اس کے فقدان پر صدائے آہ زاری ہی بلند ہو رہی ہے۔

اک مجھے سودا تھا دنیا بھر تو سودائی نہ تھی　　　میں بھی اس پر مر مٹا ناصح تو کیا بیجا کیا

کیا موافق کیا مخالف، سبھی یہ محسوس کر رہے ہیں کہ اب ایسی جامع کمالات ہستی کہاں ، یہ قبول عام بمصداق بحوائے **يضع له القبول فی الارض** ۔مقبولیت عند اللہ سے ناشی ہے اسی کو کسی نے یوں کہا ہے۔

زبانِ خلق کو نقارۂ خدا سمجھو　　　بجا کہے جسے عالم اسے بجا سمجھو

www.ahlehaq.org

اور کیوں نہ ہو حضرت اقدس کو بھی تو خلق خدا سے انتہا درجہ کی شفقت و دلسوزی کا تعلق تھا جیسا کہ اوپر لکھا گیا کہ ایک زمانہ میں جانوروں تک کے لئے دعا مانگا کرتے تھے، جب زلزلوں یا اور حوادثِ زمانہ کا ذکر سنتے تو قلب پگھل کر پانی پانی ہو جاتا بہت ہی کڑھتے، مسلمانوں کے ساتھ تو شفقت کا یہ عالم تھا کہ اپنی اتنی طویل زندگی ان کی خدمت کے لئے وقف فرمادی، ان کی تباہ حالی کا حضرت اقدس کے لبریز شفقت و رحمت قلب پر اس درجہ اثر تھا کہ ایک موقع پر ارشاد فرمایا کہ اللہ کو خبر ہے میری یہ حالت ہے کہ جب مجھے مسلمانوں کی دینی دنیوی تباہی کا خیال آجاتا ہے جس میں زیادہ حصہ خود مسلمانوں کی ناعاقبت اندیشی کا ہے تو رگ رگ میں غمِ عظیم پھیل جاتا ہے اور اگر کھانا کھانے میں خیال آجاتا ہے تو کھانا تلخ ہو جاتا ہے۔ اھ۔ ترکوں کی شکست کے زمانہ میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو ہمیشہ راحت ہی راحت میں رکھا ہے۔ اس لئے میں نے کبھی یہ نہ جانا کہ غم کیسا ہوتا ہے لیکن اب معلوم ہوا کہ غم اس کو کہتے ہیں کیونکہ ترکوں کی شکست اور مسلمانوں کی ذلت و خواری کا قلب پر اتنا شدید صدمہ ہے کہ کھانا پینا بھی تلخ ہو گیا ہے۔ اھ

کیا ٹھکانا ہے اس گہری شفقت و دلسوزی کا اور محض زبانی ہی نہیں بلکہ عملی توجہ بھی اتنی ہے کہ ہر سیاسی موقعہ پر مسلمانوں کی صحیح رہبری مختلف رسالے شائع فرما فرما کر برابر کرتے رہے، ان سے فائدہ اٹھانا نہ اٹھانا یہ دوسروں کا کام تھا، وفات سے صرف تین ماہ قبل بھی جبکہ ضعف و مرض کی کافی شدت تھی مسلم لیگ کی پوری پوری رہبری فرما گئے اور بالکل اسلامی نظریہ کے مطابق اس کی صورت یہ ہوئی کہ آل انڈیا مسلم لیگ کا گذشتہ سالانہ اجلاس جو ۲۳ر اپریل تا ۲۶ر اپریل ۱۹۴۳ء بمقام دہلی نہایت اعلیٰ پیمانہ پر منعقد ہوا تھا اس کی اطلاع دیگر ارکان مسلم لیگ نے بایں الفاظ دعوت شرکت دی تھی کہ آپ سے استدعا ہے کہ آپ اس موقع پر خود دہلی میں تشریف لاکر اپنے ارشادات سے مجلس کو ہدایت دیں تو بہت بہتر ہو۔ لیکن اگر حضور تشریف نہ لاسکیں تو اپنے نمائندہ کو بھیج کر مشکور فرمائیں اور دعا فرمائیں کہ اللہ پاک اس اجتماع کے رعب سے غیر مسلموں کے دلوں کو مسحور کردے اور ہمارا مطالبہ پاکستان منوادے۔ تاکہ سلطنت اسلامی قائم ہوسکے۔ الخ۔ اس کے جواب میں حضرت اقدس نے بطور پیغام کے ذیل کا ہدیت نامہ ارقام فرمایا۔

www.ahlehaq.org

مسلم لیگ کے دعوتی خط کا جواب

از ناکارہ، آوارہ، ننگ انام اشرف برائے نام بخدمت ارکان مسلم لیگ نصرہم اللہ ونصر ہم اللہ السلام علیکم لیگ کے عزائم معلوم کر کے اس آیت پر عمل کی توفیق ہوئی۔ قل بفضل اللہ و برحمۃ فبذلک فلیفرحوا۔ لیکن اگر اس کے ساتھ ہی عذر نہ ہوتا تو اس آیت پر بھی عمل ہوتا۔ انفروا خفافا و ثقالا لیکن عذر کے سبب اس رخصت پر عمل کی اجازت مل گئی۔ لیس علی الضعفاء ولا علی المرضیٰ ولا علی الذین لایجدون ماینفقون حرج اذا نصحوا للہ ورسولہ۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اس آیت کا شرف حاصل ہو گیا کہ اپنی دو کتابوں کا پتہ دیتا ہوں جو ان شاء اللہ تعالیٰ قیامت تک آنے والی نسلوں کے لیے پیام عمل ہے۔ ایک حیات المسلمین شخصی اصلاح کے لیے، دوسری صیانۃ المسلمین جمہوری نظام کے لئے۔ ان کے مضامین اپنے موضوع میں گو رنگین نہیں مگر سنگین ہیں جس میں وہی فرق ہے جو ذوق و غالب کے اشعار میں اور حکیم محمود خان، حکیم محمد صادق خاں کے نسخوں میں اور نمائندہ وہ کام نہ کر سکتا جو یہ کتابیں کر سکتی ہیں مگر عمل شرط ہے۔ جیسے اعلیٰ درجہ کا ماء اللحم بوتلوں میں بھرا ہوا قیمتی ہے مگر نتیجہ خیز نہیں یہ نفع اس کا اس وقت ظاہر ہوگا جب حلق سے اترے گا، ورنہ بدوں عمل یہ سب کوشش اس کا مصداق ہوں گی۔ شستند و گفتند و برخاستند، باقی دعا ہر حال میں خصوص ان تاریخوں میں زیادہ اہتمام سے جاری رکھوں گا بقول کسی شاعر کے ۔

لا خیل عندک تہدیہا ولا مال — فلیسعد النطق ان لم یسعد الحال

(نوٹ) میں دونوں کتابیں اگر یہاں مل گئیں تو ۲۲/اپریل کو ڈاک سے ہدیۃً روانہ کروں گا ورنہ دہلی میں کسی کتب خانہ تجارتی سے تلاش کی جائیں۔ والسلام

بعد تحقیق معلوم ہوا کہ حیوۃ المسلمین بلا قیمت جا سکتی ہے سو اس کا نسخہ روانہ کر رہا ہوں، نیز یہ معلوم ہوا کہ صیانۃ المسلمین یہاں نہیں ہے، لہٰذا وہاں تلاش کرالی جائے۔ اھ

ناظرین نے دیکھا کہ کس عنوان سے اور کس اہتمام سے اور کس دلسوزی سے پیغام

www.ahlehaq.org

حق پہنچادیا۔ عمل کرنا نہ کرنا دوسروں کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے۔ غرض اپنی ساری عمر اسی طرح اسلام کی خدمت اور مسلمانوں کی فکر وسعی، بہبود دارین ہی میں گزار دی۔ جزاہ اللہ عن جمیع المسلمین احسن الجزاء۔

یہ تو سیاسی خدمت تھی جس کو اسی حد تک انجام دیا جو تحت قدرت تھی۔ اور اہل تبلیغ کے شایان شان تھی اور خدمت دینی میں تو اپنی ساری زندگی ہی گزاری جیسا کہ حالات وفات کے ضمن میں بہ تفصیل عرض کیا گیا۔ افادہ وافاضہ دینی کا تو اتنا شوق تھا کہ کسی حال میں بغیر اس کے چین ہی نہ آتا تھا جیسا کہ بعض حالات متذکرہ بالا سے ناظرین نے اندازہ فرمالیا ہوگا۔ اس کے متعلق اتفاق سے میری سابقہ مکتوبات حسن العزیز کی کاپی میں جو اس وقت میرے سامنے ہے اہل علم وفضل کے دو مختصر سے خواب مع حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی دی ہوئی تعبیروں کی نظر سے گزرے جن کا اس مقام پر نقل کردینا چسپاں معلوم ہوا اور بیساختہ جی چاہا کہ محض تائیداً وتقویۃً وتفریحاً ہدیہ ناظرین کردوں۔

(پہلا خواب) دیکھتا ہوں کہ آپ کا سینۂ مبارک دودھ سے بہت بھر گیا جس سے آپ کو تکلیف ہوتی ہے اس تکلیف کو کم کرنے کے لئے میں نے بائیں جانب پر منہ لگایا اور دودھ نکالتا ہوں کچھ نگلتا ہوں اور کچھ کچھ گراتا بھی جاتا ہوں۔

(تعبیر) مجھ کو تعبیر سے کوئی خاص مناسبت نہیں لیکن غالباً آپ اس عذر کو تکلیف سمجھیں گے اس لئے زصاف دور دپیش آرانچہ داری + پر عمل کرتا ہوں، خواب کے رائی کوئی خورد ومرئی لہ، کوئی بزرگ ہوتے تو میں درجہ ظن میں یہ تعبیر دینا تجویز کرتا کہ مرئی لہ کو اللہ تعالیٰ نے ایسے نافع علوم عطا فرمائے ہیں جن کے افادہ کا ان پر تقاضا ہے اور عدم استفادہ سے ناگواری ہے، رائی نے ان کو اخذ کیا (حالاً یا استقبالاً) کچھ گرنا اس طرف اشارہ ہے ؏ اگر شراب خوری جرعہ فشاں برخاک الخ۔

(دوسرا خواب) تابعدار نے ایک خواب دیکھا ہے کہ میں حضور کے ہمراہ سفر میں ہوں۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ میں نے ایک چارپائی بنی ہے۔

(تعبیر) شاید سلاسل اربعہ مراد ہوں کہ میں نے جو طریق کی خدمت کی ہے اس سے

www.ahlehaq.org

سب سلاسل کی اصلاح ہوگئی۔ آخر وقت تک ضرورت میں سخت سخت تعب برداشت کر کے بھی خدمت دینی بجالاتے رہے چنانچہ ایک طالب کو تحریر فرمایا'' جو حالات و معمولات کی تفصیل لکھی ہے ضعف واضمحلال کی حالت میں گو اس کا پڑھنا موجب تعب ہوا مگر پھر بھی احتیاطاً پڑھا معلوم ہوا کہ ضروری اور غیر ضروری اور اختیاری اور غیر اختیاری مضامین میں خلط ہو گیا ہے۔ اس لئے کوئی منضبط جواب کلی ذہن میں نہ آسکا اور ہر جزو کا جواب دینے کی ہمت نہ ہوئی کیونکہ ہر جزء کا بقیہ دوسرے جزء میں مخلوط تھا۔ لہٰذا آپ کی رعایت سے تطویل مضمون کو تو منع نہیں کرتا کیونکہ طبائع کو بدوں اس کے تسلی نہیں ہوتی لیکن اس کی ترتیب اور ہئیت عرض کرتا ہوں کہ اگر متعدد مضامین لکھنا ہوں تو ہر جزء پر نمبر ڈالا جائے اور ختم پر اس میں جو میرے کرنے کا کام ہو اس کی تصریح فرمائی جائے اس میں یہ فائدہ ہوگا کہ کئی جلسوں میں جواب لکھا جاسکے گا اور ایک جزء کے جواب لکھنے میں دوسرے جزء کا استحضار ضروری نہ ہوگا جیسا خلط میں ہوا، یہ معیار پیش نظر رہے تو پھر تطویل اور اختصار کا اختیار ہے۔ اھ

سبحان اللہ کیا کیا رعایتیں ہیں، کیا کیا تدبیریں ہیں اور کیا کیا سہولتیں ہیں تاکہ دوسرے کو اس حالت غایت ضعف و اضمحلال میں بھی نفع دینی پہنچ سکے **فجزاھم اللہ احسن الجزاء**۔ حضرت اقدس نے ہمیشہ اپنے کو سارے مسلمانوں کو یکساں خادم فرمایا اور خدمت دین کرنے میں کبھی مرید اور غیر مرید میں فرق نہیں سمجھا اور عملاً بھی کر کے دکھلا دیا غرض جس نے اپنی ساری عمر اسی طرح خدمت خلق میں گزار دی اور گویا اپنی جان کھپا دی اور تج دی۔ اس کے لئے اگر آج دنیا ماتم کر رہی ہے، کیا موافق، کیا مخالف تو کیا تعجب کی بات ہے، اس پر حضرت اقدس کا ارشاد یاد آتا ہے کہ اب تو لوگ قدر نہیں کرتے بلکہ بعضے مخالف ہیں لیکن بعد کو سب سر پکڑ کر روئیں گے۔ اس وقت قدر ہوگی۔ اھ۔ سو واقعی یہی ہوا ع یاد آئے گی انہیں میری وفا میرے بعد + اللہ تعالیٰ سب کو توفیق دے کہ حضرت اقدس کی تصانیف کو باقاعدہ مطالعہ اور عمل میں رکھیں کیونکہ انہیں دین اپنی اصلی اور مکمل صورت میں ان شاء اللہ تعالیٰ انہیں تصانیف کے اندر نظر آئے گا، خدا کرے اہل خیر کو اس طرف خاص توجہ ہو جائے اور جا بجا کتب خانہائے اشرفی سب کے مطالعہ کے لئے کھل جائیں، جو

www.ahlehaq.org

صاحب حضرت کی تصانیف کا باقاعدہ مطالعہ فرمائیں گے وہ ان شاء اللہ تعالیٰ کھلی آنکھوں دیکھیں گے کہ علوم و معارف کے کیسے کیسے نادر اور بے بہا جواہرات ان میں بھرے پڑے ہیں بلکہ میں تو اس مطالعہ کو ہر مسلمان کے لیے ضروری سمجھتا ہوں جو پڑھے لکھے نہیں ہیں ان کو پڑھے لکھے صاحبان سہل سہل کتابیں یا مشکل مقامات کو سہل کر کر کے بوقت فراغ سنا دیا کریں تو خود بھی فائدہ اٹھائیں اور دوسروں کو بھی متنفع فرمائیں۔ نیز جو حضرات اہل علم ہیں وہ خود تصانیف کی اس طرح خدمت بجالائیں کہ کوئی تصوف کے مضامین کا انتخاب کر رہا ہے ، کوئی نکات قرآن وحدیث کو جمع کر رہا ہے کوئی مواعظ کا خلاصہ یا تسہیل کر رہا ہے، کوئی مختلف زبانوں میں ترجمہ کر رہا ہے، کوئی منتخب مضامین کی تشریح بطرز جدید کر رہا ہے، کوئی نو تعلیم یافتوں کے اشکالات کے جوابات کو یکجا کر کے ان کی بطریق نو تقریر کر رہا ہے، کوئی مضامین دقیقہ کی توضیح کر رہا ہے، کوئی فتاویٰ کی تبویب کر رہا ہے، وغیرہ وغیرہ جو صورت جس کے ذہن میں اشاعت عام اور نفع تام کی آئے۔ واللہ الموفق۔

بعض خاص خاص وصایا

(منتخب از اشرف السوانح)

حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کسی معاملہ کو ایسا نہیں چھوڑا کہ جس میں بعد کو کوئی شرعی اشکال پیش آئے اپنے کل ترکہ کے بارہ میں عرصہ ہوا مفصل وصایا لکھ کر شائع فرما چکے ہیں جن کو دیکھ دیکھ کر جناب مولانا شبیر علی صاحب نہایت اہتمام اور احتیاط تمام کے ساتھ ترکہ کو تقسیم فرما رہے ہیں، دو علاتی بھائی اور دونوں پیرانی صاحبہ۔ بس یہ چار وارث ہیں ان میں سے دونوں بھائیوں نے جن کو ماشاء اللہ تعالیٰ نے سب کچھ دے رکھا ہے۔ صرف ایک ایک دو دو مستعمل چیزیں محض تبرکاً لے لے کر اپنا اپنا بقیہ حصہ دونوں پیرانی صاحبوں کے حق میں واگذاشت فرما دیا ہے۔ فجزاہم اللہ تعالیٰ فی الدارین خیر الجزاء علی ہذہ العطاء۔ بعض ایسی وصایا جو عام نفع کی ہیں اور سب کے لیے ہیں ملخصاً بقدر ضرورت ذیل میں نقل کی جاتی ہیں اور اگر بالتفصیل دیکھنے کا شوق ہو تو اشرف السوانح حصہ سوم میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) میں اپنے سب دوستوں سے استدعا کرتا ہوں کہ میرے معاصی صغیرہ و کبیرہ، عمدو

www.ahlehaq.org

خطا کے لئے استغفار فرمائیں۔

(۲) میرے بعض اخلاق سیئہ کے سبب بعض بندگانِ خدا کو حاضرانہ و غائبانہ میری زبان و ہاتھ سے کچھ کلفتیں پہنچی ہیں اور کچھ حقوق ضائع ہوئے ہیں، خواہ اہل حقوق کو اس کی اطلاع ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو میں نہایت عاجزی سے سب چھوٹے بڑوں سے استدعا کرتا ہوں کہ للہ دل سے ان کو معاف فرما دیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی تقصیرات سے درگذر فرمائیں گے۔ میں بھی ان کے لئے یہ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو دارین میں عفو و عافیت عطا فرمائیں، معذرت کرنے والے کی تقصیر سے درگذر کرنے کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ الخ

(۳) اس قبیل کی کوتاہیاں جو دوسروں سے میرے حق میں ہوگئی ہوں بطیب خاطر گذشتہ اور آئندہ کے لئے محض خدا تعالیٰ کے راضی کرنے کو اور اپنی خطاؤں کی معافی کی توقع پر وہ سب معاف کرتا ہوں۔

(۴) میں اپنے سب دوستوں کو خصوصاً اور سب مسلمانوں کو عموماً بہت تاکید کے ساتھ کہتا ہوں کہ علم دین کا خود سیکھنا اور اولاد کو تعلیم کرانا ہر شخص پر فرض عین ہے، خواہ بذریعہ کتاب، یا بذریعہ صحبت، بجز اس کے کوئی صورت نہیں کہ فتن دینیہ سے حفاظت ہو سکے۔ جن کی آج کل بے حد کثرت ہے۔ اس میں ہرگز غفلت یا کوتاہی نہ کریں۔

(۵) طالب علموں کو وصیت کرتا ہوں کہ نرے درس و تدریس پر مغرور نہ ہوں اس کا کارآمد ہونا موقوف ہے۔ اہل اللہ کی خدمت و صحبت و نظر عنایت پر۔ اس کا التزام نہایت اہتمام سے رکھیں۔

بے عنایات حق و خاصانِ حق   گر ملک باشد سیہ ہستش ورق

(٦) جو مدرسہ دینیہ فی الحال یہاں میرے تعلق میں جاری ہے وہ ایک خاص شان کا مدرسہ ہے۔ الخ۔ میرا دل یوں چاہتا ہے کہ میرے بعد بھی اس کے بقاء کی طرف توجہ رکھی جاوے اور خدا تعالیٰ اس مدرسہ کی خدمت کی جس کو توفیق دے تو وہ اس کے طرز کو جس کا ایک مہتم بالشان جزو تربیت اخلاق و اصلاح نفس ہے نہ بدلے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ اس میں بہت خیر و برکت کی امید ہے۔

(۷) دینی یا دنیوی مضرتوں پر نظر کر کے ان امور سے خصوصیت کے ساتھ احتیاط رکھنے کا مشورہ دیتا ہوں۔ (۱) شہوت و غضب کے مقتضاء پر عمل نہ کریں (۲) تعجیل نہایت بری چیز

www.ahlehaq.org

ہے (۳) بے مشورہ کوئی کام نہ کریں۔ (۴) غیبت قطعاً چھوڑ دیں۔ (۵) کثرت کلام اگر چہ مباح کے ساتھ ہو اور کثرت اختلاط خلق بلا ضرورت شدیدہ و بلا مصلحت مطلوبہ اور خصوصاً جبکہ دوستی کے درجہ تک پہنچ جاویں۔ پھر خصوص جبکہ ہر کس و ناکس کو راز دار بھی بنا لیا جاوے نہایت مضر چیز ہے (۶) بدوں پوری رغبت کے کھانا ہرگز نہ کھائیں (۷) بدوں سخت تقاضہ کے ہمبستر نہ ہوں (۸) بدوں سخت حاجت کے قرض نہ لیں۔ (۹) فضول خرچی کے پاس نہ جائیں (۱۰) غیر ضروری سامان جمع نہ کریں۔ (۱۱) سخت مزاجی و تندخوئی کی عادت نہ کریں، رفق اور ضبط اور تحمل کو اپنا شعار بناویں۔ (۱۲) ریا و تکلف سے بہت بچیں، اقوال و افعال میں طعام و لباس میں بھی۔ (۱۳) مقتدا کو چاہیے کہ امراء سے نہ بد خلقی کرے اور نہ زیادہ اختلاط کرے اور نہ ان کو حتی الامکان مقصود بناوے، بالخصوص دنیوی نفع حاصل کرنے کیلئے۔ (۱۴) معاملات کی صفائی کو دیانات سے بھی زیادہ مہتم بالشان سمجھیں (۱۵) روایات و حکایات میں بے انتہا احتیاط کریں، اس میں بڑے بڑے دیندار اور فہیم لوگ بے احتیاط کرتے ہیں، خواہ سمجھنے میں یا نقل کرنے میں، (۱۶) بلا ضرورت بالکلیہ اور ضرورت میں بلا اجازت و تجویز طبیب حاذق شفیق کے کسی قسم کی دوا ہرگز استعمال نہ کریں۔ (۱۷) زبان کی غایت درجہ ہر قسم کی معصیت سے ولایعنی سے احتیاط رکھیں۔ (۱۸) حق پرست رہیں اپنے قول پر جمود نہ کریں۔ (۱۹) تعلقات نہ بڑھائیں۔ (۲۰) کسی کے دنیوی معاملہ میں دخل نہ دیں۔

(۸) میں اپنے تمام منتسبین سے درخواست کرتا ہوں کہ ہر شخص اپنی عمر بھر یاد کر کے ہر روز سورۃ یٰسین شریف یا تین بار قل ھو اللہ شریف پڑھ کر مجھ کو بخش دیا کرے مگر اور کوئی امر خلاف سنت بدعات عوام و خواص میں سے نہ کریں۔

(۹) حتی الامکان دنیا و مافیہا سے جی نہ لگاویں اور کسی وقت فکر آخرت سے غافل نہ ہوں۔ ہمیشہ ایسی حالت میں رہیں کہ اگر اسی وقت پیام اجل آ جائے تو کوئی فکر اس تمنا کا مقتضی نہ ہو **لولا اخرتنی الی اجل قریب فاصدق واکن من الصلحین** اور ہر وقت یہ سمجھے ع شاید ہمیں نفس، نفسِ واپسیں بود + اور علی الدوام دن کے گناہوں سے قبل رات کے اور رات کے گناہوں سے قبل دن کے استغفار کرتے رہیں۔ اور حتی الوسع حقوق العباد سے سبکدوش رہیں۔

www.ahlehaq.org

(۱۰) خاتمہ بالخیر ہونے کو تمام نعمتوں سے افضل و اکمل اعتقاد رکھیں اور ہمیشہ خصوصاً پانچوں نمازوں کے بعد نہایت لجاجت وتضرع سے اس کی دعا کیا کریں اور ایمان حاصل پر شکر کیا کریں کہ حسب وعدہ لئن شکر تم لا زیدنکم یہ بھی اعظم اسباب ختم بالخیر سے ہے۔ الخ۔

(۱۱) میرے ایصالِ ثواب کے لئے بھی جمع نہ ہوں، نہ اہتمام سے نہ بلا اہتمام، اگر کسی دوسرے اتفاق سے بھی جمع ہو جاویں تو تلاوت وغیرہ کے وقت قصداً متفرق ہو جاویں اور ہر شخص منفرداً بطور خود جس کا دل چاہے دُعا وصدقہ وعبادات نافلہ سے نفع پہنچا دیں۔ نیز میری مستعمل چیزوں کے ساتھ متعارف طریق سے تبرکات سا معاملہ نہ کریں۔ البتہ اگر کوئی محبت سے شرعی طریق سے اس کا مالک بن کر مخفی طور پر اپنے پاس رکھے مضائقہ نہیں اس کا اعلان اور دوسروں کو دکھلانے کا اہتمام نہ کیا جائے۔

بس یہ گیارہ وصایا ہیں جن کو اَحَدَ عَشَرَ کو کباً سے بلحاظ عدد تشابہ ہے ہدایت اور عمل کے لئے ان شاءاللہ تعالیٰ کافی ووافی ہیں۔ اللہ تعالیٰ توفیق خیر بخشیں۔ امین ثم آمین۔

اللہ تعالیٰ حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی اس تمنا کو بھی جو اپنے مدرسہ کے ابقاء کے لئے وصیت مذکورہ ۲۷ میں ظاہر فرمائی ہے بعینہ پورا فرمائے جس کی ان شاء اللہ تعالیٰ قوی امید ہے۔ حق تعالیٰ ببرکت حضرت والا جناب مہتمم صاحب کی جو سب وصایا کے وصی ہیں اور نہایت مستعدی اور سلیقہ سے اور بالکل حضرت اقدسؒ ہی کے طرز اور مذاق کے مطابق ساری وصایا کو جس میں مدرسہ کی وصیت بھی خاص طور سے شامل ہے پورا فرما رہے ہیں ہمیشہ اعانت فرماتے رہیں اور جو مختلف نہایت مفید اور اہم خدمات دینیہ اور اس مدرسہ سے ہوتی رہی ہیں ان کو حسن وخوبی کے ساتھ جاری رکھیں، بالخصوص تصنیف وتالیف، افتاء اور دعوۃ الحق یعنی تبلیغ کے کام کے لئے غیب سے سامان فرما دیں اور فرماتے رہیں۔ آمین ثم آمین۔

تعزیت

اکثر صاحبوں نے یہی کہا ہے اور بالکل سچ کہا ہے کہ کون کس کی تسلی وتعزیت کرے ساری امت احمدیہ (علی صاحبھا الصلوٰۃ والتحیہ) کا حادثہ ہے۔ ساری امت محمدیہ ہی محتاج تعزیت ہے۔ گویا ہر ایک دوسرے سے بزبان حال یہی کہہ رہا ہے ؎ نال بلبل اگر

www.ahlehaq.org

بامنت سر یاری ست + کہ مادو عاشق زاریم وکار ما زاری ست اور ؎

کوئی مزا مزا نہیں، کوئی خوشی خوشی نہیں تیرے بغیر زندگی موت ہے زندگی نہیں

ایسے موقع پر سب سے زیادہ تسلی بخش یہ امر ہے کہ جب ہمارے سرکار محبوب پروردگار، سارے نبیوں کے سردار حضرت احمد مختار صلی اللہ علیہ وآلہ الاطہار ہی دنیا میں نہ رہے تو پھر اور کون رہ سکتا ہے۔ بقول احقر ؎

نہ کوئی رہا ہے نہ کوئی رہے گا رہے گا تو ذکرِ نکوئی رہے گا

لیکن اطمینان یہ ہے کہ الحمد للہ جس کام کے لئے حق تعالیٰ نے حضرت اقدس کو اس دنیا میں بھیجا تھا یعنی تجدید وتوضیح دین اس کو بعون اللہ تعالیٰ حضرت پوری طرح انجام دے کر تشریف لے گئے ہیں اور ہمارے لئے راہ نجات کو بالکل بے غبار اور ہموار فرما کر ہم سے جدا ہوئے ہیں، میرے نزدیک اب حضرت کا ادائے حق یہی ہے کہ حضرت اقدس کی تعلیمات و ہدایات پر ہم پہلے سے بھی زیادہ عمل پیرا ہوں تاکہ صدقہ جاریہ کے طور پر حضرت اقدس کو برابر ثواب پہنچارہے کیونکہ اس سے بڑھ کر حضرت کے لئے ایصال ثواب کی بھی اور کونسی صورت ہوسکتی ہے۔ نیز ان شاء اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے ہم اپنی اپنی حیثیت کے موافق کسی درجہ میں حضرت اقدس کی معیت دائمہ فی الجنہ کے بھی اہل ہوسکیں گے اور اس طرح بیک کرشمہ دوکار کے مصداق ہوجائیں گے۔

آج ہی حضرت اقدس کے ایک خدمت گزار خادم نے اپنا خواب بیان کیا کہ حضرت اقدس مع حضرت حاجی صاحب مہاجر مکی، حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس اللہ اسرارہم تشریف فرما ہیں، ان کے استفسار پر حضرت اقدسؒ نے ان سب حضرات کا تعارف کرایا اور فرمایا کہ تم یہاں بھی میرے پاس ہی رہوگے، میری غلامی میں رہوگے۔ اھ

اللہ تعالیٰ یہ دولت ان کو بھی اور ہم سب خدام کو بھی نصیب فرمائے جس کی سب سے زیادہ مؤثر صورت وہی ہے جو اوپر عرض کی گئی یعنی اتباع اللہ تعالیٰ توفیق نیک بخشے۔ آمین

باقی رہا صبر سو یہ بتدریج خود ہی اللہ تعالیٰ میسر فرمادیتے ہیں۔ جیسا کہ ایک صاحب

www.ahlehaq.org

نے اپنے صاحبزادہ کے فوت ہونے پر حضرت اقدس کو لکھا کہ حق تعالیٰ کے حاکم اور حکیم ہونے کا یقین ہے لیکن دل کا قرار اٹھ گیا ہے کوئی علاج ارشاد فرمائیں جس سے دل کو قرار ہو۔ حضرت اقدس نے تحریر فرمایا کہ قرار طبعی کی کوئی تدبیر نہیں تدریجاً وہ خود ہی ہو جاتا ہے اور قرار عقلی کا علاج وہی حاکم اور حکیم ہونے کا مراقبہ ہے اھ۔ یہ تو حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کا تحریر فرمایا ہوا مجمل تعزیت نامہ تھا۔ اب ایک مفصل تعزیت نامہ ملاحظہ ہو۔

احقر اس حادثہ جان کاہ کے واقع ہونے پر احباب سے یہ عرض کیا کرتا تھا کہ اس موقعہ پر بھی ہماری تسلی کے لئے حضرت اقدس ہی کی ضرورت تھی جیسا حضرت اقدس کا عنوان تسلی موجب تسلی ہوتا وہ اور کسی کا تھوڑا ہی ہوسکتا ہے۔ لیکن وہ اب کہاں میسر حسن اتفاق دیکھئے کہ خود حضرت اقدس کے دست مبارک کا لکھا ہوا ایک مفصل اور نہایت تسلی بخش تعزیت نامہ گیارہ برس پہلے کا لکھا ہوا ایک صاحب نے بھیج دیا جو حضرت اقدسؒ کے مجاز صحبت بھی ہیں اور اہل برادری میں سے بھی ہیں وہ اس زمانہ میں لندن میں تعلیم پا رہے تھے کہ ان کے والد ماجد کا یہاں وطن میں انتقال ہو گیا۔ یہ گویا غیب سے اللہ تعالیٰ نے خود حضرت اقدسؒ کا مضمون تعزیت ہم غم زدہ خدام کی تسلی کے لئے بھجوا دیا جس کو گھر گھر پڑھا گیا متعدد نقلیں لی گئیں اور باہر بھیجی گئیں۔ اتنی مقبولیت دیکھ کر مکتوب الیہ صاحب کو اس کی ضرورت محسوس ہوئی کہ مزید تسلی و اطمینان کے لئے اس کا عکس لے کر بلاک تیار کرالیا جائے، چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے۔ اس تعزیت نامہ کی نقل اور منجانب مکتوب الیہ صاحب اس کا عکس بھی ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے امید ہے کہ اس کا مضمون نہایت سبق آموز اور تسلی بخش ہوگا۔ نیز خود حضرت اقدسؒ نے جس بے تعلقی اور بے رغبتی سے اس سرائے فانی میں زندگی بسر فرمائی اسکو بھی ظاہر کردے گا۔ علاوہ بریں حضرت اقدسؒ کے حکیم الامت ہونے کی شان بھی نمایاں ہو جائے گی کہ کس حسن و لطافت سے اور کس موقع و محل کی ضرورت کے موافق تعزیت فرمائی۔ ورنہ اتنی دور پردیس میں نہ معلوم ان پر اس صدمہ کا کتنا اثر ہوتا اور وہ کہیں گھبرا کر وہاں سے قبل از فراغ ہی نہ چلے آتے یا اتنا لمبا سفر آمد و رفت کا بصرف زر کثیر نہ کر بیٹھتے۔ اب پہلے نقل ملاحظہ ہو پھر عکس کے کتاب کے ختم پر از اشرف علی عفی عنہ۔

www.ahlehaq.org

عزیزم سلمہ السلام علیکم کئی روز ہوئے میں مدرسہ کو آ رہا تھا، راستہ میں حافظ اعجاز کا چھوٹا بچہ مل گیا میں نے چھیڑ کے طور پر اس کو کچھ کہہ دیا، وہ بولا اللہ کرے بڑے ابا مر جاویں، اس وقت میں نے غور کیا کہ اس کلمہ کا مجھ پر کیا اثر ہوا سو الحمدللہ یہ محسوس ہوا کہ جیسے کوئی مسافر گھر کا عیش و آرام چھوڑ کر کسی ضرورت سے سفر میں ہو جہاں اس کو ہر طرح کی کلفت کا ہر وقت سامنا ہو اور کوئی شخص اس کو کہے خدا کرے تو اپنے گھر پہنچ جاوے۔ یہ کہنے والا خواہ کسی نیت سے کہے۔ لیکن اس سننے والے پر اس کا کیا اثر ہوگا۔ ظاہر ہے کہ خوش ہوگا کہ اس نے مجھ کو بہت اچھی دعا دی اور اگر اس نے بددعا کے قصد سے کہا ہوگا تو اس خوشی کے ساتھ اس کو تعجب بھی ہوگا کہ عجیب بے وقوف ہے کہ دعا کو بددعا سمجھ رہا ہے۔ بس بحمدللہ تعالیٰ وہی اثر اس وقت مجھ پر ہوا اور میں ہنسا کہ اس نے تو اپنے نزدیک انتہاء درجہ کی بددعا تجویز کی ہوگی مگر وہ واقع میں دعا ہے۔ تو یہ اثر جو مجھ پر ہوا یہ نتیجہ کس چیز کا تھا۔ صرف بزرگوں کی صحبت سے جو عقل و دین عطا ہوا تھا صرف اس کا اثر تھا۔ ورنہ طبعاً تو ایسی دعا سب ہی کو ناگوار اور گراں ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے دولتِ عقل و دین اس لئے عطا فرمائی ہے کہ ایسے مواقع میں ان دونوں کو طبیعت پر غالب رکھے۔ خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ آنعزیز کو اللہ تعالیٰ نے دین بھی دیا، عقل بھی دی اور اہل اللہ کی صحبت بھی میسر آئی جس سے ان دونوں حالتوں میں کافی قوت اور اضافہ ہوگیا۔ تو اگر کوئی ایسا موقع ہو تو ضرور اپنے دین اور عقل کو طبیعت پر غالب رکھو گے۔ اب ایسے موقع کی اطلاع دیتا ہوں۔

آنعزیز کے والد ماجد جو طویل مدت سے علیل تھے اور جن کی علالت کی اطلاع گھر سے آنعزیز کو ملتی رہی۔ پس اس دار المشقۃ مسافر خانہ بلکہ برخار دشت کو چھوڑ کر اپنے آرامگاہ وطن اصلی آخرۃ کو روانہ ہو گئے۔ جس سے طبعاً آنعزیز متاثر ہوں گے اور یہ تاثر نہ عقلاً مذموم ہے نہ شرعاً۔ بلکہ علامت ہے محبت و تراحم کی جو کہ ہر مسلمان کے لئے ہر مسلمان پر حق ہے، خصوص جس سے زیادہ تعلقات ہوں۔ خصوص سرپرست اور مربی کے لئے۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی مطلوب ہے کہ عقل و دین کو طبیعت پر غالب رکھ کر راضی برضا اور مفوض بالقضا ہوں، نہ جزع فزع کریں نہ حدود سے متجاوز ہوں، دل پر قابو حاصل کر کے مرحوم کے

www.ahlehaq.org

ایصال ثواب سے مدد پہنچاویں۔ خواہ عبادت بدنیہ نوافل وتلاوتِ قرآن سے خواہ صدقہ مالیہ سے، جس قدر اور جس طریق سے سہل ہو۔ ممکن ہے کہ واقعہ قلب پر زیادہ اثر نہ کرے مگر ان کی فکر نجات طبیعت کو مشوش کرے۔ سو اس کے متعلق یہ بھی واقعہ ہے کہ مرحوم اگرچہ اعمال میں آزاد تھے لیکن عقائد و جذبات و ملکات اور سب کو نفع رسانی خصوص اہل دین کی عظمت و احترام کی رعایت اور ترحم و ہمدردی وغیرہ وغیرہ۔ یہ ایسے امور ان میں تھے جو حق تعالیٰ کی رحمت کو متوجہ کرنے والے ہیں۔ پھر خود بیماری کی تکالیف بھی بروئے حدیث گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے اور اس سب سے قطع نظر اب ثواب بخشنے سے وہی نفع ہو سکتا ہے جو اعمال سے ہوتا۔ سو یہ زندوں کے ہاتھ میں ہے۔

غرض صبر جمیل سے کام لیں اور صبر ہی کا تتمہ یہ بھی ہے کہ محض اس واقعہ سے متاثر ہو کر اپنا نظام عمل نہ بدلیں کہ اپنا نقصان کرنے سے ان کو یا کسی کو نفع نہیں پہنچ سکتا تو ایسے فعل عبث سے کیا فائدہ۔ بس اپنا کام پورا کر کے وہاں سے آویں جیسا پہلے سے تجویز کر رکھا ہے اب دعا پر ختم کرتا ہوں۔

از تھانہ بھون ۶ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ

نوٹ: اس والا نامہ کا عکس سامنے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں

www.ahlehaq.org

نقل والا نامہ عکسی حکیم الامت حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ

www.ahlehaq.org

خاتمۃ الخاتمہ یعنی التماس اخیر

یہ افسانہ گو بے ربط سہی لیکن بمصداق ع درد جس پہلو سے اُلٹو درد ہے + اظہار واقعات وحالات وفات حسرت آیات کے لئے کافی ووافی ہی نہیں بلکہ ان شاء اللہ تعالیٰ شافی بھی ہے۔ رہی بے ربطی سواس کو بھی اہل شوق ان شاء اللہ تعالیٰ اس کا مصداق پائیں گے۔

قباوا کردهٔ وکاکل پریشاں کرده می آید ‌ ‌ ‌ ببیں ایں بے سروساماں چہ ساماں کرده مے آید

اور کہیں گے ع بگڑنے میں بھی زلف اس کی بنا کی + اور جو اعلیٰ ذوق رکھنے والے ہیں ان کے لئے بھی اس میں مواد کافی موجود ہے اس کو وہ اپنے طور پر مرتب فرما کر باقاعدہ تصنیف کی صورت میں لے آئیں تاکہ خواص کے لئے بھی کارآمد چیز تیار ہو جائے یہی اشرف السوانح میں بھی عرض کیا گیا تھا۔ باقی میں تو مجذوب ہوں مصنف نہیں، جذبات تو رکھتا ہوں ان کو موزوں صورت میں پیش کرنے کا سلیقہ نہیں۔ بقول خود۔

جذبات تو رکھتا ہوں مگر لحن نہیں ہے ‌ ‌ ‌ رولیتا ہوں، ہنس لیتا ہوں، گایا نہیں جاتا

کیا کہوں دل کا کسی سے قصہ آوارگی ‌ ‌ ‌ کوئی بھی بے ربط ہوتی ہے کہانی اس قدر

مگر ہیں سب باتیں وہی جو حضرت اقدس سے سنی ہیں کیونکہ

ع رہا ہوں میں شریک حلقہ پیر مغاں برسوں

وہی باتیں تو مجذوب اپنی بزم میں بھی سناتا ہے ‌ ‌ ‌ ذرا سنبھلے ہوئے لفظوں میں جو تونی کہیں ساقی

اس الجھی ہوئی داستان غم سے جو پیش نظر ہے ناظرین نے یہ بھی دیکھ لیا ہوگا کہ حضرت اقدسؒ کی حیات وممات دونوں کس شان کی تھیں یہ گویا ہم سب کے لئے نمونہ حق تعالیٰ نے دکھلا دیا کہ حیات ہو تو ایسی ہو اور ممات ہو تو ایسی۔ اللہ تعالیٰ ایسی حیات اور ایسی ممات سب کو نصیب فرمائے۔ حسن اتفاق سے احقر نے اسی کا ایک مصرعہ بنایا ع نصیب سب کو ہو یا الٰہی حیات ایسی ممات ایسی + تو اس میں تھوڑے سے تغیر سے تاریخ وفات نکل آئی۔ وہ مصرعہ تاریخی مصرعہ کی صورت میں آکر یہ ہوگا ع نصیب ہو سب کو اب الٰہی حیات ایسی، ممات ایسی + بجائے یا الٰہی کے اب الٰہی کرنا پڑا۔ ''اب'' اس واسطے بھی موزوں ہے کہ حضرت نمونہ پیش کر ہی چکے ہیں۔ اب سب کو ایسی حیات اور ایسی ممات نصیب ہو سکتی ہے۔ اس مصرعہ تاریخیہ پر جو اشعار لکھے ہیں وہ وفات نامہ منظوم میں آگے آتے ہیں۔ جب حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی مجموعی حالت پر نظر کرتا ہوں اور جو کچھ لکھا گیا ہے اس کو دیکھتا ہوں تو اپنا یہ شعر صادق آتا ہے۔

زباں بے دل ہے اور دل بے زباں ہے ہائے مجبوری ‌ ‌ ‌ بیاں میں کس طرح وہ آئے جو دل پر گزرتی ہے

اور بوجہ طبیعت میں شعریت ہونے کے یہ اشعار ذہن میں آنے لگتے ہیں۔

www.ahlehaq.org

ہزاروں حسرتیں ایسی کہ ہر حسرت پہ دَم نکلے | بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے
دامان نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار | گلچین بہار تو زداماں گلہ دارد
نہ حسنش غایتے وارد نہ سعدی راسخن پایاں | بمیر و تشنہ مستقی و دریا ہمچناں باقی
خوبی ہمی کرشمہ و ناز و خرام نیست | بسیار شیوہاست بتاں راکہ نام نیست
تیری صورت سے نہیں ملتی کسی کی صورت | ہم جہاں میں تری تصویر لئے پھرتے ہیں
ڈھلا سارا بدن سانچے میں گویا | نہیں اُترا ہوا ظالم کہیں سے
زفرق تابقدم ہر کجا کہ مے نگرم | کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا اینجاست
کب کوئی ثانی ہے تیرا لاجواب ایسا تو ہو | چن لیا لاکھوں میں تجھ کوانتخاب ایسا تو ہو
جس طرح چاند سارے ستاروں میں ایک ہے | ویسے ہی میرا شیخ ہزاروں میں ایک ہے
کہیں نہ دیکھا کہیں نہ پایا جمال ایسا کمال ایسا | دکھائے کوئی اگر ہو دعویٰ جمال ایسا کمال ایسا

ع جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی
ع تسلی داد ہر یک رابرنگے
محفل میں تیری سب کے ارمان نکل رہے ہیں
سالک اُبل رہے ہیں، مجذوب اُچھل رہے ہیں

اور واقعی عجیب وغریب ہمہ گیر اور جامع ذات تھی، جو ہزاروں مختلف الحال اور مختلف الخیال لوگوں کو ایک رسی میں جکڑے ہوئے تھی۔ بمصداق **واعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعاً ولا تفرقوا**۔ ہر طبقہ کے بڑے سے لے کر چھوٹے تک یکساں گرویدہ تھے۔ سب حاضر ہوتے اور بے حد متاثر ہو کر جاتے۔ بڑے بڑے لیڈر بھی باوجود سیاسی اختلاف کے حاضر ہوئے اور بہت متاثر ہو کر گئے۔ بڑے رؤسا، ذی وجاہت نواب وانگریزی داں عہدیدار نہایت نیاز مندی سے شرف دست بوسی حاصل کرنے آتے اور نہایت مطمئن ومسرور جاتے۔ حضرت خود فرماتے تھے کہ جب کسی سے میں دو چار باتیں کر لیتا ہوں تو ایسا اثر ہوتا ہے جیسے اس کا دل میری مٹھی میں آ گیا ہو یہ بھی فرمایا کہ جب کوئی طالب آتا ہے تو دو چار باتوں میں اس کا مرض اور اس کا علاج سب بفضلہٖ تعالیٰ ذہن میں آ جاتا ہے۔ زندہ دل اور متین دونوں اپنے اپنے رنگ پر

www.ahlehaq.org

حضرت اقدس کو سمجھتے۔ حالانکہ حضرت کا رنگ سب سے الگ تھا۔

ہر سکے از ظن خود شد یارِ من　　　وز درونِ من بخست اسرارِ من

ہر ایک کے ساتھ اس کے مذاق کے مطابق اور اس کے رنگ طبیعت کے مناسب برتاؤ فرماتے تھے۔ خود فرماتے تھے کہ میں سب کو ایک لکڑی نہیں ہانکتا۔ اھ۔ یکساں حالت میں بھی حضرت اقدسؒ کے مختلف برتاؤ اسی بناء پر تھے کہ خصوصیت مزاج پر حضرت کی بہت نظر تھی۔ عموماً شیخ کے خط میں اشعار لکھنے کی ممانعت تھی کیونکہ یہ سُوءِ ادب ہے لیکن بعض اہل ذوق شوق نے یہ بھی کیا اور ان کے جذبات کی رعایت سے اس کو گوارا فرمالیا چنانچہ جناب قاضی محمد مکرم صاحب جو اہل برادری میں سے ہیں اور شاعر بھی ہیں۔ عرصہ سے درخواست بیعت کر رہے تھے لیکن چونکہ عزیزوں کو حضرت عموماً بیعت کرنے میں اس لئے ذرا تامل فرماتے تھے کہ عزیزوں سے جو برتاؤ ہوتا ہے اس میں پورا احتساب کیا جاوے تو تعلق قرابت کے خلاف ہوتا ہے اور نہ کیا جاوے تو خیانت ہوتی ہے اس لئے ٹالتے رہے لیکن ایک مرتبہ قاضی صاحب اپنی جائے ملازمت سے محض اسی غرض سے حاضر ہوئے اور راستہ میں اشعار لکھے جو بوجہ اچھے ہونے کے ہدیہ ناظرین ہیں۔

مُرَبَّع

(از قاضی محمد مکرم صاحب تھانوی پنشنر تحصیلدار ریاست بھوپال)

تصویرِ اشتیاق بنا جا رہا ہوں میں　　　یوں جا رہا ہوں جیسے کھنچا جا رہا ہوں میں

مدہوش ہر قدم پہ ہوا جا رہا ہوں میں　　　آج ان کی بزمِ ناز میں کیا جا رہا ہوں میں

وہ تیر جستہ ہوں جسے پھیرا نہ جا سکے　　　وہ عمر رفتہ ہوں جسے کوئی نہ پا سکے

وہ لمحہ حیات ہوں جو پھر نہ آ سکے　　　وقت عزیز ہوں کہ چلا جا رہا ہوں میں

تھم تھم کہ ہو رہا ہے جو یوں ہر طرف حجاب　　　مقصود ہے کہ ہو مرا نظارہ کامیاب

رہ رہ کر اُٹھ رہا ہے جو وہ گوشۂ نقاب　　　مانوسِ تابِ دید کیا جا رہا ہوں میں

چتون میں شوخیاں ہیں، ادائیں شریر ہیں　　　آنکھوں میں بجلیاں ہیں نگاہوں میں تیر ہیں

www.ahlehaq.org

www.ahlehaq.org

ان کی نوازشیں تو ترقی پذیر ہیں
یہ اور بات ہے کہ مٹا جارہاہوں میں
اک کامیاب شعبدہ ایک غمزۂ حریف
ہاں اک کرشمہ ایک نگاہِ ستم ظریف
اک گردشِ خفیف بس ایک جنبش لطیف
ای چشم سحرکار بچا جارہا ہوں میں
خود داریاں گھٹاؤں جہاں تک گھٹا سکوں
افتادگی بڑھاؤں جہاں تک بڑھا سکوں
شاید تری نگاہ میں یوں کچھ سما سکوں
اپنی نظر سے آپ گرا جارہا ہوں میں
بحرِ فنا ہے اور مری کشتی حیات
بربادیوں کا نام جہاں ساحل نجات
اے ناخدائے وقت یہ دنیائے حادثات
اک سیل ہے کہ جس میں بہا جارہاہوں میں

اب کی بار بجائے زبانی درخواست بیعت کرنے کے یہی اشعار لکھ کر حضرت اقدس کی خدمت مبارک میں پیش کر دیئے۔ حضرت کے نکتہ رس نظر نے فوراً اس حسن طلب کو معلوم کرلیا حالانکہ ان میں کہیں بیعت کی صراحت نہیں اور فرمایا کہ آپ تو بہت ہی اصرار کرتے ہیں اچھا بعد عصر مکان پر آجایئے گا وہاں بیعت کرلوں گا۔ گھر پر اس لئے بلایا کہ کسی اور عزیز کو معلوم نہ ہو کیونکہ عموماً عزیزوں سے انکار فرمادیا کرتے تھے۔

غرض بفحوائے طوق الوصول الیٰ اللّٰہ بعدد انفاس الخلائق ۔یعنی اللہ تک پہنچنے کے راستے خلائق کی سانسوں کی تعداد کے برابر ہیں۔حضرت اقدس کا بھی معاملہ ہر طالب کے ساتھ جدا تھا لیکن اتنا دلپذیر تھا کہ باوجود اکثر احوال میں اصلاحی تنبیہ وتہدید اور زجر وتوبیخ ہوتے رہنے کے ہر خادم آخر وقت تک دل وجان سے نثار رہا اور اب بھی روتے روتے گویا جان دے دیتا ہے۔

حضرت اقدسؒ کی شان سیاست پر گویا نکتہ چینی کرتے ہوئے نرمی برتنے کی تائید میں یہ آیت پڑھی۔ولو کنت فظاً غلیظ القلب لا نفضوا من حولک۔فوراً فرمایا کہ یہ تو میرے موافق ہے۔ یہاں بفضلہٖ تعالیٰ انفضاض نہیں ہے باوجود میرے سیاست کے برتاؤ کے پھر بھی لوگ مجھ سے لپٹے رہتے ہیں اس سے بروئے آیۃ یہ معلوم ہوا کہ میں غلیظ القلب نہیں ہوں ورنہ انفضاض بھی ہوتا اس کے انفکاک سے غلظتِ قلب کا بھی انفکاک لازم آ گیا۔واقعی حضرت اقدسؒ جس پر ناراض ہوتے یا نکالتے برابر اس کو یاد فرما فرما کر اس

www.ahlehaq.org

کا تذکرہ فرماتے رہتے اور اظہار افسوس بھی کرتے رہتے بقول احقر ؎

کوئی جا کر کہے غم کس لئے مہجور کرتے ہیں
وہ دل سے پاس رکھتے ہیں نظر سے دور کرتے ہیں

محض تنبیہاً سیاست جاری فرماتے ورنہ دل سے ہمیشہ متوجہ رہتے بلکہ بعد کو پہلے سے زیادہ شفقت بڑھ جاتی جس کو احقر نے یوں لکھا تھا ؎ منبع صد کرم ترا لطف بھرا عتاب تھا۔ سارے تعلقات کا وہ ہی تو فتح باب تھا+

زبان سے وہ کچھ ہی کہے جائیں مجھ کو نگہ دے رہی ہے پیام محبت

عین عتاب کے وقت اور اس کے بعد حضرت اقدسؒ معتوب کو اس طرح دیکھتے جاتے اور قلب کی طرف بھی متوجہ ہوتے جاتے جیسے اس حالت میں بھی اس کو برابر فیض پہنچا رہے ہیں جس کا اہل حس کو نمایاں اثر محسوس بھی ہوتا تھا۔

غرض ہر ایک کو یہی کہتے ہوئے سنا اور یہی محسوس کرتے ہوئے دیکھا کہ حضرت اقدس کو مجھ سے زیادہ شاید کسی اور پر شفقت ہو، کیوں نہ ہو خود حضرت اقدس فرماتے تھے کہ مجھے اپنے سب احباب سے عشق ہے لیکن انہی کی مصلحت کی بناء پر ظاہر نہیں ہونے دیتا۔ یہ اسی کا اثر ہے بعض ادنیٰ ادنیٰ خادموں کی کسی خاص مسرت پر مسرور ہوتے ہوئے دیکھے گئے کہ جیسے خاص اپنا ہی معاملہ ہو یا اپنے کسی خاص محبوب عزیز قریب کا، بعض خادموں کا، بعض خاص الخاص اعزہ سے برسوں غلط فہمیوں کی بناء پر اختلاف رہا لیکن کبھی ذرہ برابر قلب پر میل نہ آنے دیا۔ اور ہمیشہ نہایت بشاشت اور ہمدردی کے ساتھ پیش آتے رہے یہاں تک کہ غلط فہمیاں دور ہو گئیں۔ غرض اخلاقاً بھی حضرت اقدس ایک مکمل انسان کا نمونہ تھے۔ علماء وفضلاء کی بے حد عزت واحترام فرماتے تھے۔ ایک فاضل کے ہدیہ کو آخری دنوں میں آنکھوں سے لگایا، مہمان اپنا ہی رکھا، فرمایا جب چاہے اور جس وقت چاہے میرے پاس آجایا کیجئے آپ کے لئے کوئی قید نہیں، کھانے کے بارہ میں فرمایا کہ مذاق کے موافق نہ ہو تو معاف فرمایئے گا میں معافی کا خواستگار نہیں مستحق ہوں۔ اس ضعف ونقاہت میں بھی اتنا خیال اکرام کا حق ادا فرما دیا۔

چونکہ ہر طالب کی تربیت اس کے مذاق کے موافق فرماتے تھے اسی وجہ سے بے حد نفع

www.ahlehaq.org

ہوتا تھا اور بہت جلد نفع ہوتا تھا۔ خود احقر سے ایک بار فرمایا کہ جو نفع اوروں کے یہاں برسوں کے مجاہدوں میں حاصل ہوتا ہے وہ بوجہ مقبولیت سلسلہ حضرت حاجی صاحب کے یہاں ہفتوں میں حاصل ہو جاتا ہے۔

اپنی ہر نعمت کو ہمیشہ حضرت حاجی صاحب ہی کی جوتیوں کی برکت فرماتے رہے۔ اپنی طرف کبھی منسوب نہ فرمایا، یہاں تک کہ وفات سے ایک دن قبل بھی یہی فرماتے رہے، یہ بھی بارہا فرمایا کہ جب حضرت حاجی صاحب کا ذرا سا بھی ذکر آ جاتا ہے تو میں اپنے حواس میں نہیں رہتا مجھ پر تو گزرتی ہے گو دوسروں کو اس کی خبر نہ ہو۔ احقر عرض کرتا ہے کہ جس شوق وذوق سے دیر دیر تک حضرت اقدسؒ حضرت حاجی صاحبؒ کا ذکر فرماتے رہتے تھے اس سے دوسروں کو بھی ایک حد تک اس کیفیت کا احساس ہو ہی جاتا تھا۔

غرض حبِ شیخ کا وہ درجہ حضرت کو حاصل تھا کہ فنا فی الشیخ کہتے ہیں جس کو حضرت کلید سعادت فرمایا کرتے تھے جبھی تو یہ دولتیں نصیب ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی یہ درجہ اب بطفیل حضرت اقدس نصیب فرماوے۔ آمین یا رب العالمین۔

حضرت فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ جس کے اندر دو چیزیں ہیں اتباع سنت اور حبِ شیخ اس کو سب کچھ حاصل ہے۔ ان دونوں چیزوں کے ہوتے ہوئے اگر ظلمات بھی اس کو نظر آتے ہوں تو وہ بھی سب انوار ہیں اور ان میں سے کسی میں کمی ہے تو پھر اگر انوار بھی نظر آتے ہوں تو وہ بھی سب ظلمات ہیں، اللہ تعالیٰ یہ دونوں دولتیں علی وجہ الکمال ہم سب خدام کو حضرت اقدسؒ کی تعلیمات وہدایات کی برکت سے عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین یا رب العلمین۔

مشورہ نیک

حضرت اقدس کے خدام عموماً سخت حیران وپریشان دیکھے گئے کہ اب کیا کریں، کہاں جائیں، ان کی یہ حیرانی وپریشانی بالکل بجا ہے کیونکہ ان کی آنکھوں نے تو ایک ایسے شیخ اکمل الکاملین کو دیکھا ہے جو کہیں صدیوں کے بعد پیدا کیا جاتا ہے، وہ اب کہاں نصیب، ایسی حالت میں بھلا کوئی دوسرا اس کی نظر میں بچ سکتا ہے اور کیونکہ بچ سکتا ہے بمجوائے

www.ahlehaq.org

؎ ہمہ شہر پُر خوباں من و خیال و ما ہے چکنم کہ چشم یک بیں نہ کند بکس نگاہے

چونکہ ابھی ابھی آفتاب غروب ہوا ہے اس لئے ٹمٹماتے ہوئے چراغ ایسے نظر آرہے ہیں جیسے جل ہی نہیں رہے ہیں لیکن کچھ عرصہ کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ یہی چمک اُٹھیں گے۔ جیسے خود حضرت اقدس اسی قسم کے تذکرہ پر فرمایا کرتے تھے کہ اس وقت بڑوں کے سامنے چھوٹے چھوٹے نظر آرہے ہیں لیکن بعد کو یہی چمکیں گے اور بڑے نظر آنے لگیں گے اور انہی سے حق تعالیٰ دین کا کام لیں گے۔ ہمیشہ سے عادت اللہ یہی جاری ہے گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے۔

ایک خلیفہ خاص کے تذکرہ پر جوش میں آکر یہاں تک فرمایا کہ جب بفضلہ تعالیٰ میں نے ایسے ایسے لوگ چھوڑے ہیں تو اب مجھے مرنے کا بھی غم نہیں۔ بہرحال اب وہ بات تو کہاں کیونکہ ع چراغ مُردہ کجا شمع آفتاب کجا + لیکن؎

چونکہ شد خورشید و مارا کرد داغ چارہ نبود درمقامش جز چراغ

غرض اب تو سوائے اس کے کوئی صورت نہیں کہ ان ٹمٹماتے ہوئے چراغوں ہی سے اپنا کام نکالا جائے اور اگر طالبین میں استعداد کامل ہوں گی تو وہ فیض بھی کامل حاصل کرسکیں گے اور ان ٹمٹماتے ہوئے چراغوں ہی سے مشعلیں بھی روشن کی جاسکیں گی۔ اور حضرت اقدس نے تو بہت پہلے سے اس کا بڑا اہتمام فرمایا ہے کہ میرے نہ رہنے سے دفعۃً دین کے کام نہ رکیں برابر چلتے رہیں۔ چنانچہ طالبین کو تربیت کے لئے خلفاء سے رجوع کرنے کی ہدایت فرمادیا کرتے تھے، فتوؤں کو دیوبند اور سہارنپور بھیجنے کے لئے تحریر فرمادیتے تھے کہ وہاں سے پوچھو اور اس کی یہی وجہ بیان فرماتے تھے کہ دین کا کام ایک شخص پر منحصر نہ ہونا چاہیے تاکہ اس کے نہ رہنے پر دین کا کام ایک ساتھ نہ رک جائے بلکہ بدستور جاری رہے، چنانچہ طالبین کی آمد و شد بھی بہ نسبت سابق کے بہت کم ہوگئی تھی۔

غرض حضرت اقدس بحمداللہ تعالیٰ دین کے معاملہ میں کوئی حالت منتظرہ ہم لوگوں کے لئے کہیں چھوڑ گئے مکمل ہدایات ہر قسم کی ہر امر دین کے متعلق بفضلہ تعالیٰ حضرت اقدس کی تصانیف میں موجود ہیں۔ چنانچہ اس خفی کیدِ نفس پر بھی مطلع فرماگئے ہیں کہ بعض طالبین کو مجازین سے رجوع کرنا اس لئے گوارا نہیں ہوتا کہ ہم چھوٹوں سے کیوں رجوع کریں۔ حالانکہ چھوٹا اگر

www.ahlehaq.org

بالفرض زیادہ کامل نہ بھی ہوا تو اگر سلسلہ صحیح ہے تو اس کو کہیں نہ کہیں سے فیض ضرور پہنچے گا اور اس کا کام بن جائے گا، اگر وہ خود کامل نہیں اس سے اوپر والا تو کامل ہوگا، اگر وہ بھی نہیں تو اس سے اوپر والا علی ہذا۔ اور یہاں تو بفضلہٖ تعالیٰ ایک ہی کے بعد دوسرا کامل بلکہ راس الکاملین موجود ہے یہاں تو قریب ہی سے کام نکل جائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ بہرحال مایوس ہونے کی کوئی وجہ نہیں، طالبین جس سے مناسبت دیکھیں رجوع کریں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ محروم نہ رہیں گے اور عدم واقفیت کی صورت میں بھی خود حضرت اقدسؒ یہ تدبیر ارشاد فرما گئے ہیں کہ چند خلفاء کو اپنے حالات لکھیں جس کے جواب سے زیادہ تسلی ہو ان سے توکلاً علی اللہ رجوع کرلیں۔

احقر عرض کرتا ہے کہ اگر ایک بار میں تسلی نہ ہو تو چند بار چند صاحبوں کو مختلف حالات لکھتے رہیں کچھ عرصہ میں ان شاء اللہ تعالیٰ مناسبت کا پتہ چل جائے گا اور مناسب ٹھکانا متعین ہو جائے گا۔ پھر بس اسی سے اپنی اصلاح کراتے رہیں۔ لیکن بہرحال حضرت اقدس کی تصانیف کا مطالعہ مثل وظیفہ کے اپنے اوپر لازم کرلیں۔ کیونکہ حضرت اقدس فرمایا کرتے تھے کہ چاہے دو ورق ہی ہوں لیکن مثل وظیفہ کے روزانہ مطالعہ ہونا چاہیے اس سے بہت نفع ہوتا ہے اور تجدید ہوتی رہتی ہے۔ بالخصوص اب حضرت اقدسؒ کے بعد تو حضرت کے فیوض و برکات اور تعلیمات و ہدایات تو تصانیف ہی سے حاصل کی جاسکتی ہیں۔

چونکہ گل رفت و گلستان شد خراب　　　بوئے گل را از کہ جوئیم از گلاب

معاصی سے اجتناب کی اور مباحات میں سے کثرت کلام اور کثرت اختلاط مع الانام سے احتراز کی حضرت بہت تاکید فرماتے رہتے تھے یہاں تک کہ وصایا میں بھی ان الفاظ کو داخل فرما دیا ہے۔ حضرت اقدسؒ تو اپنی بعض کتابوں مثلاً اشرف السوانح کے متعلق یہ فرماتے تھے کہ کسی کو اپنا مصلح بنالے اور یہ کتابیں مطالعہ اور عمل میں رکھے بس ان شاء اللہ تعالیٰ وصول الی اللہ کے لئے بالکل کافی ہے، کاملین کی صحبت میسر نہ ہونے کی صورت میں ان کے کلام کے مطالعہ کی ضرورت پر حضرت یہ شعر پڑھ دیا کرتے تھے۔

دریں زمانہ رفیقے کہ خالی از خلل است　　　صراحی می ناب و سفینہ غزل است

بس اب یہی ہم لوگ کریں کہ حضرت اقدسؒ کی سب کتابوں کو التزاماً مطالعہ و عمل میں

www.ahlehaq.org

رکھیں ان میں سب کچھ موجود ہے حضرت کوئی کسر نہیں چھوڑ گئے، دین کے راستہ کو بالکل صاف و بے غبار و سہل فرما گئے ہیں۔ بقول احقر ؂

اتنا کیا ہے آپ نے آساں طریق کو کہہ سکتے ہیں کہ راہ کو منزل بنا دیا

چنانچہ ایک صالح نے حضرت اقدسؒ کو خواب میں یہ فرماتے سنا کہ میں نے سب کو سب کچھ دے دیا ہے کچھ چھوڑا نہیں ہے بالخصوص فلاں خلیفہ خاص کو۔ اھ۔ مگر ہاں عمل کے لئے ہمت بہر حال شرط ہے۔ چنانچہ ایک ملفوظ ہے۔ بتاکید فرمایا کہ سارے طریق کا خلاصہ بس دو چیزیں ہیں خلوص اور ہمت اور ان میں بھی ہمت اصل ہے کیونکہ خلوص کے لئے بھی ہمت ہی کی ضرورت ہوگی تو گویا ہمت ہی سارے طریق کا خلاصہ ٹھہرا۔ اللہ تعالیٰ بس اس کی توفیق دے تو پھر راستہ بالکل سیدھا اور صاف ہے، قدم اٹھاتے چلے جایئے اور بڑھتے چلے جایئے۔ اسی ملفوظ کو احقر نے یوں نظم کیا ہے ؂

تجھ کو جو چلنا طریق عشق میں دشوار ہے تو ہی ہمت ہار ہے، ہاں تو ہی ہمت ہار ہے

ہر قدم پر تو جو رہ روکھا رہا ہے ٹھوکریں لنگ خود تجھ میں ہے ورنہ راستہ ہموار ہے

سختی رہ سے نہ ڈر ہاں اک ذرا ہمت تو کر گامزن ہونا ہے مشکل راستہ مشکل نہیں

کام کو خود کام پہنچا دیتا ہے انجام تک ابتداء کرنا ہے مشکل انتہا مشکل نہیں

اصلاح میں اپنی کر نہ سستی ہمت پہ ہے منحصر درستی

فرما گئے ہیں حکیم الامت سستی کا علاج بس ہے چستی

حسب ارشاد حضرت اقدسؒ امور غیر اختیاریہ کے پیچھے نہ پڑے، اختیاری میں کوتاہی نہ کرے، اگر کوتاہی ہو جائے فوراً توبہ سے اس کا تدارک کر کے پھر کام میں مشغول ہو جائے بس اسی طرح زندگی بھر کرتا رہے ؂

اندریں رہ می تراش و می خراش تادمِ آخر دمے فارغ مباش

حسب ارشاد حضرت اقدسؒ اوراد و اذکار سے زیادہ اہم اپنے عیوب کی اصلاح کو سمجھے جس کی ترکیب یہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ تبلیغ دین اور بہشتی زیور کے ساتویں حصہ میں جو عیوب درج ہیں ان کو دیکھ کر یا اپنے تجربہ سے جو عیوب اپنے اندر نظر آئیں ان سب کو ایک

www.ahlehaq.org

کاغذ پر لکھ لیا جائے اور جو جو یاد آتے رہیں ان کا اس میں اضافہ کرتا رہے اور جب مصلح کو خط لکھنے بیٹھیں ایک ایک عیب کو مع اس کی چند مثالوں کے لکھتے رہیں اور اس کے بتائے ہوئے علاج پر عمل کرتے رہیں۔ جب ایک عیب کے علاج میں رسوخ ہو جائے یعنی اس علاج کے یاد آ جانے میں اور اس پر عمل کرنے میں زیادہ مشقت نہ ہو تو پھر اسی طرح دوسرے عیب کا علاج کرائیں۔ یہاں تک کہ سب عیوب کی اصلاح ہو جائے۔ اھ۔ طالبین کے لئے بس کلیہ کے طور پر یہی مختصر مضمون کافی ہے۔ تفصیل کے لئے تو دفتر کے دفتر بھی کافی نہیں۔ بمصداق ع حسن ایں قصہ عشق است در دفتر نمی گنجد۔ اور تفصیلات کا لکھنا مفید عام بھی نہیں کیونکہ ہر طالب کی جدا حالت ہے اور حالیں بھی مختلف اوقات میں مختلف پیش آتی ہیں، جن کا فیصلہ مصلح ہی کر سکتا ہے۔ بس اب طالبین سے یہ کہہ کر رخصت ہوتا ہوں۔ کامیابی تو کام سے ہوگی۔ نہ کہ حسن کلام سے ہوگی، فکر اور اہتمام سے ہوگی، ذکر کے التزام سے ہوگی، کارکن کار بگذر از گرفتار، اندریں راہ کار باید کار۔

دعائیں تو بہر حال کرتے رہیں کہ بلا توفیق خداوندی کے کچھ کسی سے نہیں ہو سکتا بالخصوص یہ دعائیں۔ **ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمه انک انت الوھاب. ربنا اتمم لنا نورنا واغفرلنا انک علی کل شیء قدیر. اللّٰھم مصرف القلوب صرف قلوبنا علی طاعتک اللّٰھم افتح اقفال قلوبنا بذکرک وتمم علینا نعمتک واسغ علینا من فضلک واجعلنا من عبادک الصلحین۔**

لیکن نری دعاء بھی کافی نہیں بلکہ دعا کا اثر بھی جو ظاہر ہوگا تو وہ بھی اس عالم اسباب میں بمصداق حدیث **اذا اراد اللّٰہ شیئا ھیئا اسبابک**۔ یعنی جب اللہ تعالیٰ کسی شے کا ارادہ کرتے ہیں تو اس کے اسباب مہیا فرما دیتے ہیں اسی صورت سے تو ہوگا کہ ہمت اور استعمال اختیار کی توفیق ہونے لگے۔ بہر حال بندہ پر واجب ہے کہ وہ ہمت کر کے حقوق بندگی ادا کرتا رہے اور ساتھ ہی اپنے عجز کا بھی اقرار کرتا رہے اور ڈرتا رہے۔

ایں ہمہ گفتیم لیک اندر بسیچ — بے عنایات خدا ہیچیم و ہیچ
بے عنایات حق وخاصان حق — گر ملک باشد سیہ ہستش ورق

www.ahlehaq.org

یہ تو عام طالبین کے لئے مشورہ پیش کیا گیا اب حضرات مجازین بیعت اور مجازین صحبت کی خدمت میں بھی بصد ادب واحترام یہ گزارش ہے کہ اب ان کی ذمہ داری ایک معنی کر پہلے سے بھی زیادہ بڑھ گئی ہے کیونکہ اب سب کی نگاہیں انہیں حضرات پر لگی ہوئی ہیں اب ان سب حضرات کو اپنی اپنی جگہ تربیت طالبین کی طرف خاص توجہ فرمانی چاہیے تاکہ یہ متفقہ توجہات مل کر اس فوت شدہ مرکزیت رشد وہدایت کی کسی درجہ میں تو بدل ہو سکیں۔ لیکن ساتھ ہی ان حدود وقیود کی بے انتہا پابندی اور پوری پوری رعایت وحفاظت رکھی جائے جو حضرت اقدس کے طریق تربیت کی خصوصیات اور طغرائے امتیاز تھیں۔ مثلاً طالب کو مطلوب نہ بنایا جائے ہاں جواز خود رجوع کرے۔ اس کی دل وجان سے اور پوری توجہ اور شفقت سے خدمت کرے۔

اب جملہ ناظرین سے یہ کہہ کر رخصت ہوتا ہوں کہ الحمدللہ جس طرح بھی اس عامی محض، غیر مصنف، ناقل بے ربط سے ہو سکا بعون اللہ تعالیٰ و ببرکت حضرت والا اس خاتمۃ السوانح کو اس وقت بعد زوال ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۶۲ھ یوم پنجشنبہ بحالت اعتکاف مسجد خانقاہ اشرفیہ میں پورا کیا اور اسی وقت رشد وہدایت کا وہ آفتاب عالم تاب زیر لحد روپوش ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ اس ناچیز کی اس آخری حقیر خدمت کو مقبول ونافع فرمائے اور جو لغزشیں ظاہری و باطنی اس کے لکھنے میں اس ناکارہ وآوارہ سے سرزد ہوئی ہوں ان کو اپنے فضل وکرم سے معاف فرمائے اور ان کے وبال سے دونوں جہان میں محفوظ ومامون رکھے۔

اٰمین یا رب العٰلمین بحرمة سید المرسلین

وخاتم النبیین صلی اللہ علیه وعلیٰ اٰله و اصحابه اجمعین

واٰخر دعوانا انِ الحمدللہ رب العٰلمین۔

www.ahlehaq.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشرف الملفوظات

فی

مرض الوفات

(جمع کردہ جناب مفتی محمد شفیع دیو بندے)

تمہید

www.ahlehaq.org

ناکارہ خلائق کمترین خدامِ بارگاہِ اشرفی بندہ محمد شفیع دیو بندی عرض گزار ہے کہ یوں تو حضرت والا نوراللہ مرقدہ کی پوری عمر اور عمر کے تقریباً پورے اوقات ہی افاضہ وافادہ کے لئے وقف تھے۔ حضرت کے جملہ کاروبار کو دیکھ کر بے ساختہ یہ آیت زبان پر آتی تھی[1]۔

انا اخلصنا هم بخالصة ذكرى الدار۔اور معلوم ہوتا تھا کہ حضرت کی ذات گرامی انہیں مخصوص بندگانِ الٰہی میں سے ہے جن کو قدرت کے انتخاب نے اپنے ہی لئے چن لیا تھا۔

لیکن اس افاضہ وافادہ کا رنگ آخر عمر میں اوائل سے زیادہ ممتاز طریق پر محسوس ہوتا تھا۔ وفات سے ایک دو سال پہلے مجلس میں فرمایا بھی تھا کہ اب جو لوگ مجھ سے خدمت لیتے ہیں وہ پکے ہوئے پھل کھاتے ہیں اور اس سے پہلے گدرے یا کچے پھل کھانے کی مثال تھی جس پر مجلس میں کسی نے عرض کیا کہ بڑے فائدہ میں وہ لوگ ہیں جنہوں نے تینوں موسموں کے پھل کھائے ہیں۔

۱۶؍جمادی الاولیٰ ۱۳۶۱ھ کو احقر حاضر آستانہ عالی ہوا تو مولانا عبدالباری ندوی اور مولانا مسعود علی صاحب ندوی منجملہ اور بہت سے حضرات کے وہاں مقیم تھے۔ان حضرات کی

---

[1] ہم نے ان کو ایک مخصوص کام کے لئے خاص کر دیا ہے اور وہ کام آخرت کی یاد ہے۔۱۲۔(منہ)

www.ahlehaq.org

مدتِ قیام چونکہ مختصر تھی اس لئے باوجود شدتِ مرض و بے انتہا ضعف کے دن رات میں چار چار مرتبہ طویل طویل وقت مجالست کے لئے عطا فرماتے تھے جن میں احقر بھی شریک رہتا تھا یوں محسوس ہوتا تھا کہ حضرت چاہتے تھے کہ سب کو گھول کر پلا دیں، بات بات میں ایسے اصول تلقین فرماتے جو عمروں میں بھی حاصل ہونا دشوار ہیں۔

ادھر چونکہ سفر آخرت کا وقت قریب تھا مدت سے تصنیف و تالیف کے پھیلے ہوئے کاموں کو سمیٹنے کی فکر تھی جو کام خود شروع کئے ہوئے تھے وہ بحمد اللہ سب مکمل فرما چکے تھے۔ بعض کام ایسے بھی تھے کہ طویل الذیل ہونے کی وجہ سے خود ان کی تکمیل کی مشقت برداشت نہ ہوسکتی تھی۔ مگر کام کا ادھورا چھوڑنا بھی حضرت کی طبیعت کے لئے اس کام کی مشقت سے کم نہ تھا، مگر حق تعالیٰ نے حضرت اقدس کو مشکل سے مشکل چیز میں آسان سے آسان راستہ نکال لینے کا ایک خاص کمال عطا فرمایا تھا۔ ایسے کاموں میں ایک عجیب صورت اختیار فرمائی جس سے ضرورت کی تکمیل بھی ہوگئی اور طویل کام کی مشقت سے فراغت ہوئی۔ اس سلسلے کے تین کام اس وقت مجھے یاد ہیں ایک تو رسالہ کثرۃ الازواج لصاحب المعراج جس میں حضرت والا نے یہ ارادہ فرمایا تھا کہ تمام ازواج مطہرات سے جس قدر روایات حدیث امت کو پہنچی ہیں ان سب کو یکجا جمع فرمادیں لیکن یہ کام بہت دقت اور بہت تفتیش و محنت کا تھا اس کی صرف ایک قسط جو سب سے بڑی قسط ہے یعنی ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایات ان کو خود جمع فرما کر اسی پر اکتفاء کر کے شائع فرمادیا اور باقی کے متعلق احقر سے فرمایا کہ اب محنت نہیں ہوتی میں نے اس رسالہ سے ضرورت کا احساس بھی کرادیا اور اس کا ایک خاص طرز بھی بتلا دیا۔ آگے کوئی اور اللہ کا بندہ پورا کرے گا۔ چنانچہ یہ رسالہ اتنا ہی شائع ہو کر مفید خواص و عوام ہو رہا ہے۔ نا تمام اور غیر مفید حالت میں نہیں رہا۔

جس وقت حضرت والا نے یہ کلمات فرمائے کہ اور کوئی اللہ کا بندہ پورا کرے گا احقر کا خیال ہوا کہ میں اس کام کو کرلوں اور حضرت سے عرض کرنے کا بھی ارادہ ہوا۔ لیکن مجھے یاد آیا کہ اس سے پہلے حضرت نے میرے سپرد کوئی کام فرمایا تھا اور ابھی تک اس کی تکمیل نہ ہوئی تھی اس لئے عرض کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اور عجب اتفاق ہے کہ اس کے بعد سے پھر

www.ahlehaq.org

کبھی اس کا خیال بھی نہ آیا۔ آج جب ان ملفوظات کی تمہید لکھنے بیٹھا تو واقعہ یاد آیا۔ اور عجب پر عجب یہ ہے کہ اس وقت بھی میں ایسے ہی حال میں ہوں جیسا اس وقت تھا کہ حضرت ہی کے ایک سپرد فرمائے ہوئے کام (احکام القرآن کی تصنیف) میں مشغول ہوں، شاید حق تعالیٰ نے یہ کسی مقبول بندہ کا حصہ رکھا ہو جو مجھ سے بہتر اس کام کو انجام دیں ورنہ احقر ناکارہ کا بھی ارادہ ہے کہ اگر فرصت ملی تو حسب استطاعت اس کی تکمیل میں کوشش کرے ورنہ

فکم حسراتِ فی بطون المقابر

دوسرا کام جو خود حضرت والا نے شروع فرمایا وہ ابن منصور کے حالاتِ صحیحہ کا جمع کرنا اور ان کے بارہ میں قول فیصل لکھنا تھا۔ اور تیسرا کام خود اپنے قلم سے شروع فرمایا تھا وہ حافظ ابن قیم کی طرف منسوب ایک رسالہ کا جواب تھا جس میں جمہورِ امت کے خلاف فنا جہنم کا دعویٰ کیا گیا ہے۔

ان دونوں رسالوں میں یہ صورت اختیار فرمائی کہ پہلے رسالہ میں مختصر حالات کے حوالے اور غامض و دقیق مقالات کی شرح اور ابن منصور کے متعلق قول فیصل جو سب سے زیادہ اہم کام تھا اور صرف حضرت ہی کے کرنے کا تھا وہ خود اپنے قلم سے لکھ دیا اور رسالہ کا نام بھی **القول المنصور فی ابن المنصور** تجویز فرمادیا۔ اسی طرح دوسرے رسالہ میں بھی حافظ ابن قیم کے قابل غور استدلالات کا جواب اور مشکل مواقع کا حل خود فرما کر ان دونوں رسالوں کے مسودے کتب خانہ امداد العلوم تھانہ بھون میں محفوظ کرا دیئے اور ایک وصیت ان کے متعلق شائع فرمادی۔ اہل علم کو عموماً اور حضرت مولانا ظفر احمد صاحب اور اس ناکارہ کو خصوصاً خطاب فرمایا گیا تھا کہ ان رسالوں کی تکمیل کر دیں مگر حق سبحانہ وتعالیٰ کا معاملہ حضرت کے ساتھ ہمیشہ سے یہ تھا کہ

تو چنیں خواہی خدا خواہد چنیں ۔۔۔ می دہد یزداں مرادِ متقیں

چنانچہ اول الذکر رسالہ کی تکمیل باتم تفصیل حضرت مولانا ظفر احمد صاحب مدظلہم نے کر دی اور وہ سب حضرت کے ملاحظہ سے گزری اور پسندیدگی کے بعد حضرت کے سامنے ہی یہ کتاب شائع ہوگئی۔ اور آخر الذکر رسالہ کی تکمیل مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی مدرس دارالعلوم دیوبند نے کر کے حضرت کے ملاحظہ سے گزارا جس کو حضرت والا نے پسند فرما کر اپنی تحریر بھی اس پر

www.ahlehaq.org

ثبت فرمادی جس کی احقر نے بھی زیارت کی ہے لیکن غالباً یہ رسالہ ہنوز طبع نہیں ہوا۔

الغرض یہ چند کام جو خود شروع فرمائے تھے اور پوری تکمیل کی مشقت کا اب تحمل نہ تھا ان کی تکمیل اس طرح اپنی آنکھوں سے دیکھ لی۔

بوادر النوادر کی تکمیل تصنیف ہو چکی تھی مگر طباعت کا انتظام نہ ہوا تھا تو قلب مبارک کو اس طرف توجہ تھی جناب شیخ عبدالکریم صاحب سیشن جج کراچی نے اس کی طباعت کے لئے ایک ہزار روپیہ بھیج دیا جو اس وقت اس کی ایک ہزار جلدوں کی طباعت کرنے کے لئے کافی تھا مگر کتابت میں دیر لگی، ادھر جنگ کی وجہ سے کاغذ کی قیمت کہیں سے کہیں پہنچ گئی تو فرمایا صرف اڑھائی سو نسخے چھاپ لئے جاویں اور اس میں بھی اگر ایک ہزار روپیہ سے زائد کچھ خرچ ہو تو موصوف کو اس کی اطلاع نہ کی جاوے بلکہ زائد رقم میں خود اپنے پاس سے دے دوں گا اور اس کے مقابلہ میں جتنے نسخے آویں گے وہ میں لے لوں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، کئی سو روپیہ خود حضرت والا نے اپنی ذات سے دیا جس کے کچھ نسخے حضرت کے حصے میں آئے ،عین مرض کی شدت میں یہ کتاب تیار ہوئی تو روزانہ اس کے پہنچنے کا انتظار رہتا تھا، جب پہنچی تو خاص مسرت کے آثار حضرت والا پر تھے، اپنے حصہ میں آئے ہوئے نسخوں کو خود اپنے ہاتھ سے خدام میں تقسیم فرمادیا اور باقی نسخے جج صاحب کے سپرد کرنے کے لئے فرمادیا کہ ان کے پاس بھیج دیئے جاویں وہ جو چاہیں کریں۔

الغرض اول تو ہمیشہ ہی سے حضرت والا کی طبیعت یہ تھی کہ کوئی کام تعویق میں نہ پڑا رہے پھر اس وقت کہ عمر کے طبعی ضعف کے ساتھ امراض کا ہجوم عرصہ سے تھا جو آنے والے دن کی خبر دے رہا تھا اس کے پیش نظر ان چیزوں کا اہتمام اور بھی زیادہ ہو گیا تھا۔

اسی سلسلہ کی ایک چیز احکام القرآن کی تصنیف تھی، جس کی طرف ابتدائی توجہ ۱۳۵۱ھ میں دارالعلوم دیوبند میں دورہ تفسیر کے آغاز اور اس کے لئے فروع حنفیہ پر استدلالات قرآنیہ اور مواضع خلاف میں دوسرے ائمہ کا جواب ایک مستقل کتاب میں ہونے کی بناء پر ہوئی اور اسی بناء کے اعتبار سے اس کا نام دلائل القرآن علی مسائل النعمان۔ تجویز فرما کر یہ خدمت اس ناکارہ کے سپرد ہوئی یہ کام نہ آسان تھا، نہ مختصر، احقر نے اپنی فرصت کے موافق کرنا شروع کردیا

www.ahlehaq.org

اسی عرصہ میں حضرت مولانا ظفر احمد صاحب مدظلہ، اعلاء السنن کی تصنیف کو مکمل کر کے فارغ ہو گئے تو حضرت والا نے یہ کام ان کے سپرد فرما دیا۔ لیکن اتفاقاً تھوڑے ہی عرصہ کے بعد مولانا موصوف بھی ڈھاکہ میں ملازم ہو کر تشریف لے گئے اور یہ کام تعویق میں پڑ گیا۔

۱۳۶۱ھ میں حضرت والا کو اس کام کی طرف زیادہ توجہ ہوئی اور چاہا کہ کوئی عالم فارغ ہو کر صرف اسی کام میں لگ جائے تا کہ تکمیل جلد ہو سکے، مگر اس کی صورت نہ ہوئی تو چند حضرات پر تقسیم کر دینے کا فیصلہ فرمایا اور دو منزلیں قرآن کریم کی اس تقسیم سے احقر ناکارہ کے حصہ میں آئیں۔

ربیع الثانی ۱۳۶۲ھ میں بعض حوادث کی بناء پر احقر نے دارالعلوم دیوبند کے رسمی تعلق سے استعفا دے دیا اور ۲۱ ر جمادی الثانیہ کو فارغ ہو کر حاضر آستانہ عالیہ ہوا تو مشورہ کے بعد یہ تجویز فرمایا کہ احقر اس فراغت میں احکام القرآن کی خدمت انجام دے۔

یہ وہ وقت تھا کہ مرض کا شباب اور ضعف کی انتہا تھی نقل و حرکت کی دشواری کے علاوہ زیادہ دیر تک کلام فرمانے کا بھی تحمل نہ تھا لیکن دینی خدمات اور افادات کا قدرتی داعیہ اور شغف جو قلب مبارک میں ودیعت رکھا گیا تھا اس نے ہر مشقت کو لذیذ بنا رکھا تھا ع از محبت تلخہا شیریں شود + اسی حالت میں یہ التزام فرمایا کہ میں جو سورت لکھنا شروع کرتا اس کو بار بار خود تلاوت فرماتے اور اس میں جس مقام سے کوئی حکم شرعی مستنبط ہوتا نظر آتا اس کی تقریر احقر سے فرماتے اور ہدایت فرما دیتے کہ اس کو کتب تفسیر وغیرہ میں تلاش کر لو اگر کہیں مل جاوے تو اس کے حوالے سے لکھ دو۔ ورنہ خود بھی غور کرو اگر دل کو لگے تو جس سے تم نے سنا ہے (یعنی خود حضرت اقدسؒ سے) اس کے حوالے سے لکھ دو۔

اسی طرح اواخر جمادی الثانیہ میں احقر سورۂ نمل کے ختم پر پہنچا جس کے آخر میں مسئلہ علم غیب پر تفصیلی کلام کرنا پڑا اس میں دیر لگی تو ایک روز دریافت فرمایا کہ نمل ختم ہو گئی۔ احقر نے عرض کیا کہ مسئلہ علم غیب پر مفصل تحریر لکھنے کی وجہ سے دیر لگ رہی ہے، پھر دو روز کے بعد دریافت فرمایا اس وقت بھی اس بحث سے فراغت نہ ہوئی تھی، مجھے ندامت ہوئی کہ حضرت کو اس کے ختم کا انتظار ہے اور میں ابھی تک ختم نہیں کر سکا۔ خدام کی آسانی اور بے فکری کی رعایت حضرت والا کو انتہا درجہ کی تھی۔ اسی لئے اس کے بعد کئی روز تک دریافت نہیں فرمایا

www.ahlehaq.org

اور حضرت کے انتہائی ضعف کی وجہ سے از خود کوئی علمی بحث ذکر کرنیکی جرأت نہ ہوئی تھی
پھر کئی روز بعد خود ہی دریافت فرمایا کہ ابھی تو مسئلہ علم غیب پورا نہیں ہوا ہوگا۔ میں نے عرض
کیا کہ بحمد اللہ پورا ہو چکا ہے اور سورۂ نمل بھی مکمل ہو چکی ہے۔ سورۂ قصص کی چند آیات بھی
لکھ چکا ہوں۔ اس پر مسرت کا اظہار فرمایا اور سورۂ قصص کی آیت جس میں حضرت موسیٰ
علیہ السلام کے قبطی کو قتل کر دینے اور پھر جناب باری میں اس پر استغفار کرنے اور حق تعالیٰ
کی طرف سے مغفرت فرمانے کا تذکرہ ہے اس کے متعلق فرمایا کہ اس میں ایک سوال ہے
وہ یہ کہ قبطی کافر تھا اور کافر بھی حربی جس کا خون حسب قواعد شرعیہ مباح ہے پھر حضرت موسیٰ
علیہ السلام نے اس سے استغفار کیوں کیا اور حق تعالیٰ کی طرف سے بھی مغفرت کا ذکر فرما کر
اس کی تقریر کر دی گئی کہ یہ قتل مناسب نہ تھا۔ تو سوال یہ ہے کہ حربی کافر کے قتل کو ناجائز یا
نامناسب قرار دینے کا سبب کیا ہے۔ پھر فرمایا کہ مدت سے میرا ایک خیال ہے وہ یہ کہ کفار
سے جیسے باقاعدہ زبانی یا تحریری عہد ہو جاتا ہے تو اس کی پابندی مسلمانوں پر لازم ہو جاتی
ہے اسی طرح بعض اوقات عملی عہد ہو جاتا ہے کہ باہمی طرز معاشرت اور تعامل سے فریقین
ایک دوسرے سے مامون و بے خطر ہوں باہمی معاملات اور لین دین وغیرہ جاری ہو یہ بھی
ایک نوع عہد عملی کی ہے اس کی بھی رعایت کرنا ضروری ہے کہ اگر کسی وقت ایسے لوگوں پر
حملہ کرنا ہے تو پہلے ان کو نبذ عہد کے طور پر متنبہ کر دیا جائے کہ اب ہم سے مامون نہ رہیں،
پھر طرفین کو اپنے اپنے فعل کا اختیار ہے اور بغیر اس نبذ عہد کے ایک قسم کا غدر ہے جو شریعت
اسلامیہ میں کسی حال کسی کافر سے جائز نہیں، قبطی کا واقعہ بھی اسی قبیل سے تھا کیونکہ موسیٰ علیہ
السلام مع اپنے متعلقین بنی اسرائیل کے اور قبطی کفار دونوں فرعونی سلطنت کے باشندے
تھے اور ایک دوسرے سے باہم مامون تھے۔ اسی حالت میں قبطی کا اچانک قتل کر دینا عہد عملی
کے خلاف تھا اس لئے اس پر عتاب ہوا اور استغفار و مغفرت کی نوبت آئی۔ رہا یہ سوال کہ
جب یہ قتل بحکم غدر اور معصیت تھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام جو اولوالعزم رسول اور معصوم
ہیں ان سے کیسے صادر ہوا۔ اس کا جواب ظاہر ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے قصداً قتل نہیں کیا
معمولی ضرب اس کو ہٹانے کے لئے لگائی تھی اتفاقاً مر گیا اس لئے معصیت کا صدور ان سے

www.ahlehaq.org

نہیں ہوا۔ تاہم صورت معصیت کی تھی اس لئے پیغمبر خدا نے اس کو بھی اپنے حق میں معصیت ہی کے برابر سمجھ کر استغفار کیا۔

پھر ارشاد فرمایا کہ یہ میرا خیال ہے اگر اس کا ثبوت کتاب وسنت میں یا علماء اہل حق کے کلام میں مل جائے تو اس کے حوالے سے لکھا جائے ورنہ جس سے آپ نے سنا ہے اس کے حوالہ سے لکھ سکتے ہیں کیونکہ بظاہر قواعد اور اصول مسلمہ کے اس میں کوئی بات خلاف نہیں معلوم ہوتی۔

احقر نے اس کو تلاش کر کے پیش کرنے کے لئے عرض کیا۔ یہ ارشاد یکم رجب ۶۲ ۱۳ھ کی مجلس میں فرمایا تھا جس کے پندرہ روز بعد دنیا سے سفر ہونے والا تھا۔ میں نے اسی روز تحقیق کی تو بحمد اللہ صحیح بخاری کی ایک حدیث بروایت مغیرہ ابن شعبہ میں اس کا ثبوت اور قسطلانی شرح بخاری میں اس کی تصریح نکل آئی۔ ارادہ کیا کہ حضرت کی خدمت میں پیش کروں لیکن ان دنوں اکثر وقت حضرت اقدس پر ایک قسم کی غنودگی یا ربودگی کی کیفیت رہتی تھی۔ عرض کرنے کا موقع نہ پایا۔

۳ ر رجب کو احقر اپنے بعض اعزاء کی شدید بیماری کی وجہ سے دیوبند آ گیا اور یہ حسرت دل کی دل ہی میں رہ گئی۔ اس آیت کی پوری تقریر بھی وفات کے بہت بعد جب کچھ دل و دماغ سنبھلنے لگے اس وقت لکھنے کی نوبت آئی جبکہ نہ اپنی غلطی پر کوئی متنبہ کرنے والا رہا اور نہ کوئی مفید بات دیکھ کر خوش ہونے والا بقول اکبر مرحوم۔

اب کہاں نشو و نما پائے نہال معنی — کس زمیں پر دلِ پُر جوش کی بدلی برسے

اب حالت یہ ہے کہ جب کوئی اشکال پیش آتا ہے تب تو۔

اے لقائے تو جوابِ ہر سوال — مشکل از تو حل شود بے قیل و قال

کی مجلس روح افزا کی یاد پر یہ حال ہونا ضروری ہی ہے کہ ع وداغ دے گئے ہمیں دو دن بہار کے۔

لیکن اگر کسی وقت حضرت ہی کی جوتیوں کے طفیل میں کوئی اشکال حل ہو جاتا ہے اور اپنے نزدیک کوئی اچھی چیز لکھی جاتی ہے تو یہ رونا ہوتا ہے کہ اب یہ کس کو دکھلاؤں جو اس کو دیکھ کر خوش ہوں اور دعاؤں سے اس کی داد دیں۔

کل کی بات ہے کہ علامہ تقی الدین سبکی شافعی کی مشہور کتاب جمع الجوامع دیکھ رہا تھا جو اصول

www.ahlehaq.org

فقہ میں لکھی گئی ہے اور اس کا آخری باب تصوف میں منعقد کیا گیا ہے۔ اس میں حضرت والا کا وہ زریں اصول جو تنہا نصف سلوک ہے یعنی مسئلہ اختیاری وغیر اختیاری جس کی شرح حضرت کے کل خدام جانتے ہیں اس کتاب میں اصول کے طور پر اسی مسئلہ کو لیا گیا ہے اور مشکلات سالکین کو اس سے حل کیا گیا ہے یہ دیکھ کر ایک دفعہ تو یہ حالت ہوئی کہ جی میں آیا کہ ابھی کتاب اٹھا کر چلوں اور نقاد معانی کی خدمت میں پیش کروں مگر حواس درست ہوئے تو دل پکڑ کر رہ گیا کہ۔

نہ قاصدے، نہ سفیرے، نہ مرغ نامہ برے
کہ پیش حضرت اقدس بردز من خبرے

انا للّٰہ و انا الیہ راجعون ، انا للّٰہ و انا الیہ راجعون ، انا للّٰہ و انا الیہ راجعون.

احکام القرآن کی تصنیف کے بارہ میں حضرت والا نے احقر کو چند نصیحتیں فرمائی تھیں جو اسی وقت احقر نے ضبط کر لی تھیں ۔ یہ نصائح کیا ہیں عجیب وغریب اصول ہیں جو ہر تصنیف بلکہ ہر دین ودنیا کے کام میں مشعل راہ ہیں۔ اس لئے مناسب سمجھا کہ ان کو اس جگہ نقل کر دوں۔ اگرچہ یہ نصائح مختلف اوقات کے ارشادات ہیں، ایک مجلس کی تقریر نہیں۔

علمی اور عملی معمولات کے متعلق چند زریں اصول

(۱) ارشاد فرمایا کہ جس قدر وقت اس کام کے لئے مقرر کیا ہے اس میں کام پابندی کے ساتھ کرنے کا التزام کیا جائے اگر کسی روز طبیعت نہ لگے تو اگر یہ صورت کام شروع کرنے سے پہلے واقع ہو تو پروانہ کی جائے، طبیعت پر جبر کر کے کام کیا جاوے اور اگر وسط میں پیش آوے تو طبیعت کو زیادہ مقید نہ کیا جاوے بلکہ کام اس روز چھوڑ دینا چاہیے کیونکہ عملی کاموں میں مقصود اصلی اجر ہے اور وہ ہر حال میں حاصل ہے خواہ دل لگے یا نہ لگے اور علمی کاموں میں اصل مقصود یہ ہے کہ کام مفید اور نافع صورت میں ہو جائے اور یہ بغیر دلچسپی کے حاصل نہیں ہو سکتی، لیکن کام کے اوائل میں دلچسپی نہ ہونے کو عذر سمجھ لیا جاوے گا تو کام بھی نہ ہوگا۔

(۲) فرمایا کہ جو مضمون ضمناً واستطر اداً آئے اس کو لکھا جائے تو نہایت مختصر لکھیں، بے محل تفصیل سے فائدہ نہیں ہوتا۔

(۳) جس مسئلہ فقہیہ پر بحث۔ ہم اس کا حوالہ کتب فقہیہ سے ضرور ہونا چاہیے یہ ضروری نہیں کہ خود امام ہی کا قول ہو بلکہ مشائخ مذہب کے اقوال بھی کافی ہیں۔

www.ahlehaq.org

(۴) جس روز کسی ضرورت سے کام نہ کرنا ہو اس روز بھی تھوڑی دیر کام ضرور کرلیا جائے خواہ ایک ہی سطر لکھی جاوے تا کہ ناغہ کی بے برکتی سے نجات ہو۔ اور فرمایا کہ استاذ الکل حضرت مولانا مملوک العلی صاحب کا درس میں یہی معمول تھا کہ اگر کسی دن سبق پڑھانا نہیں ہوتا تھا تو سب جماعتوں کے طلبہ کو ایک ہی وقت میں جمع کر کے ہر سبق کی ایک ایک سطر پڑھا دیا کرتے تھے۔ اس میں بڑی برکت ہے۔

احقر جامع عرض کرتا ہے کہ خود حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کا طرز عمل بھی ہمیشہ یہی رہا ہے جس کی برکت حضرت کے کاموں میں مشاہد ہے۔

رمضان المبارک ۱۳۵۷ھ کا ایک واقعہ جو میرے پاس قلمبند ہے یاد آیا کہ اطباء نے حضرت کو کچھ چلنے کا مشورہ دیا، چنانچہ بعد عصر جنگل تشریف لے جایا کرتے تھے احقر بھی ہمراہ ہوتا تھا اور وصل صاحب مرحوم اور بعض دوسرے حضرات بھی معمول یہ تھا کہ تھانہ بھون میں ریلوے لائن کا پل جو نالہ پر ہے اس سے غربی جانب میں دوسرا پل جو بیل گاڑیوں کا ہے وہاں تک روزانہ تشریف لے جایا کرتے تھے۔ میں خیال کرتا تھا کہ کسی دن اس میں ایک قدم کم نہیں کیا۔ ایک روز ریلوے پل پر پہنچے تو راستہ گائے بیلوں سے گھرا ہوا تھا آگے نہ جا سکے تو واپس ہوئے مگر واپسی کا روزانہ کا راستہ چھوڑ کر ریلوے اسٹیشن کی طرف چلے ہم سب ساتھ ہوئے مگر خلاف عادت اسٹیشن کی طرف چلنے کی مصلحت معلوم نہ ہوئی پھر خود ارشاد فرمایا کہ میں نے وہ مسافت جو کم رہ گئی تھی اس طرف چل کر پوری کی ہے۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ بعض زوائد کاموں میں پابندی کا یہ حال ہو تو مقاصد میں کس قدر پابندی ہوگی۔

ایک روز اسی سیر کے دوران میں فرمایا کہ جن معمولات کا تعلق کسی دوسرے سے ہوئیں ان کی بہت زیادہ پابندی کرتا ہوں لیکن جن معمولات کا تعلق میرے نفس سے ہو ان میں بہت آزاد ہوں چنانچہ دوپہر کا آرام کبھی کرتا ہوں، کبھی نہیں۔

(۵)۔ ۱۳؍ رمضان المبارک ۱۳۵۴ھ کا ایک ملفوظ اسی سلسلے کا میرے پاس لکھا ہوا ہے وہ بھی تصنیف وغیرہ علمی خدمات میں ایک بہترین فائدہ ہے اس لئے ذکر کرتا ہوں۔ حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ اشرف السوانح کی تصنیف میں مشغول تھے طویل رخصت اس کام کے

www.ahlehaq.org

لئے رکھی تھی مجلس میں ذکر آیا کہ رخصت ختم کے قریب ہے اور کام بہت باقی ہے تو فرمایا کہ:

میں ہمیشہ کہتا تھا کہ مختصر مختصر جو سامنے آوے اس کو لکھ ڈالو، پھر جو یاد آتا رہے گا اضافے ساری عمر کرتے رہنا۔ کام اسی طرح ہوتا ہے مگر کوئی بڈھوں کی بات مانتا نہیں۔ اپنی جوانی کے جوش میں جب کام لے کر بیٹھتے ہیں تو یہ خیال کرتے ہیں کہ سب ہی کچھ لکھ ڈالیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کچھ بھی نہیں لکھا جاتا۔

نصیحت گوش کن جاناں کہ از جاں دوست تر دارند جوانان سعادت مند پند پیر دانا را

اب اس کے بعد وہ ملفوظات تاریخ وار لکھے جاتے ہیں جو مرض وفات میں احقر نے خود حضرت کی مجلس میں ضبط کر لئے تھے۔

(تنبیہ) حضرت والا کا معمول تھا کہ بدوں اپنی نظر ثانی کے ملفوظات چھاپنے کی اجازت نہ دیتے تھے اور ایک شرط کے ساتھ اجازت بھی تھی۔ احقر نے اس شرط کی رعایت تا بمقدور کر لی ہے۔ اس کے باوجود اس میں کوئی کوتاہی رہی ہو تو وہ ناکارہ کی طرف منسوب سمجھی جاوے۔ **وما ارید الا الا صلاح مااستطعت وما توفیقی الا باللہ العلیٰ العظیم۔** محمد شفیع دیوبندی عفا اللہ عنہ

۱۸/ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ

(۱) بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ اپنی بات کو غالب رکھنا چاہتے ہیں اس کی غلطی بھی واضح ہو جائے تو بھی اس کو نہیں چھوڑتے۔ سمجھتے ہیں کہ اس میں عزت ہوگی۔ اور حقیقت یہ ہے کہ مخاطب اگر کسی وجہ سے خموش بھی ہو جائے تو اس کی حقارت اور جہالت قلب میں بیٹھ جاتی ہے۔ علاوہ ازیں یہ مخاطب کے لئے ایذا کا سبب ہے اور گناہ بھی ہے۔

(۲) فرمایا کہ بزرگوں کی صحبت میں رہنے سے اصل مطلوب ان کا مذاق حاصل کرنا ہے جو محض موہبت سے عطا ہوتا ہے باقی رہے افعال تو وہ اختیاری ہیں ایک دم میں بدل سکتے ہیں مگر مذاق صحیح بعض اوقات پچاس برس میں بھی حاصل نہیں ہوتا۔

۱۹/ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ

(۳) فرمایا کہ مولوی عبید اللہ سندھی کا ایک مقولہ مجھے بہت پسند ہے گو وہ اس محل میں

www.ahlehaq.org

درست نہ ہو جس کے لئے انہوں نے فرمایا تھا۔ وہ یہ کہ مولوی صاحب نے مثنوی کی شرح لکھنے کی مجھ سے فرمائش کی میں نے عذر کیا کہ اب تو مجھے اصطلاحات بھی یاد نہیں رہی انہوں نے فرمایا کہ علم کا تو وہی وقت ہے جب اصطلاحات سے ذہول ہو جائے، فرمایا کہ ذہین آدمی ہیں یہ مضمون بالکل صحیح ہے کیونکہ جب تک اصطلاحات یاد ہیں الفاظ کا غلبہ رہتا ہے جب اصطلاحات محو ہو جاویں تو معانی کا غلبہ ہو جاتا ہے۔

(۴) حدیث میں ہے کہ اُمت کے تہتر فرقے ہوں گے، بہتر ناری ایک جنتی۔ اس میں یہ اشکال ہے کہ اگر ناری ہونے سے خلود نار مراد ہے تو ان سب فرقوں کی تکفیر لازم آتی ہے جو اہل سنت کے مسلک کے خلاف ہیں اور اگر خلود فی النار مراد نہیں تو فرقہ ناجیہ اور ان بہتر فرقوں میں کوئی فرق نہیں رہتا کیونکہ فرقۂ ناجیہ کے بدعمل لوگ بھی تا چندے جہنم میں رہیں گے۔ حضرت نے فرمایا کہ اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ بہتر فرقوں کا معذب بالنار ہونا غلطی عقائد کی وجہ سے ہوگا اور بہترویں فرقے کو اگر عذاب ہوگا تو عقائد کی بناء پر نہیں بلکہ اعمال کی بناء پر اور خلود فی النار سے یہ سب فرق اسلامیہ محفوظ ہیں جن کی تکفیر اہل سنت نے نہیں کی۔

(۵) احقر نے سوال کیا کہ قرآن مجید میں **والشعراء یتبعهم الغاوٗن** میں متبعین کی غوایت کو متبوعین کی غوایت کا کنایہ بنایا گیا ہے۔ تو کیا اس سے یہ قاعدہ مستنبط ہوتا ہے کہ جس شخص کے اتباع کو گمراہ پایا جاوے اس کو بھی گمراہ سمجھا جاوے۔ فرمایا ہاں بشرطیکہ اس کے اتباع کو دخل ہو گمراہی میں۔ نہ یہ کہ اتباع کسی اور چیز میں ہو اور گمراہی کے دوسرے اسباب ہوں۔

(۶) فرمایا میرے ذوق میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دلائل نبوی میں سب سے بڑی دلیل بیساختگی ہے۔ یہ بغیر صدقِ کامل کے ممکن نہیں ہوتی کہ کسی چیز میں تکلف نہیں۔ ہر چیز بے کم و کاست ظاہر کر دی جاتی ہے۔

(۷) فرمایا کہ میں دیوبند گیا تو پندرہ برس کی عمر تھی، بچوں میں شمار تھا مگر شوق تھا بزرگوں کی مجلس میں حاضر ہونے کا۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا فرمایا کہ بھائی پڑھنے سے گننے کی فکر کرنا اور فرمایا کہ ان دونوں میں فرق ہے، پھر اس فرق کو ایک حکایت سے واضح فرمایا کہ دو طالب علم تھے ایک ہدایہ کے حافظ تھے،

www.ahlehaq.org

دوسرے محض ناظرہ پڑھتے تھے۔ ناظرہ خواں نے ایک مسئلہ کے متعلق کہا کہ ہدایہ میں لکھا ہے، حافظ نے انکار کیا، پھر ناظرہ خواں نے ہدایہ دکھلایا کہ اس کی فلاں عبارت سے یہ مسئلہ سمجھا جاتا ہے۔ حافظ نے اقرار کیا۔ اور کہا کہ صحیح یہی ہے کہ ہدایہ تم نے ہی پڑھا ہے، ہم نے فضول مشقت اٹھائی۔ ہمارے حضرات کا خاص وصف یہی تو تھا اور میں تو بلا خوفِ رد کہتا ہوں کہ ہمارے حضرات غزالی اور رازی سے کسی طرح کم نہ تھے۔

(۸) حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کو دو شخصوں پر فخر تھا باعتبار درایت مولانا محمد اسمٰعیل شہید پر اور باعتبار روایت مولانا اسحٰقؒ صاحب پر اور فرماتے تھے **الحمدللہ الذی وھب لی علی الکبر اسمٰعیل و اسحٰق۔**

(۹) مولانا عبدالباری صاحب لکھنوی نے عرض کیا کہ شرح صدر میں تقویٰ کو دخل ہے فرمایا کہ تقویٰ کو تو دخل ہے ہی اس بارہ میں میری ایک اور تحقیق ہے وہ یہ کہ ادب کو بہت بڑا دخل ہے یعنی بزرگوں کے ادب کو بزرگوں نے حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کے علوم کی بڑی وجہ یہی ادب اکابر قرار دی ہے۔

(۱۰) حضرت نانوتویؒ اور گنگوہیؒ کے رنگ کا اختلاف ذکر کر کے فرمایا کہ دونوں رنگوں کی خاصیتیں مختلف ہیں ایک کا نفع عام ہے تام نہیں اور دوسرا تام ہے عام نہیں۔ مجھے طبعاً عمل کے لئے تو وہ رنگ پسند ہے جو تام ہے اگرچہ عام نہیں لیکن دوسروں سے برتاؤ میں دوسرا رنگ پسند ہے یعنی دوسروں سے خشونت نہ کی جائے۔

۲۰ر جمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ

(۱۱) ایک صاحب کا تذکرہ تھا فرمایا کہ دیندار تھے مگر ایک کمی تھی کہ اپنے کو دیندار سمجھتے تھے، ضرورت اس کی تھی کہ اپنے کو مٹا دیں۔

(۱۲) فرمایا مولانا نے خوب فرمایا ہے۔

بیم سَر ، یا بیم سِر ، یا بیم دیں امتحانے نیست مارا جُزا زیں

(۱۳) ہمارے حضرت حاجی صاحب حجۃ اللہ فی الارض اور ظلل اللہ فی الارض تھے۔ مگر میں کہتا ہوں چاہے کوئی دعویٰ سمجھے کہ اس کو سمجھا سب نے نہیں، ہاں جن لوگوں کو انہوں

www.ahlehaq.org

نے سمجھانا چاہا حق تعالیٰ نے ان کی مراد پوری کر کے ان کو سمجھا دیا۔

(۱۴) فرمایا کہ حضرت مجدد صاحبؒ نے خوب فرمایا ہے کہ سالک کو اگر دو چیزیں حاصل ہوں یعنی اتباع سنت اور حُبِ شیخ تو اگرچہ وہ ہزاروں ظلمات میں بھی مبتلا نظر آوے درحقیقت وہ انوار میں ہے اور جس میں یہ دو نہیں وہ اگرچہ بظاہر انوار کا مشاہدہ کرے مگر حقیقت میں ظلمات کے اندر گھرا ہوا ہے حضرت نے فرمایا کہ اور میرا مذاق یہ ہے کہ حُبِ شیخ بھی اصل مقصود نہیں بلکہ وہ بھی ذریعہ ہے اتباعِ سنت کا۔ حقیقت یہ ہے کہ اصل چیز وہی ہے جو انبیاء علیہم السلام لے کر آئے اور جس کو فرشتوں کے ذریعہ بھیجا گیا یعنی **افعل ولا تفعل** (امر و نہی) اس کا اتباع کرتے ہوئے غیر اختیاری طور پر کیسے ہی حالات و کیفیات پیش آجاویں ذرہ برابر مضر نہیں۔

در طریقت ہر چہ پیش سالک آید خیر اوست　　بر صراطِ مستقیم اے دل کسے گمراہ نیست

۲۱ر جمادی الاولیٰ ۶۲ھ بعد ظہر

(۱۵) حضرت کی علالت کا سلسلہ جاری تھا ضعف روز بروز بڑھ رہا تھا مگر خداداد ہمت سے تمام کام اپنے اپنے اوقات پر پورے فرماتے تھے ظہر کے بعد زنانہ مکاں کے قریب مولوی جمیل احمد صاحب کے مکان میں مجلس کا معمول تھا۔ سخت لُو اور گرمی کا زمانہ اور ایسے ضعف کی حالت میں یہاں تک آنا کچھ آسان کام نہ تھا مگر روزانہ تشریف لاتے تھے۔ ایک روز تشریف لاتے ہی ایک صاحب نے کچھ خلاف طبع کلام کیا جس سے حضرت کو کچھ تغیر ہوا۔ فرمایا لوگ میرے ضعف کی حالت کو نہیں دیکھتے، حال یہ ہے کہ گھر سے دو قدم باہر تک یہاں آتا ہوں تو بے حد تکان ہو جاتا ہے اب یہاں سے واپس جاؤں گا تو چارپائی پر گر پڑوں گا۔ دیر تک اس قابل نہ ہوں گا کہ وضو کر سکوں یا نماز پڑھ سکوں، میری عادت گانے کی نہیں کہ اپنی حالت کو کہتا رہوں اور کیوں ہو ذکر کرنے کی چیز محض خدا کا نام ہے کسی شخص کے حالات بلا ضرورت ذکر کرنے سے کیا فائدہ۔

ہر چہ جز ذکر خدائی احسن است　　گر شکر خواری ست آں جاکندن است

۲۲ر جمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ

(۱۶) احقر تھانہ بھون میں احکام القرآن کی تصنیف کا کام حضرت والا کے ارشاد کے

www.ahlehaq.org

موافق کررہا تھا، جمعہ کے روز صبح کی مجلس میں دیر سے حاضر ہوا تو دریافت فرمایا کہ کیا آج بھی کام کیا ہے، میں نے عرض کیا کہ حضرت آج بھی کیا ہے، ناغہ کرنے کو دل نہیں چاہتا۔ فرمایا کام اسی طرح ہوتا ہے کہ لگ لپٹ کر کیا جاوے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت یہ کام تو ایسا تھا کہ مجھے اس کی جرأت بھی نہ کرنی چاہیے تھی مگر حضرت والا کی خدمت میں ہوتے ہوئے یہ تصور بھی نہ آیا کہ یہ کوئی بڑا بوجھ اٹھارہا ہوں، فرمایا کہ پہلے لوگوں نے بھی سب نے یہی لکھا ہے کہ ہم اس کے اہل نہیں مگر حق تعالیٰ نے ان سے کام لے لیا۔ یہی حال کلید کامیابی ہے کہ ہم میں اہلیت نہیں حقیقت تو یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں تو جس سے چاہیں کام لے لیتے ہیں۔

در فیض است منشیں از کشائش نا اسیدی اینجا　　کہ مثل دانہ از ہر قفل می روید کلید اینجا

پھر فرمایا مایفتح اللہ للناس من رحمۃ فلا ممسک لھا اور دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ رحمت کے دروازے کھول دے مولانا نے خوب فرمایا ہے۔

گرچہ رخنہ نیست عالم را پدید　　خیرہ یوسف دارمی باید دوید

سیر کی روایت ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام زلیخا سے بچ کر بھاگے تو ہر دروازہ پر قفل پڑا ہوا تھا مگر قفل اور دروازہ بند دیکھ کر انہوں نے اپنی سعی میں کمی نہیں کی بلکہ دروازہ تک دوڑے تو حق تعالیٰ نے امداد کی جس دروازہ پر پہنچے تھے قفل تڑ سے ٹوٹ کر گر جاتا اور دروازہ کھل جاتا تھا، اسی کو مولانا نے فرمایا، خیرہ یوسف دارمی باید دوید

علم مناظرہ کا قاعدہ ہے کہ دور پہنچ کر بھری شعاعیں مل جاتی ہیں اس لئے طویل سڑک سامنے سے ایسی نظر آتی ہے کہ گویا دونوں طرف کے درخت ملے ہوئے ہیں راستہ نہیں اگر کوئی موٹر چلانے والا ناواقف ہو دور سے یہ منظر دیکھ کر یہ سمجھے کہ آگے چلوں گا تو موٹر ٹکرا جائے گی اور وہیں ٹھہر جاوے تو کبھی مسافت طے نہ ہوگی اور اگر چلتا رہے گا تو جوں جوں آگے بڑھے گا راستہ کھلتا نظر آوے گا۔ (بعد ظہر)

(۱۷) حضرت کے ہاتھ میں ایک پھانس لگ گئی تھی اس کو نکالا پھر فرمایا کہ یہ ایک عبرت کی چیز ہے۔ دیکھئے بدن کے اندر خارج کی ذرا سی اجنبی چیز داخل ہونے کو طبیعت گوارا نہیں کرتی تو قلب کے اندر کسی زائد چیز کو کیسے گوارا کیا جاسکتا ہے۔ مگر بے حسی ہے جو

www.ahlehaq.org

قلب میں لایعنی خیالات سے تکلیف نہیں ہوتی۔ مگر اللہ والے پھانس لگنے سے زیادہ تکلیف اس کی محسوس کرتے ہیں۔ حدیث کے کیسے پاکیزہ الفاظ ہیں جو اسی مضمون کی تعبیر ہیں۔ **الاثم ماحاک فی صدرک**

ہرچہ جز ذکر خدائے احسن است　　گر شکر خواریست آں جاں کندن ست

(۱۸) فرمایا، میں ایک منٹ کے لئے اس کو گوارا نہیں کرتا کہ اپنی مصالح پر کسی کی مصالح کو قربان کروں اگر ایثار کی بھی توفیق نہ ہو تو کم از کم دوسروں کو تکلیف تو نہ دے۔

۲۳ر جمادی الاولیٰ ۶۲ھ

(۱۹) ایک صاحب نے جو بعض دنیوی مصائب میں مبتلا تھے خط لکھا کہ اس سے مجھے سوء خاتمہ کا اندیشہ ہوتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ مجھ سے ناراض ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ سوء خاتمہ سے اس کا دور کا بھی کوئی علاقہ نہیں، بلکہ مصائب و آلام حُسن خاتمہ میں قوی معین ہوتے ہیں، ان سے تو مقبولیت بڑھتی ہے بلکہ پہلے سے مقبولیت نہ ہو تو اس سے حاصل ہو جاتی ہے۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ **فاما الانسان اذا ما ابتلاہ ربہ فاکرمہ و نعمہ فیقول ربی اکرمن واما اذا ما ابتلاہ فقدر علیہ رزقہ فیقول ربی اھانن. کلا۔** الآیۃ۔ اس میں اسی غلطی کو رفع کیا گیا ہے کہ نہ مصائب مردود ہونے کی علامت ہیں اور نہ آرام و عیش مقبولیت کی علامت ہے۔

فرمایا لوگ تعویذ گنڈے کے پیچھے پڑ گئے ہیں دعاء کی طرف توجہ نہیں۔ نہ دعا کا اعتقاد میں یہ تو نہیں کہتا کہ ان کا عقیدہ یہ ہے مگر صورت معاملہ کی ایسی ہے کہ تعویذ گنڈہ کو یہ سمجھتے ہیں کہ اس سے حق تعالیٰ ضرور ہی یہ کام کر دیں گے گویا معاذ اللہ اختیار نہ رہے گا۔ بخلاف دعاء کے کہ وہ اپنے اختیار سے قبول کریں یا نہ کریں۔

(۲۱) فرمایا کہ بعض صوفیہ نے ایک لطیفہ کہا ہے کہ لغت اور عرف میں بالغ اس کو کہتے ہیں جس سے منی خارج ہو اور صوفیہ کے نزدیک بالغ وہ ہے جو منی سے خارج ہو یعنی دعوے سے بری ہو جاوے۔

خلق اطفال اند جز مردِ خدا　　نیست بالغ جز رسیدہ از ہوا

(۲۲) فرمایا کہ معتزلہ کہتے ہیں کہ حضرت حق جل وعلیٰ کا خالق قبائح ہونا اس کی تنزیہ

www.ahlehaq.org

کے خلاف ہے لیکن محققین یہ کہتے ہیں کہ قبائح کی خلق میں زیادہ دلالت علی القدرۃ الکاملہ ہے۔

محقق ہماں بیند اندر ابل   کہ درخوبرویاں چین و چگل

ایک ماہر خوشنویس اگر حرف جیم عمدہ لکھے وہ اتنا کمال نہیں سمجھا جاتا جتنا یہ کہ وہ بگاڑ کر لکھے جس سے پہچانا نہ جاوے کہ یہ کسی ماہر کا لکھا ہوا ہے۔ انتہیٰ کلامہ۔ احقر جامع کہتا ہے کہ سریع السیر سواریاں جیسے موٹر اور سائیکل وغیرہ میں بڑا کمال اس شخص کا سمجھا جاتا ہے جو ان کو آہستہ سے آہستہ چلا سکے۔ محمد شفیع

۲۵ر جمادی الاولیٰ ۶۲ھ

(۲۳) حدیث میں ہے لاتنظر وا الی ذنوب العباد کانکم ارباب۔ یعنی ایسی طرح لوگوں کے گناہوں پر نظر نہ کرو جیسے تم خود خدا ہو اور وہ تمہارا کوئی حق فوت کر رہا ہے۔ ایک صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ بے نمازی کو سلام کرنا جائز ہے یا نہیں۔ میں نے کہا تمہارے ذمہ واجب ہے کیونکہ میں نے یہ محسوس کیا کہ وہ اس کو حقیر سمجھتا ہے اور اپنی کو بری سمجھنے کا ناز رکھتا ہے۔

گناہ گاروں پر رحم کرنا چاہیے جیسے بیمار پر، البتہ چونکہ اس نے باختیارِ خود گناہ کیا ہے اس لئے بغض عقلی کافی ہے یہ نہیں کہ ہر وقت ان پر غرایا ہی کرے۔

گناہ آئینہ عفو رحمت است ای شیخ   مبیں بچشم حقارت گناہ گاراں را

(۲۴) الرحمۃ المہداۃ میں ہے کہ ایک نبی علیہ السلام ایک مقبرہ پر گزرے جس میں نئی سی قبریں بنی ہوئی تھیں اور پاس گئے تو معلوم ہوا کہ اکثر معذب ہیں دعاء کی، اور گزر گئے، کچھ عرصہ کے بعد پھر وہاں گزر ہوا جبکہ قبریں سب شکستہ ہوگئی تھیں وہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ سب کے سب مغفور اور رراح وریحان میں ہیں۔ حیرت ہوئی اور جناب باری میں عرض کیا کہ مرنے کے بعد انکا کوئی عمل تو ہوا نہیں پھر مغفرت کا سبب کیا ہوا، فرمایا جب انکی قبریں شکستہ ہوگئیں اور کوئی ان کا پوچھنے والا نہ رہا تو مجھے رحم آیا اور مغفرت کر دی، حضرت نے فرمایا دیکھو کچی قبر رکھنے میں ایک یہ بھی مصلحت ہے۔

(۲۵) یہ مشہور ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ایک بیوی جنیہ تھی جس کے بطن سے

www.ahlehaq.org

محمد بن الحنفیہ پیدا ہوئے فرمایا کہ میں نے اس کے متعلق حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب سے دریافت کیا، فرمایا کہ عرب کی عادت یہ ہے کہ ہر عجیب چیز کو جنات کی طرف منسوب کرتے ہیں، اس لئے عمدہ اور عجیب چیز کو عقری کہتے ہیں کیونکہ عقر نام ایک وادی کا ہے جس کے متعلق مشہور یہ ہے کہ اس میں جنات رہتے تھے۔ اسی طرح حضرت محمد بن الحنفیہ اور انکے بھائیوں کے متعلق کسی نے بطور مدح کے کہا ہے ع بنو جنیة[1] مولدت سیوفا۔
اس سے کسی کو شبہ ہو گیا کہ وہ جنیہ کی اولاد ہیں۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ ان کو حیرت انگیز شجاعت کی وجہ سے شاعر نے بنوجنیہ کہہ دیا ہے۔

(۲۶) فرمایا کہ مرادآباد میں ایک مرتبہ مولانا انور شاہ صاحب نے ایک عجیب روایت بیان کی تھی جبکہ کسی نے ان سے سوال کیا کہ کیا جنات بھی زمین میں انسان کی طرح دفن کئے جاتے ہیں، فرمایا نہیں بلکہ وہ ہوا میں دفن ہوتے ہیں پھر فرمایا کہ عقلاً تو کچھ مستبعد نہیں کیونکہ اصل دفن کی یہ ہے کہ جس جوہر سے وہ جسم بنا ہے مرنے کے بعد اسی میں اس کو پہنچا دیا جائے۔ انسان پر مٹی کا عنصر غالب ہے اس کو مٹی میں دفن کیا جاتا ہے۔ جنات میں کچھ بعید نہیں کہ نار یا ہوا کا عنصر غالب ہو اور اسی مرگز میں ان کو بعد الموت پہنچایا جاتا ہو۔

ہمارے ماموں صاحب ایک ذہین آدمی تھے فرمایا کرتے تھے کہ ہندوؤں میں مردے جلانے کی رسم یوں معلوم ہوتا ہے کہ اپنے دیوتاؤں کے تعامل سے چلی ہے کیونکہ دیوتا ان کے جنات ہیں اور ممکن ہے کہ ان میں بوجہ ناری الاصل ہونے کے جلانے کا دستور ہو ان کو دیکھ کر بے سمجھے ہندوؤں نے بھی ان کی تقلید کر لی۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ کوئی روایت تو نہیں مگر کچھ مستبعد بھی نہیں۔

۲۶/ جمادی الاولیٰ ۶۲ھ

(۲۷) فرمایا کہ حضرت مولانا اسمٰعیل شہید اور ان کے اصحاب جب جہاد کو نکلے ہیں تو اپنے آپ کو ایسا مٹا کر نکلے ہیں کہ کھانے کے لئے برتن ساتھ نہ ہوتے تھے مسجد کے فرش کو کسی کنارہ سے دھو کر اس پر ترکاری رکھ کر کھانا کھاتے تھے اور فارغ ہو کر پھر دھو دیتے تھے،

---

[1] وہ ایک جنیہ عورت کی اولاد ہیں جس نے تلواریں جنی ہیں۔

www.ahlehaq.org

حالانکہ ان کے لشکر میں بڑے بڑے امراء اور شہزادے بھی تھے۔

(۲۸) فرمایا حضرت سید صاحبؒ کو جہاد میں ناکامی اسی وجہ سے ہوئی کہ جن لوگوں پر اعتماد کیا وہ قابل اعتماد نہ تھے، شدت کے وقت ساتھ نہ دیا۔

(۲۹) فرمایا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حق تعالیٰ نے عجیب جامعیت عطا فرمائی تھی ہر کام میں رائے رکھتے تھے، فرماتے تھے کہ سلطنت کی قابلیت عالمگیر سے زیادہ شاہجہاں میں تھی حالانکہ دینداری میں یقیناً عالمگیر بڑھے ہوئے تھے مگر لکل فن رجال۔

۲۷/ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ

(۳۰) فرمایا کہ حضرت سلطان نظام الدینؒ کی خدمت میں کسی نے حلوا پیش کیا حاضرین مجلس میں سے کسی نے کہا الھدایا مشترک اشارہ تھا کہ حدیث میں ہے من[1] اھدی له ھدیة فجلسائه شرکائه حضرت نے فرمایا اے برادر بلکہ تنہا خوشترک۔ اس نے عرض کیا کہ آپ حدیث کا معارضہ کرتے ہیں فرمایا نہیں حدیث کا مطلب تو یہ ہے کہ مہدیٰ لہ (جس کو ہدیہ دیا گیا ہے) تنہا نہ رکھے دوسرے جلساء کو بھی شریک کرے۔ میں یہ تمام تمہید دیتا ہوں خود کچھ نہیں رکھتا۔ اس میں معارضہ کیا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اس حدیث کی شرح حضرت امام ابو یوسفؒ نے یہ فرمائی ہے کہ مراد اس سے وہ کھانے پینے کی چیزیں ہیں جو عادۃً مجلس میں تقسیم کرکے کھائی جاتی ہیں نقد یا کپڑا اس میں داخل نہیں، پھر فرمایا کہ مأخذ حضرت امام ابو یوسفؒ کے اس ارشاد کا یہ معلوم ہوتا ہے کہ اصل قاعدہ جو عقلی بھی ہے، نقلی بھی۔ یہ ہے کہ ہدیہ اس شخص کی ملکیت ہے جس کی نیت مہدی (ہدیہ پیش کنندہ) نے کی ہے۔ دوسرے لوگ اس میں شریک نہیں لیکن بعض مواضع میں عرف یہ ہوتا ہے کہ کھانے پینے کی چیز بعض لوگ مجلس میں اسی نیت سے لاتے ہیں کہ سب شرکاء مجلس کو دے دی جائے۔ مگر اکرام مجلس کے سبب بزرگ کے سامنے رکھی جاتی ہے۔ اسی صورت میں حقیقۃً سب شرکاء مجلس کا حق ہوتا ہے۔ یہی مراد حدیث کی ہے، عام ہدایا مراد نہیں۔ واللہ اعلم۔

احقر جامع کہتا ہے کہ اول تو حضرات محدثین کو اس حدیث کے ثبوت ہی میں کلام ہے

---

[1] یعنی جس کو مجلس میں ہدیہ دیا جاوے تو اس کے ہمنشین بھی اس ہدیہ میں شریک ہیں ۱۲

www.ahlehaq.org

1 تذکرۃ الموضوعات میں علامہ طاہر مفتیؒ نے اکثر حضرات سے اس پر جرح نقل کی ہے لیکن حضرت امام ابو یوسفؒ کا اس کی توجیہ کرنا اس پر شاہد ہے کہ انہوں نے اس کو قابل احتجاج سمجھا ہے اور مجتہد کا کسی حدیث سے استدلال کرنا اس حدیث کی توثیق کے حکم میں ہے۔ کما تقرر فی الاصول۔ محمد شفیع

(۳۱) فرمایا کہ جو لوگ خلاف حق کسی کام میں مبتلا ہوں، ان کا خلاف کرنا چاہیے لیکن بدگمانی اور بدزبانی سے احتراز لازم ہے کہ اس میں اپنا ضرر ہے۔

(۳۲) فرمایا کہ مبتدی کو چاہیے کہ اس فکر میں زیادہ نہ پڑے کہ فلاں کام جو میں نے کیا ہے گناہ تھا یا نہیں اور تھا تو کس درجہ کا گناہ تھا بلکہ جس کام میں معصیت کا شبہ ہو اس کو معصیت سمجھ کر تدارک اور استغفار کرے اور اصل کام میں لگ جاوے۔

(۳۳) فرمایا کہ علماء نے لکھا ہے کہ استغراق میں ترقی نہیں ہوتی اور نہ کچھ زیادہ کمال کی چیز ہے بلکہ بعض اوقات جب کسی خاص جمال کے تحمل سے آدمی عاجز ہوتا ہے تو حق تعالیٰ بطور انعام کے اس پر استغراق مسلط کر دیتے ہیں تاکہ احساس مصیبت نہ ہو جیسے اپریشن میں کلورافارم سنگھا دیا جاتا ہے۔

۱۱ر جمادی الثانیہ ۱۳۶۲ھ

(۳۴) ارشاد فرمایا کہ لوگ اپنے دل میں آپ حساب کتاب لگا لیتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ساری دنیا اس کے موافق چلے جب وہ پورا نہیں ہوتا تو مصیبت میں پڑتے ہیں، شریعت مقدسہ نے ہر چیز میں عجیب تعدیل فرمائی ہے جس میں کسی وقت پریشانی نہیں ہو سکتی۔ دیکھئے ایک صحابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ان امرأتی لا ترد ید لامسٍ یعنی میری بیوی کسی چھونے چھیڑنے والے کو روکتی نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طلقھا یعنی اس کو طلاق دے دو۔ صحابی نے عرض کیا کہ مجھے اس سے محبت ہے (یعنی اگر طلاق دے دوں گا تو پریشانی ہوگی اور ممکن ہے کہ پھر اس کے ساتھ گناہ میں مبتلا ہو جاؤں) فرمایا اَمسِکھا پہلا حکم یعنی ترک تعلق اصل اور مقتضی غیرت کا تھا اور جب اس کا تحمل دشوار معلوم ہوا تو اس کی بھی اجازت دے دی کہ اس حال میں بھی اس کو اپنی

www.ahlehaq.org

زوجیت میں رکھ سکتے ہو۔ مطلب یہ تھا کہ اس کی حفاظت وصیانت میں کوشش کی جاوے، پھر بھی اگر وہ کچھ گڑبڑ کرے تو تم بَرِی ہو وہ خود اپنے کیے کو بھگتے گی۔ لاتزر وازرۃ و زر اخریٰ۔ انسان کو چاہیے کہ جس قدر انتظام اپنی قدرت میں ہو اس کو پورا کرلیا جاوے۔ پھر اس فکر میں نہ رہے کہ جو کچھ ہم نے حساب لگا رکھا ہے سب اسی کے موافق ہو جاویں۔

(۳۵) فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر مُدرکہ کے لئے ایک حد مقرر فرمائی ہے۔ آنکھ ایک حد تک دیکھتی ہے اس سے آگے نہیں دیکھتی، کان ایک حد تک سنتے ہیں اس سے آگے نہیں سنتے، اسی طرح عقل کا ادراک اور رسائی بھی ایک حد تک محدود ہے، اس سے آگے وہ عاجز ہے معلوم نہیں کہ لوگوں نے اس کے ادراک کو غیر محدود کیوں سمجھ رکھا ہے کہ جو چیز اپنی عقل میں نہ آوے اس کے انکار کے درپے ہو جاتے ہیں۔

(۳۶) ارشاد فرمایا کہ ہر کام میں آسان اور مختصر راستہ اختیار کرنا چاہیے۔ بے وجہ تطویل و مشقت میں پڑنا عقل کے بھی خلاف ہے اور سنت کے بھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ نے وہ قوت و ہمت عطا فرمائی تھی کہ آپ اپنی ذات پر جس قدر چاہتے مشقت برداشت فرما سکتے تھے اور بالکل عزیمت پر عمل فرما سکتے تھے۔ مگر اس کے باوجود عادت شریفہ یہ تھی کہ جب آپ کو دو کاموں میں اختیار دیا گیا ہمیشہ وہ کام اختیار فرمایا جو سہل و آسان ہو اس کی حکمت یہ تھی کہ اُمت متبع سنت ہو سکے اور ضعفا اُمت اتباعِ سنت سے محروم نہ رہیں اور ان کو یہ غم نہ ہو کہ ہم محروم رہ گئے۔ ظاہر ہے کہ توکل و زہد و قناعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کس کو حاصل ہو سکتے ہیں لیکن اس کے باوجود بیبیوں کے لئے سال بھر کا غلہ جمع فرما دیتے تھے تا کہ اُمت کو تنگی نہ ہو۔

حافظ شیرازی جو تارک الدنیا اور رند مست مشہور ہیں ان کی تعلیم بھی یہ ہے۔

گفت آساں گیر بر خود کارہا کز روی طبع　　سخت می گوشد جہاں بر مرد ماں سخت کوش

یہ کلمات ارشاد فرمانے کے بعد خواجہ صاحب کو خطاب کر کے فرمایا کہ خواجہ صاحب یہ باتیں ہیں لکھنے کی جو شاید میرے بعد کہیں نہ ملیں گی۔ مگر یہ کہ ؏ مردے از غیب بروں آید وکارے بکند + مولوی فضل حق صاحب خیرآبادی کہا کرتے تھے

www.ahlehaq.org

ع رانڈ ہو جائیں گے قانون و شفا میرے بعد

اور مولوی عبدالسمیع صاحب میرٹھی ایک مرتبہ کانپور آئے تو میں نے ان سے وعظ کہلوایا۔ وہ اگرچہ بدعات مروجہ میں ہمارے اکابر کے خلاف تھے مگر وعظ میں گڑبڑ نہ کرتے تھے اس لئے ان کے وعظ میں مضائقہ نہ سمجھا اس وعظ میں مولوی صاحب نے اپنی ایک نظم بھی پڑھی تھی جس کا ایک شعر یاد رہا ۔

بیدلِ خستہ کو پاؤ گے کہاں　　　کرلو اس کی مہمانی چند روز

احقر جامع کہتا ہے کہ حضرت والا کی زبان مبارک سے یہ جملے سن کر مجلس کا رنگ بدل گیا، میرے ایک دوست نے مجلس سے اٹھتے ہی رو کر کہا کہ مولوی صاحب معلوم ہوتا ہے کہ اب حضرت کی صحبت بہت کم باقی ہے مگر افسوس کہ اس وقت بھی کسی کو یہ اندازہ نہ تھا کہ ایک ماہ بعد ہی یہ دربار اٹھ جائے گا ۔

حیف در چشم زدن صحبتِ یار آخر شد　　　روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

اور حیف تو یہ ہے کہ مجلس کی صورت سے افادات وارشادات تو غالباً اسی دن ختم ہو چکے تھے۔ یوں تو آخر وقت تک افادات کا سلسلہ رہا معمول اور مجلس کی صورت سے پھر ملفوظات کی نوبت نہیں آئی۔

(۳۷) فرمایا کہ حق جل وعلی شانہ کی رحمت کا ہم کیا اندازہ کر سکتے ہیں اور کس کس نعمت کا شکر ادا کر سکتے ہیں۔ قرآن مجید کے اسلوب بیان کو دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ سارا کلام انسانی جذبات اور انسان کے عقل وادراک کے دائرہ میں ہے وہ ہی محاورات استعمال فرمائے ہیں جو انسان استعمال کرتا ہے حالانکہ حق تعالیٰ شانہ کی ذات اور اس کا کلام کہاں اور ہماری عقل و فہم کہاں: لیکن یہ رحمتِ عظیمہ ہے کہ انسان کے مدرک پر تنزل فرما کر کلام کیا ہے۔ بلاتشبیہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے بچوں سے بات کرتے وقت بڑے آدمی بچوں کی طرح تتلا کر کلام کرتے ہیں تاکہ بچہ اس سے مانوس ہو اور سمجھے۔ قرآن مجید کے متعدد مواضع میں لعلکم ترحمون وغیرہ کے الفاظ وارد ہیں جن میں مفسرین کو کلام ہے کہ یہ لفظ لَعَلَّ کا کیا موضع ہے کیونکہ اس کے معنی ہیں شاید جو شک کا کلمہ ہے اور ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ جل وعلیٰ کو ہر چیز کا قطعی علم ہے اس کے کلام میں شک کے کوئی معنیٰ نہیں اس لئے مختلف توجیہات ان

www.ahlehaq.org

حضرات نے لکھی ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ لَعَلَّ اس جگہ تحقیق کے لئے ہے شک کے معنی میں نہیں۔ لیکن حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نے فرمایا کہ یہ سب تکلف ہے حقیقت یہ ہے کہ انسانی مدارک پر تنزل فرمانے کے باعث یہ لفظ استعمال کیا گیا ہے کیونکہ اس موقع پر انسان کو ظن ہونا چاہیے اس لئے بصیغۂ ظن تعبیر کیا گیا ہے۔

فرمایا کہ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کو یہ علوم کچھ زیادہ مطالعہ سے حاصل نہیں ہوئے بلکہ حق تعالیٰ نے قلب میں ایک نور پیدا فرمادیا جس سے یہ چیزیں منکشف ہوئیں۔ کنوئیں میں پانی کوئی باہر سے نہیں ڈالتا۔ اندر سے اُبلتا ہے۔ اسی طرح اہل اللہ کے سب علوم خارج سے مکتسب نہیں ہوتے بلکہ محض موہوب ہوتے ہیں، اس لئے بعض اکابر کا مقولہ ہے کہ بزرگوں کے ملفوظات جمع کرنے کی فکر میں زیادہ نہ رہو بلکہ بڑی فکر اس بات کی کرو کہ صاحب ملفوظ جیسے بنو تاکہ تمہاری زبان سے بھی وہی علوم نکلنے لگیں۔

(۳۸) فرمایا کہ حق تعالیٰ کو علم تھا کہ اُمت میں ایسے لوگ بھی ہوں گے جو مغلوب النوم کسلمند ہوں گے اور ان کی نمازیں قضا ہوں گی، ان کی رعایت سے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک نماز قضا کرادی تاکہ اس میں بھی ان کو اسوۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاصل ہو سکے۔ فسبحان من رؤف رحیم۔

www.ahlehaq.org

۱۴ / جمادی الثانیہ ۱۳۶۲ھ

(۳۹) فرمایا کہ علماء کو امراء کے دروازوں پر جانا یہ تو میں نہیں کہتا کہ نہیں چاہیے کیونکہ اضطرار ایسی چیز ہے جس میں آدمی مجبور ہو جاتا ہے۔ آنکہ شیراں را کند روبہ مزاج + احتیاج است، احتیاج است احتیاج + مگر حکیم شیرازی کا قول ہے۔ بتمنائے گوشت مُردن بہ + کہ تقاضائے زشت قصاباں

یہ ارشاد اس پر فرمایا کہ مجلس میں ایک متبحر عالم کے لئے ریاست حیدرآباد میں وظیفہ کی کوشش کا تذکرہ تھا جن کے لئے سفارشیں بہم پہنچانے کے بعد بھی کامیابی نہ ہوئی تھی۔

(۴۰) فرمایا کہ ذلت درحقیقت عرض حاجت ہے، پھٹے کپڑے، ٹوٹے جوتے، پیوند پوش ہونا ہرگز ذلت نہیں۔ فرمایا کہ آدمی کو آزاد رہنا چاہیے، کسی خادم کا پابند نہ ہو، اپنا کام خود کرنے کی

www.ahlehaq.org

عادت رکھے۔ میری ہمیشہ سے یہی عادت ہے اور میں نے تو چار حرف دین کے پڑھے بھی ہیں اور صحبت بھی اٹھائی۔ بھائی اکبر علی صاحب کا بھی یہی حال تھا اور یہ سب برکت ان بزرگ کی ہے جن کی دعاء سے ہم پیدا ہوئے۔

بڑے سے اُکتاؤ نہ تم مجذوب کی — پھر یہ سن پاؤ گے افسانہ کہاں
کررہا ہے فاش رازِ حسن و عشق — پھر ملے گا ایسا دیوانہ کہاں
یہ تپش یہ تختہ جانی پھر کہاں — سن لو یہ آتش بیانی پھر کہاں
پھر کہاں مجذوب کی یہ شورشیں — یہ طبیعت کی روانی پھر کہاں

تعلیماتِ اشرفیہ منظوم

(از مجذوب محروم و مغموم)

قبض میں بھی بسط کا تو لطف لے — بے تسلی بھی تسلی چاہیے
ہے جلالی تو جمالی گو نہیں — چاہے جیسی ہو تجلی چاہیے
اصلاح میں اپنی کر نہ سستی — ہمت پہ ہے منحصر درستی
فرما گئے ہیں حکیم الامت — سستی کا علاج بس ہے چستی
رکھ ہمیشہ نظر میں دو باتیں — اے دو عالم کی خیر کے طالب
طبع غالب نہ عقل پر ہو کبھی — اور نہ ہو عقل شرع پر غالب
چاہے اطمینان اگر مجذوب تو — کر نہ کیفیات کی ہرگز ہوس
عقل و ایماں ہیں رفیق دائمی — آنی جانی اور سب چیزیں ہیں بس
کر نفس کا مقابلہ ہاں بار بار تو — سو مرتبہ بھی ہار کے ہمت نہ ہار تو
اس کو پچھاڑ کے بھی نہ پچھڑا ہوا سمجھ — ہر وقت اس پچیت سے رہ ہوشیار تو
نہ چت کر سکے نفس کے پہلواں کو — تو یوں ہاتھ پاؤں بھی ڈھیلے نہ ڈالے
ارے اس سے کشتی تو ہے عمر بھر کی — کبھی وہ دبالے، کبھی تو دبالے
جو ناکام ہوتا رہے عمر بھر بھی — بہر حال کوشش تو عاشق نہ چھوڑے

www.ahlehaq.org

یہ رشتہ محبت کا قائم ہی رکھے
جو سو بار ٹوٹے تو سو بار جوڑے

رہِ عشق میں ہے تگ و دو ضروری
کہ یوں تا بمنزل رسائی نہ ہوگی

پہنچنے میں حد درجہ ہوگی مشقت
تو راحت بھی کیا انتہائی نہ ہوگی

کہاں تیری مجذوب ژولیدہ حالی
کہاں باریابی درگاہ عالی

مگر ہو نہ مایوس پھر بھی کرم سے
حسرت بھی تیری نہ جائے گی خالی

تجھ کو جو چلنا طریق عشق میں دشوار ہے
تو ہی ہمت ہار ہے ہاں تو ہی ہمت ہار ہے

ہر قدم پر تو جو رہ رو کھا رہا ہے ٹھوکریں
لنگ خود تجھ میں ہے ورنہ راستہ ہموار ہے

طلب تیری مجذوب اگر تام ہو
ابھی زیب پہلو دل آرام ہے

یہ کوشش جو تیری ہے کوشش نہیں
وہ کوشش ہی کب ہے جو ناکام ہے

یہ مجذوب وحشی کو مثل اپنے سالک
بٹھانا جو حجرہ میں تو چاہتا ہے

سرشت اپنی اپنی ہے ظرف اپنا اپنا
مرا جذب میدان ہوا چاہتا ہے

سختی رہ سے نہ ڈر، ہاں ایک ذرا ہمت تو کر
گامزن ہونا ہے مشکل راستہ مشکل نہیں

کام کو خود کام پہنچا دیتا ہے انجام تک
ابتداء کرنا ہے مشکل انتہاء مشکل نہیں

شر سے ہے کونسا بشر خالی
ہاں مگر ہو نہ شر ہی شر خالی

کچھ تو ساماں خیر ہو دل میں
اب تو ہے تیرا گھر کا گھر خالی

تو گناہوں کا خود ہے ذمہ دار
آڑ تقدیر کی نہ لے زنہار

تیرے اس عذر پر ہے یہ صادق
خوئے بدرا بہانہ بسیار

دیکھ تو آتشیں رُخوں کو نہ دیکھ
ان کی جانب نہ آنکھ اُٹھا زنہار

دور ہی سے یہ کہہ الٰہی خیر
وقنا ربنا عذاب النار

میرے سب درد کھوئے دردِ دل نے
یہی درماں بھی ہے آزار بھی ہے

محبت کو جو دیکھے جس نظر سے
یہی پرخار بھی، گلزار بھی ہے

جو کھیلوں میں تو نے لڑکپن گنوایا
تو بدمستیوں میں جوانی گنوائی

جواب غفلتوں میں بڑھاپا گنوایا
تو پھر یہ سمجھ زندگانی گنوائی

www.ahlehaq.org

مترس از بلائے کہ شب درمیاں ست
یہ بڑھ کر نہ سو شب بھر آرام ہی سے
ارے کوچ گو صبح ہونے پہ ہوگا
مگر فکر توشہ تو کر شام ہی سے

مطرب خوشنوا بگو تازہ بتازہ نو بنو
چپ نہ ہو ہائے چپ نہ ہو، گائے جا ہائے گائے جا
کیف نہ ہونے پائے کم، پاس نہ آنے پائے غم
اے مزے دافع الم، نغمے یوں ہی سنائے جا

مطرب خوشنوا ترا دونوں جہاں میں ہو بھلا
روزِ الست جو سنا، نغمہ وہی سنائے جا
یہ تیری شان آب وگل، تجھ سے ملک بھی ہیں خجل
جس نے دیا ہے دردِ دل، گیت اسی کے گائے جا

مری زیست کا حال کیا پوچھتے ہو
نہ پیری، نہ طفلی، نہ اس میں جوانی
جو کچھ ساعتیں یادِ دلبر میں، گزریں
وہی ہیں وہی میری کل زندگانی

قبول عشق میں مطلوب ہے، وصول نہیں
وصول ہیچ ہے مجذوب اگر قبول نہیں
وصول اس کو نہ ہرگز سمجھ فضول ہے وہ
ہو لا کھ ایسا وصول اس سے کچھ حصول نہیں

چار شرطیں لازمی ہیں استفاضہ کیلئے
اطلاع و اتباع و اعتقاد و انقیاد
یہ مقفی قول ہے رنگین بھی سنگین بھی
حضرتِ مرشد کا یہ ارشاد رکھ تا عمر یاد

ترا آستاں اب کہیں چھوٹتا ہے
جدھر آ گئے ہم اُدھر آ گئے ہم
نہ اب بت پرستی نہ اب مے پرستی
یہ سب چھوڑ کر تیرے گھر آ گئے ہم

غم عشق جا کر بھی غم کم نہ ہوگا
کہ پھر غم نہ ہونے کا کیا غم نہ ہوگا
نہ کر غم کے جانے کی ہرگز تمنا
گیا غم تو یہ دل کا عالم نہ ہوگا

فزوں اب توں ہر سانس پر دردِ دل ہے
سکوں چارہ گر ہوگا جب دم نہ ہوگا
عبث ہے عبث ہے مداوا عبث ہے
نہ ہوگا نہ ہوگا یہ اب کم نہ ہوگا

نظمِ جہاں میں ہر طرف اب اختلال ہے
عالم تمام مظہر شان جلال ہے
کچھ اس کا لطف اہل محبت سے پوچھئے
شانِ جلال بھی انہیں شانِ جمال ہے

وہ کتنا ہی شکستہ ہو وہ کیسا ہی نکما ہو
نظر بر لطف ساقی تو کئے جا پیش جام اپنا
بھریگا یا نہیں کتنا بھریگا اور بھریگا کب
سروکار اس سے کیا تجھ کو کئے جا تو تو کام اپنا

یہ کس نے زمانہ سے پھیریں نگاہیں
یہ دنیا میں کیا انقلاب آ رہا ہے

www.ahlehaq.org

جو رات آرہی ہے بری آرہی ہے
جو دن آرہا ہے خراب آرہا ہے

سمجھتے ہیں اہل ممالک تو یہ
کہ بس بادشاہت بڑی چیز ہے

مگر جو ہیں اہل نظر ، اہل دل
وہ کہتے ہیں چاہت بڑی چیز ہے

جوا کب غلامی کا ہے زیب مسلم
کہ ہر چیز موزوں ہے اپنے محل میں

یہ اعمالِ بد کی ہے پاداش ورنہ
کہیں شیر بھی جوتے جاتے ہیں ہل میں

مرا نقشِ ہستی نہیں مٹنے والا
بتوں کے مٹائے یہ مٹتا نہیں ہے

اسے میٹنے میں وہ مٹ جائیں گے خود
کہ یہ نقش سجدہ ہے قشقہ نہیں ہے

جائے۔ جسے مجذوب نہ زاہد نظر آئے
بھائے نہ جسے رندوہ پھر کیوں ادھر آئے

سو بار بگڑنا جسے منظور ہو اپنا
وہ آئے یہاں اور بچشم و بسر آئے

احسان جتا کر نہ کوئی میرے گھر آئے
احسان مرا مان کر آئے اگر آئے

بیٹھا ہوں غنی ہو کے میں ہر شاہ و گدا سے
سو بار غرض جس کو پڑے وہ ادھر آئے

کاشانہ مجذوب ہے منزل گومستاں
جو اہل خرد آئے یہاں سوچ کر آئے

فرزانہ جسے رہنا ہو جائے وہ کہیں اور
دیوانہ جسے بننا ہو بس وہ ادھر آئے

اس سہ دری اشرف فردوس مکاں میں
جب آئے زیارت کو تو با چشم تر آئے

جو بزم بھری رہتی تھی مستانِ خدا سے
خالی وہ نظر آئے تو کیوں جی نہ بھر آئے

مجذوب ہے اور جلوہ مستانہ کسی کا
وہ اب نہیں اپنا ہو کہ بیگانہ کسی کا

وہ بزم ہے اور اک نئی ہر سو ہے تجلی
شمعوں سے گھرا بیٹھا ہے پروانہ کسی کا

مجھے دوست چھوڑدیں سب، کوئی مہرباں نہ پوچھے
مجھے میرا رب ہے کافی، مجھے کل جہاں نہ پوچھے

شب و روز میں ہوں مجذوب، اور یاد اپنے رب کی
مجھے کوئی ہاں نہ پوچھے، مجھے کوئی ہاں نہ پوچھے

زچشم محوِ حیرت کیف صد پیمانہ میریزم
من آں مستم کہ از جام تہی میخانہ میریزم

چہ داند خلق رندی من درویش صورت را
مئے صافی بزیر دلق در پیمانہ میریزم

نیابی تا ابد زیں بعد ہرگز ایں چنیں وقتے
بصد کوشش عنانِ توسنِ عمرِ رواں درکش

بہ یادِ دوست اے مجذوب گم کن ہستی خود را
جو عمرِ جاوداں خواہی بجاں آنجاں جاں درکش

www.ahlehaq.org

سوچ ماضی کو نہ استقبال کو ٹھیک رکھ تو ، تو بس اپنے حال کو
کیا ہوا کیا ہوگا اس غم میں نہ پڑ تو عبث سر لے نہ اس جنجال کو

دل کیوں نہیں لگتا طاعتوں میں اس فکر کے پاس بھی نہ جانا
دل لگنا کہاں ہے فرض تجھ پر تیرا تو ہے فرض دل لگانا

لگا رہ اسی میں جو ہے اختیاری نہ پڑا مر غیر اختیاری کے پیچھے
شہادت کئے جا ، مزا گو نہ آئے نہ آدھی کو بھی چھوڑ ساری کے پیچھے

جبل گرددائے دل جبلی نہ گردد یہ مانا، درست اب جبلت نہ ہوگی
مگر فعل بد سے تو بچنا ہے ممکن نری طبع بد پر عقوبت نہ ہوگی

تو ہو کسی بھی حال میں مولا سے لَو لگائے جا قدرتِ ذوالجلال میں کیا نہیں گڑگڑائے جا
بیٹھے گا چین سے اگر کام کے کیا رہیں گے پر گو نہ نکل سکے مگر پنجرے میں پھڑپھڑائے جا
اشک یوں ہی بہائے جا، دل کی لگی بجھائے جا آہیں بھی کھینچ کھینچ کر، آتش غم بڑھائے جا
حُسنِ تماشہ دوست کو، عشق کرشمہ ساز تو کھیل یونہی نئے نئے شام وسحر دکھائے جا
ضربیں کسی کے نام کی دل پہ یوں ہی لگائے جا گو نہ ملے جواب کچھ دریوں ہی کھٹکھٹائے جا
کھولیں وہ یا نہ کھولیں در، اس پہ ہو کیوں تری نظر تو تو بس اپنا کام کر، یعنی صدا لگائے جا
تیری بلا سے کچھ ہو بس تو تو ادا دکھائے جا روتا ہے روئے کُل جہاں تو یوں ہی مسکرائے جا
غم سے کہاں فراغ ہے دل پہ تو روز داغ ہے قبضہ میں تیرے باغ ہے نت نئے گل کھلائے جا
ہاں مجھے مثل کیمیا، خاک میں تو ملائے جا شانِ مری گھٹائے جا، رتبہ میرا بڑھائے جا
سب ہوں حجاب برطرف دیکھوں تجھی کو ہر طرف پردے یوں ہی اٹھائے جا، جلوے یوں ہی دکھائے جا
جام پہ جام لائے جا، شانِ کرم دکھائے جا پیاس مری بڑھائے جا، روز نئی پلائے جا
پوری نہیں ہے بیخودی، کرتا ہوں مستیاں بھی ہوش مرے اڑائے جا، اور ابھی چکھائے جا
دیکھ یہ راہِ عشق ہے، ہوتی ہے بس یوں ہی یہ طے سینہ پہ تیرے کھائے جا، آگے قدم بڑھائے جا
یہ نہیں ظلمِ دشمناں، یہ ہی جفائے جانِ جاں صورتِ ابر تو بھی ہاں روتے میں مسکرائے جا
مطرفِ خوشنوا ترا دونوں جہاں میں ہو بھلا روزِ الست جو سنا نغمہ وہی سنائے جا

www.ahlehaq.org

یہ تری شان آب وگل، تجھ سے ملک بھی ہیں خجل
جس نے دیا یہ دردِ دل گیت اسی کے گائے جا

رہنا نہ چاہے تو اگر مفت کی انتشار میں
پیش نظر یہ گُر رہے دیکھ تلاشِ یار میں

اپنے جو بس کی بات ہو، رہ بس اسی میں منہمک
پیچھے نہ اس کے پڑ کبھی، جو نہ ہو اختیار میں

وساوس جو آتے ہیں اس کا ہو غم کیوں
عبث اپنے جی کو جلانا برا

خیر تجھ کو اتنی بھی ناداں نہیں ہے
وساوس کا لانا کہ آنا برا ہے

مالک ہے جو چاہے کر تصرف
کیا وجہ کسی بھی فکر کی ہے

بیٹھا ہوں میں مطمئن کہ یا رب
حاکم بھی ہے تو حکیم بھی ہے

کام کر دل لگا کے پھر بھی اگر
نہ لگے دل تو کچھ ملال نہ کر

حسب ارشاد حضرت مرشد
فعل کر فکر انفعال نہ کر

بدلے نہ کہیں عالم ایجاد کا عالم
ای ٹوٹے ہوئے دل تری فریاد کا عالم (شفیق جونپوری)

معمور تھا جلوؤں سے اور ارمانوں سے کیا کیا
اب تو ہے اور اک خانہ برباد کا عالم (مجذوب)

وہ رنگ، نہ وہ ڈھنگ، نہ وہ لطف، نہ وہ کیف
کچھ اور ہے اب عالم ایجاد کا عالم

بیٹھا ہوں نظر نیچے کئے سر کو جھکائے
گلشن میں ہے اب خانہ ایجاد کا عالم

شامِ شبِ فرقت میں بھی انوار سحر ہیں
اے نورِ مجسم یہ تری یاد کا عالم

دل نور، جگر نور، زباں نور، نظر نور
یہ کیا مری خاطر ناشاد کا عالم

طرق عشق جو ہیں سب کا خلاصہ اے دل
بس یہ ہے دوست سے غافل نہ کسی آن رہے

اس کا اک گُر تجھے تلقین کئے دیتا ہوں
ذکر اور فکر رہے، دُھن رہے اور دھیان رہے

یہ بھی ہے اک ادائے حسن یار کی بے رخی نہیں
برہمی مزاج دوست، ناز ہے برہمی نہیں

اُٹھ بھی یہاں سے بوالہوس بیٹھ نہ عاشقوں میں تو
تاب اگر حسن تجھے یار کے ناز کی نہیں

کوئی مزا مزا نہیں، کوئی خوشی خوشی نہیں
تیرے بغیر زندگی موت ہے، زندگی نہیں

سب کا غلط ہے یہ گماں، زندہ ابھی ہوں میں کہاں
وہ جو ہے اپنا جانِ جاں پہلو میں جب وہی نہیں

لاکھ ہنسی کی بات ہو لب پہ مگر ہنسی نہیں
غنچۂ دل بس اب مرا بہر شگفتگی نہیں

بادِ صبا ہو، ابر ہو، موسمِ نو بہار ہو
کوئی شگفتہ کر سکے ہائے یہ وہ کلی نہیں

www.ahlehaq.org

جانشینی

عام طور سے تحریراً وتقریراً یہ سوال ہوتا ہے کہ حضرت اقدس کا جانشین کون ہے؟ تعجب ہوتا ہے کہ جو شیخ کمال، علم، کمالِ تقویٰ، کمالِ معرفت، کمالِ عشق، کمالِ ارشاد غرض جملہ کمالات میں فرد ہو، اپنے وقت کا مجدد امام اور مرجع اہل علم وکمال ومشیخت ہو اس کا جانشین کہاں۔ رہی خدمتِ دین تو وہ حضرات مجازین کر رہے ہیں جن کی فہرست آگے آتی ہے۔ یہ حضرات تمام خدمات انجام دے رہے ہیں، اپنے اپنے کام میں مشغول ہیں اور اگر تھانہ بھون اور خاص کر خانقاہ میں کسی کا قیام ضروری ہو تو غالباً یہ خیال اس سجادگی کی رسم پر مبنی ہے جو دکاندار لوگوں نے جاری کر رکھی ہے۔ حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے ضمیمہ اصلاح الرسوم کی فصل دوم میں اس کی خرابیاں اور شرعی مفاسد بیان فرمادیئے ہیں اور ایک مستقل رسالہ بھی اس باب میں "رسالہ سجادہ نشینی" کے نام سے تحریر فرمایا ہے جو رسالہ تحفۃ الشیوخ کا ضمیمہ ہے۔ ۱۳۴۷ھ میں تصنیف اور طبع ہوا ہے۔ اس رسالہ سے منتخب کر کے ضروری مضمون پیش ہے۔

سجادگی یا جانشینی کی تین صورتیں ہیں (۱) مریدین جمع ہو کر کسی بیٹے یا عزیز یا خادم کو سجادہ نشین کر دیں۔ (۲) دوسرے سجادہ نشین مشائخ ایسا کریں۔ (۳) خود شیخ تنہا یا دوسرے مشائخ کی شرکت سے کر دے پھر ان تینوں صورتوں کی تین تین حالتیں ہیں۔ ایک یہ کہ جس کو سجادہ نشین بنایا جاتا ہے اس میں تربیت وارشاد کی اہلیت بھی نہ ہو اور خرافات میں بھی مبتلا ہو۔ دوسرے یہ کہ خرافات میں تو مبتلا نہیں مگر تربیت وارشاد کی بھی اہلیت نہیں، تیسرے یہ کہ تربیت وارشاد کی اہلیت ہو۔ اب اگر وہ خرافات میں مبتلا ہے تب تو بہت ہی قبیح درجہ ہے اور اگر نااہل ہے تب بھی جو لوگ اس کو مقتدا، متبوع، شیخ اور بزرگ سمجھ کر اس کا اتباع کریں گے، بیعت ہوں گے، ان سب کی گمراہی کا گناہ اور وبال ان سب کوشش کرنے والوں پر بھی تابقائے سلسلہ ہوتا رہے گا۔

صورتِ اول میں تو ناواقف لوگوں کا فعل ہے جو محض جہالت ہے اور دوم وسوم میں یہ شہادت ہے، اس کے کمال اور مقتدا ومتبوع ہونے کی، شہادت جب جائز ہے کہ اس کا پورا علم ہو، یہاں اس کے اہل ہونے کا علم نہیں بلکہ نااہل ہونے کا علم ہے تو یہ فعل ناجائز اور دھوکہ اور مخلوقِ خدا کی گمراہی کا سبب ہے، اسی وجہ سے خود ان میں اور پھر ان کی وجہ سے

www.ahlehaq.org

سینکڑوں گناہ اور ہزاروں بدعات پھیلتی ہیں جو سب پر ظاہر ہیں۔

رہی تیسری حالت کہ تربیت وارشاد کا اہل ہو اس میں بظاہر خرابی معلوم نہیں ہوتی لیکن نظر غائر سے اس میں بھی بہت خرابیاں ہیں مثلاً عموماً مریدین اس جانشین کو بالکل شیخ کی جگہ سمجھتے ہیں اور اس کے تمام خلفاء پر گو وہ اہلیت میں اس سے زیادہ ہوں اس جانشین کو ترجیح دیتے ہیں۔ معتقدین طالبین کو گھیر گھیر کر جس طرح بن پڑتا ہے اس کی طرف لاتے ہیں اور صرف اس جگہ پر بیٹھنے کو سبب مرجع قرار دیتے ہیں۔ حتیٰ کہ اگر کسی وقت اہلیت نہ رہے یا بدل جائے تب بھی اس کے چھوڑنے کو اس جگہ کی اور پھر شیخ کی اہانت سمجھتے ہیں اور جس طرح ہوتا ہے اس کو نباہتے ہیں جس کا انجام وہی رسم پرستی ہوگئی۔ یہ خرابی تو اس وقت ہے اور آگے چل کر یہ ہوتا ہے کہ اس جگہ کو آباد رکھنا مقصود بالذات ہو جاتا ہے اور کبھی خود اس جانشین اہل کو کبھی دوسروں کو اس کے بعد کے لئے کسی کو تجویز کرنے کی فکر ہوتی ہے، پھر کچھ بعد اہل و نااہل کی بھی تمیز نہیں رہتی اور مالی ترکہ کی طرح اس میں بھی میراث جاری ہونے لگتی ہے اور جگہ کو مقصود بنانے کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ اس کو ایسا محترم سمجھنے لگتے ہیں کہ اس جگہ بیٹھنے والے پر کوئی اعتراض و احتساب کرنے کو اس جگہ یا اس شیخ کی اہانت سمجھتے ہیں حالانکہ بیت اللہ سے بڑھ کر کوئی بقعہ نہیں مگر اس کے خدام پر بھی جبکہ وہ نااہل تھے حق تعالیٰ نے انکار فرمایا ہے **وما کانوا اولیاءہ ان اولیاءہ الا المتقون ولکن اکثرھم لا یعلمون**۔ اس لئے اسلم یہ ہے کہ اہل کو تربیت وارشاد کی اجازت دے دے خواہ اس کو کوئی نسبی تعلق بھی نہ ہو لیکن اپنی جگہ آباد کرنے کی فکر نہ کرے اسی طرح وہ اہل اپنے خلیفہ کے ساتھ معاملہ کرے **وھکذا الی ماشاء اللہ تعالیٰ**۔ اور جگہ کے اہلیت میں دخل نہ رکھنے کے باب میں کسی نے خوب کہا ہے۔

حسن ز بصرہ، بلال از حبش، صہیب از روم | ز خاکِ مکہ ابوجہل ایں چہ بوالعجبی ست

انتہیٰ بقدر الضرورت۔

الحمدللہ ہمارے سب بزرگوں کے یہاں یہی معمول رہا ہے کہ تربیت وارشاد کی اجازت دے دی پھر جہاں چاہیں رہ کر وہ خدمتِ دین کریں۔ حضرت میانجی نور محمد صاحبؒ لوہاری میں تھے۔ خلفاء حضرت حاجی صاحب، حضرت حافظ محمد ضامن صاحبؒ و حضرت مولانا شیخ محمد

www.ahlehaq.org

صاحب تھانہ بھون رہے۔ اگر ان میں سے کسی صاحب کے ذہن میں بھی جگہ کی ایسی اہمیت ہوتی جیسی اب عام طور سے لوگوں میں معلوم ہو رہی ہے تو تھانہ بھون سے تین میل کا فاصلہ ایسا نہ تھا کہ کوئی صاحب وہاں قیام نہ کر سکتے۔ حضرت حاجی صاحبؒ ۵۷ء میں ہجرت کر کے تشریف لے گئے اور تھانہ بھون کو خالی چھوڑ گئے۔ ہمارے حضرتؒ تو اس وقت پیدا بھی نہ ہوئے تھے لیکن اگر حضرت حاجی صاحب کو یا خلفاء میں سے کسی صاحب کو خاص اس جگہ کے بھی آباد کرنے کی اہمیت ہوتی تو حضرت مولانا رشید احمد صاحب، حضرت مولانا محمد قاسم صاحب، حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب وغیرہ حضرات میں سے کوئی صاحب تھانہ بھون قیام فرماتے۔ ادھر حضرت مولانا شیخ محمد صاحب کے خلیفہ قاضی محمد اسمٰعیل صاحب نے ان کی جگہ قیام نہیں فرمایا بلکہ اپنے وطن منگلور رہے۔ حضرت مولانا رشید احمد صاحب کے خلفاء میں سے کسی صاحب نے ایسا نہیں کیا۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپور، حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب رائپور، حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیوبندؒ اور حضرت مولانا صدیق احمد صاحب مالیر کوٹلہ یا انبھٹہ رہے۔ اور ایسے ہی ان حضرات کے اور دوسرے خلفاء

کس قدر حیرت کا مقام ہے کہ جو لوگ رسموں کو نیست و نابود کر کے دین کو پاک صاف بنا گئے آج ان کے سلسلہ کے لوگ اس رسم کے خیال میں مبتلا ہوں۔

غرض ایسا رسمی جانشین تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی نہیں بنایا گیا لیکن حضرتؒ کے فیوض آج بھی اسی طرح جاری ہیں اور حضرتؒ کے جانشینوں نے اپنے اپنے وطنوں میں بحمداللہ خانقاہیں جاری کر رکھی ہیں جن کے اسماء گرامی کی ایک فہرست ذیل میں دی جاتی ہے یہ وہ فہرست ہے جو حضرتؒ کے خلفاء ہمارے علم میں حضرت کی وفات کے وقت موجود تھے۔ اور ان کو بیعت و تلقین کی اجازت تھی۔ رہی خانقاہ اشرفیہ تو اس کے انتظامات درس قرآن، و عربی فارسی، تصنیف و تالیف، ذاکرین کے قیام کا انتظام سو وہ بحمداللہ آج بھی بحالہا موجود ہیں اور مولانا شبیر علی صاحب متولی و مہتمم خانقاہ کی زیر سرپرستی اسی طرح جاری ہیں۔ وقتِ مقدر پیش آنا تھا خانقاہ حضرتؒ کی ذات گرامی سے خالی ہوگئی جس کی تلافی کسی کے بھی امکان میں نہیں۔ باقی انتظامات سب بدستور اسی طرح ہیں، بحمداللہ کوئی فرق اس

www.ahlehaq.org
www.ahlehaq.org

وقت تک نہیں ہے۔ ہاں اس کا فسوس ضرور ہے کہ حضرت کے خدام نے کچھ تعلق قطع سا کرلیا ہے کہ آنے جانے والوں کی بہت زیادہ کمی ہوگئی ہے اور لوگوں کو بلانا ظاہر ہے کہ یہاں والوں کے بس کی بات نہیں، اگر سب خدام اپنا یہ طریقہ رکھیں کہ جب کاموں سے فراغت ہوتی یا چند روز فراغت کے نکال کر صرف اس خیال سے کہ خانقاہ میں رہ کر فراغِ قلب کے ساتھ کچھ روز اللہ کی یاد کرلیا کریں تو اس خانقاہ کی رونق بھی بحال رہتی اور ان حضرات کو خانقاہ کے برکات بھی حاصل ہوتے۔

لہٰذا یہ کام سب خدام کا ہے کہ اس کو سمجھیں اور خانقاہ میں ہر شخص فرصت کا وقت نکال کر آیا کرے وارد و صادر کے راحت و قیام کے انتظامات بحمد اللہ اسی طرح موجود ہیں۔ و باللہ التوفیق۔

وہ فہرست حضرت کے خلفاء کی یہ ہے اور چونکہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء کی دو قسمیں تھیں ایک مجازین بالبیعت، دوسرے مجازین بالصحبت لہٰذا دونوں فہرستیں درج کی جاتی ہیں۔

فہرست مجازین

(نوٹ) یہ فہرست اشرف السوانح حصہ سوم اور اس کے شذرات کی اقساط دوم و سوم و چہارم و پنجم و ششم و ہفتم سے مرتب کی گئی ہے جن حضرات خلفاء کی حضرت رحمہ اللہ کی حیات میں وفات ہوگئی تھی یا جن حضرات کو حضرتؒ نے ممنوع الاجازت کردیا تھا اور ان کے اسماء مذکورہ اقساط شذرات میں خود شائع بھی فرمادیئے تھے ان کے نام اس فہرست میں لکھے ہی نہیں گئے۔ یہ فہرست ان حضرات خلفاء کی ہے جو حضرت کی وفات کے وقت حیات بھی تھے اور حضرتؒ کے مجاز بھی تھے۔ پھر اس فہرست میں سے جن حضرات کی وفات کا ہم کو علم ہوگیا ہے ان کے نام پر حاشیہ دے کر تاریخ وفات لکھ دی، اس فہرست کے علاوہ جو صاحب بھی دعویٰ حضرتؒ کے مجاز ہونے کا کریں وہ غلط ہے۔

فہرست مجازین بیعت

(۱) مولوی محمد عیسیٰ[1] صاحب محی الدین پوری پروفیسر عربی۔ مکان نمبر ۲۹۸ محلہ مختشم گنج الہ آباد

---

[1] افسوس ہے کہ ۲۵ ربیع الاول ۶۰ھ کو ان کی وفات ہوگئی۔ ۱۲

www.ahlehaq.org

(۲) مولوی عبدالغنی صاحب مہتمم مدرسہ روضۃ العلوم پھولپور، ضلع اعظم گڑھ

(۳) حاجی شیر محمد صاحب گھوٹکی ضلع سکھر (سندھ)

(۴) مولوی افضل علی صاحب تھلواڑہ، ڈاکخانہ ٹکمیلا ضلع بارہ بنکی۔

(۵) مولوی عبدالمجید صاحب بچھرایونی (پتہ ڈاک) ریواڑی ضلع گوڑگانوہ متصل زنانہ اسپتال

(۶) خواجہ عزیز الحسن[1] صاحب اسسٹنٹ انسپکٹر مدارس لکھنؤ

(۷) مولوی حبیب اللہ صاحب پرشین ٹیچر گورنمنٹ ہائی اسکول، اورئی ضلع جالون

(۸) مولوی واحد بخش صاحب مدرس اول خیرپور ٹامیوالی مدرسہ عربیہ احمد پور شرقیہ ریاست بہاولپور

(۹) حاجی شمشاد علی صاحب کلانوری اشرف المطابع تھانہ بھون، ضلع مظفر نگر

(۱۰) محمد عبداللہ خاں صاحب بیرون امامی دروازہ ریاست بھوپال

(۱۱) سید فخرالدین شاہ صاحب گھوٹکی ضلع سکھر (سندھ)

(۱۲) مولوی صغیر محمد صاحب مدرسہ عزیزیہ مغلٹولی شہر کمرلہ بنگال

(۱۳) مولوی عبدالحمید صاحب وزیرستان شمالی مقام ہرمز ڈاکخانہ عیدک ضلع ڈور

(۱۴) مولوی اطہر علی صاحب حویلی بارہ آنی ہیبت نگر ڈاکخانہ کشور گنج ضلع میمن سنگھ

(۱۵) مولوی عبدالوہاب صاحب ڈاکخانہ ہاٹ ہزاری موضع روح اللہ پور ضلع چاٹگام

(۱۶) ابوالبرکات صاحب مسجد محلّہ نالہ ضلع سلطان پور (عوام کے لئے)

(۱۷) مولوی نذیر احمد صاحب نیسنگ، ضلع کرنال

(۱۸) مولوی[2] رفیع الدین صاحب محلّہ سبزی منڈی متصل مسجد سوداگر، الہ آباد

(۱۹) مولوی عبدالسلام صاحب موضع زیارت کاکا صاحب مسجد کلاں، تحصیل نوشہرہ، ضلع پشاور

(۲۰) مولوی محمد موسیٰ صاحب مدرس حرم نبوی باب النساء مدینہ منورہ (مہاجر مدنی)

(۲۱) مولوی محمد سعید صاحب مقام کیرنور، تعلقہ پلنی ضلع مدھرا، ملک مدراس

---

[1] نہایت افسوس ہے کہ خاتمۃ السوانح ابھی شائع بھی نہ ہوسکا تھا۔ مسودہ تیار ہوگیا تھا، صاف کیا جارہا تھا، بعد صفائی حضرت خواجہ صاحب کی نظر ثانی باقی تھی کہ ۲۷ رشعبان ۶۳ھ کو خواجہ صاحب اپنے وطن اورئی ضلع جالون میں اس دار فانی کو الوداع کہا اور ملاء اعلیٰ میں پہنچ کر اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون ۱۲ شبیر علی

[2] افسوس ہے کہ ۱۴ رجمادی الثانیہ ۶۳ھ کو بعد مغرب مولوی صاحب کا بمقام الہ آباد وصال ہوگیا ۱۲

www.ahlehaq.org

(۲۲) مولوی نذیر احمد صاحب (دیگر) متوطن کیرانہ ضلع مظفر نگر، متصل مسجد قصاباں، مقیم حال خانجہاں پور، ڈاکخانہ کھتولی، ضلع مظفر نگر

(۲۳) مولوی مقصود اللہ صاحب مدرسہ امدادیہ، خانقاہ اشرفیہ موضع تلگا سیہ ڈاکخانہ اورابونیہ ضلع بریسال

(۲۴) مولوی وصی اللہ صاحب ڈاکخانہ ندواسرائے موضع فتحپور تال نرجا ضلع اعظم گڑھ

(۲۵) مولوی محمد حسن صاحب مدرس اول مدرسہ نعمانیہ امرتسر۔

(۲۶) مولوی سراج احمد خاں صاحب امروہی محلہ چلہ امروہہ ضلع مراد آباد

(۲۷) مولوی ممتاز احمد صاحب ڈاکخانہ باراچٹی موضع سونڈھیا گیا۔

(۲۸) منشی حقداد خاں صاحب پنشن یافتہ محلہ مولوی گنج شہر لکھنؤ

(۲۹) مولوی عبدالجبار صاحب موضع ڈربی ڈاکخانہ سوچان ضلع حصار، مقیم حال ابوہرمنڈی ضلع فیروز پور

(۳۰) مولوی ولی احمد صاحب، قصبہ برہان ضلع کیمل پور حال مدرس مدرسہ قادریہ حسن پور ضلع مراد آباد

(۳۱) مولوی خیر محمد صاحب ناظم مدرسہ خیر المدارس شہر جالندھر

(۳۲) مولوی عبدالرحمٰن صاحب کاملپوری مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

(۳۳) مولوی محمد طیب صاحب مہتمم مدرسہ دارالعلوم دیوبند

(۳۴) مولوی محمد شفیع صاحب دارالاشاعت دیوبند ضلع سہارنپور

(۳۵) مولوی محمد نبیہ صاحب ٹانڈہ بادلی ضلع مراد آباد

(۳۶) مولوی محمد صابر صاحب محلہ گھیر مناف امروہہ ضلع مراد آباد

(۳۷) نواب احمد علی خاں صاحب محلہ قلعہ نواباں سہارنپور

(۳۸) حکیم کرم حسین[۱] صاحب سیتاپور (اودھ)

(۳۹) مولوی عبدالرحمٰن صاحب مئوائمہ ضلع الہ آباد

(۴۰) حاجی محمد عثمان خاں صاحب تاجر کتب کتب خانہ اشرفیہ متصل جامع مسجد، دہلی

(۴۱) ماسٹر قبول احمد صاحب اسسٹنٹ ماسٹر گورنمنٹ ہائی اسکول سیتاپور

(۴۲) مولوی جلیل احمد صاحب سرائے حکیم علی گڑھ (حال مقیم خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر)

---

[۱] افسوس ہے کہ ۱۰ ذی الحجہ ۶۳ھ کو ان کی وفات ہوگئی، ۱۲

www.ahlehaq.org

(۴۳) شہاب الدین صاحب خیاط کٹھور، ضلع میرٹھ

(۴۴) مولوی مسیح اللہ خان صاحب مدرس مدرسہ عربی جلال آباد ضلع مظفر نگر

(۴۵) مولوی مرتضیٰ حسن صاحب چاند پور، ضلع بجنورہ

(۴۶) حکیم عبدالخالق[1] صاحب ساکن ٹانڈہ، ڈاکخانہ اڑمڑ ضلع ہوشیار پور پنجاب مقیم حال امرتسر چوک فرید

(۴۷) ماسٹر ثامن علی صاحب سندیلوی گورنمنٹ ہائی اسکول للت پور ضلع جھانسی

(۴۸) حافظ عنایت علی صاحب امام مسجد باجڑاں لدھیانہ (للعوام)

(۴۹) مولوی ولی محمد صاحب گورداسپوری بٹالہ ضلع گورداسپور

(۵۰) مولوی نور بخش صاحب (نواکھالی مدرسہ صوفیہ پوسٹ بھیر دار ہانٹ ضلع چاٹگام)

(۵۱) مولوی عبدالودود صاحب آخون زادہ مقام دوبیاں پوسٹ کالوخاں ضلع پشاور

(۵۲) مولوی اسعد اللہ صاحب رامپوری مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

(۵۳) مولوی حکیم الٰہی بخش صاحب اغوان محلّہ ہزاری دروازہ شہر شکار پور ضلع سکھر، ملک سندھ

(۵۴) ماسٹر محمد شریف صاحب مدرس ڈسٹرکٹ بورڈ اسکول میانی افغانان ضلع ہوشیار پور (پنجاب)

(۵۵) ماسٹر شیر محمد صاحب مدرس مڈل اسکول میانی افغانان ضلع ہوشیار پور

(۵۶) حافظ ولی محمد صاحب قنوج ضلع فرخ آباد محلّہ کاغذیان

(۵۷) مولوی کفایت اللہ صاحب مدرس مدرسہ سعیدیہ مہمند ہدف شاہجہانپور

(۵۸) مولوی حامد حسن صاحب امروہی صدر بازار میرٹھ

(۵۹) حکیم فضل اللہ صاحب شکار پور سندھ

(۶۰) بابو عبدالعزیز صاحب ریٹائرڈ شیڈ کلرک متصل مسجد ملک لال خان گوجرانوالہ

(۶۱) مولوی رسول خاں صاحب مدرس اورینٹل کالج لاہور، متوطن ضلع ہزارہ، تحصیل مانسہرہ، ڈاکخانہ شیکناری مقام اچھڑیاں

(۶۲) مولوی محمد اللہ صاحب نواکھالوی مدرس مدرسہ اشرف العلوم بڑا کٹرہ ڈھاکہ

(۶۳) حکیم مولوی عبدالحق خاں صاحب ساکن کورٹ ضلع فتح پور ہسوہ

(۶۴) حکیم خلیل احمد صاحب کھالہ پار، محلّہ پل خران، سہارنپور

---

[1] افسوس ہے کہ ۸/فروری ۴۵ء کو ان کی بھی وفات ہوگئی۔ ۱۲

www.ahlehaq.org

(۶۵) محمود الغنی صاحب سہارنپور، ترپ بازار شفاخانہ رحمانی، حیدر آباد دکن

(۶۶) منشی عبد الحئی صاحب سابق وکیل وحال ہومیو پیتھک ڈاکٹر جونپور

(۶۷) مولانا سید سلیمان صاحب دار المصنفین اعظم گڑھ

(۶۸) مولانا عبد الباری صاحب جامعہ عثمانیہ لالہ گوڑا حیدر آباد دکن

(۶۹) مولوی ابرار الحق صاحب مدرسہ اسلامیہ ہردوئی

(۷۰) مولوی فقیر محمد صاحب معرفت حاجی محمد شریف صاحب صحاف دوکاندار موضع توتی قوم مہمندیہ سرحد

مجازین صحبت

(۱) سعید احمد خاں صاحب برہرہ ڈاکخانہ بلرام ضلع ایٹہ

(۲) حافظ علی نظر بیگ صاحب مغلپورہ کہنہ مراد آباد

(۳) شیخ محمد حسن صاحب انوار بک ڈپو، لکھنؤ

(۴) مولوی محمود الحق صاحب وکیل، ہردوئی

(۵) منشی عبد الولی صاحب نائب ناظم ریاست کپورتھلہ، بہرائچ اودھ

(۶) شیخ محمد عبد الکریم صاحب پینشنر سیشن جج کراچی

(۷) محمد جلیل صاحب سب جج سہارنپور

(۸) مولوی انوار الحسن صاحب آنریری مجسٹریٹ کاکوری ضلع لکھنؤ

(۹) منشی علی شاکر صاحب قانون گوے گولا ضلع کھیری لکھیم پور

(۱۰) محمد نجم احسن صاحب، وکیل، پرتاب گڑھ

(۱۱) مولوی منفعت علی صاحب، وکیل، سہارنپور

(۱۲) منشی علی سجاد صاحب ڈپٹی کلکٹر، جونپور، حال مقیم تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

(۱۳) مظہر احد صاحب ماسٹر محلّہ فتح گڑھ، بھوپال

(۱۴) حافظ محمد طٰہٰ صاحب کورٹ انسپکٹر گورکھپور

(۱۵) خواجہ محمد صادق صاحب شال مرچنٹ کٹرہ مہاں سنگھ امرتسر

www.ahlehaq.org

(۱۶) منشی عبدالصبور صاحب نائب منشی حصہ اول ڈویژن دفتر نہر سارده شاہجہانپور

(۱۷) بخشش احمد صاحب مدرسہ سعیدیہ قاضی پور خرد گورکھپور

(۱۸) حافظ لقاء اللہ صاحب پانی پتی مقیم حال حیدرآباد دکن

(۱۹) مولوی ظہور الحسن صاحب مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

(۲۰) مولوی اشفاق الرحمٰن صاحب، کاندھلوی مدرس مدرسہ فتح پوری دہلی

(۲۱) مولوی سلطان محمود صاحب مدرس اول فتحپوری دہلی

(۲۲) حافظ محمد اسمٰعیل صاحب ولد حاجی جیون بخش صاحب محلہ بلیماران حویلی حسام الدین حیدر دہلی

(۲۳) منشی محمد یعقوب صاحب کلالوری انگلش کلرک سررشتہ تعلیم رہتک

(۲۴) مولوی عبدالصمد صاحب بنارسی مدرس کرنیل گنج، کانپور

(۲۵) مولوی حمید حسن صاحب دیوبندی مفتی ریاست مالیرکوٹلہ

(۲۶) مولوی ریاض الحسن صاحب امام جامع مسجد باغپت ضلع میرٹھ

(۲۷) حکیم محمد سعید صاحب گنگوہی، سرائے پیرزادگان محلہ چوک گنگوہ ضلع سہارنپور

(۲۸) منشی عبدالحمید صاحب تحصیلدار، پینشنر محلہ مقبول گنج لکھنؤ

(۲۹) عبدالغفور صاحب ٹھیکدار اشرف منزل جودھپور ہالی روڈ

(۳۰) حکیم فیاض علی صاحب مقیم نصر اللہ گنج گورنمنٹ بھوپال

(۳۱) مولوی محمود داؤد یوسف محلہ تائی واڑہ، راندیر ضلع سورت

(۳۲) میر امام الدین صاحب محاسب صدارت العالیہ مکان نمبر ۱۸۹ جدید ملک پیٹھ حیدرآباد دکن

(۳۳) مولوی عبدالمجید صاحب مدرس مدرسہ ناصر العلوم گھوسی ضلع اعظم گڑھ، محلہ پور

(۳۴) مولوی محمد میاں صاحب نبیرہ، مولانا محمد حسین صاحب دائرہ شاہ حجۃ اللہ، الہ آباد

(۳۵) مولوی محمد یوسف صاحب بنوری مجلس علمی ڈابھیل ضلع سورت

(۳۶) علی ساجد صاحب ڈاکٹر ہاشمی ہومیو پیتھک مولوی گنج لکھنؤ

(۳۷) مولوی سعید احمد صاحب لکھنوی صدر مدرس مدرسہ تکمیل العلوم احاطہ کمال خان کانپور

www.ahlehaq.org

(۳۸) سید مولوی عبدالکریم صاحب بمقام طوطہ کان ڈاکخانہ بٹ خیل مالاکنڈ ایجنسی براستہ مردان صوبہ سرحد

(۳۹) شیخ عبدالغفار صاحب رئیس گھوسی ضلع اعظم گڑھ

(۴۰) مولوی محمد نعیم صاحب بخاری ضلع بخشاں، قصبہ ترگنی، ملک کابل

(۴۱) مولوی سخاوت حسین صاحب مقام گوبائی پور، ڈاکخانہ سونگڑہ، ضلع کٹک (ملک) اڑیسہ

(۴۲) منشی عرفان احمد صاحب کلرک ڈاکخانہ تارگھر، سہارنپور

(۴۳) عزیز الرحمٰن صاحب نبیرہ مولوی عبدالاحد صاحب مرحوم خلیق منزل گلی چوڑی والان، دہلی

(۴۴) شفیق احمد صاحب گنگوہی مدرس مدرسہ سلیمانیہ ہوا محل بھوپال

(۴۵) شاہ محمد صاحب طوطہ کان، ڈاکخانہ بٹ خیل، مالاکنڈ ایجنسی، صوبہ سرحد ضلع مردان

(۴۶) خواجہ وحید اللہ صاحب پنشنر تارگھر، سرکاری گڑھ باران ریاست کوٹہ راجپوتانہ

(۴۷) مولوی عبدالکریم صاحب گمتھلوی مدرسہ حقانیہ شاہ آباد، ضلع کرنال

(۴۸) سید حسن صاحب ڈپٹی کلکٹر پنشنر سیدواڑہ نگرام ضلع لکھنؤ

(۴۹) مولوی سید حسن صاحب مدرس دارالعلوم دیوبند

(۵۰) مولوی مسعود علی صاحب شبلی منزل اعظم گڑھ

(۵۱) مولوی حکیم عبدالرشید محمود صاحب انصاری، گنگوہ ضلع سہارنپور سرائے پیرزادگان نبیرہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

(۵۲) مولوی حکیم محمد مسعود صاحب گنگوہی بہ حکیم اجمیری، بمبئی محلّہ کھڑک

(۵۳) ماسٹر منظور احمد صاحب تحصیلی اسکول روڑکی، ضلع سہارنپور

(۵۴) حکیم بہاؤالدین صاحب ہردوئی محلّہ بورڈنگ ہوس

(۵۵) ظفر احمد صاحب تھانوی، ملازم ریکٹ ہاؤس مجگاؤں، بمبئی

(۵۶) مولوی عبدالغنی صاحب، رسولوی، ضلع بارہ بنکی، مدرس جامع العلوم کانپور

(۵۷) انوار احمد صاحب وکیل ڈاکخانہ قدم کنواں پٹنہ

(۵۸) قریشی شفیع محمد صاحب ہیڈ ماسٹر ہائی اسکول، ٹنڈہ باگو ضلع حیدرآباد سندھ

(۵۹) شاہ محمد حلیم صاحب فیض اللہ پور، ڈاکخانہ محمد پور، ضلع اعظم گڑھ (تمام شد فہرست مجازین)

www.ahlehaq.org

عرض حال۔یا دِل کے آنسو

آج دل سے ضبط غم کا حوصلہ جاتا رہا
آج دل ہم سے گیا گزرا ہوا جاتا رہا

الفراق اے فرصتِ عشق و محبت الفراق
وہ اُمنگیں مٹ گئیں ، وہ ولولہ جاتا رہا

الوداع اے آرزوئے چشم الفت الوداع
وہ طبیعت مر گئی وہ حوصلہ جاتا رہا

آج تاحد نظر خوش رنگ منظر ہیں تو ہوں
جس سے دلچسپی تھی وہ رنگ فضا جاتا رہا

آج سوسامان عشرت جلوہ گستر ہیں تو ہوں
اک خوشی تھی چل بسی، ایک لطف تھا جاتا رہا

عالم حسرت ہے، کیا مسرور ہوں کیا شاد ہوں
جو بنائے شوق تھا وہ سلسلہ جاتا رہا

وحشت دل سے نہ گھبراؤں تو آخر کیا کروں
جس سے لطف زیست تھا وہ مشغلہ جاتا رہا

ایک خوش وقتی کی صورت کیا مٹی دل مر گیا
ایک دل کیا مر گیا ہر حوصلہ جاتا رہا

کام کیا بگڑا کہ جانِ زار صرف یاس ہے
آس کیا ٹوٹی کہ جینے کا مزا جاتا رہا

یانشاطِ وصل تھی سو عیش تھے سو لطف تھے
یا باستثنائے حسرت ہر مزا جاتا رہا

ننگ خدام اشرفی احقر محمد شبیر علی خادم خانقاہ امدادیہ اشرفیہ بخدمت برادران طریقت عرض پرداز ہے کہ قبلہ و کعبہ سیدی وسندی حضرت حکیم الامۃ مجدد الملۃ مولانا محمد اشرف علی صاحب قدس اللہ سرہ کی وفات حسرت آیات سارے ہی خدام کے لئے باعث ہزار حسرت تھی کہ ان کا طریقت کا مربی، شریعت کا معلم، ہادی جس کی آج دنیا میں ہمارے علم میں کوئی نظیر نہیں ، دنیا سے اٹھ گیا۔ مگر میرے لئے وہ ذات گرامی علاوہ ان مذکورہ صفات کے سرپرست ظاہر بھی تھی۔ میری عمر کا زیادہ حصہ حضرتؒ کی جوتیوں میں ہی بسر ہوا۔ اور حضرتؒ نے اپنے بھائی اور میرے والد ماجد منشی اکبر علی صاحب مرحوم سے جو یہ فرما کر مجھے لیا تھا کہ میرے کوئی اولاد نہیں ہے لہٰذا شبیر کو مجھے دے دو، میں اس کو اپنی اولاد کر کے رکھوں گا۔ بس میں یہی عرض کرسکتا ہوں کہ اگر حضرتؒ کے صلبی اولاد ہوتی تو شاید اتنے ناز حضرتؒ ان کے کبھی نہ اٹھاتے جتنے اس خادم کے اٹھائے ہیں اور حقیقت ہے کہ حضرتؒ کی شفقتوں کے سامنے میں اپنے والدین کی شفقتوں کو بھی بھول گیا اور خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آخر وقت تک

www.ahlehaq.org

حضرتؒ ہی کی جوتیوں میں میری عمر گزری لہٰذا میرا تو ظاہری اور باطنی ہر دو قسم کا مربی دنیا سے رخصت ہو گیا۔ اس لئے آج غم بھی مجھے دہرا ہے۔ ع للناس هم ولی الیوم همان۔

غرض ایک وہ دن تھے کہ حضرتؒ کی سرپرستی میں زندگی گزار رہا تھا اور افسوس صد افسوس کہ آج خاتمۃ السوانح پر نظر ثانی کی خدمت انجام دے رہا ہوں۔ حضرتؒ کی سوانح حضرتؒ کی حیات میں حضرتؒ کے خلیفہ مخدومی مکرمی جناب حاجی خواجہ عزیز الحسن صاحب غوری نے مکمل کر دی تھی۔ اب اس غم نامہ کی تکمیل کے لئے بھی جناب خواجہ صاحب سے ہی عرض کیا گیا چنانچہ جناب خواجہ صاحب نے اس آخری خدمت کو بھی بصد رنج و غم بھی اور بصد ذوق وشوق بھی انجام دیا۔ مگر کچھ ایسے واقعات اور حالات پیش آتے چلے گئے کہ باوجود کوشش کے اس کی تکمیل میں دیر ہی ہوتی چلی گئی جو حضرات جناب خواجہ صاحب سے واقف ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ ان کے ہر کام میں جذب کا رنگ غالب رہتا تھا۔ چنانچہ اس میں بھی وہی کارفرما رہا۔ اور اول تو مسودہ ہی مکمل نہ ہو سکا اور جب اس کی کچھ تکمیل ہوئی تو وہ اس قابل نہ رہا کہ اس پر کوئی نظر ثانی کر سکے یا کاتب ہی اس سے لکھ سکے۔ لہٰذا اس کو صاف کرنے کو دیا گیا۔

جولائی ۴۴ء کے شروع میں خواجہ صاحب خانقاہ میں تشریف لائے۔ مسودہ کی صفائی ہو رہی تھی مگر مکمل نہ ہو سکی تھی لہٰذا یہ طے پا گیا کہ بعد تکمیل مبیضہ اور مسودہ دونوں خواجہ صاحب کی خدمت میں روانہ کر دیئے جاویں تاکہ وہ نظر ثانی فرمالیں۔ ۱۶؍ جولائی ۴۴ء کو خواجہ صاحب مع دیگر احباب کے جالندھر اور امرتسر کے سفر کے لئے خانقاہ سے روانہ ہوئے تاکہ وہاں اپنے پنجابی پیر بھائیوں سے ملاقات فرماویں۔ خصوصاً مولانا خیر محمد صاحب اور مولانا محمد حسن صاحب دام ظلہم سے۔ کس کو خبر تھی کہ حضرتؒ کا یہ سچا عاشق اس دفعہ خانقاہ سے آخری مرتبہ رخصت ہو رہا ہے۔ حضرتؒ کی وفات کے بعد سے خواجہ صاحب کا کیا حال تھا اس کو دیکھنے والوں نے دیکھا ہے۔ الفاظ میں اس کو بس اس طرح تعبیر کیا جا سکتا ہے۔

بیاد یار و دیار آنچناں بگریم زار	کہ از جہاں رہ و رسم سفر براندازم
من از دیار حبیبم نہ از بلاد رقیب	مہیمنا برفیقاں خودرساں بازم

خواجہ صاحب تھے اور شوق لقاء محبوب میں دربدر کوبکو پھرتے تھے، محبوب کا پیام یعنی حضرت

www.ahlehaq.org

رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات جوان کواز بریاد تھے ہر شخص کو سناتے پھرتے تھے۔ بقول ان ہی کے ؎

آشنا بیٹھا ہو یا نا آشنا ہم کو مطلب اپنے سوز و ساز سے

حضرتؒ کی وفات کے بعد خواجہ صاحب کو کہیں قرار نہ تھا۔ آج تھانہ بھون ہیں تو کل لکھنؤ ہیں اور پھر اعظم گڑھ ہیں تو معلوم ہوا کہ سیتا پور پہنچ گئے۔ غرض ؎ چونکہ گل رفت و گلستاں شد خراب + بوئے گل را از کہ جوئیم از گلاب + پر پورا عمل تھا کہ حضرتؒ کے بعد حضرت کے خلفاء اور خدام خاص کے پاس جا جا کر غم کو ہلکا کرتے پھرتے تھے۔ اسی سلسلہ میں یہ سفر پنجاب میں اختیار فرمایا تھا۔

۱۹ر جولائی ۴۴ء کو امرتسر میں بخار ہوا۔ اور سینہ میں درد ہوا۔ اول یونانی پھر ڈاکٹری علاج شروع ہوا۔ نمونیہ تجویز ہوا۔ ضعف کی کوئی انتہا نہ رہی خدا خدا کر کے کچھ افاقہ شروع ہوا۔ حضرت مولانا محمد حسن صاحب امرتسری نے حق تیمار داری ادا کر دیا۔ غرض مرض میں اور ضعف میں تخفیف ہوئی، افاقہ کلی نہ ہوا تھا کہ ۵ر اگست ۴۴ء کو خواجہ صاحب نے وطن کی واپسی کا قصد فرمایا۔ مولانا محمد حسن صاحب نے اپنے بھتیجے مولوی محمد عرفان صاحب کو ہمراہ کر دیا کہ راستہ میں کوئی تکلیف نہ ہو چنانچہ ۸ر اگست ۴۴ء کو خواجہ صاحب اپنے وطن اوریؔ پہنچ گئے۔ وہاں پہنچ کر کچھ تو راستہ کا تکان کچھ مرض کا بقیہ پہلے سے موجود تھا ہی۔ اوریؔ پہنچ کر بخار بھی عود کر آیا اور سینہ کا درد بھی۔ وہاں بھی علاج ہوتا رہا۔ آخرے ار اگست ۴۴ء کو صبح ۸ بجے یہ چہکتا ہوا بلبل چمنستانِ اشرفی اور خسرو اشرفی اس دارِ فانی سے رخصت ہو کر اپنے محبوب شیخ سے جاملا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ آج خاتمۃ السوانح پر نظر ثانی کے ساتھ خوجہ صاحب کے حالات مرض و وفات کو بھی اس کا تتمہ بصد حسرت و یاس بنا رہا ہوں۔ خواجہ صاحب نے اپنے تمام حالات طفلی و جوانی کے اور حضرتؒ سے فیوض حاصل کرنے کے نسب و خاندان وغیرہ غرض اپنے کل حالات بھی اشرف السوانح میں ضمناً مفصل لکھ دیئے ہیں اسی لئے ان کے دھرانے کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ اشرف السوانح کا مطالعہ کرنے والا شیخ و مرید دونوں کے حالات یکجا دیکھ لے گا۔ تو خاتمۃ السوانح کی ساتھ ہی خواجہ صاحب کی وفات کے حالات بھی معلوم کر لے گا۔

www.ahlehaq.org

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ بعد تکمیل مبیضہ اس کو نظر ثانی کے لئے خواجہ صاحب کی خدمت میں روانہ کرنے کا قصد تھا مگر وقت موعود نے اس کی مہلت ہی نہ دی آخر مجبوراً مبیضہ کے تیار ہونے پر میں نے نظر ثانی کے لئے جناب مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی کے اس کو سپرد کر دیا۔ مفتی صاحب نے اس کو حرفاً حرفاً ملاحظہ فرمایا۔ مفتی صاحب کی نظر اصلاحی کے بعد احقر نے نہایت غور سے حرفاً حرفاً اس کو دیکھا اور بحمد اللہ واقعات و حالات کو بالکل درست اور صحیح طور پر نہایت احتیاط سے درج پایا۔ اللہ تعالیٰ حضرت صاحبؒ سوانح کے طفیل میں ہم سب کو بھی حسنِ خاتمہ نصیب فرمائے۔ و یرحم اللہ عبداً قال اٰمینا۔

خستہ جگر احقر شبیر علی عفی عنہ خادم خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر ۲ ر محرم ۶۴ھ

جناب خواجہ صاحب کی وفات پر میرے برادرِ محترم جناب قاضی محمد مکرم صاحب پنشنر تحصیلدار ریاست بھوپال نے دو قطعہ تاریخ لکھے ہیں اور ایک مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی نے تحریر فرمایا ہے جن کو ذیل میں درج کرتا ہوں۔

قطعہ تاریخی بر وفات حسرت آیات
جناب خوجہ عزیز الحسن صاحب غوریؒ

(از قاضی محمد مکرم صاحب مائل تھانوی)

آں عزیزیکہ حسن نامندو خواجش خوانند — رخت زیں سوئے کشیدہ بدیارِ محبوب
آہ از دردِ جدائی و غمِ فرقتِ او — اختیار یکہ بدل بود ہمہ شد مسلوب
آں چناں گم نہ شدہ یوسف مصرم یاراں — کش تدارک بتواں کرد باشکِ یعقوب
انچہ پیش آمدہ پیش آمدہ بگذشت وگذشت — شکر داؤد بدست آرم و صبر ایوب
مرگ ماناست بداروئے کہ تلخ ست و مفید — ناگوارا بہ تکلف بہ حقیقت مرغوب
خود توئی پردہ حائل برخ حسن ازل — بگذر از خویش کہ ایں جلوہ نماند محجوب
فرخ آں اہرِ دِ منزل مقصود کہ او — سفر خویش بسر پردہ بحسن اسلوب
شاد آں بندہ کہ اور اطلبد صاحب او — خرم آں طالب فرخندہ کہ گردد مطلوب

www.ahlehaq.org

رفتہ مجذوب بہ فردوس برین و مائل — باہم آمیختہ فردوس برین و مجذوب

۶۱۲ — ۷۵۱ (۱۳۶۳ھ)

وله ایضاً

خواجہ حسن ہم پیوستہ باحق — رضوان ربی مبذول حالش

آں دُرِّ یکتا از سلکِ اشرف — نیساں نبا روزیں پس مثالش

اللہ اللہ مجذوب خوش گو — زور کلام و لطف مقالش

رفت او زبزم و لیکن نہ رفتہ — از قلبِ یاراں حزن و ملالش

ہر دل پریشاں از رحلتِ او — ہر دیدہ گریاں برانتقالش

مبذول حالش رضوان ربی — مجذوب الاشرف سال و صالش

(۱۳۶۳ھ)

قطعہ تاریخ وفات مخدومی

حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب غوری نوراللہ مرقدہ

از بندہ خستہ مہجور محمد شفیع دیوبندی غفرلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مارا سرے بگلشنِ و سیر چمن نماند — دردل ہوائ گلبن و سرسمن نماند

فریاد زیں خزاں کہ بہ بستانِ مارسید — بودر گلے و برگِ گلے در چمن نماند

صبر از دلم رسیدہ و دل از من حزیں — گفتار درزبان و زباں در دہن نماند

فریادی ای کریم زغم ہائے پے بہ پے — درجانِ خستہ طاقت رنج و محن نماند

دانی کہ زخم فرقت اشرف راچہ کرد — زخم دگر رسید و سرجان و تن نماند

یارب بخواب می شنوم یا حقیقت است — ایں ناشنید نی کہ عزیز الحسن نماند

آں یادگار اشرف باہم زما برفت — گم کردہ ایم یوسف و ہم پیرہن نماند

زیں زخمہائے تازہ کہ برزخمہا رسید — اشکے بچشم و قطرۂ خون دربدن نماند

www.ahlehaq.org

جز نالہائے نیم شب وگریۂ سحر ہیچم انیس وحشت بیت الحزن نماند
جز یاس و حسرت وغم وآہ وبکا مگر چیزے بخانقاہ و بہ تھانہ بھون نماند
ہر روز بریگانہ اشرف چوسال بود بعدش فزوں زسال دم زیستن نماند
ایام[1] سال (۳۶۰) فرقت اشرف فزودہ گو
سال وفات خواجہ عزیز الحسن نماند

۱۰۰۳
۳۶۰ = ۱۳۶۳ھ

اب آگے حضرتؒ کی وفات پر خدام بارگاہ اشرفی نے جو قطعات تاریخیہ اور نظمیں تحریر فرمائی ہیں وہ درج کی جاتی ہیں۔

www.ahlehaq.org

---

[1] حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کی وفات ۱۶/رجب ۶۲ھ میں ہوئی اور خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ۲۷/شعبان ۶۳ھ میں تقریباً ایک ہی سال کا فاصلہ درمیان میں رہا۔ ایک سال کے تین سو ساٹھ دن کا عدد شامل کر کے خواجہ عزیز الحسن نماند مادہ تاریخ ہو جاتا ہے ۱۲ منہ

www.ahlehaq.org

منظومات تاریخیہ وغیر تاریخیہ

(عربی، فارسی، اردو)

بروفات حسرت ایات مجدد الملة حکیم الامة قطب العالم

حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب قدس سرہ العزیز تھانوی

قطعہ تاریخ عربی از جناب مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی

شمل[1] الهدیٰ والدین عم شتاته — والدهر ساء واقلعت حسناته
دین و ہدایت کا شیرازہ بالکل پراندہ ہوگیا — زمانہ بدحال ہوگیا اور اسکی نیکیاں بیخ و بن سے غائب ہوگئیں

افلت نجوم للهدی و شموسه — والجهل شاع واحد نت ظلماته
ہدایت کے آفتاب و کواکب غروب ہوگئے — جہل عام اور اس کی تاریکیاں محیط ہوگئیں

لم یبق منها الیوم الارسم — درس تدور لمحوها نکباته
آج ان کے صرف مٹے مٹے نشان رہ گئے — جن کے محو کرنے کیلئے حوادث کا دَور ہو رہا ہے

والخطب طم ولا نزال کما ترای — تبقی الی امد المذی حسراته
اور مصیبت اور بھی سخت ہوگئی اور جیسے کہ تم دیکھ رہے ہو (قطعہ) ہمیشہ کیلئے اس کی حسرتیں باقی رہیں گی

بوفات[2] ا شرفهم مجددوقته — ظهرت علی افق العلی اٰیاته
بہ سبب وفات اشرف زمانہ، مجدد وقت کے — جن کی کرامتیں افق مراتب عالیہ پر ظاہر ہیں

لحمایة الدین القویم قیامه — تشید ارکان الهدی مسعاته
جن کا مشغلہ دین مستقیم کی حمایت تھا — جن کی کوشش ارکان ہدایت کو مستحکم کرنا تھی

فی ذُروة الشرف البشریف محله — فی صفة الفقراء بعد بیاته
شرف علی کے منتہا پر جن کا مقام تھا — اور اب تک جماعت فقراء میں جن کی شب گزاری تھی

فکرالمعاد مقیله و سیته — ذکر الاله مساءه وغداته
فکر معاد جن کا دن اور رات تھا — ذکر الٰہی جن کی شام و صبح تھی

---

[1] ہذا البیت مولانا حبیب الرحمٰن العثمانی الدیوبندیؒ ضمنة ابیاتی ۱۲ محمد شفیع [2] متعلق بطم ۱۲ منہ

www.ahlehaq.org

اسفاً علی عهد الحمیٰ وعهاده — **اوهل تعود لمدنفٍ نسماته**

افسوس ہے زمانہ حمی اور اس کی بہار پر — اور کیا پھر بھی مریض عشق کیلئے وہ فیوض عود کریں گی

اسفا علی عهدی بحضرة اشرف — **كو ميض برق انقصت ساعاته**

(شرف بطيب كلامه ساعاته)

بارگاہ اشرفیہ کی مجلس پر افسوس ہے — جس کی گھڑیاں آپ کے پاکیزہ کلام سے معطر تھیں

لوكان قذراف الدموع لفائتٍ — **تجدی لساهل النفس لادمعاته**

اگر کسی جانے والے پر آنسو بہانا — نتیجہ خیز ہوتا تو آنسو نہیں روح بہہ نکلتی

وكذ الزمان تدير فی ابنائه — **كاس المنايا والبلاء بناته**[1]

اور زمانہ کے حوادث ابنائے زمان میں — اسی طرح جامِ مرگ کا دور جاری رکھتے ہیں

لاتركنن الی زهاه و زهره — **بشع المذاقة مرة ثمراته**

تم زمانہ کی ظاہری رونق اور پھولوں کی طرف ہرگز التفات نہ کرنا — اسکے ثمرات بڑے بد ذائقہ اور تلخ ہیں

دِمن الخبائث والاذی خضراته — **مغشوشه مسمومة لذاته**

اس کی سبزیاں خباثتوں اور نجاستوں کی کوڑیاں ہیں — اسکی لذتیں کھوٹی اور زہر آلود ہیں

ونعو ا باشرف قيل كلالم يمت — **هذی تلوح علی الزمان صفحاته**

لوگوں نے خبر وفات اشرف العلماء، سنائی تو کہہ دیا گیا کہ نہیں وفات نہیں فرمائی — ان کے کارنامے زمانہ پر نقش واضح ہیں

مامات من ابقی الخليفة بعده — **روضا اريضا تجتنیٰ ثمراته**

وہ شخص مرتا نہیں جو اپنے بعد اپنی یادگار — ایک شاداب چمن چھوڑ جائے جسکے ثمرات کا فیض لیا جاتا ہے

ماماات من ابقی الخلائف بعده — **تبقی بهم اثاره و سماته**

وہ شخص مرتا نہیں جو اپنے بعد اپنے ایسے قائم مقام چھوڑ جائے — جنکی وجہ سے اسکی صفات اور خصوصیات باقی رہتی ہوں

ماماات من ابقی كالف مصنف — **تزهو علی افق العلی صفحاته**

وہ وفات نہیں کرتا جو قریب ایک ہزار کے تصانیف چھوڑے — جن کے صفحات افق معالی پر روشن ہیں

فی الحی والقيوم قام مشتوا — **خلدت الی خلدالزمان حياته**

چونکہ حی وقیوم کے دین کی کوشش میں انہماک رہا ہے — تو بقائے زمانہ تک ان کی حیاۃ کا بقا ہے

كرمٌ[2] **عظيم للاله حياته** (حیات مبارک حق تعالیٰ کا کرم عظیم تھا)

فرع المجد عمره[3] **ووفاته**

(۱۳۶۲ھ) فرغ المجد (یعنی مجد فارغ ہو چکے) سے انکی عمر کا سال اور سال وفات معلوم ہوتا ہے)

---

[1] بنات الدہر حوادثہ وہو فاعل تدیر یعنی وہکذا اعادۃ الزمان تدبیر حوادثہ کاس المنایا بین بین ابناء الزمان ۱۲

[2] ہذا اصمہ التاریخی یظہر عام میلادہ رحمہ اللہ تعالیٰ ۱۳ محمد شفیع

[3] لفظ المجد وعدد عمرہ قدس سرہ، عنی

www.ahlehaq.org

وله ایضاً

قفانبک من ذکر الندیٰ والعوار　　بقبر علوم فالتقیٰ فالمعارف

میرے دوستوں ٹھہرو کہ ہم رولیں جود وسخاوت کی یاد میں علوم وتقویٰ اور معارف کی قبر کے پاس

احش بطرفے روضہ ریح یوسف　　فداہ تلیدی قد ذلک طارفی

میں اسکے باغ کے اطراف میں ایک یوسف کی خوشبو محسوس کرتا ہوں جس پر میرے نئے پرانے سب سامان قربان ہوں

واشرف قبرضم اعظم اشرف　　مجدد دین اللہ ھل من مشارف

اورسب قبروں میں اشرف وہ قبر ہے جو حضرت اشرف کی نعش کواپنے اندر لئے ہوئے ہے جو دین الٰہی کے مجدد تھے کیا کوئی انکا ہمسر

ونادت بی الاشواق مھلاً فھٰذہ　　منازل من نھویٰ وروضۃ عارف
(۱۳۶۲ھ)

مجھے شوق نے آواز دی کہ ٹھہر جا یہی تیرے محبوب کا گھر ہے اور ایک عارف کا بلانا ہے

قطعہ تاریخ عربی، از مولوی جمیل احمد صاحب تھانوی

ایطفی لوعتی دمع البکاء　　ایروی غلتی سکب الدماء

کیا میری سوزش کو یہ اشکہا ئے گریہ بجھا سکتی ہیں　　کیا میری پیاس کو یہ خونوں کی تراوش سے کرسکتی ہیں

ایکفی بعد شیخی ان تقولوا　　عزاءً یا کئیب علی العزاء

کیا میرے شیخ کے بعد آپ لوگوں کا یہ کہنا کفایت کرسکتا ہے　　کہ اے غمزدہ صبر کر، صبر کر

انسلو ساقیامازال لیسقے　　ولم یک مثل قط عن السقاء

www.ahlehaq.org

کیا ہم ایسے ساقی سے سکون پا سکتے ہیں جس نے مسلسل سقایت کی ہو اور کبھی اس سقایت سے اکتایا نہ ہو۔

کان الرب لم یخلقه الا لسقی سقیمنا کاس الشفاء

گویا اللہ تعالیٰ نے اس کو فقط اسی لئے پیدا کیا تھا کہ ہم بیمار علیلوں کو جام شفاء پلایا کریں

وما هذا السجام القطر الا بکاء فی نواه من السماء

اور یہ بارش کا برسنا سوائے اس کے اور کیا ہے کہ ان کی جدائی میں آسمان رو رہا ہے

رزیة فقده عنا رز ایا دهتنا فالدهاء علی الدهاء

آپ کے نہ ہونے کی مصیبت تو بہت مصیبتوں کا مجموعہ ہے جو آفت بن کر آ پڑیں، تو اب تو آفت پر آفت ہے۔

فاین طبیب ارواح البرایا فقد اعییٰ الاطبة کل داء

کہاں ہیں وہ مخلوقات کی روحوں کے طبیب کہ اب ہر مرض نے سب طبیبوں کو عاجز کر رکھا ہے

واین حکیم امتنا فانا نری فینا عیوب الاشقیاء

اور کہاں ہیں وہ ہمارے حکیم الامت کیونکہ ہم اپنے اندر شقیوں کے سے عیوب دیکھ رہے ہیں

اذا ما شبهة وردت بلقبٍ فمنه دفاعها محض اللقاء

جب کسی دل میں کوئی شبہ آتا تھا تو حضرت کی محض ملاقات اس کا دفعیہ تھی

تلفظه لنا نفثات عیسیٰ ولحظ العین عین الاکیمیاء

حضرت کا ہم سے ملفوظ فرمانا گویا دمِ عیسیٰ تھا اور گوشۂ چشم سے دیکھ لینا تو بس کیمیا ہی تھا

وقد کان التصوف فی خمول فاعطاه السناء مع الثناء

اور علم تصوف تو گمنامی میں تھا حضرت نے اس کو رفعت اور ثناء و شہرت عطا فرمادی

حیاریٰ لانریٰ للشیخ مثلاً ولا لکلومنا بعض الدواء

اب ہم حیران ہیں نہ شیخ کا کوئی مثل دیکھتے ہیں نہ اپنے زخموں کی کوئی دوا

وکان العین من انسان فضلٍ بل انسان العیون بلا امتراء

آپ فضل و فیض کے انسان کی آنکھ تھے بلکہ بلاشبہ آنکھوں کی بھی پتلی تھے

www.ahlehaq.org

اذا جازیٰ الالٰه هداة قوم جزیٰ عناله خیرالجزاء

جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کے رہنماؤں کو جزا دینے لگیں تو ہماری طرف سے حضرت کو بہترین جزاعطا فرمائیں۔

ولیدٌ[۱] اقعرم " حیا" امام وذوالوصفین حین الانقضاء

پیدائش کے وقت عاشق تھے اور زندگی میں امام العشاق اور وفات ...... کے وقت دونوں وصفوں کے جامع۔

فان سالوک عن عام ارتحال فقل "لاریب ختم الاولیاء"
(۱۳۶۲ھ)

اگر تم سے لوگ سال رحلت عظیمہ پوچھیں، تو کہہ دینا بے شک خاتم الأ ولیاء ہیں۔

نظم عربی از جناب مولانا ظفر احمد صاحب دام مجدہم
(پروفیسر دینیات ڈھاکہ یونیورسٹی)

بکت عینی وزادبی العویل وهل بدموعها یشفی الغلیل

میری آنکھ رو رہی ہے اور میرا گریہ بڑھ رہا ہے اور کیا اس کے آنسوؤں سے غم کو شفا ہوسکتی ہے۔

لقد ضاق الفضاء بناومالت خیال الارض اوکادت تزول

ہم پر عالم کی فضا تنگ ہوگئی اور زمین کے پہاڑ جھک پڑے، قریب ہے کہ جگہ سے ہٹ جائیں

واوحشت البلاد بناوامست یباباً مایری فیها خلیل

شہر ہمارے لئے وحشت ناک ہوگئے اور ویرانہ بن گئے کہ کوئی دوست نظر نہیں آتا

واظلمت الدیار وما علیها فهل لضیاءها یوماسبیل ؟

اور آبادیاں اور ان کے باشندے اندھیرے میں رہ گئے تو کیا کسی دن ان کی روشنی کا کوئی راستہ ہے۔

---

[۱] یعنی تاریخ ولادت مفرم (۱۲۸۰) اور عمر شریف (۸۲) اور تاریخ وفات امام مغرم (۱۳۱۲) ۱۲

www.ahlehaq.org

تصدعت القلوب بما دهاها وجل الخطب وانذهلت عقول
جو مصیبت واقع ہوئی اس سے دل شق ہو گئے اور مصیبت بھی زبردست آئی اور عقلیں غائب ہو گئیں

وقلبت الامور غداة ولیٰ حکیم الامة العلم الجلیل
سب حال منقلب ہو گئے جس صبح کو حضرت حکیم الامت علم و عرفاں کے بڑے پہاڑ انتقال کر گئے

مجدد ملة الاسلام حقا فنعم دلیلنا ذاک الدلیل
آپ یقیناً ملت اسلام کے مجدد تھے اور ہمارے بہترین رہنما آپ ہی تھے

مفسر عمره من غیر خلف فقیه الوقت لیس له عدیل
مفسر عصر تھے بلا اختلاف، بے مثل فقیہ وقت تھے

خبیر بالحدیث وکل علم وبالاسرار ینطق اذ یقول
حدیث اور ہر علم پر نظر رکھنے والے تھے اور اسرارِ الٰہیہ ظاہر فرماتے تھے جب کلام کرتے تھے

تضلع بالعلوم فکان فرداً الیه کل مکرمة تؤول
علوم سے لبریز تھے، یکتائے عہد تھے کہ ہر بزرگی انہی کی طرف رجوع کرتی ہے

ولی زمانه عدل تقی امام الدهر لیس له مثیل
ولی زمانہ، عادل، تقویٰ شعار، امامِ رفت، جن کی نظیر نہیں

رؤف راحم بر کریم وفی عنق الهویٰ سیف صقیل
مہربان، رحم دل، خیر خواہ، شریف النفس اور بدعۃ کی گردن پر تیز تلوار

لقد قطع الحبائل عن فئام بوادی الها لکین لهم نزول
ان لوگوں سے شیطانی جال کاٹ ڈالے جو ہلاکت کی وادیوں میں اُترنے والے تھے

یحض بنا علی طلب المعالی ویهدینا لماقال الرسول
ہم لوگوں کو تحصیل مراتب پر آمادہ فرماتے اور ارشادات نبویہ کی طرف ہدایت کرتے تھے

له فینا صحائف معلمات کثیر ثنائها منا قلیل
ہم میں ان کی کتابیں موجود ہیں جو ممتاز ہیں جن کی بہت تعریف بھی کم ہے

www.ahlehaq.org

12 اقربفضله من قدراٰہ ولم یکفربه الا جهول

آپ کو جس نے بھی دیکھ لیا آپ کے فضل کا اعتراف کرنے لگا اور سوائے جاہل کوئی آپ کا منکر نہیں رہا۔

یعادی الله من عادیٰ ولیا له وعدوه ابدا ذلیل

جواللہ کے ولی سے عداوت کرتا ہے اللہ اس سے عداوت کرتا ہے اور اللہ کا دشمن ہمیشہ ذلیل ہوتا ہے۔

وکاد القلب ان ینشق لما رأیتک فی التراب لک المقیل

اور دل شق ہونے لگا جب میں نے دیکھا کہ آپ کی آرامگاہ مٹی میں ہوگئی

یبکیک السماء ونیراها وهٰذی الارض هامدة تمیل

آپ کو آسمان اور چاند سورج رو رہے ہیں اور یہ زمین جو چکر کھا رہی ہے

یبکیک البحار وما حوتها وتبکیک الحزونة والسهول

آپ کو دریا اور جو کچھ اس میں ہے رو رہا ہے اور سہل اور جبل رو رہے ہیں

یبکیک البیوت وساکنوها وتبکیک المعالم والطلول

آپ کو گھر اور ان کے رہنے والے رو رہے ہیں اور پہاڑ اور ٹیلے رو رہے ہیں

یبکیک العلوم ودارسوها ویبکیک الضوابط والاصول

آپ کو علوم اور ان کے پڑھنے والے رو رہے ہیں اور ضوابط اور اصول رو رہے ہیں

یبکیک المنابر موحشات و تبکیک المواعظ والقبول[1]

آپ کو یہ وحشت ناک منبر رو رہے ہیں وعظ اور ان کی قبولیت رو رہی ہے

یبکیک المدارس مظلمات علیها الیوم دائلة[2] تدول

آپ کو مدرسے جو تاریک ہوگئے اور ان پر آج انقلاب کی یورش ہے، رو رہے ہیں

یبکیک الطریق[3] وسالکوها ویبکیک التصوف والوصول

آپ کو طریقت اور سالکین رو رہے ہیں تصوف اور وصول الی اللہ رو رہا ہے

یبکیک الحقائق والمعانی وتبکیک الصحائف والنقول

---

[1] ای صفۃ القبول لہا ۱۲ امنہ [2] الانقلاب ۱۲ امنہ [3] طریق القوم ۱۲

www.ahlehaq.org

آپ کو حقائق و معانی اور کتابیں و نقلیات رو رہے ہیں

یبکیک التهجد با للیالی ومجلس یومک الحسن الجمیل

آپ کو راتوں کو تہجد اور آپ کی حسین و جمیل مجلس رو رہی ہے۔

یبکیک الاقاصی والا دانی ویبکیک الاجانب والقبیل

آپ کو دور اور قریب کے لوگ اور اجانب، و اقارب رو رہے ہیں

ویبکیک الزمان نفقد خیرٌ[۱] بفقدک ایها البر الوصول

اے بزرگ واصل آپ کو زمانہ رو رہا ہے کہ آپ کے جانے سے خیر عظیم جاتی رہی

فلا ننساک اشرف مابقینا وانک بین اعینا تجول

لہٰذا اے اشرف زمانہ جب تک ہم زندہ ہیں آپ کو نہ بھولیں گے اور آپ تو ہماری نظروں میں چل پھر رہے ہیں۔

تذکر ناک اثار کرام ترکت لنا وابام حجول

ہم تو آپکی یاد تازہ کرتے رہتے ہیں یہ آثار کریمہ جن کو آپ نے چھوڑا ہے اور یہ نورانی ایام

اذا نسی الانام حدیث قوم فذکرک فی مجالسنا یطول

لوگ کسی قوم کی باتوں کو بھول جائیں تو بھول جائیں آپ کا ذکر تو ہماری مجلسوں میں طویل رہے گا۔

الایاعین جودی واستهلی بدمع بعد ذلک لایسیل

اے آنکھ سخاوت کر اور وہ آنسو بہا جو اس کے بعد کبھی نہ بہیں گے

فانی لن اصاب بمثل هذا وان رحیله[۲] لهو الرحیل

کیونکہ مجھ کو ایسی مصیبت کبھی پیش نہ آئے گی اور کوچ درحقیقت اسی کا کوچ ہے

فدته نفوسنا لوکان یبقی لکان لنا به ظل ظلیل

ان پر ہماری جانیں فدا ہوں اگر آپ زندہ رہتے تو ہمارے لئے ان کا یہ عجیب سایہ رہتا

لیهنک سیدی فی کل یوم سلامٌ[۳] الله والاجر الجزیل

---

[۱] التنکیر للتعظیم ۱۲ [۲] ان فراقه لهو الفراق ۱۲

[۳] اشارة الی تاریخ وفاته من قوله تعالیٰ لهم فیها فاکهة ولهم مایدعون سلام قولا من رب الرحیم ۱۲ منه

www.ahlehaq.org

اے ہمارے آقا آپ کو مبارک ہو روز اللہ کا سلام اور اجر جزیل

وصلت الی[1] مقام شهود صدق　　يحف به نعيم لا يزول

آپ حقیقی مقام شہود پر پہنچے، جس کو ابدی نعمتیں محیط ہیں

فانت لدى الاله بخير عيش　　وانت لخيلنا[2] سلف رحيل

آپ اللہ تعالیٰ کے پاس عمدہ عیش میں ہیں، اور آپ ہماری جماعت کے مایۂ ناز فرد تھے

ومامات الذی احيا قلوبا[3] بنورٍ　　ماله ابدًا افول

اور جس نے ہزاروں قلوب کو غیر فانی نور سے حیات بخشی ہو، وہ وفات نہیں پاتا

بنفسی روضة فی ارض قدس　　بها جدث له شرف نبيل

میری روح اس چمن پر فدا ہو جو پاک زمین میں ہے، جس میں شرف و بزرگی والی قبر شریف ہے

زيا ته الحياة لكل قلبٍ　　وتربته بهايشفی العليل

کہ جس کی زیارت ہر قلب کی حیات ہے، جس کی مٹی مریض قلب کی شفا ہے

عليه من المهيمن كل حين　　شآبيب الكرامة والطلول

اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر گھڑی رحم و کرم کی تراوشیں اور بارشیں نازل ہوں

www.ahlehaq.org

---

[1] اشارۃ الی رؤیا بعض صلحاء ۱۲ منہ　[2] ای للجماعۃ ۱۲　[3] التنکیر للتکثیر ۱۲ منہ

www.ahlehaq.org

نظم عربی

از جناب مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی

(مدرس دار العلوم دیوبند)

لقد قبضت روح العلیٰ و المکارم   بموت حکیم الهند اشرف عالم

آج حکیم الامۃ اشرف العلماء مولانا اشرف علی تھانویؒ، کی وفات سے معالی و مکارم کی روح قبض ہوگئی۔

وقد قبضت روح الفضائل والهدیٰ   بموت امام الهند راس الاکارم

اورفضائل وکمالات اورعلوم ہدایت کی آج روح نکل گئی، ہندوستان کا دینی اورعلمی امام اورپیشوا وفات پاگیا۔

تقیٍ نقیٍ عالمٍ ای عالم   وموتته والله موتة عالم

کوکہ متقی اور پاک وصاف اورکیا عجیب عالم تھا، خدا کی قسم ایسے ہی عالم کی موت عالم کی موت ہے

وکان جنیدا لوقت نعمان عصره   وفی البحث کالرازی عند التخاصم

تصوف میں جنیدِ وقت تھا اورفقہ میں ابوحنیفہ عصر، اور بحث وتدقیق میں رازیِ دوراں تھا

وکان خطیباً مصقعاً ای مصقعٍ   مواعظه مشهورة فی العوالم

اور واعظ اور خطیب بھی عجیب تھے،   ان کے مواعظ تمام بلاد میں مشہور ہیں

لقد جمع العلمین ظهراً وبطنه   لقد مرج البحرین منه لشائم

علم ظاہری اور باطنی دونوں کے جامع تھے، مرج البحرین کی شان نمایاں تھی

وقد کان فی التفسیرآیة ربه   همیٰ علمه مثل الحیا المتراکم

علم تفسیر میں خدا کی ایک نشانی تھے، بارش کی طرح علم برستا تھا[1]

واحییٰ علوم الدین مدة عمره   وماخاف فی مولاه لومة لائم

---

[1] ای مثل المطر (المتتابع النظر)

www.ahlehaq.org

احیاء علوم دینیہ میں ساری عمر گزاری، اور خدا کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے کبھی نہیں ڈرے۔

تصانیفه سارت الشرق و مغربٍ   وقد بلغت الفافهل من مساهم

ان کی تصانیف مشرق اور مغرب میں سب جگہ پہنچی، جن کی تعداد ایک ہزار تک پہنچتی ہے کیا اس خداداد منقبت میں کوئی ان کا شریک اور سہیم ہے۔

وصنفها لله ينعى بها الرضىٰ   ومابا ع تضيفاله بالدراهم

اللہ کی خوشنودی کیلئے تصانیف کیں اور اپنی کسی تصنیف کو کبھی فروخت نہیں کیا، نہ حق تصنیف لیا اور نہ ان کی تجارت کی فقط آخرت کی تجارت مقصود تھی، وہ سب کر گئے۔

بكتب بلاد الهند حقا جميعها   وقد بدلت اعراسها بالمآتم

آج تمام بلادِ ہند اس کو رو رہے ہیں اور در حقیقت اس کی تمام مجالس شادی ماتم سے بدل گئیں

وحق على الاسلام والعلم والتقى   لفقدک تذراف الدموع السواجم

اور اسلام اور علم اور تقویٰ سب پر حق ہے کہ وہ آپ کی وفات پر آنسو بہائیں

تزعزع بنيان الشريعة والتقى   وضار بناء الدين واهى الدعائم

آج شریعت اور تقویٰ کی بنیادیں ہل گئیں اور دین کی عمارت کے ستون کمزور پڑ گئے

وقد مال طود الفضل من بعد مارسا   وقد غاض بحر العلم بعد التلاطم

آج فضل و کمال کا پہاڑ بعد استحکام کے ہل گیا اور علم کا دریا ایک طویل تلاطم کے بعد دفعۃً زمین کی تہہ میں چلا گیا۔

وقد كورت شمس المعارف والتقى   وقدغاب بدرالعلم تحت الغائم

علم اور تقویٰ کا آفتاب آج غروب ہو گیا   اور ماہتاب علم بادلوں کے نیچے جا چھپا

ومن لم يشاهد موت علم و حكمةٍ   الافليشاهد هكذا غير حاكم

جس کسی نے علم اور حکمت کی موت کا مشاہدہ نہ کیا ہو وہ اب کر لے بیداری ہے خواب نہیں، علم و حکمت کی موت اس طرح آتی ہے۔

فمن للفتاویٰ والمعارف بعده وتلقین اذکار وایقاظ نائم

اب آپ کے بعد فتاویٰ اور علوم و معارف اور تلقین اذکار کا کون ہے کہ جو سرمست ہو اور کون ہے جو سوتوں ہوؤں کو جگا دے

فقد ناکم من شاء بعداک فلیمت فرزءک رزءٌ جل عن وھم واھم

ہم تیرے وجود سے محروم ہو گئے اب تیرے بعد جسکا جی چاہے مر جائے، تیری وفات کا حادثہ وہم و گمان سے بالا ہے۔

ولم یبق للعینین بعدک مدمعھا وصغرلی کل الرزایا العظائم

آپ کی وفات نے کسی اور کے لئے آنکھوں میں آنسوؤں کی گنجائش نہیں چھوڑی اور میرے لئے ہر بڑی مصیبت کو ہلکا کر دیا۔

فقد ناک مثل الارض تفقدوبلھا وکیف حیاۃ الارض من دون ساجم

ہم تیرے وجود سے ایسے ہی محروم ہو گئے جیسے زمین بارش سے محروم ہو جائے اور زمین بغیر بارش کے کیسے زندہ رہ سکتی ہے۔

کفانی حزنا ان تخلفت بعدہ ابکی مع الباکین مثل الحمائم

میرے غم کے لئے یہ کافی ہے کہ میں آپ کے بعد زندہ رہا، اور رونے والوں کے ساتھ مثل کبوتروں کے روتا ہوں۔

عفاءٌ علی الدنیا اذا غاب نورھا وغارت عیون العلم تحت التھائم

خاک ہے دنیا پر جب اس کا نور غائب ہو جائے اور علم کے چشمے زمین میں اُتر جائیں۔

وفینا عزاء والملائک تنشد علی الطائر المیمون یاخیر قادم

ادھر ہم میں تو تعزیتوں کا سلسلہ ہے اور ادھر فرشتوں میں بزبان حال یہ پڑھا جا رہا ہے بخت مبارک پر آئے بہترین آنے والے

وفقد جددالاحزان رزء وفاته وجد ولی رسم الجروح الطواسم

آپکے حادثۂ وفات نے تمام گذشتہ غموں کی تجدید کر دی اور پرانے زخموں کو تازہ کر دیا

www.ahlehaq.org

وذکرنی رزء الخلیل و انورٍ وززء عزیزٍ قائم اللیل صائم

اور مولانا خلیل احمد صاحبؒ اور مولانا انور شاہؒ، اور مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ کے صدموں کو پھر یاد دلا دیا

ولا غروفی ھذا فکان مجددًا لملة خیر الناس من اٰل ھاشم

اور اس میں کوئی تعجب نہیں آپ کا لقب ہی مجدد الملۃ تھا، غموں کی بھی تجدید کردی

کما جدت الاسلام بعد دروسه
وجد ته رسم الدین بعد دروسه وکان اماماً للوریٰ لم یزاحم

جیسے دین کے نشانات کی مٹ جانے کے بعد تجدید کی تھی اور بلا اختلاف آپ لوگوں کے امام

فیالمصاب قد اعادمصائبا رزء منابھا فی عھدنا المتقادم

اللہ اکبر کیسی سخت مصیبت ہے جس نے تمام گذشتہ مصائب کو پھر دوبارہ واپس کردیا

ولو قبل الموت الفداء لکنته وعادت حیاة العلم عیشة ناعم

کاش اگر موت آپ کا فدیہ قبول کرتی تو میں ہی وہ فدیہ بن جاتا تو پھر ایک بار علم کی زندگی لوٹ آتی۔

وایتمت اھل العلم یا علم الھدی فمن ذاالذی ندعو لرغم المخاصم

اور آپ تمام اہل علم کو یتیم بنا گئے، بتلایئے اب کس کو پکاریں۔

واورثتنا علماً واورثتنا الاسیٰ ولی منھما حظ نصیب المقاسم

زندگی میں آپ نے ہم کو علم کا وارث بنایا اور مرتے وقت غم کا وارث بنایا، اور اس ناچیز کو حسب مقدور دونوں سے حصہ ملا ہے۔

علیک سلام اللہ یا قبراشرفٍ ورحمة تتریٰ کجود الغمائم

اے قبر اشرف تجھ پر اللہ کا سلام، اور بارش کی طرح مسلسل رحمتیں تجھ پر نازل ہوں

وبوّئک الرحمن خیر مبوّاءٍ وارضاک رب العرش الرحم راحم

اور اللہ تعالیٰ آپکو جنت میں بہترین ٹھکانا دے، اور اپنی خوشنودی سے سرفراز فرمادے

واھدیک یا نجم الھدیٰ احسن الدعا وتسلیم مشتاق الفؤاد وھائم

www.ahlehaq.org

اور میں بہترین دعا اور سلام کا محبانہ ہدیہ آپ کو پیش کرتا ہوں وہ یہ کہ
جزاک الہ العرش خیر جزائہ فقد کنت للاسلام احسن خادم
اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین جزا دے آپ اسلام کے بہترین خادم تھے

نظم عربی از مولوی سراج الحق صاحب مچھلی شہری

(پروفیسر گورنمنٹ کالج الہ آباد)

خلیلی هل یجری من العین ادمع ام الدم ام رُوحی و قلبی المفجع
اے میرے دوستو کیا آنکھ سے آنسو بہے جا رہے ہیں، یا خون یا روح، یا غمزدہ دل

یقولون مابال السراج فانه ینوح ویبکی هائما یتوجع
لوگ کہتے ہیں سراج کو کیا ہوا کہ نوحہ کرتا ہے، روتا ہے، حیران ہے، دردمند ہے

فقلت له خلواسبیلی فاننی مصابٌ ومالا الی الله مفزع
میں نے کہا کہ مجھے چھوڑ دو میں مصیبت زدہ ہوں اور اللہ کے سوا کوئی پناہ نہیں۔

ائن مات هل یُدریٰ سوی الله خالد الیس قضاء الله مالیس یُدفع
اگر حضرت کی وفات ہوگئی تو کیا خدا کے سوا کوئی ہمیشہ رہتا ہے، کیا اللہ کا فیصلہ ہے وہ فیصلہ نہیں جو اٹل ہوتا ہے

جزعناومازال اللغوب یمسنا فزعنا وندری انه لیس ینفع
ہم رو رہے ہیں ہم کو تعب ہو رہا ہے، پریشان ہیں اور جانتے ہیں کہ ان امور سے کچھ فائدہ نہیں

بکینا ونبکی ماحیینا کصبیةٍ یموت ابرهم مالهم عنه مضجع
ہم روتے ہیں اور جب تک زندہ ہیں روئیں گے جیسے بچے، کہ ان کا باپ مر جائے اور ان کا کوئی ٹھکانہ نہ رہے

فقد تک یامن لیتنی مافقدته فمثلک فی الاحقاب لایتوقع
ہم سے آپ جاتے رہے اے وہ کہ کاش آپ نہ جاتے، کیونکہ آپ جیسے کی تو صدیوں میں امید نہیں

www.ahlehaq.org

ملاذی الکید النفس اقویٰ واننی ضعیف !فھن بی حین عنی ترجع

اے میری پناہ گاہ نفس کے مکر بہت قوی ہیں، اور میں ضعیف، تو میرا کون کفیل ہوگا جب آپ تشریف لے گئے۔

وبعدک قد صرنا بوادی عمایہ نتیہ واسباب السماء ستقطع

اور آپ کے بعد ہم تو گمراہی کے گڑھے میں پہنچنے لگے، حیران و پریشان ہیں اور وہ آسمانی اسباب منقطع ہونے لگے

فجازک رب الخلق عنا بخیرھا یجازی بہ شیخا کذااتوقع

رب الخلوق آپ کو ہماری طرف سے وہ بہترین جزا دے، جو کسی شیخ کو دے اور مجھے یہی امید ہے

وکنت امیرالمسلمین تسوسھم سیاسۃ حدس والتھور تمنعُ

آپ امیرالمسلمین تھے جوان کی قیادت، ابقائے ہوش کے ساتھ فرماتے تھے، جوش سے روکتے تھے

اخذت عن الفاروق فی اللہ شدۃ ورثت علیاً زھدہ یا سمیدع

ای بزرگ آپ نے اپنے دادا حضرت فاروقِ اعظمؓ سے شدۃ فی امراللہ حاصل کی، اور نانا حضرت علیؓ سے زہد کی وراثت لی

تشرفت فینا اخولاً وعمومۃً ونلت طریف المجد والمجد یرفع

آپ نانیال اور دادھیال دونوں کے اعتبار سے اشرف تھے، آپ نے بہترین بزرگی پائی اور یہ بزرگی ہی رفعت ہے

وفقت علی الاقران علماً وحکمۃ فقالوا حکیمٌ عارف متورع

اور آپ علم وحکمت میں ہمعصروں سے فائق تھے اس لئے لوگ کہتے تھے، کہ آپ حکیم ہیں، عارف ہیں، صاحب ورع ہیں

اشد علی الشیطان من الف عابدٍ احب الی الرحمن للنبیؒ[1] اتبع

جو شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ سخت ہیں، محبوب رحمٰن ہیں، تابع سنت نبویہ ہیں

وفی وصدیق امام مفسر ولی ونسیک الی الخیر مسرع

وفا کیش، صدیق، امام مفسر، ولی، زاہد، خیر کی طرف جلدی جانے والے

سنی و فاروق و للعصر مفخر غنی و تاروک و للخلق مرجع

---

[1] لغۃ فی نبی ۱۲ منہ

www.ahlehaq.org

رفیع المرتبہ، حق و باطل کے فاروق، فخر عصر، صاحبِ استغناء، تارکِ دنیا، مرجع خلق

ادیب خطیب لوذعی حلاحل حسیب ، نسیب باذل متبرع

ادیب، واعظ، صاحبِ فراست، ذی وجاہت، شریف الطبع، عالی نسب، سخی، دریاء

حمید شهید ، متق و مبجل فقیه لبیه، مقتدیً تم اورع

محمود الخصال، صاحبِ مشاہدہ، تقویٰ شعار، عظیم المرتب، فقیہ، زیرک، مقتدائے عالم، بہت صاحبِ ورع

مجدد دین الله فی مئنةٍ جرت وافضل اهل الارض طرا واورع

اس صدی کے مجدد کُل اہل ارض سے افضل و متقی

کریم سعیٰ للدین حامیه محسن و مرشد اهل العلم لله یخشع

شریف النفس، ساعی دین، حامی ملت، محسن قوم مرشد علماء، صاحبِ خشوع و خضوع ہیں

له قد طوی الله الزمان فصنف الصحائف نحو الالف والله موسعٌ

آپ کے لئے اللہ تعالیٰ نے وقت میں برکت دی تھی کہ ایک ہزار کے قریب تصانیف فرمائیں اور اللہ تعالیٰ بزرگوں کو وسعت دیتے ہیں

وقد جمع الله العوالم فی الذی فقد ناه وهو للمکارم منبع

اور اللہ تعالیٰ نے سارے عالموں کو اس ایک ذات میں جمع کر دیا تھا جو اب ہم میں نہیں اور آپ ساری بھلائیوں کے منبع تھے

وذالک فضل الله یوتیه من یشاء والله ذوالفضل العظیم الموسع

اور یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتے ہیں دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فضل عظیم کے مالک اور صاحبِ وسعت ہیں

وسیلتنا فی الیوم والغد فانتظر ولا ترض بالفردوسِ وحدک تقنع

اے ہمارے دنیا و آخرت میں وسیلہ نجات ہم سب کا خیال فرمایئے اور فردوس میں تنہا قناعت فرما کر راضی نہ ہو جایئے

غداة غدٍ نلقا ک ان شاء ربنا بذالک ندعوا وهو بالشمل یجمع

www.ahlehaq.org

صبح قیامت انشاء اللہ ہم سب آپ سے ملاقات کریں گے یہی ہماری دعاء ہے اللہ تعالیٰ متفرقوں کو جمع بھی فرما دیتے ہیں

ایا اهل بدعات! فویل بفعلکم یتمتم ولیاً وهو فی الدین موبع

اے اہل بدعات تمہارے افعال کو ہلاکت ہو تم نے ایک ایسے ولی کو بُرا کہا جو دین کا بالکل فریفتہ ہے

وما الله عما تعملون بغا فلٍ ویعلم ماقلتم شنیعاً ویسمع

اور اللہ تعالیٰ تمہاری حرکتوں سے غافل نہیں ہیں اور تم نے جو کچھ بُرا کہا ہے وہ اسے جانتے اور سنتے ہیں

سراج تجلد واسئال الله رحمة علی روحه واعمل عسیٰ فیک یشفع

اے سراج صبر کر اور اللہ تعالیٰ سے ان کی روح پر رحمت کی دعاء کر اور نیک عمل کرتا کہ وہ تیری شفاعت فرمائیں

وصل وسلم یا ودود علی النبی واصحابه الغرومن هو یتبع

اے رب ودود اپنے نبی اور ان کے اصحابِ کرام اور تبعین پر صلوۃ وسلام نازل فرما

قطعات تاریخیہ از حکیم محمد سمیع اللہ خان صاحب لکھنوی

(ملقب بہ اشک عقیدت)

مصیبتوں سے کچھ ایسے ہوئے ہیں ہم آغوش کہ سر کو ہوش ہے تن کا نہ تن کو سر کا ہوش

یہ کہہ رہا ہے پرستار مادہ عرفاں کہ شمع انجمن میکشاں ہوئی خاموش

(۱۹۴۳ء)

(و له ایضاً)

ہوگیا تاریک عالم وہ سموم غم چلی آبلے سینے میں ہیں کمھلا گئی دل کی کلی

کس سے چاہیں غمگساری کون ہے اب چارہ ساز وارے دنیا میں نہیں ہیں آج شہ اشرف علی

(۱۳۶۲ ہجری)

و له ایضاً به صنعت معجمه

www.ahlehaq.org

کہ از مادہ تاریخ حروف منقوطہ را بہ شمار آرند و حروف مہملہ را ترک نمایند

عارف و سالک و فقیہ و امام — راشد و مرشد و عزیزم انام
از مئے کل من علیھا فان — آہ! واحسر تا چشیدہ جام
گفتم از بہر سال در منقوط — شد غروب آہ نیر اسلام

(۶۲ ہجری ۱۳)

و لہ ایضاً بہ صنعت معجمہ

رفت سوئے جناں زباغِ جہاں — اے دریغا مجدد و اکمل
گفت ہاتف بمعجمہ سالش — شدتہ خاک نائب مرسل

(۶۲ھ ۱۳)

و لہ ایضاً بہ صنعت تخرجہ

خوبیٔ بختِ نارسا ہم کو غم و الم ملا — سوزِ دروں سے جل بجھا یہ دل زار مبتلا
حیف کہ بے سر آج ہیں تیغ ستم کے ہاتھ سے — علم و پیہم عطا سخا فضل و کرم صفا ولا

(۱۹ء۴۳)

و لہ ایضاً بہ صنعت تخرجہ

مسلم خوابیدہ پر تھے جس کے احسان بیشمار — آج محوِ خواب ہے وہ رہنما زیرِ مزار
دہر کے دستِ جفا سے بے سروپا ہوگئے — زہد و رشد و فضل و تقویٰ، ہمت و فیض و وقاً

(۶۲ھ ۱۳)

و لہ ایضاً بہ صنعت متحرک

کہ از مادہ تاریخ (مصرعہ چہارم) حروف متحرکہ را گرفتہ شمار کنند و ساکن را ترک کنند

جن پہ تکیہ تھا ہم غریبوں کا — حیف وہ ہوگئے جدا ہم سے
متحرک میں ہے یہ سالِ وفات — سینہ سوزاں ہم ہے آتشِ غم سے

(۱۹ء۴۳)

و لہ ایضاً بہ صنعت ساکن

کہ ضد متحرک است یعنی از مادہ تاریخ حروف ساکنہ را بہ شمار آرند و حروف متحرکہ را ترک کنند

ای دریغا ظلِ آں مردِ خدا رخت از سرم — خون دل از دیدہ ریزاں، جیب و داماں میدرم

www.ahlehaq.org

از حروفِ ساکنہ تاریخ آں کامل بخواں　　　نیر رشد و ہدایت ،مخزنِ لطف و کرم

(۱۳۶۲ھ)

وله ایضاً به صنعت بینات

کہ از مادۂ تاریخ حروف ملفوظی را بگیرند و حروف مکتوبی را ترک نمائند چوں حرف ''ش'' کہ ''ی'' ''ن'' را بگیرند انچہ در تلفظ می آید و ''شہ'' کہ در کتابت می آید ترک شود و قس علی ذلک

شکوے لبوں پر آتے ہیں ،پیہم ،غم کا فسانہ نوکِ زبان ہے
غوث مجدد ، عارف اکرم ،قطبِ زمانہ آج کہاں ہے
سوزِ دروں کو پوچھ نہ ہمدم چشم ہے پرنم سینہ ہے پرُ غم
خلق مجسم ،مصلح اعظم وائے ستم آنکھوں سے نہاں ہے

(۱۳۶۲ھ)

وله ایضاً به صنعت زبر و بینات

کہ از مادہ تاریخ حروف مکتوبی و ملفوظی ہر دو را بہ شمار آرند، چوں از حرف ''ک'' ''ا'' ''ف'' را جمع نمائند

دریغا کہ صدرِ دیوانِ دیں　　　ز دنیا گذشت و تہ خانہ خُفت
چناں ہاتفے در زبر بینہ　　　لقد فاز فوزا عظیما بگفت

(۱۹۴۳ء)

وله ایضاً به صنعت زبر و بینات

شدز دنیائے دنی قطب و ولی　　　مظہر آیاتِ[۱] فاروق و علی
چوں نمودم فکر تاریخ وفات　　　پس ز زبر و بینہ شد منجلی
از سر حزن ایں چنیں آمد ندا　　　حیف مولانا شہ اشرف علی

(۱۹۴۳ء)

---

[۱] ظاہری مفہوم تو یہ ہے کہ حضرتؒ دبدبۂ فاروقی ولایت علی کے مظہر ہیں لیکن اس میں ایک لطیف اشارہ ہے آنحضرتؒ کے نسب مبارک کی طرف کہ آپ اباً فاروقی تھے اور (اما علوی تھے)

www.ahlehaq.org

ولہ ایضاً بہ صنعت ھم صوری وھم معنوی

یعنی مادہ تاریخ لفظاً دال است بر سنہ ہجری و چوں بقاعدہ زبر و بینات شمار کنند سنہ عیسوی بر می آید

بخفت زیر زمیں آں حکیم امت حیف — کہ فخر عالم و رشک جنید و شبلی بود
بہ زبر و بینہ گفتم چوں بزم بیدل شد — ہزار و سہ صد و ہم شصت و دو ز ہجری بود

(۱۳۶۲ھ)(۱۹۴۳ء)

قطعہ تاریخ از مولوی جمیل احمد صاحب تھانوی

آں اشرفِ اشرفانِ دوراں — اعلیٰ ز اعاظم و اعالی
آں ساقی بادہ بار عرفاں — آں قاسم خیر لایزالی
آں رحمت و رافت الٰہی — آں شاہ مکارم و معالی
آں مظہر خاص ہر تجلی — از نوعِ جمالی وجلالی
آں کنہ کمال و کنہ وصفش — بالا زتصور خیالی
یک لحظہ چشم نیم وایش — دارو ئے مریض بیکمالی
ہر حرف کہ از لبش چکیدہ — مرہم نہ ریش خستہ خالی
دربار گہش بفیض تاثیر — حالی ہمہ گفتگوئے قالی
در بزم جہانیاں ہمہ وقت — وز جملہ خلق لاابالی
محروم زور گہش ندیدم — مقسوم گرفت ہر سوالی
از عالمیاں نہفت چوں رخ — کرد است جہاں زورع خالی
یارب بجمیل ہم عطا کن — تا بے زتجلی جمالی
تاریخ اگر کے پرسد — گو رحلت اشرف الاعالی

(۱۳۶۲ ہجری)

www.ahlehaq.org

قطعہ تاریخ از مولوی اسعد اللہ صاحب

مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

من جانب مولوی شبیر علی صاحب برادر زادہ حضرت والاؒ

چوں زدنیا رفت عم محترم | شاہ اشرف واقف سر طریق
گفتمش از بہر تاریخ وفات | دفن شد زیر زمیں عم شفیق

(۱۳۶۲ھ)

قطعہ تاریخ از قاضی محمد مکرم صاحب تھانوی

پنشنر تحصیلدار ریاست بھوپال

حکیم امت خیرالانامے | طبیب مصلح دنیا و دینے
جہان شرع راماہر منیرے | زمینِ ورع راماد مبینے
بذیل اولیا سلک عزیزے | ببزم اتقیا بالا نشینے
چوکار خود بانجامے رسانید | نمودہ قصد فردوس برینے
سپرد فرش بخاک و جملہ حیراں | کہ گنجید آسمانے در زمینے
مکرم گفت سالِ رحلتِ او | وفات پاک شمس العارفینے

(۱۳۶۲ھ)

ولہ ایضاً

اے تو شریک حال من باتبلائی رنج وغم | میرس از منِ حزیں زاشرف ووصال او
نہ پرسش تو برمحل، نہ گفتگوئے من بجا | جو"لطف حق" زشش جہت دہد نشاں سال او

www.ahlehaq.org

www.ahlehaq.org

قطعہ تاریخ از دیوان
منظور احسن صاحب احسن تھانوی

آہ واویلا دریغا حسرتا ۔۔۔ درخسوف افتادہ ماہِ کاملین
رہ نمائے جادہ پیمایان حق ۔۔۔ سالک راہِ شریعت خضردیں
شمع بزم نور، زیبِ انجمن ۔۔۔ مشعلِ طور، ہدایت بالیقین
آں حکیم اُمت خیر الانام ۔۔۔ شانِ ملت حامیٔ دین متیں
عارفِ حق حضرت اشرف علی ۔۔۔ آفتابِ روشن و ماہ مبیں
رفت بارشد و ہدایت و رجاب ۔۔۔ افتخارِ کائنات آن و این
رونقِ کاشانۂ امدادیہ ۔۔۔ اقتدارِ اولین و آخریں
حاجی امداد اللہ راشاں ۔۔۔ خاتمِ نور محمد را نگیں
کارسازِ خانقاہِ مرشدی ۔۔۔ یادگارِ شیخ و سجادہ نشیں
شاہبازِ اوج پروازِ فلک ۔۔۔ نیر رخشندہَ چرخِ بریں
مادرِ گیتی نہ زائد عالمے ۔۔۔ باشریعت درحقیقت اینچنیں
رخت ہستی در نور دہ شدرواں ۔۔۔ زیں خرابہ جانب خلد بریں
درجہاں از رفتنش غوغافتاد ۔۔۔ ماتمی شد آسماں و ہم زمیں
آں چراغ نور چوں گشتہ خموش ۔۔۔ یکجہانے شد ازاں ظلمت گزیں
جسم خاکی راہ سپردہ زیر خاک ۔۔۔ روحِ پاکش رفت برعرشِ بریں
گشتہ شد مدفون و ازغم برنہاد ۔۔۔ زخم برقلبِ ہزاراں مسلمیں
برگزیدہ ذاتِ اقدس بودآں ۔۔۔ رفت از دنیا و شد جنت مکیں
جانِ پاکش از صفِ مردانِ حق ۔۔۔ روحِ پاکش از گروہِ واصلیں

www.ahlehaq.org

13

وائے اے سلطان زہد واتقا — حیف ای سرکردۂ اہل یقیں
مثل تو خوا ہیم فرما از کجا — مثل تو یا بیم فرما از چنیں
ازکجا جوئیم فرما علم و فضل — ازکجا آریم خضرِ راہ دیں
ازکجا می باشد ایں حلم و وقار — جزشما اے تاجدارِ عارفیں
بر سر ہفت کشور جاگرفت — ازفیوضِ علم و ازابلاغ دیں
ازکلامِ حق نوا وَ حق پژدہ — بہرہ ور بود ندگوش سامعیں
در مشامِ قدسیاں اکثر رسید — نکہت فیضت بافلاکِ بریں
جنت الماویٰ بود آرام گاہ — از جنابِ پاک رب العٰلمین
رفت از دنیا سراجِ اولیاء — تاجدار حال و صدر سابقیں
در غم اوخاک برسر ریختہ — شد جہاں اندرجہاں اندوہ گیں
عالمے تاریک شد از رحلتش — ماتمے افتاد دردنیائے دیں
گیتیٔ اسلام شد سینہ فگار — آہ برلب نالہ درجان حزیں
چشم پُرنم خوں بدل شد خلقتے — آں ودیعت رانہفتہ درزمیں
مرقد والا پُر از انوار باد — ازطفیل رحمۃ للعٰلمین
رحم کن اے نقش بندکاف ونون — برعزیز و اقرباء و خادمیں
ملہم غیبی مرا تلقین کرد — مصرعہ سال و فاتش ایں چنیں
غم مخور احسن پئے سالِ وفات — فکر تر دارد زما ہاتف ہمیں
دست بردار و دعائے کن زدل — جاوید خالق بفردوس بریں

(۱۳۶۲ھ)

www.ahlehaq.org

قطعہ تاریخ از جناب عزیزالدین صاحب عظامے

دردا حکیم اُمتِ مرحومہ شہ اشرف علی — آں ساقیٔ میخانہ عقل آفریں من عرف
بربست محمل زیں جہان ورفت درباغ جناں — از گوہر جانِ خودش پرداختہ تن راصدف
ہاتف بگوشِ من عظامی گفت تاریخے بگو — زیں واقعہ کز وے بلاہا آمد بستی بستہ صف
گفتم کہ از دستِ اجل چوں بے سروپا شد ببیں — حلم وحیا لطف وعطار شد وہدیٰ، فضل وشرف

(۳۰+۱۰+۹+۹+۳۰۰x۴x۸۰۰x۲۰۰ (۶۲ ہجری ۱۳)

وله ایضاً

ندانم آہ! درآفاق ایں چہ صبح دمید — کہ ہست شور قیامت ز ذرہ ذرہ پدید
ندانم از چہ شفق غرق شد بموجۂ خوں — ندانم از چہ سحر جامہ تار تار درید
چہ شد کہ چیز افلاک حلقہ حلقہ گسست — چہ شدِ کز وہمہ گہوارۂ زمیں لرزید
کہ ام عمل شدہ تاراج از جفائے خزاں — کہ خارغم بہ رگِ جانِ ماہزار خلید
زمانہ آہ نور دید فرش عیش وطرب — فلک بابس خودش رابہ خم نیل کشید
فغان اہل زمین شد بلند تا کیواں — زچشم ماہ وستارہ چوخونِ ناب چکید
چہ گوگمت کہ چہ پیش آمدہ ست عالم را — کراست طاقت گفتن کراست تاب شنید
بباغِ حضرت امداد تند باداجل — چناں وزید عظامی کہ پیش زیں نوزید
زفوت حضرت اشرفے کہ نیست ثانی او — چہ گوئمت بخدائے بجان ماچہ رسید
زدلگدازی ایں واقعہ مپرس کہ ایں — بجاں گدازی ، محشر چہ خط نسخ کشید
گسیخت صبر عناں وشکیب رم کردہ — دلم زدیدہ خونبار قطرہ قطرہ چکید
کدام حضرتِ اشرف مگر نمیدانی ؟ — حکیم امت مرحوم از قریب و بعید
زمیں بسر زدہ خاکے بسوگواری وے — فلک ماتم آں پیرہن بجسم درید

www.ahlehaq.org

کلاہ زد بزمیں آفتاب زیں ماتم | زگریہ دیدہ انجم سپید گشت سپید
شکست کاکل سنبل نجست چہرہ گل | گرفتہ شد دل غنچہ ازیں غمے کہ رسید
چناں فقیہ و محدث چناں مجد دوقت | ندیدہ است کسے و کسے نخواہد دید
جنید وقت اگر گوئمش مبالغہ نیست | ہم است راست اگر خوانمش مثیل فرید
خلاف سنت خیر البشر بہ عمر گہے | بسہو ہم عملے زونیا مدہ است پدید
زپائگاہِ علوش چہ گوئمت کہ حدش | کسے ندیدہ ونے ہیچ کس تواندوید
زپافگندہ عمارات شرک و بدعت را | بنائے سنت غرا از وبما ہ رسید
بحق امتِ مرحوم آں مسیحا بود | کہ ازدمے بہ تن مردگانش روح دمید
سزونہ نوحہ عظامی بزندگان خاموش | کہ ہست لزدخردکار تو زعقل بعید
تراز حضرت اشرف کہ گفت مردکہ او | شہید گشت وشہید است زندۂ جاوید
بیادسالِ و صالش شنوزمن کہ صنم | الف کشیدہ بگفتم شہیدگشتہ شہید

(۱۳۶۲ھ--۱۳۶۳)

قطعہ تاریخ از جناب فضل کریم صاحب

دریغ حضرت اشرف علی ولی تقی | کہ بود چہرہ پاکش زنورحق چوں ورد
سفرگزیدازیں دارسوئے جنت رفت | بشوق وصل خدا کردہ دل زدنیا سرد
ندازفضل کریم آمدہ زسالِ وفات | حکیم امت احمد مکان بجنت کرد

(۱۳۶۲ھ)

فردتاریخی از جناب محمد غوث صاحب شیخوپورہ (پنجاب)

اے ہمارے عزت و اقبال وجاہ | آشیانت گلشن قدس اِ الٓہ

(۱۳۶۲ھ)

www.ahlehaq.org

نظم از حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی

منِ خستہ دریں محفل مثال شمع سوزانم — کہ جاں آب رواں گشتہ ہمی ریزد مژگانم
بروای بوئے گل عشوہ گری با دیگراں فرما — کہ من بیزارم از جان ودل افگار و پریشانم
زدل می خیزد و بر دل ہمی ریزد سحابِ غم — دمیداز اندرونِ کشتی من موجِ طوفانم
ندارم ذوق باصحرا اگزینی صورتِ مجنوں — کہ از فیضِ جنوں کاشانہ ام آمد بیابانم
فضائے گلشن وابرد بہادر ومطرب و مینا — ہمہ شد بعد آں ساقی مہوش دشمن جانم
صبرنامِ گل وگلزار و ذکر جام و مے بگذار — کہ ہست ایں ہا ہمہ گلدستہ یک طاق نسیانم
مپرس افسانہ، ماوحدیث دردما مشنو — کہ ای چارہ گر بیمار نتوانی و نتوانم
حکیم امت وسطےٰ سراج ملت بیضا — امامے حجت کبریٰ پناہِ دین و ایمانم
امام فقہ وتفسیر وحدیث ومعرفت بنگر — عیاں برصفحۂ ہستی فیوض شاہ شاہانم
جنید دہر وشیبانی عصر وحبر وقتش خواں — کہ شد تجدید جملہ شبہائے دیں بسلطانم
فغاں از دستِ بیداد زماں کان جان عالم را — نمی بینم نمی یابم بسے جو یاو حیرانم
حکیم رفت ومن دارفتہ حیرانم — کہ نتواں پیش کس بردن چنیں حال پریشانم
مریضم مبتلائے دل کجا جویم دوائے دل — کجا یابم شفائے دل زعلتہائے پنہانم
کجاں آں شمع ہر محفل کجا آں رہبر منزل — کجا آں حل ہر مشکل برائے فکر حیرانم
کجا آں اشرفِ عیسیٰ نفس خضر طریق ایدل — کجا آں سایۂ رحمت سحاب گوہر افشانم
مریض مبتلا اکنوں کجا یابد دوائے دل — کجا گیر و قرارِ قلب مضطر چشم گریانم
من تنگ آمدہ از رزم و بزم دشمن و یاراں — کجا باشم، کجا میرم، کرا بینم، کرا خوانم
نہ با بزمِ طرب شوقے نہ با احباب خود ذوقے — نہ در صحرا گذر دارم نہ گنجائش بعمرانم
غمش ہم غیرتے دارد ز دست چارہ گر شاید — نہ شد منت پذیر بخیہ سازاں چاک دامانم
بحمد اللہ غبار کوئے جانان است وچشم من — چہ آید درنظر ای ہمنشیں کحل صفاہانم

www.ahlehaq.org

بیا دار دلے ہر در دست وحل جملہ مشکلہا ‏ ‏ بامداد الٰہی روئے نورانی جانانم

دلے دارم جواہر خانہ عشق است تحویلش ‏ ‏ غلامی درِ اشرف چوگشتہ میر سامانم

دریں در دوالم باصد ہزاراں غم بحمد اللہ ‏ ‏ زفیض اوصبائے ہست کز حالست پر سانم

ہنوز آں ابر رحمت درفشاں ومن چناں حیراں ‏ ‏ فغاں از ہمتم فریاد از تنگی دامانم

تعجب چیست از ترتیب درشترم نمی بینی ‏ ‏ پریشاں، است سلک نظم چوں حال پریشانم

بخواں اے ابن[1] یاسین سالِ وصل از سورۂ یٰس ‏ ‏ سلامِ حضرت[2] رب رحیم از قلب قرآنم

نظم از مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی

مدرس دار العلوم دیوبند

بشنواز نے چوں حکایت می کند ‏ ‏ وز جدائیہا شکایت می کند

روحِ عرفاں و معارف قبض شد ‏ ‏ روح اسرار و تصوف قبض شد

علم رفعت و نور ایمانی نماند ‏ ‏ زہد رفت و وعظ زبانی نماند

آفتابِ علم و حکمت شد غروب ‏ ‏ نکتہا و رمز باشد درغیوب

آں جنید وقت شبلی زماں ‏ ‏ کرد رحلت سوئے فردوسِ جناں

رفت ثانی مولوی معنوی ‏ ‏ مولوی اشرف علی تھانوی

در شریعت بود مارامقتدیٰ ‏ ‏ درطریقت بود او نجم الہدیٰ

آنکہ تصنیفش گذشت از یک ہزار ‏ ‏ رفت درآفاق و امصار و دیار

رہنما یم چوں شدی از من جدا ‏ ‏ بے نوایم گرچہ دارم صدنوا

سینہ سینہ شرحہ شرحہ ازفراق ‏ ‏ من چہ گویم شرح دردِ اشتیاق

درسہا گیریم ما از وعظِ تو ‏ ‏ گرچہ مردی می نمیرد فیض تو

میدہد تفسیرِ و درسِ قرآن ‏ ‏ درمدارس در مساجد بیگہاں

---

[1] یعنی مولانا محمد شفیع صاحب ابن مولانا محمد یٰسین صاحبؒ دیوبندی [2] اشارتست باٰیتین از سورۂ یٰسین کہ بتمامہا تاریخ وفات مرشدی و مرشد العالم است وآن قولہ تعالیٰ لھم فیھا فاکھۃ ولھم مایدعون ۔ سلام قولاً من رب رحیم ۔ قلب قرآن لقب سورہ یٰسین درحدیث آمدہ است ۱۲

www.ahlehaq.org

علم تو شمع است در راہِ سلوک | شافی و وافی و حلال شکوک
رفت علمت دردیار و کوبکو | آفریں صد آفریں برجانِ تو
اے حکیم امتِ خیر البشر | بے رفیقاں مے نشایدایں سفر
سرو سیمینا بصحرائے روی | سخت بے مہری کہ بے ماے روی
اے تماشا گاہِ عالم روئے تو | تو کجا بہر تماشائے روی
اے خدائے مالکِ جودو کرم | رحم فرما بر روانش دم بدم
اے خدائے پاک رب لم یزل | از تومی خواہیم توفیق عمل
استقامت برطریق مصطفیٰ | مشرب اربابِ اخلاص و وفا
تا بکے ایں ابتلا لطفت بتہ | از شرابِ عشق خود جامے بدم
تاروم شادان و فرحاں از جہاں | شائق دیدار و دارائے جہاں
عاشقانہ والہانہ مے روم | طائرانہ سوئے مولیٰ مے پرم
انت مقصودی الیک وجہتی | انت محبوبی الیک رحلتی
وقت رفتن من بخوانم ایں سبق | لا الٰہ لا الٰہ غیر حق

نظم از جناب محمد غوث صاحب شیخوپورہ (پنجاب)

بہ ہر بہار گل از زیر گل برآرد سر | گلے برفت کہ ناید بصد بہار دگر
گلے برفت کزامروز تا بدامن حشر | گلاب اوست کہ جاری بودز دیدۂ تر
برفت ازصدف خاک گوہرے بیروں | کہ خلق راصدف دیدہ گشت پُر گوہر
شبیہ شمس و قمر بوددر ہدایت خلق | چواو بمرد بگفتی بمرد شمس و قمر
مدار عقل و ہنر بوددر فصاحت ونطق | جواو بمرد بگفتی بمرد عقل و ہنر
گماں برم کہ جہاں راخدا عقوبت کرد | چراکہ ہجروے از ہر عقوبت است بتر
بباغ خلد خرامیدو از شمائل خویش | بباغ خلد بیفزود باغ خلد دگر
زرفتن تو اگر رفتگان خوشند چہ سود | کہ ماندگانِ ترا ماند داغہا بہ جگر

www.ahlehaq.org

نظم تاریخی از جناب
خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب خلیفہ حضرت والاؒ

ہوگئے ہم سے آہ رخصت آہ ۔۔۔ شاہ اشرف علی حق آگاہ
روح مجروح ہے تو دل بسمل ۔۔۔ کس قدر ہے یہ حادثہ جاں کاہ
آپ ہی تو حکیم الامت تھے ۔۔۔ اب کہیں کس سے جا کے حال تباہ
جس کو سمجھے تھے دائمی دولت ۔۔۔ ہائے وہ ہم سے چھن گئی ناگاہ
قدر نعمت ہوئی ہے بعد زوال ۔۔۔ مرتبے سے ہوئے ہم اب آگاہ
باتیں سننے کو اب ترستے ہیں کان ۔۔۔ روئے انور کو ڈھونڈھتی ہے نگاہ
چین پاتے نہ تھے جو بے دیکھے ۔۔۔ کیسے اب وہ جئیں گے اے اللہ
دل میں ہے سینکڑوں کے یہ حسرت ۔۔۔ کیوں ہمیں بھی نہ لے گئے ہمراہ
قطب الارشاد تھے مجدد تھے ۔۔۔ بات بات آپ کی ہے اس پہ گواہ
رہنماؤں کے بھی تھے راہ نما ۔۔۔ قبلہ گاہوں کے بھی تھے قبلہ گاہ
تھے مکمل طبیب روحانی ۔۔۔ تھے سب امراض نفس سے آگاہ
نہ چھپا حال دل خفی سے خفی ۔۔۔ تھے وہ باریک بین و تیز نگاہ
عامی و عالم و ضعیف و قوی ۔۔۔ سب کو جو سہل تھی خدا کی راہ
اس کو بھی کردیا تھا پیروں نے ۔۔۔ کتنا مشکل ارے معاذ اللہ
آپ نے دیں سہولتیں ساری ۔۔۔ ہا بھٹکنے دیا نہ نزدِ گناہ
کردیں حل ساری مشکلات طریقِ ۔۔۔ کردے دور سب موانع راہ
قلزموں کو بھی کر دیا پایاب ۔۔۔ اور کوہوں کو کر دکھایا کاہ
تحت امکان ہر بشر کر دی ۔۔۔ باریابی بارگاہ الٰہ
ناامید اس کو بھی نہ لوٹایا ۔۔۔ کوئی کیسا ہی آیا نامہ سیاہ
غرض اچھا برا امیر و فقیر ۔۔۔ جو بھی پہنچا ہوا وہ حق آگاہ

www.ahlehaq.org

ایک دنیا کو کردیا ذاکر
چارسو ہے صدائے الّا اللہ

تھے بافراط مال و جاہ مگر
پاس پھٹکی نہ حبّ مال و جاہ

یوں رہے اس سرائے فانی میں
جیسے منزل کرے کوئی سرِ راہ

منت خلق سے تھے مستغنی
کی جو خدمت وہ حسبۃً للہ

شان تفویض واہ کیا کہنا
سب سپرد خدا سپید و سیاہ

باہمہ بھی تھے بے ہمہ بھی تھے
کیا عجب شان آپ کی تھی واہ

ایسی تفرید سے ہو واقف کون
ایسی تجدید سے ہو کون آگاہ

فطرت اتنی سلیم تھی کہ ہوئی
بات کوئی نہ بے محل بے گاہ

دوستی کی تو کی خدا کے لئے
دشمنی کی تو وہ بھی کی للہ

ہرمحل پر مناسب اس کے تھا رنگ
گاہ تو کچھ تھے اور کچھ تھے گاہ

دل کشی وہ خدا نے بخشی تھی
قلب کھنچتے تھے سب کے خواہ مخواہ

ہیبت حق کا کیا کہوں عالم
فقر میں تھے بہ ہیبت صد شاہ

سرنگوں تھے بڑے بڑے سرکش
دم بخود تھے بڑے بڑے ذی جاہ

تھا نہ سامانِ رعب پھر بھی تھا رعب
تھے عجب شاہ بے سریر و کلاہ

اہل باطل کی کچھ نہ چلتی تھی
اہل حق کے تھے آپ پشت و پناہ

نہ پھرے حق سے گو زمانہ نے
کروٹیں لیں ہزار شام وپگاہ

زور مارے بہت حریفوں نے
سب پہ غالب رہے بعون اللہ

مرکز حق سے عمر بھر نہ ہٹے
واہ کیسی تھی استقامت واہ

رات دن دین ہی کی بس دھن تھی
شغل بس ایک ہی تھا شام و پگاہ

استقامت جو ہو تو ایسی ہو
کوئی آسان ہے عمر بھر کا نباہ

ایں سعادت بزور بازو نیست
یہ عطا ہوتی ہے بفضل اللہ

نزع میں بھی تھا اہتمام حقوق
موت کیا ہے یہ بس فنافی اللہ

www.ahlehaq.org

سرِ میت کوئی ہوا نالاں
کوئی رویا کسی نے کھینچی آہ

بولا میں چوم کر جبیں نیاز
واہ وا مرحبا جزاک اللہ

اس کو کہتے ہیں پختہ کاری دیں
ایسے ہوتے ہیں شیر مردِ الٰہ

علم دیں کا تھا مشغلہ شب و روز
اہتمام عمل تھا شام و پگاہ

تھے شریعت کے آپ مہر منیر
تھے طریقت کے آپ مشعل راہ

چھا رہی ہے جہاں میں تاریکی
جس طرف دیکھئے اٹھا کے نگاہ

آپ سے روشنی قلوب میں تھی
اہل دل پاتے ہیں دل اپنے سیاہ

سچ یہ احسان نے کہا مجذوب
بجھ گیا ہے چراغ اہل اللہ

ولہ ایضاً

یہ رحلت ہے کس آفتاب ہدیٰ کی
یہ ہر سمت ظلمت ہے کیوں کس بلا کی

یہ کس قطب الارشاد نے منہ چھپایا
کہ دنیا ہے تاریک صدق و صفا کی

اُٹھا کون عالم سے محبوب عالم
صدا کیوں ہے ہر سمت آہ و بکا کی

یہ کس کا ہے سوگ آج گھر گھر جہاں میں
احبا کی قید اور نہ قید اقربا کی

یہ رہ رہ کے اُف کس کی یاد آ رہی ہے
یہ کیوں دل میں ٹیسیں ہیں اُف اس بلا کی

کلیجے ہیں کیوں آج شق اہل دل کے
جدائی ہے یہ آج کس دلربا کی

یہ کس نے جہاں سے گزر کر جہاں میں
قیامت سے پہلے قیامت بپا کی

یہ دنیائے دیں میں ہے کیوں آج ہلچل
ہوئی ہے وفات آج کس رہنما کی

بھٹکتے جو پھرتے ہیں افراد اُمت
ضرورت ہے اُمت کو کس مقتدا کی

یہ بحر حوادث میں کشتیٔ مسلم
طلبگار ہے آج کس ناخدا کی

یہ کس خضر نے لی راہِ جنت
یہ سالک ہیں کیوں نارسائی کے شاکی

طلب آج ہے طالبان خدا کو
بصد حسرت و یاس کسی باخدا کی

بقا کے ہیں آثار اہل فنا میں
ضرورت ہے پھر کس کے درس فنا کی

بیان آج ہے کس کے کس کس شرف کا — ثنا آج ہے کس کی کس کس ادا کی

صدا ہے یہ کیوں اللہ اللہ کی ہرسُو — ندا ہے یہ کیوں مرحبا مرحبا کی

کسے کہتے ہیں سب کہ تھے سب سے اشرف — قسم ہے خدا کی قسم ہے خدا کی

یہ گذرا ہے کون ایسا رہبر جہاں سے — کہ تقلید ہے جس کے ہر نقش پا کی

کہاں ہے کہاں آج وہ ذات اشرف — نیابت ملی جس کو خیر الوریٰ کی

کہاں ہے جو تھا اس صدی کا مجدد — ہوئی جس سے تجدید دین خدا کی

وہ فخر حکیمانِ امت کہاں ہے — تسلی جو کرتا تھا ہر مبتلا کی

مریضانِ اُمت کو یاد آرہی ہیں — شفا بخشیاں کس کے دستِ شفا کی

یہ مثل صدف چشم جوہر شناساں — تلاشی ہے کس گوہر بے بہا کی

مفسر، محدث ، مربی ، مدرس — کسے آج حسرت نہیں انتہا کی

معارف ، حقائق، معانی ، دقائق — تلاش ان کو ہے کس کے ذہن رسا کی

یہ خود پارسائی کو بھی جستجو ہے — بصد رنج وغم آج کس پارسا کی

تکلف سے گھبرا کے سادہ بزرگی — طلب میں ہے کس بے عبا بے قبا کی

اجابت درِ حق پر ٹھٹکی کھڑی ہے — یہ ہے منتظر کس کے دست دُعا کی

ہے طالب کرم کس کے دست کرم کا — ہے جویاں عطا کس کے دست عطا کی

یہ پہلو سے رخصت ہوا کون دلبر — جفا بھی تھی جس کی حقیقت وفا کی

یہ رخ کس مسیحا نے مجذوب پھیرا — جو ہے غیر حالت دل مبتلا کی

یہ برسات کا بھی مزا کس نے کھویا — گھٹا کی خبر کچھ نہ باد صبا کی

یہ کس جان عالم کا ہے وقت آخر — کہ حالت دگرگوں ہے ارض وسما کی

یہ حیرت میں ہے کیوں فرشتہ اجل کا — یہ نوری سے بھی بڑھ گیا کون خاکی

ہوا آج خلدآشیاں کون طوطی — اجل نے یہ کس کی زباں بے صدا کی

بنی حیرت گوش باغ جہاں میں — نوا آج کس بلبل خوشنوا کی

ہوئی بند وہ چشم بیمار کس کی — دوا تھی جو ہر علت لادوا کی

www.ahlehaq.org

رکیں کس مسیحا نفس کی وہ سانسیں — صفت جن کے اندر تھی آبِ بقا کی
یہ مرکر بھی ہے کون زندہ جہاں میں — یہ جاں کس نے کس جانِ جاں پر فدا کی
فیوض آج بھی اہل دل پا رہے ہیں — یہ کس کی فنا بھی ہے مظہر بقا کی
سواد عدم سے بھی جو پھوٹ نکلی — یہ کس روحِ انور کی ہے تابناکی
یہ کس جسم اطہر کا ہے غسل میت — کہ خود پاک تر ہوگئی آج چاکی
کفن پوش کون آج فانیٔ حق ہے — کہ دل کو نہیں اب تمنا بقا کی
یہ عشاق سے پردہ فرمایا کس نے — یہ اُف اوڑھ لی کس نے چادر فنا کی
ہوئی کیا وہ صورت کہ جب اس کو دیکھا — تو غافل کو بھی یاد آگئی خدا کی
ملائک نے بھی آسماں سے اُتر کر — یہ کس کی نماز جنازہ ادا کی
یہ اس دھوم سے کس کا نکلا جنازہ — یہ کیوں ٹوٹی پڑتی ہے خلقت خدا کی
فرشتے بچھاتے ہیں پر، حور آنکھیں — یہ میت اُٹھی کس شہید وفا کی
اُترنے کو ہے کس کا لاشہ لحد میں — جو آغوش کھولے ہے رحمت خدا کی
جو عرش معلّٰی ہے ضو بار ہر دم — یہ ہے قبر کس عبد رب العلی کی
میں حیران ہی تھا کہ ہاتف نے پکارا — یہ رحلت ہے آج اشرف الاولیاء کی

(١٣٦٢ھ)

قطعہ تاریخی از جناب مولانا عبدالسمیع صاحب کشتہ

مدرس دارالعلوم دیوبند

ہیں کہاں وہ حامیٔ دین متین — جن کے پیرو سالک سنت ہوئے
ہیں کہاں وہ واعظ شیریں بیاں — جن کے خادم ناصر ملت ہوئے
عالم و عابد فقیہ و پارسا — حق کے طالب طالب خلوت ہوئے
شیخ اعظم، ہادیٔ بزم سلوک — شاہِ اشرف زینت جنت ہوئے
تھے جو باقی محفل اسلاف کے — آہ وہ بھی ہم سے اب رخصت ہوئے
اٹھ گئی محفل ہی ان کے ساتھ ساتھ — وہ بھری محفل سے کیا رخصت ہوئے

www.ahlehaq.org

کس سے پوچھیں گے حقائق دین کے — وہ محقق وقت کے رخصت ہوئے
ہے سرِ ایماں سے یہ سالِ وفات — قطبِ عالم داخلِ جنت ہوئے

(۱۳۶۲ھ)

قطعہ تاریخی از جناب قاضی محمد مکرم صاحب تھانوی پنشنر تحصیلدار ریاست بھوپال

اشرف الاولیاء نے رحلت کی — اُٹھ گیا سَر سے آہ کیسا شفیق
ناخدا تھے جو اِک زمانے کے — بحرِ رحمت میں ہوگئے وہ غریق
بزمِ دیں کو تھی ان سے یوں رونق — جیسے ہو زینت نگینہ عقیق
کہیں صدیوں میں جاکے آتے ہیں — ایسے افراد کامل و صدیق
سہل و آسان جن کو علم و عمل — جن کو یکساں تصور و تصدیق
وہ تصانیف جن کو دیکھے تو — راہ پر آہی جائے ہر زندیق
زندگی بھر جنھوں نے سائل کی — حل اشکال میں نہ کی تعویق
عین فطرت ہر ایک استدلال — عقل پر منطبق ہر ایک تحقیق
بات میں بات نکتہ میں نکتہ — اللہ اللہ ان کی فکر عمیق
نہ تکلف، نہ کچھ ریا و نمود — سارے اسلاف کے سے طور طریق
نہ رئیس و وجیہ سے لَچنا — نہ امیر و غریب میں تفریق
دیکھ کر ان کو یاد آتے تھے — سلف صالحین عہد عتیق
گو تصوف کو کر گئے پانی — پھر بھی ہیں اس کے واردات دقیق
جب یہ پیش آئیں ہو ہی جاتے ہیں — عقلاء گنگ، بے زبان لئیق
دیکھتا ہوں وفات سے ان کی — ہیں پریشان ان کے یارو رفیق
فکر تاریخ میں بھی دھن ہے وہی — ہے خیال ایک سب کا بے تفریق
جس سے سنئے وہی یہ کہتا ہے — حل ہوں اب کس سے مشکلات طریق

(۱۳۶۲ھ)

www.ahlehaq.org

ولہ ایضاً

اے مکرم وفاتِ اشرف سے | ہیں تہ و بالا اسفل و اعلیٰ
جن سے گلزار بزمِ امکاں تھی | وہ ہیں آج اور جنت الماویٰ
نہیں چون و چرا کی گنجائش | ہے اسی طرح مرضیٔ مولیٰ
ہے بہرحال خم سرِ تسلیم | مرضیٔ مولیٰ از ہمہ اولیٰ
اس کمی کا قلق ہے البتہ | ہوگئی خالی مسند تقویٰ

(۱۳۶۲ھ)

نظم تاریخی از جناب منشی رشید احمد صاحب رشید تھانوی

آہ کیا دہر کی ہوا بگڑی | اُٹھ گئی انبساطِ دورانی
شادمانی بدل گئی غم سے | امن و راحت پہ پھر گیا پانی
اب تو جینا بھی ہوگیا دوبھر | زندگی ہوگئی گر انجانی
غمکدہ بن گئی ہے دنیا آج | ہر طرف چھا گئی پریشانی
لُٹ گیا ہائے ہائے تھانہ بھون | چار سو چھا گئی ہے ویرانی
شاہ اشرف علی ولی اللہ | قطب الاقطاب قطب ربانی
مفتی و مولوی و شیخ اجل | اشرف الاولیائے ربانی
قاری و حافظ کلام مجید | فرد آل خلیفہ ثانی
دست پر ورد محمد یعقوب[۱] | موردِ لطف فضل رحمانی
اعلیٰ حضرت کے مولوی مہین[۲] | فیضیاب خدیو جیلانی
نور نور محمد و امداد | فرد ابدال غوث صمدانی
صاحب صدق نائب اول | معدن علم ، حلم عثمانی
حامی سنت رسول اللہ | ماحیٔ رسمہائے نفسانی

۱؎ مراد حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ استاد حضرت مغفور ۱۲ ۲؎ فرمودہ حضرت حاجی صاحبؒ ۱۲

www.ahlehaq.org

بحر عرفان و علم جاری تھا
بٹ رہے تھے فیوض یزدانی

طالبیں ہو رہے تھے مالا مال
سالکین بن رہے تھے نورانی

ذکر اللہ ہی کا چرچا تھا
کھل رہے تھے رموز فرقانی

تذکرہ تھا حدیث نبوی کا
نعت احمد کی تھی غزلخوانی

آنکھیں کھلتی تھیں سننے والوں کی
سن کے اسرار علم قرآنی

آپ بے شک حکیم الامت تھے
کرتے امت کی تھے نگہبانی

مشکلیں سالکان حیراں کی
حل ہوا کرتی تھیں بآسانی

رات دن طالبانِ مولیٰ کی
مل رہیں تھیں مرادیں من مانی

لٹتے تھے رات دن خزائن فیض
تھی متاع گراں کی ارزانی

بزم قدسی تھی آپ کی مجلس
چل نہ سکتا تھا مکر شیطانی

حق نے بخشا تھا ملکہ تشخیص
کھول دیتے تھے کید نفسانی

آپ کو سہل تھا دلائل سے
دشمنوں سے بھی بات منوانی

کس قدر رعب و داب تھا واللہ
وقت کے تھے خلیفہ ثانی

شرک و بدعات کے معالجہ میں
آپ[۱] شیخ الرئیس تھے ثانی

آپ سب کا علاج کرتے تھے
جتنی بیماریاں ہیں نفسانی

بہر اثبات حق شواہد کی
حق نے بخشی تھی کیا فراوانی

فاضلان علوم منقولی
آ کے لیتے تھے درس ایمانی

یاں شفا یاب ہوتے تھے آکر
سرفراز ان طب یونانی

طالبیں کا ہجوم رہتا تھا
کوئی روسی تھا ، کوئی افغانی

حاضریں خانقاہ و مجلس کے
تھے ملائک بشکل انسانی

شاہ اشرف علی طاب ثراہ
ساری دنیا تھی جس سے نورانی

چل بسے آہ حضرت اقدس
بن گئے میہمان رضوانی

---

۱ آپ تھے شیخ اکبر ثانی

www.ahlehaq.org

جوشِ شوق لقائے خالق میں — سفر آخرت کی ہے ٹھانی
اشرف الاولیاء سدھار گئے — جابسالی ہے خلدِ رضوانی
آج خالی ہے خانقاہ شریف — حوریاں کر رہی ہیں مہمانی
باغِ راحت اُجڑ گیا ہے ہے — ہُو کا عالم ہے صحن بستانی
بجھ گئی آہ مشعل انوار — ہوگیا گل چراغ عرفانی
کوہِ غم ہائے سر پہ ٹوٹ پڑا — چھاگئی دہر میں پریشانی
مہر توحید ہوگیا ہے غروب — چھپ گیا ماہتاب عرفانی
ہائے یہ غم سہا نہیں جاتا — جان جائے گی جان ہے جانی
رو رہا ہے الم سے پیر فلک — اشک میں قطرہ ہائے بارانی
صبر لازم ہے ای رشید حزیں — ہے یہ دنیا گزشتنی فانی
روحِ پاک حضور والا کو — ہو خدا قرب خاص ارزانی
مجھ کوتو تم نے کر دیا بے خود — نہ رہی طاقتِ سخن رانی
خوب لکھے جمیل صاحب نے — مادے حادثے کے لاثانی
اشرف اتقیائے اہل خسرو — خاتم اولیائے ربانی
(۱۹۴۳ء) — (۱۳۶۲ھ)

نظم از جناب مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی

وہ حکیم امت خیرالوریٰ قطبِ ہدیٰ — وہ دوا اُمت کے ہر بیمار اور ناشاد کی
صدق صدیقی تھا جس میں حزم فاروقی کیساتھ — اک درخشاں یادگار اسلاف اور امجاد کی
مشعل راہ ہدیٰ نور محمد کی ضیا — آہ۔ وہ زندہ نشانی حضرت امداد کی
حضرت اشرف علی تھانوی روحی فداہ — جن سے قائم تھیں ہزاروں مسندیں ارشاد کی
ہیں سبھی اہل کمال و اہل دل مصروف کار — دیکھ لو خالی پڑی ہے پر جگہ اوستاد کی
کیوں نہ ہوں چشم فلک سے خون کے آنسو رواں — کیوں نہ ہو روئے زمیں صف ماتم وفریاد کی

www.ahlehaq.org

www.ahlehaq.org

خستہ حالوں کے لئے اب ہے نہیں جائے پناہ — آسماں تانبے کا ہے آج اور زمیں فولاد کی
وائے ناکامی کہ ہم جیسے تباہ و خستہ دل — اور چھائی ہیں گھٹائیں ہر طرف الحاد کی
ناخدا گم کردہ ہے کشتی اُمت اے کریم — ہے زبوں حالت ہمارے مجمع و افراد کی
المدد بہر حبیب خودالٰہی المدد — اُمتِ مرحوم پھر محتاج ہے امداد کی

قطعہ تاریخی از جناب
حافظ احسان الحق صاحب احسان تھانوی

پیٹتی ہے سر وطن کی سر زمیں — رو رہے ہیں ہر مکاں و ہر مکیں
تیرۂ و تاریک دنیا ہوگئی — سارا عالم آج ہے اندوہ گیں
کیوں بپا یہ حشر کا عالم ہوا — ہے خبر بھی تجھ کو اس کی یا نہیں
حاجیؒ امداد اللہ کے جو تھے — درحقیقت اور سچے جانشیں
یعنی حضرت مولوی اشرف علی — یارگارِ کاملانِ سابقیں
عارفِ حق دیں کے روح اور تن — سالکِ راہِ شریعت بالیقیں
یادگارِ قصبۂ تھانہ بھون — افتخارِ اولین و آخریں
شرق سے تا غرب یہ شہرت ہوئی — ہوگئے فضلِ خدا سے ہمقریں
نامِ نامی جب سنا ممدوح کا — ہل گئی بارِ الم سے سب زمیں
چھوڑ کر دنیائے فانی چلدیئے — زیر دامانِ الٓہ العٰلمین
یہ دعا دن رات کرنی چاہیے — یاالٰہی بخش فردوسِ بریں
واقفِ اسرارِ فخرِ کائنات (۱۳۶۲ھ) — واقعی تھے حامیؒ دینِ مبیں
سالِ رحلت اسی طرح احسان لکھ — مردِ کامل ساکنِ خُلد بریں
(۱۳۶۲ھ)

نوٹ: ہر مصرعہ اول وثانی کے پہلے حرف کے اعداد و شمار کرنے سے بھی سال ۱۳۶۲ھ برآمد ہوتا ہے۔

www.ahlehaq.org

قطعہ تاریخی از جناب نواز حسین صاحب سفیرؔ فتح پوری

یوم دو شنبہ رجب کی پندرہ تاریخ کو — دارِ فانی سے گئے صد حیف اک حق کے ولی

ہائے کیسا عالم جید جہاں سے اُٹھ گیا — اس کی فرقت میں نہ کیوں ہو اہل دل کو بیکلی

چھا گئی کیسی اُداسی ہر در و دیوار پر — بن گئی ماتم کدہ تھانہ بھون کی ہر گلی

حامیٔ دینِ متیں تھے اور اُمت کے حکیم — سالکِ راہِ طریقت بھی تھے وہ حق کے ولی

فیضِ روحانی تھا جاری ان کا ہر دم چار سُو — مثل اُن کے دہر میں کوئی نہ تھا ایسا ولی

عمر بھر راہِ شریعت پر قدم اُن کا رہا — ہر گھڑی رسمِ طریقت گود میں ان کی پلی

باعمل عالم بھی تھے وہ مرشدِ کامل بھی تھے — ان کی صحبت میں رہا جو بن گیا وہ بھی ولی

وعظ ان کا سُن لیا جس نے وہ گرویدہ ہوا — دی تھی اللہ نے طبیعت بھی انہیں کیا منچلی

گلشن صحبت میں اُن کے جس نے جاکر سیر کی — بیگماں اس شخص کی بھی کھل گئی دل کی کلی

اللہ اللہ کیا کریم النفس ان کی ذات تھی — نام تھا مشہور جن کا دہر میں اشرف علی

پاک طینت تھے برائی سے وہ کوسوں دور تھے — بات جو نکلی زباں سے ان کے تو نکلی بھلی

خالقِ اکبر نے دنیا میں بنایا تھا انہیں — صوفی و درویش و حاجی، حافظ و عالم، ولی

ذات سے اُن کی شجر اسلام کا سرسبز تھا — ان کے دم سے شاخ تھی نخلِ شریعت کی پھلی

تھا عمل ان کا حدیث پاک پر قرآن پر — ملحدوں کی اُن کے آگے بات کب کوئی چلی

اُن کی محفل میں رہا روشن شریعت کا چراغ — بزم میں ان کی شمع ہر دم طریقت کی جلی

فی الحقیقت ملت بیضا کے تھے وہ آئینہ — شکل اُن کے نور کے سانچے میں تھی گویا ڈھلی

اُن سے بڑھ کر تھا کہیں بھی کیا کوئی شیریں کلام — بات اُن کی تھی کہ جیسے ایک مصری ڈلی

آپ نے احکام قرآنی کی وہ تبلیغ کی — جس سے قلب اہل بدعت میں رہی ایک کھلبلی

قلب ان کا ہر گھڑی یادِ الٰہی میں رہا — دم بدم لب پر تھا اُن کے یا کبیر و یا علی

آج اُن کو بھی قضا نے کر دیا واصل بحق — ان کی روح پاک کو با صد ادب لیکر چلی

اور انہوں نے اپنی جاں جاں آفریں کو سونپ دی — ہو کے راضی بر رضا دارالبقا کی راہ لی

ای سفیرؔ ان کا تو لکھ یوں مصرع سالِ وصال — چل دیئے اب سوئے جنت مولوی اشرف علی

۱۳۶۲ھ

www.ahlehaq.org

"رباعیات"

از جناب مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبندی

واحسرتا کہ شیخِ زمانہ نہیں رہا — اُمت کا وہ حکیم یگانہ نہیں رہا
جائیں جہاں ازالۂ شبہات کیلئے — اب کوئی اپنا ایسا ٹھکانا نہیں رہا

قلب وجگر فگار ہیں فریاد کیا کریں — ہمدم بیانِ گلشن برباد کیا کریں
غم بھی وہ غم پڑا ہے کہ اللہ کی پناہ — درماں راحتِ دلِ ناشاد کیا کریں

امدادِ حق نظر کا نظارہ کدھر گیا — یعقوب کی نگاہ کا تارا کدھر گیا
فیض رشید و قاسم و محمود، شیخ ہند — ہم بیکسوں کا یعنی سہارا کدھر گیا

تھا اشتیاق دید خدا دل میں موجزن — روحِ رواں نے چھوڑ دیا اتصالِ تن
آخر وطن بنا ہی لیا باغِ خلد کو — واصل بحق ہوئے بہ طفیلِ شہِ زمن

رحلت سے اُنکی قلب وجگر سب کے شق ہوئے — ارکانِ جامعہ[1] بھی غریق قلق ہوئے
لیکن سوائے صبر کے چارہ نہیں ہے کچھ — مومن وہ ہیں جو تابعِ فرمانِ حق ہوئے

---

[1] مدرسہ جامعہ حسینیہ راندیر، جسکے جلسہ میں مولانا نے یہ رباعیات پڑھی تھیں ۱۲ منہ

www.ahlehaq.org

نظم ملقب بہ سفیر غیب

از جناب ابوالاسرار رمزے اٹاوی

نہ جانے کیا اچانک موج آئی اسکی رحمت کو
اُٹھا کر لے گئی آغوش میں جبریل طلعت کو

اسی ماحول میں گم ہوگیا ہنستا ہوا تارہ
سوادِ اعظم اسلام کا رخشندہ مہ پارہ

وہ تارہ جو رہا ملفوف احرامِ قیادت میں
گزاری جس نے اپنی زندگی اصلاحِ امت میں

بڑھاپے کا تو کیا کہنا مجسم آرزو ہو کر
خدا سے ہوگیا واصلِ خدا کی جستجو ہو کر

یہ تیری خانقاہ پاک نور حق کا مینارہ
حقیقت جسمیں روشن ہے تجلی جس میں آوارہ

اُبلتا دیکھتا ہوں کوثر عرفاں کا فوارہ
نظر کو بخشتا ہے دولتِ انوار نظارہ

یہ تیری سہ دری ہے جس کو طاقِ معرفت کہیے
یقیناً تربیت گاہ مذاقِ معرفت کہیے

حکیم ایشیا کہیے تجھے یا عارفِ مشرق
عجم سے تا حرم ہر سو ہے تیرا شہرۂ ناطق

تری تقریر کیا ہوتی تھی کشفِ سامعہ کہیے
تجھے اسلام کا ایک چلتا پھرتا جامعہ کہیے

وہ دولت لیکے اُٹھتے تھے جو تیرا وعظ سنتے تھے
بغیر ساز و نغمہ وجد میں سر اپنا دھنتے تھے

اُجالا اس طرح کرتا تھا پیدا ذہن فاسق میں
سپیدہ جیسے اگتا ہو ریاض صبح صادق میں

اس امت کے قدم نار فتنی راہوں سے روکے ہیں
کہ جن راہوں میں پوشیدہ جہنم زار ہوتے ہیں

دماغِ جہل سے خارج کیا بیہودہ رسموں کو
کچل ڈالا تمدن کے شر انگیز جلووں کو

اٹھا دی ایک قلم ملت کی وہ رسمی رواداری
سمجھ رکھا تھا دنیا نے جسے رازِ وفاداری

ممیّز کر دیا ناموسِ اکبر سے زوائد کو
روایاتی عناصر ، اجنبی باطل عقائد کو

اُجاگر کر دکھایا دین فطرت کا پس منظر
مکدر ہو چکا تھا روغن اوہام سے یکسر

رُخِ اسلام کو حقانیت کی دھوپ میں دیکھا
اسے تیری بدولت آسمانی روپ میں دیکھا

سبق تو نے دیا ہم کو محمدؐ کی اطاعت کا
خلوص آمیز عظمت اور سنجیدہ محبت کا

دلِ تاریک روشن کردیئے تیری نگاہوں نے
درِ توبہ پہ رکھدی اپنی پیشانی گناہوں نے

www.ahlehaq.org

سکھائے فقر کے آداب تو نے بادشاہی کو ۔۔۔ جلالِ قیصری بخشا ، جمالِ خانقاہی کو
سوادِ آزرستان سے اندھیرے کو مٹا ڈالا ۔۔۔ صنم زار دوآبہ کو خلیلستان بنا ڈالا
نئے فتنے اٹھے اور اٹھکے تفسیریں بدل ڈالیں ۔۔۔ مگر تو نے مسلمانوں کی تقدیریں بدل ڈالیں
سیہ کاری نے جب بھی پاؤں پھیلائے بغاوت کے ۔۔۔ خدا نے غیب سے بھیجے سفیر اپنی ہدایت کے
چنانچہ حجۃ اللہ بن کے آیا تو زمانہ میں ۔۔۔ پیامِ رشد پوشیدہ تھا تیرے تازیانہ میں
ملی تھی تجھ کو مشکوٰۃ نبوت سے درخشانی ۔۔۔ سلیقہ تیرا قدوسی فراست تیری نورانی
تری تہذیب اسلامی ترا کلچر مسلمانی ۔۔۔ ڈسپلن سے ترے اغیار کو ہے سخت حیرانی
محقق ، مجتہد ، عالم ، محدث ، حافظ و قاری ۔۔۔ بایں اوصاف ، شہرت سے بری اظہار سے عاری
تواضع ، سادگی ، مردانگی ، زہد و صفا کیشی ۔۔۔ محمدؐ کے مشن کا ترجمہ تھی تیری پالیسی
نچھاور روح کرتا تھا نشانِ پائے احمد پر ۔۔۔ تصور اڑ تا رہتا تھا ہمیشہ سبز گنبد پر
قدم راہِ نبی میں اور پنجہ نبض اُمت پر ۔۔۔ حکیمانہ نظر رہتی تھی بسط و قبض اُمت پر
نظر چہرہ سے پڑھ لیتی تھی کیفیات پنہانی ۔۔۔ بصیرت کو نظر آتا تھا مدوجزر انسانی
کمندیں پھینکتی تھیں اہرمن پر تیری تدبیریں ۔۔۔ علاج معصیت ثابت ہوئیں اکسیر تحریریں
نہ لالچ دے سکیں ہرگز تجھے سکوں کی جھنکاریں ۔۔۔ ترے دستِ توکل میں تھیں استغنا کی تلواریں
کتابِ زندگی کا ہر ورق تصویر سنت ہے ۔۔۔ تری ہر نقل و حرکت نقشہ تدبیر سنت ہے
شرف تجھ کو ملا بزمِ ولا کی باریابی کا ۔۔۔ صحابی گو نہیں لیکن نمونہ تھا صحابی کا
ترے پہلو میں نفس مطمئنہ کھلکھلاتا تھا ۔۔۔ یقیں تارِ نفس پر نغمہ توحید گاتا تھا
دماغ و دل ترے مومن یہی کیا ہر ادا مومن ۔۔۔ خدا کے ساتھ ترا رشتہ عشق و وفا مومن
تری حاضر جوابی سے ہر ایک مسرور ہوتا تھا ۔۔۔ ترا سادہ سا فقرہ مصرعہ منور ہوتا تھا
تری تحقیق کے جھنڈے سرِ افلاک لہرائے ۔۔۔ جہاں سائنس کا ذہنِ رسا جانے سے لنگڑائے
بفیضِ پرتو ''امداد'' حق ہر فن میں کامل تھا ۔۔۔ نہ کیوں ہوتا کہ آخر دیدۂ یعقوب کامل تھا
تو شاگردِ ''رشید'' ایسا کہ استاذِ زماں نکلا ۔۔۔ زمینِ ہند کا ذرّہ چراغِ آسماں نکلا

www.ahlehaq.org

کسے گنجائش شک ہے مبارک کامرانی میں
کہ ایک دنیائے ہو چھوڑی ہے اس دنیائے فانی میں

ترے انجام برتر کا پتہ آغاز دیتا تھا
ترا مستقبل روشن تجھے آواز دیتا تھا

تو میدانِ صحافت میں بھی سبقت لے گیا سب پر
کہ نو سو تک پہنچ جاتا ہے تصنیفات کا نمبر

مقدس، اسپرٹ کے جوہر و جذبات دیکھے ہیں
صحیفے ترے خطبے اور ملفوظات دیکھے ہیں

کسی میں فلسفہ منطق کسی میں نورِ حکمت ہے
ذخیرہ علم دیں کا گنج اسرارِ نبوت ہے

ترے حکمت بھرے نسخوں سے بوئی علم آتی ہے
فضائے روح میں جو نور بنکر پھیل جاتی ہے

جنہیں پڑھنے سے عقبٰی کے چمن کی یاد آتی ہے
اُسی دارالبقاء سچے وطن کی یاد آتی ہے

مطالب جن کے قاری کو غذائے فکر دیتے ہیں
تغافل کیش روحوں کو پیام فکر دیتے ہیں

حریم دل کے میلے آئینے خود دھلتے جاتے ہیں
حجابات اٹھتے جاتے ہیں، دریچے کھلتے جاتے ہیں

مرقع ہے حدیثوں کا الٰہیات کا دفتر
ہمارے واسطے چھوڑا ہی کیا پاکیزہ لٹریچر

لکھے گا وقت آب زر سے تیرے کارناموں کو
مسلماں حفظ کرلے کاش ان زریں پیاموں کو

جو سچ پوچھو جہاں میں قطب ارشاد و ہدایت تھا
ترے تبلیغ کے ہاتھوں میں فانوسِ ہدایت تھا

تریسٹھ سال تک تو نے ہمیں تبلیغ فرمائی
یہی وہ عمر تھی جو سرورِ کونین نے پائی

یہ رمزی بے بصیرت ہے، ترے رتبہ کو کیا جانے
جو ہم رتبہ ہو تیرا وہ ترے اوصاف پہچانے

یہ خدام شریعت ہیں جو مانند پیمبر ہیں
وہ دریا کیسا ہوگا جسکے یہ قطرے سمندر ہیں

جہاں سے نقش مٹ سکتا نہیں اللہ والوں کا
یہ تیرا مرثیہ کیا ہے قصیدہ ہے کمالوں کا

تری تعریف سے تعریف ربانی عبارت ہے
کہ جسکے پاس جو کچھ ہے وہ سب اسکی امانت ہے

عقیدت نے جسے لکھا ہے قرطاسِ محبت پر
جسے بیتابیاں پڑھتی ہیں خلوت میں بچشم تر

کہیں مدت میں ساقی بھیجتا ہے ایسا مستانہ
بدل دیتا ہے جو بگڑا ہوا دستور میخانہ

www.ahlehaq.org

نظم ملقب بہ زندہ خواب

از جناب ابوالاسرار رمزے اٹاوی

دیباچہ ہستی پہ شکن دیکھ رہا ہوں
ہر نقش پہ ایک موج حزن دیکھ رہا ہوں

اُف! خاک بہ سر تھانہ بھون دیکھ رہا ہوں
اُجڑا ہوا عرفاں کا چمن دیکھ رہا ہوں

ڈوبا ہوا ماتم میں وطن دیکھ رہا ہوں
اک شور بپا تابہ عدن دیکھ رہا ہوں

دیکھا نہیں جاتا ہے مگر دیکھ رہا ہوں
عالم سے اک عالمِ کا سفر دیکھ رہا ہوں

مغموم ہر اک پیرو جواں دیکھ رہا ہوں
ماحول پہ حسرت کا سماں دیکھ رہا ہوں

اٹھتا ہوا سانسوں سے دھواں دیکھ رہا ہوں
میں دور سے انجامِ فغاں دیکھ رہا ہوں

حیرت ہے یہ کیا خواب گراں دیکھ رہا ہوں
غم دیکھ رہا ہوں میں جہاں دیکھ رہا ہوں

اب تو ہی بتا دے مری مغموم عقیدت
کب ہوگی میسر مجھے حضرت کی زیارت؟

نظم از جناب دماغ جونپورے

خدا بخشے ہمارا پیرِ کامل ایسا ذی شاں تھا
کہ اس ہندوستان میں آج فخرِ ہر مسلماں تھا

سراپا تابع سنت تھا تو عامل بہ قرآں تھا
مسلمان ایسے ہی ہوتے ہیں تو جیسا مسلماں تھا

غلاموں کو ابھی کچھ دن ترے جینے کا ارماں تھا
مگر اب ہوگیا ظاہر یہی منظور یزداں تھا

عمل میں جب سے تیرا نسخہ امراض عصیاں تھا
نہ تھی گو صحت کامل مگر صحت کا عنواں تھا

شفا کا دینے والا تو وہی ہے شافیٔ مطلق
مگر ہاں ہاتھ میں تیرے علاجِ دردِ عصیاں تھا

خدا رحمت کرے وہ آج زیر خاک ہے پنہاں
جو کل تک آفتاب علم عالم میں درخشاں تھا

ترے نقشِ قدم پر جو چلا اللہ تک پہنچا
تو بیشک رہبر راہ ہدیٰ، واصل بہ سبحاں تھا

خدا نے مرتبے اعلیٰ سے اعلیٰ تجھ کو بخشے تھے
مجدد تھا تو اپنے وقت کا ہادیٔ دوراں تھا

درِ مضمون نافع آتے تھے بہہ بہہ کے ساحل پر
کہ تیرے دل میں ہر دم موجزن اک بحرِ عرفاں تھا

www.ahlehaq.org

زمانے بھر کے عاقل تیرے آگے ہوتے تھے ساکت
تسلی وہ تری تقریر، تسکیں بخش عنواں تھا

ہزاروں تیرے خادم آج مخدومِ خلائق ہیں
تو مخدوموں کا بھی مخدوم اے مخدومِ دوراں تھا

بجا ہے تیری فرقت میں اگر مضطر دل وجاں ہے
خدا سے ملنے کا ارماں ترے ملنے کا ارماں تھا

حکیم الامۃ خیر البشر فرما گئے رحلت
وہ جن کے ہاتھ میں ہر ایک علاج دردِ عصیاں تھا

بھرے ہیں آج اُن سارے دلوں میں رنج وغم کیا کیا
ابھی کل تک ترے ملنے کا جنمیں شوق وارماں تھا

مری نظروں میں اب تاریک ہے دنیائے اسلامی
زمیں میں چھپ گیا جو دیں کا مہر درخشاں تھا

خدا نے آدمی کو اشرف المخلوق فرمایا
تو اُن افراد میں اشرف علی اشرف اک انساں تھا

خدا تجھ کو سراپا غرقِ دریائے کرم کر دے
برائے اُمت عاصی تو اک رحمت کا ساماں تھا

خدا حافظ دماغ اب ہم گناہوں کے مریضوں کا
جہاں سے اُٹھ گیا دردِ گناہ کا جو کہ درماں تھا

و له ایضاً

تو زیر خاک گو اے آفتاب علم پنہا ہے
مثال میری مہر تیری خدمت دینی درخشاں ہے

ہوئے ہیں تجھ سے اے شمع ہدایت لاکھوں دل روشن
شب ظلمت ہے پھر بھی ان چراغوں سے چراغاں ہے

زمانہ معترف ہے، تیرے علم وفضل وعرفاں کا
موافق تو موافق ہیں مخالف بھی ثنا خواں ہے

تصوف کے سبھی مشکل مسائل حل کئے ایسے
کہ جس سے ساری دنیائے طریقت آج حیراں ہے

بنا رکھا تھا لوگوں نے جسے مشکل سے بھی مشکل
وہی راہِ طریقت آج آساں سے بھی آسان ہے

جو منزل تھی ہزاروں کوس وہ زیر قدم کر دی
ارے او رہبر کامل ترا یہ خاص احساں ہے

مٹا ڈالا تھا تو نے خدمت اسلام میں خود کو
جبھی تو خلق میں مخدومیت تیری نمایاں ہے

بتائے تو ذرا کوئی مسلمانانِ عالم میں
ہے ایسا کون جو تیرا نہیں ممنونِ احسان ہے

تصانیف کثیرہ نافعہ ہوں یا مواعظ ہوں
ہر اک حد سے فزوں تر ہے ہر ایک حد سے فراواں ہے

حکیم الامت مرحوم تیرا ایک ایک نسخہ
ابد تک کیلئے کافی برائے دردِ عصیاں ہے

غریق بحرِ رحمت کر مرے مرحوم مرشد کو
دماغِ خستہ جاں کی یہ دعا اے رب ہجاں ہے

www.ahlehaq.org

www.ahlehaq.org

مجرد مادہا تاریخ

از: جناب مولوی خلیل الرحمٰن صاحب کلیانوی

مولانا عاش امیناً مات شہیداً

۱۳......... ہجری ۶۲

از عزیز ممتاز احمد صاحب تھانوی

مولائی عاش حمیداً، فمات شہیدًا

۱۳......... ہجری ۶۲

از جناب مولوی عبدالکریم صاحب گمتھلوی

مقرب عظیم .... لقد اوتی خیراً

۱۳... ھ ... ۶۲ ...... ۱۳ ... ھ ... ۶۲

ہادی عالم رضی اللہ عنہ

۱۳......... ہجری ۶۲

اشرف علی نور اللہ مرقدہ

۱۳......... ہجری ۶۲
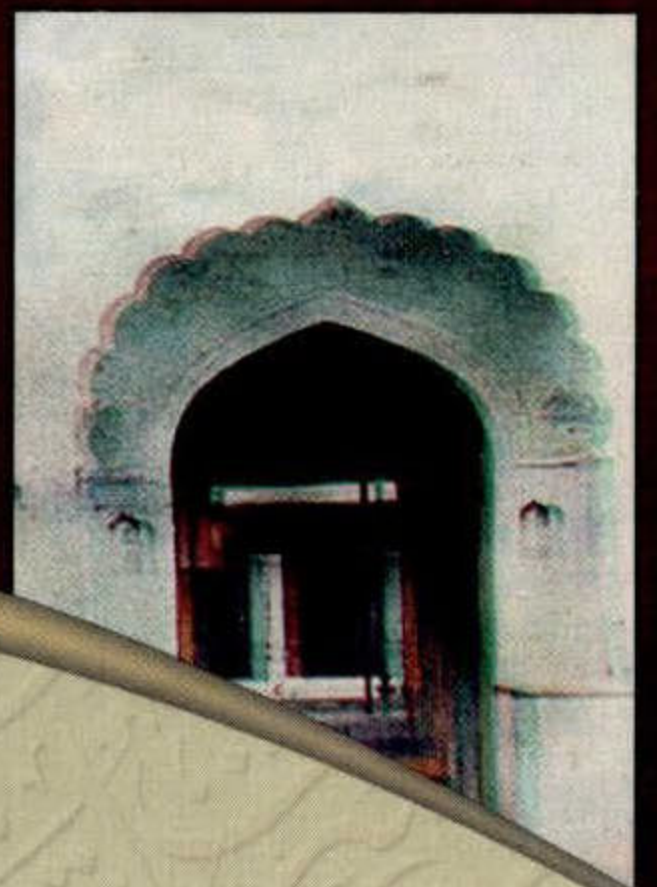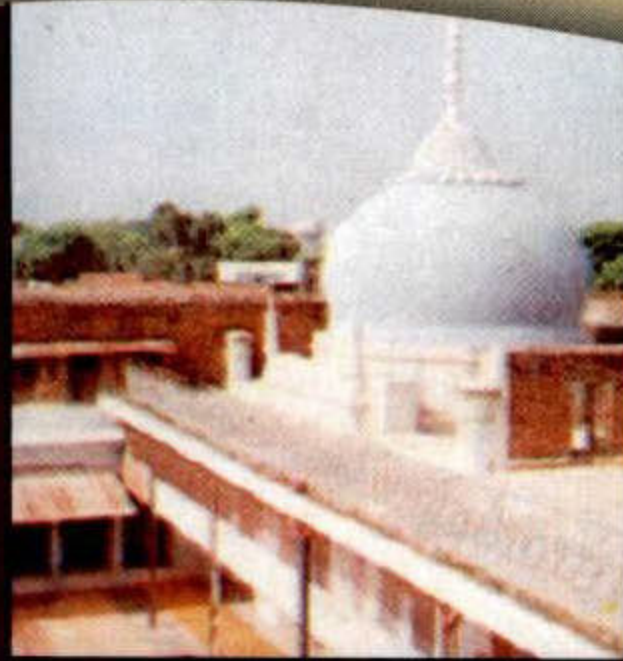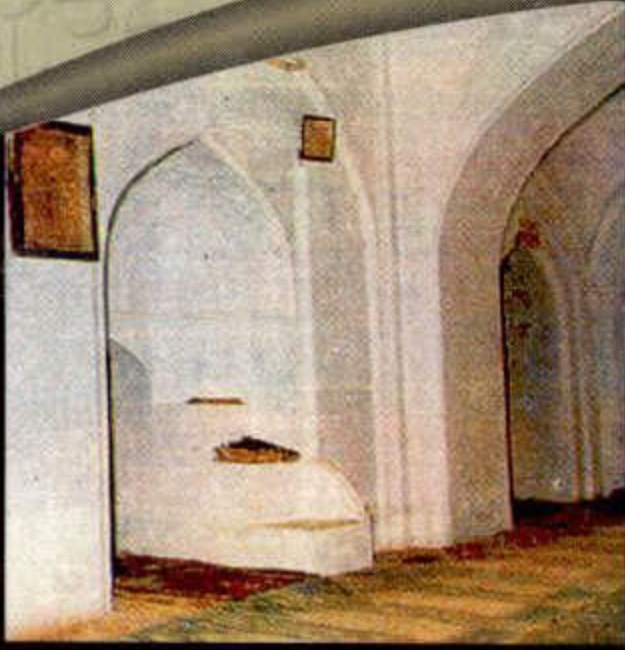
از جناب مولوی فیضان احمد صاحب رامپورے

قطب زماں، حکیم الامت مولوی اشرف علی

۱۳............ ہجری ۶۲

تمام شد خاتمۃ السوانح

www.ahlehaq.org

www.ahlehaq.org

اشرف السوانح

جلد اوّل - جلد دوم

کمپیوٹر ایڈیشن... خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ
کی نایاب رنگین تصاویر کے ساتھ

حکیم الاُمت مُجدّد المِلّت حضرت مولانا
محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ